DUE DATE

Cl. No. *Acc. No.*

Ordinary books 25p. per day, Text Book Rs 1 per day.

یکم سے ۱۵ جنوری ۱۹۸۵ء
۱۱ سے ۲۵ پوش ۱۹۰۶ شاکا

آواز

عت کا ۵۰ واں سال
ایک روپیہ

آل انڈیا ریڈیو کے پروگرام، معلوماتی مضامین، دلچسپ افسانے و منظومات



[illegible]

دفعتاً بھاگ گئے [illegible]

[illegible] قفقان سے

[illegible]

اس نے زخم سے کچھ اور بڑھا [illegible]

[illegible]

تم سے شکوہ ہے [illegible]

[illegible]

وہ کیا کم ہے [illegible]

[illegible]

جانے کس قاب میں تم ڈھل کے اب بیٹھے ہو

میرے [illegible] قفقان سے

(مدینہ سے نشر)

[illegible]

(گورکھپور سے نشر)

[illegible]

تیل مٹی کا چھڑک کر آگ دے سکتا ہے یہ

بے گنہ لڑکی کی یوں بھی جان لے سکتا ہے یہ

ناگہاں اک رات میں [illegible] کے بعد

بے سبب تقدیر کا پانسا پلٹ جانے کے بعد

جسم سے اک روح کی زنجیر کٹ جانے کے بعد

پھر [illegible] کا اشتہار اس سے ہٹ جانے کے بعد

اک حسیں چہرے کی دلکش پھر ہے اس کو جستجو

پھر اسے درکار ہے اک جسم کا تازہ لہو

(رامپور سے نشر)

نصر احمد کا کلام

آواز

انڈیا ریڈیو کے پروگرام

چیف ایڈیٹر ڈاکٹر اوم پرکاش کیجریوال

ادارت
سراج احمد
ہرمہندر سنگھ وِج

ٹیلی فون ۳۸۲۲۴۹
۳۸۲۲۵۴

تار کا پتہ LISTENER

دہلی یکم جنوری ۱۹۸۵ء مطابق ۱۱ پوش ۱۹۰۶ شاکا | جلد ۵۰ | شمارہ ۱

رسمیہ

رسم چلی آئی ہے کہ اخبارات و رسائل میں اداریے لکھے و شائع کیے جاتے ہیں جو اکثر و بیشتر غیر ضروری ہوتے ہیں۔ اس شمارے کے ساتھ ہی آواز اپنی عمر اشاعت کے پچاسویں سال میں قدم رکھ رہا ہے۔ اس اہم موقع پر ضروری تھا کہ ہم بھی سنجیدگی کے ساتھ ایک عدد اداریہ رقم فرماتے۔ لیکن آواز ماسوائے چند خصوصی شماروں کے، اس رسم بے جا سے پہلو تہی کرتا رہا ہے۔ کسی خشک، سنجیدہ اور پرمغز موضوع پر شائع ہونیوالے خاص نمبر کے لیے عرق ریز (قاری کے لیے اشک ریز) اور ادق زباں میں تعارفیہ رقم کر دینا ہماری نظر میں قاری کو مطالعے کا موقع دینے سے قبل اپنی کارگزاری پر رپورٹ پیش کرنے اور خود ہی اپنی پیٹھ ٹھونکنے کے مترادف ہے۔

ہمیں اس 'رسمیے' کی ضرورت یوں محسوس ہوئی کہ ہم اپنی ان کوتاہیوں پر خود ہی روشنی ڈال لیں جو اس شمارے کی تخلیق و ترتیب میں ہم سے سرزد ہوئی ہوں گی۔ تاکہ سند رہے اور ہمارے سامعین عزیز، قارئین ان اغلاط سے ہم کو واقف کرانے کے لیے محکمہ ڈاک کے زیر بار احسان نہ ہوں جیسا کہ وہ ماضی میں اکثر ہوتے رہے ہیں البتہ وہ ہماری تعریف میں جھوٹے سچے خط لکھنا چاہیں تو ہم ان کا خیر مقدم بلکہ انتظار کریں گے۔

اولاً ہم بقائمی ہوش و حواس اور حلفیہ طور پر بیان کرتے ہیں، اس خصوصی نمبر کے لیے مزاحیہ مواد ہم تک اور پھر ہمارے ذریعہ آپ تک پہنچانے کا سہرا ان ریڈیو اسٹیشنوں کے پرڈیوسروں اور پروگرام ایگزیکیٹوز کے سر ہے جہاں سے یہ مقالے گذشتہ چند ماہ میں نشر ہوتے اور پھر ہمیں ملے۔ ان میں سے چند ایک آپ ریڈیو پر سُن بھی چکے ہوں گے لیکن سماعت کے مقابلے مطالعہ اس لیے بہتر ہے کہ کچھ اچھے لکھنے اور پڑھنے والے (معذرت کے ساتھ) ایسے بھی ہوتے ہیں جو ریڈیو پر بولنا شروع کریں تو لگتا ہے ساتھ ہی پڑوسی نے ڈی سی کا پنکھا بھی آن کر دیا ہو۔ تقریر دل چسپ ہوتے ہوئے بھی آپ لطف اندوز نہیں ہو سکتے۔ کچھ مزاحیہ تقریروں پر سپاس نامے یا مرثیے کا گمان ہوتا ہے۔

دوسرا جرم ہمارا یہ ہے کہ ہم مضامین کی ترتیب میں اہل قلم کی سینیارٹی اور اس فیلڈ میں ان کے مقام کا لحاظ نہیں رکھ پائے ہیں۔ مضامین کی ترتیب موضوعات کے اعتبار سے کی گئی ہے۔ مثلاً بیوی، بچہ، اسپتال کی ترتیب (آپ جانیے بچہ۔ اسپتال۔ بیوی کی ترتیب کس قدر غیر فطری محسوس ہوتی)

تیسری کوتاہی کا تعلق اس ستم ظریف ہستی سے ہے جس کو اہل ذوق و نظر کاتب کے نام سے جانتے ہیں اور کچھ اہل قلم نے تو ان کو دیکھ کر 'کاتب تقدیر' کی اصطلاح بھی وضع کر لی ہے کیوں کہ اردو لکھنے اور پڑھنے والوں کے درمیان اہم ترین کڑی ہونے کے سبب دونوں کی نہ سہی ادیب اور مدیر کی تقدیر تو وہی لکھتے ہیں۔ جب وہ اپنی اصلاح پسندی کو بروئے کار لاتے ہوئے سنجیدہ تحریر کو مزاحیہ رنگ دے دیتے ہیں تو ہمیں یقین ہے زیر نظر شمارے کے کئی مزاحیہ جملوں کو انہوں نے سنجیدگی کا جامہ مہیا کر کے بردباری عطا کی ہوگی (آزمائش شرط ہے)

عزیز سامعین آواز مندرجہ بالا اعترافات سے ہمارا مقصد ہرگز یہ نہیں کہ ہم نے اپنے نکتہ چینوں و خوشہ چینوں کی حق تلفی کی ہے۔ یا ان سے ان کا حق چھین لیا ہے۔ فرد جرم عائد کیجیے۔ آپ کی رائے، کا صفحہ طنز و مزاح نمبر کے پوسٹ مارٹم کی رپورٹ ہوگا۔

اس شمارے میں

قیمت

فی کاپی	ایک روپیہ
سالانہ	۲۲ روپے
دو سال	۴۴ روپے

(اشتہار ملک ڈاک خرچ بذمہ ادارہ)

اسسٹنٹ بزنس منیجر اشوک پروندہ

اردو کے طنزیہ و مزاحیہ
نثری ادب کا جائزہ

مجتبیٰ حسین

ہنسنا اور رونا دونوں انسان کی ذات کے ساتھ جڑے ہوئے ہیں۔ غم و آلام سے بھری ہوئی اس دنیا میں انسان جہاں رونے پر مجبور ہے وہیں وہ ہنسنے پر بھی مجبور ہے مگر ہنسی ہنسی میں فرق ہوتا ہے۔ قدیم انسان کے وحشی قہقہے سے لے کر آج کے مہذب انسان کی مسکراہٹ تک ہنسی نے ایک لمبا سفر طے کیا ہے۔ تہذیب کا سفر اور ہنسی کا سفر دونوں ساتھ ساتھ چلتے رہے ہیں۔ اگر انسان میں حس مزاح نہ ہوتی تو تہذیبوں کی یہ رنگارنگی، جذبوں کا یہ تنوع، اظہار کی یہ نزاکتیں، جینے کے یہ انوکھے ڈھنگ کچھ بھی نہ ہوتے۔ سچ تو یہ ہے کہ کسی بھی زبان کے طنزیہ و مزاحیہ ادب کے مطالعے کے ذریعے آپ کسی مخصوص لسانی گروہ کے تہذیبی عناصر کا پتہ چلا سکتے ہیں۔ کوئی فرد یا گروہ کب ہنستا ہے؟ کیوں ہنستا ہے؟ اور کس پر ہنستا ہے؟ اگر ان سوالوں کے جواب معلوم ہو جائیں تو اس فرد یا گروہ کی ذہنی ساخت کا اندازہ بآسانی لگایا جا سکتا ہے۔

اردو ادب میں طنز و مزاح کی روایت اتنی ہی پرانی ہے جتنی کہ اردو ادب کی تاریخ۔ اور جوں جوں زمانے کے ساتھ اظہار کے رویے بدلتے گئے اور سماجی تبدیلیاں رونما ہوتی گئیں طنز و مزاح میں بھی تبدیلیاں آتی گئیں۔ تاہم اردو نثر میں طنز و مزاح کے باضابطہ اور بھرپور آغاز کا سہرا غالب کے سر ہے۔ غالب نے جہاں اردو شاعری کو بام عروج پر پہنچایا وہیں اس نے اپنے خطوط میں ایک ایسا شائستہ اور شگفتہ اسلوب اپنایا کہ غالب کے خطوط آج بھی طنز و مزاح کے بہترین نمونے سمجھے جاتے ہیں۔ غالب ان خطوط میں ایک قد آور مزاح نگار بن کر ابھرتا ہے۔ غالب سے پہلے کسی نے اپنی تحریر میں اس طرح کے طنزیہ و مزاحیہ اسلوب کو نہیں اپنایا تھا۔

غالب کی حس مزاح نہایت مہذب اور شائستہ ہے۔ غالب جس پُر آشوب دور میں زندہ تھے اس میں ہنسی اور خوشگواری کا تصور کرنا بھی دشوار تھا۔ پرانی اقدار ٹوٹ رہی تھیں۔ سیاسی نظام بدل رہا تھا۔ اس وقت معاشرہ ہر قسم کے بحران سے دوچار تھا۔ ایسے دور میں غالب نے اپنے خطوط میں طنز و مزاح کے جو شگوفے کھلائے ہیں وہ غالب کی شخصیت کی عظمت کی دلیل ہیں۔ غالب سے پہلے عام طور پر طنز و مزاح کے نام پر دوسروں پر پھبتیاں کسی جاتی تھیں۔ دوسروں کو طنز کا نشانہ بنایا جاتا تھا۔ مگر غالب نے ان خطوط میں خود کا مذاق اُڑایا۔ اپنے آپ پر ہنسنے کی یہ ادا غالب سے پہلے کسی کے ہاں نہیں ملتی۔ سچ پوچھیے تو غالب نے ہمیں اپنے آپ پر ہنسنے کا سلیقہ سکھایا۔ غالب کے ایک خط کا اقتباس ملاحظہ فرمائیے:

> "میاں! میں بڑی مصیبت میں ہوں، محل سرا کی دیواریں گر گئی ہیں، پاخانہ ڈھ گیا ہے، چھتیں ٹپک رہی ہیں، تمہاری پھوپھی کہتی ہیں — ہائے دبی، ہائے مری — دیوان خانہ کا حال محل سرا سے بدتر ہے۔ میں مرنے سے نہیں ڈرتا، فقدان راحت سے گھبراتا ہوں۔ چھت چھلنی ہے۔ ابر دو گھنٹے برسے تو چھت چار گھنٹے برستی ہے۔ مالک اگر چاہے کہ مرمت کرائے تو کیونکر کرائے۔ مینہ کھلے تو سب کچھ ہو اور پھر اثنائے مرمت میں میں بیٹھا کس طرح رہوں؟ اگر تم سے ہو سکے تو برسات تک بھائی سے مجھ کو وہ حویلی جس میں میر حسن رہتے تھے، اپنی پھوپھی کے رہنے کو اور کوٹھی میں سے وہ بالاخانہ مع دالان زیریں جو الٰہی بخش خاں مرحوم کا مسکن تھا، میرے رہنے کو دلوا دو۔ برسات گزر جائے گی، مرمت ہو جائے گی، پھر صاحب اور میم اور بابا لوگ اپنے قدیم مسکن میں آ رہیں گے۔ تمہارے والد کے ایثار و عطا کے مجھ پر احسان ہیں ایک مرمت کا احسان میرے پایان عمر میں اور بھی سہی۔"

غالب نے کبھی اپنے مزاح نگار ہونے کا دعویٰ نہیں کیا لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ غالب کے بعد بھی کئی برس تک اردو کو غالب کا سا مزاح نگار نصیب نہ ہو سکا۔

غالب کے خطوط کی اشاعت کے پانچ سال بعد ۱۸۷۷ء میں لکھنؤ سے "اودھ پنچ" جاری ہوا، جو اردو کا پہلا اور واحد مزاحیہ رسالہ تھا۔ اودھ پنچ کی اشاعت سے اردو میں طنز و مزاح کے ایک نئے دور کا آغاز ہوتا ہے۔ منشی سجاد حسین جیسے قد آور مزاح نگار کی زیر نگرانی اودھ پنچ نے اردو کو کئی اہم اور ممتاز مزاح نگار دیے۔ اودھ پنچ جس دور میں نکلا تھا وہ ہندوستان کی سیاسی سماجی اور معاشی زندگی میں زبردست تبدیلیوں کا دور ہے۔ انگریزی اقتدار نے اپنے قدم مضبوطی سے جما لیے تھے لیکن اس کے ساتھ ہی ساتھ قومی بیداری کی ایک زیریں لہر بھی جاری و ساری تھی۔ مغربی معاشرے اور مشرقی معاشرے کی اقدار آپس میں دست و گریباں تھیں۔ اس دور کی سماجی اور سیاسی بے اعتدالیاں اودھ پنچ کے لکھنے والوں کے طنز کا راست نشانہ بنیں۔ یوں تو اودھ پنچ کے لکھنے والوں کی تعداد کافی زیادہ تھی لیکن ان میں منشی سجاد حسین کے علاوہ رتن ناتھ سرشار، نواب سید محمد آزاد اور اکبر الہ آبادی کے نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ اودھ پنچ اپنے مقصد میں کس حد تک کامیاب رہا، یہ ایک الگ موضوع ہے لیکن اودھ پنچ کے زیر اثر اردو میں طنز و مزاح کی روایت مستحکم ہوئی چنانچہ اودھ پنچ کی تقلید میں ہندوستان کے گوشے گوشے سے طنزیہ و مزاحیہ رسائل نکلنے شروع ہو گئے۔ بعض ایسے ادیبوں نے بھی طنز و مزاح کی اہمیت کے پیش نظر اپنی تحریروں میں طنز و مزاح کے حربے کا استعمال کیا جو بنیادی طور پر مزاح نگار نہیں تھے۔

اردو طنز و مزاح کا زریں دور اصل میں تیسری دہائی سے شروع ہوتا ہے جب اردو مزاح کے افق پر سید احمد شاہ بخاری پطرس اور رشید احمد صدیقی جیسے عظیم مزاح نگار اور انشاپرداز طلوع ہوتے ہیں۔ پطرس نے اگرچہ طنز و مزاح کے نام پر مضامین کا محض ایک مجموعہ چھوڑا لیکن ان کے فن نے بعد میں آنے والے مزاح نگاروں کو نہ صرف متاثر ہی کیا بلکہ ان کی ذہنی تربیت بھی کی ہے۔ پطرس نے موضوعات کے انتخاب میں بڑے تنوع اور وسیع النظری کا مظاہرہ کیا ہے۔ پطرس کی فطری ذہانت، مشاہدے کی تیزی اور ان کی علمیت نے اردو مزاح نگاری کے کینوس کو وسیع سے وسیع تر کر دیا ہے۔ انھوں نے صرف لفظی شعبدہ بازی سے مزاح نہیں پیدا کیا بلکہ واقعات اور کرداروں کے مضحک پہلو کی بڑی چابکدستی کے ساتھ حقیقی تصویریں کھینچ دی۔ ان کے مضمون "مرحوم کی یاد میں" کا ایک اقتباس ملاحظہ کیجیے

> "اگلے پہیے کے ٹائر میں ایک بڑا سا پیوند لگا تھا، جس کی وجہ سے پہیہ ہر چکر میں ایک دفعہ اوپر کو اٹھ جاتا تھا اور میرا سر یوں جھٹکے کھا رہا تھا جیسے کوئی متواتر ٹھوڑی کے نیچے مکے مارے جا رہا ہو۔ پچھلے اور اگلے پہیے ملا کر چوں چوں پھٹ پھٹ چوں چوں پھٹ پھٹ کی صدا نکل رہی تھی۔ جب اتار پر سائیکل ذرا تیز ہوئی تو فضا میں ایک بھونچال سا آ گیا اور بائیسکل کے کئی پرزے جو اب تک سو رہے تھے، بیدار ہو کر گویا ہوئے۔ اِدھر اُدھر کے لوگ چونکے، ماؤں نے اپنے بچوں کو سینوں سے لگا لیا۔ کھڑ کھڑ کے بیچ میں پہیوں کی آواز جدا سنائی دے رہی تھی لیکن چونکہ بائیسکل اب پہلے سے تیز تھی اس لیے چوں چوں پھٹ پھٹ، چوں چوں پھٹ پھٹ کی آواز نے چوں پھٹ چوں پھٹ کی صورت اختیار کر لی۔ تمام بائیسکل کسی ادق افریقی زبان کی گردانیں دہرا رہی تھی۔"

اس قدر تیز رفتاری بائیسکل کی طبع نازک پر گراں گزری چنانچہ اس میں یک لخت دو تبدیلیاں واقع ہو گئیں۔ ایک تو ہینڈل ایک طرف کو مڑ گیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ میں جاتا تو سامنے تھا لیکن میرا جسم دائیں طرف کو مڑا ہوا تھا۔ اس کے علاوہ بائیسکل کی گدی دفعتاً چھ انچ کے قریب بیٹھ گئی۔ چنانچہ جب پیڈل چلانے کے لیے میں ٹانگیں نیچے اوپر کر رہا تھا تو میرے گھٹنے ٹھوڑی تک پہنچ جاتے تھے۔ کمر دوہری ہو کر باہر کو نکلی ہوئی تھی اور ساتھ ہی اگلے پہیوں کی اٹھکیلیوں کی وجہ سے سر برابر جھٹکے کھا رہا تھا۔

گدی کا نیچا ہونا از حد تکلیف دہ ثابت ہوا اس لیے مناسب یہی سمجھا کہ اس کو ٹھیک کر لوں۔ چنانچہ میں نے بائیسکل کو ٹھہرا لیا اور نیچے اترا۔ بائیسکل کے ٹھہر جانے سے یک لخت جیسے دنیا میں خاموشی سی چھا گئی۔ ایسا معلوم ہوا جیسے میں کسی ریل کے اسٹیشن سے باہر نکل آیا ہوں۔ جیب کے اندر سے میں نے اوزار نکالا، گدی کو اونچا کیا اور کچھ ہینڈل کو ٹھیک کیا اور دوبارہ سوار ہو گیا۔

دس قدم بھی نہ چلنے پایا تھا کہ ہینڈل یک لخت نیچے ہو گیا، اتنا کہ گدی اب ہینڈل سے فٹ بھر اونچی تھی، میرا تمام جسم آگے کو جھکا ہوا تھا، تمام بوجھ دونوں ہاتھوں پر تھا، جو ہینڈل پر رکھے ہوئے برابر جھٹکے کھا رہے تھے آپ میری حالت کا تصور کریں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ میں دور سے ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے کوئی عورت آٹا گوندھ رہی ہو، مجھے اس مشابہت کا احساس بہت تیز تھا جس کی وجہ سے میرے ماتھے پر پسینہ آگیا۔ میں دائیں بائیں

لوگوں کو کنکھیوں سے دیکھتا جاتا تھا یوں تو ہر شخص میل بھر پہلے ہی سے مڑ کر دیکھنے لگتا تھا جس کے لیے میری حالت ضیافت طبع کا باعث نہ ہو، ہینڈل ذرا نیچا ہو ہی گیا تھا، ایک لڑکے نے کہا "دیکھو یہ آدمی کیا کر رہا ہے۔" گویا اس بدتمیز کے نزدیک میں کوئی کرتب دکھا رہا تھا۔"

اگرچہ اسی دور میں فرحت اللہ بیگ، ملا رموزی، عظیم بیگ چغتائی اور شوکت تھانوی وغیرہ بھی مزاح نگاری کے میدان میں سرگرم عمل رہے ہیں، لیکن جو انفرادیت پطرس بخاری اور رشید احمد صدیقی کے حصے میں آئی کسی اور کو نصیب نہ ہو سکی۔ سچ تو یہ ہے کہ پطرس بخاری اور رشید احمد صدیقی اردو کے نثری طنز و مزاح کے دو تخلیقی رجحان ہیں۔ اگر ایک طرف پطرس کے یہاں راست اور ہلکی پھلکی زبان میں مزاح ملتا ہے تو دوسری طرف رشید احمد صدیقی عالمانہ زبان میں رمز و کنایہ کے سہارے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہیں۔ رشید احمد صدیقی کے مخصوص اسلوب کا اندازہ ان کے ایک مضمون کے اقتباس سے کیا جاسکتا ہے :

"آیئے لگے ہاتھوں میں آپ کو چوری کے صحیفۂ اخلاق کا مطالعہ کرا دوں۔ گو زمانہ ایسا آگیا ہے کہ دوسرے معاملات کی مانند چوری کے صحیفۂ اخلاق اور چور میں بہت بڑا تفاوت پیدا ہو گیا ہے۔ شاعروں کی مانند چور کی بھی بہت سی اقسام ہیں۔ لیکن ذرا توقف فرمایئے۔ یہ ریڈیو ہے۔ ممکن ہے ہماری آپ کی برادری میں بعض ایسے تنگ نظر اور بے وقوف چور بھی ہوں جو میری اس حرکت پر مجھ سے ناراض ہو جائیں کہ میں نے ان کو شاعروں سے کیوں تشبیہ دی لیکن ان کے اطمینان کے لیے میں یہ اقرار کرتا ہوں کہ میری نیت چوروں کی دل آزاری نہیں ہے، شاعروں کی ہمت افزائی ہے اس لیے کہ بغیر چوری کے شاعری ناممکن ہے۔ چوری کے فروغ سے شاعری کا فروغ ہوتا ہے جیسے بیروزگاری کا فروغ بیداری ہے۔ آپ تو جانتے ہوں گے کسی ملک و قوم کی بیداری کا سبب وہاں کی بیروزگاری ہے۔ غیر متمدن اقوام میں بیروزگاری نہیں پائی جاتی۔"

بین الاقوامی سطح پر دوسری جنگ عظیم کے حالات اور قومی سطح پر جدوجہد آزادی کے پس منظر میں طنز و مزاح کی اہمیت کچھ اور بھی واضح ہو جاتی ہے۔ ترقی پسند تحریک نے اس دور میں اردو کو کنہیا لال کپور، کرشن چندر، سعادت حسن منٹو، ابراہیم جلیس، احمد ندیم قاسمی، خواجہ احمد عباس جیسے طنز و مزاح نگار دیے۔ اس دور میں سیاسی موضوعات کو راست انداز میں طنز کا نشانہ بنایا گیا۔ کرشن چندر اور منٹو اگرچہ بنیادی طور پر افسانہ نگار ہیں لیکن ان کے افسانوں میں طنز کا عنصر ہمیشہ غالب رہا ہے۔ اس دور کے لکھنے والوں میں کنہیا لال کپور کو خصوصی اہمیت اس لیے حاصل ہے کہ انھوں نے طنز و مزاح کو ہی اپنا وسیلۂ اظہار بنایا۔ کنہیا لال کپور کے طنز میں بلا کی بے ساختگی اور زہرناکی نظر آتی ہے جسے وہ اپنے مخصوص پیرائے بیان کے ذریعے اور بھی نکھار دیتے ہیں۔ کپور کے مضمون "ٹیوٹر" سے اقتباس سماعت فرمایئے :

"میری پہلی ٹیوشن کی داستان یوں شروع ہوتی ہے۔ ایک دن میں نے کسی انگریزی اخبار میں پڑھا 'رائے بہادر فقیر چند کو اپنی لڑکی کے لیے ایک ٹیوٹر درکار ہے۔' لکھا تھا 'غرض مند دولت خانے پر ملاقات کریں۔ پتہ ایکس۔ گاف روڈ۔' چنانچہ میں بھی قسمت آزمانے کے لیے علی الصبح گاف روڈ کی طرف روانہ ہوا۔ جب متعدد بازار، سڑکیں، باغ عبور کرنے پر ایکس۔ گاف روڈ نظر نہ آئی تو میں نے نہایت گھبراہٹ کی حالت میں ہر آنے جانے والے سے یہ پوچھنا شروع کیا۔ 'کیوں حضرت! آپ مجھے ایکس گاف روڈ کا پتہ بتا سکتے ہیں۔' لیکن کسی بھلے مانس کو ایکس۔ گاف روڈ کا پتہ معلوم نہ تھا۔ خیال آیا، راستہ سے بھٹک گیا ہوں

جب چرچل نے مہاتما گاندھی کو "نیم برہنہ باغی فقیر" کہا —

" مردوں کے واسطے 'نیم برہنہ' یعنی آدھے ڈیل سے ننگا ہونا کوئی عیب نہیں۔ یورپ میں تو تہذیب نے اتنی ترقی کی ہے کہ عورتیں بھی جامے سے باہر پڑی پھرتی ہیں۔ چیتھڑا تک ڈیل پر نظر نہیں آتا۔ جتنی چھپانے کی چیزیں ہیں اللہ رکھے سب دھوپ اور ہوا کھاتی ہیں۔ بڑے بڑے میدان انھیں ننگے دھڑنگوں کے واسطے خاص کر دیے گئے ہیں جن میں اکیلی عورتیں ہی نہیں ساتھ میں مرد بھی ننگے اچکتے پھرتے ہیں اور قانون انھیں روک نہیں سکتا۔ گاندھی غریب تو پھر بھی لنگوٹی باندھے رہتے ہیں۔"

(اودھ پنچ سے حکیم ممتاز حسین کی جوابی تحریر منقل آرا بیگم بنام مسٹر چرچل سے)

اور لوٹ کر چلوں کہ اتنے میں ایک موڑ کے قریب ایک کمزور سے انسان نے سائیکل سے اتر کر نہایت مری ہوئی آواز میں مجھ سے پوچھا 'کیوں حضرت! آپ مجھے ایکس۔ گاف روڈ کا پتہ بتا سکتے ہیں؟' میں نے رازدارانہ لہجے میں کہا 'آپ کو رائے بہادر فقیر چند کے ہاں جانا ہے؟' نووارد ایک خشک ہنسی ہنسا، 'آپ کو کس طرح معلوم ہوا؟' اس نے کہا۔ 'کیونکہ مجھے بھی وہاں جانا ہے۔' 'اخاہ،' اس نے کہا 'تو آپ ٹیوٹر ہیں۔' ہم دونوں نے ہاتھ ملایا اور قہقہہ مار کر ہنسنے لگے۔ اب ہم اس امر پر بحث کر رہے تھے کہ کیا رائے بہادر فقیر چند کو سوائے ایکس۔ گاف روڈ کے کہیں جگہ میسر نہ ہوئی کہ وہ کوٹھی بنا سکتے کہ اتنے میں ایک تیسرا نوجوان ہماری طرف آتا ہوا دکھائی دیا۔ چھوٹتے ہی اس نے پوچھا 'کیوں صاحب! ایکس۔ گاف روڈ کدھر ہے؟' ہم دونوں نے بے ساختہ کہا۔ 'تو آپ کو رائے بہادر فقیر چند کے ہاں جانا ہے؟' وہ کچھ گھبرا گیا۔ مگر جب ہم ہنسنے لگے تو ہماری بات سمجھ گیا۔ اور اب ہم موڑ پر تین ٹیوٹر کھڑے تھے۔ میں نے تجویز پیش کی کہ ہم اس موڑ پر چند منٹ اور ٹھہریں تاکہ اپنی برادری کے چند افراد اپنے ساتھ لے کر ایک جلوس کی شکل میں رائے بہادر کے گھر وارد ہوں۔ چشم زدن میں اس موڑ پر ٹیوٹروں کا ایک مجمع اکٹھا ہو گیا۔ اس طرح معلوم ہوتا تھا کہ لاہور کے ہر پڑھے لکھے آدمی نے ٹیوٹر کا پیشہ اختیار کر رکھا ہے۔ اس مجمع میں ہر قماش کے لوگ شامل تھے۔ پروفیسر، وکیل، کلرک، بیکار، چنانچہ اب ہم جس سائیکل سوار کو اپنی جانب آتا دیکھتے اسے یہ کہہ کر 'آپ کو ایکس۔ گاف روڈ جانا ہے؟' اپنی مجلس میں شریک کر لیتے۔ دس پندرہ منٹ کے بعد ہم

ٹیوٹروں کا ایک اچھا خاصا ہجوم' رائے بہادر
فقیر چند کی کوٹھی میں داخل ہوا۔ دیکھنے میں گو ہم تمام
مختلف تھے مگر بہت سی باتوں میں ایک دوسرے
کے بالکل مشابہ تھے۔ مثلاً گھبراہٹ، پریشانی،
آشفتہ حالی سب کے چہروں سے مترشح تھی جیبیں
سب کی خالی، سائیکلیں سب کی پرانی نگاہیں
سب کی گرسنہ اور اداس۔"

اسی دور میں شفیق الرحمٰن جیسے خالص مزاح نگار نے بھی شہرت کی منزلیں طے کرلی تھیں۔ شفیق الرحمٰن بنیادی طور پر مزاح برائے مزاح کے قائل نظر آتے ہیں۔ ان کی تحریریں نوجوان نسل میں بہت مقبول ہوئیں اور آج بھی مقبول ہیں۔ شفیق الرحمٰن اردو کے ایک بے پرواہ اور کھلنڈرے مزاح نگار ہیں۔ شفیق الرحمٰن نے پیروڈی کے فن کو بھی بڑی خوبصورتی سے نبھایا ہے۔ ان کے مضمون "تزک نادری" سے ایک اقتباس پیش ہے:

"الو شناس نے مشورہ دیا کہ دنیا میں یوں
مارے مارے پھرنے کی بجائے کیوں نہ ہم
ایک اچھی سی مملکت میں باقاعدہ سیٹل ہو جائیں۔
یہ حقیقت ہے کہ اب تک ہماری حیثیت مانند
ایک رفیوجی کی رہی ہے۔ ہم نے عزیزی محمد شاہ سے
ذکر کیا اور رہائش کے لیے لال قلعہ الاٹ کروانے
کی خواہش ظاہر کی۔ وہ بولا، لال قلعے میں تو ہم
رہتے ہیں، آپ قطب صاحب کی لاٹھ الاٹ
کرا لیجیے یا شاہی مسجد۔

ہم نے انکار فرمایا اور اپنے مہاجر ہونے
کی اہمیت جتائی۔ وہ بولا، ہم لوگ بھی تو مہاجر
ہیں۔ ہمارے آباؤ اجداد وسط ایشیا سے آئے
تھے۔ ہم نے بہتیرا سمجھایا کہ وہ مقامی مہاجر ہیں
اور ہم نووارد ہیں، جنہیں اب تک نہیں بسایا گیا۔
اس نے گستاخانہ کہا 'یوں تو حضرت آدم بھی
مہاجر تھے کہ بہشت چھوڑ کر آئے تھے۔

ہمیں سخت غصہ آیا لیکن فوراً اتر گیا، پتہ
نہیں کیا بات ہے ہند میں کچھ عرصہ رہنے کے بعد
وہ پہلے جیسا غصہ ہی نہیں آتا لیکن محمد شاہ کو اس
گستاخی کی سزا اسی شام کو مل گئی۔ الو شناس
بھاگا بھاگا آیا، بولا، محمد شاہ خزانے میں ہے
اور زر و جواہرات ادھر ادھر چھپا رہا ہے۔ ہم فوراً
موقع پر پہنچے، ہمارے دیکھتے دیکھتے اس نے ایک
وزنی سی چیز اپنی پگڑی میں چھپالی۔ ہند کے رواج
کے مطابق ہم نے از راہِ مروت فرمایا کہ آج سے
محمد شاہ اور ہم بھائی بھائی ہیں لہٰذا ہم دونوں اپنی
پگڑیاں بدل لیں گے۔

یہ محض اتفاق تھا کہ اس کی پگڑی سے
کوہ نور ہیرا برآمد ہوا۔"

آزادی کے بعد اردو مزاح نگاری نے ایک نئی کروٹ لی۔ اب طنز کے نشانے بھی تبدیل ہو گئے۔ دوسروں پر ہنسنے سے کہیں زیادہ اپنے آپ پر ہنسنے اور چوٹیں کرنے کی گنجائش نکل آئی۔ آزادی کے بعد کے حالات میں اردو کے طنز و مزاح نگاروں نے اپنی ذمہ داریوں کو زیادہ شدت سے محسوس کیا اور سیاسی و سماجی انتشار اور بے اعتدالیوں کا کھل کر تجزیہ کیا۔ آزادی کے فوراً بعد فکر تونسوی، ابن انشا، بھارت چند کھنہ افق طنز و مزاح پر نمودار ہوتے ہیں۔ ان میں فکر تونسوی اور ابن انشا اپنے اپنے منفرد اسلوب کے باعث خصوصی اہمیت کے حامل ہیں۔ فکر تونسوی اخباری کالم نویسی کے راستے سے ادب میں داخل ہوئے۔ اسی لیے ان کی تحریروں میں روزمرہ کے واقعات زیادہ نمایاں ہیں۔ سیاسی طنز میں فکر تونسوی نے جو مقام حاصل کیا ہے وہ کسی دوسرے کے حصّہ میں نہ آسکا۔ سماجی اور معاشی عدم مساوات اور طبقاتی مفادات کی کش مکش کا بھرپور اظہار ان کی تحریروں کی جان ہے۔ ان کے ایک مضمون "کرایہ کے لیے خالی ہے" کا اقتباس سماعت فرمائیے:

"ہمارے مکان کی چار سیڑھیاں کرائے کے لیے
خالی ہیں۔ تجارت پیشہ اصحاب کو چونکہ آج کل
اکاموڈیشن کی سخت دقت پیش آرہی ہے اس لیے
ملک میں توسیع تجارت کے عظیم جذبہ کے تحت
ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ یہ چار سیڑھیاں کرایہ کے
لیے ریزرو کر دی جائیں، جہاں پر بیٹھ کر (کھڑے
ہو کر) کوئی بھی کاروبار کیا جا سکتا ہے۔ پین اور
بال پین بیچنے والے چوڑیاں، رومال، عورتوں کے
سنگار کے سامان، گھڑی سازی، ٹیلرنگ وغیرہ
وغیرہ وغیرہ۔

یہ چار سیڑھیاں نیچے سے شروع ہوتی
ہیں۔ پانچ نمبر سے آٹھ نمبر تک کی سیڑھیاں پہلے
ہی کرائے پر چڑھی ہوئی ہیں، جہاں پر ایک دودھ والا
چائے تیار کر کے ارد گرد کی دوکانوں کو سپلائی
کرتا ہے۔ بقول اس کے وہ پندرہ سو روپے
ماہانہ کمائی کرتا ہے، جبکہ ہمیں اتنا کم کرایہ دیتا ہے
کہ اسے ڈنڈے اس لیے نہیں مارتے کہ وہ
ہمارا دور کا رشتے دار بھی لگتا ہے، اور یوں بھی چائے
کے دھندے سے پہلے وہ پہلوانی کرتا رہا ہے۔
یہ چار سیڑھیاں دو تہائی اکاموڈیشن کے
طور پر ہی کرائے پر دی جائیں گی۔ سیڑھیوں کا ایک
تہائی بایاں حصّہ خالی رکھنا پڑے گا۔ تاکہ ہمیں
اوپر آنے جانے میں آسانی رہے کیونکہ ہم
فرسٹ فلور پر رہتے ہیں اور جب تک اس
فرسٹ فلور کی چھت گرنے کے قابل نہیں ہو جائے
گی، ہم وہیں رہیں گے اور سیڑھیوں کا کرایہ وصول
کرتے رہیں گے۔"

اگرچہ ابن انشا نے اپنی ادبی زندگی کا آغاز شاعری سے کیا اور جدید شعرا کی صف اوّل میں جگہ پائی لیکن مزاح نگار کی حیثیت سے انھیں بے پناہ مقبولیت حاصل ہوئی۔ بلا کی روانی، بے ساختگی اور اچھوتا پن، زبان کا بے تکلف اور تخلیقی استعمال، شوخی اور شگفتگی ابن انشا کی تحریروں کا خاص وصف ہیں۔ ابن انشا نے کالم نویسی بھی کی اور سفرنامے بھی لکھے ہیں۔ انھوں نے سفرناموں کو ایک نئے آہنگ سے روشناس کرایا۔ ان کے مضمون "کسٹم کا مشاعرہ" سے اقتباس ملاحظہ کیجیے:

"کسٹم والوں کا مشاعرہ ہوا تو شاعر لوگ
آؤ بھگت کے عادی دندناتے، پان کھاتے،
مونچھوں پر تاؤ دیتے، زلف جاناں کی بلائیں لیتے
غزلوں کے بقچے بغل میں مار کر پہنچ گئے۔ ان میں
سے اکثر کلاتھ ملوں کے مشاعروں کے عادی تھے
جہاں آپ تھان بھر کی غزل بھی پڑھ دیں اور
اس کے گز گز پر مکرر مکرر کی مہر لگا دیں، تب بھی
کوئی نہیں روکتا۔ پھر تانا بانا کمزور بھی ہو تو ذرا سا
ترنم کا کلف لگانے سے عیب چھپ جاتا ہے
لیکن کسٹم والوں کے قاعدے قانون بڑے
کڑے ہوتے ہیں۔ منتظمین نے طے کر دیا تھا کہ
ہر شاعر زیادہ سے زیادہ ایک غزل وہ بھی لمبی
بحر کی نہیں، درمیانہ بحر کی، بلا کسٹم محصول پڑھ
سکے گا۔ جس کا حجم پانچ سات شعر سے زیادہ نہ ہو
پیچ یہ آن پڑا کہ مصرعہ ایک نہیں پانچ دیے گئے
تھے۔ وہاں دروازے پر تلاشی ہو گئی۔ سب کے
تھیلے اور بستے باہر رکھوا لیے گئے۔ ایک صاحب
نے نیفے میں ایک لمبی سی مثنوی اڑس رکھی تھی۔
ایک اپنے موزوں میں رباعیاں چھپا کر لے جا
رہے تھے لیکن کسٹم کے پریونٹیو افسروں کی تیز نظروں
سے کہاں بچ سکتے تھے۔ ان فرض شناسوں نے
سب کو آنکا اور سب کے گریبانوں میں جھانکا۔
استاد ہمدم ڈبائیوی پر بھی انھیں شک ہوا۔
استاد نے ہر چند کہا کہ میرے پاس کچھ نہیں ہے
یہی پانچ سات شعر ہیں لیکن کسٹم والوں نے ان کے
کرتے کی لانبی آستین میں سے ان کے تازہ ترین
دیوان "مار آستین" کا ایک نسخہ برآمد کر ہی لیا۔
اتنی احتیاطوں کے باوجود سنا ہے بہت سے
لوگ کلام ناجائز طور پر حافظے میں رکھ کر
اندر لے گئے اور موقع پا کر بلیک میں داد
کھری کی۔"

یہ بات مسلّم ہے کہ ہم ہنستے ہیں بالکل ہم غصہ کرتے ہیں، نفرت یا محبت کرتے ہیں، جاگتے یا سوتے ہیں اور ہنسی ہماری صحت کے لیے ضروری ہے۔ اگر ہنسی کا مادہ انسان سے سلب کرلیا جائے، اگر وہ اسباب نیست و نابود ہو جائیں جن کی وجہ سے ہم ہنستے ہیں تو پھر انسان ممکن ہے فرشتہ ہو جائے لیکن وہ انسان باقی نہ رہے گا۔ غالباً فرشتے ہنستے نہیں اور نہ ہنسی کی ضرورت محسوس کرتے ہیں۔ جہاں ہر شے مکمل، موزوں و مناسب ہو وہاں ہنسی کا گزر نہیں ہو سکتا۔ ہنسی عموماً عدم تکمیل، بے ربطی کے احساس کا نتیجہ ہے۔ جسے اس کا احساس نہیں یعنی جسے ہنسی نہیں آتی اسے ہم انسان شمار نہیں کریں گے۔
(اردو ادب میں طنز و ظرافت ـ سلیم الدین احمد)

تک پہنچ اسی دور میں اردو طنز و مزاح ایک نئی آواز سے آشنا ہوتا ہے۔ یہ آواز مشتاق احمد یوسفی کی ہے۔ یوسفی کو پطرس بخاری اور رشید احمد صدیقی کا حسین امتزاج کہا جاسکتا ہے۔ پطرس کی ذہانت اور خلاقی اور رشید احمد صدیقی کا عالمانہ اسلوب ان کی تحریروں میں سمٹ آیا ہے۔ یوسفی بڑے اہتمام کے ساتھ مزاح تخلیق کرتے ہیں۔ اب تک انھوں نے اردو کو اپنے تین مجموعوں سے نوازا ہے جو اردو طنز و مزاح میں سنگ میل کی حیثیت رکھتے ہیں۔ یوسفی کے فن کا اندازہ ان کے مضمون "اور آنا گھر میں مرغیوں کا" کے اقتباس سے لگایا جاسکتا ہے :

"عرض کیا: "کچھ بھی ہو، میں گھر میں مرغیاں پالنے کا روادار نہیں۔ میرا راسخ عقیدہ ہے کہ ان کا صحیح مقام پیٹ اور پلیٹ ہے اور شاید..."

"اس راسخ عقیدے میں میری طرف سے تیلی کا اور اضافہ کر لیجئے۔" انھوں نے بات کاٹی۔ پھر عرض کیا "اور شاید یہی وجہ ہے کہ ہمارے ہاں کوئی مرغی عمر طبعی کو نہیں پہنچ پاتی۔ (اسی طرح سرزمین چین میں کوئی جانور فطری موت نہیں مرتا) آپ نے خود دیکھا ہوگا کہ ہماری ضیافتوں میں میزبان کے اخلاص و ایثار کا اندازہ مرغیوں اور مہمانوں کی تعداد اور ان کے تناسب سے لگایا جاتا ہے۔"

فرمایا "یہ صحیح ہے کہ انسان روٹی پر ہی زندہ نہیں رہتا ..... اسے مرغ مسلم کی بھی خواہش ہوتی ہے۔ اگر آپ کا عقیدہ ہے کہ خدا نے مرغی کو محض انسان کے کھانے کے لیے پیدا کیا ہے تو مجھے اس پر کیا اعتراض ہوسکتا ہے۔ صاحب! مرغی تو درکنار، میں تو انڈے کو بھی دنیا کی سب سے بڑی نعمت سمجھتا ہوں۔ تازے خود کھائیے۔ گندے ہو جائیں تو ہوٹلوں اور سیاسی جلسوں کے لیے دوگنے داموں بیچئے۔ یوں تو اس میں .... میرا مطلب ہے تازہ انڈے میں

ہزاروں خوبیاں ایسی کہ ہر خوبی پہ دم نکلے

مگر سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ پھوہڑ سے پھوہڑ عورت کسی طرح بھی پکائے، یقیناً مزیدار پکے گا۔ آملیٹ، نیم برشت، تلا ہوا، خاگینہ، حلوہ ..."

اس کے بعد انھوں نے ایک نہایت دلچسپ اور کلینکل تقریر کی جس کا ماحصل یہ تھا کہ آملیٹ اور خاگینہ وغیرہ بنانے کے لیے غیر معمولی سلیقہ اور صلاحیت درکار ہے جو ہر زنانہ مفقود ہے۔

اختلاف کی گنجائش نظر نہ آئی تو میں نے پہلو بچا کر وار کیا "یہ سب درست! لیکن اگر مرغیاں کھانے پر اتر آئے تو ایک ہی مہینے میں ڈربے کے ڈربے صاف ہو جائیں گے ..."

کہنے لگے "یہ نسل مٹانے نہیں مٹتی۔ جہاں تک اس جنس کا تعلق ہے دو اور دو چار نہیں بلکہ چالیس ہوتے ہیں۔ یقین نہ آئے تو خود حساب کرکے دیکھ لیجئے۔ فرض کیجئے کہ آپ دس مرغیوں سے مرغبانی کی ابتدا کرتے ہیں۔ ایک اعلیٰ نسل کی مرغی سال میں اوسطاً دو سو سے ڈھائی سو تک انڈے دیتی ہے۔ لیکن آپ چونکہ فطرتاً قنوطی واقع ہوئے ہیں اس لیے یہ مانے لیتے ہیں کہ آپ کی مرغی صرف ڈیڑھ سو انڈے دے گی ..."

اسی عرصے میں کئی اور مزاح نگار ابھرتے ہیں جن میں یوسف ناظم، کرنل محمد خان، مجتبیٰ حسین، احمد جمال پاشا، مخلص بھوپالی، عطاء الحق قاسمی، نریندر لوتھر، وجاہت علی سندیلوی، شفیقہ فرحت، خواجہ عبدالغفور، رشید قریشی قابل ذکر ہیں۔ ان سارے مزاح نگاروں نے اپنے اپنے طور پر اردو طنز و مزاح کی روایت کو آگے بڑھایا ہے۔ یہاں یہ ممکن نہیں ہے کہ ان سب کے فن کا الگ الگ تفصیلی جائزہ لیا جائے۔ یوسف ناظم کے ایک مضمون "تعلیمات" سے ایک اقتباس سماعت فرمائیے:

"روزی کمانے کے لیے تعلیم پانا پہلے بھی ضروری نہیں تھا اور اب بھی کچھ ایسا زیادہ ضروری نہیں ہے لیکن تعلیم اس لیے ضروری ہے کہ آدمی کم سے کم تین چار زبانیں غلط بولنے اور غلط لکھنے پر عبور حاصل کرے جو شخص جتنی زیادہ زبانیں غلط بولے گا اور لکھے گا اس کی اتنی ہی حوصلہ افزائی اور قدر ہوگی۔ (مادری زبان سے ناواقفیت میں بھی کئی فائدے ہیں) گھر اور مدرسے میں جو تعلیم حاصل کی جاتی ہے وہ نامکمل ہوتی ہے۔ اعلیٰ تعلیم کے لیے کالج جانا ضروری ہوتا ہے۔ کالجوں میں علم کا بکثرت خزانہ موجود رہتا ہے۔ کسی ماہر تعلیم سے جب یہ پوچھا گیا کہ کالجوں میں علم کا اتنا خزانہ کیسے جمع رہتا ہے تو اس دانشور نے جواب دیا کہ ہوتا یہ ہے کہ نئے طالب علم کالج میں شریک ہونے کے لیے آتے ہیں تو تھوڑا سا ذخیرہ اپنے ساتھ لے آتے ہیں لیکن جو طالب علم کالج سے رخصت ہوتے ہیں وہ اپنے ساتھ کچھ نہیں لے جاتے اس طرح علم کی دولت کالجوں میں جمع ہوتی رہتی ہے اور خرچ نہیں ہونے پاتی۔ ممکن ہے یہ بات صحیح ہو جب طالب علم تھے لیکن اگر علم کی دولت کے تقسیم ذخیرہ کا یہ سلسلہ اب بھی قائم ہے تو ہمیں شکر ادا کرنا چاہیے کہ ہم سے زیادہ قابل لوگوں کے پیدا ہونے کا خطرہ نہیں۔ اسی لیے کہا گیا ہے کہ ہر بات میں بہتری کا کوئی نہ کوئی پہلو موجود رہتا ہے۔ ہاں، کالج سے محفوظ رہ کر کوئی شخص قابل ہو جائے تو مجبوری ہے۔ لیکن اب گھر بھی محفوظ نہیں ہے۔ اعلیٰ تعلیم کی ہوم ڈیلیوری کا طریقہ شروع ہو گیا ہے اور لوگوں کو خط و کتابت کے ذریعے اعلیٰ تعلیم میں مبتلا کیا جانے لگا ہے۔"

[illegible]

> **ہنسنا ایک طرح کی مالش ہے جس سے پھیپھڑے، دل، جگر، آنت وغیرہ سب متاثر و متحرک ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ اکثر ادھیڑ عمر کے آدمی کم ہنستے ہیں اسی لیے بھی ان کی صحت خراب رہتی ہے۔** (ڈاکٹر جیمس)

ادھر ہندوستان میں ساتویں دہائی کے وسط سے اردو طنز و مزاح کو کم و بیش ایک تحریک کی شکل میں پیش کرنے کی کوشش حیدرآباد میں انجمن "زندہ دلان حیدرآباد" نے شروع کی۔ اسی انجمن نے ۱۹۶۶ء میں اردو کے مزاح نگاروں کی پہلی کل ہند کانفرنس بھی منعقد کی تھی۔ اس کے بعد سے ہر سال اس تنظیم کی جانب سے طنز و مزاح نگاروں کے اجتماعات منعقد کیے جاتے ہیں۔ "زندہ دلان حیدرآباد" کی تقلید میں ہندوستان کے اور بھی کئی دوسرے شہروں میں اس طرح کے اجتماعات کا سلسلہ چل پڑا ہے۔ اس سازگار ماحول نے کئی نئے طنز و مزاح نگار پیدا کیے ہیں جن میں مسیح انجم، پرویز یداللہ مہدی، اعجاز علی ارشد، شیخ رحمن اکولوی، ڈاکٹر حبیب ضیاء، معین اعجاز، غیور حسن قابل ذکر ہیں۔ بحیثیت مجموعی یہ کہا جاسکتا ہے کہ اردو کے موجودہ طنز و مزاح نگاروں نے طنزیہ و مزاحیہ ادب کے سرمائے میں اضافہ کرنے کی حتی المقدور کوشش کی ہے اور مستقبل میں ان سے نیک توقعات وابستہ کی جاسکتی ہیں۔

جب مجھے طنز و مزاح کا جائزہ لینے کا موقع عنایت کیا گیا ہے تو کیوں نہ میں چلتے چلتے اس موقع کا ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے مضمون "میرے پتے سے لوگوں کو" کا ایک اقتباس آپ کے گوش گزار کر دوں :

"ادھر جب سے آدمی بڑی بڑی کالونیوں میں ایک ہی صورت شکل والے مکانوں میں رہنے لگا ہے تب سے اس کا پتہ سیکڑوں ہندسوں اور نمبروں میں بٹ گیا ہے۔ ایسے مکانوں کے ساتھ مشکل یہ ہوتی ہے کہ ہر مکان پر اپنے مکان کا گمان ہوتا ہے۔ ہمیں ایک بار کچھ عرصے کے لیے ایسی ہی کالونی میں رہنے کا موقع ملا تھا۔ ہماری کمزوری یہ ہے کہ ہمیں نمبر بالکل یاد نہیں رہتے۔ ان دنوں ہماری حالت یہ تھی کہ ہم کالونی کے ہر گھر میں بے دھڑک گھس جاتے تھے اور بعد میں بڑی بے عزتی کے ساتھ بری ہوتے تھے۔ ایک بار تو یوں بھی ہوا کہ ایک گھر میں پہنچ کر ہم نے اپنا لباس تبدیل کر دیا، غسل خانہ میں غسل کیا، پھر جب بیگم کو چائے لانے کے لیے آواز دی تو کیا دیکھتے ہیں کہ ہماری بیگم کی جگہ ایک خوبصورت اور حسین و جمیل عورت ہاتھ میں چائے کی ٹرے لیے چلی آرہی ہے۔ یوں لگا جیسے ہماری بیگم کی "اوور ہالنگ" کر دی گئی ہو۔ جی تو بہت چاہا کہ ان خوبصورت ہاتھوں کی بنائی ہوئی چائے پی لی جائے مگر عاقبت کا خیال آڑے آگیا اور وہاں سے ہم بھاگ کھڑے ہوئے۔ اس کے بعد سے ہمارا یہ حال ہو گیا کہ خود اپنے ہی گھر پہ پہنچ کر پہلے باہر سے آواز لگاتے تھے "بھئی سننا! کیا مجتبیٰ حسین صاحب یہیں رہتے ہیں؟" اندر سے آواز آتی "جی ہاں! یہیں رہتے ہیں مگر اس وقت گھر پر نہیں ہیں۔ آپ بعد میں آئیے۔"

اس پر ہم کہتے "بیگم سننا، ہم آگئے ہیں، خدا کے لیے دروازہ کھولو۔"

(اردو سرود سے نشر)

اردو کے طنزیہ و مزاحیہ
شعری ادب کا جائزہ

مظفر حنفی

چھو ساقی کے بارے میں "اردو کی چوپہری باجے چھو کی اٹھ پہری"۔ جیسے امیر خسرو کے اشعار کے پیش نظر بہ آسانی کہا جاسکتا ہے کہ اردو میں طنز و مزاح کی روایت اتنی ہی قدیم ہے جتنی کہ اس کی ادبی تاریخ۔ اٹھارہویں صدی کی پہلی دہائی میں ولی دکنی کی دہلی میں آمد کے بعد سے شمالی ہند کے اہل قلم نے اردو میں تخلیق ادب کی جانب سنجیدگی کے ساتھ توجہ مبذول کی تو غزل، مرثیے، قصیدے، داستان اور مثنوی کے شانہ بشانہ طنز و مزاح پر مشتمل فن پارے بھی وجود میں آنے لگے اورنگ زیب کی وفات پر اس کے بیٹوں میں حصول مملکت کے لیے ہونے والی جنگ پر جعفر زٹلی نے جو "جنگ نامہ" لکھا طنز و مزاح کی تاریخ میں اسے خاصی اہمیت حاصل ہے۔ زٹلی کے کلام میں اگر ابتذال و فحاشی کی کثرت نہ ہوتی تو اس کی ادبی حیثیت زیادہ بلند ہوتی۔ سودا کے ہاں صورت حال مختلف ہے۔ انھوں نے فدوی، ضاحک، میر وغیرہ کی مذمت میں جو نظمیں لکھیں ان میں ادبی چاشنی کے باوجود متانت کی یقین کمی ہے اور اور اکثر مقامات پر فنکار کی برہمی اور عناد نے رکاکت اور پھکڑ پن کی صورت اختیار کرلی ہے لیکن جن نظموں اور ہجویہ قصائد میں سودا نے ذاتیات سے بلند ہوکر معاشرے کی مکاریوں پر نشتر رکھے ہیں اور جذبے کو عالمگیری عطا کرکے اصلاح کو اپنا مطمح نظر قرار دیا ہے ان تخلیقات کا ادبی مرتبہ نہایت بلند ہے۔ سودا کی ایسی نظموں میں "شہر آشوب" اور "قصیدہ در تضحیک روزگار" بطور خاص لائق ذکر ہیں۔ آخر الذکر ہجویہ قصیدے کے چند دلچسپ شعر ملاحظہ فرمائیں جس میں ایک لاغر اور ناکارہ گھوڑے کو بدحال معاشرے کی علامت تصور کرکے اس کی مذمت کی گئی ہے:

جس شکل سے سوار تھا اس دن میں کیا کہوں
دشمن کو بھی خدا نہ کرے یوں ذلیل و خوار
آگے سے تو بڑا لئے دکھلائے تھا سئیس
پیچھے نقیب ہانکے تھا لاٹھی سے مار مار
پیچھے اسے لگا کے تاپھرے وہ رواں
یا بادباں باندھ یوں کے دو اختیار

میر تقی میر، سودا کے ہمعصر ہیں۔ عام طور پر میر کو غم، شکستگی اور حزن و ملال کا شاعر تصور کیا جاتا ہے لیکن ان کی بعض مثنویوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ میر کی طبیعت میں حس مزاح کی کمی نہ تھی اور حسب ضرورت وہ طنزیہ و ظریفانہ اسلوب بھی اختیار کرسکتے تھے میرے اس بیان کی تائید میں میر کی مثنوی "در ہجو خانۂ خود" اور مثنوی "در مذمت موسم برشگال" پیش کی جاسکتی ہیں۔ جہاں تک خالص طنز کا تعلق ہے میر کی غزلوں میں ایسے اشعار کی کثرت ہے جس میں طنزیہ اسلوب اختیار کرکے شاعر نے جذبے کی شدت کا اظہار کیا ہے اور اس طرح اپنے اشعار کو نشتروں کی تاثیر عطا کردی ہے۔ اس فن میں صرف میر ہی طاق نہیں ہیں۔ ہر دور کے اہم اور بڑے غزل گویوں نے حسب ضرورت طنز کا حربہ استعمال کرنے میں تکلف نہیں کیا۔ کلام میر سے چند مثالیں پیش خدمت ہیں:

اے خب ہمر، راست کہہ تجھ کو
بات کچھ صبح کی بھی آتی ہے
شکوہ آبلہ ابھی سے میر
ہے پیارے ہنوز دلی دور
میر صاحب زمانہ نازک ہے
دونوں ہاتھوں سے تھامیے دستار

علامہ اقبال نے طنز و ظرافت کو ایک مستقل موضوع یا فن کی حیثیت سے نہیں اپنایا لیکن ان کا کلام طنز و ظرافت سے خالی بھی نہیں:-

انتہا بھی اس کی ہے آخر خریدیں کب تلک
چھتریاں، رومال، مفلر، پیرہن جاپان سے
اپنی غفلت کی یہی حالت اگر قائم رہی
آئیں گے غسال کابل سے کفن جاپان سے

نظیر اکبرآبادی کو اردو میں نظم کا باوا آدم سمجھا جاتا ہے نظیر کی نظموں میں طنز و مزاح کے نہایت پُر لطف نمونے موجود ہیں۔ سماج کے نشیب و فراز اور اپنے دور کی خامیوں پر ان کی نگاہ تھی انھوں نے زندگی کے گوناگوں مظاہر کے تقابلی مطالعے سے طنزیہ اور مزاحیہ صورتحال پیدا کی ہے۔ ان کی طنزیہ اور مزاحیہ نظموں میں "آدمی نامہ" اور "بنجارہ نامہ" کا بطور خاص ذکر کرنا چاہوں گا۔ جیسا کہ سب جانتے ہیں، میر تا غالب اردو میں غزلیہ شاعری کا پلہ بھاری رہا ہے۔ غزلوں میں طنزیہ اسلوب جذبے کی شدت کو ظاہر کرنے کا بہترین وسیلہ سمجھا گیا ہے اور اس سے ہر عہد کے باکمال شعرا نے کام لیا ہے۔ مختلف ادوار کی غزلوں کے کچھ شعر دیکھیے:

چند مدت کو فراق صنم و دیر تو ہے
چلیے بھر کعبہ بھی ہو آئیں، ذرا سیر تو ہے (انشا)

طبل و علم ہے پاس ہمارے نہ ملک و مال
ہم سے خلاف ہو کے کرے گا زمانہ کیا (آتش)

رات کو اک بگڑی ہوئی تھی تکلیمیں رہ نمئے
ذوق وہ تیری ہی دستار فضیلت ہو تو ہو (ذوق)

گریۂ پیہم سے یاں فرصت نہیں
حضرت ناصح کریں ارشاد کیا (مومن)

زمانہ سخت کم آزار ہے بجان اسد
وگرنہ ہم تو توقع زیادہ رکھتے ہیں (غالب)

آپ نے محسوس کیا ہوگا کہ ان اشعار میں خالص طنز سے کام لیا گیا ہے کیونکہ غزل کا مزاج کھلے ہوئے ظریفانہ انداز کو قبول نہیں کرتا۔ بایں ہمہ اکا دکا اشعار میں مزاح اور بذلہ سنجی، شگفتہ مزاجی اور زندہ دلی کی مثالیں غزلوں میں بھی آجاتی ہیں مثلاً انشاء اللہ خاں انشا کے یہ شعر:

گھبرائے ہوئے پھرتے ہیں ہم کوچے میں اس کے
کیا کیجیے دروازہ ادھر بند ادھر بند
کودا ترے کوٹھے پہ کوئی دھم سے نہ ہوگا
جو کام ہوا ہم سے وہ رستم سے نہ ہوگا

اس ضمن میں غالب کے یہ اشعار بھی ملاحظہ فرمائیں:

- میں نے کہا بزم ناز چاہیے غیر سے تہی
سن کے ستم ظریف نے مجھ کو اٹھا دیا کہ یوں
- دھول دھپا اس سراپا ناز کا شیوہ نہ تھا
ہم ہی کر بیٹھے تھے غالب پیش دستی ایک دن
- در پہ رہنے کو کہا اور کہہ کے کیسا پھر گیا
جتنے عرصے میں مرا لپٹا ہوا بستر کھلا

طنز و ظرافت کے میدان میں غالب دوہری اہمیت کے حامل ہیں، شاعری میں طنزیہ اسلوب کو کامیابی سے برتنے کے ساتھ ساتھ انھوں نے اپنے مکاتیب میں طنز و مزاح سے جو گل کاریاں کی ہیں اہل نظر سے پوشیدہ نہیں۔ عام فہم علمی اور ادبی نثر میں لکھے ہوئے ان کے بے تکلف خطوط بقول حالی انھیں "حیوان ظریف" کی شکل میں سامنے لاتے ہیں۔ بڑی بات یہ ہے کہ وہ اپنے طنز کا نشانہ دوسروں کو کم اور اپنی ذات کو زیادہ بناتے ہیں جو اچھی طنز کی بنیادی شرط ہے۔ یہاں اس نکتے کی طرف بھی اشارہ

کرنا چاہوں گا کہ غالب تک آتے آتے برطانوی حکومت کی وجہ سے اردو ادب پر مغربی ادبیات کے اثرات مرتسم ہونے لگے تھے اب تک ہمارے ادبی سرمائے میں خالص طنز زیادہ کارفرما تھا اور ظرافت کے نمونے خال خال نظر آتے تھے یعنی اردو کے فنکار سماج کے جسم سے فاسد مادہ خارج کرنے کے لیے طنز کا نشتر سرتیز استعمال کرتے تھے اور زخم کے اندمال کے لیے ٹنکچر آئیوڈین سے کام لیتے تھے جس سے جلن ہوتی ہے۔ طنز میں مزاح کی آمیزش سے نشتر کی تیز دھار کو کند کرنا ان کے تئیں مناسب نہ تھا۔ دوسری طرف مغربی خصوصاً انگریزی ادب میں خالص طنز کی روایت تقریباً مفقود تھی۔ وہاں طنز کے ساتھ مزاح کی آمیزش کو لازمی سمجھا جاتا تھا یعنی انگریزی کے تخلیق کار آپریشن کے بعد کافوری وزہم کے استعمال کے قائل تھے اور کونین کو شکر میں لپیٹ کر کام میں لاتے تھے۔ یہ روش اردو میں عام ہوئی تو گویا ایک نیا دبستان کھل گیا۔ حالی نے سرسید تحریک کے زیر اثر اصلاح معاشرہ کی جو تخلیقی کاوشیں کیں اس حلقے نے انھیں سخت ناپسند کیا۔ لکھنؤ سے طنزیہ و ظریفانہ تخلیقات پر مشتمل پرچہ "اودھ پنچ" جاری ہوا اور سرسید تحریک کے ردعمل میں اس قسم کے اشعار کہے گئے :

ابتر ہمارے حملوں سے حالی کا حال ہے
میدانِ پانی پت کی طرح پائمال ہے
بابے میاں کا حال ڈنالی سے پوچھیے
سید کا حال حضرتِ حالی سے پوچھیے

نثر میں طنز و مزاح کے جو کارنامے اس دور میں بالخصوص قابلِ تذکرہ ہیں ان میں "ڈاکٹر نذیر احمد کا کردار مرزا ظاہر دار بیگ اور رتن ناتھ سرشار کا کردار خوجی شامل ہیں۔ یوں تو "اودھ پنچ" نے طنز و مزاح نگاروں کی ایک بڑی نسل پیدا کی لیکن ان میں ادبی اعتبار کا درجہ منشی سجاد حسین، احمد علی شوق، سید محمد آزاد اور اکبر الٰہ آبادی کو حاصل ہوا۔ اکبر نے مغرب پرستی کے سیلاب کا سامنا اپنی طنزیہ اور ظریفانہ نظموں اور غزلوں سے جس حوصلہ مندی کے ساتھ کیا اسے ہماری ادبی تاریخ کبھی فراموش نہ کر سکے گی۔ ان کے دو چار شعر بھی سنتے چلیے :

غم تو لیڈر کو بہت ہیں مگر آرام کے ساتھ
قوم کے غم میں ڈنر کھاتے ہیں حکام کے ساتھ
ہم ایسی سب کتابیں لائقِ ضبطی سمجھتے ہیں
کہ جن کو پڑھ کے بیٹے باپ کو خبطی سمجھتے ہیں
بوٹ ڈاسن نے بنایا میں نے ایک مضمون لکھا
میرا مضمون چل نہ پایا اور جوتا چل گیا
رقیبوں نے رپٹ لکھوائی ہے جا جا کے تھانے میں
کہ اکبر نام لیتا ہے خدا کا اس زمانے میں

طنز و مزاح کا یہ رنگ اتنا مقبول ہوا کہ اس دور میں خواجہ حسن نظامی جیسے صوفی ادیب اور علامہ اقبال جیسے فلسفی شاعر نے بھی اس سے اپنی مقصد براری کا کام لیا اقبال کے یہ شعر دیکھیے :

میاں نجار بھی چھیلے گئے ساتھ
نہایت تیز ہیں یورپ کے رندے

مشرق میں رہنے والوں کا دل مغرب میں جا اٹکا ہے
واں کنٹر سب بلوریں ہیں یاں ایک پرانا مٹکا ہے

مغربی تہذیب کے منفی اثرات کا سامنا مغربی حربے سے، یعنی طنز کے ساتھ ظرافت کو لازمی قرار دینے کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہمارے ادب میں خالص طنز کی روایت رفتہ رفتہ کمزور پڑتی گئی ادبی رسائل کے علاوہ ہفت روزہ پرچوں اور روزناموں میں فکاہیہ کالم لکھے جانے لگے۔ شاعری میں خالص طنز کو اپنا فن قرار دینے والے واحد شاعر شاد عارفی ہیں۔ ان کے دو تین شعر بطور ثبوت پیش خدمت ہیں :

خشک لب کھیتوں کو پانی چاہیے
کیا کریں گے ابر گوہر بار کا
آشیاں پھولا نہیں تھے خزاں سے اڑتی
آپ اس بحث میں جلنے کی اجازت دیں گے
ہمارے ہاں کی سیاست کا حال مت پوچھو
گھری ہوئی ہے طوائف تماش بینوں میں

۱۹۴۷ء تک طنزیہ اور مزاحیہ شاعری میں اپنا نام پیدا کرنے والوں میں انجم مانپوری، ظریف لکھنوی، احمق پھپھوندوی، سید محمد جعفری، مجید لاہوری، ظریف جبلپوری، راجہ مہدی علی خاں، فرقت کاکوری اور خضر تمیمی وغیرہ ناقابل فراموش ہیں۔

آزادی ہند کے بعد بدلے ہوئے سیاسی اور سماجی حالات کو موضوع بنا کر جن شاعروں نے بطور طنز و مزاح نگار اپنی ادبی شناخت مستحکم کی ہے ان میں رضا نقوی واہی اور دلاور فگار سب سے اہم ہیں۔ واہی کی تخلیقات میں طنز کا پلہ فراخ پر بھاری پڑتا ہے جبکہ دلاور فگار کے ہاں مزاح کا عنصر حاوی ہے۔ بعد کی نسل میں سلیمان خطیب، ہلال رام پوری، ناظر خیامی، یوسف پاپا وغیرہ اپنی طرف متوجہ کرتے ہیں البتہ کچھ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ طنز و مزاح نگار شاعروں میں مشاعروں کی مقبولیت کے باعث ایک نوع کی سطحیت اور شعبدے بازی کا رجحان بڑھ رہا ہے۔

بحیثیت مجموعی عہد حاضر میں طنز و مزاح کا کام شاعری کی بہ نسبت نثر میں زیادہ بہتر ہو رہا ہے البتہ خالص طنز کی اہمیت شاعری بالخصوص نئی غزل میں روز بروز بڑھتی جا رہی ہے۔

موجودہ دور کے مزاح نگاروں میں وزیر آغا، رام لال نابھوی، سلیم آغا، انور سدید، جمیل اصغر اور دبستانِ سرگودھا کے ان انشائیہ نگاروں کو بھی شامل کرتا ہوں جن کے انشائیوں میں مزاح کی چاشنی ہوتی ہے لیکن طنز و تعریض سے گریز کیا جاتا ہے۔

(اردو سروس سے)

"اساتذہ دہلی کو اس قدر دل چسپی ہجو سے تھی کہ اگر کوئی اور ہاتھ نہ لگا تو مچھر اور مکھی وغیرہ کی ہی ہجو لکھ ڈالی۔ امرا کو ہجو سننے کا ایسا شوق تھا کہ جب مصحفی اور انشا کی چلی جس میں نہایت فحش الفاظ استعمال کیے گئے تھے تو شہزادہ سلیمان شکوہ ابن شاہ عالم ثانی فریقین سے ہجویں منگا منگا کر سنتے تھے اور انہیں انعام دیتے تھے۔ بعض دفعہ اپنی درباری عظمت کی بھی پرواہ نہ کرتے تھے۔

ایک دفعہ ضاحک، سودا اور سکندر حاضر دربار تھے۔ شہزادے نے سودا سے کہا کچھ سنائیے۔ سودا نے عرض کیا میں نے تو آج کل کچھ لکھا نہیں۔ سکندر کی طرف اشارہ کیا کہ انہوں نے کچھ کہا ہے۔ شہزادے نے کہا سناؤ۔ سودا نے سکندر کے نام سے ضاحک کی جو ہجو لکھی تھی پڑھی۔ ابھی دو تین ہی شعر پڑھے تھے کہ ضاحک اٹھ کر سکندر سے دست و گریباں ہو گئے۔ نہ شاعروں نے دربار کا کچھ خیال کیا نہ شہزادے نے اپنی شان کا خیال کیا۔ بس شاعروں کی ہاتھا پائی دیکھ کر مزہ لیتے رہے۔

جب اساتذہ دہلی اپنے وطن کو خیرباد کہہ کر لکھنؤ پہنچے تو یہاں بھی آکر وہی اودھم مچایا۔ یہاں تک نوبت پہنچی کہ خواجہ میر درد کے شاگرد محشر اور جرأت کے شاگرد مہلت میں نوک جھونک ہوتے ہوتے تلوار چل گئی، محشر مارا گیا۔ مہلت فرار ہو گیا۔ کئی برس کے بعد مہلت پھر پہنچا تو محشر کے رشتے داروں نے اسے مار ڈالا"

ناظم سیوہاروی

دوسری جنگ عظیم کے دوران حکومت کی جانب سے جا بجا مشاعرے ہوتے تھے۔ ایسے ایک مشاعرے میں حضرت جگر مرادآبادی نے ایک غزل پڑھی جس کی ردیف تھی 'ہوتی جاتی ہے' اور قافیہ مدھم، کم، عالم وغیرہ۔ وقفہ طعام میں علامہ حسین میر کاشمیری نے اس کی پیروڈی کر ڈالی اور شام کی نشست میں یہ غزل سنائی۔

قیامت ہے زور اشتہا کم ہوتا جاتا ہے
نظامِ جسم کم کھانے سے برہم ہوتا جاتا ہے
جدائی میں مٹنجن کی یہ عالم ہوتا جاتا ہے
کہ روزِ عید بھی روزِ محرم ہوتا جاتا ہے
مدارِ روزگار سفلہ پرور راتما شاکن!
نصیب اتفاق مرغ مسلم ہوتا جاتا ہے
بھنے تیتر کھلا کر جان ڈال جسم مردہ میں
ترے ہوٹل کا بٹلر ابن مریم ہوتا جاتا ہے
گرائے کم قیمتوں کے ہم یہاں کس رشکِ ہٹلر نے
ہمارا پیٹ بھی قعر بکنگھم ہوتا جاتا ہے

ھونے ع تم

مفت خورے

فکر تونسوی

دوست کی پہچان یہ ہے کہ وہ اپنی باتیں آپ کو سناتا رہے۔ مگر جب آپ باتیں سُنانے لگیں تو بے ساختہ یہ کہہ دے "سوری! میرے پاس ٹائم نہیں ہے کیونکہ میری گاڑی چھوٹنے میں صرف سات منٹ رہ گئے ہیں۔"

مگر میرے ایک دوست ہیں جو باتیں اپنی سُناتے ہیں مگر سگریٹ میرے پیکٹ سے پیتے ہیں۔ اگرچہ ہنس ہنس کر کہتے ہیں ماچس اپنی استعمال کروں گا۔ کیونکہ میں آدھا مفت خور ہوں، پورا مفت خور نہیں ہوں۔ جب میری باتیں سنانے کی باری آتی ہے، تو کہتے ہیں سوری! میرے پاس ٹائم نہیں ہے۔ میری گاڑی چھوٹنے میں صرف سات منٹ باقی رہ گئے ہیں۔

اور میں کہتا ہوں۔ نہیں نہیں لیجئے ایک سگریٹ اور پیجئے۔ نکالئے اپنی ماچس۔

اور وہ صرف مفت سگریٹ پینے کی خاطر دو چار منٹ اور بیٹھ جاتے ہیں۔ مفت خوری کی لذت اٹھانے کے لیے میری گاڑی تک چھوڑ دیتے ہیں۔ اور میں انھیں کہتا ہوں۔ اسے کہتے ہیں دوست کے لیے ایثار کہ صرف میری ایک حقیری عاشقانہ درخواست کی خاطر آپ نے ایک انتہائی ضروری کام چھوڑ دیا۔

وہ کہتے ہیں۔ مگر یار! میرٹھ پہنچنا آج ضروری تھا۔

اور میرا جواب ہوتا ہے۔ ابھی میرٹھ آپ لازماً پہنچیں گے۔ جانتے نہیں آج کل ریل گاڑیوں میں عام طور پر لیٹ ہو جانے کا رواج ہے۔ جو گاڑی عین وقت پر پہنچ جائے، اسے گاڑی تسلیم ہی نہیں کیا جاتا۔

وہ کہتے ہیں: "آپ بجا فرماتے ہیں۔ لیکن ....." اس موقع پر وہ ایک ٹھنڈی سانس بھرتے ہیں: "اللہ نہ کرے اگر وہ گاڑی دو گھنٹے لیٹ ہو گئی تو ... تو ......"

مطلب اس فقرے سے ایسا یہ ہوتا ہے کہ گاڑی دو گھنٹے لیٹ ہو گئی تو آپ کو ایک زحمت اور گوارا کرنا پڑے گی۔ یعنی مجھے لنچ یہاں سے کھا کر جانا ہوگا۔

آپ اسے یہ نہیں کہہ سکتے کہ ریلوے اسٹیشن پر اچھے سے اچھے لنچ کے اہتمام اب کئے جا چکے ہیں۔ کیونکہ وہ میرٹھ جانا چھوڑ سکتے ہیں، لنچ کھانا نہیں چھوڑ سکتے۔ بغیر لنچ کھائے دوست کے گھر سے چلے جانے کو وہ آداب دوستی کے خلاف سمجھتے ہیں، اور آپ آداب دوستی کو اس لیے ترک نہیں کر سکتے کیونکہ دوست کی ایک پہچان یہ بھی ہوتی ہے کہ وہ بالآخر آپ کا دشمن بن جاتا ہے۔ اگر وہ دشمن بننے میں کچھ تاخیر کرے یعنی مفت خوری کو اتنی جلدی انتہا تک نہ لے جائے تو پھر آپ کا فرض ہو جاتا ہے کہ آپ اس کے دشمن بن جائیں۔ اور ایسے اس میں بھی کوئی حرج نہیں۔ کیونکہ دشمنی دو دوستوں کا مشترکہ فطری کاز ہے۔ آپ پہلے دشمن بن جائیں، یا وہ۔ مقصد تو دشمن بننے کے مشترکہ کاز کی تکمیل ہے۔

میرے ایک اور دوست ہیں۔ شاعری کی بدبختی یا خوش بختی سے شاعر ہیں۔ حافظ کمال انہیں خدا کی دین ہے۔ لہٰذا اُردو اور فارسی کے تمام شعراء کے دیوان ان کے ماتھے میں لفظ بہ لفظ محفوظ رہتے ہیں۔ اس لیے جب وہ خود اپنی غزل قلم بند کرتے ہیں تو دوسرے شعراء کے حفظ شدہ الفاظ، تراکیب اور محاورے تک کا استعمال ان کی غزل میں در آتا ہے۔ اور جب شعر سُناتے ہیں تو انہیں یہ احساس ہی نہیں ہوتا کہ ان میں سے ان کا اپنا اوریجنل شعر کونسا ہے۔

اس بنا پر میں انہیں مفت خور شاعر کہا کرتا ہوں۔ زبان سے نہیں کہتا، اپنے دل میں ہی کہہ لیتا ہوں۔ دوسروں کی شعری تخلیقات میں سے مفت کے خیالات کو بلا تکلف استعمال کرنا ان کا شیوۂ مردانگی بن گیا ہے۔ اگر میں انہیں صاف صاف کہہ دوں۔ تو اُن کے لیے میرا دشمن بننا انتہائی آسان ہو جائے گا۔ وہ دوسروں کے پھل، انڈے، مرغ مفت میں نہیں کھاتے مگر شعر کھاتے ہیں۔

ایک تیسرے دوست کی نوعیت بھی ان سے کچھ زیادہ مختلف نہیں ہے۔ ایک مرتبہ وہ میرا ہی پتہ صاف کر گئے۔ میں نے ایک مضمون میں کہیں لکھ دیا تھا کہ میری آدھی عمر سوشلزم کے انتظار میں گزری اور آدھی بس کے انتظار میں ——— یہ فقرہ انھیں مفت میں حاصل ہو گیا۔ ایک مہینے بعد میں نے ان کی ایک کہانی کسی ماہنامہ میں پڑھی۔ تو اس میں ہو بہو یہی فقرہ موجود تھا کہ میری آدھی عمر سوشلزم اور آدھی بس کے انتظار میں گزر گئی۔ میں نہیں جانتا، اپنی کہانی میں میرے اس فقرے کے استعمال میں انھیں کیا لطف ملا ہوگا۔ شاید وہی لطف جو مفت کی چیز حاصل ہونے میں ملتا ہے۔

افسانہ پڑھنے کے بعد ان سے ملاقات ہوئی تو میرے منہ سے بے ساختہ نکل گیا۔ ؎

مفت کی شے بھی کیا بُری شے ہے
جس نے ڈالی بُری نظر ڈالی

یہ تو اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے کہ اس شعر میں اصل نکتے پر ان کے ذہن کی رسائی نہیں ہوئی اگر ہو جاتی تو خالصتاً میرے دشمن بن جاتے۔ اور میں انہیں ابھی اپنا دشمن بنانے سے گریز کرتا تھا۔ کیونکہ ایک مرتبہ مجھے مکان کی تعمیر کے لیے سیمنٹ کی سخت ضرورت تھی۔ سیمنٹ کی بوری ستر روپے میں ملتی تھی۔ انھوں نے مجھے انجام دوستی کے طور پر ایک سیمنٹ ڈیلر سے پینسٹھ روپے بوری دلوا دی۔ یہ الگ بات ہے کہ بیچ کے پانچ روپے جو مفت راہ گفت قسم کے تھے، کہاں گئے۔ البتہ اتنا ضرور معلوم ہوا کہ میرے وہی دوست وہی مفت گفت اور سیمنٹ اپنے مکان کی ایک دیوار پر صرف کر رہے ہیں۔ میں نے ازراہ تکلیف یہ بات اپنی بیوی کو بتا دی تو وہ آسمان کی طرف نگاہ کر کے کہنے لگی۔ "دیکھ لینا، یہ دیوار کسی نہ کسی دن سیلاب میں ڈوب جائے گی۔"

اطلاعاً عرض ہے کہ عرصہ ایک سال کا ہو گیا۔ ابھی تک تو وہ دیوار ڈوبی نہیں۔ سیلاب دوسروں کی دیوار کی طرف رجوع کر رہا ہے۔ اس مفت خورے کے لیے نہ جانے کون سے ناگفتہ بہ وقت کا انتظار کر رہا ہے۔

میں نے خود بھی ایک مرتبہ مفت خور بننے کا پروگرام بنایا تھا۔ ایک مرتبہ ایک بڑے ٹھیکیدار کے گھر گیا۔ تو ان کی میز پر ایک نیلگوں پین پڑا تھا میں نے بائیں ہاتھ سے اٹھایا اور ایک کاغذ پر کسی شاعر کا ایک بے وزن شعر لکھا۔ تو بے وزن ہونے کے باوجود صرف اس پین کی کوالٹی میں ایسا حسن اور دلکشی تھی کہ وہ بے وزن شعر تک حسین اور دل کش لگنے لگا تو میں نے اس ٹھیکیدار سے پوچھا۔

"آپ اس پین سے کیا چیکوں پر دستخط کرتے ہیں؟"

وہ بولے "نہیں، دستخط کے لیے ایک اور پین ہے۔ یہ جو پین آپ کے ہاتھ میں ہے۔ ایمپورٹیڈ پین ہے۔ اور ایک دوست نے جرمنی سے ارسال کیا ہے۔"

میں نے ہنس کر کہا "اسمگلنگ کا پین تو نہیں؟"

وہ بولے "توبہ کیجیے، اسمگلنگ صرف میرا بھائی کرتا ہے۔ میں نہیں۔"

دراصل میری نیت مفت خوری کی تھی کہ کوئی ایسا راستہ نکالوں کہ یہ پین میرے دوست مجھے مفت میں پیش کر دیں۔ مگر مشکل یہ تھی کہ میرا وہ دوست ایک ٹھیکیدار اور بزنس مین تھا۔ مفت میں تو وہ کسی کو اپنی کھانسی تک نہیں دیتے تھے۔ بہرکیف میں نے عرض کیا۔

"جناب! کیا آپ میرے دوست ہیں؟"

ہنس کر بولے "میں تو دوست ہوں ہی۔ لیکن آپ کی پوزیشن واضح نہیں ہے۔"

میں نے داد دی۔ داد چاہے شاعر کو دی جائے یا ٹھیکیدار کو۔ دوسرے کو کمزور کرنے کا یہ مسلّح ہتھیار ہے چنانچہ میرا اگلا فقرہ تھا ——— "جناب! اگر آپ ٹھیکیدار نہ ہوتے تو شاعر ہوتے۔"

وہ بولے "اور وضاحت کیجیے۔"

میں نے عرض کیا "آپ کا یہ جو امپورٹیڈ پین ہے۔ یہ چیک پر دستخط کرنے کے اہل نہیں ہے۔ اس سے تو صرف کوئی شعر یا اچھا نثری بلکہ طنزیہ فقرہ ہی لکھا جا سکتا ہے۔"

حیرت ہے کہ بزنس مین بھی آرٹ کے معاملے میں دوست شناس ثابت ہوا۔ مسکرا کر بولا "کیا یہ امپورٹیڈ پین آپ کو پسند ہے؟"

میں نے سر نفی میں ہلایا۔ اور کیا دیکھتا ہوں کہ وہ دوسرے لمحے وہ امپورٹیڈ پین مفت خورے کی جیب میں تھا۔ یہ سانحہ دو ہفتے پہلے کا ہے۔ اور وہ پین میرے پوتے کے قبضے میں جا چکا ہے کیونکہ پہلے ہی دن جب میں نے اس مفت گر حسین کو الٹی قلم سے پین سے ایک طنزیہ لکھا تو خود مجھے پسند نہیں آیا۔ اور طنزیہ پھاڑ کر پھینک دیا اور پین اپنے پوتے کی نذر کر دیا کہ جاؤ اسے اپنے اسکول کے امتحان میں استعمال کرو۔ انشاء اللہ دس نمبروں سے مقابلے پر دس نمبر تو لے ہی آؤ گے اور میرے بارے میں کچھ پھر وہ کہہ گئے کہ ؎

ہوئے تم دوست جس کے
دشمن اس کا آسماں کیوں ہو

خوشامدی

معین اعجاز

خوشامد کرنے والوں اور خوشامد کرانے والوں کے تال میل سے ہمارے سماج کا نظام اور "گلشن کا کاروبار" بحسن و خوبی اپنی منزلیں طے کر رہا ہے۔ دفتروں میں افسر اور ماتحت میں، کارخانوں میں مالک اور مزدوروں میں اور تعلیمی اداروں میں اساتذہ اور طلباء میں تال میل ہو یا نہ ہو خوشامدیوں اور خوشامد پسندوں میں اکثر باہمی اتحاد پایا جاتا ہے اور اتحاد کی طاقت اور اہمیت سے آپ اچھی طرح واقف ہیں۔ خوشامد ایک ایسا حربہ اور تیر بہدف نسخہ ہے جس کے سہارے آپ وہ سب کچھ حاصل کر سکتے ہیں جس کی توقع برسوں کی ریاضت اور لگن کے بعد بھی نہیں کی جا سکتی۔ ہاں اتنا یاد رکھیے کہ پیشہ ورانہ مہارت کے اس دور میں ہر چیز کا ایک پیشہ ورانہ پہلو بھی ہوتا ہے۔ ہیئر کٹنگ اور "حسن کاری" سے لے کر علوم و فنون کے میدان تک۔ ہر جگہ پیشہ ورانہ مہارت کی ضرورت ہوتی ہے۔ لہٰذا خوشامد کا فن اختیار کرتے وقت بھی اس نقطۂ نظر کو سامنے رکھنا ضروری ہے۔ کہتے ہیں کہ بعض اوقات شاعری میں مبالغہ بہت لطف پیدا کر دیتا ہے۔ شاید اسی لیے کسی ستم ظریف نے "رگِ گل سے بلبل کے پر" باندھنے کا مشورہ دیا تھا۔ تو جناب اگر "رگِ گل" سے "بلبل کے پر" باندھے جا سکتے ہیں تو پھر خوشامدی لفظوں کے بے مہار استعمال سے اگر کسی کی تعریف کے پل باندھے تو اس میں کیا مضائقہ ہے؟ ہمارا کوئی نقصان نہیں اور اس کا فائدہ ہی فائدہ!

ایک کامیاب خوشامدی اپنے ممدوح میں تعریف کے ایسے ایسے پہلو تلاش کر لیتا ہے کہ بعض اوقات خود ممدوح پر سکتہ طاری ہو جاتا ہے لیکن کچھ ہی دیر بعد جب وہ ہوش و حواس پر قابو پا لیتا ہے تو زبانِ حال سے کہتا ہے "بتا تیری رضا کیا ہے؟"

ایک بار ایک نوزائیدہ نقاد کو کچھ پیشہ ور خوشامدیوں کی ضرورت پیش آئی۔ نقاد موصوف بگڑے ہوئے شاعر تھے اور نہ مرثیہ گو بلکہ انھوں نے تنقید کے خارزار میں براہ راست قدم رکھا تھا۔ البتہ ان کی تنقیدیں چند زبانی جملوں تک محدود تھیں۔ چائے پی پی کر تمام مشاہیر کو گالیاں دینا ان کا محبوب مشغلہ تھا لیکن ابھی تک یہ کسی کی توجہ کا مرکز نہیں ہو پائے تھے۔ پھر یوں ہوا کہ شہر کے کچھ خوشامدیوں کو اس کی بھنک مل گئی اور انھوں نے ان کے گرد اپنی خوشامدی کا حصار قائم کر دیا۔ موصوف کی زبان مبارک سے جہاں کوئی جملہ ادا ہوا کہ خوشامدیوں نے داد و تحسین کے نعرے بلند کیے۔ بلکہ بعض اوقات تو ان کا جملہ تعریفی کلمات کے شور میں دب کر رہ جاتا۔ خدا کے فضل سے بڑے اونچے عہدے پر فائز تھے اور اس عہدے کے سہارے کچھ لوگوں کو فائدے بھی پہنچا سکتے تھے لہٰذا دو خوشامدیوں کو ان کے اثر و رسوخ سے اچھی ملازمتیں مل گئیں۔ حالانکہ یہ خوشامدی برسوں سے ڈگریاں لیے اِدھر اُدھر گھوم رہے تھے۔ بس خوشامد کے گُر سے واقف نہیں تھے۔ قصہ مختصر جب وہ برسرِ روزگار ہوئے تو انھوں نے نقاد موصوف کا ساتھ چھوڑ دیا۔ اِدھر نقاد صاحب کے گرد کچھ دوسرے خوشامدی پہنچ گئے یعنی 'جائے استاد، خالی نہیں رہی'۔ موصوف کو نقاد تو نہیں تسلیم کیا جا سکا لیکن خوشامدانہ کلمات نے ان کی زندگی کے رنگ ڈھنگ بدل دیئے اور اب انھیں اکثر ٹینشن کی شکایت رہتی ہے۔ سچ ہے خوشامدی جس کے دوست ہو جائیں اس کی دشمنی سے کم از کم آسمان باز آ جاتا ہے۔

ہمارے ایک دوست ہمارے ہی دفتر میں ملازم تھے۔ انھیں ہم نے کبھی اپنی میز پر بیٹھ کر کام کرتے ہوئے نہیں دیکھا لیکن چند ہی برسوں میں انھیں کئی پروموشن مل گئے۔ دفتر میں حاضری دینے کے بعد وہ اعلیٰ افسروں اور سیاسی شخصیتوں کے گرد گدھ کی طرح منڈلاتے رہتے ہیں۔ خوشامد کرنے کی ان کی ٹیکنک بھی بڑی دلچسپ اور قابلِ ستائش ہوتی ہے۔ ایک بار ایک بہت بڑے افسر کے سامنے انھوں نے فرمایا "حضور! گستاخی معاف ایک بات کہنا چاہتا ہوں حالانکہ چھوٹا منہ بڑی بات ہوگی لیکن اظہارِ حقیقت میرا شعار رہا ہے۔ اس لیے یہ جرأت کر رہا ہوں، مردانہ حسن تو آپ پر ختم ہو گیا۔ خدا کی قسم کیا شکل و صورت پائی ہے پیشانی پر ایک گمبھیر دانشورانہ وقار ہے جس سے آپ کی پرسنالٹی میں چار چاند لگ گئے ہیں۔" یہ سن کر بڑے افسر صاحب کسی نئی نویلی دلہن کی طرح شرمائے اور کہا "تھینک یو! پھر ملاقات کرنا۔" جن افسر صاحب کا یہ ذکر ہے ان کے بارے میں اس خوشامدی دوست کے علاوہ ہر ایک کی رائے ہے کہ وہ معمولی شکل و صورت اور بھدے جسم کے مالک ہیں۔ بعد میں ہمیں معلوم ہوا کہ دراصل وہ اس کمیٹی میں کلیدی حیثیت کے ممبر تھے جو ہمارے دوست کے حالیہ پروموشن کے بارے میں غور کرنے والی تھی۔ خوشامد کے فن میں ان کی مہارت کا اندازہ آپ یوں کر سکتے ہیں کہ یہ ان لوگوں کو بھی پیچھے چھوڑ گئے جن کی خوشامد کر کے وہ آگے بڑھے تھے۔

ہمارے ایک اور دوست کا قصہ سن لیجیے۔ یونیورسٹی سے دفتر تک ہم دونوں کا ساتھ رہا۔ یونیورسٹی میں کلاس سے تو وہ اکثر غائب ہی رہتے ہاں صدرِ شعبہ کے گھر صبح و شام ضرور نظر آتے۔ کبھی ان کے لیے سبزی لاتے اور کبھی ان کے بچوں کو ہسپتال لے جاتے۔ ان کے بارے میں صدرِ شعبہ کے علاوہ ہر ایک کی یہی رائے تھی کہ امتحان میں ان کی کامیابی مشکوک ہے۔ جب امتحانات ہوئے اور نتیجہ شائع ہوا تو پتہ چلا کہ یہ حضرت نہ صرف کامیاب ہوئے بلکہ فرسٹ بھی آئے۔ حسنِ اتفاق سے ہم دونوں ایک ہی دفتر میں ملازم ہو گئے البتہ یہاں ہم نے ان سے انتقام لے لیا یعنی یہاں وہ ہم سے جونیئر تھے۔ ایک روز کہنے لگے "تمہیں زیادہ خوش ہونے کی ضرورت نہیں، بس اس دفتر میں میرے داخلے کی دیر تھی دیکھو اب میں کیا کرتا ہوں۔" اور پھر واقعی اس کے بعد انھوں نے بہت کچھ کیا۔ آناً فاناً ترقی کے زینے طے کر گئے اور ہم وہیں کے وہیں رہے۔ پھر ایک دن ایسا بھی آیا کہ وہ ہمارے سینئر ہو گئے۔ اب تو عالم یہ تھا کہ گھر سے لے کر دفتر اور محلے تک کے لوگوں سے آنکھیں ملاتے ہوئے ہمیں شرم محسوس ہونے لگی۔ یہاں اپنی نااہلی کا ہمیں شدت سے احساس ہوا اور ہم یہ فیصلہ کرنے پر مجبور ہو گئے کہ ہمیں بھی کامیابی حاصل کرنے کے لیے وہی کچھ کرنا چاہیے جو ہمارے دوست نے کیا۔ چنانچہ ہم نے یہ طے کر لیا کہ اب دفتر میں کام کم اور متعلقہ افراد کی خوشامد زیادہ کریں گے۔ جس رات ہم نے یہ فیصلہ کیا اس رات ہمیں بڑی گہری نیند آئی۔

صبح دفتر ہم وقت سے پہلے ہی پہنچ گئے۔ سوچا اپنے اس دوست کی خوشامد پہلے کریں گے جو کچھ دن پہلے ہم سے جونیئر تھا اور اب ہمارا سینئر ہو چکا ہے۔ یوں بھی ہماری خوشامد کا پہلا حقدار وہی تھا کہ دفتری اصطلاح میں وہ ہمارا امی جیٹ باس تھا۔ لیکن اس روز وہ حضرت دفتر تشریف نہیں لائے۔ ہمیں بڑی مایوسی ہوئی لیکن سوچا شام کو ان کے گھر جا کر ملاقات کر لیں گے۔ خیریت معلوم کرنے کے ساتھ ساتھ دو چار خوشامدانہ کلمات سے بھی محظوظ کرنے کا موقع مل جائے گا۔ سو پروگرام کے مطابق ہم شام کو ان کے گھر پہنچے، اتفاق سے وہ مل بھی گئے۔ بولے "ہیلو! خیریت تو ہے؟ کیسے زحمت کی؟"

ہم نے کہا "آپ دفتر تشریف نہیں لائے اس لیے تشویش ہوئی کہ کہیں دشمنوں کی طبیعت تو . . . "

انھوں نے میری بات درمیان میں کاٹ کر بے ہنگم سا قہقہہ لگاتے ہوئے کہا "ہونے دو دشمنوں کی طبیعت ناساز! دوستوں کے حق میں دعائیں کرو۔ شاید تمہیں معلوم نہیں کہ میرا پھر پروموشن ہو گیا اور اب میری پوسٹنگ ہیڈ کوارٹر میں ہو گئی ہے۔"

یہ جملہ سن کر ہم آسمان سے ایک دم زمین پر آ گئے۔ کیونکہ پہلے ہی دن ہمارا خوشامد کا منصوبہ ناکام ہو گیا۔ کچھ توقف کے بعد انھوں نے کہا "دوست! تمہیں مجھ سے کوئی شکایت تو نہیں؟"

ہم نے باحسرت و یاس کہا "کیسی باتیں کر رہے ہیں حضور!"

ہوئے تم دوست جس کے، دشمن اس کا آسماں کیوں ہو!

(اُردو مجلس دلی سے نشر)

ٹی وی اناؤنسر

ایک ٹی وی اناؤنسر کے گھر پر پارٹی ہوئی۔ جب کھانا لگ گیا تو وہ مہمانوں کے پاس پہنچی اور نمسکار کے انداز میں ہاتھ جوڑ کر کہا۔

یہ کھانا آپ کی خدمت میں سب گھر والوں کے تعاون سے پیش کیا جا رہا ہے۔ آئیے اب ہم آپ کو کھانے کے کمرے میں لیے چلتے ہیں۔

بیگم کا شعورِ ادب

رئیس احمد صدیقی

پچھلے کچھ دنوں سے ہماری بیوی کو ہمارے ہر کام میں مین میخ نکالنے کی عادت سی ہوگئی ہے۔ پہلے تو ہم نے محترمہ کی اس نئی عادت کو ان کی اچانک بڑھتی ہوئی عقل سے تعبیر کیا (کیونکہ انہیں دنوں ان کی عقل ڈاڑھ بھی نکل رہی تھی) پھر ہمیں یہ مغالطہ ہوا کہ ان کا مطالعہ وسیع ہو رہا ہے کیونکہ انھیں ہم نے اکثر مانگے کے رسائل اور کتابیں پڑھتے ہوئے بھی دیکھا تھا۔

لیکن آج ہم نے جب اپنی محترمہ دلنواز کو اپنے پڑوس میں نئی نئی آکر بسنے والی مسز اگنی ہوتری سے راز و نیاز کے انداز میں باتیں کرتے ہوئے دیکھا تو ہمارے ہوش اُڑ گئے اور وہ اس لیے کہ خربوزے کو دیکھ کر خربوزہ بہت تیزی سے رنگ بدل رہا تھا—— مسز اگنی ہوتری کسی مقامی کالج میں ہندی کی لکچرار تھیں اور ہندی آلوچنا پر ایک کتاب بھی لکھ چکی تھیں۔ اس لیے انھیں اپنے کو نقاد ہونے کا پورا گمان ہے۔ بقول ان کے شوہر مسٹر اگنی ہوتری وہ تنقیدی ادب کی تیسری آواز ہیں جس نے پورے ہندی جگت کو چونکا دیا ہے۔ اپنی اس آواز سے انھوں نے ادبی دنیا کو چونکایا ہو یا نہ چونکایا ہو۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ ہماری انھوں نے نہ صرف نیند حرام کر دی بلکہ ہمارے چوکنا رہنے کی انتہا یہ ہے کہ ہمیں اب گھر سے باہر رہتے ہوئے بھی یہ خدشہ رہتا ہے کہ اگر ہماری بیوی میں نکتہ چینی کی یہ عادت زور پکڑتی گئی تو وہ دن دور نہیں کہ وہ ہمارے وجود کی بھی اس طرح نفی کر دیں گی جس طرح جدید ادب کے ناقد ترقی پسند ادب کی نفی کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔

ویسے تو عالموں کی صحبت کو بڑے بوڑھوں نے بھی سراہا ہے لیکن مسز اگنی ہوتری کی صحبت ہماری بیوی کے لیے ہمیں یوں بھی خطرناک لگتی کہ مسز اگنی ہوتری۔ ہوتری کم اور "اگنی" زیادہ تھیں جو ہر محفل میں آگ کی طرح بھڑک رہی تھیں۔ انھوں نے جس طرح یہاں آکر عورتوں میں ان کے حقوق دلانے کی آواز سے پورے محلہ کی عورتوں میں آگ بھڑکائی تھی اسی طرح وہ شہر کی ادبی نشستوں میں بھی اپنے اُلٹے سیدھے تنقیدی مضامین سنا کر تفریق کی خاص آگ بھڑکا چکی تھیں۔

یہ دعویٰ بھی ان کے شوہر مسٹر اگنی ہوتری کا تھا جبکہ ان کے قریبی دوستوں کا یہ کہنا ہے کہ مسز اگنی ہوتری کی تخلیقات ادبی شہ پارے ہوں یا نہ ہوں وہ بذات خود بہت حسین ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ انھیں کچھ ادبی شخصیات ہاتھوں ہاتھ لے رہی ہیں۔ اور وہ انھیں خندہ پیشانی سے سر آنکھوں پہ بٹھا رہے ہیں۔

اس شہر میں کون کیوں مشہور رہے جب کبھی اس عنوان سے پڑھے لکھے حضرات کی محفل میں گفتگو کا سلسلہ شروع ہوتا ہے تو ہمارے حلقہ کے کچھ لوگ اپنی ذہانت، کچھ اپنی بذلہ سنجی اور سخن فہمی کی بدولت مشہور تسلیم کیے جاتے ہیں اور کچھ حضرات اپنی فراخدلی، زندہ دلی اور بہادری کی بدولت۔

جہاں تک مسٹر اگنی ہوتری کے مشہور ہونے کا تعلق ہے ان کے بارے میں صرف یہ کہا جاتا ہے کہ وہ محض اپنی بیوی کی وجہ سے مشہور ہیں۔ حالانکہ وہ اپنی بیوی سے زیادہ تعلیم یافتہ اور کئی کتابوں کے مصنف ہیں۔ ہمارے لیے دکھ کی بات یہ ہے کہ انھیں اپنی تخلیقات کی بدولت آج تک شہرت نہیں ملی۔ اس لیے کبھی کبھی ہم یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتے ہیں کہ ادب کے میدان میں مرد تخلیق کاروں کے مقابلہ خواتین ادبا زیادہ خوش نصیب ہیں—— اس وقت ہم نے ادبی گفتگو شروع کی ہے یہ محض اتفاقیہ ہے۔ ویسے ہمیں ادب سے کوئی خاص لگاؤ نہیں اور نہ ہمیں ادیبوں، شاعروں اور عالموں میں بیٹھنے کا شوق ہے۔ یہ اور بات ہے کہ اکثر ادبی انجمنوں اور مشاعروں کا صدر بنا دیا جاتا ہے۔ حالانکہ اس وقت ہماری حالت بالکل ایسی ہوتی ہے جیسے چولہے پر رکھے اس انڈے کی جو ہلکی ہلکی آنچ میں اُبالا جاتا ہے۔ ہمارے اُبلنے کی حالت اس وقت اور بھی قابل رحم ہو جاتی ہے جب کبھی ہم کسی تنگ و تاریک سے بے ہنگم کمرے میں ہونے والی اس شعری نشست میں پھنس جاتے ہیں جہاں شاعروں کے منہ سے ادبی گفتگو کم اور بیڑی و سگریٹ کا دھواں زیادہ نکلتا ہے۔ آپ یقین کیجئے اس وقت چاہے کوئی بھی شاعر اعظم اپنی دھواں دھار معرکۃ الآرا غزل پڑھ رہا ہو ہمارے کانوں میں تو صرف یہی مصرعہ گونجتا رہتا ہے:

اے غم دل کیا کروں اے وحشت دل کیا کروں

ویسے یہ حقیقت ہے کہ ادبی انجمنوں اور نشستوں کی صدارت کا بھی ایک عجیب نشہ ہوتا ہے۔ چاہے آپ شعر و شاعری کے فن کو سمجھیں یا نہ سمجھیں، اس زبان سے واقف ہوں یا نہ ہوں لیکن کچھ دیر کے لیے آپ اس نشست یا انجمن کے مائی باپ ضرور ہو جاتے ہیں جس کی آپ صدارت فرما رہے ہیں اور اگر آپ خوش قسمتی یا بدقسمتی سے کسی مشاعرے کی صدارت کر رہے ہیں تو آپ کو کچھ اور لطف آئے گا۔ جیسے آپ کئی گھوڑوں کی فٹن میں بیٹھے ہیں اور آپ کے چاروں طرف فاعلن۔ چھن چھنن اور تاک دھنا دھن کے گھنگرو سے بج رہے ہیں۔ یہ اور بات ہے کہ اس سرتال کے خوشگوار ہنگامے میں آپ کو کبھی کسی کے بھنبھانے اور ٹنک ٹنک کرنے جیسی بھی آوازیں سنائی دیں گی لیکن ان تمام آوازوں پہ غالب آنے والی آواز کے طور پر آپ کو صرف یہی آواز لگانی ہے "واہ واہ" "کیا خوب" "مکرر ارشاد"۔ بس یہی صدارت کرنے کا ایک خاص ہنر ہے۔ رہی صدارتی خطبہ کی بات تو وہ بھی آجکل شعروں کی طرح کسی بدنصیب ہنرمند سے لکھا لکھایا مل جاتا ہے۔ یہ ہم نے آپ کے صدر مشاعرہ یا صدر انجمن ہونے کے گر بیان کیے ہیں۔ اب آپ ایک راز کی بات اور سن لیجئے اور وہ یہ کہ جب ہم کسی ادبی یا علمی اجتماع کی صدارت کے اہل نہیں ہوتے تو پھر ہمیں صدر کیوں بنایا جاتا ہے۔ تو اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ ہم چندہ دینے اور اپنی فرم کی پبلسٹی کے اشتہار چھپوانے کے معاملہ میں پیش پیش رہتے ہیں۔ اس طرح اپنے چندے کے بل بوتے پر ہمیں اکثر ادبی معرکوں کی صدارت کی سعادت نصیب ہوتی ہے —— آیئے پھر وہیں آجائیں جہاں سے ہم نے بات شروع کی تھی —— ایک دن جب ہمیں پینتالیسویں ادبی نشست کا دعوت نامہ موصول ہوا تو ہماری بیوی مسز اگنی ہوتری کو مرعوب کرنے کے لیے ہماری صدارت کی شاندار تاریخ پہ روشنی ڈالنے لگیں۔ اس وقت حالانکہ ہم خود اندھیرے میں بیٹھے ہوئے اپنے دانتوں اپنی انگلی اس لیے کاٹ رہے تھے کہ میٹر کا فیوز اُڑا ہوا تھا اور اس گھپ اندھیرے میں ہماری بیوی پہلی بار ایک خوبصورت ادیبہ کے سامنے کھل کر ہماری تعریفیں کر رہی تھیں۔ اس روز بڑی دیر بعد لائٹ آئی تو ہمیں مسز اگنی ہوتری کے سامنے بڑی شرم آئی کیونکہ اس حقیقت سے ہم اچھی طرح واقف تھے کہ کھوٹا سکہ صرف اندھیرے میں چلتا ہے۔

اس دن شامت اعمال ہمارے ستارے بھی گردش میں تھے۔ ہمارے شاندار ادبی کیریر اور صدارتوں کے طویل سلسلہ کی تعریفوں کے پل باندھ کر ہماری بیوی تو کچن میں چائے کا پانی ابالنے چلی گئی تھیں اور مسز اگنی ہوتری نے طویل ادبی گفتگو کا آغاز کر کے ہمیں اُبالنا شروع کر دیا تھا۔ ویسے تو ہم زندگی میں کبھی جان بوجھ کر کسی بیل کے پیچھے اور مسز اگنی ہوتری جیسی قابل ادیبہ کے سامنے نہیں پڑے تھے۔ لیکن ہماری شامت آئی تھی کہ ہم مسز اگنی ہوتری کے سامنے آگئے تھے۔ اس روز مسز اگنی ہوتری نیلی ساڑی میں بالکل اس نیلی گائے کی طرح لگ رہی تھیں جو اپنے سامنے پڑنے والے کے سینگ مار مار کر اس کی اچھی طرح خبر لیتی ہے۔ مسز اگنی ہوتری اپنی تمام تر صلاحیتیں کو جن کا انحصار چند نیم ادبی رسائل اور ہلکی پھلکی کتابوں پر تھا، بروئے کار لاتے ہوئے نتھنے پھلا پھلا کر اور دانستہ گر جانے والے ساڑی کے پلو کو بار بار سمیٹ کر ہم سے مصروف گفتگو تھیں اور ہم بے یار و مددگار تن تنہا ان کے سامنے گویا سرینڈر کے انداز میں بیٹھے تھے کہ اتنے میں ہماری بیگم چائے لے آئیں اور ہم نے نجات پائی۔ اب تو اٹھتے بیٹھتے بس یہی دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمارے محلے سے کہیں دور چلی جائیں اور جو نیم ادبی —— یا جراثیم وہ چھوڑ جائیں اسے آہستہ آہستہ ختم کیا جائے —— (بے ہوا ہے)

ہماری بیوی کی شاعری

خواجہ عبدالغفور

شاعری تو سب ہی کرتے ہیں، ہماری بیوی نے شاعری کی یا شاعری کا ارادہ کیا تو کوئی خاص بات تو نہ ہوئی جس کا ذکر بطور خاص کیا جائے لیکن یہاں ہر بات کچھ ایسی ہی ہے کہ جس کا تفصیلی اور ناقدانہ جائزہ لینا ضروری لگتا ہے۔

ہماری بیوی اور سب کی طرح نثر میں سوچ کر اپنے خیالات بلکہ اوروں کے خیالات بھی نثر ہی میں ڈھالنے کی عادی رہی ہیں انھوں نے محسوس کیا کہ شاعر اپنی مرضی سے جس لفظ کو چاہے جہاں بھی ہو رکھ دیتا ہے۔ ہم نے کہا یہ بات نہیں اس بے ترتیبی میں بھی ایک ڈھنگ ہوتا ہے ضبط و تنظیم ہوتے ہیں اور الفاظ کے الٹ پھیر سے موسیقیت بھی پیدا ہو جاتی ہے۔ مثال کے طور پر بتایا ؎

زمیں چمن گل کھلاتی ہے کیا کیا
بدلتا ہے رنگ آسماں کیسے کیسے

سیدھی سادی نثری زبان میں یہی بات اس طرح کہی جائے گی۔ چمن کی زمین کیا کیا گل کھلاتی ہے، آسماں کیسے کیسے رنگ بدلتا ہے۔

شاعری کا موڈ بیگم پر سوار تھا اور ہم نے سوچنا شروع کیا کہ شاعری کے لیے شاعرانہ مزاج بھی تو ضروری اور لازمی ہے اور یہ نفاست طبع اور رنگین خیالی کا مظہر ہوتا ہے۔ اسی طرح شاعرانہ مزاج کے ساتھ ہی ساتھ شاعرانہ فکر بھی ہوتی ہے جو ہر کسی کو نصیب نہیں ہوتی۔ میں نے وضاحت کی کہ میری مراد محض اس فکر سے نہیں کہ جو غیر معمولی یا ناممکن العمل ہوتی ہے اور آسمانوں پر اڑتی ہے بلکہ معمولی اور بوریت بھری سوجھ بوجھ سے ہٹ کر جو بات سوچی سمجھی جاتی ہے وہ بھی شاعرانہ فکر سے تعلق رکھتی ہے بلکہ زیادہ تر اسی سے تعلق خاطر رکھتی ہے لہٰذا وہ فکر گل و گلزار بن جاتی ہے اور اس خصوصیت کی حامل شخصیت کو باغ و بہار کہا جاتا ہے۔ کہ جو اپنی خوش کلامی سے محفل کو زعفران زار بنا دیتی ہے۔ بیگم نے کہا یہ سب ٹھیک ہے یہ سب باتیں ہیں الجھنا نہیں ہم تو یہ جانتے ہیں کہ شعر کہنا آسان ہے شاعری کرنا مشکل ہے۔ اور ردیف قافیے کے ساتھ تک بندی ہو کچھ الفاظ کی الٹ پھیر اور گل کاری ہو تو شعر خود بخود کسی نہ کسی سانچہ میں ڈھلتے جاتے ہیں اس کے لیے علم عروض کی جانکاری لا محدود ضروری تو نہیں! یہ اطمینان کر لینا کافی ہے کہ کلام موزوں ہے کہ نہیں بحر اور تقطیع پر دھیان دے کر شاہ کار تخلیق تو ضروری نہیں۔ شعر کا وزن معلوم کرنے کے لیے وہ پیمانے ہوتے ہیں وہ ارکان ہیں جن سے بحریں بنتی ہیں اور انہیں کی مناسبت اور صحت کے لیے تلفظ میں ادا ہونے والی آوازوں کی تقطیع کی جاتی ہے۔ ہم نے شاعری کی ان باریکیوں کو سنا تو حیران رہ گئے۔ لیکن ہم نے سمجھایا کہ دیکھئے موٹر اور اس کے انجن اور اس کے کل پرزوں کی کارکردگی کی جانکاری سے کچھ بات نہیں بنتی کار کو چلانے کے لیے کچھ اور ہی باتوں کی مہارت ضروری ہوتی ہے ورنہ انجن چالو کر کے دیوار سے ٹکرا جانے کا امکان زیادہ ہے۔ اس پر بیگم نے کہا سچ ہے اور ہماری معلومات کے لیے بتایا کہ آدم علیہ السلام نے بھی اپنے بیٹے ہابیل کے قتل پر ایک طویل مرثیہ نظم کیا تھا۔ واللہ اعلم بالصواب۔ اس کی تصدیق کون کر سکتا ہے۔

اب شاعرانہ موڈ بنتا ہی چلا تو ہم نے یاد دلایا کہ شاعری کے لیے سب سے اہم اور ضروری مراحل ہیں۔ آمد اور آورد شاعرانہ مزاج شاعرانہ فکر شاعرانہ انداز بیان یہ سب ہوتے ہوئے بھی مشاہدہ یا بصیرت یکایک کس طرح چونک پڑیں گے، اور شاعری کو تحرک کریں گے۔ کہا چھوڑیئے بھی آمد اور آورد کا بکھیڑا کچھ کھینچ تان ہو کچھ دماغ پر بار ڈالا جائے تو کام بن ہی جائے گا اور شاعروں کی صف اوّل میں نہ سہی کسی نہ کسی صف میں کھڑے ہو جائیں گے۔ ہم نے دیکھا کہ وہ بضد مصر ہیں اور تیاری بھی معقول نظر آتی ہے تو سوچا کیا قباحت ہے سعی و کاوش سے کیا نہیں ملتا ـــ پھر بھی بطور تنبیہ یہ بات جتانا اپنا فرض سمجھا کہ محض آورد سے قارئین و سامعین کو بور کرنا یا ان کی سمع خراشی مقصود نہیں ہے۔ اور نہ الٹ پلٹ انداز میں نہ سمجھ میں آنے والی باتیں کہہ کر لوگوں کو یہ باور کرانا کہ آپ نے شاعری کو ایک نیا موڑ دیا ہے اور آپ ہی ایجاد و اختراع کے بانی مبانی ہیں۔

ان غلط فہمیوں میں مبتلا دانشور شعرا کے متعلق بہت زیادہ سوچ بچار نہ کرتے ہوئے ہم نے اپنی بیگم کی شاعری پر دھیان دیا۔

بہرکیف اب یہ مسئلہ اس مرحلہ پر پہنچا کہ روایتی یا بالفاظ دیگر دقیانوسی شاعری ہو کہ جدید۔ سنجیدہ ہو کہ مزاحیہ ناصحانہ ہو کہ ناقدانہ۔ فکر و خیال پر تجربہ زور ہو کہ الفاظ کا سہارا لے کر مرصع کلام پیش کیا جائے۔ نظم ہو کہ غزل یا ہجو یا سہرا یا ریختہ گوئی و اسوخت۔ ہزل ہجو اور دیگر اصناف سخن میں سے کوئی خاص صنف ہو۔

ایک عرصہ تک یہی باتیں معرض بحث میں رہیں فضا بنتی رہی بگڑتی رہی۔ آمد کا سوال ہی نہ تھا آورد کے لیے کوئی محرک نہ تھے۔ اب وہ زمانہ رہا نہیں کہ کسی سے استاد شاگرد کا رشتہ جوڑ لیا اور ساری مشکلات خود بخود حل ہو گئیں۔ آج کل آسان طریق کار تو یہ ہے کہ کسی غیر معروف شاعر کو پکڑ لیا اس کے کلام میں رد و بدل کر ڈالی۔ اس پر اپنے نام کی یعنی تخلص کی مہر لگا دی اور سامعین و حاضرین کی نذر کر کے نام کما لیا۔ تخلص بطور خاص اردو فارسی شاعری میں اسی لیے تو اختیار کیا جاتا ہے کہ جملہ حقوق جائز و ناجائز سر بہ مہر ہو جائیں۔

ایک اور آسان طریقہ یہ ہے کہ کسی اچھے بھلے نامی گرامی استاد شاعر کے کلام میں تحریف نگاری کی۔ اس کو تو نامرد کا پیروڈی کا نام دیا اور اپنا لیا ـــ یہ سب بحث مباحثے ہوتے رہے اور جتنا ہم انھیں شاعری سے دور گھسیٹ رہے تھے وہ اتنی ہی اس میں سرگرداں ہوتی جا رہی تھیں۔ اور ہمیں لگتا تھا کہ اب اس سے مفر نہیں۔ اس نوبت پر شاعری نہ کرنا علم و ادب اور بالخصوص شعر و سخن سے ناانصافی کے مترادف ہوگا۔

تقطیع اور پیروی کے لیے غائبانہ استادی شاگردی کا رشتہ قائم کرنے یا کسی خاص شعری صنف کو اپنانے کی بات ٹھہری تو نظر انتخاب نظیر اکبر آبادی کے آدمی نامہ پر پڑی۔

دنیا میں بادشاہ ہے سو ہے وہ بھی آدمی
اور مفلس و گدا ہے سو ہے وہ بھی آدمی
زردار بے نوا ہے سو ہے وہ بھی آدمی
نعمت جو کھا رہا ہے سو ہے وہ بھی آدمی
ٹکڑے چبا رہا ہے سو ہے وہ بھی آدمی
اور پھر ـــ خالق سے جا ملا ہے سو ہے وہ بھی آدمی

یہ زمین اور یہ خیال آرائی ویسے تو بہت سہل اور آسان نظر آئی اور اسی اسلوب اور انداز بیان کو مشق سخن بنانے کا تصفیہ ہو چلا تھا کہ اکبر الٰہ آبادی کے کلام پر نظر استحسان پڑی۔

اکبر مجھے شک نہیں تیری تیزی میں
اور تیرے بیان کی دل آویزی میں
شیطان عربی سے ہے ہند میں بے خوف
لاحول کا ترجمہ کرا انگریزی میں

انھیں شوق عبادت بھی ہے اور گانے کی عادت بھی
نکلتی ہیں دعائیں ان کے منہ سے ٹھمریاں ہو کر
شیخ جی پر یہ قول صادق ہے
چاہ زمزم کے آپ مینڈک ہیں

لیکن سوچا گیا کہ اس قدر سخت طنز اور اتنا گراں استہزا آج کے دور میں کچھ زیب نہیں دیتا اور شیخ ملا محتسب واعظ ناصح بڑی حد تک مورد عتاب ہو ہی چکے ہیں اس لیے اس رنگ سے گریز ہی مناسب دکھائی دیا۔

اس کے بعد خیال راجہ مہدی علی کی تحریف نگاری پر گیا۔

رضیہ ذرا گرم چاول تو لانا ـــ ذکیہ ذرا ٹھنڈا پانی تو لانا
منگانا ذرا شوربا اور خالہ ـــ بڑھانا ادھر کو ذرا یہ پیالہ
پڑا ہے پلاؤ میں گھی ڈالڈے کا ـــ خدا تو ہی ہے حافظ میرے گلے کا
دلہن گھر میں چورن اگر ہو تو لانا ـــ نہیں تو ذرا کھاری بوتل لانا

ناچئے ناچئے پائل کے بغیر
جسم عریاں ہی رہے
شعلہ افشاں ہی رہے
ناچئے ناچئے
بھوک اور موت کا رقص
میرے بنگال کا رقص
ناچئے سوچتی کیا ہیں ـــــ اٹھئے
آپ بنگال سے کب آئی ہیں
نغمہ و رقص کا پیکر بن کر
جسم کو بیچئے
میں پاگل ہوں
یوں ہی بکا کرتا ہوں

بڑے دنوں کی تگ و دو کے بعد اسی رنگ میں یہ گل کاری ہوئی۔

جنوں ہوا جنوں ہوا
مگر کہاں جنوں ہوا
کہاں ہوا اور کب ہوا
ابھی ہوا یا اب ہوا
نہیں ہوں میں یہ جانتا
مگر جدید شاعری
میں کہنے کا جو شوق تھا
تو بس یہی ہے وجہ کہ
دماغ میرا جل گیا
یہی سبب ہے جو مجھے
جنوں ہوا جنوں ہوا

ہم نے یاد دلایا کہ حسرت نے لکھا ہے ؎

خرد کا نام جنوں پڑ گیا جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

اس پر ہماری بڑی لے دے ہوئی خفگی ہوئی بات چیت بند ہونے کے امکان پیدا ہو گئے تو علامہ اقبال یاد آ گئے ۔

اچھا ہے دل کے پاس رہے پاسبانِ عقل
لیکن کبھی کبھی اسے تنہا بھی چھوڑ دے

لہٰذا ہماری بیوی کی شاعری اب عقل و دانش کی پاسبانی میں ہے اور ہم سمجھتے ہیں کہ وہ بڑی حد تک قید و بند میں ہے ۔ (بمبئی سے)

ترکی کے ہر شعبہ زندگی میں ملا نصر الدین کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ علمی، ادبی، فنی، تہذیبی، معاشرتی، تجارتی اور سیاسی مسائل جب الجھ کر اکتا دینے والی حد تک لاینحل نظر آتے ہیں تو اس وقت ملا نصر الدین کی ایک شگفتہ مسکراہٹ ساری الجھن کو دور کر دیتی ہے ۔ اس کی باتیں آج بھی شگفتگی پیدا کرتی ہیں۔

"ایک کسان اپنے گھوڑے کی لمبی دُم تراش رہا تھا کہ پاس سے ملا نصر الدین گزرا۔ کسان نے ملا سے پوچھا "دیکھو کتنی دم ٹھیک رہے گی" ملا نے جواب دیا۔ میرے بھائی تم گھوڑے کی دم چھوٹی تراشو یا بڑی ـــ وہ بعض لوگوں کے لیے بہت چھوٹی اور بعض لوگوں کے لیے بہت لمبی رہے گی۔

ہم بھی شوہر ہیں

یوسف ناظم

آدمی کو بگڑتے دیر نہیں لگتی۔ اچھا بھلا آدمی دیکھتے دیکھتے شوہر بن جاتا ہے۔ یہ سب قسمت کے کھیل ہوتے ہیں اور اس معاملے میں سب کی قسمت تقریباً یکساں ہوتی ہے۔ شوہری کی لکیر سب کے ہاتھ میں ہوتی ہے اور ہاتھ کی لکیروں میں یہی ایک لکیر ہوتی ہے جس کے سب فقیر ہوتے ہیں۔ شوہر بننا کوئی معیوب فعل نہیں ہے اور اگر ہے بھی تو اس خرابی میں بھی تعمیر کی صورت پیدا ہو سکتی ہے۔ کہا جاتا ہے ان شوہروں کی زندگی بہت اچھی گزرتی ہے جنھیں کبھی یہ یاد نہ آئے کہ وہ شوہر ہیں۔ ہمارے دوست ابو الفصاحت عالم قدر نے اسی طرح زندگی گزاری۔ ان کی شادی کو ۱۲ سال تو ہو ہی گئے ہوں گے لیکن کیا مجال جو ان بارہ سالوں میں انھیں ایک لمحے کے لیے بھی یہ گمان گزرا ہو کہ وہ شوہر ہیں۔ ہماری ان سے بہت گہری دوستی ہے۔ یہ ہمارے اسکول کے ساتھی ہیں۔ اسکول کے نام سے کہیں آپ یہ نہ سمجھ لیں کہ انھوں نے اسکول میں کچھ پڑھا بھی ہے یہ تو صرف اتفاقاً اسکول آتے تھے۔ شروع ہی سے بڑے نصیب والے ہیں۔ ان کی سب سے بڑی خوش قسمتی تو یہ ہے کہ ان کے والد نے زیادہ عمر نہیں پائی۔ یہی رہے ہوں گے کوئی ۴۵، ۴۶ سال کے جب ان کا انتقال ہو گیا، اور ابو الفصاحت ان کی جائداد کے تنہا وارث قرار پائے، ان کے والد مرحوم جن کا نام شہنشاہ بیگ تھا، کی دو بیویوں نے ان کی زندگی ہی میں ان سے علیٰحدگی حاصل کر لی تھیں اور اس طرح شوہر کا داغِ مفارقت سہنے سے بچ گئی تھیں۔ جاتے وقت مہر کی ایک موٹی رقم کے علاوہ زیور گہنے چاندی کے برتن اور کچھ الکٹرانک سامان ساتھ لیتی گئیں لیکن شہنشاہ بیگ کی پیشانی پر شکن تک نہیں آئی ۔ ان کی پیشانی پر شکن نہ آنے کی دو وجہیں تھیں، ایک تو یہ اُن کی پیشانی پر یونہی بل پڑے رہتے تھے اور دوسرے یہ کہ اللہ کا دیا ان کے پاس اتنا تھا کہ انھیں پتہ ہی نہیں چلا کہ ان کی دو بیویاں کیا ساتھ لے گئیں۔ ابو الفصاحت عالم قدر، شہنشاہ بیگ کی اولین بیوی کی اولاد تھے جو ان دونوں بیویوں سے پہلے ان کے نکاح میں آئی تھیں۔ نیک خاتون تھیں اس لیے زیادہ دن زندہ نہیں رہیں۔ عالم قدر کی ولادت کے بعد ہی ان کا انتقال ہو گیا تھا اور اسی لیے شہنشاہ بیگ نے یکے بعد دیگرے دو اور شادیاں کی تھیں کہ خود کا اپنا دل بھی بہلا رہے اور عالم قدر کی تھوڑی بہت تربیت بھی ہوتی رہے۔ ان دونوں بیویوں کو انھوں نے کوئی خاص زحمت بھی نہیں دی۔ اور اپنی مساعیٔ جمیلہ سے انھیں بے اولاد ہی رہنے دیا۔ ان میں سے ایک بیوی کا نام غالباً جمیلہ تھا بھی ؟ ـــ لیکن یہ سب باتیں میں آپ کو کیوں بتا رہا ہوں۔ بات تو صرف یہی کہنی ہے کہ ابو الفصاحت عالم قدر کس قسم کے شوہر ہیں۔ ان کے آبا و اجداد کے متعلق کچھ کہنا اس لیے ضروری ہو گیا کہ ان کا پس منظر آپ کے پیش نظر آ سکے ۔ شہنشاہ بیگ بہت زیادہ متین آدمی تھے۔ ہنسنا تو دور رہا مسکراتے بھی نہیں تھے ۔ لوگ منتظر رہتے تھے کہ شاید عید بقرعید کے موقعے پر مسکرائیں گے لیکن کئی عیدیں یونہی گزر جاتیں ایک بقرعید پر جب وہ مسکرائے تھے تو کہا جاتا ہے کہ کئی سال تک اس کا چرچا رہا اور لوگ حیرت زدہ رہے ۔ ان کی دو بیویوں کی علیٰحدگی کی وجہ بھی یہی بیان کی جاتی ہے۔ نہیں نہیں ان کے مسکرانے کی وجہ سے وہ علیٰحدہ نہیں ہوئیں بلکہ اپنے کمانڈر ان چیف کی متانت ان سے برداشت نہیں ہو سکی۔ شہنشاہ بیگ شوہر کی حیثیت سے بالکل کمانڈر ان چیف تھے۔ گھر میں ہمیشہ مارشل لا کی کیفیت رہتی تھی۔ ہمارے دوست ابو الفصاحت کے اسکول آنے کی ایک وجہ یہ بھی تھی۔ ان کے ساتھ ایک ملازم ایک بڑا سا توشہ دان اور ایک صراحی ضرور آیا کرتی تھی۔ جب یہ میٹرک میں پہنچے تو شہنشاہ بیگ نے ان کی شادی کر دی۔ میٹرک میں پہنچنے سے پہلے ہی یہ شادی کی عمر کو پہنچ چکے تھے۔ اور آدمی کسی اور قابل ہو یا نہ ہو شادی کے قابل تو ہوتا ہی ہے۔ شہنشاہ بیگ کو اپنے بیٹے کی طرف سے کوئی خدشہ تو نہیں تھا لیکن اتنے بڑے گھر میں بہر حال ایک خاتون کی ضرورت تھی۔ ہم ان کی شادی میں بھی شریک ہوئے اور چند ہی دن بعد ہم نے دیکھا کہ ابو الفصاحت عالم قدر کے رگ و ریشہ میں بیوی سرایت کر گئی ہیں۔ یہ بالکل ریشۂ خطمی ہو کر رہ گئے تھے اور خود ان کے والد شہنشاہ بیگ میں حیرت ناک تبدیلی پیدا ہو گئی تھی۔ وہ مسکرانے لگے تھے۔ دلہن نے سب سے پہلے تو عالم قدر کو اسکول سے چھٹی دلا دی یہ کہہ کر کہ میرے بھولے شاہ ! شادی شدہ لوگ مدرسے میں پڑھنے نہیں پڑھانے جایا کرتے ہیں ۔ پھر ان سے کہا صبح اٹھ کر سب سے پہلے نہایا کرو، شیو بھی روز کیا کرو۔ خود نہیں کر سکتے تو کسی کا راتب لگوا لو۔ دوپہر میں جتنا کھانا کھاتے ہو اگر اتنا ہی کھانا ہے تو ناشتہ مت کیا کرو ـــ شطرنج کھیلنی ہے تو صرف

ان دوست کو شام کے وقت بلایا کرو۔ دوست کا اشارہ ہماری طرف تھا، اور اسی لیے ان کی دُلہن ہمیں بہت پسند آئیں۔ لہجہ ذرا سخت تھا لیکن صورت شکل کے معاملے میں ان کے خلاف کوئی لفظ نہیں کہا جا سکتا۔ صورت سے ملازم ضرور خوف کھاتے تھے لیکن اس کی وجہ وہ دبدبہ تھا جو ان کے چہرے کا ایک حصہ تھا۔ ملازموں کے لیے انھوں نے ایک یونی فارم بھی مقرر کر دیا تھا تاکہ اپنے شوہر کو پہچاننے میں دقت نہ ہو۔ معلوم نہیں ہمارے آنے جانے پر انھیں کیوں کوئی اعتراض نہیں ہوا۔ شاید وہ جانتی تھیں کہ ان کے میاں صرف اس وقت کھل کر سانس لیتے ہیں جب وہ ہمارے ساتھ ہوں۔ دُلہن کی موجودگی میں ان کی سانس اکھڑی اکھڑی رہتی تھی۔ ان کا نام بھی ابوالفصاحت دُلہن ہی نے رکھا تھا۔ کہتی تھیں ہمارے خاندان کا یہ دستور رہا ہے کہ اپنے دامادوں کا ایک سسرالی نام ضرور رکھیں۔ ان کی بے پناہ خاموشی کو دیکھتے ہوئے انھوں نے ہمارے دوست کے لیے یہ نام تجویز کیا تھا جسے دُلہن کے والد محترم اور والدہ محترمہ کے علاوہ برادران نسبتی نے بھی پسند فرمایا تھا۔ شہنشاہ بیگ کو اپنی دوبیوں کے چلے جانے کے بعد گھر خالی خالی نظر آ رہا تھا۔ اپنے بیٹے کی شادی کے بعد خود انھیں اپنے گھر میں رہنے کے لیے بھی ٹھکانہ ڈھونڈنا پڑتا تھا۔ ابوالفصاحت کے سسرالی عزیز و اقارب اسی گھر میں منتقل ہو گئے تھے اور دُلہن کو شادی کے بعد کبھی میکے جانے کی ضرورت پیش نہیں آئی۔ اتفاق سے دُلہن کے دو بھائی، ابوالفصاحت کے ہم جسامت تھے۔ یہ دونوں ابوالفصاحت ہی کے کپڑے پہنتے تھے۔ کہتے تھے بڑے بابرکت کپڑے ہیں۔ جب بھی ابوالفصاحت کے جسم پر کوئی نیا کپڑا دیکھتے ان کے برادر نسبتی کو ضرور پسند آ جاتا اور دُلہن کے کہنے سے ابوالفصاحت اسے فوراً اتار کر برادر نسبتی کی خدمت میں اس طرح پیش کرتے جیسے سکندر اعظم نے پورس کو اپنی تلوار پیش کی تھی۔ نہیں نہیں یہ مثال ٹھیک نہیں ہے۔ وہ محمد شاہ اور نادر شاہ کی مثال مناسب معلوم ہوتی ہے۔ ابوالفصاحت اپنا نیا زری کے کام کا کرتا اُتار کر اپنے برادر نسبتی کی خدمت میں اس طرح پیش کرتے جس طرح محمد شاہ نے اپنی پگڑی جس میں کوہ نور کا ہیرا چھپا تھا، اتار کر نادر شاہ کے سر پر رکھ دی تھی۔ سر پر رکھی تھی یا نہیں ٹھیک سے کہا نہیں جا سکتا لیکن وہ پگڑی نادر شاہ کے پاس پہنچ گئی تھی۔

ابوالفصاحت عالم قدر کو خود کے شوہر ہونے کی بات اس لیے بھی کبھی یاد نہیں آئی کہ شہنشاہ بیگ کے انتقال کے بعد، ان کے اتنے عزیز و اقارب پیدا ہو گئے تھے کہ ان سب سے نمٹنا ان کے لیے آسان بات نہیں تھی۔ یہ کام دُلہن نے کیا۔ باقی جو بچا دُلہن کے بھائیوں نے کیا۔ دُلہن کے بھائیوں کو دیکھنے کی تاب بہت کم لوگو ں رہی تھی۔ ابوالفصاحت کے گھر منتقل ہو جانے کے بعد ان لوگوں کی صحت اور تندرستی میں غضب کی ترقی ہوئی تھی۔ اچھا ہوا کہ ان دونوں بھائیوں میں خون کے رشتے کے علاوہ بھائی چارہ بھی بہت تھا ورنہ اگر کبھی ابوالفصاحت کے نئے کرتے یا پاجامے کے لیے ان دونوں میں ہاتھا پائی ہو جاتی تو گھر کی بنیادیں ہل جاتیں۔ اتنے طاقتور تو دونوں تھے ہی۔ انھیں دیکھ کر ہی شہنشاہ بیگ کے خود ساختہ اور نوساختہ رشتہ دار میلوں دور بھاگ گئے۔ اور عدالت جانے کی ان میں ہمت نہیں ہوئی۔ ابوالفصاحت کے ان دونوں برادران نسبتی سے ہماری بھی بہت دوستی ہو گئی کیونکہ جب بھی ہم شطرنج کھیلنے بیٹھتے یہ دونوں یا ان دونوں میں سے کوئی ایک ضرور آ موجود ہوتا اور ابوالفصاحت کو نئی نئی چالیں بتاتا اور ان کے گھوڑے ڈھائی کے بجائے ساڑھے تین گھر چلتے لیکن ہماری کبھی اتنی ہمت نہیں ہوئی کہ ہم ان برادر نسبتی کی موجودگی میں اس گھوڑے کی اس زبردست چھلانگ پر اسے ٹوک سکتے۔ ان کے برادر نسبتی میں اتنی طاقت تھی کہ وہ گھوڑے تو گھوڑے اونٹ کو بھی چھلانگ لگانے کی ہدایت دے سکیں۔ ہم نے ان سے اسی لیے دوستی کر لی۔

ابوالفصاحت کو یوں بھی سر اٹھا کر چلنے کی کبھی عادت نہیں ہوئی۔ انھوں نے شاید ہی کبھی اپنے سر کو اوپر اٹھایا ہو۔ کبھی کبھی چاند کو دیکھ لیا تو دیکھ لیا۔ چاند دیکھنا بھی انھوں نے ترک ہی کر دیا تھا کیونکہ ایک مرتبہ اپنی حویلی کی چھت پر وہ سب کے ساتھ رمضان کا چاند دیکھنے گئے تو چاند انھیں نظر آ گیا تھا اور جب انھوں نے یہ کہا کہ چاند انھوں نے دیکھ لیا ہے تو ان کی دُلہن نے انھیں منع کر دیا یہ کہہ کر کہ جب تک ہم چاند نہ دیکھ لیں تم نہیں دیکھ سکتے۔ اور تھوڑی دیر بعد سبھی لوگ چھت سے اتر آئے اور اعلان کر دیا کہ چاند نہیں ہوا ہے۔ جب رات میں ریڈیو پر چاند کے ہو جانے کی خبر نشر ہوئی تو دُلہن نے ابوالفصاحت سے جواب طلب کیا کہ تم نے تو انھیں فون نہیں کیا تھا۔ فون پر ان کی انگلیوں کے نشانات بھی ڈھونڈے گئے۔

ہم نے ابوالفصاحت سے کبھی ہمدردی نہیں کی۔ ہمدردی اس شخص سے کی جاتی ہے جسے کوئی دکھ ہو، غم ہو، وہ کسی بات پر رنجیدہ ہو، افسردہ ہو اور ابوالفصاحت میں ہم نے کبھی کوئی ایسی بات نہیں دیکھی۔ ان تک تو صرف دُلہن کی رسائی تھی کوئی اور احساس ان کے نزدیک پھٹک بھی نہیں سکتا تھا۔ احساس سے عاری ہونا بھی ایک نعمت ہے۔

ابوالفصاحت کی دُلہن یعنی ایک لحاظ سے ہماری بھابی کی انتظامی صلاحیتوں کے بارے میں دو رائیں نہیں ہو سکتیں۔ بھابی تو ہم نے آپ کے سامنے کہہ دیا ورنہ انھیں بھابی ہم نے کبھی کہا نہیں ہمیشہ دُلہن پاشاہی کہا وہ بھی بڑے ادب سے۔ ابوالفصاحت بھی انہیں دُلہن پاشاہی کہتے ہیں لیکن کہنے میں ذرا ادب زیادہ ہوتا ہے۔ دُلہن البتہ انھیں اے جی کہتی ہیں۔ اور لہجہ تو ہم نے پہلے ہی آپ کو بتا دیا کہ سخت ہوتا ہے کیونکہ وہ ہے ہی سخت۔

کئی مرتبہ ایسا ہوا کہ ابوالفصاحت گھنٹوں ہمارے ساتھ تنہا رہے ہوں لیکن کبھی انھوں نے ہم سے اپنا دردِ دل بیان نہیں کیا۔ اب تو یہ بھی بھول گئے ہیں کہ وہ کہاں کے رہنے والے ہیں۔ ان کی دُلہن نے انھیں کہیں کا رکھا ہی نہیں۔ ہم دُلہن کی انتظامی صلاحیتوں کے بارے میں کہہ رہے تھے۔ یہ واقعہ ہے کہ اگر دُلہن نے ان کی زراعت اور کرایے کی کوٹھیوں کا انتظام اپنے ہاتھ میں نہ لے لیا ہوتا اور اتنی جلدی سے اس کی دیکھ بھال نہ کی ہوتی تو ابوالفصاحت اب تک کوڑیوں کے مول بک چکے ہوتے۔ دُلہن ان سے بھی خاصے گھر کے کام کروا لیتی ہیں۔ دھوبی سے کپڑے لکھنا انہیں کے ذمے ہے۔ سرکاری بل، میونسپلٹی کے بل، ریڈیو کا لائسنس ان سب کی ادائیگی بھی انہیں کے سپرد ہے کیونکہ ان میں کوئی خرد برد نہیں ہو سکتی۔ البتہ شاپنگ پوری کی پوری وہ خود کرتی ہیں۔ ان سے آج تک انھوں نے کوئی دو روپے کی چیز تک نہیں منگوائی۔ ابوالفصاحت کو نقد جیب خرچ بھی نہیں دیا جاتا تھا۔ کہتی ہیں جو چیز بھی چاہو منگوا دوں گی اور جب بھی یہ کسی چیز کی فرمائش کرتے ہیں اس کے نقصان دہ ہونے کا ذکر چھڑ جاتا ہے۔ سگریٹ یہ پی نہیں سکتے اس سے کینسر ہو جاتا ہے۔ پان نہیں کھا سکتے اس سے دانت خراب ہو جاتے ہیں لیکن صرف مردوں کے، خود وہ دن بھر پان کھاتی رہتی ہیں۔ سینما وہ جا سکتے ہیں لیکن صرف دُلہن کے ساتھ یا زیادہ سے زیادہ کسی ایک برادر نسبتی کے ساتھ اور وہ بھی صرف وہ پکچر دیکھ سکتے ہیں جو ان کے برادر نسبتی دیکھنا چاہیں اور وہ بھی اس دن جب ان کے برادر نسبتی جانا چاہیں۔ ابوالفصاحت لہو و لعب کے آدمی ہیں بھی نہیں۔ کرکٹ کی کمینٹری سبھی سنتے ہیں لیکن انھیں وہ سننا بھی پسند نہیں۔ کہتے ہیں یہ کرکٹ میدان میں گلی کہاں سے آ گئی۔ یہ بھی کوئی کھیل ہوا۔

ایسا سعادت مند شوہر جو اپنی بیوی کے سامنے کرسی پر بیٹھتا تک نہ ہو ہماری نظر سے نہ گزرا۔ اس میں شک نہیں ہم نے بھی اپنے گھر میں کبھی یہ نہیں کہا کہ ہم بھی شوہر ہیں۔ کئی سال پہلے ایک مرتبہ کہا تھا تو اس کا نتیجہ کچھ اچھا نہیں نکلا تھا۔ تاہم ابوالفصاحت عالم قدر کی حد تک خدا کسی کو نہ پہنچائے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے ان کی دُلہن نے انھیں ہر ضرورت سے بے نیاز کر دیا ہے۔ اور اب وہ ضرورت کو جانتے بھی ہیں تو دُلہن سے پوچھ کر ہی جاتے ہیں۔ (بمبئی سے)

گھریلو مشاعرہ

اجی سن رہے ہو۔
کیوں ؟ کیا تم نے کچھ کہا تھا ؟
نہیں اب کچھ کہنا چاہتی ہوں۔
تو کہنے سے پہلے ہم کیونکر سن لیتے اور کیا سن لیتے۔
اچھا اب سن لو۔
سناؤ۔ کیا سنانا چاہتی ہو۔
دیکھنا آپ نے سنا ہے لاہور میں ہزاروں سینما ہیں۔ وہی نا جنھیں ہمارے ہاں بائیسکوپ کہتے ہیں۔ ہیں نا۔
ہزاروں تو پورے صوبہ میں بھی نہ ہوں گے۔
ہزاروں نہ سہی سینکڑوں میں تو کلام ہی نہیں۔
ہمیں تو اس میں بھی کلام ہے۔
پھر وہی کٹ حجتی۔ میں نے کوئی پٹ ہوؤں کی مردم شماری کی ہے ؟
سیناؤں کی مردم شماری کی بھی ایک ہی کہی۔ آدمیوں کی مردم شماری ہوتی آئی تھی۔ سیناؤں کی مردم شماری تمہیں سے سنی ہے۔
نوج تم سے کوئی بات کرے۔
ٹھکانے کی بات تو ہم سے ہر وقت کی جا سکتی ہے۔
تو میں خدا نہ کرے بے ٹھکانے کی بات کیا کرتی ہوں کوئی میرے دشمن پاگل تو نہیں۔
نہیں تم تو نہیں ——— اکثر بیویاں بے پتے ہی مات کیا کرتی ہیں۔
اور شوہر ؟
شوہر کمبختوں کو بات کرنے کی مہلت ہی کب دی جاتی ہے
انھیں بات کرنے کی مہلت کون نہیں دیتا ؟
وہی جس کی باتوں کا آغاز و انجام ازل و ابد سے وابستہ رہتا ہے۔
یعنی بیوی ؟
چور کی داڑھی میں تنکا ———

(تاجور نجیب آبادی کے گھریلو مشاعرہ سے)

ہم ۔ بیگم ۔ کار

انوار انصاری

بیگم کے اصرار پر ہم نے موٹر کار کیا خریدی ایک آفت اور بلائے ناگہانی خرید لی۔ جب سے کار گھر میں آئی ہے ہمارا سکون اور آرام درہم برہم ہو گیا ہے بلکہ اس موٹر کار نے تو مجھے برباد کر کے کہیں کا نہ رکھا ہے۔ میری بیگم کی یہ خاصیت ہے کہ وہ دوسروں کی باتیں کم سنتی ہیں اور اپنی باتیں سنانے پر پورا پورا یقین رکھتی ہیں۔ ان کا نظریہ ہے کہ " نہ سنو کچھ کہا کرے کوئی " اور اپنی ہر حال میں سناتی جاؤ۔ چنانچہ میری بیگم کا محبوب ترین مشغلہ یہی ہے کہ وہ دفتر، پڑوس، محلے اور اپنے اہل عیال کے متعلق ہر طرح کی نئی اور چونکا دینے والی معلومات فراہم کرتی رہتی ہیں۔ ایک دن وہ کہنے لگیں کہ آپ سے سروس میں جونیر آفیسر تو اپنی کار میں آفس جاتے ہیں اور آپ ابھی تک رکشا، سائیکل یا موٹر سائیکل ہی پر آفس جانے میں فخر محسوس کرتے ہیں۔ اب زمانہ بہت ترقی یافتہ ہو چکا ہے۔ انسان کو چاہیے کہ زمانہ کی تیز رفتار ترقی کے ساتھ قدم ملا کر آگے بڑھے۔ انہی دلائل کے پیش نظر میں نے موٹر کار ایڈوانس کے لیے دفتر میں درخواست پیش کر دی جو منظور ہو گئی اور شومئ قسمت سے میں ایک عدد موٹر کار کا مالک بن بیٹھا۔

جس دن ہمارے گھر میں موٹر کار آئی بخدا اس روز رات بھر نیند نہ آئی اور جب نیند آئی بھی تو خواب میں صرف موٹر کار ہی نظر آئی لیکن بیگم کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہ تھا۔ کار کی نمائش کے لیے بیگم سویرے اور شام میرے دوستوں، اپنی سہیلیوں اور دور نزدیک کی رشتہ داروں کی دعوتیں کرنے لگیں۔ مہمانوں کی خاطر تواضع کرنے کے لیے موٹر کار کے شایانِ شان میرے گھر میں نمائش کے لیے اچھے فرنیچر اور قاعدے کے چائے کے سیٹ موجود نہ تھے۔ ڈرائنگ روم کی حالت بھی کچھ خستہ سی تھی اس لیے بیگم نے یہ مشورہ دیا کہ آپ پرانا فرنیچر اور دیگر سامان فوراً تبدیل کر دیں۔ پیسہ نہ ہو تو سامان اُدھار لے آئیں۔ چنانچہ بیگم کا دل رکھنے کے لیے اور اپنی جھوٹی نمائش کی خاطر جب میں کئی سو روپے کی لاگت کے سامان خرید کر گھر لوٹا تو بیگم اور یار دوستوں نے سامان دیکھ کر مجھے مبارکباد پیش کی اور کہنے لگے کہ ہاں! اب واقعی آپ کے معیار رہائش میں غیر معمولی تبدیلی رونما ہو جائے گی مگر بیگم اور دوستوں کو یہ قطعی احساس نہ تھا کہ آخر ہم اپنے بجٹ کا خسارہ کس طرح پورا کریں گے۔

گھر کے ساز و سامان ٹھیک کرنے کے بعد ڈرائینگ روم کی حالت بھی سدھارنی پڑی۔ جب کچھ خاطر خواہ انتظام ہو چکا تو چند مخلص دوستوں نے میری توجہ موٹر کار کے لیے گیرج بنانے کی طرف مبذول کرائی۔ چنانچہ گیرج کی تعمیر کے لیے از سر نو دوڑ دھوپ شروع کرنی پڑی اور کئی طرح کے پاپڑ بیلنے کے بعد کسی طرح گیرج بنانے میں بھی کامیاب ہو گیا۔ مگر بجٹ کا حال اور بُرا ہو گیا۔ گیرج کی تعمیر کے بعد بیگم نے ڈرائیور کی بحالی کا مسئلہ پیش کیا۔ مگر اس مسئلے کا حل محلے والوں نے مل کر جلد ہی ڈھونڈ لیا۔ میرے پڑوس میں ایک ضعیف العمر میکنک رہتے تھے جو بیکاری کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ کسی زمانے میں وہ موٹر کمپنی میں خلاصی کا کام کرتے تھے اور کبھی کبھار ڈرائیور کا کام بھی انجام دے لیا کرتے تھے۔ احباب نے مشورہ دیا کہ حضرت اس سے بہتر شخص کون ملے گا جو بیک وقت خلاصی، میکنیک اور ڈرائیور کا کام انجام دے۔ چنانچہ بحالی کا پروانہ ان کے نام جاری کر دیا گیا جو بعد میں خسارے ہی خسارے کا سودہ ثابت ہوا۔ کار کے گھر میں آنے کے بعد مہمانوں کی آؤ بھگت اور خاطر تواضع میں روپے تو صرف ہو ہی رہے تھے، ڈرائینگ روم کے فرش کی مرمت اور گیرج کی از سر نو تعمیر کی وجہ سے اندوختہ روپیوں کا صفایا ہو گیا اور کچھ دوستوں کا قرض بھی واجب ہو گیا تھا۔ لہٰذا اب کار کو برقرار رکھنے کے لیے یا اسے رننگ کنڈیشن میں رکھنے کے لیے اپنے پرویڈنٹ فنڈ سے قرض لینے کی باری آگئی۔

یوں تو گھر میں کار آنے کے پہلے ہی دن سے مجھے سکون اور اطمینان سے سفر کرنے کا موقع نہیں ملا مگر اب جوں جوں وقت گزر رہا ہے میں اپنی کار کی زیارت سے بھی محروم ہوتا جا رہا ہوں۔ میرے دفتر میں پہنچنے کے بعد بیگم کے پاس مفت کار استعمال کرنے والے رشتہ داروں اور پڑوسیوں کا تانتا بندھ جاتا ہے اور لوگ کسی نہ کسی بہانے کار کو اپنے استعمال میں لانے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔ سچ پوچھئے تو اس وقت میرے دل سے ایک آہ نکلتی ہے۔ بات جب چھڑ ہی گئی ہے تو میری کار کے متعلق آپ بھی ایک دو واقعہ سُن لیجئے۔

فرصت کا دن تھا اس لیے میں اطمینان سے اپنی کار میں بیگم کے ہمراہ سیر کرنے کے لیے دو دن پہلے ہی پروگرام مرتب کر چکا تھا۔ یکایک ناشتے کے وقت محلے کے ایک بزرگ تشریف لائے۔ رسمی گفتگو کے بعد کہنے لگے حضرت ایک چھوٹی سی ضرورت کے تحت حاضر خدمت ہوا ہوں۔ آج میرے پوتے کی منگنی کی رسم ادا ہونے والی ہے اور گھر کے لوگوں کو "کھونٹی" جانا ہے۔ اگر زحمت نہ ہو تو اپنی کار عنایت کرتے تاکہ بال بچے اپنے بیگانے سب ساتھ جاتے اور کار خیر انجام دے کر شام تک واپس آجاتے۔ بیگم بھی سامنے ہی بیٹھی تھیں۔ بزرگ محترم کا فرمان سن کر ہم دونوں کچھ بدحواس ہوئے اور آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر چپ چاپ ایک دوسرے کو دیکھا کیے۔ نہ ہاں کہنے کی ہمت تھی اور نہ انکار کرنے کی جرأت۔ چند منٹ کی خموشی کے بعد بزرگ محترم نے خود ہی فرمایا۔ میں آدھ گھنٹہ بعد اپنے لڑکے کو بھیج دوں گا۔ آپ اپنی کار مع ڈرائیور اس کے حوالے کر دیں گے۔ یہ سن کر میں نے خون کا گھونٹ پیا اور کرسی سے گرتے گرتے بچا۔

دوسرا واقعہ کچھ اس طرح ہے۔ ایک بار پڑوس کے چند نوجوان غریب خانے پر تشریف لائے اور آتے ہی کہنے لگے۔ آپ تو واقف ہی ہیں کہ ان دنوں جہیز کی لعنت سماج میں بری طرح سرایت کر گئی ہے۔ سماج دشمن عناصر جہیز کی مانگ کرتے ہیں اور نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ سماج اور معاشرہ کی بہت سی بیٹیاں بن بیاہی رہ جاتی ہیں۔ ہم نوجوانوں نے " جہیز ہٹاؤ کمیٹی " بنائی ہے۔ یہ سن کر میں نے کہا کہ آپ لوگ واقعی قابل مبارکباد ہیں۔ میں آپ لوگوں کی محنت اور لگن کی داد دیتا ہوں۔ یہ سن کر جہیز ہٹاؤ کمیٹی کے سکریٹری نے نہایت خاکساری سے عرض کیا۔ اس نیک کام میں کمیٹی آپ کی مدد کی محتاج ہے۔ میں نے جواب دیا۔ میں ہر ممکن مدد دینے کو تیار ہوں۔ تب کمیٹی کے سکریٹری نے شرماتے ہوئے کہا کہ آج بنارس سے ایک شعلہ بیان مقرر جہیز کی رسم کے خلاف تقریر کرنے کے لیے بلائے گئے ہیں۔ کمیٹی نے شہر میں دو چار جگہ اجتماع کا انتظام کیا ہے۔ برائے مہربانی دو چار گھنٹہ کے لیے آپ اپنی کار عنایت کرتے تاکہ مقرر صاحب کو ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچانے میں سہولت ہو۔ میں نے مری ہوئی آواز میں اس کی حامی بھری۔ دیکھا آپ نے گفتگو کا آغاز جہیز کی مہلک رسم سے ہوا تھا اور گفتگو کا خاتمہ میری کار پر ہوا۔

سچ پوچھئے تو کار کے نام سے اب الجھن سی ہونے لگی ہے۔ دل چاہتا ہے کہ کسی طرح سے چھٹکارا مل جائے مگر بیگم کا اصرار ہے کہ کار ہرگز فروخت نہ کریں اس سے ہم لوگوں کی عزت اور وقار پر حرف آئے گا مگر آئے دن کسی نہ کسی بہانے کار مانگ کر لے جانے کا سلسلہ اب تک جاری ہے۔ لگن کے مہینہ میں تو میری کار کی درگت ہی بن جاتی ہے۔ اب تو کار دینے کے لیے لوگوں کی ایک فہرست مرتب کرنی پڑی ہے۔ غالب نے کہا تھا " ایک ہنگامے پہ موقوف ہے گھر کی رونق "۔ ہمارے گھر کی رونق ایک عدد بیگم، آدھے درجن سے زائد بچوں، ایک درجن مرغیوں اور دو عدد بکریوں سے تو تھی ہی اب اس میں رونق میں میری موٹر کار کا مزید اضافہ ہو گیا ہے اور غالب کی حقیقت بیانی میرے حق میں سو فی صدی سچ ہو گئی ہے۔

(ریڈیائی نشریہ)

ساتواں بچہ

احمد جمال پاشا

مظلوم الٰہی تو بس نام تھا۔ ورنہ ظالم بڑے ٹھاٹھ سے رہتا۔ ہمارا تو ٹرد سی ٹھہرا۔ کبھی ظلوم کے ساتھ سینما چلا جا رہا ہے۔ کبھی دونوں پکنک کی تیاری میں لگے ہیں۔ کبھی کسی نہ کسی بہانے دوست احباب کو پارٹی دی جا رہی ہے۔ انہیں بیشمار دعوتوں میں وہ تاریخی دعوت بھی تھی جو اس نوجوان جوڑے نے داؤ الٰہی کے پیدا ہونے پر دی تھی۔ بڑے قیمتی تحائف آئے۔ سہیلیوں نے ڈھولک پر گیت گائے۔ طبلہ ٹھنکا۔

داؤ الٰہی ابھی آغوشِ مادر میں غوں غاں ہی فرما رہے تھے اور فضل گھٹنوں کے بل ہی چل رہا تھا کہ خوب الٰہی صاحب تشریف لے آئے۔

مظلوم جو کل تک ہم کو بتاتا تھا کہ کس سینما ہاؤس میں کون سی پکچر چل رہی ہے کس فلم کا ویلن بدمعاش ہے۔ کس ہیرو نے اوور ایکٹنگ کی ہے۔ وہ غریب اب ہم سے پوچھنے لگا:

"ادھر آپ نے کوئی اچھی فلم دیکھی ہے؟"

"جی! آپ نے 'گتے کی دم' ملاحظہ فرمائی؟ ویسے گدھے کے سر پہ سینگ، بھی خاصی دلچسپ ہے۔ 'گنڈا ناائیز' میں بڑا رش سنا ہی ہے۔"

مظلوم ٹھنڈی سانس بھر کر کہتے۔

"فلم! میاں! داؤ الٰہی کے دودھ کے دانت نکل رہے ہیں نا! بس سمجھئے منت منت پہ گندے پوتڑے بدلنے اور ڈاکٹروں کے یہاں لائن لگانے سے فرصت ہی کہاں جو فلم ولم دیکھی جا سکے۔"

"اور محترمہ! آخر آپ کیوں کڑک ہیں! آپ تو بڑا فلم دیکھتی تھیں۔ کم از کم اپنے مظلوم شوہر ہی کا خیال فرما کے فلم 'شوہر کی فریاد' تو دیکھ ہی آئیے! ہاؤس فل جا رہا ہے!!"

مظلوم نے مظلوم سے بھی گہری سانس بھرتے ہوئے کہا:

"بھاڑ میں جائے سیر و تفریح۔ بچے کی بیماری سے چولہا چکی تو دیکھ نہیں پاتی — ایک کا پیٹ چل رہا ہے تو دوسرے کا منہ آیا ہوا ہے۔ پھر دیکھئے آپ لوگ! مزے اڑاتے ہیں آپ لوگ کہ نہ آگے ناتھ نہ پیچھے پگہا۔"

"بہت ٹھیک ہے محترمہ! آپ لوگ سنیاس لیے رہیے۔ مگر ابھی ہم لوگ تو تعلقات کی منزل تک نہیں پہنچے ہیں۔ اس لیے میاں محبوب الٰہی کی ولادت با سعادت کے سلسلے میں ہونے والی دعوت تم لوگ چھوڑنے سے رہے۔ وہ تو آپ کو کرنا ہی پڑے گی۔"

غرض بہت گھیرنے گھارنے کے بعد چند انتہائی مخصوص احباب کی دعوت ہوئی مگر اس دعوت میں وہ پچھلی مولوی مدن کی سی بات نہ تھی۔ دراصل یہ جبری دعوت پیڈ ٹی اور بریک فاسٹ کی درمیانی شے تھی۔ اور مستقبل میں مانگی جانے والی دعوتوں پر ایک قسم کا بریک تھی۔

مظلوم کی حالت زار پر ابھی ہم لوگ ٹھیک سے غور بھی نہ کر پاتے تھے کہ محاذِ جنگ سے خبر آئی کہ مظلوم کے ایک تیر اور لگی — کر ہائے — غزویہ میں آ ٹاگیلا۔ یعنی داؤ الٰہی اور خوب الٰہی کا دل بہلانے کے لیے کرم الٰہی صاحب دنیائے آب و گل میں تشریف کا ٹوکرا لے آئے ہیں۔ یہ خوشخبری مظلوم نے اس طور پر سنائی کہ احباب بڑے بے فکری سے بیٹھے شطرنج کھیل رہے تھے کہ اچانک دروازے پر نمودار ہو کر انہوں نے حکایتاً نہیں شکایتاً فرمایا۔

"خدا نے ہمیں تیسرا بیٹا بھی دے دیا۔"

مظلوم کے ایک ہاتھ میں راشن کارڈ تھا۔ دوسرے میں دواؤں کے نسخے اور تھیلا۔

ہم نے اچھل کر مبارکباد دیتے ہوئے کہا۔

"یوں کہو کہ خدا کے فضل سے ہمارے یہاں چاند سا بیٹا پیدا ہوا ہے۔"

وہ بولے۔

"چاند تو اب ہماری نظر آ رہی ہے۔"

کسی نے کہا۔

"یار ایسی بھی کیا جلدی ہے؟ آؤ بیٹھو نا! ہو جائے ایک بازی! کیا یہ بھی ضروری ہے کہ اگر آج بیٹا پیدا ہوا ہو تو ابھی جا کر راشن کارڈ پر اس کی یونٹ بھی بڑھوا دی جائے۔ اس نومولود کو کم از کم ایک سال تو راشن سے بچائیے۔"

وہ کچھ بجھے ہوئے سے تھے۔ کہنے لگے۔

"میاں! مہنگائی میں ایک چوٹ اور پڑی۔ مہمانوں نے ایکدم سے حملہ بول دیا ہے۔ اس وقت گھر اور اسپتال میں سسرالیوں کا ریلا ہے۔ اور تو اور صاحبزادے سلطان اقبال کی نانی کی نانی تک چارپائی پر لد کر وارد ہو چکی ہیں نورِ چشم کی زیارت کے لیے۔ اب سمجھ میں نہیں آتا کہ زچہ و بچہ کی دیکھ بھال کی جائے یا ان قبر رسیدہ بڑی بی کی خدمت کی جائے۔ میری تو کچھ بھی سمجھ میں نہیں آ رہا ہے۔"

وہ دھکنے پر بھی نہ رکے۔ ہم لوگ بھی شہ بچانے اور بات دینے میں مصروف ہو گئے۔

جب سے کرم الٰہی پیدا ہوا مظلوم دفتر تک میں اپنے فیملی بجٹ میں الجھا ہوا نظر آتا۔ دوا کے ڈبے تو اس کا ٹریڈ مارک بن کر رہ گئے تھے۔ کچھ عرصے بعد جب وہ دفتر میں بھی نظر نہ آیا تو ایک دن ہم لوگ ٹیم بنا کر مظلوم کی خیر خبر لینے نکلے — درِ دولت پر حاضری دی۔ معلوم ہوا اس وقت صاحب موصوف اسپتال میں فیملی شو دے رہے ہیں۔ ہم سب اسپتال پہنچے۔ مظلوم کو ڈھونڈ نکالا۔ انہوں نے شرماتے ہوئے کہا۔

"یار! وہ اپنے دو جڑواں بچے پیدا ہو گئے ہیں۔"

ہم نے کہا۔

"اماں! آدمی ہو یا مرغی خانہ — ابھی تک کلینڈر خالی نہیں جاتا تھا۔ ہر سال نیا کلینڈر۔ مگر اب تو تم ماشاء اللہ سے سال میں دو کلینڈر تک بدلنے لگے۔"

مظلوم نے کہا۔

"بچے تو اللہ کی دین ہیں!!"

"بالکل ہیں۔ مگر یہ کس خدا نے کہا ہے کہ ایک فوج تیار کر لیں اور اسے پال تک نہ سکیں۔ بالکل جانور بنا دیں۔"

بولے۔

"یار! کہتے تو ٹھیک ہی ہو۔ اب کچھ کچھ تو میری بھی سمجھ میں آتا جا رہا ہے۔ بھلا اب یہ رحم الٰہی اور رستم الٰہی کیسے اچھے اسکولوں میں پڑھنے کے لیے بھیجے جا سکیں گے۔ موجودہ آمدنی میں اگر ان کا پیٹ ہی بھر سکوں تو بڑا معجزہ ہو گا۔"

ہم میں سے کسی کی بھی ہمت ان سے دعوت مانگنے کی نہ پڑ سکی۔ کیونکہ جلوۂ کثرتِ اولاد سے مظلوم اس وقت بالکل اسم با مسمیٰ معلوم ہو رہا تھا۔

اس مکرر حادثے کے بعد مظلوم ہماری محفل سے اس طرح غائب ہو گئے جیسے گدھے کے سر سے سینگ۔ مدتوں بعد ایک رات کسی نے پکارا، باہر گئے۔ مظلوم صاحب تھے۔ بولے

"ایک اور ولادت واقع ہو گئی ہے۔ بسم الٰہی صاحب تشریف لے آئے ہیں، گھر میں اب ایک پیسہ بھی نہیں۔ اگر آپ دو سو روپے قرض دے دیں تو دوستی کا حق ادا ہو جائے۔"

میں نے دوستی کا حق ادا کیا۔ وہ چپ چاپ چلے گئے — بڑے ٹوٹے پھوٹے دکھائی دے رہے تھے۔ دوسرے دن جب میں نے احباب سے اس حادثے کا ذکر کیا تو معلوم ہوا کہ مظلوم تقریباً سب ہی کے شرمندۂ احسان ہیں۔

ایک زمانے کے بعد وہ مجھ سے ملنے آئے اور بولے۔

"ابھی آپ کا قرض بھی ادا نہ کر پایا تھا کہ آہ الٰہی صاحب بھی تولد ہو گئے۔"

اس بار میں نے مظلوم کی ایک بھی نہ سنی سیدھا فیملی پلاننگ کیمپ میں چلا گیا۔ اب سوچتا ہوں، آخر ان سات عدد بچوں کی پرورش کیونکر ختم ہو گی۔ بھلا قرضے دنیا بھر کے کیسے ادا ہوں گے۔ اگر دوسری یا تیسری ولادت پر ہی تم لوگوں کی بات مان لی ہوتی تو آج تمہاری جان چڑیا کو چین میں ہرگز نہ پڑتی۔

(پٹنہ سے نشر)

خدا نہ کرے ہم اسپتال جائیں

پرویز یداللہ مہدی

آج کے مہذب انسان اور اسپتال میں بڑا اٹوٹ رشتہ ہے جس پر برسوں پہلے اکبر الٰہ آبادی کچھ یوں روشنی ڈال گئے ہیں ؎

ہوئے اس قدر مہذب کبھی گھر کا منہ نہ دیکھا
کٹی عمر ہوٹلوں میں مرے اسپتال جاکر

اکبر مرحوم نے اس شعر میں دراصل تصویر کا وہ رُخ دکھایا ہے جب انسان یہ کہتے ہوئے اسپتال اور اس جہان فانی دونوں جگہ سے رخصت ہوتا ہے ؎

ڈاکٹروں، نرسوں پہ حسرت سے نظر کرتے ہیں
خوش رہو" اہل پلنگ" ہم تو سفر کرتے ہیں

جبکہ ہمارا مشاہدہ کہتا ہے کہ اس بھیانک انجام کا آغاز اکثر اسپتال ہی سے ہوتا ہے۔گویا زندگی کی فلم کے پہلے سین کا مہورت اسپتال کے زچگی وارڈ میں ہوتا ہے یعنی انسان کا بچہ اسپتال ہی کی کسی کھاٹ پر آنکھیں کھولتا ہے پھر اپنی گنہگار آنکھوں سے دنیا، اور دنیا کے تماشے دیکھتا ہے خود تماشہ بنتا ہے اور پھر انجام کار اسپتال ہی کی کسی کھاٹ پر ہمیشہ کے لیے اپنی آنکھیں بند کرلیتا ہے۔ گویا جو سفر ایک روز اسپتال کی کھاٹ سے شروع ہوا تھا وہ اسپتال ہی کی کھاٹ پر ختم ہوجاتا ہے۔ اسی لیے کسی شاعر نے کہا ہے ؎

بس کھاٹ پڑی رہ جائے گی جب لاد چلے گا بنجارہ

سچ پوچھیے تو اسپتالوں کا بنیادی مقصد انسانی زندگی کے آغاز و انجام کی دو مختلف تصویریں پیش کرنا ہوتا ہے۔ تاہم ان دو نقطہ ہائے آغاز و انجام کے علاوہ اسپتالوں میں خانہ پُری کی غرض سے مختلف النوع امراض کی تشخیص، تشویش، تجویزات، تجربات اور حادثات بھی بخوبی سر کیے جاتے ہیں اور ان تمام مراحل کی تکمیل کے ایک ترے جانے سے پہلے ایک ترے آنے کے بعد والے درمیانی وقفے پر محیط ہوتی ہے۔

اسپتالوں میں تھری اسٹار، فائیو اسٹار ہوٹلوں کی طرح گریڈ ہوتے ہیں جو اسپتال کے محل وقوع جغرافیہ، بستروں کی گنجائش اور اس کے عملے کی تعداد کی مناسبت سے دیے جاتے ہیں۔ اسپتال خیراتی بھی ہوتے ہیں، سرکاری بھی اور خانگی بھی ——

خیراتی اسپتال جیسا کہ نام سے ظاہر ہے خیرات پر چلتے ہیں اس لیے یہاں مریضوں میں دوا بھی اسی طرح بٹتی ہے جیسے جوتیوں میں دال بٹتی ہے اور ہمارا خیال ہے اگر ان اسپتالوں میں دوا کی جگہ سچ مچ دال روٹی بٹنے لگے تو مریضوں کو شرطیہ شفا ہوسکتی ہے کیونکہ خیراتی اسپتال کے چکر کاٹنے والے مریضوں کی اکثریت عموماً فاقے کے مرض میں مبتلا ہوتی ہے۔

سرکاری اسپتال ہر اعتبار سے سرکاری ہوتے ہیں یعنی یہاں مرض کا علاج دیگر سرکاری دفتروں کی طرح "تھرو پراپر چینل" کیا جاتا ہے اور سرکاری اسپتالوں کا ہر پراپر چینل "برٹش چینل" کا بھی باپ ہوتا ہے لہٰذا مریضوں کی اکثریت علاج کی منزل پر پہنچنے سے پہلے ہی کسی نہ کسی چینل میں ڈوب کر ہمیشہ کے لیے پار لگ جاتی ہے۔

خانگی اسپتال اول الذکر دونوں اسپتالوں سے قدرے مختلف ہوتے ہیں، لفظ اسپتال چونکہ نفسیاتی طور پر مریض کی آدھی جان نکال لیتا ہے اس لیے خانگی اسپتال پرائیویٹ نرسنگ ہوم کہلاتے ہیں۔ لیکن ان نرسنگ ہوم میں بنیادی خامی یہ ہوتی ہے کہ

جو مریض علاج سے پوری طرح شفایاب ہوجاتا ہے وہ علاج معالجے کا تگڑا بل دیکھ کر نہ صرف پھر سے بیمار ہوجاتا ہے بلکہ نت نئے امراض میں بھی مبتلا ہوجاتا ہے۔

آدمی چاہے لکھ پتی ہو، کروڑ پتی ہو یا صرف ایک عدد بیوی کا پتی، زندگی کے کسی نہ کسی موڑ پر، ڈاکٹروں، حکیموں، نیم حکیموں، ویدوں ڈسپنسریوں اور اسپتالوں کی زد میں آکر رہتا ہے اور یوں اس کی اچھی خاصی زندگی کی شام ہوجاتی ہے —— خوش قسمتی سے ہم اس وقت عمر کے جس پیٹھے میں ہیں اس میں مہربان راوی نہ صرف چین ہی چین لکھتا ہے بلکہ تندرستی کی نعمت سے بھی سرفراز فرماتا ہے۔ اس لیے آج تک نہ تو ہمیں دانت کے اس ڈاکٹر سے پالا پڑا جو ناکارہ دانت نکالنے سے پہلے بطور تونہ دو عدد اچھے خاصے کارآمد دانت بھی نکال دیتا ہے اور نہ ہی کسی اسپتال کے آپریشن ٹیبل پر لیٹنے کی نوبت آئی جس پر کوئی ماہر مگر غائب دماغ سرجن آپریشن کے دوران اپنا کوئی اوزار مریض کے پیٹ میں رکھ کر بھول بھال جاتا ہے۔

دراصل ہمیں ڈاکٹروں سے اتنا سابقہ نہیں پڑا جتنا کہ حکیموں اور ہڈی جوڑنے والے معالجوں سے پڑا ہے، اور یہ بھی اس زمانے کی بات ہے جب آتش ابھی جوان نہیں ہوا تھا یعنی ابھی کھانے کھیلنے کی عمر تھی بلکہ اس سے بھی کم کیونکہ ہم کھاتے تو برائے نام تھے لیکن کھیلتے بہت تھے —— ویسے یہ خواہ مخواہ کی وضاحت اس لیے کرنا پڑی کہ حکیموں کے ذکر پر آپ ہمیں کسی صیغۂ راز والی بیماری میں مبتلا نہ سمجھ بیٹھیں کیونکہ حکیموں کے ساتھ ان دنوں صیغۂ راز اسقدر نتھی ہوگیا ہے کہ کسی نوجوان کو کسی حکیم کے مطب کے سامنے سے بھی گزرتا دیکھ کر لوگ اس نوجوان کو مشکوک نگاہوں سے دیکھنا شروع کر دیتے ہیں بلکہ اس کے بارے میں طرح طرح کی باتیں بھی اُڑا دیتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بچارا اگر کنوارا ہوا تو زندگی بھر کنوارہ رہ جاتا ہے اور اگر شادی شدہ ہوا تو اس کے سسرالی رشتہ دار اپنی بیٹی کے پھوٹے بھاگ کا مرثیہ پڑھنا شروع کردیتے ہیں —— خیر بات ان حکیموں اور معالجوں کی چل رہی تھی جس کی حکمت اور علاج معالجے نے ہمیں بچپن میں اپنا شکار بنایا تھا: بچپن میں ہمیں سوکھی کھانسی کی شکایت اکثر رہا کرتی تھی جس کے علاج کے سلسلے میں ہمارے بزرگ ہمیں جبراً ایک سوکھے سڑکے حکیم صاحب کے مطب میں لے جاکر ان کے آگے زبردستی ہمارے زانوئے ادب تہہ کرواتے تھے —— حکیم صاحب ہر قسم کی کھانسی کے علاج پیا تھارٹی سمجھے جاتے تھے اور خود اس اسپیڈ سے کھانستے تھے جیسے کھانسی کا علاج ہی نہیں بلکہ کھانسی بھی انھی پر ختم ہوگئی ہو۔ کچی عمر کے باوجود ہمیں اس بات پر حیرت ہوتی تھی کہ حکیم صاحب ہماری کھانسی کا علاج کس طرح کریں گے جبکہ خود اپنی کھانسی کا علاج آج تک نہیں کرسکے —— ہمیں اچھی طرح یاد ہے موصوف کے مستقل مریضوں میں یا تو مکھیاں ہوا کرتی تھیں یا پھر ہم —— اور یہی وجہ تھی کہ جب بھی کوئی بھولا بھٹکا غافل مریض حکیم صاحب کے ہتھے چڑھ جاتا اسے مستقل اپنے شکنجے میں پھنسائے رکھنے کی غرض سے ایسی دوائیں دیتے کہ مریض بچارا ایک مرض سے چھٹکارا پاتے ہی دوسرے مرض میں مبتلا ہوجاتا —— گویا حکیم صاحب کی حکمت سے زیادہ ان کی حکمت عملی چلتی تھی —— حکمت عملی والے حکیم صاحب کے علاوہ اس زمانے میں ہمارا پالا ایک عدد ہڈی جوڑ معالج سے بھی پڑا، جن کے مطب کے باہر ایک بڑا سا بورڈ آویزاں تھا جس پر اپنے وقت کے مشہور فلمی ہیرو کو پٹیوں میں جکڑا ہوا دکھایا گیا تھا اور نیچے جلی حرفوں میں لکھا تھا "معالج دست و پا شکستہ" ایک مرتبہ کبڈی کے کھیل میں ہمارے ہاتھ کی ہڈی اپنی جگہ سے ہٹ گئی جس کے نتیجے میں ہمیں معالج دست و پا شکستہ کے حضور میں پہنچنا پڑا۔ معالج صاحب اسقدر دھان پان تھے کہ جیسے ہی انھوں نے ہماری سرکی ہوئی ہڈی کو چھوا، ہم نے درد سے بلبلا کر دوسرے تندرست ہاتھ سے انھیں ایک ایسی زوردار ہٹ لگائی کہ بچارے معالج دست و پا شکستہ ایک دم بے دست و پا ہوکر رہ گئے —— اور حکیم صاحب نے گرتے گرتے خدا بخش یہاں تو آنا کی ہانک لگائی —— اور اگلے ہی پل جو شخص نمودار ہوا اسے دیکھ کر یوں لگا جیسے موصوف نے گرتے گرتے ہانک نہیں لگائی جادوئی چراغ رگڑ دیا ہے جس کے نتیجے میں ایک عدد دیوقامت جن 'کیا حکم ہے میرے آقا' کا راگ الاپتے ہوئے نمودار ہوگیا۔ کیونکہ خدا بخش ہو بہو الہ دین جادوئی چراغ والے اسی جن ہی کی طرح لحیم شحیم تھا جسے ہم فلم کے پردے پر دیکھ چکے تھے —— خدا بخش کو دیکھتے ہی ہماری روح فنا ہوگئی، اس نے کمرے میں قدم رنجہ فرماتے ہی آؤ دیکھا نہ تاؤ پہلے ہی جھٹکے میں

فرش پر بیٹھے ہوئے معالج صاحب کو اٹھایا اور دوسرے جھٹکے میں ہمیں بُری طرح دبوچ کر بیٹھ گیا ــــــ ہم اس جھٹکے کی تاب نہ لا کر بے ہوش ہونے سے پہلے بری طرح گھگیا ئے ـــــــــ "خدا بخش مجھے بخش دے، خدا کے واسطے بخش دے ـــــــــ!" لیکن کم بخت نے ہمیں بالکل نہیں بخشا بلکہ مزید ایک اور جھٹکے میں ہماری سرکی ہوئی ہڈی کو واپس اپنی جگہ پر بٹھا دیا۔ ہماری آنکھوں کے آگے ایک ایک کر کے آسمان کے سارے تارے ٹوٹ گئے اور پھر مکمل اندھیرا چھا گیا ــــــ خدا بخش پہلوان کچھ اس طرح متاثرہ شخص کو دبوچتا تھا کہ ٹوٹی ہوئی ہڈی، موچ کھائی ہوئی رگ تو اپنی اصل جگہ واپس پہنچ جاتی تھی لیکن جسم کے دوسرے اعضاء اپنی جگہ چھوڑ دیتے تھے ـــــــ!!

بچپن کی ان یادوں کے علاوہ ہماری یادداشت کے کھاتے میں جدید طریقۂ علاج اور اسپتال کا کوئی خاص ریکارڈ نہیں ہے۔ ـــــــ ٹھہریئے یاد آیا ایک مرتبہ ہمیں اسپتال کے بستر پر کچھ دیر کے لیے بیٹھنے کی سعادت ضرور حاصل ہو چکی ہے اور وہ بھی کسی بیماری کی پاداش میں نہیں بلکہ اپنی تندرستی صحت کے کارن یہ سزا بھگتنی پڑی تھی ــ اصل قصہ یہ ہے کہ چند برس پیشتر شہر میں ہفتۂ عطیۂ خون بڑے زور شور سے منایا گیا تھا۔ دفتر کے ساتھیوں کے ہمراہ ہمیں بھی زیر بستی عطیہ دہندگان کی ٹیم میں شامل کر لیا گیا۔ جب ڈاکٹر انجکشن کے ذریعے ہمارا خون کھینچنے بلڈ چیمبر ہمارے پاس تشریف لائے تب ایک لطیفہ ہوا۔ کافی تلاش و جستجو کے باوجود ہمارے ہاتھ کی کوئی رگ جب ڈاکٹر کے ہاتھ نہیں لگ سکی تو وہ حیرت سے بولے۔ "تعجب ہے آپ کے ہاتھ کی کوئی رگ پکڑ میں نہیں آرہی ہے۔" ہم نے برجستگی کہا۔ "ڈاکٹر صاحب میری رگیں بڑی وفادار ہیں۔ آسانی سے کسی کے ہاتھ نہیں لگتیں۔" ڈاکٹر نے دوستانہ لہجے میں پوچھا۔ "آپ کرتے کیا ہیں؟" ہم نے انہیں آگاہ کیا۔ "میں ایک اردو ادیب ہوں، طنز و مزاح لکھتا ہوں۔" ڈاکٹر نے فوراً کہا :۔ "پھر تو میرے فرشتے بھی آپ کی رگ نہیں پکڑ سکتے۔ کیونکہ دنیا کے بڑے بڑے نقادوں کا کہنا ہے کہ طنز و مزاح لکھنے والے پہلے خود اپنی ایک ایک رگ پر ہاتھ صاف کرتے ہیں پھر دوسروں کی دکھتی رگ پر انگلی رکھتے ہیں۔ بلیز اپنی کسی رگ کو پکڑنے میں آپ ہی میری مدد کیجئے ــ!" اردو زبان اور اس کے طنز و مزاح کی تعریف پر ہم فوراً پگھل جاتے ہیں چنانچہ ڈاکٹر صاحب کی درخواست فوراً منظور کر لی اور یوں ہمارے ہی تعاون سے ڈاکٹر موصوف ہمارا اپنا خون مطلوبہ مقدار میں نکال لینے میں کامیاب ہوئے۔

اس واقعہ کے علاوہ ہمیں یاد نہیں پڑتا کہ پھر کبھی ہمیں اسپتال کے بیڈ پر لیٹنے کا موقع ملا ہو۔ البتہ اسپتالوں کے بے شمار چکر ضرور لگائے ہیں مگر محض ان شناساؤں، دوستوں اور رشتہ داروں کی مزاج پرسی کی غرض سے جو کسی نہ کسی موقع پر کسی نہ کسی بیماری میں مبتلا ہو کر اسپتال میں بھرتی ہوئے ہیں۔ لیکن کچھ عرصہ پہلے مزاج پرسی کا بھی ایک ایسا خائفانہ روپ دیکھا کہ اس دن کے بعد سے ہم نے توبہ کر لی کہ اب مزاج پرسی کی غرض سے بھی کبھی اسپتال نہیں جائیں گے۔

ہوا یوں کہ ہمارے پڑوسی علامہ بجوڑ ہمدانی جو مقامی شاعروں میں اچھا خاصا مقام رکھتے تھے، اچانک ان پر نقاد بننے کی دھن سوار ہو گئی چنانچہ بڑے جوش کے ساتھ اپنا پہلا تنقیدی مضمون "جوش کی شاعری میں ہوش" کے عنوان سے شروع ہی کیا تھا کہ ان کے سینے میں ایک جوشیلی ہوک اٹھی اور وہ اپنے ہوش کھو بیٹھے۔ نتیجتاً علامہ کو جوش کے شکنجے سے چھڑا کر دوبارہ ہوش میں لانے کے لیے اسپتال پہنچا دیا گیا۔ علامہ کے ہوش میں لانے کی خبر سنتے ہی ہم نے ان کی عیادت کا پروگرام بنایا۔ اتفاق سے ہمارے ایک اور پڑوسی بیش بہا خاں صاحب تنہا ہمارے ساتھ ہو لیے۔ پروفیسر صاحب اُردو میں خود کو ب۔ ب خاں، اور انگریزی میں بی۔ بی خاں کہلانا پسند فرماتے ہیں۔ اور پروفیسر شپ کے علاوہ زندگی کے بیشتر شعبہ جات سے بھی قریب قریب ریٹائر ہو چکے ہیں۔ پروفیسر خود کو علامہ بجوڑ کا ہم عصر ہی نہیں بتاتے بلکہ ہم نوالہ، ہم پیالہ و ہم دوشالہ بھی ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ ہم نے بھی ادھر اُدھر سے اُڑتی اُڑاتی سُنی ہے کہ ایام جوانی میں ہر دو حضرات امداد باہمی کے اصولوں پر نہ صرف مشق سخن فرماتے تھے بلکہ عاشقی کے معاملے میں بھی ان اصولوں پر سختی سے کار بند رہا کرتے تھے ـــــــ پروفیسر صاحب کی ہم رکابی پر ہم خاصے مطمئن تھے کیونکہ ان کی موجودگی ہمارے لیے عیادت کا مرحلہ آسان بنا سکتی تھی۔ راستے میں ہم نے قاعدے کے مطابق کچھ پھولوں کا گلدستہ خریدنے کی کوشش کی۔ تو موصوف نے فوراً ٹوکا :۔ "پھول کس لیے خرید رہے ہو میاں؟" ہم نے انہیں مطلع کیا :ــ "مریض کی خدمت میں پھول پیش کرنا اچھا شگون سمجھا جاتا ہے ــ" انھوں نے فوراً اپنا فلسفہ جھاڑا :۔ "میاں یہ طریقہ گوری قوم ہی کو زیب دیتا ہے جبکہ ہمارے ہاں قبروں کی زیارت کو جاتے ہوئے پھول لے جانے کا رواج ہے۔ اور اس وقت ہم علامہ کے موت کے منہ سے واپس لوٹنے کی خوشی میں ان کی عیادت کو جا رہے ہیں ان پر فاتحہ پڑھنے نہیں ـــــــ!" پروفیسر صاحب کی اس انوکھی فلسفہ طرازی پر ہم نے پھول خریدنے کا ارادہ ترک کر دیا اور ان کی جگہ کچھ موسمی پھل خریدنے چاہے تو انھوں نے پھر اپنے فلسفے کی دال بگھاری ــ "میاں! یہ کیا تماشہ تم کر رہے ہو، شاید تمہارا عالمی ادب کا مطالعہ محدود ہے! برخوردار جاپان کے لوگ جب اپنے بزرگوں کی قبروں پر جاتے ہیں تو پھل ساتھ لے جاتے ہیں ـــــــ میرا پیارا دوست اردو کا پہلا اور آخری پیدائشی علامہ موت و زیست کی کشمکش سے گزر کر واپس لوٹا ہے اور تم بدشگونی پھیلانا چاہتے ہو ــ!" موصوف کی اس ڈانٹ پھٹکار پر ہم جی مسوس کر رہ گئے۔ اور بالآخر خالی ہاتھ اسپتال پہنچنا پڑا۔

علامہ کو دیکھتے ہی ہمارا دل بھر آیا بچارے خاصے کمزور ہو گئے تھے لگتا تھا جیسے دل کے دورے نے علامہ بجوڑ کے جسم کا سارا خون نچوڑ لیا ہے۔ اس سے پہلے کہ ہم تسلی تشفی کے چند کلمات کہہ کر ڈھارس بندھاتے پروفیسر صاحب علامہ سے بغل گیر ہونے کی کوشش میں ان پر اچھے خاصے لیٹ گئے۔ کیونکہ علامہ بچارے پہلے ہی سے بستر پر لیٹے ہوئے تھے۔ پھر اسی طرح ان پر لدے لدے ارشاد فرمایا ــ "فانی مرحوم نے کیا خوب فرمایا ہے ؎

کیا بھروسہ ہے زندگانی کا
آدمی بلبلہ ہے پانی کا

پھر اپنی شعر خوانی کا ردعمل مریض کے چہرے پر دیکھے بغیر کمرے میں چاروں طرف دیکھتے ہوئے مزید بولے " نہ کوئی ڈاکٹر ہے تمہارے کمرے میں نہ کوئی خوبصورت سی نرس نگہبانی کو۔ کس قدر تن تنہا اور بے یار و مددگار چھوڑ دیا ہے میرے یار کو کم بختوں نے۔ خوب یاد آیا شاید ایسے ہی کسی موقع کے لیے غالبؔ مرحوم فرما گئے ہیں ؎

پڑیئے گر بیمار تو کوئی نہ ہو تیمار دار
اور اگر مر جایئے تو نوحہ خواں کوئی نہ ہو

"اس زمانے میں لوگ اپنی کمزوریوں اور دوسروں کی بیویوں کو آرٹ سمجھتے ہیں"

(رشید احمد صدیقی)

یہ شعر سن کر علامہ بجوڑ کا زرد چہرہ اور پیلا پڑ گیا لیکن پروفیسر صاحب علامہ کے چہرے کی زردی کو بڑی بے دردی سے نظرانداز کرتے ہوئے آگے بولے :۔ حوصلہ رکھو میرے دوست، ذرا اور خون کو اپنے پاس پھٹکنے بھی مت دو۔ ایک مرحوم شاعر نے کیا خدا لگتی کہی ہے ؎

مرنا تو ایک دن ہے ڈرنے سے فائدہ کیا
شکوہ گلہ کسی کا کرنے سے فائدہ کیا

ویسے بھی موت کا ایک دن متعین ہے اور موت سے صرف بزدل ہی مرتے ہیں میرے یار۔ تمہارے دلاسے کے لیے بس اتنا ہی کہوں گا ؎

موت سے کس کو رستگاری ہے
آج تم کل ہماری باری ہے

موصوف کا آخری شعر تو تابوت کی آخری کیل ثابت ہوا۔ علامہ کا زرد چہرہ ایک دم سفید ہو گیا کیونکہ اب اس کے پیچھے خون میں مزید زرد ہونے کی گنجائش ہی نہیں رہی تھی ــ ہم نے علامہ کی غیر کیفیت کو بھانپتے ہوئے پروفیسر صاحب کو جھنجھوڑتے ہوئے ڈانٹا۔ "آپ بیمار عیادت کی غرض سے آئے ہیں یا تعزیت کرنے ـــ" اس سے پہلے کہ پروفیسر صاحب جواب میں کچھ کہتے علامہ بے ہوش ہو چکے تھے۔ ہم نے فوراً ڈیوٹی پر موجود ڈاکٹر کو آواز دی۔ تھوڑی ہی دیر میں ڈاکٹروں و نرسوں کی فوج علامہ کے گرد اکٹھا ہو گئی اور بر وقت طبی امداد کی وجہ سے علامہ ایک بار پھر موت کو چکمہ دینے میں کامیاب ہو گئے اور یوں عیادت تعزیت میں اور مزاج پرسی پرسہ میں تبدیل ہونے سے بال بال بچ گئی۔ ـــــــ علامہ کو دوبارہ ہوش میں دیکھ کر پروفیسر صاحب اپنی قاتلانہ عیادت کے دوسرے دور کا آغاز کیا ہی چاہتے تھے کہ ہم انہیں تقریباً گھسیٹتے ہوئے باہر لے آئے اور پھر بُری طرح ان پر پھٹ پڑے ــ "آپ کو بے موقع بے محل شعر سنانے کا بڑا خبط ہے۔ چلتے چلتے میں ایک شعر آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں کہ گرہ میں باندھ لیجئے آپ جیسے عیادت بازوں کے تعلق سے کسی مرحوم شاعر نے کہا ہے ؎

عیادت کو آئے بلا بن گئے
عیادت کسی کی قضا بن گئی

تو صاحبو! وہ دن اور آج کا دن ہے ہم نے کبھی کسی اسپتال کا رُخ نہیں کیا۔ بلکہ سچ پوچھئے تو ہم ایک ایسی وصیت مرتب کرنے کے بارے میں سوچ رہے ہیں جس کی رو سے ہم اپنے متعلقین کو اس بات کا پابند کر دیں گے کہ چاہے ہم پر کیسی ہی آفت کیوں نہ ٹوٹ پڑے ہمیں بھول کر بھی اسپتال میں بھرتی نہ کر دیا جائے۔ چاہے کسی اسپتال میں شرطیہ زندگی تقسیم ہوتی ہو کیونکہ ہم نہیں چاہتے کہ خدانخواستہ اگر ہماری موت واقع ہو جائے تو خانہ پُری کے وقت موت کے اسباب کے خانے میں کوئی خطرناک بیماری کی جگہ فقط لفظ "عیادت" لکھا ہو!!

(بمبئی سے)

چکّر

رام لال نابھوی

سُنا ہے کہ اتنی بڑی دنیا بنانے کا مسئلہ جب مالک کل کے سامنے درپیش ہوا تو انھیں ایک ہلکا چکر آیا۔ اس چکر کی یاد میں انھوں نے اس دنیا کا نام کرن کیا اور اس کا نام سنسار چکر رکھ دیا۔ یہ بھی سُنا ہے کہ اس واقعہ کی یاد میں ارشاد صادر ہوا کہ زمین ہر وقت چکر میں رہے گی اور ہر آنی جانی چیز چکر کھایا کرے گی۔ یعنی جہاں آنی جانی چیزوں کو چکر میں ڈال دیا وہاں چکر کو آنی جانی چیز بنا دیا۔ یہ چکر کب آتا ہے اور کب جاتا ہے اس کا پتہ محض اس وقت لگتا ہے جب یہ آتا ہے اور جب یہ جاتا ہے۔ یہ کب آ جائے گا اور یہ کب تشریف لے جائے گا اس کا پتہ نہیں لگ سکتا۔ کیونکہ چکر کا آنا قدرتی ہے اور قدرت اپنا پتہ نہیں دیتی۔ بڑے بڑے ڈاکٹر اس چکر میں ہیں کہ اگر چکر کا مستقل علاج مل جائے تو ان کے چکر ختم ہوں۔ اسی چکر میں ان کو چکر چلے آ رہے ہیں۔ لیکن چکر کا علاج نہیں ہے۔ جب چکر کا مریض علاج سے مایوس ہو جاتا ہے تو وہ چکر کے خالق کے حضور میں دعا کرتا ہے لیکن چکر چلے آ رہے ہیں۔ چلتے رہیں گے۔ قدرت کا نظام مکمل ہے اور اس میں کوئی تبدیلی نہیں آسکتی۔ جب تک مالک کل کو دوسرا چکر نہیں آتا۔ یہ آج تک معلوم نہیں ہو سکا کہ پہلا چکر کب آیا اور دوسرا چکر کب آئے گا اور دوسرا چکر آئے گا بھی یا نہیں۔ قدرت کو سمجھنا مشکل ہے۔ لیکن انسان اس کے سمجھنے کے چکر میں ہے۔ وہ راز قدرت کو پانے کے لیے سربکف چوٹیوں پر پہنچتا ہے۔ سمندروں کی تہوں میں جاتا ہے۔ گہرے غاروں میں گھستا ہے۔ چاند پر اترتا ہے۔ خلاؤں کی خبر لاتا ہے۔ مگر چکر پھر بھی ختم نہیں ہوتا۔

اس مختصر مضمون میں خدا کی ایک ایسی خلقت کا ذکر ہے جو زمین کی طرح ہر وقت تو چکر میں نہیں رہتی لیکن چکر کے معاملے میں اس کی پوزیشن نمبر ایک ہے۔ میرا مطلب شاعر اور نثر نگار سے ہے۔ شاعر ہو یا نثر نگار دونوں کی منزل ایک ہے۔ تخیل دونوں پر سوار ہے۔ فرق ہے تو صرف اتنا کہ ایک کو وزن نے بھی دبا رکھا ہے۔ جنھیں بات نظم میں پسند ہے وہ شاعر کو پسند کرتے ہیں۔ جو بات نثر میں پسند کرتے ہیں۔ انھیں نثر نگار پسند ہیں۔ جنھیں بات نظم اور نثر دونوں میں پسند ہے وہ دونوں کو پسند کرتے ہیں۔ یہ پسند کرنے والے ایک ہی طبقے سے تعلق رکھتے ہیں اور چکر ان کو بھی آتے ہیں۔ سننے کے۔ شاعر ہو یا نثر نگار۔ ان کی زندگی کا انحصار ان کے مداحوں پر ہے اور وہ اپنے مداح پیدا کرتے ہیں اور ان کے زندہ رہنے کی دعائیں کرتے ہیں اور پتہ رکھتے ہیں کہ وہ زندہ ہیں۔

شاعر کو پہلا چکر تب آتا ہے جب اسے یہ خیال آجائے کہ شعر کہا جائے اور اگر یہ خیال اس کا ہم خیال ہو جائے تو پھر چکر آنے شروع ہو جاتے ہیں اور چکروں کا مرض یہیں سے شروع ہوتا ہے۔ اور شاعر کو آخری چکر جب آتا ہے یا یوں کہیے کہ چکر آنا بند ہو جاتا ہے جب وہ شعر کہنے کے قابل نہیں رہتا۔ یہی حالت نثر نگار کی ہے۔

شاعر کو اصلاح لینے کی ضرورت درپیش آتی ہے اور وہ استاد ڈھونڈتا ہے۔ اس کے لیے اسے بہت چکر لگانے پڑتے ہیں۔ اسے گڑگڑانا پڑتا ہے۔ خوشامدیں کرنی پڑتی ہیں۔ سر کے بل چلنا پڑتا ہے اگر وہ استاد حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائے تو سمجھیے کہ وہ چکر ویو میں داخل ہو گیا۔ جہاں سے بے دخل ہونا ناممکن ہے۔ اسے اب کبھی خاموش جگہ چاہیے جہاں موت کی سی خاموشی ہو اور کبھی ایسی جگہ جہاں شور ہو رہا ہو۔ جھرنوں کا۔ فواروں کا۔ کبھی اسے مرغزار چاہیے تو کبھی صحرا۔ کبھی وہ پرندوں کی چہچہاہٹ سننا چاہتا ہے تو کبھی عقاب کی جھپٹ دیکھنا چاہتا ہے۔ وہ کبھی ذبح خانوں میں کٹتے جانوروں کو دیکھنے جاتا ہے تو کبھی فسادات میں کٹتے انسانوں کو۔ وہ جیل خانوں میں قیدیوں سے اور پاگل خانوں میں پاگلوں سے ملنا چاہتا ہے۔ اسے بہت بڑا کتب خانہ چاہیے جہاں وہ زمین ڈھونڈ سکے۔ اسے عمدہ قلم چاہیے جس سے وہ زمین ہموار کر سکے۔ اسے فکر معاش نہ ہو۔ تاکہ وہ اپنا وقت اسی کام میں لگا سکے۔ اسے نیک بیوی چاہیے جو بغیر چوں چرا کیے اس کی ہاں میں ہاں ملائے۔ اسے اشعار کہنے میں نہ ٹوکے۔ اس سے کوئی چیز طلب نہ کرے۔ اس کی شاعری میں مدد کرے۔ بلکہ مشاعروں میں اس کے ساتھ جائے۔ اسے ایسے بچے چاہئیں جو اس سے کچھ نہ مانگیں۔ اسے اطمینان بخش زندگی چاہیے تاکہ وہ دنیا کو غزل دے سکے۔ ایک نظم دے سکے۔ ایک قصیدہ دے سکے۔ ایک طنز ایک مزاح دے سکے۔ وہ دنیا کو تنبیہ کر سکے۔ اس کے ایک خیال سے ریسرچ اسکالر خیالات کا جامع مرتب کریں۔ وہ اپنے اشعار سے شعور دے سکے۔ ادب سے بے ادبی دور کر سکے اور اس چکر میں جس میں وہ پڑا ہے۔ دوسروں کو ڈال سکے۔ شاعر ہو یا نثر نگار۔ اسے اگر یہ چیزیں دستیاب نہ بھی ہوں تو بھی وہ ان کی پروا نہیں کرتا۔ بڑے دل گردہ کا ہے یہ انسان۔

ہمارے مبتدی شاعر پہلی بار ایک مشاعرہ میں گئے۔ انھوں نے شعرا کی قدر افزائی دیکھی۔ سلامیں ٹکراتی دیکھیں۔ ان کا دل چٹکیاں لینے لگا۔ مشاعرہ کا دل پر گہرا اثر ہوا۔ دیر سے واپس آئے تھے۔ نیند نے غلبہ کیا۔ سو گئے۔ چند لمحوں کے بعد سوتے ہی میں بڑبڑانے لگے۔ کیا خوب کہا ہے۔ مار ڈالا۔ پھر کہیے۔ بیوی گھبرا کر اٹھ بیٹھی۔ دیکھا تو مارنے والا اور کچھ کہنے والا کوئی نہیں تھا۔ میاں کے چہرے پر کبھی خوشی کے انداز نظر آتے تو کبھی مرجھائے دکھائی دیتے بیوی سمجھ گئی۔ مشاعرے کا چکر ہے۔ صبح تک ٹھیک ہو جائیں گے۔ شاعر صاحب سو رہے تھے بیوی پھر سو گئی۔ چند منٹ کے بعد پھر آواز آئی "قبلہ سنیے میں بھی ایک شعر بلکہ پہلا شعر عرض کرتا ہوں" اس کے بعد پھر خاموشی ہو گئی۔ صبح اٹھے تو بیوی نے رات کی کیفیت بتائی اور اس پاگل پن سے باز رہنے کی درخواست کی۔ شاعر کو جب یہ پتہ لگا کہ انھوں نے سوتے میں شعر کہنے کی جسارت کی تھی اور وہ بھی بھری محفل میں۔ حالانکہ انھوں نے کبھی شعر نہیں کہا تھا تو ان کی باچھیں کھل گئیں اور انھیں یقین ہو گیا کہ وہ شاعری کی دنیا میں قدم رکھ چکے ہیں۔

غسل کیا۔ تازہ دم ہوئے۔ کاغذ قلم لے کر بیٹھ گئے اور بیوی کو ہدایت کی کہ جلدی چائے تیار کر کے لائے تاکہ وہ اطمینان سے اشعار لکھ سکیں۔ بیوی نے چائے میز پر رکھ دی۔ شاعر صاحب اپنے خیال میں مست گنگنا رہے تھے۔ انگلیاں چل رہی تھیں۔ دماغ چل رہا تھا۔ سر گھوم رہا تھا۔ پاؤں ہل رہے تھے۔ چہرے پر ایک رنگ آتا تھا۔ ایک جاتا تھا۔ ایک بچہ ان کے پاس پہنچا تو جھڑک کر نکال دیا۔ کاغذ پر کافی کچھ لکھ دیا گیا تھا لیکن وہ قلم زن بھی کر دیا گیا تھا۔ بیوی وقت پر کھانا لیکر آئی تو دیکھا چائے اسی طرح پڑی ہے۔ سر پکڑ کر بیٹھ گئی۔ اس کا چکر ختم ہوا تو طوعاً و کرہاً میاں کو کام پر بھیجا۔

میاں چلے جا رہے تھے۔ ان کے ساتھ ان کے خیالات کی پروئی ہوئی لڑی چل رہی ہے۔ اچانک کھمبے سے ٹکرا گئے اور چکر کھا کر گرے۔ لوگ اکٹھے ہو گئے کسی نے کہا کمزوری کی وجہ ہے۔ کسی نے کہا دیکھنے میں تو ہٹا کٹا ہے۔ مرگی کا مریض ہو گا۔ اتنے میں شاعر صاحب کے منہ سے نکلا "کیا مصرع طرح ہوا ہے۔" تب لوگوں کی سمجھ میں آیا کہ شاعری کا چکر ہے۔ کسی نے کہا یہ مرض لاعلاج ہے۔ کسی نے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر دعا کی کہ اس موذی مرض سے مریض کو نجات ملے۔

شاعر صاحب شام کو گھر تشریف لائے تو ان کے ساتھ کچھ نئے ملاقاتی بھی تھے۔ جنھوں نے شاعر صاحب کو بتا دیا تھا کہ "اچھا شعر جب بنتا ہے جب دماغ سے لبریز جام کی ملاقات ہوتی ہے۔" شاعر صاحب اب خوب پیتے ہیں خوب ہلاتے ہیں۔ ان کے چکروں میں اضافہ ہو گیا ہے جو شاعری اور شراب نے مل کر کیا ہے۔ چند دن ہوئے میں ان سے ملا۔ دنیا و مافیہا سے بے خبر فرمانے لگے کہ وہ چاہتے ہیں۔ دنیا کو غزلوں کے دیوان دے جائیں۔ نظموں کے ذخیرے بخش جائیں۔ قصیدوں کے انبار چھوڑ جائیں۔ ان لوگوں کے لیے بھی مرثیے کہہ جائیں جو ابھی فوت نہیں ہوئے۔ وہ ایسا مزاح پیش کرنا چاہتے ہیں جسے سُن کر لوگ مزاح نگاروں کو بھول جائیں۔ وہ اتنا بڑا طنز کرنا چاہتے ہیں جو عوام کی سمجھ سے باہر ہو۔ وہ دنیا کو تنبیہ کرنا چاہتے ہیں۔ وہ چکر کھانے والی کرسی پر بیٹھے چکر لیتے رہے اور چکر کھاتے رہے۔ ان کی باتیں سن کر مجھے بھی ایک چکر آیا۔

یہ چکر ہر شاعر اور ہر نثر نگار کو آتے ہیں۔ اور یہ جبھی ختم ہوتے ہیں جب یہ ختم ہوتے ہیں۔ آپ شاعر بنیے یا نثر نگار یا دونوں بنیے۔ اور چکروں کا مزہ لیجیے۔ چکر کا مزہ کھانے سے آتا ہے۔ بتانے سے نہیں۔

(آل انڈیا ریڈیو شملہ سے نشر)

باز آئے چرب زبانوں سے

قیوم بدر

چرب زبانی انسان کی سرشت میں شامل ہے گو یہ ہنر ایک کے بس کی بات نہیں۔ بہر حال اب محققوں نے اسے فن کے زمرے میں شامل کر لیا ہے دنیا کا کوئی بھی خطہ چرب زبانوں سے خالی نہیں اور یہی وجہ ہے کہ آج نادروں کا شمار ممکن ہے پر چرب زبانوں کا شمار ایک مشکل امر تصور کیا جاتا ہے۔

اسے ہماری بدقسمتی کہہ لیجیے یا خوش قسمتی کہ ایک صاحب ہمارے پڑوس ہی میں رہتے ہیں چرب زبان ایسے کہ دنیا میں اپنا ثانی نہیں رکھتے ہیچ سالے پان ہو یا فلم پلاننگ — مسئلہ قومی ہو یا بین الاقوامی ہر موضوع پر ٹانگ تبصرہ کرتے ہیں۔ تجربہ تو کسی کام کا نہیں پر کوئی کام ان کے لیے دشوار بھی نہیں۔ اشعار تو سیکڑوں ازبر ہیں اور یہی وجہ ہے کہ ہم انہیں چچا رنگین کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

ایک دن میرے گھر منگنی کی تقریب تھی۔ چچا بلائے بے درماں کی طرح ٹپک پڑے۔ نہ چاہتے ہوئے بھی ان کی آمد پر مسرت کا اظہار کیا اور انہیں مدعو نہ کرنے کی معذرت چاہی۔ چچا محفل میں براجمان ہوئے اور ہماری جان پر بن آئی کہ کہیں کوئی مصیبت نہ آن پڑے۔ معاً مہمانوں نے لڑکے کو طلب کیا۔ اور چچا مجھے آواز دے کر کہنے لگے۔

ذرا اختر کو بلانا تو بغل والے کمرے میں ٹائمز آف انڈیا پڑھ رہا ہے۔

مہمان چونکے۔ لڑکے کی تعلیم کیا ہوگی۔

اور ہم سکتے میں آگئے۔ لیکن چچا چپ نہ رہ سکے۔

یہی ایم۔ اے۔

ایم۔ اے۔!! مہمانوں نے حیرت کا اظہار کیا۔

جی ہاں — تیاری کے باوجود صرف امتحان نہ دے سکا۔

جب کہ لڑکا صرف دستخط کرنا جانتا تھا وہ بھی اردو میں۔ مہمانوں کے چلے جانے کے بعد ہم نے چچا کی سرزنش کی۔ یہ تو اچھا نہیں ہوا رشتے کا معاملہ ہے آخر قلعی کھلنے پر ہماری پوزیشن کیا رہے گی۔

چچا نے ایک زور دار قہقہہ لگایا اور مجھے یقین دلایا کہ یہ وقت کبھی نہ آئے گا۔ لیکن محض چچا کی لفاظی کے سبب ایک اچھا رشتہ ہوتے ہوتے رہ گیا اس لیے کہ لڑکی والوں کو لڑکے کی تعلیمی صلاحیت کا علم ہو گیا تھا اور ہمیں خواہ مخواہ خفت اٹھانی پڑی۔

ایک بار ہم نے اپنے محلے میں بڑے تزک و احتشام سے ایک مشاعرے کا اہتمام کیا عین وقت پر چچا پہنچ گئے۔ ارے تم لوگوں نے مجھے کارڈ نہیں دیا۔ ویسے مجھے کارڈ کی کیا ضرورت میں تو گھر کا آدمی ٹھہرا۔ یعنی خود ہی سوال کیا اور خود ہی جواب بھی دیا۔ اور مہمانوں سے پہلے خود ہی اسٹیج پر براجمان ہو گئے۔

خیر بھئی — اخلاقاً ان کا بھی نام فہرست میں شامل کرنا پڑا۔ اور قاعدے کے مطابق انہیں بھی دعوتِ کلام دی گئی۔ مائیک کو دیکھتے ہی منتظمین پر برس پڑے۔ بھلا اس کی کیا ضرورت۔ جب گلا ہی آواز نہیں تو محفل میں آنا ہی معنی دارد۔ اور پھٹے بانس کی آواز میں ترنم کے ساتھ غزل پڑھنا شروع کر دی۔

دلِ ناداں تجھے ہوا کیا ہے

دانت کے درد کی دوا کیا ہے

ارے یہ تو غالب کا مصرعہ ہے۔ سامعین بھڑک اٹھے۔

کیا نام بتایا۔ غالب! اماں — ! آپ حضرات کو اس کا علم ہی نہیں میں پہلے اس نام سے شاعری کیا کرتا تھا۔

یہ سنتے ہی سامعین کا ہنستے ہنستے برا حال ہو گیا۔ اور چچا بڑی ڈھٹائی سے غزل پڑھتے رہے اور ایک کے بعد دوسری غزل بھی شروع کر دی۔

زہر ہے، بھوت ہے قضا ہے عشق

سچ تو یہ ہے بری بلا ہے عشق

ارے مصرعہ ثانی مومن کا ہے۔ ایک منچلے نے جو سامنے ہی بیٹھا تھا ٹوک دیا۔

مومن — چچا چونکے۔

ابے کمبخت — تو میں کیا تمہیں کافر دکھائی دیتا ہوں۔

چچا کی ڈھٹائی اور حاضر جوابی سے شور اور ہوٹنگ میں مزید اضافہ ہو گیا۔ اور تیسری غزل کے لیے چچا نے جیب میں ہاتھ ڈالی تو ہماری جان ہی نکل گئی۔ دفعتاً مجھے ایک ترکیب سوجھی اور میں نے انہیں ایک بہانے سے اسٹیج سے باہر لانے میں کامیاب ہو گیا اور چائے پیش کر کے ان کی غزلوں اور انداز بیان نیز ترنم کی تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے ملانا شروع کر دیے چچا اپنی تعریف سن کر غبارے کی طرح پھول گئے اور ہماری جان میں جان آئی۔ ساتھ ہی ساتھ ایک اچھا مشاعرہ کا قتل ہوتے ہوتے بچا۔

ایک بار مجھ پر یرقان کا شدید حملہ ہوا ڈاکٹروں کی ہدایت پر بازار سے کچھ مخصوص پھل اور سبزی لیے گھر آ رہا تھا کہ راستے میں اچانک چچا مل گئے۔

ارے یہ کیا واہیات سبزیاں کھا رہے ہو — خیریت تو ہے۔

میں نے کہا۔ یرقان کا حملہ ہوا ہے ڈاکٹروں نے یہی کھانے کی ہدایت کی ہے۔

ڈاکٹروں کی ایسی تیسی۔ سچ مچ یہ کیسا زمانہ آگیا ہے ڈاکٹروں کو مریضوں سے قطعی ہمدردی نہیں رہی۔ اس سے تو صحت پر برا اثر پڑے گا۔ اور صحت کے مزید خراب ہونے کا احتمال ہے۔ تم بیماری کی ذرہ برابر فکر نہ کرو۔ اور آلو کا استعمال کثرت سے کرو۔ اور آلو پر ایک سیر حاصل تقریر کر ڈالی۔ آلو خدا کی ایک بہترین نعمت ہے۔ آلو غذا کے ساتھ ساتھ ایک بہترین

اسمبلی میں کچھ افسروں کی عارضی اور بعض کی مستقل تقرریوں کا مسئلہ پیش ہوا۔ ایک ممبر نے اس مسئلے پر تقریر شروع کی تو حزبِ مخالف کے ایک ممبر نے اسے ٹوکتے ہوئے کہا "آپ کیا تقریر کریں گے آپ کو تو یہ بھی پتہ نہیں کہ عارضی اور مستقل میں کیا فرق ہے۔" "جی مجھے معلوم ہے" پہلے نے کہا "میں تقریر کر رہا ہوں یہ عارضی ہے اور آپ گدھے ہیں یہ مستقل ہے۔"

دواہی ہے۔ یہ ہماری کم نصیبی ہے جو ہم اس کے فوائد سے نا بلد ہیں اور اسے حقیر جانتے ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ آلو برقان کی تیر بہدف دوا ہے۔ اور باتوں ہی باتوں میں میرا تمام پھل بکتے ہوئے صاف کر دیا کہ آلو کو چھوڑ کر تمہارے لیے تمام پھل نقصان دہ ہیں۔

چچا کی باتوں کا مجھ پر کچھ ایسا جادو ہوا کہ ڈاکٹروں کی تجویز کردہ تمام دوائیاں اور پھل طاق پر رکھا ان کے کہے پر کچا، پکا، ابلا ہوا، بھنا ہوا آلو کا کثرت سے استعمال کیا نتیجے میں ہاسپیٹل میں پناہ لینی پڑی۔ ورنہ آلو نے مجھے ہی اُلٹا کھا لیا ہوتا۔

غصہ تو بہت آیا لیکن چچا کی بزرگی کا خیال تھا اس لیے ضبط کرنے کے سوا چارہ بھی نہیں تھا۔ لہٰذا دوسرے دن میں نے چچا کو مزہ چکھانے کا فیصلہ کیا اور صبح صبح نکل پڑا راستے میں چچا مل گئے اور حسب معمول مجھے دیکھتے ہی ٹوک دیا۔

ارے یہ صبح صبح کہاں کی تیاری ہے؟

آج ذرا کلکتہ جا رہا ہوں۔

خیریت تو ہے۔ آخر کونسی بپتا آن پڑی ذرا میں بھی تو سنوں ——— !

آفس میں کچھ ضروری کام کرنے ہیں۔ میں نے نہایت متانت سے کہا۔

اوہو ——— تم ہی عمر کے چھوکرے ٹھہرے تمہیں بھلا ان آفسوں کا کیا تجربہ مجھے کہا چاہیے تھا کلکتے کا کون سا آفس ہے جہاں میری شناسائی نہیں ——— اور ساتھ ہو لیے۔ چونکہ میرا منشا بھی تھا لہٰذا میری مراد پوری ہوتی نظر آئی۔

کلکتہ پہنچ کر سب سے پہلے ہم نے ایک اچھے ہوٹل کا انتخاب کیا اور خوب ڈٹ کر کھایا پیا دو سو پچھتر روپے کا بل ہوا آج تو چچا کے چہرے سے لسانت ٹیک رہی تھی اور میں دل ہی دل میں خوش تھا۔ لہٰذا موقع غنیمت جان کر سگریٹ لینے کے بہانے ہوٹل سے جو باہر نکلا تو سیدھے گھر کی راہ لی اور چچا ہوٹل میں میرا انتظار ہی کرتے رہ گئے ——— شام کو جو چچا سے ملاقات ہوئی تو سوچا آج چچا مجھے دیکھتے ہی برس پڑیں گے۔ لیکن خلاف توقع ان کے ہونٹوں پر تبسم تھی۔ میرے استفسار سے پتہ چلا کہ میں جلدی میں اپنی گھڑی ہوٹل ہی میں چھوڑ آیا تھا جو ان کے لیے زرضمانت ثابت ہوئی اور میں شرمندہ ہو کر اپنے خالی ہاتھ کو تکتا ہی رہ گیا

(کلکتہ سے نشر)

قیوم بدر

۱۱۔ بھرو بارد روڈ بی۔ ایل ۵

ڈاک خانہ جگتا دل، ضلع ۲۴۔ پرگنہ ۱۲۵ ۷۴۳

ایک ڈاکٹر کی کلینک کی انتظار گاہ میں آویزاں تختی۔

خواتین سے التماس ہے براہ کرم یہاں تبادلہ علامات نہ کریں

اندھیرا غنیمت

کے پی سکسینہ

اس شام سارے محلے کی لائن فیوز تھی شاید مرزا میاں کی ڈیوڑھی بھی اندھیرے میں ٹپ تھی اور ایک ذرا سی شمع مہینے کی آخری تاریخ کو بچے ہوئے آخری روپے جیسی ٹمٹما رہی تھی۔ اندر سے [illegible] کی آواز آ رہی تھی مرزا شاید اندھیرے میں ٹٹول رہے تھے [illegible] آہستہ سے [illegible] تو گویا باہر گرتی میں [illegible] آ گیا۔ پہلے میں سمجھا شاید میں نے ہی غلط دروازے پر [illegible] دی۔ جب مرزا اندر سے غرا کر کہنے لگے تو یقین ہوگیا کہ ڈیوڑھی انہی کی ہے۔ مرزا ابھی [illegible] بقید حیات [illegible] کئی کنستر اندھیرے میں لانگھتے ہوئے اور کئی کئی چارپائیوں کے تلے سے گذرتے ہوئے مرزا [illegible] ہوئے اور کوڑے دان سے جھانک کر پوچھا "لو! [illegible]! میں نے [illegible] اور [illegible] میاں کی [illegible] میں ہوں اور [illegible] کھڑا ہوں!"

"بجلی چلی گئی ہے کیا؟" میں نے نامنہ سے پوچھا

"جی نہیں متواتر آ رہی ہے۔ صرف مجھے ہی شوق چرایا ہے کہ میں اندھیرے میں انگلی پر چمگادڑ جیسا الٹا لٹکا رہوں" مرزا کچھ یوں جھٹکے گویا ناماشنی کے گہرے سمندر سے وہیل مچھلی اچھلی ہو۔

پاس پڑوس اندھیرے میں ڈوبا ہوا اپنا ہی چہرہ ٹٹول رہا تھا۔ مجھے لگا جیسے میں ایک اندھیری گپھا میں آ پھنسا ہوں جس کا دوسرا سرا ابھی ایجاد ہونا باقی ہے مرزا ایک بار کلیجے تک کی رطوبت کھینچ کر اندھیرے میں اتنی زور سے کھانسے کہ کالونی کے درختوں کی جڑیں تک ہل گئیں۔ پھر ایک عجیب قسم کی گھرگھراہٹ پیدا کرتے ہوئے بولے ——— "چلی گئی ہے جب پوچھتا ہوں کہ آئی ہی کب تھی جو چلے جانے کا غم ہو۔ ابا صاحب نے فون ٹھونکا تھا، معلوم ہوا کہ کھمبے کی اونچائی پہ کوئی ٹرانسفارمر یا الساہی کوئی برقی تھرمامیٹر خراب ہے جب ٹھیک ہو جائے تب آئے گی۔ ٹھیک کب ہوگا میں نے ڈرتے ڈرتے سوال کیا۔ مرزا نے اندر کتنی میل گہری ٹھنڈی سانس کھینچی پھر بولے۔ جب کھمبے کا موڈ ہوگا۔ بجلی سے کوئی کینسر کا مرض نہیں کہ جلدی ٹھیک ہو جائے گا۔ کاش میں ابتدائی دور کے انسان کی طرح بوزنہ ہوتا تو لپک کر کھمبے پر چڑھ جاتا اور خود ٹٹول لیتا کہ اس ٹرانسفر..... یا جو کچھ بھی اسے کہتے ہوں... اس کا کون سا پیچ ڈھیلا ہے۔ کمبختوں کی ہر شام بھک سے اندھیرا ہو جاتا ہے اور آدمی اپنی ہی پرچھائیں دیکھنے کو ترس جاتا ہے" مرزا اندھیرے میں لڑکھڑائے اور میں نے ایک دھیمی سی جھنکار سن کر اندازہ لگا لیا کہ مرزا کا پاؤں کتے کی زنجیر میں الجھ گیا ہے۔ سنبھل کر خود کو زنجیر سے آزاد کرتے ہوئے بولے۔ اف۔ خدا جانے کہاں کہاں پھنس رہا ہوں اس اندھیرے میں تمہیں ہی کہاں دیکھ پا رہا ہوں [illegible] شمع کی روشنی میں صرف پرچھائیں نظر آ رہی ہے کہ کوئی منحوس دو پایہ کھڑا ہے میری ہنسی چھوٹ گئی۔ مرزا کا پارہ تھرمامیٹر سے باہر آ گیا۔ جھلا کر بولے۔ خبردار جو ہنسے! اندھیرے میں کوئی ہنستا ہے تو مجھے جنات کا اندیشہ ہوتا ہے۔ خدا جانے روشنی لانے والے کیا کر رہے ہیں جانے کب تک آئے گی؟ تمہاری ہنسی کی قسم سکسینہ میں نے عہد جوانی میں تمہاری بھاوج کے میکے سے لوٹنے کی اتنی دعائیں نہیں مانگیں جتنی اب کھمبے کے دوبارہ روشن ہونے کی مانگ رہا ہوں، یا خدا!... روشنی دے!"

"آ جائے گی مرزا صاحب! تم اندھیرے میں بہت جلد اچکنے لگتے ہو مشین ہے..... کبھی خراب بھی ہو سکتی ہے۔ کوئی تمہارا دماغ تو ہے نہیں کہ متواتر کرنٹ بدتمیزی جاری رہے!..... بجلی کی آمد و رفت کا یہ کھیل گاہے بگاہے ہوتا نہ رہے تو تمہیں بجلی والوں کی اہمیت کا خاک اندازہ ہوگا؟..... آخر پریشانی کیا ہے؟ اندھیرے میں چپ چاپ سانس روکے پڑے رہو اور اپنے ذہن کے محرابوں پر خیالی قندیلیں روشن

کرتے رہو۔ تم پھڑپھڑانے بھی بہت جلد لگتے ہو۔"

...... کیا...... کیا فرمایا؟ اندھیرے میں میں پھڑپھڑانے لگتا ہوں؟ اب آپ کی طرح پرندہ تو ہوں نہیں جو اندھیرے میں خوش رہتا ہے۔ اب آپ دیکھئے تاکہ جیوں ہی لائٹ آئے گی ایک طوفان اٹھ کھڑا ہوگا۔ وہ یوں کہ میں اور تمہاری بھاوج اچھے بھلے کھانا کھانے بیٹھے تھے کہ بجلی چلی گئی۔ گھپ اندھیرے میں دھوکے سے ان کی کٹوری کا شوربہ بھی میں سپوڑ گیا میری مونگ کی دال کی کٹوری ادھر سرک گئی۔ کئی نوالے اپنا منہ سمجھ کر وہ مجھے کھلا گئیں۔ اب جو روشنی آئے گی تو آخر ایک ایک نوالے کا حساب ہوگا نا؟ لعنت ہے اس اندھیرے پر۔ اس سے تو دادا کے ٹائم کی لالٹین اچھی تھی، اپنا نوالہ اپنے ہی منہ میں کھاتے تھے اب کہنے کو اتنے بلب...... یعنی کہ وہ تمہارے برقی قمقمے لگے ہیں مگر سب آنکھیں موندے جانے کس خیال میں ڈوبے بیٹھے ہیں۔ جانے کس لائن میں کرنٹ دوڑے گی؟...... ان خاموش کھمبوں کی نگاہوں میں امید کے آثار ڈھونڈنے میں کب تک ڈھونڈتا رہوں۔

"بھئی مرزا تمہارے محلے میں آئے دن یہ ہی شکایت لگی رہتی ہے۔ کیا کبھی آتی ہی نہیں؟"

"آئے چاہے نہ آئے۔ بل تو پابندی سے آتا رہتا ہے ہم اس بل کی رقم کی روشنی اور گرمی ہی سے میں سمیٹ لیتے ہیں کہ نہ جانے کب اندھیرے میں ضرورت پڑ جائے۔ ویسے دن میں آتی ہے دن بھر سڑک کے سارے بلب جلتے رہتے ہیں اور شام ہوتے ہی اپنا فرض ادا کر کے سو جاتے ہیں۔ دن میں ابا صاحب کے وہاں سے فون لگوایا جاتا ہے کہ بھئی لائٹ بجھوا دیجئے.. بس مرزا!...... یہ ہی تم لوگوں کی زیادتی ہے جب دن میں تمہارے حصے کی جل چکی تو پھر شام کو کیوں جلے گی؟...... ایک تمہیں ہی سرخاب کے پر لگے ہیں کہ ہر وقت روشن رہیں؟...... آخر کھمبوں کی لائن کو بھی آرام چاہئے۔ بہتر ہے کہ تم لوگ کھانا پینا نہانا سونا اور عشق وغیرہ دن میں ہی نپٹا لیا کرو۔ اس طرح شام کا گھپ اندھیرا چین سے بسر کر سکو گے۔ کاش میرے محلے میں یہ سہولت فراہم ہوتی تو میں چوکیدار کو بھی ہدایت کر دیتا کہ دن میں ہی پہرہ دے لیا کرے دن اور رات میں کوئی فرق نہیں ہوتا مرزا صرف نظر کا دھوکہ ہے۔"

اتنا سنتے ہی مرزا اندھیرے میں اچھلے اور نہ جانے کس برتن میں پاؤں پھنسا کر چیخے —— لکڑے بازی بند کرو!...... کاش اس وقت ذرا سی بھی روشنی ہوتی اور میں تمہارا وجود دیکھ پاتا تو ٹکٹ لگی ہوئی وہ رسید عطا کرتا کہ تمہاری طبیعت روشن ہو جاتی۔ غنیمت یہ ہی ہے کہ تم مجھے نظر نہیں آ رہے ہو، صرف آواز سے اندازہ لگا رہا ہوں کہ تم، تم ہو۔ کیا سمجھے؟ متواتر ٹیوب لائٹ میں رہ کر تم بھلا اندھیرے کا کیا اندازہ لگا سکتے ہو

محلے والوں نے کئی عرضیاں بھیجیں کہ خدارا ہمیں اندھیرے میں چہرے پہچاننے کا موقع دیجئے...... ایک آدھ قمقمہ ہی روشن کر دیجئے...... مگر نہیں اس قدر بھائی چارہ ہے کھمبوں میں کہ ایک ساتھ آنکھیں موند لیتے ہیں۔ پرسوں شام نایاب خاں کا اکلوتا ننھا بچہ اندھیرے میں غڑاپ سے کھلے مین ہول میں جا گرا۔ کچھ مہربانی مین ہول کی کچھ بجلی کے کھمبوں کی...... بچے کو اندر طلب کر لیا۔ کچھ لوگوں کا کہنا تھا کہ یہ مین ہول سیدھے عرب ہی میں کھلتا ہے چنانچہ کچھ لوگ لالٹین لے کر جغرافیے کی کتاب کی مدد سے عرب ساگر کی جانب موٹر کار سے روانہ ہو گئے۔ دو نوجوان منہ میں ٹارچ دبا کر مین ہول میں اتر گئے۔ بچہ برآمد ہوا۔ غنیمت تھی کہ زیادہ ٹوٹا پھوٹا نہیں تھا۔ ٹنکچر آیوڈین سے مرمت ہو گئی۔ اسی شام شہر باجی کی ایک خدر کا مدانی والی جوتی اندھیرے میں جانے کدھر جا گری......

اس کے عوض میں جو کبھی ایک پاؤں میں استعمال ہوتی اور دوسرے میں ہوائی چپل پہن کر کام چلا رہے ہیں۔ تم نہیں سمجھو گے سکینہ...... جوتا پہننے والا ہی جانتا ہے کہ کون سی کیل کہاں چبھ رہی ہے۔"

"مرزا ناراض ہو گئے۔ تم چلنے بہت جلد لگتے ہو...... جانے تم نے بلیک آؤٹ کے دوران کیسی کیسی قلابازیاں کھائی ہوں گی۔ کیا ذرا سا اندھیرا برداشت نہیں کر سکتے؟...... ظاہر ہے کہ روشنی کی لکیر گم ہوتے ہی چہرے اجنبی ہو جاتے ہیں...... اس میں ہڑبونگ کیسی......"

"جی ہاں! ذرا قریب تشریف لائیے تو میں پوچھوں کہ کہاں کہاں پاؤں پڑتا ہے اندھیرے میں۔ بس محلے میں تو روشنی ہونے پر بھی سارے چہرے اجنبی نظر آتے ہیں، میں پوچھتا ہوں کہ اگر ہزاروں تار اور سیکڑوں کھمبے ڈیوٹی پر تعینات ہیں مگر مرزا کی گلی کے لوگ ایک دوسرے کا چہرہ پہچاننے کو ترس رہے ہیں...... کیا ہمارے محلے میں ایسا جاذب نظر کوئی چہرہ نہیں ہے دیکھنے کا شوق ہو؟...... اُف! کیا مجبوری ہے؟ ادھر تو بیگم ہمیں تلاش کر رہی ہیں کہ ہم کہیں اندھیرے میں کسی ڈرام یا بکس میں نہ سما گئے ہوں...... ادھر ہم بیگم کو تلاش کر رہے ہیں کہ جانے کہاں فرنیچر میں اٹکی پڑی ہیں —— ان کی آنکھوں کی دو ڈبیاں یوں ہی کافی لو —— ہے۔ دن میں بھی سمجھانا پڑتا ہے کہ یہ خربوزہ ہے انگور نہیں ہے!...... ادھر آپ چلے آئے زخموں پر نمک پاشی کرنے! یہ نہ ہوا کہ اپنے وہاں سے جلتا ہوا ایک لیمپ لے آتے۔ اب خیریت اسی میں ہے کہ جس طرح اندھیرے میں لڑھکتے ہوئے تشریف لائے ہیں...... اسی طرح مجھے ٹٹولتے ہوئے محلے سے باہر ہو جائیے۔

اندھیرا غنیمت جان کر میں کھسک آیا۔ اندھیرے لیمپ پوسٹ کی پرچھائیں کو سکینہ سمجھ کر مرزا دیر تک دل کی بھڑاس نکالتے رہے۔ مین روڈ تک آتے آتے میں تو دیکھ جوتا سنبھال سنبھال کر رکھ رہا تھا کہیں کسی خوشحال فارغ البال مین ہول کے نذر ہو گیا تو سمندر پار سے گھر خط بھیجنا ہوگا کہ میں اطمینان سے دوسرے ملک میں پہنچ گیا ہوں۔ کھلی سڑک پر آکر میں نے ایک نظر مرزا کی گلی پر ڈالی! واہ!...... بلبوں کی آنکھوں کے ڈورے آہستہ آہستہ سرخ ہو رہے تھے جیسے دودھ بھری کٹوریوں میں کالا جو کے پھول تیر رہے ہوں روشنی ابھی اتنی کم تھی کہ بلب بمشکل تمام کسی نئی نویلی دلہن کی طرح آہستہ آہستہ پلکیں کھول رہے تھے۔ شرم و حجاب کا یہ انوکھا برقی انداز دیکھ کر مجھے آنجہانی فراق گورکھپوری یاد آ رہے تھے جنہوں نے شاید کسی ایسے ہی لیمپ پوسٹ کو دیکھ کر کہا تھا

[illegible]
زہے جمال گدگدائے جس کو
کچھ نہ پوچھ اس لاجونتی کی حیا
شرماتے ہوئے بھی شرم آئے جس کو

کے. پی. سکسینہ (آکاشوانی لکھنؤ سے نشر)
[illegible] گوئن روڈ، گولہ گنج، لکھنؤ

ایک خاوند بیوی کو چھوڑ کر گھر سے چلا گیا۔ بیوی نے مقدمہ دائر کیا کہ اس کا خاوند گھر سے بھاگ گیا ہے۔ پولیس نے اسے ڈھونڈ نکالا، مجسٹریٹ نے اس سے پوچھا:
"کیا تمہیں معلوم نہیں کہ گھر سے بھگوڑا ہونا جرم ہے۔"
"حضور، خاوند نے کہا
"میں بھگوڑا نہیں پناہ گزین ہوں"

بور —— بور اس شخص کو کہتے ہیں جو آپ کو اپنے متعلق وہ باتیں سنانی شروع کر دے
جو آپ اپنے متعلق اسے سنانا چاہتے ہیں۔

ادبی چمچے

نعمان ہاشمی

چمچوں کی بہت ساری قسمیں ہوتی ہیں۔ جیسے پیتل کے چمچے، اسٹین لیس اسٹیل کے چمچے، المونیم کے چمچے، پلاسٹک کے چمچے اور گوشت پوست کے چمچے۔ آخرالذکر چمچے پر شاید آپ کو یقین نہ آئے لیکن حقیقت تو یہی ہے کہ سب سے زیادہ غیر یقینی۔ قابلِ یقین چمچے یہی ہوتے ہیں۔ غیر یقینی اس لیے کہ ان کے کردار پر اعتبار نہیں کیا جاسکتا۔ اور قابلِ یقین اس لیے کہ ان کے وجود سے انکار ممکن نہیں۔ ذہنی رجحانات کی بنا پر انہیں کئی خانوں میں رکھا جاسکتا ہے۔ مثال کے طور پر سیاسی چمچے، سماجی چمچے، مذہبی چمچے، تعلیمی چمچے، اور ادبی چمچے وغیرہ۔ لیکن پیشے کے لحاظ سے سبھی چمچے ہوتے ہیں۔ اور چونکہ یہ گوشت و پوست کے متحرک چمچے ہوتے ہیں اس لیے انہیں کسی ایک خانہ میں مقید نہیں کیا جاسکتا۔ یہ باورچی خانہ، زنان خانہ، مہمان خانہ، کتب خانہ اور سے خانہ ہر جگہ صاحب چمچہ کے ساتھ خواجہ سرا کی طرح جی حضوری میں لگے رہتے ہیں اور ناز برداری سے لیکر جوتا برداری تک کے فرائض انجام دیتے ہیں۔ بس یہ خواجہ سرا والی صفت ہی انہیں دوسرے مردوں سے الگ رکھتی ہے۔ اس کے علاوہ چند اوصاف ایسی ہیں جو سبھی متحرک چمچوں میں لازمی طور پر یکساں پائی جاتی ہیں اور جن کے بغیر یہ چمچے بن ہی نہیں سکتے۔ خودداری، دیانتداری اور وفاداری جیسے الفاظ ان کے کردار کی لغت میں ہوتے ہی نہیں ہیں۔ اس کے برعکس بے حیائی، بے وفائی، بے اعتنائی اور دروغ گوئی ان کے فن کو فروغ دیتے ہیں۔ دوسرے چمچوں پر انشاءاللہ پھر کبھی روشنی ڈالوں گا۔ ابھی تو آپ صرف ادبی چمچوں سے متعلق چند باتیں سماعت فرمایئے۔

صاحب چمچہ ایک ایسا پیالہ ہوتا ہے جس کے ارد گرد مختلف چمچے چکر لگایا کرتے ہیں۔ اگلے وقتوں کی طرح اب نہ تو صاحبان چمچے رہے اور نہ ہی چمچے۔ شہنشاہیت کے دور میں جو چمچے جس پیالے سے منسلک ہوتے تھے انہیں پیالوں کے ساتھ چمچوں کی پشت در پشت گزر جاتی تھی۔ لیکن جمہوریت کے اس دور میں کوئی بھی پیالہ پانچ یا دس برسوں سے زیادہ چمچوں کے بوجھ کو برداشت نہیں کرسکتا ہے۔ اور پیالوں کے قلاش ہوتے ہی چمچوں کو دوسرے لبریز پیالوں کی تلاش شروع کرنی پڑتی ہے۔ حالات کی ان تبدیلیوں نے ادبی پیالوں اور چمچوں دونوں کو بہت متاثر کیا ہے۔ پچھلے ادوار میں میرؔ، غالبؔ، ذوقؔ، انیسؔ، دبیرؔ اور آتشؔ وغیرہ ایسے ادبی پیالے گزرے ہیں جو قطرہ میں دجلہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اور اپنی زندگی تک برابر لبریز رہے۔ اور ان سے منسلک چمچے تازندگی فیض یاب ہوتے رہے۔ لیکن ان دنوں تو کوئی بھی ادبی پیالہ قابلِ اعتبار نہیں۔ خواہ رسالہ دار پیالہ ہو، افسانہ دار پیالہ ہو، مشاعرہ مار پیالہ ہو یا رنگ دار پیالہ ہو۔ پائدار پیالہ کوئی نہیں۔ اس کی واحد وجہ جو میری سمجھ میں آتی ہے وہ پیالوں کا غیر خالص پن ہے۔ ملاوٹ کے اس دور میں شاید ہی کوئی ادبی پیالہ اپنی صنف کا خالص پیالہ ہو۔ اسٹینو کم۔ ٹائپسٹ کی طرح آجکل کے قریب قریب سبھی فنکار افسانہ نگار۔کم۔ نقاد یا شاعر کم۔ نقاد بن جاتے ہیں۔ یہاں شاید آپ کو یہ اعتراض ہو کہ افسانہ نگار یا شاعر اور نقاد کے درمیان انگریزی کے 'کم' کا استعمال درست نہیں۔ تو اس سلسلے میں میں یہ واضح کر دوں کہ میں نے انگریزی کا 'کم' نہیں بلکہ اردو کا 'کم' استعمال کیا ہے۔ اور اسی لفظ سے میرے خیالات کی وضاحت بھی ہو جاتی ہے۔ افسانہ نگار۔کم۔ نقاد اور شاعر۔کم۔ نقاد سے مراد یہ ہے کہ جب کوئی افسانہ نگار یا شاعر، نقاد بھی بن جاتا ہے تو اس کی تخلیقی صلاحیت کم ہو جاتی ہے اور وہ افسانہ نگار یا شاعر کم رہ جاتا ہے، نقاد زیادہ ہو جاتا ہے۔ ایسی حالت میں بیچارے چمچوں کو پیالوں کی نقاہت کا احساس ہونے لگتا ہے اور اپنی ہلاکت نزدیک نظر آنے لگتی ہے۔ وہ جس پیالے اعلیٰ افسانہ دار یا مشاعرہ مار سمجھ کر قریب ہوئے تھے ان پیالوں نے انہیں فریب دے دیا تھا اور اب ان پیالوں میں تخلیقی نرم و نازک پودوں کی جگہ تنقیدی کیکٹس نظر آرہے تھے۔ چمچے خود کو بے بس محسوس کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں اور پھر کسی خالص فنکار کی تلاش میں زندہ لاش بن جاتے ہیں۔ لیکن خالص نام کی کوئی شے اس دور میں کہاں میسر۔

اکثر یہ بھی ہوا ہے کہ چمچوں نے جن پیالوں کو اپنا قبلہ و کعبہ سمجھ رکھا۔ اور عرصہ تک جن کی قدم بوسی کرتے رہے۔ جن کی ہر تخلیق پر 'آہ' کی جگہ بھی "واہ واہ!" کے نعروں سے اپنے گلے پھاڑتے رہے اور اپنی خداداد تخلیقی صلاحیت کو چولہے بھاڑ میں لگاتے رہے۔ وہ جب کبھی "کل ہند" ادبی سیمینار میں تشریف لے جاتے اور اپنے اپنے پیالوں کو وسیع ٹیبل پر تلاش کرتے تو کہیں ان کے پیالے نما نظر نہیں آتے۔ رومال سے اپنی آنکھیں پونچھتے چشمے کے شیشے صاف کرتے اور پھر ٹیبل کو ایک سرے سے دوسرے سرے تک بغور دیکھ جاتے لیکن بے سود۔ ان کے عظیم پیالوں کا کہیں وجود نہیں۔ آخر جب ان کے چہروں سے مایوسی برسنے لگتی تو کوئی ان پر ترس کھاکر ان کے پیالوں کی نشاندہی کرتا۔ اور تب یہ دیکھ ان کی حیرت کی انتہا نہیں رہتی کہ ان کا عظیم پیالہ ایک بڑے پیالے کے قدموں میں چمچہ بنا پڑا ہوا ہے۔ اور تب وہ دل ہی دل میں یہ سوچنے لگتے کہ سمجھا تھا غیرہ جسے وہ تمباکو نکلا۔ لیکن مصلحت کا تقاضہ یہی تھا کہ وہ بھی اپنے اپنے چمچہ نما پیالوں کی خدمت گزاری میں لگ جائیں، لہٰذا وہ بھی اپنے اپنے چمچے نما پیالوں کی قدم بوسی میں مصروف ہو جاتے۔ اور جب بڑا پیالہ ان کے متعلق دریافت کرتا تو بتایا جاتا کہ یہ آپ کے چمچوں کے چمچے ہیں۔ تب بڑا پیالہ فخریہ مسکراہٹ کے ساتھ خاموش ہو جاتا۔

اس دور کے فیشن نے بھی چمچوں کے لیے بہت ساری دشواریاں پیدا کر دی ہیں۔ جدید ادب باضابطہ ایک تحریک کی دین ہے۔ جو اہل قلم اس تحریک کے موجد یا معاون رہے ہیں ان کی تو خیر کوئی بات ہی نہیں ہے۔ لیکن بہت سارے رجعت پسندوں اور ترقی پسندوں نے بھی اسے فیشن کے طور پر اپنانا شروع کر دیا ہے۔ جس کی وجہ سے چمچوں کو بڑی مشکل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ان کے پیالوں میں جب اچانک جدید برگد کا پیڑ آ ٹپکا تو اس کی تاب نہ لاکر پیالہ پھیل کر قاب بن گیا اور چمچے اِدھر اُدھر لڑھک گئے۔ ایک دو چمچے جو پھیلاؤ کی صلاحیت رکھتے تھے وہ پھیل کر 'نچہ' بن گئے اور قاب سے منسلک ہو گئے۔ باقی چمچے دوسرے پیالوں کی تلاش میں نکل گئے۔

یوں تو سبھی قسم کے پیالوں کے گرد کچھ نہ کچھ چمچے ضرور رہتے ہیں۔ لیکن سب سے زیادہ چمچے رسالہ دار اور مشاعرہ مار پیالوں کے گرد ہوا کرتے ہیں۔ مشاعرہ مار پیالوں کے گرد اس لیے کہ انہیں پیالوں کی نظرِ عنایت سے کلام بھی ملے گا اور مشاعروں میں دام کے ساتھ ساتھ اونچا مقام بھی۔

رسالہ دار پیالہ اگر مالدار بھی ہے تو پھر اسے چمچوں کی کمی نہیں۔ چمچے تو بلا وجہ اپنا وقت ضائع نہیں کرتے ہیں۔ رسالہ میں چھپتے چھپلتے بھی ہیں اور مفت میں کھاتے بھی ہیں۔ چائے کی ہر چسکی کے ساتھ غیر معیاری رسالہ کی چٹکی لیتے ہوئے اسے معیاری ہونے کی سند عطا کرتے ہیں۔ اور نافہم رسالہ دار پیالہ آہستہ آہستہ دیوالیہ ہوتا جاتا ہے۔

(پٹنہ سے نشر)

سی آئی ڈی انسپکٹر نے اپنی جوان بیٹی سے جو کالج میں زیر تعلیم تھی پوچھا:
"میں نے آج شام تمہیں ایک نوجوان کے ساتھ باغ میں دیکھا تھا۔ وہ کون تھا؟"
بیٹی نے جواب دیا میں اس کا نام معلوم نہیں کر سکی لیکن آپ فکر نہ کریں میں نے اس کے پاؤں کا نشان دیکھ لیا تھا۔ اس نے جو تحفہ دیا ہے اس پر اس کی انگلیوں کے نشان ہیں اور وہ میرے سامنے آئے تو میں اسے شناخت کر سکتی ہوں۔"

اسپ تازی

شمیم یزدانی

گیدڑ کو شہر کی طرف بھاگتے ہم نے دیکھا تو نہیں لیکن سنا ضرور ہے اور یہ کوئی ضروری نہیں کہ ہر سنی سنائی بات پر آنکھ بند کر کے یقین کر ہی لیا جائے۔ ویسے اگر کوئی صاحب — جنہوں نے گیدڑ کو شہر کی طرف بھاگتے دیکھا ہو، دو معتبر گواہوں کے روبرو وثوق کے ساتھ یہ کہہ سکیں کہ وہ واقعی اپنی موت کی تلاش میں شہر کی طرف بھاگا تھا تو اس مسئلہ پر از سر نو غور کیا جا سکتا ہے۔

ہاں — ہم نے ایک صاحب کو جو ہمارے بڑے قریبی پڑوسی ہیں اور جن کو بظاہر دوسرا کوئی غم نہیں ہے بکری پالتے ضرور دیکھا ہے لیکن ہم ان کے احسان مند ہیں کہ انہوں نے اپنی بکری کی رسی کبھی اتنی ڈھیلی نہیں چھوڑی کہ وہ پڑوسیوں کے گھر جھانکتی پھرے اور اسی لئے اُن صاحب کے بکری کے ساتھ جو بھی نجی تعلقات ہوں ان کی گہرائی میں خود جھانکنے یا دوسرے پڑوسیوں کو جھانکنے دینے کے بھی ہم خلاف ہیں۔

لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ دوسروں کے معاملے میں اعتراض کرنے کے جملہ حقوق سے ہم قطعی دست بردار ہو چکے ہیں۔

اب دیکھئے — ہم کو اپنے ایک عزیز دوست ڈاکٹر عظمت پر یہ اعتراض ہے کہ انہوں نے ایک سیکنڈ ہینڈ کار خرید کر اپنے مریضوں اور واقف کاروں کو غم روزگار کی ایک نئی قسم سے متعارف کرانے کی سعی بلیغ فرمائی ہے اور اس میں سو فیصدی کامیاب بھی رہیں۔

آپ سوچتے ہوں گے کہ ڈاکٹر موصوف سے ہمارا کوئی لاگ ڈانٹ کے قسم کا معاملہ ہے ورنہ ان کے "با کار" ہونے پر ہمارے اعتراض کی کیا تک تک ہے؟ لیکن ذرا ٹھہریئے۔ قبل اس کے کہ آپ ہماری شرافت کے سلسلے میں کوئی اور مخالفانہ خیال دل میں لائیں، بطور تمہید ہم سے ایک لطیفہ سنتے چلئے تاکہ آپ کو کار کے جغرافیے کے ساتھ ہی اس کی شانِ نزول سے بھی واقفیت ہو جائے اور اپنی نجیب الطرفین شرافت کے دفاع میں ہم کو بھی آسانی ہو۔

لطیفہ یوں ہے کہ ایک نئے نئے گھوڑ سواری کے شوقین صاحب نے کسی بہت ہی سیانے گھوڑوں کے دلال سے ایک عدد گھوڑا خرید فرمانے کی خواہش ظاہر کی۔ شرائط یہ تھیں کہ گھوڑا خوبصورت، قدآور، کم قیمت اور اچھی نسل کا ہو۔ دوسرے ہی دن دلال نے صاحب موصوف کو فون کیا کہ آپ کی خواہش کے عین مطابق ایک گھوڑا مل گیا ہے اس سے پہلے کہ وہ ناقدروں کے ہاتھ پڑ جائے آپ فوراً مجھ سے ہوٹل اشار میں مل کر معاملات طے کر لیجئے۔ صاحب موصوف نے صوفے کی سیٹ اتنی پھرتی کے ساتھ چھوڑی کہ دیکھنے والے کو یہ گمان گزرا کہ شاید ناوقت نیچرل کال نے صدر دروازے پر دستک دی ہے۔ کمال پھرتی سے وہ اچھلے اور فون کا چونگا پٹختے ہوئے ہوٹل اشار کی طرف بھاگے۔ ہوٹل کے دروازے پر ہی دلال کی مسکراہٹ نے ان کا شاندار استقبال کیا۔ بات کرنے سے پہلے خوشگوار ماحول بنانے کی خاطر جوش میں انہوں نے ایک زوردار ناشتے کا آرڈر دے دیا۔

ناشتے کے دوران وہ دلال سے کرید کرید کر گھوڑے کی مطلوبہ خصوصیات کے بارے میں معلومات حاصل کرتے رہے اور عالم تصور میں خود کو گھوڑے پر بیٹھ کر سرپٹ بھاگتے دیکھ کر محظوظ ہوتے رہے۔ دلال مسکرا مسکرا کر اُن کے شوق و خیال کے اسپ کو اور مہمیز کرتا رہا لیکن اپنی ناشتہ کرنے کی اسپیڈ سے پل بھر کے لئے بھی غافل نہ ہوا۔ ناشتے سے فارغ ہو کر ۲۵ روپیہ کا بل علاوہ ٹپ کے ادا کر کے وہ نکلے اور کوئے جاناں یعنی کوئے اسپ کی طرف ٹیکسی پر چل پڑے۔ راستہ میں اپنی تشفی کے لئے انہوں نے دلال سے پوچھا۔

"بھئی گھوڑا خوبصورت ہے نا؟"

دلال نے جواب دیا: "جی حضور! بہت ہی خوبصورت۔ دیکھ کر خوش ہو جائیں گے آپ!"

وہ پھر گویا ہوئے: "اور — قد کیسا ہے؟"

"ارے صاحب بڑا قد آور ہے" دلال نے مسکرا کر ہاتھ سے اس کی اونچائی بتائی۔

ان کا تجسس پھر بگٹٹ بھاگا "اور نسل؟"

"عالی جناب اب تو آپ خود ہی چل رہے ہیں دیکھ لیجئے گا خالص اسپ تازی ہے، مگر حضور..." دلال کچھ کہتے کہتے رُک گیا۔

صاحب موصوف نے اپنی کنوتیاں کھڑی کرتے ہوئے دلال کی ہمت بندھائی یہ سوچ کر کہ شاید قیمت کے بارے میں کوئی پس و پیش ہو۔

"ہاں ہاں۔ بولو بولو۔ مگر کیا؟"

دلال نے ہاتھ جوڑتے ہوئے جواب دیا: "حضور گستاخی معاف۔ بس ذرا مر گیا ہے!"

تو صاحب آدمی انتہائی سمجھدار تھے انہوں نے مزید کچھ پوچھنے کے بجائے چلتی ٹیکسی سے باہر چھلانگ لگا دی اور خالص اسپ تازی کی اسپیڈ سے بغیر کسی ٹوٹ پھوٹ کے گھر آ کر دم لیا۔

یہ تو ہوا جملۂ معترضہ — لیکن بھلا ہو ہمارے ڈاکٹر عظمت کا کہ انہوں نے غالباً اسی گھوڑے کی چھوڑی ہوئی گھاس کی دو چار خوراکیں بغیر پرچۂ ترکیب استعمال پڑھے خود بھی کھالی تھیں کہ وہ ایک ایسی ہی اسپ تازی قسم کی کار کو خرید لائے اور اپنی جگہ یہ سوچ کر خوش بھی ہوتے رہے کہ

> "بہت سے بچوں کو نفسی تجزیہ کرنے کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ نہلانے کی رسم پتھر کے زمانے بلکہ اس سے بھی بہت پہلے زمانے کی یادگار ہے۔ جبکہ اس کرۂ ارض پر صرف پانی ہی پانی تھا۔ آہستہ آہستہ اس پانی میں مچھلیاں مینڈک، گھڑیال اور مگرمچھ پیدا ہوئے اور تخلیق حیات کے مختلف منازل طے کرتے ہوئے مختلف انواع ارتقائی درجوں کے بعد انسان کی موجودہ صورت کو پہنچے۔ چنانچہ آج بھی بیسویں صدی کا بچہ جب ٹب میں پڑے پڑے چلا اٹھتا ہے تو یقیناً پانی کے ٹھنڈا ہونے کی شکایت نہیں کرتا بلکہ اُس آبی زمانے کی وحشی رسم کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرتا ہے جس کے نام سے ڈارون کا نام ہمیشہ کے لیے وابستہ ہے۔"
>
> کرشن چندر کی 'غسلیات' سے

انھوں نے بیچنے والے کو کراری چوٹ دیدی ہے۔ کار لانے کے بعد۔۔۔ ڈرائیونگ سیکھنے سے لائسنس ہوانے کے مختصر عرصہ میں وہ اتنے خوش رہے کہ کتنے ہی مریضوں کو اپنی ذاتی ذمہ داری پر انھوں نے علائق دنیا سے آزاد کرا دیا اور بالآخر ایک عدد کار کو باضابطہ اپنی تحویل میں لے لیا۔

کار کے سلسلے میں اپنی مالکانہ ذمہ داریوں کو پورا کرنے کے لئے دو عدد نئے سوٹ سلوانے کے ساتھ ہی گردن کو ایک ادائے خاص سے خم کر کے متوقع سلاموں کا جواب دینے کی پریکٹس نے ان کی میڈیکل پریکٹس کے ساتھ جو رقیبانہ برتاؤ کیا اس کو انھوں نے بڑی خندہ پیشانی کے ساتھ برداشت کیا۔

ایک بار کا قصہ ہے کہ کلینک جاتے ہوئے ان کو راستے میں ایک بہت ہی عزیز دوست مل گئے۔ دوست کو چونکہ اس کار کے جلال و جمال کا بیشتر تجربہ ہو چکا تھا اس لئے لفٹ کی پیشکش سے بچنے کی خاطر وہ تقریباً دوڑ کر کار کے قریب آنے سے پہلے ہی ایک گلی میں مڑ جانا چاہتے تھے تاکہ کار کے گذر جانے کے بعد وہ پھر صراطِ مستقیم پر گامزن ہو سکیں۔ لیکن آپ تو جانتے ہی ہیں کہ ہاتھی مرا سہی پھر بھی سوا لاکھ ٹکے کا تو ہوتا ہی ہے۔ کار نے ان کو اس وقت جا پکڑا جب لب بام محض دو چار ہاتھ ہی رہ گیا تھا ڈاکٹر صاحب نے بڑے دوستانہ لہجے میں پکارا۔

"اماں اسلم صاحب۔ کیوں پیدل رپٹ رہے ہو بھائی۔ آؤ میں راستے میں تمہیں اتار دوں گا۔"

اسلم صاحب نے پسینہ پونچھتے ہوئے اور تھوک نگلتے ہوئے بڑی انکساری سے جواب دیا "شکریہ عظمت بھائی۔ دراصل مجھے ذرا جلدی آفس پہونچنا ہے" اور یہ کہتے ہوئے ڈاکٹر صاحب کے مزید اصرار سے بچنے کے لئے وہ پہلے سے تاکی ہوئی تپلی سی گلی میں مڑ کر کار کی کشش ثقل سے باہر ہو گئے اتنے ہی میں کار کا انجن بند ہو چکا تھا۔ ڈاکٹر صاحب کی ہر ممکن سرجری کے باوجود کار کے تن مردہ میں دوبارہ سانسوں کی آمد و رفت جاری نہ ہو سکی۔ آخر کار چند راہ گیروں نے بطور کار ثواب ان کی مدد کی اور ایک ڈیڑھ فرلانگ ڈھکیلے جانے کے بعد ہی کار دوبارہ چلنے کے موڈ میں آئی۔

کار میں بیٹھنے سے بچنے کے لئے واقف کاروں نے وہ راستہ ہی چھوڑ دیا تھا۔ جس سے گزر کر ڈاکٹر صاحب اپنے کلینک جایا کرتے تھے۔ ایک شخص نے تو حلفیہ بیان دیتے ہوئے یہاں تک کہا کہ اس کو اس لطیفہ پر پہلے یقین نہیں آیا تھا جس کے مطابق کسی شخص نے اپنا پیچھا کرتے ہوئے بیمہ ایجنٹ سے بچنے کی خاطر عالم اضطراب میں ایک کنویں کے اندر چھلانگ لگا دی تھی لیکن ڈاکٹر صاحب کی کار سے جان بچا کر بھاگتے وقت جب اس شخص کے دل میں بھی یہی خواہش پیدا ہو گئی تو اس کو اس لطیفہ کی حقیقت پر ایمان لانا ہی پڑا۔

دروغ برگردن راوی ۔۔۔ لیکن ایک معتبر شخص سے روایت ہے کہ کسی خوش قسمت مریض نے ڈاکٹر موصوف کو اپنے غسل صحت کے موقع پر معہ اہل و عیال ناشتے پر مدعو کیا۔ ڈاکٹر صاحب مع ایم، بی، ایس یعنی میاں، بیوی بچوں سمیت اس کارِ خیر میں شرکت کے لئے ٹھیک وقت پر اپنی کار سے چل پڑے۔ اس کار کی "مدد کاری" ملاحظہ ہو کہ اس نے ان کو شام کے ناشتے کے بجائے رات کے کھانے کے وقت دفتر پہونچایا بہر حال۔ میزبان شریف آدمی تھے انھوں نے یہ سوچا کہ بغیر کھانا کھائے ڈاکٹر صاحب اگر واپس جاتے ہیں تو یہ نابکار کار پتہ نہیں ان کو تہجد کے وقت گھر پہونچائے گی یا فجر کے وقت اور اتنی معصوم جانوں کے ساری رات بھوکا رہنے کا عذاب بلاوجہ ان کے کھاتے میں لکھا جائے گا۔ انھوں نے دال، لیا جو کچھ میسر آیا سب کو کھلا کر سرخروئی حاصل کی۔

اڑی اڑی ایک خبر یہ بھی ملی ہے کہ ایک بار بے چارے ڈاکٹر صاحب کسی مریض کو دیکھنے کے لئے اپنی کار سے تشریف لے گئے۔ پتہ نہیں ملک الموت زیادہ عجلت میں تھے یا وہ مریض خود عاقبت باندیش کہ ڈاکٹر صاحب کے پہونچنے سے پہلے ہی وہ دوا اور دعا دونوں سے بے نیاز ہو گیا۔ جب وہ واپس اپنے کلینک لوٹے تو چھوڑے ہوئے مریضوں میں سے چند عقلمند مریض ملک الموت کو جل دے کر دوسرے ڈاکٹر کے یہاں جا چکے تھے اور باقی ماندہ نہایت خشوع و خضوع کے ساتھ بارگاہ رب العزت میں اپنے اگلے پچھلے گناہوں کے لئے توبہ استغفار میں مصروف تھے۔

روز بروز کار کی قوت حیات میں کمی ہی آتی گئی۔ ادھر تو ایک عرصہ سے یہی دیکھا جا رہا تھا کہ ڈاکٹر صاحب کے اسپتال پر کم اور اپنے میکنک کے اسپتال پر زیادہ کھڑی رہتی تھی۔ ہارن کی تو خیر اس کو پہلے بھی ضرورت نہ تھی۔ اس کے انجن سے جو ڈسکو موسیقی پھوٹتی تھی اس سے انسان تو انسان راہ چلتے جانور تک وجد میں آ کر دوڑنے لگتے تھے۔ خصوصاً کتے تو کمال خوش الحانی سے اس کی شان میں قصیدہ پڑھتے ہوئے کئی کئی فرلانگ اس کے ہم رکاب ہو جاتے۔ لیکن اپنے نٹ بولٹوں کی مدد سے جلترنگ بجاتی ہوئی کار شانِ بے نیازی سے چلتی رہتی۔

ڈاکٹر صاحب کا زیادہ وقت کار کی نازبرداری میں گزرنے کی وجہ سے ان کی بیگم کی واقعی حق تلفی ہو رہی تھی اسی وجہ سے بیگم کے تعلقات کار سے سوتیا ڈاہ کی سرحدوں پر تھے۔ پانی تو سر سے اس دن اونچا ہوا جب کار کی کج ادائیوں کے سبب گاڑی چھوٹ جانے سے وہ مائکے نہ جا سکیں۔ خیر واپسی میں گھر پر جو حشر اٹھا وہ ناگفتنی سمجھ کر آپ خود اندازہ لگا لیں لیکن اس حادثہ کے ایک ہفتہ کے اندر ہی، ڈاکٹر صاحب کے علم میں لائے بغیر اس کار کے جملہ حقوق مالکانہ بحکم بیگم ایک کباڑیے کو منتقل ہو چکے تھے۔ اس کباڑیئے کے خلق اللہ پر اس احسانِ عظیم میں تو خیر بیگم بھی ففٹی ففٹی کی شریک تھیں۔ لیکن اپنے گناہوں کی ساری گرانباری کے باوجود وہ کباڑیہ بھی صرف اسی کارِ خیر کے طفیل، باغ ارم میں ایک عالیشان محل کے پریزرویشن کے جملہ حقوق اپنے نام لکھوا چکا ہوگا۔ (گورکھپور سے نشر)

شمیم یزدانی

اسٹار میڈیکل اسٹور۔ میاں بازار، گورکھپور۔

غالب جدید شعرا کی ایک مجلس میں

کنہیالال کپور کی تحریر

م۔ن۔ ارشد : اب میں ہندوستان کے مشہور شاعر پروفیسر غیظ سے درخواست کروں گا کہ وہ اپنے تازہ افکار سے ہمیں نوازیں۔

پروفیسر غیظ : میں نے تو کوئی نئی چیز نہیں لکھی۔

میراجی : تو پھر وہ نظم سنا دیجیے جو پچھلے دنوں ریڈیو والوں نے آپ سے لکھوائی تھی۔

پروفیسر غیظ : آپ کی مرضی۔ تو وہی سن لیجیے۔ عنوان ہے "لگائی"

فون پھر آیا دل زار! نہیں فون نہیں
سائیکل ہوگا، کہیں اور چلا جائے گا
ڈھل چکی رات، اترنے لگا کھمبوں کا بخار
کمپنی باغ میں لنگڑانے لگے سرد چراغ
تھک گیا رات کو چلا کے ہر ایک چوکیدار
گل کرو دامن افسردہ کے بوسیدہ داغ
یاد آتا ہے مجھے سرمہ دنبالہ دار
اپنے بے خواب گھروندے ہی کو واپس لوٹو
اب یہاں کوئی نہیں، کوئی نہیں آئے گا

ایکسیوزمی غالب

حامد ربانی

ابھی ہم تلملان سنبھال کر غیب سے کسی خیال کے امپورٹ ہونے کا انتظار ہی کر رہے تھے کہ دروازے پر کسی نے نوک کیا، دروازہ کھولا تو ایک بڑا اسمارٹ قسم کا نوجوان جس کی فرنچ کٹ داڑھی اس کے چہرے پر بہت ہی بھلی معلوم ہو رہی تھی۔ امریکن جین، لکھنوی کرتے اور کولھاپوری چپل پہنے ہوئے اندر آنے کا منتظر تھا۔ آنکھوں پر ڈارک گلاسز کی وجہ سے ہمیں پہلی نظر میں اس کی شخصیت کو مشتبہ نظر آئی۔ ہم ابھی پہچاننے کی کوشش ہی کر رہے تھے کہ اس نوجوان نے بڑی پھرتی سے اپنا ہاتھ جیب سے نکالا اور ریوالور کا رخ ہماری طرف کرتے ہوئے کہا۔

"ہینڈز اپ" ہم نے فوراً حکم کی تعمیل کی لیکن ساتھ ہی ہوش و حواس یکجا کر کے پوچھا۔

"آپ کی تعریف؟" ادھر سے جواب ملا۔

وہ "پوچھتے ہیں کہ غالب کون ہے۔ کوئی بتلاؤ کہ ہم بتلائیں کیا۔"

"اوہ آئی سی۔ کہیں چچا غالب تو نہیں ہیں آپ؟"

اتنا سنتے ہی بڑی گرم جوشی سے ہمیں تما چچا غالب نے ہم سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا۔

"ہاؤ ڈو یو ڈو مسٹر ا۔ ن۔"

ہم نے احتجاج کیا۔ "ہم ا۔ ن نہیں ہیں مسٹر غالب ہمارا نام ربانی ہے۔"

"او کے او کے۔" غالب کا لہجہ خالص امریکن تھا۔

ہم نے کہا "یادداشت آخر یہ کیا غلط گردی ہے۔"

"نیور مائنڈ۔ ہم پہلے فریش ہوگا پھر تم کو سب بات برابر بولے گا۔ باتھ کا ڈکیا کوئی ہے تمہارا دلی شہر میں؟ کوئی کولڈ ڈرنک ملے گا؟"

ہم نے کہا "صراحی کا پانی چلے گا۔"

بولے "فرج نہیں ہے؟"

ہم نے کہا "غالب صاحب پر ہیز کے گن گاتیے اور صراحی کا پانی پیجئے۔ یہ ہندوستان ہے۔"

"لاؤ، یار، کچھ بھی لاؤ۔" چچا غالب نے صراحی منہ کو لگاتے ہوئے کہا۔

نہا دھو کر غالب فارغ ہوئے تو ہم نے پوچھا "آخر یہ کیا ماجرا ہے؟ یہ کیا حلیہ بنا رکھا ہے؟"

بولے "ہماری لائف کا پورا کہانی تو تم خوب جانتا ہے کہ دلّی میں ہمارا ٹائم کتنا بور گزرا ہے۔ ایک ہمارا دل تھا اور ایک تمہارا دلی ہے۔ وینڈرفل وانڈرفل! کاش ہم ڈی ڈی اے کی دلی میں پیدا ہوتے ہوتے۔ بڑے بدنصیب تھے کہ مغلوں کی دلی میں پیدا ہوئے۔ اوے خدا قسم ہم جب دیکھتا ہے کہ کوئی ینگ مین اپنی گرل فرینڈ کو کمر سے چپکائے موٹر سائیکل پر بھاگا جا رہا ہے تو ہمارے دل پر سانپ لوٹ جاتا ہے۔ ان رقیبوں سے کہیں بھی چھٹکارا نہیں۔"

یہ کہہ کر غالب صاحب نے ایک بڑی یخ بستہ سانس لیا۔

ہم نے کہا "لیکن انکل غالب آج کل تو آپ کی شاعری کی دھوم سارے جہاں میں ہے۔"

"ارے یہی سب دیکھنے تو ہم ادھر آیا ہے۔ تم بھی کیا یاد کرے گا کہ ایک انٹرنیشنل شاعر تمہارے گھر میں موجود ہے۔"

"قطع کلام معاف ہو غالب صاحب۔ آپ کی انٹرنیشنل عظمت مسلّم۔ ہم تو آپ کو جھوٹ میں مہمان بنانے کو ہرگز تیار نہیں۔ اگر آپ پیئنگ گیسٹ بن کر رہنا چاہیں تو چشم ما روشن دل ما شاد۔ اور اگر کہیں تو دلی کے کسی بھی فائیو اسٹار ہوٹل میں آپ کے لیے ڈبل سوٹ بک کرا دیں۔ وہاں جیسی پانچ ستاروں والی لذتیں اور آسائشیں آپ کو اردو کے اس مغلوں و غریب از دور کی کُٹیا میں کہاں میسر ہوں گی۔ اس وقت جو آپ کے رنگ ڈھنگ ہیں ان سے صاف پتہ چلتا ہے کہ آپ کو امپورٹیڈ وہسکی، شیمپین اور اعلیٰ قسم کے سگریٹ کی لت ضرور پڑ گئی ہوگی۔ ہم آلو بھولے کھانے آپ کو چائنیز فوڈ کہاں سے فراہم کریں گے۔ اور ہاں ڈیئر غالب جی سوئمنگ پول میں نہانے کی لذت ہمارے جنتا باتھ روم میں آپ کو کہاں نصیب ہوگی۔ اچھا چھوڑیئے یہ مسئلہ تو بعد میں طے ہوتا رہے گا کہ آپ کہاں قیام کریں گی فی الحال آپ کی جو ہیئت کذائی ہے اس سے تو یہی اندازہ ہوتا ہے کہ یا تو آپ امریکن کاؤ بوائے ہیں یا اسمگلر ہو سکتے ہیں۔ اماں آپ کی یہ امیج تو ذہن میں کبھی ابھری ہی نہ تھی۔"

"ویل! آپ ٹھیک سمجھا۔ دراصل ہم ابھی امریکا، رشا، کناڈا اور انگلینڈ ہوتا ہوا دلی پہنچا ہے۔ تم کو معلوم ہے کہ اپنا طبیعت شروع سے ہی بڑا سیلانی ہے۔ تم نے اگر پڑھا ہو تو ہم نے اپنے ایک لیٹر میں کہیں لکھا ہے کہ ہمارا جی چاہتا ہے کہ ہم مصر جائیں نجف جائیں اور شیراز جائیں سو ہم گھاٹ گھاٹ کا پانی پیتا پھرتا ہے۔"

"یہ تو سب ٹھیک ہے مسٹر غالب۔ آپ کا حلیہ تو بگڑا سو بگڑا لیکن یہ آپ کی زبان کیوں بگڑ گئی! بالکل کسی اینگلو انڈین کی طرح بات کرتے ہیں آپ۔"

"بات دراصل یہ ہے کہ ہم اتنا فارن کنٹریز گھوما ہے کہ اپنی زبان ہی بھول بیٹھا۔ اب کچھ دن آپ کی کمپنی میں رہے گا تو کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔"

"ارے غالب صاحب ہمارے حال پر رحم کیجئے کوئی اور ٹھکانہ ڈھونڈ لیجئے۔ اس دلی میں تو ایک سے ایک غالبیا پڑا ہے۔ آپ کے اشارے کی دیر ہے۔ آپ کے چاہنے والے تو آج کل بڑی بڑی کوٹھیوں کے مالک ہیں۔ اور بہت بڑی تعداد میں ایسے لوگ بھی ہیں جو آپ کو غالب کے نام سے پکارتے ہیں۔ اور چچا آپ کو سن کر بہت خوشی ہوگی آپ کی غزلوں کے کیسٹ حسینوں کے بیڈ روم تک پہنچ گئے ہیں۔ آپ کی قسمت تو یہ نہ تھی کہ وصال یار ہوتا لیکن وصال یار کے طالب کتنے ہی جوان دل اور پری چہرہ لوگ آپ کے کلام کو ٹی وی اور اسٹیج پر بڑے فخر سے پیش کرتے ہیں۔ آپ کی شاعری پر انٹرنیشنل سیمینار ہوتے ہیں۔"

"بس بس اپنی تقریر بند کرو۔ مردہ غالب کے پجاری زندہ غالب کو لفٹ تو دے نہیں سکتے۔ آج ایرپورٹ پر ایک بڑا غالبیا مل گیا تو اس نے سیدھے منہ بات تک نہیں کی۔ کہنے لگا کون غالب کیسا غالب۔ بس مجھے یوں ہی بے نام رہنے دو۔ تم خود مجھے پیئنگ گیسٹ بنانا چاہتا ہے۔ شرم تم کو مگر نہیں آتی۔"

"لیکن غالب صاحب ہم آپ کے اخراجات کیسے برداشت کر سکتے ہیں۔"

"دیکھو میں فکر کا کوئی بات نہیں۔ ہمارے پاس بہت ڈالر ہیں۔"

"کوئی نمبر دو کا مال تو نہیں ہے؟"

"اوہ نو۔ یہ ہمارا حق حلال کا کمائی ہے۔ ہم نے فارن کنٹریز میں کئی پروگرام دیے۔ ریڈیو ٹاک، انٹرویو، ٹی وی پروگرام۔ وہ لوگ ہم کو زندہ اور مردہ دونوں مانتا ہے۔ وہ لوگ تو یہی بولتا تھا کہ اگر تم ادھر ہوتا تو ہم تمہارا ۲۸ فلور والا مقبرہ بنواتا۔ اور تمہارے مزار پر ڈیلی صبح شام اسکاچ وہسکی اور شیمپین کا اسپرے کراتا۔ اور مائی ڈیر میزبان آپ کو یہ جان کر بے حد خوشی ہوگی کہ ہمارے بدیشی پرستاروں نے ہماری تمام غزلوں کے ڈسکو کیسٹ بنوا دیئے ہیں۔ ہم جب ہالی وڈ گیا تو وہاں کئی فلموں کے کنٹریکٹ سائن کیے۔ وہاں پبلک جب ہمارے شعر انگلش اسٹائل میں پڑھتا ہے تو سن کر مزہ آ جاتا ہے۔ تو تم بھی سنو:

یہ نہ تھی ہماری کیسٹ کہ وصال یار ہوتا
اگر اور جیتے رہتے یہی انتظار ہوتا ... "

• سبحان اللہ! ڈسکو اسٹائل نے اس شعر کو کتنی بلندی پر پہنچا دیا ہے۔ غالب صاحب وہ جو کسی شاعر نے کہا ہے ناکہ

اسے فلک تو بھی بدل کہ زمانہ بدل گیا
یا چلو تم ادھر کو ہوا ہو جدھر کی

مطلب ہمارے کہنے کا یہ ہے کہ جب آپ نے اپنی شخصیت کو ڈسکو میں تبدیل کر لیا تو ہند و پاکستان کے عوام کے سامنے بھی آپکا یہی روپ آنا چاہیے۔ ہم چاہتے ہیں کہ فلم مرزا غالب کو ماڈرن طریقے سے فلمایا جائے۔ بالکل بمبیا ٹائپ سے۔ کاسٹ بھی پبلک ڈیمانڈ کے مطابق ہو۔ وہ بھی کوئی فلم تھی۔ نہ ڈِھشوں ڈِھشوں۔ نہ گبر سنگھ کی طرح کے ڈائیلاگ۔ نہ زینت امان کا کوئی پارٹ۔ نہ ڈیگری رنگ مین کی کوئی ایکٹنگ۔ نہ ہیلن کا کیبرے۔ کیا بور فلم تھی۔ حد تو یہ کہ کوئی ہیروئین تک اس میں نہیں تھا۔ یہی فلم اگر ہالی وڈ میں بنتی تو پھر دیکھتے۔ بات یہ ہے غالب صاحب! جس زمانے میں آپ پر فلم بنی، سنسر والے اسوقت بہت خدا ترس قسم کے لوگ ہوا کرتے تھے۔ آپ تو بہت ہی سیکسی قسم کے شاعر ہیں نا۔ اب تو سنسر والے بھی صاحب نظر ہو گئے ہیں لہذا ضرورت اس بات کی ہے کہ فلم مرزا غالب کو شعلے اور بوبی کی طرح ہٹ بنانے کے لیے امتیابھ بچن یا جیکی شروف کو غالب کا رول دیا جائے اور امجد خاں کچھ اس طرح کے ڈائیلاگ ادا کرتا نظر آئے "ہینڈز اَپ۔ ہم سے کھل جاؤ بوقت مے پرستی ایک دن۔ ورنہ تم پری زادوں کی کھال میں مار مار کر ہم بھس بھر دیں گے"۔ یا "اُن پری زادوں سے لیں گے ہم خلد میں انتقام۔ اگر قدرت حق سے ہم دلن واں ہو گئے" کہئے کیا خیال ہے کامریڈ غالب۔ اور گانے بھی آپ کی اس فلم کے ایسے ہونے چاہئیں جو ہندوستان کے بچے بچے کی زبان پر عام ہو جائیں۔ اب یہ بھی کوئی گانا ہے:

نکتہ چیں ہے غم دل اس کو سنائے نہ بنے

بچے تو بچے فقیر بھی ایسی غزلیں اس لیے نہیں گاتے کہ ان کی مارکیٹ ویلیو پر اثر پڑتا ہے۔

سلام عشق میری جاں ذرا قبول کر لو

کی زیادہ مانگ ہے۔ اور ہمارا تو خیال یہ ہے غالب صاحب کہ آپ اپنے دیوان کو بھی ریوائز کیجیے۔ تاکہ آپ کا کلام ابیا گروپ پوپ سنگرز کی دھنوں سے میچ کر سکے۔ بات یہ ہے انکل غالب کہ ہم لوگوں کا معیار زندگی اس قدر اونچا ہو گیا ہے کہ قریب قریب ہر چیز پر نظر ثانی کی ضرورت ہے۔ آپ نے ایک جگہ کچھ اس طرح ارشاد فرمایا ہے:

پھر اس کو چاہے ہے لب بام پر ہوس
زلف سیاہ رُخ پر پریشاں کیے ہوئے

آپ کا یہ شعر آوٹ آف ڈیٹ ہے۔ کیونکہ خواتین کی موجودہ سوسائٹی بالکل زلف لیس ہے۔ اگر کہیں زلفیں ہیں بھی تو وگ کی شکل میں ہیں۔ اب دلی کو ہی لیجئے۔ اس کے پیٹ سے ایک بہت ہی حسین و جمیل شہر نئی دہلی وجود میں آگیا ہے۔ ایک طرف قلعہ معلیٰ ہے تو دوسری طرف راشٹرپتی بھون بھی ہے۔ تسکین قلب و نظر کے لیے کناٹ پلیس اور پالیکا بازار بھی ہیں۔ بھٹیاری کی سرائے کی بجائے اشوک یاتری نواس بن گئے ہیں قطب مینار کی ہمسر بلڈنگیں بن گئی ہیں۔ آپ بلی ماران کے ایک تنگ و تاریک مکان میں بیٹھ کر چوسر کھیلتے اور جام و مینا سے دل بہلاتے رہے۔ یاد ہے جب ایک بار کوتوال شہر نے چھاپہ مار کر آپ کو جیل کی ہوا کھلا دی تھی۔ غم نہ کیجئے ہم نے بہت شاندار کلب بھی کھولے ہیں جہاں دل ناداں کو بہلانے کے لیے معقول انتظام ہے۔ شاندار ریس کورس ہے۔ جہاں گھوڑے دوڑانا بازیچۂ اطفال والی بات نہیں۔ دن رات ایک گونہ بیخودی کے لیے البتہ گنجائش نہیں ہے ہم نے ڈرائی ڈیز رکھے ہیں۔ عذر مستی رکھ کر چھیڑ چھاڑ کی اجازت بھی نہیں ہے۔ کیونکہ ایو ٹیزنگ اب ناقابل ضمانت جرم بننے جا رہا ہے۔ شوق فضول خرچی اور جرأت رندانہ آپ کو تہاڑ جیل کی ہوا بھی کھلا سکتی ہے۔ حاکم اب فرنگی نہیں کہ آپ ان کی سفارش پر وقت سے پہلے چھوٹ جائیں گے۔ آپ کی پالکی تو کسی میوزیم میں رکھی ہو گی۔ آپ حکم دیں تو آپ کے لیے ماروتی کا ربک کرا دیں۔ بہر حال غالب جی۔ اگر آپ واقعی اس کاسمو پولیٹن سٹی میں سکونت اختیار کرنا ہی چاہتے ہیں تو کل ہی آپ کو کسی پراپرٹی ڈیلر سے ملوا دیتے ہیں۔ گو اب منشی ہرگوپال تفتہ اور میر مہدی مجروح جیسے ہم نوالہ و ہم پیالہ ہم نشیں آپ کو میسر نہ آسکیں گے۔ ٹی وی اور وی۔ سی۔ آر سے دل بہلایئے۔ جگجیت سنگھ اور غلام علی کے کیسٹ سنئے۔ دل میں آئے تو کرکٹ کمنٹری سنئے۔ ذریعۂ معاش کے طور پر دلی کے کسی کالج میں اردو ڈپارٹمنٹ سنبھالئے لیکن ڈگری ہولڈر تو آپ ہیں نہیں۔ شاید کام نہ بنے۔ ٹی وی، ریڈیو اور دوسرے اردو اداروں میں بھی آپ کو کوئی گھسنے نہیں دے گا اور اگر گھس بھی گئے تو اردو والے وہ ٹانگ کھینچیں گے کہ دلی چھوڑتے ہی بنے گی۔ ظاہر ہے آپ ہارمونیم یا طبلہ بجانے سے تو رہے۔ چھولے بھٹورے بیچنا بھی آپ کے بس کی بات نہیں حالانکہ بہت نفع بخش کاروبار ہے۔ نواب رامپور کے دربار میں کسی وظیفہ کی توقع نہیں کیونکہ جب سے حکومت نے ان نوابوں اور مہاراجوں کا وظیفہ بند کیا ہے یہ لوگ آجکل خود بے روزگاری کا شکار ہو رہے ہیں۔ غالب صاحب اب تو ایک ہی راستہ ہے کہ آپ بمبئی نگریا کا ٹکٹ کٹوا لیں لیکن خیال رہے کافی کمپٹیشن ہے۔ ایک سے ایک شکیل بدایونی پڑا ہے وہاں۔ کلیان جی آنندن جی کی دھنیں سن کر گیت کے مکھڑے لکھنے پڑیں گے۔ ورنہ کوئی میوزک ڈائریکٹر گھاس نہیں ڈالے گا "آپ جیسا کوئی میری زندگی میں آئے" یا "می نے چائے پہ بلایا ہے" وغیرہ قسم کی بحروں میں گیت لکھنے ہوں گے۔ اور اگر فلمی دنیا میں بھی آپ کی دال نہ گلے تو پھر بمبئی میں زندہ رہنے کی صرف ایک صورت ہے کہ آپ کسی پکچر ہال کے سامنے کھڑے ہو کر امتیابھ بچن کی فلموں کے ٹکٹ بلیک میں بیچئے اور رات کو چوپاٹی پر بھیل پوری کھا کر سو جائیے"۔ ہمیں لگا جیسے چچا غالب ہماری ان باتوں پر (دلی کی زبان میں) شاید کھندک کھا گئے تھے۔ ہم نے عرض کیا ایکسکیوز می غالب صاحب۔ کیا طبع نازک پر خاکسار کی باتیں گراں گزری ہیں؟ غالب صاحب نے ہماری بات کا جواب دیئے بغیر اپنا جھولا اٹھایا اور یہ شعر پڑھتے ہوئے باہر نکل گئے۔

جاتا ہوں داغ حسرت ہستی لیے ہوئے
ہوں شمع کشتہ درخور محفل نہیں رہا

اور پھر ہمیں یوں محسوس ہوا کہ غالب صاحب کا وہ ہیولی جس سے ہم ہمکلام تھے دھیرے دھیرے اسی تصور میں سما گیا جو ہماری خواب گاہ میں ایک مدت سے آویزاں تھی۔

(اردو سروس سے نشر)

آتش علی چنگاری گہری نیند میں ہیں اور کوئی زور زور سے دروازہ پیٹے جا رہا ہے۔

آواز: (بدستور دروازہ پیٹتے ہوئے) آتش صاحب! آتش علی چنگاری صاحب دروازہ کھولئے .... دروازہ کھولئے .... ورنہ میں توڑ ڈالوں گا۔

آتش: (اٹھ کر بیٹھتے ہوئے جمائی لے کر) آ.... آیا .... آ.... کون ہے بھئی؟

آواز: (جھلا کر) میں ہوں اقبال ... اب اٹھیے بھی اتنی دیر سے دروازہ پیٹے جا رہا ہوں، آپ کی نیند ہے کہ ٹوٹتی ہی نہیں۔

آتش: (انگڑائی لیتے ہوئے) ہوں .... اوں .... آتا ہوں (جمائی) آ.... (بڑبڑاتے ہوئے) چلے آتے ہیں صبح صبح (دروازہ کھولتے ہیں)

اقبال: (داخل ہو کر) آدھے گھنٹے سے دروازہ پیٹے جا رہا ہوں اور آپ کے کانوں میں جوئیں تک نہیں رینگتی۔

آتش: جوئیں ہوں جب نہ رینگے (جمائی لے کر) بھئی سنا تھا اقبال ہمیشہ دیر سے آتا ہے لیکن آپ یہ سویرے سویرے کہاں سے نمودار ہو گئے؟

اقبال: (تعجب سے) سویرا؟ جناب بارہ بجنے کو ہیں اور آپ کہتے ہیں سویرا؟

آتش: بھئی بزرگ کہہ گئے ہیں جب جاگے تب اندھیرا لاحول ولا قوۃ سویرا، خیر یہ غزل سے کل رات ہی کہی ہے۔

اقبال: (ناگوار لہجے میں) میں آپ کی غزل سننے یہاں نہیں آیا۔

آتش: (سوالیہ نگاہوں سے) تو پھر؟

اقبال: میں آپ کو خبردار کرنے آیا ہوں۔

آتش: (چونک کر) خبردار؟ کیوں کیا کوئی نیا شاعر ہمارے محلے میں وارد ہوا ہے (دانت پیس کر) اس کی یہ مجال .... میں کہے دیتا ہوں اقبال صاحب ایک محلے میں ایک ہی شاعر رہ سکتا ہے۔ دوسرے کی ہرگز گنجائش نہیں۔

اقبال: (جھلا کر) پوری بات سنی نہیں اور لگے اپنی ہانکنے، جناب آپ کی اطلاع کے لئے عرض ہے کہ ہمارے محلے

الٹ پھیر

کمال احمد

میں چوری کی وارداتیں کافی بڑھ گئی ہیں۔

آتش: (چونک کر) ای..... یہ تو مجھے پتہ ہی نہ تھا . . . اور پھر مجھے فکر کس بات کی (سرد آہ) اپنے پاس ہے ہی کیا جو وہ چوری کرے گا۔

اقبال: یہی تو مزے کی بات ہے کہ یہ چوری کس کے گھر چوری نہیں کرتا۔

آتش: (حیرت سے) ایں..... اماں کیا بک رہے ہو ..... چوری نہیں کرتا۔ ؟ تو پھر چور کیسے ہوا؟

اقبال: جی ہاں ابھی تک کسی کے یہاں اس نے چوری نہیں کی، گھر کے تمام سامان، الٹ پلٹ ڈالے، نقدی زیور رات تک کو ہاتھ نہیں لگایا۔

آتش: انٹرسٹنگ ..... اچھا تو پھر؟

اقبال: (رازدارانہ لہجے میں) ایسا لگتا ہے، اس چور کو کسی خاص چیز کی تلاش ہے۔

آتش: (چونک کر) خاص چیز؟ کون سی چیز ہو سکتی ہے بھلا۔

اقبال: یہی تو پتہ چلانا ہے .... سنئے! ہم محلے والوں نے ایک فیصلہ کیا ہے!

آتش: کیا محلہ چھوڑنے کا؟

اقبال: (کھسیا کر) آپ شاعر تو بھاگنے کی ہی سوچیے ..... ہم لوگوں نے فیصلہ کیا ہے اس چور کو پکڑنے کا۔

آتش: (دلچسپی لیتے ہوئے) انٹرسٹنگ..... اچھا تو پھر؟

اقبال: آج اس سلسلے میں خورشید صاحب کے یہاں شام کو ایک میٹنگ ہے۔ آپ بھی آئیے۔

آتش: (گھبرا کر) آپ مجھے کہاں گھسیٹ رہے ہیں، میں ٹھہرا شاعر خواہ مخواہ ایک چور سے دشمنی مول لے کر کسی شاعرے میں پڑھ نہیں پاؤں گا... اس لئے بہتر ہے .....

اقبال: (غصے سے) ہونہہ بزدل کہیں کے۔ آپ اس محلے میں رہنے کے قابل نہیں۔ میں جا رہا ہوں... لیکن اس میٹنگ میں یہ بھی سوال اٹھاؤں گا کہ آپ کو اس محلے میں رہنے دیا جائے یا نہیں..... ہونہہ... (غصے میں باہر نکل جاتا ہے)

آتش: ارے سنئے، اقبال صاحب آپ تو ناراض ہوگئے ... اور ہو چلے گئے.... (ٹہلتے ہوئے) اب کیا ہوگا.... (سوچتے ہوئے) انہیں تو خیر منا لوں گا لیکن چور سے جھگڑا مول لینا ٹھیک نہیں، کیا کیا جائے..... (کچھ سوچ کر) ہاں یہ ٹھیک ہوگا... باہر دروازے پر ایک نوٹس چپکا دوں، اس سے چور کو مدد ملے گی کہ وہ مجھ غریب شاعر کے گھر اپنا وقت برباد کرنے کے بجائے کوئی دوسرا گھر دیکھے، ویسے بھی اسے کسی خاص چیز کی تلاش ہے۔ (ہمدردانہ لہجے میں) آہ کتنی محنت کرنی پڑتی ہے۔ بیچاروں کو کتنا رسک لینا پڑتا ہے، (جھرجھری لیکر) اُف... پکڑے جانے پر کیا مار پڑتی ہوگی۔ ہاں: یہی ٹھیک ہوگا..... نوٹس لگا ہی دوں..... کہاں گیا قلم آں..... یہ رہا..... اور... یہ رہا کاغذ.... ہوں .... ہوں (لکھتے ہیں) ٹھیک ہے.... آ (پڑھتے ہیں)

بھائی چور!

میں آپ کو یہ اطلاع دے دوں کہ یہ ایک نادار مفلس شاعر کا گھر ہے.... یہاں آپ کو کچھ بھی نہیں ملے گا سوائے غزل اور نظم کے.... اس لئے یہاں زحمت نہ کریں.... کوئی دوسرا گھر دیکھیں۔

ایک شاعر——

آتش: (خوشی خوشی.... نوٹس لئے نکل جاتے ہیں) اسے ابھی ہی چپکا دوں.. آں.... (وقفہ)

(رات تیز بارش میں ڈوبی ہوئی ہے.... بجلی کی چمک اور ہواؤں کے شور کے درمیان آتش کے خراٹے کی آوازیں . . . اچانک کھٹاک کی آواز ہوتی ہے جیسے کوئی کودا ہو.... آتش کی نیند ٹوٹ جاتی ہے۔)

آتش: (بری طرح خوفزدہ ہوکر) ک.... ک.... کون.... کون؟

(خاموشی چھا جاتی ہے.... بجلی کی زوردار آواز اور اس کی روشنی میں۔ ایک سایہ چلتا ہوا نظر آتا ہے۔ آتش کی گھگی بندھ جاتی ہے... ڈرتے ڈرتے آواز دیتے ہیں) کون ہے بھئی... کون ہے؟ (تھر تھر کانپتے ہوئے) کون ہیں آپ.... کیا کیا آپ چور ہیں؟ ایں اگر آپ چور ہیں تو... تو بھاگتے کیوں نہیں... میں میں.... جاگ رہا ہوں بھئی نیند میں نہیں بک رہا ہوں۔ (اچانک بتی جل جاتی ہے اور سوئچ بورڈ کے سامنے ایک لمبا تڑنگا شخص اوور کوٹ میں نظر آتا ہے)

نووارد: (ٹھہرے ہوئے لہجے میں) میں جانتا ہوں تم جاگ رہے ہو... اور تم نے ٹھیک پہچانا.... میں چور ہوں۔

آتش: (بری طرح چونک کر) ایں.... چور.... چور .... (چلانا چاہتے ہیں لیکن آواز گلے میں پھنس کر رہ جاتی ہے)

چور: پر تم اس قدر کانپ کیوں رہے ہو؟

آتش: (دانت کٹکٹاتے ہوئے) کیا چاہتے ہو تم؟ یہاں کچھ بھی نہیں ہے—

چور: (ڈپٹ کر) بیٹھو.....

آتش: اچھا..... (ڈرتے ہوئے بیٹھ جاتے ہیں)

چور: تمہاری نوٹس دروازے میں پڑھا ابھی... انٹرسٹنگ

آتش: (آہستہ دہرا کر) انٹرسٹنگ.... یعنی یہ بھی میری طرح... (چور سے) اچھا تو پھر؟

چور: مجھے دراصل کسی شاعر کے مکان کی ہی تلاش تھی۔

آتش: (حیرت سے) ایں.....

چور: ہاں! اور تمہاری دروازے پہ لگی نوٹس نے میری یہ مشکل حل کر دی۔

آتش: (روہانسا ہوکر) یعنی خود اپنے دام میں صیاد آگیا۔

چور: (مسکرا کر) بالکل

آتش: (حیرت سے) لیکن کیوں؟ تمہیں کسی شاعر کے مکان کی تلاش کیوں تھی۔ (خوفزدہ ہوکر) کیا تمہیں شاعروں سے بدلہ لینا ہے۔ (گڑگڑاتے ہوئے) بھئی میں مشاعرے میں نہیں پڑھتا.... کوئی بلاتا ہی نہیں۔ میں تو ایک گمنام شاعر ہوں۔

چور: (گمبھیر لہجے میں) مجھے دراصل کسی گمنام شاعر کی ہی تلاش تھی۔

آتش: (تقریباً روتے ہوئے) مجھے چھوڑ دو.... میں ... میں قسم کھاتا ہوں... میں شاعری نہیں کروں گا... اللہ قسم بالکل چھوڑ دوں گا۔

چور: چپ رہو! میں یہاں تمہاری شاعری چھڑانے نہیں بلکہ تمہیں شاعر بنانے آیا ہوں۔

آتش: (حیرت سے) شاعر بنانے! میں سمجھا نہیں۔

چور: (ایک کتاب پھینکتے ہوئے) یہ دیکھو۔

آتش: (کتاب لے کر) ارے یہ تو دیوان ہے... ایں اس میں تمہاری تصویر بھی ہے واہ تو کیا تم؟

چور: (سرد لہجے میں) ہاں! میں ایک شاعر ہوں۔

آتش: (حیرت سے) یعنی! تم شاعر اور چور؟

چور: (سنجیدہ لہجے میں) میں شاعری کرنے سے پہلے .... (رک کر) چوری کیا کرتا تھا۔

آتش: (جھلا کر) پہیلیاں نہ بجھواؤ... صاف صاف کہو کیا بات ہے؟

چور: (ٹھنڈی سانس بھر کر) آج سے ۵ سال پہلے جب

میں ایک معمولی چور تھا۔

آتش: تو کیا اب غیر معمولی چور ہو۔

چور: (ان سنی کرتے ہوئے) اسی طرح ایک رات میں نے غلطی سے ایک شاعر کے گھر نقب لگائی۔

آتش: (دلچسپی لیتے ہوئے) انٹرسٹنگ.... اچھا تو پھر۔

چور: اس شاعر نے مجھے پکڑ لیا اور رسیوں سے میرے ہاتھ پاؤں باندھ کر (دانت پیستے ہوئے) مجھے اپنی پوری شاعری سنا ڈالی...اف خدا کی پناہ اتنی غزلیں نظمیں اس نے سنائیں کہ میرے ہوش ٹھکانے آگئے... میں نے منت کی کہ مجھے پولس کے حوالے کر دے لیکن وہ ظالم نہیں مانا..... یہاں تک کہ صبح ہوگئی میں نے اس کے پاؤں پکڑ لئے اور کہا اب کبھی چوری نہیں کروں گا۔ (چور رک گیا)

آتش: (بچوں کی طرح خوش ہو کر تالیاں بجاتے ہوئے) واہ... واہ... اس نے بہت اچھا سلوک کیا تمہارے ساتھ.... پھر کیا ہوا؟

چور: اس نے ایک شرط رکھ کر رہا کرنے کا وعدہ کیا کہ میں چوری چکاری چھوڑ دوں اور ایک شاعر بننے کی کوشش کروں۔

آتش: (چونک کر) ایں.... ایسا کہا اس نے؟

چور: ہاں پھر اس نے اپنا بیاض مجھے دیتے ہوئے کہا کہ میں اس کے کلام کو کسی ادبی ادارے میں جمع کر دوں اور اس کی اشاعت کے لئے مالی تعاون مانگوں۔

آتش: (حیرت سے) لیکن ایسا تو وہ خود کر سکتا تھا۔ اس نے اپنی شاعری تمہارے حوالے کیوں کر دی؟

چور: یہ سوال میں نے اس سے کیا.... اس نے سنجیدگی سے کہا کہ وہ کئی بار مختلف کوشش کر چکا ہے... لیکن کہیں سے کوئی مدد حاصل نہیں ہوئی۔

آتش: (ہونٹ سکوڑ کر) اوہ.... میری طرح.... انٹرسٹنگ اچھا تو پھر...

چور: مجھے تو رہائی چاہئے تھی میں نے وہ بیاض لے لی اور ایک شاعر بننے کا وعدہ کر کے رخصت لی۔

آتش: (خوش ہو کر) واہ.... تو تم نے اس بیاض کا کیا کیا۔

چور: (ہنس کر) وہ مسودہ میں نے اپنے ایک دوست سے جس کا ایک ادبی ادارے میں عمل دخل تھا اپنے نام سے جمع کر دی... اس مجموعے کی اشاعت کے لئے مجھے پانچ ہزار روپوں کا گرانٹ دیا گیا۔

آتش: (اُچھل کر) بھئی واہ... اسے کہتے ہیں قسمت۔

چور: ہاں! میں ایک معمولی چور پانچ ہزار کی رقم میرے لئے بڑی چیز تھی۔ اب میں نے واقعی چوری ترک کر دی اور ایک شاعر بننے کی کوشش کرنے لگا... ایک کباڑیے کے یہاں سے بہت سے پرانے رسالے اور دیوان اٹھا لایا پرانی غزلوں سے ایک مصرعہ ادھر اور مصرعہ ادھر سے لے کر شاعری کرنے لگا۔

آتش: (ہنس کر) یعنی تم ادبی چور ہو گئے...

چور: ہاں میں راتوں رات شاعر بن گیا، مشاعروں میں بلایا جانے لگا آواز اچھی پائی تھی ترنم سے گانے لگا.... میری دھوم مچ گئی۔ ایک ایک مشاعرے کے ۳، ۳ ہزار روپے ملنے لگے۔

آتش: (سرد آہ بھر کر) اور ایک ہم ہیں۔ کہ
پھرتے ہیں میر خوار کوئی پوچھتا نہیں

چور: (بیان جاری رکھتے ہوئے) دیوان شائع ہو گیا، ادبی رسالوں میں خاطر خواہ تبصرے آنے لگے... ان تبصروں میں بھی میں نے اپنے وسائل اور پیسے کا استعمال کیا.... اور اسی کتاب پر ادبی ادارے نے مزید دس ہزار روپے کا انعام دیا۔

آتش: خیر سے تم اب ایک شاعر ہو، صاحب دیوان ہو، بینک بیلنس ہے..... پھر یہ چوری؟

چور: (لمبی سانس بھر کر) ہاں! اب میں اپنے پرانے دھندے میں لوٹ جانا چاہتا ہوں۔

آتش: (حیرت سے) لیکن.... کیوں؟

چور: کیونکہ چور کی زندگی خطرات سے پُر ہے... اُتار چڑھاؤ ہے۔ اور میں وہی زندگی چاہتا ہوں... یہ... یہ شاعری بہت بُری چیز ہے۔ میں نکھٹو ہوتا جا رہا ہوں۔ ...میرے ہاتھ پاؤں کام چور ہو گئے ہیں.... (جیب سے بیاض نکال کر) یہ لو میری شاعری میں چاہتا تھا کسی ضرورتمند کو یہ بیاض دے دوں اس لئے مجھے کسی شاعر کے مکان کی تلاش تھی۔ تم یہ بیاض کسی ادبی ادارے میں جمع کر دو اور دیوان چھپوا کر نام اور پیسے کماؤ۔

آتش: (برا مانتے ہوئے) واہ میں خود ایک شاعر ہوں۔ تمہاری شاعری کیوں لے لوں... میں اپنا کلام اکاڈمی میں جمع کر سکتا ہوں ہاں ایک بار ضرور ناکام ہوا ہوں لیکن ہمت نہیں ہارا۔

چور: (رنجیدہ ہو کر) نہیں دوست تم ہر بار ناکام رہو گے کیونکہ تمہارے لئے ذرائع چاہئے، رسوخ کے بنا کچھ نہیں ہوتا، (گڑگڑاتے ہوئے) اس لئے میری شاعری لے لو.... اس طرح مجھے بھی مکتی مل جائے گی۔

آتش: (چونک کر) مکتی..... کیسی مکتی؟

چور: میں نے بھی دوسرے کی شاعری کو اپنے نام سے چھپوایا تھا جس کے لئے ضمیر آج تک مجھے ملامت کرتا ہے۔

آتش: (یاد آ کر) اوہ ہاں... اچھا تو تم نے اس شاعر کا نام نہیں بتایا جس نے اپنی شاعری تمہیں دے دی ... کیا نام تھا اس کا؟

چور: (یاد کرتے ہوئے) وہ بھلا سا نام تھا.... ہاں شاد علی ناشاد۔

آتش: (چونک کر) کیا نام بتایا۔

چور: شاد علی ناشاد.... کیوں؟

آتش: (دانت پیس کر) اوہ تو وہ تم ہی ہو... نابکار.. (گرجتے ہوئے) میں میں تمہارا خون پی جاؤں گا .... مجھے تمہاری ہی تلاش تھی۔

چور: (حیرت سے) میں سمجھا نہیں۔

آتش: (جھپٹ کر گردن دبوچتے ہوئے) بدذات میں تجھے جان سے مار ڈالوں گا۔

چور: (گردن چھڑاتے ہوئے) ارے ارے چھوڑ دو میری گردن پاگل ہوئے ہو کیا؟ چھوڑ دو۔ (ایک جھٹکے سے اپنے آپ کو چھڑا کر ہانپنے لگتا ہے) یہ کیا بے وقوفی ہے... شاد علی ناشاد کون تھا؟

آتش: (سسکتے ہوئے) وہ میرے والد مرحوم تھے۔

چور: (چونک کر) ایں.... اوہ.... آئی ایم ساری۔

آتش: (سرد آہ بھر کر) وہ بیچارے اس حسرت میں مر گئے کہ ان کی زندگی میں ان کی شاعری کا چرچا ہوتا.... (روتے ہوئے) ہائے لیکن ایسا نہیں ہوا، میں ایسی غلطی نہیں کروں گا۔

چور: ہاں! ایسا نہیں ہوا کیونکہ وہ ادب کے دوسرے لوازمات سے ناواقف تھے۔ شاباش خدا حافظ۔

آتش: (رونا بھول کر) ادب کے دوسرے لوازمات.... میں سمجھا نہیں؟

چور: دیکھو شاعری کر لینا کافی نہیں مشہور ہونے کے لئے خود ڈھنڈورا پیٹنا پڑتا ہے۔ اپنے دوستوں سے اپنی شاعری اپنی شخصیت پر آرٹیکل لکھوانا پڑتا ہے، رسالوں میں، انجمنوں میں، ادبی اداروں میں رسوخ پیدا کرنا پڑتا ہے۔ اگر ایسا نہیں کیا تو تم گمنام ہی رہ جاؤ گے .... کسی کو تمہاری پرواہ نہ ہوگی۔

آتش: (آنکھیں کھل جاتی ہیں) واقعی... آج تم نے میری آنکھیں کھول دیں.. میرے والد اچھے شاعر ہو کر بھی گمنام رہ گئے کیونکہ وہ خوشامد کے سخت خلاف تھے۔ اور میں خود بھی۔ میرا ایک شعر سُنو... تمہیں اندازہ ہوگا میں کس پائے کا شاعر ہوں (مایوس ہو کر) لیکن تم نے میرا نام نہیں سُنا ہوگا.... آہا... کیا شعر کہا ہے میں نے۔

لوبان میں چنگاری جیسے کوئی رکھ جائے
یوں یاد تیری شب بھر سینے میں سُلگتی ہے

چور: (داد دے کر) بہت خوب تو آج سے تم تہیہ کر لو کہ تم ایک مشہور شاعر بنو گے.... اور اس کے لئے میں نے کچھ قیمتی مشورے اپنے اس مجموعے کے دیباچے میں دیئے ہیں... تم ان پر عمل کر کے ایک معروف شاعر بن سکتے ہو۔

آتش: (مشکور ہو کر) میں تمہاری ہدایت پر عمل کروں گا.. میں نے اپنے محسن کا نام اب تک نہیں پوچھا۔

چور: (ہونٹوں پہ انگلی رکھتے ہوئے)... چور... صرف چور.... میرا اور کوئی دوسرا نام ہو ہی نہیں سکتا۔

آتش: (تعجب سے) صرف چور۔

(مکمل سے)

آپ کی رائے

مکرمی آداب و نیاز۔
آواز کا ہر مضمون میرے دل کی گہرائی کو چھو لینے کی کوشش کرتا ہے۔
ایک شمارہ پڑھنے کے بعد دوسرے شمارے کو پڑھنے کے لئے بے چین اور بے قرار رہتا ہوں۔ یکم نومبر کے سبھی مضمون اچھے لگے۔ جسے پڑھنے کو بار بار دل چاہتا ہے۔ ہماری رائے ہے کہ آپ 'آواز' میں اور کچھ تبدیلیاں لانے کی کوشش کریں مثلاً سائنسی مضامین سوال و جواب اور قلمی دوستی وغیرہ' تو پھر پرچے میں چار چاند لگ جائیں گے۔ اور اہل ذوق بآسانی خرید کر پڑھیں گے۔ اُمید ہے کہ آپ میرے مشورے پر غور فرمائیں گے۔ خدا آواز کو ترقی کے راہ پر گامزن کرے۔

نسیم اقبال
نسیم بک ڈپو' نادر چوک' دربھنگہ'

اتنا سستا اور معیاری رسالہ نکالنے پر ہماری طرف سے مبارکباد قبول فرمائیں' رسالے کا ہر مضمون اپنے آپ میں بہت خوب ہے۔ افسانے عزیز ہیں۔ اور بہت سے معلوماتی مضامین جو ایک پرچے میں ہونا چاہئے۔ وہ سبھی چیزیں مجھے 'آواز' میں پڑھنے کا پہلی بار موقع ملا۔ اور میں 'آواز' کا شیدائی ہوں۔ خدا اس رسالے کو نظر بد سے بچائے۔

محمد پرویز راہی
دربھنگہ ۴ - ۸۴۶

مکرمی! آداب!
۱۶ سے ۳۰ نومبر کا آواز ملا۔ سرورق دیکھ کر ہی طبیعت خوش ہو گئی۔ سکلتہ کے تمام شعراء کا کلام بے حد پسند آیا۔ دھرتی کیرالا کی' کے ایل سہگل اور معین الدین حارث پر بڑے مفید مضامین پڑھنے کو ملے۔ آکاشوانی ناگپور سے اردو پروگرام "محفل" کی فہرست کئی شماروں سے غائب ہے۔

نثار اختر انصاری
ایڈیٹر' ہمہ گیر' مومن پورہ چوک
ناگپور ۴۴۰۰۱۸

مکرمی! تسلیم!!
"آواز" کی میں مسلسل قاری ہوں۔ یکم نومبر کے شمارہ میں جناب سید احمد قادری کا افسانہ پڑھ کر میں متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکی۔ دورِ حاضر کی جیتی جاگتی حقیقت کو سید احمد قادری نے افسانہ کا روپ دے دیا ہے۔ اتنا کامیاب اور پراثر افسانہ لکھنے پر سید احمد قادری تک میری مبارکباد ضرور پہنچا دیں۔

شبلا نگار شمسی
قطب الدین لین' باقر گنج' پٹنہ ۴

" آواز" بڑی پابندی وقت سے مل جاتا ہے۔ اس کے تمام مشتملات خوب سے خوب تر ہوتے ہیں۔ یکم نومبر کے "آواز" میں مطبوعہ سید احمد قادری کا افسانہ "لمحوں کی بازگشت"، دل کو چھو لینے والا افسانہ ہے۔ عصرِ حاضر کی جس صورتِ حال کو سید احمد قادری نے پیش کیا ہے' اس میں وہ بے حد کامیاب ہیں۔

سرفراز احمد
قاضی محلہ' شیرگھاٹی' گیا

"آواز" یکم نومبر میں ایک خط سید جمشید حسن' بھاگلپور' کے نام سے شائع ہوا ہے۔ کیا کچھ انہوں نے کہا ہے۔ کیا کیا دعاوی پیش کئے ہیں۔ محترمہ فرخ شہناز کی کن باتوں پر انہیں اعتراض ہے اور خود ان کی باتوں میں تضادات ہیں' یا یہ کہ محترمہ فرخ شہناز نے میرے یا بھائی مناظر عاشق کے سلسلے میں جو کچھ لکھا' ان میں حقائق کی روشنی میں کتنی سچائیاں مضمر ہیں اور خود جمشید صاحب کی باتیں اس خط کی کس طرح تائید کرتی ہیں۔ ان باتوں سے مجھے کوئی مطلب نہیں ہے۔ اور نہ اس سے ہی کوئی مطلب ہے کہ مناظر عاشق صاحب نے اپنے مضمون میں مجھے کیا مقام عطا کیا۔ وغیرہ وغیرہ؛
ہاں مجھے دو باتوں کا جواب دینا ہے اور بالخصوص ایک بات۔ یوسف جمال اور خالد رحیم صاحبان کے سلسلے میں مجھے علم نہیں ہے کہ ان دو حضرات نے مظہر امام صاحب یا کرامت علی کرامت سے تلمذ کا شرف حاصل کیا یا نہیں کیا۔ لیکن جہاں تک میرا سوال ہے مظہر بھائی اور کرامت بھائی تو خیر اگر عزیزم جمشید حسن دنیائے ادب کے کسی شاعر و ادیب (سوا میرے والدِ بزرگوار حضرت نازش سہسرامی علیہ الرحمہ) کے سلسلے میں اس بات کا ثبوت فراہم کر دیں کہ اصلاح تو دور کی بات' میں نے کبھی اس سے مشورہ بھی لیا ہو تو نہ صرف یہ کہ میں ان کا شکر گذار رہوں گا بلکہ ہمیشہ ہمیش کے لکھنے اور پڑھنے کا مشغلہ ترک کر دوں گا۔ انہیں شاید اس کا علم نہیں ہے کہ اور لوگوں کی طرح ادب ہمارے لئے پیشے کی حیثیت نہیں رکھتا ہے بلکہ ہم پر سینہ بہ سینہ وارد ہوا ہے۔

باز نعمت ہائے پیرِ خود پسندہ کردہ ایم
نیست مارا حاجت آمرزش آمرزگار

کرشن موہن اور آزاد گلاٹی یقیناً سینئر شعراء ہیں (عتیق احمد عتیق نہیں) لیکن آزاد غزل کے تجربے میں وہ یوسف جمال' خالد رحیم اور عین تابش سے جونیئر ہیں۔ تیسری بات یہ کہ عزیزم جمشید حسن یہ کیونکر سمجھتے ہیں کہ مناظر عاشق ہرگانوی کو ہسار' میں شعراء کی آزاد غزل شائع فرما کر ہمت افزائی فرماتے ہیں۔ انہیں اس کا بھی علم نہیں کہ ان کے رسالے میں میری جو چیزیں شائع ہوئی وہ ان کی خواہش اور ان کے اصرار پر 'شاعر' کے ضخیم نمبر میں میری آزاد غزل شامل نہیں ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ نمبر کے اعلان کے بعد ناچیز نے اپنی تخلیق خود سے بھیجنا پسند نہیں کیا۔ اور بھیجتا بھی تو شاید آزاد غزل نہیں کیونکہ میں اب اس صنف کے ارتقاء کے امکانات سے مایوس ہو چکا ہوں اور نہ صرف یہ کہ میں نے آزاد غزل پر تجربہ کرنا ترک کر دیا ہے بلکہ میرا ذاتی مشورہ یہ ہے کہ شعراء حضرات اس صنف پر تجربے فرما کر تضیع اوقات نہ کریں۔ جب تک یہ صنف جناب مظہر امام کے زیرِ سایہ پروان چڑھ رہی تھی اس سلسلے میں سنجیدگی کے ساتھ دعوتِ فکر دی جا سکتی تھی' لیکن اب جبکہ یہ ڈھنڈرچیوں اور نقالچیوں کے لئے نام و نمود کی ہوس کی تکمیل کا ذریعہ بن چکی ہے اور اب جب یہ سوچا جا رہا ہے کہ پتہ نہیں کل کو اردو ادب کی تاریخ مظہر امام کو آزاد غزل کے باوا آدم کی حیثیت سے تسلیم کرے یا نہیں (بحوالہ آزاد غزل شناخت کی حدوں میں) تو اس کے مستقبل کا فیصلہ ہو چکا ہے۔ یہ صنف یقیناً ان حضرات کے لئے وسیلۂ نجات ہے جو ایک زمانے سے اردو ادب کی ساری اصناف پر تجربہ فرما رہے ہیں اور ہر طرف انہیں ناکامی کا منہ دیکھنا پڑ رہا ہے۔
محترم میں اتنا طویل خط نہ لکھتا۔ بلکہ مجھے تو افسوس ہے کہ محترمہ فرخ شہناز کا ایسا خط کیوں شائع ہوا کہ آواز کے قارئین کو ایسے مہمل موضوع پر اپنا تھوڑا وقت ضائع کرنا پڑ رہا ہے لیکن خط لکھنا ضروری بھی تھا۔ جناب مظہر امام اور برادرم کرامت علی کرامت سے میرے دیرینہ تعلقات ہیں اور وہ بھی ایک دہائی سے۔ ہر دو حضرات کی علمی و ادبی صلاحیت کا اعتراف نہ کرنا علم و ادب کی ناقدری ہے۔ لیکن یہ خط میں نے اس لئے لکھنا ضروری سمجھا کہ آنے والے کل میں کوئی نہ لکھ دے کہ غالب ذوق کے شاگرد تھے یا فراق جلیل مینائی کے۔ اللہ اللہ خیر صلا۔ خط کو شائع فرما کر شکر گذار کریں۔

عین تابش
مرزا غالب کالج۔ گیا۔

یکم نومبر کے شمارے میں "آپ کی رائے" کے تحت میرے ایک خط پر قارئین نے بہت اعتراض اٹھایا ہے۔ یہاں ایک بات کہنے کی اجازت چاہوں گی وہ یہ کہ وہ سب میں نے "آواز" کے تئیں اپنے اس بے لوث لگاؤ کے تحت ہی تحریر کیا تھا اور "آواز" کے بڑھتے ہوئے معیار کا ذکر کیا تھا اب قارئین کو اس بات کا نشانہ بنانے کا مطلب ہرگز نہیں تھا۔ میں کہیں لفظ قارئین کا غلط استعمال کر گئی معذرت خواہ ہوں۔ اس وقت ۱۶ ستمبر ۸۴ء کا شمارہ میرے سامنے نہیں ہے اور نہ میرے پاس ہے میری ایک عزیز دوست کے پاس ہے جو میں نے اُسے دے دیا تھا بہرحال الفاظوں کے غلط استعمال کے لئے معذرت خواہ ہوں۔ میرے جذباتی خط سے ان کے احساس جمال کو اور جذبات زبردست ٹھیس پہنچی ہے یہ بات میرے لئے بھی باعث فکر ہے مگر جناب ہر بات کو سوچنے کے انداز بھی سب کے جداگانہ ہوا کرتے ہیں کسی کی سوچ پر کوئی پہرے نہیں بٹھا سکتا ہاں البتہ اعتراض ضرور اٹھا سکتا ہے کسی کے احساس جمال کو جذبات اور ذات کو ٹھیس پہنچانا میرا ہرگز بھی مقصد نہیں ہے میں خود اس بات سے معترض ہوں —— شہاب آغا صاحب کا یہ الزام کہ "میرے اندر صرف اپنا نام چھپوانے کا ہی جذبہ نظر آتا ہے" اپنے سر لینے کو ہرگز بھی تیار نہیں ہوں اُن کی یہ بات سراسر غلط ہے اور مجھ پر یہ الزام ہے اور یہ الزام میری ذات کو ایک زبردست ٹھیس پہنچانے کے لئے کافی ہے بہت افسوس ہوا کہ اگر کسی سے متاثر ہو کر کوئی بات کہہ دی جائے یا تحریر کر دی جائے تو وہ گراں گذرتی ہے۔ خط محض میرے اپنا نام

چھپوانیکی ہی خواہش اور جذبے کا عکاس ہے اور شہاب آغا صاحب نے اسے اپنی اس بات کا ہی محدود رکھا یہ بات تحریر کرنے سے پہلے انہوں نے اس بات کو بھی کاش! کہ مدِ نظر رکھا ہوتا کہ "آواز" میرے پسندیدہ رسالوں میں سے ایک ہے۔ اب مجھے صرف اپنا نام چھپوانے کے جذبے میں اور اس شہرت کے لفظ میں محدود کر کے رکھ دیا۔ شہرت اور پبلسٹی سے بے حد متنفر ہوں بقول شاعرِ مشرق علامہ اقبال کے ؎

"جینا وہ کیا کہ جو ہو نفسِ غیر پر مدار
شہرت کی زندگی کا بھروسہ بھی چھوڑ دے"

میں اقبال صاحب کے اس شعر میں کہی گئی اس بات کی بے حد قائل ہوں۔ شہرت تو مجھے یوں بھی پسند نہیں اب ساتھ ساتھ مجھے ایڈیٹر "آواز" سے بھی بہت شکایت ہے وہ یہ ۱۶ ستمبر کے شمارے میں شائع ہونے والے میرے اُس خط میں مختلف مضامین اور افسانوں کے بارے میں بھی بہت کچھ میں نے تفصیل سے تحریر کیا۔ آخر وہ سب کیوں نہیں شائع کیا۔ صرف اتنا ہی کیوں شائع کیا۔؟

یکم نومبر کے شمارے میں غزلیں متاثر نہ کرسکیں! خدا را! اچھی اور قابلِ داد غزلیں شائع کیا کریں۔ ڈاکٹر صغری مہدی کی تحریر "گھر میں نہیں دانے اماں چلیں بھنانے" پڑھی بے حد لطف آیا۔ یہ تقریر میری کا سنی ہوئی ہے بہرحال آواز میں پڑھنے کے بعد دل بہت خوش ہوا۔

سید فضل الرحمٰن شعلہ کی تحریر "مثنوی زہرِ عشق کی شانِ نزول" پڑھنے کا شرف حاصل ہوا تو بے اختیار نواب مرزا شوق کی یہ مثنوی زہرِ عشق، پڑھنے کی خواہش بیدار ہوگئی اور یہ خواہش شدت اختیار کر چکی ہے۔ یکم نومبر کے شمارے میں افسانے کچھ پسند نہیں آئے البتہ سید احمد قادری صاحب کا افسانہ "محور کی بازگشت" بے حد متاثر کر گیا۔ ذہنوں کو جھنجھوڑ کر رکھ دینے والی یہ تحریر حقیقت پر مبنی ہے۔ اصل سکون واقعی ذہنی سکون ہوتا ہے کتنے نادان ہیں وہ لوگ جو دولت کی خاطر ذہنی سکون برباد کر دیتے ہیں اور اس کے برعکس قابلِ داد ہیں وہ لوگ جو ذہنی سکون کی خاطر دولت لٹا دیتے ہیں انسان کا اصل سکون تو اُس کا اپنا گھر بیوی اور بچے ہی ہوتے ہیں۔ افسانہ اِسی کا ترجمان ہے۔

۱۶ نومبر کا شمارہ ایک ضروری اعلان اور خوشخبری کے ساتھ موصول ہوا تو مسرت کی کوئی انتہا نہ رہی۔ "آواز" اپنی اشاعت کے پچاسویں برس میں قدم رکھ رہا ہے یہ نہایت فخر کا باعث ہے۔ اور اس مبارک موقعہ پر آپ "آواز" کا خصوصی نمبر بھی شائع کریں گے یہ خبر پڑھ کر دل باغ باغ ہوگیا۔ مجھے تو ابھی سے ہی اُس خصوصی شمارے کا انتظار بڑی شدت سے ہے۔

۱۶ نومبر کے شمارے میں انجم جمالی کا افسانہ "گمراہ" اس بات کا ترجمان ہے کہ ایک ذرا سی بات اور ذرا سی چوٹ انسان کو کس قدر گمراہ بنا دیتی ہے۔

رفیعہ شبنم عابدی صاحبہ کا ڈرامہ "اب یہاں کوئی نہیں آئیگا" جو کہ منظوم ڈرامہ ہے۔ محبت کا ایک اچھوتا رنگ اس میں آ جاگر کیا گیا ہے۔

رخسانہ اُلفت
دھام پور، ضلع بجنور، یو۔پی

وودھ بھارتی

روزانہ نشر ہونے والے پروگرام

صبح

- ۷-۰۰ چنتن : وندن وار : ایک گیت
- ۷-۳۰ سنگیت سریتا
- ۷-۴۰ رنگاولی
- ۸-۱۰ بھولے بسرے گیت
- ۸-۳۰ چتر لوک
- ۹-۰۰ اَلورددھ گیت

دوپہر

- ۱۲-۰۰ چترپٹ سنگیت (سوائے اتوار)
- ۱۲-۳۰ گان منجری (سوائے اتوار)
- ۱-۰۰ من چاہے گیت
- ۲-۰۰ رنگ ترنگ
- ۲-۳۰ سور بھجن
- ۳-۰۰ لوک سنگیت
- ۳-۱۵ انور بھنی
- ۳-۴۵ گیت مالیکا
- ۴-۱۵ مدھر گیتم (۵-۳۰ تک)

شام

- ۶-۱۵ سندھیا گیت
- ۶-۳۰ رنگ محفل
- ۶-۴۵ سور سدھا
- ۷-۰۵ جے مالا
- ۷-۴۵ تب اور اب
- ۸-۰۰ گیتانجلی
- ۸-۱۰ چترشالا
- ۸-۱۵ رس وہار (پیر) پٹارا (منگل) ان سے ملیے (بدھ) آپ کے چینلے آپ کے گیت پھر ایک بار (جمعرات) سنو کہانی (جمعہ)
- ۸-۳۰ ایک سے ایک
- ۹-۰۰ بہارِ غزل
- ۹-۱۵ ہوا محل
- ۹-۳۰ مشرت گان

- ۱۰-۰۰ چھایا گیت
- ۱۰-۳۰ آپ کی فرمائش

ہفتہ

شام

- ۷-۰۵ خصوصی جے مالا
- ۸-۱۵ بلن یامنی

اتوار اور تعطیلات

دوپہر

- ۱۱-۳۰ گورو گان (اتوار) پھیلنا (تعطیل)
- ۱۱-۴۵ سور دھری (اتوار)
- ۱۲-۰۰ لوک سنگیت (اتوار)
- ۱۲-۳۰ گان اور مسکان
- ۳-۴۵ سور انجلی
- رات ۳ خصوصی جے مالا
- ۸-۱۵ پھلواری

بہارِ غزل

رات ۹-۰۰

سمن کلیان پوری	:	۳ر جنوری
احمد حسین محمد حسین	:	۶ر جنوری
سدھا ملہوترہ	:	۱۰ر جنوری
طلعت عزیز	:	۱۳ر جنوری

چترشالا

رات ۸-۱۰

ساہتک پری درشیہ۔ ۱۹۸۴ء
ہندی ناول پر تقریر
از ڈاکٹر دینیش ٹھاکر : ۲ر جنوری
پچھڑے علاقوں میں سواستھ سیوائیں : ۳ر جنوری
نظم خوانی از ڈاکٹر دنے : ۴ر جنوری
جی ہاں بھوت ہیں
مزاحیہ تقریر
از آر ایس یادو : ۵ر جنوری
لوک پریہ کتھا تنتر
پنچ تنتر : تقریر : ۷ر جنوری
آیورویدپدھتی سے علاج
ویدہری دت شاستری سے
بات چیت : ۸ر جنوری

ساہتک پری درشیہ ۱۹۸۴ء
ہندی ناول پر تقریر : ۹ر جنوری
پرمانو کیندروں سے بجلی
تقریر
از ڈاکٹر سبھاش شرما : ۱۰ر جنوری
نظم خوانی
از رگھو دیر چودھری : ۱۱ر جنوری
بچپن سے بچپن تک
(دولوو وارتا مالا)
تقریر از یوسف ناظم : ۱۲ر جنوری
سالنسکرتک دھاروہار
منی پوری لوک نرتیہ
تقریر
از نیل بیرشاستری : ۱۴ر جنوری
سواستھ وارتا
یوگ اور سامانیہ سواستھ : ۱۵ر جنوری

سنو کہانی

سو بھاگی بوا
تحریر: کملیش بخشی
پگلا بابا
تحریر گو بند مشر : ۴ر جنوری

نیشنل پروگرام



یس بالاچندر کا وینا وادن
ہفتہ ۵ جنوری رات ساڑھے نو بجے

عالمی شہرت کے فنکار ایس بالاچندر لا تعداد خطابات و اعزازات کے مالک ہیں۔ ۱۹۵۵ سے وہ دنیا بھر کے شائقین موسیقی کو اپنے وینا وادن سے محظوظ کرتے آرہے ہیں۔ وینا وادن میں وہ گائیکی انگ کے موجد ہیں جس کو آج کل بالاچندر تکنیک کے نام سے جانا جاتا ہے گو کہ وہ 'لے' کے ماہر سمجھے جاتے ہیں لیکن ان کو وینا وادن کے 'راگ' پر بھی عبور حاصل ہے۔ تاریخ موسیقی میں وہ پہلے موسیقار ہیں جنہوں نے تمام ۷۲ میلا کرتا راگوں کو ۷۲ ڈسک کی شکل میں ریکارڈ کرا دیا ہے۔ آل انڈیا ریڈیو سے ان کا تعلق ۴۵ سال پرانا ہے۔

تیاگ راج آرادھنا فیسٹول کا ریلے: ہفتہ ۱۲ جنوری رات ساڑھے نو بجے

سنت کمپوزر تیاگ راج کی یاد میں پشیا بہولا پنچمی کے موقع پر تامل ناڈو میں تھرو ویرو کے مقام پر ہر سال تیاگ راج آرادھنا فیسٹول منعقد کیا جاتا ہے اسی روز سنت تیاگ راج نے سمادھی حاصل کی تھی۔ اسکی یاد میں دور دراز سے آئے موسیقی فنکاران کی سمادھی پر ان کی رچناؤں کو خراج عقیدت کی شکل میں پیش کرتے ہیں۔ اس سال یہ فیسٹول ۸ سے ۱۲ جنوری تک پیش کیا جا رہا ہے۔

علاقائی وسکم سنگیت
وانی جے رام اور ٹی ایم سندر راجن کا گائن
جمعرات ۳ جنوری رات ساڑھے نو بجے



وانی جے رام اور ٹی ایم سندر راجن تامل ناڈو کے مقبول گائیک ہیں۔ وانی جے رام کا تعلق موسیقاروں کے خاندان سے ہے ابتدائی تعلیم اپنی ماں شریمتی پدماوتی اور کڈالور سرینواسا اینگر سے حاصل کی۔

وانی جے رام ۸ برس کی عمر سے آل انڈیا ریڈیو سے گاتی چلی آرہی ہیں۔ بطور پلے بیک سنگر انھوں نے موسیقار وسنت ڈیسائی کی ہدایت میں فلم گڈی کے لیے پہلا گیت گایا اور اس کے لیے انھیں پانچ ایوارڈ ملے۔ کئی زبانوں میں وہ فلموں کے لیے گیت گا چکی ہیں جس کے لیے انہیں کئی ایوارڈ مل چکے ہیں ان میں دو بار نیشنل ایوارڈ بھی شامل ہیں۔

ٹی ایم سندر راجن سوریہ گرانیکو ڈی راما نجم آئینگر کے شاگرد اور نمایاں پلے بیک سنگر ہیں ۱۹۴۶ میں فلموں میں گانا شروع کیا اور مختلف زبانوں میں تک پانچ ہزار سے



زائد گیت گا چکے ہیں۔ کچھ تامل فلموں میں موسیقی ترتیب دی اور اداکاری کے جوہر بھی دکھائے ہیں۔
انہیں اب تک کئی ایوارڈ مل چکے ہیں جس میں 'کلاما منی' کا خطاب بھی شامل ہے

منگل شب کی محفل موسیقی
خادم علی خاں کا شہنائی وادن
یکم جنوری رات دس بجے

خادم علی خاں کا تعلق شہنائی نوازوں کے ایک نمایاں خاندان سے ہے جن کا تعلق مغل دربار سے رہا ہے ان کے آبا و اجداد میں سے ایک فنکار کو کاشی وشوناتھ مندر کے نوبت خانے میں شہنائی بجانے کا عظیم اعزاز حاصل رہا ہے۔



شہنائی وادن کی ابتدائی تعلیم سات سال کی عمر میں اپنے والد استاد حافظ علی خاں سے حاصل کرنا شروع کر دی تھی۔ اس کے بعد استاد عاشق علی خاں، پنڈت دودھے پرساد مشرا، مہادیو پرساد مشرا اور گنگھائی لال دتہ سے بھی تربیت پائی۔ دنیا کے مختلف ممالک میں وہ اپنے فن کا مظاہرہ کر چکے ہیں۔

پښتو نشرات

لنډې خبرونه
په لنډو څپو ۱۹، ۲۵ میټره ۱۱۹۰۰ کیلوهرټز او
۳۱،۱۵ میټره ۹۶۳۰۰ کیلوهرټز

سهار
۵-۲ اعلان او د پروګرام لړلیک
۶-۷ مرغلرې
(هفته په پنځشنبې او جمعې)
نعت رسول پاک (پنځشنبه)
تلاوت قران مجید (جمعه)
۷-۵۰ خبرونه
۸-۰۰ دورځپاڼو خپرنې
۸-۰۵ د اوریدونکو د خوښې سندرې
۸-۲۹ د ماښام خبرونو لنډیز او
د لوړو خبرونو ټاپ اعلان
۸-۳۰ پای

(پرته د پنځشنبې او جمعې)
پښتو نعت (پنځشنبه)

تلاوت قران عظیم الشان
(جمعه)
۸-۰۵ خبرونه
۸-۱۵ تبصره
۸-۲۰ یکشنبه: خوږژبي مویدي
(بزم خواتین)
دوشنبه او چهارشنبه:
ستاسو لیک راورسید
(اپکاخط ملا)
سه شنبه: شعروادب (I)
ورسپي غزلونه

یک رنګ (I II)
با قوالۍ
سندریزه قیصه/ خبر امله
سا سار سه
قصه (II) ورسپي ساز او اواز
پنځشنبه: معلوماتي پروګرام
جمعه. د صاوون غوږنی
(مجون کا پروګرام)

شنبه: فلمي قیصه (II I)
ورسپي نوي پښتو سندرې
تجر (II) سادګماری
سندرغاړو پښتو سندرې
فلمي خاطرې (II) ورسپي
ولکلوریک سندرې
د نوو غږونو سندرې (II)
۹-۰۳ پنځشنبه ساسونیک
ساسه سندرې
۹-۳۵ یکشنبه اصل ډیکلو
(اوراے فلمي کالون برملي مجموعه)
فرمایشي پروګرام
دوشنبه او چهارشنبه
فرمائشي سندرې
جمعه. ګوړي شکرې
(لطائف وبغات)
۹-۰۰ سه شنبه او نسبه مضمون
۹-۰۱ وروستي مهم خبرونه
۹-۱۲ سار سه
۹-۱۴ د صبا د پروګرامونو لنډیز
او د دی خبرونو د پای
اعلان
۹-۱۵ پای

دوهمه خبرونه
په منځنۍ څپه
۲۸۰،۶۱ میټر بند
(۱۰۷۱ کیلوهرټز)

ماسختن
۸-۰۰ اعلان او د خبرونو لنډیز
۸-۰۱ مرغلرې

چهارشنبه (شروع) ۱۶ جنورې

ماښام
۸-۰۱ مرغلرې
۸-۲۰ ستاسو لیک راورسید
ستاسو د سوالونو ځوابونه
به ورکول شي.
۸-۳۵ د فرمائشي سندرو پروګرام
کښې به تاسو د خپلې
خوښې سندرې اورئ.

پنځشنبه (زیارت) ۱۷ جنورې

ماښام
۸-۰۱ نعت شریف
(مولانا زیارت ماپر صاحب
ځنه اورئ)
۸-۲۰ معلوماتي پروګرام
"دهند په حقله حقائق"
د دغې
عنوان ترلاندې
تاسو به د هند
د وني بوتو په باب
معلومات ترلاسه کړئ
۸-۳۰ ستاسو لیک ستاسو سندره
ستاسو خوار الیبرل شوي
پیغامونو
تنقید ونو
نظمونو او شعر وشاعرۍ
دا پروګرام به
شوروع شي.

جمعه ۱۸ جنورې

ماښام
۸-۰۱ قرآن کریم تلاوت
(د قاري محمداد ریس صاحب
ځنه اورئ)
۸-۲۰ د صاوون غوږنۍ پروګرام
ګرانو پښتو
ماشومانو ته
یوه لنډه قصه
ورپسې یوه خوږه
سندره او بیا دلچسپ
معلومات به
وړاندې کړېږي.
۸-۳۵ ګوړې شکرې
ستاسو خوار الیبرل
شوي ټوکې
به وړاندې کړېږي.

شنبه (خالي) ۱۹ جنورې

ماښام
۸-۰۱ مرغلرې
۸-۲۰ فلمي قصه
سره د سندرو
د فلم جاګیر
قصه سره د سندرو به
اورئ ورپسې
د پښتو نوي سندرې
پیش کړېږي
۹-۰۰ یو مضمون
په هند کښې ځمکني اصلاحات
د دغې عنوان
ترلاندې
مضمون اورئ
لیکنه: دا بچ ایل کپتا.

یکشنبه (اتبار) ۲۰ جنورې

ماښام
۸-۰۱ مرغلرې
۸-۲۰ د خوینډو
میندو پروګرام
پښتنې خویندې

په څرمنی دا رانښي
شیانو دبدوا غیزو
په باب یوه مباحثه
اوري -
د نبځو د جهان
خبرونه، او
ورپسې یوه سندره -
۸-۳۵ امیل دکلو -
کران اورید ونکي
د هندي زړو فلمونو
څخه د هغوی
د فرمائښې دا پروګرام
به اوري -

دوشنبه (کل) ۲۱ جنوري

ماښام
۸-۰۱ مرغلري
۸-۲۰ ستاسو لیک
راورسید پروګرام
کښي به تاسو
د خپلو سوالونو
ځوابونه اوري -
۸-۳۵ د فرمائښې سندرو پروګرام
په دغه پروګرام
کښي به تاسو
دخپلې خوښې
سندرې اوري -

سه شنبه (نخه) ۲۲ جنوري

ماښام
۸-۰۱ مرغلري
۸-۲۰ یک رنګ سره
د سندرو
درنو اورید ونکو ته
د جیا پر دا
د ژوندانه په حقله
معلومات سره د سندرو
وړاندې
کړیږي وروسته
قوالي اوري -
۹-۰۰ مضمون
"د هند په عصري ژبو کښې
ادب"



"خوږیدي سړیدي" د پښتو خورلنو دهاره د ال انډیا راډیو پښتو څانګه د هري دوشنبې پخپله دوهمه خبرونه کښې یو مخصوص کتنور پروګرام وړاندې کوي. هم دغې پروګرام یوه کوښه. پیغلي کرانه بیغله اوینه نیازي او شاء الله خان یوسفزی

د دغې سریزې
ترلاندې د بنګالي ژبې
په حقله د غه
مضمون به اوري -

څلور شنبه (شروع) ۲۳ جنوري

ماښام
۸-۰۱ مرغلري
۸-۲۰ ستاسو لیک
راورسید پروګرام
د درنو اورید ونکو
لخوا ورالیږل شوو
د سوالونو ځوابونه
به ورکړل شي
۸-۳۵ د فرمائښې سندرو پروګرام
تاسو به د خپلې
خوښې
سندرې اوري -

پنځشنبه (زیارت) ۲۴ جنوري

ماښام
۸-۰۱ نعت شریف
(د حاجي زیارت ملیر صاحب
څخه اوري)
۸-۳۰ معلوماتي پروګرام
کښي تاسو ته
د هند په کتابخانو
او اړ شیفونو کښې
د پښتو او
د پښتو ژبې په حقله
معلومات به
وړاندې کړیږي -
۹-۳۵ ستاسو لیک ستاسو سندره
د غه پروګرام
ستاسو لخوا د رالیږل
شوو نظریو، پیشنهادونو،
تنقیدونو او د
شعرو شاعرۍ
په برخه لرې -
چه تاسو ته د هرې
پنځشنبې په ورځ
پیش کولی شي -

جمعه ۲۵ جنوري

ماښام
۸-۰۱ د قرآن کریم تلاوت
(قاري فرید احمد صاحب
څخه اوري)
۸-۲۰ د صباون غونچې په
پروګرام کښې
ماشومانو ته
د خونړ د ازادۍ
د مبارزې یوه

قصه وړاندې کړې شي
سادو ته دلچسپ خبرونه
او یوه خوږه سندره به
اوروله شي
۸-۳۵ کوچنۍ شکرۍ پروګرام
۸-۴۵ دهند د جمهوریت د
کلیزې ورځ پر
مناسبت ملت ته
د هند د جمهور رئیس
د وینا متن اورئ -

شنبه (خالی) ۲۶ جنوری

ماښام
۸-۰۱ مرغلرې
۸-۲۰ دهند د جمهوریت
دورځې په
مناسبت یو راډیو
راپور او وروسته
ملي سندرې اورئ -

یکشنبه (اتبار) ۲۷ جنوری

ماښام
۸-۰۱ مرغلرې
۸-۲۰ دخوېندې میندې په
پروګرام کښې
ګرانې خوېندې او
میندې د پخلي په
حقله معلومات او
هغوئ لخوا
رالیږل شوي لیکونه
به واورل شي او
وروسته یوه
خوږه سندره
اوروله شي -
۸-۳۵ امیل دملو پروګرام
کښې به تاسو ته د
هندي زړو فلمونو
ځنې سندرې
پیشې کړې شي -

دو شنبه (کل) ۲۸ جنوری

ماښام



رگھوناتھ پوری د فرمایشي سندرو پروګرام پیش ګوي -

۸-۰۱ مرغلرې
۸-۲۰ ستاسو لیک راورسید
پدغه پروګرام
کښې به تاسو
دخپلو سوالونو
ځوابونه اورئ -
۸-۳۵ دفرمائشي سندرو
پروګرام کښې به تاسو
دخپلې خوښې
سندرې اورئ -

سه شنبه (نهه) ۲۹ جنوری

ماښام
۸-۲۰ دهند د جمهوریت
دکلیزې ورځې
چائې ته رسیدو
په حقله یو راډیو
راپور او وروسته ساز
او آواز پروګرام
اورئ -
۹-۰۰ مضمون
په ملي اتحاد کښې
د عدلي رول"
د دغې سریزې
ترلاندې یو مضمون
اورئ -

چهارشنبه (شروع) ۳۰ جنوری

ماښام

۸-۰۱ مرغلرې
۸-۲۰ ستاسو لیک راورسید
تاسو ته به د سوالونو
ځوابونه ورکولې شي
۸-۳۵ دفرمائشي سندرو پروګرام
۸-۴۵ "دمهاتما ګاندهی اونن جهان"
د مهاتما ګاندهی د مړینې
ورځې په مناسبت
یو مضمون اورئ -

پنځشنبه (زیارت) ۳۱ جنوری

ماښام
۸-۰۱ نعت شریف
(دحاجی زیارت میر صاحب
ځنې اورئ)
۸-۲۰ معلوماتي پروګرام کښې
تاسو ته به په هند کښې
د اټومي سائنس د انکشاف
په باب معلومات
وړاندې کړې شي
۸-۳۰ ستاسو لیک ستاسو سندرې
تاسو ته ستاسو هغه
لیکونه پیش کړې شي
په کوم کښې چه تاسو
د ځینو د پروګرامونو
په باب
خپلې نظرې، پیشنهادونه،
تنقیدونه او شعرونه
رالیږلي وي -

اردو سروس

پہلی مجلس
میڈیم ویو : ۳۷۶٫۴۱ میٹر (۷۹۷ کلوہرٹز)، ۲۸٫۰۱ میٹر (۱۰٫۷۱ کلوہرٹز)
شارٹ ویو : ۳۹٫۰۱ میٹر (۷۱۵۵ کلوہرٹز)

دوسری مجلس
میڈیم ویو : ۳۷۶٫۴۱ میٹر (۷۹۷ کلوہرٹز)، ۲۸٫۰۱ میٹر (۱۰٫۷۱ کلوہرٹز)
شارٹ ویو : ۳۱٫۰۱ میٹر (۹۶۷۵ کلوہرٹز)

تیسری مجلس
میڈیم ویو : ۳۷۶٫۴۱ میٹر (۷۹۷ کلوہرٹز)
شارٹ ویو : ۱۹٫۰۵ میٹر (۳۲۹۵ کلوہرٹز)

مقررہ پروگراموں کے لیے "آواز" شمارہ ۱۶ دسمبر دیکھیے

منگل یکم جنوری

صبح
۵-۴۵ صبح گاہی
۶-۲۵ شہرِ صبا
ششی لتا ورک، مجاز لکھنوی اور مخدوم کا کلام
۷-۳۰ سازسنگیت
این۔ راجم، وائلن پر ٹوڈی بلاول
۹-۳۲ کلاسیکی موسیقی
امیر خاں، خیال اور ترانہ

رات
۸-۳۰ حسن غزل
دل راج کور :
۹-۳۰ علاقائی نغمے
۱۰-۰۰ جواباً عرض ہے
۱۱-۳۰ بزم موسیقی
امیر خاں : خیال ہنس دھونی
این۔ راجم، وائلن پر راگ بہاگ

بدھ ۲ جنوری

صبح
۵-۴۵ صبح گاہی
۶-۲۵ شہرِ صبا
شانتی ہیرانند، حفیظ جالندھری، کیفی اعظمی اور علی رضا کا کلام
شبیر حسین، خمار بارہ بنکوی اور شمیم جے پوری کا کلام
۷-۳۰ سازسنگیت
ہری سنگھ، شہنائی پر راگ بیراگی
۹-۳۲ کلاسیکی موسیقی
جیوتسنا بھوجے، خیال اہیر بھیرو

دوپہر
۲-۰۰ سب رس
۲-۳۰ بزم خواتین
۱۔ بچوں میں ایسا کیوں ــ ہکلانا، تقریر از شبانہ نظیر
۲۔ گیت
۳۔ دسترخوان
۴-۰۰ رنگارنگ
"دال میں کالا" ڈرامہ
تحریر : راجکمار والشیٹر

رات
۸-۳۰ حسن غزل
شانتی ہیرانند : فیض کا کلام
۱۱-۳۰ بزم موسیقی
جیوتسنا بھوجے : خیال مارو بہاگ
ہری سنگھ : شہنائی پر راگ مارو بہاگ

جمعرات ۳ جنوری

صبح
۵-۴۵ صبح گاہی
۶-۲۵ شہرِ صبا
ارملا ناگر، اکبر، آتش اور مجروح کا کلام
تاج احمد : مجاز لکھنوی اور مجروح کا کلام
۷-۳۰ سازسنگیت
بدھ دتیہ مکرجی، ستار پر راگ للت

رات
۸-۳۰ حسن غزل
ارملا ناگر : عتیق حنفی کا کلام
۹-۰۰ کھیل کے میدان سے
۱۰-۰۰ ادبی نشست
۱۔ افسانہ از جوگندر پال
۲۔ کلام شاعر : کمار پاشی
۱۱-۳۰ بزم موسیقی
جسپال خسرو، خیال ہیم کلیان
بدھ دتیہ مکرجی، ستار پر راگ درباری

جمعہ ۴ جنوری

صبح
۵-۴۵ صبح گاہی
۶-۲۵ شہرِ صبا
وینا بخشی، فیض، فراق اور مومن کا کلام
ولایت حسین ساگر، خمار بارہ بنکوی اور شمیم جے پوری کا کلام
۷-۳۰ سازسنگیت
رادھیکا موہن موئترا، سرود پر راگ اہیر بھیرو
۹-۳۲ آپکے خط آپکے گیت

دوپہر
۲-۰۰ مشاعرہ
۳-۰۰ کہکشاں

رات
۸-۳۰ حسن غزل
ولایت حسین ساگر، شاد عظیم آبادی کا کلام
۱۱-۳۰ بزم موسیقی
بلال احمد خاں، نصیر احمد خاں : خیال درباری
رادھیکا موہن موئترا : سرود پر راگ کیدار

ہفتہ ۵ جنوری

صبح
۶-۲۵ شہرِ صبا
کنول سدھو، جگر مرادآبادی اور خمار بارہ بنکوی کا کلام
اقبال قریشی، داغ، زبیر رضوی اور جگر کا کلام
۷-۳۰ سازسنگیت
احمد رضا، وچتر وینا پر راگ جوگیہ
۹-۳۲ ہلکی کلاسیکی موسیقی
نینا دیوی، ٹھمری اور دادرہ بھیروی

دوپہر
۲-۳۰ بزم خواتین
۱۔ جہیز اور سماج، تقریر از عالیہ حسن
۲۔ غزل اور خطوں کے جواب

رات
۸-۳۰ حسن غزل
کنول سدھو، شکیل بدایونی کا کلام
۹-۰۰ ریڈیو نیوز ریل
۹-۳۰ نغمۂ وطن
۱۰-۰۰ نئی نسل نئی روشنی
۱۱-۳۰ بزم موسیقی
پنڈت جسن لال، خیال جوگ کونس
احمد رضا، وچتر وینا پر راگ کلاوتی

اتوار ۶ جنوری

صبح
۵-۴۵ صبح گاہی
۶-۲۵ شہرِ صبا
قمر جہاں : جاں نثار اختر، شاذ تمکنت اور امیر خسرو کا کلام
او۔ پی۔ کپور : فیض، مخدوم محی الدین اور جگر کا کلام
۹-۳۲ امرناتھ : بانسری پر گجری توڑی

دوپہر
۲-۰۰ آپکا خط ملا
۳-۰۰ فلمی قوالیاں

رات
۸-۳۰ منظر و پس منظر
۹-۰۰ کتابوں کی باتیں
۹-۳۰ نجیرن کارے
منور علی خاں : دادرا پہاڑی
۱۱-۳۰ بزم موسیقی
اشتیاق حسین خاں : خیال چھایا
امرناتھ، بانسری پر راگ چندرکونس

پیر ۷ جنوری

صبح
۵-۴۵ صبح گاہی
۶-۲۵ شہرِ صبا
افروز بانو : شمیم جے پوری اور داغ کا کلام
مہندر پال : شاد فدائی اور بشیر بدر کا کلام
۷-۳۰ سازسنگیت
برج بھوشن کابرہ، گٹار پر راگ بلاول

۹-۳۲ کلاسیکی موسیقی
ایرن رائے چودھری : خیال
گجری توڑی

دوپہر
۲-۰۰ نغمہ و صدا

رات
۸-۳۰ حسنِ غزل
افروز بانو : خمار بارہ بنکوی
اور پارسا جے پوری کا کلام
۹-۰۰ کلامِ شاعر : غلام ربانی تاباں
۹-۳۰ پنجابی نغمے
۱۰-۰۰ 'تہذیبی ثقافت کا مرکز۔ لکھنؤ' فیچر
تحریر : جی۔ ایم۔ شاہ
۱۱-۳۰ بزمِ موسیقی
ایرن رائے چودھری : خیال مالکونس
برج بھوشن کابرہ : گٹار پر راگ ایمن

منگل ۸ جنوری

صبح
۵-۴۵ صبح گاہی
۶-۲۵ شہرِ صبا
تسنیم سعید : امیر خسرو، غالب اور
مخدوم محی الدین کا کلام
لچھمن داس سدھو : ساغر نظامی
اور فراق کا کلام
۷-۳۰ سازسنگیت
شوکمار شرما : سنطور پر راگ بھٹیار
۹-۳۲ کلاسیکی موسیقی
جگدیش پرشاد : خیال بھٹیار

دوپہر
۲-۳۰ نئی نسل نئی روشنی

رات
۸-۳۰ حسنِ غزل
پنکج ادھاس :
۹-۳۰ علاقائی نغمے
۱۰-۰۰ سائنس میگزین
۱۱-۳۰ بزمِ موسیقی
جگدیش پرساد : خیال واچسپتی
شوکمار شرما : سنطور پر
راگ کوشک دھونی

بدھ ۹ جنوری

صبح
۵-۴۵ صبح گاہی
۶-۲۵ شہرِ صبا
پریتی چاولہ : فیض اور غالب کا کلام
احمد حسین : جاں نثار اختر اور
فراق کا کلام
۷-۳۰ سازسنگیت
سدھا رام یادو : سندری پر راگ بھیروی
۹-۳۲ کلاسیکی موسیقی
لکشمی شنکر : خیال اور ترانہ راگ بیراگی

دوپہر
۲-۳۰ بزمِ خواتین
۱۔ 'رحمت یا زحمت ۔ ٹیلی ویژن'
تقریر از نکہت شکیل
۲۔ گیت ۳۔ کام کی باتیں

رات
۸-۳۰ حسنِ غزل
احمد حسین : غلام ربانی تاباں اور
اعجاز وارثی کا کلام
۱۰-۰۰ حفظانِ صحت
۱۱-۳۰ بزمِ موسیقی
لکشمی شنکر : خیال چندر کونس
سدھا رام یادو : سندری پر
راگ مالکونس، دھن

جمعرات ۱۰ جنوری

صبح
۵-۴۵ صبح گاہی
۶-۲۵ شہرِ صبا
اغبلی بوس : شکیل بدایونی، ذوق
اور مومن کا کلام
محمد حسین : ساحر لدھیانوی اور
کیفی اعظمی کا کلام
۷-۳۰ سازسنگیت
گریراج : ستار پر راگ اہیر بھیرو

رات
۸-۳۰ حسنِ غزل
محمد حسین : سراج لکھنوی اور
جگر کا کلام
۱۰-۰۰ آئینہ
'حالی ۔ نئی شاعری کے پیشرو'
مدیر : ظہیر احمد صدیقی
۱۱-۳۰ بزمِ موسیقی
امتیاز علی خاں، ریاض علی خاں :
خیال کلاوتی
گریراج : ستار پر مالکونس

جمعہ ۱۱ جنوری

صبح
۵-۴۵ صبح گاہی
۶-۲۵ شہرِ صبا
امینہ برنی : جگر، فانی اور داغ کا کلام
مہندر چوپڑہ : راجیش کمار اوج
اور ساغر نظامی کا کلام
۷-۳۰ سازسنگیت
اشوک رائے : سرود پر راگ بیراگی

رات
۸-۳۰ حسنِ غزل
امینہ برنی : جاں نثار اختر اور
خمار بارہ بنکوی کا کلام
۹-۳۰ بزمِ موسیقی
کرشنا راؤ جادھو : دھرپد اور دھمار
اشوک رائے : سرود پر
راگ پہاڑی جھنجھوٹی

ہفتہ ۱۲ جنوری

صبح
۶-۲۵ شہرِ صبا
سیا شرما : جاں نثار اختر، عمر انصاری
اور مخمور دہلوی کا کلام
بلال احمد : مخدوم محی الدین اور
حسن نعیم کا کلام
۷-۳۰ سازسنگیت
گوپال مشرا : سارنگی پر راگ گن کلی
۹-۳۲ ہلکی کلاسیکی موسیقی
پروتیما بوس : ٹھمری اور دادرہ بھیروی
سرسوتی رانی : دادرہ بھیروی

دوپہر
۲-۳۰ بزمِ خواتین
۱۔ 'فن اور فنکار' از شہناز انجم
۲۔ غزلیں ۳۔ خطوں کے جواب

رات
۸-۳۰ انور : غزلیں
۱۱-۳۰ بزمِ موسیقی
میرا بنرجی : خیال جے جے ونتی، ٹھمری
گوپال مشرا : سارنگی پر راگ بہاگ

اتوار ۱۳ جنوری

صبح
۶-۲۵ شہرِ صبا
اقبال بانو : داغ اور فانی کا کلام
ستیش بتیر : تاباں، حسن کمال اور
فراق کا کلام
۷-۳۰ سازسنگیت
ہیرالال : طبلے پر ایک تال

رات
۹-۳۰ پروین سلطانہ : ٹھمری، مشر کھماج
۱۰-۰۰ 'منزل ہے کہاں تیری' ڈرامہ
تحریر : دیویندر سنگھ
۱۱-۳۰ بزمِ موسیقی
پدماوتی شالگرام : خیال جے جے ونتی
ہیرالال : طبلے پر تین تال

پیر ۱۴ جنوری

صبح
۶-۲۵ شہرِ صبا
نیلم ساہنی : جاں نثار اختر، رفعت
سروش اور سیماب اکبر آبادی کا کلام
محمد یعقوب : پارسا جے پوری اور
خمار بارہ بنکوی کا کلام
۷-۳۰ سازسنگیت
چیت دیوبرمن : اسراج پر بھٹیار
۹-۳۲ کلاسیکی موسیقی
کرشنا بنٹ، بھارتی چکرورتی : خیال شوبھا ورا

رات
۸-۳۰ محمد یعقوب : میر حسن اور ولی دکنی کا کلام
۹-۰۰ کلامِ شاعر : بیگم ممتاز مرزا
۱۱-۳۰ بزمِ موسیقی
کرشنا بنٹ، بھارتی چکرورتی : خیال رگیشوری
چیت دیوبرمن : اسراج پر آبھوگی کانہڑہ

منگل ۱۵ جنوری

صبح
۶-۲۵ شہرِ صبا
وندنا واجپئی : بیخود دہلوی، داغ اور
جگر کا کلام
احمد حسین، محمد حسین : ممتاز مرزا اور
عمیق حنفی کا کلام
۷-۳۰ سازسنگیت
وی۔ جی۔ جوگ : وائلن پر توڑی
۹-۳۲ کنکنا بنرجی : خیال رام کلی

رات
۸-۳۰ سرلیشما واڈیکر : غزلیں
۱۱-۳۰ بزمِ موسیقی
کنکنا بنرجی : خیال مالکونس
وی۔ جی۔ جوگ : اسراج پر جے جے ونتی

دھلی

دھلی الف: میڈیم ویو ۳۶۶٫۳ میٹر ۸۱۹ کلو ہرٹز
دھلی ب: میڈیم ویو ۲۵۰۰۱۵ میٹر

خبریں

دھلی الف
صبح
۶-۰۰ ہندی انگریزی
۷-۰۰ سنسکرت
۸-۰۰ ہندی
۸-۵۰ اردو
۱۱-۰۰ ہندی
۱۲-۰۰ انگریزی

۱-۰۵ ہندی
۱-۳ پنجابی
۱-۵۰ اردو
۲-۱۰ ہندی
۵-۰۰ راجیوں سے سماچار
شام
۶-۰۵ ہندی
۶-۱۰ سنسکرت

۷-۴۵ روزگار سماچار
۷-۵۰ پرادیشک سماچار
۸-۴۵ ہندی
۹-۱۶ اردو میں تبصرہ
۱۱-۰۵ ہندی
دھلی ب
صبح
۸-۱۰ انگریزی

۸-۳۰ پنجابی
۱۰-۰۰ انگریزی
۱-۰۰ انگریزی
۲-۰۰ انگریزی
۶-۰۰ انگریزی
۷-۳۰ پنجابی
۷-۳۰ تجارتی (صوبہ)
۹-۰۰ انگریزی
۱۱-۰۰ انگریزی

روزانہ نشر ہونیوالے پروگرام

دھلی الف
صبح
۵-۵۵ وندے ماترم : منگل دھونی
۶-۰۵ وندنا
۶-۳۰ کرشی چرچا
۶-۴۰ رام چرت مانس سے
۶-۵۰ سواستھ چرچا (اتوار، منگل، جمعرات، ہفتہ)
وگیان چرچا
سائنس کے موضوع پر تقریر (پیر، بدھ، جمعہ)
۶-۵۵ سوچنائیں
۷-۰۵ وچار بندو (اتوار کو پرکاش کرن)
۷-۳۰ آج صبح (اتوار، بدھ، جمعہ)
اتہاس کے جھروکے سے (پیر)
سور ویلا (منگل)
بھارت بھارتی (جمعرات)
دوسرے کیندروں سے (ہفتہ I)
سنسکرتک جھلکیاں (ہفتہ II اور IV)
دلی کے آس پاس (ہفتہ III)
اسکٹ / مزاحیہ پروگرام (ہفتہ V)
۷-۴۰ آج صبح (جاری) (اتوار، بدھ، جمعہ)
اپنے دیش کی بات (پیر، جمعرات)
نئی دشائیں (منگل، ہفتہ II اور IV)
۷-۴۵ آج صبح (جاری) (اتوار، بدھ اور جمعہ)
دلی درشن (پیر، منگل، جمعرات اور ہفتہ)
۸-۱۰ شاستریہ سنگیت
۸-۴۰ اردو مجلس
۹-۰۰ اختتام (اتوار کو بال کاریہ کرم)
۱۰-۰۰ اتوار صبح کی محفل موسیقی
۱۰-۱۵ وادیہ وادن (اسکول براڈکاسٹ)
۱۰-۳۵ شاستریہ سنگیت
۱۱-۰۲ شاستریہ سنگیت (اتوار کو یوا وانی سے)
۱۱-۲۰ شاستریہ سنگیت (اتوار کو وادیہ ورند)
۱۱-۳۰ شاستریہ سنگیت (اتوار کو کرناٹک سنگیت)
۱۲-۰۲ لوک بھارتی
۱۲-۱۵ جھلکی (اتوار)
وندگان (پیر، بدھ، جمعہ)
گیت (منگل، جمعرات، ہفتہ)
دوپہر
۱۲-۳۰ بہنوں کا پروگرام (اتوار، منگل، جمعرات، ہفتہ)
گرامین بہنوں کا پروگرام (بدھ، جمعہ)
ہندی ناٹک (دوبارہ براڈکاسٹ، پیر)
۱-۰۰ بہنوں کا پروگرام (جاری)
(اتوار، منگل، جمعرات، ہفتہ)
گرامین بہنوں کا پروگرام (جاری)
(بدھ، جمعہ)
وادیہ ورند (پیر)
۱-۱ سگم سنگیت
۲-۰۰ سگم سنگیت (میرعلی)
۲-۲۰ چترپٹ سنگیت
۲-۳۰ موسم اور اختتام (اتوار کو ناٹک)
۳-۳۰ موسم اور اختتام (اتوار)
۳-۵۵ ہندی میں پروگراموں کا خلاصہ
۵-۰۵ ننھی دنیا ننھے گیت (اتوار اور ہفتہ)
یوجن من (پیر، بدھ اور جمعہ)
گڑیان وگیان (منگل)
بھاشا شکشا (جمعرات)
۵-۲۰ بھاشا شکشا (اتوار)
اسکول براڈکاسٹ (پیر تا ہفتہ)
۵-۳۵ کرناٹک سنگیت (اتوار)
اسکول براڈکاسٹ (جاری) (پیر تا ہفتہ)
۵-۴۰ کرناٹک سنگیت (اتوار)
بچوں کے لیے پروگرام (جمعرات)
شاستریہ سنگیت
(پیر، منگل، بدھ، جمعہ، ہفتہ)
۵-۵۵ کرناٹک سنگیت (جاری)، (اتوار)
گڑھوالی سنگیت (بدھ، جمعہ)
شاستریہ سنگیت (پیر، منگل، ہفتہ)
بچوں کے لیے پروگرام (جاری) (جمعرات)
شام
۶-۱۵ مقامی اعلانات
۶-۲۰ گرام سنسار
۷-۰۰ کرشی جگت
۷-۳۰ پروگراموں کا خلاصہ اور موسم (ہندی)
۷-۳۵ سامیکی
۷-۴۵ روزگار سماچار
۸-۰۰ نابند سنگیت (اتوار)
سواستھ رکشا (پیر اور ہفتہ)
ادیوگ منڈل (منگل)
جھلکی (بدھ)
آپ کی چٹھی ملی (جمعرات)
گاندھی چرچا (جمعہ)
۸-۱۵ فلمی سنگیت / سگم سنگیت (اتوار، جمعہ)
سنگیت (پیر)
تقریر بات چیت (منگل، جمعرات)
وگیان آلوک (بدھ)
آج کے اتھی (ہفتہ)
۸-۳۰ سنسد سمیکشا / سنگیت
۹-۰۰ شاستریہ سنگیت
۹-۳۰ محفل (اتوار I)
پتریکا (اتوار II)
سنگیت (اتوار III، IV اور V)
نیشنل پروگرام : ہندی تقریر (پیر)
ہندی ناٹک (منگل)
چرچا کا وشے ہے (بدھ)
نیشنل پروگرام : پرادیشک سنگیت
(جمعرات I)
نیشنل پروگرام : ہندی فیچر (جمعرات II)
نیشنل پروگرام : اسپورٹس میگزین
(ہندی) (جمعرات III)
نیشنل پروگرام : ناٹک (جمعرات IV)
سنگیت (جمعرات V)
ناٹک (جمعہ)
نیشنل پروگرام : موسیقی (ہفتہ)
۹-۴۵ محفل (اتوار I)
سنگیت پتریکا (اتوار II)
شاستریہ سنگیت
(اتوار III، IV، V) (جاری)
سبد سنگیت (پیر)
ہندی ناٹک (جاری) (منگل)
چرچا کا وشے ہے (جاری) (بدھ)
نیشنل پروگرام : پرادیشک سنگیت
(جاری - جمعرات I)
نیشنل پروگرام : ہندی فیچر
(جاری - جمعرات II)
نیشنل پروگرام : اسپورٹس میگزین
(ہندی) (جاری - جمعرات III)
نیشنل پروگرام : ناٹک (جاری جمعرات IV)
سنگیت (جاری جمعرات V)
ناٹک (جاری - جمعہ)
نیشنل پروگرام : موسیقی (جاری - ہفتہ)
۱۰-۰۰ چیتن (اتوار)
سنگیت سبھا (پیر، منگل، بدھ)
نیشنل پروگرام : پرادیشک سنگیت
(جاری - جمعرات I)
نیشنل پروگرام : ناٹک (جاری - جمعرات IV)
سنگیت (جمعرات II، III اور V)
ناٹک (جاری - جمعہ)
نیشنل پروگرام : موسیقی (جاری - ہفتہ)
۱۰-۳۰ چیتن (اتوار)
سنگیت سبھا (پیر، منگل، بدھ)
کرناٹک سنگیت (جمعرات، جمعہ)
نیشنل پروگرام : موسیقی (جاری - ہفتہ)
۱۱-۰۰ وادیہ ورند (سوائے جمعہ I، IV)
۱۱-۱۰ موسم اور اختتام

دھلی ب
صبح
۵-۵۵ وندے ماترم ، منگل دھونی
۶-۰۰ اعلانات
۶-۰۲ ساتھی (اتوار)
کرنٹ افیئرز (دوبارہ) (پیر)
نیشنل پروگرام : ہندی تقریر
(دوبارہ) (منگل)
نیشنل پروگرام : انگریزی تقریر
(دوبارہ) (بدھ)
چرچا کا وشے ہے (دوبارہ) (جمعرات)
اولوکن (جمعہ)
نیشنل اسپورٹس میگزین (انگریزی)
(پہلے جمعہ کا دوبارہ براڈکاسٹ) ہفتہ I
نیشنل اسپورٹس میگزین (ہندی)
(تیسرے جمعرات کا دوبارہ براڈکاسٹ) ہفتہ III
موسیقی (بقیہ روز)
۶-۲۰ ساتھی (اتوار)
کرنٹ افیئرز (دوبارہ براڈکاسٹ، پیر)
وندگان (منگل، بدھ، جمعہ)
چرچا کا وشے ہے (دوبارہ براڈکاسٹ جمعرات)
نیشنل اسپورٹس میگزین (انگریزی)
(پہلے جمعہ کا دوبارہ براڈکاسٹ ، ہفتہ I)
نیشنل اسپورٹس میگزین (ہندی)
(تیسرے جمعرات کا دوبارہ براڈکاسٹ)
(ہفتہ III)
۶-۳۰ سنگیت سوربھی (شاستریہ سنگیت)
۶-۵۰ سگم
۸-۰۰ وادیہ ورند
۸-۲۱ پنجابی پروگرام
۸-۳۰ پنجابی پروگرام
۹-۰۰ راجیہ سے چٹھی
۹-۰۵ کاریہ کرم سوچنائیں
۹-۱۰ لوک روچی سماچار (اتوار)
لوک مادھوری (پیر تا ہفتہ)
۹-۱۵ اپنی نگری (اتوار)
لوک مادھوری (پیر تا ہفتہ)
۹-۳۰ یادیں (اتوار)
سب رس (پیر تا ہفتہ)
۱۰-۰۲ اختتام
دوپہر
۱-۰۵ مغربی موسیقی
۲-۱۰ مغربی موسیقی
۳-۱۰ انگریزی میں موسم کا حال
۳-۱۵ سگم سنگیت
۳-۳۰ شاستریہ سنگیت (اتوار، پیر، منگل، ہفتہ)
کرناٹک سنگیت (بدھ، جمعرات، جمعہ)
۴-۰۲ سگم سنگیت
۴-۱۵ اختتام
۵-۵۰ اخباروں کی رائے
۵-۵۵ انگریزی میں پروگراموں کا خلاصہ اور موسم
شام
۶-۰۵ فوجی بھائیوں کے لیے پروگرام
۶-۴۵ سگم سنگیت
۷-۰۰ پنجابی پروگرام
۷-۴۰ ورندگان (اتوار)
۷-۴۵ اردو مجلس
۸-۱۵ سماچار درشن (اتوار، بدھ، جمعہ)
ریڈیو نیوز ریل (منگل، جمعرات، ہفتہ)
نیوز ریل اسپورٹس (پیر)
۸-۲۵ سماچار پتروں سے
۸-۳۰ پارلیمنٹ میں آج کی کارروائی /
سور جھنکار
۸-۴۴ سگم سنگیت
۹-۱۶ اسپاٹ لائٹ
۹-۳۰ کرنٹ افیئرز (اتوار)
انگریزی میں تقریر (پیر، جمعرات)
نیشنل پروگرام : انگریزی تقریر (منگل)
لیکچر (بدھ I)
یووا وانی سے انتخاب (بدھ II)
ڈاؤن میموری لین (بدھ III)
آرکائیوز / دوسرے اسٹیشنوں سے انتخاب
(بدھ IV)
نیشنل اسپورٹس میگزین (جمعہ I)
ان پرسپیکٹو (جمعہ II)
نیشنل پروگرام : فیچر (انگریزی) (جمعہ IV)
اور گیسٹ ٹونائٹ (ہفتہ)
۹-۴۵ کرنٹ افیئرز (اتوار)
فوجی بھائیوں کی فرمائش (پیر)
مغربی موسیقی (منگل، جمعرات)
آپ کی فرمائش (بدھ)
اے ڈیٹ ود یو (جمعہ II، IV)
ڈانس ٹائم (ہفتہ)
۱۰-۰۰ کنسرٹ آور (اتوار)
فوجی بھائیوں کی فرمائش (پیر)
مغربی موسیقی (منگل، جمعرات)
آپ کی فرمائش (بدھ)
اے ڈیٹ ود یو (جمعہ II، IV)
ڈانس ٹائم (ہفتہ)
۱۱-۰۵ موسم اور اختتام

(جمعہ II اور III ۱۰-۱۵ - ۱۱ بجے)

دھلی 'ب'
یووا وانی
صبح
۶-۵۵ پروگراموں کا خلاصہ
۷-۰۰ یونیورسٹی آن دی ایئر
۸-۰۰ شاستریہ سنگیت (ساز سنگیت)
۸-۱۰ وگیان وودھا
۸-۱۵ شاستریہ سنگیت (گائن) (سوائے ہفتہ)
کرناٹک سنگیت (صرف ہفتہ)
۸-۳۰ چلے اٹ گول (مغربی موسیقی)
۹-۰۰ اختتام (سوائے اتوار)
ڈرامہ (صرف اتوار)
۹-۳۰ غیر فلمی کمرشل ریکارڈ
(سگم سنگیت ، اتوار)
۱۰-۰۰ اختتام (اتوار)
شام
۶-۵۵ پروگراموں کا خلاصہ
۷-۰۵ محفل
۷-۳۵ کھیل اور کھلاڑی (اتوار)
اسکول کالج کی بات (پیر I)
پری کرما (پیر II)
گاؤں کی بات (پیر III)
گاؤں کی پری کرما (پیر IV)
پرادھونی (منگل I)
مجھے بھی کچھ کہنا ہے (منگل II)
آیئے مسائل سلجھائیں (منگل III)
درشٹی کون (منگل IV)
پندرہ سے سترہ (بدھ I اور III)
آتا پرچے (بدھ II)
آج کی بات (بدھ IV)
سپیشل یوواؤں کی کہانی (جمعرات I)
تب اور اب (جمعرات II)
آمنے سامنے (جمعرات III)
بات چیت (جمعرات IV)
وگیان جگت (جمعہ I، III، V)
ہمارا سواستھ (جمعہ II، IV)
روزگار کے ذریعے (ہفتہ I، III)
وگیان وبھا (ہفتہ II اور IV)
۸-۰۵ ان دی گروو (مغربی موسیقی)
۸-۳۰ سنیچتا (اتوار I، II، IV، V)
سیکس ٹوڈے (اتوار II)
آیام (پیر I، III)
گول میز (پیر II)
بھوشیہ کی چنوتی (پیر IV)
اسپورٹس اینڈ اسپورٹس مین (منگل I)
ایکسپریشنز (منگل II)
اوپی نینز (منگل III)
کوئز ٹائم (منگل IV)
دی روونگ مائیکروفون (بدھ، جمعہ)
راؤنڈ ٹیبل (جمعرات I)
مسلینی (جمعرات II)
نیچر (جمعرات III)
فائر اینگ لائن (جمعرات IV)
ابھی دیکھی (ہفتہ I)
کوی گوشٹھی (ہفتہ II، IV)
مشاعرہ (ہفتہ III)
۸-۵۰ آپ سے ملیے (پیر I، III، V)
گول میز (پیر II، IV)
۹-۰۰ نرجھر (موسیقی کا پروگرام)
(سوائے جمعرات اور ہفتہ)
یور آرٹسٹ ٹو نائٹ (صرف جمعرات)
ہماری ڈاک (صرف ہفتہ)
۹-۲۰ سگم ساز سنگیت (سوائے جمعرات)
میوزک مومینٹس (جمعرات)
۹-۳۰ سنڈے ریکویسٹ (اتوار)
کلچرل ایوننگ (پیر)
من بھاون (منگل اور ہفتہ)
ناٹک (جمعرات)
سگم سنگیت (گائن) (جمعہ)
۱۰-۳۰ سگم سنگیت (گائن) (پیر)
شاستریہ سنگیت (گائن) (منگل)
شاستریہ سنگیت
ساز سنگیت (جمعہ اور ہفتہ)
۱۰-۴۰ شاستریہ سنگیت (بدھ)
۱۰-۴۵ شاستریہ سنگیت (گائن) (جمعہ)
۱۱-۰۰ اختتام

شاستریہ سنگیت

گائن

وجینتی بھٹاچاریہ — صبح ۸-۱۰ اور
رات ۹-۰۰ (الف) یکم جنوری
پروین سلطانہ — صبح ۷-۳۰ (ب) ۲ جنوری
مشتری بیگم — صبح ۱۱-۰۲ اور
سہ پہر ۵-۴۰ (الف) ۲ جنوری
شفیع احمد — صبح ۸-۱۰، ۱۱-۳۰ اور
رات ۹-۰۰ (الف) ۳ جنوری
بھیم سین جوشی — صبح ۷-۳۰ (ب) ۴ جنوری
واسدیو دیشپانڈے — صبح ۱۱-۰۲ اور
سہ پہر ۵-۴۰ (الف) ۴ جنوری
او۔ پی۔ کپور — صبح ۸-۱۰، ۱۱-۳۰ اور
رات ۹-۰۰ (الف) ۵ جنوری
بال کرشن سندھو — دوپہر ۳-۳۰ (ب) ۵ جنوری
ایل۔ کے۔ پنڈت — صبح ۸-۱۰، سہ پہر ۵-۴۰ اور
رات ۹-۰۰ (الف) ۷ جنوری
جنک راج شرما — صبح ۱۱-۳۰ (الف) ۷ جنوری
سابیری سین — صبح ۱۱-۰۲ (الف) اور
صبح ۷-۳۰ (ب) ۸ جنوری
شانتی جین — رات ۱۰-۰۰ (الف) ۸ جنوری
مادھوری مٹو — صبح ۸-۱۰، ۱۱-۳۰ اور
رات ۹-۰۰ (الف) ۹ جنوری
امرناتھ — صبح ۱۱-۰۲، رات ۱۰-۰۰ (الف) اور
صبح ۷-۳۰ (ب) ۱۰ جنوری
بلدیو راج ورما — صبح ۸-۱۰ اور
رات ۹-۰۰ (الف) ۱۱ جنوری
سنندا پٹنائک — صبح ۱۱-۳۰ (الف) ۱۱ جنوری
پی۔ کے۔ کوہلی — صبح ۱۱-۰۲ (الف) اور
دوپہر ۳-۳۰ (ب) ۱۲ جنوری
گریجا دیوی — صبح ۷-۳۰ (ب) ۱۲ جنوری
دیپالی ناگ — صبح ۸-۱۰، رات ۹-۰۰ (الف)
اور دوپہر ۳-۳۰ (ب) ۱۳ جنوری
بیگم اختر — صبح ۷-۳۰ (ب) ۱۴ جنوری
اقبال احمد خاں — صبح ۱۱-۰۲ اور
سہ پہر ۵-۴۰ (الف) ۱۴ جنوری
سومیتا دیوی — رات ۱۰-۰۰ (الف) ۱۴ جنوری
سلوچنا برہسپتی — صبح ۸-۱۰، ۱۱-۳۰ اور
رات ۹-۰۰ (الف) ۱۵ جنوری

ساز سنگیت

سرود

عبدالسمیع خاں — صبح ۱۱-۰۲ (الف) اور
صبح ۷-۳۰ اور
دوپہر ۳-۳۰ (ب) یکم جنوری
فردوس احمد — صبح ۱۱-۰۲ (الف) اور
صبح ۷-۳۰ (ب) ۳ جنوری
راکیش کمار پرسنا — صبح ۱۱-۳۰ (الف) ۸ جنوری
علی اکبر خاں — صبح ۷-۳۰ (ب) ۹ جنوری
شرن رانی — صبح ۸-۱۰، سہ پہر ۵-۴۰
اور رات ۹-۰۰ (الف) ۱۲ جنوری
سنیل مکرجی — صبح ۸-۱۰، رات ۹-۰۰ (الف)
اور دوپہر ۳-۳۰ (ب) ۱۳ جنوری
اشیش کمار — صبح ۷-۳۰ (ب) ۱۵ جنوری

ستار

پارتھا داس — صبح ۱۱-۰۲ اور
سہ پہر ۵-۴۰ (الف) ۵ جنوری
بدھ دتیہ مکرجی — صبح ۷-۳۰ (ب) ۶ جنوری
اوما شنکر مشرا — صبح ۸-۱۰، رات ۹-۰۰ (الف)
اور دوپہر ۳-۳۰ (ب) ۸ جنوری
عبدالحلیم جعفر خاں — صبح ۷-۳۰ (ب) ۱۱ جنوری
گوسوامی رادھا کرشن — صبح ۱۱-۳۰ (الف) ۱۲ جنوری
کے۔ ایس۔ مستری — رات ۱۰-۰۰ (الف) ۱۵ جنوری

بانسری

امرناتھ — صبح ۸-۱۰، ۱۱-۳۰ اور
رات ۹-۰۰ (الف) ۴ جنوری
ہرش وردھن — صبح ۱۱-۰۲ اور
سہ پہر ۵-۴۰ (الف) ۹ جنوری
وجے کمار — صبح ۱۱-۰۲ اور
سہ پہر ۵-۴۰ (الف) ۱۱ جنوری
نرنجن پرساد — رات ۱۰-۰۰ (الف) ۱۳ جنوری

سارنگی

چھوٹے خاں — صبح ۸-۱۰، ۱۱-۳۰ اور
رات ۹-۰۰ (الف) ۲ جنوری
رام نارائن — صبح ۷-۳۰ (ب) ۵ جنوری
صابری خاں — رات ۱۰-۳۰ (الف) ۷ جنوری

وینا

گوپال کرشن — صبح ۸-۱۰، رات ۹-۰۰ (الف)
اور دوپہر ۳-۳۰ (ب) ۹ جنوری

وچتر وینا

ڈی۔ آر۔ پاروتیکر — صبح ۱۱-۳۰ (الف) ۱۲ جنوری

شہنائی

دیا شنکر — صبح ۱۰-۰۰ (الف) ۶ جنوری
جگن ناتھ — صبح ۸-۱۰، ۱۱-۳۰ (الف)
اور رات ۹-۰۰ (الف) ۱۰ جنوری

جل ترنگ

گھنشیام داس پربھاکر — صبح ۱۱-۰۲ (الف) اور
دوپہر ۳-۳۰ (ب) ۱۵ جنوری

دلربا

اوم پرکاش — صبح ۱۱-۳۰ (الف) ۱۴ جنوری

وائلن

ایس۔ این۔ گلاٹی — صبح ۱۱-۰۲ (الف) اور
دوپہر ۳-۳۰ (ب) ۳ جنوری
ستیہ دیو پوار — رات ۱۰-۰۰ (الف) ۶ جنوری

کرناٹک سنگیت

— گائن —

ن۔ پورنا ودھنی — دوپہر ۳-۳۰ (ب) ۲ جنوری

تری پاٹھیشن — رات ۱۰-۳۰ (الف) اور دوپہر ۳-۳۰ (ب) ۳ جنوری

ڈی۔ کے۔ سبحہ رمن — صبح ۱۱-۳۰ اور سہ پہر ۵-۳۵ (الف) ۶ جنوری

جیالکشمی بالارمن — رات ۱۰-۳۰ (الف) اور دوپہر ۳-۳۰ (ب) ۱۱ جنوری

لکشمی راماسوامی — صبح ۱۱-۳۰ اور شام ۵-۳۵ (الف) ۱۳ جنوری

کرناٹک سازسنگیت

— وینا —

سعیدرانا گراج — صبح ۱۰-۳۰ (الف) اور دوپہر ۳-۳۰ (ب) ۴ جنوری

لکشمی چندرن — دوپہر ۳-۳۰ (ب) ۹ جنوری

سگم سنگیت

شام ۶-۴۵ اور ۸-۴۵ (ب)

کرونا ابرول	یکم جنوری
انجلی بنرجی	۲ جنوری
ہریش بھاردواج	۳ جنوری
اندرا تلنی سکھ	۴ جنوری
محمد حیات خاں وساتھی	۶ جنوری
روینڈر گرودور	۷ جنوری
دینا ناتھ	۸ جنوری
صلاح الدین احمد	۹ جنوری
سپنا کپور	۱۰ جنوری
ایرا نگم ر	۱۱ جنوری
وی۔ ایچ۔ ساگر	۱۳ جنوری
مہندر پال	۱۴ جنوری
شانتا سکسینہ	۱۵ جنوری

لوک بھارتی

دوپہر ۱۲-۰۲ (الف)

آسامی	یکم اور ۱۵ جنوری
کنڑ	۲ جنوری
بنگلہ	۳ جنوری
مراٹھی	۴ اور ۱۱ جنوری
گجراتی	۵ اور ۱۲ جنوری
تامل	۷ جنوری
اڑیہ	۸ جنوری

ملیالم	۹ جنوری
کونکنی	۱۰ جنوری

سنگم

صبح ۸-۰۰ (الف)

بنگلہ	یکم، ۸ اور ۱۵ جنوری
گجراتی	۲ اور ۹ جنوری
مراٹھی	۳ اور ۱۰ جنوری
تامل	۴ جنوری
ملیالم	۵ جنوری
اڑیہ	۶ جنوری
سندھی	۷ اور ۱۴ جنوری
تیلگو	۱۱ جنوری
کنڑ	۱۲ جنوری
آسامی	۱۳ جنوری

لوک مادھوری

صبح ۹-۱۰ (ب)

ہماچلی	یکم، ۸ اور ۱۵ جنوری
ہریانوی	۲ جنوری
برج	۳ اور ۱۰ جنوری
راجستھانی	۴ اور ۱۱ جنوری
اودھی	۷ جنوری
بندیل کھنڈی	۹ جنوری
کشمیری	۱۲ جنوری
بھوجپوری	۱۴ جنوری

ناٹک / جھلکی

(الف)

'لو میں پھر آ گیا'
تحریر : دلیپ سنگھ — رات ۱۰-۰۰ — ۲ جنوری

'مدھور کھشن'
پی۔ ستیہ نارائن ریڈی کے تیلگو ناٹک کا ریڈیو عکس
ترتیب : نرسنگھا مورتی — رات ۹-۳۰ — ۴ جنوری

'بیسویں صدی کے سوہنی مہیوال'
تحریر : مدن موہن کھنہ — دوپہر ۱۲-۱۵ — ۶ جنوری
اور رات ۸-۰۰ — ۹ جنوری

'ایک پھول کا پت جھڑ'
تحریر : کانتی دیو — دوپہر ۲-۳۰ — ۷ جنوری

'اللہ دین چراغ وین اینڈ کمپنی'
تحریر : کمد ناگر — دوپہر ۱۲-۱۵ — ۱۳ جنوری

'اب چھوڑ دو بھی یہ ہاتھ'
روینڈر بھٹ کے مراٹھی ناٹک کا ریڈیو عکس
ہندی ترجمہ : اوشا پربھا بھنڈے — رات ۹-۳۰ — ۱۵ جنوری

تقریر : ہندی / انگریزی

سوردیپا

سمترا نندن پنت کا کاویہ پاٹھ
ہری چرن کے سور میں — صبح ۷-۳۰ (الف) — یکم جنوری

ادیوگ منڈل
شرکوں کے لیے ربن سوید حاشیں — رات ۸-۰۰ (الف) — یکم جنوری

نئے پرکاشن
تحریر : ڈاکٹر بیربل — رات ۸-۱۵ (الف) — یکم جنوری

'ہندوستان کی کہانی'
پنڈت نہرو کی تصنیف 'ڈسکوری آف انڈیا' کا قسط وار نشریہ (روزانہ)
صبح ۷-۰۵ (ب) یکم تا ۱۵ جنوری

'اور ٹرانسپورٹ سسٹم' — 'ایئرویز'
رات ۹-۳۰ (ب) — یکم جنوری

بھارت بھارتی
'اترپردیش کا لوک شلپ' — صبح ۷-۳۰ (الف) — ۲ جنوری

گاندھی چرچا
۱۔ گاندھی جی کے وچار
۲۔ گاندھی جی کے پریہ بھجن — رات ۸-۰۰ (الف) — ۷ جنوری

سوردیپا
پدماکر کی رچناؤں کا سور پاٹھ
صبح ۷-۳۰ (الف) — ۸ جنوری

'اوپن اسکول سسٹم' — رات ۹-۳۰ (ب) — ۸ جنوری

اولوکن
'اپ بھوگتوں کے ادھیکار' — صبح ۷-۰۲ (ب) — ۱۱ جنوری

گورو گوبند سنگھ کے شبد
آسا سنگھ مستانہ کی آواز میں — صبح ۷-۳۰ (الف) — ۱۵ جنوری

ادیوگ منڈل
شرکوں کے مدھیہ میں — صبح ۸-۰۰ (الف) — ۱۵ جنوری

'دی نیو چیلنج — سوشل فورسٹری'
رات ۹-۳۰ (ب) — ۱۵ جنوری

وگیان چرچا

صبح ۶-۵۰ (الف)

'ہماری انتریکش یوجنائیں'	۲ جنوری
'آنکھوں کا بنک' تقریر	۴ جنوری
'مچھر'	۷ جنوری
'ماشکرو کمپیوٹرز'	۹ جنوری
'نمک سے بلڈ پریشر کیوں ہوتا ہے؟'	۱۴ جنوری

وگیان آلوک

رات ۸-۱۵ (الف)

وگیان سماچار	۲ جنوری
لیزر شعائیں	۹ جنوری

لکھنؤ

میڈیم ویو: لکھنؤ الف: ۲۰۱۰۶ میٹر ۷۴۷ کلوہرٹز لکھنؤ ب: ۲۳۳۱۱۱ میٹر ۱۲۸۸ کلوہرٹز
لکھنؤ ب: صبح ۴۵-۳/۴۵-۵ سے ۴۵-۷ ۹۳۱۶۰ میٹر ۳۲۰۵ کلوہرٹز
شارٹ ویو: صبح ۴۵-۷ تک ۹۳۶۰ میٹر ۳۲۰۵ کلوہرٹز
صبح ۰۰-۸ بجے کے بعد ۴۸۱۸۴ میٹر ۶۱۱۰ کلوہرٹز
دوپہر ۴۱۳۳۸ میٹر ۷۲۵۰ کلوہرٹز
شام اور رات ۹۳۶۰ میٹر ۳۲۰۵ کلوہرٹز

خبریں

ہندی/انگریزی: ۰۰-۹ (عالمی) ہندی: صبح ۵۹-۷ بجے، دوپہر ۰۵-۱ اور ۱۰-۲ بجے، شام ۵-۶ رات ۴۵-۸ اور ۰۵-۱۱ بجے
انگریزی: صبح ۱۰-۸ دوپہر ۰۰-۱ بجے رات ۰۰-۹ اور ۰۰-۱۱ بجے سنسکرت: صبح ۰۰-۷ بجے شام ۱۰-۶ بجے اردو: صبح ۰۵-۸ بجے رات ۱۶-۹ بجے
نیوز لیٹر (ہندی): صبح ۰۰-۹ بجے ضلع کی جھلکی: صبح ۰۵-۹ بجے علاقائی: دوپہر ۰۳-۲ بجے (اردو) صبح ۲۰-۷ بجے، شام ۳۰-۷ (ہندی)

روزانہ نشر ہونے والے پروگرام

صبح

۵۵-۵ وندے ماترم/منگل دھونی
۰۵-۶ کرشی چرچا / موسم کا حال
۲۰-۶ آرادھنا
۴۵-۶ گاندھی چرچا (جمعہ)
۵۰-۶ وچار وندو (جمعہ کے علاوہ)
۵۵-۶ آج کا کاریہ کرم اور موسم کا حال
۰۵-۷ مانس گان
۱۵-۷ روزگار سماچار
۳۰-۷ آدرتی
۲۱-۸ روح غزل (اتوار)
صبح شام / لوک گیت (اتوار کے علاوہ)
۳۰-۸ اردو پروگرام
۱۰-۹ اس پکھوارے کا گیت (اتوار)
شاستریہ سنگیت (اتوار کے علاوہ)
۱۵-۹ پتر کے لیے دھنیہ واد
۳۰-۹ نگر ناگرک (اتوار)
اختتام (اتوار کے علاوہ)
۴۵-۹ بال سنگھ (اتوار)
۳۰-۱۰ سامود ایک گان (اتوار)
۰۰-۱۱ منجوشا (اتوار)
۰۰-۱۲ جیوتی پنج (اتوار)
۰۵-۱۲ یوک مانس (اتوار)
۱۰-۱۲ ودھیارتھیوں کے لیے (اتوار کے علاوہ)
۳۰-۱۲ سدا بہار (اتوار)
من بھاون (پیر، بدھ، جمعہ)
سرگم (منگل)
میری پسند (جمعرات)
پانچ گیت پانچ سوال (ہفتہ)

دوپہر

۱۰-۱ آج اتوار ہے: جھلکی (اتوار)
گھر آنگن: دیہی خواتین کے لیے (پیر، جمعرات)
گرہ لکشمی (منگل، جمعہ)
لوک رنگ (بدھ)
لوکانچل (ہفتہ)
۲۵-۱ کاریہ شیل مہلاؤں کے لیے (اتوار)
۴۰-۱ جوانوں کے لیے
۲۰-۲ وگیان اور کسان
۳۵-۲ آج کے کاریہ کرم اور موسم کا حال
۴۰-۲ ہم سے پوچھیں (اتوار)
لوک گیت، اودھی (پیر)
ساز غزل (منگل)
قوالی (بدھ)
لوک گیت، کماؤنی، گڑھوالی (جمعرات I، III، V)
بھوج پوری (جمعرات II، IV)
گونجتے سور (جمعہ)
گیت ونیاس (ہفتہ)
۰۰-۳ اختتام

شام

۳۰-۴ انکر (اتوار I، III، V)
گیتیکا (اتوار II، IV)
سنسکرت شکشا (پیر، منگل)
بھاشا شکشا (جمعرات، جمعہ)
شاستریہ سنگیت (بدھ، ہفتہ)
۴۵-۴ لوکائن (بدھ اور جمعہ کے علاوہ)
آؤ بچو (بدھ)
بال گوپال (جمعہ)
۱۵-۵ یوواوانی
۰۰-۶ اطلاعات
۱۵-۶ مزدور منڈل
۴۵-۶ آج اور کل کے کاریہ کرم، موسم کا حال
۵۰-۶ کسانوں کے لیے
۳۰-۷ لوک سنگیت (اتوار)
ہمارے اپنے (پیر)
کھیل جگت (منگل)
پتر کے لیے دھنیہ واد (بدھ)
وگیان جگت (جمعرات)
بات ایک فلم کی / ایک ہی فلم کے گیت (جمعہ)
کلا جگت (ہفتہ)
۴۵-۷ سنسکرت پروگرام (اتوار، بدھ)
۰۰-۸ انوبھوتی (اتوار)
دیش ودیش (پیر)
وارتا کرم (منگل)
سامئیک پرسنگ (بدھ)
ہندی وارتا (جمعہ)
اس پکھوارے کی کہانی (ہفتہ I، III، V)
یاترا کتھا (ہفتہ II، IV)
۱۵-۸ سگم سنگیت
۳۰-۸ پرادیشک سماچار درشن (اتوار)
۳۰-۹ آرکیسٹرا ٹو نائٹ (اتوار I، III، V)
ساہتیہ لوک (اتوار II)
بات چیت کا نیشنل (ہندی: پیر)
(انگریزی: منگل)
پرادیشک سنگیت کا نیشنل پروگرام (جمعرات I)
فیچروں کا نیشنل پروگرام (جمعرات II)
نیشنل اسپورٹس میگزین (جمعرات III)
ناٹکوں کا نیشنل پروگرام (جمعرات IV)
شاستریہ سنگیت (V جمعرات)
ناٹک (جمعہ)
سنسکرت پتریکا (جمعہ V)

سنگیت کا نیشنل پروگرام (ہفتہ)
۵۰-۹ پریوار کلیان پرشنوتری (بدھ)
۰۰-۱۰ سنگیت رس (اتوار)
ساہتیکی (پیر I اور III)
ضلع کوی گوشٹھی (پیر II)
چرچا پریچرچا (پیر IV)
کوی گوشٹھی (پیر V)
محفل شب کی محفل موسیقی (منگل)
کتھا پرستوتی (بدھ II)
فلم سنگیت میں راگ درشن (بدھ IV)
دکاس یگیہ (جمعرات III)
درپن (جمعہ I)
قوالیاں (جمعہ II)
سنچین (جمعہ III)
۳۰-۱۰ شاستریہ سنگیت (اتوار، منگل کے علاوہ)
۱۰-۱۱ موسم کا حال اور اختتام

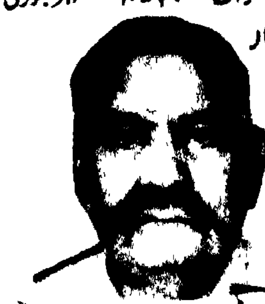
گورکھپور

۳۳۰۰۱۰ میٹر   ۹۰۹ کلوہرٹز

شاستریہ سنگیت

گائن

گنیش پرساد مشر : صبح ۱۰ - ۹
شام ۳۰ - ۴ اور
رات ۳۰ - ۱۰ ۲ر جنوری
افضال حسین خاں نظامی: صبح ۱۰ - ۹ اور
رات ۳۰ - ۱۰ ۴ر جنوری
جی سی پلسکر : صبح ۱۰ - ۹ اور
رات ۴۵ - ۹ ۷ر جنوری
ہیرا بائی بڑودکر : رات ۳۰ - ۱۰ ۷ر جنوری
وی پی ہا دانے : صبح ۱۰ - ۹ اور
رات ۳۰ - ۱۰ ۹ر جنوری
گنگادھر راؤ تیلنگ : صبح ۱۰ - ۹ اور
رات ۳۰ - ۱۰ ۱۱ر جنوری
استاد بڑے غلام علی خاں



صبح ۱۰ - ۹ ۱۵ر جنوری

ساز سنگیت

ستار

نکھل بنرجی : صبح ۱۰ - ۹ یکم جنوری
الیکس خاں : صبح ۱۰ - ۹ اور
رات ۳۰ - ۱۰ ۱۴ر جنوری

وائلن

اشوک گوسوامی : صبح ۱۰ - ۹ اور
رات ۳۰ - ۱۰ ۳ر جنوری
سمرکنا دھر چودھری: صبح ۱۰ - ۹ ۸ر جنوری

بانسری

محمد سمیع منتے : صبح ۱۰ - ۹ اور
شام ۳۰ - ۴ ۵ر جنوری

سارنگی

ونود کمار مشر : صبح ۱۰ - ۹ اور
شام ۳۰ - ۴ ۱۲ر جنوری

طبلہ اور پکھاوج

من موہن آپا دھیائے اور
رماکانت پاٹھک : صبح ۱۰ - ۹ اور
رات ۳۰ - ۱۰ ۱۰ر جنوری

لوک گیت

دوپہر ۲۰ - ۲

عزیز فاطمہ	:	یکم جنوری
رام نرائن موریہ اور ساتھی	:	۲ر جنوری
سنت بلی اور ساتھی	:	۳ر جنوری
شیو پوجن اور ساتھی	:	۴ر جنوری
شنکر تیواری اور ساتھی	:	۵ر جنوری
بلی رام یادو	:	۶ر جنوری
رام سندر رائے	:	۷ر جنوری
رام چیت گپتا اور ساتھی	:	۸ر جنوری
رام بیت اور ساتھی	:	۹ر جنوری
ہری رام اور ساتھی	:	۱۰ر جنوری
جگر ناتھ سنگھ	:	۱۱ر جنوری
محمود بھارتی اور ساتھی	:	۱۲ر جنوری
پریسیدا تیواری	:	۱۴ر جنوری
طوفانی پاسی اور ساتھی	:	۱۵ر جنوری

سگم سنگیت

(صبح ۲۱ - ۸ اور شام ۰۵ - ۷)

روپ جیت کور	:	۳ر جنوری
آشوتوش دیال سنہا	:	۷ر بنوری
الو بھادھر	:	۹ر جنوری
آشا شرما	:	۱۵ر جنوری

انگریزی بات چیت

رات ۱۶ - ۹

ہنگر، دی ایٹرنل ڈیول
کے سی بھٹاچاریہ : ۳ر جنوری
لا اینڈ دی پیوپل
کے ایم پانڈے : ۹ر جنوری

بات چیت اور انٹرویو (ہندی)

رات ۱۶ - ۹

ناگرک سرکھشا، آج کی اوشیکتا
از وی این اگروال : ۶ر جنوری
آوشیک وسو وترن
از ایس ایم احمد : ۱۳ر جنوری

صحت پر بات چیت (ہندی)

سواستیہ چنتن
فریکچر ایوم دُرگھٹناؤں میں
ہڈی ٹوٹنا
ڈاکٹر یو ایس مشرا سے انٹرویو
دوپہر ۱۰ - ۱ ۳ر جنوری
بچوں میں سکھا روگ
ڈاکٹر جی این تیواری
سے انٹرویو : دوپہر ۱۰ - ۱ ۱۰ر جنوری

کھیل کھلاڑی

ہاکی کھیل کا وستار
اور عام آدمی : مباحثہ
شرکا : این این گوڈھ
یسین ظفر، نصر اللہ
ایم اے صدیقی : رات ۱۶ - ۹ یکم جنوری
پہلوان رام آسرے
سے بھینٹ : رات ۱۶ - ۹ ۸ر جنوری
کبڈی کھیل اور اس کا وستار
مباحثہ : شرکا
آنند لیشور پانڈے ایس این سنگھ
ناگیشور سنگھ : رات ۱۶ - ۹ ۱۵ر جنوری

جالندھر، چنڈی گڑھ

جالندھر: میڈیم ویو ۲۲۷٫۳ میٹر ۱۳۲۰ کلوہرٹز
۲۲۲٫۲ میٹر ۱۳۵۰ کلوہرٹز
۳۴۳٫۶ میٹر ۸۷۳ کلوہرٹز
چنڈی گڑھ: میڈیم ویو ۲۰۹٫۶ میٹر ۱۴۳۱ کلوہرٹز

خبریں

ھندی: صبح ۰۰-۸، دوپہر ۰۵-۱، ۱۰-۲، ۴۵-۲ (دھیمی رفتار سے)
شام ۰۵-۶، ۲۰-۶ (پرادیشک سماچار) رات ۴۵-۸، ۰۵-۱۱
پنجابی: صبح ۳۰-۸ دوپہر ۴۰-۱ شام ۱۰-۶ (پرادیشک سماچار) شام ۳۰-۷
انگریزی: صبح ۱۰-۸ دوپہر ۰۰-۱، رات ۰۰-۹ اور ۰۰-۱۱
اردو: صبح ۵۰-۸ دوپہر ۵۰-۱ رات ۱۵-۹ (خبریں) ۲۵-۹ تبصرہ
روزگار سماچار: شام ۴۰-۷

روزانہ نشر ہونے والے پروگرام

جالندھر 'الف'

صبح
۵-۵۵ وندے ماترم اور منگل دھونی
۰۵-۶ بھکتی سنگیت
۳۵-۶ موسم کا حال اور کھیتی باڑی پروگرام
۴۰-۶ پریچے: پروگراموں کا خلاصہ
۴۵-۶ آسا دی وار (اتوار)
۰۵-۷ امرت بودھ
۳۰-۷ رام چرت مانس (اتوار)
۰۵-۹ سامائیکی
دوپہر
۰۵-۱ فوجیوں کے لیے
۰۰-۲ موسم کا حال: انت کھیتی
۲۰-۲ سگم سنگیت (ساڈے آس پاس، ہفتہ)
شام
۳۰-۵ گوربانی وچار
۰۰-۶ مقامی اعلانات اور پروگراموں کا خلاصہ
۱۰-۶ پرادیشک سماچار (پنجابی)
۲۰-۶ پرادیشک سماچار (ہندی)
۳۰-۶ دیہاتی پروگرام
۴۰-۷ روزگار سماچار
۲۵-۹ اردو میں تبصرہ

جالندھر 'ب'

شام
۰۰-۶ یووانی پروگرام
۴۵-۶ یونیورسٹی پروگرام
۰۰-۷ پنجابی میں رنگا رنگ پروگرام
۰۰-۸ اختتام

شاستریہ سنگیت

گائن

شریو کالیکر: صبح ۰۵-۹ اور
رات ۳۰-۱۰ ۲؍جنوری
بھگوان داس سینی: صبح ۰۵-۹ اور
دوپہر ۰۲-۱۲ ۵؍جنوری
استاد بڑے غلام علی خاں: صبح ۱۰-۹ ۸؍جنوری
شانتی جین: رات ۰۰-۱۰ ۸؍جنوری
ہری دیو: صبح ۰۵-۹ اور
دوپہر ۰۲-۱۲ ۹؍جنوری
اوپلا کپور: دوپہر ۰۲-۱۲ ۱۰؍جنوری
یشی پال: صبح ۰۵-۹ اور
رات ۳۰-۱۰ ۱۱؍جنوری
کرشن رام چندر برے بوا: رات ۳۰-۱۰ ۱۳؍جنوری
غلام مصطفیٰ خاں: صبح ۰۵-۹ اور
رات ۳۰-۱۰ ۱۴؍جنوری

ساز سنگیت

ستار

ایس کے دتہ: صبح ۰۵-۹ اور
رات ۳۰-۱۰ ۴؍جنوری
روی شنکر: صبح ۱۰-۹ ۱۵؍جنوری
کے ایس مستری: رات ۳۰-۱۰ ۱۵؍جنوری

سرود

رتناکر ویاس: صبح ۰۵-۹ اور
رات ۳۰-۱۰ ۳؍جنوری

وائلن

ایس کے راجن: صبح ۰۵-۹ اور
رات ۳۰-۱۰ ۷؍جنوری

شہنائی

بسم اللہ خاں اور ساتھی: صبح ۱۰-۹ یکم جنوری
خادم علی اور ساتھی: رات ۰۰-۱۰ یکم جنوری

وچتر وینا

برہم سروپ سنگھ: دوپہر ۰۲-۱۲ ۴؍جنوری

سنتور

شوکمار شرما: رات ۳۰-۱۰ ۹؍جنوری

بانسری

پرکاش وڈھیرا: صبح ۰۵-۹ اور
دوپہر ۰۲-۱۲ ۱۲؍جنوری

لوک گیت

امریک سنگھ غازی نگل: دوپہر ۳۰-۲ یکم جنوری
لال چند یملا جٹ اور ساتھی: سہ پہر ۴۵-۴ یکم جنوری
چمن لال گورداسپوری اور ساتھی: دوپہر ۳۰-۲ ۳؍جنوری
امر سنگھ لکھن پوری اور ساتھی: دوپہر ۳۰-۲ ۴؍جنوری
پیارا سنگھ پنچھی: سہ پہر ۴۵-۴ ۴؍جنوری
اجیت کور: رات ۱۵-۱۰ ۴؍جنوری
منموہن کور: صبح ۰۵-۷ ۵؍جنوری
مختار سنگھ اولی والا: سہ پہر ۴۵-۴ ۵؍جنوری
امریک سنگھ ہرگوند پوری: دوپہر ۳۰-۲ ۶؍جنوری
گوردیپ سنگھ: صبح ۲۰-۸ ۷؍جنوری
جسویر سنگھ خوشدل: رات ۱۵-۱۰ ۷؍جنوری
مول چند بھمی: دوپہر ۳۰-۲ ۸؍جنوری
رجنی دیوی: سہ پہر ۴۵-۴ ۸؍جنوری
گوردیو سنگھ کوئل: دوپہر ۳۰-۲ ۹؍جنوری
گیان سنگھ کنول: دوپہر ۳۰-۲ ۱۰؍جنوری
جگموہن کور: دوپہر ۳۰-۲ ۱۱؍جنوری
ہنس راج ہنس: سہ پہر ۴۵-۴ ۱۱؍جنوری
چندر کانتا کپور: دوپہر ۳۰-۲ ۱۳؍جنوری
سورن لتا: دوپہر ۳۰-۲ ۱۴؍جنوری
گرمیت کور باوا اور ساتھی: رات ۱۵-۱۰ ۱۴؍جنوری
سنت سنگھ بندرا: سہ پہر ۴۵-۴ ۱۵؍جنوری

شبد

بھائی ہربنس سنگھ راگی اور ساتھی: صبح ۳۰-۷ اور

دوپہر ۱۲-۱۵ اور
رات ۷-۴۵ ۲رجنوری

بھائی گوردیال سنگھ راگی
اور ساتھی : صبح ۷-۳۰ اور
رات ۷-۴۵ ۹رجنوری

بھجن

رتیکار پنواڑی : صبح ۸-۱۰ ۳رجنوری
سکھبیر سنگھ : صبح ۸-۲۰ ۴رجنوری

ڈرامہ

رات ۹-۳۰

چندن تم جیت گئے
(ہندی) تحریر
از شرت لال ڈمان : ۴رجنوری

اس دی ویدنا (پنجابی)
از شری جگدیش سنگھ ووہرا
بچے ابھی چھوٹے ہیں
از شری اوھیراج منشی : ۱۱رجنوری
وسدا رہے گلزار
(پنجابی) تحریر
از جسونت سنگھ وردی : ۱۴رجنوری

تقریر

انسانی زندگی میں امید
(اردو)
از ڈاکٹر ڈی آر وج : رات ۸-۰۰ یکم جنوری
تشدد اور
سماجی عدم مساوات (انگریزی)
از ایم آر کنور : رات ۸-۰۰ ۶رجنوری
جسمانی کسرتیں (اردو)
از کے ورما : رات ۸-۰۰ ۸رجنوری
کیمیکل پولیوشن ان انڈیا
انگریزی تقریر
از شری وی کے تیواڑی : رات ۸-۰۰ ۱۳رجنوری۔

اردو پروگرام

رات ۸-۰۰

تخلیق اردو میں ماہنامہ میگزین
ڈاکٹر نریش نظم خوانی
کہانی : کے این ذاکر
جدید اردو افسانہ
از ڈاکٹر کیول دھیر : ۱۰رجنوری

روہتک

میڈیم ویو ۲۰۹٫۶۳ میٹر ۱۴۳۱ کلو ہرٹز

خبریں

ہندی میں خبریں: صبح ۸-۰۰ دوپہر ۱-۰۵ شام ۶-۰۵ رات ۸-۴۵
انگریزی میں خبریں: صبح ۸-۱۰ دوپہر ۱-۰۰ شام ۶-۰۰ رات ۹-۰۰

روزانہ نشر ہونیوالے پروگرام

صبح	(اتوار کو بچوں کیلئے)	شام
۶-۳۰ اور ۵-۰۷ شام بھگتی سنگیت	۸-۴۰ سب رس	۵-۳۰ یووا سنسار
۶-۵۵ کھیتی باڑی	دوپہر	۶-۱۰ علاقائی لوک سنگیت (بدھ کو نغمے منے)
۷-۰۵ پروگراموں کا خلاصہ	۱-۱۰ فلمی سنگیت	۶-۳۰ کرشی جگت
۷-۲۵ ضلع کی چٹھی	۱-۴۰ اسکول براڈکاسٹ (سوائے ہفتہ، اتوار اور تعطیلا)	۷-۰۰ گرامین سنسار
۸-۲۱ لوک سنگیت	۲-۲۰ لوک سنگیت	۷-۳۰ روزگار سماچار
		۹-۱۶ ایک فلم سے

شاستریہ سنگیت

گائن

اجیت سنگھ پینٹل : صبح ۷-۳۰ اور
رات ۱۰-۰۰ ۴رجنوری
ریتا گنگولی : صبح ۷-۳۰ ۶رجنوری
پی ایل گوہرکر : صبح ۷-۳۰ ۷رجنوری
بھیم سین جوشی : صبح ۷-۳۰ ۱۲رجنوری
کرشنا بھٹ اور
بھارتی چکرورتی : صبح ۷-۳۰ اور
رات ۱۰-۰۰ ۱۴رجنوری

طبلہ

اکرام حسین خاں : صبح ۷-۳۰ ۸رجنوری

بانسری

دیال سنگھ رانا : صبح ۷-۳۰ اور
رات ۱۰-۰۰ ۹رجنوری

ستار

ہرویندر کمار شرما : صبح ۷-۳۰ اور
رات ۱۰-۰۰ ۱۱رجنوری
رمیش کمار شرما : صبح ۷-۳۰ ۱۵رجنوری

جلترنگ

گھاسی رام نرمل : صبح ۷-۳۰ ۱۳رجنوری

ساز سنگیت

شہنائی

شنکر راؤ اور
انجنی مینتھو : صبح ۷-۳۰ یکم جنوری
ایس بی رائے چودھری : صبح ۷-۳۰ اور
رات ۱۰-۰۰ ۲رجنوری
استاد بسم اللہ خاں : صبح ۷-۳۰ اور
رات ۱۰-۰۰ ۵رجنوری

لوک سنگیت

پیارے لال اور
سنیتا ڈانگی : صبح ۸-۲۱ اور
دوپہر ۲-۲۰ یکم جنوری
بنواری لال اور
دھرم پال : صبح ۸-۲۱ اور
دوپہر ۲-۲۰ ۲رجنوری
شیام لال مراٹھی : صبح ۸-۲۱ اور

دوپہر ۲۰-۲ ۳ر جنوری
وِسس رام ناگر : صبح ۲۱-۸ اور
دوپہر ۲۰-۲ ۴ر جنوری

دریاؤ سنگھ اور
چندر لال
سلطان ناتھ : صبح ۲۱-۸ اور
دوپہر ۲۰-۲ ۵ر جنوری

اصغر حسین اور
ٹیک چند چوہان : دوپہر ۲۰-۲ ۶ر جنوری
ہزاری لال اور
پالے رام جھمن : صبح ۲۱-۸ اور
دوپہر ۲۰-۲ ۷ر جنوری

لبا درناتھ اور ساتھی
لیلا رانی : صبح ۲۱-۸ اور
دوپہر ۲۰-۲ ۸ر جنوری

ہری رام شرما اور
کرشن چند شرما : صبح ۲۱-۸ اور
دوپہر ۲۰-۲ ۹ر جنوری

رام کمار اور
اوم پرکاش : صبح ۲۱-۸ اور
دوپہر ۳۰-۲ ۱۰ر جنوری

لال چند اور
اندر سنگھ سانگی : صبح ۲۱-۸ اور
دوپہر ۲۰-۲ ۱۱ر جنوری

بنواری لال اور
لال چند شرما : صبح ۲۱-۸ اور
دوپہر ۲۰-۲ ۱۲ر جنوری
پیارے لال سانگی اور
اوم پرکاش راوت : دوپہر ۲۰-۲ ۱۳ر جنوری
رادھے شیام سینی اور
شیر سنگھ : صبح ۲۱-۸ اور
دوپہر ۲۰-۲ ۱۴ر جنوری
امرجیت کور اور
پالے رام : صبح ۲۱-۸ اور
دوپہر ۲۰-۲ ۱۵ر جنوری

سگم سنگیت

(صبح ۱۰-۷ اور شام ۰۵-۷)

شیام بھیٹی : یکم جنوری
پریم جگیاسو : ۲ر جنوری
مدھو بالا بھارگو : ۳ر جنوری
مانک لال ورما : ۴ر جنوری
سریش چند شرما : ۵ر جنوری
اوشا اگروال : ۶ر جنوری

شنتی کلا : ۷ر جنوری
شیام سندر شرما : ۸ر جنوری
مدن سنگھ : ۹ر جنوری
سنیتا واجپئی : ۱۰ر جنوری
سنیدھ شرما : ۱۱ر جنوری
راگھوا نند وگ : ۱۲ر جنوری
معین الدین خاں : ۱۳ر جنوری
جگل بھار دواج : ۱۴ر جنوری
ترسیم لال شرما : ۱۵ر جنوری

علاقائی گیت

شام ۱۰-۶

بندیل کھنڈی : یکم جنوری
پنجابی : ۶ر جنوری
سندھی : ۷ر جنوری
بنگالی : ۱۴ر جنوری
بھوجپوری : ۱۵ر جنوری

ایک ہی فلم سے

رات ۱۶-۹

جیون مرتیو : یکم جنوری
دُلاری : ۲ر جنوری
کاغذ کے پھول : ۴ر جنوری
شباب : ۵ر جنوری
امر پریم : ۶ر جنوری
آنند : ۷ر جنوری
جورو کا غلام : ۸ر جنوری
سمجھوتہ : ۹ر جنوری
لال پتھریا : ۱۱ر جنوری
میرا فیصلہ : ۱۲ر جنوری
دل نے پھر یاد کیا : ۱۳ر جنوری
ہیرو : ۱۴ر جنوری
میرے صنم : ۱۵ر جنوری

ضلع کی چھٹی

صبح ۲۵-۷

انبالہ : یکم جنوری
بھوانی : ۲ر جنوری
کرنال : ۳ر جنوری
گوڑگاؤں : ۴ر جنوری
جیند : ۵ر جنوری
کوروکشیتر : ۶ر جنوری
مہندر گڑھ : ۷ر جنوری
سونی پت : ۸ر جنوری
سرسہ : ۹ر جنوری



گھاسی رام نرمل
کا جلترنگ وادن سنیے ۱۳ر جنوری کو صبح ۳۰-۷ پر

فریدآباد : ۱۰ر جنوری
روہتک : ۱۱ر جنوری
حصار : ۱۲ر جنوری
انبالہ : ۱۳ر جنوری
بھوانی : ۱۴ر جنوری
کرنال : ۱۵ر جنوری

متفرقات

ہریانہ درشن ہر ہفتہ رات ۰۰-۸
چلتے چلتے ہر جمعرات صبح ۳۰-۷
گاندھی چرچہ ہر جمعہ صبح ۳۰-۸
بال کنج ہر اتوار صبح ۲۱-۸
آنگن باڑی ہر بدھ دوپہر ۳۰-۱۲
گھر آنگن ہر جمعرات رات ۰۰-۸
آپ کا خط ملا ہر جمعرات رات ۱۶-۹
چرچہ کا وشیہ ہے ۳۰-۹
ہندی میں کویتا پاٹھ : رات ۰۰-۸ یکم جنوری
ہندی میں تقریر : رات ۰۰-۸ ۲ر جنوری
کھیل جگت : رات ۰۰-۸ ۴ر جنوری
قوالیاں : رات ۳۰-۹ ۴ر جنوری
انگریزی تقریر : رات ۰۰-۸ ۷ر جنوری
قدرت کے سب بندے : شام ۱۰-۶ ۸ر جنوری
اردو شاعری : رات ۰۰-۸ ۸ر جنوری
ملاقات : شام ۱۰-۶ ۱۲ر جنوری
انگریزی تقریر : رات ۰۰-۸ ۱۴ر جنوری
پنجابی شاعری : رات ۰۰-۸ ۱۵ر جنوری

بھوپال رائپور گوالیار جبلپور

بھوپال الف: ۲۰۲۰۰ میٹر ۱۴۸۵ کلو ہرٹز بھوپال ب: ۲۲۳۰۳ میٹر ۱۳۳۳ کلو ہرٹز

شارٹ ویو

صبح ۴۵-۰۷ تک	۹۰۱۳ میٹر	۳۳۱۵ کلوہرٹز
صبح ۰۰-۸ سے ۱۰ بجے تک	۵۰۰۰۸ میٹر	۵۹۹۰ کلوہرٹز
دوپہر	۴۹۰۱۸ میٹر	۶۱۸۰ کلوہرٹز
شام اور رات	۹۰۰۱۳ میٹر	۳۳۱۵ کلوہرٹز

رائے پور: ۳۵۰۹ میٹر ۹۸۱ کلوہرٹز گوالیار: ۲۱۶۰۳ میٹر ۱۳۸۶ کلوہرٹز

جبلپور ۲۵۲۰۲ میٹر ۱۱۶۹ کلوہرٹز

خبریں

ہندی: صبح ۰۰-۸ ، ۵۰-۹ (پرادیشک) دوپہر ۰۵-۱ ، ۱-۲ ، ۴۵-۲ شام ۵۰-۶

رات ۴۵-۸ (۵-۱۱ صرف ہفتہ کو)

انگریزی: صبح ۱۰-۸ دوپہر ۰۰-۱ شام ۰۰-۶ رات ۰۰-۹ (۰۰-۱۱ صرف ہفتہ کو)

شاستریہ سنگیت

گائن

گنگو بائی ہنگل	صبح ۳۰-۸ اور		
	رات ۰۰-۱۰	۲ جنوری	
ہیرا دیوی مشر	صبح ۴۵-۷	۳ جنوری	
ئے۔ کے۔ کوگجے	صبح ۴۵-۷	۸ جنوری	
گیتا گنگول	صبح ۴۵-۷	۱۰ جنوری	
شکنتلا نرسمہن	رات ۳۰-۱۰	۱۱ جنوری	
سادھنا مہاجنی	صبح ۳۰-۸	۱۲ جنوری	
ٹی۔ ڈی۔ جانورکر	صبح ۵۰-۹ اور		
	دوپہر ۴۰-۱	۱۳ جنوری	
بسوراج راجگرو	صبح ۴۵-۷	۱۵ جنوری	
رام نارائن	رات ۳۰-۱۰	۷ جنوری	
	صبح ۳۰-۸ اور		
	رات ۳۰-۱۰	۱۰ جنوری	

— بانسری —

دیوبندر مردیشور	صبح ۳۰-۸ اور	
	رات ۳۰-۱۰	۱۴ جنوری

ساز سنگیت

— وائلن —

پی۔ ڈی۔ سیت پتی	صبح ۳۰-۸	۲ جنوری

— ستار —

شیام دویدی	رات ۳۰-۱۰	۴ جنوری
کسم ناگریا	صبح ۳۰-۸	۹ جنوری
سندرلال سونی	رات ۰۰-۱۰	۹ جنوری

— شہنائی —

دیا شنکر	صبح ۵۰-۹ اور	
	دوپہر ۴۰-۱	۶ جنوری

— سارنگی —

نظر حسین	صبح ۳۰-۸ اور	

لوک سنگیت

صبح ۳۰-۷ ، دوپہر ۳۰-۲

سدھا شریواستو	یکم جنوری
بہاری لال راؤ	۲ جنوری

گیتا گوسوامی	۸ جنوری
سبھا مشر	۹ جنوری
کمل کشور کشواہا	۱۴ جنوری
اندر سنگھ بگھیل	۱۵ جنوری

دوپہر ۱۵-۳

بملا شریواستو	۲ جنوری
گرجیش شریواستو	۴ جنوری
بھیا لال پرجاپتی	۷ جنوری
رما مشر	۹ جنوری
موہن سنگھ کشواہا	۱۱ جنوری
منگو بائی	۱۳ جنوری

دوپہر ۳۰-۲

شیل بالا ترویدی	۳ جنوری
رام کلی شرما	۴ جنوری
کرونا راوت	۵ جنوری
رتن بائی کمہرنگ	۶ جنوری
برج کشور نائیک	۷ جنوری
شکنتلا سریواستو	۱۰ جنوری
شیام لال پرجاپتی	۱۱ جنوری
اتم سنگھ یادو	۱۲ جنوری
سیا شرن ساہو	۱۳ جنوری

ہندی تقریر

'اتہاس کے واتاین سے'	رات ۱۵-۸	یکم جنوری
'وچار جگت کے دیپ استمبھ ۔ کارڈینل'		
از بنسی مہیشوری	رات ۰۰-۸	۳ جنوری
'وکاس کتھا ۔ سور وزگار یوجنا'		
از ایل ایچ پروہت	رات ۱۵-۸	۸ جنوری
'لوک ناٹیہ پرمپرا ۔ گھومرا'		

تجدید لائسنس

۱۔ ایسے افراد جن کے پاس ریڈیو/ ٹرانسسٹر (تین یا اس سے زائد بینڈ والے) ٹی وی سیٹ اور وی سی آر ہے لیکن یا تو ان کے پاس لائسنس نہیں یا پھر انہوں نے لائسنس کی سال رواں (۱۹۸۵ء) تک کے لئے تجدید نہیں کرائی ہے۔ انہیں چاہیے کہ بنا کسی تاخیر کے لائسنس بنوالیں اور تجدید کرالیں۔ انڈین ٹیلی گراف ایکٹ ۱۸۸۵ء کے تحت بنا مناسب لائسنس کے ریڈیو/ ٹرانسسٹر/ ٹی وی/ وی سی آر رکھنا قابل تعزیر جرم ہے۔ ۱۹۸۵ء کے لئے لائسنس کی تجدید کی سہولت ۳۱، جنوری ۱۹۸۵ء تک کسی بھی کام کے دن لائسنس ہولڈر اپنی سہولت کے مطابق حاصل کر سکتا ہے۔

۲۔ براڈکاسٹ ریسیور لائسنس بنا کسی معاوضے کے ایک ڈاک خانے سے دوسرے ڈاک خانے میں منتقل کرائے جا سکتے ہیں۔ بغیر لائسنس والے سیٹوں کا لائسنس سیٹ حاصل کرنے کی تاریخ سے اب تک کی لائسنس فیس اور ایک سال کی فیس کے مساوی سرچارج دے کر حاصل کیا جا سکتا ہے۔

اس معاملے میں کسی بھی دشواری کی صورت میں مقامی ڈاک خانے یا متعلقہ پوسٹ ماسٹر جنرل سے رابطہ قائم کریں۔

از رام نارائن اپادھیائے رات ۸-۰۰ ۱۰ر جنوری
'درشٹی سپتھ' رات ۸-۱۵ ۱۵ر جنوری

کاویہ پاٹھ

دوپہر ۱-۲۰

دلنواز نگم یکم جنوری
نثار مالوی ۸ر جنوری
رام دلبھ اچاریہ ۱۲ر جنوری
ہیش نیئوانی ۱۵ر جنوری

رات ۸-۰۰

رمیش پاٹھک ۹ر جنوری

کہانی

از بابا مشرا رات ۸-۰۰ ۲ر جنوری
از گوپال شریواستو دوپہر ۱-۲۰ ۵ر جنوری

آئینہ : اردو پروگرام

صبح ۸-۳۰

بزم سخن
شرکاء : ملک نسیم، رفعت الحسینی، صابر نیازی،
اختر وامق، ارمان اکبرآبادی اور یونس مخمور یکم جنوری

۱۔ 'بھوپال کے پٹیہ باز' تقریر از
لاڈلی شرن سنہا
۲۔ 'بولتی عمارتیں' فیچر
تحریر : عظیم الدین
۳۔ 'ہمارے عظیم سازندے ـ احمد جان تھرکوا'
از رہنما رامپوری ۸ر جنوری

کہکشاں : اردو پروگرام

رات ۸-۰۰

۱۔ کلام شاعر
۲۔ افسانہ از کوثر جہاں
۳۔ 'تلج بھوپالی کا فن تغزل' مذاکرہ
شرکاء : حامد جعفری اور مرتضیٰ علی شاد ۴ر جنوری

۱۔ جگجیت سنگھ، نغمہ

۲۔ مزاحیہ جھلکی
از عظیم الدین
۳۔ 'بھوپال کی چہار بیت' تقریر از
اشتیاق عارف ۱۱ر جنوری

بزم زندہ دلاں ۱۵ر جنوری

رامپور

۳۳۶ء۷ میٹر (۸۹۱ کلو ہرٹز)

خبریں

ہندی/انگریزی : صبح ۶-۰۰ عالمی
ہندی : صبح ۸-۰۰، دوپہر ۱-۰۵ اور ۲-۱۰، شام ۶-۰۵، رات ۸-۴۵
انگریزی : صبح ۸-۱۰، دوپہر ۲-۰۰، رات ۹-۰۰، اردو : صبح ۸-۵۰ اور رات ۹-۱۵
سماچار پتر ہندی : صبح ۹-۰۰، ضلع کی چٹھی : صبح ۹-۰۵، پرادیشک سماچار : شام ۷-۲۰

شاستریہ سنگیت

گائن

استاد فیاض خاں : دوپہر ۱-۴۰ ۳ر جنوری
استاد عبدالکریم خاں : صبح ۷-۳۰ اور
دوپہر ۱-۴۰ ۷ر جنوری
غلام مصطفیٰ خاں



: دوپہر ۱-۴۰ ۱۱ر جنوری

ساز سنگیت

شہنائی

بسم اللہ خاں : صبح ۷-۳۰ اور
دوپہر ۱-۴۰ یکم جنوری

بانسری

رگھوناتھ سیٹھ : دوپہر ۱-۴۰ ۴ر جنوری

ستار

بدھ دتیہ مکرجی : دوپہر ۱-۴۰ ۱۰ر جنوری

سگم سنگیت

شیام موہن : صبح ۷-۵۰ اور
رات ۸-۰۰ یکم جنوری
جعفر حسین خاں و ساتھی
(نعت و قوالی) : دوپہر ۱۲-۳۰ ۴ر جنوری
یونس ملک : صبح ۷-۵۰ اور
رات ۸-۰۰ ۸ر جنوری
محبوب جعفر اور ساتھی : صبح ۷-۵۰ اور
رات ۸-۰۰ ۱۴ر جنوری

لوک گیت

رمیش چند جوشی : صبح ۸-۲۰ اور
دوپہر ۲-۳۰ ۱۲ر جنوری
عبدالغفور و ساتھی : صبح ۹-۳۰ ۱۳ر جنوری

اردو پروگرام

۱۔ جمہوریت میں حزب اختلاف کا رول
مباحثہ
شرکاء : ناظم علی خاں، برق زیدی
۲۔ شعری نشست
شرکاء : واحد القادری، سنتوش کمار موج
بہار تسلیمی، گوبند رشک
کشور آرا شبنم، اثر مرادآبادی
سعید دانش، احسان آفندی
شاد کگرالوی : صبح ۸-۳۰ ۱۴ر جنوری

کلکتہ

کلکتہ 'اے' ۴۵۶٫۶ میٹر ——— ۶۵۷ کلوہرٹز
کلکتہ 'بی' ۲۹۷٫۶ میٹر ——— ۱۰۰۸ کلوہرٹز
کلکتہ 'سی' ۲۲۶٫۷ میٹر ——— ۱۳۲۳ کلوہرٹز
کلکتہ 'ڈی' ۲۴۵٫۱ میٹر ——— ۱۲۲۴ کلوہرٹز

شاستریہ سنگیت

گائن

سمیر کمار دتا : صبح ۳۰-۹ (بی)
دوپہر ۰۰-۱ (اے) یکم جنوری
رشی کیش مکھرجی : صبح ۳۰-۸ (اے)
دوپہر ۳۰-۳ (ایس) ۲ر جنوری
نرائن راؤ جوشی : صبح ۵۰-۹ (بی)
دوپہر ۳۵-۲ (اے)
دوپہر ۱۵-۲ (ایس)
رات ۲۰-۱۰ (ایس) ۲ر جنوری
اے ڈیوڈ : صبح ۳۰-۹ (بی)
دوپہر ۰۰-۳ (اے) ۳ر جنوری
کبیر کمار : صبح ۳۰-۸ (اے)
رات ۳۰-۹ (بی) ۴ر جنوری
راما گھوش : صبح ۳۰-۹ (بی)
رات ۳۰-۹ (بی) ۴ر جنوری
پرتیش بھٹاچارجی صبح ۴۰-۸ (اے)
دوپہر ۱۵-۲ (ایس)
دوپہر ۳۰-۳ (ایس) ۶ر جنوری
جگدیش پرساد پنڈت : صبح ۳۰-۹ (بی)
دوپہر ۱۵-۲ (ایس)
رات ۰۰-۷ (بی)
رات ۰۰-۹ (اے) ۷ر جنوری
سبیتا رکشت : صبح ۰۵-۹ (بی)
دوپہر ۰۰-۱ (اے) ۸ر جنوری
سپرا بوس : صبح ۳۰-۸ (اے)
شام ۴۰-۷ (بی)
رات ۲۰-۱۰ (ایس) ۹ر جنوری
کلپنا مکھرجی : صبح ۴۰-۹ (بی)
دوپہر ۰۰-۱ (اے)
رات ۴۰-۹ (ایس) ۱۰ر جنوری
ایرا مکھرجی : صبح ۴۰-۸ (اے) ۱۳ر جنوری

ساز سنگیت

ستار

سومترا لاہیری : دوپہر ۳۰-۳ (ایس)
رات ۰۰-۹ (اے) ۹ر جنوری

سنطور / بانسری

ہیمنتو بسواس : صبح ۳۰-۸ (اے)
دوپہر ۳۰-۳ (ایس) یکم جنوری

وائلن

وی. جی. جوگ : صبح ۳۰-۸ (اے)
رات ۴۰-۹ (ایس) ۳ر جنوری

شہنائی

نیر حسین و ساتھی : صبح ۳۰-۸ (اے)
دوپہر ۳۰-۳ (ایس) ۱۲ر جنوری

رابندر سنگیت

چنموئے چٹرجی : صبح ۴۰-۷ (اے)
رات ۲۰-۱۰ (ایس) یکم جنوری
ایشا مترا : صبح ۴۰-۷ (اے)
دوپہر ۲۰-۳ (ایس) ۳ر جنوری
پورب ادام : صبح ۴۰-۷ (اے)
دوپہر ۳۰-۳ (ایس) ۴ر جنوری
نمیتا گھوشال : صبح ۱۵-۹ (ایس)
رات ۴۵-۸ (اے) ۵ر جنوری
اشوک بنرجی : صبح ۱۵-۹ (ایس)
رات ۴۵-۱۰ (اے) ۶ر جنوری
بکل گھوش : رات ۱۵-۹ (ایس) ۷ر جنوری
پوربی مکھرجی : صبح ۴۰-۷ (اے)
دوپہر ۲۰-۳ (ایس) ۷ر جنوری
سنگھا مترا گپتا : صبح ۴۰-۷ (اے)
دوپہر ۲۰-۳ (ایس) ۸ر جنوری
بیبھا سین گپتا : صبح ۴۰-۷ (اے)
دوپہر ۲۰-۳ (ایس) ۱۱ر جنوری
انوپ کمار گھوشال : صبح ۱۵-۹ (ایس) ۱۳ر جنوری
ایرا مکھرجی : رات ۴۰-۱۰ (اے) ۱۳ر جنوری
ریتا ڈے : صبح ۴۰-۷ (اے)
دوپہر ۲۰-۳ (ایس) ۱۵ر جنوری

نذرل گیتی

اودھیر باگچی : دوپہر ۰۰-۳ (ایس) ۲ر جنوری
نمیتا پاٹھک : دوپہر ۴۰-۱ (اے)
دوپہر ۰۰-۲ (ایس) ۴ر جنوری
انیتا دے : صبح ۳۰-۹ (ایس)
رات ۳۵-۱۰ (اے) ۶ر جنوری
چتر بتا داس گپتا : صبح ۳۰-۹ (ایس)
رات ۳۰-۱۰ (اے) ۱۰ر جنوری
شنکر ناتھ گھوشال : صبح ۳۰-۹ (ایس) ۱۱ر جنوری
انوپ کمار گھوشال : رات ۵۰-۱۰ (اے) ۱۳ر جنوری
ایرا مکھرجی : صبح ۳۰-۹ (ایس) ۱۳ر جنوری

لوک گیتی

ستیسور مکھرجی : صبح ۴۵-۹ (ایس)
رات ۳۰-۲ (اے) ۲ر جنوری
چھایا چٹرجی : صبح ۴۵-۹ (ایس)
رات ۳۰-۷ (اے) ۵ر جنوری
انیل بھٹاچارجی : صبح ۴۵-۹ (ایس)
دوپہر ۲۱-۳ (اے) ۸ر جنوری
گرامن گیتی سنگستا : صبح ۴۵-۹ (ایس)
رات ۰۰-۱۰ (ایس) ۹ر جنوری
کلیانی بسواس : صبح ۴۰-۶ (اے)
صبح ۴۵-۹ (ایس)
شام ۱۵-۶ (بی) ۱۲ر جنوری
انوپ کمار گھوشال : شام ۱۵-۶ (بی) ۱۳ر جنوری
باسنتی بھٹاچاریہ : صبح ۴۵-۹ (ایس)
شام ۱۵-۶ (بی)
رات ۴۰-۲ (اے) ۱۴ر جنوری
ترا پدا لاہیری
اور پارٹی : رات ۰۰-۹ (اے) ۱۵ر جنوری

ادھونک

اودھیر باگچی : صبح ۱۵-۸ (اے) ۲ر جنوری
بکل گھوش : صبح ۱۵-۸ (اے) ۷ر جنوری
بلبل چکرورتی : صبح ۱۵-۸ (اے)
دوپہر ۱۰-۳ (ایس) ۸ر جنوری
جے شری گپتا : رات ۵۰-۱۰ (اے) ۱۰ر جنوری
شنکر ناتھ گھوشال : رات ۵۰-۱۰ (اے) ۱۱ر جنوری
جتیلیشور مکھرجی : صبح ۳۰-۸ (بی)
دوپہر ۱۰-۳ (ایس)
رات ۵۰-۱۰ (اے) ۱۴ر جنوری

بیکانیر

۲۱۵ء۰ میٹر ۱۳۹۵ کلو ہرٹز

روزانہ نشر ہونے والے پروگرام

خبریں (جے پور سے)

پرادیشک سماچار (ہندی): صبح ۰۵۔۹، شام ۰۵۔۷
ضلع کی چٹھی (سوائے اتوار) شام ۱۵۔۷
پرادیشک سماچار راجستھانی : شام ۵۰۔۷

خبریں (دہلی سے ریلے)

ہندی : صبح ۰۰۔۸ دوپہر ۰۵۔۱، ۱۰۔۲ اور
۴۵۔۲ (دھیمی رفتار سے)
شام ۰۵۔۶، رات ۴۵۔۸، ۰۵۔۱۱
انگریزی: صبح ۱۰۔۸ دوپہر ۰۰۔۱، ۰۰۔۲ اور
رات ۰۰۔۹، ۰۰۔۱۱
سندھی : صبح ۴۰۔۸، شام ۱۵۔۶
کھیل کود کی خبریں (ہندی) : شام ۰۰۔۷
راجیہ کی چٹھی (ہندی) : صبح ۰۰۔۹
سنسکرت : صبح ۰۰۔۷، شام ۱۰۔۶
سامیکی (ایک دن پہلے ریکارڈ کیا گیا
کاریہ کرم) : صبح ۵۰۔۸

صبح

۳۵۔۶ وندنا
۵۵۔۶ چنتن
۰۵۔۷ کاریہ کرموں کا وِورن
۲۰۔۷ مانس گان
۳۰۔۷ اور دوپہر ۳۰۔۱ شاستریہ سنگیت

شام

۰۵۔۵ یوواوانی
۵۵۔۵ روزگار سماچار
۰۰۔۶ استھانیہ سوچنائیں/کاریہ کرموں کا وِورن
۰۰۔۸ ہندی وارتا (سوائے منگل اور جمعرات)

جے پور سے ریلے

صبح

۱۰۔۷ کرسا کی بات/موسم (سوائے اتوار)
۲۵۔۹ ودیالیہ پرسارن
(اتوار اور دوسری چھٹیوں کے سوائے)

شام

۲۰۔۷ کرشکوں کے لیے

شاستریہ سنگیت

دوپہر ۱۰۔۱

گائن

ڈی وی پلسکر	:	۲ر	جنوری
ہیرابائی بڑودکر	:	۴ر	جنوری
بھیم سین جوشی	:	۵ر	جنوری
یشونت راؤ پروہت	:	۷ر	جنوری
حفیظ احمد خاں	:	۹ر	جنوری
استاد برکت علی خاں	:	۱۰ر	جنوری
مالویکا کانن	:	۱۲ر	جنوری
ملک ارجن منصور	:	۱۴ر	جنوری

سرود

علی اکبر خاں : ۱۰ر جنوری

ساز سنگیت

رات ۲۵۔۸

ستار

روی شنکر : ۳ر جنوری

لوک گیت

کلاوتی گوسوامی : صبح ۱۰۔۹ اور
دوپہر ۴۰۔۱ یکم جنوری
امام الدین خاں : صبح ۱۰۔۹ اور
دوپہر ۳۰۔۱ ۲ر جنوری
چے مالا گوسوامی : صبح ۱۰۔۹ اور
دوپہر ۴۰۔۱ ۳ر جنوری
فتح کماری ویاس : صبح ۱۰۔۹ اور
دوپہر ۴۰۔۱ ۴ر جنوری
بہاری لال کتھک : صبح ۱۰۔۹ اور
دوپہر ۳۰۔۱ ۵ر جنوری
گیا نیشوری شرما : صبح ۱۰۔۹ اور

آواز — [illegible] ۱۹۸۵ء

گیت/غزل

چے شری گپتا : دوپہر ۱۵۔۲ (ایس)
رات ۲۰۔۱۰ (ایس) ۱۰ر جنوری

سانگ آف واٹتھہ
گیت کار : گم گم دے
موسیقی : ہیمانشو بسواس
آرٹسٹ : اکھیل بندھو گھوش
رات ۳۰۔۱۰
(اے) اور (ایس) ۶ر اور
۱۳ر جنوری

اردو پروگرام "انجمن"

بچوں کی محفل
ترتیب: شیلا مشرا : رات ۳۰۔۹ (ڈی) ۵ر جنوری

معہوم : ادبی میگزین
ایڈیٹر : ڈاکٹر ظفر اوگانوی : رات ۳۰۔۹ (ڈی) ۱۲ر جنوری

بنگلہ ڈرامہ

کاموناموئی
ڈرامہ نویس: سوپن بندو پادھیا
پروڈیوسر
شوون لال مکھرجی : رات ۰۰۔۸ (اے) ۴ر جنوری

جادیو سنہا
قلمکار : سوبھاش بوس
پروڈیوسر
جگن ناتھ بوس : دوپہر ۰۰۔۳ (اے) ۵ر جنوری

کریپادان
قلمکار : سنت پاؤل
پروڈیوسر
ڈاکٹر اشوک باسو ملک : دوپہر ۳۵۔۲ (اے) اور
(ایس) ۶ر جنوری

آتما ہتیا را نا تومی
قلمکار : نثراج داس
پروڈیوسر
اجیت مکھوپادھیا : رات ۰۰۔۸ (اے) ۱۱ر جنوری

چوبیس گھنٹار لڑائی
قلمکار : چترنجن سین گپتا
پروڈیوسر
جگن ناتھ بوس : دوپہر ۳۵۔۲ (اے) اور
(ایس) ۱۳ر جنوری

دوپہر ۱-۳۰ ۱۳ر جنوری

لپال سرشن ویاس : صبح ۱۰-۹ اور
دوپہر ۱-۴۰ ۸ر جنوری

ہالمہ : صبح ۱۰-۹ اور
دوپہر ۱-۳۰ ۹ر جنوری

سندر کور : صبح ۱۰-۹ اور
دوپہر ۱-۴۰ ۱۰ر جنوری

نورخاں عراقی : صبح ۱۰-۹ اور
دوپہر ۱-۳۰ ۱۱ر جنوری

شپا سینی : صبح ۱۰-۹ اور
دوپہر ۱-۳۰ ۱۲ر جنوری

لام رسول : صبح ۱۰-۹ اور
دوپہر ۱-۳۰ ۱۴ر جنوری

ہرچند بہروہت : صبح ۱۰-۹ اور
۱-۴۰ ۱۵ر جنوری

سنگم سنگیت

رات ۸-۱۵

ہہند پرکاش بھٹناگر : ۳ر جنوری

نذر محمد : ۸ر جنوری

تقریر

پسنتن

از شری رام نریش سونی : صبح ۶-۵۵ یکم جنوری

لیاکھویا کیا پایا ؟

از شری مالورام شرما : صبح ۸-۲۱ یکم جنوری

چنتن

شری رام نریش سونی : صبح ۶-۵۵ ۲ر جنوری

پسنتن

از ڈاکٹر رویندر گل سرشٹھ : صبح ۶-۵۵ ۳ر اور ۴ر جنوری

چنتن

از ڈاکٹر ایل آر جوشی : صبح ۶-۵۵ ۷ر جنوری

چنتن

از ڈاکٹر ایل آر جوشی :

ہائپر ٹینشن

کارن اور بچاؤ

از ایس این مصرا : صبح ۶-۵۵ ۸ر جنوری

چنتن

از شری ایس پی شرما : صبح ۶-۵۵ ۱۳ر اور ۱۵ر جنوری

کیا ہوتی ہے ؟

ڈی لے لیپس

از ڈاکٹر ... ڈی گپتا : صبح ۸-۲۱ ۱۵ر جنوری

انٹرویو / مباحثہ

آؤ اپنی ڈگر بنائیں

اندرا گاندھی نہر بہے چہو جینا

دو تیہ چرن

از شری پی ڈیس راج ونشی : شام ۶-۳۰ ۵ر جنوری

کویتا

لکھ گیند بھٹناگر : صبح ۸-۲۱ ۶ر جنوری

رام دیو آچاریہ : صبح ۸-۲۱ ۱۳ر جنوری

کرشی لوک (کھیتی کی باتیں)

دوپہر ۱-۰۵

اس ماہ کے کرشی کاریہ

از شری رام جی لال ورما : یکم جنوری

پشوؤں کے سرد کالین روگ

اور ان کی روک تھام

انٹرویو

از چکر دھاری گوتم : ۲ر جنوری

وریا ورن کے بنائے رکھنے میں

بنوں کی بھومیکا

از شری ایس پی ماتھر : ۳ر جنوری

گرامین وکاس میں یووکوں کی بھومیکا

از شری کے این برت : ۴ر جنوری

مرغیوں کے روگ

اور ان کا اپچار

از ڈاکٹر جے ایس مہاجن : ۵ر جنوری

پرگتی شیل کسان سے بھینٹ وارتا

از شری اندر چند گودارا : ۷ر جنوری

پشونسل سدھار کے

وگیانک طریقے

از ڈاکٹر سریش سارسوت : ۸ر جنوری

ڈایوگیس سنیتر سے لابھ

از ستیہ دیوسا لکھلا : ۱۰ر جنوری

آنگن باڑی ایک

لابھ انیک

از شری نیتا ماتھر : ۱۱ر جنوری

بھیڑ پالن کی خاص خاص باتیں

از ڈاکٹر پیلاسی پٹنایک : ۱۲ر جنوری

گرامین وکاس میں

بینکوں کی بھومیکا

از شری محمد رشید احمد : ۱۴ر جنوری

کرشی لوک

[redacted]

بھینٹ وارتا

پرگتی شیل ایک کسان سے

از شری لیکھ رام : ۱۵ر جنوری

یوواوانی : تقریر

شام ۵-۰۵

بکولا بل،

منوشیہ کا شترو

از کماری شاردا گوسوامی : یکم جنوری

آتم وشواس

شری چترنج ڈیڈوانیہ : ۲ر جنوری

انوشاسن کا مہتو

شری نرن گوڑ : ۳ر جنوری

سماج میں شکشا کا دایتو

از کماری بھارتی ٹھکرال : ۵ر جنوری

یوواشکتی

از شری گریش چند کھتری : ۶ر جنوری

وواہ وچھید یا

طلاق کی سمسیہ

از کماری وندنا ورما : ۷ر جنوری

ایویڈس اینڈ سانڈس

از شری مہادیو بالانی : ۸ر جنوری

دوش دوسروں میں نہیں

خود میں ڈھونڈیں

از شری یادویندر سنگھ مہلاوت : ۹ر جنوری

آدھونک شکشا پدھتی

از شری مدھوسودن شرما : ۱۰ر جنوری

اپنا کام آپ کرنے میں لاج کیسی

از شری ایم گوسوامی : ۱۲ر جنوری

شکشا صحیح جیون کی پہچان

از شری ظفر حسین : ۱۳ر جنوری

کویتا پاٹھ

شام ۵-۰۵

چندر کلا راکیچا	:	یکم جنوری
کرپا وتی	:	۲ر جنوری
محمد حسین بہشتی	:	۴ر جنوری
من موہن جوشی	:	۵ر جنوری
شیخ سلیم احمد	:	۶ر جنوری
ہند سنگھ شیخاوت	:	۷ر جنوری
جلندر کمار جیتل	:	۸ر جنوری
پرتاپ سنگھ راجپوت	:	۹ر جنوری
جیٹھا رام سکاڑیا	:	۱۲ر جنوری
اشوک بانٹھیا	:	۱۳ر جنوری
شیڈلی گوہا رائے	:	۱۵ر جنوری

شملہ

میڈیم ویو: ۳۸۷٫۶ میٹر ۷۷۴ کلوہرٹز
شارٹ ویو: صبح ۷٫۳۰ تک اور شام ۶٫۳۰ کے بعد رات تک ۳۰٫۹۳ میٹر ۳۲۲۳ کلو ہرٹز
صبح ۷٫۴۵ کے بعد دوپہر ۴٫۴۵ تک اور شام ۵٫۰۰ کے بعد ۴۹٫۸۳ میٹر ۶۰۲۰ کلو ہرٹز

خبریں

ہندی: صبح ۸٫۰۰ دوپہر ۱٫۰۵، ۲٫۱۰ شام ۶٫۰۵ اور رات ۸٫۴۵
انگریزی: صبح ۸٫۱۰ دوپہر ۱٫۰۰، ۲٫۰۰ اور رات ۹٫۰۰
سنسکرت: صبح ۷٫۰۰ اردو: صبح ۸٫۵۰ ہندی میں علاقائی خبریں ۷٫۵۰ شام

روزانہ نشر ہونیوالے پروگرام

صبح

۶-۱۵ وندے ماترم، منگل دھونی
۶-۲۰ گیان وندو اور
بھگتی سنگیت کا پروگرام وندنا
۶-۴۵ مانس گان
۶-۵۵ کھیتی باڑی
۷-۰۵ پروگراموں کا خلاصہ
۷-۱۰ کلاسیکی موسیقی / کرناٹک سنگیت /
پرارتھنا سبھا
۷-۳۰ سامائکی
۷-۴۵ پہاڑی سنگیت
۹-۰۰ راجیہ کی چٹھی
۹-۰۵ فلمی گانے
۹-۳۰ اختتام

دوپہر

۱۲-۳۰ اسکول براڈ کاسٹ
۱۲-۵۰ دیش گان / فلمی دھن
۱-۱۰ فوجی بھائیوں کے لیے
۲-۲۰ سنہری کرنیں
۲-۴۰ سب رنگ
۳-۰۰ اختتام

شام

۵-۰۰ یووانی (منگل، جمعرات)
چُنو مُنو (ہفتہ، پیر)
سرموری پروگرام (بدھ، جمعہ، اتوار)
۵-۲۰ مہاسوی پروگرام (بدھ، جمعہ، اتوار)
چمبا یانگی پروگرام (منگل، جمعرات، ہفتہ)
۵-۴۰ بلاسپوری پروگرام (بدھ، جمعہ، ہفتہ)
کلوی پروگرام (منگل، جمعرات)
۶-۱۰ کانگڑی پروگرام (منگل، جمعرات، ہفتہ)
منڈیالی پروگرام (بدھ، جمعرات، اتوار)
مہیلا سمیلن (پیر)
۶-۳۰ کنزی پروگرام (پیر، بدھ، جمعہ)
لاہول سپتی پروگرام
(منگل، جمعرات، ہفتہ، اتوار)
۶-۵۰ پرکاش کرنیں / لاہولی، کنزی گلے
۷-۰۰ کھیل سماچار
۷-۰۵ گرامین یوواؤں کے لیے
۷-۲۵ کرشی جگت / ریڈیو دیہاتی گوشٹھی
۸-۰۰ روزگار سوچنائیں
۸-۰۵ دھارا رے گیت
۱۰-۳۰ اختتام (منگل ہفتہ کو ۱۱-۰۵ پر)

آج کے سنگیت کلاکار
شام ۵-۰۵
سُگم سنگیت
کماری پیتامنی : ۳ر جنوری
کماری ڈرگیش
نندنی بھٹناگر : ۱۰ر جنوری
لوک گیت
کماری تارا جین اور ساتھی : ۱۲ر جنوری

انٹرویو

بھارت ناٹیہ
نرتیانگن
کماری انجنا سے بھینٹ: شام ۵-۰۵ ۷ر جنوری

مباحثہ

یووا روگ
سندربھ سمبھاونائیں اور دایتو
شرکار: کماری روپانی ماتھر
سنگیتا پارکھ اور
راجیش چاولہ : شام ۵-۰۵ ۱۴ر جنوری

راجستھانی پروگرام
شام ۶-۳۰
کہانی
شری بھگوان داس کرارو : یکم جنوری
شری موہن لال پروہت : ۸ر جنوری
شری مرت لال جوشی : ۱۵ر جنوری

کویتا
شام ۶-۳۰
نوے ورش رے اوسر مائے
کاویہ پاٹھ
از شری بھیم پانڈیا : یکم جنوری
شری بارو اچاریہ : ۸ر جنوری
شری موہن دان بارہٹ : ۱۵ر جنوری

بھینٹ وارتا
صبح ۸-۳۰
اُدگیان
سائیکل چیلیٹنگ
از شری رام دیو : ۴ر جنوری
سواستھیہ را رکھ رکھاؤ ری

خاص خاص باتاں
از ڈاکٹر کے ایل مارو : ۱۱ر جنوری

تقریر
شام ۶-۵۰
نوے ورش رے موقع مائے
بیتی سو بسار آگے سو دھیان دے
از شری چندر دان چارن : یکم جنوری
دیش پوراں دیش جیسداں را
ساہتیہ جگت
از ڈاکٹر منوہر نارائن پروہت : ۸ر جنوری
دیش ری ایکتا
آج ری سب سوں بڑی ضرورت
از شری امبالال ماتھر : ۱۵ر جنوری

سرینگر

صبح ۶-۵۵ سے ۰۵-۱۱ تک (اتوار)
ٹرانسمشن اے : صبح ۶-۵۵ سے رات ۰۰-۱۰ تک (بدھ)
ٹرانسمشن بی : صبح ۱۱-۳۰ سے رات ۱۰-۳۰ تک (پیر، منگل، جمعرات اور جمعہ)
صبح ۱۱-۳۰ سے رات ۱۱-۰۵ تک (بدھ اور ہفتہ)

میڈیم ویو : سرینگر 'الف' : ۲۶۸،۱۸ میٹر   سرینگر 'ب' : ۲۴۵ میٹر   ۱۲۲۴ کلو ہرٹز
شارٹ ویو : ۱۰، ۴۹ میٹر   ۶۱۱۰ کلو ہرٹز   ۹۱،۵۶ میٹر   ۳۲۷۷ کلو ہرٹز
پہلی مجلس : صبح ۶-۳۰ سے صبح ۱۰-۰۰ تک، دوسری مجلس دوپہر ۳-۱۱ سے رات ۱۱-۰۵ تک (اتوار کو صبح ۶-۳۰ سے رات ۱۱-۰۵)

خبریں

کشمیری : صبح ۷-۴۵، شام ۶-۲۵   اردو : صبح ۸-۵۰، دوپہر ۱-۵۰، رات ۹-۱۵
ھندی : صبح ۹-۰۰   سنسکرت : صبح ۷-۰۰   انگریزی : صبح ۸-۱۰، دوپہر ۲-۰۰، شام ۶-۰۰، رات ۹-۰۰ اور ۱۱-۰۰

علاقائی خبریں

اردو : صبح ۹-۲۰، دوپہر ۱۲-۳۰، ۴-۰۰ (دھیمی رفتار سے)، شام ۷-۴۰، کشمیری : صبح ۹-۲۵، دوپہر ۱۲-۳۵، شام ۷-۳۰

روزانہ نشر ہونیوالے پروگرام

صبح

۷-۰۵ صبح گاہی
(بھکتی سنگیت کا پروگرام) (روزانہ)
۷-۰۵ گاشر اجہر / روشنی
برگزیدہ شخصیتوں کے زریں اقوال
(روزانہ)
۷-۳۰ بحالیٔ ہندسنز
کاشتکاروں کے لیے (سوائے جمعہ)
۷-۳۰ گاندھی کتھا (ہر جمعہ)
۸-۰۰ لکھچھ وناں (ہر اتوار)
نیا ادب (ہر ہفتہ)
۸-۳۱ گھرانوں کے لیے (ہر اتوار)
زعفران زار
طنز و مزاح کا پروگرام
(پہلے اور تیسرے پیر)
ذات بترات (دوسرے اور چوتھے پیر)
بیٹھک
(عمر رسیدہ لوگوں کے لیے پروگرام
(پہلے منگل)
سائنس میگزین
(دوسرے اور چوتھے منگل کو)
ثقافت (کلچرل میگزین)
(تیسرے منگل)

شش رنگ
ریڈیو ڈائجسٹ (ہر بدھ)
آنش تہ گاشش
دیہاتی سامعین کے لیے (ہر جمعرات)
گھر بار خاطر (ہر جمعہ)
کھیلوں پر تبصرہ (ہر ہفتہ)
۸-۳۵ کتھا کہانی
کلاسیکی کہانی پر مبنی (ہر پیر)
صوفی سنتوں کا کلام (ہر ہفتہ)
۹-۰۵ زونہ ڈب (روزانہ بغیر ہفتہ)
تواریخ کشمیر (ہر ہفتہ)
۹-۳۰ تو ہنز فرمائش
(ہر اتوار، منگل، جمعرات اور ہفتہ)
نو نہال
کشمیری میں ننھے منوں کے لیے پروگرام
(ہر پیر)
چن من
اردو میں ننھے منوں کے لیے (ہر جمعہ)
۱۰-۰۰ ریڈیو نیوز ریل (ہر اتوار)
۱۰-۱۵ ہونہار
بچوں کے لیے پروگرام (ہر اتوار)
۱۱-۰۰ کہکشاں یوواوانی سے منتخب پروگرام
اردو میں (دوسرے اتوار کو)

نوبہ نو
یوواوانی سے کشمیری منتخب پروگرام
(پہلے اور تیسرے اتوار)
کورل نغمے (چوتھے اتوار)
۱۱-۳۰ حسنِ ماضی (چوتھے اتوار)

دوپہر

۱۲-۴۰ پراگاشیں
غیر نصابی تعلیمی پروگرام
(روزانہ بغیر منگل اور جمعہ)
۲-۳۰ ٹیچرس فورم (ہر اتوار)
۱-۳۰ اور ۳-۰۰
فوجی بھائیوں کے لیے (روزانہ)
۴-۰۰ ہی مال
خواتین کے لیے کشمیری میں پروگرام
(ہر اتوار)
مغربی موسیقی (روزانہ بغیر اتوار)
۴-۳۰ پنجابی پروگرام (اتوار، منگل اور جمعہ)
پہاڑی پروگرام (ہر جمعرات کو)
خوشحال گھر
ہوم سائنس کا پروگرام (ہر ہفتہ)
۵-۰۰ گوجری پروگرام (روزانہ)
۵-۱۰ یادگار (ہر اتوار)
ضلع خبرنامہ (ہر پیر)
۶-۱۵ دیہاتی بھائیوں کے لیے کشمیری میں پروگرام

رات

۸-۰۰ وادی کی آواز
پاکستان اور مقبوضہ پاکستان میں
سننے والوں کے لیے (روزانہ)
۸-۴۵ اردو میں بات چیت (پیر)
کشمیری میں بات چیت (منگل)
خط کے لیے شکریہ
اردو میں سامعین کے خطوں کے جواب (بدھ)
ہیلتھ فورم (جمعرات)
ہندی میں بات چیت (جمعہ)
انگریزی میں بات چیت (ہفتہ)
تو ہنز چھٹی واتنہ : سامعین کے خطوں
کے کشمیری میں جواب (اتوار)
۹-۳۰ سلسلہ وار ڈرامہ (ہر اتوار)
اردو / کشمیری میں ڈرامہ (ہر پیر)
وودھا ہندی میں ادبی پروگرام
(پہلے منگل)
۹-۳۰ سنگرمال کشمیری میں ادبی پروگرام
(دوسرے اور چوتھے منگل)
ہم قلم اردو میں ادبی پروگرام
(تیسرے منگل)

سنچاریکا / کوی گوشٹی
(پانچویں منگل)
تصویر (پہلے بدھ)
سام
بیس نکاتی اقتصادی پروگرام پر جائزہ
(دوسرے اور چوتھے بدھ)
جدوجہد آزادی پر فیچر (تیسرے بدھ)
علاقائی سنگیت کا نیشنل پروگرام
(پہلے جمعرات)
فیچروں کا نیشنل پروگرام
(دوسرے جمعرات)
گاشہ تارکھ
مشہور شعراء پر مبنی پروگرام
(تیسرے جمعرات)
ڈراموں کا نیشنل پروگرام
(چوتھے جمعرات)
محفل
برگزیدہ شخصیتوں سے گفتگو
(پانچویں جمعرات)
رائے ترائے
کشمیری میں گفتگو (پہلے جمعہ کو)
گفتگو
اردو میں گفتگو (دوسرے جمعہ)
بزم شعر (تیسرے جمعہ)
فلم میگزین (چوتھے جمعہ)
مشاعرہ اردو (پانچویں جمعہ)
میانی زندگی میون کار
کشمیری میں گفتگو (پہلے ہفتہ)
بزم سامعین
(دوسرے اور چوتھے ہفتہ)
میانی پسند (تیسرے ہفتہ)
پتھریکا (پانچویں ہفتہ)
۱۰-۰۰ مغربی موسیقی (ہر اتوار)
آپ کی فرمایش
اور صحت سے متعلق مفید مشورے
(اتوار اور بدھ)
توہنز فرمایش
(منگل اور ہفتہ)
داستان (ہر جمعہ)
۱۰-۳۰ تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو
پرانے فلمی نغمے
(پہلے، دوسرے اور پانچویں ہفتہ)
شیخ صدا
[illegible] کا پروگرام
([illegible] اور چوتھے ہفتہ)

شاستریہ سنگیت
دوپہر ۱۰-۲

گائن

سیارام تیواڑی : یکم جنوری
استاد ریاض خاں : ۲ر جنوری
پنڈت اونکار ناتھ ٹھاکر : ۶ر جنوری
نصیر امیر الدین خاں ڈاگر : ۱۰ر جنوری
استاد امیر خاں : ۱۱ر جنوری
منور علی خاں : ۱۴ر جنوری

ساز سنگیت
دوپہر ۱۰-۲

سرود

اتیندر کمار مائیترا : ۳ر جنوری
امجد علی خاں : ۱۳ر جنوری

بانسری

پرکاش وڈیرا : ۴ر جنوری
پرکاش سکسینہ : ۱۵ر جنوری

وائلن

این راجن : ۵ر جنوری
سسر کنا دھر چودھری : ۸ر جنوری

ستار

بلرام پٹنایک : ۲ر جنوری
کارتک کمار : ۱۲ر جنوری

سنطور

اوم پرکاش چورسیا : ۱۰ر جنوری

صوفیانہ موسیقی

(صبح ۳۰-۱۱ اور دوپہر ۳۰-۲)
غلام محمد ساز نواز اور ساتھی : یکم جنوری
محمد عبد اللہ تبت بقال اور ساتھی : ۳ر جنوری
شیخ عبد العزیز اور ساتھی : ۵ر جنوری
محمد عبد اللہ سیتاری اور ساتھی : ۸ر جنوری
عبد الخالق اور ساتھی : ۱۲ر جنوری
استاد رمضان جو اور ساتھی : ۱۵ر جنوری

سگم سنگیت : کشمیری / اردو

آشا کول : صبح ۴۰-۷
شام ۱۰-۶ اور
رات ۳۰-۸ یکم جنوری
غلام نبی شیخ : صبح ۴۰-۷ دوپہر ۰۰-۱
اور رات ۳۰-۸ ۲ر جنوری

ریتا کول : دوپہر ۰۰-۱ اور
شام ۱۰-۶ ۲ر جنوری
نسیم اختر : صبح ۴۰-۷ شام ۱۰-۶
رات ۳۰-۸ ۳ر جنوری
رحمت اللہ خاں : صبح ۴۰-۷ دوپہر ۰۰-۱
رات ۳۰-۸ ۴ر جنوری
راہی آغا : دوپہر ۰۰-۱ اور
شام ۱۰-۶ ۴ر جنوری
راج بیگم : صبح ۴۰-۷ اور
شام ۱۰-۶ ۵ر جنوری
غلام حسین صوفی : صبح ۴۰-۷ اور
شام ۱۰-۶ ۶ر جنوری
آرتی ٹکو : صبح ۴۰-۷ اور
رات ۳۰-۸ ۷ر جنوری
غلام نبی وگے : دوپہر ۰۰-۱ ۷ر جنوری
نرملا دیوی : صبح ۴۰-۷ شام ۱۰-۶
اور رات ۳۰-۸ ۸ر جنوری
وجے کمار طاق : صبح ۴۰-۷
دوپہر ۰۰-۱ اور
رات ۳۰-۸ ۹ر جنوری
غلام قادر وانی : صبح ۴۰-۷ ۱۰ر جنوری
سنیتا کول : صبح ۴۰-۷ اور
شام ۱۰-۶ ۱۳ر جنوری
راجندر کمار کاچرو : صبح ۴۰-۷ اور
رات ۳۰-۸ ۱۴ر جنوری
شانتی کول : صبح ۴۰-۷ اور
شام ۱۰-۶ ۱۵ر جنوری

قوالی
دوپہر ۰۰-۱۲

استاد حیات قوال اور ساتھی : یکم جنوری
عزیز احمد خاں وارثی اور ساتھی : ۴ر جنوری

علاقائی موسیقی می دگری
سہپہر ۳۰-۴

مستدام : ۲ر جنوری
انوپما شرما : ۷ر جنوری
سیما شرما : ۹ر جنوری
غلام محمد اور ساتھی : ۱۴ر جنوری

سنطور، صوفیانہ
رات ۳۰-۸

مقام سلیان : ۶ر جنوری
مقام کوہی : ۱۳ر جنوری

غالب اور بیگم بھٹی

[illegible]

جھپکی تھی رات آنکھ کہ دیکھا یہ میں نے خواب … برہم مزاج حضرتِ غالبؔ ہیں بے حساب
بوتل بغل میں ہاتھ میں جامِ شرابِ ناب … کہنے لگے بگڑ کے بہت مجھ سے یوں جناب

شہرہ تو میل جول کا آپس میں عام ہے
میرا نہ ذکر ہے نہ کہیں میرا نام ہے

یوں تو مرے منائے گئے جشن بے شمار … اس آئینہ میں مجھ کو نہ دیکھا کسی نے یار
تو بیٹھتے تھے دور الگ ہو کے چار چار … میں پاس لایا ان کو کیا میں نے ہمکنار
دینا رہا بتاؤ محبت کا جام کون
مجھ سے بڑا ہے یک جہتی کا امام کون

جھگڑا ہوا مرا کسی بادہ بدو کے ساتھ … تلخی نہ آئی نام کو بھی گفتگو کے ساتھ
مذہب کی نہ میں نے کسی جنگجو کے ساتھ … ہے کرنی شراب بھی اک تندخو کے ساتھ
مسئلہ کو غالبؔ نے ناب کر لیا
برہم ہوا کوئی بھی تو دو آب کر لیا

کس زور شور سے تھی چلی مشکوک بات … لیکن یہ دیکھئے کہ نہ ہوتا جلا نہ ذات
اب جگہ رہے وہیں فقط تعلقات … اک دوسرے کے ڈالے ہوئے گلے میں ہات
نفرت تمام پیار کے سانچے میں ڈھل گئی
نکلے جو میکدے سے تو دنیا بدل گئی

کس کس کو کھینچ کر دی آواز لائی ہے … اب شیخ و برہمن کو یکجا بلائی ہے
ہر ہر قدم پہ شمع محبت جلائی ہے … یکجہتی کبھی بھلائی مذہب جلائی ہے
میں نے کیا ہے بغض و حسد کا علاج کل
آزاد رہ ذوالوں اور مسلک کے ناج کا

(رامپور سے نشر)

جوہر سیوانی

میخانے میں میخواروں سے یہ تنفّسا ہے … ساقی کا فرمانہ آج کوئی ستہ ہوا ہے
استاد کی ڈیوڑھی پہ یہ اعلان ٹنگا ہے … آٹھ آنے میں لے جاؤ غزل ریٹ کھلا ہے
بدھو کے جگر بند نے اکرام دیا ہے … نمبر نہیں بڑھواتے ہیں والد سے خفا ہے
جوتی جو پڑی سر پہ تو سر ہو گیا گنجہ … یہ گرل سے اظہارِ محبت کی سزا ہے
ہونے لگی ملکی میں جو بچوں کی ولادت … ہر اک زچہ خانے میں اب قفل پڑا ہے
میں باپ ہوں بچوں کا قدرت ہے خدائی … بیگم کا فسوں اس میں نہ کچھ مری خطا ہے
لنگڑانے لگی صنفِ غزل بزمِ سخن میں … آزاد غزل کا جو مرض عام ہوا ہے
کس چیز سے اب پیٹ بھرے بھوکے سخن کا … ہانڈی میں تری فکر کا چاول نہ گلا ہے
اشعار کے جنگل میں کوئی کیسے گھسے گا … افکار و تخیل کا وہاں بھوت کھڑا ہے
نوکر کے فرائض وہ ادا کرتا ہے دن رات … گھر چھوڑ کے سسرال میں آکر جو بسا ہے
استاد ہی خود لکھ کے غزل دیتے ہیں جس کو … وہ شاعر محتاج بھی فنکار بنا ہے
تو کس لیے پڑھتا ہے غزل تان کے سینہ … محفل میں ترا زور چلے گا نہ چلا ہے
یہ دل مرا گولان پہاڑی تو نہیں ہے … دشنام کا بم اس پہ جو برسایا گیا ہے
صیادِ سیاست ہے وہ صیادِ سیاست … مرغانِ گلستاں کا جو پر نوچ رہا ہے
دن میں جسے سب لوگ سمجھتے ہیں فرشتہ … شب میں وہ فرشتہ مجھے شیطان لگا ہے
لینا ہے اگر مجھ سے تو لے لیجیے گردہ … کیا کیجیے دل کا نہ جلا ہے نہ بجھا ہے
اب پھول تبسم کے سرِ بزم کھلیں گے
وہ دیکھو اُدھر جوہرؔ طناز کھڑا ہے

(پٹنہ سے نشر)

خوگرِ پان

[illegible]

پھول جھڑتے ہیں جو تم کرتے ہو پیاری باتیں
بھول سکتا ہے بھلا کون تمہاری باتیں
جب کبھی تم بات کرو ایک چمن کھل جائے
ملتے ہیں شوخ سے رنگوں میں سنواری باتیں
بارشِ لالہ و گل چار طرف جاری ہے
یہ الگ بات کہ یہ پیک کی پچکاری ہے

پان کھانے سے ہی یہ راز عیاں ہوتا ہے
گوشۂ لب سے لہو کیسے رواں ہوتا ہے
شیروانی پہ دلِ خون شدہ کی تصویر
کوٹ پروان گلابوں کا گماں ہوتا ہے
جا بجا پیک کے یہ داغ بتا دیتے ہیں
تم کدھر ہو کے گزرتے ہو بتا دیتے ہیں

بے خیالی میں کیا ایک تماشہ تم نے
پیتے ہی دیدۂ گلرنگ نہ دیکھا تم نے
تم نے اک شوخ کے میک اپ کو بہت شوق کیا
شام کو چلتی ہوئی بس سے جو تھوکا تم نے
خون ہی خون تھا بے چارے کے ارمانوں پر
پیک ہی پیک تھی گدرائے ہوئے شانوں پر

بس میں تھوک سنیماؤں کی دیواروں میں
ریل کے ڈبوں میں رکشوں میں کبھی کاروں میں
تھوک دفتر میں کھلی سڑکوں پہ فٹ پاتھوں پر
یا کبھی گنج کبھی چوک کے گلیاروں میں
چھیڑ و کوچہ و بازار نہ چھوڑے تم نے
بحرِ ظلمات میں دوڑا دیئے گھوڑے تم نے

اس خرابے میں جراثیم کی محفل نہ سجاؤ
عالم میں یوں پیک کے دریا نہ بہاؤ
سرخرو ہو کے رہو عالمِ رنگ و بو میں
بادۂ سرخ کو نظروں کا نشانہ نہ بناؤ
دامنِ ذہن میں اشعار کے غنچے چن لو
خوگرِ پان ہو تھوڑا سا گلا بھی سن لو

پان کلّے میں دبائے ہوئے سونا چھوڑو
رات میں پیک سے تکیے کا بھگونا چھوڑو
فکرِ حفظانِ صحت، فکرِ وطن ہے مجھ کو
شکوہ اب تم سے بھی بیگم یہ دہن ہے مجھ کو

(گورکھپور سے نشر)

Regd.No.D-(C) 39 Regd. No. RN 14253

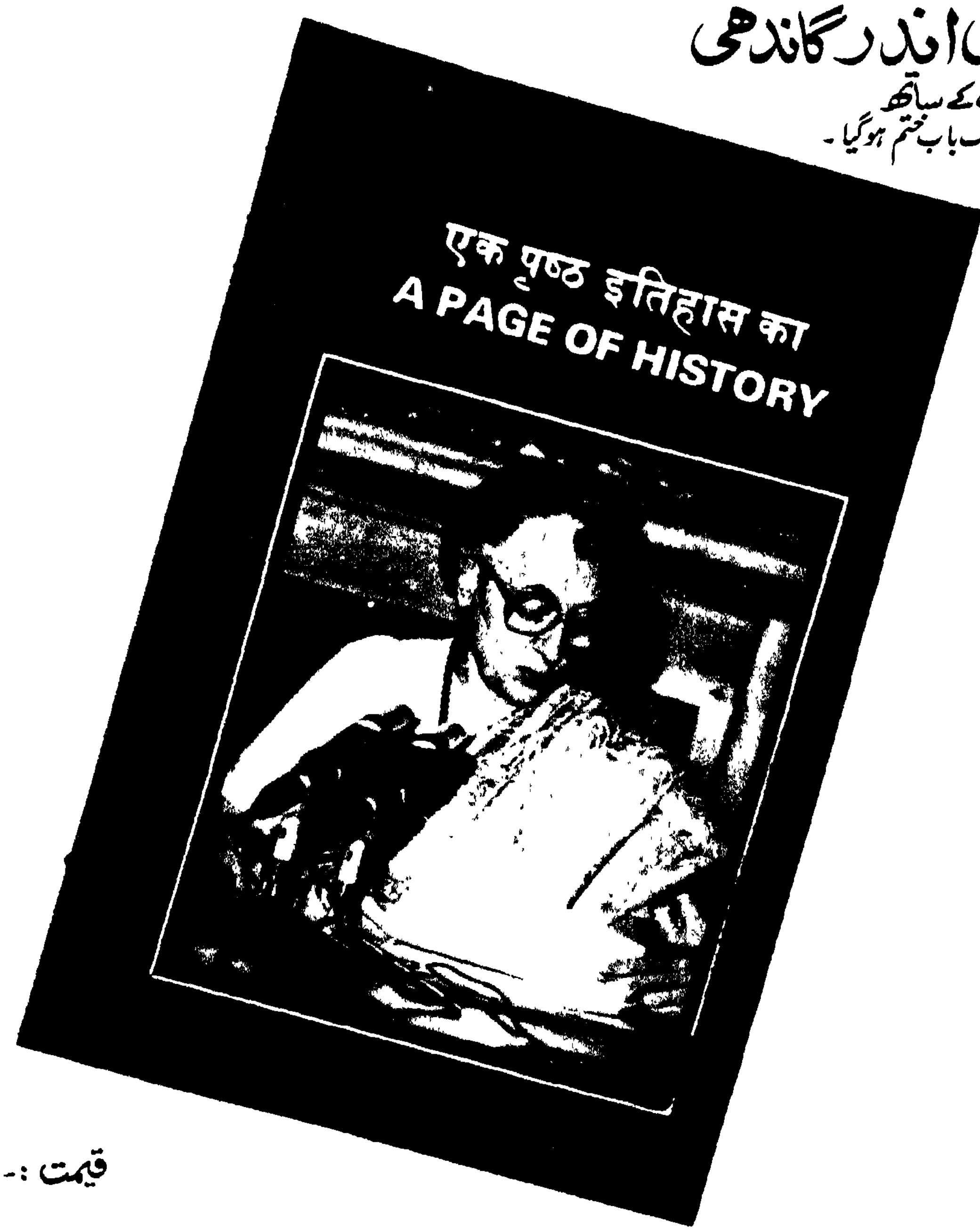
AWAZ
1ST JANUARY 1985

Licenced (U-23) to post without prepayment at PSO, New Delhi

آزاد ھندوستان کی ایک عظیم شخصیت

شریمتی اندرا گاندھی

کی شہادت کے ساتھ
عالمی تاریخ کا ایک باب ختم ہوگیا۔



قیمت :- دس روپے

۳۱ اکتوبر ۱۹۸۴ء سے ۱۹ نومبر ۱۹۸۴ء کو ان کے یوم پیدائش تک آل انڈیا ریڈیو سے ان کی پروقار شخصیت، قوم کے لیے ان کے جذبات و احساسات اور ملکی و عالمی سیاست میں ان کی خدمات کے متعدد پہلوؤں کو اجاگر کرتے ہوئے بہت سی فیچر اور مقالے نشر کیے گئے۔ ہندی اور انگریزی میں نشر ان تحریروں کا انتخاب اس کتاب میں یکجا کر دیا گیا ہے۔

طابع : 'آکاشوانی گروپ آف جرنلز' آل انڈیا ریڈیو۔ نئی دھلی ۱۱۰۰۰۱

تقسیم کار: ڈائریکٹر پبلی کیشنز ڈویژن، وزارت اطلاعات و نشریات
پٹیالہ ھاؤس - نئی دھلی ۱۱۰۰۰۱

Published by the Director General, All India Radio, at the Office of the Chief Editor, Akashvani Group of Journals, PTI Building, II floor Sansad Marg, New Delhi 110001. Printed by the Manager Government of India Photo Litho Press, Faridabad.

آواز

۱۶ر سے ۳۱ جنوری ۱۹۸۵ء
۲۶ر پوش سے ۱۱ر ماگھ ۱۹۰۶ شاکا

ـت کا ۵۰ واں سال
ـت ایک روپیہ

آل انڈیا ریڈیو کے پروگرام، معلوماتی مضامین، دل چسپ افسانے و منظومات



اس بار جالندھر سے غزلیں

پورن سنگھ ہنر

اس عالمِ فنا میں بقا مانگتے ہیں لوگ
کس کس ادائے غم کی دوا مانگتے ہیں لوگ

محرومِ سیم و زر ہوں مگر دل کا ہوں غنی
مجھ کو بتائیے تو یہ کیا مانگتے ہیں لوگ

کس بات کی کسی سے توقع کرے کوئی
دنیا میں بات کا بھی صلا مانگتے ہیں لوگ

نا آشنائے دردِ محبت ہیں یہ ابھی
اہلِ جفا سے دادِ وفا مانگتے ہیں لوگ

احسان کرکے بھولنا ان کا نہیں شعار
دیتے ہیں جو بھی اس سے سوا مانگتے ہیں لوگ

کتنا عجیب ہے یہ تماشا کہ دوستو
خود بے وفا ہیں ہم سے وفا مانگتے ہیں لوگ

یہ راز آشکارا کسی پر نہ ہو سکا
آخر یہ کیا ہے جس کی دعا مانگتے ہیں لوگ

جس نے متاعِ دل بھی لٹا دی ہو پیار میں
اس شاعرِ غریب سے کیا مانگتے ہیں لوگ

مدت ہوئی کہ ٹوٹ چکا سازِ دل ہنر
اب کس سے دھڑکنوں کی صدا مانگتے ہیں لوگ

پریم کمار نظر

دہن کو زخم زباں کو لہو لہو کرنا
عزیزو سہل نہیں اس کی گفتگو کرنا

کھلے دریچوں کو تکنا تو بادہ ہو کرنا
یہی تماشا سرِ شام کو بکو کرنا

جو کام مجھ سے نہیں ہو سکا وہ تو کرنا
جہاں میں اپنا سفر مثلِ رنگ و بو کرنا

تم ایک لفظ میں تشریحِ آرزو کرنا
دلِ تباہ کی ایذا پرستیاں معلوم

جو دسترس میں نہ ہو اس کی جستجو کرنا
جو ہو سکے تو پیمبر اتارنا ہم پر

اس عہدِ کشف و کرامت کو سرخرو کرنا
میں اس کی ذات سے انکار کرنے والا کون

نہ ہو یقین تو مجھے اس کے روبرو کرنا
جو حرف لکھنا اُسے لوحِ آب پر لکھنا
جو نقش کرنا سرِ سطحِ آبِ جو کرنا

آزاد گلاٹی

اک ایسا لمحہ تو میرا بھی ہم سفر کر دے
جو اس طویل سفر کو بھی مختصر کر دے

وہ اپنے لطف و کرم کی اگر نظر کر دے
میری غزل کو ہی کتنوں کو چارہ گر کر دے

عذاب ہے یہ شعور خود آگہی میرا
میرے خدا مجھے اپنے سے بے خبر کر دے

میری دعا میری کمزوریوں کی مظہر ہے
تیرا کرم ہو اگر اس کو بے اثر کر دے

بھٹک نہ جائے وہ تنہائیوں کے صحرا میں
میرے خیال کو تو اس کی رہگذر کر دے

میں اس کے شہر میں ہوں اور اسے نہیں معلوم
کوئی تو یاد کا جھونکا اسے خبر کر دے

سفر ظفر کا وسیلہ بنا رہے آزاد
مگر نہ یوں کہ سفر کو ہی مستقر کر دے

مہر گیرا

بڑے جتن سے کیا ختم ہم نے دن کا سفر
سمٹتی شام پہ پھر سایۂ سحر کیوں ہے

وہ روز ملتا ہے کیوں خواب کے جزیرے میں
بچھڑ کے مجھ سے وہ میرے قریب تر کیوں ہے

کہیں بھی کیا کوئی منظر نہیں ہے اس کے لیے
ہر ایک سمت بھٹکتی ہوئی نظر کیوں ہے

وہ شخص جس سے تعلق میرا رہا ہی نہیں
شریکِ غم وہ میرا کیوں ہے ہم سفر کیوں ہے

ہر ایک شخص ہراساں ہر ایک سہما ہوا
عجب خوف میں لپٹی ہوئی سحر کیوں ہے

جو مرے حال سے واقف رہا ہے ہر اک پل
اب اپنے حال سے وہ شخص بے خبر کیوں ہے

یہ میرے شہر کے کوچے یہ میرے شہر کے لوگ
انہی سے آج مجھے مہر اتنا ڈر کیوں ہے

راجندر ناتھ رہبر

میں اک چراغ ہوں دہلیز پر سجا مجھ کو
بجھا نہ دے یہ کہیں سرپھری ہوا مجھ کو

عجیب بات ہے جو خود بھی راہ میں گم ہے
دکھا رہا ہے وہ منزل کا راستہ مجھ کو

میں ایک برگ ہوں اور آندھیوں کی زد پر ہوں
نہ جانے لے کے کہاں جائے گی ہوا مجھ کو

کروں گا اس سے گلہ اس کی بے نیازی کا
وہ بے نیاز جو بھولے سے مل گیا مجھ کو

ملوں گا تم کو بہر گام راہِ ہستی میں
مگر یہ شرط ہے دل سے پکارنا مجھ کو

سنا ہے بیٹھ گیا تھک کے راہ میں وہ بھی
وہ ہم سفر کہ جو دیتا تھا حوصلہ مجھ کو

شکیب بھی مجھے یارب عطا کیا ہوتا
دیا ہے درد اگر تو نے لادوا مجھ کو

جگر جالندھری

ہر ایک غم کو سمجھ کر تیری رضا میں نے
ہزار شکر کیا اور لے لیا میں نے

غریب دل کا نہ سوچا یہ کیا کیا میں نے
کسی کے چہرے سے پردہ اٹھا دیا میں نے

تمہارے حسن کی تعریف پھر بھی ہو نہ سکی
تمام حسنِ بیاں صرف کر دیا میں نے

جو بات دل میں تھی وہ بات دل میں رہ نہ سکی
تمہارے کہنے پہ گو لب کو سی لیا میں نے

کسی نے پیار سے دیکھا تو یوں لگا مجھ کو
تمام دولتِ دنیا کو پا لیا میں نے

تمہارے جلوے کو دیکھا جو بند آنکھوں سے
تو بند کر دیا آنکھوں سے دیکھنا میں نے

قرار، جوانی، وقار، دین، ایمان
کسی کے عشق میں سب کچھ لٹا دیا میں نے

ہر اک سزا کو سمجھ کر لکھا مقدر کا
جگر کیا نہ کسی کا بُرا بھلا میں نے

آواز

آل انڈیا ریڈیو کے پروگرام

چیف ایڈیٹر
ادارت

[illegible]

ٹیلی فون
۳۸۲۲۴۹
۳۸۲۲۵۴

[illegible]	۱۶ر جنوری ۱۹۸۵ء	مطابق	۲۶ر پوش ۱۹۰۶ شاکا	جلد ۵۰	شمارہ ۲

جمہوری ہندوستان - ہندوستانی آئین

نذیر الدین مینائی

بیسویں صدی کو اگر جمہوریت کی صدی کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ اسی صدی میں جمہوری طرز فکر کو فروغ ملا۔ شہنشاہیت، بادشاہت، زار شاہی اور آمریت سے پرچم سرنگوں ہوئے اور دنیا کے بیشتر ملکوں میں جمہوری نظام حکومت اختیار کیا گیا۔ اسی صدی میں افریقی و ایشیائی ممالک سامراجی تسلط سے آزاد ہوئے۔

ہمارے ملک میں آزادی کی جدوجہد کے دوران ہی اس بات کا اعلان ہو چکا تھا کہ آزاد ہندوستان کی حکومت جمہوری طرز پر منظم ہوگی۔ چنانچہ آزاد ہونے کے دو ڈھائی برس کے اندر ہی دستور ساز اسمبلی نے ہندوستان کا دستور تیار کر لیا اور اسے ۲۶ر جنوری ۱۹۵۰ء کو نافذ کر دیا گیا۔ اس دستور کی تمہید میں اس بات کا اعلان کیا گیا کہ ہندوستان مکمل طور پر خود مختار ہوگا اور اس کے اقتدار و اختیار کا سرچشمہ خود ہندوستان کے عوام ہوں گے۔

جمہوری حکومت میں چونکہ پارلیمنٹ یعنی قانون ساز جماعت کو نسبتاً زیادہ اہمیت حاصل ہوتی ہے اور وہی حکومت کا محور و مرکز ہوتا ہے اس لیے سب سے پہلے پارلیمنٹ اور ریاستی قانون ساز اسمبلیوں کو منظم کیا گیا اور اس سلسلے میں عام انتخابات کا اعلان ہوا۔ دنیا کے اہم اخباروں میں ہندوستان کے عام انتخابات کی خبر جلی سرخیوں کے ساتھ شائع ہوئی گویا یہ دنیا کا اہم ترین واقعہ ہو اور تھا بھی۔ کیونکہ ہندوستان ہی ایک ایسا ملک تھا جس میں ووٹروں کی تعداد دنیا میں سب سے زیادہ تھی۔ اسی لیے ہندوستان کو دنیا کی سب سے بڑی جمہوریت کہا گیا۔ پہلے عام انتخاب میں کل ووٹروں کی تعداد ۱۷ کروڑ ۳۲ لاکھ ۱۲ ہزار ۳۴۳ تھی۔ جس میں سے دس کروڑ ۵۹ لاکھ ۴۴ ہزار ۴۹۵ [illegible] نے اپنے حق کا استعمال کیا۔

ہندوستان کی جمہوریت نہ صرف تعداد کے لحاظ سے سب سے بڑی ہے بلکہ اس نے یہ بھی ثابت کر دیا ہے کہ یہاں کے عوام کا جمہوری شعور بھی پختہ ہے۔ اگر دنیا کے نو آزاد ممالک پر ایک سرسری نظر ڈالیں تو ایک بڑی دلچسپ مگر حیرت انگیز حقیقت سامنے آئے گی۔ اور وہ یہ کہ ایشیا، افریقہ یا جنوبی امریکہ کے جتنے ممالک آزاد ہوئے ان سب میں شروع شروع میں جمہوری حکومتیں قائم ہوئیں۔ لیکن ایک قلیل مدت میں ان حکومتوں میں تبدیلی آگئی۔ کہیں فوجی ڈکٹیٹر شپ قائم ہو گئیں تو کہیں غیر فوجی ڈکٹیٹر شپ، کہیں جمہوریت کو پائدار بنانے کے نام پر اس کو اس طرح مسخ کیا گیا کہ اس میں سے جمہوری عنصر کم سے کم تر بلکہ عملاً غائب ہی ہو گیا۔ لیکن ہندوستان ہی وہ واحد ملک ہے جہاں ۱۹۴۷ء سے آج تک جمہوری حکومت اپنے جملہ لوازمات کے ساتھ قائم ہے۔ جمہوری نظام کا وہ خاکہ جو دستور جمہوریہ ہند میں پیش کیا گیا تھا وہ بنیادی طور پر اسی طرح قائم ہے اور اسی کے مطابق حکومت چلائی جاتی رہی ہے۔ حکومتیں بدلی ہیں لیکن ان کے بدلنے میں غیر دستوری اقدامات یا عوامل کی کارفرمائی نظر نہیں آتی۔ جہاں بھی اور جب بھی حکومتیں بدلی ہیں وہ پر امن اور دستوری طور پر عوام کے ووٹ سے بدلی گئی ہیں۔

ہندوستان میں جمہوری حکومت کے قیام کے وقت کچھ مغربی مبصروں کا خیال تھا بلکہ یقین تھا کہ بہت جلد یہاں جمہوریت کا تجربہ ناکام ہو جائے گا کیونکہ ان کے خیال میں ہندوستان کے حالات جمہوریت کیلئے بالکل سازگار نہیں۔ لیکن بڑے اطمینان اور تقویت کی بات ہے کہ پیشین گوئی صحیح ثابت نہ ہو سکی۔ یہ تجربہ نہ صرف کامیاب ہوا بلکہ وقت اور تجربے کے ساتھ ہندوستان میں جمہوریت اور زیادہ مستحکم اور مضبوط بنیادوں پر قائم ہوئی

اس شمارے میں

قیمت

فی کاپی ــــــ ایک روپیہ
سالانہ ــــــ ۲۲ روپے
دو سال ــــــ ۴۲ روپے

اشتہارات ملک ڈاکخرچ بذمہ ادارہ
اسسٹنٹ بزنس منیجر: اشوک پروندہ

جارہی ہے۔ گزشتہ ۴۰ برس کے تجربے نے یہ بات ثابت کر دی ہے کہ ہندوستانی عوام کا جمہوری اور سیاسی شعور پختہ تر ہوتا جا رہا ہے۔ اور اس نے جمہوریت اور جمہوری طرزِ فکر کی جڑوں کو اور زیادہ گہرا اور مضبوط کر دیا ہے چنانچہ نہ صرف تعداد کے لحاظ سے بلکہ شعور کی پختگی اور تجربہ اور سمجھ بوجھ کے لحاظ سے بھی ہندوستان کی جمہوریت سب سے بڑی ہے اور یقیناً عظیم ہے۔

جمہوریت نہ صرف ایک طرزِ حکومت ہے بلکہ یہ ایک طرزِ فکر اور طرزِ حیات بھی ہے۔ فلسفۂ جمہوریت انسان کی انسانیت اور اس کے وقار اور عظمت کا اعتراف کرتا ہے۔ اور مساوات کی بنیاد پر سب انسانوں کو سماجی اور سیاسی سطح پر برابر کی حیثیت دیتا ہے۔ سیاسی میدان میں جمہوریت سے مراد وہ طرزِ حکومت ہے جس میں عوام کو ملک کے اقتدار اعلیٰ اور اختیار کا سرچشمہ سمجھا جاتا ہے۔ اس میں عوام کو اپنے ملک کی حکومت کے معاملات میں سرگرم حصہ لینے کا پورا حق دیا جاتا ہے۔ عوام اپنی مرضی کی حکومت قائم کر سکتے ہیں اور اپنے نمائندوں کے توسط سے اپنے ملک کی حکومت کا کاروبار چلا سکتے ہیں۔ سیاسی مساوات کی بنا پر ہر شہری کے ووٹ کی قدر و قیمت برابر تصور کی جاتی ہے۔

جمہوری حکومت دو قسم کی ہوتی ہیں۔ ایک راست جمہوریت اور دوسری بالواسطہ جمہوریت۔ زمانہ قدیم میں یعنی چوتھی صدی قبل مسیح میں یونان میں بہت ہی چھوٹی ریاستیں ہوا کرتی تھیں۔ ان کے شہری جن کی تعداد بہت کم ہوتی تھیں، ایک جگہ جمع ہو کر اپنے ملکی معاملات پر غور و خوض کرتے تھے اور حکومت کے معاملات پر فیصلہ کرتے تھے۔ چونکہ شہری حکومت کے معاملات میں براہ راست خود حصہ لیتے تھے اس لیے ایسی جمہوری حکومت کو راست جمہوریت کہا جاتا ہے۔ لیکن موجودہ زمانے میں ملک بڑے وسیع اور عریض اور ان کی آبادیاں بھی کثیر ہیں ایسی صورت میں جملہ شہریوں کو یکجا ہو کر اپنے ملک کے مسائل پر غور اور فیصلہ کرنا قطعاً ممکن نہیں اس وقت کے پیش نظر نمائندگی کے نظریے نے جنم لیا۔ اب شہری اتنے نمائندے منتخب کر لیتے ہیں کہ وہ کسی ایک جگہ جمع ہو کر آسانی کے ساتھ فیصلہ کر سکیں۔ یہ جمہوریت بالواسطہ یا نیابتی جمہوریت کہلاتی ہے۔ موجودہ دور میں اسی طرزِ حکومت کا رواج ہے کہ یہ آسان ہے۔ ہمارے ملک میں یہی طریقہ رائج ہے۔ چونکہ ہم لوگ طویل عرصے تک برطانیہ کے زیر اقتدار رہے اس لیے ہمارے رہنما اور عوام برطانوی سیاسی اداروں مثلاً پارلیمنٹ، وزیر اعظم کابینہ وغیرہ کی کارکردگی سے بخوبی متعارف ہیں، اور انھیں اس کا خاصہ تجربہ بھی ہے۔ اس لیے ہم نے کچھ تو اپنے مخصوص حالات کے پیش نظر اور کچھ برطانوی ورثہ کے سبب پارلیمانی جمہوری نظام اپنایا۔ یہ وہ نظام ہے جس میں پارلیمنٹ کو فوقیت اور برتری حاصل ہوتی ہے اور وزیر اعظم اور مجلس وزرا پارلیمنٹ کے تئیں جوابدہ ہوتے ہیں۔

کسی بھی ملک کے معاملات اور مسائل اتنے سیدھے سادے نہیں ہوتے کہ انھیں آسانی سے حل کیا جا سکے۔ حکومت کس قسم کی ہو، معاشی نظام کیسا ہو، قومی و بین اقوامی پالیسی کیا ہو، حکومت کا کاروبار کس طرح چلے۔ ان تمام باتوں کے سلسلے میں مختلف نظریات ہیں۔ ملک کے مسائل کو حل کرنے کے ایک سے زیادہ طریقے ہو سکتے ہیں۔ یہ کیسے طے ہو اور کون طے کرے کہ کون سا نظریہ یا طریقہ بہتر اور مفید ہوگا۔ اس کام کے لیے سیاسی پارٹیاں وجود میں آئیں۔ کسی ایک مخصوص فلسفے، نظریے یا نقطۂ نظر کے حامیوں کی ایک جماعت بن جاتی ہے جو اپنے موقف اور نظریات کی ترویج و اشاعت کرتی ہے اور لوگوں کو قائل و معقول کر کے اپنا ہم خیال بناتی ہے۔ اگر یہی جماعت اس بات کی بھی خواہش یا دعویٰ کرے کہ اس کے امیدواروں کو چنا جائے اور حکومت چلانے کا فرض انھیں سونپا جائے تو وہ جماعت سیاسی جماعت کہلاتی ہے۔ جیسا کہ ابھی ذکر کیا جا چکا ہے کہ ملک کے مسائل کو حل کرنے اور اسے ترقی دینے کے ایک سے زیادہ طریقے ہو سکتے ہیں۔ ہر سیاسی پارٹی ایک نہ ایک طریقہ کار یا نظریے کی حامی ہوتی ہے۔ اس لیے جتنے نظریات ہوں گے کم و بیش اتنی ہی سیاسی جماعتیں ہوں گی۔ ان میں سے ہر پارٹی اس کی کوشش کرتی ہے کہ حکومت چلانے کا کام عوام اسے سونپ دیں۔ کیونکہ ہر سیاسی پارٹی یہ دعویٰ کرتی ہے کہ اس کا نظریہ یا اصول دوسروں کے مقابلے میں بہتر ہے۔ اور وہ ملک اور اس کے عوام کے فلاح کے کام بہترین طور پر انجام دے سکتی ہے۔ اسی لیے انتخابات پر ہر سیاسی جماعت کے امیدوار کھڑے ہوتے ہیں اور عوام سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ انھیں ووٹ دیں اور انھیں کامیاب کر کے پارلیمنٹ یا اسمبلی میں اپنا نمائندہ بنا کر بھیجیں۔ اس مقصد کے لیے الکشن یعنی انتخابات کا ہونا ضروری ہے۔ کیونکہ یہ کیسے طے پائے گا کہ کون سی پارٹی یا جماعت کو عوام کی اکثریت پسند کرتی ہے۔

انتخابات کرانے کے لیے ہندوستان میں ایک مستقل الکشن کمیشن ہے جو پارلیمنٹ اور ریاستی اسمبلیوں کے لیے وقتاً فوقتاً حسب ضرورت انتخاب کراتا رہتا ہے۔ انتخاب کے لیے پورے ملک کو اتنے انتخابی حلقوں یا کانسٹی ٹوانسیز میں تقسیم کر دیا گیا ہے کہ جتنے نمائندوں کا انتخاب ہونا ہے۔ دستور کے مطابق ہندوستان کی پارلیمنٹ کے ایوان زیریں یعنی لوک سبھا میں زیادہ سے زیادہ ۵۴۵ ممبر ہو سکتے ہیں۔ اس لیے پورے ملک کو تقریباً اتنے ہی حلقوں میں تقسیم کر دیا گیا ہے۔ ہر حلقے سے ایک نمائندہ منتخب ہوتا ہے۔ سیاسی پارٹیاں اپنے اپنے امیدوار الکشن میں کھڑے کرتی ہیں، سب سے زیادہ ووٹ حاصل کرنے والے کو الکشن کمیشن منتخب قرار دیتا ہے۔ سارے منتخب نمائندے پارلیمنٹ میں پہنچ کر حلف لیتے ہیں اس کے بعد انھیں باقاعدہ ممبر سمجھا جاتا ہے۔ ہر پارٹی کے ممبر پارلیمنٹ کے کاروبار کے لیے اپنا اپنا امیدوار چنتے ہیں۔ دستور کے مطابق وزیر اعظم کا تقرر صدر کرتا ہے اور وزیر اعظم اپنے عہدے پر اس وقت تک فائز رہتا ہے جب تک اسے صدر کی خوشنودی حاصل رہتی ہے۔ پارلیمنٹ میں جس سیاسی پارٹی کے ممبر سب سے زیادہ ہوتے ہیں اس پارٹی کے لیڈر کو صدر جمہوریہ وزیر اعظم مقرر کرتا ہے اور وزیر اعظم کی سفارش پر دیگر وزرا کا تقرر کرتا ہے۔ وزیر الگ الگ شعبوں کے انتظام کی ذمہ داری سنبھالتے ہیں۔ تمام وزیروں کو اجتماعی طور پر مجلس وزرا یا کاونسل آف منسٹرس کہتے ہیں۔ مجلس وزرا اپنی کارکردگی کے لیے لوک سبھا کو جوابدہ ہوتی ہے۔ اور وزیر اعظم اور دیگر وزرا اپنے اپنے عہدوں پر اس وقت تک رہ سکتے جب تک انھیں لوک سبھا کا اعتماد حاصل ہے۔ عدم اعتماد کی صورت میں وزیر اعظم اور دیگر وزرا کو مستعفی ہونا پڑتا ہے۔ کوئی حکومت، اگر اسے پارلیمنٹ کا اعتماد حاصل نہیں ہے تو وہ قائم نہیں رہ سکتی۔ پارلیمنٹ کے اعتماد سے مراد عوام کے نمائندوں کا اعتماد۔ اور عوام کے نمائندوں کے اعتماد کے معنی ہیں عوام کا اعتماد۔ اس طرح حکومت پر عوام کا کنٹرول ہوتا ہے اور صرف وہی لوگ حکومت کر سکتے ہیں جنھیں عوام پسند کرتے ہوں حکومت جائز اور قانونی کہی جا سکتی ہے جو عوام کی مرضی کے مطابق ہو۔ کہ یہی جمہوریت کی روح ہے اور یہی اس طرزِ حکومت کی سب سے بڑی خوبی ہے۔

(اردو سروس سے نشر)

شخصیات شعر و ادب

سلسلہ

پروفیسر کلیم الدین احمد

نئی نسل کی صلاحیتوں نے مجھے کبھی مایوس نہیں کیا، علامہ اقبال نے جس 'قوتِ تسخیر' کا ذکر کیا تھا، وہ اس کے اندر موجود ہے، اس کے باوصف میں ہمیشہ یہی دعا کرتا رہتا ہوں کہ نئی نسل کی حرکت و حرارت میں اضافہ ہوتا رہے، ایسا شاید میں اس لئے کرتا ہوں کہ بزرگوں نے جس نخل کی آبیاری کی تھی، کبھی کبھی اس کے خشک ہو جانے کا اندیشہ مجھے لاحق ہو جاتا ہے —— پروفیسر کلیم الدین احمد کے انتقال کی خبر میں نے سنی تو یکایک محسوس ہوا کہ علم و ادب کا جو آئینہ خانہ تھا، وہ چور چور ہو گیا اور دور دور تک ایسا کوئی نظر نہیں آیا جس کا قلم مومیائی بن جائے اور اس شکستہ آئینہ خانہ کو از سر نو استوار کر دے۔

دانش و آگہی کے دو جید نمائندوں کا مسکن عظیم آباد (پٹنہ) رہا ہے۔ میری مراد قاضی عبد الودود اور پروفیسر کلیم الدین احمد سے ہے۔ ایک میں تحقیقی بصیرت اپنے منتہائے کمال تک پہنچی ہوئی ہے اور دوسرا بے پناہ تنقیدی صلاحیتوں کا مالک تھا۔ دونوں نے تقریباً نصف صدی تک تشنگان علم کی پیاس بجھائی ہے۔ کلیم صاحب ابھی فعال اور چاق و چوبند تھے، وہ روزانہ گھنٹوں کام کرتے تھے اور علم و ادب کی آبیاری میں مصروف رہتے تھے ان کا انتقال ایسی حالت میں ہوا جب وہ اپنی عمر طبعی کو پہنچ چکے تھے لیکن علمی لحاظ سے "مانند خضر رنگ شباب" کے حامل نظر آتے تھے۔ ترقی اردو بورڈ کے لئے انگریزی۔اردو لغت کی تیاری، بہار اردو اکاڈمی کی سربراہی اور ان کے اپنے نہج کے تحقیقی و تنقیدی پروجیکٹ —— وہ ان میں ہمہ وقت منہمک رہتے تھے اور کوئی لمحہ بیکار ضائع نہیں ہونے دیتے تھے۔ سرزمین عظیم آباد میں لوگ اس لئے بھی پہنچتے تھے کہ ان دونوں بزرگوں سے فیض اٹھانے کا موقع ملے گا۔

کلیم الدین صاحب کا قلم کشمکش و کشاکش کو جنم دیتا تھا ان کی ناوک اندازی سے خدا جانے کتنے نیم بسمل ہوئے اور کتنے بے جان۔ جواب میں ان پر بھی تیر چلائے گئے لیکن جوابی تیر صدائے بازگشت کی حیثیت اختیار کر لیتا تھا اور ہر تیر کے اپنے چلانے والے کے سینے میں پیوست ہو جاتا تھا کلیم الدین صاحب پر کوئی بھی جوابی تیر کبھی اثر انداز نہیں ہوا وہ وہی کہتے تھے جو ان کو کہنا تھا اور اسی شد و مد کے ساتھ کہتے تھے

محمود الٰہی

جوان کا شیوہ تھا۔ دراصل وہ کبھی اس نیت سے حملہ آور نہیں ہوتے تھے کہ میدان ان کے ہاتھ آجائے، غزل کو نیم وحشی صنفِ سخن، سے تعبیر کرنا یا تنقید کو معشوق کی موہوم کمر کے مترادف قرار دینا اس لئے نہیں تھا کہ غزل اور تنقید کے سوتے خشک ہوجائیں وہ ایک ایماندار دانشور کی طرح مسلّمات کو سے علوم اور سے مضامین کی روشنی میں پرکھنے کا سلیقہ سکھانا چاہتے تھے، وہ جانتے تھے کہ نئے مباحث ذہن کے دریچوں کو کھول دیتے ہیں اور اس طرح ابداع واختراع کی صلاحیتیں بیدار ہوجاتی ہیں۔ کلیم صاحب کا کام وہاں ختم ہوجاتا تھا جب لوگ ان کے دلائل وبراہین کو تولنے میں مصروف ہوجاتے تھے ——— اور سچ بات یہ ہے کہ اس کے علاوہ ان کا اور کوئی مقصد نہیں ہوتا تھا کہ طریقۂ راسخہ قدما کی اندھی تقلید سے نئی نسل کو بچایا جائے۔ وہ ہر شخص کے ہاتھ میں اس کا اپنا قلم دیکھنا چاہتے تھے اور ہر شخص کو اس کے اپنے ذہن سے سوچنے کا عادی بنانا چاہتے تھے، کوئی لاکھ انکار کرے لیکن یہ حقیقت ہمیشہ حقیقت رہے گی کہ کلیم صاحب نے سوتے ہوئے ذہنوں کو جگایا اور جمود یاب علمی معاشرے کو جھنکار دیا، ان کے اٹھ جانے سے دانشوری کا ایک انداز اور ایک اسلوب ختم ہوگیا۔

میں کلیم صاحب کو اپنے بچپن سے پڑھتا آیا ہوں اور آج بھی جب کبھی رفتارِ ادب سے مایوس ہونے لگتا ہوں تو ان کی کتابیں اٹھا لیتا ہوں۔ میں نے ان سے اکثر اختلاف کیا لیکن ہمیشہ اندازِ تنقید میں مجھے ایک نیا پن ملا، ایسا نیا پن جو بصیرت کو جلا بخشتا ہے۔ میں ان سے ملنا چاہتا تھا، میں ان سے قریب رہنا چاہتا تھا، میں ان کے باغیانہ اور سرفروشانہ قلم کے محرکات وعوامل کی تہہ تک پہنچنا چاہتا تھا۔ گورکھپور سے پٹنہ کوئی بہت دور نہیں ہے۔ گزشتہ ۲۰،۲۵ سال کے دوران میں وہاں بارہا گیا لیکن مجھے اس ملاقات کا موقع نہیں ملا جو تجسس وتلاش کے تقاضوں کو پورا کرے لیکن حالات میں کچھ ایسا انقلاب آیا کہ چند سال پہلے کی بات ہے کہ میں ان سے بہت قریب آگیا۔ میں جب پٹنہ جاتا تھا تو قیام مشہور محقق قاضی عبدالودود کے ساتھ ہوتا تھا لیکن مجھے اتنا وقت مل جاتا تھا کہ کلیم صاحب سے گفتگو کرسکوں اور ان کے اس ذہن کا مطالعہ کرسکوں جس نے انہیں اختلافی شخصیت بنادیا تھا۔

مجھے کلیم صاحب ایک عام آدمی کی طرح نظر آئے، ان کے اندر کوئی ایسی امتیازی خصوصیت نظر نہیں آئی جس کا تذکرہ کیا جائے۔ وہ کم بولتے تھے لیکن بڑی شفقت اور نرمی کے ساتھ بولتے تھے۔ وہ کبھی کسی بات پر چیں بجبیں نہیں ہوئے۔ ادبی موضوعات پر وہ بڑے سنبھلے تلے الفاظ میں اظہارِ خیال کرتے تھے۔

وہ انگریزی کے پروفیسر تھے اور ان کی تنقید پر انگریزی کے تسلط کی نشاندہی کی جاتی ہے لیکن اردو کے کلاسیکی سرمایے پر ان کی نظر گہری تھی اور اس کے ایک ایک گوشے سے وہ واقف تھے۔ قدیم شعراء کے دواوین اور ان کے تذکروں سے وہ ایک محقق کی طرح دلچسپی رکھتے تھے اور بڑے وثوق کے ساتھ نشاندہی کرتے تھے کہ کون سا قلمی نسخہ کہاں محفوظ ہے اور کتنا مستند ہے۔ انہیں قلمی نسخوں کے مطالعے کا بڑا شوق تھا، وہ ان کا عکس حاصل کرتے تھے اور خود اپنے قلم سے ان کی نقل تیار کرتے تھے۔ قلمی نسخوں کا پڑھنا اور ان کی نقل تیار کرنا بڑی دیدہ ریزی کا کام ہے مگر کلیم صاحب نے ضعیف العمری کے باوجود اس کام کو آسان بنالیا تھا۔ میں نے ان کے مزاج میں نہ تو نفرت دیکھی اور نہ تلخی۔ ان سے ایسے عناصر کا بھی ذکر آتا تھا جو ان کے بارے میں اچھی رائے نہیں رکھتے تھے مگر کبھی انہوں نے کسی ناخوشگوار ردِ عمل کا مظاہرہ نہیں کیا۔ وہ شفقت اور محبت کے میدان میں بے حد جذباتی تھے، وہ جس کو چاہتے تھے ٹوٹ کر چاہتے تھے اور ہر طرح اس کی مدد کرنے کے لئے آمادہ نظر آتے تھے۔ ان کی اس کمزوری سے بہت سے لوگوں نے فائدہ اٹھایا مگر انہوں نے کسی سے صلے اور ستائش کی تمنا نہیں کی۔ ادھر گزشتہ سات آٹھ سال میں اگر کوئی ضرورت مند مجھ سے رجوع کرتا تھا اور میں سمجھتا تھا کہ یہ کام کلیم صاحب سے ہوسکتا ہے تو میں اسے ان کے پاس بھیج دیتا تھا۔ وہ کسی نہ کسی طرح اس کی مشکل حل کردیتے تھے۔ کئی بار ایسا ہوا کہ میں نے ٹیلی فون پر ان سے گفتگو کی اور انہیں یقین دلایا کہ فلاں شخص محتاجِ توجہ ہے تو کلیم صاحب بطیبِ خاطر اس کے کام آئے اور کبھی اپنے اس احسان کا اس سے یا مجھ سے ذکر نہیں کیا۔

پٹنے کے ایک صاحب اپنے ایک خاص کام سے دہلی تشریف لے گئے بات کچھ ایسی تھی کہ اس میں میرے تعاون کی بھی ضرورت تھی اور میں بھی دہلی گیا۔ وہ صاحب کلیم صاحب کو اپنا پروگرام بتا کر گئے تھے کہ دہلی سے ان کی واپسی کس دن اور کس ٹرین سے ہوگی لیکن مقررہ پروگرام کے مطابق وہ پٹنہ واپس نہیں پہنچے۔ کلیم صاحب اس قدر پریشان ہوئے کہ انہوں نے گورکھپور میرے گھر ٹیلی فون کیا کہ میں دہلی سے واپس ہوا کہ نہیں مجھے خود گورکھپور پہنچنے میں کچھ تاخیر ہوگئی تھی میں نے گورکھپور آتے ہی کلیم صاحب کو ٹیلی فون کیا اور انہیں خوشخبری سنائی کہ وہ صاحب اپنے مقصد میں کامیاب ہوگئے لیکن ان کی یہ تشویش ختم نہیں ہوئی کہ ابھی تک وہ پٹنہ واپس کیوں نہیں پہنچے۔ کلیم صاحب کا ان صاحب سے اس کے علاوہ اور کوئی تعلق نہیں تھا کہ ازراہِ انسان دوستی وہ ان کا بھلا چاہتے تھے اور ان کے مقصد کو اپنا مقصد سمجھتے تھے۔

ایک بار مجھے ایک اہم میٹنگ میں شرکت کے لئے پٹنہ پہنچنا تھا۔ سردیوں کا زمانہ تھا۔ عین سفر کے وقت سرد لہر چلنے لگی۔ عزمِ صمیم کے باوصف مجھے موقع نہیں ملا اور میں نے سفر منسوخ کردیا۔ میں نے اپنا یہ فرض سمجھا کہ صورتِ حال سے متعلقہ افراد کو مطلع کردوں۔ جب ٹیلی فون پر کسی اور سے رابطہ قائم نہ ہوسکا تو میں نے کلیم صاحب کو زحمت دی۔ انہوں نے بتایا کہ پٹنے میں بھی اس وقت موسم بے حد خراب ہے اور میں نے اچھا کیا کہ سفر منسوخ کردیا۔ انہوں نے وعدہ کیا کہ وہ متعلقہ افراد کو میٹنگ سے پہلے صورتِ حال سے مطلع کردیں گے۔ کلیم صاحب بڑی محتاط زندگی گزارنے کے عادی تھے، وہ بہت سوچ سمجھ کر گھر سے نکلتے تھے۔ کچھ دنوں بعد مجھے پتہ چلا کہ کلیم صاحب اسی رات کو اور اسی خراب موسم میں ایک صاحب کے گھر گئے اور انہیں میرا پیغام پہنچایا۔ میں اسے احساسِ ذمہ داری کی ایک بڑی مثال سمجھتا ہوں۔

میں نے ابھی قاضی عبدالودود صاحب کا نام لیا تھا۔ ان کے اور کلیم صاحب کے علمی مذاق اور دنیوی مزاج میں بڑا فرق تھا مگر دونوں ایک دوسرے کے قائل تھے اور دونوں کے



(دائیں سے) پروفیسر کلیم الدین احمد، قیصر قلندر، سابق ڈپٹی ڈائرکٹر جنرل آکاشوانی اور شمیم فاروقی۔

تعلقات بھی بڑی حد تک استوار تھے۔ قاضی صاحب جیسا کھرا دانشور میں نے نہیں دیکھا، وہ لگی لپٹی نہیں رکھتے، وہ جو سوچتے ہیں اس کا اظہار رنج کی صحبتوں میں بھی کر دیتے۔ اور بھری محفل میں بھی۔ بعض معاملات میں کلیم صاحب کے طریقۂ کار اور ان کے صحیفۂ اخلاق کو قاضی صاحب پسند نہیں کرتے تھے اور وہ اس کا اظہار بھی کر دیتے تھے لیکن جب کلیم صاحب کی تنقید نگاری کی بات آتی تھی تو ان کی تنقیدی بصیرت کی کھل کر داد دیتے تھے۔ ان کے بارے میں قاضی صاحب کا کیا موقف تھا، اس کا علم کلیم صاحب کو تھا لیکن اس کے خلاف وہ کسی ردِّ عمل کا اظہار نہیں کرتے تھے۔ کلیم صاحب کا خیال تھا کہ جو لوگ علم کی خدمت کرنا چاہتے ہیں، ان کی حوصلہ افزائی کرنی چاہیئے۔ ظاہر ہے کہ کسی کی حوصلہ افزائی کرتے وقت کبھی کبھی اعلیٰ علمی سطح کو نظر انداز کرنا پڑتا ہے۔ اس طرح کی مصلحتوں کی وجہ سے کلیم صاحب کے رویّے میں جو لچک آجاتی تھی، اس کا تجزیہ قاضی صاحب خالص علمی نقطۂ نظر سے کرتے تھے، ان کا خیال تھا کہ علم کبھی مصلحتوں کے زیرِ سایہ آزادانہ طور پر پروان نہیں چڑھ سکتا! کلیم صاحب انگریزی کے صدر شعبہ رہ چکے تھے، وہ محکمۂ تعلیمات کے ڈائریکٹر تھے، وائس چانسلر تھے ـــــ یہ عہدے کبھی کبھی علم دوستی سے زیادہ انسان دوستی کے مظاہرے کا باعث بن جاتے ہیں۔ کلیم صاحب موجودہ نظامِ تعلیم کے پروردہ تھے اس لئے ان کے رویّے میں لچک آنا لازمی تھا۔ اس کے برخلاف قاضی صاحب ان شخصیتوں میں تھے جو خود اپنی ذات سے ٹکرا سکتے ہیں اور علمی و منطقی دلائل سے اسے شکست دے سکتے ہیں۔ کسی بھی حالت میں وہ مصلحتوں کے اسیر نہیں ہو سکتے اور اپنے رویّے میں لچک نہیں لا سکتے۔

کلیم صاحب قاضی صاحب کے موقف کے قائل تھے مگر وہ نہ تو اُسے اپنا سکتے تھے اور نہ اسے قابلِ عمل سمجھتے تھے۔ جہاں کلیم صاحب اپنے تنقیدی رویّے میں انتہائی سخت تھے، وہاں اپنے معاصرین کی حوصلہ افزائی میں کسی سے پیچھے نہیں رہتے تھے۔ ان کے پاس ایک شفیق اور مہربان دل تھا جو کسی کی پریشانی کو برداشت نہیں کر سکتا تھا اور اپنے وقار کی بازی لگا کر بھی اس کے کام آنے کی کوشش کرتا تھا۔ اب ایسے لوگ کم نظر آتے ہیں اقتدارِ عمر کے ساتھ تصنیف و تالیف کے سلسلے کو جاری رکھتے ہیں۔ جو لوگ ہیں انہیں مستثنیات میں شمار کرتا ہوں اور ان مستثنیات میں کلیم صاحب سرِفہرست تھے!

نقدِ معنیٰ کا گنج داں نہ رہا
خوانِ مضموں کا میزباں نہ رہا

(گورکھپور سے نشر)

محمود الٰہی
شعبۂ اردو، گورکھپور یونیورسٹی۔

البرٹ آئنسٹائن
حیات اور افکار

پروفیسر خورشید سمیع

جب ہم عالمِ انسانیت کے ذہنی ارتقا کا عالمگیر پیمانے پر جائزہ لیتے ہیں تو یہ بات بالکل واضح طور پر سامنے آجاتی ہے کہ ہماری ترقی، تہذیب، سائنس اور تاریخ دراصل ان مشہور مفکرین اور دانشور حضرات سے عبارت ہے، جنھوں نے ہمارے سوچنے کا انداز بدلا ہے، ہمارے دل و دماغ اور فکر و نظر میں انقلاب پیدا کیا ہے۔ درحقیقت سائنس اور لٹریچر سے لے کر فلسفہ اور تاریخ تک کل علوم و فنون کا تعلق انسان کی ان ذہنی اور فکری صلاحیتوں سے ہے جو اسے تجزیات، تجربات، وسیع مشاہدات کی بنیاد پر نتائج اخذ کرنے کے لیے استدلال و براہین کی راہوں سے گزرنے پر مجبور کرتی ہیں، اور بالآخر ہم اپنے خیالات اور مزاج میں نمایاں فرق محسوس کرتے ہیں۔

سائنس کی دنیا میں کسی بھی نام نے شاید وہ اہمیت اور شہرت نہ حاصل کی ہوگی جو البرٹ آئنسٹائن کے حصّے میں آئی۔ آیئے اس مختصر صحبت میں ہم اس عظیم المرتبت ہستی کا ذکر کریں جس کا شہرہ چہار دانگ عالم رہا ہے۔ آج سے سو برس قبل ۱۴ مارچ ۱۸۷۹ء کو اُلم، واقع بویریا (مغربی جرمنی) میں اس عظیم مفکر اور سائنسداں نے اس جہانِ آب و گل میں آنکھ کھولی۔ ان کی زندگی کے اہم واقعات کو ہرچند کہ میں نے سمیٹنے کی کوشش کی ہے تاہم ان تمام واقعات کا ذکر ناگزیر ہو جاتا ہے جنھوں نے ان کی ذہنی تربیت میں اہم رول ادا کیا ہے۔ ایامِ طفولیت میں ان کی تعلیم ۱۸۸۵ء میں جب ان کی عمر صرف چھ برس کی تھی میونخ کے کیتھولک اسکول میں ہوئی۔ دراصل یہی وہ سال تھا جب ان کا وہاں داخلہ ہوا۔ اور پھر سولہ برس کی عمر میں سوس فیڈرل پالی ٹکنک، زیورچ میں داخلہ لیا۔ جولائی ۱۹۰۰ء تک وہ وہاں تعلیم حاصل کرتے رہے اور ۲۱ فروری ۱۹۰۱ء میں جب وہ تعلیم سے فارغ ہو چکے تھے، سوئزرلینڈ کی شہریت قبول کر لی۔ ۲۳ جون ۱۹۰۱ء میں پیٹنٹ آفس میں ملازمت کی ابتدا کی۔ ۱۹۰۴ء ان کی زندگی کا اور سائنسی دنیا کا بھی وہ اہم سال ہے جس میں ان کے علمی کارنامے کی ابتدا ہوئی۔ یعنی اسی سال میں انھوں نے اپنے تحقیقی مقالے کے ذریعے یہ نظریہ پیش کیا کہ گیسوں کا بننا دراصل ذرات کی حرکت پر مبنی ہے (KUNETIC TINORY OF GASSES)

اور ان کے اسی علمی کارنامے پر اسی برس ہی انھیں زیورچ یونیورسٹی نے ڈی فل کی ڈگری تفویض کی۔ ۱۹۱۲ء میں آئنسٹائن نے مافوق الطبعی عقائد کے خلاف سرکردہ سائنسدانوں کے منشور پر دستخط کیا۔ ۱۶ اپریل ۱۹۱۴ء اس اعتبار سے اہم کہا جائے گا کہ اسی دن آئنسٹائن کی سرگرمی بہت واضح اور مثبت انداز سے سامنے آگئی پہلی جنگِ عظیم کا آغاز تھا، امن پسند تحریک بھی انگڑائی لے کر اُٹھ چکی تھی اور سرکردہ جرمن دانشوروں مثلاً میکس پلینک، رونگن، وغیرہ کے جاری کردہ بیان "۹۳ کا منشور" کے جواب میں "یورپینوں کے نام منشور" کے عنوان سے ایک بیان کا اجرا ہوا۔ ۱۹۱۸ء میں آئنسٹائن نے ان ۳۰۰ یورپ اور امریکی دانشوروں کا ساتھ دیا جنھوں نے ورسائی کے امن مذاکرات میں شامل ہونے والے سربراہانِ مملکت کے نام دسمبر ۱۹۱۸ء میں ایک یادداشت پر دستخط کیے۔ ۲۹ مئی ۱۹۱۹ء کا بھی ذکر بے محل نہ ہوگا جب خلیج گنی میں پرنسپے جزیرہ پر ایڈنگٹن نے گرہن کا مشاہدہ کر کے عمومی نظریہ اضافی کی تصدیق کر دی۔ ۱۹ مارچ ۱۹۲۱ء ان کی زندگی کا وہ اہم سال ہے جب انھوں نے برلن سے ریاستہائے متحدہ امریکہ کے لیے روانگی اختیار کی۔ ۱۹۲۲ء میں پال لینجیون کی دعوت پر پیرس کا سفر کیا اور ۲ مئی کو کالج دے فرانس میں مذاکرہ ہوا اور جس میں ان کے علاوہ لینجیون، برگساں، مادام کیوری وغیرہ نے بھی شرکت کی۔ دسمبر ۱۹۲۲ء اس اعتبار سے اہم ہے کہ نظری طبیعات کے سلسلے میں خدمات اور بطور خاص برقی ضیائی تاثر (PHOTO ELECTRIC EFFECT) کے اصول دریافت کیے اور اسی کارنامے کے لیے انھیں ۱۹۲۱ء کا عالمی طبیعیات اعزاز اور انعام یعنی نوبل پرائز تفویض کیا گیا۔ ۲ فروری ۱۹۲۳ء میں ان کی تل ابیب میں آمد ہوئی۔ اور نومبر ۱۹۲۳ء میں ہٹلر کے برسرِ اقتدار آنے کے ساتھ برلن سے لیڈن کو روانگی ہوئی۔

جولائی ۱۹۲۴ء میں ایس۔ این۔ بوس کا مقالہ Planck's Law And Hypothesis of Light Quanta سے متاثر ہو کر آئنسٹائن نے اس کا ترجمہ بزبانِ جرمن کیا اور اشاعت کے لیے زیٹسکرفٹ فر فیزک کو بھیجا اور یہ مضمون جولائی کے شمارے میں شائع



ہوا۔ ۱۹۲۸ء جرمن کی انجمن برائے انسانی حقوق کے لیے آئنسٹائن نے "My Credo" کے عنوان سے گراموفون ریکارڈ تیار کرایا۔ ۱۴ر جولائی ۱۹۳۰ء "Caputh" میں آئنسٹائن کی رہائش گاہ پر حقیقت کی نوعیت پر رابندر ناتھ ٹیگور کے ساتھ ان کا تبادلۂ خیال ہوا۔ ۱۴ دسمبر ۱۹۳۰ء میں نیویارک میں ان کی تشریف آوری ہوئی اور وہاں اپنی مشہور "۲ فیصد امن پسند" تقریر کی۔ آئنسٹائن نے کہا کہ اگر فوجی خدمات پر مامور افراد میں صرف ۲ فیصد لڑنے سے انکار کر دیں تو روئے زمین پر جنگ کا خاتمہ ہو جائے گا۔

۲ مارچ ۱۹۳۳ء میں اپنے رسالے کے سرورق میں نازیوں نے دیگر جرمن دانشوروں کے ساتھ آئنسٹائن کو خاص طور پر حملے کا نشانہ بنایا نازیوں کے ذریعے شائع کیے جانے والے ایک تصویری مجموعہ میں آئنسٹائن کی تصویر کے نیچے درج تھا "ابھی تک پھانسی نہیں پڑی"۔ ۱۰ مارچ ۱۹۳۳ء آئنسٹائن نے جرمنی کو خیرباد کہنے کا فیصلہ کر دیا۔ ۸ر اگست ۱۹۳۳ء میں لاپیٹری ہو میئے کے نام اپنے ایک خط میں آئنسٹائن نے امن پسندی کے متعلق اپنے رویے میں تبدیلی ظاہر کی۔ یعنی ذاتی طور پر جنگ کی مخالفت کے بجائے جرمنی کی جنگی کوششوں کی منظم مزاحمت کو واضح کیا۔ ۱۷ اکتوبر ۱۹۳۳ء ہٹلر کے عروج اور آئنسٹائن کی زندگی کو لاحق خطرے کے پیش نظر انھوں نے بالآخر جرمنی کو خیرباد کہا۔ اور امریکہ میں پرنسٹن میں INSTITUTE OF ADVANCE STUDIES میں ملازم ہوئے۔ ۲ اگست ۱۹۳۹ء میں لیو سزیلارڈ کی تیار کردہ عرضداشت کے ساتھ آئنسٹائن نے صدر روزولٹ کو اپنا مشہور تعارفی خط لکھا۔ جس کے نتیجہ میں ایٹم بم کی تیاری کے لیے مین ہٹن منصوبہ پر کام شروع ہوا۔ یکم اکتوبر ۱۹۴۰ء کو امریکہ کی شہریت آئنسٹائن کو حاصل ہوگئی۔ ۱۹۴۵ء میں جاپانی شہروں پر ایٹم بم گرانے کو روکنے کے لیے آئنسٹائن نے روزولٹ کو خط لکھا لیکن ۱۲ اپریل ۱۹۴۵ء کو جس دن روزولٹ کی اچانک موت واقع ہوگئی یہ خط کھولا نہیں جا سکا۔ ۱۳ فروری ۱۹۵۰ء ایک ٹیلی ویژن پروگرام میں ہائیڈروجن بم کے متعلق پیچیدگیوں کے پیش نظر امریکہ میں جنگ کے بعد کے حالات کا جائزہ لیتے ہوئے آئنسٹائن نے فوجی مقاصد کے لیے سائنس کے استعمال اور جارحانہ پالیسی کے خلاف

خیالات ظاہر کیے۔ ۱۲ر جون ۱۹۵۳ء نیویارک ٹائمز میں ایک خط شائع ہوا جس میں آئنسٹائن نے ان لوگوں کی مکمل حمایت کی جنھوں نے فوج میں جبری بھرتی کی مخالفت کی اور غیر امریکی کارروائیوں کی کمیٹی کے آگے پیش ہونے سے انکار کر دیا۔ ۵ ار اپریل ۱۹۵۵ء کو برٹرنڈ رسل کی شمولیت میں جنگ کے خلاف اور امن کے لیے بیان جاری کیا اور پھر ۱۸ر اپریل ۱۹۵۵ء کی وہ المناک رات آئی جب نیم شب سے قبل تقریباً ایک گھنٹہ بعد ایک بجکر پچیس منٹ پر اتوار کو ۷۶ سال کی عمر میں آئنسٹائن اپنے مالک حقیقی سے جا ملے۔

میں نے یہ سب تفصیلات تمام تحقیقی حوالوں کے ساتھ اس لیے ابتدا میں واضح کرنا مناسب سمجھا کہ میں سوچتا ہوں کہ فن ہو یا سائنس یہ سب عملی کارنامے ہیں اور حقیقت تو یہ ہے کہ کسی بھی فنکار کے فن کی تشکیل غایت درجہ کی جاں کاہی چاہتی ہے لیکن اس کی زندگی کے احوال معلوم کر لینے سے گویا ایک قسم کی تحلیل نفس کا بھی کام ہو جاتا ہے اور ان تمام عوامل کی کماحقہ واقفیت ہو جاتی ہے۔ جو اس کی شخصیت کے بنانے یا بصورت دیگر بگاڑنے میں کارفرما رہے ہیں۔ ٹین کے نظریئے میں کسی بھی عظیم شخصیت کو جاننے کے لیے تین باتوں کا جاننا ضروری ہے۔ نسل، ماحول اور لمحہ۔ ظاہر ہے زندگی کی تمام اہم باتوں کو جاننا بھی اس لیے معاون ہوتا ہے کہ اس سے ان تینوں مفروضات کا کچھ نہ کچھ اندازہ تو ہو ہی جاتا ہے۔ ماسوا اس کے کہ وہ تمام درد و غم جو اس نے اپنی زندگی میں جھیلے، بھوگے اور جنھیں اپنی زندگی کا جزو بنا لیا ان پر ہلکی سی یا اچٹتی سی نظر ضرور پڑ جاتی ہے۔ کیونکہ بہرحال یہی درد و غم تو اس کا سرمایۂ حیات ہوتے ہیں اور اس کے شاہکار کو تکمیل تک پہنچانے کا باعث بنتے ہیں۔ بقول میر ؎

ہم کو شاعر نہ کہو میر کہ صاحب ہم نے
درد و غم کتنے کیے جمع تو دیوان کیا

اب اس مختصر سی تفصیل کے بعد آپ یقیناً یہ جاننا چاہیں گے کہ ان کے افکار و نظریات کیا ہیں؟ ان کے افکار کو اس مختصر سی گفتگو میں پیش کرنا یقیناً دریا کو کوزے میں بند کرنے کی کوشش ہے جو مشکل ہی نہیں بیحد مشکل ہے۔ تاہم مختصر اً یوں کہیں کہ مادّہ کے حرکی نظریئے میں ہم دیکھتے ہیں کہ یہ نظریہ جس کا آغاز میکانیکی مسائل سے ہوتا ہے کس طرح حرارت کے مظہر پر بھی محیط ہے اور کس طرح یہ مادّہ کی ساخت کے کامیاب تصور تک رہنمائی کرتا ہے۔ برقی رطوبت کے پرانے مفروضات میں روشنی کے جسمانی اور موجی مفروضات میں ہم میکانکی نظریئے کو بروئے کار لانے کی مزید کاوشیں دیکھتے ہیں۔ لیکن برقی اور بصری مظاہر کے معاملے میں اس کی تطبیق میں ہمیں سخت دشواریوں کا سامنا ہوتا ہے۔ ایک متحرک بار ایک مقناطیسی سوئی پر عامل ہوتا ہے لیکن قوت کا انحصار صرف فاصلے پر نہ ہو کر بار کی سمتی قوت پر بھی ہوتا ہے۔ یہ قوت نہ تو اپنی جانب کھینچتی ہے۔ نہ خود سے دور کرتی ہے بلکہ سوئی اور بار کو ایک دوسرے سے ملانے والے خط پر عمودی طور پر عامل ہوتی ہے۔ علم بصیرت میں ہمیں جسمانی نظریئے کے خلاف موجی نظریے کی حمایت میں فیصلہ کرنا ہوتا ہے۔ ذرات پر مشتمل کسی بھی وسیلے میں موجوں کا پھیلنا اور ان کے درمیان میکانیکی قوت کا عامل ہونا واقعتاً ایک میکانیکی تصور ہے لیکن وہ کون وسیلہ ہے جس سے روشنی کی ترسیل ہوتی ہے؟ اس کی میکانیکی خصوصیات کیا ہیں؟ بصری مظاہر کو میکانیکی مظاہر کے ہم پلہ کرنے کی اس وقت تک امید نہیں جب

تک اس سوال کا جواب نہ ملے لیکن اس مسئلے کے حل میں اتنی دشواریاں ہیں کہ ہمیں اس کو یوں ہی چھوڑ دینا پڑتا ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی ساتھ میکانیکی نظریئے کو بھی ترک کر دینا پڑتا ہے۔

میدان (FIELD) میں اضافیت کی بات یوں ہے۔

طبیعات میں ایک تصور سامنے آتا ہے جو نیوٹن کے زمانے سے اب تک سب سے اہم دریافت ہے۔ یہ ہے میدان، یہ ذہن نشین کرنے کے لیے اعلیٰ سائنسی تخیل کی ضرورت تھی کہ طبیعاتی مظاہر کی وضاحت کے لیے نہ تو بار نہ ذرات لازمی ہیں بلکہ وہ میدان لازمی ہے جو خلا میں بار اور ذرات کے درمیان ہے۔ میدان کا تصور نہایت کامیاب ثابت ہوا اور اس کی وجہ میکس ول کے مساوات وضع ہوسکے جو برقی مقناطیسی میدان کی ساخت اور برقی اور بصری مظاہر پر محیط ہیں۔ نظریہ اضافی کا آغاز میدان کے مسائل سے ہوتا ہے۔ پرانے نظریات کے تضاد اور نامطابقت کے باعث ہم مجبور ہو جاتے ہیں کہ وقت اور خلا کے تسلسل کو نئی خصوصیات عطا کریں۔ جو طبیعاتی کائنات میں تمام واقعات کا محل وقوع ہیں۔ نظریۂ اضافی دو درجوں میں ترقی کرتا ہے۔ پہلا اس جانب جاتا ہے جسے ہم خصوصی نظریۂ اضافی کہتے ہیں جس کا اطلاق صرف عمودی مربوط نظاموں پر ہوتا ہے۔ یعنی ان نظاموں پر جن کے متعلق نیوٹن کا وضع کردہ اصول جمود صحیح ہے۔ خصوصی نظریۂ اضافی کی اساس دو بنیادی تصورات پر ہے یکساں طور پر متحرک تمام مربوط نظاموں میں طبیعاتی اصول ایک ہی ہیں اور ایک دوسرے کے اضافی ہیں۔ روشنی کی رفتار معین ہمیشہ ایک ہی قیمت رکھتی ہے۔ ان مفروضوں سے جن کی مکمل تصدیق تجربوں سے ہوتی ہے متحرک سلاخوں اور گھڑیوں کی خصوصیات اور رفتار معین پر منحصر ان کے اصول اور روانی میں تغیرات کا استخراج ہوتا ہے۔ نظریۂ اضافی میکانیکی اصولوں کو بدل دیتا ہے۔ پرانے اصول کالعدم ہو جاتے ہیں۔ اگر متحرک ذرہ کی رفتار معین روشنی کی رفتار معین کے قریب پہنچ جاتی ہے۔ متحرک اجسام کے متعلق نظریۂ اضافی کے تحت وضع کردہ نئے اصولوں کے تجربوں کے ذریعے بہت اچھے طور پر تصدیق ہو جاتی ہے (خصوصی) نظریۂ اضافی کا ایک اور ماحصل ہے کمیت اور قوت کا باہمی تعلق کمیت قوت ہے اور قوت کی کمیت ہے۔ قوت اور کمیت کے دو تحفظی اصولوں کو نظریۂ اضافی متحد کر کے ایک وحدت بنا دیتا ہے یعنی قوت اور کمیت کا تحفظی اصول عمومی نظریۂ اضافی وقت و خلا کے تسلسل کا اور گہرا تجزیہ کرتا ہے اس کی درستگی اب محض عمودی مربوط نظاموں تک ہی محدود نہیں ہے۔ اس کا اطلاق قوت کشش ثقل کے مسئلہ پر بھی ہے۔ اور کشش ثقل میدان کے لیے نئے اصول ساخت اور وضع کرتا ہے۔ یہ ہمیں مجبور کرتا ہے کہ کائنات طبیعی کو بیان کرنے میں ہندسہ کے رول کا بھی تجزیہ کریں کلاسیکی علم میکانک کے برخلاف یہ (نظریہ) اس حقیقت کو تسلیم کرتا ہے کہ محض اتفاقی طور پر نہیں بلکہ لازمی طور پر جمودی اور کشش ثقل حجم برابر ہیں۔ عمومی نظریہ اضافی کا تجزیاتی ماحصل کلاسیکی علم میکانیک سے بس ذرا ہی مختلف ہے۔ جہاں جہاں تقابل ممکن ہے وہاں یہ تجربہ کی آزمائش برداشت کرتا ہے۔ لیکن اس نظریہ کی اصل تقویت اس کی داخلی مطابقت سے اور اس کے بنیادی تصور کی سادگی سے ہے طبیعات میں نظریہ اضافی میدان کے تصور کی اہمیت پر زور دیتا ہے لیکن ہم اب تک ایک خالصتاً Field Physics وضع کرنے میں کامیاب نہیں ہوئے ہیں۔ فی الحال ہمیں دونوں ہی یعنی مادّہ اور

میدان کے وجود کو تسلیم کرنا لازمی ہے۔

اب آئیے مقادیر (Quanta) کی جانب۔ مگر زائنکہ جوہری مظاہر کے عالم میں حقائق کے وسیع النوعیتی ہمیں نئے طبیعاتی تصورات وضع کرنے پر مجبور کرتی ہے۔ مادہ کی ساخت دانہ دار ہوتی ہے۔ یہ ابتدائی ذرات پر مشتمل ہوتا ہے، جو مادہ کے ابتدائی مقادیر ہیں۔ چنانچہ برقی بار کی ساخت دانہ دار ہوتی ہے۔ اور یہ نظریہ مقادیر برقیات کے نقطۂ نظر سے اہم ترین ہے۔ یہی ساخت توانائی ENERGY کی ہوتی ہے۔ فوٹون وہ مقادیر توانائی ہیں جن سے روشنی کی تشکیل ہوتی ہے۔

روشنی فوٹون کی موج ہے یا بارش؟ الکٹرون کی ایک شعاع ابتدائی ذرات کی بارش ہے یا موج؟ تجربات نے یہ بنیادی سوالات طبیعات پر لاد دیئے ہیں۔ ان کا جواب دینے کی کوشش میں ہمیں جوہری واقعوں کی وقت اور خلا میں وقوع پذیر واقعات کے طور پر وضاحت ترک کرنا ہوگا۔ اور ہمیں قدیمی میکانیکی نظریہ سے اور بھی پیچھے جانا ہوگا۔ مقادیری طبیعات ہجوم پر نہ کہ افراد پر قابل اطلاق اصول وضع کرتی ہے۔ اس میں خصوصیات کا نہیں بلکہ امکانات کا بیان ہوتا ہے۔ نظاموں کے مستقبل آشکار کرنے والے اصول وضع نہیں ہوتے بلکہ افراد کے عظیم اجتماعات کے متعلق امکانات کے وقت میں تبدیلی کا تعین کرنے والے اصول وضع ہوتے ہیں۔

بہرحال! میں نے اختصار کو مدنظر رکھتے ہوئے کم و بیش تمام تر دلائل و براہین کی جانب ایک ہلکا سا اشارہ کرنے کی کوشش کی ہے تمام علمی کارنامے استدلال کے رہین منت ہوتے ہیں اور استدلال ان میں جزو اعظم ہوا کرتا ہے۔ میں یہ ضرور کہوں گا کہ علمی، ادبی، سائنسی اور فکری کاموں کا تعلق جہاں انسان کی ذہنی اور فکری صلاحیتوں سے ہے وہاں ان میں خالق کی تخلیق ہی نہیں بلکہ جمالیاتی نشو و نما کی عکاسی بھی ملتی ہے اللہ جمیل و یحب الجمال کی ترجمانی کرتا ہوا یہ ریاض قادری کا شعر دعوت فکر بھی ہے اور اس مضمون کا اختتامی پہلو بھی۔ ؎

جمال یار اوّل ہے، جمال یار ہی آخر
نثار اس پر اگر میں ہوں تو پھر میری خطا کیا ہے؟

(پٹنہ سے نشر)

خورشید سمیع
مظفرپور انسٹی ٹیوٹ آف ٹکنالوجی
مظفرپور (بہار)

خیال کھنہ کانپوری

کوئی شکوہ نہ گلہ آہ نہ نالا جائے
میری بربادی کا ان تک نہ حوالا جائے
مجھ کو گمنام اندھیروں میں پڑا رہنے دو
وہ جدھر جائے ادھر ساتھ اجالا جائے

(رامپور سے)

جدید ٹکنالوجی کے اثرات
انسانی نفسیات پر

ڈاکٹر عزیز احمد

اس گفتگو سے قبل کہ موجودہ تکنیکی و سائنسی ایجادات کا نفسیات انسانی پر کیا اثر پڑا ہے، یہ جان لینا ضروری ہے کہ آخر یہ نفسیات ہے کیا بلا۔ اس سلسلے میں مختلف لوگوں نے مختلف طرح سے نفسیات کی تعریف کی ہے۔ مثال کے طور پر جیمس ڈریور کا کہنا ہے کہ

"نفسیات وہ مثبت علم سائنس ہے جو آدمی اور جانور کے کل اعمال و حرکات کا مطالعہ کرتی ہے جہاں تک عمل و حرکت کا تعلق ہے ان کو اس فکر و احساس کی زندگی کا مظہر سمجھا جاتا ہے جس کو ہم حیات ذہنی کہتے ہیں۔"

اسی صورت سے گریسین کہتا ہے کہ

"نفسیات کا تعلق قابل مطالعہ انسانی رویے سے ہے۔"

ورڈ زورتھ کہتا ہے کہ

"نفسیات وہ علم سائنس ہے جو فرد کے عمل و کردار کا مطالعہ اس کے ماحول کے آئینے میں کرتی ہے۔"

سینکڑوں سائنسدانوں نے اپنے اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ ان سارے خیالات میں جو بات نمایاں ہے وہ یہ کہ انسان یا کسی جانور پر زندگی کی مختلف منزلوں سے گزرتے ہوئے مختلف حالات اور تجربات کا ایک خاص اثر اس کے ذہن پر پڑتا ہے۔ اور ان حالات میں اس کا جو ذہنی ردعمل ہوتا ہے اسے نفسیات کہتے ہیں۔ ابھی میں نے اس کی تعریف کے سلسلے میں کچھ مثالیں پیش کی ہیں۔ ان مثالوں پر اگر نظر ڈالی جائے تو یہ بات بالکل واضح ہو جائے گی کہ انسان کے Behaviour یا ردعمل پر اس کے گرد و پیش رونما ہونے والے حالات کا اثر بالخصوص پڑتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس زمانے میں جو زبردست سائنسی اور تکنیکی ترقی کا زمانہ ہے انسان کی نفسیات پر اس کا اثر پڑنا ضروری ہے۔ انسان کے پیدا ہونے کے بعد اس کے ذہن پر جیسے جیسے وہ سن شعور کو پہنچتا ہے والدین کا اثر، ماحول کا اثر، سماج کا اثر، اسکول کا اثر، اساتذہ کا اثر، دوست احباب کا اثر غرضیکہ ہر وہ چیز جس سے اس کا واسطہ پڑتا ہے اس کے ذہن پر اپنا ایک نقش اور اپنا ایک اثر چھوڑ جاتا ہے۔ ان مختلف چیزوں کا اثر مختلف لوگوں پر ایک جیسا نہیں پڑتا۔ اسی لیے ہر فرد کا ردعمل یا Behaviour دوسرے فرد سے مختلف ہوتا ہے۔ اس سلسلے میں انسان کے اپنے مزاج کا بھی خاصا دخل ہوتا ہے۔ کسی مخصوص وقت پر مختلف لوگوں کا نفسیاتی ردعمل مختلف ہو سکتا ہے۔ مثال کے طور پر موجودہ ترقی سے بہت سے لوگ خوش اور مطمئن ہیں اور بہت سے لوگوں پر اس کا ردعمل مختلف ہے۔ اس بات کا اندازہ آپ کو اس شعر سے بخوبی ہو جائے گا ؎

کہیں ڈیزل کا دھواں ہے کہیں پٹرول کی بو
کیا اسی شہر میں وہ زلف مہکتی ہوگی

یعنی یہ کہ موجودہ ترقی جس کی وجہ سے دوریاں ختم ہوگئی ہیں۔ اور شہری پریشانیاں دور ہوگئی ہیں شاعر کے نزدیک بالکل بیکار ہیں۔ اس لیے کہ اس سے اس کی حس لطیف کو چوٹ پہنچی۔

جہاں اس تیز رفتار زمانے کی ترقی سے بہت سے لوگ خوش ہیں وہیں اس کا ردعمل برا بھی پڑا ہے۔ ترقی یافتہ ممالک میں نفسیاتی بیماریاں پہلے کے مقابلے میں بہت زیادہ بڑھ گئی ہے۔ غیر ترقی یافتہ ممالک میں بیماریاں بہت کم ہیں۔ تیزی سے بدلتے ہوئے حالات میں انسان کو اپنے آپ کو نئے حالات اور نئے ماحول کے مطابق ڈھالنا پڑتا ہے۔ اس عمل میں تھوڑا وقت درکار ہوتا ہے۔ اگر اس ترقی کی رفتار اتنی تیز ہو کہ قبل اس کے انسان اپنے آپ کو نئے ماحول میں ڈھال سکے، یہ ماحول خود پرانا ہو جائے اور اس کی جگہ پھر ایک نیا ماحول پیدا ہو جائے تو پھر وہ اپنے آپ کو جدید سے جدید تر کے سانچے میں ڈھالنا چاہے گا۔ نتیجہ یہ کہ اس کی ساری زندگی اپنے آپ کو بدلتے ہوئے ماحول کے مطابق لانے اور نئے زمانے کے ساتھ ساتھ چلنے کی کوشش کی ہی نذر ہو جاتی ہے۔ ظاہر ہے ایسے بدلتے ہوئے حالات میں آج کا انسان کس قدر ذہنی کش مکش میں مبتلا رہتا ہے۔ اور اسی ذہنی کش مکش کا نتیجہ بڑھتی ہوئی نفسیاتی بیماریوں کی صورت میں ظاہر ہونے لگتا ہے۔

اس مشینی دور کی کش مکش کا ایک بہترین نمونہ اس شعر میں ملاحظہ فرمائیں ؎

یاران سفر ہیں تیز قدم اے کش مکش دل کیا ہوگا
رکتا ہوں بچھڑ جاتا ہوں چلتا ہوں تو چلنا مشکل ہے

ہمیں اپنے آپ کو ان تبدیلیوں کے لیے ذہنی طور پر تیار کرنا پڑے گا ورنہ یہ کش مکش اور یہ مقابلہ آرائی ہمیں بھی ذہنی طور پر بیمار ڈال دے گی۔

(آکاشوانی گورکھپور سے نشر)

آکاد

جدید افسانے پر مغربی ادب کے اثرات

نسیم حیدر رضوی

ہر چند کہ اردو ادب میں مختصر افسانہ کی عمر بہت مختصر ہے لیکن جدید نثری ادب میں اس سے زیادہ ترقی پذیر کوئی دوسری صنف نہیں ہے۔ اس میں ابتدا ہی سے موضوع اور اظہار کے اعتبار سے جو تبدیلیاں اور تجربے ہوتے ہیں وہ نثری ادب کے کسی اور فارم میں نظر نہیں آتے۔ اس کا ایک سبب گزشتہ ستر اسی سالوں میں ہندوستان کی سماجی اور تہذیبی زندگی میں ہونے والی تبدیلیاں اور ان کے پیچھے کارفرما مختلف اور متضاد قسم کے حالات اور عوامل ہیں۔ دوسرا بڑا سبب اس پر پڑنے والے مغربی ادب میں رونما ہونے والی مختلف تحریکوں اور رجحانات کے اثرات ہیں۔

موضوع اور ہیئت کے اعتبار سے اردو مختصر افسانوں کو دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ آزادی سے پہلے کے افسانے اور آزادی کے بعد کی کہانیاں۔ پہلے قسم کے افسانے فن کے لحاظ سے شعور کی رو اور پلاٹ کی کہانیاں ہیں موضوع کے اعتبار سے یہ سماج اور سماجی طبقوں کی کہانیاں ہیں۔ اس لیے ان کے کردار طبقوں کی نمائندگی کرتے ہیں یعنی آزادی سے پہلے افسانہ نگار کے نزدیک فرد کی پہچان کا ذریعہ طبقہ یا سماج تھا۔ آزادی سے پہلے فن کا راستہ ادب سے زندگی کی طرف جاتا تھا جبکہ آزادی کے بعد کہانی کا راستہ زندگی سے ادب کی طرف آتا ہے۔ پہلے ادب کے بنے بنائے کلیے سے زندگی کی پرکھ اور تفسیر کی جاتی تھی۔ آزادی کے بعد ان کلیوں اور اصولوں سے انحراف کا راستہ اپنایا جانے لگا۔ یہی تبدیلی جدید افسانہ کا بنیادی کردار ہے جس پر مغربی ادب کے اثرات اسی طرح پڑے جیسے آزادی سے پہلے کے افسانوی ادب پر۔

ان اثرات پر تبصرہ کرنے کے لیے مناسب ہوگا کہ سرسری طور سے ان تحریکوں اور رجحانات کا ذکر کر دیا جائے جو اسی دور میں مغربی افسانوی ادب میں رونما ہوئے۔ مغرب میں بیسویں صدی کے آغاز میں افسانے کا فن افسانے کے اپنے اوپر لادی گئی بہتیری قیود سے آزاد ہو گیا۔ جیمس جوائس اور ورجینا ولف کی شعور کی رو، اور آزاد تلازمہ خیال کی تکنیک نے حقیقت نگاری کا نیا انداز پیدا کیا۔ یہ انداز کہانی کے روایتی فن سے گریز تھا۔ یہ افسانے میں پلاٹ اور کردار نگاری کے احساس سے تقریباً عاری تھا کہانی یہاں کسی منطق، اتار چڑھاؤ یا منصوبہ کے تابع ہونے کے بجائے نہایت شکستہ، بے ربط اور بظاہر بکھری ہوئی شکل میں ملتی ہے۔ اس نئے اسلوب فن کے مطابق افسانے میں کسی کردار کو اس کے شعور اور حافظہ کے آزادانہ عمل کے آئینے میں براہ راست قاری سے متعارف کرایا جاتا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ زبان اور طرز بیان کے روایتی طریقہ سے گریز کیا گیا۔ افسانہ کے فن سے وقت زمان و مکان، واقعات کی اکائیاں ختم ہو گئیں البتہ وقت کا تاثر باقی رہا جو ہڈسن کے مطابق افسانہ کا اہم عنصر ہے۔

اس کے بعد کہانی کے روایتی فن سے گریز کا رجحان سرریلیٹ تحریک میں نمایاں ہوا۔ یہ فنی تحریک فرانس کی نسبتاً زیادہ انتہا پسند تحریک تھی جس سے لوئی اراگاں اور پال ویلری جیسے ترقی پسند دانشور بھی وابستہ تھے۔ اس تحریک کے زیر اثر تصاویر اور علامتوں کے ذریعہ انسان کے لاشعور کی مصوری پر زور دیا جانے لگا۔ یہ ماضی اور حال کے بوڑھے تہذیبی اداروں اور کھوکھلی بے جان قدروں سے بیزاری اور بغاوت کی تحریک تھی۔ جس نے انسان کے لاشعور کے عمیق ترین تہوں میں اترنے والی سمت عطا کی۔

دوسری جنگ عظیم اور اس کی تباہ کاریوں سے پیدا ہونے والے حالات نے مغربی افسانہ نگاروں کو انفرادیت پسندی کی طرف مائل کیا۔ سارتر، کافیکا اور کامیوں کے نظریات نے زندگی کی مثبت قدروں کی نفی کرتے ہوئے سماج سے اپنے سارے رشتے توڑ لیے اور فرد کو اکائی مان کر افسانے لکھے جانے لگے۔ ادب گرییے کی — Men ... ness — کی تصویر کشی نے ایسی کہانیوں کو متاثر کیا۔ سماج نا وابستگی اور نظریاتی مقصدیت سے انکار کے رجحان نے افسانے میں Absurdity کو راہ دی جس کے علمبردار کامیو ہیں۔

۱۹۶۰ء کے بعد اردو افسانے کے رنگ و روپ میں تبدیلی کی وجہ بھی اسی قسم کی تھی جو مغربی ادب میں اس طرح کی تحریکوں اور رجحانات کا سبب رہی۔ آزادی کے بعد عوام اور ادیب دونوں کا زندگی کے اقدار پر سے اعتماد اٹھ گیا۔ زندگی کی صالح قدریں مٹ گئیں اور سماج کا ڈھانچہ تتر بتر ہو گیا۔ آزادی کی نعمتوں سے محروم و مایوس ہو کر افسانہ نگار اپنے خول میں سمٹ گیا اور انفرادیت پسند ہو گیا۔ انفرادیت پسندی کے اس رجحان کو مغربی فلسفیوں نے اور بھی تقویت دی۔ فرائڈ کا نظریہ تحلیل نفسی پہلے ہی سے ہمارے افسانوں میں موجود تھا کافکا اور کامیو کے نظریات نے بھی ہمارے فن کاروں کو متاثر کیا۔ چونکہ فرد کی تصویر کشی کے لیے پرانے ڈھانچے کافی نہیں تھے۔ اس لیے کہانی کی تکنیک میں تجربے ہونے لگے۔ کہانیوں کا ڈھانچہ ڈائیلاگ، نیل ٹاک، فلیش بیک، فیڈ آوٹ وغیرہ سے بنایا جانے لگا اس میں سے بہت کم تجربے کامیاب ہوئے۔ البتہ تجربوں کے جوش اور مغرب کی تقلید میں افسانے کو اس کے بنیادی عنصر کہانی پن سے محروم کر دیا گیا۔ اینٹی اسٹوری کی شروعات، علامتی اور اشاراتی تکنیک نے افسانے کو انشائیہ اور کمپوزیشن بنا دیا۔ افسانے بے روح اور مبہم ہو گئے اور تجریدی آرٹ کی بدترین شکل ہو کر رہ گئے۔ بہت سے افسانہ نگار تجریدیت کے معنی یہ سمجھ بیٹھے کہ اس میں کہانی اور واقعات ہونا ضروری نہیں ہے۔ وہ یہ نہیں سمجھ سکے کہ احساسات کے انعکاس میں ذہنی رو واقعات کی کڑیاں جوڑتی توڑتی رہتی ہے جس سے قصہ دلچسپ اور ذہن کو متوجہ کر کے چلتا ہے۔ افسانے کے پس منظر اور پیش منظر میں جو کہانی پن کی شمع کبھی دھیمی اور کبھی تیز ہو کر اپنی جھلک دکھاتی ہے اور قاری کو اپنا اسیر رکھتی ہے۔ وہ شمع افسانے میں گل ہو گئی اور قاری کو اندھیرے میں بھٹکنا پڑا۔ پھر تفریح کا عنصر افسانہ کے ساتھ وابستہ ہے جو اس طرح کے افسانوں میں مفقود ہے۔ اس طرح کے افسانے ایک طرف معاشرے میں پھیلی ہوئی ریاکاری کی عکاسی کرتے ہیں تو دوسری طرف فن کار کی بے عملی اور کم مائگی کے شاہکار ہیں۔ ظاہر ہے اس طرح کے افسانے زندگی سے دور ہو کر شہرت عام حاصل نہ کر سکے نتیجہ یہ ہوا کہ وہی افسانہ نگار جو کہانی پن اور داستانی عنصر سے بغاوت کر کے افسانے لکھتے تھے پھر سے ایسی کہانیاں لکھنے لگے جن میں افسانویت ہوتی ہے۔

سریندر پرکاش جیسوں نے تلقارمس جیسا مہمل افسانہ لکھا بجوکا جیسا مکمل افسانہ لکھنا شروع کیا۔ آج افسانہ پھر سے زندگی کی طرف لوٹ رہا ہے اور گزشتہ دس برسوں میں نئی نسل کے افسانہ نگار افسانے کو ایک نئی جہت، ایک نئے شعور اور ایک نئی حقیقت نگاری سے روشناس کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ان کی تخلیقات میں موجودہ سماجی ڈھانچے سے پھوٹتی ہوئی فطری نا آسودگی ہے۔ سائنسی اور اقتصادی ارتقا کے متوازی قوت و ہراس کی لہریں ہیں اور ان سب کے امتزاج اور انجذاب سے بے اعتمادی اور اخلاقی شکستگی کی صورت سامنے آئی ہے ان کا جارحانہ اظہار بھی ہے۔ قدامت سے جنگ بھی ہے تو غیر ضروری اور مصنوعی جدیدیت سے جہاد بھی، فرسودہ ڈھانچے کو بدلنے کی تمنا ہے تو خوشگوار روایتیں اپنانے کی خواہش بھی۔ ان خصوصیات کے حامل افسانہ نگاروں میں سلام بن رزاق، شوکت حیات، انور قمر، رام لعل، عبدالصمد، ساجد رشید، انیس رفیع، طارق چھتاری کے نام قابل ذکر ہیں۔

ان ناموں سے اندازہ ہوتا ہے کہ تیسری آواز کے افسانہ نگاروں کا اچھا خاصہ گروپ ابھر کر سامنے آ گیا ہے۔ اور اپنی علیحدہ شناخت کی تعمیر میں منہمک ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ افسانہ نگار مغرب کی تقلید میں علامتی اور تجریدی افسانے لکھنے کے بجائے اور صنعتی تجربے کرنے کے بجائے سنجیدگی سے اس فن کے احیا کی جانب توجہ دیں اور افسانے میں مختلف تجربے کے ساتھ ساتھ افسانے کو افسانہ رہنے دیں۔ یعنی افسانے میں ان بنیادی عناصر اور خصوصیات کو قائم رکھنے کی کوشش کریں جن سے افسانہ، افسانہ کہلاتا ہے۔

(آکاشوانی گورکھپور سے)

ایلیفنٹا

ہمارا قومی ورثہ

خلش جعفری

ہندوستان کی قدیم تہذیب و تمدن کے انمٹ نقوش اس وسیع و عریض ملک کے تقریباً تمام علاقوں میں موجود ہیں قدیم آثار اور کھنڈرات کی صورت میں۔ منادر کے نقش و نگار میں غاروں میں تراشی ہوئی مورتیوں کی شکل میں اور سیکڑوں اور صورتوں میں اور یہ سب اس کی عظمت رفتہ ہی کی نہیں اس کی قدیم دیومالا کی کہانی بھی سناتے ہیں جو ہمیں غیر حقیقی بلکہ بعید از قیاس لگتی ہیں لیکن افسانوں سے زیادہ دلچسپ اور ذہن انسانی کی بے پناہ رسائی قوت اور صلاحیت کی مظہر ہے اور ان ہاتھوں کا کیا کہنا جنھوں نے یہ نقش و نگار بنائے اور وہ بت تراشے کہ جو صدیوں کے گرم و سرد کے باوجود آج بھی انہی بنیادوں پر کھڑے ہیں اور بیشتر ایسے ایسے تر و تازہ لگتے ہیں کہ جیسے کسی نے آج ہی انھیں تراشا ہو۔

بت تراشی عہد قدیم ہی سے ہندوستانیوں کا محبوب مشغلہ رہا ہے اور اس میں فن اور عقیدت کی ہمیشہ ہی آمیزش رہی ہے اور جو لوگ صرف فنی نمونوں کے طور پر ان کو دیکھنا چاہتے ہیں ان کے لیے بھی ان میں کشش اور صناعی اور کاریگری کی داد دینے کی گنجائش ہے!

اجنتا اور ایلورا کے غار تو سارے زمانے میں مشہور ہیں لیکن ہماری ریاست میں بمبئی کے ساحل سے قریب ایک جزیرے ایلیفنٹا میں جو غار موجود ہیں وہ بھی ان سے کچھ کم پرکشش نہیں ہیں — یہ محض بت خانے یا عام منادر نہیں ہیں، یہ بعض مشہور دیومالائی کہانیوں کو پتھروں میں تراشنے کا عمل بھی ہے اور اسی لیے آج یہ بت خانے کی نہیں قدیم آثار کی شکل میں محفوظ ہیں۔

ایلیفنٹا کو اس کا موجودہ نام پرتگالیوں نے کوئی پانچ سو برس قبل اس وقت دیا تھا جب اس جزیرے پر انھیں پتھروں سے تراشا ہوا ایک بہت بڑا ہاتھی دکھائی دیا تھا۔ اس کا قدیم نام گھراپوری تھا اور مقامی باشندے اب بھی اسے اس قدیم نام ہی سے یاد کرتے ہیں۔

بمبئی کے ساحل سے کشتی میں سفر کیا جائے تو تقریباً ایک گھنٹے میں گھراپوری کے جزیرے پہنچا جا سکتا ہے بمبئی کے لوگوں کے لیے یہ سیر و تفریح اور پکنک منانے کی محبوب جگہ بنا ہوا ہے اس لیے بھی کہ سمندر کا سفر خواہ کتنا ہی مختصر ہو سب کو بھاتا اور بڑا فرحت بخش ہوتا ہے۔

ایک روایت کے مطابق قرون وسطیٰ کے ہندو بادشاہ پلاکیسین دوم نے گھراپوری کے جزیرے پر آنے والے غیر ملکیوں کو مرعوب کرنے کی غرض سے یہاں چٹان کو ترشوا کر شیو کا مندر تعمیر کروایا تھا۔

دوسری روایات میں ان غاروں کی تعمیر دیگر شاہی خاندانوں سے منسوب کی گئی ہے جن میں ایک اور سب سے تازہ روایت یہ ہے کہ کلاچوری بادشاہت نے یہ غار تعمیر کروائے تھے جو بھی ہو یہ غار ۴۲۵ اور ۵۴۰ بعد از مسیح کے زمانے میں تعمیر ہوتے تھے تاریخی حقیقت جو بھی ہو یہ اب بھی اتنے ہی پرکشش ہیں جتنے ہزار بارہ سو سال پہلے تھے۔

ایلیفنٹا کے غار بلندی پر واقع ہیں اور ان تک سیاحوں کے پہنچنے کے لیے سیڑھیاں بنادی گئی ہیں۔ در اصل یہ ایک پہاڑی پر تعمیر کروائی گئی تھیں اصل غار سطح زمین اور بالائی سطح کے تقریباً درمیان میں واقع ہے۔

یہ غار چونکہ شیو سے منسوب ہیں اس لیے مورتیوں کے مرکزی کردار وہی ہیں ایک جگہ وہ نٹ راج کی شکل میں تو دوسری جگہ اندھکار سور کی صورت میں۔ اس مورتی کو ان لوگوں کے لیے خاص طور پر غور و فکر کا باعث ہونا چاہیے جو دیومالا سے عقیدت رکھتے ہیں اس لیے کہ یہ دو علامتوں کی مظہر ہے، ایک لاعلمی یا جہالت پر علم و آگہی کی فتح اندھکار یا اندھیرے کو ختم کرنے اور دوسری راکشش یا شیطان کو تباہ کرنے کی علامت!

جب ہم اس کے مفہوم سے آگاہ ہوتے ہیں اور پھر اپنے اطراف دیکھتے ہیں تو ہمیں ظلم و جہل کا اندھیرا بھی نظر آتا ہے اور سیکڑوں شکلوں میں راکشسوں اور شیطانوں کی پھیلائی ہوئی تباہ کاریاں بھی دکھائی پڑتی ہیں — در اصل شیو نے تو علامتی طور پر ان برائیوں کو ختم کیا تھا۔ انھیں ختم کرنے اور ان کے خلاف جدوجہد کرنے کا عمل تو ان لوگوں کا کام ہے جو شیو کے عقیدت مند ہیں۔

سنگ تراشی کا ایک اور اہم نمونہ گنگا وترنا ہے۔ ہندو دیومالا میں گنگا کو جو اہمیت حاصل ہے اس سے اس ملک کا بچہ بچہ واقف ہے۔ گنگا وترنا میں جو کہانی بیان کی گئی ہے وہ افسانے سے بھی زیادہ دلچسپ ہے۔ یہ کہانی کچھ اس طرح ہے کہ راجہ بھاگیرتھ نے کئی برس تپسیا کی اور گنگا سے پرارتھنا کی کہ وہ سورگ سے زمین پر اتر آئے اور جب گنگا نیچے آنے پر راضی ہو گئی تو بھاگیرتھ نے شیو سے کہا کہ وہ گنگا کو اپنے سر پر جھیل لیں کیونکہ اگر وہ براہ راست آسمانوں سے زمین پر گر پڑی تو اس کے گرنے کی قوت سے دھرتی شق ہو کر رہ جائے گی:

گنگا وترنا میں گنگا کو تین سروں والی دیوی دکھایا گیا ہے جو در اصل میں پوتر ندیوں کی علامت ہے یعنی گنگا، جمنا اور روپوش سرسوتی'

یہ تینوں اب بھی پوتر سمجھی جاتی ہیں۔ سرسوتی تو چونکہ روپوش ہے اور نظر نہیں آتی لیکن گنگا اور جمنا کی روایتیں اور دیومالائی تقدس سے قطع نظر ان دونوں ہی کے ساتھ کچھ اچھا سلوک نہیں کیا گیا ہے اور ان میں آلودگی بڑھتی جا رہی ہے!

بہرکیف کچھ اور مورتیاں جو قابل ذکر ہیں وہ اوما مہیشورا اور شیوا۔ یوگیشورا مورتی شامل ہیں۔ اول الذکر میں شیو کو پاروتی کے ساتھ چوسر کھیلتے ہوئے دکھایا گیا ہے یہ شطرنج ہی کی طرح کا کھیل ہے اور اس سے یہ تاریخی حقیقت عیاں ہوتی ہے کہ چوسر یا شطرنج کا کھیل ہندوستانیوں کی ایجاد ہے۔

شیوا۔ یوگیشورا والی مورتی میں شیو کو کنول کے پھول پر یوگا کے آسن پر بیٹھا دکھایا گیا ہے اور کنول کا یہ پھول اطراف کے دلدل سے بالکل پاک ہے۔ اس سے جو نکتہ بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ یوگی کو اپنے اطراف کے ماحول سے متاثر ہوئے بغیر ذہنی اور جسمانی طور پر پاک و صاف رہنا چاہیے۔

اصل مندر کے دروازے پر دوار پال یا دربان نظر آتا ہے لیکن اس کے اندر مورتیاں اور نقش و نگار امتداد زمانہ سے بڑی حد تک مٹ مٹا گئے ہیں

ان غاروں اور ان کی مورتیوں کے پس پشت قدیم دانش ہے اور عقیدت مندوں کو حرص و ہوس اور نفرت و کدورت

پاک زندگی گزارنے کی تلقین کی گئی ہے۔ یہ ہمارا قومی ورثہ
ور ہیں جنھیں ہم بڑے فخر سے غیر ملکی سیاحوں کو دکھاتے ہیں
ران سے منسوب کہانیاں اور روایات بھی بیان کرتے ہیں
ن جب ہم اپنے اعمال کو دیکھتے ہیں تو بڑا تضاد نظر آتا ہے
ہیں اندھکار یا اندھیرے کے خلاف جدوجہد کر کے
اشرے کو صاف ستھرا اور زیادہ مہذب بنانے کی فکر ہے
معاشرے میں شیطانوں اور ان کے چیلوں کی بڑھتی ہوئی
ر گرمیوں کے خلاف کچھ کرنے کی فرصت نہیں کہ ہمارے آج
یوگی بھی حرص و ہوس کے بُری طرح شکار ہو گئے ہیں اور
ر جگہ اپنی دکانیں سجا کر بیٹھے ہوئے ہیں اور لوگوں کا استحصال
نہیں کرتے ان کو مزید ادہام میں بھی مبتلا کرنے کا پیشہ اختیار
یے ہوئے ہیں۔

اس طرح کے قومی ورثے سے اگر لوگ نیک عمل،
ق کے لیے جدوجہد اور معاشرے سے خرابیوں کو دور کر کے
س کی اصلاح کے لیے کام کرنے کا جذبہ نہیں حاصل کر سکتے
و پھر ان مورتیوں اور دوسری ساری مورتیوں اور ہمارے
نام قیمتی آثار میں نہیں ان کو عقیدت کی نظروں سے دیکھنے
والوں ہی میں کچھ کمی ہے۔!

(بمبئی سے نشر)

نذرانۂ عقیدت

ستارہ جعفری

تم چلے جاؤ گے تنہائیاں بڑھ جائیں گی
اور ویرانیاں چھا جائیں گی
افق زیست پہ رنگین ستارہ بن کر
تم اندھیرے کو اجالے میں بدل دیتے تھے
جب کبھی غم کی تپش نے مجھے بے چین کیا
میں نے گھبرا کے تمھیں یاد کیا
تم نے اخلاق و مروت کا مرہم دل پہ رکھا
تم نے میری طرح اوروں کو بھی تسکیں دی ہے
کتنے بے نور گھرانوں کو ضیا بخشی ہے
کتنے لاچار مریضوں کو شفا دی تم نے
تم پہ ان سب کی دعاؤں کے گہر برسیں گے
زر پرستی سے ہمیشہ رہی نفرت مجھ کو
میں نے انسان کی عظمت کو بڑا سمجھا ہے
رنج و غم کی نہ کبھی چھاؤں بھی پڑنے پائے
تیرے گلشن میں کبھی باد خزاں آنے نہ پائے
تم نئے چاند کی مانند چمکتے رہنا
اور سدا پھولوں کی مانند مہکتے رہنا
میں تہی دست ہوں کچھ اور میرے پاس نہیں
تم میرے دل کی دعاؤں کے حصاروں میں رہو

(بمبئی سے)

میں اور اسپتال

وجاہت علی سندیلوی

جی ہاں تو میں اسپتال میں داخل ہو گیا۔ بلکہ یہ کہنا زیادہ صحیح ہوگا کہ داخل کر دیا گیا، اپنے دوست گرجا شنکر جی کی معرفت۔ مجھے کون سا حادثہ پیش آیا تھا اور کس قسم کی چوٹیں لگیں تھیں اور میں کس طرح ایمرجنسی وارڈ اور اسپشل وارڈ تک پہنچا تھا یہ مجھے براہ راست کچھ نہیں معلوم تھا اور اس کے لیے بھی میں اپنے دوست گرجا شنکر جی کے بیان کا محتاج تھا، اور جن کے ہر بیان میں غیر ارادی طور سے بھی نمک مرچ کچھ ضرورت سے زیادہ ہی ہوا کرتا، لیکن وہ مجھ کو تو ہمیشہ قند و نبات ہی محسوس ہوتا۔ پرانے دوست اور غم خوار جو ٹھہرے!

ان کی خود قول کے مطابق ان کی پیدائش اسپتال ہی میں ہوئی تھی۔ اس وقت جب کہ اسپتال بنا بھی نہیں تھا۔ اور اس کی صرف داغ بیل پڑ رہی تھی، ڈاکٹر ایک چھوٹی کوٹھری میں بیٹھتا اور مریضوں کی جائے پناہ چھپر کے دو سائبان تھے، ایک زنانہ اور ایک مردانہ۔ مجھے یقین ہے کہ ڈکشت جی کی نال اسپتال کے موجودہ احاطے کے اندر ہی کہیں گڑی ہوگی کیونکہ وہ نہ صرف اسپتال جانے بلکہ وہاں مریض بن کر داخل ہونے کے بڑے متمنی رہتے۔ پانچ مرتبہ تو وہ میری یاد میں مختلف بہانوں سے اسپتال کی یاترا کر چکے تھے۔ وہاں کے ڈاکٹر اور نرسیں ان کی صورت سے بیزار ہو چکی تھیں چوتھی بار جب وہ میری یاد میں اسپتال گئے تھے تو وہاں کے ایک ماہر دنداں ڈاکٹر نے، میرے خیال میں دیدہ و دانستہ ان کی دکھتی ہوئی بائیں داڑھ کے بجائے ان کی اچھی بھلی دائیں داڑھ نکال دی تھی لیکن یہ غالباً ان کی عقل داڑھ تھی کیونکہ اس سے اسپتال کے لیے ان کی والہانہ محبت پر کوئی اثر نہیں پڑا تھا بلکہ اس سے ان پر کچھ ۔۔ بڑھتا ہے اور ذوق گہنہ یاں سزا کے بعد کی قسم کی کیفیت طاری ہو گئی تھی۔ چنانچہ پانچویں بار وہ چوتھی بار کے چند ہی مہینوں بعد داخل ہو گئے تھے۔

خود اسپتال میں داخل ہونے کے ساتھ ہی ساتھ ان کا محبوب ترین مشغلہ اپنے عزیزوں، دوستوں اور شناساؤں کو اسپتال میں داخل کرانا ہے شاید ہی ان کا کوئی ایسا عزیز یا دوست ہو جو ان کے اس محبوب مشغلے کی زد میں نہ آ چکا ہو۔ ایک میں تھا جس سے ان کا کئی سال سے اسپتال میں داخل ہو جانے کا شدید اصرار رہتا اور ان کو کا دے پر کا دے دے کر بڑی مشکل سے بچا ہوا تھا، تو اس دفعہ انھوں نے مجھ پر بھی ہاتھ صاف کر دیا۔ کسی کو اسپتال میں داخل کروا کر وہ ایسی مسرت اور طمانیت کا اظہار کرتے جیسے انھوں نے کوئی بڑا معرکہ سر کر لیا ہو۔ گیا تھا ان کے ساتھ نمائش دیکھنے اسپتال کے گیٹ پر ان کے ساتھ پان کھانا تک تو یاد ہے لیکن اس کے بعد .... سویرے جو میری آنکھ کھلی تو اپنے آپ کو اسپتال کے اسپشل وارڈ کے کمرے نمبر ۳ میں اکیلا اور تنہا پایا—

آنکھیں کھولنے کے بعد بھی میرے لیے یہ فیصلہ کرنا دشوار تھا کہ آخر مجھے ہوا کیا ہے۔ سارے جسم میں ایک ایسی تھکن تھی جو عموماً زیادہ سونے کے بعد ہوا کرتی ہے۔ اس کے متعلق میرا خیال تھا کہ ڈکشت جی نے مجھے اسپتال لانے کے بعد ضرور کچھ ایسے خواب آور انجکشن لگوا دیے ہوں گے جس سے کہ میں نے سردیوں کی چودہ گھنٹے کی رات خلاف معمول بہت گہری نیند میں سوتے ہوئے کاٹ دی تھی۔ میری داہنی کلائی اور بائیں پیر میں پٹی بندھی ہوئی تھی لہٰذا تکلیف نہ ہوتے ہوئے بھی گمان گزرا کہ ان میں کچھ چوٹیں ہوں گی۔ میں آنکھیں کھول موند کر محض خیال ہی خیال میں اپنی چوٹیں محسوس کرنے کی کوشش کر رہا تھا کہ دفعتاً ایک موٹی سیاہ فام سسٹر کمرے میں داخل ہوئی اور اس نے ایک دم سے ٹیوب لائٹ جلا دی۔ اچانک روشنی ہو جانے سے میری آنکھیں اور بھی چکاچوند ہو گئیں اور آنکھوں کا کھولنا موندنا تقریباً میرے اختیار سے باہر ہو گیا۔ نرس نے مجھے ڈپٹا "تم سفید بال والا آدمی! سسٹر مس تمھاری ڈاکٹرس موافق ہیں اور تم انھیں آنکھ مارنا مانگتا!

چھی، چھی، چھی"

میں نے اپنی صفائی دینے کے لیے منھ کھولنا ہی چاہا تھا کہ نرس نے ایک تھرمامیٹر میرے منھ میں ٹھونس دیا اور مجھ کو اپنے ہونٹھ بھینچ لینے پڑے۔ نرس گھڑی دیکھنے کے لیے دروازے کے قریب جاکر کھڑی ہوگئی۔ اتنے میں ایک بہت چھوٹی نابالغ قسم کی نرس آئی اور بولی "او میلا! یہ ڈاکٹر کمار کتنا سویٹ ہے اس نے آج اس سیما کی بچی کو اسٹاف روم میں سب کے سامنے بہت کس کر ڈانٹ دیا۔ کہا کہ تم بہت کلنری ہو اور کام کے بجائے گاسپ کرتی ہو"

میری نرس چیخی "او ونڈر فل! وہ لومڑی اس ٹائپ کے انجکشن کے لیے بہت دنوں سے تڑپ رہی تھی۔ ڈاکٹر کمار نے فل ڈوز......" کہتی ہوئی پھدک کر باہر برآمدے کے دروازے میں نابالغ نرس سے بڑے رازدارانہ انداز میں محو گفتگو ہوگئی جس کا سلسلہ قریب بیس منٹ تک جاری رہا۔

اسی اثنا میں ڈکشت جی دوڑتے ہوئے آئے اور ہانپتے ہوئے رازدارانہ لہجے میں کہنے لگے "دیکھو اگر کوئی تمہارا بیان لینے آئے تو بغیر میرے پوچھے کوئی بیان مت دینا ورنہ سارا بنا بنایا کھیل چوپٹ ہو جائے گا اور الٹے لینے کے دینے پڑ جائیں گے"

میں کیا بولتا؟ میرے ہونٹوں پر تو تھرمامیٹر کی مہر لگی ہوئی تھی۔ میری خاموشی کو میری سعادت مندی پر محمول کرتے ہوئے وہ یہ جا وہ جا نو دو گیارہ ہوگئے اور میں یہ شعر پڑھتا رہ گیا۔

میرے ڈکشت کے مقابل اے عمر۔ برق کو پابند حنا باندھتے ہیں

میرے دماغ میں ان سے پوچھنے کے لیے سیکڑوں سوال پھدک رہے تھے۔ کیسا بیان؟ نزاعی بیان؟ کون لے گا یہ بیان؟ اور کس بارے میں؟ اور کہاں ملیں گے ڈکشت جی پوچھنے کے لیے؟ اور کون کھیل چوپٹ ہو جانے کا اندیشہ تھا؟ وغیرہ وغیرہ لیکن مجھے سب سے ضروری بات ڈکشت جی سے یہ پوچھنا تھی کہ میرے کیسے اور کہاں چوٹ لگی تھی کیونکہ اگر کوئی دوست یار رشتے دار مزاج پرسی کے لیے آجاتا تو میں کیا جواب دیتا؟ کیا یہ کہ مجروح میں ہوا ہوں اور چوٹیں کہاں اور کتنی لگی ہیں یہ ڈکشت جی سے پوچھو۔

میں نے ان سوالات پر غور کرنے کے لیے تھرمامیٹر اپنے منھ سے نکال لیا لیکن اسی وقت میری نرس واپس لوٹی اور میں نے اس کو جلدی سے پھر منھ میں ٹھونس لیا۔

نرس نے تھرمامیٹر منھ سے گھسیٹتے ہوئے تعجب سے کہا "یہ تھرمامیٹر الٹا کیسے ہوگیا؟" "آپ نے اس کو نکالنے میں وقت زیادہ لگا دیا لہٰذا یہ خفا ہو کر گھوم گیا ہوگا" "شٹ اپ تمہارا مرض بہت ڈینجرس معلوم ہوتا ہے جو تمہارے منھ میں کلاک کی سوئی موافق تھرمامیٹر گھومتا ہے!" اور نرس دھیمے قہقہوں کی گھنٹیاں بجاتی ہوئی رخصت ہوگئی۔

میں منھ ہاتھ دھوکر اور اسپتال کے ناشتے سے فارغ ہوکر اپنی حالت زار پر غور و فکر کرتا اب اس سوال کے جواب میں آکر الجھ گیا تھا کہ اگر میں اپنے کمرے کے باتھ روم کے دروازے سے جو ایک ویران پارک میں کھلتا، نکل کر اپنے گھر کی راہ لوں تو کیا ہوگا؟ —— دفعتاً تین سوٹڈ بوٹڈ جنٹلمین اور پگڑی، کوٹ اور دھوتی میں ملبوس ایک سیٹھ جی میرے کمرے میں داخل ہوئے۔ سیٹھ جی نے جیب سے سو سو کے پانچ نوٹ نکال کر میری ہتھیلی پر رکھے اور ان پر ہماری انگلیاں بند کر دیں اور رومال سے اپنی آنکھیں پوچھتے ہوئے جیسے رو ہی تو رہے ہوں کمرے کی اکلوتی کرسی پر خاموش بیٹھ گئے۔ ایک صاحب نے جیب سے ایک کاغذ نکالا اور دوسرے نے قلم کھول کر میرے ہاتھ میں دیتے ہوئے کہا "لیجیے اس پر دستخط کر دیجیے۔ میں اس ڈرامے سے کچھ اس قدر مرعوب اور حیرت زدہ تھا کہ میں نے بلا چوں و چرا دستخط کر دیے۔

ان میں سے ایک وکیل نما صاحب نے مجھ پر رحم کھاتے ہوئے کہا "انھیں سنا تو دو کہ انھیں آئندہ کیا کہنا ہے" اور پھر میں نے یہ سنا (ہمارے نام ولدیت اور پتے کے بعد) خدا کو حاضر ناظر جان کر بحلف بیان کرتا ہوں کہ میں لالہ گھاسی پرشاد کی موٹر سے ہرگز ہرگز نہیں کچلا۔ ان کی موٹر مجھ سے پانچ گز دوری پر شانتی پور روک جا رہی تھی البتہ میں اس کی چمک دار روشنیوں سے خود ہی بدحواس ہوکر بھاگا اور ایک پتھر سے ٹھوکر کھا کر گر پڑا تھا۔ میرے کوئی چوٹ نہیں آئی صرف چند معمولی خراشیں آئی تھیں لیکن لالہ جی نے اپنی مہان کرپا سے مجھے اسپتال کے اسپشل وارڈ میں داخل کرا دیا ہے۔ میں اپنے وارڈ کے سبھی بھائی بہنوں سے نمر نویدن کرتا ہوں کہ نگر پالیکا کے آگامی چناؤ میں وہ اپنا قیمتی ووٹ لالہ جی ہی کو دیں" —— اور پھر یہ قافلہ رخصت ہوگیا اور میری جان میں جان آئی۔

دوپہر کا کھانا کھاکر میری آنکھ لگی ہی تھی کہ میری بالیں پر پھر شور و قیامت اٹھا۔ ڈکشت جی کی قیادت میں ایک فوٹوگرافر اور ایک وکیل صاحب نمودار ہوئے۔ ڈکشت نے میرے اوپر ایک مقامی پارٹی کا جھنڈا ڈال دیا۔ فوٹوگرافر نے اپنے کیمرے کا زاویہ ٹھیک کرتے ہوئے مجھ سے روایتی "مسکرائیے" کے بجائے "کراہیے" کہا اور میری بستر پر لیٹے لیٹے تصویر کھینچ گئی۔ وکیل صاحب نے جیب سے ایک کاغذ نکال کر مجھے پڑھ کر سنایا۔ میرے نام ولدیت اور پتے کے بعد انھوں نے کہا میں بہ سلامتی ہوش و حواس بحلف سچ سچ بیان کرتا ہوں کہ میں لالہ گھاسی پرشاد کو اپنا ووٹ دینے سے انکار کر چکا تھا۔ کل انھوں نے بے تحاشا موٹر چلاتے ہوئے مجھے کچلنے کے لیے اسے فٹ پاتھ پر چڑھا دیا۔ میں اس کی لپیٹ میں آکر پان والے کی دکان کے نیچے نہ جاگرتا تو آج قبرستان میں ہوتا۔ میرے سارے جسم میں خراشیں اور سر میں باہری کے بجائے بہت سخت اندرونی چوٹیں آئی ہیں۔ مجھے پوری آشا ہے کہ لالہ گھاسی پرشاد نے مجھ ایک بے زبان ناگرک کے ساتھ جو ظالمانہ برتاؤ کیا ہے اس کا انھیں منھ توڑ جواب میرے محلے کی جنتا انھیں نگر پالیکا کے آگامی چناؤ میں ضرور دے گی"

وکیل صاحب نے مجھے دستخط کرنے کے لیے قلم دیا تو میرا ہاتھ کچھ کانپا۔ ڈکشت جی بولے "ابی رقم تو دیجیے" وکیل صاحب نے بادل ناخواستہ سو سو کے کچھ نوٹ انھیں پکڑا دیے اور پھر نہیں معلوم کیسے ان کے اشارے پر کاغذ پر فوراً میرے دستخط بن گئے۔ وکیل صاحب اور فوٹوگرافر چلے گئے اور ڈکشت جی تھکے ماندے میرے بستر کے پاس پڑی کرسی پر بیٹھ کر جماہیاں لینے لگے۔

میں باتھ روم جانے کے لیے اٹھا تو ڈکشت جی یہ کہتے ہوئے "ذرا میں بھی کمر سیدھی کر لوں" میرے بستر پر دراز ہوگئے اور بولے "کہو کیسی رہی؟"

میں باتھ روم میں منھ دھو رہا تھا کہ میں نے ڈکشت جی کی آواز سنی "ہاں! ہاں! ابی یہ کیا! آپ غلط میں ہیں! افوہ! ابی! ابی! افوہ!" میں نے لپک کر دروازے کی درازسے دیکھا تو موٹی نرس ڈکشت جی کو دونوں ہاتھوں سے ایسے دبائے ہوئے تھی جیسے بستر بند باندھ رہی ہو اور ڈاکٹر جھکا ہوا انھیں انجکشن لگا رہا تھا۔ میں اطمینان کا سانس لیتے ہوئے دروازے سے ہٹ کر پھر منھ دھونے لگا۔

چند منٹ بعد میں باہر نکلا تو ڈکشت جی بے خبر سو رہے تھے میں نے اپنی پٹیاں اتار کر ان کے سرہانے رکھ دیں اور اپنا کوٹ پہن کر چپ چاپ باہر نکل گیا —— اسپتال کے دروازے پر مجھے کئی عزیز و اقارب اور دوست غالباً مجھ سے ملنے کے لیے اندر جاتے ہوئے دکھائی پڑے میں نے اپنے کوٹ کا کالر اونچا کرلیا اور مفلر سے اپنے چہرے کا ایک حصہ ڈھک کر گردن جھکائے دوسرے دروازے سے باہر نکل گیا۔

(پٹنہ سے نشر)

پہلا سوال

وحید عرشی

پاپا! یہ تو کہیے
اپنی کتابوں کی الماری میں
اردو، ہندی اور بنگلہ کی کتابیں
کیسے سجائیں!؟
کہ سب ایک قطار میں ایک کے بعد
اس طرح سج جائیں کہ سب کی سب سیدھی ہوں
کوئی الٹی نہ ہو
اور ان سب کی ایک جہت ہو

(کلکتہ سے)

سفر میری شاعری کا

فضا ابن فیضی

غالب نے کہا تھا کہ
"بنا ہے عیشِ تجمل حسین خاں کیلئے"

اس نقطۂ نظر سے اپنے ادبی سفر کے بارے میں کچھ کہنا بڑے شاعروں اور ادیبوں کو ہی زیب دیتا ہے لیکن رفقائے ریڈیو کے حکم کی تعمیل بھی ضروری ہے۔ اس لئے "مالِ عرض ہنر" سے بے پروا ہو کر اپنی ذہنی و فکری تشکیل و ترتیب کے تعلق سے چند باتیں عرض کر رہا ہوں۔

میں نے ۱۹۳۴ء کے لگ بھگ شعر کہنا شروع کیا۔ جب میں مقامی مدرسہ عالیہ مئو کی ابتدائی جماعتوں میں زیر تعلیم تھا۔ شاعری کی طرف اس فکری رجحانات کا یہ نتیجہ تھا کہ درسی کتابوں کے ساتھ ساتھ شعر و ادب سے متعلق دوسری غیر درسی کتابیں بھی مطالعہ میں رہتیں۔ اور میں حسب استعداد انھیں سمجھنے اور ان سے استفادہ کی کوشش کرتا۔ ذہن و شعور کی ناپختگی کے باوصف ادبی کتابوں کے مطالعے سے مجھے ایک عجیب قسم کا سکون اور اہتزاز محسوس ہوتا۔ میں اس نامعلوم سکر انگیز کیفیت کو اس وقت کوئی نام دینے سے قاصر تھا۔ رفتہ رفتہ جب ذہن ذرا روشن ہوا اور آنکھوں کے سامنے سے دھند چھٹی تو اس ذہنی ربودگی و سرشاری کی وجہ سمجھ میں آئی۔

بچپن ہی سے مجھے بڑا شستہ و پاکیزہ ماحول ملا کہ میں نے ایک علمی و مذہبی خانوادے میں آنکھیں کھولی تھیں، دادا مرحوم علامہ ابو المعالی فیضی اپنے دور کے صاحب تصانیف معروف و مشہور عالم دین تھے۔ اردو، فارسی، عربی تینوں زبانوں میں شاعری کا ملکہ حاصل تھا والد صاحب بھی عربی کے فاضل ہیں۔ گھر میں مختلف علوم و فنون کی کتابوں کا بہترین ذخیرہ تھا۔ فاضل اوقات میں اپنی پسندیدہ کتابوں کا مطالعہ میرا محبوب ترین شغل تھا۔ مدرسہ اور گھر کی چار دیواری، بس یہی میری دنیا ہوتی۔ میں اول ہی سے بڑا خاموش اور گوشہ نشین ہوں۔ شاید یہ روایتی قسم کے مذہبی معاشرہ خانگی کا اثر ہے۔ نہ کسی دوسری طرف دیکھنے کی ضرورت یا فرصت تھی نہ اجازت۔ اپنے ادبی ذوق رجحان کی پرورش و پرداخت میں تشنگی۔ یبوست کے باوجود، مجھے اس ماحول سے تھوڑی بہت تقویت ضرور ملی لیکن محض ماحول و وراثت ہی تو سب کچھ نہیں۔ ایسے ذہنی و فکری مشاغل و افکار ہم سے آسودہ و مطمئن لمحات کا بھی تقاضا کرتے ہیں لیکن ادھر یہ صورت حال تھی کہ ۱۹۴۲ء میں تعلیم سے فراغت کے بعد مجھے تجارت میں والد صاحب کا ہاتھ بٹانا پڑا۔ ایک طرف تنگ و یبوست زدہ مذہبی ماحول، دوسری طرف سیر سوا کی الجھنیں۔ زندگی مخالف و متضاد دائروں میں بٹ کر رہ گئی۔ ان حالات میں ادبی مشاغل و محرکات کو جاری و باقی رکھنے اور انھیں ایک قابل قبول سطح پر مرکوز رکھنے میں مجھے بڑی محنت، ریاضت اور بغاوت کرنا پڑی۔ صبح و شام تک چکی کی مشقت، ہاں بیخواب راتیں اپنی تھیں۔ ۱۹۶۰ء تک کا تمام سرمایۂ کلام انھیں شب زندہ داریوں کا انعام ہے۔

میں نے بھی بہتوں کی طرح غزل کے فارم سے شاعری کی ابتدا کی۔ لیکن شاید مجھے بھی غالب کی طرح محسوس ہوا کہ

"بقدرِ ذوق نہیں ظرفِ تنگنائے غزل"

نوجوانی کی عمر، دماغ تازہ، شعور نورس، طبیعت میں بلا کا جوش و وفور تھا۔ چنانچہ غزل کے فارم سے ناآسودگی نے طبیعت کو نظم نگاری کی طرف مائل کر دیا۔ ہاں ایں ہمہ غزل سے مکمل انقطاع کی صورت حال کبھی نہیں رہی۔ لیکن اس دور کا غزلیہ کلام ادھر ادھر ہوتا رہا۔ اس اعتبار سے میں بہ قول علامہ نیاز فتحپوری ذوالریاستین شاعر ہوں۔

میں طویل عرصہ تک معمولی تسلسل کے ساتھ نظمیں لکھتا رہا۔ ہند و پاک کے معیاری رسائل و جرائد اس کی شہادت دیں گے۔ یہ تخلیقی سفر، پیچیدہ و ناہموار راستوں پر یونہی جاری تھا کہ فکر کی رو نے دوسری کروٹ لی اور سمت سفر پھر بدل گئی۔ دیکھا تو غزل کا نخلستان سامنے تھا۔ دشت نظم کے مسافر نے یہاں نئی طراوت و تازگی محسوس کی اور اسی نخلستان میں رخت سفر کھول دیا۔ یہ گویا غزل سے پیمان وفا کی تجدید تھی۔

یہ وہ زمانہ تھا جب ہمارے ادب میں نئی تبدیلیاں رونما ہو رہی شاعری کا نیا مزاج تشکیل پا رہا تھا۔ لفظیات، اسلوب، لہجہ، تشبیہات و استعارات، علائم و رموز اور پیکر تراشی کا ایک نیا نظام خلق ہو رہا تھا۔ غزل عصری و حسی تجربوں کے تحت زندگی کی تمام سنگینیوں، رنگینیوں، محرکات و محسوسات کی تمام کروٹوں اور جہتوں کو اپنے اندر سمیٹ رہی تھی۔

ممکن ہے مراجعت ذہنی کے اس عمل میں ان تازہ و موثر تبدیلیوں کا دخل رہا ہو کہ ہم عصر تقاضوں اور تبدیلیوں سے دامن کش رہنا آسان نہیں۔ میں اپنی مقدس ادبی روایت کا احترام اور اس کی ناگزیریت کا اعتراف کرتے ہوئے، اچھے اور بامعنی تجربوں کا خیر مقدم کرتا ہوں۔ تجربوں کا زندگی بخش عمل، ادب کی نشو و نما، شعور کی آبیاری اور تخلیق احساس کی تہذیب کی ضمانت ہے۔ اس میں دو رائیں نہیں ہو سکتیں کہ آج جو چیز روایت ہے گزرے ہوئے کل میں وہ تجربہ رہ چکی ہے، اور جسے ہم آج نیا تجربہ کہتے ہیں۔ اُسے آنے والے کل میں روایت بننا ہے۔

ہیئتی اسالیب سے قطع نظر، میری شاعری عصری دردمندی، انسانی رشتوں کی پیچیدگی، حقائق و مسائل کی تہداری اور زندگی کی قدروں کی شکست و رکنیت کے المیے کا اظہار ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ شعری اظہارات کے وسیلے سے کائناتی و آفاقی صداقتوں کا عرفان اور ذات کے اندرون میں جھانک کر داخلی حقیقتوں کا مشاہدہ کر سکوں۔ اس کے ساتھ جذبے اور تفکر کے مناسب و فنکارانہ امتزاج کے بغیر میں ادب کو دوسرے درجے کی چیز سمجھتا ہوں۔ میرے نزدیک امتزاج، جذبے کے مرقع، شائستگی اور تطہیر کے لئے ضروری ہے۔

صنف غزل کا جہاں تک تعلق ہے، میں اسے محض حسن و عشق تصوف یا چند واردات قلبی و کیفیات ذہنی تک محدود رکھنے کا قائل نہیں۔ میری کوشش یہ ہوتی ہے کہ میں تمام سماجی، تہذیبی، ادبی سیاسی، عمرانی اور معاشرتی حقائق و معارف کو ایمائی طرز اسلوب میں غزل کے وسیلے سے سمیٹ سکوں۔ مرموز لیکن ترسیل کی قوت سے معمور طرز اظہار کو میں غزل کا مرجع حسن سمجھتا ہوں۔ ہاں لفظوں میں وضاحتی اسلوب در آئے تو اسے معیوب نہیں سمجھتا کہ دونوں اصناف کے مزاج اور تقاضوں میں فرق و امتیاز ہے۔

اردو کے علاوہ مجھے فارسی اور عربی ادب اور اس پر شکوہ و دل نشین اسلوب نے مجھے بہت ہی متاثر کیا ہے۔ میرے کلام میں لہجے کی بلند آہنگی، آرائش اور مشکل پسندی کا جو تھوڑا بہت عنصر ہے وہ شاید اسی عربی و فارسی ذوق کی دین ہے، فارسی شعرا میں خاص طور سے بیدل، حافظ، غالب، فردوسی، عرفی اور نظیری میرے پسندیدہ شاعروں میں ہیں۔ فارسی شاعری میں جو نادر و منفرد استعاراتی و علاماتی نظام ہے وہ بھی میرے لئے اپنے اندر بڑی کشش رکھتا ہے۔

آج ادبی نظریوں پر بحث زیادہ ہوتی ہے، ادب کی تخلیق کم ہوتی ہے۔ یہ صورت حال بڑی مایوس کن ہے۔ میں ادب میں نظریے کا مخالف نہیں، لیکن اتنا ضرور کہوں گا کہ ہمارا اولین مقصد اچھے توانا اور زندہ ادب کی تخلیق ہے، نہ کہ نظریہ سازی۔ شاید انھیں نظریاتی انتشار کا کرشمہ ہے کہ ہر بڑے ادیب، شاعر کے یہاں ہمیں فکری و ذہنی تضادات کے نمونے وافر مقدار میں مل جاتے ہیں۔ اس کے باوجود میں اپنے دور کی مضبوط اور فعال "ترقی پسند تحریک" کی عظمت و افادیت کا قائل ہوں، جس نے اردو ادب کو بڑے اچھے ادیب، شاعر اور نقاد دیے۔

۱۹۴۰ء میں میری ایک نظم پہلی بار "زمزم" لاہور میں شائع ہوئی۔ پھر اکا دکا نظمیں ادھر ادھر چھپتی رہیں۔ لیکن باقاعدہ چھپنے کی ابتدا اس وقت سے ہوئی، جب میرے ایک شاگرد رشید میری بیاض مستعار لے کر چپکے سے مشرقی پاکستان چلے گئے۔ احباب نے مشورہ دیا کہ بیاض مسروقہ کا جو کلام دستیاب ہو سکے اسے شائع کرا دیا جائے چنانچہ میں نے ایک نظم علامہ نیاز فتحپوری کی خدمت میں ارسال کی۔ مولانا نے فوراً رسید عنایت فرمائی۔ تعریف کی اور اسے "نگار" میں شائع فرمایا۔ یہ ہمت افزائی تازیانہ شوق کے لیے مہمیز ثابت ہوئی۔ اس طرح یہ سلسلہ چل نکلا جو آج تک جاری ہے۔ ہند و پاک کے معروف و معتبر رسالوں میں اتنا چھپ چکا ہوں کہ مزید چھپنے کی ہوس باقی نہیں۔ اب تو وہ مثل ہے کہ میں کمبل کو چھوڑ دینا چاہتا ہوں، مگر کمبل مجھے چھوڑنے پر آمادہ نہیں۔

کچھ اپنی فطری بے نیازی، کچھ حالات کی عدم مطابقت ابھی تک صرف میری دو کتابیں شائع ہو سکی ہیں "سفینۂ زرگل" (غزلیات و رباعیات) "شعلۂ نیم روز" (منظومات) پہلی کتاب یوپی اردو اکادمی سے اور دوسری یوپی اردو اکادمی اور بہار اردو اکادمی، دونوں سے انعام یافتہ ہے۔ بہت سارا کلام ابھی غیر مطبوعہ ہے۔

میرا مولد مئو ناتھ بھنجن ایک ایسا قصبہ ہے جس کے بوستان علم وفن میں بڑے بڑے تناور درخت صدیوں سایہ فگن رہے ہیں۔ اور یہ خصوصیت اس قصبہ کو ان درگاہوں کے ذریعے سے حاصل ہوئی ہے جن کی کثرت پورے ملک میں ضرب المثل ہے۔ لیکن اس چیز میں ان گلابوں کی کمی تھی جو شورش عندلیب کو دعوت دیں۔ میرے شعور شاعری نے اس کمی کو محسوس کیا اور اپنے دوستوں کو ہمراہ لے کر ایک ادبی و تربیتی "بزم ادب" کی ۱۹۵۲ میں تاسیس کی۔ اس بزم ادب نے ادب و شاعری کی دبی ہوئی چنگاریوں کو کرید کر شعلہ بنا دیا۔ نشستوں اور ادبی مجلسوں نے اولاً شعر گوئی کے لیے تعلیم یافتہ اصحاب میں مہمیز کا کام کیا۔ اور . . . پُرگوئی کے لیے مطالعوں کی ضرورت کا احساس پیدا کیا۔ یہ احساس اتنا شدید ہوا کہ ۱۹۶۱ میں اپنے رفقاء کو لے کر ایک لائبریری "دانش کدہ اردو لائبریری" کے نام سے قائم ہے۔ آج یہ لائبریری ضلع اعظم گڑھ میں "دارالمصنفین" کے بعد اپنے طرز کی واحد لائبریری ہے۔

میں نے ادبی وفکری سفر کا آغاز کیا تو بہ فیض مشیت "خام بودم" کے بعد "پختہ شدم" کی منزل اتنی جلد طے کر لی کہ میرے بزرگ اساتذہ اپنے ان تلامذہ کو جو میرے ہم عصر تھے بہ غرض اصلاح میرے پاس بھیج دیتے تھے۔ اس سے مجھے ندامت تو ہوتی۔ لیکن "الامر فوق الادب" کے مطابق مجھے حکم کی تعمیل کرنا پڑتی۔

میرے معاصر شعرا میں شاید ہی کوئی ایسا ہو جس نے مجھ ہیچمدان سے استفادہ نہ کیا ہو۔ نئی نسل کے شعرا کی تو ایک طویل فہرست ہے جن کو شعری زندگی میں بیٹھنا پھر کھڑا ہونا، پھر چلنا اور اس کے بعد دوڑنا اور پرواز کرنا سکھایا۔ اور یہ سب محض اس لئے کیا کہ میرا فریضہ تھا۔ اگر "شاعری جزو پیغمبری" ہے تو ابلاغ شاعر کی ذمہ داری ہے۔

ادبی سفر ابھی جاری ہے۔ صحت کی خرابی کے باوجود ذہن و قلم کا رشتہ برقرار ہے۔ چاہتا ہوں کہ جب تک زندگی ہے اور ذوقی و وجدانی رابطوں کو استوار رکھوں۔ اور اس سے بھی اچھا اور بامعنی لکھ سکوں۔ جیسا کہ لکھ چکا ہوں۔ شاعری میرے لیے عبادت کا درجہ رکھتی ہے۔ میں اسے اپنے عقیدۂ حیات کا ایک مقدس اور لازمی جزو سمجھتا ہوں۔

(آکاشوانی گورکھ پور سے نشر)

کشمیر

چینی سیاحوں کا کشمیر اور اس کے آس پاس کے علاقوں میں آنا جانا چوتھی صدی عیسوی سے شروع ہوتا ہے۔ فاہیان وہ پہلا چینی سیاح ہے جو خود کشمیر تو نہیں آیا مگر اس کے سفرنامے میں کشمیر کے ایک حصے دردستان کے بارے میں کافی معلومات درج ہیں۔ یون ہوائے ایک اور چینی سیاح تھا جس نے کشمیر میں کچھ سال قیام کیا اور راجاؤں کے شاہی رستے کی کمانداری کی۔ ہیون سوانگ کی کشمیر میں آمد کے چند سال بعد ہیون چو نام کا ایک اور چینی سیاح کشمیر آیا۔ مگر جن چینی سیاحوں نے کشمیر کا دورہ کیا ان میں ہیون سوانگ اور اوکانگ اس اعتبار سے اہم ہیں کہ انھوں نے اپنے سفرناموں میں کشمیر کے بارے میں قابل قدر واقعات کو درج کیا ہے۔

ہیون سوانگ راجہ درلبھ وردھن کے دور حکومت میں بارہمولہ کے راستے کشمیر میں داخل ہوا، اور یہاں دو سال تک قیام کر کے بودھ دھرم کے مختلف شعبوں سے کسب فیض حاصل کیا۔ ہیون سوانگ جس درے سے کشمیر داخل ہوا اس درے کو اس نے سنگی دروازے کا نام دیا ہے۔ اس حوالے سے پتہ چلتا ہے کہ ساتویں صدی عیسوی میں بھی کشمیر کی سرحدوں پہ حفاظتی چوکیاں بنی ہوئی تھیں جہاں ملک میں داخل ہونے والے یا ملک سے باہر جانے والوں کی راہداری کی اجازت نامے دیکھے جاتے تھے۔ یہ سلسلہ یہاں ہندو دور کے آخری ایام تک برابر چلتا رہا۔

۶۳۰ء میں چین سے روانہ ہو کر ہیون سوانگ ۶۳۱ء کے موسم بہار میں کشمیر پہنچا۔ بارہمولہ پہنچنے پر اس کا سواگت راجہ کے بھائی اور اس کی والدہ نے کیا۔ فاضل سیاح نے پہلی رات اشکر کی بودھ خانقاہ میں گزاری جس کا نام اس نے اشی کے۔ لو لکھا ہے یہ وہی گاؤں ہے جس کو مشہور کشان حکمران ہنسک نے دوسری صدی عیسوی میں آباد کیا ہے۔ یہاں کے کچھ قابل قدر بودھ آثار سری پرتاپ

فضا ابن فیضی

بے خط و خال سا اک چہرہ اٹھا لائے تھے
عکس چھوڑ آئے تھے، آئینہ اٹھا لائے تھے

اسی سرمے سے رہا دیدۂ بینا روشن
کچھ غبارِ شب اندیشہ اٹھا لائے تھے

سارے ہمسائے ہیں برہم غلطی تھی اپنی
دھوپ کے شہر میں کیوں سایہ اٹھا لائے تھے

راستہ روک لیا بن کے اسی نے دیوار
دشت میں گھر سے جو دروازہ اٹھا لائے تھے

زندگی اپنی رہی پیاس کا صحرا پھر بھی
ہم سمندر کو جزیرے پہ اٹھا لائے تھے

نفس تازہ بھی ہے نکہت رفتہ جیسا
کون سا گزرا ہوا لمحہ اٹھا لائے تھے

یہ حوالے تو نہیں دفتر فردا سے الگ
ہم تو سارا ورقِ خستہ اٹھا لائے تھے

جل اٹھے خود ہی کوئی بات جو منہ سے نکلی
لفظ چن لائے تھے یا شعلہ اٹھا لائے تھے

رگ احساس پہ جب چوٹ پڑی تو یہ کھلا
چوب خامہ کی جگہ تیشہ اٹھا لائے تھے

اب کہاں رکھیں، ہم ان تازہ خراشوں کو فضا
اپنے حصے کا تو خمیازہ اٹھا لائے تھے

(گورکھپور سے نشر)

ھیون سانگ کی نظر

موتی لال ساقی

سنگھ میوزیم میں موجود ہیں اور کچھ آثار آج بھی وہاں پر ادھر اُدھر بکھرے ہوئے ہیں۔ راجدھانی پہنچنے پر اس کے قیام کا بندوبست جے لیندر وہار میں کیا گیا اور اسے سرکار کی طرف سے ہر قسم کی سہولیات فراہم کی گئیں۔ ہیون سوانگ جے یندر وہار کا نام جی۔ ای۔ اِن۔ تو۔ لو لکھا ہے۔ اسی وہار میں رہ کر اس نے ایک بوڑھے کشمیری پنڈت سے کوش شاستر، نیائے انوسار شاستر، ہیت ودّیا شاستر، ورشنی واد وغیرہ کی تعلیم حاصل کی۔

ہیون سوانگ کا سفرنامہ تاریخی نکتۂ نظر سے کافی اہم ہے اور کچھ ایسی باتوں کی نشاندہی کرتا ہے جن کا اندراج کسی اور تاریخی کتاب میں موجود نہیں۔ قدامت کے اعتبار سے اس کا سفرنامہ سب سے قدیم اور چشم دید واقعات پر مبنی ایک دستاویز ہے۔ کچھ ایسی باتیں جن کا ذکر راج ترنگنی میں بھی موجود نہیں، ہمیں اس سفرنامے میں ملتی ہیں۔ اسی سفرنامے کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ ساتویں صدی میں ٹیکسلا بھی کشمیر کا ایک حصہ تھا اور جالندھر تک کا سارا علاقہ کشمیر کے زیر نگیں تھا۔ ہیون سوانگ ہی وہ پہلا اور واحد شخص ہے جس نے اس امر کا اعتراف کیا ہے کہ گندھارا طرز تعمیر کشمیر سے ہوتا ہوا ختن جا پہنچا۔ اس حوالے سے اس بات کی تصدیق ہوتی ہے کہ یہ طرزِ تعمیر چھٹی صدی عیسوی سے پہلے ہی کشمیر میں مروج تھا اور مہاراجہ للتادت کے زمانے میں اس طرز نے بلندیوں کو چھو لیا۔ ہیون سوانگ نے واضح الفاظ میں لکھا ہے کہ کشمیر مشہور راجہ اشوک کی سلطنت کا ایک حصہ تھا اور اس نے اس ریاست کو بودھ سنگھ کے لیے وقف کر دیا تھا۔ وہ لکھتا ہے:

"یہاں پر چار عظیم الشان اور بلند بالا ستوپ ہیں جن کو اشوک راجہ نے تعمیر کیا ہے۔ ان ستوپوں میں بھگوان بدھ کی استھیوں کا تھوڑا تھوڑا حصہ موجود ہے۔"

اس طرح کچھ لوگوں کا یہ دعویٰ غلط ثابت ہوتا ہے کہ کشمیری حکمراں اشوک موریہ اشوک سے مختلف شخص تھا۔ ہیون سوانگ نے کشمیر کو کیشی۔ می لو لکھا ہے اور کہا ہے کہ پرانے زمانے میں یہ ملک ایک جھیل تھی۔ بھگوان بدھ کے نروان کے پچاس سال بعد آنند کے چیلے مدھیانتک نے جھیل کے ناگ راجہ کو بودھ دھرم کی ترغیب دی۔ چنانچہ ناگ راج جھیل چھوڑ کر چلا گیا اور وادی میں پانچ سو سنگرام تعمیر کر کے سادھو اور سنتوں کو ان میں رہنے کے لیے بلایا۔

کشمیر کے ابتدا کے بارے میں ہیون سوانگ کا بیان معمولی تفاوت کے ساتھ نیل مت اور راج ترنگنی میں درج بیان سے ملتا جلتا ہے۔ ہاں اس نے اپنے عقیدے کے مطابق واقعات کو بودھ دھرم کا رنگ دیا ہے۔ ایسا ہونا ضروری بھی تھا کیونکہ مہایان بدھ مت میں کشمیر کو بودھ دھرم کے مرکز کا درجہ حاصل تھا۔ کشمیر کے محل وقوع کا بیان سفرنامے میں اس طرح ملتا ہے:

"چاروں طرف اونچے اونچے پہاڑ ہیں۔ ان پہاڑوں میں اگرچہ درے موجود ہیں مگر یہ تنگ اور مشکل ہیں۔ جن ہمسایہ ممالک نے کشمیر پر حملہ کیا ہے وہ اسے زیر کرنے میں کبھی بھی کامیاب نہیں ہو سکے۔ ملک کی راجدھانی کے مغرب میں ایک بڑا دریا بہتا ہے۔ راجدھانی کی لمبائی ۱۲، ۱۳ لی اور چوڑائی چار اور پانچ لی کے درمیان ہے۔ یہاں کی زرخیز زمین میں اناج بہتات سے اگتا ہے۔ پھلوں اور پھولوں کی کثرت ہے۔ آب و ہوا سرد اور سخت ہے۔ برف کافی گرتی ہے۔ مگر آندھی نہ ہونے کے برابر ہے۔ لوگ چمڑے کے واسکٹ اور سوتی کپڑے پہنتے ہیں۔"

ہیون سوانگ کے زمانے میں اگرچہ کشمیر میں بودھ دھرم پورے عروج پر نہیں تھا۔ مگر بدھ مت ماننے والوں کی تعداد خاصی رہی ہوگی۔ اس سلسلے میں اس کا بیان ہے کہ:

"نئے شہر کے جنوب مشرق اور پرانے شہر کے شمال میں پہاڑ کے تین سو بھکشو رہتے ہیں۔ خانقاہ سے وابستہ ستوپ میں بھگوان بدھ کا ڈیڑھ انچ لمبا دانت ہے جس کا رنگ پیلا سفید ہے۔ بڑے دنوں کے موقع پر اس دانت سے شعاعیں پھوٹتی ہیں۔ یہاں پر نئے شہر سے مراد پرورپور ہے جس کو مہاراجہ پرورسین نے ہاری پربت کے دامن میں پانچویں صدی اس پاس آباد کیا اور پرانے شہر سے مراد سری نگری ہے جس کو مہاراجہ اشوک نے بسایا تھا۔ یہ شہر وہاں تھا جہاں آج کل پاندریٹھن کا گاؤں ہے۔ ہیون سوانگ کے بیان سے پتہ چلتا ہے کہ ساتویں صدی میں پرانے شہر کی رونق قائم تھی۔ جس سنگرام اور ستوپ کا یہاں ذکر ملتا ہے، اس کے بارے میں اندازہ ہے کہ یہ سنگرام اور ستوپ اس جگہ موجود تھا جہاں آج کل ہری محل ہے۔ اس جگہ کا پرانا نام "کوشتی مٹن" ہے۔ آگے چل کر سفرنامے میں درج ہے۔

چودہ یا پندرہ لی اس سنگرام کے جنوب میں ایک چھوٹا سنگرام ہے جس میں بودھ ستو کی ایک کھڑی مورتی موجود ہے۔ اگر کوئی یہاں مون برت رکھے تو اسے بودھ ستو کے درشن ملتے ہیں۔ چھوٹے سنگرام سے تیس لی جنوب مشرق کی طرف اونچے پہاڑ پر ایک پرانا مگر خستہ سنگرام ہے اب خستہ اور خراب ہو گیا ہے۔ صرف ایک دو منزلہ اور موجود ہے یہاں تیس ارہٹ رہتے ہیں جو مہایان کی تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ یہی وہ سنگرام ہے جس میں سنگ بھدر نے "نیائے انوسار شاستر" لکھا ہے۔ اس سنگرام کے دائیں اور بائیں ستوپ ہیں جن میں ارہٹوں کے آثار ہیں۔

ہیون سوانگ کے بیان سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ پاندریٹھن سے کھریو تک پہاڑ پر کئی ایک بودھ سنگرام خانقاہیں اور ستوپ موجود تھے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس کے زمانے میں بودھ تعمیرات کثرت کے ساتھ موجود تھے۔"

سفرنامے میں سب سے اہم بیان بودھ کانفرنس کے تعلق سے ہے۔

"راجہ نے ارہٹوں کی ایک کانفرنس بلائی جس میں دور اور نزدیک سے لوگوں نے شرکت کی۔ اس کانفرنس میں اگرچہ کافی لوگ شرکت کے لیے آئے مگر آخر کار اس میں صرف وہی لوگ شامل رہے جن کو ترپٹکا اور پانچ دریاؤں کا علم تھا۔ اس طرح کانفرنس میں شامل لوگوں کی تعداد ۴۹۹ رہ گئی۔ کانفرنس واسومتر کی صدارت میں ہوئی۔ بحث و مباحثے کے دوران جو مسائل پیدا ہوئے ان کو حل کرنے کا فریضہ واسومتر نے انجام دیا۔ جب مختلف شاستروں کو آخری روپ دیا گیا تو ان شاستروں کو تانبے کے تختوں پر کندہ کیا گیا۔ اور اس صندوق کو بیچ میں رکھ کر ارد گرد ایک ستوپ تعمیر کیا گیا۔ راجہ نے یکشوں کو حکم دیا کہ وہ کشمیر میں داخلے کے راستوں پر کڑی نظر رکھیں تاکہ دوسرے فرقوں کے لوگ ان شاستروں کو اٹھا نہ لے جائیں تاکہ اس ملک کے رہنے والے محنت کے پھل سے محروم نہ رہ جائیں۔

ہیون سوانگ کا بیان ہے کہ کنشک کی وفات کے بعد کشمیر کی حکومت کریتوں کے ہاتھ میں آ گئی جو بودھ دھرم کے دشمن تھے۔ کشمیر میں دو سال قیام کے بعد ہیون سوانگ ۶۳۳ء میں توسہ میدان کے راستے پونچھ چلا گیا۔ راج ترنگنی میں لکھا ہے:

"پونچھ قصبہ کو راجہ للتادت نے آباد کیا ہے۔ مگر ہیون سوانگ کے بیان سے اس کی نفی ہوتی ہے۔ اس نے پونچھ کا نام "پنوز ہو" لکھا ہے جو کشمیری لفظ "پرونژھ" کی چینی صورت ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ پونچھ مہاراجہ للتادت سے پہلے ہی آباد تھا۔

(ریڈیو کشمیر سرینگر سے نشر)

سب کہاں کچھ لالہ و گل میں نمایاں ہو گئیں

س۔ش۔ عالم

اگر دھرتی کا سینہ چیر کر دیکھئے تو خدا جانے کیسی کیسی ہستیاں منوں مٹی کے نیچے دبی ہوں گی۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ چچا غالب جیسے بے تکلف بزرگ ہمارا دامن پکڑ کر لٹک جائیں کہ "ابے، چھوڑ کر جاتا کہاں ہے۔ جب رونمائی کی ہے تو ساتھ ہی لے چل"۔ اب آپ ہی سوچئے! چچا نے اپنی زندگی میں کیا کیا کچھ نہیں کیا۔ کس کس سے ٹھٹھول نہیں کیا۔ اگر میں ساتھ لے آؤں تو یقین مانئے چچا تو اپنی چرب زبانی سے بچ نکلتے لیکن خاکسار ضرور مارا جاتا۔ ایسے کہنہ مشق گرگِ باراں دیدہ سے مجھے یہی عرض کرنا پڑتا کہ —— "چچا ابھی آرام کیجئے۔ میں پھر آؤں گا"۔ اور چچا کہتے "بھتیجے! خوب بناتے ہو —" پھر میں معذرت پیش کر کے اپنی جان چھڑاتا کہ "چچا مجھے داغ نہ سمجھو۔ بہت دن بعد رونمائی کی ہے اس لئے ذرا رونمائی کی فیس لے آؤں"۔

کیسی کیسی باغ و بہار ہستیاں تھیں جن کی نواسنجوں نے محفل کو لالہ زار بنایا۔ قہقہوں کے طوفان اٹھائے۔ خود تماشائی بنے اور دوسروں کو تماشا بنایا۔ لیکن جہانِ فانی سے کوچ کرتے وقت "ناکردہ گناہی" کا خمار لئے یہی کہتے چلے گئے ؎

دمِ واپسیں برسرِ راہ ہے
عزیزو، اب اللہ ہی اللہ ہے

جس کو خدا رکھے، اُسے کون چکھے —— خدا کو محفل یاد سجانا ہے، اس لئے ہر دور میں کسی نہ کسی بلبلِ ہزار داستاں کو اس دنیا میں بھیجتا رہتا ہے۔ آج بھی ہمارے آس پاس ایسے کردار موجود ہیں جو گلہائے رنگیں کی طرح مسکراتے، بلبلِ ہزار داستاں کی طرح چہکتے اور شمعِ محفل کی طرح ضیا فگن ہیں۔

نیرنگئ عالم لاکھ رنگ بدلے، آسماں آمادۂ غارت گری نظر آئے لیکن مٹی کے ڈھیر سے کوئی نہ کوئی مسکراتا ہوا نمودار ہوتا ہے —— کہ آؤ دوستو! تم نے ہمیں زیرِ زمیں دبا دیا تھا کہ شیطان سے پیچھا چھوٹا —— ہم پھر آگئے ہیں۔ چِتا کی آگ میں راکھ کا ڈھیر بنا کر ہوائیں لاکھ ان ہستیوں کو اڑا دیں —— لیکن یہی ہوائیں منتشر خاک کے ذرّوں کو ملا کر پھر کسی زندہ پیکر میں ڈھال دیتی ہیں۔

بہت دنوں کی بات ہے —— نئی نئی ریاست ختم ہوئی تھی۔ جاگیردار اور ستاجرا اپنے گھروں کو لوٹ آئے تھے۔ ان ہی لوگوں میں ایک بزرگ باریش، رعب دار چہرہ، سُرخ و سفید رنگ اور وجیہہ صورت لئے، اپنے گھر کے چبوترے پر مونڈھے پر بیٹھے رہتے تھے۔ میں نے ہمیشہ حقہ ان کے سامنے دیکھا۔ ایسا لگتا تھا کہ حقہ ان کی ذات کے ساتھ اس طرح لگ گیا ہے جیسے انگریز کے ساتھ کُتا لگا ہوتا ہے۔ میں چھوٹا تھا لیکن ہزاروں چہروں میں صرف وہی ایک چہرہ تھا جو ذہن کے پردے پر جیتا جاگتا دکھائی دیتا۔

اُن بزرگ کا مکان شہر کے اُس صدر دروازے کے پاس تھا جہاں سے گیٹ کے اس پار دیہات شروع ہو جاتا ہے۔ اتفاق سے اُن کی مستاجری کے گاؤں بھی گیٹ کے قریب ہی تھے۔ اُس زمانے میں مستاجروں کو دیہات کے لوگ "ٹھیکیدار صاحب" کے نام سے پکارتے تھے۔

نئے نئے مستاجری سے ریٹائر ہوئے تھے۔ نہ کوئی دوست تھا اور نہ کوئی کام۔ صبح ہوتے ہی حُقہ لے کر چبوترے پر آبیٹھتے۔ جو دیہاتی ادھر سے گذرتا —— آواز لگاتا "ٹھیکدار صاحب سلام"۔ اور ٹھیکیدار صاحب کبھی ہاتھ کے اشارے سے، کبھی سر کی جنبش سے، اور کبھی نگاہوں سے سلام کا جواب دیتے۔

ایک بار واقعہ کچھ اس طرح ہوا کہ شہر میں ہفت روزہ بازار کا دن تھا۔ گاؤں والے ضروریات زندگی کی چیزیں خریدنے آئے تھے۔ ٹھیکیدار صاحب نے تازہ تازہ حُقہ بیوی سے بھروایا۔ کیوڑے اور عرقِ گلاب سے اُسے غسل دیا۔ ایک ہاتھ میں حُقہ اور دوسرے میں مونڈھا لئے چبوترے پر آکر بیٹھ گئے۔ بھینی بھینی تمباکو کے جلنے کی خوشبو نے انھیں مست کر دیا تھا۔ جیسے ہی حقہ پینے کا ارادہ کیا ایک آواز آئی —— "ٹھیکیدار صاحب سلام"۔ منہ اٹھایا تو انہی کے گاؤں کا کسان تھا۔ مسکرا کر بولے "سلام بھیّا"۔ پھر ارادہ کیا کہ ایک دم لگائیں کہ دوسری آواز آئی "سلام ٹھیکیدار"۔ پھر سر اٹھا کر بولے "سلام بھیّا"۔ غرض کہ سلاموں کے طوفان میں خاں صاحب کی چلم بیکار ہو گئی۔ سب تمباکو جل گئی۔

اندر تشریف لے گئے۔ بیوی سے پھر چلم بھروائی اور باہر آکر بیٹھ گئے۔ قیامت آنا تھی اور آکر ہی رہی۔ جب ارادہ کرتے کہ کش لگائیں۔ فوراً آواز آتی —— "سلام ٹھیکیدار"۔ نتیجہ یہ ہوا کہ چلم پھر برباد ہو گئی۔ کئی بار بیوی کو چلم بھرنے کی زحمت دی لیکن خانصاحب کی چلم ہر بار جل گئی۔ جھنجھلاہٹ کے عالم میں آخری بار چلم بھروا کر لائے اور جیسے ہی دم لگانے کو منھ بڑھایا تو فوراً ہی آواز آئی —— "سلام ٹھیکیدار"۔ قہر آلود نظروں سے اُس گاؤں والے کو دیکھا اور غصہ میں بولے "سلام سُوّر کے بچے"۔ اور مونڈھا اور حقہ لیکر گھر میں داخل ہو گئے۔

بیوی نے پوچھا "خیر تو ہے —— آج اندر کیسے آگئے"۔ بولے "کچھ نہیں —— رعایا باغی ہو گئی ہے"۔

یہ وہ کردار ہیں جو وضع داری کے دنگل میں آج بھی کسی سے چت نہیں ہوئے۔ انھوں نے قسم کھا رکھی ہے کہ جو کچھ ساتھ لائے ہیں ویسا ہی ساتھ لے جائیں گے۔ اور ہوتا بھی یہی ہے۔

ایک اور بزرگ ہیں۔ ٹی بی کے مریض۔ استی سال کی عمر میں بھی کنوارے۔ نہ آواز میں دم اور نہ سینے میں سانس۔ ہارمونیم بجاتے ہیں۔ میں نے سُنا کہ ان کے پاس کچھ پرانی بندشیں ہیں۔ ایک دن میں نے کہا —— "استاد مجھے اپنی خاندانی بندشیں دے دو"۔ بولے "ایک لاکھ لوں گا"۔ میں نے کہا "استاد کچھ کم کر دو۔ فن کار ہوں۔ دھنیہ میں لید تو ملاتا نہیں جو روپیہ جمع کر سکوں"۔ میری عاجزی سے استاد کچھ رضامند ہوئے، بولے "اچھا، اگر ایک لاکھ نہیں دے سکتے تو پچاس ہزار ضرور لوں گا۔ تم نہیں جانتے، یہ بندشیں خزانہ ہیں۔ اگر ایک بھی دھن بمبئی پہونچ گئی تو راتوں رات لکھ پتی بن جاؤ گے"۔ میں نے کہا "اُستاد بڑا بُرا زمانہ ہے فن کار کو پیٹ سے پتھر باندھ کر رہنا پڑتا ہے اور پھر حضور بھی لبِ گور نظر آتے ہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ خزانہ بھی آپ کے ساتھ دفن ہو جائے"۔ یہ سُن کر بڑے غصہ سے بولے "ارے گدھے، دفن ہی تو ہو جائیگا میرا فن۔ رُسوا تو نہ ہوگا"۔ میں سمجھ گیا کہ اُستاد کا پارہ چڑھ گیا ہے۔ ہمیں بھی یہی تعلیم دی گئی تھی کہ بیٹا جب باسی کڑھی میں اُبال آئے تو ہاتھ پاؤں بچائے رکھنا۔ لہٰذا ہم ناامید لوٹ آئے۔ اب آپ ہی سوچئے۔ فن کیا ہوا بیٹی کی عزت ہو گئی جو باہر آتے ہی رُسوا ہو جائے گی۔

خدا جانے ایسے ہی کتنے کردار ہیں جو گوشہ گوشہ میں ضیا پاشیاں کر رہے ہیں لیکن یہ ہماری کوتاہ نظری ہے کہ ہم راہ کے پتھروں سے کترا کر گذر جاتے ہیں کبھی سنگِ میل پر رُک کر پوچھتے نہیں کہ اے میل کے پتھر! ذرا کاروانِ ہستی کے کارناموں پر روشنی تو ڈال ——!!

(رام پور سے نشر)

مشعل راہ

سلطان احمد رضوی

کردار

ابا :۔ حسنین صاحب
اماں :۔ مسز حسنین
شہباز ۔
ممی :۔ مسز شہباز
روحی :۔ حسنین کی دختر
فردوس :۔ شہباز کی لڑکی

(کوکرکی وسل کا شور)

ماں : (اونچی آواز میں) روحی! ذرا چھننا اٹھانا بٹیا۔

روحی : (دور سے) لا رہی ہوں اماں ....

ماں : (خود سے) کمبخت سے کبھی کوئی کام وقت پر کر کے نہیں دے گی۔

(دور کال بیل بجنے کی آواز)

..... لو اسے بھی اس وقت بجنا تھا چلو .... بڑھاؤ بابی ..... اری کہاں مرگئی؟

روحی : (دور سے نزدیک آتی آواز) لا تو رہی تھی، ابا آگئے، تو کیا دروازہ نہ کھولتی۔

ماں : بس بس! زبان کو لگام دے۔ میں تمہارے ابا کو چائے دینے جا رہی ہوں، تم دال بگھار لینا۔ ایک چمچے سے زیادہ گھی نہ پڑے۔ سمجھی!

ابا : ارے بھئی روحی کی ماں۔ ادھر آنا بھئی۔

اماں : کیوں جی آج پھر ڈرل ہو رہی ہے۔

ابا : مذاق وزاق نہیں .... اسے کھینچو بھی ....

اماں : تیرھواں سال لگ چکا ہے اس سوئیٹر کو، دوسرا کیوں نہیں بنوا لیتے۔ پہنو ــــ یا اتارو ہلکان تو بس مجھے ہونا پڑتا ہے۔

ابا : ایک سوئیٹر ہی کیوں محترمہ! حقیقت تو یہ ہے کہ میں پچھلے تیرہ سالوں سے تمہیں اور اس سوئیٹر دونوں کو ہی جھیل رہا ہوں۔

اماں : تو میری اوقات اس پھٹے پرانے سوئیٹر کے برابر ہے؟

ابا : بھئی اصل اون ہے رنگ پکا اور مزاج گرم ....

اماں : چائے پیو ورنہ یہ اپنا مزاج بدل دے گی۔

ابا : (چسکی کی آواز) واہ پچھلے تیرہ سالوں میں شکر ایک سے چھ روپے کیلو ہوگی۔ مگر تمہارے ہاتھوں کی لذت ویسی کی ویسی ہی ......

اماں : بس بس رہنے دیجئے یہ چونچلے۔ بونس ملا؟

ابا : ہاں ہاں ابھی کو۔

اماں : تو پھر سیدھے بازار کا رخ کیجئے اور اپنے لیے اچھا سا صوفیانہ رنگ کا اون لے آئیے ....

ابا : تم ایسا کرو۔ پیسے میں تمہیں ہی دے دیتا ہوں خود ہی لیتی آنا۔

اماں : ٹھیک ہے۔ یہی سہی۔

ابا : لیجئے پورے سترہ روپے تیس پیسے۔ بیس پیسے ٹکٹ کے کٹ گئے۔

اماں : اور پیسے کیا ہوئے۔ اخبار میں تو ....

ابا : کل ۲۳۵ روپے ۵۰ پیسے ہی تو ملنے تھے۔ دو سو اٹھارہ روپے پی۔ ایف میں جمع ہو گئے، دو سو کی میں نے این ایس سی خرید لی، بقیہ اب آپ کی ہتھیلی پر ہے۔

اماں : تو پھر سوئیٹر؟؟؟

ابا : سوئیٹر ہمیں کیا دے گا، صرف گرمی ہی نا؟ سو مجھے اب بھی مل رہی ہے۔ پرانا ہی سہی، ہے تو سوئیٹر ہی۔ پی ایف ہمارے بڑھاپے میں کام آئے گا اور این ایس سی روحی بٹیا کی شادی کے وقت۔

اماں : یہ کارڈ کیسا ہے؟

ابا : روحی کے نام ہے۔ شہباز صاحب کی لڑکی جو ہے نہ ..... فردوس، اس کی گڑیا کی شادی ہے۔

اماں : ہوں! میں تو سمجھی تھی کوئی کارڈ ہوگی۔

ابا : خاص بات یہ ہے کہ شادی بھی جیسا کہ گھرانے کے گڈے سے ہو رہی ہے۔ انٹر کاسٹ میرج ہے محترمہ۔

روحی : اماں دال بگھار دی ہے۔ آٹا کتنے ڈبے؟

ابا : بٹیا کل فردوس کی گڑیا کا بیاہ ہے۔ سب کو بلایا ہے شہباز صاحب نے۔

روحی : میں نہیں جاؤں گی ابا۔

ابا : کیوں تیری فردوس سے کٹی چل رہی ہے کیا؟

روحی : بس من نہیں کرتا۔ اماں آٹا .... ؟

اماں : دو ڈبے گوندھ لے پر روٹیاں مت ڈالنا۔ یہ پیالہ بھی لیتی جاؤ۔

ابا : شادی کی بات سن کر روحی کچھ اداس سی کیوں لگنے لگی؟ کیا کوئی ڈھنگ کا لباس نہیں ہے اس کے پاس؟

اماں : نہیں نہیں ..... کپڑے کیوں نہیں ہیں۔ عید کا کپڑا ویسے ہی رکھا ہوا ہے۔ دراصل روحی احساس کمتری میں مبتلا ہے وہ اکیلی ہے پھر بھی اب تک اس کی گڑیوں کی کہیں بات تک نہیں چلی اور فردوس کی پانچویں گڑیا کی بارات آنے والی ہے۔

ابا : یہ سب لغو چیزیں ہیں۔ یہ بھی کوئی بات ہوئی پوری شادی کا اہتمام کیا جائے اور ڈھولا گڑیا کا اٹھے۔

اماں : شہباز صاحب کی تنخواہ تم سے دس بیس کم ہی ہوگی .....

ابا : نہیں بھائی پورے سو اسو کم ....

اماں : ان کا کرایہ کا مکان ہے، ہمارا اپنا، ان کے چار لڑکیاں ہیں، ہمارے صرف ایک۔ ان کے گھر پانچویں گڑیا کی شادی ہے اور ..... ؟ آپ ہی سوچئے روحی کیسے شرکت کرے۔ اس کی سہیلیاں کیا اسے حقارت کی نظر سے نہیں دیکھیں گی؟

ابا : عجیب بات ہے۔ شادی شہباز کے گھر ہو رہی ہے اور سوگ ہمارے گھر میں۔

(کار کا ہارن بجتا ہے)

ماں : لو آگیا تمہارے صاحب بہادر کا بلاوا۔ میں کہتی ہوں ان افسروں کے پاس دفتر کے کام کے علاوہ اور کوئی کام ہوتا بھی ہے۔ میں کہے دیتی ہوں ابھی تم گھر نہیں آئے ہو۔

ابا : نہیں بھئی ... یہ غلط ہے ... میں خود دیکھتا ہوں

(کال بیل بجتی ہے)

اماں تم! .... ارے بھئی روحی کی ماں دیکھو بھی شہباز صاحب آئے ہیں ــــ

شہباز : آداب بھابی جان!

اماں : آداب! پانچویں گڑیا کی شادی مبارک ہو۔ یہ موٹر کب خریدی، ہمیں خبر تک نہ ہوئی۔

شہباز : آپ بھی بھابی ..... آپ تو جانتی ہیں، فردوس کی گڑیا کی شادی ہے۔ ہزاروں کام ہیں۔ کہاں تک رکشے پر بھروسہ کیا جا سکتا ہے۔ دو دن کے لیے کرایہ پر لے رکھی ہے۔ دیکھئے آپ کو بھائی صاحب اور روحی سمیت آنا ہے۔ کھانا سب کا میرے

یہاں ہی ہو گا کیونکہ ہمارے گھر میں آخری خوشی کا موقع ہے۔

اماں : ایسا کیوں کہتے ہو میاں ابھی تو ۔۔۔۔!؟

شہباز : جی میرا مطلب آخری گڑیا۔

اماں : آپ بیٹھیے، میں چائے لاتی ہوں۔

شہباز : کسی اہتمام کی ضرورت نہیں کیونکہ میرے پاس وقت نہیں ہے بس پان ہی کافی ہو گا۔

اماں : بھائی پاندان تو ہم رکھتے نہیں۔

ابا : تو پھر چائے ہی سہی۔

اماں : ابھی لائی۔

شہباز : حسنین بھائی۔۔۔۔

ابا : اماں موڑ تو ہے ہی پھر دیر ہونے کا کیا سوال ہے تم تو ایسے بزی ہو جیسے گڑیا کی نہیں کسی لڑکی کی شادی ہے۔ شہباز میاں تم سے عمر میں بڑا ہوں، سروس بھی زیادہ ہی ہے تم ان فضول کی باتوں میں کیوں اپنا وقت، سکت اور پیسہ برباد کر رہے ہو۔ سامنے چار چار جوان بیٹیاں ہیں، کچھ ان کے بارے میں بھی سوچو۔

شہباز : بھائی صاحب میں آپ کی طرح نہیں ہو سکتا آپ بوند بوند کو ساگر بنانے پر تلے ہوتے ہیں جبکہ میں اچھی طرح جانتا ہوں بوند کی کوئی اوقات نہیں۔

ابا : بھئی میں اپنے الفاظ واپس لیتا ہوں۔ بڑے ہونے کے ناطے کہہ دیا تھا۔

شہباز : میں ایک بہت ہی ضروری کام سے آپ کے پاس آیا ہوں۔ پی ایف لون کی منظوری ابھی تک نہیں آئی ہے۔ کل شادی ہے۔ مجھے پانچ ہزار روپے ابھی چاہییں۔

ابا : پانچ ہزار ؟؟!

شہباز : صرف پانچ ہزار۔ پرسوں نرسوں تک واپس ہو جائیں گے۔

ابا : کہاں سے ؟ پی ایف لون سے۔ تمہارے پی ایف میں بیلنس ہی کتنا ہے مشکل سے آٹھ نو سو روپے ہوں گے۔

شہباز : کہیں سے بھی۔ میں آپ کا ادھار اسی ہفتے چکتا کر دوں گا۔

ابا : شہباز! آج اگر تمہاری کسی لڑکی کی شادی ہوتی تو تمہیں منہ مانگا پیسہ دیتا مگر ایسی لغو اور فضول کی شو بازی کے میں خلاف ہوں۔

شہباز : آٹھ دس ہزار روپے تو شرکت کرنے والے لوگ ہی دے جائیں گے۔ اب عزت آپ کے ہی ہاتھوں میں ہے بھائی صاحب، ورنہ کل سورج ڈھلتے ہی میری آبرو صلیب پر ہو گی اور ۔۔۔ اور۔۔۔۔

ابا : اب اس وقت بینک کا وقت رہا نہیں۔ کل دیکھا جائے گا۔ ارے بھائی چائے تو پیتے جاؤ۔

شہباز : روکئے نہیں بھائی صاحب۔

(کار اسٹارٹ ہونے اور ہارن بجنے کی آواز)

اماں : (دور سے ہی) بس ابھی لائی۔

ابا : (اونچی آواز میں) ارے بس بیگم۔

اماں : لا تو رہی ہوں۔ خواہ مخواہ گھر سر پر اٹھا لیتے ہو۔۔۔۔ شہباز صاحب کہاں گئے ؟

ابا : بھائی گڑیا کی شادی ہے۔ چار طرح کا انتظام کرنا پڑے گا، وقت کہاں ہے بے چارے کے پاس؟

اماں : (ہنستے ہوئے) اتنا ہلکان ہو کر کوئی بھی اللہ کا بندہ بیٹی کا بوجھ اتار سکتا ہے۔ واہ رے زمانہ ۔۔۔۔

ابا : زمانہ نہیں دکھاوا کہا جائے گا اسے۔ کچھ پتہ ہے محترمہ! صاحب بہادر نہ کار کا رعب ڈالنے آئے تھے نہ ہی بلاوا دینے ۔۔۔۔ ایک چائے تم بھی لو نہ؟

اماں : اور تیسری کیا کروں؟

ابا : روحی کو بلا لو۔ وہ تو خود ہی آ رہی ہے۔ آؤ بیٹی۔۔۔

اماں : روحی یہ چائے تم پی ڈالو۔ ادھر بیٹھ جاؤ۔۔۔۔ ہاں! پھر کس لیے سرکار کی گاڑی آئی تھی ؟

ابا : پانچ ہزار روپے ادھار مانگنے آیا تھا۔

اماں : پانچ ہزار؟!۔۔۔۔ نہیں نہیں ۔۔۔ میں کوڑی بھی نہ دینے دوں گی، کتنے جتن سے بچائے ہیں ہم نے۔

ابا : بے چارے کی عزت کا سوال ہے۔ تمہیں سوچو کل اس کے گھر بارات آ رہی ہے۔

اماں : گڈے کی بارات نا؟ شرم نہیں آتی اسے۔۔۔۔ گھر میں چار چار جوان بیٹیاں بیٹھی ہوئی ہیں ۔۔۔۔ تو ۔۔۔۔

روحی : کیا ہوا ابا؟

اماں : ہو گا کیا۔ چھینکا ٹوٹا ہے۔ بلی چلی آئی۔

ابا : سنا ہے شہباز اصلی سونے کے زیورات بھی دے رہا ہے۔

اماں : اب میں پاگل ہو جاؤں گی۔ للہ کوئی اور بات کیجئے۔

روحی : ابا!

اماں : کیا ہے؟

روحی : جی! کچھ نہیں۔

ابا : کیا بات ہے، بٹیا کچھ کہنا چاہ رہی ہو؟

اماں : صبح سے ہی رٹ لگائے ہے، آج رحمٰن صاحب کے ٹی۔ وی پر فلم آئے گی۔

ابا : وہ تو ہر ایک ٹی۔ وی پر آئے گی ۔۔۔ جاؤ دیکھ آؤ۔

اماں : نہیں۔ یہ کوئی قاعدہ نہیں ہے۔

ابا : ارے بھئی ٹی۔ وی دیکھنے میں حرج کیا ہے؟

اماں : میں نے کہا نہ۔ شام کے وقت میں کسی کے وہاں بھی نہیں جانے دوں گی۔ اندر جاؤ۔

ابا : اور کپڑے بدل کر فوراً آ جاؤ۔

اماں : کیوں دماغ چڑھا رہے ہو ابھی سے۔ رحمٰن صاحب خود تو بڑے ہی وضعدار قسم کے ہیں مگر ان کی بیوی ٹھیک نہیں۔ جو بھی جاتا ہے یہی کہتی ہے اتنا ہی شوق ہے تو خرید کیوں نہیں لیتے ہیں لوگ۔ میں نہیں جانے دوں گی۔

ابا : میں نے تو یہ کہا نہیں کہ وہ رحمٰن کے گھر ٹی۔ وی دیکھنے جائے۔ ہماری چیک بک لے آؤ۔

اماں : میں روپے ہرگز نہیں دینے دوں گی۔

ابا : کل ڈھائی ہزار ہی تو نکلنے ہیں۔

اماں : کس لیے؟

ابا : روحی کے لیے۔

اماں : روحی اتنے پیسوں کا کیا کرے گی ؟

ابا : شہباز اپنی لڑکیوں کا شوق پورا کرنے کے لیے خود کنگال ہوا جا رہا ہے دوسروں کے آگے ہاتھ پسارنے میں بھی جھجک نہیں محسوس ہوتی اور میں اپنی بٹیا کے لیے ایک ٹی۔ وی تک نہیں خرید سکتا۔ جائیے چیک بک لائیے اور روحی کو بھی بلا لائیے گا۔

اماں : ہوں! تو خربوزہ رنگ بدلنے لگا۔

ابا : دیکھو روحی کی ماں۔ ٹی۔ وی سے بچت ہی بچت ہو گی۔ ہمیں کہیں جانے کی ضرورت نہیں ہو گی۔ لوگ خود ہی آتے جاتے رہیں گے۔ اصلیت ٹی۔ وی دیکھنے کی ہو گی اور بہانہ ملاقات کا۔ ہوئی نا رکشوں کے پیسے کی بچت۔ پھر ہر ماہ دو تین بار فلم دیکھنے میں پچاس ساٹھ خرچ ہی ہو جایا کرتے ہیں، ہوئی نہ اس کی بچت۔

اماں : پر پیسے تو روحی کی شادی کے لیے ۔۔۔۔

ابا : ٹی وی بھی تو روحی کا ہی ہو گا۔ اسے کر چھوڑ کون اور سے بھی ہمارے آگے پیچھے۔

(شہنائیوں کا شور)

شہباز : آپ آ گئے بھائی صاحب میرا تو دل بیٹھا جا رہا تھا۔

ابا : بھئی! شہباز میاں، اب تم سے کیا چھپانا ہے جو کچھ بھی ہے فکسڈ ڈپازٹ ہے۔ چاہ کر بھی تمہارے وقت پر کام نہیں آ سکا میں شرمندہ ہوں۔

شہباز : (قہقہہ لگاتا ہے) میں جانتا تھا آپ ہماری مدد نہیں کر پائیں گے۔ آپ پائی پائی جوڑ کر بینک بیلنس ضرور بنا سکتے ہیں پر خرچ کرنے کا سلیقہ کہاں آپ میں۔ کلیجہ لفظ کا مطلب سمجھتے ہیں نا آپ ؟ ۔۔۔۔۔ بس وہی آپ کے پاس نہیں ہے مگر کوئی بات نہیں۔ اتنی التجا ہے شام کو ضرور آئیے گا۔

ابا : بھئی شام کے لیے معافی چاہوں گا کیونکہ روحی نے آج ہی ٹی وی لگوایا ہے۔ اگر میں آج ہی شام گھر پر نہ رہا تو اسے سخت افسوس ہو گا۔ یہ ہماری جانب سے سلام کرائی ہے۔ اسے قبول کرو۔

شہباز : حسنین صاحب! میری بیٹی کی نہیں، بٹیا کی گڑیا کی شادی ہے، اسے خود نہیں، روحی کے ہاتھوں بھجوا دیجیے گا۔ (اونچی آواز میں) کیوں بھئی رمیش جی! آتش بازیاں لگ گئیں۔ دیکھیے بھائی سے کہہ دیجئے گا سارے فوٹو گراف رنگین ہونے ہیں۔

* * *

ابا : کچھ سنا محترمہ! شہباز نے اپنی بیوی کا ہار کل بیچ ڈالا۔

اماں : کیا ؟ وہ تو خاندانی تھا۔

ابا : شہباز کو خاندان کی عزت بھی تو رکھنی تھی۔ خاندان کی عزت نہیں تو پھر نشانی کس کام کی۔

اماں : یہ تو بہت برا ہوا۔ اسے روپے دے دینے چاہیے تھے۔

ابا : بس آ گئی نا اپنی اوقات پر۔۔۔ ذرا سا دل دکھا تمہیں کہ تمہیں یہ نہیں کہنا چاہیے کی رٹ لگنے لگی۔ پورے پانچ تولے کا ہار تیرہ تولے کی قیمت پر بکا ہے۔ صرف نے کہہ دیا ہو گا بقیہ ٹالنا ہے۔

* * *

روحی : فردوس! سب ٹھیک طرح سے ہو گیا تھا نا

فردوس : میں تم سے نہیں بولتی۔

روحی : کیوں بھلا۔

فردوس : تم گڑیا کی شادی میں کیوں نہیں آئی۔

روحی : کیونکہ اسی دن ٹی۔وی لگوایا تھا، سوچا چلا کر دیکھ لیا جائے۔ کیا پتہ ٹھیک ٹھاک ہے بھی کہ نہیں، پھر اتنا مزیدار پروگرام آنے لگا کہ چھوڑ کر آنے کا دل نہیں چاہا۔

فردوس : کیا تم نے سچ مچ کا ٹی۔وی خریدا ہے؟

روحی : لو بھئی! ہم جھوٹ کیوں بولیں گے۔ تم اپنی پیاری پیاری گڑیوں کا دھوم دھڑاکے کے ساتھ بیاہ کر سکتی ہو اور میں ایک ٹی۔وی بھی نہیں لے سکتی۔ کبھی آکر دیکھ لینا۔

فردوس : ہم لوگ تو مبشر انکل کے یہاں دیکھتے تھے، پر ان کی مسز کچھ.....

روحی : میرا ٹی۔وی میرا اپنا ہے میرے گھر شوق سے آیا کرو۔

فردوس : ایک بات بتاؤں، اس بار آخری گڑیا کی شادی تھی نا؟ اتنی زیادہ بھیڑ تھی کہ کچھ نہ پوچھو۔ کتنے مہمان تو بنا کھائے ہی لوٹ گئے۔

روحی : اچھا کیا با با جو ہم نہ آئے۔

فردوس : ایک بات اور۔ شادی کا تام جھام دیکھ کر بڑی آپا کے لیے بھی ایک رشتہ آگیا ہے۔ اچھا گھرانا ہے اب جلد ہی آپا کی بھی شادی ہوگی۔ دیکھو بھئی آپا کی شادی میں اگر نہیں آئی تو پھر.....

روحی : ہفتے بھر پہلے آجاؤں گی بس مجھے ذرا پہلے ہی بتا دینا۔

* * *

فردوس : ڈیڈی! آج میں روحی کے وہاں گئی تھی۔ اتنا اچھا ٹی۔وی لیا اس نے۔ آج میں اس کے یہاں پروگرام دیکھنے جاؤں گی۔

شہباز : نہیں! تم مبشر کے یہاں چلی جانا۔

فردوس : نہیں ڈیڈی۔ آپ آپا سے پوچھ لیجئے مسز مبشر اکمل کی مسز بہت ہی ناک والی ہیں۔ کہتی ہیں اتنا ہی شوق ہے تو ٹی۔وی خرید کیوں نہیں لیتے۔ میں روحی کے وہاں جاؤں گی۔

شہباز : کیوں دماغ چاٹ رہی ہو۔ جانا ہے تو جاؤ، ممی کو بھیج دینا۔ ان لونڈیوں نے تو پریشان کر کے رکھ دیا ہے۔

ممی : کیا ہوا ڈارلنگ۔

شہباز : مسز نیر آج بھی آئی تھیں!

ممی : ہاں آئی تو تھیں، بہت زور دے رہی تھیں، وہ چاہتی ہیں اگلے مہینے شادی کی تاریخ رکھ دی جائے۔

شہباز : تمہیں ان سے کہنا چاہئے تھا، ابھی پچھلے ہفتے تو گڑیے کا بیاہ رچایا ہے۔

ممی : میں نے اپنی پرابلم ان کے سامنے رکھی تو ہنس کر کہنے لگیں کیوں مذاق کر رہی ہیں گڈے گڑیے کی شادی میں دسیوں ہزار خرچ کر ڈالے، آپ کو کیسی پرابلم کیسی — دیکھئے جی! لڑکا بہت اچھا ہے، آپ کہیں سے بھی انتظام کیجئے۔ ہاتھ سے نکل گیا تو پھر.....

شہباز : کیا کروں ڈارلنگ! تمہارا آخری زیور جو خاندان کی نشانی تھی وہ بھی ہمارے دکھاوے کی بھینٹ چڑھ گیا۔ مجھ پر یہ دیوانگی بار بار کیوں سوار ہو جایا کرتی ہے۔ اس سوال کا جواب لاکھ چاہنے پر بھی مجھے نہیں مل سکا۔ کس کے آگے ہاتھ پساروں، کس سے بھیک مانگوں، کچھ سمجھ میں نہیں آرہا ہے۔ پی ایف میں بمشکل آٹھ نو سو روپے ہیں۔ زمین جائداد پہلے ہی جا چکی ہے۔ اور تم مانو یہ نہ مانو اس بربادی کی ذمہ دار تم ہو، صرف تم۔

ممی : آ۔ ہا۔ ہا۔ ہا! میں جانتی تھی ایک نہ ایک دن ساری ذمہ داری تم میرے ہی سر مڑھو گے۔ تب تو حضور خاندانی شان و شوکت پر ذرہ برابر بھی آنچ نہیں آنے دینا چاہتے تھے کیونکہ ہاتھ میں زمینداری کے بانڈ تھے۔ موروثی جائداد کے کاغذات تھے۔ اور بزرگوں کے زیورات لڑکیوں کو سر پہ پہننے نہیں تم نے سنبھال رکھا ہے۔ کسی کو ناخوش نہیں دیکھنا چاہتے تھے۔ امی جان نے کتنا سمجھایا تھا بیٹا پچھلے کی روایات بھول جاؤ۔ آگے کی سوچو۔ تب نواب صاحب فرماتے تھے بڑھیا سٹھیا گئی ہے۔

شہباز : تم چاہتی ہو خودکشی کر لوں، یا کہیں بھاگ جاؤں اس جنجال کو چھوڑ کر!! میں نے کیا کیا نہیں کیا، یہ سب نہیں سننا ہے مجھے..... مجھے مشورہ چاہئے..... کوئی راستہ سمجھائیے مجھے..... ٹھیک ہے میں کل ممی حسنین صاحب سے ضرور ملوں گا، وہی کوئی راستہ بتائیں گے ابھرنے کا۔

ممی : سنئے! کیا سچ مچ انھوں نے روحی کے لیے ٹی وی خریدا ہے۔ کیوں نہ خریدیں ایک ہی لڑکی ہے پھر مکان بھی اپنا ہے..... بچت ہی بچت ہے۔ ان کی بیگم شاید پان بھی نہیں کھاتی ہے۔

شہباز : سب سے بڑی بات یہ ہے کہ دو نوں فضول خرچ نہیں ہیں اور ہر ماہ کچھ نہ کچھ بچاتے رہتے ہیں۔ آپ مسز نیر سے کہدیں۔ ہم لڑکی انھیں کو دیں گے مگر شادی میں کچھ وقت لگے گا۔ ہمیں تیاری کرنی ہوگی۔

ممی : کہہ دوں گی۔ مگر انھیں صبر کہاں ہے۔

شہباز : تو پھر اپنی مجبوری بنا کسی شرم و لحاظ کے ان کے سامنے عیاں کر دو۔

* * *

اماں : روحی! ناشتہ نہیں کیا ابھی تک ساڑھے تین بجے اسکول سے آئی ہو اور آتے ہی کتابیں کھول کر بیٹھ گئی بیٹی، پانچ بج رہے ہیں۔

روحی : اماں ابھی ہی پڑھ لینے دو نا، آج پکچر آئے گی نا پھر پڑھائی کا نقصان نہ ہوگا۔

اماں : (ہنس کر) پگلی کہیں کی! اری میں نے تو اس لیے کہا تھا کہ کہیں تو ٹی۔وی کے پیچھے اپنی پڑھائی نا چوپٹ کر لے۔ جا ناشتہ کر لے۔

شہباز : آداب بجا لاتا ہوں بھابی جان!

اماں : ارے آپ؟

شہباز : کیوں بھئی روحی کیا ہو رہا ہے؟ اس وقت اور پڑھائی... خیر تو ہے؟

اماں : بہت دن بعد دکھائی پڑے۔ ہم نہیں آسکے آپ کو ملال تو نہیں؟

شہباز : توبہ کیجئے بھابی بچوں کا کھیل تھا یا سچ مچ کی شادی۔ بھائی صاحب ابھی نہیں آئے کیا؟

اماں : آج وہ دفتر ہی کہاں گئے۔ گیس کا نمبر آگیا تھا دس سے چار بجے تک دکان پر ہی بیٹھے رہے۔

شہباز : تو آپ لوگوں نے گیس بھی خرید لی؟

اماں : میں نے لاکھ منع کیا مگر وہ مانے ہی نہیں کہنے لگے کوئلے، لکڑی اور تیل کی قلت تو رہتی ہی ہے دس بیس بلیک میں بغیر پیسہ کچھ ملتا ہی نہیں، گیس رہے گی تو بچت ہی ہوگی۔

شہباز : صحیح خیال ہے۔

اماں : میرا نہیں، روحی کے ابا کی بات کر رہی تھی میں...

شہباز : کسی کی بھی ہو۔

ابا : کون ہے بھئی..... اخاہ شہباز میاں

شہباز : آداب عرض ہے بھائی صاحب۔

ابا : آداب۔ ارے بھئی کھڑے کیوں ہو بیٹھو بھی۔

روحی : یہ سب کیا ہے؟..... اچھا اچھا۔ آج پکچر آئے گی۔

شہباز : شاباش بیٹی۔ یہ ہوئی نا بات۔ جس دن پکچر آئے پہلے ہی پڑھ لیا کرو۔

ابا : ادھر کا راستہ کیسے بھول پڑے میاں؟

شہباز : بھٹکا ہوا مسافر منزل ہی ڈھونڈتا ہے بڑے بھائی..... ارے بھائی اتنی جلدی جاتے؟

ابا : ارے بھئی یہ ان کے گیس کا کمال ہے۔ تم نے بکنگ نہیں کرائی ہے کیا؟

(کال بیل کی آواز)

اماں : روحی! تمہاری سہیلیاں آگئیں۔ اب جاؤ بیٹی۔

ابا : شہباز! تم چپ کیوں ہو؟

شہباز : نیر صاحب کو تو آپ جانتے ہی ہوں گے۔

ابا : ہاں ہاں کیوں نہیں۔ شہر کی نمایاں شخصیت ہیں اچھی خاصی پریکٹس ہے۔

شہباز : گڑیا کی شادی میں مع اہل و عیال وہ بھی مدعو تھے۔ انھیں ہماری بڑی لڑکی پسند آگئی ہے۔

ابا : الحمد للہ! اس سے اچھی اور کون سی بات ہو سکتی ہے۔ لڑکا کافی ہونہار ہے۔ ایک دو سال میں وہ بھی پریکٹس شروع کر دے گا۔ بھئی واہ! سبحان اللہ۔

شہباز : مسز نیر کا اصرار ہے کہ شادی فوری ہو جائے...

ابا : اور اس کے لیے تم تیار نہیں ہو۔ کیونکہ...

شہباز : کیونکہ احساس برتری نے مجھے برباد کر کے چھوڑ دیا ہے۔

اماں : آپ نیر صاحب سے براہ راست خود ہی بات کریں انھیں اچھی طرح سمجھا دیں ابھی ہمیں تیار ہونے میں دیر لگے گی۔

شہباز : گھر میں نیر صاحب کی کب چلتی ہے کہ انھیں سمجھا دیا جائے۔ ان کی مسز صبح و شام ایک کئے ہوئے ہیں۔ میری تو سمجھ میں نہیں آتا کیا کروں کیا نہ کروں۔

ابا : آپ اپنی اہلیہ کی معرفت ان سے صاف طور سے کہلا دیجئے کہ ابھی ہاتھ خالی ہے۔ اگر انتظار کرنا چاہتی ہوں تو کریں نہیں تو انکار سمجھ لیں۔

شہباز : پھر میری بیٹی کا کیا ہوگا۔ لوگ جانے کیسی کیسی افواہیں پھیلانا شروع کر دیں گے، ضرور کوئی عیب تھا تبھی تو نیر صاحب نے رشتہ توڑ دیا۔

ابا : تمہاری بات بھی اپنی جگہ پر وزن رکھتی ہے۔

شہباز : کاش میں نے جھوٹے کے دکھاوے میں اپنے

کو برباد نہ کیا ہوتا۔

ابّا : کیوں بچوں جیسی باتیں کرتے ہو۔ تم نے نیّر صاحب سے کوئی بات چیت کی ہے یا نہیں۔

شہباز : پرسوں بازار میں ملاقات ہوئی تھی۔

ابّا : باتیں کیا ہوئیں۔

شہباز : بس میں نے ایسے ہی پوچھ لیا تھا... جہیز میں کیا لیں گے ؟

ابّا : پھر ؟ کیا کہا انھوں نے ؟

شہباز : یہی کہ مجھے صرف لڑکی چاہئے۔ میں نے پھر اصرار کیا تو کہنے لگے کوئی ایسی چیز دیجئے جو میرے پاس نہ ہو۔

ابّا : تو پھر تم نے کیا دینے کی سوچا ہے۔

شہباز : اب بھلا ان کے اسٹینڈرڈ کی چیزیں مجھے کہاں نصیب ہوں گی۔

ابّا : آپ بھی عجیب ہیں۔ ارے بھئی وہ آپ دے سکتے ہیں جس کی انھیں ضرورت ہے مگر ابھی تک انھیں نصیب نہیں ہے۔

شہباز : میں کچھ سمجھا نہیں بھائی صاحب۔

ابّا : کلام پاک اور جانماز۔ بس یہی دو ایسی چیزیں ہیں جو انھیں آج تک نصیب نہیں ہو سکیں۔ اب زیادہ سوچنے سمجھنے میں اپنا وقت ضائع مت کرو۔

شہباز : بھائی صاحب آپ بجا فرماتے ہیں مگر شادی کے نام پر، وہ بھی لڑکی کی شادی، مجھے تو پوری طور سے تیاری کرنی ہوگی۔

ابّا : میاں ان سے صاف صاف کہہ دو شادی سال بھر سے پہلے ہم نہیں کر پائیں گے۔ اگر پھر بھی ضد کریں تو اپنی باتیں ان پر لاد دو۔ سامان کچھ نہیں دوں گا۔ بارات میں صرف سات آدمی لائیں اس سے زیادہ کے لیے انتظام ناممکن ہے۔ اگر وہ پھر بھی راضی اور بضد ہوں تو کل ہی کر ڈالو شادی۔ ہزار دو ہزار جو بھی خرچ ہوں گے میں دوں گا۔ مگر ایک شرط میری بھی ہوگی۔

شہباز : میں کچھ بھی ماننے کو تیار ہوں بھائی صاحب۔

ابّا : آپ کل میرے ساتھ بینک میں چل کر بچت کھاتا کھلوائیں گے پھر چاہے پچاس روپئے ہی سہی۔ ہر ماہ اس میں ڈالتے رہیں گے اور پھر جب میری رقم برابر پیسے کھاتے میں ہو جائیں مجھے لوٹا دینا۔

شہباز : اچھا اب اجازت چاہوں گا۔

اماں : یہ بھی کوئی بات ہوئی۔ مطلب نکلا نہیں کہ چلتے بنے۔

روحی : اماں پکچر شروع ہونے والی ہے۔ ابّا ! انکل ! پلیز۔ آپ لوگ بھی آئیے نا۔

شہباز : نہیں بیٹی مجھے گھر پہنچنا ہے۔ چچی راہ دیکھ رہی ہوں گی۔ رہی وہ تو اندر پکچر دیکھ رہی ہیں۔

(سبھی زوردار قہقہے لگاتے ہیں)

(آکاش وانی گورکھپور سے نشر)

افسانہ

ودیانگر کی مسجد

شین مظفرپوری

ودیانگر کی مسجد زبان حال سے مسلمانوں کی غیرت اسلامی اور حرارت ایمانی کا نوحہ پڑھ رہی تھی۔ مگر اس کو سننے والوں میں آندھیوں کی زد پر جلنے والے چراغ بابو رام کنور کے سوا کوئی نہ تھا۔ جن کے قلب کو پوری انسانی تاریخ سے چھن کر پھوٹنے والی کرن نے منوّر کر دیا تھا۔ وہی نور اس چراغ کو آندھیوں کی زد پر بھی روشن کیے ہوا تھا۔ اور اسی نور نے بابو رام کنور کو ودیانگر کی اس چھوٹی سی شکستہ حال مسجد کا خاموش محافظ بنا دیا تھا۔ نہ جانے تاریخ کے کس تاریک لمحے سے یہ سجدہ گاہ کسمپرسی کا شکار چلی آتی تھی۔ کچھ دیواروں اور کھپڑیل کی یہ چھوٹی سی مسجد ایمان کی شکستہ قبر بن کر رہ گئی تھی۔ مٹی کا ایک گھڑا اور دو تین بدھنیاں جن کے اندر کائی جمی ہوئی تھی، ٹین کا ایک بوسیدہ چراغ اور دو تین پرانی چٹائیاں۔ بس یہی کل کائنات تھی خالق کائنات کے اس گھر کی۔ پچیس تیس سال سے قصبہ کے ایک سیدھے سادے غریب اور لاولد میاں جی اس میں جھاڑو اور اذان دیتے آرہے تھے۔ امام اور مقتدی بھی یہ خود ہی تھے۔ ہاں کبھی کبھی شام کو کوئی عورت بچے پھنکوانے یا پانی اور تیل پڑھوانے مسجد کی چوکھٹ پر آجایا کرتی۔ بھولے بھٹکے کوئی ہندو عورت بھی اس کام کے لیے آجایا کرتی۔ یا پھر گاہے گاہے کوئی نمازی راہ گیر بھی اس میں سجدے کر لیا کرتا۔ اور مسجد پر حسرت کی نظر ڈالتا ہوا چل دیتا۔ یہ بات تو صرف میاں جی جانتے تھے کہ مسجد کا چراغ بھی بابو رام کنور کے تیل سے جلتا تھا۔ وہاں کے کسی مسلمان کو اس سے بھی غرض نہ تھی کہ چراغ جلتا بھی ہے یا نہیں۔ اور اذان ــــ ؟ وہ تو میاں جی دیتے تھے اور بابو رام کنور سنتے تھے خاص کر صبح کی اذان۔

بابو رام کنور کو کسی بات کی تہہ تک پہنچنے کی بڑی لگن رہتی رہتی تھی۔ انھوں نے میاں جی سے پوری اذان کا ترجمہ بھی پوچھ رکھا تھا۔ ایک بار انھوں نے پوچھا تھا "میاں جی وہ جو فجر کی اذان میں ایک بول زیادہ ہے ــــ وہ ــــ وہ ذرا کہئے تو ــــ" اور جب میاں جی نے پڑھا اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ تو بابو رام کنور بولے "ہاں وہی۔ اس کا مطلب کیا ہوتا ہے ؟" اور جب اس کا مطلب میاں جی نے بتایا کہ نماز نیند سے بہتر ہے۔ تو بابو رام کنور پھڑک اُٹھے اور بولے "ہاں پوچھئے مندر کے گجر ان کی آواز بھی نیند کے ماتنے انسان کو ایشور کی طرف بلاتی ہے"

یہ چھوٹا سا قصبہ ودیانگر جس کی خاک سے بابو رام کنور جیسا ہیرا چمکا ان کے خاندان کی انسانی عظمتوں ہی کے سبب زیادہ مشہور ہوا۔ پورا قصبہ ہندوؤں سے آباد تھا جو زیادہ تر خوش حال اور تعلیم یافتہ تھے۔ قصبہ میں سیاست کی گرمی کم اور تجارت و زراعت کا زور زیادہ تھا۔ زیادہ پڑھے لکھے لوگ شہروں میں ملازمت پر تھے۔ ودیانگر اور اس کے گرد و نواح میں جو عزت اور قدر بابو رام کنور کی تھی وہ کسی کی نہ تھی۔ سیاست کی سرد و گرم ہوا سے ان کا روشن ضمیر محفوظ رہا۔ مسجد کے اردگرد جو دس بارہ مسلمان گھر آباد تھے وہ کسی شمار میں نہ آتے تھے۔ وہ سب سے غریب اور مزدور پیشہ لوگ تھے۔ ان کی عورتیں بھی مشقت اور جفاکشی کی زندگی گزارتی تھیں۔ ان پچاس ساٹھ مسلمانوں میں دو چار قدرے سفید پوش اور ادھر کچھ پڑھے لکھے بھی تھے۔ یہ مختصر سی مسلم آبادی بھی بابو رام کنور کے آبا و اجداد ہی کی بسائی ہوئی تھی۔ اور جیسا کہ مشہور تھا اس چھوٹی سی مسجد کے لیے زمین بھی ان کے بزرگوں ہی کی دی ہوئی تھی۔

ودیانگر کے پسماندہ مسلمانوں میں صرف ایک صاحب مبارک علی تھے جو کچھ زیادہ پڑھے لکھے تھے اور خود اپنے وقت میں طرح طرح کی ترکیبوں سے ترقی کر کے کافی خوش حال ہو گئے تھے۔ کاشتکاری کے علاوہ سیاست کے پیشے میں بھی تھے۔ سیاسی لوگوں اور سیاسی چکروں ہی میں ان کے شب و روز گزرتے تھے۔ دو بار الیکشن بھی ہار چکے تھے۔ آلودہ سیاست اور زمانہ سازی کے انھوں نے کیا کیا نہ سبق پڑھ رکھے تھے۔ اپنے سیکولر اور روشن خیال ہونے کا معیار اور ثبوت ان کے پاس یہی تھا کہ وہ اپنے مذہب کو حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے۔ اور اپنی شخصیت سے وہ مذہب کی ہر شناخت کو کھرچ پھینکنا چاہتے تھے۔ اپنا نام بھی پسند نہیں تھا۔

ایک بار ایسا ہوا کہ بابو رام کنور کی بیٹھک میں اس مسجد کی ویرانی اور کسمپرسی کی بات نکل آئی۔ لوگ مسلمانوں کی بے حسی کا تذ

اڑانے لگے۔ مبارک علی بھی موجود تھے۔ غیرت دلانے والے ہندوؤں کا منہ بند کرنے کے لیے وہ بول پڑے "یہ سب فضول اور ڈھکوسلہ ہے۔ خواہ مخواہ ایک ڈیڑھ کٹھا زمین کو غصب کر رکھا ہے جسے نماز کا شوق ہو تو گھر میں بھی جگہ کم نہیں ہوتی۔"

مبارک علی سمجھے تھے کہ اس بات پر ہندو ان کو سیکولر مان کر خوش ہو جائیں گے۔ مگر ہوا یہ کہ لوگوں پر سکتہ طاری ہو گیا۔ سب حیرت زدہ ہو کر خاموش ہو گئے اور بابو رام کنور حقارت کی نظر سے مبارک علی کا خفت زدہ چہرہ دیکھتے رہ گئے۔ اس دن سے ان کو مبارک علی سے نفرت اور چڑھ سی ہو گئی۔ بابو رام کنور نے ہر مذہب اور ہر مذہبی پیشوا کے احترام کی تعلیم دینے والے پیغمبر اسلام کی سوانح عمری پڑھ رکھی تھی جو بدنصیب مبارک علی نے یقیناً نہیں پڑھی ہوگی۔ اور مبارک علی کو اس کا بھی علم نہیں تھا کہ تاریخ کی سب سے پہلی مسجد بانیٔ اسلام نے خود اپنے ہاتھوں سے بنائی تھی۔

بابو رام کنور مؤذن میاں جی کو عزت کی نظر سے دیکھتے تھے اور اس غریب کی طرح طرح سے مدد بھی کیا کرتے۔ کچھ مسلمانوں کو بھی بس رمضان شریف کے مہینے میں یہ توفیق ہو جایا کرتی کہ میاں جی کے لیے افطاری اور سحری کا بندوبست کر دیا کرتے۔ اور عید کے کپڑے سلوا دیا کرتے۔ مگر میاں جی کی بیوی کو عید کے کپڑے بابو رام کنور ہی دیا کرتے۔ شاید ایک ناگزیر رسم کے طور پر یہاں کے اکثر مسلمانوں میں روزے کی حس بیدار ہو جایا کرتی۔ عورتیں تو ساری کی ساری روزے رکھتیں مگر مبارک علی نہ صرف یہ کہ ان نیک توفیقوں سے بھی محروم تھے بلکہ موقع بہ موقع روزہ داروں پر پھبتی بھی کستے رہتے۔ عیدگاہ ایک میل دور پڑوس کے ایک گاؤں میں تھی۔ بابو رام کنور عید کی صبح قصبہ کے دو چار آدمیوں کے ساتھ عیدگاہ کی چہل پہل دیکھنے ذرا دیر کے لیے وہاں بھی پہنچ جایا کرتے۔ نہ جانے کون سی مجبوری یا مصلحت مبارک علی کو عیدگاہ تک کھینچ لے جایا کرتی اور وہ اس کو ایک غیر سیکولر فعل سمجھ کر شرمندہ شرمندہ سے نظر آنے کی کوشش کیا کرتے۔ اس ماحول میں بابو رام کنور کو مبارک علی اجنبی محسوس ہوا کرتے۔

ایک موقع پھر آیا جب مبارک علی نے بابو رام کنور کے احساسات کو مجروح کیا۔ ان دنوں بابو رام کنور قصبہ کے پرانے مندر کی توسیع اور نئی تعمیر کے لیے ایک لاکھ کا فنڈ جمع کرنے کی مہم چلائے ہوئے تھے۔ اتفاق سے اس موقع پر اسمبلی کے الیکشن کی بھی آمد آمد تھی۔ مبارک علی اس بار دیا نگر ہی کے حلقے سے کھڑے ہونے کا بندوبست کر چکے تھے۔ اور زمین ہموار کرنے میں سرگرم تھے۔ ایک دن بابو رام کنور کا آشیرواد لینے کو حاضر ہوئے۔ اس وقت بیٹھک میں دو تین آدمی اور تھے۔

مبارک علی کی بات ختم ہوئی تو بابو رام کنور نے سپاٹ لہجے میں کہا "آپ جانتے ہیں کہ میں دھارمک اور سماجی کاموں کے علاوہ کسی اور بات سے دلچسپی نہیں رکھتا۔ اور سیاست سے تو اور بھی نہیں۔"

ایک خوشامدانہ ہنسی کے ساتھ مبارک علی بولے "وہ تو میں جانتا ہوں۔ پھر بھی آپ کی چھترچھایا بڑی چیز ہے۔"

"سب کے لیے بڑی چھترچھایا ایشور کی ہوتی ہے۔"

"بے شک بے شک۔ مگر بھگوان کی دیا کے لیے بھی آپ کا آشیرواد چاہیے۔"

اس کے بعد مبارک علی بغل بغل دیکھنے لگے۔ دریں اثنا دو آدمی اور آ گئے۔ ایک شخص نے پانچ سو روپے پیش کرتے ہوئے کہا "مندر کے فنڈ میں جمع کر لیجئے۔"

ابھی بابو رام کنور روپے گن کر سنبھال ہی رہے تھے کہ دو تین آدمی اور پہنچ گئے۔ ان لوگوں کے آتے ہی مبارک علی نے بھی جیب میں ہاتھ ڈالا اور ایک پھولا ہوا لفافہ بابو رام کنور کے آگے رکھتے ہوئے فخریہ طنز سے گویا اعلان کیا۔

"اس نیک کام میں یہ تین ہزار روپے میرے نام بھی لکھ لیجئے۔"

معاً بابو رام کنور کے اندر ایک کوندا سا لپکا اور اس کی آنکھوں میں خون اتر آیا۔ غصہ ضبط کرتے ہوئے ہونٹ کپکپا اٹھے۔ آدمی مہذب تھے، زبان پر قابو رکھتے ہوئے بس اتنا کہا "مبارک علی آپ اٹھ جائیے کم از کم اپنا ووٹ آپ کو ہرگز نہ دوں گا۔"

مبارک علی ہکا بکا رہ گئے۔

بابو رام کنور کا غصہ ان کی سمجھ میں نہ آیا۔ کسی کی بھی سمجھ میں نہ آیا۔ سب ایک دوسرے کو سوالیہ نظر سے دیکھنے لگے۔ کچھ ایسا سماں ہو گیا کہ مبارک علی کو اپنا لفافہ اٹھا لینے کی بھی ہمت نہ ہوئی۔ جب وہ باہر نکل رہے تھے تو مسجد کے میاں جی ہاتھ میں تیل کی خالی بوتل لیے بیٹھک کی طرف بڑھ رہے تھے۔

یہ واقعہ شام ہوتے ہوتے پورے قصبہ میں بلکہ گرد و نواح کی بستیوں میں بھی مشہور ہو گیا۔ قیاس آرائیاں طرح طرح کی تھیں مگر اصل بات بابو رام کنور نے شاید میاں جی ہی کو بتائی تھی جو اس واقعہ کے تیسرے ہی دن سے گھر میں سخت بیمار پڑے تھے۔ مسجد سونی پڑی تھی۔

پانچویں دن بھی مسجد میں اذان نہ ہوئی۔ ذرا منہ اندھیرے بابو رام کنور کی جو آنکھ کھلی تو انھیں کچھ عجیب سا لگا۔ نہ جانے کتنے برسوں سے ان کے کان صبح کی اذان کی آواز سے مانوس چلے آئے تھے۔ یہ آواز ان کے لیے گھڑی کے الارم کا کام کرتی آئی تھی۔ اذان سنتے ہی وہ کچھ جاپ کرتے ہوئے اٹھ بیٹھتے۔ پھر اشنان وغیرہ اور پوجا پاٹ کی تیاری میں لگ جاتے۔ انہی لمحوں میں مندر کے گھڑی کی ہلکی ہلکی آواز بھی سنائی دے جاتی۔ مندر ذرا دور تھا اور مسجد پڑوس میں تھی۔ اس مسجد سے کچھ جذباتی لگاؤ کی وجہ یہ بھی تھی کہ ان کے باپ دادا بھی اس کا احترام کرتے آئے تھے بلکہ ایک بار تو ان کے خاندان نے اس کو ایک خطرے کی زد سے بھی بچایا تھا۔ اپنے سورگیہ پتا کی طرح بابو رام کنور بھی "اللہ ایشور تیرے نام" کے قائل تھے۔ آدمی صاف دل اور خاصے تعلیم یافتہ تھے۔ البتہ ان کا علم اس منزل پر نہیں پہنچا تھا جہاں انسان اپنی اصلیت اور خدا کی حقیقت کو پہچاننے سے انکار کر دیتا ہے۔ وہ ایسے لوگوں سے نالاں تھے جو اپنے مذہب پر عمل تو نہیں کرتے مگر مذہب کے نام پر شور بہت مچاتے ہیں۔ تہواروں کی عیاشی کو مذہب سمجھ لیا گیا ہے۔ وہ یہ دیکھ کر بہت دکھی تھے کہ مذہب انسان کے لیے اندر کی روشنی اور باہر کا لباس نہ رہا۔ انسان اندر سے تاریک اور باہر سے ننگا ہوتا جا رہا ہے۔

بابو رام کنور بہت دیر تک کیا کیا سوچتے رہے اور پوجا پاٹ سے فارغ ہو کر باہر نکلے تو قدم خود بخود مسجد کی طرف اٹھ گئے کہ دیکھیں ماجرا کیا ہے۔ مسجد سے حسرت اور ویرانی ٹپک رہی تھی۔ کچی دیواریں نونی زدہ اور جا بجا ڈھنسی اور پھٹی ہوئی۔ چھپر جہاں تہاں سے خراب و خستہ۔ کھپڑے کہیں کھسکے ہوئے کہیں ٹوٹے ہوئے۔ اندر اوطاق کی دیوار پر بارش کا پانی چونے کی لکیروں کے نشانات۔ کئی دن سے جھاڑو نہ پڑنے سے ہر طرف دھول اڑی ہوئی۔ کچی انگنائی میں جگہ جگہ دوب جمی ہوئی۔ دیواروں میں کہیں کہیں گھاس اگی ہوئی۔ مٹی کے گھڑے پر گرد پڑی ہوئی۔ مٹی کی دو تین بدھنیاں لڑھکی ہوئیں۔ اور انگنائی میں مرغیاں چگتی ہوئیں۔

ایک ٹھنڈی سانس کے ساتھ بابو رام کنور کا سر خود بخود اثبات میں ہل گیا۔ جیسے کچھ سوچ لیا ہو یا کچھ سوچ رکھا ہو۔ کوئی شے ان کے اندر چمکی جس کی دمک ان کے ہونٹوں پہ بھی آ گئی۔ من کی شانتی کے ساتھ وہاں سے میاں جی کے گھر کی سمت ان کے قدم بڑھے ہی تھے کہ مبارک علی کا کارندہ سلیم تیزی سے لپکتا ہوا ادھر آ نکلا۔

بابو رام کنور پوچھ بیٹھے "اتنی تیزی میں کہاں لپک رہے ہو؟"

سلیم نے کہا "بابو صاحب کے کام سے جا رہا ہوں۔ باہر مہمانوں کے لیے سیپٹک پاخانہ بن رہا ہے۔ اسی کے لیے اینٹیں لانے جا رہا ہوں۔"

بابو رام کنور کو دھچکا سا لگا۔ مسجد پر ایک اچٹتی نگاہ ڈال کر انھوں نے پوچھا "ارے بھائی، وہ میاں جی ابھی اچھے نہیں ہوئے کیا؟"

سلیم بولا "ارے ہاں، یاد آیا۔ وہ تو آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔ حالت اچھی نہیں ہے۔ بے چارے کے پیٹ میں کچھ ہو گیا ہے۔ بہت تکلیف ہے۔ بوڑھے بھی بہت ہیں۔ امید کم ہے۔"

اور پھر سلیم بیڑی کے کش لیتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ تب دو تین منٹ کے اندر ہی بابو رام کنور میاں جی کے جھونپڑے میں جا پہنچے۔ ان کو دیکھتے ہی میاں جی کی ضعیفہ بلبلا اٹھی۔ وہاں اور کوئی نہ تھا۔ انھوں نے بڑھیا کی ڈھارس بندھائی "گھبراؤ نہیں بھابی۔ میں ابھی ڈاکٹر بلواتا ہوں۔"

میاں جی نے پیٹ کے درد کا کرب دباتے ہوئے ہاتھ کے اشارے سے ان کو منع کیا اور دوسرا ہاتھ بیوی کی طرف پھیلا دیا۔ بابو رام کنور ابھی کچھ سمجھنے کی کوشش ہی کر رہے تھے کہ بڑھیا نے ایک پوٹلی سے نوٹوں کی گڈی نکال کر میاں جی کے ہاتھ میں دے دی۔ انھوں نے گڈی بابو رام کنور کو تھماتے ہوئے نہایت خفیف آواز میں کہا "کنور جی لے لیجئے اپنی امانت۔ چار ہزار۔ میرا وقت پورا ہو چکا ہے۔ مسجد... مسجد..." میاں جی کی زبان ذرا لڑکھڑا گئی۔ پھر سنبھل کر بولے "اب یہ نیک کام کسی اور سے کرا دیجئے۔"

بابو رام کنور نے آبدیدہ ہو کر پوچھا "میاں جی آپ ہی کوئی اچھا آدمی بتا دیجئے۔"

میاں جی کی زبان سے نکل پڑا "بابو رام کنور۔"

اور اس کے ساتھ ہی میاں جی کے کپکپاتے ہاتھ دعا کے لیے اٹھ گئے۔

آندھیوں کی زد پہ جلنے والے چراغ کی لو کچھ اور لپلپانے لگی۔

(پٹنہ سے نشر)

شین مظفر پوری
مراد پور، پٹنہ - ۴ (بہار)

پرندوں کی حیرت انگیزیاں

سید وصی کریم

زمانہ قدیم سے پرندے انسانوں کی مادی ضرورتیں پورا کرنے کے ساتھ ان کے تفریح کا ذریعہ رہے ہیں۔ قبل اس کے پرندوں کی حیرت انگیزیوں سے آپ کو روشناس کراؤں آپ یقیناً جاننا چاہیں گے کہ پرند ہے کیا۔؟ " پرند ایک دو پایہ پردار جانور ہے۔ پرندے روئے زمین پر آج سے سولہ کروڑ سال قبل وجود میں آئے۔ آج ان کی تعداد قریب نو ہزار ہے۔ ہندوستان بشمول سری لنکا اور برما روئے زمین پر سب سے زیادہ قسم کے پرندوں کی جائے سکونت ہے۔ صرف ایک جگہ ایسی تھی جہاں ابتک پرندوں کا سراغ نہ مل سکا تھا وہ قطب جنوبی ہے' اب وہاں سے بھی ان کے ملنے کی اطلاع ملی ہے۔ یہ تپتے صحرا کی °150 سے قطب شمالی میں نقطہ انجماد سے °50 تک پائے جاتے ہیں۔ پرندوں کی اس ہمہ گیر موجودگی کا راز' ان کی بناوٹ میں پنہاں ہے اور یوں ہے۔

جسم پروں سے سے ڈھکا رہتا ہے جس کی بدولت یہ اڑ سکتے ہیں۔ اڑنے کی صلاحیت نے انھیں تمام جانوروں یہاں تک کہ حضرتِ انسان سے بھی اونچا مقام عطا کیا ہے۔ کیونکہ ساری کوشش کے باوجود انسانی دماغ اب تک کوئی ایسی اڑنے والی مشین نہیں بنا سکا ہے جو پرندوں کا مقابلہ کر سکے۔ ایک پرندہ ہے Arctic Tern یہ بلا رُکے بارہ ہزار کیلومیٹر کا فاصلہ طے کرتا ہے۔ انتہائی جدید ہوائی جہاز بھی اتنا لمبا سفر ہنوز نہیں طے کر سکا ہے۔ یہ اس لیے ممکن ہے کہ پرندوں کے جسم میں ہوا کی تھیلیاں پائی جاتی ہیں جن کے سبب جسم کا بہت زیادہ درجۂ حرارت ہمیشہ ایک نظم پر قائم رہتا ہے۔ ان کی تیسری خوبی یہ ہے کہ ان کے جسم کا درجۂ حرارت برابر یکساں اور ماحول سے غیر متاثر رہتا ہے۔ ان کے جسم کی ہڈیاں کھوکھلی ہوتی ہیں جن سے ان کا وزن بہت کم ہوتا ہے۔ تمام جانوروں کے مقابلے میں پرندوں کی تطبیق سب سے زیادہ ہوتی ہے۔ ایک امریکی ماہر تاریخ طبیعی کے بقول پرند کی آنکھ پلک جھپکتے خوردبین سے دوربین میں بدل سکتی ہے۔ پرندوں کی چونچ بیک وقت منہ اور ہاتھ کا کام کرتی ہے۔

کچھ پرندے اندھیرے غاروں میں رہتے ہیں اور اپنی آواز کے ذریعہ اپنی راہ کا تعین کرتے ہیں۔

پرندوں میں ہجرت کی صلاحیت بدرجہ اتم موجود ہوتی ہے اس لئے ہر سال کچھ عرصے میں بہترین سازگار ماحول میں رہا کرتے ہیں۔

سمندر کا پانی انسانوں کی پیاس بجھانے سے قاصر ہے اور اس کا مسلسل پینا موت لا سکتا ہے۔ اسی پانی کو سمندری پرندے بڑے شوق سے پیتے ہیں اور انھیں کچھ نہیں ہوتا۔

الو رات کے گھٹا ٹوپ اندھیرے میں اپنے شکار کی معمولی سی حرکت کا پتہ کر لیتا ہے۔

کچھ ایسی سمندری چڑیاں ہیں جو اپنے شکار کی تلاش میں سمندر میں تیس فٹ اندر تک پائی جانے والی مچھلیوں تک پہنچ جاتی ہیں۔

یہ کہا جاتا ہے کہ اگر پرند نہ ہوتے تو اس زمین کی وراثت کیڑوں کے پاس ہوتی۔

جہاں پرندے وشنو بھگوان کے واہن بنے۔ سرسوتی کی سواری ہوئے۔ عاشقوں کے پیغامبر ہوئے وہیں آج ان سے بڑے پیمانے پر نشہ آور اشیا کی اسمگلنگ کا کام لیا جا رہا ہے۔ میدان جنگ میں فخر اور امن کے پیغامبر کی حیثیت سے بھی انھیں جانا جاتا ہے۔

عام طور پر پرندے دو طرح کے ہوتے ہیں۔

(۱) نہ اڑ سکنے والے پرندے ـ ان کی عمریں بہت زیادہ ہوتی ہے اور ان کے جسم بہت مضبوط ہوتے ہیں

(۲) اڑنے والے پرندے ـ اڑنے والے پرندے مختلف گروہوں میں بٹے ہیں۔ جیسے

(a) درخت پر یا اس کے پاس پائے جانے والے پرندے۔

(b) زمین پر پائے جانے والے۔

(c) تیرنے اور غوطہ لگانے والے۔

(d) ساحل اور اچھلے پانی میں پائے جانے والے ـ اور

(e) فضائی پرندے۔

بیا کے گھونسلے انجینیرنگ کا بہترین نمونہ ہیں۔ کویل کی خوش کن آواز جو اندازاً صبح سویرے سننے کو ملتی ہے اس سے کون واقف نہیں۔ کویل کبھی اپنا گھونسلہ نہیں بناتی۔ اپنے انڈے دوسروں کے گھونسلے میں دیتی اور بچوں کی پرورش بھی وہیں ہوتی ہے۔

پرندوں کے جسم کی خوبصورتی۔ ان کی آواز کی دلکشی' ان کی سیمابی کیفیات نے انسانوں کو آج Bird Watching کی طرف خوب مائل کیا ہے تاکہ وقتی طور پر اپنا غم غلط کر سکے۔

(پٹنہ سے نشر)

جلتی بجھتی شمع

احسان دانش

دل کوئی فلسفہ نہیں مانتا۔ اس کی ضدیں انوکھی ہیں، انداز نرالے ہیں، ادائیں جان لیوا ہیں، وہ وہاں بسیرا کر لیتا ہے جہاں آندھیاں ہوں، طوفان ہوں، بگولے چکر کاٹ رہے ہوں۔ زخمی دل سر پٹخ کر آوازوں پر آوازیں دیتا رہتا ہے مگر سننے والا کوئی نہیں ہوتا۔ آج میرا دل بھی نہ جانے کیوں اپنی راہوں پر بے تحاشہ بھاگ رہا ہے..... پکار رہا ہے..... ڈھونڈ رہا ہے..... میں دور، بہت دور سے آنے والی آوازوں کو سننے کی کوشش کر رہا ہوں مگر سن نہیں پا رہا ہوں..... لیکن ساری آوازیں نہیں سن رہا ہوں، بہت سی آوازیں مر تی جا رہی ہیں..... صرف ایک آواز سانس لے رہی ہے..... وہ آواز ایک سادہ کاغذ میں قید ہے..... سادہ کاغذ میز سے فرش پر آگرا ہے..... اور بڑی معصومیت سے مجھے دیکھ رہا ہے۔

یہ خط ہے جس کا مجھے مدت سے انتظار تھا۔ سرحد پار سے آیا ہوا خط ـــــ میں ساکت اسے پھٹی پھٹی نگاہوں سے دیکھ رہا ہوں... اچانک وہ خط پھڑ پھڑانے لگا اور پھر رینگتے ہوئے کچھ اور نزدیک آگیا میں جیوں ہی خط اٹھانے کے لیے جھکا اس خط پر پرچھائیاں رقص کرنے لگیں..... پرچھائیاں..... جنھیں میں پہچان گیا ہوں، اور پھر ایک زور دار قہقہہ لگاتا ہوا وہ خط اٹھا لیتا ہوں۔

میرے قہقہے کی آواز سن کر اماں جاگ اٹھی ہیں اور میرے قریب پہنچ کر مجھے پھٹی پھٹی نگاہوں سے دیکھ رہی ہیں، پھر ان کی آواز میرے کانوں سے ٹکراتی ہے۔

"نہال! تمھیں اکثر یہ کیا ہو جاتا ہے؟"

میں ان کا سوال سن کر بھی خاموش ہوں۔ انھیں کیا بتاؤں مجھے خود علم نہیں، میں کیوں قہقہہ لگاتا ہوں..... کیوں رات کے آدھے پہر روتا ہوں..... کیوں..... کیوں..... اچانک چیخ اٹھتا ہوں اور جواب میں صرف خموشی اور میری طرف نگراں اماں کی آنکھیں... خموش..... ساکت یہ دو آنکھیں..... اور پھر اماں قرآن کی آیتیں پڑھ پڑھ کر دم کرنے لگیں..... پھر شاید مطمئن ہو کر بستر پر چلی گئی ہیں۔

اور اب ہلکی ہلکی روشنی ڈرائنگ روم کے بند دریچوں کے شیشوں سے چھن چھن کر اندر آرہی تھی۔ کمرے کی فضا پر بظاہر دھندلاہٹ چھائی تھی..... لیکن دیواروں کے رنگ و روپ کے پس منظر میں مجھے افشی کی جھلکتی ہوئی شبیہ صاف نظر آرہی تھی۔ میں اس طرف لپکا لیکن کچھ بھی نہ تھا..... میں اچانک کھڑکی کا پٹ کھولتا ہوا اس کے سہارے کھڑا ہو جاتا ہوں..... کھڑے کھڑے جانے کتنی صدیاں بیت گئیں اچانک سائرن کی آواز نے مجھے چونکا دیا اور میں دور دیس کے سفر سے لوٹ آیا..... پھر لائٹ جلائی تو میرے ہاتھ میں دبا کاغذ محسوس ہوا..... میں آہستہ آہستہ گنگناتا ہوں..... مدتوں وہ کاغذ نم رہا..... پھر خط کھولتا ہوں، خط پر مختلف لکیریں کھنچ گئی ہیں... میں اپنے ہی آنسوؤں کے شہر میں قید ہوں اور کاغذ کا یہ ٹکڑا وہ ناؤ ہے جو آنسوؤں کے سمندر میں ہچکولے کھا رہی ہے..... اور میں پاگلوں کی طرح ایک مرتبہ پھر اس خط کو ایک ٹک دیکھ رہا ہوں۔

"ہم جب سرحد پار کریں گے تو تم بہت یاد آؤ گے" میں بار بار یہ جملہ دہرا رہا ہوں..... اور پاگلوں کی طرح ٹک ٹک خط کو تاک رہا ہوں۔ افشی میرے پڑوس کی تیز طرار لڑکی..... جس گھر میں افشی آئی تھی وہاں سے ہمارے تعلقات پہلے ہی سے تھے..... میں اکثر چھٹیوں میں وہاں جاتا لیکن اب کے تو مصروفیتوں نے کچھ اس طرح گھیرا کہ چاہنے کے باوجود فوراً ہی وہاں نہ جا سکا مگر جیسے ہی مصروفیتوں سے نجات ملی، میں وہاں پہنچ گیا اور پہنچتے ہی میرے قدم رک سے گئے کیونکہ میرے سامنے دبلی پتلی مسکراتی ہوئی یہ اجنبی لڑکی کھڑی اندر آنے کا آنکھوں سے اشارہ رہی تھی..... اسی درمیان آنٹی کی آواز کانوں سے ٹکرائی تھی..... وہ کہہ رہی تھیں۔

اندر آجاؤ بیٹا! پردہ تم سے کیا..... تم تو گھر کے ہی فرد ہو..... اور میں ان کی آواز سن کر اندر پہنچا اور ان کے قریب جا بیٹھا، ان کی آواز پھر کانوں سے ٹکرائی..... ارے بیٹا! اسے نہیں پہچانا، یہ میری بھتیجی افشی ہے..... کل ہی تو آئی ہے..... اور پھر آنٹی اِدھر اُدھر کی باتیں کرنے لگیں... لیکن میری نگاہ صرف افشی کی جانب تھی اور دھیان آنٹی کی طرف... پھر میں لوٹ آیا۔

چند ہی دنوں میں وہ بے حد قریب آچکی تھی..... وہ طرح طرح کی اٹھکیلیاں کرتی..... بچوں کی طرح منہ بنا کر روٹھ جاتی..... اور پھر مسکرا کر باتیں شروع کر دیتی..... اسے چپ رہنے کی عادت ہی نہ تھی..... جب دیکھو بولتی ہی جا رہی ہے..... رکنے کا نام ہی نہیں لیتی..... اور جب میں کانوں میں انگلیاں دے کر کہتا، بابا ـــ میں تو چلا، تمہاری آواز سے میرے کانوں کے پردے پھٹنے ہی والے ہیں۔ اور میں کھڑا ہو جاتا تو وہ اپنے منہ پر انگلی رکھ کر بڑی معصومیت سے کہتی لو میں چپ ہوئی جاتی ہوں..... اب نہیں بولوں گی صرف تمہاری سنوں گی..... اور پھر میں بول اٹھتا، لو اب بھی بولے جا رہی ہو اور کہتی ہو کہ خاموش ہو جاؤں گی... پھر ہم دونوں ایک ساتھ مسکرا اٹھتے۔

اور اب کے چھٹیوں کے دن اس طرح پنکھ لگا کر اڑ گئے کہ کچھ سمجھ ہی میں نہ آیا کہ دن کیسے کٹا اور رات کیسے گزری، مگر سمجھ میں نہ آنے سے کیا ہوتا ہے، چھٹیوں کے دن تو گزر ہی گئے اور مجھے واپس آکر ڈیوٹی جوائن کرنی پڑی۔ اور جانے کیوں پہلی مرتبہ اتوار کا انتظار کرنے لگا۔ انتظار... انتظار..... جس کی قدر پہلی مرتبہ محسوس ہوئی..... انتظار..... جس نے مجھے ان اندھیروں سے بھی بے فکر کر دیا تھا جو مجھے چاروں اور سے گھیرے ہوئے تھے..... انتظار..... جس نے اندھیرے، ویران، کھنڈر نما دل کے نہاں خانوں میں ایک چراغ روشن کر دیا تھا..... چراغ روشن ہوتے ہی میں چونک اٹھا، ایسا لگا جیسے میں صدیوں کا سویا آج جاگ اٹھا ہوں۔ اور پھر جب میں نے نگاہیں اٹھائیں تو اپنی طرف اس دبلی پتلی سی الھڑ لڑکی کی آنکھوں کو منتظر پایا۔ کتنی خموش تھیں وہ آنکھیں..... اور پھر وہ اپنی آنکھوں کے سہارے میرے پورے وجود کو اپنے اندر جذب کرتی چلی گئی۔ ایسا لگا کہ میرے غموں، میری اداسیوں، میری فکروں کو وہ اپنی ان آنکھوں کے ذریعہ نچوڑ کر دور بہت دور دفن کر آئی اور پھر ان ہی دو آنکھوں کے ذریعہ میرے اندر خوشیاں، مسکراہٹیں، جذب کرتی چلی گئی ـــ!

اچانک میری تبدیلیوں پر سبھی نے حیرت کا مظاہرہ کیا۔ کسی کی سمجھ میں ان تبدیلیوں کا راز نہ آسکا۔

"ہم جب سرحد پار کریں گے، اس وقت تم بہت یاد آؤ گے۔"

ایک تحریر پھر چمکی اور اس روشنی میں وہ رات روشن ہوئی جب نصف شب سے ذرا پہلے تک میں افشی کے ساتھ شہر کی خاص شاہراہوں پر گھومتا پھرا تھا۔ اس وقت شہر کی آنکھیں تقریباً بند ہو چکی تھیں۔ منزل کا پتہ نہ تھا۔ سمتوں کا تعین ہمارے بڑھتے ہوئے قدموں سے ہو رہا تھا..... افشی چاہتی تھی کہ ہم یوں ہی چلتے رہیں..... میں کہیں دم بھر ٹھہر جاتا تو وہ آگے بڑھ جاتی۔ پھر ذرا تیز چل کر میں اس کے دوش بدوش ہو جاتا۔ اور پھر گھر لوٹ آتا۔

وقت کا دھارا بہتا رہا اور نشانات چھوڑتا چلا گیا..... محبت کے نقوش دو دلوں پر گہرے ہوتے رہے، شامیں خوشگوار اور صحبتیں پُر بہار گزرنے لگی تھیں۔

اور اب میں پت جھڑ کی گرم رات میں صحرا کا مسافر ہوں اور ایک تحریر میرے لیے بیک وقت سایۂ نخیل بھی ہے اور شعلۂ صحرا بھی!

"ہم جب سرحد پار کریں گے اس وقت تم بہت یاد آؤ گے"

..... تم بہت یاد آؤ گے..... تم بہت یاد آؤ گے... میری آنکھیں دھندلا گئی ہیں اور دھندلے دھندلے کچھ عکس میری آنکھوں کے سامنے رقص کناں ہیں۔

مجھے بہت ساری صبحیں، شامیں یاد آتی ہیں .... اور پھر وہ لمحہ یاد آتے ہی میرے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں، اماوس کی کالی رات تھی، میں ایک ماہ بعد اپنے گھر واپس لوٹا تھا۔ اسی درمیان نہ ہی افشی سے ملاقات ہوئی تھی اور نہ ہی خط کے ذریعہ باتیں۔ اس لیے میں طرح طرح کے پلان بناتا بگاڑتا ہوا۔ نت نئے طریقے سے سوچتا ہوا جیوں ہی گھر پہنچا ڈھیر سارے جانے پہچانے لوگوں نے میرا استقبال کیا اور میں گڑبڑا گیا۔

کیا بات ہے؟ خیریت تو !

تب امی نے بتایا کہ آنٹی کا اچانک کراچی جانے کا پروگرام بن گیا اور اب سب لوگ پاکستان جا رہے ہیں۔ بس اسی وقت، اسی لمحہ رکشہ آنے ہی والا ہے۔ میں ساکت کھڑا ایک ٹک دیکھتا رہا ..... چاروں سمت میری نگاہیں منڈلاتی رہیں .... خموش .... سپاٹ ...... بے زبان آنکھیں افشی کو تلاش کر رہی تھیں ..... لیکن افشی کا دور دور تک پتہ نہ تھا .... اداس اداس آنکھوں سے آنسو کے چند قطرے گرے تو گرتے ہی چلے گئے۔

اچانک میری نظر دوسرے کمرے سے نکلتی ہوئی افشی پر جا ٹکی .... جس کی آنکھیں روتے روتے سوج گئی تھیں .... اور جب افشی کی نظر مجھ پر پڑی تو وہ اپنے آپ کو قابو میں نہ رکھ سکی .... دونوں کے صبر کا بندھ ٹوٹتے ہی ایک نیا دھماکہ ہوا ... جس کے بارے میں آج تک کسی نے سوچا بھی نہ تھا .... آج تک خود ہم دونوں نے بھی محبت کا اقرار الفاظ کے ذریعہ نہیں کیا تھا۔ لیکن آج نہ جانے کون سا جذبہ تھا کہ ہم دونوں دنیا سے بے خبر، اپنوں سے بے خبر دیوانہ وار ایک دوسرے سے لپٹ گئے۔ اور پھر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔ ہم دونوں کے چہروں پر ایک عجیب سا ہیجان اور انتشار تھا۔ آنکھوں سے عجیب سا اضطراب اور بدحواسی جھانک رہی تھی۔

اور پھر اچانک جیسے ہمیں ہوش آ گیا .... جیسے ہمیں اپنے اردگرد لوگوں کے اژدہام کا احساس ہو گیا، ہم دونوں نے ایک دوسرے کو ایک دوسرے سے یوں الگ کیا جیسے ہم دونوں ایک دوسرے کے لیے سانپ ہوں۔

رکشہ آ چکا تھا، وہ رکشہ پر جا بیٹھی .... ہم دونوں ایک دوسرے کو دیکھتے رہے کہ ہمارے بس میں اس کے سوا تھا ہی کیا۔ اسٹیشن آ گیا ..... ٹرین آ گئی .... افشی سوار ہو گئی —— ٹرین چلی گئی اور میں لوہے کی پٹریوں کو دیکھتا رہا اور کچھ نہ کر سکا کہ اپنے بس میں تھا ہی کیا ——!

میں سوچ رہا تھا اور تحریر جگمگا رہی تھی۔

"ہم جب سرحد پار کریں گے، تو تم بہت یاد آؤ گے۔"

دل کوئی فلسفہ نہیں مانتا، اس کی ضدیں انوکھی ہیں، انداز نرالے ہیں، ادائیں جان لیوا ہیں، وہ وہاں بسیرا کر لیتا ہے جہاں آندھیاں ہوں، طوفان ہوں، بگولے چکر کاٹ رہے ہوں۔ زخمی دل سر پٹخ کر آوازوں پر آوازیں دیتا رہتا ہے مگر سننے والا کوئی نہیں ہوتا۔ آج میرا دل بھی نہ جانے کیوں انہی راہوں پر بے تحاشہ بھاگ رہا ہے .... پکار رہا ہے ..... ڈھونڈ رہا ہے ... میں دور، بہت دور سے آنے والی آوازوں کو سننے کی کوشش کر رہا ہوں مگر سن نہیں پا رہا ہوں !!!

احسان تابش نیو کریم گنج۔ گیا ۸۲۳۰۰۱ (پٹنہ سے نشر)

حصار

شبیر احمد

مطالبے !

مطالبے !!

مطالبے !!!

چھوٹے بڑے بے شمار مطالبے —— ہر پل اور ہر لمحہ وہ ان مطالبوں کے درمیان گھرا رہتا ہے صبح سے شام تک اس کی ساری قوت ان مطالبوں کو پورا کرنے میں ضائع ہو جاتی اور وہ تھک کر نڈھال ہو جاتا۔ اسے نصف شب تک کام کرنا پڑتا تھا۔ کچھ اور سوچنے یا کرنے کی اسے فرصت ہی کہاں ملتی تھی، انتہا تو یہ تھی کہ کتابوں اور رسالوں کا مطالعہ تک چھوٹ گیا تھا جبکہ مطالعہ اس کا محبوب ترین مشغلہ تھا اس سے اسے بے پناہ ذہنی سکون ملتا تھا۔ مگر ادھر کئی برسوں سے اس نے کتابوں کو چھوا تک نہیں تھا۔ وہ یہ بھی نہیں جانتا تھا کہ ان دنوں کون کون سے رسالے شائع ہو رہے ہیں اور کن کن رسالوں کی اشاعت بند ہو چکی ہے۔ الماری میں برسوں سے بند کتابیں اس کا منہ چڑا رہی تھیں۔ اب تو حالت یہ تھی کہ وہ علم و ادب کی محفلوں میں جانے اور اہل علم کی صحبتوں میں بیٹھ کر ان سے گفتگو کرنے سے بھی کتراتا تھا۔ کبھی کبھی کوئی دوست اسے زبردستی پکڑ کر ادبی محفلوں میں لے جاتا جہاں وہ بے حد بور ہوتا اور خود کو بالکل اجنبی ماحول میں محسوس کرتا —— ادبی ماحول اور اس کے لیے اجنبی یہ کتنی حیرت انگیز تبدیلی تھی۔ ادبی محفلوں میں اسے محسوس ہوتا کہ وہ ادب کے متعلق کچھ بھی نہیں جانتا ہے۔ دوسرے لوگ ادبی بحثوں میں حصہ لیتے تو وہ ان لوگوں کا صرف منہ تکا کرتا کہ وہ لوگ جو بحثیں کرتے اس کے پلے نہیں پڑتیں کہ ادب کا مزاج یکسر بدل گیا تھا۔ نئی نئی ادبی تحریکیں جنم لے چکی تھیں اور وہ بھی پرانی ہو رہی تھیں۔ اور وہ ان تحریکات کے عروج و زوال سے بالکل ناآشنا تھا۔ اس کی حالت اصحاب کہف کی تھی جو کسی وجہ سے آبادی سے نکل کر گوشۂ تنہائی میں چلے گئے تھے۔ اور ایک طویل مدت تک وہیں سوتے رہے۔ پھر جب بیدار ہوئے تو بھوک کی شدت کا احساس ہوا اور تب ان میں سے ایک شہر گیا اور سامان کے عوض حلوائی کو ایک سکہ دیا تو وہ حیرت سے سکہ دینے والے کو سر سے پاؤں تک دیکھتا اور سوچتا رہا کہ یہ سکہ یہ کہاں سے لائے۔ اس سکے کا چلن ختم ہوئے ایک زمانہ گزر چکا تھا —— شاید اس کے دادا یا پردادا کے زمانے میں یہ سکہ رائج تھا —— پھر یہ کہاں سے لائے یہ سکہ —— ؟ کبھی کبھی ادبی بحثوں کے درمیان وہ بھی اپنی رائے پیش کرتا تو سارے لوگ حیرت سے اس کا منہ تکنے لگتے کہ ادب کے جس مزاج کی وہ باتیں کرتا ہے ادب اس سے بہت آگے جا چکا تھا۔

"اندھیرے میں ہاتھ پاؤں مارنے سے کیا فائدہ"

اس نے بے حد ایمانداری کے ساتھ سوچا اور اس کے بعد ہی اس نے ادبی محفلوں میں شرکت کرنے کا فیصلہ کر لیا کہ اب تک وہ اندھیرے کا اسیر تھا اور یہ اندھیرا صرف مطالبوں کی وجہ سے تھا۔ آخر کب تک یہ بے ہنگم مطالبے اس کا پیچھا کرتے رہیں گے اور وہ اپنے خون کو پانی میں تبدیل کرتا

رہے گا۔ آخر کب تک ــــــ ؟ ہر چیز کی ایک حد ہوتی ہے۔ پھر ان مطالبوں کی کوئی حد کیوں نہیں ہے ـــ ایک کے بعد ایک ـــ ایک کے بعد ایک ـــ کب تک جاری رہے گا یہ سلسلہ ؟ ان مطالبوں کی وجہ سے اس کی زندگی میں کتنا گہرا اندھیرا پھیل گیا تھا ـــ دور دور تک پھیلا ہوا اندھیرا ـــ اندر باہر اندھیرا ہی اندھیرا ـــ اس کی روح ان اندھیروں میں بھٹک رہی تھی اسے اندھیروں سے وحشت ہوتی تھی کہ وہ روشنی میں رہنے کا عادی تھا۔ اور ہمیشہ روشنی میں رہنا چاہتا تھا۔ مگر چاہنے سے کیا ہوتا ہے۔ وہ ان اندھیروں سے نجات کس طرح حاصل کرتا کہ اندھیرے اس کا مقدر بن چکے تھے اور اندھیروں کو بدلنے کی صلاحیت وہ ابھی تک اپنے اندر پیدا نہیں کر سکا تھا جبکہ اس کی کوشش جاری تھیں کہ اس نے سن رکھا تھا کہ عمل سے مقدر بدل جاتا ہے۔

اس کی زندگی میں پہلی بار اندھیرا اس وقت چھایا تھا جب وہ دس برس کا تھا۔ اسے کہیں سے روشنی کی چھوٹی ہوئی کرن نظر نہیں آئی کسی نے اس کے سر پر شفقت کا ہاتھ نہیں پھیرا، کسی نے پیار سے دو میٹھے بول کہہ کر اس کا حوصلہ نہیں بڑھایا ـــ اپنے بیگانے کسی نے بھی نہیں۔ اس کے باوجود محض اپنی ہمت اور حوصلے کے سہارے اندھیرے میں بھی اس نے اپنا سفر جاری رکھا۔ اس آباد خرابے میں وہ سنبھل سنبھل کر اور رک رک کر قدم بڑھاتا ـــ ہوا یہ کہ اس کے ساتھ چلنے والے لوگ آگے نکل گئے ـــ بہت آگے ـــ اس نے ان لوگوں کو آوازیں بھی دیں ـــ مگر ہر بار اس کے کانوں میں اپنی ہی آواز کی بازگشت کے علاوہ اور کوئی دوسری آواز سنائی نہیں پڑی۔ اب یہ حقیقت اس پر منکشف ہو چکی تھی کہ تاریک راہوں کا وہ تنہا مسافر ہے۔ یہ بتانے والا بھی کوئی نہیں تھا کہ "میاں اس طرف قدم کیوں بڑھا رہے ہو، ادھر تو گہری کھائی ہے۔"

سفر کے اوائل میں مختلف آوازیں اس کے کانوں سے ٹکرائی تھیں۔

"ارے! یہ کیا پڑھے گا آوارہ اور لوفر لڑکا۔"

اس نے اپنا حوصلہ کھوئے اور بددل ہوئے بغیر سفر جاری رکھا۔ اور تب پھر ایک طویل مدت کے بعد اس نے سنا۔

"ارے بھائی! ایم۔ اے پاس کرنے کے بعد بھی کیا اس نے ـــ کسی کالج میں لکچرار ہوتا تو ایک بات بھی ہوتی۔"

"بے ادب اور بد دماغ بھی ہے۔"

ان باتوں سے بھی بے نیاز ہو کر اس نے اپنا سفر جاری رکھا مگر اس وقت اس کا حوصلہ ٹوٹنے لگا جب اس نے محسوس کیا کہ حقائق سے آشنا لوگ بھی اس کی صلاحیتوں کو تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں تھے۔ لوگوں کا یہ رویہ اس کے لیے بے حد اذیت ناک تھا۔ اس کرب کے لمحات میں اس نے پہلی بار محسوس کیا کہ وہ ٹوٹ کر بکھر جائے گا ـــ ریزہ ریزہ ہو جائے گا یا پھر اندھیرے اسے نگل جائیں گے یا وہ ان اندھیروں میں تحلیل ہو جائے گا۔

وہ اس حقیقت سے بھی آشنا تھا کہ اس کی صلاحیتوں کا استحصال ہو رہا ہے۔ مگر نجات کی کوئی صورت بھی نہیں تھی۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ اس کی صلاحیتوں کا استحصال ہو رہا ہے اسے کسی سے شکایت نہیں تھی کہ اس کا یہ یقین تھا کہ مقدر سے زیادہ کسی کو ملا ہے اور نہ ملے گا۔ وہ حقیقت کو مانتا تھا مگر مقدر پرست نہیں تھا لہٰذا عمل پر اس نے کبھی بھروسہ نہیں کیا کہ وہ عمل سے پیچھا چھڑانا نہیں چاہتا تھا وہ عمل پر یقین رکھتا تھا۔

مگر اپنے اندر مقدر کو بدلنے کی صلاحیت پیدا نہیں کر سکا تھا۔ عمل کے میدان میں بہت سے ایسے لوگ بھی آئے جنھیں جزو کی حیثیت سے اپنے کل کی تلاش تھی۔ مگر قم باذنی یا قم باذن اللہ کہہ کر کتنے بزرگوں نے خلق خدا کو حیرت میں ڈال دیا! اناالحق کی صدا کتنے لوگوں نے بلند کی ؟! ـــــ جب تلاش کل کی منزلوں میں یہ لوگ بھٹکتے رہے تو وہ روشن مستقبل کی تلاش میں اگر بھٹک رہا تھا تو کیا ہوا ـــ ہو سکتا ہے کہ بھٹکتے بھٹکتے ایک دن منزل اسے مل جائے اور وہ تابناک مستقبل کی برکتوں سے مالا مال ہو جائے۔ جس دن ایسا ہوگا اس کی زندگی میں روشنی کی کرنیں بکھر جائیں گی۔ مگر اب وہ مایوس ہو چکا تھا ـــ اور تھک بھی گیا تھا۔ امید کے سارے دیئے بجھ چکے تھے۔ اس نے اندھیروں کا سفر اس لیے کیا تھا کہ اسے روشن صبح کی تلاش تھی۔ شاید مستقبل روشن ہو ـــ یہ سوچ کر وہ سفر کرتا رہا۔ مگر اس حقیقت سے وہ آشنا ہو چکا تھا کہ اب اس کا کوئی مستقبل نہیں ہے کہ اس کی زندگی کا سورج ڈھل رہا تھا اور ڈھلتے ہوئے سورج کا کوئی مستقبل نہیں ہوتا۔

اب تو اس کی حالت یہ تھی کہ زلف کے سائے میں بھی اسے سکون نہیں ملتا۔ وہ رات بھر کروٹیں بدلتا رہتا۔ نیند کی پریاں اس کی آنکھوں سے بہت دور جا چکی تھیں۔ بے خوابی کی یہ کیفیت برسوں سے تھی۔ کئی بار اس نے سنجیدگی سے سوچا کہ اسے کسی ڈاکٹر سے رجوع کرنا چاہیے۔ نیند کا انجکشن یا خواب آور گولی استعمال کرنی چاہیے۔ مگر اس کی یہ خواہش پوری نہیں ہو سکی کہ مطالبے اس کا محاصرہ کیے ہوئے تھے۔ اس نے اس حصار کو توڑنے کی کوشش کئی بار کی مگر وہ توڑ نہیں سکا۔ جب کبھی وہ خود کو اس کے لیے تیار کرتا اس کے سامنے مطالبوں کی فہرست آ جاتی اور اس کا ارادہ بدل جاتا ـــ ان مطالبوں کی تکمیل کے بعد وہ اس حصار کو ضرور توڑ دے گا، وہ فیصلہ کرتا۔ آخر فیصلہ جو آج تک آخری فیصلہ نہیں بن سکا۔ وہ اب بھی مطالبوں کا اسیر تھا۔ اس کے پیش نظر ایک لمبی فہرست تھی جس میں طرح طرح کے مطالبے تھے۔ مگر ان میں ایک مطالبہ بھی ایسا نہیں تھا جس کا تعلق فہرست پیش کرنے والی کی ذات سے ہو، حالانکہ اس کی دلی تمنا تھی کہ وہ صرف اپنی خواہشوں کا اظہار کیا کرے ـــ صرف اپنی خواہشوں کا اظہار ـــ اس نے اگر کسی سے ٹوٹ کر اور بے پناہ محبت کی تھی تو صرف اسی سے۔ وہ ایک پل بھی اسے اپنی نظروں سے اوجھل دیکھنا گوارہ نہیں کر سکتا تھا، چند دنوں کے لیے وہ کہیں چلی جاتی تو بے چین ہو جاتا اور اسے فوراً بلا لیا کرتا ـــ مگر یہ بھی عجیب بات تھی کہ وہ خوفزدہ بھی اسی سے رہا کرتا تھا ـــ بے حد خوفزدہ ـــ کہیں وہ مطالبوں کی فہرست لیے اس کے انتظار میں نہ ہو ـــ گھر لوٹتے وقت جب یہ بات اس کے ذہن میں آ جاتی تو وہ کانپ جاتا اور اس کے پاؤں آگے بڑھنے کے تصور سے ہی لرزنے لگتے۔ اس کی دلی خواہش تھی کہ وہ مطالبوں کی فہرست پیش نہ کیا کرے، صرف پیار و محبت کی بات کرے ایسی باتیں جن میں خلوص ہو کہ وہ بچپن سے خلوص و محبت کی تلاش میں بھٹکتا اور اندھیروں کا سفر کرتا رہا ہے۔ مگر اللہ کا ایک بھی بندہ ایسا نہ ملا جو اس سے کہے۔

"ارے میاں! اس تیز اور چلچلاتی ہوئی دھوپ میں کہاں جا رہے ہو۔ آؤ میرے قریب آؤ ـــ کچھ دیر بیٹھ کر دم لے لو ـــ اور اس چشمے کا ٹھنڈا پانی پی کر آرام کرو، ساری تھکان دور ہو جائے گی تمہاری ـــ"

"آؤ میاں! میرے قریب آؤ ـــ ہاں! یہاں بیٹھ جاؤ۔"

اور تب میں اس کے پہلو میں بیٹھ جاتا اور وہ مخلص پیار سے میرے زلف پریشاں کو اپنی انگلیوں سے سنوارتے ہوئے کہتا۔

"بہت تھک گئے ہو۔ تمہاری سانسیں بھی پھول رہی ہیں۔ کیوں کرتے ہو اتنا کام ـــ دن رات کام، صبح و شام کام ـــ یہ کوئی بات ہوئی ـــــ اپنی صحت کا بھی خیال رکھا کرو۔ آرام زندگی کے لیے بے حد ضروری ہے۔"

لیکن ایسے شفیق انسان کی شفقت اسے آج تک نصیب نہیں ہوئی۔ اس آباد خرابے کے گھنے جنگل میں اس نے جگہ جگہ اور بار بار صدائیں لگائیں مگر اپنی ہی آواز کی بازگشت کے علاوہ کوئی دوسری آواز اس کے کانوں سے نہیں ٹکرائی۔

ذمے داریوں کی زنجیروں کو توڑ دینا چاہیے ـــ آخر کب تک وہ صرف دوسروں کے لیے جیتا رہے گا۔ فرض شناسی بوجھ بن جائے تو اس سے نجات حاصل کرنا ہی بہتر ہے۔ اور تب اس نے فیصلہ کر لیا اور اس فیصلے کے ساتھ ہی وہ گھر سے نکل گیا۔ چپ چاپ کسی سے ملا اور نہ کسی کو کچھ بتایا۔ لیکن فرار ہونے کے ایک ہفتہ بعد ہی اس کی طبیعت گھبرانے لگی۔ ذہن میں طرح طرح کے وسوسے اور خیالات پیدا ہونے لگے۔ اس کی ذہنی پریشانیاں بڑھ گئیں۔ جنگلوں کا پھل کھا کر اور چشمے کا ٹھنڈا پانی پی کر بھی اسے قلبی سکون حاصل نہیں ہوا۔ وہ ہر لمحہ سوچتا رہتا۔

"میری جدائی میں وہ پاگل ہو گئی ہوگی۔"

"وہ بیمار بھی تھی، بہت زیادہ بیمار ـــ میں نے کسی اچھے ڈاکٹر سے دکھانے کا وعدہ کیا تھا۔"

"وہ کیا سوچتی ہوگی میرے متعلق ـــ جھوٹا، وعدہ فراموش۔"

"اسے اس حالت میں چھوڑ کر مجھے نہیں آنا چاہیے۔"

"خدا جانے وہ کس حال میں ہے ـــ ہے بھی یا ـــ !!"

پریشانیاں اور بڑھ گئیں ـــــ اور پھر ایسا ہوا کہ کسی نے اس کے پاؤں میں ذمے داریوں کی بیڑیاں ڈال دیں۔ اور اس کے چاروں طرف حصار کھینچ دیا۔ ذمے داریوں کے احساس بننے والی زنجیر جیسے جیسے سخت ہوتی، اس کی رفتار اتنی ہی تیز ہو جاتی ـــــ وہ بہت تیز قدموں سے اپنے گھر لوٹ آیا۔ بیوی اس کے سینے سے لگ کر رونے لگی۔ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ پھر ہچکیوں کے دوران اس نے کہنا شروع کیا۔

"پپو کو بخار آ گیا ہے۔"

"زیبا کے لیے کپڑا ضروری ہے۔"

"دودھ والا آج بھی آیا تھا۔"

"مکان کے کرائے میں ایک ہفتہ کی تاخیر ہو گئی۔"

اور ـــــ !!

اور ـــــ !!!

وہ اب سسکیوں میں رو رہی تھی اور حصار سخت سے سخت ہو گیا تھا!!!

(پٹنہ سے نشر)

شبیر احمد
معرفت روزنامہ صدائے عام مراد پور پٹنہ ۴

آپ کی رائے

۱۶ نومبر کے شمارے میں "آپ کی رائے" کالم کے تحت شائع جناب علی امام رضوی صاحب اور رستم یار فیصل صاحب کے مراسلے دیکھے۔ میں ان صاحبان کی رائے کی قدر کرتا ہوں لیکن اتفاق نہیں۔ حالانکہ اردو سروس سے روز نشر ہونے والا پروگرام "شمع فروزاں" کی میں سامع ہوں علاوہ ازیں پرچے میں "شمع فروزاں" کالم کے اضافے کے حق میں قطعی رائے نہیں دوں گی۔ ہاں، اگر اس کالم کے اضافے کے حق میں مزید مراسلے آپ کو موصول ہونے ہیں تو میری آپ سے یہی درخواست ہوگی کہ قارئین کی پسند، ان کی مرضی اور خوشی کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اس نئے کالم کے اضافے پر ضرور ضرور غور فرمائیں۔

آخر میں فیصل صاحب کی اس رائے سے اتفاق کرتے ہوئے کہ اردو سروس کے اناؤنسرز کی تصاویر معہ تعارف کے کسی شمارے میں شائع فرماکر شکریہ کا موقعہ دیں۔

شبنم صدیقی
پورانی بازار، نانپارہ۔ ۲۷۱۸۶۵
ضلع بہرائچ (یو۔پی)

آواز کا پرانا قاری اور شیدائی ہوں، گذارش ہے کہ رباعی کا بھی سلسلہ شروع کریں اور سوال و جواب کا اضافہ ہوجائے تو پھر اس پرچہ کو چار چاند لگ جائیں گے ایسے اس پرچے میں جو حسن اور خوبصورتی پاتا ہوں وہ مجھے دوسرے پرچوں میں نظر نہیں آتے اور میری زبان سے بے ساختہ یہ شعر نکل پڑتے ہیں۔

کون سا حُسن ان اوراق پریشاں میں نہیں
پھول وہ تم نے چنے ہیں جو گلستاں میں نہیں

۱۶ سے ۳۰ نومبر والے پرچے میں مجھے شہود عالم آفاقی قمر شہاب اور رونق نعیم کی غزلیں بہت پسند آئیں میں خدا سے دعا گو ہوں کہ خدا اس پرچہ کو دن دونی رات چوگنی ترقی کے راہوں پر گامزن کرے۔

عبدالحق انصاری
ہند پیڑھی، جی ٹی روڈ
رانچی، بہار۔

"آواز" ۱۶ تا ۳۰ نومبر کے شمارہ میں "آپ کی رائے" کے تحت میں نے اپنا خط دیکھا اور یہ دیکھ کر حیرت زدہ رہ گیا کہ میں "ریحانہ غنی" ہوگیا ہوں۔ اس تبدیلی کے ذمہ دار کاتب اور اسے اسی طرح چھوڑ دینے والے پروف ریڈر کو میرا سلام عرض کر دیجئے اور ان سے یہ کہہ دیجئے کہ وہ آئندہ مجھے صنفِ نازک میں شمار نہ کریں۔ یہ اُن کا کرم ہوگا۔ "آواز" جیسے معیاری رسالہ میں پروف کی غلطیاں انتہائی کھلتی ہیں۔ اس طرف خصوصی توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ اسی شمارہ میں مراسلہ کے صفحہ پر ہی ایک خط میں "مستا" کی جگہ پر "مسلح" دیکھ کر کافی کوفت ہوئی۔ ویسے پچھلے شماروں کی طرح اس شمارہ میں بھی شامل تخلیقات اچھی ہیں لیکن برادر ارتضیٰ کریم کا افسانہ "چرایا ہوا چہرہ" میری سمجھ میں نہیں آیا۔

اس کے علاوہ یکم سے ۱۵ نومبر کے شمارہ میں تحریر ابجم نے اپنے مقالہ "قاضی عبدالودود ایک تعارف" میں کاکو (قریب جہان آباد) کو پٹنہ کا ایک حصہ بتایا ہے جبکہ یہ گیا ضلع میں ہے۔ ان کی اس لاعلمی پر مجھے حیرت اس لئے ہے کہ شاید وہ قاضی عبدالودود پر تحقیقی کام بھی کر رہے ہیں۔ انہیں اس کی تصحیح کرلینی چاہئے۔

ریحان غنی
شاہ گنج، پٹنہ

۱۶ نومبر کا "آواز" نظر نواز ہوا۔ میر غلام رسول نازکی کی تخلیق "روشنی" قابل ستائش ہے۔ مضمون نگار نے اس میں انسان کو اس کے نصب العین سے آگاہ کرانے کی کوشش کی ہے اور اس سلسلے میں انہوں نے اس شخص کا مقابلہ جو زندگی کا ایک نصب العین رکھتا ہے ایک ایسے شخص سے کیا ہے جس کا کوئی نصب العین نہیں ہوتا اور اپنی زندگی کے شب و روز یونہی گزارتا ہے۔ نازکی صاحب نے اپنی بات کو زیادہ پُر اثر بنانے کے لئے علامہ اقبال کے اس شعر کا سہارا لیا ہے ؎

پرواز ہے دونوں کی اسی فضا میں
کرگس کا جہاں اور ہے شاہیں کا جہاں اور

اور اس کے فوراً بعد اس کی تشریح یوں کرتے ہیں: "یعنی چیل ہو یا شاہین، اڑتے دونوں ہیں اور فضا بھی دونوں کی ایک ہے..."

شعر میں لفظ "کرگس" آیا ہے جس کے معنی "گدھ" کے ہیں لیکن موصوف نے اس کی (گدھ) جگہ "چیل" استعمال کیا ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ موصوف کے نزدیک چیل اور گدھ میں کوئی امتیاز نہیں یا پھر وہ کرگس کے صحیح معنیٰ سے واقف نہیں ہیں، اچھا ہوا کہ آج علامہ اقبال ہمارے درمیان نہیں ہیں۔

محمد معظم الدین
۳۵۔ سی، آر۔ ایم۔ ہال
اے۔ ایم۔ یو۔ علی گڑھ ۲۰۲۰۰۱

۱۶ نومبر میں "معین الدین حارث"، "اونکوہ پیمائی اور بھارت" بہت ہی معلوماتی ہیں۔ "اب یہاں کوئی نہیں آئے گا" سبق آموز ناٹک ہے۔ غزلوں کا انتخاب عمدہ ہے۔ میری طرف سے مبارکباد۔

رسالہ "آواز" میں کبھی کبھی ایسا افسانہ نظر سے گذرتا ہے جو رسالہ کے معیار کو کم کر دیتا ہے۔ میری نظر "حادثہ" جیسے افسانہ پر ہے اچھے اور اعلیٰ مضامین کو شائع کریں۔

اگر کسی شمارہ میں جناب فیض احمد فیض یا راجندر سنگھ بیدی پر کوئی مضمون شائع فرمائیں تو نوازش ہوگی۔

محمد آفتاب عالم تہدی
آسانند پور، بھاگلپور ۲، (بہار)

"آواز" ۱۶ تا ۳۰ نومبر ۸۴ء سنگیت کلاکاروں کی تصویریں شائع کرکے پرچہ کو مزید جاذب اور دلکش بنا دیا ہے جس سے رسالہ میں کافی نکھار آگیا ہے۔ اس شمارے میں خاص طور سے فرقہ وارانہ ہم آہنگی خود نوشت سوانح نگاری کا فن، روشنی، تعلیم بالغان اہمیت اور افادیت اور انسان دشمن ملیریا کافی معلوماتی ہیں۔ "آپ کی رائے" میں ریحان غنی صاحب کا خط پڑھا، اس میں شمیم افزا قمر کے افسانہ "حصار میں" کے متعلق طنز آمیز جملوں میں اس کی درستی فرماتے اور لکھتے ہیں کہ خدا کسی کے گناہوں کا بدلہ نہیں لیتا بلکہ اُسے سزا دیتا ہے۔ اس لئے انہیں گناہوں کا بدلہ کی جگہ پر گناہوں کی سزا لکھنا چاہئے تھا۔ حالانکہ سزا کا مستحق وہی ہوتا ہے جو قصوروار ہوتا ہے تو پھر سراد الدین کے بجائے بے قصور اولاد کو کیوں دی جائے گی۔ ان کی تنقید حقیقت پہ مبنی نہیں ہے۔

محمد سراج الدین
جنواری ٹولہ، پٹنہ۔

محترم! آداب

آواز کا خصوصی شمارہ ۱۶ تا ۳۱ اکتوبر غیر ملکی ماہرین ہند اور سیاح بہت خوب رہا۔ باقی مضامین اور افسانے بھی دلچسپ اور معلوماتی رہے۔

یکم نومبر کا شمارہ کافی تاخیر سے ملا ۱۶ نومبر کے شمارے میں وہ اکثر یاد آتے ہیں کے تحت کے ایل سہگل، افسانہ گمراہ، حادثہ اردو سروس کی پیشکش کاش کہ سوچا ہوتا شادی کرانے سے پہلے اور ساتھ ہی ریڈیو کشمیر سرینگر سے فلم میگزین میں نشر ایک تقریر سے اقتباس اچھا لگا۔

یہ جان کر خوشی ہوئی کہ یکم جنوری کا شمارہ خصوصی نمبر ہوگا۔

پیشگی شکریہ

جاوید نسیم
جاوید اسٹورس کنڈیا مارکیٹ سسرام،

"آواز" ۱۶ سے ۳۰ نومبر کا شمارہ دستیاب ہوا۔ پرچہ مجموعی طور پر اچھا لگا۔ جناب اکرم فاروقی صاحب نے سہانی کیرل کی سیر کرادی۔

جناب علی امام صاحب کا مضمون "تعلیم بالغان" پڑھ کر عرصے سے دل میں کھٹکتی ایک بات نوکِ قلم پر آگئی۔ آج سرکار بالغوں کی تعلیم پر جتنی توجہ دے رہی کیا اتنی توجہ بچوں کی تعلیم پر بھی دے رہی ہے؟ — غریبی اور گرانی نے اپنے پنجے اس قدر مضبوط کرلئے ہیں کہ ایک عام آدمی کے لئے اپنے بچوں کو تعلیم دلوانا اتنا ہی دشوار ہے جتنا دو وقت کی روٹی حاصل کرنا۔ ایسی حالت میں سرکار کی نظرِ عنایت بچوں سے زیادہ بالغوں کی طرف ہے۔ کیا یہ مضحکہ خیز بات نہیں کہ باپ اسکول جائے اور بیٹا مزدوری کرے۔

اگر سرکار بچوں کی تعلیم پر صحیح طریقے سے توجہ دے اور زیادہ سے زیادہ سہولتیں فراہم کرے تو ایک چوتھائی صدی کے گذرتے گذرتے ایک بھی بالغ ناخواندہ نہیں رہے گا۔

محفوظ الرحمٰن خاں
تھانہ روڈ، رام نگر۔ ۸۴۵۱۰۶
چمپارن (بہار)

نیشنل پروگرام

استاد نصیر احمد خاں گائن : ہفتہ ۱۹ جنوری رات ساڑھے نو بجے



ملک کے مایہ ناز گائیک نصیر احمد خاں کا تعلق خیال گائیکی کی

دہلی روایت سے ہے محض چار سال کی عمر میں انھوں نے اپنے دادا مرحوم استاد مَمّن خاں سے علم موسیقی حاصل کرنا شروع کر دیا تھا۔ ان کو استاد بندو خاں، چاند خاں، اور رمضان خاں جیسے فنکاروں سے فنی باریکیاں سیکھنے کا موقع ملا۔ انھوں نے اپنے والد عثمان خاں سے بھی اسباق موسیقی حاصل کیے جو اس گھرانہ کے بزرگ ترین نمائندے سمجھے جاتے ہیں۔

اونچی اور گمک دار آواز کے مالک استاد نصیر احمد خاں نے اپنا ایک انفرادی انداز پیدا کیا ہے۔ ان کو ہلکی کلاسیکل موسیقی کی اصناف جیسے ٹھمری اور دادرا پر بھی عبور حاصل ہے۔ آپ محافل موسیقی کے کامیاب فنکار سمجھے جاتے ہیں۔

منگل شب کی محفل موسیقی

کمل سہگل، کویتا سہگل کا گائن : ۲۲ر جنوری رات دس بجے

کویتا و کمل سہگل کا تعلق دہلی گھرانہ سے ہے۔ کلاسیکی موسیقی کی ابتدائی تربیت سنگیت واچسپتی گلاب رائے سے حاصل کرنے کے بعد دونوں نے خیراگڑھ سنگیت مہاودیالیہ سے گریجویشن کیا۔ ہندوستانی کلاسیکی گائیکی کو قبول عام کرنے میں اس جوڑی کا نام کافی نمایاں ہے۔



دہلی گھرانہ کے ٹور اور گائیکی ان کے فن کی انفرادی خصوصیات ہیں جن کو ان کے استاد چاند خاں نے مقبول عام بنایا تھا۔
آپ دونوں موسیقی کی بہت سی محفلوں میں شرکت کر چکے ہیں اور آکاشوانی و دوردرشن پر بھی اپنے فن کا مظاہرہ کرتے رہتے ہیں۔

انت لال کا شہنائی وادن :
ہفتہ ۲۶ر جنوری رات ساڑھے نو بجے

وارانسی کے شہنائی نواز گھرانہ سے تعلق رکھنے والے انت لال نے موسیقی کی تربیت اپنے والد سورگیہ مشن لال اور بڑے



بھائی رگھوناتھ پرسنا سے حاصل کی اور بعد میں وارانسی کے مشہور گائیک پنڈت مہادیو پرساد مشرا کی شاگردی اختیار کی۔

انت لال کو شہنائی پر مکمل عبور حاصل ہے۔ تاثرات کی وضاحت سُروں کی نفاست، شیریں الاپ اور تیز بندش ان کے فن کی انفرادی خصوصیات ہیں، مجموعی طور پر وہ شہنائی وادن میں گائیکی انداز کا استعمال کرتے ہیں، جس سے ان کے فن میں ایک خوبصورتی پیدا ہو جاتی ہے۔

ہمادری بھوشن، باگچی کا ستار وادن: ۲۹ر جنوری رات دس بجے



شری باگچی نے محض ۷ سال کی عمر میں ستار کی تعلیم رشی کیش مکرجی (نامور فلم ڈائرکٹر) سے حاصل کی۔ اس کے بعد انھوں نے رادھیکا موہن موئترے سے رہنمائی پائی۔ راگ کی اصل روح اور لطافت کو برقرار رکھتے ہوئے لے اور جمالیاتی حُسن پیدا کرنا ان کے فن کی انفرادی خصوصیت ہے

متعدد غیر ممالک میں اپنے فن کا مظاہرہ کر چکے ہیں اور آجکل دوردرشن کلکتہ سے منسلک ہیں۔

وودھ بھارتی

روزانہ نشر ہونے والے پروگرام

صبح

۰۰-۷ چنتن : وندن وار : ایک گیت
۲۰-۷ سنگیت سریتا
۴۰-۷ رنگاولی
۱۰-۸ بھولے بسرے گیت
۳۰-۸ چترلوک
۰۰-۹ انورودھ گیت

دوپہر

۰۰-۱۲ چترپٹ سنگیت (سوائے اتوار)
۳۰-۱۲ گان منجری (سوائے اتوار)
۰۰-۱ من چاہے گیت
۰۰-۲ رنگ ترنگ
۳۰-۲ منورنجن
۰۰-۳ لوک سنگیت
۱۵-۳ انورنجنی
۴۵-۳ گیت مالیکا
۱۵-۴ مدھرگیتم (۳۰-۵ تک)

شام

۱۵-۶ سندھیا گیت
۳۰-۶ رنگ محفل
۴۵-۶ سورسدھا
۰۵-۷ جے مالا
۴۵-۷ تب اور اب
۰۰-۸ گیت انجلی
۱۰-۸ چترشالا

۱۵-۸ رس وہار (پیر) پٹارا (منگل)
ان سے ملیے (بدھ)
آپ کے چہیتے آپ کے گیت
پھر ایک بار (جمعرات)
سنو کہانی (جمعہ)
۳۰-۸ ایک سے ایک
۰۰-۹ بہار غزل
۱۵-۹ ہوا محل
۳۰-۹ مشرت گان
۰۰-۱۰ چھایا گیت
۳۰-۱۰ آپ کی فرمائش

ہفتہ

شام

۰۵-۷ خصوصی جے مالا
۱۵-۸ ملن یامنی

اتوار اور تعطیلات

دوپہر

۳۰-۱۱ گورو گان (اتوار)
چیتنا (تعطیل)
۴۵-۱۱ سورمادھوری (اتوار)
۰۰-۱۲ لوک سنگیت (اتوار)
۳۰-۱۲ گان اور مسکان
۴۵-۱۲ سورانجلی
۰۰-۳ خصوصی جے مالا

رات

۱۵-۸ پیتر اولی

چترشالا

رات ۱۰-۸

ساہتیک پری درشیہ - ۱۹۸۴ء
ہندی کویتا پر تقریر : ۱۶ر جنوری
دس پُوترا سامان
ایک وِرکش مہان
تقریر از شدھا آپٹے : ۱۷ر جنوری
نظم خوانی
از بھگوت لال اُتپل : ۱۸ر جنوری
بچپن سے بچپن تک
وِنود وارتا مالا : تقریر

از کامنا چندرا : ۱۹ر جنوری
لوک اور پریمیکا کوی
وِدیاپتی پر تقریر : ۲۱ر جنوری
گیان وگیان
ہندی میں کمپیوٹر : تقریر
از آر سی مشر : ۲۲ر جنوری
ساہتیک پری درشیہ - ۱۹۸۴ء
ہندی ناٹک پر تقریر : ۲۳ر جنوری
پشو خریدنے میں
بچوں کا سہیوگ : تقریر : ۲۴ر جنوری
نظم خوانی

ا مشر : ۲۵ر جنوری
دھاروہار

یک پہاسنگک ناٹک : ۲۸ر جنوری
سواستھ وارتا : استھما : ۲۹ر جنوری
بھارتیہ اُدیان کلا پر تقریر
از راج نارائن پانڈے : ۳۱ر جنوری

سنو کہانی

رات ۱۵-۸

پیلے پھولوں والی فراک
تحریر از سوریہ بالا : ۱۸ر جنوری
اندھا سورج
تحریر از
گیان پرکاش وویک : ۲۵ر جنوری

بہار غزل

رات ۰۰-۹

جگجیت سنگھ : ۱۷ر جنوری



محمد رفیع : ۲۰ر جنوری
اسے ہری ہرن : ۲۴ر جنوری
پرویز مہدی : ۲۷ر جنوری
مہدی حسن : ۳۱ر جنوری

اردو سروس

پہلی مجلس

میڈیم ویو : ۴۲۷ء۱۳ میٹر (۷۰۲ کلوہرٹز) ۲۸۰ء۱ میٹر (۱۰۷۱ کلوہرٹز)

شارٹ ویو : ۴۸ء۷۴ میٹر (۶۱۵۵ کلوہرٹز)

دوسری مجلس

میڈیم ویو : ۴۲۷ء۱۳ میٹر (۷۰۲ کلوہرٹز) ۲۸۰ء۱ میٹر (۱۰۷۱ کلوہرٹز)

شارٹ ویو : ۳۱ء۰۱ میٹر (۹۶۷۵ کلوہرٹز)

تیسری مجلس

میڈیم ویو : ۴۲۷ء۱۳ میٹر (۷۰۲ کلوہرٹز)

شارٹ ویو : ۱۹ء۰۵ میٹر (۳۲۹۵ کلوہرٹز)

پہلی مجلس

صبح

۵-۴۵ صبح گاہی

۶-۱۵ خبریں

۶-۲۵ شہر صبا

۷-۰۰ شمع فروزاں

۷-۰۵ پرانی فلموں سے

۷-۳۰ ساز سنگیت

۷-۴۵ گذشتہ شب ۹-۰۰ بجے کی مکرر نشریات

۷-۵۵ پروگراموں کا خلاصہ

۸-۰۰ آپ کی فرمائش

۸-۳۰ تاریخ ساز

۸-۳۵ آپ کی فرمائش (جاری)

۹-۰۰ آج کی بات (بجز جمعہ اور اتوار)

آؤ بچو! (جمعہ اور اتوار)

۹-۰۵ آپ کی فرمائش (جاری)

۹-۱۵ لوک گیت (بجز جمعہ اور اتوار)

آؤ بچو! (جاری) جمعہ اور اتوار

۹-۳۰ خبروں کا خلاصہ

۹-۳۲ کلاسیکی موسیقی (پیر، منگل، بدھ)

ہلکی کلاسیکی موسیقی (جمعرات اور ہفتہ)

آپ کے خط آپ کے گیت (جمعہ)

چلتے چلتے (اتوار)

۱۰-۰۰ اختتام

دوسری مجلس

دوپہر

۲-۰۰ پروگراموں کا خلاصہ

۲-۰۲ خبروں کا خلاصہ

۲-۰۷ آپ کا خط ملا (اتوار)

نغمہ و صدا (I پیر)

میری نظر میں (II، IV پیر)

نگاہِ انتخاب (III، V پیر)

جھلکتے گیت (منگل)

سب رس (بدھ)

گیت سے گیت (جمعرات)

مشاعرہ (I جمعہ)

سات سوال (II، IV جمعہ)

ایک ہی فلم سے (III، V جمعہ)

ملے جلے گانے (I، III، V ہفتہ)

شعر ہمارے گیت آپ کے (II، IV ہفتہ)

۲-۳۰ فلمی کورس (I اتوار)

محفل (II اتوار)

گیتوں بھری کہانی (III اتوار)

غیر فلمی غزلیں (IV اتوار)

نئی فلموں سے (V اتوار)

نغمہ و صدا (I پیر)

نگاہِ انتخاب (III، V پیر)

ڈرامہ (تیسری مجلس کے ڈرامہ کے مکرر نشریات) (II، IV پیر)

نئی نسل نئی روشنی (منگل)

بزمِ خواتین (بدھ اور ہفتہ)

رنگ نو (I جمعرات)

حرفِ غزل (II، IV، V جمعرات)

ڈرامہ (III جمعرات)

مشاعرہ (I جمعہ)

فیچر (III، V جمعہ)

فلمی دنیا (II، IV جمعہ)

۳-۰۰ فلمی قوالیاں (I، III اتوار)

قوالیاں (II، IV، V اتوار)

سازوں پر موسیقی (پیر)

میری پسند (منگل)

رنگا رنگ (مزاحیہ ڈرامہ) (I، V بدھ)

یادیں بن گئیں گیت (II، IV بدھ)

ایک فنکار (III بدھ)

قوالیاں (I، V جمعرات)

راگ رنگ (II، IV جمعرات)

ڈرامہ (جاری) (III جمعرات)

کہکشاں (جمعہ)

پھر سنیے (روبرو کی مکرر نشریات) (ہفتہ)

۳-۳۰ آپ کی پسند

۴-۰۰ جہاں نما (بجز اتوار اور تعطیل)

آپ کی پسند (جاری) (اتوار و تعطیل)

۴-۱۰ آپ کی پسند (جاری)

۴-۳۰ تبصرہ / پارلیمانی ہفتہ

۴-۳۵ آپ کی پسند (جاری)

۴-۵۰ خبریں

۵-۰۰ اختتام

تیسری مجلس

رات

۸-۰۰ خبریں

۸-۱۰ پروگراموں کا خلاصہ

۸-۱۵ ہفتہ کا نغمہ

۸-۲۰ جہاں نما (مکرر نشریات) (سوائے ہفتہ و تعطیل اور اتوار)

سازوں پر موسیقی (II ہفتہ و تعطیل)

منظر پس منظر (I، III، V اتوار)

پاکستانی اخباروں سے (II، IV اتوار)

۸-۳۰ حسنِ غزل

۸-۴۵ فلمی دوگانے

۹-۰۰ کتابوں کی باتیں (اردو) (I، III اتوار)

کتابوں کی باتیں (دیگر زبانیں) (II اتوار)

رسائل و جرائد (IV اتوار)

اردو دنیا (V اتوار)

کلامِ شاعر (پیر)

تقریر (منگل)

شہر نامہ (I، III بدھ)

دلی گوائری (II، IV بدھ)

شہ پارے (V بدھ)

کھیل کے میدان سے (جمعرات)

تقریر (جمعہ)

ریڈیو نیوز ریل (ہفتہ)

۹-۱۰ آبشار

۹-۳۰ گجر بن کارے (اتوار، بدھ)

پنجابی نغمے (پیر)

علاقائی نغمے (منگل)

ساز اور آواز (جمعرات)

ایک راگ کئی روپ (I، III، V جمعہ)

کہانی سنگیت کی (II، IV جمعہ)

نغمات وطن (ہفتہ)

۹-۴۵ خبریں

۹-۵۵ تبصرہ

۱۰-۰۰ ڈرامہ (اتوار)

فیچر (I پیر)

اظہارِ خیال (II پیر)

نغمہ و تبسم (III پیر)

دریچہ (IV پیر)

شکریے کے ساتھ (V پیر)

جواباً عرض ہے (I منگل)

سائنس میگزین (II، V منگل)

کھیل کھلاڑی (III منگل)
مشاعرہ (IV منگل)
افسانہ
(I ، III بدھ)
حفظانِ صحت (II بدھ)
ہم سے پوچھیے (IV بدھ)
صدائے رفتہ (V بدھ)
ادبی نشست
(I ، III جمعرات)
آئینہ (II IV جمعرات)
ماضی کے دیار (V جمعرات)
روبرو (جمعہ)
نئی نسل نئی روشنی (ہفتہ)

۱۰-۱۵ خط کے لیے شکریہ
(صرف بدھ)
۱۰-۳۰ تعمیل ارشاد
۱۱-۰۰ خبروں کا خلاصہ
۱۱-۰۵ تعمیل ارشاد (جاری)
۱۱-۲۵ شمع فروزاں (دوبارہ)
۱۱-۳۰ بزم موسیقی
۱۲-۰۰ خبریں
۱۲-۰۵ بزم موسیقی (جاری)
۱۲-۳۰ قوالیاں
۱۲-۵۸ آئندہ روز کی تینوں مجالس کے پروگراموں کا خلاصہ
۱-۰۰ اختتام

بدھ ۱۶ جنوری

صبح

۵-۴۵ صبح گاہی
۶-۲۵ شہر صبا
کرونا ابرول ، جگر، صبا افغانی اور مومن کا کلام
محمد افراہیم صدیقی ، غالب اور جاں نثار اختر کا کلام
۷-۳۰ ساز سنگیت
سکندر حسین و ساتھی ؛ شہنائی پر راگ جوگیا
۹-۳۲ کلاسیکی موسیقی
بھینتی بھٹاچاریہ ، خیال بھٹیار

دوپہر

۲-۳۰ بزم خواتین

رات

۸-۳۰ حسن غزل
محمد افراہیم صدیقی ، غالب اور امیر قزلباش کا کلام
۹-۳۰ گجرین کا یے
الکا دیو ، ٹھمری مشر پہاڑی
۱۱-۳۰ بزم موسیقی
بھینتی بھٹاچاریہ ، خیال چھایانٹ
سکندر حسین و ساتھی ؛ شہنائی پر راگ سُگھڑی

جمعرات ۱۷ جنوری

صبح

۶-۲۵ شہر صبا
افروز بانو ؛ پارسا جے پوری اور جگر کا کلام
راجندر کا چرو ، قتیل شفائی ، جاں نثار اختر اور نصیر کاظمی کا کلام
۷-۳۰ ساز سنگیت
محمد شریف پونچھوالے ، ستار پر راگ اہیر بھیرو
۹-۳۲ ہلکی کلاسیکی موسیقی
مشکور علی خاں : خیال رام کلی

دوپہر

۲-۰۷ گیت سے گیت
۲-۳۰ 'تیسری آنکھ' ڈرامہ
تحریر : اظہار اثر

رات

۸-۳۰ حسن غزل
افروز بانو ، بہادر شاہ ظفر اور غالب کا کلام
۹-۰۰ کھیل کے میدان سے
۱۰-۰۰ ادبی نشست
۱- کلام : بلراج کومل
۲- افسانہ : انور عظیم
تنقید نگار : پروفیسر عنوان چشتی اور ڈاکٹر تنویر احمد علوی
۱۱-۳۰ بزم موسیقی
مشکور علی خاں : خیال کیدار
محمد شریف پونچھوالے : ستار پر راگ کیروانی

جمعہ ۱۸ جنوری

صبح

۵-۴۵ صبح گاہی
۶-۲۵ شہر صبا
سیما شرما ، جاں نثار اختر ، امیر قزلباش اور حفیظ جالندھری کا کلام
راحت علی ، عمر قریشی اور مشیر انصاری کا کلام
۷-۳۰ ساز سنگیت
بدھ دیو داس گپتا ، سرود پر بھیرو بہار
۹-۰۰ آؤ بچو
۹-۳۲ آپکے خط آپکے گیت

دوپہر

۲-۰۷ ایک ہی فلم سے
۲-۳۰ فیچر
۳-۰۰ کہکشاں

رات

۸-۳۰ حسن غزل
سیما شرما ، راجیش کمار اوج اور بشیر بدر کا کلام
۹-۳۰ افسانہ
۱۰-۰۰ روبرو
۱۱-۳۰ بزم موسیقی
ملک ارجن منصور ، خیال نند
بدھ دیو داس گپتا ، سرود پر چھایا

ہفتہ ۱۹ جنوری

صبح

۵-۴۵ صبح گاہی
۶-۲۵ شہر صبا
سدھا ملہوترہ ، سدرشن فاخر مصحفی اور شکیل کا کلام
منور حسین جمالی درد کا کلام
۷-۳۰ حفیظ اللہ خاں ، سارنگی پر راگ بسیراگی
۹-۳۲ ہلکی کلاسیکی موسیقی
اللہ جلائی بائی ، ٹھمری بھیروی اور دادرہ بھیروی

دوپہر

۲-۰۷ ملے جلے گانے
۲-۳۰ بزم خواتین
۳-۰۰ پھر سنیے

رات

۸-۳۰ حسن غزل
سدھا ملہوترہ ؛
۹-۰۰ ریڈیو نیوز ریل
۹-۳۰ نغمۂ وطن
۱۰-۰۰ نئی نسل نئی روشنی
۱۱-۳۰ بزم موسیقی
پنڈت منی رام ، پنڈت جسراج ؛ خیال درباری
حفیظ اللہ خاں ؛ سارنگی پر راگ راجیشوری

اتوار ۲۰ جنوری

صبح

۵-۴۵ صبح گاہی
۶-۲۵ شہر صبا
شیلا گلواڑی ، جاں نثار اختر فیض اور جگر کا کلام
احمد حسین ، امیر اور غالب کا کلام
۷-۳۰ ساز سنگیت
راجندر پرسنا ، بانسری پر راگ بسیراگی
۹-۰۰ آؤ بچو
۹-۳۲ چلتے چلتے

دوپہر

۲-۰۷ آپکا خط ملا
۲-۳۰ 'امانت' گیتوں بھری کہانی
تحریر : ریشم پال کالڑہ
۳-۰۰ فلمی قوالیاں

رات

۸-۳۰ حسن غزل
۹-۰۰ کتابوں کی باتیں
۹-۳۰ گجرین کا یے
کمل سنگھ ، ٹھمری تلنگ
۱۰-۰۰ 'سونے کی زنجیریں'
تحریر ، ڈاکٹر محمد حسن
۱۱-۳۰ بزم موسیقی
مالویکا کانن : خیال نائکی کانہڑہ
راجندر پرسنا ، بانسری پر راگ چندر کونس

پیر ۲۱ جنوری

صبح

۵-۴۵ صبح گاہی
۶-۲۵ شہر صبا
شوبھا جوشی ، فیض اور جگر کا کلام

مقبول حسین : میر اور سودا کا کلام

۷ سازسنگیت
گوپال سنگھ : گٹار پر
راگ الہیا بلاول

۹ کلاسیکی موسیقی
موجو حسین خاں : خیال دیسی

دوپہر
۲ نگاہ انتخاب
۳ سازوں پر موسیقی
راجندر پرشاد : بانسری پر
راگ پیلو
پریم جین : گٹار پر راگ مشر
شورنجنی

رات
۸ حسن غزل
مقبول حسین : مومن اور
غالب کا کلام

۹ کلام شاعر
مصور سبزواری
۹ پنجابی نغمے
۱۰ نغمہ و تبسم
۱۱ بزم موسیقی
موجو حسین خاں : خیال جوگ
گوپال سنگھ : گٹار پر
راگ شنکرا اور اڈانہ

منگل ۲۲ جنوری

صبح
۵-۱ صبح گاہی
۶-۲ شہر صبا
سپرا بوس : فراق گورکھپوری
اور میر کا کلام
صغیر احمد : حسرت موہانی، فانی
اور مخدوم کا کلام
۷-۲۱ سازسنگیت
پنالال چورسیہ : وائلن پر
راگ بیراگی بھیرو
۹-۳۱ کلاسیکی موسیقی
پنڈت منی پرساد :
خیال ابیری توڑی

دوپہر
۲-۰۰ بھکتی گیت
۲-۳۰ نئی نسل نئی روشنی
۳-۰۰ میری پسند

رات
۸-۳۰ حسن غزلیں
مہندر کپور :
علاقائی نغمے ۹-۳۰
۱۰-۰۰ مشاعرہ

۱۱-۳۰ بزم موسیقی
پنڈت منی پرساد :
خیال کوشک دھونی
پنالال چورسیا : وائلن پر
راگ دیس

بدھ ۲۳ جنوری

صبح
۵-۴۵ صبح گاہی
۶-۲۵ شہر صبا
مدھر شوا : شکیل بدایونی،
جگر اور رفعت سروش کا کلام
جمیل احمد : فیض کا کلام
۷-۳۰ سازسنگیت
کے۔ایل۔سود : جلترنگ
پر الہیا بلاول
۹-۳۲ کلاسیکی موسیقی
نصیرالدین گوبے :
خیال لاچاری توڑی

دوپہر
۲-۰۷ سب رس
۲-۳۰ بزم خواتین
۱۔ ان سے ملیے
ایک وکیل سے ملاقات
۲۔ گیت
۳۔ کام کی باتیں
۳-۰۰ یادیں بن گئیں گیت

رات
۸-۳۰ حسن غزل
جمیل احمد : غالب کا کلام
۹-۰۰ دلی ڈائری
۹-۳۰ کچہری کالے
الانجو نک، مٹری مسٹرٹنگ
۱۰-۰۰ ہم سے پوچھیے
۱۱-۳۰ بزم موسیقی
نصیرالدین خاں گوبے :
خیال بہیر
کے۔ایل۔سود :
جلترنگ پر راگ کونس

جمعرات ۲۴ جنوری

صبح
۶-۲۵ شہر صبا
پپیا ملک : مجروح سلطانپوری،
شمیر جھنجھانوی، جاں نثار اختر کا کلام
محمد یعقوب : ظفر قیم، پارسا جے پوری
۷-۳۰ پرسانت کمار بجانیہ : ستار پر اہیر بھیروں
۹-۳۲ راجن و ساجن مشرا : خیال دیسی توڑی

رات
۸-۳۰ حسن غزل
محمد یعقوب : شمیم جے پوری اور
ممکنت الرحمن کا کلام
۱۰-۰۰ آئینہ : ادبی میگزین
"احسان دانش نمبر"
مدیر : عشرت کرتپوری
۱۱-۳۰ بزم موسیقی
راجن و ساجن مشرا : خیال کیدار
پرسانت کمار بجانیہ : ستار پر
کیدار، الاپ، جوڑ اور جھالہ

جمعہ ۲۵ جنوری

صبح
۶-۲۵ یوم جمہوریت پر خصوصی نغمے
۷-۳۰ علاؤالدین خاں : سرود پر
کومل رکھب اساوری

رات
۸-۳۰ حسن غزل
جگدیش سنگل : نثار فدائی اور
بشیر بدر کا کلام
۱۱-۳۰ بزم موسیقی
سنگھ بندھو : خیال ہنس دھونی
علاؤالدین خاں : سرود پر جے جے ونتی

ہفتہ ۲۶ جنوری

صبح
۶-۲۵ شہر صبا
کرشنا کلے : جاں نثار اختر اور
جگر کا کلام
مظہر علی خاں : مومن و غالب کا کلام
۷-۳۰ سازسنگیت
دیا شنکر و ساتھی : شہنائی پر
راگ بھٹیار

دوپہر
۲-۳۰ بزم خواتین

(۱) ہماری ذمہ داریاں جمہوریت میں : مباحثہ
(۲) غزل (۳) خطوں کے جواب

رات
۸-۳۰ کرشنا کلے : غزلیں
۱۱-۳۰ بزم موسیقی
سلامت حسین خاں : راگ بہاگ میں
الاپ اور دھرپد
دیا شنکر و ساتھی : شہنائی پر
راگ مدھوکونس

اتوار ۲۷ جنوری

صبح
۶-۲۵ شہر صبا
مہندر پال، پورنیما داس : بشیر بدر،
سکندر علی وجد اور زبیر رضوی کا کلام
سریندر کور : داغ اور
چراغ حسن حسرت کا کلام
۷-۳۰ سازسنگیت
رمیش پریم : وچترا وینا پر راگ گنکلی

دوپہر
۲-۰۷ آپ کا خط ملا

رات
۹-۰۰ رسائل و جرائد
۹-۳۰ کچہری کالے
استاد نثار حسین خاں : ٹھمری خادیش
۱۰-۰۰ وتپ : ڈرامہ
گجراتی ڈرامے کا اردو عکس

پیر ۲۸ جنوری

صبح
۶-۲۵ شہر صبا
نسیم بانو : جاں نثار اختر،
شاد عارفی اور حسرت موہانی کا کلام
رویندر گروور : ساحر بھوپالی
اور شمیم جے پوری کا کلام
۷-۳۰ سازسنگیت
شرکرتن شرما : خیال چارو کیشی
۹-۳۲ کلاسیکی موسیقی
بینا پانی مشرا : خیال چارو کیشی

دوپہر
۲-۰۰ سازوں پر موسیقی
منیر خاں سرحد : سارنگی پر دھن
پریم جین : گٹار پر راگ دھنی

رات
۸-۳۰ حسن غزل

رویندر گوور: مومن اور جگر کا کلام

۹-۰۰ کلام شاعر: کنور مہندر سنگھ بیدی سحر

۹-۳۰ پنجابی نغمے

۱۱-۳۰ بزم موسیقی

بینا پانی شر: خیال مل گنجی

فیروز شن شرما: گٹار پر ایمن کلیان

منگل ۲۹ جنوری

صبح

۶-۲۵ شہر صبا

پی ناز مسافی: شمیم جے پوری اور ممتاز راشد اور مومن کا کلام

بشیر احمد: انشا اور شاد عارفی کا کلام

۷-۳۰ بھجن سوپوری: سنطور پر توڑی

۹-۳۲ مشتاق حسین خاں: خیال للت

رات

۸-۳۰ پی ناز مسافی: غزلیں

۱۰-۰۰ سائنس میگزین

۱۱-۳۰ بزم موسیقی

مشتاق حسین خاں: خیال چندر کونس

بھجن سوپوری: سنطور پر کروانی

بدھ ۳۰ جنوری

صبح

۶-۲۵ شہر صبا

دیپالی شری موہن: فیض اور شوکت پردیسی کا کلام

محمد حسین صابری: حسرت موہانی اور جگر کا کلام

۷-۳۰ ونکر راؤ: بانسری پر بلاول

۹-۳۲ شیلا دھر: خیال بیراگی بھیروں

دوپہر

۲-۳۰ بزم خواتین: مشاعرہ

شرکاء: ذکیہ سلطان نیّر، مسعودہ حیات، نور جہاں ثروت، مہر جہاں فرشوری اور سعید فاطمہ

۳-۰۰ "ایک نور کئی رنگ"، فیچر

تحریر: ولایت جعفری

رات

۸-۳۰ مہدی حسین صابر: داغ و غالب کا کلام

۹-۰۰ شب پارے

علی عباس حسینی کی میلہ گھومنی پر فیچر

تحریر: شمس الحق عثمانی

۱۱-۳۰ بزم موسیقی

شیلا دھر: خیال شاہانہ

ونکر راؤ: بانسری پر درباری، ہنس دھونی

جمعرات ۳۱ جنوری

صبح

۶-۲۵ شہر صبا

ششی لتا ورک: فراق اور مخمور دہلوی کا کلام

ولایت حسین خاں: خمار بارہ بنکوی

راجیش اوج اور ہرش ملسیان کا کلام

۷-۳۰ عبدالحلیم جعفر خاں: ستار پر حجاز

۹-۳۰ شفیع احمد: خیال دیسی توڑی

رات

۸-۳۰ ششی لتا ورک: خمار بارہ بنکوی اور شفق لکھنوی کا کلام

۱۱-۳۰ بزم موسیقی

شفیع احمد: خیال نٹ بہاگ

عبدالحلیم جعفر خاں: ستار پر بہاگ

چمپا کلی، الاپ، جوڑ اور جھالا

آواز

آکاشوانی جودھپور

سازندے درکار ہیں

اسٹیشن ڈائریکٹر آل انڈیا ریڈیو جودھپور کو آکاشوانی جودھپور میں سازندوں کے درج ذیل زمروں میں موجود آسامیاں پُر کرنے کے لیے درخواستیں مطلوب ہیں۔

ساز کا نام	اسامی کی تعداد
۱۔ وائلن سارنگی نواز	۱
۲۔ ڈھولک نواز	۱
۳۔ ستار نواز	۱
۴۔ بانسری کلارنٹ نواز	۱
۵ تانپورہ نواز	۱

کام کی نوعیت :

ڈیوٹی چارٹ کے مطابق بطور اکمپنسٹ / انسٹرومنٹلسٹ شفٹ ڈیوٹیز انجام دینا۔ ضرورت پڑنے پر بطور سولو آرٹسٹ پروگرام دینا۔ خصوصی مواقع کے لیے موسیقی کے خصوصی پروگراموں کی ریہرسل اور ریکارڈنگ، موسیقی کے پروگراموں کی ریہرسل اور بیلنسنگ میں مدد دینا۔ جب اور جہاں ضرورت ہو موسیقی کے سازوں کی دیکھ بھال کرنا۔ موسیقی کی علامات اور کتب کی دیکھ بھال۔ موسیقی کے اسباق پیش کرنے میں تعاون اور شرکت کرنا۔ اس کے علاوہ وقتاً فوقتاً سپرد کردہ فرائض کی انجام دہی۔

اہلیت، عمر اور فیس اسکیل وغیرہ سے متعلق تفصیلات درج ذیل ہیں۔

لازمی اہلیت :

(الف) امیدوار کو کلاسیکی موسیقی کے لیے بطور پرفارمنگ آرٹسٹ آل انڈیا ریڈیو کے میوزیکل آڈیشن بورڈ کی جانب سے (اسامی سے متعلق ساز میں) کم از کم بی ہائی گریڈ دیا گیا ہو۔ تانپورہ نواز کی اسامی کے لیے 'بی' گریڈ آرٹسٹ بھی درخواست دے سکتے ہیں۔

(ب) موسیقی میں باقاعدہ اور باضابطہ تربیت۔

(ج) موسیقی کے اجتماعی مظاہرے میں دیگر سازندوں کا ساتھ دینے کی صلاحیت۔

(د) سنگت دینے / تنہا ساز بجانے کی صلاحیت۔

(ہ) ہندی یا انگریزی زبان میں لکھنے اور پڑھنے کی صلاحیت (کسی مسلمہ پرائمری اسکول سے کم از کم تیسری جماعت پاس کرنے کا ثبوت پیش کرنا ہوگا۔)

پسندیدہ :

تانپورہ بجانے کی صلاحیت اور دیگر فنکاروں کو تانپورہ پر سنگت دینے کی صلاحیت۔

اہم : مذکورہ بالا میں (ج) اور (د) کے تحت درج لازمی اہلیت کی جگہ یہ صلاحیت تانپورہ نواز کے لیے لازمی ہوگی۔

عمر :

یکم جولائی ۱۹۸۴ء کو ۱۹ اور ۳۵ برس کے درمیان۔ شیڈول کاسٹ / شیڈول ٹرائب اور دیگر خصوصی زمروں سے تعلق رکھنے والے امیدواروں کو مرکزی سرکار کی جانب سے وقتاً فوقتاً جاری کردہ ہدایت کے مطابق رعایت دی جائے گی۔

سازندوں کے لیے فیس اسکیل

اے گریڈ فنکار کے لیے : ۶۵۰-۳۰-۷۴۰-۳۵-۸۱۰-ای بی-۳۵-۸۸۰-۴۰-۱۰۰۰-ای بی-۴۰-۱۲۰۰ روپے اور ساتھ ہیں وہ بھتے جو آرٹسٹوں کو وقتاً فوقتاً دیے جاتے ہیں۔

بی۔ ہائی گریڈ فنکار کے لیے :

۵۵۰-۲۵-۷۵۰-ای بی-۳۰-۹۰۰ روپے

تانپورہ فنکار کے لیے :

۴۲۵-۱۵-۵۰۰-ای بی-۵۴۰-۲۰-۶۴۰-ای بی-۲۰-۷۰۰-۲۵-۷۵۰ روپے اور ساتھ ہیں وہ بھتے جو آرٹسٹوں کو وقتاً فوقتاً دیے جاتے ہیں۔

منتخب امیدوار کا تبادلہ آل انڈیا ریڈیو کے کسی بھی اسٹیشن / آفس پر کیا جا سکتا ہے۔

منتخب امیدواروں کو ابتدا میں ماہانہ معاہدہ پر تقرری دی جائے گی اور بعد میں مناسب مدت کے بعد سلیکشن بورڈ ان کے ساتھ پانچ سالہ معاہدے کے لیے غور کرے گا۔

سادہ کاغذ پر درخواست میں عمر، تجربہ وغیرہ سے متعلق تفصیلات مندرجہ ذیل جدول کی شکل میں تحریر کریں۔ درخواستیں اسٹیشن ڈائریکٹر آل انڈیا ریڈیو جودھپور کے پتے پر ۳۱ جنوری ۸۵ء تک پہنچ جانی چاہئیں۔

۱۔ امیدوار کا نام (بڑے حروف میں)
۲۔ خط و کتابت کا پتہ۔
۳۔ والد کا نام
۴۔ تاریخ پیدائش (تحریری ثبوت کے ساتھ)
۵۔ اہلیت (تعلیمی و پیشہ ورانہ)۔
۶۔ موسیقی میں تربیت کی تفصیلات۔
۷۔ دیگر سازندوں کے ساتھ سنگت کرنے کا تجربہ۔
۸۔ موجودہ روزگار وغیرہ
۹۔ اگر امیدوار کا کوئی رشتہ دار آل انڈیا ریڈیو / دوردرشن یا وزارت اطلاعات و نشریات کے کسی اور شعبے میں ملازم ہے تو اس کا ذکر کریں۔

مقررہ تاریخ کے بعد اور نامکمل شکل میں موصول ہونے والی درخواستیں کسی بھی حالت میں قابل قبول نہ ہوں گی۔

کسی بھی قسم کے اثر و رسوخ کے استعمال کی کوشش امیدوار کی نااہلیت کا سبب ثابت ہوگی۔

درخواست میں درج ذیل بیان حلفی درج کریں۔

(I) درخواست میں درج تمام اندراجات میرے علم و یقین کے مطابق درست اور صحیح ہیں۔
(II) وہ اسناد جن کی نقول اس درخواست کے ساتھ منسلک ہیں میرے قبضے میں ہیں اور مانگنے پر پیش کر دوں گا۔

تمام اقسام کے ٹسٹ / انٹرویو اسٹیشن ڈائریکٹر، آکاشوانی جودھپور کے دفتر میں ہوں گے اور اس میں شرکت کے لیے کسی طرح کا سفر بھتہ نہیں دیا جائے گا۔

پښتو نشرات

لمړۍ خپرونه
په لنډو څپو ۱۹،۲۵ متره (۱۱۹۱۰ کیلو هرټز) او
۳۱،۱۵ متره (۹۶۳۰ کیلو هرټز)

سهار
۷-۴۵ اعلان او د پروګرام لنډیز
۷-۴۶ مرغلرې
(غیرله پنځشنبې او جمعې)
نعت رسول پاک (پنځشنبه
تلاوت قران مجید (جمعه)
۸ خبرونه
۸- دورځپاڼو څېړنې
۸-۱۵ د اوریدونکو د خوښې سندرې
۸-۲۹ د ملښامې خپرونې لنډیز او
د لمړۍ خپرونې د پای اعلان
۸-۳۰ پای

سندریزه قیصه / ډرامه (II)
یا سازینه
قیصه (۲) ورسپې ساز او اواز
پنځشنبه : معلوماتي پروګرام
جمعه : دصباؤن غوټۍ
(بچون کا پروګرام)
شنبه : فلمي قیصه (I، III)
ورسپې نوې پښتو سندرې

فچر (II) بیاد هندي

سندرغاړو پښتو سندرې
فلمي جائیزه (IV) ورسپې
فولکلوریک پښتو سندرې
د نوو فلمونو سندرې (۲)
۸-۳۰ پنځشنبه : ستاسو لیک
ستاسو سندره
۸-۳۵ یکشنبه : امیل دګلو
(پرانې فلمي ګانون پر مبني مخصوص
فرمایشي پروګرام
دوشنبه او چهارشنبه
فرمایشي سندرې
جمعه : ګوړې شکوړې
(لطائف ونغات)
۹-۰۰ سه شنبه او شنبه : مضمون
۹-۱۰ وروستي مهم خبرونه
۹-۱۲ سازینه
۹-۱۴ د ساعار پروګرامونو لنډیز
او د دوهمې خپرونې د پای
اعلان
۹-۱۵ پای

دوهمه خپرونه
په منځنۍ څپه
۲۸۰،۲۱ متر بینډه
(۱۰۷۱ کیلو هرټز)

ماسختن
۸-۰۰ اعلان او د خپرونې لنډیز
۸-۰۱ مرغلرې
(بې له پنځشنبې او جمعې)
پښتو نعت (پنځشنبه)
تلاوت قرانِ عظیم الشان
(جمعه)
۸-۰۵ خبرونه
۸-۱۵ تبصره
۸-۲۰ یکشنبه : خوځیدې موئیدې
(بزم خواتین)
دوشنبه او چهارشنبه :
ستاسو لیک را ورسید
(د اپکا خط ملا)
سه شنبه : شعر وادب (I)
ورسپې غزلونه
یک رنګ (II، IV)
بیا قوالي

جمعه د فروری لمړۍ نیټه

ماښام
۸-۰۱ د قرانِ پاک تلاوت
(قاري محمد الیاس)
۸-۲۰ "دصباون غوټۍ"
د قدرمن پښتو ماشومانو
په دغه پروګرام
کښې به دوی ته یوه
لنډه قیصه ورسپې
د ماشومانو د پاره
یوه فلمي سندره او په
پای کښې ئې معلومات
وړاندې کړې شي۔
۸-۳۵ "ګوړې شکوړې"
د ټوکو ټکالو او
سندرو خندا ډک دا
رنګا رنګ پروګرام به د
شپې تر ۹-۱۰ بجو پورې
دوام لري۔

شنبه (خالي) ۲ فروری

ماښام
۸-۲۰ فلمي قیصه سره د سندرو
په دغه ورځ به
د فلم هیرو قیصه او
سندرې وي
د فلمي قیصې نه سمدستي
وروستو به
نوې پښتو سندرې
وغږول شي۔
۹-۰۰ مضمون
"هند پوهان"
په هندمین او
هند ته په سیل راغلي
شخصیتونه
این کوینتیل دوپران

یکشنبه (۱ تبار) ۳ فروری

ماښام
۸-۲۰ "خوځیدې موئیدې"
پښتو خوځیدو او
خورلڼو ته به د
دوی په دغه کټورمعلوماتي
پروګرام کښې د بدن

د تناسب او کشش
په باب معلومات
د ښځو د جهان د خبرونو
او د پښتو د پوی
زړه پوری سندری
ترڅو شهید کریږی
1-35 امیل د کلو
د زړه سندرو پیر
هفته واری پروګرام

دوشنبه (ګل) ۴ر فروری

ماښام
8-01 مرغلری
8-20 ستاسو لیک راورسید
د اوریدونکو
لیکونو ځوابونه
8-35 فرمایشی سندری
داوریدونکو د خوښی
او انتخاب
خوږی پښتو او هندی
فلمی سندری

سه شنبه (نهم) ۵ر فروری

ماښام
8-01 مرغلری
8-20 شعر و ادب
د شعر وادب په دی
پروګرام کی به ګران
اوریدونکو ته
د غښتلی شاعر خان بارکزی
د ژوند حالات او د
کلام نمونه پیش کریږی
پدی پسی سمدستی
ورروستو به د
غیر فلمی غزلو نو محلسونی
9-00 مضمون
د هند د صنعتی ډګر پرمختګ
په هند کی د رایل
ګاډو د سالم جوړو
جوړولو د سټکاوی

چهارشنبه (شروع) ۶ر فروری

ماښام
8-01 مرغلری
8-20 ستاسو لیک راورسید
د اوریدونکو د
راورسیدلی لیکونو
ځوابونه او مننه
8-35 فرمایشی سندری

پنځشنبه (زیارت) ۷ر فروری

ماښام
8-01 نعت رسول پاک
(مولانا زیارت ملیر)
8-20 معلوماتی پروګرام
د هند قبایل
سنتهال قبیله د هغی
رسم ورواج او ژوند
د پروګرام لیکوال
ډاکټر بی این سهای
8-30 ستاسو لیک ستاسو سندره
د پښتو څانګی د
بیلا بیل پروګرامونو
په باب د اوریدونکو
نظر، د هغو شعرونه
او سندری

جمعه ۸ر فروری

ماښام
8-01 تلاوتِ قرآنِ پاک
(قاری ارشاد حسین)
8-20 د صابون غوټی
د ماشومانو پدغه پروګرام
کښی به د ځی ساینسی مطالب
د ماشومانو لپاره یوه
فلمی سندره او ځی
معلومات برابر کریږی
8-35 سکوری شکری

شنبه (خالی) ۹ر فروری

ماښام

8-20 یوه ډرامه "کابلیواله"
لیکوال ستر او غښتلی لیکوال
علامه رابندرنات ټیګور
په ډراماټی طرز
اړونکی پرتاپ سهګل
پښتو ژباړنه
دروشن لال ملهوتره او
پروډیوسر ثناالله خان
ورپسی به د هندی
سندرغاړو
پښتو سندری وی
9-00 مضمون
په هند کی د ګړمندو
مرکزونه - سهسرام
د مضمون لیکنه د
اراین ودهاون او
ژباړنه د پښتو څانګی

یکشنبه (اتبار) ۱۰ر فروری

ماښام
8-20 "خوښی د موښدی"
د ښځو او خوښیدو
پدغه مخصوص پروګرام کی
به پرته له
د ښځو د جهان د خبرونو
د میرمنو اوماندینی
د روابطو
یځقدیوه مصاحبه او
یو سندره واورئ
8-35 امیل د کلو
زړه خوښی کړی سندری

دوشنبه (ګل) ۱۱ر فروری

ماښام
8-20 ستاسو لیک راورسید
داوریدونکو
د لیکونو ځوابونه
8-35 ستاسو فرمایشی پروګرام

سه شنبه (نهم) ۱۲ر فروری

ماښام
8-20 یک رنګ

د سندرغاړي
الکاپاکنیک سندری او
د هغې د
ژوند حالات پدغه
ورځ همېري پروګرام
کښې خپورشي -
ددې نه وروستو به
نعتيه قوالۍ وی
۰۰-۹ دهند مسلمانان -
ددی مضامينو په
سلسله کې مونږ به
تاسو ته هند ته د
مسلمانانو او
داسلام د راتګ
پحقله د
سعيد اوصاف علی
مضمون واوروو -

چهار شنبه (شروع) ۱۳ر فروری

ما ښام
۲۰-۸ ستاسو لیک را اورسيد
ستاسو د ليکو نو او
د پښتنو د خوابونو
پروګرام
۳۵-۸ فرمائيشي سندری

پنځشنبه (زیارت) ۱۴ر فروری

ما ښام
۰۱-۸ نعت شريف
(نعتخوان حاجی زيارت مير)
۲۰-۸ معلوماتی پروګرام
د غابښونو سوري
علتونه، علامی او
د مخنیوی په حقله
د ډاکټر پی پی ګهکرال
معلومات
۳۰-۸ ستاسی لیک ستاسی سندره
د پروګرامونو
پحقله ستاسو د
خوښو ترښو تجربو،
ستاسو د
شعرونو او لنډو
او د غوره سندرو

دھلی

میڈیم ویو
دہلی الف ۳۶۶،۱۳ میٹر ۸۱۹ کلو ہرٹز
دہلی ب ۴۵۰،۰۵ میٹر ۶۶۶ کلو ہرٹز
دہلی ج ۲۱۹،۴۳ میٹر ۱۳۶۸ کلو ہرٹز
دہلی د ۲۹۴،۰۹ میٹر ۱۰۱۷ کلو ہرٹز

شارٹ ویو
صبح ۰۰-۸ تک ۸۹،۱۵ میٹر ۳۳۶۵ کلو ہرٹز
صبح ۱۵-۸ کے بعد ۴۸،۴۴ میٹر ۶۱۹۰ کلو ہرٹز
دوپہر ۴۸،۴۴ میٹر ۶۱۹۰ کلو ہرٹز
شام ۴۵-۵ تک ۴۸،۴۴ میٹر ۶۱۹۰ کلو ہرٹز
شام ۰۰-۶ سے رات تک ۸۹،۱۵ میٹر ۳۳۶۵ کلو ہرٹز

خــــبریں

دھلی 'الف'
ھندی/انگریزی: صبح ۰۰-۶ (عالمی)
ھندی: صبح ۰۰-۸، ۰۰-۱۱ دوپہر ۰۰-۱، ۱۰-۲ شام ۰۰-۵ صوبائی شام ۵-۶ ۰۵-۷ (علاقائی)
رات ۴۵-۸، ۰۵-۱۱ (عالمی) انگریزی: دوپہر ۰۰-۱۲
سنسکرت: صبح ۰۰-۷، شام ۱۰-۶ اردو: صبح ۵۰-۸، دوپہر ۵۰-۱ اور رات ۱۵-۹ (خبریں
اور تبصرہ) پنجابی: دوپہر ۴۰-۱
دھلی 'ب': ھندی: دوپہر ۴۵-۲ (دھیمی رفتار سے)
انگریزی: صبح ۱۰-۸، ۰۰-۱۰ دوپہر ۰۰-۱، ۲۰-۲ (دھیمی رفتار سے) شام ۰۰-۴، ۰۰-۶، ۰۰-۹، ۰۰-۱۱ (عالمی)
پنجابی: صبح ۴۰-۸ شام ۳۰-۷ ھندی نیوز لیٹر: صبح ۰۰-۹ بجے
دھلی 'د': ھندی: شام ۳۰-۷ انگریزی: رات ۱۵-۹
کھیل کود: شام ۰۰-۷ (ہندی) رات ۰۰-۸ (انگریزی)

مقررہ پروگراموں کے لیے "آواز" شمارہ یکم جنوری دیکھیے

شاستریہ سنگیت

گائن

		منی پرساد	صبح ۳۰-۷ (ب) ۱۴ جنوری صبح ۱۰-۸، ۳۰-۱۱ رات ۰۰-۹ (الف) ۱۷ جنوری
رادھے راج	صبح ۰۲-۱۱ اور سہ پہر ۴۰-۵ (الف) ۱۶ جنوری	استاد عبد الکریم خاں شتروگھن شکلا	صبح ۳۰-۷ (ب) ۱۸ جنوری صبح ۰۲-۱۱ اور سہ پہر ۴۰-۵ (الف) ۱۸ جنوری
لچھمن داس سندھو	رات ۲۰-۱۰ (الف)	چستر ارائے	صبح ۰۲-۱۱ اور

مخصوص پروګرام

جمعه ۱۵ر فروری

۰۱-۸ د قرآن مجيد تلاوت پاک
(قاری محمد ادريس)
۲۰-۸ "د ماشومانو غونډه"
د خوږو پښتنو
ماشومانو پروګرام - مطالب
۱- د ماشومانو د پاره د
ارايل شرما قيصه
۲- يوه فلمی سندره
۳- او بيا معلومات
۳۵-۸ "ګوري شګري"
د اوريدونکو راليږل
شوي ټوکې ټکالې او
سندرې همېدی
پروګرام کې پيشکيږي -

سہ پہر ۵-۴۰ ، ۱۸ر جنوری

مصطفیٰ خاں — صبح ۷-۳۰ (ب) ۱۹ر جنوری

جے راؤ — صبح ۸-۱۰ اور

رات ۹-۳۰ (الف) ۲۰ر جنوری

اوکلا ناتھ ٹھاکر — صبح ۷-۳۰ (ب) ۲۱ر جنوری

پ منگلیہ — صبح ۱۱-۰۲ اور

سہ پہر ۵-۴۰ (الف) ۱۸ر جنوری

بندھو — رات ۱۰-۰۰ (الف) ۲۱ر جنوری

لام صادق خاں ، غلام سراج خاں

صبح ۱۱-۰۲ (الف)

سہ پہر ۳-۳۰ (ب) ۲۲ر جنوری

سرفراز حسین خاں — صبح ۸-۱۰ ، ۱۱-۳۰

رات ۹-۰۰ (الف) ۲۳ر جنوری

یادیوی — صبح ۱۱-۰۲ اور

سہ پہر ۵-۴۰ (الف) ۲۴ر جنوری

ماراں بشاچاریہ — صبح ۸-۱۰ ، ۱۱-۳۰

رات ۹-۰۰ (الف) ۲۵ر جنوری

نادامیر خاں — صبح ۱۱-۳۰ (الف)

دوپہر ۳-۳۰ (ب) ۲۶ر جنوری

ستار طبلے غلام علی خاں — رات ۹-۰۰ (الف) ۲۶ر جنوری

رشنا نبشٹ اور بھارتی چکرورتی — رات ۹-۰۰ (الف)

دوپہر ۳-۳۰ (ب) ۲۷ر جنوری

بندر شرما — رات ۱۰-۰۰ (الف) ۲۷ر جنوری

میرا۔ پی۔ دیش پانڈے — صبح ۸-۱۰ ، ۱۱-۳۰

رات ۹-۰۰ (الف) ۲۸ر جنوری

سندرا آپوجا — دوپہر ۳-۳۰ (ب) ۲۸ر جنوری

برجو مہاراج — صبح ۸-۱۰

رات ۹-۰۰ (الف) ۲۹ر جنوری

غلام حسین خاں — صبح ۱۱-۰۲

سہ پہر ۵-۴۰ (الف) ۳۰ر جنوری

راجن مشرا ساجن مشرا — رات ۱۰-۰۰ (الف) ۳۰ر جنوری

سوم تیواری — صبح ۸-۱۰ ، ۱۱-۳۰ اور

سہ پہر ۵-۴۰ (الف) ۳۱ر جنوری

ساز سنگیت

—— وچتر وینا ——

اجیت سنگھ — صبح ۸-۱۰ اور

۱۱-۳۰ (الف) ۱۷ر جنوری

پریم سروپ سنگھ — صبح ۸-۱۰ اور

۱۱-۳۰ (الف) ۲۳ر جنوری

شری کرشن شرما — صبح ۱۱-۰۲ اور

رات ۹-۰۰ (الف) ۳۱ر جنوری

—— سرود ——

کلیان مکرجی — صبح ۱۱-۰۲ اور

۱۹ر جنوری ۱۹۸۵ء اور



سنگھ بندھو

دہلی (الف) سے

گاشن سنئے

۲۱ر جنوری کو

رات دس بجے

رات ۱۰-۰۰ (الف) ۱۷ر جنوری

مسرت علی خاں — رات ۹-۰۰ (الف)

دوپہر ۳-۳۰ (ب) ۲۰ر جنوری

یعقوب علی خاں — رات ۱۰-۰۰ (الف) ۲۳ر جنوری

علی اکبر خاں — سہ پہر ۵-۴۰ (الف) ۲۴ر جنوری

ابھیک کمار سرکار — صبح ۱۱-۰۲ اور

سہ پہر ۵-۴۰ (الف) ۲۸ر جنوری

بسواجیت رائے — صبح ۸-۱۰ ، ۱۱-۳۰ اور

رات ۹-۰۰ ، ۳۰ر جنوری

—— شہنائی ——

ہری سنگھ وساتھی — صبح ۸-۱۰ ، ۱۱-۳۰

رات ۹-۰۰ (الف) ۲۲ر جنوری

اننت لال وساتھی — رات ۹-۳۰ (الف) ۲۶ر جنوری

مہادیو پرساد قمر — صبح ۱۱-۰۲ (الف)

دوپہر ۳-۳۰ (ب) ۲۹ر جنوری

—— ستار ——

غلام دستگیر خاں — صبح ۸-۱۰ ، اور

۱۱-۳۰ (الف) ۱۸ر جنوری

سبط حسن — دوپہر ۳-۳۰ (ب) ۱۹ر جنوری

این این گھوش — صبح ۱۱-۰۲ اور

سہ پہر ۵-۴۰ (الف) ۲۳ر جنوری

پنڈت روی شنکر — صبح ۱۱-۰۲ (الف) ۲۶ر جنوری

—— جل ترنگ ——

گھنشیام داس پربھاکر — صبح ۷-۳۰ (ب)

سہ پہر ۵-۴۰ (الف) ۱۷ر جنوری

گھاسی رام نرمل — رات ۹-۰۰ (الف)

دوپہر ۳-۳۰ (ب) ۳۱ر جنوری

—— اسراج ——

علاؤالدین خاں — صبح ۱۱-۰۲ اور

رات ۹-۰۰ (الف) ۳۱ر جنوری

—— سارنگی ——

غلام صابر قادری — رات ۱۰-۲۰ (الف)

صبح ۷-۳۰ (ب) ۲۸ر جنوری

—— بانسری ——

راجندر پرسنا — صبح ۸-۱۰ ، ۱۱-۳۰

رات ۹-۰۰ (الف) ۱۹ر جنوری

پرکاش این سکسینہ — صبح ۸-۱۰ اور

رات ۹-۳۰ (الف) ۲۷ر جنوری

—— وائلن ——

گوہر علی — صبح ۱۱-۰۲

سہ پہر ۵-۴۰ (الف) ۲۵ر جنوری

سگم سنگیت

—— شام ۶-۴۵ ، ۸-۴۵ (ب) ——

پورنیما داس	۱۶ر جنوری
روشن جمیل	۱۷ر جنوری
جگدیش سہگل	۱۸ر جنوری
اوما گرگ	۲۰ر جنوری
جمیل احمد	۲۱ر جنوری
گگو ماتھر	۲۲ر جنوری
چندر کانت گندھرو	۲۳ر جنوری
آسا سنگھ مستانہ	۲۴ر جنوری
کاجل بنرجی	۲۵ر جنوری
کلونت کور	۲۷ر جنوری
چترسین	۲۸ر جنوری
رشمی ماتھر	۲۹ر جنوری
سریندر کور	۳۰ر جنوری
ترلوک کپور	۳۱ر جنوری

ناٹک

—— دہلی (الف) ——

"اب چھوڑو بھی یہ ہٹ"،

روبندر ربھٹے کے مراٹھی ناٹک کا ہندی عکس

از موشا پربھا بھڈے رات ۹-۳۰ ۱۵ر جنوری

دوپہر ۱۲-۳۰ ۳۱رجنوری

'اللہ دین چراغ دین اینڈ کمپنی'

تحریر : کمدناگر رات ۹-۳۰ ۱۶رجنوری

'تم پھر آنا'

ڈاکٹر گوری شنکر راج ہنس کی کہانی کا ریڈیو عکس

از چرنجیت رات ۹-۳۰ ۱۸رجنوری

دوپہر ۲-۳۰ ۲۰رجنوری

'مجھے طلاق چاہیئے'

تحریر : سودیش کمار دوپہر ۱۲-۱۵ ۲۰رجنوری

رات ۸-۰۰ ۲۳رجنوری

'سمندر کے پاس'

مرتونجیہ بھا کے بنگلہ ناٹک کا ہندی عکس

از دیپ نارائن میتھولیہ رات ۹-۳۰ ۲۴رجنوری

وگیان چرچا

صبح ۶-۵۰ (الف)

'دی گریٹسٹ اسٹار ریڈیو لنک' ۱۶رجنوری

'دی ٹورن ڈو' ۱۸رجنوری

'بیو ماس این آلٹرنیٹو انرجی سورس' ۲۱رجنوری

'کلوز سرکٹ ٹی وی سسٹم' ۲۳رجنوری

'جینے ٹرانسفران پلانٹس' ۲۵رجنوری

'وژن ان اینیملز' ۲۸رجنوری

'لوٹینز' ۳۰رجنوری

وگیان آلوک

رات ۸-۱۵ (الف)

'رکشا کرتے یہ پینتر' ۱۶رجنوری

وگیان سماچار ۲۳رجنوری

'ایس این میڈیکل کالج، آگرہ، روپک'

از ڈاکٹر سنیہ جسوجہ ۳۰رجنوری

گیان وگیان

سہ پہر ۵-۰۰ (الف)

'نیند اور سپنا' ۲۱رجنوری

وگیان پرشنوتری

تقریر

بھارت بھارتی

'گجراتی لوک شلپ' صبح ۷-۳۰ (الف) ۱۷رجنوری

'نیتاجی' (انگریزی) رات ۹-۳۰ (ب) ۳۰رجنوری

سرو بھاشا کوی سمیلن رات ۹-۳۰ (الف) ۲۵رجنوری

'ریلوے کیٹرنگ' ایک رپورٹ

از منوج رگھو ونشی رات ۹-۳۰ (ب) ۲۸رجنوری

'تمل ناڈو کا لوک شلپ' صبح ۷-۳۰ (الف) ۳۱رجنوری

لکھنؤ

میڈیم ویو : لکھنؤ 'الف' : ۴۰۱ء۶ میٹر ۷۴۷ کلوہرٹز لکھنؤ 'ج' : ۲۳۴ء۷ میٹر ۱۲۷۸ کلوہرٹز

شارٹ ویو : لکھنؤ 'ب' : صبح ۴۵-۷ تک ۹۳ء۶۰ میٹر ۳۲۰۵ کلوہرٹز

صبح ۸-۰۰ بجے کے بعد ۴۱ء۸۲ میٹر ۷۱۶۱ کلوہرٹز

دوپہر ۴۱ء۳۸ میٹر ۷۲۵۰ کلوہرٹز

شام اور رات ۹۳ء۶۰ میٹر ۳۲۰۵ کلوہرٹز

خبریں

ہندی : انگریزی : ۶-۰۰ عالمی

ہندی : صبح ۸-۰۰ بجے، دوپہر ۱-۰۵ اور ۲-۱۰ بجے، شام ۶-۰۵، رات ۸-۴۵ اور ۱۱-۰۵ بجے

انگریزی : صبح ۸-۱۰، دوپہر ۱-۰۰ بجے، رات ۹-۰۰ اور ۱۰-۰۰ بجے سنسکرت : صبح ۷-۰۰ بجے شام ۶-۱۰ بجے

اردو : صبح ۸-۰۵ بجے، رات ۹-۱۶ بجے نیوزلیٹر : (ہندی) صبح ۹-۰۰ بجے

علاقائی : ۲-۳۰ بجے (اردو) صبح ۷-۲۰ بجے، شام ۷-۲۰ (ہندی) ضلع کی چٹھی : صبح ۹-۰۵ بجے

شاستریہ سنگیت

گائن

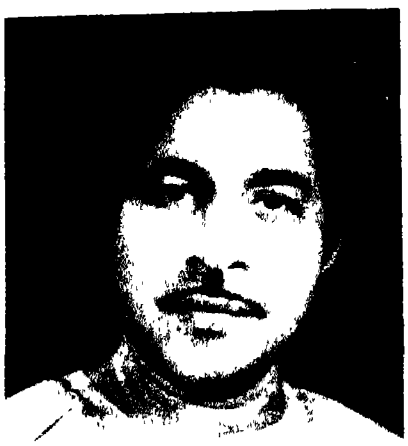
ستیا سرن سنگھ : صبح ۹-۱۰ اور
رات ۱۰-۳۰ ۱۷رجنوری

دریا ساکانگڑے : صبح ۹-۱۰ اور
شام ۴-۳۰ ۱۹رجنوری

سریندر شنکر اوستھی : صبح ۹-۱۰ اور
رات ۱۰-۳۰ ۲۱رجنوری

ایم آر گوتم : صبح ۹-۱۰ ۲۵رجنوری

نصیر احمد خاں : رات ۱۰-۳۰ ۲۵رجنوری



جنیندر ابھی شیکی : صبح ۹-۱۰ ۲۹رجنوری

کاشی ناتھ شنکر بوڑس : صبح ۹-۱۰
شام ۴-۳۰ اور
رات ۱۰-۳۰ ۳۰رجنوری

ساز سنگیت

وائلن

جی این گوسوامی : صبح ۹-۱۰
شام ۴-۳۰ اور
رات ۱۰-۳۰ ۱۶رجنوری

سارنگی

دلدار خاں : صبح ۹-۱۰ اور
رات ۱۰-۳۰ ۱۸رجنوری

کیسری پرساد مشر : صبح ۹-۱۰ اور
رات ۱۰-۳۰ ۲۴رجنوری

طبلہ

چترلال : صبح ۹-۱۰ ۲۲رجنوری

بانسری

سبھاش رائے : صبح ۹-۱۰
شام ۴-۳۰ ۲۷رجنوری

پکھاوج

رام شنکر داس پاگلداس : صبح ۹-۱۰ اور
رات ۱۰-۳۰ ۲۸رجنوری

رامپور

۳۳۶٫۷ میٹر (۸۹۱ کلو ہرٹز)

خبریں

ہندی/انگریزی: صبح ۶-۰۰ (عالمی)، ہندی: صبح ۸-۰۰ دوپہر ۱-۰۵ اور ۲-۱۰ شام ۶-۰۵ رات ۸-۴۵
انگریزی: صبح ۸-۱۰ دوپہر ۲-۰۰ رات ۹-۰۰ اردو: صبح ۸-۵۰ اور رات ۹-۱۵
سماچار پتر ہندی: صبح ۹-۰۰، ضلع کی چٹھی: صبح ۹-۰۵، پرادیشک سماچار: شام ۷-۲۰

روزانہ نشر ہونے والے پروگرام

پہلی مجلس
صبح
- ۶-۰۰ وندے ماترم، دھن، منگل دھونی
- ۶-۰۵ سنگیتا
- ۶-۲۰ وندنا
- ۶-۵۰ آج کا چنتن
  گاندھی چرچا (جمعہ)
  پرکاش کرن (ہفتہ)
- ۶-۵۵ پروگراموں کا خلاصہ
- ۷-۱۵ روزگار سماچار
- ۷-۳۰ کلاسیکل سنگیت (پیر، منگل)
  بھاشا شکشا (بدھ، جمعرات)
  نعت، کاویہ سور بھ (جمعہ)
  کرنیں (ہفتہ)
- ۷-۴۵ سنسکرت پروگرام (جمعرات)
  درپن (بدھ)
- ۷-۵۰ سگم سنگیت (ہر جمعرات اور ہفتہ کو چھوڑ کر)
- ۸-۲۱ دھرتی گاتی ہے
- ۸-۳۰ آہنگ: اردو پروگرام (جمعہ)
- ۹-۱۰ کلیاں: بچوں کا پروگرام (ہر اتوار کو)

دوسری مجلس
دوپہر
- ۱۲-۳۰ آپ کے لیے (ہر اتوار کو)
  دامن (ہر پیر)
  آپ کی پسند (منگل، جمعرات، ہفتہ)
  محفل (بدھ) خبروں کے گیت (جمعہ)
- ۱۲-۴۵ آپ کی چٹھی ملی (ہر اتوار کو)
- ۱-۰۰ پروگراموں کا خلاصہ
- ۱-۱۰ پریوار جگت (ہر اتوار کو) بندرا (پیر کو)
  دھرتی گاتی ہے (پہلے تیسرے اور پانچویں منگل کو)
  چلتان رنگ (دوسرے اور چوتھے منگل کو)
  آنچل (ہر بدھ کو)
  سہیلی (ہر جمعرات کو)
  نعت و قوالی (ہر جمعہ کو)
  سواستھ سندیش (ہر ہفتہ کو)
- ۱-۳۰ جوانوں کے لیے (ہر ہفتہ کو)
- ۱-۳۰ من بھاون (ہر اتوار کو)
- ۲-۲۰ دھرتی گاتی ہے (سوائے اتوار)
  ایک ہی کلاکار (اتوار کو)
- ۲-۴۵ آس پاس (پاکشک سماچار درشن) (پہلے، تیسرے اور پانچویں اتوار کو)
  رونق (دوسرے اور چوتھے اتوار کو)

تیسری مجلس
شام
- ۶-۰۰ پروگراموں کا خلاصہ
- ۶-۱۰ علاقائی سرخیاں
- ۶-۳۰ یووا وانی ..... کرشی جگت
- ۶-۴۵ آہنگ: اردو پروگرام (ہر پیر کو)
  قانونی سہایتا (ہر منگل کو)
  انگریزی پروگرام (پہلے اور تیسرے بدھ کو)
  آپ نے کہا ہے (دوسرے اور چوتھے بدھ کو)
  فرو کاؤں کے نیچے (پانچویں بدھ کو)
  آپ کی چٹھی ملی (ہر جمعرات کو)
  ہندی تقریر (ہر ہفتہ کو)
- ۸-۰۰ سگم سنگیت (سوائے اتوار)
  جام غزل (ہر جمعرات کو) اول اور آج (ہر جمعہ کو)
- ۸-۱۰ شاستریہ سنگیت (ہر پیر، بدھ، جمعرات، ہفتہ کو)
- ۸-۳۰ ساز اور آواز (ہر پیر، بدھ اور جمعہ کو)
  پرانی فلموں سے (ہر منگل، جمعرات اور ہفتہ کو)
- ۹-۳۰ چہاربیت (ہر اتوار کو)
  ناٹک (ہر جمعہ کو)
- ۹-۴۵ آپ کی پسند (ہر اتوار کو)
- ۱۰-۰۰ وچار دھارا (دوسرے پیر کو)
  ملاقات (تیسرے پیر کو)
  محفل (پانچویں پیر کو)

شاستریہ سنگیت

گائن

پنڈت جسراج : دوپہر ۱-۴۰ اور
رات ۸-۱۰ ۱۷ر جنوری

بڑے غلام علی خاں : دوپہر ۱-۴۰ اور
رات ۸-۱۰ ۱۸ر جنوری

بھیم سین جوشی : دوپہر ۱-۴۰ اور
رات ۸-۱۰ ۲۱ر جنوری

مانک ورما : صبح ۷-۳۰ ۲۹ر جنوری

ساز سنگیت

سرود

بہادر خاں : دوپہر ۱-۴۰ اور
رات ۸-۱۰ ۱۷ر جنوری

وائلن

سسر کنا دھر چودھری : صبح ۷-۳۰ ۲۲ر جنوری

ستار

پنڈت روی شنکر : صبح ۷-۳۰ اور
دوپہر ۱-۴۰ ۲۴ر جنوری

پکھاوج

رام جی لال شرما : صبح ۷-۳۰ ۲۹ر جنوری

سگم سنگیت

مبارک انصاری : صبح ۷-۵۰ اور
رات ۸-۰۰ ۲۱ر جنوری



احمد حسین محمد حسین : صبح ۷-۵۰ اور
رات ۸-۰۰ ۲۳ر جنوری

اسلم خاں : صبح ۷-۵۰ اور
رات ۸-۰۰ ۲۵ر جنوری

موتی بیگم : رات ۸-۰۰ ۳۱ر جنوری

چہار بیت

بابو خاں اور ساتھی: رات ۹-۳۰ ۲۰ر جنوری
نظام الدین اور ساتھی : رات ۹-۳۰ ۲۷ر جنوری

یووا وانی

فلم پتریکا ؛ چھایا لوک: شام ۶-۳۰ ۱۹ر جنوری
وگیان پتریکا
وگیان لوک : شام ۶-۳۰ ۲۶ر جنوری
توڑ پھوڑ اور ہڑتال کو روکنے میں یوگ
تقریر : شام ۶-۳۰ ۲۱ر جنوری

کورتز پروگرام
سامانیہ گیان : شام ۶-۳۰ ۲۰ر جنوری

پریوار کلیان

بندشش گیتانجلی : صبح ۷-۴۵ ۱۶ر جنوری
سواستھیہ چرچا : شام ۷-۴۵ ۱۸ر اور
۲۵ر جنوری
سواستھیہ سندیش : دوپہر ۱-۱۰ ۱۹ر جنوری
کوی گوشٹھی : دوپہر ۱-۱۰ ۲۹ر جنوری
بڑے بابو : رات ۸-۰۰ ۲۲ر اور
۲۹ر جنوری

روہتک

میڈیم ویو : ۲۶۲٬۴ میٹر ۱۱۴۳ کلوہرٹز

خبریں

ہندی : صبح ۰۰ - ۸ دوپہر ۰۵ - ۱ ۴۵ - ۲ (دھیمی رفتار سے) شام ۰۵ - ۶ رات ۴۵ - ۸، انگریزی: صبح ۱۰ - ۸ رات ۰۰ - ۹

روزانہ نشر ہونے والے پروگرام

صبح

۳۰ - ۶ اور ۰۵ - ۷ شام بھکتی سنگیت

۵۵ - ۶ کھیتی باڑی

۰۵ - ۷ پروگراموں کا خلاصہ

۲۵ - ۷ ضلع کی چھٹی

۲۱ - ۸ لوک سنگیت (اتوار کو بچوں کے لیے)

۴۰ - ۸ سب رس

دوپہر

۱۰ - ۱ فلمی سنگیت

۴۰ - ۱ اسکول براڈکاسٹ (سوائے ہفتہ، اتوار اور تعطیلات)

۲۰ - ۲ لوک سنگیت

شام

۳۰ - ۵ یووا سنسار

۱۰ - ۶ علاقائی لوک سنگیت (بدھ کو ننھے منے)

۳۰ - ۶ کرشی جگت

۰۰ - ۷ گرامین سنسار

۳۰ - ۷ روزگار سماچار

۱۶ - ۹ ایک فلم سے

شاستریہ سنگیت

گائن

صبح ۳۰ - ۷ اور رات ۰۰ - ۱۰

غلام مصطفےٰ خاں ۱۶ جنوری

جگت بھوشن چوہان ۱۹ جنوری

بھیم سین شرما ۲۱ جنوری

کندن لال شرما ۲۴ جنوری

مہیش واجپائی ۲۵ جنوری

غلام صدیق خاں ۳۰ جنوری

صبح ۳۰ - ۷

آشیش بند و پادھیائے ۲۶ جنوری

ریتا گنگولی ۲۷ جنوری

ساز سنگیت

سارنگی

وزیر حسین خاں صبح ۳۰ - ۷ اور رات ۰۰ - ۱۰ ۱۸ جنوری

طبلہ

قسمت علی خاں صبح ۳۰ - ۷ ۲۰ جنوری

شریف احمد خاں صبح ۳۰ - ۷ ۲۲ جنوری

سرود

اسلم خاں صبح ۳۰ - ۷ ۲۸ جنوری

شہنائی

بسم اللہ خاں صبح ۳۰ - ۷ ۲۹ جنوری

لوک سنگیت

صبح ۲۱ - ۸ اور دوپہر ۲۰ - ۲

نیت رام اور
رام چندر ۱۶ جنوری

چندر لال اور
لیلو رام سانگی ۱۷ جنوری

ٹیک چند چوہان اور
اوم پرکاش ۱۸ جنوری

اصغر حسین اور
منشی رام ۱۹ جنوری

نصیب سنگھ کنڈو اور
ست نارائن وششٹھ ۲۱ جنوری

آشالتا ۲۲ جنوری

سوشیلا ڈاگر اور
سمیر سنگھ یادو ۲۳ جنوری

رام کمار سبھروال ۲۴ جنوری

بھیم سنگھ و ساتھی ۲۵ جنوری

عبدالشکور اور منپھول میر ۲۶ جنوری

جیانند ۲۸ جنوری

کپور چند اور
سنیتا دیوی ۲۹ جنوری

کشور کمار ۳۰ جنوری

دوپہر ۲۰ - ۲

رتن کمار اور
دھرم ویر ۲۰ جنوری

اوم پرکاش اور
رام کمار ۲۷ جنوری

صبح ۲۱ - ۸

شیر سنگھ و ساتھی ۳۱ جنوری

سگم سنگیت

صبح ۱۰ - ۷ اور شام ۴۵ - ۷

رمیش چندر دت ۱۴ جنوری

وپن سنیجہ ۱۷ جنوری

بابو رام ۱۸ جنوری

کمل سدھو ۱۹ جنوری

صابری برادران ۲۰ جنوری

رماکانت شرما ۲۱ جنوری

جگدیش کمار ۲۲ جنوری

راجندر کلا ۲۳ جنوری

خوشی رام کوشل ۲۴ جنوری

وشنو بھٹناگر ۲۵ جنوری

آشا اگروال ۲۶ جنوری

وی - ایچ - ساگر ۲۷ جنوری

نرسنگھ داس بیراگی ۲۸ جنوری

کیلاش ورما ۲۹ جنوری

آشا اگروال ۳۰ جنوری

رمیش کمار ۳۱ جنوری

علاقائی گیت

شام ۱۰ - ۶

پنجابی گیت ۲۰ جنوری

سندھی گیت ۲۱ جنوری

ایک ہی فلم سے گیت

رات ۱۶ - ۹

دیوانہ ۱۶ جنوری

ڈھونگی ۱۸ جنوری

ہیر رانجھا ۱۹ جنوری

جالندھر چنڈی گڑھ

جالندھر: میڈیم ویو : ۴۲٫۶۳ میٹر ۷۰۲ کلوہرٹز
۲۲۲٫۲ میٹر ۱۳۵۰ کلوہرٹز
۳۳۳٫۶ میٹر ۸۷۳ کلوہرٹز
چنڈی گڑھ : میڈیم ویو: ۲۰۹٫۶ میٹر ۱۴۳۱ کلوہرٹز

خبریں

ہندی: صبح ۸-۰۰ دوپہر ۱-۰۵، ۲-۱۰، ۲-۴۵ (دھیمی رفتار سے) شام ۶-۰۵، ۶-۲۰ (پرادیشک سماچار)
رات ۸-۴۵، ۱۱-۰۵ پنجابی : صبح ۸-۳۰ دوپہر ۱-۴۰ شام ۶-۱۰ (پرادیشک سماچار)
شام ۷-۳۰ انگریزی : صبح ۸-۱۰ دوپہر ۱-۰۰ رات ۹-۰۰ اور ۱۱-۰۰
اردو : صبح ۸-۵۰ دوپہر ۱-۵۰ رات ۹-۱۵ اور ۹-۲۵ تبصرہ روزگار سماچار : شام ۷-۴۰

روزانہ نشر ہونے والے پروگرام

جالندھر (الف)

صبح
۴-۲۵ بندے ماترم اور منگل دھونی
۵-۰۵ آرادھنا، بھگتی سنگیت
۶-۳۵ موسم اور کھیتی باڑی
۶-۴۰ پرچھے : پروگراموں کا خلاصہ
۶-۴۵ آسا دی وار (اتوار)
۷-۰۵ امرت بانی
۷-۳۰ رام چرت مانس (اتوار)
۹-۰۵ سانگیکی
۱-۰۵ فوجی بھائیوں کے لیے
۲-۰۰ موسم اور اس کی کھیتی
۲-۲۰ سگم سنگیت

شام
۵-۳۰ گوروانی وچار
۶-۰۰ مقامی اعلان اور پروگراموں کا خلاصہ
۶-۱۰ پرادیشک خبریں (پنجابی)
۶-۲۰ پرادیشک خبریں (سندھی)
۶-۳۰ دیہاتی پروگرام
۷-۴۰ روزگار خبریں
۹-۱۵ اردو میں تبصرہ

جالندھر (ب)

صبح
۱۰-۰۰ اسکول براڈ کاسٹ

شام
۶-۰۰ یووانی پروگرام
۶-۲۵ موسیقی پروگرام
۸-۰۰ پنجابی میں تکا رنگ پروگرام
۹-۰۰ اختتام

کیشو چندر : صبح ۹-۰۵ اور
دوپہر ۱۲-۰۲ ۱۸ جنوری
استاد فیاض خاں : رات ۱۰-۳۰ ۲۰ جنوری
استاد امیر خاں : صبح ۵-۱۰ ۲۲ جنوری

شاستریہ سنگیت

گائن

بلبیر سنگھ کلسی : صبح ۹-۰۵ اور
رات ۱۰-۳۰ ۱۶ جنوری



سویتا دیوی



مالویکا کانن : رات ۱۰-۳۰ ۱۷ جنوری

ندوستان کی قسم ۲۰ جنوری
جورو کا غلام ۲۱ جنوری
ہیرا ۲۲ جنوری
عشق پر زور نہیں ۲۳ جنوری
ایک نظر ۲۵ جنوری
پتت گنگا ۲۶ جنوری
ناخدا ۲۷ جنوری
قسمت ۲۸ جنوری
شنکر شمبھو ۲۹ جنوری
بیتاب ۳۰ جنوری

ضلع کی چٹھی

صبح ۷-۲۵

گوڑگانوں ۱۶ جنوری
جیند ۱۷ جنوری
کورکشیتر ۱۸ جنوری
مہندر گڑھ ۱۹ جنوری
سونی پت ۲۰ جنوری
سرسہ ۲۱ جنوری
فرید آباد ۲۲ جنوری
روہتک ۲۳ جنوری
حصار ۲۴ جنوری
انبالہ ۲۵ جنوری
بھوانی ۲۶ جنوری
کرنال ۲۷ جنوری

گوڑگانوں ۲۸ جنوری
جیند ۲۹ جنوری
کورکشیتر ۳۰ جنوری
مہندر گڑھ ۳۱ جنوری

متفرقات

ہریانہ درشن (ہر سنیچر) رات ۸-۰۰
گاندھی چرچا (ہر جمعہ) صبح ۸-۳۰
ہندی تقریر رات ۸-۰۰ ۱۶ جنوری
کھیل پتریکا رات ۹-۳۰ ۱۷ جنوری
کھیل جگت رات ۸-۰۰ ۱۸ جنوری
تیسرے پہر کی دھوپ رات ۹-۳۰ ۱۸ جنوری
انگریزی تقریر رات ۸-۰۰ ۲۱ جنوری
ایک نور تے سب اپجیا شام ۶-۱۰ ۲۲ جنوری
ہندی تقریر رات ۸-۰۰ ۲۳ جنوری
وکاس کلب رات ۸-۰۰ ۲۵ جنوری
ہندی کویتا پاٹھ رات ۸-۰۰ ۲۹ جنوری
ہم سب ایک ہیں صبح ۸-۴۰ ۳۱ جنوری

بلبیر سیٹھ : صبح ۰۵-۹ اور
دوپہر ۰۲-۱۲ ۲۴ر جنوری
ایل کے پنڈت : رات ۳۰-۱۰ ۲۴ر جنوری
ڈی وی پلسکر : صبح ۰۵-۹ اور
رات ۳۰-۱۰ ۲۷ر جنوری
سوہن سنگھ : صبح ۰۵-۹ اور
رات ۳۰-۱۰ ۳۰ر جنوری
گریش : صبح ۰۵-۹
دوپہر ۰۲-۱۲ اور
رات ۳۰-۱۰ ۳۱ر جنوری

ساز سنگیت

ستار

جگموہن سہگل : صبح ۰۵-۹ اور
دوپہر ۰۲-۱۲ ۱۷ر جنوری
بوادتہ مکرجی : صبح ۰۵-۹ اور
رات ۳۰-۱۰ ۲۱ر جنوری
بہادری کوشن بگی : رات ۰۰-۱۰ ۲۹ر جنوری

وائلن

کستوری لال : صبح ۰۵-۹ اور
دوپہر ۰۲-۱۲ ۲۳ر جنوری

سرود

علی اکبر خاں : صبح ۱۰-۹ ۲۹ر جنوری

گٹار

سیموئل راجن : صبح ۰۵-۹ اور
دوپہر ۰۲-۱۲ ۱۹ر جنوری

شہنائی

شیام لال : رات ۳۰-۱۰ ۲۵ر جنوری

لوک گیت

گوپال سنگھ بھنڈر : دوپہر ۳۰-۲ ۱۶ر جنوری
ہربجن سنگھ نہل اور ساتھی
صبح ۴۵-۷ ۱۷ر جنوری
راجندر سنگھ راج اور ساتھی
دوپہر ۳۰-۲ ۱۷ر جنوری
بھوپندر سنگھ چھایا
اور ساتھی : سہ پہر ۴۵-۴ ۱۷ر جنوری
بنارسی پھل : دوپہر ۳۰-۲ ۱۸ر جنوری
کرنیل سنگھ : سہ پہر ۴۵-۴ ۱۸ر جنوری
بشیر خاں : سہ پہر ۴۵-۴ ۱۹ر جنوری
مان سنگھ ماہی : دوپہر ۳۰-۲ ۲۰ر جنوری
ہربجن سنگھ نہل
اور ساتھی : صبح ۳۰-۸ ۲۱ر جنوری

سرب جیت : دوپہر ۳۰-۲ ۲۱ر جنوری
چندر کانتا کپور : رات ۱۵-۱۰ ۲۱ر جنوری
باگھو سنگھ : دوپہر ۳۰-۲ ۲۲ر جنوری
رچھپال سنگھ پال : سہ پہر ۴۵-۴ ۲۲ر جنوری
بلدیو سنگھ رندھاوا : دوپہر ۳۰-۲ ۲۳ر جنوری
امریک سنگھ : دوپہر ۳۰-۲ ۲۴ر جنوری
پورن چند وڈالی
اور ساتھی : سہ پہر ۴۵-۴ ۲۵ر جنوری
جسدیو کار یلاجٹ
اور ساتھی : دوپہر ۳۰-۲ ۲۷ر جنوری
جاگیر سنگھ : سہ پہر ۴۵-۴ ۲۷ر جنوری
لال چند یلاجٹ
اور ساتھی : صبح ۳۰-۸ ۲۸ر جنوری
نریندر بیبا : دوپہر ۳۰-۲ ۲۸ر جنوری
جگت سنگھ جگا : رات ۱۵-۱۰ ۲۸ر جنوری
کشمیر سنگھ شمبھو : دوپہر ۳۰-۲ ۲۹ر جنوری
نرمل سنگھ نرمل : سہ پہر ۴۵-۴ ۲۹ر جنوری
کلونت سنگھ ویدی : دوپہر ۳۰-۲ ۳۱ر جنوری
سچا سنگھ مان پوری : سہ پہر ۴۵-۴ ۳۱ر جنوری

شبد

بھائی اجیت سنگھ راگی
اور ساتھی : صبح ۳۰-۷ اور
رات ۴۵-۷ ۱۶ر جنوری
بھائی ہرچند سنگھ راگی : صبح ۳۰-۷
دوپہر ۱۵-۱۲ اور
رات ۴۵-۷ ۲۳ر جنوری
دویندر سنگھ : صبح ۳۰-۷ ۳۰ر جنوری

بھجن

اجیت کور : صبح ۳۰-۷ ۱۷ر جنوری
کرشنا : صبح ۳۰-۷ ۱۸ر جنوری
ودیا ساگر رام پال : صبح ۳۰-۷ ۲۴ر جنوری

ناٹک

رات ۳۰-۹

شہید اشفاق اللہ : اردو ناٹک
تحریر : جیتن داس : ۱۸ر جنوری
نویاں منزلاں نویں راہ
پنجابی ناٹک
تحریر : امی توج : ۲۱ر جنوری
مالویکا اگنی مترم (سنسکرت)
از شری رام اوتار شرما

مہاکوی کالیداس کی کہانی کا
ریڈیو روپانتر : ۲۵ر جنوری
قسم (پنجابی)
از کپور سنگھ گھمن : ۲۸ر جنوری

فیچر

شہر شہر
خالا افغاناں (پنجابی)
از شری ایس ایس شرما : صبح ۰۵-۷ ۱۸ر جنوری
ساڈے آس پاس (پنجابی)
از آر کے دوہرہ : دوپہر ۳۰-۲ ۱۹ر جنوری
پرتی بمب
از ایس کے جوہر : صبح ۴۵-۷ ۲۰ر جنوری
ساڈا ویش ساڈی سبھیتا
از ایس ایس شرما : صبح ۳۰-۷ ۲۲ر جنوری
شہر شہر (پنجابی)
از ونود دھیر : صبح ۳۰-۷ ۲۴ر جنوری
پرتی بمب
از جے ایس وید : صبح ۴۵-۷ ۲۷ر جنوری

تقاریر

پستک سمکشا (ہندی)
از ایم ایل آنند : رات ۰۰-۸ ۱۸ر جنوری
انگریزی تقریر
از وی پی بندھکے : رات ۰۰-۸ ۲۰ر جنوری
سنسکرت ناٹک دیاں پرمکھ وشیشتاواں
پنجابی میں تمثیلی تقریر
از ڈاکٹر سریندر کمار شرما : صبح ۴۰-۸ ۲۱ر جنوری
خواتین اور خود اعتمادی (اردو تقریر)
از شریمتی مونا غلام قادر : رات ۰۰-۸ ۲۲ر جنوری
کیوں نہیں آتے سپنے اچھے اچھے
ہندی تقریر
از دیپک جالندھری : رات ۰۰-۸ ۲۵ر جنوری
ڈیموکریسی اِن انڈیا
از وائی ڈی شرما : رات ۰۰-۸ ۲۷ر جنوری
گورمکھی رسم الخط میں ہندی ادب
ہندی تقریر
از ڈاکٹر منموہن سہگل : رات ۰۰-۸ ۲۸ر جنوری
اردو میں مزاح نگاری
از آزاد گلاٹی : رات ۰۰-۸ ۲۹ر جنوری
انگریزی میں پریچرچا
شرکاء : شری او پی کھورانہ، شری ایس ایس مہاجن اور
ڈاکٹر ستیش کے کپور : رات ۳۰-۹ ۲۹ر جنوری

ڈال سین — دوپہر ۲-۴۰ (بی یے) اور
دوپہر ۳-۳۰ (الیس) ۲۲؍جنوری

— شہنائی —

علی احمد حسین وساتھی — دوپہر ۳-۳۰ (الیس) اور
رات ۹-۰۰ (ئے) ۱۷؍جنوری

اصغر حسین وساتھی — صبح ۸-۳۰ (ئے) اور
دوپہر ۳-۳۰ (الیس) ۲۳؍جنوری

کلکتہ

کلکتہ، اے، ۱۶، ۴۵۶ میٹر — ۶۵۷ کلو ہرٹز
کلکتہ، بی، ۱۶، ۲۹۷ میٹر — ۱۰۰۸ کلو ہرٹز
کلکتہ، سی، ۷۱، ۲۲۶ میٹر — ۱۳۲۳ کلو ہرٹز
کلکتہ، ڈی، ۱۱، ۲۴۵ میٹر — ۱۲۲۴ کلو ہرٹز

شاستریہ سنگیت

گائن

جل داس گجراتی — صبح ۹-۳۰ (بی)،
دوپہر ۳-۳۰ (الیس) اور
رات ۹-۰۰ (ئے) ۱۶؍جنوری

سیرا بنرجی — صبح ۸-۳۰ (ئے)
صبح ۷-۳۰ (بی)
دوپہر ۲-۱۵ (الیس) اور
رات ۹-۰۰ (الیس) ۱۷؍جنوری

رسون کمار بنرجی — صبح ۸-۳۰ اور دوپہر ۱۱-۳۰ (ئے)
دوپہر ۲-۱۵ (الیس)
رات ۹-۳۰ (بی) ۱۸؍جنوری

طافت حسین خاں — صبح ۹-۳۰ (بی)، شام ۴-۳۰ (بی)
دوپہر ۱-۰۰ (ئے) ۱۹؍جنوری

باکل چیٹرجی — دوپہر ۲-۱۵ اور
سہ پہر ۵-۳۰ (الیس) ۲۰؍جنوری

دھرمیندر چندر مترا — صبح ۹-۰۵ اور
شام ۶-۳۰ (بی) ۲۰؍جنوری

اپرنا چکرورتی — صبح ۹-۳۰ (بی)
دوپہر ۳-۱۵ (الیس)
رات ۹-۰۰ (ئے) ۲۱؍جنوری

نوروتی بواسرنائیک — صبح ۹-۰۵ اور
شام ۷-۳۰ (بی) اور
دوپہر ۱-۰۰ (ئے) ۲۲؍جنوری

دیب جنی بوس — دوپہر ۳-۰۰ (ئے) اور
شام ۷-۳۰ (بی) ۲۳؍جنوری

مالویکا کانن — صبح ۸-۳۰ (ئے)
دوپہر ۳-۳۰ (الیس)
صبح ۱۰-۳۰ (بی) ۲۴؍جنوری

پراکیتی موہن مجمدار — دوپہر ۱-۰۰ (ئے)
دوپہر ۳-۴۵ (بی)
رات ۹-۴۰ (الیس) ۲۴؍جنوری

چھایا ساہا — دوپہر ۳-۳۰ (الیس) اور
شام ۷-۳۰ (بی) ۲۶؍جنوری

جیاتی باگچی — صبح ۸-۴۰ (ئے)
صبح ۹-۱۰ اور
شام ۴-۳۰ (بی) ۲۷؍جنوری

بیجن کمار داس — صبح ۸-۳۰ (بی) اور
دوپہر ۳-۳۰ (الیس) ۲۸؍جنوری

الوک کمار چیٹرجی — صبح ۸-۳۰ (ئے)
دوپہر ۳-۳۰ (الیس)
شام ۷-۳۰ (بی) ۲۹؍جنوری

دلیپ کرماکر — شام ۷-۳۰ (بی) ۳۰؍جنوری

ساز سنگیت

— بانسری —

پرنب کمار مکرجی — صبح ۱۰-۱۵ (ئے) اور
دوپہر ۳-۳۰ (بی) ۲۷؍جنوری

— ستار —

اشوک کمار بنرجی — صبح ۸-۳۰ (ئے) اور
شام ۷-۳۰ (بی) ۱۶؍جنوری

سریش مشرا — صبح ۸-۳۰ (ئے) اور
شام ۷-۳۰ (بی) ۲۵؍جنوری

شنکر ناتھ ساہا — صبح ۹-۳۰ اور
شام ۷-۳۰ (بی)
دوپہر ۱۲-۳۰ (ئے) ۲۸؍جنوری

— سرود —

کمل ملک — صبح ۹-۳۰، اور
شام ۷-۳۰ (بی)
رات ۹-۰۰ (ئے) ۱۸؍جنوری

سریا گنگولی — صبح ۸-۳۰ (ئے)
دوپہر ۳-۳۰ (الیس) ۱۹؍جنوری

جے دیپ گھوش — صبح ۹-۳۰ (بی)
رات ۹-۰۰ (ئے) ۲۰؍جنوری

رابندر سنگیت

روبی جن مکرجی — صبح ۶-۳۰ (بی) اور
صبح ۷-۴۰ (ئے) ۱۶؍جنوری

آرگھیا سین — صبح ۹-۱۵ (الیس) اور
رات ۸-۱۵ (ئے) ۱۶؍جنوری

دھیرن بوس — صبح ۹-۱۵ (الیس) ۱۷؍جنوری

بلبل سین گپتا — صبح ۷-۴۰ (ئے)
دوپہر ۳-۳۰ (الیس) اور
سہ پہر ۵-۵۵ (بی) ۱۹؍جنوری

سومیتا رائے — صبح ۷-۴۰ (ئے)
صبح ۹-۱۵ (الیس)
شام ۷-۲۵ (بی) ۲۰؍جنوری

گیتابیتان گروپ — صبح ۷-۴۰ (ئے)
دوپہر ۳-۳۰ (الیس) اور
رات ۱۰-۳۰ (ئے) ۲۱؍جنوری

راما رائے چودھری — صبح ۷-۴۰ (ئے)
دوپہر ۳-۳۰ (الیس) اور
رات ۹-۰۵ (بی) ۲۲؍جنوری

کرشنا گھوش — صبح ۶-۳۰ (بی)
دوپہر ۳-۳۰ (الیس) اور
رات ۸-۳۰ (ئے) ۲۳؍جنوری

پروہت بھوشن — رات ۱۰-۳۰ (ئے) ۲۳؍جنوری

پوربی گوبا — دوپہر ۱۲-۳۰ (ئے)
دوپہر ۳-۳۰ (الیس)
رات ۹-۴۰ (بی) ۲۴؍جنوری

کالی کنکار بیتیال — صبح ۷-۴۰ (ئے)
دوپہر ۳-۳۰ (الیس)
شام ۶-۴۵ (بی) ۲۵؍جنوری

بلبل بھٹاچاریہ — دوپہر ۳-۳۰ (الیس) ۲۶؍جنوری

گوراسرب ادھیکاری — صبح ۶-۳۰ (بی)
سہ پہر ۵-۵۵ (بی)
رات ۸-۵۵ (ئے)
رات ۱۰-۳۰ (الیس) ۲۶؍جنوری

سوپن بھٹاچاریہ — صبح ۹-۱۵ (الیس)
رات ۱۰-۰۰ (ئے) ۲۷؍جنوری

کملیش گھوش
صبح ۷-۴۰ (اے)
دوپہر ۳-۲۰ (ایس)
شام ۶-۲۰ (بی) ۲۸ جنوری

تنموئے چیٹرجی
صبح ۹-۱۵ (ایس)
رات ۱۰-۰۰ (اے) ۲۹ جنوری

بندنا سنہا
صبح ۷-۴۰ (اے)
صبح ۹-۱۵ (ایس) ۳۰ جنوری

سواستیکا مکرجی
صبح ۷-۴۰ (اے)
دوپہر ۳-۲۰ (ایس) ۳۱ جنوری

نذرل گیتی

دھیرن بوس / سنچیتا گروپ
رات ۱۰-۳۰ (اے) ۱۷ جنوری
صبح ۹-۳۰ (ایس)
شام ۶-۳۰ (بی)
رات ۸-۲۵ (اے) ۱۹ جنوری

دھیرن چندر مترا / چھندیتا دتہ
رات ۱۰-۰۵ (اے) ۲۰ جنوری
صبح ۹-۳۰ (اے)
دوپہر ۳-۰۰ (ایس)
رات ۱۰-۰۰ (ایس) ۲۳ جنوری

پربھات بھوشن صبح ۸-۳۰ (اے) ۲۴ جنوری
کرشنا چیٹرجی صبح ۹-۳۰ (ایس) ۲۵ جنوری
بلبل بھٹاچاریہ صبح ۹-۳۰ (ایس)
رات ۸-۵۰ (اے) ۲۶ جنوری

بناسری سین گپتا صبح ۹-۳۰ (ایس) ۲۷ جنوری
ممتا مکرجی رات ۸-۲۵ (اے) ۲۷ جنوری
منجوسری رائے صبح ۹-۳۰ (ایس)
دوپہر ۳-۰۰ (ایس) ۲۹ جنوری
دلیپ کرماکر صبح ۹-۳۰ (ایس) ۳۰ جنوری

لوک گیتی

سوپن مکرجی
صبح ۶-۴۰ (اے)
صبح ۹-۴۵ (ایس)
شام ۶-۵۵ (بی) ۱۶ جنوری

سنتوش کمار گھوش
صبح ۶-۴۰ (اے)
صبح ۹-۴۵ (ایس)
شام ۶-۵۵ (بی) ۱۷ جنوری

چندر شیکھر رائے
صبح ۶-۴۰ (اے)
صبح ۹-۴۵ (ایس)
شام ۶-۱۵ (بی) ۱۸ جنوری

جیوتی پرساد ملک
صبح ۶-۴۰ (اے)
دوپہر ۲-۰۵ (بی)
شام ۷-۰۰ (بی) ۱۹ جنوری

شیام سندر داس
صبح ۶-۴۰ (اے)
صبح ۹-۴۵ (ایس)
شام ۶-۱۵ (بی) ۲۰ جنوری

گوری سرکار
صبح ۶-۴۰ (اے)
صبح ۸-۴۵ (بی)
شام ۶-۱۵ (بی) ۲۱ جنوری

ساسنکا موہن سنہا
صبح ۶-۴۰ (اے)
صبح ۸-۴۵ (بی)
رات ۹-۴۵ (بی) ۲۲ جنوری

آئیوی برمن
صبح ۶-۴۰ (اے)
صبح ۸-۴۵ (ایس)
شام ۶-۱۵ (بی) ۲۳ جنوری

سودھنگشو چیٹرجی
صبح ۶-۴۰ (اے)
صبح ۸-۴۵ اور
شام ۶-۱۵ (بی) ۲۴ جنوری

امرناتھ مکرجی
صبح ۶-۴۰ (اے)
شام ۶-۲۵ (بی) ۲۵ جنوری

بسواناتھ چیٹرجی
صبح ۶-۴۰ (اے)
صبح ۸-۴۵ اور
شام ۶-۰۵ (بی) ۲۶ جنوری

سورن کمار مزمدار
صبح ۶-۴۰ (اے)
صبح ۸-۴۵ اور
شام ۷-۱۰ (بی) ۲۷ جنوری

پنکج بنرجی
صبح ۹-۴۵ (ایس)
شام ۶-۱۵ (بی)
رات ۱۰-۴۵ (اے) ۲۷ جنوری

کنا بھدرا
صبح ۶-۴۰ (اے)
صبح ۹-۴۵ (ایس)
شام ۶-۱۵ (بی) ۲۸ جنوری

کملیش گھوش
صبح ۷-۴۰ (اے)
صبح ۹-۴۵ (ایس)
شام ۶-۲۵ (بی) ۲۸ جنوری

بملا سرکار
سہ پہر ۳-۴۰ (اے)
صبح ۹-۴۵ (ایس)
شام ۶-۱۵ (بی) ۲۹ جنوری

رنجیت کمار چکرورتی
صبح ۶-۴۰ (اے)
صبح ۹-۴۵ (ایس)
رات ۱۰-۲۰ (ایس) ۳۰ جنوری

بندنا سرکار
صبح ۶-۴۰ (اے)
صبح ۹-۴۵ (ایس)
شام ۶-۱۵ (بی) ۳۱ جنوری

ادھونک

دوئی جن مکرجی رات ۱۰-۵۰ (اے) ۱۶ جنوری

پنٹو بھٹاچاریہ
صبح ۸-۳۰ (اے)
دوپہر ۳-۱۰ (ایس)
رات ۱۰-۵۰ (اے) ۱۷ جنوری

اکھیل بندھو گھوش
صبح ۸-۳۰ (بی)
دوپہر ۳-۱۰ (ایس)
رات ۱۰-۵۰ (اے) ۱۸ جنوری

پرتاپ رائے صبح ۸-۳۰ (اے) ۲۱ جنوری
انرت دیب مکرجی صبح ۸-۱۵ (اے)
دوپہر ۳-۱۰ (ایس)
سہ پہر ۱۵-۵۵ (بی) ۲۳ جنوری

دھانن جوئے بھٹاچاریہ صبح ۹-۵۰ (بی) ۲۴ جنوری
پربھات بھوشن شام ۶-۳۰ (بی) ۲۴ جنوری
امرناتھ مکرجی دوپہر ۳-۱۰ (ایس) ۲۵ جنوری
نرمل چکرورتی صبح ۸-۱۵ (اے)
دوپہر ۳-۱۰ (ایس)
شام ۶-۳۰ (بی) ۲۶ جنوری

بناسری سین گپتا رات ۱۰-۵۰ (اے) ۲۷ جنوری
گوراچاند مکرجی دوپہر ۳-۱۰ (ایس)
رات ۱۰-۳۰ (اے) ۲۸ جنوری

مایا گھوشال
دوپہر ۳-۱۰ (ایس)
رات ۹-۱۵ (اے) ۲۹ جنوری

مینا مکرجی
صبح ۸-۳۰ (بی)
دوپہر ۳-۱۰ (ایس)
رات ۱۰-۴۰ (اے) ۳۰ جنوری

دلیپ کرماکر صبح ۸-۱۵ (اے) ۳۰ جنوری

اتل پرساد کے گیت

دھیرن بوس
صبح ۶-۰۵ (بی)
شام ۷-۰۰ (بی) ۱۷ جنوری

روبی سرکار
صبح ۸-۲۱ اور
دوپہر ۲-۵۵ (بی) ۲۱ جنوری

ممتا مکرجی
صبح ۸-۲۱ اور
رات ۸-۰۰ (بی) ۲۷ جنوری

بندنا سنہا سہ پہر ۵-۵۵ (بی) ۳۰ جنوری

رجنی کانت کے گیت

منجوسری رائے رات ۸-۵۰ (اے) ۲۹ جنوری
مایا گھوشال شام ۶-۲۵ (بی) ۲۹ جنوری

ڈی ایل رائے کے گیت

سواستکا مکرجی شام ۶-۳۵ (بی) ۳۱ جنوری

بھجن

والیاراٹھوڑ — صبح ۸-۲۱ (بی)، دوپہر ۲-۴۵ (بی) — ۱۹ جنوری

کرشنا چیٹرجی — دوپہر ۱-۴۰ (اے) — ۲۵ جنوری

لیناچکرورتی — صبح ۸-۲۱ اور شام ۶-۲۵ (بی)، دوپہر ۱-۴۰ (اے) — ۲۷ جنوری

بناسری سین گپتا — صبح ۷-۱۵ (اے) — ۲۷ جنوری

گیت

کرشنا چیٹرجی — شام ۴-۵۰ (بی) — ۲۵ جنوری

بھکتی گیت

سورج کمار رائے — صبح ۷-۱۵ (اے)، شام ۶-۲۵ (بی) — ۳۱ جنوری

غزل

دھرمیندر چندر متر — رات ۸-۱۵ (بی) — ۲۰ جنوری

نیا سنگیت

پرتاپ رائے — صبح ۶-۰۵ (بی)، رات ۱۰-۴۰ (اے) — ۲۱ جنوری

دھنن جوئے بھٹاچاریہ — صبح ۷-۱۵ (اے)، رات ۱۰-۰۵ (اے) — ۲۴ جنوری

گوراچند مکرجی — صبح ۷-۱۵ (اے) — ۲۸ جنوری

حب الوطنی کے گیت

سوشانتا لسواس — دوپہر ۲-۴۵ اور شام ۴-۵۵ (بی) — ۲۶ جنوری

مہینے کا گیت

اکھیل بندھوگھوش

گیت: کم کم ہے

موسیقی: ہمنشو لسواس — رات ۱۰-۳۰ (اے)، نو (الیس) ۲۰ اور ۲۱ جنوری

بیکانیر

۲۱۵٫۰ میٹر ۱۳۹۵ کلوہرٹز

روزانہ نشر ہونیوالے پروگرام

صبح

۶-۳۵ وندنا

۶-۵۵ چنتن

۷-۰۵ کاریہ کرموں کا وِورن

۷-۲۰ مانس گان

۷-۳۰ اور دوپہر ۱-۳۰ شاستریہ سنگیت

شام

۵-۰۵ یووا وانی

۵-۵۵ روزگار سماچار

۶-۰۰ استھانیہ سوچنائیں / کاریہ کرموں کا وِورن

۸-۰۰ ہندی وارتا (سوائے منگل اور جمعرات)

راجستھانی وارتا (منگل اور جمعرات کو)

جے پور سے ریلے

صبح

۷-۱۰ کرساں ری بات/موسم (سوائے اتوار)

۹-۲۵ ودیالیہ پرسارن (اتوار اور دوسری چھٹیوں کے سوائے)

شام

۷-۲۰ کرشکوں کے لیے

خبریں (جے پور سے)

پرادیشک سماچار (ہندی): صبح ۹-۰۵، شام ۷-۰۵

ضلع کی چٹھی (سوائے اتوار): شام ۷-۱۵

پرادیشک سماچار راجستھانی: شام ۷-۵۰

خبریں

(دہلی سے ریلے)

ہندی: صبح ۸-۰۰، دوپہر ۱-۰۵، ۲-۱۰، ۲-۴۵ (دھیمی رفتار سے)

شام ۶-۰۵، رات ۸-۴۵، ۱۱-۰۵

انگریزی: صبح ۸-۱۰، دوپہر ۱-۰۰، ۲-۰۰

رات ۹-۰۰ اور ۱۱-۰۰

سندھی: صبح ۸-۴۰، شام ۶-۱۵

کھیل کود کی خبریں (ہندی): شام ۷-۰۰

ہندی میں راجیہ کی چٹھی: صبح ۹-۰۰

سنسکرت: صبح ۷-۰۰، شام ۶-۱۰

سامیکی (ایک دن پہلے ریکارڈ کیا گیا کاریہ کرم) صبح ۸-۵۰

شاستریہ سنگیت

گائن: دوپہر ۱-۱۰

پربھا اترے — ۱۴ جنوری

سندھیا مکرجی — ۱۹ جنوری

جگمھ راج — ۲۵ جنوری

نرملا دیوی — ۲۶ جنوری

نثار حسین — ۲۸ جنوری

انجنی بائی لولیکر — ۳۰ جنوری

سازسنگیت

طبلہ

استاد احمد جان تھرکوا — دوپہر ۱-۱۰ — ۱۸ جنوری

وائلن

وی۔ جی۔ جوگ — دوپہر ۱-۱۰ — ۲۱ جنوری

بانسری

جے۔ ایس۔ سچدیو — دوپہر ۱-۱۰ — ۲۳ جنوری

ہری پرساد چورسیا — رات ۸-۲۵ — ۳۱ جنوری

ستار

عبدالحلیم جعفر خاں — رات ۸-۲۵ — ۲۴ جنوری

سنطور

شیو کمار شرما — رات ۸-۲۵ — ۱۷ جنوری

لوک گیت

صبح ۹-۱۰ اور دوپہر ۱-۳۰

لوری بائی — ۱۶ جنوری

سویتا یادو — ۱۸ جنوری

سانور لال رنگا — ۱۹ جنوری

کیرتی کشاریہ ۲۱ر جنوری
علی محمد ۲۳ر جنوری
محمد سالکسنیا ۲۵ر جنوری
کالوناتھ وساتھی ۲۶ر جنوری
گوری دیوی، ویراسین ۳۰ر جنوری

صبح ۱۰-۹ اور دوپہر ۴۰-۱

سراج الدین تجبراسر ۱۷ر جنوری
سلطان خاں وساتھی ۲۲ر جنوری
رمیش مہرہ ۲۴ر جنوری
بھونگر خاں ۲۸ر جنوری
اومیش کمار، مہندی دتہ ۳۰ جنوری

یوواوانی

سہپہر ۵-۰۵

تقریر

'مولیہ وردھی سبھا اور سمادھان'
از دلوتا استھانا ۱۶ر جنوری
'سپھلتا کا رہسیہ وقت اور ادلیشیہ'
از پشپا ورما ۱۷ر جنوری
'وشواس کیجیے، اوشواس سے سیکھیے'
از ششی پربھا کوشک ۱۹ر جنوری
'آزادی کے پروانے ـ سبھاش چندر بوس'
از ہری موہن گپتا ۲۳ر جنوری

کویتا پاٹھ

پورنیما بھارگو ۱۶ر جنوری
سنگیتا مدھا ۱۸ر جنوری
مدھو جین ۱۹ر جنوری
من پریت کور وندرا ۲۰ر جنوری
سندھیا کرن موہل ۲۲ر جنوری
سنجے کیشپ ۲۳ر جنوری
گرو داس بھارتی ۲۶ر جنوری
ارشاد حسن قادری ۲۷ر جنوری

آج کے سنگیت کلاکار

رجنی پروہت : لوک گیت ۱۷ر جنوری
جتندر سارسوت : بھجن، گیت ۱۹ر جنوری
سنگیتا گوسوامی : ستار وادن ۲۴ر جنوری
شوکت علی ضمیری : لوک گیت ۲۶ر جنوری
عبدالرحمٰن : سگم سنگیت ۳۱ر جنوری

پرشن منچ

پرشن کرتا : سروج مصرا
شرکا : نرلیش پوپلی، وکرم وردھن، راجیش کمار،
مادھا شکلا اور انجلی گپتا

انگریزی پروگرام

'یوورتس ویلفیئر اسٹیٹ ـ اسٹیپ آف یوتھس، مذاکرہ
شرکا، سنجے شرما، نرویم ندھی، رچنا کوہلی اور
پپیا گوہارائے ۲۵ر جنوری

ہندی تقریر

از ڈاکٹر مادھوداس ویاس شام ۵۵-۶
۱۷ر اور ۱۸ر جنوری

'آؤ اپنی ڈگر بنائیں'
'نشلک قانونی سہایتہ کاریہ کرم'
از جسکرن دسانی شام ۵۵-۶ ۱۹ر جنوری
از وشوناتھ مصر شام ۵۵-۶
۲۱ر اور ۲۲ر جنوری
'مجبوری پتنی کی فرمائش پورا کرنے کی'
از شنکر لال مینا صبح ۲۱-۸ ۲۲ر جنوری
از شوردیال موتھا شام ۵۵-۶
۲۵ر اور ۲۶ر جنوری
از کنہیا لال گوسوامی شام ۵۵-۶ ۲۹ر جنوری
'ادیوگک تتھا تکنیکی وکاس اور راشٹریہ ایکتا'
از ڈاکٹر پربھا بھارگو صبح ۲۱-۸ ۲۹ر جنوری

کہانی

صبح ۲۱-۸

مال چند تیواڑی ۲۰ر جنوری
شام ترویدی ۲۷ر جنوری

پریچرچا

'بھارتیہ لوک تنتر ـ اپلبدھیاں تتھا چنوتیاں'
شرکا، کانتا کتھوریا، محبوب علی، لکھن سنگھ
شمبھو پٹوا، اور راج مہلا رات ۰۰-۸ ۱۷ر جنوری

کرشی لوک

دوپہر ۵۰-۱

'فالتو زمین میں چراگاہ وکاس، بھینٹ وارتا
ہمیر سنگھ چوہان ۱۶ر جنوری
'ساماجک بنکوں سے لوگوں کو لابھ'
اونکار سنگھ کچھاوہ ۱۷ر جنوری
'کرشکوں کو نیشمت بازاروں سے لابھ'
گیان دیو گپتا ۱۸ر جنوری
'ایک بھیڑ پالک سے بھینٹ'
تکا رام ۱۹ر جنوری
'گرامین وکاس میں سہکاری سمیتیوں کی بھومیکا'



ہری پرساد چورسیا، بانسری وادن رات ۲۵-۸ پر سنیے ۳۱ر جنوری کو''

مذاکرہ ۲۱ر جنوری
پرگتی شیل کسان سے بھینٹ
نریندر کراڑو ۲۸ر جنوری
'کھڑی فصلوں میں سامیکی کرشی کاریہ'
ستیہ پال سنگھ ۲۹ر جنوری
'بکری ـ غریبوں کی گائے'
ڈاکٹر تلسا سوڑھا ۳۰ر جنوری
پرگتی شیل کسان سے بھینٹ ۳۱ر جنوری

بھینٹ وارتا (راجستھانی)

اولاوت
فٹ بال کھلاڑی گنیش دت رنگا سے
صبح ۲۱-۸ ۱۸ر جنوری

راجستھانی تقریر

'دلیش زبان میں انوشاسن نیورو ہتھر'
کرشن شنکر پاریکھ سہپہر ۳۰-۴ ۲۲ر جنوری
'گن تنتر ری پرمپرا ـ آپنی انمول دھروہر'
سوریہ شنکر پاریکھ صبح ۲۱-۸ ۲۵ر جنوری
'آزادی رو مول ـ دیو ہے شیش توں'
دین دیال اوجھا سہپہر ۳۰-۴ ۲۹ر جنوری

راجستھانی کہانی

سہپہر ۴۷-۴

از زبیر علی سید ۲۲ر جنوری
از سانور دئیا ۲۹ر جنوری

کویتا پاٹھ

سہپہر ۴۵-۴

جگمال سنگھ
دھنن جے دریلا

حیدرآباد

حیدرآباد الف ۵۰۰۶۴ میٹر (۷۴۰ کلوہرٹز) حیدرآباد ب ۶۰ء۲۷ میٹر (۴۷۶۰ کلوہرٹز) حیدرآباد ج ۱۰۳۲۴ (۱۰ کلوہرٹز)

نیشنل : اردو پروگرام

رات ۹-۳۰

۱۔ حرف تابندہ
از صغرا حسین علی
۲۔ جہاں کامگاراں
'منشی امن کیسے بحال رکھا جائے'، تقریر
از کمال الدین احمد
۳۔ کلام شاعر : منوہر لال بہار
۴۔ غزلیں ۱۶ جنوری
۱۔ حرف تابندہ
از صغرا حسین علی
۲۔ سائنس کی دنیا
'اینٹی بایوٹک کیوں بے اثر ہو رہے ہیں'، تقریر
از ڈاکٹر این پی شکلا
'ادویات میں پودوں کی اہمیت'، تقریر
از ڈاکٹر سعیدہ اختر صابری
۳۔ غزلیں ۱۷ جنوری
۱۔ حرف تابندہ
از شاغل ادیب
۲۔ شعر و نغمہ
۳۔ محفل
از محمد رکن الدین
۴۔ کہانی
۵۔ غزلیں ۱۸ جنوری
۱۔ حرف تابندہ
از شاغل ادیب
۲۔ گھر پریوار
'دماغی بیماریاں'، ڈاکٹر خواجہ الیاس عسکری سے انٹرویو
۳۔ دکن دانشوروں کی نظر میں
'جوش ملیح آبادی کی نظر میں'، تقریر از
صابر کمال
۴۔ غزلیں ۱۹ جنوری
۱۔ 'کالے جنگلے پھول'، ڈرامہ
تحریر : جاوید لطیف ۲۰ جنوری

۱۔ حرف تابندہ
از کلیم تسنیم
۲۔ ہم، آپ اور وہ : ورائٹی پروگرام
پیشکش : بزم اردو۔ اے۔ جی آفس
۳۔ قصے اور گیت
۴۔ غزلیں ۲۱ جنوری
۱۔ حرف تابندہ
از کلیم تسنیم
۲۔ ان سے ملئے
'کیا مطالعے کا شوق کم ہو رہا ہے؟'، مذاکرہ
شرکا : عبدالمجید، چندر شری واستو، محمد علی زراک اور
پروفیسر گیان چند جین
۳۔ گیت اور غزلیں ۲۲ جنوری
۱۔ حرف تابندہ
از احمد حسین راشد نقوی
۲۔ کھیلوں کی دنیا
'حیدرآباد میں کھیلوں کا شوق'، محمد تاج الدین سے انٹرویو
۳۔ کلام شاعر : وحید مرزا
۴۔ غزلیں ۲۳ جنوری
۱۔ حرف تابندہ
۲۔ سائنس کی دنیا
۳۔ غزلیں ۲۴ جنوری
۱۔ حرف تابندہ
از احمد حسین راشد نقوی
۲۔ 'ہماری فلمیں اور قومی یکجہتی'، تقریر
از احمد سلطان
۳۔ غزلیں ۲۵ جنوری
۱۔ حرف تابندہ
از ڈاکٹر محمد عبدالخالق
۲۔ گھر پریوار
'یوم جمہوریہ'، فیچر
تحریر : کمل پرساد کمل
۳۔ دکن دانشوروں کی نظر میں
'نجم آفندی کی نظر میں'، تقریر از

شاہد حیدری
۴۔ غزلیں ۲۶ جنوری
ڈرامہ — غزلیں ۲۷ جنوری
۱۔ حرف تابندہ
از ڈاکٹر محمد عبدالخالق
۲۔ 'شب و روز'
از طاہر رومانی
۳۔ 'ہم پہ کیا بیت گئی محبوبہ کی خاطر'، تقریر
از مجتبیٰ حسین
۴۔ غزلیں ۲۸ جنوری
۱۔ حرف تابندہ
از ایس۔ آئی۔ عشرت
۲۔ ان سے ملئے
محمود نقوی سے انٹرویو
۳۔ بزم خطوط
۴۔ گیت اور غزلیں ۲۹ جنوری
۱۔ حرف تابندہ
از ایس۔ آئی۔ عشرت
۲۔ 'اہنسا کا پجاری — مہاتما گاندھی'، تقریر از
ملک محمود علی خاں
۳۔ جہاں کامگاراں
'مزدوروں کا حال اور مستقبل'، تقریر
از ایس ایم اختر رضا
۴۔ غزلیں ۳۰ جنوری
۱۔ حرف تابندہ
۲۔ سائنس کی دنیا
'قلب کیا ہے'، فیچر
از ڈاکٹر سید خواجہ معین الدین
۳۔ غزلیں ۳۱ جنوری

بہنوں کیلئے (اردو)

دوپہر ۲-۳۰

۱۔ نئی کہانی
از فریدہ زین
۲۔ کام کی باتیں
از شمشی مصرا
۳۔ ڈھولک کے گیت
۴۔ خطوں کے جواب ۲۰ جنوری
۱۔ 'غذا کی اہمیت'، تقریر
از سمن شکلا
۲۔ نظم خوانی
از ایس۔ سجاتا
۳۔ خطوں کے جواب
۴۔ غزلیں ۲۷ جنوری

بھوپال، رائپور، گوالیار، جبلپور

بھوپال، الف، ۲۰۲/۰۰ میٹر ۱۴۸۵ کلوہرٹز بھوپال، ب، ۲۲۳/۱۳ میٹر ۱۳۳۳ کلوہرٹز

شارٹ ویو

صبح ۴۵-۷ تک ۶۰/۱۲ میٹر ۳۳۱۵ کلوہرٹز

صبح ۰۰-۸ بجے کے بعد ۵۰/۰۸ میٹر ۵۹۹۰ کلوہرٹز

دوپہر ۴۱/۷۸ میٹر ۷۱۸۰ کلوہرٹز

شام اور رات ۶۰/۱۲ میٹر ۳۳۱۵ کلوہرٹز

رائے پور: ۳۰۵/۹ میٹر ۹۸۱ کلوہرٹز گوالیار: ۲۱۶/۴ میٹر ۱۳۸۶ کلوہرٹز جبلپور: ۲۵۴/۲ میٹر ۱۱۷۹ کلوہرٹز

خبریں

ہندی: صبح ۰۰-۸، ۵-۹ (پرادیشک) دوپہر ۰۵-۱، ۰۱-۲، ۴۵-۲ شام ۰۵-۶ رات ۴۵-۸ (۰۵-۱۱ صرف ہفتے کو)

انگریزی: صبح ۱۰-۸ دوپہر ۰۰-۱ شام ۰۰-۶ رات ۰۰-۹ (۰۰-۱۱ صرف ہفتے کو)

شاستریہ سنگیت

گائن

گیان راؤجوشی صبح ۳۰-۸ اور رات ۰۰-۱۰ ۱۶ جنوری

نرملا دیوی صبح ۴۵-۷ اور رات ۳۰-۱۰ ۱۷ جنوری

غلام مصطفٰی خاں صبح ۵۰-۹ اور دوپہر ۴۰-۱ ۲۰ جنوری

شانتی ہیرانند صبح ۴۵-۷ ۲۲ جنوری

پنڈت جسراج رات ۳۰-۱۰ ۲۳ جنوری

ارجن داس گپتا صبح ۴۵-۷ ۲۴ جنوری

رتنا کر الیس پی رات ۳۰-۱۰ ۲۵ جنوری

ایم۔آر۔گوتم صبح ۱۰-۹ اور دوپہر ۴۰-۱ ۲۶ جنوری

مادھوا نڈیکر صبح ۳۰-۸ اور رات ۳۰-۱۰ ۲۸ جنوری

وی۔آر۔اٹھاولے صبح ۴۵-۷ ۲۹ جنوری

بالا صاحب پوچھوالے صبح ۳۰-۸ اور رات ۰۰-۱۰ ۳۰ جنوری

بیگم اختر صبح ۴۵-۷ اور رات ۳۰-۱۰ ۳۱ جنوری

سازسنگیت

ستار

تسنیم احمد صبح ۳۰-۸ اور رات ۰۰-۱۰ ۱۷ جنوری

اروندجوشی صبح ۳۰-۸ ۲۳ جنوری

گریراج رات ۳۰-۱۰ ۲۵ جنوری

وچتروینا

اجیت سنگھ رات ۳۰-۱۰ ۱۸ جنوری

رمیش پریم صبح ۳۰-۸ ۳۱ جنوری

سنطور

اوم پرکاش چورسیا صبح ۳۰-۸ اور رات ۳۰-۱۰ ۲۱ جنوری

شہنائی

رحمٰن خاں صبح ۳۰-۸ ۲۴ جنوری

بسم اللہ خاں صبح ۳۰-۸ ۲۶ جنوری

بانسری

پنالال گھوش رات ۳۰-۱۰ ۲۴ جنوری

اروند گجیندر گڈکر صبح ۵۰-۹ اور دوپہر ۴۰-۱ ۲۷ جنوری

لوک سنگیت

صبح ۳۰-۷ اور دوپہر ۳۰-۲

سدھا شرما ۱۹ جنوری

رامجارام وشوکرما وساتھی ۲۱ جنوری

بسنت راؤ کشارے وساتھی ۲۲ جنوری

رام کمار تیواری وساتھی ۲۳ جنوری

دوارکا پرساد کشواہا وساتھی ۲۸ جنوری

پنکج متّل ۲۹ جنوری

دوپہر ۳۰-۲

رجنی شرما ۱۷ جنوری

نانک رام وار سکر وساتھی ۱۸ جنوری

نیہا سنگھ ۱۹ جنوری

کرن شریواستو ۲۰ جنوری

شیلا شریواستو وسکھیاں ۲۴ جنوری

ولی چند پرجاپتی ۲۵ جنوری

ٹھاکر داس سرولیا ۲۷ جنوری

دوپہر ۱۵-۳

جگدیش سنگھ چوہان وساتھی ۱۶ جنوری

وینا گھرے ۱۸ جنوری

گھنشیام داس کشواہا وساتھی ۲۱ جنوری

پنڈت کلیان جی گوسوامی ۲۳ جنوری

لکشمی نارائن کشواہا ۲۵ جنوری

نیلم ورما ۲۸ جنوری

اودھیش پرساد ترپاٹھی ۳۰ جنوری

ہندی تقریر

'اس شبد لوک میں — بھرت ہری'



شنکر شمبھو — قوالی سنیئے کہکشاں میں — ۲۵ جنوری کو رات ساڑھے آٹھ بجے۔

از شریمتی اسارتھ — رات ۰۰-۸ — ۱۷ جنوری

'اگرامیہ جیون بنام گرام ودھن — ڈاکٹر شنکر'

از ڈاکٹر گیان چترویدی — رات ۱۵-۸ — ۲۲ جنوری

ایک بندو، تین کون — منوگیان ششانک

رات ۰۰-۸ — ۲۴ جنوری

'انترکش وگیان — وگیانک پکش'

از ڈاکٹر روی پرکاش — رات ۱۵-۸ — ۲۹ جنوری

'دائینو ورشٹھ پیڑھی کے — سامایک پریپرکش میں'

از دھنالال شاہ — رات ۰۰-۸ — ۳۱ جنوری

کویتا پاٹھ

دوپہر ۳۰-۱

گوکرن سنگھ دنکر	۱۹ جنوری
پرتاپ سنہا	۲۲ جنوری
پوار راجستھانی	۲۴ جنوری
گری موہن گرو	۲۹ جنوری

کہانی (ہندی)

رات ۰۰-۸

ماتا چرن مشر	۱۴ جنوری
مالتی جوشی	۳۰ جنوری

کہکشاں : اردو پروگرام

رات ۰۰-۸

۱- 'بھوپال کے ادب میں آزادیٔ وطن' مذاکرہ
شرکا : عبدالقوی دسنوی اور نعمان خاں
۲- گھر کے چراغ
۳- افسانہ از وسیم بانو قدوائی — ۱۸ جنوری

۱- روشن چراغ
'جمہوریت اور آزادی' تقریر از
شرقی عثمانی
۲- 'بھوپال کی موجودہ ہاکی' مذاکرہ
شرکا : انعام اللہ لودھی اور نسیم سلام الدین
۳- قوالی : تھنکر شمبھو — ۲۵ جنوری

آئینہ : اردو پروگرام

صبح ۳۰-۸

'مظہر جان جاناں' فیچر
تحریر : ڈاکٹر نور حسن — ۲۳ جنوری

بزم سخن
شرکا : اجلال مجید، عارف جلال، شجاع فرتی،
نسیم دانش، عشرت قادری اور
افتخار آذر — ۲۹ جنوری

سرینگر

صبح ۵۵-۵ سے ۰۵-۱۱ تک (اتوار)
ٹرانسمشن اے، صبح ۵۵-۶ سے رات ۰۰-۱۰ تک (بدھ)
ٹرانسمشن بی : صبح ۳۰-۱۱ سے رات ۳۰-۱۰ تک (پیر، منگل جمعرات اور جمعہ)
صبح ۳۰-۱۱ سے رات ۰۵-۱۱ تک (بدھ اور ہفتہ)

میڈیم ویو : سرینگر 'الف' : ۲۶۸٫۸ میٹر ۱۱۱۶ کلوہرٹز، سرینگر 'ج' ۲۴۵٫۱ میٹر ۱۲۲۴ کلوہرٹز
شارٹ ویو 'ب' : ۴۹٫۱۰ میٹر ۶۱۱۰ کلوہرٹز ۹۱٫۵۰ میٹر ۳۲۷۷ کلوہرٹز
پہلی مجلس : صبح ۳۰-۶ سے صبح ۰۰-۱۰ تک — دوسری مجلس : دوپہر ۳۰-۱۱ سے رات ۰۵-۱۱ تک
(اتوار کو صبح ۳۰-۶ سے رات ۰۵-۱۱ تک مسلسل)

خبریں

کشمیری : صبح ۴۵-۷ شام ۲۵-۶ — اردو : صبح ۵۰-۸ دوپہر ۵۰-۱ رات ۱۵-۹
ہندی : صبح ۰۰-۹ سنسکرت : صبح ۰۰-۷ انگریزی : صبح ۱۰-۸ دوپہر ۰۰-۲ شام ۰۰-۶ رات ۰۰-۹ اور ۰۰-۱۱

علاقائی خبریں

اردو : صبح ۲۰-۹ دوپہر ۳۰-۱۲، ۰۰-۴ (دھیمی رفتار سے) شام ۴۰-۷ کشمیری : صبح ۲۵-۹ دوپہر ۳۵-۱۲ شام ۳۰-۷

شاستریہ سنگیت

نیاز احمد، فیاض احمد	۲۴ اور ۳۰ جنوری
استاد بڑے غلام علی خاں	۲۷ جنوری

گائن : دوپہر ۱۰-۲

ملک ارجن منصور	۲۱ جنوری
استاد امیر خاں	۱۹ جنوری



سدھیشوری دیوی — ۲۲ جنوری

سازسنگیت

دوپہر ۱۰-۲

— سرود —

استاد علاؤالدین خاں	۱۷ جنوری
علی اکبر خاں	۲۸ جنوری

— ستار —

بلرام پاٹھک	۱۸ جنوری
کارتک کمار	۲۰ جنوری
روی شنکر	۳۱ جنوری

— شہنائی —

بسم اللہ خاں	۲۰ اور ۲۶ جنوری

— بانسری —

پرکاش سکسینہ	۲۱ جنوری
ہری پرساد چورسیا	۲۵ جنوری

— رودر وینا —

اسد علی خاں	۲۳ جنوری

صوفیانہ موسیقی

صبح ۳۰-۱۱ ، دوپہر ۳۰-۲

استاد رمضان جو	۱۴ر جنوری
کمال بٹ	۱۸ر جنوری
غلام محمد ساز نواز	۲۳ر جنوری
شیخ عبدالعزیز	۲۴ر جنوری
محمد عبداللہ سیتاری	۲۸ر جنوری

چھکری اور روف

دوپہر ۰۰-۱

غلام محمد ڈار	۱۷ر جنوری
عبدالسلام بٹ کھوبہوم	۲۴ر جنوری
زونہ بیگم	۲۹ر جنوری
حسینہ اختر	۳۱ر جنوری

سگم سنگیت ، کشمیری/اردو

کسم لتا	صبح ۴۰-۷ ، دوپہر ۰۰-۱ اور رات ۳۰-۸	۱۶ر جنوری
جلال گیلانی	دوپہر ۰۰-۱ اور شام ۱۰-۶	۱۶ر جنوری
ریتا کول	صبح ۴۰-۷ ، شام ۱۰-۶ اور رات ۳۰-۸	۱۷ر جنوری
نسیم اختر	صبح ۴۰-۷ ، دوپہر ۰۰-۱ اور رات ۳۰-۸	۱۸ر جنوری
اومکار ناتھ کول	دوپہر ۰۰-۱ اور شام ۱۰-۶	۱۸ر جنوری
کرن کول	صبح ۴۰-۷ ، شام ۱۰-۶ اور رات ۳۰-۸	۱۹ر جنوری
مہاراج کرشن پنڈتا	صبح ۴۰-۷ ، شام ۱۰-۶ اور رات ۳۰-۸	۲۰ر جنوری
نرملا سپرو	صبح ۴۰-۷ اور دوپہر ۰۰-۱	۲۱ر جنوری
محمد صدیق پانپوری	دوپہر ۰۰-۱	۲۱ر جنوری
راج بیگم	صبح ۴۰-۷ اور شام ۱۰-۶	۲۲ر جنوری
ای - پی - ور	رات ۳۰-۸	۲۲ر جنوری
علی محمد	صبح ۴۰-۷ ، دوپہر ۰۰-۱ اور شام ۱۰-۶	۲۳ر جنوری
سنیتا کول	دوپہر ۰۰-۱ اور رات ۳۰-۸	۲۳ر جنوری
نسیم اختر	صبح ۴۰-۷ ، شام ۱۰-۶ اور رات ۳۰-۸	۲۴ر جنوری
ششی چوپڑہ	صبح ۴۰-۷ اور شام ۱۰-۶	۲۵ر جنوری
سدھارتھ کول	صبح ۴۰-۷ ، شام ۱۰-۶ اور رات ۳۰-۸	۲۷ر جنوری
اندرا کاچرو	صبح ۴۰-۷	۲۸ر جنوری
غلام حسن صوفی	صبح ۴۰-۷ ، شام ۱۰-۶ اور رات ۳۰-۸	۳۰ر جنوری
آرتی ٹکو	صبح ۴۰-۷ ، شام ۱۰-۶ اور رات ۳۰-۸	۳۱ر جنوری



نیاز احمد ، فیاض احمد

دوپہر ۱۰-۲ پر گاتے سنئے ــــ ۲۴ر اور ۳۰ر جنوری کو

ڈوگری سنگیت

سہ پہر ۳۰-۴

انیل کمار	۱۴ر جنوری
شیام سجن	۲۱ر جنوری
انوپما شرما	۲۳ر جنوری
اوشا دیا	۲۸ر جنوری
کرشنا کماری	۳۰ر جنوری

یوم جمہوریت پر خصوصی پروگرام

ششِ رنگ

'ساننہ ملک جمہوری طرز حکومت' ، تقریر
صبح ۲۱-۸ — ۲۰ر جنوری

'جمہوریت ایک بہتر نظام حکومت' ، اردو تقریر
رات ۴۵-۸ — ۲۱ر جنوری

'ہندوستانی جمہوریت کی تین دہائیاں' ، کشمیری تقریر
از محمد سعید ملک — رات ۴۵-۸ — ۲۲ر جنوری

پہاڑی پروگرام

'جمہور دیاں برکتیں' ، فیچر
سہ پہر ۳۰-۴ — ۲۴ر جنوری

پنجابی پروگرام

کوی دربار (مشاعرہ) سہ پہر ۳۰-۴ — ۲۵ر جنوری

صدر جمہوریہ ہند کا قوم کے نام پیغام
اور اسکا کشمیری ترجمہ — رات ۱۵-۸ — ۲۵ر جنوری

قومی مشاعرہ (کشمیری) — رات ۳۰-۹ — ۲۵ر جنوری

حب الوطنی کے گیت — صبح ۰۵-۷ — ۲۶ر جنوری

ریاست جموں و کشمیر کے گورنر کا پیغام
صبح ۰۵-۸ — ۲۶ر جنوری

یوم جمہوریہ پریڈ کا آنکھوں دیکھا حال
(دہلی سے ریلے) — صبح ۰۰-۹ — ۲۶ر جنوری

یوم جمہوریہ کے سلسلے میں ایک غنائیہ
صبح ۳۰-۱۱ — ۲۶ر جنوری

ریاست میں یوم جمہوریہ تقریبات پر مبنی رپورٹ
دوپہر ۳۰-۲ — ۲۶ر جنوری

حب الوطنی کے کشمیری گیت — رات ۰۰-۱۰ — ۲۶ر جنوری

یوم جمہوریہ پر خصوصی مشاعرہ
سہ پہر ۲۵-۵ — ۲۶ر جنوری

'جد و جہد آزادی میں خواتین کا حصہ' ، تقریر از
بشریٰ نثار — سہ پہر ۰۰-۴ — ۲۷ر جنوری

آواز — ۱۹۸۴ — مطبوعہ مضامین و غزلیات کی فہرست

یکم جنوری ۱۹۸۴ء

اس بار جالندھر سے غزلیں
جگر جالندھری، موہن یکیین پوری، ساغر شفائی، پرکاشش ناتھ پرویز۔

۱۶ جنوری ۱۹۸۴ء

غزلیات

اس بار الٰہ آباد سے غزلیں
احمد الہ آبادی، شریف الہ آبادی، احترام الاسلام، شمیم، ماہر الہ آبادی۔

یکم فروری ۱۹۸۴ء

غزلیات

اس بار پٹنہ سے غزلیں
ولی احمد ولی، ایم اے ضیا، رشید عارف، شکیل احمد معین، خادم بلی۔

۱۶ فروری ۱۹۸۴ء

غزلیات

اس بار بمبئی سے غزلیں
عبید اکمل، اقبال عمر، فضیل جعفری، وقار واثق، حامد اقبال صدیقی

یکم مارچ ۱۹۸۴ء

غزلیات

اس بار گورکھپور سے غزلیں
ہندی گورکھپوری، جالب نعمانی، سلیمان مسرور، شمیم صابری، قربان انصاری

۱۶ مارچ ۱۹۸۴ء

غزلیات

اس بار جے پور سے غزلیں
عقیل شاداب، احتشام اختر، شاہد میر۔

یکم اپریل ۱۹۸۴ء

غزلیات

اس بار رامپور سے غزلیں

شہزاد گلریز، غمگین امروہوی، اسعد بدایونی
افسر امروہوی، ضیاء ٹانڈوی، سلیم کیفی
سریشں چند وسوی، رونق بدایونی۔

۱۶ اپریل ۱۹۸۴ء

غزلیات

اس بار ناگپور سے غزلیں

جلیل ساز ناگپوری، عبد الرحیم نشتر، عابد ناگپوری
وکیل احمد عارف، شاہد کبیر، ڈاکٹر ایل سی رندھیر۔

یکم مئی ۱۹۸۴ء

غزلیات

اس بار کلکتہ سے غزلیں

نور اقبال، خلیل رمزی، علی احمد ضیا ایوبی، شفیق سلمانی
تابش عظیم آبادی۔



۱۶ مئی ۱۹۸۴ء

غزلیات

اس بار اردو سروس سے غزلیں

محترم قیومی، عارف منیر امروہوی، خالد قمر، نسیم اسمٰعیل
ایس ایم اکرم، انور حسین انور، ظفر وصفی۔

یکم جون ۱۹۸۴ء

غزلیات

اس بار جالندھر سے غزلیں

پریم کمار نظر، راجندر ناتھ رہبر، ڈاکٹر روی ضیا
پورن سنگھ ہنر، وید ورما راز۔

۱۶ جون ۱۹۸۴ء

غزلیات

اس بار بمبئی سے غزلیں

رفیعہ شبنم عابدی، سعید راہی، ابراہیم اشک
شفیق عباس، بشر نواز، قیصر الجعفری، قاسم امام۔

یکم جولائی ۱۹۸۴ء

غزلیات

اس بار لکھنؤ سے غزلیں

زیب غوری، اظہار عابد، نامی انصاری، وقار ناصری
خورشید افسر، شمس فرخ آبادی۔

۱۶ر جولائی ۱۹۸۴ء

غزلیات

اس بار گورکھپور سے غزلیں

عارف عباسی، مضطر افقی، شمیم صابری، حکیم نامی اعظمی
علیم حسرت، شبنم گورکھپوری۔

یکم اگست ۱۹۸۴ء

غزلیات

اس بار ناگپور سے غزلیں

لطیف یاور، غفار شاکر، شفیق اعجاز، امین بیوروی
حفیظ مومن، سرجیت کمار دانش، س س یونس
منظور ندیم بالاپوری۔

۱۶ر اگست ۱۹۸۴ء

غزلیات

اس بار بھوپال سے غزلیں

مختار شمیم، علی عباس امید، رفعت الحسینی
حیات ہاشمی، نور محمد یاس۔

یکم ستمبر ۱۹۸۴ء

غزلیات

اس بار سرینگر سے غزلیں

فضا ابن فیضی، پریم کمار نظر، حسن نعیم، ظہیر صدیقی
شہریار، سید احمد شمیم، افتخار امام صدیقی۔

۱۶ر ستمبر ۱۹۸۴ء

غزلیات

اس بار حیدرآباد سے غزلیں

وامق جونپوری، تاج مہجور، ثریا جبیں
نظیر علی عدیل، عظمت عبدالقیوم، رئیس اختر۔

یکم اکتوبر ۱۹۸۴ء

غزلیات

اس بار رامپور سے غزلیں

راہی شیرکوٹی، عروج زیدی، مائل صدیقی الوارثی
منصور عثمانی، نجمی بریلوی، ڈاکٹر شوق اثری، رئیس رامپوری

۱۶ اکتوبر ۱۹۸۴ء

غیرملکی ماہرین ہند اور سیاح خصوصی شمارہ

عمومی

غزلیات

یکم نومبر ۱۹۸۴ء

غزلیات

اس بار پٹنہ سے غزلیں

قیصر صدیقی، سیف سہسرامی، شاہد کلیم، ڈاکٹر ظفر رضوی برق
حفیظ بنارسی، نعمان شوق، احمد تبسم، نسیم مظفر پوری

۱۶ نومبر ۱۹۸۴ء

غزلیات

اس بار کلکتہ سے غزلیں

رونق نعیم، شہود عالم آفاقی، منور رانا
نصر غزالی، قمر شہاب۔

یکم دسمبر ۱۹۸۴ء

غزلیات

اس بار حمدیہ کلام لکھنؤ سے

عزیز بانو داراب وفا، والی آسی، ڈاکٹر انیس اشفاق
ڈاکٹر ملک زادہ منظور احمد، زیب غوری، ڈاکٹر احسن رضوی
کرشن بہاری نور، عرفان صدیقی، عمر انصاری
ہمدم کاشمیری۔

۱۶ دسمبر ۱۹۸۴ء

غزلیات

اس بار گلبرگہ سے غزلیں

تنہا تماپوری، ظہیر بابر، صابر شاہ آبادی
سرور مرزائی، وحید انجم

آزاد ھندوستان کی ایک عظیم شخصیت

شریمتی اندرا گاندھی

کی شہادت کے ساتھ
عالمی تاریخ کا ایک باب
ختم ھوگیا ھے ۔



قیمت : دس روپیے

۳۱ر اکتوبر سے ۱۹ر نومبر ۸۴ء کو ان کے یوم پیدائش تک آل انڈیا ریڈیو سے ان کی پر وقار شخصیت قوم کے لیے ان کے جذبات واحساسات اور ملکی وعالمی سیاست میں ان کی خدمات کے متعدد پہلوؤں کو اجاگر کرتے ہوئے بہت سے فیچر اور مقالے نشر کیے گئے ۔ ہندی اور انگریزی میں نشر ان تحریروں کا انتخاب اس کتاب میں یکجا کر دیا گیا ہے ۔

طابع :- اکاشوانی گروپ آف جرنلز، آل انڈیا ریڈیو، نئی دہلی ۱۱۰۰۰۱

تقسیم کار :- ڈائریکٹر پبلی کیشنز ڈویژن، وزارت اطلاعات و نشریات
پٹیالہ ہاؤس، نئی دہلی ۱۱۰۰۰۱

Regd. No. D-(C)39
R.N. No. 14253

PRICE : RUPEE 1.00 *Awaz* 16th. JANUARY 1985

Licensed (U-23) to post without prepayment at PSO, New Delhi.



انوپم کھیر۔ فلم ایکٹر
آل انڈیا ریڈیو کی وودھ بھارتی سروس سے
فلمی گیتوں کا خصوصی 'جے مالا' پروگرام پیش کرتے ہوئے ۔



ریاستی اکیڈمی برائے آرٹ کلچر اینڈ لنگویجز
کے زیر اہتمام پچھلے دنوں سرینگر کے ٹیگور حال میں
اسکولی بچوں کے لیے مصوری کا ایک مقابلہ ہوا۔
مقابلے میں شریک ایک بچی حنا بشیر سے شانتا کول کی
گفتگو — ریڈیو کشمیر سرینگر سے
بچوں کے پروگرام نونہال میں نشر کی گئی ۔



'دو گز زمین بھی نہ ملی'
کے زیر عنوان
بہادر شاہ ظفر پر ایک فیچر
گذشتہ دنوں
آکاشوانی کلکتہ کے
اردو پروگرام 'انجمن'
میں نشر ہوا۔
شرکاء (دائیں سے)
کرشن کمار، ساجدہ رحمٰن، مادھوی سنگھ ، مدن سُدن ، فیروز عابد ، پریتم کھنہ ، انیس رفیع (پروڈکشن)

Published by the Director General, All India Radio, at the Office of the Chief Editor, Akashvani Group of Journals, PTI Building, II floor, Sansad Marg, New Delhi-110001.
Printed by the Manager, Govt. of India Photo Litho Press, Faridabad.

یکم سے ۱۵ر فروری ۱۹۸۵ء
۱۲ر سے ۲۶ر ماگھ ۱۹۰۶ شاکا

آواز

اشاعت کا ۵۰ واں سال
قیمت ایک روپیہ

آل انڈیا ریڈیو کے پروگرام، معلوماتی مضامین، دلچسپ افسانے و منظومات



اس بار بمبئی سے غزلیں

شفیق عباس

مختصر لیکن چھپائے پورے میخانے کا قد
نشہ جب چڑھنے لگے کھلتا ہے پیمانے کا قد
کچھ پتا چلتا نہیں اُس ذہن کا گم ہے کہاں
ڈھونڈنے نکلا تھا جو اِس دل کے ویرانے کا قد
جان جیسی قیمتی شے تھی ہتھیلی پر سبھی
مصلحت پھر بھی نہ سمجھی میرے نذرانے کا قد
جو تھے عاقل سب زمیں پر بونے بن کر رہ گئے
گیارھویں منزل سے بھی اونچا تھا دیوانے کا قد
پوچھ مت کاٹی ہیں کیسے اتنی لمبی دوریاں
راستہ بنتا گیا تیرے چلے جانے کا قد
بے حقیقت ہے غذا لیکن کسی بھوکے سے پوچھ
کیا نظر آتا ہے اس کو ایک اک دانے کا قد
تیری باتیں اپنی آنکھیں سب تماشہ ہو گئیں
کس جگہ پھوں کے کتنا ہے کس خانے کا قد
روح بے گھر بے سہارا ہو کے تکتی رہ گئی
دو تک زیر زمیں اس جسم کے جانے کا قد
میرے مرنے پر تسلی میرے بچوں کو نہ دے
لاش سے اونچا اٹھے گا جھوٹ پھیلانے کا قد
عہد کا اپنے تقاضا بے حجابی ہے شفیق
وہ کبھی ہوتا تھا دہرا یہ تھا شرمانے کا قد

عبدالاحد ساز

سوال بے اماں بن کے رہ گئے — جواب امتحان بن کے رہ گئے
جو ذہن آگہی کی کارگاہ تھے — خیال کی دکان بن کے رہ گئے
حدِ نگاہ تک بلند فلسفے — گھروں کے سائبان بن کے رہ گئے
کرن کرن یقین جیسے راستے — دھواں دھواں گمان بن کے رہ گئے
بیاض پر سنبھل سکے نہ تجربے — پھسل پڑے، بیان بن کے رہ گئے
ضیائیں بانٹتے تھے، چاند تھے کبھی — گہن لگا، تو دان بن کے رہ گئے
کمر جواب دے کے جھک گئی، بدن — سوالیہ نشان بن کے رہ گئے
نفس نفس، طلب طلب تھے ساز ہم
قدم قدم، نشان بن کے رہ گئے

مظہر ندیم [illegible]

بھاگتے لمحوں کو بڑھ کر قید کر جاتی ہے رات
تیری آمد کا یقیں ہو تو ٹھہر جاتی ہے رات
دیر تک چھائی ہوئی رہتی ہے احساسات پر
پھر سمٹ کر تیری آنکھوں میں اتر جاتی ہے رات
جلتے جلتے بجھ اگر جاتی ہے شمع انتظار
زہر کی صورت رگ و پے میں بکھر جاتی ہے رات
صبح تک جذبوں سے میرے کھیلتی ہے پھر مجھے
دن کے ہاتھوں میں تھما کر اپنے گھر جاتی ہے رات
ہاتھ میں آکر کبوتر جیسے کوئی چھوٹ جائے
یوں تری قربت کے عالم میں گذر جاتی ہے رات
اس نے یہ کہہ کر مری باہوں میں باہیں ڈال دیں
قصۂ غم کیجیے اب مختصر جاتی ہے رات
اپنا دل تم رات کے پہلو میں رکھ دو اے ندیم
رات کی عادت ہے خوابوں کے نگر جاتی ہے رات

[illegible] ناز

یہ آنسو [illegible] کے لیے ہیں نہ ہیں سحر کے لیے
[illegible] عمر بھر [illegible] کے لیے
کرو نہ [illegible] دل کا علاج
چنے ہیں پھول یہ [illegible] دل و جگر کے لیے
قفس میں لاؤں کہاں سے میں طاقت پرواز
ہوائیں زہر اگلتی ہیں بال و پر کے لیے
خریدنے کی تو کچھ تھے نہ تھی غم جاناں
مگر خرید لیا میں نے عمر بھر کے لیے
الٰہی کس زمانے نے کروٹیں بدلیں
بنا ہوا ہے مصیبت بشر بشر کے لیے
وفا کی راہ جو اے ناز مل گئی مجھ کو
وہ راہزن کے لیے ہے نہ راہبر کے لیے

قیصر الجعفری

یہ خواب جو ہم سفر ہیں میرے
قائل ہیں کہ چارہ گر ہیں میرے
وہ سامنے، آسماں ہے لیکن
بھیگے ہوئے بال، پر ہیں میرے
اے موت! مجھے نکال لے چل
سب لوگ اِدھر اُدھر ہیں میرے
پھسلوں تو گروں میں آسماں پر
پاؤں ایسی زمیں پر ہیں میرے
آئے ہیں یہ کس گلی کے جھونکے
مہکے ہوئے بام و در ہیں میرے
میں شمع کہاں کہاں جلاؤں
بستی کے تمام گھر ہیں میرے
رونے کی بھی کوئی حد ہے قیصر
ہنستے ہیں جو نوحہ گر ہیں میرے

[illegible] اشک

کچھ دل کو آگ لگ گئی کچھ یونہی جل گئے — ایسی ہوائیں آئیں کہ شعلوں میں ڈھل گئے
وہ برف تھا میں آگ تھا ملتے تو کس طرح — اک دوسرے سے دونوں کے رستے بدل گئے
چہرے پہ دوستوں کے بھی لکھا ہے اجنبی — حالات اتنے کیسے ہمارے بدل گئے
میں گر کے اس جہاں میں کسی سے نہیں ملا — اس بانکپن کو دیکھ کے کچھ لوگ جل گئے
جو فصل میں نے بوئی وہ کاٹی نہیں کبھی — دامن میں غیر کے مری محنت کے پھل گئے
میں لفظ لفظ شہر میں مشہور ہو گیا
اے اشک میرے درد کے سکے بھی چل گئے

آل انڈیا ریڈیو کے پروگرام

چیف ایڈیٹر ڈاکٹر اوم پرکاش کیجریوال
ادارت
سراج احمد
مہندر سنگھ وج

ٹیلی فون
۳۸۲۲۴۹
۳۸۲۲۵۴

تار کا پتہ LISTENER

نئی دھلی	یکم فروری ۱۹۸۵ء مطابق	۱۲ ماگھ ۱۹۰۶ شاکا	جلد ۵۰	شمارہ ۳

سائنسی ترقیاں اور روحانی عقائد

مولانا وحید الدین خان

موجودہ زمانہ میں سائنسی ترقیوں کے دو دور ہیں۔ ایک آئزک نیوٹن (۱۶۴۲۔۱۷۲۷) سے لے کر البرٹ آئن سٹائن تک۔ اور دوسرا البرٹ آئن سٹائن (۱۸۷۹۔۱۹۵۵) کے بعد۔

سائنسی ترقی کا تعلق مادی ترقی سے ہے۔ یعنی ان چیزوں کی ترقی سے ہے جو ہر دیکھنے والے کو نظر آتی ہیں۔ اس کے برعکس روحانیت ایک ایسی چیز ہے جو دکھائی نہیں دیتی۔ سائنس کی دنیا مرئی ہے اور روحانیت کی دنیا غیر مرئی۔ نیوٹن کے بعد سائنس کا جو دور شروع ہوا اس میں بے شمار سائنسی ترقیاں ظہور میں آئیں۔ مادہ نے تبدیل ہو کر ایک پُر رونق تہذیب کی صورت اختیار کر لی۔ اس کے مقابلہ میں روحانیت بدستور ایک غیر مرئی چیز بنی ہوئی تھی۔ ان حالات میں بہت سے لوگوں نے سمجھا کہ روحانیت ایک فرضی چیز ہے اور اس دنیا میں اصل وجود صرف مادہ کا ہے۔

مگر آئن سٹائن اور دوسرے سائنسدانوں کی تحقیقات نے اس نظریہ کو ختم کر دیا۔ پہلے یہ سمجھا جاتا تھا کہ دنیا کی تمام چیزیں آخری طور پر جس چیز سے بنی ہیں وہ ایٹم ہے اور ایٹم ایک ٹھوس مادی ذرہ ہے جس کے مزید ٹکڑے نہیں کیے جا سکتے۔ جدید تحقیقات نے ایٹم کو توڑ دیا۔ اب معلوم ہوا ہے کہ مادہ کوئی ٹھوس چیز نہیں، وہ صرف ایک قسم کی منجمد توانائی ہے۔ مادہ کو جیسے ہی توڑا جاتا ہے وہ توانائی کی صورت اختیار کر لیتا ہے جس کا دیکھنا ممکن نہیں۔

ایٹم کے ٹوٹنے کے بعد اب مادہ خود بھی اسی طرح غیر مرئی ہو چکا ہے جس طرح اس سے پہلے روحانیت کو غیر مرئی سمجھا جاتا تھا چنانچہ جدید سائنس داں یہ کہنے پر مجبور ہو رہے ہیں کہ ہماری دنیا امکانات کی لہروں (Waves of probabilities) کے سوا اور کچھ نہیں۔

اس طرح جدید سائنسی ترقیوں نے ثابت کیا ہے کہ حقیقت اپنی آخری صورت میں غیر مرئی ہے۔ پہلے روحانیت اور مادیت دو الگ الگ چیزیں سمجھی جاتی تھیں۔ اب مادہ خود روحانیت میں تبدیل ہو گیا۔ سائنس اپنے ابتدائی مرحلہ میں روحانیت کی تردید کرتا ہوا دکھائی دیتی تھی، مگر سائنس اپنے آخری مرحلہ میں پہنچ کر روحانیت کی تصدیق کرنے والی بن گئی۔ اس لیے روحانی حقیقت کو ہمیشہ سے زیادہ ثابت اور مضبوط بنا دیا۔

روحانی عقیدہ دراصل معنوی حقیقتوں میں یقین کرنے کا دوسرا نام ہے۔ روحانیت کا مطلب یہ ہے کہ آدمی یہ سمجھے کہ انسانی وجود میں جسم سے زیادہ اہمیت روح کو حاصل ہے۔ مادی ترقیوں سے زیادہ اہمیت اس بات کی ہے کہ آدمی یہ سمجھے کہ اخلاقی قدروں کو ترقی حاصل ہو۔ ظاہری رونقوں سے زیادہ بڑی چیز یہ ہے کہ انسان کو اندرونی سکون ملے۔ یہ سب وہ چیزیں ہیں جو دکھائی نہیں دیتیں اور سائنس کے پہلے دور میں نہ دکھائی دینے والی چیز غیر واقعی سمجھی جانے لگی تھیں۔ اسی بنا پر یہ سمجھ لیا گیا کہ سائنس اور روحانیت میں کوئی جوڑ نہیں ہے۔ مگر اب جبکہ سائنس خود بھی ایک قسم کا روحانی علم بن چکا ہے روحانیت کے بارے میں اس قسم کا خیال قائم کرنے کی کوئی گنجائش نہیں۔

یہ سائنس اور روحانیت کا نظریاتی پہلو تھا۔ اب اس موضوع کے عملی پہلو کو دیکھئے۔ یہاں بھی بہت سے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ سائنس اور روحانیت میں ٹکراؤ ہے۔ دونوں ایک ساتھ نہیں چل سکتے۔ مگر یہ بات روحانیت کے غلط تصور کی پیدا کی ہوئی ہے۔ روحانیت کا صحیح تصور

اس شمارے میں

قیمت

فی کاپی	ایک روپیہ
سالانہ	۲۲ روپے
دو سال	۴۰ روپے

(اندرون ملک ڈاک خرچ بذمہ ادارہ)

اسسٹنٹ بزنس منیجر: اشوک پروندہ

سامنے رکھا جائے تو سائنس اور روحانیت میں دوبارہ کوئی ٹکراؤ باقی نہیں رہتا۔

۱۹۶۱ء میں نئی دہلی میں ایک بین اقوامی صنعتی نمائش ہوئی تھی۔ اس نمائش کے دیکھنے والوں میں میں بھی شامل تھا۔ اس موقع پر ہر ملک نے اپنی اپنی صنعتی ترقیاں دکھائی تھیں۔ امریکی پویلین سب سے زیادہ زائرین کی توجہ کا مرکز بنا ہوا تھا۔ اس کی وجہ وہ جدید طرز کی کار تھی جس کو "ہوائی موٹر کار" کہا جاتا تھا۔

میں اور دوسرے بہت سے لوگ ایک خاص میدان میں جمع تھے۔ اتنے میں ایک کار برآمد ہوئی۔ ڈرائیور نے پہلے اس کو زمین پر عام کار کی طرح چلایا۔ اس کے بعد کار اوپر اٹھی اور سطح زمین سے تقریباً چار فٹ بلند ہو کر چلنے لگی۔ اس طرح اس نے میدان کے چاروں طرف گول دائرہ میں چند چکر لگائے اور پھر نیچے آگئی۔

بتایا گیا کہ اس کار کا طریقہ یہ ہے کہ وہ اوپر سے ہوا لے کر تیزی سے نیچے کی طرف پھینکتی ہے۔ یہاں تک کہ کار اور سطح زمین کے درمیان ایک طاقتور ہوائی گدا بن جاتا ہے۔ کار اس ہوائی گدے پر تیرتی ہوئی چلتی ہے جس طرح کشتی پانی میں تیرتی ہوئی چلتی ہے۔

اس انوکھی کار کو دیکھنے والوں میں ایک نوجوان سادھو بھی تھا گیروے کپڑے میں ملبوس اور لمبے بکھرے ہوئے بالوں والا یہ نوجوان ۲۰ منٹ تک اس امریکی کار کو دیکھتا رہا۔ اس کی محویت کو دیکھ کر ایک اخباری نمائندہ نے اس سے اس کا تاثر پوچھا۔ اس کا جواب یہ تھا:

"اس کو دیکھنے کے بعد میرے ذہن میں ایک
نیا مسئلہ پیدا ہو گیا ہے۔ وہ یہ کہ کیا میں تیاگ
کی زندگی کو چھوڑ کر مادی ترقیوں کی دنیا میں اپنے
حوصلے کی تسکین تلاش کروں۔ اس نمائش نے
مجھے اس سوچ میں ڈال دیا ہے کہ روحانی
اور مادی دونوں دنیاؤں میں سے کون سی دنیا
ہے جس کو میں اپنے لیے زیادہ بہتر سمجھ کر اس کو
اختیار کروں" (ہندوستان ٹائمس، ۲۰ نومبر ۱۹۶۱ء)

اس طرح کے واقعات سے بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے گویا سائنسی ترقی اور روحانیت کے درمیان ٹکراؤ ہے۔ ایک چیز کو لینا اسی وقت ممکن ہے جب کہ آدمی دوسری چیز کو چھوڑ دے۔ مگر اس کا انحصار اس پر ہے کہ آپ روحانیت کے کیا معنی لیتے ہیں۔ اگر روحانیت کا مطلب یہ ہو کہ آدمی دنیا کو چھوڑ کر جنگلوں اور پہاڑوں میں چلا جائے اور دنیا کی چیزوں سے کوئی مطلب نہ رکھے تو البتہ سائنس اور روحانیت دونوں متضاد چیزیں معلوم ہوں گی۔

لیکن اگر روحانیت کا دوسرا مطلب لیا جائے تو سائنس اور روحانیت کے درمیان کوئی ٹکراؤ باقی نہیں رہتا۔ روحانیت کا دوسرا مطلب ہے — روح اور نفس کی پاکیزگی۔ اس دوسرے اعتبار سے روحانیت حسن تعلق کا نام ہے نہ کہ ترک تعلق کا۔

روحانیت سائنس کا الٹا لفظ نہیں ہے بلکہ مادیت کا الٹا لفظ ہے۔ روحانی آدمی غیر مادی ہوتا ہے نہ کہ غیر سائنسی۔ روحانیت کا مطلب یہ ہے کہ آدمی مادی چیزوں میں نہ جیتا ہو بلکہ روحانی چیزوں میں جیتا ہو۔ اس کی ایک ذہنی زندگی ہو جس کو کوئی اس سے چھین نہ سکتا ہو۔ اس کو ایک قلبی سکون حاصل ہو جو ظاہری نفع یا نقصان سے بے نیاز ہو۔ اس نے فکر کی سطح پر کوئی ایسی چیز پائی ہو جو اس کو دوسری تمام چیزوں سے اعلیٰ نظر آئے۔ وہ اپنے آپ پر قائم ہو نہ کہ اپنے آپ سے باہر کی مادی چیزوں پر۔

موجودہ دنیا میں ہر آدمی ہمیشہ دو چیزوں کے درمیان ہوتا ہے۔ ایک مادیت اور دوسرے روحانیت۔ کوئی بھی شخص ان دونوں چیزوں سے خالی نہیں۔ دونوں ہی چیزیں ہر آدمی کی لازمی ضرورت ہیں۔ اب سوال صرف یہ ہے کہ دونوں میں سے کس چیز کو اولین اہمیت دی جائے اور کس کو ثانوی درجہ میں رکھا جائے۔ جو شخص مادی چیزوں کو دوسرا درجہ دے اور روحانیت کو پہلے درجہ میں رکھے۔ اسی کا نام روحانی آدمی ہے۔ اور جو شخص اس کے برعکس کرے وہ مادی آدمی۔

اس کا سب سے اہم نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ روحانیت کو آدمی کی زندگی میں مقصد کا درجہ حاصل ہو جاتا ہے۔ اور جو مادی چیزیں ہیں وہ ضرورت کے خانہ میں چلی جاتی ہیں۔ اس سے سائنسی ترقیاں رکتیں نہیں۔ وہ بدستور جاری رہتی ہیں۔ البتہ سائنسی یا مادی ترقیوں کو بذات خود مقصود سمجھ لینے سے سماج میں جو خرابیاں پیدا ہوتی ہیں ان کی اصلاح ہو جاتی ہے۔ روحانیت آدمی کو ذہنی اور اخلاقی صحت عطا کرتی ہے۔ مادی خوراک سے آدمی کا جسم تندرست ہوتا ہے اور روحانی خوراک سے آدمی کے ذہن و فکر کو تندرستی حاصل ہوتی ہے۔

عام آدمی کے لیے مادی چیزیں مقصد ہوتی ہیں اور روحانی آدمی کے لیے ضرورت۔ نقطۂ نظر کا یہ فرق دونوں کی زندگی میں زبردست فرق پیدا کر دیتا ہے۔

اس کا ایک فائدہ یہ ہے کہ روحانی آدمی کے اندر مادی نقصان کو برداشت کرنے کی بے پناہ طاقت آجاتی ہے۔ موجودہ دنیا مقابلہ اور حادثات کی دنیا ہے۔ یہاں بار بار مختلف قسم کے نقصانات سے سابقہ پیش آتا ہے۔ اب جو شخص مادی چیزوں کو اپنا مقصد سمجھ رہا ہو وہ نقصان کو دیکھ کر گھبرا اٹھتا ہے۔ اس کے اندر سخت جھنجھلاہٹ پیدا ہو جاتی ہے۔ حتیٰ کہ بعض اوقات وہ خودکشی کر لیتا ہے۔ مگر روحانی آدمی اس قسم کی ناخوشگواریوں کو آسانی سے جھیل لیتا ہے۔ کیونکہ مادی نقصان کے بعد بھی اس کے پاس ایک اعلیٰ چیز موجود رہتی ہے جس کے سہارے وہ جی سکے۔

اسی طرح روحانی آدمی اس سب سے بڑی برائی سے خالی ہوتا ہے جس کو گھمنڈ کہا جاتا ہے۔ گھمنڈ ہمیشہ مادی چیزوں کے بل پر پیدا ہوتا ہے۔ لوگ چونکہ مادی چیزوں کو سب سے بڑی چیز سمجھتے ہیں۔ اس لیے وہ ان کو پاکر گھمنڈ میں پڑ جاتے ہیں۔ وہ انسان کو مادی ساز و سامان سے ناپتے ہیں۔ اس لیے جس شخص کے پاس مادی ساز و سامان کم ہو اس کو نیچا خیال کرتے ہیں اور جس شخص کے پاس مادی ساز و سامان زیادہ ہو اس کی بابت ان کا خیال ہو جاتا ہے کہ وہ اونچا آدمی ہے۔ اسی سے گھمنڈ کا جذبہ ابھرتا ہے اور انسانوں کے درمیان مصنوعی اونچ نیچ کا ماحول پیدا ہوتا ہے۔

مگر روحانی آدمی مادی چیزوں کو دوسرے درجہ کی چیز سمجھتا ہے۔ وہ ان کو اپنا خادم سمجھتا ہے نہ کہ آقا۔ اس بنا پر وہ مذکورہ قسم کی نفسیات سے بچا رہتا ہے۔ نہ مادی سامان زیادہ ہونے کی بنا پر وہ اپنے کو اونچا سمجھتا ہے اور نہ ایسا ہوتا ہے کہ جس کے پاس مادی چیزوں کی کمی ہو اس کو حقیر اور نیچا سمجھنے لگے۔ روحانیت آدمی کو اپنے لیے بھی بہتر بنا دیتی ہے اور دوسروں کے لیے بھی۔

(اردو سروس سے)

پنڈت میلارام وفا

پنڈت میلارام وفا ایک عظیم شاعر، ایک عظیم صحافی اور ایک عظیم انسان تھے۔ ملک کے کونے کونے میں آپ کے بیشمار عقیدت مند اور مداح موجود ہیں۔ آج میں سورگیہ وفا صاحب سے متعلق چند دلچسپ پرانی یادیں دوہرا کر آپ کے دل میں ان کی یاد تازہ کرنا چاہتا ہوں۔ میری کوشش ہوگی کہ صرف ایسی یادیں پیش کی جائیں جن سے ان کی سیرت اور شاعری کے چند گوشے اجاگر ہوں۔

یہ ۱۹۳۰ء کی بات ہے جبکہ وفا صاحب بجرم بغاوت گجرات جیل میں دو سال کی قید کاٹ رہے تھے۔ سیاسی قیدیوں کو صرف سرکاری اخبار سول اینڈ ملٹری گزٹ مہیا کیا جاتا تھا۔ ایک دن جب وہ اخبار کا مطالعہ کر رہے تھے تو دہلی کے ایک سیاسی قیدی نے ان سے کہا کہ مجھے دس پندرہ منٹ کے لیے خبریں دیکھ لینے دیجیے پھر سارا دن بیٹھے موتیں دیکھتے رہنا۔ ڈاکٹر ستیہ پال بھی وہاں موجود تھے۔ وہ یہ الفاظ سن کر بے تحاشا زور زور سے ہنسنے لگے اور دیر تک ہنستے رہے۔ دہلوی قیدی نے ڈاکٹر صاحب کی اس غیر معمولی ہنسی کا سبب پوچھا تو انھوں نے کہا کہ جس شخص پر آپ نے موتیں دیکھنے کا فقرہ چست کیا ہے اس سے میں اور آپ دونوں کم از کم ایک سال تک اخبار بینی کا سبق لے سکتے ہیں۔ مگر ڈاکٹر صاحب کے بتانے پر بھی اسے یقین نہ آیا کہ یہ شخص پنجاب کے سب سے بڑے قوم پرست اور کثیر الاشاعت اخبار "ویر بھارت" کا آتش رقم ایڈیٹر پنڈت میلارام وفا ہے۔

ایک دن پروفیسر پرشوتم لال ضیا جو کہ ایک فلم کمپنی کے لیے کسی خوش گلو ایکٹرس کے متلاشی تھے وفا صاحب کو ایک نظر فریب مغنیہ کے بالاخانے پر لے گئے۔ ان کی فرمائش پر اس نے ایک غزل گائی۔ غزل کے اشعار بالکل معمولی تھے۔ ضیا صاحب تو حسن ترنم پر سر دھنتے رہے مگر وفا صاحب ذرا سی بھی لطف اندوز نہ ہوئے۔ گانا ختم ہوا تو ضیا صاحب نے پانچ روپے کا ایک نوٹ پیش کر دیا۔ مغنیہ نے وفا صاحب کو گم سم بیٹھے دیکھا تو ضیا صاحب سے کہا کہ

رام رتن مضطر

اگر یہ بزرگ اردو نہیں سمجھ سکتے تو پنجابی کی کوئی چیز سنادوں وفا صاحب کھل کھلا کر ہنس پڑے اور بے ساختہ کہہ اٹھے پنڈت جی۔ ہم گھاٹے میں نہیں رہے۔ پانچ روپے کا نوٹ دے کر پچاس روپے کا لطیفہ لے چلا ہوں۔



بے مثال شاعر ہونے کے علاوہ وفا صاحب بے مثال نقاد بھی تھے۔ ان کی ادبی کسوٹی اتنی صحیح تھی کہ بڑے بڑے استادوں کی خامیاں فوراً نمایاں ہو جاتی تھیں۔ لیکن یہ ادبی محفلوں میں ہر شاعر کو بڑی فراخدلی سے داد دیتے یہاں تک کہ مبتدیوں اور نو مشقوں بلکہ کچے مشقوں کی بھی بہت حوصلہ افزائی کرتے اور اچھے شاگردوں کی تعریف میں تو مبالغہ کی حد سے بھی گزر جاتے۔ کبھی کبھی داد دینے کے لہجے میں شعر کی اصلاح بھی اس طرح کر جاتے کہ صاحب شعر کے سوا کسی اور کو گمان بھی نہ گزرے کہ شعر میں اصلاح کر دی گئی ہے۔

لکھنؤ کے ایک مشاعرے میں وفا صاحب صدارت فرما رہے تھے۔ ایک صاحب نے غزل پڑھی اور اس شعر پر محبوب داد پائی ـــ

آکر راہِ الفت میں [illegible] ـــ تم بھی [illegible] بھی [illegible] ہیں

[illegible] ۱۹۸۸ء

لیکن وفا صاحب کی باریک بین نکتہ شناس نگاہوں نے شعر کے معنوی اور فنی اسقام فوراً تاڑ لیے اور کھڑے ہو کر شعر کی بہت تعریف کی۔ لیکن ساتھ ہی اصلاح کر کے شعر کو اس انداز سے پڑھا کہ سوائے صاحب شعر کے کسی اور کو پتہ نہ لگا کہ شعر میں کوئی اصلاح ہو گئی ہے ـــ

آ کر راہِ الفت میں باہم تھام لیں ہاتھ تم بھی لڑکھڑاتے ہو ہم بھی لڑکھڑاتے ہیں

مشاعرہ ختم ہونے پر شاعر وفا صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر مؤدبانہ کہنے لگا۔ قبلہ! آپ نے میرے مصرعِ اوّل میں ایک لفظ کی تبدیلی سے شعر کو زمین سے آسمان پر پہنچا دیا ہے۔ بلاشبہ استاد کے قلم میں جادو کا اثر ہوتا ہے۔

مرحوم کرپال سنگھ بیدار کوئی شگفتہ شعر کہتے تو داد لینے کی خاطر وفا صاحب کے پاس لے جاتے۔ ایک دن اس شعر پر جسے اپنے زعم میں وہ اپنی ایک بلند پایہ تخلیقِ خیال کرتے تھے۔ وفا صاحب سے مہرِ تصدیق لگوانے کے لیے سنانے لگے۔

ـــ یہ بے حجابی کی دھوم برحق مگر وہ پردے بھی کوئی دیکھے
جو اپنے رخ سے اٹھا کے تم نے میری نظر پر گرا دیے ہیں

بادی النظر میں شعر معصوم دکھائی معلوم ہوتا ہے۔ لیکن شعر میں ایک معنوی سقم ہے جو عام آدمی کو نظر نہیں آتا اور جسے وفا صاحب کی ادبی کسوٹی نے پرکھ لیا۔ کہنے لگے۔ بیدار! محبوب کے رخ پر پردہ ایک ہوتا ہے یا زیادہ ہوتے ہیں۔ تمہارے شعر سے ظاہر ہوتا ہے کہ تمہارے محبوب کے رخ پر کئی پردے ہیں جو اس نے اٹھا کر ایک ایک کر کے تمہاری نظر پر گرا دیے۔ بیدار کھسیانا سا ہو گیا۔ داد پانے آیا تھا الٹی پھٹکار پڑ گئی۔ وفا صاحب نے کہا۔ لو شعر کو اب یوں بنا لو ـــ

یہ بے حجابی کی دھوم برحق مگر وہ پردے بھی کوئی دیکھے
جو رخ سے پردہ اٹھا کے تم نے میری نظر پر گرا لیے ہیں

لگے ہاتھوں اب میں آپ کو وہ نوحہ بھی سنانا چاہتا ہوں جو وفا صاحب نے اپنے اکلوتے بیٹے سورج پرکاش عرف بادا کی بے وقت موت سے متاثر ہو کر کہا۔ یہ اندوہناک سانحہ ان کی رفیقۂ حیات کی وفات کے پورے دس سال بعد ہوا۔ بیوی کی موت نے پہلے ہی ان کی زندگی میں ایک بہت بڑا خلا پیدا کر دیا تھا۔ جوان بیٹے کی موت نے رہی سہی کسر بھی پوری کر دی۔

یہ نوحہ شانِ فصاحت و بلاغت کا حامل ہے ـــ

لے گئی مجھ سے سکونِ قلب و جاں بیٹے کی موت
دے گئی مجھ کو عذابِ جانستاں بیٹے کی موت
کس قدر تھے آہ خوش آیند مستقبل کے خواب
کس قدر تھی دور از وہم و گماں بیٹے کی موت
اس لیے دس سال پہلے ہی کنارہ کر گئی
دیکھتی کس آنکھ سے بادا کی ماں بیٹے کی موت
باپ کی بستی بھلے وقتوں میں کہتے تھے اسے
باپ کی آنکھوں کے آگے ہو جہاں بیٹے کی موت
باپ جو اکلوتے بیٹے کا ہو باپ اس کے لیے
ہے نزولِ صد بلائے ناگہاں بیٹے کی موت
زندگی بھر دل سے جانے کا نہیں بیٹے کا غم
زندگی بھر مجھ پر گزرے گی گراں بیٹے کی موت
اس سے بڑھ کر بدنصیبی اور کیا ہو گی وفا
باپ کی آنکھوں کے آگے ہو جواں بیٹے کی موت

معتوبِ غم شاعرِ حزن و ملال پنڈت میلا رام وفا کے ایسے ہی ایک غزل کے چند درد ناک شعر اب میں آپ کے گوش گزار کروں گا جو انھوں نے اپنی بیماری کی حالت میں کہے جبکہ انھیں زندگی کی کوئی امید باقی نہ رہی ـــ

ساعتوں کی نہیں بات لمحوں کی ہے جسم سے روح پرواز کر جائے گی
تم ہماری خبر کو تو کیا آؤ گے اب تمہیں کو ہماری خبر جائے گی
جس قیامت سے واعظ ڈراتا ہے تو اس قیامت سے کم وہ قیامت نہیں
بارہا دل پہ گزری ہے جو ہجر میں بارہا جان پر جو گزر جائے گی
میرے درماں گر و میرے تن پر دوا و دعا ختم کس لیے نیند کھوتی کر و
ہجر کی رات لا انتہا رات ہے یہ قیامت نہیں جو گزر جائے گی
میرے جینے نہ جینے میں کیا فرق ہے میرا جینا نہ جینا برابر ہے اب
مجھ کو مرنے ہی دو مجھ کو مرنے ہی دو میرے مرنے سے دنیا سنور جائے گی
میری دنیا میری زندگی تک ہی ہے اور اک دن مری موت کے ساتھ ہی
خاتمہ میری دنیا کا ہو جائے گا میری دنیا مرے ساتھ مر جائے گی
زندگی کو نہ ہے آرزو کو بقا حسرت آگیں ہے دونوں کا حشر اے وفا
زندگی آرزو میں گزر جائے گی آرزو دل میں گھٹ گھٹ کے مر جائے گی

بعض اوقات یہ جاننا بھی دلچسپی کا باعث ہوتا ہے کہ شاعر اپنے کلام میں سے کس نظم یا کن اشعار کو بہترین تصور کرتا ہے۔ چنانچہ میں نے اکثر دیکھا کہ جب کوئی شخص وفا صاحب سے آٹو گراف دینے کے لیے درخواست کرتا تو وہ عام طور پر یہ شعر اس کی بیاض میں لکھ کر نیچے اپنے دستخط ثبت کر دیتے ـــ

خدا کے نام پر دست دگر یاں ہیں خدا والے
بہت ہے جس قدر ذکرِ خدا خوفِ خدا کم ہے

یوں کبھی کبھی یہ شعر بھی آٹو گراف کے طور پر دیتے تھے ـــ

اک بار اس نے مجھ کو دیکھا تھا مسکرا کر
اتنی سی ہے حقیقت باقی کہانیاں ہیں

ایک دن بہت اچھے موڈ میں بیٹھے حقہ پی رہے تھے۔ کہنے لگے کشمیر پر میری ایک ساڑھے پانچ شعر کی چھوٹی سی نظم ہے جو مجھے بہت بھلی لگتی ہے۔ میرا خیال نہیں کہ کشمیر کے نظر افروز مناظر کی ایسی خوبصورت اور دلکش تصویر کسی اور شاعر نے پیش کی ہو ـــ

یہ ہے رنگین بہاروں کی دنیا روح پرور نظاروں کی دنیا
وادیوں کوہساروں کی دنیا ندیوں جوئباروں کی دنیا
عنبریں شاخساروں کی دنیا گل زمیں رہگزاروں کی دنیا
دلکشا مرغزاروں کی دنیا جانفزا آبشاروں کی دنیا
گل رخوں گل عذاروں کی دنیا مہوشوں ماہ پاروں کی دنیا
حسن کے تاجداروں کی دنیا

(جالندھر سے نشر)

داماد

اعجاز علی ارشد

آج کل داماد کے معنیٰ وہ آدمی ہے جسے دام دے کر خرید اگیا ہو۔ داماد اصل میں بہ دام آمد کی ترقی یافتہ شکل ہے، جس کا مطلب ہے جال میں آنا۔ لیکن گذرتے ہوئے وقت نے زبان کے ساتھ ساتھ معنیٰ میں بھی کچھ تبدیلی پیدا کی ہے، اس لئے اب داماد بغیر دام کے جال میں نہیں آتا۔ ہاں کبھی کبھی جذبۂ عشق بھی کچھ گل کھلاتا ہے چونکہ جس طرح عشق معراجِ دیوانگی ہے اسی طرح دامادی معراجِ عاشقی۔ یہ عشق عام طور پر فلمی اسٹائیل میں کیا جاتا ہے۔ اس لئے داماد بھی کسی سُپر ہٹ فلم کا روایتی ہیرو نظر آتا ہے۔ جس طرح ہماری فلموں کے ہیرو کو گولی پاؤں میں لگتی ہے اور خون اس کے ہاتھ سے بہتا ہے، اسی طرح عشق میں گرفتار نوجوان کو تیرِ نظر تو دل پر لگتا ہے مگر سہرا سر پہ بندھتا ہے۔ بہر حال ایک بار گرفتارِ بلا ہو جانے کے بعد بے چارے داماد کی نمایاں ترین خصوصیت یہ ہوتی ہے کہ چاہے دائیں طرف سے اس کا جائزہ لیجئے یا بائیں طرف سے، یہ ہمیشہ داماد ہی رہتا ہے۔ بقول شخصے ؎

یہ وہ جامہ ہے کہ جس کا نہیں سیدھا الٹا

داماد کی یہ خصوصیت ان لیڈروں کے لئے ایک چیلنج ہے جو ہفتے میں سات بار اپنا جامہ بدلتے ہیں۔ فارسی میں داماد کو خویش بھی کہا جاتا ہے اور اسے الٹا جائے تو کچھ زیادہ ہی عزت دار بن جاتا ہے۔ ہندوستان میں اسے مہمان کہتے ہیں۔ اُلٹے تو "نامہم" بن جاتا ہے، جس کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی۔ غرض ایک داماد ہے اور سیکڑوں جلوے ہیں۔

بدلتے ہوئے زمانے نے جہاں داماد کی تعریف بدل دی ہے وہیں اس کی ڈیوٹی بھی بدل دی ہے۔ پہلے شادی کے وقت دولہا سے یہ اقرار کروایا جاتا تھا کہ وہ زندگی بھر دلہن کے ساتھ رہے گا اور اس کے دکھ سکھ کا ساتھی ہوگا۔ اب اسے یہ اقرار کرنا ہوتا ہے کہ وہ دکھ تو خود جھیلے گا اور سکھ بیوی کے لئے چھوڑ دے گا۔ موڈرن پنڈت اور قاضی تو جلد ہی لڑکے سے یہ بھی اقرار کروانے لگیں گے کہ وہ سینما اپنی بیوی کے ساتھ ہی جائے گا، چائے بنانے اور کھانا پکانے میں بیوی کا ہاتھ بٹائے گا اور تنخواہ بیوی کے حوالے کر کے اوپری آمدنی سے اس کے لئے ہر ماہ کوئی نہ کوئی تحفہ خرید لائے گا۔ بعض جگہ تو معاملہ اور بھی آگے بڑھ چکا ہے۔ اس سلسلے میں ایک واقعہ مشہور ہے۔ ایک ہندوستانی لڑکے اور یورپین لڑکی میں بہت دنوں سے دوستی چل رہی تھی۔ آخر کار ایک دن انہوں نے شادی کر لی اور ہنسی خوشی گھر پہنچے۔ دلہن کی یورپی ماں نے جو برتن دھونے کی مشین سے گندے برتن صاف کر رہی تھی، داماد کو آشیرواد دیتے ہوئے کہا۔ "یہ بڑا اچھا ہوا جو تم نے میری بیٹی سے شادی کر لی۔ اچھا تو اب یہ برتن تم دھو ڈالو، اور مجھے ذرا آرام کرنے دو۔"

یہ واقعہ بھی کچھ پرانا ہی ہے۔ اس میدان میں تازہ ترین ڈیولپمنٹ یہ ہوا ہے کہ پہلے بہو بننے کے لئے لڑکیوں کو انٹرویو دینا پڑتا تھا، اب داماد بننے کے لئے لڑکوں کی قطاریں لگتی ہیں اور لڑکیاں کسی نئے ماڈل کی تلاش میں انہیں ریجیکٹ کرتی جاتی ہیں۔ لیکن ان واقعات سے یہ ہرگز نہ سمجھنا چاہئے کہ آج کل داماد بننے میں کوئی خطرہ ہے۔ رسک تو پہلے زمانے میں تھا جب شادی کے کم از کم ایک ہفتہ بعد دُلہن گھونگھٹ اٹھاتی تھی اور شوہر کو یہ پتہ چل پاتا تھا کہ لڑکی اندھی ہے کانی۔ اب تو لڑکی ہاتھوں میں ہاتھ نہیں، آنکھوں میں آنکھ ڈال کر شریک زندگی بننے کا وعدہ کرتی ہے۔ ہاں داماد بننے سے پہلے بس تھوڑا بے غیرت بننے کی مشق کرنی ضروری ہے۔ ایک جگہ سے نکالے گئے، دوسری جگہ لائن میں لگ گئے۔ ویسے بھی جس طرح نوکری بغیر کوشش پیروی کئے ہاتھ نہیں آتی اسی طرح دامادی بھی بغیر عشق کئے مشکل ہی سے ملتی ہے۔ یوں تو اپنے ملک میں لڑکی کا باپ ہمیشہ غریب ہوتا ہے لیکن اگر سسرال امیر ہو تو نوکری سے زیادہ آرام دامادی میں ملتا ہے۔ پھر یہ کہ آج کل نوکری حاصل کرنے کی بہ نسبت داماد بننے میں محنت بھی کچھ کم ہی کرنی ہوتی ہے۔ اس لئے وہی نوجوان جو پہلے کالجوں سے نکلنے کے بعد نوکری تلاش کرتے تھے، اب بیوی تلاش کرتے ہیں۔ میں ایک ایسے "ذہین نوجوان" کو جانتا ہوں جو اب تک چار مختلف لوگوں کا داماد بن کر چار نوکریاں حاصل کر چکا ہے۔ ایک صاحب ایسے بھی ہیں جو ہر انٹرویو میں اپنے کسی نہ کسی داماد کے لئے سفارش کرتے نظر آتے ہیں۔ لوگ اسے بے غیرتی کہتے ہیں مگر بے غیرت بننے کی یہ مشق آج کل زندگی کے کس شعبے میں کام نہیں آتی۔ کالج میں جانے کے بعد سے لیڈر بننے تک اور لیڈر بننے سے لے کر سیاست سے کنارہ کش ہو جانے تک ہر موقع پر اس کی اپنی ایک اہمیت ہوتی ہے۔ میرا تو خیال ہے کہ اس کے لئے باضابطہ تربیتی کلاسیں ہونی چاہئیں اور ان میں ریٹائرڈ سیاستدانوں کو استاد مقرر کر دینا چاہئے۔

نوکری اور بیوی کی تلاش میں نوجوان جو تجربات حاصل کرتے ہیں وہ شادی کے بعد بھی ان کے بہت کام آتے ہیں۔ میرا ذاتی مشاہدہ ہے کہ داماد بننے کے بعد اگر کوئی نوجوان اپنی عقل سے کام لینا چھوڑ دے، دوسروں کے غم میں دُبلا ہونے کی کوشش کرے قوم کے غم میں حکام کے ساتھ ڈنر کھانے کے محاورے پر عمل کرے، اور اپنے آپ میں بے غیرتی، بے حیائی، بے حسی وغیرہ خصوصیات پیدا کر لے تو وہ ازدواجی زندگی کے پُل صراط سے نہایت آسانی کے ساتھ پار اُتر سکتا ہے۔ ورنہ ہر لمحہ قیامت کی طرح گذرتا ہے اور ہر دن یوم حساب کی طرح نمودار ہوتا ہے۔ میں نے ایسے کئی نوجوان دیکھے ہیں جو داماد بن جانے کے بعد بڑی کامیاب زندگی گذار رہے ہیں کیونکہ وہ اس شعر کی تفسیر بن گئے ہیں ؎

اپنی حالت کا کبھی احساس نہیں ہے مجھ کو
میں نے اوروں سے سنا ہے کہ پریشاں ہوں میں

یہ تو داماد بننے کی باتیں ہوئیں مگر داماد بنانے کا مرحلہ بھی کم سخت نہیں ہوتا۔ آج کل داماد بنانے میں ایسے لڑکوں کو ترجیح دی جاتی ہے جو عقل سے دور مگر دولت سے بھرپور ہوں۔ اس سلسلے میں بھی لڑکے کی تنخواہ سے زیادہ اہمیت اس کی بالائی آمدنی کو دی جاتی ہے۔ دور اندیش قسم کے والدین عام طور پر ایسے ہی لڑکوں کو داماد بناتے ہیں جن کے باپ اور ماں میں سے کم از کم ایک کا انتقال ہو چکا یا عنقریب ہونے والا ہو۔ تفصیل سے کام نہ لیتے ہوئے میں صرف ضرورت رشتہ کا ایک تازہ ترین اشتہار پیش کر دیتا ہوں ——— ضرورت ہے، ایک تعلیم یافتہ برسرِ روزگار ۲۵ سالہ قبول صورت لڑکی کے لئے ایک ایسے لڑکے کی جو اپنے والدین کی اکلوتی اولاد ہو اور امورِ خانہ داری میں ماہر ہو۔ چونکہ لڑکی کو نوکری کے علاوہ مختلف قسم کے سماجی کاموں سے فرصت نہیں ملتی اور اکثر وہ رات گئے گھر لوٹتی ہے اس لئے شادی کے بعد گھر کے تمام معاملات کی دیکھ بھال لڑکے کے سپرد ہوگی۔ لڑکے کے لئے

ڈرائیونگ جاننا ضروری ہے کیونکہ لڑکی کو روزانہ دفتر پہنچانا بھی اس کی ذمہ داری ہوگی۔ بچوں کو کھلانے پلانے اور بہلانے کی ذمہ داری بھی لڑکے ہی کو سنبھالنی ہوگی۔ وقتاً فوقتاً لڑکی کے دوستوں کی خاطر مدارات کرنا بھی اس کے فرائض میں داخل ہوگا۔

نوٹ :- لڑکی کے نام اپنا ایئر کنڈیشنڈ مکان ہے جس میں شادی کے بعد لڑکے کو بھی رہنے کی اجازت ہوگی۔ البتہ چھٹیوں میں جب لڑکی کشمیر وغیرہ جائے گی تو لڑکے کو اپنے گھر ہی پر رہنا ہوگا۔ ضرورت مند حضرات اس پتے پر رابطہ قائم کریں۔"

داماد ہو جانے کے بعد عادتیں تو بگڑتی ہی ہیں، اچھے خاصے مردوں کی صورتیں بھی بگڑ جاتی ہیں اور چونکہ شادی کے بعد آئینہ دیکھنے کا کام صرف عورت کرتی ہے اس لئے بے چارے مردوں کو اپنی صورت شکل درست کرنے کا خیال بھی نہیں آتا۔ ویسے بعض لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جو شادی سے پہلے ہی شکل سے داماد نظر آتے ہیں۔ غالباً ایسے ہی لوگوں کے بارے میں کہا گیا ہے کہ خدا غلام بنادے مگر غلاموں جیسی صورت نہ بنائے۔

داماد کی قسمیں بھی بے شمار ہیں جن میں سب سے اہم خانہ داماد ہے۔ اس کی شان و شوکت تقریباً وہی ہوتی ہے جو دھوبی کے وفادار کی۔ ویسے آج کل سرکاری داماد بھی جابجا دکھائی دیتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہوتے ہیں جو ریٹائر ہونے کے بعد بھی سرکاری فلیٹ میں ڈٹے رہتے ہیں اور سرکاری مہمان سے کم درجہ نہیں رکھتے۔ دامادوں کی ایک اور بھی قسم ہے جسے آپ "نقلی داماد" کہہ سکتے ہیں۔ دامادوں کی اس قسم کا مجھے کچھ زیادہ ہی تجربہ ہے۔ میں ایسے کئی لوگوں کو جانتا ہوں جو وقت پڑنے پر ہر بڑے آدمی کے داماد بن جاتے ہیں۔

باتیں تو اور بھی بہت ساری ہیں۔ مثلاً یہ کہ عام طور پر لڑکے کی والدہ ہی اُسے شادی کا مشورہ دیتی ہیں۔ والد اس سلسلے میں زیادہ اصرار نہیں کرتے چونکہ وہ دامادی کا لطف اٹھائے ہوتے ہیں۔ کوئی نوجوان جب داماد بن جاتا ہے تو سب سے زیادہ خوشی اس کے دشمنوں کو اور سب سے زیادہ دُکھ اس کے شادی شدہ دوستوں کو ہوتا ہے۔ لیکن ہر بات کہنے کے لئے نہیں ہوتی۔ اس سے قبل کہ آپ میری باتوں کو ایک "داماد کی بڑ" سمجھ کر نظر انداز کرنے لگیں، میں اپنے مشاہدے کی روشنی میں نوجوانوں کو ایک مشورہ دینا چاہتا ہوں۔ وہ بھی اس لئے کہ مشورہ ہی ایک ایسی چیز ہے جسے دینے میں کوئی خرچ نہیں ہوتا ہاں تو وہ سنہرا مشورہ یہ ہے کہ اگر آپ اب تک داماد نہیں بنے تو اب اس کا ارادہ بھی مت کیجئے کیونکہ ابھی چند ہی دنوں پہلے میری اٹھارہویں محبوبہ نے بھی شادی سے انکار کرتے ہوئے مجھے وارننگ دی تھی :

ـــــــ "جو لوگ دنیا میں اور کچھ نہیں بن سکتے، وہی
داماد بننے کے لئے بے قرار رہتے ہیں۔"

(پٹنہ سے نشر)

چوتھی کا جوڑا

ایک تنقیدی جائزہ

خواجہ احمد عباس

"کہانی" ایک تخلیقی صنف ادب ہے، چاہے چڑے چڑیا کی کہانی ہو یا ایک پری اور شہزادے کی کہانی ہو، یا لیلیٰ مجنوں، ہیر رانجھا یا رومیو جولیٹ کی داستانِ عشق ہو!۔

مگر آج کے زمانے میں اور آج کل کے سماج میں کچھ ایسی کہانیوں کی ضرورت ہے اور ایسی کہانیاں ہوتی بھی ہیں جو سماج کو کھل کر ننگا کر دیتی ہیں۔

عصمت چغتائی، جنہیں ہم سب عصمت آپا کہتے ہیں چاہے ان سے چھوٹے ہوں یا بڑے ہوں، تو سماج کی نہ صرف کھال اتار لیتی ہیں بلکہ سردی کے زمانے میں سماج کے اوپر سے "لحاف" بھی گھسیٹ لیتی ہیں تاکہ ہم سب کو اپنے سماج کے خد و خال نظر آسکیں۔ اس کی ننگی اصلیت بے نقاب ہو جائے۔ یہ ہمت کم ادیبوں میں ہوتی ہے۔ وہی اس جرأت کا استعمال کرتے ہیں جن کا سماجی شعور جاگا ہوا ہوتا ہے، جو اصلی اور نقلی کرداروں پر تمیز کر سکتے ہیں۔ کون نقاب پہنے ہوئے ہے کون اپنے بدصورت چہرے کو ریشمی رومال سے چھپائے ہوئے ہے اور کون سا بدنصیب اپنے زخموں کے اوپر پٹیاں لپیٹے ہوئے ہے؟ کون اپنے سماجی ناسوروں کی سڑاند کو چھپانے کے لیے عطر اور سینٹ کا استعمال کرتا ہے؟

اس لیے کچھ کہانیاں سماج کے اندر کی گہرائی میں جا کر نفسیاتی، سماجی اور اقتصادی الجھنوں کو آشکار کرتی ہیں۔ ایسی ہی ایک کہانی عصمت آپا نے آج سے کوئی پندرہ بیس برس پہلے لکھی تھی۔ مگر اتنی خوبصورت اور پائیدار تھی یہ کہانی کہ آج تک میں اس کے اثر سے آزاد نہیں ہو سکا۔ اگر مجھ سے پوچھا جائے کہ اردو زبان میں کون سی بہترین کہانیاں ہیں، تو میں بلا جھجک "چوتھی کا جوڑا" کا انتخاب ان کہانیوں میں کروں گا۔ "لحاف" اگر ہمارے سماجی اور نفسیاتی کمزوریوں کو دلیری سے بے نقاب کرتی، مگر کردار نگاری میں اتنی خوبصورت نہیں تھی جتنی "چوتھی کا جوڑا" ہے۔

"چوتھی کا جوڑا" ہمارے سماج کی ایک ٹریجڈی ہے۔ نچلے متوسط طبقہ کی یہ کہانی ہے جس میں چوتھی کا جوڑا کو ایک نشانی، ایک Symbol کے طور پر استعمال کیا گیا ہے۔ یہ سمبل ان لڑکیوں کا جو اپنی خاندانی غربت کی وجہ سے بن بیاہی رہ جاتی ہیں۔ مگر اتنی فنکارانہ خوبصورتی سے یہ کہانی بیان کی گئی ہے، ایسے خوبصورت اور اشارتی الفاظ میں کہ آپ کو پتہ بھی نہیں چلتا کہ یہ اتنے بڑے سماجی المیہ کو بیان کر رہی ہیں۔

کہانی کے شروع ہی سے مصنف نے اپنے الفاظ کے جادو سے ماحول اور کرداروں کو ایسی خوبصورتی سے ادا کیا ہے کہ یہ کہنا ہی نہیں پڑتا کہ یہ خاندان یہ پریوار غربت کا مارا ہوا ہے۔ مگر کبھی ان کی حالت اچھی بھی تھی، مگر وہ سب ماضی میں کھو گئی ہے۔ یہ ہے کہانی کا

پہلا پیراگراف جو کہانی کی زبان بنتا ہے۔

"سہ دری کے تخت پر آج صاف ستھری جازم بچھی ہوئی تھی۔ ٹوٹی ہوئی کھپریل کی جھریوں سے آڑی ترچھی جالیاں پورے دالان میں بکھری ہوئی تھیں۔ محلے پڑوس کی عورتیں خاموش اور سہمی ہوئی بیٹھی تھیں جیسے کوئی بڑا حادثہ ہونے والا ہو۔ ماؤں نے بچے چھاتیوں سے لگا لیے تھے کبھی کبھی کوئی بڑا دبلا پتلا سا چڑچڑا سا بچہ غذا کی کمی کی دہائی دے کر چلا اٹھتا۔

"آج کتنی آس بھری نگاہیں کبرا کی ماں کے فکر میں ڈوبے ہوئے چہرے کو تک رہی تھیں۔ چھوٹے عرض کے قول کے دو پاٹ تو جوڑ دیے گئے تھے مگر ابھی سفید گزی کا نشان پوتنے کی کسی کی ہمت نہ پڑی تھی۔ کاٹ چھانٹ کے معاملے میں کبرا کی ماں کا بہت اونچا مقام تھا۔ اس کے سوکھے سوکھے ہاتھوں نے نہ جانے کتنے جہیز سنوارے تھے، کتنے چھٹی چھوچک تیار کیے تھے، کتنے کفن بیونتے تھے۔"

دیکھا آپ نے کہ پہلے ہی پیراگراف میں ماحول بھی بیاں کر دیا اور کرداروں کا بھی ذکر کر دیا اور کفن کا نام لے کر جو المیہ اس گھر میں ہونے والا ہے اس کے لیے بھی پیشین گوئی پہلے سے کر دی۔ اچھے افسانے کی یہی تعریف ہے کہ افسانے کے اختتام تک جو ہونے والا ہے اس کی پہلے ہی داغ بیل ڈال دی جائے تاکہ کلائمکس تک پہونچتے پہونچتے پڑھنے والے کا ذہن اس کے لیے تیار ہو جائے۔

کردار کتنے جیتے جاگتے اور اصل ہیں۔ جیسے آپ نے اپنے محلے پڑوس میں دیکھے یا سنے ہوں گے۔ ایک بی اماں ہیں جو بوڑھی ہیں جن کے چہرے پڑی جھریاں کتنی ہی کہانیاں بیان کرتی ہے۔ ایک ان کی بڑی لڑکی کبرا ہے جو بی آپا کہلاتی ہے۔ جو بڑی عمر کے باوجود اب تک غیر شادی شدہ ہے۔ ایک اس کی چھوٹی بہن حمیدہ ہے جس کی عمر اب جوانی میں قدم دھر رہی ہے۔

مگر اصل کردار راحت بھائی کا ہے جو اس المیہ کا مرکزی کردار ہے۔ جو ان لڑکیوں کا رشتے کا ماموں زاد بھائی ہے۔ جو کوئی خوبصورت ہیرو نہیں ہے نہ ہی بدصورت ولن ہے۔ معمولی شکل و صورت کا نوجوان ہے۔

وہ جب پولیس کی ٹریننگ کے سلسلے میں آکر اس گھر میں ٹھہرتا ہے تو لگتا ہے کہ بی اماں کو برڑ کا مل گیا۔ اس کی خاطر مدارات انتہا کی جاتی ہے۔ روز پانی کا گلاس پی کر کبرا اس کے لیے پراٹھے اور بالائی کا ناشتہ تیار کرتی ہے جو چھوٹی بہن حمیدہ اس تک پہنچاتی ہے "دولہا بھائی" سے جو روایتی مذاق کیے جاتے ہیں وہ سب ہوتے ہیں گھلی کے کباب کھلائے جاتے ہیں۔ بی اماں کی خواہش ہے کہ کسی طرح وہ کبرا کو پسند کرے لیکن پردے کا رواج بھی سخت ہے۔ بی اماں فخر یہ کہتی ہیں کہ میری لڑکی کی کسی نے آج تک پرچھائیں بھی نہیں دیکھی۔ کبرا خود دروبانی عمر سے نکل چکی ہے۔ رات دن چولہے میں جھنکی رہتی ہے مگر راحت کے لیے ایک سویٹر بنتی ہے اور حمیدہ کے ہاتھ اس کو بھیجتی ہے مگر کہہ دیتی ہے کہ مت کہنا کہ میں نے بنایا ہے۔

جب حمیدہ راحت کو سویٹر دیتی ہے تو وہ پوچھتا ہے۔

(اب میں کہانی میں سے پڑھ رہا ہوں)

"کیا سویٹر آپ نے بنایا ہے؟"

"نہیں تو!" وہ جواب دیتی ہے

"تو ہم نہیں لیں گے۔"

میرا جی چاہا (حمیدہ سوچتی ہے) کہ اس کا منہ نوچ لوں، کمینے مٹی کے تودے یہ سویٹر ان ہاتھوں نے بنایا ہے ..... جو جیتے جاگتے غلام ہیں اس کے ایک ایک پھندے میں نصیبوں جلی کے ارمانوں کی گردن پھنسی ہوئی ہے۔ یہ ان ہاتھوں کا بنا ہوا ہے جو پالنا جھلانے کے لیے پیدا ہوئے ہیں ٹوٹے بٹن لگانے کے لیے اور پھٹا ہوا دامن رفو کرنے کیلیے بنائے گئے ہیں۔ ان کو تھام لے گدھے کہیں کے۔ یہ دو پتوار بڑے سے بڑے طوفان کے تھپیڑوں سے تمہاری زندگی کو پار کرا دیں گے۔ یہ ستار نہ بجا سکیں گے۔ منی پوری اور بھرت ناٹیم نہ دکھا سکیں گے۔ انہیں پیانو بجانا نہیں آتا ہے۔ انہیں پھولوں سے کھیلنا نصیب نہیں ہوا۔ مگر یہ تمہارے جسم پر چربی چڑھانے کے لیے صبح سے شام تک سلائی کرتے ہیں۔ صابن اور سوڈے میں ڈبکیاں لگاتے ہیں چولہے کی آنچ سہتے ہیں۔

کتنی اچھی تعریف کی ہے ایک غریب لڑکی کی ہنر مند ہاتھوں کی، جو سردار جعفری کی نظم "ہاتھوں کا ترانہ" کی یاد دلاتی ہے۔

ان ہاتھوں کی تعظیم کرو

ان ہاتھوں کی تکریم کرو

مگر راحت کو کام کرنے والے ہاتھوں کی ضرورت نہیں ہے۔ جو ویلن نہیں ہے۔ مگر ہیرو بھی نہیں ہے۔ معمولی سمجھ بوجھ کا آدمی ہے اس لیے جب اسے موقع ملتا ہے تو بی اماں جب اسے رام کرنے کے لیے مولا علی کی کونڈوں کا ملیدہ اس کو چھوٹی بیٹی حمیدہ کے ہاتھ بھیجتی ہے تو وہ بے چاری سوچتی ہے۔

(میں پھر عصمت آپا کے الفاظ دہرا رہا ہوں)

"جیسے سانپ کی بانبی میں گھس آئی ہو اور پہاڑ کھسکا۔ راحت نے منہ کھول دیا۔ وہ فوراً پیچھے ہٹ گئی مگر کہیں دور بارات کی شہنائیوں نے چیخ ماری جیسے کوئی اس کا گلا گھونٹ رہا ہو۔ کانپتے ہاتھوں سے پاک ملیدے کا نوالہ بنا کر اس نے راحت کے منہ کی طرف بڑھا دیا۔ ایک جھٹکے سے اس کا ہاتھ پہاڑ کی کھوہ میں ڈوبتا چلا گیا۔ نیچے بہشت کے اندھیرے کی اتھاہ غار کی گہرائیوں میں۔ اور ایک نرم سی چٹان نے اس کی چیخ کا گلا گھونٹ دیا۔ نیاز کے ملیدے کی رکابی ہاتھ سے چھوٹ کر لالٹین کے اوپر گری۔ لالٹین نے زمین پر گر کر دو چار سسکیاں بھریں اور گل ہو گئی ....."

اور پھر ..... بیچ کی ہڑبڑی سے راحت چھ مہینے کی مہمان داری کا شکریہ ادا کرتا ہوا روانہ ہو گیا اپنی شادی کہیں دور کرنے کے لیے۔

"اس کے بعد اس گھر میں پیرا ٹھے نہ پکے، انڈے تلے گئے اور سویٹر نہ بنے گئے۔ دق جو ایک عرصے سے کبرا کی تاک میں بھاگی بھاگی چلی آ رہی تھی۔ ایک ہی چھلانگ میں اسے دبوچ بیٹھی۔ اور اس نے اپنا نامراد بدن اس کی گود میں سونپ دیا۔

اور پھر اس سہ دری میں چوکی پر صاف ستھری جازم بچھائی گئی۔ محلے کی بہو بیٹیاں جمع ہوئیں۔ کفن کا سفید لٹھا موت کے آنچل کی طرح بی اماں کے سامنے پھیلایا گیا۔ کفن کے لٹھے کی کان نکال کر انھوں نے چوبہا تہہ کیا۔ اور ان کے دل پر ان گنت کینچیاں چل گئیں۔ آج ان کے چہرے پر پرشانی اور موت بھرا اطمینان تھا۔ جیسے انہیں پکا یقین ہو کہ اور جوڑوں کی طرح چوتھی کا یہ جوڑا کبھی خراب نہیں ہوگا۔

کہانی ختم ہو جاتی ہے۔

مگر یہ کہانی کبھی ختم ہونے والی نہیں ہے

اس لیے کہ اس میں ایک لڑکی کی حرماں نصیبی کا بیان نہیں ہے، ایک پوری نسل کا یہ المیہ ہے۔ کتنی کنواریاں انتظار کر رہی ہیں کہ کوئی دولہا ایک دن آئے گا اور ان کو بیاہ کر لے جائے گا۔

مگر غریبی ان کے ارمانوں کا گلا گھونٹ دیتی ہے۔ سماج ان کے درد کو نہ سمجھتا ہے نہ دور کرنے کی کوشش کرتا ہے یہاں تک کہ موت کا دولہا ان کو کفن کا "چوتھی کا جوڑا" پہنا کر لے جاتا ہے۔

عابد ناگپوری

جس پہ ہر شے کی دنیا آرزو کرتی رہی
وہ ادائے حسن میری جستجو کرتی رہی
مست و بیخود کر گئی ساقی کی چشم مے گسار
تو بہ توبہ نسبت جام و سبو کرتی رہی
ہو کے جب مایوس ہم اٹھے تو بزم شوق میں
منتیں کیا کیا نگاہ فتنہ جو کرتی رہی
میری آنکھوں نے اسے دیکھا ہے اکثر بے نقاب
لاکھ وہ صورت حجاب رنگ و بو کرتی رہی
موت کی بے رحم آنکھوں میں بھی آنکھیں ڈال کر
جرأت رندانہ میری گفتگو کرتی رہی
میں وہی عابد ہوں ننگ عبدیت بے خدمے نام
جس کی مداحی میں اک دنیا غلو کرتی رہی

(ناگپور سے نشر)

ستیہ گرہ

محمود ہاشمی

تاریخ عالم، ظلم وستم اور عوام واقتدار کی کشمکش سے بھری ہوئی ہے۔ یونان، مصر، روم اور دنیا کی دیگر تہذیبوں میں قدیم زمانہ سے نہتے اور معصوم عوام پر، حکمرانوں اور صاحبان اقتدار کی جانب سے ہیبت ناک مظالم کا سلسلہ جاری رہا ہے۔ انگریزی میں ایک کتاب ہے جس کا نام ہے History of Torture۔ اس کتاب میں زمانۂ قدیم سے عوام پر ہونے والے مظالم کی تفصیل بیان کی گئی ہے۔ اس کتاب کے مطالعہ سے علم حاصل ہوتا ہے کہ ظلم کو برداشت کرنا ایک طویل عرصہ تک انسان کا مقدر تصور کیا جاتا رہا۔ اور تہذیبی عروج و زوال کی تمام داستانیں اور تاریخ مظالم اور ظلم کو برداشت کرنے والے مشہور اور بے نام شہیدوں کے قصوں سے بھرپور ہیں۔

ظلم وجور اور Resistance کا یہ سلسلہ بیسویں صدی میں بھی جاری ہے۔ فرق یہ ہے کہ ہمارے عہد میں طاقتوں کے خلاف آواز بلند کرنے کا ایک اصول، ایک سلیقہ وجود میں آچکا ہے، اور یہ سلیقہ ہے "ستیہ گرہ" کا وہ اصول جسے گاندھی جی نے تشکیل دیا۔ گاندھی جی کے نزدیک "ستیہ گرہ" دراصل اہنسا اور سچائی کے عرفان کا عمل ہے۔ گاندھی جی نے "ستیہ گرہ" کے فلسفے کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے:

"میرے پاس دنیا کو سکھانے کے لئے کوئی نئی چیز نہیں ہے۔ سچائی اور اہنسا زمانۂ قدیم سے ہی موجود ہیں۔ میں نے تو صرف اتنا کیا ہے کہ جتنے وسیع پیمانے پر ممکن تھا، میں نے ان دونوں کا تجربہ کیا ہے۔ ایسا کرنے میں، میں نے کبھی کبھی غلطی بھی کی ہے اور اپنی غلطیوں سے سبق سیکھا ہے۔ اسطرح زندگی اور اس کے مسائل میرے لئے سچائی اور اہنسا کے تجربے بن گئے ہیں۔"

گاندھی جی نے سچائی اور اہنسا کے امتزاج سے احتجاج کے جس فلسفے کو ستیہ گرہ کے نام سے روشناس کرایا اس کے تاریخی تناظر پر غور کیا جائے تو کئی اہم واقعات سامنے آتے ہیں۔ "ستیہ گرہ" کی ایک مثال وہ ہے جس کے مطابق یونان کے خود پسند حکمرانوں کے روبرو، سقراط نے سچائی کے اظہار کے لئے زہر کا پیالہ منہ کو لگایا تھا۔ اہنسا اور ستیہ گرہ کے اصولوں کی جھلکیاں مختلف مذاہب کا پرچار کرنے والے پیغمبروں کی زندگی اور تعلیمات میں نظر آتی ہیں۔ مثلاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو، جس انداز سے کانٹوں کا تاج پہنایا گیا، اور جس طرح انھوں نے اس ظلم کو برداشت کیا، وہ بھی ایک طرح ستیہ گرہ کا عمل ہے۔

واقعہ کربلا اور اس کی تاریخ سے بھی اس بات کے شواہد ملتے ہیں کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے سچائی کی فتح کے لئے پہلے اہنسا کا رویہ اختیار کیا، پھر احتجاج کی روش کو اپنایا۔ "ستیہ گرہ" کے اس تصور کو، جسے گاندھی جی نے بیسویں صدی میں پیش کیا، اگر واقعہ کربلا سے ہم آہنگ کیا جائے تو غیر معمولی مطابقت نظر آتی ہے۔

گاندھی جی کے فلسفہ "ستیہ گرہ" کی تاریخ دراصل عوامی صداقت اور اقتدار کے خلاف جدوجہد کی تاریخ ہے اور انسانی ارتقا کی تاریخ میں اس کے شواہد ہر ایک باب میں موجود ہیں۔ گاندھی جی نے خود اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے:

"اگر ہم قدیم زمانے سے موجودہ زمانے کی تاریخ پر نظر ڈالیں تو معلوم ہوگا کہ انسان نے بتدریج اہنسا کی طرف قدم بڑھایا ہے۔ ایک زمانہ تھا کہ ہمارے آبا و اجداد آدم خور تھے اس کے بعد وہ آدم خوری سے تنگ آگئے اور انھوں نے شکار پر گزر بسر شروع کی۔ پھر ایک منزل وہ آئی کہ انسان کو ایک خانہ بدوش شکاری کی سی زندگی بسر کرنے میں ندامت محسوس ہونے لگی۔ اور اس نے کھیتی باڑی شروع کی اور اپنی خوراک کے لئے زیادہ تر زمین کی پیداوار پر انحصار کرنے لگا۔ اس طرح خانہ بدوشی ختم کرکے اس نے ایک جگہ آباد ہوکر مہذب زندگی شروع کی۔ گاؤں اور قصبے آباد کئے، اور محض ایک کنبے کا رکن ہونے کے بجائے وہ ایک فرقے اور پھر ایک قوم کا فرد بھی بن گیا۔ یہ تمام باتیں اہنسا کی ترقی اور اہنسا کی کمی کی علامتیں تھیں۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو اب تک نسل انسانی بھی نیچے درجے کی کئی نسلوں کی طرح ختم ہو گئی ہوتی۔ پیغمبروں اور اوتاروں نے بھی اہنسا کا سبق ہی دیا ہے، ان میں سے کسی نے بھی ہنسا کا درس دینے کا دعویٰ نہیں کیا۔ انسان بطور ایک حیوان تشدد کرنے کا رجحان رکھتا ہے۔ لیکن چونکہ روح عدم تشدد کی قائل ہے۔ اس لئے انسان کے لئے تشدد کی راہ پر چلتے رہنا ممکن نہیں۔ اُسے یا تو اہنسا کی طرف قدم بڑھانا ہوگا، یا اپنی تباہی کی طرف۔ اسی لئے پیغمبروں اور اوتاروں نے سچائی، یگانگت، بھائی چارے انصاف وغیرہ کا درس دیا ہے، اور یہ تمام اوصاف اہنسا کے لوازم ہیں۔"

انسانی نفسیات اور تاریخ عالم کے اس تناظر کی وضاحت کرنے کے بعد گاندھی جی نے یہ بھی لکھا ہے:

"ستیہ گرہ کے ابتدائی دور میں، میں نے یہ دریافت کیا کہ سچائی کی تلاش کے راستے میں مخالف پر تشدد کرنے کی کوئی گنجائش نہیں، بلکہ مخالف کو صبر اور ہمدردی کے ساتھ غلط راستے سے ہٹانے کی ضرورت ہے۔ ہو سکتا ہے کہ ایک شخص کے نزدیک جو چیز سچائی ہے، وہ دوسرے کی نظر میں ایک غلطی ہو۔ اور صبر سے مراد، خود دکھ برداشت کرنا ہے۔ اس لئے اس اصول کا مطلب یہ ہے کہ مخالف کو دکھ دے کر نہیں بلکہ خود دکھ اٹھا کر سچائی کو ثابت کیا جائے۔"

گاندھی جی کا فلسفہ "ستیہ گرہ" آج کی انسانی برادری کے لئے احتجاج اور سچائی کے حصول کا ایسا وسیلہ ہے، جسے گاندھی جی نے اپنی زندگی میں عملی طور پر بھی آزمایا اور بیسویں صدی کے انسانوں کو اس کا عظیم الشان ورثہ بھی عطا کیا۔

(اردو سروس سے)

کیا ہوتا ڈاکٹر اگر شاعر ہوتا

ڈاکٹر جگدیش چند کندرا

کیا ہوتا ڈاکٹر اگر شاعر ہوتا
امراض روح و دل کا وہ طرا ماہر ہوتا
مریض عشق ہوتا یا مریض روح مجروح
نسخہ سخن ہی سب کے لیے دائر ہوتا

میرا خیال ہے کہ ڈاکٹر اگر شاعر ہوتا تو کوئی بھی مرض سنگین یا تشویشناک نہ ہوتا۔ کیونکہ کسی مرض کے سنگین ترین ہونے کا انجام موت ہو سکتا ہے اور شاعر ڈاکٹر موت کو یا یوں کہیے کہ زندگی کو کچھ سمجھتا ہی نہیں۔ اگر کوئی مریض یہ تشویش ظاہر کرتا کہ وہ بچے گا یا اللہ کو پیارا ہو جائے گا تو ڈاکٹر صاحب یہ فرماتے کہ میاں زندگی کی کیوں فکر کرتے ہو کیا جانتے نہیں کہ زندگی اک آہ مسلسل کے سوا کچھ بھی نہیں، آپ کو معلوم تو ہوگا ہی کہ مہاتما بدھ نے زندگی کے ہنگاموں سے تنگ آ کر فقیری کا راستہ لیا تھا۔ اس پر مریض بھلا کیا کہے گا۔ جب زندگی اک آہ مسلسل ہے، پُر ہنگامہ ہے تو یہ رہے نہ رہے کیا فکر۔

میرا تو خیال ہے کہ ہر ڈاکٹر کا شاعر ہونا نہایت لازمی ہے۔ کیونکہ ڈاکٹر شاعر مریض کے دل سے موت کے خدشے کو بالکل نکال سکتا ہے اور میر کے ساتھ کہہ سکتا ہے کہ:

موت اک زندگی کا وقفہ ہے
یعنی آگے چلیں گے دم لے کر

شاعر ڈاکٹر یوں بھی فرما سکتے ہیں:

بشر فانی ہے تو موت سے کیا ڈرنا
اک نہ اک روز یہ ہنگام ہوا رکھا ہے

مطلقاً بہتر علاج کے اعتبار سے بھی مریضوں کو شاعر ڈاکٹر کو ہی ترجیح دینی چاہیئے۔ کیونکہ ایک قطعی پیشہ ور ڈاکٹر عام طور پر صرف جسم کا علاج کر سکتا ہے۔ مگر روح کا علاج اس کے بس کا روگ نہیں ہو سکتا۔ آپ ہی بتائیے کہ روح کے سوا جسم کس کام کا۔ شاعر ڈاکٹر ہی مریض کے حق میں بہتر ہے اس کی تائید سامعین کو دو منظروں سے مل جائے گی جو میں ابھی پیش کر رہا ہوں۔

پہلا منظر:

سخت درد و تکلیف کے ساتھ خستہ حال ایک مریض پیشہ ور ڈاکٹر کے دواخانے میں داخل ہوتا ہے۔ اندر دیکھتا ہے کہ بیسیوں مریض بیٹھے ہیں اور ہر ایک چہرے پر پریشانی اور ڈر کا عالم ہے۔ اسے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ موت کے اینٹی چیمبر میں گھس آیا ہے۔ وہیں پُر تکلف سفید کپڑوں میں ملبوس ایک نرس ہاتھ میں انجکشن کی سرنج لیے ہوئے ایک مریض کے اوپر جھک کر اس کے بازو پر اسپرٹ لگا رہی ہے اور جھکے جھکے پُر تکلف نے مریض صاحب کو مخاطب ہوتے ہوئے اطلاع دیتی ہے کہ آپ کو کافی دیر انتظار کرنا ہوگی کیونکہ ڈاکٹر صاحب ایک مریض کا آپریشن کر رہے ہیں جو جاں بلب ہے۔ مریض صاحب وہاں سے سر پر پاؤں رکھ کر بھاگتے ہیں۔ اور غالب کا یہ شعر یاد کرتے ہیں ؎

درد منت کش دوا نہ ہوا
میں نہ اچھا ہوا بُرا نہ ہوا

ان کا درد کچھ کم ہو جاتا ہے۔

اب دوسرا منظر ملاحظہ فرمائیے:

شاعر ڈاکٹر صاحب کا دواخانہ ہے۔ سفید کپڑوں میں ملبوس پُر تکلف کوئی نرس ورس نہیں ہے۔ دواخانہ کی دیواروں پر چند فریم لٹکے ہوئے ہیں جن کے اندر شعر لکھے ہوئے ہیں۔ سب سے بڑے فریم میں موٹے حرفوں میں شعر لکھا ہے ؎

بوتل جو کھولی حضرت زاہد کے واسطے
مارے خوشی کے کاگ بھی دو گز اچھل گیا

اسی کے بغل میں ایک فریم میں ایک اور شعر ہے ؎

ایسا ترے فراق میں بیمار ہو گیا
میں چارہ گر کی جان آزار ہو گیا (نصیر دہلوی)

دواخانے کے بیچ میں ایک میز ہے جس پر کئی شعرا کے دیوان رکھے ہوئے ہیں۔ ایک طرف ایک چھوٹی میز پر شیروانی میں ملبوس ادھیڑ عمر ایک نہایت ہی خوش مزاج کمپاؤنڈر صاحب بیٹھے ہوئے ہیں۔ ہاتھ میں انجم مانپوری کی نظموں کا مجموعہ لئے پڑھ رہے ہیں۔ ایک بوڑھا مریض اندر آتا ہے۔ اور کمپاؤنڈر صاحب اٹھ کر بڑے ادب سے سلام کرتے ہیں۔ کہتے ہیں۔

آئیے قبلہ، آئیے، تشریف رکھئے۔ بیمار ہوں آپ کے دشمن۔ ڈاکٹر صاحب ابھی حاضر ہوا چاہتے ہیں۔ اس دواخانے میں یہ دستور ہے کہ انتظار کے وقفے میں مریضوں کو ہلکے پھلکے اشعار سنائے جاتے ہیں تاکہ اُن کا دل بہلا رہے۔ تو قبلہ میں آپ کو انجم مانپوری کی نظم دیہات کی صبح کے چند اشعار سناتا ہوں۔ ملاحظہ فرمائیے:

دل کش عجب ہے وقت سحر، گاؤں کا سماں
جانا مویشیوں کا چراگاہ رواں دواں
وہ بکریوں کا قافلہ، بھیڑوں کا کارواں
بھینسوں کی وہ قطاریں، وہ بیلوں کی ٹولیاں
کچھ لڑکے ساتھ ان کے چرانے کے واسطے
کچھ بچیاں ہیں گوبر اٹھانے کے واسطے
گوبر کی بھینی بھینی خوشبو کی وہ لپک
کوڑے کا ڈھیر، گڈھے کے پانی کی وہ مہک
ہوتے ہی صبح نکلا ہر اک گھر سے بے دھڑک
وہ سلسلہ کسانوں کا بستی سے کھیت تک
رُخ ہے کسی گرہست کا کھلیان کی طرف
لوٹا لیے چلا کوئی میدان کی طرف

مانپوری کی ابھی کافی نظم باقی ہے۔ مریض پُر لطف سُن رہے ہیں۔ اتنے میں ڈاکٹر صاحب دواخانہ میں یہ شعر گنگناتے ہوئے داخل ہوتے ہیں:

زباں رنگیں، بیاں رنگیں، الم رنگیں، فغاں رنگیں
یہ میری زندگی میں کون شامل ہوتا جاتا ہے

ڈاکٹر صاحب کے سر پہ پلے کی ٹوپی کرتہ پاجامہ میں ملبوس، ترا شی ہوئی داڑھی بشاش بشاش چہرہ، ان کی آمد سے دواخانہ اور بھی تکلف ہو جاتا ہے۔ مریض کو دیکھتے ہی فرماتے ہیں:

آپ یہاں غلطی سے آگئے حضور۔ آپ کو کوئی بیماری ہو ہی نہیں سکتی۔ جس ذوق سخن سے آپ کمپاؤنڈر صاحب سے مانپوری کی یہ سادہ اور فطری نظم سن رہے تھے اس سے ظاہر ہے کہ ہر بیماری آپ سے کوسوں دور بھاگے گی۔ دراصل آپ کو کوئی شکایت ہے بھی تو وہ مطلق سِن کی ہے۔ آپنے سُنا ہوگا کہ

کوئی مغرور حسن سے کہہ دے
وقت سب سے خراج لیتا ہے

حضور ہم سب کو بہت طرح کے خراج دینے ہوتے ہیں۔ خراج وطن، خراج انسان، خراج سِن، آپ بیشک سب کچھ کھائیں پئیں، ٹھیک ہو جائیے گا۔

مریض خوشی خوشی ڈاکٹر صاحب سے اجازت لے کر چلا جاتا ہے۔ اب سامعین ہی فیصلہ کریں کہ اس ضعیف مریض کو اس نشتر بردار ڈاکٹر کے یہاں جانا چاہیے تھا یا ہمارے شاعر ڈاکٹر کے پاس — میں تو سامعین کو یہ مشورہ دوں گا کہ اوّل تو ڈاکٹر کے پاس جائیے ہی بہت کم اور اگر خدانخواستہ جانا ہی پڑے تو کسی شاعر ڈاکٹر کے پاس ہی جائیے۔ بقول ہمارے دوست رضا نقوی واہی کے بشیشی مئے ابرو مریضاں میں مت شامل ہوئیے۔ پیشہ ور نشتر بردار ڈاکٹر کے یہاں جائیے گا تو مشورہ سے پہلے اتنے قسم کی جانچ کرائیں گے کہ توبہ۔ بقول واہی صاحب کے ہی:

کوئی غریب جو اس جال میں پھنسا تو گیا
طلسم ہوش رُبا ہے نہیں کم یہ مقام
عوض علاج کے جانچوں کا سلسلہ جو چلا
رپورٹ آنے سے پہلے ہی ہوا وہ تمام

(پٹنہ سے نشر)

مہجور کی شاعری فن کے آئینے میں

رشید نازکی

مہجور ہمارے قریب العصر شعراء میں سب سے زیادہ نمایاں شاعرانہ شخصیت کا حامل ہے اس کا فن آہنگ اور اسلوب ماضی کی ادبی روایت سے اپنا شجرۂ نسب قائم رکھنے کے باوجود اپنی انفرادیت اور امتیاز کے اعتبار سے الگ شناخت رکھتا ہے۔ اس حیثیت میں وہ اپنے عہد کے شاعروں میں سب سے زیادہ اہم متنوع، رواں اور تابناک شاعر ہے۔

مہجور کے عہد تک کشمیری شاعری صوفیانہ محفلوں کی نیم خوابی میں غرق تھی۔ یا پھر داستانوں کی طلسم اساطیر میں کھنڈر کا خزانہ۔ یہ ٹھیک ہے کہ بیچ بیچ میں حبہ خاتون اور میر شاہ آبادی کی ارضی تانوں سے کشمیری شاعرانہ مزاج کا خمار آگیں سپنا تھوڑی دیر کے لیے ٹوٹتا نظر آتا ہے لیکن غالب اثر کے طور پر ان کی شاعری غنودگی کے عالم میں محض ایک جھرجھری سے تعبیر کی جا سکتی ہے۔

مہجور کے فن کا سب سے بڑا اعجاز یہ ہے کہ اس نے ذہنی خوابیدگی کے اس عالم کو بدلنے کے لیے اپنا لہجہ اور اپنی لے بدل کر اپنی شاعری کی بنیاد عالم ارضی کی سوندھی مٹی پر قائم کی اور روایت کے ساتھ اپنا رشتہ یوں جوڑ دیا کہ انھیں دو عاشقانہ آوازوں کے تازہ کار سروں پر اپنے نغموں کی بنیاد رکھ دی۔ جو ابتک کشمیری شاعری میں تنہا اور کسی حد تک کٹی ہوئی آوازیں سمجھی جاتی تھیں۔ یہ دو آوازیں حبہ خاتون اور رسول میر کی معطر، نظر باز اور رنگ بستہ آوازیں تھیں۔ مہجور نے دونوں آوازوں کی آمیزش سے ایک تیسری آواز خلق کی۔ جو اوّل اوّل انہی دو فنکاروں کی آواز بازگشت معلوم ہوتی تھی۔ لیکن پھر آگے جاکر مہجور کی اپنی فنکارانہ انفرادیت، وقت کے تقاضوں کے سانچوں میں ڈھل کر آئی۔ میں اس اولین رنگ کی ایک پیش پا افتادہ مثال پیش کروں گا۔

ژرولم رُوشے رُوشے پُوشے میتہ جانانو
رو ٹھے رو ٹھے تم مجھ سے دور بھاگے۔ او میرے پھولوں کا رسیا پیا۔

عبدالاحد آزاد نے اسے مہجور کی کشمیری شاعری کا پہلا گیت مان کر اس کے ساتھ یہ واقعہ بھی لکھ دیا کہ مہجور موسم بہار میں ایک دھوبن کی طرف نکل آیا جہاں البیلی دہقان زادیاں ایک شاداب وادی میں حبہ خاتون کا یہ ترنم اور پرگداز نغمہ گا رہی تھیں۔

دل نیتھ روٹ تھم گوشے۔ وولو میانہ پوشے مدنو
نقد دل لے کر گوشہ گیر ہو گئے۔ آ میرے پھولوں کے پیا آ۔

گویا اس طرح مہجور کی شاعری کی پہلی اولاد معنوی حبہ خاتون کی شاعری کے بطن سے جنم لیتی ہے۔ ظاہر ہے کہ اس آواز کی اپنی ایک روایت تھی اسی لیے مہجور کی شاعری کا یہ پہلا نغمہ فضاؤں کو چیرتا ہوا روایت کے دوش پر سوار وادی کے طول وعرض میں بکھر گیا۔ اور مہجور کی شاعری قبول خاطر اور لطف سخن کی دولت سے اپنے پہلے ہی مرحلے میں ہمکنار ہوئی۔

شاعر شباب رسول میر شاہ آبادی کے مسلک شاعری کو راہنما بنانے کا اقرار تو مہجور نے کئی بار کیا ہے میں فقط ایک مثال پر اکتفا کروں گا۔

اَتھ دردِ سوز سس پردہ تُلتھ گوسہ رسُل میر
مہجور لاگتھ آژ بنیے ژُبار اتی روز

درد و سوز کی دنیا سے رسول میر نے پردے ہٹا دیئے اور اب مہجور میر شاہ آبادی کا روپ دھار کر دوبارہ آیا ہے۔

فنی راہوں کے ان راہنماؤں کے محل شب چراغ کو لے کر مہجور نے کشمیری زبان کی جمالیاتی شاعری میں تھوڑی سی پیش رفت ضرور کی۔ لیکن جہاں تک میں سمجھتا ہوں مہجور آخری عمر تک [illegible] کے دبستان نغمہ و آہنگ سے باہر آنے میں کامیاب نہ ہو سکا۔ ہر چند کہ مہجور نے اس کی شعوری کوشش بھی کی۔ مگر آخری عمر تک مہجور کی غزل محبوب کے عارض تاباں سے لے کر گلاب کی فرحت زایوں تک ہی محدود رہ سکی۔ اس کی سب سے بڑی وجہ یہی پیوند اور شجرہ نسب تھا۔ کیونکہ بنیادی طور پر مہجور کے یہ دونوں راہنما سراپا نگاری اور ہجر و فرحت کے نغمہ خواں شاعر تھے اور ان کی شاعری کا کینواس بہت ہی محدود تھا۔ مہجور نے اسی دبستان شاعری سے اپنا پیوند جوڑ کر اسی آب و گل سے اپنی چھوٹی سی مگر حسین دنیا آباد کی۔ جسے کسی حد تک مہجور کی رومانوی دنیا سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ شرط یہ ہے کہ یہاں تصوف کو کلاسیکی شاعری کا مترادف مان لیا جائے لیکن دیکھنا یہ باقی رہ جاتا ہے کہ مہجور کی یہ شاعرانہ دنیا اور اس کے خد و خال کس قدر گہرے اور پائدار ہیں۔ وہ اپنی اس دنیا میں اگر

سونہ سندی کھاس تے روپہ سنز تھالی۔ کتھ کژھ چھیئو سنبرزالی یئے
پھولوِنہ بانہ منز دراکھو خال سکس ہا دیا دِن بالی سیئے

نرگس تو نے سونے کے تھال اور چاندی کے کٹورے کس کے لیے سنبھال رکھے ہیں۔ دیکھتی نہیں کہ چٹکتی کلیوں کے باغ سے تمہیں خالی ہاتھ پلٹنا پڑتا ہے بلکہ میں اپنا جوبن کسے دکھاؤں۔۔ سے شروع کرتا ہے۔ تو اس کے معراج کمال پر پکار اٹھتا ہے۔

پلو ہتھ رتہ چھنہ ریا مژ مسول دِ زان چھیتے زادِس
دِلانہ میون یمی چھول تس زا بنہ قرار آسیا

شبنمی مگر پژمردہ جوہی کے پھول باد صبح گاہی سے کہہ رہا ہے کہ جس نے مجھے بدنام کیا، کیا اسے کبھی قرار بھی نصیب ہوگا۔ ظاہر ہے کہ گلستان اور افلاک کے درمیان فقط شبنم ہی ایک ہرجائی ہے جسے قرار نصیب نہیں۔۔

شاید ان دو اشعار سے آپ نے مہجور کی شاعرانہ دنیا کی ابتدا اور انتہا کا اندازہ کیا ہوگا۔ یہ دنیا بڑی حسین ہے۔ رنگوں اور خوشبوؤں کی دنیا، قوس قزح کی دنیا، تیز عنابی پھولوں کی دنیا، پتنگوں اور پروانوں کی دنیا مست وادیوں اور آبشاروں کی دنیا مگر مہجور کا شاعرانہ ٹریٹمنٹ اس حسین دنیا کے ساتھ ایک نٹ کھٹ کھلنڈرے لڑکے کا سا ہے ایک لینڈ اسکیپ مصور کا ہے جو ہر رنگ، ہر پھول ہر نئے نظارے کے خارجی پہلو پر ریجھ جاتا ہے لیکن اس کے تہہ تک جانے کی بھرپور کوشش کبھی نہیں کرتا۔ وہ اس دنیا کو کیمرے کی آنکھ سے محفوظ کرنے میں مصروف رہے۔ لیکن مہجور کی اس ٹریٹمنٹ میں کہیں بھی شاعرانہ خواب ناکی نہیں۔ کہیں معصوم بچے کی حیرت زائی اور دیوانہ، فرزانہ کا استعجاب نہیں۔ وہ پھول کو دیکھ کر اس کا رنگ تو بتا سکتا ہے، لیکن برگ گل سے ہمکلام ہونے کا یارا اس میں نہیں۔ وہ پروانوں کے گلستان بدوش چمن زاروں کی کہانی تو سناتا ہے لیکن پروانے سے یہ پوچھے بغیر بیٹھ آتا ہے کہ وہ رنگوں کی یہ دنیا لے کر کہاں سے آتا ہے۔ وہ باد صبح گاہی کی نکہت کو تو پہچان لیتا ہے لیکن باد صبح گاہی سے سوال نہیں کرتا کہ صبا تمہارے پروں پر رنگ و نور کی یہ سواریاں کس دیش کی سوغات ہیں۔ وہ کوندے کی روشنی اور گرمی تو محسوس کرتا ہے لیکن پلٹ کر بجلی سے کبھی نہیں پوچھتا کہ تو اس قدر مستعجل کیوں ہے؟ مہجور کا یہ رویہ ظاہر ہے بہت حد تک سطحی اور خارجی ہے اس لیے کہ اس کے یہاں خیال آفرینی تو ہے لیکن احساس خیال نہیں۔ وہ نہ خود کسی گہرے تجربے سے گزرتا ہے، نہ اپنے قاری کو اپنے ساتھ بہت دور تک لے جا سکتا ہے۔ یہ انداز گفتار اس کے خیال کا پرتو تو ظاہر کر لیتا ہے، لیکن اس کے تجربے کے عمق کی غمازی نہیں کرتا۔ اس جمالیاتی دنیا میں مہجور کی شاعرانہ تشبیہ اس کی تشبیہیں اور استعارے اپنے زردینے کے اعتبار سے نئے ضرور ہیں اور اس حیثیت میں

مہجور نے کشمیری زبان کی وسعت میں اپنا حصہ ضرور ادا کیا ہے لیکن اس کا سارا شاعرانہ نظام "نہ خورش درخشید ولے دولت مستعجل بود" کے مترادف گذراں اور پا در رکاب ہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ مہجور اپنے وصال کے بعد بہت کم عرصے تک کشمیری شاعری کی دنیا میں جاوداں رہ سکا۔ دراصل شاعری کا اصل مقام وہ ہے کہ وہ کسی عام رویتے کے رد و قبول کی محتاج نہیں ہوتی۔ بلکہ رد و قبول کے جوار بھاٹے میں مستحکم چٹان کی طرح پائندہ رہتی ہے۔ اور ہر دور میں اہل فراست کا ایک حلقہ خواہ وہ کم ہو یا زیادہ اس دولت بیدار کو اپنے سینوں سے لگائے پھرتا ہے۔ یہاں یہ سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ مہجور کی شاعری اگر سنجیدہ اور بصیرت افروز نہ ہوتی تو اسے قبول عام کی سند کیسے حاصل ہوتی۔ لیکن میں نہایت ادب کے ساتھ عرض کروں گا کہ یہ کوئی نیک شگون نہیں، اس دور کے مشہور نقاد، ٹی ایس ایلیٹ نے اس سلسلے میں ایک زبردست نکتہ بیان کیا ہے۔ جو شاید اس سوال کا مثبت جواب ہے۔ ایلیٹ کہتا ہے۔ "اگر شاعر تیزی کے ساتھ اپنے سامعین پیدا کرتا ہے تو یہ بات بذات خود مشکوک حالات کی طرف اشارہ کرتی ہے کیونکہ اس سے یہ خدشہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ کوئی نئی چیز پیدا نہیں کر رہا ہے۔ بلکہ وہ لوگوں کو وہی دے رہا ہے جس کے وہ عادی ہیں اور انھیں ایسی چیزیں مل رہی ہیں جو انھیں پچھلی نسل کے شاعروں سے ملتی رہی ہیں"۔ اصل بات یہ ہے کہ مہجور نے خیال کی شاعری کو اپنے سبک گام انداز بیان سے دلنواز بنا لیا۔ لیکن مہجور نے ہمیں وہ احساس اور جذبہ عطا نہیں کیا جس سے شاعری میں خط اور آگہی نور اور سرور کی نئی دنیائیں آباد ہوتی ہیں۔ شاعری کا بنیادی کام احساس اور جذبے کا فنکارانہ اظہار ہوتا ہے۔ اور اس کے ادراک و ابلاغ میں ساحرانہ کرتب کے بجائے پیمبرانہ معصومیت کی زیادہ ضرورت بھی ہوتی ہے اور اہمیت بھی۔ ساحر تھوڑی دیر اپنے معمول کو ہپناٹائز کر سکتا ہے لیکن پیامبری اسے خوابناک دنیاؤں کے تجربات سے بستم وار گزار سکتی ہے ایسی صورت میں شاعر کو احساس و ادراک کی نئی دنیائیں خلق کرنا پڑتی ہیں اور وہ اپنے خون جگر سے پیدا کردہ اس ارم میں نہ فقط خود گزرتا ہے بلکہ اپنے اظہار و ابلاغ کے صہبائے تند کے طفیل اپنے قاریوں کو بھی ان بے نام جزیروں کی سیر کراتا ہے، جان بخشی ہو تو میں بہ ادب عرض کروں گا کہ مہجور کی شاعری کا سارا ڈھانچہ اس کسوٹی پر پرکھا جائے تو بہت محدود بلکہ سطحی نظر آئے گا۔ جہاں جذبے کی فقط ایک صورت یعنی قبل از بلوغ جنسی حسّیت کی عارضی تسکین کا سامان ہے۔ لیکن بلوغیت تصعید کی کوئی صورت نہیں، اس حیثیت میں مہجور ذہنی اعتبار سے بلوغیت کی حدود تک پہنچا نظر نہیں آ رہا۔ حالانکہ مہجور نے فارسی اور اردو شاعری کے مطالعے میں میر کی شیریں دیوانگی، غالب کے شاعرانہ تفکر، حافظ کی رندی و قلندری، بیدل کے حزن و ملال اور اقبال کے پیمبرانہ لہجے کو دیکھا سمجھا اور پرکھا ہوگا۔ لیکن گنجینۂ معانی کے اس طلسم کو برت لینا مہجور سے زیادہ قد آور شاعرانہ شخصیت کا کام ہو سکتا ہے۔ خود کشمیری شاعری میں مہجور کی قدر سنجی کے دوران اس کا مقابلہ لل دید کے تفکر، حبہ خاتون اور عبدالاحد ناظم کی وژن، شاعری محمود گامی کے لوک گیتوں کی چھب، وہاب پرے اور مقبول شاہ کرالہ واری کی منظر نگاری اور امیجری اور رسول میر کے مردانہ لہجے سے کرنا ہوگا۔ اور ان مختلف اصناف میں مہجور کے قدرت کلام، اس کے اسلوب، اس کے آہنگ اور لہجے کا تقابلی مطالعہ کر کے صحیح پرکھ کا حق ادا کرنا پڑے گا۔ اور یہ دیکھنا پڑے گا کہ مہجور نے فن کی راہوں میں ان اساتذہ فن کے شہکاروں پر کیا اضافے کیے ہیں۔ یہی وہ عمل ہے جو ہمیں مہجور کا صحیح شاعرانہ مقام متعین کرنے میں مدد دے سکتا ہے۔

مہجور کی شاعری کا ایک پہلو وہ پیامی یا انقلابی شاعری ہے جس نے مہجور کو شاعر وطن اور نقیب انقلاب بنا دیا۔ مہجور کی شاعری میں سماجی احساسات کی فراوانی اپنی ابتدا ہی سے نظر آتی ہے۔ یہ واقعہ ہے کہ مہجور کو کشمیری قوم کی زبوں حالی کا پورا پورا احساس تھا۔ اور اس کا عکس اس کی شاعری کی ہر منزل میں نظر آتا ہے۔ "کاشر زنانہ" "کشمیری عورت" "گرِیسو کور" "دہقان زادی" "گلشن وطن چھُہ سونے" "گلشن میرا وطن ہے" اور اس طرح کی دوسری نظمیں مہجور کے اس جذبے کی غماز ہیں۔ لیکن یہاں بھی ایک قابل توجہ نقطہ یہ ہے کہ جب تک مہجور اس طرح کی پیامی، وطنی شاعری میں اپنے مخصوص رومانی رویّے کو قائم رکھ سکا، اس کی اس طرح کی نظمیں فنی طور پر شاعری کی اچھی مثالیں ہیں۔ حالانکہ ان نظموں میں بھی ایجاز و اختصار مفقود ہے، اور تفکر عنقا۔ اور مہجور انقلاب کے منشور کو اسی طرح نظم کرنے لگتا ہے۔ جس طرح دو سے سولہ تک کا پہاڑہ۔ اگر یہ واقعہ ہے کہ جو بات نثر میں ادا ہو سکتی ہے، اسے نظم کا جامہ پہنانے کی کوئی ضرورت نہیں تو پھر مہجور کی انقلابی شاعری کا از محل نظر ہے۔

وہ لو ہا باغوانو نو بہارک شان پیدا کر
پھولن گل گتھ کرن بلبل تتھے سامانہ پیدا کر

آؤ باغبان بہار کی شان پیدا کر وہ سامان پیدا کر کہ پھول کھلیں اور بلبل رقص شروع کریں، یا پھر "گریسی سند ترانہ" دہقان کا ترانہ۔

یا یہ میانہ غم تراؤ مناؤ شادی
اسہ ؤچھ یژ کالی آزادی

میرے بھائی غم بھلا دے اور شادی منا۔ ہم نے بڑی دیر بعد آزادی دیکھ لی۔ یا پھر جنگی ترانہ۔

بزو نیزو کاشر یو ہا دِ ہِنز بہادری
چل رے چل کشمیری اپنی بہادری دکھا دے۔

اس طرح کی انقلابی شاعری میں مہجور نے اپنے رومان کی علامت بلبل کو پھول کی ٹہنی پر تازہ لیکچر دینے کی فرمائش سے بھی گریز نہیں کیا ہے۔

وہ لو ہا بلبلو یتھ پوشہ لبرہ ہیتھ تازہ لیکچر کر
آ ذرے بلبل اس پھولوں بھری ٹہنی پر تازہ لیکچر

دے۔

ظاہر ہے کہ ایسی شاعری کو سرے سے ہی شاعری تسلیم کرنا تحسین ناشناسی کے مترادف ہوگا۔ اس طرح کی شاعری میں پیام شیروانی مثنوی جنگ نامہ، عہد پیمان، تجدید حلف، انڈونیشیا، ایشیائی کانفرنس معاملات کشمیر، تقسیم ہندوستان اور کئی دوسری نظمیں شامل ہیں۔

مہجور کی شاعری کو مرحوم بلراج ساہنی نے لائٹ واٹر پینٹنگ سے تشبیہ دی ہے اور یہی مہجور کی مجموعی شاعری کی صحیح صورت حال ہے۔ وہ خود کہتا ہے کہ اس نے ساری عمر نسترن کے پھول کی طرح گزار دی۔ یہی اس کی شاعری کی بھی سرگزشت ہے۔ نسترن کے پھول کی نزاکت اس کا حسن اس کی لطیف خوشبو سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا۔ لیکن کیا زندگی فقط نسترن کا پھول ہے؟ مہجور بقول پروفیسر رحمان راہی نسترن کے پھول ہی کی طرح لمحاتی حسن کا شاعر ہے۔ لیکن وہ شہید ازل لالہ خونیں کفن کی داستان نہیں جو زندگی کی دشواریوں، کشاکشوں اور صعوبتوں سے ٹکرانے کی علامت ہے۔ اور خود اپنے ذاتی کرب کا کچھ اس طرح خاموش شاہد ہے کہ دیکھنے والا اس کی شہادت میں اپنے ظرف کے مطابق خود بھی شریک ہوتا ہے۔

مہجور ہو یا کوئی اور فنکار، ہمیں اپنی شاعری کو پرکھتے وقت اس کی قدر سنجی کرتے وقت شاعری کے عالمی معیار کو ذہن میں رکھنا پڑے گا۔ اور اپنی شاعری کا مقابلہ عالمی ادب کے ایسے شاہکاروں سے کرنا پڑے گا جو انسانی سرشت کی شرافت کی طرح زمانے کی زبردست دست و برد کے باوجود ہم تک سورج کی روشنی، چاند کی شعاعوں اور دلنواز بہاروں کی طرح پہنچ پاتی ہے۔ اور آڑے وقتوں میں ہماری دلنوازی کی ہے۔ اس طرح ہمارے شاعروں کا بلاواسطہ مقابلہ ہومر، ورجل، شکسپیر، کالی داس، حافظ، غالب اور اقبال سے ہے جو الگ الگ خطوں اور ملکوں میں ہونے کے باوصف تمام عالم انسانیت کے مشترکہ میراث ہیں۔ اس حیثیت میں ابھی تک مہجور کیا کشمیری زبان کے کسی شاعر کی صحیح قدر سنجی نہیں ہوئی ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ مہجور کے بارے میں سب لوگوں کو مجھ سے اتفاق ہو لیکن شاید اس بات پر سب لوگ متفق ہوں گے کہ ہمارے نقاد اس طرف متوجہ ہو جائیں۔ اور صحیح تنقید کا حق ادا کرنے کے لیے توصیف و تنقیص سے بچ کر معروضی نکتہ نظر کو اپنا لیں۔ اور حسن و قبح کی پرکھ میں اپنی مرضی سے زیادہ تنقید کے اصولوں کی پابندی میں دیانتداری کا ثبوت دیں۔

آخر میں میں روح مہجور سے بیدل کے الفاظ میں عرض کروں گا ؎

ستم است اگر ہوا کشد کہ بہ سیر سرو سمن درآ
تو ز غنچہ کم نہ دمیدہ در دل کشا بچمن درآ

(ریڈیو کشمیر سرینگر سے نشر)

ماں

رحمان شاہی

"...... اور کیا لکھا ہے بیٹا......"

بوڑھی شاردا دیوی نے اپنے چھوٹے بیٹے پرمود سے پوچھا۔ وہ اپنے بھائی پربھات شنکر کا خط پڑھ رہا تھا۔ خط امریکہ سے آیا تھا اور اُسی کے نام تھا۔

"اور......" پرمود نے دھیرے سے کہا ـــــ "اور لکھا ہے کہ ماں کا خیال رکھنا۔ کوئی دُکھ نہ ہو۔ ایک ہزار روپیہ بھی بھیج رہا ہوں۔ ماں کے لئے۔ پھل کھانے کو......"

"کتنا چاہتا ہے مجھے...... اتنی دور رہنے پر بھی میری چنتا ہے اُسے......" شاردا دیوی نے کہا۔ اور اُن کے جھریوں دار چہرے پر خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ لیکن پرمود کی آنکھوں میں آنسوؤں کے موٹے موٹے قطرے لرزنے لگے، جسے شاردا دیوی کی بے نور آنکھوں نے نہ دیکھا۔

پانچ سال پہلے پربھات امریکہ گیا تھا۔ ایک اچھی کمپنی میں نوکری لگ گئی تھی۔ بی۔ اے کرنے کے بعد وہ ہندوستان میں بے کار تھا۔ نوکری کے لئے کافی کوشش کرتا تھا۔ لیکن نوکری نہ ملتی تھی۔ اور وہ بہت اُلجھا اُلجھا اور پریشان رہتا تھا۔ جبھی شاردا دیوی کے چچا زاد بھائی امریکہ سے آئے تھے۔ وہ امریکہ میں رہتے تھے۔ اور وہیں نوکری کرتے تھے۔ جب بہن کی یاد آتی تھی تو آٹھ دس سال پر ہندوستان چلے آتے تھے۔ اور ہفتہ پندرہ روز بہن کے ساتھ گذار کر پھر واپس چلے جاتے تھے۔ پربھات نے اُن سے اپنی مجبوری کہی تھی۔ اور ضد کی تھی کہ وہ بھی اُن کے ساتھ امریکہ جائے گا۔ اور وہیں نوکری کرے گا۔ وہ تیار ہو گئے تھے۔ اور بہن سے کہہ سن کر پربھات کو امریکہ لے گئے تھے۔ جہاں کچھ دنوں کے بعد ہی اُس کی نوکری لگ گئی تھی۔ اور اُس کے بعد پربھات میں بہت ساری تبدیلی آ گئی تھی۔ اب تو اُسے یہاں کی چیزیں معمولی اور گھٹیا لگتی تھیں۔ حالانکہ پہلے ایسی بات نہ تھی۔ جب وہ ہندوستان میں تھا تو یہاں کی چیزیں اس کے لئے بے پناہ کشش رکھتی تھیں۔ ماں کو بھی وہ بہت پیار کرتا تھا۔ اور ان کا خیال رکھتا تھا۔ شاردا دیوی بھی اُسے بے پناہ چاہتی تھیں۔ وہ بیٹے کو امریکہ جانے کے لئے اجازت بھی نہ دے رہی تھیں۔ لیکن پربھات نے بہت ضد کی تھی۔ اور وہ مجبور ہو گئی تھیں اور اجازت دے دی تھی۔ اُس وقت شاردا دیوی کو ایسا لگا تھا جیسے وہ اپنا دل نکال کر بھائی کو دے رہی ہوں۔ اور جب پربھات اُن سے رخصت ہو رہا تھا تو وہ پھوٹ پڑی تھیں۔ اندھی آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب اُمنڈ پڑا تھا۔ لیکن پھر انہوں نے صبر کر لیا تھا۔ شاید اُن کے دل میں خیال آیا تھا کہ بیٹا ترقی کرے اور خوش حال زندگی گذارے...... اس سے بڑی تمنّا ایک ماں کی اور کیا ہو سکتی ہے۔

شاردا دیوی نے بڑی محنت اور مشقت سے بیٹوں کی پرورش کی تھی۔ دونوں بہت چھوٹے تھے، جبھی شوہر ایک حادثہ کا شکار ہو کر چل بسا تھا۔ تب انہوں نے سلائی کر کے دونوں بیٹوں کی پرورش کی تھی۔ اُنہیں پڑھایا لکھایا تھا۔ اور اس قابل بنایا تھا کہ وہ خوش حال زندگی بسر کر سکیں۔ اسی میں اُن کی آنکھوں کی روشنی بھی چلی گئی تھی۔ اور وہ سدا کے لئے اندھی ہو گئی تھیں۔ لیکن پربھات یہ سب کچھ بھول چکا تھا۔ کچھ بھی یاد نہ رہا تھا۔ اب تو وہ ماں کے لئے اپنی بے چینی کا اظہار بھی نہ کرتا تھا۔ خط کے اخیر میں صرف پرنام لکھ دیتا تھا۔ باقی ساری باتیں وہ اپنے بارے میں لکھتا تھا۔ اور زندگی کی رنگینیوں کا ذکر کرتا تھا۔ دولت کمانا اور عیش کرنا اُس کی زندگی کا مقصد بن چکا تھا۔ باقی چیزوں کی اس کی نظر میں کوئی حقیقت نہ تھی۔ بوڑھے پرانے اور معذور لوگ اُسے سماج اور ملک پر بوجھ لگتے تھے۔ اور تمام ترقی اور کامیابی کے لئے بدترین رکاوٹ بھی۔ انہیں ڈھوتے رہنے کا بھی وہ قائل نہ تھا۔ اکثر وہ لکھتا تھا کہ انہیں ڈھونے والے لوگ بھی بوڑھے ہو جاتے ہیں۔ اور ان کے دل و دماغ کے روشن گوشوں میں اندھیرا چھا جاتا ہے وہ بالکل ناکارہ ہو کر رہ جاتے ہیں۔ اور خود بھی سوسائٹی کے لئے بوجھ بن جاتے ہیں۔ پرمود کو محسوس ہوتا تھا کہ اُس کا بھائی مشینوں کے شہر میں رہ کر مشین سی باتیں کرنے لگا ہے اور زندگی کی دوڑ میں اتنا آگے بڑھ گیا ہے...... جہاں سے واپس ہونا مشکل ہے۔ اُسے بھائی کا خط پڑھ کر بڑا دکھ ہوتا تھا۔ وہ ماں کے بارے میں سوچنے لگتا تھا کہ ماں کو ساری باتیں معلوم ہو گئیں تو وہ یہ صدمہ برداشت نہ کر سکے گی۔ پر لوک سدھار جائے گی۔ اس لئے جب بھی پربھات کا خط آتا تھا تو ڈھنگ سے مضمون بنا تا تھا اور ماں کو پڑھ کر سناتا تھا۔ اور شاردا دیوی اُسے پربھات کے دل کی دھڑکن سمجھتی تھیں اور خوشی سے پھولے نہ سماتی تھیں۔

اس خط میں ماں کے لئے پرنام لکھا تھا۔ اور کچھ بھی نہ تھا۔ ایک ہزار روپیہ پرمود کے ویزا کے لئے تھا۔ پربھات چاہتا تھا کہ وہ معمولی سی نوکری چھوڑ دے اور امریکہ چلا آئے خوب روپیہ کمائے اور عیش کی زندگی گذارے۔ لیکن پرمود ماں کو چھوڑ کر نہ جانا چاہتا تھا۔ اُس کے لئے ماں سب سے بڑی دولت تھی۔ اور جیون کا سچّا سکھ بھی۔ اس لئے اُس نے بھائی کے خط کا جواب دینا بند کر دیا تھا۔ لیکن اس بار پربھات نے لکھا تھا وہ اگلے ماہ آ رہا ہے......

"آگے کیا لکھا ہے بیٹا......" شاردا دیوی نے کہا۔ پرمود نے اپنی آنکھوں کے آنسو خشک کئے اور دھیرے سے بولا ـــــ "اور لکھا ہے...... لکھا ہے "میں اگلے ماہ آ رہا ہوں...... ماں کو دیکھنے کے لئے......"

"کیا......" شاردا دیوی کی مارے خوشی سے جیسے چیخ سی نکل پڑی ـــــ "تاریخ بھی لکھی ہوگی بیٹا...... ایک بار پھر سے تو پڑھ......" شاردا دیوی کی بے چینی بڑھ گئی۔

"ہاں ماں...... تاریخ بھی لکھی ہے...... سات تاریخ......" پرمود نے کہا۔

"آج سے کتنے دن ہیں بیٹا......" شاردا دیوی نے کہا اور اندھی آنکھوں سے انگلیوں پر دن گننے لگیں۔

"نو دن ماں...... صرف نو دن......"

پرمود نے جواب دیا۔ اور ماں کو دیکھنے لگا۔ شاردا دیوی کے چہرے پر بے پناہ خوشیوں کی لہریں پھیلنے لگیں تھیں۔ اور پرمود ایک عجیب کرب کا شکار ہو چکا تھا۔ وہ نہیں چاہتا تھا ماں کو کوئی دُکھ ہو۔ وہ شاردا دیوی کو بہت چاہتا تھا۔ پربھات کے جانے کے بعد وہ اُن کا زیادہ ہی خیال رکھتا تھا اور بہت خدمت کرتا تھا۔ صبح اٹھتا تھا۔ ماں کو نہلاتا تھا۔ سارے بدن میں سرسوں کا اعلیٰ تیل لگاتا تھا۔ کپڑے بدلتا تھا۔ کھانا بنا کر کھلاتا تھا۔ وقت پر دوا پلاتا تھا۔ اور اُن کے ڈھیر سارے گندے کپڑوں کو صاف کرتا تھا۔ پھر وہ دفتر چلا جاتا تھا۔ شام کو دفتر سے واپس آتا تھا۔ اور اِدھر اُدھر نہ جاتا تھا۔ ماں کے پاس ہی رہتا تھا اور اُن کی سیوا کرتا تھا۔ یہی اُس کا روزانہ کا معمول تھا۔ لیکن شاردا دیوی کی

زبان پر ہر وقت پربھات ہی کا نام ہوتا تھا۔ اور وہ اُسی کی باتیں کیا کرتی تھیں۔ اور اُسی کی چنتا میں رہتی تھیں۔ کبھی کبھی یہ سوچ کر پرمود کو بڑا دکھ ہوتا تھا۔ کہ ماں ہر وقت پربھات ہی کی باتیں کیا کرتی ہے اور اُسی کے لئے چنتا میں رہتی ہے۔ اس کے بارے میں کچھ نہیں کہتی ہے کچھ نہیں بولتی ہے۔ اُس کے دل میں یہ خواہش جاگتی تھی کہ ماں اُس کے بارے میں کچھ کہے کچھ بولے۔ کچھ پوچھے۔ وہ کچھ زیادہ ہی حسّاس اور جذباتی تھا۔ معمولی سی بات بھی اُس کے دل کو دُکھا دیتی تھی اور وہ ہر وقت ایک عجیب و غریب کرب کا شکار رہتا تھا۔ شاید اس لئے کہ حسّاس اور جذباتی لوگ پیار کے زیادہ طلب گار ہوتے ہیں۔ زبان سے کچھ نہ کہتے ہیں۔ چپ رہتے ہیں۔ لیکن اُن کے دل کی دھڑکن کا ایسا ہی مطلب ہوتا ہے۔ شاید وہ اِس حقیقت سے بھی ناآشنا ہوتے ہیں کہ اکثر ماں کا جھکاؤ اپنے بچّوں میں کسی ایک کی طرف زیادہ ہوتا ہے اور خاص طور پر اُس کی طرف جو نظروں سے بہت دور ہو۔ اور وہ سبھوں سے زیادہ اُسے مانتی چاہتی اور پیار کرتی ہے اور اُس کے لئے بے چین رہتی ہے۔

نو دن یوں گذر گئے ...... کچھ پتہ بھی نہ چلا۔ پرمود صبح ہی بھائی کو لانے ایئر پورٹ چلا گیا تھا۔ اور شاردا دیوی بے چینی سے بیٹے کی واپسی کا انتظار کر رہی تھیں۔ ٹھیک دس بجے دونوں بھائی گھر میں داخل ہوئے۔ شاردا دیوی دور ہی سے چلائیں ——

"بیٹا آ گیا .... میرا بیٹا پربھو .... اِدھر آ .... اِدھر میرے پاس میرے لال ......"

پربھات ایک خاص انداز سے چلتا ہوا ماں کے قریب آیا۔ ایک نظر اُنہیں دیکھا۔ پھر پرنام کیا۔ شاردا دیوی نے کہا ——

"میرے قریب آ پربھو .... یہاں پر .... میرے سینے سے لگ جا ......" اُن کی اندھی آنکھوں سے خوشی کے آنسو نکل پڑے۔ پربھات نے جیب سے رومال نکالا۔ اور اُسے ناک پر رکھ لیا۔ پرمود کا دل دھک سے ہو گیا۔ پربھات بولا ——

"یہاں .... یہاں پر کافی گندگی ہے ماں ...... بدبو بھی ہے ......"

"بھیّا ...." پرمود کی آواز حلق میں اٹک گئی۔ اور اُس پر سکتہ سا طاری ہو گیا۔ شاردا دیوی ایک دم تلملا اُٹھیں۔ پربھات کو فوراً اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ اُسے ایسا نہیں کہنا چاہئے تھا۔ اس نے سوچا اور جلدی سے ماں کے بغل میں سمٹ کر بیٹھ گیا۔ پھر بولا ——

"ماں! میں بہت مشغول زندگی گذار رہا ہوں فرصت بالکل نہیں ملتی ہے .... بڑا شہر۔ بڑے بڑے لوگ۔ بڑی بڑی باتیں۔ اُن کے بیچ رہتا ہوں۔ اُن جیسا ہو کر ہی رہنا پڑتا ہے۔ نہیں تو زندگی گذارنا مشکل ہو جائے۔ لیکن ...... لیکن ایک بات ہے ماں ....! زندگی وہیں ہے .... جینے کا مزہ وہیں ہے ......"

وہ کچھ دیر کے لئے خاموش ہوا۔ پرمود بت بنا ماں کو دیکھ رہا تھا۔ شاردا دیوی بھی چپ تھیں۔ پتھر کی مورت بنی بے حس اور بے جان سی۔ اُن کے کانوں میں پربھات کی آواز آ رہی تھی۔ لیکن وہ کیا کہہ رہا ہے؟ کچھ نہ سُن رہی تھیں۔ بیٹے کا نیا روپ اُن کے لئے بے پناہ اذیت ناک ثابت ہوا تھا اور اس کی باتوں سے ان کا دماغ جھنجھنا اٹھا تھا۔ دل میں گہری چوٹ لگی تھی۔ لیکن وہ بے انتہا صبر اور ضبط سے کام لے رہی تھیں اور کوشش کر رہی تھیں کہ بیٹوں پر اُن کے دل کی حالت ظاہر نہ ہو۔ وہ ایک خوددار اور مضبوط عورت تھیں۔ پربھات نے پھر کہا ——

"...... میں چاہتا ہوں پرمود بھی امریکہ چلے۔ یہاں معمولی سی نوکری سے کیا ہوگا۔ وہ ترقی کرے۔ بڑا آدمی بنے۔ میری یہی خواہش ہے۔ وہاں میں نے اس کا انتظام بھی کر لیا ہے ویزا کے لئے پہلے ہی ایک ہزار روپیہ بھیج چکا ہوں ...... ٹھیک ہے نا ماں ......؟"

شاردا دیوی نے کوئی جواب نہ دیا۔ چپ رہیں۔ بالکل خاموش۔ لیکن دل میں آیا کہ بیٹے سے کہہ دیں۔ میرے لئے بھی کچھ سوچا ہے۔ میرا کیا ہوگا ...... لیکن وہ خاموش رہیں بالکل چپ۔ پربھات بولا ——

"ماں! تم نے جواب نہیں دیا ......"

"اوں ......" شاردا دیوی چونک پڑیں۔ دونوں ہاتھوں سے اندھی آنکھوں کو صاف کیا۔ پھر بولیں ——

"ہاں بیٹا! ٹھیک تو ہے ...... تو بڑا بھائی ہے ...... اچھا بُرا تو نہیں سوچے گا تو اور کون سوچے گا ......"

"ویری گڈ ......" پربھات خوش ہوا تھا اور شاردا دیوی کو اپنا دل ڈوبتا ہوا محسوس ہوا۔ سر چکرانے لگا۔ لیکن فوراً انہوں نے خود کو سنبھالا اور بولیں ——

"پربھو کچھ آرام کر لے ...... باتیں پھر ہوں گی۔ ابھی تو سمئے ہے ......"

"ہاں ماں! ابھی تو کافی سمئے ہے۔ میں ایک ہفتہ بعد جاؤں گا۔ تب تک پرمود تیاری بھی کر لے گا ......" پربھات نے کہا اور بھائی کے ساتھ کمرے میں چلا گیا۔ شاردا دیوی نے ایک سرد آہ بھری اور پاس رکھی چارپائی پر لیٹ گئیں اور آنکھوں کو موند لیا۔

ایک ہفتہ اِس طرح گذر گیا۔ کسی کو پتہ بھی نہ چلا۔ اس بیچ شاردا دیوی نے بیٹے کو احساس نہ ہونے دیا کہ اُن کے دل پر کیا گذر رہی ہے۔

پربھات دھیرے دھیرے چلتا ہوا ماں کے پاس آیا اور بولا ——

"میں جا رہا ہوں ماں! دل تو تھا کچھ اور دن رہتا لیکن چھٹی نہیں ہے ......" اُس نے آگے بڑھ کر ماں کے پیر چھوئے۔ پھر پرنام کیا اور چلا گیا۔ شاردا دیوی نے اس بار بیٹے کو خوشی خوشی رخصت کر دیا۔ حالانکہ دل تڑپ اٹھا تھا بیٹے کو ایک بار سینے سے لگانے کے لئے لیکن وہ ایسا نہ کر سکی تھیں۔ دل کی آرزو دل ہی میں رہ گئی تھی۔ پرمود کھڑا بھائی کو جاتے دیکھتا رہا تھا۔ اُس نے پہلے ہی جانے سے انکار کر دیا تھا۔ جب بھائی چلا گیا تو اس نے جلدی جلدی ماں کو اشنان کرایا۔ پھر سارے بدن میں سرسوں کا تیل لگایا۔ کپڑے بدلے۔ کھانا کھلایا اور پھر دوا پلا کر گندے کپڑوں کو سمیٹا اور دھونے کے لئے نل کے نیچے بیٹھ گیا۔ تبھی شاردا دیوی نے کہا ——

"بیٹا ...... پربھو کا جہاز اوپر سے گذرے گا ......؟"

"ہاں ماں! اب کچھ دیر بعد بھیّا کا جہاز اوپر سے گذرے گا ......" پرمود نے بے دلی سے جواب دیا۔ اور کپڑے دھونے لگا۔

"پربھو بڑا آدمی ہو گیا ہے نا ...... ہوائی جہاز سے چلتا ہے ...... جہاز سے ... لیکن بیٹا ......" اچانک شاردا دیوی کی زبان لڑکھڑا گئی اور وہ کچھ کہتے کہتے خاموش ہو گئیں۔ پرمود نے ماں کو دیکھا۔ وہ کچھ بے چین سی نظر آ رہی تھیں۔ وہ دھیرے دھیرے چلتا ہوا ماں کے قریب آیا۔ اور بولا ——

"کیا بات ہے ماں ...... تو کچھ پریشان سی دکھائی دے رہی ہے ......؟"

"بیٹا ......" انہوں نے بے چین ہو کر کہا ——

"ہوائی جہاز سے سفر کرنے میں کوئی خطرہ تو نہیں ہے ......؟"

"نہیں ماں نہیں ......" اُس نے جلدی سے کہا —— "کوئی خطرہ نہیں ہے ......"

اور شاردا دیوی کے چہرے پر اطمینان سا چھا گیا۔ پرمود کے دل میں دھکا لگا۔ اتنا کچھ ہو جانے پر بھی ماں کو بھیّا ہی کی چنتا ہے۔ وہ سوچنے لگا پھر ماں کو دیکھنے لگا۔ بے بس اور بے سہاروں کی طرح۔ ماں اُس کو نہیں مانتی ہے۔ اُسے نہیں چاہتی ہے۔ دل میں چوٹ سی لگی۔ وہ تڑپ اُٹھا۔ پھر بوکھلا کر ماں کے قدموں تلے گرا اور ابل پڑا ——

"ماں ...... ماں میں بھی تو تیرا ہی بیٹا ہوں ...... بھیّا کو بھول جا ماں ...... مجھے اپنے سینے سے لگا لے ...... میں تجھے چھوڑ کر کہیں نہیں جاؤں گا ...... کبھی نہیں ماں ...... کبھی نہیں ......"

اور پھر عورت کی بے مثال عظمت جو شاردا دیوی کے وجود میں ضبط اور صبر کا مجسّمہ بنی ہوئی تھی، ممتا کے آگے جھک گئی۔ شاردا دیوی نے لپک کر بیٹے کو سینے سے لگا لیا اور خود بھی پھوٹ پھوٹ کر رو پڑیں۔

(پٹنہ سے نشر)

رحمان شاہی
عالم گنج (گھیرا) پٹنہ- ۸۰۰۰۰۷

قلم کار حضرات!
اپنی تخلیقات ہمیں اشاعت کیلئے اصل نقل دیں
"آواز" میں صرف وہی تخلیقات شائع کیے
جاتی ہیں جو نشریہ کے بعد ہمیں ریڈیو
اسٹیشنوں سے موصول ہوتی ہیں

ناگ پھنی

سید احمد قادری

وہ، جو ہم جیسوں میں سے ایک تھا، شکل و صورت اور عادت و اطوار کے اعتبار سے بھی مختلف نہ تھا۔ لیکن اس کے اندر کچھ باتیں ایسی تھیں جو مشترک ہوتے ہوئے بھی جُدا تھیں.....اور......!

وہ چھوٹا سا پودا، جو کبھی ناگ پھنی جیسا رہا ہوگا اور شائد اس کا بیج اس دن لگایا گیا ہوگا، جس دن ہابیل اور قابیل کے درمیان جنگ ہوئی تھی.......... وہ اب بڑھتے بڑھتے تناور درخت میں بدل گیا ہے اور اس تناور درخت سے بستی میں رہنے والے لوگوں کے لئے دور دور تک پھیلے اس کے لمبے نوکیلے اور کٹیلے ہاتھ پاؤں زندگی تنگ ہے اور اس کے اندر کا زہر پوری بستی کو زہر آلود کئے ہوئے ہے۔ لیکن اس خوفناک اور زہر آلود پیڑ کی ایک عجیب و غریب بات یہ ہے کہ اس پر جو پھل آتے ہیں، وہ لذیذ اور سرور انگیز ہوتے ہیں۔ اس حد تک کہ، جس شخص کو ایک بار اس پھل کا مزہ مل جاتا ہے، وہ اس کے لئے اپنے تمام احساسات و جذبات، خلوص و محبت، خاندانی عزّت و وقار، روایتی قدریں، سب کچھ فراموش کر کے اس کی لذّتوں میں گم ہو جاتا ہے۔

لیکن اس بستی میں لوگ ایسے بھی ہیں، جو اس زہریلے پیڑ کے میٹھے پھل کے مُضر اثرات سے بخوبی واقف ہیں اور دوسروں کو بھی اس سے دور رہنے کی تلقین کیا کرتے ہیں۔ لیکن زہریلے پیڑ کے میٹھے پھل کی لذتوں سے آشنا لوگوں پر اُن کی باتوں کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔

لوگوں کی دی ہوئی کھاد اور پانی پیڑ کو طویل زندگی عطا کر رہے ہیں۔ جس سے بستی کے دوسرے معصوم لوگوں کے لئے تشویش لاحق ہے۔ اس لئے کہ پیڑ کے زہریلے اثرات سے متاثر ہو کر آئے دن لوگوں کے ہاتھ قلم کئے جاتے، پیٹ کاٹے جاتے، زبانیں کاٹی جاتیں، دماغ کی نسیں کھینچی جاتیں، ناداں بچیوں اور بے سہارا عورتوں کی، دن کے اُجالے میں عصمت لوٹی جاتی، لوگوں کی سوچ اور فکر پر پہرے بٹھائے جاتے .... اور یہ سلسلہ برسوں سے چلا آ رہا ہے، جس میں روز بروز اضافے ہی ہو رہے ہیں۔

بستی کے لوگ ان لوگوں کی بے پناہ قوت کے آگے خود کو بہت ہی کمزور اور بے بس پاتے اور اپنے اپنے لبوں پر سکوت کی مہر لگا کر ٹکٹکی باندھے ایک دوسرے کو تکتے رہتے۔

دھیرے دھیرے اس زہریلے ناگ پھنی نما پیڑ کا پھیلاؤ بڑھتا ہی گیا بلکہ اب تو صورت حال یہ ہے کہ اسی کے پھیلاؤ میں حیرت انگیز تیزی آگئی ہے۔ اس کی جڑوں کو مضبوط کرنے والے اور اس کے پجاریوں، محافظوں اور ان کے چیلے چانٹوں کی تعداد بھی روز افزوں بڑھتی جا رہی ہے اور اس بھیڑ میں ہی طرح طرح کے لوگ شامل ہو گئے ہیں، بھیانک، خوفناک اور خونی چہرے والے بھی، اور وہ بھی جن کی آنکھوں اور شکلوں سے معصومیت ٹپکتی رہتی ہے۔ لیکن انھیں غور سے دیکھنے پر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ہزاروں انسانوں کا نچوڑا ہوا خون ان کی آنکھوں میں دوڑ رہا ہے۔

ان لوگوں نے اسی پیڑ اور اس کے پھلوں کی بدولت اپنے اپنے لئے ارم بنا رکھی ہے اور ان کے پاس عمرو عیار کی زنبیل بھی ہے اور ان کا پیٹ آدی کرب کا ہے۔

زہر اور کانٹوں سے بھرے پیڑ کے پھلوں نے ان لوگوں کو اسی حد تک اپنے گرد کس لیا ہے کہ انہیں مقدس کتابوں کو بھی فراموش کرنے میں تامل نہیں ہوتا، اور یہ لوگ اس بستی کے ایسے تمام لوگوں کو صلیب پر چڑھا دیتے ہیں جو انھیں اس پیڑ سے دور رہنے کی تاکید کرتے ہیں۔

ابھی کچھ ہی دنوں کی بات ہے کہ بستی کے ایک سفید ریش بزرگ جب تاریخ کے اوراق پلٹ کر ایک واقعہ ان لوگوں کے سامنے بیان کرنے لگے کہ "سُن لو، ایک شخص اس دھرتی پر ایسا بھی گذرا ہے جو آسمان کی جانب دیکھتا اور روتا رہتا تھا اور کئی برس گذر جانے کے بعد ایک دن اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ کھیلنے لگی۔ پھر چند دنوں بعد ہی دیکھنے والوں نے یہاں تک دیکھا اور سُننے والوں نے یہاں تک سُنا کہ وہ سخت مصیبت میں مبتلا ہے۔ اس کے جسم کے گوشت سڑنے لگے اور وہ مسکراتا تھا، اس کے جسم کے سڑے گلے گوشت کو کیڑے اپنی خوراک بنا رہے تھے اور وہ خوش ہو رہا تھا۔ اس کے چہرے پر سکون اور طمانیت کا پرتو تھا۔ یہاں تک کہ اگر کوئی کیڑا اپنا توازن برقرار نہ رکھ پاتا اور نیچے گر جاتا تو وہ اُسے اٹھا کر اپنے سڑتے گلتے ہوئے جسم پر ڈال دیتا۔ ایسا کرنے کے بعد اس کے چہرے پر آسودگی کے آثار نظر آتے پھر ایک وہ دن بھی آیا، جب اس کے جسم کا سارا گوشت کیڑے اپنی غذا بنا گئے اور جسم صرف ہڈیوں کا ڈھانچہ رہ گیا، تو اچانک اس کے ہونٹوں سے مسکراہٹ اور چہرے سے آسودگی اور طمانیت کا احساس جاتا رہا..... ..... اور پھر وہ کئی برس قبل کی طرح آسمان کی جانب دیکھتے ہوئے رونے چیخنے اور چلانے لگا اور.........!!

سفید ریش بزرگ اتنا ہی سنا پایا تھا کہ اس پیڑ کے محافظ اور پجاری، اس کی جانب یہ کہتے ہوئے دوڑ پڑے کہ یہ جھوٹا ہے، پاگل ہے، بکتا ہے۔ اسے ختم کر دو اور ان لوگوں نے اس شخص کو پکڑ لیا اور اسے قتل کر کے اس کتاب کے ساتھ ہی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے دفن کر دیا۔

رونگٹے کھڑے کر دینے والے ایسے واقعات آئے دن ہوتے، معصوم لوگ دیکھتے اور خاموش رہتے، اس کے علاوہ یہ لوگ اور کچھ کر بھی نہیں سکتے تھے، لیکن ان میں سے چند ایسے تھے جو پیڑ کو اکھاڑ پھینکنے کی سوچ اور فکر سے خود کو آزاد نہ کر سکے تھے۔ ان میں وہ بھی تھا——— جو ہم میں سے ایک تھا——— وہ لوگوں کو دعوت دیتا..... آؤ...... ہم لوگ اس زہریلے اور کٹیلے پیڑ کو، جو آج ہر سمت تباہی و بربادی، ظلم و تشدد کا باعث بنا ہوا ہے! اکھاڑ پھینکیں ...... لیکن کسی نے اس کی بات پر توجہ نہ دی.........

...... لیکن وہ بھی تہیہ کر چکا تھا کہ پیڑ کو ختم کر کے ہی دم لے گا۔ اور ایک دن وہ اپنی ساری ہمت اور قوت کو سمیٹ کر لوہے کے چند مضبوط اوزار لے کر پیڑ کے قریب رات کی سیاہ تاریکی میں پہنچ گیا۔ پیڑ کے محافظ اور پجاری اس وقت اپنی اپنی ارم اور عمرو عیار کی زنبیلوں کا جائزہ لینے میں منہمک تھے۔ لیکن ...... کئی برسوں کی سخت محنت کے بعد اس نے محسوس کیا کہ اس پیڑ کی جڑیں بہت گہری اور دور بہت دور تک پھیلی ہوئی ہیں اور اسے اکھاڑ پھینکنا اب شاید ممکن نہیں۔ اس خیال کے آتے ہی وہ ہمت ہار کر ہانپتا ہوا گر پڑا۔

چند دنوں بعد لوگوں کو یہ دیکھ کر اور سُن کر اس بات پر کوئی حیرت نہیں ہوئی کہ وہ بھی، جو ہم جیسوں میں سے ایک تھا اور پیڑ کو اکھاڑ پھینکنے کی باتیں کیا کرتا تھا........ .... پیڑ کے پجاریوں اور محافظوں میں شامل ہو گیا ہے!!!

(پٹنہ سے نشر)

سید احمد قادری اشرف منزل کریم گنج۔ گیا (بہار)

کھوٹا سکہ

اعجاز شاہین

یہ اجی جان کا کمرہ ہے ــــــ سنگل بڈ پر سفید بے داغ چادر بچھی ہے۔ ایک تکیہ قرینہ سے رکھا ہوا ہے۔ تکیہ کے پاس ایک ڈائری اور قلم ہے ــــــ ایک ڈریسنگ ٹیبل ہے کمرہ صاف اور نفاست سے سجا ہوا ہے۔ کمرہ کے داہنے کونے میں آتش دان سلگ رہا ہے۔ جاڑے کی شدت سے بچنے کے لیے آتش دان کے قریب پانچ افراد بیٹھے ہیں۔

ایک نرم اور اجلی جلد والی ۲۱ سالہ کنواری اجی جان ہیں۔ ان کی ذہنی پاکیزگی اور نجھی ہوئی حاضر جوابی کو لوگ غرور اور خود پرستی سے تعبیر کرتے تھے۔

دوسری بہن ننھی جان ہیں ــــــ اجی جان سے پانچ سال بڑی۔ تین سال قبل ان کی شادی ہو چکی تھی۔ زمانۂ قدیم سے زمینداری چلی آ رہی تھی ابا نے ایک کوٹھی بیچ کر ادھورا سا خاندانی سید داماد تلاش کیا تھا جس پر ان کو بڑا فخر تھا۔ اپنے میاں کو وہ اپنی کنواری بہن سے بھی چھپائے رکھتی تھی۔

ان سے بڑی نمی جان ہیں ــــــ ان کی شادی بھی ۲۵ سال کی عمر میں ہوئی تھی۔ گوری چٹی کبھی ہوں گی مگر اب بے شمار داغ دھبے سے رنگ میلا ہو گیا تھا اور تلخ تجربات نے چہرہ کو سخت بنا دیا تھا آواز میں شاہانہ رعب اور دبدبہ قائم تھا ــــــ

جدید فیشن کی قدردان ان تین بہنوں کی بھابھی تھیں دو بچے ہوئے تھے۔ مگر زندہ نہ رہے۔ نندوں سے خواہ مخواہ بھی حسد کرنے سے بعض نہ آتیں۔ بچوں کی موت کی ذمہ دار بھی نندوں کو سمجھتی تھیں۔

خاندان کے علاوہ ایک اور فرد بھی آتش دان کے قریب تھے۔ ان کا نام فخر الدین تھا۔ پشت پر اونٹ جیسا کوہان ــــــ آنکھیں بڑی بڑی مگر بیمار ــــــ بال چھدرے وہ کسی کالج میں لکچرر تھے۔ اجی جان سے پچاس ہزار نقد پر شادی کرنے کو تیار تھے۔ باتوں کا سلسلہ اس طرح شروع ہوتا ہے۔

ننھی جان نے کہا "سخت سردی ہے"

نمی جان نے بات آگے بڑھائی "واقعی جیسے ہوا برف پی کر چل رہی ہو"

فخرو میاں نے جواب دیا "آپ لوگوں کا خیال بالکل درست ہے۔ دیکھو اجی ...... میرا ہاتھ کیسا سرد ہو رہا ہے۔ انھوں نے اپنا ہاتھ اجی جان کی طرف بڑھایا تاکہ وہ چھو کر ٹھنڈک کی تصدیق کریں......

اجی جان "اوئی کہہ کر پیچھے ہٹیں ...... "یہ کیا بدتہذیبی ہے۔

فخرو میاں کو فوراً اپنی غلطی کا احساس ہو گیا فوراً سنبھل گئے اور بولے "لگتا ہے ہمالیہ اپنی جگہ سے کھسک گیا ہے۔ اجی جان کو غصہ آ گیا وہ ابل پڑیں "معلوم نہیں ہمالیہ اپنی جگہ پر ہے یا نہیں مگر آپ کا دماغ تو ضرور........ اپنی جگہ سے کھسک گیا ہے"

ایک ابلتا ہوا قہقہہ بلند ہوا اور سخت ترین سردی میں کچھ کمی آئی۔

اجی جان نے پھر سنبھلتے ہوئے کہا "آتش دان سلگ رہا ہے جسم پر قیمتی گرم کپڑے بھی ہیں ــــــ پھر بھی سردی کا احساس بڑھ رہا ہے۔ پھر وہ اپنی جگہ سے اٹھیں اور اپنے کمرے کی کھڑکی کا پردہ اٹھایا۔ کھڑکی کے شیشے سے ایک بوسیدہ مٹی کا مکان نظر آیا جہاں بچے شور و غل مچا رہے تھے۔

انھوں نے آتش دان کے قریب بیٹھے افراد کو مخاطب کر کے کہا۔

ایک بارہ سالہ بچی گیلی اور نم مٹی میں اپنی انگلیوں سے نشان بنا بنا کر مٹا رہی ہیں معلوم نہیں قسمت کی کون سی جادوئی لکیر کی تلاش میں گم ہے

اور دوسری طرف ایک تین سال کا یتیم بچہ بالٹی سے پانی نکال کر اپنے پیر کو تر کر رہا ہے۔

بڑی بہن کے قریب ایک چھوٹی بچی اپنی بہن سے نظر چرا کر چینی کے ڈبے سے چینی چرا کر کھا رہی ہے۔ ان چار بچوں کے جسم پر ایک بھی گرم کپڑا نہیں ہے۔ صرف ایک پھٹا ہوا کمبل ہے جس میں ایک بچہ سو رہا ہے شاید وہ بیمار ہے"

اجی جان نے جب اپنے پڑوسی مکان کا نقشہ کھینچ دیا تو دبی زبان سے بیٹھے ہوئے افراد نے فریاد کی "اف ... اجی یہ بے وقت کا تماشہ دکھانے کا مقصد کیا ہے؟" وہ مجرم خاندان ہے۔ کل ہی ایک قتل کرنے کے جرم میں وہ پھانسی پر چڑھا ہے۔ مجرم سے ایسی ہمدردی کیوں ہو؟

اجی جان نے بے حد نرم لہجہ میں کہا "مجرم کون...؟ اور سزا کس کو....."

پھر وہ شکست ہو کر پلٹیں اور خاموشی سے آگ کے قریب بیٹھ گئیں۔ انھوں نے بڑے افسوس سے سوچا لوگ کس قدر مغرور ہیں کہ اپنی غلطی بھی تسلیم نہیں کرتے ــــــ مگر انھوں نے تہیہ کر لیا تھا کہ گفتگو میں تلخی اور تیزی نہ آ جائے اس لیے خاموش رہیں ــــــ ورنہ اس گھر میں بچوں کی کمی سے سب یکلخت گرم مزاج اور سنجیدہ ہو چکے تھے۔ ایک سطحی اور نکمی زندگی بسر کرنے میں عافیت محسوس کرتے تھے۔ اپنے سوا دوسروں کے بارے میں کبھی نہیں سوچتے اور حقیقت سے چشم پوشی ان کی عادت بن چکی تھی۔ کسی بھائی بہن کو اجی جان کی بات پسند نہ آئی تھی۔ ان لوگوں کو بس ایک فکر تھی کہ اجی جان فخرو سے شادی سے انکار کر دیں تاکہ ابا کی یہ آخری کوٹھی بچ جائے اور وہ لوگ بے پناہ نہ ہو جائیں ــــــ مگر اجی کو بھی بہنوں سے سخت شکایت تھی آخر ان لوگوں نے کوٹھی فروخت کروا کر شادی کیوں کی ــــــ وہ اپنے حصہ کی کوٹھی تو ضرور دے گی تاکہ یہ بے عمل خاندان با عمل ہو جائے ــــــ

پناہ نہ ہو گی تو تلاش جاری رہے گی اسے یہ نکمی زندگی پسند نہیں تھی اور وہ اپنی وسیع القلبی کا اظہار موقع سے کرنا نہ چوکتی تھی ــــــ

لوگ آتش دان کے قریب کس موضوع پر بحث کر رہے تھے وہ اجی جان کو کچھ یاد نہیں ہاں جب آگ نے دم توڑ دیا تو وہ راکھ کے اندر دبی چنگاری کو کریدنے لگی۔ فخرو نے محسوس کیا کہ اجی جان کا موڈ خراب ہے تو بات کے رخ کو موڑنے کے لیے کہا "آتش کدہ ٹھنڈا ہو گیا ہے"

اجی جان نے بھی معنی خیز جواب دیا اور طیش میں اٹھ گئیں "اگر ایک چنگاری بھی باقی ہے تو شعلہ اٹھ سکتا ہے" پھر وہ کھڑکی کا پردہ اٹھا کر سامنے کھڑی ہو گئی... نہ معلوم کیوں ان یتیم اور معصوم بچوں پر ان کا دل بھر آیا تھا وہ چاہتی تھیں اس گھر میں سب لوگ ساتھ دیں مگر فخرو کے سوا کسی نے توجہ بھی نہ دی ــــــ وہ ضرور اٹھ کر کھڑکی کے قریب آئے مگر بچوں سے ہمدردی کرنے کے بجائے اپنا مسئلہ اجی جان کے سامنے پیش کر دیا ــــــ

"اجو میری ہو جاؤ، جس طرح میں تمہارا ہوں۔"

(بقیہ ص 271 پر)

زعفران کی کلی

رتن سنگھ

گلاب کی گود میں ایک زعفران کی کلی پیدا ہوئی۔ گلاب نے اسے اپنا خون دے کر سینچا۔ اپنی خوشبو سے معطر ماحول میں اس کی پرورش کی۔ اور جب وہ کلی پروان چڑھی تو اس کا حسن دیکھنے والا تھا۔

جامنی رنگ کی نرم پتیوں میں گھری ہوئی گہرے سنہرے رنگ کی ننھی سی کلی۔

جیسے سنار کی بھٹی سے نکلی ہوئی سونے کی ڈلی۔

جیسے سرخ ہیرے سے تراش کر نکالی ہوئی خوبصورت سی کنی۔

جیسے لو کی طرح دہکتی چمکتی ہوئی دلکش سی منی۔

گلاب، زعفران کی کلی کو، عمر کی ڈالی پر کھیلتے ہوئے، پروان چڑھتے ہوئے، اس کی شخصیت میں ایک نئی قسم کی خوشبو کو پیدا ہوتے ہوئے اس کی رنگوں میں نئے قسم کا نکھار آتے ہوئے دیکھتا تو خوشی سے پھولا نہ سماتا۔

زعفران کی کلی بھی دل ہی دل میں گلاب کی عظمت اور اس کی چاروں طرف پھیلی ہوئی خوشبو کو اپنے وجود میں رچانے بسانے کی کوشش کرتی رہتی۔

لیکن ایک دن صبح جب زعفران کی کلی کی آنکھ کھلی تو دیکھا کہ گلاب وقت کی ڈالی سے ٹوٹ کر ہوا میں تحلیل ہو چکا ہے۔ لیکن اس کی عدم موجودگی میں بھی اس کی خوشبو چاروں طرف بکھری ہوئی ہے۔

اپنی سوگوار آنکھوں سے زعفران کی کلی نے چاروں طرف گھوم کر دیکھا اور اداس من سے یہ سوچنے لگی کہ گلاب کی عدم موجودگی میں گلاب کی خوشبو کیسے قائم رہ سکتی ہے۔

یہ معجزہ کیسے ہوتا ہے؟

یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے!

من کی گہرائیوں میں ڈوب کر سوچتے سوچتے اس کی نظر اوپر آسمان کی طرف گئی اور پھر ایک خیال جیسے سورج کی طرح آسمان سے اترا اور بجلی کی طرح چمک کر اس کے ذہن کو نئی روشنی عطا کر گیا۔

"جب سورج ڈوب جاتا ہے تو اس کی روشنی آسمان پر لاکھوں ستاروں کو منور کرتی رہتی ہے۔"

اسی خیال کے آتے ہی زعفران کی کلی نے اپنے لیے زندگی کی ڈگر چن لی۔

پھر زعفران کی کلی جو مکمل حسن تھی، مکمل خوشبو بن گئی اور دھرتی کے چپے چپے پر بکھرنے کے لیے اس نے اپنی خوبصورت کیاریوں سے باہر قدم نکالے۔

وہ تاریک بستیوں میں گئی۔

وہ تاریک گلیوں میں گئی۔

وہ تاریک جھونپڑیوں میں گئی

یہاں تک کہ وہ تاریک ذہنوں میں بھی پہنچی۔

غرضیکہ زعفران کی کلی، ہر جگہ خوشبو بن کر، روشنی کی کرن بن کر، امید کی چمکتی ہوئی لو بن کر پھیل گئی۔ اس گھر سے اس گھر تک چاروں طرف، ہر سو۔

اس طرح گلشن میں کچھ اس قسم کا ماحول بن گیا، جیسے ایک نئے بہار کی آمد آمد ہو۔

جیسے زندگی کی خوشیاں دھرتی کی کوکھ سے سوتے کی طرح پھوٹ کر الھڑ کنواریوں کی طرح اٹھکھیلیاں کرتی ہوئی لپکتی تھرکتی باغ کے چپے چپے کو سیراب کرنے کے لیے دھیرے سے آگے بڑھ رہی ہوں۔

لگتا تھا، ابھی لاکھوں کروڑوں کلیاں ایک ساتھ کنول کے پھولوں کی طرح اٹھیں گی۔

ابھی زندگی کی سوئی ہوئی راہیں جاگ اٹھیں گی۔ مہک اٹھیں گی۔ لیکن اس سے پہلے کہ ان راہوں پر روشنی جاگ اٹھے، ان پر سازشوں کے کانٹے بکھیر دیے گئے۔

اس سے پہلے کہ دیپک راگ اپنے عروج پر پہنچے، اس کی تان کا گلا گھونٹ دیا گیا۔

اور وہ زعفران کی کلی جس کی خوشبو اپنے چمن سے باہر نکل کر سارے کرۂ ارض کو معطر کر رہی تھی، اس کی پتی پتی نوچ ڈالی گئی۔

اس سازش میں وہ لوگ شریک تھے جنھوں نے کبھی انسانیت کو پھانسی پر لٹکایا تھا۔

یہ وہی لوگ تھے جنھوں نے عقل کو زہر کا پیالہ پینے پر مجبور کیا تھا۔ یہ وہی لوگ تھے جنھوں نے کبھی گلشن کے کچھ پھولوں کو دوسرے پھولوں سے ہمیشہ کے لیے جدا کر دیا تھا۔

یہ وہی لوگ تھے جنھوں نے اہنسا کو گولی مار دی تھی۔

لیکن موت نہ انسانیت کو مار سکی تھی، نہ عقل کو اور نہ اہنسا کو۔

اب پھر وہی ہوا۔

جو پہلے ہوا تھا۔

تاریخ نے ایک دفعہ پھر اپنے آپ کو دہرایا ہے۔

ایک دفعہ پھر سچ کا پیغام دیا ہے۔

موت ایک دفعہ پھر ہار گئی ہے۔

قاتل ایک دفعہ پھر ناکام ہو گئے ہیں۔

زعفران کی کلی نہیں رہی۔

لیکن اس کی خوشبو اب بھی گلشن میں ہر طرف پھیلی ہوئی ہے۔

زعفران کی کلی نہیں رہی۔

لیکن وہ خوشبو بن کر گلشن کے ہر غنچے کو، ہر کلی کو، ہر پھول کو، ہر پتے کو، ہر ڈال کو، غرضیکہ ہر ایک پودے کو جگا رہی ہے اور جتا رہی ہے کہ گلشن کے دشمنوں سے بچنے کے لیے متحد رہو، متحد رہو، متحد رہو . . . .

اسی میں گلشن کی بقا اور بہتری ہے۔

جامنی رنگ کی نرم پتیوں میں گھری ہوئی، گہرے سنہرے رنگ کی ننھی سی کلی . . .

جیسے سنار کی بھٹی سے نکلی ہوئی سونے کی ڈلی۔

جیسے سرخ ہیرے سے تراش کر نکالی ہوئی خوبصورت سی کنی۔

جیسے لو کی طرح دہکتی ہوئی دلکش سی منی۔

یہ زعفران کی کلی زندہ ہے۔ گلشن کے ہر غنچے میں، ہر کلی میں، ہر پھول میں اور خوشبو بن کر مسکرا رہی ہے۔

(سرینگر سے نشر)

بقیہ: کھوٹا سکہ

یہ جملہ تیر کی طرح اجو جان کے دل میں پیوست ہو گیا۔ انھوں نے پلٹ کر جواب دیا "صرف میں یا میری کوٹھی بھی؟"

"کوٹھی تو ملنی ہی ہے ——— تم جانتی ہو تمھاری عمر کتنی ہے۔ اس عمر میں کون ....!" فخرو اتنا کہہ کر خاموش ہو گئے۔ اجی جان نے بڑی معنی خیز سی آہ بھری "اس عمر میں بیوی تو نہیں مگر ماں ضرور بن سکتی ہوں" پھر کہا۔ "فخرالدین صاحب مجھے اب تک آپ میں کوئی ایسی خوبی نظر نہ آئی جس کی وجہ سے شادی جیسی تباہ کن مہم کو میں شروع کر دوں"

اتنا کہنے پر بھی جب اجی جان کا غصہ کم نہ ہوا تو وہ سخت لہجہ میں بولیں۔ "اگر پچاس ہزار میں بغیر شوہر خریدے بچے مل سکتے ہیں تو یہ سودا گھاٹے کا نہیں۔"

فخرو نے اجی جان کی یہ سخت گیری دیکھی تو دور اندیشی سے کام لیتے ہوئے مسکرائے اور کہا "ان بچوں کو خرید دو گی؟"

"نہیں ان معصوم اور یتیم بچوں کی پرورش پر یہ روپیہ خرچ کر دوں گی...... کھوٹے سکے سے بہتر مجرم باپ کا بے گناہ بچہ ہے ———" پھر وہ لڑکیوں کی سی طوفانی زندہ دلی کے ساتھ ایک دم قہقہہ مار کے ہنس پڑیں اس کے بعد اس نے اپنا سر پہلے سے زیادہ اونچا اٹھا لیا

(پٹنہ سے نشر)

دھرتی کا کرب

محمد جاوید اقبال

وہ سب تقریباً ایک ہی عمر کے تھے اور ان کا قد بھی ایک جیسا تھا۔ ان کی شکل و صورت بھی کچھ مختلف نہ تھی۔ ان کے عادات واطوار، ان کا رہن سہن ان کے لباس ایک جیسے تھے یہی وجہ تھی کہ ان میں بڑا اتحاد تھا۔ ایک ساتھ جینے اور مرنے کی قسمیں کھاتے ایک دوسرے کے غم میں برابر کے شریک ہوتے۔ ایک کا غم سب کا غم تھا۔ اِدھر کسی کی طبیعت خراب ہوئی اُدھر سب اس کے لیے پریشان ہو جاتے۔ جب تک اس کی طبیعت ٹھیک نہیں ہو جاتی انھیں کسی پہلو چین نہ ملتا، اور جب کبھی ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں چلتیں تو وہ سب والہانہ انداز میں رقص کرنے لگتے سارے فکر و تردد سے دور خوشیوں میں مست ہو جاتے۔

آپس کا یہ اتحاد سورج کو بہت ناگوار گزرا۔ غصہ کی وجہ سے اس کی رنگت اور سرخ ہو گئی۔ اس کی آنکھیں شعلہ برسانے لگیں۔ ایسی آزادروی کو وہ برداشت نہیں کر سکا، یہ دیکھ کر اس کا خون کھولنے لگا کہ یہ حقیر سی جان مجھ سے بے نیاز ہو کر اٹھکیلیاں کھیل رہی ہیں جو میری ایک ہلکی سی تپش سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے زندگی سے محروم ہو سکتی ہیں، پھر اس نے فیصلہ کر لیا کہ اس بے ادبی کی سزا انھیں ملے گی۔ دیکھتے ہی دیکھتے سورج کا قہر ان پر ٹوٹ پڑا۔ سب کے جسم پسینے سے شرابور ہو گئے۔ اچانک حملے کی وجہ سے انہیں سوچنے سمجھنے کا موقع ہی نہ ملا۔ ہنستے مسکراتے ہوئے پودے پیاس سے نڈھال ہو گئے۔ تشنگی جب زیادہ ستانے لگی تو گھبراہٹ کے عالم میں ان کی آنکھیں آسمان کی جانب اٹھ جاتیں مگر جلد ہی سورج کی قہر آلود نگاہوں سے ٹکرا کر بڑی مایوسی سے جھک جاتیں اس ننھی سی جان نے کبھی ایسی تکلیف نہیں اٹھائی تھی۔ یہ عمر تو ان کے کھیلنے کودنے کے تھے، بڑھنے پھولنے کے تھے۔ ان کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ اس کم سنی میں ایسی حالت سے دوچار ہونا پڑے گا۔ ان کی آنکھوں میں خوف و ہراس، حسرت و گھبراہٹ تھی، ایک طرف زندگی کی آرزو موت سے کشمکش کر رہی تھی تو دوسری جانب موت زندگی کو شکست دینے کے لیے پنجہ آزمائی کر رہی تھی۔ مگر خود کو بچانے کی کوئی صورت نظر نہیں آ رہی تھی، مایوسی اور ناکامی کے سائے طویل ہوتے جا رہے تھے۔ ہوش و حواس نے ساتھ چھوڑنا شروع کر دیا تھا۔ ان کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا کہ زندگی کو کس طرح بچایا جائے۔ کچھ خواب اور بیداری کے درمیان جھول رہے تھے، کچھ فریاد کر رہے تھے مگر ان کی داد رسی کوئی نہیں آ رہا تھا۔ کچھ آپس میں دست و گریباں ہو گئے۔ ایک نے دوسرے کو نوچنا کھسوٹنا شروع کر دیا جسم لہولہان ہونے لگے اور آخر کار وہ بے جان ہو کر گر پڑے ان کی اس حالت کو دیکھ کر چند کے ہاتھ رک گئے وہ بڑی شرمندگی محسوس کر رہے تھے۔ یہ وہی تھے جنھوں نے ایک ساتھ جینے اور مرنے کی قسمیں کھائی تھیں۔ جن کے اتحاد کی مثالیں دی جاتی تھیں لیکن آج ان کا اتحاد پارہ پارہ ہو چکا تھا۔ کچھ نے اپنی کانوں میں انگلیاں دے ڈالیں کہ وہ ان آوازوں کو نہ سُن سکیں۔ مگر بے سود! باطن کی آوازیں کہیں اس طرح بند ہوتی ہیں۔ کچھ کے کان تو ان آہوں اور سسکیوں سے مانوس ہو چکے تھے۔ ایک نے دوسرے کو دلاسہ دینے کی کوشش کی لیکن دلاسے اور تسلی کب تک کام آتے۔ الفاظ تسلی دے سکتے ہیں زندگی نہیں۔

اب انھیں ایک نئی فکر ستائے جا رہی تھی کہ ہو نہ ہو ہم میں کوئی گنہگار ضرور ہے جس کی سزا ہم لوگوں کو دی جا رہی ہے۔ ایک نے دوسرے سے دریافت کیا مگر کوئی سراغ نہ ملا۔ حدِ نگاہ تک سب کے سر جھکے ہوئے تھے۔ اس حشر کے میدان میں سب موجود تھے لیکن کسی کے ہاتھ میں ان کا نامۂ اعمال نہ تھا۔ آہستہ آہستہ زندگیاں ختم ہونے لگیں۔ موت کا بھیانک خوف ایک دوسرے پر طاری ہونے لگا۔ آشاؤں کی رنگین کیاری مرجھانے لگی۔ اب تو فریاد کی آوازیں بھی دھیمی پڑ چکی تھیں۔ خاموشی دبے پاؤں بڑھتی جا رہی تھی اور یہ خاموشی اعلان کر رہی تھی کہ جانے والے کبھی واپس نہیں آئیں گے۔ چاہے ان کے لیے کتنی ہی آنکھیں اشکبار ہوں کتنا ہی غم اور کتنا ہی ماتم کیوں نہ منایا جائے۔ رہے سہے اوسان نے بھی ساتھ چھوڑنا شروع کر دیا تھا۔ حلق خشک ہو گئے۔ الفاظ اندر ہی اندر قلابازی کھانے لگے۔ سانس گھٹتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی اب سوائے موت کے کوئی چارہ نہ تھا جس طرف بھی نظر اٹھتی موت کھڑی نظر آتی۔ ایک طرف سورج سفاک نظروں سے گھور رہا تھا تو دوسری جانب موت کا سایہ قریب تر ہوتا جا رہا تھا۔ جسم کی ہڈیاں ابھرنے لگی تھیں، کھال آہستہ آہستہ سمٹتی جا رہی تھی، سورج کی زہریلی شعاعیں اپنا سیاہ نشان چھوڑتی جا رہی تھیں۔ ان جھکی ہوئی آنکھوں میں اتنی سکت نہ تھی کہ وہ اوپر اٹھ سکیں آج ان آنکھوں میں گڈھے پڑ چکے تھے۔ گمان ہوتا تھا، جیسے کسی ویران مقبرے میں دو چراغ جھلملا رہے ہوں۔ یہ وہی آنکھیں ہیں جن میں کبھی تر و تازگی تھی، شوخی و شرارت تھی، جن میں زندہ رہنے کی اُمنگ تھی، یہ وہی چہرے ہیں جو کبھی شاداب تھے جن میں زندگی کی تمام رعنائیاں موجود تھیں، اور آج ان میں زندگی کے آثار دکھائی نہیں دے رہے تھے۔ اب تو ان ادھ کھلی آنکھوں سے کچھ نظر بھی نہیں آ رہا تھا۔ یہ کیسی دھند ہے؟ اس سے قبل تو کبھی ایسا نہیں ہوا تھا۔ ان کی پریشانیوں میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ کچھ نے اپنی انگلیوں اور ہتھیلیوں سے آنکھوں کو کئی بار صاف کرنے کی کوشش کی پھر بھی انھیں دکھائی نہ دیا۔ کچھ دیر ٹھہر کر انھوں نے اپنے وجود کو دیکھنا چاہا مگر وہ بھی نظر نہیں آیا۔ وجود کی گم شدگی نے ان میں خوف پیدا کر دیا۔ اس حالت میں کچھ نے چاہا کہ ہاتھ سے چھو کر اپنے وجود کا یقین کرے۔ لیکن ان ہاتھوں میں اتنی طاقت بھی نہیں رہ گئی تھی۔ زندگی کی جستجو انھیں حرکت کی ترغیب دے رہی تھی۔ کچھ نے بھرپور کوشش کی کہ ان آنکھوں کو کھلا رکھے، وہ اس میں کسی حد تک کامیاب بھی ہو گئے مگر انھیں کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ چاروں طرف اندھیروں کی حکومت تھی۔ کہیں بصارت تو نہیں چلی گئی؟ یا ہو سکتا ہے آسمان پر کالی گھٹائیں چھا گئی ہوں!! نہیں! نہیں!! ایسا نہیں ہو سکتا۔ اگر ایسا ہوتا تو پھر وجود پہلے کی طرح سلگ کیوں رہا ہے؟ شعاعوں کی نوکیلی زبانیں وجود کو آہستہ آہستہ چاٹتی کیوں جا رہی ہیں۔ احساس کی اس اذیت سے کس طرح نجات حاصل کیا جائے۔ سانسوں کی بوجھ سے کس طرح چھٹکارا حاصل کیا جائے۔ نہیں! نہیں!! کچھ کرنا ہوگا ورنہ سب کے سب یونہی ختم ہو جائیں گے، پھر ہم پر کوئی رونے والا بھی نہ ہوگا کچھ نہ کچھ کرنا پڑے گا اپنے لیے، اوروں کے لیے، مستقبل کیلئے، ورنہ ہمیں یاد کرنے والا بھی کوئی نہ ہوگا۔ آہستہ آہستہ سرگوشیوں میں اضافہ ہونے لگا۔ نظریں جو جھکی ہوئی تھیں اب اُٹھنے لگی تھیں مگر مشکل کشائی کے لیے کوئی آگے نہیں بڑھ رہا تھا۔ کئی آوازیں آ رہی تھیں مگر ان میں ایک آواز کچھ بلند تھی وہ ہمت کر کے آگے بڑھا اور کہنے لگا اگر تم میں اتحاد رہا اور تم سب نے میرا ساتھ دیا تو میں ایک آخری کوشش کرتا ہوں مجھے پوری امید ہے کہ میں اس میں کامیاب ہو جاؤں گا اور پھر ہم اسی طرح مل جل کر خوش و خرم زندگی گزاریں گے جیسا اس سے قبل گزار رہے تھے۔ اتنا سنتے ہی نیم جان جسموں میں توانائی پیدا ہو گئی، آنکھوں میں چمک واپس آنے لگی۔ وہ اس مسیحا کو ہر قسم کا تعاون دینے کو تیار تھے۔ چاروں طرف سے جب اسے یقین دہانی مل گئی تو اسے کچھ سکون ملا پھر وہ تھوڑی دیر تک سر جھکائے سوچتا رہا، اس کے بعد وہ دو زانو ہو گیا اور نہایت عاجزی و انکساری کے ساتھ زمین سے گویا ہوا۔

ماں! تو نے ہم سب کو کیا کچھ نہیں دیا۔ جس چیز کی ضرورت پڑی تو نے بے دریغ دی۔ تو نے زندگی کی حقیقتوں سے روشناس کرایا۔ تیری مہربانیوں نے اس قابل بنایا کہ ہم اپنے پیروں پر کھڑے ہو سکیں۔ تو کبھی بھی ہمارے نشو و نما سے غافل نہیں رہی۔ ہر مصیبت کے وقت تو نے ساتھ دیا۔ ماں تو سب کچھ دیکھ اور جان رہی ہے پھر بھی خاموش ہے، یا تو میری باتیں تم تک نہیں پہنچ پا رہی ہیں یا تم سن رہی ہو اور جواب دینا نہیں چاہتی۔ ہم لوگوں کو اس عذاب میں مبتلا دیکھنا چاہتی ہو یا تم جواب دیتی ہو اور ہم سُن نہیں پاتے۔ ماں! میں تجھ سے کیا کہوں ہو سکتا ہے اس عالم میں سماعت نے ساتھ چھوڑ دیا ہو۔ ماں! آج ہم زندگی اور موت کے دوراہے پر کھڑے ہیں۔ ہم میں سے کئی بچھڑ چکے ہیں موت آہستہ آہستہ غالب آتی جا رہی ہے۔ اور زندگی موت سے آنکھ چرانے لگی ہے۔ بڑی امید لے کر ہم تیرے پاس آئے ہیں ایک آخری پہلا

اذات ہے بس تو ہی ہم سب کو اس اذیت سے نجات دلاسکتی ہے
ن ہی سہی کچھ تو "ہم لوگوں کو دیدے"۔ جہاں تو نے اتنا احسان کیا
ملیک اور احسان ہم لوگوں پر کردے۔ بولتے بولتے اس کا حلق
یہ گیا۔ خشک حلق میں تھوک کانٹے کی طرح چبھنے لگا، آنکھیں
ر نکل آئیں۔ پھر وہ اپنی بے ترتیب سانسوں کو درست کرنے لگا۔

دھرتی خاموشی سے سنتی رہی۔ پھر بڑی بے رُخی سے
لی، نہیں! ہرگز نہیں!! تمہارے لیے میرے پاس کوئی جگہ
یں ہے میں تمہیں کچھ نہیں دے سکتی۔ تم دیکھ نہیں رہے ہو پورا کیا
بت رہا ہے۔ میرا جسم کئی جگہوں سے پھٹ چکا ہے۔ دن بہ دن
ندگی کی رمق کم ہوتی جا رہی ہے اور تم مجھ سے اُجڑی ہوئی زندگی بھی
نا چاہتے ہو۔ نہیں! نہیں!! میں تمہیں کچھ نہیں دوں گی۔ میرا تم سے
بکوئی تعلق نہیں۔ تم لوگوں کی وجہ سے میرا یہ حشر ہوا ہے۔ تم لوگوں
نے میرے سارے وجود کو نچوڑ ڈالا۔ جب میرے پاس تھا تو میں نے
ہمیشہ تم لوگوں کے لیے وقف رکھا ہر پل ہر لمحہ تمہارا تھا۔ میں نے ہر
مصیبت کو برداشت کیا، ہر طرح کی پریشانیوں کا سامنا کیا مگر تم
لوگوں پر اس کی آنچ تک نہ آنے دی۔ آج میں خود اس قابل نہیں
ہوں کہ تم لوگوں کو کچھ دے سکوں۔ اب میرے پاس کچھ نہیں بچا ہے۔
اس لیے میرے بچو تم اس گنہگار ماں کو معاف کر دینا۔ میری آنکھیں دیکھ
رہی ہیں کہ تم زندگی کے آثار سے محروم ہوتے جا رہے ہو۔ تم ایک ایک
کرکے دم توڑتے جا رہے ہو مگر یہ بدقسمت ماں تم لوگوں کے لیے کچھ نہیں
کر سکتی، آنسو بھی نہیں بہا سکتی۔ وہ تو کب سے خشک ہو چکے ہیں۔ میرے
بچو مت روؤ، جب سب کی یہی حالت ہے تو کون کس کا ماتم کرے۔

دھرتی کا جواب سُن کر وہ عجیب سی اذیت میں مبتلا ہو گیا۔
سب کی نظریں اس کی جانب اٹھی ہوئی تھیں۔ اس نے ایک دوسرے
کے چہروں کو ٹٹولنے کی کوشش کی اور چونک پڑا۔۔۔ بہت سے چہرے
اس سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جدا ہو چکے تھے۔ مزید نظارہ دیکھنے کی اس
میں قوت نہ رہی۔ دیکھتے ہی دیکھتے وہ لڑکھڑا کر گر پڑا۔ اس کی اس حالت
کو دیکھ کر سب کے جسم کانپنے لگے۔ پھر یکے بعد دیگرے لاشیں زمین پر
گرنے لگیں ہر لاش پر دھرتی کی رنگت بدل جاتی مگر وہ قطعی مجبور تھی۔
کچھ کر نہیں سکتی تھی۔ اب کوئی کسی کا پرسان حال نہ تھا، ہر طرف موت برہنہ
رقص کر رہی تھی۔

اور پھر نظریں ایک ناقابل یقین اور دل ہلا دینے والے منظر
پر ٹھہر گئیں۔ ایک پودے کی گرفت میں کئی کمزور پودے پھڑپھڑا رہے
تھے۔ اس نے اپنے آپ کو چھڑانے کی بھرپور کوشش کی مگر اس کی
گرفت سے آزاد نہ ہو سکا۔ آہستہ آہستہ اس کی گرفت سخت ہوتی
جا رہی تھی پھر دیکھتے ہی دیکھتے ان مٹھیوں سے چند قطرے لہو کے ٹپک
پڑے۔

یہ کیا ہوا!! لہو کے قطرے جیسے ہی اس کی قدموں پر
گرے، وہ زمین بوس ہو گیا۔ دھرتی سب کچھ دیکھ رہی تھی۔ اس کی
ساری جان ان آنکھوں میں سمٹ آئی تھی، سارے بچے ہمیشہ ہمیشہ
کے لیے سو چکے تھے لیکن بوڑھی دھرتی جاگ رہی تھی۔

(اردو عمر دوس سے)

محمد جاوید اقبال
ذاکر حسین کالج
اجمیری گیٹ۔ دہلی

یکم فروری ۱۹۸۵ء

ریڈیو ڈرامہ

لہو کا رنگ ایک ہے

نفیسی صدیقی

کردار :-

شیام : برہمن ذات سنگیت پریمی اور ترقی پسند
انورادھا : سنگیت کار اچھوت لڑکی
بابا ہری داس : سنگیت کار ــ انورادھا کا باپ
پنڈت بینی پرساد : شیام کا باپ۔ سوتنترا سنگرام سینانی
بشیر خاں : شیام کا استاد اور ہری داس کا گرو بھائی
ٹھاکر مان سنگھ : گاؤں کا پردھان

پس منظر:

(ایک پاگل ـــ انورادھا دیوانہ وار گاتی ہوئی ویرانے میں گھوم رہی ہے ـــ "ڈھونڈ ڈھونڈ مورے بگ تھاکے تمہرے درس کو جم جم آئے یہ" اور پھر پاگلوں کی طرح قہقہے لگاتی ہے۔ اسی راہ سے ایک مسافر کار سے گزر رہا ہے۔ انورادھا کار کے سامنے آ کر کھڑی ہو)

انورادھا : ٹھہرو! ٹھہرو!! مسافر!

(کار رکتی ہے۔ مسافر باہر آتا ہے)

مسافر : کون ہو تم!

انورادھا : مسافر، تو نے میرے شیام کو دیکھا ہے؟ بول! تو نے شیام کو دیکھا ہے نا! اسے بول نا! چپ کیا کھڑا ہے؟

مسافر : تمہیں دھوکہ ہوا ہے۔ میں کسی شیام کو نہیں جانتا۔

انورادھا : آئیں! تو میرے شیام کو نہیں جانتا۔ اتنے مہان کلاکار کو تو ہی نہیں جانتا۔ تو ضرور جانتا ہے۔ تو ضرور جانتا ہے، بول نا ـــ کہاں ہے میرا شیام!

مسافر : بہن جی ـــ میں پہلی بار ادھر آیا ہوں۔ میں کسی شیام کو نہیں جانتا۔

انورادھا : تو بھی نہیں جانتا ـــ کوئی نہیں جانتا۔ میں تجھے کہاں ڈھونڈوں۔ کہاں ڈھونڈوں۔ کہاں ڈھونڈوں۔ (پاگلوں کی طرح روتی ہے۔ روتی ہے) ـــ تو ضرور جانتا ہے۔ تجھے... تجھے بتانا پڑے گا۔ بول..... بول میرا شیام کہاں ہے؟

بابا : (دور سے آتی ہوئی آواز) انو! انو بیٹیا!

انورادھا : بابا... یہ بھی میرے شیام کو نہیں جانتا ہے یہ جھوٹا ہے بابا۔ یہ جھوٹا ہے۔

بابا : تم جاؤ مسافر! یہ پاگل ہو گئی ہے۔ ہر مسافر کو روک کر یہی پوچھتی ہے۔ تم جاؤ بیٹا!

مسافر : لیکن یہ ہے کون؟

بابا : میری بیٹی ہے ـــ انو! پاگل ہو گئی ہے۔

انورادھا : میں پاگل ہو گئی ہوں۔ اوں... اوں ـــ تجھے

مسافر : پاگل کیسے ہو گئی بابا؟

بابا : سب بھاگیہ کے کھیل ہیں بیٹا! کیا بتاؤں تمہیں۔ تمہیں دیر ہو رہی ہے۔ تم جاؤ۔

مسافر : میں ڈاکٹر ہوں بابا۔ شاید میں تمہاری کچھ مدد کر سکوں۔ اگر آپ چاہیں تو مجھے اس کی کہانی سنائیے۔

بابا : (آہ بھر کر) ڈاکٹر! اس کا مرض لاعلاج ہے۔ اب اسے کسی دوا کی ضرورت نہیں۔

مسافر : ایسا نہ کہیے! بھگوان پر بھروسہ کیجئے۔

بابا : اس نردئی پر بھروسہ کرکے کیا ہوگا۔ سب اپنے کرم کا پھل ہے ڈاکٹر۔ تم کہتے ہو تو تم بھی سن لو۔ چلو ـــ گھر چل کر بیٹھو۔ وہیں سناؤں گا اس کی کہانی۔

مسافر : شکریہ بابا۔

بابا : بہت دنوں کی بات ہے۔ انورادھا سنگیت پاٹھ شالہ میں بچوں کو شکشا دے رہی تھی، وہیں پر اس کی ملاقات شیام سے ہوئی۔ شیام اس راستے گزر رہا تھا۔ انو کی آواز سن کر

وہ ٹھہر گیا۔ جب شکشا ختم ہوئی تو اس نے کہا ـــ

(فلش بیک)

شیام: اتنی مہان کلاکار ـــ اور اس ویرانے میں؟

انورادھا: جہاں دل دھڑکتے ہوں ـــ وہ ویرانہ کیسے ہو سکتا ہے۔

شیام: سُنا تھا ـــ کہ ویرانوں میں بھی پھول کھلتے ہیں۔ آج ان آنکھوں سے درشن بھی کر لیے۔

انورادھا: ویرانوں میں تو جگہ جگہ پھول بکھرے پڑے ہیں۔ اب انسان کو اتنی فرصت کہاں ہے جو تلاشِ حسن کے لیے ویرانوں میں بھٹکتا پھرے۔

شیام: اب انسان نئے سماج سے اوبنے لگا ہے اور وہ دن دور نہیں جب وہ سکون کی تلاش میں ان ویرانوں کی طرف لوٹ آئے گا۔

انورادھا: چھوڑیئے اس بحث کو۔ یہ بتائیے کہ آپ کا نام کیا ہے؟ کہاں رہتے ہیں اور . . . . .

شیام: اور یہاں کیوں آئے ہیں؟

انورادھا: (ہنس کر) بڑے دلچسپ ہیں آپ۔

شیام: یہ بات میں آپ سے پہلی بار سن رہا ہوں۔ ورنہ لوگ تو مجھے بدصورام کہتے ہیں۔

انورادھا: (ہنس کر) یقین نہیں آتا کہ آپ بدصورام ہیں۔ صورت سے تو آپ بڑے . . . . . .

شیام: اتنا بڑا بھی نہیں۔ صرف پانچ فٹ نو انچ ہوں۔

(دونوں ہنستے ہیں)

انورادھا: بڑے شریر ہیں آپ ـــ! اوہ! شام ہو چکی ہے۔ چلئے گھر چلتے ہیں۔ بابا انتظار کر رہے ہوں گے۔

شیام: بابا . . . . کون بابا؟

انورادھا: میرے پتا جی۔ میں انھیں بابا کہتی ہوں۔

شیام: اچھا! چلئے۔

(نیا منظر)

(گاؤں کا ماحول۔ آبادی سے دور ایک گوشے میں دس بارہ جھونپڑیاں بنی ہیں۔ عام جھونپڑیوں سے الگ یہ جھونپڑیاں اس حقیقت کی طرف اشارہ کرتی ہیں کہ ان جھونپڑیوں کے مکین عام دیہاتی زندگی سے الگ ہیں۔ اسی میں ایک جھونپڑا انورادھا کا بھی ہے جہاں وہ اپنے پتا کے ساتھ تنہا رہتی ہے۔ جھونپڑے سے تان پورے کی آواز میں ملی ہوئی آواز سنائی دے رہی ہے ـــ میں واری واری جاؤں پریتم پیارے جب آئیں گے مورے مندروا۔)

شیام: (انورادھا کی طرف دیکھتا ہے) یہ کس کی آواز ہے؟

انورادھا: میرا بابا ہے۔ وہ سندھیا انہی بولوں سے کرتے ہیں ـــ (سنگیت کی آواز ابھرتی ہے)

شیام: بہت خوش قسمت ہیں آپ جو سنگیت کی لہروں میں زندگی گزار رہی ہیں۔

انورادھا: شکریہ! گھوڑا یہیں کھڑا کر دیجئے۔ آئیے میرے ساتھ . . . . اندر آ جائیے۔

(دونوں اندر آتے ہیں۔ انورادھا آگے ہے اور شیام پیچھے . . . بابا آنکھیں موندے تان پورہ لگ چھیڑ رہے ہوتے ہیں۔ وہ کسی آمد سے بھی بے خبر ہے۔ انورادھا اس کے چرنوں میں بیٹھ جاتی ہے۔ شیام کو بیٹھنے کا اشارہ کرتی ہے۔ شیام بھی بیٹھ جاتا ہے۔ انورادھا تھوڑی دیر بعد پکارتی ہے ـــ)

انورادھا: بابا! بابا!!

(بابا تان پورہ چھیڑنا بند کر دیتا ہے اور تعجب سے ایک اجنبی کو دیکھتا ـــ بابا کو اپنی طرف مخاطب دیکھ کر شیام کہتا ہے)

شیام: نمستے بابا!

بابا: نمستے بیٹا! (انورادھا کی طرف دیکھ کر) یہ کون ہیں بیٹی؟

انورادھا: نام تو میں بھی نہیں جانتی۔ سنگیت پاٹھ شالہ میں آ گئے تھے۔ کوئی سنگیت پریمی ہیں۔ میں گھر لے آئی۔

شیام: میرا نام شیام ہے۔ پڑوس کے گاؤں شنکرپور میں رہتا ہوں۔

انورادھا: لیکن صورت سے تو دیہاتی نہیں لگتے۔ کیوں بابا؟ کیا یہ لگتے ہیں دیہاتی؟

شیام: آپ ٹھیک کہتی ہیں۔ بنارس یونیورسٹی سے پڑھ کر اپنے گاؤں لوٹا ہوں۔ پتا جی کا حکم ہے کہ پڑھائی ختم کر کے کھیتی باڑی دیکھوں۔

بابا: بڑے بھاگیہ وان ہیں تمہارے پتا۔ اب ایسے آگیا کاری پتر کہاں۔ نئی روشنی نے تو سب کو اندھا کر دیا ہے بیٹا۔

شیام: آپ سچ کہتے ہیں بابا! عجیب زمانہ آ گیا ہے۔ جسے دیکھو گاؤں چھوڑ کر شہر بھاگا جا رہا ہے۔ دولت اور شہرت نے پاگل بنا دیا ہے انسان کو۔

بابا: شہروں کی روشنی کا سایہ ویران کر دے گا ہمارے گاؤں کو۔ ہم سب روشنی کی تلاش میں سائے کے پیچھے بھاگ رہے ہیں۔ اب نہ کوئی منزل ہے اور نہ راہبر۔ سب اندھیروں میں بھٹک رہے ہیں۔

شیام: کتنے گمبھیر وچار ہیں آپ کے بابا۔

انورادھا: چھوڑیئے ان باتوں کو۔ بابا اس نئے یگ سے کیا ناطہ؟

شیام: انسان ناطہ جوڑنے آیا ہے دنیا میں ـــ توڑنے نہیں ـــ خیر آپ کہتی ہیں تو بحث یہیں سماپت۔

بابا: تم ٹھیک کہتے ہو شیام۔ عقل کی باتیں ماحول کو بوجھل بنا دیتی ہیں ـــ اچھا یہ بتاؤ انو کیسا گاتی ہے؟

شیام: اب میں ان کی تعریف ان کے منہ پر کیا کروں۔

انورادھا: کیوں شرمندہ کرتے ہیں آپ۔ میں تو سنگیت ساگر کی ایک بوند بھی نہیں۔

شیام: کبھی کبھی سمندر کی وشالتا ایک معمولی سے قطرے میں سما جاتی ہے انورادھا۔ اور وہ چھوٹا سا قطرہ اپنی شکتی خود نہیں سمجھ پاتا۔ تم واقعی بہت اچھا گاتی ہو۔

بابا: تمہاری باتوں میں بہت گہرائی ہے شیام۔ بڑی خوشی ہوئی تم سے مل کر ـــ جا بیٹی کھانا بنا لے۔ یہ بھی کھائیں گے ہمارے ساتھ۔

شیام: نہیں بابا! پھر کبھی کھاؤں گا۔ آدھی [illegible] ہیں۔ اب مجھے جانا چاہیے۔

انورادھا: اس اندھیرے میں کیسے جائیں گے آپ۔ یہیں ٹھہر جائیے نا۔ صبح چلے جانا۔

شیام: نہیں انورادھا! پتا جی گھر پر اکیلے ہیں۔ ماں بھی نہیں جو ان کی دیکھ بھال کرے۔ کل آ جاؤں گا۔

بابا: تم جاؤ بیٹا! یہ نہیں جانتی کہ بوڑھی آنکھیں اولاد کا کس بے چینی سے انتظار کرتی ہیں۔

شیام: ہاں بابا! اچھا میں چلتا ہوں نمستے بابا۔

بابا: جیتے رہو بیٹا۔

(قدموں کی آواز)

انورادھا: سنئے! کل ضرور آئیں گے نا۔

شیام: ضرور۔

انورادھا: میں انتظار کروں گی۔ ضرور آنا۔

(گھوڑے پر بیٹھ کر چلا جاتا ہے۔)

(نیا منظر)

(بابا کے گھر شیام اور انورادھا سنگیت شکشا پا رہے ہیں)

بابا: بل بل جاؤں تورے سجنوا۔ پیاری پیاری صورتیا مورے من بھائی۔

شیام: (ان بولوں کو دہراتا ہے) بل بل جاؤں تورے سجنوا۔ پیاری پیاری صورتیا مورے من بھائی۔

انورادھا: (ان بولوں کو دہراتی ہے)

بابا: ڈھونڈ ڈھونڈ مورے پگ تھاکے۔ تم رے درس کو ہم ترس آئے۔

(شیام اور انورادھا دونوں مل کر دہراتے ہیں)

بابا: واہ رے خوب لگاتے ہو۔

شیام: کرپا ہے گرو کی۔

انورادھا: دیکھا بابا آپ نے۔ کتنا اچھا گاتے ہیں اور مجھ سے کہہ رہے تھے ـــ تم مہان کلاکار ہو۔

بابا: گیانی خود کو اگیانی ہی بتاتے ہیں بیٹی۔

شیام: نہیں بابا۔ میں تو کچھ بھی نہیں گاتا۔ سب گرو کا آشیرواد ہے۔

انورادھا: چھوڑیئے ان باتوں کو۔ آج جمنا پر چلیں شیام۔ سُنا ہے جمنا جی میں خوب پانی آیا ہوا ہے۔

بابا: ہاں! ہاں! بیٹی۔ ضرور جاؤ۔ شیام کو بھی لے جاؤ۔ جمنا جی کے درشن بڑے شبھ ہیں۔

شیام: یہیں آ گیا گرو کی۔ (جھک کر پاؤں چھونا چاہتا ہے)

بابا: (روکتے ہوئے) یہ کیا کر رہے ہو شیام۔

شیام: گرو کے چرن چھو کر آشیرواد لینا چاہتا ہوں۔

بابا: نہیں بیٹا۔ ان چرنوں میں کچھ سوا کچھ بھی نہیں۔ ایسا نہ کرو بیٹا۔

انورادھا: بات یہ [illegible] کوئی چھوٹا بڑا نہیں ہوتا۔ [illegible] پھر سے نہیں دیجئے ـــ آؤ چلیں

شیام: [illegible]

(نیا منظر)

(شیام بہت شام کے وقت دیر سے لوٹ رہا ہے۔ اس کا باپ بینی پرشاد بے چینی سے انتظار کر رہا ہے)

(گھنگھرو کی ہلکی آواز)

(شیام گنگناتا ہوا گھر میں داخل ہونا چاہتا ہے "بل بل جاؤں تو رے سجنوا" دروازے پر باپ لالٹین لیے کھڑا ہے۔ دیکھ کر ٹھٹک جاتا ہے)

شیام : پتا جی آپ! اتنی ٹھنڈ میں یہاں کھڑے ہیں۔

بینی پرشاد : ہاں بیٹا! تیرا ہی انتظار کر رہا تھا۔ بڑی دیر کر دی تو نے۔

شیام : گھومتے گھومتے بہت دور نکل گیا تھا۔ کتنے سندر ہیں گاؤں۔ جی چاہتا ہے بس گھومتے ہی رہو۔

بینی : چلو اچھا ہی ہوا کہ تیرا دل گاؤں میں لگ گیا۔ میں ڈر رہا تھا کہ کہیں تو گاؤں کے جیون سے اوب نہ جائے۔

شیام : بھلا اپنی جنم بھومی سے بھی کوئی اوبتا ہے۔ اس ماٹی کی سگندھ سے ہمارا جنم جنم کا رشتہ ہے پتا جی۔

بینی : سنتے تو کچھ دھاگوں کے بندھن ہیں بیٹا۔ ماٹو سب کچھ ہے اور رشتہ تو کچھ بھی نہیں۔

شیام : ہاں پتا جی! سمبندھ ہی میں وشواس کی موتیاں بستی ہیں۔ کوئی انھیں پروتا ہے اور کوئی — توڑ دیتا ہے۔

بینی : تیری بات سن کر مجھے افسوس ہوتا ہے کہ میں نے تجھے گاؤں بلا کر اچھا نہیں کیا۔

شیام : آپ ایسا کیوں سوچتے ہیں پتا جی! آپ کی سیوا میرا دھرم ہے۔

بینی : میں اس دھرم کو پسند نہیں کرتا جو حکم کے بندھن میں بندھا ہو۔ میری خواہش تو یہی تھی کہ تو پڑھ لکھ کر ایک ودوان بن جاتے۔ سارا دیش تیرا نام عزت سے لے اور . . .

شیام : آپ کے چرنوں ہی میں میری عزت ہے پتا جی۔

بینی : نہیں بیٹا! یہ میری خود غرضی ہے کہ میں نے بڑھاپے کی بیساکھی بنا کر تجھے گاؤں بلا لیا۔

شیام : اگر آپ نہیں بلاتے تو میں خود آ جاتا۔ ماتا جی کے دیہانت کے بعد آپ کا ہے کون۔ میں یہیں رہ کر آپ کی اور گاؤں والوں کی سیوا کروں گا۔ انھیں پڑھاؤں گا اور . . . .

بینی : تو بھی کوشش کر کے دیکھ لے بیٹا۔ میں تو بوڑھا ہو گیا انھیں سمجھاتے سمجھاتے — وہی پرمپرائیں، وہی اندھ وشواس اپنی سیما سے باہر جانا ہی نہیں چاہتے۔

شیام : کب تک نہیں سمجھیں گے۔ میں سمجھاؤں گا۔ یہ کوشش تو جاری رہنا چاہیے۔

بینی : [illegible] . . . میں تیرا ہی انتظار کر رہا تھا۔ اب رات کو [illegible] بیٹا [illegible]۔

شیام : [illegible] . . . بہت دیر کر دی۔ اب [illegible]

(نیا منظر)

[illegible] —

[illegible]

(سارنگی کا الاپ — پھر دیپک میں کچھ ختم ہو کر گھر کے اندر آ کر آواز دیتا ہے)

شیام : انورادھا! ! ارے کہاں گئیں — یہاں تو کوئی بھی نہیں — انورادھا کہاں گئیں بابا؟

بابا : بیٹھ جاؤ بیٹا! انو ورا کام کو گئی ہے۔ دیر سے آئے گی۔

شیام : دیر سے لوٹے گی . . . . ؟

بابا : ہاں بیٹا! پردھان جی کے گھر کوئی خوشی ہے۔ سنگیت کا پروگرام بھی ہے۔

شیام : اچھا! اچھا! ! پردھان جی کو سنگیت بہت پسند ہے۔

بابا : ہاں بیٹا! انھی کی کرپا سے ہم گاؤں میں گزارا کر رہے ہیں۔ ورنہ اس گاؤں میں سنگیت کا دردو کون پوچھتا — تم بیٹھو نا — کھڑے کیوں ہو۔

شیام : میں جاؤں گا بابا۔ آج کچھ کام بھی ہے۔

بابا : چلے جانا بیٹا! میرا دل بھی بہل جائے گا — انو کے بغیر تو گھر میں من ہی نہیں لگتا۔ بھگوان جانے اس کے جانے کے بعد میرا کیا ہو۔

شیام : انورادھا کہاں جا رہی ہے؟

بابا : اب جوان ہو گئی ہے۔ آج نہیں تو کل چلی جائے گی۔ بیٹی ویسے بھی پرایا دھن ہوتی ہے بیٹا!

شیام : ہاں بابا۔ آپ ٹھیک ہی کہتے ہیں۔

بابا : اب دیکھو نا — وہ نہیں تھی تو تم بھی جانے لگے۔ اس کے بغیر گھر میں رکھا ہی کیا ہے۔

شیام : جی! ہم . . . . ہم . . . . میں . . . .

بابا : ہاں شیام! بوڑھی ہڈیوں سے کون ناطہ جوڑتا ہے۔ مسافر بھی اسی پیڑ کی چھاؤں میں ٹھہرتے ہیں جو سایہ دیتا ہو۔

شیام : آپ غلط سمجھے بابا۔ میرا مطلب یہ نہیں تھا۔

بابا : میں ہی غلط سمجھا ہوں گا۔ آخر کب تک جیوں گا۔ کبھی تو ایک دن . . . .

شیام : ایسا نہ کہئے بابا۔ ہمیں آپ کا سایہ چاہیے۔

بابا : موت کسی کی ضرورت نہیں دیکھتی شیام — بس پل دو پل کے رشتے ہیں۔ آنکھیں بند ہوئیں اور سب کھیل ختم۔

شیام : ہر جلتے دیے کو بجھنا ہے بابا۔ جب تک جل رہے ہیں جلتے ہی رہیں۔ ناامیدی کے اندھیروں میں جیون جیوتی کو کیوں بجھانا چاہتے ہیں۔

بابا : میں ناامید نہیں شیام بس ایک ہی آرزو ہے کہ انو اپنے گھر عزت سے چلی جائے۔ ان بوڑھی آنکھوں سے اس کی مانگ میں سیندور دیکھ لوں . . . . .

(سناٹا)

تم چپ کیوں ہو گئے شیام؟ . . . اچھا بیٹا! تم جاؤ۔ رات کافی ہو چکی ہے۔

شیام : نمستے بابا!

بابا : جیتے رہو۔

(نیا منظر)

(بابا پوجا میں ہیں۔ گھر میں انورادھا اور شیام باتیں کر رہے ہیں۔ کبھی کبھی ہنسی کی آوازیں بھی ابھرتی ہیں)

بابا : کیا آج تم دونوں باتیں ہی کرتے رہو گے۔ تعلیم نہیں شروع کرو گے؟

شیام : آج چھٹی کر دیجیے بابا۔ ایک ضروری بات کرنی ہے آپ سے۔

بابا : کہو! کیا بات ہے؟

شیام : میں اور انورادھا سنگیت کیندر کھولنا چاہتے ہیں۔ اسی گاؤں میں۔

بابا : لیکن انو تو کیندر چلا رہی ہے۔

انورادھا : پردھان جی کی کرپا سے چلنے والا کیندر مجھے پسند نہیں۔

بابا : یہ تو کیا کہہ رہی ہے انو۔ نیا کیندر بنانے کے لیے پیسہ آئے گا کہاں سے؟

شیام : ہم دونوں بڑے بڑے شہروں میں جا کر سنگیت پروگرام دیں گے۔ سمان بھی ملے گا اور پیسہ بھی۔

بابا : کیا کہا — تم دونوں کلا کے نام پر دھن کماؤ گے۔ بھیک مانگو گے۔

انورادھا : بابا۔ ہم اپنے لیے تھوڑی کمائیں گے۔ ہم اس دھن سے سنگیت کیندر بنائیں گے۔

بابا : تم اپنی سیما سے باہر نکل کر سوچ رہی ہو انو! میری زندگی میں یہ ممکن نہیں۔

شیام : لیکن اس میں برائی بھی کیا ہے بابا۔ سبھی کلاکار اسٹیج پر کلام دیتے ہیں۔

بابا : تم ہماری مجبوریاں نہیں جانتے شیام۔ ہم گاؤں سے ناطہ نہیں توڑ سکتے۔

انورادھا : میں ناطہ کب توڑ رہی ہوں بابا۔ میں سنگیت کے سمت سُروں کو اسیت کرنا چاہتی ہوں۔ میں . . . .

بابا : تو ایک آزاد پنچھی کی طرح آکاش میں اُڑنا چاہتی ہے۔ آخر اس گاؤں میں تیرے لیے کیا کمی ہے۔ بول۔ کیوں گاؤں کی سیما سے باہر جانا چاہتی ہے۔

انورادھا : مجھے پردھان جی کے گھر جا کر گانا پسند نہیں۔

بابا : تو جانتی ہے کہ پردھان کے خلاف ہم ایک قدم بھی نہیں اٹھا سکتے۔ انھوں نے سنگیت کیندر کھول کر ہم پر احسان کیا ہے۔ ہمیں زمین سے اٹھا کر تخت پر بٹھا دیا ہے۔

شیام : اب زمانہ بدل گیا ہے بابا۔ ہم کسی کے حکم کے غلام نہیں۔

بابا : زمانہ بدل گیا ہے۔ بدلا ہو گا شہروں میں۔ وہی گاؤں۔ وہی مکھیا اور اونچ نیچ، بھید بھاؤ۔ کچھ بھی تو نہیں بدلا۔ بس نام بدل گئے ہیں۔

شیام : اب ہم آزاد ہیں بابا۔ غلامی کی زنجیروں کو ہم نے توڑ ڈالا ہے۔

بابا : ایک آدرش سماج کا سپنا آج بھی سپنا ہے۔ آدرش صرف زبانوں پر ہے شیام — دل میں آج بھی وہی کھوٹ ہے۔ (کھانستا ہے)

انورادھا : آپ ناراض نہ ہوں بابا۔ ہم آپ کی مرضی کے خلاف ایک قدم نہیں اٹھائیں گے۔

بابا : ہم نے تو غلامی کے اندھیروں میں زندگی بسر کرلی بیٹا۔ لیکن . . . لیکن مجھے تو تمہارے نصیب میں بھی اجالے دکھائی نہیں دیتے۔ دور دور تک گھور اندھیرا ہے۔ کہیں بھی آشا کی کرن نہیں۔ کہیں نہیں — (کھانستا ہے)

انورادھا : بابا ! بابا ! ! میں دوا لاتی ہوں۔

بابا : کب تک دواؤں پر زندہ رکھے گی بیٹی۔ آخر . . . . .

شیام : بابا میں چھما چاہتا ہوں۔ آپ کو میری باتوں سے دکھ ہوا۔

بابا : نہیں بیٹا ! میں اپنے وقت کی فریاد ہوں اور تم . . . . اپنے وقت کا راگ ہو۔ کون ہوتا ہوں میں تمہاری آزادی کو قید کرنے والا۔ کون ہوتا ہوں میں . . . .

انورادھا : دوا کھا لیجئے بابا . . .

بابا : لا بیٹی . . . . بھگوان کرے تو میری زندگی میں اپنے گھر چلی جائے۔ یہ دنیا والے پتہ نہیں تیرے ساتھ کیا سلوک کریں میرے بعد؟

شیام : آپ چنتا نہ کریں بابا۔ میں انورادھا کے ساتھ ہوں۔

بابا : تم تو ہو — پر کون تھامے گا اس کا ہاتھ۔ (کھانستا ہے)

شیام : آپ وشواس کیجئے — میں ایسا بھی کر سکتا ہوں۔

بابا : تم . . . . ایسا بھی . . . . کر سکتے ہو ! نہیں — یہ ممکن نہیں ہے شیام۔

شیام : کیوں نہیں کر سکتا۔ کیا میں انورادھا کے لائق نہیں۔

بابا : پنڈت بینی پرشاد کا لڑکا — اور تو — یہ نہیں ہو سکتا شیام۔

شیام : بابا !

بابا : تم انجانے میں — پھولوں کے دھوکے میں انگاروں سے دامن بھر رہے ہو شیام مجھے خوف ہے کہیں . . . .
(کھانسی کا شدید دورہ پڑتا ہے)

انورادھا : بابا ! لیٹ جائیے بلڈ پریشر بڑھ رہا ہے۔

بابا : ہاں بیٹی ! اب لیٹنا ہی باقی رہ گیا ہے۔ اچھا۔ جا تو کھانا بنا لے۔ آج شیام بھی یہیں کھائیں گے۔

انورادھا : شیام — کھانا کھائیں گے — اچھا بابا۔ آج بہت اچھا کھانا بناؤں گی — شیام کھائیں گے میرے ساتھ۔

(نیا منظر)

(بابا بیمار ہے۔ رات کا سناٹا۔ انورادھا تیمارداری کر رہی ہے)

بابا : انو !

انورادھا : جی بابا !

بابا : تو جاگ رہی ہے نا — ؟

انورادھا : ابھی نیند نہیں آ رہی ہے بابا۔

بابا : بہت دنوں سے تجھے ایک کہانی سنانا چاہتا تھا۔ سنے گی نا۔

انورادھا : جی ! کیسی کہانی بابا ؟

بابا : اپنی کہانی — تیری کہانی — اس بیری دنیا کی کہانی۔ اس پھول کی کہانی جس نے سمندر کی لہروں میں جنم لیا۔ جب وہ جوانی میں کھلا — تو خوشبو بکھری — بھونرا منڈلانے لگا۔ اور آج سماج کی آندھیاں اس پھول کو پتی پتی ہو کر بکھرنے پر مجبور کر رہی ہیں۔

انورادھا : بڑی دلچسپ کہانی ہوگی۔ سنائیے بابا۔

بابا : ہاں بیٹی ! بڑی دلچسپ کہانی ہے۔ سن — ایک رات میں بھگوان کی آرادھنا کر رہا تھا۔ باہر موسلادھار بارش ہو رہی تھی۔

(فلیش بیک)

(موسلادھار بارش۔ بجلی کی کڑک۔ تانپورہ پر بابا کی آواز — "بندے یاد کر لے۔ اپنے خدا کو" اسی شور و نغمہ میں ایک نوزائیدہ بچے کے رونے کی آواز ابھرتی ہے — بابا تانپورہ روک کر آواز پر کان لگاتا ہے)

بابا : کوئی بچہ رو رہا ہے (قدموں کی آواز) ارے یہ بچہ ! ! (اٹھا کر گلے لگاتا ہے) چپ ہو جا بیٹا۔ چپ ہو جا ! بھگوان جانے اس موسم میں کون اسے چھوڑ گیا ہے

(نیا منظر)

انورادھا : پھر کیا ہوا بابا ؟

بابا : میں نے اس بچے کو اٹھا لیا۔ اسے ایشور کا وردان سمجھ کر اپنے پاس سلا لیا۔

انورادھا : کون تھا وہ بچہ ؟

بابا : سناتا ہوں — کئی دن بعد معلوم ہوا کہ وہ بچہ اونچ نیچ کے سنجوگ کی نشانی ہے۔ اس کی ماں نے خودکشی کر لی تھی۔ اور

انورادھا : اور اس کا باپ ؟

بابا : اس کا باپ جو سماج میں بلندی کی نشانی تھا — برادری کے خوف سے ڈر کر — کسی بڑے شہر کی بھیڑ میں گم ہو گیا۔

انورادھا : اوہ ! !

بابا : گاؤں کی اونچی جات والوں نے مجھے ڈرایا دھمکایا لیکن میں اس ننھی سی جان کو خود سے جدا نہ کر سکا۔ اپنا گاؤں چھوڑ کر شنکرپور میں آ بسا۔ اسے پالا پوسا — (کھانسی)

انورادھا : پھر کیا ہوا بابا ؟

بابا : میں نے اسے انورادھا بنا دیا — انو !

انورادھا : بابا ! (پھوٹ کر روتی ہے)

بابا : مت رو بٹیا۔ ستیہ ہمیشہ امر رہتا ہے۔ وہ شمشان بھومی پر چتاؤں کی آگ کے بیچ زندہ رہتا ہے۔ تو بھی سیتا ہے۔ میں نے . . . . میں نے سوچا تھا کہ اس راز کو سینے میں لیے دنیا سے چلا جاؤں گا۔ لیکن وقت کی گردش نے مجھے سچ بولنے پر مجبور کر دیا۔

انورادھا : آپ نے ٹھیک ہی کیا بابا۔ آج میں خود کو جان گئی — ورنہ جیون بھر انجان ویرانوں میں بھٹکتی رہتی۔ سپنوں کی سندرتا میں خواب دیکھتی رہتی۔

بابا : مجھے ڈر ہے بیٹی — کہیں تو ٹھوکر کھا کر گر نہ پڑے تیرے ٹھوکر لگنے سے مجھ بوڑھے کی سمادھی جل کر راکھ کا ڈھیر بن جائے گی۔

انورادھا : بابا ! (روتی ہے)

بابا : طوفان میں پھنسنے سے پہلے اپنا دامن بچا لے بیٹی۔ شیام بھی اسی جات کی نشانی ہے انو جو منہ چھپا کر تیرے باپ کی طرح بڑے شہروں کی بھیڑ میں گم ہو جاتے ہیں۔ اس سے ناطہ نہ جوڑ بیٹی۔ اس سے ناطہ نہ جوڑ۔

(انورادھا کی دبی دبی سسکیاں)

(نیا منظر)

(جمنا کے کنارے انورادھا اور شیام خاموش بیٹھے ہیں۔ پانی کی لہریں اور ہوا کی سنسناہٹ سکوت کو توڑ رہی ہے۔ اسی درمیان کہیں دور ٹرانزسٹر سے ایک آواز ابھرتی ہے —

موراسیاں بلائے آدھی رات
ندیا بیری بھئی

(آواز سن کر انورادھا سوچنے لگتی ہے۔ شیام دیر تک اسے دیکھتا ہے اور پھر کہتا ہے)

شیام : کیا سوچ رہی ہو انورادھا ؟

انورادھا : ندی کے اس کنارے مہینوال کھڑا ہے اور اس کنارے سوہنی — اور دونوں کے درمیان پریم اوں کا جوار بھاٹا ابل رہا ہے۔

(آواز اور تیز ہو جاتی ہے — ندیا گہری ناؤ پرانی
کیسوت ہے متوارا
ندیا بیری بھئی
موراسیاں بلائے آدھی رات
ندیا . . . .

انورادھا : پریم کرنے والوں کے بیچ یہ بھینکر جوار بھاٹا نہ جانے کب سے سینہ تانے کھڑا ہے۔ کب شانت ہوگا یہ شیام کب شانت ہوگا۔ ؟

شیام : ملن کی تڑپ ہر خطرے کو سہن کر لیتی ہے انورادھا۔

انورادھا : ہاں ! کر لیتی ہے — ان لہروں کو اپنے پرانوں کی آہوتی دے کر — سوہنی اور مہینوال کی طرح۔

(آواز تیز ہوتی ہے — "ندیا بیری بھئی")

شیام : سوچو تو انورادھا — ہمارے شاستریہ سنگیت نے انسانیت کی بڑی سادہ اور معصوم سی کویتا لکھی ہے۔ ہمارے ہر جذبے کو سُروں کی مالا میں گوندھ دیا ہے۔

انورادھا : ہاں شیام — ان ہی سُروں میں وِوادی سُر بھی ہیں — دشمن سُر۔

شیام : کیا ؟

انورادھا : پنڈتوں دوارا بنائی گئی سنگیت مالا میں — میں بھی ایک وِوادی سُر ہوں۔ اونچ نیچ کے ملن کا وہ بدنصیب پھول جو بیت جھڑ میں کھلا ہو — اس پیار کی نشانی جسے دنیا نے پاپ سمجھ کر ٹھکرا دیا ہو۔

(پھوٹ کر رو پڑتی ہے)

شیام: انورادھا ــــ!

انورادھا: میں اپنی خوشبو کو فضا میں بکھیرنا چاہتی ہوں۔ میرے تھرتھراتے ہونٹوں پر آرزوئیں مچل رہی ہیں۔ کس کو اپنا کہوں شیام ــ؟ کس کو اپنا کہوں؟

شیام: میری سانسوں میں اس پھول کی خوشبو سمو دو انورادھا میں اس پھول کی رکشا کا وچن لیتا ہوں۔

انورادھا: نہیں۔ (روتی ہے) تم بھی اسی جاتی کے ہو جو میری ماں کو مرتا چھوڑ کر انسانوں کی بھیڑ میں کھو گیا تھا۔ تم اپنی دنیا میں لوٹ جاؤ شیام ــ لوٹ جاؤ ــ لوٹ جاؤ۔

(انورادھا اٹھ کر تیزی سے دوڑتی ہے۔ آواز بتدریج مدھم ہوتی جاتی ہے)

شیام: انورادھا ٹھہر جاؤ انورادھا۔ ٹھہر جاؤ۔

انورادھا: کیوں سائے کے پیچھے بھاگ رہے ہو شیام۔ مجھے جان کر بھی انجان بن رہے ہو۔ اپنے دامن میں آگ نہ لگاؤ شیام۔ مجھے اپنا کر تمہارا اجلا تن بھی میلا ہو جائے گا۔

شیام: میں صدیوں سے جلتی آگ کو بجھانا چاہتا ہوں۔ میں اونچ نیچ کی اُن دیواروں کو گرانا چاہتا ہوں جن کے اندر مانوتا تڑپ رہی ہے۔ اب مجھے تمہارے شریر کی ضرورت نہیں۔ میرا جیون سنگھرش میں بدل چکا ہے بولو! تم اس راہ میں میرا ساتھ دو گی؟

انورادھا: باز آ جاؤ اس خیال سے شیام: ہم ان دیواروں کو گرا نہیں سکتے ــ ان سے ٹکرا کر مر ضرور سکتے ہیں۔

شیام: میں پرانوں کی آہوتی دے کر اس جوار بھاٹا کو شانت کر دوں گا۔ وِوادی سر سے اپنی راگ مالا کا شرنگار کر دوں گا ــ اپنے سوارتھ کے لیے نہیں ــ مانوتا کی سیوا کے لیے۔ تم پرتگیا کرو کہ اس سنگھرش میں تم میرا ساتھ دو گی۔

انورادھا: شیام! ــ میں وعدہ کرتی ہوں کہ سانسوں کے آخری رشتے تک میں تمہارا ساتھ دوں گی۔

شیام: اور اگر ہم اپنی زندگی میں نہ جیت سکے تو آنے والی نسلوں کو یہ ذمہ داری سونپ دیں گے۔ یہ شمع جلتی رہے گی۔ یہ شمع جلتی رہے گی۔

(آخری بار انورادھا بھی شیام کے ساتھ کہتی ہے ــ "یہ شمع جلتی رہے گی")

(نیا منظر)

(شیام انورادھا کو چھوڑ کر اپنے گھر دیر سے لوٹتا ہے گھوڑے کے ٹاپوں کی آواز)

شیام: معاف کرنا پتاجی! آج دیر ہو گئی۔

بینی: آج دیر ہو گئی ــ مجھے تو ایسا لگتا ہے کہ مہینوں سے تجھے دیکھا ہی نہیں۔

شیام: بات یہ ہے پتاجی کہ میں......

بینی: میں جانتا ہوں ــ کلیان پور گیا ہو گا ــ ہری داس کے پاس۔

شیام: جی پتاجی ــ میں ان سے سنگیت سیکھ رہا ہوں۔

بینی: اور سنگیت سیکھنے ہی میں نے تجھے گاؤں بلایا ہے ــ میں نے سوچا تھا کہ آنکھیں موندتے وقت یہ گھر اور کھیت تیرے حوالے کر جاؤں گا۔ مگر... مگر اب تجھ سے کوئی امید نہیں۔

شیام: پتاجی ایسا نہ کہیے! بھگوان کے لیے ایسا نہ سوچیے میں آپ کی آشاؤں کو پورا کر دوں گا۔ میں وعدہ کرتا ہوں پتاجی مجھ پر بھروسہ کیجیے۔

بینی: اچھا ہی ہوا کہ تیری ماں پہلے ہی مر گئی۔ تیری حالت دیکھ کر اسے بڑا دکھ ہوتا۔

شیام: میں واقعی آپ کی سیوا سے دور رہا۔ کھیتوں سے دور رہا۔

بینی: مجھے اپنی اور کھیتوں کی نہیں ــ خاندان کی عزت کی چنتا ہے۔ آج تو ہی سارے گاؤں میں چرچا کا دھبہ بنا ہوا ہے۔ جو لوگ مجھے جھک کر سلام کرتے تھے۔ آج مجھ پر ہنستے ہیں۔

شیام: میں ایسا کونسا پاپ کر رہا ہوں؟

بینی: پرمپراؤں کو توڑ کر تو آگے بڑھ رہا ہے۔ یہی تیرا پاپ ہے۔

شیام: لیکن میں اتنا کم ہمت نہیں جو جھوٹی پرمپراؤں کے آگے سر جھکا دوں۔

بینی: تیرے باپ کا سر کبھی انگریزوں کے آگے نہیں جھکا لیکن پرمپراؤں کے آگے اسے بھی جھکنا پڑا۔ صرف وچاروں سے سماج نہیں بدلتا ہے شیام۔ یگ یگ سے ریت رواج بدلنے کے لیے تجھ میں شکتی نہیں ہے بیٹا۔

شیام: وہ جنگ آپ نے لڑی تھی ودیشیوں کے خلاف، ظلم کے خلاف اور یہ جنگ ہمیں لڑنا ہو گی اپنوں کے خلاف اونچ نیچ کے خلاف۔ یہ میرا اٹل فیصلہ ہے۔

بینی: ایسا نہ کہو شیام! جذبات کی آندھی میں خاندان کی عزت نہ جلاؤ بیٹا۔ تو ہی میرا آخری سہارا ہے بیٹا۔ (روتا ہے)

شیام: ان آنسوؤں کی قیمت یہ پیاسی دھرتی نہیں جانتی پتاجی ــ

بینی: ان آنسوؤں کی قیمت اگر تیری نظر میں ہے تو باز آ جا بیٹے۔ میں اس بے عزتی کو برداشت نہیں کر سکتا شیام۔

شیام: ٹھیک ہے۔ میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں ــ میں بابا کے گھر نہیں جاؤں گا۔

(نیا منظر)

(رات کا پچھلا پہر۔ شیام بے چین ہے۔ اضطراب اور ذہنی کشمکش میں مبتلا شیام تان پورہ اٹھا لیتا ہے اور بے چینی کے ساتھ گانے لگتا ہے۔)

شیام: توری جے جے کرتار۔ توری جے جے کرتار

(عالم بے خودی میں وہ گا رہا ہے۔ یکایک بیک گراؤنڈ سے انورادھا کی آواز ابھرتی ہے)

انورادھا: توری جے جے کرتار۔ توری جے جے کرتار۔

(شیام اور انورادھا کی آواز مل جاتی ہے۔ شیام اپنی آواز میں انورادھا کی آواز محسوس کرتا ہے۔ اس لیے خاموش ہو جاتا ہے۔ صرف انورادھا کی آواز فضا میں گونجتی رہ جاتی ہے)

انورادھا: دکھین کے تم ہو پالن ہار۔

شیام: انورادھا ــ تو!

انورادھا: یہ آرادھنا تم میرے بغیر پوری نہیں کر پاؤ گے شیام۔ تم اگر مالکونس کی استھائی ہو ــ تو میں انترا ہوں۔ گاؤ میرے ساتھ ــ دکھین کے تم ہو پالن ہار۔

شیام: توری جے جے کرتار (گانا بند کر دیتا ہے) تم ٹھیک کہتی ہو انورادھا۔ تم میرے راگ کا انترا ہو۔

انورادھا: (چونک کر) نہیں ــ یہ جھوٹ ہے۔ سنگیت کی لہروں میں میں بہک گئی تھی شیام۔ میں تمہاری سر مالا میں وِوادی سُر ہوں۔ وِوادی سُر ہوں۔ وِوادی سُر ہوں۔ (بازگشت)

شیام: ٹھہرو انورادھا۔ میں وِوادی سر کو اپنی راگ میں گوندھ چکا ہوں۔

انورادھا: یہ تمہاری بھول ہے شیام۔ سنگیت ہمارا دھرم ہے۔ آرادھنا ہے۔ تم اس سر کو کبھی نہ الاپنا۔ کبھی نہ الاپنا۔ کبھی نہ الاپنا۔ (بازگشت)

شیام: بھول جاؤ اس وِوادی وِوادی کو۔ آؤ۔ ادھر بیٹھو میرے قریب۔ گاؤ میرے ساتھ ــ "ساون کا نظارہ ہے ایسے میں آ جاؤ صنم"۔

انورادھا: موسم یہ سہانا ہے۔ ایسے میں آ جاؤ صنم۔

(دونوں مل کر گاتے ہیں۔ گاتے گاتے انورادھا سسکیاں لینے لگتی ہے۔ اسے روتا دیکھ کر شیام پکارتا ہے)

شیام: انورادھا۔ انورادھا۔

انورادھا: (چیخیں مار کر روتی ہے اور پھر یہ کہتی ہوئی بھاگ جاتی ہے) ــ میں وِوادی سر ہوں۔ میں وِوادی سر ہوں۔ میں وِوادی سر ہوں ــ

شیام: انورادھا۔ انورادھا (چیختا ہے) (بازگشت) چلی گئی ــ

(غصہ میں تانپورا اٹھا کر پھینکتا ہے۔ آواز سن کر بینی پرشاد سوتے سوتے اٹھ کر آتا ہے)

بینی: شیام! شیام! کہاں جا رہے ہو بیٹے۔

شیام: چلی گئی۔ چلی....

بینی: کون چلی گئی بیٹا! کیا ہوا تم کو؟ یہ تان پورہ کیسے ٹوٹ گیا بیٹے؟

شیام: پتہ نہیں۔ میں ٹھیک ہوں۔ میں ٹھیک ہوں۔ چلی گئی... چلی گئی۔

(آواز ڈوبتی ہے اور شیام پلنگ پر گر پڑتا ہے)

بینی: (ماتھے پر ہاتھ رکھ کر) شیام! شیام! بے ہوش ہو گیا۔ کتنا تیز بخار ہے ــ ہے بھگوان۔ دیا کرو پربھو! میرے شیام کو جیون دان دے۔ ان بجھتی آنکھوں کی جیوتی نہ چھین۔ میرے شیام کو شانتی دے۔ شیام کو اچھا کر دے پربھو اچھا کر دے۔

(نیا منظر)

بینی: کیسے ہو بیٹے۔ اب طبیعت تو ٹھیک ہے نا؟

شیام: جی... ٹھیک ہوں۔

بینی: میں نے تجھے دکھ دے کر اچھا نہیں کیا۔ تجھے میری بات بری لگی ہے نا۔

شیام: تازہ گھاؤ ہے۔ چند دن میں خود ہی بھر جائے گا۔ آپ چنتا نہ کریں۔ میں بالکل ٹھیک ہوں۔

بینی: یہ گھاؤ میں نے ہی لگایا ہے جو دکھ سہہ

نہ سکے میں اسے دُکھ دینا بھی نہیں جاتا۔ جاؤ۔ تم ہری داس کے پاس جاؤ۔

شیام : وہ دروازہ میرے لیے بند ہو چکا ہے پتا جی اب میں نہیں جاؤں گا۔

بینی : کبھی ہم بھی جوان تھے شیام۔ لیکن ہماری جوانی سوتنتر اسنگرام سینانی بنکر گزری۔ اور تم . . . .

شیام : میری آرزو انورادھا نہیں — یہ آپ کی بھول ہے پتا جی۔ میرا ادیشیہ اونچ نیچ اور اندھ وشواس کے خلاف بغاوت ہے۔ انو رہے یا نہ رہے — یہ جنگ ہو کر رہے گی۔

بینی : اس جنگ میں ہم خود تمہارا ساتھ دیتے بیٹا۔ لیکن . . . لیکن ہمارے بازو کمزور ہو چکے ہیں بیٹا۔

شیام : آپ کے بازوؤں کی شکتی ہمارے اندر آ چکی ہے پتا جی۔ آپ ان بازوؤں کو کمزور کیوں سمجھتے ہیں۔

بینی : اگر اور بھی شیام تیرے ساتھ ہوتے — تو یہ جنگ ہم ضرور جیت لیتے۔ لیکن تو تنہا ہے بیٹے۔ ان ڈوبتی آنکھوں سے میں تیری موت نہیں دیکھ سکتا شیام۔ نہیں دیکھ سکتا —
(پھوٹ کر روتا ہے)

شیام : پتا جی!

بینی : میں بھی کتنا بدنصیب ہوں بیٹا۔ اپنے سپنوں کو ساکار ہوتا دیکھ کر — میں رو رہا ہوں۔ میں رو رہا ہوں شیام۔

شیام : آپ بھروسہ کیجئے پتا جی! میں لوگوں سے جھگڑا نہیں کروں گا۔ شانتی اور پریم سے انھیں سمجھاؤں گا۔ ان کی سیوا کروں گا۔

بینی : اب تجھے موت کی بھی چنتا نہیں۔ جو کرانتی کی شمع ہم نے قربانیاں دے کر جلائی تھی وہ آج بھی روشن ہے۔ میرے شیام کی شکل میں۔ میرا بیٹا۔

شیام : میرے دکھ کی دوا مجھے مل گئی پتا جی۔ اب میں بالکل ٹھیک ہوں مجھے آشیرواد دیجئے کہ میں مرتے دم تک سنگھرش کرتا رہوں —

بینی : ہے بھگوان! شیام کے دل کی دھڑکن — ہر دل کی دھڑکن بنا دے۔ اسے اور ہمت دے پربھو۔ اور ہمت دے —

(نیا منظر)

(پنڈت بینی پرشاد سے ملنے کلیان پور کا چودھری گجرام سنگھ آیا ہے)

پنڈت بینی پرشاد : آج کیسے راستہ بھول گئے گجرام سنگھ؟

گجرام سنگھ : کیا بتاؤں پنڈت جی کئی بار سوچا پر نہ آ سکا۔ اور آج بھی لوک لاج کے ناطے آنا پڑا ہے۔

بینی : لوک لاج؟ میں سمجھا نہیں۔

سنگھ : آج کل کلیان پور کے گلی کوچوں میں — شیام اور انورادھا کے چرچے ہو رہے ہیں۔ بڑی بے عزتی ہو رہی ہے پنڈت جی۔ اور آپ جانتے ہیں کہ ایک پنڈت کا . . . اور تم بھی جانتے ہو کہ زمانہ بدل چکا ہے۔

بینی : گجرام سنگھ، شیام ہری داس کا چیلا ہے۔

سنگھ : لیکن شیام پنڈت ہے اور اس کی لڑکی . . .

بینی : اس سے کیا فرق پڑتا ہے چودھری۔ دونوں کلاکار ہیں، اور کلاکار ہر بندھن سے آزاد ہوتا ہے۔

سنگھ : شیام سنگیت سیکھنے نہیں — ہری داس کی لڑکی سے ملنے جاتا ہے۔ اس کے ساتھ گھومتا پھرتا ہے۔

بینی : اس میں برائی بھی کیا ہے، ان کا زمانہ ہے۔ دونوں اپنی اونچ نیچ جانتے ہیں۔ ہم کیوں چنتا کریں۔

سنگھ : لیکن ہم اپنے گاؤں میں پریم لیلا سہن نہیں کر سکتے۔

بینی : بینی پرشاد کو دھونس دے کر تم بھول کر رہے ہو چودھری۔ یہ سینہ دیش سیوا کے زخموں سے آج بھی داغدار ہے۔

سنگھ : اسی لیے تو سب لوگ آپ کی عزت کرتے ہیں۔ آپ سوتنتر اسنگرام سینانی ہیں، آپ کو شیام کو روکنا چاہیے۔

بینی : جس اونچ نیچ کی دیواروں کو ہم خود توڑنا چاہتے تھے۔ اسی شبھ کام کی میں مخالفت کروں۔ یہ کبھی نہیں ہو سکتا چودھری۔ ہمارا سنگھرش انگریزوں کے خلاف نہیں۔ اونچ نیچ اور بھید بھاؤ کے خلاف تھا۔ اور میں اپنے ہی بیٹے کو اس شبھ کام سے باز رکھوں۔

سنگھ : کوئی اپنوں سے بھی جھگڑا کرتا ہے پنڈت جی۔

بینی : کرتا ہے چودھری۔ کرشن اور ارجن بن کر دھرت راشٹر کے خلاف تلوار اٹھاتا ہے۔ پانڈو بن کر کوروؤں کا گلا کاٹتا ہے۔ یہی ہمارا دھرم ہے۔

سنگھ : اس کا مطلب ہے کہ تم ایک نیا مہابھارت لکھ رہے ہو۔ شیام کو کرشن کی بھومیکا نبھانے کے لیے تم نے اکسایا ہے لیکن یاد رکھنا بینی پرشاد جی! اس یُگ کے نربات کورو ہیں — پانڈو نہیں۔ ارجن کو دھرت راشٹر کے چرنوں میں جھکنا پڑے گا۔

بینی : یُگ نرماتا وہی ہو سکتا ہے جو سینے میں گولی کھانے کی ہمت رکھتا ہو۔ ہم بھی دیکھیں گے کہ اس جنگ میں کون جیتا ہے۔

سنگھ : ٹھیک ہے۔ وقت آنے پر خود معلوم ہو جائیگا۔

(نیا منظر)

(انورادھا سنگیت کیندر جا کر دیکھتی ہے کہ تالا لگا ہے۔ چودھری گجرام سنگھ یہاں خود موجود ہے)

انورادھا : یہ تالا کیوں ڈالدیا گیا چودھری صاحب؟

سنگھ : سنگیت پاٹھ شالہ اب بند ہو گئی ہے۔

انورادھا : لیکن ایسا . . . . ایسا کیوں کیا گیا چودھری صاحب۔

سنگھ : سنگیت کی آڑ میں پریم لیلا ہم سہن نہیں کر سکتے۔ اس لیے تالا ڈالدیا گیا۔

انورادھا : کیسی لیلا؟ آپ سے کس نے جھوٹ کہا ہے۔

سنگھ : کرشن لیلا۔ شیام اور انورادھا کا ناٹک۔

انورادھا : ہم غریبوں کا کرشن لیلا سے کیا سمبندھ؟ یہ تو سب بڑے لوگوں کے کھیل ہیں چودھری صاحب۔ ہمیں تو اس ناٹک کا ابھینے کرنے کا بھی ادھیکار نہیں۔ یہ تو سب آپ لوگوں کے کھیل تماشے ہیں۔

سنگھ : تمہارا جرم بھی یہی ہے کہ تم نے رادھا بننے کی آرزو میں شیام کو پاگل بنا دیا ہے۔

انورادھا : یہ جھوٹ ہے چودھری صاحب۔ شیام بابا کا چیلا ہے۔ کلا کے علاوہ میرا شیام سے کوئی رشتہ نہیں۔

سنگھ : لیکن ہمارے سماج میں پرتھوی اور آکاش کا ملن سمبھو نہیں۔ تم سنگیت کے سہارے گاؤں میں کرانتی لانا چاہتی ہو، اونچ نیچ کی دیواروں کو توڑنا چاہتی ہو۔

انورادھا : میرے من میں کرانتی کی کوئی بھاؤنا نہیں۔ میں آپ کا سماج بدلنا نہیں چاہتی چودھری صاحب۔ میں نے تو آپ کے بچوں کو شکشا دی ہے۔ ان کے بے سرے کنٹھوں میں اپنے گلے کا امرت اتارا ہے۔ بھگوان کے لیے اسے بند نہ کیجیے چودھری صاحب!

سنگھ : ہمارا اٹل فیصلہ ہے۔ اب سنگیت پاٹھ شالا کوئی کھول نہیں سکتا۔

انورادھا : ٹھیک ہے۔ وقت کا سیلاب ان دیواروں کو خود ڈھا دے گا۔ آپ اس کی رکشا نہیں کر پائیں گے چودھری صاحب۔

سنگھ : چلی جا یہاں سے پاپن کہیں کی۔ تیری یہ ہمت۔ تو شیام سے بیاہ رچا کر ہماری جاتی کا سر جھکانا چاہتی ہے۔ اب تو اس گاؤں میں بھی نہیں رہ سکتی۔ اگر تو نے گاؤں نہیں چھوڑا تو ہم تیرے جھونپڑے کو آگ لگا دیں گے۔

راز الہ آبادی

وہ نظر جب خفا ہو گئی — زندگی حادثہ ہو گئی
جس پر ان کے قدم پڑ گئے — خاک وہ کیمیا ہو گئی
سر چھپانے کہاں جائیے — ہر زمیں کربلا ہو گئی
ناخداؤں سے کہہ دیجئے — پھر مخالف ہوا ہو گئی
جب کبھی ان کے گیسو کھلے — پانی پانی گھٹا ہو گئی
بے وفا ہم نہیں آپ ہیں — بات یہ آئینہ ہو گئی
میری آنکھوں میں آتی نہیں — نیند بھی بے وفا ہو گئی
اب تو دو گھونٹ پی لو میاں — زلف کالی گھٹا ہو گئی
آج پیاسوں کی تشنہ لبی — رونق میکدہ ہو گئی
راز ان کی اک ادائے ہنسی
ہر مرض کی دوا ہو گئی

(الہ آباد سے)

طالب رامپوری

جھکائے پھرتا ہوں گردن عجیب شخص ہوں میں — نہ کوئی دوست نہ دشمن عجیب شخص ہوں میں
بچا کے رکھا نہ آنکھوں میں ایک بھی آنسو — تلاش کرتا ہوں دامن عجیب شخص ہوں میں
میں خود ہی اپنے مسائل کا قافلہ سالار — اور اپنے آپ ہی رہزن عجیب شخص ہوں میں
یہ بھیگی بھیگی سی پلکیں کہاں چھپاؤں گا — نہ مجھ میں دھوپ نہ آنگن عجیب شخص ہوں میں

تمام جسم مرا راکھ ہو چکا طالب
دکھائی دیتا ہوں کندن عجیب شخص ہوں میں

(رامپور سے نشر)

انورادھا: یہ جھوٹ ہے۔ الزام ہے۔ یہ جھوٹ ہے۔ الزام ہے — (گونج — بازگشت فضا میں گونجتی ہے)

(نیا منظر)

(ہری داس اور انورادھا گاؤں چھوڑنے کی تیاری کر رہے ہیں۔ اسی درمیان شیام آتا ہے)

شیام: آپ لوگ یہیں رہیں گے۔ چودھری کا عدالت کا فیصلہ نہیں۔ ہم خود اپنے ہاتھوں دوسرے سنگیت کیندر کی نیو رکھیں گے۔

بابا: بات صرف سنگیت کی نہیں ہے شیام۔ ہمیں گاؤں چھوڑنے کو بھی کہا گیا ہے۔

شیام: مجھے معلوم ہے چودھری گجرام سنگھ ابھی اپنے ہی نشے میں چور ہے۔ اسے معلوم ہو جائے گا کہ اب مکھیا واد کا زمانہ ختم ہو چکا ہے۔ میں دیکھوں گا۔ چودھری کیسے نکال سکتا ہے۔

بابا: ہمیں ہمارے حال پر چھوڑ دو شیام۔ شاید راہ کی دھول ہی ہمارا مقدر ہے بیٹا۔ تم کہاں تک روکو گے۔ یہ طوفان تو بڑھتا ہی چلا آتا ہے۔

شیام: ہم اپنے بھاگیہ کے خود نرماتا ہیں بابا۔ چودھری کو بھی معلوم ہو جائے گا کہ وہ کتنے پانی میں ہے۔ اگر اسی طرح ہر آدمی ظلم برداشت کرتا رہا تو مانوتا کا نام لینے والا بھی اس دھرتی پر باقی نہیں رہے گا۔

بابا: دھن دولت کی شکتی ہر پاپ پر پردہ ڈال دیتی ہے بیٹا۔ ہمیں جانے دو شیام۔

شیام: نہیں بابا۔ آپ نہیں جائیں گے۔ ہم کس منہ سے آنے والی نسلوں کو راہ دکھائیں گے۔ کس آدھار پر ان کا مارگ درشن کریں گے۔

انورادھا: شیام: بابا کی بات مان جائیے۔ ورنہ ہماری وجہ سے بستی میں فساد پھوٹ پڑے گا۔ بے گناہوں کا قتل ہو گا۔ ہم ظلم سہہ کر دوسروں کو بچا سکتے ہیں۔

شیام: تمہاری نربلتا پر مجھے افسوس ہے انورادھا۔

تمہاری خاطر میں نے چودھری سے جھگڑا لیا۔ الزام سہے اور تم ....

انورادھا: مجھے موت سے خوف نہیں۔ خون بہتا ہے تو بہے۔ مجھے صرف بابا کی فکر ہے۔

بابا: میری کیوں فکر کرتی ہے بیٹی۔ میں خود مرنے کو بیٹھا ہوں۔

انورادھا: جب بابا کو فکر نہیں تو مجھے بھی کسی چودھری کا خوف نہیں۔ ٹھیک ہے میں ہر طوفان کا سامنا کرنے کے لیے تیار ہوں —

بابا: کیا جھگڑے کے علاوہ کوئی اور راستہ نہیں ہے شیام؟

شیام: ہے۔ وہ سامنے دو راستے ہیں۔ ایک راستہ شہر کو جاتا ہے اور دوسرا شنکر پور کو۔ میرے گاؤں کو۔

بابا: کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارے گاؤں میں بھی فساد بھڑک اٹھے۔

شیام: نہیں بابا — ایسا نہیں ہو سکتا میرے گاؤں میں کسی مکھیا کا حکم نہیں چلتا۔ ہم وہیں پر اپنا سنگیت کیندر بنائیں گے۔ بڑے شہروں میں جا کر پروگرام دیں گے۔ دھن کمائیں گے اور پھر....

انورادھا: سنگیت مندر کا نرمان کریں گے۔ ٹھیک ہے نا بابا۔ اب تو آپ خوش ہیں۔

بابا: میرا کیا ہے بیٹی۔ بن مانجھی کی نیا ہوں — جہاں چاہو لے چلو۔ تمہارے ہی سہارے زندگی گزار لیں گے۔

(نیا منظر)

(انورادھا اور شیام بڑے شہروں میں سنگیت پروگرام دینے نکلے ہیں)

اناؤنسر: آج ہم ان دو کلاکاروں کو پیش کر رہے ہیں جو پہلی بار اسٹیج پر آئے ہیں — اپنے لیے نہیں — کلا کی سیوا کے لیے۔ یہ کلاکار ہیں — شیام اور انورادھا۔

(تالیاں)

(شیام اور انورادھا کی آوازوں میں سنگیت کی جھلکیاں)

(نیا منظر)

(شیام اور انورادھا پروگرام دے کر دھن کما کر شنکر پور لوٹے ہیں)

بینی پرشاد: بہت دن لگائے تم نے۔

شیام: جی پتا جی! جی چاہتا تھا کہ بس گاتے ہی رہو۔ ہر جگہ خوب سماں ہوا۔ ہر طرف واہ واہ۔ تالیاں۔

بینی: کیا یہ سچ کہہ رہا ہے بیٹی؟

انورادھا: بالکل سچ۔ ایک نئی دنیا تھی۔ ہر جگہ سمان، تعریفیں، لوگ سواگت میں آنکھیں بچھائے دے رہے تھے۔

بینی: سن رہے ہو ہری داس۔ تمہارے چیلے بہت نام کما کر لوٹے ہیں۔

بابا: میرا سپنا ساکار ہو گیا۔ پنڈت جی۔ ہے پربھو سب تیری کرپا ہے۔ آج میں بہت خوش ہوں پنڈت جی۔ بہت خوش ہوں۔

بینی: کتنا دھن کمایا تم نے؟

شیام: کمایا تو بہت لاتے — مگر گھر کی یاد لوٹا کر لے آئی۔ پھر بھی چالیس ہزار کما لیا ہے۔

بینی: بس.... اتنی رقم میں تو جھونپڑا ہی بن سکتا ہے — سنگیت مندر نہیں۔ مہنگائی بہت بڑھ گئی ہے بیٹا۔

شیام: نہیں بن پائے گا — کوئی بات نہیں۔ بنیاد ہی کھدوالیں گے۔

بینی: (قہقہہ) وہ دیکھو سامنے۔ ادھر آؤ — سامنے دیکھو۔

شیام: یہ.... یہ کس کی بلڈنگ ہے۔ شاید زمین تو ہماری ہی ہے۔

بینی: یہ ہماری طرف سے تمہاری ہمت اور سنگھرش کا انعام ہے بیٹا۔ یہی تمہارا سنگیت مندر ہے۔

انورادھا: بہت سندر ہے۔ میرے سپنوں کی طرح سندر۔

(فلیش بیک ختم ہوتا ہے)

(نیا منظر)

بابا: اس رات شیام اور انورادھا خوب گائے۔

(جگل بندی کی جھلکیاں — تالیاں)

ہم سب چودھری سے بازی جیت کر خوشی خوشی گھر آئے۔ اور....

مسافر: پھر کیا ہوا بابا؟

بابا: اور سورج کی پہلی کرن نے ہماری خوشیوں کو آگ لگا دی۔ ہمارا گھر ہنستے ہنستے لٹ گیا۔ شیام اور انو کو نظر لگ گئی۔ سب کچھ لٹ گیا ڈاکٹر۔ سب کچھ لٹ گیا۔ شیام گھر سے نکلا تو آج تک لوٹ کر نہیں آیا۔ یا تو اسے زمین کھا گئی یا پھر چودھری کے آدمیوں نے.... (کھانسی کا دورہ) اس خبر کو سن کر میری بٹیا پاگل ہو گئی ڈاکٹر۔ پاگل ہو گئی (روتا ہے)

(انورادھا پاگلوں کی طرح قہقہے لگاتی داخل ہوتی ہے)

انورادھا: یہ شیام کو نہیں جانتا (ہنستی ہے) (روتی ہے) یہ جھوٹا ہے بابا۔ یہ جھوٹا ہے — شیام، شیام۔

(فضا میں "شیام" لفظ کی گونج باقی رہ جاتی ہے)

(آکاشوانی رام پور سے نشر)

نفیس صدیقی
نصر اللہ مارکیٹ
رام پور۔ (یو پی)

آپ کی رائے

مکرمی! تسلیم!

میں گزشتہ پانچ سال سے "آواز" پہ شیدا ہوں۔ ہر شمارہ نئے نئے تجربات، معلوماتی مضامین، ریڈیو پروگراموں کے مقررہ اوقات اور خاص طور پر بیش بہا معیاری غزلیں و افسانے اپنی آغوش میں لیے ہر پندرہ دنوں بعد جا بجا فروزاں نظر آتی ہے۔ "آپ کی رائے" کالم دے کر آپ قارئین کے دل کی گہرائیوں میں اترنے کی کامیاب ترین کوشش کی ہے میں بیحد مشکور ہوں۔ ۱۶ سے ۳۱ دسمبر کا سال رواں کا آخری شمارہ دستیاب ہوا۔

سید نواب کریم کا مقالہ "میرا پسندیدہ شاعر فیض" آکاشوانی پٹنہ سے نشر ہوا لیکن افسوس سن نہیں پایا لہٰذا "آواز" کے ذریعہ پڑھنے کا موقع فراہم ہوا۔ اعجاز بن ضیا اوگانوی کا افسانہ "بنتِ حوا" ایک خوبصورت تحفہ ہے بہت پسند آیا۔ وی ایم آنند کا ریڈیو ڈرامہ "قلی دیوانہ" دل کو چھو گیا۔ اس دفعہ وحید انجم کی غزل قابل ستائش ہے۔ خاص کر درمیان کا یہ شعر دل کو کافی متاثر کیا۔

کرتا ہے تم سے کون قسم توڑنے کی بات
گر تم سے کچھ کہوں، تو کم از کم سنا کرو

نیک خواہشات کے ساتھ۔

ایم صابر سرگم
"حواس خمسہ" مظہر ٹولہ
صاحب گنج (بہار)

محترم!

میں آواز کا پابندی سے مطالعہ کرتا ہوں مگر آج پہلی مرتبہ آواز کے لیے قلم اٹھا رہا ہوں۔ یہ لکھتے ہوئے خوشی ہو رہی ہے کہ اتنے کم داموں پر اتنا اچھا رسالہ پڑھنے کو مل جاتا ہے۔ اس رسالہ کے بارے میں جتنی بھی تعریف کی جائے وہ کم ہی ہے۔ میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ اس رسالہ کو دن دگنی اور رات چوگنی ترقی دے اور اردو ادب کا نام روشن کرے۔

محمد نبی حسین
منی ٹولہ۔ رانچی

محترمی!

یکم سے ۱۵ دسمبر ۱۹۸۴ء کا آواز پڑھا۔ اس بار حمدیہ کلام ایک منفرد اور جامع پیش کش رہی۔ مبارک ہو۔

کیا ہی اچھا ہوتا کہ شرافت یار خاں کے مضمون رہبر انسانیت کے علاوہ اس شمارے میں کچھ نعتیہ منظومات بھی شامل ہوتیں۔ کیونکہ ۶ دسمبر کو یوم النبیؐ کی اہمیت کو کسی بھی طرح نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

آل احمد سرور کا مضمون ان لوگوں کے منہ پر زوردار طمانچہ ہے جو اپنی اغراض کی تکمیل کے لیے مذہب کا کاروبار کرتے ہیں اور فلاح قوم کا دم بھرتے ہیں۔ رضیہ شاہین عثمانی کا مزاحیہ اور اسلام عشرت کا افسانہ بدلتے موسم اچھے نہیں لگے کیونکہ ان میں وہی کچھ ہے جو ان موضوعات سے متعلق افسانوں اور مضامین میں بار بار کہا جاتا رہا ہے۔ شفیع جاوید کے افسانے 'تعریف اس خدا کی' کے پہلے تین حصے اچھے لگے۔ آخری ایک حصے میں ذہن مطمئن نہ ہو سکا۔

احمد یوسف کا افسانہ "دشت بہ دشت کو بہ کو" فقیرانہ زندگی کے جس پُر سکون اور ہوس سے پاک پہلو کی طرف اشارہ کرتا ہے وہ واقعی آج کے ہنگاموں سے بھرے ہوتے ماحول میں جنت کا نمونہ ہے لیکن آج کے ماحول میں تو فقیر بھی ماڈرن ہو گئے ہیں۔ یوسف صاحب کے افسانے والے فقیر اب کہاں ہیں۔ اب تو یہ عالم ہے کہ

شام ہوتے ہی پلٹ آتے ہیں اپنے گاؤں
اب فقیروں کو بھی لٹ جانے کا ڈر رہتا ہے

عقیل نعمانی
شجاعت پورہ میر گنج۔ بریلی

مکرمی مدیر
آداب

'آواز' کا مطالعہ ہمیشہ ہی میرے ذوقِ ادب کو نکھارنے میں معاون ثابت ہوا ہے۔ آپ کا انتخاب مضامین نظم و نثر نہایت متنوع اور ہمہ رنگ رہا ہے۔ اور ان سب سے کہیں زیادہ یہ امر لائق صد ستائش ہے کہ 'آواز' کے ہر ورق اور ہر گوشے کو آپ ادب پاروں کے شذرات تک سے مزین کر کے اسے اور بھی جاذبِ نظر اور وقیع بنا دیتے ہیں۔ میری جانب سے بھی مبارک باد قبول کیجیے گا۔

ظہیر کیفی امروہوی
اندر لوک دہلی

ریڈیو سنگیت سمیلن ۱۹۸۴ء کے 'آواز' کا خصوصی شمارہ اپنے آب و تاب کے ساتھ آیا۔

علی امام کا مضمون تعلیم بالغان کو شائع کر کے آپ نے بڑا احسان کیا ہے۔ کیونکہ ہمارے ملک میں تعلیم بالغان کی افادیت سمجھنا ضروری ہے۔ مبارک باد قبول فرمائیں۔ اور مبارک باد کے علی امام بھی کم مستحق نہیں۔

خیر اندیش
سیف الاسلام
سی۔۲۶ آرام ہال علی گڑھ

محترم سراج احمد صاحب
تسلیم و نیاز!

"آواز" کا ایک سے ۱۵ دسمبر کا شمارہ موصول ہوا۔ سرورق پر محترمہ اندرا گاندھی کی تصویر دیکھ کر دل سوگوار ہو گیا اور طبیعت اداس اور بزم مردہ ہو گئی۔

اس بار آپ نے حمدیہ کلام شائع فرما کر اچھا کیا۔ اسی طرح اگر تنوع سے کام لیتے رہیں تو 'آواز' میں اور نکھار پیدا ہوگا۔ عزیز بانو کا حمدیہ کلام مجھے بے حد پسند آیا۔ آل احمد سرور کا کھلا خط پڑھ کر چونک اٹھا۔ کاش لوگ اپنے گریبان میں منہ ڈال کر جھانکتے اور اپنے آپ کا محاسبہ کرتے تو سماج کی بہت سی برائیاں خود بخود دور ہو جاتیں!!

اشک صاحب کے تخلیقی سفر میں خود ستائی کی بو آتی ہے۔ ایسے مضامین سے آپ پرہیز کریں۔ مرزا عارف صاحب کا شہر سرینگر سے رشتہ بہت خوب ہے اور دل کو چھو لیتا ہے۔

انوار انصاری
آڈٹ آفیسر اولڈ ہزاری باغ روڈ
رانچی ۱۰

مکرمی! تسلیم

اردو سروس کے پروگرام میں اکثر و بیشتر خبروں کے دوران جناب کی جگہ شری اور محترمہ کی جگہ شریمتی کا لفظ کثرت کے ساتھ استعمال کیا جاتا ہے جو ذہن پر گراں گزرتا ہے اور اردو کی چاشنی اور لطافت جاتی رہتی ہے۔ اس سلسلہ میں اگر آپ کوئی قدم اٹھائیں تو عین نوازش ہوگی۔

رفیعہ شبنم عابدی کا ریڈیو ناٹک "اب یہاں کوئی نہیں آئے گا" بہت پسند آیا۔ میری طرف سے مبارکباد

محمد عزیز الرحمٰن عزیز
فرحت منزل۔ محلہ برتلہ
گندھی کی نیم۔ سہسرام
روہتاس (بہار)

نیشنل پروگرام

ایس راجم کا گائن : ۲ ر فروری رات ساڑھے نو بجے



مشہور گائیک ایس راجم نے موسیقی کی تربیت نامور موسیقاروں سے حاصل کی۔ ان میں ایمی ڈشتار، ایم بی نوا تھاز پی ثوٹن۔ اے۔ رامانج آینگر اور مدھورانے منی آئیر کے نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ انھوں نے ۱۲ سال کی عمر میں سنگیت محفلوں میں گانا شروع کر دیا تھا۔ ان کے فن کے اعتراف میں سنگیت اکاڈمی اور کئی سنگیت اداروں نے انھیں متعدد اعزازات سے نوازا ہے۔ وہ ۱۹۴۴ء سے ۱۹۷۹ء تک آل انڈیا ریڈیو مدراس سے منسلک رہے اور اپنے اس دور میں سنگیت پروگراموں کے ذریعے نایاب راگوں کو مقبول کرتے رہے۔ ملک اور بیرون ملک میں ایس راجم کئی سنگیت محفلوں میں اپنے فن کا مظاہرہ کر چکے ہیں۔

پنڈت منی رام جی کا گائن
۹ ر فروری رات ساڑھے نو بجے

پنڈت منی رام جی میواتی گھرانے کے نمائندہ فنکار ہیں۔ موسیقی کی ابتدائی تعلیم انھوں نے اپنے والد پنڈت موتی رام جی اور چچا پنڈت جوتی رام جی کی شفیق محافظت میں حاصل کی جو کہ اپنے ماموں پنڈت نتھو لال جی اور پنڈت چمن لال جی کے شاگرد تھے اور وہ میواتی گھرانے کے اول رہنما استاد گھاگے نظیر خاں صاحب کے شاگرد تھے۔

ستر سالہ بزرگ گائیک پنڈت منی رام جی کا گائن ان کے موسیقانہ مزاج، موسیقی کے لیے عقیدت، ریاضت اور فنی مہارت کا ترجمان ہوتا ہے۔ علاوہ اس کے ان کے گائن میں وسعت



پروازی اور شیریں بیانی کی خصوصیات بھی شامل ہوتی ہیں جس سے راگوں کا اصل روپ ابھر کر سامنے آتا ہے۔ پنڈت منی رام جی لے سر تال کے آٹھوں اونچے نیچے درجوں کو فنکارانہ چابکدستی کے ساتھ پیش کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ ان کے بہت سے شاگردوں نے سنگیت کی دنیا میں اپنا مقام حاصل کیا ہے۔ وہ اپنے فن کا مظاہرہ غیر ممالک میں بھی بہت کامیابی کے ساتھ کر چکے ہیں۔ فن موسیقی کی خدمت کے عوض میں انھیں سنگیت مہا مہا اپادھیائے کی اعزازی ڈگری سے نوازا جا چکا ہے۔

منگل شب کی محفل موسیقی

رفیق احمد کا سارنگی وادن اور قادر خاں کا طبلہ وادن : ۱۲ ر فروری رات دس بجے

با صلاحیت سارنگی نواز رفیق احمد ان فنکاروں میں سے ہیں جن کے کانوں میں بچپن سے ہی راگ راگنیاں گونجتی رہی ہیں۔ رفیق احمد موسیقاروں کے خاندان سے تعلق رکھتے ہیں اور انھوں نے اپنی خاندانی وراثت کو بخوبی آگے بڑھایا ہے۔ موسیقی کی ابتدائی تعلیم انھوں نے اپنے والد منور خاں صاحب سے حاصل کی۔ اور اس کے بعد سکندر خاں صاحب سے اعلیٰ تربیت پائی۔ بھوپال کے نامور موسیقار عبد اللطیف خاں کی شاگردی میں انھوں نے سارنگی بجانے کے فن میں مکمل مہارت حاصل کر لی۔ نایاب راگوں کو صحیح سہل اور دلکش انداز میں پیش کرنا رفیق احمد



کے فن کی انفرادی خصوصیت ہے۔ جہاں سولو سارنگی پر انھیں ملکہ حاصل ہے وہاں بڑے بڑے فنکاروں کو سنگیت دے کر انھوں نے اپنی عظمت کا ثبوت دیا ہے۔

طبلہ نواز قادر خاں پیدائشی فنکار ہیں۔ نو سال کی عمر میں انھوں نے اپنے والد استاد رحمان خاں (احمد آباد والے) سے طبلہ سیکھنا شروع کیا۔ مقابلۂ موسیقی میں جب اور جہاں انھوں نے شرکت کی ہمیشہ اول آئے۔ طبلہ نوازی میں پورب اور فرخ آباد باج پر انھیں مکمل عبور حاصل ہے۔ علاوہ اس کے پیشکار، چلن گت قاعدہ لے کاری اور پرن کی باریکیوں کو فنی مہارت کے ساتھ پیش کرتے ہیں۔ ماہر سولو فنکار ہونے کے ساتھ ساتھ قادر خاں رقص ساز سنگیت اور گائن میں طبلے پر سنگت کار کے طور پر غیر معمولی طور پر کامیاب رہے ہیں۔ ملک کی کئی سنگیت محفلوں میں وہ اپنے فن کا مظاہرہ کر چکے ہیں۔ قادر خاں ہندوستانی سنگیت کی اشاعت کے لیے بنائی گئی انجمن نادنکیت کے بانی ہیں۔ آجکل وہ احمد آباد میں نادنکیت سنگیت سنستھان کے پرنسپل کے عہدہ پر فائز ہیں۔

سنگیتا پنڈھار پورکر کا گائن
۵ ر فروری رات دس بجے



منگل ۵ ر فروری کو شب دس بجے ہمارے سامعین سنگیتا پنڈھار پورکر کا گائن سنیں گے۔

ٹیکس کی اپنی ذمہ داریاں کم کیجیے

انکم ٹیکس ایکٹ 80 سی کے

10 ۔سالہ اجتماعی میعادی جمع کھاتہ (سی. ٹی. ڈی)

اور

15 ۔سالہ پبلک پراویڈنٹ فنڈ (پی پی ایف)

میں رقوم جمع کرائیے

سی ۔ ٹی ۔ ڈی

- ★ کم سے کم 10 روپے ماہانہ، زیادہ سے زیادہ 1000 روپے (یہ رقم 5 کے حاصل ضرب کے ساتھ ایک یا ایک سے زیادہ کھاتوں میں جمع ہو سکتی ہے۔
- ★ سرمایہ کاری کی بالائی حد مشترکہ کھاتوں میں دوگنی ہو جاتی ہے۔
- ★ 6.75 فیصد سود جو ٹیکس سے مبرا ہے۔ 10 روپے ماہانہ کے کھاتے سے یہ رقم پورے عرصے کی تکمیل پر 1693.20 روپے جمع بونس کی شکل میں ملتی ہے۔
- ★ ایک سال بعد رقم نکالنے کی اجازت اور دوبارہ پانچ سال کے بعد بقایاجات کے نصف تک رقم نکالنے کی اجازت، اگر رقم نہ نکالی گئی ہو تو 10 روپے کے کھاتے پر 50 روپے کا بونس۔ جو مدت مکمل ہونے پر ادا کیا جائے گا۔ مزید رقم پر اسی تناسب سے بونس کی ادائیگی۔
- ★ اگر 6 یا 12 ماہ کے لیے پیشگی رقوم جمع کردی جائیں تو جمع کی جانے والی رقوم رعایت کے ساتھ قبول کی جاتی ہیں۔
- ★ دفاتر میں پے رول سیونگز گروپس کے ذریعے اور گھروں میں مہیلا پردھان ایجنٹوں کے ذریعے گھر کے دروازے پر سروس مہیا کی جاتی ہے۔
- ★ تمام ڈاک گھروں میں کھاتے کھولے جاسکتے ہیں۔
- ★ جمع رقوم کلی طور پر دولت ٹیکس سے مستثنیٰ۔

پی ۔ پی ۔ ایف

- ★ کم سے کم سرمایہ کاری سال میں 100 روپے، زیادہ سے زیادہ سرمایہ کاری سال میں 40,000 روپے۔ (یہ رقم یکمشت یا 12 قسطوں میں جمع ہو سکتی ہے۔)
- ★ 1983—84ء میں 9 فیصد سالانہ سود جس پر ٹیکس نہیں ہوگا۔
- ★ قرضے لینے اور جزوی رقم نکالنے کی سہولت۔
- ★ عدالت کی طرف سے اس رقم پر ڈگری نہیں ہو سکتی۔
- ★ از خود روزگار مہیا کرنے والوں کے لیے بہترین اسکیم۔
- ★ اس کھاتے میں جو رقم جمع کردی جاتی ہے بشمول اس رقم کے جو کہ جمع کرنے والے پر انحصار رکھنے والی بیوی یا اس کے بچوں کے نام سے بھی جمع کرادی جائے اسے انکم ٹیکس اور دولت ٹیکس میں رعایت کے لیے مستثنیٰ سمجھا جاتا ہے۔
- ★ تمام ہیڈ پوسٹ آفسوں، اسٹیٹ بنکوں اور قومی ملکیت کی دیگر مجاز شاخوں میں کھاتے کھولے جاسکتے ہیں۔
- ★ جمع رقوم پر دولت ٹیکس نہیں لگتا اور اس پر کم از کم چھ ماہ تک رقوم جمع رکھنے کی شرط بھی عاید نہیں ہوتی۔

نیشنل سیونگز آرگنائزیشن

12 ۔ سیمینری ہلز ناگپور ۔ 440006

پښتو نشرات

لنډې څپې خپرونه
په لنډه څپه ۲۵۰۱۹ مېټره (۱۱۹۱۰ کيلوهرټز) او
۳۱۱۱۵ مېټره (۹۶۳۰ کيلوهرټز)

سهار
۷-۲۵ اعلان او د پروګرام لنډيز
۷-۴۰ مرغلرې
(غيرل پښتني اوجمعې)
نعت رسول پاک (پنجشنبه)
تلاوت قرآن مجيد (جمعه)
۷-۵۰ خبرونه
۸- دوربيناليو خپرونه
۸-۵ د اوريدونکو د خوښې سندرې
۸-۲۹ د ملتاني خپرونې لنډيز او
د لمرکې خپرونې د پای اعلان
۸-۳۰ پای

يوه لمه خپرونه
په منځنۍ څپه
۲۱۰۰۱ مېټر بېسلېږه
(۱۰۷۱) کيلو هرټز

ماسپښين
۱-۰ اعلان او د خپرونو لنډيز
۱-۱ مرغلرې
(ايله د پښتني اوجمعې
پسولعت (پنجشنبه)
تلاوت قرآن عظيم الشان
(جمعه)
۱-۵ خبرونه
۱-۱۵ تبصره
۱-۳ يکشنبه: ځوانانو منډې
(بزم جوانان)
دوشنبه او چهارشنبه:
ستاسو لېک را ورسيد
(ايکاچه سلا
سه شنبه: شعر او ادب ...
ورسپي عزلونه

يک رنګه ...
سا قوالي
سندربره تيپه چه رامبلد
سا ساړسه
قصه ... ورسپي سار او وار
پنجشنبه: مطرانو سروګرام
جمعه: د سازن خوانې
(مجون کا سر وګرام
شنبه: ملي قيصه ...
ورسپي نوي پښتو سندرې
...
سندر ... ورسپي سندرې
...
...
د ... سندر ک
۱-۳ پنجشنبه: ستاسو لېک
ستاسو سندرې
۱-۳۵ ملتسه: اسيل ډکلو
(... ملي ... برمو مخصوص
ورپائيش پروګرام
دوشنبه او چهارشنبه
ورمشي سندرې
جمعه: ګواړک ښندرې
(لطائف ...)
۴-۰ سه شنبه او ... مضمون
۴-۱ وروستي مهم خبرونه
۴-۱۲ سازبينه
۴-۰ د ساز پروګرام سوليډير
او ورکې خپرونو د پای
اعلان
۴-۱۵ پای

يو مضمون اوري

شنبه (خالي) ۱۶ فروري

ماښام
۸-۱ مرغلرې
۸-۲۰ ″فلمي قيصه سره د سندره″
تاسو ته د فلم
″هماليه کې ګود ملي″
قيصه سره د سندرو به
پيش کړيږي
ورپسې د پښتو نوې
سندرې اوري
۹-۰۰ يو مضمون
″ په کليو کېنې د سکلو د
او بو آسانتياوې
هم د دغې سرينزې ترلاندې

يکشنبه (اتبار) ۱۷ فروري

ماښام -
۸-۱ مرغلرې
۸-۲۰ خوښيندې مينډې پروګرام
درنې خوينډې
او مينډې به د
ماشو مانو د ايکسرې
اخستلو په حقله
يوه مباحثه
اورې ورپسې د نړۍ
د جهان خبرونه او بيا
يوه خوږه سندره اورې
د مباحثې ليکنه :-

د داکترۍ کې ابيرچوهان
۸-۳۵ اميل د کلو پروګرام
تاسو به د هندې
زړه وفلمونو سندرو
دغه پروګرام اورې

دوشنبه (حمل) ۱۸ فروري

ماښام
۸-۱ مرغلرې
۸-۲۰ ستاسو لېک را ورسيد
تاسو په دغه
پروګرام کېنې .
د خپلو سوالونو ځوابونه
اورئ -
۸-۳۵ د فرمائشي سندرو پروګرام
ستاسو خوښې
شوې سندرې
او رولئ شي -

سه شنبه (ثور) ۱۹ فروري

ماښام
۸-۱ مرغلرې
۸-۲۰ سندره ايزه قيصه
تاسو به د پښتو
يوه قيصه
اورئ چه په مېنځ مېنځ
کښې به سندرې وي ورپسې -
کلاسيکي موسيقي اورئ
۹-۰۰ مضمون - تاسو به
د هند د موسيقي په باب
يو مضمون اورئ

چهارشنبه (شوروع) ۲۰ فروري

ماښام
۸-۱ مرغلرې
۸-۲۰ ستاسو لېک را ورسيد
پروګرام کښې ګران
اوريدونکي
د خپلو سوالونو ځوابونه
اوري
۸-۳۵ د فرمائشي سندرو پروګرام

ستاسو د خوښې
سندرې به پېش کړېږي

پنځشنبه (زيارت) ۲۱ فروري

ما ښام
۸-۰۱ نعت شريف
(مولانا زيارت مير صاحب
څخه اورئ)
۸-۲۰ معلوماتي پروګرام
"د هند په حقله حقائق"
په هند کښې د ځنګلي
ژوو په باب معلومات
ترلاسه کړئ -

۸-۳۰ ستاسو ليک
ستاسو سندره
د پښتو څانګې د
مختلفو پروګرامونو
په حقله د اوريدونکو
نظريو، تنقيدونو،
پيشنهادونو،
شعرونو او د
سندرو پروګرام
وړاندې کړېږي -

جمعه ۲۲ فروري

ما ښام
۸-۰۱ قرآن کريم تلاوت
قاري فريد احمد صاحب
څخه اورئ
۸-۲۰ د صابون غوټۍ
ګرانو پښتو ماشومانو
ته به د ځنې لوبې
په باب معلومات ورښې
دلچسپ معلومات او
بيا د هغوی لخوا ليګل شوي
ليکونه اورولې شي -
۸-۳۵ ګوړې شکرې
د درنو اوريدونکو
لخوا ليږل
شوي ټوکې به وړاندې
کړېږي او د هر ټوکې
څخه پس يوه سندره



د پښتو پوګورس شبتولو په وخت
کمپوزر، سندرغاړي او موسيقاران

شنبه (خالی) ۲۳ فروري

ما ښام
۸-۰۱ مرغلرې
۸-۲۰ فلمي جايزه
د فلمي جهان په حقله
رنګارنګ معلومات
ترلاسه کړئ او په
مينځ مينځ کښې
يوه سندره
۹-۰۰ مضمون
په فرورۍ کښې د
شوي لوبو
په باب يو مضمون اورئ

يکشنبه (اتبار) ۲۴ فروري

ما ښام
۸-۰۱ مرغلرې
۸-۲۰ خوبندې ميندې به
پروګرام کښې پټمنې
خوبندې او ميندې د
ځنې پخلي چل زده
کړئ وروسته د هغوئ
لخوا ليږل شوي
ليکونه او بيا يوه د
پښتو سندره -
۸-۳۵ اميل د ګلو
د اوريدونکو
په فرمايښت د
زړو هندي فلمونو
سندرې هم په دغه
پروګرام کښې
پيش کولې شي -

دوشنبه (ګل) ۲۵ فروري

ما ښام
۸-۰۱ مرغلرې
۸-۲۰ ستاسو ليک راورسيد
ستاسو د سوالونو
ځوابونه به پيش کړېږي
۸-۳۵ د فرمائشي سندرو پروګرام
ښاغلو اوريدونکو
تاسو به د خپلې
خوښې سندرې اورئ -

سه‌شنبه (نغه) ۲۶ فروري

ما ښام
۸-۰۱ مرغلرې
۸-۲۰ يک رنګ
سره د سندرو د
شاعر ګلزار په حقله د دغه
پروګرام

سره د سندرو به
پیش کړی شي۔
ورپسې سمدستی
قوالی اورئ۔
۹-۰۰ یو مضمون
"د هند په عصري ژبو
کښي ادبیات"
د گجراتي ژبي په
حقله مضمون

چهارشنبه (شروع) ۲۷ فروری

ماښام
۸-۰۱ مرغلری
۸-۳۰ ستاسو لیک
دا در سیډ پروگرام
ستاسو د پو ښتنو ځوابونه
ورکول شي
۸-۳۵ فرمائشي سندرو پروگرام
تاسو ته به ستاسو په فرمائش
سندری پیش کړی شي

پنځشنبه (زیارت) ۲۸ فروری

ماښام
۸-۰۱ نعت شریف
(حاجي زیارت میر صاحب
به اوروی)
۸-۲۰ معلوماتی پروگرام
کښی د پښتو په حقله
کتابونه او د هند په
کتابخانو
آرشیفونو
کښی د پښتو کتابونو
په حقله معلومات
ترلاسه کړئ۔
۸-۳۰ ستاسو لیک
ستاسو سندره
ستاسو لخوا د رالیږل
شوو نظریو
تجویزونو
تنقیدونو او
شعروشاعری
دغه پروگرام
سوروع شي۔

وودھ بھارتی

روزانہ نشر ہونے والے پروگرام

صبح

۷-۰۰ چنتن : وندن وار : ایک گیت
۷-۳۰ سنگیت سریتا
۷-۴۰ رنگاولی
۸-۱۰ بھولے بسرے گیت
۸-۳۰ چترلوک
۹-۰۰ انوروده گیت

دوپہر

۱۲-۰۰ چترپٹ سنگیت (سوائے اتوار)
۱۲-۳۰ گان منجری (سوائے اتوار)
۲-۰۰ رنگ ترنگ
۲-۳۰ منورنجن
۳-۰۰ لوک سنگیت
۳-۱۵ انورنجنی
۳-۴۵ گیت مالیکا
۴-۱۵ مدھر گیتم (۵-۳۰ تک)

شام

۶-۱۵ سندھیا گیت
۶-۳۰ رنگ محفل
۶-۴۵ سورسدھا
۷-۰۵ جے مالا
۷-۴۵ تب اور اب
۸-۰۰ گیت نجلی
۸-۱۰ چترشالا
۸-۱۵ رس وبہار (پیر)
پٹارا (منگل)
ان سے ملیے (بدھ)
آپ کے چیٹکلے آپ کے گیت
پھر ایک بار (جمعرات)
سنو کہانی (جمعہ)
۸-۳۰ ایک سے انیک
۹-۰۰ بہارِ غزل
۹-۱۵ ہوا محل
۹-۳۰ مشرت گان
۱۰-۰۰ چھایا گیت
۱۰-۳۰ آپ کی فرمائش

ہفتہ

شام

۷-۰۵ خصوصی جے مالا
۸-۱۵ ملن یامنی

اتوار اور تعطیلات

دوپہر

۱۱-۳۰ گورو گان (اتوار)
چیتنکا (تعطیل)
۱۱-۴۵ سور مادھوری (اتوار)
۱۲-۰۰ لوک سنگیت (اتوار)
۱۲-۳۰ گان اور مسکان
۱۲-۴۵ سورانجلی
۳-۰۰ خصوصی جے مالا

رات

۸-۱۵ پترا ولی

سنو کہانی

رات ۸-۱۵ جمعہ

کایہ کپٹ۔ تحریر: جوگیندر پال	:	یکم فروری
کھیل ۔ تحریر: جینیندر کمار	:	۸ فروری

چترشالا

رات ۸-۱۰

بچپن سے بچپن تک (سلسلہ وار مزاحیہ) تقریر از نگیہ شرما	:	۲ فروری
پراچینتم تل وپاکرن : تولکا پیم تقریر از ڈاکٹر ایس۔ این گنیشن	:	۴ فروری
کرنرم رنگ بنانے کی رسائنک پراکریا تقریر	:	۵ فروری
کوتیا پاٹھ از اوم اوستھی	:	۰ فروری
ستو کرگھا وکاس میں تکنیکی وکاس تقریر	:	۷ فروری
بچپن سے بچپن تک (سلسلہ وار مزاحیہ) تقریر از کشوری رمن ٹنڈن	:	۹ فروری
گجرات سامپردائیک ایکتا کا پراتیک تقریر از انتر نش شیخ	:	۱۱ فروری
جگ روپ اچھوتا سمے کی مانگ ۔ تقریر	:	۱۴ فروری

اردو سروس

پہلی مجلس
میڈیم ویو ۴۲۷٫۳ میٹر (۷۰۲ کلوہرٹز)، ۲۹۰٫۱ میٹر (۱۰۳۴ کلوہرٹز)
شارٹ ویو ۴۹٫۱۷ میٹر (۶۱۵۵ کلوہرٹز)
دوسری مجلس
میڈیم ویو ۴۲۷٫۳۰ میٹر (۷۰۲ کلوہرٹز) ۲۹۰٫۱ میٹر (۱۰۳۴ کلوہرٹز)
شارٹ ویو ۳۱٫۰۱ میٹر (۹۶۷۵ کلوہرٹز)
تیسری مجلس
میڈیم ویو ۴۲۷٫۳۰ میٹر (۷۰۲ کلوہرٹز)
شارٹ ویو ۹۱٫۵۰ میٹر (۳۲۹۵ کلوہرٹز)

مقررہ پروگراموں کے لیے "آواز" شمارہ ۱۶ جنوری دیکھیے

جمعہ یکم فروری

صبح
۵-۴۵ صبح گاہی
تلاوت قرآن
نعتیہ قوالی اور نعت
۶-۲۵ شہر صبا
انیتا تلوار: شکیل بدایونی اور
شمیم جے پوری کا کلام
افضل حسین جے پوری
مجروح سلطان پوری اور
ساحر لدھیانوی، اصغر گونڈوی
کا کلام
۷-۳۰ زرین داروالا
سرود پر راگ شاردا
۹-۳۲ آپ کے خط آپ کے گیت

دوپہر
۲-۰۷ بزم سخن
(آل انڈیا ریڈیو، لکھنؤ)

رات
۸-۱۵ مہینے کا نغمہ
۸-۳۰ انیتا تلوار: جگر مرادآبادی
کا کلام
۸-۴۵ فلمی دوگانے (روزانہ)
۹-۰۰ تقریر
۱۱-۳۰ } مانک ورما: خیال مارو بہاگ
۱۲-۰۵ }
زرین داروالا
سرود پر راگ جوگ
۱۲-۳۰ قوالیاں (روزانہ)

ہفتہ ۲ فروری

صبح
۵-۴۵ صبح گاہی
نعت، قوالی، شبد
اور بھجن
۶-۲۵ شہر صبا
امینا برنی: اصغر گونڈوی
جگر مرادآبادی اور
فانی بدایونی کا کلام
امیر کمار دیو: مومن
غالب اور بہادر شاہ ظفر
کا کلام
۷-۳۰ اللہ رکھا خاں: طبلہ وادن
۹-۳۲ بے نظیر بیگم
راگ بھیروی میں ٹھمری
اور دادرا

دوپہر
۲-۳۰ بزم خواتین
تقریر
بچوں میں ایسا کیوں
(ضد کرنا) از معصوم علی
غزل
خطوں کے جواب

رات
۸-۱۵ ہفتے کا نغمہ
۸-۳۰ چندن داس: غزلیں
۹-۰۰ ریڈیو نیوز ریل
۹-۳۰ نغمۂ وطن
۱۰-۰۰ نئی نسل نئی روشنی

۱۱-۳۰ } روشن آرا بیگم
۱۲-۰۵ }
خیال مارو بہاگ
جگل بندی: فنکار
طبلے پر اللہ رکھا اور
مردنگم پر گوپال کرشنن

اتوار ۳ فروری

صبح
۵-۴۵ صبح گاہی
نعت، قوالی، شبد
اور بھجن
۶-۲۵ شہر صبا
ہلا سا اور: غالب
جگر اور مجاز کا کلام
احمد حسین: ذوق اور
میر کا کلام
مصطفیٰ رضا
۷-۳۰ وچتر وینا پر راگ اہیری
۹-۳۲ چلتے چلتے

دوپہر
۲-۰۷ آپ کا خط ملا
۲-۳۰ فلمی کورس
۳-۰۰ فلمی قوالیاں

رات
۸-۱۵ ہفتے کا نغمہ
۸-۳۰ حسن غزل: جگر اور فیض
کا کلام
۹-۰۰ کتابوں کی باتیں
۹-۳۰ برجو مہاراج: ٹھمری اور
دادرا
۱۰-۰۰ بہکے قدم: ڈرامہ
مصنف: شریمتی پریم پاٹھک
۱۱-۳۰ } کرشن راؤ جادھو
۱۲-۰۵ }
دھرپد اور دھمار راگ اڈانہ میں
مصطفیٰ رضا
وچتر وینا پر راگ راگیشوری

پیر ۴ فروری

صبح
۵-۴۵ صبح گاہی
نعت، قوالی، شبد
اور بھجن
۶-۲۵ شہر صبا
منیر خاتون بیگم: میر، غالب
اور شفیق کا کلام
بتن دیوانہ: جگر کا کلام
برج بھوشن لال کابڑہ
۷-۳۰ گٹار پر راگ بلاول
۹-۳۲ دیپالی ناگ: خیال للت

دوپہر
۲-۰۷ نغمہ و صدا
۳-۰۰ مصطفیٰ رضا
وچتر وینا پر راگ مدھو ونتی
برج بھوشن لال کابڑہ
گٹار پر راگ پیلو

رات
۸-۱۵ ہفتے کا نغمہ
۸-۳۰ بتن دیوانہ: داغ کا کلام
۹-۰۰ کلام شاعر
از صغیر احمد صوفی
۹-۳۰ پنجابی نغمے
۱۰-۰۰ فیچر
۱۱-۳۰ } بزم موسیقی
۱۲-۰۵ }
دیپالی ناگ
خیال چھایانٹ
برج بھوشن لال کابڑہ
گٹار پر راگ یمن

منگل ۵ فروری

صبح
۵-۴۵ صبح گاہی
نعت، قوالی، شبد
اور بھجن
۶-۲۵ شہر صبا
انجلی بنرجی: جگر اور
فراق گورکھپوری کا کلام
اقبال احمد صدیقی: عمر انصاری
اور اختر شیرانی کا کلام
۷-۳۰ ایم۔ ایس گوپال کرشنن
وائلن پر راگ کانگڑہ
۹-۳۲ امرناتھ: خیال بھیرو بہار

دوپہر
۲-۰۷ بھکتی گیت
۲-۳۰ نئی نسل نئی روشنی
۳-۰۰ میری پسند

رات
۸-۱۵ ہفتے کا نغمہ
۸-۳۰ پنکج اداس : غزلیں
۹-۰۰ تقریر
۹-۳۰ علاقائی نغمے
۱۰-۰۰ جواباً عرض ہے
۱۱-۳۰ / ۱۲-۰۵ بزم موسیقی
امرناتھ : خیال شیام بھوپ
ایم ایس گوپال کرشنن
وائلن پر راگ کیروانی

بدھ ۶ر فروری

صبح
۵-۴۵ صبح گاہی
نعت، قوالی، شبد
اور بھجن
۶-۲۵ شہر صبا
کمل ہنس پال : فراق، فانی
اور ساحر کا کلام
ہلال احمد : میر تقی میر اور
سودا کا کلام
۷-۳۰ ہری سنگھ اور ساتھی
شہنائی
۹-۳۲ عنایت حسین نظامی
خیال جون پوری

دوپہر
۲-۳۰ بزم خواتین
جہیز اور انسانی اقدار
از ماجدہ اسد
گیت
دستر خوان
۳-۰۰ رنگا رنگ : جھلکیاں
مصنف : شریمتی ارونا کپور
پیشکش : پریم دوہرہ

رات
۸-۱۵ ہفتے کا نغمہ
۹-۰۰ شہرنامہ
۹-۳۰ بھیم سین جوشی : ٹھمری خارہ
۱۰-۰۰ افسانہ
۱۱-۳۰ / ۱۲-۰۵ بزم موسیقی
عنایت حسین خاں
خیال پوریا کلیان
ہری سنگھ اور ساتھی : شہنائی

جمعرات ۷ر فروری

صبح
۵-۴۵ صبح گاہی
نعت، قوالی، شبد
اور بھجن
۶-۲۵ شہر صبا
کرونا ابرول : ظفر
عرش ملسیانی اور ساغر نظامی
کا کلام
محمد ظفر : فراق اور مومن
کا کلام
۷-۳۰ کلیانی رائے
ستار پر راگ جون پوری
بیگم اختر : راگ بھیروی میں
ٹھمری اور دادرہ

دوپہر
۲-۳۰ رنگ نو
۳-۰۰ غیر فلمی قوالیاں

رات
۸-۱۵ ہفتے کا نغمہ
۸-۳۰ خمار بارہ بنکوی اور
جاں نثار اختر کا کلام
۹-۰۰ کھیل کے میدان سے
۱۰-۰۰ ادبی نشست
کلام از شہریار
افسانہ از کنور سین
دیگر شرکا : پروفیسر محمد حسن
اور قمر رئیس
۱۱-۳۰ / ۱۲-۰۵ بزم موسیقی
اے کانن : خیال شدھ کلیان
کلیانی رائے
ستار پر راگ مال کونس

جمعہ ۸ر فروری

صبح
۵-۴۵ صبح گاہی
تلاوت قرآن
نعت اور نعتیہ قوالی
۶-۲۵ شہر صبا
اوپی کپور : غزلیں
مدھورانی
غالب اور جگر کا کلام
۷-۳۰ مرحوم حاجی غلام صابر
سارنگی پر راگ اہیر بھیروں
۹-۳۲ آپ کے خط آپ کے گیت

دوپہر
۲-۰۰ سات سوال
۲-۳۰ فلمی دنیا
۳-۰۰ کہکشاں

رات
۸-۱۵ ہفتے کا نغمہ
۸-۳۰ مدھورانی : رفعت سروش
اور عرش ملسیانی کا کلام
۹-۰۰ تقریر
۱۰-۰۰ رو برو
۱۱-۳۰ / ۱۲-۰۵ بزم موسیقی
استاد امیر خاں
خیال ہنس دھونی
مرحوم حاجی غلام صابر
سارنگی پر راگ مال کونس

ہفتہ ۹ر فروری

صبح
۵-۴۵ صبح گاہی
نعت، قوالی، شبد
اور بھجن
۶-۲۵ شہر صبا
مبارک بیگم : اقبال اور
فیض کا کلام
راجندر مہتہ : شیفتہ اور
شمیم جے پوری کا کلام
۷-۳۰ جوتن بھٹا چاریہ
سرود پر جوگیہ
۹-۳۲ موجود حسین خاں
ٹھمری بھیروی اور مشرا پیلو

دوپہر
۲-۰۷ شعر ہمارے گیت آپ کے
۲-۳۰ بزم خواتین
مباحثہ
ہماری ذمہ داریاں گھر میں
شرکا : پروین علی، منجو موہن
نسیم شرما اور زہرہ ہنمی
غزل
خطوں کے جواب

رات
۸-۱۵ ہفتے کا نغمہ
۸-۳۰ راجندر مہتہ اور نینا مہتہ
غزلیں
۹-۰۰ ریڈیو نیوز ریل
۹-۳۰ نظر وطن
۱۰-۰۰ نئی نسل نئی روشنی
۱۱-۳۰ / ۱۲-۰۵ بزم موسیقی
ہنگاری بائی
خیال حسینی کانہڑہ
جوتن بھٹا چاریہ
سرود پر راگ درباری کانہڑہ

اتوار ۱۰ر فروری

صبح
۵-۴۵ صبح گاہی
نعت، قوالی، شبد
اور بھجن
۶-۲۵ شہر صبا
نسیم بانو : سودا، درد
اور میر کا کلام
نثار حسین خاں : ظفر اور
امیر مینائی کا کلام
۷-۳۰ دنیش کمار
بانسری پر راگ بیراگی
۹-۳۲ چلتے چلتے

دوپہر
۲-۰۷ آپ کا خط ملا
۲-۳۰ محفل
۳-۰۰ غیر فلمی قوالیاں

رات
۸-۱۵ ہفتے کا نغمہ
۸-۳۰ امیر مینائی کا کلام
۹-۰۰ کتابوں کی باتیں (دیگر زبانیں)
۹-۳۰ گجرن کارے
بڑی موتی بائی
ٹھمری مشرا کھماج
۱۰-۰۰ کس کے گھر جائیں : ڈرامہ
پیشکش : کے ایس دگل
۱۱-۳۰ / ۱۲-۰۵ بزم موسیقی
گنگا بنرجی
خیال مال کونس
دنیش کمار
بانسری پر راگ باگیشوری

پیر ۱۱ فروری

صبح

۵-۴۵ صبح گاہی
نعت، قوالی، شبد
اور بھجن

۶-۲۵ شہر صبا
مدھو بالا چاولہ
پی بی سکسینہ، جیالال وسنت
کا کلام
بلونت بنسل: داغ اور
نوح ناروی کا کلام

۷-۳۰ چت دیو برمن
اسراج پر راگ بلاس خانی توڑی

۹-۳۲ غلام مصطفیٰ خاں
خیال توڑی

دوپہر

۲-۰۷ میری نظر میں
۲-۳۰ ڈرامہ
۳-۰۰ شوکمار شرما
سنطور پر راگ گوڑ سارنگ
ستیش پرکاش قمر
شہنائی پر راگ مدھوونتی

رات

۸-۱۵ ہفتے کا نغمہ
۸-۳۰ حسن غزل
مدھو بالا چاولا
جگر اور فیض کا کلام
۹-۰۰ کلام شاعر از اجمل اجملی
۹-۳۰ پنجابی نغمے
۱۰-۰۰ اظہار خیال

۱۱-۳۰ } بزم موسیقی
۱۲-۰۵
غلام مصطفیٰ خاں
خیال راگیشوری کونس
چت دیو برمن
اسراج پر راگ درباری

منگل ۱۲ فروری

صبح

۵-۴۵ صبح گاہی
نعت، قوالی، شبد
اور بھجن

۶-۲۵ شہر صبا
مینو پرشوتم: فراق گورکھپوری
اور درد کا کلام
سعادت بن اشرف
فیض اور درد کا کلام

۷-۳۰ شوکمار شرما
سنطور پر راگ بھٹیار

۹-۳۲ حفیظ احمد خاں
خیال للت کبیر

دوپہر

۲-۰۷ بھکتی گیت
۲-۳۰ نئی نسل نئی روشنی
۳-۰۰ میری پسند

رات

۸-۱۵ ہفتے کا نغمہ
۸-۳۰ انوپ جلوٹا: غزلیں
۹-۰۰ تقریر
۹-۳۰ علاقائی نغمے
۱۰-۰۰ سائنس میگزین

۱۱-۳۰ } بزم موسیقی
۱۲-۰۵
حفیظ احمد خاں
خیال رس رنجنی
شوکمار شرما
سنطور پر راگ کوشک دھونی

بدھ ۱۳ فروری

صبح

۵-۴۵ صبح گاہی
نعت، قوالی، شبد
اور بھجن

۶-۲۵ شہر صبا
ربیتا گنگولی: جاں نثار اختر
اور امیر قزلباش کا کلام
راج کمار رضوی
راج کمار رضوی اور محمود شام
کا کلام

۷-۳۰ ستیش پرکاش قمر
شہنائی پر راگ بیراگی

۹-۳۲ پنڈت جسن لال
خیال بھیرو

دوپہر

۲-۰۷ سب رس
۲-۳۰ بزم خواتین
رحمت یا زحمت (ٹیلی فون)
تقریر
از سعیدہ طاہر صدیقی
گیت
کام کی باتیں

۳-۰۰ یادیں بن گئیں گیت

رات

۸-۱۵ ہفتے کا نغمہ
۸-۳۰ حسن غزل
ساحر لدھیانوی اور
غلام ربانی کا کلام
۹-۰۰ دلّی ڈائری
۹-۳۰ گجرین کار سے
منور علی خاں
دادرہ پہاڑی
۱۰-۰۰ حفظان صحت

۱۱-۳۰ } بزم موسیقی
۱۲-۰۵
پنڈت جسن لال
خیال جوگ کونس
ستیش پرکاش قمر
شہنائی پر راگ ناگیشوری

جمعرات ۱۴ فروری

صبح

۵-۴۵ صبح گاہی
نعت، قوالی، شبد
اور بھجن

۶-۲۵ شہر صبا
نسیم بانو: فانی اور
خمار بارہ بنکوی کا کلام

۷-۳۰ ونے کمار
ستار پر راگ نٹ بھیرو

۹-۳۲ شریمتی نرملا دیوی
ٹھمری اور دادرہ راگ بھیروں

دوپہر

۲-۰۷ گیت سے گیت
۲-۳۰ حرف غزل
۳-۰۰ راگ رنگ

رات

۸-۱۵ ہفتے کا نغمہ
۹-۰۰ کھیل کے میدان سے
۹-۳۰ ساز اور آواز
۱۰-۰۰ آئینہ

۱۱-۳۰ } بزم موسیقی
۱۲-۰۵
ایل کے پنڈت
خیال ہمیر
ونے کمار
ستار پر راگ کیروانی

جمعہ ۱۵ فروری

صبح

۵-۴۵ صبح گاہی
نعت، قوالی، شبد
اور بھجن

۶-۲۵ شہر صبا
کملو ماتھر: محمد عثمان عارف
فیض اور جاں نثار اختر
کا کلام
مہندر سنگھ: پورن سنگھ
اور ڈی سی کوثر کا کلام

۷-۳۰ شرن رانی
سرود پر راگ جوگیہ

۹-۳۲ آپ کے خط آپکے گیت

دوپہر

۲-۰۰ ایک ہی فلم سے
۲-۳۰ فیچر
۳-۰۰ کہکشاں

رات

۸-۱۵ ہفتے کا نغمہ
۸-۳۰ حسن غزل
راج بلدیو راج اور
اختر رضوانی کا کلام
۹-۰۰ تقریر
۹-۳۰ ایک راگ کئی روپ
۱۰-۰۰ روبرو

۱۱-۳۰ } بزم موسیقی
۱۲-۰۵
پروین سلطانہ
خیال مارو بہاگ
شریمتی شرن رانی
سرود پر راگ جوگ کونس

دھلی

خبریں

[illegible]

میٹر ویو
دہلی الف ۳۲۴۳ میٹر ۸۱۹ کلو ہرٹز
دہلی ب ۵۱۵ میٹر ۶۶۶ کلو ہرٹز
دہلی ج ۲۱۵ میٹر ۱۳۹۸ کلو ہرٹز
دہلی د ۲۹۴۸ میٹر ۱۰۱۷ کلو ہرٹز

شارٹ ویو
[illegible]

روزانہ نشر ہونیوالے پروگرام

دھلی 'الف'

صبح

۵۵-۶ وندے ماترم ۔ منگل دھونی
۶-۰۵ وندنا
۶-۳ کرشی چرچا
۶-۴ رام چرت مانس سے
۶-۵۰ سواستھ چرچا (اتوار منگل جمعرات ہفتہ)
دگیان چرچا
سائنس کے موضوع پر تقریر (پیر بدھ جمعہ)
۶-۵۵ سوچنائیں
۷-۰۵ وچار بندو (اتوار کو پرکاش کرن)
۷-۳ آج صبح (اتوار بدھ جمعہ)
اتہاس کے جھروکے سے (پیر)
سود ویلا (منگل)
بھارت بھارتی (جمعرات)
دوسرے کیندروں سے (ہفتہ I)
سنسکرتک جھلکیاں (ہفتہ II اور IV)
دلی کے آس پاس (ہفتہ III)
اسکٹ / مزاحیہ پروگرام (ہفتہ V)
۷-۴۰ آج صبح (جاری) (اتوار بدھ جمعہ)
اپنے دیش کی بات (پیر جمعرات)
نئی دشائیں (منگل ہفتہ II اور IV)
۷-۴۵ آج صبح (جاری) (اتوار بدھ اور جمعہ)
دلی درشن (پیر منگل جمعرات اور ہفتہ)
۸-۱ شاستریہ سنگیت
۸-۴۰ اردو مجلس
۹-۰۰ اختتام (اتوار کو بال کاریہ کرم)
۱۰-۰۰ اتوار صبح کی محفل موسیقی
۱۰-۱۵ وادیہ وادن (اسکول براڈکاسٹ)
۱۰-۳۵ شاستریہ سنگیت
۱۱-۰۴ شاستریہ سنگیت (اتوار کو یووا وانی سے)
۱۱-۲۰ شاستریہ سنگیت (اتوار کو وادیہ ورند)
۱۱-۳۰ شاستریہ سنگیت (اتوار کو کرناٹک سنگیت)
۱۲-۰۴ لوک بھارتی
۱۲-۱۵ جھلکی (اتوار)
وندگان (پیر بدھ جمعہ)
گیتا (منگل جمعرات ہفتہ)

دوپہر
۱۲-۳۰ بہنوں کا پروگرام (اتوار منگل جمعرات ہفتہ)
گرامین بہنوں کا پروگرام (بدھ جمعہ)

[illegible]

گرامین بہنوں کا پروگرام ... بچوں کے لیے پروگرام (جاری) (جمعرات)
گرامو فون سنگیت (بدھ جمعہ)
شاستریہ سنگیت (پیر منگل ہفتہ)
بچوں کے لیے پروگرام (جاری) (جمعرات)

شام
۶-۱۵ مقامی اعلانات
۶-۲۰ گرام سنسار
۷-۰۰ کرشی جگت
۷-۳۰ پروگراموں کا خلاصہ اور موسم (ہندی)
۷-۳۵ سامئیک
۷-۴۵ روزگار سماچار
۸-۰۰ بابندر سنگیت (اتوار)
سواستھ رکشا (پیر اور ہفتہ)
اُدیوگ منڈل (منگل)
جھلکی (بدھ)
آپ کی چٹھی ملی (جمعرات)

[illegible]

دھلی 'ب'

صبح

۵۵ وندے ماترم ۔ منگل دھونی

[illegible]

نیشنل پروگرام ہندی تقریر
(دوبارہ) (منگل)
نیشنل پروگرام انگریزی تقریر
(دوبارہ) (بدھ)
چرچا کا وشے ہے (دوبارہ) (جمعرات)
اُدبوک (جمعہ)
نیشنل اسپورٹس میگزین (انگریزی)
(پہلے جمعہ کا دوبارہ براڈکاسٹ ہفتہ I)
نیشنل اسپورٹس میگزین (ہندی)
(تیسرے جمعرات کا دوبارہ براڈکاسٹ) ہفتہ III
موسیقی (تقریر روز)
۷-۲۰ ساہتکی (اتوار)
کرنٹ افیئرز (دوبارہ براڈکاسٹ پیر)
وندگان (منگل بدھ جمعہ)
چرچا کا وشے ہے (دوبارہ براڈکاسٹ جمعرات)
نیشنل اسپورٹس میگزین (انگریزی)
(پہلے جمعہ کا دوبارہ براڈکاسٹ ہفتہ I)

[illegible]

نیشنل اسپورٹس میگزین (ہندی)
(تیسرے جمعرات کا دوبارہ براڈکاسٹ ہفتہ III)
۳-۰۰ سنگیت سورجی (شاستریہ سنگیت)
۵-۵۰ سنگم
۹-۰۰ وادیہ ورند
۹-۲۱ پنجابی پروگرام
۹-۴ پنجابی پروگرام
۹-۰۰ راجیہ سے جیش
۹-۵ کاریہ کرم سوچنائیں
۹-۱۰ لوک رنگ سماچار (اتوار)
لوک دھروہر (پیر تا ہفتہ)
۹-۱۵ اپنی نگری (اتوار)
لوک دھروہر (پیر تا ہفتہ)
۹-۳۰ یادیں (اتوار)
سپ رس (پیر تا ہفتہ)
۱۰-۰۴ اختتام

دوپہر
۱-۰۵ مغربی موسیقی
۲-۱۰ مغربی موسیقی
۳-۱۰ انگریزی میں موسم کا حال

۵-۱۰ سُر سنگت
۳-۰۰ شاستریہ سنگیت (اتوار پیر منگل ہفتہ)
کرناٹک سنگیت (بدھ جمعرات جمعہ)
۴-۲ سُر سنگت
۵-۱۰ اختتام
۵-۰۵ اخباروں کی رائے
۵۵-۵ انگریزی میں پروگراموں کا خلاصہ اور موسم

شام

[illegible]

(جمعہ II اور IV ۱۵-۱۰ ۱۱ بجے)

دھلی 'د'

یوواوانی

صبح

۶-۵۵ پروگراموں کا خلاصہ
۷-۰۰ یونیورسٹی آن دی ایئر
۸-۰۰ شاستریہ سنگیت (ساز سنگیت)
۸-۱۰ دگیاں وودھا
۸-۱۵ شاستریہ سنگیت (گائن) (سوائے ہفتہ)
کرناٹک سنگیت (صرف ہفتہ)
۸-۳۰ پہلے اِٹ کول (مغربی موسیقی)
۹-۰۰ اختتام (سوائے اتوار)
ڈرامہ (صرف اتوار)
۹-۳۰ غیر فلمی کمرشل ریکارڈ (سگم سنگیت، اتوار)
۱۰-۰۰ اختتام (اتوار)

شام

۶-۵۵ پروگراموں کا خلاصہ
۷-۰۵ محفل
۷-۳۵ کھیل اور کھلاڑی (اتوار)
اسکول کالج کی بات (پیر I)
پری کرما (پیر II)
گاؤں کی بات (پیر III)
گاؤں کی پری کرما (پیر IV)
پرادھونی (منگل I)
مجھے بھی کچھ کہنا ہے (منگل II)
آئے مسائل سلجھائیں (منگل III)
دریشٹی کون (منگل IV)
پدرھویں سترہ (بدھ I اور III)
آکاپریچے (بدھ II)
آج کی بات (بدھ IV)
سیمل یوواؤں کی کہانی (جمعرات I)
تب اور اب (جمعرات II)
آمنے سامنے (جمعرات III)
بات چیت (جمعرات IV)
دگیاں جگت (جمعہ I، III، V)
ہمارا سواستھ (جمعہ II، IV)
روزگار کے راستے (ہفتہ I، III)
دگیان دشا (ہفتہ II اور IV)
۸-۰۵ ان دی گروو (مغربی موسیقی)
۸-۳۰ سینما (اتوار I، II، IV، V)
سائنس ٹوڈے (اتوار II)
آیام (پیر I، III)
گول میز (پیر II)
ساہتیہ کی جیوتی (پیر IV)
اسپورٹس اور بیوٹس میں (منگل I)
ایکسپریس (منگل II)
اوپن نیز (منگل III)
کوئز ٹائم (منگل IV)
دی روونگ مائیکروفون (بدھ، جمعہ)
راؤنڈ ٹیبل (جمعرات I)
سلیس (جمعرات II)
دیپ (جمعرات III)
فائر انگ لائن (جمعرات IV)
ابھی ویکتی (ہفتہ I)
کوئی گوشش (ہفتہ II، IV)
مشاعرہ (ہفتہ III)
۹-۰۵ آپ سے ملئے (۔۔ I، III، V)
گول میز (۔۔ II، IV)
۹-۔ مغرب موسیقی کا پروگرام
سوائے جمعرات اور ہفتہ
یور آرٹسٹ فار ٹائٹ (صرف جمعرات)
ہماری ڈاک (صرف ہفتہ)
۹-۲ سنگم سنگیت (سوائے جمعرات)
میوزک موٹیفس (جمعرات)
۹-۳ سنڈے رکویسٹ (اتوار)
گلوبل ایوننگ (پیر)
من بھاون (منگل اور ہفتہ)
بانگی (جمعرات)
سگم سنگیت (گائن) (جمعہ)
۱-۳ سگم سنگیت (گائن) (۔۔)
شاستریہ سنگیت (گائن) (منگل)
شاستریہ سنگیت
ساز سنگیت (جمعہ اور ہفتہ)
۱-۳ شاستریہ سنگیت (جمعہ)
۱۰-۴۵ شاستریہ سنگیت (گائن) (جمعہ)
۱۱ اختتام

شاستریہ سنگیت

گائن

پروین سلطانہ : صبح ۳۲-۷ (ب) یکم فروری
این۔ آر۔ شاہانے : صبح ۰۲-۱۱ (الف)
شام ۴۰-۵ (الف) یکم فروری
ستی شانکر : صبح ۱۰-۸ اور
شام ۴۰-۵ (الف) ۲ فروری
امرت حسین : صبح ۳۰-۱۱ (الف) ۲ فروری
غلام تقی خاں : صبح ۱۰-۸ (الف) اور
دوپہر ۳۰-۳ (ب) اور
رات ۰۰-۹ (الف) ۳ فروری
بھیم سین جوشی : صبح ۳۲-۷ (ب) ۴ فروری
پرمیلا پوری : صبح ۰۲-۱۱ (الف) اور
شام ۴۰-۵ (الف) ۴ فروری
شنو کھورانہ : صبح ۰۰-۱۰ (الف) ۴ فروری
پنڈت جس راج : صبح ۳۲-۷ (ب) ۵ فروری
اے رمیش کمار، ٹھمری، دادرا : صبح ۰۲-۱۱ (الف) اور
بعد دوپہر ۳۰-۳ (ب) ۵ فروری
آئرن رائے چودھری : صبح ۱۰-۸ اور
۳۰-۱۱ (الف) اور
رات ۰۰-۹ (الف) ۶ فروری
رام اوتار : صبح ۳۲-۷ اور
۰۲-۱۱ (الف) ۷ فروری
نصیرالدین خاں گورے : صبح ۱۰-۸ اور
شام ۴۰-۵ (الف) ۸ فروری
مالنی چاری : صبح ۳۰-۱۱ (الف) ۸ فروری
سدلیشوری دیوی : صبح ۳۲-۷ (ب) ۹ فروری
انیتا رائے : صبح ۰۲-۱۱ اور
شام ۴۰-۵ (الف) ۹ فروری
پنڈت منی رام (موسیقی کا جشن پروگرام) : رات ۳۰-۹ (الف) ۹ فروری
استاد حفیظ احمد خاں : صبح ۰۰-۱۰ (الف) ۱۰ فروری
سعیدالدین ڈاگر : صبح ۱۰-۸ (الف) اور
بعد دوپہر ۳۰-۳ (ب) ۱۱ فروری
ایل۔ کے۔ پنڈت : صبح ۱۰-۸ اور ۳۰-۱۱
رات ۰۰-۹ (الف) ۱۲ فروری
کمار گندھرو : صبح ۳۲-۷ (ب) ۱۲ فروری
زندہ حسن : صبح ۰۲-۱۱ (الف)
شام ۴۰-۵ (الف) ۱۳ فروری
مادھوری مٹو : صبح ۰۰-۱۰ (الف) ۱۳ فروری
شفیع احمد : صبح ۱۰-۸ (الف)
رات ۰۰-۹ (الف) ۱۴ فروری
شوبھا مدگل : صبح ۳۰-۱۱ (الف) ۱۴ فروری
استاد امیر خاں : رات ۰۰-۱۰ (الف) ۱۴ فروری
استاد بڑے غلام علی خاں : صبح ۳۲-۷ (ب) ۱۵ فروری
مرنالنی کھانڈیکر : صبح ۰۲-۱۱ (الف)
شام ۴۰-۵ (الف) ۱۵ فروری

ساز سنگیت

ستار

مدن شنکر مشرا : صبح ۱۰-۸ اور
۳۰-۱۱ اور
رات ۰۰-۹ (الف) یکم فروری
برام پاٹھک : صبح ۰۰-۱۰ (الف) ۳ فروری
سعید خاں : صبح ۰۲-۱۱ اور
رات ۰۰-۹ (الف) ۸ فروری
راس بہاری دتہ : صبح ۰۰-۱۰ (الف) ۱۱ فروری
عبدالحلیم جعفر خاں : صبح ۳۲-۷ (ب) ۱۲ فروری
اوشا کرن : صبح ۳۰-۱۱ (الف) ۱۳ فروری

سرود

مختار احمد : صبح ۰۲-۱۱ اور
بعد دوپہر ۳۰-۳ (الف) ۲ فروری
کنچن درما : صبح ۰۳-۱۱ اور
رات ۰۰-۹ (الف) ۴ فروری
چندن رائے : صبح ۰۲-۱۱ اور
شام ۳۰-۵ (الف) ۱۱ فروری
کھیم لعل : صبح ۱۰-۸ اور
رات ۰۰-۹ (الف) ۱۳ فروری

سنتور

بھگوان داس نیرما : صبح ۳۲-۷ (ب) اور
رات ۰۰-۹ (الف) ۲ فروری
پیوش پوار : صبح ۳۰-۱۱ (الف) اور
بعد دوپہر ۳۰-۳ (ب) ۹ فروری

وچتر وینا

آر۔ ایس۔ کمبوج : صبح ۰۲-۱۱ اور
شام ۴۰-۵ (الف) ۶ فروری
شمس الدین فریدی ذیبانی (رودر وینا) : صبح ۱۰-۸ اور
رات ۰۰-۹ (الف) ۹ فروری
گوپال کرشن : صبح ۱۰-۸ اور ۳۰-۱۱ اور
رات ۰۰-۹ (الف) ۱۵ فروری

بانسری

امرناتھ : صبح ۱۰-۸ اور ۳۰-۱۱
(الف) ۵ فروری

شہنائی

وشنو پرسنا : صبح ۰۲-۱۱ (الف)
بعد دوپہر ۳۰-۳ (ب) ۱۲ فروری

سارنگی

حفیظ اللہ خاں : صبح ۱۰-۸ اور
بعد دوپہر ۳۰-۳ (الف) ۳ فروری

اسراج

چیت دیو برمن : صبح ۱۰-۸ اور ۳۰-۱۱ اور
رات ۰۰-۹ (الف) ۷ فروری

کلارنٹ

درشن سنگھ : صبح ۳۲-۷ (ب) اور
" ۰۲-۱۱ (الف) ۱۴ فروری

وائلن

ذمیش کمار پربھاکر : صبح ۱۰-۸ (الف) اور

بعد دوپہر ۳-۳ (ب) اور
رات ـــ ۹ (الف) ۱۰ر فروری

منگل شب کی محفل موسیقی

(رات: ـــ ۱۰ (الف))

شریمتی سنگیتا بندھاپدھیائے گائن : ۵ر فروری

قادر خاں (طبلہ)]
رفیق احمد (سارنگی)] : ۱۳ر فروری

آپ کی فرمائش پر شاستریہ سنگیت : ۹ر فروری

چمن

(رات ــ ۱۰ (الف))

رادھیکا موہن موئترا : سرود : ۳ر فروری
سنیل کمار بوس : گائن : ۱۰ر فروری
سوہ گاؤں شکھسا : صبح ۳۰-۷ (ب) ۳ر اور ۱۰ر فروری

سگم سنگیت

شام ۳۵-۶ ر اور ۴۴-۸ (ب)

سمن دیوگن	:	یکم فروری
کمل جیس پال	:	۳ر فروری
گھنشیام داس	:	۴ر فروری
اندرانعی سنگھ	:	۵ر فروری
اوشا سیٹھ	:	۶ر فروری
ودیا ناتھ سیٹھ	:	۷ر فروری
پشپا بنس	:	۸ر فروری
اُرملا وڈھیرا	:	۱۰ر فروری
شری رام	:	۱۱ر فروری
ہرمیت کور	:	۱۲ر فروری
اُرملا ناگر	:	۱۳ر فروری
شمیم آزاد	:	۱۴ر فروری
منموہن پہاڑی	:	۱۵ر فروری

کرناٹک سنگیت (کلاسیکل)

ایم-وی-مالق : صبح ۳۰-۱۰ (الف) اور
بعد دوپہر ۳۰-۲ (ب) یکم فروری

ٹی-آر سبرامنیم : صبح ۳۰-۱۱ اور
شام ۳۵-۵ (الف) ۳ر فروری

میتھلی نرسمہی : بعد دوپہر ۳۰-۲ (ب) ۶ر فروری

سرسوتی بالا سبرامنیم : صبح ۳۰-۱۰ (الف) اور
بعد دوپہر ۳۰-۳ (ب) ۷ر فروری

سی-ایل-راماکرشنن : صبح ۳۰-۱۰ (الف) اور
بعد دوپہر ۳۰-۳ (ب) ۸ر فروری

سیتا سندر راجن : صبح ۳۰-۱۱ اور
شام ۳۵-۵ (الف) ۱۰ر فروری

اندرا مورتی : صبح ۳۰-۱۰ (الف) اور

بعد دوپہر ۳۰-۳ (ب) ۱۳ر فروری
جینتی کلیان سندرم : صبح ۳۰-۱۰ (الف) اور
بعد دوپہر ۳۰-۳ (ب) ۱۵ر فروری

کرناٹک ساز سنگیت

پدما ماسوامی : وینا : بعد دوپہر ۳۰-۳ (ب) ۱۳ر فروری

لوک اور علاقائی سنگیت

لوک بھارتی: دوپہر ۰۲-۱۲ (الف)

مراٹھی	:	یکم اور ۸ر اور ۱۵ر فروری
گجراتی	:	۲ر اور ۹ر فروری
تامل	:	۳ر فروری
اڑیہ	:	۵ر فروری
ملیالم	:	۶ر فروری
بنگلہ	:	۷ر فروری
تیلگو	:	۱۱ر فروری
آسامی	:	۱۲ر فروری
کنڑ	:	۱۳ر فروری
کونکنی		۱۴ر فروری

سنگم

صبح ۰۰-۸ (ب)

تامل	:	یکم اور ۵ر فروری
ملیالم	:	۲ر فروری
اڑیہ	:	۳ر فروری
سندھی	:	۴ر اور ۱۱ر فروری
بنگلہ	:	۵ر اور ۱۲ر فروری
گجراتی	:	۶ر اور ۱۳ر فروری
مراٹھی	:	۷ر اور ۱۴ر فروری
تیلگو	:	۸ر فروری
کنڑ	:	۹ر فروری
آسامی	:	۱۰ر فروری

لوک مادھوری

صبح ۱۰-۹ (ب)

راجستھانی	:	یکم- ۸ر اور ۱۵ر فروری
کشمیری	:	۲ر فروری
اودھی	:	۴ر فروری
ہماچل	:	۵ر اور ۱۲ر فروری
ہریانوی	:	۶ر فروری
برج	:	۷ر اور ۱۴ر فروری
گڑھوالی	:	۹ر فروری

بھوجپوری : ۱۱ر فروری
میتھلی : ۱۳ر فروری

ناٹک

روپ کی پیاس: ناٹک
تحریر: گوپال ناتھ دیکشت : رات ۳۰-۹ (الف) یکم فروری

دل کی رانی۔
تحریر: امرت کیشپ : دوپہر ۱۵-۱۲ (الف) ۳ فروری
اور رات ـــ ۸ (الف) ۲ر فروری

سمندر کے پاس: مرتیجا مانی کے بنگلہ ناٹک کا ریڈیو عکس
ہندی ترجمہ: دیپ نارائن مٹھولیہ : بعد دوپہر ۳۰-۲ (الف) ۳ر فروری

مہانگر: نریندر ناتھ مشر کے بنگلہ ناول کا ریڈیو عکس
رادھا کرشن پرساد : رات ۳۰-۹ (الف) ۸ر فروری
بعد دوپہر ۳۰-۲ (الف) ۱۰ر فروری

دماغی ورزش
تحریر: چند موہن : دوپہر ۱۵-۱۲ (الف) ۱۰ر فروری
رات ـــ ۸ (الف) ۱۳ر فروری

دو دوست۔ سلسلہ وار ناٹک۔
موپاساں کے ناٹک پر مبنی
مترجم: راجکماری سنجوگتا دیوی : رات ۳۰-۹ (الف) ۱۲ر فروری

سائنس پروگرام

وگیان چرچا ۵۰-۶ (الف)

تقریر: ڈاکٹر سی-پی- منجال : یکم فروری
پارتھینیم: تقریر- ڈاکٹر ڈی-ایس-سچان : ۲ر فروری
ایسٹر ریٹز: تقریر- ڈاکٹر سریندر مونگا : ۶ر فروری
چاول: تقریر- ایس-بی- ابھاست : ۸ر فروری
سویٹ ٹاسٹنگ کیمیکل کمپونڈس
تقریر: ڈاکٹر وجے شاردا : ۱۱ر فروری
واٹر ڈو وی فیل تھرسٹی
تقریر: ڈاکٹر ایم-ایس بھاردواج : ۱۳ر فروری
بیٹری بیف ٹری- تقریر: ڈاکٹر ایس ایم سواس : ۱۵ر فروری

گیان وگیان

شام ۰۵-۵ (الف)

وگیان سماچار شاشارک نیلورڈ : ۵ر فروری
ایلیفینٹس آل دی نو ابوٹ دیم
تقریر: رام کشور سہائے : ۱۲ر فروری

وگیان آلوک

رات ۱۵-۸ (الف)

وگیان سماچار تقریر راجندر کمار شرما : ۶ر فروری

نیوا نشن ان سائنس
انٹرویو: ایس ایس جین سے : ۱۳ر فروری

گھر وگیان (دیہات)

— دوپہر ۳۰-۱۲ (الف) —

پٹرولیوں سے ہمارا رشتہ
اسکرپٹ : شرمیلا مکھرجی : ۶ر فروری
ہمارے اندھ وشواش اور گیان
اسکرپٹ شریمتی مالتی تبینس : ۱۲ر فروری
ایل پی جی سے سرکھشا۔ انٹرویو : آر۔کے۔جین
چیف ڈویژنل منیجر: آئی او سی ڈاکٹر نیلما ہرجال : ۷ر فروری
بھارتیہ پراچین پدتیاں اور مانسک وگیان۔
دیتو: ڈاکٹر مہامایا ملہوترہ۔انٹرویو: ڈاکٹر نیلما ہرجال : ۱۴ر فروری

تقریر۔ ہندی اور انگریزی

ادلوکن: انٹرویو پر مبنی پروگرام (ہندی): صبح ۰۲-۷ (ب) یکم فروری
گاندھی چرچا: گاندھی جی کی وچاروں اور
بھجنوں پر مبنی پروگرام : رات ۰۰-۸ (الف) یکم اور ۸ اور ۱۵ر فروری

ہندوستان کی کہانی
جواہر لال نہرو کی تحریر کردہ ڈسکوری آف انڈیا سے
سلسلہ وار ریڈنگ : صبح ۵۰-۷ (ب) یکم فروری سے لے کر ۱۵ فروری تک (روزانہ)

آج کے آتھی: ہندی میں انٹرویو : رات ۱۵-۸ (الف) ۲ر اور ۹ فروری
اور گیسٹ ٹونائیٹ: انگریزی میں انٹرویو : رات ۳۰-۹ (ب) ۲ر اور ۹ر فروری
ساہتیکی: پرگتی شیل الوچنا ہندی میں
تقریر، کہانی اور کویتا : صبح ۲-۷ (ب) ۳ر فروری
اپنی نگری۔آدھی بل۔ بھارتیہ ہست کلا سپتاہ پر
انٹرویو پر مبنی پروگرام : صبح ۱۵-۹ (ب) ۳ر فروری
سنسکرت شکشا پاٹھ نمبر ۱۱۴ : شام ۲۰-۵ (الف) ۳ر فروری
نیشنل پروگرام (ہندی تقریر)
ہندی ساہتیہ وکیتی چنتا۔ مباحثہ : رات ۳۰-۹ ۴ر فروری
یو۔این۔پرسپیکٹو : رات ۳۰-۹ (ب) ۴ر فروری
نئے پرکاشن: ہندی میں کتابوں پر تبصرہ : رات ۱۵-۸ (الف) ۵ر فروری
چرچا کا وشے ہے : رات ۳۰-۹ (الف) ۶ر اور ۱۳ر فروری
دی دہلی دی نو سو بیچ ایوٹ
پرانا قلعہ اور ہمایوں کی لائبریری : رات ۳۰-۹ (ب) ۶ر فروری
مدر ہڈ اینڈ دی ورکنگ وومن
انگریزی میں تقریر : رات ۳۰-۹ (ب) ۷ر فروری
سنسکرت شکشا پاٹھ نمبر ۱۱۵ : شام ۰۵-۵ (الف) ۷ر فروری
(آگے ص ۳۹ پر)

رامپور

۳۳۶٫۷ میٹر (۸۹۱ کلو ہرٹز)

خبریں

ہندی/انگریزی : صبح ۰۰-۶ عالمی
ہندی : صبح ۰۰-۸، دوپہر ۰۵-۱ اور ۱۰-۲، شام ۰۵-۶، رات ۴۵-۸
انگریزی: صبح ۱۰-۸، دوپہر ۰۰-۲، رات ۰۰-۹ اردو : صبح ۵۰-۸ اور رات ۱۵-۹
سماچار پتر ہندی: صبح ۰۰-۹، ضلع کی چٹھی: صبح ۰۵-۹ پرادیشک سماچار: شام ۲۰-۷

سازسنگیت

— طبلہ —

نثار حسین : صبح ۳۰-۷
دوپہر ۴۰-۱ اور
رات ۱۰-۸ ۴ر فروری

— کلارنٹ اور طبلہ —

نبی جان خاں (کلارنٹ)
محفوظ علی خاں (طبلہ) : صبح ۳۰-۷
دوپہر ۴۰-۱ اور
رات ۱۰-۸ ۱۱ر فروری

— سگم سنگیت —

مانک آدتیہ۔ غزلیں : صبح ۵۰-۷ اور
رات ۰۰-۸ ۵ر فروری
شوبھا ماتھر۔ غزلیں، گیت اور بھجن : رات ۰۰-۸ ۱۴ر فروری

— لوک گیت —

مینا پانڈے : صبح ۲۱-۸ اور
دوپہر ۲۰-۲ ۱۱ر فروری

— چاربیت —

نظیر احمد اور ساتھی : رات ۳۰-۹ ۳ر فروری
محمد احمد خاں اور ساتھی : رات ۳۰-۹ ۱۰ر فروری

— کرشی جگت —

راشٹر یہ کرت بینکوں کا گاؤں کے
وکاس میں یوگدان (وارتا) : رات ۳۰-۷ ۳ر فروری
دن جیو جنتو سرکشن ادھینیم (وارتا) : رات ۳۰-۷ ۹ر فروری
سہکاری سمیتیاں اور آواس سویدھا
(وارتا) : رات ۳۰-۷ ۱۴ر فروری

— تقریر —

سارے جہاں کا درد ہمارے جگر میں ہے
(تقریر) انور چغتائی : صبح ۳۰-۸ ۸ر فروری
بچوں کو درگھٹناؤں سے کیسے بچائیں: دوپہر ۱۰-۱ ۴ر فروری

بھگوان بچائے افواہیں پھیلانے والوں سے
ونود وارتا : دوپہر ۱۰-۱ ۱۱ر فروری
ہم سے سیکھئے۔ ملکی گیس۔ فرج
آدی آبجروں کا رکھ رکھاؤ : دوپہر ۱۰-۱ ۱۱ر فروری

— مباحثہ —

ادب اور ادیب کی وابستگی کا مسئلہ
شرکاء : اکبر علی خاں عرشی زادہ
آئی ایم شبیر خاں
آفتاب شمسی : صبح ۳۰-۸ ۱ر فروری

میگزین پروگرام

— کھیل کے میدان سے —

(۱) ہمارے دیہات اور کھیل کود۔ تقریر
(۲) بین الاقوامی شہرت کے کچھ بھارتی بیڈمنٹن کھلاڑی۔ تقریر
(۳) کھیلوں کی اہم خبریں۔ تحریر اور ادارت: افتخار حسین رضوی
صبح ۴۵-۷ - ۱۱ر فروری

— ناٹک / روپک —

نوٹو ٹیا۔شنکر سلطان پوری : ۴ر فروری

پریوار کلیان

سواستھ چرچا : صبح ۴۵-۷ یکم فروری
" " ۸ر فروری
" " ۱۵ر فروری
درپن سندیش گیتانجلی : صبح ۴۵-۷ ۵ر فروری
" " ۱۲ر فروری
سواستھ سندیش : دوپہر ۱۰-۱ ۲ر فروری
" " ۹ر فروری

شعری نشست

شرکاء: محمود مرادآبادی۔ حفیظ آتش۔ رونق بدایونی۔
ذاکر بھارتی۔ موجز سنبھلی۔ ہلال مرادآبادی۔ ساجد امروہوی۔
عروج زیدی : رات ۴۵-۷ ۱۴ر فروری

لکھنؤ

میڈیم ویو: لکھنؤ الف ۲۶۸-۱ میٹر ۱۱۲۰ کلو ہرٹز لکھنؤ ج ۲۳۶-۱۶ میٹر ۱۲۶۸ کلو ہرٹز
لکھنؤ ب: صبح ۳۰-۵ سے ۵-۴۵ ... ۹۳۱۶ میٹر ۳۲-۵ کلو ہرٹز
شارٹ ویو: صبح ۴۵-۷ تک ۹۳۱۶۰ میٹر ۳۲-۵ کلو ہرٹز
صبح ۸ بجے کے بعد ۴۸۱۸۴ میٹر ۶۱۰ کلو ہرٹز
دوپہر ۴۱۱۳۸ میٹر ۷۲۵۰ کلو ہرٹز
شام اور رات ۹۳۱۶ میٹر ۳۲۰۵ کلو ہرٹز

خبریں

ہندی انگریزی: (دہلی) ہندی: صبح ۵۹-۷ بجے، دوپہر ۵-۱ ... بجے شام ۵-۶ رات ۴۵-۹ اور ۵-۱۱ بجے
انگریزی: صبح ۱۰-۹ دوپہر ۱ بجے رات ۹ اور ۰۰-۱۱ بجے سنسکرت: صبح ... بجے شام ۱-۶ بجے اردو: صبح ۵-۸ بجے رات ۱۶-۹ بجے
میونسپلٹی (مسکی): صبح ۰۰-۹ بجے علاقائی خبریں: صبح ۵-۹ بجے علاقائی: دوپہر ۳-۲ بجے اردو، صبح ۲۰-۷ بجے شام ۲-۱۰ (ہندی)

روزانہ نشر ہونے والے پروگرام

صبح
۵۵-۵ وندے ماترم منگل دھول
۰۵-۶ کرشی چرچا، موسم کا حال
۲-۶ آرادھنا
۲۵-۶ گاندھی چرچا (جمعہ)
۵-۶ وچاروندو (جمعہ کے علاوہ)
۵۵-۶ آج کا کاریہ کرم اور موسم کا حال
۵-۷ مانس گان
۱۵-۷ روزگار سماچار
۲-۷ آمدنی
۲۱-۷ روح غزل (اتوار)
صبح شام، لوک گیت (اتوار کے علاوہ)
۳-۸ اردو پروگرام
۱-۹ اس پکھواڑے کا گیت (اتوار)
شاستریہ سنگیت (اتوار کے علاوہ)
۱۵-۹ پتر کے لیے دھنیہ واد
۳۰-۹ نو ناگرک (اتوار)
اختتام (اتوار کے علاوہ)
۴۵-۹ بال سنسار (اتوار)
۳۰-۱۰ سامودایک گان (اتوار)
۰۰-۱۱ منجوشا (اتوار)
۰۰-۱۲ جیوتی کنج (اتوار)
۰۵-۱۲ یوک مانس (اتوار)
۱۰-۱۲ ودھیارتھیوں کے لیے (اتوار کے علاوہ)
۳۰-۱۲ سدا بہار (اتوار)
من بھاون (پیر، بدھ، جمعہ)
سرگم (منگل)
میری پسند (جمعرات)
پانچ گیت پانچ سوال (ہفتہ)

دوپہر
۱۰-۱ آج اتوار ہے: جھلکی (اتوار)
گرہ آنگن: دیہی خواتین کے لیے (پیر، جمعرات)

گرہ لکشمی (منگل، جمعہ)
لوک رنگ (بدھ)
لوک آنچل (ہفتہ)

۲۵-۱ کاشتیل مہلاؤں کے لیے (اتوار)
۴۰-۱ گاؤں کے لیے
۲-۲ وگیان اور کسان
۳۵-۲ آج کے کاریہ کرم اور موسم کا حال
۴-۲ بوجھو تو جانیں (اتوار)
لوک گیت، اودھی (پیر)
سارنگی (منگل)
قوالی (بدھ)
لوک گیت، کم ولی، گڑھوالی (جمعرات ۱، ۳)
بھوجپوری (جمعرات ۲، ۴)
ترنگ سور (جمعہ)
گیت و مانس (ہفتہ)
۰۰-۳ استھگن

شام
۳۰-۴ رنگر (اتوار ۱، ۳)
گیتکا (اتوار ۲، ۴)
سنسکرت شکشا (پیر، منگل)
بھاشا شکشا (جمعرات، جمعہ)
شاستریہ سنگیت (بدھ، ہفتہ)
۴۵-۴ لوک کتھا (جمعہ اور ہفتہ کے علاوہ)
آؤ بچو (بدھ)
بال گوپال (جمعہ)
۱۵-۵ لوواہ الی
۰۰-۶ اطلاعات
۱۵-۶ مزدور منڈل
۴۵-۶ آج اور کل کے کاریہ کرم، موسم کا حال
۵۰-۶ کسانوں کے لیے
۳۰-۷ لوک سنگیت (اتوار)
ہمارے لیے (پیر)
کھیل جگت (منگل)
پتر کے لیے دھنیہ واد (بدھ)
وگیان جگت (جمعرات)
رات ایک فلم کی / ایک ہی فلم کے گیت (جمعہ)
کلا جگت (ہفتہ)
۴۵-۷ سنسکرت پروگرام (اتوار، بدھ)

۰۰-۸ الو بھارتی (اتوار)
دیش ودیش (پیر)
واد تا کرم (منگل)
سامیک پرسنگ (بدھ)
ہندی وارتا (جمعہ)
اس کچھ اسے کی کہانی (جمعہ ۱، ۳)
یاترا کتھا (ہفتہ ۱، ۳)
۱۵-۸ سگم سنگیت
۳۰-۸ پرادیشک سماچار درشن (اتوار)
۳-۹ اورکیسٹرا و ناٹک (اتوار ۲، ۴)
ساہتیہ لوک (اتوار ۱)
رات چہت کا نیشنل (ہندی ...)
(انگریزی، منگل)
پرادیشک سنگیت کا نیشنل پروگرام (جمعرات ۱)
بچوں کا نیشنل پروگرام (جمعرات ۲)
نیشنل اسپورٹس سیریز (جمعرات ۳)
ناٹکوں کا نیشنل پروگرام (جمعرات ۴)
شاستریہ سنگیت (۵ جمعرات)
ناٹک (جمعہ)
سنسکرت پتریکا (جمعہ ۵)
سنگیت کا نیشنل پروگرام (ہفتہ)
۵۰-۹ پریوار کلیان پرسنوتری (بدھ)
۰۰-۱۰ سنگیت رس (اتوار)
ساہتیکی (پیر ۱ اور ۳)
ضلع کی گوشٹھی (پیر ۲)
چرچا پر چرچا (پیر ۳)
کوی گوشٹھی (پیر ۴)
منگل شب کی قفل موسیقی (منگل)
کھیتر ستوتی (بدھ ۲)
فلم سنگیت میں راگ درشن (بدھ ۴)
وکاس نگر (جمعرات ۳)
درپن (جمعہ ۱)
قوالیاں (جمعہ ۲)
سنچین (جمعہ ۳)
۳۰-۱۰ شاستریہ سنگیت (اتوار، منگل کے علاوہ)
۱۰-۱۱ موسم کا حال اور اختتام

شاستریہ سنگیت

گائن

منورما بھٹناگر : صبح ۱۰-۹ شام ۳۰-۴ ۲ رفروری
گنیش پرساد مشر : صبح ۱۰-۹ شب ۴۵-۹ اور شب ۳۰-۱۰ ۴ رفروری
تھماسین : صبح ۱۰-۹ شام ۳۰-۴ ۶ رفروری
اجیت سنگھ پینٹل : صبح ۱۰-۹ شب ۳۰-۱۰ ۸ رفروری
ونائک راؤ پٹیلے : صبح ۱۰-۹ شب ۴۵-۹ اور شب ۳۰-۱۰ ۱۱ رفروری
وشنو ناتھ شری کھنڈے : صبح ۱۰-۹ شام ۳۰-۴ اور شب ۳۰-۱۰ ۱۳ رفروری
سنتوش ماتھر : صبح ۱۰-۹ شب ۳۰-۱۰ ۱۵ رفروری

ساز سنگیت

وائلن

ایم ڈی شرنگی بتی : صبح ۱۰-۹ شب ۳۰-۱۰ یکم فروری
وی۔ کے۔ وینکٹ راماننم : صبح ۱۰-۹ شب ۳۰-۱۰ ۷ رفروری

پکھاوج

سکھدیو پرساد : صبح ۱۰-۹ دوپہر ۱-۱۲ ۵ رفروری

ستار

مقصود علی : صبح ۱۰-۹ شام ۳۰-۴ ۹ رفروری

سرود

بہادر خاں : صبح ۱۰-۹ ۱۲ رفروری

سارنگی

کرشن کمار مشر : صبح ۱۰-۹ شب ۳۰-۱۰ ۱۴ رفروری

بقیہ: دہلی

عام آدمی اور قانون
آٹکر اور سمبندھی قانون
ہندی میں تقریر : رات ۱۵-۸ (الف) ۷ رفروری
ان پرسپیکٹو: پبلک سیکٹر انڈرٹیکنگ پر
ایک پروگرام : رات ۳۰-۹ (ب) ۸ رفروری
سنسکرتک شکشا: ہندی میں ریویو : صبح ۲۰-۷ (الف) ۹ رفروری
ساہتیکی
سوتنترتا آندولن میں ساہتیہ کی بھومیکا
ہندی میں مباحثہ : صبح ۲-۷ (ب) ۱۰ رفروری
اپنی نگری: انٹرویو پر مبنی پروگرام : صبح ۱۵-۹ (ب) ۱۰ رفروری
سنسکرت شکشا پاٹھ نمبر ۱۵ : شام ۲۰-۵ (الف) ۱۰ رفروری
نیشنل پروگرام (ہندی)
عام آدمی اور قانون۔ مباحثہ : رات ۳۰-۹ (الف) ۱۱ رفروری
سنو رہیلا: راما ناتھ اوستھی کا دیہ پاٹھ : صبح ۳۰-۷ (الف) ۱۲ رفروری
وگیان چرچا: وگیان کی پرگتی کے پرتیک
آپ گرہ۔ ہندی میں تقریر : رات ۱۵-۸ (الف) ۱۲ رفروری
ورس اینڈ وائس
سروجنی نائیڈو کا ورس
تقریر لولا چٹرجی : رات ۳۰-۹ (ب) ۱۳ رفروری
سنسکرت شکشا پاٹھ نمبر ۱۶ : شام ۵-۵ (الف) ۱۴ رفروری
سماج سدھارک ڈاکٹر امبیڈکر
ہندی میں تقریر : رات ۱۵-۸ (الف) ۱۴ رفروری
ٹاکنگ اباؤٹ بکس
انگریزی میں کتابوں پر تبصرہ : رات ۳۰-۹ (ب) ۱۴ رفروری
ہو لوکن: انٹرویو پر مبنی پروگرام (ہندی میں) : صبح ۲-۷ (ب) ۱۵ رفروری

جالندھر، چنڈی گڑھ

جالندھر: میڈیم ویو ۴۳.۱۳ میٹر ۷۰۲ کلوہرٹز
۲۲۲.۲ میٹر ۱۳۵ کلوہرٹز
۲۹۲.۲ میٹر ۱۰۳۰ کلوہرٹز
چنڈی گڑھ میڈیم ویو ۲۹۱.۲ میٹر ۱۰۳۱ کلوہرٹز

خبریں

ہندی : صبح ۰۰-۸، دوپہر ۰۵-۱، ۱۰-۲، ۳۵-۲ (دھیمی رفتار سے)
شام ۵-۶، ۲۰-۶ (پرادیشک سماچار) رات ۳۵-۸، ۰۵-۱۱
پنجابی : صبح ۳۰-۸ دوپہر ۴۰-۱ شام ۱۰-۶ (پرادیشک سماچار) شام ۳۰-۷
انگریزی : صبح ۱۰-۸ دوپہر ۰۰-۱، رات ۰۰-۹ اور ۰۰-۱۱
اردو : صبح ۵۰-۸ دوپہر ۵۰-۱ رات ۱۵-۹ (خبریں) ۲۵-۹ تبصرہ
روزگار سماچار : شام ۴۰-۷

روزانہ نشر ہونے والے پروگرام

جالندھر 'الف'

صبح

۵۵-۵ وندے ماترم اور منگل دھونی
۰۵-۶ بھکتی سنگیت
۳۵-۶ موسم کا حال اور کھیتی باڑی پروگرام
۴۰-۶ پریچے : پروگراموں کا خلاصہ
۴۵-۶ آسا دی وار (اتوار)
۰۵-۷ امرت بودھ
۳۰-۷ رام چرت مانس (اتوار)
۰۵-۹ سامائیکی

دوپہر

۰۵-۱ فوجیوں کے لیے
۰۰-۲ موسم کا حال : انت کھیتی
۲۰-۲ سگم سنگیت (ساڈے آس پاس، ہفتہ)

شام

۳۰-۵ گوربانی وچار
۰۰-۶ مقامی اعلانات اور پروگراموں کا خلاصہ
۱۰-۶ پرادیشک سماچار (پنجابی)
۲۰-۶ پرادیشک سماچار (ہندی)
۳۰-۶ دیہاتی پروگرام
۴۰-۷ روزگار سماچار
۲۵-۹ اردو میں تبصرہ

جالندھر 'ب'

شام

۰۰-۶ یووانی پروگرام
۴۵-۶ یونیورسٹی پروگرام
۰۰-۷ پنجابی میں رنگارنگ پروگرام
۰۰-۸ اختتام

شاستریہ سنگیت

گائن

کمار گندھرو	: صبح ۰۵-۹ اور دوپہر ۲-۱۲	یکم فروری
راجن مشرا	: رات ۳۰-۱۰	یکم فروری
استاد عبدالکریم خاں	: صبح ۰۵-۹	۳ر فروری
روشن آرا بیگم	: رات ۳۰-۸	۳ر فروری
تیج پال سنگھ سریندر سنگھ	: صبح ۰۵-۹ اور رات ۳۰-۱۰	۴ر فروری
ملک ارجن منصور	: صبح ۱۰-۹	۵ر فروری
سنگیتا اندو پکرر	: رات ۰۰-۱۰	۵ر فروری
شوبھا گرٹو	: دوپہر ۲-۱۲	۶ر فروری
مہندر سنگھ	: صبح ۰۵-۹ اور رات ۳۰-۱۰	۷ر فروری
امرناتھ	: دوپہر ۱۵-۱۲ اور رات ۳۰-۱۰	۸ر فروری
اجیت سنگھ	: صبح ۵-۹ دوپہر ۲-۱۲	۹ر فروری
استاد بڑے غلام علی خاں	: صبح ۵-۹ رات ۳۰-۱۰	۱۰ر فروری
پنڈت اونکار ناتھ ٹھاکر	: صبح ۱۰-۹	۱۲ر فروری
ایرن رائے چودھری	: رات ۳۰-۱۰	۱۳ر فروری
پریم ناتھ ترکھا	: صبح ۵-۹ اور دوپہر ۲-۱۲ اور رات ۳۰-۱۰	۱۴ر فروری
باگیشری دیوی	دوپہر ۱۵-۱۲ رات ۳۰-۱۰	۱۵ر فروری

ساز سنگیت

ستار

پی۔ این۔ چھبر	: صبح ۰۵-۹ دوپہر ۲-۱۲	۲ر فروری
ہروندر کمار	: صبح ۰۵-۹ اور دوپہر ۲-۱۲	۸ر فروری

سرود

رتناکر ویاس	: صبح ۵-۹ اور رات ۳۰-۱۰	۱۱ر فروری

بانسری

راجندر سنگھ ویک	: صبح ۰۵-۹ اور دوپہر ۲-۱۲	۱۳ر فروری

شبد

سورا اقبال	: صبح ۳۰-۷	یکم فروری
کرتار سنگھ	: صبح ۲۰-۸	۲ر فروری
بھائی بخشش سنگھ راگی اور ساتھی	صبح ۳۰-۷ اور دوپہر ۱۵-۱۲ اور رات ۴۵-۷	۶ر فروری
بھائی امرجیت سنگھ راگی اور ساتھی	: صبح ۳۰-۷ اور دوپہر ۱۵-۱۲	۱۳ر فروری

بھجن

رمیش شرما	: صبح ۳۰-۷	۲ر فروری
دیپک چٹرجی	: صبح ۲۰-۸	۵ر فروری
راجکمار	: صبح ۲۰-۸	۷ر فروری
ہربھجن سنگھ	: صبح ۳۰-۷	۸ر فروری
ندی شرما	: صبح ۳۰-۷	۱۳ر فروری

لوک گیت

امریک سنگھ غازیا منگل	: دوپہر ۳۰-۲	یکم فروری
پرم جیت سنگھ پمی	: سہ پہر ۴۵-۴	یکم فروری
پورن سنگھ پون	: سہ پہر ۴۵-۴	۲ر فروری
سندر سنگھ پردیسی	: صبح ۲۰-۸	۴ر فروری
جگت سنگھ جگا	: دوپہر ۳۰-۲	۴ر فروری
بلکار سنگھ ماہی	: دوپہر ۳۰-۲	۶ر فروری
سعیدہ بانو	: دوپہر ۳۰-۲	۷ر فروری
سوری لتا	: دوپہر ۳۰-۲	۸ر فروری
ہردیو سنگھ خوشدل	: سہ پہر ۴۵-۴	۸ر فروری
نیلم بھاٹیہ اور ساتھی	: سہ پہر ۴۵-۴	۹ر فروری
رنگا سنگھ مان	: دوپہر ۳۰-۲	۱۰ر فروری
راجندر سنگھ راج اور ساتھی	: سہ پہر ۴۵-۴	۱۰ر فروری
پرو ملامچی	: دوپہر ۳۰-۲	۱۱ر فروری
رچھپال سنگھ پال	: رات ۱۵-۱۰	۱۱ر فروری
امریک سنگھ ہرگوبندپوری	: سہ پہر ۴۵-۴	۱۲ر فروری
امرجیت سنگھ گوردا سپوری	: دوپہر ۳۰-۲	۱۳ر فروری

پریت بالا : دوپہر ۳۰-۲ ۱۴رفروری
پورن چند وڈھالی اور ساتھی : دوپہر ۳۰-۲ ۱۵رفروری
گورجیت کور باوا اور ساتھی : سہ پہر ۴۵-۴ ۱۵رفروری
رنجنا : رات ۱۵-۱۰ ۱۵رفروری

ڈرامہ

رات ــ ۳۰-۹

ملاح کی بیٹی : اردو ڈرامہ : از رنگ اہیا پوری : یکم فروری
پل دو پل : پنجابی ڈرامہ : ۴رفروری
حاشیے پر لگے گلاب : ہندی ڈرامہ، از سریش سیٹھ : ۸رفروری
نہ اِس پار نہ اُس پار : پنجابی ڈرامہ، از گوردیال سنگھ پھل : ۱۱رفروری
پھولوں کی چیبھی : ہندی ڈرامہ، از سریش کمار شرما : ۱۵رفروری

جھلکیاں

ساڈے آس پاس : پنجابی
از : موہن لال : دوپہر ۲۰-۲ ۲رفروری

برق بمب - چرنجیت سنگھ : صبح ۲۵-۷ ۳رفروری
ساڈے آس پاس - پنجابی جھلکی
ایس ایس مینا : دوپہر ۲۰-۲ ۹رفروری
ساڈا دیس ساڈی سبھیتا
ایک ایس بٹالوی : صبح ۳۰-۷ ۱۲رفروری

تقریر

ہندی میں بال ساہتیہ - ہندی میں تقریر
پریم وج : رات ..-۸ یکم فروری
پنیالے دے روشن گھرانے
فتح علی خاں - پنجابی میں تقریر
از : ایک ایس دیگر : رات ..-۸ ۲رفروری
ادیمرن پاتر - آدھے ادھورے کا کالے سوٹ والا آدمی
ہندی میں تقریر - اوم اوستھی : رات ..-۸ ۴رفروری
مذہبی رواداری ایک رواتی ورثہ
اردو میں تقریر - کاشی رام : رات ..-۸ ۵رفروری
بھارت دی ادھونک چتر کاری
پنجابی میں تقریر - سروج پانڈے : رات ..-۸ ۶رفروری
ساہت کار - ملاقات
نیک چند کے ساتھ : رات ..-۸ ۸رفروری
قصہ سوہنی مہیوال : ہاشم
پنجابی میں تقریر - پروند سنگھ : رات ..-۸ ۹رفروری
حاضر میز حاضر - موہن راکیش
ہندی میں تقریر ہریش کنتل میگھ : رات ..-۸ ۱۰رفروری
تعلیم اور اخلاق - اردو میں تقریر
ہر بیلطس کمار کول : رات ..-۸ ۱۲رفروری
پنجابی دانا تہ کاویہ گورکھ ناتھ
پنجابی میں تقریر - ایس ایس سنت : رات ..-۸ ۱۳رفروری

شملہ

میڈیم ویو : ۶، ۳۸۷ میٹر ۷۷۴ کلو ہرٹز
شارٹ ویو : صبح ۳۰-۷ تک اور شام ۳۰-۶ کے بعد رات تک ۹۳-۹ میٹر ۳۲۲۳ کلو ہرٹز
صبح ۴۵-۷ کے بعد دوپہر ۴۵-۴ تک اور شام ..-۵ کے بعد ۴۹،۸۳ میٹر ۶۰۲۰ کلو ہرٹز

خبریں

ہندی : صبح ..-۸ دوپہر ۰۵-۱، ۰۱-۲ شام ۰۵-۶ اور رات ۴۵-۸
انگریزی : صبح ۱۰-۸ دوپہر ..-۱، ..-۲ اور رات ..-۹
سنسکرت : صبح ..-۷ اردو : صبح ۵۰-۸ ہندی میں علاقائی خبریں ۵۰-۷ شام

روزانہ نشر ہونے والے پروگرام

صبح

۱۵-۶ وندے ماترم - منگل دھونی
۲۰-۶ گیان وندو اور بھگتی سنگیت کا پروگرام وندنا
۴۵-۶ مانس گان
۵۵-۶ کھیتی باڑی
۰۵-۷ پروگراموں کا خلاصہ
۱۰-۷ کلاسیکی موسیقی / کرناٹک سنگیت / پرارتھنا سبھا
۳۰-۷ سامائیکی
۴۵-۷ پہاڑی سنگیت
..-۹ راجیہ کی چیٹھی
۰۵-۹ فلمی گانے
۳۰-۹ اختتام

دوپہر

۳۰-۱۲ اسکول براڈ کاسٹ
۵۰-۱۲ دلیش گان / فلمی دھن
۱۰-۱ فوجی بھائیوں کے لیے
۲۰-۲ سنہری کرنیں
۴۰-۲ سب رنگ
..-۳ اختتام

شام

..-۵ یووانی (منگل، جمعرات)
چنو منو (ہفتہ، پیر)
سرموری پروگرام (بدھ، جمعہ، اتوار)
۲۰-۵ مہاسوی پروگرام (بدھ، جمعہ، اتوار)
چمبا یانگی پروگرام (منگل، جمعرات، ہفتہ)
۴۰-۵ بلاسپوری پروگرام (بدھ، جمعہ، ہفتہ)
کلوی پروگرام (منگل، جمعرات)
۱۰-۶ کانگڑی پروگرام (منگل، جمعرات، ہفتہ)
منڈیالی پروگرام (بدھ، جمعرات، اتوار)
ہیلا سمیلن (پیر)
۳۰-۶ کنزی پروگرام (پیر، بدھ، جمعہ)
لاہول سپتی پروگرام (منگل، جمعرات، ہفتہ، اتوار)
۵۰-۶ پرکاش کرنیں / لاہولی، کنزی گانے
..-۷ کھیل سماچار
۰۵-۷ گرامین یو واؤں کے لیے
۲۵-۷ کرشی جگت / ریڈیو دیہاتی گوشٹھی
..-۸ روزگار سوچنائیں
۰۵-۸ دھارا رے گیت
۳۰-۱۰ اختتام (منگل، ہفتہ کو ۰۵-۱۱ پر)

شاستریہ سنگیت

— گائن —

سنگھ بندھو : صبح ۲۵-۸ یکم فروری
پربھو دیو سردار : صبح ۱۰-۷ ۳رفروری
شرافت حسین خاں : صبح ۱۰-۷ ۷رفروری
راجن مشرا ساجن مشرا : صبح ۱۰-۷ ۱۰رفروری
ڈاگر بندھو : رات ..-۱۰ ۱۱رفروری

ودیا دھر ویاس : صبح ۱۰-۷ ۱۲رفروری

ساز سنگیت

— وائلن —

ستیہ دیو پوار : رات ۲۵-۸ یکم فروری
سبرکنا دھر چودھری : صبح ۱۰-۷ ۴رفروری

— ستار —

سروجیت کور : صبح ۱۰-۷ ۲ رفروری

وچتروینا

رمیش پریم : رات ۲۵-۸ ۳ رفروری

بانسری اور وائلن وادن

ہمانشو بسواس اور روبن گھوس : صبح ۱-۷ ۹ رفروری

گٹار

برج بھوشن لال کابرا : رات ۲۵-۸ ۱۰ رفروری

سارنگی

چھوٹے خاں : صبح ۱۰-۷ ۱۱ رفروری

بانسری

پرکاش وڈھیرا صبح ۱۰-۷ ۱۴ رفروری

طبلہ

شیخ داؤد : رات ۲۵-۸ ۱۵ رفروری

سگم سنگیت

پریتی چاولہ : صبح ۲۱-۸ اور رات ۲۵-۸ یکم فروری
پریرنیا اودک : رات ۴۵-۹ ۴ رفروری
نظیر احمد نیاز احمد : رات ۱۵-۸ ۵ رفروری
رماسین : رات ۲۵-۸ ۶ رفروری
سیتارام : رات ۲۱-۸ ۹ رفروری
شانتا آر سنگھ : صبح ۲۱-۸ اور رات ۴۵-۹ ۱۲ رفروری
سریندر سنگھ بیدی : رات ۱۵-۸ ۱۲ رفروری
اوشا سیٹھ : رات ۲۵-۸ ۱۳ رفروری
شوبھا گورٹو : رات ۱۵-۸ ۱۴ رفروری

ہلکی کلاسیکی موسیقی

سوتادیوی : صبح ۲۱-۸ ۶ رفروری
لکشمی شنکر : صبح ۲۱-۸ ۱۳ رفروری

پنجابی گیت

گوردیپ سنگھ : صبح ۲۱-۸ ۷ رفروری
آسا سنگھ مستانا اور سریندر کور : صبح ۲۱-۸ ۱۴ رفروری

بھگتی سنگیت

مہدی حسن : رات ۲۵-۸ ۷ رفروری

لوک سنگیت

لیلا بھنڈاری : صبح ۴۵-۷ یکم فروری
ہیت رام اور سیتا دیوی : صبح ۴۵-۷ ۲ رفروری
بھوپ سنگھ : رات ۰۰-۸ ۳ رفروری
روشنی دیوی : صبح ۴۵-۷ ۵ رفروری
سوبھو رام اور ساقی : رات ۰۰-۸ ۶ رفروری

(آگے ص ۴۳ پر)

روہتک

میٹر ۴۰ء۴ ۔۔۔ ۲۲۲ ۔۔۔ کلو ہرٹز

خبریں

ہندی میں خبریں: صبح ۰۰-۸ دوپہر ۰۵-۱ شام ۰۵-۶ رات ۴۵-۸
انگریزی میں خبریں: صبح ۱۰-۸ دوپہر ۰۰-۱ شام ۰۰-۶ رات ۰۰-۹

روزانہ نشر ہونیوالے پروگرام

صبح

۳۰-۶ اور ۰۵-۷ شام بھگتی سنگیت
۵۵-۶ کھیتی باڑی
۰۵-۷ پروگراموں کا خلاصہ
۲۵-۰ ضلع کی چھٹی
۲۱-۸ لوک سنگیت

(اتوار کو بچوں کیلئے)

۴۰-۸ سب رس

دوپہر

۱۰-۱ فلمی سنگیت
۴۰-۱ اسکول براڈکاسٹ (سوائے ہفتہ، اتوار اور تعطیلات)
۲۰-۲ لوک سنگیت

شام

۳۰-۵ یووا سنسار
۱۰-۶ علاقائی لوک سنگیت (بدھ کو ننھے منے)
۳۰-۶ کرشی جگت
۰۰-۰ گرامین سنسار
۳۰-۷ روزگار سماچار
۱۶-۹ ایک فلم سے

شاستریہ سنگیت

گنگا پرشاد پاٹھک : صبح ۳۰-۷ اور رات ۰۰-۱۰ بجے ۴ رفروری
راجن مشرا ساجن مشرا : صبح ۳۰-۷ اور رات ۰۰-۱۰ ۶ فروری
سیم سین جوشی : صبح ۳۰-۷ ۱۰ رفروری
بنالال سوسنگی : صبح ۳۰-۷ اور رات ۰۰-۱۰ ۱۱ رفروری
شری کانت باکرے : صبح ۳۰-۷ اور رات ۰۰-۱۰ ۱۳ رفروری
سنگھ بندھو : صبح ۳۰-۷ ۱۵ رفروری

ساز سنگیت

سرود

ایس جی رائے چودھری : صبح ۳۰-۷ اور رات ۰۰-۱۰ یکم فروری

طبلہ

ولایت حسین خاں : صبح ۳۰-۷ اور رات ۰۰-۱۰ ۲ رفروری
علی اکبر خاں : صبح ۳۰-۷ اور رات ۰۰-۱۰ ۳ فروری
جان خاں اکبر آبادی : صبح ۳۰-۷ ۵ رفروری

ستار

ونے کمار : صبح ۳۰-۷ اور رات ۰۰-۱۰ ۸ رفروری
شمیم احمد : صبح ۳۰-۷ ۹ رفروری
شیر سنگھ : صبح ۳۰-۷ ۱۲ رفروری

لوک سنگیت

شیام لال اور ست ویر سنگھ : صبح ۲۱-۸ دوپہر ۲۰-۲ یکم فروری
سکھ بیر سنگھ اور سنتوش دھنکڑ اور سہیلیاں : صبح ۲۱-۸ اور دوپہر ۲۰-۲ ۲ رفروری
سیتا دتی اور راج کمار شرما : صبح ۲۱-۸ اور دوپہر ۲۰-۲ ۴ رفروری
پریم لتا ڈاگر اور راجیش کمار : صبح ۲۱-۸ اور دوپہر ۲۰-۲ ۵ رفروری
ٹیکا اور روی شنکر : صبح ۲۱-۸ اور دوپہر ۲۰-۲ ۶ رفروری
ست نارائن وشنو اور رام کمار سوا بلیا : صبح ۲۱-۸ اور دوپہر ۲۰-۲ ۷ رفروری

نیج کمار اور راجندر کمار	صبح ۲۱-۱ اور دوپہر ۲۰-۲	۸ فروری
نرسنگھ آریہ اور رشمی کمانا گر	صبح ۲۱-۹ اور ۲۰-۲	۹ فروری
راجندر مانک	دوپہر ۲۰-۲	۱۱ فروری
راج بالا سکینا راٹھی	دوپہر ۲۰-۲	۱۲ فروری
تانی دیوی	صبح ۲-۹ اور دوپہر ۲۰-۲	۱۳ فروری
سوشیلا گرد ور	دوپہر ۲۰-۲	۱۴ فروری
روحدار خان اور ساتھی	دوپہر ۲۰-۲	۱۵ فروری

سنگم سنگیت

صبح ۱۰-۷ اور شام ۵۳-۷

سورج پرکاش گروپ		یکم فروری
سیما شرما	:	۲ فروری
تھو سن	:	۳ فروری
بالیلا سنگھ		۴ فروری
ابن کے تدما	:	۵ فروری
زوبا لیلا		۶ فروری
دیو راجہ جین		۷ فروری
رجیش کما	:	۸ فروری
نن کشور	:	۹ فروری
سیرا بوس	:	۱۰ فروری
تمینا آزاد	:	۱۱ فروری
ملک راج چندلا		۱۲ فروری
جیوتی دلال	:	۱۳ فروری
افشاں احمد صدیقی	:	۱۴ فروری
آشا اگروال	:	۱۵ فروری

علاقائی گیت

شام ـــــ ۱۰-۶

پنجابی	:	۲ فروری
سندھی	:	۴ فروری
گجراتی	:	۵ فروری
بھوجپوری	:	۱۱ فروری
بنگالی	:	۱۲ فروری

ایک فلم سے

رات ـ ۱۶-۹

فلم:

انوپما	:	یکم فروری
سسرال	:	۲ فروری
آرتی	:	۳ فروری
تپسیا	:	۴ فروری
سیما	:	۵ فروری
انوکھا	:	۶ فروری

آدمی	:	۸ فروری
سیوک	:	۹ فروری
میٹر ردمیو	:	۱۰ فروری
عشق، عشق، عشق	:	۱۱ فروری
گنگا جمنا	:	۱۲ فروری
بڑی بہن		۱۳ فروری

ضلع کی چٹھی

صبح ۲۵-۷

ضلع:

سونی پت	:	یکم فروری اور ۱۳ فروری
سرسہ	:	۲ فروری اور ۱۴ فروری
فرید آباد	:	۳ فروری اور ۱۵ فروری
روہتک		۴ فروری
حصار	:	۵ فروری
امبالہ	:	۶ فروری
بھوانی	:	۷ فروری
کرنال	:	۸ فروری
گوڑ گاؤں	:	۹ فروری
جیند	:	۱۰ فروری
کوروکشیتر	:	۱۱ فروری

مہیندر گڑھ	:	۱۲ فروری

متفرقات

ہریانہ درشن	ہر بدھ	رات ۰۰-۸
چلتے چلتے	ہر جمعرات	صبح ۳۰-۷
گاندھی چرچا	ہر جمعہ	صبح ۳۰-۸
بال کنج	ہر اتوار	صبح ۲۱-۸
آنگن باڑی	ہر بدھ	دوپہر ۳۰-۱۲
گھر آنگن	ہر جمعرات	رات ۹-۸
آپ کا خط ملا	ہر جمعرات	رات ۱۶-۹
چرچا کا دشے ہے		رات ۳۰-۹

کھیل جگت	رات ۰۰-۸	یکم فروری
جھلکی	رات ۳۰-۹	۲ فروری
انگریزی میں تقریر	رات ۰۰-۸	۴ فروری
ہندی کویتا پاٹھ	رات ۰۰-۸	۵ فروری
ہندی میں تقریر	رات ۰۰-۸	۶ فروری
وگیان کلب	رات ۰۰-۸	۸ فروری
ملاقات	شام ۱۰-۶	۱۰ فروری
انگریزی میں تقریر	رات ۰۰-۸	۱۱ فروری
اردو کویتا پاٹھ	رات ۰۰-۸	۱۲ فروری

بقیہ: شملہ

منورما چوہان اور بانکے رام جوشی	صبح ۴۵-۷	۷ فروری
میرا بچار دواج	رات ۰۰-۸	۹ فروری
پشپ سنا اور یشو رام پال	صبح ۴۵-۷	۹ فروری
کرن شرما	رات ۰۰-۸	۱۰ فروری
راجہ رام	رات ۰۰-۸	۱۱ فروری
اوشا شرما اور گپتا رام ٹھاکر	صبح ۴۵-۷	۱۴ فروری
کلی دیوی چوہان	صبح ۴۵-۷	۱۵ فروری
مست رام ٹھاکر	رات ۰۰-۸	۱۵ فروری

تقریر ـ بات چیت

انسانیت (قرآن سے)	صبح ۳۵-۶	یکم فروری
گرنتھ گاتھا	رات ۱۶-۹	یکم فروری
پار برہم کے سروپ	صبح ۳۵-۶	۲ فروری
سنسار کی کرتویہ	صبح ۳۵-۶	۳ فروری
ایشور سرب ویاپک ہے	صبح ۳۵-۶	۴ فروری
گورو روی داس	صبح ۴۰-۷	۴ فروری
سنت روی داس	صبح ۳۵-۶	۵ فروری
پانچ مہمان	صبح ۳۵-۶	۶ فروری
آرتھ کی آرتھ مہتتا	صبح ۳۵-۶	۷ فروری

ابھرتا پرتبھا: ستل سہران	صبح ۳۵-۸	۸ فروری
شاشن پرنالی	صبح ۳۵-۶	۹ فروری
اہم	صبح ۳۵-۶	۱۰ فروری
وگیان اور دھرم	صبح ۳۵-۶	۱۱ فروری
سنت گیانیشور	صبح ۴۰-۷	۱۱ فروری
ہماچل لوک گاتھاؤں میں پورانک پتر	رات ۱۶-۹	۱۱ فروری
پربھو	صبح ۳۵-۶	۱۲ فروری

ناٹک / فیچر

بڑے بابو	رات ۰۰-۷	۳ فروری
شنکریں گلایا	رات ۰۰-۷	۴ فروری

خط وکتابت کرتے وقت اپنا پتہ صاف وخوشخط تحریر کیجئے۔

بھوپال، راپور، گوالیار، جبلپور

بھوپال الف ۲۰۲۱ میٹر ۱۴۸۵ کلو ہرٹز بھوپال ب ۲۲۳/۱۳ میٹر ۱۳۳۳ کلو ہرٹز

شارٹ ویو

صبح ۴۵۔ ۷ تک ۶/۱۲ میٹر ۳۳۱۵ کلو ہرٹز

صبح ۰۰۔ ۸ بجے کے بعد ۸/۰۱ ۵ میٹر ۵۹۹۰ کلو ہرٹز

دوپہر ۳۱/۴۸ میٹر ۶۱۸۰ کلو ہرٹز

شام اور رات ۶/۱۲ میٹر ۳۳۱۵ کلو ہرٹز

رائے پور: ۳۰۵/۹ میٹر ۹۸۱ کلو ہرٹز گوالیار ۲۱۶/۴ میٹر ۱۳۸۶ کلو ہرٹز

جبلپور ۲۵۴/۲ میٹر ۱۱۷۹ کلو ہرٹز

خبریں

ھندی: صبح ۰۰۔۸، ۰۵۔۹ (پرادیشک) دوپہر ۰۵۔۱، ۰۱۔۲، ۴۵۔۲ شام ۰۵۔۶

رات ۴۵۔۸ (۰۵۔۱۱ صرف ہفتے کو)

انگریزی: صبح ۱۰۔۸ دوپہر ۰۰۔۱ شام ۰۰۔۶ رات ۰۰۔۹ (۰۰۔۱۱ صرف ہفتے کو)

شاستریہ سنگیت

گائن

سدھ رام سوامی کوروار صبح ۳۰۔۸ اور

رات ۳۰۔۱۰ ۴ر فروری

سعید خاں صبح ۴۵۔۷ ۵ر فروری

پنڈت منی رام جی رات ۳۰۔۱۰ ۶ر فروری

نرملا دیوی صبح ۴۵۔۷ اور

رات ۳۰۔۱۰ ۷ر فروری

میرا دیوی راؤ رات ۳۰۔۱۰ ۸ر فروری

ہیش دت پانڈے صبح ۳۰۔۸ ۹ر فروری

رام داس مونگرے صبح ۳۰۔۸ اور

رات ۳۰۔۱۰ ۱۱ر فروری

شیش کماری شاہ صبح ۴۵۔۷ ۱۲ر فروری

لکشمی شنکر رات ۳۰۔۱۰ ۱۳ر فروری

استاد امیر خاں رات ۳۰۔۱۰ ۱۵ر فروری

ہیرا دیوی مشر صبح ۴۵۔۷ اور

رات ۳۰۔۱۰ ۱۴ر فروری

سازسنگیت

پکھاوج

امبا داس آگلے صبح ۵۰۔۹ اور

دوپہر ۴۰۔۱ ۳ر فروری

سرود

رحمت خاں صبح ۳۰۔۸ اور

رات ۰۰۔۱۰ ۹ر فروری

ایس۔ کے۔ داس گپتا صبح ۳۰۔۸ اور

رات ۰۰۔۱۰ ۱۳ر فروری

سارنگی

عبداللطیف خاں صبح ۳۰۔۸ ۷ر فروری

وائلن

ونت رانڈے صبح ۵۰۔۹ اور

دوپہر ۴۰۔۱ ۱۰ر فروری

ستار

بدھ دیو داس گپتا صبح ۳۰۔۸ اور

رات ۰۰۔۱۰ ۱۲ر فروری

سگم سنگیت

صبح ۲۱۔۸ اور دوپہر ۳۰۔۱

کلجیت سنگھ سینگر یکم فروری

اوما اپادھیائے ۲ر فروری

وکیل احمد ۳ر فروری

مینا کوکن ٹھیکر ۵ر فروری

جے راج مولوانی ۶ر فروری

ذوالفقار علی خاں ۷ر فروری

سریکھا گندھے ۸ر فروری

ارمی داس گپتا ۹ر فروری

لوک گیت

میناکشی تیواری یکم فروری

سشما لال ۲ر فروری

رام نارائن بھوٹیا ۳ر فروری

دامودر پرساد سونی ۷ر فروری

دیپا شرما ۸ر فروری

سوشیلا شرما ۹ر فروری

تیج رام ۱۰ر فروری

ہرگووند سونی ۱۱ر فروری

سوشیلا شریواستو ۱۴ر فروری

مالتی لتا مالوی ۱۵ر فروری

دوپہر ۱۵۔۳

منجولتا شریواستو یکم فروری

لالہ رام کارپینٹر ۴ر فروری

وسنت کمار روبے ۶ر فروری

بابا پورن داس دیوان ۸ر فروری

مدھو بالا شریواستو ۱۱ر فروری

وشوکرما کمل ۱۳ر فروری

منورما شریواستو ۱۵ر فروری

صبح ۳۰۔۷، دوپہر ۳۰۔۲

انوپما گماشتہ ۴ر فروری

بدری پرساد شریواستو ۵ر فروری

پرمانند راشیکوار ۶ر فروری

دیوی داس کشواہا ۱۲ر فروری

رام سیوک کھرایے ۱۳ر فروری

کاویہ پاٹھ

دوپہر ۲۰۔۱

شیام چوریا ۲ر فروری

ڈاکٹر راجا گمبھیروا ۵ر فروری

جیون لال وریا ودروہی ۹ر فروری

یش پال سنگھ ٹھاکر ۱۲ر فروری

ہندی تقریر

'مدھیہ پردیش کے ناگری کرن آکرتی'

از ڈاکٹر جے پی سنگھ رات ۱۵۔۸ ۵ر فروری

'وچار جگت کے دیپ استمبھ ـــ 'پابلو نرودا'

از ڈاکٹر این ایس پٹیل رات ۰۰۔۸ ۷ر فروری

'بھوپال کے بن وہار'

از ڈاکٹر سریش مشر رات ۱۵۔۸ ۱۲ر فروری

'لوک ناٹیہ پرمپرا ـــ کرما'

از پالیشور پرساد شرما رات ۰۰۔۸ ۱۴ر فروری

(آگے ص ۴۸ پر)

کلکتہ

کلکتہ 'اے' ۴۶۵ء۶ میٹر — ۶۵۷ کلوہرٹز
کلکتہ 'بی' ۲۹۷ء۶ میٹر — ۱۰۰۸ کلوہرٹز
کلکتہ 'سی' ۲۲۶ء۷ میٹر — ۱۳۲۳ کلوہرٹز
کلکتہ 'ڈی' ۲۴۵ء۱ میٹر — ۱۲۲۴ کلوہرٹز

شاستریہ سنگیت

گائن

غلام اکبر خاں (خیال) : صبح ۸-۳۰ (اے) اور
رات ۹-۳۰ (بی) — یکم فروری

گوپا سانیاں (خیال) : صبح ۹-۳۰ (بی) اور
دوپہر ۱-۰۰ (اے) — ۲ر فروری

پولاتی سنہا (خیال) : صبح ۸-۴۰ (اے) اور
سہ پہر ۳-۳۰ (ایس) — ۳ر فروری

ابجے چکرورتی : صبح ۹-۳۰ (بی)
رات ۹-۰۰ (اے) — ۴ر فروری

پرتیما چٹرجی (خیال) : صبح ۸-۳۰ (اے)
ٹھمری : دوپہر ۲-۱۵ (ایس)
خیال : رات ۹-۴۰ (ایس) — ۵ر فروری

نرملیا دسے الاپ اور
دھرپد : صبح ۹-۳۰ (بی)
رات ۹-۰۰ (اے) — ۶ر فروری

دینا ناتھ مصرا : خیال : صبح ۹-۳۰ (بی)
ٹھمری : دوپہر ۲-۴۵ (بی)
خیال : شام ۷-۳۰ (بی)
رات ۹-۰۰ (اے) — ۸ر فروری

اوشارنجن مکھرجی : خیال : صبح ۸-۳۰ (بی)
ٹھمری : دوپہر ۲-۱۵ (ایس)
خیال : رات ۹-۳۰ (ایس) — ۷ر فروری

ایلورا مترا : خیال : صبح ۸-۳۰ (اے)
دوپہر ۳-۳۰ (ایس) — ۹ر فروری

نثار حسین خاں : صبح ۹-۳۰ (بی)
دوپہر ۳-۳۰ (ایس)
رات ۹-۰۰ (اے) — ۱۰ر فروری

امریش چندرا چودھری : خیال : صبح ۸-۳۰ (اے)
دوپہر ۳-۳۰ (ایس) — ۱۱ر فروری

بچن داس موتی لال
خیال اور ٹھمری : صبح ۹-۳۰ (بی)
خیال : دوپہر ۱-۰۰ (اے)
سہ پہر ۳-۳۰ (ایس) — ۱۲ر فروری

دیپ شنکر دویدی
الاپ اور دھرپد : صبح ۸-۳۰ (اے)
الاپ اور دھمار : سہ پہر ۳-۳۰ (ایس) — ۱۳ر فروری

تیما ٹھاکر ۔ خیال اور ٹھمری : صبح ۸-۳۰ (اے)
خیال : سہ پہر ۳-۳۰ (ایس)
ٹھمری : رات ۹-۴۵ (ایس) — ۱۴ر فروری

ساز سنگیت

ستار

اندرانل بھٹاچاریہ : صبح ۸-۳۰ (اے)
سہ پہر ۳-۳۰ (ایس)
شام ۷-۳۰ (بی) — ۲ فروری

سُنیل کمار چکرورتی : صبح ۹-۳۰ (بی)
رات ۹-۰۰ (اے) — ۳ر فروری

گوبند چندر ارادی : صبح ۹-۳۰ (بی)
سہ پہر ۳ (اے) — ۵ فروری

دیپک چکرورتی : صبح ۸-۳۰ (اے)
سہ پہر ۳-۳۰ (ایس) — ۶ر فروری

سبرتو رائے چودھری : صبح ۸-۳۰ (اے)
رات ۹-۳۰ (بی) — ۸ر فروری

ایر سرکار : صبح ۹-۳۰ (بی)
رات ۹-۰۰ (اے) — ۱۱ر فروری

مدھوسدن بنرجی : صبح ۹-۰۵ (بی)
دوپہر ۲-۰۰ (اے)
رات ۹-۴۵ (ایس) — ۱۲ر فروری

پرتیما چودھری : صبح ۹-۳۰ (بی)
رات ۹-۰۰ (اے) — ۱۳ر فروری

سرود

شیامل ناتھ : صبح ۸-۳۰ (اے)
سہ پہر ۳-۳۰ (ایس) — ۴ر فروری

بدھ دیو داس گپتا : صبح ۹-۳۰ (اے)
شام ۷-۳۰ (بی)
رات ۹-۰۰ (اے) — ۱۴ر فروری

بانسری

مرنال کانتی رن : صبح ۹-۱۵ (بی)
شام ۷-۵۰ (بی)
سہ پہر ۳-۰۰ (اے) — ۸ر فروری

امریتلال رن : صبح ۷-۰۵ (بی)
شام ۷-۰۰ (بی)
شام ۷-۳۰ (اے) — ۱۳ر فروری

گیٹار

بانک نندی : صبح ۷-۰۵ (بی)
صبح ۹-۰۵ (بی)
دوپہر ۲-۰۰ (اے)
شام ۶-۵۵ (بی) — ۳ر فروری

کارتک باسک : صبح ۹-۰۵ (بی)
دوپہر ۲-۵۵ (اے)
شام ۶-۴۰ (بی)
رات ۹-۴۵ (بی) — ۴ر فروری

کمل پنڈت : صبح ۷-۰۵ (بی)
صبح ۹-۰۵ (بی)
دوپہر ۲-۰۰ (اے)
شام ۵-۵۵ (بی)
شام ۷-۰۰ (بی) — ۱۰ فروری

رابندر سنگیت

سجے جینتی : صبح ۶-۲۰ (بی)
صبح ۹-۱۵ (ایس)
دوپہر ۲-۵۵ (اے) — یکم فروری

دکشنی : صبح ۷-۴۰ (اے)
سہ پہر ۲-۳۰ (ایس)
شام ۷-۰۰ (بی) — ۲ر فروری

سومترا سین : صبح ۷-۴۰ (اے)
رات ۸-۰۰ (بی) — ۳ر فروری

ریتو گوہا : صبح ۹-۱۵ (ایس)
شام ۶-۴۵ (ایس)
رات ۱۰-۵۰ (اے) — ۳ر فروری

ریتا گوش : صبح ۷-۴۰ (اے)
سہ پہر ۳-۲۰ (ایس)
شام ۶-۳۵ (بی) — ۴ر فروری

منجوری لال : صبح ۷-۴۰ (اے)
سہ پہر ۳-۲۰ (ایس)
شام ۵-۵۵ (بی) — ۵ر فروری

میرا گپتا : صبح ۷-۴۰ (اے)
سہ پہر ۳-۲۰ (ایس)
شام ۵-۵۵ (بی) — ۶ر فروری

ریبی چودھری : صبح ۶-۲۰ (بی)
رات ۸-۲۱ (بی)
رات ۱۰-۴۰ (اے) — ۷ر فروری

سری نندا مکھرجی : صبح ۴۰-۷ (اے)
سہ پہر ۲۰-۳ (ایس)
شام ۳۵-۶ (بی) ۸ فروری

نیلیما سین : صبح ۴۰-۷ (اے)
سہ پہر ۲۰-۳ (ایس)
شام ۵۵-۶ (بی) ۹ فروری

سُپریتی گھوش : صبح ۱۵-۹ (ایس)
رات ۴۵-۸ (اے) ۹ فروری

سیلن داس : صبح ۴۰-۷ (اے)
صبح ۱۵-۹ (ایس)
شام ۵۵-۶ (بی) ۱۰ فروری

اربند بسواس : صبح ۲۰-۶ (بی)
صبح ۴۰-۷ (اے)
رات ۲۰-۱۰ (ایس) ۱۱ فروری

انورادھا مصطفی : صبح ۴۰-۷ (اے)
سہ پہر ۲۰-۳ (ایس)
شام ۲۵-۶ (بی) ۱۲ فروری

بانی ٹیگور : صبح ۴۰-۷ (اے)
رات ۴۵-۹ (بی) ۱۳ فروری

گوتم مترا : صبح ۴۰-۷ (اے)
سہ پہر ۲۰-۳ (ایس)
شام ۳۵-۶ (بی) ۱۴ فروری

جینتی پورا کیتھا : صبح ۴۰-۷ (اے)
صبح ۱۵-۹ (ایس)
شام ۴۵-۶ (بی) ۱۵ فروری

نذرل گیتی

مجو بوس : صبح ۲۰-۹ (اے)
سہ پہر ۰۰-۳ (ایس)
شام ۴۵-۶ (بی) ۲ فروری

منابندر مکھرجی : سہ پہر ۰۰-۳ (ایس)
رات ۵۰-۱۰ (اے) ۷ فروری

سجیت بنرجی : صبح ۲۰-۹ (ایس)
رات ۱۵-۸ (اے) ۱۱ فروری

چندرا چیٹرجی : صبح ۲۰-۹ (اے) ۱۲ فروری

سجاتا سرکار : رات ۵۰-۸ (اے) ۱۴ فروری

کلیان چیٹرجی : صبح ۲۰-۹ (اے)
سہ پہر ۰۰-۳ (ایس)
شام ۳۵-۶ (بی) ۱۵ فروری

لوک گیتی

کانتک چندر ادھیکاری: صبح ۴۰-۶ (اے)
صبح ۴۵-۸ (بی)
شام ۱۵-۶ (بی) یکم فروری

اسوماں رائے : شام ۵۵-۶ (بی)
رات ۰۵-۱۰ (اے) یکم فروری

اپربا چودھری : صبح ۴۰-۶ (اے)
صبح ۴۵-۹ (ایس)
رات ۲۰-۱۰ (اے) ۲ فروری

امل کرشن مال : صبح ۴۰-۶ (اے)
صبح ۴۵-۸ (ایس)
شام ۱۵-۶ (بی) ۳ فروری

مینو دست : صبح ۴۰-۶ (اے)
صبح ۴۵-۸ (بی)
شام ۱۵-۶ (بی) ۴ فروری

شکاری داس باؤل : صبح ۴۵-۸ (ایس)
صبح ۴۵-۹ (بی)
رات ۴۵-۸ (اے) ۵ فروری

سپنا چکرورتی : صبح ۴۰-۶ (اے)
صبح ۴۵-۹ (ایس)
رات ۲۰-[illegible] (اے) ۶ فروری

پورنا چندر داس : صبح ۴۵-۸ (بی)
شام ۵-۶ (بی)
رات ۳۰-۱۰ (اے) ۶ فروری

سدھا چندرا : صبح ۴۰-۶ (اے)
صبح ۴۵-۸ (بی)
رات ۰۵-۹ (بی) ۷ فروری

گوری رانی گھوش : صبح ۴۰-۶ (اے)
دوپہر ۳۰-۱۲ (اے)
دوپہر ۴۵-۲ (اے) ۸ فروری

گیتا اچاریہ : صبح ۴۰-۶ (اے)
صبح ۴۵-۹ (ایس)
شام ۱۵-۶ (بی) ۹ فروری

دلیپ کمار برہما : صبح ۴۰-۶ (اے)
صبح ۴۵-۸ (بی)
شام ۰۵-۷ (بی) ۱۰ فروری

بشنو پدا داس : صبح ۴۵-۹ (ایس)
شام ۱۵-۶ (بی)
رات ۴۰-۱۰ (اے) ۱۰ فروری

راکھل داس باؤل : صبح ۴۰-۶ (اے)
صبح ۴۵-۸ (بی)
شام ۱۵-۶ (بی) ۱۱ فروری

پرہلاد برہماچاری : صبح ۴۵-۹ (ایس)
رات ۱۵-۹ (اے) ۱۲ فروری

کیشب چندر بنرجی : صبح ۴۰-۶ (اے)
صبح ۴۵-۹ (ایس)
شام ۱۵-۶ (بی) ۱۳ فروری

دولی جن گھوش : صبح ۴۰-۶ (اے)
صبح ۴۵-۹ (ایس)
شام ۱۵-۶ (بی) ۱۴ فروری

چندرا کانتی داس : صبح ۴۰-۶ (اے)
دوپہر ۵۰-۲ (بی)
شام ۱۵-۶ (بی) ۱۵ فروری

ادھونک

الومان رائے : صبح ۲۵-۶ (بی) یکم فروری

دلیپ سرکار : صبح ۱۵-۹ (اے)
سہ پہر ۰-۳ (ایس)
شام [illegible] (بی) ۳ فروری

[illegible] : صبح ۳۰-۸ (بی)
سہ پہر ۱-۳ (ایس)
شام ۳۰-۷ (اے) ۵ فروری

[illegible] : صبح ۳۰-۸ (بی)
رات ۵-۹ (اے) ۶ فروری

[illegible] : صبح ۳۰-۸ (بی) ۷ فروری

[illegible] : صبح ۳۰-۸ (بی)
سہ پہر ۱-۳ (ایس)
رات ۰۵-۱۰ (اے) ۸ فروری

[illegible] : صبح ۱۵-۸ (اے)
سہ پہر ۱-۳ (ایس) ۸ فروری

مایا بوس : صبح ۳۰-۸ (بی)
رات ۳۰-۸ (اے) ۹ فروری

تنا راگنگولی : صبح ۳۰-۸ (ایس)
رات ۴۵-۸ (اے) ۱۰ فروری

کرشنا چیٹرجی : صبح ۱۵-۸ (اے)
رات ۴۵-۹ (بی) ۱۱ فروری

چندرا چیٹرجی : صبح ۳۰-۸ (بی) ۱۲ فروری

عروبا ناگ : صبح ۴۵-۶ (بی)
سہ پہر ۲۰-۳ (اے)
شام ۳۵-۶ (بی) ۱۳ فروری

سجاتا سرکار : سہ پہر ۱۰-۳ (ایس)
شام ۰۰-۷ (بی) ۱۴ فروری

ساتیناتھ مکھرجی : صبح ۳۰-۸ (بی)
رات ۰۵-۱۰ (اے) ۱۵ فروری

بھجن

میرا رائے چودھری : دوپہر ۴۰-۱ (اے)
شام ۵۵-۵ (بی) یکم فروری

چندر شیکھر داس : صبح ۰۵-۶ (بی)
صبح ۱۵-۷ (اے)
شام ۲۵-۶ (بی) ۴ فروری

(آگے ص ۴۸ پر)

1157

بیکانیر

۲۱۵۰۲ میٹر ۱۳۹۵ کلو ہرٹز

خبریں

(جے پور سے)

رادیشک سماچار (ہندی): صبح ۵۰-۹، شام ۵-۰۰
ضلع کی چٹھی (سوائے اتوار) شام ۱۵-۷
رادیشک سماچار راجستھانی: شام ۵۰-۵

خبریں (دہلی سے ریلے)

ہندی: صبح ۰۰-۸، دوپہر ۰۵-۱، ۰۰-۲ اور
۴۵-۲ (دھیمی رفتار سے)
شام ۰۵-۶، رات ۴۵-۸، ۰۵-۱۱
انگریزی: صبح ۱۰-۹، دوپہر ۰۰-۱، ۰۰-۲ اور
رات ۰۰-۹، ۰۰-۱۱
سندھی: صبح ۴۰-۸، شام ۱۵-۶
کھیل کود کی خبریں (ہندی): شام ۰۰-۷
راجیہ کی چٹھی (ہندی): صبح ۰۰-۹
سنسکرت: صبح ۰۰-۷، شام ۱۰-۶
سامیکی (ایک دن پہلے ریکارڈ کیا گیا کاریہ کرم): صبح ۵۰-۸

روزانہ نشر ہونیوالے پروگرام

صبح
۳۵-۶ وندنا
۵۵-۶ چنتن
۰۵-۷ کاریہ کرموں کا ویورن
۲۰-۷ بھجن گان
۳۰-۷ اور دوپہر ۳۰-۱ شاستریہ سنگیت

شام
۰۵-۵ یوواوانی
۵۵-۵ روزگار سماچار
۰۰-۶ استھانیہ سوچنائیں کاریہ کرموں کا ویورن
۰۰-۸ ہندی وارتا (سوائے منگل اور جمعرات)

جے پور سے ریلے

صبح
۱۰-۷ کرساری بات / موسم (سوائے اتوار)
۲۵-۹ ودیالیہ پرسارن (اتوار اور دوسری چھٹیوں کے سوائے)

شام
۲۰-۷ سرشکوں کے لیے

شاستریہ سنگیت

گائن (دوپہر ۱۰-۱)

منور علی خاں	:	یکم فروری
دنایک راؤ پٹ - خیال حمیر	:	۲ رفروری
پروین سلطانہ	:	۴ رفروری
سنگھ بندھو - خیال	:	۶ رفروری
گرجا دیوی - خیال یمن / دادرا	:	۸ رفروری
لکشمی شنکر - ٹھمری پیلو / بھجن	:	۹ رفروری
سیارام تواری - باگیشوری / اڈانا	:	۱۱ رفروری
ایم۔ آر۔ گوتم	:	۱۳ رفروری
لطافت حسین خاں - خیال پردیپ	:	۱۵ رفروری

ساز سنگیت

(رات - ۲۵-۸)

پنالعل گھوش (بانسری)	:	۷ رفروری
روی شنکر / علی اکبر خاں (جگل بندی)	:	۱۴ رفروری

لوک سنگیت (راجستھانی)

بنواری دیوانہ	:	صبح ۱۰-۹ اور دوپہر ۳۰-۱	یکم فروری
بہاری لعل کتھک	:	صبح ۱۰-۹ اور دوپہر ۳۰-۱	۲ رفروری
اللہ جلا بائی	:	صبح ۱۰-۹ اور دوپہر ۳۰-۱	۴ رفروری
سرتیا گوسوامی	:	صبح ۱۰-۹ اور دوپہر ۳۰-۱	۵ رفروری
حاکم خاں	:	صبح ۱۰-۹	۶ رفروری
ورنجی لعل	:	دوپہر ۳۰-۱	۶ رفروری
پنالعل پوہرا پارٹی	:	صبح ۱۰-۹ اور دوپہر ۴۰-۱	۷ رفروری
پشپا سینی	:	صبح ۱۰-۹ اور دوپہر ۳۰-۱	۸ رفروری
غلام رسول	:	صبح ۱۰-۹ اور دوپہر ۳۰-۱	۹ رفروری
احمد خاں	:	صبح ۱۰-۹	۱۱ رفروری
رام لال مراسی	:	دوپہر ۳۰-۱	۱۱ رفروری

کیلاشوری سرما	:	صبح ۱۰-۹ اور دوپہر ۴۰-۱	۱۲ رفروری
جگت نارائن گوسوامی	:	صبح ۱۰-۹ اور دوپہر ۳۰-۱	۱۴ رفروری
گنیش ناتھ	:	صبح ۱۰-۹ اور دوپہر ۳۰-۱	۱۵ رفروری

سگم سنگیت

(رات ۱۵-۹ اور ۳۰-۹)

بدرو خاں	:	۷ رفروری
لکشمی نارائن سونی	:	۴ رفروری

چنتن اسمرتی

ڈاکٹر سی۔ ایل۔ جوشی	:	صبح ۵۵-۶	یکم فروری
ڈاکٹر سی۔ ایل۔ جوشی	:	صبح ۵۵-۶	۲ رفروری

مہیلا ساکشرتا میں مدد ضروری ہے
ساکشرتا کو بڑھانے کے لیے
سوامی بھگوتی سوامی	:	دوپہر ۳۰-۱۲	۳ رفروری
ستو نارائن جوشی	:	صبح ۵۵-۶	۶ رفروری
ستو نارائن جوشی	:	صبح ۵۵-۶	۷ رفروری

وشو کتھیات مہیلائیں
شریمتی سدھیری - کرنم ماتھر : دوپہر ۳۰-۱ ۷ رفروری

ابھرنے لگتے ہیں دو شن
جب سب جی میکپ کرنے لگتے ہیں
شریمتی مرزا لابھارتی	:	دوپہر ۳۰-۱۲	۱۰ رفروری
ادرنا رائن موکھا		صبح ۵۵-۶	۱۱ رفروری

کیا ہوتا ہے پوسٹ مارٹم
ڈاکٹر رویندر کچھوت : صبح ۲۱-۸ ۱۳ رفروری

یہ ہم سمجھ نہیں کرتے : اہلوچی
ڈاکٹر شمتر اجین : دوپہر ۲۰-۱ ۱۴ رفروری

کہانی

شوکشن رنگا	:	صبح ۲۱-۸	۳ رفروری
شریمتی شکنتلا بھاگو	:	دوپہر ۰۰-۱۲	۱۰ رفروری

کویتا پاٹھ

شریمتی وکیش جھا	:	دوپہر ۱۰-۱	۷ رفروری
تری سرن وشارد	:	صبح ۲۱-۸	۱۰ رفروری

بھینٹ وارتا

آؤ اپنی ڈگر بنائیں - چورو ضلع میں وکاس
از : ہیرا نارائن ماتھر : شام ۳۰-۶ ۲ رفروری

سوال آپکے جواب ڈاکٹر کے
ڈاکٹر پیرتی مصرا : دوپہر ۰۰-۱۲ ۳ رفروری

بھینٹ وارتاؤں پر مبنی
آنگن کی گونج : رات ۳۰-۹ ۸ رفروری

راجستھانی پروگرام

اولکھان (راجستھانی)

بھگتی شرومنی میرا -
از : ڈاکٹر منوہر شرما : صبح ۲۱-۸ یکم فروری

گاؤں میں بجلی وستار (بھینٹ وارتا)
از : ایس ۔ کے ۔ دشنوئی : صبح ۲۱۔۸ ۸رفروری

——— تقریر راجستھانی ———

دیہاتی توسے جیون از سواستھ رکشیا
ڈاکٹر جگدیش سانکھلا : شام ۳۰۔۶ ۵رفروری
شکتی روثبوت : آپسی بھائی چارہ
سورج راج جین : شام ۳۰۔۶ ۱۲رفروری
شوراتری رو آپنے جیون میں مہتو
پونم چند تومر : صبح ۲۱۔۸ ۱۵رفروری

——— کہانی (راجستھانی) ———

شریز موہی ویاس : شام ۲۷۔۶ ۵رفروری
شری مولچند پرانیش : شام ۲۷۔۶ ۱۲رفروری

——— کادیہ پاٹھ (راجستھانی) ———

موہن سنگھ راٹھور : شام ۴۴۔۶ ۵رفروری
موہن سنگھ رتنو : شام ۴۴۔۶ ۱۲رفروری

کھیتی کی باتیں

موسم اور گیت صبح ۱۰۔۷ (روزانہ)

——— کرشی لوک دوپہر ۵۰۔۱ ———

اِس ماہ کے کرشی کاریہ ۔ از : رام لال : یکم فروری
گیہوں کی فصل میں بہنئے جھڑ کاد
ڈاکٹر جے ڈی سنگھ ۲رفروری
وفل کھادان اتپادن میں کرشی شودھ
کیندروں کا یوگ دان
ایم ۔ ایم ۔ شیخاوت ۴رفروری
بھیڑ بکریوں میں وگیانک پرجنن ایوم اس کا پرسار
ڈاکٹر وی سے سنگھ : ۵رفروری
پرگتی شیل کسان سے بھینٹ
شیام سندر : ۶رفروری
پریاورن کو شدھ بنائے رکھنے میں ونوں کی بھومیکا
از : ایس ۔ پی ماتھر : ۷رفروری
گیہوں فصل میں لگنے والے روگ اوران کا نیترن
ڈاکٹر جی پی ذلیلا : ۸رفروری
گرامین مہیلاؤں کا جیون استھر کیسے بڑھائیں
شریمتی پرکاش وتی : ۹رفروری
فصلوں کی پالے سے سُرکشا
جے دیو سنگھ : ۱۱رفروری
پرگتی شیل مرغی پالک مہیلا سے بھینٹ
شریمتی گریج راج کشوری : ۱۲رفروری
تل ہنی فصلوں کے روگ اوران کا نیترن
ہر ونش سنگھ جاکھر : ۱۳رفروری
ایک پرگتی شیل کسان سے بھینٹ
بھیکا رام : ۱۵رفروری

یوواوانی پروگرام

شام ۵۔۰۵ سے ۵۔۵۵ تک

——— تقریر ———

یووا ورگ کا یوگدان ، نندکشور شرما : یکم فروری
جیون میں اُپدیشی مہتو شرکشال چند لکھوٹیا : ۲رفروری
ودیارتھی جیون میں انوشاسن اور راشٹر نرمان میں یوگدان
اوم پرکاش : ۳رفروری
سوریہ پریوار ۔ گوند موہن سکسینا : ۵رفروری
دیش کی ایکتا میں یووا ورگ کا یوگ دان
کماری ہرونش کو : ۶رفروری
سچا ساتھی کون ۔ کماری چندر کانتا سودی : ۱۰رفروری
چھاتر سنتوش ایوم کارن ۔ کماری پورنما مہتہ : ۱۳رفروری

——— کویتا پاٹھ ———

کماری بندو گوئل : یکم فروری
موہن لال تھانوی : ۱۰رفروری
سوہاردیہ اور سامنجسیہ کی کڑی یووا اور ہماری وراثت : پری چرچا
شرکار : کماری سوالی جین
کماری گلن مالا چک
لکشمی کانت ناک
ہریش مدان : ۱۱رفروری

——— سنگیت ———

کماری سودیش پانڈیہ : شاستریہ سنگیت : ۹رفروری
سرتیا آتریہ : لوک گیت : ۱۲رفروری
انگریزی تقریر
ہیروئن . دی سول کلر ارُن کمار نیا : ۸رفروری

بقیہ : بھوپال

غضنفر علی خاں ۸ فروری

کہکشاں : اردو پروگرام

رات ۰۰۔۸

۱۔ کلام شاعر : علیم اختر انصاری
۲۔ افسانہ : فرحت جہاں
۳۔ 'باسط بھوپالی اپنے کلام کے آئینے میں' گفتگو
شرکا : آفاق احمد اور شعری بھوپالی یکم فروری

۱۔ 'کیمسٹری اور ہمارے سائنسداں' ، تقریر از
لیاقت حسین
۲۔ 'بیگم اختر اور غالب' ، تمثیلی تقریر از
متین سید
۳۔ 'کچھ پری بازار کے بارے میں' از

آئینہ ، اردو پروگرام

صبح ۳۰۔۸

۱۔ گھر کے چراغ
۲۔ 'اندور کی اہم لائبریریاں اور اردو' ، تقریر از
عبدالحمید خاں
۳۔ ملاقات ، صادق اندوری ۵رفروری

'بھوپال کی شامیں' مذاکرہ
شرکا : اے ۔ ایس ۔ کے شیخانی ، نجیب جنگ ، ممنون حسن خاں
اور لالہ ملک راج ۱۲رفروری

بقیہ : کلکتہ

کاکلی بھٹاچاریہ : صبح ۰۵۔۹ (بی)
دوپہر ۴۰۔۱ (اے)
رات ۳۰۔۹ (بی) ۷رفروری
مایا بوس : صبح ۱۵۔۷ (اے) ۹رفروری
نوپر بنرجی : صبح ۰۵۔۶ (بی)
صبح ۱۵۔۷ (اے)
شام ۲۵۔۶ (بی) ۱۱رفروری
ستیناتھ مکھرجی : صبح ۱۵۔۷ (اے) ۱۵رفروری

گیت

میرا رائے چودھری : دوپہر ۱۵۔۲ (ایس)
دوپہر ۴۵۔۲ (بی) یکم فروری

——— راگ پردھان ———

نیچوتا : صبح ۴۵۔۸ (بی) ۹رفروری

——— رجنی کانت کے گیت ———

چندر چٹرجی : شام ۳۰۔۷ (اے) ۱۲رفروری

سرینگر

صبح ۵۵-۶ سے ۰۵-۱۱ تک (اتوار)
ٹرانسمشن اے: صبح ۵۵-۶ سے رات ۰۰-۱۰ تک (بدھ)
ٹرانسمشن بی: صبح ۳۰-۱۱ سے رات ۳۰-۱۰ تک (پیر، منگل، جمعرات اور جمعہ)
صبح ۳۰-۱۱ سے رات ۰۵-۱۱ تک (بدھ اور ہفتہ)

میڈیم ویو: سرینگر 'الف': ۲۶۹٫۸ میٹر سرینگر 'ب': ۲۴۵ میٹر ۱۲۲۴ کلو ہرٹز
شارٹ ویو: ۴۹٫۱۰ میٹر ۶۱۱۰ کلو ہرٹز ۹۱٫۵۶ میٹر ۳۲۷۷ کلو ہرٹز
پہلی مجلس: صبح ۳۰-۶ سے صبح ۰۰-۱۰ تک، دوسری مجلس دوپہر ۳۰-۱۱ سے رات ۰۵-۱۱ تک (اتوار کو صبح ۳۰-۶ سے رات ۰۵-۱۱)

خبریں

کشمیری: صبح ۴۵-۷، شام ۲۵-۶ اردو: صبح ۵۰-۸ دوپہر ۵۰-۱ رات ۱۵-۹
ہندی: صبح ۰۰-۹ سنسکرت: صبح ۰۰-۷ انگریزی: صبح ۱۰-۸ دوپہر ۰۰-۲ شام ۰۰-۶ رات ۰۰-۹ اور ۰۰-۱۱

علاقائی خبریں

اردو: صبح ۲۰-۹ دوپہر ۳۰-۱۲، ۰۰-۴ (دھیمی رفتار سے) شام ۴۰-۷ کشمیری: صبح ۲۵-۹ دوپہر ۳۵-۱۲ شام ۳۰-۷

روزانہ نشر ہونیوالے پروگرام

صبح
۷-۰۵ صبح گاہی
(بھکتی سنگیت کا پروگرام) (روزانہ)
۷-۰۵ کاشر اپجر / روشنی
برگزیدہ شخصیتوں کے زریں اقوال
(روزانہ)
۷-۳۰ بحالی بدستور
کاشتکاروں کے لیے (سوائے جمعہ)
۷-۳۰ گاندھی کتھا (ہر جمعہ)
۸-۰۰ لکہ چھ وناں (ہر اتوار)
نیا ادب (ہر ہفتہ)
۸-۲۱ گھرانوں کے لیے (ہر اتوار)
زعفران زار
طنز و مزاح کا پروگرام
(پہلے اور تیسرے پیر)
ذات، بترات (دوسرے اور چوتھے پیر)
بیٹھک
(عمر رسیدہ لوگوں کے لیے پروگرام
(پہلے منگل)
سائنس میگزین
(دوسرے اور چوتھے منگل کو)
ثقافت (کلچرل میگزین)
(تیسرے منگل)
شش رنگ
ریڈیو ڈائجسٹ (ہر بدھ)
آنشن تہ کاسلس
دیہاتی سامعین کے لیے (ہر جمعرات)
کاروبار خاطر (ہر جمعہ)
کھیلوں پر تبصرہ (ہر ہفتہ)
۸-۳۵ کتھا کہانی
کلاسیکی کہانی پر مبنی (ہر پیر)
صوفی سنتوں کا کلام (ہر ہفتہ)
۹-۰۵ زونہ ڈب (روزانہ بغیر ہفتہ)
تواریخ کشمیر (ہر ہفتہ)
۹-۳۰ توہنز فرمائش

(ہر اتوار، منگل، جمعرات اور ہفتہ)
نونہال
کشمیری میں ننھے منوں کے لیے پروگرام
(ہر پیر)
چن منی
اردو میں ننھے منوں کے لیے (ہر جمعہ)
۱۰-۰۰ ریڈیو نیوز ریل (ہر اتوار)
۱۰-۱۵ ہونہار
بچوں کے لیے پروگرام (ہر اتوار)
۱۱-۰۰ کلکتاں یو واوانی سے منتخب پروگرام
اردو میں (دوسرے اتوار کو)
ار ہ و
یو واوانی سے کشمیری منتخب پروگرام
(پہلا اور تیسرے اتوار)
کورل نغمے (چوتھے اتوار)
۱۱-۳۰ حسن نامی (چوتھے اتوار)
دوپہر
۱۲-۴۰ پراگاشی
غیر نصابی تعلیمی پروگرام
(روزانہ بغیر منگل اور جمعہ)
۲-۳۰ میوزک فورم (ہر اتوار)
۱-۳۰ اور ۳-۰۰
فوجی بھائیوں کے لیے (روزانہ)
۴-۰۰ ہی مال
خواتین کے لیے کشمیری میں پروگرام
(ہر اتوار)
مغربی موسیقی (روزانہ بغیر اتوار)
۴-۳۰ پنجابی پروگرام (اتوار، منگل اور جمعہ)
پہاڑی پروگرام (ہر جمعرات کو)
خوشحال گھر
ہوم سائنس کا پروگرام (ہر ہفتہ)
۵-۰۰ گوجری پروگرام (روزانہ)
۵-۱۰ یادگار (ہر اتوار)
ضلع خبرنامہ (ہر پیر)

۶-۱۵ دیہاتی بھائیوں کے لیے کشمیری میں پروگرام
رات
۸-۰۰ وادی کی آواز
پاکستان اور بالخصوص پاکستان میں
سننے والوں کے لیے (روزانہ)
۸-۴۵ اردو میں بات چیت (پیر)
کشمیری میں بات چیت (منگل)
خط کے لیے شکریہ
اردو میں سامعین کے خطوں کے جواب (بدھ)
بیلسہ فورم (جمعرات)
ہندی میں بات چیت (جمعہ)
انگریزی میں بات چیت (ہفتہ)
توہنز چٹھی وآئ۔ سامعین کے خطوں
کے کشمیری میں جواب (اتوار)
۹-۳۰ سلسلہ وار ڈرامہ (ہر اتوار)
اردو / کشمیری میں ڈرامہ (ہر پیر)
وودھا ہندی میں ادبی پروگرام
(پہلے منگل)
۹-۳۰ سنگرمال کشمیری میں ادبی پروگرام
دوسرے اور چوتھے منگل)
ہم قلم اردو میں ادبی پروگرام
(تیسرے منگل)

سنچایکا / کوی گوشٹھی
(پانچویں منگل)
تصویر (پہلے بدھ)
سام
بیس نکاتی اقتصادی پروگرام پر جائزہ
(دوسرے اور چوتھے بدھ)
جد وجہد آزادی پر فیچر (تیسرے بدھ)
علاقائی سنگیت کا نیشنل پروگرام
(پہلے جمعرات)
فیچروں کا نیشنل پروگرام
(دوسرے جمعرات)

گاشہ تارکھ
مشہور شعراء پر مبنی پروگرام
(تیسرے جمعرات)
ڈراموں کا نیشنل پروگرام
(چوتھے جمعرات)
محفل
برگزیدہ شخصیتوں سے گفتگو
(پانچویں جمعرات)
رائے ترائے
کشمیری میں گفتگو (پہلے جمعہ کو)
گفتگو
اردو میں گفتگو (دوسرے جمعہ)
بزم شعر (تیسرے جمعہ)
فلم میگزین (چوتھے جمعہ)
مشاعرہ اردو (پانچویں جمعہ)
میانی زندگی ہیوں کار
کشمیری میں گفتگو (پہلے ہفتہ)
رم سامعین
(دوسرے اور چوتھے ہفتہ)
میانی پسند (تیسرے ہفتہ)
پتریکا (پانچویں ہفتہ)
۱۰-۰۰ مغربی موسیقی (ہر اتوار)
آپ کی فرمائش
اور صحت سے متعلق مفید مشورے
(اتوار اور بدھ)
توہنز فرمائش
(منگل اور ہفتہ)
داستان (ہر جمعہ)
۱۰-۳۰ تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو
پرانے فلمی گیت
(پہلے، دوسرے اور پانچویں ہفتہ)
شہر صدا
جوانوں کا پروگرام
(دوسرے اور چوتھے ہفتہ)

شاستریہ سنگیت

گائن

جی ایچ سدیو	:	دوپہر ۱۰-۲	۳ر فروری
شوبھا گرٹو	:	دوپہر ۱۰-۲	۵ر فروری
گرجا دیوی	:	دوپہر ۱۰-۲	۷ر فروری
سنندا پٹنائک	:	دوپہر ۱۰-۲	۹ر فروری
پروین سلطانہ	:	دوپہر ۱۰-۲	۱۱ر فروری
پنڈت جسراج	:	دوپہر ۱۰-۲	۱۳ر فروری
کشوری امونکر	:	دوپہر ۱۰-۲	۱۵ر فروری

ساز سنگیت

(دوپہر ۱۰-۲)

ستار

غلام احمد خاں	:	یکم فروری
پی ایں چیٹو	:	۴ر فروری
روی شنکر	:	۱۲ر فروری
نکھل بنرجی	:	۱۴ر فروری

بانسری

جی ایس سچدیو	:	۲ر فروری

سرود

حفیظ علی خاں	:	۶ر فروری

وائلن

وی جی جوگ : ۸ر فروری

سنتور

شیو کمار شرما : ۱۰ر فروری

صوفیانہ موسیقی

صبح ۳۰-۱۱ — دوپہر ۳۰-۲

جی ایم ساز نواز اور ساتھی : ۲ر فروری
شیخ عبدالعزیز اور ساتھی : ۵ر فروری
ایم اے ستیاری اور ساتھی : ۷ر فروری
عبدالخالق اور ساتھی : ۹ر فروری
غلام محمد قالین باف اور ساتھی : ۱۳ر فروری

چھکری اور روف

صبح ۳۰-۱۱ — دوپہر ۳۰-۲

غلام رسول آخون اور ساتھی : یکم فروری
محمد منور منتو اور ساتھی : ۳ر فروری
محمد سکندر شاہ اور ساتھی : ۴ر فروری
غلام احمد راتھر اور ساتھی : ۸ر فروری
گلہ بٹ وائیگی اور ساتھی : ۱ر فروری
محمد ایوب بٹ اور ساتھی : ۱۳ر فروری
بشیر احمد بٹ اور ساتھی : ۱۵ر فروری

غزلیں — اردو، کشمیری

غلام قادر وانی : صبح ۴۰-۷ اور
دوپہر ۰۰-۱ یکم فروری
نرملا دیوی : دوپہر ۰۰-۱ اور
شام ۱۰-۶ یکم فروری
بیگم اختر : شام ۳۰-۸ یکم فروری
نسیم اختر : صبح ۴۰-۷ اور
شام ۱۰-۶ ۲ر فروری
رحمت اللہ خاں : صبح ۴۰-۷ اور
شام ۱۰-۶ ۳ر فروری
ششی چوپڑا : صبح ۴۰-۷ اور
شام ۳۰-۸ ۴ر فروری
راج بیگم : صبح ۴۰-۷ - شام ۱۰-۶ اور
رات ۳۰-۸ ۵ر فروری
علی احمد : صبح ۴۰-۷ ۶ر فروری
محمد خلیل : شام ۱۰-۶ اور
رات ۳۰-۸ ۶ر فروری
ریتا کول : صبح ۴۰-۷ اور
شام ۱۰-۶ ۷ر فروری
وشنو ملہوترہ : شام ۳۰-۸ ۷ر فروری
غلام محی الدین وانی : دوپہر ۰۰-۱ اور
شام ۱۰-۶ ۸ر فروری
سپنا کول : صبح ۴۰-۷ اور
شام ۱۰-۶ ۹ر فروری
آر کے کچرو : صبح ۴۰-۷ اور
شام ۱۰-۶ ۱۰ر فروری
راہی آغا : صبح ۴۰-۷ اور
دوپہر ۰۰-۱ ۱۱ فروری
کے کے جالا : دوپہر ۰۰-۱ اور
رات ۳۰-۸ ۱ فروری
ایم کے پنڈتا : صبح ۴۰-۷ - دوپہر ۰۰-۱ اور
رات ۳۰-۸ ۳ر فروری
دلیپ لنگو : دوپہر ۰۰-۱ اور
شام ۱۰-۶ ۱۳ فروری
اوائن کول : صبح ۴۰-۷ - شام ۱۰-۶ اور
رات ۳۰-۸ ۱۴ر فروری
جلال گیلانی : دوپہر ۰۰-۱ اور
رات ۳۰-۸ ۱۵ر فروری

علاقائی موسیقی — ڈوگری

سہ پہر ۳۰-۴

کے۔ کے جوشی : ۴ر فروری
کانتا شرما : ۶ر فروری

غلام احمد اور ساتھی : ۱۱ر فروری
مست رام : ۳ر فروری

اسکول براڈ کاسٹ

دوپہر ۰۰-۱۲

رمضان۔ نویں جماعت کے طلبا کے لیے
انگریزی میں پروگرام : یکم فروری
قدیم ایران کی تہذیب
نویں جماعت کے طلبا کے لیے ایک گفتگو : ۲ر فروری
ہمارے ملک کا ریگستانی علاقہ
چوتھی اور پانچویں جماعت کے لیے
ایک بات چیت : ۴ر فروری
انگلش بائی ریڈیو
چھٹی اور ساتویں جماعت کے طلبا کے لیے : ۵ر فروری
سرجیمز سمسن
آٹھویں جماعت کے طلبا کے لیے اردو میں فیچر : ۶ر فروری
سوراج۔ آٹھویں جماعت کے طلبا کے لیے
بات چیت : ۷ر فروری
دسہرہ۔ نویں جماعت کے طلبا کے لیے پروگرام : ۸ر فروری
قدیم مصر کی تہذیب
نویں جماعت کے طلبا کے لیے گفتگو : ۹ر فروری
زمین جو ایک سیارہ ہے
چوتھی اور پانچویں جماعت کے طلبا کے لیے
ایک بات چیت : ۱۱ر فروری
انگلش بائی ریڈیو
چھٹی اور ساتویں جماعت کے طلبا کے لیے : ۱۲ر فروری
ساتویں جماعت کے طلبا کے لیے ایک پروگرام : ۱۳ر فروری
آٹھویں جماعت کے طلبا کے لیے
بات چیت : ۱۴ر فروری
دیوالی — نویں جماعت کے طلبا کے لیے
انگریزی میں پروگرام ۱۵ر فروری

وہ رات

سلمان رضوی

وہ رات میں کس طرح سے بھولوں
جو میری ہری کہانیوں کو
[illegible]
گزری تھی

وہ رات میں کس طرح سے بھولوں
کہ جس کے آنگن میں جل رہے تھے
[illegible]
وہ رات [illegible] میں رقصاں
[illegible]
وہ رات میں کس طرح سے بھولوں
[illegible]
ہوئیں [illegible]
[illegible]

وہ رات میں کس طرح سے بھولوں
کہ جس میں [illegible] بجھائے
تو دور مجھ سے چلی گئی تھی
ہزاروں صدیاں گزر رہی ہیں
عذاب وہ تو ہے عذاب وہ میں ہوں
بدل گیا ہے اداس لمحوں کا کالا جادو
مگر وہ رات اب بھی ناگ بن کر
ہمارے جسموں کو ڈس رہی ہے

(بمبئی سے نشر)



ہیمنتی ۔ بے بیک سنگر (دائیں)
کے ساتھ ایک انٹرویو ودھ بھارتی کے اس سے پہلے پروگرام میں نشر ہوا۔



ظ ۔ انصاری (دوا) بیپ وت نا
لے سے ... (دائیں) کی گفتگو آکاشوانی پٹنہ کے اردو پروگرام میں نشر ہوئی۔



... سنگھ یاتی جنگل (بائیں)
... کے ساتھ
... انیوں ... اسٹلیت
... موضوع پر ... آکاشوانی ... کی گفتگو
آکاشوانی میسور سے نشر ہوئی۔



"ایک دن ایسا ہوا"
آکاشوانی کلکتہ کے اردو پروگرام "انجمن" میں
نشر ڈرامے کے شرکا فنکار
(دائیں سے) پریتم کھنہ، انیس رفیع (پروڈیوسر)
کمال احمد (مصنف)، شاردا اگروال، منموہن
مدن سدن، ساجدہ رحمٰن اور
گوپال کلوان۔

Regd. No.D-(C) 39 Regd. No. RN 14253

AWAZ
1st FEBRUARY 1985

Licensed (U-23) to post without prepayment at PSO, New Delhi



سرسوتی ـــــ علم وفن کی دیوی

Published by the Director General, All India Radio, at the Office of the Chief Editor, Akashvani Group of Journals, PTI Building, II floor Sansad Marg, New Delhi 110001. Printed by the Manager Government of India Photo Litho Press, Faridabad.

آواز

اشاعت کا ۵۰ واں سال
قیمت ایک روپیہ

۱۶ رسے ۲۸ فروری ۱۹۸۵ء
۲۷ ماگھ سے ۹ پھاگن ۱۹۰۶ شاکا

آل انڈیا ریڈیو کے پروگرام، معلوماتی مضامین، دلچسپ افسانے و منظومات



اس بار اردو سروس غزلیں

مشیر جھنجھانوی

ہر جسم اک صلیب تھا، ہر سانس گھاؤ تھا
ذہنوں پہ آفتاب کا آتش دباؤ تھا

کہنے کو دشمنی تھی، مگر اک لگاؤ تھا
ہم جانتے ہیں اس کے یہاں رکھ رکھاؤ تھا

حالانکہ گفتگو تو بہت دل خراش تھی
لیکن سخن میں اس کے بلا کا رچاؤ تھا

میں اپنی وحشتوں کو چھپاتا بھی کس طرح
اس کے مکاں سے میرے مکاں کا لگاؤ تھا

پھر حوصلے سے رد ہی اندھن بجھا ہوا
کل اس شگفتگی کا یقیناً دباؤ تھا

جاڑے کی آگ لطف کا سامان بن گئی
ورنہ مرے مکان سے کس کو لگاؤ تھا

فنکار کے بغیر بھی فن حالت رہا
چشمہ تھا خشک اور ندی میں چڑھاؤ تھا

کوشش کے باوجود نہ ڈوبے کبھی مشیر
دریائے زندگی میں کچھ ایسا بہاؤ تھا

واجد سحری

بن کے وہ خوشبو گھر میں ہمارے
بکھرے تو دیکھیں گے کیسے

تجھ بن حساس ہیں کتنے
ہم نے دیے توڑ لیے ہیں

اُجلے تن کے میلے من کے
تیری طرح ہیں دوست ہمارے

روٹھ گئی ہے قسمت لیکن
ماں کی دعائیں ساتھ ہیں میرے

اور جگا دیں زخم کئی ہیں
حال ہمارا پوچھنے والے

ہو چکی بارش گھر ہے لیکن
برسے گا اب بادل جیسے

میرے ساتھ ہے یاد تمہاری
میں ہوں تنہا بات غلط ہے

جو گرجے ہیں کب برسے ہیں
قتل مجھے اور آپ کریں گے

اے واجد محتاط رہو تم
تجربے بھی ہوتے رہیں گے

قمر سنبھلی

آرزو، خواہش، طلب، کچھ بھی نہیں
زندگی کیا ہے دل میں جب کچھ بھی نہیں

راکھ بن کر اڑ گیا کیوں گھر مرا؟
سوچتا ہوں تو سبب کچھ بھی نہیں

گونجتا گلیوں میں بس ...... قہقہے
کل وہاں سب کچھ تھا اب کچھ بھی نہیں

کارفرمائی ہے سب احساس کی
اصل میں رنج و تعب کچھ بھی نہیں

ہو نہیں سوزِ دروں سے دل اگر
خال و خد، رخسار و لب کچھ بھی نہیں

دولتِ کردار اگر حاصل نہ ہو
عظمتِ نام و نسب کچھ بھی نہیں

جانے گہنا جائیں کب یہ مہر و ماہ
اعتبارِ روز و شب کچھ بھی نہیں

فکر و فن ہیں اب متاعِ رائیگاں
قیمتِ شعر و ادب کچھ بھی نہیں

اے قمر خوابوں کے ملبے کے سوا!
جاگتی آنکھوں میں اب کچھ بھی نہیں

مسعود حیات

وہ ہم سے لاکھ محبت میں بدگماں سے رہے
ہم ان کے ساتھ مگر پھر بھی نقدِ جاں سے رہے

لگی ہیں شعلہ بیانی کی تہمتیں اکثر
ہم ان کے شہر میں ہرچند بے زباں سے رہے

تمازتِ غمِ دوراں ہمیں جلا نہ سکی
ترے خیال کے ہر سمت سائباں سے رہے

اگرچہ ہم تھے حقیقت میں ذرۂ خاکی
مگر کسی کی نظر میں تو آسماں سے رہے

کوئی مقام نہیں آج اس قیادت میں
نہ گردِ راہ بنے ہم نہ کارواں سے رہے

اگرچہ ہم نے زمانے کی داستاں کہہ دی
ہزار حرف مگر تشنۂ بیاں سے رہے

حیاتؔ کس کو تھا الہام جورِ پنہاں کا
کہ اپنے دل پہ بظاہر وہ مہرباں سے رہے

عارف [illegible]

لکھی ہے تیرے وسیلے سے کامیاب غزل
ترا حجاب رباعی ترا شباب غزل

تمہارے قرب کے لمحے بھی قید ہیں جس میں
ہے میری زیست کی وہ سب سے کامیاب غزل

یہ کس مقام پہ لے آیا تیرا درد مجھے
بڑھا رہی ہے مرا اور اضطراب غزل

جب اس کا ذکر نہ آیا ہمارے شعروں میں
تھی اتنی بات پہ محفل میں آب آب غزل

تمام عمر مجھے جس نے زخم زخم کیا
لکھی ہیں اس کے ہی چہرے پہ بے حساب غزل

جو تشنگی کو بڑھاتا ہے دور سے عارفؔ
ہے میری عمر کے صحرا میں وہ سراب غزل

آواز

آل انڈیا ریڈیو کے پروگرام

چیف ایڈیٹر: ڈاکٹر اوم پرکاش کیجری وال
ادارت: سراج احمد، بی ایم سنگھ

ٹیلی فون
۳۸۲۲۴۹
۳۸۲۲۵۴

نئی دہلی	۱۶ فروری ۱۹۸۵ء	بمطابق	۲۷ ماگھ ۱۹۰۶ شاکا	جلد ۵۰	شمارہ ۴

اس شمارے میں

غزلیات

قیمت

فی کاپی ـــــ ایک روپیہ
سالانہ ـــــ ۲۲ روپے
دو سال ـــــ ۴۲ روپے

اندرون ملک ڈاک خرچ بذمہ ادارہ

اسسٹنٹ بزنس منیجر: اشوک پروندہ

اردو افسانہ میں علامت نگاری

• ڈاکٹر محمد عرفان

پچھلی دو تین دہائیوں میں کچھ نئے رجحانات دبے پاؤں افسانوی ادب میں داخل ہوتے ہیں۔ شعور کی رو وجودیت کا احساس تحلیل نفسی کہانی پن سے گریز انشائی، تجریدی اور علامتی انداز اس سلسلہ میں قابل ذکر ہیں۔ ان رجحانات سے جہاں ادب میں نئے نئے اضافے ہوئے ہیں وہیں ان رجحانات کی کجروی اور بے راہ روی سے مضر اثرات بھی مرتب ہوئے ہیں۔ انتشار اور شکست خوردگی قرار غیر معقولیت، ذہنی ابتذال یاسیت زدہ ذہنیت اور اسی طرح کے دوسرے غیر صحت مند احساسات نے جگہ پائی ہے۔ یہاں اس پر بحث کرنے کی گنجائش نہیں البتہ ایک بات کہی جاسکتی ہے کوئی رجحان بذات خود غلط نہیں ہوتا بلکہ غلط ہاتھوں میں کھلونا بن کر اپنی اہمیت کھو دیتا ہے۔ کم و بیش یہی بات ترقی پسند رجحانات اور جدیدیت دونوں کے بارے میں کہی جاسکتی ہے۔

یوں تو علامت نگاری کوئی نئی چیز نہیں اردو کلاسکی شاعری میں یہ میر، غالب اور اقبال کے یہاں زیادہ تر استعاراتی اور اشاراتی رنگ و روغن لیے ہوئے تھی۔ ترقی پسند ادیبوں اور شاعروں کے یہاں یہ واضح اور روشن شکل میں تھی۔ سحر، شب، شب گزیدہ سحر، طلعت نور اور اس طرح کی دوسری علامتیں انقلابی پس منظر لیے ہوئے تھیں۔ بات یہ ہے کہ جب ادب میں کوئی نیا اسلوب بن جاتا ہے تو محض نئے پن کی وجہ سے اس سے بدکنا کوئی معنی نہیں رکھتا اور نئے اسلوب کے ساتھ کوئی کہانی یا افسانہ آجائے تو اس کو کہانی نہ ماننے کا رجحان صحت مند نہیں ہے۔ میر اور غالب ترقی پسند ادیبوں تک علامتوں کا سفر دھیما رہا دوسرے شعوری طور پر اس کے استعمال سے دامن بچایا گیا کہ قاری کے ذہن پر زیادہ بوجھ نہ پڑے لیکن آج کا قاری پہلے کی بہ نسبت زیادہ پڑھا لکھا ہے۔ اور ہم اس سے زیادہ ذہنی بصیرت کی توقع رکھتے ہیں۔ اول علامتیں اپنے پیچھے شدت اور قوت رکھتی ہیں ایسی علامتیں جو برسوں سے استعمال ہو رہی ہیں اپنی شدت کھو دیتی ہیں، اس کے برعکس وہ علامتیں جو نئی ہیں ان میں شدت اور قوت دونوں موجود رہتی ہیں

اس لیے شمس الرحمٰن فاروقی نے لکھا ہے کہ ایسے الفاظ جو استعاراتی مفہوم رکھتے ہیں لیکن برسوں سے استعمال ہو رہے ہیں ان کو علامت نہ بنایا جائے کیونکہ وہ قوت اور توانائی کھو چکے ہوتے ہیں ویسے ادب کا ہر لفظ اپنی جگہ علامت ہے اور ہر دور میں نئے نئے الفاظ علامتی مفہوم لیے ہوئے ادب میں داخل ہوتے ہیں۔ انھیں آنے سے روکنا نہیں چاہیے کہ اس طرح اظہار کے وسیلے محدود ہو جائیں گے۔

علامت میں بلا کی منظریت اور پیکریت ہوتی ہے۔ اس سے اس کے مرکزی خیال کو الگ کرنا ناممکن ہے۔ ہر علامت اپنی جگہ محفوظ معنی، مفاہیم خیال اور پس منظر رکھتی ہے۔ یہ معنی اور یہ خیال ہر جگہ برقرار رہتے ہیں۔ ایک ہی علامت کو کہیں کچھ اور کہیں کچھ پس منظر میں نہیں آنا چاہیے ورنہ اظہار کا عیب بن جائے گا۔ لیکن بعض نئے افسانہ نگار نادانستہ طور پر ایسی کوشش کرتے ہیں اپنی جانب سے نئی نئی علامتیں گڑھتے ہیں۔ اس سلسلے میں شمس الرحمٰن فاروقی نے ایک خیال دیتے ہوئے کہا ہے کہ آپ بازار کی علامت کو عورت، زندگی اور جستجو کے معنی میں الگ الگ نہیں لے سکتے ہیں۔ اس کا ایک ہی معنی ہونا چاہیے۔ علامت نگاری کا شاعری سے بڑا گہرا تعلق رہا ہے۔ افسانہ شاعرانہ ارتقا کی وجہ سے شاعری سے قریب ہو گیا ہے بالخصوص علامتی افسانہ ایک تو ابہام اور دوسرے تخیل کی سطح پر شاعری کے قریب آ گیا ہے۔ انتظار حسین نے اپنے علامتی افسانوں میں غزل کے مزاج کو اور انور سجاد نے شاعری اور مصوری کے مزاج کو تخیل کی سطح پر شاعری سے جاملایا ہے۔ سریندر پرکاش نے قدیم تاریخ اور اساطیر اکرم باگ نے ریاضی اور سائنس کے مزاج کو پیش نظر رکھا ہے بعض کے یہاں علامتیں نفسیات، مذہب، فلسفہ، عمرانیات اور علم معانی کے مزاج کو سموئے ہوئے ہیں۔ اس طرح علامتوں کا دامن وسیع سے وسیع تر ہوتا جا رہا ہے اور عام قاری کا تعلق علامتی افسانوں سے کٹتا جا رہا ہے۔

سردار جعفری کا علامت کے سلسلے میں یہ خیال ہے کہ اگر ادب کو عوام تک لے جانا ہے تو اس میں رمزی اور علامتی اظہار کا رنگ گہرا نہیں ہو سکتا جبکہ ڈاکٹر محمد حسن کا خیال ہے کہ عوام رمزیہ اور علامتی رنگ ادب کو سمجھتے ہیں۔ عصری ادب بھی علامتی اور اساطیر سے بھرا پڑا ہے۔ کچھ ایسے افسانہ نگار ہیں جنھوں نے باضابطہ علامتی افسانوں کو فروغ دیا ہے۔ ان میں انتظار حسین، انور سجاد، سریندر پرکاش، بلراج مینرا، احمد ہمیش، اکرم باگ، رشید احمد، اقبال مجید، قمر احسن، یوسف اور رضوان احمد پیش پیش ہیں۔ دوسرا گروہ ان علامتی افسانہ نگاروں کا ہے جو گاہے گاہے علامتی افسانے لکھتا ہے ان میں جوگیندر پال، غیاث احمد گدی، کلام حیدری، انور عظیم، رتن سنگھ، ظفر اوگانوی، سلیم اختر، شفق، حمید سہروردی اور انور رشید وغیرہ ہیں۔ انتظار حسین کے نمائندہ علامتی افسانوں میں شب سفر شب، آخری آدمی، شہر افسوس، زرد کتا۔ انور سجاد نے افسانوں میں بجھو، غار و نقش، پتھر لہولہان، سنڈریلا۔ سریندر کے افسانوں میں جپی زاں، دوسرے آدمی کا ڈرائنگ روم، برف پر مکالمہ۔ بلراج مینرا کے افسانوں میں مقتل وہ اور کمپوزیشن سیریز۔ احمد ہمیش کے افسانوں میں مکھی گندوالا اکرم باگ کے افسانوں میں اعلا سے پرے، بو، عکس فنا، رشید امجد کے علامتی افسانہ میں دھندلکے۔ اقبال مجید کے افسانہ میں پیٹ کا کیچوا اور بائی وے پر درخت۔ قمر احسن کے علامتی افسانوں میں ابابیل اور آگ آلا و صحرا۔ احمد یوسف کی علامتی کہانیوں میں وہ ایک شخص، دشت و بیاباں اور رضوان احمد کی کہانیوں میں خشک سمندر کی سوکھی مچھلیاں اور گدھ قابل ذکر ہیں۔ اس طرح غیاث احمد گدی کا سورج، رتن سنگھ کا ٹہنیوں میں اٹکا ہوا سورج، محمد عمر میمن کا کچھوا، سلیم اختر کا آشوب چشم، شفق کا بہروپیا، حمید سہروردی کا افسانہ گپھائیں اور انور رشید کا علامتی افسانہ بھیڑوں کا ماتم بھی قابل ذکر ہے۔ سریندر پرکاش کے یہاں جپی زاں اور جوگیندر پال کے یہاں چوکیدار وقت کی علامت میں آیا ہے تو قرۃ العین حیدر کے یہاں گوتم نیلمبر اور فوٹوگرافر کی صورت بھی وقت علامت کے روپ میں آیا ہے۔ محمد عمر میمن کے یہاں وقت کچھوے کی شکل میں نمودار ہوا ہے۔ رتن سنگھ کے یہاں ٹھہرتا ہوا وقت اٹکا ہوا سورج بن کر آیا ہے۔ غیاث احمد گدی کے یہاں طلوع آفتاب اور غروب آفتاب عہد جوانی اور عہد پیری کے پس منظر کو پیش کرتے ہیں۔ بزدلی جیسی علامت کے طور پر کتا استعمال ہوا ہے۔ سڑک طوائف اور بازاری عورت کی علامت ہی ہے۔ ریت ناآسودگی کی علامت ہی ہے۔ "بن باسی" خارجی سفر کی علامت ہے اور "سنیاس" داخلی سفر کی علامت کے طور پر استعمال ہوا ہے۔ علامتیں واضح نہ ہو تو ان کی توضیح اور تشریح بھی دشوار ہو جاتی ہے جیسے انور سجاد کے مشہور افسانہ بجھو غار و نقش پر حلقہ ارباب ذوق میں جو بحث ہوئی اس کی روداد شب خون میں چھپی ہے اسے پڑھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ مختلف لوگوں نے علامتوں کے مختلف معنی لیے۔ مہدی جعفر نے نئی کہانی کے مضر اثرات کے تحت ایک اچھی بات کہی ہے۔ اگر افسانہ میں شعوری طور پر گڑھنے کا عمل شامل کیا جاتا ہے تو قاری ہنر سے محفوظ رہتا ہے، ہنر پہنچے گا تو تخلیق کار کو بھی اس وقت جب اس میں اعتماد کا فقدان ہو مہدی جعفر کی یہ بات بہت حد تک درست ہے۔ اس سلسلہ میں دو باتیں کہنی ہیں مشکل اور مبہم اور ناقابل فہم علامتوں سے قاری کی دلچسپی علامتی افسانوں سے کم ہوتی جا رہی ہے۔ دوسرے وہ سمجھتا ہے کہ اس میں اس کا تضیع اوقات ہے اس طرح فنکار اور قاری کے درمیان ذہنی فاصلہ رہ جاتا ہے۔

علامتی افسانہ کے سلسلے میں ایک اعتراض یہ ہے کہ نئے افسانہ نگار علائم استعمال تو کرتے ہیں لیکن وہ علائم کی مختلف سطحوں سے واقف نہیں ہوتے چنانچہ ان کے خیالات میں گنجلک اور کہانی میں عدم توازن کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ جدید افسانہ نگاروں کو شکایت ہے کہ انھیں موزوں قارئین نہیں ملتے اور قارئین کو اعتراض ہے علامتوں کا مفہوم ان پر واضح نہیں ہوتا۔ جہاں تک علامتی افسانوں میں پائی جانے والی کیفیت کا تعلق ہے ان میں پُراسراریت، خوف، ڈر، سنسنی نیز کیفیت ابہام، ٹکراؤ اور اساطیری کیفیت پائی جاتی ہے۔ اور جہاں تک موضوعات کا تعلق ہے انھیں شخصیت کا انتشار، شعور اور لاشعور کی کشمکش، ذات اور وجود کی پہچان عصری طینت، ذہنی تناؤ، جنسی جبلت، وقت کا دباؤ، سماج کا دباؤ، انفرادیت کی بازیافت، غیر محفوظیت قابل ذکر ہیں، ان ہی موضوعات کے اردگرد علامتی افسانے گھومتے ہیں اور اردو میں صحیح معنوں میں علامتی افسانے کم لکھے گئے ہیں۔ بیشتر صرف چند علامتوں کو استعمال کر کے خوش ہو جاتے ہیں۔ ہم بہ آسانی علامتی افسانہ نگاروں کی نشاندہی نہیں کر سکتے ہیں۔ ایسے بے شمار افسانہ نگار ملیں گے جو بیک وقت علامتی، تجریدی، ترقی پسند اور جدید افسانے لکھتے ہیں۔ اس لیے شناخت کا مسئلہ اور دشوار ہو جاتا ہے علامتی افسانوں کے سلسلے میں اکثریت کا رویہ بڑا جارحانہ ہے۔ نقادوں کو اس معاملے میں کشادہ دل ہونا چاہیے اور علامتی افسانوں پر تنقید کرتے وقت ان کی عمر کا خیال رکھنا چاہیے۔ ابھی اس افسانہ کی عمر ہی کیا ہے۔ ایک کمی کی طرف اشارہ کرنا ضروری ہے۔ ابھی تک علامتوں کے مفاہیم اور معانی پر کوئی فرہنگ نہیں تیار کی گئی ہے۔ جب تک کوئی فرہنگ نہ بنائی جائے گی علامتی افسانہ نگاروں اور قارئین کے درمیان میں پیدا ہونے والی ذہنی خلیج کو نہیں پاٹا جا سکتا ہے۔ ابھی علامتی افسانہ کے مقبول ہونے میں کچھ وقت درکار ہے کچھ مسائل کا حل ضروری ہے۔

(آکاشوانی گورکھپور سے نشر)

کیف عظیم آبادی

مہدی کھرتی کے رنگ حنا کون لے گیا
تجھ سے چرا کے بوئے وفا کون لے گیا
پھیلی ہوئی ہے شہر میں عریانیت کی آنچ
تہذیب کے بدن سے قبا کون لے گیا
اے ہم نشیں کہوں گا جو فرصت ملی مجھے
محراب دل سے میرا خدا کون لے گیا
اک راز بن گئی ہے مری خامشی یہاں
ہونٹوں پہ مہر کیوں ہے صدا کون لے گیا
اف! یہ سکوت اور کہاں بذلہ سنجیاں
جینے کی تجھ سے کیف ادا کون لے گیا

(پٹنہ سے)

راجندر سنگھ بیدی

کے ساتھ عصمت چغتائی کا انٹرویو

اردو کے عظیم افسانہ نگار راجندر سنگھ بیدی کے ساتھ یہ انٹرویو ۶ر جولائی ۱۹۸۴ء کو ان کی قیام گاہ پر آل انڈیا ریڈیو بمبئی کے لیے صدا بند کیا گیا تھا۔ یہ ان کا آخری انٹرویو ہے جو انہوں نے اپنی زندگی میں ریکارڈ کرایا۔ اس انٹرویو پروگرام میں فیاض رفعت بھی شریک تھے۔

فیاض رفعت: بیدی صاحب! ہم لوگ آل انڈیا ریڈیو سے حاضر ہوئے ہیں آپ کی خدمت میں، اور جیسا کہ ہمارے سامعین جانتے ہیں کہ آپ کا تعلق آل انڈیا ریڈیو سے بھی رہا ہے، ۱۹۴۸ء میں آپ اسٹیشن ڈائرکٹر رہے ہیں لیکن اس سے الگ آپ کا ایک بڑا مرتبہ ہے، بڑا قد ہے، اردو افسانے میں اُردو فکشن میں آپ کا نام بہت بڑا نام ہے میں سمجھتا ہوں کہ یہ ہماری سعادت ہے کہ ہم لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں۔ ایک زمانہ ہوگیا جی چاہتا تھا کہ آپ سے بیٹھ کر باتیں کریں، کچھ بھی پوچھیں آپ سے افسانے کے بارے میں، کہانی کے بارے میں، زندگی کے بارے میں۔ عصمت آپا آپ سے زیادہ آسانی سے بات کر پائیں گی۔

بیدی: ٹھیک ہے، عصمت آپا شروع کریں گی اور میں جواب دوں گا۔

عصمت چغتائی: ایک دفعہ ایک صاحب میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ راجندر سنگھ بیدی کی زبان کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ میں نے کہا "بہت کم اور چھوٹے چھوٹے جملوں میں بہت کچھ کہتے ہیں۔۔۔۔"

بیدی: یہ آپ کی نوازش ہے، شروع میں خامی تھی، اسے میں نے آہستہ آہستہ ٹھیک کیا ہے۔

عصمت: میں سمجھتی ہوں وہ کوئی خامی نہیں ہے۔

بیدی: ان دنوں میری اردو کافی اچھی ہے، اور میں سمجھتا ہوں کہ اس میں کوئی غلطی نہیں نکال سکتا۔

عصمت: اس وقت بھی اچھی تھی، اس میں تمہارا جو رنگ تھا، جو تمہارے Touches تھے ہم نے انھیں بہت پسند کیا، اور وہی ہمیں اپنی طرف کھینچتے تھے۔ جو بات تم دو لفظوں میں کہہ دیتے ہو، اردو میں بالخصوص لمبی چوڑی بات کہنے میں وہ بات نہیں آتی۔

بیدی: اس وقت میں لمبی چوڑی کے بجائے مختصر باتیں کرتا تھا، مثلاً گرم کوٹ، اس افسانے کے فقرے چھوٹے چھوٹے تھے۔ یہی چیز میں نے اُس وقت اپنائی۔

عصمت: اس وقت تو کچھ لن ترانی فیشن میں تھی، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہم اس چھوٹے جملے پر زیادہ "واہ" کرتے تھے۔

بیدی: لیکن اب گڑبڑ یہ ہوگئی ہے کہ اب میرے فقرے لمبے ہوگئے ہیں اور ان میں۔۔۔۔

عصمت: اپنے آپ ہوگئے ہیں تو ہونے دو، کسی کے کہنے سے تو نہیں ہوئے، اپنا دل چاہا اس لیے ہوئے ....

بیدی: ابھی حال میں میں نے افسانے لکھے ہیں "صرف ایک سگریٹ"، "ایک باپ بکاؤ ہے" اور "مکتی بودھ" میں کچھ نئے افسانے شامل ہیں، ایک افسانہ ہے "بولو" اس طرح کے افسانے بڑے اچھے ہیں میرے خیال میں ۔۔۔ زبان کے اعتبار سے ۔۔۔

عصمت: بہت اچھے ہیں، زبان کے اعتبار سے تو کسی بھی زبان لکھی، کیسی بھی لکھی وہ بڑی Attractive لگی ہمیں، اس میں بڑی کشش تھی۔

بیدی: مثال کے طور پر حال ہی میں پاکستان سے ایک کتاب آئی ہے "ہند یاترا" ممتاز مفتی کی لکھی ہوئی۔ اس میں بے شمار پنجابی کے الفاظ ہیں، اور میں سمجھتا ہوں ہونے چاہئیں، اس سے اردو زبان Enrich ہوتی ہے۔

عصمت: ہم نے تو مہاراشٹرین لفظوں کو بھی اپنایا ہے، جو زبان پر بآسانی چڑھ جائے! جب آپ ایک کردار کے بارے میں لکھ رہے ہیں تو اس کی زبان استعمال کرنے میں حرج ہی کیا ہے؟

بیدی: یہی بات انگریزی میں ہے کہ وہ فوراً اپنا لیتے ہیں فرنچ کے الفاظ، جرمن الفاظ اور بھی جو وہ استعمال کر سکتے ہیں کر لیتے ہیں، اور جو زبان ایسا کرنے کے قابل ہے وہ زندہ رہے گی۔

فیاض رفعت: ایسا ہے صاحب، لفظوں کا جو لین دین ہے یہ تو ہمیشہ سے چلا آیا ہے، اردو زبان بھی جو بنی ہے اس میں ترکی کے الفاظ ہیں، فارسی الفاظ ہیں، عربی کے بھی ہیں۔ ابھی جیسا کہ عصمت آپ نے کہا کہ ہمارے ہاں مراٹھی میں ایسے بہت سے الفاظ ہیں جو فارسی کے ہیں اور وہ انھوں نے لیے ہیں جیسے خاندان، جلسہ، بیضہ وغیرہ ۔۔۔

بیدی: بیضہ بولتے ہیں ۔۔۔ اور چھٹی کو "رقعا" یہ الفاظ انھوں نے ہضم کر لیے ہیں۔

فیاض رفعت: میں سمجھتا ہوں بیدی صاحب! افسانے میں جو زبان ہوتی ہے وہ آرائشی زبان نہیں ہونی چاہیے... وہ تو اس کیریکٹر کی زبان ہونی چاہیے جو وہ بول رہا ہے۔۔۔ اب اس میں میں نے آپ کے یہاں ایک چیز محسوس کی ہے، لفظوں کو آپ نے جہاں توڑا مروڑا ہے (جیسے کہ لوگ کہتے ہیں) تو اس سے تو تخلیقیت بڑھی ہے، اس سے تو کردار میں ایک قوت نمو پیدا ہوئی ہے۔ میں سمجھتا ہوں زبان کے تعلق سے یہ اعتراض بالکل بے جا ہے، بڑا ادیب تو اپنی زبان خود دے کر پیدا ہوتا ہے ۔۔۔۔

بیدی: کسی کے افسانے پر رائے دینی ہو تو آج کل کہا جاتا ہے ۔۔۔ "افسانہ بہت اچھا ہے ۔۔۔ بہت گریٹ ہے مگر زبان ۔۔۔۔" "یہ زبان" سنتے سنتے تو میں عاجز آگیا ہوں، پھر بھی میں تو وہی الفاظ استعمال کرتا ہوں جو میرے ذہن میں آتے ہیں۔

عصمت: بہت سی کہانیاں تو اس زبان میں پرانی اردو میں لکھی ہی نہیں جا سکتیں۔ اب آپ بمبئی میں بیٹھ کر کہانی گھاٹیوں کے بارے میں لکھیں یا مہاراشٹرین کے بارے میں کوئی کہانی لکھیں اور اس میں عربی،

فارسی کے الفاظ لگائیں تو بالکل کوڑا معلوم ہوں گے۔
اچھا ایک اور بات میرے دماغ میں بہت دن سے چکر لگا رہی ہے اور وہ یہ کہ تمہاری ہر کہانی میں جو Pin Point جو سینٹرل کیریکٹر ہوتا ہے وہ "عورت" ہوتی ہے، یہ کیا بات ہے ۔۔؟

بیدی : نہیں! وہ "مرد" بھی ہوتے ہیں۔ یہ اعتراض پہلے بھی کیا گیا تھا، ایک عورت آئی تھی امریکہ سے کیا نام تھا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ وہ بھی کہتی تھی کہ تم عورتوں کی معرفت بہت سی باتیں کرتے ہو۔ لیکن میں نے مردوں کے بارے میں خاصا لکھا ہے۔

عصمت : (لقمہ دیتے ہوئے) لیکن ان میں مرد بہت بجھے ہوئے ہیں، مرد بہت Back میں کھڑے ہوتے ہیں۔

بیدی : اچھا تب، یہ تو بڑی اچھی بات ہے، یہ اگر ہے تو، کیونکہ ۔ ۔ ۔ ۔

عصمت : اس کی کیا کوئی اپنی وجہ تم بتا سکتے ہو۔ تمہاری ماں، تمہاری بہنیں، ہم کچھ نہیں جانتے تمہارے سوا، تمہارے کتنے بھائی تھے؛ تمہاری کتنی بہنیں تھیں؟ تمہارا کیا خاندان تھا؟ یہ ہم کچھ نہیں جانتے، تم نے کبھی لکھا ہی نہیں مگر تھا وہ ضرور کوئی بڑا اور اس میں عورتیں بہت ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کہا جاتا ہے کہ پنجابی مرد بہت چھائے ہوئے ہیں، لیکن ہم نے دیکھا ہے کہ عورتیں چھائی ہوئی ہیں۔

فیاض رفعت : دیکھئے بیدی صاحب! یہاں میں ایک بات کہنا چاہوں گا، جیسے دیکھئے "بن" کی جو عورت ہے وہ کتنی Power Packet ہے، اسی طرح "ایک چادر میلی سی" کی عورت ۔ ۔ ۔ ۔

عصمت : لاجونتی۔

فیاض رفعت : اور لاجونتی! تو یہ آپ کے یہاں عورت ہے، اور عورت کا جو روپ ہے وہ آپ کے یہاں، ہمارے ہاں، جو ہماری Tradition ہے اس کے مطابق ایک قربانی کا، ایک ایثار کا پیکر ہے۔

عصمت : اور حکومت کا ۔ ۔ ۔

فیاض رفعت : لیکن ادھر آپ کے ہاں عورت کے ساتھ ساتھ سیکس (sex) کا سمبل بہت ابھرتا ہے۔

بیدی : عورت بہت مظلوم ہے، ہر جگہ دبائی گئی ہے اور یہ چیز مجھے کھلتی ہے۔ اس لیے میں دکھاتا ہوں کہ مرد کے مقابلے میں وہ بہت زیادہ Powerful ہے، لیکن مرد اسے دبائے ہوئے ہے۔

عصمت : مرد عورت کو کیوں دبائے ہوئے ہے۔

بیدی : بس، مرد ایسا ہے، بن گیا ہے۔

عصمت : But she is all Powerful
بچہ تو اس کے پیٹ میں ہوتا ہے، جنتی تو وہ ہے۔

بیدی : بالکل بچہ پیدا وہ کرتی ہے۔

عصمت : تو اس کو کہدیا گیا ہے کہ یہ پاپ ہے، حالانکہ وہ GAIN ہوتا ہے۔

بیدی : ہاں! وہ GAIN ہوتا ہے۔ میں نے دیکھا ہے کہ عورت ہمیشہ آدمی سے زیادہ Powerful رہی ہے، اپنی تخلیق کی صلاحیت کی بنا پر۔ مگر لوگ اس کا استحصال کرتے ہیں، اسے کچلتے ہیں، اسے دباتے ہیں، لیکن عورت تمام تر جکڑ بندیوں کے باوجود آزاد ہے۔
اسے دبایا نہیں جا سکتا، اسے روکا نہیں جا سکتا ہے۔
اور جو عورت ہے وہ کوئی نہیں!

عصمت : بچہ تو اس کے پیٹ میں ہوتا ہے مرد Lose ہوتا ہے وہ کھوتا ہے۔ جو وہ عورت پاتی ہے اور اس کو پاپ کہدیا گیا ہے، جبکہ میری نظر میں یہ پاپ نہیں ہے۔

بیدی : چونکہ وہ کماتا ہے، روزی روٹی کی ذمہ داری کو پورا کرتا ہے، اس لئے سمجھتا ہے کہ وہ بڑا ہے جیسے لاکر گھر میں دیتا ہے ۔ ۔ ۔ ۔

عصمت : تو یوں تو بیل بھی جوتا جاتا ہے تو بیل کو حلال کر ڈالتے ہیں کھا جاتے ہیں، اور گائے دودھ دیتی ہے تو اس کو رکھتے ہیں۔ مرغے تو ختم کر دیے ہیں، مرغیاں Artificial طریقے سے انڈے پیدا کر رہی ہیں۔

بیدی : میں نے دیکھا کہ مرد آہستہ آہستہ معدوم ہوتا جا رہا ہے یقین مانئے عورت تو ہے وہ اس سلسلے میں بڑی کارآمد ثابت ہوتی ہے بڑی وسیع ثابت ہوتی ہے، وہ ہر طریقے سے سہتی ہے، برداشت کرتی ہے۔ جو مرد نہیں کر سکتا۔

عصمت : اور مرد تو اس کے اشاروں پر ناچتا ہے، محنت کرتا ہے، کماتا ہے، اس کے زیور کے لیے، اس کے کپڑے کے لیے، اس کے پیدا کیے ہوئے بچوں کی شادی کے لیے، سب وہی تو فتنے کی جڑ ہے۔

بیدی : (ہنستے ہوئے) فتنے کی جڑ کہئے ۔ ۔ ۔ ۔ یا کوئی اور اچھا سا نام دیجئے۔ عورت بہر حال Powerful چیز ہے۔

فیاض رفعت : اچھا بیدی صاحب! آپ کے افسانوں میں جو میں نے بھی محسوس کیا ہے کہ ادھر پچھلے چند برسوں میں آپ کے افسانوں میں Hindu Mythology بہت نمایاں ہوئی ہے اُسے اپنے افسانوں میں آپ نے DEPICT کرنا شروع کیا ہے، جبکہ آپ کے شروع کے افسانے مثلاً "دانہ و دام" میں ایسا نہیں ہے۔ لیکن ادھر جو افسانوں کو لیں جیسے "مکتی بودھ" ہی آپکا ایک افسانہ ہے، اسی کو اگر ہم دیکھیں "مکتی" بھی ایک سمبل ہے، اور "بودھ" بھی ایک سمبل ہے۔ آپ کے یہاں جو یہ ایک نئی چیز پیدا ہوئی ہے اس کی کیا وجہ ہے؟

بیدی : وجہ یہ ہے کہ ہمارے یہاں بیشتر لوگ مسلمان کردار ہی لاتے ہیں، مسلمان دوست ہیں، مسلمان ہمنوا ہیں۔ میں نے سوچا پورے ہندوستان میں اتنے ہندو ہیں ان کا نام اگر لیا جائے تو کوئی حرج نہیں۔ اس کے علاوہ میرے افسانوں کے کردار مسلمان بھی ہیں، جیسے "تعطل" ہے، اس میں سارے مسلمان کردار ہیں، لیکن مرکزی کردار ہندو ہے۔ میں کوشش کرتا ہوں کہ مسلمان کو بھی Portray کروں، لیکن میرا زیادہ میل جول ان سے نہیں ہے۔ میرے اپنے مسلمان دوست بھی جو ہیں ادیب قسم کے وہ بھی کم آتے ہیں میرے پاس ۔ ۔ ۔ ۔

عصمت : وہ زیادہ اچھے قسم کے مسلمان نہیں ہیں۔

فیاض رفعت : جی کیا فرمایا آپ نے ۔۔؟

عصمت : وہ زیادہ اچھے قسم کے مسلمان نہیں ہیں۔ آپ کے جو رائٹر دوست ہیں وہ انسان زیادہ ہیں، مسلمان، ہندو، سکھ، عیسائی کم ہیں۔ اس لیے آپ نے ان میں کبھی مذہب نہیں تلاش کیا۔

بیدی : یہ صحیح ہے۔ ان کو میں بلاتا ہوں، میں چاہتا ہوں میرے ہاں آئیں مجھ سے باتیں کریں، مجھ سے پرانی باتیں کریں۔ قرۃ العین حیدر! ان سے ملنے کا مجھے بڑا اشتیاق ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

عصمت : علی گڑھ میں ہیں وہ!

بیدی : کیونکہ وہ مسلمانوں کے Character کو ایسے طریقے سے پیش کرتی ہیں کہ بس! "کار جہاں دراز ہے" اس میں ہندو کیریکٹر کہاں آتے ہیں؟

عصمت : وہ نوابی کیریکٹر ہیں، وہ مسلمان کہاں ہیں؟۔

فیاض رفعت : قرۃ العین حیدر کے یہاں ہندو کیریکٹرز بھی ہیں خصوصاً ایسٹ بنگال کے جو نمائندہ کیریکٹرز ہیں جیسے دیپالی وغیرہ ۔ ۔ ۔ ۔ لیکن مسلمانوں کی جو معاشرت رہی ہے خصوصاً وہ Aristocracy جس کی کہ وہ خود ایک فرد رہی ہیں، اس لیے ان کے یہاں اس کا بیان اور اظہار بھی ہے۔
اچھا بیدی صاحب! اب یہ تو سوال بڑا عجیب سا ہو جائیگا کہ آدمی افسانہ کیسے لکھتا ہے؟ اور کیوں لکھتا ہے؟ افسانہ اس پر نازل ہوتا ہے، یا EFFORTS سے، کوشش سے لکھا جاتا ہے؟ یا ایک طور سے اس کو آپ وہبی کا درجہ دے سکتے ہیں (اگر اس پر اعتراض یا اختلاف نہ ہو) کبھی کبھی اچانک بیٹھے بیٹھے کوئی خیال آتا ہے، اور آدمی لکھنے بیٹھ جاتا ہے۔ آپ افسانہ کب اور کیسے لکھتے ہیں؟

بیدی : نازل ہوتا ہے افسانہ ۔۔: کوئی خیال آتا ہے، اس کو توڑ موڑ کر کے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اب میں چھ سال سے بیمار ہوں مجھے کوئی بات نہیں سوجھتی۔ سوجھتی ہے تو کوئی نئے سرے سے کوئی ناول قسم کی چیز، لیکن میں بستر پر پڑا ہوں ناول کیسے لکھ سکتا ہوں، اس وقت جبکہ میری انگلیاں کام نہیں کرتیں، ورنہ یہ چیزیں نازل ہوتی ہیں۔ چیزیں آتی ہیں، خیالات آتے ہیں اور اوپر سے! وہ ایک افسانے کی صورت اختیار کر لیتے ہیں۔

فیاض رفعت : اچھا بیدی صاحب! میں سمجھتا ہوں، لاہور میں

جب آپ پوسٹ آفس میں کام کرتے تھے اس زمانے میں ہی آپ نے پہلا افسانہ لکھا... تو وہ افسانہ لکھنے کی تحریک آپ کو کیسے ملی؟ اور وہ افسانہ کون سا تھا، اور کہاں شائع ہوا؟

بیدی : دیکھئے وہ افسانہ تھا "مہارانی کا تحفہ" جو ضائع ہو گیا۔ وہ میں نے ٹیگور کے رنگ میں لکھا تھا۔ اس پر ٹیگوریت بالکل چھائی ہوئی تھی اور اسے سال کا بہترین افسانہ قرار دیا گیا تھا۔ مولانا صلاح الدین نے سال کے بہترین افسانے کے لیے دس روپے کا انعام مقرر کیا تھا۔ جس کے لیے سال بھر ان کے دفتر کا چکر لگانا پڑا۔

(سب ہنستے ہیں —)

وہ افسانہ ۱۹۳۰ء میں "ادبی دنیا" میں شائع ہوا تھا۔ گو کہ اس پر ٹیگوریت غالب تھی پھر بھی وہ بہ طریقے سے ایک عمدہ افسانہ تھا۔ لیکن میں نے سوچا کہ یہ آج کل کے افسانوں کے معیار کا نہیں ہے اس لیے اسے "دانہ و دام" "گرہن اور" "گرم کوٹ" وغیرہ کے ساتھ شامل نہیں کیا اور اس طرح میرا وہ پہلا افسانہ ضائع ہو گیا۔

فیاض رفعت : لیکن اس کی کوئی نقل وغیرہ بھی آپ کے پاس نہیں —؟ .... بہرحال وہ "ادبی دنیا" کی فائل میں تو محفوظ ہی ہوگا۔ ایک عرض یہ تھی بیدی صاحب! جیسا کہ ابھی آپ نے ٹیگور کا ذکر کیا، تو ٹیگور کے رنگ میں تو انشائے لطیف مطلب خوبصورت زبان جس کے اندر شاعرانہ تمثیل اور پیکر تراشی زیادہ ہوتی تھی تو اس رنگ میں تو آپ نے ایک ہی افسانہ لکھا۔ اس کے بعد آپ نے اور ہی رنگ اختیار کیا جیسا کہ آپ کی دیگر کہانیوں سے اس کا اظہار ہوتا ہے۔

بیدی : جی۔ بالکل...

فیاض رفعت : بیدی صاحب! ادھر پچھلے دس پندرہ برسوں میں ہمارے ہاں اردو افسانے میں ایک "نئی آواز" ایک نئی لہر، یا ایک نیا Trend پیدا ہوا ہے جس کے لکھنے والوں میں انتظار حسین کا نام آتا ہے یا انور سجاد کا نام آتا ہے، بہت سے نئے لوگوں میں سریندر پرکاش کا نام آتا ہے۔ چونکہ یہاں عصمت آپا بھی بیٹھی ہیں اور آپ بھی۔ افسانے کے دو بڑے ستون یہاں موجود ہیں تو آپ لوگوں کی کیا رائے ہے؟ یہ لوگ کیسا لکھ رہے ہیں؟ اور کیا لکھ رہے ہیں؟

بیدی : انتظار حسین بہت عمدہ افسانے لکھ رہے ہیں لیکن وہ داستانوی رنگ میں آج کل کے انداز میں نہیں اور یہ جو آپ نے نام لیے ..... انور سجاد اور سریندر یہ بھی بڑے اچھے ہیں۔

فیاض رفعت : خواتین میں کوئی نام بتائیے، پاکستان میں اور یہاں بھی ....؟

بیدی : قرۃ العین حیدر کو میں خواتین میں سب سے بڑا مانتا ہوں، اور اس کے علاوہ بھی کچھ نام ہیں جو اس وقت مجھے یاد نہیں آ رہے ہیں۔

فیاض رفعت : ایک افسانہ نگار پاکستان کی ہیں خالدہ اصغر اور جیلانی بانو ہمارے ہندوستان میں اور جمیلہ ہاشمی بھی ہیں پاکستان کی ....

بیدی : جمیلہ ہاشمی اور خالدہ اصغر بہت عمدہ لکھتی ہیں۔ خالدہ اصغر تو بہت ہی عمدہ لکھتی ہیں۔ میں ان کا قائل ہوں۔

عصمت : اچھا ایک کہانی تم نے بڑی خوبصورت لکھی تھی۔ کہ ایک لڑکی کہیں کام پہ جاتی ہے تو ایک بوڑھا آدمی موٹر میں اس کے پیچھے پیچھے جاتا ہے ... وہ بہت خوبصورت کہانی تھی .... ہاں! وہ بوڑھا اسے دیکھتا رہتا ہے اور وہ لڑکی بہت غصے میں ہوتی ہے کہ یہ بڈھا کون میرے پیچھے پڑ گیا ... یہ بعد میں معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس کے لیے پیغام لاتا ہے — اپنے بیٹے کا ...

بیدی : بیٹے کا پیغام لاتا ہے، لیکن وہ لڑکی سمجھتی نہیں کیونکہ وہ اس سے بات ہی اس انداز کی کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ تندرست رہو، اچھی رہو۔ تمہیں کوئی اچھا سا بر ملے۔ وہ لڑکی اس کی باتوں سے بہت برہم ہوتی ہے وہ گھر سے باہر کہیں جاتی ہے لیکن واپس چلی آتی ہے۔ جلی کٹی ہوئی۔ بھنی ہوئی .... اور پھر کئی دن گزر جاتے ہیں... پھر ایک رشتہ آتا ہے وہ دیکھتی ہے کہ لڑکا بہت خوبصورت ہے۔ شادی ہو جاتی ہے۔ سسر ان میں اس سے کوئی کہتا ہے "بیٹا تم خوبصورت نہیں، تندرست نہیں نا! جیتی رہو!" پھر وہ منہ اٹھا کر دیکھتی ہے — وہ وہی بڈھا رہا ہے۔

عصمت : وہ بڈھا اس کا سسر ہوتا ہے — وہ بہت مزے کا افسانہ ہے اور مجھے اس میں باپ کا کردار بہت اچھا لگا کہ وہ اپنی نظر سے بھی دیکھ رہا ہے اور اپنے بیٹے کو بھی اتنا ہی جانتا ہے ...

بیدی : آپا! آپ کچھ اپنی کہانیوں کے بارے میں کہئے۔

عصمت : میری کہانیوں کا کیا ہے ... ؟ تم بات کرو۔

بیدی : تمہاری کہانیوں کا کیوں نہیں؟

عصمت : تمہاری کہانیوں کے بارے میں معلوم کرنے آئی ہوں، جب تم مجھے انٹرویو کرنے آنا تو میرے بارے میں پوچھنا۔

(سب ہنستے ہیں)

بیدی : اچھا آپا، آپ جیسا کہیں گی ویسا ہی کریں گے۔

عصمت : تم ایک سرپرائز (Surprise) بہت دیتے ہو .... جان کے دیتے ہو؟

بیدی : END میں —؟

عصمت : جی ہاں END میں!

بیدی : کہانی میں میں سمجھتا ہوں کہ موڑ توڑ زیادہ نہیں ہونا چاہیے، لیکن آ جاتا ہے ضرور کسی نہ کسی طریقے سے...

فیاض رفعت : بیدی صاحب! آپ کے ڈراموں کا بھی ایک مجموعہ موجود ہے "سات کھیل" اور ادھر ہمارے ہاں اردو میں ڈرامہ ہی نہیں ہے ... آپ کے علاوہ کرشن چندر نے گا ہے بہ گا ہے ڈرامے لکھے۔ اوپندر ناتھ اشک نے لکھے، منٹو نے لکھے۔ آخر کیا وجہ ہے کہ ہمارے ہاں "ڈرامہ" صنف کی حیثیت سے بہت زیادہ مضبوط اور استوار نہیں ہے؟

بیدی : ڈرامے کی جس قسم کی LENGTH ہونی چاہیئے، جتنی طوالت ہونی چاہیئے اتنی نہیں ہے۔ ہم لوگوں نے بغیر تجربہ حاصل کیے ڈرامے لکھے۔ ایسا نہیں کہ ہمارے ہاں ڈرامے نہیں ہیں۔ ڈرامے ہیں لیکن آپ اسے کہانی کی حیثیت سے پڑھ سکتے ہیں — ڈرامہ کی حیثیت سے نہیں —

عصمت : یعنی وہ ڈرامے اسٹیج نہیں کیے جا سکتے —؟

بیدی : جی ہاں! ڈرامے بہت عمدہ ہیں، لیکن اسٹیج نہیں کیے جا سکتے۔

عصمت : مختصر ڈرامے ہیں وہ، دو تین ملا کر کیے جائیں تو....

بیدی : ہاں! یہ ہو سکتا ہے — مثلاً میرے ڈراموں میں چند بہت عمدہ ہیں۔ ان میں سے "خواجہ سرا" دوسرا "نیا نکیہ" تیسرا "رخشندہ" اور ایک ڈرامہ "ایک عورت کی نا" ایسے ڈرامے ہیں جنھیں اسٹیج کیا جا سکتا ہے۔ ہمارے ہاں ڈرامے کے لیے اردو ادیبوں میں، ڈرامہ نویسوں میں جہد ہے ہی نہیں۔

فیاض رفعت : بیدی صاحب! آپ کے ہاں پاکستان کی کتابیں بھی آتی ہیں، وہاں کے رائٹرز بھی یہاں آتے ہیں تو آپ سے ضرور ملتے ہیں، ہمیں یہ بتائیے کہ پاکستان میں جو افسانہ لکھا جا رہا ہے، جو شاعری کی جا رہی ہے جو ناول لکھا جا رہا ہے اس کا معیار کیسا ہے؟ کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ ناول میں وہ ہم سے آگے ہیں؟ جیسے عبداللہ حسین کا ناول ہے "اداس نسلیں" اور ممتاز مفتی کا "علی پور کا ایلی" یا شوکت صدیقی کا "خدا کی بستی" تو کیا آپ ایسا سمجھتے ہیں کہ ناول کا جو فارم ہے، جو کینوس ہے اسے ان لوگوں نے زیادہ بہتر طور سے برتا ہے؟

بیدی : ہاں ان کے ناول کے کردار بہت عمدہ ہیں ... ناول تکنیکی اعتبار سے۔ طوالت کے باوجود ہر اعتبار سے اچھا ہے.....

عصمت : ہمارے ہاں جیلانی بانو کا ناول "ایوان غزل" بہت اچھا ہے۔

بیدی : پاکستانی مصنفوں نے ناول کی طرف زیادہ توجہ دی ہے اور وہ زیادہ اچھے ہیں۔ میں نے بھی ایک چھوٹا سا ناول لکھا ہے "ایک چادر میلی سی" بس وہ لکھ کے بیٹھ گیا — اچھا دیگر یہ کہ ان کو ڈرامے کا بہت شوق

اور اسی لیے ان کا ڈرامہ ہمارے ڈرامے سے بہت آگے ہے، اور بہت عمدہ ہے۔

عصمت: اس لیے کہ ان کے ہاں فلم نہیں ہے، ہمارے ہاں فلم بہت آگے بڑھی ہے فلم نے بہت ترقی کی ہے۔ وہاں فلم نہیں ہے۔ T.V. پر یہ سارے ڈرامے ہوتے ہیں اس لیے وہ T.V کے ڈرامے لکھتے ہیں۔ لیکن فلم کے بارے میں آپ نہیں کہہ سکتے کہ انھوں نے کوئی اچھی فلم بنائی ہو۔

بیدی: یہ انکشاف ہوا ہے مجھ پر، بڑی مہربانی جو آپ نے مجھے بتایا...

عصمت: ہے ہی نہیں ان کے ہاں فلم تو وہ کیا لکھیں گے فلم کے لیے ــ؟

بیدی: یہ ٹھیک ہے ــ صحیح بات ہے، بہرحال ڈرامے بہت اچھے لکھتے ہیں، بہت عمدہ لکھتے ہیں اور ہمیں جب موقع ملے T.V. پر ہم بڑے شوق سے دیکھتے ہیں۔

عصمت: ہماری نئی فلموں کا مقابلہ کیجیے ان ڈراموں سے جو NEW WAVE فلم بن رہے ہیں ہمارے ہاں، اُن سے مقابلہ کیجیے۔ ان کے ڈراموں کا۔ پھر بتائیے کہ یہاں لکھا جا رہا ہے کہ نہیں۔ یہ نہیں کہ اردو میں نہیں لکھا جا رہا ہے۔

بیدی: میں نے جو سات ڈرامے لکھے ہیں ــ کوئی پڑھے تو! میرے یہاں آکر لوگ مجھ سے افسانے کی باتیں کرتے ہیں ڈراموں کی کوئی بات ہی نہیں کرتا۔ حالانکہ "خواجہ سرا" اتنا عمدہ ڈرامہ ہے کہ اسے ایک بار ربلونت گارگی امریکہ میں کرنے والے تھے مگر وہ کچھ وجہ سے نہیں ہو سکا۔

عصمت: ہم لوگ بمبئی میں رہتے ہیں نا ــ! بمبئی میں لوگ فلموں میں زیادہ دلچسپی لیتے ہیں...

فیاض رفعت: آپا! ہمارے ہاں جو اسٹیج ہے، مہاراشٹر میں خصوصاً مراٹھی میں جو ڈرامے ہوتے ہیں، گجراتی میں جو ڈرامے ہوتے ہیں، اُردو میں ویسے ڈرامے نہیں ہیں۔ آغا حشر کاشمیری کے بعد جو GAP ہوا ہے وہ پورا ہوتا نظر نہیں آتا۔

عصمت: بھئی دیکھو۔ اردو کے ڈرامے، اردو فلم پورے ہندوستان میں چلتی ہے اور کامیاب ہوتی ہے اور ان کا مارکیٹ صرف پورا ہندوستان ہی نہیں۔ فلم کا آغاز تو بمبئی سے ہی ہوا ہے، شروع تو مہاراشٹر نے کیا ہے، دادا صاحب پھالکے نے شروع کیا فلم کو اور اسے بنگال نے اٹھایا، بنگال نے کیا کیا فلمیں بنائی ہیں!

بیدی: نہیں! ایسا نہیں ہے ــ کوئی ہمارے ڈرامے کرے تو! اسے ایک نظر دیکھے تو!

عصمت: ہمارا ڈرامہ۔ فلم کی وجہ سے بہت پیچھے ہے۔

بیدی: پیچھے ہے: اسی لیے پیچھے ہے کہ کوئی اس میں دلچسپی نہیں لیتا ہے۔ اس لیے ہم اسے نہیں لکھتے، کیونکہ ڈرامہ کو دیکھنے کے لیے کوئی تقاضہ نہیں ہے۔ اس لیے نہیں دیکھتا کوئی۔

عصمت: نہیں۔۔ نہیں ہمارے ہاں اسٹیج اتنا DEVELOP نہیں ہوا ہے، جتنا پاکستان میں ہوا ہے کیونکہ وہاں فلم نہیں ہے۔

فیاض رفعت: بیدی صاحب! آپ کا خیال بالکل بجا ہے کہ ہمارے ہاں ڈرامے کی جو تفہیم ہونی چاہئے تھی، اس کو جس انداز سے پڑھا جانا چاہئے، سمجھا جانا چاہئے تھا شاید نقادوں نے اس پر اتنی توجہ نہیں دی۔ اور جیسا کہ ابھی آپ نے بتایا کہ آپ کے کئی ڈرامے ہیں اور کرشن جی کے، اوپندر ناتھ اشک کے بھی کئی ڈرامے ہیں۔ لیکن چونکہ اسٹیج میں COSTUME INVOLVE ہوتا ہے خرچ INVOLVE ہوتا ہے۔ اداکاروں کو BOOK کرنا ہوتا ہے، اس لیے ہمارے ہاں وہ Professional SKILL پیدا نہیں ہو سکا۔ پھر یہ ہے کہ فلم بڑا MEDIA ہے اس لیے لوگوں کی توجہ فلم کی طرف زیادہ چلی جاتی ہے جبکہ فلم اور اسٹیج کے Plays ایک دوسرے کے بہت قریب ہیں لیکن فلم چونکہ بڑا MEDIA ہے اور اس کا ــ ECONOMIC پہلو بھی ہے اس لیے بھی لوگ اسے اہمیت دیتے ہیں۔

بیدی صاحب! آپ فلموں کے ساتھ بھی وابستہ رہے ہیں، اور اس خصوص میں آپ کا اپنا تجربہ بھی کافی ہے۔ آپ نے بڑی خوبصورت فلمیں بنائی ہیں جیسے "دستک" آپ کی اپنی فلم تھی، "گرم کوٹ" آپ کی تھی۔ اس کے علاوہ بھی آپ نے کچھ بہت ہی خوبصورت فلمیں لکھی ہیں "دیوداس" ہے "مرزا غالب" ہے ....

عصمت: ڈائیلاگ بہت عمدہ لکھتے ہیں۔

فیاض رفعت: آپ نے ادھر ایک فلم بنائی تھی "آنکھن دیکھی" نام تھا نا آپا اس کا؟

بیدی: وہ میرے بیمار ہونے سے پہلے بنی تھی اور اس کے بعد وہ درمیان میں ہی رہ گئی۔ N.F.D.C. کا پیسہ اس میں لگا ہوا تھا، پانچ لاکھ انھوں نے اس میں لگائے تھے جو بعد میں بڑھ کر دس لاکھ ہو گئے، پھر اس پر LABORATORY والوں نے سود اتنا لگا لیا کہ وہ فلم بن کے مکمل ہو کے ڈبوں میں بند پڑی ہے۔ اب کوئی پندرہ بیس لاکھ روپے لگائے اور اسے نکلوائے ــ بس اسی وجہ سے وہ فلم خراب ہو رہی ہے۔

فیاض رفعت: یہ تو خیر آپ نے بتایا ہی ہے کہ ایک مشکل پیدا ہو گئی ہے، لیکن وہ فلم پوری بن گئی ہے نا؟

بیدی: بالکل! پوری بن گئی ہے، مکمل ہو گئی ہے اور بڑی ہی استوار اور خوبصورت فلم بنی ہے۔

عصمت: اچھا میں N.F.D.C. کی ممبر ہوں، میں اب کی میٹنگ میں جا کے پوچھوں گی کہ وہ کیوں DUMP کر دی گئی ہے وہ کسی طرح سے نکال جائے۔

بیدی: آپ کی بڑی مہربانی ہوگی، نوازش ہوگی۔

عصمت: خیر! وہ بیس لاکھ تو ڈوب ہی گئے ہیں، ممکن ہے فلم سے کچھ RECOVER ہو جائے۔

بیدی: وہ آج کل کے زمانے کی فلم ہے۔ ہماری جو ٹکرار تھی انگریزوں کے ساتھ...

عصمت: وہ فلم بہت ضروری ہے اس وقت!

بیدی: جی ہاں! بڑی ضرورت تھی اس وقت! دیکھیں کیا ہوتا ہے؟

عصمت: اس سوال کو تم نے کبھی اٹھایا بھی؟

بیدی: میں چھ سال سے لنگڑا کے چلتا ہوں، ہاتھ میرے کام نہیں کرتے، میں PARALYTIC مریض ہوں، اب میں نکلا ہوں اس سے تو CANCER FOR RECTUM کا شکار ہو گیا ہوں جس میں ایک طرف پیٹ پھاڑ کے درد کم کیا جاتا ہے اور باقی RECTUM اوپر آ جاتی ہے...

عصمت: مگر دماغ تو سلامت ہے!

بیدی: (روتے ہوئے) بس یہی بات ہے... ذرا میں اس سے تندرست ہوں تو پھر میں آپ کی دعا سے، آپ کے پیار سے، آپ کی شفقت سے لکھوں گا....

عصمت: ضرور ــ ضرور...

فیاض رفعت: بیدی صاحب! ہمیں آپ کی علالت کا احساس ہے لیکن اگر آپ لاہور کی کچھ یادیں دوہرا دیں تو ہمارے سامنے آپ کی پوری زندگی آ جائے گی۔ اور اپنے کچھ ساتھیوں کا ذکر کر دیں، منٹو ہیں، عصمت آپا تو ہمارے سامنے بیٹھی، دوسرے ساتھی.... لاہور کی زندگی ....

بیدی: بھئی سب سے پہلے تو میرے دوست اوپندر ناتھ اشک تھے۔ میں ان کے لیے اور انھوں نے میرے لیے بہت کچھ کیا، ان کی بیوی کا انتقال ہو گیا اور وہ میرے گھر میں پڑے رہتے تھے، وہ خدمت کرتے تھے میری اور میں خدمت کرتا تھا ان کی ــ اس طرح ہماری دوستی ایک لمبے عرصے تک چلی۔۔ گول باغ میں ہمارا جانا..... اور ایسی جگہوں میں ہمارا جانا جہاں کہ گھنٹوں ہم گزار سکیں۔ باقی رہا کرشن کی بابت... میں نے ان کی کہانیاں پڑھیں تو بہت متاثر ہوا، نتیجہ یہ ہوا کہ راستے سے کوئی آدمی گزرتا تو میں اس سے پوچھتا تھا کہ "تم کرشن چندر ہو؟" یقین مانیئے میں ایک دن پنجاب پبلک لائبریری گیا تو میں نے دیکھا کہ ایک آدمی بہت پڑھ رہا ہے، میں نے سوچا یہی کرشن چندر ہوگا، میں نے اس سے پوچھا "آپ کرشن چندر ہیں؟" تو وہ کہنے لگا "میں تو ڈھونڈو مل ہوں" (قہقہے) میں تو حیران رہ گیا ــ پھر مجھے پتہ چلا کہ وہاں ایک CAREER رسالہ تھا، اس کے ایڈیٹر کرشن چندر تھے، میں وہاں گیا اور میں نے کہا کہ "آپ کرشن چندر ہیں؟" وہ کہنے لگے "تم راجندر سنگھ بیدی ہو؟" اور پھر ہم دونوں گلے مل گئے۔ کرشن سے میری اس قسم کی ملاقات تھی، اچھا یہ منٹو بمبئی میں تھے،

ان دنوں کوئی رسالہ نکال رہے تھے "معور" اس میں انھوں نے میرا پہلا افسانہ پڑھنے کے بعد لکھا کہ — "یہ راجندر سنگھ بیدی "کون ممی کے ڈھیلے ہیں؟" (قہقہہ) انھوں نے میرے اس پہلے افسانے کی بہت تعریف کی، پھر دوسرا افسانہ میں میں نے لکھا تو پھر انھوں نے تعریف کی، اور مجھ سے ملنے کے لیے مشتعل! اور میں بھی ان کے لیے مشتعل۔ پھر ایک بار لاہور میں ملاقات ہوئی۔ تو تو میں میں اور گالیاں شروع ہو گئیں، وہ تھے ہی اس قسم کے آدمی! ان کے ساتھ میری یاد جو ہمیشہ وابستہ رہے گی وہ یہ کہ انھوں نے "مرزا غالب" لکھی۔ مودی صاحب کے لیے، ان کی ساری تحریروں میں ایک یہی رہ گیا صرف۔ اور بعد میں مجھے لکھنی پڑی۔ پاکستان بن گیا تھا اور منٹو وہاں چلے گئے تھے... بس! ان کے ساتھ میری یہی یاد وابستہ ہے۔ آپا (عصمت) کی ہم باتیں سنتے تھے اور حیران ہوتے تھے کہ ایک عورت ہو کے اس قسم کے جملے استعمال کرتی ہیں۔ اس قسم کی کہانیاں لکھتی ہیں، یہ تو غضب ہو گیا۔ ہم پیچھے رہ گئے، پچھڑ گئے بالکل!

عصمت: عورت عجیب قسم کا جانور ہے۔

بیدی: دوسرے قسم کا جانور ہوتی ہے "عورت" کہہ لیجئے، واقعی ہم ان سے بڑے ہی مرعوب تھے، اور ان کی کہانیاں پڑھتے تھے۔

عصمت: خفا نہیں تھے —؟

بیدی: خفا نہیں تھا — میں حیران تھا کہ کیسے لکھتی ہیں ایسے افسانے؟ کوئی اور نہیں لکھ سکتا۔ پھر پتہ چلا کہ ان پر مقدمہ چلنے والا ہے۔ پھر اس امید میں تھے کہ آئیں گی تو ملیں گی — پھر یہ آئی نہیں —!

عصمت: اس زمانے میں تو منٹنگیں ہوتی تھیں ہماری سمدر ترنگ SAMUDRA TARANG میں! جب مقدمہ چلا ہے—

بیدی: نہیں میں لاہور کی بات کر رہا ہوں....

(— بیدی صاحب بہت تھک گئے تھے اس لیے میں نے اور عصمت آپا نے ان کا شکریہ ادا کیا اور اجازت لی۔ نقاہت کے باوجود بیدی صاحب ہم لوگوں کو دروازے تک چھوڑنے آئے — فیاض رفعت)

(بمبئی سے نشر)

شور سے کیا نقصان ہوتا ہے

مشتاق پردیسی

بچو تم صاف پانی پیتے ہو تو کتنا اچھا لگتا ہے۔ اگر پانی میں کسی قسم کی مہک آنے لگے تو تم اسے نہیں پیو گے۔ پانی اکثر مٹی وغیرہ مل جانے سے گندہ ہو جاتا ہے۔ یہ گندگی دکھائی دیتی ہے۔ مگر ایسی چیزیں بھی پانی میں گھل مل جاتی ہے جو دکھائی نہیں پڑتیں مگر پانی خالص نہیں رہ جاتا ہے وہ گندہ ہو جاتا ہے۔ ایسی گندگی کو ہم سائنس کی زبان میں آلودگی کہتے ہیں۔ آلودگی کئی طرح کی ہوتی ہے۔ ندیوں میں مکانوں کا گندہ پانی ملتا رہتا ہے تو ندیاں آلودہ ہو جاتی ہیں۔ ہوا میں دھواں یا دواؤں، تیزاب وغیرہ کی تیز مہک شامل ہو جاتی ہے تو ہم کہتے ہیں ہوا آلودہ ہو گئی۔ کھانے وغیرہ میں کچھ مل جائے تو وہ کھانے کے قابل نہیں رہتا ہے تو ہم کہیں گے کہ غذا میں آلودگی ہے۔ بڑے بڑے دھماکے اور ایٹم بم کے تجربوں سے بھی ہوا آلودہ ہو جاتی ہے۔

آج کل آلودگی کے سلسلے میں ایک اور نام لیا جا رہا ہے اور وہ نام ہے آوازوں میں آلودگی کا — روز بروز بڑھتا ہوا شور ہی دراصل آواز کی آلودگی ہے۔ اس آلودگی کا آپ سب کو تجربہ ہوتا رہتا ہے۔ پانی، غذا اور ہوا کی آلودگی کی طرح شور بھی انسان کی صحت کے لیے ایک بہت بڑا خطرہ بن رہا ہے۔ شور تو ہر طرح کا پہلے بھی ہوتا تھا، جنگل میں شیر دھاڑتا تھا، ہاتھی چنگھاڑتا تھا۔ چڑیاں چہچہاتی تھیں، اب بھی چہچہاتی ہیں۔ مگر یہ آوازیں تو کانوں کو بھلی لگتی ہیں۔ ندیوں کا پانی اونچائی سے گرتا ہے تو اس کی آواز اچھی لگتی ہے۔ گھوڑے دوڑنے سے ٹاپوں کی آواز آتی ہے۔ مگر اس سے بھی سر میں درد نہیں ہوتا ہے۔ مگر اب جیسے جیسے دنیا میں مشینوں کا استعمال بڑھتا جا رہا ہے — ٹرینیں، ہوائی جہاز، موٹر کاریں، اسکوٹر، ٹرک، ٹریکٹر، ٹینک، آٹو رکشا، ٹیمپو، بسیں سڑک پر بڑھتی جا رہی ہیں اور ہر لمحہ ہر سکینڈ اور ہر منٹ پر آپ کو ان گاڑیوں کا شور سننا ہی پڑتا ہے۔ چاہے آپ کو اچھا لگے یا نہ لگے۔ شور تو آپ کے کانوں میں جائے گا ہی — شہروں میں تو ایک اور مصیبت لاٹری کی دکانوں پر بجنے والے لاؤڈ اسپیکروں سے بھی پیدا ہو گئی ہے۔ لاٹری کی دکانوں پر اعلان ہو رہا ہے۔ پان کی دکان میں ٹرانسسٹر پر ڈسکو گانے آ رہے ہیں۔ ہوٹلوں میں ریڈیو پوری اسپیڈ پر کھلا ہوا ہے۔ رکشہ پر منجن والا زور زور سے چلا رہا ہے۔ سڑک کے کنارے غلط دوا بیچنے والے اپنا لاؤڈ اسپیکر بجا رہے ہیں۔ پارک میں کوئی نیتاجی زور زور سے تقریریں کر رہے ہیں۔ ایک جیپ پر سنیما ہال میں نئی بدلنے والی فلم کا اعلان ہو رہا ہے — اور یہ ساری آوازیں ایک ساتھ آپ کے صرف دو کانوں میں گھستی چلی جا رہی ہیں۔ آپ کی تیوری چڑھتی چلی جا رہی ہے دماغ پریشان ہے سڑک پار کرنا چاہتے ہیں تو موٹر کا ہارن اتنی

ر سے بجتا ہے کہ آپ پریشان ہو جاتے ہیں آپ کے دوست آپ سے کوئی بات کرنا چاہتے ہیں تو اتنی زور زور سے بولنا پڑتا ہے جیسے دونوں بہرے ہوگئے ہیں۔

اب آپ ہی بتائیے اتنے شور میں آپ کا کیا حال ہوتا ہے۔ در اصل عام طور سے اوسط بول چال کی آواز تو کانوں کو ٹھیک لگتی ہے مگر اس سے اونچی آواز ہو جائے تو وہ شور بن جاتی ہے۔ اور بہت سے شور ایک ساتھ ابھرنے لگتے ہیں تو آواز کی آلودگی شروع ہوجاتی ہے۔ بڑے چھوٹے کارخانوں میں مشینوں کا اتنا زیادہ شور رہتا ہے کہ وہاں کام کرنے والے لوگ سچ مچ اونچا سننے لگتے ہیں۔ سڑک سے بارات گزرتی ہے تو دور دور تک کوئی بات ہی نہیں کرسکتا ہے۔ یہ ساری چیزیں ہیں۔ یہ سارا شور کان کے راستے دماغ کے اس حصّے میں پہنچتا رہتا ہے جہاں سننے کی قوت موجود ہے اتنے زیادہ شور سے کانوں کے نازک پرزے اور دماغ کے نازک حصے تھک جاتے ہیں اور آدمی بیمار پڑنے لگتا ہے۔

بچو! جس طرح تم لیٹر سے پانی یا دودھ ناپتے ہو۔ میٹر اور فٹ وغیرہ سے لمبائی ناپتے ہیں۔ کیلوگرام سے وزن ناپتے ہیں اسی طرح آواز ناپنے کا بھی ایک طریقہ ہوتا ہے۔ آواز 'ڈیسی بل' پیمانے سے ناپی جاتی ہے۔ اسے عام طور پر ڈی۔بی کہتے ہیں۔ جیسے کیلوگرام کو کے جی کہتے ہیں۔ اسی طرح ڈیسی بل پیمانے کو ڈی۔بی کہتے ہیں۔ سب سے کم آواز یعنی صرف اتنی کہ قریب کا آدمی سن لے۔ صفر ڈی۔بی کہلاتی ہے۔ اسی طرح جب ہم ایک دوسرے سے پھسپھسا کر بات کرتے ہیں تو اس کی ناپ ۱۵ ڈی بی یا ۲۰ ڈی بی تک ناپی جاتی ہے۔ آپ کے آس پاس اونچی آوازیں باتیں ہوتی ہیں۔ گلیوں میں لوگ شور مچاتے ہیں زور زور سے چلّاتے ہیں۔ سڑک پر عام طور سے زیادہ شور کا احساس ہوتا ہے۔ یہ زیادہ شور ۷۰ ڈی بی تک پہنچ جاتا ہے اس وقت ہم تم جو بات کرتے ہیں اس کی شدت ۶۰ ڈی بی تک رہتی ہے۔

اس طرح کاروں کا ہارن ۴۰ سے ۴۵ ڈی بی موٹر سائیکل کی آواز ۱۵۰ ڈی بی سے بھی زیادہ ہوجاتی ہے۔

سائنس دانوں اور ڈاکٹروں کا کہنا ہے کہ ۸۴ ڈی بی والی شدت کی آواز میں لگاتار رہنے سے آدمی بہرہ ہوجاتا ہے۔ ۱۲۰ ڈی بی کی آواز سے ماں بننے والی عورتوں پر اثر پڑتا ہے۔ ان کے بچے کمزور پیدا ہوتے ہیں۔ اتنی تیز آواز سے یعنی بہت زیادہ آلودہ آواز سے پہلے تو کان میں ہی تکلیف کا احساس ہوتا ہے۔ پھر سر دُکھنے لگتا ہے جھنجھلاہٹ پیدا ہوتی ہے۔ بلاوجہ غصّہ آنے لگتا ہے کام کرنے اور پڑھنے میں ہی دل نہیں لگتا ہے۔ اور کام کرنے کی طاقت کم ہوجاتی ہے۔ پورے بدن میں تناؤ اور اینٹھن ہونے لگتی ہے اور پھر دل و دماغ اور جگر پر تناؤ کا اثر پڑتا ہے۔ آدمی بیمار ہو جاتا ہے اور کمزور ہونے لگتا ہے۔ بڑے بڑے کارخانوں میں مسلسل کام کرنے والے مزدور عام طور سے کمزور ہونے لگتے ہیں۔ اس کی وجہ جہاں کارخانے کی آلودہ ہوا ہے وہیں کارخانے کی آلودہ آوازیں بھی ہیں۔ کارخانوں کے مزدوروں کا جائزہ اس سلسلے میں سب سے پہلے اٹلی کے سائنس داں ریم زینی نے تین سو سال پہلے لیا تھا اور بتایا تھا کہ شور میں کام کرنے والے مزدور بہرے ہوتے ہیں۔ اور کارخانوں کی پیداوار گھٹنے لگتی ہے۔ آجکل کے سائنس داں بھی بتاتے ہیں کہ سڑکوں اور کارخانوں میں ہونے والے حادثے بہت کچھ شور کی وجہ سے بھی ہوتے ہیں ان میں شور بڑا ہاتھ رہتا ہے۔

آج شور کہاں نہیں ہے۔ آپ کے گھر میں بچے شور مچاتے ہیں۔ اور کارخانوں میں شور۔ اسکول میں شور۔ دفتروں میں شور اور حد ہوگئی کہ ہسپتالوں میں بھی شور۔ دُکانوں کا شور، اسٹیشن کا شور۔ کُل ملاکر ہر طرف شور ہی شور سُنائی دے گا۔ جب آپ کے والد یا والدہ اتنا زیادہ شور سُن کر آپ کو شور کرنے سے منع کرتے ہیں۔ آپ کو بار بار "شور مت مچاؤ" کہہ کر ڈانٹیں تو اس میں برا ماننے کی بات نہیں ہے۔ یقیناً وہ بہت زیادہ شور سے پریشان ہوگئے ہوں گے۔

شور سے۔ یعنی ۱۲۰ ڈی بی سے زیادہ شور سے انسان کو ان بیماریوں کا خطرہ رہتا ہے۔

(۱) دل کے دھڑکن کی رفتار بڑھ جاتی ہے۔

(۲) خون کا دباؤ بڑھنے لگتا ہے۔

(۳) دماغ پر بوجھ کی وجہ سے غصہ اور چڑچڑاپن آجاتا ہے۔

(۴) خون میں کولسٹرول اور کارٹی سون جیسے زہریلے مادے پیدا ہو جاتے ہیں۔ جن سے دل کی خراب بیماریاں گھیر لیتی ہیں۔

(۵) کان سے کم سنائی دینے لگتا ہے۔

بڑے بڑے ماہروں نے اندازہ لگایا ہے کہ ہر دس سال میں شور کی شدت دگنی ہوتی جارہی ہے۔ ہمارے ملک کے بڑے اور صنعتی شہروں یعنی بمبئی، کلکتہ، مدراس، احمد آباد، دہلی اور کانپور میں شور کی شدت بہت بڑھتی جارہی ہے۔

شادی بیاہ دیوالی اور شب برات پر پٹاخوں سے بھی اتنا شور اُٹھتا ہے کہ خود پٹاخے داغنے والے بچے بھی پریشان ہوجاتے ہیں۔ آج کل تو ڈسکو گیت بہت بجائے جاتے ہیں۔ ان کی شدت ہمیشہ ۱۲۰ ڈی بی سے زیادہ ہی ہوتی ہے۔

شور کے نقصانات دیکھتے ہوئے اور آواز کی آلودگی کو کم کرنے کے لیے انگلینڈ میں ۱۹۶۰ء میں ایک سخت قانون بنایا گیا تھا جس کے تحت آواز کی آلودگی پھیلانے والے کو بھاری جرمانہ دینا پڑتا ہے۔ ایسے ہی قانون روس، آسٹریلیا، فن لینڈ، چیکو سلواکیہ اور ڈنمارک میں بھی بنا دیئے گئے ہیں۔

ہمارے ملک میں بھی شور کو آبادی سے دور رکھنے کے لیے کارخانے شہروں سے دور ہی بنائے جاتے ہیں۔ اچھے کارخانوں میں مزدوروں کے کان اور چہرے کے لیے ماسک دیئے جاتے ہیں۔ ہر جگہ پیڑ لگانے سے بھی آواز کی آلودگی گھٹتی ہے کیونکہ پیڑ کافی تیز آوازوں کو اپنی پتیوں میں جذب کر لیتے ہیں۔ بچو! تم کو چاہیئے کہ تم خود بھی شور کم کیا کرو ریڈیو دھیرے دھیرے بجاؤ — موٹر سائیکل یا اسکوٹر خراب ہو تو اسے ٹھیک کرالو زور سے گانا نہ گاؤ۔ شور کے نقصانات کو خود بھی سمجھو اور دوسروں کو بھی سمجھاؤ۔ پیڑ زیادہ سے زیادہ لگاؤ۔ پٹاخے نہ داغو تو سب سے اچھا ہے پھر دیکھو کہ ۴۰ ڈی بی تک کی آواز میں رہنے میں کتنا مزہ آتا ہے۔ کتنا سکون ملتا ہے۔

(آکاشوانی لکھنؤ سے نشر)

مرتضیٰ باقی پردیسی

سب ایڈیٹر

نوجیون، لکھنؤ

اجمل اجملی

کھونے کے لیے اور نہ پانے کے لیے ہیں
کچھ لوگ تو خوابوں میں بسانے کے لیے ہیں

الطاف و کرم اس کے سدا یاد رہیں گے
بخشے ہیں جو غم اس نے بھلانے کے لیے ہیں

کیا میرا بگاڑے گا شبِ غم کا اندھیرا
یادوں کے بہت دیپ جلانے کے لیے ہیں

ہاں اور قریب آ کہ مرے خشک لبوں پر
کچھ شعر فقط تجھ کو سنانے کے لیے ہیں

چوکھٹ سے خداؤں کی بچا کر انھیں رکھئے
یہ سر تو صلیبوں کو سجانے کے لیے ہیں

عظمت کی طلب ہم کو نہ شہرت کی تمنّا
ہم لوگ تو بس اپنے زمانے کے لیے ہیں

(الٰہ آباد سے نشر)

گھر کا ماحول اور بچوں کی تربیت

طاہرہ رضوی

بچے قوم کا مستقبل ہوتے ہیں ان کی تعلیم و تربیت درحقیقت قوم کے مستقبل کی تعمیر ہے [illegible] ہر قوم اور ہر ملک کے مفکرین و دانشمند ابتدا ہی سے نسل اور نئی نسل کی تعلیم و تربیت کے لیے عملی کوشش کرتے ہیں اور یہی وجہ کہ [illegible] دنیا میں بچوں کی نفسیات ان کے احساسات و جذبات کا [illegible] [illegible] اور قوم کو صحیح رہنمائی مل سکے۔

بچوں کے ذہن و دماغ اور ان کے جذبات و احساسات پر جو بہت سارے چیزیں اثر انداز ہوتی ہیں ان میں تین [illegible] سے نمایاں ذکر ہیں۔

خاندان۔ گھر کا ماحول۔ اور پھر باہر کا ماحول جس میں اسکول کا ماحول بھی بے حد مؤثر ہے ماہرین نفسیات کا کہنا ہے کہ بچوں پر سب سے پہلے خاندان کے موروثی اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ ان اثرات میں ماں اور باپ دونوں کے خاندانوں کا اثر شامل ہے۔ بچوں کے اندر نرمی و سختی خوش مزاجی و ترش روئی محبت و نفرت دراصل خاندانی اخلاق و عادات کا عکس ہے۔ دوسری چیز جس کا میں خاص طور سے ذکر کرنا چاہتی ہوں۔ وہ گھر کا ماحول ہے۔

ماہرین تعلیم و تربیت اور علمائے نفسیات نے اس حقیقت پر زور دیا ہے کہ بچہ کے ذہن کی سادہ تختی پر جو ابتدائی نقوش پڑ جاتے ہیں وہ کبھی نہیں مٹتے ہیں۔ خواہ ان کو مٹا ہوا سمجھ لیا جائے لیکن درحقیقت وہ مٹتے نہیں دب جاتے ہیں اور وقت پر ابھرتے ہیں۔ اس حقیقت کو تسلیم کرنے کے بعد ہر والدین اور گھر میں دیگر رہنے والے افراد مثلاً دادا، دادی اور نانا، نانی، جو بچہ کی تربیت کرنے پر حصہ لیتے ہیں، کی ذمہ داری بڑھ جاتی ہے۔ یہی لوگ اس سادہ تختی پر آسانی سے اچھے سے اچھے نقش بنا سکتے ہیں۔ اور جن کو کوئی طاقت اور کوئی تعلیم و تربیت آسانی کے ساتھ مٹا نہیں سکتے۔

بچوں کی صحیح اور اچھی تربیت کے لیے ایک صاف ستھرا، خوشگوار ساماحول ہو اور [illegible] جب ہر بچہ کی فطرت میں عادی ہے۔ وہ وہی کرنے کی کوشش کرتا ہے جس سے وہ متاثر ہوتا ہے۔ بچہ خاص طور سے اپنے والدین اور گھر کے ماحول کا بہت جلد قبول کرتا ہے [illegible] جیسے کہ عموماً [illegible] کی بہتر تربیت کا [illegible] [illegible] سیکھتا ہے۔ زبانی تربیت کا [illegible]

اسی لیے ہم آپ جانتے ہیں کہ بچے کی زبان پر سب سے پہلے جو لفظ چڑھتا ہے وہ ماں، امی، اماں، ممی کا ہی لفظ ہوتا ہے اور سب کا مشاہدہ ہے کہ ماں جو کام کرنا چاہے گی، بچہ خود اس میں ہاتھ لگانے لگا۔

والدین کا آپسی جھگڑا بچوں کے ذہن پر بہت برا اثر ڈالتا ہے۔ شوہر اگر بیوی کو ڈانٹتا ہے یا بیوی اپنے شوہر سے گستاخانہ سلوک کرتی ہے تو ہم یہ تو کہہ نہیں سکتے کہ ہمارا بچہ نادان [illegible] بلکہ اس کے برے اثرات اس کے ذہن پر نقش ہو رہے ہیں اس لیے ہم لوگوں کو بچوں کے سامنے ہرگز جھگڑا یا غلط قسم کے کام نہیں کرنا چاہئے۔ اگر ہم لوگ ایسا کریں تو حقیقت میں ہم اپنی اولاد پر ظلم کر رہے ہیں۔

اگر گھر میں سکون ہے تو سمجھئے بچہ بھی سکون میں ہے اور اگر خدانخواستہ گھر کا ماحول بگڑا ہوا ہے تو بچہ کے بگڑنے میں بھی زیادہ دیر نہیں ہے۔ جس طرح والدین یا گھر کے دوسرے افراد اپنے دن بھر کے کام کی تھکاوٹ کے بعد گھر آکر گھر کا ماحول خوشگوار اور پرسکون دیکھنا چاہتے ہیں۔ اسی طرح اسکول سے آکر بچہ بھی گھر کا ماحول ہنستا اور مسکراتا ہوا دیکھنا پسند کرتا ہے۔ اسکول سے آکر اگر بچہ کو گھر میں اپنے والدین خصوصاً ماں موجود نہ ملے یا گھر میں کسی گھریلو معاملے کی وجہ سے گھر کے افراد یا ماں کا مزاج درست نہ ہو تو بچہ فوراً جھنجھلا جاتا ہے۔ اس کی اسکول کی تھکاوٹ دور نہیں ہو پاتی ہے اور وہ طرح طرح سے ماں کو یا گھر کے دوسرے افراد کو تنگ کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ بچہ کے جذبات اور احساسات کو مدنظر رکھ کر گھر کا ماحول خوشگوار اور ستھرا رکھنا ہے۔ اگر گھر میں کسی وجہ سے بھی ناخوشگوار حالات پیدا ہو بھی جائیں تو اس بات کی بہت زیادہ کوشش کرنی چاہیے کہ بچہ پر اس کا اثر نہ پڑے اور وہ ایسے حالات کی وجہ سے غیر توجہی کا شکار نہ ہو۔ جب اگر گھر کے اندر غیر توجہی کا شکار ہو جائے تو وہ بچہ ضدی بن جاتا ہے۔ اور طرح طرح سے اپنے اردگرد کے لوگوں کی توجہ حاصل کرنا چاہتا ہے۔ والدین کی بے حد مصروفیت کی وجہ سے بھی بچہ تنہائی اور اداسی محسوس کرتا ہے اس تنہائی اور اداسی کو دور کرنے کے لیے وہ گھر کے ماحول سے باہر آتا ہے۔ باہر کے ماحول کو جیسا بھی وہ دیکھتا ہے اچھا یا برا اسے اپنانے کی کوشش کرتا ہے اپنی تنہائی کو دور کرنے کے لیے وہ کسی نہ کسی کا سہارا لیتا ہے۔ اگر چھوٹا ہے تو طرح طرح کے ایسے کھیل کھیلتا ہے جو اس کی [illegible] اچھے نہیں ہوتے ہیں اور اگر وہ تھوڑا بڑا ہے تو سگریٹ اور سینما کے چکر میں پڑ جاتا ہے اور آگے چل کر یہی بچہ طرح طرح کی بری عادتوں کا بھی سہارا لیتا ہے وہ گھر سے دور چلا جاتا ہے۔ گھر کے افراد سے الگ رہتا ہے اور پھر سماج کے مقابلہ میں اس کی کوئی شخصیت نہیں رہتی ہے اور وہ سماج کے لیے ایک بوجھ بن جاتا ہے۔

اس کے علاوہ آجکل کے بچے بہت ذہین ہوتے ہیں۔ ان کے ذہن پر طرح طرح کے سوالات پیدا ہوتے رہتے ہیں وہ بہت کچھ جاننے کی کوشش کرتے ہیں وہ اپنے سوالات کا صحیح اور صاف جواب مانگتے ہیں۔ جہاں نہ پا سکتے سے وہ الجھن میں پڑ جاتے ہیں۔ اگر گھر کے اندر ان کو بہتر والدین اور صحیح ماحول ملتا ہے تو وہ گمراہ ہونے سے بچ جاتے ہیں اور اگر خدانخواستہ گھر کا ماحول صحیح و گھر کے افراد صحیح ڈھنگ سے تربیت کرنے والے نہ ہوں تو بچے کی آئندہ زندگی بے ربط اور بے ڈھنگی ہو جاتی ہے۔

اسی لیے ہمارے گھر کے اندر گھر کا ماحول پڑھا لکھا ہنستا مسکراتا خوشیوں سے بھرپور، لڑائی جھگڑے اور نفرت و غصہ سے کوسوں دور ہونا چاہئے تبھی ہمارے بچے بھی ہشاش بشاش اور کھلے ہوئے پھول بن سکیں گے۔

ہمارے اخلاق و عادات اگر اچھے ہیں تو ہمارے بچوں کے بھی اخلاق اچھے ہوں گے۔ ہمارے بچوں کی تعریف خود ہماری تعریف ہے اور کون ایسا ہے جو دوسروں سے اپنی تعریف سننا پسند نہیں کرتا ہے اگر ہم لوگ اپنے بچوں کی تربیت میں کامیاب ہو گئے تو سمجھئے کہ اس چمن میں سکون و اطمینان کی ہوائیں چلیں گی اور ہمارا اور آپ کا یہ چمن ان مہکتے ہوئے پھولوں کی طرح خوشیوں سے آباد ہوگا اور ہم لوگ دنیا میں ہی جنت کا مزہ لوٹنے لگیں گے۔

(آکاشوانی لکھنؤ سے نشر)

سمندری ترقیات

محمد خلیل

آج انسان اپنی تحقیقی کاوشوں سے خلا میں پہنچ گیا ہے جہاں قدرت نے انسانی شوق و تسکین کے لیے متعدد اشیا پیدا کی ہیں اسی طرح قدرت نے سمندر کی گہرائیوں میں انسانی دلچسپی کی لاتعداد چیزیں مہیا کی ہیں۔ اس سے زیادہ اور کیا ہوگا کہ خود زندگی سمندر کی گود سے پیدا ہوئی اور اس کے بعد بے شمار صدیوں سے گزرتی ہوئی زمین پر پہنچ گئی۔ سمندری حرکتوں کا علم ہندوستان کو قدیم زمانے سے ہی رہا ہے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ انھیں سائنسی نقطۂ نظر سے معلومات نہ تھی لیکن پھر بھی سمندر کا چڑھنا، اترنا، پانی کا بہاؤ اور ہواؤں کے رخ کی تھوڑی تبدیلی کے بارے میں انھیں معلوم تھا اور اس تھوڑی معلومات سے وہ فائدہ اٹھا رہے تھے۔ مثال کے طور پر شہنشاہ بابر کی سوانح عمری میں اور "آئین اکبری" میں ہندوستانی مچھلیوں کا ذکر ملتا ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ ہندوستان میں جدید علم بحریات کی ابتدا برطانوی دور حکومت میں ہوئی جس کا سلسلہ ایک طویل عرصہ تک جاری رہا اور اس دوران سمندری جانوروں کی متعدد اقسام دریافت کی گئیں اس کے علاوہ سمندری طبعیات اور سمندری کیمیات کے شعبوں میں تحقیق ہوئی۔

ملک میں آزادی کے بعد ہمارے سائنسدانوں نے کثیر تعداد میں معدنیات کو زیادہ سے زیادہ حاصل کرنے کی ضرورت محسوس کی ۱۹۴۷ء میں سینٹرل میرین فشریز ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کی بنیاد رکھی گئی۔ ۱۹۵۲ء میں آندھرا یونیورسٹی میں علم بحریات پر باقاعدہ تحقیقی کام ایک امریکی پروفیسر کی رہنمائی میں شروع ہوا۔ یہ ملک میں اس قسم کی پہلی کوشش تھی اس کے بعد مرکزی حکومت نے ۱۹۶۰ء میں بحری تحقیقات پر ایک کمیٹی مقرر کی اور اس طرح مختلف تجربات کے بعد گوا میں ۱۹۶۶ء میں نیشنل انسٹی ٹیوٹ آف اوشنوگرافی قائم کیا گیا اور گزشتہ اٹھارہ برسوں میں اس ادارہ نے قابل قدر تحقیقی ترقی کی ہے۔ اس وقت اس کے تین علاقائی مرکز کوچین، بمبئی اور والٹیر میں ہیں جہاں علم بحریات کی مختلف شاخوں پر تحقیقات کے لیے سات شعبے ہیں۔ نیشنل انسٹی ٹیوٹ آف اوشنوگرافی کا اپنا ایک تحقیقی جہاز ہے جس کا نام گویشنی ہے یہ جہاز جدید ترین سائنسی آلات سے لیس ہے۔ اس جہاز کی مدد سے متعدد بحریاتی حرکات کی معلومات حاصل کی گئی ہیں۔ اس جہاز کے ذریعے ہمارے سائنسدانوں نے بحر عرب اور خلیج بنگال میں کئی ایسے مقام دریافت کیے ہیں جو ماہی گیری کے لیے نہایت موزوں ہیں۔ اس کی اہمیت کا اندازہ آپ اس سے کر سکتے ہیں کہ ہندوستان کی تقریباً پندرہ کروڑ ساحلی آبادی کی غذا کا ایک اہم جز مچھلی ہے اس میں لحمیہ یعنی پروٹین کی ایک اچھی مقدار پائی جاتی ہے جو ہماری صحت کے لیے نہایت ضروری ہے۔ ایک اندازے کے مطابق ملک میں ہر سال تقریباً بیس لاکھ ٹن مچھلیاں سمندر سے حاصل کی جاتی ہیں جو بیرونی ممالک کو بھی درآمد ہوتی ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ اس سے ایک بڑی رقم زرمبادلہ میں حاصل ہوتی ہے۔ سائنسدانوں کا خیال ہے کہ سمندری کاشت ایک ایسا ذریعہ ہے جس سے پیداوار میں ایک کثیر اضافہ کیا جا سکتا ہے۔

سمندر میں خوردبینی تیرنے والے پودوں کی ایک کثیر تعداد پائی جاتی ہے جسے سمندر میں پائے جانے والے حیوانات اپنی غذا کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ بحری تحقیق سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ یہ پودے عام طور پر تین سو فٹ گہرائی تک اگتے ہیں کیونکہ انھیں زندہ رہنے کے لیے شمسی شعاعوں کی بے حد ضرورت ہوتی ہے۔ دوسری جانب پانی میں غذائی نمکیات کی کثیر تعداد پائی جاتی ہے جس سے سمندری نباتات کی تعداد میں بڑے پیمانے پر اضافہ ہوتا ہے۔ ان میں الجی پودوں کو ایک اہم مقام حاصل ہے۔ ان کے خلیے میں غذائی اجزا کی ایک کثیر مقدار پائی جاتی ہے اس میں کلوروفل، غیر نامیاتی اجزا، حیاتین اور لحمیہ پائے جاتے ہیں۔ غذائی نقطۂ نظر سے یہ ہمارے لیے بڑی اہمیت رکھتے ہیں انھیں اگانے کے لیے اب تک جو کوششیں کی گئی ہیں اس میں بڑی کامیابی حاصل ہوئی ہے۔ اس کی کاشت نہایت آسان ہے اور بہت کم جگہ میں ہو سکتی ہے۔ مثال کے طور پر "سرگاسم" نامی پودوں کو گجرات کے ساحلی علاقوں سے حاصل کیا جاتا ہے۔ سی ایس آئی آر کی کچھ تحقیقی درسگاہوں میں نسبی کاشت یعنی کلچر تکنیک کے ذریعے اس کی کاشت شروع کی گئی ہے اور اس کے بہتر نتائج برآمد ہو رہے ہیں۔ بحری الجی کا استعمال غذا تک ہی محدود نہیں ہے بلکہ ساحلی علاقوں میں لوگ بحری الجی کو بطور کھاد بھی استعمال کر رہے ہیں۔

سمندر بہت سے معدنیات کا بھی خزانہ ہے جو کافی عرصہ تک انسانی ضرورتوں کو پورا کر سکتا ہے لیکن اب بھی اسے محدود مقدار میں ہی حاصل کیا جا رہا ہے اور ہمارے سائنسداں اس بات میں دلچسپی رکھتے ہیں کہ اس کی مقدار میں بڑے پیمانے پر اضافہ کیا جائے اور نئی معدنیات کی دریافت کی جائے۔ سمندر سے ملنے والے معدنیات میں تیل، گیس کے علاوہ مینگنیز کے گولے بھی بڑی اہمیت رکھتے ہیں یہ تقریباً چار یا پانچ ہزار میٹر کی گہرائی میں پائے جاتے ہیں ان میں مینگنیز کے علاوہ نکل، کوبالٹ اور تانبہ بھی حاصل کیا گیا ہے لیکن ان کے حاصل کرنے میں ابھی بہت سی دشواریاں صنعتی نقطۂ نظر سے درپیش ہیں۔ یہ معدنیات جیسے ہیماٹائٹ، میگنا ٹائٹ، مونازائٹ، گارنٹ وغیرہ جو مغربی اور مشرقی ساحلوں پر ملتے ہیں ان میں رتنا گری کا الیمنائٹ اور کیرالا کے مونازائٹ کے ذخیرے قابل ذکر ہیں۔ یہ معدنیات ساحلی چٹانوں کے قدرتی طور پر ہونے والے کٹاؤ کا نتیجہ ہیں۔ اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ سمندری کانکنی میں پٹرولیم سب سے زیادہ اہمیت رکھتی ہے۔ مغربی ساحل پر بمبئی ہائی میں اس کے بڑے ذخائر دریافت کیے گئے ہیں اور ان سے فائدہ اٹھایا جا رہا ہے۔ ملکی سائنسدانوں کی کوشش سے سمندری تحقیقات کے نتیجے میں جو معدنیاتی گولیاں حاصل کی گئی ہیں بڑی اہمیت رکھتی ہیں اور یہ ایک اہم ٹکنالوجی کی حیثیت رکھتی ہے۔

سمندری پودے جہاں غذائی اہمیت رکھتے ہیں وہیں دوسری جانب سمندری پودوں کی ادویاتی اہمیت بھی کم نہیں ہے۔ مثال کے طور پر کئی ممالک میں الجی پودوں کی کچھ خاص قسموں کو کافی عرصہ سے دوا کی حیثیت سے استعمال کیا جا رہا ہے ان پودوں کا استعمال گلا پھولنے کی بیماریوں میں بھی مفید ہے اس کی ایک خاص وجہ یہ ہے کہ ان سمندری پودوں میں آیوڈین موجود ہوتی ہے۔ اس سلسلے میں حالیہ دریافت سے ایسے سمندری پودے ملے ہیں جو جراثیم کو ختم کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ مختلف سمندری پودے صنعتوں میں بھی مددگار ثابت ہوئے ہیں۔ اسی طرح سمندری لہروں سے توانائی حاصل کی جا سکتی ہے۔ جس سے توانائی کے بحران کو بڑی حد تک کم کرنے میں مدد ملے گی۔ ملک میں سمندری لہروں سے بجلی پیدا کرنے کا ایک پلانٹ گجرات خلیج کچھ اس سلسلے کی ایک اہم شروعاتی کڑی ہے۔ جسے گزشتہ دنوں شروع کیا گیا ہے۔ سمندری لہریں آٹھ میٹر یا اس سے بھی زیادہ اونچی ہوتی ہیں اور انھیں مشینی تکنیکس سے بجلی میں تبدیل کیا جا سکتا ہے۔

اس طرح سمندری ترقیات ہماری زندگی میں بڑی اہمیت رکھتی ہیں، لیکن اب تک سمندری وسائل سے ہم جس قدر فائدہ اٹھا چکے ہیں وہ سمندر میں موجود ذخائر کو دیکھتے ہوئے کہیں کم ہے اور ظاہر ہے کہ ان سمندری ذخائر سے ہمیں پوری طور پر فائدہ اٹھانا ہوگا۔ لیکن ہمارے سائنسدانوں نے سمندری ترقیات سے جس قدر فائدہ اٹھایا ہے وہ بلاشک و شبہ ہمارے لیے بڑی اہمیت رکھتی ہے اور مستقبل میں سمندری ذخائر سے متعدد مسائل کو حل کرنے کے امکانات کی نشاندہی کرتی ہے۔

(اردو سروس سے)

کے ایل سہگل

دھرم ویر

"بالم آئے بسو مورے من میں ــــ"

اب بھی گیت کے یہ بول جب راہ چلتے کسی ایسے شخص کے کان میں پڑ جاتے ہیں جس کی عمر پچاس برس سے تجاوز کر چکی ہو تو فوراً اس کے پاؤں رُک جاتے ہیں۔ اگر گھر میں ریڈیو یا ٹیلی ویژن پر یہ الفاظ سنائی دیں تو وہ سب کو خاموش ہونے کا اشارہ کرے گا۔ مگر خود بھی اس گیت سے لطف اندوز نہیں ہو سکتا۔ وہ اُس دور میں کھو جاتا ہے جو سہگل کا دور تھا۔ کے ایل سہگل کے گیتوں کا دور، کندن لال سہگل کی موسیقی کا دور جب کہ سہگل کے گائے ہوئے گانے ملک بھر میں بچے بچے کی زبان پر تھے۔ اُن دنوں جب کوئی شخص کوئی گیت گنگناتا تو وہ لازمی طور پر سہگل کا ہی گایا ہوا ہوتا۔ ان دنوں گیت کا مفہوم یہ تھا کہ سہگل کا گایا ہوا ہو اور موسیقی سے مطلب یہ تھا کہ سہگل نے کس لے اور دھن میں گایا ہے ــــ سہگل گویا بھی تھا اور فلمی اداکار بھی۔ دونوں خوبیوں کے یکجا ہو جانے سے وہ عوام و خواص سب کے دلوں میں گھر کر گیا تھا۔ اس قدر کہ اب تک اس کا نام عزت اور احترام سے لیا جاتا ہے۔ جب تک یہ چاند ستارے رہیں گے موسیقی کی دنیا میں اس کا نام درخشاں رہے گا۔

آج ٹیکنیک نے بہت ترقی کر لی ہے مگر کتنے لوگ ہیں ایسے گیت گانے والے جن کے گیت سہگل کے گائے ہوئے گیتوں کی طرح دل کی گہرائیوں میں نشتر بن کر چبھ جائیں۔ سہگل کا جنم ۱۱ اپریل ۱۹۰۴ء کو جموں میں ہوا تھا۔ اس کے والد امر چند سہگل ریاست جموں و کشمیر میں تحصیلدار تھے۔ ان کے تین بیٹے اور بھی تھے رام لال، ہزاری لال اور مہندر لال۔ ان میں کندن لال تیسرے نمبر پر تھا۔ ایک بیٹی بھی شکنتلا جو ایک ایڈووکیٹ سے شادی شدہ تھی۔ کندن لال کو بچپن سے ہی گانے کا شوق تھا۔ ان دنوں سادھوؤں اور راس دھاریوں کی ٹولیاں قصبات اور دیہات میں گھوما کرتی تھیں۔ گیت گاتیں اور گزر اوقات کرتیں۔ سہگل کو ان گانے والوں سے بہت اُنس تھا۔ جب اس کے محلہ میں یا قرب و جوار ایسی کوئی ٹولی آتی تو یہ اس کے ساتھ ہو لیتا۔ اس کے ساتھ گاتا اور اس کے چلے جانے کے بعد اس کے گائے ہوئے گانوں میں کھو جاتا۔ پھر کوئی اور ٹولی آ جاتی۔ اسے سادھوؤں اور بھگتوں سے اس قدر لگن تھی کہ خود اسکے گھر بار چھوڑ کر سادھوؤں کی کسی منڈلی میں شامل ہو جانے کا خدشہ رہتا تھا۔ اس کے گھر والے اس بات سے بہت پریشان تھے۔ سادھو بن جانے کی خواہش اس کے دل میں آخری دنوں تک رہی۔ ۱۹۴۶ء میں جب وہ آخری بار اپنے گھر جالندھر آیا تو سر منڈا دیا اور اپنی بھاوج آشا سے کہنے لگا۔ اب تو میں پورا سادھو لگتا ہوں۔ سہگل کو پڑھنے لکھنے کا شوق نہ تھا، ایک دن اسکول جاتا تو دو دن ناغہ کرتا۔ دس برس کی عمر میں ہی رام لیلا میں باقاعدگی سے حصہ لینے لگا۔ سیتا کا رول کمال کا کرتا تھا۔ سیتا کے دھرتی میں سما جانے کا منظر تو بے حد مقبول تھا۔ ایک بار اس کے والد نے یہ اداکاری دیکھی تو متاثر ہوئے اور محسوس کر لیا کہ سہگل جس راستہ پر چل رہا ہے اس سے واپس نہیں آ سکتا لہٰذا اسے شوقیہ طور پر گانے نیز دسہرہ کے دنوں رام لیلا میں حصہ لینے کی اجازت دے دی۔ اور ایک پنساری دوست کی دوکان پر بٹھا دیا کہ اسکول نہیں جاتا یہاں دل لگ جائے گا واقعی وہاں اس کا دل لگ گیا کیونکہ پستہ بادام وغیرہ کھانے کو مل جاتے تھے۔ مگر یہاں بھی سادھوؤں، جوگیوں وغیرہ سے ملنا جاری رہا۔ پھر جموں میں پیر سلیمان یوسف نامی ایک صوفی سے موسیقی سیکھنے اور ریاض کرنے لگا۔ راگ مالکونس، مدھیامد، دھیوت اور بھیرو کی گانوں کی تمیز کر لی اور ان ہی دنوں کلو میں اس کی شادی بھی ہو گئی۔ ۱۹۲۸ء میں سہگل گھر والوں کو اطلاع دیے بغیر دلی آ گیا۔ یہاں اس کے بچپن کے دو دوست محمد سلام اور محمد رزاق ٹیلیگراف آفس میں کام کرتے تھے۔ ان کے پاس رہنے لگا۔ مگر جلد ہی سہگل کے والد کے بہنوئی اور آج کل کے فلمی آرٹسٹ مدن پوری کے والد نے اسے ڈھونڈھ نکالا۔ اور پھر سہگل اپنے بھائی رام لال کے پاس جو ریلوے میں اسسٹنٹ اسٹیشن ماسٹر تھے شاہدرہ میں رہنے لگا۔ اس دوران اس نے کئی جگہ نوکری کی۔ دہلی الیکٹرک کمپنی میں الیکٹریشن بنا۔ ان دنوں ریلوے اسٹیشن پر وقت بتانے کے لیے کلاک لگائے جاتے تھے۔ ان کی مرمت دیکھ بھال اور صحیح وقت رکھنے کا کام اسے مل گیا۔ مگر دل نہ لگا۔ ٹائپ مرمت کرنا سیکھ کر ریمنگٹن ٹائپ کمپنی میں ملازمت کی۔ قوارہ میں دوائیاں فروخت کرنے والی ایک دوکان پر کام کیا۔ اسی دوران کان پور اور بریلی بھی گیا۔ اس کے دل میں ایک آگ تھی اسے ملازمت مل جاتی مگر سکون نہیں ملتا اس لیے کہیں ٹک نہیں سکا۔ شملہ میں موسیقی کی ایک تقریب ہوئی اس کے لیے نیو تھیٹرز کلکتہ کے مالک بی این سرکار اور میجر حافظ جی بھی آئے تھے۔ سہگل نے اس میں حصہ لیا، گانے گائے انھیں پسند آئے اور سہگل کو ہمراہ لے گئے۔ جہاں یہ نہایت ہی قلیل عرصہ میں شہرت کی بلندیوں تک پہنچ گیا۔ نیو تھیٹرز میں اس کی پہلی فلم ہے "محبت کے آنسو"۔ دوسری "صبح کا ستارہ" اور تیسری "زندہ لاش"۔ مگر شہرت کا آغاز "چنڈی داس" سے ہوا۔ اسے نیتن بوس نے ڈائرکٹ کیا تھا، گانے آغا حشر کاشمیری کے تحریر کردہ تھے، میوزک آر سی بورال کا تھا۔ اس کا گانا "پریم نگر میں بناؤں گی گھر میں" بے حد مقبول ہوا۔ پھر فلم بنی "دیوداس"۔ یہ فلم پہلے بنگالی زبان میں بنی تھی۔ اسے پی سی بروا نے ڈائرکٹ کیا تھا اور ناکام ہیرو کا رول بھی خود ہی نبھایا تھا۔ ہندی فلم میں یہ رول سہگل نے ادا کیا اس طرح کہ بنگال بھر میں بچے بچے کی زبان پر اس کا نام آ گیا اور پھر تو کامیابی ہر دلعزیزی اور مقبولیت کا ایک دور شروع ہو گیا۔ ۱۹۳۸ میں اس کا نام عروج تک پہنچ گیا۔ الٰہ آباد میں اس برس ایک میوزک کانفرنس ہوئی۔ جس میں پنڈت اونکار ناتھ ٹھاکر، استاد فیاض خاں، نارائن راؤ ویاس اور وینائک راؤ پٹوردھن ایسی قابل اور برگزیدہ ہستیوں نے بھی شمولیت کی۔ سہگل اپنی ضعیف العمر والدہ کو لیکر وہاں گیا ہوا تھا۔ سہگل کے گائے ہوئے گانے بہت پاپولر ہوئے۔ چنڈی داس، دیوداس اور اسٹریٹ سنگر کے مقبول نغمات کے علاوہ اس نے بہت سے بھجن بھی گائے اور غزلیں بھی۔ ہال مسلسل تالیوں سے گونجنے لگا۔ لوگ سہگل سہگل کی آوازیں لگا رہے تھے کہ سہگل اسٹیج سے اٹھ کر سامعین میں چلا گیا والدہ کے پاؤں چھو کر خوشی سے اسے اٹھا لیا اور بولا "ماں! یہ لوگ تیرے بیٹے کو گانے کے لیے بلا رہے ہیں اب تو تو خوش ہے نا؟" سہگل نے ابتدا میں کسی کو استاد نہیں بنایا۔ مگر جس قابل استاد کا نام سُنا اس کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس سے کچھ نہ کچھ سیکھا۔ آخری عمر میں کہا کرتے تھے کہ کوئی مجھے بے پیر نہ کہے اس لیے بڑودہ گھرانے کے مشہور

گائک فیاض خاں صاحب کو باقاعدہ طور پر استاد بنا لیا تھا آپ فن میں کس قدر ماہر تھے اس سلسلے میں استاد عبدالکریم صاحب کا یہ واقعہ کسی سے بھولا نہیں۔ استاد موصوف کی گائی ہوئی یہ ٹھمری اس دور میں بہت ہر دلعزیز تھی "پیا بن نہیں آوت چین" اس کے گراموفون ریکارڈ ان دنوں لاکھوں کی تعداد میں بکے۔ دیوداس فلم میں سہگل نے مترا بی کے دل میں اس کے بول گائے مگر استھائی اور انترہ میں کچھ ایسی جان پڑ گئی کہ جب استاد عبدالکریم صاحب نے یہ گیت سنا تو بے حد متاثر ہوئے۔ مبارکباد دینے کے لیے خود سہگل کے گھر گئے۔ اسے سینے سے لگایا اور اس کی بہت تعریف کی

مایوس ہیرو کے رول میں سہگل خوب جچتا تھا۔ دیوداس چندی داس پریزیڈنٹ سے لے کر شاہجہاں تک ٹریجک رول اس طرح ادا کیے گویا اداکاری نہیں کر رہا خود اس کی ہی داستان ہے۔ پریزیڈنٹ کا گانا۔ نہ کوئی پریم کا روگ لگائے اور دیوداس کا نغمہ "دکھ کے اب دن بیتت ناہیں" کون بھلا سکتا ہے۔ سہگل پنجابی تھا مگر اس نے بنگالی زبان میں گانے بنگالی سنگرز سے زیادہ تعداد میں گائے اور زیادہ مقبول رہے۔ ۱۹۳۷ء میں شملہ کی کالی باڑی میں ایک میوزک کانفرنس ہوئی اس میں بہت سے نامور بنگالی سنگر نے حصہ لیا۔ مگر سہگل بہترین قرار دیا گیا۔ پنجاب کے پریمیر سر سکندر حیات خاں اور ایک وزیر ملک خضر حیات خاں ٹوانہ بھی اس تقریب میں موجود تھے۔ ماحول میں جان ڈالنے کے فن میں سہگل ماہر تھے۔ دیوکی بوس کی ڈائریکٹ کردہ فلم پورن بھگت میں۔ او سر بیتو جائے ... میں کے ٹالوں سے اس نے جو سماں باندھا وہ بے مثال ہے۔ شاہجہاں میں جس طرح "محبت کے نظارے" والا نغمہ پیش کیا وہ ناقابل فراموش ہے۔ اس کے گانے میں سوز بھی تھا، ساز بھی اور خود کو رول میں سمو دینے کی قابلیت بھی۔ اس لیے جان پڑ جاتی تھی منظر میں۔ پنجابی زبان میں بھی سہگل نے گانے گائے۔ بانکے نیناں والیا۔ اور تینوں دل دے شیشے وچ مڑھ دی کدی ناں۔ یہ ایک فلم کے لیے ریکارڈ ہوئے تھے۔ فلم نہیں بنی البتہ گانے مقبول ہو گئے۔ دردناک ہی نہیں مزاحیہ رول

ادا کرنے میں بھی سہگل کامیاب تھا۔ دلاری بی بی اور کرو ڑپتی اس کی مثالیں ہیں۔ سہگل آل انڈیا ریڈیو جالندھر سے نشر ہونے والے ڈراموں میں بھی کام کرتا رہا ہے۔ مگر کلکتہ جانے سے پہلے جب کلکتہ کی فلمی دنیا میں رونق کم ہونے لگی اور پرتھوی راج کپور، کیدار شرما، جگدیش سیٹھی وغیرہ بمبئی آ گئے تو کلکتہ میں سہگل کا دل نہیں لگا اور ۱۹۴۳ء میں اس نے بھی بمبئی کا رخ کیا۔ رنجیت فلم کمپنی کے سیٹھ چندو لال شاہ نے ایک لاکھ پانچ ہزار روپیہ میں تین فلموں کے لئے معاہدہ کر لیا۔ کلکتہ میں اسے ۱۸ سو روپیہ ماہوار اور چار سو روپیہ ماہانہ بطور سفر خرچ ملتا تھا۔ بمبئی میں تان سین، سورداس، شاہجہاں ایسی فلمیں بنیں۔ سہگل دل سے دکھی تھا۔ بچپن سے ہی اُسے اپنی زندگی بنانے کے لیے زبردست مقابلہ کرنا پڑا۔ اس نے اسے حساس بنا دیا تھا۔ دل کا درد مٹانے اور بے خودی کے حصول کیلئے اس نے شراب شروع کی اور اس کی افراط اسے لے ڈوبی۔ شاہجہاں فلم کی تیاری کے دوران تو یہ عالم تھا کہ شراب کے بغیر کھڑے بھی نہیں ہو سکتے تھے، گا بھی نہیں سکتے تھے۔ شراب پلا پلا کر ڈاکٹروں کی نگرانی میں وہ گانے ریکارڈ کیے گئے جو ان کے گائے ہوئے بہترین میں شمار ہوتے ہیں۔ اے کاتب تقدیر۔ اب جی کے کیا کریں گے اور جب اس نے گیسو بکھیرے۔ فلم ختم کرنے کے بعد سہگل اپنے آبائی گھر جالندھر چلا گیا جہاں ۱۸ جنوری ۱۹۴۷ء کو فوت ہو گیا۔

جتنے بھی گانے والے ہوتے ہیں ان میں سے ہر ایک کے کچھ نہ کچھ گانے مقبول ہیں۔ مگر سہگل کی بات الگ ہے اس نے جو بھی گیت گایا وہ امر ہو گیا۔ اس نے ہر قسم کے نغمے گائے۔ گیت گا کر انھیں غیر فانی کر دیا۔ فلم تان سین کا گیت ہے۔ " کاہے گمان کرے ری گوری کاہے گمان کرے" اس فلم کا ایک اور گیت ہے " رم جھم رم جھم چال تمھاری" چند اور گیت ملاحظہ ہوں۔ فلم سورداس میں۔ مدھوکر شیام ہمارے چور، نس دن برست نین ہمارے، میا موری میں نہیں ماکھن کھایو۔ اسٹریٹ سنگر میں سالو۔ یا پریم کی بنسی باجے، بین کے چھوٹے پڑ گئے تار، بابل مورا نیہر چھوٹو جائے۔ فلم زندگی کا گیت ہے: میں کیا جانوں کیا جادو ہے ان متوارے نینوں میں۔ دشمن کا گیت: کروں کیا آس نراس بھئی۔ یو جا رن میں ہے بھنوا رے پریت کی ریت نبھانا۔ اب ذرا غزلوں کی طرف آئیے۔

شاہجہاں میں۔ چاہ برباد کرے گی ہمیں معلوم نہ تھا
پروانہ میں۔ محبت میں کبھی ایسی بھی حالت پائی جاتی ہے
میری بہن فلم میں۔ اے کاتب تقدیر
دیوداس میں۔ چھٹے اسیر تو بدلا ہوا زمانہ تھا
کاروان حیات میں۔ دل سے تری نگاہ جگر تک اتر گئی
یہودی میں۔ نکتہ چیں ہے غم دل۔ اور۔
غریبوں کا بھی کوئی آسرا ہوتا تو کیا ہوتا۔ بت کافر ہمارا بھی خدا ہوتا تو کیا ہوتا۔

سہگل کے گائے ہوئے بہت سے گانے ایسے بھی ہیں جو فلمی نہیں مگر فلمی نغمات سے زیادہ مقبول ہوئے۔ بنجھی کاہے ہوت اداس، مجھے نہ سپنوں میں بہلاؤ، سنو سنو رے کرشن کالا، مری آنکھ بنی دیوانی، لگ گئی چوٹ کریجوا میں ہائے رام۔

یہ تصور اللہ اللہ تیرے بے خانے میں ہے
عشق کی سب پختہ کاری تیرے دیوانے میں ہے

او سر بیتو جائے ... دن تیرے بیتے جاتے ہیں سمرن کر سیا رام نام۔

سہگل نہیں رہا۔ وہ ۱۸ جنوری ۱۹۴۷ء کو جالندھر کے بھگت سنگھ چوک میں ... اپنے آبائی مکان میں فوت ہو گیا مگر فلموں اور موسیقی میں جو جگہ خالی کر گیا ہے وہ کبھی پُر نہ ہو سکے گی۔ ۱۸ جنوری کو اس کے موت کے دن جالندھر میں زور سے بارش ہو رہی تھی۔ شاید دھوپ چھاؤں فلم میں سہگل کے گائے ہوئے اس گانے میں جان پڑ گئی تھی۔ موری پریم کی نیا جل جل میں۔

چاروں طرف چھایا اندھیارا۔ سوجھے ناہیں دور کنارہ
تھک تھک کانپے من مورا۔ کیوں من کی تھی کمزوری
یہ نیا ہمیشہ چلی جل میں
موری پریم کی نیا چلی جل میں

جب بھی ہندوستانی موسیقی کا ذکر آئے گا سہگل یاد کیا جائے گا۔ اس نے باقاعدہ طور پر کسی سے موسیقی کی تربیت حاصل نہیں کی مگر اس کے بعد ہر گانے والے نے کسی نہ کسی رنگ میں اس کی نقل اتاری ہے۔ اس کو استاد مانا ہے۔ اس کا دور بیت گیا۔ اس کا یگ گزر گیا۔ مگر سہگل موسیقی کے متوالوں کو سدا رستہ دکھاتا رہے گا۔ اس کی آواز گونجتی رہے گی۔

اب جی کر کیا کریں گے جب دل ہی ٹوٹ گیا۔

(اردو سروس سے)

دھرم ویر، مینجنگ ایڈیٹر
چترا دیکل، دہلی

انور باری

سایۂ کرب ڈھلنے والا ہے
میرا سورج نکلنے والا ہے

جانے کس کا سفینہ ڈوبے گا
کب یہ طوفان ٹلنے والا ہے

یہ بتاتی ہے اس کی کیفیت
آج پتھر پگھلنے والا ہے

ہو گیا گمرہی سے جو مانوس
وہ کہاں اب سنبھلنے والا ہے

پھر جنوں لے رہا ہے انگڑائی
وقت شاید بدلنے والا ہے

اور کچھ دیر ہے یہ خاموشی
درد لفظوں میں ڈھلنے والا ہے

کہہ رہا ہے گریز لمحوں کا
وقت پھر چال چلنے والا ہے

پُر کشش منظروں سے اے انور
دل کہاں اب بہلنے والا ہے

(اُردو سروس سے نشر)

ہرے باغ، سنہری بالیاں

فضائی آلودگی کے خاتمے کی روشنی میں

فرید حیدر رضوی ہلوری

"زندگی اور فطرت کے بیچ توازن بنائے رکھنے کے لیے ہمیں فطرت سے اتنا ہی حاصل کرنا چاہیے جتنا کہ ہم اسے دے سکیں" یہ قدیم ہندوستانی رشیوں کا اعلان تھا۔ دولت فطرت کے شکم سے حاصل ہوتی ہے اسے پانے کے لیے وسیع نظریہ ہونا چاہیے۔ مگر ترقی کے نام پر فطرت کے ساتھ جو کھلواڑ اور چھیڑ خانی ہوئی ہے اس کا نتیجہ سامنے ہے ... زہریلا اور غیر متوازن ماحول۔ آج یہ کسی خصوصی دیش کا مسئلہ نہ رہ کر ایک عظیم عالمی مسئلہ بن چکا ہے۔ پورے جہاں کو متحرک رکھنے والی مشینری بہ الفاظ دیگر صاف ستھری ہوا میسر کرانے والے پیڑ پودے بڑی ہی بے دردی کے ساتھ مٹائے جا رہے ہیں۔ جنگلات کی بے رحمی سے کٹائی نے موجودہ تہذیب کو باڑھ، سوکھا اور آلودہ ماحول جیسے تحائف پیش کیے ہیں۔

ہماری بنیادی ضروریات ——— روٹی، کپڑا اور مکان پیڑ پودے ہی کی دین ہے۔ شروع کی زندگی جنگلات ہی کے سایہ عاطفت میں پلی اور بڑھی۔ یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ ہماری تہذیب پیڑ پودوں کی گود میں کھیل کر سن بلوغ کو پہنچی۔ باغات، ہریالی، سایہ، جائے پناہ اور حسن ظاہری کے علاوہ متعدد قسم کے اقتصادی فوائد کا ذریعہ ہیں۔ ہم ان کو توانائی، ایندھن، عمارتی لکڑی، جانوروں کی خوراک، پھل پھول، ادویات، ربر، کتھا، بیروزین، گوند اور مشروم جیسی افادی اشیاء کا لا متناہی خزانہ کہہ سکتے ہیں۔ مٹی کی کٹائی اور باڑھ پر ایک ہی ساتھ قابو انہیں پیڑ پودے کے ذریعہ ممکن ہو پاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ متسیہ پران ——— MATSYA PURAN کے ۵۹ ویں باب میں "تقریب شجر" کا بیان ملتا ہے اور انہیں خیالات کو لے کر ہمارے یہاں ۱۹۵۰ء سے "بن مہوتسو" منایا جانے لگا۔ جنگلات اور کھیت سدا سے ہماری تہذیب کے اجزاء رہے ہیں۔ مگر افسوس کی بات ہے کہ پہلی تہذیبی منزل پر پہنچتے ہی سماج کی گوناگوں ضروریات کے حصول کی خاطر جنگلات کی تخریب کاری شروع ہو گئی۔ ترقی کی طرف متواتر گامزن سماج کے پیروں نے یہ دھیان ہی نہیں دیا کہ ان کے نتیجے میں کتنے ہرے بھرے جاندار کچلے جا رہے ہیں۔ شہریت، صنعتی ترقی اور بڑے بڑے پراجیکٹوں کے قیام کے لیے پیڑ پودوں کی تباہی وسیع پیمانے پر ہونے لگی آج حالت یہ ہو گئی ہے کہ ۶۸ کروڑ سے زیادہ آبادی والے اس عظیم ملک میں صرف ۷۵ کروڑ ہیکٹر یعنی قریب قریب ۲۲.۷٪ اراضی حصہ جنگلات سے ڈھکا ہے۔ جس کا صرف ۳۰٪ حصہ ہی زرخیز ہے حقیقت تو یہ ہے کہ ملک کا ۱۲٪ سے کم اراضی حصہ ریونیو کارڈ میں جنگلات کے نام سے درج ہے۔ پیڑ پودوں جن میں ہماری فصلوں کا اہم درجہ ہے، کا تعاون مٹی، ہوا، پانی اور جانوروں کے تحفظ میں بہت زیادہ ہے۔ شعاعی ترکیب عمل کے ذریعہ فضائی کاربن ڈائی آکسائڈ کو جذب کر کے آکسیجن کی کثیر مقدار نکالتے رہنے سے پیڑ پودوں کو زمین کے پھیپھڑوں سے موسوم کیا جاتا ہے۔

سوچیے اگر خدانخواستہ زمین کے جسم میں یہ پھیپھڑے نہ ہوتے تو کیا اس پر زندگی کا تصور ممکن تھا؟ یقیناً کبھی نہیں۔ آج چاند پر زندگی کا تصور محال ہے کیونکہ وہاں گیسوں کا فقدان ہے اور یہی وجہ ہے کہ روئے قمر پر ہریالی کا نام و نشان نہیں ہے۔ یہاں یہ واضح کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ آکسیجن ہی وہ حیات بخش گیس ہے، جس کی عدم موجودگی میں زندگی تڑپ تڑپ کر جان دے دیتی ہے۔ پیڑ پودوں سمیت تمام جاندار سانس لینے کے بعد کاربن ڈائی آکسائڈ کا اخراج کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ ایندھنوں کے جلنے اور زمین پر ہونے والی بے شمار کیمیاوی حرکات کے نتیجے میں بھی کاربن ڈائی آکسائڈ پیدا ہوتی ہے یہ گیس فضا کو آلودہ بنانے کے ساتھ ہی ساتھ اس کا درجۂ حرارت بڑھاتی ہے۔ سائنسدانوں کا خیال ہے کہ اگر اسی طرح زمین کا درجۂ حرارت متواتر بڑھتا رہا تو ایک دن قطب جنوبی پر جمی ساری برف پگھل سکتی ہے اور پھر ساری دنیا سیلاب کی نذر ہو سکتی ہے۔ اس بھیانک مرحلے سے نمٹنے کے لیے قدرت نے روئے زمین پر نباتات کو خلق کیا جو کہ کثیر مقدار میں موجود کاربن ڈائی آکسائڈ کو آکسیجن میں تبدیل کرتے رہتے ہیں۔ مگر ایسا تب تک ہو سکتا ہے جب تک کہ زمین پر مناسب تعداد میں پیڑ پودے موجود ہوں۔ شعاعی ترکیب عمل کی وجہ سے پیڑ پودے ہر طرح کے ماحولیاتی نظام کے خاص اجزاء ہیں۔ ان کا خاتمہ مکمل نظام کو درہم برہم کر دے گا۔ سبز دانے اہم گیسوں وغیرہ کے قدرتی چکر کو اچھے ڈھنگ سے قابو میں رکھتے ہیں۔ یہ آبی نظام حیات کو طاقت بخشتے ہیں۔ فواروں، آبشاروں اور زمین دوز آبی ذخائر کو متحرک کرنے میں ان کا بڑا ہاتھ ہے۔ پہاڑوں سے بہہ کر آئی ہوئی مٹی کی زرخیز تہوں کو روکنے، ریگستانوں کی بے قابو باڑھ کو کم کرنے اور زرخیز مٹی کو مستقل بنانے میں پیڑ پودوں کا اہم کردار ہے۔ پانی کی بہتات کو TRASPIRATION کے ذریعہ کم کر کے فضائی نمی کو یہ برقرار رکھتے ہیں۔ انہیں اہم صفات کی بنا پر نباتات کو ہرا سونا کہا جاتا ہے۔ خوردبین سے لے کر دیوپیکر جانوروں کے لیے رہائش گاہ بھی پیڑ پودے مہیا کرتے ہیں۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ فضائی آلودگی کیا ہے اور اس پر پیڑ پودے کس طرح قابو پا سکتے ہیں۔ انسانی تہذیب و تمدن کے گرد و پیش کوئی بھی زہریلی شے کا پیدا ہونا جو جمادات کے علاوہ نباتات و باقی سبھی جانداروں پر بھی اثر انداز ہوا اور ہوا، پانی، خشکی کے ماحول میں طبقاتی، کیمیاوی اور حیاتیاتی عناصر کے لیے مہلک ہو جس سے انسانی زندگی کو خطرہ لاحق ہو، آلودگی کہلاتی ہے۔ بہ الفاظ دیگر فطرت میں انسانوں کے ہی ذریعہ کوئی بھی ظاہری یا باطنی تبدیلی فضا میں موجود ہر ذی روح کے لیے زندگی کش ثابت ہوتی ہے اور فضا میں اسی جان لیوا تبدیلی کو اس کی آلودگی کہتے ہیں۔

زمین کے بادی، آبی اور بری تینوں حصوں سے غیر نامیاتی (INORGANIC) چیزیں جانداروں میں داخل ہوتے ہیں اور انھیں پر جانداروں کی زندگی کا انحصار ہوتا ہے۔ کرۂ باد میں قدرتی طور پر پائی جانے والی گیسوں کے علاوہ جب کسی طرح خارج کردہ زہریلی گیس اس میں شامل ہو جاتی ہے۔ تو یہ ہوائی آلودگی کا سبب بنتی ہے۔ کل کارخانوں سے نکلا ہوا دھواں، ہوائی جہازوں کے ذریعہ فضا میں چھوڑی گئی گیسوں اور گاڑیوں کے پٹرول جلنے سے پیدا ہوئے دھوئیں میں کاربن ڈائی آکسائیڈ، سلفر ڈائی آکسائیڈ، نائٹروجن آکسائیڈ اور سیسہ پایا جاتا ہے۔ سیسہ کینسر کا سبب بنتا ہے۔ اب تو جامدہ سیال قطروں کی شکل میں تیزابی بارش کا بھی انکشاف ہو چکا ہے۔ کرۂ آب بھی تمام طرح کے فضلات کے ملنے کی وجہ سے متواتر آلودہ ہوتا جا رہا ہے زہریلے جراثیم کے علاوہ اور بھی ضرر رساں کیمیاوی مرکبات آلودہ پانی کے ذریعہ جسم میں داخل ہو کر مہلک امراض پیدا کرتے ہیں۔

اس سلسلے میں دنیا کے طول و عرض میں متواتر سائنسی تحقیقات اس نتیجے پر پہنچی ہیں کہ موجودہ ترقیاتی منصوبے اور صنعت بھی ضروری ہیں اور فضائی آلودگی پر قابو پانا بھی۔ بظاہر دونوں ایک ہی آئینے کے دو متضاد پہلو ہیں مگر ایسا ثابت کیا جا چکا ہے کہ شجرکاری سے بہت زیادہ حد تک فضائی آلودگی پر قابو پایا جا سکتا ہے۔ تحقیقات کے ذریعے ایسے پودوں کی دریافت کی جا چکی ہے جن پر آلودگی کا اثر یا تو مطلق نہیں ہے یا بہت کم ہے۔ ایسے پودوں کو ان مقامات پر لگایا جا رہا ہے جہاں کہ زہریلی گیس اور ضرر رساں ذرات موجود ہوں کیونکہ پودے آلودگی کو جذب کر کے فضا کو صاف ستھرا بنانے اور سانس لینے کے قابل بنانے میں اہم رول ادا کرتے ہیں۔ فی الحال جن پودوں کی آلودہ ماحول میں شجرکاری کرنے سے امید افزا نتائج حاصل ہوئے ہیں وہ ہیں: شیشم، نیم، ڈھاک، تبندو، جامن، جنگلی جلیبی، بڑ، بوگن ویلیا، چاندنی، سے تیا، امرود، املتاس، جامن، رینڈ،

مدار اور جولائی۔ اس کے علاوہ پرمین (PERMAIN) زمانے کے (Ginkgo biloba) جیسے زندہ فاسل کہتے ہیں کو بہت سی آلودگیوں کے خلاف بے اثر پایا گیا۔ اس سلسلے میں کچھ مزید پیڑ پودوں کا نام لینا غیر مناسب نہ ہوگا جیسے بیل، قدم، کنہل، جھاؤ، نیمو، گل مہر، سفیدا، برگد، گھنیری، مہوا، سہجن، کامنی، انولہ، اشوک اور املی۔ پیڑ پودے فضا میں موجود ذرات کو علیحدہ کرنے میں ناقابل فراموش تعاون دیتے ہیں۔ آلودہ ذرات کے اخراج کی صلاحیت ان کے قطر کے علاوہ ایک بڑی حد تک پیڑوں کی اونچائی، ان کے پھیلاؤ اور پتیوں کی سطح اور ذرات سے ٹکراؤ کی قریبی چال پر منحصر ہوتی ہے۔ کوئی بھی پودا بیک وقت سبھی طرح کی آلودگیوں سے نبرد آزما نہیں ہو سکتا۔ اس لیے الگ الگ حالات میں علیحدہ ذات کے پودوں کا انتخاب کرنا ضروری ہے۔ مثلاً کوئلے کی دھول کے خلاف Cydonea oblonga اور سفید شہتوت وغیرہ۔

آبی آلودگی کے خاتمے کے لیے ان ذخائر کو جہاں کارخانوں اور شہر کے فضلات اکٹھا ہوتے ہوں، کو OXYDATION POND میں تبدیل کر کے ان پر قابو پایا جا سکتا ہے۔ اس میں خاص طور سے کلوریلہ (Chlorella) اور کچھ دوسری سبز کائیوں کو اگا کر بیکار نامیاتی مادوں کو مفید اجزا میں تبدیل کیا جا سکتا ہے۔ فضائی آلودگی کو کم کرنے میں زرعی ترقی کا بہت بڑا تعاون ہے زمین میں جذب آلودہ مادوں کو بھی فائدہ مند اجزا میں تبدیل کرنا اور ساتھ ہی ساتھ کاربن، آکسیجن، نائٹروجن اور پانی کی Recycling کر کے اور شعاعی ترکیب عمل سے CO_2 کو O_2 میں تبدیل کر کے فضا کو صاف ستھرا بنانا ہماری فصلوں کا کام ہے۔

دنیا میں ماحولیات کے موضوع پر ایک سائنسی مزاج پیدا کرنے کی طرف ایک کارگر قدم اٹھائے جانے کی تلقین کی جا رہی ہے۔ حکومت ہند نے ۱۹۸۰ء میں ماحولیاتی مسائل کے تدارک کے لیے ایک محکمہ قائم کیا جو فضائی اور آبی آلودگی کی تفتیش و تحقیق اور اس کے تدارک اقدام کی جانب سرگرم عمل ہے مگر اس سلسلہ میں عوامی بیداری کی سخت ضرورت ہے۔ چپکو تحریک و وادی خاموش کے خلاف جدوجہد جیسی عوامی تحریکوں سے اس مسئلہ کو کافی حد تک قابو میں کیا جا سکتا ہے۔

(آکاشوانی گورکھپور سے نشر)

سید فرید حیدر رضوی ہلوری۔
ایم۔ ایس سی (نباتات) بلاک ڈیولپمنٹ آفیسر (ٹرینی)

قطعہ

ثناء اللہ ثناء

چند سالوں کا اور مالک ہوں
بات اب مرگ ناگہاں تک ہے
بندہ پرور ذرا تمھیں سوچو
بے نیازی کی حد کہاں تک ہے

(گورکھپور سے نشر)

نلکی زادے
(ٹیسٹ ٹیوب بے بیز)

اسرار احمد

ٹیسٹ ٹیوب بے بیز یا نلکی زادے موجودہ سائنسی ترقی کا ایک زبردست شاہکار کہے جا سکتے ہیں سب سے پہلے ۲۵ جولائی ۱۹۷۸ء کو انگلینڈ میں ایک بچی جس کا نام لوسی براؤن ہے اسی عمل سے عالم وجود میں آئی اور اس کی پیدائش نے میڈیکل سائنس میں ایک زبردست انقلاب برپا کر دیا۔ اب تک دنیا کے تقریباً پندرہ ممالک میں ۱۳۱ بچے اس عمل سے پیدا کرائے جا چکے ہیں۔ ہندوستان اس میدان میں سب سے پہلے اس وقت داخل ہوا جب ۳ اکتوبر ۱۹۷۸ء کو کلکتہ کے ایک نرسنگ ہوم میں آنجہانی ڈاکٹر سبھاش مکھرجی نے اسی طریقے سے ایک بچی پیدا کرنے کا دعویٰ کیا۔ اس کا نام درگا اگروال رکھا گیا اور اب وہ قریب سات سال کی ایک نارمل بچی ہے ...

ٹیسٹ ٹیوب بے بیز کیا ہیں؟ آئیے اس پر ایک نظر ڈالیں۔ عام طور پر مرد اور عورتوں میں افزائش نسل کی قوت یا خصوصیت پائی جاتی ہے اور وہ باہم اختلاط سے افزائش نسل کرتے ہیں مگر کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ دونوں میں سے کسی ایک میں قدرتی طور پر یا کسی بیماری کے مضر اثرات سے یہ قوت تولید ضائع ہو جاتی ہے۔ ایسی صورت میں تولیدی خلیوں کا باہم ملاپ نہیں ہو پاتا، یا پھر کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ماں کے رحم میں بچہ مقررہ مدت تک نہیں رک پاتا اور ضائع ہو جاتا ہے۔ انسان کی اسی قدرتی کمی کو سائنسدانوں نے اس طرح پورا کیا ہے کہ وہ حمل قرار پانے کا عمل رحم مادر کے بجائے ٹیسٹ ٹیوب میں کراتے ہیں اور بعد میں اس کی پیوندکاری رحم مادر میں کر دیتے ہیں جہاں بچہ عام بچوں کی مانند نو ماہ تک پرورش پاتا ہے اور ماں کے جسم سے اپنی غذا حاصل کر کے نشو و نما پاتا ہے۔ کبھی جب شوہر میں قوت تولید نہیں ہوتی تو نر تولیدی خلیے یا اسپرمس (SPERMS) تولیدی بنکوں سے حاصل کیے جاتے ہیں جہاں خون کے بینکوں کی مانند مادۂ تولید نقطۂ انجماد سے بہت نیچے درجۂ حرارت پر محفوظ رہتا ہے۔ اور اس کے ہر نمونے پر اس کی تمام تر خصوصیات درج رہتی ہیں۔ اب جس طرح کی خصوصیت کے بچے درکار رہیں اسی طرح کے آدمی کے تولیدی خلیے کام میں لائے جاتے ہیں، یعنی ادبی ذوق رکھنے والے، سائنسی رجحان رکھنے والے، اچھے کھلاڑی، اداکارانہ صلاحیت رکھنے والے، لمبے قد والے، تندرست و توانا بچے وغیرہ وغیرہ۔ اس مقصد کو پورا کرنے کیلئے کیلیفورنیا کے ایک تاجر نے ایک بینک قائم کیا ہے جس میں نوبل انعام یافتہ سائنسدانوں، مشہور فلم ایکٹروں، خوبصورت اور عقلمند اشخاص کے تولیدی جرثومے جمع ہیں۔ اور خریدنے والوں کو باقاعدہ ایک فہرست مہیا کی جاتی ہے جس میں ان لوگوں کی تمام خوبیاں درج رہتی ہیں۔ اس کے علاوہ بنکاک میں بھی ایک تولیدی بنک قائم کیا گیا ہے جہاں باقاعدہ یہ اپیل کی گئی ہے کہ چھ فٹ سے زیادہ لمبائی والے حضرات ہی مادۂ تولید جمع کرا سکتے ہیں۔

اس عمل کی دوسری صورت یہ ہے کہ بیمار یا وہ عورتیں جو کسی وجہ سے ماں بننے کی صلاحیت نہیں رکھتیں ان کا حمل شدہ خلیہ دوسری عورت کے رحم میں پیوند کر دیا جاتا ہے اور اس طرح وہ ماں کی کوکھ میں پرورش پانے کے بجائے کرائے کی کوکھ میں پلتا ہے جہاں اس کے ضائع ہونے کا خوف نہیں رہتا۔ اس کام میں ماں اور باپ دونوں کی رضامندی شامل ہوتی ہے۔ پیدائش کے بعد بچہ اپنی اصل ماں کے حوالے کر دیا جاتا ہے۔ اس طرح یہ طریقہ دوسرے بچے کو گود لینے اور خود ماں بننے کے درمیان کا راستہ ہے۔ جو بہر حال قانونی اور سماجی نظر میں ابھی تک بری نگاہ سے نہیں دیکھا جاتا لیکن حال ہی میں کچھ ایسے واقعات ہوئے ہیں جن کی روشنی میں اس طرح پیدا ہونے والے بچوں کی قانونی ولدیت مشکوک ہو گئی ہے۔ کیونکہ قانونی طور پر والد کی وفات کے تین سو دن کے اندر پیدا ہونے والے بچے اس کے وارث قرار دیے جاتے ہیں۔ جبکہ ٹیسٹ ٹیوب بے بیز کافی مدت کے بعد بھی پیدا کرائے جا سکتے ہیں۔ ایسی صورت میں آیا کہ وہ اپنے والد کے وارث بن سکتے ہیں؟ یہ سوال اب ابھر کر آیا ہے۔ مگر صورت حال جو کچھ بھی ہو اولاد کی طرف سے مایوس لوگوں کی زندگی میں یہ امید کی ایک کرن ثابت ہوئی ہے۔

(آکاشوانی رامپور سے نشر)

اسرار احمد
لیکچرار گورنمنٹ حامد کالج رامپور

مزاحیہ خاکہ

سفر ہے شرط

اختر جہاں

"پنچ تنتر" کی کہانیوں کا لب لباب یہ ہے کہ سفر عقل و خرد کی کنجی ہے۔ تجربات و مشاہدات کا بے پایاں خزانہ ہے۔ اسی لیے گھاگ لوگوں کے لیے کہاوت مشہور ہے "انھوں نے دنیا دیکھی ہے"۔

یہ باتیں بظاہر اتنی خوش کن اور پتے کی ہیں کہ آپ کو بھی رشک آنے لگا ہوگا: "کاش آپ کے بھی پر ہوتے تو کتنا اچھا ہوتا" دنیا کے سفر پر بلا روک ٹوک، مفت یعنی بے ٹکٹ پاسپورٹ آپ روانہ ہو جاتے۔ کتنا مزہ لوٹ رکھا ہے سیر سپاٹے کرنے والوں نے، اور اب تک آپ کی کھوپڑی میں اتنی معمولی سی بات کیوں نہ سما پائی۔ پر جب سچ مچ کسی پر یہ ذوقِ سیر و سیاحت وارد ہوتا ہے تو پتہ چلتا ہے۔ عالم ہی دوسرا ہے۔ ڈیوڑھی سے قدم نکلا نہیں کہ تجربات و حادثات بڑھ بڑھ کر قدم لیتے ہیں اور کیفیت یہ ہوتی ہے۔

نہ جائے رفتن نہ پائے ماندن

اب دیکھیے نا! آپ نے سفر کا ارادہ کیا نہیں کہ یہ خبر کانوں کان بیاباں ہوئی، لوگ باگ آپ کو مصری کی ڈلی سمجھ کر اِدگرد جمع ہونا شروع ہو گئے، اور اس مجمع میں آپ کی حیثیت یا تو تماشہ بیں کی ہوگی یا خود تماشہ کی۔ ان کی عجیب و غریب فرمائشوں اور چاہتوں کے انبار تلے آپ خود کو دبتا ہی نہیں ڈوبتا پائیں گے۔ کوئی ولایتی مال کا تمنائی ہے تو کوئی دور دراز کونے کدروں میں بسے اپنے گمنام دوستوں اور نامور رشتہ داروں کے لیے چٹھیاں، رقعے اور تحائف آپ کو تھمانے اور ان تک پہنچانے کا آرزومند مسکین صورت بنائے کھڑا ہے، کچھ لوگ عبادت و تیاردت کے خواہاں، اور کچھ ایسے ہی ہوں گے جو آنکھوں میں خشک آنسو لیے آپ کی اچھی مسافرت کٹنے اور خیر و خوبی کے ساتھ وطن واپسی کے لیے دعاگو نظر آئیں گے۔ دو چند ستم ظریف بزرگ ایسے بھی ہوں گے جو رونی صورت بنا کر آپ کی مغفرت کے لیے بضد ہوں گے۔ جیسے اب ان کو آپ کی واپسی کی ہرگز امید نہیں۔ اور یہ ان کا آخری دیدار ہوگا۔

بہرحال آپ سفر کے لیے بالکل مستعد ہیں اور کچھ مضمحل بھی کہ نہ جانے کن کن پریشانیوں سے آپ کو گزرنا ہوگا، اور اس کا بھی خدشہ کہ نہ معلوم آپ کو پھر اپنے لوگوں سے ملنے کا اتفاق ہو یا نہیں، کیونکہ آجکل حادثات معمول کے واقعات ہو کر رہ گئے ہیں۔ مشینوں کی اس دنیا میں مشینیں بگڑا ہی کرتی ہیں، کبھی بگڑ کر آپس میں بُری طرح ٹکرا جاتی ہیں، اس ٹکرانے میں آپ کا چکنا چور ہونا کچھ انہونی بات نہیں۔

چلیے صاحب اس پر بھی آپ نے جی کڑا کر ہی لیا اور چل پڑے سفر پر۔ اول ہی میں ٹیکسی والے تانگے والے سے ایک ہلکی سی تکرار واجبی ہے کیونکہ وہ جب کرائے پر بضد ہے اور آپ معقول کرایہ دینا چاہتے ہیں، کسی صورت جان چھوٹی اور آپ لاکھوں پائے۔

انشاء اللہ خیر صلّا! پر معاملہ یہی بس کچھ نہیں۔

ریل کا ٹکٹ حاصل کرنا، ریل پیل سے گزرنا ہے۔ بکنگ کلرک جو تانا شاہ سے کسی صورت کم نہیں، صاف انکار کر دیتا ہے مقررہ دن کے ٹکٹ بک ہو چکے ہیں۔ آپ کو ٹکٹ بچولیوں کے پاس دوڑاتے ہیں، وہ ٹکنا چوگنا نذرانے وصول کرتا ہے اور برتھ ریزرویشن کی سبز جھنڈی دکھلاتا ہے۔ آپ بہت شاداں نظر آتے ہیں، اور خوش بخت بھی کہ آپ ٹکٹ کے مالک ہو گئے، اور برتھ پر بستر استراحت پھیلانے کے سولہ آنے حقدار۔

لیکن آہ! اس وقت آپ کی صورت دیدنی ہو جاتی ہے جب پتہ چلتا ہے کہ کوئی دوسرے ہمسفر آپ کی برتھ پر خوابِ خرگوش کے مزے لوٹ رہے ہیں پہلے تو آپ ان کو جگانے میں کچھ قباحت کچھ خجالت اور آخر میں جرأت دکھلاتے ہیں اور وہ صاحب آپ کی طرف خشمگیں آنکھوں سے اس طرح دیکھتے ہیں کہ آپ کا کانپ جانا لازمی اور سانپ کی طرح تڑپ جانا ضروری ہوتا ہے، آپ کے اصرار پر بجائے اس کے کہ وہ صاحب چپ چاپ برتھ خالی کر دیں اُلٹا آپ پر سوالوں کی بوچھار کر دیں گے: "ٹکٹ ہے، اور کیا اسی برتھ کا ریزرویشن ہے آپ کے نام، دکھلایئے صاحب ٹکٹ ملایئے صاحب نمبر"؛ جب ٹکٹ اور نمبر مل جاتے ہیں تو وہ صاحب منطق کا ایک دوسرا تیر آپ کے جگر پر مارتے ہوئے یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ ہم نے بھی تو ٹکٹ لیا ہے، اور یہ گاڑی کیا آپ کی نجی گاڑی ہے؟ بہرحال تو تو میں میں کے دوران مسافر آپ کو بونگ سمجھتے ہوئے آپ کے ساتھ ہمدرد ہو جاتے ہیں اور اس طرح سفر کی تلخیوں کا آغاز ہو جاتا ہے، جس کا انجام دور و نزدیک نظر نہیں آتا۔

ریزرو کوچوں کا بھی عجب حال ہے۔ آپ نے تو اس خوش فہمی میں برتھ ریزرو کرائے تھے کہ گھوڑے بیچ کر سوئیں گے اور جب جاگیں گے تو باہری نظاروں سے جی بھر کر لطف اندوز ہوں گے لیکن یہ دونوں خواب آپ کے بکھر جائیں گے۔ کیونکہ اسٹیشن سے جب گاڑی چھوٹتی ہے تو وہ ان تمام بندھنوں سے بھی خود کو آزاد کرا لیتی ہے جو اس پر چلتے وقت عائد ہوتی ہیں۔ ریزرو ڈبہ ریزرو نہیں رہ جاتا بلکہ پورا کا پورا چارروٹ کھل جاتا ہے۔ ہر ایرا غیرا نتھو خیرا آزاد شہری ہونے کے ناطے اس فیصلے میں بھی آزاد ہوتا ہے کہ "سودیشی ریل" میں وہ بلا ٹکٹ سوار ہو سکتا ہے، عام ڈبوں کی بجائے اپنی من پسند بوگیوں میں گھس بیٹھ کر سکتا ہے، بیٹھے ہوئے مسافروں کو اٹھا سکتا ہے اور اوروں کو بٹھا سکتا ہے، ان کی اس دھما چوکڑی سے مسافروں کی کبھی نیند ٹوٹتی ہے تو کبھی بدن ٹوٹتا ہے۔

اپنے سفری سامان پر آپ کی نظر ویسی ہی لگی رہتی جیسے اس سادھو کی اپنے لب لباب بھرے کمنڈل پر جسے جشن دیکھنے کا حکم تو دیا گیا ہو پر اس چتاونی کے ساتھ کہ کمنڈل کا جل گرا نہیں کہ حضور کی گردن صاف! آپ نے ذرا سی چوک کی اور آپ کا یکہ و تنہا بقچہ غائب ہوا، ساتھ میں یہ سانحہ بھی ہو سکتا ہے کہ ریزرویشن کا ٹکٹ جس پر آپ کو بہت ناز تھا، بقچہ کی ہمراہی پر بضد ہو اور ساتھ میں آپ کے بچے کھچے روپے بھی دوسرے ہاتھوں جانے کو بے چین و بیکل اور روپیہ یوں بھی مایا کہلاتے ہیں، "ورمایا کا چھل کپٹ تو آپ جانتے ہی ہیں"، صرف انجام کار کا انتظار کیجیے۔

اگر آپ مقامات مقدسہ کی بابرکت زیارت کے لیے مسافرت پر نکلے ہیں تو مجاوروں اور پنڈوں کی مہمان نوازیوں اور میزبانیوں سے آپ خوب خوب لطف اندوز ہوں گے، قدم قدم پر وہ آپ کے قدم لیں گے، قدموں پر وہ مال و زر نچھاور کر دیں گے اور بالکل بچھ جائیں گے۔ یہ الگ بات ہے کہ واپسی میں پتہ چلے گا۔ وہ مال و زر کی بارش آپ کے بادلوں سے ہی ہوئی تھی اور آپ کے قدموں تلے جو مخملیں بچھونے بچھائے گئے تھے وہ آپ کا ہی بوریہ بستر تھا جو اب گول ہو چکا ہوتا ہے۔ گھر آپ واپس آتے ہیں تو خالی جیب، خالی جسم، ہاتھوں میں نذرانے کی کچھ ٹوٹی پھوٹی ڈھبریاں اور چند سوکھے پھول ہوتے ہیں۔

اجنبی علاقوں کے لوگ بھی کچھ عجیب ہوتے ہیں، ہر مسافر کو شک و شبہ کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، کچھ تو آپ کو حقیر اور کچھ تو مذاہیم گردانیں گے۔ فقیر کی حیثیت سے آپ کو دھتکار اور امیر کی حیثیت سے بہت زیادہ لاڈ ملے گا۔ فقیری میں عزت نفس کھوتی ہے، اور امیری میں جیب کے پیسے بے تحاشہ کھوتے ہیں، بہرحال پورے سفر میں آپ کھوئے کھوئے سے ہوں گے۔

مسافرت میں مکان بھی ٹھکانے کا نہیں ملتا، مگر آپ تنہا ہیں تو مالک مکان آپ کی تنہائی سے خوفزدہ اور اپنی جوان جہان بیٹیوں، بیویوں اور بہنوں سے نالاں کہ وہ آپ کو کن آنکھوں سے کیوں دیکھتی ہیں، اور آپ نے فلاں فلاں وقت پر ان سے مسکرا کر کیوں بات کی تھی۔ آپ منہ بسورے رکھیے تو خیریت، ورنہ انخلاء کی نوٹس فی الفور جاری۔

سفر نواز بہترے کی سفر نوازیوں سے لطف اندوز ہو کر کسی صورت آپ سفر سے واپس آ گئے، اور آپ کو یک گونہ سکون ملا۔ پر سکون کہاں، بزرگوں کو تعجب ہوا آپ واپس کیسے چلے آئے، دوستوں اور اپنوں کو گلہ ہوگا آپ نے ان کی مطلوبہ چیز کیوں کر نہیں لائے، بہت قریب کے لوگ بدگمان ہوں گے کہ آپ نے جو چیز دی نہایت گھٹیا

(آگے ص ۱۹ پر)

بیوی کے ساتھ بدسلوکی

مذہبی اور سماجی جرم

شبیر احمد قادری

ایک وہ زمانہ تھا جب کہ عرب ہی کیا تمام دنیا مفاسد اور لہو ولعب کی شدت میں مبتلا تھی۔ جہالت و وحشت کا دور دورہ تھا۔ جنگ و جدال کا بازار گرم تھا۔ حیوانوں سے بدتر سمجھ کر طرح طرح کے مظالم ان پر توڑے جا رہے تھے۔ ایک مرد جتنی عورتیں چاہتا رکھ لیتا اور اس کے مرنے کے بعد یہ عورتیں بیٹوں پر تقسیم ہو جاتیں۔ ذرا ذرا سے قصور پر انھیں بری طرح مارتے۔ گھر سے نکال دیتے سختی کے ساتھ کام لیتے۔

لڑکیوں کی پیدائش سے سخت نفرت تھی۔ یہاں تک کہ بیدرد باپ اپنے جگر گوشہ کو ابا ابا پکارتی بچی کو گڈھا کھود کر زندہ دفن کر دیتا تھا، تو وراثت کا ذکر ہی کیا، اور والدین اور شوہر کی جائیداد میں عورت کی حصہ داری کیسی بلکہ اندوہ و آلام کی زندگی بسر کرنے کے لیے مجبور تھی۔ دنیا میں ان کا مددگار اور معاون کوئی نہ تھا۔

اور پورے کرۂ ارض پر عورت کی ذات سخت سے سخت تذلیل و حقارت کی مستحق تھی۔ شیطان کی خالہ شیطان کی آلہ کار، سانپ بچھو سے زیادہ زہریلی، مکار، بے وفا، دغاباز، طوفان، آندھی آگ سے تشبیہ دی جاتی تھی۔ اور تو اور یورپ جیسے عقل و فراست کے دعویدار ملکوں نے بھی ۵۸ء میں مختلف ممالک کی ایک کانفرنس اس امر پر غور کرنے کے لیے منعقد کی گئی تھی کہ آیا عورت میں روح بھی ہے یا نہیں اور یہ پیدا کی گئی ہے تو کس مقصد کے لیے۔

آخر بڑے بڑے فاضل عقلا و حکما نے اس بحث کو یوں طے کیا کہ عورت تو ہے انسان مگر پیدا کی گئی ہے مرد کی خدمت کرنے کے لیے کیونکہ پہلے عورت کو انسان نہیں سمجھا جاتا تھا۔

ستی کی رسم سے صاف ظاہر ہے کہ شوہر کی مردہ لاش کے ساتھ عورت کو زندہ جلنے اور جل کر راکھ ہو جانے کا دستور تھا۔

افسوس اس صنف لطیف کو بے جان گھاس پھوس سے بدتر سمجھ کر کیسے کیسے مظالم روا رکھے گئے تھے۔ جو خداوند قدوس کو پسند نہ آیا۔ اس نے عورتوں پر رحم و کرم فرما کر محمد عربی ؐ کو نبوت عطا فرمایا جن کا مقدس دل عورت جیسی مظلوم اور ذلیل کی ہمدردی میں ڈوبا ہوا تھا۔ آپ نے اسی عورت کو جو شیطان کی خالہ اور آلہ کار کہی جاتی تھی شیطان سے بچنے کے لیے تعویذ قرار دیا۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضرت محمدؐ نے اپنے ایک نوجوان صحابی سے ایک بار پوچھا کہ معاذ ابن جبل تمہاری شادی ہوئی؟ انھوں نے جواب دیا کہ نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ تم کو چاہیے کہ شیطان سے بچنے کے لیے کسی عورت سے شادی کر لو۔

آپ کے ارشادات ہیں کہ عورت انسانیت کا جزو لازم ہے جس کے بغیر کسی طرح کی تکمیل نہیں ہو سکتی۔ جنت ماں کے قدموں تلے ہے۔ بیوی کی دعا قرب خداوندی کا ذریعہ ہے۔ تم میں اچھا وہ ہے جو عورتوں کے حق میں اچھا ہے۔ ان کے ساتھ بہترین سلوک کرو۔ جو خود کھاؤ انھیں بھی کھلاؤ۔ انھیں تکلیف نہ دو۔ عورت کی تحقیر ہرگز نہ کیا کرو۔ عورت گھر کی ملکہ اور اولاد پر حکمراں ہے اور اس بات کی مستحق ہے کہ آرام سے رکھا جائے اس کے پہلو میں بھی ایک ایسا دل ہے جو اچھے سلوک سے خوش ہوتا ہے اور برے سلوک سے ناخوش۔ عورتوں کی عزت وہ لوگ کرتے ہیں جو شریف ہیں اور توہین وہ لوگ کرتے ہیں جو ذلیل ہیں۔ شوہر کا اپنے ہاتھ سے بیوی کو کھلانا نیکی ہے۔ ایمان اس کا مکمل ہے جس کی عادت اچھی ہو اور اپنی بیوی پر انتہائی درجہ مہربان ہو۔ اتنا ہی نہیں بلکہ آنحضرت ؐ نے عورتوں کو خلع و طلاق لینے کا حق دیا۔ بیواؤں کی دوسری شادی کو کار ثواب فرمایا۔ باپ بھائی اور شوہر کی جائیداد میں عورت کو پہلی مرتبہ شرکت کی بشارت ملی۔ مہر اس کا حق ٹھہرا۔ ان پر بھی علم فرض کر دیا گیا۔ مذہبی اصول ان پر بھی ویسے ہی عاید کر دیے گئے جیسے مردوں پر۔

غرض عورت جو مظلومیت و ذلت کے گڑھے میں پڑی زندگی کی منازل طے کرنے پر مجبور تھی، رحمت مجسم رسول کریم ؐ کے عہد رسالت میں سب سے پہلی بار مساوات اور برتری کے درجہ ذمہ دار اور آزاد بنا کر دنیا کے اسٹیج پر نمودار کر دی گئی۔ یہ اتنا بڑا احسان رسول مقبول کا عورتوں پر ہے جس کی نظیر دنیا اس وقت تک باوجود ہزارہا دعوؤں، کوششوں اور ترقیوں کے بھی پیش نہ کر سکی اور نہ کر سکتی ہے۔ یہ اسلام اور بانی اسلام کا ہی زمانہ ہے جو آج سے چودہ سو سال ہی ظہور میں آیا تھا۔ اس کا ہر حکم و

اثبار مسلمانوں کے حق میں فیض بیکراں کا فلسفہ رکھتا ہے۔ ہر شوہر کے اوپر بیوی کا یہ حق فرض ہے کہ وہ اپنی بیوی کے کھانے پینے اور رہنے اور دوسری ضروریات زندگی کا اپنی حیثیت کے مطابق اور اپنی طاقت بھر انتظام کرے۔ اس لیے کہ ماں باپ، بھائی بہن اور تمام عزیز و اقارب سے جدا ہو کر صرف شوہر کی ہو کر رہ گئی ہے اور شوہر کے دکھ سکھ میں برابر کی شریک بن گئی ہے اس لیے اس کی زندگی کی تمام ضروریات کا انتظام کرنا شوہر کا فرض ہے۔ یاد رکھو! جو مرد اپنی لاپروائی سے اپنی بیوی کا نان و نفقہ اور اخراجات زندگی کا انتظام نہیں کرتے وہ بہت بڑے گنہگار حقوق العباد میں گرفتار اور قہر قہار و عذاب نار کے سزاوار ہیں۔

عورت کا یہ بھی حق ہے کہ شوہر اس کے بستر کا حق ادا کرتا رہے۔ شریعت میں اس کی کوئی حد مقرر نہیں ہے مگر کم سے کم اس قدر تو ہونا ہی چاہیے کہ عورت کی خواہش پوری ہو جایا کرے اور وہ ادھر ادھر تاک جھانک نہ کرے جو مرد شادی کر کے بیوی سے الگ تھلگ رہتے ہیں اور عورت کے ساتھ اس کے بستر کا حق نہیں ادا کرتے وہ حقوق العباد یعنی بیوی کے حق میں گرفتار اور بہت بڑے گنہگار ہیں۔ شوہر کسی مجبوری سے اپنی عورت کے اس حق کو نہ ادا کر سکے تو شوہر پر لازم ہے کہ عورت سے اس کے اس حق کو معاف کرائے۔ بیوی کے اس حق کی کتنی اہمیت ہے۔ اس بارے میں حضرت عمرؓ کا ایک واقعہ بہت زیادہ عبرت خیز اور نصیحت آمیز ہے۔ منقول ہے کہ حضرت عمرؓ رات کو رعایا کی خبر گیری کے لیے شہر مدینہ میں گشت کر رہے تھے اچانک ایک مکان سے دردناک اشعار پڑھنے کی آواز سنی۔ آپ اسی جگہ کھڑے ہو گئے اور غور سے سننے لگے۔ یعنی خدا کی قسم اگر خدا کے عذابوں کا خوف نہ ہوتا تو بلا شبہ اس چارپائی کے کنارے جنبش میں ہو جاتے۔ امیر المومنین نے صبح کو تحقیقات کی تو معلوم ہوا کہ اس عورت کا شوہر جہاد کے سلسلے میں کافی عرصہ دراز سے باہر گیا ہوا ہے اور عورت اس کو یاد کر کے رنج و غم میں یہ شعر پڑھتی رہتی ہے۔ امیر المومنین کے دل پر اس کا اتنا گہرا اثر پڑا کہ فوراً ہی آپ نے تمام سپہ سالاروں کو یہ فرمان لکھ بھیجا کہ کوئی شادی شدہ فوجی چار ماہ سے زیادہ اپنی بیوی سے جدا نہ رہے۔

عورت اگر بیمار ہو جائے تو شوہر کا یہ اخلاقی فریضہ ہے کہ عورت کی غم خواری اور تیمارداری میں کسی قسم کی کوئی کوتاہی نہ کرے بلکہ اپنی دلداری و دلجوئی اور بھاگ دوڑ سے عورت کے دل پر یہ نقش بٹھا دے کہ میرے شوہر کو مجھ سے بے حد محبت ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ عورت شوہر کے اس احسان کو یاد رکھے گی اور وہ بھی شوہر کی خدمت گزاری میں اپنی جان لڑا دے گی۔ شوہر کو چاہیے کہ اپنی بیوی پر اعتماد اور بھروسہ کرے اور گھریلو معاملات سپرد کر دے تاکہ بیوی اپنی حیثیت کو پہچانے اور اس کا وقار اس میں خود اعتمادی پیدا کرے۔ اور وہ نہایت ہی دلچسپی اور کوشش کے ساتھ گھریلو معاملات کے انتظام کو سنبھالے۔ حضور سرور کائنات ؐ نے فرمایا ہے کہ عورت اپنے شوہر کے گھر کی نگراں اور محافظ ہے۔ اور اس معاملہ میں عورت سے قیامت میں خداوند قدوس پوچھ گچھ فرمائے گا۔ بیوی پر اعتماد کرنے سے یہ فائدہ ہوگا کہ وہ اپنے آپ کو گھر کے انتظامی معاملات میں ایک شعبہ کی

ذمہ داریاں کرے گی اور شوہر کو بڑی حد تک گھریلو ذمہ داریوں سے نجات مل جائے گی اور سکون و اطمینان کی زندگی نصیب ہو گی۔ عورت کا اس کے شوہر پر ایک حق یہ بھی ہے کہ شوہر عورت کے بستر کی رازوالی باتوں کو دوسروں کے سامنے نہ بیان کرے بلکہ اس کو راز بنا کر اپنے دل ہی میں رکھے۔ کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ خدا کے نزدیک بدترین شخص وہ ہے جو اپنی بیوی کے پاس جائے پھر اس کی پردہ کی باتوں کو لوگوں پر ظاہر کرے۔ اور اپنی بیوی کو دوسروں کی نگاہوں میں رسوا کرے۔ اسلام اور بانی اسلام کی نکتہ رس نگاہوں نے عورت کو سب کچھ حقوق مراتب دیئے۔ آزادی و مساوات کا درجہ عطا کیا کہ وہ میدان کارزار میں جانباز سپاہی مساجد کی عبادت گزار بن گئی کہ بڑے بڑے عالم و فاضل اور جوان مردان کے سامنے زانوئے ادب ٹیکنے پر مجبور رہتے۔ خلاق عالم انسانی فطرت کی گہرائیوں سے بخوبی واقف ہے۔ اس نے عورتوں کو ہر طرح کی آسانی و آزادی دینے کے بعد بھی مردوں کو عورتوں پر فضیلت و اختیارات عطا کیے۔ نبی کریم تو یہ بھی پسند نہ فرماتے تھے کہ عورت اپنے میں مردانہ خصائل پیدا کرے بلکہ منع فرمائے۔ عورت خدا کی بڑی بڑی نعمتوں میں سے ایک بہت بڑی نعمت ہے۔ عورت دنیا کی آبادکاری اور دینداری میں مردوں کے تقریباً برابر کی شریک ہے۔ عورت مرد کے دل کا سکون، روح کی راحت ذہن کا اطمینان ہے۔ عورت آدم علیہ السلام و حضرت حوا کے ماسوا تمام انسانوں کی ماں ہے۔ اس لیے وہ سب کے لیے قابل احترام ہے۔ عورت بچپن میں بھائی بہنوں سے محبت کرتی ہے۔ شادی کے بعد شوہر سے محبت کرتی ہے ماں بن کر اپنی اولاد سے محبت کرتی ہے اس لیے عورت دنیا میں پیار و محبت کا ایک تاج محل ہے۔

(آکاشوانی گورکھپور سے نشر)

بقیہ : سفر ہے شرط

اور ارزاں تھی۔ سونے کا پہاڑ اٹھا کر کیوں نہیں لاتے کہ یہ ہر جگہ پڑا ملتا ہے، اور شریک زندگی جو آپ کو اپنا سرتاج کہتی پھرتی ہے اگر وہ ہے تب ورنہ جانے دیجئے) کچھ خوش کچھ ناخوش غرض وہ بھی کچھ کھٹی میٹھی سی نظر آئے گی۔ آپ کی دوران مسافرت کلفتوں اور سینہ سوزیوں کی کسی کو چنداں فکر و تردد نہیں، ہاں ماں ہو گی تو آپ کو دبلے ہونے کے پیار سے طعنے ضرور دے گی، اب آپ اسے طعنہ سمجھیں یا ماں کا لاڈ، یہ آپ پر منحصر ہے اور تعلقات کی ہمواری پر کیونکہ شادی شدہ ہونے کے باعث ساس بہو کا رشتہ بھی کمرخ کی طرح کچھ زیادہ ہی ترش ہوتا ہے۔

کیا اب بھی آپ سفر کی ٹھانے ہیں؟ تو بطور سفارش ایک تازہ شعر سنتے جائیں

لوگ سرگرم سفر رہتے ہیں
ہم سمجھدار ہیں گھر رہتے ہیں

(کلکتہ سے نشر)

اختر جہاں
جی۔۲۱۰۔بی گل گارڈن ریچ روڈ کلکتہ ۲۴۔۔۔ ۷

ریڈیو ڈرامہ

پطرس کی سائیکل

یوسف ناظم

کردار:—
اناؤنسر —
ہیرو (آواز) —
مرزا —
ملازم (شرفو) —
مستری —
دوکاندار —

(بیک گراؤنڈ میں موٹروں کے ہارن، اسکوٹر کی آوازیں، ٹریفک پولیس کی سیٹیاں، لوگوں کا شور، کہیں کہیں ٹرانسسٹر کی آوازیں)

ایک آواز: ارے شاکر، او شاکر، شاکر۔ سنتے ہو۔

شاکر: اوہو۔ مسرت یہ تم ہو۔ وہی میں سوچ رہا تھا کہ سڑک پر اس بے تکلفی سے کون آوازیں دے رہا ہے بالکل سن تو اچھے والے کی آواز معلوم ہوئی۔

مسرت: ہاں ہاں وہ تو معلوم ہی ہوگی۔ جیسی آوازیں نکالو گے ویسی ہی تمہارے کانوں میں گونجیں گی — خیر یہ بتاؤ اتنا تیز تیز بھاگے کہاں جا رہے ہو۔

شاکر: ہاں آج ذرا جلدی میں ہوں۔ ساڑھے سات سوا سات بجے گھر پہنچ جانا ہے۔

مسرت: کیا بات ہے۔ کوئی آ رہا ہے۔

شاکر: یہ آ رہا ہے آ رہی ہے سب تمہارے گھر میں ہوتا ہے۔ میرے ہاں کون آئے گا۔ مجھے ہی گھر والے مشکل سے گھر میں آنے دیتے ہیں۔ اصل میں آج بمبئی ریڈیو سے بزم اردو کے پروگرام میں ایک ڈرامہ نشر ہونے والا ہے۔

مسرت: ریڈیو پر — اور اردو ڈرامہ؟

شاکر: ہاں ہاں اور مزاحیہ ڈرامہ ہے۔ تم بھی ضرور سننا۔

مسرت: کیا کہہ رہے ہو۔ بمبئی ریڈیو پر اردو مزاحیہ ڈرامہ میں نہیں مانتا، کس نے لکھا ہے۔

شاکر: وہ تو میں نہیں جانتا۔ لیکن پطرس کی کہانی ہے۔ یعنی مضمون نما کہانی۔

مسرت: پطرس کی کہانی ہے تو دلچسپ ہی ہوگی۔ لیکن پتہ نہیں ڈرامہ میں کیسے پیش کیا جاتا ہے۔ یہ بھی تو دیکھنا ہے۔ میں تو سمجھتا ہوں سب لوگ مل کر اسے برباد کر دیں گے۔

شاکر: تم نے کبھی کوئی اچھی بات بھی سوچی ہے کسی کے بارے میں۔ کبھی تو زبان کو تکلیف دو کہ کسی کے حق میں کوئی کلمہ خیر ادا ہو جائے۔

مسرت: اچھا اچھا۔ آج میں بھی ریڈیو سنتا ہوں۔ یہ ٹی وی تو ریڈیو کا دشمن بن گیا ہے۔ بیچارا مارکونی۔

شاکر: یہ مارکونی کون ہے۔

مسرت: ارے وہی جس نے ریڈیو ایجاد کیا۔ آج پچھتا رہا ہوگا کہ اس نے ٹی وی کیوں نہیں ایجاد کیا۔

شاکر: اچھا میں تو چلا — کل ملیں گے۔

مسرت: کیوں نہ تم بھی میرے گھر چلے چلو۔ وقت پر پہنچ بھی جائیں گے — چائے بھی مل جائے گی۔

شاکر: ہاں کھانا تو تم کھلاؤ گے نہیں۔ چلو تمہارے ہی گھر چلتے ہیں لیکن چائے کی پکی رہی۔

(فیڈ آؤٹ)

اناؤنسر: یہ آکاشوانی بمبئی ہے۔ اب پیش ہے۔ بزم اردو کا نیا پروگرام۔ ایک سلسلہ مردے زندہ ہوتے ہیں۔ اس سلسلے کی پہلی کڑی ہے "پطرس کی سائیکل"۔ سائیکل تو اصل میں مرزا صاحب کی ہے برسوں پرانی۔ جسے وہ اپنے دوست کو فروخت کرتے ہیں۔ یہ خاکہ پطرس کا لکھا ہوا ہے اور خاکے کا اصل عنوان "مرحوم کی یاد میں" ہے۔ مرحوم

وہی ہے چاری سیکل ہے۔ مرزا تو اپنی سیکل بیچ کر مزے سے بیٹھ رہے۔ مصیبت ان کے دوست کے گھر گھسی۔ جس نے یہ سیکل بیچ دی گئی تھی، میری سیکل۔

ایک آواز۔ (غمگیں لہجے میں) مرزا سنتے ہو۔ کب سے منہ میں گھنگھنیاں ڈالے بیٹھے ہو۔

مرزا: تم نے کہا ہی کیا جو میں سنتا۔ بولو کیا بولنا ہے۔

آواز: میں سوچ رہا تھا کہ انسانوں اور حیوانوں میں کیا فرق ہے۔

مرزا: کچھ نہ کچھ فرق ہو گا ہی دونوں میں۔

آواز: میں بتاؤں تمہیں۔

مرزا: بولو۔

آواز۔ کوئی فرق نہیں۔ سنتے ہو مرزا کوئی فرق نہیں ہم میں اور حیوانوں میں۔ کم از کم مجھ میں اور حیوانوں میں فرق نہیں۔ ہاں ہاں میں جانتا ہوں تم میخ نکالنے میں بڑے طاق ہو۔ کہہ دو گے حیوان جگالی کرتے ہیں، تم نہیں کرتے۔ ان کے دُم ہوتی ہے تمہارے نہیں ہوتی۔ لیکن ان باتوں سے کیا ہوتا ہے؟ ان سے تو صرف یہی ثابت ہوتا ہے کہ وہ مجھ سے افضل ہیں۔ لیکن ایک بات میں میں اور وہ بالکل برابر ہیں۔

مرزا: فرمائیے وہ کون سی بات ہے۔

آواز: وہ بھی پیدل چلتے ہیں، میں بھی پیدل چلتا ہوں۔ اس کا تمہارے پاس کیا جواب ہے؟ جواب نہیں۔ کچھ ہے تو کہو۔ بس چپ ہو جاؤ۔ تم کچھ نہیں کہہ سکتے۔ جب سے میں پیدا ہوا ہوں اسی دن سے پیدل چل رہا ہوں۔ ہونہہ یہ بھی کوئی زندگی ہے۔ اور مرزا۔ نہیں میرے پیدل چلتے رہنے سے تکلیف نہیں ہوتی نا۔ کیوں ہونے لگی؟ لیکن دیکھو تو میں کیا کرتا ہوں۔

مرزا: آگے بولو۔

آواز: مرزا صاحب (دانت پیس کر) سُن لو۔ میں ایک موٹر خریدنے لگا ہوں۔

مرزا: کیا خریدنے لگے ہو؟

آواز: سنا نہیں تم نے۔ میں ایک موٹر کار خریدنے لگا ہوں۔ موٹر کار ایک ایسی گاڑی ہے جس کو بعض لوگ موٹر کہتے ہیں، بعض لوگ کار کہتے ہیں۔ لیکن چونکہ تم ضرورت سے زیادہ ذہین ہو اس لیے میں نے موٹر کار کہا تاکہ تمہیں سمجھنے میں مشکل نہ پیش آئے۔

مرزا: ہوں ــ (وقفے سے) ہوں ــ ہوں۔

آواز: تمہاری یہ صرف "ہوں، ہوں" بتاتی ہے کہ تم جلتے ہو۔ اس وقت تمہاری جو ذہنی کیفیت ہے اسے عربی زبان میں حسد کہتے ہیں۔

مرزا: نہیں۔ یہ بات تو نہیں۔ میں تو صرف خریدنے کے لفظ پر غور کر رہا تھا۔ خریدنا ایک ایسا فعل ہے کہ اس کے لیے روپے وغیرہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ وغیرہ کا تو بندوبست ہو جائے گا لیکن روپے کا بندوبست کیسے کرو گے؟

آواز: ہونہہ ــ ٹھیک ہے۔ میں اپنی کئی قیمتی چیزوں کو بیچ دوں گا!!

مرزا: کون کون سی چیزیں بیچو گے۔ نام گناؤ۔

آواز: ایک تو میں اپنا سگریٹ کیس بیچ دوں گا۔

مرزا: چلو دس آنے تو یہ ہو گئے۔ باقی ڈھائی تین ہزار کا انتظام بھی اسی طرح ہو جائے تو سب ٹھیک ہو جائے گا۔

آواز: ہونہہ۔

مرزا: اے کرو نغز پر۔ صرف ہونہہ کر کے چپ ہو گئے۔ میں ایک ترکیب بتاتا ہوں ایک بائیسکل لے لو۔

آواز: وہ تو ٹھیک ہے لیکن اس کے لیے بھی تو روپیہ چاہیے۔

مرزا: بالکل مفت ملے گی۔

آواز: ہائیں۔ مفت۔ وہ کیسے۔

مرزا: مفت ہی سمجھو۔ آخر دوست سے قیمت لینا کمینگی ہے۔ البتہ تم احسان قبول کرنا گوارا نہ کرو تو بات اور ہے۔

آواز: ہی ہی ہی ہی۔ بے کس کی۔

مرزا: میرے پاس ایک بائیسکل پڑی ہے وہ تم لے لو۔

آواز: پھر کہنا۔ پھر کہنا۔

مرزا: بھئی ایک بائیسکل میرے پاس ہے۔ جب میری ہے تو تمہاری بھی ہے۔ تم لے لو۔

آواز: ارے مرزا میں بھی کتنا بیہودہ ہوں۔ میں دل میں یہی سمجھتا تھا کہ تمہیں مجھ سے بالکل ہمدردی نہیں ہے۔ خدارا مجھے معاف کر دو۔ تم تو بہت بلند ہو ــ بہت بلند۔ لیکن میں یہ سیکل مفت نہ لوں گا۔ یہ ہرگز نہیں ہو سکتا۔

مرزا: بس اسی بات سے ڈرتا ہوں۔ تم حساس آدمی ہو کسی کا احسان اٹھانا گوارا نہیں کرتے۔ حالانکہ خدا گواہ ہے احسان اس میں کوئی نہیں۔

آواز: خیر کچھ بھی سہی۔ تم سچ سچ اس کی قیمت بتا دو۔

مرزا: قیمت کا ذکر کر کے گویا تم مجھے کانٹوں میں گھسیٹتے ہو۔ اور میں نے جتنے میں خریدی تھی اب تو وہ اتنے کی رہی بھی نہیں۔

آواز: مرزا اب زیادہ مت ترساؤ۔ بتاؤ تو سہی تم نے کتنے میں خریدی تھی۔

مرزا: پونے دو سو روپے میں۔ لیکن اس وقت قیمتیں ذرا زیادہ تھیں۔

آواز: کیا بہت پرانی ہے۔

مرزا: نہیں، ایسی کچھ زیادہ پرانی بھی نہیں۔ میرا لڑکا اس پر کالج جاتا تھا اور اس کے کالج چھوڑے ہوئے ابھی دو سال ہوئے ہیں۔ مضبوط لوہے کی ہے۔ آجکل کی سیکلوں کی طرح ٹین کی نہیں ہے۔

آواز: مرزا، پونے دو سو روپے تو میں نہیں دے سکتا لیکن مفت بھی نہیں لوں گا۔

مرزا: میں تم سے قیمت کب مانگ رہا ہوں۔

آواز: نا مرزا۔ قیمت تو تمہیں لینی ہی پڑے گی ــ اچھا میں یوں کرتا ہوں کچھ روپے تمہاری جیب میں ڈالتا ہوں۔ تم گھر جا کر گن لینا۔ اگر تمہیں منظور ہو تو بائیسکل بھیج دینا ــ لیکن یہ سمجھو یہ سیکل کی قیمت نہیں ہے۔ ہدیہ ہے۔

(کچھ آوازیں۔ روپے گننے کی۔ اچھا مرزا میں صبح تمہارے جواب یعنی سیکل کا انتظار کروں گا۔

(فیڈ آوٹ)

(چڑیوں کے چہچہانے کی آوازیں۔ صبح ہو رہی ہے)

آواز۔ او ہو صبح ہو گئی۔ مرزا نے سیکل بھیج دی ہو گی۔

(کپڑوں کی سرسراہٹ۔ چپل پہننے کی آواز) ارے دوسری چپل کہاں گئی۔ ہاں ادھر ہے۔ (دروازہ کھولنے کی آواز)

شرفو: سلام صاحب۔

آواز: سلام۔ یہ کیا چیز ہے۔

شرفو: صاحب یہ سیکل ہے۔ رات میں مرزا صاحب کا آدمی دے کر آیا تھا۔

آواز: یہ سیکل ہے؟

شرفو: صاحب اس آدمی نے کہا تو یہی تھا۔

آواز: ہاں معلوم تو ہوتی ہے۔ ہینڈل بھی ہے اور سیٹ بھی۔ پہیے بھی ہیں۔ لیکن نمونہ ذرا الگ ہے۔

شرفو: سرکار اس کا رنگ سمجھ میں نہیں آ رہا ہے۔

آواز: سیکل میں رنگ کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی۔ شرفو ذرا اسے پونچھ پانچھ کر رکھو۔

شرفو: میں اسے ابتک تین چار بار پونچھ چکا ہوں۔

جلیل ساز

واعظ کم بخت کے ہم مشوروں میں آگئے
رات میخانے میں جانا تھا گھروں میں آگئے

جرأت شوق بغل گیری نے خاکستر کیا
شمع کے بازو پتنگوں کے پروں میں آگئے

فائلوں کی برف پگھلی، جاگ اٹھے شعلہ ہائے کرگ
شہر بھر کے شعلہ رُخ جب دفتروں میں آگئے

ان کے وعدے ہیں نقطوں کی ستائش کیلئے
آپ بھی صاحب! سہانے منتروں میں آگئے

کچھ کنائے کچھ اشارے حسن کو بخشے گئے
کچھ کنائے کچھ اشارے اکثروں میں آگئے

انگلیوں میں سحر کہ فنکار کی آنکھوں میں تھا
زندگی کے نرم گوشے پتھروں میں آگئے

آسمانوں پر ابابیلوں کا لشکر دیکھ کر
شیش محلوں والے مٹی کے گھروں میں آگئے

راستوں کی خیر، اہل کارواں کی خیر ہو
رہنمائی کے سلیقے مسخروں میں آگئے

اندھیروں میں دھول بھی ہوتی ہے رفعت آشنا
وقت کی یہ بات ہے کھوٹے کھروں میں آگئے

اے مرے خطے کی مٹی! اس پہ بھی کچھ تبصرہ!!
کس قدر زہریلے کیڑے سنتروں میں آگئے

عصر نو کیا فیصلہ کرتا ہے، کیجئے انتظار
منصفان وقت بھی اب کٹہروں میں آگئے

ان کو دنیا کی کوئی طاقت دبا سکتی نہیں
ساز مر مٹنے کے سودے جن سروں میں آگئے

([illegible])

آواز : اچھا اس میں جہاں جہاں سوراخ ہیں ان میں تیل ڈالو۔ چلے گی تو رفتار تیز ہو جائے گی۔

شرفو: جہاں جہاں بھی سوراخ ہیں، سب بند ہیں۔

آواز : ٹھیک ہے ٹھیک ہے۔ اوپر بھی اوپر تیل ڈالو یہ بھی مفید ہوتا ہے۔ ہم ناشتہ کرکے آتے ہیں ——— نہیں، نہیں۔ اسے ناشتے سے پہلے ہی چلانا چاہیے۔ ورزش بھی ہو جائے گی ٹھہرو ہم ابھی آئے۔ (چلنے کی آواز)

آواز: شرفو۔ دیکھو ہم پل کی طرف جا رہے ہیں۔ دور تک جائیں گے ——— ہوں دیکھو ہم جا رہے ہیں (سیکل کی چرخ چوں کی آوازیں ——— مسلسل آوازیں) ——— ارے اس کا تو ہینڈل بیٹھ گیا ——— کوئی بات نہیں۔ مرزا نے ساتھ میں پانا بھی تو بھیجا ہے ——— (آوازیں رُک جاتی ہیں) لو ہینڈل تو اٹھا کر کس دیا ہم نے۔ یہ لوگ سڑک پہ رُک کیوں گئے ہیں۔ کیا دیکھ رہے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کبھی سیکل دیکھی نہیں ——— یہاں سے چل دینا چاہیے (چرخ چوں کی آوازیں) ارے اب یہ سیٹ بیٹھ گئی ——— یہاں رک کر ٹھیک کرنا چاہیے۔ (آوازیں رُک جاتی ہیں) ادھو میں تو پسینہ پسینہ ہو گیا پینڈل بھی مشکل ہی سے حرکت میں آتے ہیں۔ ہونہہ۔ اب ہینڈل نیچا ہو گیا ——— کیا میں آٹا گوندھ رہا ہوں۔ (چرخ چوں ——— چرخ چوں) ——— یہ لوگ ہنس کیوں رہے ہیں ——— بچے حیرت سے میری طرف دیکھ رہے ہیں، آخر کیوں ——— ہم سیکل پر بیٹھے ہیں کوئی سرکس تو نہیں دکھا رہے ہیں (آوازیں تیز ہو جاتی ہیں) ——— ٹھہرو۔ ذرا اس کے پیچ کسوا لینے چاہئیں ——— ہاں یہ ہے نا سیکلوں کی دوکان (کھڑ کھڑ کی آوازیں)

آواز : ادمیاں سنتے ہو۔

مستری: کہئے۔ کیا کام ہے۔

آواز: ذرا اس کی مرمت کر دیجئے۔

مستری: اوہو۔ اس کی مرمت کروانی ہے۔ کس کس پُرزے کی مرمت کرا لیجئے گا۔

آواز: بڑے گستاخ ہو تم۔ صرف گدی اور ہینڈل اونچا کروا کے کسنا ہے۔

مستری: اور مڈگارڈ بھی ٹھیک کر دوں۔

آواز : ہاں! وہ بھی کر دو۔

مستری: باقی چیزیں بھی ٹھیک کروا لیں تو اچھا ہے۔

آواز : اچھا کر دو۔

مستری: یوں تھوڑے ہی ہو جائے گا یہ کام۔ دس پندرہ دن لگیں گے۔

آواز : اور پیسے کتنے ہوں گے۔

مستری: کوئی تیس، چالیس روپے لیں گے۔

آواز : اچھا ہم پھر آئیں گے۔ اس وقت تو صرف گدی اور ہینڈل اونچا کر کے کس دو۔

مستری: (ٹھوک پیٹ کی آواز) ہاں سے جائیے حضور۔ لیکن پیچ سب ڈھیلے ہیں۔ تھوڑی ہی دیر میں سب ڈھیلے ہو جائیں گے۔

آواز : اچھا اچھا۔ تم نے تو اپنے پیسے لے لیئے۔

(چرخ چوں۔ کھڑ کھڑ کی آوازیں)

آواز: سیکل اب ڈھلان پر ہے ——— اس کے تو بریک بھی نہیں لگ رہے ہیں۔ ارے ارے میں گرا۔ (گرنے کی آواز)

لوگوں کی آوازیں : یہ شخص یہاں سڑک پر کیا کر رہا ہے ——— ہاں ہاں بیچ سڑک میں ——— دیکھو ادھنے! یہ شخص کرتب دکھا رہا ہے۔

آواز: ہنسنے دو ان بدتمیزوں کو ——— اب یہ سیکل چلے گی نہیں ——— اسے اونے پونے بیچ کیوں نہ دوں ——— ہاں یہ ٹھیک ہے۔ دس پندرہ روپے کا نقصان ہو جائے گا۔ دیکھا جائے گا۔

آواز : ذرا ادھر آئیے۔

دوکاندار: فرمائیے ——— یہ ساتھ میں کیا ہے آپ کا۔

آواز : دیکھ نہیں رہے ہیں سیکل ہے۔

دوکاندار: تو یہاں کیوں لائے ہیں۔

آواز : بیچنا ہے۔

دوکاندار: او شمشاد ——— شمشاد۔ ذرا ادھر آنا۔ دیکھو تو یہ وہی سیکل تو نہیں ہے جو پچھلے سال ہمارے پاس بکنے آئی تھی ———

شمشاد : سیٹھ یہ وہی مرزا صاحب کی سیکل ہے جو ان کا لڑکا لایا تھا۔

دوکاندار: ہاں وہ لڑکا اسی پر بیٹھ کر کالج جایا کرتا تھا۔

شمشاد : سیٹھ! خود مرزا صاحب بھی اسی پر بیٹھ کر اپنے زمانے میں اسکول جایا کرتے تھے

دوکاندار : ٹھیک ہے۔ لے لیں گے۔ (پلٹ کر) سنئے صاحب آپ سیکل بیچتے ہیں نا۔

آواز : کہہ تو دیا۔ بیچتے ہیں۔ نہیں تو کیا صرف آپ سے ملنے آئے ہیں۔

دوکاندار : اچھا بیچ دیجئے۔

آواز: بیچ ہی تو رہے ہیں۔

دوکاندار: تو کیا لیں گے آپ؟

آواز : تمہیں بتاؤ۔

دوکاندار: سچ سچ بتاؤں۔

آواز : ہاں۔

دوکاندار: سچ سچ بتاؤں۔

آواز : اب بتاؤ گے بھی یا یوں ہی ترساتے رہو گے۔

دوکاندار : تین روپے دوں گا اس کے!!

(تیز موسیقی۔ جیسے طوفان پھٹ پڑا ہو)

آواز : میں یہ سیکل دریا میں پھینک دوں گا۔ اسے اٹھائے اٹھائے گھر تک جا نہیں سکتا۔ لوگ ہنس رہے ہیں میری حالت پر ——— مرزا تم نے اچھی دوستی نباہی ——— (آوازیں) بیچارہ تھک گیا ہوگا ——— لیکن یہ سر پر کیا اٹھائے لیے جا رہا تھا ——— نہیں سر پر کہاں اٹھائے ہوئے ہے ——— سیکل معلوم ہو رہی ہے ——— بہت قدیم ہے۔

آواز: بس بہت ہو چکا۔ بے عزتی کی بھی حد ہوتی ہے دوکاندار اس کے تین روپے دے رہا تھا۔ مستری مرمت کے ۴۰ روپے مانگ رہا تھا۔ ہائے مرزا ——— بس دو تین منٹ کی بات ہے ——— وہ پل آ گیا ——— ہاں بس یہ جگہ ٹھیک ہے ——— لو یہ گئی سائیکل (پانی میں گرنے کی آواز) اب ذرا مرزا سے بھی مل لوں!!

(فیڈ آؤٹ)

(دروازہ کھٹکھٹانے کی آواز)

مرزا : کون ہے؟

آواز : میں ہوں آپ کا دوست

مرزا : ارے اندر آ جاؤ۔ دروازہ کھلا ہے۔

آواز : آپ ذرا باہر تشریف لائیے۔ آپ جیسے خدارسیدہ بزرگ کے گھر میں وضو کیے بغیر کیسے داخل ہو سکتا ہوں۔

مرزا: اچھا میں آ رہا ہوں (آواز) کہاں سے آ رہے ہو۔

آواز: دریا کے پل پر گیا تھا۔ یہ لیجئے۔ یہ وہ اوزار ہے جو آپ نے سیکل کے ساتھ بھیجا تھا۔ اب مجھے اس کی ضرورت نہیں رہی۔ آپ ہی اس سے شوق فرمائیے۔

مرزا : جی جی۔

(موسیقی۔ چرخ چوں چرخ چوں۔ کھڑ کھڑ)

آواز : یہ چرخ چوں کی آواز تو اب زندگی بھر میرے کانوں میں گونجتی رہے گی۔

(فیڈ آؤٹ)

(بمبئی سے نشر)

پریم کمار نظر

کچھ نہ کچھ عہدِ محبت کا نشاں رہ جائے
آگ بجھتی ہے تو بجھ جائے دھواں رہ جائے

خاک در خاک اُڑے میرا وجودِ ہستی
آب بر آب میرا نام و نشاں رہ جائے

دیکھ لوں میں بھی تماشہ یہ تہیہ اب ہے کیا
ایک دن میرے بھی گھر سیلِ رواں رہ جائے

خاک اُڑانے کے لیے کوئی تو جا ہے مقصود
شہر مٹ جائے مگر کوئے بتاں رہ جائے

اب اسے دور کا رشتہ بھی ہے بارِ خاطر
دیکھ اے دل، میرے دل اس کا گماں رہ جائے

منتظر کون ہے کس کا یہ اسے کیا معلوم
اس کی منزل ہے وہی جو بھی جہاں رہ جائے

یوں تو کہنے کو بہت کچھ تھا غزل میں لیکن
راز کی بات وہی ہے جو نہاں رہ جائے

لطفِ گفتار تو پھر دور کا قصہ ہے نظر
کیا یہی کم ہے کہ اب منہ میں زباں رہ جائے

(جالندھر سے نشر)


جمہوریت کے
کروڑوں
ستون
چار ہفتے پیشتر
دسمبر کے آخری ہفتے میں
ہمارے کروڑوں
شہری اور دیہاتی
بُڈھے اور جوان
مردوں اور عورتوں نے
اُمڈ کر
اپنی حکومت
مُنتخب کی
اور آزاد ووٹ
اور جمہوریت کی طاقت کو
ایک بار پھر نمایاں کیا۔
جمہوریت اور آزادی
ہمارا بیش قیمت خزانہ
اور بے بہا ورثہ ہے۔
آئیے
اپنی جمہوریہ کی
35 ویں سالگرہ پر
اسے برقرار رکھنے
کا عہد کریں۔
اتحاد اور مضبوطی کے ساتھ
davp 84/272

سانپ سیڑھی

انیس رفیع

آپ میری لکھی ہوئی کہانی سننے کو بیقرار ہیں۔ مشتاق بھی ہیں۔ لیکن کہانی اور آپ کے درمیان ایک سیڑھی حائل ہو گئی ہے تو پہلے اس سیڑھی کا بیان ہو جائے۔

عجیب وحشت ناک سیڑھی ہے۔ پیر دھرا نہیں کہ ایک نامعلوم منزل کی طرف لے دوڑے۔ اور اگر کوئی الٹا بٹن دب جائے تو ایسی گہرائی میں لے گرا دے کہ آدمی صدیوں تک بے نام و نشان ہو جائے۔ جس کی کہانی میں آپ کو اس تمہید کے بعد سنانے والا ہوں اس کے بزرگوں نے اسی سیڑھی پر پاؤں رکھے تھے اور پھر کبھی نہیں لوٹے۔ جہاں تک وہ جانتی ہے اس کے دادا کا بھی یہی حشر ہوا اور باپ بھی اس سیڑھی پر سوار ہو کر تحلیل ہو گیا۔ اور ماں اس کے باپ کے گھر سے کسی دوسرے گھر میں اٹھ گئی۔ غرض جب جب سیڑھی پر ان کے پاؤں آئے بٹن الٹا ہی دبا۔ اور جس کی کہانی چند لمحوں میں ہی آپ سنیں گے اس سیڑھی پر پاؤں دھرنا نہیں چاہتی تھی۔ سیڑھی اب بھی چمک رہی تھی مگر اس فرق کے ساتھ کہ اس چمک میں اس کے بزرگوں کے لہو کی چمک بھی شامل تھی مگر وہ کرتی بھی کیا کہ پچھلے مہینے ہی چاچا نے اس کی دیدی کو ان سیڑھیوں پر سوار کر دیا تھا اور وہ بہت دیر تک اسے تہہ بہ تہہ دھنستے اور غائب ہوتے دیکھ رہی تھی۔ چاچا کی آنکھوں میں جیسے ٹکے لوٹ رہے تھے۔ انگلیاں پٹ پٹ کر رہی تھیں مگر دیدی ... اس کی دیدی بے احساس ہونٹوں پر لاچار چپ لیے پرکھوں کی طرح سیڑھی پر سوار ہوئی اور کٹ کٹ باندھنے والے جتنے دھاگے تھے سب ٹوٹ گئے۔ اس سے قبل کی کہانی شروع ہو دیکھا جائے کہ کب آئی تھی یہ سیڑھی اس گاؤں میں۔ کس شہر نے بنائی تھی یہ۔ کس نے اس کا استعمال سب سے پہلے کیا تھا۔ کسی کو کچھ بھی نہیں معلوم۔ ہاں اتنا ضرور بتایا جاتا ہے اور شاید اتنا ہی معلوم بھی ہے (اور چھپانے سے بھی کیا حاصل) کہ جب گاؤں میں اکال پڑتا، کیڑے مکوڑے مانند تیور چڑھاتے، آدمی اپنے کو خالی پاتا۔ پیٹ کا بلیڈر ہوا پانی سے پھول کر پھٹنے لگتا تو سیڑھی نمودار ہوتی۔ خالی پیٹوں والے اس پر سوار ہو جاتے اور پھر کبھی نہیں آتے۔ دو چار روز سے اس کا بھی پیٹ خالی تھا۔

جوں جوں اس کے پیٹ کا خالی پن بڑھتا سیڑھی اس کی آنکھوں میں زور زور سے چمکنے لگتی۔ سیڑھی پر پاؤں دھرنا نہیں کہ سارے منظر غائب۔ اس کی سہیلیاں، اس کے گڈے، اس کی گڑیا، ننھی سی ڈولی، مائی کے گھوڑے، کاٹھ کا ہاتھی، کاغذ کے براق، پلاسٹک کے کہار۔ الٹا بٹن دبا اور سب کچھ غائب۔ اس کے باپ نے اسے خبردار کیا تھا "اس سیڑھی کے موہ میں مت پڑنا!" پھر بھی وہ خود اس سے نہ بچ سکا۔ گرچہ اسے یہ امید تھی کہ بیٹوں کے سیانے ہونے تک اس سیڑھی سے آزادی مل جائے گی۔ سیدھا بٹن دبے گا اور جو کچھ ہم لوگوں نے کھویا ہے سب واپس کر دیگی سیڑھی، پر کہاں ہوا ایسا! آپ سب جانتے ہیں۔ دیدی کے بعد سیڑھی اسے تاک رہی ہے۔ اور ایک دن وہ سیڑھی اسے بھی وہیں چھوڑ جاتی ہے جہاں وہ مجھے ملتی ہے۔ ہاں وہی جس کی کہانی میں آپ کو سناؤں گا۔ تو پچھلی باتیں ترک۔ ایک تازہ منظر سے کہانی کا آغاز:۔

'کھٹ کھٹ'

کھٹ کھٹ کھٹ۔ حسب معمول میں نے کنڈی کھٹکھٹائی۔

"جی آپ ــــ!" دروازہ کھول کر کسی نے کہا

"ہاں میں ــــ"

"مگر آپ تو اوپر والے فلیٹ میں رہتے ہیں"

او، ہاں، ہاں میں تو اوپر کے فلیٹ میں رہتا ہوں

سوری، پھر سیڑھیاں طے کرتا ہوا اپنے فلیٹ کے دروازے تک آیا۔ گھنٹی بجائی، پھر گھنٹی بجائی، تیسری بار گھنٹی بجائی۔ اب سلگنا ہی چاہتا تھا کہ ــــ "ارے تم۔ تم تو کبھی گھنٹی نہیں بجاتے۔ ہمیشہ کنڈی ہی کھٹکھٹاتے ہو۔ میں سمجھی کہ"

"چائے بناؤ"

"کیسی چائے"

"تمہاری حرکتیں بے معنی لگ رہی ہیں، زندگی کی طرح"

"جب زندگی بے معنی ہو تو حرکتیں کیا دلچسپ ہوں گی۔ چائے بناؤ"

"دفتر سے تو نہیں آ رہے ہو، رات کے ساڑھے دس بج رہے ہیں۔ اگر کھانا وانا کھا لیا ہو تو پھر چائے بنا دوں"

"سمجھو کھا لیا ہے۔ تمہاری شرطوں پر جینے کا عادی ہو گیا ہوں۔"

"ہاں شرطیں تمہارے پاس ہوتی ہیں۔ لگاتی میں ہوں"

"ذرا جلدی کرو" بھوک تو سخت لگی تھی۔ مگر نہ جانے کیوں بھول گیا اور چائے کی فرمائش کر دی۔ شاید عادتاً۔ نہیں عادتاً نہیں۔ بھوک کوئی یوں ہی نہیں بھول جاتا۔ ایک عجیب واقعے نے چند منٹوں کے لیے ایک دم BLANK کر دیا۔ ایک VACUUM میں داخل ہو گیا تھا میں۔ جیسے چاروں طرف طوفان ہو اور بیچ میں سب کچھ لاپتہ۔ کہیں کچھ بھی نہیں۔

چند مہینوں کی بات ہے۔ یاروانی نے فلیٹ کی گھنٹی بجائی تو دروازہ کھلتے ہی بالکل نیا چہرہ سامنے آ گیا۔

"جی جی جی گھر پر نہیں ہیں"

"کہاں گئی ہیں"

"بتا کر نہیں گئی ہیں" نئی ملازمہ تھی۔ پہلے جو تھی شاید وہ اپنے سے پہلے والی کی طرح سبکدوش ہو گئی ہوگی۔ ملازم چہرے بدلتے ہی رہتے ہیں۔ کبھی کبھی بدلی بھی دے جاتے ہیں۔ نئی ملازمہ کے جوابات ایسے تھے کہ یاروانی اور مسز یاروانی سے تمام تر بے تکلفی کے باوجود فلیٹ میں داخل ہونے کی ہمت نہ کر سکا۔ ورنہ کوئی نہ بھی ہو تو بھی فراق کا ہندی ایڈیشن، ظ انصاری کا مطالعہ، غالب یا کوئی ہندی اردو رسالہ لے کر ورق گردانی کرنے لگتا۔ مسز یاروانی اردو اور فارسی پڑھ لیتی تھیں۔ کبھی کیسٹ چلا کر غلام علی اور مہدی حسن سے لطف اندوز ہوتا تو کبھی دوردرشن کے کسی چینل پر الٹی سیدھی حرکتیں اور غیر ضروری تصویریں دیکھتا، مگر اب تو ... اس وقت اتفاق سے ان کی بے بی بھی موجود نہ تھی جسے میں چڑانے کے لئے 'بوبی' کہا کرتا تھا۔ اور بوبی کا مطلب سمجھے بغیر آپے سے باہر ہو جاتی۔ پھر کوئی کھیل لے کر بیٹھ جاتی۔ کبھی تاش، کبھی شطرنج، کبھی لوڈو، کبھی چائنیز چیکر۔ مطلب یہ کہ اس کے ساتھ کھیلنا میری سزا ہوتی۔ کبھی کبھی تو گھر کو بیڈمنٹن کورٹ بنا لیتی۔ وہ کسی قاعدے قانون کی پرواہ نہ کرتی۔ بس وہ اپنی جیت کا اعلان سننا پسند کرتی۔ اور میں ہمیشہ ہی اسے بے ایمان کا خطاب دیکر خاموش کرنے کی کوشش کرتا۔ نئی ملازمہ کے احتیاطی لہجے نے مجھے اپنے گھر واپس بھیج دیا۔ جب دوسروں کا گھر اچھا لگے تو پھر اپنے گھر کا تصور کتنا مسخ اور مضحکہ خیز ہو جاتا ہے۔ کتنا ہی مضحکہ خیز کیوں نہ ہو۔ وہاں لوٹنا ہی پڑتا ہے۔ ٹھیک موت کی طرح۔ چاہے وہ کتنی بھیانک کیوں نہ ہو۔ آتی ہے اور ہم اسے قبول کرتے ہیں۔ گھر واپس آیا۔ کل ہی کی طرح قمیص اتاری، پینٹ بدل کر لنگی پہن لی۔ ہاتھ منہ پر پانی کے چھینٹے۔ کچھ منٹوں کے لیے بستر پر لوٹ پوٹ۔ پھر پسند ناپسند سے پرے، جو کچھ سامنے آ جائے کھانا۔ کچھ نیند، کچھ خراٹے۔ صبح دفتر اور پھر شام کو دوسرا گھر ــــ

"کچھ دیر پہلے ہی آیا تھا"

"تو کچھ انتظار کیا ہوتا، ہم لوگ ذرا ریہرسل میں گئے ہوئے تھے" یاروانی نے بتایا۔

"ہاں مگر . . . . اتنے میں نئی ملازمہ سامنے آ گئی۔ اس نے مجھے غور سے دیکھنے کی کوشش کی، عمر کوئی ۱۶، ۱۷ سال ہوگی بے بی سے کچھ بڑی۔"

"یہ آج ہی آئی ہے چھندا۔ نور جہاں کئی روز سے ناغہ کر رہی ہے۔"

"اچھا نئی میڈ سرونٹ دیکھو، پہچان لو، میرے لیے یہاں کوئی روک ٹوک نہیں ہے، میں کب کس وقت ٹپک پڑوں تمھارے صاحب اور بی بی جی بھی نہیں جانتے۔" وہ مسکرائی اور رسوئی گھر کی طرف چلی گئی۔

اب اس نے پہچان لیا تھا۔ دوسری بار جب آیا تو گھر پر کوئی نہیں تھا۔ اس نے دروازہ کھولا مسکرائی "آئیے بیٹھیے" میں بیٹھ گیا اور وہ رسوئی گھر میں چلی گئی۔ اور میں حسب معمول کوئی رسالہ لے کر بیٹھ گیا۔ اتنے میں بے بی آ گئی۔ "انکل آج شطرنج کھیلو گے۔ اب ممی کی طرح کھیلتی ہوں پاپا نے سکھایا ہے۔" میں نے اسے ٹالنے کی کوشش کی "سچ کہہ رہی ہوں، اب میں شطرنج کھیل سکتی ہوں" لیکن میں شطرنج کھیلنے پر کسی طرح راضی نہ ہوا۔ وہ خفا ہو گئی۔ اس نے چھندا کو بلایا۔ وہ سہمی سہمی میرے سامنے آئی۔ بے بی نے تحکمانہ لہجے میں کہا "چلو شطرنج کھیلو" "بے بی دیدی میں یہ کھیل نہیں جانتی۔" "ٹھیک ہے تم میرے سامنے بیٹھو میں تمھاری چال بھی چل دوں گی۔" پھر بے بی نے دونوں چالیں چلیں اور شکست بیچاری چھندا کے نام لکھ دی گئی۔ چھندا سہمی سہمی پھر کچن میں چلی گئی۔ بے بی اپنی جیت پر خوش تھی "میں آپ کو بھی ہرا سکتی ہوں۔"

"اچھا بے بی پانی پلاؤ۔" اس نے چھندا کو آواز لگائی اس نے فرج کھولا بوتل سے گلاس میں پانی بھر کر طشت کیساتھ لے آئی۔ جب تک میں پانی پیتا رہا وہ سہمی کھڑی رہی۔ جب گلاس خالی ہو گیا تو اس نے پوچھا "انکل اور؟" "نہیں بس۔" اس طرح ہمارے ڈائیلاگ کی شروعات ہوئی مگر اس کے اور میرے ڈائیلاگ کبھی دو چار شبدوں سے آگے نہیں بڑھے۔ مگر اس نے گھر کا ہی نہیں اپنے صاحب کے دوستوں کی پسند ناپسند، ضرورت اور موڈ سب کچھ اپنے ذہن میں جیسے ریکارڈ کر لیا تھا۔ کون بیوپاری، کون گردھاری اور گھر کی طرح آتا ہے اس نے سب کو ٹھوک بجا کر دیکھ لیا تھا۔ صاحب اور میم صاحب کی موجودگی میں اس کا اپنا کیا ہوا فیصلہ ہی فائنل ہوتا۔ گھر کی طرح آنے والوں میں شاید میں ہی سر فہرست تھا۔ لہٰذا وہ بلا جھجک مالکوں کی غیر موجودگی میں دروازہ کھول دیتی۔

ایک دن کچھ ایسا ہوا۔ پاروانی اور مسز پاروانی اور بے بی سب کے سب کھنڈیر گئے ہوئے تھے میں پہنچا۔ صوفے پر جب میں بیٹھا تو وہ ایک پرزہ لے آئی۔ اور مجھے دینے سے پہلے خوب ہنسی۔ بات میری سمجھ میں نہ آسکی۔ میں نے وجہ پوچھی۔ پھر پرزہ دے کر بولی "میرے صاحب نے آپ کے لیے یہ پرزہ دیا تھا مگر تین دن پہلے۔" "پھر؟" "پھر یہ کہ آپ کو دینا بھول گئی تھی اور اب تو وہ کام بھی ہو گیا ہوگا۔ جس کے لیے پرزہ تھا۔" "تو پھر اس کے دینے کی ضرورت کیا تھی؟" "آج یاد آ گیا اس لیے دے رہی ہوں۔" اس کی معصومیت پر میں بھی تبسم ریز ہو گیا۔

اب وہ قدرے مانوس ہو چکی تھی۔ اس سے اتنا ہوا کہ میں بھی اسے اس کے صاحب یا میم صاحب کی طرح کچھ نہ کچھ بیگاری کے لیے کہہ دیتا۔ کبھی پیسے لاؤ، کبھی وہ لے آؤ۔ ذرا پانی کا گلاس لانا۔ پنکھے کا بٹن دبا دینا وغیرہ وغیرہ۔ اور مجھے ایسا لگتا کہ وہ میرا کام حکم سمجھ کر نہیں کرتی۔ دھیرے دھیرے اس نے مجھے بھی اپنے صاحب اور میم صاحب کے حساب میں جوڑ لیا۔ اس لئے اب میرے وقت بے وقت آنے سے اسے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ بلکہ پوری نشست میں کم از کم ایک بار پانی پلانا تو اس کا معمول بن گیا۔

اکثر صاحب اور میم صاحب کے دوستوں کی محفلیں جمتیں۔ اسے اکثر دیکھا کہ ایک کھال کے باوجود وہ ایسی طرح ان محفلوں میں DESERVED ہوتی بہت خوش سلوبی اور احترام کے ساتھ لوگوں سے پیش آتی۔ اس کے چہرے سے لگتا وہ سب کچھ اپنے من کے اندر سے کر رہی ہے۔ ایسے جیسے یگیہ کر رہی ہو۔ رات کے کئی پہر بیت جانے پر بھی اس کی آنکھیں پلکوں کی چادر نہیں تانتیں۔ غرض وہ اس گھر کی ہر تنہائی، ہر شور کا حصہ بن چکی تھی۔ جیسے وہ خود ہی گھر بن گئی ہو۔

ایک دن وہ کھوئی کھوئی سی بیٹھی تھی۔ میں کہیں سے بہت تھکا تھکا سا آیا تھا۔ ماتھے پر کچھ بوندیں ابھر آئی تھیں۔ بیٹھتے ہی اس نے پانی کا گلاس پیش کیا۔ میں نے اسے خاموش دیکھ کر کہا "بہت تکلیف دیتا ہوں تم کو۔"

"اب کیا۔ ۱۷، ۱۸ دن اور۔" اس نے جواباً کہا۔

"مطلب" میں نے قدرے چونک کر کہا۔ "مطلب دیدی میری شادی کر رہی ہے۔ ۱۸ تاریخ کو۔ ۱۸ تاریخ کو میں چلی جاؤں گی۔"

"اچھا۔"

آج اٹھارہواں دن تھا۔ اور آج کے واقعہ نے کتنا BLANK کر دیا تھا۔ اس کی دیدی اسے لینے آئی تھی بس اسے یہاں سے جانا تھا۔ کل ہی اس کی شادی تھی۔ گھر نہ گاجا نہ باجا۔ نہ مانجھا نہ چوکی معلوم نہیں کیسی شادی تھی۔ پر تھی اس کی شادی! اس کی بہن کھڑی تھی اور وہ جانے کے لیے اپنے کپڑے چن چن کر گٹھری میں ڈال رہی تھی۔ دو پوٹلیاں۔ ایک اس نے ایک اس کی دیدی نے اٹھائی۔ صاحب اس دن ٹور پر گئے ہوئے تھے۔ میم صاحب اور بے بی گھر پر تھے۔ صاحب کے ایک دوست بھی بیٹھے تھے۔ رات کے ۹ بج رہے ہوں گے۔ رنگین ٹیلی ویژن پر جنگلی جانوروں کی حفاظت پر بھاری لاگت والی ایک فلم چل رہی تھی، اسکرین کے جو ٹرے اسکرین پر بے حد INTIMATE لگ رہے تھے۔ ادھر چھندا جا رہی تھی، ہاتھ میں اتارن کی پوٹلی۔ اور آنکھوں میں بجھی بجھی اداسی وہ میم صاحب کے پاس آئی "جاتی ہوں میم صاحب۔"

"جا رہی ہو۔ اچھا پھر آنا۔ جب موقع لگے" وہ بے جواب آگے بڑھی۔ صاحب کے آئے ہوئے دوست کے پاؤں چھوئے۔ پھر میم صاحب کے۔ اور پھر میرے پاس آ کر بولی "انکل جاتی ہیں۔" میرے پاؤں چھوئے۔ پر میں مگر مچھ کی حفاظت پر بنی فلم سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔ میں نے "اچھا" کہا اور فلم میں گم ہو گیا۔ وہ متزلزل سی، قدم دھیرے دھیرے آگے بڑھاتی رہی، اس کی بہن ذرا اور آگے پہنچ چکی تھی۔ کیسا منظر تھا جیسے وہ شادی کے لیے نہیں، بلی کے لیے جا رہی ہو۔ بھلا اب لڑکی دو پٹلیوں کے عوض دولہے کا خواب دیکھ سکتی ہے۔ رخصت ہوتی ہوئی چھندا کے من میں چاہے کیسے ہی بھیانک خدشات رہے ہوں مگر میں مگر مچھوں کی باہمی اختلاط میں مصروف دیکھ رہا تھا۔ دھیرے دھیرے وہ نظروں سے اوجھل ہو گئی۔ دروازہ کھلنے کی آواز آئی۔ اور پھر پردے پر مگر مچھ کے چھوں چھوں کی آواز ابھری پھر یکایک مجھے محسوس ہوا جیسے ٹی وی اسکرین اور میرے درمیان کوئی دیوار بن کر دیو پیکر چیز آ گئی ہو، نظر اٹھائی دیکھا چھندا کھڑی تھی۔

"ارے کیا ہوا۔"

"کچھ نہیں —— تو پھر . . . . انکل . . ."

"ہاں۔"

"جاتے ہیں انکل" پھر وہ پوٹلی سمیت بڑی تیزی سے دروازے کی طرف لوٹ گئی۔ میں اس کے پیچھے پیچھے دروازے تک آیا۔ سیڑھیوں سے اترتے اترتے اس نے پلٹ کر پھر مجھے تاکا اور دور ہی سے بولی

"بی بی جی، انکل جاتے ہیں۔" اور وہ نیچے اترتے ہوئے سیڑھیوں میں آنسوؤں سمیت ڈوب گئی۔ میری آنکھوں میں بھی نہ جانے کیوں آنسو ڈبڈبا آئے۔ مگر مالک کے گھر سے جانے والی ملازمہ کے لیے آنسو۔ میں نے ان آنسوؤں کو پی لیا۔ اگر یہ ٹپک پڑتے تو مگر مچھ کے ہی آنسو کہلاتے۔

ٹی وی کے رنگین پردے پر مگر مچھ نر مادے محفوظ مستقبل کا حسین خواب دیکھ رہے تھے اور وہ ان ہٹن والی اسی سیڑھی مگر مچھوں کی خوراک حاصل کرنے کے لیے پھر وہیں جا پہنچی۔ جہاں سے اس کہانی کی نائکہ چھندا اس پر سوار ہوئی تھی۔

اب میں آپ سے سوال کرتا ہوں کہ کیا چھندا کی کہانی میں بار بار لکھتا رہوں گا؟؟ ہاں لکھتا رہوں گا۔ اس وقت تک جب تک آپ سب سیدھا بٹن دبانا نہ سیکھ جائیں۔!!

(آکاشوانی پٹنہ سے نشر)

صبح کا بھولا

نثار احمد صدیقی

"شام کتنی حسین ہے"،
مگر تم سے زیادہ نہیں —!
"ہوں" —!
"اور سماں کتنا رومانٹک ہے —؟
ہاں ہے تو —!
لیکن آخر ہم دونوں اس طرح کب تک ملتے رہیں گے۔؟
زندگی بھر —!
لیکن ڈیر اب میں زیادہ انتظار نہیں کر سکتی۔ تم تو روز یوں ہی باتوں میں ٹال جایا کرتے ہو۔ کیوں نہ ہم کورٹ میرج کر لیں۔
"ہاں" — ہاں ٹھیک ہے پھر بھی اتنی جلدی کیا ہے میں تو تمہاری زلف گرہ گیر کا اسیر ہو ہی چکا ہوں۔
"دیکھو۔ میں روٹھ جاؤں گی"
میں منا لوں گا —،
"چھوڑو ان باتوں کو، کیوں نہ ہم لوگ ہوٹل چلیں"
"چلو"
"میں تو بیئر پیوں گا"!
"تم اتنی شراب کیوں پیتے ہو"؟
اس لئے کہ .... بس پیتا ہوں۔ کیا مجھے نہیں پینا چاہئے۔
ایسا میں نہیں کہتی، لیکن زیادہ نہیں —!
اوہ تو یوں کہو —
رات زیادہ بیت گئی ہے، چلنا چاہئے چھوڑو ڈارلنگ یہ رات کبھی ختم ہونے والی نہیں ہے۔ حسین رات ہے حسین جام ہے۔ حسین ساقی ہے۔ سب کچھ حسین ہے۔ پھر رات کیوں ختم ہونے لگی —

"چاندنی کتنی خوبصورت ہے"؟
تو میں کیا کروں —
تم بھی خوبصورت ہو" (خاموشی)
روٹھ گئی ہو —! (خاموشی)
اچھا تو میں بھی روٹھتا ہوں۔
ایک ہنسی —

کہاں جا رہے ہو —!
"جو ہو —
"ایک بات کہوں —
ایک نہیں دس —،
بُرا تو نہیں مانو گے —
اگر بُرا مان جاؤں تو —؟
میں کہوں گی —
"اچھا کہو" —
تمہاری شادی کے کتنے دن ہوئے —؟
شادی۔ کیسی شادی — کیا مطلب؟
ہاں ہاں تمہاری شادی۔
کیا تم جانتی ہو کہ میں شادی شدہ ہوں —
ہاں —
پھر بھی محبت کرتی ہو —!
"ہاں"
آخر کیوں —؟
اس لئے کہ میں جانتی ہوں کہ تم دونوں میں ازدواجی رشتہ قائم نہیں ہے — اور تمہاری محبت کیا اس بات کی غماز نہیں۔ اور میں محبت میں شادی کی قائل بھی نہیں۔
لیکن مجھے تم پر بھروسہ ہے۔
"اندازے کی غلطی نہ ہو"!
نہیں ہو سکتی —
تو پھر ایک —
نہیں — ابھی نہیں —

چلو ڈارلنگ ایک راؤنڈ ہم دونوں بھی رمبا ناچ لیں۔
"نہیں —! میں تو تھک گئی ہوں۔
چلو نا —؟
دونوں ناچتے ہوئے بھیڑ میں شامل ہو گئے۔
"ڈارلنگ تم نے بتایا نہیں۔ آخر تم دونوں میں ازدواجی زندگی کیوں قائم نہیں۔؟
"چھوڑو بے کار کی باتوں کو"
"بتاؤ نا — ڈارلنگ کیا تمہیں مجھ پر اعتماد نہیں۔؟"

"کیا بتاؤں —؟"
"کیا خوبصورت نہیں ہے —؟
"خوبصورت ہے —؟
"پھر —"
"بس یہی کہ میں پسند نہیں کرتا —"
"کیوں پسند نہیں —؟"
اس لئے کہ تمہاری طرح نہیں ہے۔ میرے والدین نے میری شادی زبردستی اس سے کر دی میرے معیار پر پوری نہیں اتری۔ وہ میری سوسائٹی کے لائق نہیں محض وہ ایک گھریلو عورت ہے۔ اب یہی دیکھونا۔ شراب ہی میری زندگی ہے اور وہ شراب کو بُرا کہتی ہے۔ اسی طرح بہت سی باتوں میں تضاد ہے۔ آخر کس طرح نبھے —!
"تو اسے چھوڑ کیوں نہیں دیتے —؟
وقت کا انتظار ہے —!

"میں نہیں بولتی —
کیوں —؟
"کل کیوں نہیں آئے —؟
"آفس میں رک گیا۔ میٹنگ ہو رہی تھی۔
"تو بہانہ کر کیوں نہیں گئے —؟
"غلطی ہو گئی — معافی مانگ لی — اب تو —
"تمہاری بیوی کسی سے محبت کرتی ہے —؟
"نہیں تو — مگر...
"مجھے کسی سے معلوم ہوا — میں پوچھنا چاہتی ہوں کہ
اُس نے اس کی بات کاٹ کر جواب دیا —
"ہیلو — میری محبت سے غلط فائدہ نہ اٹھاؤ۔ تم
کیا کہنا چاہتی ہو؟
اُس نے غصہ سے کہا —،
"یہی کہ تمہاری بیوی کسی غیر مرد سے محبت کرتی ہے۔ اور تم بے شرم ہو کہ....!
"ہیلو —

".... ایک تم ہی تو ہو۔ جو سدا مسکراتے رہتے ہو — اے میرے دیوتا میری زندگی ہو۔ کیا ہوا اگر انہوں نے سہارا نہیں دیا تو تم تو ہو میری زندگی کی بہار۔ تم تو ہو، میرے دُکھے دل کا سہارا۔ جس دن تم روٹھ گئے میں اپنی جان دے دوں گی۔ آتم ہتیا کر لوں گی۔ آخر کس کے لئے زندہ رہوں گی۔ اچھا۔ اب میں چلی ان کے آنے کا وقت ہو رہا ہے۔ اگر دیر ہو گئی تو ....."
"بس — بس —! بہت ہو چکا یہ ناٹک میں نے سمجھ لیا کہ تم بڑی پتی ورتا ہو، اور یہ ہے تمہاری پتی ورتا کا مکمل ثبوت"
غصہ کی حالت میں راجیش کمرے میں داخل ہوا —
منجو حیرت سے مڑی۔
اور سامنے راجیش کی اپنی تصویر مسکرا رہی تھی۔ شاید راجیش کی دیوانگی پر —!!!

(پٹنہ سے نشر)

دوسرا پاگل

ابن کنول

وہ بہت زیادہ تھک چکا تھا نہ صرف جسمانی اعتبار سے، بلکہ ذہنی طور سے بھی وہ محسوس کر رہا تھا کہ کچھ دیر میں اس کے دماغ کی رگیں غباروں کی طرح پھٹ جائیں گی یا وہ خود شدتِ کرب سے گھبرا کر ہمیشہ کے لیے اپنی سانسوں کی آمد و رفت کے سلسلے کو منقطع کر کے حرکتِ قلب کو خاموش کر دے گا کئی ماہ کی مسلسل جد و جہد کا نتیجہ کیا نکلا؟ صفر۔ جو پہلے تھا، جواب بھی ہے اور جو . .

وہ ہر روز اپنی پچیس سال کی محنت کے صلہ میں حاصل کیے ہوئے کاغذوں کو ایک خاص فائل میں سلیقہ سے رکھ کر اس طرح آشرم کے بس اسٹاپ پر آ کر کھڑا ہو جاتا، جیسے آفس جا رہا ہو ــــ آفس! ــــ آفس کو پانے کی خواہش کے لیے ہی وہ سوا نیزے پر اترے ہوئے آفتاب کی حدت کو برداشت کر کے بس کا انتظار کیا کرتا تھا۔ بس اسٹاپ پر کھڑے کھڑے اسے محسوس ہونے لگا تھا کہ اس کی پہلی اور آخری منزل یہی ہے۔ وہاں کی تمام چیزیں اس کی نظروں میں تصویر کی طرح اتر گئی تھیں۔ حلوائیوں کی دکانیں، فوٹو گرافر، کیمسٹ، بس اسٹاپ کے نزدیک بیٹھا ہوا موچی، پٹرول ٹنکی، ٹھیلوں پر رکھے ہوئے پھل، سب کچھ اس کی نگاہوں میں اس طرح بس گیا تھا جیسے برسوں سے وہ ان سب کو دیکھ رہا ہے بس اسٹاپ پہ کھڑے ہوئے مسافروں کو نہ صرف وہ پہچان گیا تھا بلکہ ان کے بارے میں بہت کچھ جان بھی چکا تھا۔ یہ لمبے اور دُبلے پتلے سانولے سے صاحب ۴۱۰ نمبر کی بس میں جائیں گے جو لاجپت نگر سے سینٹرل سکریٹریٹ جاتی ہے۔ اور ریڈیو اسٹیشن اتر جائیں گے۔ یہ صاحب جن کے ہاتھ میں کالے رنگ کا آفس بیگ ہے۔ اوکھلا سے آنے والی منی بس میں سوار ہوں گے اور کناٹ پلیس پر اتر جائیں گے۔ یہ دوہرے بدن والی میم صاحبہ ریلوے اسٹیشن جانے والی کسی بس میں سوار ہو کر دلی گیٹ پر اتر جائیں گی اور ارون ہاسپٹل کی طرف چلی جائیں گی۔ ہر روز وہ ان سوالات کے جواب دینے کے لیے وہاں کھڑا ہوتا تھا

"بابوجی لال قلعہ کے لیے کون سی بس ملے گی؟"

"بیٹا ۵۰۴ نمبر آئے تو بتا دینا"

"بھیا قطب مینار پر کتنے نمبر کی بس جائے گی"

لیکن وہ اپنے اطراف سے بے نیاز ہو کر دو طرفہ سڑکوں کے درمیانی پٹڑی پر اچھلتے کودتے اور قہقہہ لگاتے ہوئے پاگل کو گھورتا رہتا ہے۔ وہ نوجوان پاگل آشرم کے بس اسٹاپ کا ایک لازمی حصہ بن چکا تھا۔ بس اسٹاپ پر کھڑے سب اشخاص اس کی مضحکہ خیز حرکات پر مسکرانے کی کوشش کیا کرتے اور وہ پاگل ان سب اشخاص کی بے بسی پر قہقہہ لگاتا تھا۔ وہ دیکھتا کہ ہر روز اس پاگل کے ہاتھ میں ضرور کچھ نہ کچھ ہوتا ـــ بسکٹ، روٹی، مٹھائی، پپیتے، وہ ان سب چیزوں کو ایک یا دو منہ مار کر ہی حقارت سے کتوں کے آگے ڈال دیا کرتا۔ اس کی نظر میں ان کھانے کی چیزوں کی کوئی قدر نہیں تھی۔ یا وہ ان کی قدر نہیں جانتا تھا۔ شاید اُسے معلوم نہیں تھا کہ بس اسٹاپ پر کھڑی ہوئی بوڑھی زندگیاں

چلتی ہوئی بس کے ڈنڈے پر صرف اس لیے لٹکتی ہیں تاکہ دن اور رات کے چوبیس گھنٹوں کو گزارنے کے لیے غذا حاصل کر سکیں۔ شاید اس پاگل نے پل کے نیچے بیٹھے ہوئے اس بھکاری کو نہیں دیکھا تھا جس کے آگے بچھے ہوئے کپڑے پر ہمیشہ پانچ پیسے کے تین چار سکے ہی پڑے رہتے ہیں۔ اُسے پاگل سے کچھ خاص دلچسپی ہو گئی تھی۔ اگر کسی روز وہ اُسے نہیں دیکھتا تو اسے محسوس ہوتا کہ وہ ان مردہ لوگوں کے درمیان کھڑا ہے جن کے ہونٹوں سے مسکراہٹیں جدا ہو گئی ہیں وہ خود بھی تو ان مردہ لوگوں میں سے ایک تھا جو قہقہہ نہیں لگا سکتے تھے۔ اس نے سوچ لیا تھا کہ وہ اب کہیں نہیں جائے گا۔ وظیفوں کی شکل میں ملے ہوئے تمام روپے آہستہ آہستہ ختم ہو چکے تھے۔ اور وہ گھر سے پیسے منگانا نہیں چاہتا تھا۔ ہر روز کئی روپے بس کے ٹکٹوں میں بے مقصد ضائع ہو جاتے ہیں۔ جگہ جگہ درخواستوں کے ساتھ پوسٹل آرڈر لگاتے لگاتے وہ تنگ آ گیا تھا۔ پچھلے تین روز سے وہ کہیں نہیں گیا۔ ذہنی کرب اور بھوک کی شدت اُسے تڑپا رہی تھی اور ان سے نجات حاصل کرنے کے لیے پیسہ درکار تھا۔

وہ بہت دیر تک بستر پر لیٹا ہوا چھت کو گھورتا رہا۔ نوکری ـــ بھوک ـــ پیسہ ـــ پیسہ ـــ بھوک ـــ نوکری ـــ مکڑی کے جالے کی طرح یہ تین الفاظ اس کے ذہن میں الجھ گئے تھے۔ انھیں لفظوں کے جالے میں الجھ کر اس کے کتنے خواب کتنی خواہشیں دم توڑ چکی تھیں۔ اس نے عمر کے گزرے ہوئے سالوں میں کیا کیا سوچا تھا۔ ایک گھر ہوگا جس میں اس کی محبوب ترین دوست شریکِ حیات بن کر ساتھ رہے گی جس سے وہ بے پناہ محبت کرتا تھا اور جو صرف اس وجہ سے بچھڑ گئی تھی کہ وہ بے روزگار تھا اور اس کا باپ انتظار نہ کر سکتا تھا۔ لیکن وہ سب خواہشیں صرف خواب تھیں۔ ان تین لفظ کے جال میں پھنس کر نہ وہ گھر بنا سکا اور نہ اس میں اپنی عزیز دوست کو دلہن بنا کر لا سکا۔ وقت صرف اس کے لیے ٹھہرا تھا کسی اور کے لیے نہیں۔ جو کوئی رک کر اس کا انتظار کرتا۔ انتظار اس کا ہوتا ہے جو ساتھ ساتھ چلتا ہے۔ وقت کے ـــ سب کے ـــ لیکن وہ تو پیچھے رہ گیا تھا۔

وہ یہ سوچ رہا تھا کہ اچانک اسے چھت کی سفید سطح پر اس پاگل کی متحرک تصویر نظر آئی وہ زور زور سے ہنس رہا تھا اور اپنے ہاتھ میں لی ہوئی روٹی کے ٹکڑے کو کھلا رہا تھا۔ اچھل اچھل کر اپنی خوشی اور بے فکری کا اظہار کر رہا تھا، اس کے ذہن میں پھر وہی الفاظ ابھرے۔

"بھوک ـــ پیسہ ـــ نوکری ـــ"

اور پھر وہ اتنی تیزی سے اٹھا جیسے بستر میں کرنٹ دوڑ گیا ہو۔ میز پر پڑی ہوئی فائل اٹھا کر اس میں رکھے ہوئے کاغذوں کو الٹ پلٹ کر دیکھنے لگا۔ بی اے، ایم اے اس نے ان کاغذوں کو یکجا کر کے ایک بھرپور نظر ڈالی اور دوسرے ہی لمحے انھیں چاک کر ڈالا۔ پھر آئینہ اٹھا کر اپنا چہرہ دیکھنے لگا، کئی روز تک شیو نہ کرنے کے سبب داڑھی بڑھ گئی تھی۔ بڑے بڑے بال بے ترتیبی سے الجھے ہوئے تھے وہ اپنا عکس دیکھ کر زور سے ہنسا، جیسے وہ پاگل ہنستا ہے۔ اس نے پوری طاقت سے آئینہ کو دیوار سے دے مارا اور کھڑے ہو کر اپنے کپڑے پھاڑ لیے۔ کمرے کا سامان اِدھر اُدھر پھینکنے لگا اور پھر اچھلتا کودتا قہقہے لگاتا ہوا کمرے سے باہر نکل کر سڑک کی طرف بھاگتا چلا گیا۔

(اردو سروس سے)

ڈاکٹر ابن کنول
۷۰/بی بٹلہ ہاؤس، جامعہ نگر نئی دہلی ۲۵

گندی نالی

رحمان شاہی

بحث جاری تھی۔
خورشید نے کہا ———

"نالی گندی اور سڑی ہوئی ہے۔۔۔"

اعجاز کو یہ بات درست نہ لگی۔ فوراً بولا ———

"نالی گندی اور سڑی ہوئی کیسے ہو سکتی ہے۔۔۔"

"میں بھی اس بات کو نہیں مانتا۔۔۔" کمد نے کچھ سوچتے ہوئے کہا ——— "بھلا نالی گندی اور سڑی ہوئی کیسے ہو سکتی ہے؟ ہاں! نالی بند ہو جانے پر اس میں بہنے والی چیزیں سڑ گل سکتی ہیں۔۔۔"

"میرا بھی یہی خیال ہے۔۔۔۔۔۔۔" نقی نے اپنے مخصوص انداز میں گردن ہلاتے ہوئے کہا ——— "اکثر نالی کے بند ہو جانے پر اس میں بہنے والی چیزیں سڑ جاتی ہیں۔ اس لیے نالی گندی اور سڑی گلی نہیں کہلائے گی۔۔۔۔۔۔"

"اس کا مطلب ہے کہ نالی میں پھنسی ہوئی چیزیں سڑی گلی کہی جائیں گی۔۔۔۔۔۔۔؟" رنجن نے سوال کیا۔ اور نقی کو دیکھنے لگا۔ نقی بولا ———

"ہاں! نالی میں پھنسی چیزیں سڑی گلی کہی جائیں گی۔ ۔۔۔۔ نالی نہیں۔۔۔۔۔"

رنجن کو اطمینان نہ ہوا۔ اور وہ رضوان کی طرف دیکھنے لگا۔ رضوان کی سمجھ میں کچھ بھی نہ آ رہا تھا۔ اسے بحث بے مقصد سی معلوم ہو رہی تھی۔ اس لیے وہ چپ تھا۔ بالکل خاموش۔ ریاض بھی چپ تھا۔ اور اپنے دونوں ہاتھوں سے سر کو پکڑے ہوئے بیٹھا تھا۔ شاید بے مقصد بحث سے اس کے سر میں شدید قسم کا درد ہو گیا تھا۔ وہ کچھ اکتایا ہوا بھی نظر آ رہا تھا۔ رضوان کی نظریں اس پر جمی ہوئی تھی۔ دوسرے لوگ بھی اسے ہی دیکھ رہے تھے۔ اور ایسا معلوم ہو رہا تھا۔ جیسے سب اس سے کچھ سننا چاہتے ہیں۔ لیکن وہ مون تھا۔ مون بنا رہا۔

کچھ دیر بعد ریاض نے نظریں اٹھا کر رضوان کی طرف دیکھا۔ اور اسے اشارے سے چلنے کے لیے کہا۔ وہ بھی یہی چاہ رہا تھا۔ اس لیے فوراً تیار ہو گیا اور چلنے کے لیے دفعتاً سے اٹھا۔ لیکن خورشید نے اس کے کرتے کا دامن پکڑ لیا۔ اور تیز لہجے میں بولا ———

"جب تک ہم سبھوں کی بات کسی نتیجے پر نہیں پہنچتی، کوئی یہاں سے نہیں جا سکتا۔۔۔۔۔۔۔۔"

"لیکن تم لوگ تو فضول کی بحث میں پڑے ہو۔۔۔۔۔۔۔" رضوان نے جھنجھلا کر کہا۔ اور ریاض کو دیکھنے لگا۔ ریاض کی سمجھ میں پہلے ہی کچھ آ رہا تھا۔ اٹھتے ہوئے بولا ———

"نالی نہ تو گندی ہے اور نہ سڑی ہوئی۔ بلکہ جیسی تھی ویسی ہی ہے۔۔۔۔۔"

"ویسی ہی کیسے ہے۔۔۔۔" خورشید جھنا کر بولا۔ اور ریاض کا ہاتھ پکڑ کر پھر بیٹھا دیا۔ رضوان بھی بیٹھ گیا تھا۔ ریاض نے بے بسی سے رضوان کو دیکھا۔ رضوان نے بات بناتے ہوئے کہا ———

"ریاض کی بات مان لینی چاہیے۔۔۔۔۔۔۔"

"کیوں مان لینی چاہیے۔۔۔۔۔۔" اس بار نقی بولا اور رضوان کو دیکھنے لگا۔ رضوان بولا ———

"میں اور ریاض دونوں ابھی ابھی آئے ہیں۔ اور تم لوگوں کی بحث دیر سے چھڑی ہوئی ہے۔ لہٰذا جب تک شروع کی بات معلوم نہیں ہو جاتی، فیصلہ کرنا مشکل ہے۔۔۔۔۔۔۔"

"شروع کی بات تو بعد میں بتائی جائے گی۔۔۔۔۔" کمد نے سنجیدگی سے کہا ——— "اگر آپ دونوں کی سمجھ میں کچھ نہ آ رہا ہو تو چپ چاپ بیٹھیے۔۔۔۔۔۔۔"

"ہاں چپ چاپ بیٹھیے۔۔۔۔۔۔۔۔" خورشید نے شرارت سے کہا اور دانت نکال کر ہنسنے لگا۔ باقی لوگ بھی ہنس پڑے۔ رضوان کو بہت غصہ آیا۔ لیکن وہ ضبط کر گیا۔ اور ریاض کو دیکھنے لگا۔ ریاض سنجیدہ تھا۔ اور اعجاز کو دیکھ رہا تھا۔

اعجاز بولا ———

"نالی گندی یا سڑی گلی ہو ہی نہیں سکتی۔۔۔۔ ہاں! اس کے بند ہو جانے پر اس میں پھنسی ہوئی چیزیں سڑ سکتی ہیں۔ اور گندگی پھیل سکتی ہے۔۔۔۔۔"

"ہاں! یہ بات ٹھیک معلوم ہوتی ہے۔۔۔۔۔۔۔۔"

سبھوں نے ایک آواز میں کہا۔ لیکن خورشید ماننے کے لیے تیار نہ ہوا۔ جھنجھلا کر بولا ———

"وہی مرغے کی ایک ٹانگ۔۔۔۔۔۔۔۔ بات کیا ہے اور ہو کیا رہی ہے۔۔۔۔۔۔"

"شاید۔۔۔۔۔۔۔" رضوان سے خاموش نہ رہا گیا۔ ایک بار پھر بول پڑا ——— "شاید خورشید کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ نالی کے بند ہو جانے پر جب اس میں پھنسی ہوئی چیزیں سڑ جاتی ہیں تو ویسی حالت میں نالی گندی اور سڑی گلی ہی کہلائے گی۔۔۔۔۔۔۔"

"تمہارا ابھی۔۔۔۔۔۔۔" خورشید نے بھنا کر کہا۔ اور دوسری طرف دیکھنے لگا۔ رضوان کھسیا سا گیا۔ اور ریاض کو دیکھنے لگا۔ ریاض کی نظریں اسی پر مرکوز تھیں۔ باقی لوگ بھی اسے ہی دیکھ رہے تھے۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا، جیسے سبھوں کو اس کی بات پسند آئی ہو۔

رضوان نے ایک بار چور نگاہوں سے خورشید کو دیکھا۔ وہ عورتوں کی طرح منہ بنائے ہوئے بیٹھا تھا۔ اور بالکل چپ تھا۔ رضوان کو محسوس ہوا جیسے اب بحث ختم ہو سکتی ہے۔ اس لیے وہ خورشید کی پرواہ کیے بغیر آگے بولا ———

"۔۔۔۔۔۔۔ اور جب نالی میں چیزیں سڑ گل جاتی ہیں تو گندگی پھیلتی ہے۔ گندگی کے پھیلنے سے طرح طرح کی بیماریاں بھی پھیلتی ہیں۔ اور جب بیماریاں پھیلتی ہیں تو انسانی جانیں خطرے میں پڑ جاتی ہیں۔ یہی نہیں اکثر بیماریوں کے پھیلنے سے انسانی جانیں کافی تعداد میں موت کی آغوش میں سو بھی جاتی ہیں۔ کیوں ریاض۔۔"

"ہاں بھائی تم بالکل درست کہتے ہو۔۔۔۔۔۔۔۔"

ریاض نے فوراً کہا ——— "میری گلی کی نالی کو دیکھ لو۔ بند ہو جاتی ہے تو ساری گلی گندی ہو جاتی ہے۔ چیزیں بھی سڑ گل جاتی ہیں اور بدبو پھیلاتی ہیں۔ سڑن اور بدبو سے دماغ پھٹنے لگتا ہے۔ گندگی اوپر سے بہنے لگتی ہے۔ جس سے راستہ چلنا مشکل ہو جاتا ہے۔ سنبھل سنبھل کر چلنے پر بھی لوگوں کے صاف کپڑے گندے ہو جاتے ہیں۔ تو دبھی وہ گندے ہو جاتے ہیں۔ چال بھی خراب ہو جاتی ہے۔ اور۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

"لیکن۔۔۔۔۔۔۔۔" رنجن بیچ ہی میں کچھ سوچتے ہوئے بولا۔ "کچھ لوگ ایسی حالت میں بھی تو آسانی سے چلتے ہیں۔۔۔۔۔۔"

"ہاں کیوں نہیں۔۔۔۔۔۔۔" اس بار رضوان بولا ———

"سماج میں ایسے لوگ بھی ہیں، جن پر گندگی کا کوئی بھی اثر نہیں پڑتا ہے۔ وہ گندے راستوں سے اس طرح گزرتے ہیں جیسے ان کے لیے وہ گندہ نہ ہو۔ بلکہ۔۔۔۔۔۔"

"بلکہ صاف ہو۔۔۔۔۔۔۔" کمد نے رضوان کا جملہ پورا کر دیا اور آگے بولا ——— "بھائی ایسے لوگوں

کی بات کرنا بے کار ہے ۔ وہ تو گندگی کے عادی ہوتے ہی ہیں ...."

کمد خاموش ہوگیا ۔ دوسرے، کسی نے بھی کچھ نہ کہا ۔ رضوان نے موقع مناسب سمجھا جلدی سے اٹھا اور کمرے سے باہر نکل گیا ۔ اس بار ریاض نے اس کا ساتھ نہ دیا ۔ اس کے بعد کمد باہر نکلا تھا ۔ گلی سنسان تھی ۔ ہر طرف اندھیرا چھایا ہوا تھا ۔ رات کافی گزر چکی تھی ۔ دونوں تیز تیز قدم بڑھاتے ہوئے گلی سے گزرنے لگے ۔ تبھی انھیں دو سائے اندھیرے میں الجھے ہوئے سے دکھائی دیے ۔ دونوں ٹھٹھک کر رک گئے ۔

" مجھے سب کچھ معلوم ہے ۔ سیٹھ کے یہاں کل آپ نے ہی ڈکیتی کروائی ہے ۔ آپ خود بھی اس میں تھے ......"

ایک سایہ منمنایا ۔

" دھیرے بولیے سرکار .... " دوسرے سائے کی آواز ابھری ــــــ " آپ کی سیوا کے لیے ہم تیار ہیں ......"

" ٹھیک ہے ...... " پہلے سائے نے اطمینان کی سانس لی ۔ دوسرا سایہ اندھیرے میں غائب ہوگیا ۔ اور پہلا سایہ سڑک کی طرف چل پڑا ۔ رضوان اور کمد بھی لپکتے ہوئے اسی جانب بڑھ گئے ۔ تینوں آگے پیچھے سڑک پر آئے ۔ دونوں نے روشنی میں اس سائے کو دیکھا ۔ وہ ایک پولس افسر تھا ۔ وہ تیزی سے تھانے کی طرف بڑھ گیا ۔ کمد نے معنی خیز نگاہوں سے رضوان کو دیکھا ۔ اور رضوان نے کمد کو ۔ پھر کمد بولا ــــــ

" جانتے ہو ــــــ خورشید نے ٹھیک کہا تھا ..."

" کیں ...... ؟ " رضوان نے اشتیاق بھرے لہجے میں پوچھا ۔

" نالی گندی اور سڑی ہوئی ہے ...."

کمد بولا ۔ اور اس کو دیکھنے لگا ۔ وہ بولا ــــــ

" بات میری سمجھ میں نہیں آئی ...... "

" نہیں آئی ...... " کمد نے تعجب سے آنکھیں پھاڑیں پھر فوراً کھل کھلا کر ہنسنے لگا اور ہنستا ہوا اپنی گلی میں گھس گیا ۔

رضوان کچھ دیر تک حیرت سے اسے جاتے دیکھتا رہا ۔ پھر تیز تیز قدم بڑھاتا ہوا گھر پہنچا ۔ اور بستر پر دراز ہو کر آنکھوں کو موند لیا ۔ وہ بہت زیادہ تھکن محسوس کر رہا تھا ۔ تبھی اس کے کانوں میں کسی کے رونے کی آواز آئی وہ بستر سے ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا ۔ آواز کھڑکی کی طرف سے آرہی تھی ۔ اچھل کر وہ کھڑکی تک پہنچا ۔ سامنے بھگو دھوبی کی پتنی رو رہی تھی ۔ اور پڑوس کے کچھ لوگ اس کے قریب کھڑے ہوتے تھے ۔ اس نے اشارہ کر کے ایک آدمی کو کھڑکی کے قریب بلایا ۔ اور پوچھا کہ بات کیا ہے ۔ اس آدمی نے سہمے سہمے سے انداز میں بہت آہستہ سے بولا ــــــ

" حجور ! بھگو کل کپڑا لے کر سیٹھ کے یہاں گیا تھا ۔ اسی سمے ڈکیتی ہوگئی ۔ اور پولس اسے پکڑ کر لے گئی ۔ پولس کا کہنا ہے کہ ڈکیتی بھگو ہی نے کروائی ہے ......"

" لیکن بھگو تو ایسا آدمی نہیں ہے ......" رضوان بولا ۔

" بھائی ہم لوگوں کے کہنے سے کیا ہوگا ......" ایک دوسرا آدمی جو کھڑکی کے قریب آگیا تھا بولا ــــــ " آخر ڈکیتی ہوئی ہے ۔ پولس تو کسی کو پکڑے گی ہی ......"

وہ آگے بڑھ گیا ۔ رضوان بھی وہاں سے ہٹ گیا اور ایک بار پھر بستر پر دراز ہو کر آنکھوں کو موند لیا ۔ اس وقت اس کے دماغ میں گرم ہواؤں کی تیز آندھی سی چل رہی تھی ۔

اس نے بے چینی سے کروٹ بدلی اور ساتھیوں میں ہوئی بحث کے بارے میں سوچنے لگا ۔ " آخر بحث کا مقصد کیا تھا ۔ اس کے سبھی ساتھی سنجیدہ طبیعت کے مالک تھے ۔ پڑھے لکھے اور ذہین نوجوان تھے ۔ کبھی بے کار کی باتوں میں نہ الجھتے تھے ۔ ان کی بحث کا خاص مقصد ہوا کرتا تھا ۔ جس میں وہ بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیتا رہا تھا لیکن آج ....

ایک بار وہ شروع سے تمام باتوں پر غور کرنے لگا ۔ دماغ کچھ کام نہ کر رہا تھا ۔ لیکن وہ بے تحاشا سوچے جا رہا تھا ۔ اسے اندھیری گلی کا منظر یاد آیا ۔ کمد کی ہنسی بھی یاد آئی ۔ اور بھگو دھوبی کے ساتھ ہوا حادثہ بھی ....

اچانک وہ چونک پڑا ۔ کوئی بات اسے یاد آگئی تھی اور وہ خوف زدہ ہوگیا تھا ۔ ڈرتے ڈرتے اس نے اپنے کمرے کا دروازہ دیکھا ، جو بند تھا ۔ پھر اس کی نظریں کھڑکی کی طرف بھاگیں ۔ وہ کھلی ہوئی تھی ۔ جلدی سے اس نے کھڑکی بند کی اور بستر پر آکر چت لیٹ گیا اور زور زور سے سانس لینے لگا ۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے اس نے سیکڑوں میل کا سفر دوڑ کر طے کیا ہو ۔

اس کے سارے جسم میں کپکپی سی طاری ہوگئی تھی اور اسے ایسا محسوس ہو رہا تھا ، جیسے نالی سچ مچ گندی اور سڑی ہوئی ہے اور اس کی سڑن اور بدبو دھیرے دھیرے پھیلتی ہوئی اس کی طرف بھی بڑھ رہی ہے اور اسے قید کرنے کی کوشش کر رہی ہے ۔ گھبرا کر اس نے اپنی آنکھیں موند لیں ۔ لیکن اس کا خوف کم نہ ہوا ۔ بڑھتا ہی گیا ۔ یہاں تک کہ وہ نڈھال ہوگیا ۔ اور اس کے سوچنے سمجھنے کی طاقت مر گئی ۔ اس کے بعد ہی رات کے کسی پہر میں اس کی آنکھ لگ گئی اور وہ گہری نیند سوگیا ۔

صبح سویرے اس کی نیند ٹوٹی ۔ رات دیر تک جاگتے رہنے سے اس کے سر میں درد سا ہوگیا تھا ۔ بہت مشکل سے اس نے بستر چھوڑا ۔ تمام ضرورتوں سے فارغ ہو کر غسل کیا پھر ناشتہ کیا اور روزانہ کے کاموں میں مشغول ہوگیا ۔ رات کی کوئی بھی بات اسے یاد نہ رہی تھی ۔

(پٹنہ سے نشتر)

قیمت

گھنٹی کی آواز سنتے ہی اپنے اپنے کام میں منہمک مزدوروں کے ہاتھ اس طرح رک گئے گویا ان کے ہاتھوں کو بریک لگ گئی ہو ۔ انھوں نے فراغت کی سانس لی ۔ کچھ ایک نے ماتھے پر رینگتے ہوئے پسینے کے قطروں کو اپنے ہاتھوں سے جھٹک دیا ۔ ٹفن کا وقت ہو چکا تھا ۔ لوگ چہل قدمی کرتے ہوئے اپنے اپنے روم سے نکل آئے ۔ چند نے کینٹین کی راہ لی اور کچھ فیکٹری کے لان میں پھیل گئے ۔

رمیش بھی آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا ہوا لان میں نکل آیا اور ایک پیڑ سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا ۔ آج ٹفن کے لیے وہ کچھ نہیں لایا تھا ۔ ماں کی طبیعت خراب تھی ــــــ اور اس کے علاوہ اس کا تھا بھی کون جو اس کی ضروریات کا خیال رکھتا ۔ اس نے ایک ٹھنڈی سانس لی اور آنکھیں موند لیں ۔

ساوتری گھر پر بیمار تھی ۔ تنہا اور بے بس ۔ کوئی تیمار داری کرنے والا بھی تو نہ تھا ۔ ایک وہ تھا بھی تو اسے اکیلا چھوڑ کر فیکٹری کی تپش میں جھلس رہا تھا ۔ مجبوری بھی انسان کو کتنا بے بس کر دیتی ہے ۔ یہاں تک کہ ماں کی خدمت کا بھی موقع نہیں دیتی .... اس نے ایک گہری سانس لی ــــــ کاش ! وہ اتنا مجبور نہ ہوتا ...... لیکن اس میں اس کا اپنا بھی تو قصور ہے ۔ ماں نے کتنی ضد کی تھی گھر میں بہو لانے کے لیے ۔ اپنی ضعیفی اور لاغری کا حوالہ بھی دیا تھا ۔ لیکن اس نے بس مسکرا کر ٹال دیا تھا ۔ ماں کی گردن کے گرد بانہیں ڈال کر اس نے کتنے پیار سے کہا تھا ــــــ " ماں ! ..... دیکھ ! جب وہ آئے گی نا تو تیرا سب حق چھین لے گی ۔ تو نے مجھے پال پوس کر اتنا بڑا کیا ہے ۔ میرے لیے ہر طرح کی تکلیفیں اٹھائی ہیں ۔ ذرا مجھے بھی تو اپنی خدمت کرنے کا موقع دے ......" اور ساوتری اس کی پیار بھری باتوں میں آکر بہل گئی تھی ۔

اور آج شدت سے اسے اس بات کا احساس ہو رہا تھا کہ ماں کی بات نہ مان کر اس نے واقعی غلطی کی ہے ــــــ آخر اس کی تنہائی بانٹنے والی بھی تو کوئی ہونی ہی چاہیے ۔ اس نے سنجیدگی سے سوچا ... آج ماں زندگی کے اس موڑ پر پہنچ گئی ہے جہاں جسم کو آرام کی ضرورت محسوس ہوتی ہے ..... اور پھر اس کی ماں ! اس نے شاید زندگی

محمد شمیم

نہیں ایک مردسے بھی زیادہ ہمت کی ہے۔ قدم قدم پر مصیبتوں اور دشواریوں کا سامنا کیا ہے۔ صرف اس کے لیے ..... اپنے مرحوم شوہر کی واحد نشانی کے لیے۔

اس نے اپنے باپ کو نہیں دیکھا تھا۔ ماں کہتی ہے جب وہ گود میں تھا تبھی کارخانے کے ایک حادثے میں اس کے باپ کا انتقال ہو گیا تھا — وہ تو شاید اس کی چتا کے ساتھ خود بھی ستی ہو جاتی اگر اسے اپنے معصوم بچے کا خیال نہ ہوتا۔ اس کی ذات نے ہی اس کی ماں کو زندہ رہنے پر مجبور کیا ...... اور وہ روتی بلکتی ننھی سی جان کو سینے سے چمٹا کر دنیا کے مصائب کو جھیلنے کے لیے تیار ہو گئی تھی۔ اس نے بچے کو ماں اور باپ دونوں کا بھرپور پیار دیا اور کبھی بھی اسے اپنے باپ کی کمی کا احساس نہ ہونے دیا — شاید لوگ ٹھیک ہی کہتے ہیں کہ کسی بچے کے سے باپ کا سایہ اٹھ جانے کے بعد ماں اس کی پرورش کر لیتی ہے لیکن ماں کے بغیر صرف باپ کے ذریعہ اس کا پل جانا محال ہے۔

اور اس نے بھی جب سے ہوش سنبھالا تھا اپنی ماں کو اکیلا مسن جان کر سب کچھ اس کے قدموں میں ڈال دیا تھا — اس کے دامن تلے ہی اس کی ساری دنیا تھی — ماں کی ممتا اس کا بے پناہ سرمایہ تھی اور اسے وہ کسی بھی قیمت پر کھونا نہیں چاہتا تھا۔

شاید اسی لیے جب ماں نے اس کی شادی کا ذکر چھیڑا تھا تو وہ ٹال گیا تھا۔ اپنے پیار میں وہ کسی کو حصے دار نہیں بنانا چاہتا تھا۔ اس نے دنیا کی رنگت اور زمانے کی آب و ہوا دیکھی تھی۔ شادی کے بعد ماں کے سائے سے بچتے اور بیوی کی زلف کے سائے تلے مسکراتے لوگ بھی دیکھے تھے اس نے ..... اور وہ دل مسوس کر رہ گیا تھا — شاید کسی تلخ تجربے کے احساس کی بنا پر۔

لیکن اب ..... اب وہ زیادہ دیر نہیں کرے گا۔ بس ماں کے صحت یاب ہوتے ہی وہ ان کے سارے سپنے، سارے ارمان پورے کر دیگا۔ ایک خوبصورت سی دلہن لا کر .... وہ تصور میں مسکرانے لگا۔

"کیا بات ہے .....؟ آنکھیں بند کیے مسکرا رہے ہو؟" کسی کی آواز نے اسے چونکا دیا۔ اس نے آنکھیں کھول کر دیکھا۔ سامنے راجیش کھڑا مسکرا رہا تھا۔

"ارادہ تو نیک ہے .....؟ کس کے تصور میں گم تھے ....؟"

"ارے کچھ نہیں ....." وہ جھینپ گیا۔ "بس ذرا یونہی ......"

"ارے تمہارا ٹفن باکس؟ کھانا نہیں لائے کیا؟" راجیش نے اس کے خالی تھیلے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"نہیں یار! آج ماں کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی، اس لیے ......"

"ارے، تو مجھ سے کہا کیوں نہیں؟ بڑا بیوقوف ہے تو۔ مجھے غیر سمجھتا ہے کیا؟ چل اٹھ! ایک دوست بھوکا رہے اور میں کھاؤں ......"

"رہنے دے یار! کیا تو بھی ......"

"ابے بکواس بند کر۔ اب اٹھتا ہے سیدھی طرح یا ..."

وہ ہنستے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا۔

دو بج چکے تھے۔ تھوڑی دیر پہلے کا بھرا ہوا میدان اب خالی ہو چکا تھا۔ لوگ پھر سے اپنے اپنے کاموں میں مشغول ہو چکے تھے۔ مینش نے اپنی آنکھوں پر کالا چشمہ چڑھایا اور سرکٹ روم کی جانب روانہ ہو گیا۔ اس کی اور راجیش دونوں کی ایک ہی جگہ اور ایک ہی شفٹ میں ڈیوٹی تھی۔ ابھی اس نے اندر قدم ہی رکھا تھا کہ راجیش کی چیخ سنائی دی۔

"مینش .... لوٹ جاؤ۔ سرکٹ کا کنکشن اچانک بگڑ گیا ہے۔ جلدی جا کر خبر کر دو ....."

لیکن اسے دیر ہو چکی تھی۔ اس کے پیچھے مڑتے مڑتے آگ کا ایک شعلہ اس کی طرف لپکا اور سارے جسم کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔

ماتمی سائرن کی آواز سنتے ہی سب کے دل دھک سے ہو گئے۔ لوگ اپنا اپنا کام چھوڑ کر ایک جگہ اکٹھا ہونے لگے۔ نہ جانے آج کس بدنصیب کو موت نے اپنا لقمہ بنایا تھا۔ چند منٹ کی خاموشی کے اظہار غم کے بعد یونین کی طرف سے مرحوم کے وارثین کو پچاس ہزار روپئے معاوضہ دینے کا مطالبہ کیا گیا اور پھر سب خاموشی سے گردن جھکائے واپس لوٹ گئے۔

ساوتری کو یہ منحوس خبر راجیش نے سنائی تھی جسے سن کر وہ ایک چیخ مار کر بیہوش ہو گئی تھی۔ کافی کوششوں کے بعد اسے ہوش میں لایا گیا تو جیسے اس کی زبان گنگ ہو چکی تھی۔ آنکھوں کے سوتے بھی جیسے سوکھ چکے تھے۔ لوگ آتے، دلاسا دیتے، مگر وہ تو جیسے ایک زندہ لاش ہو کر رہ گئی تھی۔ آنکھوں کی پتلیاں خلاء میں کہیں اٹک گئی تھیں۔

کئی دن بیت گئے۔ نہ اسے کھانے کا ہوش تھا نہ پینے کا۔ نیند تو جیسے آنکھوں سے روٹھ گئی تھی۔ ہونٹ کبھی بدبدائے لیکن آواز نہ نکلتی تھی۔ ایک عجیب خاموشی تھی ..... پُراسرار خاموشی۔

راجیش نے دروازے کو ہلکے سے دھکا دیا اور داخل ہو گیا۔ ساوتری سامنے پلنگ پر مورتی بنی بیٹھی تھی۔

"چاچی! کمپنی والوں نے ہماری مانگ منظور کر لی ...... یہ دیکھئے چیک!" اس نے پچاس ہزار روپے کا چیک اس کی گود میں رکھ دیا۔

ساوتری نے ایک پل کے لیے چیک پر نظر ڈالی اور پھر خلاء میں کچھ ڈھونڈنے لگی۔

راجیش بے آواز قدموں سے باہر نکل آیا۔

مسلسل جاگنے اور بھوکے رہنے سے اس کے ذہن پر غنودگی طاری ہونے لگی تھی۔ اس نے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔

رات کا وہ آخری پہر رہا ہوگا جب اس کی نیند کھل گئی۔ سامنے چراغ جل رہا تھا۔ اس کی جھلملی لو کو دیکھ کر اس کی آنکھیں خود بھی چمکنے لگیں۔ کچھ سوچ کر وہ بستر سے اتر آئی۔ پھر اس نے ایک بکس کھول کر احتیاط سے چیک نکالا ..... اور تھرتھراتے ہاتھوں سے اسے چمکتی لو کے حوالے کر دیا۔

چراغ نے چمک کر روشنی کچھ اور تیز کر دی۔ اور یہ منظر دیکھ کر وہ نہ جانے کیوں یکایک قہقہے لگانے لگی ..... قہقہے ..... بھیانک اور دلدوز قہقہے .....

"ہا ..... ہا .... ہا .... قیمت ... میرے بیٹے کی جان کی قیمت .... پچاس ہزار روپے ..... ہا ...... ہا .... ہا ...."

اور پھر اچانک قہقہے تھم سے گئے۔ اور نہ جانے کب کا سوکھا اشکوں کا سمندر آنکھوں کے راستے ابل پڑا۔

(پٹنہ سے نشر)

محمد شمیم
معرفت رستم صاحب
صدر گلی، پٹنہ سٹی ۸۰۰۰۰۸

رشید عارف

کوئی ملا نہ کبھی مجھ سے مہرباں کی طرح
زمیں بھی لگتی ہے بے درد آسماں کی طرح
صدا بلند کروں گا میں ہر ستم کے خلاف
خموش رہ نہیں سکتا ہوں بے زباں کی طرح
وہ دل جہاں تری یادوں کے رتجگے دیکھے
وہی ہے اب کسی اُجڑے ہوئے مکاں کی طرح
نہیں یہ بات کہ سجدے نہیں جبینوں میں
ہر آستاں بھی مگر کوئی آستاں کی طرح
بھروسہ کس پہ کیا جائے اس زمانے میں
کہ لوگ رنگ بدلتے ہیں آسماں کی طرح
یہ لازوال دگراں مایہ شئے محبت بھی
ہمارے عہد میں ہے جنس رائیگاں کی طرح
وجود میرا ڈھلے گا عدم کے سانچے میں
رہے گا فن یہ مگر نقش جاوداں کی طرح
لبوں پہ لگ گئی پابندیوں کی مہر تو کیا
نظر بتائے گی سب کچھ مری زباں کی طرح
طلسم خواب نہ ٹوٹا دم سحر عارف
صدا تو کانوں میں آتی رہی اذاں کی طرح

(پٹنہ سے نشر)

آپ کی رائے

مکرمی !

"طنز و مزاح نمبر" ہاتھوں میں ہے۔ اس شمارے کے تمام مضمون پڑے ہی ظرافت آمیز ہیں۔ اور دل کی گہرائیوں کو چھو رہے ہیں۔ ویسے "آواز" کے دیگر شمارے بھی اہمیت کے حامل رہے ہیں۔ معیاری نمبر نکالنے پر میری طرف سے دلی مبارکباد قبول فرمائیں۔ ساتھ ہی دوسری مبارکباد بھی قبول کریں وہ اس لیے کہ "آواز" نے اپنی اشاعت کے پچاسویں برس میں قدم رکھ دیا ہے۔

سید حمید غازی

مکان نمبر ۴/ ۱۷۶ - ۱۳ اویں مغربی کراس

اشوکا روڈ ۔ میسور ۱ (کرناٹک)

محترمی !

میں یہ کہوں تو بے جا نہ ہوگا کہ سال نو کے مبارک موقع پر "طنز و مزاح نمبر" سے بہتر کوئی دوسرا تحفہ نہیں اور یہ آپ کی کوشش و کاوش کا ثمرہ ہے۔

اس نمبر کے نکالنے پر آپ میری جانب سے مبارکباد قبول کریں۔

محمد منظر امام

۱۱۹/۳، مسوری، پٹنہ

محترمی !

طنز و مزاح نمبر جلوہ افروز ہوا۔ صفحات کی تعداد عام شماروں کے برابر ہے جبکہ مسلسل اعلانات سے دو گنے صفحات کی امید لگا بیٹھے تھے۔ جیسا کہ روایت ہے۔ حامد ربانی صاحب کا ایکسکیوز می غالب بہت پسند آیا۔ موصوف نے صفحہ ۲۷ پر نیچے سے اوپر کو ۷ ویں لائن میں لفظ غنڈہ گردی استعمال کیا ہے جو کہ غلط ہے صحیح لفظ گنڈہ گردی ہے۔ خصوصی شمارہ نکالتے وقت ایڈیٹر کی یہ ذمہ داری ہو جاتی ہے کہ جس صنف ادب پر خصوصی شمارہ پیش کیا جا رہا ہوتا ہے اس پر کم از کم ایک صفحہ پر اس کے تعارف اور تمہید کا ہونا چاہیے۔ طنز و مزاح کیا ہے؟ اس کی تمہید کیا ہے؟ اس پر یہ شمارہ خاموش ہے۔

خالد پرویز شمسی

آگرہ

مکرمی !

"طنز و مزاح نمبر" سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکا۔ ویسے تو سارے مضامین بہت اچھے ہیں لیکن فکر تونسوی صاحب کے "مفت خورے" نے خاص طور سے متاثر کیا۔ ان تک میرا مبارکباد پہنچا دیں۔ اتفاق کہئے کہ اس بیچ میں اپنے ایک عزیز کے علاج کے سلسلے میں اسپتال ہی میں رہا اور پرویز اللہ مہدی صاحب کا "خدا نہ کرے ہم اسپتال جائیں" مزے سے لیکر پڑھتا رہا اور لوگوں کو بھی سناتا رہا خصوصاً نرسوں کو۔ ان کو بھی میرا مبارکباد پہنچا دیں۔ اگر ایسے ہی مضامین (یعنی طنزیہ، مزاحیہ، ادبی اور تنقیدی) "آواز" میں شائع ہوتے رہے تو مجھے یقین ہے کہ اس کی مقبولیت میں چار چاند لگ جائے گا۔ ویسے یہ پرچہ بہار میں بہت بکتا ہے۔

فیروز احمد کیفی

محل لاج، نزد بی۔ این کالج

پٹنہ ۴

محترمی !

آداب !!

آواز کا "طنز و مزاح نمبر" موصول ہوا۔ دل خوشی سے جھوم اٹھا۔ ایک ہی نشست میں آدھے سے زیادہ پرچے کو پڑھ ڈالا اور رات میں تو اسے ختم ہی کر کے چھوڑا۔ یہ نمبر لاجواب ہے۔ آپ نے طنز و مزاح نمبر کو مختصر ضرور پیش کیا ہے مگر آپ نے اسے "دریا کو کوزہ" میں بند کر دیا ہے۔ مجتبیٰ حسین اور مظفر حنفی صاحبان کے نثری اور شعری مزاحیہ ادب کے جائزے بھی اچھے ہیں۔ مفت خورے از فکر تونسوی، ہم بھی شوہر ہیں از یوسف ناظم، ہم۔ بیگم۔ کار از انوار انصاری، ایکسکیوز می غالب از حامد ربانی، الٹ پھیر از کمال احمد کے نثر پارے مجھے بے حد پسند آئے۔ شاعروں میں واہی، دلکش بدایونی اور شاطر گورکھپوری کے مزاحیہ کلام نے خوب لطف دیا۔

تحسین ممتاز

گلشن گنج پورنیہ (بہار)

محترم ایڈیٹر صاحب !

تسلیم !

نئے سال کا تحفہ آپ نے قارئین کو "طنز و مزاح نمبر" پیش کر کے قارئین آواز پر احسان عظیم کیا ہے۔ یہ نمبر گو بہت ہی مختصر ہے مگر خوب ہے۔ رضا نقوی واہی، دلکش بدایونی، ہلال رضوی اور مشتاق پردیسی کی مزاحیہ اور طنزیہ کلام نے بے حد متاثر کیا۔ فکر تونسوی اور معین اعجاز صاحب کے انشائیے بے حد مزیدار ہیں انھیں بار بار پڑھنے کو جی چاہتا ہے۔ انوار انصاری اور احمد جمال پاشا کے انشائیے بھی بے حد عمدہ ہیں۔ ان دونوں حضرات نے بہت ہی لطیف اور دلکش انداز میں سماج کی برائیوں کی طرف اشارہ کیا ہے۔ رام لال نابھوی صاحب کا چکر بھی خوب ہے۔ چکر پڑھ کر انسان چکر میں پڑ جاتا ہے۔ کے۔ پی سکسینہ کا اندھیرا غنیمت ہے یہ ایک عمدہ پیش کش ہے۔ غرض کہاں تک آپ کے طنز و مزاح نمبر کی تعریف لکھوں۔ اسی طرح اگر آپ افسانہ نمبر، غزل نمبر، نظم نمبر، ڈرامہ نمبر، تاریخ نمبر، سائنس نمبر، ادب لطیف نمبر، فلم نمبر، قومی یک جہتی نمبر نکالیں تو یہ بہت بڑا کارنامہ ہوگا۔ میں مدرسہ کا طالب علم ہوں مگر پھر بھی اس نمبر سے خوب لطف اندوز ہوا ہوں۔ میری طرف سے تمام لکھنے والوں کو مبارکباد۔

محمد خالد انور

قصبہ چوک

مدرسہ اسلامیہ۔ گڑھ بنیلی

پورنیہ (بہار)

محترمی تسلیم !

امید ہے مزاج گرامی بخیر ہوں گے

جب سے "آواز" کے پچھلے شماروں میں "طنز و مزاح نمبر" کی آمد کے بارے میں پڑھا تھا تبھی سے اس شمارے کا شدت سے انتظار کر رہا تھا۔

تمام مضامین اور نظمیں خوب سے خوب تر ہیں۔ ان میں طنز کے نشتر ہیں تو مزاح کی شیرینی بھی ہے۔ یہ شمارہ نئے سال کا بہترین تحفہ ہے۔ میری طرف سے مبارکباد قبول کیجئے۔

محمد زبیر اعظمی

بندی کلاں، ضلع اعظم گڑھ (یوپی)

محترمی !

اپنی ذہنی صلاحیت کے بل پر آدمی نے وقت اور فاصلوں پر عبور حاصل کر کے چاند اور سیاروں پر کمند ڈال دی لیکن اندھا دھند دوڑ میں کیا کبھی اس نے سنجیدگی سے یہ بھی سوچا ہے کہ

(۱) مادی عروج کے ساتھ ساتھ وہ اخلاقی زوال کا شکار بن بیٹھا اور آدمی آدمی کے درمیان بڑھتے ہوئے فاصلوں پر عبور حاصل نہ کر سکا۔

(۲) قدرت کے رازوں کو منکشف کرنے والا انسان اس حقیقت کی کھوج نہ کر سکا کہ ہم ایک ہی آدم کی اولاد ہیں جنھیں وقت اور فاصلوں نے اجنبی بنا ڈالا۔ ہماری رگوں میں ایک ہی خون گردش کر رہا ہے۔

(۳) دنیا کا ہر مذہب یہی تلقین دیتا ہے کہ انسانیت سب سے بڑا مذہب ہے اور انسانیت سے پیار اور انسانیت کی خدمت سب سے بڑی عبادت ہے۔

اگر یہ سچ ہے، اگر ہم اس سچائی کے متلاشی ہیں؟ تو پھر انتظار کیسا؟ آؤ ہم سب متحد ہو کر گوتم، مہاویر، رام، کرشن، نانک، چشتی اور صلیب مقدس کی روشن کی ہوئی شمع محبت کے فانوس بن جائیں اور ایک نئے معاشرے کی تشکیل میں جٹ کر عالم انسانیت کو بھائی چارے، محبت اور ایکتا کا پیغام دیں۔

صدیق علی خاں اثری

آرگنائزر، آل انڈیا فرینڈز سوسائٹی

خسرو باغ روڈ۔ رامپور (یوپی) ۲۴۴۹۰۱

آکاشوانی نئی دہلی

سازندے درکار ہیں

اسٹیشن ڈائریکٹر آل انڈیا ریڈیو نئی دہلی کو آکاشوانی دہلی میں سازندوں کے درج ذیل زمروں میں موجود آسامیاں پُر کرنے کے لیے درخواستیں مطلوب ہیں ۔

	ساز کا نام	اسامی کی تعداد
۱-	سارنگی نواز	۳
۲-	بانسری نواز (کرناٹک)	۱
۳-	گنجیرا نواز	۱
۴-	دلربا نواز	۱

کام کی نوعیت :

ڈیوٹی چارٹ کے مطابق بطور اکمپنسٹ / انسٹرومنٹلسٹ شفٹ ڈیوٹیز انجام دینا ضرورت پڑنے پر بطور سولو آرٹسٹ پروگرام دینا۔ خصوصی مواقع کے لیے موسیقی کے خصوصی پروگراموں کی ریہرسل اور ریکارڈنگ، موسیقی کے پروگراموں کی ریہرسل اور بیلنسنگ میں مدد دینا۔ جب اور جہاں ضرورت ہو موسیقی کے سازوں کی دیکھ بھال کرنا۔ موسیقی کی علامات اور کتب کی دیکھ بھال۔ موسیقی کے اسباق پیش کرنے میں تعاون اور شرکت کرنا۔ اس کے علاوہ وقتاً فوقتاً سپرد کردہ فرائض کی انجام دہی ۔

اہلیت، عمر اور فیس اسکیل وغیرہ سے متعلق تفصیلات درج ذیل ہیں ۔

لازمی اہلیت :

(الف) امیدوار کو کلاسیکی موسیقی کے لیے بطور پرفارمنگ آرٹسٹ آل انڈیا ریڈیو کے میوزیکل آڈیشن بورڈ کی جانب سے (اسامی سے متعلق ساز میں) کم از کم بی ہائی گریڈ دیا گیا ہو۔

(ب) کلاسیکی موسیقی میں باقاعدہ اور باضابطہ تربیت ۔

(ج) موسیقی کے اجتماعی مظاہرے میں دیگر سازندوں کا ساتھ دینے کی صلاحیت ۔

(ح) سنگت دینے / تنہا ساز بجانے کی صلاحیت ۔

(د) ہندی / یا کسی علاقائی زبان میں لکھنے اور پڑھنے کی صلاحیت (کسی مسلمہ پرائمری اسکول سے کم از کم تیسری جماعت پاس کرنے کا ثبوت پیش کرنا ہوگا۔)

پسندیدہ :

تانپورہ بجانے کی صلاحیت اور دیگر فنکاروں کو تانپورہ پر سنگت دینے کی صلاحیت ۔

عمر :

یکم جولائی ۱۹۸۵ء کو ۱۹ اور ۳۵ برس کے درمیان۔ شیڈول کاسٹ / شیڈول ٹرائب اور آل انڈیا ریڈیو کے اسٹاف آرٹسٹوں کو قواعد کے مطابق رعایت دی جائے گی

سازندوں کے لیے فیس اسکیل

اے گریڈ فنکار کے لیے :

۶۵۰ روپے ماہانہ : اسکیل ۶۵۰-۳۰-۷۴۰-۳۵-۸۱۰-ای بی-۳۵-۸۸۰-۴۰-۱۰۰۰-ای بی-۴۰-۱۲۰۰ روپے اور ساتھ میں وہ بھتے جو آرٹسٹوں کو وقتاً فوقتاً دیئے جاتے ہیں ۔

بی-ہائی گریڈ فنکار کے لیے :

۵۵۰ روپے ماہانہ : اسکیل ۵۵۰-۲۵-۷۵۰-ای بی-۳۰-۹۰۰ روپے اور ساتھ میں وہ بھتے جو آرٹسٹوں کو وقتاً فوقتاً دیئے جاتے ہیں ۔

مذکورہ بالا اسامیوں کے لیے عام ہدایت

۱- امیدواروں کو پریکٹیکل ٹسٹ / انٹرویو کے لیے اپنے اخراجات پر آل انڈیا ریڈیو نئی دہلی پہنچنا ہوگا ۔

۲- سرکاری ملازمین اپنی درخواستیں اپنے دفتر کے توسط سے ارسال کریں ۔

۳- منتخب امیدوار کا تبادلہ آل انڈیا ریڈیو کے کسی بھی اسٹیشن پر کیا جاسکتا ہے ۔

۴- منتخب امیدواروں کو ابتدا میں ماہانہ معاہدہ پر تقرری دی جائے گی اور بعد میں مناسب مدت کے بعد سلیکشن بورڈ ان کے ساتھ پانچسالہ معاہدے کے لیے غور کرے گا۔

۵- سادہ کاغذ پر درخواست مندرجہ ذیل جدول کی شکل میں تحریر کریں ۔ درخواستیں اسٹیشن ڈائریکٹر آل انڈیا ریڈیو نئی دہلی کے پتے پر ۲۸ فروری ۸۵ء تک پہنچ جانی چاہئیں ۔

۱- امیدوار کا نام اور پتہ

۲- والد کا نام

۳- تاریخ پیدائش (تحریری ثبوت کے ساتھ)

۴- اہلیت (تعلیمی و پیشہ ورانہ) تحریری ثبوت کے ساتھ

۵- موسیقی میں تربیت کی تفصیلات ۔

۶- دیگر سازندوں کے ساتھ سنگت کرنے کا تجربہ ۔

۷- موجودہ گریڈ (تحریری ثبوت کے ساتھ)

۸- اگر امیدوار کا کوئی رشتہ دار آل انڈیا ریڈیو / دوردرشن یا وزارت اطلاعات و نشریات کے کسی اور شعبے میں ملازم ہے تو اس کا ذکر کریں ۔

مقررہ تاریخ کے بعد اور نامکمل شکل میں موصول ہونے والی درخواستیں کسی بھی حالت میں قابل قبول نہ ہوں گی ۔

کسی بھی قسم کے اثر و رسوخ کے استعمال کی کوشش امیدوار کی نامزدگی منسوخ کرنے کا سبب ثابت ہوگی ۔

نیشنل پروگرام

گری راج کا ستار وادن : ۱۶ رفروری رات ساڑھے نو بجے



مقبول فنکار گری راج نے نو سال کی چھوٹی عمر میں ہی ستار نوازی کے فن کی پیچیدگیاں اپنے والد رام گوپال سنگھ اور اپنے بھائی گھنشیام سنگھ کی زیر تربیت سیکھنا شروع کر دیں انھیں استاد ولایت خاں اور دوسرے کئی عظیم موسیقاروں سے ستار سیکھنے کا فخر حاصل ہے۔ گری راج کو ستار پر مکمل عبور حاصل ہے ان کے ستار وادن کے کئی گراموفون ریکارڈ اور کیسٹ بنے ہوئے ہیں۔ آکاشوانی اور دور درشن کے سنگیت پروگراموں میں وہ پابندی سے اپنے فن کا مظاہرہ کرتے رہتے ہیں۔ ملک اور بیرون ملک میں موسیقی کی بہت سی محفلوں میں ان کے فن کو بے حد سراہا گیا ہے۔ بمبئی کی سور سنگر سمد نے انھیں اعزاز سے نوازا ہے۔

ممبلم ایم کے ایس شوا کا ناگا سورم وادن

۲۳ رفروری رات ساڑھے نو بجے



ممبلم ایم کے ایس شوا جوان نسل کے ابھرتے ہوئے ہونہار فنکار ہیں۔ ان کا تعلق موسیقاروں کے خاندان سے ہے۔ ۸ سال کی چھوٹی عمر میں انھوں نے اپنے والد ممبلم ایم کے سوامی ناتھن سے ناگا سورم بجانے کا فن سیکھنا شروع کیا۔ مشہور موسیقار کالاکڈ راما نارائنا آئیر کی زیر تربیت انھوں نے ناگا سورم پر مکمل مہارت حاصل کر لی۔ ان کے انتہائی اعلیٰ فن میں خصوصاً الاپنا، کریتی، سور میں توازن کے ساتھ ساتھ ناگا سورم روائت اور گائیکی انگ کا حسین امتزاج بھی ہوتا ہے۔ اپنے بھائیوں کے ساتھ شوا کی ناگا سورم کنسرٹ نہایت پُر اثر مانی جاتی ہیں۔ ملک بھر میں قابل قدر محافل موسیقی میں وہ شرکت کر چکے ہیں۔ ۱۹۷۷ء سے وہ آل انڈیا ریڈیو سے منسلک ہیں۔

ناٹک

۲۸ رفروری کو شب ساڑھے نو بجے نیشنل پروگرام میں پال گمی پدم راجو کا تحریر کردہ تیلگو ناٹک "براتی گمن سکا لیج" (چڑیا گھر) براڈ کاسٹ کیا جائے گا۔

منگل شب کی محفل موسیقی

شری پدگلکرنی کا بانسری وادن : ۲۶ رفروری رات دس بجے

نامور بانسری نواز شری پدگلکرنی کو موسیقی کی ابتدائی تربیت سانگلی کے ہریش چندر کوکارے نے دی جو خود عظیم بانسری نواز پنڈت پنالال گھوش مرحوم کے شاگرد تھے۔ شری پدگلکرنی کے فن میں ان کے



ریاض، تجربہ، انتساب اور ذہانت کی چھاپ نظر آتی ہے۔ وہ راگوں کو روائتی رنگ میں نہایت کشش کے ساتھ پیش کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ ان کے فن کو موسیقی کی محفلوں میں خوب سراہا گیا ہے۔ آجکل وہ بطور اسٹاف آرٹسٹ آکاشوانی اورنگ آباد سے منسلک ہیں۔

اپراجتا گھوش کا گائن : ۱۹ رفروری رات دس بجے



اپراجتا گھوش نے علم موسیقی بچپن ہی سے اپنے والد سے سیکھنا شروع کر دی، ان کو شری پرافل کمار بانک، امیہ رنجن بنرجی، حفیظ احمد خاں اور منور علی خاں جیسے فنکاروں سے فن کی باریکیاں سیکھنے کا شرف حاصل ہے۔ ان کے فن میں خوبصورتی اور نفاست کی وجہ عظیم فنکاروں سے اعلیٰ تربیت ہے۔ وہ بہت سی سنگیت محفلوں میں اپنے فن کا مظاہرہ کامیابی سے کر چکی ہیں، ہلکی موسیقی پر بھی انھیں عبور حاصل ہے۔

وودھ بھارتی

روزانہ نشر ہونے والے پروگرام

صبح

۷ ۔ ۰۰ چنتن : وندن وار : ایک گیت
۷ ۔ ۳ سنگیت سریتا
۷ ۔ ۴ رنگاولی
۸ ۔ ۱ بھولے بسرے گیت
۸ ۔ ۳ چترلوک
۹ ۔ ۰۰ انورودھ گیت

دوپہر

۱۲ ۔ ۰۰ چترپٹ سنگیت (سوائے اتوار)
۱۲ ۔ ۳۰ گان منجری (سوائے اتوار)
۱ ۔ ۰۰ من چاہے گیت
۲ ۔ ۰۰ رنگ ترنگ
۲ ۔ ۳۰ منور نجن
۳ ۔ ۰۰ لوک سنگیت
۳ ۔ ۱۵ انور نجنی
۳ ۔ ۴۵ گیت مالیکا
۴ ۔ ۱۵ مدھر گیتم (۵ ۔ ۳۰ تک)

شام

۶ ۔ ۱۵ سندھیا گیت
۶ ۔ ۳۰ رنگِ محفل
۶ ۔ ۴۵ سور سدھا
۷ ۔ ۰۵ بجے مالا
۷ ۔ ۴۵ تب اور اب
۸ ۔ ۰۰ گیتانجلی
۸ ۔ ۱۰ چترشالا

۸ ۔ ۱۵ رس وہار (پیر) پٹارا (منگل)
ان سے ملیے (بدھ)
آپ کے چٹکلے آپ کے گیت
پھر ایک بار (جمعرات)
سنو کہانی (جمعہ)
۸ ۔ ۳۰ ایک سے انیک
۹ ۔ ۰۰ بہارِ غزل
۹ ۔ ۱۵ ہوا محل
۹ ۔ ۳۰ مشرت گان
۱۰ ۔ ۰۰ چھایا گیت
۱۰ ۔ ۳۰ آپ کی فرمائش

ہفتہ

شام

۷ ۔ ۰۵ خصوصی جے مالا
۸ ۔ ۱۵ ملن یامنی

اتوار اور تعطیلات

دوپہر

۱۱ ۔ ۳۰ گورو گان (اتوار)
چینتکا (تعطیل)
۱۱ ۔ ۴۵ سورمادھوری (اتوار)
۱۲ ۔ ۰۰ لوک سنگیت (اتوار)
۱۲ ۔ ۳۰ گان اور مسکان
۱۲ ۔ ۴۵ سورانجلی
۳ ۔ ۰۰ خصوصی جے مالا

رات

۸ ۔ ۱۵ پتر اولی

چترشالا

رات ۱۰ ۔ ۸

بچپن سے بچپن تک
(سلسلے وار مزاحیہ)
تقریر از بنشی دھر پانڈا : ۱۶ر فروری

سنگم
کویتا میں اتہاس
تقریر از ڈاکٹر این سندرم : ۱۸ر فروری

برمانو اور جا
تقریر از دھریندر کمار دکشت : ۱۹ر فروری

کویتا پاٹھ
از پی این ورما : ۲۰ر فروری

برتی یوں کتا ہے
چونکیے مت سوچیے : تقریر : ۲۱ر فروری
اور جوتا چل گیا

تقریر از رام اوتار چیتن : ۲۳ر فروری

پنشچا تاپ
ایک بیماری
تقریر از ڈاکٹر جی کے ستارا : ۲۶ر فروری

کویتا پاٹھ
از پشپا کمار ۲۷ر فروری

سنو کہانی

رات ۸ ۔ ۱۵ جمعہ

ڈاچی (حصہ اول اور دوم)
تحریر اوپندر ناتھ اشک : ۱۵ر اور ۲۲ر فروری

غزل [illegible]

کس منہ سے یہ دعویٰ کر بیٹھیں وہ حسیں جانا پہچانا ہے
ہم جان کسی پر دیتے ہیں ہاں آپ کو کیا فرمانا ہے
جب ان سے محبت کر ہی چکے انجام پھر اپنا کیوں سوچیں
مجھ کو تم سے تم کو مجھ سے کیوں روز شکایت رہتی ہے
لیلے ہیں وہ ہیں شمشیر بکف اے شوق شہادت جلدی کر
دل رکھ لیا منہ سے ہاں کہہ دی کس طرح وہ صاف انکار کرے
سیماح تو ہیں لیکن اب تک اتنا بھی ہمیں معلوم نہیں
اے جذبِ تصور ایک ذرا تو ہی شبِ غم میں کام آجا
اک مدت سے مشتاق تھے ہم قسمت سے ہوئے ہیں آج بہم

[illegible]

آنکھوں سے کبھی دیکھا تو نہیں لیکن اسے دل سے مانا ہے
اے حضرتِ ناصح یاد رہے دیوانے کو سمجھانا ہے
جس رنگ میں ہو جی لینا ہے جس حال میں ہو مرجانا ہے
آؤ تو کسی دن مل جل کر اس گتھی کو سلجھانا ہے
جینے سے کیا دلچسپی ہے مرنے سے کیا گھبرانا ہے
جس شوخ کو وعدے کرکے مجھے امیدوں میں الجھانا ہے
کس عالم سے لائے ہیں یہاں اور کس عالم میں جانا ہے
تصویرِ خیالی سے ان کی اب مجھ کو دل بہلانا ہے
بیٹھو تو ذرا کچھ بات کریں یہ کیا آنا کیا جانا ہے

ہر بات میں دعویٰ کر لینا دراصل قمسر نادانی ہے
جو اپنی حقیقت کو سمجھے وہ عاقل ہے وہ دانا ہے

اردو سروس

پہلی مجلس

میڈیم ویو : ۴۲۷،۳ میٹر (۷۰۲۱ کلو ہرٹز) ۲۱۰،۱ میٹر (۱۰۷۱ کلو ہرٹز)

شارٹ ویو : ۴۱،۷۴ میٹر (۷۱۵۵ کلو ہرٹز)

دوسری مجلس

میڈیم ویو : ۴۲۷،۳ میٹر (۷۰۲۱ کلو ہرٹز) ۲۱۰،۱ میٹر (۱۰۷۱ کلو ہرٹز)

شارٹ ویو : ۳۱،۰۱ میٹر (۹۶۷۵ کلو ہرٹز)

تیسری مجلس

میڈیم ویو : ۴۲۷،۳ میٹر (۷۰۲ کلو ہرٹز)

شارٹ ویو : ۱۹،۰۵ میٹر (۳۲۹۵ کلو ہرٹز)

پہلی مجلس

صبح

۶-۱۵ صبح گاہی
۶-۲۰ [illegible]
۶-۲۵ شہر [illegible]
۷-۰۰ شمع فروزاں
۷-۰۵ پرانی فلموں سے
۷-۳۰ ساز سنگیت
۷-۴۵ گذشتہ شب ۹-۰۰ بجے کی
مکرر نشریات
۷-۵۵ پروگراموں کا خلاصہ
۸-۰۰ آپ کی فرمائش
۸-۲۰ تاریخ ساز
۸-۲۵ آپ کی فرمائش (جاری)
۹-۰۰ آج کی بات
(بجز جمعہ اور اتوار)
آؤ بچو! (جمعہ اور اتوار)
۹-۰۵ آپ کی فرمائش (جاری)
۹-۱۵ لوک گیت
(بجز جمعہ اور اتوار)
آؤ بچو! (جاری)
جمعہ اور اتوار
۹-۳۰ خبروں کا خلاصہ
۹-۳۲ کلاسیکی موسیقی
(پیر، منگل، بدھ)
ہلکی کلاسیکی موسیقی
(جمعرات اور ہفتہ)
آپ کے خط آپ کے گیت
(جمعہ)
چلتے چلتے (اتوار)
۱۰-۰۰ اختتام

دوسری مجلس

دوپہر

۲-۰۰ پروگراموں کا خلاصہ
۲-۰۲ خبروں کا خلاصہ
۲-۰۷ آپ کا خط ملا (اتوار)
نغمہ و صدا (I پیر)
میری نظر میں (II، IV پیر)
نگاہِ انتخاب (III، V پیر)
بھکتی گیت (منگل)
سپتہ رس (بدھ)
گیت سے گیت (جمعرات)
مشاعرہ (I جمعہ)
سات سوال (II، IV جمعہ)
ایک ہی فلم سے (III، V جمعہ)
بھولے بسرے گانے
(I، III، V ہفتہ)
شعر ہمارے گیت آپ کے
(II، IV ہفتہ)
۲-۳۰ فلمی کورس (I اتوار)
محفل (II اتوار)
گیتوں بھری کہانی
(III اتوار)
غیر فلمی غزلیں (IV اتوار)
نئی فلموں سے (V اتوار)
نغمہ و صدا (I پیر)
نگاہِ انتخاب
(III، V پیر)
ڈرامہ
(تیسری مجلس کے ڈرامہ کے
مکرر نشریات)
(II، IV پیر)
نئی نسل نئی روشنی (منگل)
بزمِ خواتین (بدھ اور ہفتہ)
رنگِ نو (I جمعرات)
رفِ غزل
(II، IV، V جمعرات)
ڈرامہ (III جمعرات)
مشاعرہ (I جمعہ)
فیچر (III، V جمعہ)
فلمی دنیا (II، IV جمعہ)
۳-۰۰ فلمی قوالیاں
(I، III اتوار)
قوالیاں (II، IV، V اتوار)
سازوں پر موسیقی (پیر)
میری پسند (منگل)
رنگا رنگ (منی ڈرامہ)
(I، V بدھ)
مادھوری ... گیت
(II، IV بدھ)
ایک فنکار (III بدھ)
قوالیاں (I، V جمعرات)
راگ رنگ (II، IV جمعرات)
ڈرامہ (جاری)
(III جمعرات)
کہکشاں (جمعہ)
پھر سنیئے
(روبرو کی مکرر نشریات)
(ہفتہ)
۳-۳۰ آپ کی پسند
۴-۰۰ جہاں نما
(بجز اتوار اور تعطیل)
آپ کی پسند (جاری)
(اتوار و تعطیل)
۴-۱۰ آپ کی پسند (جاری)
۴-۳۰ تبصرہ / پارلیمانی ہفتہ
۴-۳۵ آپ کی پسند (جاری)
۴-۵۰ خبریں
۵-۰۰ اختتام

تیسری مجلس

رات

۸-۰۰ خبریں
۸-۱۰ پروگراموں کا خلاصہ
۸-۱۵ ہفتہ کا نغمہ
۸-۲۰ جہاں نما (مکرر نشریات)
(سوائے II ہفتہ و تعطیل اور اتوار)
سازوں پر موسیقی
(II ہفتہ و تعطیل)
منظر پس منظر
(I، III، V اتوار)
پاکستانی اخباروں سے
(II، IV اتوار)
۸-۳۰ حُسنِ غزل
۸-۴۵ فلمی دوگانے
۹-۰۰ کتابوں کی باتیں (اردو)
(I، III اتوار)
کتابوں کی باتیں (دیگر زبانیں)
(II اتوار)
رسائل و جرائد (IV اتوار)
اردو دنیا (V اتوار)
کلامِ شاعر (پیر)
تقریر (منگل)
شہر نامہ (I، III بدھ)
دلی ڈائری (II، IV بدھ)
شہپارے (V بدھ)
کھیل کے میدان سے
(جمعرات)
تقریر (جمعہ)
ریڈیو نیوز ریل (ہفتہ)
۹-۱۰ آبشار
۹-۳۰ کجرا بن کارے (اتوار بدھ)
پنجابی نغمے (پیر)
علاقائی نغمے (منگل)
ساز اور آواز (جمعرات)
ایک راگ کئی روپ
(I، III، V جمعہ)
کہانی سنگیت کی
(II، IV جمعہ)
نغماتِ وطن (ہفتہ)
۹-۴۵ خبریں
۹-۵۵ تبصرہ
۱۰-۰۰ ڈرامہ (اتوار)
فیچر (I پیر)
اظہارِ خیال (II پیر)
نغمہ و تبسم (III پیر)
دریچہ (IV پیر)
شکریے کے ساتھ
(V پیر)
جواباً عرض ہے (I منگل)
سائنس میگزین
(II، V منگل)

کھیل کھلاڑی (III منگل)
مشاعرہ (IV منگل)
افسانہ
(I، III بدھ)
حفظانِ صحت (II بدھ)
ہم سے پوچھیے (IV بدھ)
صدائے رفتہ (V بدھ)
ادبی نشست
(I، III جمعرات)
آئینہ (II، IV جمعرات)
ماضی کے دیار (V جمعرات)
روبرو (جمعہ)
نئی نسل نئی روشنی (ہفتہ)

۱۰-۱۵ خدا کے لیے شکریہ
(صرف بدھ)
۱۰-۳۰ تعمیلِ ارشاد
۱۱-۰۰ خبروں کا خلاصہ
۱۱-۰۵ تعمیلِ ارشاد (جاری)
۱۱-۲۵ شمعِ فروزاں (دوبارہ)
۱۱-۳۰ بزمِ موسیقی
۱۲-۰۰ خبریں
۱۲-۰۵ بزمِ موسیقی (جاری)
۱۲-۳۰ قوالیاں
۱۲-۵۸ آئندہ روز کی تمنوں مجالس کے پروگراموں کا خلاصہ
۱-۰۰ اختتام

ہفتہ ۱۶ فروری

صبح
۵-۴۵ صبح گاہی
نعت، قوالی، شبد اور بھجن
(روزانہ سوائے جمعہ)
۶-۲۵ شہرِ صبا
شانتی ماتھر : عزیز وارثی
اور ایم ایل طھوترا کا کلام
شبیر حسین
جگر اور داغ کا کلام
۷-۳۰ استاد شکور خاں مرحوم
سارنگی پر راگ رام کلی
۹-۳۲ الابھوگ
ٹھمری جوگیہ : دادرہ جوگیہ

دوپہر
۲-۰۷ ملے جلے گانے
۲-۳۰ بزمِ خواتین
تقریر : فن اور فنکار
(تشور نامید) از صبا نسیم
غزل
خطوں کے جواب
۳-۰۰ پھر سینیے

رات
۸-۱۵ ہفتے کا نغمہ (روزانہ)
۸-۳۰ حسنِ غزل
طلعت عزیز : غزلیں
۸-۴۵ فلمی دوگانے (روزانہ)
۹-۰۰ ریڈیو نیوز ریل
۱۰-۳۰ نغمۂ وطن
۱۰-۰۰ نئی نسل نئی روشنی
مشاعرہ
شرکاء : زکی طارق
ظفر مرادآبادی، شوکت علی
سرور حسین سرور، اقبال فردوس
ابوطالب طالب اور
عبدالصمد خاں
۱۱-۰۰ بزمِ موسیقی
بھیم سین جوشی
خیال پوریا کلیان
استاد شکور خاں مرحوم
سارنگی پر راگ مارو بیہاگ
۱۲-۳۰ قوالیاں (روزانہ)

اتوار ۱۷ فروری

صبح
۶-۲۵ شہرِ صبا
ششی لتا ورک
مجاز اور مخدوم کا کلام
تاج احمد
مجروح، مجاز اور غالب کا کلام
۷-۳۰ راجندر پرسنا
بانسری پر راگ بیراگی
۹-۰۰ آؤ بچو!
آؤ کہانی سنیں
کہانی از پربھو دیال کھتر
گیت
بچوں کی دنیا
بچوں کے خط
۹-۳۲ چلتے چلتے

دوپہر
۲-۰۷ آپ کا خط ملا
۲-۳۰ گیتوں بھری کہانی
کارواں گزر گیا
تحریر : رئیس صدیقی
پیشکش : پریم ووہرہ
۳-۰۰ فلمی قوالیاں

رات
۸-۳۰ حسنِ غزل
ششی لتا ورک
ساحر ہوشیارپوری، شہریار، پرویز اور پریم وار برٹنی کا کلام
۹-۰۰ کتابوں کی باتیں (اردو)
۹-۳۰ گجربن کارے
بابو خاں : ٹھمری کھماج
۱۰-۰۰ ایک اور عدالت : ڈرامہ
تحریر : ڈاکٹر ہری مہتہ
پیشکش : ستدرشن کمار
۱۱-۳۰ بزمِ موسیقی
بی آر دیودھر
خیال بیہاگ اور
خیال مالکونس
راجندر پرسنا
بانسری پر راگ مالکونس

پیر ۱۸ فروری

صبح
۶-۲۵ شہرِ صبا
اُرملا وڈھیرہ
نذیر بنارسی، چکبست
اور میر تقی میر کا کلام
اسکرن شرما
غالب اور داغ کا کلام
۷-۳۰ شری کشن شرما
گٹار پر راگ چارو کیشی
۹-۳۲ گنگو بائی ہنگل
خیال میاں کی توڑی

دوپہر
۲-۰۷ نگاہِ انتخاب
راجندر پرسنا
بانسری پر دھن پیلو
پرکاش سچدیوا
گٹار پر دھن

رات
۱-۳۰ حسنِ غزل
اُرملا وڈھیرہ
رام کشن مضطر اور
غالب کا کلام
۹-۰۰ کلامِ شاعر : از غفران اشرفی
(آل انڈیا ریڈیو پٹنہ)
۹-۳۰ پنجابی نغمے
۱۰-۰۰ نغمہ و تبسم
۱۱-۳۰ بزمِ موسیقی
گنگو بائی ہنگل : خیال شنکرہ
کشن شرما
گٹار پر راگ ایمن کلیان

منگل ۱۹ فروری

صبح
۶-۲۵ شہرِ صبا
اوشا ٹنڈن : جگر اور
فیروز نظامی، وررا زالہ آبادی
کا کلام
سعادت بن اشرف
خمار بارہ بنکوی اور
ریاض خیرآبادی کا کلام
۷-۳۰ پی ڈی سپت رشی
وائلن پر راگ جون پوری
۹-۳۲ گنگا پرساد پاٹھک
راگ رام کلی میں خیال اور ترانہ

دوپہر
۲-۰۷ بھکتی گیت
۲-۳۰ نئی نسل نئی روشنی
مباحثہ
نئی نسل نئی قدریں
شرکاء : سیما گل، انیس احمد خاں
انتظار مرزا اور رادھو بیکا کوشک
لوک گیت (کورس)
۳-۰۰ میری پسند

رات
۸-۳۰ حسنِ غزل
اے۔ ہری ہرن : غزلیں
۹-۰۰ تقریر
۹-۳۰ علاقائی نغمے
۱۰-۰۰ کھیل کھلاڑی
۱۱-۳۰ اور ۱۲-۰۵
بزمِ موسیقی

گنگا برساد پاٹھک
خیال کیدارا
پی ڈی سیپت رشی
وائلن پر راگ درباری

بدھ ۲۰ فروری

صبح

۶-۲۵ شہر صبا
وینا بخشی : فیض، فراق
اور مومن کا کلام
ولایت حسین ساغر
خمار بارہ بنکوی اور
شمیم جے پوری کا کلام
۷-۳۰ جگنا تھ اور ساتھی
شہنائی پر راگ اہیر بھیرو
۹-۳۲ غلام تقی خاں
خیال دیسی توڑی

دوپہر

۲-۰۷ سب رس
افسانہ : تحریر : عائشہ افضل
گیت
دسترخوان
۳-۰۰ ایک فنکار

رات

۸-۳۰ حسن غزل
ولایت حسین ساغر
شاد عظیم آبادی کا کلام
۹-۰۰ شہر نامہ
۹-۳۰ گجر بن کا رے
۱۰-۰۰ افسانہ
۱۱-۳۰ اور ۰۵-۱۲
بزم موسیقی

غلام تقی خاں : خیال چندر کونس
جگنا تھ اور ساتھی
شہنائی پر راگ چندر کونس

جمعرات ۲۱ فروری

صبح

۶-۲۵ شہر صبا
شنو بھنا راؤ : فراق، شفیق
اور مجروح کا کلام
صلاح الدین احمد
جاں نثار اختر اور فیض احمد فیض
کا کلام
۷-۳۰ عزت حسین خاں
ستار پر راگ میاں کی توڑی
۹-۳۲ کومل سنگھ
ٹھمری بھیروی : دادرہ بھیروی

دوپہر

۲-۰۷ گیت سے گیت
۲-۳۰ فیولی : ڈرامہ
تحریر : ڈاکٹر گووند چاتک
پیشکش : پریم دوہرہ

رات

۸-۳۰ حسن غزل
شوبھنا راؤ : جاں نثار اختر اور
شکیل بدایونی کا کلام
۹-۰۰ کھیل کے میدان سے
۹-۳۰ ساز اور آواز
۱۰-۰۰ ادبی نشست
زبان میں محاورے کی اہمیت
(مباحثہ)
شرکا : ڈاکٹر مسعود حسین خاں
ڈاکٹر نامور سنگھ، شمیم حسن خاں
امیر اللہ شاہین
۱۱-۳۰ اور ۰۵-۱۲
بزم موسیقی
بسو راجگرو : خیال ہنڈول
عزت حسین خاں
ستار پر راگ جوگ

جمعہ ۲۲ فروری

صبح

۵-۴۵ صبح گاہی
تلاوت قرآن معہ تشریح
نعت
نعتیہ قوالی

۶-۲۵ شہر صبا
شیلا دھر : مومن اور
غالب کا کلام
احمد حسین بھیر تقی میر اور
غالب کا کلام
۷-۳۰ رادھیکا موہن موئترا
سرود پر راگ اہیر بھیرو
۹-۰۰ آؤ بچو
آرمی پبلک اسکول کے
بچوں کا ورائٹی پروگرام
۹-۳۲ آپ کے خط آپ کے گیت

دوپہر

۲-۰۰ سات سوال
۲-۳۰ فلمی دنیا
۳-۰۰ کہکشاں

رات

۸-۳۰ حسن غزل
شیلا دھر : مخدوم محی الدین
اور فیض احمد فیض کا کلام
۹-۰۰ تقریر
۹-۳۰ کہانی سنگیت کی
۱۰-۰۰ روبرو
۱۱-۳۰ اور ۰۵-۱۲
گنیش رام چندر بہرا بوا
خیال ملہوہ کیدار
رادھیکا موہن موئترا
سرود پر راگ چھایا

ہفتہ ۲۳ فروری

صبح

۶-۲۵ شہر صبا
پربتی چاولہ : فیض احمد فیض
اور غالب کا کلام
اقبال قریشی : داغ اور
زبیر رضوی کا کلام
۷-۳۰ لطیف احمد
طبلے پر روپک تال
۹-۳۲ پنڈت مہادیو مشرا
ٹھمری بھیروی اور
دادرہ بھیروی

دوپہر

۲-۰۷ شعر ہمارے گیت آپ کے
۲-۳۰ بزم خواتین
ان سے ملیے
(ایک بنک منیجر سے ملاقات)
غزل
خطوں کے جواب
۳-۰۰ پھر سنیے

رات

۸-۳۰ حسن غزل
شمن کلیان پور : غزلیں
۹-۰۰ ریڈیو نیوز ریل
۹-۳۰ نغمۂ وطن
۱۰-۰۰ نئی نسل نئی روشنی
فیچر : میری مشغولیت
خلوص نامہ
۱۱-۳۰ اور ۰۵-۱۲
بزم موسیقی
ہلال احمد خاں، نصیر احمد خاں
خیال درباری
لطیف احمد : طبلے پر تین تال

اتوار ۲۴ فروری

صبح

۶-۲۵ شہر صبا
قمر جہاں : جاں نثار اختر
امیر احمد خسرو اور رشید تمکنت
کا کلام
لچھمن داس سدھو
بشیر بدر اور بیدم شاہ وارثی
کا کلام
۷-۳۰ احمد رضا : وچتر وینا پر
راگ اہیری
۹-۳۲ چلتے چلتے

دوپہر

۲-۰۷ آپ کا خط ملا
۲-۳۰ اور ۰۰-۳
غیر فلمی قوالیاں

رات

۸-۳۰ حسن غزل
لچھمن داس سدھو
جگر اور حسرت موہانی
کا کلام
۹-۰۰ رسائل و جرائد
۹-۳۰ گجر بن کا رے
مظہر علی خاں، جاوید علی خاں
ٹھمری پہاڑی
۱۰-۰۰ ڈرامہ
۱۱-۳۰ اور ۰۵-۱۲
بزم موسیقی

کرشنا راؤ شنکر پنڈت
خیال کونس اور ٹپہ کافی
احمد رضا : وچتر وینا پر
راگ شری رنجنی

پیر ۲۵ فروری

صبح

۶-۲۵ شہر صبا
انجلی بوس : فیض احمد فیض

اور شکیل کا کلام
معین الدین : شمیم جے پوری
ہاشم لکھنوی اور
فاخرہ کا کلام
۷-۳۰ چنتامنی جین : جل ترنگ پر
راگ دیشی کار
۹-۳۲ غلام صادق خاں : خیال بھٹیار

دوپہر

۲-۰۰ میری نظر میں
۲-۳۰ ڈرامہ
۳-۰۰ احمد رضا
وچترو ینا پر راگ بھیم پلاسی
چنتامنی جین
جل ترنگ پر برندہ بنی سارنگ

رات

۸-۳۰ حسن غزل
انجلی بوس : ذوق اور
مومن کا کلام
۹-۰۰ کلام شاعر
از قیصر شمیم
(آل انڈیا ریڈیو کلکتہ)
۹-۳۰ بنگالی نغمے
۱۰-۰۰ دریچہ
۱۱-۳۰ اور ۱۲-۰۵
بزم موسیقی
غلام صادق خاں : خیال بہاگ
چنتامنی جین
جل ترنگ پر راگ ایمن اور
مال کونس

منگل ۲۶ر فروری

صبح

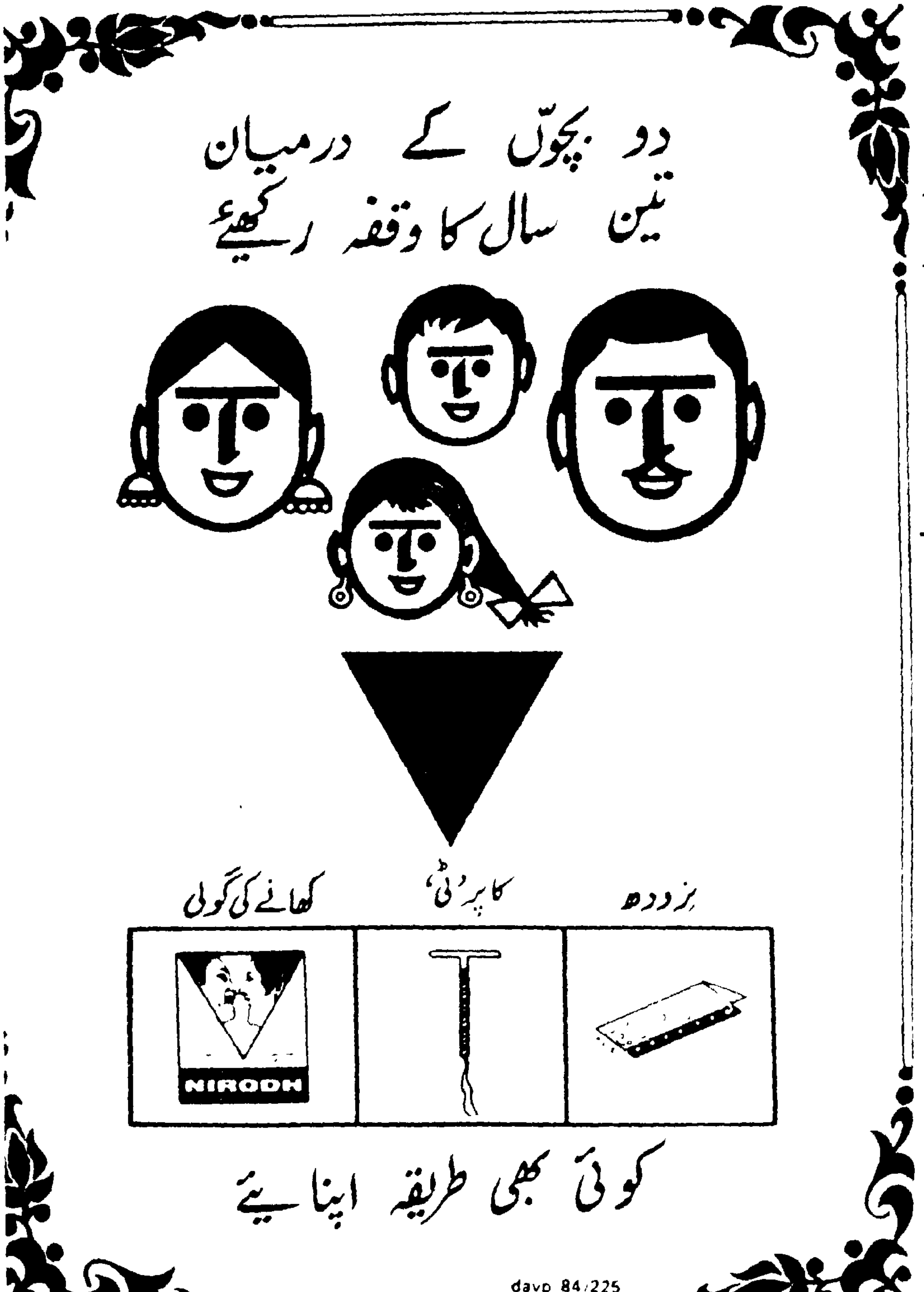
۶-۲۵ شہر صبا
پشپا رانی : حسرت موہانی
اور فانی کا کلام
جلال احمد : حسن نعیم اور
مخدوم محی الدین اور فیض احمد فیض
کا کلام
۷-۳۰ بھگوان داس
سنتور پر راگ بسنت مکھاری
ہیرا بائی بڑودکر
خیال للت

دوپہر

۲-۰۰ بھکتی گیت
۲-۳۰ نئی نسل نئی روشنی
نابینا طالب علموں کے اسکول
کے ذریعہ پیش کردہ
ایک ڈرامائی پروگرام
۳-۰۰ میری پسند

رات

۸-۳۰ حسن غزل
شاملہ سنگھ : غزلیں
۹-۰۰ تقریر
۹-۳۰ علاقائی نغمے
۱۰-۰۰ مشاعرہ : بزم سخن
شعرا : ابن عامد، اظہر عزیز
عزیز وارثی ، حنیف سیفی
مظہر سنفی ، گلزار زتشی دہلوی
۱۱-۳۰ اور ۱۲-۰۵
بزم موسیقی
ہیرا بائی بڑودکر
(آگے ص ۴۱ پر)



دھلی

میڈیم ویو
دہلی الف ۳۶۶،۳ میٹر ۸۱۹ کلو ہرٹز
دہلی ب ۵۰،۵ ۴۵ میٹر ۶۶۶ کلو ہرٹز
دہلی ج ۱۳، ۲۱۹ میٹر ۱۳۶۸ کلو ہرٹز
دہلی د ۲۹۳،۹ میٹر ۱۰۱۷ کلو ہرٹز

شارٹ ویو
صبح ۰۰-۸ تک ۱۹،۱۵ میٹر ۱۵۳۶۵ کلو ہرٹز
صبح ۱۵-۸ کے بعد ۴۸،۴۷ میٹر ۶۱۹۰ کلو ہرٹز
دوپہر ۴۸،۴۷ میٹر ۶۱۹۰ کلو ہرٹز
شام ۴۵-۵ تک ۴۸،۴۷ میٹر ۶۱۹۰ کلو ہرٹز
شام ۰۰-۶ سے رات تک ۱۵، ۸۹ میٹر ۳۳۶۵ کلو ہرٹز

خبریں

دھلی 'الف'
ھندی / انگریزی: صبح ۰۰-۶ (عالمی)
ھندی: صبح ۰۰-۸، ۰۰-۱۱ دوپہر ۰۰-۱، ۱۰-۲ شام ۰۰-۵ صوبائی شام ۰۵-۶، ۵۰-۷ (علاقائی)
رات ۴۵-۸، ۰۵-۱۱ (عالمی) انگریزی: دوپہر ۰۰-۱۲
سنسکرت: صبح ۰۰-۷، شام ۱۰-۶ اردو: صبح ۴۰-۸، دوپہر ۵۰-۱ اور رات ۱۵-۹ (خبریں اور تبصرہ) پنجابی: دوپہر ۴۰-۱
دھلی 'ب': ھندی: دوپہر ۴۵-۲ (دھیمی رفتار سے)
انگریزی: صبح ۱۰-۸، ۰۰-۱۰ دوپہر ۰۰-۱، ۲۰-۲ (دھیمی رفتار سے) شام ۰۰-۴، ۰۰-۶، ۰۰-۹، ۰۰-۱۱ (عالمی)
پنجابی: صبح ۳۰-۸ شام ۳۰-۷ ھندی نیوزلیٹر: صبح ۰۰-۹ بجے
دھلی 'د': ھندی: شام ۳۰-۷ انگریزی: رات ۱۵-۹
کھیل کود: شام ۰۰-۷ (ہندی) رات ۰۰-۸ (انگریزی)

مقررہ پروگراموں کے لیے "آواز" شمارہ یکم فروری دیکھیے

شاستریہ سنگیت

گائن

شانتی ہیرانند۔ ٹھمری اور دادرا: صبح ۱۰-۸ اور
رات ۰۰-۹ (الف)
سہپہر ۳۰-۳ (ب) ۱۶ رفروری
وشوناتھ: صبح ۳۰-۱۱ (الف) ۱۶ رفروری
نواب خاں: رات ۰۰-۹ (الف) اور
شام ۳۰-۳ (ب) ۱۷ رفروری
ڈاگر بندھو: صبح ۱۰-۸ اور
شام ۴۰-۵ اور
رات ۰۰-۹ (الف) ۱۸ رفروری
سنیتا سکینہ: صبح ۳۰-۱۱ (الف) ۱۸ رفروری
اجیت سنگھ پینتل: صبح ۰۲-۱۱ (الف)
صبح ۳۰-۷ (ب) ۱۹ رفروری
اپراجتا گھوش (منگل شب کی محفل موسیقی): رات ۰۰-۱۰ (الف) ۱۹ رفروری
سلوچنا برہسپتی: صبح ۱۰-۸، ۳۰-۱۱
رات ۰۰-۹ (الف) ۲۰ رفروری
وجنتی بشاچاریہ: صبح ۰۲-۱۱ اور
رات ۰۰-۹ (الف) ۲۱ رفروری
پی۔ وی۔ پلسکر: صبح ۳۰-۷ (ب) ۲۱ رفروری
نینا دیوی (ٹھمری اور دادرا): صبح ۱۰-۸، ۳۰-۱۱
رات ۰۰-۹ (الف) ۲۲ رفروری
استاد فیاض خاں: صبح ۳۰-۷ (ب) ۲۲ رفروری
الہ بھومک: صبح ۰۲-۱۱ اور
شام ۴۰-۵ (الف) ۲۳ رفروری
امرناتھ: صبح ۱۰-۸
رات ۳۰-۹ اور
سہپہر ۳۰-۳ (ب) ۲۴ رفروری
واسدیو دیش پانڈے: صبح ۰۲-۱۱ اور
شام ۴۰-۵ (الف) ۲۵ رفروری
استاد عبدالکریم خاں: صبح ۳۰-۷ (ب) ۲۵ رفروری
پتا گنگولی (ٹھمری اور دادرا): رات ۰۰-۱۰ (الف) ۲۵ رفروری
سنگھ بندھو: صبح ۱۰-۸، ۳۰-۱۱
رات ۰۰-۹ (الف) ۲۶ فروری
مانک ورما: صبح ۳۰-۷ (ب) ۲۷ رفروری
مشتری بیگم (ٹھمری اور دادرا): صبح ۰۲-۱۱ اور
شام ۴۰-۵ (الف) ۲۷ رفروری
دیپالی ناگ: رات ۰۰-۱۰ (الف) ۲۷ رفروری
یوگیندر پٹیل: صبح ۱۰-۸ اور
رات (الف) ۲۸ رفروری
بابا نعیم احمد: صبح ۳۰-۱۱ (الف) ۲۸ رفروری

ساز سنگیت

ستار

دیوی کرشنا: صبح ۳۰-۱۱ (الف)
سہپہر ۳۰-۳ (ب) ۱۶ رفروری
مظفر احمد خاں: صبح ۱۰-۸ اور
رات ۰۰-۱۰ (الف) ۲۱ رفروری
شیل کانت سکسینہ: صبح ۳۰-۱۱ ۲۳ فروری
شرمشٹھا سین: صبح ۰۰-۱۰ (الف) ۲۴ فروری
دیوبرت چودھری: صبح ۱۰-۸، ۳۰-۱۱ اور
رات ۰۰-۹ (الف) ۲۷ رفروری
اوپم مہاجن: صبح ۰۲-۱۱ (الف)
صبح ۳۰-۷ (ب) ۲۸ رفروری

بانسری

پرکاش وڈھیرا: رات ۰۰-۱۰ (الف) ۱۸ رفروری
وجے راگھوراؤ: صبح ۳۰-۷ (ب) ۲۰ رفروری
شری پد کھدری (منگل شب کی محفل موسیقی): رات ۰۰-۱۰ (الف) ۲۶ رفروری

سرود

آیندر کمار موئترا: صبح ۱۰-۸ اور
رات ۳۰-۹ (الف) ۱۷ رفروری
استاد علاء الدین خاں: صبح ۳۰-۷ (ب) ۱۸ رفروری
سنیل مکرجی: صبح ۱۰-۸ اور
رات ۰۰-۹ (الف)
سہپہر ۳۰-۳ (ب) ۲۳ رفروری
اشوک کمار رائے: صبح ۰۲-۱۱ (الف)
صبح ۳۰-۷ اور
سہپہر ۳۰-۳ (ب) ۲۴ رفروری

شہنائی

ستیش پرکاش قمر: صبح ۰۲-۱۱ اور
شام ۴۰-۵ (الف) ۱۶ رفروری
اننت لال اور ساتھی: رات ۰۰-۱۰ (الف) ۲۰ رفروری

اللہ خاں : صبح ۳۰-۷ (ب) ۲۲ فروری

اشنکر اور ساتھی : صبح ۱۰-۸ اور
رات ۰۰-۹ (الف)
سہ پہر ۳۰-۳ (ب) ۲۵ فروری

—— وچتر وینا ——

گوپال کرشن : صبح ۱۰-۸ اور
رات ۰۰-۹ (الف)
سہ پہر ۳۰-۳ (ب) ۱۹ فروری

—— دتاتریہ وینا ——

ڈی۔ آر۔ پاروتیکر : صبح ۳۰-۱۱ (الف) ۲۱ فروری

—— وائلن ——

پنڈت روی شنکر : صبح ۳۰-۱۱ (الف) ۲۱ فروری

—— جل ترنگ ——

جگدیش موہن : صبح ۰۲-۱۱ اور
شام ۴۰-۵ الف ۲۰ فروری

—— سنتور ——

سدھیر گوتم : صبح ۰۲-۱۱ اور
شام ۴۰-۵ (الف) ۲۲ فروری

—— چنتن ——

کامتا مہاراج (طبلہ) اور
ہنومان پرساد مشرا (سارنگی) : رات ۰۰-۱۰ (الف) ۲۴ فروری

سُگم سنگیت

—— صبح ۴۵-۶ اور ۴۵-۸ (ب) ——

او۔ پی۔ کپور	:	۱۷ فروری
نجلی برتی	:	۱۸ فروری
اندر نرائن	:	۱۹ فروری
سودیش سنہا	:	۲۰ فروری
رجنی دوبے	:	۲۱ فروری
دینا ناتھ	:	۲۲ فروری
صلاح الدین احمد	:	۲۴ فروری
بدیا بھٹا چاریہ	:	۲۵ فروری
ٹی۔ ایچ۔ ساگر	:	۲۶ فروری
سرلا کپور	:	۲۷ فروری
ہریش بھاردواج	:	۲۸ فروری

ناٹک اور جھلکی

من پھولا پھولا پھرے
از : رام سرن شرما : دوپہر ۱۵-۲ (الف) ۱۷ فروری اور
رات ۰۰-۸ (الف) ۲۰ فروری

دو دوست
بیراگ تھامے اناؤ کے منی پور
ڈرامہ کا ہندی ریڈیو روپانتر

سدیانشر لال ریکا رساتجاؤ پے دیوی : دوپہر ۳۰-۱۲ (الف) ۱۹ فروری
سپے اب من کی واپسی (ناٹک)
از : شریمتی منیال پانڈے : رات ۳۰-۹ (الف) ۲۲ فروری اور
دوپہر ۳۰-۲ (الف) ۲۴ فروری

اک ہوک سی دل میں اٹھتی ہے
از : حضرت آوارہ
وحشی روشنی (ناٹک)
از : اونکار ناتھ تری واستو : رات ۳۰-۹ (الف) ۲۶ فروری
اکھل بھارتیہ ناٹک کاریہ کرم : رات ۳۰-۹ (الف) ۲۸ فروری

تقریر، انٹرویو (ہندی اور انگریزی)

دلی کا چیلنج : انچل۔ منگول پوری
پرمبنی اسپاٹ انٹرویو پروگرام : صبح ۳۰-۷ الف ۱۷ فروری
آج کے اتیتھی
انٹرویو (ہندی) : رات ۱۵-۸ الف ۱۷ اور ۲۴ فروری

> ہندوستان کی کہانی
> پنڈت جواہر لال نہرو کی تصنیف ڈسکوری آف انڈیا
> کا قسط وار نشریہ روزانہ صبح ۵۰-۷ (ب) (ہندی)
> ۱۷ فروری سے ۲۹ فروری

آرگیسٹ ٹو نائیٹ
انٹرویو (انگریزی) : رات ۴۰-۹ (ب) ۱۷ فروری اور
۲۴ فروری
سنسکرت شکشا پاٹھ نمبر ۱۱۶ : شام ۲۰-۵ (الف) ۱۷ فروری
اکھل بھارتیہ وارتا کاریہ کرم (ہندی) : رات ۳۰-۹ (الف) ۱۸ فروری اور
۲۵ فروری

انڈین آرکیٹکچر تھرو دی ایجز
ٹمپل آف انسینٹ انڈیا
تقریر (انگریزی) : رات ۳۰-۹ (ب) ۱۸ فروری
سوررویلا
کوی ہری اودھ کی رچناؤں کا
سسوَر پاٹھ : صبح ۳۰-۷ (الف) ۱۹ فروری
اُدیوگ منڈل
پروگرام انڈسٹریل ورکرز : رات ۰۰-۸ (الف) ۱۹ فروری اور
۲۶ فروری

سمسیا اور وچار : بڑھتی سنکھیا
سننے والوں کی رائے : رات ۱۵-۸ (الف) ۱۹ فروری
اکھل بھارتیہ وارتا کاریہ کرم (انگریزی) : رات ۳۰-۹ (ب) ۱۹ فروری اور
۲۶ فروری

چرچا کا وشے ہے : مباحثہ (ہندی)
این امپارٹینٹ ٹاپک آف دی ڈے : رات ۳۰-۹ (الف) ۲۰ فروری اور
۲۷ فروری

ٹیکنولوجی ایکسپرٹس ٹو تھرڈ ورلڈ کنٹریز



اے ایف ایس تلیار خاں، کھیلوں کے مشہور مبصر اور نقاد ہر بدھ کو صبح ساڑھے سات بجے نشر ہونے والا کھیلوں کا ہفتہ وار پروگرام پیش کرتے ہوئے۔

تقریر (انگریزی) : رات ۳۰-۹ (ب) ۲۰ فروری
بھارت بھارتی : صبح ۳۰-۷ (الف) ۲۱ فروری
سنسکرت شکشا پاٹھ نمبر ۱۱۷ : شام ۰۰-۵ (الف) ۲۱ فروری
اوکن، انٹرویو پر مبنی پروگرام (ہندی) صبح ۰۲-۷ (ب) ۲۲ فروری
گاندھی چرچا۔ گاندھی جی کے وچار (یوم)
پر یہ بھجن پر مبنی پروگرام : رات ۰۰-۵ (الف) ۲۲ فروری
سانسکرت میکشا
ہندی : صبح ۳۰-۷ (الف) ۲۳ فروری

ساہتیکی
ادبی میگزین پروگرام (ہندی)
(۱) پستک سماچار
ڈاکٹر رتن لال شرما
(۲) پتر پتریکاؤں سے
دشنو سروپ سکسینہ : صبح ۰۲-۷ (ب) ۲۴ فروری
اپنی نگری۔ اسپاٹ ریکارڈنگ
انٹرویوز (ہندی) : صبح ۱۵-۹ (ب) ۲۴ فروری
سنسکرت شکشا پاٹھ نمبر ۱۱۷ : شام ۲۰-۵ (الف) ۲۴ فروری
رپورٹ (۷) پانچ
ایٹنگ آؤٹ ان دہلی : رات ۳۰-۹ (ب) ۲۵ فروری

سوررویلا
دھرمیندر گپتا کا کاویہ پاٹھ : صبح ۳۰-۷ (الف) ۲۶ فروری
فلم چرچا : فلموں پر چرچا : رات ۱۵-۸ (الف) ۲۶ فروری
عام آدمی اور قانون
بلات کار سمبندھی قانون
تقریر (ہندی) : رات ۱۵-۸ (الف) ۲۸ فروری
ٹاکنگ آباؤٹ بکس
تبصرہ (انگریزی) : رات ۳۰-۹ (ب) ۲۸ فروری

لکھنؤ

میڈیم ویو : لکھنؤ 'الف' : ۲۴۷،۶ میٹر ۷۴۷ کلوہرٹز لکھنؤ 'ج' : ۲۳۴،۷ میٹر ۱۲۷۸ کلوہرٹز
شارٹ ویو : لکھنؤ 'ب' : صبح ۴۵-۷ تک ۹۳،۶۰ میٹر ۳۲۰۵ کلوہرٹز
صبح ۰۰-۸ بجے کے بعد ۴۱،۸۲ میٹر ۷،۱۶۱ کلوہرٹز
دوپہر ۴۱،۳۸ میٹر ۷،۲۵۰ کلوہرٹز
شام اور رات ۹۳،۶۰ میٹر ۳۲۰۵ کلوہرٹز

خبریں

ھندی اور انگریزی میں عالمی خبریں صبح ۰۰-۶ بجے
ھندی : صبح ۰۰-۸ بجے، دوپہر ۰۵-۱ اور ۱۰-۲ بجے، شام ۰۵-۶، رات ۴۵-۸ اور ۰۵-۱۱ بجے
انگریزی : صبح ۱-۸، دوپہر ۰۰-۱ بجے، رات ۰۰-۹ اور ۰۰-۱۱ بجے سنسکرت : صبح ۰۰-۷ بجے شام ۱۰-۶ بجے
اردو : صبح ۰۵-۸ بجے، رات ۱۶-۹ بجے نیوزلیٹر : (ہندی) صبح ۰۰-۹ بجے
علاقائی ۴۰-۲ بجے (اردو) صبح ۲۰-۷ بجے، شام ۲۰-۷ (ہندی) ضلع کی چٹھی : صبح ۰۵-۹ بجے

شاستریہ سنگیت

گائن

دھرمناتھ متہ : صبح ۱۰-۹ اور
رات ۳-۱۰ ۱۸ فروری
وملا کول : صبح ۱۰-۹ اور
رات ۳۰-۱۰ ۲۰ فروری
ایس اس اوستھی : صبح ۱۰-۹ اور
رات ۳۰-۱۰ ۲۳ فروری
ایس شکلا : صبح ۱۰-۹ ۲۸ فروری
معظم علی خاں رات ۳-۱۰ ۲۶ فروری

بانسری

محمد سمیع منتہ : صبح ۱۰-۹ اور
سہ پہر ۳۰-۴ ۱۶ فروری
موہن لال کوہر : صبح ۱۰-۹ ۱۹ فروری

ستار

اشوک مالوی : صبح ۱۰-۹ اور
رات ۳۰-۱۰ ۲۱ فروری
سراج الدین خاں : صبح ۱۰-۹ ۲۷ فروری

کلارینٹ

آر پی سکسینہ : صبح ۱۰-۹ اور
سہ پہر ۳۰-۴ ۲۳ فروری
معبود حسین : صبح ۱۰-۹ اور
رات ۳۰-۱۰ ۲۸ فروری

ساز سنگیت

پکھاوج

رام شنکر داس پاگل داس : صبح ۱۰-۹ اور
رات ۳۰-۱۰ ۲۵ فروری



آکاشوانی نجیب آباد
سے
نرن سنگم
(نوجوانوں کے لیے) نشر
ایک پروگرام میں
براڈ کاسٹ ایک مذاکرہ
پریم وواہ کیا سپھل ہوتے ہیں؟
کے شرکاء۔

سائنس پروگرام

وگیان چرچا
صبح ۰۵-۷ (الف)

کیموتھیراپی - تقریر ڈاکٹر سی جین ۱۶ فروری
کیمونکیشن ٹیکنالوجی - تقریر وی کے راجو ۲۰ فروری
سنتھیٹک بلڈ - تقریر ڈاکٹر یزدانی
دودھ میں ملاوٹ کیوں آتا ہے؟
تقریر ڈاکٹر سریش کے گپتا ۲۵ فروری
دیمک - تقریر ڈاکٹر وی پی اگروال ۲۷ فروری

گیان وگیان
شام ۰۵-۵ (الف)

وگیان سماچار - ڈاکٹر ملکیس کوشک ۱۶ فروری
ساؤنڈ ٹوچ مشین اور ریکارڈنگ پر مبنی وگیان پرستوتی
ڈاکٹر انتونشرما ۲۳ فروری

وگیان آلوک
رات ۱۵-۸ (الف)

وگیان سماچار ۲۰ فروری
جھلکی امل توسل ۲۷ فروری

کھیتی باڑی (گاؤں)
دوپہر ۳۰-۱۲ (الف)

پودے کیوں اور کیسے - تقریر ڈاکٹر اسکا دھاں ۲۰ فروری
یوگا - تقریر پیپاسین ۲۷ فروری

گھروں کے باہر (بن)
دوپہر ۳۰-۱۲ (الف)

گلڑی اولا - تقریر ڈاکٹر شمسی پیور ۲۱ فروری
سریا بین - تقریر سرمنی سنتوش چترویدی ۲۸ فروری

بچوں کے لیے پروگرام

گانے - چندرانی سکسینہ اور
بدر مخمور کے لکھے : شام ۰۵-۵ (الف) ۱۶ فروری
سہوگ کا مولنا تک
تحریر : ستیش بھوشن سیانگی : صبح ۰۰-۵ (الف) ۱۷ فروری
گستی کے گیت : شام ۰۵-۵ (الف) ۲ فروری
بلی - کتا - ملا جلا پروگرام شام ۰۵-۵ (الف) ۲۲ فروری
بچوں کے انوروردھ کے گیت : شام ۰۵-۵ (الف) ۲۳ فروری
بچوں کی سنگیت سبھا : صبح ۰۰-۹ (الف) ۲۴ فروری
ارملا ناگر کے گانے گیت : شام ۰۵-۵ (الف) ۲۷ فروری
چترینہ نرمان کی کہانیاں : شام ۴۰-۵ (الف) ۲۸ فروری

رامپور

۳۳۶٫۷ میٹر (۱۹۱ کلوہرٹز)

خبریں

ہندی انگریزی : صبح ۰۰-۶ (عالمی) ، ہندی : صبح ۰۰-۸ دوپہر ۰۵-۱ اور ۱۰-۲ شام ۰۵-۶ رات ۴۵-۸
انگریزی : صبح ۱۰-۸ دوپہر ۰۰-۲ رات ۰۰-۹ اردو : صبح ۵۰-۸ اور رات ۱۵-۹
سماچار پتر ہندی : صبح ۰۰-۹ ، ضلع کی چٹھی : صبح ۰۵-۹ ، پرادیشک سماچار : شام ۲۰-۷

سگم سنگیت

— غزلیں —

جمیل احمد : رات ۰۰-۸ ۲۱ رفروری

— قوالی —

محمد احمد خاں قوال اور ساتھی : دوپہر ۳۰-۱ اور
رات ۰۰-۸ ۲۸ رفروری

— لوک گیت —

کنس کمار : صبح ۲۱-۸ اور
دوپہر ۳۰-۲ ۱۸ رفروری

گیان وتی سکسینہ اور سکھیاں : صبح ۲۱-۸ اور
دوپہر ۳۰-۲ ۲۳ رفروری

چھابیت

منجو خاں اور ساتھی : رات ۳۰-۹ ۲۰ رفروری
شہزادے میاں اور ساتھی : رات ۳۰-۹ ۲۴ فروری

تقریر

کرشک پرستکنیر یوجنا
ایس بی چوہان : رات ۰۰-۷ ۱۷ رفروری
تحریک آزادی اور صحافت
شکیل الرحمن شمسی : رات ۴۵-۷ ۱۸ رفروری
توانائی کا تحفظ کیوں اور کیسے
ڈاکٹر این یو صدیقی : صبح ۳۰-۸ ۲۱ رفروری
مولانا آزاد ۔ ایک معمار وطن ۔
سردار ضیا : صبح ۳۰-۸ ۲۲ رفروری
کیسی یہ دور اور قانون
ایم ۔ اے ۔ صدیقی : رات ۰۰-۷ ۲۳ رفروری
ہم تو بازآئے مئے و میں تستورہ کر
رام پرکاش گوئل : دوپہر ۱۰-۱ ۲۴ رفروری
مولانا غوثی ۔ میری نظر میں
شبیر علی خاں شکیب : رات ۴۵-۷ ۲۵ رفروری

پریوار کلیان

ہمارا سماج پری ویش اور پریوار
تقریر : ڈاکٹر جی سی کل شریستو : دوپہر ۱۰-۱ ۱۷ رفروری
اچھنت سکشا کے لیے چھوٹا پریوار
تقریر : یو پی نہری واستو : دوپہر ۱۰-۱ ۱۶ رفروری
جھ روگ کی روک تھام اور اپچار
تقریر : ڈاکٹر رام داس پانڈے : شام ۳۰-۷ ۲۳ رفروری
بیٹا اور بیٹی میں بھید کتنا ہانی کر
تقریر : وجے شری واستو : دوپہر ۱۰-۱ ۲۷ رفروری

ناٹک رفیچر

منزل منزل ۔ تحریر خورشید مصطفی رضوی
پیش کش : محمد علی موج : صبح ۳۰-۸ ۱۸ رفروری
بڑے بابو (سلسلہ لکھو ناٹک)
مصنف آر کے رشمی : رات ۰۰-۸ ۱۹ فروری
اور ۲۶ رفروری
نیلا پردھلہ (سلسلہ وار فیچر)
مصنف چندر پرکاش آریہ : صبح ۴۵-۷ ۲۷ رفروری

بقیہ : اردو سروس

خیال باگیشوری اور ٹھمری
تلک کامود
بھگوان داس
سنتور پر راگ باگیشوری

بدھ ۲۷ رفروری

صبح
۲۵-۶ شہر صبا
سریندر کور
صبا افغانی کا کلام
محمد یعقوب : پارسا جے پوری
خمار بارہ بنکوی اور میر حسن میر
کا کلام
۳۰-۷ دیا شنکر اور ساتھی
شہنائی پر راگ بھٹیار
۳۲-۹ حسین بخش : خیال گن کلی
دوپہر
۳۰-۲ بزم خواتین
سنگھار
ایک بیوٹیشن کے ساتھ بات چیت
گیت
کام کی باتیں
۰۰-۳ یادیں بن گئیں گیت
رات
۳۰-۸ حسن غزل
سریندر کور
جگر مراد آبادی اور شکیل
کا کلام
۰۰-۹ دلی ڈائری
۳۰-۱۱ اور ۰۵-۱۲
بزم موسیقی
حسین بخش : خیال راگیشوری
دیا شنکر اور ساتھی
شہنائی پر راگ مدھیہ کونس

جمعرات ۲۸ رفروری

صبح
۲۵-۶ شہر صبا
اقبال بانو : داغ اور
فانی بدایونی کا کلام
چندن کمار داس
بشیر بدر اور حفیظ جالندھری
کا کلام
۳۰-۷ سرجیت کور
ستار پر راگ اہیر بھیرو
۳۲-۹ نینا دیوی
ٹھمری بھیرویں اور دادرہ
رات
۳۰-۸ حسن غزل
اقبال بانو
غالب کا کلام
۰۰-۹ کھیل کے میدان سے
۰۰-۱۰ آئینہ
۳۰-۱۱ اور ۰۵-۱۲
بزم موسیقی
اشتیاق حسین خاں مرحوم
خیال چھایا
سرجیت کور
ستار پر راگ چھایا

جالندھر چنڈی گڑھ

جالندھر: میڈیم ویو: ۴۲۷ء۳ میٹر ۷۰۲ کلو ہرٹز
۲۲۲ء۲ میٹر ۱۳۵۰ کلو ہرٹز
۳۴۳ء۶ میٹر ۸۷۳ کلو ہرٹز
چنڈی گڑھ: میڈیم ویو: ۲۰۹ء۶ میٹر ۱۴۳۰ کلو ہرٹز

خبریں

ہندی: صبح ۸-۰۰ دوپہر ۱-۰۵، ۲-۱۰، ۲-۴۵ (دھیمی رفتار سے) شام ۵-۰۰، ۶-۰۰، ۶-۲۰ (پرادیشک سماچار) رات ۸-۴۵، ۱۱-۰۵ پنجابی: صبح ۸-۳۰ دوپہر ۱-۴۰ شام ۶-۱۰ (پرادیشک سماچار) شام ۷-۳۰ انگریزی: صبح ۸-۱۰ دوپہر ۱-۰۰ رات ۹-۰۰ اور ۱۱-۰۰
اردو: صبح ۸-۵۰ دوپہر ۱-۵۰ رات ۹-۱۵ اور ۹-۲۵ تبصرہ روزگار سماچار: شام ۷-۴۰

روزانہ نشر ہونے والے پروگرام

جالندھر (الف)

صبح
۴-۲۵ بندے ماترم اور منگل دھونی
۶-۰۵ آرادھنا، بھگتی سنگیت
۶-۳۵ موسم اور کھیتی باڑی
۶-۴۰ پریچے، پروگراموں کا خلاصہ
۶-۴۵ آسا دی وار (اتوار)
۷-۰۵ امرت بودھ
۷-۳۰ رام چرت مانس (اتوار)
۹-۰۵ سامائیکی
۱-۰۵ فوجی بھائیوں کے لیے
۲-۰۰ موسم اور اُنت کھیتی
۲-۳۰ سگم سنگیت
شام
۵-۳۰ گوروانی وچار
۶-۰۰ مقامی اعلانات اور پروگراموں کا خلاصہ
۶-۱۰ پرادیشک خبریں (پنجابی)
۶-۲۰ پرادیشک خبریں (ہندی)
۶-۳۰ دیہاتی پروگرام
۷-۴۰ روزگار خبریں
۹-۱۵ اردو میں تبصرہ

جالندھر (ب)

صبح
۱۰-۰۱ اسکول براڈکاسٹ
شام
۶-۰۰ یووان پروگرام
۶-۴۵ یونیورسٹی پروگرام
۷-۰۰ پنجابی میں رنگارنگ پروگرام
۸-۰۰ اختتام

شاستریہ سنگیت

گائن

مالویکا کانن	صبح ۵-۹ دوپہر ۰۲-۱۲	۱۶ر فروری
استاد فیاض خاں	صبح ۰۵-۹	۱۷ر فروری
حفیظ احمد خاں	صبح ۱۰-۹	۱۹ر فروری
غلام مصطفےٰ خاں	صبح ۵-۹، دوپہر ۰۲-۱۲ اور رات ۳۰-۱۰	۲۱ر فروری
سکھوندر پال	صبح ۵-۹ اور دوپہر ۰۲-۱۲	۲۳ر فروری
ڈی وی پلسکر	صبح ۰۵-۹	۲۴ر فروری
استاد امیر خاں	صبح ۱۰-۹	۲۶ر فروری
لطیف حسین خاں	رات ۴۵-۱۰	۲۷ر فروری
سوہن سنگھ	صبح ۰۵-۹ اور رات ۳۰-۱۰	۲۸ر فروری

ساز سنگیت

ستار

بوادتہ مکھرجی	صبح ۵-۹، دوپہر ۰۲-۱۲ اور رات ۳۰-۱۰	۲۲ر فروری

سرود

استاد علاءالدین خاں	رات ۳۰-۱۰	۱۷ فروری

وائلن

این راجن	صبح ۰۵-۹ اور رات ۳۰-۱۰	۲۵ر فروری

بانسری

پرکاش وڈھیرہ	صبح ۰۵-۹ اور رات ۳۰-۱۰	۱۸ر فروری
شری بدکلکرنی	رات ۰۰-۱۰	۲۶ر فروری

کلارنٹ

بہاری لال	صبح ۰۵-۹ اور رات ۳۰-۱۰	۲۰ر فروری

لوک گیت

سورن بادا	صبح ۴۵-۷	۱۴ر فروری
نریندر پیبا	سہ پہر ۴۵-۴	۱۶ر فروری
چمن لال گوروداسپوری اور ساتھی	دوپہر ۳۰-۲	۱۷ر فروری
مول سنگھ ڈھاڈی اور ساتھی	سہ پہر ۴۵-۴	۱۷ر فروری
پرتی بالا	صبح ۲۰-۸	۱۸ر فروری
من موہن کور	دوپہر ۳۰-۲	۱۹ر فروری
جگجیت سنگھ زیروی	سہ پہر ۴۵-۴	۱۹ر فروری
اجیت سنگھ ناز	دوپہر ۳۰-۲	۲۰ر فروری
پورن شاہ کوٹی	صبح ۴۵-۷	۲۱ر فروری
لال چند یملا جٹ اور ساتھی	دوپہر ۳۰-۲	۲۱ر فروری
کرتار سنگھ رملا	سہ پہر ۴۵-۴	۲۱ر فروری
کلدیپ سنگھ نارک	دوپہر ۳۰-۲	۲۲ر فروری
نوراں	رات ۱۵-۱۰	۲۲ر فروری
سریندر شنڈا	سہ پہر ۴۵-۴	۲۳ر فروری
کلونت سنگھ بیدی	دوپہر ۳۰-۲	۲۴ر فروری
جگموہن کور	دوپہر ۴۵-۴	۲۴ر فروری
ہربجن سنگھ نایل اور ساتھی	صبح ۲۰-۸	۲۵ر فروری
ہردیال سنگھ پروانہ	دوپہر ۳۰-۲	۲۵ر فروری
گوپال سنگھ پال	دوپہر ۳۰-۲	۲۶ر فروری
ستیش چندر	سہ پہر ۴۵-۴	۲۶ر فروری
جسدیو کمار یملا جٹ	صبح ۴۵-۷	۲۸ر فروری
کشمیر سنگھ سمبھو	دوپہر ۳۰-۲	۲۸ر فروری
سورت سنگھ زخمی	سہ پہر ۴۵-۴	۲۸ر فروری

شبد

کانشی رام وہی اور ساتھی	صبح ۳۰-۷ اور دوپہر ۱۵-۱۲	۲۰ر فروری
سریندر سنگھ شو اور ساتھی	صبح ۱۰-۸ اور دوپہر ۱۵-۱۲	۲۱ر فروری
بلبیر سنگھ اور ساتھی	صبح ۳۰-۷ اور دوپہر ۳۰-۱۲	۲۲ر فروری
بھائی ہرچند سنگھ راگی اور ساتھی	صبح ۳۰-۷ اور دوپہر ۱۵-۱۲ اور شام ۴۵-۷	۲۷ر فروری

بھجن

سروجنی مراٹھے	صبح ۳۰-۷	۲۱ر فروری

شانتی داس : صبح ۲۰-۸ اور دوپہر ۱۵-۱۲ ۲۳رفروری

ڈرامہ

رات ۳۰-۹

رشتیاں دای رکھئے ناں - (پنجابی میں ڈرامہ)
آتم جیت : ۱۸رفروری
ہری ہر کاکا - منشی پیرکورک کہانی کا
ریڈیو روپانتر - از بل چندر گپتا : ۲۲رفروری

فیچر

سادے آسس پاس
بی ایس کالیہ : دوپہر ۲۰-۲ ۱۶رفروری
پرتی بمب - آؤکے دوہرہ : صبح ۴۵-۷ ۱۷رفروری
شہرشہر - ایس ایس مینشا : دوپہر ۲۰-۲ ۲۳رفروری
سادے آس پاس
ایس ایس شرما : دوپہر ۲۰-۲ ۲۳رفروری
پرتی بمب - ڈی ڈی کپور : صبح ۴۵-۷ ۲۴رفروری
ساڈادیش ساڈی سبھیتا
ونود دھیر : صبح ۳۰-۷ ۲۶رفروری
شہرشہر - ایچ ایس بٹالوی : صبح ۱۵-۷ ۲۸رفروری

تقریر

ویدازاینڈ مارلیٹی
(وید اور اخلاق)
انگریزی میں تقریر - بی پی چوبے : رات ۰۰-۸ ۱۷فروری
سنسکرت ناٹک دیاں پرمکھ وشیشتاواں
ابرہام چرت دیج - کرونارس
پنجابی میں تقریر - ڈاکٹر ڈی ڈی بھٹی : صبح ۴۰-۸ ۱۸رفروری
اپنے سنسکھ - ہندی میں تقریر
جگدیش چندر ودیدیا : رات ۰۰-۸ ۱۸رفروری
اسلام کی روشنی میں حقوق اور فرائض
اردو میں تقریر - محمد کفایت اللہ : رات ۰۰-۸ ۱۹رفروری
کیوں نہیں آتے خطا اچھے اچھے
ہندی میں تقریر - اندر جوشی : رات ۰۰-۸ ۲۲رفروری
انسانی جسم پر ادویا کا ردعمل
انگریزی میں تقریر - ڈاکٹر ہرچرن سنگھ : رات ۰۰-۸ ۲۴رفروری
دھرم اور مانتا - ہندی میں تقریر
ایس پی گپتا : رات ۰۰-۸ ۲۵رفروری

شملہ

میڈیم ویو : ۲۱۰-۳۸۸ میٹر ۷۷۴ کلوہرٹز
شارٹ ویو : صبح ۳۰-۷ تک اور شام ۳۰-۶ کے بعد رات تک ۹۳۰۰۹ میٹر ۳۲۲۳ کلوہرٹز
صبح ۴۵-۷ کے بعد اور دوپہر اور ۴۵-۴ تک اور شام ۰۰-۵ کے بعد ۴۹،۱۳ میٹر ۶۰۲۰ کلوہرٹز

خبریں

ہندی : صبح ۰۰-۸ دوپہر ۰۵-۱-۱۰-۲ شام ۰۵-۶ اور رات ۴۵-۸ انگریزی : صبح ۱۰-۸
دوپہر ۰۰-۱ ۰۰-۲ رات ۰۰-۹ سنسکرت : صبح ۰۰-۷ اردو : صبح ۵۰-۸
ہندی میں علاقائی خبریں : شام ۵۰-۷

روزانہ نشر ہونے والے پروگرام

صبح

۱۵-۶ وندے ماترم : منگل دھونی
۲۰-۶ گیان وندو اور بھکتی سنگیت کا پروگرام وندنا
۴۵-۶ مانس گان
۵۵-۶ کھیتی باڑی
۰۵-۷ پروگراموں کا خلاصہ
۱۰-۷ کلاسیکی موسیقی / کرناٹک سنگیت / پرارتھنا سبھا
۳۰-۷ سامائیکی
۴۵-۷ پہاڑی سنگیت
۰۰-۹ راجیہ لی چھٹی
۰۵-۹ فلمی گانے
۳۰-۹ اختتام

دوپہر

۳۰-۱۲ اسکول براڈکاسٹ
۵۰-۱۲ دیش گان / فلمی دھن
۱۰-۱ فوجی بھائیوں کے لیے
۲۰-۲ سنہری کرنیں
۴۰-۲ سب رنگ
۰۰-۳ اختتام

شام

۰۰-۵ یووا وانی (منگل، جمعرات)
چنو منو (ہفتہ، پیر)
سرموری پروگرام (بدھ، جمعہ، اتوار)
۲۰-۵ مہاسوی پروگرام (بدھ، جمعہ، اتوار)
چمبیالی پروگرام (منگل، جمعرات، ہفتہ)
۴۰-۵ بلاسپوری پروگرام (بدھ، جمعہ، ہفتہ)
کلوی پروگرام (منگل، جمعرات)
۱۰-۶ کانگڑی پروگرام (منگل، جمعرات، ہفتہ)
منڈیالی پروگرام (بدھ، جمعرات، اتوار)
مہلا سمیلن (پیر)
۳۰-۶ کنزی پروگرام (پیر، بدھ، جمعہ)
لاہول سپتی پروگرام (منگل، جمعرات، ہفتہ، اتوار)
۵۰-۶ پرکاش کرنیں / لاہولی، کنزی گانے
۰۰-۷ کھیل سماچار
۰۵-۷ گرامین یوواؤں کے لیے
۲۵-۷ کرشی جگت / ریڈیو دیہاتی گوشٹھی
۰۰-۸ روزگار سوچنائیں
۰۵-۸ دھارا رے گیت
۳۰-۱۰ اختتام (منگل، ہفتہ کو ۰۵-۱۱ بجے)

اردو میں تقریر - ایس پی بھنڈاری :
ہندی میں کویتا پاٹھ
سریش ودیانتن : صبح ۱۵-۷ ۲۶رفروری
ہندی میں مذاکرہ
چتر کاریتا اور ناٹک
شرکا : شری یش، شری رادھے شیام

ڈاکٹر ڈی آر وج، پریم بھوشن گوئیل
اور رس نند پادت : رات ۳۰-۹ ۲۶رفروری
پری مل : ہندی میں ادبی پروگرام
کویتا پاٹھ : از شیاما مورتی چڈھا
کہانی : شری مدن موہن مہتہ
ہندی میں غزل : ویریندر مہندرتا : رات ۰۰-۸ ۲۸رفروری

حیدرآباد

حیدرآباد الف ۲۰۶،۵ میٹر(۱۴۸۰کلوہرٹز) حیدرآباد ب ۲۱،۸۰ میٹر(۱۳۷۸۰کلوہرٹز) حیدرآباد ج ۲۵۷۴ میٹر(۱۱۶۰کلوہرٹز)

یووا وانی

مجھے کہنا ہے کچھ ڈاکٹر سے
تقریر از کماری نگہت سمین : صبح ۴۰-۸ ۱۶ فروری
گلدستہ نوجوانوں کے خطوط اور
مضامین فلمی گانے : صبح ۲۵-۸ ۱۷ فروری
نغموں کی دنیا از آمنہ بیگم : صبح ۴۰-۸ ۱۸ فروری
ذرا مسکرائیے۔ مزاحیہ خاکہ
از انتظار شرجیل
مزاحیہ گیت : صبح ۲۵-۸ ۱۹ فروری
ایک فنکار سید شاہ محمد سے انٹرویو
فلمی گانے : صبح ۲۵-۸ ۲۰ فروری
ہفتہ وار فیچر میر تقی میر از عبدالخالق
فلمی گانے : صبح ۲۵-۸ ۲۱ فروری
لمحۂ فکر مولانا ابوالکلام آزاد از سکندر زرین
فلمی گانے : صبح ۴۰-۸ ۲۲ فروری
مجھے کہنا ہے کچھ بس والے بے بسوں سے
تقریر محمد انور الدین : صبح ۴۰-۸ ۲۳ فروری
گلدستہ نوجوانوں کے خطوط اور مضامین
فلمی گانے : صبح ۲۵-۸ ۲۴ فروری
نغموں کی دنیا از کماری نمرتا جندل : صبح ۴۰-۸ ۲۵ فروری
ذرا مسکرائیے گر تو برا نہ مانے اے دوست
از نعیم جاوید : صبح ۲۵-۸ ۲۶ فروری
روزگار نامہ شہر نامہ
فلمی گانے : صبح ۲۵-۸ ۲۷ فروری
ہفتہ وار فیچر۔ بیدی، منٹو اور کرشن ایک تاریخ
از بیگ احساس
فلمی گانے : صبح ۲۵-۸ ۲۸ فروری

ترنگ

شام ۳۰-۵

ڈرامہ بزم تمثیل، تحریر کماری افسر شاہین
پیش کش سر دنگر یوتھ ایسوسی ایشن کے اراکین : ۱۶ فروری
گل نو ورائٹی پروگرام
پیش کش اسٹوڈنٹس آف نظام کالج کے اراکین : ۱۷ فروری

۱۔ کھیلوں پر تبصرہ از تجمل ازہر
۲۔ خطوں کے جواب
۳۔ فلمی گانے : ۱۸ فروری
آہنگ ادبی میگزین پروگرام
۱۔ افسانہ از محمود شریف عارف
۲۔ کلام شاعر از رشید رہبر بہری ۱۹ فروری
میوزیکل ورائٹی پروگرام پیش کش میوزک کلب
عثمانیہ یونیورسٹی ڈپارٹمنٹ آف جرنلزم کے اراکین : ۲۰ فروری

افسانہ از سلمان عابد
کلام شاعر از محمود علی امجد : ۲۱ فروری
میری پسند کے گانوں کا پروگرام
پیش کش کماری وی دراکشی : ۲۲ فروری
ڈرامہ تحریر کلیم افتخار پیش کش ایشین آرٹس اکیڈمی
فلمی گانے : ۲۳ فروری
گل نو ورائٹی پروگرام
پیش کش آرٹس اور سائنس کالج کے طلبہ : ۲۴ فروری
۱۔ کھیلوں پر تبصرہ از عبدالرزاق
۲۔ خطوں کے جواب
۳۔ فلمی گانے : ۲۵ فروری
آہنگ ادبی میگزین پروگرام
پیش کش اورنٹیل اردو کالج کے اراکین : ۲۶ فروری
موسیقی پروگرام پیش کش انڈین میوزک اسکول
کے اراکین : ۲۷ فروری
مباحثہ
شرکاء۔ آصفیہ ہائی اسکول اور انوار العلوم
ہائی اسکول کے طلبہ : ۲۸ فروری

بہنوں کے لیے

دوپہر ۳۰-۲

۱۔ اس عادت سے بچئے۔ خود ستائی سے
تقریر محترمہ انیس فاطمہ حسن الدین
۲۔ نظم خوانی، کماری شہناز جعفری : ۱۷ فروری
۱۔ خوش رہنا بھی ایک فن ہے۔
تقریر از ڈاکٹر ضیا حبیب
۲۔ ضرورت ہے بدلنے کی تاریخی تعلیم و تربیت
تقریر از محترمہ عطیہ جعفر نظام : ۲۴ فروری

نیرنگ

رات ۳۰-۹

۱۔ حرف تابندہ تحریر سید محمود الحسن ہاشمی
۲۔ گھر پروار توہم پرستی، تقریر محترمہ نجمہ عبدالقادر
۳۔ عہد ساز شخصیتیں
دکن ڈاکٹر یوسف حسین خاں کی نظر میں
تقریر مصطفیٰ شیروانی
۴۔ غزلیں ۱۶ فروری
ڈرامہ کاگا بولے انگنا میں، تحریر محترمہ قمر جمالی ۱۷ فروری
۱۔ حرف تابندہ تحریر محمود الحسن ہاشمی
۲۔ ہم آپ اور وہ، پیش کش اسلم فرشوری
۳۔ قہقہے اور گیت
۴۔ غزلیں ۱۸ فروری
۱۔ حرف تابندہ تحریر کماری رفیعہ خضر
۲۔ ان سے ملئے باتیں ہماری یاد ہیں، خالد کیسری
۳۔ بزم خطوط
۴۔ گیت اور غزل ۱۹ فروری
۱۔ حرف تابندہ تحریر کماری رفیعہ خضر
۲۔ جہان کامگاران ورائٹی پروگرام
پیش کش ٹی ایس آئی ورکرس
۳۔ کلام شاعر از حامد اکمل
۴۔ غزلیں ۲۰ فروری
۱۔ حرف تابندہ، تحریر محترمہ خالدہ ریحانہ
۲۔ سائنس کی دنیا
ٹیکنالوجی کا روشن مستقبل از خلیل اکمل
آندھرا پردیش کی معدنی ذخائر، تقریر ڈاکٹر ناصر بیگ سلمانی
۳۔ غزلیں ۲۱ فروری
۱۔ حرف تابندہ تحریر محترمہ خالدہ ریحانہ
۲۔ شعر و نغمہ پیش کش محترمہ عطیہ بدر
۳۔ ابوالکلام آزاد از بیگ احساس
۴۔ قوالیاں ۲۲ فروری
۱۔ حرف تابندہ تحریر مولانا جلال الدین کامل حسامی
۲۔ گھر پروار تعلیم بالغاں کی ضرورت، تقریر ساغر ملک
۳۔ غزلیں ۲۳ فروری
ڈرامہ۔ غزلیں ۲۴ فروری
۱۔ حرف تابندہ، تحریر جلال الدین کامل حسامی
۲۔ ہم آپ اور وہ شب و روز تقریر از بشیر جنیدی
۳۔ ہم پہ کیا بیت گئی شادی کی خاطر
تقریر از بھارت چند کھنہ
۴۔ قہقہے اور گیت
۵۔ غزلیں ۲۵ فروری

(آگے ص ۴۶ پر)

روھتک

میڈیم ویو : ۲۶۲٫۴ میٹر ۱۱۴۳ کلوہرٹز

خبریں

ہندی : صبح ۸-۰۰ دوپہر ۵-۰ ۱، ۴۵-۲ (دیہی نتارے) شام ۵-۰۰-۶ رات ۴۵-۸، انگریزی: صبح ۱۰-۸ رات ۹-۰۰

روزانہ نشر ہونے والے پروگرام

صبح

۳۰-۶ اور ۰۵-۷ شام بھکتی سنگیت

۶-۵۵ کھیتی باڑی

۰۵-۷ پروگراموں کا خلاصہ

۲۵-۷ ضلع کی چٹھی

۲۱-۸ لوک سنگیت (اتوار کو بچوں کے لیے)

۴۰-۸ سب رس

دوپہر

۱۰-۱ فلمی سنگیت

۴۰-۱ اسکول براڈکاسٹ (سوائے ہفتہ، اتوار اور تعطیلات)

۲۰-۲ لوک سنگیت

شام

۳۰-۵ یوواسنسار

۱۰-۶ علاقائی لوک سنگیت (بدھ کو نہیں)

۳۰-۶ کرشی جگت

۰۰-۷ گرامین سنسار

۳۰-۷ روزگار سماچار

۱۶-۹ ایک فلم سے

شاستریہ سنگیت

گائن

جگدیش پرشاد : صبح ۳۰-۷ ۱۷ر فروری

شریش بی شری کھنڈے : صبح ۳۰-۷ اور
رات ۰۰-۱۰ ۱۸ر فروری

منی رام : صبح ۳۰-۷ اور
رات ۰۰-۱۰ ۲۵ر فروری

آشش بندھوپادھیائے : صبح ۳۰-۷ ۲۶ر فروری

مشتاق حسین خاں : صبح ۳۰-۷ اور
رات ۰۰-۱۰ ۲۷ر فروری

ساز سنگیت

ستار

سروج شرما : صبح ۳۰-۷ ۱۶ر فروری

طبلہ

درگا پرشاد : صبح ۳۰-۷ ۱۹ر فروری

اکرام حسین خاں : صبح ۳۰-۷ ۲۴ر فروری

بانسری

دیال سنگھ رانا : صبح ۳۰-۷ اور
رات ۰۰-۱۰ ۲۰ر فروری

رویندر دیو : صبح ۳۰-۷ اور
رات ۰۰-۱۰ ۲۲ر فروری

راجندر کمار : صبح ۳۰-۷ ۲۳ر فروری

لوک سنگیت

چمن لال ملک : صبح ۲۱-۸ اور
دوپہر ۲۰-۲ ۱۶ر فروری

توسر سین : صبح ۲۱-۸ اور
دوپہر ۲۰-۲ ۱۸ر فروری

سونیتا گریوال : صبح ۲۱-۸ اور
دوپہر ۲۰-۲ ۱۹ر فروری

وید پرکاش اور ساتھی : صبح ۲۱-۸ اور
دوپہر ۲۰-۲ ۲۰ر فروری

امید سنگھ : صبح ۲۱-۸ اور
دوپہر ۲۰-۲ ۲۱ر فروری

صوبے رام : صبح ۲۱-۸ اور
دوپہر ۲۰-۲ ۲۲ر فروری

شیام لال سانگی اور شری پال سنگھ : صبح ۲۱-۸ اور
دوپہر ۲۰-۲ ۲۳ر فروری

دی۔ کے۔ نغریا : صبح ۲۱-۸ اور
دوپہر ۲۰-۲ ۲۵ر فروری

سنتوش کماری : دوپہر ۲۰-۲ ۲۶ر فروری

تیج پربھاکر : صبح ۲۱-۸ اور
دوپہر ۲۰-۲ ۲۷ر فروری

منگے رام مراثی : صبح ۲۱-۸ اور
دوپہر ۲۰-۲ ۲۸ر فروری

سگم سنگیت

(صبح ۱۰-۷ اور شام ۴۵-۷)

ہرکشن سنگھ	:	۱۶ر فروری
معین الدین خاں	:	۱۷ر فروری
سنتوش بانسل	:	۱۸ر فروری
مدن لال شرما	:	۱۹ر فروری
منجو بترہ	:	۲۰ر فروری
ذاکر حسین خاں	:	۲۱ر فروری
پشپا گدھرے	:	۲۲ر فروری
اسلم خاں	:	۲۳ر فروری
ایم۔ ایل۔ نکرا	:	۲۴ر فروری
وندنا واجپئی	:	۲۵ر فروری
پی۔ بی۔ شری نواس	:	۲۶ر فروری
منجو گپتا	:	۲۷ر فروری
نیلم ساہنی	:	۲۸ر فروری

علاقائی گیت

شام ۱۰-۶

سندھی	:	۱۸ر فروری
پنجابی	:	۱۹ر فروری
گجراتی	:	۲۵ر فروری

ایک ہی فلم سے

رات ۱۶-۹

تمہارا کالو	:	۱۶ر فروری
بیبی	:	۱۷ر فروری
چھوٹی سی بات	:	۱۸ر فروری
خان دوست	:	۱۹ر فروری
فقیرا	:	۲۰ر فروری
پونگا پنڈت	:	۲۲ر فروری
نفکلے	:	۲۳ر فروری
کھیل کھیل میں	:	۲۴ر فروری
رنوچکر	:	۲۵ر فروری
شرط	:	۲۶ر فروری
سجاتا	:	۲۷ر فروری

ضلع کی چٹھی

صبح ۲۵-۷

روہتک	:	۱۶ر اور ۲۸ر فروری
حصار	:	۱۷ر فروری
انبالہ	:	۱۸ر فروری
بھوانی	:	۱۹ر فروری
کرنال	:	۲۰ر فروری
گوڑگاوں	:	۲۱ر فروری
جیند	:	۲۲ر فروری
کوروکشیتر	:	۲۳ر فروری
مہندر گڑھ	:	۲۴ر فروری
سونی پت	:	۲۵ر فروری
سرسہ	:	۲۶ر فروری
فریدآباد	:	۲۷ر فروری

متفرقات

ہریانہ درشن	ہر ہفتہ	رات	۰۰ — ۸	
چلتے چلتے	ہر جمعرات	صبح	۳۰ — ۷	
گاندھی چرچا	ہر جمعہ	صبح	۳۰ — ۸	
آنگن باڑی	ہر بدھ	دوپہر	۳۰ — ۱۲	
گھر آنگن	ہر جمعرات	رات	۰۰ — ۸	
آپ کا خط ملا	ہر جمعرات	رات	۱۶ — ۹	
چرچا کا وشے ہے		رات	۳۰ — ۹	
ہم سب ایک ہیں		صبح	۴۰ — ۸	۱۶ر فروری
انگریزی میں تقریر		رات	۰۰ — ۸	۸ار فروری
پنجابی کویتا پاٹھ		رات	۰۰ — ۸	۱۹ر فروری
ہندی میں تقریر		رات	۰۰ — ۸	۲۰ر فروری
کھیل پتریکا		رات	۳۰ — ۹	۲۱ر فروری
وکاس کلب		رات	۰۰ — ۸	۲۲ر فروری
ملاقات		شام	۱۰ — ۶	۲۳ر فروری
انگریزی تقریر		رات	۰۰ — ۸	۲۵ر فروری
ہریانوی کویتا پاٹھ		رات	۰۰ — ۸	۲۶ر فروری

بقیہ: حیدرآباد

۱۔ حرف تابندہ کلیہ تسنیم
۲۔ صحافت اور اس کی ذمہ داریاں: مذاکرہ
شرکاء: اعجاز قریشی، محمود انصاری، معین فاروقی
۳۔ گیت اور غزلیں — ۲۶ر فروری
۱۔ حرف تابندہ تحریر کلیہ تسنیم
۲۔ جہان کامگاران کھیلوں کی دنیا فٹ بال
ار بی رام سرامی
۳۔ کلام شاعر از امیر آغا قزلباش
۴۔ غزلیں — ۲۷ر فروری

بیکانیر

۲۱۵٫۰۰ میٹر ۱۳۹۵ کلو ہرٹز

روزانہ نشر ہونیوالے پروگرام

صبح

۳۵-۶ وندنا
۵۵-۶ چنتن
۰۵-۷ کاریہ کرموں کا وِورن
۲۰-۷ مانس گان
۳۰-۷ اور دوپہر ۳۰-۱ شاستریہ سنگیت

شام

۰۵-۵ یووا وانی
۵۵-۵ روزگار سماچار
۰۰-۶ استھانیہ سوچنائیں/ کاریہ کرموں کا وِورن
۰۰-۸ ہندی وارتا (سوائے منگل اور جمعرات)
راجستھانی وارتا (منگل اور جمعرات کو)

جے پور سے ریلے

صبح

۱۰-۷ کرساں ری بات/موسم (سوائے اتوار)
۲۵-۹ ودیالیہ پرسارن (اتوار اور دوسری چھٹیوں کے سوائے)

شام

۲۰-۷ کرشکوں کے لیے

خبریں (جے پور سے)

پرادیشک سماچار (ہندی): صبح ۰۵-۹، شام ۰۵-۷
ضلع کی چھٹی (سوائے اتوار): شام ۱۵-۷
پرادیشک سماچار راجستھانی: شام ۵۰-۷

خبریں

(دہلی سے ریلے)

ہندی: صبح ۰۰-۸ دوپہر ۰۵-۱، ۱۰-۲، ۴۵-۲ (دھیمی رفتار سے)
شام ۰۵-۶، رات ۴۵-۸، ۰۵-۱۱
انگریزی: صبح ۱۰-۸ دوپہر ۰۰-۱، ۰۰-۲
رات ۰۰-۹ اور ۰۰-۱۱
سندھی: صبح ۴۰-۸، شام ۱۵-۶
کھیل کود کی خبریں (ہندی): شام ۰۰-۷
ہندی میں راجیہ کی چٹھی: صبح ۰۰-۹
سنسکرت: صبح ۰۰-۷، شام ۱۰-۶
سامیکی (ایک دن پہلے ریکارڈ کیا گیا کاریہ کرم) صبح ۵۰-۸

شاستریہ سنگیت

گائن۔ دوپہر ۱۰-۱

جتیندر ابھیشکی	:	۱۶ر فروری
کرشن راؤ شنکر پنڈت	:	۱۸ر فروری
کشی رد اموں کر	:	۲۰ر فروری
ہیرا بائی بڑودیکر		
سوتی راسنے	.	۲۲ر فروری
کیسر بائی کیرکر	:	۲۴ر فروری
غلام مصطفیٰ خاں	:	۲۵ر فروری

جیوتن بھٹاجاریہ : رات ۲۵-۸ ۲۱ر فروری

ستار

جیا بوس : دوپہر ۱۰-۱ ۲۷ر فروری

بانسری

ہمانشو وشواس : دوپہر ۱۰-۱ ۲۷ر فروری

گٹار

برج بھوشن کابرا : رات ۳۰-۸ ۲۸ر فروری

کلارینٹ

خورشید بھیاتی : صبح ۳۰-۷ ۲۹ر فروری

راجستھانی پروگرام

لوک گیت

مہرمان داس پارٹی : صبح ۱۰-۹ اور

ساز سنگیت

سرود

امرچند ستکار : صبح ۱۰ — ۹ اور دوپہر ۳۰ — ۱ ۱۷ فروری

مانتی پارتی : صبح ۱۰ — ۹ اور دوپہر ۳۰ — ۱ ۱۸ فروری

نارائن رام نائک : صبح ۱۰ — ۹ اور دوپہر ۳۰ — ۱ ۱۹ فروری

ہنومان داس رانا : صبح ۱۰ — ۹ اور دوپہر ۳۰ — ۱ ۲۰ فروری

اسماعیل : صبح ۱۰ — ۹ اور دوپہر ۴۰ — ۱ ۲۱ فروری

رجب علی : صبح ۱۰ — ۹ اور دوپہر ۳۰ — ۱ ۲۲ فروری

تریبتی ناتھ : صبح ۱۰ — ۹ اور دوپہر ۳۰ — ۱ ۲۳ فروری

اوم پرکاش سگرا : صبح ۱۰ — ۹ اور دوپہر ۳۰ — ۱ ۲۵ فروری

ابھے سنگھ گہلوت پارٹی : صبح ۱۰ — ۹ اور دوپہر ۴۰ — ۱ ۲۶ فروری

عبدالغنی : صبح ۱۰ — ۹ اور دوپہر ۳۰ — ۱ ۲۷ فروری

دوپہر ۴۰ — ۱ ۲۸ فروری

سگم سنگیت

رات ۱۵ — ۸ اور ۱۶ — ۹

پورنما پنڈت : ۲۱ فروری

سورن لتا شرما : ۲۰ فروری

راجستھانی تقریر

آیورویدک چکتسا پدھتی میں جڑی بوٹیوں کا مہتو

از وید ٹھاکر پرشاد : شام ۳۰ — ۶ ۲۶ فروری

کاویہ پاٹھ

ایم وی کمل : شام ۴۴ — ۶ ۲۶ فروری

بھینٹ وارتا

گرامین وکاس کے سمبندھ میں

پورنا رام : صبح ۲۱ — ۸ ۲۲ فروری

کہانی

لکشمی نارائن آچاریہ : شام ۳۷ — ۶ ۲۷ فروری

مباحثہ

گرامین وکاس ری سرکاری یوجناوا

شرکاء : نند لعل آچاریہ

کلیان گوتم

اودے باگوری : شام ۳۰ — ۶ ۱۹ فروری

سماج ری کوریتیاں اور بیوں را نوارن

شرکاء : پونم چند کمر گادت

کانتا کھتوریا

سورج مال سنگھ : رات ۰۰ — ۱۰ ۲۱ فروری

یووادانی پروگرام

شام ۰۵ — ۵

یوورگ اور ہمارا دیش (روپک)

مہندر تواڑی : ۲۵ فروری

چیلنجنگ ڈائمینشن اینڈ ڈائنمک

اینیوٹیشن آف یوتھ (انگریزی پریباش)

شرکاء : کماری مینا کماری ویاس

کماری رومی گوپی

شری سنیل منگوانا : ۲۳ فروری

ستار

درگا بھوانی شرما ۱۹ فروری

لوک گیت

کماری پربھات پانڈے : ۲۱ فروری

پدما دیا کشن : ۲۳ فروری

کماری پورنما شرما : ۲۴ فروری

پرشن منچ

پرشن کرتا : چندرکانتا یادو

شرکاء : لوکیش کھوکر

نندن کشور سیٹھیا

کماری سروج شرما

کماری مدھولتا : ۱۸ فروری

ہندی پروگرام

چنتن روزانہ صبح ۵۵ — ۶ بجے

رام پرساد سہل : صبح ۵۵ — ۶ ۱۶ فروری اور ۱۷ فروری

سانسکرتک ایکتا کے دیونک پرو تیوہار

شورا تری ۔ ڈاکٹر اوشا گوسوامی : دوپہر ۲۰ — ۱۲ ۱۷ فروری

مجبوری مجھوئی تعریف کرنے کی

از : اروند اوجھا : صبح ۲۱ — ۸ ۱۹ فروری

یہ ہمیں سچیت نہیں کرتے : کینسر

ڈاکٹر سوہنی کوچر : صبح ۲۱ — ۸ ۲۱ فروری

تپس شودھ کے نئے آیام

ڈاکٹر ایس بی ورما : شام ۳۰ — ۶ ۲۳ فروری

چنتن : کملا بھنڈاری : صبح ۵۵ — ۶ ۲۴ فروری

وشو وکھیات مہیلائیں

بیگم اختر : دوپہر ۱۰ — ۱۲ ۲۴ فروری

کملا بھنڈاری : صبح ۵۵ — ۶ ۲۵ فروری

پشکر دت شرما : صبح ۵۵ — ۶ ۲۶ فروری

راشٹریہ سرکشا ادھی نیم

شری بھنور خاں : صبح ۲۱ — ۸ ۲۶ فروری

ساودھان رہیے جب آپ یاترا کر رہی ہوں

شریمتی رینو پیشپال : دوپہر ۱۰ — ۱ ۲۸ فروری

کیا آپ جانتی ہیں :

بچے کیلئے ماں کا دودھ کیوں ضروری ہے؟

ڈاکٹر سروج تنور : دوپہر ۲۰ — ۱ ۲۸ فروری

کہانی

کرشن وشنوئی : صبح ۲۱ — ۸ ۱۷ فروری

اوشا تامرا : دوپہر ۲۰ — ۱۲ ۲۴ فروری

کویتا پاٹھ

وم وتی سکسینہ : دوپہر ۱۰ — ۱ ۲۱ فروری

رام کشن ساتی : صبح ۲۱ — ۸ ۲۴ فروری

بھینٹ وارتا

آدیشیک دستووں کی آپورتی

بھوانی شنکر ویاس : شام ۳۰ — ۶ ۱۶ فروری

بھینٹ وارتاؤں پر آدھارت کاریہ کرم

آنگن کی گونج : رات ۳۰ — ۹ ۲۲ فروری

کرشی لوک

کھیتی کی باتیں : موسم اور گیت روزانہ صبح ۱۰ — ۷

کرشی لوک روزانہ دوپہر ۵۰ — ۱

کھیتی فصل میں جو با نیترن : دوپہر ۵۰ — ۱ ۱۶ فروری

فصل وار یوددن میں

کٹائی، چھٹائی، مڑائی، سنچائی اور

سامیکی کرشی کاریہ

از : پی ایس گودارا : دوپہر ۵۰ — ۱ ۱۸ فروری

گرمی میں بوئی جانے والی فصلوں کی تیاری

ستیہ دیو شرما : دوپہر ۵۰ — ۱ ۱۹ فروری

پشو پالن اور پرشکشن

جے ایس رین : دوپہر ۵۰ — ۱ ۲۰ فروری

ربیع فصلوں میں انتم بوائی کا مہتو

سریش کمار بالی : دوپہر ۵۰ — ۱ ۲۱ فروری

ایک پرگتی شیل مہیلا پشو پالک سے بھینٹ

پشپا دیوی : دوپہر ۵۰ — ۱ ۲۲ فروری

گرامین پریویش میں پنپنے روگ اور ان کا ندان

ڈاکٹر گریش اگروال : دوپہر ۵۰ — ۱ ۲۳ فروری

بھومی کٹاؤ روکیں اور اس کی اتپادن شکتا بڑھائیں

اے ۔ کے ورما : دوپہر ۵۰ — ۱ ۲۵ فروری

ایک کھنڈ ویکاس ادھیکاری سے بھینٹ

ڈاکٹر اندر شرما : دوپہر ۵۰ — ۱ ۲۶ فروری

مروشیتر میں ون وکاس

او ۔ پی ۔ بھاٹیا : دوپہر ۵۰ — ۱ ۲۷ فروری

ایک کسان سے بھینٹ : دوپہر ۵۰ — ۱ ۲۸ فروری

بھوپال، رائپور، گوالیار، جبلپور

بھوپال الف، ۲۰۱۶٫۰۰ میٹر ۱۴۸۵ کلوہرٹز بھوپال ب، ۲۲۴٫۱۳ میٹر ۱۳۳۳ کلوہرٹز

شارٹ ویو

صبح ۴۵-۷ تک ۶۰٫۱۲ میٹر ۳۳۱۵ کلوہرٹز

صبح ۰۰-۸ بجے کے بعد ۵۰٫۰۸ میٹر ۵۹۹۰ کلوہرٹز

دوپہر ۴۱٫۷۸ میٹر ۷۱۸۰ کلوہرٹز

شام اور رات ۶۰٫۱۲ میٹر ۳۳۱۵ کلوہرٹز

رائے پور، ۳۰۵٫۹ میٹر ۹۸۱ کلوہرٹز گوالیار: ۲۱۶٫۴ میٹر ۱۳۸۶ کلوہرٹز جبلپور، ۲۵۴٫۲ میٹر ۱۱۷۹ کلوہرٹز

خبریں

ھندی: صبح ۰۰-۸، ۵-۹ (پرادیشک) دوپہر ۵-۱۰، ۲-۱۰، ۴۵-۲ شام ۵-۶ رات ۴۵-۸ (۵-۱۱ صرف ہفتے کو)

انگریزی: صبح ۱۰-۸ دوپہر ۰۰-۱ شام ۰۰-۶ رات ۰۰-۹ (۰۰-۱۱ صرف ہفتے کو)

شاستریہ سنگیت

— گائن —

ایل وی مسلناؤنکر : صبح ۳۰-۸ اور
رات ۳۰-۱۰ ۱۸ر فروری

مالریکا کانن : صبح ۳۰-۸ اور
رات ۰۰-۱۰ ۲۰ر فروری

شاردا پرساد بھٹ : صبح ۴۵-۷ اور
رات ۰۰-۱۰ ۲۱ر فروری

ڈاگر بندھو : رات ۳۰-۱۰ ۲۲ر فروری

سنگیتا کٹھالے : صبح ۳۰-۸ ۲۳ر فروری

حفیظ احمد خاں : صبح ۵۰-۹ اور
دوپہر ۴۰-۱ ۲۴ر فروری

اے۔ کے۔ کوگجے : صبح ۴۵-۷ ۲۵ر فروری

جتیندر ابھیشیک : رات ۳۰-۱۰ ۲۷ر فروری

جگدیش پرساد : صبح ۴۵-۷ ۲۸ر فروری

شری پاد شنکر دیوکر : صبح ۳۰-۸ ۲۸ر فروری

ساز سنگیت

— سارنگی —

عبدالصمد خاں : صبح ۳۰-۸ اور
رات ۳۰-۱۰ ۱۴ر فروری

— ستار —

اسیت کمار بینرجی : رات ۰۰-۱۰ ۲۲ر فروری

پنا لال کوشٹی : صبح ۳۰-۸ اور
رات ۳۰-۱۰ ۲۵ر فروری

لوک سنگیت

چندر کلا سونی : دوپہر ۳۰-۲ ۱۶ر فروری

گوبند نامدیو : دوپہر ۳۰-۲ ۱۷ر فروری

آشاوری کارگو اور سہیلیاں : صبح ۳۰-۷ اور
دوپہر ۳۰-۲ ۱۸ر فروری

لکشمی نارائن شریواستو : سہ پہر ۱۵-۳ ۱۸ر فروری

چندر کلا ساہو : صبح ۳۰-۷ اور
دوپہر ۳۰-۲ ۱۹ر فروری

ثروت حسین : صبح ۳۰-۷ اور
دوپہر ۳۰-۲ ۲۰ر فروری

رام کشن چند نشتری سہ پہر ۱۵-۳ ۲۰ر فروری

سورج راجاوت : دوپہر ۳۰-۲ ۲۱ر فروری

اوما شکلا : دوپہر ۳۰-۲ ۲۲ر فروری

گوبند داس کشواہا اور ساتھی : سہ پہر ۱۵-۳ ۲۲ر فروری

مینا سراٹھے : دوپہر ۳۰-۲ ۲۳ر فروری

شمبھو سنگھ چوہان : دوپہر ۳۰-۲ ۲۴ر فروری

چھوٹے لال پنڈا اور ساتھی : صبح ۳۰-۷ ۲۵ر فروری

سورج آزاد : دوپہر ۳۰-۲ ۲۵ر فروری

بابا رام چرن منیکلے : صبح ۳۰-۷ اور
دوپہر ۳۰-۲ ۲۶ر فروری

جگدیش سنگھ ٹھاکر : صبح ۳۰-۷ اور
دوپہر ۳۰-۲ ۲۷ر فروری

چترنجن گوسال : سہ پہر ۱۵-۳ ۲۷ر فروری

کوشل بائی پنڈام اور سہیلیاں : دوپہر ۳۰-۲ ۲۸ر فروری

اردو پروگرام

— صبح ۳۰-۸ —

آئینہ۔ بچوں کی کہانی

از اکرم ختری

۲۔ بات چیت۔ مادری زبان اور بچے

از رئیسہ بانو

ڈاکٹر فدا عباس

۳۔ ڈاکٹر اقبال کا نغمہ

۴۔ علم کے خزانے میں۔ حدیقہ بیگم : صبح ۳۰-۸ ۱۹ر فروری

کہکشاں۔

۱۔ تقریر۔ کالم نگاری کا فن

از جہاں قدر چغتائی

۲۔ بات چیت

علم اندسٹری کو بھوپال کی دین

اقبال جعفری۔ الیاس حسن

۳۔ کلام اقبال : رات ۰۰-۸ ۲۲ر فروری

آئینہ۔ بزم سخن ا۔

شریف، یوسف ہما، کامل

شاہد بھوپالی، رہبر جونپوری،

مختار شمیم : صبح ۳۰-۸ ۲۵ر فروری

ہندی تقریر

امرتک شتکم۔ اندرا کپور : رات ۱۵-۸ ۱۹ر فروری

اتہاس کے واتاورن سے۔ بلاسپور۔

شیام لال چترویدی : رات ۰۰-۸ ۱۴ر فروری

پورا بھارتیہ سماج دیوستھا اور ناری

سلیکھا تیواری : رات ۱۵-۸ ۲۶ر فروری

کاویہ پاٹھ، کہانی

سریتا بھارگو : کاویہ پاٹھ : دوپہر ۲۰-۱ ۱۶ر فروری

جے۔ کے۔ چودھری : کاویہ دھارا : دوپہر ۲۰-۱ ۱۹ر فروری

وسنت دیوے : کاویہ پاٹھ : رات ۰۰-۸ ۲۰ر فروری

لکشمی نارائن شوبھی : کاویہ پاٹھ : دوپہر ۲۰-۱ ۲۳ر فروری

پتامبر داس صراف : کاویہ دھارا : دوپہر ۲۰-۱ ۲۶ر فروری

ولاس گپتے : کہانی : رات ۰۰-۸ ۲۷ر فروری

کلکتہ

کلکتہ (اے) ۴۵۶ء۶ میٹر ۶۵۷ کلو ہرٹز
کلکتہ (بی) ۲۹۷ء۶۰ میٹر ۱۰۰۸ کلو ہرٹز
کلکتہ (سی) ۲۲۶ء۷ میٹر ۱۳۲۳ کلو ہرٹز
کلکتہ (ڈی) ۲۴۵ء۱۰ میٹر ۱۲۲۴ کلو ہرٹز

شاستریہ سنگیت

گائن

سمارمراے خیال : صبح ۸-۳۰ (اے) ۱۶ فروری
دریا سین خیال : صبح ۸-۳۰ (اے) اور
صبح ۹-۱۰ (بی)
ٹھمری : دوپہر ۲-۱۵ (ایس)
خیال : شام ۶-۳۵ (بی) ۱۷ فروری
نصیر امین الدین ڈاگر
الاپ اور دھرپد : صبح ۹-۳۰ (بی)
الاپ اور دھامر : سہ پہر ۳-۳۰ (ایس)
الاپ اور دھرپد : رات ۹-۰۰ (اے) ۱۸ فروری
پورنی مکرجی خیال : صبح ۸-۳۰ (اے) اور
سہ پہر ۳-۳۰ (ایس) اور
شام ۷-۳۰ (بی) ۱۹ فروری
گریش چودھری خیال : صبح ۹-۳۰ (بی) اور
سہ پہر ۳-۳۰ (ایس) اور
رات ۹-۰۰ (اے) ۲۰ فروری
سری کانت بارکے خیال : صبح ۸-۳۰ (اے)
شام ۷-۲۰ (بی)
رات ۹-۴۰ (ایس) ۲۱ فروری
بھوانی شنکر مزمدار
دھرپد : صبح ۹-۳۰ (بی)
دھامار : شام ۷-۰۰ (بی)
دھرپد : رات ۹-۰۰ (اے) ۲۲ فروری
وجے کمار کچلو خیال : صبح ۹-۳۰ (بی) اور
دوپہر ۱-۰۰ (اے) اور
شام ۷-۳۰ (بی) ۲۳ فروری
کمل بوس خیال : صبح ۹-۳۰ (بی) اور
رات ۹-۰۰ (اے) ۲۴ فروری
مشکور علی خاں خیال : صبح ۸-۳۰ (اے) اور
سہ پہر ۳-۳۰ (ایس) اور
شام ۷-۳۰ (بی) ۲۵ فروری

کمار مکرجی خیال : صبح ۸-۳۰ (اے) اور
سہ پہر ۳-۳۰ (ایس) اور
ٹھمری : دوپہر ۱-۱۵ (ایس) اور
شام ۷-۰۵ (بی) ۲۶ فروری
نہار رنجن بنرجی خیال اور ٹھمری : صبح ۸-۳۰ (اے)
خیال : شام ۷-۳۰ (بی) ۲۷ فروری
موہن لال مصرا خیال : صبح ۸-۳۰ (اے) اور
سہ پہر ۳-۳۰ (ایس) ۲۸ فروری

ساز سنگیت

ستار

بیتائی بوس : صبح ۹-۳۰ (بی) اور
دوپہر ۱-۰۰ (اے) اور
شام ۷-۳۰ (بی) ۱۶ فروری
راجا رائے : صبح ۸-۳۰ (اے) اور
شام ۷-۳۰ (بی) ۱۹ فروری
تنکو چٹرجی : صبح ۸-۳۰ (اے) اور
شام ۷-۳۰ (بی) ۲۰ فروری
پرسنا کمار بھانجہ : صبح ۸-۳۰ (اے) اور
شام ۷-۳۰ (بی) ۲۲ فروری
ہرا شنکر بھٹاچاریہ : صبح ۸-۳۰ (اے) اور
سہ پہر ۳-۳۰ (ایس) ۲۳ فروری
دیپیکا دیبی : صبح ۹-۳۰ (بی) اور
سہ پہر ۳-۰۰ (اے) ۲۶ فروری
ربی سین : صبح ۹-۳۰ (بی) اور
رات ۹-۰۰ (اے) ۲۸ فروری

طبلہ

مہا پرورشش مصرا : صبح ۹-۳۰ (بی) اور
سہ پہر ۳-۳۰ (ایس) اور
رات ۹-۰۰ (اے) ۲۱ فروری

سرود

کمل ملک : صبح ۹-۳۰ (بی) اور
سہ پہر ۳-۳۰ (ایس) اور
رات ۹-۰۰ (اے) ۱۷ فروری
پرنابگشو مکرجی : صبح ۹-۳۰ (بی)
سہ پہر ۳-۰۰ (اے) ۱۹ فروری
بہادر خاں : صبح ۱۰-۱۵ (اے)
دوپہر ۲-۴۵ (بی)
سہ پہر ۳-۳۰ (ایس) ۲۴ فروری
سمارندرناتھ سکدر : صبح ۹-۳۰ (بی)
رات ۹-۰۰ (اے) ۲۵ فروری

شہنائی

علی احمد حسین اینڈ پارٹی : صبح ۹-۳۰ (بی)
سہ پہر ۲-۳۰ (ایس)
رات ۹-۰۰ (اے) ۲۷ فروری

لوک گیت

نیرا پدا مکرجی : صبح ۶-۴۰ (اے)
صبح ۹-۳۰ (ایس)
شام ۶-۱۵ (بی) ۱۶ فروری
نریندو چودھری : صبح ۶-۴۰ (اے)
صبح ۹-۴۵ (ایس)
شام ۶-۱۵ (بی) ۱۷ فروری
نارائن چندرا تھپا : صبح ۶-۴۰ (اے)
صبح ۸-۴۵ (بی)
شام ۶-۱۵ (بی) ۱۸ فروری
ہرے کرشنا داس : صبح ۶-۴۰ (اے)
دوپہر ۲-۰۵ (بی)
شام ۶-۱۵ (بی) ۱۹ فروری
مینا چودھری : صبح ۶-۴۰ (اے)
صبح ۸-۴۵ (بی)
شام ۶-۰۵ (بی) ۲۰ فروری
ایلا مزمدار : صبح ۶-۴۰ (اے)
شام ۶-۱۵ (بی) ۲۱ فروری
نارائن دتہ : صبح ۸-۴۵ (بی)
دوپہر ۲-۵۵ (اے)
شام ۶-۱۵ (بی) ۲۲ فروری
گیتا چودھری : صبح ۶-۴۰ (اے)
صبح ۹-۴۵ (ایس)
رات ۱۰-۲۰ (ایس) ۲۳ فروری
گورا اندرا : صبح ۶-۴۰ (اے)
صبح ۸-۴۵ (بی)
شام ۶-۱۵ (بی) ۲۴ فروری
مدال (پارٹی) : صبح ۶-۴۰ (اے)
صبح ۸-۴۵ (بی)

شام ۱۵-۶ (بی) ۲۵ فروری

مندیرا داس : صبح ۴۰-۶ (اے)
صبح ۴۵-۹ (ایس)
شام ۱۵-۶ (بی) ۲۶ فروری

مدھین منترا : صبح ۴۰-۶ (اے)
دوپہر ۴۵-۲ (بی)
شام ۵۵-۶ (بی) ۲۷ فروری

رمین منترا : صبح ۴۰-۶ (اے)
دوپہر ۴۵-۲ (بی)
شام ۱۵-۶ (بی) ۲۸ فروری

رابندر سنگیت

گیتا گھٹک : صبح ۱۵-۹ (ایس)
رات ۴۵-۸ (بی) ۱۶ فروری

سپریہ بانے چودھری : صبح ۴۰-۷ (اے)
شام ۱۵-۷ (بی) ۱۷ فروری

پیمبر یندر بھومک : صبح ۳۰-۶ (بی)
صبح ۱۵-۹ (ایس)
رات ۳۰-۱۰ (اے) ۱۸ فروری

رانو گوہا ٹھاکرتا : صبح ۳۰-۶ (بی)
سہ پہر ۳۰-۳ (ایس)
رات ۰۰-۹ (اے) ۱۹ فروری

سجتا منترا : صبح ۴۰-۷ (اے)
صبح ۱۵-۹ (ایس)
رات ۵۰-۱۰ (اے) ۲۰ فروری

پروودت کمار مکھرجی : صبح ۴۰-۷ (اے)
صبح ۱۵-۹ (ایس)
شام ۵۵-۵ (بی) ۲۱ فروری

روبا بورال : صبح ۴۰-۷ (اے)
شام ۵۵-۶ (بی) ۲۲ فروری

دولا گھوش : صبح ۴۰-۷ (اے)
دوپہر ۵۰-۲ (بی)
سہ پہر ۲۰-۳ (ایس) ۲۳ فروری

کملا بوس : صبح ۲۰-۶ (اے)
صبح ۴۰-۷ (اے)
شام ۲۵-۶ (بی) ۲۴ فروری

کرشنا گوہا ٹھاکرتا : صبح ۴۰-۷ (اے)
صبح ۱۵-۹ (ایس)
شام ۳۵-۶ (بی) ۲۵ فروری

شکھا گھوش : صبح ۲۰-۶ (بی)
صبح ۴۰-۷ (اے)
سہ پہر ۲۰-۳ (ایس) ۲۷ فروری

پرتیما مکھرجی : صبح ۴۰-۷ (اے)
صبح ۱۵-۹ (ایس)



سپر کمار چکرورتی
آکاشوانی
کلکتہ سے
جن کی
ایک تقریر
بہ عنوان
"بات کتابوں کی"
حال ہی
میں
نشر
ہوئی۔

ادھونک

دیتی چٹرجی : صبح ۳-۸ (بی)
سہ پہر ۱۰-۳ (ایس)
رات ۲۰-۱ (اے) ۱۶ فروری

نرملا مسرا : صبح ۳۰-۸ (بی)
رات ۰۰-۱۰ (اے) ۱۷ فروری

جنا تونوش داس : صبح ۱۵-۶ (اے)
سہ پہر ۱۰-۳ (ایس)
شام ۳۵-۶ (بی) ۱۸ فروری

دلیپ کمار چکرورتی : صبح ۳۰-۸ (بی)
شام ۳۵-۶ (بی)
رات ۵۰-۱۰ (اے) ۱۹ فروری

سوہن کمار : صبح ۱۵-۶ (اے)
سہ پہر ۱۰-۳ (ایس)
شام ۵۵-۵ (بی) ۲۰ فروری

بانی چٹرجی : صبح ۳۰-۸ (بی)
رات ۰۰-۱۰ (اے) ۲۱ فروری

ایلا مزمدار : دوپہر ۵۰-۱ (اے) ۲۱ فروری

دیپیکا چکرورتی : شام ۴۵-۶ (بی) ۲۲ فروری

پردیپ چٹرجی : صبح ۱۵-۸ (اے)
دوپہر ۴۵-۲ (بی)
سہ پہر ۱۰-۳ (ایس) ۲۳ فروری

شکتی ٹھاکر : صبح ۳۰-۸ (بی)
شام ۵۵-۵ (بی)
رات ۵۰-۱۰ (اے) ۲۵ فروری

جیوتر موئے بویل : صبح ۳۰-۸ (بی)
رات ۱۵-۹ (اے) ۲۶ فروری

بسنتی سین گپتا : صبح ۳۰-۸ (بی)
رات ۱۵-۸ (اے) ۲۷ فروری

سادھن دسے : دوپہر ۵۵-۲ (اے) ۲۸ فروری

شیاما سنگیت

بے بی گھوش : رات ۵۰-۸ (اے) ۲۴ فروری
شام ۵۵-۵ (بی) ۲۸ فروری

نذرل گیتی

میرا دتہ رائے : شام ۳۰-۷ (بی) ۱۶ فروری

سپنا بھومک : صبح ۲۰-۹ (اے)
سہ پہر ۰۰-۳ (ایس)
شام ۰۰-۷ (بی) ۱۸ فروری

شیامل دتہ : صبح ۲۰-۹ (اے)
سہ پہر ۰۰-۳ (ایس)
شام ۳۰-۷ (اے) ۲۰ فروری

روپو بورال : صبح ۲۰-۹ (ایس) ۲۲ فروری

دیپیکا چکرورتی : صبح ۲۰-۹ (اے)
سہ پہر ۰۰-۳ (ایس) ۲۲ فروری

مادھبی چٹرجی : صبح ۲۰-۹ (اے)
سہ پہر ۰۰-۳ (ایس)
شام ۵۰-۶ (بی) ۲۳ فروری

بے بی گھوش : صبح ۲۰-۹ (ایس)
رات ۳۵-۱۰ (اے) ۲۴ فروری

تپن کمار سپاس : صبح ۲۰-۹ (اے)
شام ۵۵-۵ (بی) ۲۶ فروری

سادھن دسے : صبح ۲۰-۹ (اے) ۲۸ فروری

گیت

میرا دتہ رائے : دوپہر ۱۵-۲ (ایس) ۱۹ فروری



[illegible]

[illegible]





[illegible]

Regd. No. D-(C)39
RN No 14253

PRICE : RUPEE 1 00 16th FEBRUARY 1985

Licensed (U-23) to post without prepayment at PSO, New Delhi

[illegible]









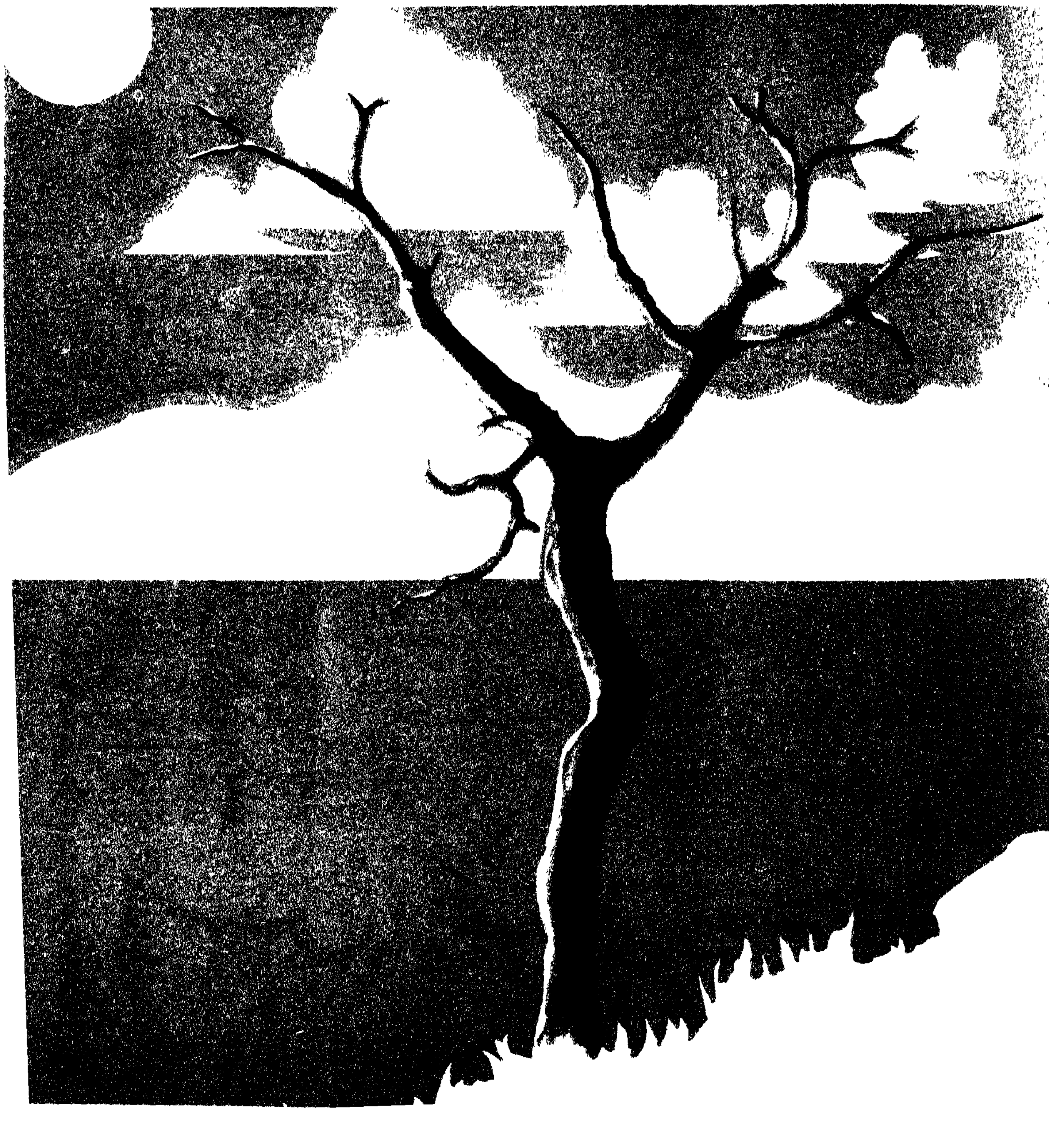
Published by the Director General, All India Radio, at the Office of the Chief Editor, Akashvani Group of Journals, PTI Building, II floor, Sansad Marg, New Delhi-110001.
Printed by the Manager, Govt of India Photo Litho Press, Faridabad

آواز

یکم سے ۱۵ / مارچ ۱۹۸۵ء
۱۰ / سے ۲۴ / پھاگن ۱۹۰۶ شاکا

اشاعت کا ۵۰ واں سال
قیمت ایک روپیہ

آل انڈیا ریڈیو کے پروگرام، معلوماتی مضامین، دلچسپ افسانے و منظومات



عِشرت قادری

دیکھ کر طرزِ تپاک اور بڑا بن کے ملا
ہیں فرشتہ نہیں لیکن وہ خدا بن کے ملا

چھو کے بھی دیکھتے اس کو یہ تمنا ہی رہی
جھونکا خوشبو کا تھا وہ موجِ صبا بن کے ملا

بار ہا توڑ دیا عہدِ رفاقت اس نے
سر سے پا تک کبھی اقرارِ وفا بن کے ملا

میں ثنا خواں نہ ہوا اس کی گل افشانی کا
مجھ سے وہ جب بھی ملا سنگِ صدا بن کے ملا

ہم سفر دن میں رہا سائے کے مانند خیال
شب کے صحرا میں ستاروں کی ردا بن کے ملا

باور آیا ہمیں پتھر کا پگھلنا عشرتؔ
جب وہ بھیگی ہوئی پلکوں پہ دعا بن کے ملا

اجلال مجید

یہ جو سب آسمان تنہا ہے
میرے دل کے سمان تنہا ہے
ایک اک کر کے اڑ گئے پنچھی
خود گرفتہ چٹان تنہا ہے
سر کٹائے تھے جس پہ لاکھوں نے
سرنگوں وہ نشان تنہا ہے
خودکشی کر چکے ہیں سب الفاظ
خوشبوؤں کی اڑان تنہا ہے
پھر صدائیں کہاں سے آتی ہیں
جبکہ سارا مکاں تنہا ہے

شجاع فرخی

اب تو سنتا ہی نہیں لفظِ تمنا کوئی
سبز ہوتا ہی نہیں شاخ پہ پتا کوئی

مجھ کو برباد کیا ہے تو مٹا بھی دیجے
قصہ چھوڑا نہیں جاتا ہے ادھورا کوئی

گم ہوئے بھیڑ میں دنیا کی مسافر ایسے
بھول کر دل کے خرابے سے نہ گزرا کوئی

یہ تو ہم جانتے ہیں دھوپ کی شدت کیا ہے
پھر سورج کا سمجھتا نہیں سایا کوئی

منھ سے کہتا ہے سفینہ کو خدا حافظ بھی
اور طوفاں کو بھی کرتا ہے اشارا کوئی

تجھ کو دعویٰ ہے مسیحائی کا یہ دیکھ تو لے
آستیں پہ تو نہیں خون کا دھبہ کوئی

اپنے ہاتھوں سے بنا لیتا ہے قسمت اپنی
یوں مٹا دیتا ہے تقدیر کا لکھا کوئی

خون مظلوموں کا بہتا ہوا دیکھا تھا شجاعؔ
جی ہوا ایسا کہ پھر رنگ نہ دیکھا کوئی

افتخار آزر

درد کھٹکھٹا رہا ہے جمود انتشار کا
ہمدرد بن گیا ہے شکاری شکار کا

مفہوم گوشے گوشے میں دیواریں چن گیا
مذہب نے جب بھی روپ لیا اشتہار کا

یہ سر ڈگر پہ لائی ہے پھولوں کی آرزو
احسان مند ہونا پڑا خار خار کا

ہمدردیوں کا بوجھ اٹھانے کا دم تو ہو
کر لوں گا میں یقین ہر اک اعتبار کا

پتھر کا دور غار سبھی یاد آ گئے
جب وقت نے حساب لیا تار تار کا

بچوں کو کیا خلوص کا مطلب بتائیں گے
رشتے کرائے کے تو تعلق ادھار کا

لاکھوں حقیقتوں پہ بھی بھاری رہا وہ خواب
قدموں میں سر پڑا تھا ہر اک تاجدار کا

عرفان انصاری

تمیزِ درد و غم جانا فروغ انس و جاں سمجھا
متاعِ دیر و کعبہ تھی جسے ہیں آستاں سمجھا

کہاں آدابِ خود بینی کہاں سرمستیِ الفت
وہ رہزن تھے حریمِ دل کا جن کو پاسباں سمجھا

محبت دردِ محرومی کا باعث ہو نہیں سکتی
مرا ذوقِ شہادت زندگی کو رائگاں سمجھا

وہ طورِ سینا کا جلوہ عیاں چشمِ غزالاں سے
حرم نکلا وہ قلبِ مطمئن جس کو جہاں سمجھا

وجودِ برق سے کچھ رہبری تھی چشمِ بینا کو
خلش نکلی کہ جس نے اس کو پہلو میں نہاں سمجھا

تغیر تھا زمانہ کا قفس کی زندگی برحق
میری نظروں کا دھوکا تھا جسے میں آشیاں سمجھا

اگر عرفانؔ آدابِ جنوں کی لاج رکھنی ہے
نہ کہنا تم کہ ہیں وجہِ عنادِ دوستاں سمجھا

اس بار بھوپال سے غزلیں

آل انڈیا ریڈیو کے پروگرام

چیف ایڈیٹر ڈاکٹر اوم پرکاش کیجریوال

ادارت

سراج احمد

مہندر سنگھ وِج

ٹیلی فون ۳۸۲۲۴۹

۳۸۲۲۵۴

تار کا پتہ LISTENER

نئی دہلی | یکم مارچ ۱۹۸۵ء بمطابق ۱۰ پھاگن ۱۹۰۶ شاکا | جلد ۵۰ | شمارہ ۵

نغمۂ غم

حسن نعیم

عام انسان زندگی بھر مسرت کی تلاش میں سرگرداں رہتا ہے لیکن وہ نیلی چڑیا یعنی The blue bird of happiness کسی کو دکھائی نہیں دیتی اس کے وجوہات کئی ہیں لیکن سب سے واضح بات یہ ہے کہ مسرت دراصل کسی مسلسل جستجو کا نام ہے۔ جن چیزوں میں ہم عموماً خوشیاں تلاش کرتے ہیں وہ دستیاب بھی ہو جاتی ہیں تو ہم محسوس کرتے ہیں کہ وہ عارضی تھیں یا سراب کے مانند تھیں، بہر حال اتنی نعمت بھی کم نہیں ہے۔ غالباً انسان کی فطرت ہی ایسی ہے کہ بے شمار غم و اندوہ اس کا مقدر ہیں۔ ہزارہا برسوں سے اسے جو تجربات ہو رہے ہیں ان کا ماحصل یہ ہے کہ کامیابی بھی خوشی کی ضامن نہیں۔ مادی آسائشیں جسم کو آرام تو پہنچاتی ہیں لیکن روح کو تسکین نہیں دیتیں۔ آخر اس کا حل کیا ہے؟ فلسفیوں، دانشوروں اور شاعروں نے ان مسائل پر بہت وقت صرف کیا ہے لیکن کسی ایسے نتیجے پر نہیں پہنچے ہیں جن سے ہر کسی کو اتفاق ہو، غالباً آئیڈیل صورت حال یہ ہے کہ ایک طرف تو مادی آسائشیں مہیا ہوں، روزگار اور دوسرے حقوق زندگی کے لئے روزانہ جنگ نہ کرنا پڑے اور دوسری طرف ہر فرد آزادی فکر و خیال رکھتا ہو، ایسا کوئی سماج ابتک وجود میں نہیں آیا ہے اور اس کے وجود میں آنے کے بعد بھی یہ مسئلہ حل ہو جائیگا یقینی طور پر نہیں کہا جا سکتا۔

بہر حال جس صورت حال سے ہم لوگ دوچار ہیں اس میں غم سے نباہ کرنے کا فن سیکھنا لازم ہے بلکہ غموں کو ایک حقیقت مان کر زندگی گزارنے کا سلیقہ آنا ضروری ہے۔ منشیات اور "ڈرگ" کے ذریعے کوئی نجات ممکن نہیں۔ میری ایک غزل جس کے مقطع میں غم کو ایک زندگی بخش طاقت بتایا گیا تھا جب چھپی تو کئی ایسے قارئین کے خطوط ملے جو خود بھی ادیب و شاعر نہ تھے۔ ان میں سے ایک صاحب ڈاکٹر، دوسرے نوکر پیشہ اور تیسرے ایک میڈیکل اسٹور کے مالک تھے۔

پہلے وہ مقطع سنئے:

مر گیا ہوتا بھروسہ کر کے خوشیوں پہ نعیم — غم کی طاقت تھی کہ جس کے بل پہ زندہ رہ گیا

بات سامنے کی ہے اور سیدھے طریقہ سے کہہ دی گئی ہے لیکن ان تینوں حضرات کے تاثرات ملاحظہ کیجئے:

ڈاکٹر صاحب نے لکھا "جب میں نے آپ کا شعر پڑھا تو مجھے ایسا لگا کہ میری زندگی کے واقعات پر اچانک کسی کی نظر پڑ گئی ہے، آپ نے جو بات اپنے تعلق سے کہی ہے وہ میرے لئے بھی اتنی ہی سچ ہے"

اس شمارے میں

غزلیات

قیمت

فی کاپی	ایک روپیہ
سالانہ	۲۲ روپے
دو سال	۴۲ روپے

(اندرون ملک ڈاک خرچ بذمہ ادارہ)

دوسرے قاری نے لکھا کہ "میں نے اپنے گھر میں خوشحالی کبھی نہیں دیکھی تھی اسی لئے دن رات محنت کرکے اپنی ذمہ داری نبھائی اور ترقی کرتا گیا۔ اب جبکہ میرے پاس گھر بار سبھی کچھ موجود ہے۔ مجھے محسوس ہوتا ہے کہ کوئی غم مجھے اندر ہی اندر کھائے جا رہا ہے۔ آپ کا شعر پڑھ کر تقویت ہوئی اور مجھے معلوم ہوا کہ سب لوگ کسی نہ کسی وجہ سے دکھی ہیں۔"

میڈیکل اسٹور کے مالک نے بس اتنا ہی لکھا کہ شعر بہت پسند آیا کیا آپ کی کتاب بازار میں ملتی ہے۔ مجھے تو کہیں بھی نہ مل سکی لکھئے کہ کہاں ملتی ہے؟

میرے لیے یہ خطوط بڑے قیمتی ہیں اس لئے کہ داد سخن سے کہیں زیادہ یہ داد غم شناسی ہیں جو مجھے اور میرے پڑھنے والوں کو ایک رشتۂ درد میں جوڑتے ہیں شاید نغمۂ غم کا ایک یہی تعمیری پہلو ہے۔

انگریزی کے شاعر شیلی کا یہ معروف خیال کہ ہمارے شیریں ترین نغمے وہی ہیں جو غمگین ترین خیالات کی نشاندہی کرتے ہیں اس مسئلے کے صرف ایک پہلو کی عکاسی کرتے ہیں ورنہ امید، انقلاب اور وصال کے تصورات نے نوع انسان کو زیادہ متاثر کیا ہے اور اکثر بڑی شاعری کی جڑیں ان ہی تصورات میں پیوست ہیں اور انہی سے inspiration حاصل کرتی ہیں۔ ایسی بات بھی نہیں کہ مسرت کسی بھی حال میں دائمی نہیں ہوتی، وہ دائمی بھی ہوتی ہے لیکن ایسے خوش نصیب جنھیں یہ دولت ملتی ہے بہت کم تعداد میں پیدا ہوتے ہیں، یہ وہ لوگ ہوتے ہیں جو کسی اعلیٰ نصب العین میں اپنی مسرت تلاش کرتے ہیں اور ان کی تلاش ہی ان کی مسرتوں کا سرچشمہ ہوتی ہے وہ آئے دن کی ناکامیوں اور زحمتوں سے بد دل نہیں ہوتے اس لئے وہ ذاتی آسائشوں اور ترقیوں سے بلند ہو کر نوع بشر کی خدمت کرتے ہیں۔

ہمارے نامور صوفی، سنت، مفکر اور سائنس داں اسی قبیلے سے تعلق رکھتے ہیں، ان کا مطمح نظر اتنا بلند ہوتا ہے کہ گویا وہ کہہ رہے ہوں ع

نہ غم آورد نقصانے ؛ نہ شادی داد شادمانے

غالباً نوعمری میں ہی والدین کے سائے سے محروم ہو جانے کے باعث میں اپنے طریقۂ فکر کے لحاظ سے ان لوگوں میں ہوں جو غم کو ایک روحانی طاقت میں تبدیل کر دینے کے درپے ہیں اور تخلیقی سرگرمیوں کے ذریعے ان حقائق تک پہنچنے کی کوشش کرتے ہیں۔ تمام فنون لطیفہ میں اسی جذبے کی کارفرمائی ملتی ہے جو لوگ اپنے ذاتی دکھوں کو ارتفاع کی منزل تک نہیں لا سکتے وہ ایک گونہ کامیابی تو حاصل کرتے ہیں لیکن شہرت دوام سے محروم رہتے ہیں۔ جن فنکاروں کے یہاں اعلیٰ سنجیدگی نہیں ہوتی ان کے فن کی طرف بار بار رجوع ہونا ممکن نہیں۔

بہت سی محرومیاں جو عموماً دل و دماغ کو معطل کر دیتی ہیں میں نے ان کے تجزئے کا ایک مثبت طریقہ اپنایا یعنی جو کچھ "نہیں" ہے اس پر افسوس کرنے کی بجائے جو کچھ "ہے" اس کی اہمیت کو سامنے رکھا اور کبھی کبھی یہ خواہش بھی کی۔

بسر ہو یوں کہ ہر اک دن اک حادثہ ہو لگے
گزر بھی جائے کوئی غم تو واقعہ نہ لگے

اس شعر کی نفسیاتی کیفیت کو سمجھنے کے لیے تخیل اور تجربے دونوں کی ضرورت ہوگی، اس طرح یہ شعر بھی ان حالات پر روشنی ڈالتا ہے جس سے میں نوعمری ہی سے دوچار رہوں

میں بگولوں کی طرح پھولا پھلا ہوں دشت میں
ابر آئے یا نہ آئے، میں سدا شاداب ہوں

یہ سب اشعار ترانۂ حیات سے زیادہ قریب ہیں۔ ان میں احساس غم تو ضرور ہے لیکن اس سے نبرد آزما ہونے کی کیفیت حاوی ہے کم و بیش اردو کے تمام شعراء نے غم حیات کو مرکزی موضوع سخن بنایا ہے اور اس سے نجات حاصل کرنے کی تمنا کی ہے لیکن غالب نے ایک نیا زاویہ نکالا

نغمہ ہائے غم کو بھی اے دل غنیمت جانئے
بے صدا ہو جائے گا یہ ساز ہستی ایک دن

نفی میں اثبات تلاش کرنے کا رویہ غالب کا اپنا ہے، اس شعر میں انھوں نے یہ جتانے کی کوشش کی ہے کہ نغمۂ غم ہی سہی ہے تو یہ بھی زندگی کی ایک علامت، موت کے ساتھ یہ سب کھیل ختم ہو جائیگا۔ اسی طرز فکر کا لازمی نتیجہ تھا کہ وہ یہ اشعار بھی لکھتے۔

قید حیات و بند غم، اصل میں دونوں ایک ہیں
موت سے پہلے آدمی غم سے نجات پائے کیوں

اور پھر یہ بھی

غم ہستی کا اسد کس سے ہو جز مرگ علاج
شمع ہر رنگ میں جلتی ہے سحر ہونے تک

(اردو سروس سے)

اندر سروپ دت نادان

باندھے رخت سفر میں کیا کیا لے جائیے
راہ کی دشواریوں کا بھی تقاضا ہے یہی
حسینیں خنجر بکف منڈلا رہی ہیں جا بجا
آپ کیا سمجھیں گے شہر درد کی مجبوریاں
اب یہ حسینہ کا کہا بھی سچ ہے اس شہر میں
اب نئے درد دل کا موسم ہے، یاد ہو یہ ترک

جی میں آتا ہے کہ گھر کا گھر اٹھا لے جائیے
آپ اپنے ساتھ اپنی ہم خوف لے جائیے
آپ اپنی ذات کا لشکر لے جائیے
آپ ہی مخلوں کی آغوشوں کے لیے جائیے
لاکھ منت اٹھو ہماں کو اچھا لے جائیے
آپ ہی شاید پرانے درد والے جائیے

میں تو ناداں ہوں، تماشے جاؤں ڈھونڈنے ہوا
آپ دانا ہیں مجھے دارالشفا لے جائیے

(اردو مجلس دہلی سے نشر)

شخصیات شعر و ادب

سلسلہ

فراق

فراق گورکھپوری کی شخصیت ایک جامع شخصیت تھی اردو شاعری اور تنقید نگاری میں فراق گورکھپوری ایک خاص رنگ و آہنگ اور انفرادی طرز عمل کے رسیا تھے۔ انھوں نے اپنے بیش بہا افکار و آراء سے اردو شاعری اور تنقید کی عہد سازی اور تہذیب و ترتیب میں ایک نمایاں اور اہم رول ادا کیا ہے۔ فراق نے بیک وقت تنقید [illegible] کے فن و جمال کو بھی سنوارا اور نکھارا ہے اور جمالیاتی و تاثراتی تنقید کی بساط کو بھی [illegible] عطا کی ہے۔

تنقید کا فن ایک جامع فن اور فنکاری ہے جس پر وہی صاحب علم خیال آرائی کر سکتا ہے جو باذوق، باشعور اور بالغ نظر ہو اور جس کا ذوق جمال بھی بالیدہ اور پختہ ہو تبھی وہ فن کار اور فن کی گہرائی تک رسائی حاصل کر سکتا ہے اور فنکار کے احساس جمال کو بھی سمجھ سکتا ہے۔ تنقید فطری طور پر تنقید نگار کے نقطہ نظر اور طرز فکر و عمل کی ترجمانی ہوتی ہے۔ ہر نقاد اپنا ایک طبعی میلان، رجحان، ذوق جمال اور ذوق عمل رکھتا ہے۔ جس کے تناظر میں وہ فنکار کے فن و فکر کا مطالعہ اور محاسبہ کرتا ہے اور اپنے ذاتی نقطہ نظر کی بنیاد پر اس کی قدر و قیمت معین کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تنقید کی دنیا میں مختلف النوع خصوصیات کے مکاتب فکر و عمل پذیر نظر آتے ہیں۔ انھیں مکاتب فکر میں سے ایک مکتب فکر تاثراتی تنقید کا ہے۔ تاثراتی تنقید تاثرات و کیفیات کی نقش گری کا نام ہے۔ اس طرز تنقید میں جذبات و محسوسات کی گہری رنگ آمیزی ہوتی ہے جس سے تنقید پارے میں لطف و سرور اور سحر طرازی کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ فن پارے کے مطالعے سے جو کیفیات و احساسات دل و دماغ پر مرتسم ہوتے ہیں ان کا اظہار و بیان ہی دراصل تاثراتی تنقید ہے۔ فراق گورکھپوری اسی مکتب فکر و خیال کے ہمنوا اور ہم خیال تھے ان کی تنقید تاثراتی تنقید کی مکمل طور پر ترجمانی کرتی ہے۔ بات دراصل یہ ہے کہ فراق ایک شاعر حسن اور مصور جمال تھے۔ فطرتاً حسن و جمال کے دالہ و شیدا تھے۔ انھوں نے حیات و کائنات کے حسن و جمال اور رنگ و نور سے اپنے قلب و جگر کو تاب و تب عطا کیا اور فکر و خیال کو جلا بخشی۔ وہ اپنی جبلت جمال سے متاثر ہو کر تاثراتی تنقید کی شاہراہ پر گامزن ہوئے۔

بحیثیت نقاد

سید غلام مرتضیٰ

وہ فنکار کی وجدانی کیفیات اور ذہنی ادراک و شعور کی سراغ رسانی کو تنقید کا عین مقصد و منشا تصور کرتے ہیں۔ وہ اپنی تنقید کو "خلاقانہ تنقید" "زندہ تنقید" اور "تاثراتی تنقید" کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔

فراق گورکھپوری انگریزی کے پروفیسر تھے اس لئے پہلے انھوں نے انگریزی میں اردو شعرا پر تنقید نگاری شروع کی لیکن نیاز فتح پوری اور مجنوں گورکھپوری کی صحبتوں نے ان کے فکر و قلم کو اردو کی طرف موڑ دیا۔ نیاز فتح پوری کی ایما پر وہ ۱۹۳۶ء سے اردو تنقید نگاری کی طرف مائل ہوئے ان کی تین اہم تنقیدی کتابیں منظرِ عام پر آ چکی ہیں "اردو کی عشقیہ شاعری" "اندازے" اور "حاشیے"۔ علاوہ ازیں مختلف مضامین مختلف رسالوں میں منتشر پڑے ہیں۔ فراق نے اپنے ذوقِ ادب اور زاویۂ نقد و نظر کو مشرقی اور مغربی دونوں رجحانات، روایات اور اقدارِ فن سے آراستہ و پیراستہ کرنے کی کوشش کی ہے۔ فراق کی تنقیدوں میں ان کے جذبات و کیفیات اور جمالیاتی رنگ و آہنگ کی گہری رنگ آمیزی نظر آتی ہے۔ فراق کا خیال ہے کہ تنقید کا کام وجدان و بصیرت اور ایک مخصوص اسلوبِ بیان سے ہی انجام پا سکتا ہے۔ تنقید محض رائے زنی یا میکانکی طور پر زبان اور فن کے خارجی عناصر و اجزا کی فہرست سازی نہیں ہے بلکہ فنکار کی الہامی کیفیات اور جذباتی رنگ و آہنگ تک رسائی حاصل کرنا ہے۔ فنکار کے نہاں خانوں میں جھانکنے کے لئے دل و دماغ، شعور، تحت الشعور اور لاشعور سب کے دریچے کو وا کرنا ہوگا۔ دوسری طرف اسلوبِ بیان اور طرزِ ادا میں صداقت، خلوص اور دل آویزی کی کیفیت پیدا کرنی ہوگی۔ فراق ایک نقاد کے فرائض سے اچھی طرح واقف ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ تنقید میں شیفتگی اور شگفتگی دونوں چیزیں ہونی چاہئیں۔ حیات و کائنات اور انسانی ثقافت و کلچر کے سارے عناصر و اجزا کی شمولیت اور صراحت ہونی چاہئے۔ فنکار کے خط و خال کو اجاگر کرنا چاہئے اور اسرار و رموز کی بھرپور سراغ رسانی ہونی چاہئے۔ یعنی فنکار کی شخصیت و انفرادیت اور فکر و خیال کی متحرک تصویریں پیش کرنی چاہئے تاکہ اقدارِ فن اور اقدارِ حیات دونوں کے گہرے نقوش منظرِ عام پر آ جائیں۔ ناقد کا کام "شاعر کے وجدانی شعور کے بھید کھولنا" (اور) "احساسات اور بصیرتیں پیش کرنا ہے"۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ فراق اپنی افتادِ طبع اور جبلتِ جمال کی بنا پر ایک تاثراتی و جمالیاتی تنقید نگار ہیں۔ تاثراتی تنقید ہمیشہ تخلیقی ہوتی ہے۔ فراق کی تنقیدیں بھی تخلیقی نوعیت کی ہیں۔ ان کی تنقیدوں میں ان کے وجدان و بصیرت کا بڑا عمل دخل ہے۔ وہ فنکار کے مشاہدات و تجربات اور جذبات و تصورات کا بڑی گہرائی سے جائزہ لیتے ہیں۔ وہ ذہنی محرکات و تحریکات تک رسائی حاصل کرنے کی بھرپور کوشش کرتے ہیں۔ فراق ایک طرف وجدان و بصیرت کی روشنی میں تنقید کرتے نظر آتے ہیں تو دوسری طرف سائنٹفک تنقید کا طریقۂ عمل بھی بروئے کار لاتے ہیں اور کہیں کہیں تیزر، اور ٹین کے قومی، نسلی اور زمانی نظریۂ تنقید سے بھی استفادہ کرتے نظر آتے ہیں۔ فراق فنکار کے عہد و ماحول، ذہنی تربیت اور نشو و نما پر عقبی نظر بھی ڈالتے ہیں یہاں وہ تاثراتی تنقید سے قدرے انحراف کرتے نظر آتے ہیں۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ تنقید میں جامعیت اسی وقت پیدا ہو سکتی ہے جبکہ تنقید کرتے وقت فنکار کے عہد و ماحول اور ذہنی تربیت و ارتقا پر بھی نظر رکھی جائے اور فکر و فن کی معنویت، جاذبیت اور حسنِ عمل کا بھی جائزہ لیا جائے اور فکر و خیال کے ہر گوشے کو روشن کیا جائے۔

شاعر کی شخصیت کی تعمیر و تشکیل میں بہت سارے عناصر و عوامل مل ملا کر کام آتے ہیں۔ شاعر ایک طرف انفرادی زندگی کے پیچ و خم سے ہمکنار ہوتا ہے تو دوسری طرف اجتماعی زندگی اور زمانے کے نشیب و فراز اور حالات و حوادث سے متاثر ہوتا ہے۔ اسی طرح ہر دور اپنا ایک مزاج اور مذاق رکھتا ہے جس کے زیرِ اثر شاعری ظہور پذیر ہوتی ہے شاعری میں داخلیت اور خارجیت دونوں کی رنگ آمیزی ہوتی ہے۔ شاعری کی تنقید کرتے وقت شاعر کے عہد، ماحول اور عصری مزاج کو فراموش نہیں کیا جا سکتا ہے۔ ہر ادبی تخلیق میں کسی نہ کسی صورت میں روحِ عصر کارفرما ہوتی ہے اور شاعر کی شخصیت و انفرادیت بھی جلوہ گر ہوتی ہے فراق کو اس بات کا پورا پورا احساس ہے۔ لیکن انفرادیت کے بارے میں ان کا ذہن صاف نہیں ہے۔ وہ انفرادیت کو "سراسر مانگے تانگے کی چیز" کہتے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ "شاعر کا 'میں' ہزاروں 'ہموں' سے بنا ہے۔ اس کی شخصیت و انفرادیت حقیقتاً ایک کمپوزٹ فوٹوگراف ہے۔ دوسری جگہ وہ کہتے ہیں کہ "ہر شاعر کا مزاج اپنی ایک انفرادیت رکھتا ہے" "ہر ایک کے وجدان کی اپنی نوک پلک ہوتی ہے، اپنے خط و خال ہوتے ہیں، اپنی شخصیت ہوتی ہے"۔ فراق کے کہنے کا اصل مدعا یہ ہے کہ شاعر کی شاعری اور شخصیت میں ہی اس کی انفرادیت، عصریت اور اجتماعیت پوشیدہ ہوتی ہے۔ شاعر کی داخلیت میں ہی خارجیت پیوست ہوتی ہے۔

فراق گورکھپوری نے "اردو کی عشقیہ شاعری" پر ایک بسیط اور بصیرت افروز مقالہ سپردِ قلم کیا ہے جو اخبار "مدینہ" میں ۱۹۳۹ء میں شائع ہوا تھا۔ یہ مقالہ فراق کی نفسیاتی وجدانی کیفیات و جذبات نگاری کا ایک حسین مرقع ہے۔ جس کی ہر تصویر فراق کے تصورِ جمال اور نظریۂ لمس و لذت کی آئینہ دار ہے۔ فراق نے بعض جذبات پر کہیں کہیں مبالغہ آمیز خیال کا اظہار کیا ہے۔ فراق نے عشقیہ شاعری کا جو حلاوت اور جوہر اردو کی غزلیہ شاعری میں تلاش کیا ہے ان کا خیال ہے کہ اردو کی غزلیہ شاعری انسانی وجدان کے ارتقا میں مددگار ثابت ہوتی ہے۔ فراق نے غزل کو "عطر کا عطر" کہا ہے اور کامیاب ترین غزل کو "تحت النغمہ" سے تعبیر کیا ہے۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ اگر کسی قوم کے کلچر کا اندازہ کرنا ہو تو اس قوم کی عشقیہ شاعری کی جانچ کرنی چاہئے۔

فراق نے "شعر اور ہیئت" پر بھی ایک پُرمغز مقالہ قلمبند کیا ہے جس میں انھوں نے داخلی شاعری پر کافی زور دیا ہے۔ ان کا خیال ہے کہ خارجی شاعری روح کو آسودگی اور تسکین نہیں دے سکتی ہے بلکہ داخلی شاعری ہی روح کو فرحت و تازگی اور لطف و سرور عطا کر سکتی ہے۔ تمام داخلی مسائل کا حل شاعری ہے۔ شاعری میں تربیت و تہذیب کی کارفرمائی ضروری ہوتی ہے۔ حیات و کائنات بڑی پیچیدہ ہے۔ آرٹ و فن انھیں سمجھنے اور سمجھانے کا ایک وسیلہ ہے حیات و کائنات میں انتشار و بکھراؤ اور اضطراب کی کیفیت نظر آتی ہے۔ شاعر اپنی بلند ترین وجدانی کیفیات، جمالیاتی ادراک و شعور اور فنی بصیرت و بصارت سے انھیں زیب و زینت بخشتا ہے۔

فراق گورکھپوری نے اپنی تنقیدوں میں جو آب و تاب پیدا کی ہے اس میں ان کے اسلوبِ بیان اور طرزِ ادا کی نادرہ کاری اور حسن کاری کا ہی اصل ہاتھ ہے۔ فراق کی تحریروں میں شیفتگی بھی ہے اور شگفتگی بھی۔ اسلوبِ بیان اور طرزِ نگارش بھی ایک فن، فنکاری اور صناعی ہے جس کا تعلق جمالیات، جمال اور جمالیاتی شعور سے بہت گہرا ہے فراق حسن و جمال اور حسن کاری کا ایک بالیدہ شعور رکھتے تھے۔ انھوں نے حسین تشبیہات اور لطیف استعارات سے نگینہ سازی کا کام خوب کیا ہے۔

فراق نے ہندی الفاظ و محاورہ کو بڑی ہنرمندی اور صناعانہ ڈھنگ سے اردو میں سمونے، برتنے اور کھپانے کی سعی کی ہے۔ مثلاً نیا سہاگ، جنچل مسکراہٹ، لہک لہک، سہج سبھاؤ، مزاج کی لچک، نئی لچک، للچاہٹ، رسمساہٹ، تھرتھراہٹ، البیلاپن، سجل اور سکھڑ روپ، رکی رکی سی تلملاہٹ، گٹھیلاپن، ٹرکاٹھاپن وغیرہ

بہرکیف فراق گورکھپوری اپنی انفرادی تنقید نگاری، انوکھا اسلوب و آہنگ اور علمی جامعیت کے لئے اردو شاعری اور تنقید میں ایک اعلیٰ و ارفع مقام کے حامل ہیں ہمیں افسوس ہے کہ ایک ایسی عظیم اور بلند ترین شخصیت اب ہمارے درمیان نہیں رہی لیکن ان کے کارنامے انھیں حیاتِ دوام بخشتے رہیں گے۔

(پٹنہ سے نشر)

سید غلام مرتضیٰ
انڈسٹریل کمرشیل انسٹی ٹیوٹ، بہار شریف ۸۰۳۱۰۱

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی

ڈاکٹر نثار احمد فاروقی

یوں تو سبھی سلسلوں کے صوفیوں نے عوام میں قبولیت حاصل کی ہے لیکن چشتی صوفیوں نے خاص طور پر عام انسانوں کے دلوں کو جیتا ہے۔ اور وہ آج تک عوام کی محبت و عقیدت کا مرکز بنے ہوتے ہیں۔ چشتیوں کے سرتاج حضرت خواجہ معین الدین سنجری اجمیری علیہ الرحمۃ آج بھی "غریب نواز" کہلاتے ہیں اور ماہ رجب کی ابتدائی تاریخوں میں ہندوستان بھر سے لاکھوں زائرین ان کے آستانے پر والہانہ عقیدت کے ساتھ حاضری دیتے ہیں۔ حضرت خواجہ غریب نواز نے جب اجمیر کو اپنا مسکن بنایا تھا اس وقت وہاں مسلمانوں کی حکومت نہیں تھی، اس سے ظاہر ہے کہ عوام کا دل جیتے بغیر وہ وہاں اپنی خانقاہ قائم نہیں کرسکتے تھے۔ حضرت غریب نواز کے خلفاء میں سب سے ممتاز شخصیت حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی علیہ الرحمۃ کی ہے انھوں نے دلی کو اپنا مرکز بنایا تھا۔ ہرچند وہ عزلت اور استغراق کے عالم میں رہتے تھے اور ان کی عمر بھی زیادہ نہیں ہوئی صرف ۵۲ سال حیات رہے اور دلی میں ان کا قیام ۲۰ سال کے لگ بھگ رہا، لیکن اس مختصر سی مدت میں انھوں نے شہنشاہ وقت سے لے کر ادنیٰ اور غریب انسانوں تک سبھی کو اپنا ایسا گرویدہ بنا لیا تھا کہ جب حضرت خواجہ اجمیری آخری بار دلی تشریف لائے تو اس وقت دلی کے شیخ الاسلام نجم الدین صغری نے ان سے شکایت کی کہ آپ نے شہر میں اپنا ایک ایسا مرید بٹھا رکھا ہے جس کے سامنے میری شیخ الاسلامی کا چراغ نہیں جلتا اور مجھے کوئی نہیں پوچھتا۔ اس پر حضرت غریب نواز نے فرمایا تم اطمینان رکھو میں قطب الدین کو اپنے ساتھ اجمیر لے جاؤں گا۔ جب دلی والوں کو یہ معلوم ہوا کہ قطب صاحب اپنے پیر و مرشد کے ساتھ اجمیر کی طرف کوچ کر رہے ہیں تو سارے شہر میں کہرام مچ گیا۔ یہ دونوں بزرگ آگے آگے جا رہے تھے اور ان کے پیچھے شہنشاہ وقت سلطان شمس الدین التمش اپنی آنکھوں میں آنسو لیے منت سماجت کر رہا تھا اور اس کے ساتھ ساری خلق خدا گریہ کناں تھی۔ جب ایسا کہرام دیکھا تو حضرت غریب نواز نے خواجہ قطب الدین سے فرمایا کہ کسی ایک شخص کا دل رکھنے کیلئے خدا کی اتنی مخلوق کا دل توڑنا جائز نہیں ہوسکتا۔ تم دلی ہی میں رہو۔ اسی ایک واقعہ سے ان کی ہر دلعزیز شخصیت کا کچھ اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی علیہ الرحمۃ وسط ایشیا کے قصبہ اوش کے رہنے والے تھے۔ آپ کے والد محترم کا نام [illegible] الدین موسیٰ بتایا جاتا ہے۔ بعض تذکروں میں کمال الدین احمد بھی ہے۔ منبع الانوار میں آپ کو حسینی سید بتایا گیا ہے اور ایک شجرہ بھی دیا گیا ہے مگر تاریخ خان جہانی کے مولف خواجہ نعمت اللہ ہروی نے آپ کو [illegible] قبیلہ [illegible] کا چشم و چراغ بتایا ہے۔ حضرت قطب صاحب کی ولادت ۵۸۰ھ کے قریب ہوئی اور ابھی آپ [illegible] برس کے ہی ہوئے تھے کہ والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا اور آپ کی تعلیم و تربیت والدہ محترمہ کی نگرانی میں ہوئی۔ جب آپ مکتب جانے کے قابل ہوئے تو والدہ محترمہ نے ایک ہمسایہ کے ساتھ آپ کو محلے کی مسجد میں پڑھنے کے لیے بھیجا مگر راستے میں ایک مرد صاحب مل گئے اور انھوں نے آپ کو ایک بزرگ ابوحفص کی خدمت میں پہنچا دیا جنھوں نے خاص توجہ سے ظاہری و باطنی تربیت فرمائی۔ جب آپ کی عمر ۱۵ سال تھی حضرت خواجہ معین الدین سنجری کا اوش سے گزر ہوا۔ آپ اسی وقت ان سے بیعت ہوگئے۔ مرشد نے انھیں تمام فضائل سے آراستہ دیکھا تو اپنی خلافت بھی مرحمت فرمادی۔ اب آپ کو شدید طلب پیدا ہوئی کہ عالم اسلام کی بڑی خانقاہوں میں جاکر مزید فیوض حاصل کریں۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ آپ بغداد تشریف لے گئے اور اس وقت وہاں حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی اور شیخ اوحدالدین کرمانی جیسے باکمال موجود تھے۔ ان کی صحبت سے استفادہ کیا۔ وہاں سے ہندوستان کی طرف روانہ ہوئے اور حضرت شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی کی خانقاہ میں کچھ عرصے تک ملتان میں رہے۔ اس وقت ناصر الدین قباچہ ملتان کا حاکم تھا، اور اس سرحدی علاقے کو منگولوں کے لشکر نے اپنے نرغے میں لے رکھا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ قباچہ نے آپ سے دعا کی درخواست کی تو آپ نے ایک تیر پر کوئی دعا دم کرکے اسے دیا اور فرمایا کہ اسے کسی بلند مقام سے دشمن کے لشکر کی طرف پھینکو۔ قباچہ نے ایسا ہی کیا اور اسی رات کو منگول کسی دوسری طرف نکل گئے۔ اس زمانے میں حضرت بابا فریدالدین مسعود گنج شکر نوعمر تھے اور بعض درسی کتابیں پڑھ رہے تھے۔ ان سے قطب صاحب کی پہلی ملاقات یہیں ہوئی۔ دلی آکر قطب صاحب نے ابتدا میں کیلوکھڑی میں قیام فرمایا تھا بعد کو ملک اعزالدین کی مسجد کے سامنے ایک مکان میں منتقل ہوگئے۔ یہاں آپ ایک دن عیدگاہ سے نماز پڑھ کر واپس آرہے تھے، راستے میں ایک مقام پر اچانک ٹھہر گئے اور فرمایا کہ اس زمین سے دلہائے سوختہ کی بو آرہی ہے۔ تفتیش کرکے اس قطعہ زمین کے مالک کو بلایا گیا اور وہ زمین آپ نے خرید لی۔ اسی پر آج کل آپ کی ابدی آرامگاہ بنی ہوئی ہے اور یہی وہ مقدس مقام ہے جہاں گزشتہ سات سو برسوں سے ہزاروں انسانوں کے سر عقیدت سے جھک رہے ہیں۔

حضرت قطب صاحب اکثر و بیشتر مشغول اور استغراق کے عالم میں رہتے تھے۔ آپ کی خوراک بھی بہت کم تھی۔ اکثر روزہ رکھتے تھے [illegible] سے عام ہوئی تھی۔ آپ کی [illegible] مستغرق کا یہ عالم تھا کہ [illegible] سننے والے کی [illegible] ہوتی تھی تو خادم آپ کے [illegible] ساتھ [illegible] بہت سے لوگ سلام کرنے [illegible] لوگوں کو [illegible] اور ان سے [illegible] لوگ پانی پیتے [illegible] آپ کے [illegible] والوں کو رخصت [illegible] آپ کی زندگی بہت عسرت اور تنگ دستی میں بسر ہوتی تھی [illegible] آپ نے فرمایا خالہ ہماری خانقاہ میں [illegible] جاری ہوگا۔ چنانچہ حضرت نظام الدین اولیا [illegible] چالیس برس کے بعد بھی [illegible] لنگر جاری ہوا [illegible] اکثر آپ گھر سے باہر تشریف لے جاتے تو راستے میں [illegible] استغراق [illegible] دیوار سے ٹیک لگا [illegible] آنکھیں [illegible] حضرت قطب صاحب کا وصال بھی [illegible] سماع [illegible] میں ہوا۔ اس کا واقعہ یوں ہے کہ [illegible] ۶۳۳ھ یعنی [illegible] ۱۲۳۶ء کو [illegible] کی خانقاہ میں سماع کی محفل منعقد ہوئی جس میں قطب صاحب بھی تشریف لے گئے تھے [illegible] اور [illegible] شیخ احمد جام کی یہ غزل شروع کی۔

کشتگان خنجر تسلیم را
ہر زماں از غیب جانے دیگر است

آپ کو اس شعر نے [illegible] دنوں تک [illegible] بار بار اسی کو پڑھواتے رہے [illegible] ۱۴ ربیع الاول ۶۳۳ھ یعنی [illegible] ۱۲۳۶ء کو اسی عالم میں انتقال فرمایا۔ آپ کی تاریخ وفات کسی نے اسی [illegible] میں "آہ خواجہ قطب دیں" سے برآمد کی تھی۔ قطب صاحب نے غالباً دو نکاح کیے۔ پہلا نکاح اوائل شباب میں ہوا تھا اس وقت آپ کا معمول تھا کہ رات کو سونے سے قبل تین بار درود شریف پڑھ کر اس کا ثواب بارگاہ رسالت میں پیش کیا کرتے تھے۔ آپ کے ایک مرید احمد رئیس نے خواب میں دیکھا کہ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں "قطب الدین سے ہمارا اسلام کہو اور یہ کہ وہ جو ہدیہ بھیجا کرتے تھے وہ تین دن سے نہیں ملا، کیا بات ہے؟" آپ پر اس خواب کا اتنا اثر ہوا کہ زوجہ محترمہ سے علیحدگی اختیار کرلی۔ دوسرا نکاح غالباً ہندوستان آنے کے بعد کیا اور ان زوجہ ناصرہ کے بطن مبارک سے دو فرزند پیدا ہوئے ان میں سے ایک طفولیت ہی میں کسی بیماری سے گزر گئے۔ جب آپ کے کانوں میں بچہ کی ماں کے رونے کی آواز پڑی تو دریافت فرمایا کہ کیا بات ہے؟ معلوم

ہوا کہ فرزند کی رحلت پر رو رہی ہیں، تو آپ کو بہت رنج ہوا اور فرمایا کہ مجھے افسوس یہ ہے کہ خدا سے اس بچے کی زندگی مانگنا یاد نہ آیا ورنہ مجھے یقین ہے کہ خدا اسے سلامت رکھتا۔ آپ کے دوسرے صاحبزادے کا نام احمد تماجی بتایا جاتا ہے۔ اور حضرت خواجہ نظام الدین کا بیان ہے کہ یہ اپنے والد محترم کے رنگ پر بالکل نہ تھے نہ انھیں قطب صاحب کے احوال باطن سے کچھ نسبت تھی۔ اور دور نظامی سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ خواجہ احمد تماجی کی یہ خواہش تھی کہ وہ قطب صاحب کے سجادہ نشین ہوں، مگر قطب صاحب نے وصیت فرمائی کہ [illegible] خانوادہ شیخ فریدالدین مسعود کو دیا جائے ان سے ہمارا سلسلہ آگے چلے گا۔ دوسری وصیت یہ بھی تھی کہ حضرت بابا فرید آپ کی موت سے [illegible] سلسلہ صاحب نے فرمایا کہ میں اس وصیت کی تعمیل سے قاصر ہوں۔ قطب صاحب نے اپنا جامہ مبارک جو شیخ فرید [illegible] مرحمت فرمایا تھا وہ حضرت نظام الدین اولیاء نے دیکھا تھا اور ایک مجلس میں فرمایا کہ دونوں [illegible] حضرت بابا فرید علیہ الرحمۃ کے [illegible] ابھی تک محفوظ ہیں اور گمان غالب ہے کہ ان میں [illegible] جب قطب صاحب کی رحلت ہوئی اس وقت حضرت بابا [illegible] ہانسی میں مقیم تھے۔ دہلی سے ایک آدمی بھیجا [illegible] حضرت بابا کو ایک خواب میں منکشف ہوا [illegible] حضرت کی رحلت ہو گئی ہے آپ فوراً وہاں سے دہلی کی طرف روانہ ہوئے اور [illegible] حضرت قطب صاحب کی عمر [illegible] سال دو ماہ اور [illegible] دن کی تھی۔ [illegible] خواجہ معین الدین [illegible] تشریف لائے تھے [illegible] قطب صاحب کا انتقال ہو گیا [illegible] حضرت خواجہ معین الدین چشتی [illegible] رحلت فرمائی [illegible] حضرت بابا فرید کو یہ شرف حاصل ہے کہ انھیں حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی سے اور [illegible] حضرت خواجہ غریب نواز سے بھی وقت واحد میں بیعت و خلافت [illegible]

فرمایا اور اس طرح بابا صاحب حضرت غریب نواز کے بھی راست جانشین ہوئے۔ حضرت بابا فرید نے پاک پٹن میں تمام زندگی خلق خدا کو روحانی فیضان پہنچایا اور آپ کی خانقاہ غریبوں اور دکھی انسانوں کی ایسی پناہ گاہ بن گئی جہاں آدھی رات تک آنے والوں کا تانتا بندھا رہتا تھا۔ حضرت بابا فرید کے جانشین حضرت نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی کی بدولت یہ فیضان ہندوستان کے ایک ایک گوشے میں پہنچ گیا۔

غرض ہندوستان کی سرزمین میں چشتی برکات کا جو پودا حضرت غریب نواز نے لگایا تھا اس کی آبیاری حضرت قطب صاحب نے کی اور حضرت بابا فرید کے عہد میں وہ ایک چھتنار درخت بن گیا جس کے سائے میں خلق خدا کو راحت ملی پھر حضرت محبوب الٰہی کے زمانے میں اس کے پھل نہ صرف عام لوگوں تک پہنچے بلکہ اس کی قلمیں بھی دور دور تک لگ گئیں جن کا فیض آج تک بھی مل رہا ہے۔

(احمد آباد سے نشر)

نثار احمد فاروقی
۷۳۷ بٹلہ ہاؤس، جامعہ نگر
نئی دہلی ۱۱۰۰۲۵

داستان نگاری میں چہار درویش کی اہمیت

محی الدین بمبئی والا

اردو داستانیں ہماری تہذیب کا قیمتی سرمایہ ہیں ایک معنی میں ہماری تہذیبی اور سماجی دستاویز ہیں۔ ہماری سماجی اور تمدنی زندگی سے ان داستانوں کا گہرا ربط ہے۔ ان کی ادبی خصوصیات سے صرف نظر کرتے ہوئے کہا جا سکتا ہے کہ ان داستانوں نے جہاں تفریح کا سامان بہم پہنچایا ہے وہاں اردو زبان کی بھی بڑی خدمت انجام دی ہے۔ اردو زبان کی کوئی لغت ان داستانوں کی مدد کے بغیر مرتب کرنا کافی دشوار ہے۔ ہمارا روزمرہ اور لفظیات کا گنجینہ سرمایہ ان میں موجود ہے۔

مگر افسوس ہے کہ موجودہ عہد میں داستانوں کی مقبولیت کم سے کم ہوتی چلی گئی ہے۔ ہمارے عہد کا انسان بے حد مصروف ہو گیا ہے۔ عہد اسلاف کے تقاضے اسے گھڑی کی سوئیوں پر دوڑائے رکھتے ہیں۔ دن مختصر ہو گئے ہیں اور راتیں دن میں بدل گئی ہیں جہاں سائنس اور ٹکنالوجی نے ہماری زندگی کو آسودگیوں اور راحتوں سے بھر دیا ہے وہاں کچھ ایسے روحانی اور مذہبی مسائل بھی پیدا کر دیے ہیں جن کا حل ڈھونڈنا مشکل بن گیا ہے۔ دن کا سکون اور راتوں کا چین روزگار کی تلاش یا وسیع کی نذر ہو گیا ہے لہٰذا اب ان ضخیم داستانوں کو پڑھنے کی فرصت کہاں سے پیدا کی جائے؟

اردو زبان و ادب کے زیر سایہ پروان چڑھی تہذیب کے پالے ہوئے گھرانوں میں شاید ہی کوئی گھر ہو جہاں داستان امیر حمزہ، طلسم ہوشربا یا بوستان خیال کے دفتر موجود نہ ہوں مگر اب شکایت کریں تو کس سے کریں کہ خود اپنا گھر بھی تجارتی مال کا گودام بنایا جا رہا ہے جہاں ان بوسیدہ دفتروں کے لیے گنجائش کا نکلنا بے معنی بن چکا ہے۔

ایک زمانہ ہوا کرتا تھا جب تہذیب کے نام پر ہم نے ماضی سے رشتہ نہیں توڑا تھا، جب نئی تہذیب نے سائنسی دولت سے مالا مال کر کے ہمیں شخصی تجربات، عرفان ذات اور ذوق لطیف فطری احساسات سے بے نیاز نہیں کیا تھا۔ ماضی ہمارے لیے ایک بامعنی حقیقت تھا جب ہم گنتی اور رقم شماری سے ناآشنا تھے، جب ہمارے محلے بازار اور گھر اشتہارات پر مبنی معلومات کا اکھاڑا نہیں بنے تھے۔ انسانی برادری محض اپنی ذات تک محدود نہ رہ کر شجر حجر، چرند، پرند اور پھل پھول پر مشتمل حقیقت تصور کی جاتی تھی۔ یہ وہ زمانہ تھا جب آسمانوں پر جیتے جاگتے انسانوں کی بجائے اڑن کھٹولے اڑا کرتے تھے اور گاؤں کی چوپالوں پر قصہ کہانیاں پڑھی جاتی تھیں، پریاں اترا کرتی تھیں۔ رات کو بچے ٹی وی دیکھنے کی بجائے نانی اماں سے کہانیاں سننے کے عادی تھے اور یہ کہانیاں بچوں کے تخیل کو جولانی بخشتی تھیں چنانچہ یہ داستانیں ہمارے لیے تہذیبی اور تمدنی ورثہ ہیں۔ ہماری معاشرتی زندگی کے نقش و نگار ان میں محفوظ ہیں۔ اگرچہ ان طول طویل داستانوں کے مطالعہ کے درمیان ہماری آج کی مصروفیات حائل ہیں مگر ان طولانی داستانوں کے مقابل چند مختصر داستانیں بھی اردو کی زینت ہیں۔ ان مختصر داستانوں میں قصہ چہار درویش خاتم نگیں کی مانند ہے۔ کہاں داستان امیر حمزہ کی چھیالیس جلدیں اور کہاں میر امن کی سدابہار داستان چہار درویش جو صرف ڈھائی سو صفحات پر مشتمل ہے۔

اردو داستانوں کی دنیا میں قصہ چہار درویش ممتاز مقام رکھتا ہے۔ یہ بہار بے خزاں ہے گلشن سدا بہار ہے اسی لیے میر امن نے اسے باغ و بہار کے نام سے یاد کیا ہے۔ میر امن فورٹ ولیم کالج میں منشی تھے جہاں عربی، فارسی اور سنسکرت زبان کی کتابیں اردو میں ترجمہ کی جاتی تھیں یا آسان اور سلیس زبان میں لکھی جاتی تھیں۔ باغ و بہار اسی سلسلے کی کڑی ہے جسے میر امن نے ۱۸۰۲ء میں لکھا۔

کہا جاتا ہے کہ قصہ چہار درویش کے مصنف فارسی کے شہرۂ آفاق شاعر امیر خسرو ہیں اور اس دلپذیر قصے کی نسبت یہ روایت بھی بیان کی جاتی ہے کہ امیر موصوف اپنے پیر و مرشد حضرت سلطان جی کو علالت کے دوران یہ قصہ سنایا کرتے تھے جس پر حضرت جی نے یہ دعا فرمائی تھی جو شخص بھی بحالت بیماری اس قصے کو سنے گا انشاء اللہ مرض سے شفایاب ہوگا۔ لیکن اردو کے فاضل محقق مولوی عبدالحق اور حافظ محمود شیرانی کو اس روایت کی صحت سے انکار ہے۔ حتیٰ کہ شیرانی صاحب تو چند داخلی شواہد کی بنا پر مذکورہ قصہ کو امیر کی تصنیف ہونے سے بھی انکار کرتے ہیں اور یہ صحیح بھی معلوم ہوتا ہے مگر میر امن نے عطا حسین تحسین کی قصہ چہار درویش کو پیش نظر رکھا تھا۔ پتہ چلا ہے کہ چہار درویش کے نام سے کئی قصے نظم اور نثر میں مختلف زمانوں میں قلم بند کیے گئے مگر میر امن کی چہار درویش یا باغ و بہار کی خوبی اور خاصیت بالکل نرالی ہے۔

اردو داستانوں کے اس گرد و غبار ... میر امن کے باغ و
بہار کی حیثیت خوشنما جزیرے کی سی ہے جس کی سادگی، حسن اور اثر پذیری
دونوں ہی سے جادو جگا رہی ہے۔ اس کا اردو نثر کا ... میر امن
کی دلنشیں اور خوش نثر ... کی ... شخصیت ہے قصہ
کا پلاٹ ... سادہ ہے چار درویشوں کی بیان کردہ چار
روداد ہیں ... بادشاہ حکومت آزاد بخت کی کہانی بھی ہے جو اصل
میں آزاد بخت کی کہانی کم اور رنگ پرست سوداگر کا قصہ زیادہ ہے۔ مگر
داستان طراز میر امن نے ان ... کہانیوں کو ... وصف سے جوڑا ہے
کہ یہ سب کی سب ایک مسلسل داستان کا روپ اختیار کر رہی ہیں۔
قصے کے سادہ ... اور ... اسلوب کا جہاں تک تعلق
ہے قصہ کا ابتدائی حصہ اتنا دلنشیں ہے کہ ذہن پر جادو چل جاتا ہے۔
میر امن نے قصے کی ابتدا ... انداز میں کی ہے۔ قصہ کی ابتدا
ان کے بہترین داستان طراز ہونے کی ... داستان کہنے والے کا
سب سے پہلا فریضہ یہ ہوا کرتا ہے کہ وہ اپنی کہانی ... کی ابتدا سے
ایسی فضا پیدا کرے کہ سننے والا ... گرد و پیش کے ماحول کو بھول کر
صرف کہانی کی فضا میں گم ہو کر رہ جائے۔ کہانی کہنے اور سننے والے کی حیثیت
دو ایسے مسافروں کی ہو جو ایک ہی دنیا کی سیر پر نکلے ہیں۔ ... سفر کی
دشواریوں میں ... میں دونوں ہی برابر کے ... ہیں
اور ... یہ بھی ممکن ہے کہ دونوں میں کامل ... اور ... ہو جائے۔
قصے کی ابتدا ملاحظہ کیجئے "... میں چار درویشوں کی یوں
لکھا ہے اور کہنے والے نے کہا ہے کہ آگے روم کے ملک میں کوئی
شہنشاہ تھا کہ ... کی سی عدالت اور حاتم کی سی سخاوت اس کی ذات
میں تھی۔ نام اس کا آزاد بخت اور شہر قسطنطنیہ اس کا پایہ تخت تھا۔ اس
کے وقت میں رعیت آباد، خزانہ معمور، لشکر مرفہ، غریب غربا آسودہ،
ایسے چین سے گزران کرتے اور خوشی سے رہتے کہ ہر ایک گھر میں دن عید
اور رات شب برات تھی۔ اور جتنے چور چکار، جیب کترے ... اٹھائی
گیرے دغا باز تھے سب کو نیست و نابود کر کر نام و نشان ان کا اپنے ملک
میں نہ رکھا تھا۔ ساری ساری رات دروازے گھروں کے بند نہ ہوتے،
دکانیں بازار میں کھلی رہتیں۔ راہی مسافر جنگل میدان میں سونا اچھالتے
چلے جاتے کوئی نہ پوچھتا کہ تمہارے منہ میں کے دانت ہیں اور کہاں
جاتے ہو۔"
قصہ کی سادگی و پرکاری سے صاف ظاہر ہے۔ کسی ایک لفظ کا
بدل ڈھونڈنا مشکل ہے کہانی کی توجہ اور دلچسپی تمہید سے شروع ہو جاتی
ہے۔ روزمرہ کی سادہ اور ... زبان قصے کی جان ہے۔ میر امن کی شگفتہ
معجز بیانی باغ و بہار کو ... داستانوں سے ممتاز کرتی ہے۔ اسی طرح ہندی
کے ... میر امن نے بڑی بے تکلفی سے فارسی الفاظ کی
مالا میں پرو دیتے ہیں۔ ... طعام کے طریقے اور خورد و نوش کی اشیاء
کسی بھی تہذیب کی مایہ الامتیاز خصوصیات شمار کی گئی ہیں۔ لہذا دسترخوان
کو ہماری معاشرتی زندگی میں خاص اہمیت حاصل ہے۔ میر امن نے جو
دسترخوان سجایا ہے وہ ہماری تہذیب کا قابل رشک ... ہے بصرے
کی شہزادی کی مہمانداری کے لوازمات قابل ذکر ہیں۔ ملاحظہ کیجئے اور
لطف اٹھائیے۔
"دیکھا تو ایک عمارت عالی لوازم شاہانہ سے تیار ہے ایک
دالان میں اس نے لے جا کر بٹھایا اور دسترخوان بچھوا کر ... بڑے
بکاول نے ایک توشے کا توڑا چن دیا۔ چار مشقاب۔ ایک میں یخنی پلاؤ،

دوسری میں ... تیسری میں متنجن پلاؤ اور چوتھی میں ... کی ...
رفاہ ... کی اور ... قورمے، ... دو پیازہ، نرگسی ... دوپیازہ
... اور ... قسم کی روٹیاں ... سیخ کباب ... کی ...
مانی ... آب نان ... کے ... لگے ... کے ...
معمولی شیرمال ... کی ... روٹی ...
... مربے ... حلوا ... ...
لوازمات ... اچار ... دہی کی قلفیاں ... ہوئی۔
جی ہاں یہ تھی ہماری تہذیب ... ہے
... ایک ... کو ... تو ...
اس عہد ... دولت ... سے ... ... کی
... ...
... ...
میں ... باغ و بہار ... تہذیب ... ...
... ...
... کی ایک ... ...
... ...
... ... طرح ... کی ہے۔
... ... کے ... ...
... حاصل ہے ... کی ... ...
... باغ و بہار کا ... ...
کے ... ... کی ... ...
تخیل ... کی بدولت ایک ... دستے ...
کی ہے۔ ... کے ... ... کی ...
طرز عمل ... اور اتفاق کی ... ... کا ... ...
... اپنی تہذیب اور ... کو ... ...
میں بیان کیا ہے۔ ... ...
کہ باغ و بہار ... روش ... دلچسپی سے ...
پڑھا جاتا رہے گا۔

... احمد ...

افتخار امام

... کا ... ...
... ...
... سے نکل جائے ... ...
... ...
... ...
... ...
... ...
گھر کی دیواروں ... ... مگر
... احساس ... ...
ہم ... کی طرح ... ... گے
کم مگر ... ...

... ...

عظیم آباد

مشاعرہ

... ...
... ...
... ...
... ...
... ...
... ...
... ...
... ...
... ...
... ... اور ردیف ... ...
... ...
... ... اور ... ...
... ... تو عظیم آباد کے
... ... کہ عظیم آباد
دلی اور لکھنؤ کے بعد اردو کا ... مرکز ہے اور اس کی تصدیق مولانا
... ندوی نے بھی کی ہے مگر مجھے اس نظریے سے اتفاق بھی ہے
اور اختلاف بھی۔ اتفاق تو اس لئے کہ یہ بات بالکل صحیح ہے کہ عظیم آباد بھی
اردو کا ایک ... مرکز رہا ہے مگر اختلاف یہ ہے کہ ترتیب غلط ہے۔ دلی
کے بعد لکھنؤ نہیں بلکہ عظیم آباد ہی دوسرا مرکز قرار پاتا ہے اور اس کے بعد
لکھنؤ ... اس وقت تفصیل میں جانے کا موقع نہیں۔ جب لکھنؤ میں کسی شعر و
شاعری کا ... ادبی انجمن کا نام و نشان بھی نہ تھا اور گھپ اندھیرا تھا
اس وقت عظیم آباد میں علمی اور شعری انجمنوں میں جگنو میاں کی دم چمکتی رہتی تھی
... دیکھو ... تالیاں بجاتے تھے۔ لکھنؤ میں شعراء کے جمگھٹے سے پہلے
... میں ... آئے ... استاد میر حسن آئے شاہ گھسیٹا عشق
... استاد راسخ آئے اور نہ جانے کتنے لوگ آئے اور یہیں
... لکھنؤ کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھا۔
دولت کی ریل پیل لکھنؤ میں تو آصف الدولہ کے عہد وزارت میں
ہوئی۔ سونے چاندی کی لہریں بہنے لگیں، اس کے مقابلے میں عظیم آباد میں
دولت و ثروت کی اتنی فراوانی تو نہ تھی مگر عالمگیر کے پوتے عظیم الشان نے

کے یادگار مشاعرے

عطا کاکوی

اس صوبہ کو دہلی کا ہم پلہ بنا دیا تھا۔ [illegible] تھی [illegible]
عیش و نشاط کی محفلوں کے ساتھ ادبی اور شعری دونوں محفلیں یہاں
جاری تھیں۔

اردو کے دور [illegible] سے تا [illegible] پٹنہ [illegible] اور
[illegible] نے یہ مشاعرے منعقد ہوتے رہے۔ ان سب مشاعروں کا
جائزہ لینا نہ ممکن ہے اور نہ اس تفصیل [illegible] ان پر سرسری نظر بھی
ڈالی جا سکتی ہے۔ آج کی نشست میں [illegible] دو ایسے مشاعروں کا
اور وہ بھی مختصر سا جائزہ پیش کروں گا۔ ایک مشاعرہ جو ۱۹۰۲ء میں ایسا
منعقد ہوا جس کی نظیر سارے ہندوستان میں بہت کم ملے گی، اور دوسرا
مشاعرہ اس کے تیس بائیس سال بعد منعقد ہوا جو اپنی نوعیت کا ایک
معرکۃ الآرا کہا جا سکتا ہے۔

پہلا مشاعرہ بڑی شان و شکوہ سے منعقد ہوا۔ اس کی
نوعیت یہ ہے کہ جیسا کہ اشتہاروں سے معلوم ہوا کسی دہلوی گمنام شاعر
نے پٹنہ اور بہار کے شعرا کو پوربی سمجھ کر یہ چیلنج دیا کہ یہ لوگ شاعری کیا
جانیں۔ ہاں میرے دیئے چند مصرعوں پر غزلیں کہہ کر اپنی جولانی طبع کا
جوہر دکھلائیں تو سمجھوں کہ شاعر ہیں۔

میرا اپنا خیال یہ ہے کہ اس گمنام دہلوی شاعر کا کوئی وجود حاجی
نہ تھا۔ یہ محض بادشاہ نواب صاحب کی جودت طبع تھی، وہ خود بھی شاعر تھے
اور مشاعروں کے رسیا ان کے ذوق شعری نے یہ گل کھلائے کہ بہار
کے تمام اضلاع کے شعرا کو مجتمع ہونے کی دعوت دی اور ایک شاندار
مشاعرہ پٹنہ میں منعقد ہوا جو مسلسل ایک ہفتہ تک گیارہ بجے دن سے
گیارہ بجے رات تک پورے جوش و خروش کے ساتھ چلتا رہا۔ اور
کیسے نہ چلتا۔ بہاری شعرا اور خاص کر عظیم آباد کے اہل سخن کو چیلنج تھا۔
ان کی رگ حمیت پھڑکی اور چھ طرحوں میں خوب خوب طبع آزمائیاں کیں۔
وہ چھ طرحیں یہ تھیں: ۔

(۱) ہمراہ شب تار سر دست ہوئی دھوپ
(۲) تا پائی ہے زلف رسا سر سے پاؤں تک
(۳) موت کا پیغام ہے اپنے لیے تاخیر صبح
(۴) ہے نور صورت رخ روشن سے آفتاب
(۵) مہارے تو ہے میں میری تربت بتا ہے نام و نشاں رہے گا
(۶) پر چھائے [illegible] ہیں [illegible] ہیں

۸ اکتوبر ۱۹۰۲ء کو مشاعرہ کی ابتدا ہوئی اور ایک ہفتہ تک
دو دو دن تک ان طرحوں پر شعرائے کرام نے اپنی اپنی جولانی طبع کے جوہر
دکھلائے۔ ان میں نوشق بھی تھے اور کہنہ مشق استاد بھی۔ عظیم آبادی شعرا
کے علاوہ مضافات سے بھی بکثرت شعرا نے دل کھول کر حصہ لیا۔
بادشاہ نواب نے اپنے عالیشان محل میں سب کی خاطر مدارات میں فیاضی
کا عملی ثبوت دیا۔ گیا، بہار، مظفرپور، چھپرہ، آرا اور دیگر قصبات سے بھی
جوق در جوق شعرا آنے گئے۔ اس دور کے قریب قریب سب مقتدر
اور ممتاز شعرا شریک بزم تھے، مثلاً شاد عظیم آبادی، امداد امام اثر،
شوق، شہباز، مضطر مظفرپوری، شاد رحمت اللہ عشرت گیاوی، مشرق
مینیری، نذر الرحمن حفیظ، مبارک عظیم آبادی، یاس عظیم آبادی، عطا بہاری
اور اختر بہاری وغیرہ۔

افسوس ہے کہ اس مشاعرہ کا کوئی گلدستہ مرتب ہو کر شائع
نہ ہو سکا صرف مورخہ ۲۵ اکتوبر ۱۹۰۲ء میں ایک مختصر روداد شائع
ہوئی۔ اسی رپورٹ کی بنیاد پر ڈاکٹر یوسف خورشیدی نے ایک کتابچہ
کچھ اضافوں کے ساتھ مرتب کر کے شائع کیا۔ ضرورت ہے کہ جہاں
تک ممکن ہو سکے ان ممتاز شعرا کا کلام یکجا کر کے شائع کر دیا جائے جو
ان مخصوص طرحوں پر تھے، تاکہ اس یادگار مشاعرہ کی ایک مستقل
یادگار باقی رہ جائے۔

ایک پرلطف بات تو اس مشاعرہ کی یہ ہوئی کہ اس صحبت میں
عظیم آباد کے ایک برگزیدہ نظم نگار فضل حق آزاد کہیں نظر نہیں آئے۔ یہ
رپورٹ پائی جاتی ہے کہ افتتاحی جلسہ میں وہ مشاعرہ میں اس وقت
پہنچے جبکہ شاد عظیم آبادی اپنا طولانی قطعہ فن شاعری پڑھ رہے تھے۔
آزاد آئے، جلسہ کا رنگ دیکھا، شاد کو پڑھتے سنا اور واپس چلے گئے۔
پھر کسی دن بھی شریک جلسہ نہ ہوئے۔ یہ بات تو سب کو معلوم ہے کہ
اس دور میں شاد اور آزاد میں چشمک تھی بھلا آزاد کو یہ کب گوارا ہو سکتا
تھا کہ شاد افتتاحی نظم پڑھیں اور آزاد اس اعزاز کے مستحق نہ سمجھے جائیں
یہ ہتک عزت ان کے لیے ناقابل برداشت تھی۔

ایک اور خصوصیت اس مشاعرہ کی یہ تھی کہ خدا بخش خاں
بانی کتب خانہ نے بھی ایک تقریر فن شاعری پر کی۔ افسوس ہے کہ
اس تقریر کی بھی کوئی نقل دستیاب نہیں ہے۔

یہ مشاعرہ جس کی مختصر کیفیت آپ نے سماعت فرمائی اپنی
نوعیت کا واحد مشاعرہ تھا۔ آئیے اب ایک اور مشاعرہ کی مختصر روداد
سنئے جو قدیم پٹنہ سیٹی میں نہیں بلکہ جدید پٹنہ بانکی پور کے سنگم پر منعقد
ہوا۔ یہ پہلے جیسا عظیم الشان مشاعرہ تو نہ تھا پھر بھی اس لحاظ سے اہم
تھا کہ اس میں بہار کے مقتدر اور ممتاز شعرا کے علاوہ بیرون بہار
کے بھی شعرا کو دعوت سخن دی گئی تھی اور لکھنؤ اور دہلی کے اکثر شعرا
شریک ہوئے جن میں سب سے ممتاز جناب سائل دہلوی تھے۔

شاہ ارزاں عہد جہانگیر کے ایک مقتدر صوفی تھے ان کی ابدی
آرام گاہ پٹنہ میں ہے اور اس سے وابستہ ان کی خانقاہ بھی ہے۔
یہاں بڑے کروفر سے اکثر مشاعرے ہوا کیے مگر ایک معرکۃ الآرا
مشاعرہ وہ ہوا جس میں جناب سائل پہلے پہل پٹنہ آکر شریک مشاعرہ
ہوئے اور لحن داؤدی سے کلام سنایا۔ یہ بدعت ان ہی کی دین ہے
کہ اب مشاعرے میں غزلیں زیادہ تر ترنم سے پڑھی جاتی ہیں۔ جیوں ہی
سائل نے اپنا مطلع سنایا ؎

سائل آیا یہ کہو معتقد شاد آیا
حاجب باب اثر طالب امداد آیا

فضل حق آزاد سامنے ہی بیٹھے تھے فرمایا کہ امداد کی جگہ آزاد بھی تو
قافیہ ہو سکتا تھا، اثر تو کہہ ہی چکے تھے۔ سائل نے ازراہ انکسار فرمایا
کہ چونکہ ان دونوں بزرگوں سے میرے دیرینہ مراسم تھے اس لیے ان کا
ذکر کیا۔ خیر بات آئی گئی ہوئی۔ سائل نے دو اشعار سنائے اور ایک
شعر میں یہ مصرعہ بھی آگیا۔ ؏

انگلیاں اٹھنے لگیں داغ کا داماد آیا

آزاد پھر سے تو بیٹھے ہی تھے فوراً اعتراض کیا کہ جناب یہ محاورہ غلط استعمال
ہوا ہے اس میں ذم کا پہلو ہے۔ یعنی برائی ظاہر ہوتی ہے نہ کہ اچھائی۔
سائل نے جواب دیا کہ میرے یہاں یعنی دلی میں دونوں موقعوں پر بولتے
ہیں۔ گرم بحثا بحثی شروع ہو گئی اور مجھ تک یہ روایت پہنچی ہے کہ فرہنگ
اور لغات کی ورق گردانی بھی بر سر مشاعرہ ہوئی۔ غرض اس بات کا چرچا
عرصہ تک رہا اور یہ معرکۃ الآرا مشاعرہ آج بھی مشہور ہے۔

سنا تھا کہ اس مشاعرہ کا ایک گلدستہ بھی شائع ہوا تھا مگر
افسوس کہ میری نظر سے ابتک نہیں گزرا۔

اب یہ سب مشاعرے داستان پارینہ بن گئے۔
۱۹۰۲ء کے مشاعرہ کی آخری نشست میں آخری غزل
کے آخری شعر میں شاد نے ایک پیش گوئی کی تھی جو کتنی صحیح
ثابت ہوئی ۔

اجل سلا دے گی سب کو آخر کسی بہانے تھپک تھپک کر
نہ ہم رہیں گے نہ تم رہو گے نہ شاد یہ داستاں رہے گی

اب شاد رہے نہ اس دور کے سامعین۔ ایک داستاں رہ گئی ہے
مگر کون جانے یہ کب تک یاد رہے گی۔

(پٹنہ سے نشر)

جینیٹک انجینیرنگ کتنی کامیاب

مشرف علی صدیقی

یہ تو صاف ظاہر ہے کہ دنیا کے مختلف حصوں میں پہلے اور آج بھی انسان کی نسل سے انسان ہی پیدا ہوتا چلا آ رہا ہے۔ جانور کی نسل سے جانور ہی پیدا ہوتا ہے۔ اس طرح ماں باپ کے تقریباً سارے ہی خواص ان کے بچوں میں آجاتے ہیں۔ یہ کام عضو اس طرح ہوتا ہے جیسے کہ ان کے ماں باپ کا کبھی کبھی تو بولنے کا انداز، چلنے کا انداز، لمبائی چوڑائی وغیرہ اپنے ماں باپ سے کافی حد تک مشابہت کر جاتی ہے۔ ان خصوصیات کے ماں باپ سے اولاد تک پہنچنے کو موروثی کہتے ہیں۔

اگر ماں باپ کے یہ خواص ان کی اولاد میں پوری طرح نہ پہنچ پاتے تو آج اس دنیا میں کئی طرح کے انسان پیدا ہو چکے ہوتے۔ لیکن ماں باپ کے یہ خواص ان کے بچوں میں Heredity کے ذریعے ہی پہنچ جاتے ہیں۔ اس کو Inheritence of characters کہتے ہیں۔

دراصل یہ سبھی خواص ایک نسل سے دوسری نسل میں chromosomes کے ذریعے منتقل ہوتے ہیں۔ یہ تو ہم جانتے ہی ہیں کہ کوئی بھی جاندار کئی چھوٹی چھوٹی خلیوں سے مل کر بنا ہوتا ہے۔ ہر ایک خلیے کے اندر ایک مرکز ہوتا ہے جس کو نیوکلیس کہتے ہیں۔ اس نیوکلیس کے اندر chromatin سے بنے باریک ریشے ہوتے ہیں انھیں ریشوں کو chromosomes کہتے ہیں۔ انھیں ریشوں chromosomes میں genes پائے جاتے ہیں جن میں DNA (Deoxyribonucleic acid) ہوتا ہے۔ ہر ایک gene مخصوص فطرت کا مالک ہوتا ہے۔ انھیں جینز کے ذریعے ماں باپ کے خواص ان کی اولاد میں منتقل ہو جاتے ہیں۔

اگر کسی طرح سے یہ جینز کسی جاندار سے نکال کر ای کولائی بیکٹیریا کے D.N.A. میں شامل کر دیے جائیں تو ای کولائی بیکٹیریا میں ایک مخصوص مزاج پیدا ہو جاتا ہے۔ اس طریقۂ کار کو ڈی این اے ٹکنالوجی یا جینٹک انجنیرنگ کہتے ہیں۔ جینٹک انجنیرنگ میں جو ای کولائی بیکٹیریا کہتے ہیں۔ جینٹک انجنیرنگ میں جو ای کولائی بیکٹیریا کام میں لائے جاتے ہیں وہ انسان کی آنت میں پائے جاتے ہیں۔

جینٹک انجنیرنگ کے ذریعے متوازن خواص والے جینز اگر کمزور اور بیمار جانداروں جن میں نباتات بھی شامل ہیں میں منتقل کر دیں تو کافی حد تک بیماریوں کو روکا جا سکتا ہے مضبوط اور زیادہ [illegible] دینے والے جانور پیدا کیے جا سکتے ہیں۔ نباتات کی پیداوار حاصل کی جا سکتی ہے۔

اس زمانہ میں کافی لوگ ذیابیطس کے شکار ہیں ایسے مریضوں کا انسولین سے علاج کیا جاتا ہے۔ یہ انسولین سینہ یا مویشی کے مخصوص شکمی غدہ یعنی [illegible] سے نکالا جاتا ہے۔ انسولین کی کچھ ملی گرام مقدار کے لیے جینہ یا کوئی بھی مویشی کے کئی کلو [illegible] کی ضرورت پڑتی ہے۔ حال ہی میں انسولین پیدا کرنے والے انسانی ڈی این اے کو ای کولائی بیکٹیریا کے ڈی این اے میں شامل کیا گیا۔ ای کولائی بیکٹیریا اب اچھی خاصی مقدار میں انسولین پیدا کرنے لگا ہے اس طرح سے

جینٹک انجنیرنگ کے ذریعے ذیابیطس کے مریض کا علاج کیا جا سکتا ہے۔

تجربات سے معلوم ہوا ہے کہ [illegible] چوہوں میں زیادہ تر ٹیومر یا رسولی پیدا کرتے ہیں۔ جب چوہوں کو ای کولائی اور [illegible] کے ڈی این اے سے تیار شدہ ٹیکا لگایا گیا تو چوہوں میں ٹیومر پیدا نہیں ہوئے آنے والے وقت میں ایسا یقین کیا جاتا ہے کہ انسان کے جسم میں ٹیومر بننے کو روکا جا سکے گا۔

پنسلوینیا یونیورسٹی میں پروفیسر برنسٹر جینٹک انجنیرنگ پر کام کر رہے ہیں انھوں نے دعویٰ کیا ہے کہ تجربہ یافتہ انسانی جینز کو جانوروں کے سائز بڑھانے میں کام میں لایا جا رہا ہے۔ ان کے ذریعہ خرگوش، بھیڑوں اور کتوں وغیرہ اپنی معیاری پیدائش سے دگنی قامت تک پیدا کیے جا سکتے ہیں۔

انڈین انسٹی ٹیوٹ آف سائنس بنگلور کے ڈاکٹر [illegible] کے گوپی ناتھ کا کہنا ہے کہ جینٹک انجنیرنگ کے ذریعے ریشم کو بنا ریشم کے کیڑوں سے پیدا کیا جا سکتا ہے۔

پودوں میں بھی جینٹک انجنیرنگ کے کافی تجربات جاری ہیں۔ ڈاکٹر نارنگ جنھوں نے کلکتہ یونیورسٹی سے تعلیم حاصل کی اور اب وہ ۲۵ سال سے مسلسل ریسرچ کو [illegible] کینیڈا میں پرنسپل ریسرچ آفیسر کے عہدے پر فائز ہیں۔ جینٹک انجنیرنگ کے تجربات میں مشغول ہیں۔ ڈاکٹر نارنگ کے مطابق ان بیکٹیریا یا کوئی بھی کام جینٹک کے ذریعہ [illegible] جا سکتا ہے

دالوں کی جڑوں میں Rhizobium Bacteria [illegible] ہوتا ہے جو کہ فضا کی [illegible] سے مرکب ہو کر Nitrogenous [illegible] Compound بنا سکتا ہے لیکن یہ خصوصیت گیہوں اور پودے کی جڑوں میں نہیں پائی جاتی ہے اگر یہ [illegible] Leguminous گیہوں میں منتقل کر دیا جائے تو گیہوں کی جڑیں بھی فضائی [illegible] سے مرکب ہو کر Nitrogenous compounds بنا پائیں گی اس طرح وہ پودے بھی جو کہ Rhizobium Bacteria سے محروم ہیں وہ بھی [illegible] اپنے لیے خود کھاد تیار کر سکیں گے اور اس طرح مصنوعی ذرائع سے کھاد دینے کی ضرورت بہت کم ہو جائے گی ساتھ ہی گیہوں کی غذائیت کے بڑھنے سے [illegible] ہو جائے گی۔

مختصر مستقبل قریب میں جینٹک انجنیرنگ انسانی فلاح و بہبود کی ترقی میں ایک اہم کردار ادا کرے گی۔

رام پور سے نشر

شبیر طرب

ہم بھی بے دست و پا ہیں سے نگر میں زندگی
ہم سے نہ دیجے یہاں ابن بشر میں زندگی
ہم نہ جاگیں تو سبھی رات کو دیکھے گا کون
ہم سے آتی ہے ستاروں میں قمر میں زندگی
یہ در و دیوار تو گویا نہیں خاموش ہیں
ہم نہ ہوں تو کون کہہ دے گا کہ گھر میں زندگی
کیوں تلاش سایہ کیسے آبلے کیسی تھکن
پاؤں کی حرکت سے ہوتی ہے سفر میں زندگی
ہر عمل میرا امری مرضی کا جب پابند ہے
میں اثر میں ہوں ترے یا تو اثر میں زندگی
عمر آخر ہو چلی غم کے علاوہ کیا دیا
رو لیے ڈالی ہے اب شام و سحر میں زندگی
اک معین وقت تک پیمانے جو دیگے طرب
کیونکہ ہیں اور ہیں دن سے ہے تیرے میں زندگی

رام پور سے

ساتویں پنچ سالہ منصوبے میں ترجیحی کام

امیر احمد

ہندوستان میں منصوبہ بندی کے ۳۵ سال کے دوران زبردست تبدیلیاں واقع ہوئی ہیں۔ زراعت، صنعت و حرفت، نقل و حمل، رسل و رسائل، بجلی و توانائی، سائنس اور ٹکنالوجی کے میدان میں قابل ذکر ترقی ہوئی ہے۔ سمندر کی نچلی سطح سے خلاء کی وسعتوں تک پہنچنے کی استعداد حاصل ہو چکی ہے مگر اس سب کے باوجود بھوک، غریبی اور بے روزگاری نے ہمارا پیچھا نہیں چھوڑا۔ ساتواں پنچ سالہ منصوبہ اسی بھوک، غریبی اور بے روزگاری کے مسئلے کو حل کرنے کے عزم کے ساتھ پہلی اپریل ۱۹۸۵ء سے شروع کیا جا رہا ہے۔

لہٰذا ساتویں منصوبے کا سب سے پہلا ترجیحی کام ملک کی زراعت کو مستحکم بنا کر غذائی خود کفالت حاصل کرنے کا ہے۔ اس وقت ملک کی آبادی تقریباً ۷۰ کروڑ ہے جو ہر سال ایک اعشاریہ ۸ فی صد کی شرح سے بڑھ رہی ہے اور ۱۹۹۰ء یعنی ساتویں منصوبے کے آخری سال تک ۸۰ کروڑ سے بھی زیادہ ہو جائے گی۔ اس کثیر آبادی کے لیے غذا کی فراہمی سب سے اہم مسئلہ ہے۔ ہماری زراعت ابھی تک موسم پر انحصار کی وجہ سے غیر یقینی صورت حال سے دوچار ہے۔ ہمیں اب بھی کچھ اناج، دالیں اور تیل دوسرے ممالک سے درآمد کرنا پڑتا ہے۔ سیلاب اور سوکھے کی ملی جلی کیفیات کے باوجود اس سال زرعی پیداوار کافی شاندار رہی ہے۔ اس ریکارڈ پیداوار کو اور آگے بڑھانا ہوگا۔ ان فصلوں پر خاص توجہ دینا ہوگی جو ہماری بیرونی تجارت کو متاثر کرتی ہیں۔ ہمیں زراعتی پیداوار کو اس قدر بڑھانا ہے جو نہ صرف ہماری گھریلو ضروریات کے لیے کافی ہو بلکہ ہم اس کو برآمد بھی کر سکیں اور اب تک جو درآمدات کرنی پڑتی تھیں ان کی ضرورت نہ پڑے۔ دراصل خوردنی اشیاء کی قلت ایک ایسی علت ہے جسے بہرحال دور کرنا لازمی ہے خواہ اس پر کتنی ہی لاگت آئے اور یہ ایسی غیر یقینی ضرورت ہے جس کیلئے پہلے سے کوئی تیاری بھی نہیں کی جا سکتی۔ لہٰذا جب بھی موسم کے حالات سے مجبور ہو کر غذائی سامان درآمد کیا جاتا ہے تو کچھ دوسرے ضروری درآمدات کم کرنے پڑتے ہیں اور اس درآمدی ردوبدل سے بہت سے ترقیاتی پروگرام پچھڑ جاتے ہیں لہٰذا غذائی خود کفالت کو اولین ترجیح دی جانی نہایت ضروری ہے۔

زراعتی سیکٹر کے ساتھ صنعتی سیکٹر پر بھی توجہ ضروری ہوتی ہے ورنہ صنعتی پچھڑاپن زرعی ترقی کی رفتار کو گھٹا دیتا ہے۔ ساتویں پنچ سالہ منصوبے میں نئی پیداواری استعداد پیدا کرنے کے بجائے ملک میں پہلے سے دستیاب صلاحیت کے پورے استعمال پر زور دیا جا رہا ہے۔ ملک میں بہت سی [illegible] صنعتی یونٹوں اور صنعتی پیداوار کی صلاحیت موجود ہے جس کا پورا استعمال نہیں ہو رہا ہے۔ اس بیکار صلاحیت کو کام میں لا کر صنعتی پیداوار اور برآمدات کو کافی بڑھایا جا سکتا ہے۔ اگر درآمدی اشیاء کے بدل تیار کر لیے جائیں تو یہ اور بھی زیادہ بہتر ہوگا کیونکہ درآمدات کے بدل تیار ہو جانے سے زرمبادلہ کی بچت ہوگی اور برآمدات کے بڑھنے سے زرمبادلہ میں اضافہ ہوگا۔ اس طرح توازن ادائیگی ہمارے حق میں ہو جائے گا اور ترقی کے لیے ضروری وسائل درآمد کرنے میں آسانی ہوگی۔ اس طرح نئی پیداواری صلاحیت پیدا کرنے کے مقابلے میں موجودہ استعداد کا پورا استعمال زیادہ مفید اور کفایتی ثابت ہوگا۔

غریبی اور بے روزگاری کے مسئلے کو حل کرنے کے لیے ساتویں منصوبے میں کئی اہم کام کیے جانے ہیں۔ اب تک جتنے بھی لوگ غریبی کی لائن کے نیچے زندگی بسر کرتے رہے ہیں ان کی فی صد تعداد میں کم سے کم ۱۰ عدد کی کمی لانے کا نشانہ مقرر کیا گیا ہے۔ اس مقصد کے حصول کے لیے سوشل سروسز جیسے تعلیم، صحت، صفائی، رہائش وغیرہ کی موجودہ سہولتوں میں اضافہ کیا جائے گا۔ پسماندہ علاقوں اور طبقوں کی فلاح و بہبود کے لیے خصوصی پروگرام چلائے جائیں گے۔ پیداوار اور آمدنی کو بڑھانے کی کوشش کی جائے گی۔ نئے روزگار کے مواقع فراہم کیے جائیں گے۔ اس سلسلے میں پیداواری روزگار کی فراہمی کا مقصد متعین کیا گیا ہے جس کا منشا یہ ہے کہ ایسے روزگار کے مواقع تلاش کیے جائیں جن سے پیداوار اور آمدنی دونوں میں مستقل اضافہ ہو۔

دراصل ترقیاتی پروگراموں سے دو قسم کا روزگار پیدا ہو سکتا ہے۔ پہلی قسم کا روزگار تو وہ ہے جس کی وجہ سے ملک کی پیداوار میں خالص اضافہ ہوتا ہے اسے پیداواری یا معاشی روزگار کہتے ہیں اور دوسری قسم کا روزگار امدادی یا راحت دینے والا ہوتا ہے جس سے روزگار پانے والوں کی آمدنی تو ہوتی ہے مگر سماج کی خالص پیداوار میں کوئی اضافہ نہیں ہوتا۔

ساتویں پنچ سالہ منصوبے میں پیداواری یا معاشی روزگار کی فراہمی پر زور دیا جا رہا ہے۔ معاشی روزگار کی یہ اسکیم آسانی کے ساتھ دیہی علاقوں میں ڈیری فارمنگ اور پولٹری فارمنگ کی شکل میں اور شہری علاقوں میں فاؤنڈری، الیکٹروپلیٹنگ، پیپر کٹ جیسی چھوٹی انڈسٹریز کی شکل میں چلائی جا سکتی ہے۔ نیز بڑے پیمانے کے نجی اور پبلک سیکٹر اداروں میں بھی ایسی صنعت میں روزگار فراہم کیا جا سکتا ہے۔ معاشی روزگار کی یہ اسکیم نہ صرف بے روزگاری کے مسئلے کو حل کرے گی بلکہ اس سے غریبی کی شدت میں بھی کمی آئے گی۔ اس کے علاوہ خصوصی طور سے بیس نکاتی پروگرام کے تحت ساتویں پنچ سالہ منصوبہ کے دوران [illegible] کروڑ روپے غریبی دور کرنے کے پروگرام پر خرچ کیے جانے کا فیصلہ کیا گیا ہے۔ ان تمام کاوشوں کے نتیجے میں غریبی اور بے روزگاری کا مسئلہ بڑی حد تک حل ہو جانے کی توقع ہے۔

مگر ۳۲ کھرب روپے کے کثیر سرمائے کی فراہمی کے نتیجے میں افراط زر کا خدشہ بھی ہے جس کی مار آخر کار غریبوں پر ہی پڑتی ہے۔ اس سلسلے میں یہ بات قابل غور ہے کہ ساتویں پنچ سالہ منصوبے کے لیے سالانہ ترقی کی در ۵ فیصد سے کچھ زائد مقرر کی گئی ہے۔ اس سال صنعتی پیداوار کی در ۷۔۸ فیصد رہی ہے۔ ملکی بچتوں کی در ۲۴ فیصد ہے جسے روزگار کے مواقع میں اضافہ کر کے اور غریب اور نادار لوگوں کو سہولتیں دے کر اور آگے بڑھایا جا سکتا ہے۔

ساتویں پنچ سالہ منصوبے کا ایک ترجیحی کام یہ بھی ہے کہ قیمتوں کو بڑھنے نہ دیا جائے۔ قیمتیں اس وقت بڑھتی ہیں جب خسارے کے بجٹ بنائے جاتے ہیں اور بیرونی ممالک سے قرضے لیے جاتے ہیں۔ منصوبہ میں اس بات کا عزم کیا گیا ہے کہ خسارے کے بجٹ اور بیرونی قرضوں سے پرہیز کیا جائے گا اور پبلک سیکٹر کے اداروں کی کارکردگی کو بہتر بنا کر ان کی بیکار پڑی ہوئی پیداواری استعداد کے بھرپور استعمال کی کفایتوں کو حاصل کر کے اور روزگار کو پیداوار سے جوڑ کر منصوبے کے لیے مطلوبہ ۳۲ کھرب روپے کا سرمایہ اکٹھا کیا جائے گا اور ترقی کے عمل کو ۵ فیصد سالانہ کی معتدل شرح سے آگے بڑھایا جائے گا اور اس طرح افراط زر کا کوئی اندیشہ نہ رہے گا۔

ساتویں پنچ سالہ منصوبے کے ترجیحی کاموں کی فہرست میں اگر خود کفالت کے ساتھ خود اعتمادی اور عزت نفس یعنی سیلف ریسپکٹ کے رجحان کو بڑھانے کا عمل بھی شامل کر لیا جائے تو بہتر ہوگا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ لوگوں میں منصوبہ بندی کے بارے میں اعتماد اور بھروسہ پیدا کرنے کی کوشش کی جائے اور ان کو اس بات کا یقین دلا دیا جائے کہ ان کے ایک ایک پیسے کا صحیح استعمال ہوگا۔ اور ترقی کے ثمرات و برکات کی تقسیم میں انصاف اور عدل کا معاملہ کیا جائے گا۔ اس بات کی یقین دہانی اور اس پر عمل درآمد لوگوں میں اعتماد کو بڑھائے گی اور ان میں منصوبہ کی کامیابی کے لیے جوش و خروش پیدا ہوگا اور یہ جوش اور اعتماد پائیدار ترقی اور امن کے لیے لازمی بھی ہے۔

(رامپور سے نشر)

یکم مارچ ۱۹۸۵ء

امیر احمد
شعبۂ کامرس گورنمنٹ رضا پی۔ جی کالج رامپور (اترپردیش)



سماج پر آزادی نسواں کے اثرات

سمیع الحق سرمد

بنی نوعِ انسان کی تاریخ بتاتی ہے کہ ابتدا سے ہی عورت اور مرد دونوں نے زندہ رہنے کیلئے اور زندگی کو بہتر بنانے کے لیے ایک دوسرے سے تعاون کیا، چاہے وہ جنگلوں میں رہنے کا دور ہو، پتھر کا دور ہو یا اور آگے کا زمانہ جسے تہذیب کا دور کہتے ہیں ہر صورت حال میں عورت اور مرد نے کندھے سے کندھا ملا کر زندگی کی صعوبتوں کو جھیلا ہے اور زندگی کو خوبصورت بنانے کی جدوجہد کی ہے۔ ہر چند کہ عورت کو قدرت نے اتنی جسمانی طاقت نہیں دی ہے یعنی جو مردوں میں ہے پھر بھی عورت کو صبر و رضا، ہمت اور حالات کو سازگار بنانے کی صفت نے دونوں کو خاندان اور پھر سماج کی تشکیل میں ایک دوسرے کا ہمدم اور ہم قدم رکھا ہے۔

انسانی تاریخ میں ایسے ادوار بھی آئے ہیں جب مردوں اور عورتوں کا تعاون افراتفری کا شکار ہوا اور رفتہ رفتہ ایک ایسا معاشرہ وجود میں آیا جس میں مردوں نے اپنے لیے بہت زیادہ سہولتیں حاصل کر لیں اور عورتوں کو گھروں کی چہار دیواری تک محدود کر دیا گیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ معاشرہ آدھی آبادی کی صلاحیتوں سے فائدہ نہیں اٹھا سکا اور سماج میں ایک زوال کی کیفیت پیدا ہوئی۔ ظاہر ہے اس صورتحال کو بہت لمبے عرصے تک برقرار نہیں رکھا جا سکتا تھا کیونکہ یہ بنائے فطرت نہیں ہے۔ اس طرح آزادی نسواں کے تصور نے جنم لیا اور عورتوں نے مردوں کے شانہ بشانہ آ کر زندگی کے ہر گوشہ میں ذمہ داری اٹھانے کی جدوجہد شروع کر دی۔

آزادی نسواں نے سماج پر دور تک اثرات مرتب کیے ہیں۔ آیئے دیکھیں کہ آزادی نسواں سے پہلے سماج کی کیا کیفیت تھی اور اب کیا ہے۔ یعنی ہم نے کیا کھویا اور کیا پایا۔

سماج کیا ہے؟ سماج کسی گروہ یا جرگہ کا نام نہیں ہے بلکہ اس شعور کو کہتے ہیں جس کے تحت کچھ قدروں کی پابندی کرنی ہوتی ہے یہ تمام حقیقت ہے کہ انسان اکیلا نہیں رہتا بلکہ دوسرے انسانوں کے ساتھ مل جل کر زندگی گزارتا ہے۔ اس کیفیت کی وجہ سے فرد کو گرد کے ساتھ تعاون کرنا پڑتا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ کچھ پابندیاں عائد ہوتی ہیں اور کچھ سہولتیں بھی ملتی ہیں۔ یہ پابندیاں اور سہولتیں مرد اور عورت دونوں کے لیے ہوتی ہیں۔

سماجی قدریں بدلتی بھی رہتی ہیں۔ آج جو بات بہت اہم سمجھی جاتی ہے ضرورت کے تحت کل اس میں تبدیلی بھی ہو جاتی ہے۔ اس لیے کسی بھی تحریک سے سماج پر جو اثر پڑتا ہے اس سے چوکنا ہونے اور ہر حال میں اس سے بچنے کی کوشش فضول ہے۔ نہ تو تحریک نو سے ڈرنا چاہیے نہ طرز کہن پر اڑنا چاہیے۔

آزادی نسواں نے سماج کو بہت سے بہتر نظریوں سے روشناس کرایا ہے۔ تعلیم ہی کو لیں ہمارے سماج میں ایک ایسا بھی دور تھا جب عورتوں کی تعلیم کی طرف بہت کم توجہ دی جاتی تھی۔ بلکہ کہیں کہیں تو اسے معیوب سمجھا جاتا تھا۔ یہ بہت بڑی محرومی کا دور تھا۔ لیکن رفتہ رفتہ عورتوں کی تعلیم کا رجحان بڑھا جس کی وجہ سے اب خواتین بھی کافی تعداد میں تعلیم یافتہ ہونے لگیں۔ زندگی کے ہر شعبہ میں عورتوں کو حصہ ملنے لگا۔ تعلیم نسواں نے جو آزادی نسواں کا ایک پہلو ہے سماج کو بہتر بنانے میں بہت مدد کی ہے۔

ایک خام سماجی تصور یہ بھی تھا کہ عورتوں کو مردوں کے دوش بدوش کام نہیں کرنا چاہیے بلکہ گھروں میں رہنا چاہیے۔ سماج کی اس قدر پر تعلیم نسواں کے ساتھ ساتھ مشینی دور نے بھی زبردست حملہ کیا۔ وہ وقت چلا گیا جب ہر کام جس میں قوت درکار ہوتی تھی مرد ہی کر سکتا تھا۔ مشینی قوت نے جسمانی قوت کی جگہ لے لی۔ اس طرح مردوں کی برتری ختم ہو گئی اور عورتوں نے بھی اسی طرح باہر نکل کر کام کرنا شروع کر دیا جس طرح مرد کرتے تھے۔ اس تبدیلی نے معاشرے کی آدھی آبادی کو جو جامد کر دی گئی تھی فعال بنا دیا۔ اب ہر میدان میں عورتیں مردوں کے ہمدوش اور ساتھ ساتھ ہیں۔ اس طرح عورتوں کے لیے بہت سے راستے کھل گئے ہیں اور ان کی دست نگری ختم ہو گئی ہے۔ آج یہ نہیں ہوتا کہ مرد کسی وجہ سے کمانے سے محروم ہو جائیں یا عورتیں ان سے الگ ہو کر زندگی گزارنا چاہیں تو وہ نان شبینہ کو بھی محتاج ہو جائیں اس دست نگری نے بہت سی نامناسب باتوں کو بھی جنم دے رکھا تھا اور عورتیں اپنے آپ کو بے بس پاتی تھیں۔ اب عورتیں محنت اور اطمینان سے اپنی روزی خود کما سکتی ہیں۔ اس معاشی آزادی نے سماج کی اخلاقی قدریں بھی توانائی پیدا کی ہے۔ اب ایسا نہیں ہے کہ عورت کے گھر سے نکلنے پر بھی شکایت ہو اور انگلیاں اٹھائی جائیں کیونکہ کا جو ایک مجہول تصور تھا آزادی نسواں کی بدولت اس میں تبدیلی آئی ہے۔ کیرکٹر دراصل قول و عمل کی سالمیت اور مضبوطی کا کام ہے صرف گھر سے باہر نکلنے میں کیرکٹر پر حرف نہیں آتا۔

آزادی نسواں نے سماج کو جہاں نئی اخلاقی اور معاشرتی قدروں سے روشناس کرایا ہے وہیں فرد اور خاندان کی زندگی اور ماحول پر بھی اثر ڈالا ہے۔ تعلیم یافتہ اور کام کاجی عورتوں نے جہالت کے پردے کو چاک کر کے اپنے اردگرد روشنی پھیلائی ہے جس کی وجہ سے معاشرہ میں روشن خیالی اور سوجھ بوجھ پیدا ہوئی ہے۔ وہ سماج جس میں عورتیں جاہل ہوں توہمات کا شکار ہوتا ہے جس میں بجائے ترقی کے تنزلی ہوتی ہے۔ آزادی نسواں نے سماج کو نئے خیالات اور نئی باتوں سے روشناس کرایا ہے اور اس کو نئی منزلوں کی طرف گامزن کیا ہے۔

یہیں پر یہ بھی کہہ دینا ضروری ہے کہ اگر آزادی نسواں کی لہر میں وہ سب باتیں بھی جائز کر لی جائیں جو معاشرہ پر برا اثر ڈالتی ہیں تو نقصان ہی نقصان ہے۔ مثال کے طور پر یہ فطری امر ہے کہ خواتین بچوں کی پرورش کریں اور خاندان کی دیکھ بھال کرتی رہیں لیکن آزادی نسواں سے یہ مراد لی جائے کہ عورتیں خاندان اور بچوں سے بھی بے نیاز ہو جائیں تو یہ نقصان کا رجحان ہے۔ اس طرح کے خیالات سے احتراز لازم ہے۔ ایک بار پھر یہ کہہ دیا جائے کہ قدرت نے مرد اور عورت دونوں کو ایک دوسرے کا ہمدم اور ہم قدم بنایا ہے۔ عورتوں کی آزادی کا مطلب مردوں سے بے نیازی نہیں۔ آج انتخاب اس میں نہیں ہے کہ آزادی نسواں ہو کہ زمرد کا گلوبند بلکہ اگر زندگی کا حسن دونوں سے نکھر سکے تو دونوں کی ضرورت ہے۔ جدوجہد اس بات کی ہونی چاہیے کہ عورت اور مرد مل کر زیادہ سے زیادہ حسین زندگی کی تعمیر کریں۔

(آکاشوانی گورکھپور سے نشر)

اردو تھیٹر
کورن تھیٹر، کلکتہ

سالک لکھنوی

کلکتے میں ایک مشہور سڑک کا نام دھرم تلہ اسٹریٹ ہے۔ اب اس کا نام لینن سرانی ہو گیا ہے۔ اس سڑک پر ایک طویل اور قدیم عمارت ہے جس کا نمبر ۵ ہے۔ اس عمارت میں ایک سینما ہال ہے جس کا نام اوپیرا ہے۔ پچاس سال قبل اس کا نام کورن تھین تھیٹر تھا۔ اس کی بنیاد [illegible] ڈالی تھی۔

کلکتے کے [illegible] اس کا نام اب مہاتما گاندھی روڈ ہے ایک سینما ہال کا نام [illegible] سینما ہے۔ پچاس سال قبل اس کا نام الفریڈ تھیٹر تھا۔

کاربوریشن اسٹریٹ کلکتے میں ایک بہت بڑا اور خوبصورت [illegible] ہے جس کا نام [illegible] ہے۔ پچاس سال قبل اس کا نام [illegible] تھیٹر تھا۔

ان کے علاوہ کلکتے میں چند اور بھی تھیٹر تھے۔ ان سب کے مالک میڈن تھیٹرس لمیٹیڈ تھے جس کے ڈائریکٹر ان چیف مسٹر جہانگیر جی [illegible] میڈن تھے۔

کورن تھین تھیٹر اور الفریڈ تھیٹر میں جو اردو ڈرامے اسٹیج کیے گئے ان میں زیادہ تر حضرت آغا حشر کاشمیری، پنڈت نارائن پرشاد بیتاب اور حضرت آرزو لکھنوی کے لکھے ہوئے تھے۔ میں نے ان تینوں بزرگوں کی آنکھیں دیکھی ہیں۔

ان تھیٹروں کے ساتھ میرے بچپن کے اختتام اور جوانی کی شروعات کی بہت سی یادیں وابستہ ہیں۔

غالب جب کلکتے آئے تو شملہ اسٹریٹ کے کسی مکان میں ٹھہرے تھے۔ اسی سڑک پر نمبر ۲۳ ایک مکان تھا جسے والد مرحوم نے ۱۹۱۲ء میں اٹھارہ ہزار کا خریدا تھا۔ اس مکان سے بالکل متصل ایک مکان میں دو بہنیں رہا کرتی تھیں۔ بڑی بہن بیوہ تھیں، ان کا نام چندر وتی شرما تھا۔ چھوٹی بہن راج کماری شرما تھیں۔ وہ کورن تھین اور الفریڈ دونوں تھیٹروں کی اداکارہ تھیں۔ ان کے شوہر رام دلاس شکلا شری سرسوتی مہاودیالیہ میں سنسکرت کے پنڈت تھے۔ بڑی بہن کی ایک لڑکی تھی کملا شرما۔ وہ تقریباً میری ہم عمر تھی، شاید ایک دو سال بڑی ہو۔ وہ اپنی ماں کو بڑی بوا اور اپنی خالہ کو چھوٹی بوا کہتی تھی۔ اس کی دیکھا دیکھی میں بھی بڑی بہن کو بڑی بوا اور چھوٹی بہن یعنی راج کماری شکلا کو چھوٹی بوا کہنے لگا۔ ہمارے گھر سے ان دونوں کے تعلقات بہت گہرے تھے، اتنے گہرے کہ جب ۱۹۳۱ء میں کلکتے میں ایک بڑا فرقہ وارانہ فساد ہوا تو ان ہی دونوں بہنوں نے ہمیں دس دن تک اپنے یہاں پناہ دی تھی۔

چھوٹی بوا لاولد تھیں اور انھوں نے مجھے اپنا منہ بولا بیٹا بنا لیا تھا۔ جب کسی ڈرامے میں راجکماری شکلا کا پارٹ ہوتا تو وہ اکثر مجھے اپنے ساتھ لے جاتیں اور یہ منہ بولا بیٹا مفت میں ڈرامے دیکھا کرتا۔

۱۹۲۷ء میں میری عمر کوئی تیرہ چودہ برس کی ہوگی جب کورن تھیٹر کے اسٹیج پر پہلی بار ایک ڈرامہ دیکھا، نام تھا "حسن کی چنگاری" مصنف تھے آرزو لکھنوی۔ ڈرامہ تو اس عمر میں خاک سمجھ میں آتا لیکن زرق برق پوشاکیں، تیز اور رنگین روشنیاں، ایکٹروں کی کڑک دار آوازیں، پردوں کا گرنا اور پردوں کا گرنا اور اٹھنا، منظروں کا بدلنا اور ہلکے ہلکے سازوں کا بجنا — یہ سب چیزیں بڑی اچھی معلوم ہوتیں۔ مجھے یاد ہے کہ دوسرے ایکٹ میں سو گیا تھا کہ اچانک زور سے اسٹیج پر ایک دھماکہ ہوا، میں چونک پڑا، دیکھا کہ اسٹیج پر بالکل تاریکی ہے صرف ایک حصے پر تیز روشنی کا فوکس پڑ رہا ہے، ایک عورت کی لاش پڑی ہوئی ہے جو خون میں تر ہے۔ عورت کا چہرہ میری چھوٹی بوا کا تھا۔ میں نے ایک چیخ ماری اور اسٹیج کی طرف دوڑا، اسٹیج والوں نے پکڑ لیا — یہ ڈرامے کا وہ سین تھا جہاں ایک امیر کبیر شرابی شوہر اپنی نیک سیرت بیوی کو شک کی بنیاد پر بے وفا اور بدچلن سمجھ کر گولی مار دیتا ہے۔ شوہر کا پارٹ کاؤس جی بہرام کر رہے تھے اور پارسا بیوی تھیں راجکماری شکلا۔

کاؤس بہرام کے بارے میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ یہ پارسی ایکٹر بڑی فصیح اردو میں گفتگو کرتا تھا۔ ڈائیلاگ میں الفاظ یوں ادا ہوتے تھے کہ ایک لفظ دوسرے لفظ کے درمیانی فاصلے میں کوئی فرق نہیں پڑتا تھا۔ ڈرامہ دیکھنے والوں کو اس کے بولے ہوئے الفاظ یاد ہو جاتے تھے۔ میں نے جب بھی کوئی ایسا ڈرامہ دیکھا جس میں کاؤس بہرام نے پارٹ کیا تو میں گھر آکر اس کے ڈائیلاگ کی نقل اتارتا یہاں تک کہ اماں ڈانٹ بیٹھتیں کہ — بس! بہت ہو گیا ڈرامہ!!

کاؤس بہرام کو قدرت نے شکل و صورت بھی حسین اور رعب دار دی تھی۔ جیسے نوکیلی کرنل، ستواں بھرا ہوا چہرہ۔ چھوٹی چھوٹی دوبیلی آنکھیں، چمکتے ہوئے سڈول دانت، بڑی بڑی بل کھائی ہوئی نوک دار مونچھیں اور گرجدار آواز۔ عموماً جابر بادشاہ، ظالم کوتوال، سخت مزاج شوہر، بگڑے ہوئے امیر یا شرابی کا پارٹ کرتے تھے۔ شادی انھوں نے کی نہیں۔

جب کچھ ہوش سنبھالا، تو سولہ سترہ سال کی ہوئی تو الفریڈ تھیٹر کے اسٹیج پر ایک بار "حسن کی چنگاری" میں وہ حدت تھی جس کی گرمی اب بھی محسوس ہو جاتی ہے لیکن اس بار شوہر صاحب وہی کاؤس بہرام تھے لیکن ایثار، صفت اور قتل کی جانے والی بی بی کا پارٹ مس مہتاب نامی ادا کیا تھا جو بلا شبہ بہت خوب تھا۔

اسی زمانے میں کورن تھین تھیٹر کے اسٹیج پر سید کاظم حسین نیر لکھنوی کا لکھا ہوا ڈرامہ "لیلیٰ مجنوں" دیکھا۔ مجنوں کا پارٹ ماسٹر نثار نے کیا تھا اور لیلیٰ بنی تھیں راجکماری شکلا۔ ماسٹر نثار ماہر موسیقی بھی تھے اور گلے میں سوز بھی تھا۔ پھر لیلیٰ کے پارٹ کے لیے راجکماری شکلا کی جگہ مس جہاں آرا کجن آگئیں اور یہ ڈرامہ الفریڈ تھیٹر کے اسٹیج پر منتقل ہو گیا۔ مس کجن بھی مشہور موسیقار تھیں۔ گلے میں لوچ تھا اور آواز میں درد۔ بعد کو اس کا فلم بھی بنا اور مہینوں ہٹ ہوتی رہی۔ یہاں تک مجھے یاد آتا ہے "عالم آرا" کے بعد "لیلیٰ مجنوں" شاید دوسرا ٹاکی فلم تھا۔

کورن تھین تھیٹر کا ذکر آغا حشر کاشمیری کے بغیر ادھورا سمجھا جائے گا۔ وہ اس تھیٹر کے سب سے بڑے ڈرامہ نگار تھے۔ میں نے ان کے چھ ڈرامے دیکھے جو ۱۹۱۰ء اور ۱۹۳۱ء کے درمیان لکھے گئے تھے۔ ان کے نام ہیں (۱) سلور کنگ عرف نیک پروین (۲) اسیر حرص (۳) ترکی حور (۴) آنکھ کا نشہ (۵) یہودی کی لڑکی، اور (۶) رستم و سہراب۔ آغا حشر کا انتقال ۱۹۳۵ء میں ہوا۔ اسی سال ان کا ڈرامہ "یہودی کی لڑکی" نیو تھیٹرز والوں نے لیا اور اس کا فلم بنا ڈالا۔ اس فلم میں مسٹر سہگل شاہزادہ مارکس بنے اور بڑھے یہودی کا پارٹ مشہور اداکار نواب کاشمیری نے کیا۔ اس پارٹ میں ایک بڑی رکاوٹ نواب کاشمیری کے چمکتے ہوئے دانتوں کی تھی، اور تو ہر طرح سے وہ بوڑھے بن سکتے تھے لیکن دانت کہاں رکھ آتے؟ یہ رکاوٹ یوں دور ہوئی کہ انھوں نے اپنی پوری بتیسی نکلوا ڈالی اور بالکل پوپلے بن گئے۔ یہ فلم لوگوں کو اب تک یاد ہے۔

۱۹۴۰ء میں راجکماری شکلا بمبئی چلی گئیں اور وہاں کی فلم انڈسٹری سے وابستہ ہو گئیں۔ ان کا پہلا فلم "آئینہ" اتنا کامیاب ہوا کہ انھوں نے دادر میں ایک عالیشان کوٹھی خرید لی۔ وہ بمبئی گئیں اور میرا مفت کا ڈرامہ دیکھنا موقوف ہو گیا۔ ۱۹۴۷ء میں راجکماری شکلا کا انتقال ہو گیا۔ ۱۹۵ء میں کورن تھین تھیٹر اور الفریڈ تھیٹر بھی بک گئے۔ اور اس طرح کلکتے میں اردو ڈرامے کے کمرشیل اسٹیج کا خاتمہ ہو گیا۔

(کلکتہ سے نشر)

مسکراہٹوں کی قسمیں

وارث علوی

مسکراہٹوں کی قسمیں میرا خیال ہے اتنی ہی ہیں جتنی آدمیوں کی قسمیں کیونکہ مسکرانے کا تعلق محض لبوں سے نہیں ہے بلکہ انسان کی پوری شخصیت سے ہے، اور جہاں تک شخصیت کا تعلق ہے ہر آدمی دوسرے سے مختلف ہے۔ یہی رنگارنگی انسانی تماشہ کو اس قدر دلچسپ بنا دیتی ہے۔ فطرت میں بڑی اسراف ہے اور تنوع بھی۔ اور فطرت کی خوبی یہ ہے کہ یہ تنوع وہ بہت ہی کم چیزوں سے پیدا کرتی ہے۔ ہر انسان کے چہرے میں دو آنکھوں کے بیچ میں ناک اور ناک کے نیچے دو ہونٹ ہوتے ہیں لیکن کوئی ایک چہرہ دوسرے جیسا نہیں ہوتا۔

بولنے میں دو ہونٹ ہی ہلتے ہیں اور وہ بھی اوپر نیچے لیکن ان کے ذریعہ دنیا بھر میں کتنی ہی زبانیں اور بولیاں بولی جاتی ہیں۔ اور ہر بولنے والے کا انداز اپنا ہوتا ہے۔ یہی حال رونے ہنسنے اور مسکرانے کا ہے کہ ہر آدمی اپنا رونا روتا ہے اور اپنی ہی ہنسی ہنستا ہے۔ اڑوس پڑوس میں بچوں کے رونے کی آواز آتی ہے تو ہمارے کان کھڑے ہو جاتے ہیں کہ یہ تان کہیں ہمارے ہی ماتھوں کی نہ ہو۔ دھیان سے سنتے ہیں اور پھر مطمئن ہو جاتے ہیں کہ نہیں نہیں بھلا ہمارا جگرگوشہ ایسے بےسرے انداز میں کیوں الاپے گا۔ یہ گانا تو غفور کے لونڈے کا ہی ہو سکتا ہے جو جب بھی روتا ہے غفور الرحیم یاد آتا ہے۔ یہی حال ہنسی کا ہے کہ آواز سنتے ہی ہم جان لیتے ہیں کہ پڑوس میں خیرالنساء سے ملنے اس کا بھائی خیرالدین آیا ہے جس کے گلے سے ہنسی اس طرح نکلتی ہے جس طرح سرنگ سے ریل گاڑی۔ خیرالدین کو ہنسی کا دورہ پڑتا ہے تو منہ سرنگ کی طرح کھل جاتا ہے لیکن آواز نہیں نکلتی۔ ریل انجن کی مانند سرنگ سے باہر نکلتے ہی پھیپھڑوں کے ساتھ بھک بھک کی آواز بلند ہوتی ہے اور پھر یکساں رفتار سے پہیے اپنی کھڑکھڑاہٹ پیدا کرتے گزرتے رہتے ہیں جب تک گارڈ کا ڈبہ نہیں آ جاتا۔ آپ نے بیچ میں کوئی بات کرنے کی کوشش کی تو کچل دی جاتی ہے۔

اب یہ بات بھی خاطر نشان رہے کہ الفاظ کے ذریعہ رونے ہنسنے اور مسکرانے کی قسموں کا بیان کرنا بھی نہایت مشکل ہے۔ مشکل تو کیا لگ بھگ ناممکن ہے۔ کسی شخص کی مسکراہٹ کو تصویر میں دکھایا جا سکتا ہے لیکن تصویر پورے شخص کی ہوگی صرف دو ہونٹوں اور اس پر پھیلی ہوئی مسکراہٹ کی نہیں۔ دنیا میں سب سے زیادہ مشہور مسکراہٹ مونالیزا کی ہے جو ماہرِ کمال مصور کی بنائی ہوئی شہرۂ آفاق تصویر ہے۔ مونالیزا کوئی بہت خوبصورت لڑکی نہیں تھی سیدھے سادے نقوش ہیں لیکن تصویر میں اپنی مسکراہٹ کے سبب اسے حیات جاوداں مل گئی۔

کوئی پوچھے کہ اس کی مسکراہٹ میں ایسی کیا صفت ہے؟ تو جواب میں مسکراہٹ کی تفاسیر کا ایک دفتر سامنے پیش کیا جا سکتا ہے۔ مونالیزا کی مسکراہٹ پر اتنا کچھ لکھا گیا ہے جتنا غالب کے شعر پر۔ لیکن اتنی شرح و تفسیر کے باوجود یہ مسکراہٹ ابھی بھی اتنی ہی پراسرار ہے۔ ہونٹوں پر نظر کیجئے تو لگتا ہے مونالیزا آہستگی سے مسکرا رہی ہے۔ ہونٹوں کے ساتھ ساتھ آنکھوں پر بھی نظر کیجئے تو مسکراہٹ غم میں ڈوب جاتی ہے۔ کسی کو مسکراہٹ میں طنز بھی نظر آتا ہے کسی کو استہزا بھی۔ چہرے کے نقوش پر نظر کیجئے تو مسکراہٹ میں دوشیزگی کی شوخی بھی نظر آتی ہے۔ اور جوانی سے گلے ملتے ہوئے بچپن کی وہ معصومانہ شرارت جو یادوں کو دو آتشہ بناتی ہے۔ یہ کمال اعلیٰ کا کمال تھا کہ ایک مسکراہٹ میں جذباتی کیفیات کی وہ تہیں اور لطافتیں پیدا کر دیں کہ ہر ایک کیفیت کا رنگ صاف ہے لیکن اس پر نظر کیجئے تو وہ دوسرے رنگوں میں گھلا ملا نظر آتا ہے۔

ہم تصویر کھنچوانے بیٹھتے ہیں تو فوٹوگرافر ہمیشہ کہتا ہے "اب ذرا مسکرائیے"۔ ہم پھٹے گلے کی رگیں کھینچے کیمرے کی طرف اس طرح گھور رہے ہوتے ہیں گویا اس میں سے بندوق کی گولی نکلنے والی ہو۔ اب آپ ہی کہئے ایسے میں آدمی مسکرائے بھی تو کیسے مسکرائے۔ لیکن ہم مسکراتے ہیں۔ مسکراتے تو خیر کیا کھنچے ہوئے لبوں پر مسکراہٹ کو ایسی چپکا دیتے ہیں گویا وہ بھی فوٹوگرافر کی ٹائی کی طرح مانگی ہوئی ہے۔ ٹائی تو خیر اگر نیچے سے پھٹی ہوئی ہو یا بہت اونچی نیچی ہو تو اسے کوٹ میں چھپایا بھی جا سکتا ہے لیکن مسکراہٹ کو آپ کیسے چھپائیں گے۔ اول تو چہرے کے نقوش اتنے اکڑے ہوتے ہیں کہ ہونٹ پھیلنے سے انکار کر دیتے ہیں۔ پھر یہ خوف کہ کہیں مسکراہٹ اتنی پھیل نہ جائے کہ ہونٹوں کے کونے کانوں کے لووں کو چھونے لگیں۔ لہٰذا جب تک فوٹوگرافر کیمرہ ٹھیک کرتا ہے آپ اپنی مسکراہٹ کو پھیلاتے سمیٹتے رہتے ہیں۔ جب آپ کو یقین ہو جاتا ہے کہ آپ کی اکڑی ہوئی مسکراہٹ موٹے موٹے ہونٹوں پر اسی طرح براجمان ہو گئی ہے جس طرح کوئی لحیم شحیم صدر جلسہ موٹے موٹے گاؤتکیوں سے ٹیک لگا کر دراز ہو گیا ہے۔ تو آپ چاہتے ہیں کہ فوٹوگرافر کیمرے کی جانب دبا دے۔ لیکن اس ناہنجار کو بھی اسی وقت بڑی [illegible] کیمرہ اور پردہ ٹھیک کرنے کی سوجھتی ہے۔ مارے غصے کے آپ کے لب کانپنے لگتے ہیں اور بے بسی کے آنسوؤں سے آنکھیں دھندلی ہو جاتی ہیں۔ آپ کا پورا وجود آپ کے دو ہونٹوں میں سمٹ آتا ہے اور آپ کی پوری روحانی اور جسمانی طاقت اکھڑی ہوئی مسکراہٹ کو اکھڑی ہوئی سانس کی طرح تھامنے لگتی ہے۔ کلک کی آواز ہوتی ہے۔ فوٹوگرافر ٹھیک ہو کہتا ہے اور اس وقت آپ کو جس سکون اور نجات کا احساس ہوتا ہے اسے صرف وہی شخص سمجھ سکتا ہے جو ریل کی دو پٹریوں کے بیچ میں پھنس گیا ہو اور پوری ٹرین اس کے اوپر سے دندناتی ہوئی گزر جائے۔

جب آپ اپنی تصویر دیکھتے ہیں تو یہ مونالیزا کا نقش ثانی لگتی ہے۔ کتنی کیفیات ہیں جو ایک مسکراہٹ میں جمع ہو گئی ہیں۔ ہونٹ کانوں تک کھنچ گئے ہیں لیکن ان پر مسکراہٹ نہیں۔ اگر مسکراہٹ ہے تو ہونٹوں کی نہیں کہ ہونٹ تو عالم نزع میں نکلتی ہوئی آخری سانس کا کرب لئے ہوتے ہیں۔ یہ سب پر اتنا غصہ ہے کہ مسکراہٹ خوفزدہ بچی کی طرح ہونٹوں کے کونوں میں سہمی کانپتی نظر آتی ہے۔ لیکن آنکھوں میں اتنی بےبسی ہے کہ یہی مسکراہٹ ایک برہن کی مانند آنسوؤں کی برکھا میں جلتی نظر آتی ہے۔ فوٹوگرافی کے ایسے شاہکار ہر گھر میں موجود ہوں گے۔ بدقسمتی سے وہ فیملی البم میں نظر نہیں آتے کہ البم میں وہی چہرے ہوتے ہیں جو مسکراتے ہیں تو صرف مسکراتے ہیں۔ مسکرانے سے بھی ماورا ایک مقام ہے جہاں مسکراہٹ چہرے سے [illegible] ہے۔ ان مقامات کو پانے کے لیے صرف مسکرانا کافی نہیں۔ خون رونا پڑتا ہے اور جگر کو خون کرنا پڑتا ہے کہ خون جگر کے بغیر معجزۂ فن کی نمود نہیں ہوتی۔ فوٹوگرافر کے اسٹوڈیو میں ہم جس طرح لہو روتے ہیں اس کی شاہد وہ تمام تصویریں ہیں جن میں انواع و اقسام کی مسکراہٹوں کے نمونے ملتے ہیں۔ آج تو آپ کے سامنے ہم نے ایک ہی نمونہ پیش کیا ہے۔ ورنہ اہل ذوق کے سامنے تو ہم پورا البم لے کر حاضر ہو جاتے ہیں لیکن ریڈیو والوں میں اتنا حوصلہ نہیں کہ وہ ہمارا البم خرید سکیں۔ آرٹ کے جن نمونوں کی خاطر ہم نے فوٹوگرافر کو مالا مال کر دیا اس پر ریڈیو والے ایک ہی تقریر میں ہاتھ صاف کرنا چاہتے ہیں۔ فن کی قدردانی کا تقاضا ہے کہ وہ ہر روز اس موضوع پر ہم سے تقریر کرائیں۔ ہماری ان باتوں پر ریڈیو والے مسکرا رہے ہیں۔ مسکراہٹ کی یہ وہ قسم ہے جو صرف ریڈیو اسٹیشنوں پر نظر آتی ہے۔ اس مسکراہٹ کے طلوع ہوتے ہی ریکارڈنگ بند کر دی جاتی ہے۔ یہ مشین کے ہاتھوں آرٹ کی شکست ہے اور چونکہ میں آرٹ کا نقاد ہوں اس لیے اس مشینی مسکراہٹ کے متعلق کچھ نہیں کہہ سکتا، اس کے جواب میں میں بھی مسکرا کر رہ جاتا ہوں اور میری یہ مسکراہٹ بھی آرٹ ہی کا ایک نمونہ ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ اس وقت میں فوٹوگرافر کے اسٹوڈیو میں نہیں بلکہ آکاشوانی کے اسٹوڈیو میں براجمان ہوں جہاں میری مسکراہٹ کو جاوداں بنانے والا کوئی کیمرہ نہیں۔

(احمدآباد سے نشر)

سائنس اور ٹکنالوجی میں ہماری پیش رفت

سید فرید حیدر رضوی هلوری

"زندگی کی جن سمتوں اور شعبوں میں سائنس نے انقلاب بپا کر دیا ہے مستقبل اب سائنس کے ہاتھوں میں ہے اور ان کے جو سائنس کے دوست ہیں"

یہ بھی برحقیقت قول جدید ہندوستان کے معمار و موجد مرحوم پنڈت جواہر لال نہرو کا ہے۔ دنیا میں عموماً اور ہندوستان میں بالخصوص سائنس اور ٹکنالوجی کی رفتار ترقی و توسیع پچھلی ایک دہائی میں تعجب خیز حد تک بڑھ چکی ہے گذشتہ دو برسوں میں علم البحر، علم الخلا، نیوکلیائی توانائی اور کائنات وغیرہ نے کائنات ارض کی حدود کی مسافتیں طے کر چکی ہیں۔ فلکیات ہیئت اور نجوم نے خلا کی حدوں کو بھی پار کر لیا ہے۔ آج ارضیات سے فلکیات تک اور بحر سے بر تک ہمارے سائنسدانوں نے جو کمند ڈالی ہے وہ بڑے بڑے ترقی یافتہ ممالک کے لئے بھی حیرت انگیز ہے پہاڑوں کی سبز تنگائی، سمندر کی تہوں سے دولت وسائل کے موتی نکالے، قطب جنوبی پر اپنا پرچم لہرانے تک ملک کی دیگر سائنسی میدانوں میں پیش رفت پورے عالم کے لئے باعث حیرت و رشک بنتی جا رہی ہے۔

مختصر یہ کہ ہندوستان سائنس اور ٹکنالوجی کے میدان میں قطب جنوبی کے برفانی سمندر سے افلاک کی سربلند تسخیر تک اپنا رنگ جما چکا ہے تنگیٔ اوقات کے سبب یہاں مختلف سائنسی اور تکنیکی پہلوؤں پر تفصیلی روشنی ڈالنا بعید از کوشش ہے لہٰذا کچھ ہی خاص تحقیقات کو اپنے بیان میں سمیٹنے کی کوشش کر رہا ہوں۔

آج تک ہوئی سبھی سائنسی اور تکنیکی ترقیات کو دو لفظوں میں ادا کیا جا سکتا ہے، شدت اختصار اور سرعت رفتار، اسی محور کے گرد ساری جدید ترقیاں محو گردش ہیں۔ سمندر معدنیات کا لامتناہی خزانہ ہے اس میں ملنے والے تیل اور گیس کے علاوہ مینگنیز، نکل، کوبالٹ اور تانبہ کے ڈلے اہمیت کے حامل ہیں۔ جنوری ۱۹۶۶ء میں سرکار نے سمندری مطالعہ و تحقیق کے واسطے آئل اینڈ نیچرل گیس کمیشن کی بنیاد رکھی جس کے مزید علاقائی مراکز کوچین، ممبئی اور والیئر میں ہیں۔ ۱۹۷۶ء میں پہلے تحقیقی ملکی جہاز "گویشنی" سے سمندری سائنس میں ایک نئے باب کا اضافہ کیا۔ ایندھن کے روایتی اور محدود وسائل کے زوال پذیر ہونے کی وجہ سے طوفانی ہوا، سمندر کی لہروں اور اس کے پانی کے مختلف درجہ حرارت سے کار آمد توانائی حاصل کرنے کی کوشش جاری ہے۔ مغربی ساحل پر دوران معدنیات میں رتناگیری کے مقام پر المینائٹ اور زرکونیم مونازائٹ و المینائٹ کے ذخائر ملے ہیں بمبئی ہائی میں تیل و گیس کے ذخیروں کی دریافت کے بعد اب گجرات کے مقام پر اور کچھ مشرقی کنارے پر اسی طرح کی کھوج ہوئی ہے۔

ملکی جہاز "سمندر منتھن" نے سمندر کی تہوں سے معدنیات کی تفتیش شروع کر دی ہے۔ مغربی جرمنی سے خریدے گئے تحقیقی جہاز "ساگر کنیا" کا کام بحرہ عرب میں شروع ہو چکا ہے۔ اس سے موسمیات، طوفان، بارش اور دوسرے اثرات کو آسانی جانا جا سکے گا۔ دسمبر ۱۹۸۱ء میں سائنسدانوں نے ناروے کے جہاز "پولر سرکل" پر ڈاکٹر ظہور قاسم کی سربراہی میں پہلا قطب جنوبی کا سفر کامیابی کے ساتھ پورا کیا۔ ان لوگوں نے وہاں ہوا کے درجۂ حرارت، دباؤ، نمی، رفتار اور رخ، سمندری سطح پر پائی جانے والی اوزون گیس، بادلوں کی نمود، ریڈیائی شعاع زنی کے علاوہ جانوروں و پیڑ پودوں کے متعلق مشاہدات کئے۔ ایک نئے پہاڑ کی دریافت کر کے اس کا نام "اندرا ماؤنٹ" رکھا مزید دکھشن "گنگوتری" نام کا ایک موسمیاتی اسٹیشن قائم کیا۔ یہاں بے شمار دولت پوشیدہ ہے۔ ۱۹۸۲ء میں اسی جہاز پر ڈاکٹر وی۔ کے۔ رینا کی سربراہی میں ۲۸ ممبروں پر مشتمل ایک دوسرا قافلہ وہاں پہونچا اور اس نے ارضی ہیئت، موسم، نباتات اور فاصل کے ساتھ ہی ساتھ معدنیات کا مطالعہ کیا۔ دسمبر ۱۹۸۳ء میں تیسرا قافلہ فن لینڈ کی جہاز "فنی پولیریس" پر ڈاکٹر ایچ۔ کے۔ گپتا کی سربراہی میں وہاں گیا اس بار دو خواتین سائنسداں بھی قطب جنوبی پر گئیں اس بار وہاں پر مستقل ریسرچ اسٹیشن کا قیام کیا گیا ساتھ ہی ساتھ بنیادی کیمپ اور جہاز کے درمیان ترسیلی و مواصلاتی کڑی کی تشکیل بھی کی گئی۔ ۱۲ ہندوستانی سائنسداں اب بھی وہاں تحقیق میں لگے ہوئے ہیں۔

توانائی کے بحران سے نجات پانے کے لئے متعدد ذرائع میں سے شمسی توانائی کا استعمال اب ممکن ہو گیا ہے۔ نیز ہوا، جوار بھاٹا اور سمندری لہروں سے ابھی کم مقدار میں توانائی حاصل کی جا سکی ہے۔ اس سلسلے میں جوہری توانائی بہت کارآمد ثابت ہوئی ہے۔ ہندوستان نے نیوکلیر تجربہ کر کے عالمی نیوکلیر کلب کا چھٹا ممبر ہونے کا اعزاز حاصل کر لیا ہے ڈاکٹر بھابھا کی تحریک سے ۱۹۴۴ء میں ٹاٹا انسٹی ٹیوٹ آف فنڈامینٹل ریسرچ قائم کیا گیا۔ ۱۹۴۸ء میں جوہری توانائی کمیشن جس کا نام بھابھا اٹامک ریسرچ سینٹر رکھا گیا، کی تشکیل ہوئی۔ اس مرکز میں اب تک ۷ جوہری ری ایکٹر قائم کئے جا چکے ہیں جن میں خصوصی طور پر بجلی کی پیداوار ہو رہی ہے ۱۹۶۹ء میں جوہری بجلی گھر تاراپور کے قیام سے بجلی کی پیداوار کا نئے پیمانے پر آغاز ہوا اس کے علاوہ کوٹہ، کلپاکم اور نرورا میں بجلی کی پیداوار کی جا رہی ہے۔ جوہری بھٹیوں میں ایندھن کے طور پر یورینیم کا استعمال ہوتا ہے جس میں قدرتی یورینیم U-235 کی مقدار کافی ہوتی ہے۔ یورینیم ہمارے یہاں سیسے کے برابر ہوتا ہے لیکن اس کے بدلے میں استعمال ہونے والا تھوریم ہمارے یہاں ضرورت سے زیادہ ملتا ہے۔ تھوریم کو براہ راست استعمال کر کے تابکاری کے ذریعہ U-233 میں توڑتے ہیں اور پھر اسے استعمال کرتے ہیں مئی ۱۹۷۴ء میں پوکھران میں جو تجرباتی دھماکہ کیا گیا تھا اس کا مقصد زمین دوز قدرتی وسائل کا پتہ لگانا، نہریں بنانا اور پہاڑیوں کو توڑنا تھا ہماری جوہری پالیسی کی بنیاد امن پر مبنی ہے۔

اپریل ۱۹۶۱ء میں خلا میں جانے والے پہلے انسان روس کے یوری گگارین تھے۔ ہندوستان نے اس کے فوراً ہی بعد خلائی پرواز کوشش شروع کر دی لہذا ۱۹۶۱ء ہی میں تھمبا سے موسمی تجربہ کے لئے ایک راکٹ خلا میں چھوڑا گیا۔ جون ۷۲ء میں سرکار کی خلائی کارگزاریوں میں صلاح و مشورہ دینے کے لئے انڈین اسپیس ریسرچ آرگنائزیشن کا قیام وجود میں آیا جس کا ہیڈ کوارٹر بنگلور میں ہے اس کا بنیادی مقصد ملک میں قومی یکجہتی، تعلیم، مواصلات اور مانسون کے وقت پر برسنے یا دیر سے بارش ہونے کے متعلق سائنسی معلومات، ملک کے قدرتی وسائل کی دریافت، موسمی جانکاری کی زراعت اور جنگلات میں مدد جیسے امور کو انجام دینا ہے۔ ۱۹۷۵ء میں آریہ بھٹ، ۱۹۷۹ء میں بھاسکر۔ خلا میں چھوڑا گیا۔ مگر جولائی ۸۰ میں ملکی راکٹ ہی سے روہنی۔ ۱۔ سیارہ سری ہری کوٹہ سے چھوڑا گیا پھر مئی ۸۱ء میں روہنی۔ ۲۔ اور جون ۸۱ء میں ملک میں تیار ہوئے پہلے تجرباتی اطلاعتی مصنوعی سیارے "ایپل"

کو یورپین راکٹ "ایرین" کے ذریعہ فرنچ گائنا سے داغا گیا۔ اس کے ذریعے ترسیلی مواصلاتی TV سگنلس کو حاصل کرنے اور موسم کے مطالعے کا کام شروع ہوا۔ نومبر ۸۱ء میں بھاسکر-۲- اور اپریل ۸۲ء میں ملک کے مختلف مقاصد والے مصنوعی سیارے "انسیٹ ون-اے" کو ساکت ارضی دائرے میں مقیم کیا گیا۔ اس کے ساتھ ہی اپنے ملک کو سیاروی ٹی وی کو اقتصادی اور سماجی ترقی کے لئے استعمال کرنے والا دنیا کا پہلا ملک بن جانے کا فخر حاصل ہوا۔

اپریل ۸۳ء میں روہنی۔ ڈی-۲- اور اگست ۸۳ء میں انسیٹ-ون-بی خلا میں چھوڑا گیا۔ انسیٹ-ون-بی سے ملک کے مواصلات، نشر و اطلاعات اور معلومات کی فراہمی کے میدان میں انقلاب سا ہو گیا۔ گذشتہ کئی ماہ سے ریڈیو، دوردرشن، ڈاک تار، ترسیل و مواصلات اور موسمیات کے محکمے اس سے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔

اور گذشتہ ۳ اپریل کو ہندوستانی فضائیہ کے اسکواڈرن لیڈر راکیش شرما نے ہند و روس مشترکہ خلائی پرواز میں دو روسی خلابازوں کے ساتھ خلا میں جانے والے پہلے ہندوستانی ہونے کا شرف حاصل کیا۔ وہ دنیا کے ۱۳۸ویں خلاباز ہوئے اور ہندوستان اپنے کسی شہری کو خلا میں بھیجنے والا ۱۴واں ملک ہو گیا۔ ۵ اپریل کو راکیش شرما نے محترمہ اندرا گاندھی سے بات چیت کی۔ انہوں نے خلا میں کئی اہم سائنسی تجربات کئے یوگ کے ذریعہ خلائی بیماریوں پر قابو پانا مخصوص ہیں۔ ۲۰ فیصدی ہندوستانی زمین کے فوٹو لئے گئے جس سے گیس، پٹرولیم، سمندری حیاتی پیداوار معدنیات کی دریافت میں مدد ملے گی۔ شرما نے ہندوستانی ترنگے کو خلا میں لہرا کر اور "سارے جہاں سے اچھا ہندوستاں ہمارا" کہہ کر وطن کے نام کو خلا کی بلندیوں پر سنہری ڈھنگ سے بکھیر دیا۔

مزید ہندوستان کا پہلا ماترالی حساس سیارہ آئی۔ آر۔ ایس۔ ۱ تقریباً ۱۹۸۶ء میں داغا اور اچھالا جائے گا۔ اس سے آبی ذرائع اور وسائل، طوفانی و سمندری اتار چڑھاؤ، ہواؤں کے جھکڑ، سیلاب اور ایجادات وغیرہ کا مکمل جائزہ و مطالعہ کیا جائے گا۔ زرعی ترقی میں جدید ترین طریقہ نسیجی کاشت

TISSUE CULTURE کا ہے اس طرح اوقات تولید کو مختصر کیا جا سکتا ہے اور اس طرح فصلوں و ریاستی پھولوں کی نسلی ترقی، ادویاتی پودوں کی نشوونما بڑھائی جا سکتی ہے۔ جینٹک انجینیرنگ، مصنوعی بارش اور مصنوعی موتی بنانے وغیرہ پر اچھی تحقیقات ہیں۔

آج انسان اپنی جدید ترین تحقیقی وسائل کو اگر صرف پرامن بقائے باہمی اور انسانی فلاح و بہبود کے لئے ہی استعمال کرے تو جنگ و جدل نیز تخریب کاری اور پسماندہ ممالک کے استحصال سے کام نہ لے تو یقیناً ہماری زمین مجموعی طور پر انسانوں کے لئے خود جنت ارضی بنا ہی چاہتی ہے۔

(آکاش وانی گورکھپور سے نشر)

کھیلوں میں ناظرین کا رول

امتیاز الرحمٰن خاں

یہ انسانی فطرت ہے کہ انسان جو کچھ کرتا ہے تعریف کرنے والوں کو دکھانا چاہتا ہے مثال کے طور پر اگر کسی شاعر سے کہا جائے کہ وہ شعر کہے اور کسی کو سنائے نہیں، اگر کسی سنگ تراش سے کہا جائے کہ وہ مورتیاں بنائے اور بعد میں ان کو تباہ کر دے، اگر کسی آرٹسٹ سے کہا جائے کہ وہ خوبصورت تصویریں بنائے اور ان پر کالا رنگ چڑھا کر بکس میں بند کر دے تو شاید کوئی ایسا نہ کرے گا۔ ٹھیک اسی طرح اگر ایک کھلاڑی سے کہا جائے کہ کھیل دیکھنے کے لئے ایک آدمی بھی نہیں ہے تو شاید اس بات کو کھلاڑی اچھا نہیں سمجھے گا۔ اور ہو سکتا ہے کہ وہ مقابلے میں حصہ ہی نہ لے۔

ہم جانتے ہیں کہ کھیلوں میں ناظرین کا کیا اہم رول ہے۔ جن لوگوں کی داد حاصل کرنے کے لئے ایک کھلاڑی مقابلوں میں حصہ لینے کے لیے برسوں لگاتار مشق کرتا ہے۔ کھلاڑی کے ذہن میں یہ بات رہتی ہے کہ وہ جب میدان میں کھیل رہا ہو گا تو اس کے کھیل کو ہزاروں ناظرین دیکھ رہے ہوں گے اس لئے وہ جی جان سے محنت کرتا ہے کہ ناظرین کے سامنے اپنے فن کا بہترین مظاہرہ کر سکے اور ناظرین اس کے کھیل پر داد دیں۔ مقابلہ جیتنے پر ہزاروں تماشائیوں کی تالیوں کی گڑگڑاہٹ سننے کے لیے اس کی سماعت بے قرار رہتی ہے۔ بہت سے بین الاقوامی شہرت کے مالک کھلاڑیوں نے اپنی خود نوشت سوانح عمری میں لکھا ہے کہ اسٹیڈیم میں جتنے زیادہ ناظرین ہوتے تھے ہم اتنا ہی اچھا کھیل دکھاتے تھے۔ اس بات سے یہ بات صاف ظاہر ہوتی ہے کہ ناظرین کھلاڑیوں کی حوصلہ افزائی کا ہی کام کرتے ہیں کیونکہ یہ ناظرین ہی تو ہیں جو ایک کھلاڑی کو اس کے اچھے کھیل یا بہترین مظاہرے پر تالیوں کے ذریعے مبارکباد دیتے ہیں اس کے فن کو سراہتے ہیں۔ اس طرح کے عمل سے میدان میں کھیلنے والے کھلاڑیوں کی ہمت افزائی بھی ہوتی ہے اور کھلاڑی ناظرین کو بہتر سے بہتر کھیل دکھانے کی کوشش کرتے ہیں۔

پچھلے دنوں امریکہ میں اولمپک مقابلے ہوئے جن کو دیکھنے کے لیے ہزاروں ناظرین آئے جن میں بہت سے غیر ملکی ناظرین بھی تھے۔ مقابلوں کے بیچ امریکہ کے دوڑاک کارل لوئیز سے جب ایک پریس والے نے معلوم کیا کہ تم کو مقابلہ جیتنے پر کیسا معلوم ہوتا ہے تو اس نے کہا کہ لاکھوں ناظرین کے سامنے اول آنے پر مجھے بہت اچھا لگتا ہے۔ میں محسوس کرتا ہوں کہ لوگ میرے دوڑنے کے انداز کو دیکھ رہے ہیں اور مجھے اول آنے پر تالیوں کے ذریعے مبارکباد دے رہے ہیں۔ اسی طرح ہندوستان کے مشہور ہاکی کھلاڑی دھیان چند نے ایک بار ایک بین الاقوامی مقابلہ جیتنے کے بعد کہا تھا کہ اچھے ناظرین اچھا کھیل دکھانے پر مجبور کر دیتے ہیں۔ اس بات سے ظاہر ہوتا ہے کہ ناظرین کھلاڑی کے لیے کتنے اہم ہیں۔ ہم ان کے رول کو نظر انداز نہیں کر سکتے جس طرح ناظرین اپنی موجودگی سے کھلاڑیوں کی ہمت افزائی کرتے ہیں ان کو داد دیتے ہیں۔ اگر ناظرین کا رول یہیں تک رہے تو کتنا اچھا ہے۔ مگر کبھی کبھی حالات بہت خراب ہو جاتے ہیں۔ ناظرین کھلاڑیوں کے ساتھ ساتھ منتظمین کے لیے بھی مصیبت بن جاتے ہیں۔ ناظرین اسٹیڈیم میں بیٹھ کر میدان میں کسی ایک کھلاڑی یا کئی کھلاڑیوں یا پوری ٹیم سے اپنی ناراضگی بہت بھدے انداز میں دکھاتے ہیں۔ میدان میں پھلوں کے چھلکے پھینکنا، کسی کھلاڑی کو ٹھینگا دکھانا، بھدی اور بیہودہ باتیں کرنا، کھلاڑیوں پر ہنسنا، یہاں تک کہ کبھی کبھی ناظرین کچھ دیر کے لیے اپنا گھیرا بنا لیتے ہیں جس کا اثر میدان میں کھیل رہے کھلاڑیوں پر پڑتا ہے اور نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ کھلاڑی اچھا کھیل دکھانے کے بجائے وقت گزارنا بہتر سمجھتے ہیں اور امپائر یا ریفری کھیل کو بار بار روکنے کو مجبور ہو جاتے ہیں۔

ناظرین کا رول اس وقت بہت اہم ہو جاتا ہے جب ان کے ملک میں کسی غیر ملک کی ٹیم کھیل رہی ہو۔ اس وقت ناظرین کو اچھے ناظرین کی طرح کھیل کو دیکھنا چاہیے کوئی ایسی حرکت نہ کرنی چاہیے جس سے غیر ملکی ٹیم کے کھلاڑی ہمارے ملک کے ناظرین کو برا کہنے پر مجبور ہو جائیں۔ ہمارے ملک میں بھی کئی بار ایسے مواقع آئے ہیں جب غیر ملکی ٹیم کے ساتھ ہندوستان کی ٹیم کا کوئی میچ کھیلا جا رہا ہو اور کسی بھی وجہ سے ہندوستان کی ٹیم کمزور پڑ رہی ہو تو ہمارے ناظرین کے غصے کی انتہا نہیں رہتی۔ انگلینڈ میں ہر سال ومبلڈن ٹینس مقابلہ ہوتا ہے جس میں دنیا کے مشہور کھلاڑی حصہ لیتے ہیں اسٹیڈیم ہزاروں ناظرین سے بھرا ہوتا ہے لیکن کبھی ان کی وجہ سے کھیل میں رکاوٹ یا بدنظمی پیدا نہیں ہوئی لیکن ایشیا کے ناظرین شاید ابھی تک اپنے رول کو سمجھ نہیں پائے ہیں۔ کاش تمام ملکوں کے ناظرین کی سمجھ میں یہ بات آ جائے کہ وہ کھلاڑیوں کے لیے سوغات ہیں مصیبت نہیں۔

(رام پور سے نشر)

امتیاز الرحمٰن خاں
ممبر جنرل کونسل آف اسپورٹس بریلی
محلہ تھانہ گنڈہ رامپور (یوپی)

کتا کتا

قطب اللہ

کلوا گلی میں کھڑا کچھ سوچتا رہا، دائیں بائیں دیکھا اور پھر دلکی چال چلتا کر سامنے کے میدان میں آ گیا۔ پرانا کھپریل کا مکان سامنے کھڑا تھا۔ بیگی لکڑی کے دروازے کو حسرت بھری نگاہ سے دیکھا۔ کی دیوار پر گیرو سے بنے کئی ہاتھی گھوڑے آڑی ترچھی لکیروں اور ڈیزائنوں نے اسے اپنی جانب کھینچ لیا۔

گھر کی مالکن یعنی مہراجن ہر برس تہوار سے قبل دیوار و در اور رنگ سے لیپ کر اپنی سگھڑ انگلیوں سے گل کاری کیا کرتی تھی۔ کیونکہ دیوتاؤں کا بسیرا بڑا ضروری تھا، کی دوسری جانب کی دیوار پر پڑوسی گوال کی بیوی نے اپلے تھاپ رکھے تھے۔

چاروں طرف سناٹا تھا حالانکہ صبح ہوئے بہت دیر ہو چکی تھی۔ چھوٹے مہراج شاید کسی ججمان کے گھر گئے ہیں نہ دروازہ اب تک کھل گیا ہوتا۔ کلوا نے دم ہلائی، کوں کوں اور دروازہ پر آ کر کھڑا ہو گیا۔ پہلے کی طرح اب وہ اندر داخل نہیں ہو سکتا تھا۔ اس نے دروازے کے قریب منہ کر کے کوں کوں کیا اس کی دم برابر ہل رہی تھی۔ یہ دروازہ دالان اور پورا گھر کبھی اس کا اپنا تھا۔ یہیں تو اس کا بچپن گزرا، پلا بڑھا اور جوان ہوا تھا۔

وہ وہیں بیٹھ گیا۔ جیسے بہت تھک گیا ہو۔ تھوتھنی زمین پر رکھ کر گہری فکر میں ڈوب گیا۔ وہ ماضی کا حساب کتاب کرنے لگا تھا۔ اس کی آنکھوں میں نمی آ گئی تھی، کیا سچ مچ وہ یہاں سے نکال دیا گیا ہے؟ لیکن ایسا کیوں ہوا؟ سب کیوں ہوتا ہے وہ ابھی ان سوالات کے جواب ڈھونڈ ہی رہا تھا کہ دروازہ بھڑ سے کھل گیا۔ کلوا اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

ارے باپ رے . . . . . وہی نوجوان چست پتلون اور رنگین جیکٹ والا وہ وقت ضائع کیے بنا تیزی سے بھاگا جدھر سے آیا تھا اسی گلی میں بھاگتا چلا گیا اب بھی کچھ آوازیں اس کا تعاقب کر رہی تھی۔

ماں! کتا کتا . . . . یہ گندہ جانور ہے بیماری پھیلاتا ہے اسے ہٹاؤ۔ یہاں سے بھگاؤ . . . . . ہٹ ہٹ . . .

ماں! کتا کتا . . . . . . !

کلوا اب کہاں جائے؟ مہراج کے گھر والوں کے آنکھیں پھیر لینے کے بعد کئی گھروں سے بلاوا آیا تھا۔ کئی دروازوں پر چھوٹے چھوٹے بچوں نے جو مٹھن لا کر اس کے سامنے ڈالی تھی۔ انھیں یقین تھا کہ کلوا کو اسی طرح کھانا ملتا۔ ہاں تو یہیں کا ہو جائے گا۔ لیکن اس نے کھانے کو منہ تک نہیں لگایا۔ اسے معلوم تھا کہ بچہ آج تو پیار کرے گا لیکن کل جب بڑا ہو گا چار کتابیں پڑھ لے گا تو وہ بھی . . . اسے دھتکار دے گا۔

چھوٹے مہراج کے گھر سے نکالے جانے کے بعد اپنی برادری کے پاس جب منہ لٹکا کر پہنچا تو سب بے حد برہم ہوئے تھے۔ غوں غاں کرتے بھونکتے ہوئے سب اس پر ٹوٹ پڑے تھے وہ چاروں طرف سے نرغے میں تھا۔ وہ پشیمان، کمر جھکا کر دم دبائے ان کے بیچ کھڑا صرف اپنے دانتوں کی نمائش کر رہا تھا اور سب اس پر لعنت ملامت کر رہے تھے۔

کم بخت . . . . کل تک چھوٹے مہراج کے یہاں بیٹھے بیٹھے آرام سے کھا رہے تھے۔ آرام کی گھڑیوں میں ہم لوگوں کو پہچانتے بھی نہیں تھے، کتے کی ذات . . . . تو انسانوں کی برابری کرنے چلا تھا۔ اس وقت ہم لوگوں کا اس طرف سے گزرنا بھی تجھے کھلتا تھا ہمارے سائے سے بھی تجھے نفرت تھی ہمیں دیکھتے ہی کسی خونخوار چیتے کی طرح ہم پر ٹوٹ پڑتا تھا۔ کلوا سر جھکا کر سب سنتا رہا، دم دبائے تھر تھر کانپتا رہا نرخرے سے آواز نکال کر گڑگڑا کر رحم کی بھیک مانگی۔ دھیرے دھیرے سب چھٹ گئے صرف ایک مریل سی بوڑھی کتیا اس کے بہت قریب کھڑی تھی۔ اس نے کلوا کو سونگھا، چاٹا اور پھر برادری کے لوگوں کو پرسکون دیکھ کر اسے لے کر ایک جانب چل پڑی۔ کلوا پیچھے پیچھے دوڑنے لگا وہ گاؤں سے باہر جا کر ہفتوں پہلے مر جانے والے جانور کی ہڈیوں میں بچا کھچا گوشت اسے کھلانے لگی۔ اس نے شکر گزار آنکھوں سے کتیا کی جانب دیکھا۔ سوچا شاید یہی میری ماں ہے۔ لیکن اس کی ماں تو چت کبری تھی اور یہ . . . . . !

اسے اچھی طرح یاد تھا الگو تیلی کی کھاری میں صحت مند جوان چت کبری کتیا نے اسے جنم دیا تھا۔ وہاں اپنے چار بھائی بہنوں کے ساتھ رہتا تھا ان کے ساتھ بڑا مزا آتا تھا سب ساتھ ساتھ کھیلتے، دوڑتے، جھگڑتے اور کبھی کبھار ان کی ماں بھی ان کے ساتھ کھیلتی۔

ایک دن چھوٹے مہراج الگو تیلی کے گھر کتھا باچنے گئے تھے ساتھ میں ان کا اکلوتا لڑکا کیشو بھی تھا اس کی عمر یہی کوئی ۴۔۵ برس کی ہوگی گندی سی قمیص اور نیکر پہنے ہوئے تھا ننگے پاؤں ناک سڑسڑ کھینچ رہا تھا۔ کیشو نے کلوا کو وہیں دیکھا تھا وہ کھاری سے باہر آ کر دھوپ کھا رہا تھا، دھول میں لوٹ رہا تھا۔ خوبصورت کالے چمکدار کلوا کو دیکھ کر کیشو نے دوڑ کر پکڑ لیا۔ ابھی گود میں اٹھایا ہی تھا کہ کلوا کے چلانے کی آواز سن کر چت کبری کتیا بھونکتی ہوئی اس کی جانب بڑھی کیشو ڈر گیا اس نے زور سے چیخ ماری اور کلوا کو چھوڑ کر بھاگا۔

پنڈت جی نے بیدی پر بیٹھے بیٹھے زور سے ڈانٹا الگو بڑا سا ڈنڈا لے کر دوڑا، کتیا ڈر کر بھاگ گئی، کلوا بھی ماں کے پیچھے بھاگا لیکن الگو نے بڑھ کر ایک ہاتھ بڑھا کر اسے اٹھا لیا اور لا کر کیشو کی گود میں ڈال دیا۔

کیشو کلوا کو پا کر نہال ہو گیا تھا۔ چھوٹے مہراج نے بہت سمجھایا کہ اسے پھینک دے لیکن وہ مچل گیا، ضد کر کے رونے لگا، مجبوراً مہراج کو کلوا کو بھی ساتھ گھر لانا پڑا۔ مہراج نے بعد میں کئی بار کوشش کی کہ کتے کے پلے کو گھر سے بھگا دیں لیکن کیشو کی ضد اور مہراجن کی حمایت میں ایک نہ چلی۔

کلوا اب مہراج کے گھر رہنے لگا تھا، شروع شروع میں تو وہ رات میں بڑا شور کرتا تھا لیکن دھیرے دھیرے وہ اس ماحول کا عادی ہو گیا۔ وہاں اسے کھانے میں دودھ اور چوڑا ملتا تھا، روٹی چاول اور دال کی کمی نہیں تھی۔ کلوا کھا پی کے خوب موٹا ہو گیا تھا۔ اسے بھی کیشو سے بڑی انسیت ہو گئی تھی۔ اس کے علاوہ ساتھ کھیلتا، کیسو اس سے بڑا پیار کرتا تھا۔ نہلاتا دھلاتا اور اپنے سامنے کھلاتا۔

کیشو نے جب اسکول جانا شروع کیا تو کلوا بھی ساتھ ساتھ گاؤں کی پاٹھ شالہ تک جاتا۔ چھٹی کے وقت کا اسے خوب اندازہ ہو گیا تھا۔ اس وقت اسکول کے پاس پہنچ جاتا۔ کیشو کے اسکول سے نمودار ہوتے ہی دوڑ کر پاس پہنچ جاتا۔ دونوں پچھلی ٹانگوں پر کھڑے ہو کر اگلے پیروں سے اسے پکڑ لیتا اور پھر اچھلتا کودتا گھر آ جاتا۔

کیشو کو کلوا سے اتنا پیار تھا کہ اسے اپنا بھائی سمجھنے لگا تھا جو کھاتا اس میں سے بچا کر کلوا کو ضرور کھلاتا۔ اس ماحول میں کلوا بھی اپنی ذات اور برادری کو بھول گیا تھا۔ وہ چھوٹے مہراج کے گھر کا پہرے دار تھا۔ ان کے دروازے سے کوئی اجنبی گزر نہیں سکتا تھا۔ بھیک مانگنے والوں سے اسے جیسے بیر ہو گیا تھا، انھیں دیکھتے ہی ٹوٹ پڑتا دوسرا کوئی کتا بھی اگر ادھر آ جاتا تو وہ غرا کر اس پر جھپٹ پڑتا۔

کیشو جب کبھی ایک دو دن کے لئے باہر یا دور جاتا

کسی رشتہ دار کے گھر جاتا تو کلوا کو یہ جدائی بڑی سخت گزرتی کھانے پینے میں دل نہیں لگتا جس راستے سے کیشو جاتا اس پر نظریں جمائے بیٹھا اس کا منتظر رہتا۔

چھوٹے مہاراج کی مالی حالت کوئی بہت اچھی نہیں تھی تھوڑی سی زمین تھی جو بٹائی پر دیے ہوئے تھے اس سے تو کھانے بھر کا غلہ بھی نہیں ملتا تھا اس لیے باقی خرچہ تمام لوگ پورا کرتے تھے۔ ایسی حالت میں کیشو کی تعلیم کا کوئی خاص انتظام نہیں تھا۔ پرائمری کی تعلیم کے بعد قصبے میں پڑھانے کی طاقت ان میں نہیں تھی۔ راشن پانی، کمرے کا کرایہ، اسکول کی فیس، کپڑا اور اوپر کا خرچ یہ سب ان کے بس میں نہیں تھا۔

کیشو کو اب گھر پر ہی بٹھا لیا گیا۔ ان لوگوں کا خیال تھا کہ پوتھی پترا باچنے بھر کا اس نے بہت پڑھ لیا ہے۔ باپ دادا کی مریادا کو قائم رکھے گا۔

اسی دوران گاؤں کا تبارک کان پور سے آیا تھا اس نے چھوٹے مہاراج سے ایک دن ذکر کیا۔

"پنڈت جی کانپور کے بڑے اسپتال کے سب سے بڑے ڈاکٹر صاحب کے یہاں کہو تو کیشو کو نوکری پر لگوا دوں وہاں وہ پڑھائی لکھائی بھی کرے گا"

پنڈت جی کو دلچسپی پیدا ہوئی بولے ․․․․ وہ کیسے؟

تبارک بولا۔ مہاراج بات یہ ہے کہ میں ان کے گھر بال کاٹنے جایا کرتا ہوں، کئی بار ڈاکٹر صاحب اور ڈاکٹرنی ․․․․․․ ارے ہاں بھول گیا تھا ان کی بیوی بھی زنانہ اسپتال میں ڈاکٹرنی ہیں۔ دونوں نے مجھ سے کہا تھا تبارک میاں گھر کا چھوٹا موٹا کام کرنے اور بچے کو بہلانے کے لیے کوئی لڑکا لاؤ۔ لیکن بھئی ایمان دار ہونا چاہیے، دیہات کا ہو تو کہنا ہی کیا۔ کھانا کپڑا اور تنخواہ کے علاوہ اسے پڑھا لکھا بھی دیں گے ․․․․․ میں تو کہتا ہوں مہاراج کیشو بالکل ٹھیک رہیگا بڑے مزے میں رہے گا اور مہاراج کیشو شہر میں رہے گا دنیا دیکھے گا تو ہوشیار ہو جائے گا۔

یہ بات جب مہراجن کو معلوم ہوئی تو پہلے وہ راضی نہ ہوتیں، اکلوتی اولاد کو اپنے سے جدا نہیں کرنا چاہتی تھیں لیکن مہراج کے سمجھانے پر راضی ہو گئیں۔

کیشو کو تبارک کے ساتھ کان پور بھیج دیا گیا۔ مہراج اور مہراجن کے ساتھ کلوا بھی اسٹیشن تک چھوڑنے گیا تھا، اسٹیشن پر کلوا نے بڑی اچک پھاند کی۔ ٹرین جب حرکت میں آئی تو کلوا بھوں بھوں کر کے ساتھ ساتھ دوڑنے لگا لیکن ٹرین جب تیز ہو کر دور نکل گئی تو وہ تھک کر واپس آ گیا۔

کیشو کے جانے کے بعد کلوا بہت اداس تھا کئی بار لوگوں نے اسے اسٹیشن کا چکر لگاتے دیکھا، شروع شروع میں کیشو اپنے ہر خط میں کلوا کے بارے میں کچھ نہ کچھ ضرور لکھتا لیکن وقت کے گزرنے کے ساتھ ساتھ کلوا کا ذکر بھی کم ہوتا گیا اور اس کی جگہ شہر کی رونق، بھیڑ بھاڑ، ڈاکٹر اور ڈاکٹرنی کی باتوں اور ان کے بنگلے اور موٹر نے لے لی۔

ڈاکٹرنی کی محبت اور ان کے اچھے اخلاق کے ذکرے اس کی چٹھیاں پُر ہوتیں۔ لکھتا تھا کہ جیجی ․ دسری سالہ سل گئی ہو۔ ایک بار اس نے لکھا ․ اب میں انگریزی بھی پڑھتا ہوں۔ مالکن مجھے روز شام تھوڑی دیر پڑھاتی ہیں ڈاکٹر صاحب کہہ رہے تھے تمھیں کچھ دنوں بعد ایک امتحان دلوائیں گے۔

اس طرح ایک برس، دو برس اور دھیرے دھیرے پانچ چھ برس بیت گئے، کیشو گاؤں نہیں آیا۔ کلوا اب بھی اس کا منتظر تھا۔ کلوا دبلا ہوتا جا رہا تھا۔ پہلے جیسا اب تندرست نہیں رہا اب مریل سا لگ رہا تھا وجہ کیشو کی جدائی اور مہراجن کی عدم توجہی تھی۔ اب تو اسے کسی کسی وقت کھانا بھی نہیں ملتا تھا۔

ایک دن اچانک صبح سویرے ایک نوجوان چھوٹے مہراج کے دروازے پر کھڑا تھا۔ چھریرا بدن کھلتا رنگ۔ بے سفید دودھیا لش شرٹ پر رنگین جیکٹ اور کالے رنگ کی چست پتلون پہنے کھڑا تھا اس کی ہلکی ہلکی مسیں پھوٹ رہی تھیں۔

مہراجن کیشو کو دیکھ کر نہال ہو گئیں۔ کیشو کی عمر جوانی کی دہلیز پر دستک دے رہی تھی وہ ذرا ٹھٹھکیں پھر پاس گئیں اور بیٹے کو چھاتی سے لگا لیا۔ خوشی سے ان کی آنکھیں چھلک آئی تھیں۔ ہاتھ پکڑ کر اندر لائیں اور پھر آنگن میں چارپائی پر دری چادر بچھا کر بٹھا دیا۔ خود کھانے پینے کا سامان لینے کوٹھری میں چلی گئیں۔

کیشو تنہا آنگن میں بیٹھا گھر کے در و دیوار کو دیکھ رہا تھا کہ اتنے میں ایک کالا کلوٹا مریل سا کتا سامنے آ کر کھڑا ہو گیا۔ یہ کلوا تھا اس نے کیشو کی بو محسوس کر لی تھی اس لیے آج بہت دنوں بعد ہمت کر کے بے کھٹکے اندر داخل ہو گیا تھا۔ اس کی آنکھوں میں عجیب سی چمک تھی۔

ارے تو اتنا بڑا ہو گیا۔ تو تو پورا آدمی لگ رہا ہے رے!

وہ دم ہلاتا ہوا کیشو کے پاس آ گیا اور پہلے کی طرح پچھلی دونوں ٹانگوں پر کھڑے ہو کر اگلی ٹانگوں سے پکڑنا چاہا کہ کیشو گھبرا گیا اور جوتا پہنے پہنے سفید چادر کو روندتا پلنگ پر کھڑا ہو گیا اور زور سے چیخا!

ماں! ․․․ کتا کتا ․․․! پاگل کتا۔

ہٹ ہٹ ․․․․ چل ہٹ! ماں ․․․ اسے ہٹاؤ یہ گندہ جانور ہے بیماری پھیلاتا ہے ․․․ ہٹ ․․ چل ہٹ ․․

کلوا کیشو کے تیور دیکھ کر سکتے میں آ گیا تھا۔

مہراجن بھاگی ہوئی بھاگ کر آنگن میں آئیں۔ کلوا کو اندر دیکھ کر گرجیں ․․․ پاگل آوارہ۔ اس وقت کہاں سے آ گیا۔ انھوں نے اسے مارنے کے لیے پاس میں پڑا ہوا لکڑی کا چیلا اٹھایا ہی تھا کہ کلوا وقت ضائع کیے بنا دندناتا ہوا گھر سے باہر نکل گیا اور پھر ہلکے ہلکے قدموں کے ساتھ سامنے والی گلی میں رینگ گیا اس کے کانوں کے پردوں سے اب بھی یہ آوازیں متصادم تھی۔ ماں!! کتا کتا ․․․․ یہ گندہ جانور ہے، بیماری پھیلاتا ہے۔ ہٹ ہٹ ․․․ ماں ․․․ کتا کتا ․․․!!

(آکاشوانی لکھنؤ سے نشر)

قطب اللہ قومی آواز۔ لکھنؤ

جھوٹے خوابوں کی صبح

میں سوچتا ہوں ——!

جب خزاں کے سائے گہرے ہو جاتے ہیں تو ذہن و دل کے خنک اندھیرے میرے وجود کے ارد گرد خوف بن کر منڈلانے لگتے ہیں —— اور مجھے محسوس ہوتا ہے کہ وسعتوں کا سمندر بھی فقیر کے کشکول کی طرح خالی ہے۔ میری راہ کتنی اذیت ناک اور پر فریب ہے۔

یہ سب کچھ اپنا کیا تھا —— جھوٹے بھرم اور غرور کے گھروندے جو میں نے بنائے تھے، تند ہوا کے جھونکوں نے کتنی بیدردی سے مسمار کر دیئے تھے۔

اب میرے چاروں طرف جلتی ہوئی دوپہر کی تیکھی دھوپ ہے۔ —— میں ہراساں ہو کر اپنے آپ سے پوچھتا ہوں —— شہر تجارت میں دل کے زخموں کا ماتمی جلوس کون دیکھتا ہے —؟

جہاں میرے سارے سنہرے خواب لہولہان ہو کر کراہتے رہے ہیں۔ شفق کی ساری سرخی خون کے چھینٹے میں تبدیل ہو گئی ہے۔

میری آنکھوں کے سامنے عزیز بیٹی صولت کا حسین اور دلکش سراپا رقص کرنے لگا ہے —— میں مجرم کی طرح نظریں نیچی کئے ہوں —— اس کی سرمگیں آنکھوں میں آنسوؤں کے قطرے آبدار موتی کی طرح چمک رہے ہیں —— میں گھبرا کر اسے تسلی کا ایک خنجر دیتا ہوں —— اس کے ہونٹوں پر الفاظ کانپتے رہتے ہیں۔ اس میں کچھ کہنے کی جسارت نہیں ہے —— صولت کے لئے نوکیلے پتھروں کو تراش کر خوشیوں اور خوابوں کے محل بنائے تھے —— جب امنگوں اور آرزوؤں کی ننھی پریاں اس کے دل کے آنگن میں رقص کرنے لگتیں تو وہ بھی اپنے پاؤں میں پازیب باندھ لیتی تھی —— موسیقی کے سات رنگ بکھرنے لگتے تھے —— میں بھی اپنے آپ کو موسیقی کی دھند میں شریک کر لیتا تھا۔ اسے خوشیوں کی سوغات دینے کے لئے اپنی محنت کا خون نچوڑتا تھا حالات کے کڑے کوس میں ننگے پاؤں دوڑتا تھا ——

جنید شرفی

بیتے دنوں کی کتنی یادیں تھیں جو میرے قریب آ کر زخموں کو ناخن لگاتی تھیں۔

یک زمانہ تھا کہ میرے والد کا شمار کھاتے پیتے لوگوں میں ہوتا تھا ـــــ وہ بڑی آن بان کی زندگی گذارتے تھے ـــ میں ان دنوں کلکتہ میں زیرِ تعلیم تھا۔ دیہی زندگی کے حالات تیزی سے بدل رہے تھے۔ زمینداری ختم ہو گئی تھی۔ پہلے جیسا دبدبہ نہیں تھا۔ وہ پریشان رہنے لگے تھے زمین فروخت ہونے لگی تھی ـــ ان کے ایک خط نے مجھے حواس باختہ کر دیا تھا۔

مجھے معلوم تھا کہ انہیں شکر آتی ہے ـــ پیٹھ پر زخم نکل آیا تھا۔ یہ زخم بڑا خطرناک تھا ـــ جس کا خوف تھا، وہی ہو کر رہا ـــ وہ انتقال کر گئے۔

میں یک و تنہا تھا ـــ وقت کے ہاتھوں گرتی ہوئی دیوار کا بوجھ میرے ناتواں کاندھے پر آ گیا تھا۔

چاروں طرف دوست نما دشمنوں کا ہجوم تھا ـــ زندگی بغض و عداوت کے درمیان پس رہی تھی ـــ کیا صحیح تھا اور کیا غلط ـــ میں اس سے واقف نہیں تھا اندر ہی اندر الجھتا رہتا ـــ حالات کی تیشہ گری کا مقابلہ نہیں کر سکتا ـــ شاید میں ٹوٹ کر ریزہ ریزہ ہو جاؤں گا ـــ لیکن پتھروں کے شہر کی آبلہ پائی نے مجھے نئے رمز سے آشنا کیا تھا ـــ مجھے پریشانیوں سے لڑنا آ گیا تھا۔ میرا دل عمل و یقین کی دولت سے معمور تھا ـــ اس طرح بہت سی باتیں ہنگامۂ روزگار میں گرد کارواں بن گئی تھیں۔

تین تین بچوں کا باپ تھا ـــ دو بیٹیاں ـــ ایک بیٹا۔ میری بیوی حد درجہ نیک اور شریف مزاج تھی ـــ اچانک مجھے احساس ہوا کہ صولت جوانی کی دہلیز میں قدم رکھنے لگی ہے۔ ایسا لگا کہ اڑتے ہوئے پرندے کے پر نوچ ڈالے گئے ہیں۔ مجھے صولت کی شادی کی فکر کرنی چاہیئے۔

لیکن .... لیکن کیا بیٹی کا باپ ہونا سب سے ذلیل بات ہے ـــ ؟ یہ ہماری صدی کا تاریک ترین دور ہے۔ آدمی کی اخلاقی گراوٹ کی کتنی بھیانک منزل ہے۔ اجنبیت اور بیگانگی کی کتنی گہری لکیریں ہیں۔

ہم دکھاوے اور جھوٹی شان کی خاطر اپنے بوسیدہ لباس میں سونے کے تار ٹانک رہے ہیں۔ لیکن جب بینیوں کا سیلاب چاروں طرف سے آ گھیرے تو بچاؤ کی کوئی صورت نہیں ہوتی ـــ لوگ یہ کہہ کر اپنے دل کی تسلی کر لیتے ہیں کہ وقت کا تقاضہ یہی ہے

پھر میں نے بھی اپنی حدیں پھلانگ ڈالی تھیں ـــ میری رشتہ کی ایک بہن تھی سروری ـــ اس کے میاں ریلوے میں ملازم تھے۔ ایک دن وہ اپنی ہمدردیوں کے خزانے لٹاتے ہوئے مجھ سے کہنے لگے۔

' مستقیم بھائی آپ کو صولت کے رشتہ کی فکر نہیں کرنی چاہئے ـــ میں رشتہ تلاش کر دوں گا ـــ ویسے آج کل رشتے بڑی مشکل سے ملتے ہیں ـــ لڑکے کی تلاش گرم ریت پر ننگے پاؤں چلنے کی مثال ہے۔

میں ان کی طرف دیکھتا رہا ـــ انہوں نے دو تین جگہ رشتہ کی بات کی۔ ایک دن مجھے بتانے لگے ـــ لڑکیاں بغیر جہیز اور نقد کے کیسے بیاہی جا سکتی ہیں ـــ ؟ آج کل اس کے بغیر شادی میں لطف و رنگا رنگی کہاں ـــ معاشرے میں اس کی وجہ سے وقار قائم رہتا ہے ـــ اور اسے اب ایک فرض کا مقام مل چکا ہے: میں سہم کر رہ گیا ـــ زوردار بارش سے اپنی ٹوٹی ہوئی چھت کو محفوظ رکھنا بہت مشکل تھا۔

سروری کے میاں دھیمی آواز میں کہنے لگے ـــ میں نے لڑکے کے والد سے بات کی ہے پورے پچاس ہزار پر معاملہ طے کرنا چاہتے ہیں ـــ آپ بھی کم نہیں۔ زمینیں ہیں۔ ایک فرم کی ملازمت ہے ـــ اچھا خاصا روپیہ سمیٹ رہے ہیں:

میں ان کی بات سن کر ایک افسوس سے بھر گیا ـــ بھائی صاحب میں کس قسم کی دولت سمیٹ رہا ہوں۔ میری کوئی ناجائز کمائی نہیں ـــ خود اپنی پہاڑ سی زندگی کا بوجھ اٹھائے ہوں۔ میرے دوسرے بچوں کا مستقبل ابھی غیر محفوظ ہے۔ صولت کی شادی کرنی ہے۔ لیکن اپنی بساط سے باہر جانے کی ہمت نہیں ـــ '

شاید وہ مجھے غیر ذمہ دار آدمی سمجھنے لگے تھے ـــ میں جذباتی ہو گیا۔

" میں مطالبہ کی یہ ناپاک شرط ماننے کے لئے تیار نہ ہوں گا ـــ یہ ضرور ہے کہ میں بیٹی کا باپ ہوں ـــ میری مجبوریاں ہیں" اور یہی مجبوریاں تو زخموں کی سوغات دیتی ہیں ـــ میں لٹیروں کی زد میں تھا۔ اپنے آپ کو سنبھال نہ سکا۔ مقابلے کی ہمت ہار گیا ـــ میں نے صولت کے لئے خوشی خریدی تھی ـــ ایک فرض سے سبکدوش ہو گیا تھا ـــ میرے سارے اندازے غلط ثابت ہوئے۔

ایک مرتبہ پھر حیران دہراساں خاردار جنگل میں کھڑا تھا ـــ میرے ارمانوں اور حوصلوں کے سارے پھول پژمردہ ہو گئے تھے ـــ صولت کا شوہر اسے نظر انداز کر رہا تھا۔

اسے صولت سے زیادہ میری جائداد اور روپیوں کی چاہ تھی ـــ اور اس خوشی کے پس پردہ وہ حرص و طمع کے خنجر سے سارے اخلاقی اصول کو پامال کر رہا تھا۔

یہ میرے کون سے گناہوں کی سزا تھی ـــ ایک روز مجھے اطلاع ملی کہ صولت کا شوہر دوسری شادی کر رہا ہے ـــ میرے پیروں تلے سے زمین نکل گئی۔ میرا بلڈ پریشر بڑھ گیا ـــ آنکھوں سے نیند اڑ گئی ـــ صولت صدمے کی وجہ سے بے ہوش ہو گئی۔

میں مجرموں کی طرح صولت کے سامنے کھڑا تھا ـــ میں نے اس کی خوشی چھینی ہے۔ ظاہری حالات دیکھے تھے ـــ میری موقع پرستی ہی مجھے گہری کھائی کی طرف لے گئی تھی۔ خود ذہنی افلاس کا شکار تھا ـــ صولت کے لئے بہترین لڑکے کے انتخاب میں میری خود غرضی اور غرور کو دخل تھا۔ خریداری کے معیار کو اپناتے وقت میرے باطن کی روح انتہائی غلیظ اور گرد آلود تھی ـــ شاید جہیز اور تلک کے مطالبے کو بڑھانے میں ہم خود معاون و مددگار ہیں۔

جھوٹی شہرت اور عزت نفس کے لئے اپنے گھروں کے روشن چراغ یاد رہتے ہیں ـــ پڑوس کے گھر کی سوکھی بتیوں کے دیئے یاد نہیں رہتے ـــ زندگی کتنی سہمی ہوئی گھٹن سے بھری ہوئی ہے ـــ چار سال سے صولت میرے یہاں ہے۔

ایک دن میں نے فیصلہ کیا کہ غلط رویے کے لئے صولت کے شوہر سے انتقام لوں گا ـــ اس شوہر پر اخراجات کا مقدمہ دائر کر دیا ـــ مجھے ایک دھن سوار تھی ـــ اسے معاف نہیں کر سکتا۔

مقدمہ کا فیصلہ صولت کے حق میں ہوا ـــ لیکن مجھے اس جیت کی کوئی خوشی نہیں تھی ـــ میں اندرونی طور پر شکست خوردہ تھا ـــ اور ایسے راستے پر کھڑا تھا جس کی ساری سمتیں مسدود تھیں ـــ میرے لئے کہیں جائے پناہ نہیں تھی۔ میں ذلیل و رسوا تھا ـــ صولت اس عظیم صدمے کی تاب نہ لا کر شدید بیمار ہو گئی ـــ اس نے اپنا ذہنی سکون کھو دیا ـــ اسے سرابوں کی کہکشاں ملی تھی ـــ میری حالت اس درخت کی مانند تھی جس کے سارے پتے خشک ہو کر گر پڑے تھے ـــ اس پشیمانی اور پسپائی کی وجہ یہ تھی کہ میں نے مقدس رشتہ کو خرید و فروخت کی شے نہیں سمجھا تھا ـــ رسم وفا کے لئے میری تاجرانہ ذہنیت نہیں تھی۔

صولت کی آنکھوں میں نہ جانے کتنے غموں کے اندھیرے امنڈے ہوئے ہیں۔ درد کے لمحے اس کے کتنے قریب ہیں ـــ یہ وہ جانتی ہے، میں جانتا ہوں قصوروار کون ہے ـــ مجھ میں جاننے کی صلاحیت نہیں ہے۔

میں لمحہ لمحہ شکست کی زندگی جی رہا ہوں ـــ میرے سارے سنہرے خواب کہیں کھو گئے ہیں ـــ اور میرے جھوٹے خوابوں کی صبح روشن نہیں ہے ـــ !

(پٹنہ سے نشر)

جنید شرفی
اشرف چک، سمری بختیارپور (سہرسہ)



معمول کے مطابق وہ ہوٹل آتوک سے ٹھیک [illegible] بجے [illegible] اور سیدھی چلتی ہوئی چاندنی چوک کے بس اسٹاپ پر [illegible] سے [illegible] ذہن سے [illegible] ٹھیک اس کے بارے میں [illegible] ہوا۔ عادت کے مطابق اس نے [illegible] کی کوشش کی۔ لیکن اس کے خوبصورت چہرے پر پھیلے ہوئے تاثرات اس بات کی چغلی کھا رہے تھے کہ اسے میری موجودگی کا علم ہو چکا ہے۔ بلکہ جب وہ باہر نکلی تھی تب [illegible] آج [illegible] کا پیچھا کروں گا۔

آج ساتواں دن ہے جب پہلی بار میں نے اس لڑکی کو ہوٹل سے نکل کر چاندنی چوک کی طرف [illegible] دیکھا تھا تو مجھے لگا کہ میں جس ماہ رو اور پری [illegible] کی تلاش میں [illegible] اس کا بوٹا سا قد اور لمبے لمبے لہراتے ہوئے ریشمی ملائم بال جو بار بار اس کے [illegible] رخسار کو چومنے کے لیے آگے آ جاتے تھے اور وہ احتجاج کرتی ہوئی انہیں پشت کی جانب دھکیل دیتی تھی۔ اس کی چال میں ایک عجیب سا ٹھہراؤ [illegible] یوں لگتا تھا جیسے [illegible] مارچ کرتے ہوئے چل رہا ہے۔ [illegible] بعض دفعہ [illegible] قدم [illegible] ایک قدم سے دوسرے قدم کے فاصلے میں [illegible] کی بجائے اس کے پیچھے ہو لیا۔ وہ چاندنی چوک کے بس اسٹاپ پر رک گئی۔ میں بھی رک گیا۔ جب بس میں وہ سوار ہوئی میں بھی سوار ہو گیا۔ اس نے [illegible] چوک کا ٹکٹ بنایا میں نے بھی وہیں کا ٹکٹ لے لیا اور جب وہ [illegible] چوک پر اتری تو میں بھی اس کے پیچھے تھا [illegible] لیکن وہ [illegible] سے گزرتی ہوئی [illegible] میں سے [illegible]

دوسرے دن میں نے [illegible] چاندنی چوک کے بس اسٹاپ [illegible] چوک پر [illegible] ایک گھنٹے تک اس کے [illegible] ہو کر چلا گیا۔ [illegible] انتظار کیا جب وہ [illegible] اس گلی سے مندر کی [illegible] جو گلی میں کھلتا تھا [illegible] لیکن اس سے [illegible] مندر کے اندر ہی [illegible] مندر کے اندر داخل ہوا [illegible] مجھے [illegible] نظر نہیں آئی [illegible]

[illegible] چوک [illegible] وہ کہاں غائب [illegible] معلومات [illegible] لیکن وہ [illegible]

[illegible] کے بعد بھی نہ میں اس کا [illegible] آج ساتواں دن تھا۔ آج میں [illegible] کا مصمم ارادہ کر چکا تھا۔ آج جب وہ [illegible] اپنے اسکوٹر سے [illegible] جب وہ چوک [illegible] سے اتری اس نے [illegible] لیکن میں [illegible] ممکن نہیں تھا۔

وہ [illegible] داخل ہوئی اور جیسے ہی وہ مندر [illegible] دروازے پر پہنچ گیا اور [illegible] تنگ اور گلیوں سے گزرتی ہوئی آگے بڑھتی [illegible] فاصلے سے اس کا تعاقب کرتا رہا [illegible] چوک کا علاقہ [illegible] کو پار کرتی ہوئی [illegible] بستی میں داخل ہو گئی۔ میں اب بھی ایک خاص فاصلے سے اس کا تعاقب کر رہا تھا۔ [illegible] اس بستی میں اسے داخل ہوتے دیکھ کر میرے وہ تمام منصوبے ٹوٹ گئے جو میں نے باندھ رکھے تھے۔ اور وہ تمام خواب چکنا چور ہو گئے۔ جو میں گزشتہ سات دنوں سے مسلسل جاگتے ہوئے دیکھا کرتا تھا۔ ایک کھولی کے دروازے میں جہاں میلا سا پردہ پڑا تھا۔ وہ تیزی سے غائب ہو گئی۔

مجھے اس علاقے سے گزرتے ہوئے وحشت سی ہو رہی تھی۔

وہ کھولی میں چلی گئی تو میں اپنے آپ سے الجھتا ہوا وہاں سے واپس چلا آیا۔ اور پھر میں نے کبھی ہوٹل آتوک کے دروازے پر نظریں نہیں جمائیں اور نہ چاندنی چوک بس اسٹاپ پر رکا۔ اس واقعہ کے پندرہ دن بعد جبکہ میں اسے تقریباً ذہن سے نکال چکا تھا۔ اچانک [illegible] ہاسپٹل میں وہ مجھے جاتی ہوئی دکھائی دی۔ وہ بالکل اکیلی اور تنہا تھی

[illegible]

اسی نے کہا" مجھے دیر ہو چکی ہے، [illegible] ہے۔ جیسے بس میں بیٹھے بیٹھے باتیں ہو جائیں گی" اور میں اس کے ساتھ چلتا ہوا بس اسٹاپ کی طرف بڑھا

میں نے کہا" یہ لڑکی کون ہے جو ہاسپٹل میں ایڈمٹ ہے؟"

"یہ میری بہن ہے۔ کالج کے زمانے کی بہت عزیز سہیلی۔ فرقہ وارانہ فساد میں اس کا گھر جلا کر برباد کر دیا گیا۔ اور اس کی اجتماعی عصمت ریزی کی گئی۔ ماں باپ لاپتہ ہو گئے۔ تب سے یہ اسی گندے علاقے کے اسی مکان میں رہتی ہے جہاں آپ نے مجھے داخل ہوتے ہوئے دیکھا تھا۔ مجھے یہ معلوم ہوا تھا کہ اس کی طبیعت بہت خراب ہے اس لیے روزانہ میں اسے دیکھنے جاتی تھی وہاں جانے سے پہلے میں مندر جاتی تھی تاکہ اس کی شفا کی پرارتھنا بھی کر سکوں، جب اس کی طبیعت بہت زیادہ خراب ہو گئی تو میں نے اسے ہاسپٹل میں ایڈمٹ کروا دیا" اتنے میں ہم بس اسٹاپ پر پہنچ گئے بس لگی ہوئی تھی۔ ہم بس میں جا کر بیٹھ گئے اس نے موہن نگر کے دو ٹکٹ لیے تھوڑی دیر بعد بس روانہ ہوئی اور میں سوچنے لگا کہ میں نے اس شریف اور نیک لڑکی کے متعلق کیسی غلط باتیں سوچ لی تھیں۔ مجھے اپنے آپ پر غصہ آنے لگا کہ میں نے اس کے متعلق مزید معلومات کیوں

[illegible]

[illegible] اس وقت اس آدمی کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

"[illegible]"

[illegible] ایک ذہنی سی گری اور میں [illegible] سارے جسم میں چیونٹیاں سی رینگنے لگیں اور [illegible] وجود میں موت ہوتی محسوس ہوئی۔ پھر اس نے اپنے پتی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"یہ میں [illegible] پرکاش، بینک میں ملازمت کرتے ہیں۔ آپ باتیں کیجئے میں چائے بنا کر لاتی ہوں۔"

اتنا کہہ کر وہ اندر کمرے میں چلی گئی۔ میں تھوڑی دیر خاموش بیٹھا اپنے حواس درست کرتا رہا۔ پھر میں نے ریش شرماتے کہا۔

"آپ کی یہ ٹانگیں کس طرح زخمی ہو گئیں؟"

اس نے ایک لمحہ اپنی ٹانگوں کو دیکھا پھر سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"یہ میری زندگی کا سب سے بڑا المیہ ہے۔ ہماری شادی کو صرف تین مہینے ہی ہوئے تھے کہ آفس سے آتے وقت ایک ٹرک نے میری اسکوٹر کو ٹکر ماری اور میں گر پڑا۔ جب میں ہوش میں آیا تو اپنے آپ کو اسپتال میں پایا۔ میری ریڑھ کی ہڈی پر زبردست چوٹ لگی تھی۔ اور نتیجے کے طور پر میرا کمر سے نیچے کا تمام حصہ بالکل ناکارہ ہو کر رہ گیا۔ گزشتہ دو سال سے میں اپنی کرسی سے چپکا ہوا ہوں۔ میری

[illegible]

تجھی بٹ ہو سکتی ہے۔ [illegible] پرکاش صاحب!"

میں ایک دم گھبرا گیا۔ "جی ہاں جی ہاں آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں کوئی بھی شریف آدمی [illegible] سکتا ہے۔" اور میرے ہاتھ میں چائے کا پیالہ لرزنے لگا۔

"مسٹر پرکاش!" رجنی نے مجھے مخاطب کر کے کہا۔
"ان سے طلاق لے لوں تو کیا آپ مجھ سے شادی کر سکتے ہیں؟"

رجنی کے منہ سے یہ سن کر میں بدحواس ہو گیا۔ میں نے لکنت زدہ لہجے میں کہا "وہ ۔ ۔ ۔ ۔ دراصل بات یہ ہے کہ مجھے کوئی اعتراض تو نہیں ہے ۔ ۔ ۔ ۔ مجھے خوشی ہوگی لیکن شادی کے معاملے میں مجھے کچھ سوچنا پڑے گا ۔ ۔ ۔ ۔ اچھا اب میں چلتا ہوں۔ کل میں اپنے فیصلے سے آگاہ کر دوں گا۔"

کبھی نہ آنے والے کل کا وعدہ کر کے وہاں سے اٹھا۔
ابھی میں دو قدم ہی چلا تھا کہ اس کے شوہر نے کہا۔

"مسٹر پرکاش! یہ مت سمجھنا کہ آپ پہلے آدمی ہیں، جو یہ وعدہ کر کے جا رہے ہیں۔"

یہ جملہ سن کر مجھے یوں محسوس ہوا کہ میرا دل و دماغ رجنی کے شوہر کے بے جان قدموں تلے روندا جا رہا ہے اور میں اپنا خالی اور کھوکھلا جسم لے کر وہاں سے چلا آیا۔

(ناگپور سے نثر)

ایک دن ایسا ہوا

کمال احمد

(ابتدائی موسیقی)

(قدموں کی آہٹ)

آواز : (گھبرائی ہوئی) ارے سکینہ بابو آپ؟ آج اتنی جلدی آفس آ گئے؟

سکینہ : (پھاڑ کھانے والے لہجے میں) تو کیا میں روزانہ دیر سے آتا ہوں ..... رام دلارے!

رام دلارے : (جلدی سے) جی ۱۱ سے پہلے تو کوئی آفس آتا ہی نہیں، ابھی تو صرف دس ہی بجے ہیں۔

سکینہ : (تعجب سے) کیا دس ہی بجے ہیں.... اوہ گھڑی تو گھر پر ہی بھول آیا (خود کلامی) آج مجھے ہو کیا ہے؟ پیدل ہی آیا پھر بھی ابھی دس ہی بجے ہیں۔ (رعب دار لہجے میں) دیکھو ہمیں اپنی ڈیوٹی پوری کرنا چاہیے ...... ہم سب کام چور ہو گئے ہیں (لمبی سانس بھر کر) آج اس دیش کی کیا حالت ہو گئی ہے؟

رام دلارے : جی ہاں، جی ہاں .... بالکل! اسی لیے تو میں نے دیر سے آنے کا جھنجھٹ ہی ختم کر دیا (ہنس کر) مینیجر صاحب سے جھگڑ کر اپنا کوارٹر لے لیا (پھر ہنستا ہے)

سکینہ : (طنزاً) ہاں اسی لیے آفس آ کر بھی اپنے کوارٹر میں ہی آرام کرتے ہو .... اور سنا ہے ایک کرایہ دار پر رکھ لیا ہے تم نے .... کیوں؟

رام دلارے : جی ...... وہ ... آپ اپنے چیمبر میں جائیے میں چائے لاتا ہوں .... (جاتے ہوئے قدموں کی آواز) (خود کلامی) آج ان کو ہوا کیا ہے؟ اتنی کھری کھری سنا رہے ہیں۔

(وقفہ)

سکینہ : (زوروں سے بیل بجاتے ہوئے) رام دلارے، ..... رام دلارے!

رام دلارے : (گھبرا کر داخل ہوتے ہوئے) جی ..... کیا ہوا؟

سکینہ : (غصے سے) یہ کیا ہے؟ میز اب تک دھول سے اٹی پڑی ہے۔ صاف کیوں نہیں کیا؟

رام دلارے : (جھلا کر) مجھے کیا پتہ تھا آج آپ اتنی جلدی آ جائیں گے۔ ابھی صاف کیے دیتا ہوں (صاف کرنے کی آواز)

سکینہ : ٹھیک ہے ٹھیک ہے جلدی کرو ... وہ راحیل بابو آ گئے؟

رام دلارے : جی نہیں، وہ تو ہمیشہ بارہ بجے آتے ہیں۔

سکینہ : ہوں ... سب کام چور ہو گئے ہیں۔ (ٹھنڈی سانس بھر کر) اب تو اس دیش کی بھگوان ہی رکشا کرے۔

رام دلارے : اب میں جاؤں؟

سکینہ : ہاں جاؤ ..... اور سنو چائے لیتے آنا۔ (جاتے ہوئے قدموں کی آواز) (کاغذ الٹنے پلٹنے کی آوازیں) (خود کلامی) ہوں .... اس ٹنڈر کا جواب اب تک نہیں دیا گیا ... میں بھی کچھ کم کاہل نہیں .... آں .... یہ مجھے کب دیا گیا تھا؟ ۱۵ مئی ... اور آج ۲۶ جون ... کافی دن ہو گئے۔ ٹنڈر کا جواب آج دے ہی ڈالوں۔ (وقفہ) ہاں ٹھیک ہے ... اب اسے ٹائپ کرا لیا جائے (گھنٹی بجاتے ہیں، رام دلارے کا داخلہ، پیالی رکھنے کی آواز)

سکینہ : دیکھو رام دلارے مس مالتی کو یہ خط دے دو کہہ دو جلدی سے ٹائپ کر کے جلدی سے DESPATCH میں بھیج دیں۔

رام دلارے : مالتی ابھی کہاں آئی ہیں... وہ بھی تو گیارہ سے قبل .....

سکینہ : (بپھر کر) اُف اب کیا آفس کا وقت ہی گیارہ ہو گیا ہے؟

رام دلارے : (ٹھنڈی سانس بھر کر) اب تو اس دیش کی...

سکینہ : (غصے سے بات کاٹ کر) بکو مت، جاؤ ان کی ٹیبل پر خط رکھ دو۔ وہ آئیں تو کہنا سب سے پہلے اسے ٹائپ کریں۔ (جاتے ہوئے قدموں کی آواز) (چائے کی چسکی بھرتے ہیں زبان جل جاتی ہے) (چیخ کر) رام دلارے۔

رام دلارے : (داخل ہو کر) اب کیا ہوا؟

سکینہ : یہ چائے اتنی گرم کیوں ہے؟

رام دلارے : (حیرت سے) کمال ہے۔ آج آپ کو ہوا کیا ہے، ذرا رک کر پیجئے ابھی ٹھنڈی ہو جائے گی۔

سکینہ : یہ ... یہ میں بھی جانتا ہوں .... اور یہ پھیکی کیوں ہے؟

رام دلارے : پھیکی ہے؟ اوہ شاید آپ نے شکر گھولی ہی نہیں (چمچہ ہلانے کی آواز)

سکینہ : (جھینپ کر) ٹھیک ہے ٹھیک ہے .... اب جاؤ۔

رام دلارے : سکینہ بابو، آج آپ کو ہوا کیا ہے؟

سکینہ : (ہتھے سے اکھڑ کر) کیوں کیا ہوا ہے مجھے؟ میرے سر پر سینگ اُگ آئے ہیں کیا؟

رام دلارے : (جلدی سے) پہلے گردن پر سر تو اُگے۔

سکینہ : (چونک کر) ایں .... کیا کہا .... تم نے ... کیا یعنی ...... ؟

رام دلارے : کچھ نہیں! (اس کے جاتے ہوئے قدموں کی آواز)

سکینہ : (بڑبڑاتے ہوئے) یونین والوں نے انہیں سر چڑھا دیا ہے، ہماری کوئی عزت ہی نہیں (ٹھنڈی سانس بھر کر) اب تو اس دیش کی بھگوان ہی رکشا کرے۔

(وقفہ)

(گھڑی کے ٹک ٹک کی آواز)

سکینہ : (داخل ہوتے ہوئے) ماتھر صاحب آپ نے مجھے یاد کیا۔

ماتھر : جی ہاں .... آئیے سکینہ جی۔ آج آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے؟

سکینہ : (خشک لہجے میں) جی، بالکل ٹھیک ہوں۔ سر آپ بھی مجھ سے یہی سوال کر رہے ہیں۔

ماتھر : اس کی وجہ ہے ... یہ خط آپ نے مالتی سے ٹائپ کرنے کو کہا تھا؟

سکینہ : (شرمندگی سے) جی ہاں اس ٹنڈر کے جواب میں دیر ہو گئی اس کی وجہ ....

ماتھر : (بات کاٹتے ہوئے) واقعی آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں، ارے بھئی اس ٹنڈر کا جواب دیا جا چکا ہے ... یہ ہے اس کی کاپی۔

سکینہ : اوہ .... (جلدی سے) سر میں نے سوچا ایک Reminder بھیج دوں۔

ماتھر : (ہنستے ہوئے) لیکن اس خط کا مضمون تو Reminder کا نہیں۔ خیر Reminder کی ضرورت نہیں کیونکہ ان کا جواب آ چکا ہے (خاموش دیکھ کر) کیا بات ہے، رام دلارے کہہ رہا تھا، خلاف معمول آپ آج بڑی جلدی آفس آ گئے ... گھر پر لڑائی ہوئی ہے کیا؟

سکینہ : (اکھڑ کر) لڑائی .... لڑائی کیوں ہونے لگی، آپ کیا سمجھتے ہیں، میں اتنا بدمزاج ہوں، بددماغ ہوں، کیا بیوی سے جھگڑا کرتا ہوں یا میری بیوی جھگڑالو ہے؟

ماتھر : (پیچھا چھڑاتے ہوئے) اوہو آپ تو بُرا مان گئے۔

ٹھیک ہے ٹھیک ہے ... اب آپ جائیے۔

سکینہ : (بڑبڑاتے ہوئے جانے لگتے ہیں) کوئی ٹنگ ہے آج ہر کوئی یہی پوچھ رہا ہے۔ مجھے ہوا کیا ہے؟ ہونہہ ... کیا سمجھتے ہیں سب اپنے آپ کو ...

(وقفہ)

(گھڑی کی ٹک ٹک کی آواز)

(قدموں کی آواز کے ساتھ دروازہ کھلنے کی چرچراہٹ)

آواز : (داخل ہوتے ہوئے) او ہو ! بج گئے ہیں سکینہ جی آپ ابھی فائلوں میں الجھے ہوئے ہیں ... آج یہ کام لیٹ کیسی؟

سکینہ : آئیے گپتا جی آئیے ... بج گئے ہونہ چلا۔ مجھ میں آپ کی طرح کام چور تو ہوں نہیں کہ وقت سے پہلے نہ کھسکے ... لیکن آپ ابھی تک گھر نہیں گئے تعجب ہے۔

گپتا : میں تو ہمیشہ اسی وقت جاتا ہوں (بڑبڑاتے ہوئے) نہ جانے اس دیش کی کیا حالت ہو گی سب کسی کو اپنے فرض کا احساس نہیں (ٹھنڈی سانس بھر کر ان کے ہی انداز میں) اب تو اس دیش کی بھگوان ہی رکشا کریں۔

سکینہ : یہ آپ کہہ رہے ہیں (طنز سے) افسوس وانے!

گپتا : (بھولے پن سے) کیوں؟ کیا میں ... کوئی غلطی کر دی؟ جلدی سے ... میں اس وقت بہت موڈ میں نہیں ہوں۔ دیکھئے آپ مجھے ۵۰ روپے ادھار دیجئے تو اور ملتے ہی ...

سکینہ : (غصہ ظاہر کرتے ہوئے) لوٹا دوں گا۔ کیوں؟ (غصے سے) آپ نے مجھے کیا سمجھ رکھا ہے ... میں نے کوئی بینک کھول رکھی ہے کہ آپ ہر ماہ باقاعدگی سے ۲۵ روپئے ادھار لے جایا کریں گے۔ پچھلے تین ماہ سے آپ یہی کرتے آ رہے ہیں۔ پہلے نکالے پھر سے ۷۵ روپئے نکال لئے۔

گپتا : (گھبرا کر) جی ... وہ ... میں ایک ساتھ بونس ملتے ہی لوٹا دوں گا۔

سکینہ : (منہ چڑاتے ہوئے) ہونہہ لوٹا دوں گا ... آپ کو ہر ماہ ۲۵ روپے دے کر مجھے تو ایسا لگتا ہے جیسے میں نے کوئی چیز قسطوں میں لے رکھی ہے جس کی ہر ماہ قسط ادا کرتا ہوں۔

گپتا : (آہستگی سے) بات کچھ ایسی ہی ہے سکینہ جی۔

سکینہ : (چونک کر) یعنی ... کیا مطلب ہے آپ کا؟

گپتا : دراصل بات یہ ہے کہ آپ نہیں میں چکا رہا ہوں ... جی ... وہ ایک ریڈیو قسطوں پر لے رکھا ہے ...

سکینہ : (غصے سے) اوہ ... نکلئے یہاں سے۔

گپتا : (ملتجی لہجے میں) دیکھئے صرف ۲۵ روپے دے دیجئے (روہانسا ہو کر) ورنہ وہ ریڈیو لے جائیں گے۔

سکینہ : (پھاڑ کھانے والے لہجے میں) لے جائیں ... لے جائیں ... آپ کے گھر کے تمام فرنیچر لے جائیں۔

گپتا : (معصومیت سے) جی فرنیچر کی قسطیں تو میں نے چکا دی ہیں ... وہ انور صاحب سے لے کر۔

سکینہ : (غصے میں) کوئی ضرورت نہیں جانا) او ہ ... اچھا ...

گپتا : سکینہ صاحب پلیز ... میں وعدہ کرتا ہوں اگر روپے نہیں لوٹا سکا تو ... تو ... آپ کو ... وہ ریڈیو دے دوں گا۔

سکینہ : (پوری قوت سے چیخ کر) گیٹ آؤٹ (Get out)

گپتا : (گھبرا کر) آج آپ کو ہوا کیا ہے؟ رام دلارے کہہ رہا تھا ...

سکینہ : (چیخ کر) Get out (دور ہوتے قدموں کی آہٹ) (بڑبڑاتے ہوئے) عجیب عجیب لوگوں سے دنیا بھری پڑی ہے اپنا شوق دوسروں سے ادھار لے کر پورا کریں گے (ٹھنڈی سانس بھر کر) اب تو اس دیش کی بھگوان ہی رکشا کریں۔

(کاغذات سمیٹنے، دروازہ بند کرنے کی آواز)

(اونچی آواز میں) میں جا رہا ہوں رام دلارے۔ دروازہ بند کر لینا۔

رام دلارے : جی اچھا۔

(جاتے ہوئے قدموں کی آواز)

(وقفہ)

(موسیقی)

(دروازے کی کال بیل بجنے کی آواز)

سکینہ : (دروازہ پیٹتے ہوئے) اوشا ... ارے او اوشا ... کہاں مر گئیں۔

آواز : (دور سے آتی ہوئی) آ رہی ہوں۔

سکینہ : (دروازہ دونوں ہاتھوں سے پیٹتے ہوئے) کھولتی کیوں نہیں۔

(دروازہ کھلنے کی آواز)

اوشا : (غصے سے) کیوں چیخے جا رہے ہو؟ ذرا صبر نہیں ہوتا۔

سکینہ : (جھلاتے ہوئے) اتنی دیر کیوں لگا دی؟ کب سے میں چلا رہا ہوں۔

اوشا : عجیب آدمی ہو ... دیر کہاں ہوئی سنتے ہی تو آئی۔

سکینہ : (الجھتے ہوئے) تو میں ہی پاگل ہوں، خواہ مخواہ چیخ رہا تھا۔ میں ہی سنکی ہوں۔

اوشا : اور نہیں تو کیا۔

سکینہ : (چونک کر) کیا کہا تم نے؟

اوشا : (بیچ بچاؤ کرتے ہوئے) ادھو کیوں لڑنے پر تلے ہو ... تم کو آج ہو کیا گیا ہے؟

سکینہ : (پھٹ پڑتے ہیں) اوہ پھر وہی سوال ... تم کو ہوا کیا ہے؟ (چیخ کر) کیا ہو سکتا ہے مجھے؟

اوشا : میں کیا جانوں آفس میں کسی سے جھگڑا کیا ہے کیا؟

سکینہ : ہاں ... ہاں ... میں ہی جھگڑالو ہوں، گھر پر تم سے اور آفس میں دوستوں سے جھگڑا کرتا ہوں کیونکہ میں پاگل جو ہوں۔

اوشا : (چڑاتے ہوئے) اپنے منہ میاں مٹھو نہ بنو۔

سکینہ : (پیچ و تاب کھاتے ہوئے) ادھو۔ آج جیسے سبھوں نے میرے خلاف سازش کر رکھی ہے۔ آفس میں بھی ...

اعجاز افضل

آج دل ہے کہ سر شام بجھا لگتا ہے
یہ اندھیرے کا مسافر بھی تھکا لگتا ہے
اپنے بھیگے ہوئے دامن کی نچوڑی خوشبو
جس کو دیکھو وہ چراغوں سے خفا لگتا ہے
خارزاروں کو سکوں دے نہ گلستاں کا چمن
یہ مسافر تو کوئی آبلہ پا لگتا ہے
دیکھو تو روزن زنداں سے ذرا سوئے چمن
آج کیوں دل کا ہر اک زخم ہرا لگتا ہے
کون افضل کے سوا ایسی غزل چھیڑے گا
دوستو یہ وہی آشفتہ نوا لگتا ہے

(کلکتہ سے)

اوشا : (گھبرا کر) کیا ہوا آفس میں؟

سکینہ : بتاتا ہوں ... پہلے ایک کپ چائے لے آؤ۔

اوشا : چائے بعد میں پینا ... پانی آ گیا ہے ... صبح نہا نہیں پائے تھے ... جا کر پہلے نہا دھو لو۔

سکینہ : (چونک کر) پانی؟ نہانا ... (یاد آتے ہوئے) لوڈ شیڈنگ ... بغیر نہائے آفس جانا ... (اچھل کر) اوہ اب سمجھا اوشا۔

اوشا : (حیرت سے) کیا سمجھے؟

سکینہ : یہی کہ آج مجھے ہوا کیا تھا؟ کیوں ہر ایک سے الجھ رہا تھا ... مزاج میں چڑچڑاہٹ کیوں تھی، کیوں کچھ اچھا نہیں لگ رہا تھا؟ (ہنس کر) اب وجہ سمجھ میں آئی۔

اوشا : (بدستور حیرت سے) میں اب بھی نہیں سمجھی۔

سکینہ : اوہ اوشا آج پورا دن اب نارمل گزرا جس کی وجہ اب سمجھ میں آئی کہ لوڈ شیڈنگ کی وجہ سے فلیٹ میں پانی نہیں چڑھا اور پانی نہ ہونے کی وجہ سے میں نہا نہیں پایا اور نہ نہانے کے کارن ...

اوشا : (ہنس کر جملہ پورا کرتی ہے) دن بھر مزاج میں چڑچڑاپن رہا ... ہر ایک سے الجھتے رہے ... آں ... یہ لو ... تولیہ۔

سکینہ : (خوش ہو کر) ہاں ... لاؤ ... میں چلا نہانے۔

اوشا : (ہنس کر) سنو!

سکینہ : (چونک کر) کیوں؟ اب کیا ہوا؟

اوشا : (ان کے ہی انداز میں) اب تو اس دیش کی ...

سکینہ : (جملہ پورا کرتے ہوئے) بھگوان ہی رکشا کرے۔

(دونوں کی ہنسی، باتھ روم کا دروازہ بند ہونے، شاور کے کھلنے کی آواز کے ساتھ سکینہ کی گنگناہٹ)

(موسیقی)

(فیڈ آؤٹ)

(آکاشوانی کلکتہ سے نشر)

آپ کی رائے

محترمی! تسلیم!

انتظار [illegible] انتظار کے بعد جنوری کا "آواز" طنز و مزاح نمبر ملا۔ طنز اسی سے ظاہر ہے۔ اس دفعہ نمبر دیکھ کر حیرت ہوئی۔ "آواز" نے بچاسویں سال میں قدم رکھتے ہی ایسا رنگا رنگ نمبر نکالا تو مبارک باد۔ [illegible] خیانت مجرمانہ کو ہم رسید قبول کرتے ہیں۔ ایسا نمبر "آواز" کی شایان شان نہیں!

اس نمبر کی "سنگ" اردو کے طنز و مزاحیہ نثری ادب کا جائزہ ہے جس میں مجتبیٰ حسین نے واقعی سمندر کو کوزے میں بند کر دینے والی مثال قائم کی۔ مبارک باد۔

دیگر دوسرے مضامین اور شعری ادب سب [illegible] ہیں۔ یہ آپ نے کیا کیا؟ فکر تونسوی کے مفت [illegible] اور خوشامدی، معین اعجاز کے لکھے طنز و مزاح کو سماعت سے احاطہ کر کے اچھے خاصے مضامین کو تعریف نامہ کی [illegible] کیوں رکھ دی۔

پھر بھی [illegible] ہوئے تم دوست جس کے
دشمن اس کا آسماں کیوں ہو!

فتح [illegible] مدراس

یہ سال مبارک ہو

طنز و مزاح نمبر بے حد پسند آیا ہے۔ ہر مضمون میں مسکراہٹ کی تہذیب پوشیدہ ہے۔ اور بے اختیار ہنسی آئی۔ بیگم کا شعور ادب (رئیس احمد صدیقی) ہماری بیوی کی شاعری (خواجہ عبدالغفور) چکر (رام لال نابھوی) اندھیر ایجنسیت (کے پی سکسینہ) اور الٹ پھیر (کمال احمد) مضامین بے حد پسند آئے ہیں۔ اور دیگر بھی۔ سال میں دو نمبر ضرور نکالا کیجئے۔

گلاب خان شادل
جانیکواڑی، مہاراشٹر

"ظریف طبع" نمبر نے کافی متاثر کیا۔ واسکٹ کے تراشے میں فکر تونسوی اور معین اعجاز کے مضامین طنز و مزاح کی خوش ذائقہ ڈش تھے۔ یوسف ناظم کا مضمون "ہم بھی تو ہیں" اس قدر عمدہ تھا کہ ہنسی ہم سے یہ کہہ کر نہیں جا سکی کہ "سوری میرے پاس ٹائم نہیں ہے۔" انوار انصاری کا مضمون "ہم۔ بیگم۔ کار" مکرر پڑھا مگر تفریح میں کوئی کمی محسوس نہیں ہوئی۔ حالانکہ دہلی سے شائع ہونے والے ماہنامہ پالیکا سماچار اگست ۸۴ء میں ہم اس مضمون کو "ہم نے بھی موٹر کار خریدی" کے عنوان کے تحت پڑھ چکے تھے۔ حامد ربانی نے ماڈرن غالب کا خاکہ خوب پیش کیا۔ نعمان ہاشمی نے "ادبی چمچے" کے تحت چمچوں کی مختلف اقسام پر بہت خوبصورتی سے روشنی ڈالی۔ البتہ خواجہ عبدالغفور کے مضمون "ہماری بیوی کی شاعری" نے زیادہ لطف نہیں دیا۔ شاعری کی طویل مثالوں نے مضمون کے حسن کو ٹھیس پہنچا دی۔ ویسے زیادہ حصہ اس شمارہ کا شاعری پر طنز کی نذر ہے۔ بہرکیف مجموعی طور پر قارئین کے ذوق و شوق کو مدنظر رکھتے ہوئے ادارہ کی کاوش قابل مبارکباد ہے۔

شاہانہ نسرین، روز تقی، رامپور (یوپی)

"آواز" کا طنز و مزاح نمبر ملا۔ ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ کس مضمون کی تعریف کروں اور کس کی نہ کروں۔ خدا کرے یہ [illegible] خاص طور پر ہم جیسے طالب علموں کے لئے نایاب ہوگا۔

[illegible] [illegible] آباد

"طنز و مزاح نمبر" [illegible]
گویا کسی بہار میں ایک ساتھ [illegible] ملا۔ مشہور [illegible] کر [illegible] ہماری [illegible] سے [illegible] کی طرح کھل اٹھے۔ [illegible] دوست [illegible] اور یہ باتوں میں [illegible] پڑھتے گئے ہمارے دل [illegible] ہمارے [illegible] رو چکر ہو گئے۔ اور [illegible] اور ہماری آنکھوں سے آنسو [illegible] اقبال بھی ہمارے اندر [illegible] کبھی کھلکھلا رہے اور کبھی [illegible]

[illegible] اسحاق احمد [illegible]

[illegible]

"آواز" کا طنز و مزاح نمبر ایک خوبصورت تحفہ کی شکل میں موصول ہوا۔ ویسے تو تمام مضامین پسند آئے لیکن خصوصاً یوسف ناظم کا "ہم بھی تو ہیں" [illegible] بہت ہی خوبصورت لگے۔ پڑھتے پڑھتے پیٹ میں بل پڑ گئے۔ میں آپ سے گزارش کرتا ہوں کہ آپ طنز و مزاح نمبر کی طرح "آواز" کا غزل نمبر اور افسانہ نمبر نکالیں۔

اشرف خان ایم۔ اے۔ دھوتا ضلع [illegible] ۳۴۴

یکم تا ۱۵ جنوری کا طنز و مزاح نمبر باصرہ نواز ہوا۔ یہ شمارہ ایک انفرادی حیثیت رکھتا ہے۔ حصہ نثر و نظم کا ہر صفحہ دلچسپ اور ساتھ ہی طنز کی دھار بھی رکھتا ہے۔ قاری سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ میری طرف سے دلی مبارکباد۔

خطوط میں جو جمع الجمع الفاظ استعمال ہوتے ہیں وہ غور طلب ہوتے ہیں۔ اب دو باتیں ہیں یا تو آپ ایسے خطوط شائع نہ کریں یا پھر آپ بھی ایڈٹ کرنے کے اہل ہیں۔ مثال میں الفاظ جذبات یہ سب خود جمع ہیں ان میں "ات" بڑھا کر قطعی غلطی ہوتی ہے جو اردو کا معمولی ساقاری بھی سمجھ سکتا ہے۔ رحسانہ الفت صاحبہ ابتدائی درجہ کی اگر طالب علم ہیں تو آپ ہی رسالے کے ساتھ خطوط بھی ایڈٹ کر دیا کریں۔

شہاب آغا علی گڑھ

سال نو کے پرخلوص موقع پر مختلف مزاح نگاروں کی طنز و مزاح کی پھلجھڑیاں لیے ہوئے "آواز" کا خصوصی شمارہ "طنز و مزاح نمبر" باصرہ نواز ہوا۔ بے حد مسرت ہوئی۔ اس بار سال نو کا یہ نادر و نایاب تحفہ ثابت ہوا۔

جناب مجتبیٰ حسین کا مضمون "نثری ادب کا جائزہ" بہت پسند آیا۔ معین اعجاز کا مضمون "ہوئے تم دوست جس کے خوشامدی" بھی پڑھنے کا شرف حاصل ہوا۔ خوشامدی انسان پر اچھے اور خوبصورت طنز کے وار کیے ہیں۔

یکم جنوری ۸۵ء کے شمارے میں "آپ کی رائے" میں میرا جو خط شائع ہوا ہے اس خط کی کتابت میں بہت سی غلطیاں ہیں۔ [illegible] صاحب دھیان دیں ورنہ یہ الزام بھی میرے ہی سر ہوگا کہ میں نے ہی غلط تحریر کیا۔

رحسانہ الفت دھام پور ضلع بجنور (یوپی)

دوسرے رسائل کے ساتھ میرے پاس "آواز" بھی پابندی سے آتا ہے۔ "آواز" کو میں اس لئے پسند کرتا ہوں کہ اس میں ریڈیو سے [illegible] متعلقات شعر و نثر شائع ہوتی ہیں۔ اس طرح کافی حد تک [illegible] پڑھنے کو مل جاتی ہیں۔

"[illegible]" کے تحت جو خطوط شائع ہوتے ہیں وہ میں [illegible] باتیں ہوتی ہیں "نقد و نظر" [illegible] کچھ حضرات جیسے خطوط پر ہی نظر [illegible] دونوں کی بات ہے۔

رحمت [illegible]
احمد آباد

[illegible]

[illegible] کی اشاعت کا [illegible] اردو ادب کی یہ خدمت [illegible] اور معقولیت کا باعث ہو۔ [illegible]

کاتب صاحب نے احسان تابش کی جگہ احسان دانش لکھ دیا ہے۔ [illegible] دوسرے شمارہ میں آپ اس کی تصحیح فرما دیں جس کے لئے میں آپ کا شکرگزار ہوں گا۔

احسان تابش
نیو کریم گنج گیا ۸۲۳۰۰۱

"آواز" کا تازہ شمارہ [illegible] جنوری ہمارے ہاتھ میں آیا۔ اس شمارے کے آخری صفحات پر آپ نے گزشتہ سال کے مطبوعہ مضامین و غزلیات کی فہرست دے کر ایک اچھی رسم کی بنا ڈالی ہے۔

افسانوی حصہ میں نبیہ احمد کا "حصار" عصر حاضر کا ایک عمومی المیہ ہے۔ یہ کسی فرد واحد کی کہانی نہیں، پوری قوم آج اسی حصار میں بند سسک رہی ہے۔ اے کاش عمر
مردے از غیب بروں آید و کارے بکند

"دوا نگر کی مسجد" کی عمارت قومی یکجہتی کے تصور کی بنیاد پر کھڑی کی گئی ہے۔ اس کی افادیت سے کون انکار کر سکتا ہے۔ وجاہت علی سندیلوی اردو مزاحیہ کا ایک مانوس اور اہم نام ہے۔ ان کے "مزاحیہ" میں اور "اسپتال" میں کچھ سنجیدہ عوامل بھی کارفرما ہیں جو قاری کو غور و فکر کی دعوت دیتے ہیں۔ مزاحیہ کے درپردہ یہ سنجیدہ عوامل ہی، دراصل اردو ادب کا قابل قدر اور صحت مند ورثہ ہیں۔ پروفیسر "کلیم الدین احمد" (از محمود الہٰی) شخصیات شعر و ادب کے سلسلہ میں ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ محمود الہٰی صاحب کے اس مضمون سے اس ہشت پہلو ممتاز عدیم شخصیت (جس کا نام کلیم الدین احمد تھا) کا ایک اہم ترین پہلو ابھر کر سامنے آتا ہے اور وہ ہے "انسان دوستی"

رہ تنقید میں وہ بلا شبہ فولاد کی طرح سخت تھے تاہم "حلقۂ یاراں"
میں ریشم کی طرح نرمی ان کی شخصیت کا خاصہ تھی۔ اس کے بعض اچھے
نمونے زیرِ نظر مضمون میں دیکھنے کو ملتے ہیں۔ ہاں ضمناً قاضی عبدالودود
صاحب کا ذکر بھی چھیڑا گیا ہے۔ اسی ذیل میں تحقیق و تنقید کے ان
دونوں عباقرہ کے مزاج کی نشاندہی کرتے ہوئے۔ فاضل مضمون نگار
بڑی سادگی سے یہ کہہ کر گزر گئے ہیں کہ

"ان کے (قاضی صاحب کے) اور
کلیم صاحب کے علمی مذاق اور دنیوی مزاج میں
بڑا فرق تھا۔"

مگر انھوں نے اس بڑے فرق کی وضاحت نہیں کی۔

یہ حقیقت ہے کہ نظریات کی بنیاد پر ان دونوں کو اپنے مخالفین سے مصالحت کسی بھی صورت میں گوارا نہ تھی۔ تاہم نظریاتی اختلافات سے بعدالمشرقین ہونے کے باوجود کلیم صاحب کی نظر میں اپنے مخالف کی شخصیت کا احترام ہمیشہ باقی رہا۔ وہ اگر کسی پر اعتراض کرتے بھی تھے تو اس کے فن کے حوالے سے۔ نہ کہ شخصیت کے حوالے سے جبکہ قاضی صاحب کے یہاں یہ بات نظر نہیں آتی۔ وہ اپنے مخالفین کے لیے جھوٹا، کذاب، مکار، چوٹا جیسے الفاظ تحریر کرنے میں ذرا بھی نہیں ہچکچاتے تھے۔ کلیم صاحب کی زبان بہر حال اس سوقیت اور ابتذال سے ہمیشہ پاک رہی۔ میرے خیال میں یہی ہے اس "بڑے فرق" کی وضاحت جسے فاضل مضمون نگار نے شاید مصلحتاً مبہم رکھا ہے۔

رضوان آرزوی صدا بخش لائبریری پٹنہ

"آواز" میں تاریخ وار پروگرام نہیں دیے جاتے ہیں اس میں کچھ پریشانی محسوس ہوتی ہے۔ مہربانی کر کے الگ کیے جائیں۔ اگر ہو سکے تو مضمون نگار کا پورا پتہ دیا کریں تاکہ ان کا ہم لوگ شکریہ ادا کر سکیں۔

ذکی انور ہمدانی فرخ آباد

آواز میں شائع ہونے والے دلچسپ افسانے و ڈرامے غزلیں و نظمیں خوب سے خوب تر ہوتی ہیں۔ میں جہاں تک سمجھتا ہوں اس کے معلوماتی مضامین تو طالب علموں کے لیے ایک شمع راہ ہوتے ہیں۔ اس کے لیے آپ کی کاوشیں قابل ستائش ہیں۔

صادق کرمانی
روضہ شیخ گلبرگہ (کرناٹک)

مکرمی تسلیمات!

"آواز" آج کل اپنا معیار کھوتا جا رہا ہے۔ اس میں مضامین جس طرح کے شائع ہو رہے ہیں جو آواز جیسے خوبصورت رسالے کو زیب نہیں دیتے لہٰذا آپ ایسے مضامین شائع کریں جو آواز کو بلند اور بالاتر بنا سکے۔ ہندوستان میں ایک واحد رسالہ آواز ہے جو کم قیمت ہونے کے باوجود اتنا خوبصورت اور اعلیٰ معیار رکھتا ہے جس کی مثال نہیں۔ میں کافی عرصے سے اس کا مطالعہ کر رہا ہوں جو مجھے بے حد پسند آتا ہے کبھی نہ ملنے سے تو دل بے قرار رہتا ہے اور نہ جانے کتنے خیالات دل میں آتے ہیں۔

محمد طاہر لہری
رویلی پورہ عمرکھیڈ ضلع ایوت محل (مہاراشٹر)

نیشنل پروگرام

ڈی کے داتار کا وائلن وادن
۹ مارچ رات ساڑھے نو بجے



ملک کے مایہ ناز وائلن نواز ڈی کے داتار کا تعلق پنڈت وشنو پلسکر کی دار گردہ روایات سے ہے۔ وہ رشتے میں آنجہانی ڈی وی پلسکر کے بھتیجے بھی ہوتے ہیں۔
موسیقی کی تربیت وگھنیشور شاستری سے حاصل کی اور بعد میں پنڈت ڈی وی پسکر سے بھی رہنمائی پائی۔
آپ کو وائلن وادن کے گائیکی انگ میں خصوصی مہارت حاصل ہے اور اس کا استعمال وہ اپنے انفرادی انداز میں کرتے ہیں۔
ریڈیو اور موسیقی کی محفلوں کے وسیلے سے انھوں نے ملک بھر کے شائقین موسیقی کو اپنے فن سے محظوظ کیا ہے۔

علاقائی و سگم سنگیت: مغربی بنگال کا سنگیت
پورن داس کے باول گیت اور امر پال کے بھٹیالی گیت
۷ مارچ رات ساڑھے نو بجے



پورن داس کا شمار مقبول ترین باؤل گائیکوں میں کیا جاتا ہے۔ محض سات سال کی عمر میں ہی پتا کے ساتھ گانا شروع کر دیا تھا۔ صدیوں پرانی لوک روایات کی روح کو زندہ رکھنے میں پورن داس اپنا جواب آپ ہیں۔ اپنے فن کا مظاہرہ وہ غیر ممالک میں بھی کر چکے ہیں۔
امر پال بھٹیال گیتوں کے مشہور فنکار ہیں۔ نہایت کم عمری میں ہی آیت علی خاں سے موسیقی سیکھنا شروع کر دیا تھا۔ لوک سنگیت پہلے اپنی ماں سے اور بعد میں سورن چکرورتی سے سیکھا ان کے گیتوں کے کئی گراموفون ریکارڈ تیار کیے جا چکے ہیں۔

منگل شب کی محفلِ موسیقی



موہن لال مشرا کا گائن
۵ مارچ رات ۱۰ بجے

موہن لال مشرا کا جنم بنارس گھرانے کے ایک خاندان میں ہوا۔ موسیقی کی ابتدائی تعلیم دادا پنڈت بندی مہاراج سے حاصل کی۔ بعد میں انھوں نے موسیقی کی مزید تعلیم اپنے پتا دامودر مشرا سے حاصل کی اور روایتی خیال وسے پر دھان گائیکی بھی ان سے ہی سیکھی۔ انھیں ٹپا اور ٹھمری گائیکی میں بھی مہارت حاصل ہے۔ اس کے علاوہ وہ داد رے کی گائیکی بھی گاتے ہیں۔

پښتو نشرات

لمړی خپرونه

په لنډو څپو ۱۹٫۲۵ میټره (۱۰۱۱۹ کیلو هرټز) او ۳۱٫۱۵ میټره (۹۶۳۰ کیلو هرټز)

سهار

۷-۴۵ اعلان او د پروګرام لنډیز

۷-۴۶ مرغلري
(غزلې پنځشنبي او جمعې)
نعت رسول پاک (پنځشنبه)
تلاوت قرآن مجید (جمعه)

۷-۵۰ خبرونه

۸-۰۰ د ورځپاڼو څېړنې

۸-۰۵ د اوریدونکو د خوښې سندرې

۸-۲۹ د ملښامې خبرونو لنډیز او د لمړۍ خپرونې د پای اعلان

۸-۳۰ پای

(پرته د پنځشنبې او جمعې)
پښتو نعت (پنځشنبه)

تلاوت قرآن عظیم الشان (جمعه)

۸-۰۵ خبرونه

۸-۱۵ تبصره

۸-۲۰ یکشنبه: خوږېدې موږ ندی (بزم خوانین)
دوشنبه او چهارشنبه: ستاسو لیک را ورسید (آپکا خط ملا)
سه شنبه: شعر و ادب (I)
ورپسې غزلونه

یک رنګ (IV II)
یا قوالي
سندریزه قیصه / ډرامه (III)
یا ساز ربیه
قیصه (V) ورپسې ساز او آواز
پنځشنبه: معلوماتي پروګرام
جمعه: د ماشومانو خوښې (بچون کا پروګرام)

شنبه، فلمي قیصه (I, III)
ورپسې نوی پښتو سندرې
فیچر (II) یا د هندي
سندر غاړو پښتو سندرې
فلمي دائره (IV) ورپسې
فولکلوریک پښتو سندرې
د نوو فلمونو سندرې (V)

۸-۳۰ پنځشنبه: ستاسو لیک
ستاسو سندرې

۸-۳۵ یکشنبه امیل دګلو
(یوائے فلمي ګانون پر مبني مخصوص
فرمائشي پروګرام
دوشنبه او چهارشنبه
فرمائشي سندرې
جمعه: ګوړې شکوې
(لطائف و نعمات)

۹-۰۰ سه شنبه او شنبه مضمون

۹-۰۱ وروستي مهم خبرونه

۹-۱۲ سازینه

۹-۱۴ د ساز پروګرامونو لنډیز او د دې خپرونې د پای اعلان

۹-۱۵ پای

دوهمه خپرونه په منځنۍ څپه

۲۸۰٫۱ میټر بنډه

(۱۰۷۱ کیلو هرټز)

ماښختن

۸-۰۰ اعلان او د خپرونې لنډیز

۸-۰۱ مرغلري

شنبه (خالی) ۱۶ مارچ

ماښام

۸-۰۱ مرغلري
(پرسېره د زیارت او جمعې ورځ)
زیارت: نعت شریف
جمعه: د قرآن کریم تلاوت

۸-۲۰ فلمي قیصه سره د سندرو
تاسو ته به د فلم
'جان جانی جناردهن'
قصه سره د سندرو
پېش کړ شي -
ورپسې به د پښتو خوږې
سندرې اورئ -

۹-۰۰ مضمون "په هند کښې
منسجم کلبوال پرمختیائي
پروګرامونه"
دوغې عنوان ترلاندې
یو مضمون اورئ -

یکشنبه (اتبار) ۱۷ مارچ

ماښام

۸-۰۱ مرغلري

۸-۲۰ خوېندې مېندې
پتمن خوېندې او
مېندې به په ماشومانو
کښې د نري رنځ په
باب یوه
مباحثه واورئ
لیکنه د ډاکټر ایم سنګه
ورپسې یوه سندره او
یاد ښځو په باب
نرېوال خبرونه

۸-۳۵ امیل د ګلو پروګرام

دوشنبه (ګل) ۱۸ مارچ

ماښام ۸-۰۱ مرغلري

۸-۲۰ ستاسو لیک را ورسید
تاسو به د خپلو
سوالونو ځوابونه اورئ -

۸-۳۵ د فرمائشي سندرو په
پروګرام کښې
به ستاسو د خوښې سندرې
پېش کړ شي

سه شنبه (نهه) ۱۹ مارچ

۸-۰۱ مرغلري

۸-۲۰ سندریزه قیصه
ورپسې کلاسیکي موسیقي
اورئ

۹-۰۰ مضمون
"د هند موسیقي"
د دغې
سرېزې ترلاندې تاسو ته
د اا ګونو په حقله
معلومات وړاندې کړېږي

چهارشنبه (شوروع) ۲۰ مارچ

ماښام

۸-۰۱ مرغلري

۸-۲۰ ستاسو لیک را ورسید
تاسو به د خپلو
سوالونو ځوابونه اورئ -

۸-۳۵ د فرمائشي سندرو په
پروګرام کښې
ستاسو په خوښه به سندرې
پېش کړ شي

پنځشنبه (زیارت) ۲۱ مارچ

ماښام

۸-۰۱ نعت شریف
حاجي زیارت میر صاحب
ځخه اورئ -

۸-۲۰ معلوماتي پروګرام
په هند کښې د انرژۍ
نوي او د تجدید
وړ منابعو په باب معلومات
ترلاسه کړئ -

۸-۳۰ ستاسو لیک ستاسو سندره

۸-۴۵ نوروز - په افغانستان

کبني د نوروز د
ورځ نمانځنې په باب
يو مضمون اوري -

جمعه ۲۲ مارچ

ماښام
۸-۰۱ د قران شريف تلاوت
(قاري فريد احمد صاحب
څخه اوري -)
۸-۲۰ د صباوون غوږ
ماشومانو ته د ځني لوبي
په باب معلومات ورکوي
دلچسپ معلومات
او بيا ماشومانو
لخوا اليرل شوي ليکونه
په پيش کيږي -
۸-۳۵ سوري سنکري
د خندا او خوشحالي
د ټوکو ټکالو د غه
پروګرام اوري -

شنبه (حمل) ۲۳ مارچ

۸-۰۱ مرغلري
۸-۲۰ فلمي جائيزه
د فلمي جهان په باب
رنګارنګ خبري
سره د سندرو ورپسي
د پښتو فولکلوري سندري
اوري -
۹-۰۰ مضمون
په مارچ کبني د شوي
لوبو په باب
يو مضمون اوري -

يکشنبه (اتوار) ۲۴ مارچ

۸-۰۱ مرغلري
۸-۲۰ خويندي ميندي
په دغه پروګرام کبني ګراني
خويندي او ميندي د
ځني پخلي چل زده
کړي ورپسي يوه خوږه
سندره او بيا
د خويندو او ميندو
لخوا اليرل شوي
ليکونه په پيش کيږي -
۸-۳۵ اميل د کلو -
په دغه هفته واري سوغات
کبني تاسو ته د هندي
زړه وړ فلمونو څخه
ستاسو په فرمائش
سندري وړاندي کيږي

دوشنبه (حمل) ۲۵ مارچ

۸-۰۱ مرغلري
۸-۲۰ ستاسو ليک راورسيد
د خپلو ليکونو ځوابونه
به اوري -
۸-۳۵ د فرمائشي سندرو پروګرام

سه شنبه (حمل) ۲۶ مارچ

ماښام
۸-۰۱ مرغلري
۸-۲۰ يک رنګ پروګرام
کبني د هندي فلمونو
څخه سندري د هغوئ
پښتو مفهوم اوري
ورپسي قوالي اوري -
۹-۰۰ مضمون
د هند په عصري ژبو کبني
ادبيات" د دغي سرليک
ترلاندي تاسو به د
مليالم ژبي په باب
دا مضمون اوري -

چهارشنبه (شوروع) ۲۷ مارچ

ماښام
۸-۰۱ مرغلري
۸-۲۰ ستاسو ليک راورسيد
ستاسو لخوا
راليرل شوو د
سوالونو ځوابونه
به اورولي شي
۸-۳۵ د فرمائشي سندرو پروګرام
خپلي خوښي کړي
سندري اوري -

پنجشنبه (زيارت) ۲۸ مارچ

ماښام
۸-۰۱ نعت شريف
حاجي زيارت مليب
۸-۲ معلوماتي پروګرام
د هند په کتابخانو
او د شيفونو کبني د پښتو
او د پښتو ژبي
په باب کتابونه
د دغي عنوان ترلاندي
تاسو ته په معلومات
وړاندي کيږي
ليکنه او وينا - د ډاکټر عبدالعلي
ارمند اوري -
۸-۳ ستاسو ليک ستاسو سندره
ستاسو په پښتو دونو
تنقيدونو نظريو او
شعر و شاعري
دغه پروګرام به
وړاندي کيږي

جمعه ۲۹ مارچ

ماښام
۸-۰۱ د قران کريم تلاوت
قاري مختار احمد
څخه اوري
۸-۲ د صباوون غوږ پروګرام
د ماشومانو
په پروګرام شو ورکړ شي
۸-۳۵ سوري سنکري
د ټوکو ټکالو د غه پروګرام
به سره د سندرو
وړاندي کيږي

شنبه (حمل) ۳۰ مارچ

۸-۰۱ مرغلري
۸-۲۰ د هندي نوو فلمونو
سندري به اوري -
۹-۰۰ يو مضمون -
تاسو ته - يو معلوماتي
مضمون به اورولي شي

يکم مارچ ۱۹۸۵ع

اردو سروس

پہلی مجلس

میڈیم ویو ۳-۲۲۷ میٹر ۱۳۲۰ کلوہرٹز ... ۲۱۰ میٹر ... کلوہرٹز

شارٹ ویو ۳۱-۴ میٹر ۹۵۵۱ کلوہرٹز

دوسری مجلس

میڈیم ویو ۳-۲۲۷ میٹر ۱۳۲۰ کلوہرٹز ... ۲۱۰ میٹر ... کلوہرٹز

شارٹ ویو ۳۱-۱ میٹر ۹۶۰۵ کلوہرٹز

تیسری مجلس

میڈیم ویو ۳-۲۲۷ میٹر ۱۳۲۰ کلوہرٹز

شارٹ ویو ۹۱-۵ میٹر ۳۲۹۵ کلوہرٹز

مقررہ پروگراموں کے لیے "آواز" شمارہ ۱۶ فروری دیکھیے

جمعہ یکم مارچ

صبح

۴۵-۵ صبح گاہی

تلاوت قرآن پاک معہ ترجمہ

نعت اور نعتیہ کلام

۲۵-۶ شہر صبا

کرونا ابرول : جگر مراد آبادی اور صبا افغانی کا کلام

محمد ابراہیم صدیقی ، امیر قزلباش

غالب اور جاں نثار اختر کا کلام

۳۰-۷ ساز سنگیت

بدھ دیو داس گپتا : سرود پر

راگ بھیرو بہار

۰۰-۹ آؤ بچو!

ایک رنگارنگ پروگرام

از طلبائے دہلی پبلک اسکول

۳۲-۹ آپکے خط آپکے گیت

دوپہر

۰۰-۲ مشاعرہ :

آکاشوانی کلکتہ میں ریکارڈ شدہ

۰۰-۳ کہکشاں

رات

۳۰-۸ حسن غزل

کرونا ابرول : مومن اور فراق کا کلام

۰۰-۹ 'عوامی ادب اور سماجی زندگی — سندھی ادب' تقریر از موتی لال جیتوانی

۳۰-۹ ایک راگ کئی روپ

۳۰-۱۱ بزم موسیقی

استاد امیر خاں : خیال جے جے ونتی

بدھ دیو داس گپتا : سرود پر

راگ بھیا بھیا جود اور گت

۳۰-۱۲ قوالیاں

ہفتہ ۲ مارچ

صبح

۴۵-۵ صبح گاہی

۲۵-۶ شہر صبا

مدن بالا سدھو : رضا امروہوی اور مخمور دہلوی کا کلام

امیتا بھ مشر : جاں نثار اختر اور بشیر بدر کا کلام

۳۰-۷ ساز سنگیت

برہم سروپ سنگھ : وچتر وینا پر

راگ جوگیا

۳۲-۹ ہلکی کلاسیکی موسیقی

بیگم اختر : راگ بھیروی میں ٹھمری اور دادرہ

دوپہر

۳۰-۲ بزم خواتین

۱- ایک بیوٹیشین سے ملاقات

۲- غزل

۳- خطوں کے جواب

رات

۰۰-۹ ریڈیو نیوز ریل

۳۰-۹ نغمات وطن

۰۰-۱۰ نئی نسل نئی روشنی

'واٹر بورڈ — ایک اہم تنظیم' تقریر از زیبا خان

۳۰-۱۱ بزم موسیقی

ملک ارجن منصور : خیال نند

برہم سروپ سنگھ : وچتر وینا پر

راگ باگیشوری

اتوار ۳ مارچ

صبح

۴۵-۵ صبح گاہی

۲۵-۶ شہر صبا

امرجیت : فانی بدایونی ، مومن اور شکیل کا کلام

ولایت حسین ساگر : خمار بارہ بنکوی اور راجیش کمار اوج کا کلام

۳۰-۷ ساز سنگیت

پرکاش وڈھیرہ : بانسری پر

راگ منگلا بھیرو

۳۲-۹ چلتے چلتے

دوپہر

۰۰-۲ آپ کا خط ملا

رات

۳۰-۸ حسن غزل

ولایت حسین ساگر : عرش ملسیانی اور مجاز لکھنوی کا کلام

۰۰-۹ کتابوں کی باتیں

تحریر : انیس الرحمٰن

۳۰-۹ گجبرن کا بے

بسیا دیوی مشرا : ٹھمری کھماج

۰۰-۱۰ 'آدمی' ڈرامہ

تحریر : وارث احمد خاں

۳۰-۱۱ بزم موسیقی

مالوبیکا کانن : خیال مالکونس

پرکاش وڈھیرہ : بانسری پر

راگ چندر کونس



پیر ۴ مارچ

صبح

۴۵-۵ صبح گاہی

۲۵-۶ شہر صبا

پرتیا بلبیر سنگھ : عرش ملسیانی اور فراق کا کلام

اے - بیش کمار : صبا افغانی اور عزیز وارثی کا کلام

۳۰-۷ ساز سنگیت

شری کرشن شرما : گٹار پر

راگ چارو کیشی

۳۲-۹ کلاسیکی موسیقی

بھیتی بھٹا چاریہ : خیال بھٹیار

دوپہر

۰۰-۲ نغمہ و صدا

۰۰-۳ سازوں پر موسیقی

پرکاش وڈھیرہ : بانسری پر

راگ بندرا بنی سارنگ

پریم جین : گٹار پر راگ دھانی

رات

۲۵-۸ حسن غزل

پرتیا بلبیر سنگھ : شمیم جے پوری اور داغ کا کلام

۰۰-۹ کلام شاعر : معین احسن جذبی

۳۰-۹ پنجابی نغمے

۰۰-۱۰ فیچر

۳۰-۱۱ بزم موسیقی

بھیتی بھٹا چاریہ : خیال چھایا نٹ

شری کرشن شرما : گٹار پر امن کلیان

منگل ۵ مارچ

صبح

۴۵-۵ صبح گاہی

۲۵-۶ شہر صبا

راجندر و نینا مہتہ : جاں نثار اختر، کیفی اعظمی و شکیل کا کلام

ہرلشیں بھاردواج : فراق کا کلام

۳۰-۷ ساز سنگیت

ڈی سی رنا ڈے، وائلن پر
راگ وبھوگ ورالی
۹-۳۲ کلاسیکی موسیقی
غلام مصطفیٰ خاں: خیال وبھاس

دوپہر
۲-۰۰ جھلکتے گیت
۲-۳۰ نئی نسل نئی روشنی
ڈی اے وی طلبا کی جانب سے
ہولی پر ایک رنگا رنگ پروگرام
۳-۰۰ میری پسند

رات
۸-۳۰ حسنِ غزل
راجندر و مینا مہتہ :
۹-۰۰ ناقابلِ فراموش
ایک چادر میلی سی
تحریر : شمس الحق عثمانی
۹-۳۰ علاقائی نغمے
۱۰-۰۰ جواباً عرض ہے
۱۱-۳۰ بزمِ موسیقی
غلام مصطفیٰ خاں : خیال رجنی
ڈی سی رنا ڈے، وائلن پر بہوگ

بدھ ۶ مارچ

صبح
۵-۴۵ صبح گاہی
۶-۲۵ شہرِ صبا
افروز بانو : پارسا جے پوری اور
بگر کا کلام
رمیش کمار : جاں نثار اختر،
بشیر بدر اور امیر مینائی کا کلام
۷-۳۰ ساز سنگیت
تیشیں پرکاش قمر : شہنائی پر
راگ بیراگی
۹-۳۲ کلاسیکی موسیقی
مالتی پانڈے : خیال دیسی

دوپہر
۲-۰۰ سب رس
۲-۳۰ بزمِ خواتین
۱۔ افسانہ از شہناز ہاشمی
۲۔ گیت
۳۔ دسترخوان
۳-۰۰ رنگا رنگ
انوکھی نگرام، ڈرامہ
تحریر : سریندر کوشک

رات
۸-۳۰ حسنِ غزل
افروز بانو : بہادر شاہ ظفر اور
غالب کا کلام
۹-۰۰ شب نامہ : ... بکاؤ
تحریر : ... امتیاز
۹-۳۰ کہکشاں ... کات
... ہوں
۱۰-۰۰ افسانہ



فریدہ معظم الامین

۱۱-۳۰ بزمِ موسیقی
مالتی پانڈے : خیال ...
تیشیں پرکاش قمر : شہنائی پر
راگ ناگیشوری

جمعرات ۷ مارچ

صبح
۵-۴۵ صبح گاہی
۶-۲۵ شہرِ صبا
ہولی کے موقع پر خصوصی پروگرام
۷-۳۰ ساز سنگیت
غلام حسین خاں : ستار پر بھٹیار

دوپہر
۲-۰۰ گیت سے گیت
۲-۳۰ رنگِ نو

رات
۸-۳۰ حسنِ غزل
نیلم ساہنی : صادق دہلوی اور
شفق لکھنوی کا کلام
۹-۰۰ کھیل کے میدان سے
۹-۳۰ ساز اور آواز
۱۰-۰۰ ادبی نشست
نثری نظم، مذاکرہ
شرکا : نثار احمد فاروقی، عنوان چشتی
شمیم حنفی، خلیق انجم

۱۱-۳۰ بزمِ موسیقی
نلنی راجورکر : خیال مالکونس
غلام حسین خاں : ستار پر راگ ...

جمعہ ۸ مارچ

صبح
۵-۴۵ صبح گاہی
۶-۲۵ شہرِ صبا
شمیم آزاد : ... بدایونی اور
... دہلوی کا کلام
ونے کمار : ساحر بھوپالی
اور شمیم جے پوری کا کلام
۷-۳۰ ساز سنگیت
نند لال گھوش : سرود پر توڑی
۹-۰۰ اذانِ جہاں
جمانی طاقت سے برقی توانائی
تقریر از پروفیسر زاہد حسین زیدی
گیت : بچوں کی دنیا
بچوں کے خط
ایک خط ایک گیت
۹-۳۲

دوپہر
۲-۰۰ سات سوال
۲-۳۰ فلمی دنیا
۳-۰۰ کہکشاں

رات
۸-۳۰ حسنِ غزل
شمیم آزاد : شکیل بدایونی اور
فیض کا کلام
۹-۰۰ طنز و مزاح
تقریر از مجتبیٰ حسین
۹-۳۰ کہانی سنگیت کی
۱۰-۰۰ روبرو
۱۱-۳۰ بزمِ موسیقی
مشکور علی خاں : خیال چندر پربھا
نند لال گھوش : سرود پر
راگ درباری

ہفتہ ۹ مارچ

صبح
۵-۴۵ صبح گاہی
۶-۲۵ شہرِ صبا
گگو ماتھر : جگر مراد آبادی
اور حسن نعیم کا کلام
ترلوک کپور : بشیر بدر کا کلام
۷-۳۰ ساز سنگیت
بھجن سوپوری : سنتور پر راگ
بسنت مکھاری
۹-۳۲ کلاسیکی موسیقی
برجو مہاراج : ٹھمری بھیروی اور
ٹھمری مشر پیلو

دوپہر
۲-۰۰ شعر ہمارے گیت آپ کے
۲-۳۰ بزمِ خواتین
۱۔ ہماری ذمہ داریاں سماج میں، مباحثہ
۲۔ غزل
۳۔ خطوں کے جواب
۳-۰۰ بکھرے سپنے

رات
۸-۳۰ حسنِ غزل
منیر
۹-۳۰ نغماتِ وطن
۱۰-۰۰ نئی نسل نئی روشنی
مشاعرہ
۱۱-۳۰ بزمِ موسیقی
شنو کھورانہ : خیال ناٹکی کانہڑہ
بھجن سوپوری : سنتور پر
راگ کروانی

اتوار ۱۰ مارچ

صبح
۵-۴۵ صبح گاہی
۶-۲۵ شہرِ صبا
سریندر کور : چراغ حسن حسرت
داغ اور غالب کا کلام
شنکر داس گپتا : شمیم جے پوری اور
عرش ملسیانی کا کلام
۷-۳۰ ساز سنگیت
پنڈت سامتا پرساد : طبلے پر
روپک تال
۹-۳۲ چلتے چلتے

دوپہر
۲-۰۰ آپکا خط ملا
۲-۳۰ محفل

رات
۸-۳۰ حسنِ غزل
شنکر داس گپتا : ساحر لدھیانوی
اور اکبر الٰہ آبادی کا کلام
۹-۰۰ کتابوں کی باتیں (پنجابی)
تحریر : دیویندر سنگھ

۹-۳۰ گجیرین کا اے
گرجیادیوی : ہوری
۱۰-۰۰ باپ کا نام، ڈرامہ
تحریر : م۔ک۔ مہتاب
۱۱-۳۰ بزم موسیقی
شفیق احمد، خیال نٹ بہاگ
پنڈت سامتا پرسا، طبلے پر
تین تال

پیر ۱۱ مارچ

صبح
۵-۴۵ صبح گاہی
۶-۲۵ شہر صبا
دیپاشری موہن : فیض اور
شوکت پردیسی کا کلام
محمد یعقوب : مجاز لکھنوی
اور ظفر کا کلام
۷-۳۰ سازسنگیت
کے۔ایل۔سود : جلترنگ پر
راگ الہیا بلاول
۹-۳۲ کلاسیکی موسیقی
رام چیتر ملک : راگ توڑی میں
الاپ اور دھرپد

دوپہر
۲-۰۰ میری نظر میں
۳-۰۰ سازوں پر موسیقی
کے۔ایل۔سود : جلترنگ پر
راگ شدھ سارنگ
این۔راجن : وائلن پر راگ ملتانی

رات
۸-۳۰ حسن غزل
محمد یعقوب : حسرت موہانی اور
داغ کا کلام
۹-۰۰ کلام شاعر
۹-۳۰ پنجابی نغمے
۱۰-۰۰ اظہار خیال
۱۱-۳۰ بزم موسیقی
رام چیتر ملک : راگ بھوپالی میں
الاپ اور دھمار
کے۔ایل۔سود [illegible]
راگ جوگ کونس

منگل ۱۲ مارچ

صبح
۵-۴۵ صبح گاہی

۶-۲۵ شہر صبا
نسیم بانو، جاں نثار اختر،
شاد عارفی اور حسرت موہانی کا کلام
نسیر احمد : مجروح سلطانپوری
اور اقبال کا کلام
۷-۳۰ سازسنگیت
ایس۔این۔گلاٹی : وائلن
۹-۳۲ کلاسیکی موسیقی
رشید حسین خاں : خیال توڑی

دوپہر
۲-۰۰ بھکتی گیت
۲-۳۰ نئی نسل نئی روشنی
۱۔ افسانہ از سیما ہاشمی
۲۔ کلام شاعر : راجکمار سیٹھی
۳۔ خلوص نامہ
۳-۰۰ میری پسند

رات
۸-۳۰ حسن غزل
انوپ جلوٹا :
۹-۰۰ تہذیب انسانی کی بقا کا مسئلہ
تقریر از اے۔رحمانی
۹-۳۰ علاقائی نغمے
۱۰-۰۰ سائنس میگزین
۱۱-۳۰ بزم موسیقی
رشید حسین خاں : خیال چندر کونس
ایس۔این۔گلاٹی : وائلن

بدھ ۱۳ مارچ

صبح
۵-۴۵ صبح گاہی
۶-۲۵ شہر صبا
اندرا نلنی سکھ : ہمیش چند نقش،
محمد عارف اور جگدیش مہتہ کا کلام
منور حسین جمالی : درد اور
داغ دہلوی کا کلام
۷-۳۰ سازسنگیت
اننت لال و ساتھی : شہنائی پر
راگ دیسی
۹-۳۲ کلاسیکی موسیقی
راجن مشرا، ساجن مشرا :
خیال اور ترانہ

دوپہر
۲-۰۰ رب رس
۲-۳۰ بزم خواتین

۳-۰۰ اردو پروگرام
آر۔کے۔راوتنا، ڈائریکٹر ٹورازم
سے ایک ملاقات
۱۔ گیت
۲۔ کام کی باتیں
۳-۰۰ یاد ہیں ان گنیں گیت

رات
۸-۳۰ حسن غزل
منور حسین جمالی : امیر مینائی اور
مومن کا کلام
۹-۰۰ دلی ڈائری
تحریر : زہین نقوی
۹-۳۰ گجیرین کا اے
۱۰-۰۰ حفظان صحت
۱۱-۳۰ بزم موسیقی
ساجن مشرا، راجن مشرا
خیال [illegible] بہاگ
اننت لال و ساتھی، شہنائی پر
راگ [illegible]

جمعرات ۱۴ مارچ

صبح
۵-۴۵ صبح گاہی
۶-۲۵ شہر صبا
مینا کپور : جگر مرادآبادی اور
ٹی۔سی۔کوثر کا کلام
صغیر احمد : آرزو لکھنوی
اور میر درد کا کلام
۷-۳۰ سازسنگیت
شری گوپیراج : ستار پر
راگ اہیر بھیرو

دوپہر
۲-۰۰ گیت سے گیت
۲-۳۰ حرف غزل
۳-۰۰ راگ رنگ

رات
۸-۳۰ حسن غزل
صغیر احمد : غالب اور
مومن کا کلام
۹-۰۰ [illegible]
۹-۳۰ ساز اور آواز
۱۰-۰۰ آئینہ : ادبی میگزین
تبصرہ : [illegible] اور شاعری
ایڈیٹر : صلاح الدین خاں
۱۱-۳۰ بزم موسیقی



ایل۔کے۔پنڈت : گائن
شری گوپیراج : ستار پر
راگ مالکونس

جمعہ ۱۵ مارچ

صبح
۵-۴۵ صبح گاہی
شوبھا جوشی : جگر مرادآبادی اور
فیض کا کلام
مقبول حسین : میر اور
سودا کا کلام
۷-۳۰ سازسنگیت
اشوک رائے : سرود پر
راگ بیراگی
۹-۰۰ آؤ بچو!
۱۔ ندیوں کی کہانی : 'بیاس ندی'
تقریر از کلبیر کالیا
۲۔ گیت
۳۔ بچوں کی دنیا
۴۔ بچوں کے خط
۹-۳۲ آپکے خط آپکے گیت

دوپہر
۳-۰۰ کہکشاں

رات
۸-۳۰ حسن غزل
مقبول حسین : مومن اور غالب کا کلام
۹-۰۰ عوامی ادب اور سماجی زندگی : کشمیری،
از رحمان راہی
۹-۳۰ ایک راگ کئی روپ
۱۱-۳۰ بزم موسیقی
سلوچنا برہسپتی : خیال امن بسنت
اشوک رائے : سرود پر راگ پہاڑی

دہلی

میڈیم ویو
دہلی الف ۳۶۶۱۳ میٹر ۸۱۹ کلو ہرٹز
دہلی ب ۳۵۰.۱۵ میٹر ۶۶۶ کلو ہرٹز
دہلی ج ۲۱۹.۱۳ میٹر ۱۳۶۸ کلو ہرٹز
دہلی د ۲۹۳.۱۹ میٹر ۱۰۱۶ کلو ہرٹز

شارٹ ویو
صبح ۶ سے ۹ تک ۱۹.۱۱۵ میٹر ۳۳۶۵ کلو ہرٹز
صبح ۸.۱۵ کے بعد ۳۱۴.۳۱ میٹر ۹۳۹۵ کلو ہرٹز
دوپہر ۳۱۴.۳۱ میٹر ۹۳۹۵ کلو ہرٹز
شام ۲۵ تک ۳۱۴.۳۱ میٹر ۹۳۹۰ کلو ہرٹز
شام ۷ بجے تک ۸۹.۱۱۵ میٹر ۳۳۶۵ کلو ہرٹز

خبریں

دہلی الف
صبح
۶ ہندی انگریزی
سنسکرت
۹ ہندی
۹.۰۵ اردو
۱۱.۰۰ ہندی
۱۲ انگریزی
۱.۰۵ ہندی
۱.۰ پنجابی
۲.۰۵ اردو
۲.۱ ہندی
۵.۰ راجیوں سے سماچار
شام
۶.۰۵ ہندی
۶.۱ سنسکرت
۷.۳۵ سماچار سار
۸.۰ پرادیشک سماچار
۸.۳۵ ہندی
۹.۱۴ روح سماچار
۱۱.۰۵ ہندی

دہلی ب
صبح
۷.۱ انگریزی
۸.۳ پنجابی
۱۰ انگریزی
۱.۰ سماچار
انگریزی
انگریزی
۳.۰ پنجابی
۴.۳ پنجابی
۵.۰ انگریزی
۱.۰ انگریزی

روزانہ نشر ہونیوالے پروگرام

دہلی الف

صبح
۶.۵۵ وندے ماترم منگل دھونی
۶.۰۵ وندنا
۶.۲ کرشی چرچا
۶.۴ رام چرت مانس سے
۶.۵۰ سواستھ چرچا (اتوار منگل جمعرات ہفتہ)
وگیان چرچا
سائنس کے موضوع پر تقریر (پیر بدھ جمعہ)
۶.۵۵ سوچنائیں
۷.۰۵ وچار بندو (اتوار کو پرکاش کرن)
۷.۳۰ آج صبح (اتوار بدھ جمعہ)
اتہاس کے جھروکے سے (پیر)
سور ویلا (منگل)
بھارت بھارتی (جمعرات)
دوسرے کیندروں سے (ہفتہ I)
سنسکرتک میکشا (ہفتہ II اور V)
دلی کے آس پاس (ہفتہ III)
اسکٹ / مزاحیہ پروگرام (ہفتہ V)
۷.۴۰ آج صبح (جاری) (اتوار بدھ جمعہ)
اپنے دیش کی بات (پیر جمعرات)
نئی دشائیں (منگل ہفتہ II اور IV)
۷.۴۵ آج صبح (جاری) (اتوار بدھ اور جمعہ)
دلی درشن (پیر منگل جمعرات اور ہفتہ)
۸.۱۰ شاستریہ سنگیت
۸.۴۰ اردو مجلس
۹.۰۰ اختتام (اتوار کو بال کاریہ کرم)
۱۰.۰۰ اتوار صبح کی محفل موسیقی
۱۰.۱۵ وادیہ وادن (اسکول براڈ کاسٹ)
۱۰.۳۵ شاستریہ سنگیت
۱۱.۰۲ شاستریہ سنگیت (اتوار کو وادیہ وادن سے)
۱۱.۲۰ شاستریہ سنگیت (اتوار کو وادیہ ورند)
۱۱.۳۰ شاستریہ سنگیت (اتوار کو کرناٹک سنگیت)
۱۲.۰۲ لوک بھارتی
۱۲.۱۵ جھلکی (اتوار)
ورندگان (پیر بدھ جمعہ)
گیتکا (منگل جمعرات ہفتہ)

دوپہر
۱۲.۳۰ بہنوں کا پروگرام (اتوار منگل جمعرات ہفتہ)
گرامین بہنوں کا پروگرام (بدھ جمعہ)
ہندی ناٹک (دوبارہ براڈ کاسٹ) (پیر)
۱.۰ بہنوں کا پروگرام (جاری)
(اتوار منگل جمعرات ہفتہ)
گرامین بہنوں کا پروگرام (جاری)
(بدھ جمعہ)
وادیہ ورند (پیر)
۱.۱ سگم سنگیت
۲.۰ سگم سنگیت (عیر فلمی)
۲.۲۰ ریٹ سمیکشا
۳.۳ موسم اور اختتام (اتوار وانگ)
۳.۳ موسم اور اختتام (اتوار)
۵.۴۵ ہندی میں پروگراموں کا خلاصہ
۵.۵ سمعی رسالہ (اتوار اور ہفتہ)
(پیر بدھ اور جمعہ)
کسان وگیان (منگل)
بھارت سکسا (جمعرات)
۵.۲۰ بھارت شکشا (اتوار)
اسکول براڈ کاسٹ (پیر تا جمعہ)
۵.۲۵ کرناٹک سنگیت (اتوار)
اسکول براڈ کاسٹ (جاری) (پیر تا ہفتہ)
۵.۴ کرناٹک سنگیت (اتوار)
بچوں کے لیے پروگرام (جمعرات)
شاستریہ سنگیت
(پیر منگل بدھ جمعہ ہفتہ)
۵.۵۵ کرناٹک سنگیت (جاری) اتوار
گڑھوالی سنگیت (بدھ جمعہ)
شاستریہ سنگیت (پیر منگل ہفتہ)
بچوں کے لیے پروگرام (جاری) (جمعرات)

شام
۶.۱۵ مقامی اعلانات
۶.۲ گرام سنسار
۷.۰۰ کرشی جگت
۷.۳ پروگراموں کا خلاصہ اور موسم (ہندی)
۷.۳۵ سانسکی
۷.۴۵ وگیا سماچار
۸.۰۰ اسد سنگیت (اتوار)
سواستھ بھتا (پیر اور ہفتہ)
اُردو منڈل (منگل)
جھلکی (بدھ)
آپ کی چٹھی ملی (جمعرات)
گاندھی کو جانا (جمعہ)
۸.۱۵ لوک سنگیت سرسنگت (اتوار)
سنگیت (پیر)
تقریریں جب ... منگل جمعرات
وگیان لوک (بدھ)
آج کے اتھیتی (جمعہ)
۸.۳ سمعدھلت سنگیت
۹ سمع سنگیت
۹ محفل (اتوار)
یہ ... (اتوار I)
سنگیت (اتوار II، IV، V)
نیشنل پروگرام ہندی تقریر (پیر)
ہندی ناٹک (منگل)
یہ چرچا کا وشے ہے (بدھ)
نیشنل پروگرام پرادیشک سنگیت
(جمعرات I)
نیشنل پروگرام: ہندی فیچر (جمعرات II)
نیشنل پروگرام: اسپورٹس میگزین
(ہندی) (جمعرات III)
نیشنل پروگرام: ناٹک (جمعرات IV)
سنگیت (جمعرات V)
ناٹک (جمعہ)
نیشنل پروگرام: موسیقی (ہفتہ)
۹.۴۵ محفل (اتوار I)
سنگیت ترنگا (اتوار II)
شاستریہ سنگیت
(اتوار III، IV، V) (جاری)
سبد سنگیت (پیر)
ہندی ناٹک (جاری) (منگل)
یہ چرچا کا وشے ہے (جاری) (بدھ)
نیشنل پروگرام: پرادیشک سنگیت
(جاری، جمعرات I)
نیشنل پروگرام: ہندی فیچر
(جاری، جمعرات II)
نیشنل پروگرام: اسپورٹس میگزین
(ہندی) (جاری، جمعرات III)
نیشنل پروگرام: ناٹک (جاری جمعرات IV)
سنگیت (جاری جمعرات V)
ناٹک (جاری، جمعہ)
نیشنل پروگرام: موسیقی (جاری ہفتہ)
۱۰.۰۰ فیچر (اتوار)
سنگیت سبھا (پیر منگل بدھ)
نیشنل پروگرام: پرادیشک سنگیت
(جاری، جمعرات I)
نیشنل پروگرام: ناٹک (جاری، جمعرات IV)
سنگیت (جمعرات II، III اور V)
ناٹک (جاری، جمعہ)
نیشنل پروگرام: موسیقی (جاری، ہفتہ)
۱۰.۳ فیچر (اتوار)
سنگیت سبھا (پیر منگل بدھ)
کرناٹک سنگیت (جمعرات، جمعہ)
نیشنل پروگرام: موسیقی (جاری، ہفتہ)
۱۱.۰ وادیہ ورند (سوائے جمعہ I، IV)
۱۱.۱۰ موسم اور اختتام

دہلی ب

صبح
۶.۵۵ وندے ماترم، منگل دھونی
۷.۰۰ اعلانات
۷.۲ سانجھی (اتوار)
کرنٹ افیئرز (دوبارہ) (پیر)
نیشنل پروگرام، ہندی تقریر
(دوبارہ) (منگل)
نیشنل پروگرام: انگریزی تقریر
(دوبارہ) (بدھ)
یہ چرچا کا وشے ہے (دوبارہ) (جمعرات)
اوٹوکس (جمعہ)
نیشنل اسپورٹس میگزین (انگریزی)
(پہلے جمعہ کا دوبارہ براڈ کاسٹ) ہفتہ I
نیشنل اسپورٹس میگزین (ہندی)
(تیسرے جمعرات کا دوبارہ براڈ کاسٹ، ہفتہ III)
موسیقی (بقیہ روز)
۷.۲۰ سانجھی (اتوار)
کرنٹ افیئرز (دوبارہ براڈ کاسٹ پیر)
ورندگان (منگل بدھ جمعہ)
یہ چرچا کا وشے ہے (دوبارہ براڈ کاسٹ جمعرات)
نیشنل اسپورٹس میگزین (انگریزی)
(پہلے جمعہ کا دوبارہ براڈ کاسٹ۔ ہفتہ I)
نیشنل اسپورٹس میگزین (ہندی)
(تیسرے جمعرات کا دوبارہ براڈ کاسٹ
(ہفتہ III)
۷.۳ سنگیت سوربھی (شاستریہ سنگیت)
۷.۵۰ سنگم
۸.۰۰ وادیہ ورند
۸.۲۱ پنجابی پروگرام
۸.۴۰ پنجابی پروگرام
۹.۰۰ راجیہ سے جھلکی
۹.۰۵ کاریہ کرم سوچنائیں
۹.۱ لوک رنگ سماچار (اتوار)
لوک ماڈھوری (پیر تا ہفتہ)
۹.۱۵ اپنی نگری (اتوار)
لوک ماڈھوری (پیر تا ہفتہ)
۹.۳ یادیں (اتوار)
سب رس (پیر تا ہفتہ)
۱۰.۰۲ اختتام

دوپہر
۱.۰۵ مغربی موسیقی
۲.۱۰ مغربی موسیقی
۳.۱۰ انگریزی میں موسم کا حال
۳.۱۵ سگم سنگیت
۳.۳ شاستریہ سنگیت (اتوار منگل ہفتہ)
کرناٹک سنگیت (بدھ جمعرات جمعہ)
۴.۲ سگم سنگیت
۴.۱۵ اختتام
۵.۵ اخباروں کی رائے
۵.۵۵ انگریزی میں پروگراموں کا خلاصہ
اور موسم

شام
۶.۵ فوجی بھائیوں کے لیے پروگرام
۶.۴۵ سگم سنگیت
۷ پنجابی پروگرام
۷.۲ ورندگان (اتوار)
۷.۳۵ اردو مجلس
۸.۱۵ سماچار دیپتکس (اتوار بدھ جمعہ)
ریڈیو نیوز ریل (منگل جمعرات ہفتہ)
سوریل اسپورٹس (پیر)
۸.۲۵ سماچار پتر وں سے
۸.۳۰ پارلیمنٹ میں آج کی کارروائی / سور جھنکار
۸.۴۴ سگم سنگیت
۹.۱۹ اسپاٹ لائٹ
۹.۳۰ کرنٹ افیئرز (اتوار)
انگریزی میں تقریر (پیر جمعرات)
نیشنل پروگرام انگریزی تقریر (منگل)
فیچر (بدھ I)
بوداوالی سے انتخاب (بدھ II)
ڈاون میموری لین (بدھ III)
آرکائیوز / دوسرے اسٹیشنوں سے انتخاب
(بدھ IV)
نیشنل اسپورٹس میگزین (جمعہ I)
ان ریٹروسپیکٹ (جمعہ II)
نیشنل پروگرام، پلے (انگریزی، جمعہ IV)
آوگسٹ ٹو نائٹ (ہفتہ)
۹.۴۵ کرنٹ افیئرز (اتوار)
فوجی بھائیوں کی فرمائش (پیر)
مغربی موسیقی (منگل، جمعرات)
آپ کی فرمائش (بدھ)
اے ڈیٹ ود ہیو (جمعہ II، IV)
ڈانس ٹائم (ہفتہ)
۱۰.۰۰ کنسرٹ آور (اتوار)
فوجی بھائیوں کی فرمائش (پیر)
مغربی موسیقی (منگل، جمعرات)
آپ کی فرمائش (بدھ)
اے ڈیٹ ود ہیو (جمعہ II، IV)
ڈانس ٹائم (ہفتہ)
۱۱.۰۵ موسم اور اختتام

(جمعہ II اور IV ۱۵-۱۱ بجے)

دهلی 'د'

یوادانی

صبح

۶-۵۵ پروگراموں کا خلاصہ

۷-۰۰ یونیورسٹی آف دی ایئر

۸-۰۰ شاستریہ سنگیت (راگ سنگیت)

۸-۱۰ وگیان وودھا

۸-۱۵ شاستریہ سنگیت (گائن سوائے جمعہ) کرناٹک سنگیت (صرف جمعہ)

۸-۳۰ پیلے اسٹاکول (مغربی موسیقی)

۹-۰۰ اختتام (سوائے اتوار)

ڈرامہ (صرف اتوار)

۹-۳۰ غیر فلمی کرسٹل رنگا رنگ سنگم سنگیت (اتوار)

۱۰-۰۰ اختتام (اتوار)

شام

۶-۵۵ پروگراموں کا خلاصہ

۷-۰۰ [illegible]

۷-۳۵ کھیل اور کھلاڑی (اتوار)

اسکول کالج کی بات (پیر I)

یہی کرنا (پیر II)

گاؤں کی بات (پیر III)

گاؤں کی یہی کرنا (پیر IV)

یہ راد ھونی (منگل I)

مجھے بھی کچھ کہنا ہے (منگل II)

اپنے مسائیں سلجھائیں (منگل III)

درستی کوں (منگل IV)

یحدہ سے سرہ (بدھ I اور III)

آتا یہ پیچے (بدھ II)

آج کی بات (بدھ IV)

سچھل دوواؤں کی کہانی (جمعرات I)

ساز اور آپ (جمعرات II)

اپنے سامنے (جمعرات III)

بات چیت (جمعرات IV)

وگیان جگت (جمعہ II, III)

ہمارا سواستھ (جمعہ I, IV)

ورکالے دیتے (ہفتہ I, III)

دنیاں و دھا (ہفتہ II اور IV)

۸-۰۰ ان دی کرگڑ (صرف ای و سیل)

۸-۳۰ سمینا (اتوار I, II, IV)

ساتھ ٹوٹے (اتوار III)

آکام (پیر II)

کول (پیر I)

موسیقی کی پہیلی (پیر IV)

اسپورٹس اور اسپورٹس مین (منگل I)

انگریزیت (منگل II)

اونچی بیر (منگل III)

کہ کام (منگل IV)

دی ہو ونگ مانگ مداں (بدھ II)

راہ عمل (جمعرات I)

سہیلی (جمعرات II)

یہ بیسہ (معرات III)

فارمنگ نائن (جمعرات IV)

اکھی دیکھی (ہفتہ I)

کوی کوسٹھی (ہفتہ II, IV)

مشاعرہ (ہفتہ III)

[illegible]

شاستریہ سنگیت

گائن

رادھے رانی : صبح ۲۰-۱۱ اور شام ۴۵-۵ (الف) یکم مارچ

بسنت راو دلیش پانڈے : صبح ۳۰-۷ (ب) یکم مارچ

غلام صادق خاں : صبح ۱۰-۸ اور رات ۰۰-۹ (الف) سہ پہر ۳۰-۳ (ب) ۲ مارچ

راجن مشر ساجن مشر : صبح ۰۰-۱۰ (الف) ۳ مارچ

للت جے راؤ : صبح ۱۰-۸ اور شام ۴۰-۵ اور رات ۰۰-۹ (الف) ۴ مارچ

سابیہ کی سبن : صبح ۲۰-۱۱ (الف) اور صبح ۳۰-۷ (ب) ۵ مارچ

سونیتا دیوی : صبح ۱۰-۸ اور صبح ۳۰-۱۱ اور شام ۴۰-۵ (الف) ۶ مارچ

برجو مہاراج : صبح ۱۰-۸ اور صبح ۲۰-۱۱ اور رات ۰۰-۹ (الف) ۷ مارچ

جیوتی نثر بواستو : صبح ۳۰-۱۱ اور رات ۰۰-۹ (الف) ۸ مارچ

پنڈت اونکارناتھ ٹھاکر : صبح ۳۰-۷ (ب) ۸ مارچ

نصیر احمد خاں : صبح ۱۰-۸ اور رات ۰۰-۹ (الف) سہ پہر ۳۰-۳ (ب) ۹ مارچ

چھنالال : صبح ۲۰-۱۱ اور شام ۴۵-۵ (الف) ۹ مارچ

الکھنے بناٹ : صبح [illegible] (الف) ۱۰ مارچ

کورستن نشن : صبح [illegible] شام [illegible] رات [illegible] (الف) ۱۰ مارچ

للستمی داس سندھو : صبح [illegible] رات ۰۰-۹ [illegible] سہ پہر [illegible] مارچ

افضال احمد خاں : صبح ۲۰-[illegible] اور شام ۴۰-۵ (الف) ۱۲ مارچ

ملدیو راج ورما : صبح ۳۰-۱۱ اور شام ۴۰-۵ (الف) ۱۳ مارچ

پربھا دیوی : صبح ۳۵-۱۰ (الف) اور صبح ۳۲-۷ (ب) ۱۳ مارچ

روما رانی بھٹاچاریہ : رات ۰۰-۱۰ (الف) ۱۳ مارچ

غلام تقی خاں : صبح ۱۰-۸ اور صبح ۲۰-۱۱ اور رات ۰۰-۹ (الف) ۱۴ مارچ

غلام حسین خاں : صبح ۳۰-۱۱ اور رات ۰۰-۹ (الف) ۱۵ مارچ

ایس آر شاہانے : صبح ۳۵-۱۰ اور شام ۴۰-۵ (الف) ۱۵ مارچ

ڈی وی پلسکر : صبح ۳۲-۷ (ب) ۱۵ مارچ

ساز سنگیت

ستار

بلونت رائے ورما : صبح ۲۰-۱۱ (الف) اور شام ۴۰-۵ (الف) ۲ مارچ

اوما شنکر مشرا : رات ۰۰-۱۰ (الف) ۳ مارچ

روی شنکر : صبح ۳۲-۷ (ب) ۴ مارچ

ولایت خاں : شام ۲۰-۵ (الف) اور صبح ۳۲-۷ (ب) ۱۱ مارچ

منی رانی چکرورتی : صبح ۳۰-۱۱ (الف) اور رات ۰۰-۱۰ (الف) ۱۴ مارچ

سرود

عبدالسمیع خاں : صبح ۱۰-۸ اور رات ۰۰-۹ (الف) اور سہ پہر ۳۰-۳ (ب) ۳ مارچ

[illegible] لال اندورے : صبح ۲۰-۱۱ اور رات ۰۰-۹ (الف) ۶ مارچ

[illegible] : صبح ۳۰-۱۱ اور شام ۴۰-۵ (الف) ۹ مارچ

[illegible] لال : صبح ۳۵-۱۰ (الف) ۱۱ مارچ

استاد علاء الدین خاں : صبح ۳۲-۷ (ب) ۱۴ مارچ

بانسری

[illegible] راٹھور : صبح ۳۰-۷ (ب) ۲ مارچ

[illegible] : صبح ۳۰-۱۱ (الف) صبح ۳۰-۷ (ب) ۷ مارچ

[illegible] : صبح ۳-۱۱ (الف) اور صبح ۳۲-۷ (ب) ۱۲ مارچ

[illegible] : صبح ۱۰-۸ اور صبح ۲۰-۱۱ اور شام ۴۰-۵ (الف) ۱۵ مارچ

شہنائی

[illegible] سنگھ اور ساتھی : صبح ۱۰-۸ اور رات ۰۰-۹ (الف) سہ پہر ۳۰-۳ (ب) ۵ مارچ

جگن ناتھ اور ساتھی : صبح ۱۰-۸ اور صبح ۲۰-۱۱ شام ۴۰-۵ (الف) ۸ مارچ

وار یا اور اسراج

اوم پرکاش : صبح ۳۵-۱۰ (الف) ۱۲ مارچ

علاء الدین خاں : صبح ۱۰-۸ اور صبح ۲۰-۱۱ اور رات ۰۰-۹ (الف) ۱۳ مارچ

وائلن

ڈی جی سیت پتھی : صبح ۲۰-۱۱ (الف) اور صبح ۳۲-۷ (ب) سہ پہر ۴۰-۳ (ب) ۴ مارچ

سوا گت گھوس : صبح ۳۰-۱۱ (الف) اور سہ پہر ۳۰-۳ (ب) ۱۱ مارچ

پنالال گھوش : صبح ۳۵-۱۰ اور
شام ۲۰-۵ (الف) ۱۴ مارچ

سارنگی

اسد اللہ خان : صبح ۱۰-۹ اور
صبح ۳۰-۱۱ اور
رات ۰۰-۹ (الف) یکم مارچ

رودر وینا

اسد علی خان : رات ۰۰-۱۱ (الف) ۱۱ مارچ

جل ترنگ

گھنشیام داس پرجاپتی : صبح ۳۵-۱۰ (الف) اور
صبح ۳۲-۷ (ب) ۹ مارچ

سنتور

بھجن کمار جین : صبح ۱۰-۹ اور
رات ۰۰-۹ (الف) اور
سہ پہر ۳۰-۳ (ب) ۱۰ مارچ

سگم سنگیت

شام ۴۵-۶ اور رات ۴۴-۱۱ (ب)

سلیم ساہنی	:	یکم مارچ
دویندر گرووِر	:	۳ مارچ
امیتابھ مشرا	:	۴ مارچ
کرونا ابرول	:	۵ مارچ
ایرا نگم	:	۶ مارچ
رینو سچدیوا	:	۷ مارچ
چندر کانت گندھرو	:	۹ مارچ
شانتا سکسینہ	:	۱۰ مارچ
مہندر پال	:	۱۱ مارچ
سربندر کور	:	۱۲ مارچ
نریندر کور	:	۱۳ مارچ
محمود نظامی اور ساتھی (قوالیاں)	:	۱۴ مارچ
پشپا رانی	:	۱۵ مارچ

کرناٹک سنگیت

گائن

اکھل کرشنن : رات ۳۰-۱۰ (الف)
سہ پہر ۳۰-۳ (ب) یکم مارچ
مادھوری منگلم راماچندرن : صبح ۳۰-۱۱ اور
شام ۳۵-۵ (الف) ۳ مارچ
کے پدما : سہ پہر ۳۰-۳ (ب) ۱۳ مارچ
وجے لکشمی مرلی دھر : رات ۳۰-۱۰ (الف) اور
سہ پہر ۳۰-۳ (ب) ۱۴ مارچ

ناگا سورم

ارمنگم اور ساتھی : سہ پہر ۳۰-۳ (ب) ۶ مارچ

بانسری

ٹی ایس شنکرن : رات ۳۰-۱۰ (الف) اور
سہ پہر ۳۰-۳ (ب) ۷ مارچ
للیتا اگر راجن : رات ۳۰-۱۰ اور
سہ پہر ۳۰-۳ (ب) ۱۰ مارچ

وینا

منی شنکر شاستری : صبح ۳۰-۱۱ اور
شام ۳۵-۵ (الف) ۱۰ مارچ

لوک بھارتی (لوک اور علاقائی سنگیت)

دوپہر ۰۲-۱۲ (الف)

مراٹھی	:	یکم، ۱۰ اور ۱۵ مارچ
گڑھوالی	:	۲ اور ۹ مارچ
تامل	:	۴ مارچ
اڑیہ	:	۵ مارچ
ملیالم	:	۶ مارچ
بنگلہ	:	۷ مارچ
تیلگو	:	۱۱ مارچ
آسامی	:	۱۲ مارچ
کنڑ	:	۱۳ مارچ
کونکنی	:	۱۴ مارچ

سنگم

صبح ۰۰-۹ (ب)

تامل گیت	:	یکم، ۱۱ اور ۱۵ مارچ
ملیالم	:	۲ مارچ
اڑیہ	:	۳ مارچ
سندھی	:	۴ اور ۱۱ مارچ
بنگلہ	:	۵ اور ۱۲ مارچ
گجراتی	:	۶ اور ۱۳ مارچ
مراٹھی	:	۷ اور ۱۴ مارچ
تیلگو	:	۸ مارچ
کنڑ	:	۹ مارچ
آسامی	:	۱۰ مارچ

لوک مادھوری

صبح ۱۰-۹ (ب)

راجستھانی : لوک گیت	:	یکم، ۸ اور ۱۵ مارچ
گڑھوالی	:	۲ مارچ
اودھی	:	۴ مارچ
ہماچلی	:	۵ اور ۱۲ مارچ
ہریانوی	:	۶ مارچ
برج	:	۷ اور ۱۴ مارچ
کشمیری	:	۹ مارچ
بھوجپوری	:	۱۱ مارچ
ڈوگری	:	۱۳ مارچ

ناٹک اور فیچر

پبلک سپیکر لاؤڈ سپیکر
تحریر : دلیپ سنگھ : دوپہر ۰۵-۱۲ (الف) ۳ مارچ
چرپا گھر
پالاگمی پدما راجو کے
تیلگو ناٹک کا ریڈیو عکس
ہندی مترجم
بال شوری ریڈی : دوپہر ۳۰-۲ (ب) ۳ مارچ
دھیمی روشنی : ناٹک
تحریر : اونکار ناتھ شریواستو : دوپہر ۰۳-۱۲ (الف) ۴ مارچ
دیمک : ناٹک
شرون کمار کی کہانی پر مبنی ریڈیو عکس
ترتیب : وی پی دکشت بھک : رات ۳۰-۹ (الف) ۵ اور ۱۱ مارچ
ایک پرشن مرتیو : ناٹک
تحریر : ڈاکٹر وِنے : رات ۳۰-۹ (الف) ۸ مارچ
اور دوپہر ۳۰-۲ (الف) ۱۰ مارچ
ہنی مون : ناٹک
شری شنکر کی بنگلہ کہانی پر مبنی ریڈیو عکس
ترتیب : سرلیش چترویدی : رات ۳۰-۹ (الف) ۱۲ مارچ
کتے کی موت : ناٹک
تحریر : کرشن چند : رات ۳۰-۹ (الف) ۱۵ مارچ

وگیان چرچا (سائنس پروگرام)

صبح ۵۰-۶ (الف)

کاسمک ریز : تقریر
از رام کشور سہائے : یکم مارچ
پھپھوندیوں کی ویلیپت ہوتی جاتیاں ۔ تقریر : ۴ مارچ
ہو آردی پلانٹری پوزیشن لوئن : ۶ مارچ
دی اسکائی لیب : ٹی ہی ناٹ
تقریر : ڈاکٹر وی ایس چوہان : ۸ مارچ
میرین منرلز : تقریر : ۱۱ مارچ
ڈریگن : فلائی : تقریر
از ڈاکٹر کے کے گپتا : ۱۳ مارچ
وائی ڈو مینٹل لوز دیئر لسٹر
تقریر از ڈاکٹر وِنے جھنگرن : ۱۵ مارچ

وگیان آلوک

رات ۱۵-۸ (الف)

وگیان سماچار : منوج پاتاریہ : ۶ مارچ
کشٹ روگ ابھی شاپ نہیں

فیچر پر مبنی : ڈاکٹر سینچ جسو جا ۔ ۱۳ مارچ

گیان وگیان

شام ۵۔۰۵ (الف)

وگیان سماچار : ۵ مارچ

پراکرتی سنتلن

کون اور کیسے ؟ : تقریر : [illegible] مارچ

گھر وگرہستی (دیہاتی خواتین) : [illegible]

شاریرک سنکی

دیاپک وہ ۔ [illegible]

ایک ڈاکٹر سے بات چیت : [illegible] مارچ

اناج نشٹ کرنے والے کیڑے

تقریر : شریمتی سدھا اسٹروال : ۱۱ مارچ

گھر وگرہستی

دوپہر ۱۲۔۳۰ (الف)

بلڈ ٹیسٹ : ہاؤ اینڈ وائی : [illegible] مارچ

کھلونے کیسے ہونے چاہئیں

تقریر : وی کے سکسینہ : ۱۴ مارچ

بچوں کا پروگرام

بھالو : ملا جلا پروگرام : شام ۵۔۰۵ (الف) یکم مارچ

گھوو یرشرن مترا ڈاکٹر راشٹر بندھو شو چرن جو اس

حضر ہرنی کے لکھے گیت : شام ۵۔۰۵ (الف) ۲ مارچ

اپنے دیش کو جانو

اتر پردیش : تمثیلی تقریر

رنگ ناتھ راکیش : صبح ۹۔۰۰ (الف) ۳ مارچ

ہیش چندر نقش اور

گھمنڈی لال

کے لکھے گیت : شام ۵۔۰۵ (الف) ۳ مارچ

ناپ ڈنڈ : پلیے لٹ

تحریر : چاند رانی سکسینہ : شام ۵۔۴۰ (الف) ۷ مارچ

مور : ملا جلا پروگرام : شام ۵۔۰۵ (الف) ۸ مارچ

مزاحیہ قوالیاں : بچوں سے : شام ۵۔۰۵ (الف) ۹ مارچ

ناٹک : فیچر

ڈاکٹر ایچ ایس وشنوئی : صبح ۹۔۰۰ (الف) ۱۰ مارچ

لکھو ماتھر کے گائے گیت : شام ۵۔۰۵ (الف) ۱۳ مارچ

متر لابھ

آرکسٹرل کمپوزیشن

پنچ تنتر سے ماخوذ

اے آئی آر ۔۔۔ وادیہ ورند

شام ۵۔۴۰ (الف) ۱۴ مارچ

اونٹ : ملا جلا پروگرام

تحریر : لیک ابن سیٹھ : شام ۵۔۰۵ (الف) ۱۵ مارچ

لکھنؤ

میڈیم ویو ، لکھنؤ الف ۲۰۶ء۳ میٹر ۷۴۷ کلوہرٹز ، لکھنؤ ج ۲۳۴ء۱۱ میٹر ۱۲۸۷ کلوہرٹز

لکھنؤ ب ، صبح [illegible] ۹۳ء۱۴ میٹر ۳۲۰۵ کلوہرٹز

شارٹ ویو : صبح [illegible] تک ۹۳ء۱۶ میٹر ۳۲۰۵ کلوہرٹز

صبح [illegible] بجے کے بعد ۴۸ء۸۰ میٹر ۶۱۸۰ کلوہرٹز

دوپہر ۴۱ء۳۸ میٹر ۷۲۵۰ کلوہرٹز

شام اور رات ۹۳ء۱۶ میٹر ۳۲۰۵ کلوہرٹز

خبریں

ہندی : صبح ۷۔۵۵ بجے ، دوپہر ۵۔۱۰ اور ۲۔۰۱ بجے ، شام ۵۔۰۶ ، رات ۸۔۴۵ اور ۱۱۔۰۵ بجے

اردو : صبح ۸۔۰۵ بجے ، رات ۹۔۱۴ بجے

[illegible] رات [illegible] اور [illegible] سنسکرت صبح [illegible] شام ۶۔۰۱ بجے

علاقائی : دوپہر ۲۔۰۳ بجے (اردو) ، صبح ۷۔۰۲ بجے ، شام ۷۔۰۳ (ہندی)

[illegible] صبح ۵۔۰۹ بجے

روزانہ نشر ہونے والے پروگرام

۶۔۰۰ الونرتی (اتوار)

دیش ودیش (پیر)

وارتا کرم (منگل)

سامیک پرسنگ (بدھ)

ہندی وارتا (جمعہ)

اسی بچو لڑکے کی کہانی (ہفتہ I، III، V)

یاترا کتھا (ہفتہ II، IV)

۸۔۱۵ سُگم سنگیت

۸۔۰۳ پراویشنک سماچار درشن (اتوار)

۹۔۳۰ اورگیسٹ قوانین (اتوار I، III، V)

ساہتیہ لوک (اتوار II)

بات چیت کا نیشنل (ہفتہ ، پیر)

(انگریزی ، منگل)

پراویشک سنگیت کا نیشنل پروگرام (جمعرات I)

بچوں کا نیشنل پروگرام (جمعرات II)

نیشنل اسپورٹس میگزین (جمعرات III)

باگوں کا نیشنل پروگرام (جمعرات IV)

شاستریہ سنگیت (V جمعرات)

ناٹک (جمعہ)

سنسکرت پتریکا (جمعہ V)

سنگیت کا نیشنل پروگرام (ہفتہ)

۹۔۵۰ پیلوار کلیان پرسنو تری (بدھ)

۱۰۔۰۰ سنگیت رس (اتوار)

ساہیتک (پیر I اور III)

ضلع کوی گوشٹھی (پیر II)

چرچا پرچرچا (پیر IV)

کوی گوشٹھی (پیر V)

منگل شب کی محفل موسیقی (منگل)

کتھا پرستوتی (بدھ II)

فلم سنگیت میں راگ درشن (بدھ III)

وکاس ۔۔۔ (جمعرات III)

دریچہ (جمعہ I)

قوالیاں (جمعہ II)

گلستاں چمن (جمعہ III)

۱۰۔۰۳ شاستریہ سنگیت (اتوار [illegible] کے علاوہ)

۱۱۔۱۰ موسم کا حال اور اختتام

۱۔۲۵ کا رسیس ملاوں کے لیے (اتوار)

[illegible] موسم کا حال

[illegible] (پیر)

[illegible] (منگل)

[illegible] (جمعرات ، جمعہ)

[illegible] (بدھ ، جمعہ)

۳۔۴۵ [illegible] کے علاوہ)

۵۔۱۵ لوک وانی

۶۔۰۰ الفاظ

۶۔۴۵ آپ اور کل کے [illegible] پروگرام ، موسم کا حال

۶۔۵۰ سانولی کے

۷۔۰۳ [illegible] (اتوار)

[illegible] (پیر)

کھیل جگت (منگل)

یہ کے لیے دھرواد (بدھ)

وگیان جگت (جمعرات)

بات ایک فلم کی ، ایک ہی فلم کے گیت (جمعہ)

کلا جگت (ہفتہ)

۷۔۴۵ سنسکرت پروگرام (اتوار ، بدھ)

[illegible] (اتوار)

[illegible] (منگل ، جمعہ)

[illegible] (جمعہ)

شاستریہ سنگیت

گائن

کاشی ناتھ شنکر بودس : صبح ۹۔۱۰ اور
رات ۱۰۔۳۰ یکم مارچ

ایم آر گوتم : صبح ۹۔۱۰ ۵ مارچ

باگیشری دیوی : صبح ۹۔۱۰ اور
شام ۴۔۳۰ ۷ مارچ

پنڈت جسراج : رات ۱۰۔۳۰ ۷ مارچ

گنیش پرساد مشر : صبح ۹۔۱۰ اور
دوپہر ۱۲۔۱۰ اور

رات ۳۰-۱۰ ۸، مارچ
دیال ملگوترا : صبح ۱۰-۹ اور
شام ۳۰-۴ ۹ مارچ
نرالماری سنگھ : صبح ۱۰-۹
دوپہر ۱۰-۱۲ اور
رات ۴۵-۹ ۱۱، مارچ
گنگادھر راؤ تیلنگ : صبح ۱۰-۹ اور
رات ۳۰-۱۰ ۱۳ مارچ
سیتا سرن سنگھ : صبح ۱۰-۹ اور
رات ۳۰-۱۰ ۱۵ مارچ

ساز سنگیت

--- وائلن ---
سبھاش مشر : صبح ۱۰-۹ اور
شام ۳۰-۴ ۲ مارچ
جی این گوسوامی : صبح ۱۰-۹ اور
دوپہر ۱۰-۱۲ اور
رات ۳۰-۱۰ ۴، مارچ

--- ستار ---
الیاس خاں : صبح ۱۰-۹
رات ۴۵-۹ اور
رات ۳۰-۱۰ ۴، مارچ
ڈی کے سنگیتلیہ : صبح ۱۰-۹ اور
دوپہر ۱۰-۱۲ ۱۲، مارچ
بُدھ دتیہ مکھرجی : دوپہر ۱۰-۱۲ ۱۵، مارچ

--- شہنائی ---
سکندر حسین اور ساتھی : صبح ۱۰-۹ اور
رات ۳۰-۱۰ ۷، مارچ

--- بانسری ---
سبھاش رائے : دوپہر ۱۰-۱۲ اور
شام ۳۰-۴ ۱۳، مارچ

قلم کار حضرات

اپنی تخلیقات ہمیں اشاعت کے لیے ارسال نہ کریں۔

آواز میں صرف وہی تخلیقات شائع کی جاتی ہیں جو نشریہ کے بعد ہمیں ریڈیو اسٹیشنوں سے موصول ہوتی ہیں۔

رامپور

۳۳۶ میٹر ۱۹۱ کلو ہرٹز

خبریں

ہندی انگریزی : صبح ۰۰-۶ عالمی
ہندی : صبح ۰۰-۹، دوپہر ۰۵-۱ اور ۱۰-۲ شام ۰۵-۶، رات ۴۵-۸
انگریزی : صبح ۱۰-۱، دوپہر ۰۰-۲، رات ۰۰-۹، اردو : صبح ۵۰-۱ اور رات ۱۵-۹
سماچار پتر ہندی : صبح ۰۰-۹ ضلع کی چٹھی صبح ۰۵-۹ پرادیشک سماچار : شام ۲۰-۷

روزانہ نشر ہونے والے پروگرام

۰۰-۶ وندے ماترم : آرمبھک آدھ گھنٹا (منگل، سوئی)
۰۵-۶ وندنا
۳۵-۶ آج کا چنتن : گاندھی چرچا (جمعہ)
پرکاش کرن (ہفتہ)
۴۰-۶ سوکراتو
۵۵-۶ پروگراموں کا خلاصہ
۰۵-۷ بانسری گان
۱۵-۷ روزگار سماچار
۳۰-۷ اتوار : آج اتوار ہے
شاستریہ سنگیت (پیر، منگل)
بھاشا شکشا (بدھ، جمعرات)
وارتائیں (جمعہ I، III، V)
کاویہ سوربھ (جمعہ II)
پریمل (جمعہ IV)
سموان شکشا (ہفتہ)
۴۵-۷ درپن (بدھ III)
سندیش گیتا نجلی : جھلکی (بدھ IV)
ساہتیہ سدھا سنسکرت کاریہ کرم (جمعرات)
۵۰-۷ سگم سنگیت (بدھ، منگل، جمعہ)
۲۱-۸ دھرتی گاتی ہے
۳۰-۸ آہنگ (اردو پروگرام) (جمعرات اور جمعہ)
۰۰-۹ راجیہ کی چٹھی
۰۵-۹ ضلع کی چٹھی
۱۰-۹ کلیاں : بچوں کا کاریہ کرم (اتوار)

دوپہر

۳۰-۱۲ آپ کے لیے جھلکی (اتوار)
دو رنگ (پیر)
آپ کی پسند (منگل، جمعرات، ہفتہ)
سُر سنگم (بدھ)
نعت قوالی (جمعہ)
۴۵-۱۲ آپ کی چٹھی ملی (اتوار)
۰۰-۱ پروگراموں کا خلاصہ
۱۰-۱ پریوار جگت (اتوار)
وندھیا (شہد کی مکھی پالنے والوں کے لیے) (پیر)
دھرتی گاتی ہے : لوک گیت (I، III منگل)
پکوان راگ (V منگل)
آنچل (گرامین مہیلاؤں کے لیے IV بدھ)
سب رس (جمعرات)
خبریں : گیت
فلمی گانا آکرشک سماچاروں کے ساتھ (جمعہ)
سواستھ سندیش (ہفتہ)
۳۰-۱ جوانوں کے لیے (ہفتہ)
۴۰-۱ من بھاون (اتوار)
شاستریہ سنگیت (پیر، منگل، بدھ، جمعرات اور جمعہ)
۲۰-۲ دامن : فلمی غزلیں (اتوار)
۳۵-۲ آس پاس (اتوار)
سماچار درشن (I، III، V اتوار)
فیچر (II اور IV اتوار)

شام

۰۰-۶ پروگراموں کا خلاصہ
۱۰-۶ علاقائی سوچنائیں
۱۵-۶ نئی فلموں سے (اتوار)

گیت مالا (پیر، جمعہ)
آرادھنا (منگل) آنگن (بدھ)
گلدستہ : کنسرٹ سانگس (جمعرات)
ایک ہی فلموں سے (ہفتہ)
۶-۳۰ یووادانی
۷-۰۰ کرشی جگت
۷-۴۵ سنسکرت کاریہ کرم (اتوار)
آہنگ : اردو پروگرام (پیر)
قانونی سہاتہ : انگریزی کاریہ کرم (منگل)
آپ نے لکھا ہے (I ، III منگل)
کسوٹی (II ، IV منگل)
سرودھا منچ (جمعرات)
پریوار کلیان : پرشن اتری (جمعہ)
ہندی تقریر (ہفتہ)
۸-۰۰ سگم سنگیت (اتوار، پیر، منگل، بدھ، ہفتہ)
جام غزل (جمعرات)
کل اور آج (III ، V جمعہ)
سگم سنگیت (I ، III ، IV جمعہ)
۸-۱۰ شاستریہ سنگیت (سوائے اتوار اور پیر)
۸-۱۵ پرانی فلموں سے (اتوار
نیوز ریل اسپورٹس (پیر)
۸-۳۰ پرانی فلموں سے (منگل، جمعرات، ہفتہ)
ساز اور آواز (پیر، بدھ اور جمعہ)
۹-۳۰ چہار بیت (اتوار)
آپ کی پسند اور من بھاون (III، V منگل
گیتوں بھری کہانی (IV منگل)
تقریروں کا نیشنل پروگرام (پیر)(دلّی سے)
چرچا کا وشیہ ہے (دلّی سے) (بدھ)
سگم اور لوک گیت کا نیشنل پروگرام
روپکوں کا نیشنل پروگرام (جمعرات)
اسپورٹس میگزین (II جمعرات)
ناٹکوں کا نیشنل پروگرام (III جمعرات)
شاستریہ سنگیت (V جمعرات)
ناٹک (جمعہ)
سنگیت کا نیشنل پروگرام (ہفتہ)
۹-۴۵ آپ کی پسند (اتوار)
۱۰-۰۰ ساہتیکی (I پیر)
وچار دھارا (II پیر)
ملاقات (III پیر) خزانہ (IV پیر)
یووا سنگیت سبھا (منگل)
ناٹک وکاس یکش (III بدھ)
شاستریہ سنگیت (I، II اور IV جمعہ)
آ ہوتی (III جمعہ)

شاستریہ سنگیت

گائن

عبدالوحید خاں : دوپہر ۴۰-۱ اور
رات ۱۰-۸ یکم مارچ
استاد امیر خاں : صبح ۳۰-۷ اور
دوپہر ۴۰-۱ ۴ر مارچ
پنڈت جسراج : دوپہر ۴۰-۱ اور
رات ۱۰-۸ ۶ر مارچ
مالویکا کانن : دوپہر ۴۰-۱ اور
رات ۱۰-۸ ۸ر مارچ

ساز سنگیت

ستار

اروند پارکھ : رات ۱۰-۸ ۲ر مارچ

بانسری

جی ایم سچدیو : صبح ۳۰-۷ اور
دوپہر ۴۰-۱ ۱۱ر مارچ

سگم سنگیت

شوبھا ماتھر : صبح ۵۰-۷ یکم مارچ
جمیل احمد : صبح ۵۰-۷ ۴ر مارچ
شجاعت حسین خاں: صبح ۵۰-۷ ۵ر مارچ
کرشنا کلے : رات ۰۰-۸ ۶ر مارچ
افتخار احمد وساتھی : صبح ۵۰-۷ اور
رات ۰۰-۸ ۱۱ر مارچ

لوک گیت

سدھورا کیش / انوپم شریواستو /
انجلی چودھری : صبح ۲۱-۸ اور
دوپہر ۲۰-۲ ۲ر مارچ
مصور حسین اور ساتھی: رات ۳۰-۹ ۳ر مارچ
رما مہروترا / سادھنا مہروترا /
رجنی ٹنڈن : صبح ۲۱-۸ اور
دوپہر ۲۰-۲ ۴ر مارچ
سروج ماتھر / ریکھا شرو تیہ /
رجنی ماتھر : صبح ۲۱-۸ اور
دوپہر ۲۰-۲ ۵ر مارچ
گیا نوتی سکسینہ اور سکھیاں: صبح ۲۱-۸ اور
دوپہر ۲۰-۲ ۶ر مارچ
شیام موہن : صبح ۳۰-۷ اور
دوپہر ۲۰-۲ ۷ر مارچ
تارا رام کوی اور ساتھی : صبح ۲۱-۸ اور
دوپہر ۲۰-۲ ۸ر مارچ
محمد عمر اور ساتھی : رات ۳۰-۹ ۱۰ر مارچ

تقریر

آپ بھی ملاوٹ پہچان سکتی ہیں
تقریر از اندرا سکسینہ : دوپہر ۱۰-۱ ۴ر مارچ

انتر راشٹریہ یووا ورش
میری نظر میں
تقریر از راحل : شام ۳۰-۶ ۶ر مارچ
مجھے انکھلیاں سوجھی ہیں
ہم بیزار بیٹھے ہیں (مزاحیہ تقریر)
از زبیر گستاخ : صبح ۳۰-۸ ۸ر مارچ
اگر میں پیڑ ہوتی
مزاحیہ تقریر
از رعنا خان : شام ۳۰-۶ ۱۰ر مارچ

بھگوان بچائے شکی مزاجوں سے
مزاحیہ تقریر
از ڈاکٹر ماپا چندرا : دوپہر ۱۰-۱ ۱۱ر مارچ
ہم سے سیکھئے
گھر کو آکرشک بنانے کی ورِدھی
تقریر از کشتی جوہری : دوپہر ۱۰-۱ ۱۱ر مارچ
کھیل کھلاڑی
واٹر پولو : تقریر
از اوپی سگہ : شام ۳۰-۶ ۱۲ر مارچ
انھیں بھی جانیے
البرآئنسٹائن : تقریر
از شاہ جہاں پھول: شام ۳۰-۶ ۱۴ر مارچ

مباحثہ

بھاشا اور
رنگ بھید کتنا گھاتک
مباحثہ : شرکا ر
رمیش پاٹھک، سُریکھا وسوئی
رام کمار جین اور
سنجے شرما : شام ۳۰-۶ ۳ر مارچ

اردو پروگرام

اردو تنقید اور مغربی حوالے
(آگے ص ۴۰ پر)

گورکھپور

میڈیم ویو ۳۳۰.۱۰ میٹر ۹۰۹ کلوہرٹز

شاستریہ سنگیت

— گائن —

کشوری شرن مشرا : صبح ۷-۴۰ اور
رات ۱۰-۳۰ ۱۳ر مارچ

ساز سنگیت

— ستار —

سریندر موہن مشرا : صبح ۷-۴۰ اور
رات ۱۰-۳۰ ۲۰ر مارچ

لوک گیت

— دوپہر ۲-۲۰ بجے —

اگر چند شرما : یکم مارچ
اسلم : ۲ر مارچ
عبداللہ انصاری وساتھی : ۴ر مارچ
اروندکمار موریہ وساتھی : ۵ر مارچ
عاشق علی وساتھی : ۸ر مارچ
بالاپرساد وساتھی : ۱۱ر مارچ
بیچن پرساد وساتھی : ۱۲ر مارچ
بلرام یادو وساتھی : ۱۳ر مارچ
برج شنکر یادو وساتھی : ۱۴ر مارچ
ستیندر مشرا : ۱۵ر مارچ

سگم سنگیت

— صبح ۸-۲۱ اور شام ۷-۰۵ —

جگن شرما : ۲ر مارچ
سوپنا چکرورتی ۸ر مارچ
کاشی ناتھ شکلا ۱۲ر مارچ
سنیتا سیٹھ : گیت/غزل : ۱۵ر مارچ

انگریزی تقریر

مائل اسٹونس آف فریڈم اسٹرگلس
پارٹیشن آف
بنگال اینڈ فریڈم مومینٹ
تقریر از کے ڈی دگ : رات ۹-۱۶ ۶ر مارچ
اینڈسٹریز پرابلم اینڈ
پراسس پیکٹس
انگریزی بات چیت
ٹاک بائی : ڈاکٹر سی ایس شکلا : رات ۹-۱۶ ۱۳ر مارچ

سواستھیہ چرچا

کالا تکو ماروگ کا جنن ایوم اپچار
ڈاکٹر اے کے سریواستوا
سے بھینٹ : دوپہر ۱-۱۰ ۷ر مارچ
کان ایوم گلے کی کچھ بیماریاں
ڈاکٹر آنندکھرے سے بھینٹ : دوپہر ۱-۱۰ ۱۴ر مارچ

نئی کرن (وکاس وارتا)

گاؤں گاؤں میں روشنی
تقریر
از ایس پی سنگھ : رات ۹-۱۶ ۳ر مارچ

مہیلا سبھا

تقریر
از اوشا چوبے
میری نئی رچنا (کہانی)
موہنی شریواستو : دوپہر ۱-۱۰ یکم مارچ
ناری کے وکاس میں
ناری بادھک (جہیز)
مباحثہ : شرکا رابعہ، گیشوری دیوی
ودیا وتی سنگھ : دوپہر ۱-۱۰ ۵ر مارچ
سواستھ پرشنوتری
ڈاکٹر کم شریواستو
ہاسیہ وارتا
یہ پڑوسی
از تروبہا سنہا : دوپہر ۱-۱۰ ۸ر مارچ

اردو پروگرام

اسلام میں سچ بولنے کی اہمیت
تقریر : مولانا قمرالدین اعظمی : صبح ۸-۳۰ یکم مارچ
ایک سچ ہزار برائیوں سے
بچاتا ہے : تقریر
از ماسٹر احمد اللہ : صبح ۸-۳۰ یکم مارچ
شعری نشست : شرکاء
سلام سندیلوی، جوہر وارثی
شبنم بالنسپاری اور
ادریس کمرانی : صبح ۸-۳۰ ۵ر مارچ
رفتار
انسانی نشوونما میں
ٹی وی کا حصہ
از غلام محمد : صبح ۸-۳۰ ۸ر مارچ
نظم : بولتی تصویر
از سلیمان مسرور : صبح ۸-۳۰ ۸ر مارچ
کاروان ادب
موہن راکیش
بحیثیت ڈرامہ نگار
از ڈاکٹر پرمانند شریواستو : رات ۹-۳۰ ۱۲ر مارچ
کلام شاعر
عمر قریشی : رات ۹-۳۰ ۱۲ر مارچ
جدید اردو غزل کے موضوعات
از ڈاکٹر احمر لاری : رات ۹-۳۰ ۱۲ر مارچ
ریڈیو پیلے
از ایم کوٹھیاوی راہی : صبح ۸-۳۰ ۱۳ر مارچ
شوخیٔ گفتار
مزاحیہ کلام
گرگٹ گورکھپوری
کفایت شعاری بشرط جانسپاری
از جالب نعمانی : صبح ۸-۳۰ ۱۵ر مارچ

ڈرامہ/جھلکی

نمونے اور بھی ہیں (جھلکی)
از سوم ناتھ ناگر : دوپہر ۱-۱۰ ۳ر مارچ
جالی دار پردے : ڈرامہ
از حبیب تنویر : رات ۱۰-۰۰ ۶ر مارچ
راج پتر کنال : ڈرامہ
از جے سنگھ دکشت : رات ۱۰-۰۰ ۱۳ر مارچ

روہتک

میڈیم ویو ۳۴۲ میٹر ۸۷۷ کلوہرٹز

خبریں

ہندی میں خبریں: صبح ۸-۰۰ دوپہر ۱-۰۵ شام ۶-۰۵ رات ۸-۴۵

انگریزی میں خبریں: صبح ۸-۱۰ دوپہر ۱-۰۰ شام ۶-۰۰ رات ۹-۰۰

روزانہ نشر ہونیوالے پروگرام

صبح

۶-۲۰ اور ۵-۰۵ شام بھگتی سنگیت

۶-۵۵ کھیتی باڑی

۸-۰۵ پروگراموں کا خلاصہ

۸-۲۵ ضلع کی چٹھی

۸-۲۱ لوک سنگیت

(اتوار کو بچوں کیلئے)

۸-۴۰ سب رس

دوپہر

۱-۱۰ فلمی سنگیت

۱-۴۰ اسکول براڈکاسٹ (سوائے ہفتہ، اتوار اور تعطیلات)

۲-۲۰ لوک سنگیت

شام

۵-۳۰ یووا سنسار

۶-۱۰ علاقائی لوک سنگیت (بدھ کو ننھے منے)

۶-۳۰ کرشی جگت

۷-۰۰ گرامین سنسار

۷-۳۰ روزگار سماچار

۹-۱۶ ایک فلم سے

سانستریہ سنگیت

گائن

منی پرشاد : صبح ۷-۳۰ اور

رات ۱۰-۰۰ یکم مارچ

جیتیندر ابھشیکی : صبح ۷-۳۰ ۲ر مارچ

شری کانت باکرے : صبح ۷-۳۰ اور

رات ۱۰-۰۰ ۴ر مارچ

ایل ایل گوہدکر : صبح ۷-۳۰ اور

رات ۱۰-۰۰ ۶ر مارچ

اجیت سنگھ پینٹل : صبح ۷-۳۰ اور

رات ۱۰-۰۰ ۸ر مارچ

جگت بھوشن : صبح ۷-۳۰ ۹ر مارچ

اشیش بندھوپادھیائے : صبح ۷-۳۰ ۱۰ر مارچ

کندن لال شرما : صبح ۷-۳۰ اور

رات ۱۰-۰۰ ۱۱ر مارچ

مہیش باجپئی : صبح ۷-۳۰ اور

رات ۱۰-۰۰ ۱۳ مارچ

ساز سنگیت

شہنائی

ستیش پرکاش قمر : صبح ۷-۳۰ ۳ر مارچ

ستار

رمیش کمار شرما : صبح ۷-۳۰ ۵ر مارچ

سرود

علی اکبر خاں : صبح ۷-۳۰ ۱۲ر مارچ

رویندر دیو : صبح ۷-۳۰ اور

رات ۱۰-۰۰ ۱۵ر مارچ

لوک سنگیت

پیارے لال ساگی : صبح ۸-۲۱ اور

دوپہر ۲-۲۰ یکم مارچ

جگدیش چند چوہان : صبح ۸-۲۱ ۲ر مارچ

اوشا کرن اور ساتھی : دوپہر ۲-۲۰ ۵ر مارچ

مہر سنگھ کے چیلے : دوپہر ۲-۲۰ ۶ر مارچ

دھرم سنگھ چوہان : دوپہر ۲-۲۰ ۷ر مارچ

سروپ لال ساگی : صبح ۸-۲۱ اور

دوپہر ۲-۲۱ ۸ر مارچ

راج بالا سہاگ اور سہیلیاں : دوپہر ۲-۲۰ ۱۲ر مارچ

سورج بھان ساگی : دوپہر ۲-۲۰ ۱۴ر مارچ

ستنارائن شاستری : صبح ۸-۲۱ اور

دوپہر ۲-۲۰ ۱۵ر مارچ

سگم سنگیت

(صبح ۷-۱۰ اور شام ۷-۴۵)

کرشن لال اروڑہ	:	یکم مارچ
دنکر شرما	:	۲ر مارچ
اجیت کور	:	۳ر مارچ
سنگیتا بھٹناگر	:	۴ر مارچ
شام سہوٹہ	:	۵ر مارچ
جی کے گپتا	:	۶ر مارچ
ستیش چندر دنس	:	۷ر مارچ
بلبیر سوبتی	:	۸ر مارچ
امینا برتی	:	۹ر مارچ
اوشا اگروال	:	۱۰ر مارچ
ہربنس لال آہوجہ	:	۱۱ر مارچ
سنجو شری بنرجی	:	۱۲ر مارچ
ہری پرشاد تنور	:	۱۳ر مارچ
مدھو بالا سکسینہ	:	۱۴ر مارچ
حمید حسین	:	۱۵ر مارچ

علاقائی گیت

(شام ۶-۱۰)

پنجابی	:	۳ر مارچ
سندھی	:	۴ر مارچ
راجستھانی	:	۵ر مارچ
بھوجپوری	:	۱۱ر مارچ

ایک فلم سے

فلم کا نام (رات ۹-۱۶)

سی آئی ڈی	:	یکم مارچ
مغل اعظم	:	۲ر مارچ
خاموشی	:	۳ر مارچ
تیسری قسم	:	۴ر مارچ
عمر قید	:	۵ر مارچ
نامی چور	:	۶ر مارچ
گیت گاتا جا	:	۸ر مارچ
کوئی جیت کوئی ہارا	:	۹ر مارچ
نمک حرام	:	۱۰ر مارچ
نیلما	:	۱۱ر مارچ
میرا سایا	:	۱۲ر مارچ
برسات	:	۱۳ر مارچ
بیجو باورا	:	۱۵ر مارچ

جالندھر، چنڈی گڑھ

جالندھر: [illegible] ۳۲۰۱۳ میٹر ۷۰۲ کلو ہرٹز
۲۲۲۱۲ میٹر ۱۳۵ کلو ہرٹز
۳۲۲۱۴ میٹر ۱۰۳ کلو ہرٹز
چنڈی گڑھ: [illegible] ۲۹۱۴ میٹر ۱۰۳۱ کلو ہرٹز

خبریں

ہندی: صبح ۰۰-۸، دوپہر ۰۵-۱، ۰۱-۲، ۴۵-۲ (دھیمی رفتار سے)
شام ۰۵-۶، ۲۰-۶ (پرادیشک سماچار)، رات ۴۵-۸، ۰۵-۱۱
پنجابی: صبح ۳۰-۸، دوپہر ۴۰-۱، شام ۱۰-۶ (پرادیشک سماچار) شام ۳۰-۷
انگریزی: صبح ۱۰-۸، دوپہر ۰۰-۱، رات ۰۰-۹ اور ۰۰-۱۱
اردو: صبح ۵۰-۸، دوپہر ۵۰-۱، رات ۱۵-۹ (خبریں) ۲۵-۹ تبصرہ
روزگار سماچار: شام ۴۰-۷

روزانہ نشر ہونے والے پروگرام

جالندھر 'الف'

صبح
5-55 وندے ماترم اور منگل دھونی
۰۵-۶ بھکتی سنگیت
۳۵-۶ موسم کا حال اور کھیتی باڑی پروگرام
۰۵-۹ سا مائکی

دوپہر
۰۵-۱ فوجیوں کے لیے
۰۰-۲ موسم کا حال: انت کھیتی
۲۰-۲ سگم سنگیت (اساڈے آس پاس: ہفتہ)

شام
۴۰-۶ پریچے: پروگراموں کا خلاصہ
۴۵-۶ آسا دی وار (اتوار)
۰۵-۷ امرت بودھ
۳۰-۷ رام چرت مانس (اتوار)
۳۰-۵ گوربانی وچار
۰۰-۶ مقامی اعلانات اور پروگراموں کا خلاصہ
۱۰-۶ پرادیشک سماچار (پنجابی)
۲۰-۶ پرادیشک سماچار (ہندی)
۳۰-۶ دیہاتی پروگرام
۴۰-۷ روزگار سماچار
۲۵-۹ اردو میں تبصرہ

جالندھر 'ب'

شام
۰۰-۶ یووانی پروگرام
۴۵-۶ یونیورسٹی پروگرام
۰۰-۷ پنجابی میں رنگا رنگ پروگرام
۰۰-۸ اختتام

شاستریہ سنگیت

گائن

چمن لال بھلّہ: دوپہر ۰۲-۱۲ ۲ر مارچ
استاد بڑے غلام علی خاں: صبح ۰۵-۹ اور رات ۳۰-۱۰ ۳ر مارچ
بھیم سین جوشی: صبح ۱۰-۹ ۵ر مارچ
حفیظ احمد خاں: دوپہر ۰۲-۱۲ ۶ر مارچ
سیارام تیواڑی: صبح ۰۵-۹ دوپہر ۰۲-۱۲ اور رات ۳۰-۱۰ ۷ر مارچ
تیج پال سنگھ، سریندر سنگھ: صبح ۰۵-۹ اور دوپہر ۰۲-۱۲ ۹ر مارچ
استاد امیر خاں: رات ۳۰-۱۰ ۱۰ر مارچ
ملک ارجن منصور: صبح ۱۰-۹ ۱۲ر مارچ
یشن پال: صبح ۰۵-۹ اور رات ۳۰-۱۰ ۱۳ر مارچ
شربو کالیکر: صبح ۰۵-۹ اور رات ۳۰-۱۰ ۱۵ر مارچ

ساز سنگیت

ستار

جیوتی منّو: صبح ۰۵-۹ اور رات ۳۰-۱۰ ۶ر مارچ

سرود

اشوک رائے: صبح ۰۵-۹ اور رات ۳۰-۱۰ ۸ر مارچ
رتنا کر ویاس: صبح ۰۵-۹ اور

ضلع کی چھٹی

صبح ۲۵-۷

حصار: یکم اور ۱۳ر مارچ
انبالہ: ۲ر اور ۱۴ر مارچ
بھوانی: ۳ر اور ۱۵ر مارچ
کرنال: ۴ر مارچ
گوڑگاؤں: ۵ر مارچ
جیند: ۶ر مارچ
کوروکشیتر: ۷ر مارچ
مہندر گڑھ: ۸ر مارچ
سونی پت: ۹ر مارچ
سرسہ: ۱۰ر مارچ
فرید آباد: ۱۱ر مارچ
روہتک: ۱۲ر مارچ

متفرقات

ہریانہ درشن ہر ہفتہ رات ۰۰-۸
چلتے چلتے ہر جمعرات صبح ۳۰-۷
گاندھی چرچا ہر جمعہ صبح ۳۰-۸
آنگن باڑی ہر بدھ دوپہر ۳۰-۱۲
گھر آنگن ہر جمعرات رات ۰۰-۸
آپ کا خط ملا ہر جمعرات رات ۱۶-۹
چرچا کا وشیہ ہے: رات ۳۰-۹
کھیل جگت: رات ۰۰-۸ یکم مارچ
ہم سب ایک ہیں: صبح ۴۰-۸ ۲ر مارچ
انگریزی میں تقریر: رات ۰۰-۸ ۴ر مارچ
ہندی کویتا پاٹھ: رات ۰۰-۸ ۵ر مارچ
ہندی میں تقریر: رات ۰۰-۸ ۶ر مارچ
وگیان کلب: رات ۰۰-۸ ۸ر مارچ
ملاقات: شام ۱۰-۶ ۱۰ر مارچ
قدرت کے سب بندے: شام ۱۰-۶ ۱۲ر مارچ
اردو میں شاعری: رات ۰۰-۸ ۱۳ر مارچ
فیچر: رات ۳۰-۹ ۱۴ر مارچ
تیسرے پہر کی دھوپ: رات ۳۰-۹ ۱۵ر مارچ

خط و کتابت کرتے وقت اپنا
پتہ صاف و خوشخط
تحریر کیجئے۔

رات ۱۰-۳۰ ۱۱ر مارچ

— شہنائی —

بھیا لال : صبح ۹-۰۵ اور
رات ۱۰-۳۰ یکم مارچ

— سیکسوفون —

[illegible]م پرکاش : صبح ۹-۰۵ اور
۱۰-۳۰ ۸ر مارچ

— سنطور —

شو کمار شرما : دوپہر ۱۲-۰۲ ۸ر مارچ

— بانسری —

راجندر سنگھ : صبح ۹-۰۵ اور
دوپہر ۱۲-۰۲ ۱۴ر مارچ

لوک گیت

سردول سکندر : سہ پہر ۴-۴۵ یکم مارچ
جرنیل سنگھ بھٹی : سہ پہر ۴-۴۵ ۲ر مارچ
کے دیپ : دوپہر ۲-۳۰ ۴ر مارچ
مول چند بھٹی : سہ پہر ۴-۴۵ ۵ر مارچ
[illegible]سنگھ خوشدل : دوپہر ۲-۳۰ ۶ر مارچ
[illegible]سنگھ مکھا : سہ پہر ۴-۴۵ ۸ر مارچ
گرودیپ سنگھ : سہ پہر ۴-۴۵ ۹ر مارچ
چھپال سنگھ پال : دوپہر ۲-۳۰ ۱۱ر مارچ
نریندر چیبا : سہ پہر ۴-۴۵ ۱۲ر مارچ
پیارا سنگھ : دوپہر ۲-۳۰ ۱۳ر مارچ
کرنیل سنگھ چیم بھٹی : سہ پہر ۴-۴۵ ۱۴ر مارچ
سوداگر رام اور ساتھی : سہ پہر ۴-۴۵ ۱۵ر مارچ

بھجن

چندر کانتا : صبح ۸-۲۰ یکم مارچ
[illegible] یا ساگر رامپال : صبح ۷-۳۰ ۲ر مارچ

شبد

بھائی لالو سنگھ دردی اور ساتھی صبح ۷-۳۰ اور
شام ۷-۴۵ یکم مارچ
بھائی دیونند سنگھ راگی اور ساتھی
صبح ۷-۳۰ اور
دوپہر ۱۲-۱۵ شام ۷-۴۵ ۱۳ر مارچ

ناٹک

[illegible]ون کے رنگ
[illegible]

بنگالی ناٹک کا ہندی ترجمہ
از شانتی شاہ : رات ۹-۳۰ یکم مارچ
کندھاں ریت دیاں
پنجابی ڈرامہ
از جی ایس جستجو : رات ۹-۳۰ ۴ر مارچ
یہ ٹھیک نہیں ہے
ہندی ڈرامہ
از اوم پرکاش : رات ۹-۳۰ ۸ر مارچ
سکھی لکھ
پنجابی ڈرامہ
از اجمیر سنگھ اوکھ : رات ۹-۳۰ ۱۱ر مارچ
شاید کبھی نہیں
ہندی ڈرامہ
از کشمیری لال ذاکر : رات ۹-۳۰ ۱۵ر مارچ

جھلکی

ساڈے آسں پاسں
پنجابی جھلکی
از ڈی آر کپور : دوپہر ۲-۳۰ ۲ر مارچ
پرتی بمب
از ایل ایل پال : صبح ۷-۴۵ ۳ر مارچ
شہر شہر
از جے دیو : صبح ۷-۱۵ ۷ر مارچ
ساڈے آسں پاسں:
پنجابی جھلکی
از ونود دھیر : دوپہر ۲-۳۰ ۹ر مارچ
پرتی بمب

از ایچ ایس بٹالوی : صبح ۷-۴۵ ۱۰ر مارچ
ساڈا دیش ساڈی سبھیتا
از بی ایس کلسی : صبح ۷-۳۰ ۱۲ر مارچ
شہر شہر : صبح ۷-۱۵ ۱۴ر مارچ

تقریر

گورمکھی لپی میں ہندی ساہتیہ
ہندی میں تقریر
از ایس پی ششو چڈھا: رات ۸-۰۰ یکم مارچ
سوامی دیانند سرسوتی اور سماج سدھار
ہندی میں تقریر
از بھوانی لال بھارتی : رات ۸-۰۰ ۴ر مارچ
وکالت کا پیشہ
اردو میں تقریر
از راجندر سنگھ رہبر: رات ۸-۰۰ ۵ر مارچ
حاضر غیر حاضر ہندی میں تقریر
از ہری کرشن پریمی: رات ۸-۰۰ ۸ر مارچ
ساڈے اتہاسک سنسکرت گوکا دیہ راتج
پنجابی میں تقریر : صبح ۸-۴۰ ۱۱ر مارچ
ہمسائیگی کے تقاضے
اردو میں تقریر
از گوربچن سنگھ طالب: رات ۸-۰۰ ۱۲ر مارچ
ساکشاتکار:
انٹرویو (ہندی)
ڈاکٹر ستار چند : رات ۸-۰۰ ۱۵ر مارچ
ہندی میں نظم خوانی
از نسیم گجرال : صبح ۷-۱۵ ۱۲ر مارچ

بقیہ: رامپور

سیمینار : شرکار
ڈاکٹر نیتر مسعود، وارث علوی
ڈاکٹر عقیل رضوی : صبح ۸-۳۰ یکم مارچ
اردو کی نئی کتابوں پر تبصرہ
تبصرہ نگار: مجید مرزا تاباں: صبح ۷-۴۵ ۱۱ر مارچ

شعری نشست

مزاحیہ شعری نشست
شرکار : ہلال رضوی
شہباز امروہوی، استاد رامپوری
لئیق احمد ماموں : صبح ۸-۳۰ ۷ر مارچ

شعری نشست : شرکار
قرادیب، نواب افلاک، شہپر رسول
اسعد جاپونی، اظہر عنایتی
شاہد احسن، مسلم آفاقی اور
مختار مہر : شام ۷-۴۵ ۴ر مارچ

جھلکی

جھک ہی تو ہے
جھلکی
تحریر از سورج کپور: دوپہر ۱-۱۰ ۴ر مارچ

شملہ

میڈیم ویو: ۳۸۷٫۶ میٹر ۷۷۴ کلو ہرٹز
شارٹ ویو: صبح ۳۰-۷ تک اور شام ۳۰-۶ کے بعد رات تک ۹۳۰٫۹ میٹر ۳۲۲۳ کلو ہرٹز
صبح ۴۵-۷ کے بعد دوپہر ۴۵-۴ تک اور شام ۰۰-۵ کے بعد ۴۹٫۸۳ میٹر ۶۰۲۰ کلو ہرٹز

خبریں

ہندی: صبح ۰۰-۸ دوپہر ۰۵-۱، ۰۱-۲ شام ۰۵-۶ اور رات ۴۵-۸
انگریزی: صبح ۱۰-۸ دوپہر ۰۰-۱، ۰۰-۲ اور رات ۰۰-۹
سنسکرت: صبح ۰۰-۷ اردو: صبح ۵۰-۸ ہندی میں علاقائی خبریں ۵۰-۷ شام

روزانہ نشر ہونیوالے پروگرام

صبح

۱۵-۶ وندے ماترم، منگل دھونی
۲۰-۶ گیان وندو اور
بھگتی سنگیت کا پروگرام وندنا
۴۵-۶ مانس گان
۵۵-۶ کھیتی باڑی
۰۵-۷ پروگراموں کا خلاصہ
۱۰-۷ کلاسیکی موسیقی / کرناٹک سنگیت /
پرارتھنا سبھا
۳۰-۷ سامائیکی
۴۵-۷ پہاڑی سنگیت
۰۰-۹ راجیہ کی چٹھی
۰۵-۹ فلمی گانے
۳۰-۹ اختتام

دوپہر

۳۰-۱۲ اسکول براڈ کاسٹ
۵۰-۱۲ دیش گان / فلمی دھن
۱۰-۱ فوجی بھائیوں کے لیے
۲۰-۲ سنہری کرنیں
۴۰-۲ سب رنگ
۰۰-۳ اختتام

شام

۰۰-۵ یووانی (منگل، جمعرات)
چُنو مُنو (ہفتہ، پیر)
سِرموری پروگرام (بدھ، جمعہ، اتوار)
۲۰-۵ مہاسوی پروگرام (بدھ، جمعہ، اتوار)
چمبا یانگی پروگرام (منگل، جمعرات، ہفتہ)
۴۰-۵ بلاسپوری پروگرام (بدھ، جمعہ، ہفتہ)
کِلوی پروگرام (منگل، جمعرات)
۱۰-۶ کانگڑی پروگرام (منگل، جمعرات، ہفتہ)
منڈیلی پروگرام (بدھ، جمعرات، اتوار)
مہیلا سمیلن (پیر)
۳۰-۶ کنزی پروگرام (پیر، بدھ، جمعہ)
لاہول سپتی پروگرام
(منگل، جمعرات، ہفتہ، اتوار)
۵۰-۶ پرکاش کرنیں / لاہولی، کنزی گانے
۰۰-۷ [illegible]
۰۵-۷ نرائین یو واؤں کے لیے
۲۵-۷ کرشی جگت / ریڈیو دیہاتی گوشٹھی
۰۰-۸ روزگار سوچنائیں
۰۵-۸ دھارا رے گیت
۳۰-۱۰ اختتام (منگل، ہفتہ کو ۰۵-۱۱ بجے)

شاستریہ سنگیت

گائن

امرناتھ : صبح ۳۵-۸ یکم مارچ
بھیم سین جوشی : صبح ۱۰-۷ ۳ر مارچ
موہن لال مشرا : رات ۰۰-۱۰ ۵ر مارچ
استاد بڑے غلام علی خاں: صبح ۱۰-۷ ۹ر مارچ
استاد فیاض خاں : رات ۲۵-۸ ۱۰ر مارچ
سوم دت بٹو : صبح ۱۰-۷ اور
رات ۰۰-۱۰ ۱۱ر مارچ
غلام مصطفٰے خاں : صبح ۱۰-۷ ۱۴ر مارچ

ساز سنگیت

ر ۱۳، [illegible]

دیو برت چودھری : صبح ۱۰-۷ ۲ر مارچ
رئیس خاں : صبح ۱۰-۷ ۱۲ مارچ
مکھن لال شنگلو : رات ۰۰-۱۰ ۱۲ر مارچ

طبلہ

چتر لال : رات ۲۵-۸ ۳ر مارچ

سرود

علی اکبر خاں : صبح ۱۰-۷ ۴ر مارچ

بانسری

دیال سنگھ رانا : صبح ۱۰-۷ ۵ر مارچ

وائلن

این راجم : صبح ۱۰-۷ ۷ر مارچ
گجانن راؤ جوشی : رات ۳۵-۸ ۱۵ر مارچ

گٹار

سموئیل راجن : رات ۳۵-۸ ۸ر مارچ

وینا

جی آر پربتی کر: صبح ۱۰-۷ ۱۰ر مارچ

ہلکی پھلکی موسیقی

سندھیا مکھر جی : رات ۲۱-۸ ۱۳ر مارچ

سگم سنگیت

نیل کمل سود : صبح ۲۱-۸ یکم مارچ
ترلوک کپور : صبح ۲۱-۸ ۲ر مارچ
لکشمی بائی راٹھور : رات ۴۵-۹ ۴ر مارچ
پربکا کپور : صبح ۲۱-۸ ۵ر مارچ
گھنشیام داس : رات ۱۵-۸ ۵ر مارچ
شانتا آر سنگھ : صبح ۲۱-۸ ۸ر مارچ
اجیت کور : رات ۱۵-۸ ۹ر مارچ
مدھو بالا چاولہ : رات ۴۵-۹ ۱۱ر مارچ
جے پرکاش گنڈارا : رات ۴۵-۹ ۱۲ر مارچ
ہیمنت رام : رات ۱۵-۸ ۱۳ر مارچ
اے آر مانتھر : صبح ۲۱-۸ اور
رات ۲۵-۸ ۱۵ر مارچ

غزلیں

رات ۱۵-۸

شیلا دھر : ۷ر مارچ
بھوشن مہتہ : ۱۲ر مارچ
انل کمار : ۱۴ر مارچ

شبد

صبح ۲۱-۸

بھائی بخشیش سنگھ اور ساتھی : ۴ر مارچ
سریندر سنگھ اور ساتھی : ۱۱ر مارچ

بیکانیر

۲۱۵۰۰ میٹر ۱۳۹۵ کلو ہرٹز

خبریں

(جے پور سے)

پرادیشک سماچار (ہندی)، صبح ۰۵-۹، شام ۰۰-۵
ضلع کی چِٹھی (سوائے اتوار) شام ۱۵-۷
پرادیشک سماچار ، راجستھانی : شام ۵۰-۷

خبریں (دلی سے ریلے)

ہندی: صبح ۰۰-۸ دوپہر ۰۵-۱، ۱۰-۲ اور ۴۵-۲ (دیہی فنا سے)
شام ۰۵-۶، رات ۴۵-۱ ۰۵-۱۱
انگریزی: صبح ۱۰-۸ دوپہر ۰۰-۲ اور رات ۰۰-۹ ، ۰۰-۱۱
سندھی: صبح ۴۰-۱، شام ۱۵-۶
کھیل کود کی خبریں (ہندی) : شام ۰۰-۷
راجیہ کی چِٹھی (ہندی) : صبح ۰۰-۹
سنسکرت : صبح ۰۰-۷ ، شام ۱۰-۶
سامیکی (ایک دن پہلے ریکارڈ کیا گیا کاریہ کرم) : صبح ۵۰-۱

روزانہ نشر ہونیوالے پروگرام

صبح

۳۵-۶ وندنا
۵۵-۶ چِنتن
۰۵-۷ کاریہ کرموں کا وِوَرن
۲۰-۷ مانس گان
۳۰-۷ اور دوپہر ۳۰-۱ شاستریہ سنگیت

شام

۰۵-۵ یو وا وانی
۵۵-۵ روزگار سماچار
۰۰-۶ استھانیہ سوچنائیں / کاریہ کرموں کا وِوَرن
۰۰-۸ ہندی وارتا (سوائے منگل اور جمعرات)

جے پور سے ریلے

صبح

۱۰-۷ کرساری بات ، موسم (سوائے اتوار)
۲۵-۹ ودیالیہ پرسارن
(اتوار اور دوسری چھٹیوں کے سوائے)

شام

۲۰-۷ کرشکوں کے لیے

ستار

عبدالحلیم جعفر خاں	: دوپہر ۱۰-۱	۳ر مارچ
مدوا دتیہ مکرجی	: رات ۳۰-۸	۱۱ر مارچ

لوک گیت

صبح ۱۰-۹ سے دوپہر ۳۰-۱

ثنا خاں ضمیری	:	یکم مارچ
تھیکل سنگھ پارٹی	:	۲ر مارچ
سکھ رام اینڈ پارٹی	:	۴ر مارچ
کرسنا وباس	:	۵ر مارچ
سانگی داں دمانی	:	۶ر مارچ
جگ مان بھوپا	:	۷ر مارچ
منبھول بھوپا پارٹی	:	۸ر مارچ
امام الدین خاں	:	۹ر مارچ
مونگر خاں	:	۱۱ر مارچ
شاردا بھٹناگر	:	۱۲ر مارچ

شاستریہ سنگیت

گاین دوپہر ۱۰-۱ سے ۳-۱

مِی رام پُنڈ یب ، مادن جیراج	.	یکم مارچ
پروین سلطانہ	.	۲ر مارچ
گرجا دیوی		۳ر مارچ
بڑے غلام علی خاں	.	۶ر مارچ
بھیم سین جوشی	.	۷ر مارچ
نرملا دیوی		۹ر مارچ
استاد رشید احمد خاں	.	۱۳ر مارچ
بیگم اختر / ؟ آرا بیگم	.	۵ر مارچ

ساز سنگیت

طبلہ

استاد احمد جان تھرکوا	: رات ۳۰-۹	۷ر مارچ

پنجابی گیت

صبح ۲۱-۹

نریندر کور	:	۷ر مارچ
گرمیت کور باوا	:	۱۴ر مارچ

تقریر / بات چیت

گورو نانک کے وچار : صبح ۳۵-۶ یکم مارچ
سچا تپ اور ایشور سیوا
(مدن موہن مالویہ) : صبح ۳۵-۶ ۲ مارچ
من کا سروپ
(مہارشی رمن) : صبح ۳۵-۶ ۳ر مارچ
ماں باپ کے حقوق
(قرآن سے) : صبح ۳۵-۶ ۴ مارچ
اُپنشدوں سے : صبح ۳۵-۶ ۵ر مارچ
پراچین اُدیش آدھونکتا
(گاندھی جی) : صبح ۳۵-۶ ۶ر مارچ
بھارت میں ایشور واد
(سوامی وویکانند) صبح ۳۵-۶ ۷ر مارچ
نربھیتا کا آرتو
(گاندھی جی) : صبح ۳۵-۶ ۸ر مارچ
پریم کا سروپ
(وویکانند) : صبح ۳۵-۶ ۹ر مارچ
قومی ترقی
(مولانا آزاد) : صبح ۳۵-۶ ۱۰ر مارچ
بھائی چارا (بائیبل) : صبح ۳۵-۶ ۱۱ مارچ
سنت وانی : صبح ۳۵-۶ ۱۲ر مارچ
اروند وچار : صبح ۳۵-۶ ۱۳ مارچ
اکھنڈتا کی سادھنا
(جین دھرم) : صبح ۳۵-۶ ۱۴ مارچ
سچا بل
(رام چرت مانس سے) : صبح ۳۵-۶ ۱۵ر مارچ

ڈرامہ فیچر

برے بابو : شام ۰۰-۵ ۳ر مارچ
شنکر بن گیا بابا : شام ۰۵-۷ ۴ر مارچ
گاؤں گاؤں سے
پریوار کلیان پر مبنی فیچر: شام ۰۵-۷ ۱۰ مارچ



ہنومان داس پارٹی : ۱۳ر مارچ
جگ دیش پرساد کتھک : ۱۴ر مارچ
شیر محمد سلکھنیا : ۱۵ر مارچ

سگم سنگیت

رات ۱۵-۸ اور رات ۱۶-۹

مہیندر کور : ۷ر مارچ
موتی لعل رنگا : ۱۴ر مارچ

چنتن : روزانہ صبح ۵۵-۶ بجے

سوتنتری گنگا ڈاگا : صبح ۵۵-۶ ۲، ۳ر مارچ
کام کاجی مہیلائیں اور سوندریہ پرساد ھان
اوشا گوگنا : دوپہر ۲۰-۱۲ ۳ر مارچ
اینٹرجی کا ران اور بچاؤ
ڈاکٹر بی. کے جین : صبح ۲۱-۸ ۵ مارچ
امانتہ کشیپ : صبح ۵۵-۶ ۷ر مارچ
ادھک کھانا سواسنتھ گنوانا
مدھو سنہا : دوپہر ۲۰-۱۲ ۱۰ر مارچ
جگیاسا کرم میں وانا 'یا بولنس'
ایم. کے آچاریہ : صبح ۲۱-۸ ۱۲ر مارچ
یہ بھی بہت نہیں ہے 'ہم دیہہ روگ'
ڈاکٹر پربھلا دتا : دوپہر ۱۰-۱ ۱۴ر مارچ

بات چیت

آؤ اپنی ڈگر بنائیں کے انترگت بڑھتی آبادی اور غریبی پر بات چیت
ایم. سی پالی وال
شاردا گپتا : شام ۳۰-۶ ۲ر مارچ
سوال آپ کے جواب ڈاکٹر کے
ڈاکٹر میاں پروہت : دوپہر ۱۰-۱۲ ۲ر مارچ
سانسکرتی ایکتا کے دھوتک پرو و تیوہار
پرمیلا گنگل
رتن راوت
سوریہ مکھی گوسوامی
جیوتسنا ڈبال کر : دوپہر ۱۰-۱ ۷ر مارچ
آنگن کی گونج
بھینٹ وارتا پر مبنی : رات ۳۰-۹ ۸ر مارچ
آؤ اپنی ڈگر بنائیں (بھینٹ وارتا)
جے شنکر دمانی : شام ۳۰-۶ ۹ر مارچ
میری رچنا (کہانی)
محمد صدیق : ۹ر مارچ
میری رچنا (کہانی)
جنگل کشور توالڑی : ۱۰ر مارچ
کہانی

نینا جھنگرن : ۱۰ر مارچ

راجستھانی پروگرام

بھینٹ وارتا ـ صبح ۲۱-۸

اتہاسک استھلال ردمہتو
مگنی سنگھ : یکم مارچ
بنوں را ہمارے جیون میں مہتو
ارون سکسینہ : ۸ر مارچ

وارتا

برائی پر اچھائی ری جیت
رامانند سارسوت : شام ۳۰-۶ ۵ر مارچ
آج ری سمسیہ ہردیہ روگ
اربیاں را نوارن : شام ۳۰-۶ ۱۲ر مارچ
سکھ رو آدھار چھوٹو پریوار
ڈاکٹر امرن کر گوتھا : صبح ۲۱-۸ ۱۵ر مارچ

کہانی

شام ۳۷-۶

ارکشور کلپنا کانت : ۵ر مارچ
حالی مانجھ آیو خالی ہاتھ جاسی ار
رام لال ناگل : ۱۲ر مارچ

کاویہ پاٹھ

شام ۴۴-۶

وینا پاٹھ
شوراج چھنگانی : ۵ر مارچ
مول دان دیواوت : ۱۲ر مارچ

یووا وانی پروگرام

شام ۰۵-۵

آج کے سنگیت کلاکار

پونم چند مالی (بینجو) : ۲ر مارچ
جگ شنکر اوجھا (ماؤتھ آرگن) : ۷ر مارچ
مہیش کمار دوجاری (گٹار) : ۹ر مارچ
گگن جیت اروڑا (ستار) : ۱۴ر مارچ

ملاقات

ان سے ملئے : کماری نیلما نگی تنہا
کشن گوپال ناگ پال سے ملاقات
از : ڈاکٹر ایس. کے سنہا : ۴ر مارچ

تقریر

نرکشرتا ایک اپرادھ
کماری وجیا دوبے : ۳ر مارچ
شکشا کا ارتھ ایوم اُدیشہ

کابی گیان منی سکسینہ : ۶ر مارچ

مباحثہ

بڑھتے ہوئے روگ گھٹتی ہوئی زندگی
شرکا : ڈاکٹر کے. سی ماتھر
ڈاکٹر بی. ایل بید
ڈاکٹر ایم. ایل انصاری
ڈاکٹر وبھو جنگن : ۱۱ر مارچ

کویتا پاٹھ

کوی گوشٹھی
شرکا : دھرم پرکاش شرما
چندر پرکاش اوجھا
کماری پونم اوپے رائے
کماری منجو
کماری اندو چاولا : ۷ر مارچ

باجولال مزید : ۹ر مارچ
سریش کمار اپادھیائے : ۱۰ر مارچ

کھیتی کی باتیں

(روزانہ صبح ۱۰-۷)

کرشی لوک (روزانہ دوپہر ۵۰-۱)

اس ماہ کے کرشی کاریہ : یکم مارچ
جوی کرشی و روئے کے پسے چراگاہ وکاس
آر. پی. ایس یادو : یکم مارچ
پشو آہار میں لونوں کا مہتو
ڈاکٹر ستشما ع : ۲ر مارچ
پشوؤں میں پھیلا روگ اور اس کا ندان
ڈاکٹر جے. ایس یادو : ۴ر مارچ
پشوؤں میں پاگل پن
ڈاکٹر بی. آر نیترا : ۶ر مارچ
ایک پرگتی شیل کسان سے بھینٹ
محمد شفیع بھٹن : ۷ر مارچ
بینکوں سے کسان کیسے لون اٹھائیں
ایس. آر. شرما : ۸ر مارچ
سادھارن روگ میں پشوؤں کا پراتھک
ڈاکٹر برہما رام چودھری : ۹ر مارچ
ونوں کا وکاس کیسے کریں؟
بلبیر سنگھ گہلوت : ۱۱ر مارچ
ایک گرام سرپنچ سے بھینٹ
چمپا لعل وجھا : ۱۲ر مارچ
کسان سے بھینٹ
اوبی ریکارڈنگ : ۱۳ر مارچ
ایک دودھ گدھ (دودھ) اتپادک سے بھینٹ
مگن لعل شرما : ۱۴ر مارچ

بھوپال، رائپور، گوالیار، جبلپور

بھوپال الف ۲۲۱ میٹر ۱۳۸۵ کلو ہرٹز بھوپال ب ۲۲۳.۱۳ میٹر ۱۳۴۴ کلو ہرٹز

شارٹ ویو

صبح ۴۵۔۰ تک ۱۱۲.۰ میٹر ۳۳۱۵ کلو ہرٹز

صبح ۸۔۰۰ بجے کے بعد ۱۵.۱۰ میٹر ۵۹۹ کلو ہرٹز

دوپہر ۴۱.۱۸ میٹر ۷۱۸۰ کلو ہرٹز

شام اور رات ۹۰.۱۲ میٹر ۳۳۱۵ کلو ہرٹز

رائے پور ۳۰۵.۹ میٹر ۹۸۱ کلو ہرٹز گوالیار ۲۱۶.۴ میٹر ۱۳۹۶ کلو ہرٹز

جبلپور ۲۵۴.۲ میٹر ۱۱۷۹ کلو ہرٹز

خبریں

ھندی: صبح ۰۰۔۶، ۰۵۔۹ (پرادیشک) دوپہر ۰۵۔۱، ۰۱۔۲، ۲۵۔۲ شام ۰۵۔۶
رات ۴۵۔۸ (۰۵۔۱۱ صرف ہفتے کو)

انگریزی: صبح ۱۰۔۸ دوپہر ۰۰۔۱ شام ۰۰۔۶ رات ۰۰۔۹ (۰۰۔۱۱ صرف ہفتے کو)

شاستریہ سنگیت

گائن

دیانند دیوگندھرو	صبح ۵۰۔۹ اور	
	دوپہر ۴۰۔۱	۳، مارچ
ملک ارجن منصور	صبح ۳۰۔۹ اور	
	رات ۳۰۔۱۰	۴، مارچ
افضل حسین جے پور والے	صبح ۴۵۔۷	۵، مارچ
جی۔ این۔ زنتالے	رات ۳۰۔۱۰	۶، مارچ
افضل حسین نگینہ	صبح ۴۵۔۷	۷، مارچ
اومارانی دیولیا	صبح ۳۰۔۹	۷، مارچ
نیلا کیسرکرے	رات ۳۰۔۱۰	۸، مارچ
بلرام ناگدیو		
چترلیش چندر رولشی، طبلہ	صبح ۳۰۔۸	۹، مارچ
ڈی۔ ڈی۔ برلے	صبح ۵۰۔۹ اور	
	دوپہر ۴۰۔۱	۱۰، مارچ
نارائن راؤ ویاس	صبح ۴۵۔۷	۱۲، مارچ
پوربی مکرجی	رات ۳۰۔۱۰	۱۳، مارچ
ارمی داس گپتا	صبح ۴۵۔۷ اور	
	رات ۰۰۔۱۰	۱۴، مارچ
رام چترملک	رات ۳۰۔۱۰	۱۵ مارچ

ساز سنگیت

سارنگی

رفیق احمد	رات ۳۰۔۱۰	یکم مارچ

سرود

برج بیدو پارھیائے	صبح ۳۰۔۸ اور	
	رات ۰۰۔۱۰	۴ مارچ ۵

شہنائی

علی حسین وساتھی	رات ۳۰۔۱	۷ مارچ

بانسری

ہری نارائن سونی	صبح ۳۰۔۸	۱۱، مارچ
ہری پرساد چورسیا	رات ۳۰۔۱۰	۱۱ مارچ

ستار

شیام دویدی	صبح ۳۰۔۸ اور	
	رات ۰۰۔۱۰	۱۳ مارچ
پدمانلگندوار	صبح ۳۰۔۸	۱۴، مارچ

وچتروینا

رمیش پریم	رات ۳۰۔۱۰	۱۴، مارچ

لوک سنگیت

دوپہر ۳۰۔۲

رام چرن کشواہا	یکم مارچ
پروین کھرے	۲، مارچ
اونکار سنگھ سکروار	۳، مارچ
میم دیوی گپتا	۷، مارچ
پنا لال گجیلے	۸، مارچ
کرشنا چوہان	۹، مارچ
گھنشیام داس ودھودنا	۱۰، مارچ
شانتی ٹائیوار	۱۴، مارچ
گندھرو سنگھ پرمار	۱۵، مارچ

دوپہر ۱۵۔۳

رام سیوک پال	یکم مارچ
ساوتری دیوی راٹھکوار	۴، مارچ
رتن لال کشواہا	۶، مارچ
نرملا نلوسے	۱۱، مارچ
رادھے شیام مالوی	۱۳، مارچ
راجندر کمار پورانک	۱۵، مارچ

صبح ۳۰۔۷، دوپہر ۳۰۔۲

مدھولیکا شریواستو	۴، مارچ
گوردھن لال کشواہا	۵، مارچ
سیتا رام تیواری	۶، مارچ
ارونا ورما	۱۱، مارچ
مینا سکسینہ	۱۲، مارچ
سمی ماہور	۱۳، مارچ

سگم سنگیت

صبح ۲۱۔۸، دوپہر ۳۰۔۱

نصیر خاں	یکم مارچ
ڈاکٹر شردآنند بھنبل	۲ مارچ
رمیش کمار بیلی	۵ مارچ
سرلیش چندر جین	۶ مارچ
نارائن آر۔ گوڑبلے	۷، مارچ
رجنا دوبے	۸، مارچ
مشتاق حسین	۹، مارچ
رامچندر مالوی	۱۲، مارچ
وبھا شرما	۱۳، مارچ
اے۔ جے۔ رضا	۱۵، مارچ

صبح ۲۱۔۸

شیام کمار	۴، مارچ
اعزاز دار حسین	۱۱، مارچ

دوپہر ۳۰۔۱

تاپتی ناگراج	۱۴، مارچ

ہندی تقریر

وکاس کتھا۔ 'سو روزگار یوجنا'، از
ایل۔ ایچ۔ پروہت رات ۱۵۔۸ ۵، مارچ

اتہاس کے واتائن سے 'چندیری'، از
شمبھولال گرو رات ۱۵۔۸ ۱۲، مارچ

وچار جگت کے دیپ استمبھ۔ 'کارونیل'، از
بسنتی مہیشوری ۱۴، مارچ

کاویہ پاٹھ

دوپہر ۲۰۔۱

دلنواز نظم
نثار مالوی ۲، مارچ
ڈاکٹر رام بلبھ اچاریہ ۵، مارچ
ہریش پاٹھک ۹، مارچ
۶، مارچ

کہانی

از ماتا چرن مشر رات ۰۰-۸ ۱۳، مارچ

کہکشاں ، اردو پروگرام
رات ۰۰-۸

۱۔ کلام شاعر
۲۔ افسانہ از گل رخ سلطانہ
۳۔ ' اندور میں آج کا نثری ادب ' ، مذاکرہ یکم مارچ

۱۔ ' آپکے روپے کی قیمت ' ، تقریر از
ایس۔ ایل۔ جعفر
۲۔ ' فسانۂ آزاد کے صفحات ' ، از
حیدر عباس رضوی
۳۔ قوالی : جعفر حسین و ساتھی

۱۔ ' اندور میں افسانہ نگاری ' ، تقریر از
ڈاکٹر خلیل احمد مشیر
۲۔ کلام شاعر : برکت علی حیات
۳۔ ' جگر مراد آبادی اور بھوپال ' ، تقریر مذاکرہ
شرکاء : منظور سروش اور مقصود عرفان ۱۵، مارچ

آئینہ : اردو پروگرام
صبح ۳۰-۸

۱۔ ' بھوپال اور شادی کی رسمیں ' ، فیچر
تحریر : جلیل انصاری
۲۔ ' پان حاضر ہے ' ، تقریر از
قمر جمالی
۳۔ چہار بیت ۵، مارچ

بزم زندہ دلاں ۱۔ دیکھی سنی
۲۔ مزاحیہ خاکہ از ڈاکٹر شفیقہ فرحت
۳۔ بات چیت :
شرکاء : ڈاکٹر ظہیر الاسلام ، محمودہ لیاقت
۴۔ مزاحیہ کلام ، ساجد سجنی ۱۲، مارچ

آواز کے لیے ترسیل زر کا پتہ
چیف ایڈیٹر
آکاشوانی گروپ آف جرنلز ، آل انڈیا ریڈیو
II فلور ، پی ٹی آئی بلڈنگ ، سنسد مارگ ——— نئی دہلی ۱۱۰۰۰۱

دوردرشن کلکتہ

فلور اسسٹنٹ درکار ہے

ڈائرکٹر دوردرشن کیندر، کلکتہ کو معاہدے کی بنیاد پر فلور اسسٹنٹ کی اسامی پُر کرنے کے لیے درخواستیں مطلوب ہیں۔ اس اسامی کا فیس اسکیل ۳۳۰-۸-۳۷۰-۱۰-۴۰۰-۴-ای بی-۱-۴۸۰ روپے ہے اور ساتھ میں وہ بھتّے دیے جائیں گے جو دوردرشن کیندر کے اسٹاف آرٹسٹوں کو وقتاً فوقتاً دیے جاتے ہیں۔

اسامی کا نام : فلور اسسٹنٹ

اسامی کی تعداد : ایک (غیر مخصوص)

لازمی اہلیت :

(i) میٹرکولیشن یا اس کے مساوی
(ii) فلم یا ٹیلی ویژن کے پیسے سیٹ کی تنصیب میں کام کرنے کا کم ازکم تین سال کا تجربہ
(iii) اچھی جسمانی صحت اور جسمانی محنت کے کام کرنے کی صلاحیت

عمر :

یکم جولائی ۱۹۸۵ء کو ۲۱ اور ۳۰ سال کے درمیان۔ شیڈول کاسٹ اور شیڈول ٹرائب امیدواروں کو عمر کے بالائی حد میں پانچ سال کی رعایت۔

ٹسٹ/انٹرویو کلکتہ میں ہوں گے۔ ٹسٹ/انٹرویو کے لیے بلائے جانے والے امیدواروں کو اپنے اخراجات پر پہنچنا ہوگا۔ شیڈول کاسٹ اور شیڈول ٹرائب امیدواروں کو سرکاری قواعد کے مطابق سفر بھتہ دیا جائے گا۔ سرکاری ملازمین اپنی درخواستیں اپنے دفتر کے توسط سے ارسال کریں۔

منتخب امیدوار کا تقرر/تبادلہ کسی بھی دوردرشن کیندر پر کیا جا سکتا ہے۔

تمام ضروری کارروائیوں کی تکمیل سے قبل منتخب امیدوار کو ابتداً میں ماہانہ قابل تجدید معاہدے کی بنیاد پر تقرری دی جائے گی۔ اس کے بعد اس کو مندرجہ بالا فیس اسکیل میں تین سالہ معاہدے پر تقرری دی جائے گی، جس میں سے دو سال کی مدت آزمائشی شمار کی جائے گی۔ آزمائشی مدت کی کامیاب تکمیل پر اس کے ساتھ طویل المدت معاہدہ قابل غور ہوگا جو کہ امیدوار کی عمر ۵۸ برس ہونے تک چلے گا۔

درخواستیں سادہ کاغذ پر دیں، اور اس میں درج ذیل تفصیلات مہیا کریں۔

(۱) مکمل نام و پتہ (۲) والد کا نام (۳) عمر۔ تاریخ پیدائش کے ساتھ (۴) تعلیمی و پیشہ ورانہ قابلیت (۵) کوئی تربیت حاصل کی ہو تو اسکی تفصیل (۶) موجودہ روزگار (۷) اگر امیدوار کا کوئی رشتے دار آل انڈیا ریڈیو، دوردرشن یا وزارت اطلاعات و نشریات کے کسی اور شعبے میں ملازم ہو تو اس کی تفصیل لکھیں۔

درخواستیں ڈائرکٹر دوردرشن کیندر، ۲/۷، رستا روڈ (ساوتھ) کلکتہ ۳۳...۷ کے پتے پر ۱۶/مارچ ۱۹۸۵ء تک پہنچ جانی چاہئیں۔ مقررہ تاریخ کے بعد موصول ہونے والی، نامکمل اور اسناد کی مصدقہ نقول کے بغیر آنے والی درخواستیں کسی بھی حالت میں قابل قبول نہ ہوں گی۔

ٹسٹ/انٹرویو کے لیے بلاتے وقت زیادہ قابلیت اور زیادہ تجربہ رکھنے والے امیدواروں کو ترجیح دی جائے گی۔

دستخط

(ایس۔ سی۔ باسو)
ایڈمنسٹریٹو آفیسر
برائے ڈائرکٹر

کلکتہ

کلکتہ اے، ۴۶۵ء۶ میٹر — ۶۵۷ کلو ہرٹز
کلکتہ بی، ۲۹ء۷۶ میٹر — ۱۰۰۸ کلو ہرٹز
کلکتہ سی، ۲۲ء۷۷ میٹر — ۱۳۲۳ کلو ہرٹز
کلکتہ ڈی، ۲۴ء۵۱ میٹر — ۱۲۲۴ کلو ہرٹز

شاستریہ سنگیت

گائن

رحیم فہیم الدین خاں ڈاگر صبح ۳۰ – ۸ (اے)
صبح ۱۰ – ۹ (بی)
رات ۳۰ – ۹ (بی) یکم مارچ

کرشنا داس گپتا
خیال اور ٹھمری : صبح ۳۰ – ۹ (بی)
خیال : دوپہر ۰۰ – ۱ (بی) ۲ مارچ

سجوگتا گھوش
خیال : صبح ۴۰ – ۸ (اے)
ٹھمری : دوپہر ۰۵ – ۲ (ایس)
خیال : شام ۳۵ – ۶ (بی) ۳ مارچ

بناسا کوتوال (خیال) : صبح ۳۰ – ۹ (بی)
رات ۰۰ – ۹ (اے) ۴ مارچ

کمد رنجن بنرجی (خیال) سہپہر ۳۰ – ۳ (ایس)
شام ۳۰ – ۷ (بی) ۵ مارچ

جگدیش پرساد پنڈت (خیال) شام ۳۰ – ۵ (بی)
سہپہر ۳۰ – ۳ (ایس)
خیال اور ٹھمری : رات ۰۰ – ۹ (اے) ۶ مارچ

سمیر کمار دتہ
الاپ اور دھمار : سہپہر ۰۰ – ۳ (اے)
الاپ اور دھروپد : رات ۳۰ – ۹ (بی) ۷ مارچ

کلپنا مکھرجی (خیال) : صبح ۳۰ – ۹ (بی)
سہپہر ۰۰ – ۳ (اے)
رات ۳۰ – ۹ (بی) ۸ مارچ

پرشانت بھٹاچاریہ
خیال اور ٹھمری : صبح ۳۰ – ۸ (اے)
خیال : شام ۳۰ – ۷ (بی) ۹ مارچ

پرسون کمار جی (خیال) : صبح ۴۰ – ۸ (اے)
[illegible]
[illegible] دوپہر ۰۵ – ۲ (ایس)
خیال : شام ۳۵ – ۶ (بی) ۱۰ مارچ
[illegible]
[illegible] ۳ – ۹ (بی)
[illegible] سہپہر ۳ – ۳ (ایس)

الاپ اور دھروپد : رات ۰۰ – ۹ (اے) ۱۱ مارچ

لطافت حسین خاں
خیال : دوپہر ۰۰ – ۱ (اے)
شام ۳۰ – ۷ (بی)
رات ۴۰ – ۹ (ایس) ۱۲ مارچ

سولیکھا گپتا (خیال) : صبح ۰۵ – ۹ (بی) ۱۲ مارچ
سیما بھٹاچاریہ (خیال) : صبح ۳۰ – ۹ (بی)
خیال اور ٹھمری : رات ۰۰ – ۹ (اے) ۱۳ مارچ

اپرنا چکرورتی (خیال) : صبح ۳۰ – ۸ (اے)
دھروپد : شام ۳۰ – ۷ (بی)
خیال : رات ۴۰ – ۹ (ایس) ۱۴ مارچ

پرت یوشا چودھری (خیال) : صبح ۳۰ – ۹ (بی)
رات ۰۰ – ۹ (اے) ۱۵ مارچ

ساز سنگیت

ستار

کلیانی رائے : صبح ۳۰ – ۹ (بی)
شام ۳۰ – ۷ (بی) رات ۰۰ – ۹ (اے) یکم مارچ

کاشی ناتھ مکھرجی : صبح ۳۰ – ۸ (اے)
سہپہر ۳۰ – ۳ (ایس) ۲ مارچ

امیت کمار دتہ : صبح ۳۰ – ۹ (بی)
سہپہر ۰۰ – ۳ (اے) ۵ مارچ

نرمل گوہا ٹھاکرتا
دوپہر ۰۰ – ۱ (اے)
سہپہر ۳۰ – ۳ (ایس) شام ۳۰ – ۷ (بی) ۷ مارچ

سومترا لاہری : صبح ۰۵ – ۹ (بی)
رات ۰۰ – ۹ (اے) ۹ مارچ

بیبھوتی بھوشن چٹرجی : صبح ۳۰ – ۹ (بی)
دوپہر ۰۰ – ۱ (اے) ۹ مارچ

مشتاق علی خاں : صبح ۳۰ – ۸ (اے)
[illegible] شام ۳۰ – ۷ (بی) ۱۳ مارچ

[illegible] : صبح ۳۰ – ۹ (بی)
سہپہر ۰۰ – ۳ (اے) ۱۴ مارچ

[illegible]

اجائے سین : صبح ۳۰ – ۸ (اے)
شام ۳۰ – ۷ (بی) ۱۰ مارچ

سری گنگولی : صبح ۳۰ – ۸ (اے)
شام ۳۰ – ۷ (بی) ۱۱ مارچ

جے دیپ گھوش : صبح ۳۰ – ۹ (اے)
رات ۳۰ – ۹ (بی) ۱۵ مارچ

شہنائی

سجاد حسین اینڈ پارٹی : صبح ۳۰ – ۸ (اے)
شام ۳۰ – ۷ (بی) ۶ مارچ

وائلن

پریتوش سیل : صبح ۰۵ – ۹ (بی)
دوپہر ۰۰ – ۲ (اے)، شام ۱۰ – ۷ (بی) ۳ مارچ

ستیام چندر سین : صبح ۰۵ – ۷ (بی)
دوپہر ۳۰ – ۱۲ (اے) ۴۵ – ۲ (بی) ۴ مارچ

وی۔ جی۔ جوگ : صبح ۳۰ – ۸ (بی)
سہپہر ۳۰ – ۲ (ایس) رات ۰۰ – ۹ (اے) ۱۱ مارچ

رابندر سنگیت

کم کم چٹرجی : صبح ۴۰ – ۷ (اے)
صبح ۱۵ – ۹ (ایس) یکم مارچ

الپنا سایا : صبح ۴۰ – ۷ (اے)
سہپہر ۳۰ – ۳ (ایس)، شام ۵۵ – ۶ (بی) ۲ مارچ

پورنی مکھرجی : صبح ۲۰ – ۶ (بی)
صبح ۱۵ – ۹ (ایس) رات ۱۵ – ۱۰ (اے) ۳ مارچ

پرساد سین : صبح ۲۰ – ۶ (بی)
شام ۴۵ – ۶ (بی) رات ۵۵ – ۸ (اے) ۴ مارچ

ریتا دے : صبح ۴۰ – ۷ (اے)
سہپہر ۲۰ – ۳ (ایس)، شام ۴۵ – ۶ (بی) ۵ مارچ

میکھالا داس گپتا : صبح ۴۰ – ۷
سہپہر ۲۰ – ۳ (ایس)، شام ۴۵ – ۶ (بی) ۶ مارچ

دوجین مکھرجی : رات ۵۰ – ۱۰ (اے) ۶ مارچ

دھیرن بوس : صبح ۲۰ – ۶ (بی) ۶ مارچ

سورنگم (گروپ) : صبح ۴۰ – ۷ (اے)
صبح ۰۵ – ۹ (بی) سہپہر ۲۰ – ۳ (ایس) ۷ مارچ

ریکھا بوس : صبح ۱۵ – ۹ (ایس) ۸ مارچ

چترلیکھا چودھری : صبح ۴۰ – ۷ (اے)
سہپہر ۳۰ – ۳ (ایس) شام ۵۵ – ۵ (بی) ۸ مارچ

سری لال سین : صبح ۲۰ – ۶ (بی)
سہپہر ۲۰ – ۳ (ایس) رات ۴۵ – ۸ (اے) ۹ مارچ

سوشیل ملک : صبح ۲۰ – ۶ (بی)
صبح ۱۵ – ۹ (ایس) رات ۲۵ – ۱۰ (اے) ۱۰ مارچ

اشوک تیتا روبنر جی : صبح ۴۰ – ۷ (اے)
رات ۱۵ – ۸ (بی) ۱۰ مارچ

کانی کنکا رابنبال : صبح ۴۰ – ۷ (اے)
صبح ۱۵ – ۹ (ایس)
شام ۵۵ – ۶ (بی) ۱۱ مارچ

گیتا بتیان (گروپ) : صبح ۶-۲۰ (بی)
صبح ۷-۴۰ (اے)
سہ پہر ۳-۲۰ (ایس) ۱۲ مارچ
چنموئے چٹرجی : صبح ۹-۱۵ (ایس)
رات ۹-۰۵ (بی) رات ۱۰-۳۰ (اے) ۱۳ مارچ
پوربی دتہ : صبح ۷-۴۰ (اے) ۱۴ مارچ
شیاماشری رائے برجی : صبح ۹-۱۵ (ایس)
شام ۶-۴۵ (بی) ۱۵ مارچ

نذرل گیتی

سنگیتا چودھری : صبح ۹-۲۰ (اے)
سہ پہر ۳-۰۰ (ایس)
شام ۷-۵۰ (بی) ۲ مارچ
شنکر ناتھ گھوشال : صبح ۹-۳۰ (ایس) ۳ مارچ
رندا چکرورتی : صبح ۹-۳۰ (ایس)
رات ۸-۱۵ (اے) ۴ مارچ
جھوما چکرورتی : صبح ۹-۳۰ (اے)
سہ پہر ۳-۰۰ (ایس)
شام ۶-۲۵ ۵ مارچ
دھیرل بوس : صبح ۹-۳۰ (ایس)
رات ۸-۳۰ (اے) ۶ مارچ
مہند بنا دتہ : صبح ۹-۳۰ (بی)
سہ پہر ۳-۰۰ (ایس)
رات ۱۰-۲۰ (بی) ۷ مارچ
امرناتھ گنگولی : شام ۷-۳۰ (اے) ۹ مارچ
سوتمیتا دتہ : صبح ۹-۳۰ (ایس)
رات ۱۰-۳۰ (اے) ۱۱ مارچ
ممتا مکھرجی : صبح ۹-۲ (اے)
سہ پہر ۳-۰۰ (ایس) ۱۳ مارچ
پوربی دتہ : سہ پہر ۳-۰۰ (ایس)
رات ۱۰-۴۰ (اے) ۱۴ مارچ
انوپ کمار گھوشال . صبح ۹-۲۰ (اے) ۱۴ مارچ
سپنا (گروپ) : صبح ۹-۲۰ (اے)
سہ پہر ۳-۰۰ (ایس)
شام ۶-۲۵ (بی) ۱۵ مارچ

لوک گیتی

سندھیا بوس : صبح ۶-۴۰ (اے)
صبح ۸-۴۵ (بی)
شام ۶-۱۵ (بی) یکم مارچ
اوپیندر ناتھ رائے : صبح ۶-۴۰ (اے)
صبح ۸-۴۵ (بی)
شام ۶-۱۵ (بی) ۲ مارچ
کانا بھدرا : صبح ۶-۴۰ (اے)
صبح ۹-۴۵ (ایس) شام ۷-۰۰ (بی) ۳ مارچ
دیپالی رائے : صبح ۶-۳۰ (اے)
صبح ۹-۴۵ (ایس)
شام ۶-۱۵ (بی) ۴ مارچ
بینا مکھرجی : صبح ۶-۴۰ (اے)
صبح ۹-۴۵ (ایس)
شام ۷-۰۰ (بی) ۵ مارچ
کالی داس گوہا : صبح ۶-۴۰ (اے)
دوپہر ۲-۴۵ (بی)
شام ۶-۱۵ (بی) ۶ مارچ
سیپالی سنہا : صبح ۶-۴۰ (اے)
صبح ۸-۴۵ (ایس)
شام ۶-۱۵ (بی) ۷ مارچ
ریکھا بوس : صبح ۶-۳۰ (اے) ۸ مارچ
گیتا سین : صبح ۶-۴۰ (اے)
صبح ۸-۴۵ (بی)
شام ۷-۰۰ (بی) ۹ مارچ
گرامن بینی سنستھا (گروپ) : صبح ۶-۴۰ (اے)
صبح ۸-۴۵ (بی)
شام ۶-۱۵ (بی) ۱۰ مارچ
سمر کار : صبح ۶-۴۰ (اے)
صبح ۸-۴۵ (بی)
شام ۶-۱۵ (بی) ۱۱ مارچ
چندن دتہ : صبح ۶-۴۰ (اے)
صبح ۹-۴۵ (ایس)
شام ۶-۱۵ (بی) ۱۲ مارچ
بھگنا داس باؤل : صبح ۶-۳۰ (اے)
صبح ۹-۴۵ (ایس)
شام ۶-۱۵ (بی) ۱۳ مارچ
گوری گھوش : صبح ۶-۴۰ (اے)
صبح ۸-۴۵ (بی) ۱۴ مارچ
انوپ کمار گھوشال . شام ۶-۱۵ (بی) ۱۴ مارچ
نندرام مدار : صبح ۶-۴۰ (اے)
صبح ۸-۴۵ (بی) ۱۵ مارچ

ادھونک

کم کم چٹرجی : شام ۶-۵۵ (بی) یکم مارچ
پنٹو بھٹاچارجی : صبح ۸-۳۰ (بی)
سہ پہر ۳-۱۰ (ایس)
رات ۱۰-۰۵ (اے) یکم مارچ
ساگر بکام مدار : صبح ۸-۱۵ (اے)
سہ پہر ۳-۱۰ (ایس)
رات ۱۰-۲۰ (ایس) ۲ مارچ
شنکر ناتھ گھوشال : رات ۸-۴۵ (اے) ۲ مارچ
کملیش گھوش : سہ پہر ۳-۱۰ (ایس) ۴ مارچ
مدھو چندا داس : دوپہر ۲-۵۵ (اے)
شام ۶-۳۵ (بی)
رات ۹-۴۵ (بی) ۴ مارچ
سمبھو مکھرجی : صبح ۸-۱۵ (اے)
رات ۹-۴۵ (بی) ۵ مارچ
دویجن مکھرجی : صبح ۸-۱۵ (اے)
رات ۱۰-۲۰ (ایس) ۶ مارچ
میناکشی سرکار : صبح ۸-۳۰ (بی)
سہ پہر ۳-۱۰ (ایس)
رات ۹-۰۰ (اے) ۷ مارچ
سودرا بوس : صبح ۸-۳۰ (بی)
دوپہر ۱۲-۲۰ (اے)
سہ پہر ۳-۱۰ (ایس) ۸ مارچ
امرناتھ گنگولی : صبح ۸-۳۰ (بی)
سہ پہر ۳-۱۰ (ایس) ۹ مارچ
سیلیندر مکھرجی : دوپہر ۲-۴۵ (بی)
رات ۸-۴۵ (اے) ۱۰ مارچ
مینالی سین گپتا : صبح ۸-۱۵ (اے)
شام ۷-۰۰ (بی) ۱۱ مارچ
سوامیتو بوس : صبح ۸-۱۵ (اے)
سہ پہر ۳-۱۰ (ایس)
شام ۶-۳۵ (بی) ۱۲ مارچ
ممتا مکھرجی : رات ۸-۴۵ (بی) ۱۳ مارچ
انوپ کمار گھوشال : رات ۱۰-۰۵ (اے) ۱۳ مارچ
گوری گھوش : رات ۱۰-۲۰ (ایس) ۱۴ مارچ
رانو باسو چودھری : صبح ۶-۴۵ (بی)
سہ پہر ۳-۱۰ (ایس)
رات ۸-۵۵ (اے) ۱۴ مارچ
نندرام مدار : شام ۵-۵۵ (بی) ۱۵ مارچ
ستیاماشری رائے برجی : صبح ۸-۱۵ (اے) ۱۵ مارچ

اردو پروگرام "انجمن"

نشان یک جہتی: جولی۔ فیچر
مصنف احمد سلیم
بہ شوخ محاورے۔ طنز و مزاح
بعنوان مدعی سست گواہ چست
نوائے شاعر
سلیم قادری : رات ۹-۳۰ (بی) ۲ مارچ
تعمیری ادب اور مقصدی ادب کیا محض اصطلاحیں ہیں؟ مباحثہ
جان گلکرائسٹ کی اردو نوازی
بات چیت
افسانہ از وہاب پردیسی : رات ۹-۳۰ (بی) ۹ مارچ

سرینگر

صبح ۵۵-۶ سے ۰۵-۱۱ تک (اتوار)
ٹرانسمشن اے: صبح ۵۵-۶ سے رات ۰۰-۱۰ تک (بدھ)
ٹرانسمشن بی: صبح ۳۰-۱۱ سے رات ۳۰-۱۰ تک (پیر، منگل، جمعرات اور جمعہ)
صبح ۲۰-۱۱ سے رات ۰۵-۱۱ تک (بدھ اور ہفتہ)

میڈیم ویو: سرینگر 'الف': ۱، ۲۶۹ میٹر ۱۱۱۵ کلو ہرٹز سرینگر 'ب': ۲۴۵ میٹر ۱۲۲۴ کلو ہرٹز
شارٹ ویو: ۱۰، ۴۹ میٹر ۶۱۱۰ کلو ہرٹز ۹۱،۵۶ میٹر ۳۲۷۷ کلو ہرٹز
پہلی مجلس: صبح ۳۰-۶ سے صبح ۰۰-۱۰ تک، دوسری مجلس دوپہر ۳۰-۱۱ سے رات ۰۵-۱۱ تک (اتوار کو صبح ۳۰-۶ سے رات ۰۵-۱۱)

خبریں

کشمیری: صبح ۴۵-۷ شام ۲۵-۶ اردو: صبح ۰۵-۸ دوپہر ۵۰-۱ رات ۱۵-۹
ھندی: صبح ۰۰-۹ سنسکرت: صبح ۰۰-۷ انگریزی: صبح ۱۰-۸ دوپہر ۰۰-۲ شام ۰۰-۶ رات ۰۰-۹ اور ۰۰-۱۱

علاقائی خبریں

اردو: صبح ۲۰-۹ دوپہر ۳۰-۱۲، ۰۰-۴ (دھیمی رفتار سے) شام ۳۰-۷ کشمیری: صبح ۲۵-۹ دوپہر ۳۵-۱۲ شام ۳۰-۷

روزانہ نشر ہونیوالے پروگرام

صبح
۰۰-۵ صبح گاہی
بھکتی سنگیت کا پروگرام (روزانہ)
۰۵-۷ گلشن امجد روحانی
برگزیدہ شخصیتوں کے زریں اقوال
(روزانہ)
۰۳-۷ کہانی چندر
کاشتکاروں کے لیے (سوائے جمعہ)
۰۳-۷ گاندھی کتھا (ہر جمعہ)
۰۰-۸ لکھ چھ وہان (ہر اتوار)
ہماوت (ہر ہفتہ)
۲۱-۸ گھرانوں کے لیے (ہر اتوار)
نوجوان زار
طنز و مزاح کا پروگرام
(پہلے اور تیسرے پیر)
ذات شرات (دوسرے اور چوتھے پیر)
منگل
(عمر رسیدہ لوگوں کے لیے پروگرام
(پہلے منگل)
سائنس میگزین
(دوسرے اور چوتھے منگل کو)
ثقافت (کلچرل میگزین)
(تیسرے منگل)
شستی رنگ
ریڈیو ڈائجسٹ (ہر بدھ)
آسس تہ کاسس
نوبہاں سامعین کے لیے (ہر جمعرات)
گھر بار خاطر (ہر جمعہ)
فصلوں پر تبصرہ (ہر جمعہ)
۳۵-۸ کتھا کہانی
کلاسیکی کہانی پر مبنی (ہر پیر)
صوفی سنتوں کا کلام (ہر ہفتہ)
۰۵-۹ زونہ ڈب (روزانہ بغیر ہفتہ)
تواریخ کشمیر (ہر ہفتہ)
۳۰-۹ تو ہنز فرمائش

(ہر اتوار) منگل، جمعرات اور ہفتہ
نونہال
کشمیری میں بچوں کے لیے پروگرام
(ہر پیر)
[illegible]
اردو میں بچوں کے لیے (ہر جمعہ)
۱۰-۱ ریڈیو نیوز ریل (ہر اتوار)
۱۵-۱ ہو مار
بچوں کے لیے پروگرام (ہر اتوار)
۱۱ کلاسیکل ادب سے منتخب پروگرام
اردو میں (دوسرے اتوار کو)
[illegible]
لوک ادب سے کشمیری منتخب پروگرام
(پہلے اور تیسرے اتوار)
کورل بیجے (چوتھے اتوار)
۳۰-۱۱ شمس نامہ (چوتھے اتوار)
دوپہر
۴۰-۱۲ پراگاسی
غیر نصابی تعلیمی پروگرام
(روزانہ بعد منگل اور جمعہ)
۳۰-۲ پھر سس فورم (ہر اتوار)
۳ اور ۰۰-۳
فوجی بھائیوں کے لیے (روزانہ)
۰۰-۴ ہی مال
خواتین کے لیے کشمیری میں پروگرام
(ہر اتوار)
مغربی موسیقی (روزانہ بعد اتوار)
۰۳-۴ عالمی پروگرام (اتوار، منگل اور جمعہ)
پہاڑی پروگرام (ہر جمعرات کو)
خوشحال گھر
ہوم سائنس کا پروگرام (ہر ہفتہ)
۰۰-۵ گوجری پروگرام (روزانہ)
۰۱-۵ یادگار (ہر اتوار)
ضلع خبرنامہ (ہر پیر)

۱۵-۶ پہاڑی بھائیوں کے لیے کشمیری میں پروگرام
۰۰-۹ [illegible]
پاکستان۔ مقبوضہ کشمیر میں رہنے والوں کے لیے (روزانہ)
۴۵-۹ [illegible]
کشمیری میں بات چیت (منگل)
[illegible]
[illegible] سامعین کے خطوں کے جواب (بدھ)
ہلال عوام (جمعرات)
ہندی میں بات چیت (جمعہ)
انگریزی میں بات چیت (ہفتہ)
[illegible] سامعین کے خطوں کے کشمیری میں جواب (اتوار)
۰۳-۹ سلسلہ وار ڈرامہ (ہر اتوار)
اردو کشمیری میں ڈرامہ (ہر پیر)
دودھا سدی میں ادبی پروگرام
(پہلے منگل)
۰۳-۹ سنگرمال کشمیری میں ادبی پروگرام
(دوسرے اور چوتھے منگل)
ہم قلم اردو میں ادبی پروگرام
(تیسرے منگل)

سماجکا کری توسیع
(پانچویں منگل)
تصویر (پہلے بدھ)
سام
بس نکالی انصاری پروگرام
(دوسرے اور چوتھے بدھ)
جدوجہد آزادی پر تبصرہ (تیسرے بدھ)
علاقائی سنگیت کا نیشنل پروگرام
(پہلے جمعرات)
مجروں کا نیشنل پروگرام
(دوسرے جمعرات)

گلشن تارکھ
مشہور شعراء پر مبنی پروگرام
(تیسرے جمعرات)
ڈراموں کا نیشنل پروگرام
(چوتھے جمعرات)
مسلسل
برگزیدہ شخصیتوں سے گفتگو
(پانچویں جمعرات)
رائے ترائے
کشمیری میں گفتگو (پہلے جمعہ)
گفتگو
اردو میں گفتگو (دوسرے جمعہ)
بزم شعر (تیسرے جمعہ)
فلم میگزین (چوتھے جمعہ)
مشاعرہ اردو (پانچویں جمعہ)
میانی زندگی ہیون کار
کشمیری میں گفتگو (پہلے ہفتہ)
بزم سامعین
(دوسرے اور چوتھے ہفتہ)
سہائی پسند (تیسرے ہفتہ)
پتریکا (پانچویں ہفتہ)
مغربی موسیقی (ہر اتوار)
[illegible]
[illegible]
(اتوار اور بدھ)
[illegible]
منگل اور ہفتہ
داستان (ہر جمعہ)
تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو
پرانے فلمی گیت
(دوسرے اور پانچویں ہفتہ)
شہر صدا
[illegible] کا پروگرام
(دوسرے اور چوتھے ہفتہ)

شاستریہ سنگیت

گائن دوپہر ۱۰-۲

سلوچنا برہسپتی	:	۴ مارچ
بصیر الدین خاں ڈاگر	:	۶ مارچ
سریش چودھری	:	۱۰ مارچ
عبدالوحید خاں	:	۱۲ مارچ
بھیم سین جوشی	:	۱۴ مارچ

ساز سنگیت

سرود۔ دوپہر ۱۰-۲

امجد علی خاں	:	یکم مارچ
بدھ دیو داس گپتا	:	۷ مارچ
علی اکبر خاں	:	۱۳ مارچ

شہنائی دوپہر ۱۰-۲

اننت لال اور ساتھی		۲ مارچ

ستار دوپہر ۱۰-۲

دیبو چودھری	:	۳ مارچ
کارتک کمار	:	۵ مارچ
بدھ دتیا مکرجی	:	۱۵ مارچ

وائلن۔ دوپہر ۱۰۔۲

این راجن ۸ مارچ

بانسری۔ دوپہر ۱۰۔۲

پرکاش شرما : ۹ مارچ
ہری پرشاد چوراسیہ : ۱۱ مارچ

صوفیانہ موسیقی

صبح ۳۰۔۱۱ اور دوپہر ۱۰۔۲

غلام محمد ساز نواز اور ساتھی : ۲ مارچ
شیخ عبدالعزیز اور ساتھی : ۵ مارچ
محمد عبداللہ ستیاری اور ساتھی : ۷ مارچ
استاد رمضان جو اور ساتھی : ۹ مارچ
کمال بٹ اور ساتھی : ۱۲ مارچ
عبدالخالق اور ساتھی : ۱۴ مارچ

سُگم سنگیت

غزلیں۔ اردو، کشمیری

غلام حسن صوفی : صبح ۴۰۔۷، دوپہر ۱۰۔۱ اور
رات ۳۰۔۸ یکم مارچ
ریتا در : دوپہر ۰۰۔۱ اور
شام ۱۰۔۶ یکم مارچ
راج بیگم : صبح ۴۰۔۷، شام ۱۰۔۶ اور
رات ۳۰۔۸ ۲ مارچ
نسیم اختر : صبح ۴۰۔۷، شام ۱۰۔۶ اور
رات ۳۰۔۸ ۳ مارچ
غلام نبی شیخ : صبح ۴۰۔۷، دوپہر ۰۰۔۱ اور
رات ۳۰۔۸ ۴ مارچ
غلام محمد میر : صبح ۴۰۔۷، شام ۱۰۔۶ اور
رات ۳۰۔۸ ۵ مارچ
کے۔ کے جالا : صبح ۴۰۔۷، دوپہر ۰۰۔۱ اور
رات ۳۰۔۸ ۶ مارچ
اسداللہ : دوپہر ۰۰۔۱ اور
شام ۱۰۔۶ ۶ مارچ
غلام قادر روانی : صبح ۴۰۔۷، شام ۱۰۔۶ اور
رات ۳۰۔۸ ۷ مارچ
شانتی کول : صبح ۴۰۔۷، دوپہر ۰۰۔۱ اور
رات ۳۰۔۸ ۹ مارچ
غلام نبی وگے : دوپہر ۰۰۔۱ اور
شام ۱۰۔۶ ۸ مارچ
اوشا منڈو : صبح ۴۰۔۷ اور
شام ۱۰۔۶ ۹ مارچ
شمشی چوپڑا : صبح ۴۰۔۷، شام ۱۰۔۶ اور
رات ۳۰۔۸ ۱۰ مارچ
سُنیتا کول : صبح ۴۰۔۷، دوپہر ۰۰۔۱ اور

(مسلسل صفحہ ۵۱ پر)

شام ۱۰۔۶ ۱۱ مارچ
ریتا کول : دوپہر ۰۰۔۱ اور
رات ۳۰۔۸ ۱۱ مارچ
راہی آغا : صبح ۴۰۔۷، شام ۱۰۔۶ اور
رات ۳۰۔۸ ۱۲ مارچ
کرن کول : صبح ۴۰۔۷، شام ۱۰۔۶ اور
رات ۳۰۔۸ ۱۴ مارچ

علاقائی موسیقی (ڈوگری)

شام ۳۰۔۴

سرش پوتھی : ۶ مارچ
کرشنا کماری : ۱۳ مارچ
گاندھی کیتھا : صبح ۳۰۔۷ یکم مارچ، ۸ مارچ اور
۱۵ مارچ

مباحثہ

سیکولر سماج میں مذہب کا مقام
شرکاء: ایم کے ٹینگ
عبدالرشید کابلی
پی این جلالی اور
ریاض پنجابی : یکم مارچ

تقریر / بات چیت

رات ۴۵۔۸

ہندی میں بات چیت
ہردے کول بھارتی : یکم مارچ
کشمیر ان دی ایز آف مسز گاندھی
انگریزی میں بات چیت
از۔ آر۔ کے کاک : ۲ مارچ
کشمیر کا لوک ادب
اردو میں بات چیت
از: محمد احمد اندرابی : ۴ مارچ
کشمیری میں بات چیت
از: آر۔ سی رینہ : ۵ مارچ
ہمارے سنت صوفی ۔ سنت ٹھوکا رام
ہندی میں بات چیت
از: پروفیسر آر۔ ایل شانت : ۸ مارچ
بائیولاجیکل انیلسز آف منرل واٹر
انگریزی میں بات چیت
از: جے۔ ایل ولی : ۹ مارچ
ادب کا زندہ جاوید کردار "خوجی"
اردو میں بات چیت
از: ڈاکٹر محمد زماں آزردہ : ۱۱ مارچ
شاہ ہمدانؒ اور ان کی زندگی
کشمیری میں بات چیت
از: ڈاکٹر شمس الدین احمد
آج کی ہندی کہانی
ہندی میں بات چیت
از: بی۔ ایل کول : ۱۲ مارچ

خواتین کے لیے پروگرام

سہ پہر ۳۰۔۴

جنگ آزادی میں عورت کا رول ۔ سروجنی نائیڈو
کشمیری میں بات چیت
کرشنا لابرو : ۳ مارچ
دوست متحدہ کا اور اس کے مقاصد
کشمیری میں بات چیت
از: ٹی۔ این پنڈتا : ۱۰ مارچ

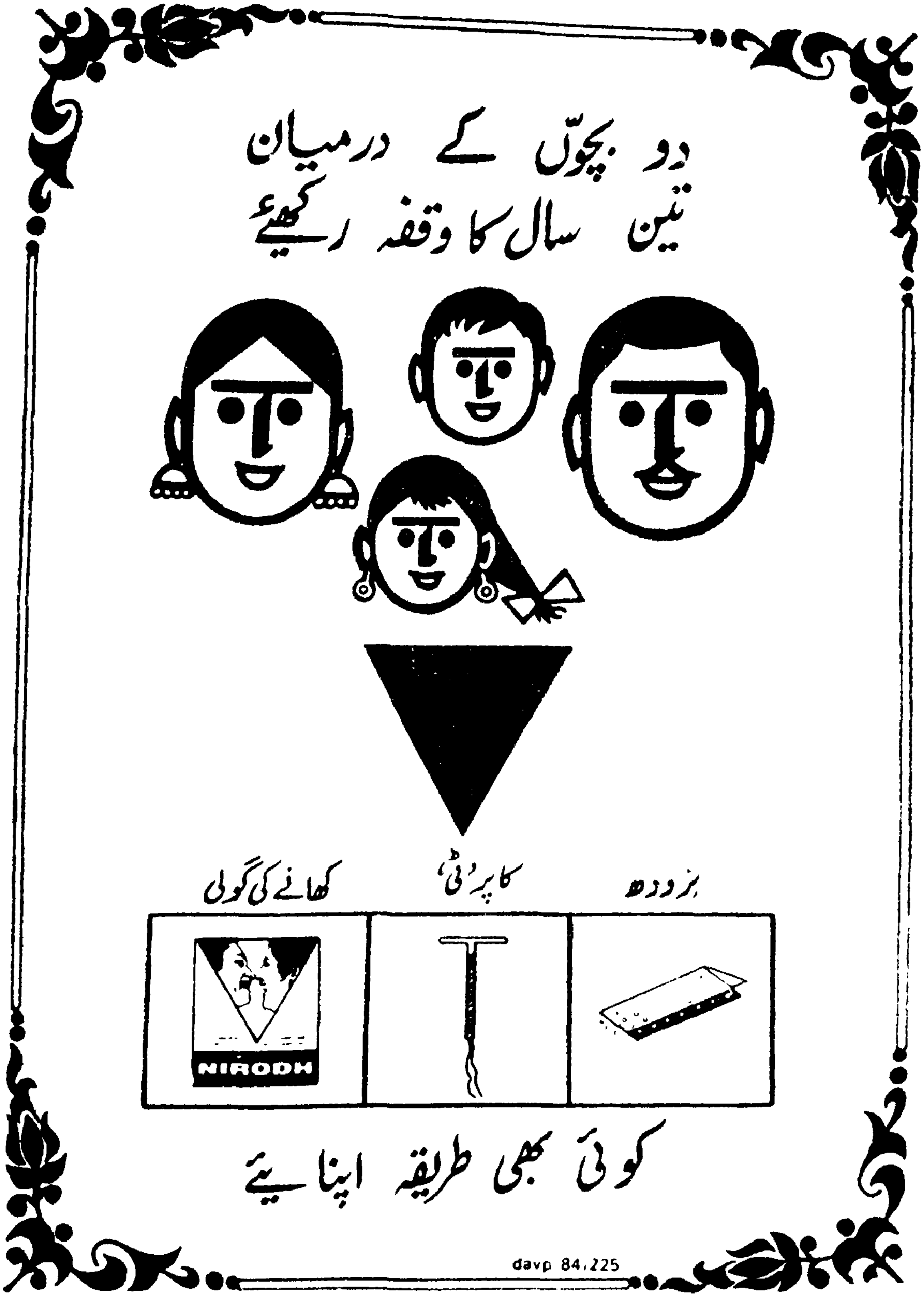
اسکول براڈکاسٹ

دوپہر ۰۰۔۱۲

انقلاب فرانس (پہلا حصہ)
نویں جماعت کے طلبا کے لیے پروگرام : یکم مارچ
روم کی تہذیب
نویں جماعت کے طلبا کے لیے ایک بات چیت : ۲ مارچ
ہمارے اردگرد زندگی کے آثار
چوتھی اور پانچویں جماعت کے طلبا کے لیے
ایک بات چیت : ۴ مارچ
انگلش بائی ریڈیو
چھٹی اور ساتویں جماعت کے طلبا کے لیے پروگرام : ۵ مارچ
توانائی
آٹھویں جماعت کے طلبا کے لیے ایک بات چیت : ۶ مارچ
قدرتی وسائل کا تحفظ
آٹھویں جماعت کے طلبا کے لیے پروگرام : ۷ مارچ
انقلاب فرانس (دوسرا حصہ)
نویں جماعت کے طلبا کے لیے پروگرام : ۸ مارچ
ابتدائی امریکی تہذیبیں
نویں جماعت کے طلبا کے لیے پروگرام : ۹ مارچ
زمین کا کٹاؤ
آٹھویں جماعت کے طلبا کے لیے پروگرام : ۱۱ مارچ
انگلش بائی ریڈیو
چھٹی اور ساتویں جماعت کے طلبا کے لیے پروگرام : ۱۲ مارچ
بینجمن فرینکلن
آٹھویں جماعت کے طلبا کے لیے فیچر
چٹانیں
آٹھویں جماعت کے طلبا کے لیے بات چیت : ۱۳ مارچ
: ۱۴ مارچ

پراگاشش

دوپہر ۴۰۔۱۲



انسان کی کہانی (سلسلہ وار)
گفتگو : ۳ر۱۰ر مارچ
تجربات اور حاصل - ہیوں سانگ ۴ر مارچ
راج ترنگنی سے سلسلہ وار کہانی : ۶ر مارچ

ڈرامہ (کھیل) اردو / کشمیری

پیاس (اردو)
تحریر: ڈاکٹر شکیل الرحمن : رات ۹-۳۰ ۴ر مارچ
وتنگ (کشمیری)
تحریر: اے۔ کے رازداں : رات ۹-۳۰ ۱۱ر مارچ

چڑیا گھر
تیلگو ڈرامہ کا ریڈیو روپ : دوپہر ۱۱-۳۰ ۳ر مارچ
رمنجی (اردو)
تحریر: مدن موہن شرما : دوپہر ۱۱-۳۰ ۱۰ر مارچ
دیتال پچیسی
سلسلہ وار ڈرامہ (کشمیری) : رات ۹-۳۰ ۳ر مارچ اور ۱۰ر مارچ



رتنا پاٹھک شاہ - مشہور اسٹیج و فلم اداکارہ کے ساتھ بیلا پنڈت (بائیں) آکاشوانی بمبئی کے 'ویمنز فورم' میں انٹرویو کرتے ہوئے -

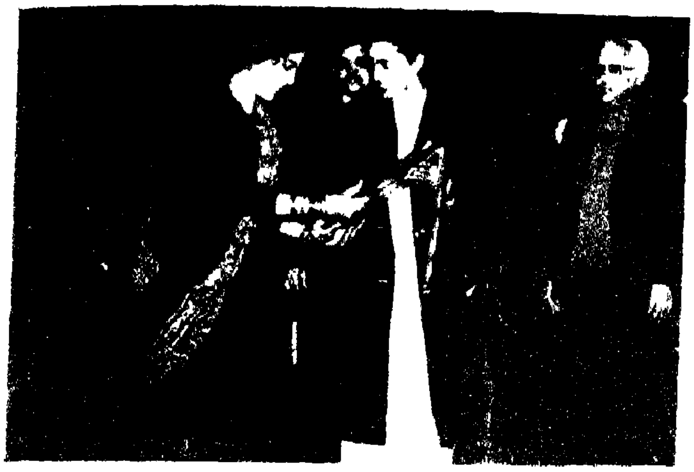


کپتان مشتاق علی - کرکٹ کے مشہور سابق کھلاڑی آکاشوانی اندور سے نشر بچوں کے پروگرام میں ننھے منوں کے درمیان -



'ای امارا پرشنا' کلکتہ سے نشر سنجیل چٹو پادھیائے کے سلسلہ وار ناٹک کے شرکا فن کار - سرجو بادیبی، بپل چٹو پادھیائے، انامیکا ساہا اور اجیت چٹو پادھیائے -

Regd No D-(C)39
RN No 14253
PRICE RUPEE 1.00
Auaz
1st MARCH 1985
Licensed (U 23) to post without prepayment at PSO New Delhi





[illegible] سنگھ کے ہاتھوں ٹرافی پاتے ہوئے [illegible] کو بھی دیکھا جا سکتا ہے۔

[illegible] دس [illegible] کرتے ہوئے۔



گلریز اور مالتی اوستھی یگل گان
پیش کرتے ہوئے۔



کماری سمیتا ورمانے
گیت پیش کیے۔



دھرمیندر رچنا رائن۔ پاپ سنگیت سے
سامعین کا منورنجن کرتے ہوئے۔



دیپا پنت نے ستار پر راگ پہاڑی پیش کیا اور
احمد میاں نے طبلے پر سنگت کی۔

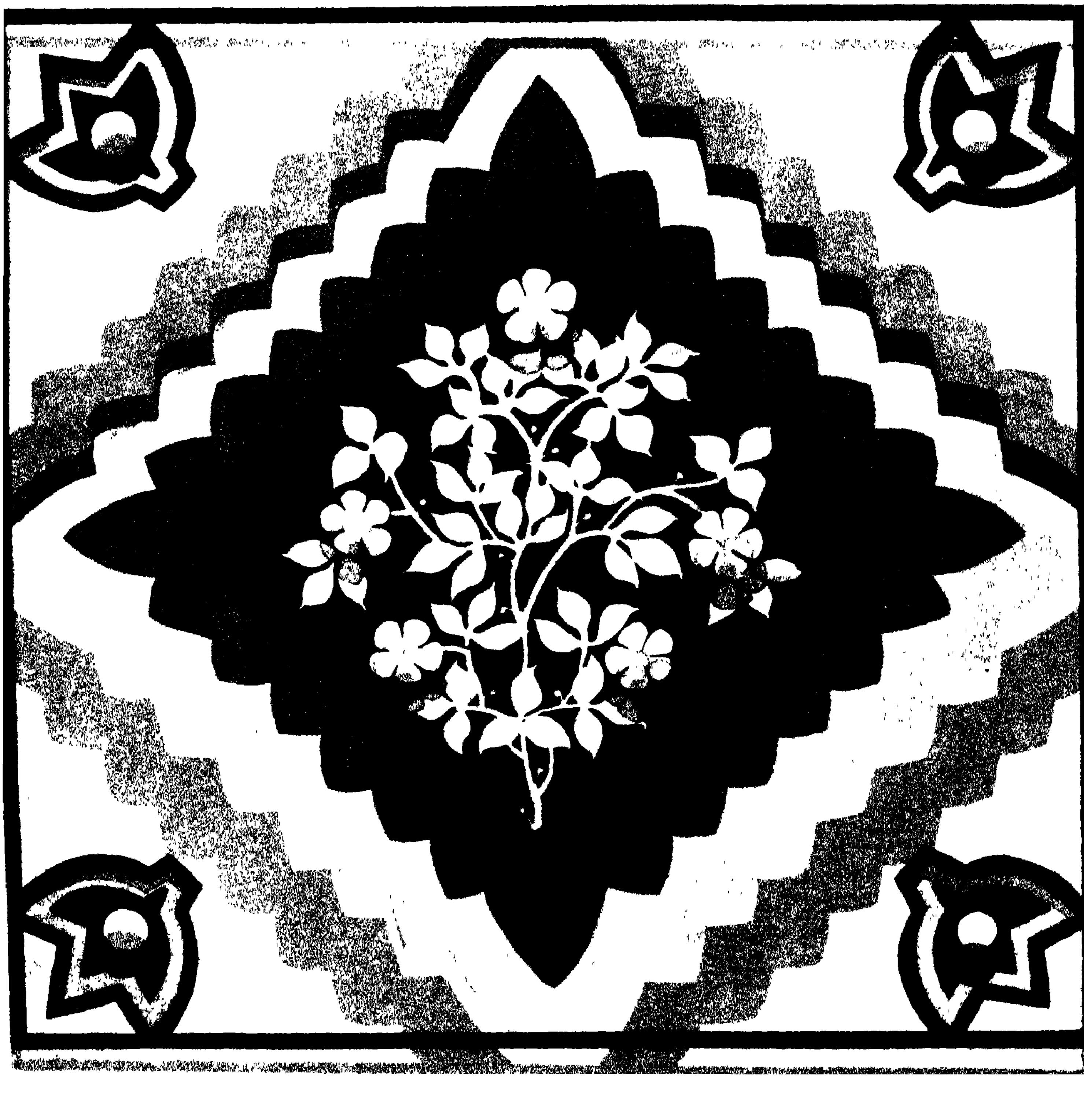
یووا رنگ

کے عنوان سے گذشتہ دنوں
کاشوانی لکھنؤ کی جانب سے
سامعین کے رو برو
[illegible] میں
[illegible] سال موسیقی فنکاروں
[illegible] رنگارنگ محفل منعقد کی گئی۔

Published by the Director General, All India Radio, at the Office of the Chief Editor, Akashvani Group of Journals, PTI Building, II floor, Sansad Marg, New Delhi-110001
Printed by the Manager, Govt. of India Photo Litho Press, Faridabad

آواز

آل انڈیا ریڈیو کے پروگرام، معلوماتی مضامین، دلچسپ افسانے و منظومات



[illegible]

تجھے کیا سودا ہی مرے سر میں نہیں تھا
ورنہ یہ جہاں کب مری ٹھوکر میں نہیں تھا

بتایا تھا کہ ڈوبیں تو کنارا دیا ہم کو
جو ظرف تھا ہم میں وہ سمندر میں نہیں تھا

اک میرے سوا کون تھا میخانہ کا بانی
لیکن مرا حصہ کسی ساغر میں نہیں تھا

جب بار ہوئی مورد الزام ہوا میں
گو مجھ سا بہادر کوئی لشکر میں نہیں تھا

آواز کسی کی مرے حق میں نہیں ابھری
کیا کوئی شناسا مرا محشر میں نہیں تھا

محمد قاسم ڈھکن

مرکز لطف و کرم تک آؤ
عظمت دیر و حرم تک آؤ

خدمت خلق کا جذبہ لے کر
صبح غم شام الم تک آؤ

گر مسرت کی تمنا ہے تمہیں
آؤ ہنگامہ غم تک آؤ

کیا بڑی بات ہے شیخ اکبر
ہاں مگر دل کے حرم تک آؤ

مرد مومن ہو بدلو تقدیر
عزم سے لوح و قلم تک آؤ

جام و مینا کی حکایت سننے
واعظو زاہد و ہم تک آؤ

در بدر ایسے بھٹکتے کیوں ہو
یار کے نقش قدم تک آؤ

خاتمہ ظلم و ستم کا کرنے
داد خواہان ستم تک آؤ

قومی یک جہتی کو قائم رکھنے
عہد و پیمان و قسم تک آؤ

توبہ کر ڈالو گناہوں سے بے باک
آؤ اور آخری دم تک آؤ

وقت کا دھارا بدلنے قاسم
وقت کے ساز و بم تک آؤ

[illegible]

تخیل کی رات در و بام کتنے فراق زدہ
طرف طرف میں بڑھا خود ہی اتفاق زدہ
تو خود کی تہہ میں اترے تو کچھ نہ بھی چلے
تو لفظ لفظ کے باطن میں ہے نفاق زدہ
کہیں یہ آنکھ سجا دوں کہیں یہ دل رکھ دوں
میں کچھ بھی جاؤں تو جیسے کا اتفاق زدہ
یہ وسعتیں مرے اندر کی مجھ کو سونپ بھی دو
تو گوشہ گوشہ گرفتہ تو طاق طاق زدہ
کبھی فراق کے لمحوں میں سانس لے کر دیکھ
یہ مجھ میں کون ہے پوشیدہ اب فراق زدہ
میں خود میں محو دعا ہوں میں خود میں گرم سفر
پلک پلک پہ میں روشن ہوں احتراق زدہ

[illegible]

یہ ضروری ہے کہ سب کے ساتھ ہی اٹھ کر چلو
مصلحت اس میں نہیں ہے راہ سے ہٹ کر چلو
جس طرف سے راستے میں پھول ہی برسائیے
آ نہ جائیں اس طرف سے پیچھے پیچھے چلو
دن کو سورج کی تمازت میں ذرا پرکھیں اسے
اپنی آنکھوں میں لیے تم رات کا منظر چلو
کیا پتہ ہے کون سا آسیب ڈس لے گا تمہیں
دوستو اب شام سے پہلے ہی اپنے گھر چلو
عہد حاضر کے محب کو تر تقاضے کیا کہوں
یہ تو ایسا دور ہے سائے سے بھی ڈر کر چلو

[illegible]

پیڑ تنہا رہ گیا گو تم گیا
پیار کے آدرش کا موسم گیا
برف سانسوں کی پگھلتی ہی رہی
خون کا دریا بدن میں جم گیا
میز پر جمنے لگی یادوں کی گرد
زندہ تصویروں کا وہ البم گیا
جگمگا اٹھے سر مژگاں چراغ
درد کا سیلاب جیسے تھم گیا
وقت کی پیاسی ہتھیلی میں نصیب
خوں ہماری حسرتوں کا جم گیا

سنا بھنڈاری

افسانہ سن کے آپ پریشاں کیوں ہوئے
میری حیات شوق کا عنوان کیوں ہوئے

آنکھیں بچھا رہے ہیں سبھی فرش راہ پر
اپنے ہی گھر میں آج ہم مہمان کیوں ہوئے

کیا بات ہے کہ آپ پریشاں ہیں ان دنوں
میخانے چشم ناز کے ویران کیوں ہوئے

اپنا ہی عکس آپ دکھاتا ہے آئینہ
تصویر میری دیکھ کے حیران کیوں ہوئے

حرف غلط سمجھ کے مٹاتے تھے میرا نام
ناکام ہو گئے تو پشیمان کیوں ہوئے

سنجیدگی تو آپ کی مشہور تھی سنا
بیٹھے بٹھائے اس طرح طوفان کیوں ہوئے

آواز

آل انڈیا ریڈیو کے پروگرام

چیف ایڈیٹر ڈاکٹر اوم پرکاش کیجری وال
ادارت سراج احمد
ہرمہندر سنگھ وج

ٹیلی فون ۳۸۲۲۴۹
۳۸۲۲۵۱

تار کا پتہ: [illegible]

نئی دہلی	۱۶ مارچ ۱۹۸۵ء	مطابق	۲۵ پھاگن ۱۹۰۶ شاکا	جلد ۵۰	شمارہ ۶

اس شمارے میں

قیمت

فی کاپی	ایک روپیہ
سالانہ	۲۳ روپے
دو سال	۴۲ روپے

اندرون ملک ڈاک خرچ بذمہ ادارہ

تہذیب انسانی کی بقا کا مسئلہ

باقر مہدی

یہ بات واقعی قابل غور ہے کہ جہاں ایک طرف سائنس کی ترقی نے انسان کو ذہنی فکر اور مادی آسائشوں کی فراہمی کے اعتبار سے ایک اعلیٰ منزل پر پہنچا دیا ہے، وہاں دوسری طرف اسی سائنس کی ترقی نے تہذیب انسانی کے بقا کے بارے میں متعدد شکوک بھی پیدا کر دیتے ہیں اور اس وقت پڑھے لکھے طبقہ میں ایک بڑی تعداد ان مستقبل گویوں کی ہے جو تہذیب انسانی کو فنا کے عمیق سمندر کے کنارے کھڑا دیکھ رہے ہیں اور انھیں اس بات کا تقریباً پورا یقین ہے کہ یہ تہذیب جس کی شاندار عمارت انسان نے کروڑوں سال کی جد و جہد کے بعد تعمیر کی ہے خود اسی کے ہاتھوں چشم زدن میں اپنے ایٹم پاگل پن کے باعث ایک ایسی فنا کا شکار ہو جائے گی جس کے بعد اسے حیات نو کا لباس پہنانا مشکل ہی نہیں تقریباً ناممکن ہوگا۔ ان کی اس پیشین گوئی کی بنیاد یہ انسان کی بڑھتی ہوئی اخلاقی پستی اور وہ دماغی اور نفسیاتی کشمکش ہے جسے ہماری مادی تہذیب نے جنم دیا ہے۔ اس تہذیب نے انسان کے اندر ان جذبوں کی زیادہ سے زیادہ پرورش کی ہے جو انفرادی اور اجتماعی دونوں اعتبارات سے اس کی زندگی کے لیے ایک زبردست خطرہ ہیں۔ ان جذبوں میں لالچ، ہوس، نفرت، انتقام، بے جا تفاخر، قوم، نسل، رنگ، مذہب اور زبان کے امتیازات سے پیدا ہونے والے تعصبات شامل ہیں۔ ایسا نہیں کہ یہ جذبات ازل سے ہی انسان کی فطرت میں موجود نہیں ہیں بلکہ سوال اس بات کا ہے کہ کیا علم اور سائنس کی ترقی ان جذبات کی تہذیب کا سبب بنی ہے یا اس نے ان جذبات کی بے راہ روی کو جنم دیا ہے۔

اگر تہذیب انسانی کے ارتقا پر ایک طائرانہ نظر ڈالی جائے تو پتہ چلے گا کہ جنگلوں اور میدانوں میں بسنے والا انسان آج کے انسان کے مقابلہ میں اخلاقی اعتبار سے زیادہ مہذب تھا۔ اس کے معاشرہ کی بنیاد محبت، میل جول، ہمدردی، مروت اور بقائے باہمی کے اصولوں پر قائم تھی۔ جیسے جیسے انسان نے ترقی کی اور عقل کے سہارے اس نے قدرت کی طاقتوں پر قابو حاصل کرنا شروع کیا تو اسے معلوم ہوا کہ اسے اپنے لیے زیادہ سے زیادہ آسائشیں فراہم کرنا آسان ہوتا جا رہا ہے۔ زیادہ آسائشیں مہیا ہونے لگیں تو ان کی تقسیم نے خود غرضی اور باہمی تنازعات کو جنم دیا جو بڑھتے بڑھتے قبائلی جنگوں کی صورت اختیار کر گئیں۔ ایک طرف قدرت کی طاقتوں پر قابو، دوسری طرف مفادات کے ٹکراؤ نے تعصب اور نفرت کے جذبات کی پرورش کرنا شروع کر دی۔ دولت اور اقتدار کی ہوس نے بڑے پیمانہ پر خونریز جنگوں کو جنم دیا۔ فتح کے نشہ نے ظلم و تشدد کے بیج کو تناور درخت کی شکل میں تبدیل کر دیا۔ وہ ضرورتیں جو پہلے ایماندارانہ کوششوں سے پوری کی جاتی تھیں اب بد دیانتی اور ظلم کے ذریعہ حاصل کی جانے لگیں۔ اس بڑھتی ہوئی طبقاتی کشمکش کو سائنس اور ٹکنالوجی کی دریافت نے اور بھی تیز تر کر

دیا اور ہر تعمیر میں خرابی کی ایک صورت پیدا ہونے لگی۔ بے اندازہ مادی ترقی نے نہ صرف حد درجہ کی اخلاقی پستی کو جنم دیا بلکہ اس کے اندر وہ تمام وحشیانہ جذبات بھی بھڑکا دیئے جنھوں نے آج اسے درندوں کی صف میں لا کھڑا کیا ہے۔ اپنے بنائے ہوئے شیش محل میں آج وہ اس طرح مقید نظر آ رہا ہے جیسے ایک شکاری خود اپنے جال میں پھنس چکا ہو اور ان سب سے نکلنے کا اسے کوئی راستہ نظر نہ آ رہا ہو۔ اسے انسان کی حماقت کہیئے یا اس ہر ہوس کی حکمرانی کہ سائنس اور ٹکنالوجی جو اس کی زندگی کو زیادہ سے زیادہ آرام دہ اور خوشحال بنانے کے لیے ہاتھ باندھے کھڑے ہیں انھیں اس نے دوسرے گروہوں پر اپنی برتری قائم کرنے کے لیے مہلک سے مہلک تر ہتھیاروں کے بنانے میں صرف کرنا شروع کر دیا۔ جنگوں میں مہلک ہتھیاروں کے استعمال کا اگر پہلی جنگ عظیم کے بعد دوسری جنگ عظیم اور اس کے بعد سے آج تک مطالعہ کیا جائے تو اندازہ ہوگا کہ انسان اپنی تخریبی فطرت کو بروئے کار لانے میں کہاں سے کہاں پہنچ چکا ہے۔

پہلی جنگ عظیم کے بعد فاتح قوموں نے یہ محسوس کیا کہ اب مفتوح قوموں کو اپنے قابو میں رکھنے اور موقع بہ موقع انھیں سبق سکھانے کے اچھے آلات ہاتھ آ گئے ہیں لیکن وہ انہیں پر قانع نہیں رہا اور اسے ایک ایسے تخریبی ہتھیار کی فکر ستانے لگی جس کا استعمال ہمیشہ ہمیشہ کے لیے مفتوح قوموں کا سر ان کے قدموں پر جھکا دے چنانچہ دوسری جنگ عظیم ایک ایسے ہی ہتھیار یعنی ایٹم بم کی مدد سے سر کی گئی۔ ہیروشیما اور ناگاساکی پر دو ایٹم بموں کے استعمال سے اس نے دکھا دیا کہ انسان جب تخریب پر اتر آئے تو کیا کچھ نہیں کر سکتا۔ ایٹم بم کے مہلک اثرات کا نمونہ ہیروشیما اور ناگاساکی کی پُرہول بربادی کی شکل میں آج بھی ہمارے سامنے موجود ہے۔ ان بموں نے جانوں ہی کا خاتمہ نہیں کیا بلکہ بچے ہوئے لوگوں کے لیے زندگی کے معنی ہی بدل دیئے۔ انھوں نے انسانی احساسات و جذبات حتیٰ کہ انسانی جبلت ہی کو بدل کر رکھ دیا۔ ہم آپ سب کو معلوم ہے کہ اس وقت بڑی طاقتوں کے ہاتھوں میں ایٹم بم سے ہزار گنا بربادی اور ہلاکت لانے والے نیوکلیر بموں کا ایک بڑا ذخیرہ موجود ہے۔ بار بار ذہن میں یہ سوال اٹھتا ہے کہ اگر یہ ذخیرہ موجود ہے تو اس کا مصرف کیا ہوگا، کب ہوگا اور کہاں ہوگا، اور اگر کہیں ہو گیا تو تہذیب انسانی کا انجام کیا ہوگا۔

یہاں پر ڈاکٹر الفانسو گرسیا روبلز جنھیں ۱۹۸۲ء میں عالمی امن کا ایوارڈ عطا ہوا تھا، کی حالیہ تقریر کا ایک جملہ نقل کرنا اس عالم کی نقشہ کشی کے لیے کافی ہوگا جو کسی بھی نیوکلیر بم کے استعمال سے رونما ہو سکتا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ اس وقت مختلف ملکوں کے پاس نیوکلیر ہتھیاروں کی تعداد کم و بیش پچاس ہزار ہے جو اس کرہ ارض پر بسنے والے ہر انسان کے لیے چار ٹن ڈائنامائٹ کے دھماکے کی طاقت مہیا کر سکتی ہے۔ یہ دیکھتے ہوئے کہ ہیروشیما اور ناگاساکی پر ایٹمی دھماکے سے دو لاکھ جانیں چشم زدن میں موت سے ہمکنار ہو گئیں یہ کہنا حقیقت سے دور نہ ہوگا کہ موجودہ نیوکلیر ہتھیاروں کا اگر پورا استعمال ممکن ہو تو اس کرہ ارض کی موجودہ آبادی سے ساٹھ گنا زیادہ آبادی کا چشم زدن میں خاتمہ کیا جا سکتا ہے۔ اس کے بعد ایک اور بڑے سائنسداں کا یہ جملہ بھی سنئے۔ وہ کہتا ہے کہ نیوکلیر بم کے استعمال سے اس بات کا قوی امکان ہے کہ اگر کوئی زندہ بچ بھی گیا تو بھی وہ انسانی نسل سے نہیں کہلایا جا سکے گا بلکہ وہ کوئی اور ہی مخلوق ہوگی۔

یہاں پر اقبال کے وہ اشعار بھی قابل غور ہیں جو انھوں نے انسانی تہذیب کے خطرناک رُخ کا اندازہ کرتے ہوئے زمانہ حاضرہ کے انسان کے بارے میں کہے تھے۔ انھیں اشعار میں ہمیں تہذیب انسانی کی تیزی سے ہلاکت کی طرف بڑھتی ہوئی رفتار پر قابو حاصل کرنے اور تہذیب انسانی کی بقا کے مسئلہ کا حل تلاش کرنے کا بھی سراغ مل جاتا ہے۔ اشعار یہ ہیں ؎

عشق ناپید و خرد می گزدش صورت مار
عقل کو تابع فرمان نظر کر نہ سکا
ڈھونڈھنے والا ستاروں کی گزرگاہوں کا
اپنے افکار کی دنیا میں سفر کر نہ سکا
اپنی حکمت کے خم و پیچ میں الجھا ایسا
آج تک فیصلہ نفع و ضرر کر نہ سکا
جس نے سورج کی شعاعوں کو گرفتار کیا
زندگی کی شب تاریک سحر کر نہ سکا

اقبال ایک شاعر ہی نہیں ایک مفکر بھی تھے۔ ان کے اشعار میں فکری پہلو بے حد نمایاں ہے۔ ان اشعار میں بھی انھوں نے تہذیب انسانی کی بقا کے لیے عقل کی لگام عشق کے ہاتھوں میں دے کر عقل کو فرمان نظر کا تابع بنانے کی تلقین کی ہے۔ آئن اسٹائن جو آج بھی سائنسدانوں کا سرتاج مانا جاتا ہے اس نے بھی اپنی تحریروں میں جا بجا سائنسی علم کے ساتھ سائنسی شعور پیدا کرنے پر زور دیا ہے۔ اس کا یہ قول سنہری حرفوں سے لکھے جانے کے قابل ہے کہ انسان کی اہم ترین کوشش دراصل اپنے عمل میں اخلاق کی تلاش ہے۔ اس کے خیال میں ہمارا اندرونی توازن حتیٰ کہ ہمارا وجود اسی کوشش پر مبنی ہے اپنے عمل میں اخلاق کی تلاش ہی زندگی کو خوبصورتی اور رفعت عطا کر سکتی ہے۔ اخلاق کو کسی مذہبی فرضی تصور کی بنیاد پر قبول نہیں کیا جا سکتا اور نہ اسے کسی بالا قوت کا تابع بنایا جا سکتا ہے کیونکہ ایسی صورت میں اس فرضی تصور کی بابت شک اور اس بالا قوت کی حقیقت کے بارے میں کسی طرح کی بد گمانی ہمارے فیصلہ اور عمل کی بنیادوں کو خطروں میں ڈال سکتے ہیں۔ اس لیے یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ سائنسی شعور لازمی طور پر اخلاقی شعور کو جنم دیتا ہے عشق کے ہاتھوں میں عقل کی زمام دینے سے اقبال کا منشا بھی یہی ہے کہ عقل بے مہار ہو کر تخریب پر نہ اتر آئے اور انسان فنا کے قریب نہ پہنچ جائے۔ عقل کے مقابلہ میں انسان کے لیے یہ ضروری ہے کہ نظر پیدا کرے جو نہ صرف عقل کی پاسبانی کے لیے ضروری ہے بلکہ اس کے صحیح استعمال پر بھی اسے آمادہ کر سکتی ہے۔

علم را بر تن زنی مارے بود
علم را بر دل زنی یارے بود

اس وقت انسان کے ہاتھ میں سائنس کی طاقت کا ایک ایسا خزانہ موجود ہے جسے وہ اپنی تعمیر کے لیے اس طرح استعمال کر سکتا ہے کہ اگر چاہے تو اس دنیا کو ایک ارضی جنت کی شکل میں تبدیل کر کے بقائے دوام کی سند حاصل کر لے لیکن اگر نہ چاہے تو پھر اپنی ہی خام خیال کا شکار ہو کر ہلاکت کے بھنور میں پھنس سکتا ہے جس سے نکلنا اس کے لیے ناممکن ہو جائے گا۔ اپنی نیم وحشیانہ حرکتوں کے باعث وہ اپنے کو ایک ایسی وحشتناک جنگ کے منہ میں ڈھکیل سکتا ہے جس کے نتیجہ میں نہ تو فاتح رہے گا اور نہ مفتوح۔ (اردو سروس سے)

مولانا محمد علی جوہر

مولانا محمد علی جوہر ایک ایسے ممتاز قومی لیڈر تھے جن کا نام ہمیشہ عزت و احترام سے لیا جاتا رہے گا۔ ان کی زندگی ایثار اور قربانی سے عبارت رہی ہے۔ ان کا واحد مقصد حیات ملت اور ملک کی بے غرض اور پرخلوص خدمت تھا۔ اس مقصد کے حصول کے لیے انھوں نے ہر طرح کے مصائب خندہ پیشانی کے ساتھ برداشت کیے۔ اپنے ملک ہندوستان سے انھیں بے انتہا محبت تھی۔ انھیں غلامی کی زندگی سے شدید نفرت تھی۔ وہ ہندوستان کے لیے کامل آزادی چاہتے تھے۔ کامل آزادی کے حصول کے لیے انھوں نے مسلسل اور ان تھک جد و جہد کی۔ ان کے بڑے بھائی مولانا شوکت علی نے ہر قدم پر ان کا ساتھ دیا۔ تنظیمی صلاحیتوں میں وہ اپنے بھائی سے آگے تھے۔ وہ صرف محمد علی کے بڑے بھائی نہ تھے بلکہ بے تکلف دوستوں کی محفلوں میں بھی بڑے بھیا کے نام سے پکارے جاتے تھے۔ گاندھی جی بھی دل سے ان کی بے حد قدر کرتے تھے۔ مولانا عبدالماجد دریابادی نے 'یاران کہن' میں لکھا ہے کہ مولانا محمد علی کی علالت قدر اور عظمت علمی کی وجہ سے ہر شخص ان کی خدمت میں بے تکلف نہ ہو سکتا تھا اور مولانا شوکت علی کی باغ و بہار مجلس میں سب ہنستے کھیلتے شریک ہوتے تھے اور ان کے اشارے پر ہنستے کھیلتے جیل خانوں میں چلے جاتے تھے۔

علی برادران کی ہر دلعزیزی کا یہ عالم تھا کہ ہندوستان کے عوام ان دونوں بھائیوں کے اشارہ چشم و ابرو کے منتظر رہتے تھے۔ محمد علی جوہر تو اس وقت ہندوستان کے بے تاج بادشاہ معلوم ہوتے تھے۔

چھندواڑہ میں نظر بندی کے زمانے میں محمد علی جوہر نے دیکھا کہ وہاں ایک چھوٹی سی مسجد ہے۔ اس کی توسیع کا انھیں خیال آیا اور لوگوں سے عطیوں کی اپیل کی۔ روپے کی بارش ہونے لگی۔ ایک ہی دن میں ۷ ہزار روپے جمع ہو گئے۔ تعمیر کے کام میں دونوں بھائیوں نے عملی حصہ لیا تو ممتاز شہری اور اعلیٰ عہدہ دار بھی دیوانہ وار دل و جان سے اس کار خیر میں ان کے شریک ہو گئے اور دیکھتے ہی دیکھتے تھوڑے ہی دنوں میں ایک بڑی اور خوبصورت مسجد تیار ہو گئی۔

دونوں بھائی ایک دوسرے کو ٹوٹ کر چاہتے تھے اور ایک دوسرے کا احترام بھی کرتے تھے۔ محمد علی جوہر نے کبھی مصلحتوں کو

محمد منظور احمد

پیش نظر نہیں رکھا۔ ہندوستان کی مکمل آزادی اور اسلام اور مسلم ممالک کی بے لوث اور پرخلوص خدمت جیسے اعلیٰ مقاصد ہمیشہ ان کے پیش نظر رہے۔ لاکھ رکاوٹوں کے باوجود انھوں نے زندگی بھر اس سلسلے میں جدوجہد کی۔ ہندوستان اور تمام مسلم ممالک کو وہ صحیح معنوں میں آزاد دیکھنا چاہتے تھے۔ دنیا کے کسی حصے کے کسی مسلم ملک پر کوئی آفت آتی تو ان پر راتوں کی نیند اور دن کا چین حرام ہو جاتا۔ ان کی زندگی خنجر جیسے کسی پر نہ چلتے ہیں ہم امید کی تفسیر ہو جاتی۔ ان کے اپنے انگریزی ہفتہ وار کامریڈ اور اردو روزنامہ ہمدرد کے صفحات ہندوستان اور مسلم ممالک کے جذبات، احساسات، مطالبات اور مسائل کی بیباک ترجمانی اور نمائندگی کے لیے وقف تھے۔ ان اخبارات میں ان کا قلم آگ اگلنے لگتا تھا۔ کبھی مسلسل کئی گھنٹے بیٹھ کر اداریے اور مضامین لکھتے۔ یہ اداریے اور مضامین انشا پردازی کا اعلیٰ نمونہ اور معلومات اور دلائل کے اعتبار سے لاجواب ہوتے تھے۔

رسالہ نقوش لاہور کے شخصیات نمبر میں ضیاءالدین احمد برنی نے لکھا ہے کہ مجھے وہ سماں اب بھی اچھی طرح سے یاد ہے۔ وہ (محمد علی) بستر پر بیٹھے بیٹھے لکھ رہے ہیں۔ بیسیوں کتابیں ادھر ادھر پڑی ہیں کبھی اس سے اقتباس لیتے ہیں اور کبھی اس سے۔ ۱۹۱۴ء میں لندن ٹائمز کے اشتعال انگیز مضمون کا جواب انھوں نے بڑے ہی مدلل پیرایے میں دیا تھا۔ ان کے اداریوں اور مضامین نے ہندوستان کو لاوا بنا دیا تھا۔

انگریزی زبان پر محمد علی جوہر کو غیر معمولی عبور حاصل تھا۔ مندوبین اور اعلیٰ تعلیم یافتہ افراد محمد علی کے انگریزی ہفتہ وار کامریڈ کا بے چینی سے انتظار کرتے اور اس کا پرشوق نگاہ سے مطالعہ کرتے تھے۔ جنگ طرابلس، جنگ بلقان اور پہلی جنگ عظیم نے کئی اہم سیاسی مسائل پیدا کیے۔ محمد علی جوہر نے ان مسائل پر ملک و ملت کے نقطۂ نظر سے غور کیا۔ قومی اور ملی مفاد ان کے پیش نظر رہا۔ انھوں نے ڈاکٹر مختار احمد انصاری کی سرکردگی میں ترکی کو ایک طبی مشن بھی روانہ کیا۔ ان کے ایک انگریزی مضمون پر حکومت نے انھیں گرفتار کر لیا۔ وہ تقریباً پانچ سال قید رہے ۱۹۱۹ء میں اس قید سے ان کی رہائی عمل میں آئی۔

تحریک خلافت میں علی برادران نے سرگرمی اور جوش و خروش سے حصہ لیا۔

'بولیں اماں محمد علی کی — جان بیٹا خلافت پہ دیدو' والی نظم کے اشعار زبان زد خاص و عام ہو گئے کبھی 'ہم تو جاتے ہیں دو دو برس کو' جیسے اشعار سے فضا گونجنے لگتی تھی۔

ہندو مسلم اتحاد کے جو مناظر ۱۹۱۹ء سے ۱۹۲۴ء کے دوران ہندوستان میں ہر طرف دیکھنے میں آئے وہ ہمیشہ یاد رکھے جائیں گے۔ وہ ہماری سیاسی جدوجہد کی تاریخ کا ایک اہم حصہ ہیں تحریک خلافت کے رہنماؤں میں گاندھی جی، مولانا محمد علی، مولانا شوکت علی کے علاوہ مولانا عبدالباری فرنگی محلی، مولانا ظفر علی خاں، مولانا ابوالکلام آزاد وغیرہ کے نام بھی کبھی بھلائے نہیں جا سکتے۔

محمد علی کے پرخلوص دوستوں، قدردانوں اور مداحوں میں میر محفوظ علی، اجمل خاں، مولانا عبدالماجد دریابادی، چودھری خلیق الزماں، پروفیسر نواب علی، ڈاکٹر مختار احمد انصاری، علامہ سید سلیمان ندوی، راجہ غلام حسین، عبدالرحمٰن صدیقی، شعیب قریشی، مسز سروجنی نائیڈو اور سید عبداللہ بریلوی بھی شامل ہیں۔

مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں انگریزوں کے اثر اور عمل دخل سے مولانا محمد علی سخت مضطرب تھے اسی وجہ سے مسلسل کوشش کے بعد علی گڑھ ہی میں جامعہ ملیہ اسلامیہ کا قیام عمل میں لایا گیا۔

علی برادران کی تربیت میں ان کی والدہ بی اماں کا بھی غیر معمولی حصہ رہا۔ مولانا محمد علی نے اپنی آپ بیتی میں اس کا اظہار اور اقرار کیا ہے۔ ڈاکٹر افضل اقبال نے محمد علی جوہر کی اس آپ بیتی My Life A Fragment کو مرتب کر کے شائع کیا ہے۔ محمد علی کی والدہ بی اماں ۲۸ برس کی عمر میں بیوہ ہوئیں۔ ان کے پانچ بیٹوں اور ایک بیٹی میں محمد علی سب سے چھوٹے بیٹے تھے۔ اپنے والد عبدالعلی خاں کے انتقال کے وقت محمد علی صرف دو برس کے تھے بی اماں نے ایثار اور قربانی سے کام لیا۔ رشتہ داروں کے اصرار کے باوجود دوسری شادی نہیں کی بلکہ بچوں کی پرورش اور نگہداشت اور ان کی تعلیم پر اپنی پوری توجہ صرف کی۔ وہ بے حد سادہ زندگی گزارتی تھیں۔ ۱۹۲۳ء میں جامعہ ملیہ اسلامیہ میں حکیم اجمل خاں کی صدارت میں ایک یادگار جلسہ ہوا جس میں بی اماں نے بھی تقریر کی اور کہا میں نے اپنے جھنڈے کو لال قلعہ سے اترتے دیکھا۔ میری آرزو ہے کہ اس بدیسی جھنڈے کو بھی لال قلعہ سے اترتے دیکھوں۔ بی اماں شرافت، اخلاص اور ایثار کا نمونہ اور روشن دماغ خاتون تھیں۔ ۱۳ نومبر ۱۹۲۴ء کو ان کا انتقال ہوا۔ محمد علی اس المناک سانحے کے باوجود اپنے اخبار کے کالم میں بے حد مصروف رہے۔ قومی خدمت کے اس کام کو انھوں نے ترجیح دی اور اپنی والدہ کی تجہیز و تکفین میں دیر سے پہنچے۔

مولانا محمد علی جوہر کی تعلیم کے مرحلے رام پور، بریلی، علی گڑھ اور آکسفورڈ میں طے ہوتے۔ ان کے بڑے بھائی شوکت علی رام پور میں سب سے پہلے گریجویٹ تھے تو خود محمد علی ریاست رام پور میں آکسفورڈ کے پہلے گریجویٹ کی حیثیت سے قدر کی نگاہوں سے دیکھے جانے لگے۔ بڑے بھائی مولانا شوکت علی کی توجہ، مدد اور ایثار کی بدولت وہ انگلستان جا سکے۔ اس سفر کا حال آپ بیتی میں بیان کرتے ہوئے انھوں نے لکھا ہے کہ چونکہ میں بی اے کے امتحان میں اپنے استحقاق سے کہیں بہتر درجے میں کامیاب ہوا تھا لہٰذا میری اس غیر معمولی کامیابی نے میرے بھائی شوکت کو ایک معجزہ دکھانے پر آمادہ کیا اور انھوں نے کسی نہ کسی طرح پیسے کا انتظام کر کے مجھے آکسفورڈ بھجوایا۔ اپنے مشہور سیرت نگار مولانا عبدالماجد دریابادی کے نام اپنے ایک خط میں انھوں نے لکھا تھا کہ میرا پہلا سفر انگلستان ۱۸۹۸ء کا کن امنگوں اور کن امیدوں کے ساتھ شروع ہوا تھا۔ ایک غریب بھائی کی بے نظیر اور حیرت انگیز ہمت کی بدولت یکایک آکسفورڈ جانے کا انتظام ہو گیا۔ اس وقت پیسہ عنقا کا حکم رکھتا تھا۔

محمد علی کی ملازمت کا سلسلہ رام پور کے محکمۂ تعلیم سے شروع ہوا۔ پھر انھوں نے ریاست بڑودہ میں چند سال ملازمت کی۔

مضمون نگاری اور شعر گوئی کا شوق انھیں بچپن سے تھا۔ اس زمانے میں رام پور میں داغ، امیر، تسلیم اور جلال کی شاعری کا چرچا تھا۔ محمد علی کے بہت سے قریبی رشتہ دار داغ دہلوی کے شاگرد تھے جن میں ان کے حقیقی بھائی ذوالفقار علی خاں گوہر بھی شامل ہیں۔ ان کے گھر پر بھی کئی مرتبہ مشاعروں کی محفلیں آراستہ ہوئیں۔ اپنے بھائی ذوالفقار علی خاں گوہر کے ساتھ محمد علی، داغ کے گھر جایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ داغ کی خواہش پر محمد علی نے خود داغ کے چند شعر سنائے۔ محمد علی کی زبان سے اپنے اشعار سن کر داغ پھڑک گئے اور انھوں نے گوہر سے کہا کہ اس بچے کو اپنے ساتھ ضرور لایا کرو۔

اس واقعہ کا حوالہ دیتے ہوئے محمد علی نے اپنی آپ بیتی میں لکھا ہے کہ اگر میں یہ دعوا کروں کہ شعر و سخن کی گود میں پلا ہوں تو بے جا نہ ہوگا۔ آگے چل کر میدان سیاست کی غیر معمولی مصروفیات کی وجہ سے شعر گوئی کا سلسلہ رک گیا لیکن شعر گوئی کا رجحان فطری تھا اس لیے نظر بندی کے زمانے میں اور خوابوں کی شکست کے دور میں یہ سلسلہ پھر شروع ہو گیا۔ محمد علی جوہر نے بعض ایسے اچھے اشعار کہے ہیں جنھیں بجا طور پر اردو کے شعری سرمایہ میں گراں قدر اضافہ کہا جا سکتا ہے۔ پروفیسر گوپی چند نارنگ نے لکھا کہ محمد علی جوہر کی اس غزل کو مولانا کی شاہکار غزل کہا جا سکتا ہے ؎

دورِ حیات آئے گا قاتل قضا کے بعد
ہے ابتدا ہماری تری انتہا کے بعد
جینا وہ کیا کہ دل میں نہ ہو کوئی آرزو
باقی ہے موت ہی دلِ بے مدعا کے بعد
تجھ سے مقابلہ کی کسے تاب ہے ولے
میرا لہو بھی خوب ہے تیری حنا کے بعد
لذت ہنوز مائدۂ عشق میں نہیں
آتا ہے لطفِ جرمِ تمنا سزا کے بعد
قتلِ حسین اصل میں مرگِ یزید ہے
اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

دوسری غزلوں کے بھی چند منتخب اشعار سنیئے ؎

گر بوئے گل نہیں نہ سہی یادِ گل تو ہے
صیاد لاکھ رکھے قفس کو چمن سے دور

تنہائی کے سب دن ہیں تنہائی کی سب راتیں
اب ہونے لگیں ان سے خلوت کی ملاقاتیں
معراج کی سی حاصل سجدوں میں ہے کیفیت
اک فاسق و فاجر میں اور ایسی کراماتیں
بے مایہ سہی لیکن شاید وہ بلا بھیجیں
بھیجی ہیں درودوں کی کچھ ہم نے بھی سوغاتیں

مل چکا تجھ سے صلہ ہم کو وفاداری کا
تجھ کو آیا نہ سلیقہ کبھی دلداری کا

خوگرِ جور پہ تھوڑی سی جفا اور سہی
اس قدر ظلم پہ موقوف ہے کیا اور سہی

نقدِ جاں نذر کرو سوچتے کیا ہو جوہر
کام کرنے کا یہی ہے تمہیں کرنا ہے یہی

توحید تو یہ ہے کہ خدا حشر میں کہہ دے
یہ بندہ دو عالم سے خفا میرے لیے ہے
کیا ڈر ہے جو ہو ساری خدائی بھی مخالف
کافی ہے اگر ایک خدا میرے لیے ہے

یوں تو ہے ہر سو عیاں آمدِ فصلِ خزاں
جور و جفا کی بہار دیکھئے کب تک رہے

ایک اک کرکے سب کے سب تنکے
کیسے برباد آشیانے کے
دیکھئے اب یہ گردشِ تقدیر
کہیں آنے کے ہیں نہ جانے کے
پوچھتے کیا ہو بود و باش کا حال
ہم ہیں باشندے جیل خانے کے

قید اور قید بھی تنہائی کی
شرم رہ جائے شکیبائی کی
عقل کو کیا ہم نے نذرِ جنوں
عمر بھر میں یہی دانائی کی
کر گئی زندۂ جاوید ہمیں
تیغِ قاتل نے مسیحائی کی

طبعِ آزاد اسیری میں بھی پابند نہ تھی
قید میں ہم نے اٹھاتے ہیں رہائی کے مزے

جیتے جی تو کچھ نہ دکھلایا مگر
مر کے جوہر آپ کے جوہر کھلے

ہے رشک ایک خلق کو جوہر کی موت پر
یہ اس کی دین ہے جسے پروردگار دے

محمد علی جوہر نے ۴ جنوری ۱۹۳۱ء کو لندن میں انتقال کیا۔ تدفین مفتی اعظم فلسطین کی خواہش کے مطابق پیغمبروں کی سرزمین بیت المقدس میں عمل میں آئی۔

محمد علی جوہر کے انتقال کی المناک اطلاع سن کر اس وقت کے برطانوی سکریٹری آف اسٹیٹ انڈیا نے کہا تھا۔ آج ہم میں سے پیغمبرانہ عظمت کا ایک شخص چلا گیا۔ (حیدرآباد سے)

قلوپطرہ

محتاجِ تعارف نہیں ہے اس کا نام لیتے ہی یا اس کا ذکر آتے ہی ہم سب کے ذہن میں جمال و جلال، محبت و رعنائی کے تاثرات غیر شعوری طور پر بلا واسطہ ابھر آتے ہیں اس کے متعلق بہت سی باتیں تاریخی حقیقت پر مبنی ہیں لیکن شیکسپیئر نے اپنی شاعرانہ پیش کش سے ان باتوں کو انسانی شخصیت خصوصًا ذاتِ نسواں کی پُر پیچ اور ناقابلِ فہم فطرت کا آئینہ دار بناتا ہے۔

ڈرامہ "انتونی اور قلوپطرہ" عشق و محبت کی دلکش داستان ہے جس میں انتونی اور قلوپطرہ کے کردار نمایاں طور سے اجاگر کیے گئے ہیں اور ان دونوں کی پیش کش عمدہ شعری سانچے میں ہوئی ہے۔ قلوپطرہ کا حسن ناقابلِ اظہار ہے اس کی شخصیت پُر جمال اور پُر جلال ہے۔ اس میں سحر انگیزی اور بے پناہ جاذبیت ہے۔ انطونی قلوپطرہ پر اس قدر فریفتہ ہے کہ اس کی اس والہانہ فریفتگی پر دوسرے لوگ نکتہ چین حیران اور متعجب ہیں کیونکہ انطونی سلطنت، شجاعت، مجاہدانہ روش اور دوسرے دنیاوی امور کو فراموش کرکے قلوپطرہ کے حلقۂ رنگین میں مقید ہے۔ عشق یکطرفہ نہیں ہے، قلوپطرہ بھی انطونی کے لیے بے پناہ چاہت رکھتی ہے۔ اس کے عشق میں ناز و عشوہ ہے، کچھ تصنع اور نخرے بھی ہیں۔ قلوپطرہ اور انطونی ایک دوسرے سے مل کر مسرت کامل پاتے ہیں۔ شیکسپیئر اپنے عمیق تجربہ کے تحت عشق افلاطونی میں اعتقاد نہیں رکھتا ہے۔ قلوپطرہ کا عشق نہ خالص روحانی ہے اور نہ خالص جسمانی، بلکہ ان دونوں کا امتزاج ہے۔ دونوں ایک دوسرے کی محبت سے سرشار ہوکر ایک وجد آفریں کیفیت سے ہمکنار ہیں اور دونوں نے گویا فردوس ابدی سکون و انبساط کی منزل پالی ہے جہاں گردشِ دوران اور ناپائیداری کے نقوش، اصولِ فطرت کے بموجب ہر شے کی بتدریج پژمردگی اور زوال پذیری کے طریقِ عمل ٹھہر گئے ہیں۔ قلوپطرہ انطونی سے اس کیفیت یا اپنے احساسِ محبت کا اظہار یوں کرتی ہے:

Eternity was in our lips and eyes
Bliss in our brows' bent
none our parts so poor
But was a race of Heaven

غمِ دوراں کی نظر سے دیکھنے والے انطونی کو تباہ شدہ اور اس کی ہر روش عاشقانہ کو احمقانہ گردانتے ہیں لیکن انطونی قلوپطرہ کے عشق میں مخمور ہوکر یوں کہتا ہے:

Let Rome in Tiber melt and the
wide arch of the ranged Empire fall!
Here is my space
Kingdoms are clay
our dungy earth alike
Feeds beast as man
the nobleness of life
Is to do this (embracing)
We stand up peerless



قلوپطرہ سے انطونی کی پہلی ملاقات ایک ندی کے کنارے ہوتی ہے۔ قلوپطرہ کشتی پر سوار ہے اس کا حسن پوری دلکشی کے ساتھ جلوہ گر ہے۔ شیکسپیئر نے قلوپطرہ کی دل کشی، رعنائی، البیلی سابانہ صفت شخصیت کا اظہار شاعرانہ رنگ آمیزی کے ساتھ کیا ہے۔ قلوپطرہ کی دلربائی، شوخی، نفاست اور اس کے حسن و محبت کی خوشبو اور اس کے گلرنگ رخسار کی تابندگی پری فضا، سمندر کی موجوں اور سفینہ کے پورے اعتبار کو گلنار اور ضیا بار کر رہی ہے۔

قلوپطرہ کی ملکہ صفت، رعنائی کا اظہار پُر تکلف، مرصع اور رنگین عبارت میں کیا گیا ہے:

The barge she sat in,
like a Burnished Throne
Burned on the water.
the poop was beaten gold
Purple the sails.
and so perfumed that
The winds were love-sick
with them the oars were silver
which to the tunes of flutes
kept stroke and made
the water which they beat
to follow faster
As amorous of their strokes

ادب کا لافانی کردار

قلوپطرہ

ڈاکٹر محمد حنیف

روسیو اور جیولیٹ بھی ایک عشق و محبت کی داستان ہے۔ رومیو اور جیولیٹ دونوں ایک دوسرے کو شدید طور پر چاہتے ہیں اور دونوں کے خلوص محبت میں کوئی شبہ نہیں لیکن یہ داستان محبت کچھ زیادہ نمایاں اور سطحی طور پر زیادہ جذباتی ہے۔ جیولیٹ اور قلوپطرہ کے درمیان ایک نمایاں فرق یہ ہے کہ قلوپطرہ سوفسطائی ہے اس میں ناز و عشوہ اور دلربا ادائیں ہیں اس میں زیادہ زندگی اور انرجی ہے۔ قلوپطرہ زیادہ پُرجوش اور گرم مزاج ہے۔ اس کے جسمانی وضع قطع سے خواہش نفسانی کا اظہار ہوتا ہے۔ جولیٹ غیر سوفسطائی ہے لیکن اس کی محبت افلاطونی محبت کا رجحان رکھتی ہے۔ جولیٹ اور قلوپطرہ دونوں میں قربانی کا جذبہ یکساں ہے اگرچہ قلوپطرہ کے قدم کبھی بھی لڑکھڑاتے ہیں اور یہ بات زیادہ انسانی یا نسوانی حقیقت کی ترجمانی کرتی ہے۔ جولیٹ کی پیش کش میں تجربات کی پیچیدگی کم اور آئیڈیل زیادہ ہے۔ الفاظ اور محاورات رسمی اور تقلیدی ہیں اس کے برعکس قلوپطرہ کی پیش کش میں حقیقت پر زیادہ گرفت ہے۔ اشعار میں رنگینی ضرور ہے لیکن بے جان اور سطحی نہیں بلکہ اس میں مہک شادابی اور ایک انفرادی ترنم اور آہنگ ہے۔ جولیٹ زیادہ درباری اور روایتی انداز میں پیش کی جاتی ہے:

But Soft ! What light throug window breaks
It is the East, and Juliet is the Sun
The brightness of her cheeks
Would Shame the Stars
As day light doth a lamp,
her eyes in heaven
Would through the airy Region
Stream So bright
That birds would Sing and
think it were night

یہاں وہی فرسودہ روایتی زبان و الفاظ کا استعمال ہے۔ وہی چاند سورج ستارے اور طائر کے الفاظ ہی انداز میں دہرائے جاتے ہیں۔

[illegible] منہ انٹونی ہے لیکن [illegible] کا قلوپطرہ سے کوئی مقابلہ نہیں۔ یہ دونوں ایک دوسرے کے برعکس ہیں۔ Octavia زاہدانہ سرد اور خاموش طبیعت کی ہے اور انھیں کی مخالف صفتیں قلوپطرہ میں موجود ہیں۔

سیاسی حالات اور جنگی ضرورت کے تحت انطونی روم چلا جاتا ہے۔ قلوپطرہ اس کی عدم موجودگی میں فراق کے لمحے بڑے اضطراب میں گزارتی ہے۔ ڈرامے میں

Salt Cleopatra, lascivious wassails
amorous Surfeiter Adulterous Antony
Who gives his potent Regiment
to a trull

یا قلوپطرہ کے لیے Egyptian dish اور وادیٔ نیل کی ناگن جیسے اظہار قلوپطرہ کے شہوت انگیز جسمانی پہلوؤں کی تصویر کشی کرتے ہیں۔ Octavia سے انطونی کی شادی کی خبر سن کر جو تلملاہٹ اور حسد کی آگ قلوپطرہ میں ابھرتی ہے وہ بڑی دلچسپ، ڈرامائی، حقیقی اور قابل دید ہے۔ یہ جاننے کے بعد کہ Octavia ایک بے جان کھلونے کی طرح ہے اور جس کی آواز میں کوئی گونج اور کشش نہیں ہے اور جو پست قامت ہے قلوپطرہ کو اطمینان ہوتا ہے اور Octavia سے کوئی خطرہ محسوس نہیں ہوتا ہے۔

nobarus کے اس بات کی وضاحت کرتا ہے کہ میدان جنگ میں قلوپطرہ کی موجودگی سے انطونی کی جنگی یکسوئی پر کاری ضرب لگ سکتی ہے پھر بھی قلوپطرہ انطونی کے ہمراہ رہنے پر بضد ہے۔ نتیجہ وہی ہوا جس کا خدشہ تھا یعنی جنگ میں انطونی کو شکست کھانی پڑی۔ جنگ کے دوسرے موقع پر بھی قلوپطرہ کو یہ خبط سوار ہے کہ سیزر کے خلاف بحری جنگ لڑی جائے جبکہ حقیقت یہ تھی کہ انطونی کی بحری فوج یا بحری تیاری، بری فوج یا بری تیاری کے مقابلے میں بہت کمزور تھی۔ قلوپطرہ کی خواہش کے مطابق انطونی سیزر کے خلاف بحری جنگ پر آمادہ ہوا جب جنگ اپنے شباب پر

تھی تو قلوپطرہ میدان جنگ سے یک بیک نکل پڑی اور انطونی بھی جنگ چھوڑ کر وحشی بط کی طرح قلوپطرہ کا تعاقب کرتا رہا ایسی صورت حال میں انطونی کی شکست یقینی تھی اور نتیجہ بھی یہی نکلا۔ اپنی دوسری فتح کے بعد سیزر قلوپطرہ کو انطونی سے علیحدہ کرنے کی ترکیب بناتا ہے اور قلوپطرہ کے پاس اپنا قاصد بھیجتا ہے۔ سیزر کا اعلیٰ مقصد قلوپطرہ کو معشوقہ بنانا نہیں ہے بلکہ دوسرے کے سامنے جیت کی نشانی کے طور پر قلوپطرہ کی نمائش کرنی ہے۔ قلوپطرہ کو شاید سیزر کی ملکہ بننے کا بھرم تھا۔ سیزر کے پیغام کا جواب قلوپطرہ مثبت انداز میں دے دیتی ہے یا ممکن ہے کہ اپنی جان کی حفاظت میں صرف ایک ڈرامہ کا رول ادا کیا ہو۔ قلوپطرہ کہتی ہے:

[illegible]
[illegible]
[illegible]

اس مقام پر یہ کہنا مشکل ہے کہ انطونی کے ساتھ قلوپطرہ کی غداری ہے یا نازک حالات کے تحت اس کا صرف ایک مصنوعی ڈرامائی رول ہے۔ یہاں پر قلوپطرہ کا کیریکٹر ناقابل فہم ہے اور شیکسپیئر کے جلد کی حقیقت کا گمان ہوتا ہے۔

Woman thy name is hell f..n
Frailty thy name is woman

لیکن جب انطونی قلوپطرہ پر بے وفائی اور سردمہری کا الزام عائد کرتا ہے تو قلوپطرہ جواباً ایسا پرجوش اظہار کرتی ہے جو بہت ہی پراثر ہے اور خلوص و محبت سے لبریز ہے۔ قلوپطرہ کہتی ہے:

Ah dear if I be So
From my cold heart
Let heaven engender hail
And poison it in the Source
and the first Stone
Drop in my neck,
as it determines, So
Dissolve my life !

انطونی کے غصہ کو فرو کرنے کے لیے یہ جھوٹی خبر دی جاتی ہے کہ قلوپطرہ اس دنیائے فانی سے کوچ کر گئی ہے تو انطونی قلوپطرہ کے غم میں تلوار کی دھار پر دانستہ گر کر اپنے آپ کو فنا کر ڈالتا ہے۔ اس کے غم میں قلوپطرہ بھی بڑے تزک و احتشام کے ساتھ لباس عروسی میں ملبوس ہو کر اپنے جسم کو مہلک کیڑے سے ڈسوا کر یہ کہتی ہوئی

The Stroke of deth is a lover's pinch

شاداں و فرحاں اپنے آپ کو موت کی آغوش کے سپرد کر دیتی ہے۔

ایلیٹ کے Waste Land میں قلوپطرائیں نہیں بلکہ Belladona اور Mrs Equitone جیسی عورتیں ملتی ہیں جو ایثار و محبت کے دائمی جذبات سے عاری ہیں۔ جن کا حسن پلاسٹک ہے اور جو اپنے جسم کا صرف سودا کرنا جانتی ہے۔

Madam Bovary اور Ana Karenina میں بھی عشقیہ جذبات کی شدت، شاعرانہ خصوصیات اور المیہ کی پیش کش ہے جو انطونی اور قلوپطرہ میں ہے۔

کسی عاشق کے والہانہ پُرجوش، روح فرسا جذبۂ عشق کا متلاشی ہے جو تجارتی دنیا میں عام طور سے نایاب ہے لیکن ایسی ہی محبت قلوپطرہ کو خوش قسمتی سے دستیاب تھی۔

(زینت سے نشر)

ڈاکٹر محمد حنیف، ریڈر۔ شعبۂ انگریزی
مگدھ یونیورسٹی، بودھ گیا (بہار

قدیم آریہ لوگ اور علم طب

سید مرتضیٰ علی

آریہ قوم اپنے عہد کی نہایت ترقی یافتہ قوم تھی اور اس قوم کے دانشوروں کے خیالات ہم تک ویدوں کے ذریعہ پہنچے ہیں۔ مقدس وید کے بھجنوں میں جہاں ایک جانب وہم پرستی اور روایتیں ہیں وہیں دوسری جانب دلیل اور منطق پر مبنی خیالات بھی ہیں۔ مختلف امراض کے بارے میں آریاؤں کا نظریہ تھا کہ جو لوگ گناہ کرتے ہیں یا جن لوگوں کو بھوت پریت آسیب گمراہ کر دیتے ہیں، ان سے دیوتا ناراض ہو جاتے ہیں اور نتیجتاً مختلف ذہنی اور جسمانی بیماریاں پیدا ہو جاتی ہیں جن کا علاج عبادت صدقہ نذر و نیاز اور جادو ٹونے سے ممکن ہے۔ لیکن ان خیالات کے ساتھ ساتھ بیماریوں کے منطقی وجوہات مفید علاج اور سرجری کے طریقے بھی رائج تھے۔ اس دور میں علاج کرنا ایک فن ہی نہیں بلکہ سماجی نظام کا ایک حصہ تھا۔ انہیں بنیادوں پر علم طب سے متعلق نظریہ آیورویدقائم کیا گیا اور بعد میں مزید ترقی کر کے علم طب کو فلسفۂ زندگی سے تعبیر کیا گیا چنانچہ علم طب اتھروید کا ضمنی حصہ اور آیوروید رگ وید کا ایک حصہ ہے۔

'پانی' آریائی تہذیب میں جزو اعظم کی اہمیت کا حامل ہے۔ رگ وید کے مطابق دریاؤں میں لافانیت کا جزو یعنی امرت اور پانی میں علاج کرنے کی زبردست قوت ہوتی ہے۔ پیڑ پودوں کی ادویاتی صلاحیت تسلیم کی گئی تھی۔ اسی وید کا ایک بھجن اوشدھ استوتی چاند کے دیوتا 'سوم' کی شان میں ہے۔ سوم دیوتا کی حکومت پیڑ پودوں پر بھی تھی۔

ویدک ادب میں اگرچہ بیماریوں اور حادثات کی وجوہات فوق الفطرت ہیں لیکن امراض کی تین مگر ابتدائی وجوہات بھی بیان کی گئی ہیں جو کہ ابھرت واتج اور سشمج ہیں۔ یعنی بیماریاں بادلوں یا کہرے کی وجہ سے یا بھیگی ہوا کی وجہ سے یا پھر خشک کرنے والے اجزا کی وجہ سے ہوتی ہیں۔ اتھروید کے دوسرے حصہ میں خشک کرنے والے اجزا یا سشمج کو 'پت' بھی کہا گیا ہے۔ رگ وید میں ایک لفظ ترِدھاتو استعمال ہوا ہے جس کے معنی Heinbold Muller Longlois اور Filliozat کے مطابق انسانی جسم کی تین کیفیتیں ہیں۔

بیماریوں کی تین وجوہات اور بھی بیان کی گئی ہیں۔ ایک بیجینر یہ یعنی موروثی جراثیم کی بنا پر دوسرے موسم کی تبدیلی کی وجہ سے اور تیسرے کرمس یعنی جسم کے اندر پائے جانے والے چھوٹے جرثومہ کی وجہ سے۔ بہت سی کتابوں مثلاً واجاسنے ای سٹے بتریہ اُپے تریانی اور سنگھیتاؤں میں بیماریوں کا علاج جڑی بوٹیوں حیوانی اشیاء سونا سیسہ سورج کی روشنی دودھ اور شہد کے ذریعہ تجویز کیا گیا ہے۔ کئی حالتوں میں سرجری کے طریقے بھی بیان کیے گئے ہیں۔ پیچیدہ بیماریوں کے علاج کے لیے ایک نہایت دلچسپ طریقہ کا بیان ہے۔ وہ یہ کہ مریض کو بار بار یقین دلایا جاتا رہے کہ اس کا علاج ہو رہا ہے جو ضرور کامیاب ہوگا۔ یہ طریقہ آجکل نفسیاتی علاج میں تکرار یعنی Suggestion کے بطور رائج ہے۔

ویدوں میں اتنی زیادہ صحیح معلومات ہیں کہ ان پر مکمل طبی سائنس کا گمان ہوتا ہے۔ ویدوں میں بیماریوں کی ایک طویل فہرست ہے جس میں سے بطور نمونہ چند بیماریوں کے نام سنئے: [illegible] یعنی آنکھ کی بیماری، [illegible] یعنی پھیپھڑوں کا کٹنا اور سوجنا، [illegible] یعنی بواسیر، [illegible] یعنی پرانا دمہ، [illegible] یعنی پتھری ہو جانا، [illegible] یعنی جلدی پھپھولے وغیرہ۔ ان بیماریوں کی علامات بھی بیان کی گئی ہیں۔ سنگھیتاؤں میں انسان کے بیرونی اور اندرونی اعضا کی تعداد تین سو بتائی گئی ہے جس کی مکمل فہرست Filliozat نے دی ہے۔ اتھروید میں بچہ کی پیدائش کا بھی ذکر ملتا ہے۔ پیدائش کے عمل میں تکلیف پیش آنے کی صورت میں طبیب کو چاہیے کہ وہ [illegible] یعنی پیدائش کے راستہ میں یونی یعنی رحم مادر اور [illegible] یعنی نلی کا آپریشن کر دے۔

اس کے علاوہ سرجری کے جو دوسرے طریقے بتائے گئے ہیں ان میں پھوڑا چیرنا، ٹوٹی ہڈی کا آپریشن، پیشاب بند ہونے کی صورت میں نرکل کو بطور آلہ استعمال کرنا، زخمی آنکھ کی سرجری اور کٹی ہوئی ٹانگ کی جگہ لوہے کی سلاخ فٹ کرنا شامل ہیں۔

اتھروید کے مطابق آیوروید کا مقصد جسم کو لمبی عمر تک تندرست توانا رکھنا اور امراض کا علاج کرنا ہے۔ اس کے لیے [illegible] اور [illegible] کی اصطلاحیں استعمال کی گئی ہیں۔ دودھ کے بارے میں کہا گیا ہے کہ یہ غذائیت سے بھرپور قوت بخش غذا ہے جو ذہانت کی افزائش کرتا ہے اور چہرے پر نور لاتا ہے۔ حاملہ عورتوں کے لیے دودھ تجویز کیا گیا ہے۔ سُرا اور مدھو یعنی شراب و شہد کی فضیلت بھی بیان کی گئی ہے۔ وید کے مطابق عمدہ قسم کا چاول بچوں کے دانت نکلنے میں معاون ہوتا ہے۔ اور قوت حیات میں اصلاح کرتا ہے۔ تازہ نکلے ہوئے مکھن کو بچوں اور حاملہ عورتوں کے لیے اور صاف کیے ہوئے مکھن کو بالغ لوگوں کے لیے مفید قرار دیا گیا ہے۔ یرقان کا علاج ہلدی ملا کر دودھ دینا بتایا گیا ہے۔

علاج معالجہ کی ذمہ داری پنڈتوں اور پجاریوں کی ہوتی تھی تین قسم کے طبیب ہوا کرتے تھے۔ سب سے بلند مرتبہ تو وہ اطبا تھے جو بیماریوں کا علاج مقدس وظیفہ یعنی منتروں کی مدد سے کرتے تھے۔ دوسرے درجہ پر وہ اطبا آتے تھے جو علاج کے لیے جڑی بوٹیوں کی مدد لیتے تھے اور سب سے آخری درجہ پر وہ اطبا تھے جو علاج کے لیے چاقو چھری کا استعمال کرتے تھے۔

علم طب کو بڑے سائنٹفک طریقے سے برتا جاتا تھا۔ سوشرت سنگھیتا کا ایک حوالہ دیکھئے: وہ لوگ جن کی گردن بہت چھوٹی کاندھے اور سینہ فراخ ہوتا جن کے چہرے چوڑے آواز گہری ہوتی ہے، عام طور پر امراض سے محفوظ رہتے ہیں۔ اور ان پر دوائیاں جلد اثر کرتی ہیں۔ اس کے برخلاف جن لوگوں کی ناک بڑی، تنگ پیٹھ آنکھیں مٹکنے والی اور سینہ بالوں سے ڈھکا ہوا اور جن کے تولیدی اعضاء غیر معمولی طور پر بڑے ہوں، بیماریوں کی طرف زیادہ مائل ہوتے ہیں اور ان پر دوائیاں جلد اثر نہیں کرتیں۔

بہ طور قدیم آریوں نے باوجود وہم پرستی، عقیدت پرستی اور روایتوں کے علم طب میں بہت ترقی کر لی تھی اور اس کو ایک مکمل سائنس کا درجہ دیدیا تھا۔

(رامپور سے نشر)

نئی نسل نئے حوصلے

ریحان غنی

حوصلے بلند ہوں تو مشکل سے مشکل کام بھی آسان ہو جاتے ہیں اور وہیں دوسری طرف حوصلے کی پستی انساں کے لئے ہلاکت کا سبب بھی بن جاتی ہے۔ انسان کی ترقی کا راز اسی چھوٹے سے لفظ 'حوصلہ' میں مضمر ہے۔ جب سے انسان نے اس روئے زمین پر قدم رکھا ہے اس وقت سے ہی وہ مختلف طرح کے مسائل سے دوچار ہے اور جیسے جیسے وہ ترقی کرتا جا رہا ہے ویسے ہی ویسے اس کے مسائل اور بھی پیچیدہ ہوتے جا رہے ہیں۔ اس نے چاند اور ستاروں پر کمندیں تو لگا لی ہیں لیکن وہ اپنی الجھنوں پر اب تک قابو نہیں پا سکا ہے ـــ اور انسان کی ان الجھنوں نے سماج اور معاشرہ کو بھی متاثر کیا ہے ـــ آج ہم مختلف طرح کے مسائل سے دوچار ہیں ـــ ذاتی اور اجتماعی طور پر معاشرہ کا ہر فرد الجھنوں اور پریشانیوں کا شکار ہے۔ اس کی کئی وجہیں ہیں۔ اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ ہم اپنے آپ میں سمٹ گئے ہیں ـــ اور مزید سمٹتے جا رہے ہیں۔ ہمارا شعور بیدار تو ہو گیا ہے لیکن ہم عملی طور پر بیدار نہیں ہو سکے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج جرائم کی رفتار کم ہونے کے بجائے بڑھ رہی ہے۔ ہم لسانی اور صوبائی عصبیت کے شکار ہوتے جا رہے ہیں۔ طلبہ اور اساتذہ میں بے چینی پیدا ہو رہی ہے اور ان کے مقدس رشتوں کو پامال کیا جا رہا ہے۔ لیکن فرقہ پرستی سر اٹھا رہی ہے اور کہیں نوجوانوں کی طاقت غلط سرگرمیوں میں ضائع کی جا رہی ہے۔ ایسا کیوں ہو رہا ہے اور ایسا کون لوگ کرتے ہیں اس کی نشاندہی ہونی چاہئے۔ یہ کام کون کرے اور ملک دشمن اور سماج دشمن عناصر کا مقابلہ کیسے کیا جائے یہ ایک ایسا سوال ہے جس کا جواب ہر کوئی یہ کہہ کر بہ آسانی دے سکتا ہے کہ اس کے لئے معاشرہ اور ملک کے ہر فرد کو بیدار ہو کر اپنی ذمہ داریاں سمجھنی ہوں گی تب ہی لوگوں کو امن و سکون اور جینا نصیب ہو سکتا ہے۔ لیکن اب اس کا فیصلہ کیسے ہو کہ ہم اپنی ذمہ داریاں سمجھتے ہیں اور فلاں نہیں سمجھتا۔ حقیقت بھی یہ ہے کہ ہمیں دوسروں پر شک کرنے کا کوئی اختیار نہیں۔ آج معاشرہ میں مختلف طرح کی برائیاں پھیلنے کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ معاشرہ کا ہر فرد اپنے آپ میں مطمئن ہے۔ کسی کو اپنے اندر خامی نظر نہیں آتی۔ نتیجہ یہ ہے کہ آج کا معاشرہ ایک عجیب طرح کے گھٹن آمیز ماحول سے دوچار ہے۔ اس صورت حال میں نوجوان طبقے پر بہت بڑی ذمہ داری یہ عائد ہوتی ہے کہ یہ طبقہ حالات کے تقاضے کو سمجھے اور اپنی طاقت کو ضائع کرنے کے بجائے نئے عزم اور حوصلے کے ساتھ ملک و قوم کی تعمیر کی طرف مصروف عمل ہو جائے کیونکہ یوں بھی نوجوانوں کو مستقبل کا معمار کہا جاتا ہے اور یہ حقیقت بھی ہے۔ دنیا کے طاقتور سے طاقتور ملک اپنے نوجوانوں پر ناز کرتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ ان میں عزم کی کمی نہیں ہوتی اور عزم سے ہی ملک و قوم کی قسمت سنورتی اور بدلتی ہے۔

ہر زمانے کے کچھ سماجی تقاضے ہوتے ہیں جنہیں سمجھنا سماج کے ہر طبقہ کے لوگوں کے لئے ضروری ہے۔ آج وقت کی اہم ترین ضرورت یہ ہے کہ نوجوانوں کے اندر احساس ذمہ داری پیدا کیا جائے۔ ان کے اندر وطن سے محبت کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھر جائے اور برائیوں کے خلاف ان کے اندر نفرت کا جذبہ پیدا کیا جائے تاکہ وہ کھلا اور صاف ذہن رکھ کر نئے عزم اور نئے حوصلے کے ساتھ اپنے وطن عزیز کی خدمت کر سکیں۔ دوسری طرف وقت کا یہ بھی تقاضہ ہے کہ نوجوانوں کے عزم و حوصلے کو جلا بخشی جائے، ان طاقت کا صحیح مصرف لیا جائے۔ ان کے قیمتی وقت کو زیادہ سے زیادہ تعمیری کاموں میں لگایا جائے، ان کے اندر اخلاقی جرأت پیدا کی جائے اور ان میں صحیح تعمیری شعور پیدا کیا جائے۔ اس سلسلے میں اساتذہ بہت ہی اہم رول ادا کر سکتے ہیں کیونکہ یہی وہ دانشور طبقہ ہے جو نوجوانوں سے براہ راست تعلق رکھتا ہے۔ آج بیشتر تعلیمی اداروں میں بے چینی ہے۔ اس بے چینی سے طلبہ کے حوصلے پست ہوتے ہیں اور ان کی صلاحیت غلط اور لاحاصل کاموں میں ضائع ہو جاتی ہے۔ ہمیں چاہیئے کہ ہم صحیح اور غلط کی خود تمیز کریں اور ایسے عناصر کا ساتھ نہ دیں جو ہمارے حوصلے پست کرتے ہوں اور ہمارے مستقبل کو تاریک بناتے ہوں ـــ یہ دور مقابلہ کا دور ہے۔ سائنس اور ٹکنالوجی کا زمانہ ہے اور آج ہر فرد اور ہر ملک ترقی میں ایک دوسرے سے آگے نکلنے کی کوشش میں مصروف ہے اس لئے ہمیں ایسی سرگرمیوں سے تو کنارہ کش ہی رہنا چاہئے جو نہ صرف ہمارے لئے بلکہ ہمارے ملک کے لئے بھی مہلک ہیں ـــ بدعنوانی، رشوت خوری، چوربازاری، لسانی اور علاقائی جھگڑے، منافع خوری، ذخیرہ اندوزی، تشدد اور تخریب پسندی یہ ایک ایسی برائیاں اور مسائل ہیں جنہیں نہ تو کوئی فرد واحد دور کر سکتا ہے اور نہ صرف تنہا حکومت ہی انہیں حل کر سکتی ہے۔ یہ نوجوانوں کا فرض ہے کہ وہ اپنی ذمہ داریاں سمجھیں اور نئے عزم اور حوصلے کے ساتھ ان تمام برائیوں کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں جو آج ہمارے معاشرے کو گھن کی طرح کھائی جا رہی ہیں۔ خوشی اور مسرت کی بات یہ ہے کہ آج نوجوانوں کو قومی یک جہتی کی ضرورت اور بھائی چارگی کی افادیت کا درس دینے کی ضرورت نہیں ہے۔ آج کا ہر نوجوان اس کی افادیت سے واقف ہے اور اس کا شعور بہت بیدار ہے۔ بس ضرورت اس کی ہے کہ اس کی طاقت کو صحیح سمت میں لگایا جائے اور اس کے عزم و حوصلے کو اس کے اچھے اور تعمیری کاموں کی حوصلہ افزائی کر کے جلا بخشی جائے۔

(پٹنہ سے نشر)

نصیر حمید خلش

آؤ ہم لوگ بہاروں کی کہانی لکھیں
زرد سوکھے ہوئے پتوں کی زبانی لکھیں

اس کی آنکھوں میں اتر جائے مرے کرب کا عکس
اس طرح قصۂ اندوہِ نہانی لکھیں

دھوپ کے شہر میں پھیلے ہوئے تا حدِ نگاہ
موم کے پتلوں کی خاموش کہانی لکھیں

جب کھلی آنکھ تو ہمراہ سفر پیری تھی
کس کو طفلی کہیں اور کس کو جوانی لکھیں

جس کی خوشبو سے سجائے گئے ایوانِ حیات
کیا اسی چیز کو اب دشمنِ جانی لکھیں

قیمتی چیز تھی پلکوں پہ سنوارا میں نے
آپ چاہیں تو اسے آنکھ کا پانی لکھیں

اب خلشؔ پھیل چکا تا بہ افق رنگ لہو
کیوں نہ اس وقت تو پھر شام سہانی لکھیں

(پٹنہ سے نشر)

اچھی اور سستی غذائیں

ڈاکٹر سید مستحسن علی جعفری

مشہور مقولہ ہے کہ انسان کو جینے کے لیے کھانا چاہیئے کھانے کے لیے جینا نہیں۔ لیکن آج اس کے بالکل برعکس ہو رہا ہے یعنی انسان کھانے کے لیے جیتا ہوا نظر آ رہا ہے۔ اس کی ہوس اتنی بڑھ چکی ہے کہ وہ اپنی آمدنی کا تقریباً ستر فی صد حصہ اپنی غذا پر صرف کرتا ہے۔ تعجب ہے کہ پھر بھی اس کی نہ تو صحیح طریقہ سے نشو و نما ہو پاتی ہے اور نہ صحت ہی برقرار رہ پاتی ہے۔ مختلف تجزیوں سے عیاں ہو چکا ہے کہ ترقی پذیر ممالک میں ہونے والی بیشتر بیماریوں کا سبب کھانے میں غذائی اجزاء کی کمی اور ان کا غیر متناسب استعمال ہے یعنی اتنا سب کچھ خرچ کرنے اور خوب پیٹ بھر کر سارا دن کھانے کے باوجود صحیح معنوں میں ہمارے جسم کی غذائی ضرورت پوری نہیں ہو پاتی۔ صاف ظاہر ہے کہ ہماری غذا اور اس کے تیار کرنے کے طریقہ کار میں ضرور کوئی بڑی خامی ہے۔ آج ہمارے سامنے ایک اہم سوال یہ ہے کہ کیا اچھی غذا صرف بہت سی دولت کے عوض ہی مل سکتی ہے۔ یا ایک غریب اور متوسط درجہ کا انسان بھی اپنی حیثیت کے مطابق خرچ کرکے مناسب اور اچھی غذا حاصل کر سکتا ہے۔ یا جسم انسانی کی نشو و نما کے لیے بہت مہنگے اور بازار میں آسانی سے دستیاب نہ ہو سکنے والی لوازمات ہی ضروری ہیں۔

عام طور سے انسانی غذا جن چیزوں پر مشتمل ہوتی ہے وہ سب کاربوہائیڈریٹس، پروٹین، چربیاں اور معدنیات و وٹامنس کے زمرے میں آتی ہیں۔ کاربوہائیڈریٹس یعنی نشاستہ والی چیزوں سے توانائی حاصل ہوتی ہے مثلاً اناج و تمام میٹھی غذائیں۔ اچھے قسم کی پروٹین انڈا، دودھ و سویابین میں پائی جاتی ہیں۔ یوں تو دالوں میں بھی پروٹین خاصی مقدار میں موجود ہوتی ہے مگر یہ نسبتاً کمتر درجہ کی حامل ہے۔ پروٹین جسمانی نشو و نما کے لیے ضروری ہے۔ مختلف قسم کے تیل اور چربیاں چکنی مادوں کے زمرے میں آتے ہیں۔ جبکہ ہری اور تازہ سبزیاں وٹامنس و معدنیات کا خزانہ ہیں۔ ان سب کا جسمانی ضرورت کے مطابق صحیح تناسب میں حاصل کرنا متناسب غذا کہلاتا ہے۔ اگر متناسب غذا انسان کو ملتی رہے تو پھر وہ نہ صرف اچھی طرح تندرست و توانا رہ سکتا ہے بلکہ بہت سی بیماریوں سے بھی بچ سکتا ہے۔ صحیح اور متناسب غذا عام انسان کو نہ مل پانے کا ایک بڑا سبب ہے افادیت کے اعتبار سے غذاؤں کی غیر مساوی تقسیم یعنی جن غذائی اجزاء کی جسم انسانی کو ضرورت ہے وہ اسے دستیاب نہیں ہو پاتیں۔ معاشی پہلو و دیگر ذرائع کی کمی کے ساتھ ساتھ علم کا فقدان بھی اس کا ایک بڑا سبب ہے۔ بہت سی ایسی چیزیں ہیں جو روزمرہ کی زندگی میں ہمارے چاروں طرف بآسانی مل سکتی ہیں اور سستی بھی ہیں مہنگی غذاؤں کے مقابلے زیادہ غذائیت بخش ہیں۔ مثلاً سیب و انگور جیسے قیمتی پھلوں کے مقابلے بہت سے سستے و موسمی میووں کا استعمال زیادہ مفید ہے۔

سیب میں وٹامن اے، بی اور سی تقریباً نہیں کے برابر ہوتا ہے جبکہ آم و پپیتا میں وٹامن اے خاصی مقدار میں موجود ہے۔ اسی طرح سیب میں معدنیات بھی بہت ہی قلیل مقدار میں پائے جاتے ہیں۔ جبکہ کیلا و پپیتا وغیرہ میں کیلشیم و فاسفورس خاصی مقدار میں موجود ہوتے ہیں۔ تربوز، جامن و فالسہ میں فولاد خاصی مقدار میں ہوتی ہے۔ فولاد یعنی آئرن جسم میں خون کے بننے کے لیے ضروری ہے۔ اسی طرح دوسرے سستے پھل مثلاً کھجور، خوبانی، کیلا، ککڑی، جامن، امرود اور کھٹے پھل جیسے لیمو، سنترہ وغیرہ بہت زیادہ طاقت بخش ہیں اور امید کی جاتی ہے کہ کم قیمت پر ملنے کی وجہ سے ہر کس و ناکس بھی استعمال کر سکتے ہیں۔ کھٹے پھل وٹامن سی کا خزانہ ہوتے ہیں۔ لیموں کو کھانے کے ساتھ بھی استعمال کیا جانا چاہیئے۔ اور مشروب کے طور پر اس کا عرق تھکاوٹ دور کرنے کے لیے پانی میں ملا کر یا سکنجبین بنا کر استعمال کرنا چاہیئے۔

عام مشاہدہ ہے کہ ہمارے ملک میں لوگ پروٹین تو ضرورت سے زیادہ کھاتے ہیں لیکن توانائی کے لیے حرارے غذا میں کم ہوتے ہیں۔ ایک عام آدمی کو دن میں آدھا کلو اناج کی ضرورت ہوتی ہے اور روزمرہ کی غذا کے لیے اناج کا انتخاب بھی ہم لوگ صحیح ڈھنگ سے نہیں کرتے۔ اگر کسی خطہ میں لوگ گیہوں کا استعمال کرتے ہیں تو بس دونوں وقت گیہوں کی روٹی ہی بن رہی ہے اور کہیں چاول کھایا جاتا ہے تو بس دوسرے اناجوں کے استعمال کے بارے میں سوچتے تک نہیں جو نتیجہ کے طور پر غلط ہے۔ دوسرے اناج جیسے جوار، باجرہ، جو، مکا وغیرہ بھی اتنے ہی مفید ہوتے ہیں پھر انھیں کیوں نظر انداز کیا جاتا ہے جبکہ یہ کم قیمت میں دستیاب ہو سکتے ہیں۔ ماہرین کی رائے ہے کہ انسان روزانہ کی غذا میں اناجوں کو بدل بدل کر کے لینا چاہیئے۔ جیسے ایک وقت گیہوں یا چاول تو دوسرے وقت جوار، باجرہ، مکا وغیرہ میں سے کسی ایک کا انتخاب بدل بدل کر کرتے رہنا چاہیئے۔ دال اور چاول کو ملا کر کھچڑی بنا کر کھانا بہت ہی مفید ہے۔ چاولوں کے بہت سے غذائی اجزاء مانڈ اور رنگائی وغیرہ میں ختم ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح انھیں بار بار دھونے سے بھی وٹامن بی ختم ہو جاتا ہے۔ اس لیے چاولوں کو صرف ایک یا دو مرتبہ دھونا چاہیے وہ بھی زیادہ رگڑ کر نہیں۔ دراصل ہم لوگ اپنے کھانے میں غذائی منفعت کے مقابلہ ذائقہ پر زیادہ توجہ دیتے ہیں اور اچھے سے اچھے ذائقہ کی تلاش میں مفید اجزاء کو ختم کرتے چلے جاتے ہیں یا پھر اتنا پیچیدہ کر دیتے ہیں کہ انھیں ہضم کرنا دشوار ہوتا ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ تیاری غذا کے معاملہ میں بھی خصوصیت سے دھیان دیا جائے۔ پھلوں اور تازہ سبزیوں کو صاف اچھی طرح دھو کر استعمال کرنا چاہیئے۔ یعنی جہاں تک ممکن ہو سبزیوں کو کم سے کم پکا کر استعمال کرنا چاہیے۔ روزانہ ایک کٹوری بھر ہری سبزیوں کا استعمال بہت ہی مفید ہے۔ دالیں پکنے کے بعد ہی قابل ہضم ہوتی ہیں لیکن اگر انکورت دالوں مثلاً انکورت چنوں کو پانی میں بھگو کر کلّے پھوٹنے پر استعمال کیا جائے تو یہ خوش ذائقہ بھی ہیں اور زود ہضم بھی۔ شہد اور دودھ اگر روز مل جائے تو بہت ہی عمدہ ہے۔ اسی طرح انڈا بھی بہت ہی بھرپور غذا ہے لیکن اس کا ہر آدمی کو روز مل پانا تو آسان نہیں اس لیے اگر ممکن ہو تو ہفتہ میں کم از کم ایک انڈا ضرور کھا لینا چاہیئے۔ مونگ پھلیاں بھی اچھی غذا فراہم کرتی ہیں اور مزیدار بھی ہوتی ہیں اسلئے ایک مٹھی مونگ پھلیاں روزانہ کھا لینی چاہئیں۔

اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ قدرت نے ہمیں ہر موسم میں چاروں طرف بہت ہی بیش بہا چیزیں کھانے کے لیے عطا کی ہیں جنھیں ایک تناسب میں استعمال کرکے اپنی غذائی ضرورت کو پورا کیا جا سکتا ہے۔

(اردو سروس سے)

ڈاکٹر سید مستحسن علی جعفری
ریسرچ اسکالر۔ شعبہ علم الادویہ
اے۔ ایم۔ یو علی گڑھ



چاند بی بی

زہرہ جمال

دکن کی سرزمین علم و ادب، دولت و دریا دلی، شادابی اور حسن کے لیے اپنی نظیر آپ ہی ہے۔

علاء الدین خلجی، محمد تغلق، اکبر اور اورنگ زیب دہلی کے تخت و تاج پر قابض ہوتے تو ان کی نظریں دکن کی خوددار ریاستوں کے آزاد وجود کو زنجیرِ غلامی پہنانے کے لیے اٹھیں۔

دکن میں انسانی غیرت، جرأت اور اعتماد کی عجیب آن تھی، اس سرزمین پر خدا رسیدہ درویشوں اور سنتوں کا بھی سایہ رہا ہے۔ اسی سرزمین نے مرہٹہ قوم کی غیرت اور جرأت کا اندازہ لگا کر انھیں شیرازہ بندی پر مائل کیا۔ یہ شیرازہ بندی بھی جیجا ماتا کے فہم و ادراک، قومی غیرت اور ظلم سے نفرت کرنے والے خون سے سیراب ہو کر شیواجی مہاراج کے پیکر میں طلوع ہوئی۔ جبر اور ظلم، مجبور و مظلوم کا رشتہ تاریخ میں مذہبی رنگ سے نہیں دیکھا جا سکتا کیونکہ یہ تاریخ ہر مذہب میں دہرائی گئی ہے۔

سرزمین دکن پر جو رنگ برنگے پھولوں سے اپنے جمال جہاں آرا کی زیبائش کرتی ہے اور چمن حیات کو بھی اس نے گل بداماں کر دیا ایسی ایسی ہستیوں سے روشناس کیا ہے۔ روسی سیاح افاناسی نکیتن کے احساس میں یہ مردم شناس، محمود گاواں کی سرزمین ہی نہیں ملنسار مہمان نواز محبت اور گداز سے بھرے فاقہ کش انسانوں کی زمین بھی تھی۔

ہندوستان نے ویدک عہد میں بھی جری دیویاں پیدا کیں جو مردوں کے دوش بدوش زندگی کے خارزاروں سے گزریں۔

ہندوستان نے ویدانت کے عہد میں بھی مردوں کے دوش بدوش علم و ادب فن و موسیقی میں عورت کا درجہ تسلیم کیا۔

ہندوستان نے رامائن اور مہابھارت کے عہد میں بھی لافانی کردار سیتا جی اور دروپدی جیسے پیدا کیے۔

ہندوستان نے راجپوت عہد میں بھی تاریخ کو وہ غیور رانیاں بہنیں، بیٹیاں اور بیویاں دیں جو مردوں کے حوصلوں کی جان تھیں رانی پدمنی کی طرح۔

ہندوستان نے مسلم عہد میں رضیہ سلطانہ، چاند بی بی، نورجہاں، روپ متی، درگاوتی، کملاوتی اور ممتاز محل جیسی نامور خواتین کی ماں بن کر سر اونچا رکھا۔

احمد نگر کے سلطان کے آنگن میں حسن کا ایک لطیف پیکر چاند بی بی کی صورت میں چاند بن کر اترا۔

بیجاپور کے عادل شاہ کے آنگن میں چاند سلطانہ کا ڈولہ اترا۔ سہاگن بن کر بیجاپور جانے والی چاند بی بی بیوہ ہو کر واپس احمد نگر آ گئی۔

احمد نگر کا حاکم اس کا نابالغ بھتیجا تھا۔ اپنے خون کی سرپرست بن کر اس ذی فہم خاتون نے حکومت کے تمام امور سرانجام دیے۔ مسلمان خاتون کی حیثیت سے اس خاتون نے حضرت بی بی زینب کے جری غیور اور رفیع کردار کو دہرا دیا۔ جنھوں نے اپنی آنکھوں سے شہدائے کربلا کی جان نثار ہستیوں کو شمع حق پر قربان ہوتے دیکھا اور کعبہ کو کینہ پرور دشمن کے مقابلے میں جرأت اور دانائی سے تحفظ دیا۔

احمد نگر کے بھولے بھالے عوام اپنی اس بہادر بیٹی سے تعاون کرتے رہے اور اسے سر آنکھوں پر جگہ دی۔

چاند بی بی نے غریب و نادار عوام کو ماں کی طرح اپنی شفیق اور مہربان ہستی کے زیر سایہ لے لیا۔

یہ عہد ہندوستان کی سیاست کا وہ اہم ترین دور تھا جب بیرم خاں کے تدبر نے اکبر کو سلطنت دہلی کی عنان حکومت عطا کر دی تھی۔

اکبر ایک وسیع اور عریض سلطنت پر حکمراں تھا۔ اکبر کے تمام بیٹے نااہل، عیش کوش اور راحت طلب تھے۔ اکبر ایک ہاتھ اپنے زخمی دل پر رکھ کر دوسرے ہاتھ سے عنان حکومت سنبھال رہا تھا۔ ایک ہی راستہ تھا کہ وہ اپنے سرکش بیٹوں کو کسی مہم پر روانہ کر کے ان کے خون کو کام سلطنت سے وابستہ کر سکتا تھا۔ دولت، حکومت اور اقتدار مذہب اور جنس کا امتیاز نہیں رکھتا۔ احمد نگر کی مسلم اور خاتون حکمراں چاند بی بی کی جرأت مند روح کو سرنگوں کرنے کا خیال اکبر جیسے جلیل اور عظیم حکمراں کے ذہن تک پہنچ کر رہا۔

اکبر نے ۱۵۹۵ء میں شہزادہ مراد کو احمد نگر پر فوج کشی کے لیے روانہ کیا۔ شہزادہ مراد جس کا اتالیق ابوالفضل جیسا مدبر و عالم تھا اپنی انانیت سے خان خاناں کو نامراد و ناشاد بنا کر دنیا سے رخصت کر چکا تھا۔ دکن کی شیر دل خاتون نے مراد کی فوج کے محاصرے میں اپنی قلعے کی دیوار کی مرمت راتوں رات لالٹین کی روشنی میں کروائی۔

اس پیکر نازک کے عزم و ثبات نے مٹھی بھر جاں نثاروں کو فولادی حوصلہ عطا کیا۔ چاند سلطانہ نے تاریخ میں یہ نکتہ بھی روشن کر دیا اس لالٹین کی روشنی سے کہ جس مہم میں حکمراں جان و تن سے شامل ہو وہی مہم جرأت اور استقلال کی تاریخ میں یادگار بن جاتی ہے۔

اکبر کے شہزادے ایک عظیم سلطنت کے وارث تھے لیکن شراب اور عیش پرستی نے ان کے قوی فکر و عمل کو زنگ لگا دیا تھا۔ مراد ایک خاتون کی بلند کرداری اور اس کے جاں نثاروں کی وفاداری کے آگے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ہو گیا۔ چاند بی بی نے مصلحت کے پیش نظر برار کا علاقہ مغلیہ حکومت کے حوالے کر دیا۔

ایک چھوٹی سی ریاست کی خاتون حکمراں کا ایک بڑی طاقت کے سیاسی فوجی حربوں سے کامیابی سے نکل جانا قابل داد و تحسین تھا۔

کردن صد عیب نہ کردن یک عیب

بے عمل لوگ ہمیشہ باعمل افراد کو نکتہ چینی کا شکار بناتے ہیں۔ مد مقابل عورت کے پیکر میں ہو تو سازشیں رکیک صورت اختیار کر لیتی ہیں بہتان طرازی جو اسلام کی شریعت میں ممنوع تھی اسے اب اہل سیاست نے سب سے بڑا سیاسی حربہ بنا لیا تھا۔ عورت پر وار کرنے کے لیے تلوار سے زیادہ بہتان کارگر ہے۔ یہ اہل سیاست شعور رکھتے تھے۔ چاند سلطانہ پر بھی شہزادہ مراد کی شخصیت بہتان طرازوں کے لیے تخیلی حملوں کا مواد فراہم کرنے لگی۔

سلطنت دہلی کی جری حکمراں سلطانہ رضیہ کی شخصیت کشی بھی بہتان طرازیوں سے کی گئی تھی۔ نگاہ خلقت میں عورت کے فطری احترام کو زک پہنچانے کا حربہ یہی تھا مکار اہل سیاست کے پاس۔

چار سال یہ جری سلطانہ اپنی تمام اخلاقی قوتوں سے داخلی و خارجی ریشہ دوانیوں کا مقابلہ کرتی رہی۔ لیکن سازشوں کے سانپ رینگتے رینگتے اس کے وجود تک پہنچ گئے۔ محافظ سپاہیوں نے معصوم و باعفت بیوہ کے دامن عصمت کے خلاف ورغلائے جانے والے منصوبوں کی مسموم ذہنیت کا شکار ہو کر انتہائی نمک حرامی کا ثبوت دیا اور اس عالی مقام خاتون کو ہلاک کر دیا۔ شقاوت بے شری اور بے رحمی سے۔

"تاریخ تھرا گئی، غیرت انسانی کو پسینہ آ گیا، دلداروں کی تلواریں شرما گئیں، شریف دل خون کے آنسو رونے لگے۔ حساس اور نیک روحوں پر ندامت کی گھٹا چھا گئی۔ دکن کی صنف نازک کا قتل دغا شعاروں کے ہاتھوں پیکر وفا کا خون ۔۔۔ خون ناحق رنگ لایا دانیال نے احمد نگر فتح کر لیا۔ آج تک دکن کی دھرتی خون کے آنسو روتی ہے۔ آج بھی اس دھرتی کے باسیوں کے دلوں میں اس نام کو سن کر کسک جاگ اٹھتی ہے۔

خون پھر خون ہے
ٹپکے گا تو جم جائے گا
فرق سیاست پہ گرے
پا بہ سلاسل پہ گرے
یا خنجر قاتل پہ گرے
خون پھر خون ہے
ٹپکے گا
تو رنگ لائے گا

(بمبئی سے نشر)

زہرہ جمال
یونٹی کمپاؤنڈ جوہو۔ بمبئی ۵۶

کتب بینی - ایک دلچسپ مشغلہ

محمد عرفان رشیدی

انسانی زندگی میں عیش وآرام کو اولیت کا درجہ حاصل ہے۔ انسان کی ساری تگ ودو کا ماحصل یہی ہوتا ہے کہ وہ آرام سے زندگی بسر کر سکے۔ ہر انسان دل بہلانے کی خاطر یا یہ کہیئے کہ زندگی کی تگ ودو سے تھوڑی دور کے لیے چھٹکارا حاصل کرنے کی خاطر مختلف تفریحات اور مشاغل میں مبتلا ہوتا ہے۔

انسانی مشاغل پر اگر ہم ایک سرسری نظر دوڑائیں تو ایک لمبی چوڑی فہرست سامنے آئے گی۔ کوئی پتنگ بازی میں مصروف ہے تو کوئی کبوتر بازی میں۔ کسی کو فلم دیکھنے کا شوق ہے تو کسی کو کسی اور کھیل کا۔ غیبت، چغلی، ساڑیوں اور زیوروں پر تبصرے عورتوں کے محبوب ترین مشاغل ہیں۔ ڈاک ٹکٹ جمع کرنا، قلمی دوستی پیدا کرنا یہ تمام مشاغل میں شامل ہیں غرضیکہ ہر سرے دسودائے۔

مشاغل آدمی کی شناخت ہوتے ہیں۔ یہ انسان کو بناتے بھی ہیں اور بگاڑتے بھی۔ یہ باعث نام ونمود ہیں تو باعث رسوائی بھی۔ اس کی وجہ سے ہم نے لوگوں کے گلے میں پھولوں کے ہار بھی دیکھے ہیں اور لوگوں کو سڑکوں کو پٹتے ہوئے بھی دیکھا ہے۔ اس لیے ایک شخص کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ کسی مشغلے کو اختیار کرنے سے پہلے یہ دیکھے کہ وہ اس کے لیے سودمند ہے یا نقصاندہ۔ ہمیں نقصاندہ مشاغل سے کوئی بحث نہیں۔ ہاں سودمند مشاغل بھی بہت ہیں۔ ان کی ایک طویل فہرست تیار ہو سکتی ہے۔ لیکن اگر میں یہ کہوں کہ کتب بینی ان میں سر فہرست ہے تو بے جا نہ ہوگا۔

زمانہ جدید میں تعلیم کی اہمیت وافادیت سے کون انکار کر سکتا ہے۔ یہ بات پیش پا افتادہ ہے کہ بغیر تعلیم کے ایک شخص اچھا انسان نہیں بن سکتا تعلیم آج کے دور میں اتنی ہی اہم ہے جتنی کہ غذا۔ پڑھے لکھے، تعلیم یافتہ شخص کے لیے کتب بینی سے بہتر کوئی اور مشغلہ ہو ہی نہیں سکتا۔

ایسے مشاغل کی کمی نہیں جن میں سوائے پیسے اور وقت کی بربادی کے اور کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ لیکن کتب بین بعضوں کے لیے نہ صرف مفت کا سودا ہے بلکہ بونس بھی کیونکہ ایسے حضرت نہ صرف کتابیں دوسروں سے مانگ کر پڑھتے ہیں بلکہ لے کے لوٹاتے بھی نہیں۔ نہ ہلدی لگتی ہے نہ پھٹکری لیکن رنگ چوکھا آتا ہے۔

جس طرح یہ کہا جاتا ہے کہ ایک شخص اپنی صحبت سے پہچانا جاتا ہے۔ اسی طرح یہ بات بھی کہی جا سکتی ہے کہ اگر کسی کے ذوق یا اس کے خیالات کا پتہ لگانا ہو تو یہ دیکھیئے کہ وہ کیسی کتابیں پڑھتا ہے کتابیں متعلقہ شخص کے خیالات اور افکار پر بہت گہرا اثر ڈالتی ہیں۔ اچھی کتابیں ایک شخص کو بلندی پر پہنچا سکتی ہیں تو بُری کتابیں پستی کا باعث بھی ہو سکتی ہیں۔ اس لیے یہ ضروری ہے کہ کتابوں کا انتخاب نہایت سوچ سمجھ کر کیا جائے۔ ورنہ یہ کہنا پڑے گا کہ کتابوں کے انتخاب نے رسوا کیا مجھے

اگر ہم دنیا کی اہم ترین شخصیتوں پر ایک نظر ڈالیں تو غالباً یہ بات سب میں مشترک نظر آئے گی کہ انھیں کتب بینی کا شوق تھا۔ پنڈت نہرو کتابوں کے رسیا تھے اور وہ کتابوں کو نہایت سلیقے اور حسن کے ساتھ رکھتے تھے۔ اس سے کتابوں کے متعلق ان کی محبت کا پتہ چلتا ہے۔ مولانا ابوالکلام آزاد کے متعلق مشہور ہے کہ وہ اپنا زیادہ تر وقت کتب بینی میں صرف کرتے اور والد کی ناراضگی کے سبب رات میں لحاف میں منہ ڈالے چراغ کی روشنی میں چوری چھپے مطالعہ میں مصروف رہتے تھے۔

کتابیں وقت گزاری کا ایک بہترین ذریعہ ہے۔ اس کی بہترین مثال اس وقت نظر آتی ہے جب آپ کو کوئی سفر درپیش ہوتا ہے۔ ریلوے اور بس اسٹیشنوں پر کتابوں کے مال اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ دوران سفر تنہا شخص کے لیے ایک بہترین رفیق ہونے کا حق صرف کتاب ہی کو حاصل ہے۔ اسی کتاب کے ذریعے آپ دوسروں کی توجہ اور نگاہوں کا مرکز بھی بن سکتے ہیں۔ اگر آپ کو اس کا تجربہ کرنا ہو تو کوئی خوبصورت سرورق والا رسالہ یا فلمی میگزین خرید کر ٹرین یا بس میں سوار ہو جائیے۔ تمام لوگوں کی نگاہیں آپ اور آپ کے رسالے پر ہوں گی، جو وقت آپ کا آسانی سے کٹے گا وہی دوسروں پر گراں گزرے گا۔ ادھر آپ نے رسالہ رکھا نہیں کہ کئی ہاتھ آپ کی طرف بڑھیں گے۔ کیا یہ اس بات کی گواہی نہیں کہ کتاب وقت گزاری کے لیے ایک بہترین ساتھی ہے۔

کتب بینی کا شوق صرف وقت گزاری کے لیے ہو تو وہ ہمارے لیے مفید نہیں ہو سکتا۔ سائنس کی ہر شاخ، تاریخ کا ہر زمانہ، فلسفہ اور منطق علم نجوم، غرض یہ کہ ہر علم کا خزانہ ہمیں کتابوں سے حاصل ہو سکتا ہے کتب بینی کا سلسلہ جاری رکھنے سے انسانی معلومات میں روز بروز اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ وہ شخص جس کو کتب بینی کا برابر چسکا لگا رہتا ہے، زندگی بھر ہر روز تھوڑا بہت مطالعہ کیے جاتا ہے۔ لیکن اگر ہم اپنے بچوں پر نظر ڈالیں تو ہمیں مایوسی ہو گی۔ ان کا زیادہ تر رجحان کھیل کود کی طرف ہوتا جا رہا ہے۔ اور مطالعہ کا شوق دن بدن کم ہوتا جا رہا ہے اس کا ثبوت ہے بچوں کے رسائل کا فقدان اردو کے ان رسائل کو انگلیوں پر گنا جا سکتا ہے جو صرف بچوں کے لیے شائع ہوتے ہیں۔ اس کے برعکس دوسری زبانوں مثلاً انگریزی اور ہندی کے رسائل پر نظر ڈالیں تو ہمیں حیرت ہوگی بچوں کے لیے دلچسپ معلومات افزا کتابوں کی ان کے یہاں کمی نہیں اور ان میں سر فہرست ہیں کامکس۔ کامکس میں قصے اور کہانیوں کو رنگین تصاویر کے ذریعے بیان کیا جاتا ہے۔ بچے ان تصاویر کی وجہ سے ان میں بہت زیادہ دلچسپی لیتے ہیں اور گھنٹوں ان میں منہمک رہتے ہیں۔ ان کامکس کے ذریعے سائنسی معلومات، جغرافیائی معلومات، تاریخی معلومات اور ایسی بہت سی معلومات دی جا سکتی ہیں۔ اور اب تو شیکسپیر کے ڈراموں کو بھی کامکس کے ذریعے پڑھایا جا رہا ہے۔

کامکس کی بڑھتی ہوئی مقبولیت کی وجہ سے بہت سے ادارے اب صرف روپیہ بٹورنے کی خاطر انھیں شائع کر رہے ہیں۔ آج کل شائع ہونے والے کامکس میں زیادہ تر فوق البشر ہستیوں کے قصے اور مار دھاڑ کی کہانیاں ہوتی ہیں اس سے بچوں پر غلط اثرات پڑنے کا بھی خدشہ ہے۔

بات ہو رہی تھی اردو میں بچوں کے رسائل اور مطالعہ کے فقدان کی، اس لیے کامکس کی بات درآئی کہ اگر اردو میں بھی اس طرح کی کوشش کی جائے تو ہمارے بچوں میں مطالعہ کا شوق بڑھ سکتا ہے۔ مطالعہ کی کمی کی وجہ سے ہمارے بچے صرف کورس کی کتابوں تک ہی محدود ہو کر رہ گئے ہیں اور نصابی کتب سے بھی ان کو کتنی دلچسپی ہے یہ سبھی جانتے ہیں۔ ان کا علم محدود ہو کر رہ گیا ہے۔ یہ جملے باز تو ہوتے ہیں لیکن جملہ ساز نہیں۔ مطالعہ کی کمی کی وجہ سے بہتات ایسے بچوں کی ہے جو صحیح جملہ بھی نہیں بنا سکتے۔ اس لیے ضرورت اس بات کی ہے کہ ان میں مطالعہ کا شوق پیدا کیا جائے۔ اور میرے خیال میں کامکس اس کا بہترین ذریعہ ہو سکتے ہیں۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ عوام کو کتب خانوں کی اہمیت وافادیت سے بھی آگاہ کیا جائے۔ پبلک کتب خانے تعلیم کی ترقی میں بہت زیادہ حصہ لیتے ہیں۔ لیکن اگر ہم اپنے اردگرد نظر ڈالیں تو کتب خانوں میں ایسے لوگوں کی کمی نہیں ہو گی جن کے نام سے صرف گھٹیا قسم کے ناول اور کتابیں جاری کی جاتی ہیں۔ ادبی کتابوں کا شوق دن بدن کم ہوتا جا رہا ہے۔ اچھی کتابیں ہی ایک اچھا انسان بنا سکتی ہیں اس لیے ہمیں چاہیئے کہ ایسی کتابوں سے پرہیز کریں جن سے ہمارے خیالات وافکار پر بُرے اثرات پڑتے ہوں۔

غرض کہ کتب بینی نہ صرف ایک دلچسپ مشغلہ ہے بلکہ اس میں بے شمار فائدے ہیں۔ کیونکہ کتاب ہی ایک ایسا پھلوں کا باغ ہے جسے آستین میں رکھا جا سکتا ہے اور وہی ایسی سرسبز سیرگاہ ہے جو انسان کے ساتھ جہاں چاہے جا سکتی ہے۔ کتاب مُردوں کی زبان ہے اور زندوں کی آواز۔ وہ شام کے وقت آپ سے ملنے والا ایک ایسا دوست ہے جو اس وقت تک نہیں سوتا جب آپ خود نہ سو جائیں، اور ہمیشہ وہی بات کرتا ہے جس سے آپ کو خوشی ہوتی ہے۔ کبھی آپ کا راز فاش نہیں کرتا، وہ انتہا درجے کا وفادار ہمسایہ ہے۔ معقول دوست ہے۔ فرمانبردار ساتھی، سفر میں آپ کا بہترین رفیق، منکسر المزاج پروفیسر ہے، ایک ماہر ومفید امین جو نہ کبھی کسی معاملے میں بحث کرتا ہے اور نہ اپنے مالک سے اکتاتا ہے۔

(آکاشوانی ناگپور سے نشر)

محمد عرفان رشیدی اسماعیل پورہ، کامٹی - ۴۴۱۰۰۱

پریم چند اور قومی یکجہتی

مقبول ظہیر وارثی

ازل سے ہی ہندوستان کی قسمت کا فیصلہ لکھا جا چکا تھا کہ وہ مختلف مذاہب تہذیب و کلچر کی آماجگاہ رہے۔ چنانچہ کثرت میں وحدت ہماری مشترکہ تہذیب کا خاصہ ہے۔ ہندوستان میں شجر قومیت کی جڑیں کافی گہری اور مضبوط ہیں۔ تاریخ کے مختلف ادوار میں ہندو اور مسلمانوں نے ہندو مسلم اتحاد اور قومی سالمیت پر اپنی جان نثار کر دی۔ ہندوستان زمانۂ قدیم سے ہی سیکولر نظریات کا حامل رہا۔ لہٰذا اسی اصول و نظریات کے پیش نظر اکبر نے دین الٰہی کی داغ بیل ڈالی۔ پھر ہندو مسلم اتحاد کا پودا پھلتا رہا پھولتا رہا۔ دیگر سنتوں، صوفیوں، شاعروں اور ادیبوں نے حب الوطنی کے ترانے چھیڑ کر ہندوستان کو جنت نشاں بنایا اور تمام فرقوں کو قومی یکجہتی کے ہار میں پرو دیا۔ جدید ہندوستان میں قومی یکجہتی اور ہندو مسلم اتحاد کو جلا بخشنے والوں میں ایک نمایاں نام پریم چند کا بھی ہے۔

پریم چند نے جس عہد میں آنکھ کھولی وہ زبردست سیاسی کشمکش کا زمانہ تھا۔ ایک طرف انگریز اپنی پائیدار حکومت کی خاطر فرقہ وارانہ نفرت کا بیج بو رہے تھے تو دوسری طرف جنگ آزادی کے قائدین ہندوؤں اور مسلمانوں میں باہمی رفاقت پیدا کرنے کی سعی کر رہے تھے تاکہ ہندو اور مسلمان دوش بدوش ہو کر انگریزوں کے خلاف نبرد آزما ہو جائیں غلامی کی زنجیریں کٹیں اور آزادی کا سورج نمودار ہو۔ کم و بیش انہی مقاصد کے پیش نظر آسمان صحافت پر 'الہلال' 'ہمدرد' 'کامریڈ' اور 'زمیندار' جیسے اخبارات جگمگا رہے تھے۔ ان حالات میں پریم چند گاندھی جی کے بنے بنائے شاگرد ہونے کے ناطے کیسے خاموش تماشائی بنے بیٹھے رہ سکتے تھے۔ چنانچہ پریم چند کی اس دور کی تحریر میں جو کائنات سانس لیتی ہے اس کے ذرے ذرے میں قومی یکجہتی کا پیغام نور افشاں ہے۔ گنگا جمنی تہذیب کا عکس نمایاں ہے۔

پریم چند ہندو مسلم اتحاد کے سب سے بڑے علمبردار گاندھی جی کے پرستار تھے فکری طور پر وہ گاندھی جی سے وابستہ تھے چنانچہ یہ گاندھی جی کی برکتوں کا فیض تھا کہ ان کے تن مردہ میں جان آگئی۔ گاندھی جی سے وابستگی کا نمایاں عکس "چوگان ہستی" میں ملتا ہے۔ ایک نقاد کے خیال میں "چوگان ہستی" کا ہیرو سورداس مہاتما گاندھی کا مختصر ایڈیشن ہے۔ تحریک خلافت کے دنوں جو ہندو اور مسلمانوں میں بھائی چارگی، محبت و یگانگت تھی بعد کے حالات اتنے کبھی موافق نہ رہے۔ پریم چند اس عظیم الشان ہندو مسلم اتحاد کے مظاہرے سے کافی خوش ہوا کرتے تھے وہ مولانا شوکت علی اور مولانا محمد علی سے کافی متاثر تھے انھوں نے اپنے مضمون 'قحط الرجال' میں علی برادران کو رام لچھمن کی جوڑی لکھا تھا۔ اس وقت کی بہت سی کہانیوں میں پریم چند نے کٹر پنتھی ہندوؤں اور ملاؤں کی قلعی کھولی تھی اس کی وجہ یہ بھی تھی کہ پریم چند دھرم کے ٹھیکیداروں کی سچی تصویر عوام کے سامنے پیش کرنا چاہتے تھے اس کو دیکھ کر لوگ دھرم کے اصل روپ کو سمجھیں اور ایک دوسرے کے نزدیک آئیں (قلم کا مزدور، ص ۹۹)

جب کوئی ہندو مسلم اتحاد اور قومی یکجہتی کی سمت پیش رفت کرتا تو پریم چند خوشی سے جھوم اٹھتے اور اس کی ہر ممکن تعریف و تحسین کرتے۔ چنانچہ بقول مدن گوپال "پریم چند اسلامی تاریخ کے متعلق ہندی میں لکھنا چاہتے تھے، واقعۂ کربلا کا ان کے دل پر گہرا اثر تھا"

پریم چند چونکہ اپنے عہد کے عظیم نباض تھے، ان کے کردار ہندوستانی جلوؤں سے سرشار نظر آتے ہیں۔ بقول محمود نظامی بی اے

"پریم چند کے تمام کردار ہندوستانی ماحول کے جیتے جاگتے انسان ہیں جو آپ کے سامنے اسی طرح چلتے پھرتے ہیں جس طرح آپ کو ہر روز اپنے شہر کی گلیوں اور بازاروں میں ان سے سابقہ پڑتا ہے۔ اسی طرح پریم چند کے افسانوں کی مائیں، بہنیں اور بیویاں بالکل وہی ہیں جن کے پاکیزہ جلوؤں سے ہندوستانی گھر معمور ہیں" "سوز وطن" کی تمہید میں انھوں نے بذات خود لکھا تھا کہ اب ہندوستان کے قومی خیالات نے بلوغت کے زینے پر ایک قدم بڑھایا ہے اور حب وطن کے جذبات لوگوں کے دلوں میں ابھرنے لگے ہیں۔ . . . . ہمارے ملک کو ایسی کتابوں کی اشد ضرورت ہے جو نئی نسل کے جگر پر حب وطن کی عظمت کا نقشہ جمائیں۔"

"گوشۂ عافیت" کے حاجی پور میں چلے جائیں یا "چوگان ہستی" کے پانڈے پور میں آپ کو وہاں کی پرسکون فضا فرقہ پرست عناصر سے پاک ملے گی۔ وہاں ہندو مسلم کے درمیان کوئی نفرت کی دیوار حائل نہیں ہے۔ ہر طرف ہندو مسلم بھائی بھائی کی بازگشت سنائی دیتی ہے۔ دیہات شہروں کے بالمقابل فرقہ واریت سے پاک ہیں۔ ایسے ہی سابرمتی کے کنارے آباد راجپوت نامی گاؤں کے موتی گھاٹ پنگھٹ کو ہندو مسلم اتحاد کا پلیٹ فارم قرار دیتے ہوئے "شہید عشق" میں بڑے خوبصورت پیرائے میں پریم چند نے لکھا ہے۔ "وہاں کے لوگ ایک قبیلہ کی طرح بود و ماند رکھتے تھے۔ اور ہندو مسلم وغیرہ سب فرقوں کی عورتیں اسی پنگھٹ سے پانی بھرتی تھیں۔ شہروں میں آج کل مختلف فرقوں کے درمیان سم آلود ہوا پائی جاتی ہے۔ بھگوان کی دیا ہے اس گاؤں میں اس کا نام و نشان بھی نہیں ملتا تھا۔ یہ حقیقت راج پور کے دیکھنے والوں کو اچھی طرح معلوم ہو جاتی تھی۔ راج پور کا پنگھٹ تمام فرقوں اور مذہبوں کے لیے اتحاد کی پلیٹ فارم تھا۔"

ہندوستان ایک طرف رام اور کرشن کا دیش ہے تو دوسری طرف چشتی اور نانک کا وطن۔ ہندو مسلمان دونوں ملک کی اکائی ہیں۔ دونوں ہی قومی دھارے سے کٹ کر پھل پھول نہیں سکتے۔ ہندو مسلم اتحاد میں ہی ملک و قوم کی سالمیت ہے۔ پریم چند نے ہندو مسلم اتحاد پر معرکۃ الآرا ناول "پردۂ مجاز" لکھا۔ جس میں انھوں نے صاف صاف کہہ دیا نہ مسلمانوں کے لیے دنیا میں کوئی ٹھور ٹھکانہ ہے نہ ہندوؤں کے لیے۔ دونوں اسی دیش میں جئے ہیں اور اسی دیش میں مر رہے ہیں۔ اس کے علاوہ "پردۂ مجاز" میں ہندو مسلم اتحاد کی جھلکیاں جا بجا ملتی ہیں۔ شہر میں فرقہ وارانہ فساد پھوٹ پڑتا ہے پل بھر میں سارا شہر فساد کی آگ میں جھلس جاتا ہے کچھ مسلمان جسوانندن مار ڈالتے ہیں ادھر دروازے پر جسوانندن کی لاش پڑی ہے اور خواجہ صاحب بیٹھے رو رہے ہیں۔ خواجہ صاحب کہتے ہیں "مجھے اپنا بھائی یا بیٹا اتنا عزیز نہ تھا اگر مجھ پر کسی قاتل کا ہاتھ اٹھتا تو جسوانندن اس وار کو اپنی گردن پر لیتا . . . . . میں نے ہمیشہ اتحاد کی کوشش کی۔ اب بھی یہی ایمان ہے کہ اتحاد سے اس بدنصیب قوم کو نجات ہوگی . . . ہم دونوں ایک ہی مکتب میں پڑھے۔ ایک ہی اسکول میں تعلیم پائی ایک ہی میدان میں کھیلے۔ پر کون جانتا تھا کہ اس دوستی کا یہ انجام ہوگا۔

ہزاروں آندھیاں آئیں ملک کی ساری فضا فرقہ واریت سے مکدر ہو گئی لیکن پریم چند یوں ہی اپنی تحریری کائنات میں قومی یکجہتی اور ہندو مسلم اتحاد کا نغمہ بکھیرتے رہے مصور فطرت خواجہ حسن نظامی کے لفظوں میں "حالات میں اتار چڑھاؤ ہوتے رہتے ہیں۔ دور کا رنگ بدلتا رہتا ہے۔ ایک زمانہ تھا لوگوں کی طبیعت اتنی بدلی ہوئی تھی، سب پر فرقہ وارانہ رنگ سوار تھا، کون تھا جو نہ بہکا ہو۔ لیکن پریم چند تو ثابت قدم رہے ان کی نگاہ ویسی ہی صاف رہی اور وہ کسی جھونکے سے نہیں ڈگمگائے" سچ مچ وہ زندگی بھر فرقہ پرستی کے خلاف لڑتے رہے زندگی کے آخری ایام میں بھی وہ اس سے غافل نہ رہے انھوں نے ہر ممکن سعی کی کہ ہندوستانی صحت مند سماج کی تشکیل ہندو مسلم اتحاد کی بنیاد پر ہو۔ بقول ڈاکٹر قمر رئیس "پریم چند ہندوستان کے آدرشوں کو ہندوستان کی قومی یکجہتی اور قومی سالمیت کے لیے اتنا ضروری سمجھتے تھے کہ آخر وقت تک انھوں نے اس میں کسی سمجھوتے کو گوارا نہ کیا۔"

(ناگپور سے نشر)

مقبول ظہیر وارثی
ایم اے، بی ایس سی، بی ایڈ
وارث پورہ کامٹی

منٹو پر لکھا گیا ادب

ذکاء الدین شایاں

اردو افسانے کی دنیا میں سعادت حسن منٹو کے بیباک ذہن و قلم نے اس کی زندگی ہی میں موافقین سے بھی زیادہ مخالفین کا حلقہ پیدا کر لیا تھا۔ منٹو کی موت ۱۹۵۵ء سے آج تک یہ سلسلہ قائم ہے۔ منٹو نے ابتدا میں "ٹھنڈا گوشت"، "بو"، "بلاؤز"، "دھواں" اور "کالی شلوار" وغیرہ افسانوں میں جس حقیقت نگاری اور جنسی اور نفسیاتی تاویلوں کے ذریعہ ہندوستانی سماج کے پوشیدہ گوشوں کو دکھانا شروع کیا اس کے لیے مذہبی اخلاق اور شرافت و تہذیب کی نمائش کرنے والا طبقہ قطعی تیار نہیں تھا۔ نتیجہ منٹو کے افسانوں کی اشاعت کے بعد سوسائٹی کے نام نہاد مہذب لوگ اس کے دشمن ہو گئے۔ اس کے مجموعے "دھواں" پر مقدمہ چلا اور منٹو کو عدالت میں حاضر ہو کر اپنی صفائی پیش کرنی پڑی۔

بلراج مین را نے "دستاویز" کے عنوان سے منٹو پر چلائے جانے والے مقدموں کے اہم بیانات روداد کی شکل میں یکجا کر دیے ہیں۔ اس کے بارے میں شمس الرحمن فاروقی لکھتے ہیں۔

"یہ کتاب منٹو کے ان شہرت یافتہ افسانوں اور مضامین کی مکمل روداد ہے جن پر مختلف عدالتوں میں فحاشی کے الزام میں مقدمات چلائے گئے۔ ان میں افسانوں کے متن کے علاوہ استغاثے اور صفائی کے گئی تقاریر اور خود منٹو کے تحریری بیانات شامل ہیں۔ یہ کتاب ایک المیہ ہے تحت گر معاشرے میں رہنے والے ان ادیبوں کا جنھوں نے اپنے عہد کے مروجہ اخلاقی، سماجی اور ادبی رویوں سے انحراف کیا۔"

اس ضمن میں منٹو کا ایک بیان بھی غور طلب ہے۔

"میں تہذیب و تمدن اور سوسائٹی کی چولی کیا اتاروں گا جو خود ننگی ہے۔ میں اسے کپڑے پہنانے کی کوشش بھی نہیں کرتا اس لیے کہ یہ میرا کام نہیں درزیوں کا ہے۔"

حصول آزادی سے قبل تک منٹو کے افسانے لکھے اور ان پر جو موافق اور مخالف تنقیدیں ہوتی رہیں ان کی روشنی میں یہ بات واضح ہو گئی تھی کہ منٹو ایک بے خوف حقیقت نگار ہے۔ ترقی پسند تحریک کے شباب کا بھی وہی زمانہ تھا۔ "انگارے" کی اشاعت کے بعد ہندوستان میں مغربی افسانوں کے موضوعات اور تکنیک کی اہمیت بڑھنے لگی تھی اور حقیقت نگاری کے تحت ادب میں نفسیات کے ساتھ جنسی مسائل بھی شروع ہو گئے تھے۔ عصمت چغتائی کا "لحاف" خود ایک گرم افسانہ تھا۔ ایسی فضا میں منٹو کی کہاں ہو سکے ایسے ... ساتھ ... نے ان کی خوبیاں اجاگر کیں۔ مثلاً ... احمد ... مجنوں گورکھپوری اور ممتاز حسین وغیرہ۔ عزیز احمد نے اپنی کتاب "ترقی پسند ادب" میں منٹو کے فن کا تجزیہ کیا۔ بعد کو سردار جعفری اور خلیل الرحمن اعظمی نے "اردو میں ترقی پسند تحریک" کے موضوع پر لکھی جانے والی کتابوں میں منٹو کے افسانوں کا فنی جائزہ لیا اور ثابت کیا کہ منٹو اپنے عہد کا سب سے بڑا اور ذہین افسانہ نگار تھا جس کی اصل حیثیت کو نہیں سمجھا گیا۔ منٹو کی شخصیت اور فن پر بہت سی مکمل کتابیں منظر عام پر آئیں۔ ہندوستان و پاکستان میں اہم ادبی پرچوں نے "منٹو نمبر" نکالے۔ "افکار" کراچی اور "نقوش" لاہور اس کی نمایاں مثالیں ہیں۔ دوسری طرف منٹو کی کہانیوں کے ترجمے نہ صرف یہ کہ ہندوستان کی دیگر زبانوں میں کیے گئے بلکہ روسی، انگریزی اور فرانسیسی زبانوں کے ترجموں کے وسیلے سے منٹو کے افسانوں کا فن باہر کی دنیا میں پہنچا۔

وقار عظیم نے اپنے مقالے "منٹو کا فن" میں منٹو کے اہم افسانوں کا تجزیہ کیا ہے۔ وہ آخر میں لکھتے ہیں۔

"منٹو میں اگر اسکینڈل کو افسانوں کا موضوع بنانے کی کمزوری نہ ہوتی، اور منٹو جنسی تجزیے کو نفسیات کی نازک حدود میں رکھنے کے بجائے اسے کوچہ و بازار میں رسوا کرنے سے احتراز کر سکتا تو وہ یقیناً اس سے بھی بڑا فنکار ہوتا۔ اس کے مشاہدہ تخیل، تصور اور فکر و احساس میں اس کی شخصیت کا بڑا گہرا رنگ ہے۔۔۔"

اپنے مضمون "منٹو کا مقام" میں حسن عسکری تحریر کرتے ہیں۔

"اردو افسانے میں بس ایک منٹو ہی ایسا آدمی ہے جو کسی جذبے یا احساس سے نہ ڈرتا تھا۔ اور جس کے لیے کوئی احساس حقیر یا غیر دلچسپ نہ تھا۔"

سید عابد علی منٹو کے بارے میں اپنا خیال اس طرح ظاہر کرتے ہیں ـــ

"منٹو کے افسانوں کے کردار زندگی کے ہر شعبے سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان میں دلال ہیں، مولوی ہیں، استاد ہیں، پہلوان ہیں، کالج کے لڑکے اور لڑکیاں ہیں۔ غریب نچلے معاشری طبقے کے افراد منٹو کے افسانوں میں ملیں گے۔ لیکن ظاہر ہے کہ جس معاشرے کو منٹو نے دیکھا ہے اور جس کے افراد کم و بیش منٹو کے تمام میں سب ننگے ہیں وہ متوسط طبقہ ہے جو غریبوں اور امیروں کے درمیان گھڑی کے پنڈولم کی طرح متحرک رہتا ہے۔۔۔"

شمس الرحمن فاروقی کا بیان ہے۔

"جس صنف افسانہ کی عمر آپ کے یہاں مشکل سے پچاس سال ہوئی ہو اس میں کسی عظیم تحریر کا امکان زیادہ نہیں ہو سکتا۔ یہ تو ہماری خوش نصیبی ہے کہ دو چار واقعی بڑے ادیبوں مثلاً پریم چند اور منٹو نے افسانے کو اپنا لیا۔"

"منٹو کی تیس کہانیاں" کے نام سے ہندی میں نیلابھ نے ایک انتخاب شائع کیا ہے جس کے دیباچے میں تحریر ہے۔

"یہی وجہ ہے کہ منٹو اپنے چاروں اور پھیلے ہوئے فریب اور بھرشٹاچار سے پردہ اٹھا کر سماج کے اس حصے کو پیش کرتا ہے جسے لوگ یا تو سویکار کرنے سے کتراتے ہیں یا پھر "ایسا تو ہوتا ہی ہے" کے انداز میں ایک اداسین مان دے کر نظر انداز کر دیتے ہیں۔"

(رامپور سے نشر)

ذکاء الدین شایاں
نزد بستی پوسٹ آفس
بکھریا، پیلی بھیت

کرکٹ کا موسم

پرویز ید اللہ مہدی

جب جب اپنے غریب خانے کی کسی غریب کھڑکی کا صحیح و سالم شیشہ کسی غریب کی آس اور امید کی طرح ٹوٹا ہوا یا تڑخا ہوا نظر آتا ہے تو ہم سمجھ جاتے ہیں کہ کرکٹ کا موسم آگیا۔ بالفاظ دیگر جس طرح کلیوں کا کھلکھلا کر ہنسنا موسم بہار کی آمد اور پتوں کا جھڑنا خزاں کی علامت سمجھا جاتا ہے اسی طرح گھر کی کھڑکیوں اور دروازوں کے نازک اجزائے ترکیبی کا چٹخنا اور تڑخنا ہماری نظر میں کرکٹ کے موسم کی آمد آمد کا اعلان ہے۔ اگلے وقتوں میں سرکاری احکامات اور ضروری اعلانات ڈنکے کی چوٹ پر عوام کے گوش گزار کیے جاتے تھے جبکہ فی زمانہ چونکہ جمہوریت کا دور ہے اس لیے اب اہم خبریں ڈنکے کی جگہ دروازوں اور کھڑکیوں کی چوٹ پر گوش گزار کی جاتی ہیں۔ چنانچہ گھر کی کھڑکی کا شیشہ توڑ کر ہم جیسے غافلوں کو یوں آمد فصل کرکٹ کا مژدہ سنایا جاتا ہے۔

سنو اے غافلان خطۂ پاک
اس کو کہتے ہیں کرکٹ آرائی

کرکٹ آرائی کا یہ غلغلہ عموماً اس وقت بلند ہوتا ہے جب کوئی مہمان کرکٹ ٹیم اپنے ہاں قدم رنجہ فرماتی ہے یا اپنی کرکٹ ٹیم غیر ملکی دورے پر تشریف لے جاتی ہے۔ یہ غلغلہ سن کر کرکٹ گزیدہ اصحاب کہف یوں ہڑبڑا کر خواب غفلت سے بیدار ہوتے ہیں جیسے حضرت اسرافیل نے صور پھونکنے کے بجائے ایک زبردست چھکا لگا دیا ہو ——— اور پھر اس افتتاحی اسٹروک کے ساتھ ہی ایسی افراتفری، وہ ہڑبونگ مچتی ہے کہ عوام الناس کی اکثریت اپنے تمام ضروری و غیر ضروری کام بالائے طاق رکھ کر کچھ عرصہ کے لیے کرکٹ کے عارضہ میں خوشی خوشی مبتلا ہو جاتی ہے۔ جسے دیکھو کرکٹ کھیلتا، دیکھتا، سنتا، یا کرکٹ پر بولتا نظر آتا ہے۔ چنانچہ اس مخصوص سیزن میں آپ پر اچانک یہ عقدہ کھلتا ہے کہ ہر دوسرا شخص یا تو بہترین بلے باز ہے یا گیند باز، اور جو شخص نہ تو بولر ہوتا ہے نہ بیٹسمین وہ کم از کم کرکٹ کا مستند مبصر ضرور ثابت ہوتا ہے۔ یہی نہیں بلکہ گھروں، دفتروں، کارخانوں، کلبوں، ہوٹلوں سبھی جگہ یہی موضوع زیر بحث ہوتا ہے۔ کسی کو بیوی کی بیماری سے زیادہ گاوسکر کی سنچری کی فکر لاحق ہوتی ہے، تو کوئی بنئے کے حساب سے بے نیاز کپل دیو کے وکٹوں کے اعداد و شمار میں غلطاں ہوتا ہے۔ اس سیزن کے دوران گلیاں، کوچے، فٹ پاتھ، پارک سبھی دیکھتے ہی دیکھتے کرکٹ کے میدان میں تبدیل ہو جاتے ہیں اور پھر چاروں طرف کرکٹ کی اس قدر بہتات ہوتی ہے کہ بالآخر کرکٹ بھی کوڑا کرکٹ کی طرح بے وقعت ہو جاتا ہے۔ ہم کرکٹ کی اس ارزانی کے باوجود ٹسٹ میچ اپنی جگہ بہرحال اہمیت رکھتا ہے بلکہ اسے وہی رتبہ حاصل ہے جو اکبر اعظم کے نورتنوں میں بیربل کو حاصل تھا۔ کبھی کبھی کسی ٹسٹ میچ کے دوران پل پل بدلتے ہوئے حالات آپ کے گھریلو حالات پر اس بری طرح اثر انداز ہوتے ہیں کہ جملہ افراد خاندان کے حالات حاضرہ و غیر حاضرہ دونوں اس کی زد میں آجاتے ہیں۔ اس سلسلے میں ہم اپنی ہی مثال پیش کرتے ہیں —— ان دنوں ویسٹ انڈیز کی کرکٹ ٹیم اپنے ہاں آئی ہوئی تھی اور ہر ٹسٹ میں ہماری ٹیم کے چھکے چھڑا رہی تھی۔ ایک شام دفتر سے جو گھر لوٹے تو کیا دیکھتے ہیں کہ دسترخوان ہمہ اقسام کے پکوانوں سے سجا لذت کام و دہن کی دعوت دے رہا ہے۔ ہم نے حیرت سے اس خصوصی اہتمام کی وجہ دریافت کی تو بیگم صاحبہ نے فرمایا "پچھلے تین ٹسٹ میچوں میں لگاتار ناکامی کے بعد آج سنیل گاوسکر نے سنچری بنائی ہے، اسی خوشی میں آپ کے بڑے فرزند کی فرمائش پر یہ اہتمام کیا گیا ہے۔" ہم سنیل گاوسکر کو دعائیں دیتے ہوئے دسترخوان پر ٹوٹ پڑے۔ لیکن دو روز بعد صورت حال بالکل الٹی نظر آئی یعنی گھر کے افراد کے چہرے بھی اترے ہوئے اور روکھے پھیکے تھے اور دسترخوان بھی۔ جب ہم نے اس کا سبب دریافت کیا تو پتہ چلا کہ آج دوسری ٹسٹ میں سنیل گاوسکر پہلی ہی گیند پر بنا کوئی رن بنائے آؤٹ ہو گئے۔ لہٰذا اسی غم میں ہندوستانی اسکور بورڈ کی طرح ہمارا دسترخوان بھی کسمپرسی کا نقشہ پیش کر رہا ہے۔ اس روز پہلی بار یہ علم ہوا کہ کرکٹ کے کھلاڑی اپنے مداحوں کے ہوش و حواس کے ساتھ ان کے دسترخوانوں پر بھی چھا جاتے ہیں چنانچہ اب جب بھی کرکٹ کا موسم آتا ہے ہم اپنے دسترخوان کی آن بان اور شان کو قائم و دائم رکھنے کی خاطر جملہ افراد خاندان کے پسندیدہ کھلاڑیوں کے حق میں دن رات یہ دعا کرتے رہتے ہیں کہ خدا کرے یہ سب کے سب نہ صرف سنچریاں بنائیں بلکہ ہر ٹسٹ میچ جیت کر بالآخر 'ربر' حاصل کرنے میں بھی کامیاب ہوں۔

یہاں اس بات کی وضاحت کر دیں کہ ہمارے غریب خانے میں صرف کرکٹ کے موسم میں ایسے صبر آزما بلکہ ربر آزما واقعات رونما ہوتے ہیں جبکہ بعض باذوق حضرات کے ہاں تو کرکٹ کی رت برس کے بارہ مہینے جاری و ساری رہتی ہے۔ اس کی جیتی جاگتی مثال ہیں ہمارے قریب ترین پڑوسی جناب لیاقت حسین بشارت حسین وارثی۔ موصوف ساری بستی میں مسٹر ایل۔ بی۔ ڈبلیو کے نام سے مشہور ہیں، جو اتفاق سے بلحاظ حروف تہجی ان کے نام کا مخفف بھی ہے۔ کرکٹ کی ٹیم چونکہ گیارہ عدد کھلاڑیوں پر مشتمل ہوتی ہے اس لیے گیارہ کا ہندسہ موصوف کو بے حد مرغوب ہے چنانچہ ہر نیک کام کی شروعات گیارہ تاریخ کو کرتے ہیں کسی کو چندہ دینا ہو تو کم از کم گیارہ پیسے اور زیادہ سے زیادہ گیارہ روپے دیتے ہیں۔ کام پر جانے کے لیے ٹھیک گیارہ بجے گھر سے نکلتے ہیں۔ موصوف کا دفتر بھی شہر کی گیارہ منزلہ عمارت کے گیارہویں منزل پر ہے جہاں تک پہنچنے کے لیے کل تین سو گیارہ زینے طے کرنے پڑتے ہیں۔ ہر مہینے گیارہویں کی نیاز کا اہتمام محض اس لیے کرتے ہیں کہ گیارہ تاریخ کو پڑتی ہے۔ رمضان میں صرف گیارہ روزے رکھتے ہیں۔ البتہ گیارہ کے ہندسے کو خود پر اس قدر طاری کر لینے کے باوجود حیرت اس بات کی ہوتی ہے کہ بیوی کے معاملے میں صرف ایک عدد پر قناعت کیے ہوئے ہیں۔ جب ہم نے اس سلسلے میں اپنی بیگم کے توسط سے تحقیق کروائی تو پتہ چلا کہ جس طرح بعض بڑی شخصیتیں اپنی ذات میں انجمن ہوتی ہیں اسی طرح ان کی ایک اصلی بیوی میں کل گیارہ عدد بیویوں کے اوصاف حمیدہ و غیر حمیدہ بدرجہ اتم پائے جاتے ہیں۔ چنانچہ اپنی ایک عدد بیوی کے تعاون سے نہایت ہی قلیل مدت میں موصوف کل گیارہ عدد بچے پیدا کر کے اپنی کرکٹ شناسی کا معقول عملی ثبوت پیش کر چکے ہیں۔ اپنی اولاد کو چونکہ کرکٹ ٹیم سمجھتے ہیں اس لیے خود کو باپ کے بجائے "منیجر" کہلا کر خوش ہوتے ہیں۔ کرکٹ ٹیم کی مناسبت سے بچوں کے نام بھی ماشاءاللہ اپنے اپنے وقت کے مایہ ناز کرکٹ کھلاڑیوں کے نام پر رکھ چھوڑے ہیں چنانچہ ڈان براڈمین، گیری سوبرس، حنیف محمد، مشتاق محمد، بائیکاٹ، گریگ چیپل، پٹودی، للی، تھامسن سے لے کر گاوسکر، کپل دیو، ظہیر عباس اور عمران خان سبھی نامور کھلاڑی، موصوف کے سایہ حماقت میں تھوک کے بھاؤ دستیاب ہیں۔

مسٹر ایل۔ بی۔ ڈبلیو اس وقت عمر کی اس منزل میں ہیں جہاں دیگر اعضائے جسمانی کا سارا زور کھنچ کر زبان میں آجاتا ہے لہٰذا زبانی کرکٹ خوب کھیلتے ہیں چنانچہ موصوف کا مطلع بلکہ مقطع بھی ہمیشہ کرکٹ آلود رہتا ہے۔ کرکٹ کی مخصوص اصطلاحات کا روزمرہ میں اس خوبی سے استعمال کرتے ہیں کہ ان کی عام گفتگو پر بھی اچھی خاصی رننگ کمنٹری کا گمان ہوتا ہے۔ ایک مرتبہ موصوف اپنے فرزند ارجمند اور ہمارے برخوردار دونوں کو گھسیٹتے ہوئے نازل ہوئے اور شکایتی لہجے میں معہ اپنی کامنٹری کے آنکھوں دیکھا حال سنانے لگے "ذرا ملاحظہ فرمایئے اپنے صاحبزادے کی کرتوت میرا 'بائیکاٹ' مڈ آن پر چپ چاپ کھڑا فیلڈنگ کر رہا تھا کہ آپ کے برخوردار 'لانگ آن' سے 'للی' کی طرح دوڑتے ہوئے آئے اور آؤ دیکھا نہ تاؤ فاسٹ بولنگ شروع کر دی۔ یہ دیکھیے میرے بائیکاٹ کے گالوں پر انگلیوں کے نشانات، وہ تو اچھا ہوا کہ میں اتفاق سے پچ پر پہنچ گیا جس کی وجہ سے میرا بائیکاٹ اسپورٹس مین اسپرٹ کا مظاہرہ کرتا رہا۔ ورنہ اگر کہیں یہ جواباً جارحانہ بیٹنگ پر اترتا تو پھر آپ کو اپنے برخوردار کو اسٹریچر پر ڈال کر پویلین میں لے جانا پڑتا ——" موصوف کی کمنٹری ختم ہوتے ہی ہم نے پہلے تو ان سے بلکہ ان کے فرزند ارجمند کی

بائیکاٹ سلمٰے سے بھی معافی مانگی اور پھر اپنے برخوردار کے کان اینٹھنے شروع کیے۔ موصوف بیچ بچاؤ کرتے ہوئے بولے "افوہ! آپ بھی کرکٹ کنٹرول بورڈ کے کسی اڑیل چیرمین کی طرح سارا غصہ بے چارے معصوم کھلاڑی پر اتارنے لگے۔ جانے بھی دیجئے، بچہ ہے!" پھر بچوں سے مخاطب ہو کر بولے "جاؤ بچو! فیلڈ میں جاکر مل جل کر نیٹ پریکٹس کرو، میں بھی ٹی۔ انٹرول ختم ہوتے ہی آتا ہوں" دونوں بچے ایک دوسرے کے گلے میں ہاتھ ڈالے ہنستے ہوئے روانہ ہوگئے اور ہم نے ملازم کو آواز دے کر چائے لانے کے لیے کہا کیونکہ ٹی انٹرول کے بہانے موصوف نے بڑی خوبصورتی سے چائے کی خواہش کا اظہار کردیا تھا۔ چائے نوشی کے دوران موصوف ان مرحوم کھلاڑیوں کو خراج عقیدت پیش کرتے رہے جو چائے کے وقفے سے پہلے یا فوراً بعد آؤٹ ہونے کا ریکارڈ چھوڑ گئے ہیں۔ اس دوران میں اچانک اوپر کی منزل سے کراکری کے ٹوٹنے، بلیوں کے لڑنے اور کتوں کے بھنبھوڑنے اور غرّانے کا ملا جلا آرکسٹرا شروع ہوگیا۔ ہم سمجھ گئے کہ مسٹر اینڈ مسز مہتا کے مابین ایک بار پھر فری اسٹائل باکسنگ شروع ہوگئی ہے۔ یوں بھی چوبیس گھنٹے ان کے گھر پر جنگ عظیم کا دل چھائے رہتے ہیں۔ ادھر مسٹر ایل بی ڈبلیو نے اپنے ایکسپرٹ کمنٹس دینے شروع کیے "دیکھیے مسٹر اینڈ مسز مہتا کے بیچ پھر شروع ہوگیا ٹسٹ میچ جو مسلسل پانچ روز تک چلتا رہے گا اور پھر ہار جیت کے فیصلے کے بغیر "ڈرا" ہوجائے گا۔ کئی مرتبہ مہتا جی کو سمجھا چکا ہوں کہ شریمان جی اب پانچ روزہ ٹسٹ میچ کی مقبولیت کم ہوگئی ہے۔ ان کی جگہ لمیٹڈ اوورس کی بنیاد پر یک روزہ انٹرنیشنل میچ خاصے مقبول ہو رہے ہیں جن میں فیصلہ یقینی ہوتا ہے۔ اس لیے اب تم میاں بیوی بھی ون ڈے انٹرنیشنل میچ کھیل کر لمیٹڈ اوورس میں اپنے ازدواجی جھگڑوں کا فیصلہ کرلیا کرو۔ لگتا ہے ہمیشہ کی طرح اب مجھے ہی امپائرنگ کرنے جانا پڑے گا۔" اتنا کہہ کر موصوف تو فیلڈ بلکہ ٹیبل فیلڈ کی طرف روانہ ہوئے اور طبل جنگ کی طرف کان اور کھیلے دار کی سمت آنکھ لگائے امپائر کی واپسی کا انتظار کرنے لگے لیکن اس وقت ہماری حیرت کی انتہا نہیں رہی جب جنگ کے نقارے کی زبردست گونج دھیمی ہوتے ہوتے بالآخر نقار خانے میں طوطی کی آواز کی طرح معدوم ہوگئی۔ اور پھر مسٹر ایل بی ڈبلیو مسکراتے ہوئے دوبارہ نمودار ہوئے اور ہمارے چہرے پر حیرت کو فیلڈنگ کرتا دیکھ کر بولے "دیکھا آپ نے میری امپائرنگ کا کمال ایسا غیر جانبدارانہ فیصلہ کیا کہ دونوں ٹیموں نے چوں چاں کیے بغیر ہتھیار ڈال دیئے۔" ہم نے بیتابی سے گزارش کی "ذرا اپنے اس تاریخی فیصلے سے ہمیں بھی تو آگاہ کیجیے۔" تبسم فرماکر بولے "میاں بیوی کا جھگڑا عموماً ایگو کے ٹکراؤ کی وجہ سے ہوتا ہے چنانچہ میں نے مہتا جی کو مین آف دی میچ اور مسز مہتا کو مین آف دی سیریز کا ٹائٹل دے کر دونوں کے ایگو کو مطمئن کردیا ہے!"

مسٹر ایل بی ڈبلیو کی کرکٹ نوازی کا یہ عالم ہے کہ شعر و ادب کو بھی موصوف کرکٹ کے میدان میں کھینچ لاتے ہیں۔ چنانچہ رباعی اور قطعہ کو باؤنڈری کہتے ہیں اور آزاد نظم کو سکسر۔ ایک مرتبہ علامہ اقبال کے تعلق سے انکشاف فرمایا کہ علامہ مرحوم کرکٹ کے زبردست شیدائی تھے۔ اعلیٰ تعلیم کی حصول کی غرض سے ولایت جانا تو محض علامہ کا بہانہ تھا۔ اصل میں کاؤنٹی کرکٹ میچ علامہ کی کمزوری تھی۔ چنانچہ شاعر مشرق نے ایک کاؤنٹی میچ دیکھتے ہوئے یہ شعر موزوں فرمایا تھا ؎

لپکنا، پلٹنا، پلٹ کر جھپٹنا
لہو گرم رکھنے کا ہے یہ بہانہ

مجتبیٰ حسین

ریڈیو ڈرامہ

ہیرا نظیر

(موسیقی ابھرتی ہے)

آواز : جی ہاں! دن شروع ہونے کو ہے۔ دن یونہی شروع ہوتا ہے۔ سرخ رو آفتاب دن کے آنے کی منادی سے ہی دما ہے۔ اجالے پر اُجلے کی تہہ جمی جاتی ہے۔ ٹھنڈی ہوا کے جھونکے آنکھوں کو گدگدانے لگتے ہیں اور چڑیوں کی چہکار دن کا سواگت کرتی ہے۔ سویا ہوا شہر اپنی پلکیں کھولتا ہے اور دھیرے دھیرے قدم قدم اپنے ہنگاموں میں اترنے لگتا ہے۔ اترتا جاتا ہے۔ گہرا بہت گہرا — آپ ہی بتایئے اس بھاگتے دوڑتے شہر میں کس کو اتنی فرصت ہے کہ وہ دوسرے کی خیریت دریافت کرے۔ ایسے میں ہم آدمی نہیں رہ جاتے، مشین ہو جاتے ہیں۔ انجانے میں ہو جاتا ہے یہ سب ہمیں خبر بھی نہیں ہوتی اور ہم مرجاتے ہیں آدمی نام کی مشین میں گھٹ کر اور یہ مشین سب خیر ہوتا ہی رہتا ہے یہ سب اور اسی ہوتے رہنے کے بیچ اس ہنگامی شہر میں دور جاتی ہوئی سڑک، بالکل ٹھیک اسی سڑک کے کنارے، آنکھوں سے محروم ایک بوڑھا نہ جانے کب سے آباد ہے۔ کون ہے یہ بوڑھا؟ کہاں سے آیا ہے؟ کسے فرصت ہے جاننے کی، کوئی نہیں پوچھتا ہے کہ ہے کون اس کا اپنا اس دیار میں اس کی کھانستی کپکپاتی زندگی کے سوا۔

(کھانسنے کی آواز)

نظیر : یا اللہ! صبح ہی صبح یہ ماجرا کیا ہے۔ کبھی دھوپ کبھی بارش، کبھی طوفان۔ قدرت کے کرشمے کو سمجھنا آسان نہیں۔ تیری رحمت اپنی جگہ مگر تیرا یہ غریب بندہ نظیر کہاں جائے گا مالک...؟ تیری رحمت برس رہی ہے بہت تیز برس رہی ہے۔ (دھکا لگتا ہے) کس نے گرا دیا دھکا دے کر۔ اُف میرے خدا۔ (نسوانی ہنسی کی آواز) کیا مذاق ہے، میں گر پڑا ہوں اور کوئی ہنس رہا ہے۔ چڑے کی جان جائے اور بچوں کا کھلونا۔ ٹھیک ہے۔ ارے۔ ارے یہ کون چھو رہا ہے مجھے، کہاں گئی میری چھڑی۔ کس نے اٹھائی؟ کون ہے؟

ھیرا : ڈرو نہیں، میں چڑیل نہیں آدمی ہوں اور ہاں دیوتا بھی نہیں۔ چوٹ تو نہیں لگی۔

نظیر : تم جوان معلوم ہوتی ہو۔ ضرور کوئی نیک ہستی ہوگی ورنہ مجھے اس طرح کون پیار سے پوچھتا۔ لگتا ہے اس دنیا میں تمہارا بھی کوئی نہیں۔ کیا تم سن رہی ہو؟ ارے بولتی کیوں نہیں؟ چپ کیوں ہو سن رہی ہو نا۔

ھیرا : تمہارے پاس کھانے کے لیے کچھ ہے۔ بھوک لگی ہے، میں بھوکی ہوں۔ پوچھ رہی ہوں کھانے کو کچھ ہے؟ بہت بھوک لگی ہے۔

(بچوں کا شور ابھرتا ہے — "پگلی بہری کھائے گلہری" کی آوازیں) لو پھر سے آگئے (بھاگ جاتی ہے)

نظیر : بھاگ گئی۔ کیا لوگ اس کا پیچھا کر رہے ہیں؟ لیکن اس نے میری باتوں کا جواب نہیں دیا۔ میں گر پڑا تھا اس نے میری چھڑی اٹھا کر دی اور کس محبت سے پوچھا تھا کہ مجھ کو چوٹ تو نہیں لگی۔ بہت اچھے مزاج کی معلوم پڑتی تھی۔ کتنا کورا تھا اس کا دل صاف سچا۔ کتنا سچ تھا اس کی باتوں میں کاش میں اسے دیکھ سکتا، نہ جانے کہاں سے آئی تھی اور کہاں کھوگئی اس بھیڑ میں۔

آواز : بہت معمولی تھا یہ واقعہ، شاید کسی کا دھیان بھی نہ جاتا اس کی طرف مگر اس معمولی واقعے نے نظیر کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔ چند لمحے قبل جو لڑکی یہاں موجود تھی اس کے جانے سے نظیر کے دل کو ایک جھٹکا سا کیوں محسوس ہوا وہ سمجھ نہیں پا رہا تھا۔ مگر اس کے دل میں ایک طوفانی کیفیت پیدا ہو چکی تھی۔ پتہ نہیں کیوں ..... ہیرا پچیس سال کی نوجوان بیوہ، انجانی، بے سہارا ... ظاہر ہے وہ ایک نامراد زندگی جی رہی ہے۔ محرومی بے چارگی اس کا مقدر ہے۔ محرومی کے اس اتھاہ سمندر میں ڈوبتا جا رہا ہے اس کا سارا وجود۔ یہ محض اتفاق کہئے کہ وہ اس بوڑھے کی زندگی میں آدھمکی۔

(وقفہ)

ھیرا : چاچا سو گئے کیا؟

نظیر : آں ... ہر ... کون۔ کون ہو تم۔ بولتی کیوں نہیں۔

ھیرا : تم نے کچھ کھایا چاچا؟ بھوک نہیں لگی؟ مگر مجھے تو بہت بھوک لگی ہے۔

نظیر : کب سے پوچھ رہا ہوں کہ تم کون ہو۔ کہاں سے آئی ہو۔ نام کیا ہے؟



آسامی تحریر : لطف الرحمن

اردو ترجمہ : انیس رفیع

ھیرا : کیا کیا آ کہاں ... ہوں ——— ؟
نظیر : ہاں ہاں کہاں رہتی ہو کیا کرتی ہو۔ کیا نام ہے ؟
ھیرا : کھا کھا ... نور دنی ... تمہارا ... کہاں ہے ؟
نظیر : ... سب سے کہہ رہا ہوں کہ نام کیا ہے
کہاں سے آئی ہو۔ کہاں رہتی ہو ... کیا ... رہتی ہو۔
(بچوں کا شور ——— بگل بہری کھائے گلہری ———
بھاگ جاتی ہے)
نظیر : آخر اس لڑکی کا لوگ اس طرح پیچھا کیوں کرتے ہیں
کیا پاگل ہے ! ... تو نہیں ... ہو سکتا ہے۔ پوچھتا کچھ
ہوں جواب کچھ دیتی ہے۔
(وقفہ)
(کھانسی کی آواز ابھرتی ہے)
ھیرا : چاچا او چاچا سو گئے کیا ! ذرا ادھر کھسکو،
تمہارے ساتھ سو رہوں گی
نظیر : آؤ۔ آ جاؤ۔ سو جاؤ۔ مگر تم اتنا گھومتی کیوں ہو؟ یہ
اچھی بات نہیں۔
ھیرا : سو جاؤ چاچا۔
نظیر : یا اللہ ....
(فلیش بیک)
چھوٹی ھیرا : سلونو مینو سنو، گڈا گڈی کھیلیں گے۔
بیاہ رچائیں گے ان کا۔
مینو : مجھے تو شرم آتی ہے۔
سلونو : اچھا کون بنے گا دولھا اور کون بنے گی دلہن۔
ہم سب تو لڑکیاں ہیں۔ دولھا تو لڑکا ہوتا ہے۔
چھوٹی ھیرا : ارے تم لوگ تو بدھو ہو۔ یہ تو کھیل ہے۔
مینو : کوئی دیکھ لے گا تو ؟
چھوٹی ھیرا : دیکھتا ہے تو دیکھنے دو۔ میں دولھا کے
پاس جاؤں گی، رہوں گی اس کے پاس۔ الٹی سیدھی بات کی تو
چھوڑ کے بھاگ آؤں گی۔
سلونو : مگر دولھا کو چھوڑ کر دلہن تو کبھی نہیں بھاگتی۔ تو
بیوہ بنے گی کیا ؟
چھوٹی ھیرا : چھی ——— بُری بات منہ سے نہ نکال ہم لوگ
تو کھیل کھیل رہے ہیں۔
مینو : اچھا ہیرا بیوہ بننے سے کیا ہوتا ہے۔
چھوٹی ھیرا : بیوہ ہونے سے لڑکی بہت روتی ہے
پھر کبھی کسی دوسرے دولہے کے پاس نہیں جاتی۔ کبھی دولھا نہیں
ملتا اس کو۔
مینو۔ سلونو : یہ بات ہے۔ تب ہم کبھی نہیں کھیلیں گے
یہ بھی کوئی کھیل ہے۔ ہم نہیں کھیلیں گے۔
(دوسرا فلیش بیک)
مدن : اے۔ منہ اوپر کرنا۔ گھونگھٹ تو پلٹ دیکھیں۔
اُف کتنی سندر لگ رہی ہو۔ کیا نام بتایا۔ ہیرا ——— سچ مچ ہیرا۔ چم چم
کرتا ہیرا۔
ھیرا : دل کیسے دھک دھک کر رہا ہے۔ جا یہاں سے
کوئی دیکھ لے گا۔ کوئی آ جائے گا۔
مدن : کوئی نہیں آ سکتا رے اب سے تو میری ؛ میں
تیرا ——— کیوں ہیرا ؟
ھیرا : ارے یہ کیا ہو رہا ہے۔ میری سانس بند ہو رہی
ہے۔ چھوڑ۔ چھوڑ جلدی کہیں کے۔
(وقفہ)
مدن : سُن۔
ھیرا : اوں ——— ....
مدن : پرسوں میں کلکتے جا رہا ہوں۔
ھیرا : معلوم ہے مگر ہر سینچر کو ضرور آنا پڑے گا۔
ہاں ———
مدن : اور نہ آیا تو ؟ ———
ھیرا : ذرا آنکھ ملا کر یہ بات کہو تو ———
مدن : تو جانتی ہے۔ میں تیرے بغیر رہ سکتا ہوں ؟
ھیرا : تو پھر آؤ گے نا ہر سینچر کو۔
مدن : کوشش کروں گا۔
ھیرا : کوشش نہیں آنا ہے۔ دیکھو ایک بات کہوں،
گاڑی ذرا ہوشیاری سے چلایا کرو۔ مجھے بہت ڈر لگتا ہے۔
مدن : یہ کیا بات ہوئی۔ ڈرتی ہو کہ میں مر جاؤں گا
——— بگل ———
(وقفہ)
ھیرا : یہ کوا کاہے پھُنگی پر بیٹھا کائیں کائیں کر رہا ہے۔
ارے میں تو بھول ہی گئی ——— آج شنیوار ہے سینچر ———
آج تو ——— ——— ایک، دو، تین اور یہ چار۔ پورے چار
لڈو۔ اس سے کم تو کھاتا ہی نہیں۔ ہائے میری عقل بستر ٹھیک
کرنا تو بھول ہی گئی۔ (گنگنانے لگتی ہے)
رومین : (گھبراہٹ میں) ہیرا بھابی ——— ہیرا بھابی۔
کہاں ہو تم۔ سُن رہی ہو۔
ھیرا : یہاں ——— یہاں ——— بستر ٹھیک کر رہی ہوں ———
آج سینچر ہے نا، تمہارے بھیا آتے ہی ہوں گے۔
رومین : (روتا ہے)
ھیرا : ارے یہ کیا رونے لگا۔ ارے روتا ہی رہے
گا، یا کچھ کہے گا بھی ——— بولتا کیوں نہیں۔
رومین : (روتے ہوئے) وہ مانک کھلاسی۔
ھیرا : ارے کیا کہا اس نے۔
رومین : بہت۔ بہت بُری خبر دی ہے بھابی۔
ھیرا : کیا کہتے ہو۔ بھگوان نہ کرے۔ کہیں تمہارے بھیا۔
رومین : ہاں۔ ی ی ——— ہاں
ھیرا : کیا ہوا تمہارے بھیا کو ؟
رومین : کل رات ———
ھیرا : کیا ہوا کل رات ؟
رومین : کل رات بھیا کی گاڑی بس سے ٹکرا گئی۔
ھیرا : نہیں یہ جھوٹ ہے کہہ دو یہ جھوٹ ہے۔ نہیں
نہیں ———
رومین : نہیں بھابی، یہ سچ ہے۔ سچ ہے بھابی ———
بھیا ———
ھیرا : نہیں ایسا نہیں ہو سکتا ———
رومین : مت رو بھابی ——— مت رو۔
(وقفہ ——— فلیش بیک)
پُتلی : اے جی۔ دیکھو جی۔ تین مہینے سے ہم بوجھ
ڈھو رہے ہیں ہیرا کا۔ کب تک چلے گا یہ سب ؟
ھیمین : جانتا ہوں۔ مگر اور اپائے بھی کیا ہے۔
جوان بیوہ کہاں جائے گی۔ کوئی بھی نہیں اس کا دنیا میں۔
پُتلی : سب کو تو کھا کر بیٹھی ہے۔ اب کیا بچا ہے ؟
ھیمین : میں ابھی آیا۔
پُتلی : ہوں ! ابھی آیا۔
(ہیرا کے رونے کی آواز)
پُتلی : اب شوں شوں کرنے سے کیا فائدہ۔ بس بس۔
بہت دیکھا ہے۔ ٹسوے مت بہا۔ پانچ جنے ہیں ہم لوگ۔ تیرا
کیا ہے۔ کھاتی ہے اور ہاتھ دھو لیتی ہے۔
ھیرا : ٹھیک کہتی ہو۔ پر تو ہی بتا پتلی۔ میں کیا کروں۔
کہاں جاؤں۔
پُتلی : کہاں جاؤں ! ——— ہوں ———
ھیرا : پتلی، تجھے یاد ہے۔ میرے پاس ایک جوڑا
کنگن تھا۔ پتا جی نے شادی میں دیے تھے۔ کنگن کا جوڑا میری
گٹھری میں تھا۔ مگر دو دن سے کنگن نہیں دیکھ رہی ہوں۔
پُتلی : مطلب یہ کہ ہم چور ہیں۔ تین مہینے سے تجھے
کھلا ٹھسا رہے ہیں کبھی ایک ادھی کے پیسے تجھ سے منہ نہیں کھولا
اور آج ہم چور ہو گئے۔ کلمُہی۔ تیری یہ مجال۔ (مارتی ہے)
ھیرا : وہ تو میں نے ایسے ہی بات کہی تھی ——— اور پھر
دیورانی ہو کر رشتے میں چھوٹی ہو کر۔ یہ تم .....
پُتلی : دیورانی ہو کر ——— تیری ایسی کی تیسی۔ چور
کہیں کی۔ ہم لوگ چور ہیں۔ سڑک پر نہ ڈلوا دیا تو میرا نام بھی پتلی
نہیں۔ چل ———
ھیرا : دو دن سے تو نے کھانا بھی نہیں دیا مجھے۔ چولھے
کے پاس تو گئی ہی نہیں۔ دیور جی آئیں تو ان سے کچھ کہوں۔

پُتلی : دیودی آئیں تو کہے گی نا ! میں کیا ڈرتی ہوں تیرے دیورجی سے ؟ میں تو تجھے ..... کمینی .. زبان لڑاتی ہے ۔ چل نکل یہاں سے ۔ کام کی نہ کاج کی دشمن اناج کی .... ہم نے اس کے کنگن چرائے ہیں ۔ چل نکل یہاں سے حرامزادی نکلتی ہے کہ ماروں دولات ابھی نہیں ـــــ

ھیرا : اس کی ضرورت نہیں پڑے گی ۔ میں خود چلی جاتی ہوں ۔ یہ لے ۔ یہ انگوٹھی رکھ لے ۔ مہینے کے خرچ کے بدلے ۔ مگر دیکھو سنبھال کر رکھنا ۔ بیچنا مت ۔ تمہارے جیٹھ جی کی آخری نشانی ہے ۔

(وقفہ)

ھیرا : کیسے اس حال میں رہ پاتی ۔ چھ مہینے بھی تو نہیں ہوتے تھے ان کو مرے ہوئے اور سب کچھ اُجڑ گیا ۔ بنجر روپی شریر کو کیسے سنبھالوں کچھ سمجھ میں نہیں آرہا تھا ۔ بھٹکتی بھری اس شہر میں آگئی ۔ کہاں جاؤں ۔ کیا کروں ۔ اسی سوچ میں ڈری ہوئی تھی ـــــ پھر ایک سوٹ بوٹ والے بابو نے بلایا اور پھر لے گیا اپنے ساتھ ۔ میں چھٹپٹاتی رہی (ہلکی بک)

(چھوڑ دو مجھے ۔ چھوڑ دو مجھے ـــــ چھوڑ دوں ؟ ہنسی کی آوازیں)

اور یہی ہوتا رہا میرے ساتھ ۔ سب ہی نوچتے رہتے جھنجھوڑتے رہتے ـــــ پھر کہتے ہیں ۔ میں پگلی ہوں ۔ ہری ہوں ۔ میں پگلی ہوں ۔ بہری ہوں ۔ اچھا ہے اب لوگوں کی گندی گندی باتیں تو نہ سننے کو ملیں گی ـــــ (روتی ہے .....)

ھیرا : (سسکتے ہوئے) چاچا ۔

نظیر : ہمت ۔ ادھر آ میرے پاس ۔ اور پاس دل کے پاس ۔ ارے دل چھوٹا کیوں کرتی ہے ۔ اس سنسار میں آدمی کو تنگ کرنے والے زیادہ ہیں اور جو کسی کو تنگ نہیں کرتے ان کو ان سے بھاگنا پڑتا ہے ۔ آنکھ بھاگتی پڑتی ہے ۔

ھیرا : (اچانک) چاچا تم نے آج روٹی نہیں کھائی ۔ بھوک نہیں لگی کیا ؟

نظیر : ہوں : بھوک لگی ہے ۔

ھیرا : میں بھی کیسی ہوں ۔ دیکھو تو بھول ہی گئی ۔

(چلی جاتی ہے)

نظیر ۔ ارے اتنے سویرے کہاں جاتی ہے کہاں سے لاتی ہے روٹی ..... پگلی کہیں کی ! اپنے آپ سے جب سے یہ لڑکی ملی ہے فاقہ نہیں کرنا پڑا ۔ تینوں وقت روٹی جٹاتی ہے پتہ نہیں کیسے ۔ اللہ سلامت رکھے ۔

(وقفہ ـــــ بازار کی چہل پہل)

ھیرا ۔ (غصے سے) کتنی روٹی دی تم نے ؟ چار دی کہ نہیں ۔ لے بیٹے لے ـــــ اپنے منہ رکھ گن کر لے ۔ تم لوگوں کا حساب بالکل صاف رکھا چاہیے ۔ کوئی مائی کا لال نہیں کہہ سکا کہ پھوکٹ میں کچھ کھایا ہے ۔ بول کون بول سکتا ہے کیا ؟

پہلا آدمی ۔ ارے جا جا پگلی کہیں کی ۔

ھیرا ۔ کیا کہا پگلی ۔ پگلا تو ہری جورو ۔ مارنے کو جھپٹتی ہے

پہلا آدمی : بچاؤ ۔

ھیرا : خبردار جو مجھے پگلی کہا ۔

دوسرا آدمی ۔ روز روز کیوں چڑھاتے ہو بے چاری کو ۔ وہ اپنی دنیا میں مست ہے ۔ کماتی ہے کھاتی ہے خوش ہے ۔ تم لوگوں کو کیا لینا دینا ۔ چھوڑو ۔ ہٹو

وقفہ

(نظیر کے کھانسنے کی آواز)

ھیرا : چاچا سو رہے ہو کیا ؟

نظیر : ہوں ہیرا ! بہت دیر لگا دی ۔ آخر اس طرح مانگ مانگ کر کب تک کھلاتی رہو گی ؟ (کھانسی) تم خود مصیبت میں ہو ۔ پھر بھی میری مدد کرنے پر تلی ہو ۔ مگر میں ـــــ ایک بھکاری دوسرے بھکاری کو کیا دے سکتا ہے بھلا ۔ کیا ہے میرے پاس ۔

ھیرا : کیا بُدبدا رہے ہو چاچا کچھ سمجھ میں نہیں آتا ۔ یہ لو دو روٹی ہے ۔ ہاتھ اس طرف چاچا ۔

نظیر : یہ دو روٹی کیوں ؟ میں تو ایک بھی نہیں کھا سکتا ٹھیک ہے ۔ اچھا یہ بتا کیا میری بات تمہیں سنائی پڑی ہے ۔ میں کہتا کچھ ہوں اور تم جواب کچھ دیتی ہو ـــــ آخر یہ لوگ تمہارے پیچھے کیوں پڑے ہیں ؟ سنو ! اب تم میری فکر نہ کیا کرو ۔ میری حالت پر ترس کھا کر لوگ کچھ نہ کچھ دے ہی دیتے ہیں ۔

اتنا ہی کافی ہے ہمارے لئے اور پھر ہماری ضرورت بھی کیا ہے ۔ دو وقت کی روٹی کے سوا یہ بھی مل جائے تو پھر کس سے کیا شکایت

ھیرا : پانی ـــــ یہ لو یہ ۔ پانی چاہیے ؟ (پانی پینے کی آواز) معلوم نہیں آجکل لوگوں کو کیا ہو گیا ہے ۔ دن بھر کام کرنے پر اٹھنی تھمائیں گے اور جب کھیلنے کا من ہوگا تو گھنٹے بھر میں دو روپیہ دیں گے (ہنستی ہے) ٹھیک ہے بھاری کم پیسہ بھی زیادہ (ہنستے ہنستے رونے لگتی ہے) ایک بات بتاؤ گے چاچا مرنے تو کبھی نہیں دیکھا مجھے ۔ ان دیکھے ہی مجھ سے اتنی لگاوٹ کیوں ؟

نظیر : تمہارا نقصان ہوا ہے کیا پگلی ۔ آخر اس دنیا میں اللہ نے لینے دینے کے لیے کیا دیا ہے آدمی کو بس یہی ما ـــــ اپناپن ۔ پیار ۔

ھیرا : کیا ؟ ـــــ کچھ بھی نہیں سنا میں نے ۔ میں کس لڑکی ہوں تم جانتے ہو اور یہ سب جان کر بھی تم ـــــ

نظیر : سنو ۔ ذرا سی محنت و مشقت مت کیا کرو ۔ اللہ ہی نے مجھے بھیجا ہے اس بوڑھے کے پاس ۔ دیکھو کبھی دکھ مت دینا مجھے ۔

ھیرا : آج جمعہ ہے چاچا ۔ تم منہ دھو نہا دھو لو ۔ اچھا ۔ تمہارے بچھونے میں جو چاندی کی کٹوری ہے اس میں کیا ہے ؟ سرمہ ہوگا ضرور ۔ آنکھوں میں سرمہ لگا کر تم بہت اچھے لگو گے چاچا ۔

نظیر : اندھے کی آنکھ میں سرمہ ـــــ بہت لمبا قصہ ہے اس کٹوری کا ۔ اب وہی تو رہ گئی ہے میرے پاس ۔ باقی سب کچھ تو کھو گیا سب کچھ ۔

ھیرا : (بات پلٹ کر) ہاں سمجھ گئی ۔ گوشت روٹی کھانے کو من ہے ۔ ذرا دور جانا پڑے گا ۔

نظیر : خبردار ، جو دوبارہ کھانے کا نام لیا ۔ تم میرے پاس ہو ۔ یہی بہت ہے ۔ کیا عمر ہوگی تمہاری ؟ یہی کوئی ستائیس اٹھائیس ۔ اور جانتی ہو میری کیا عمر ہے ـــــ ستر ـــــ تمہارا یہ بدن کتنا نرم ہے ..... بانہیں کتنی چکنی ہیں ـــــ اور ... یہ ..... یہ .. (موسیقی)

ھیرا : یہ رہا پاجامہ اور کرتا ۔ نہا کر آؤ گے تو ٹوپی بھی دوں گی ۔

نظیر : کہاں سے آیا یہ سب ؟

ھیرا : ارے نہا کر آؤ نا ، ضرور پہنا دوں گی .....

نظیر : پوچھتا ہوں کہاں سے لائی یہ سب ؟

ھیرا : ندی دھار گھومنے جائیں گے آج ۔

نظیر : میری بات کا جواب نہیں دیا ۔ سوال کچھ جواب کچھ ۔ مجھے یہ سب اچھا نہیں لگتا ۔

(وقفہ)

نظیر : کہاں لے جائے گی ۔ اب گھومنے کی عمر نہیں میری ۔

ھیرا : واہ یہ بھی کوئی بات ہے ۔ ایک جگہ پر کتنے زمانے سے پڑے ہو ۔

(چلنے کی آواز)

ابراھیم اشک ۔

ہے زندگی کا چمن ہمیں سے کلی کلی کو نکھار دیں گے
جو ہم سے آکر گلے ملے گا ہم اس کو ساری بہار دیں گے

بہت کٹھن ہیں وفا کی راہیں کوئی بھی تنہا نہ چل سکے گا
ملے گا کوئی ہمیں اکیلا تو ساتھ چل کے گزار دیں گے

کہاں چلی ہے لے شام ہجراں ہمارے پہلو میں آکے سو جا
تو ہم کو اپنے اندھیرے دینا ہم اپنے داغوں کا ہار دیں گے

ہماری یادوں کی انجمن میں چراغ سی کے وہ جل رہا ہے
اسی سہارے سے ایک دو کیا ہزار راتیں گزار دیں گے

بچھڑنے والے تجھے قسم ہے نہ ہم سے ملنا تو اس جنم میں
یہ دل کی بستی اجڑ گئی ہے تجھے کہاں سے وہ پیار دیں گے

جہاں جہاں کا سفر کریں گے وہاں وہاں اجنبی ملیں گے
گزرنے والے یہ قافلے سب لے اشک دل کو غبار دیں گے

(بمبئی سے نشر)

نظیر: لگتا ہے ندی کا کنارا آگیا۔ ہوا میں کتنی ٹھنڈک
ہے۔

(فلیش بیک)

مدن: پاس آؤ نہ۔ اور پاس، اور پاس۔

ھیرا: پھر بدمعاش، یہ کیا ہو رہا ہے۔ نہیں — میری سانس بند ہو رہی ہے۔ چھوڑ دو نہ۔

(اچانک)

نہیں۔ کبھی نہیں۔ ایسا کبھی نہیں ہو سکتا نہیں ہو سکتا ایسا۔

(چلی جاتی ہے)

نظیر: ہیرا، کیا ہوا ہیرا۔ مجھے بیچ راستے میں اس طرح اکیلا چھوڑ کر کہاں چلی گئی — ہیرا .... سنتی ہو۔ ہیرا ... . یہ لڑکی —

(وقفہ)

(لکڑی کی ٹھک ٹھک کرکے چلنے کی آواز)

راہ گیر: ارے چاچا۔ تم یہاں کیسے؟

نظیر: مت پوچھو بیٹا۔ وہ لڑکی مجھے یہاں لے آئی۔

راہ گیر: اچھا وہ پگلی — تم نظیر اور وہ ہیرا۔ ارے وہ تمہیں بیچ راستے میں نہیں چھوڑے گی تو کیا جنت میں لے جائے گی — ہیں؟

نظیر: چلو لے چلو مجھے۔ پہنچا دو میری جگہ پر (چلنے کی آواز) ارے بھائی ذرا آہستہ چلو نا۔ مجھ سے دوڑا نہیں جاتا۔

راہ گیر: اچھا .... یہ لو۔ یہ تمہاری جگہ چاچا۔ بیٹھو یہاں۔

نظیر: اللہ بھلا کرے تمہارا — وہ مجھے چاہتی ہے میں اسے چاہتا ہوں اس میں یہ کیا اور وہ کیا۔

راہ گیر: اچھا چاچا میں چلتا ہوں۔

نظیر: جاؤ تمہارا کام ہو گیا۔ جاؤ۔

(وقفہ)

ھیرا: نظیر چاچا .... (ایک عورت سے) تم نے نظیر چاچا کو دیکھا ہے۔ میں نے اسے یہیں چھوڑا تھا۔ معلوم نہیں کہاں گئے۔ بے چارہ اندھا بھی ہے۔

عورت: واہ ری پگلی — "نظیر چاچا کو دیکھا ہے"۔

ھیرا: (ہنستی ہے)

عورت: ارے ہنستی ہے۔ اسے دیکھ ایسے ہنس ہنس کر زندگی خراب نہ کر۔ سمجھی۔ چل میرے ساتھ چل۔ ساتھ رہے گی، کھائے گی۔ پہنے گی۔ مستی مارے گی۔ چل نا۔

ھیرا: (ہنستی ہے)

(وقفہ)

(ہیرا کے رونے کی آواز)

نظیر: کون؟ — ہیرا ہو کیا! پر ہانپ کیوں رہی ہو۔ میں جانتا تھا تم میرے پاس پھر آؤ گی۔ نہیں رہ سکتی تم میرے بغیر۔ اور میں ہاں میں بھی نہیں۔ آگئے آ ہیرا۔ ادھر آ ہیرا۔ بڑھو میری طرف پاس آؤ۔ اور قریب۔ اور۔ اور (ہیرا روتی ہے) مت رو، مت رو تمہارا دکھ درد میں سمجھتا ہوں۔

محمود حسن

بڑا جو وقت تو دے جائیگا وہ جان تجھے — کہیں فریب نہ دے جائے یہ گمان تجھے
وہ شخص آج جو پھولوں پہ تولتا ہے تجھے — وہ چھوڑ جائے نہ زخموں کے درمیان تجھے
تری زمین بھی نہ لے جائے چھین کے وہ کہیں — دکھا کے اپنی محبت کا آسمان تجھے
میں اپنے عشق پہ احسان لوں نہیں ممکن — سنا کے لیلیٰ و مجنوں کی داستان تجھے
زمیں چھپا بھی لے دھبے مرے لہو کے گر — رہِ فرار نہ دیگا یہ آسمان تجھے
تو فکر مند نہ ہو دوست لیکے تیرِ ستم — میں پیش کرنے خود ہی آؤں گا کمان تجھے
کہاں کہاں غمِ دوراں کے زخم دل پہ لگے
کبھی دکھاؤں گا فرصت سے یہ جہان تجھے

(کلکتہ نشر)

ھیرا: بھوک لگی ہے کیا؟

نظیر: میں بھوکا نہیں ہوں تمہاری روٹی کا۔ پھر کبھی یہ سوال مت کرنا۔ اچھا ہیرا تو تو میرے دین میں بھی نہیں ......

(دونوں ہنستے ہیں)

ھیرا: (ہنستے ہوئے) سب کہتے ہیں کہ مجھے گھر لے جائیں گے۔ اچھا بتاؤ تو چاچا گھر کیا ہوتا ہے۔

نظیر: گھر کا مطلب گھر۔

ھیرا: میں پوچھتی ہوں گھر کیا چیز ہے؟

نظیر: پگلی۔ اب میں تجھے کیسے سمجھاؤں۔ گھر ایک عبادت گاہ ہے، ایک آشرم ہے جہاں سکھ چین کا بسیرا ہوتا ہے۔

ھیرا: کیا کہا؟

نظیر: گھر ایک آشرم ہوتا ہے۔

ھیرا: آشرم.... (ہنستے ہنستے رو پڑتی ہے)

(فلیش بیک)

پُتلی: زبان لڑاتی ہے۔ چل نکل۔ کام کی نہ کاج کی دشمن اناج کی۔ چرا کر کھاتی ہے ہر مال۔ ماں نادی کہیں کی۔ دھر دیر ہے نہ تمہاری میّا کی۔ کہیں سے کام کرکے لا کر دیتی ہے نہ؟ — چل نکل — (ہیرا روتی ہے)

نظیر: نہ۔ رو رو کر جی ہلکان نہ کر۔ چل اٹھ (اپنے آپ) یا اللہ! تیری قدرت کو سمجھنا کٹھن ہے۔ مگر جب سے یہ لڑکی آئی ہے پتہ نہیں کیا جادو کر دیا ہے۔ ہر پل۔ ہر گھڑی اسی کے بارے میں سوچتا ہوں اور وہ بھی اس عمر میں۔

ھیرا: اندر ہی اندر کیا بدبدا رہے ہو چاچا۔ کوئی تکلیف چاچا —؟

نظیر: لو یہ میری تکلیف کی بات کرتی ہے۔ ارے کیسی تکلیف۔ اس کھلے آسمان کے نیچے ہم تم اتنے پاس پاس رہ رہے ہیں، اس سے زیادہ کیا چاہئے ہمیں۔ سن رہی ہو ہیرا؟ (ہیرا بھاگ جاتی ہے) چلی گئی . . (غصے سے) کیا سمجھ رکھا ہے مجھے؟ نہیں جانتا کہ تم کیا ہو۔ دو دن سے مجھے اکیلا چھوڑ کر لاپتہ تھی — مجھے تم سے یہ امید نہیں تھی — جاؤ — دور چلی جاؤ۔

(وقفہ)

(طوفان کا شور)

نظیر: یا خدا۔ آج بھی طوفان ہے۔ نہ جانے تجھے کیا منظور ہے — برس بیت گیا اس بات کو۔ نہ جانے کیسے آگئی یہ لڑکی میری زندگی میں۔ اس دن بھی ایسا ہی طوفان اٹھا تھا۔ سائیں سائیں کرتی ہوائیں تھیں۔ اور بس — اس عمر میں اس کے بارے میں سوچتا ہوں بہت عجیب سا لگتا ہے۔ مگر پتہ نہیں کیوں سوچتا ہوں کچھ خبر نہیں۔ کچھ معلوم نہیں۔ میں اس سے کیا چاہتا تھا۔ نہیں۔ ہیرا۔ ہیرا — کیا تم مجھے یاد رکھو گی ہیرا؟ — نہیں۔ میرے بغیر تم نہیں رہ سکتی ہیرا۔ لیکن میں۔ میں نہیں رہ سکتا ہیرا۔ نہیں رہ سکتا ہیرا۔ سن رہی ہو۔ سنا شہر میں بلا کا شور بھر گیا ہے۔ اس میں کون پوچھے گا تم کو ہیرا اور کون مجھے — ہیرا — ہیرا —

ھیرا: نظیر چاچا — طوفان ہے چاچا۔ بہت تیز ہوا ہے کہیں مت جانا — رک جاؤ۔ رک جاؤ چاچا ... یاد ہے پچھلی بار تمہیں دھکا دے کر گرا دیا تھا۔ مگر اس بار نہیں — سن رہے ہو نظیر چاچا۔ اس بار بھگاؤ گے تو نہیں چاچا۔

نظیر: ہیرا، آؤ میرے پاس۔ ہیرا آؤ۔

ھیرا: چاچا تم کو چھوڑ کر جانے میں بہت ڈر لگتا ہے۔

نظیر: ارے کس بات کا ڈر —؟ — ارے میں تو بھول ہی گیا تھا۔ یہ دیکھو تمہارے پیسے۔ چلو پھینک دیتے ہیں۔ (پیسے پھینکنے کی آواز) — لو، اب تم بالکل پاک صاف ہو گئیں۔

ھیرا: تم پھر بدبدانے لگے۔ زور سے کہو نہ — کان سے نہیں سنتی۔ سمجھ میں بھی کچھ نہیں آتا۔

(نظیر رونے لگتا ہے)

ھیرا: یہ آنسو کیوں چاچا؟ .... نہ ... نہ — ہنسو۔ ہنسو چاچا۔ دیکھو میں بھی ہنس رہی ہوں نا چاچا۔ چاچا ہنسو۔ دیکھو میں ہنس رہی ہوں۔ چاچا ہنس رہی ہوں —

(نظیر کا رونا بھی ہنسی میں بدل جاتا ہے .... پھر دونوں ہنسنے لگتے ہیں)

(کلکتہ)

لطف الرحمٰن
اسسٹنٹ اسٹیشن ڈائریکٹر
آکاشوانی پاسی گھاٹ
پاسی گھاٹ

شب پوش مکان پر آخری بانگ

مظہر الزماں خاں

بہت گہری اور بے حد گرم رات تھی۔ ہوائیں سائیں سائیں کر رہی تھیں اور کہیں دور سے ٹھہر ٹھہر کر کتوں کے بھونکنے کی آوازیں بھی سنائی دے رہی تھیں۔ درندے زمین سے اُٹھ اُٹھ کر اپنے گمبھیر مسائل مسلسل پیش کر رہے تھے کہ دفعتاً ایک شخص دوڑتا ہوا آیا اور درختوں سے گھستے ہوئے شب پوش مکان پر پہنچ گیا۔ اور پھر اپنی تیز تیز چلنے والی سانسوں کے ٹھیک ہوتے ہی مکان کے بند دروازے پر زور زور سے دستک دینے لگا۔ لیکن کتنی ہی دیر تک دستکیں دینے کے باوجود جب اندر سے کوئی جواب نہ آیا تو وہ دونوں ہاتھوں سے بند دروازے کو پیٹنے لگا اور پھر ساتھ ساتھ آوازیں بھی دیتا رہا ـــــ "دروازہ کھولو بھائی کہ میں بہت دور سے تمہارے پاس آیا ہوں اور مسلسل دوڑنے کی وجہ سے میری سانسیں ٹکڑے ٹکڑے ہوگئی ہیں کہ میں تمہیں پوری طرح پکار بھی نہیں سکتا کہ تمہارا نام ہی میرے ذہن سے اتر گیا ہے اور ایسے اتر گیا ہے کہ یاد ہی نہیں آتا اور پھر میں تمہیں کوئی دوسرا نام بھی نہیں دے سکتا کہ اکثر ناموں کے مفہوم میں مجھ سے بڑی گڑبڑ ہو جاتی ہے چنانچہ میں تمہیں صرف آواز دے سکتا ہوں اور آواز بھی اس وقت تک دوں گا جب تک کہ میری آواز میرا ساتھ دے سکے گی۔ اور مجھے ڈر ہے کہ میری آواز زیادہ دیر تک میرا ساتھ نہیں دے سکی کہ میں اپنی آواز کو بہت اور خواہ مخواہ ضائع کر چکا ہوں کہ اب میری آواز کی عمر ختم ہوا چاہتی ہے لہٰذا اس سے پہلے کہ وہ میرا ساتھ چھوڑ دے، دروازہ کھول کر باہر چلے آؤ کہ مجھے تم سے بے حد اہم کام ہے۔ اتنا اہم کہ دنیا کے تمام کام اس کے آگے صفر ہیں۔ دیکھو کہ اب میری سانسیں بھی میرا ساتھ چھوڑ رہی ہیں اور آواز کی عمر میں اب ختم ہونے کو ہے۔ اور پھر میرے اندر کی تمام چیزیں اپنی اپنی جڑیں چھوڑ رہی ہیں۔ اس سے پہلے کہ وہ پوری طرح بکھر جائیں دروازہ کھول دو اور چند لمحوں کے لیے باہر نکل آؤ کہ باہر نکلنا موسموں کی شکست ہے ـــــ" تاہم کوئی جواب نہ آیا تو وہ جھلا کر پوری قوت سے دروازہ پیٹنے لگا اور جب پیٹتے پیٹتے اس کے دونوں ہاتھ درد کرنے لگے تو اس نے روزن میں آنکھ رکھ دی اور دیکھا۔ اندر دھندلی دھندلی روشنی ہنوز باقی تھی پتہ نہیں کہ بلب روشن تھا یا قندیل جل رہی تھی۔ لیکن روشنی پوری طرح دکھائی دے رہی تھی۔ اور وہ تنہا کھڑا پوری قوت سے آوازیں دے رہا تھا۔ تاہم کوئی آہٹ ہوئی اور نہ کوئی جواب آیا۔ بس ایک چپ تھی۔ ایک ایسی چپ جس میں سمندر وہاں کے تمام پراسرار راز پنہاں تھے۔ البتہ درختوں کے پتے رہ رہ کر ہنس رہے ہے کہ ان کی ہنسی میں تازہ زخموں کا کرب پوشیدہ تھا ـــــ اور وہ اس پورے ماحول سے بیگانہ کھڑا درختوں کے درمیان گھرے ہوئے مکان کے بند دروازے پر مسلسل آوازیں دے رہا تھا لیکن اب اس کی آواز میں وہ زور باقی نہیں رہا تھا کہ وہ آہستہ آہستہ اس کے اندر ہی اندر اترتی چلی جا رہی تھی۔ آخر جب وہ پوری طرح اس کے اندر اتر کر غائب ہو گئی اور حلق سے صرف پھنسی پھنسی سیٹیاں برآمد ہونے لگیں تو اس نے حقارت سے بند دروازے کی طرف دیکھا اور پھر جس راستے سے آیا تھا اسی راستے کی طرف انتہائی سرعت سے لوٹ گیا۔ اور کچھ دیر تک اس کے قدموں کی آواز خاموشی کو توڑتی رہی اور پھر سناٹا ہو گیا۔ لیکن کتوں کے بھونکنے اور رونے کی آوازیں گاہے گاہے جاری تھیں البتہ اب ہوائیں سسکیاں لے رہی تھیں۔ چنانچہ چند لمحوں تک ایک عجیب سا پراسرار ماحول … علاقہ، مقام، بستی، جنگل یا زمین کے اس ٹکڑے پر طاری رہا اور پھر اچانک کسی کے قدموں کی آواز دور بہت دور سے آتی ہوئی درختوں کے درمیان گھرے ہوئے مکان کے بند دروازے پر پہنچ کر ٹھہر گئی تو آنے والے نے انتہائی سرعت سے زنجیر بجا کر کہا ـــــ

"دروازہ کھولو کہ میں آبلہ پا بڑی دور سے تمہارے پاس سینکڑوں مسائل لے آیا ہوں۔ ایسے مسائل جن کو سلجھانے کے لیے سنتوں نے اپنی عمریں گزار دی ہیں چنانچہ میں بھی ان میں سے ایک ہوں اور ذہنی امراض میں مبتلا ہوں کہ میرا ہر مرض ایک زبان ہے اور ہر زبان ایک کہانی ہے اور کہانی کا اختتام اماوس کی رات ہے۔ چنانچہ میں اپنی اور ان سبھوں کی کہانیاں تمہیں سنانے کے لیے اس مایوس زمین سے تمہارے پاس آیا ہوں۔ جہاں پرندوں کے پیروں میں زنجیریں ڈال کر پرواز کے لیے انھیں مجبور کیا جاتا ہے۔ لہٰذا اب اس بند دروازے کو کھول دو اور میری جھولی میں پڑی ہوئی اداس اداس کہانیوں کے اختتام بدل ڈالو کہ ان میں ایک بھی جگنو موجود نہیں ہے ـــــ بس اندھیرے ہی اندھیرے چھپے ہوتے ہیں کہ ہم سبھوں نے اپنی اپنی آنکھوں کو الاؤ میں ڈال دیا ہے اور بے آنکھ سفر کر رہے ہیں کہ ہمارا سورج ببول کی شاخوں سے آزاد ہونے کے لیے آخری جنگ میں مصروف ہے ـــــ" تاہم کوئی جواب نہ آیا تو وہ چیخ اٹھا اور پھر پوری قوت سے زنجیر ہلا کر بولا ـــــ "دیکھو، ابھی ابھی کسی چیز نے مجھے اچانک کاٹ لیا ہے اور اس کا زہر میرے پورے جسم میں پھیلتا جا رہا ہے۔ اگر اس زہر کو روکا نہ گیا تو پورا علاقہ، پورا شہر، پوری بستی یا پھر پوری زمین متاثر ہو جائے گی اور پھر میرے پاس ان گنت کہانیاں ہیں اور ان کہانیوں کے بے شمار کردار ہیں۔ جو سینکڑوں مسائل کی تاریک چادریں اوڑھے دن ہونے کی آرزو میں ضائع ہوتے جا رہے ہیں ـــــ" لیکن اس کے باوجود اندر سے کوئی جواب نہ آیا تو وہ جھلا گیا اور پوری طاقت سے زنجیر بجا کر بولا۔ "میں پھر اسی مایوس مقام پر لوٹ رہا ہوں جہاں گارگن اپنے ناخنوں سے لہو چاٹ رہی ہے ـــــ" یہ کہہ کر وہ جس راستے سے آیا تھا اسی راستے پر لوٹ گیا تو چاروں طرف ایک اداس اداس سی ویرانی پھیل گئی اور کچھ دیر تک اس پورے علاقے پر یہی ماحول طاری رہا۔ پھر دفعتاً کسی کے قدموں کی آواز نے سناٹا توڑ دیا اور زنجیر کی کھڑکھڑاہٹ ہر طرف گونجنے لگی۔

"سنو!" آنے والے نے بلند آواز میں کہا۔ "میں تمہیں کس نام سے پکاروں کہ آج تقریباً نام بے وزن ہو چکے ہیں اور اپنے آپ کو وزن دار ثابت کرنے کی کوشش میں مزید ہلکے ہوتے جا رہے ہیں۔ لہٰذا چپ چاپ دروازہ کھول دو۔ کیونکہ ابھی ابھی جو تمہارے پاس سے گزرا ہے بقول اس کے ان گنت آدمی تمہارے اس مکان کی زنجیر ہلا چکے ہیں۔ اور میں اس سلسلے کی آخری کڑی ہوں کہ میرے پیچھے کوئی باقی نہیں ہے چنانچہ میں تمہارے لیے ایک مٹھی میں تتلیاں اور دوسری میں جگنو لے آیا ہوں کہ اب تتلیاں اور جگنو پوری زمین پر بس اتنے ہی باقی رہ گئے ہیں کہ میرے لیے ان کا تحفظ بے حد ضروری ہے۔ اگر میں اپنی دونوں مٹھیوں کو کھول دوں تو یہ شور کرتی ہوئی اندھی رات کا شکار ہو جائیں گے کہ سورجوں کی نیندیں، بادلوں کی ضد، درختوں کی بادِ سموم، زمینوں کا کرب، راتوں کی بے دردی اور آدم خور بگولوں کا رقص مسلسل جاری ہے۔ اور ہم سب بکھرتی ہوئی زندگی کے بھٹکے ہوئے … ہیں اور ہمارے ناموں کے تمام حروف کرچ کرچ ہو کر گرم ریت پر بے ترتیب بکھرے ہوئے ہیں ـــــ" تاہم کوئی جواب نہ آیا تو وہ بے حد سخت لہجے میں بولا۔ "اب اگر تم باہر نہیں آؤ گے تو میں اس دروازے کو توڑ دوں گا کہ شب گزیدہ مرغ اپنی آخری بانگ دے کر جا چکا ہے ـــــ" یہ کہہ کر وہ پوری قوت سے زنجیر ہلانے لگا تو پورا ماحول اور پورا علاقہ زنجیر کی آواز سے گونج اٹھا تھا ـــــ تاہم اندر سے کوئی جواب نہ آیا تو وہ جھلا گیا اور پھر مسلسل کئی وار کے بعد جب مکان کا دروازہ ٹوٹ گیا تو خوشی کے مارے اس کے حلق سے عجیب عجیب آوازیں نکلنے لگیں۔ چنانچہ وہ چند لمحوں تک وہیں کھڑا رہا اور پھر جوں ہی مکان میں داخل ہوا حیرت سے اس کی آنکھیں ابل گئیں کہ پورا مکان خالی تھا اور ایک پراسرار سی خاموشی چاروں طرف پھیلی ہوئی تھی۔

(حیدرآباد سے نشر)

مظہر الزماں خاں
مکان ۲۵۶
ایس پی ایل، سی سی آئی بی، کاچی گوڑا۔ حیدرآباد ۵۰۰۰۲۷

سوال کا جواب سوال

رام لال

سنتوش نے میری معذرت قبول کرنے سے انکار کردیا تو مجھے اپنے دوپہر کے پروگراموں کو ازسر نو وضع کرنا پڑ گیا۔ جس سے مجھے کچھ الجھن بھی ہوئی۔ ایک جگہ مجھے کسی کا سامان پہنچانا تھا، اور دوسری جگہ میرا رات کا کھانا پہلے سے طے ہو چکا تھا۔ سنتوش میرا کزن تھا۔ اس مرتبہ میں دہلی گیا تو اس سے اس کے گھر جاکر ملنا محال ہو گیا تھا۔ اس لیے میں نے چاہا تھا کہ اس کے ساتھ فون پر رابطہ قائم کرکے اس کی خیریت معلوم کروں اور اس کے یہاں نہ پہنچنے کی مجبوری بھی بیان کردوں لیکن جیسا کہ بعض بے تکلف عزیزوں کے درمیان تعلقات کی نوعیت ہوتی ہے اس نے میری کوئی بھی بات سننے سے انکار کردیا۔ یہاں تک کہ دھمکی دیدی کہ وہ آئندہ ہمارے یہاں کبھی نہیں آئے گا۔ میں نے اس کے سامنے ہتھیار ڈال دیے تو اس نے خوش ہو کر مجھے رات کو بہترین کھانا کھلانے کا وعدہ کیا۔

ہماری گفتگو اس کے آفس کے فون پر ہوئی تھی۔ میں نے اس کی بیوی وندنا اور دس سال کی بیٹی ڈمپل کے لیے بازار جاکر دو تحفے خریدے اور پندرہ میل دور اس کالونی کی طرف روانہ ہو گیا جہاں وہ اپنے فلیٹ میں رہتا تھا۔ اب میں بھی بہت خوش تھا کہ اس سے ایک عرصہ کے بعد بھرپور ملاقات ہو گی۔ وہ اپنی ملاقات کے سلسلے میں کبھی کلکتہ کبھی مدراس میں رہتا رہا تھا۔ میں وہاں جاکر بھی اس سے ملتا رہتا تھا۔ وہ بھی میرے بچوں کی شادیوں کے موقعوں پر آیا تھا۔ عمروں میں ایک قابل ذکر فاصلے کے باوجود ہمارے درمیان بے حد قربت تھی۔ اور عزیز داری سے کہیں زیادہ دوستی کی فضا موجود تھی۔ اسی لیے میں اس کی ناراضگی کا خطرہ مول لینے کے لیے تیار نہیں ہو سکا تھا۔

ٹیکسی میں بیٹھے بیٹھے میں نے ایک پیکٹ میں لپٹی ہوئی کشمیری شال کو چھوا جس کے رنگ کا انتخاب میں نے خود کیا تھا۔ وندنا کے ذوق کو پیش نظر رکھ کر مجھے یقین تھا کہ وہ اسے دیکھتے ہی خوشی سے اچھل پڑے گی۔ اور ڈمپل کے لیے میں نے جو جینز خریدی تھی اس کے سائز کے بارے میں اگرچہ میں پُریقین نہیں تھا، لیکن مطمئن ضرور تھا کہ اگر یہ لمبی ہو گئی تو ڈمپل اس کے پائنچے الٹا کر پہن لے گی جس طرح اس کی عمر کے بچے اکثر اسی طرح کر لیتے ہیں۔ لباس کے بارے میں وضعداری کی اس قسم کی تلاطمی نے بہت سے مسائل خود بخود حل کر دیے تھے۔ میں تصور تصور میں ڈمپل کو بھی اچھلتا کودتا ہوا دیکھ رہا تھا۔

یل ۱۴۲۲ کے سامنے پہنچ کر جب ٹیکسی کا کرایہ ادا کر رہا تھا تو میں بار بار دروازے کی طرف بھی دیکھتا جا رہا تھا۔ دو گن ویلیا کی ٹہنیوں سے گھرے ہوئے گراؤنڈ فلور کے فلیٹ کے سب دروازے اور کھڑکیاں بند تھیں۔ جیسی بے صبر خوشی سے معمور ہو کر میں وہاں ٹھیک وقت پر پہنچا تھا ویسی بے تابی سے انتظار کرنے والا ابھی تک کوئی بھی دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

میں نے کال بیل کے بٹن پر انگلی رکھی تو چند لمحوں کے بعد سنتوش نے دروازہ کھول دیا اور اس نے بظاہر خوشدلی سے مجھے ہیلو بھی کہا۔ اور مجھے میرے گلے سے لپٹ کر بھی ملا لیکن میں نے فوراً محسوس کر لیا کہ وہ کسی صدمے سے دوچار ہو چکا ہے۔ جس کے اثرات وہ کوشش کے باوجود چھپا نہیں پا رہا تھا اور اس کے پیچھے پیچھے میرے خیر مقدم کے لیے بھاگی بھاگی آنے والی وندنا اور ڈمپل دونوں غائب ہیں۔

سب ٹھیک تو ہے!" میں نے اس کے ساتھ ساتھ چلتے ہوئے کہا۔ میں نے ایک ہاتھ سے اس کا بازو تھام رکھا تھا۔ دوسرے بازو کی بغل میں دو پیکٹ دبے ہوئے تھے۔

"ہاں ٹھیک ہی ہے۔"

"گھر میں اسقدر خاموشی کیوں ہے۔" ڈرائنگ روم میں پہنچ کر میں نے اِدھر اُدھر حیرت سے تاکا۔ پھر دونوں پیکٹ میز پر رکھتے ہوئے کہا۔" وندنا اور ڈمپل کے لیے میں نے اتنے خوبصورت تحفے لایا ہوں کہ وہ دیکھتے ہی اچھل پڑیں گی۔"

"بیٹھیے۔" اس نے میری بات کو جیسے ان سنا کر دیا۔ پھر فرج کی بڑھتے ہوئے بولا۔" آپ فوراً کیا پینا پسند کریں گے، ٹھنڈا یا گرم یا اور کچھ۔"

پہلا موقع تھا کہ اس نے وندنا کو کچھ لے آنے کے لیے آواز نہیں دی تھی۔ لیکن وندنا اگر ہوتی تو وہ خود ہی جاکر نہ لے آتی۔ میں فوراً سمجھ گیا کہ وہ گھر میں موجود نہیں ہے۔ ڈرائنگ روم سے ملے ہوئے کچن سے ذائقہ دار کھانوں کی خوشبو بھی نہیں آ رہی تھی جس سے میری حسیات واقف تھیں۔ میں نے چالیس برس کے خوبرو اور ہٹے کٹے عزیز کزن کی طرف بڑی حیرت سے دیکھا جو میری طرف پشت کیے ایک ٹرے میں کسی جوس کی بوتل اور گلاس سجانے میں مصروف تھا۔ میں نے اس کے پاس جاکر کہا۔ رہنے دو ابھی۔ مجھے پیاس نہیں محسوس ہو رہی ہے۔

پھر اسے بازو سے تھام کر صوفے پر لا بٹھایا اور پوچھا۔ بات کیا ہے۔ آج مجھے سب کچھ معمول کے خلاف سا لگ رہا ہے۔

اس نے کچھ لمحوں تک میری طرف بڑی گہری نظروں سے دیکھا جن میں بے بسی بھی تھی اور ندامت بھی۔ لیکن ان پر فوراً ہی ایک غصہ غالب آگیا۔ بے پناہ غصہ۔ بولا۔ بھائی صاحب وہ جو عورت ہے نا۔ جسے میں اپنی بیوی کہتا تھا۔ وہ! معاف کیجئے گا اگر میں آپ کے سامنے اسے گالی دے بیٹھوں۔ لیکن آپ میری مجبوری کا بھی کچھ خیال کیجئے گا۔ اور معاف کر دیجئے گا۔ وندنا جیسی خوبصورت، باوفا اور سلیقہ شعار بیوی کے لیے اس کی زبان سے نازیبا الفاظ سن کر مجھے غصہ آگیا۔ میں دونوں کو برسوں سے جانتا تھا۔ جب سے ان کی شادی ہوئی تھی، ان کے درمیان کبھی نا چاقی نہیں ہوئی تھی۔ میں انھیں ہمیشہ لوبرڈز (LOVE BIRDS) کہہ کر مخاطب کرتا تھا۔ اسی وقت میرے کانوں میں کسی کے سسکنے کی آواز سنائی پڑی۔ میں لپک کر دوسرے کمرے میں پہنچا۔ وہاں صرف ڈمپل تھی۔ بستر پر اوندھی لیٹی رو رہی تھی۔ میں نے اسے اٹھا کر گلے سے لگایا تو وہ زور زور سے رونے لگی۔

میں اسے اٹھا کر ڈرائنگ روم میں لے آیا۔ اب وہ زور زور سے رو رہی تھی۔ میں نے اسے اس کے لیے لائی ہوئی چیز کا پیکٹ دکھایا اور پوچھا تم کیوں رو رہی ہو بیٹی! تمہاری ممی کہاں ہے؟ تو وہ اچانک میرے بازوؤں سے نکل گئی۔ اور "میں نہیں جانتی پاپا سے پوچھیے"، کہہ کر روتی ہوئی پھر اپنے کمرے میں بھاگ گئی۔

میں ڈرائنگ روم کے وسط میں خاموش سا کھڑا رہ گیا۔ سنتوش سر جھکائے بیٹھا تھا، میری سمجھ میں نہیں آتا تھا کیا کروں، اس نے مجھے اپنے دفتر سے فون پر خوشدلی سے کھانے پر انوائیٹ کیا تھا۔ وندنا سے پوچھے بغیر ایسا کیا تھا تو بھی کوئی بات نہیں تھی۔ وندنا ایسی عورت ہرگز نہیں تھی کہ مجھے اچانک دی گئی دعوت پر ناراض ہو کر گھر چھوڑ جاتی۔ پہلے تو ایسا کبھی نہیں ہوا تھا۔ وہ نچلے متوسط طبقے کی گھریلو عورتوں سے بہت مختلف تھی۔ اس طبقے کی سبھی عورتیں بھی ایسی ہرگز نہیں ہوتیں ایسی کوئی کوئی ہی ہوتی ہے جس کی اپنی مجبوریاں ہوتی ہیں۔ اس گھر میں اس قسم کی مجبوری بھی ہرگز نہیں تھی۔ کم سے کم میری وجہ سے تو ہرگز ہرگز نہیں۔

میں اپنے بارے میں پوری طرح مطمئن ہو کر فرج کی طرف بڑھ گیا۔ جوس کی بوتل اب خود ہی نکال کے لے آیا۔ ایک گلاس اپنے لیے بنایا دوسرا سنتوش کے لیے جو اس کے ہاتھ میں دیدیا۔ وہ بڑی خاموشی سے سارا گلاس ایک ہی ڈیک میں پی گیا پھر میری طرف معذرتی نگاہوں سے دیکھ کر بولا۔ آپ ذرا ڈمپل کو راضی کر دیں تو ہم بازار جاکر کھانا کھا لیں گے۔ کسی بہت اچھے ہوٹل میں۔

میں نے جواب دیا۔ مجھے یقین ہے یہ سب بہت اچھا کھانا کھانے کی وجہ سے نہیں ہوا ہے۔

اس نے اثبات میں سر ہلا کر کہا۔ جی ہاں۔ مجھے افسوس ہے لیکن آپ غلط نہ سمجھیے گا۔ دراصل وندنا کو معلوم نہیں تھا کہ آپ آ رہے ہیں اور وہ میرے گھر آتے ہی ایک اور لفڑا لے بیٹھی۔ دراصل یہ کئی روز سے چل رہا تھا، آج اچانک شدت سے ابھر آیا۔ اس وقت وہ اسپتال میں ہے۔ وہاں وہ اپنے آپ ہی چلی گئی ہے۔

اسے ابھی نہیں معلوم ہے کہ آپ آئے ہوئے ہیں۔ وہ میری بات ذرا شانتی سے سنتی تو میں آپ کے بارے میں کچھ کہتا وہ تو جیسے ہولے گھوڑے پر سوار تھی۔ وہ سمجھتی آج کچھ نہ ہو سکا تو پھر جیسے کبھی نہیں ہو سکے گا اور پھر جیسے قیامت ہی آجائے گی۔

"آخر ہوا کیا" میں نے اس کے پاس بیٹھ کر اسے بازو سے جھنجھوڑ سا دیا "چلو۔ پہلے اسپتال چلتے ہیں۔ اسے ہوا کیا ہے۔"

"کچھ نہیں ہوا۔ وہ مرنا چاہتی ہے تو پہلے ہی مر جائے۔ اب تو میں یہی چاہوں گا کہ وہ مر جائے۔ جو عورت مجھے لڑکا دینے سے انکار کر رہی ہو اسے جینے کا کیا حق ہے۔ برسوں بعد وہ امید سے ہوئی ہے میں خوش تھا کہ اس گھر کا ایک وارث آ رہا ہے لیکن اسے تو اپنی جوانی کی فکر ہے۔ اپنے فگر کی۔ بھاڑ میں جائے فگر اور جوانی۔ آئی ہیٹ دس وومن!"

اس کے بیان میں کہیں وقفہ یا اسٹاپ نہیں تھا۔ لیکن وہ ایک مقام پر پہنچ کر اپنے آپ ہی خاموش ہو گیا۔ جب وہ اپنی نفرت کا بھرپور اظہار کر چکا میری سمجھ میں پوری بات آگئی۔ میں نے اس کے سامنے ایک اور گلاس لا کر رکھ دیا اور خود بھی ایک گلاس لے کر کھڑا ہو گیا، اس کے سامنے اور کہا "مجھے یاد ہے۔ تب میں بہت چھوٹا تھا ہمارے گھر ساتھ ساتھ بنے ہوئے تھے۔ ایک وسیع آنگن کے بیچوں بیچ چھوٹی سی دیوار تھی۔ اس طرف بڑے چچا رہتے تھے۔ بڑی چچی نے پہلے تین لڑکیوں کو جنم دیا تھا۔ میں انھیں کا ہم عمر تھا۔ ایک روز گھر میں بڑا کہرام مچا۔ میری تینوں چچا زاد بہنیں روتی پیٹتی آنگن میں آکر کھڑی ہو گئیں۔ اڑوس پڑوس کی عورتیں حیران ہو کر دیواروں اور چھتوں پر سے جھانکنے لگیں۔ معلوم ہوا ان کی ایک اور بہن دنیا میں وارد ہو گئی ہے۔ دو ایک سال کے بعد ویسا ہی کہرام پھر مچا تھا۔ یعنی ایک اور بہن کا اضافہ ہو گیا تھا۔ اس کے بعد تو سب بہنوں کا سر پیٹ پیٹ کر دنیا کو بتانا ایک معمول سا بن گیا۔ سات بہنوں کے بعد تم پیدا ہوئے تھے۔ بڑے چچا نے گلی میں حلوائی بٹھا دیے تھے۔ منوں تھال لڈوؤں کے تیار کیے گئے تھے۔ جو بھی مبارکباد دینے آیا اس کی جھولی بھر دی گئی۔ لیکن میں نے بڑے چچا کو بڑی تیزی سے بوڑھا ہوتے ہوئے بھی دیکھا تھا۔ ان کی ہر بیٹی گھر میں جھاڑو سا دے کر سسرال چل دی تھی۔ ایک اوسط ہمت والا آدمی آخر کتنا کچھ کما سکتا ہے۔ ان کی آخر چار لڑکیاں بہت ہی معمولی گھروں میں بیاہی گئیں۔ ایک کا شوہر پوسٹ مین ہے۔ ایک کا سائیکل میکینک اور دو ورکشاپ میں پہلے قلی تھے جو اپنی محنت سے مستری فٹر بن گئے۔ لیکن تم تو افسر ہو۔ تمہیں ان کا ذکر کرتے ہوئے بھی کبھی کبھی سخت ندامت سی محسوس ہونے لگتی ہے۔ یہ سب تمہیں اس لیے بتا رہا ہوں کہ اگر تمہارے پاس کوئی گارنٹی ہے کہ ڈمپل کے بعد اس کا بھائی آ رہا ہے تو ابھی تمہارے ساتھ جا کر وندنا کو واپس لے آتا ہوں۔ لیکن تمہارے گھر کی وارث تو ڈمپل بھی بن سکتی ہے۔ کیا تم اس سے پیار نہیں کرتے؟ کیا وہ تمہارا خون نہیں ہے؟ وہ کتنی خوبصورت اور بھولی بھالی ہے۔ اسے یہ حق کیوں نہیں دے سکتے جو تم کسی اور کے لیے محفوظ رکھنا چاہتے ہو۔"

اچانک ہم دونوں کی نظریں دروازے کی طرف اٹھ گئیں جس کی چوکھٹ کے ساتھ ڈمپل لگی کھڑی تھی۔ خاموش اور گرسنہ نظروں سے اپنے باپ کی طرف دیکھتی ہوئی

(آکاشوانی لکھنؤ سے نشر)

آخر کیوں؟

تنویر بن ناظم

رات آدھی بیت چکی ہے۔ آج ٹھنڈ بھی کافی ہے۔

میں لحاف تلے اپنے آپ کو چھپا لیتا ہوں۔ سونے کی کوشش کرتا ہوں۔ کبھی ادھر کبھی ادھر کروٹیں بدلتا ہوں۔

"نیند کیوں نہیں آتی ۔۔۔؟"

پھر نیند لانے کی کوشش کرتا ہوں۔ دو، چار چھوٹی چھوٹی آیات من ہی من پڑھتا ہوں۔ شاید نیند آجائے۔ ہاں اکثر میں نے نیند لانے کے لیے پڑھا ہے۔

مگر آج آیات بھی پڑھ چکا۔ لاحول ولاقوۃ پڑھ کر بائیں کندھے پر ہلکے ہلکے تھک تھکا دیتا ہوں مگر شاید نیند مجھ سے روٹھ چکی ہے۔

ذہن دوسری طرف مڑ جاتا ہے۔

"آج اس نے شمیم کو ایسا کیوں کہا؟ چھوڑو بھی، میرا اس سے رشتہ بھی کیا ہے؟"

پرایا درد اپنے دل میں کیوں سمیٹوں!

مگر آخر شمیم بھی تو انسان ہے۔

وہ بیچارہ فرسٹریٹ ہو کر رہ گیا ہے۔

دن بھر کریم گنج میں سمیع کی دکان ہے اور وہ لوگ ہیں۔

وہ لوگ ہی کیا ہم لوگ بھی تو کھڑے رہتے ہیں۔

لوگ کہتے ہیں "لڑائی جھگڑے کا اڈہ بن کر رہ گیا ہے وہ۔"

"آخر لوگ کھڑے کیوں ہوتے ہیں" کچھ لوگ کہتے ہیں۔

شاید وہ نہیں سمجھ سکتے۔

"اس کیوں کا جواب میں کیوں دوں؟"

وہ کہتا تھا "ماسٹر اسرائیل کا لڑکا پاگل ہو گیا ہے۔"

"کیوں ۔۔؟" میں نے پوچھا تھا۔

"اسے ماں باپ کا پیار نہ ملا، گھر کے لوگ اس سے نفرت کرتے تھے۔ بیٹیوں کو زیادہ اہمیت دی جاتی تھی، اس کے ساتھ نوکروں جیسا سلوک کیا جاتا تھا۔ آخر حال کیا ہوتا؟ یہ تو ہونا ہی تھا۔"

میں سر کو دو چار جھٹکے دیتا ہوں، کیوں میں ان بکواسوں میں پڑا ہوں۔

سونا چاہیے۔ پھر اور بھی کوشش کرتا ہوں۔

"میں نیلا کو خود سے الگ نہیں ہونے دوں گا، وہ میری ہے صرف میری، اس کے لیے میں ساری دنیا کو تیاگ دوں گا۔ وہ میری محبت ہے۔ میری زندگی ہے اور میری سب کچھ، میں شادی کروں گا تو صرف اسی کے ساتھ ورنہ ......"

انیس وہ کہتا ہے کہ "بہت مزہ آتا ہے۔" اس کی شادی کو سال سے زائد گزر گئے۔ کتنی تعریف کرتا ہے وہ۔

"کیسا لگتا ہوگا ۔؟"

پھر میرے سامنے گندی گندی کہانیاں ابھر آتی ہیں جو ماحول اور سماج کو گندہ کرنے کے لیے کافی ہیں۔

پتہ نہیں کون لوگ ہیں؟ کہاں رہتے ہیں؟

"آخر ایسی کتابوں پر پابندی کیوں نہیں لگتی؟"

ارے یہ سب کیا سوچنے لگا۔ لاحول ولاقوۃ پڑھتا ہوں بائیں شانے کو پھر تھک تھکاتا ہوں۔ پھر بھی نیند نہیں آتی۔

لحاف سے سر نکال لیتا ہوں۔

وہ کہتا ہے "اس کا تعلق دھوبن سے ہے، اور اس نے تو یہاں تک بتایا تھا کہ وہ اور"

میں نام بھول جاتا ہوں کیا نام تھا اس کا؟ ارے وہی دھوبی کا۔ کچھ بھی ہوگا، اس گھڑی نام ہی یاد نہیں پڑتے۔

وہ کہتا ہے کہ "وہ دونوں تو سرد راتوں میں ......"

چھوڑو، مجھے اس سے کیا۔

مجھے حاجت محسوس ہوتی ہے۔ ٹھنڈ بھی کافی ہے۔ اٹھنے میں ڈر لگتا ہے۔ مگر پھر چلا جاتا ہوں۔ وہاں بھی خیالات پیچھا نہیں چھوڑتے۔

فارغ ہو چکا ہوں۔ مگر پھر بھی بیٹھا ہوں۔ کبھی انیس کے کہے گئے واقعات اور کبھی اس دھوبن کا نقشہ، کبھی گندے ناول کے کسی کردار کا نقشہ ابھرنے لگتا ہے۔ اور پھر ......

تھوڑی دیر بعد وہاں سے اٹھتا ہوں۔

مست مست، ٹھنڈ کا ایک تیز جھونکا ہڈیوں کو چیر دیتا ہے۔ بستر پر آ کر لیٹ جاتا ہوں۔ بازوؤں کی مچھلیوں کو ٹٹول ٹٹول کر دیکھ رہا ہوں ۔۔

"اُف کتنا کمزور ہو گیا ہوں"

پہلے تو یہ جسم کسا کسا سا تھا۔

آخر کیوں ۔۔؟

سوچتا ہوں کل دو انڈے اور کھاؤں گا، ایک کیپسول بھی کھاؤں گا۔ بدن میں طاقت آجائے گی۔

اب تو نیند آنی چاہیے۔

امسال کسی نہ کسی طرح پاس کرنا ہے۔

مگر پاس کرنے سے کیا ہوگا ۔؟

نوکری کہاں ملے گی۔

آخر ہم لوگ کب تک مارے مارے پھرتے رہیں گے؟

سمیع کی دکان کے آگے کب تک بھیڑ لگتی رہے گی۔

کب تک گالیوں کے یہ سلسلے چلتے رہیں گے؟

لوگ کھڑے ہی کیوں ہوتے ہیں وہاں؟ آخر کیوں؟؟

صبح کے چار بج جاتے ہیں۔ آنکھیں نیند سے بوجھل ہو چکی ہیں، دماغ مفلوج ہوتا جا رہا ہے، جیسے یہی آخری منزل ہو۔

دھیرے دھیرے مجھے نیند آنے لگتی ہے۔

نیند۔ نیند ہی نیند، اور میں گہری نیند میں ڈوب جاتا ہوں۔

تنویر بن ناظم کریم گنج۔ گیا

(پٹنہ سے نشر)

بے وفا

افتخار عظیم چاند

ڈاکیہ ڈاک دے گیا تھا اور میں اپنی آفس میں بیٹھا ہوا آج کی ڈاک دیکھ رہا تھا۔ خطوں میں ایک بیرونی ملک کا لفافہ بھی تھا جسے دیکھ کر میں نے فوراً اٹھا لیا اور بڑے اشتیاق دل سے کھول کر پڑھنے لگا۔

ڈیر سنیل! نمستے

امید کرتا ہوں کہ تم مزے میں ہو گے۔ تم کو یہ جان کر خوشی ہوگی کہ ۳۰ر دسمبر کی صبح میں بذریعہ طیارہ پٹنہ پہنچ رہا ہوں۔ باقی باتیں ملنے پر ہوں گی۔

تمہارا دوست

"انیل"

خط پڑھ کر میرا دل باغ باغ ہو گیا۔ دوست سے ملنے کی خوشی میں میں پھولے نہیں سما رہا تھا۔ میرا خاص دوست، میرے بچپن کا ساتھی انیل تقریباً سات سال کے طویل عرصے کے بعد پٹنہ آ رہا تھا۔ میں اور انیل بچپن سے عالم شباب تک ساتھ ساتھ رہے، کھیلے کودے اور ساتھ ہی ساتھ اسکول میں تعلیم حاصل کی۔ اور اسکول لائف ایک ساتھ گزاری۔ ہم دونوں نے ساتھ ہی میٹرک پاس کیا اور پھر ایک ساتھ ہی کالج میں داخلہ لیا۔ لیکن افسوس کہ انیل پری یونیورسٹی کے امتحان میں ناکامیاب ہو کر مجھ سے ایک سال پیچھے رہ گیا۔ میں نے اپنی پڑھائی جاری رکھی اور تکمیل تعلیم کے بعد میں نے وکالت کا پیشہ اختیار کیا۔ اور کامیاب وکیل بن کر کافی شہرت حاصل کی۔ جبکہ انیل نے فیل ہو کر اس کالج کو خیرباد کہا جہاں ہم دونوں ساتھ ساتھ تعلیم حاصل کر رہے تھے۔ اور اس نے گورنمنٹ آرٹس اینڈ کرافٹس کالج میں داخلہ لے لیا۔ بچپن کے زمانے سے ہی اسے مصوری کا بہت شوق تھا۔ اچھی اچھی تصویریں بنا لیا کرتا تھا۔ کبھی وہ مجھ کو ساتھ لیکر دریا کے اطراف میں چلا جاتا اور قدرتی مناظر کی تصویر کشی کیا کرتا۔ میں برابر اس کے ساتھ رہتا اور اس کی دلجوئی و حوصلہ افزائی کیا کرتا۔ اس نے پٹنہ میں دوبار اپنی بنائی ہوئی تصویروں کا اگزیبیشن بھی لگایا تھا۔ اس نمائش میں میں اس کی بہت سی تصویریں فروخت ہوئی تھیں، قدردانوں نے اس کی بنائی ہوئی تصویروں کو کافی سراہا تھا۔ اس طرح اس کو بےحد شہرت ملی تھی۔ ڈپلومہ حاصل کرنے کے بعد اسے بمبئی کی ایک مشہور کپڑے کی مل میں ملازمت مل گئی تھی۔ انیل کے بمبئی کے قیام کے دوران مجھے ایک بار بمبئی جانے کا اتفاق ہوا تو میں اسی کے یہاں قیام پذیر ہوا تھا۔ پھر یہ معلوم ہوا کہ انیل کو کیلی فورنیا کے ایک آرٹس کالج میں پروفیسر کی جگہ مل گئی ہے اور وہ بمبئی سے امریکہ چلا گیا ہے۔ گزشتہ سال اس کا ایک محبت نامہ موصول ہوا تھا جس میں لکھا تھا کہ اس نے امریکہ کی شہریت اختیار کر لی ہے۔ یہ جان کر مجھے سخت افسوس ہوا تھا کہ میرا پیارا دوست انیل اب مجھ سے بہت دور چلا گیا ہے۔ لیکن آج اس کا پیار بھرا خط پا کر میں بہت خوش ہوں اور بےحد مسرور ہو رہا ہوں کہ میرا ہردلعزیز دوست، میرے دکھ درد کا ساتھی پٹنہ آ رہا ہے۔ میں میں اپنی ڈے اینڈ ڈیٹ بتانے والی گھڑی کو دیکھتا ہوں۔ آج ۲۹ر تاریخ ہے۔ یعنی میرا دوست کل ہی پہنچ رہا ہے۔ میں تیزی کے ساتھ ٹیلی فون کا رسیور اٹھا کر ایرلائنس آفس کو ڈائل کرتا ہوں ——

"ہلو ...... ایرلائنس آفس!" دوسری طرف سے آواز ملتی ہے۔

"پلیز، یہ بتائیے کہ بمبئی سے آنے والا پلین صبح میں کس وقت لینڈ کرتا ہے؟"

"آٹھ بج کر بیس منٹ پر...!" جواب ملتا ہے۔

پھر میں جلدی جلدی اپنا کام ختم کرتا ہوں اور گھر جا کر اپنے دوست کے آنے کی خبر اپنی آشا کو سناتا ہوں۔ آشا میرے دوست کے متعلق جانتی ضرور تھی لیکن اسے اس کو دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا تھا۔

آشا میری بیوی ہے۔ میں نے آشا سے شادی اپنی پسند اور اپنی مرضی سے کی تھی۔ والدین کے نہیں چاہنے کے باوجود میں نے آشا سے لو میرج کیا تھا۔ والدین تو اب اس دنیا میں نہیں رہے لیکن شادی سے پہلے اکثر کہا کرتے تھے کہ پیار و محبت کی شادی کبھی کامیاب نہیں ہوتی، پچھتاؤ گے۔ پانچ سال سے آشا سے اچھی طرح نبھ رہی ہے۔ آشا کافی آزاد خیال، فیشن کی دلدادہ اور سیر و تفریح کی رسیا ہے۔ میں حتی المقدور اس کی ہر خواہش پوری کیا کرتا ہوں۔

۳۰ دسمبر کی صبح ہے۔ مقررہ وقت سے دس منٹ قبل میں آشا کو اپنے ساتھ لے کر ہوائی اڈہ پہنچا ہوں اور طیارہ کے آنے کا بےچینی سے انتظار کرتا ہوں۔ چند لمحوں کے بعد دیوپیکر جہاز فضا میں پرواز کرتا ہوا نظر آتا ہے۔ پھر نیچے اتر کر رن وے پر دوڑنے لگتا ہے اور رک جاتا ہے۔ دروازے سے سیڑھی لگا دی جاتی ہے اور مسافر آگے پیچھے اپنا سامان لے کر اترنے لگتے ہیں۔ میری نظریں بیتابی سے سب کے چہروں کا جائزہ لیتی ہیں۔ آخر میں انیل آتا ہے اور میں دوڑ کر اس کے سینے سے لگ جاتا ہوں۔

"ہائی... سنیل! کیسے ہو؟" انیل پوچھتا ہے۔

"بالکل ٹھیک ہوں...... لیکن تمہارے انتظار میں تڑپ رہا تھا۔ آؤ، میں تم کو اپنی بیوی سے ملاتا ہوں۔" اور اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے اپنی بیوی کے قریب لاتا ہوں۔

"ان سے ملو، انیل! یہ میری زندگی ہیں آشا! یعنی تمہاری بھابی جان۔" اور وہ دونوں ایک دوسرے سے ہاتھ ملاتے ہیں۔ پھر میں انیل کو زبردستی اپنے مکان پر لے آتا ہوں۔ حالانکہ وہ ہوٹل میں ٹھہرنے پر بضد تھا۔ ہم لوگوں نے انیل کے آنے کی خوشی میں رات کے کھانے کا اہتمام اپنے گھر پر ہی کیا تھا۔ تینوں نے کھانا ایک ساتھ ہی ٹیبل پر کھایا۔ انیل نے کھانے کو بےحد پسند کیا اور میری بیوی کی کافی تعریف بھی کی۔ کافی رات گئے تک ہم لوگ بات چیت کرتے رہے اور جاگتے رہے۔ چونکہ آشا کو سیر و تفریح کا بہت شوق تھا لہٰذا وہ انیل کی باتوں میں بہت دلچسپی لے رہی تھی۔ وہ انیل سے امریکہ کی مشہور جگہوں اور وہاں کے لوگوں کی تہذیب، رہن سہن، فیشن، لباس وغیرہ کے متعلق طرح طرح کے سوالات کر رہی تھی اور انیل کا ہر جواب اس کے شوق اور استعجاب کو اور بھی بڑھا رہا تھا۔

نئے سال کی آمد آمد تھی۔ جہاں لوگ نئے سال کو خوش آمدید کہہ رہے تھے اور نئے سال کے استقبال میں خوشیاں منا رہے تھے وہاں ہم لوگوں نے بھی سال نو کے پُرمسرت و مبارک دن پر پکنک کا پروگرام بنایا تھا اور ہم لوگ پکنک گارڈن جا چکے تھے۔ نئے سال کی نئی صبح میں انیل نے میری بیوی کو ایک نہایت ہی قیمتی بنارسی ریشمی ساڑی تحفے میں دی تھی۔ اور آشا نے وہی ساڑی تحفے میں دی تھی اور آشا نے وہی ساڑی آج زیب تن کر رکھا تھا۔ کھانے پینے سے فارغ ہو کر انیل نے اپنے بدیشی فوٹو کیمرے سے ہم لوگوں کی بہت ساری تصویریں بھی لیں۔ انیل کی فرمائش پر آشا نے اپنی مترنم آواز میں چند نغمے بھی سنائے جسے سن کر انیل مبہوت ہو کر رہ گیا اور دل کھول کر آشا کی تعریف کی اور داد دی۔ آشا ان بےشمار خوشیوں کو اپنے دامن میں سمیٹنے میں ناکام ہو رہی تھی۔

انیل کو یہاں آئے ہوئے تقریباً ایک ماہ پورا ہونے والا تھا۔ اس درمیان اس کا مستقل قیام میرے یہاں ہی رہا۔ انیل ہم لوگوں میں کافی گھل مل گیا تھا۔ وکالت کے پیشے میں بےحد مشغول رہنے کی وجہ سے میں سیر و تفریح میں انیل کا زیادہ ساتھ نہیں دے پاتا تھا لہٰذا آشا کو اس کے ساتھ بھیج دیتا تھا تاکہ انیل کو اجنبی پن اور تنہائی کا احساس نہ ہونے پائے۔ انیل اور آشا ساتھ ساتھ شاپنگ کرتے، فلم دیکھتے اور سیر و تفریح کرتے۔ آشا انیل سے بےحد متاثر تھی، وہ زیادہ تر اس کے قریب رہنے کی کوشش کرتی اور ہر کام میں اس کا ہاتھ بٹاتی۔

یکایک مجھے ایک مقدمے کے سلسلے میں کلکتہ جانا پڑا۔ جہاں کسی شخص نے میرے مؤکل کے خلاف کلکتہ ہائی کورٹ میں مقدمہ دائر کر دیا تھا انیل سے مزید اپنے یہاں ٹھہرنے کا وعدہ لے کر میں کلکتہ چلا آیا۔ دس روز کے بعد آج جب واپس اپنے گھر آیا تو مکان کا دروازہ بند تھا۔ آواز دینے پر میرے نوکر رامو نے دروازہ کھولا۔ اس وقت اس کے سوا

(آگے ص ۲۴ پر)

سوال

سلمیٰ جبیں

چاند کی مدھم مدھم روشنی کھڑکی سے چھن چھن کر کمرے میں آرہی ہے۔ رات کے سناٹے کو چیرتی ہوئی گھڑی کی ٹک ٹک کی آواز میرے کانوں میں گونج رہا ہے رات کا ایک بج چکا ہے لیکن نیند میری آنکھوں سے کوسوں دور ہے۔ ساری کائنات خاموش ہے۔ میرے دل و دماغ میں عجیب سی ہلچل مچی ہے۔

راجو کے وہ الفاظ بار بار میرے ذہن میں ہتھوڑے برسا رہے ہیں "ماں اچھا ہی ہوا وہ مرگئی اور اس بے چاری سے دیکھی نہیں جارہی تھی۔ بیماری دن بدن بڑھتی رہی تھی اور ہم اسے دوا تو کیا دو وقت کی روٹی بھی نہیں دے پا رہے تھے۔ وہ اپنی ماں کو جھوٹی تسلیاں دے رہا تھا۔ علاج ۔ ۔ روٹی ۔ ۔ روٹی .... علاج ۔ یہ غریبی کے بول تھے۔

نمو کی موت سے پوری گلی میں ہلچل مچی تھی۔ ہر شخص اشکبار تھی ہر لب خاموش۔ بڑی بوڑھیوں کی آواز کبھی کبھی سسکی کا سینہ چیر کر فضا میں گونج رہی تھی۔

کوئی کہہ رہا تھا "خالی زمین کی ٹھنڈک نے لے لی" کوئی کہتا تھا "بیچاری بیمار تھی بے علاج تڑپ تڑپ کر دم توڑ دیا"

میں سوچ رہی تھی اب اس سب باتوں سے کیا فائدہ؟

بے چاری نمو! اس کا چھوٹا سا گھر جنھیں کبھی اطمینان سے دو وقت کی روٹی نصیب نہ ہوسکی اور نہ کبھی تن پر عمدہ کا کپڑا۔ ہم پڑوسی رہے۔ کسی دن بڑوں بد مزاجیت گھر میں آئی تھی اپنا تو اس روز عید ہوگئی۔ پھر وہی ویرانی۔ پھر وہی جھونکا ۔ ۔ ۔ وہی اداس چہرہ ۔ ۔ ۔ وہی سوکھے ہونٹ ہوتے۔ چھوٹی سی غریب کنبہ پچھلے دس سال سے ہمارے پڑوس میں رہے۔ اس کے سب ورثا ایسے تھے کہ ہر پڑوسی ساتھ دیتی بن پڑتا موقع بہ موقع فراہم کرتے رہتے۔

نمو کے والد کا انتقال ہو چکا تھا ایک امید بندھی تھی کہ کبھی تو قسمت ان پر رحم کھائے گی کبھی تو زندگی کے دن بدلیں گے۔

سانولی رنگت اور شوخ تیکھا نقش صورت کی وہ بھولی بھالی لڑکی پوری گلی کی رونق تھی۔

آہ ... وہ آواز ۔ ۔ ۔ وہ آواز تو بار بار کانوں میں گونج رہی ہے۔ جو مسلسل ہر رات ہمارے گھر کا دروازہ کھٹکھٹاتی ہوئی گونجا کرتی تھی۔

"اٹھ جائیے! سحر کا وقت ہو رہا ہے" اور اس کی آواز کے ساتھ ہی سبھوں کے دروازے کھل جاتے۔ گلی میں اس کے قدموں کی آہٹ گونجتی رہتی جو اس کے گھر سے جڑتے۔ آواز آتی "ماں روزہ تو کچھ بھی ہو ہم کیا کھا کر روزہ رکھیں۔ اور ہمارے ٹوٹے ہاتھ میں کیا ہے سوائے پھر ہم میں سے کوئی اسے اپنے پاس بلوا لیتا۔

ایک روز وہ بیمار پڑ گئی اور کم نظر آنے لگی ہم سب نے سمجھا موسمی اثر ہے ٹھیک ہو جائے گی۔ لیکن پھر ایک روز وہ لڑکھڑاتے قدموں سے ہسپتال پہنچا دی گئی

اور آج اچانک اس کی موت کی خبر ملی۔ ہم سب گلے میں آ گئے۔ مجھے اپنے کانوں پر یقین نہیں آرہا تھا۔ کاش یہ خبر غلط ہوتی ایسا لگ رہا تھا ہم نے اتنی بہت ہی اہم چیز گنوا دی ہے جسے ہم کبھی نہیں پا سکتے۔ جس کی آواز کبھی ہمارے کانوں میں نہ گونجے گی۔ کبھی وہ ہنستی ہوئی ہمارے گھر نہ آئے گی اور یہ رہتے کی رونق دیکھئے اس نفیس کو یہاں تک یہ بہت لگتا ہے۔

اب بے خواب آنکھوں کی جھیل میں کس نے جیسے پتھر مار دیا ہو اس کی گرتی ہوئی صحت۔ ڈگمگاتے قدم ... وہ بجھی بجھی آنکھیں

اُف کیسی مایوسی ... کہ بخار کی شدت اور جسم پر گرم کپڑے نہیں۔ جاڑے کی سرد راتوں میں گرم کپڑا تو دور ہم سے بیٹھے ہم خود غرض با تہذیب لوگ اور وہ بخار کی شدت میں تڑپتی۔ ڈاکٹر نے بہم اور بے در زمین پر ایک پل تن جاں۔ ہسپتال جاتی ہوئی موت کی نحیف آواز۔ وہ کمزوری سے ڈوبتی ہوئی گمبھیر آنکھیں۔ وہ بخار کی تمازت میں کپکپاتے ہوئے سرد ہونٹ بتا رہا ہے کہ ہم خود اپنا گلا گھونٹتے ہیں کاش نمو واپس آ جاتی اور ہم اپنے جرم کی تلافی کر سکیں۔

آج ہسپتال سے اس کی لاش آگئی۔ نوجوانی ہوتی ہر تواہش سے بے گانہ یہ بے حس جسم لیمپ کی مدھم روشنی میں پڑا ہے لوگوں کی بھیڑ لگی ہے۔

میرے دل و دماغ میں شدید جنگ ہو رہی۔ دل کہتا ہے نمو مر گئی۔ یہ بھی کوئی مرنے کے دن تھے۔

ذہن کہتا ہے ٹھیک ہی ہوا۔ وہ بھی کوئی زندگی تھی جو وہ غریب گزار رہی تھی۔

لوگوں کی بھیڑ میں ماں کی درد بھری آواز فضا میں گونجی "نہیں نہیں ایسا نہیں ہو سکتا۔ اللہ مجھ پر اتنا بڑا ظلم نہیں کرسکتا۔" اور اس آواز کے ساتھ ہم اور ان بندھ جو ٹوٹنے کو تھے ٹوٹ پڑے اور دل مچل کر ابلنے لگا

پڑوسیوں سے اس بات ہمدردی کا اظہار کیا کسی نے گلی کو بلب سے روشن کر دیا کوئی اپنی چٹائی اٹھا لایا کسی نے جنازے کے لیے روپے اکٹھا کیے اور اس کے بعد کسی کے گھر سے کھانے پینے کا انتظام ہوا۔

مجھے یہ سب کچھ اچھا نہیں لگ رہا تھا۔ ان سبھوں کی ہمدردیاں کے پیچھے ظاہر داری جھلک رہی تھی۔

میں پوچھتی ہوں!

میں پوچھنا چاہتی ہوں لیکن کن لفظوں میں ..

کیا پوچھوں یہ سوال تو سبھوں کے سینے پر آویزاں ہے اور جواب تو بس وہ موت ہے جو مر گئی اور اس کے مرنے کے بعد یہ ساری چہل پہل نمو کے گھر کا مقدر بن گئی۔

اور اب ایسا لگ رہا ہے کہ یہ آواز میرے اندر سے نہیں آ رہی ہے بلکہ نمو کی روح کی آواز ہے جو کہیں دور قبرستان کی ویرانیوں میں گونج رہی ہے۔

کاش ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ایسا نہ ہوتا۔

(کلکتہ سے نشر)

بقیہ : بے وفا

گھر میں اور کوئی موجود نہیں تھا۔ میں نے سمجھا کہ اپنے کپڑے وغیرہ تبدیل کرکے اینل اور آتا کہیں گھومنے کے لیے گئے ہوں گے۔ تھکاوٹ دور کرنے کی غرض سے مسہری پر جالیٹا۔ اسی درمیان رامو میرے پاس حاضر ہوا اور اس نے ایک لفافہ میرے حوالے کیا اور کہا کہ بی بی جی دے کر گئی ہیں۔ میں نے متعجب و حیران ہوتے ہوتے فوراً ہی لفافہ کھول ڈالا اور پڑھنے لگا ـــــ

پیارے سنیل! خوش رہو۔

مجھے معاف کرنا۔ میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے تمہارا ساتھ چھوڑ کر اینل کے ساتھ امریکہ جارہی ہوں۔ تم نے میرے جذبات و خواہشات کا کبھی بھی خیال نہیں رکھا اور اپنے کام کی مشغولیت میں میرے احساسات کی ذرا بھی پروا نہ کی۔ میں تم سے زیادہ اینل کے ساتھ ایک خوشگوار زندگی بسر کرسکتی ہوں۔ اس لیے تم کو چھوڑ کر اب ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اینل کی ہونے جارہی ہوں۔

آج بتا جی کی باتیں یاد کرکے میرے دل و دماغ پر کچوکے لگا رہی ہیں کہ پیار و محبت کی شادی کبھی کامیاب نہیں ہوتی۔ پچھتاؤ گے۔

(پٹنہ سے نشر)

آپ کی رائے

مکرمی!

"آواز" ۱۶ سے ۳۱ جنوری ۱۹۸۵ء کا تازہ شمارہ دستیاب ہوا۔ دیکھتے ہی ہم لوگوں کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی۔ شاید ایک ایسی خوشی جو کسی قیمتی خزانے کے دستیاب ہونے سے بھی حاصل نہ ہو سکے یہ شمارہ اردو داں طالب علموں کے لیے بے حد مفید اور معلوماتی پرچہ ثابت ہوا۔ اس شمارے کی تعریف کرنا سورج کو چراغ دکھانا ہے۔ اس شمارے میں شائع ہونے والے سبھی افسانے، غزلیں، مضامین اور منظومات واقعی دلچسپ اور قابل تعریف ہیں۔ "آواز" وہ گلستان ہے جس میں بے شمار قلم کار حضرات شعراء، ادبا، اور مضمون نگار اپنے خون جگر کے جوہر سے معیاری غزلیں، معلوماتی مضامین اور دلچسپ افسانے، منظومات پیش کرتے ہیں۔ اس لیے ہم لوگ "آواز" کے تمام قلم کار حضرات کو دلی مبارکباد پیش کرتے ہیں۔

آپ کی رائے کالم میں جناب عبدالحق انصاری صاحب کی رائے بہت پسند آئی کہ سوال و جواب کا اضافہ ہو جائے تو پھر اس پرچے کو چار چاند لگ جائیں گے۔ قارئین کی پسند کو مدنظر رکھتے ہوئے نئے کالم کے اضافے پر ضرور غور فرمائیں۔

خورشید عالم قیوم قریشی
بارہ تیھر ڈہری اون سون

محترمی!
خلوص بیکراں

"آواز" برسوں سے زیر مطالعہ ہے۔ لیکن خط لکھنے کی جسارت پہلی بار کر رہا ہوں۔ ۱۶ جنوری ۱۹۸۵ء کے شمارے میں محترمہ شبو صدیقی کا خط نظر سے گزرا۔ جس میں موصوفہ نے "شمع فروزاں" جیسے مفید کالم کے لیے تحریر کیا ہے کہ میں شمع فروزاں کی مستقل سامعہ ہوں لیکن شمع فروزاں کالم کے اضافے کے حق میں قطعی رائے نہیں دوں گی۔ یہ پڑھ کر کچھ عجیب سا لگا۔ آج ہم جس مقام پر ہیں اسے بنانے میں ان برگزیدہ ہستیوں کے اعلیٰ خیالات اور تجربات کا بہت بڑا دخل ہے۔ جن کے خیالات شمع فروزاں میں پیش کیے جاتے ہیں۔ ایسے اعلیٰ اور پاکیزہ خیالات جن پر ہماری آئندہ زندگی کا انحصار ہے۔ محض سن کر کسی خاص موقع پر فر فر سنا دینا ہماری کم فہمی کی کھلی دلیل ہے۔ میں ادارہ آواز کے ایڈیٹر صاحبان سے اس پاکیزہ کالم کی بصد خلوص گزارش کرتا ہوں۔

شمشاد علی عزم
عقب صدر اسپتال۔ رامپور

محترمی!

میں تمام اردو داں قبیلے سے بہ بانگ دہل یہ کہہ رہا ہوں کہ ہماری پیاری اردو نے کچھ نیا، صحیح اور خوبصورت لباس بدل لیا ہے۔ یعنی اردو کے املا میں قدرے رد و بدل ہوا ہے۔ جو کہ بہت ضروری تھا۔ اور یہ کام اعلا اردو دانوں نے متفقہ رائے سے کیا ہے۔ یوں تو اس کام کو عمل پذیر ہوئے کافی عرصہ بیت چکا ہے، لیکن ابھی تک اس کا معقول انتشار نہیں ہو سکا۔ یہ کتابیں ضرورت مند لوگوں تک نہیں پہنچ سکی۔ افسوس یہ دولت خواص تک ہی محدود رہ گئی۔ کسی نے اس کو بڑے پیمانے پر پھیلانے کی کامیاب کوشش نہیں کی۔ اور مزید غم یہ کہ اس کی خفیف توسیع کی سست سی پڑ گئی ہے۔ عادات و تغافل اپنا تماشہ دکھا رہے ہیں۔

یہ کام محرر، کاتب اور اساتذہ حضرات کے ذریعے بخوبی ہو سکتا ہے۔ ان میں سے کچھ فکرمند اور شوقین حضرات یہ خدمت انجام بھی دے رہے ہیں۔ جس کی نمائش تازہ اشاعات میں نظر آ رہی ہے۔ مگر کثیر کا حال یہ ہے کہ یا تو ان کے پاس ایسی معلومات یا ایسی مددگار کتابیں ہی نہیں، اور اگر ہیں تو لاپروائی کا غلبہ ہے۔

ایسے حالات میں اگر ہم حساس، مستعد اور عمل پیرا نہ ہوئے تو پھر اس اردو کو عیوب اور اعتراضات سے ہم بچا نہیں پائیں گے۔ اور اس کا مستقبل خراب کر ڈالیں گے۔

پس میرا یہی کہنا ہے کہ اے برادران! ہم اس قانون کو جانیں، جو پاس ہوا ہے، وہ کتابیں پڑھیں، ان پر عمل کریں، اپنی زیر سایہ نسلوں کو ان سے بہرہ ور کریں اور ہر ممکن اس کام کی تشہیر و اشاعت کریں۔ تبھی ہم اس زبان کے تئیں عقیدت و محبت میں سچے ہیں۔ اور پھر ہم دیکھیں گے کہ یہ زبان درحقیقت کتنی سہل، شکیل و جمیل دل کش اور مسلم الثبوت ہو گئی ہے۔ اس کی عزت و عظمت کا لوہا ہر کوئی ماننے لگا ہے۔

ڈاکٹر اشفاق احمد زبیر
کیلاش پور
سہارن پور (یوپی)

جناب محترم ایڈیٹر صاحب
آداب

"آواز" برابر موصول ہو رہا ہے، شکریہ! مگر ایک شکایت ہے وہ یہ کہ آپ بھوپال سے نشر ہونے والی غزلیں نہیں دیتے اور اگر وہ شائع بھی کرتے ہیں تو بہت کم۔ ایسا کیوں؟ بہرحال اس میں کوئی شک نہیں کہ پندرہ روز میں اتنی تیاری اور بہترین مضامین کا انتخاب آپ ہی کا کام ہے۔

سیفی سرونجی
ایڈیٹر "انتساب"
سیفی لائبریری۔ سرونج
مدھیہ پردیش

پرخلوص آداب قبول ہو

ہمارے ہاں رسالہ آواز پچھلے دو سالوں سے آ رہا ہے۔ جب آواز کا پہلا شمارہ ہمارے یہاں آیا تھا تو اس وقت مجھے اردو بالکل ہی نہیں آتی تھی۔

پر اسی دن سے میں نے اردو سیکھنا شروع کر دی تھی۔ اس کام میں آپ کے معیاری رسالے نے میری بہت مدد کی۔ اب میں اردو بالکل اچھی طرح پڑھ لیتی ہوں۔ لیکن ابھی لکھنے میں کچھ غلطیاں ہو جاتی ہیں۔

آواز میں شائع ہونے والے افسانے، غزلیں اور تقریریں بہت اچھی ہوتی ہیں۔

جنوری کے دونوں شمارے اس وقت میرے سامنے ہیں طنز و مزاح نمبر تو واقعی قابل تعریف ہے۔

پچھلے کچھ عرصہ سے آپ نے تصویریں شائع کرنا بہت کم کر دیا ہے جس سے ہمیں بے حد مایوسی ہوتی ہے۔

اردو سروس سے ہمیں بے حد لگاؤ ہے۔ ہماری دیرینہ خواہش ہے کہ ہم اردو سروس کے اراکین کو دیکھیں۔ ہماری مجبوری ہے کہ ہم انھیں جا کر مل نہیں سکتے۔ اس معاملے میں آپ ہماری مدد کر سکتے ہیں۔ اگر آپ آواز میں اردو سروس کے اراکین کی تصویریں باری باری شائع کریں تو ہم پر احسان ہوگا۔

امید ہے آپ میرے خط پر غور کریں گے۔

مینا بڈ بان

گاؤں بھالہ ضلع ہوشیارپور۔ پنجاب

آداب

عرض خدمت ہے کہ یوں تو میں کافی عرصہ سے "آواز" کا مطالعہ کر رہا ہوں لیکن خط لکھنے کا یہ پہلا موقع ہے۔

طنز و مزاح نمبر کا شمارہ آنے سے پیشتر اس سے متعلق ایک خاکہ ہم میں اپنے ذہن نشین کر لیا تھا کہ اس کا سائز عام شماروں سے مختلف ہوگا۔ اس کا سرورق بہت ہی دیدہ زیب ہوگا۔ صفحات عام شماروں سے زیادہ ہوں گے۔ اس میں اوّل تا آخر مضامین ہی مضامین ہوں گے۔ وغیرہ وغیرہ۔ کل ملا کر ہمارا قیاس یہ تھا کہ آپ نے شمارہ کو سجانے اور سنوارنے میں کوئی دقیقہ باقی نہ چھوڑا ہوگا۔ اور یہ ہماری لائبریری کی زینت بن سکے گا۔

لیکن شمارے کو دیکھتے ہی ہمارے جذبات کو سخت ٹھیس پہنچی۔ کیونکہ نہ تو اس کا سرورق ہی جاذب نظر تھا اور نہ ہی عام شماروں سے مختلف۔ البتہ یہ دیگر بات ہے کہ اس میں مضامین مزاحیہ قسم کے تھے۔ اب ہم نے ورق گردانی شروع کی تو فہرست مضامین والے صفحہ پر "رمیہ" شائع تھا۔ ہم نے سوچا کہ یہ رمیہ آپ نے رسمی طور پر ہی لکھا ہے۔ لیکن جلد ہی ہمیں اپنی غلطی کا اعتراف اور اس کے صحیح ہونے کا احساس ہو گیا۔ یقیناً آپ نے اس کے مرتب کرنے میں زیادہ محنت اور دلچسپی سے کام نہیں لیا۔ ورنہ یہ نمبر عام شماروں سے ہٹ کر ایک یادگار نمبر بھی بن سکتا تھا۔ حالانکہ اس میں شائع شدہ مضامین برے نہیں ہیں لیکن کیا اچھا ہوتا اگر صفحات اور زیادہ ہوتے سرورق رنگین اور خوبصورت ہوتا۔ اندر تصاویر کی بھرمار ہوتی اور اول تا آخر مضامین اور غزلیں ہوتیں۔ پھر بھی

شمیم یزدانی کا "اسپ تازی"، مجتبیٰ حسین کا "نثری ادب کا جائزہ" اور کمال احمد کا "الٹ پھیر" بہت پسند آئے۔
ویسے حامد ربانی کا "ایکسیو زمی غالب"، کے پی سکسینہ کا "اندھیر اغنیمت" اور انوار انصاری کا "ہم۔ بیگم۔ کار" بھی قابل تعریف ہیں۔ رضا نقوی واہی کی غزل "میرے بچو" اور مشتاق پردیسی کی "خوتحر پاٹ" بھی قابل ستائش ہیں۔
ہر شمارہ میں ایک ڈرامہ ضرور شائع کیا کریں اور "آپکی رائے" کے ساتھ ہی قارئین کے سوالات کا سلسلہ اور شروع کر دیں تو بہت بہتر۔

محمد ارشاد
چوک بازار جسپور
(نینی تال)

جناب ایڈیٹر "آواز"
سلام خلوص!
۱۹۸۵ء کا کیلنڈر موصول ہوا واقعی بہت ہی خوبصورت لگا۔ دلی مبارکباد قبول فرمائیں۔ کیلنڈر ملتے ہی پہلی فرصت میں اسے فریم کیا اور دوسری فرصت میں آپ کو خط تحریر کر رہا ہوں۔
آپ سے ایک شکایت ہے (اور خریداروں کو بھی ہوگی) کیلنڈر بہت ہی بے دردی سے فولڈ کیا ہوا تھا جس کی وجہ سے جگہ جگہ شکن پڑ گئے۔ امید ہے آپ آئندہ اتنے اچھے پیارے پیارے پھولوں کو مسلیں گے نہیں۔

اشرف خاں ایم اے
مقام دھوترا ضلع آلوکہ ۷۰۱۴۴۴

محترمی تسلیم!
"آواز" یکم فروری نظر سے گزرا۔ خواجہ احمد عباس نے عصمت چغتائی کی مشہور کہانی "چوتھی کا جوڑا" پر اپنے تاثرات جس طرح پیش کرنے کی کوشش کی ہے اسے ہم کافی اہم سمجھ سکتے ہیں۔ "چوتھی کا جوڑا" نچلے متوسط طبقے کی کہانی ہے اور یقیناً یہ سماج کے اس طبقے کی معاشی بدحالی اور ذہنی مفلسی کو بھی بہت فطری ڈھنگ سے پیش کرتی ہے۔ خواجہ صاحب نے بلاشبہ اس کہانی کا تنقیدی جائزہ پیش کر کے کچھ نئی راہیں بھی کھولی ہیں۔ اسی شمارہ میں رتن سنگھ کی بہت پیاری کہانی "زعفران کی کلی" بھی شامل ہے اس کہانی کے پلاٹ کو اسکی پیش کش نے اور بھی دلکش بنا دیا ہے۔ سید احمد قادری کی کہانی غنیمت ہے لیکن ان کے علاوہ آکاشوانی پٹنہ کی نشریات نے بے حد مایوس کیا ہے۔ آپ اپنی سطح پر بھی اس کے معیار کو اور بلند کیجئے۔
ابراہیم اشک کے یہ اشعار پسند آئے ؎

میں گر کے اس جہاں میں کسی سے نہیں ملا
اس بانکپن کو دیکھ کے کچھ لوگ جل گئے
جو فصل میں نے بوئی وہ کاٹی نہیں کبھی
دامن میں غیر کے مری محنت کے پھل گئے

قاسم خورشید
ای۔ ٹی۔ وی۔ سی۔ کیمپس
ایس۔ سی۔ ای۔ آر۔ ٹی بہار
مہندرو۔ پٹنہ - ۸۰۰۰۰۶

خلوص و نیاز
"آواز" یکم فروری ہاتھوں میں ہے۔ ماشاءاللہ ہر شمارہ بتدریج مائل ارتقا ہے۔
اس کے سبھی مضامین اچھے ہیں۔ بالخصوص مولانا وحیدالدین خاں صاحب کا مضمون "سائنسی ترقیاں اور روحانی عقائد" آپ اپنا جواب ہے۔ مولانا موصوف کے مضامین دورِ جدید کے تقاضوں پر ہماری رہنمائی کرتے ہیں۔ صحت مند ذہن اور تندرست فکر کی دعوت دیتے ہیں۔
طنز و مزاح میں ڈاکٹر کندرا صاحب کا مضمون "کیا ہوتا ڈاکٹر اگر شاعر ہوتا" پسند آیا۔
؎ اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ
تمام تر نیک خواہشات کے ساتھ

شہاب شمسی
اے۔ این۔ ایس ہائی اسکول بارہ
پٹنہ ۸۰۳۲۱۳

محترم
آواز کا شمارہ جس میں میری غزل شامل کی گئی ہے مجھے ملا شکریہ۔ غالباً اشاعت میں گڑبڑ ہو جانے کی وجہ سے میری غزل کے دو اشعار میں مصرعوں کی نشست بدل گئی ہے۔ شعر میرا یوں ہے۔

ہو گیا گرہی سے جو مانوس
وہ کیا اب سنبھلنے والا ہے

اور مقطع یوں ہے: پرسشِ منتظروں سے اے انور
دل کہاں اب بہلنے والا ہے

ان کے مصرعے اوپر نیچے چھپ گئے ہیں اگر مناسب سمجھیں تو کسی اگلے شمارے میں تصحیح کر دیں۔

انور باری
۵۰۷۱، کوچہ رحمان، دہلی

محترم!
تسلیم و نیاز!
یکم فروری کا "آواز" ہمیشہ کی طرح اس دفعہ بھی معلوماتی مضامین غزلیں، افسانوں کے ساتھ اپنے دامن میں بے شمار رنگینیاں بکھرتا ہوا بڑی آب و تاب کے ساتھ جلوہ افروز ہوا۔ "آواز" میرا محبوب رسالہ ہے۔ آپ نے یہ گراں قدر تحفہ ہم لوگوں کو عطا کیا تہہ دل سے مشکور و ممنون ہوں۔
آکاشوانی بھاگلپور سے اکثر و بیشتر اردو پروگرام نشر ہوا کرتے ہیں لیکن آواز کے صفحہ قرطاس پر بکھرنے سے قاصر رہ جاتے ہیں۔ لہٰذا اس سلسلہ میں اگر آپ نظر کرم ڈالیں تو عین نوازش ہوگی۔
رحمٰن شاہی کا افسانہ "ماں" بے حد پسند آیا۔ نفیس صدیقی کا ریڈیو ڈرامہ "لہو کا رنگ ایک ہے" ایک سبق آموز ڈرامہ ہے۔ میری دل کی گہرائیوں سے نکلی ہوئی مبارکباد گوہر آبدار کی شکل میں حاضر خدمت ہے۔

ثاقب منظری
جنرل سکریٹری حواس خمسہ
صاحب گنج ۸۱۶۱۰۹

نیشنل

کے جے یسوع داس کا گائن:
ہفتہ ۱۶ر مارچ رات ساڑھے نو بجے

یسوع داس کا جنم کیرالہ میں کوچین کے مقام پر ہوا کلاسیکی موسیقی کی ابتدائی تربیت اپنے والد آگسٹائین جوزف سے حاصل کی جو کہ اپنے دور کے نامور ڈرامہ نگار اور موسیقار تھے۔
اس کے بعد موسیقی کی اعلیٰ تعلیم شری سواتی تھرونل میوزک کالج، تریوبندرم میں پائی جہاں پر ڈاکٹر سیمن گڈی سربینواس آئیر کی قابل قدر رہنمائی میں انھوں نے اپنے فن کی بنیادوں کو مضبوط کیا۔ تحصیل علم موسیقی کی تلاش ان کو چیمبائی وید یا ناتھن بھاگوتار تک لے گئی جنھوں نے کرناٹک موسیقی میں ان کی ترقی کی راہیں ہموار کیں۔



یسوداس ایک ایسی آواز کے مالک ہیں جو موسیقی کی تمام اصناف کے لیے موزوں ہے۔ گوکہ فلمی موسیقی میں ان کا مقام افضل ہے لیکن پھر بھی وہ کلاسیکی موسیقی کی ترقی و تبلیغ کے لیے کام کرتے ہیں۔

نثار حسین خاں کا گائن:
ہفتہ ۲۳ر مارچ رات ساڑھے نو بجے

ملک کے مایہ ناز گائک نثار حسین خاں کا تعلق سہسوان رامپور گھرانہ سے ہے موسیقی کی تعلیم انھوں نے اپنے دادا استاد حیدر خان اور والد استاد فدا حسین خاں سے حاصل کی۔
شیریں اور پائیدار آواز کے مالک نثار حسین خاں اپنی خیال گائیکی میں راگ کی عظمت کو نہایت خوبی سے اجاگر کرتے ہیں۔
خیال کے علاوہ نثار حسین خاں ترانہ گائیکی میں

پروگرام

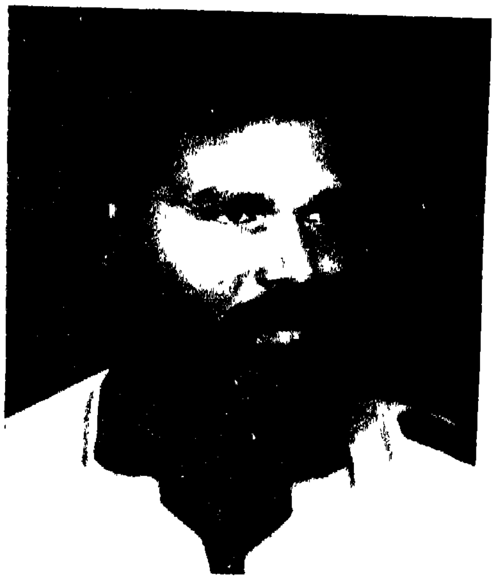
بھی اپنا ایک منفرد انداز رکھتے ہیں۔ ان کو پدم بھوشن



اور سنگیت ناٹک اکیڈمی ایوارڈ سے نوازا جاچکا ہے۔

نے : میوزیکل فیچر

اتوار ۲۴ مارچ رات دس بجے



اس میوزیکل فیچر کی بنیادی تفہیم تھاپ سے بجائے جانے والے آلاتِ موسیقی کی ابتدا، ترقی اور ارتقا ہے جس میں ماقبل تاریخ سے عہدِ حاضر تک کے دور کو پیش کیا گیا ہے۔ دورِ قدیم کی زندگی سے دورِ جدید کی بلندیوں تک ذہنِ انسانی کے ارتقا سے جوڑتے ہوئے تھاپ والے سازوں کے بندریج سدھار کو اس فیچر میں بخوبی اجاگر کیا گیا ہے۔ اس ارتقا کی کہانی کو بیان کرنے کے لیے ان سازوں کو بنانے میں استعمال ہونے والی کھال کو بطورِ تمثیل استعمال کیا ہے۔

اس پروگرام کی تیاری میں تین سو فنکاروں نے حصہ لیا ہے اس کے علاوہ لوک روایتی سازوں کی متعدد اقسام کا استعمال کیا گیا ہے۔

تخیلی بلند پروازی اور تخلیقی عمدگی کی بہترین مثال نے، فیچر کو کے۔ وی۔ کامتھ راؤ نے ترتیب دیا ہے۔ آپ آکاشوانی وجے واڑہ میں لوک سنگیت کے پروڈیوسر ہیں۔

لوک سنگیت کے محقق سری ہنومنتھا راؤ نے آل انڈیا ریڈیو کے لیے متعدد پروگرام تخلیق کیے ہیں ان میں سے ایک کو ۱۹۸۴ء میں آکاشوانی ایوارڈ بھی دیا جا چکا ہے۔

اس فیچر کو ایشیا پیسیفک براڈ کاسٹنگ یونین کی جانب سے ٹوکیو میں منعقد ایک بین الاقوامی مقابلے میں ۱۹۸۴ء کا ہوسو بنکا فاؤنڈیشن ریڈیو پرائز کی طرف سے خصوصی توصیفی انعام دیا جاچکا ہے۔

رام نارائن کا سارنگی وادن :

ہفتہ ۳۰ مارچ رات ساڑھے نو بجے

ملک کے صفِ اول کے سارنگی نواز رام نارائن نے محض چھ سال کی عمر میں ہی اپنے والد ناتھو جی بیاوت سے تعلیم

منگل شب کی محفلِ موسیقی

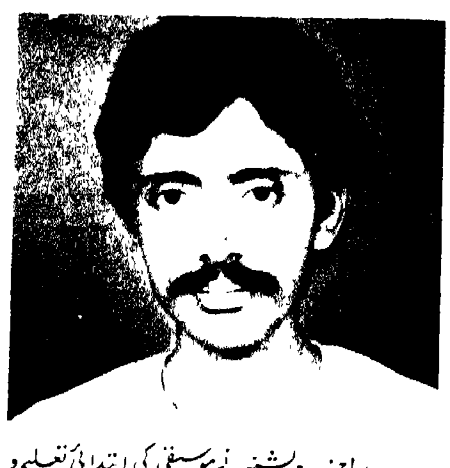
راجندر وشنو کا گائن :

۱۹ مارچ رات دس بجے

کنچن ورما کا سرود وادن

۲۶ مارچ رات دس بجے







حاصل کرنا شروع کر دی تھی۔ بعد میں انھوں نے مادھو پرشاد اور کرانہ گھرانہ کے وحید خاں صاحب سے بھی علم موسیقی حاصل کیا۔

رام نارائن اپنے فن کا مظاہرہ ہندوستان اور بیرونی ممالک کی موسیقی کی محفلوں میں کر چکے ہیں اس کے علاوہ ان کے متعدد گراموفون ریکارڈ بھی تیار ہو چکے ہیں۔

راجندر وشنو نے موسیقی کی ابتدائی تعلیم و تربیت اپنے دادا دھن سکھ داس جی سے حاصل کی اور بعد میں جے پور گھرانہ کے حکم داس اور بھنور لال گہلوٹ دامودر لال کابرہ سے بھی اسباقِ موسیقی حاصل کیے۔ اس کے علاوہ پنڈت نارائن راؤ ویاس اور ودیادھر ویاس سے بھی انھوں نے رہنمائی حاصل کی۔

ملک کی ابھرتی ہوئی سرود فنکارہ کنچن ورما نے بہت کم عمر میں ہی موسیقی کی تعلیم حاصل کرنا شروع کر دیا تھی۔ ابتدائی تعلیم اپنے پتا پرشوتم ورما سے حاصل کی اور آج کل شرن رانی سے اسباقِ موسیقی حاصل کر رہی ہیں۔

اردو سروس

پہلی مجلس
میڈیم ویو : ۴۲۷٫۳ میٹر (۷۰۲ کلو ہرٹز) ۲۸۰٫۱ میٹر (۱۰۷۱ کلو ہرٹز)
شارٹ ویو : ۴۸٫۷۴ میٹر (۶۱۵۵ کلو ہرٹز)

دوسری مجلس
میڈیم ویو : ۴۲۷٫۳ میٹر (۷۰۲ کلو ہرٹز) ۲۸۰٫۱ میٹر (۱۰۷۱ کلو ہرٹز)
شارٹ ویو : ۳۱٫۰۱ میٹر (۹۶۷۵ کلو ہرٹز)

تیسری مجلس
میڈیم ویو : ۴۲۷٫۳ میٹر (۷۰۲ کلو ہرٹز)
شارٹ ویو : ۱۹٫۰۵ میٹر (۳۲۹۵ کلو ہرٹز)

پہلی مجلس

صبح
۶-۰۸ صبح گاہی
۶-۱۰ خبریں
۶-۲۵ شہر نامہ
۷-۰۰ شمع فروزاں
۷-۰۵ پرانی فلموں سے
۷-۳۰ ساز سنگیت
۷-۴۵ گذشتہ شب ۹-۰۰ بجے کی مکرر نشریات
۷-۵۵ پروگراموں کا خلاصہ
۸-۰۰ آپ کی فرمائش
۸-۲۰ تاریخ ساز
۸-۲۵ آپ کی فرمائش (جاری)
۹-۰۰ آج کی بات
(بجز جمعہ اور اتوار)
آؤ بچو! (جمعہ اور اتوار)
۹-۰۵ آپ کی فرمائش (جاری)
۹-۱۵ لوک گیت
(بجز جمعہ اور اتوار)
آؤ بچو! (جاری)
جمعہ اور اتوار
۹-۳۰ خبروں کا خلاصہ
۹-۳۲ کلاسیکی موسیقی
(پیر، منگل، بدھ)
ہلکی کلاسیکی موسیقی
(جمعرات اور ہفتہ)
آپ کے خط آپ کے گیت
(جمعہ)
چلتے چلتے (اتوار)
۱۰-۰۰ اختتام

دوسری مجلس

دوپہر
۲-۰۰ پروگراموں کا خلاصہ
۲-۰۲ خبروں کا خلاصہ
۲-۰۷ آپ کا خط ملا (اتوار)
نغمہ و ندا (I پیر)
میری نظر میں (II، IV پیر)
نگاہ انتخاب (III، V پیر)
بھگتی گیت (منگل)
[illegible] (بدھ)
گیت سے گیت (جمعرات)
مشاعرہ (I جمعہ)
ہمارے سوال (II، IV جمعہ)
ایک ہی فلم سے (III، V جمعہ)
ساز بجا گانے
(I، III، V ہفتہ)
شعر ہمارے گیت آپ کے
(II، IV ہفتہ)
۲-۲۰ فلمی کورس (I اتوار)
[illegible] (III اتوار)
گیتوں بھری کہانی
(II اتوار)
غیر فلمی غزلیں (IV اتوار)
[illegible] (V اتوار)
نغمہ و ندا (II پیر)
نگاہ انتخاب
(III، V پیر)
ڈرامہ
[illegible] ڈرامے
مکرر نشریات
(II، IV پیر)
نئی نسل نئی روشنی (منگل)
بزم خواتین (بدھ اور ہفتہ)
رنگ نو (I جمعرات)
حرف غزل
(II، IV، V جمعرات)
ڈرامہ (III جمعرات)
مشاعرہ (I جمعہ)
فیچر (III V جمعہ)
فلمی دنیا (II، IV جمعہ)
۳-۰۰ فلمی قوالیاں
(I، III اتوار)
قوالیاں (II، IV، V اتوار)
سازوں پر موسیقی (پیر)
میری پسند (منگل)
رنگا رنگ (مزاحیہ ڈرامہ)
(I، V بدھ)
یادیں بن گئیں گیت
(II، IV بدھ)
ایک فنکار (III بدھ)
قوالیاں (I V جمعرات)
راگ رنگ (II IV جمعرات)
ڈرامہ [illegible]
(III جمعرات)
کہکشاں (جمعہ)
پھر سنیے
(روبرو کی مکرر نشریات)
(ہفتہ)
۳-۳۰ آپ کی پسند
۴-۰۰ جہاں نما
(بجز اتوار اور تعطیل)
آپ کی پسند (جاری)
(اتوار و تعطیل)
۴-۱۰ آپ کی پسند (جاری)
۴-۳۰ تبصرہ / پارلیمانی ہفتہ
۴-۳۵ آپ کی پسند (جاری)
۴-۵۰ خبریں
۵-۰۰ اختتام

تیسری مجلس

رات
۸-۰۰ خبریں
۸-۱۰ پروگراموں کا خلاصہ
۸-۱۵ ہفتہ کا نغمہ
۸-۲۰ جہاں نما (مکرر نشریات)
(سوائے II ہفتہ و تعطیل اور اتوار)
سازوں پر موسیقی
(II ہفتہ و تعطیل)
منظر پس منظر
(I، III، V اتوار)
پاکستانی اخباروں سے
(II، IV اتوار)
۸-۳۰ حسن غزل
۸-۴۵ فلمی دوگانے
۹-۰۰ کتابوں کی باتیں (اردو)
(I، III اتوار)
کتابوں کی باتیں (دیگر زبانیں)
(II اتوار)
رسائل و جرائد (IV اتوار)
اردو دنیا (V اتوار)
کلام شاعر (پیر)
تقریر (منگل)
شہر نامہ (I، III بدھ)
دلی ڈائری (II، IV بدھ)
شہ پارے (V بدھ)
کھیل کے میدان سے
(جمعرات)
تقریر (جمعہ)
ریڈیو نیوز ریل (ہفتہ)
۹-۱۰ آبشار
۹-۳۰ [illegible] (اتوار، بدھ)
پنجابی نغمے (پیر)
علاقائی نغمے (منگل)
ساز اور آواز (جمعرات)
ایک راگ کئی روپ
(I، III، V جمعہ)
کہانی سنگیت کی
(II، IV جمعہ)
نغمات دلی
۹-۴۵ خبریں
۹-۵۵ تبصرہ
۱۰-۰۰ ڈرامہ (اتوار)
فیچر (I پیر)
اظہار خیال (II پیر)
نغمہ و تبسم (III پیر)
دریچہ (IV پیر)
شکریے کے ساتھ
(V پیر)
جواب عرض ہے (I منگل)
سائنس میگزین
(II، V منگل)

کھیل کھلاڑی (III منگل)
مشاعرہ (IV منگل)
افسانہ
(I و III بدھ)
حفظانِ صحت (II بدھ)
ہم سے پوچھیے (IV بدھ)
صدائے رفتہ (V بدھ)
ادبی نشست
(I، III جمعرات)
آئینہ (II، IV جمعرات)
ماضی کے دیار (V جمعرات)
روبرو (جمعہ)
نئی نسل نئی روشنی (ہفتہ)

۱۰-۱۵ خدا کے لیے شکریہ
(صرف بدھ)
۱۰-۳۰ تعمیلِ ارشاد
۱۱-۰۰ خبروں کا خلاصہ
۱۱-۰۵ تعمیلِ ارشاد (جاری)
۱۱-۲۵ شمعِ فروزاں (دوبارہ)
۱۱-۳۰ بزمِ موسیقی
۱۲-۰۰ خبریں
۱۲-۰۵ بزمِ موسیقی (جاری)
۱۲-۳۰ قوالیاں
۱۲-۵۸ آئندہ روز کی تینوں مجالس کے پروگراموں کا خلاصہ
۱-۰۰ اختتام

ہفتہ ۱۶ مارچ

صبح

۵-۴۵ صبح گاہی
۶-۲۵ شہرِ صبا
اوما گرگ : غزلیں
جگدیش سہگل : غلام ربانی تاباں
اور مشیر جھنجھانوی کا کلام
۷-۳۰ سازسنگیت
شوکمار شرما : سنطور پر راگ بھٹیار
۹-۳۲ ہلکی کلاسیکی موسیقی
افضل حسین : ٹھمری بھیروی
اور دادرہ بھیروی

دوپہر

۲-۳۰ بزمِ خواتین
۱۔ 'بچوں میں ایسا کیوں؟' تقریر
از صفیہ احمد
۲۔ غزل
۳۔ خطوں کے جواب
۴-۰۰ پھر سنیے

رات

۸-۳۰ حسنِ غزل
جگدیش سہگل : شاد فدائی اور
بشیر بدر کا کلام
۹-۰۰ ریڈیو نیوز ریل
۹-۳۰ نغمۂ وطن
۱۱-۳۰ بزمِ موسیقی
بی۔ آر۔ دیودھر : خیال مارو بہاگ
اور خیال مالکونس
شوکمار شرما : سنطور پر کوشک دھونی

اتوار ۱۷ مارچ

صبح

۵-۴۵ صبح گاہی
۶-۲۵ شہرِ صبا
سیما شرما، جاں نثار اختر،
امیر قزلباش اور حفیظ جالندھری
کا کلام
راحت علی : عمر قریشی اور
مشیر انصاری کا کلام
۷-۳۰ سازسنگیت
استاد احمد جان تھرکوا :
طبلے پر ایک تال
۹-۳۲ چلتے چلتے

دوپہر

۲-۰۰ آپ کا خط ملا
۲-۳۰ 'آپ جیسا کوئی' گیتوں بھری کہانی
تحریر : شاہ مرتضیٰ
۴-۰۰ فلمی قوالیاں

رات

۸-۳۰ حسنِ غزل
سیما شرما، حسن کمال اور
فیض کا کلام
۹-۳۰ کجری بن کا رے
ٹھمری کھماج
۱۰-۰۰ 'سر سے اونچا پانی' ڈرامہ
تحریر : رفعیہ منظور الامین
۱۱-۳۰ بزمِ موسیقی
گنگا پرساد پاٹھک : خیال ہمیر
استاد احمد جان تھرکوا : طبلے پر تین تال

پیر ۱۸ مارچ

صبح

۵-۴۵ صبح گاہی
۶-۲۵ شہرِ صبا
بیلا ساویر : جگر مراد آبادی اور
غالب کا کلام
افضل حسین : داغ، جگر اور
غالب کا کلام
۷-۳۰ سازسنگیت
برج بھوشن کابرہ : گٹار پر
راگ بلاول
۹-۳۲ کلاسیکی موسیقی
امین الدین خاں ڈاگر : راگ گن کلی
میں الاپ اور دھرپد

دوپہر

۲-۰۰ نگاہِ انتخاب
۳-۰۰ سازوں پر موسیقی
۱۔ برج بھوشن کابرہ : گٹار پر
راگ پیلو
۲۔ استاد احمد جان تھرکوا :
طبلے پر جھپ تال

رات

۸-۳۰ حسنِ غزل



بیلا ساویر : قیصر قلندر اور
مجاز کا کلام
۹-۰۰ کلامِ شاعر
ذہین صدیقی (پٹنہ)
۹-۳۰ پنجابی نغمے
۱۰-۰۰ نغمہ و تبسم
۱۱-۳۰ بزمِ موسیقی
امین الدین خاں ڈاگر :
راگ ایمن میں الاپ اور دھرپد
برج بھوشن کابرہ :
گٹار پر راگ ایمن

منگل ۱۹ مارچ

صبح

۵-۴۵ صبح گاہی
۶-۲۵ شہرِ صبا
کاجل بنرجی : مجاز لکھنوی اور
غالب کا کلام
چاند رائے : داغ دہلوی اور
ظفر کا کلام
۷-۳۰ سازسنگیت
این۔ راجم : وائلن پر
راگ دیوگری بلاول
۹-۳۲ کلاسیکی موسیقی
غلام تقی خاں : خیال بھٹیار

دوپہر

۲-۰۰ بھکتی گیت
۳-۰۰ میری پسند

رات

۸-۳۰ حسنِ غزل
دلراج کور :
۹-۳۰ علاقائی نغمے
۱۰-۰۰ کھیل کھلاڑی
۱۱-۳۰ بزمِ موسیقی
غلام تقی خاں : خیال جوگ
این۔ راجم : وائلن پر
راگ بہاگ

بدھ ۲۰ مارچ

صبح

۵-۴۵ صبح گاہی
۶-۲۵ شہرِ صبا
منیر خاتون بیگم، قدیر لکھنوی،
سراج لکھنوی اور
شکیل بدایونی کا کلام
ہریش بھاردواج : ناسخ
اور حالی کا کلام
۷-۳۰ سازسنگیت
سدھ رام جادھو : سندری پر
راگ بھیروی
۹-۳۲ کلاسیکی موسیقی
امتیاز علی خاں، ریاض علی خاں :
میاں کی توڑی میں خیال اور ترانہ

دوپہر

۲-۰۰ سب رس

۲-۳۰ بزم خواتین

۱- جہیز اور اقتصادیات' تقریر

۲- گیت

۳- دسترخوان

۴-۰۰ ایک فنکار

رات

۸-۳۰ حسن غزل

منیر خاتون بیگم : میر اور غالب کا کلام

۹-۳۰ گجیر بن کا ئے

۱۰-۰۰ افسانہ از جوگندر پال

۱۱-۳۰ بزم موسیقی

امتیاز علی خاں، ریاض علی خاں : خیال کلاوتی

سدھرام جادھو : سندری پر راگ مالکونس

جمعرات ۲۱ مارچ

صبح

۵-۴۵ صبح گاہی

۶-۲۵ شہر صبا

پھوبالا جاؤلر : بی۔بی۔ سکینہ، جیالال ونت اور جگر کا کلام

محمد ظفر : فراق گورکھپوری اور مومن کا کلام

۷-۳۰ ساز سنگیت

پارتھا داس : ستار وادن

دوپہر

۲-۰۰ گیت سے گیت

۲-۳۰ 'ایک شمیں جوانی کی' ڈرامہ

تحریر : ایس۔ این۔ نوشال

رات

۸-۳۰ حسن غزل

محمد ظفر : خمار بارہ بنکوی اور جاں نثار اختر کا کلام

۹-۰۰ کھیل کے میدان سے

۹-۳۰ ساز اور آواز

۱۰-۰۰ ادبی نشست

۱- کلام : غلام رسول نازکی

۲- افسانہ : نور شاہ

۳- تنقید نگار : آل احمد سرور اور حامدی کاشمیری

(ریڈیو کشمیر سرینگر کی ریکارڈنگ)

۱۱-۳۰ بزم موسیقی

کمار گندھرو، خیال جے جے ونتی

پارتھا داس : ستار وادن

جمعہ ۲۲ مارچ

صبح

۵-۴۵ صبح گاہی

۶-۲۵ شہر صبا

رانی گرولہ : فاروق نازکی اور مومن کا کلام

اقبال قریشی : زبیر رضوی، داغ اور شاذ تمکنت کا کلام

۷-۳۰ ساز سنگیت

زرین دارو والا : سرود پر راگ شاروا

۹-۳۲ آپکے خط آپکے گیت

دوپہر

۲-۰۰ سات سوال

۲-۳۰ فلمی دنیا

۳-۰۰ کہکشاں

رات

۸-۳۰ حسن غزل

رانی گرولہ : حسن نعیم اور مظہر امام کا کلام

۹-۳۰ کہانی سنگیت کی

۱۰-۰۰ روبرو

۱۱-۳۰ بزم موسیقی

کرشن راؤ جادھو : دھرپد اور دھمار راگ ہنڈول

زرین دارو والا : سرود پر راگ جوگ

ہفتہ ۲۳ مارچ

صبح

۵-۴۵ صبح گاہی

۶-۲۵ شہر صبا

صلاح الدین : غزلیں

مینو پرشوتم : فراق اور درد کا کلام

۷-۳۰ ساز سنگیت

اسد علی خاں : سرسوتی وینا پر راگ بلاسخانی توڑی

۹-۳۲ ہلکی کلاسیکی موسیقی

الابھولک : ٹھمری جوگیا اور دادرہ جوگیا

دوپہر

۲-۰۰ شعر ہمارے گیت آپکے

۲-۳۰ بزم خواتین

۱- رحمت یا زحمت۔ نوکر، تقریر از صادق زکی

۲- غزل

۳- خطوں کے جواب

۳-۰۰ سہیر سنئے

رات

۸-۳۰ حسن غزل

مینو پرشوتم ، غزلیں

۹-۰۰ ریڈیو نیوز ریل

۹-۳۰ نثار حسین خاں، ٹھمری کافی

۱۱-۳۰ بزم موسیقی

مانک ورما : خیال مارو بہاگ

اسد علی خاں : سرسوتی وینا پر راگ دیش

اتوار ۲۴ مارچ

صبح

۵-۴۵ صبح گاہی

۶-۲۵ شہر صبا

نسیم بانو : خمار بارہ بنکوی اور فانی کا کلام

بلونت بنسل : نوح ناروی اور داغ کا کلام

۷-۳۰ ساز سنگیت

دنیش کمار : بانسری پر راگ بیراگی

۹-۳۲ چلتے چلتے

دوپہر

۲-۰۰ آپکا خط ملا

رات

۸-۳۰ حسن غزل

بلونت بنسل ، غزلیں

۹-۰۰ رسائل و جرائد

۹-۳۰ گجیر بن کا ئے

۱۰-۰۰ 'ایک بوند چاندنی' ڈرامہ

تحریر : کمار پاشی

۱۱-۳۰ بزم موسیقی

استاد نثار حسین خاں : خیال نایکی کانہڑہ

دنیش کمار : بانسری پر راگ باگیشری

پیر ۲۵ مارچ

صبح

۵-۴۵ صبح گاہی

۶-۲۵ شہر صبا

وندنا واجپئی : غزلیں

احمد حسین : جگر مرادآبادی اور فیض کا کلام

۷-۳۰ ساز سنگیت

پیوش کمار : سنطور پر راگ اہیر بھیرو

۹-۳۲ کلاسیکی موسیقی

نیاز احمد خاں، فیاض احمد خاں : خیال للت

دوپہر

۲-۰۰ میری نظر میں

۲-۳۰ 'ایک بوند چاندنی' ڈرامہ

تحریر : کمار پاشی

۳-۰۰ سازوں پر موسیقی

دنیش کمار : بانسری پر راگ بندرابنی سارنگ



نیاز احمد خاں، فیاض احمد خاں

۲۵ مارچ کو بزم موسیقی میں خیال للت پیش کریں گے۔

سدھیر گوتم : سنطور پر
راگ شدھ سارنگ

رات

۸-۳۰ حسنِ غزل
وندنا واجپئی :
۹-۰۰ کلامِ شاعر
راجندر بہادر موج (لکھنؤ)
۹-۳۰ پنجابی نغمے
۱۰-۰۰ دریچے
۱۱-۳۰ بزمِ موسیقی
نیاز احمد خاں، فیاض احمد خاں :
خیال مالکونس
پیوتوش کمار : سنطور پر
راگ راگیشوری

منگل ۲۶ مارچ

صبح

۵-۴۵ صبح گاہی
۶-۲۵ شہرِ صبا
امینہ برنی ، اصغر گونڈوی، جگر
اور فانی کا کلام
پنڈت حسن لال : حسرت موہانی
اور ذوق کا کلام
۷-۳۰ سازِ سنگیت
سسر کنا دھر چودھری ، وائلن پر
راگ بسنت مکھاری
۹-۳۲ کلاسیکی موسیقی
پنڈت جسراج : خیال حجاز بھیرو

دوپہر

۲-۰۰ جھلکتے گیت
۳-۰۰ میری پسند

رات

۸-۳۰ حسنِ غزل
انور : غزلیں
۹-۳۰ علاقائی نغمے
۱۰-۰۰ مشاعرہ
شرکا شعرا : مسعودہ حیات،
ساجدہ زیدی، بلراج حیرت،
واجد سحری، حیات لکھنوی
اور چندر بھان خیال
۱۱-۳۰ بزمِ موسیقی
پنڈت جسراج : خیال پوریا کلیان
سسر کنا دھر چودھری :
وائلن پر راگ بھوپالی

بدھ ۲۷ مارچ

صبح

۵-۴۵ صبح گاہی
۶-۲۵ شہرِ صبا
اندرا نلنی سکھ : اصغر گونڈوی
اور فانی کا کلام
سریندر کمار : عزیز وارثی،
رام کشن مضطر اور
خمار بارہ بنکوی کا کلام
۷-۳۰ سازِ سنگیت
ستیش پرکاش قمر : شہنائی پر
راگ بیراگی
۹-۳۲ کلاسیکی موسیقی
محمد حسین سرآہنگ :
خیال گن کلی

دوپہر

۲-۰۰ سبرس
۲-۳۰ بزمِ خواتین
۱- فن اور فنکار
(حجاب امتیاز علی)
تقریر از صغرا مہدی
۲- گیت
۳- کام کی باتیں
۳-۰۰ یادیں بن گئیں گیت

رات

۸-۳۰ حسنِ غزل
سریندر کمار : اثر اور
جگر کا کلام
۹-۰۰ دلی ڈائری
۹-۳۰ گجرے بن کائے
۱۰-۰۰ ہم سے پوچھئے
۱۱-۳۰ بزمِ موسیقی
محمد حسین سرآہنگ : خیال باگیشوری
ستیش پرکاش قمر : شہنائی پر
راگ باگیشوری

جمعرات ۲۸ مارچ

صبح

۵-۴۵ صبح گاہی
۶-۲۵ شہرِ صبا
سمن دیوگن : غزلیں
سعادت بن اشرف : داغ،
جیالال وسنت اور صبا افغانی کا کلام
۷-۳۰ سازِ سنگیت
بدھ دیو کرجی : ستار پر راگ
بسنت مکھاری

دوپہر

۲-۰۰ گیت سے گیت
۲-۳۰ حرفِ غزل
۳-۰۰ راگ رنگ

رات

۸-۳۰ حسنِ غزل
سعادت بن اشرف : فیض کا کلام
۹-۰۰ کھیل کے میدان سے
۹-۳۰ ساز اور آواز
۱۰-۰۰ آئینہ : ادبی میگزین
'اردو شاعری میں مناظرِ فطرت کا بیان'
ایڈیٹر : شارب ردولوی
۱۱-۳۰ بزمِ موسیقی
پربھا اترے : خیال جوگ کونس
اور ٹھمری بھیروی

جمعہ ۲۹ مارچ

صبح

۵-۴۵ صبح گاہی
۶-۲۵ شہرِ صبا
شوبھا راؤ : غزلیں
ستیش بھوٹانی : صبا افغانی کا کلام
۷-۳۰ سازِ سنگیت
یعقوب علی خاں : سرود پر
راگ جوگیا
۹-۳۲ آپکے خط آپکے گیت

دوپہر

۲-۰۰ ایک ہی فلم سے
۳-۰۰ کہکشاں

رات

۸-۳۰ حسنِ غزل
شوبھا راؤ : غزلیں
۹-۳۰ ایک راگ کئی روپ
۱۱-۳۰ بزمِ موسیقی
استاد رجب علی خاں :
خیال باگیشوری
یعقوب علی خاں :
سرود پر راگ ہیمنت

ہفتہ ۳۰ مارچ

صبح

۵-۴۵ صبح گاہی
۶-۲۵ شہرِ صبا
مبارک بیگم : اقبال اور
فیض کا کلام
ماسٹر نثار : ناسخ، امیر مینائی
اور پنڈت مہتاب کا کلام
۷-۳۰ سازِ سنگیت
محمد احمد برتی : سارنگی وادن
۹-۳۲ ملکی کلاسیکی موسیقی
کمل سنگھ : ٹھمری بھیروی اور
دادرہ بھیروی

دوپہر

۲-۳۰ بزمِ خواتین
۳-۰۰ بھولے نغمے

رات

۸-۳۰ حسنِ غزل
مبارک بیگم : غزلیں
۹-۰۰ ریڈیو نیوز ریل
۹-۳۰ نغمۂ وطن
۱۰-۰۰ نئی نسل نئی روشنی
۱۱-۳۰ بزمِ موسیقی
ولایت حسین خاں : خیال جے جے ونتی

اتوار ۳۱ مارچ

صبح

۵-۴۵ صبح گاہی
۶-۲۵ شہرِ صبا
جسونت کور : غزلیں
ایم ایل نکرہ : غزلیں
۷-۳۰ سازِ سنگیت
امرناتھ : بانسری پر راگ
گجری ٹوڑی
۹-۳۲ چلتے چلتے

دوپہر

۲-۰۰ آپکا خط ملا
۳-۰۰ اسلم صابری و ہمنوا : قوالیاں

رات

۸-۳۰ حسنِ غزل
ایم۔ ایل۔ نکرہ : غزلیں
۹-۰۰ اردو دنیا
۹-۳۰ گجرے بن کائے
لکشمی شنکر : ٹھمری پہاڑی
۱۱-۳۰ بزمِ موسیقی
استاد شیخ غلام علی خاں :
خیال راگیشوری ، دادرہ
امرناتھ : بانسری پر چندر کونس

دھلی

میڈیم ویو
دہلی الف ۳۶۶ء۳ میٹر ۸۱۹ کلو ہرٹز
دہلی ب ۵۰ء۵ ۴ میٹر ۶۶۶ کلو ہرٹز
دہلی ج ۳ء ۲۱۹ میٹر ۱۳۶۸ کلو ہرٹز
دہلی د ۹ء۲۹۴ میٹر ۱۰۱۷ کلو ہرٹز

شارٹ ویو
صبح ۰۰-۱ تک ۱۵ء۱۹ میٹر ۳۶۵ ۱کلو ہرٹز
صبح ۱۵-۸ کے بعد ۴۸ء۴۸ میٹر ۶۱۹۰ کلو ہرٹز
دوپہر ۴۸ء۴۸ میٹر ۶۱۹۰ کلو ہرٹز
شام ۴۵-۵ تک ۴۸ء۴۸ میٹر ۶۱۹۰ کلو ہرٹز
شام ۰۰-۶ سے رات تک ۱۵ء۸۹ میٹر ۳۳۶۵ کلو ہرٹز

خبریں

دھلی 'الف'

هندی/انگریزی: صبح ۰۰-۶ (عالمی)
هندی: صبح ۰۰-۸، ۰۰-۱۱ دوپہر ۰۰-۱، ۱۰-۲ شام ۰۰-۵ صوبائی شام ۵۰-۶، ۵۰-۷ (علاقائی)
رات ۴۵-۸، ۵-۱۱ (عالمی) انگریزی: دوپہر ۰۰-۱۲
سنسکرت: صبح ۰۰-۷، شام ۱۰-۶ اردو: صبح ۵۰-۸، دوپہر ۵۰-۱ اور رات ۱۵-۹ (خبریں اور تبصرہ) پنجابی: دوپہر ۴۰-۱

دھلی 'ب': هندی: دوپہر ۴۵-۲ (دھیمی رفتار سے)
انگریزی: صبح ۱۰-۸، ۰۰-۱۰ دوپہر ۰۰-۱، ۲۰-۲ (دھیمی رفتار سے) شام ۰۰-۴، ۰۰-۶، ۰۰-۹، ۰۰-۱۱ (عالمی)
پنجابی: صبح ۳۰-۸ شام ۳۰-۷ هندی نیوزلیٹر: صبح ۰۰-۹ بجے

دھلی 'د': هندی: شام ۳۰-۷ انگریزی: رات ۱۵-۹
کھیل کود: شام ۰۰-۷ (ہندی) رات ۰۰-۸ (انگریزی)

مقررہ پروگراموں کے لیے "آواز" شمارہ یکم مارچ دیکھیے

شاستریہ سنگیت

گائن

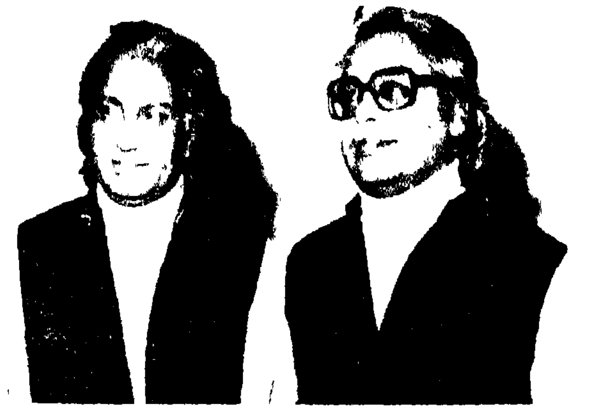
مدھپ مودگلیہ : صبح ۳۵-۱۰ اور
شام ۴۰-۵ (الف) ۱۶ر مارچ
گنگو بائی ہنگل : صبح ۳۰-۱۱ (الف) ۱۶ر مارچ
استاد عبدالکریم خاں : صبح ۳۰-۷ (ب) ۱۶ر مارچ
کے ۔جے یسوداس
(نیشنل پروگرام سنگیت): رات ۳۰-۹ (الف) ۱۶ر مارچ
امرناتھ : صبح ۱۰-۸ اور
رات ۰۰-۹ (الف)
شام ۳۰-۳ (ب) ۱۷ر مارچ
سدھیشوری دیوی : صبح ۳۰-۷ (ب) ۱۸ر مارچ
دکاکے کوہلی : صبح ۳۰-۱۱ اور
شام ۲۰-۵ (الف) ۱۸ر مارچ

راجن مشر ساجن مشر : رات ۰۰-۱۰ (الف) ۱۸ر مارچ
جنک راج شرما : صبح ۳۵-۷ (الف) ۱۸ر مارچ
ضمیر احمد خاں : صبح ۳۰-۱۰ اور
شام ۲۰-۵ (الف) ۱۹ر مارچ
انیتارائے : صبح ۳۰-۱۱ (الف) اور
صبح ۳۲-۷ (ب) ۱۹ر مارچ
مادھوری مٹو : صبح ۱۰-۸
صبح ۰۲-۱۱ اور
رات ۰۰-۹ (الف) ۲۰ر مارچ
استاد امیر خاں : شام ۲۰-۵ (الف) ۲۰ر مارچ
کمار گندھرو : صبح ۳۲-۷ (ب) ۲۱ر مارچ
بے نظیر بیگم : صبح ۳۰-۱۰
شام ۲۰-۵ اور
رات ۰۰-۱۰ (الف) ۲۱ر مارچ
تیماٹھاکر : صبح ۳۰-۱۱ (الف) ۲۱ر مارچ
سرفراز حسین خاں: صبح ۱۰-۸

۲۰-۱۱ اور
رات ۰۰-۹ (الف) ۲۲ر مارچ
بیگم اختر : شام ۲۰-۵ (الف) ۲۲ر مارچ
میراں پی دیشپانڈے : صبح ۳۰-۱۱
شام ۴۰-۵ اور
صبح ۳۲-۷ (ب) ۲۳ر مارچ
سریوکالیکر : صبح ۳۰-۱۰ (الف) ۲۳ر مارچ
سنگھ بندھو : صبح ۱۰-۸
رات ۰۰-۹ (الف) اور
شام ۳۰-۳ (ب) ۲۴ر مارچ
منی پرساد : صبح ۳۰-۱۰
شام ۴۰-۵ (الف) اور
صبح ۳۲-۷ (ب) ۲۵ر مارچ
سلوچنا برہسپتی : رات ۰۰-۱۰ (الف) ۲۵ر مارچ
رحیم فہیم الدین ڈاگر: صبح ۳۰-۱۱ (الف) ۲۵ر مارچ
کمل سہگل کویتا سہگل: صبح ۱۰-۸ اور
رات ۰۰-۹ (الف) ۲۶ر مارچ
مینتری مجمدار : صبح ۰۲-۱۱ (الف) ۲۶ر مارچ
کشوری امونکر : صبح ۳۰-۷ (الف) ۲۷ر مارچ
رماسونی : صبح ۳۰-۱۱ (الف) ۲۷ر مارچ



حفیظ احمد خاں : رات ۰۰-۱۰ (الف) ۲۷ر مارچ
شتروگھن شکلا: صبح ۳۰-۱۰ اور
شام ۴۰-۵ (الف) ۲۷ر مارچ
مینا دیوی : صبح ۱۰-۸
صبح ۰۲-۱۱ اور
شام ۲۰-۵ (الف) ۲۸ر مارچ
برکت علی خاں : صبح ۳۲-۷ (ب) ۲۹ر مارچ
نصیرالدین خاں : صبح ۳۰-۱۱ (الف) ۲۹ر مارچ
چندر ناتھ : صبح ۳۰-۱۰ اور
شام ۴۰-۵ (الف) ۲۹ر مارچ
ڈاگر بندھو : صبح ۱۰-
رات ۰۰-۹ (الف) اور
شام ۳۰-۳ (ب) ۳۰ر مارچ



ڈاگر بندھو ۔
۳؍ مارچ کو
دہلی (الف) اور
دہلی (ب) سے
گائن سنئے ۔

اُما ڈے : صبح ۱۱-۰۲ (الف) ۳۰؍ مارچ
مہندر شرما : صبح ۸-۱۰
رات ۹-۰۰ (الف) اور
شام ۳-۳۰ (ب) ۳۱؍ مارچ
پنڈت جسراج : رات ۹-۳۰ (الف) ۳۱؍ مارچ

ساز سنگیت

ستار

دیویندر کمار آدیسرا : صبح ۱۱-۰۲
شام ۵-۲۰ (الف) ۱۶؍ مارچ
دیوبرت چودھری : رات ۱۰-۰۰ (الف) ۲۰؍ مارچ
سودیپتا شرما : صبح ۱۰-۳۰ اور
شام ۵-۴۰ (الف) ۲۲؍ مارچ
مدن شنکر مشرا : صبح ۱۰-۰۰ (الف) ۲۴؍ مارچ
مطلوب حسین : صبح ۱۰-۳۰ اور
شام ۵-۲۰ (الف) ۲۶؍ مارچ
سعید ظفر خاں : صبح ۸-۱۰ اور
رات ۹-۰۰ (الف) ۲۷؍ مارچ
بلرام پاٹھک : صبح ۸-۱۰، ۱۱-۰۲
رات ۹-۰۰ (الف) ۲۹؍ مارچ
شکتی ڈے : صبح ۱۰-۳۰ (الف) اور
صبح ۷-۳۲ (ب) ۳۰؍ مارچ

سرود

یعقوب علی خاں : صبح ۸-۱۰، ۱۱-۰۲
رات ۹-۰۰ (الف) ۲۱؍ مارچ
فردوس احمد : صبح ۱۱-۰۲ اور
شام ۵-۲۰ (الف) ۲۳؍ مارچ
کلیان مکرجی : صبح ۱۰-۳۰ اور
رات ۹-۰۰ (الف) ۲۸؍ مارچ
گورو دیو سنگھ : صبح ۱۰-۳۰ اور
شام ۵-۴۰ (الف) ۳۰؍ مارچ
سنیل مکرجی : صبح ۱۰-۰۰ (الف) ۳۱؍ مارچ

وچتر وینا

احمد رضا خاں : صبح ۸-۱۰
شام ۳-۴۰ اور
رات ۹-۰۰ (الف) ۱۸؍ مارچ
اجیت سنگھ : صبح ۸-۱۰
رات ۹-۰۰ (الف) اور
شام ۳-۳۰ (ب) ۲۳؍ مارچ
شمس الدین دلیسائی فریدکا : صبح ۱۱-۳۰ (الف)
صبح ۷-۳۲ (ب) ۲۸؍ مارچ

سارنگی

منیر خاں : صبح ۸-۱۰ اور
رات ۹-۰۰ (الف)
شام ۳-۳۰ (ب) ۱۹؍ مارچ

شہنائی

بسم اللہ خاں اور ساتھی : صبح ۱۱-۰۲ (الف) ۱۹؍ مارچ

بانسری

شیلیندر کمار : صبح ۱۱-۰۲ (الف) ۱۸؍ مارچ
مہاویر پرساد قمر : صبح ۱۱-۳۰ (الف) اور
شام ۷-۳۲ (ب) ۲۰؍ مارچ
دنیش کمار : صبح ۱۱-۳۰ اور
شام ۵-۲۰ (الف) ۲۵؍ مارچ

وائلن

ظہور احمد خاں : صبح ۸-۱۰
رات ۹-۰۰ اور
شام ۳-۳۰ (ب) ۱۶؍ مارچ
مہندر بھٹ : صبح ۱۱-۳۰ (الف) اور
صبح ۷-۳۲ (ب) ۲۲؍ مارچ
جوئے شری واستو : صبح ۸-۱۰ (الف) اور
شام ۳-۳۰ (ب) ۲۵؍ مارچ

اسراج

سی ڈی برمن : صبح ۱۱-۳۰ (الف) اور
صبح ۷-۳۲ (ب) ۲۶؍ مارچ

سورمنڈل

ڈی آر پاروتی کر : رات ۱۰-۰۰ (الف) ۱۷؍ مارچ

سگم سنگیت

(شام ۶-۴۵ اور ۸-۴۴ دہلی ب)

اسلم صابری قوال اور ساتھی	:	۱۷؍ مارچ
پُشپا ہنس	:	۱۸؍ مارچ
آسا سنگھ مستانہ	:	۱۹؍ مارچ
سٹینلے والٹر	:	۲۰؍ مارچ
کاجل بنرجی	:	۲۱؍ مارچ
راجیندر کمار کاچرو	:	۲۲؍ مارچ
بشیر احمد	:	۲۴؍ مارچ
کمل شریواستو	:	۲۵؍ مارچ
اوشا سیٹھ	:	۲۶؍ مارچ
شوبھنا راؤ	:	۲۷؍ مارچ
گھنشیام داس	:	۲۸؍ مارچ
اندرا نلنی سکھ	:	۲۹؍ مارچ
ہلال احمد	:	۳۱؍ مارچ

کرناٹک سنگیت

گائن

کے کرشنا سوامی : صبح ۱۱-۳۰ اور
شام ۵-۳۵ (الف) ۱۷؍ مارچ
رادھا کرشنا : صبح ۱۰-۳۰ (الف)
شام ۳-۳۰ (ب) ۲۱؍ مارچ
اے کے رویندر ناتھ : صبح ۱۰-۳۰ (الف) اور
شام ۳-۳۰ (ب) ۲۲؍ مارچ
جی وید یہی : صبح ۱۱-۳۰ اور
شام ۵-۳۵ (الف) ۲۴؍ مارچ
کے سدھا : شام ۳-۳۰ (ب) ۲۷؍ مارچ
کلپنا بالا سبرامنیم : صبح ۱۰-۳۰ (الف)
شام ۳-۳۰ (ب) ۲۹؍ مارچ

کرناٹک ساز سنگیت

وینا

سی۔ کانتی متی : شام ۳-۳۰ (ب) ۲۰؍ مارچ
ویشالم وینکٹا چلم : صبح ۱۰-۳۰ (الف)
شام ۳-۳۰ (ب) ۲۸؍ مارچ

منڈولن

ماسٹر یو سری نواس : صبح ۱۱-۳۰ اور
شام ۵-۳۵ (الف) ۳۱؍ مارچ

لوک بھاتی : لوک گیت

دوپہر ۲۰-۱۲ (الف)

گجراتی : ۱۶ر، ۲۳ر، ۳۰ر مارچ
تمل : ۱۸ر مارچ
اُڑیہ : ۱۹ر مارچ
ملیالم : ۲۰ر مارچ
بنگلہ : ۲۱ر مارچ
مراٹھی : ۲۲ر مارچ
تیلگو : ۲۵ر مارچ
آسامی : ۲۶ر مارچ
کنڑ : ۲۷ر مارچ

سنگم

صبح ۰۰-۸ (ب)

ملیالم : ۱۶ر اور ۳۰ر مارچ
اُڑیہ : ۱۷ر مارچ
سندھی : ۱۸ر مارچ
بنگلہ : ۱۹ر اور ۲۶ر مارچ
گجراتی : ۲۰ر اور ۲۷ر مارچ
مراٹھی : ۲۱ر اور ۲۸ر مارچ
تیلگو : ۲۲ر مارچ
کنڑ : ۲۳ر مارچ
آسامی : ۲۴ر مارچ
سندھی : ۲۵ر مارچ
تامل : ۲۹ر مارچ

لوک مادھوری : لوک گیت

صبح ۱۰-۹ (ب)

ڈوگری : ۱۶ر مارچ
اودھی : ۱۸ر مارچ
ہماچلی : ۱۹ر اور ۲۶ر مارچ
ہریانوی : ۲۰ر اور ۲۷ر مارچ
برج : ۲۱ر اور ۲۸ر مارچ
راجستھانی : ۲۲ر اور ۲۹ر مارچ
کشمیری : ۲۳ مارچ
بھوج پوری : ۲۵ر مارچ
گڑھوالی : ۳۰ مارچ

ناٹک جھلکی

کتے کی موت
تحریر کرشن چندر : رات ۳۰-۹ (الف) ۱۵ر مارچ
اور دوپہر ۳۰-۲ (الف) ۱۷ر مارچ
شہید : تحریر
از دھرمیندر کمار جین : دوپہر ۱۵-۱۲ (الف) ۱۷ر مارچ
رات ۰۰-۸ (الف) ۲۰ر مارچ

ہنی مون : شنکر کی بنگلا کہانی کا ریڈیو عکس
از سریش چترویدی : دوپہر ۳۰-۱۲ (الف) ۱۸ر مارچ

رنگ بسنتی
تحریر : پرتاپ سہگل : رات ۳۰-۹ (الف) ۲۲ر مارچ
اور دوپہر ۳۰-۲ (الف) ۲۴ر مارچ

ریٹائرمینٹ
از سورن کمار دیپک : دوپہر ۱۵-۱۲ (الف) ۲۴ر مارچ
اور رات ۰۰-۸ (الف) ۲۷ر مارچ

چرن داس چور
از حبیب تنویر : رات ۳۰-۹ (الف) ۲۸ر مارچ

تقریر : ہندی انگریزی

دلّی کا پھیلتا آنچل : صبح ۳۰-۷ (الف) ۱۶ر مارچ

ہندوستان کی کہانی
پنڈت نہرو کی تصنیف ڈسکوری آف انڈیا کا سلسلہ وار
پروگرام، ہندی نشریہ : صبح ۵۰-۷ (ب) ۱۶ سے ۳۱ر مارچ

آج کے اتیتھی : انٹرویو (ہندی)
از عارف نقوی : رات ۱۵-۸ (الف) ۱۶ مارچ

ساہتیک (۱)
سنسکرت ناٹک کے وودشک روپ چرتیم شودرکا سیہ
ناٹکیشو : سنسکرت وارتا (۱۱)
سنسکرت کے ستک کاویہ
بھرتری ہری کا شتک : تقریر ہندی اور
کویتائیں (۱۱۱) : صبح ۰۲-۷ (ب) ۱۷ر مارچ

آرکی ٹکچر تھرو دی ایجز
انفلوئنس آف سنٹرل ایشیا مڈل ایسٹ
آن انڈین آرکی ٹکچر : رات ۳۰-۹ (ب) ۱۸ر مارچ

سور ویلا : سریش چند واتسیائن کا
کاویہ پاٹھ : صبح ۳۰-۷ (الف) ۱۹ر مارچ

سمسیا اور وچار مہانگروں میں پریوہن کی سمسیا
(ہندی) رات ۱۵-۸ (الف) ۱۹ مارچ

پلاننگ فار نوبل ایپلائمنٹ
مباحثہ : رات ۳۰-۹ (ب) ۱۹ مارچ

ورلڈ فار یسٹری
فیچر (انگریزی) : رات ۳۰-۹ (ب) ۲۱ر مارچ

ہمارا بھارت
مہاراشٹر کا لوک شاپ
فیچر تقریر (ہندی) صبح ۳۰-۷ (الف) ۲۱ مارچ

رنگ بھید انمول کے
موضوع پر تقریر : رات ۱۵-۸ (الف) ۲۱ر مارچ

سانسکرتک سمیکشا (ہندی)
از نین بھٹناگر : صبح ۳۰-۷ (الف) ۲۳ر مارچ

سوتنتر تا سینانی شہید بھگت سنگھ
تقریر (ہندی) : رات ۱۵-۸ (الف) ۲۳ر مارچ

اپنی نگری : مہلاؤں کی سورکشا اور ناری نکیتن
انٹرویوز پر مبنی : صبح ۱۵-۹ (ب) ۲۴ر مارچ

نیشنل پروگرام
میں اور میری دھرتی : جموں اور کشمیر
فیچر : رات ۳۰-۹ (الف) ۲۵ر مارچ

رپورٹ (IV) سینما ہال دلّی
پیشکش جگو ابراہم : رات ۳۰-۹ (ب) ۲۵ر مارچ

سور ویلا : شُور کے پدوں کا سور پاٹھ
از شانتا سکسینہ : صبح ۳۰-۷ (الف) ۲۶ر مارچ

بھارت بھارتی
بنگلا کا لوک شلپ : صبح ۳۰-۷ (الف) ۲۸ر مارچ

عام آدمی اور قانون : موٹر وہیکل ایکٹ
تقریر (ہندی) : رات ۱۵-۸ (الف) ۲۸ر مارچ

اولوکن
اُترادھیکار قانون اور مہیلائیں
انٹرویو پر مبنی : صبح ۰۲-۷ (ب) ۲۹ر مارچ

نیو ڈائرکشنز ان انٹرنیشنل ٹریڈنگ
(انگریزی) : رات ۳۰-۹ (ب) ۲۹ر مارچ

مانو دھرم کے پریک رام
(ہندی) : رات ۱۵-۸ (الف) ۳۰ر مارچ

سائنس پروگرام

وگیان چرچا : صبح ۵۰-۶ دلّی (الف)

ہیڈرو الیکٹرک ڈیم : تقریر
از ڈاکٹر ایم ڈی تیواری : ۱۸ر مارچ

موسم وگیان میں نئی اپلبھدیاں
(ورلڈ میٹرولوجیکل ڈے) : ۲۲ر مارچ

'بلیک آؤٹ کیوں اور کیسے ؟'
تقریر از آر این گپتا : ڈیبسو : ۲۵ر مارچ

بھوشیہ کے دھاتو (۲) ٹیٹانیم : تقریر : ۲۷ر مارچ

گیان وگیان

شام ۰۵-۵ دلّی (الف)

وگیان سماچار از اُوشا ورما : ۱۹ر مارچ
بتاؤ تو جانیں کوئیز : ۲۶ر مارچ

گھر وگیان

دوپہر ۳۰-۱۲ (الف)

نمک اور رکت چاپ : تقریر
از ڈاکٹر نیتی بھٹاچاریہ : ۲۰ر مارچ

پروٹین کلوری کوپوشن : تقریر : ۲۷ر مارچ

میگنیشیو تھیراپی
تقریر : ڈاکٹر کنول کمار : ۲۱ر مارچ

شملہ

میڈیم ویو : ۳۸۷۱۶ میٹر ۷۷۴ کلو ہرٹز
شارٹ ویو : صبح ۷-۳۰ تک اور شام ۶-۳۰ کے بعد رات تک ۳۱۰۹ ۹ میٹر ۳۲۲۳ کلو ہرٹز
صبح ۷-۴۵ کے بعد اور دوپہر اور ۴-۴۵ تک اور شام ۵-۰۰ کے بعد ۴۹٫۸۳ میٹر ۶۰۲۰ کلو ہرٹز

خبریں

ہندی . صبح ۸-۰۰ دوپہر ۱-۰۵ ۲-۱۰ شام ۶-۰۵ اور رات ۱-۴۵ انگریزی : صبح ۱-۱۰
دوپہر ۲-۰۰ ۱ رات ۹-۰۰ سنسکرت : صبح ۷-۰۰ اردو : صبح ۸-۵۰
ہندی میں علاقائی خبریں : شام ۷-۵۰

روزانہ نشر ہونے والے پروگرام

صبح

۶-۱۵ وندے ماترم : منگل دھونی
۶-۲۰ گیان وندو اور بھکتی سنگیت کا پروگرام وندنا
۶-۴۵ مانس گان
۶-۵۵ کھیتی باڑی
۷-۰۵ پروگراموں کا خلاصہ
۷-۱۰ کلاسیکی موسیقی / کرناٹک سنگیت / پرارتھنا سبھا
۷-۳۰ سامائیکی
۷-۴۵ پہاڑی سنگیت
۹-۰۰ راجیہ کی چھٹی
۹-۰۵ فلمی گانے
۹-۳۰ اختتام

دوپہر

۱۲-۳۰ اسکول براڈکاسٹ
۱۲-۵۰ دیش گان / فلمی دھن
۱-۱۰ فوجی بھائیوں کے لیے
۲-۲۰ سنہری کرنیں
۲-۴۰ سب رنگ
۳-۰۰ اختتام

شام

۵-۰۰ یوواوانی (منگل، جمعرات)
چنو منو (ہفتہ، پیر)
سرموری پروگرام (بدھ، جمعہ، اتوار)

۵-۲۰ مہاسوی پروگرام (بدھ، جمعہ، اتوار)
چمبا یانگی پروگرام (منگل، جمعرات، ہفتہ)
۵-۴۰ بلاسپوری پروگرام (بدھ، جمعہ، ہفتہ)
کلوی پروگرام (منگل، جمعرات)
۶-۱۰ کانگڑی پروگرام (منگل، جمعرات، ہفتہ)
منڈیالی پروگرام (بدھ، جمعرات، اتوار)
مہلاسمیلن (پیر)
۶-۳۰ کنزی پروگرام (پیر، بدھ، جمعہ)
لاہول سپیتی پروگرام (منگل، جمعرات، ہفتہ، اتوار)
۶-۵۰ پرکاش کرنیں / لاہولی، کنزی گانے
۷-۰۰ کھیل سماچار
۷-۰۵ گرامین یوواؤں کے لیے
۷-۲۵ کرشی جگت / ریڈیو دیہاتی گوشٹھی
۸-۰۰ روزگار سوچنائیں
۸-۰۵ دھارا رے گیت
۱۰-۳۰ اختتام (منگل، ہفتہ کو ۱۱-۰۵ پر)

شاستر سنگیت

گائن

کمل سہگل کویتا سہگل : صبح ۷-۱۰ ۱۷ مارچ
سریش کمار گوسوامی : صبح ۷-۱۰ ۱۸ مارچ
کیسر بائی کیکر : صبح ۷-۱۰ ۱۹ مارچ
سدھیشوری دیوی : صبح ۸-۲۱ ۲۰ مارچ
ایل کے پنڈت : صبح ۷-۱۰ ۲۱ مارچ
للت ابھیکر : صبح ۷-۱۰ ۲۴ مارچ
مالویکا کانن : صبح ۷-۱۰ ۲۶ مارچ
زندہ حسن : صبح ۸-۲۱ ۲۷ مارچ
ایم آر گوتم : صبح ۷-۱۰ ۲۸ مارچ
پروین سلطانہ : صبح ۷-۱۰ ۳۰ مارچ

ساز سنگیت

سارنگی

رام نارائن : صبح ۷-۱۰ ۱۶ مارچ
صابری خاں : صبح ۸-۳۵ ۲۹ مارچ

ستار

روی شنکر : رات ۸-۲۵ ۱۷ مارچ
ونے کمار : صبح ۷-۱۰ ۲۳ مارچ

وینا

آر کے سوریہ نارائن : صبح ۷-۱۰ ۲۰ مارچ

بانسری

سندر لال گندھرب : رات ۸-۳۵ ۲۲ مارچ
شورام : صبح ۷-۱۰ اور
رات ۱۰-۰۰ ۲۵ مارچ

سُندری

سدھ رام یادو : رات ۸-۲۵ ۲۴ مارچ

مردد

کنچن ورما : رات ۱۰-۰۰ ۲۹ مارچ

کلارنٹ

شیو دیال : صبح ۷-۱۰ اور
رات ۸-۲۵ ۳۱ مارچ

سگم سنگیت

کاجل بنرجی : رات ۸-۲۱ ۱۹ مارچ
مادھُر نیتوا : رات ۸-۲۱ ۲۲ مارچ
نر ملا ارون : رات ۹-۴۵ ۲۵ مارچ
بھیم سین شرما . رات ۸-۲۱ اور
رات ۹-۴۵ ۲۶ مارچ
مردُولا گرگ : رات ۸-۲۵ ۲۷ مارچ
رتن لال شرما ، رات ۸-۲۱ ۲۹ مارچ
عزیز احمد وارثی قوال
اور ساتھی : رات ۸-۱۵ ۳۰ مارچ

لوک سنگیت

صارتریش اور
بسنتی دیوی : صبح ۷-۴۵ ۱۶ مارچ
تاپے رام اور ساتھی : رات ۸-۰۵ ۱۶ مارچ
رام سروپ شانڈل : رات ۸-۰۵ ۱۷ مارچ
پرتاپ چند شرما اور
کلی دیوی چوہان : صبح ۷-۴۵ ۱۸ مارچ
چتر ریکھا نیگی ، رات ۸-۰۵ ۱۹ مارچ
روی کانت سود : رات ۸-۰۵ ۲۰ مارچ

روشنی دیوی اور
ودیانند ساتھی : صبح ۴۵-۷ ۲۱ر مارچ
میرا بائی تومر : رات ۵-۸ ۲۱ر مارچ
کرشنا دیوی دکھیاں : رات ۰۵-۸ ۲۲ر مارچ
کرشن سنگھ ٹھاکر : صبح ۴۵-۷ ۲۳ر مارچ
مُوشو رام : رات ۰۵-۸ ۲۳ر مارچ
دیارام : رات ۰۵-۸ ۲۴ر مارچ
وینا شرما : صبح ۴۵-۷ ۲۵ر مارچ
پریم چند بو اتلی : رات ۰۵-۸ ۲۵ر مارچ
پینکو دیوی : صبح ۴۵-۷ ۲۶ر مارچ
اوشا شرما : صبح ۴۵-۷ ۲۷ر مارچ
رام شرن شرما : رات ۰۵-۸ ۲۷ر مارچ
لیکھو رام پال : صبح ۴۵-۷ ۲۸ر مارچ
ودیا کانتی : صبح ۴۵-۷ ۲۹ر مارچ
رام گوپال راٹھور : رات ۰۵-۸ ۲۹ر مارچ
سکندر رام اور پارٹی : صبح ۴۵-۷ ۳۰ر مارچ
بھوپ سنگھ : رات ۰۵-۸ ۳۱ر مارچ

غزلیں

غلام علی : رات ۲۱-۸ ۲۸ر مارچ

پنجابی گیت

بلبیر سنگھ : صبح ۲۱-۸ ۲۱ر مارچ
سیتا کوہلی : صبح ۲۱-۸ ۲۸ر مارچ

شبد

بالاجی راجندر سنگھ اور پارٹی : صبح ۲۱-۸ ۱۸ر مارچ
سنگھ بندھو : صبح ۲۱-۸ ۲۵ر مارچ

تقریر / بات چیت

صبح ۳۵-۶

ایشور آتما اور پرماتما : سنت وانی : ۱۶ر مارچ
اندر پر نیشٹھم : مہابھارت : ۱۷ر مارچ
پاپ اور پنیہ : بودھ دھرم : ۱۸ر مارچ
نرگُن بھگتی : شری رام کرشن : ۱۹ر مارچ
من اور آتما : مہارشی دمن : ۲۰ر مارچ
دریشٹی سیوا : گنیش شنکر ودیارتھی : ۲۱ر مارچ
ستیہ اور آہنسا : گاندھی جی : ۲۲ر مارچ
ودیارتھی جیون : گاندھی جی : ۲۳ر مارچ
جگت کا سروپ : سوامی وویکانند : ۲۴ر مارچ
جیون : امرت رائے : ۲۶ر مارچ

(آگے ص ۳۷ پر)

لکھنؤ

میڈیم ویو : لکھنؤ 'الف' : ۴۱۱۶۰ میٹر ۷۴۷ کلو ہرٹز لکھنؤ 'ج' : ۲۳۳٫۷ میٹر ۱۲۷۸ کلو ہرٹز
شارٹ ویو : لکھنؤ 'ب' : صبح ۴۵-۷ تک ۹۳٫۶۰ میٹر ۳۲۰۵ کلو ہرٹز
صبح ۰۰-۸ بجے کے بعد ۴۸٫۸۲ میٹر ۶۱۰۱ کلو ہرٹز
دوپہر ۴۱٫۳۸ میٹر ۷۲۵۰ کلو ہرٹز
شام اور رات ۹۳٫۶۰ میٹر ۳۲۰۵ کلو ہرٹز

خبریں

ہندی اور انگریزی میں عالمی خبریں صبح ۰۰-۶ بجے
ہندی : صبح ۰۰-۸ بجے، دوپہر ۵-۱ اور ۱۰-۲ بجے، شام ۰۵-۶، رات ۴۵-۸ اور ۰۵-۱۱ بجے
انگریزی : صبح ۱۰-۸، دوپہر ۰۰-۱ بجے، رات ۰۰-۹ اور ۰۰-۱۱ بجے سنسکرت : صبح ۰۰-۷ بجے شام ۱۰-۶ بجے
اردو : صبح ۵۰-۸ بجے، رات ۱۶-۹ بجے نیوز لیٹر : (ہندی) صبح ۰۰-۹ بجے
علاقائی : ۳۰-۲ بجے (اردو) صبح ۲۰-۷ بجے، شام ۲۰-۷ (ہندی) ضلع کی چٹھی : صبح ۰۵-۹ بجے

شاستریہ سنگیت

گائن

عبدالحئی : دوپہر ۱۰-۱۲ اور
رات ۴۵-۹ ۱۸ر مارچ
چندر پرکاش مشر : صبح ۱۰-۹ اور
دوپہر ۱۰-۱۲ ۱۹ مارچ
ناصر حسین خاں : شام ۳۰-۴ ۲۰ر مارچ
وشوناتھ شری کھنڈے : صبح ۱۰-۹ اور
دوپہر ۱۰-۱۲ اور
رات ۳۰-۱۰ ۲۱ر مارچ
کملا سریواستو : صبح ۱۰-۹ اور
شام ۳۰-۴ ۲۳ر مارچ
سریندر شنکر اوستھی : صبح ۱۰-۹
دوپہر ۱۰-۱۲ اور
رات ۳۰-۱۰ ۲۵ر مارچ
ڈی وی مہاوانے : صبح ۱۰-۹ اور
رات ۳۰-۱۰ ۲۷ر مارچ
افضل حسین خاں نظامی : صبح ۱۰-۹ اور
رات ۳۰-۱۰ ۲۸ر مارچ
بھیم سین جوشی : دوپہر ۱۰-۱۲ ۲۹ر مارچ

ساز سنگیت

سارنگی

کنہیا لال مشر : صبح ۱۰-۹ اور
شام ۳۰-۴ ۱۶ر مارچ

وائلن

گوپال چندر نندی : صبح ۱۰-۹ اور
رات ۳۰-۱۰ ۱۸ر مارچ

سرود

سوبھا بھات پال : صبح ۱۰-۹ اور
رات ۳۰-۱۰ ۲۰ر مارچ

ستار

ستیش چندر : صبح ۱۰-۹ اور
رات ۳۰-۱۰ ۲۲ر مارچ
محمد اسمٰعیل خاں : دوپہر ۱۰-۱۲ اور
شام ۳۰-۴ ۲۷ر مارچ

طبلہ سولو

پنا لال چورسیا : دوپہر ۱۰-۱۲ ۲۲ر مارچ

کلارینٹ

گوری شنکر : صبح ۱۰-۹ اور
دوپہر ۱۰-۱۲ ۲۷ر مارچ

پکھاوج

رام شنکر داس "پاگل داس" : صبح ۱۰-۹
دوپہر ۱۰-۱۲ اور
رات ۳۰-۱۰ ۲۸ر مارچ

شہنائی

انتخاب عالم : صبح ۱۰-۹ اور
شام ۳۰-۴ ۳۰ر مارچ

رامپور

۳۳۶٫۷ میٹر (۸۹۱ کلوہرٹز)

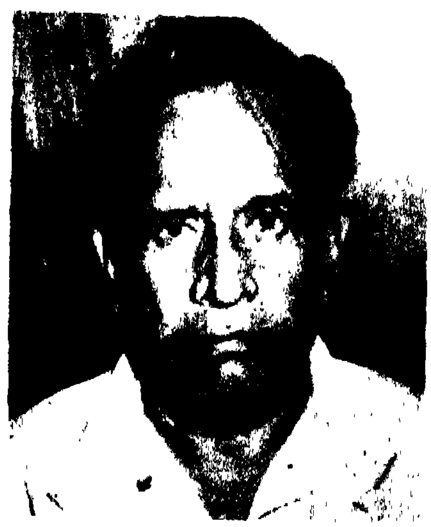
خبریں

ہندی/انگریزی: صبح ۶-۰۰ (عالمی)، ہندی: صبح ۸-۰۰ دوپہر ۱-۰۵ اور ۲-۱۰ شام ۶-۰۵ رات ۸-۴۵
انگریزی: صبح ۸-۱۰ دوپہر ۲-۰۰ رات ۹-۰۰ اردو: صبح ۸-۰۵ اور رات ۹-۱۵
سماچار پتر ہندی: صبح ۹-۰۰، ضلع کی چٹھی: صبح ۹-۰۵، پرادیشک سماچار: شام ۷-۲۰

شاستریہ سنگیت

گائن

بڑے غلام علی خاں : صبح ۷-۳۰ اور
دوپہر ۱-۴۰ ۱۱ر مارچ



بھیم سین جوشی : دوپہر ۱-۴۰ اور
رات ۸-۱۰ ۲۰ر مارچ

استاد فیاض خاں : دوپہر ۱-۴۰ اور
رات ۸-۱۰ ۲۲ر مارچ

ساز سنگیت

گٹار

برج بھوشن کابرا : دوپہر ۱-۴۰ ۱۹ر مارچ

بانسری

ہری پرشاد چورسیہ : صبح ۷-۳۰ اور
دوپہر ۱-۴۰ ۲۱ر مارچ

ستار

دیوی رام آریہ : دوپہر ۱-۴۰ اور
رات ۸-۱۰ ۲۶ر مارچ

سنتور

شیو کمار شرما : دوپہر ۱-۴۰ اور
رات ۸-۱۰ ۲۸ر مارچ

سگم سنگیت

غلام صابر : صبح ۷-۵۰ اور
رات ۸-۰۰ ۱۸ر مارچ

مہدی حسن : رات ۸-۰۰ ۲۰ر مارچ

اوشا ٹنڈن/
راحت علی خاں : صبح ۷-۵۰ اور
رات ۸-۰۰ ۲۵ر مارچ

لوک گیت

صبح ۸-۲۱ اور دوپہر ۲-۲۰

گوپال بابو گوسوامی : ۲۳ر مارچ
بینا تیواری : ۲۶ر مارچ
اوشا اگروال : ۲۹ر مارچ
پریم شیل بھٹناگر : ۳۰ر مارچ
عبدالکلیم، سیٹھی، رات ۹-۳۰ ۳۱ر مارچ

مذاکرات

پرگتی اور وکاس
از اے ایم زیدی : دوپہر ۱-۱۰ ۱۶ر مارچ

نوجوانوں کا سال
از اسیج کمار چھاولی : شام ۶-۳۰ ۱۶ر مارچ

تحریک آزادی اور ضبط شدہ نظمیں
از وریندر سکسینہ : شام ۷-۴۵ ۱۸ر مارچ

چکبست کی وطنیت
از وسیم بریلوی : صبح ۸-۳۰ ۲۲ر مارچ

پریوار کلیان اور سماج
بھون چندر اپادھیائے : شام ۷-۳۰ ۲۳ر مارچ

پرکتن ادی نیم
ادستیش چند اپادھیائے : شام ۷-۰۰ ۲۵ر مارچ

بین الاقوامی جوانوں کا سال میری نظر میں
تقریر از رام اوتار گمڈ : شام ۶-۳۰ ۲۷ر مارچ

مرکزی فوڈ کارپوریشن کے ذریعہ کسانوں کو سہولتیں
از آر ایم صدیقی : شام ۷-۰۰ ۳۰ر مارچ

مباحثہ

بڑھتی ہوئی آبادی اور نوجوان
شرکاء : پنکج جین
آنکا تیاگی / شاردا کیسلی : شام ۶-۳۰ ۲۲ر مارچ

اردو پروگرام

سمرن : کل اور آج از سرفراز عثمانی
سوتنترتا سنگرام سینانی
رام چندر سکسینہ : صبح ۸-۳۰ ۲۲ر مارچ

سہ ماہی میں شائع ہونے والے اردو کے
ادبی رسالوں کا جائزہ
شرکاء : رئیس منظر، حبیب سوز اور
ڈاکٹر سعادت علی صدیقی : صبح ۸-۳۰ ۲۹ر مارچ

بقیہ : شملہ

ارونند وچار : ۲۷ر مارچ
آستھا کی نتیتا : مہا بھارت سے : ۲۹ر مارچ
بھگتی یوگ : گیتا : ۳۰ر مارچ
جیون درشن : بالمیکی : ۳۱ر مارچ

ناٹک/فیچر

بڑے بابو : شام ۷-۰۵ ۱۷ر مارچ
شنکرن گلابیا
سلسلہ وار ناٹک : شام ۷-۰۵ ۱۸ر مارچ
جلیانوالہ باغ : رات ۹-۳۰ ۲۰ر مارچ
سونے کی زنجیریں : رات ۹-۳۰ ۲۲ر مارچ
پیار رنگا رنگ : صبح ۱۱-۰۰ ۲۴ر مارچ
پردیش میں ہو رہے ترقیاتی
کاموں پر مبنی : روپک : رات ۹-۳۰ ۲۹ر مارچ

روھتک

میڈیم ویو : ۲۶۲،۴ میٹر ۱۱۴۳ کلوہرٹز

خبریں

ہندی : صبح ۸-۰۰ دوپہر ۱-۵۰ ، ۲-۴۵(دھیمی رفتار سے)شام ۶-۰۵ رات ۸-۴۵ ، انگریزی: صبح ۸-۱۰ رات ۱-۰۰

روزانہ نشر ہونے والے پروگرام

صبح

۶-۳۰ اور ۷-۰۵ شام بھکتی سنگیت
۶-۵۵ کھیتی باڑی
۷-۰۵ پروگراموں کا خلاصہ
۷-۲۵ ضلع کی چٹھی
۸-۲۱ لوک سنگیت (اتوار کو بچوں کے لیے)
۸-۴۰ سب رس

دوپہر

۱-۱۰ فلمی سنگیت
۱-۴۰ اسکول براڈ کاسٹ (سوائے ہفتہ، اتوار اور تعطیلات)
۲-۲۰ لوک سنگیت

شام

۵-۳۰ یووا سنسار
۶-۱۰ علاقائی لوک سنگیت (بدھ کو ننھے منے)
۶-۳۰ کرشی جگت
۷-۰۰ گرامین سنسار
۷-۳۰ روزگار سماچار
۹-۱۶ ایک فلم سے

شاستریہ سنگیت

گائن



منور علی خاں : صبح ۷-۳۰ ۱۶ر مارچ
حفیظ احمد خاں : صبح ۷-۳۰ ۱۷ر مارچ

اجیت سنگھ پینٹل : صبح ۷-۳۰ اور
رات ۱۰-۰۰ ۱۸ر مارچ
راجن مشر اور
ساجن مشر : صبح ۷-۳۰ اور
رات ۱۰-۰۰ ۲۰ر مارچ
گنگا پرشاد پاٹھک : صبح ۷-۳۰ اور
رات ۱۰-۰۰ ۲۲ر مارچ
شمیم احمد : صبح ۷-۳۰ ۲۴ر مارچ
بھیم سین جوشی : صبح ۷-۳۰ ۲۶ر مارچ
مشتاق حسین خاں : صبح ۷-۳۰ اور
رات ۱۰-۰۰ ۲۷ر مارچ

ساز سنگیت

طبلہ

شریف احمد خاں : صبح ۷-۳۰ ۱۹ر مارچ
ولایت حسین خاں : صبح ۷-۳۰ ۲۳ر مارچ
اکرام حسین خاں : صبح ۷-۳۰ ۳۱ر مارچ

سارنگی

وزیر حسین خاں : صبح ۷-۳۰ ۲۵ر مارچ

ستار

دیال سنگھ رانا : صبح ۷-۳۰ اور
رات ۱۰-۰۰ ۲۹ر مارچ
درگا پرشاد : صبح ۷-۳۰ ۳۰ر مارچ

لوک سنگیت

دوپہر ۲-۲۰

سلطان ناتھ : ۲۲ر مارچ
شری کرشن شرما : ۲۳ر مارچ

سگم سنگیت

(صبح ۷-۱۰ اور شام ۷-۴۵)

انل مکھیجا : ۱۶ر مارچ
کمل ہنس پال : ۱۷ر مارچ
سبھاش چندر سہنی : ۱۸ر مارچ
لکشمن نارائن پراشر : ۱۹ر مارچ
شکنتلا پدھیراجہ : ۲۰ر مارچ
سداما رام : ۲۱ر مارچ
ساوتری مکھرجی : ۲۲ر مارچ
بلرام گپتا : ۲۳ر مارچ
کاجل بنرجی : ۲۴ر مارچ
منجو مونگا : ۲۵ر مارچ
نندلال راہی : ۲۶ر مارچ
وید سیٹھی : ۲۷ر مارچ
انعام احمد قوال اور ساتھی : ۲۸ر مارچ
یشش شرما : ۲۹ر مارچ
سیما شرما : ۳۰ر مارچ
شمیم آزاد : ۳۱ر مارچ

علاقائی گیت

(شام ۶-۱۰)

پنجابی : ۱۷ر مارچ
سندھی : ۱۸ر مارچ
بنگلا : ۱۹ر مارچ
بھوجپوری : ۲۵ر مارچ
بندیل کھنڈی : ۳۱ر مارچ

ایک فلم سے

(رات ۹-۱۶)

ممتا : ۱۶ر مارچ
ٹیکسی ڈرائیور : ۱۷ر مارچ
آن : ۱۸ر مارچ
دھرم کرم : ۱۹ر مارچ
انمول گھڑی : ۲۰ر مارچ
آہ : ۲۲ر مارچ

3195

برسات کی رات : ۲۳ر مارچ
نیا دور : ۲۴ر مارچ
دلاری : ۲۵ر مارچ
آگ : ۲۶ر مارچ
جنگلی : ۲۷ر مارچ
پتھروں کا شہر : ۲۹ر مارچ
انوکھی رات : ۳۰ر مارچ
ہم دونوں : ۳۱ر مارچ

ضلع کی چیٹھی
(صبح ۲۵-۷)

کرنال : ۱۶ر مارچ
گوڑگاؤں : ۱۷ر مارچ
جیند : ۱۸ر مارچ
کوروکشیتر : ۱۹ر مارچ
مہندر گڑھ : ۲۰ر مارچ
سونی پت : ۲۱ر مارچ
سرسہ : ۲۲ر مارچ
فرید آباد : ۲۳ر مارچ
روہتک : ۲۴ر مارچ
حصار : ۲۵ر مارچ
انبالہ : ۲۶ر مارچ
بھوانی : ۲۷ر مارچ
کرنال : ۲۸ر مارچ
گوڑگاؤں : ۲۹ر مارچ
جیند : ۳۰ر مارچ
کوروکشیتر : ۳۱ر مارچ

متفرقات

ہریانہ درشن ہر ہفتہ رات ۰۰-۸
چلتے چلتے ہر جمعرات صبح ۳۰-۷
گاندھی چرچا ہر جمعہ صبح ۳۰-۸
آنگن باڑی ہر بدھ دوپہر ۳۰-۱۲
گھر آنگن ہر جمعرات رات ۰۰-۸
آپ کا خط ملا ہر جمعرات رات ۱۶-۹
چرچا کا وشیہ ہے رات ۳۰-۹
ہم سب ایک ہیں : صبح ۴۰-۸ ۱۶ر مارچ
انگریزی تقریر : رات ۰۰-۸ ۱۸ر مارچ
پنجابی کویتا پاٹھ : رات ۰۰-۸ ۱۹ر مارچ
ہندی تقریر : رات ۰۰-۸ ۲۰ر مارچ
کھیل پتریکا : رات ۳۰-۹ ۲۱ر مارچ
ہریانہ کویتا پاٹھ : رات ۰۰-۸ ۲۶ر مارچ
وگیان پتریکا : رات ۳۰-۹ ۲۶ر مارچ
آج کل (ہندی تقریر) : رات ۰۰-۸ ۲۷ر مارچ

جالندھر چنڈی گڑھ

جالندھر: میڈیم ویو : ۴۲۷۱۳ میٹر ۷۰۲ کلوہرٹز
۲۲۲۱۲ میٹر ۱۳۵۰ کلوہرٹز
۴۴۳۱۶ میٹر ۸۷۳ کلوہرٹز
چنڈی گڑھ : میڈیم ویو: ۲۰۹۱۶ میٹر ۱۴۳۱ کلوہرٹز

خبریں

ہندی: صبح ۰۰-۸ دوپہر ۰۵-۲،۱-۱۰ ۲-۴۵ (دھیمی رفتار سے) شام ۰۵-۶-۲۰۰۶-۶ (پرادیشک سماچار) رات ۴۵-۸،۰۵-۱۱ پنجابی : صبح ۳۰-۸ دوپہر ۴۰-۱ شام ۱۰-۶ (پرادیشک سماچار)
شام ۳۰-۷ انگریزی : صبح ۱۰-۸ دوپہر ۰۰-۱ رات ۰۰-۹ اور ۰۰-۱۱
اردو : صبح ۵۰-۸ دوپہر ۵۰-۱ رات ۱۵-۹ اور ۲۵-۹ تبصرہ روزگار سماچار : شام ۴۰-۷

روزانہ نشر ہونے والے پروگرام

جالندھر 'الف'
صبح
۲۵-۴ بندے ماترم اور منگل دھونی
۰۵-۶ آرادھنا ، بھکتی سنگیت
۳۵-۶ موسم اور کھیتی باڑی
۳۰-۶ پرسپکٹ : پروگراموں کا خلاصہ
۴۵-۶ آسا دی وار (اتوار)
۰۵-۷ امرت بوام
۳۰-۷ رام چرت مانس (اتوار)
۰۵-۹ سا ما ئیکل
۰۵-۱ فوجی بھائیوں کے لیے
۰۰-۲ موسم اور اتے کھیتی
۰۲-۳ سگم سنگیت
شام
۳۰-۵ گوروانی وچار
۰۰-۶ مقامی اعلان اور پروگراموں کا خلاصہ
۰۱-۶ پرادیشک خبریں (پنجابی)
۰۲-۶ پرادیشک خبریں (ہندی)
۰۳-۶ دیہاتی پروگرام
۴۰-۷ روزگار خبریں
۱۵-۹ اردو میں تبصرہ

جالندھر 'ب'
صبح
۰۰-۱۰ اسکول براڈکاسٹ
شام
۰۰-۶ یودانی پروگرام
۳۵-۶ یوورسٹی پروگرام
۰۰-۷ پنجابی میں رنگارنگ پروگرام
۰۰-۹ اختتام



شاستریہ سنگیت

گائن

یسوع داس : رات ۳۰-۹ ۱۶ر مارچ
استاد فیاض خاں : صبح ۰۵-۹ ۱۷ر مارچ
گنیش رامچندر بہرے بوا : رات ۳۰-۱۰ ۱۷ر مارچ
پنڈت اونکار ناتھ ٹھاکر : صبح ۱۰-۹ ۱۹ر مارچ
راجندر وبیشنو : رات ۰۰-۱۰ ۱۹ر مارچ
باگیشوری دیوی : رات ۳۰-۱۰ ۲۰ر مارچ
ہری دیو : صبح ۰۵-۹ اور
دوپہر ۰۲-۱۲ ۲۱ر مارچ
گرجا دیوی : رات ۳۰-۱۰ ۲۲ر مارچ
امرناتھ : رات ۳۰-۱۰ ۲۲ر مارچ
ڈی وی پلسکر : صبح ۰۵-۹ اور
رات ۳۰-۱۰ ۲۴ر مارچ
بلبیر سنگھ کلسی : صبح ۰۵-۹ اور
دوپہر ۰۲-۱۲ ۲۷ر مارچ
سویتا دیوی : رات ۳۰-۱۰ ۲۷ر مارچ

سوہن سنگھ : صبح ۰۵-۹ اور
رات ۳۰-۱۰ ۲۹ر مارچ

سازسنگیت

— ستار —

اجیت کمار : دوپہر ۰۲-۱۲ ۱۶ر مارچ
پرشوتم داس جنتہ : صبح ۰۵-۹ اور
دوپہر ۰۲-۱۲ ۲۲ر مارچ
ایس کے دتہ : صبح ۰۵-۹ اور
رات ۳۰-۱۰ ۲۵ر مارچ
بلدیوکرشن شرما : صبح ۰۵-۹ اور
رات ۳۰-۱۰ ۲۸ر مارچ

— سرود —

علی اکبر خاں : صبح ۱۰-۹ ۲۶ر مارچ

— بانسری —

پرکاش وڈھیرا : صبح ۰۵-۹ اور
رات ۳۰-۱۰ ۱۸ر مارچ
ہری پرساد چورسیا: رات ۳۰-۱۰ ۲۰ر مارچ

— کلارنٹ —

رام لبھایا : صبح ۰۵-۹ اور
دوپہر ۰۲-۱۲ ۲۰ر مارچ
وید پرکاش : صبح ۰۵-۹ اور
دوپہر ۰۲-۱۲ ۳۰ر مارچ

لوک گیت

جگجیت سنگھ زیروی: صبح ۴۵-۷ ۱۶ر مارچ
ہریندر کور : سہ پہر ۴۵-۴ ۱۶ر مارچ
چمن لال گورداسپوری
اور ساتھی : دوپہر ۳۰-۲ ۱۷ر مارچ
ہربھجن سنگھ ناہل
اور ساتھی : سہ پہر ۴۵-۴ ۱۷ر مارچ
پرتی بالا : صبح ۲۰-۸ ۱۸ر مارچ
راج کماری : دوپہر ۳۰-۲ ۱۸ر مارچ
تیرتھ سنگھ : سہ پہر ۴۵-۴ ۱۹ر مارچ
امریک سنگھ ہرگوبندپوری: سہ پہر ۴۵-۴ ۱۹ر مارچ
جگموہن کور : دوپہر ۳۰-۲ ۲۰ر مارچ
بنارسی پھل : دوپہر ۳۰-۲ ۲۰ر مارچ
کلدیپ سنگھ مانک : رات ۱۵-۱۰ ۲۱ر مارچ
گوردیو سنگھ کومل: سہ پہر ۴۵-۴ ۲۲ر مارچ
بھائی سنگھ : دوپہر ۳۰-۲ ۲۲ر مارچ
جسبیر سنگھ خوشدل: سہ پہر ۴۵-۴ ۲۴ر مارچ

کرشن لال پریمی جٹ
اور ساتھی : دوپہر ۳۰-۲ ۲۵ر مارچ
چرن سنگھ کنگن پوری: رات ۱۵-۱۰ ۲۵ر مارچ
بلدیو سنگھ رندھاوا: دوپہر ۳۰-۲ ۲۶ر مارچ
ناہر سنگھ اور
دھرم سنگھ سیکھوں: سہ پہر ۴۵-۴ ۲۶ر مارچ
پورن چند وڈھالی اور
ساتھی : دوپہر ۳۰-۲ ۲۷ر مارچ
نریندر بیبا : صبح ۴۵-۷ ۲۸ر مارچ
گوپال سنگھ پال : دوپہر ۳۰-۲ ۲۸ر مارچ
نذر محمد اور ساتھی: سہ پہر ۴۵-۴ ۲۸ر مارچ
گیان سنگھ کنول : دوپہر ۳۰-۲ ۲۹ر مارچ
رام پال : سہ پہر ۴۵-۴ ۲۹ر مارچ
رمیش رنگیلا اور ساتھی: رات ۱۵-۱۰ ۲۹ر مارچ
دیوراج اور ساتھی: سہ پہر ۴۵-۴ ۳۰ر مارچ
سریندر چھندا : دوپہر ۳۰-۲ ۳۱ر مارچ
سعیدہ بانو : سہ پہر ۴۵-۴ ۳۱ر مارچ

شبد

بھائی ہردیو سنگھ راگی اور ساتھی: صبح ۳۰-۷ اور
دوپہر ۱۵-۱۲ ۲۰ر مارچ
بھائی اقبال سنگھ راگی اور ساتھی: صبح ۳۰-۷ اور
دوپہر ۱۵-۱۲ ۲۷ر مارچ
گوربچن سنگھ بچن : صبح ۳۰-۷ ۲۹ر مارچ
بھائی اونکار سنگھ : صبح ۲۰-۸ اور
شام ۴۵-۷ ۳۰ر مارچ

بھجن

— صبح ۳۰-۷ —

ہربھجن لال : ۲۱ر مارچ
گوربچن لال : ۲۳ر مارچ
سبھاش چندر : ۳۰ر مارچ

ڈراما

— رات ۳۰-۹ —

اک راگ دو سُر
آر کے شرما کے ہندی ڈرامے کا پنجابی عکس
از نریندر شرما : ۱۸ر مارچ
بہو رودھیا (ہندی)
از آر سی شرما : ۲۲ر مارچ
صاحباں (پنجابی)
از ڈاکٹر سی ایل نارنگ : ۲۵ر مارچ

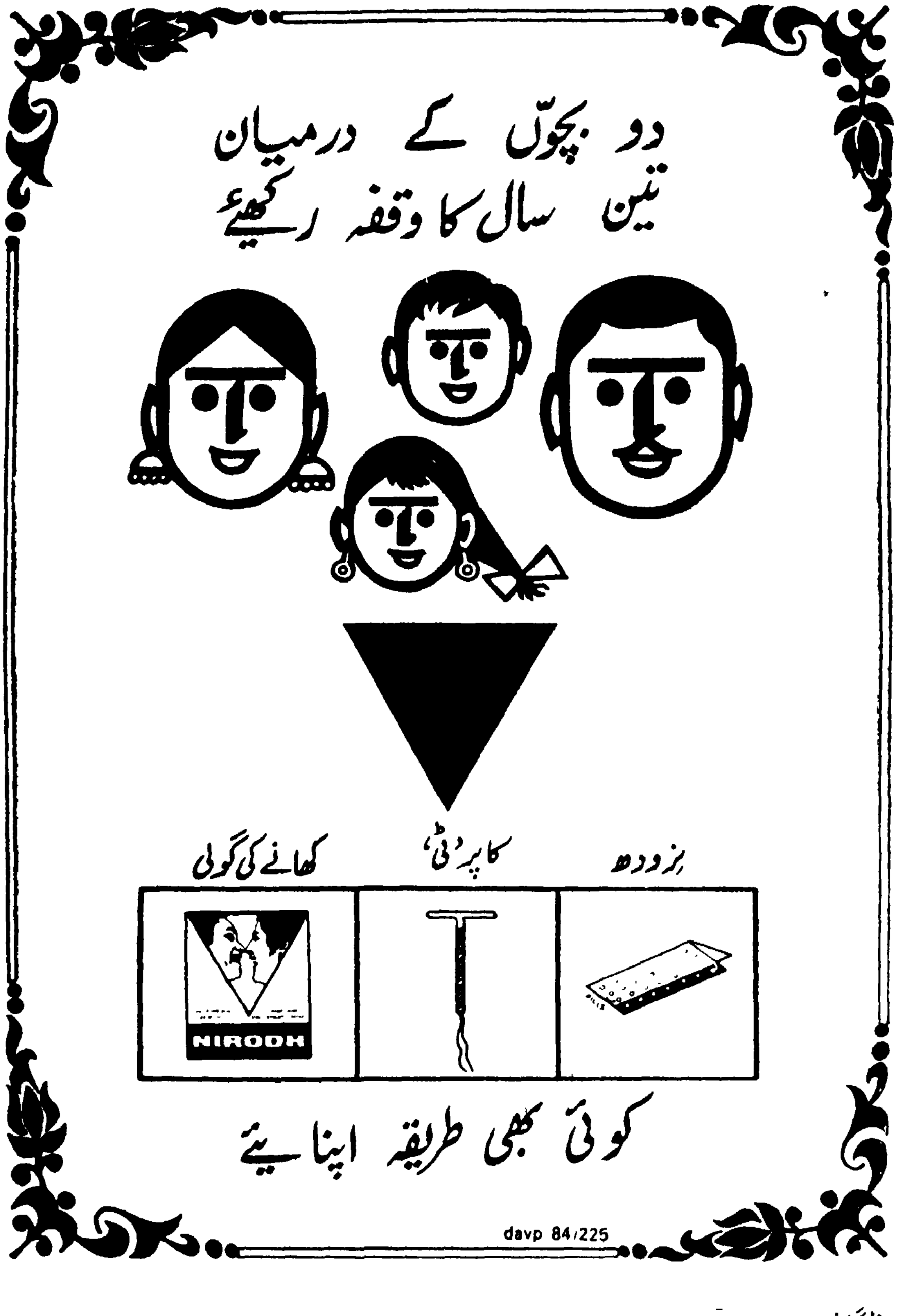
ورلڈ تھیٹر ڈے
۲۷ر مارچ ۱۹۸۵ کے موقع پر پنجابی میں
منہور سٹیج ناٹک
چرن داس چور
کا ریڈیو عکس : ۲۸ر مارچ
کیلئس سے کہہ دو (ہندی)
از سریش سیٹھ : ۲۹ر مارچ

فیچر

ساڈے آس پاس (پنجابی)
از اے ایل پال : دوپہر ۲۰-۲ ۱۶ر مارچ
پرتی بمب
از موہن لال : صبح ۴۵-۷ ۱۷ر مارچ
شہر شہر
از سکھچند رچوڈامنی: صبح ۴۵-۷ ۲۱ر مارچ
ساڈے آس پاس (پنجابی)
از ایس کے جوہر: دوپہر ۲۰-۲ ۲۳ر مارچ
پرتی بمب
از ونود دھیر : صبح ۴۵-۷ ۲۴ر مارچ
ساڈا دیش ساڈی سبھیتا
از اے ایس پال : صبح ۳۰-۷ ۲۶ر مارچ
شہر شہر
از بلدیو سنگھ کلسی : صبح ۱۵-۷ ۲۸ر مارچ
ساڈے آس پاس (پنجابی)
از جرنجیت سنگھ: دوپہر ۲۰-۲ ۳۰ر مارچ

تقریر

زبانی ہمدردی انگریزی تقریر
از محمد وزیرالدین : رات ۰۰-۸ ۱۷ر مارچ
سنسکرت ناٹک دیاں پرمکھ وشیشتاواں
مدرارکھش وچ اتہاسک تتو ہندی تقریر
از سنتوش رانی شاردا: صبح ۴۰-۸ ۱۸ر مارچ
پنک سمیکشا
از ایس ایل آنند : رات ۰۰-۸ ۱۸ر مارچ
اردو شاعری میں وطنیت
اردو میں تقریر
از ڈاکٹر نرگیش : رات ۰۰-۸ ۱۹ر مارچ
نسل بھید اور مانو سماج
ہندی تقریر
از سودیش نندہ : رات ۰۰-۸ ۲۲ر مارچ



سکھ ازم اینڈ نیشنل انٹیگریشن
انگریزی تقریر
از شیر سنگھ شیر : رات ۔۔ ۸ ۲۴ ر مارچ
نئی کتابوں پر تبصرہ (اردو)
از آر ایس ودیا : رات ۔۔ ۸ ۲۶ ر مارچ
کیوں نہیں آتے مہمان
(ہندی تقریر)

از وجے ترباٹھی : رات ۔۔ ۸ ۲۹ ر مارچ
ٹین پلس ٹو سسٹم آف ایجوکیشن
انگریزی تقریر
از ڈاکٹر ڈی آر وج : رات ۔۔ ۸ ۳۱ ر مارچ
پر کی مل ہندی ادبی پروگرام

کاویہ پاٹھ از شکنتلا سریواستو
کہانی : ڈاکٹر سریندر
تقریر از ڈاکٹر نیلم گوئل
رات ۔۔ ۸ ۲۸ ر مارچ

بیکانیر

۲۱۵/۰ میٹر ۱۳۹۵ کلو ہرٹز

روزانہ نشر ہونیوالے پروگرام

صبح

۶ - ۳۷ وندنا
۶ - ۵۵ چینتن
۷ - ۰۵ کاریہ کرموں کا وِورن
۷ - ۲۰ مانس گان
۷ - ۳۰ اور دوپہر ۱-۳۰ شاستریہ سنگیت

شام

۵ - ۰۵ یوواوانی
۵ - ۵۵ روزگار سماچار
۶ - ۰۰ استھانیہ سوچنائیں / کاریہ کرموں کا وِورن
۸ - ۰۰ ہندی وارتا (سوائے منگل اور جمعرات)
راجستھانی وارتا (منگل اور جمعرات کو)

جے پور سے ریلے

صبح

۷ کرساں ری بات/موسم (سوائے اتوار)
۹ - ۲۵ ودیالیہ پرسارن (اتوار اور دوسری چھٹیوں کے سوائے)

شام

۷ - ۲۰ کرشکوں کے لیے

شاستریہ سنگیت

دوپہر ۱۰-۱

— گائن —

نیاز احمد، فیاض احمد : ۱۷ر مارچ
بیگم اختر : ۲۰ر مارچ
دیپالی ناگ : ۲۲ر مارچ
انجلی بائی ہولکر : ۲۳ر مارچ
جگدیش پرساد : ۲۷ر مارچ
عبدالکریم خاں : ۲۹ر مارچ
استاد امیر خاں : ۳۰ر مارچ

ساز سنگیت

— گٹار —

برج بھوشن : دوپہر ۱۰-۱ ۱۸ر مارچ

خبریں (جے پور سے)

پرادیشک سماچار (ہندی): صبح ۹-۰۵، شام ۷-۰۵
ضلع کی چٹھی (سوائے اتوار): شام ۷-۱۵
پرادیشک سماچار راجستھانی : شام ۷-۵۰

خبریں

(دہلی سے ریلے)

ہندی : صبح ۸-۰۰ دوپہر ۱-۰۵، ۲-۱۰، ۲-۴۵ (دھیمی رفتار سے)
شام ۶-۰۵، رات ۸-۴۵، ۱۱-۰۵
انگریزی: صبح ۸-۱۰ دوپہر ۱-۰۰، ۲-۰۰
رات ۹-۰۰ اور ۱۱-۰۰
سندھی: صبح ۸-۴۰، شام ۶-۱۵
کھیل کود کی خبریں (ہندی): شام ۷-۰۰
ہندی میں راجیہ کی چٹھی: صبح ۹-۰۰
سنسکرت : صبح ۷-۰۰، شام ۶-۱۰
سامیکی (ایک دن پہلے ریکارڈ کیا گیا کاریہ کرم) صبح ۸-۵۰

— ستار —

نکھل بنرجی : رات ۸-۲۵ ۲۱ر مارچ

— سرود —



علاءالدین خاں : دوپہر ۱۰-۱ ۲۵ر مارچ

— بانسری —

ہری پرساد چورسیا : رات ۸-۲۵ ۲۸ر مارچ

لوک گیت : راجستھانی

صبح ۹-۱۰

نوری دیوی : ۱۶ر مارچ
نارائن رام نایک : ۱۸ر مارچ
شانتا سکسینہ : ۱۹ر مارچ
عبدالغنی : ۲۰ر مارچ
فتح کماری ویاس : ۲۱ر مارچ
گنیش ناتھ : ۲۳ر مارچ
ہنومان رانا : ۲۵ر مارچ
اللہ جلائی بائی : ۲۶ر مارچ
اوم پرکاش سرگرا : ۲۷ر مارچ
بہاری لال کتھک : ۲۸ر مارچ
اسماعیل : ۲۹ر مارچ
رجب علی : ۳۰ر مارچ

ہندی تقریر

چنتن : ڈاکٹر گوپال موہن سکسینہ : شام ۶-۵۵ ۱۶ر مارچ
نہیں محتاج زیور کے
از پرمیلا کشنوئی : صبح ۸-۲۱ ۱۷ر مارچ
چینتن
از سورن لتا اگروال : شام ۶-۵۵ :۱۸ر، ۱۹ر مارچ
چنتن : ڈاکٹر مدن کیولیا: شام ۶-۵۵ ۲۰ر مارچ
ابھرنے لگتے ہیں وہ ستن
جب میاں جی اپنی ماں کی طرفداری کرنے لگتے ہیں
از ڈاکٹر میرا گپتا : دوپہر ۱-۱۰ ۲۱ر مارچ
نوجات شِشو کی دیکھ بھال کیسے کریں
از ڈاکٹر ردیم کالرا : دوپہر ۱۲-۱۰ ۲۴ر مارچ
چینتن
از دیوی پرساد گپت : شام ۶-۵۵ :۲۵ر، ۲۶ر مارچ
راجستھانی بھاشا کا دیجھو شالی ساہتیہ
از بھنور سنگھ تامور : صبح ۸-۲۱ ۲۶ر مارچ
مہیلا مانگلستا میں بدلاؤ ضرور
نیتک درشٹی کون کے پرتی
از کسم لتا شرما : دوپہر ۱-۰۰ ۲۸ر مارچ
مہیلاؤں میں خون کی کمی کا روگ و بچاؤ
از ڈاکٹر شادی اومن: صبح ۸-۲۱ ۲۸ر مارچ

کہانی

یوگیندر پرساد شرما یوگی : صبح ۸-۲۱ ۲۴ر مارچ
آشا جوہری : دوپہر ۱۲-۰۰ ۲۴ر مارچ

یکوّ جلکر تے : صبح ۲۱-۸ ۳۱ر مارچ

کوینا پاٹھ

بھوپندر کمار اگروال: صبح ۲۱-۸ ۱۷ر مارچ
اُرملا ہرش : دوپہر ۰۰-۱ ۲۱ر مارچ

کوی گوشٹھی
شرکار: نند کشور آچاریہ، بلاقی داس باورا
لال چند بھاؤک، بھوانی شنکر ویاس ونود
اور محمد خلیق : رات ۳۰-۹ ۲۹ر مارچ

انٹرویو : ہندی

پولس اور جن سہیوگ
از رو ہتیش کمار : شام ۳۰-۶ ۱۶ر مارچ
اپنے اپنے دائرہ کرم میں ریٹائرڈ وردھوں سے
ملاقات پر مبنی : صبح ۲۱-۸ ۱۹ر مارچ
انھیں بھی کچھ کہنا ہے
پیشکش: سروج بھٹناگر : صبح ۲۱-۸ ۳۱ر مارچ

مباحثہ : ہندی

بڑھتی ہوئی ہتے
شرکاء: سمر دیر سنگھ، ناگی لال ماتھر، کوشل پاریک
ڈاکٹر آدرش سکسینہ : رات ۰۰-۱۰ ۲۱ر مارچ

تقریر : راجستھانی

راجستھانی رے ویکاس میں بیکانیر رو یوگدان
از داؤ دیال شرما : شام ۳۰-۶ ۱۹ر مارچ
راشٹر زبان میں شکشا رو یوگدان
از ڈاکٹر دِ واکر شرما : شام ۳۰-۶ ۲۶ر مارچ

راجستھانی کہانی

از بابو لال مکھارا : شام ۳۷-۶ ۱۹ر مارچ
از رام نواس شرما : شام ۳۷-۶ ۲۶ر مارچ

راجستھانی کویتا

نتھو لال کوی : شام ۴۴-۶ ۱۹ر مارچ
سیتارام ہرش : شام ۴۴-۶ ۲۶ر مارچ

راجستھانی میں انٹرویو

کینسر روگ ار بیاں را بچاؤ
از ویدھ بھنور آچاریہ: صبح ۲۱-۸ ۲۲ر مارچ
آج رو راجستھان
(راجستھان دِوس پر)
از اچل سنگھ راجاوت: صبح ۲۱-۸ ۲۹ر مارچ

یووا وانی : شام ۰۵-۵

آج کے سنگیت کلاکار

لوک گیت

گیانیشور سونی : ۱۶ر مارچ
جے نارائن جوشی : ۲۳ر مارچ
سنگلیتا جھا : ۲۸ر مارچ
ونیتا پروہت : ۳۰ر مارچ

سگم سنگیت

پربھا پوتھرا ۲۱ر مارچ

رو پک

سماج چیتنا جگانے میں سنیما کی بھومیکا
پیشکش : نریش سانر وال : ۲۵ر مارچ

تقریر

جیون کا سہارا سنگھرش
از سنجیو کمار یادو : ۱۷ر مارچ

پرشن منچ

پرشن کرتا، مدھوکشیپ
شرکار: سنیتا سینگر، سروج راٹھوڑ
آنند بہاری ماتھر، راجیندر کمار اوجھا اور
بھنور گوپال روشن : ۱۸ر مارچ

انگریزی مباحثہ

رول آف یوتھ ان اسٹرنتھ نیشنل یونیٹی

شرکار: مونا گوگنا، نیرج، راجیو جین
اور مینت کابرہ : ۲۲ر مارچ

ہندی مباحثہ

شانتی تتھا پرگتی کے لیے یووا بھاگیداری
شرکار: بھاگ چند سونی، سریندر سنگھ سمور
اور تنے راج سنگھ لوڑھا : ۲۹ر مارچ

زراعتی وگھریلو پروگرام

دوپہر ۵۰-۱

ربیع فصلوں (گیہوں) میں کرشی روگ
از تیج سنگھ کالوی : ۱۶ر مارچ
اچھی اُون کی وشیشتائیں
از ایس این ماتھر : ۱۹ر مارچ
بھیڑ اتپادن کی خاص خاص باتیں
از موہن سنگھ سینی : ۲۰ر مارچ
اُرمول ڈیری کی دین

از ڈاکٹر ڈی این سنگھ : ۲۱ر مارچ
مٹی پریکشن کیوں اور کیسے
از منی رام چودھری : ۲۲ر مارچ
پشونسل سدھار کیوں اور کیسے
از ڈاکٹر او پی ماتھر : ۲۳ر مارچ
مرغی پالن ایک لگھو ادھیوگ کے روپ میں
از ڈاکٹر بلبیر سنگھ : ۲۵ر مارچ
کمپوسٹ بنانے کی ویگیانک ودھی
از ڈاکٹر ایس ایس چٹنا مبر : ۲۶ر مارچ
انّ بھنڈارن گرامین پرستھتیوں میں
از آشا گوسوامی : ۲۷ر مارچ
گیہوں کی کٹائی مڑھائی اور
اُمگائی آدمی میں سادھانیاں
از ایشور سنگھ بھاٹی : ۲۸ر مارچ
کھیت کھلیہانوں میں چوہا اور
انیے کیڑے مکوڑے کا نیترن
از ڈاکٹر کے کے ویاس : ۳۰ر مارچ

قلم کار حضرات! اپنی تخلیقات ہمیں اشاعت کے لیے ارسال نہ کریں۔ آواز میں صرف وہی تخلیقات شائع کی جاتی ہیں جو نشریہ کے بعد ہمیں ریڈیو اسٹیشنوں سے موصول ہوتی ہیں

بھوپال، رائےپور، گوالیار، جبلپور

بھوپال الف: ۲۰۲٫۰۱ میٹر ۱۴۸۵ کلوہرٹز بھوپال ب: ۲۴۳٫۳ میٹر ۱۲۳۳ کلوہرٹز

شارٹ ویو

صبح ۷-۴۵ تک ۹۰٫۱۲ میٹر ۳۳۱۵ کلوہرٹز

صبح ۸-۰۰ بجے کے بعد ۵۰٫۰۸ میٹر ۵۹۹۰ کلوہرٹز

دوپہر ۴۱٫۷۸ میٹر ۷۱۸۰ کلوہرٹز

شام اور رات ۹۰٫۱۲ میٹر ۳۳۱۵ کلوہرٹز

رائے پور: ۳۰۵٫۹ میٹر ۹۸۱ کلوہرٹز گوالیار: ۲۱۶٫۴ میٹر ۱۳۸۶ کلوہرٹز جبلپور: ۲۵۴٫۲ میٹر ۱۱۷۹ کلوہرٹز

خبریں

ہندی: صبح ۸-۰۰، ۹-۰۵ (پرادیشک) دوپہر ۱-۰۵، ۲-۱۰، ۲-۴۵ شام ۶-۰۵ رات ۸-۴۵ (۱۱-۰۵ صرف ہفتے کو)

انگریزی: صبح ۸-۱۰ دوپہر ۱-۰۰ شام ۶-۰۰ رات ۹-۰۰ (۱۱-۰۰ صرف ہفتے کو)

شاستریہ سنگیت

گائن

سشما نگم	صبح ۹-۵۰ اور	
	دوپہر ۱-۴۰	۱۷؍ مارچ
بالا صاحب پونچھوالے	صبح ۸-۳۰ اور	
	رات ۱۰-۳۰	۱۸؍ مارچ
مالتی راجورکر	صبح ۷-۴۵	۱۹؍ مارچ
کمار گندھرو	صبح ۸-۳۰ اور	
	رات ۱۰-۰۰	۲۰؍ مارچ
برکت علی خاں	صبح ۷-۴۵	۲۱؍ مارچ
پربھو دیو سردار	رات ۱۰-۳۰	۲۱؍ مارچ
نصیر امین الدین خاں ڈاگر	رات ۱۰-۰۰	۲۲؍ مارچ
عبدالحنیف خاں	صبح ۸-۳۰	۲۳؍ مارچ
مادھو اٹھلیکر	صبح ۸-۳۰ اور	
	رات ۱۰-۳۰	۲۵؍ مارچ
کرشنا دیوی چیتر	صبح ۷-۴۵	۲۶؍ مارچ
سدھیشوری دیوی	صبح ۷-۴۵	۲۸؍ مارچ
بجن لال برہم بھٹ	رات ۱۰-۳۰	۲۹؍ مارچ

ساز سنگیت

سنطور

اوم پرکاش چورسیہ	صبح ۸-۳۰ اور	
	رات ۱۰-۰۰	۲۱؍ مارچ

کلارنٹ

مجید خاں	صبح ۹-۵۰ اور	
	دوپہر ۱-۴۰	۲۴؍ مارچ

وائلن

کے۔ آر۔ سرنگے	صبح ۸-۳۰ اور	
	رات ۱۰-۳۰	۲۷؍ مارچ

ستار

مہاشویتا بنرجی	صبح ۸-۳۰	۲۸؍ مارچ
ششانک کھولے راؤ	رات ۱۰-۳۰	۲۸؍ مارچ
گریراج	صبح ۸-۳۰	۳۰؍ مارچ

سگم سنگیت

صبح ۸-۲۱ اور دوپہر ۱-۳۰

ورنشو رام پٹیل		۱۶؍ مارچ
بودھیش پرساد ترپاٹھی	صبح ۸-۲۱	۱۸؍ مارچ
رام پرتاپ شرما		۱۹؍ مارچ
نرملا دبولیا		۲۰؍ مارچ
کرشنا راؤ چودھری		۲۱؍ مارچ
بی۔ ایم۔ مولے		۲۲؍ مارچ
رچھپال شرما		۲۳؍ مارچ
رام کرشن چندشری		۲۵؍ مارچ
منجو سکینہ		۲۶؍ مارچ
جے۔ ایس۔ ٹھاکر		۲۷؍ مارچ
ارمی داس گپتا	دوپہر ۱-۳۰	۲۸؍ مارچ
ثروت حسین		۲۹؍ مارچ
کسم بڑودکر		۳۰؍ مارچ

لوک سنگیت

دوپہر ۲-۳۰

رجنی پروہت	۱۶؍ مارچ
درگا پرساد کچھوائے	۱۷؍ مارچ
ششی شریواستو	۲۱؍ مارچ
ہری رام کشواہا	۲۲؍ مارچ
رام گوپال یادو	۲۳؍ مارچ
سندھیا دوبے	۲۴؍ مارچ
شانتی شرما	۲۸؍ مارچ
شری کانت پانڈے	۲۹؍ مارچ
جودھا بائی گجریا	۳۰؍ مارچ
گیتا گوسوامی	۳۱؍ مارچ

صبح ۷-۳۰، دوپہر ۲-۳۰

گنیش پرساد کشواہا	۱۸؍ مارچ
کرن دویدی	۱۹؍ مارچ
برج پرساد جھیا	۲۰؍ مارچ
ونود کمار پروہت	۲۵؍ مارچ
پریم بائی کشواہا	۲۶؍ مارچ
رجنی بائی ورما	۲۷؍ مارچ

دوپہر ۳-۱۵

دیپ چند	۱۸؍ مارچ
چندر کانتا پرہار	۲۰؍ مارچ
اتم چند بالمیک	۲۲؍ مارچ
دیوی نادان	۲۵؍ مارچ
کملا بائی مشرا	۲۹؍ مارچ

ہندی تقریر

'بودھ کتھاؤں کے بھنڈار — سانچی کے تورن دوار'
از دنیش چندر شرما رات ۸-۱۵ ۱۹؍ مارچ

'تلسی کا لوک ناٹیکتو'
از رام نارائن پردیپ رات ۸-۰۰ ۲۱؍ مارچ

'کھیل کی مانسکتا'
از للت شریواستو رات ۸-۱۵ ۲۶؍ مارچ

اس شبد لوک میں — 'بھرت ہری'
از ڈاکٹر شری نواس رتھ رات ۸-۰۰ ۲۸؍ مارچ

کویتا

مہیش نینوانی	دوپہر ۱-۳۰	۱۹؍ مارچ
چندر کانت دیب تالے	رات ۸-۰۰	۲۰؍ مارچ
گوکرن سنگھ ذکر	دوپہر ۱-۲۰	۲۳؍ مارچ

سوراجیہ کرن	دوپہر ۲۰-۱	۲۶ مارچ
جے پرکاش شریواستو	دوپہر ۲۰-۱	۳۰ مارچ

کہانی

گوپال شریواستو	دوپہر ۲۰-۱	۱۴ مارچ
مالتی جوشی	رات ۰۰-۸	۲۷ مارچ

آئینہ ، اردو پروگرام
صبح ۳۰-۸

تخلص بھوپالی ، فیچر
تحریر : ڈاکٹر حامد بھوپالی ۱۹ مارچ

بزم سخن
شرکا : شعری بھوپالی ، اختر سعید خاں ، فضل تابش ، مقصود عمرانی
دانش مالوی ، وفا صدیقی اور راحت اندوری ۲۶ مارچ

کہکشاں ، اردو پروگرام
رات ۰۰-۸

۱ ۔ شعر و نغمہ
' شاعر اور غریب الوطنی ' تقریر از نسیم شہابی
۲ ۔ کتابوں کی دنیا
از اقبال مسعود
۳ ۔ حفیظ جالندھری کا کلام


سیما شرما

گلوکارہ : سیما شرما ۲۲ مارچ

' حکایات سعدی ' ، فیچر
تحریر : قاسم نیازی ۲۹ مارچ

دوردرشن کیندر لکھنؤ

لائٹنگ اسسٹنٹ درکار ہے

ڈائرکٹر دوردرشن کیندر لکھنؤ کو ، دوردرشن کیندر لکھنؤ میں اسٹاف آرٹسٹ کی درج ذیل اسامیاں پُر کرنے کے لیے درخواستیں مطلوب ہیں۔ کام کی نوعیت ، فیس اسکیل ، تعلیمی قابلیت ، عمر کی حد وغیرہ سے متعلق تفصیلات درج ذیل ہیں۔

لائٹنگ اسسٹنٹ : ۲ اسامیاں : ایک اسامی شیڈول کاسٹ امیدوار کے لیے مخصوص ۔ اور ایک عمومی امیدواروں کے لیے ہے۔

کام کی نوعیت : آؤٹ ڈور ریکارڈنگ اور ٹی وی اسٹوڈیو میں ٹی وی فلموں کی شوٹنگ میں استعمال ہونے والے مختلف اقسام کے روشنی کے آلات کا علم ، برقی فارمولوں ، کنورژن اور ٹی وی فلموں کی لائٹنگ سے متعلق دیگر برقی ڈاٹا کی جانکاری ، سپرد کردہ دیگر فرائض کی انجام دہی ۔ سولہ ایم ایم کی فلموں سے متعلق لائٹنگ کی جانکاری ، کیمرہ مین کو تعاون ، سپرد کردہ آلات کی اسٹوریج اور دیکھ بھال لائٹنگ اسسٹنٹ کے فرائض میں شامل ہیں۔

اہلیت (لازمی) :

i ۔ میٹرک یا اس کے مساوی۔

ii ۔ اسٹیج ، فلم یا ٹیلی ویژن میں لائٹنگ کا دو سالہ تجربہ ۔

iii ۔ امیدوار نے مڈل اسکول کا امتحان پاس کیا ہو اور اسامی سے متعلق مقامی زبان جو کہ موجودہ اسامی کے معاملے میں ہندی ہے۔ اس کا ایک مضمون رہا ہو ۔ یہ پابندی ان افراد پر عائد نہیں اسامی سے متعلق زبان جن کی مادری زبان ہے یا انھوں نے پرائمری اور سکینڈری اسکولوں کی تعلیم میں اسامی سے متعلق زبان تعلیم کا میڈیم رہی ہو ۔

عمر : یکم جولائی ۱۹۸۵ء کو ۲۱ اور ۳۰ سال کے درمیان ۔

فیس اسکیل : ۳۳۰ ـ ۸ / ۳۷۰ ـ ۱۰ / ۴۰۰ ـ ای بی ـ ۱۰ / ۴۸۰ روپے

۲ ۔ ٹسٹ انٹرویو کے لیے بلائے جانے والے امیدواروں کو اپنے اخراجات پر پہنچنا ہوگا۔ لیکن بے روزگار شیڈول کاسٹ امیدواروں کو قواعد کے مطابق سفر بھتہ دیا جائے گا۔

۳ ۔ سرکاری ملازمین اپنی درخواستیں اپنے دفتر کے توسط سے ارسال کریں ۔ سرکاری ملازم کے انتخاب کی صورت میں اس کو دوردرشن میں تقرری سے قبل اپنی موجودہ ملازمت سے استعفیٰ دینا ہوگا۔ منتخب امیدوار کا تقرر / تبادلہ کسی بھی دوردرشن کیندر یا اپ گرہ دوردرشن کیندر پر کیا جا سکتا ہے ۔

۴ ۔ تمام ضروری کارروائیوں کی تکمیل سے قبل منتخب امیدوار کو ماہانہ قابل تجدید عارضی معاہدے کی بنیاد پر رکھا جائے گا۔ اس کے بعد ان کو بطور اسٹاف مقررہ فیس اسکیل میں تین سال کے معاہدے پر تقرری دی جائے گی جس میں دو سال کی مدت آزمائشی شمار کی جائے گی ۔ آزمائشی مدت کی کامیاب تکمیل پر ان کو طویل المدت معاہدے کے لیے قابل غور سمجھا جائے گا۔ جو امیدوار کی ۵۸ سال کی عمر تک چلے گا۔

۵ ۔ درخواستیں سادہ کاغذ پر دیں اور اس میں پورا نام اور پتہ ، عمر ـ تاریخ پیدائش کے ساتھ ، کس اسامی کے لیے درخواست دی ، تعلیمی اور پیشہ ورانہ قابلیت ، تجربہ اور موجودہ روزگار وغیرہ سے متعلق تفصیلات درج کریں ۔ اور ساتھ میں اسناد کی صرف مصدقہ نقول منسلک کریں ۔ اس سے قبل دوردرشن میں کسی اسامی کے لیے درخواست دی ہو ، یا امیدوار کا کوئی رشتے دار دوردرشن / آل انڈیا ریڈیو یا وزارت اطلاعات و نشریات کے کسی دوسرے شعبے میں ملازم ہے تو اس سے متعلق تفصیلات درج کریں ۔

درخواستیں ۳۰ اپریل ۱۹۸۵ء تک ڈائرکٹر دوردرشن کیندر ، لکھنؤ کے پاس پہنچ جانی چاہئیں ۔

۶ ۔ مقررہ تاریخ کے بعد موصول ہونے والی ، نامکمل اور اسناد کی مصدقہ نقول کے بغیر اور دفتر کے توسط سے نہ آنے والی سرکاری ملازمین کی درخواستیں کسی بھی حالت میں قابل قبول نہ ہوں گی ۔ دفتر کے توسط سے درخواستیں ارسال کرنے والے امیدوار اس طرح درخواستیں بھیجیں کہ مقررہ تاریخ تک ضرور پہنچ جائیں ۔

۷ ۔ امیدوار کے انتخاب سے قبل یا بعد میں انکشاف ہوا کہ اس نے جان بوجھ کر ضروری اطلاعات کو پوشیدہ رکھا ہے تو اس کا تقرر منسوخ کردیا جائے گا۔

۸ ۔ کسی بھی قسم کے اثر و رسوخ کے استعمال کی کوشش امیدوار کی ناموزونیت کا سبب ثابت ہوں گی ۔

کلکتہ

کلکتہ 'اے' ۶۰،۶ ۴۵۶ میٹر — ۶۵۷ کلو ہرٹز
کلکتہ 'بی' ۶۰،۶ ۲۹۷ میٹر — ۱۰۰۸ کلو ہرٹز
کلکتہ 'سی' ۷۰،۶ ۲۲۶ میٹر — ۱۳۲۳ کلو ہرٹز
کلکتہ 'ڈی' ۱۰،۵ ۲۴۵ میٹر — ۱۲۲۴ کلو ہرٹز

شاستریہ سنگیت

الوک کمار بنرجی : صبح ۲-۸ (اے)
شام ۳۰-۷ (بی) ۱۶ مارچ
اوما سین : صبح ۳۰-۹
دوپہر ۴۵-۲ (بی)
رات ۰۰-۹ (اے) ۱۷ مارچ
گوپا کنجی لال : صبح ۳۰-۸ (اے)
شام ۳۰-۷ (بی) ۱۸ مارچ
نریوتی بوواسر نائک : صبح ۳۰-۸ (اے)
شام ۳۰-۷ (بی) ۱۹ مارچ
نارائن راؤ جوشی
موہن لال مصرا (طبلہ) : صبح ۰۵-۹ (بی)
دوپہر ۰۰-۱ (اے) ۱۹ مارچ
نلنی مکھرجی : صبح ۳۰-۸ (اے) ۲۰ مارچ
اے۔ کانن : شام ۰۰-۷ (بی) ۲۱ مارچ
ہینا بنرجی : رات ۳۰-۹ (بی)
سہ پہر ۰۰-۳ (اے) ۲۲ مارچ
کالی داس سانیال : صبح ۴۰-۸ (اے)
شام ۳۵-۶ (بی) ۲۴ مارچ
دلیپ کمار گھوش : صبح ۳۰-۹ (بی)
رات ۰۰-۹ (اے) ۲۵ مارچ
منور علی خاں : صبح ۳۰-۸ (اے)
شام ۳۰-۷ (بی) ۲۶ مارچ
پھالگونی مترا : صبح ۳۰-۸ (اے)
شام ۳۰-۷ (بی) ۲۸ مارچ
کبیری کار : صبح ۳۰-۹ (بی)
دوپہر ۰۰-۱ (اے) ۳۰ مارچ
دھریندر چندر مترا : صبح ۴۰-۸ (اے) ۳۱ مارچ

ساز سنگیت

اشوک کمار بنرجی : صبح ۳۰-۹ (بی)
رات ۰۰-۹ (اے) ۲۰ مارچ
سریش مترا : صبح ۳۰-۸ (اے) ۲۳ مارچ
بمل مکھرجی : صبح ۳۰-۹ (بی)
رات ۰۰-۹ (اے) ۲۴ مارچ
سوپن کمار گھوش : صبح ۳۰-۹ (بی)
سہ پہر ۰۵-۳ (اے) ۲۶ مارچ
چھایا گنگولی : صبح ۳۰-۸ (اے)
شام ۳۰-۷ (بی) ۲۹ مارچ

سنتور

دُلال رائے : صبح ۳۰-۸ (اے) ۳۰ مارچ

سارنگی

لڈن خان : صبح ۳۰-۹ (بی)
رات ۰۰-۹ (اے) ۱۸ مارچ

شہنائی

اصغر حسین و ساتھی : صبح ۳۰-۹ (بی)
سہ پہر ۰۰-۳ (اے) ۱۹ مارچ
علی حسین و ساتھی : دوپہر ۰۰-۱ (اے)
شام ۳۰-۷ (بی) ۲۱ مارچ
نیر حسین و ساتھی : صبح ۳۰-۸ (اے)
شام ۳۰-۷ (بی) ۲۵ مارچ
علی احمد حسین و ساتھی : صبح ۳۰-۹ (بی)
رات ۰۰-۹ (اے) ۲۸ مارچ

وائلن

ریشمی سین گپتا : صبح ۳۰-۸ (اے)
شام ۳۰-۷ (بی) ۲۲ مارچ
سیبر کادھر چودھری : صبح ۳۰-۸ (اے)
شام ۳۰-۷ (بی) ۲۷ مارچ
رجیت رائے : صبح ۰۵-۷
صبح ۲۱-۸ (بی)
دوپہر ۵۵-۲ (اے)
شام ۵۵-۵ (بی) ۲۸ مارچ
اردھیندو گھوش : صبح ۰۵-۷ (بی)
شام ۱۵-۷ (بی)

شام ۳۰-۷ (اے)
رات ۲۰-۸ (بی) ۳۱ مارچ

لوک گیت

للتا دھر چودھری : صبح ۴۰-۶ (اے) ۱۶ مارچ
سنت کمار سنہا : صبح ۴۰-۶ (اے) ۱۷ مارچ
گیاتری چیٹرجی : صبح ۴۰-۶ (اے)
شام ۱۵-۶ (بی) ۱۸ مارچ
سدھیر داس باؤل : صبح ۴۰-۶ (اے)
شام ۰۰-۷ (بی) ۱۹ مارچ
بھ دمورا : صبح ۴۰-۶ (بی)
شام ۱۵-۶ (بی) ۲۰ مارچ
سوپن کمار مزمدار . صبح ۴۰-۶ (اے)
۴۵-۸ (بی)
شام ۱۵-۶ (بی) ۲۱ مارچ
آرتی برمن : صبح ۴۰-۶ (اے)
۴۵-۸ (بی) ۲۲ مارچ
میرا مزمدار : صبح ۴۰-۶ (اے)
۴۵-۸ (بی)
شام ۱-۷ (بی) ۲۳ مارچ
سیکھا گھوش : صبح ۴۰-۶ (اے)
شام ۰۰-۷ (بی) ۲۴ مارچ
ارون رتن بھٹاچاریہ : صبح ۴۰-۶ (اے)
دوپہر ۴۵-۲ (بی) ۲۵ مارچ
دلیپ رائے چودھری : صبح ۴۰-۶ (اے)
شام ۱۵-۶ (بی) ۲۶ مارچ
ریمانی سین : صبح ۴۰-۶ (اے)
۴۵-۸ (بی)
شام ۱۵-۶ (بی) ۲۷ مارچ
پنکج بنرجی : صبح ۴۰-۶ (اے)
رات ۴۰-۹ (بی) ۲۸ مارچ
بدنا سنہا : صبح ۴۵-۸ (بی)
دوپہر ۵۵-۲ (اے)
شام ۱۵-۶ (بی) ۲۹ مارچ
سنیل کمار بیرا صبح ۴۰-۶ (اے)
دوپہر ۴۵-۲ (بی)
شام ۱۵-۶ (بی) ۳۰ مارچ
مایا بکشی . صبح ۴۰-۶ (اے)
رات ۰۰-۸ (بی) ۳۱ مارچ

رابندر سنگیت

سوپن بھٹاچاریہ : صبح ۴۰-۷ (اے)
شام ۲۵-۶ (بی) ۱۶ مارچ

سنگھ مترا گپتا : صبح ۴۰-۷ (اے)
رات ۱۵-۸ (بی) ۱۷ر مارچ
سبیتھا بوس : صبح ۴۰-۷ (اے) ۱۸ر مارچ
پروبھات بھوشن : رات ۴۰-۱۰ (اے) ۱۸ر مارچ
پردیپ ناگ : صبح ۲۰-۶ (بی)
۴۰-۷ (اے)
شام ۴۰-۶ (بی) ۱۹ر مارچ
بتنا مترا : صبح ۲۰-۶ (بی)
۴۰-۷ (اے) ۲۰ر مارچ
مواسین گپتا : صبح ۰۰-۷ (اے)
رات ۵۵-۹ (بی) ۲۱ر مارچ
موجی نوٹے راستے : صبح ۲۰-۶ (بی)
شام ۳۵-۶ (بی)
رات ۴۰-۱۰ (اے) ۲۱ر مارچ
کسی مزمدار . صبح ۴۰-۷ (اے)
شام ۵۵-۶ (بی) ۲۲ر مارچ
جلیل سین گپتا . صبح ۴۰-۷ (اے)
شام ۵۵-۶ (بی) ۲۳ر مارچ
رومارائے چودھری : صبح ۴۰-۷ (اے)
رات ۱۵-۸ (بی) ۲۴ر مارچ
گورل سربدھیکاری : صبح ۴۰-۷ (اے)
شام ۵۵-۵ (بی) ۲۵ر مارچ
جیتا ملک : صبح ۲۰-۶ (بی)
شام ۵۰-۶ (بی)
رات ۱۵-۱۰ ۲۵ر مارچ
ربی ترتھا . صبح ۴۰-۷ (اے)
شام ۵۵-۶ (بی) ۲۶ر مارچ
میرا بوس : صبح ۴۰-۷ (اے)
دوپہر ۵۵-۲ (اے) ۲۷ر مارچ
سپروکاشی چکی : رات ۳۰-۱۰ (اے) ۲۷ر مارچ
دیپال بسواس : صبح ۴۰-۷ (اے) ۲۸ر مارچ
سری کمار چٹرجی : صبح ۴۰-۷ (اے)
شام ۵۵-۵ (بی) ۳۰ر مارچ
ارگھیا سین : رات ۴۵-۸ (اے) ۳۰ر مارچ

نذرل گیتی

راجیشری : شام ۴۵-۶ (بی) ۱۶ر مارچ
ملینا گھوشال : رات ۰۰-۱۰ (اے) ۱۷ر مارچ
پروبھات بھوشن : صبح ۲۰-۹ (اے) ۱۸ر مارچ
راما چٹرجی : شام ۳۰-۷ (اے) ۱۹ر مارچ
ایلا بوس : صبح ۲۰-۹ (اے) ۲۰ر مارچ
شیامل سین : صبح ۲۱-۸ (بی)
۲۰-۹ (اے) ۲۳ر مارچ
ادھیر باگچی : رات ۵۰-۱۰ (اے) ۲۴ر مارچ



'دیاکتا' کے زیرعنوان آکاشوانی جلگاؤں سے نشر ایک ناٹک کے سٹار کارفنکار۔

ایرا مکھرجی : رات ۰۰-۱۰ (اے) ۲۵ر مارچ
میناں رائے . سہ پہر ۰۰-۳ (اے)
شام ۲۰-۷ (اے) ۲۶ر مارچ
اندرانی سین : صبح ۲۰-۹ (اے) ۲۷ر مارچ
منی دیپا گھوش : رات ۵۵-۱۰ (اے) ۲۸ر مارچ
انبادے : صبح ۲۰-۹ (اے)
سہ پہر ۰۰-۳ (بی)
شام ۳۵-۶ (بی) ۲۹ر مارچ
اشیما مکھرجی : شام ۳۰-۷ (اے) ۳۰ر مارچ
ارگھیا سین . صبح ۲۰-۹ (اے) ۳۰ر مارچ
دھریندر چندر مصرا : رات ۲۵-۱۰ (اے) ۳۱ر مارچ

ادھونک

للیتا دھر چودھری : شام ۳۵-۶ (بی) ۱۶ر مارچ
سنت کمار سنہا : صبح ۳۰-۸ (بی) ۱۷ر مارچ
سچترا گھوش : صبح ۳۰-۸ (بی)
رات ۰۰-۱۰ (اے) ۱۸ر مارچ
رما چٹرجی : صبح ۱۵-۸ (اے) ۱۹ر مارچ
ایلا بوس : صبح ۳۰-۸ (بی) ۲۰ر مارچ
مینکا مترا : صبح ۳۰-۸ (بی)
دوپہر ۲۰-۱۲ (اے) ۲۱ر مارچ
جیوترموئے چکرورتی : صبح ۳۰-۸ (بی)
رات ۰۵-۱۰ (اے) ۲۲ر مارچ
اننت دیپ مکھرجی ۰۰-۸ (اے)
دوپہر ۵۵-۲ (اے)
شام ۰۰-۷ (بی) ۲۳ر مارچ
ادھیر باگچی : شام ۲۰-۷ (بی) ۲۴ر مارچ
ہیمنتی شکلا : صبح ۳۰-۸ (بی)
رات ۵۰-۱۰ (اے) ۲۵ر مارچ

بسنتا بھٹاچاریہ : صبح ۰۵-۷ (بی)
سہ پہر ۰۰-۳ (اے)
شام ۳۵-۶ (بی) ۲۶ر مارچ
سپروکاشی چکی : صبح ۱۵-۸ (اے) ۲۷ر مارچ
اندرانی سین : رات ۴۰-۱۰ (اے) ۲۷ر مارچ
جلیل چکرورتی : صبح ۳۰-۸ (بی)
دوپہر ۰۵-۱ (اے)
رات ۳۰-۹ (بی) ۲۸ر مارچ
جنیلیشور مکھرجی : صبح ۳۰-۸ (بی)
رات ۰۰-۱۰ (اے) ۲۹ر مارچ
اشیما مکھرجی : صبح ۱۵-۸ (اے) ۳۰ر مارچ
مینو سین گپتا : دوپہر ۴۵-۲ (بی)
رات ۱۵-۸ (بی)
۵۵-۸ (اے) ۳۱ر مارچ
اکھیل بندھو گھوش : صبح ۳۰-۸ (بی)
شام ۳۵-۶ (بی) ۳۱ر مارچ

اردو پروگرام "انجمن"

رات ۳۰-۹ (بی)

۱۔ نظم آور ادویات اور نئی نسل: مباحثہ
۲۔ متاع شہر مدن سودن: فیچر : ۱۶ر مارچ
۱۔ بیدی نے نئی نسل کو کیا دیا: مباحثہ
۲۔ جہاں سب ملتے ہیں
ریلوے پلیٹ فارم: فیچر
از ساجدہ رحمٰن
۳۔ یہ شوخ محاورے
'بلی کے بھاگوں چھینکا ٹوٹا'
مزاحیہ تقریر از قمر عالم ملک ۲۳ر مارچ
۱۔ "شہر" فیچر شہر کلکتہ پر
۲۔ آپ کے خطوط ۳۰ر مارچ

حیدرآباد

حیدرآباد الف ۴۰۶/۵ میٹر (۷۳۰ کلوہرٹز) حیدرآباد ب ۸/۲۱/۸ میٹر (۱۳۷۷۰ کلوہرٹز) حیدرآباد ج ۲۵۶/۴ میٹر (۱۱۷۰ کلوہرٹز)

یوادانی

مجھے کہنا ہے کچھ - اخبار پڑھنے والوں سے
تقریر از گیسو دراز قادری : صبح ۲۵-۸ ۱۶ مارچ
نغموں کی دنیا از احمد ادریس : صبح ۴۰-۸ ۱۸ مارچ
ذرا مسکرایئے - مزاحیہ پروگرام
یہ نہ تھی ہماری قسمت کہ کامیاب ہوتے
تقریر از جاوید اسما : صبح ۲۵-۸ ۱۹ مارچ
ایک فنکار نوجوان غزل فنکار لئیق احمد
سے ملاقات اور ان کے گائی غزلیں : صبح ۲۵-۸ ۲۰ مارچ
مومن کی شاعری - فیچر تحریر محمد ابراہیم : صبح ۲۵-۸ ۲۱ مارچ
مجھے کہنا ہے کچھ - آٹو رکشہ والوں سے
تقریر از محمد سلیم احمد : صبح ۲۵-۸ ۲۳ مارچ
نغموں کی دنیا از زاہدہ فرحین : صبح ۴۰-۸ ۲۵ مارچ
کرکٹ یا کرکری تقریر از حمید الظفر : صبح ۲۵-۸ ۲۶ مارچ
شہرنامہ از فدیرانور : صبح ۲۵-۸ ۲۷ مارچ

"ولی اورنگ آبادی" فیچر
از تراب الدین گھٹالہ : صبح ۲۵-۸ ۲۸ مارچ
کل ہمارا ہے - تقریر
از سید واصف الدین
فلمی گانے : صبح ۴۰-۸ ۲۹ مارچ
مجھے کہنا ہے کچھ - شہری اداروں سے
تقریر از رمیسہ جبیں : صبح ۲۵-۸ ۳۰ مارچ
گلدستہ
نوجوانوں کے خطوط اور مضامین پر مبنی پروگرام
فلمی گانے : صبح ۲۵-۸ ۳۱ مارچ

نیرنگ

شام ۳۰-۵

بزم تمثیل : ۱۶ مارچ
۱۔ کلام شاعر از محمد شہاب الدین غوری
۲۔ افسانہ از لبنیٰ فاطمہ
۳۔ غزلیں : ۱۷ مارچ
۱۔ کھیلوں پر تبصرہ از ایم اے معیز صدیقی
۲۔ خطوں کے جواب
۳۔ فلمی گانے : ۱۸ مارچ
کلام شاعر : محمد حمید الدین شاعر
افسانہ - از عذرا بانو : ۱۹ مارچ
ترنگ - موسیقی پروگرام
پیش کش آدرش میوزیکل اکیڈمی : ۲۰ مارچ
طلبا یونین کیوں ضروری ہیں - مباحثہ
شرکاء : شجاعت علی راشد سید صفی اللہ
سلمیٰ احمد اور جاوید احمد سلیوا ۲۱ مارچ
میری پسند
پیش کش کماری کویتا گھنشیام ۲۲ مارچ
بزم تمثیل - ڈرامہ
تحریر عزیز ابرار
پیش کش احمد نگر یوتھ ایسوسی ایشن ۲۳ مارچ
گل نو ورائٹی پروگرام
۱۔ افسانہ از احمد جلیلی
۲۔ غزلیں : ۲۴ مارچ
۱۔ کھیلوں پر تبصرہ از دلیپ سنگھ
۲۔ خطوں کے جواب :
۳۔ غزلیں : ۲۵ مارچ
آہنگ : ادبی میگزین پروگرام
پیش کش - حیدرآباد ینگ مینس ایسوسی ایشن چنچل گوڑہ
: ۲۶ مارچ
ترنگ : پیش کش :
نوجیون سنگیت سوسائٹی : ۲۷ مارچ
اردو زبان اور آج کی تعلیم - مباحثہ
شرکاء :
ٹی ایم قریشی
جاوید احمد اور
صفیہ شاہین : ۲۸ مارچ
میری پسند
پیش کش : ثریا مہناز : ۲۹ مارچ
"پیسا پیار" ڈرامہ
تحریر : دیپ کمار
پیش کش گلدستہ ڈرامیٹک سوسائٹی : ۳۰ مارچ
گل نو ورائٹی پروگرام : ۳۱ مارچ

نیرنگ

رات ۳۰-۹

۱۔ حرف تابندہ
تحریر : عطیہ شہناز
۲۔ گھر پریوار
ڈاکٹر ایس اظہر حسین
۳۔ دکن دانشوروں کی نظر میں
ہوشیار جنگ کی نظر میں
تقریر : از جواد رضوی
۴۔ غزلیں : ۱۶ مارچ
ڈرامہ غزلیں : ۱۷ مارچ
۱۔ حرف تابندہ
تحریر - عطیہ شہناز
۲۔ ہم آپ اور رود
تقریر از حمید الظفر
۳ قہقہے اور گیت
۴۔ غزلیں : ۱۸ مارچ
۱۔ حرف تابندہ
تحریر : اے - جی - فاروقی
۲۔ ان سے ملئے - باتیں ہماری یاد رہیں
جناب حبیب الرحمن سے بات چیت
۳۔ بزم خطوط
۴۔ گیت اور غزلیں : ۱۹ مارچ
حرف تابندہ تحریر - اے - جی - فاروقی
۲۔ جہان کامگاران
مزدوروں کے لیے فلاحی منصوبے
تقریر : از سید معین الدین
۳۔ کلام شاعر : بشر نواز
۴۔ غزلیں : ۲۰ مارچ
۱۔ حرف تابندہ
تحریر : سید رضی الدین
۲۔ سائنس کی دنیا
روزمرہ زندگی میں الیکٹرانکس
تقریر : از محمد وہاج الدین
۳۔ غزلیں : ۲۱ مارچ
۱۔ حرف تابندہ
تحریر - سید رضی الدین
۲۔ کہانی : جیلانی بانو
۳ قوالیاں : ۲۲ مارچ
۱۔ حرف تابندہ
تحریر : ایچ کے بی ابراہیم علی
۲۔ گھر پریوار پروگرام ۳۔ فلمی گانے : ۲۳ مارچ

ڈرامہ
غزلیں : ۲۴ر مارچ
۔حرف تابندہ
تحریر: میر ابراہیم علی
۱۔ہم آپ اور وہ
میوزیکل ورائٹی پروگرام
پیشکش : سٹیشن آرکسٹرا
۲۔ہم پرکیا بیت گئی دولتمند بننے کی خاطر
تقریر از برہان حسین

۱۔غزلیں : ۲۵ر مارچ
۔حرف تابندہ
تحریر: رشید انصاری
۲۔سائنس اور سماج (مباحثہ)
شرکاء:
عبدالقادر عمادی
رتنا نائیڈو

رانی : ۲۶ر مارچ
۔حرف تابندہ
تحریر: رشید انصاری
۔کھیلوں کی دنیا
ایل وینکٹ رام ریڈی سے ملاقات

۱۔غزلیں . ۲۷ر مارچ
۔حرف تابندہ
۱۔سائنس کی دنیا

۲۔غزلیں : ۲۸ر مارچ
۔حرف تابندہ
تحریر تسکین شاہد
۱۔فلمی دنیا
اشوک کمار ایک عہد ساز اداکار
تقریر: از جلیل جاوید

۲۔قوالیاں : ۲۹ر مارچ
۔حرف تابندہ
تحریر: تسکین شاہد
۱۔گھر پریوار
گھر چلانے کی ذمہ داری شوہر پر یا بیوی پر (مباحثہ)
شرکاء:
ڈاکٹر شمیم علیم
عبدالمحمود اور
شہناز فاروقی
۲۔دکن دانشوروں کی نظر میں
(مرزا ظفر الحسن کی نظر میں)
تقریر: از سرہنواس لاہوٹی

۴۔غزلیں : ۳۰ر مارچ
ڈرامہ
غزلیں : ۳۱ر مارچ

سرینگر

صبح ۵۵-۶ سے ۰۵-۱۱ تک (اتوار)
ٹرانسمشن اے: صبح ۵۵-۶ سے رات ۰۰-۱۰ تک (بدھ)
ٹرانسمشن بی: صبح ۳۰-۱۱ سے رات ۳۰-۱۰ تک (پیر، منگل، جمعرات اور جمعہ)
صبح ۳۰-۱۱ سے رات ۰۵-۱۱ تک (بدھ اور ہفتہ)

میڈیم ویو : سرینگر، الف: ۲۶۸٫۸ میٹر ۱۱۱۶ کلوہرٹز۔ سرینگر، ج ۲۴۵٫۱ میٹر ۱۲۲۴ کلوہرٹز
شارٹ ویو، ب: ۴۹٫۱۰ میٹر ۶۱۱۰ کلوہرٹز ۹۱٫۵۰ میٹر ۳۲۷۷ کلوہرٹز
پہلی مجلس : صبح ۳۰-۶ سے صبح ۰۰-۱۰ تک دوسری مجلس: دوپہر ۳۰-۱۱ سے رات ۰۵-۱۱ تک
(اتوار کو صبح ۳۰-۶ سے رات ۰۵-۱۱ تک مسلسل)

خبریں

کشمیری: صبح ۴۵-۷ شام ۲۵-۶ اردو: صبح ۵۰-۸ دوپہر ۵۰-۱ رات ۱۵-۹
ہندی: صبح ۰۰-۹ سنسکرت: صبح ۰۰-۷ انگریزی: صبح ۱۰-۸ دوپہر ۰۰-۲ شام ۰۰-۶ رات ۰۰-۹ اور ۰۰-۱۱

علاقائی خبریں

اردو: صبح ۲۰-۹ دوپہر ۳۰-۱۲، ۰۰-۴ (دھیمی رفتار سے) شام ۴۰-۷ کشمیری: صبح ۲۵-۹ دوپہر ۳۵-۱۲ شام ۳۰-۷

شاستریہ سنگیت

دوپہر ۱۰-۲

گائن

استاد عبدالوحید خاں : ۱۶ر مارچ
عبدالکریم خاں : ۲۱ر مارچ
استاد برکت علی خاں : ۲۳ر مارچ
استاد فیاض خاں : ۲۷ر مارچ
غلام مصطفےٰ خاں : ۲۹ر مارچ

ساز سنگیت

دوپہر ۱۰-۲

بانسری

جی ایس سچدیو : ۲۸ر مارچ

طبلہ

امیر حسین خاں : ۱۷ر مارچ

ستار

پی این چھٹو : ۱۸ر مارچ
عبدالحلیم جعفر خاں : ۲۰ر مارچ
بلرام پاٹھک : ۲۵ر مارچ
غلام احمد خاں : ۲۶ر مارچ
ایس این سوپوری : ۳۰ر مارچ

سرود

استاد علاءالدین خاں : ۱۹ر مارچ
امجد علی خاں : ۲۲ر مارچ
حفیظ علی خاں : ۳۱ر مارچ

شہنائی

بسم اللہ خاں : ۲۴ر مارچ

صوفیانہ موسیقی

صبح ۳۰-۱۱، دوپہر ۳۰-۲

غلام محمد قالین باف اور ساتھی : ۱۶ر مارچ
غلام محمد ساز نواز اور ساتھی : ۱۹ر مارچ
شیخ عبدالعزیز اور ساتھی : ۲۱ر مارچ
محمد عبداللہ سیتاری اور ساتھی : ۲۳ر مارچ
استاد رمضان جو اور ساتھی : ۲۶ر مارچ
کمال بٹ اور ساتھی : ۲۸ر مارچ

چھکری اور روف

دوپہر ۰۰-۱ اور شام ۱۵-۶

علی محمد شیخ اور ساتھی : ۱۶ر مارچ
زونہ بیگم اور ساتھی : شام ۴۵-۶ ۱۷ر مارچ
غلام محمد شیخ بنڈہ پوری اور ساتھی : ۱۹ر مارچ

غلام رسول آخون اور ساتھی : ۲۱ر مارچ
محمد منوّر متو اور ساتھی : ۲۳ر مارچ
عبدالرحیم بٹ اور ساتھی : ۲۶ر مارچ
غلام محمد بٹ اور ساتھی : ۲۸ر مارچ
غلام قادر لنگو اور ساتھی : ۳۰ر مارچ

متفرقات

علاقائی موسیقی
ڈوگری سنگیت : سہ پہر ۳۰-۴ ۱۸ر، ۲۰ر، اور ۲۵ر، ۲۷ر مارچ
سنت صوفی شعراء کا کلام : صبح ۳۵-۸ ۱۸ اور ۲۵ر مارچ
تاریخ کشمیر : صبح ۰۵-۹ ۱۶، ۲۳ر اور ۳۰ر مارچ

غزلیں : اردو/کشمیری

غلام حسن صوفی : صبح ۴۰-۷
شام ۱۰-۶ اور
رات ۳۰-۸ ۱۶ر مارچ
آر کے کاپرو : صبح ۴۰-۷
دوپہر ۰۰-۱ اور
رات ۳۰-۸ ۱۸ر مارچ
آرتی تکو : دوپہر ۰۰-۱ اور
شام ۱۰-۶ ۱۸ر مارچ
نرملا دیوی : صبح ۴۰-۷ اور
شام ۱۰-۶ اور
رات ۳۰-۸ ۱۹ر مارچ
آشا کول : صبح ۴۰-۷ اور
دوپہر ۰۰-۱ اور
شام ۱۰-۶ ۲۰ر مارچ
ریتا کول : صبح ۴۰-۷ اور
شام -۶ اور
رات ۳۰-۸ ۲ [illegible] مارچ
اوایز کول : صبح [illegible]
دوپہر ۰۰-۱ اور
شام [illegible] ۲۲ر مارچ
نسیم اختر : دوپہر [illegible] اور
رات ۳۰-۸ ۲۲ر مارچ
اوشا ہنڈو : صبح [illegible] اور
شام ۱۰-۶ ۲۳ر مارچ
کیلاش مہرہ : صبح ۴۰-۷
شام ۱۰-۶ اور
رات ۳۰-۸ ۲۴ر مارچ

سدھارتھ کول : صبح ۴۰-۷
دوپہر ۰۰-۱ اور
رات ۳۰-۸ ۲۵ر مارچ
ریتا در : صبح ۴۰-۷ اور
شام ۱۰-۶ ۲۶ر مارچ
اسداللہ : صبح ۴۰-۷ اور
شام ۱۰-۶ ۲۷ر مارچ
کسم لتا : صبح ۴۰-۷
دوپہر ۰۰-۱ اور
شام ۱۰-۶ ۲۹ر مارچ
شانتی کول : دوپہر ۰۰-۱ اور
رات ۳۰-۸ ۲۹ر مارچ
کرن کول : صبح ۴۰-۷ ۳۰ مارچ
راج بیگم : صبح ۴۰-۷ اور
شام ۱۰-۶ ۳۱ر مارچ

پراگکاس

دوپہر ۴۰-۱۲
انسان سرگزشت (سلسلہ وار) : ۱۷ر مارچ
سون جسم : ۱۸ر مارچ
سائنس راج ترنگنی
(سلسلہ وار کہانی) : ۲۰ ، ۲۷ر مارچ
جنگ آزادی کی کہانی
از ڈاکٹر ایم کے ٹینگ : ۲۳ ، ۲۴ر مارچ
سون وطن : قومی کلنڈر : ۳۱ر مارچ

بات چیت انگریزی، ہندی

رات [illegible]
انگریزی تقریر [illegible] : [illegible] مارچ
انگریزی تقریر [illegible] : ۲۳ر مارچ
انگریزی تقریر [illegible] : ۳۰ر مارچ
ادب کا [illegible]
اردو تقریر [illegible] : ۱۶ر مارچ
[illegible] اردو تقریر
[illegible] : ۲۵ر مارچ

رانسٹر ـ اکنڈ تا ہی ہمارا بھوشیہ ہے
ہندی تقریر از ڈاکٹر نظام الدین : ۲۲ر مارچ
بانگل : کشمیر میں جنگلی جانوروں کے
تحفظ پر میر عنایت اللہ سے انٹرویو : ۱۹ر، ۲۰ر مارچ
عکس : تعمیر و ترقی پر تبصرہ
از غلام نبی خیال : ۲۶ر مارچ

ہم قلم ادبی میگزین

۱۔ آج کا اردو ادب اور عصری مسائل
اردو بات چیت از پروفیسر آل احمد سرور
۲۔ ایک نظر رسالوں پر : ڈاکٹر مجید مضمر
۳۔ ایڈیٹوریل از عبید صدیقی
رات ۳۰-۹ ۱۹ر مارچ

کشمیری اور اردو کھیل

رات ۳۰-۹
دیتال پچیسی (سلسلہ وار ڈرامہ) ۱۷، ۲۴ر مارچ
اُبھو منز کیڑ : کشمیری کھیل
تحریر از محمد سبحان بھگت : ۱۸ر مارچ
لوکس ہند دشمن
ہنرک السن کے اسٹیج ڈرامے کا
کشمیری رنڈائی روپ : ۲۵ر مارچ

سنگرمال کشمیری ادبی پروگرام

مباحثہ (کشمیری میں)
شرکاء علی محمد لون، بہارے رہبر
بم لال صراف، مسعود سیلانی : رات ۳۰-۹ ۲۶ر مارچ

بی مال (خواتین کے لئے کشمیری پروگرام)

سہ پہر ۰۰-۴
وزیمہ : کشمیری میں بات چیت
از ڈاکٹر بی این کلاّ : ۲۴ر مارچ
ڈرامہ
تحریر از ستار احمد شاہد : ۳۱ر مارچ

نوۆ ادب

صبح ۰۰-۸
نظم : سروانند کول پریمی : ۱۸ر مارچ
افسانہ : سوم ناتھ زتشی : ۲۰ر مارچ
نظم : غلام احمد کاشش : ۲۲ر مارچ
نظم : سلطان الحق شہیدی : ۲۵ر مارچ
نظم : فاضل کشمیری : ۲۷ر مارچ
افسانہ : فاروق مسعودی : ۲۹ر مارچ

وِوِدھ بھارتی



پریتی ساگر — پلے بیک سنگر
خصوصی جے مالا پروگرام پیش کرتے ہوئے۔



پینٹل — فلم اداکار خصوصی جے مالا پیش کرتے ہوئے۔



راجن مشرا، ساجن مشرا کے ساتھ
کملا سیٹھ (درمیان) کا انٹرویو سنگیت سریتا پروگرام میں نشر کیا گیا۔

Regd No. D-(C)39
RN No 14253 PRICE · RUPEE 1 00 MARCH

Licensed (U 23) to post without
prepayment at PSO, New Delhi



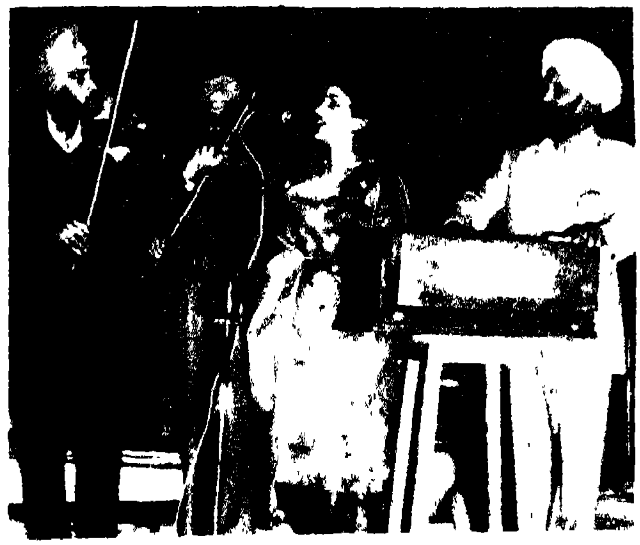


▲ کچھ جواں فنکار گروپ سانگ پیش کرتے ہوئے ۔

▼ بنسی ابادھیائے نے ڈوگری گیت پیش کیے ۔



▲ کماری منو مہتہ، مشتاق کاک اور انل کاک ایک مزاحیہ خاکہ پیش کرتے ہوئے ۔



▲ رادھیکا نے غزلوں سے سامعین کا منورنجن کیا ۔



▲ جواں سال فنکار گروپ سانگ پیش کرتے ہوئے ۔

رنگا رنگ پروگرام

جوانوں کے بین الاقوامی سال کے سلسلے میں ـــ ریڈیو کشمیر جموں
کی یووا وانی سروس کی
جانب سے گزشتہ دنوں مدعو سامعین کے روبرو
ایک رنگارنگ پروگرام پیش کیا گیا ۔
پیش ہیں اس پروگرام کی
کچھ تصویری جھلکیاں ـ

Published by the Director General, All India Radio, at the Office of the Chief Editor, Akashvani Group of Journals, PTI Building, II floor, Sansad Marg, New Delhi-110001
Printed by the Manager, Govt of India Photo Litho Press, Faridabad

یکم سے ۱۵ر اپریل [illegible]۸۵ء
۱۱ر سے [illegible]ر چیت ۱[illegible] شاکا

آواز

اشاعت کا ۵۰ واں سال
قیمت ایک روپیہ

آل انڈیا ریڈیو کے پروگرام، معلومات، مضامین، دل چسپ افسانے و منظومات



منشاءالرحمٰن خاں منشا

حق میں کسی قاتل کے دعا کون کرے گا
یہ کام بھلا میرے سوا کون کرے گا

ہو جس کی حیاداری بھی اک طرفہ قیامت
اس بت کو پشیمانِ جفا کون کرے گا

آسان نہیں ماضی کی یادوں کو بھلانا
سائے کو صنوبر سے جدا کون کرے گا

ہٹ جائیں جو ہم اہل جنوں صحن چمن سے
مشاطگی آب و ہوا کون کرے گا

پھر فصل گل و لالہ کہاں ہوگی میسر
سوکھی ہوئی کھیتی کو ہرا کون کرے گا

جو درد بڑے چاؤ سے بخشا ہو کسی نے
بتلائے کوئی اس کی دوا کون کرے گا

جلتا ہوا دل سرد جو ہو جائے منشا
سرگرمیٔ افکار عطا کون کرے گا

لطیف یاور

حیات کیسے گذارے یہ آدمی تنہا
رہی نہ خلد میں آدم کی ذات بھی تنہا

غم حبیب ہے ماضی کی یادگار میں
بڑا ہجوم ہے پھر بھی ہے زندگی تنہا

رلائے ہجر نے اس کو بھی خون کے آنسو
فقط مری ہی نہیں آنکھ شبنمی تنہا

تلاش یار میں ہوں اس طرح میں سرگرداں
ہوا میں گشت کرے جیسے نغمگی تنہا

ضرور چاہیے اشکوں کا دخل بھی اس میں
حیات کے لیے کافی نہیں ہنسی تنہا

مرا خلوص سلامت رہا جو تا بہ ابد
مرا ہنا راہ پہ بھٹکے گی سرکشی تنہا

اداس اداس فضائے بہار ہے یاور
چمن میں بیٹھ کے روتا نہ ہو کوئی تنہا

شاھد کبیر

دل تری چاہ میں یہ سوچ کے رو بھی نہیں
تجھ کو پایا ہی نہیں ہم نے تو کھویا بھی نہیں

کس طرح اب ہمیں مایوس کرے گی یہ زمیں
ہم نے کاٹا نہیں کچھ ایسے تو بویا بھی نہیں

اب یہاں کیا ہے ترے پاس ٹھہرنے کا جواز
یار تو نے تو سفینے کو ڈبویا بھی نہیں

آگ کے منھ سے نکلتی ہے دھوئیں کی فریاد
تو وہ مظلوم کے جی کھول کے رویا بھی نہیں

تو نے کس رنگ میں یہ رات گذاری شاہد
خواب بھی دیکھے بہت اور تو سویا بھی نہیں

عابد ناگپوری

ہر اک سے لوچیے ایسے [illegible] [illegible] ترے پہلے
ترے [illegible] ہے [illegible] [illegible] سمجھتے ہیں

ہجوم یاس میں جھوٹی [illegible] یادوں کی
جھلس کر رہ گئے ہیں [illegible] ترے تعلق میں

الجھ کر رہ گئی ہے خود [illegible] [illegible] میں ہستی
کوئی ٹوٹا ہے شاید جھانک کر دل کے دریچے سے

ہیں او نچائیاں کو تا ہی پرواز تک [illegible] ورنہ
فرشتے بھی کریں تقلید جس کی راہ الفت میں

خود اپنے عکس کو تا حد امکاں ہم نے دیکھا ہے
لب ساحل جو پلتے ہیں وہ طوفاں ہم نے دیکھا ہے

شب تاریک میں جشن چراغاں ہم نے دیکھا ہے
انھیں اپنے کیے پر خود پشیماں ہم نے دیکھا ہے

پریشانی کو اس گھر میں پریشاں ہم نے دیکھا ہے
کسی کو آج نزدیک رگ جاں ہم نے دیکھا ہے

تجھے ٹھوکر میں بھی دیوار زنداں ہم نے دیکھا ہے
لباس آدمیت میں وہ انساں ہم نے دیکھا ہے

دل عابد ہے شیدائی انھیں کافر اداؤں کا
جنھیں کافر کو بھی کرتے مسلماں ہم نے دیکھا ہے

حفیظ مومن

نئے خیال کا پرچم یہاں اگا دوں گا
میں ایک پیڑ نہیں ایک سلسلہ دوں گا

کسی دلیل کے نقطہ پہ پھر نہیں رکتا
لکیر کھینچے بیٹھا تو دائرہ دوں گا

قطب نما ہوں مجھے ساتھ لے چلو اپنے
سمندروں میں تمہیں سمت کا پتہ دوں گا

مجھے سنبھال کہ مجھ میں ہے ایٹمی طاقت
اگر مٹا تو یقیناً تجھے مٹا دوں گا

کوئی شعور تعاقب نہ کر سکے مومن
تیری نگاہ کو حیرت کا زاویہ دوں گا

امین بیودوی

دکھ درختوں کا وہ کچھ اور بڑھا دیتا ہے
جو سر شام پرندوں کو اڑا دیتا ہے

شام کر دیتی ہے ظلمت کے حوالے مجھ کو
صبح سورج مجھے سولی پہ چڑھا دیتا ہے

گونج اٹھا پھر مری ناکام امیدوں کا کھنڈر
پھر کوئی جسم کے گنبد میں صدا دیتا ہے

آج بھی عہد گزشتہ کا تصور بارہ
میری پلکوں کی منڈیروں کو سجا دیتا ہے

رہ کے آشفتہ سکوں بانٹ رہا ہے جو امین
دیکھنا ہے کہ اسے وقت یہ کیا دیتا ہے

غفار شاکر

رقص شب میں سحر کی بات کریں
عزم قلب و جگر کی بات کریں

تذکرہ اُن کے حسن کا کب تک
اپنے حسن نظر کی بات کریں

ہم کریں ناز دل کی دولت پر
جن کو کرنی ہے زر کی بات کریں

دور ہر ظلم و جبر و نفرت سے
اک سہانے نگر کی بات کریں

شکوۂ کج روی رہبر کیا
آؤ خود رہ گزر کی بات کریں

جس سے ملنے کی ہے راہ غزل پر ہیں
شاکر اس راہبر کی بات کریں

آل انڈیا ریڈیو کے پروگرام

آواز

چیف ایڈیٹر ڈاکٹر اوم پرکاش کیجریوال
ادارت
سراج احمد
سنگھوچ

تار کا پتہ LISTENER

ٹیلی فون
۳۸۲۲۴۹
۳۸۲۲۵۴

نئی دہلی | یکم اپریل ۱۹۸۵ء بمطابق ۱۱ چیت ۱۹۰۶ شاکا | جلد ۵۰ | شمارہ ۷

اس شمارے میں

قیمت

فی کاپی	ایک روپیہ
سالانہ	۲۲ روپے
دو سال	۴۲ روپے

(اندرون ملک ڈاک خرچ بذمہ ادارہ)

سیرت حضرت علی

مظفر نواب شیخپوروی

حضرت علی علیہ السلام کی ذات گرامی عام انسانوں کی سی نہیں جن کی صفات و سیرت کا احاطہ کیا جائے یا بیان سیرت کو آسانی سے ضبط تحریر میں لایا جا سکتا ہو۔ آپ کی ذات گرامی سراپا سیرت تھی۔ اس لیے آپ کی سیرت کے کسی ایک رُخ اور گوشہ پر روشنی ڈال کر سوال سیرت کو اختتام کی منزل پر پہنچا دینا غلط ہوگا۔ علیؑ کی سیرت بحر ذخائر کی حیثیت رکھتی ہیں۔ ضرورت اس اتھاہ سمندر میں غواصی کی ہے۔ چنانچہ ہر وہ ایک گوہر نایاب جو غواصی کے بعد دستیاب ہوگا اس بیش بہا موتی کی مثال سیرت علی ہے اور ایسی سیرت کی توضیح و تشریح کیلئے عمر خضر درکار ہے پھر بھی سیرت علی خاطر خواہ طور پر اجاگر نہ ہو سکے گی، بلکہ یہ تو یوں ہے کہ تشنہ توضیح رہ جائے گی۔ وہ ذات جن کی صفات ہمہ گیر کردار و سیرت کا ادیان و مذاہب عالم کے ہر مکتبۂ فکر کے لوگ متفق ہوں۔ ان کے سیرت کے سلسلہ میں خامہ کو تاہ رقم کو جنبش دینا بمصداق اس امر کے ہوگا کہ آفتاب روشن کو چراغ دکھایا جائے۔ ہاں سیرت علی کے سلسلہ میں اتنا ضرور عرض کروں گا کہ اگر رسولؐ اسلام یہ فرما سکتے ہیں کہ حسینؑ مجھ سے ہیں اور میں حسینؑ سے ہوں یا ایک ہی نور واحد سے میری اور علی کی تخلیق ہے تو میں کیوں نہیں یہ جرأت کروں اور یہ بانگ دہل اس کا اعتراف کروں اور زمانے کو بتاؤں کہ حضرت علی علیہ السلام کے کردار و سیرت و مراتب و مدارج و مناصب کے لیے یہی ایک اہم قول پیغمبر اسلام اور ارشادات جلیلہ کافی ہے۔ ہاں تو علی ہیں کون؟ حضرت علی جن کی ذات بابرکات بہ اعتبار سیرت و کردار مسلم الثبوت اور ناقابل اشتباہ تردید ہے۔ اس عالمگیر شخصیت کے پدر بزرگوار ہیں جن کی قربانیوں اور ایثار پر عالم انسانیت کو ناز ہے اور قول رسولؐ کے علاوہ کلام ربانی بھی رطب اللسان ہے۔ فدیناہ بذبح عظیم۔

ہمارے لیے پیغمبر اسلام کے بھی دو ارشادات علیؑ کی سیرت کو روشن کرنے کے لیے کافی ہیں۔ میں بلا وجہ تاریخوں کے حوالوں پر بھروسہ نہیں کروں گا۔ تاریخوں ہی کا یہ قطعی اور حتمی فیصلہ ہے کہ رسول اسلام افضل البشر تھے۔ اور بعد رسالت مآبؐ حضرت علی کو بہترین اور افضل ترین مقام قدرت نے عطا فرمایا ہے۔ تو ایسے شخص کی سیرت کے ایک گوشہ کو بیان کر کے یا قید تحریر میں لا کر کیوں محدودیت و مسدودیت پیدا کی جائے۔ ہے کوئی ایسا جو حضرت علی کے مقابلہ میں بہ لحاظ عبادت گزاری شجاعت و سخاوت مثل قرار پا سکے۔

رسولؐ اسلام کا علیؑ پر کامل بھروسہ اس بات کی تصدیق کرتا ہے کہ آپ صفات امانت داری سے مزین و مرصع تھے۔ ایک امین کا غیر امین پر بھروسہ اس بات کو روز روشن کی طرح روشن کرتا ہے کہ حضرت علی بھی امین تھے۔ یعنی یہ کہ صفات امانت داری میں رسول اسلام

کے برابر کے شریک تھے۔ میں فی الحال علی علیہ السلام کی اعلیٰ ترین سیرت عبادت گزاری ہی پر خاطر خواہ روشنی ڈالنے کی کوشش کرونگا شجاعت و سخاوت و اوصاف امانت داری فی الحال دائرہ موضوع عبادت گزاری میں نہیں آتے۔ علی علیہ السلام کی ان صفات پر مورخین عالم صرف معتبر ہی نہیں بلکہ متفق و متحد ہیں۔ یہ وہ اوصاف ہیں جو محتاج شہادت نہیں۔ پھر بھی اگر شہادت درکار ہو تو خیبر و خندق و احد اور دیگر غزوات اسلامی پر نگاہیں ڈالیں۔ سخاوت علی کہاں ملے گی، یہ معلوم کرنے کی فکر اگر دامن گیر ہو تو راہ حق میں انگشتری کی خیرات حالت نماز میں بلا کسی استدلال و براہین کے علی کی عظمت و سیرت کی بھرپور عکاسی کرتی ہے۔ علی کی عبادات گزاری دیکھنی ہو تو خانۂ خدا میں مجروح و مضروب ہونے کے بعد سجدۂ شکر بجا لانا علی کی اعلیٰ کرداری اور رفعت و عظمت کو کیا ثابت نہیں کرتا؟ سجدۂ شکر میں آپ کا یہ فرمانا "بحمد اللہ میں کامیاب و کامران قید حیات سے چھوٹ کر اپنے رب کی سمت جارہا ہوں" "علیؑ" کے زہد اور عبادت گزاری کی معراج یہی تھی کہ اگر بیٹے نے حالت سجدہ میں اپنے سر کی قربانی پیش کی تو مشیت یہی چاہتی تھی کہ علی قیام میں نہیں، قعود میں نہیں بلکہ حالت سجدہ میں اپنی جان کی قربانی پیش کریں اس لیے کہ علی کا یہی انوکھا انداز قربانی نگاہ الوہیت و ربوبیت میں محبوب و پسندیدہ قرار پاتے۔ میں یہ تو نہیں کہہ سکتا کہ علیؑ عالم الغیب تھے۔ صفات خداوندی میں میں کیوں انھیں شریک کروں لیکن یہ بھی فرد راز یقین ہے کہ اللہ جل شانہ نے اپنی قدرت کاملہ سے علی کو صفات عالم الغیبی سے مکمل طور پر آراستہ و پیراستہ فرمایا تھا۔ حضرت علی کی ذات گرامی سے متعدد واقعات عالم الغیبی سے وابستہ و موسوم ہیں جس کا انکشاف و مظاہرہ مولائے کائنات نے مختلف اور مناسب موقعوں پر فرمایا ہے۔ کیا عالم الغیبی کا وہ مشہور و معروف تاریخی واقعہ آپ کے ذہن رسا نے فراموش کر رکھا ہے۔ کیا آپ کو یاد نہیں کہ کوتاہ بینوں اور کم عقلوں نے مولا کو منزل آزمائش میں ڈالنا چاہا ہے۔ لوگ ایک زندہ کو مردہ قرار دے کر مولا کے حضور لائے اور التجا کی کہ مولا نماز جنازہ پڑھا دیا جائے۔ کم عقلو اور معرفت سے نابلد خاکی پتلوں تمہیں معلوم بھی ہے کہ تم کس کی آزمائش کو چلے ہو۔ تم اس کو آزمانے چلے ہو جس کا بر سر منبر یہ اہم اعلان ہو کہ لوگو جو کچھ تمہیں معلوم کرنا ہے معلوم کرلو اور جو کچھ پوچھنا ہو پوچھ لو جب تک میں تمہارے درمیان ہوں۔ رسولؐ اگر مخزن علوم ہیں تو علیؑ اسی سرچشمۂ علم اور میخانۂ وحدت و عرفان کا سرشار میکش ہے۔ رسولؐ اگر علوم کا ولایت ہیں تو مولائے کائنات اس شہر علوم کا دروازہ ہیں۔ یہ جان رکھو کہ شہر میں رسائی ناممکن ہے جب تک کہ دروازہ کا تعاون و سہارا حاصل نہ ہو۔ اچھا تو تم خیمۂ علوم کو آزمانے چلے ہو، ضرور ہے کہ تم منہ کی کھاؤ گے اور تمہیں ہزیمت فاش و دائمی اٹھانی پڑے گی۔ اسے تم اچھی طرح جان لو اور سمجھ لو۔ اور تم اپنے ناعاقبت اندیشانہ اعمال و حرکات و اقدامات و رویوں سے مورخین عالم کے لیے مواد فراہم نہ کرو۔ جو تمہارے لیے تذلیل و تضحیک و توہین کا سبب قرار پائیں۔ مولائے کائنات نے مسلسل تین بار یہ فرمایا کہ نماز پڑھا دوں، نماز پڑھا دوں، نماز پڑھا دوں؟ اور اس اہم استفسار کے بعد آپ نے نماز شروع فرما دی۔ لیجیے نماز جنازہ ہوگئی۔ مولا نے فرمایا عمل تدفین شروع ہو۔ چنانچہ زوروں پر استہزائی انداز سے قہقہوں کی آوازیں بلند ہوئیں اور ناعاقبت اندیشانہ شور و غل اور ہنگامہ شروع ہوا۔ فضا میں گونجتی ایک آواز سنائی دی۔ مولا آپ نے زندہ کی نماز پڑھائی ہے۔ مولا نے فرمایا زندوں کی نماز جنازہ ممکن العمل نہیں۔ اب جو تابوت پر نظر ڈالی جاتی ہے تو جس کو لوگ زندہ لائے تھے، مستقل مردہ تھا۔ بس پھر کیا تھا۔ ماں کی ممتا تڑپنے کراہنے سسکیاں بھرتی اور فریاد کرتی نظر آئی اور آہ و واویلا کے فلک شگاف نعرے بلند ہونے اور یہ مطالبہ کیا کہ مجھکو میرا لڑکا زندہ ملنا چاہیے۔ مولا نے دو رکعت نماز ادا فرمائی جسے بارگاہ وحدت میں قبولیت کا مقام حاصل ہوا اور پل بھر میں یعنی چشم زدن میں مولا کی دعائیں قبول ہوئیں اور منافقین کو ان کا زندہ حاصل ہوگیا۔ دیکھا آپ نے کون ذلت کے دریا میں غوطے لگاتے نظر آ رہا ہے۔ اور کون ذلیل و رسوا ہوا۔ اب آپ کو مولا کی موت و حیات پر قدرت و دسترس کا اندازہ ہوا ہوگا۔ ایک کیا سینکڑوں ایسے واقعات تاریخی ہیں جن سے مولائے کائنات کی برتری اجاگر اور نمایاں نظر آتی ہیں۔ تو بس اگر علی کی برتریوں کی تلاش و تحقیق و تفتیش ہے تو صرف ان کی وابستگی کو معلوم کرنے کی کوشش کرو۔ علیؑ محسن اسلام حضرت ابوطالب اور فاطمہ بنت اسد کے فرزند تھے۔ علیؑ رسولؐ اسلام کے چچازاد بھائی اور خویش تھے۔ علیؑ خاتون جنت مستورات عالم کی سردار جناب فاطمہؑ کے شوہر تھے۔ علیؑ سرداران جوانان جنت امام حسن و حسین کے والد بزرگوار تھے۔ اب کون سی وہ برتری علی کی ہوگی جس پر قلم رسائی ممکن ہو سکے گی۔ مولائے کائنات حضرت علیؑ کی یہی وہ حقیقتیں ہیں جس کے بعد برتریوں کا انفرادی تذکرہ کوئی معنی نہیں رکھتا۔ علی خصوصیات و برتریوں کا سراپا اور کامل مجسمہ اور امام المتقین تھے۔ وہ علی جس کی حیات طیبہ ان خصوصیات کی حامل و ضامن ہو اس کی سیرتیں کیا ہوں گی وہ محتاج تشریح و توضیح نہیں۔

(پٹنہ سے نشر)

منظر نواب سنجھوروی
محلہ مغل پورہ - پٹنہ ۸

شخصیات شعر و ادب
سلسلہ

آغا حشر

فن اور شخصیت

زندگی کے دو الگ الگ پہلو ہیں۔ اور جیسے جیسے وہ ایک دوسرے کے قریب ہوتے جاتے ہیں، فن سنورنے لگتا ہے اور شخصیت ابھرنے لگتی ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ محسوسات کی خوش اسلوبی سے ادائیگی کا نام "فن" ہے اور اس میں فنکار کے مزاج کا دخل اس کی شخصیت ہوتی ہے۔ آغا حشر پیدائشی فنکار تھے۔ ان کے گھر کے صوفی ماحول نے بچپن ہی سے انھیں محبت نواز اور گرد و پیش کے ایک ایک لمحے نے سوچنے اور سمجھنے کی قوت عطا کی تھی۔ اس لیے بچپن ہی سے جذبات نے اشعار کی صورت اختیار کرلی اور محسوسات نے کرداروں کی تخلیق کا آغاز کر کے ڈرامے کی دنیا میں انقلاب کا نعرہ بلند کیا۔

آغا حشر کاشمیری ۴ اپریل ۱۸۷۹ء کو بنارس میں پیدا ہوئے تھے۔ ۱۸۹۷ء تک جب ان کی عمر اٹھارہ برس کی تھی ان کے قلم کی جنبشوں میں ایک کہنہ مشق شاعر ایک مفکر اور ایک انشا پرداز کے احساسات بھرپور ہو چکے تھے۔ اس عمر میں ان کا یہ شعر ان کی خود اعتمادی کی دلیل ہے ؎

ایسا نہیں کوئی جو ہمیں جانتا نہیں
وہ کون ہے جو مہر کو پہچانتا نہیں

اس زمانے میں ان کے اشعار کے تیور ملاحظہ ہوں ؎

مزین گل زمین باغ، فرش مخملی سے ہے
صدا آتی مبارکباد کی ہر ایک گلی سے ہے

آج اس شوخ کے تیور نظر آتے ہیں بُرے
اب خدا ہی ہے جو اے حشر سنبھالے دل کو

ایک طرف آغا صاحب کے مزاج میں حسن و عشق کی دنیا تھی تو دوسری طرف جیسا کہ حسن نظامی صاحب نے آغا صاحب کے قلمی چہرہ میں لکھا ہے "سرو قد، خوب گورا رنگ، گول چہرہ، بڑی بڑی آنکھیں ایک آنکھ میں ہلکی سی کجی، آواز بلند اور گرجدار قیامت ڈھاتی تھی۔" ان میں ایسی کشش تھی جس نے آغا صاحب

بحیثیت شاعر



ڈاکٹر جمیلہ عالی جعفری

کی غزلوں میں تغزل کا وہ رنگ پیدا کیا ہے جس پر آج بھی تغزل کو ناز ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

غیر کی باتوں کا آخر اعتبار آ ہی گیا
میری جانب سے تیرے دل میں غبار آ ہی گیا

اس کے تیور ہیں وہی اتنی دل آزاری کے بعد
آج تو میں رو دیا احساس ناچاری کے بعد

میرے ہر شعر میں اے حشر ہے مستی و رنگینی
غزل میری شباب یار کی تصویر ہوتی ہے

آغا حشر نے اپنی زندگی ہندی اور اردو ڈرامہ نگاری کو سنوارنے میں صرف کی وہ ادب اور انشاء کی محفلوں میں ہمیشہ سربلند اور ممتاز رہے۔ غزل، نظم، ڈرامائی شاعر اور خطابت کے دائرے میں بہت کم شخصیتیں حشر کے مقابلے میں پیش کی جا سکتی ہیں — "شکریۂ یورپ" "موج زمزم" جیسی بلند پایہ نظمیں ایک امتیازی شان کی حامل ہیں۔

آغا صاحب کے اشعار سے ان کے فن کی وسعت کا پتہ چلتا ہے جس میں وہ سماج کے بھید بھاؤ، اونچ نیچ یا مذہب کے فرق کو ادب میں کوئی جگہ دینے کو تیار نہیں ہے۔ وہ کہتے تھے ؎

لڑتے ہیں اختلاف عقاید پہ حشر کیوں
یہ تو ہے ایک معاملہ دل کا خدا کے ساتھ

آغا حشر صرف محبت کے پیامی ہی نہیں بلکہ وہ خود بھی محبت کا مجسمہ تھے۔ ان کی آنکھوں سے محبت ٹپکتی تھی اور ان کی باتوں سے محبت کے پھول جھڑتے تھے۔ محبت کو انھوں نے اپنے اشعار میں یوں مخاطب کیا ہے ؎

زندہ ہے تجھ سے روح طرب کائنات میں
تو نغمۂ ازل ہے رباب حیات میں

آسودگی روح نشاط نظر نہیں
دنیا میں کچھ نہیں ہے محبت اگر نہیں

دراصل آغا صاحب یہ چاہتے تھے کہ یہ مایا بھرا سنسار محبت کے سمندر میں ایسا ڈوب جائے کہ دشمنی، عداوت اور لڑائی جھگڑے کا کہیں پتہ تک نہ ملے۔

۱۹۲۱ء میں ہندوستان کو قومی یک جہتی کی کتنی ضرورت تھی یہ تاریخ کے جاننے والوں سے پوشیدہ نہیں ہے۔ اس سلسلے میں آغا صاحب کے دردمند دل کی پکار سنیے ؎

جگہ جگہ پر کھڑی ہے سول، قدم قدم پر بچھے ہیں پھندے
دکان کھولی ہے معصیت کی، گناہ کے ہو رہے ہیں دھندے
نگاہ ناپاک، روح میلی، زبان جھوٹی، خیال گندے
کچھ ایسا بدلا ہے اب زمانہ، نہ وہ خدا ہے نہ وہ ہیں بندے
یہی ہے حالت تو دین و مذہب کو دور ہی سے سلام ہوگا
نہ ہوں گے ہندو، نہ ہوں گے مسلم، رحیم ہوگا نہ رام ہوگا

حقیقت یہ ہے کہ حشر ایک ایسے عظیم انسان تھے جو انسانیت کی شراب میں مست تھے اور دیر و حرم کے جھگڑوں سے بالاتر رہ کر میخانۂ حیات میں رہنا چاہتے تھے۔ جہاں انسانیت اور محبت کی شراب کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا ہے۔ وہ کہتے ہیں ؎

حشر ہے مست اسے دیر و حرم سے کیا کام
یہ وہیں ہوگا جہاں جلوۂ مینا ہوگا

انسان کو غم ماضی اور خوف مستقبل دونوں سے دور رہنا چاہیے۔ تاکہ وہ اطمینان اور خوشی کے ساتھ زندگی بسر کرے اور اس کے قدم آگے بڑھتے رہیں۔ آغا حشر کا یہ شعر اس پیغام سے آشنا ہے۔

بے خودی شوق کی دنیا ہے دنیا سے الگ
حال میں میرا واقف ماضی و مستقبل نہیں

وہ ہجوم مصائب میں بھی جینے کا سبق دیتے ہیں اور کہتے ہیں ؎

تو دہلتی ہوئی سانس سے جینے کا سہارا
اس شخص کو آندھی میں بھی چلتے ہوئے دیکھا

حشر کی شخصیت میں محبت کی ایک ایسی آگ روشن تھی جو ان کی غزلوں میں آشکار ہے مگر ان کی نظموں اور دیگر ارشادات کی گرج میں آزادی کی ایسی للکار ہے جو سوتے ہوئے ہندوستان کو جگانے میں اور معاشرے کو سدھارنے میں ان کی حیات میں بھی کامیاب تھی اور آج بھی کامیاب ہے۔ ان کا یہ شعر ادبی دنیا کے لیے مشعل راہ ہے ؎

لگی ہو آگ سینے میں تو شعر گرم ہو پیدا
کہ شاعر وہ شمع ہے جو جلتا ہے تو پگھلتا ہے

(آکاشوانی لکھنؤ سے نشر)

ڈاکٹر جمیلہ عالی جعفری
جی / ون اروند کالونی۔ بی ایچ او
وارانسی ۵ (یوپی)

مضمحل حوصلے

حمید الماس

مری پرورش میں سلیقہ نہ تھا ورنہ
بچپن کے لمحات ویسے نہ ہوتے
کبھی میں نے
باطن کی آنکھیں جو کھولیں تو دیکھا
کہ ہر سمت اک آگ سی جل رہی ہے
جھلسے ہیں جذبات
اور خواہشوں کے رسیلے پھلوں کی تمنا بھی
ناسور سی بن گئی ہے
مرے حوصلے
خون پی کے بھی
دل کے کسی نرم گوشے میں دبکے ہوئے ہیں
مرے رد برد
دور تک یاد کا دشتِ پُر خار ہے
پشیمانیوں کی سلگتی ہوئی دھوپ میں
جل چکی ہے جوانی بھی لیکن
جوانی کی باتیں کبھی ختم ہوتی نہیں
مجھ میں
اپنے ہی ماضی کی تردید کا حوصلہ بھی نہیں ہے

(آکاشوانی بنگلور سے نشر)



اپریل فول

یوسف ناظم

ویسے تو آدمی عمر بھر بےوقوف بنتا ہی رہتا ہے لیکن پہلی اپریل کے دن بےوقوف بننے کی بات ہی اور ہوتی ہے۔ صبح ہی سے آدمی تیاری شروع کر دیتا ہے کہ آج بےوقوف بننا ہے۔ آئینے کے سامنے کھڑے وہ خوش ہوتا ہے کہ واہ آج پہلی اپریل کو کیا روپ نکھر آیا ہے۔ اس دن دنیا کے سارے عقلمند لوگ دنیا کے سارے کام چھوڑ کر بےوقوف بنانے کی مہم پر نکل جاتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ اگر آج کا دن یونہی ہاتھ سے نکل گیا تو ان کے مستقبل پر بہت بُرا اثر پڑے گا۔ ممکن ہے بیوپار میں گھاٹا ہو جائے۔ نوکری میں ترقی نہ ملے اور بچوں کو انگریزی اسکول میں جانا نصیب نہ ہو اس لیے وہ جان پر کھیل جاتے ہیں لیکن بےوقوف بنانے کا اہم کام ضرور انجام دیتے ہیں۔ اس دن اگر کوئی شخص آپ سے اسپتال جانے کا راستہ پوچھے تو اسے سینما ہال کا پتہ ضرور بتانا چاہیے۔ صبح ہی صبح کسی کا بھی فون نمبر گھما کر اسے یہ اطلاع ضرور دینی چاہیے کہ اس کے چچا ایرپورٹ پر اس کا انتظار کر رہے ہیں اور چچی بھی ان کے ساتھ آئی ہیں۔ یہ نہیں ہو سکتا تو کم سے کم اتنا تو کرنا چاہیے کہ کسی کے دروازے پر کھڑے ہو کر گھنٹی بجائی جائے اور دروازہ کھلنے سے پہلے آپ وہاں سے ہٹ جائیں۔ اسے بھی اپریل فول بنانا سمجھا جاتا ہے۔ لیکن سچ یہ ہے کہ یہ تاریخ ہے بہت اہم۔ سارے مہذب اور ترقی یافتہ ملکوں کا نیا بجٹ اسی دن بنتا ہے، نئے ٹیکس اسی دن نافذ ہوتے ہیں، ریلوے کا کرایہ اسی مبارک دن بڑھایا جاتا ہے، ڈاک کی شرح بھی اسی دن بدلی جاتی ہے۔ پہلی اپریل کو بجٹ بننا ہی چاہیے۔ اب تو یہ طریقہ اتنا عام ہو گیا ہے کہ ایسے ملک بھی جن کے پاس اپنا ایک پیسہ نہیں ہے بجٹ بنانے لگے ہیں۔ کیونکہ بجٹ کے معاملے میں سہولت یہ رکھی گئی ہے کہ گھاٹے کا بجٹ بناتے رہو آپ سے کوئی نہیں پوچھ سکتا کہ بھائی اس بجٹ کی ضرورت کیا تھی۔ وہ بات تو آپ کو معلوم ہی ہوگی کہ ریلوے ٹائم ٹیبل بھی صرف اسلئے چھاپے جاتے ہیں تاکہ معلوم ہو سکے کہ ریل گاڑیاں کتنی لیٹ چل رہی ہیں۔ خسارے کے بجٹ کی بھی یہی خوبی ہے کہ معلوم ہو جاتا ہے کہ کتنا خسارہ ہوا۔ پہلی اپریل ہی کو یہ کام ہو جانا چاہیے۔ اس کام کے لیے یہ تاریخ کب اور کیوں چنی گئی، اس کا سنہ تو معلوم نہیں لیکن وجہ ظاہر ہے ہے کہ عوام اس دن بےوقوف بننے میں حرج بھی نہیں سمجھتے۔ پہلی اپریل [illegible] کا ذکر ہی فضول ہے۔

لیکن دیکھا یہ گیا ہے کہ نوجوان [illegible] اپریل [illegible] سے طرح طرح کا سلوک کرنے پر [illegible] پہلی اپریل [illegible] کا نہیں [illegible] دنیا کی [illegible] چلا جاتا ہے اور لوگ کا پہلا جھگڑا بھی اسی دن چلانا شروع ہوتا ہے افسوس اس بات کا ہے کہ مورخ [illegible] ماہرین نے اس کو تحقیق کا موضوع نہیں بنایا ہے حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ [illegible] بائبل کے لیے ایک خاص مہینے کی ایک خاص تاریخ مقرر ہوتی ہے اسی طرح لوگ کے پہلے جھگڑے کے لیے جو تاریخ مقرر کی گئی وہ بھی پہلی اپریل ہے۔ کوئی بھی تاریخ بدل سکتی ہے لیکن جھگڑے کی تاریخ نہیں بدل سکتی۔ اگر یہ بدل گئی تو نظام [illegible] کے درہم برہم ہونے کا خطرہ ہے۔ پہلی اپریل کو لو بڑے اہتمام سے چلائی جاتی ہے۔ اور دو تین مہینے سے اس کے پہر سال شروع ہو جاتے ہیں۔ ہوائیں اس طرح سیٹی بجانے لگتی ہیں جیسے [illegible] نہ ہوں خطرے کا سائرن ہوں۔ لیکن اس لو سے ان لوگوں کو کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا جو حسد کی آگ میں پہلے ہی سے جلنے کے عادی ہوں۔ یہ لو تو عام لوگوں کے لیے چلائی جاتی ہے جن کا ادب اور سیاست سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ پہلی اپریل کو سورج بھی طلوع ہوتا ہے تو عام جنتری میں طلوع ہوتا ہے اور صبح کے ۹ بجنے سے پہلے ہی اس کے غیظ و غضب کا یہ حال ہوتا ہے کہ جو شخص بھی دھوپ کا چشمہ لگائے بغیر اس کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھ لیتا ہے دو دن تک اس کا زاویہ نگاہ بدلا رہتا ہے۔ اس کی یہ نگاہ نگاہ واپس تو نہیں ہوتی لیکن اتنی کمزور ضرور ہو جاتی ہیں کہ صرف اصلی شہد سے درست ہو سکتی ہے۔ پہلی اپریل کو سورج کی طرف آنکھ بھر کر دیکھنا اپریل فول بننا ہے اس کے علاوہ یہ کافی مہنگا بھی پڑتا ہے۔

قدرت کے انتظامات میں ایک انتظام یہ بھی ہے کہ پہلی اپریل کو پیدا ہونے والے بچوں کی تعداد دوسرے دنوں میں پیدا ہونے والے بچوں کی تعداد سے اتنی زیادہ ہوتی ہے کہ اگر [illegible] میں [illegible] پہلی اپریل کی اولاد [illegible] [illegible] کوئی [illegible] [illegible] شخص [illegible] [illegible] کسی [illegible] [illegible] نکلی ہے۔

[illegible] بھی [illegible] بیوقوف بنانے [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] معلوم ہوا کہ دھوکا [illegible] [illegible] ہمارے [illegible] [illegible] زیادہ [illegible] [illegible]

[illegible] بعد [illegible] [illegible] بھی [illegible] [illegible] ان کا [illegible] کہ اپریل فول [illegible] حالانکہ ان کے [illegible] [illegible] کو اپریل فول [illegible] گیا ہے۔

[illegible] کوئی اہم کام [illegible] [illegible] پہلی اپریل کو آپ اپنی شادی کریں۔ [illegible] لوگوں کو صرف آپس کی [illegible] دکھانے کا قصد کریں لیکن اس دن شادی کرنے کا نتیجہ [illegible] نکلے گا کہ دولہا دولہن کے سوا تیسرا آدمی پنڈال میں نظر نہیں آئے گا۔ اس لیے پہلی اپریل کو شادی کرنے والوں کو عقد کرنے کا طریقہ بھی سیکھ لینا چاہیے۔ کہنے کو تو وہ دو بول بس تین سے ہوتے ہیں لیکن اس عمل کو سیکھنے کیلئے ایک عمر چاہیے۔ اس لیے ایک یا دو دن ٹھہر کر شادی کرنے میں خود کی عافیت ہے۔ شادی کے لیے اپریل فول بننا یا اپریل فول بننے کے لیے شادی کرنا مناسب نہیں ہے۔ یہ کام کسی دن بھی ہو سکتا ہے۔

آپس میں اپریل فول بننا یا بنانا ایک گھریلو صنعت ہے۔ لیکن اس عمل کو عالمی اور بین الاقوامی سطح پر بھی آزمایا جا سکتا ہے تاریخ میں ایسی کئی چھوٹی موٹی لڑائیوں کا ذکر ملتا ہے جو ہنسی مذاق میں شروع کی گئی تھیں صرف اپریل فول بنانے کے لیے لیکن سچ مچ کی جنگ بن گئیں۔ تیسری جنگ عظیم بھی اسی طرح شروع ہونے والی ہے۔ ہمیں یہ امید تھی کہ اس سال یہ کام ہو جائے گا لیکن معلوم ہوا کہ جنگ کا ماحول تو بن گیا ہے، فضا بھی سازگار ہے لیکن کچھ اسلحہ ابھی بننے ہیں۔ آج کل اسلحہ سازی کے فن میں دقت یہ ہو گئی ہے کہ ایک ہی قسم کا بم یا گیس بناؤ تو دوسری طرف فوراً اس کا جوابی بم تیار ہو جاتا ہے۔ اس لیے جنگ کے چھڑنے میں دیر ہو رہی ہے۔ لیکن اس سال دوسرے بہت سے منصوبوں پر عملدرآمد ہونے والا ہے۔ مثال کے طور پر آگرے میں تیل کے کارخانوں کے دھوئیں سے

تسخیر نفس

یونس اگاسکر

انسان کو ازل سے عظمت کی تلاش رہی ہے۔ مختلف قوموں کے اولوالعزم افراد نے نت نئے طریقوں سے عظمت حاصل کی ہے ان میں زیادہ تر ایسے سورما رہے ہیں جنھوں نے فاتح عظیم بن کر اپنی عظمت کا سکہ جمایا ہے۔ مگر مہاتما گوتم بدھ کے الفاظ میں:

"میدان جنگ میں ہزاروں کو شکست دینا عظمت کی نشانی نہیں ہے۔ صحیح معنی میں عظیم وہ ہے جو اپنے نفس پر فتح پائے"۔

ممکن ہے مہاتما بدھ کے اس قول میں لوگوں کو محض تپسیا اور لذتوں سے ترک کرنے کا پیغام ملے حقیقت یہ ہے کہ ایک عام انسان بھی اپنے لالچ، حسد، نفرت، ہوس جیسے جذبات پر قابو پا کر عظمت کی سرحدوں کو چھو سکتا ہے۔ ذوق نے جب کہا تھا کہ بڑے موذی کو مارا نفس امارہ کو گر مارا تو اسی پیغام کو شعر کے سانچے میں ڈھالا تھا۔

انسان کی بعض جبلتیں ایسی ہیں کہ ان کے بغیر اس کا وجود باقی نہیں رہ سکتا۔ مگر انسانی وجود کا بقا ہی اس کے وجود کا مقصد نہیں ہو سکتا آخر یہ بقا کس لیے؟ اگر انسان اپنی جبلتوں کا غلام بن کر انسانی معاشرے کے لیے مفز اور تباہ کن ثابت ہونے لگے تو اسے سب سے پہلے ختم ہو جانا پڑے گا کیونکہ اس طرح دنیا کا وجود ہی خطرے میں پڑ جائے گا۔ وہ سورما جنھوں نے جنگوں میں فتح حاصل کرنے کے باوجود نفس کو قابو میں نہیں رکھا، عظمت کا تاج ان کے سر سے چھین لیا گیا۔ تاریخ نے انھیں ظالموں اور انسانیت کے دشمنوں کی صف میں جگہ دی۔

دراصل طاقت اور انسان کی عظمت اس میں پوشیدہ ہے کہ وہ اپنی طاقت کو غلط ڈھنگ سے استعمال ہونے سے روکے۔ جب مطلق العنان حکمران کو قابو میں رکھنے والی قوتیں مفقود ہوتی ہیں تو حکمران کو اپنی ذات پر خود ہی قابو پانا ہوتا ہے۔ کیونکہ ہیرلڈ لاسکی کے الفاظ میں "اقتدار بدعنوانی پر آمادہ کرتا ہے اور مطلق العنان اقتدار مکمل بدعنوان بنا دیتا ہے۔" یہ اقتدار جب کسی ایک شخصیت کے ہاتھوں میں سمٹ آئے تو بڑے بھیانک نتائج برآمد ہوتے ہیں۔ ایسے میں مہاتما گوتم بدھ کی تلقین کو رہنما بنایا جائے تو تباہی سے بچا جا سکتا ہے۔

افسوس بزرگوں کے اقوال پر زیادہ تر عمل بے چارے کمزور اور اقتدار سے محروم افراد ہی کرتے ہیں۔ اگر نفس پر قابو پانے کا درس اہل اقتدار اپنا لیں تو دنیا میں تباہیوں کا سلسلہ بہت کم ہو جائے۔

پھر بھی کمزوروں اور غریبوں کو یہ نہیں بھلانا چاہیے کہ ان سے بھی کمزور اور لاچار لوگ دنیا میں موجود ہیں۔ ایک کلرک جو اپنے افسر کی زیادتی کا بدلہ اپنے ماتحتوں سے لیتا ہے۔ ایک چپراسی جو اپنی توہین کا غصہ بیوی بچوں پر اتارتا ہے۔ ایک استاد جو گھر میں ہونے والی چخ چخ کے نتیجے میں ننھے منے شاگردوں پر سختی کرتا ہے، ایک تاجر جو اپنے نقصان کے نتیجے میں نوکروں اور گاہکوں سے بدسلوکی کرتا ہے۔ ایک ذہین شخص جو ناتجربہ کار یا کم سمجھ لوگوں کو اپنا شکار بناتا ہے۔ یہ سب نفس کے غلام ہیں اور کسی صاحب اقتدار سے کم ظالم نہیں ہیں۔ ان سب کو مہاتما بدھ کے ان الفاظ سے رہنمائی حاصل کرنی چاہیے۔ اگر وہ اپنے آپ پر قابو پانا سیکھ جائیں تو عظمت کی راہیں ان پر آسان ہو جائیں گی۔ اور بہت ممکن ہے کہ انھیں آہستہ آہستہ وہ مقام حاصل ہو جائے کہ تاریخ ان کا تذکرہ کرنے پر مجبور ہو جائے۔

اس حقیقت کی ایک عمدہ مثال موہن داس کرم چند گاندھی ہیں: جنھوں نے حق کی تلاش کرنے کا بیڑا اٹھایا اور سب سے پہلے نفس پر قابو پانے کی کوشش کی۔ ان کی خود نوشت سوانح عمری اس پر دلالت کرتی ہے کہ وہ مہاتما پیدا نہیں ہوئے تھے۔ اپنی جدوجہد اور کوشش سے مہاتما بنے۔ ظلم و جبر اور ناانصافی کے خلاف آواز اٹھاتے ہوئے انھیں اپنے آپ سے بھی لڑنا پڑا۔ انگریزوں سے جنگ کر کے ملک کو آزاد کرانے کی جدوجہد میں وہ یہ نہیں بھولے کہ انھیں اپنے آپ سے، اپنے نفس سے بھی لوہا لینا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اہنسا اور ستیہ گرہ کے ہتھیاروں کو کامیابی سے برت سکے۔

(بمبئی سے نشر)

○●○●○●○●○●○●○●○●○●○

...انی محل کو جو نقصان پہنچ رہا ہے اس کے تحت تمام محل کو کسی دوسرے مقام پر منتقل کیا جانے والا ہے۔ زیادہ امکان ... کا ہے کہ اسے کوڑی کنال منتقل کر دیا جائے۔

یہ بھی سوچا جا رہا ہے کہ جو مقامات پر آثار قدیمہ بہت کم ہیں اس لیے اس سال دو تین مشہور جگہوں پر اچھے آثار قدیمہ قائم کیے جائیں گے۔ ان آثار قدیمہ کا سنگ بنیاد رکھنے کے لیے موزوں اشخاص کا انتخاب کیا جا رہا ہے۔ اور جونہی یہ انتخاب ہو جاتا ہے سنگ بنیاد رکھنے کی تقریب کا اعلان کر دیا جائے گا۔ آثار قدیمہ کے سنگ بنیاد کے لیے جو پتھر چنے گئے ہیں وہ خود ... سال پرانے پتھر ہیں۔

... کے منصوبے ... سمندر کا سارا پانی نکال کر ... سال ... پانی ڈالا جائے گا۔ پانی کے رنگ کا ... بہت سے سمندروں میں وافر مقدار میں موجود ہے اور ... سے تھوڑا تھوڑا پانی بھی نکالا گیا تو کام بن سکتا ہے۔ جب ... سمندر ... ہے تو سمندر کے ... سفید ... سکتے ہیں۔

... پارلیمنٹ ... منتقل کر دیا جائے گا بلکہ طے یہ کیا گیا ہے کہ اس قسم کی ... سال ... ایک مقام سے دوسرے مقام پر منتقل ... سارے لوگ ان سے مستفید ہو سکیں۔ ... منتقل کرنا البتہ مشکل ہے کیونکہ یہ پہلے ہی سے جھکا ہوا ہے ممکن ہے نقل و حرکت میں یہ کم فہمیدہ عوام کی طرح اور زیادہ جھک جائے۔

ایک اور اہم بات جو طے ہوئی ہے ... کے ممبروں کے سارے کپڑے ان لوگوں میں تقسیم کر دیے جائیں گے جنھیں ان کی دائمی ضرورت ہے۔

(بمبئی سے نشر)

شبنم نقوی

حادثے بے اثر نہیں ہوتے
جب کبھی چارہ گر نہیں ہوتے
منزلیں تو دکھائی پڑتی ہیں
فاصلے مختصر نہیں ہوتے
اس طرح لے چلو نہ رات برات
راستے معتبر نہیں ہوتے
کون سمجھے نزاکت غم دل
سب تو اہل نظر نہیں ہوتے
جشن دیوانگی منائیں بھی کیا
ہم سے لوگوں کے گھر نہیں ہوتے
اب تو محسوس ایسا ہوتا ہے
رابطے معتبر نہیں ہوتے

(الٰہ آباد سے نشر)

گلبرگہ کی شادیاں ۔ تب اور اب

شمیم ثریا

شادی بیاہ ایک سماجی ضرورت ہے سماجی زندگی میں تبدیلی کے ساتھ ساتھ شادی کی روایت میں بھی تبدیلی آنا لازمی شے ہے۔ گلبرگہ ایک ایسا شہر ہے جس کی معاشی ترقی کی رفتار بہت سست رہی ہے۔ آج سے پچاس برس قبل کے گلبرگہ اور موجودہ گلبرگہ میں بہت کم فرق معلوم ہوگا سوائے اس کے کہ تقریباً ایک دہے سے یہاں تعمیری اور تعلیمی سرگرمیاں بڑھ گئی ہیں مجھے اس موضوع کے سلسلہ میں چند بزرگ خواتین سے ربط قائم کرنا پڑا جن کی فراہم کردہ معلومات سے میں اس نتیجہ پر پہنچی کہ موجودہ گلبرگہ میں شادی کی رسومات کم و بیش وہی ہیں جو ایک عرصہ سے چلی آرہی ہیں اور ایک روایت بن گئی ہیں۔

ابتدا میں گلبرگہ کی سماجی زندگی پر مذاہب کا گہرا اثر تھا۔ شادی کو سنت نبوی اور شریعت کی پیروی سمجھا جاتا تھا اس لیے فضول خرچی اور ظاہرداری سے اجتناب کیا جاتا تھا۔ جوڑے کی رقم اور جہیز کے مطالبہ کا رواج نہیں تھا۔ شادی میں جو لین دین ہوتا تھا وہ کپڑوں اور سونے پر مشتمل ہوتا تھا۔ دولہا کے لیے کپڑے مانگے جاتے تھے اور دلہن کے لیے زیور لڑکی والے لڑکے کو اپنی حیثیت کے مطابق کپڑے بنایا کرتے تھے جو دو چار جوڑوں پر مشتمل ہوتے تھے قمیص پاجامہ پٹکا تواں، ٹوپی وغیرہ لوازمات میں سے تھے۔ اس کے ساتھ کوٹ یا شیروانی کا استعمال خاندانی روایت کے مطابق ہوتا تھا۔ دلہن کے لیے بھی دولہے والے حسب حیثیت چار یا پانچ جوڑے کپڑے لے جاتے۔ رشتہ طے کرتے وقت بزرگوں کی مرضی کو مقدم رکھا جاتا تھا اور ذات برادری میں شادی کرنا مستحسن سمجھا جاتا تھا۔ گلبرگہ کے قرب و جوار کے قریوں میں شادی بیاہ کے معاملات طے کرنے میں پنچایت کو کافی اہمیت دی جاتی تھی۔ کیونکہ گاؤں کے کسی بھی فرد کی بیٹی سارے گاؤں کی بیٹی سمجھی جاتی تھی۔ پٹیل، پٹواری اور ملا کافی اہمیت کے حامل افراد ہوتے تھے۔ پنچایت کی فیس بھی ہوتی تھی۔ اس فیس کو ایک فنڈ سے بھی تعبیر کیا جاسکتا ہے کیونکہ فیس کی شکل میں جمع ہونے والی رقم کو کسی کارآمد مد میں لگایا جاتا۔

عموماً شادی کی تقاریب پانچ دنوں پر مشتمل ہوتی تھیں جن کو ہلدی، مہندی، تیلوا، عقد اور ولیمہ میں منقسم کیا جاسکتا ہے۔ ہلدی سمجھئے کہ مانجھے کی شروعات کو کہتے تھے۔ اس روز بکرا ذبح کیا جاتا اور کھانا کھلایا جاتا تھا اس روز کا کھانا ایک مخصوص پکوان کھچڑے پر مشتمل ہوتا تھا۔ دراصل ہلدی کی رسم ایک نیاز ہوتی ہے جو حضرت سید سلطان کے نام سے ہوتی ہے اور کئی گھرانوں میں آج بھی مروج ہے اسی طرح مہندی کے روز کھیر پکاکر کل پیروں کے نام سے فاتحہ دی جاتی تھی۔ یعنی پہلے پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور پھر دیگر انبیاء و اولیاء کے نام سے نیاز و فاتحہ کے بغیر ہلدی اور مہندی کی رسم کو ادا کرنا معیوب سمجھا جاتا تھا۔ شاید اس لیے کہ شادی اتباع اہل شریعت ہے۔

نکاح سے ایک دن قبل تیل چڑھانے کی رسم ادا کی جاتی تھی۔ یہ رسم بڑی رنگارنگی کی حامل ہوتی تھی اس کو پانچ سہاگن خواتین ادا کرتیں۔ تیل چڑھانے سے قبل چوک بھرنے اور پت جھڑنے کی رسمیں ہوتیں۔ چوک بھرنے پت جھڑنے اور تیل چڑھانے ان تمام مواقع پر الگ الگ گیت گائے جاتے تھے جن میں حضرت بی بی فاطمہ رضہ اور حضور اکرم کا ذکر اکثر و بیشتر ہوا کرتا تھا۔

شادی کی رسومات سے قبل منگنی کی رسم بھی کافی اہمیت کی حامل ہوتی ہے۔ لڑکے اور لڑکی کی منگنی الگ الگ ہوتی تھی "منگنی" کا مفہوم یہ ہوتا کہ لڑکی اس کے ماں باپ سے مانگ لی گئی ہے اور اس طرح اب وہ لڑکے والوں کی ذمہ داری بن گئی ہے۔ اکثر صورتوں میں لڑکے والے لڑکی کے ماں باپ کو کچھ نقد رقم دے کر لڑکی کو اپنا لینے کا اظہار کرتے تھے یہی وجہ تھی کہ کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا کہ لڑکے والے شادی سے قبل لڑکی کو اپنے گھر لے جاتے وہیں نکاح پڑھوایا جاتا اور پورا خرچ وہی برداشت کرتے تھے۔ لڑکی والے حسب حیثیت کچھ سامان اور ایک دو جوڑے کپڑے لڑکی کو تحفتاً دیتے۔ مہر بھی واجبی ہوتا تھا جو سوا روپیہ اور ڈھائی روپیہ سے لے کر سوا سو اور ڈھائی سو تک باندھا جاتا تھا البتہ بری کو کافی اہمیت دی جاتی تھی۔ گیارہ من بارہ من بری جو کم از کم ڈھائی من پہ جاکر ختم ہوتی تھی جتنی زیادہ بری ہوتی اتنی ہی زیادہ مبارک سمجھی جاتی تھیں۔

یہ شادیاں اس دور کے گلبرگہ کی ہیں جبکہ پیشے موروثی ہوتے تھے۔ خاندانت سے باہر شادیاں بہت کم کی جاتی تھی۔ لڑکے کی آمدنی و تعلیم سے زیادہ خاندانی نجابت شرافت دیکھی جاتی تھی۔ اس میں سودے بازی کی گنجائش نہیں تھی چونکہ شادی بیاہ میں صرف لڑکے کی خواہش ہی مدنظر نہیں ہوتی تھی بلکہ سارے خاندان کی خوشی بھی مضمر ہوتی تھی۔ لہٰذا یہ ایک مشترکہ ذمہ داری سمجھی جاتی تھی لڑکے والے خود لڑکی والوں کے گھر کے چکر کاٹا کرتے اور لڑکی کے والدین پر مالی بوجھ ڈالے بغیر اپنے فرض سے سبکدوش ہوجایا کرتے تھے۔

موجودہ دور میں یہاں دو اہم بنیادی تبدیلیاں آگئی ہیں تعلیم کے عام ہوجانے اور اچھی ملازمتوں کے حصول میں دشواری کے باعث ہمارے معاشرہ میں لڑکوں کی مانگ بڑھ گئی ہے اور جہیز و جوڑے کی رقم کا مطالبہ عام ہوگیا ہے۔ ایک تعلیم یافتہ شریف خاندان اور برسر روزگار لڑکا اپنے ہی خاندان کی ایک شریف اور سگھڑ لڑکی سے شادی کرنے کی بجائے غیر خاندانی لڑکی سے شادی کا خواہاں ہوتا ہے اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ خاندان میں رشتہ کرنا گھاٹے کا سودا سمجھا جاتا ہے جہاں نہ جوڑے کی معقول رقم مانگی جاسکتی ہے نہ جہیز کا مطالبہ کیا جاسکتا ہے بلکہ فریقین کے مابین ایک سمجھوتہ سا ہوجاتا ہے جوڑے کی رقم لڑکے کی ڈگریوں پر انحصار کرتی ہے۔ ایک ڈاکٹر اور انجینئر کے لیے یہ رقم پندرہ، بیس ہزار سے لے کر پچاس ہزار بھی ہوسکتی ہے جبکہ ایک آفس کلرک، اکاؤنٹنٹ اور ٹیچر کے لیے یہ پانچ، دس اور پندرہ ہزار تک بھی ہوسکتی ہے۔ دندی، بڑھئی سنار جیسے پیشہ ور کاریگروں کی قیمت بھی ہزار گیارہ سو سے کم نہیں مہر ہزاروں میں باندھا جارہا ہے۔ جہیز کی فہرست میں پنکھا، ٹرانسسٹر، الماری، سائیکل وغیرہ شامل کرنا عام بات ہوگئی ہے البتہ اس فہرست میں کمی یا جوڑے کی رقم میں کمی اس وقت ہوتی ہے جب لڑکی خود ملازمت کرتی ہو۔ عقد کے موقع پر دلہن والوں کی طرف سے کھانا دینا لازمی ہے۔ سہولت اور کفایت کی خاطر بعض اوقات ایسا بھی کیا جاتا ہے کہ عام مدعوئین کی خاطر تواضع چائے شربت سے اور دولہا والوں کی کھانے دانے سے کی جاتی ہے جہاں دولہا جوڑے کی رقم کا مطالبہ نہیں کرتا وہاں وہ اپنی پسند کے کپڑے خریدنے کو ترجیح دیتا ہے دلہن کو ماں باپ کی جانب سے دیے جانے والے جوڑوں کی تعداد بھی اب بڑھ گئی ہے۔

شادی سے قبل لڑکا لڑکی کو یا اس کی تصویر کو دیکھنا ضروری سمجھتا ہے کیونکہ وہ سمجھتا ہے کہ اس کی بیاہتا زندگی کا تعلق صرف اس کی ذات سے ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج کل لڑکے اور لڑکی کی پسند سے شادیاں بھی عام ہوگئی ہیں۔ بین فرقہ شادیاں بھی دیکھنے میں آرہی ہیں۔ ماں باپ اور بزرگوں کی مرضی و مشورہ اب ایک رسمی چیز ہوکر رہ گئی ہے۔

منگنی کی رسم میں بھی یہ ترمیم کردی گئی ہے کہ لڑکی کے رسم کے ساتھ ہی لڑکے کا رسم بھی لڑکی والوں کے گھر پر ہی ادا کردیا جاتا ہے پہلے لڑکے والے زیر بار ہوا کرتے تھے اب لڑکی والے ہوا کرتے ہیں۔

مانجھے اور شادی کی رسومات میں بھی اختصار اور احتراز سے کام لیا جارہا ہے۔ بیشتر فضول رسومات کے ترک کرنے کے ساتھ ساتھ وہ خوبصورت گیت بھی رفتہ رفتہ ترک ہورہے ہیں۔ جو مختلف مواقع پر سہاگنیں اور لڑکیاں بالیاں ڈھولک پر گایا کرتی تھیں۔ ان کی جگہ فلمی نغموں کی ریکارڈنگ، آتش بازی اور ناچ گانے نے لے لی ہے۔

(آگے ص ۹ پر)

عشق کی قباحتیں

رام لال نابھوی



عشق کے لغوی معنی ہیں کسی شے کے ساتھ حد سے بڑھ کر محبت کرنا۔ جنون کے ایک قسم کا مرض ہے جو حسین صورت کو دیکھنے سے پیدا ہو جاتا ہے۔ اصطلاح میں اس لفظ کے معنی سلام و داع کے ہیں۔ چنانچہ آزاد لوگ یہاں بھی بجائے سلام علیک کے عشق اللہ کہا کرتے ہیں۔

عشق صرف انسان کرتے ہیں۔ لفظ انسان انس سے مشتق ہے۔ لہٰذا عشق، محبت، پیار اس کی فطرت ہے۔ عشق ہوس کا شکار ہوتا ہے۔ اگر ہوس غالب آجائے تو جنسی خواہش پیدا ہوتی ہے۔ یہ خواہش دائرہ سے باہر نکل جائے تو جنون کی شکل اختیار کر لیتی ہے پھر انسان انسانیت سے گر جاتا ہے۔ اخلاقی خامیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ نتیجہ اس کا رسوائی اور ذلت ہوتا ہے۔ ایسا شخص اپنے گھر کو اپنے شہر کو بلکہ اپنے ملک کو بدنام کرتا ہے۔ اسی لیے ایک شاعر کا فرمانا ہے۔

ع کہتے ہیں جس کو عشق خلل ہے دماغ کا

عشق کی دو شکلیں ہیں۔ عشق مجازی اور عشق حقیقی عشق مجازی کا آغاز حواس ظاہری سے ہوتا ہے۔ یعنی آنکھ، ناک، کان کے ذریعہ اور لمس سے کشش پیدا ہوتی ہے۔ یوں لگتا ہے جیسے جسم کو بجلی کی تار نے چھو لیا ہو اور پورے جسم میں کرنٹ پیدا ہو گیا ہو۔ یہی وہ کرنٹ ہے جو انسان کو انسان ہی رہنے نہیں دیتا۔ عشق حقیقی حواس باطنی قوت متخیلہ قوت واہمہ، قوت حافظہ، قوت عقل اور قوت حس مشترک سے پیدا ہوتا ہے۔ عشق حقیقی کو پانے کے لیے راستہ عشق مجازی سے ہی نکلتا ہے۔ چونکہ عشق مجازی پست درجہ کا ہوتا ہے۔ اس لیے عشق حقیقی کے متلاشی ایسے پیروں، فقیروں، اور مرشدوں کا سہارا لیتے ہیں جنہوں نے عشق مجازی کے گڑھے میں گرے بغیر عشق حقیقی کو پا لیا ہو۔ اس لیے صوفی لوگ عشق کو برکت کہتے ہیں۔ یہ بات دوسری ہے کہ زاہد بھی عمر بھر روتے رہے اور روتے گئے۔

عشق کسی علاقہ کے لیے مخصوص نہیں۔ جگہ میدانی ہو، پہاڑی ہو جنگل ہو، بیابان ہو، لق و دق صحرا ہو، امارت اور غربت کی کوئی تمیز نہیں عمر کی کوئی قید نہیں، ذات پات کا کوئی بکھیڑا نہیں، آب و ہوا اور موسم کا کوئی اثر عشق پر نہیں۔ مذہب، ذات، قوم، نسل سب اس کی لپیٹ میں آجاتے ہیں۔

اہل سائنس کا خیال ہے کہ عشق چاہنے والے میں سے کسی کا اختیاری نہیں۔ بلکہ یہ ایک جذبہ اضطراری ہے جو گزشتہ زمانے کے ہزارہا میلان طبایع نے وراثتہً ہمارے لیے چھوڑا ہے

خدا سر دے تو سودا دے تری زلف پریشان کا
جو آنکھیں ہو تو نظارہ ہو ایسے شبستاں کا

محبت ہو جاتی ہے، کی نہیں جاتی۔

تاریخ میں مجنوں کا نام پلہ عاشق اور کوئی نہیں۔ مجنوں کا نام قیس تھا۔ بعض نے مہدی بھی لکھا ہے۔ اس بات میں سخت اختلاف ہے کہ مجنوں کا وجود واقعی ہے یا فرضی۔ متعدد روایتوں میں یہ واقعہ فرضی ہے۔ قول قوی یہی ہے کہ مجنوں اور لیلیٰ فی الواقعہ اسی عالم میں تھے۔ نجد جو عرب کا علاقہ ہے، ان کا وطن تھا۔ بچپن سے دونوں اپنے اپنے گھر کے مویشی چرایا کرتے تھے۔ اسی عالم میں عشق پیدا ہوا۔ لیلیٰ کی عمر بڑھی، اسے پردے میں بٹھا دیا گیا۔ مجنوں کی حالت غیر ہونے لگی۔ مجنوں کے والدین نے شادی کا پیغام بھیجا جو نامنظور رہا۔ قیس کپڑے پھاڑ کر جنگل کو نکل گیا۔ لیلیٰ کی شادی دوسری جگہ کر دی گئی۔ لیلیٰ کی بے قراری نے اس کے شوہر کی زندگی وبال جان کر دی۔ آخر بے تعلق ہو گئی۔ لیلیٰ حسرت و یاس میں جان سے گئی۔ مجنوں وفات کی خبر سن کر کب زندہ رہ سکتا تھا، وہ بھی اللہ کو پیارا ہوا۔ اس قصہ کو بہت سے شعرا اور ادبا نے نظم میں باندھا ہے اور نثر میں لکھا ہے۔ لیکن خسروی اور نظامی کے خمسوں کا ذکر ضروری ہے۔ مجنوں لیلیٰ خمسہ ضروری کی تیسری مثنوی ہے جو ۶۹۸ھ میں منظوم ہوئی۔ خمسہ نظامی کی مثنوی کا نام "لیلیٰ مجنوں" ہے۔ اسی سے اس واقعہ کی اہمیت کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

وہ مضامین جو سرزمین عرب سے مخصوص تھے، فارسی اور اردو میں بہ کثرت استعمال ہونے لگے۔ چنانچہ ناقہ، محمل، ساربان، صحرا، خار مغیلاں، قبیلہ یہ تمام الفاظ گل و بلبل، شمع و پروانہ، دجلہ و فرات کی مثل شعراء اور ادبا کی زبانوں پر چڑھ گئے۔ اسی طرح یوسف زلیخا، شیریں فرہاد، ہیر رانجھا، سسی پنوں، سوہنی مہیوال، وامق عذرا، بے نظیر بدر منیر، سیف الملوک بدیع الجمال، تاج الملوک گل بکاولی وغیرہ کے تذکرے نظم و نثر میں قلمبند ہوئے۔ عشق کی داستانیں عربی، فارسی، ترکی، پشتو، اردو، سنسکرت، ہندی اور یورپ کے لٹریچر میں بھری پڑی ہیں۔ عشق کا فتویٰ ہے کہ دو کے سوا تمام دنیا کے حرف غلط۔

کوئی شاعر اپنا کلام عشق، عاشق، معشوق۔ عشق پیچاں کے بغیر مکمل نہیں سمجھتا۔ کوئی دیوان اس قباحت سے خالی نہیں۔ اصغر گونڈوی جیسا صوفی شاعر عشق کو حسن کے ساتھ عرش تک پہنچتے دیکھتا ہے لیکن عشق کی منزل کا پتہ نہیں ملتا۔ فرماتے ہیں

سہ عرش تک تو لے گیا تھا ساتھ اپنے حسن کو
پھر نہیں معلوم اب خود عشق کس منزل میں ہے

جمیل مظہری نے کیا خوب کہا ہے سہ

عشق اک تشنہ لبی ہے بہ نظر گاہ مجاز
حسن اک طنز ہے اس تشنہ لبی پر لے دوست

غرضیکہ عشق ایک قباحت ہے لیکن اگر یہ عاشق نہ ہوتے، عشق نہ ہوتا تو امانت کیسے کہتے سہ

عشق وہ گل ہے کہ دامن میں ہیں جس کے سو خار
عشق وہ نخل ہے جس میں نہ لگا پھل اک بار
عشق وہ میوہ ہے جس میں نہیں لذت زنہار
عشق وہ باغ ہے جس میں کبھی آئی نہ بہار
عشق وہ شاخ ہے جس میں نہیں پتہ دیکھا
عشق وہ غنچہ ہے جس کو نہ شگفتہ دیکھا

لیکن آج زمانہ بہت آگے نکل گیا ہے۔ عشق نے رنگ بدل لیا ہے عاشقوں نے چولے بدل لیے ہیں۔ اب مجنوؤں کے والدین لیلاؤں کے گھروں پر پیغامات نہیں بھیجتے۔ عشق پیچوں کے لیے کوئی وقت نہیں۔ ٹیلی فون پر عشق کا مظاہرہ ہوتا ہے۔ فضائے عالم میں نکلئے۔ نظام کائنات اور طبایع موجودات کا مطالعہ کیجئے۔ دیکھئے کہ عشق کے معنی ہی بدل گئے ہیں۔ یعنی

تو نہیں اور سہی، اور نہیں اور سہی

(ریڈیو جالندھر سے نشر)

بقیہ : گلبرگہ کی شادیاں

قدیم گلبرگہ میں شادیاں مسرت و خلوص کا مظہر ہوتیں اور سماجی تقریب کا درجہ رکھتی تھیں جبکہ موجودہ شادیاں ظاہرداری اور اندیشوں کا مسکن ہوتی ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ آج گلبرگہ کی شادیوں میں قدامت تراس وقت نظر آتی ہے جبکہ ہلدی، مہندی اور تیل کی رسم ادا کی جاتی ہے۔ لیکن ان رسومات میں حصہ لینے والے پھیکے اور جذبات سے عاری چہروں پر نظر پڑتی ہے تو موجودہ دور کی ان دشواریوں میں مجبوریوں کا احساس فوری ہو جاتا ہے جو ایک شادی کے ترتیب دینے میں دولھن والوں کو درپیش آتی ہیں اور شادی ایک سماجی و مذہبی فریضہ کی بجائے ایک مجبوری معلوم ہونے لگتی ہے۔

(آکاشوانی گلبرگہ سے نشر)

شمیم ثریا
پرنسپل بی بی رضا ڈگری کالج گلبرگہ
گلبرگہ، کرناٹک

دیش بندھو چترنجن داس

ہندو مسلم اتحاد کے علمبردار

نظام الحسینی

بنگال کے لیے دیش بندھو چترنجن داس کی شخصیت محتاج تعارف نہیں۔ وہ سودیشی تحریک کے زمانے میں انقلابیوں اور انتہا پسندوں کے قانونی مسیحا تھے۔ انھوں نے بنگال کی سیاست میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ ۱۹۰۷ء تا ۱۹۱۷ء اپنے قانونی معرکوں کی وجہ سے ملک گیر شہرت و مقبولیت حاصل کی۔ ۱۹۱۷ء میں بنگال صوبائی کانگریس میں اپنے تاریخی خطبۂ صدارت کے ساتھ انھوں نے سیاست میں سرگرمی سے حصہ لینا شروع کیا اور محض تین برسوں کی قلیل مدت میں انھوں نے اپنی سیاسی شخصیت کا لوہا منوالیا اور بنگال کے افق سیاست پر درخشندہ ستارہ بن کر جگمگانے لگے اور بنگال کے قوم پرستوں میں اپنا نمایاں اور منفرد مقام بنالیا۔

دیش بندھو چترنجن داس ڈھاکہ ضلع کے وکرم پور کے ایک تعلیم یافتہ گھرانے میں ۵ نومبر ۱۸۷۰ء میں پیدا ہوئے جن کا تعلق برہمو سماج سے تھا۔ انھوں نے پریسیڈنسی کالج میں تعلیم حاصل کی۔ ادب بالخصوص بنگلہ شاعری سے گہری دلچسپی تھی۔ طالب علمی کے زمانے میں ہی انھوں نے مطالبہ کیا تھا کہ بنگلہ زبان کو کلکتہ یونیورسٹی کے نصاب میں جائز مقام عطا کیا جائے۔ کلکتہ میں طالب علمی کے دور میں کانگریس کے قیام کے دہے کے اندر ان کا تعلق قوم پرست تحریک سے ہو گیا۔ انھوں نے سریندر ناتھ بنرجی کی طلبا تنظیم کے سکریٹری کی حیثیت سے فرائض انجام دیے۔ سریندر ناتھ بنرجی کی ترغیب پر وہ عملی سیاست میں داخل ہوئے۔ وہ بنگال کے انقلابیوں کے انوشیلن گروپ کے رکن بن گئے۔ اور اربندو گھوش کے جریدہ "بندے ماترم" سے ہمیشہ گہرا تعلق قائم رکھا۔ انھوں نے علی پور بم کیس میں اربندو گھوش کے مقدمے کی پیروی کی۔ اسی دوران داس نے بہت سے سیاسی مقدمات نمٹائے جن میں ۱۹۱۰ء کا ڈھاکہ سازش کیس، ۱۹۱۴ء کا دہلی سازش کیس، ۱۹۱۸ء کا علی پور ٹرنک مرڈر کیس' اور قطبہ یا نظر بندی کیس مشہور ہیں۔ دمراؤن کیس اور دیگر غیر سیاسی کیسوں میں انھوں نے فیس کی رقم بڑھا کر خوب دولت کمائی اور ہندوستان کے دولتمند بیرسٹروں میں ان کا شمار ہونے لگا۔ انھوں نے دل کھول کر پوری فیاضی کے ساتھ خیراتی اور فلاحی کاموں میں [illegible] سیاسی [illegible] صرف کی۔

۱۹۲۰ء میں [illegible] گاندھی [illegible] عدم تعاون تحریک کی [illegible] حمایت کی۔ [illegible] وکالت [illegible] ترک کر دی۔ ۱۹۲۱ء میں انھیں سیاسی سرگرمیوں کی پاداش میں جیل ہو گئی۔ [illegible] میں انھوں نے انڈین نیشنل کانگریس کے گیا اجلاس کی صدارت کی [illegible] مجوزہ اجلاس کے لیے صدر منتخب کر لیے گئے مگر نظر بندی کے باعث اجلاس میں شریک نہیں ہو سکے۔ انھوں نے لیجسلیچر میں داخلے کی حمایت کی جبکہ گاندھی نے بائیکاٹ کی پالیسی وضع کر رکھی تھی۔ گاندھی سے مخالفت کے باعث انھوں نے ۳۱ دسمبر ۱۹۲۲ء میں سوراج پارٹی بنائی اور اس وقت کونسلوں میں داخلے کا فیصلہ منظور کر لیا گیا۔

سی آر داس نے ۱۹۲۴ء میں مسلمانوں کے ساتھ معاہدۂ بنگال کیا۔ اسی سال وہ کلکتہ کارپوریشن کے میئر کی حیثیت سے منتخب کر لیے گئے۔ انھوں نے سبھاش بوس کو چیف ایگزیکیٹو آفیسر مقرر کیا مگر سبھاش بوس جلد ہی گرفتار کر لیے گئے۔ داس نے ادبی ماہنامہ "نارائن" شائع کیا۔

دیش بندھو کی شہرت سودیشی تحریک کے دوران ہی بڑھ گئی تھی ۱۹۰۶ء میں بریسال میں بنگال صوبائی کانفرنس میں انھوں نے قوم پرستی کے نئے موقف کے بارے میں اصل قرارداد کا مسودہ تیار کیا جو کافی پسند کیا گیا۔ انھیں ان سرگرمیوں سے کہیں زیادہ شہرت اس وقت نصیب ہوئی جب انھوں نے وکیل دفاع کی حیثیت سے بپن پال، اربندو گھوش، بریندر کمار گھوش اور اولاسکر دتا کے مقدموں کی پیروی کی۔ اگرچہ وہ کئی ماہ کی تنخواہ سے محروم رہے مگر اپنی خدمات کی بنا پر سیاسی اور قانونی سرگرمیوں کے روح رواں رہے۔ وہ کامیاب، ذہین اور محنتی قانون داں تھے۔ فن خطابت نے لوگوں کو اپنا گرویدہ بنالیا تھا۔

دیش بندھو نے بنکم چندر اور سودیشی تحریک کے دیگر رہنماؤں کے ساتھ مل کر قومی تحریک کی پکار کی تاکہ علاقائی کلچر اور زبان کے فروغ کے ساتھ ساتھ بنگالیوں کے تمام طبقے ہندو اور مسلمان ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو سکیں۔ انھوں نے زرعی اور صنعتی پروگراموں کے خاکے تیار کیے۔ وہ مذہب اور سیاست کے امتزاج پر یقین رکھتے تھے وہ تمام فرقوں کی رواداری اور اخوت کے قائل تھے اور ہندو مسلم اتحاد کے مبلغ تھے۔ ان کے دل کی آنکھیں دیکھ رہی تھیں کہ بنگال میں مسلمانوں کی اکثریت تھی اس لیے مسلمانوں کی حمایت کے بغیر کوئی بھی تحریک پائیدار اور کامیاب نہیں رہ سکتی۔ انھوں نے ۱۹۱[illegible] کی ایک تقریر میں کہا تھا کہ [illegible] مسلمانوں کی اہمیت [illegible] اسی ذہن [illegible] مساوات، اخوت اور قومی اتحاد [illegible]۔ انھوں نے ہمیشہ اپنی تقریروں میں ہندو مسلم سکھ اتحاد پر زور دیا۔ انھوں نے ۲۳ اپریل ۱۹۱[illegible] کے [illegible] بنگال صوبائی کانفرنس میٹنگ میں اپنے خطبۂ صدارت میں بنگال کی عظمت رفتہ اور عظیم بنگالی رہنماؤں کا تذکرہ [illegible] اعلان کیا تھا کہ بنگالی [illegible] خواہ وہ ہندو ہوں یا مسلمان [illegible] ہیں۔

۱۹۱[illegible] کے [illegible] میں داس نے کلکتہ [illegible] ہندو مسلم [illegible] سے خطاب کیا [illegible] سودیشی تحریک [illegible] ایک دوسرے سے کافی قریب آئے [illegible] داس [illegible] اتحاد [illegible] تھا کہ [illegible] بنگال بلکہ سارے ہندوستان کی ترقی اور [illegible] کے لیے [illegible] اتحاد و اخوت ضروری ہے انھوں نے بنگال کے [illegible] سیاستدانوں پر دباؤ ڈالا کہ وہ مسلمانوں کے بڑھتے ہوئے سیاسی شعور کو کافی سراہتے تھے۔ انھوں نے ساری زندگی اس حقیقت کا پرچار کیا کہ بنگال کے دونوں اہم فرقوں۔ ہندو اور مسلمان کے مفادات یکساں ہیں۔

۱۹۲۱ء سے ہندوستان فرقہ وارانہ کشیدگی کی لپیٹ میں تھا اور کئی بھیانک فرقہ وارانہ فسادات ہو چکے تھے۔ مفاہمت کی کوششوں میں علی برادران اور مولانا آزاد سمیت اہم مسلمان رہنما پیش پیش تھے۔ داس نے اس موقعے پر بھی کافی اہم رول ادا کیا۔ انھیں احساس تھا کہ بنگال کی قیادت کے لیے مسلمانوں کی حمایت اور فرقہ وارانہ اتحاد ضروری تھا۔ ۱۹۲۱ء میں انھوں نے بنگال میں گاندھی کی پکار پر لبیک کہتے ہوئے عدم تعاون تحریک شروع کی تو ان کی سیکولر دوستی کی بنا پر انھیں مسلمانوں کی حمایت حاصل تھی۔ ۱۹۲۳ء میں سوراج پارٹی کے لیے انھوں نے بنگال کے اہم مسلم رہنماؤں کے ساتھ صوبائی معاہدہ - معاہدۂ بنگال کیا۔ جس کے اغراض و مقاصد کو مولانا آزاد نے بھی خراج تحسین پیش کیا تھا۔

دیش بندھو نے بھوانی پور میں واقع اپنے رہائشی مکان کو عطیہ کر دیا تھا، جہاں اب چترنجن سیوا سدن قائم ہے۔ انھوں نے دار جلنگ میں ۱۶ جون ۱۹۲۵ء کو اس دار فانی سے کوچ کیا اور بنگال کے سیاسی افق کا درخشاں آفتاب حزن و مایوسی کا شکار ہو کر غروب ہو گیا۔

(کلکتہ سے نشر)



وقت برباد کرنے والوں کو

معصوم مرادآبادی

وقت! میں چھپا ہوا یہ تین حرفی لفظ بظاہر کوئی حیثیت نہیں رکھتا لیکن اگر غور سے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ وقت ہی وہ واحد قوت ہے جس کے صحیح استعمال سے ہم کامیابی کی عظیم تر منزلیں طے کرسکتے ہیں اور اپنی زندگی کو بامقصد بناسکتے ہیں۔ یوں تو ہماری زبان میں وقت ہزاروں لاکھوں الفاظ کے جھرمٹ

درحقیقت انسانی زندگی میں اگر کوئی چیز سب سے اہم اور انقلابی کردار ادا کرتی ہے، وہ ہے وقت اور صرف وقت۔ وقت ہمیں لمحوں کی گردش میں قید نہیں کرتا بلکہ جینے کا فن سکھاتا ہے۔ وقت ہی وہ واحد اشارہ ہے جو ہمیشہ آگے کی طرف بڑھتے رہنے کے لیے اکساتا ہے۔ وقت اپنے پہلو میں گزرے ہوئے لمحوں کا کوئی حساب نہیں رکھتا۔ وہ تو مستقل آگے کی طرف بڑھتا ہی رہتا ہے۔ وقت کا کوئی ماضی نہیں ہوتا۔ اس کے سامنے ہمیشہ مستقبل ہوتا ہے۔ وقت ہمیں سکھاتا ہے کہ اپنی منزل کی جستجو میں ہمیشہ رواں دواں رہو۔ چاہے تمہارے راستے میں کانٹے ہی کیوں نہ بچھا دیے گئے ہوں ہر مصیبت اور مشکل کو جھیلتے ہوئے گزر جاؤ۔

وقت ہی اصل قوت ہے اور وقت ہی شکست و ریخت سے لرزاں ہماری اس زندگی کو مستقبل کے کامیاب ترین خاکے بنانے پر مجبور کرتا ہے۔

لیکن افسوس صد افسوس ہم اسے کتنی بے دردی سے ضائع کرتے ہیں۔ ہم کہیں اسے سگریٹ کے دھوئیں میں اڑا دیتے ہیں تو کہیں چائے خانوں میں گھنٹوں بیٹھ کر اس کا دل دکھاتے ہیں۔ ہم کہیں سینما کی لمبی قطاروں میں کھڑے ہو کر اس کو ضائع کرتے ہیں۔ تو کہیں تاش کے باون پتوں میں شب و روز ضائع کرتے ہیں۔ ہم کبھی مجنوں بن کر لیلیٰ کو محبت نامے لکھنے میں راتیں کالی کرتے ہیں تو کبھی سڑکوں اور گلیوں میں واہی تباہی گھوم کر وقت کو برباد کرتے ہیں۔ میر نے کہا تھا ؎

عمرِ یوسف ہے یہ وقت عزیز
میرؔ اس کو رائیگاں کھوتا ہے کیا

وقت ہی اوّل ہے اور وقت ہی آخر۔ وقت ہی بادشاہ ہے اور وقت ہی مفلس۔ یہ وقت زخموں کا مرہم بھی ہے اور زخموں کی ٹیس بھی۔ بس اس کا عرفان نہ ملتا ہے۔ اس کو جھپٹ کر پکڑیے کہیں یہ آپ کے ہاتھ سے نکل نہ جائے جیسا کہ چیسٹر فیلڈ نے کہا ہے

"وقت کی اصل قیمت سمجھیے۔ اسے جھپٹ کر پکڑ لیجیے اور ایک ایک لمحے سے مسرت لوٹیے۔ ذرا بھی سستی نہیں، دیر نہیں جس کام کو آج کر سکتے ہیں اسے کل پر ہرگز نہ ٹالیے۔"

بظاہر یہ بات بہت معمولی نظر آتی ہے لیکن غور کرنے پر اندازہ ہوتا ہے کہ یہی وہ راز ہے جس کے اندر وقت کی اصل روح پوشیدہ ہے۔ اگر ہم آج کے کاموں کو جلد از جلد ختم کرلیں گے تو یقیناً کل پھر ہم وقت کے کاندھے سے کاندھا ملا کر چل سکیں گے اور اگر ہم نے آج کے کاموں کو کل کے لیے اٹھا کر رکھا تو ہم وقت سے پیچھے رہ جائیں گے اور وقت ہم سے کہیں آگے نکل جائے گا۔ ہمیں اگر تیز رفتار زندگی کی اس دوڑ میں دوسروں کو شکست دینی ہے تو سب سے پہلے ہمیں وقت کے شانہ بشانہ چلنا ہوگا۔ چونکہ وقت ہی وہ لافانی قوت ہے جو ہمیں ہماری منزل کا صحیح راستہ دکھا سکتی ہے۔ فرینکلن کہتا ہے:

"اگر آپ کو زندگی عزیز ہے تو وقت ضائع نہ کیجیے چونکہ زندگی وقت کے صحیح استعمال سے بنتی ہے۔"

زندگی بہرحال قیمتی ہے اور یہی ہمارے تمام معمولات کا مرکز و محور ہے۔ اگر ہمیں زندگی کو زیادہ بامقصد اور کامیاب بنانا ہے تو ہمیں وقت کا صحیح استعمال سیکھنا ہوگا۔ وقت کی تیز دھوپ کو سہنا ہوگا۔ ہمیں وقت کے ساتھ تپتے ہوئے ریگستانوں پر بھی چلنا پڑے گا۔ تیز رو دریاؤں کے سینوں کو بھی چیرنا ہوگا۔ مخالف ہواؤں کے تھپیڑوں کو بھی سہنا ہوگا غرضیکہ ہمیں اس راہ میں ہر دشوار گزار مرحلہ کو اپنے حوصلہ سے آسان کرنا ہوگا۔

ہماری اصل کامیابی کا پہلا دن وہی ہوگا جس دن ہم وقت کی حقیقت سے روشناس ہوں گے اور وقت کا صحیح استعمال سیکھیں گے۔

نیتشا عورث کا قول ہے:

"انسان برسوں میں جوان ہوتا ہے لیکن اگر وہ اپنے وقت کو بہترین طریقے پر صرف کرے تو گھنٹوں میں بوڑھا یعنی تجربہ کار ہو جاتا ہے۔"

وقت کا صحیح اور بہتر سے بہتر استعمال ہی ہمیں زندگی کے ان تجربات سے گزارتا ہے جن سے وقت ضائع کرنے والے عمر بھر نہیں گزرتے۔ اور تجربات چونکہ زندگی کا بہترین سرمایہ ہیں تو کیوں نہ ہم اپنے وقت کو صحیح طور پر استعمال کریں۔

آیئے آج ہم یہ عہد کریں کہ ہم اپنے وقت کو ہرگز ہرگز برباد نہ کریں گے۔ وقت کے کاندھے سے کاندھا ملا کر چلیں گے اور ایک دن ہم وقت کو اپنے پیچھے چھوڑ دیں گے۔ چونکہ وقت ہم سے زیادہ طاقتور نہیں ہے۔ وقت کے بہتے ہوئے سمندر میں ہماری حیثیت ایک بے جان تنکے کی نہیں بلکہ ہماری حیثیت پانی کے بہاؤ کو اپنی خواہش کے مطابق موڑ لینے کی ہے۔ ہم نے ہمیشہ مخالف ہواؤں کے رخ موڑے ہیں، طوفانی لہروں کی سمتوں کو اپنے مطابق کیا ہے، پہاڑوں کو کاٹ کر راستے پیدا کیے ہیں۔ تو آخر وقت کے سامنے اپنی ہار کیوں تسلیم کریں۔ کیا ہم نہیں جانتے کہ وقت کے صحیح استعمال کے ذریعہ ہی لوگوں نے عظیم کارنامے انجام دیے ہیں۔ ملاحظہ کیجیے:

جتنی دیر کافی ابلتی تھی ہر روز اسی وقت کو بہترین طور پر استعمال کرکے لانگ فیلو نے "انفرنو" نامی کتاب کا ترجمہ کیا تھا۔

ہنری کرک وائٹ نے یونانی زبان دفتر سے آمد و رفت میں ہی سیکھ لی تھی۔

کھانے کے انتظار میں جو وقت گزرتا تھا اس وقت کو کام میں لاکر "بیچر" نے فراؤڈ کی معرکۃ الآرا تصنیف "انگلینڈ" کا مطالعہ کرلیا تھا۔

بیرٹ نے اپنی بہترین تصنیف "ننھے ٹام کی کٹیا" زندگی کی دیگر مصروفیات کے دوران ہی مکمل کرلی تھی۔

ڈاکٹر ڈرون نے اپنی بہت سی تصانیف کو کاغذ کے چھوٹے ٹکڑوں پر لکھا تھا کیونکہ وہ اپنے خیالات کو فوراً قلمبند کرلیا کرتے تھے۔ دماغ میں آئی ہوئی اچھی بات اور بیداری کے کسی بھی لمحے کو ضائع نہیں کرتے تھے۔

مائیکل فریڈے جلد سازی کا کام کرتا تھا اور اپنی فرصت کے اوقات کو سائنٹفک ایجادات سے متعلق تجربات کرنے میں لگایا کرتا تھا۔ اس نے ایک بار اپنے ایک دوست کو لکھا کہ اگر میں موجودہ لوگوں کے فرصت کے دنوں کو سستے داموں میں خرید سکتا تو کتنا اچھا ہوتا۔

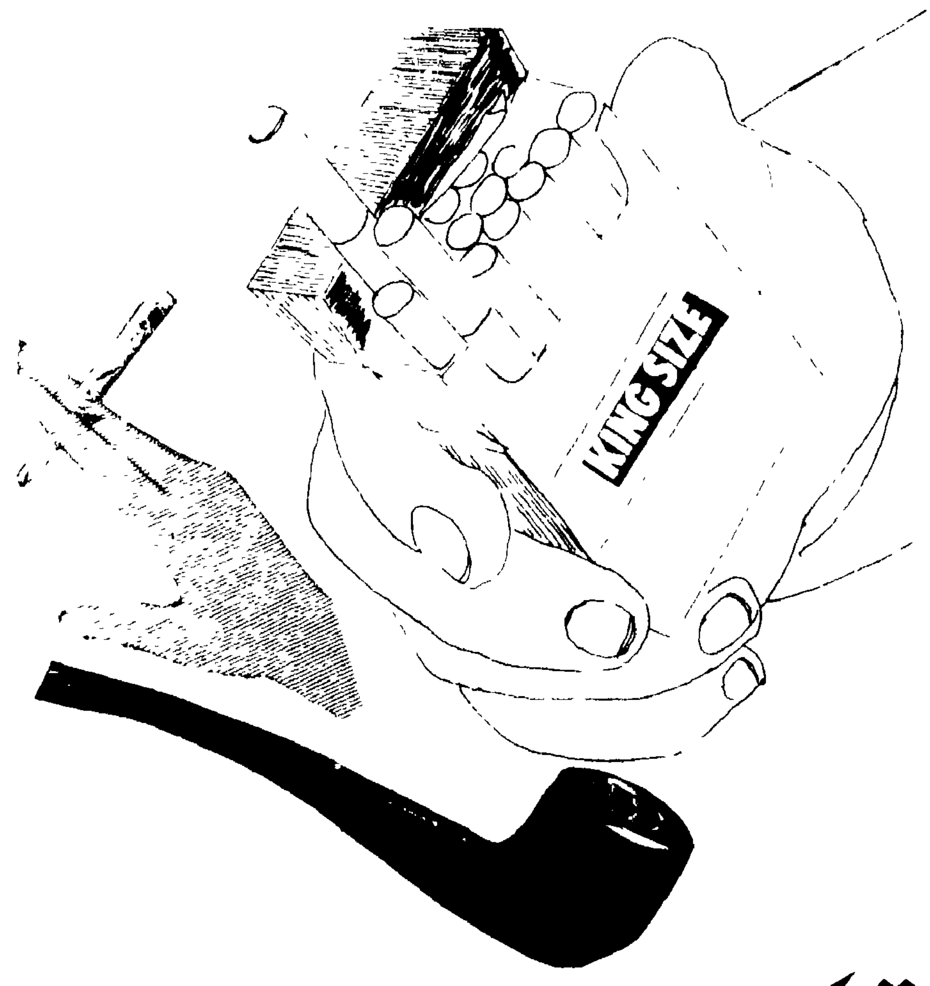
(اردو سروس سے نشر)

معصوم مرادآبادی
۴۶۱-اے مٹیا محل جامع مسجد دہلی ۶

رؤف رضا

اب آنکھوں کا نشہ ہے نہ زلفوں کی گھٹا ہے
یہ دور مسائل کے دوراہے پہ کھڑا ہے
ہر شخص اکیلا ہے ہر اک شخص اکیلا
تنہائی کا انداز مگر سب کا جدا ہے
ان رقص کناں لمحوں سے کچھ لمحے چرا لو
سورج کی ہتھیلی پہ ابھی سونا اگا ہے
فنکار کے ایوان میں ہے خوابوں کی نمائش
تخلیق کی دیوی کا بھرم ٹوٹ رہا ہے

(اردو سروس سے)



تمباکو — انسانی صحت کا دشمن

سید مرتضیٰ علی

تہذیب و تمدن کی ترقی کے ساتھ انسان نے اپنی صحت کے جو دشمن خود اپنے ہاتھوں اپنے پیچھے لگائے ہیں، ان میں تمباکو غالبًا مہلک ترین ہے اور اس کا استعمال بھی مختلف طریقوں سے وسیع ترین پیمانوں پر کیا جاتا ہے۔ مثلاً تمباکو چونا کے ساتھ رگڑ کر سورتی کی شکل میں اور پان میں ڈال کر زردہ کی شکل میں کھائی جاتی ہے۔ کچھ لوگ تمباکو کے باریک پاؤڈر کو ناک کے ذریعہ بھی استعمال کر لیتے ہیں۔ لیکن تمباکو کے استعمال کی مرغوب ترین شکل تمباکو کو جلا کر دھوئیں کو کشید کرنے کی صورت میں ہے۔ خواہ سگریٹ سگار ہو پائپ یا چلم ہو یا حقہ اور ناریل۔

تمباکو کا دھواں کئی زہریلے مرکبات کا مجموعہ ہوتا ہے جس میں امونیا میتھائل، الکوحل، پائیرڈین، کاربن مانو آکسائڈ، نکوٹین، فرفیوزال، آرسینک، بینزو — پائیرین وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ ان کے علاوہ دھوئیں میں فارمل ڈی ہائیڈو، اسی ٹون اور فینائل وغیرہ بھی قابل ذکر ہیں۔ دھوئیں میں موجود نکوٹین کی مقدار ہی دراصل وقتی ہیجان پیدا کرتی ہے اور اعصاب کو سکون کا سا احساس ہوتا ہے لیکن بہت کم لوگ یہ بات جانتے ہیں کہ نکوٹین ایک مہلک زہر ہے۔ یوں سمجھ لیجئے کہ اگر انجکشن کے ذریعہ سیدھے دوران خون میں آدھا گرام نکوٹین شامل کر دی جائے تو فوراً موت واقع ہو جائے گی۔ ایک سگریٹ میں تقریبًا ایک ملی گرام نکوٹین ہوتی ہے اور سگار میں ۳۰ سے لے کر ۷۰ ملی گرام تک نکوٹین موجود رہتی ہے۔ ابتدا میں تو ایک یا دو سگریٹ پینے سے ہی جسم کو نکوٹین کی اتنی مقدار مل جاتی ہے کہ دماغ متحرک ہو کر سکون کا احساس دینے لگتا ہے۔ لیکن رفتہ رفتہ جب عادت پڑ جاتی ہے تو نکوٹین کی مقدار بڑھانے کے لیے سگریٹ کی تعداد بھی بڑھانا پڑتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ تمباکو کے عرصہ دراز تک استعمال کرنے سے ذہنی پستی پیدا ہو جاتی ہے۔

تمباکو میں پالی سائیکلک ہائیڈرو کاربن اور فینائل وہ مادے ہیں جو کینسر پیدا کرتے ہیں۔ دھواں جب سانس کی نلی کے راستہ پھیپھڑوں میں جاتا ہے تو دھوئیں کے ذرات کا کچھ حصہ پھیپھڑوں کی نلیوں کے اندر چپکا رہ جاتا ہے۔ چونکہ جسم قدرتی طور پر غیر ضروری اور خصوصًا بیرونی اشیاء کو باہر ہی رکھنا چاہتا ہے۔ لہٰذا جب دھوئیں کے یہ ذرات پھیپھڑوں کی دیواروں پر چپکتے ہیں تو کھانسی آتی ہے جو کہ دراصل ان ذرات کو باہر دھکیلنے کا قدرتی عمل ہے۔ چونکہ سگریٹ کی نکوٹین کھانسی اٹھانے والے دماغی مرکز کو سست کر دیتی ہے۔ لہٰذا کھانسی رک جاتی ہے اور اس طرح دھوئیں کی پرت پھیپھڑوں کی اندر کی نازک دیواروں پر جمنا شروع ہو جاتی ہے۔ اس قسم کی کھانسی کو اسموکرس کف کہتے ہیں۔ یہ کھانسی زندگی کا روگ بن جاتی ہے۔ کیونکہ پھیپھڑوں میں زہریلے ذرات سوزش پیدا کرتے ہیں اور پھیپھڑے ان کو باہر نکالنے کی کوشش کرتے ہیں۔ لہٰذا دمہ یا برانکائٹس جیسی صورت مستقل ہو جاتی ہے۔ لیٹنے پر کھانسی شدت اختیار کر لیتی ہے۔

ہوا کی باریک نالیوں میں یا ان میں موجود غدود اور نرخرہ کے آواز والے حصے دھوئیں سے بری طرح متاثر ہوتے ہیں۔

عام طور پر ان میں کینسر پیدا ہو جاتا ہے۔ تمباکو کے استعمال سے ایک اور بیماری تھرامبو انجائٹس اوبلٹرنس یعنی پیر کی شریانوں کی تکلیف ہے۔ اس بیماری میں عام طور پر پیر کی شریانوں میں سوزش پیدا ہوتی ہے۔ اور بڑھتے بڑھتے پیر سڑنے لگتا ہے اور کٹوانا بھی پڑتا ہے۔ چونکہ سارے جسم کا خون پھیپھڑوں میں صاف ہوتا ہے اور گردوں میں چھنتا ہے لہٰذا کینسر پیدا کرنے والے یہ مادے گردوں سے چھن کر مثانہ میں جمع ہوتے ہیں اور مثانہ کا کینسر پیدا کرتے ہیں۔ تمباکو استعمال کرنے والے عام طور پر آنتوں اور معدہ کے زخم کی بیماری اور بڑھتی ہوئی تیزابیت کا بھی شکار رہتے ہیں۔ پان میں تمباکو کھانے پر منہ کے اندر زخم بن جاتے ہیں جو رفتہ رفتہ کینسر میں تبدیل ہو جاتے ہیں یہی صورت سورتی اور سگار بھی پیدا کرتا ہے۔

اس جدید دور تہذیب میں عورتیں بھی بکثرت تمباکو استعمال کر رہی ہیں جس کی وجہ سے بانجھ پن، اسقاط حمل، کمزور جسمانی خامیوں والے بچے، ماہواری کی خرابیاں اور جنسی سرد مہری عام طور پر دیکھی جا رہی ہیں۔ تمباکو نظر پر بھی برا اثر ڈالتی ہے۔ اور کبھی کبھی تو اندھے پن کا باعث تمباکو ہوتی ہے۔ تمباکو کے استعمال سے دل کے دورہ کا امکان ۷۰ فی صد بڑھ جاتا ہے۔ لرزہ، پیشاب کا کم خارج ہونا اور کم عمری کی اموات میں تمباکو اہم رول ادا کرتی ہے۔ ایک اندازے کے مطابق ایک سگریٹ زندگی کے تین منٹ کم کر دیتی ہے۔

چند لوگوں کی یہ غلط فہمی ہے کہ سگریٹ میں لگا فلٹر یا حقہ میں بھرا ہوا پانی دھوئیں کے نقصانات کم کر دیتا ہے۔ حالانکہ تجربات سے یہ بات ثابت ہے کہ فلٹر والے سگریٹ بغیر فلٹر سگریٹ کی بہ نسبت زیادہ نکوٹین اور ٹار خارج کرتے ہیں۔

تمباکو انسانی صحت کی سب سے بڑی دشمن ہے۔ اگر آپ کو صحت عزیز ہے اور آپ اپنی آنے والی نسل کے بہی خواہ ہیں تو فوراً اس موذی اور مہلک دشمن یعنی تمباکو کو چھوڑ دیں اور پھر کبھی ادھر رخ نہ کریں۔ (رام پور سے نشر)

ریڈیو ڈرامہ

ٹوٹا ہوا چاند



ایم کوٹھیاوی راہی

(شہنائی کی آواز۔ رخصتی گانے کی آواز۔ انھیں آوازوں کے بیچ کوثر پکار رہی ہے)

کوثر: اب کیا سوچ رہی ہے نسرین۔ یادوں کا یہ آئینہ توڑ دے۔ یہ بے صورت آئینہ کس کام کا۔ اب کامران آ بھی گیا تو کچھ نہ ہوگا۔

نسرین: (سسکتی ہوئی آواز) کامران کا خط آیا تھا — انتظار کرنا میں ضرور آؤں گا۔

کوثر: ایک غریب، ایک بے آسرا کے پیار میں کیا رکھا ہے نسرین! وہ نوکری کی تلاش میں نکلا۔ نہیں ملی، نہیں آیا۔ نہیں ملے گی، نہیں آئے گا — اور اب مل بھی گئی، اب آ بھی گیا تو کیا ہوتا ہے۔ اب تجھے آصف کے ساتھ عمر گزار دینی ہے۔ کسی کو خبر نہ ہو — کسی کو پتہ نہ چلے۔ یہ تیرے آنسو امّی، ابّو کی جدائی کے غم میں سمجھے جا رہے ہیں۔ کتنی اچھی بات ہے یہ — کتنا پیارا بہانہ —! مگر دیکھ نسرین اس کی یادوں کے خزانے سینے میں دفن ہی رہنے دے — راز کھلنے نہ پائے — کوئی نہ جانے کہ یہ جھلمل جھلمل تارے کامران کے لیے ہیں۔ تیرے ٹوٹے دل سے نکلنے والے لہو کے یہ معصوم قطرے کسی پر ظاہر نہ ہونے پائیں.... !

نسرین: (سسکتی آواز میں) اب بس کرو کوثر۔ اب بس کرو — مجھ سے رہا نہیں جاتا .... !

کوثر: تو ایک دولتمند، ایک شریف باپ کی بیٹی ہے، تو ایک بڑے گھر کی عزت، اونچے گھرانے کی آبرو بن کر جا رہی ہے۔ اس شہر سے ہزاروں میل دور ایک دوسرے شہر، ایک بڑے شہر، ایک اجنبی شہر اب نہ یہ شہر ہوگا، نہ یہ حویلی۔ اب ایک دوسرا شہر ہوگا، ایک دوسری حویلی ہوگی۔ یہی سوچ کر دل کو تسلی دے لے کہ اگر کامران سے بیاہی گئی ہوتی تو آج تیرا کیا انجام ہوتا۔ ایک غریب، ایک بے گھر کی بیوی کہی جاتی۔ ایک ٹوٹا ہوا ساتھی ملتا تجھے .... !

نسرین: (لمبی سرد آہ) ایسی باتیں نہ کرو کوثر۔ ایسا نہ کہو۔ میں کامران کے خلاف کچھ نہیں سن سکتی۔ اس کے پاس کچھ نہ سہی۔ وہ میرے لیے بہت کچھ ہوتا — دونوں جہان کے بدلے بھی وہ مل جاتا تب بھی میں خوش رہتی۔ (دھیمی آواز میں) کیا اس وقت میرے لیے کہیں سے زہر لا سکتی ہو — بولو — بولو — بولو کوثر !!! موت کا جام مجھے دے سکتی ہو اس گھڑی کوثر — ؟

کوثر: جذباتی نہ بنو — ! یہ بدشگونی کی باتیں ہیں نسرین! ادھر آؤ میں تمہارے آنسو پی جاؤں۔ جھٹک دو اب ان خیالات کو۔ تصور کرو، ملنے والے۔ گھونگھٹ اٹھانے والے اجنبی کا۔ سچ کہتی ہوں، مزا آجائے گا — پیار دیار کچھ نہیں ہوتا۔ اپنے سرتاج کو دیکھ کر کھل اٹھو گی تم — ایسا ہی ہوتا ہے میری بنّو — ایسا ہی ہوتا ہے — جانے والا، آنے والے کے جلوؤں میں آپ ہی آپ گم ہو جاتا ہے۔ ہر آنے والا وقت بڑا رحمدل بڑا مہربان ہوتا ہے۔ زخموں کے لیے مرہم اپنے ساتھ لاتا ہے، تمہارے زخم بھر جائیں گے۔ یہ منحوس —

(شہنائی کی آواز گھٹتی بڑھتی سنائی دیتی ہے۔ اسی کے بیچ امّی کے قدموں کی چاپ)

امّی: کیا ہو رہا ہے کوثر —؟ باقی سہیلیاں کہاں گئیں؟

کوثر: ترانہ، شبانہ، پروین آنگن میں ناچ رہی ہیں، باقی نہ جانے کہاں گئیں — ہاں خالہ بی! سنگار ہو چکا، اب ذرا وہ عطر بھی لا دیجئے — !!

امّی: کون سا عطر —؟

کوثر: وہی جو نوشہ میاں کے یہاں سے ابھی ابھی آیا ہے۔

امّی: ارے ہاں۔ میں تو بھول ہی گئی تھی (بڑبڑاتے ہوئے) اللہ جانے کہاں رکھ کر بھول گئی — (کچھ رک کر) گلابو — او گلابو — !! کہاں مر گئی کمبخت — ارے اس شادیانے میں تو کان پڑی آواز نہیں سنائی دیتی!

کوثر: ارے یہ رہی وہ شیشی۔ میں ہی بھول گئی تھی خالہ بی —! آپ تو ابھی خود ہی دے گئی تھیں —!

امّی: لے لو یہ بھی اچھی رہی۔ آج کی چھوکریاں اپنے حافظے کھو بیٹھی ہیں — بُرا وقت آگیا ہے۔ میں اس عمر کی تھی تو بڑے بڑے کوہ قاف کے قصّے زبانی یاد تھے۔ اچھا۔ اچھا — اب جلدی کر — براتی ناک میں دم کیے ہوئے ہیں۔ گھنٹہ بھر میں گاڑی چھوٹ جائے گی — اسٹیشن بھی دور ہے۔ کاروں کا قافلہ کچھ دھیرے ہی دھیرے چلتا ہے نا —! میرے وقت میں گھوڑوں، ڈولیوں اور پالکیوں کی قطاریں چلتی تھیں۔ ٹم ٹم اور شکرم بھی ساتھ ساتھ ملتے تھے — کیا زمانہ تھا وہ بھی — اچھا اچھا اب جلدی کر۔

(امّی کے جانے کی آواز)

نسرین: (سسکتی آواز میں) اس میں میرا کوئی قصور نہیں ہے کوثر — میں نے کامران کی بات مانی تھی۔ وہی نہیں مانا تھا۔

کوثر: پھر کامران — میں کہتی ہوں اب گولی مار اس کمبخت کو۔ اپنے آپ کو سنبھال، اُف کتنی شگفتہ نظر آ رہی ہے تو۔ دلہن کھڑی — اس سہاگ کے جوڑے میں۔ جیسے گلاب کے ڈھیر سارے پھولوں میں شراروں سے بنا کوئی بدن رکھ دیا گیا ہو کہیں سے لا کے .....

نسرین: وہ مجھے کیا کہے گا کوثر؟

کوثر: بے وفا —! اور بس —! کیا بگڑ جائے گا تیرا، اس کے یہ کہہ دینے سے —؟

نسرین: میرے قول و قرار کا کیا ہوگا کوثر ؟

کوثر: جھوٹے وعدے بڑے خوبصورت ہوتے ہیں!

نسرین: نہیں کوثر —! مجھے مر جانے دے —!! مجھے زندہ رخصت مت ہونے دے — (سسکیاں) ہائے میرے اللہ —!!

(شہنائی کی آواز گھٹتی بڑھتی سنائی دیتی ہے۔ اسی بیچ امّی کے قدموں کی چاپ)

امّی: مت رو بیٹی، مت رو، (چمکارنے کی آواز) خدانخواستہ کوئی ہمیشہ کے لیے تھوڑے ہی جا رہی ہے۔ (کچھ رک کر) تو اسے سمجھاتی کیوں نہیں کوثر۔ دیکھ میری بیٹی رو رو کر مری جا رہی ہے — آخر تو بھی جا چکی ہے پرائے گھر، پرائے گھر کی خوشیاں اسے کیوں نہیں بتا دیتی ذرا تفصیل کے ساتھ .....!!

کوثر: بتا تو رہی ہوں خالہ بی! اس کے یہ آنسو غم کے نہیں خوشی کے ہیں — اس کی یہ سسکیاں دکھاوے کی ہیں!

امّی: اری ہاں! میں تو یہ بھول ہی گئی تھی۔ اس موقع کے آنسو جو سچ پوچھو دکھاوے ہی کے تو ہوتے ہیں، اری میں بھی تو رو رو کر پانی پانی ہوئی جا رہی تھی اپنی رخصتی پر — رو — رو — اور رو بیٹی! اور رو —! ہاں کوثر ذرا جلدی کر — گہنے سب پہنا دیے نا —!؟ اور وہ عطر بھی لگا دیا نا —؟

کوثر: لگا رہی ہوں — آپ جائیے خالہ بی — دوسرا کام دیکھئے —!!

امّی: ارے اب کونسا دوسرا کام رہ گیا ہے۔ بس، بس اب باری ہے سواری کے آگے بڑھنے کی — ہائے میرا کلیجہ بھی منہ کو آنے لگا ہے —! لے میں بھی رونے لگی کوثر —!! (امّی کے رونے کی آواز)

کوثر: (ہنس کر) آپ اس طرح نہ روئیں خالہ بی — کوئی کیا کہے گا —؟

امی: کوئی کہے گا کیا۔۔ منہ نہیں نوچ لوں گی کہنے والے کا یہ میرے آنسو میری بیٹی کی رخصتی ہی کے تو ہیں۔

کوثر : خالو جان آرہے ہیں خالہ بی ۔۔!

امی : اے لو! ان کے یہاں آنے کی کیا ضرورت۔۔ اس زنان خانے میں۔۔ (کچھ رک کر) آ گئی جی: تم وہیں ڈیوڑھی میں کھڑے رہو۔۔! ۔۔ یہ خلوت تمہارے لیے نہیں ہے۔۔!!

(امی کے جانے کی آواز)

نسرین : میرا دل بیٹھا جا رہا ہے ۔۔!

کوثر : چھوڑو بھی ۔۔ اب ذرا عطر لگانے دو ۔۔ (تیز سانس لینے کی آواز) اُف! یہ اصلی عطر حنا۔ کتنی اچھی خوشبو ہے ۔۔ واہ کیا بھینی بھینی مہک ہے ۔۔ بالکل تمہارے سہاگ کی مہک کی طرح!!

(نسرین کی سسکیاں تیز تیز سنائی دیتی ہیں۔ ساتھ ہی شہنائی کی آواز بھی)

۔۔۔۔(دوسرا سین)۔۔۔۔

(طبلے کی تھاپ اور ہارمونیم کی گونجتی آواز کے بیچ، شرارا کی گھنگروؤں کی آواز۔ اسی کے ساتھ سرمست کی گرجدار آواز ابھرتی ہے)

سرمست: آج تیرا گانا مزہ نہیں دے رہا ہے شرارا۔ ذرا اور لہک کے گا ۔۔ ذرا اور لچک کے ناچ ۔۔ ہم جانتے ہیں تو کوئی پیشہ ور گانے والی نہیں ہے، میوزک اسکول کی ایک استانی ہے۔ مگر اس وقت یہ بھول جا، یہ کمرہ تیرا معمول کمرہ نہیں، سرمست کا شاندار ڈرائنگ روم ہے، اور یہ (کچھ رک کر) کوئی مہمان نہیں، میرا یار ہے ۔۔ میرا بچھڑا ہوا دوست ۔۔ میرا ٹوٹا ہوا چاند۔ . . . !!!

کامران : (الجھی ہوئی آواز میں) مجھے یہ سب پسند نہیں سرمست۔ کیا اسی لیے پردیس بلایا تھا؟ کیا اسی بکواس کے لیے مجھ سے میرا گھر ۔۔ میرا شہر چھڑایا تھا؟ ۔۔ مجھے کام چاہئے ۔۔ کام ۔۔!!

سرمست : (قہقہہ) یہ بھی ایک کام ہے۔ اس کام کے بغیر زندگی بیکار ہے ۔۔ اس گھڑی بھر رنگ پیار سے ۔۔ کام دھام کی باتیں پھر کریں گے ۔۔!

(شرارا کی الاپ تیز ہونے لگتی ہے)

(ساتھ میں سرمست کے گرجدار قہقہے کی آواز بھی)

کامران : یہ پروگرام کب تک چلتا رہے گا ۔۔؟

سرمست : جب تک تو اپنے سڑے ہوئے مسئلوں کا بھوت سر سے اتار نہیں پھینکے گا ۔۔!

کامران : یہ بھوت ایسے نہیں اترے گا سرمست۔

سرمست : او، کیسے ۔۔؟ ۔۔ کیا کچھ پینے پلانے کا بندوبست کروں ۔۔؟

کامران : اس شہر میں آکر تمہیں کیا ہو گیا ہے سرمست؟ تم ایسے تو نہ تھے۔

سرمست : ہاں ایسا تو نہ تھا ۔۔ افسوس کہ ایسا تو نہ تھا ۔۔ کاش کبھی ایسا تو نہ ہوتا!

کامران : یہ فرسٹریشن ہے۔

سرمست : اب جو چاہے کہہ لو۔ میں اسی کو زندگی سمجھتا ہوں ۔۔ اور سنو ۔۔ اس کے لیے مجھے کچھ نہیں کرنا پڑتا ۔۔ بس جب چاہتا ہوں، پیسوں کے ڈھیر لگ جاتے ہیں میرے سامنے۔

(شرارا کی الاپ اچانک رک جاتی ہے)

شرارا : کیوں پریشان کرتے ہو غریب کو؟

سرمست : یہ غریب نہیں ہے شرارا۔

شرارا : اُف! بچارا آدمی ۔۔!!

سرمست : کیا بچارا کہا ہے؟ کیا خوب بچارا ہے۔ ارے یہ بچارا نہیں ہے، بنا ہوا بدھو ہے ۔۔!! بول کامران کیا میں جھوٹ کہتا ہوں، بول میرے دانشور! میرے فلسفی، میرے سقراط ۔!

شرارا : یہ سقراط کیا ہوتا ہے سرمست؟

سرمست : بتاؤ پیارے۔

کامران : میں جا رہا ہوں۔

سرمست : جاؤ گے کہاں؟

کامران : کہیں بھی۔

سرمست : (قہقہہ) یہ شہر تمہیں کھا جائے گا برخوردار ۔۔ اب میری پناہ سے بھاگنے کی کوشش نہ کرنا ۔۔ میں تمہارا سچا دوست ہوں۔ جگری یار ہوں۔ بس جو کر رہا ہوں دیکھتے جاؤ۔ نسرین جیسی سینکڑوں حسینائیں تمہارے پیچھے بھاگتی نظر آئیں گی۔

کامران : (تڑپتی آواز میں) نسرین کو کچھ مت کہو سرمست۔

سرمست : (قہقہہ) بیٹا یہ لیلیٰ مجنوں والا زمانہ نہیں ہے ۔۔ آج کی لیلیٰ دولت چاہتی ہے ۔۔ آج کا مجنوں جنگلوں کی خاک نہیں چھانتا ۔۔ لیلیٰ کو خریدنے کے لیے دولت مندوں کو ٹھکانے لگانے کا گُر جانتا ہے ۔۔ اور سونے چاندی کا انبار لگا دیتا ہے۔ بس دیکھتے جاؤ میرے مجنوں ۔۔! تمہاری لیلیٰ کے لیے یہ کام میں کروں گا ۔۔ ہاں میں ۔۔!!

شرارا : تمہارے دوست کی آنکھیں بھر آئی ہیں سرمست۔

سرمست : ہاں! میں بھی دیکھ رہا ہوں ۔۔

شرارا : انھیں اور مت ستاؤ ۔۔

سرمست : شرارا ۔۔! دراصل میں اس کا بھوت اتار رہا ہوں۔

شرارا : مجھے ان پر ترس آرہا ہے سرمست۔

کامران : مجھے تم سے یہ امید نہ تھی سرمست! یہ امید نہ تھی کہ اتنی دور بلا کر ایک بازاری عورت کے سامنے میرا مذاق اڑاؤ گے ۔۔!

شرارا : میں بازاری عورت نہیں ہوں کامران صاحب!

سرمست : یہ جو کہے، کہنے دو شرارا ۔۔! یہ میرا دوست بہت معصوم ہے ۔۔ ایک نئے جہان کی تعمیر کا خواب دیکھنے والا ۔۔ بے وقوف دانشور ۔۔!!

(کھٹ کھٹ کی آواز)

سرمست : (اونچی آواز میں) کہاں جا رہے ہو کامران! رک جاؤ ۔۔ مت جاؤ ۔۔! بھٹکو گے ۔۔ اس شہر میں تنہا بھٹکو گے ۔۔ رک جاؤ ۔۔ میں اپنے الفاظ واپس لیتا ہوں ۔۔ واپس لیتا ہوں کامران ۔۔!!

شرارا : مت روکو سرمست! جانے دو ۔۔ پھر آجائے گا ۔۔ اس وقت بہت دکھ گیا ہے، بچارا ۔۔!

ایک آدمی کو شراب کے جرم میں عدالت نے جرمانے کی سزا دی۔ جرمانے کی ادائیگی کے بعد اس نے جج سے رسید کا مطالبہ کیا۔ جج کے دریافت کرنے پر کہ وہ رسید کا کیا کرے گا۔ شرابی نے جج سے پوچھا کیا وہ روز حساب پر یقین رکھتا ہے۔ اثبات میں جواب پر اس نے کہا۔ فرشتے مجھ سے پوچھیں گے تو نے شراب پی تھی۔ میں کہوں گا ہاں۔ اور جرمانہ بھی ادا کیا تھا۔ اب جج صاحب آپ ہی سوچیے اگر وہ رسید مانگ بیٹھے تو مجھے آپ کی تلاش میں جہنم میں بھٹکنا پڑے گا جو میں نہیں چاہتا۔

(جیمس رسل لوویل)

سرمست : کامران ۔۔! ۔۔ کامران ۔۔!! کہاں جا رہے ہو آخر؟ کہاں رہو گے آخر؟ تمہارے پاس پیسے بھی تو نہیں ہیں دوست!

(کھٹ کھٹ کی آواز جاری ہے)

کامران : میں واپس اپنے شہر نہیں جا رہا ہوں، اب اسی شہر میں رہوں گا، اور تمہیں عزت کے ساتھ جی کر دکھلا دوں گا!

سرمست : ارے کچھ پیسے تو لیتے جاؤ۔

کامران : میرے پاس پیسے ہیں۔

سرمست : پاگل مت بنو۔

شرارا : اب جانے بھی دو پیارے۔ آجائے گا آخر کہاں؟

سرمست : تم چپ رہو شرارا! میں نے کامران کو اپنے پاس اس لیے نہیں بلایا تھا ۔۔ سنو تو سہی کامران! رکو تو سہی!

کامران : خدا حافظ سرمست۔

(کھٹ کھٹ کی آواز تیز ہو کر معدوم ہو جاتی ہے)

۔۔۔۔(تیسرا سین)۔۔۔۔

(بازار، ٹرانک کا شور، بار بار ہارن بجنے کی آوازیں، کبھی تیز کبھی مدھم ہوتی ہوئی۔)

سرمست : (اونچی آواز میں) کامران۔ او کامران!!

کامران : کہو کیسے ہو سرمست؟

سرمست : (قہقہے کی آواز) میری کیا پوچھتے ہو، اپنی کہو ۔۔!

کامران : خدا کا شکر ہے زندہ ہوں!

سرمست : وہ تو دیکھ رہا ہوں، رات برف گری ہے، اس وقت بھی موسم بہت خراب ہے۔ یہ برفیلی ہوائیں بدن کو چھید رہی ہیں۔

کامران : مگر تم تو سوٹ میں ہو۔ اوپر سے اوورکوٹ بھی ہے!

سرمست : ہاں! اوورکوٹ بھی ۔۔ اور تم صرف ایک سوئیٹر میں ۔۔ اور وہ بھی بوسیدہ۔ کانپ رہے ہو بُری طرح؟

کامران : ہاں بھائی! کانپ رہا ہوں بُری طرح!

سرمست : اسی طرح کانپتے کانپتے ٹھنڈے ہو جاؤ گے ۔۔ دم توڑ دو گے ۔۔!!

کامران : تم قبرستان پہنچا دینا۔

سرمست : مجھے دیکھو کامران!

کامران : دیکھ رہا ہوں ۔۔ کانپ نہیں رہے ہو تم۔

سرمست : خیر ۔۔ آؤ میرے ساتھ چلو ۔۔

کامران : اب کہاں؟

سرمست: جہاں لے چلوں۔

کامران: تمہاری بے عزتی ہوگی، ایک ٹیچر کو اپنے ساتھ لے جاؤگے، دیکھنے والے کیا کہیں گے؟

سرمست: (بھرائی آواز میں) شرمندہ نہ کرو پیارے خدا کے لیے ضد چھوڑ دو، یہ دنیا بڑی مکار ہے!

کامران: اور ہم اس دنیا کے مکار لوگ ۔ ہے نا؟

سرمست: نہیں نہیں۔ ہم اس دنیا کے باغی۔

کامران: (قہقہہ لگا کر) واہ میرے باغی! میرے انقلابی۔ کوئی پولیٹیکل پارٹی جوائن کرلی ہے کیا؟

سرمست: نہیں! (کچھ رک کر) پولیٹیکل پارٹیاں جو ملک کو تباہ کرنے پر تلی ہوئی ہیں، انھیں راہ راست پر لانے کا کام کررہا ہوں ــــ!

کامران: ایسی خطرناک پارٹیوں کو مضبوط بنا رہے ہو؟

سرمست: یہاں سڑک پر کیا بتاؤں ــــ آؤ چلو میرے ساتھ ــ!

(ٹرافک کا شور جاری ہے)

(سرد ہوا چلنے کی شائیں شائیں بھی سنائی دیتی ہے)

(دروازہ کھٹکھٹانے کی آواز ــ پھر دروازہ کھلنے کی آواز)

تیار خاں: آگئے حضور (کپکپانے کی آواز) بڑی ٹھنڈ ہے، ہڈیاں گلی جارہی ہیں، دس بج چکے ہیں سرکار!

سرمست: کوئی فون تو نہیں آیا تھا تیار خاں؟

تیار خاں: آیا تھا سرکار ــ

سرمست: کس کا؟

تیار خاں: شرارا صاحبہ کا حضور!

سرمست: کوئی میسج ــ؟

تیار خاں: جب آپ آئیں، انھیں فون کرلیں ــ!

سرمست: کونی نمبر بتایا تھا ــ؟

تیار خاں: نہیں حضور ــ!

سرمست: حضور کے بچے ــ سو بار کہہ چکا ہوں کہ نمبر معلوم کرلیا کرو۔

تیار خاں: آپ کو یاد نہ ہو تو میں بتا دوں ان کا فون نمبر ــ سرکار ــ!

سرمست: بیوقوف! شرارا کے فون نمبر کی بات نہیں ہے، کیا تم بھول گئے کہ وہ اور نمبروں سے بھی باتیں کیا کرتی ہے!

تیار خاں: ہاں حضور! یہ تو میں بھول ہی گیا تھا ــ!

سرمست: کیا بھول گئے تھے؟

تیار خاں: یہی کہ وہ اور نمبروں سے بھی باتیں کرتی ہیں۔ بتاؤں سارے نمبر سرکار ــ؟

سرمست: خاموش ــ! جاؤ اپنا کام کرو۔ اور ہاں ذرا دو کپ کافی بنالاؤ ــ!

تیار خاں: کھانا بھی لگادوں ــ؟

سرمست: کھانا ہم دونوں کھائیں گے!

تیار خاں: ان کا کھانا، اپنے کھانے کے ساتھ لگالوں؟

سرمست: کیا مطلب ــ؟

کامران: تمہارا ملازم بہت ہوشیار ہے، آدمی پہچانتا ہے سرمست! (کچھ رک کر) ہاں بھیا میں بھی تمہارے ساتھ ہی کھانا کھاؤں گا۔ غریب آدمی ہوں ــ خوب پہچانا تم نے اپنے بھائی کو ــ!

سرمست: (گرجدار آواز میں) تیار خاں ــ! سمجھ بوجھ کر باتیں کیا کرو ــ یہ میرے دوست ہیں ــ فلم میں کام کرتے ہیں۔ ایک غریب کا بھیس بدلے ہوئے ہیں، ریہرسل کریں گے ــ سمجھے بے وقوف!!

تیار خاں: آپ نے کوئی فلمی اسٹوری لکھی ہے سرکار؟

کامران: ہاں ہاں! یہ اسٹوری رائٹر ہوگئے ہیں خاں صاحب! (قہقہہ)

سرمست: تم فوراً میری نظروں سے دور ہو جاؤ تیار خاں! اور جو کہہ رہا ہوں کرو!

تیار خاں: بہت اچھا ــ حضور ــ!!

(تیار خاں کے جانے کی آواز)

سرمست: ہاں اب بتاؤ کیا مشغلہ ہے تمہارا ــ؟

کامران: بیکاری ــ!!

سرمست: نسرین کے عشق کا بھوت اتر گیا نا ــ؟

کامران: ہاں! اتر گیا ــ!

سرمست: تو کوئی کام وام سوچا ــ؟

کامران: ہاں سوچ لیا ــ!

سرمست: کیا ــ؟ ذرا میں بھی تو سنوں ــ!

کامران: ٹیوشن کروں گا ــ!

سرمست: یہ تو بہت اچھا پیشہ ہے (قہقہہ) ایک ہزار روپے ماہانہ دوں گا ــ مجھے پڑھا دیا کرو ــ!

کامران: تم کیا پڑھوگے ــ مذاق نہ اڑاؤ میرا ــ!!

سرمست: مجھے تم سے انسانیت کا سبق پڑھنا ہے ــ پڑھا دوگے نا ــ؟

کامران: کاش! یہ سچ ہوتا ــ

سرمست: واقعی سچ کہہ رہا ہوں میں ــ

کامران: پہلا سبق مفت پڑھاؤں گا ــ

سرمست: بسم اللہ ــ

کامران: دغابازی چھوڑ دو ــ

سرمست: (قہقہہ) دغاباز ہوں میں ــ؟

کامران: افسوس! صد افسوس ــ! تم ایسے تو نہ تھے میرے دوست!

سرمست: ثابت کرسکتے ہو ــ؟

کامران: زندگی کے کچھ مطالبے ہوتے ہیں سرمست!

سرمست: ان مطالبوں کو مارو گولی۔ میری سنو ــ اور غور سے سنو ــ جب پیٹ بھرا ہوتا ہے تو یہ آدرش کی باتیں بھلی لگتی ہیں ــ!

کامران: لیکن میں خالی پیٹ رہ کر ایسی باتیں سوچتا ہوں ــ!

سرمست: سوچنے سے کیا ہوتا ہے میرے یار! کون مانتا ہے، کون ملنے گا۔ یہ دنیا مانگنے سے دھتکارتی ہے دیتی نہیں ــ یہ دنیا چھین لینے سے ملتی ہے۔ اور جب آدمی مالدار ہو جاتا ہے تو دیش بھگت بھی ہو جاتا ہے ــــ اور دھرم ایمان والا بھی ــ!

کامران: (لمبی سانس کھینچ کر) تم بتاؤ کیا ہو رہا ہے آجکل۔

سرمست: بہت سے کام ہیں ــــ اور سب سے آسان کام ہے رہزنی ــ جو تم نہیں کرسکتے ــ اور اس سے بھی آسان کام ہے دھوکا بازی ــ تم سے یہ بھی نہیں ہوسکتا ــ اور اس سے بھی آسان ترین کام ہے اسمگلنگ ــــ تم یہ بھی نہیں کرسکتے ــــ میرے دوست! میں تم سے ایسے کام نہیں لوں گا، اور اب میں بھی یہ سارے دھندے چھوڑ چکا ہوں ــ!

کامران: تو پھر کیا کر رہے ہو تم؟ یہ ٹھاٹ باٹ ــ یہ نوکر چاکر ــــ یہ شاندار زندگی ــــ آخر کیسے بسر ہو رہی ہے سرمست!؟

سرمست: میری خواہش ہے چند روز یہاں رہ لو ــ سب معلوم ہو جائے گا تمہیں ــ!

کامران: کچھ بتاؤ تو سہی ــ!

سرمست: فی الحال اغوا کا کام کر رہا ہوں ــ!

کامران: اغوا ــ؟

سرمست: ہاں ہاں! اغوا ــ خوبصورت لڑکیوں کا اغوا ــ ہزاروں لاکھوں میں فروخت ہوتے ہیں خوبصورت جسم ــ! شرارا جو ایک میوزک اسکول کی پرنسپل ہے، وہی اس کام کی انچارج ہے۔ ایک سے ایک چیز دکھاؤں گا ــ یقین کرو ساری بوریت دور ہو جائے گی ــ چاہوگے تو اپنا غم بھی غلط کرلوگے ــــ!!!

کامران: (چیخ کر) کس قدر گر گئے ہو سرمست! اُف یہ معصوم لڑکیاں! یہ منہ بند کلیاں! یہ نازک تتلیاں ــ! ہماری تمہاری بے زبان بہنیں ......!!!

سرمست: بس ــ بس ــ!! اب زیادہ نہ کہو۔ لو کافی آگئی۔ (کچھ رک کر) اب تم جاؤ تیار خاں ــ

تیار خاں: کھانا لگاؤں سرکار ــ؟

سرمست: پندرہ بیس منٹ بعد ــ!

(ٹیلی فون کی گھنٹی بجتی ہے)

تیار خاں: آپ کا فون ہے حضور ــ!

سرمست: کون ہے؟

تیار خاں: شرارا صاحبہ ــ!

سرمست: کس نمبر سے بول رہی ہے؟

تیار خاں: اب آپ ہی معلوم کرلیں سرکار ــ! وہ بہت غصے میں ہیں ــ!

سرمست: پلیز کامران! ایک منٹ ــ

(جانے کی آواز)

تیار خاں: ہمارے صاحب بہت اچھے آدمی ہیں بھائی! کیا تم سچ مچ ان کے دوست ہو؟

کامران: نہیں ــ!

تیار خاں: کچھ چندہ ونده مانگنے آئے ہو ــ؟

کامران: ہاں!

تیارخاں: کاہے کا چندہ —؟

کامران: ایک اسکول کھول رہا ہوں —!

تیارخاں: لڑکیوں کا اسکول —؟

کامران: ہاں!

تیارخاں: تب تو جھولی بھر کر لے جاؤ گے بھائی! مگر ذرا ہوشیار رہنا (دھیمی آواز میں) ہمارے صاحب تھوڑا عیاش بھی ہیں —!

(سرمست کے آنے کی آواز)

سرمست: لو بھئی کامران خوش ہو جاؤ، ہمارا پیشہ بدل رہا ہے!

کامران: کیا مطلب؟

سرمست: ایک سیاسی پارٹی سے معاملہ ہو گیا ہے۔

کامران: کیسا معاملہ —؟

سرمست: خدا کے لیے اپنے آدرشوں سے باز آجاؤ اب —!

کامران: کہو تو سہی —!

سرمست: تیارخاں تم یہاں کیوں کھڑے ہو —؟

تیارخاں: جاؤں کھانا لگاؤں سرکار —؟

سرمست: کھانے کے بچے — جا بھاگ یہاں سے!

تیارخاں: جاتا ہوں سرکار — جاتا ہوں —!!

—— (چوتھا سین) ——

(ہارمونیم اور گھنگھروں کی آوازیں، طبلے کی تھاپ، اور شرارا کے غزل گانے کی آواز — انہیں آوازوں کے بیچ)

فرہاد: سن رہے ہو یہ غزل سرمست! داد دو پیارے —!!

سرمست: کسے داد دوں، تمہیں یا شرارا کو جس کی جادو بھری آواز نے غزل کو کہاں سے کہاں پہنچا دیا!

فرہاد: میرا مطلب کچھ اور ہے —!

سرمست: فرماؤ —!

فرہاد: انقلاب کا پیغام، غزل کے لہجے میں کچھ یونہی دیا جاتا ہے۔

سرمست: یہاں بھی انقلاب — ہا (قہقہہ) میرے بھولے شاعر تمہارا جواب نہیں!!

فرہاد: ایک نہ ایک دن انقلاب آکر رہے گا سرمست —!

سرمست: کون جیتا ہے تری زلف کو سر ہونے تک۔

فرہاد: غالب کا مصرعہ ہے یہ تو —!

سرمست: تو کیا تمہارا مصرعہ کوٹ کروں؟ (قہقہہ)

فرہاد: شرارا میوزک اسکول کی پرنسپل ہے اور یہاں ہماری تفریح کا سامان بنی ہوئی ہے، جواب نہیں اس فراڈ کا!

سرمست: اس سے بھی بڑا فراڈ دیکھو گے اب فرہاد!

فرہاد: کیا مطلب؟

سرمست: آج کی رات انقلاب کی رات ہے!!

فرہاد: میں سمجھا نہیں —!

سرمست: تم گھامڑ ہو —!

فرہاد: تم نے شاید زیادہ پی لی ہے —!

سرمست: کبھی کبھی تم بھی پی لیا کرو، تمہاری مردہ شاعری میں جان آجائے گی!

فرہاد: انقلاب کا نشہ ہے مجھ پر! اس شراب سے بڑھ کر اور کوئی شراب نہیں —!

سرمست: انقلاب کے کیڑے —!

فرہاد: کون —؟

سرمست: تم —!

فرہاد: بہک رہے ہو سرمست!

سرمست: دس بج چکے ہیں —!

فرہاد: وہ تو روز ہی بجتے ہیں —!

سرمست: گیارہ بھی بجے گا — اور — پھر بارہ بھی —!

فرہاد: اور پھر ایک بھی —

سرمست: اور میں کہوں گا — میرے خیال میں اب ایک بجنے والا ہے!

فرہاد: اور پھر —؟

سرمست: انقلاب تک تک دھا انقلاب — ایک لاکھ روپے نقد ایک پولیٹیکل پارٹی سے اور لاکھوں بلکہ کروڑوں، ہزاروں عوام کے جان و مال کے روپ میں —!!

فرہاد: بہک رہے ہو پھر —؟

سرمست: ہوش میں ہوں — بالکل ہوش میں ہوں — تم میرے ساتھ رہو گے — اس انقلاب کے بعد تم ایک گمنام شاعر نہیں رہ جاؤ گے — میں تمہارا دیوان چھپوا دوں گا تمہارے نام سے کوئی ادارہ قائم کرا دوں گا — چاہو گے تو فرہاد اکاڈمی بنوا دوں گا —!!

فرہاد: (بات کاٹ کر) شرارا! رقص بند کرو!

سرمست: رقص جاری رہے —!

(غزل رک جاتی ہے — گھنگھروؤں کی آواز اچانک بند ہو جاتی ہے)

شرارا: آپ دونوں پاگل ہو رہے ہیں —!

سرمست: رقص جاری رہے —! سازندو! ساز بجتا رہے —!

شرارا: لو ایک جام اور پی لو پہلے!

فرہاد: اب میں نہیں پینے دوں گا!

شرارا: آپ ہی سنبھالیے، میں تو تھک گئی!

سرمست: کامران بھی آرہا ہوگا!

فرہاد: وہ یہاں نہیں آسکتا —!

سرمست: (قہقہہ) وہ ہمارے پروگرام میں شامل ہو گیا ہے۔ اب اسے بھی اونچا اٹھنا ہے۔ اب اسے بھی دولتمندوں سے ٹکر لینی ہے۔ وہ میرا بچپن کا ساتھی، میرا پیارا دوست، موت کے منہ میں جانے سے بچا ہے۔ میں نے اسے بڑی مشکل سے اپنا ہم خیال بنایا ہے۔ (کچھ رک کر) فرہاد سنو — شرارا سنو! توڑ پھوڑ بھی ایک آرٹ ہے۔ مفت کا آرٹ — جو ایک عام آدمی کو منٹوں میں لکھ پتی بلکہ کروڑ پتی بنا دیتا ہے۔ بس دیکھتے جاؤ میرے شاعر — بس دیکھتی جاؤ میری حسین مطربہ، میری جمیل رقاصہ!

شرارا: فرہاد صاحب! کوئی نظم سنائیے نا ہمیں۔

فرہاد: سناؤں سرمست؟

سرمست: شٹ اپ —!

فرہاد: یہ میری توہین ہے!

سرمست: بھوکوں مر جاؤ گے شاعر! جو کرنے والا ہوں اسے دیکھو —!!

(کھٹ کھٹ کی آواز)

شرارا: کون ہے؟

کامران: دروازہ کھولو۔

سرمست: آگیا میرا دوست

فرہاد: کیا ہونے والا ہے میرے خدا —؟

سرمست: میں نہیں بتاؤں گا — صبح کو ریڈیو بتا دیگا۔ ساری دنیا جان جائے گی — سب کو معلوم ہو جائے گا۔ (قہقہہ)

شرارا: مگر یہ اسکیم بہت خطرناک ہے!!

سرمست: تم چپ رہو میری پیاری داشتہ!

شرارا: میں نہیں چاہتی… نہیں چاہتی… کہ یہ توڑ پھوڑ… یہ ایکسیڈنٹ…!

فرہاد: ایکسیڈنٹ —؟

سرمست: خاموش شاعر —!

شرارا: تمہاری اسکیم… یہ اسکیم… سیکڑوں، ہزاروں کو موت کے گھاٹ اتار سکتی ہے، خدا کے لیے باز آجاؤ۔

کامران: (گھبرائی آواز میں) بات یہ کچھ ٹھیک ہی لگتی ہے سرمست!

سرمست: (گرجدار آواز میں) ڈگمگاؤ مت میرے دوست — ڈگمگاؤ مت — آج کی رات، سونے چاندی کا خواب حقیقت میں بدلنے والا ہے —!!

کامران: (ہکلا کر) ہاں… ہاں… حقیقت سے… بدلنے… والا ہے… میں… میں تو… واقعی… واقعی… ڈگمگا چلا تھا… اب… اب… نسرین… نسرین کے لیے سب کچھ کر سکوں گا — مکان — جائیداد — دولت — کار — عزت — شہرت، (قہقہہ) چلو سرمست! جلدی چلو — وہاں پہنچنے میں ایک گھنٹہ اور لگ جائے گا — ٹرین ٹھیک ایک بجے پہنچ جاتی ہے وہاں… وہاں… اس ویران بیابان میں… اس بھیانک جنگل میں سرمست!

فرہاد: جنگل —؟ ٹرین —؟ — کیا مطلب سرمست! — کیا مطلب کامران…؟؟

سرمست: (قہقہہ) کامران رئیس اعظم — سرمست رئیس اعظم — فرہاد شاعر اعظم… اور… اور… کچھ نہیں… کچھ نہیں…!

شرارا: (تڑپ کر) کیوں کچھ نہیں — کیوں کچھ نہیں — سیکڑوں ہزاروں بے گناہ جسم تڑپتے ہوئے، کٹے پھٹے جسم خون میں

آگ، آہ، کراہ۔۔۔۔ نہیں نہیں نہیں۔۔۔۔ سرمست نہیں۔۔۔۔
ایسا نہ کرو۔۔۔۔ ایسا نہ کرو۔۔۔۔ !

فرہاد : کیسا نہ کرو؟ — کیا ہونے جا رہا ہے شرارا — ؟

سرمست : تم دونوں خاموش ہو جاؤ — خاموش ہو جاؤ —! آؤ کامران آؤ — گاڑی نیچے موجود ہے !

کامران: اور باقی لوگ — ؟

سرمست: وہیں — وہیں — اسی جنگل میں —!!

شرارا : مت جاؤ سرمست — ! مت جاؤ کامران —!!

فرہاد: جانے دو شرارا ! بہکے ہوئے ہیں دونوں نشہ اترنے پر لوٹ آئیں گے، تب تک تم کچھ گاؤ، کچھ سناؤ — !

(پانچواں سین)

(تیز رفتار میں ٹرین چلنے کی آواز — رہ رہ کر انجن کی سیٹی بھی سنائی دیتی ہے، ساتھ میں پٹریاں بدلنے کی آواز بھی)

کہکشاں : (گھبرائی ہوئی آواز میں) آصف! آصف! اٹھو آصف! نہ جانے میرا جی کیوں بہت گھبرا رہا ہے، گاڑی بہت تیز رفتار میں چل رہی ہے !

آصف : (اونگھتی آواز میں جماہی لینے کی آواز کے ساتھ) یہ کیا بکواس ہے، ابھی ابھی آنکھ لگی تھی، جگا دیا — خواہ مخواہ ڈرتی ہو — سو جاؤ — سو جاؤ — !!

کہکشاں : نہیں آصف نہیں — ! اٹھو اٹھ کر بیٹھ جاؤ۔ میرا دل بیٹھا جا رہا ہے، زنجیر کھینچ دو آصف !

آصف : لو اٹھ گیا — مگر بیٹھوں گا نہیں — دیکھو میری آنکھیں کھلی ہوئی ہیں — !

کہکشاں : کوپے کا دروازہ کھول دوں آصف —؟

آصف : کوپے کے دروازے نے کیا بگاڑا ہے۔ (ہنستے ہوئے) بیوقوف! کوئی خواب دیکھا ہے ؟

کہکشاں : کتنے بجے ہیں آصف — ؟

آصف : بارہ بج کر اڑتالیس منٹ —!

کہکشاں: کھڑکیاں کھول دوں ؟

آصف : باہر کا منظر اندھیرے میں کیا خاک نظر آئے گا؟

کہکشاں: نہیں — نہیں — میں کھڑکیاں کھولے دے رہی ہوں!

آصف: بہت ٹھنڈ ہے — ہوا آئے گی — !

کہکشاں : لحاف اوپر تک تان لو۔

(ٹرین چلنے کی تیز آواز کے بیچ کھڑکی کھلنے کی آواز)

آصف: (کانپتی آواز میں) اُف! یہ برفیلی ہوا کے تیر — !

کہکشاں: پورا چاند ہے — دیکھو آصف! جھانک کر دیکھو — ٹرین بھاگ رہی ہے — مگر چاند نہیں — وہ تو آسمان میں ایک ہی جگہ ٹنکا سا لگ رہا ہے!

آصف : کہرے میں گھرا ہوا — !

کہکشاں: پیلا چاند — !

آصف : لرز رہا ہے بیچارا، جاڑے کے مارے

کہکشاں: پھر بھی کتنا حسین ہے !

آصف : کسی لٹے ہوئے شہزادے جیسا — !

کہکشاں: ہاں کسی لٹے ہوئے شہزادے جیسا — ٹوٹا ہوا چاند — !!

آصف : یہ سب شاعرانہ باتیں ہیں۔ (جماہی لیتے ہوئے) تم اس ٹوٹے ہوئے چاند کے غم سے مزہ لیتی رہو — مجھے سونے دو — صبح فیکٹری میں بہت سے کام ہیں — مزدوروں نے اسٹرائک کا نوٹس دے رکھا ہے۔ پہنچتے ہی انھیں فیس کرنا ہوگا۔ تم ٹوٹے ہوئے چاند سے آنکھ مچولی کرتی رہو — مگر ہاں شال اوپر تک کھینچ لو — جاڑے کی یہ ہوا بہت خطرناک ہوتی ہے۔

کہکشاں : چاند کو جاڑا نہیں لگتا آصف ؟

آصف : (ہنستے ہوئے) جواب نہیں اس معصومیت کا — جی چاہتا ہے چوم لوں —!

کہکشاں : وہ بہت دور ہے !

آصف : مگر یہ، بہت قریب ہے کہکشاں !

کہکشاں : جی نہیں بھرا — ؟

آصف : یہ اپنے حسن سے پوچھو !

کہکشاں: مجھے چاند کو دیکھنے دو !

آصف : اور مجھے چاند کو چومنے دو !

(ٹرین کی آواز اور تیز ہو جاتی ہے، ساتھ ہی سیٹیاں برابر سنائی دینے لگتی ہے)

(اور پھر ایکسیڈنٹ کی بھیانک آوازیں ابھرتی ہیں، عورتوں، بچوں، مردوں اور لڑکوں کے چیخنے چلانے، سسکنے کی مسلسل آوازیں سنائی دینے لگتی ہیں، انہیں اونچی بھیانک آوازوں کے بیچ)

کامران : (گھبرائی ہوئی بھیانک آواز میں قہقہہ لگا کر) ایکسیڈنٹ —! حادثہ — ! بھیانک حادثہ!! کامیاب حادثہ! ایک دوڑتا ہوا، بھاگتا ہوا، بسا ہوا، خوبصورت شہر — حسینوں، مہ جبینوں، منچلوں، دل جلوں، امیروں، غریبوں، دولت مندوں، مزدوروں کا آباد شہر! ہنستے کھیلتے بچوں، بوڑھوں، جوانوں کا شہر سفر کرتا ہوا شہر، منزلوں سے گزرتا ہوا شہر، (قہقہہ) آگ — خون — اور — اور — موت کے بھیانک منظروں سے بدل جانے والا یہ شہر — ! — سرمست! لوٹ لو یہ مال و زر یہ دھن دولت۔۔۔۔۔ ! یہ سونا چاندی — یہ طرح طرح کے سامان یہ قسم قسم کے مال و اسباب — (قہقہہ) اور — اور — ایک لاکھ نقد — ایک پولیٹیکل پارٹی کے لیے اتنا بڑا کارنامہ انجام دینے کے عوض ایک لاکھ نقد — پیشگی پا چکے ہونا — کہاں ہو — کدھر ہو — کدھر ہو سرمست — !!

سرمست : (ہانپتی آواز) تمہارا دماغ خراب ہو رہا ہے کامران! تم یہاں سے فوراً بھاگ جاؤ، ادھر سڑک پر جیپ کھڑی ہے — ہمارے دوسرے آدمی باقی کام کر لیں گے — !

کامران: (چیختی آواز میں) ارے۔۔۔ ارے۔۔۔۔ میرے خدا۔۔۔۔ یہ؟۔۔۔ یہ ؟۔۔۔۔ یہ کیا۔۔۔۔ ؟ یہ اُف۔۔۔۔۔ دولہن۔۔۔۔ کس کی دولہن۔۔۔۔ نہیں نہیں۔۔۔۔ نسرین۔۔۔۔ میری نسرین۔۔۔۔ خون میں ڈوبی ہوئی نسرین۔۔۔۔

اور یہ۔۔۔۔ یہ۔۔۔۔ شاید۔۔۔۔ شاید اس کا دولہا ہے! سہرے کے پھول خون میں نہائے ہوئے — جلتی ہوئی ٹرین کے شعلے میں۔۔۔۔ یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں۔۔۔۔ خدایا۔۔۔۔! نسرین — نسرین!! — نسرین!!! — اور یہ ایک بے ہوش عورت۔۔۔۔ خوبصورت خاتون۔۔۔۔ یہ بھی شاید کوئی نویاہتا ہے — مگر نسرین — نسرین — یہ تم ہو — ؟ ارے تم ہو نسرین ؟ مردہ نسرین —!!

سرمست: مر چکی ہے یہ بے وفا — اب بکومت یہ اپنے انجام کو پہنچ گئی — تمہارے ہاتھوں کے بجائے کسی غیر کا ہاتھ تھامنے کی بدولت دوست — ! — ارے تم ہم سب کو پکڑوا دوگے — چلو — جلدی چلو — اٹھو — دیکھو تمہارے ہاتھ بھی زخمی ہو گئے ہیں — !!

کامران: نہیں — نہیں — نہیں !!! ہرگز نہیں ! میں نے۔۔۔۔ میں نے تم کو منع کیا تھا۔۔۔۔ ہاں ہاں تم نے فش پلیٹ کھولنے کا کام بھی کسی اور سے لیا ہے۔۔۔۔ میں میں۔۔۔۔ میں تو یہاں صرف دولت بٹورنے کے لیے آیا تھا۔۔۔ دولت۔۔۔ اپنے لیے نہیں — ایک خوبصورت مکان — ایک حسین عمارت — ایک شاندار کوٹھی کے لیے — نسرین جیسی خوبصورت، دولتمند لڑکی کو اپنی شریک حیات بنانے کے لیے — اُف میرے خدا — یہ کیا ہو گیا — ؟ — میرا دماغ۔۔۔۔ پھٹ رہا ہے — پھٹ رہا ہے۔۔۔ اُف۔۔۔ اُف — !!!

(لوگوں کی چیخ پکار کی آوازوں کے بیچ بھاگنے دوڑنے کی تیز تیز آوازیں)

(چھٹا سین)

(ریڈیو سے خبر براڈکاسٹ ہونے کی آواز)

رات دلی سے آنے والی ایکسپریس ٹرین ایک بھیانک حادثے سے دوچار ہوگئی — جس میں لگ بھگ پانچ سو مسافر جن میں بچے، بوڑھے، عورتیں، جوان سبھی شامل تھے، ہلاک ہو گئے۔ تازہ خبروں میں بتایا گیا ہے کہ اس تعداد سے بھی کہیں زیادہ مسافروں کے ہلاک ہونے کا امکان ہے — زخمیوں کی تعداد

فریاد آزر

خدا کا بھی امتحان لینے کی ضد عجب تھی
بچھڑ کے اس سے دعا کے لہجے کی ضد عجب تھی
ہوائے شفقت چھری بھی والد سے چھین لیتی
یہ سبز موسم میں ایک بیٹے کی ضد عجب تھی
کھلونا ایسا جو گھر کے بوڑھوں کے کام آئے
نئی نظر کے غریب بچے کی ضد عجب تھی
یوں کوئی شاید مزاج ہی پوچھ لے ہمارا
مسرتوں میں اداس رہنے کی ضد عجب تھی
میں جس کی خاطر نماز پڑھتا رہا ہمیشہ
اسے دعاؤں میں بھول جانے کی ضد عجب تھی
چھپا رہا تھا مری دعا کی شکست مجھ سے
امید کے اجنبی پرندے کی ضد عجب تھی
بس ایک لمحہ کی موت اچھی بھلی تھی آزر
مگر تجھے قطرہ قطرہ مرنے کی ضد عجب تھی

([illegible])

پانچ سو کے قریب بتائی گئی ہے۔ خیال کیا جاتا ہے کہ اس سال کا یہ زبردست حادثہ ملک دشمن عناصر کی توڑ پھوڑ کی کارروائیوں کا نتیجہ ہے۔ حادثہ کی جگہ پر سبھی اعلیٰ حکام پہنچ گئے ہیں اور ریلیف کا کام جاری ہے۔ زخمیوں کو قریبی شہر کے اسپتالوں میں داخل کر دیا گیا ہے ....

کامران: (بڑبڑاتے ہوئے) یہ خبر کون سنا رہا ہے۔ کون بول رہا ہے — میں کہاں ہوں — کوئی بتاؤ میں کہاں ہوں، ارے کوئی ہے — ؟ — آخر یہ سب کیا ہو گیا ہے — کب گاڑی لڑی، کب حادثہ ہوا — ؟ ہاں — ہاں — یاد آ رہا ہے .... یاد آ رہا ہے .... نسرین — ! .... نسرین ایک خوبصورت لڑکی .... ایک حسین دوشیزہ .... دولہن کی شکل میں ... جنازے کے روپ میں ... (روتی ہوئی آواز) ہاں ہاں — کچھ کچھ یاد آ رہا ہے۔

کہکشاں: (بڑبڑاتے ہوئے) شاید — شاید — اس بدنصیب مسافر کی بھی کوئی دولہن تھی جو ... اُف .... میرے آصف کی طرح ... نہیں نہیں .... آصف .... آصف ... زندہ ہے ... زندہ ہے !!

کامران: (بڑبڑاتے ہوئے) شاید — شاید — یہ بھی نسرین ہی کی طرح کوئی دولہن ہے — کسی کی دولہن — جو بچ گئی — اور اس کا دولہا — اس کا دولہا — اور اس کا دولہا — ہاں ہاں — یاد آیا — یاد آیا، اب — اب سمجھ میں آ رہا ہے — یہ — یہ — اسپتال ہے — اور ہم سب — ہم سب — زخمی ہیں، بہت سے زخمی لوگ — کوئی کہاں تک ایک ایک کو دیکھے — ایک ایک کی خبر لے — ہاں — ہاں، یہ اسپتال ہے — سفید کپڑوں میں ملبوس ادھر ادھر بھاگتی دوڑتی یہ لڑکیاں، یہ عورتیں — نرسیں ہیں — اور یہ سفید کوٹ پہنے ہوئے لوگ — ادھر ادھر بھاگتے دوڑتے ہوئے لوگ — ڈاکٹر — ڈاکٹر ہیں — (چیخ کر) ڈاکٹر — ڈاکٹر — !!

ڈاکٹر: کہئے مسٹر کیا حال ہے ؟

کامران: آپ بتائیے — آپ کہئے میں کیسا ہوں ؟

ڈاکٹر: اچھے ہیں آپ !

کہکشاں: اور میں ؟ — میرا کیا حال ہے ڈاکٹر ؟

ڈاکٹر: آپ بھی ٹھیک ہیں میڈم — بالکل ٹھیک !

کہکشاں: (سسکتی آواز میں) اور .... اور آصف .... ڈاکٹر ؟

ڈاکٹر: آصف ؟ کون آصف ؟ — اوہ آصف ! وہ بھی اچھے ہیں !

کہکشاں: کہاں ہیں وہ — ؟

ڈاکٹر: کہاں ہیں ؟ ہاں ہاں — یہیں ہیں، یہیں ہیں۔ بس اب آ ہی رہے ہوں گے، آپ تسلی رکھیں میڈم !

کہکشاں: (سسکتی آواز) یہ سب کہنے کی باتیں ہیں، مجھے سب پتہ ہے ڈاکٹر — سب پتہ ہے (سسکتے ہوئے) اب وہ کہیں نہیں ہیں — اب وہ کہیں نہیں ہیں — (سسکیاں)

ڈاکٹر: ہمت سے کام لیجئے میڈم ! ہمت سے !

کامران: اور — اور — میں کیا کروں ڈاکٹر — میں کیا کروں — ؟

ڈاکٹر: آپ بھی ہمت سے کام لیجئے مسٹر !

کامران: نسرین نہیں رہی ڈاکٹر — ؟

ڈاکٹر: وہ بھی ٹھیک ہیں — ٹھیک ہیں مسٹر — ! آتی ہی ہوں گی — !

کامران: جھوٹ — بالکل جھوٹ (قہقہہ) میں نے خود اپنی آنکھوں سے اس کی لاش دیکھی ہے — (آنسو بھرا قہقہہ) اس کی خوبصورت لاش ڈاکٹر — خوبصورت لاش — !!

ڈاکٹر: اُف گاڈ ! ان بے چاروں پر رحم کر — !!

(ساتواں سین)

(میوزک کی ہلکی آواز گونجتی ہوئی سنائی دیتی ہے۔ اس آواز کو چیرتی ہوئی کامران کے سسکنے کی آواز بھی)

کہکشاں: تم پھر رو رہے ہو مسافر ؟

کامران: نہیں تو — کون ہو تم ؟ اسی بدنصیب ٹرین کی مسافرہ ؟ زخم بھر گئے تمہارے ؟

کہکشاں: (سسکتی آواز) میرے زخم میری روح میں ہیں مسافر !

کامران: اور میرے زخم بھی روح میں ہیں !

کہکشاں: تمہیں کوئی لینے نہیں آیا — ؟

کامران: میرا اس دنیا میں کوئی نہیں !

کہکشاں: سب حادثے میں کام آ گئے مسافر ؟

کامران: ہاں سب !

کہکشاں: اور میرا بھی اب کوئی نہیں رہا — مگر مسافر — میں ایک کروڑپتی کی دولہن ہوں، جو اب نہیں رہا — اور مجھے اس اسپتال سے لینے سیکڑوں لوگ آئے، مگر میں نہیں گئی — اس لیے نہیں گئی مسافر کہ وہ سارے کے سارے لوگ میری دولت کے پرستار ہیں — میرا کوئی نہیں — !!

کامران: تمہارا کیا نام ہے ؟

کہکشاں: مجھے کہکشاں کہتے ہیں — اور تمہیں کیا کہتے ہیں مسافر ؟

کامران: میں کامران کہا جاتا ہوں !

کہکشاں: کوئی رشتہ دار بھی نہیں ہے تمہارا ؟

کامران: نہیں — ! — اور تمہارا — ؟

کہکشاں: بہت سے رشتہ دار ہیں، مگر سب میری دولت کے۔ اور میرے ماں باپ اس ملک میں نہیں رہتے ! جب خبر ملے گی، آئیں گے۔ (روتی آواز میں) اور میں نہیں چاہتی انھیں خبر ہو کامران !

کامران: ہمت سے کام لو کہکشاں !

کہکشاں: اور میں بھی تم سے یہی کہنا چاہتی ہوں، تمہارے آنسو نہ جانے کیوں مجھ سے نہیں دیکھے جاتے، تم نہ جانے کیوں مجھے اپنے لگتے ہو۔ تم خواب میں نہ جانے کیا کیا بڑبڑاتے رہتے ہو اور جو کچھ میں سنتی ہوں وہ نہ جانے کیوں میرے دل کی آواز ہوتی ہے۔ تم کہتے ہو — اس حادثہ کا ذمہ دار میں ہوں، تم کہتے ہو میں گنہگار ہوں، مجھے گرفتار کر لو، تم کہتے ہو تم نے میرا سہاگ اجاڑا، تم کہتے ہو میں نسرین کا قاتل ہوں — مجھے پھانسی دے دو — اُف کامران ! تم نے اتنے سارے الزامات اپنے سر اس لیے لے لیے ہیں کہ تمہیں انسانیت سے پیار ہے، تم انسان کو اتنا گرا ہوا نہیں دیکھنا چاہتے کہ ایک انسان دوسرے بے گناہ انسانوں کا قتل عام کرے — یہ قتل عام ہی تو تھا کامران ! یہ کسی کی توڑ پھوڑ والی ذہنیت ہی کا تو نتیجہ ہے کہ آج میں بیوہ ہوں اور مجھ جیسی کتنی ہی لڑکیاں آج اپنے سہاگ سے محروم ہو گئی ہیں — ! تم پر پھر بے ہوشی طاری ہو رہی ہے کامران ! تم پھر اندر ہی اندر بکھرنے لگے ہو — میں تمہیں — میں تمہیں — یہ خونی الزام اپنے سر نہیں لینے دوں گی — خدا کے لیے خود کو سنبھالو کامران ! اور — اور — میرا ہاتھ تھام لو — میرا ہاتھ تھام لو ! کامران — ! میرے آصف بنو — میرے آصف بنو — میرے آصف بن جاؤ کامران — !!

(آٹھواں سین)

(فیکٹری میں مشینوں کے چلنے کی آواز سنائی دیتی ہے جو آہستہ آہستہ دور ہوتی ہوئی معدوم ہو جاتی ہے — اور پھر ٹائپ رائٹر کی آواز ابھرتی ہے۔ اس آواز کے بیچ کہکشاں کے قدموں کی چاپ سنائی دیتی ہے)

کامران: ارے — تم کہکشاں — یہاں کیسے ؟

کہکشاں: تم تو ٹائپ کرنے بیٹھ گئے ؟ میں نے کئی بار منع کیا۔ ان کاموں کے لیے کلرک موجود ہیں !

کامران: جو کام میں خود کر سکتا ہوں اس کے لیے کلرک کی کیا ضرورت ؟

کہکشاں: تم اس فیکٹری کے منیجر ہی نہیں (کچھ رک کر) اب ایک پارٹنر بھی ہو — !

کامران: شکریہ ! مگر مجھے پارٹنر مت بناؤ۔

کہکشاں: پارٹنر ہی نہیں — پوری فیکٹری کے مالک !

کامران: ایک بار اور شکریہ ادا کرتا ہوں ملکۂ عالم صاحبہ !!

کہکشاں: یہ مذاق کی بات نہیں ہے !

کامران: مجھے معلوم ہے (کچھ رک کر) خیر ! بتاؤ کیا پروگرام ہے تمہارا — ؟

کہکشاں: ہاں ! جلدی سے تیار ہو جاؤ۔ کلب میں ایک بہت مزیدار فنکشن ہے !

کامران: مزیدار فنکشن ؟ کلب میں ؟ یہ کیا کہہ رہی ہو — پھر کلب جانا شروع کر دیا ؟ ؟

کہکشاں: آج "شامِ غزل" ہے کامران ! تم جانتے ہی ہو، غزل میری سب سے بڑی کمزوری ہے، کسی شاعر کے ٹوٹے ہوئے دل کی آواز میرے غم کو ہلکا کر دیتی ہے !

کامران: کس شاعر کا پروگرام ہے کلب میں ؟

کہکشاں: کوئی فرہاد صاحب ہیں، ان کا جشن منایا جا رہا ہے، ان کے ساتھ کوئی سرمست صاحب ہیں !

کامران: سرمست ؟

کہکشاں: تم چونک پڑے ؟

کامران: نہیں تو — نہیں تو — !!

کہکشاں: گھبرا گئے ــ؟

کامران: نہیں نہیں ــ ایسی کوئی بات نہیں ــ!!

کہکشاں: میں سرمست صاحب سے پہلے بھی مل چکی ہوں، بڑے دلچسپ آدمی ہیں، کسی اور شہر کے رہنے والے ہیں کوئی رئیس زادے ہیں، فرہاد ان کا دوست ہے ــ فرہاد اکاڈمی بنائی جانے والی ہے ــ!

کامران: تم سے کئی بار کہا، کلب نہ جایا کرو، وہ بےفکروں کا اڈا ہے، تم ایک آدرش لے کر نئی زندگی شروع کر رہی ہو ــ میں نے کئی بار کئی بار کہا، دولت اس لیے نہیں ہوتی کہ غلط ڈھنگ سے خرچ کی جائے ــ دولت کا کوئی ایک مالک ہو سکتا ہے ــ مگر یہ سب کے لیے ہے ــ دولت والے دوسروں کے دکھ درد پر اپنی دولت خرچ کریں تو یہ دنیا ایک اور ہی دنیا بن جائے ــ مثالی دنیا ــ تم نے میرے اس خیال کو حقیقت کا روپ دینے کا وعدہ کیا تھا کہکشاں! ــ تبھی میں نے یہ ذمہ داری سنبھالی ہے ــ!

کہکشاں: بُرا مان گئے کامران! (دکھی آواز میں) میں بہک چلی تھی، لو اب پھر سنبھل گئی ہوں اب ایسا نہ ہوگا، اب کلب نہیں جاؤں گی، اداسی ختم کرو کامران! نہیں تو ــ نہیں تو ــ پھر مجھے ــ آصف یاد آنے لگے گا ــ اُف آصف (سسکیاں)

کامران: ارے تم تو رونے لگیں۔

کہکشاں: ہاں رونے لگی ــ!

کامران: سرمست تم سے کئی بار مل چکا ہے؟

کہکشاں: ہاں کئی بار ــ تم اسے جانتے ہو نا ــ؟

کامران: ہاں ہاں ــ نہیں نہیں ــ میں نہیں جانتا!

کہکشاں: تم پھر گھبرا گئے۔ وہ تم کو جانتا ہے۔

کامران: کیسے ــ کیسے ــ مجھے جانتا ہے وہ؟

کہکشاں: کہہ رہا تھا، تم اس کے دوست رہ چکے ہو، دولت مند ہو کر بھول گئے اسے ــ!

کامران: دولت مند کہاں ہوں میں ــ؟

کہکشاں: میں نے کہہ دیا تھا، میری ساری جائیداد کے تنہا مالک تم ہو!

کامران: کیوں یہ جھوٹ بولا تم نے؟

کہکشاں: یہ جھوٹ نہیں ہے کامران!

کامران: جھوٹ ــ سو فیصد جھوٹ!!

کہکشاں: اب تم جو چاہو کہو، اب میں نے جو کہہ دیا وہی ہوگا کامران! تم اگر میری بات نہیں مانوگے تو میں بھی تمہاری بات نہیں مانوں گی!

کامران: کیا ــ!

کہکشاں: ہاں ــ!

کامران: خیر! اب جاؤ آرام کرو۔ مجھے کام کرنے دو۔ کل مجھے فیکٹری کے مزدوروں کے سامنے ایک نیا اعلان کرنا ہے!

کہکشاں: کیسا اعلان ــ؟

کامران: کہ اب اس فیکٹری کے حصہ دار وہ بھی ہوں گے۔

کہکشاں: جو اعلان چاہو کرو۔ تم مالک ہو ــ!

کامران: زندہ باد کہکشاں ــ! میرا تصور، میرا خواب، میری سوچ کہکشاں پائندہ باد! (قہقہہ) کون کہتا ہے دولت مند محنت کشوں کے دشمن ہیں، اور اگر یہ کوئی کہتا بھی ہے تو اب نہیں کہے گا، ہرگز نہیں کہے گا ــ ہم ایک نئی روایت قائم کریں گے ــ ہے نا کہکشاں ــ!!

کہکشاں: ہاں ایک نئی روایت، بالکل نئی روایت، جس کے جنم داتا تم کہے جاؤ گے۔ صرف تم کامران!

(نواں سین)

(میوزک کی ہلکی آواز کسی کے چلنے کی کھٹ کھٹ جو دھیرے دھیرے قریب سنائی دیتی ہے اور پھر کھٹ سے دروازہ کھلنے کی آواز پیدا ہوتی ہے)

سرمست: آداب بجا لاتا ہوں سیٹھ جی!

کامران: ارے سرمست تم؟ (اٹھ بیٹھ کر) کہاں تھے، کیسے آ گئے ــ؟

سرمست: یہ بھی خوب رہی ــ خیر ــ آ گیا تو چلا بھی جاؤں گا ــ مگر تنہا نہیں!

کامران: یہ کیا کہہ رہے ہو؟ آؤ آؤ بیٹھو بیٹھو!! کھڑے کیوں ہو سرمست۔ تکلف کیوں کر رہے ہو آخر؟

سرمست: تکلف؟ اور میں! یہی تو کیا نہیں کبھی (قہقہہ) بہت بڑے آدمی بن گئے، راتوں رات، اس ناٹک کا جواب نہیں۔ اس حادثے کی رات تھوڑا سا ہاتھ چلایا، تھوڑا سا ہم چھوڑ لیا ..... اور بے ہوش ہو کر حادثے کے شکار مسافروں میں ایک مسافر بن گئے ــ گویا خون لگا کر شہیدوں میں شامل ہو گئے ــ (قہقہہ) بہت اچھا کیا دوست! خیر ــ چیز تو خوبصورت ہاتھ لگی، ساتھ ہی دولت بھی، جائیداد بھی، فیکٹریاں بھی، مزدور بھی ــ اور یہ ناٹک بھی کتنا حسین ہے، آج ہی اخباروں میں پڑھ کر آ رہا ہوں، دوسروں کی دولت کو لٹانے اور برباد کرنے میں کتنا مزہ آتا ہے؟ نام ہوتا ہے، عزت بڑھتی ہے، واہ کیا اعلان ہے۔ پیداوار میں مزدوروں کو بھی حصہ دیا جائے گا ــ (قہقہہ) مگر میرے پیارے لیڈر! میرے اچھے دانشور! یہ مت بھولو، عورت خدا کی ایک کمزور مخلوق ہے، ایک احمق، نادان مخلوق ــ کب بدل جائے، کب زمین سے آسمان پر آ گرادے ــ کچھ ٹھیک نہیں۔ (قہقہہ) ...

کامران: (گرجدار آواز میں) میں تمہاری نصیحتوں کا بھوکا نہیں ہوں سرمست! کوئی اور بات کرو ــ شریفوں کی طرح بیٹھ جاؤ ــ!

سرمست: (قہقہہ) کوئی اور بات کروں، شریفوں کی طرح بیٹھ جاؤں! (قہقہہ) نہ میں شریف ہوں، اور نہ میرے پاس کوئی اور بات ہے اس کے سوا ــ!

کامران: کس بات کے سوا ــ؟

سرمست: یہی کہ اس دولت، اس جائیداد، اس ٹھاٹ باٹ کے تم تنہا مالک نہیں ہو سکتے!

کامران: کیا مطلب؟

سرمست: حصہ دار میں بھی ہوں!

کامران: ہوش کی باتیں کرو سرمست!

سرمست: ہوش کی باتیں نہیں ہیں میرے پاس، (کچھ رک کر) کان کھول کر سن لو، مجھے اب بھی تمہاری دوستی پیاری ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ یہاں سے رسوا کر کے نکالے جاؤ، جیل کی ہوا کھاؤ، وہ ایک عورت ہے ــ ایک عام عورت ہے، جو اتفاق سے بلا کی حسین بھی ہے اور انتہائی دولت مند بھی۔ تم اسے سنبھال نہیں سکتے ــ تم ایک بیوقوف فرشتے ہو، دوسری دنیا کے آدرشوں کا جنازہ ڈھونے والے پاگل ــ! اس جنازے کو دفن کر دو! مجھے اپنا شریک کار بنا لو، مجھے کہکشاں کو ہینڈل کرنے دو .....!

کامران: سرمست! مجھے مجبور نہ کرو کہ میں تمہیں یہاں سے چلے جانے کے لیے کہہ دوں!

سرمست: کہہ دوگے تو بھی نہیں جاؤں گا ــ سیدھی طرح نہیں مانوگے تو الٹی طرح مناؤں گا، (قہقہہ) ــ اور ــ اور پھر کہکشاں کو سارے واقعات بتا دوں گا ــ میرا کچھ نہیں بگڑے گا ــ تم کہیں کے نہ رہ جاؤ گے۔

(زوردار قہقہہ)

کامران: (گڑگڑا کر) سرمست! سرمست!! خاموش ہو جاؤ سرمست!! خدا کے لیے خاموش ہو جاؤ ــ!

سرمست: اب آئے راستے پر ــ تو سنو! مزدوروں کو موٹی رقمیں بانٹنے کے ساتھ ساتھ مجھے بھی میرا حصہ ملنا چاہیے اور کہکشاں کے ساتھ گزارنے کے لیے کچھ رنگین لمحے بھی ...!

کامران: (گرجدار آواز میں) سرمست!

سرمست: اس گرج ترپ کا میرے اوپر کوئی اثر نہیں ہو سکتا، اس وقت جا رہا ہوں، کل پھر آؤں گا، اسی وقت، ٹھیک اسی وقت ــ بارہ بجے ــ رات ہے نا یہ ــ؟ ہاں رات ہی تو ہے! تو چلوں؟ کل رات ٹھیک بارہ بجے اپنے سامنے پاؤ گے پھر اس فقیر کو ــ!!

کامران: ٹھہرو سرمست!

سرمست: جلد بازی میں کوئی فیصلہ مت کرو دوست! اب کل ہی باتیں ہوں گی ــ! خدا حافظ ــ!!

(کھٹ کھٹ جانے کی آواز)

(دسواں سین)

(میوزک کی آواز کے ساتھ گھڑی کے دو بجانے کی آواز ــ ساتھ ہی کہکشاں کے تیز تیز سانس لینے کی آواز بھی)

کامران: (دھیمی آواز میں بڑبڑاتے ہوئے) سو رہی ہے ــ کہکشاں سو رہی ہے ــ دیکھ لو ــ جی بھر کر اس خوابیدہ قیامت کا دیدار کر لو ــ اس مظلوم، اس معصوم عورت کو جی بھر کے آنکھوں میں بسا لو ــ اس ٹوٹے ہوئے چاند کے وجود کو اپنے دل کی گہرائیوں میں اتار لو ــ اور یہاں سے ــ ان جھلملاتی ہوئی فضاؤں سے، ان اونچی اونچی دیواروں میں گھری ہوئی سوگوار پرچھائیوں سے اپنے آپ کو دور بہت دور کہیں چھوڑ آؤ ــ ورنہ ــ ورنہ ــ تمہارا جو حسین تصور کہکشاں کی نگاہوں پر چھایا ہوا ہے، ایک خوفناک، بھیانک خواب بن جائے گا ــ تمہارا مقدس وجود ایک گھناؤنی شخصیت سے بدل جائے گا، تم کہیں کے نہیں رہ جاؤ گے ــ ہاں ہاں ــ یہ خط ــ یہ خط جو تم نے کہکشاں کو لکھا ہے مناسب ہے، بہتر ہے ــ کہ تم

اپنی نسرین کی جدائی برداشت نہیں کر سکے اور کہیں جا کر جان دے دی ۔ خودکشی کر لی ۔ بس بس ۔ اب بس کرو ۔ تمہارا دل دھڑک رہا ہے ۔ تیز تیز دھڑک رہا ہے کامران ۔۔۔ ! یہ دھڑکنیں کہیں کہکشاں کو بیدار نہ کر دیں ۔۔۔ بس اب بس کرو ۔ جاؤ، جاؤ، چلے جاؤ کامران چلے جاؤ ۔ ۔ ۔ ۔ !

(اچانک کسی چیز سے ٹکرا جانے کی آواز)

کہکشاں : (گھبرا کر) کون ۔۔۔ کون ۔۔۔ ارے کامران تم ؟ ۔۔۔ کامران! ٹھہرو کامران !!

کامران : (بوکھلائے ہوئے انداز میں) ایں ۔ ۔ ایں ۔ ۔ ۔ کچھ نہیں ۔ ۔ ۔ کچھ نہیں ۔ ۔ ۔ کوئی بات نہیں !!!

کہکشاں : کیا ہوا کامران؟ اس وقت یہاں کیسے آئے ؟ خیریت تو ہے ۔۔۔ ؟؟

کامران : کچھ نہیں ۔۔۔ کچھ نہیں ۔ کہکشاں کچھ نہیں !

کہکشاں : یہ ۔۔۔ ؟ یہ کیا ہے تمہارے ہاتھ میں؟

کامران : (ہکلا کر) کچھ تو ۔ ۔ ۔ ۔ نہیں ۔۔۔ !

کہکشاں : کچھ تو ہے ۔۔۔ کوئی خط ہے ؟

کامران : نہیں نہیں ۔ ارے پھاڑ دو ۔ پھاڑ دو کہکشاں! مت پڑھو اسے !

(کاغذ پھڑ پھڑانے کی آواز)

کہکشاں : مجھے رات دن نصیحت کرنے والے کا خود یہ حال ہے ؟ (کچھ رک کر، درد بھری آواز میں) بچوں جیسا دل رکھنے والے! ہونہہ ۔۔۔ (آنسو بھری آواز میں) میں کیا کر سکتی ہوں، اس طرح کب تک روتی رہوں گی، جاؤ ۔۔۔ شوق سے چلے جاؤ ۔۔۔ اپنی جان دیدو ۔۔۔ شوق سے جان دیدو کامران! مگر سن لو میں بھی یہ کر سکتی ہوں جو تم کرنے جا رہے ہو، میں بھی اب زندہ نہیں رہوں گی ۔ میں بھی ۔۔۔ (سسکیاں) مگر یہ کام، یہ مقدس کام دونوں مل کر کیوں نہ کریں کامران! چلو چلو، سچ مچ خودکشی کر لیں ہم دونوں! کہیں ڈوب جائیں ۔۔۔ میں بھی ۔۔۔ ہاں میں بھی اکثر تڑپ تڑپ کر اٹھتی ہوں، آصف کی یاد آ جانے پر، وہ تو تم ہو جو اس تڑپ کو سہارا دیئے ہوئے ہو، ورنہ میں ۔۔۔ ورنہ میں ۔ کب کی مر چکی ہوتی! کب کی مر چکی ہوتی کامران ۔۔۔ (سسکیاں) تو ٹھیک ہے، چلتی ہوں میں بھی تمہارے ساتھ، چلوں نا ! بولو کامران! بولو ! رونے لگے تم بھی ؟ تم بھی رونے لگے نا آخر ۔ رو لو ۔۔۔ رو لو ۔ جی بھر کر رو لو اور مجھے بھی رونے دو ۔ ۔ ۔ ۔ !

کامران : (سسکتی آواز میں) کہکشاں ۔ کہکشاں !

کہکشاں : ہاں کامران! کہو کیا چاہتے ہو اب ؟

کامران : میں ۔۔۔ میں ایک گنہگار آدمی ہوں کہکشاں! میرے گناہوں کو سنو گی تو نفرت کرنے لگو گی مجھ سے !

کہکشاں : کونسا گناہ کیا تم نے کامران؟

کامران : میں قاتل ہوں کہکشاں !

کہکشاں : وہ تو دیکھ رہی ہوں !

کامران : کیا دیکھ رہی ہو ؟

کہکشاں : قاتل ۔۔۔ میرے قاتل !

کامران : تم سمجھیں نہیں کہکشاں ۔

کہکشاں : تو سمجھا دو نا ۔۔۔ ذرا قریب آ کر !

کامران : یہ تمہارے ہنستے ہوئے آنسو !

کہکشاں : ہاں کامران !

کامران : بہت حسین، بہت شاداب، بہت دلکش

کہکشاں : کیا کامران ؟

کامران : تم ۔۔۔ صرف تم !

کہکشاں : اور نسرین ؟

کامران : ہاں نسرین ۔۔۔ ہاں اب نسرین تم ہو ۔

کہکشاں : اور آصف ۔۔۔ اب آصف تم ہو !

کامران : میں چاہتا ہوں کہکشاں! چاہتا ہوں کہ آج تمہیں سب کچھ بتا دوں !

کہکشاں : اب کیا رہ گیا ہے بتانے کو ۔۔۔ اب میں تم سے صرف ایک ہی بات سننا چاہتی ہوں!

کامران : کونسی بات ؟

کہکشاں : کہ میرے بغیر زندگی ادھوری ہے !

کامران : ہاں کہکشاں ! ادھوری ہے !

کہکشاں : کیوں ۔۔۔ ؟

کامران : یہی کہنا چاہتا ہوں !

کہکشاں : کیا ؟

کامران : کہ یہ ادھوری ہی رہے گی ۔

کہکشاں : کیوں ۔۔۔ ؟

کامران : میرا وہ گناہ یہ ہے ۔ ۔ ۔ ۔ میرا وہ گناہ یہ ہے کہکشاں ۔ ۔ ۔ ۔ !

کہکشاں : اب رہنے بھی دو اس گناہ کا تذکرہ ۔۔۔ آؤ اب کچھ اور باتیں کریں ۔۔۔ کچھ اور ہی باتیں ۔ ۔ ۔ ۔ ! آؤ اوپر چلتے ہیں، دیکھو چاندنی کتنی کھل رہی ہے !

کامران : ہاں چاندنی کھل رہی ہے !

کہکشاں : آؤ نا ۔۔۔ !

(چلنے کی آواز)

کہکشاں : پورے چاند کی یہ ڈھلتی ہوئی رات تمہیں کیسی لگ رہی ہے کامران ؟

کامران : اداس ۔۔۔ اداس !

کہکشاں : اس لیے کہ ہم خود اداس ہیں ۔۔۔ ہے نا یہی بات ؟

کامران : ہاں یہی بات ہے !

کہکشاں : کچھ کہو نا ۔ مجھ سے کچھ کہو نا ۔

کامران : کیا کہوں ۔۔۔ ؟

کہکشاں : تھوڑی سی بہکی ہوئی رات ہم دونوں کو حسرت سے تک رہی ہے !

کامران : تو کیا دوں ۔۔۔ ؟

کہکشاں : یاس میں بھی آس ہوتی ہے !

کامران : اور موت میں بھی زندگی ۔

کہکشاں : پھر وہی موت وہی زندگی ۔۔۔ ؟

کامران : ایک ٹوٹتے ہوئے چاند کا آنسو !

کہکشاں : کون ۔۔۔ ؟

کامران : کہکشاں ۔ !

کہکشاں : کیا مطلب ؟

کامران : اس گھڑی کہکشاں کا کچھ یہی منظر ہے کہکشاں ۔۔۔ !

کہکشاں : اوہ میں سمجھی مجھے کہہ رہے ہو !

کامران : ہاں تمہیں بھی !

کہکشاں : میں سمجھی نہیں ۔۔۔ !

کامران : سرمست سمجھا جائے گا ایک دن !

کہکشاں : کون سرمست ؟

کامران : وہی ۔۔۔ وہی میرا دوست سرمست !

کہکشاں : میں اب بھی نہیں سمجھی ۔ !

کامران : اوس گر رہی ہے یہاں ۔ آؤ اب چلیں ۔

کہکشاں : نیند آ رہی ہے ؟

کامران : ہاں ۔۔۔ !

کہکشاں : یہ سرمست کیسے یاد آ گیا اچانک ؟

کامران : وقت کی بات ہے ۔ آؤ ۔۔۔ آؤ ۔۔۔ اب نیچے چلیں ۔۔۔ !

(گیارھواں سین)

ہلکی میوزک کی آواز ۔ اچانک تیز ہوتی ہوئی سنائی دیتی ہے ۔ اسی آواز کے بیچ کاغذ پھاڑنے کی آواز اور پھر کہکشاں کے زور زور سے سسکنے اور بڑبڑانے کی آواز)

کہکشاں : (بڑبڑاتی آواز) نہیں نہیں ۔ ہرگز نہیں ۔ مگر ۔۔۔ بات سچ ہے ۔۔۔ بالکل سچ ۔ ایک دم سچ ۔۔۔

ظفر ھاشمی

جذبۂ عشق ترا ان پہ اثر ہے کہ نہیں
دل کا جو حال ادھر ہے وہ ادھر ہے کہ نہیں

مختلف راہوں پہ یوں چلتا رہے گا کب تک
اے مسافر تری منزل پہ نظر ہے کہ نہیں

بے وفا دور خدا کے لیے کچھ تو ہی بتا
باوفا آج زمانے میں بشر ہے کہ نہیں

رقص میں کل تھی جہاں زندہ امید اے دوست
آج سنسان وہی دل کا نگر ہے کہ نہیں

دیکھ ہاتھوں میں تھا کل جس کے صداقت کا علم
آج نیزے پہ اسی شخص کا سر ہے کہ نہیں

سوچتا ہوں کہ گھنے شہر کے دامن میں کہیں
ایک بے گھر کے لیے بھی کوئی گھر ہے کہ نہیں

جس نے لکھی تھی کبھی قوم کی تاریخ ظفر
آج وہ سلسلۂ فتح و ظفر ہے کہ نہیں

(گورکھپور سے)

وہ — وہ — اوپر سے معصوم نظر آتا ہے۔ آدرش وادی، زندگی کے سچے سنہری اصولوں والا — مگر اندر سے خونی بھیڑیا — شیطان — اور — اور — اوپر سے محبت کا فرشتہ — انسانیت کا — امن کا دیوتا — مزدوروں — بے گھروں — بے زمینوں کا مسیحا — (کچھ رک کر) ہونہہ — ! جوبے زمین ہے اس کو زمین دو — سرکار کا منہ مت دیکھو۔ جس کے پاس جتنی بھی فالتو زمین ہے دو بیٹ زمین لوگوں میں بانٹ دے — سرکار ایسا اپنے طور پر کر رہی ہے — مگر کب تک — ؟ لوگ دھوکے باز ہیں۔ اپنی ہزاروں ایکڑ زمینیں قانونی داؤ پیچ سے بچائے ہوئے ہیں — لیکن کب تک ایسا کر پائیں گے — ؟ ایک دن یہ فالتو زمینیں ان کو کھا جائیں گی — جو بے گھر ہیں، جو سڑکوں، گلیوں، اور فٹ پاتھوں پر بسیرا لیے ہوئے ہیں ان کو گھر دو — سرکار کہاں سے دے گی — سرکار کا منہ مت دیکھو — ایک ایک خاندان سو سو مکان ہتھیائے ہوئے ہے — ایسے لوگوں کو اس کے لیے آمادہ کرو کہ وہ اپنے ننانوے مکان، ننانوے بے گھر خاندانوں میں بانٹ دیں — ہونہہ — ! ایسا بھی ہوا ہے کبھی — ؟ کسی دور میں — ؟ یہ امیری غریبی کبھی ختم نہیں ہوگی — کامران جیسے لوگ (قہقہہ) کامران جیسے دو رنگے لوگ — کامران جیسے ظالم — قاتل لوگ ایسا کر سکتے ہیں — ؟ نہیں نہیں — کبھی نہیں — عیش و عشرت ہمارا پیدائشی حق ہے — اُف میرے خدا۔ میں کیا کروں — کیسے نہ مانوں جو اس نے اس خط میں لکھا ہے! یہ خونی داستان — یہ شیطانی ڈرامہ — جو اس نے کھیلا تھا اور جس کے چلتے سیکڑوں ہزاروں بے گناہ موت کے گھاٹ اتر گئے۔ اُف میرے اللہ — (سسکیاں) وہ حادثہ جس نے میرے آصف کو مجھ سے چھین لیا — اس حادثے کا ذمہ دار کامران تھا — کامران — کامران — کامران !! (چیختے ہوئے قہقہے) تم سے بہتر — تم سے کہیں بہتر تمہارا دوست ہے، سرمست ! تم نے جس سے مجھے ملنے نہیں دیا — کامران — خود غرض کامران — فریبی کامران — (سسکیاں)

(ٹرین چلنے کی تیز آواز۔ پہیوں کی زوردار گڑگڑاہٹ۔ انجن کے سیٹی دینے کی قریب سے ابھرتی ہوئی آواز)
(کامران کے تیز تیز سانس لینے، سسکنے اور پھر بلک بلک کر رونے کی آواز)

(میوزک کی ڈراؤنی آواز کے بیچ کہکشاں کے سسک سسک کر رونے کی آواز)

کہکشاں : (بڑبڑاتی ہوئی آواز) لیکن لیکن — واقعات کا دوسرا پہلو بھی تو ہو سکتا ہے، دوسرا پہلو — سرمست — سرمست — کامران کا دوست — وہ بھی تو حادثے میں کامران کے ساتھ تھا، کامران نے تو یہ بھی لکھا ہے کہ سرمست بے گناہ ہے — اس گناہ پر سرمست کو میں نے اکسایا — اور — اور — اسی لیے اب میں زندہ رہنا نہیں چاہتا — میں موت کو گلے لگا کر اس گناہ کا کفارہ ادا کرنے جا رہا ہوں ! میں آج خود بھی کسی ٹرین سے — کٹ کر …. اگر یہ سچ ہے — یہ سچ ہے — تو — تو قاتل — قاتل — قاتل — (چیخنے اور زور زور سے رونے کی آواز)

(ٹرین چلنے کی تیز آواز — پہیوں کی زوردار گڑگڑاہٹ۔ انجن کی رہ رہ کر سیٹی دینے کی آواز)
(کار چلنے اور بار بار ہارن بجنے کی آواز)

کامران : (بڑبڑاتے ہوئے) یہ رات — یہ پھیکی زرد چاندنی میں نہائی رات، کہرے میں لپٹی رات — یہ چاند — کہرے سے جھانکتا چاند — ابھی تک ٹوٹا ہوا ہے — یہ تب تک ٹوٹا رہے گا — تب تک ٹوٹا رہے گا — جب تک میں زندہ رہوں — اے — اے جاڑے کے چاند ! اے کہرے کی سیاہ چادر اوڑھے کپکپاتے چاند ! اے — میرے ٹوٹے ہوئے محبوب — اے میرے اشکبار ساتھی ! اے میری مختصر زندگی کے ٹوٹے بکھرے خواب — ! — الوداع — اے ناتمام مسرتوں کے رازداں — ! اے نسرین کے اداس گیت — ! کہکشاں کے غمگین نغمے — ! — لوہے کی یہ دھندلکوں میں ڈوبی ہوئی سرد پٹریاں، اب بہت جلد میرے جسم کو ٹکڑے ٹکڑے ہوتا ہوا دیکھ لیں گی — اب بہت جلد — بہت جلد اپنے ناتمام خوابوں، ادھورے خیالوں کے ساتھ یہ دنیا چھوڑ کر، نسرین کی دنیا میں پہنچ جاؤں گا — ! مگر اُف — ! میری روح کہکشاں کو مجھ پر میری ذات پر لعنت بھیجتے ہوئے دیکھے گی — میری بے چین روح، کہکشاں کو سرمست جیسے جلاد، قاتل — ظالم — اوباش کے ہاتھوں تباہ ہوتے دیکھے گی — ! کہکشاں کی وہ دولت جو میرے ہاتھوں، جینے کا حق رکھنے والے عام محنت کشوں میں بٹنے والی تھی، سرمست کی عیاشیوں کی نذر ہوتے دیکھے گی — اُف ! کیسے دیکھ سکے گی یہ سب کچھ ؟

(ٹرین کی آواز قریب ہوتی سنائی دیتی ہے)

کامران : (بڑبڑاتے ہوئے) شاید — شاید — گاڑی آ رہی ہے — روشنی — روشنی — ایک دھبے کی مانند نظر آنے لگی ہے — اب — اب مجھے خود کو ان سرد پٹریوں کے حوالے کر دینا چاہیے — ہاں — ہاں — اب — اب …..

(ٹرین کی آواز قریب آتی ہوئی سنائی دیتی ہے۔ ساتھ ہی کار رکنے کی آواز)

کہکشاں : (چیخ کر) میں تمہیں اس طرح نہیں مرنے دوں گی کامران …..

کامران : (چیختے ہوئے) کہکشاں تم ؟ — چلی جاؤ — ہٹ جاؤ — ! !

(ٹرین کی آواز قریب تر ہوتی جاتی ہے)

کہکشاں : (ہکلا کر) تم — تم — اس طرح — اس طرح نہیں مر سکتے — نہیں مر سکتے — کبھی نہیں — کبھی نہیں تم نے سیکڑوں ہزاروں کو مارا ہے — اور تم — تم صرف ایک ہو — تم سیکڑوں ہزاروں میں بدل جاؤ گے تب کہیں جا کے سیکڑوں ہزاروں کا خون معاف ہوگا — یوں نہیں — یوں نہیں کامران !

(نسرین کے سسکنے کی آواز)
(ٹرین کی آواز بھیانک بن جاتی ہے)

کامران : سیکڑوں ہزاروں میں کیسے بدل جاؤں؟

کہکشاں : (تڑپتی آواز میں) ایسے — ایسے کامران !

کامران : تم مجھے مت کھینچو — مجھے مت کھینچو کہکشاں !

کہکشاں : نہیں نہیں — ہرگز نہیں ہرگز نہیں — تنہا نہیں مرنے دوں گی — تنہا نہیں — تنہا نہیں —

(قریب سے ٹرین کے گزرنے کی آواز میں دونوں کی آوازیں ڈوب جاتی ہیں — ٹرین چلنے کی آواز ابھرتے ابھرتے مدھم ہو جاتی ہے)

(میوزک کی اداس آواز اپنی لَے بدل دیتی ہے)

کامران : (بوجھل آواز میں) تم نے مجھے مرنے نہیں دیا کہکشاں ! !

کہکشاں : ہاں میں نے تمہیں مرنے نہیں دیا۔

کامران : میں قاتل ہوں —

کہکشاں : (سسکتے ہوئے) مجھے معلوم ہے !

کامران : میں تم سے نظر نہیں ملا سکتا۔

کہکشاں : اور میں بھی —

کامران : تم کس سے ؟

کہکشاں : تم سے (سسکتی آواز میں) اس لیے کہ — اس لیے کہ — اب میں — اب میں — تمہیں کامران نہیں آصف سمجھنے لگی ہوں ! آصف، جو میرا سرتاج تھا — آصف جو میرا سرتاج ہے، آصف جو تم ہو — تم نے سرمست سے ملنے کو منع کیا تھا، اور میں — میں — اس سے اپنا رشتہ جوڑنے جا رہی تھی (سسکی) میں خوب جانتی ہوں کامران کہ وہ ایک مجبوری تھی تمہاری — اور تم جیسے ہزاروں لاکھوں بلکہ کروڑوں لوگوں کی آج یہی مجبوری ہے — وہ بغیر اس کے جی نہیں سکتے۔ یہ توڑ پھوڑ — یہ دہشت گردی — یہ قتل و خون — کوئی اور ہی کرواتا ہے — مجبوریوں کے تاجر — ضرورتوں کے سوداگر — قاتل ہوتے ہیں — تم یا تم جیسے نہیں — ہرگز نہیں — اور اسی لیے میں نے تم سے کہا کہ تم ایک ہو، تم سیکڑوں ہزاروں میں بدل جاؤ تب یہ خون معاف ہوگا۔ اور تم سیکڑوں ہزاروں میں اسی وقت بدل سکتے ہو جب اپنے خوابوں، اپنے خیالوں کو سچ کر دکھاؤ گے ! !

کامران : (کانپتی آواز میں) کہکشاں — کہکشاں ! یہ تم کہہ رہی ہو — ؟

کہکشاں : ہاں میں — میں جو آسمان میں رہتی ہوں ایک ٹوٹے چاند کے پاس کامران — ایک ٹوٹے ہوئے چاند کے پاس — وہ دیکھو — ! !

کامران : کیا — ؟

کہکشاں : ٹوٹا ہوا چاند اب کہرے میں بھی مسکرانے لگا ہے —

(میوزک کی غمگین آواز ایک نئی لَے میں گونجنے لگتی ہے)

(آکاشوانی گورکھپور سے نشر)

ایم کوثیا دی راہی قاضی پور خورد — گورکھپور

پتھر کا شہر

آغا رشید دہلوی

صبح سے شام تک شہر کی پتھریلی سڑکوں پر پھرتے پھرتے مجھے یوں محسوس ہونے لگا جیسے میں بھی پتھر کا ہوں۔ ان فلک بوس پتھر کی عمارتوں میں بسنے والے پتھر کے ہیں، سڑک پر چلنے والے پتھر کے ہیں جیسے پتھر کی مورتیاں چل رہی ہوں۔ سحر زدہ بے جان، بے روح سارا شہر کا پتھر ہے۔

میں جب یہاں آیا تھا میرے پاس بڑا قیمتی اثاثہ تھا۔ چلتے چلتے جب بھی میں فٹ پاتھ پر، بازاروں میں، سڑکوں پر پھیلے ہوئے اندوہناک مناظر دیکھتا تو میرا ضمیر مجھے ٹھوکے دیتا، میرا احساس مجھے آگے چلنے سے روکتا، میرا دل مجھ سے کہتا میں گوش برآواز ہو کر سنتا۔

ایک روز میں نے ایک آدمی کو فٹ پاتھ پر پڑے دیکھا۔ اس کے کپڑے اس کی نجاست سے بھرے ہوئے تھے شاید وہ بیمار تھا اور بیہوش پڑا تھا۔ اس کا آدھا دھڑ فٹ پاتھ پر اور ٹانگیں سڑک پر تھیں، مجھ سے نہیں رہا گیا۔ اسی فٹ پاتھ پر بڑی بڑی دکانوں کی ایک لائن تھی، میں نے ایک دکان میں جا کر اس کے مالک سے کہا، یہ انسان اس عالم میں یہاں پڑا ہے، کیا آپ ایک ٹیلی فون کر کے اسے ہسپتال نہیں بھجوا سکتے۔ یہ تو انسانیت کا ایک فرض ہے۔

دکاندار نے مجھے قہر آلود نگاہوں سے دیکھا اور طنزاً کہا انسانیت کا یہ فرض آپ ہی پورا کر دیجئے۔ کوئی لیڈر معلوم ہوتے ہیں۔ دوسرے نے فقرہ کسا۔ میں نے ملتجی ہو کر نہایت ادب سے کہا نہیں جناب میں لیڈر نہیں ہوں۔ کوئی بلیڈر اور ڈاکٹر بھی نہیں ہوں اگر ہوتا تو میری نظر بھی اس طرف نہیں اٹھتی اور نہ میں آپ کو تکلیف دیتا۔ میں تو انسانیت کے ناطے کہہ رہا ہوں۔ آپ مجھے ذرا ٹیلی فون عنایت فرمائیں تو میں اپنی سی کوشش کر سکتا ہوں لیکن دکاندار نے ٹیلی فون کاؤنٹر سے ہٹا کر نیچے رکھتے ہوئے تلخی سے کہا۔ یہ خدمت کہیں اور جا کر کیجئے ہماری دکانداری کا وقت ہے۔

روزانہ صبح کو جب میں کام کے لیے جاتا اور شہر کے ایک بڑے تجارتی علاقہ میں ٹرام سے اترتا۔ اس جگہ تالاب کے سامنے چند خاندان رہتے ہیں، ان کا گھر بے در و دیوار کا ہے جس کی چھت آسمان ہے اور فرش زمین ہے۔ ہر ایک گھر ایک ایک گز کے فاصلے پر ہے، ہر ایک گھر کا اثاثہ تقریباً ایک سا ہی ہے۔ ایک ٹوٹا پھوٹا چولھا، کچھ پوٹلیاں دیوار کے کنارے سیلوفین سے ڈھکی رکھی ہیں۔ بہت سے ننگ دھڑنگ بچے ایک ساتھ کھیل رہے ہیں۔

پیپل کے گھنے درخت کے نیچے سب سے کونے کے گھر میں ایک عورت ہے اس کے ساتھ دو مرد اور اس عورت کے پاس ایک چھوٹا بچہ ہے صحت مند اور توانا، وہ عورت بھی نوعمر اور اچھی شکل کی ہے۔ چولھا جل رہا تھا اور اس پر کچھ پک رہا تھا اور وہ چاروں اردگرد بیٹھے انتظار کر رہے تھے۔ خدا کی شان ہر جگہ جلوہ گر ہے۔ گدڑی میں بھی لعل ہوتے ہیں اس کا حسن اس کے بوسیدہ لباس میں بھی پیدا کرنے والے کی شان دکھا رہا تھا۔

کئی روز بعد میرا گزر بڑے ڈاکخانہ کی طرف سے ہوا میں نے دیکھا ایک عورت فٹ پاتھ پر مردہ سی پڑی ہے۔ اس کی آنکھیں نیم وا ہیں۔ وہ بے حس و حرکت ہے۔ بچہ اس کے پاس بیٹھا ہے۔ وہ کبھی ماں کے کپڑوں کو کھینچتا ہے اور کبھی اس کے بے جان ہاتھ کو پکڑ کر ہلاتا ہے۔

کچھ لوگ کھڑے تماشہ دیکھ رہے ہیں۔ کچھ ایک لمحہ رکتے ہیں اور چلے جاتے ہیں، کچھ دس بیس پیسے چار آنے ڈال جاتے ہیں کسی کو نہیں معلوم کوئی نہیں کہہ سکتا وہ زندہ ہے یا مر چکی ہے۔ یہ وہی عورت تھی وہی بچہ تھا مجھے دیکھ کر تعجب ہوا، اسے کیا ہوا ہے۔ وہ بھوک سے نڈھال ہو کر گر پڑی ہے یا مر گئی ہے۔ اس کی ساکت آنکھیں بے حس و حرکت مردہ جسم دیکھ کر کچھ راہ گیروں نے کہا وہ مر چکی ہے۔

لیکن یہ بات میرے خیال میں بھی نہیں آسکتی تھی اور مجھے دیکھ کر بڑی حیرت ہوئی دوسرے روز صبح کو اسی تالاب کے سامنے میں نے اسی عورت کو دیکھا، وہ زندہ تھی اور اپنے بچے سے کھیل رہی تھی۔ اسے اس طرح دیکھ کر مجھے خوشی ہوئی کچھ ہنسی بھی آئی اور دکھ بھی ہوا۔ اسے جینے کے لیے ہر روز یوں مرنا پڑتا ہے۔ پھر میں نے اسے سڑکوں پر کئی جگہ اسی طرح پڑے دیکھا۔

وقت گزرتا گیا اور میں ہر روز اس راہ سے گزرتے ہوئے اس خاندان کو دیکھتا۔ وہ دو جوان افراد اب نظر نہیں آتے تھے۔ اس کے خاندان میں اب صرف وہ تھی اور اس کا لڑکا تھا جو کافی بڑا ہو گیا تھا۔ قدرت نے حسن کا جو عطیہ اسے دیا تھا وقت کے ہاتھوں نے اس سے چھین لیا تھا۔ وہ بہت ضعیف اور عمر رسیدہ نظر آتی تھی۔

اور ایک روز میں نے دیکھا موت کا تماشہ کرتے کرتے زندگی تو اس پر مہربان نہیں ہوئی ہاں موت واقعی مہربان ہو گئی۔ سچ ہے ؎

اک روز کا مرنا ہو تو مر لے کوئی
ہر روز کے مرنے کو کہاں سے جگر لائے

میں دیکھتا رہا اس بازیچہ اطفال کو جہاں شب و روز تماشہ ہوتا ہے۔ دیکھتا رہا، چلتا رہا، چلتا رہا اور دیکھتا رہا۔ جا بجا سڑکوں پر پھیلے ہوئے خاندان بے در و دیوار کے گھروں میں بسے ہوئے انسان کیڑے مکوڑوں کی طرح رینگتے ہوئے انسان، کوڑے کے ڈھیروں میں رزق تلاش کرتے ہوئے انسان، سڑی ہوئی ترکاریاں چنتے ہوئے انسان اور بھوک سے سسک سسک کر آہستہ آہستہ مرتے ہوئے انسان۔

دیکھتے دیکھتے میری آنکھیں پتھرا گئیں، میرا دل ڈوب گیا۔ اس نے مجھ سے آہستہ سے کہا ؎

بچا بچا کے نہ رکھ اسے ترا آئینہ ہے وہ آئینہ
کہ شکستہ ہو تو عزیز تر ہے نگاہ آئینہ ساز میں

لیکن نہ وہ نگاہ آئینہ ساز میں عزیز تر ہو سکا نہ اپنی نگاہ میں ہی معتبر ہو سکا۔ اگر ہو سکا تو پتھر ہی ہو سکا۔ اب میں سب کچھ دیکھتا ہوا ان دیکھا ہو کر گزر جاتا ہوں۔ نہ میرا ضمیر مجھے ٹھوکے دیتا ہے، نہ میرا احساس مجھے کہیں روکتا ہے، نہ میرا دل مجھ سے کچھ کہتا ہے۔

میں ہر روز صبح اٹھ جاتا ہوں۔ اخبار دیکھتا ہوں، سارا اخبار خون کی سرخیوں سے سرخ نظر آتا ہے، مذہب کے نام پر خون، سیاست کے نام پر خون، ذات پات کے نام پر خون، جہیز کے نام پر خاوند کے ہاتھوں بیوی کا خون، گھر میں خون، باہر خون، دس ہزار دس لاکھ کے لیے خون، دس روپے کے لیے خون، معلوم ہوتا ہے انسان پانی کی جگہ خون پینے لگا ہے۔ اس کے سر پر خون سوار ہے یا اس دور کے سر پر ہی خون سوار ہے۔

صبح کی اذان ہونے لگتی ہے، مندروں میں گھنٹیاں بجنے لگتی ہیں اور گرجا کا گھنٹہ بھی آہستہ آہستہ بجنے لگتا ہے۔ میرے دل میں کچھ سوال اٹھتے ہیں۔

یہ سب ہی کیوں ہے۔ یہ کیا ہے مجھے کچھ سوچنے دے۔

اور میرا دل مجھے جواب دیتا ہے۔ صبح کی اذانیں تو ہیں لیکن روح بلالی نہیں، مندروں کی گھنٹیاں تو بجتی ہیں لیکن آتما تک ان کی آواز نہیں پہنچتی۔ گرجا کا گھنٹا بھی بجتا ہے اور نیند سے بیدار بھی کر دیتا ہے لیکن احساس بیدار نہیں ہوتا۔ صرف تن ہی تن ہے اور تن آسانیاں ہیں، من نہیں ہے۔ صرف جسم ہی جسم ہے اس میں روح نہیں ہے۔ احساس نہیں ہے، ضمیر نہیں ہے — یہ سب پتھر کے ہیں۔ تم پتھر کے ہو اور تمہارا شہر پتھر کا ہے۔

(کلکتہ سے نشر)

آغا رشید دہلوی
۱۲/۱، کانگرس ایگزی بیشن روڈ
کلکتہ ۷۰۰۰۱۷

منزل

شفیع جاوید

حضرت داتا شاہ قلندر کے عرس پر اس سال بھی دیالیے کے یادو اور باون ٹولے کے راجپوت گنڈک ندی سے اپنی کشتیاں اتار کر اور انھیں گنگا کے تیز پورلے دھارے سے بچا کر لائے تھے۔ لہروں سے شکن آلود گنگا کے کنارے مضبوط جڑوں والے برگد اور پیپل سے اپنی کشتیوں کو ایاں والے گھوڑوں کی طرح باندھ کر پہلے تو ان سبھوں نے گنگا اشنان کیا پھر پیلی دھوتیاں پہنیں اور گھاٹ کی سیڑھیاں چڑھ کر شومندر میں جل چڑھایا اور تب سرخ ساٹن پر طبق کی چھاپ والی چادریں اپنے اپنے کاندھوں پر لیے جاپ کرتے ہوئے دھوپ دان میں سلگی ہوئی کوئلے کی ٹکیاں رکھ کر مزار کے احاطہ میں داخل ہوئے۔ نوبت خانہ پر ڈنکوں کی چوٹ پڑی اور ڈنکے اس وقت تک بجتے رہے جب تک وہ چادر چڑھاتے اور دھوپ دان گھماتے رہے۔ پھر گرم گرم جلیبیوں سے بھرے دونے گھونگھٹ کاڑھے ان کی عورتوں نے سید صاحب گدی نشیں کے آگے تازہ بنائے ہوئے رنگولیوں پر رکھ دیا۔ حسب دستور سید صاحب نے ان کے فاتحے کیے اور آنچل کے کھونٹ سے نکلے ہوئے چاندی کے روپے انہیں رنگولیوں پر رکھ دیے گئے جہاں سے جلیبیوں کے دونے اٹھائے گئے تھے۔ گھمن گھیری شام اگربتی، دھوپ اور لوبان کے دھوئیں سے بھر کر ستو کی جٹاؤں کی طرح بھول بھلیاں بن گئی اور گنگا تٹ پر سب کچھ کھویا کھویا سا لگنے لگا۔ مزار کے احاطہ میں پہلے تو مٹی کے وہ دیے جلے جن کی بتیاں تیسی کے تیل میں ڈوبی ہوئی تھیں پھر سماع خانہ کی وہ قندیلیں روشن ہوئیں جن میں آرام باغ کے موم کی بتیاں عرس کے لیے خاص طور سے بنوائی جاتی تھیں۔ دوکاندار اور خونچے اور ٹھیلے والے دن بھر کی ہماہمی کے بعد سست پڑ گئے۔ رات ایک گھڑی گزری تو محفل سماع کے شائقین اور مریدوں کے آنے کا سلسلہ شروع ہوا۔ سماع خانہ کے صحن میں باون ٹولے کی سرخ دری بچھادی گئی تھی اور اس کے ایک طرف پیتل کا پنج دیا رکھ دیا گیا جو ہر سال ان کی کشتی میں ساتھ آتا تھا اور واپس جاتا تھا۔ ساون کی چڑھی ہوئی گنگا کی کروٹ میں داتا کا مزار جو خاص بلندی پر تھا، نوچندی جمعرات کی رات میں پرکشش بھی لگتا تھا اور پراسرار بھی، یہ اسرار اس وقت اور بھی گہرا ہو جاتا تھا جب کسی آنے والے کی نگاہ ملگجی چاندنی میں مزار سے ملحق چھوٹی سی مسجد پر پڑ جاتی تھی جو فاطمہ کی مسجد کے نام سے مشہور تھی اور ہمیشہ بند رہتی تھی، یہاں تک کہ سید صاحب بھی اس میں داخل نہ ہوتے تھے۔

تاریکی اور خاموشی گہری ہوئی تو نوچندی جمعرات کی وہ رات پہلے تو خوشبو بنی، پھر کچھ اور بھیگ کر جادو بن گئی لیکن غضب تب ہوا کہ جب چار گھڑی رات بیت جانے کے بعد سارنگی، طبلے اور ہارمونیم کی سنگت میں کلن قوال اور ہمنوا نے خسرو کی غزل چھیڑی اور "گوری سوے سیج پر مکھ پر ——" والے مصرعہ پر الاپ لیا تو اچانک خان بہادر سید شاہ کمال حسن پر حال کا ایسا دورہ پڑا کہ انھوں نے یاحق کہہ کر ایک جست لگائی اور جب زمین پر واپس آئے تو ان کی روح مقدسہ اوپر چلی گئی —— سارنگی کے تار خاموش ہو گئے کہ اب جنازہ کا معاملہ درپیش تھا، اور داتا کے قل کا وقت بھی قریب تھا۔ محفل سماع اکھڑ گئی اور لوگ گھبرائے گھبرائے مزار کے احاطہ میں جمع ہونے لگے کہ مزار کو غسل دینے میں ثواب پا دیں اور صندل کا تبرک حاصل کر سکیں۔

ایسے سوگوار اور سحر آفریں لمحے میں سماع خانہ کے ایک گوشہ میں اپنے جوان بیٹے کے ساتھ بیٹھے ہوئے فراز احمد کو مزار کے بائیں جانب کا حجرہ نظر آیا، اور یہ یاد آیا کہ برسوں قبل وہ یہاں اندھیرے شاہ کی خدمت میں چار گھڑی رات بیت جانے کے بعد ہی حاضر ہوا تھا انھیں کسی نے روشنی میں نہ دیکھا تھا، یہاں تک کہ حضرت داتا کے مزار کے مجاور نے بھی صرف ان کی آواز ہی سنی تھی، اس سے آگے اور کچھ نہیں —— وہ رات بڑی سرد اور پراسرار تھی جب اس نے گاڑی کا اگنیشن آف کیا، اپنے پائپ کی راکھ جھاڑ کر ڈیش بورڈ پر رکھ دیا، اوورکوٹ اور فلیٹ کیپ پہنا، فاطمہ احمد علی (جس سے وہ شادی کا ارادہ رکھتا تھا) کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا اور ناہموار زمین پر اتر گیا۔ فاطمہ مزار کے احاطہ میں ہی کھڑی رہ گئی اور فراز نے سیڑھیاں چڑھ کر حجرہ کے بند دروازہ پر دستک دی تو اندر سے تلاوت کی آواز آنی بند ہو گئی —— وقفہ کے بعد اس نے دوسری بار نہایت ہی باادب دستک دی——

"کون ہے؟"

"ایک عقیدت مند"

کیل دار کواڑ ڈرامائی آواز کے ساتھ کھل گیا۔ حجرہ کے اندر کی تاریکی باہر کے مقابلہ دونی تھی "فرمائیے"

"سلام علیکم، جی، وہ ذرا کچھ روشنی ہوتی تو ..."

"اگر تاریکی ستر کے لیے تمہارے پاس روشن آنکھیں نہیں تو پھر کبھی آنا۔ فی الحال رحیم پور کے لکڑ ہارے کے پاس چلے جاؤ"

کیل دار کواڑ ڈرامائی آواز کے ساتھ جس طرح کھلا تھا ویسے ہی بند ہو گیا اور اس کے باہر صرف اندھیرے شاہ کی گونجدار آواز اور سرد رات رہ گئی۔ جب فراز احمد لوٹا تو فاطمہ دہشت اور سردی سے لرز رہی تھی۔ اس نے رکتی ہوئی آواز میں صرف اتنا پوچھا "اب رحیم پور بھی جاؤ گے؟"

"ہاں"

"پتہ نہیں تمہارا کیا چکر ہے"! —— وہ خاموش رہا۔

"کبوتر شاہ، کوڑا شاہ، گھسیارے شاہ اور یہاں۔ اس کے بعد اب لکڑ ہارے کے پاس" —— اداسی کے ساتھ وہ گاڑی میں بیٹھ گئی —— اس نے خاموشی سے اگنیشن کی کنجی گھمائی، ہیڈ لائٹس آن کیے تو دبیز کہر سے میں روشنی کی لکیر بن گئی۔

دھول میں اٹی کار جب تین پہاڑی کے بیچوں بیچ پہنچی تو لوگوں نے بتایا کہ رحیم پور وہاں سے پورے ایک کوس پر واقع ہے —— سیٹ کی پشت سے سر لگائے فاطمہ نے تھکی ہوئی آواز میں کہا۔

"میں کچھ سینڈوچز ساتھ لائی ہوں، وقت نصف النہار ہے کھا لو تو کافی پی جائے"

تب اس نے سڑک کے کنارے چھتنار درخت کے نیچے بریک لگائے اور بولا۔

"کل رات کو تم نے پوچھا تھا، یہ کیا چکر ہے؟"

"ہاں، لیکن اب میرا خیال بدل گیا ہے"

"وہ کیا؟"

"یہ چکر نہیں بلکہ گھن چکر ہے"۔

"بہر کیف، اسے تم جو کہو لیکن میں تم کو بتا دوں کہ یہ میرے قلب کی صفائی کا مجاہدہ ہے۔ جس کے بغیر نہ تو سکون میسر ہے اور نہ خود شناسی۔ تمہیں جو پریشانی ہو رہی ہے میں اس کے لیے معافی چاہتا ہوں، لیکن تم جب بھی مجھ سے اور میرے معاملات سے اوب جاؤ مجھے الوداع کہہ دینا۔ مجھے قطعی کوئی ملال نہ ہوگا۔ کیونکہ سکون قلب میرے لیے عزیز ترین شے ہے"

"میں ایک بات کہوں مسٹر سید فراز احمد کہ معاملہ تلاش رائگاں کہلاتا ہے آخر کو، کہ جناب عالی اب تو سکون کے نام پر خواب آور گولیاں ہیں اور قلب کے نام پر وہ بیٹریاں ہیں جو اپنی مدت تک دل کو حرکت میں رکھتی ہیں اور پھر گھڑی کی رفتار کے لیے انہیں بدل دیا جاتا ہے"

"یہ تمہارا چکر بڑا ہی آؤٹ آف ڈیٹ لگتا ہے مائی ڈیر"

اس وقت مزار کے چاروں طرف بڑے زور کا بین ہوا کہ کمال حسن صاحب کا جنازہ اٹھ رہا تھا، اور حضرت کے قل کا وقت قریب آگیا تھا اور مریدوں پر زار و قطار رونے کی کیفیت طاری تھی مزار کو غسل دیا جا چکا تھا اور صندل کے تبرک کے لیے بین کرتے ہوئے لوگ بھی ایک دوسرے کو آگے پیچھے ڈھکیلنے پر تلے ہوئے تھے —— فراز کے بحثہ جوان بیٹے کے لیے یہ بالکل ہی نیا تجربہ تھا، اس نے حیرانی سے چاروں طرف کے سوگوار اور گنگا کے کنارے دنیا کے اس یکتا منظر کو دیکھا اور پھر اپنے باپ کو جو گرد و پیش سے

بے خبر اپنی گردن جھکائے جانے کیا سوچے جا رہا تھا۔ اس نے کھنکھار کر آہستہ سے پوچھا ـــ

" آگے کیا ہوگا بابا ؟"

" تلاوت، قل اور فاتحہ پھر دعائیں۔ دل کی مرادیں اور تمناؤں کے لیے ـــ" اس جواب کے باوجود ساری دنیا گھوم آنے والے بیٹے نے صاف محسوس کیا کہ اس وقت اس کا باپ وہاں نہیں کہیں اور تھا ــــــــ اس سے اور اس گرد و پیش سے بہت دور ـــ

فاطمہ سے ملاقات بھی عجیب تھی، وہ اتوار کا دن تھا۔ کافی ہاؤس کی نشست کے بعد اپنا پائپ جھاڑتا ہوا وہ باہر نکلا تو اس کی گاڑی کا پچھلا دروازہ کھلا ہوا تھا، اور بے حد غلیظ جین، گھسے ہوئے جوتے اور گرد آلود بالوں سمیت وہ پچھلی سیٹ پر لمبی تانے سو رہی تھی۔ فراز پہلے تو بہت گھبرایا، پھر اس نے ادھر اُدھر دیکھا کہ یا الٰہی ماجرا کیا ہے، تو سامنے اونچی بلڈنگ کی اونچی سیڑھیوں میں سے ایک پر ایک اس سے بھی زیادہ غلیظ ہپی گانجا کے چلم پر پھونک مار مار کر تیلیاں سلگانے کی کوشش میں مصروف نظر آیا۔ فراز نے اپنے طور سے سلسلہ جوڑ کر اپنی گاڑی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اس سے پوچھا۔

" She's your chick"

" Yest, but she's completely passed out"

" اسے میری گاڑی سے نکال تو لو ـــ" اس نے اشارہ سے بھی اس ہپی کو سمجھایا۔

" Take her, she'll come back "

یہ کہہ کر اس ہپی نے اپنے گندے دانت نکوس دیے ـــ

جب وہ ہوش میں آئی تو فراز نے اسے باتھ روم کا راستہ بتا دیا، پھر اپنا ایک سلیپنگ سوٹ دیا ــــ پرسکون ہونے کے بعد اس نے بڑی لمبی جمائی لی اور پوچھا۔

" تمہارے پاس شراب ہوگی ؟"

" نہیں، مجھے شراب کا کوئی شوق نہیں۔" فراز نے نہایت خشک جواب دیا تھا۔

" دیکھنے میں تو بڑے رئیس معلوم ہوتے ہو ؟"

" میں رئیس ہوں بھی تو کیا شراب رکھنا ضروری ہے !"

"THEN LETS FORGIT ABOUT IT" ـــــــــــ

کاندھے اچکاتے ہوئے اس نے ہاتھ اس طرح ہلایا جیسے مکھی اڑائی جاتی ہے ــــــــ رحیم پور کے گرد آلود راستے پر چھتنار برگد کے نیچے فاطمہ نے دوبارہ کہا کہ اور جلتے ہوئے پرانی بیڑیاں جو قلب کے لیے لگائی جاتی ہیں، جب ان کی مدت پوری ہو جاتی ہے تو کوڑے دان میں پھینک دی جاتی ہیں یہ میں نے اپنی آنکھوں سے ہوسٹن میں دیکھا ہے۔

تمہارا جدید ترین فلسفۂ حیات مبارک ہو، میرے من کا راستہ ان پہاڑیوں اور ان گرد آلود سڑکوں سے ہی ہو کر گزرتا ہے ـــ" اس کے بعد کافی کے تلخ گھونٹ سرکتے لمحوں سے مصافحہ کرکے معدوم ہو گئے۔

جب فراز نے وہاں پہنچ کر گاڑی روکی تو رحیم پور کا لکڑ ہارا چمکتی دھوپ میں خشک ببول کی ڈالیوں کو کاٹنے میں اس قدر غلطاں تھا کہ اسے گاڑی کے آنے کی خبر ہوئی اور نہ اس کا احساس کہ اس کا سارا جسم پسینے میں نہایا ہوا تھا، قریب پہنچ کر فراز نے ہلکے سے سلام وعلیکم کہا۔ لکڑ ہارے نے ایسی نگاہوں سے پلٹ کر اسے دیکھا کہ فراز فوراً دو زانو ہو گیا، پھر لکڑ ہارا بھی بیٹھ گیا اور دونوں نے ایک دوسرے کے ہاتھ دیر تک اپنے ہاتھوں میں رکھے۔

" تمہارے آنے کی خبر ملی تھی۔"

" جی ہاں، ہدایت پاتے ہی میں چل پڑا۔" فراز نے نظریں نیچی کیے ہوئے کہا۔ پیچھے فاطمہ کھڑی تھی۔ فراز نے گاڑی کی چابی اسے دیتے ہوئے کہا " تم اب جاؤ، گاڑی لیتی جاؤ، میں آ جاؤں گا"

فاطمہ نے ان دونوں کو پھیلی ہوئی آنکھوں سے دیکھا اور بغیر کچھ کہے واپس ہو گئی۔ دن، ہفتے، مہینے، سال، کئی سال ـــ پھر ایک دن اچانک اس کی بہنوں نے فراز کو پاؤں پیدل بے حد تبدیل حلیے کے ساتھ فراز مینشن کے گیٹ میں داخل ہوتے ہوئے دیکھا۔ نہ وہ کسی سے کچھ بولا نہ کسی نے اس سے کچھ پوچھنے کی ہمت کی۔ جب وہ اپنے بیڈ روم میں پہنچا تو میز کے کونے پر کئی ایروگرام کئی سال قبل کے پوسٹل مہروں کے ساتھ پڑے ہوئے تھے ـــ اس نے یکے بعد دیگرے انھیں کھول کر پڑھنا شروع کیا۔

پہلا خط : " میں بھی تمہاری ہی طرح نکلی تھی لیکن بھٹک گئی نئی دنیا کی چکاچوند میں راستہ ہی ... ملا، پھر ... بھی اُٹھ گیا ان باتوں سے جو کچھ سامنے ... ہے اس کے ... کیوں آج کی خوشیوں کو برباد کیا جائے۔

دوسرا خط : " نشے میں درشن اور جلوہ کی تلقین نے مجھے اور تباہ کیا، مجھے یہ بات بہت اچھی لگی کہ تم شراب نہیں رکھتے ہو ـــ"

تیسرا خط : " جب میں شکاگو سے انقرہ جا رہی تھی تو مجھے ایک عجیب و غریب فقیہ نظر آیا جو ہارورڈ سے فارغ التحصیل تھا، برسوں یو این او کا نمائندہ رہ چکا تھا، ویسٹ ایشیا کے مسائل کا ماہر سمجھا جاتا تھا، لیکن ایک دن جانے کس نے اس کو کس نظر سے دیکھا کہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر وہ بہار شریف چلا گیا اور برسوں اس غیر ترقی یافتہ علاقے کی خانقاہ میں رہ کر حضرت مخدوم شرف الدین یحییٰ منیری کے مکتوبات کا انگریزی ترجمہ کرتا رہا اور اب اس نے حضرت شہباز علیہ الرحمتہ کے ملفوظات کا ترجمہ شروع کیا ہے۔ تمہاری طرح وہ بھی قلب کے لیے بیڑیوں کے استعمال پر اعتقاد نہیں کرتا اور نہ خواب آور گولیوں کا عادی ہے ـــ میں اس کے ساتھ بڑے آرام سے ہوں ـــ"

چوتھا خط : " میری بے خوابی بڑھتی جا رہی ہے اور ساتھ ساتھ گولیوں کی تعداد بھی، دیکھو کہاں ٹھہرے ـــ خوش عمر میں ان دنوں اسپین کے اہم مقامات کو دیکھ رہی ہوں، کچھ تصویریں تمہیں بھیج چکی ہوں، مسجد قرطبہ کے ستونوں سے جب میں نے معانقہ کیا تو میری آنکھوں میں سیلاب آ گیا۔ ان دنوں میں تاریخ کے ایک پروفیسر کے ساتھ ہوں ـــ"

پانچواں خط . " میں نے پھر بڑی غلطی کی فراز۔ ایک تو تمہارا ساتھ چھوڑ دیا دوسرے یہ کہ قلب کا معاملہ یورپ اور امریکہ میں طے ہو ہی نہیں سکتا، یہاں صرف دماغ کے معاملے طے ہو سکتے ہیں۔ قلب کا معاملہ تو خالص ایشیائی ہے۔ لہٰذا میں اگلا خط تمہیں ایران سے لکھوں گی اور اس کے بعد ہندوستان سے ..."

... ہر دگرام ... کے ساتھ دو لوکل ... بھی تھے۔

" ... کار پہنچی ... یہ خاک تیار کی تھی، معلوم ہوا کہ تم ابتک واپس نہیں لوٹے ہو۔ اس لیے گزشتہ شب میں تنہا اندھیرے شاہ سے ملی اور کرشمۂ قدرت کہ انھوں نے مجھ پر ترس کھایا اور خود کو آشکار کیا ـــ اب اور کہیں نہیں جانا ہے ـــ"

" جانے تم کہاں ہو، میں نے سارا جگ ڈھونڈ لیا، کل داتا قلندر شاہ کا عرس تھا، محفل سمع شباب پر تھی کہ اندھیرے شاہ کو اپنے حجرہ میں ہی ایسا حال آیا کہ وہ اپنے خالق سے جا ملے۔ اب میں بڑا بے سہارا محسوس کر رہی ہوں۔ کاش ! تم ساتھ ہوتے ـــ"

سید شمیم گوہر

اب آ کے ڈھونڈتا ہے وہ منظر کہاں گیا   جیسے کوئی یہ پوچھے سکندر کہاں گیا
پچھلے دنوں کی یادیں آنسو نکل پڑے   اہل وفا کا جانے وہ لشکر کہاں گیا
تیزی سے میرا ہاتھ تو گھوما ضرور تھا   میرا ہنر بھی دیکھ کہ خنجر کہاں گیا
شرمندہ ہو رہا ہوں دعاؤں کے سامنے   مجھ سے بچھڑ کے میرا مقدر کہاں گیا
ٹوٹے گا قہر شہر پہ کس کو یقین تھا   اب ڈھونڈتے ہیں لوگ قلندر کہاں گیا
اخبار پڑھ رہا تھا وہ پورے سکون سے   پھر یک بیک نہ جانے وہ اٹھ کر کہاں گیا

نظروں کے سامنے ہے تو سب ہی تعلقات
پھر کون پوچھتا ہے کہ گوہر کہاں گیا

(پٹنہ سے نشر)

رات کے آخری پہر کی باؤلی پروائی گنگا تٹ پر سائیں سائیں کرتی گزر رہی تھی، باون ٹولے کے راجپوت اور دیارے کے یادواب اپنی کشتیوں کو واپسی کے لیے کھولنے کی تیاری کر رہے تھے، اور ان کی عورتیں صندل کا تبرک اور پیتل کے چمکتے ہوئے کلس میں گنگا جل لیے دھیرے دھیرے گھاٹ کی سیڑھیاں اترنے لگیں تو فراز نے اپنے بیٹے سے گلوگیر آواز میں کہا۔

"فجر کا وقت قریب ہے، نماز کے بعد چلیں گے۔" یہ کہتے ہوئے وہ ملحقہ مسجد کی سیڑھیوں پر جا کر بیٹھ گیا ـــ تھوڑی دیر کے بعد داتا شاہ کے مزار کا مجاور ادھر سے گزرتے ہوئے اس سے بولا "سب لوگ تو چلے گئے، آپ یہاں کیوں بیٹھے ہیں؟"

"صبح کی اذان ہو جائے تو نماز پڑھ لوں۔"

"تو آگے کی مسجد میں چلے جائیں یہاں نہ تو اذان ہوتی ہے اور نہ نماز۔"

"کیوں؟"

"دراصل یہ مسجد ایک ایسے خاتون کی بنائی ہوئی ہے جو، میں نے سنا ہے، دروغ برگردن راوی کہ وہ نیک چلن نہ تھی۔"

"ارے بھائی یہ تو خدا کا گھر ہوا، کس نے بنائی اس سے کیا بحث؟"

"میں جو جانتا تھا، میں نے بتا دیا، آگے آپ جانیں، ویسے آپ اسی خاتون کی قبر پر بیٹھے ہوئے ہیں ـــ دیکھئے یہ بھی گنہگاری کی بات ہوئی نا کہ اس نے مرتے وقت وصیت کر دی کہ اس کی قبر مسجد کی سیڑھیوں میں بنائی جائے۔"

فراز ہڑبڑا کر اس قبر سے اٹھتے ہوئے پوچھا "کون تھی وہ؟"

"اُدھر دائیں طرف سرہانے میں کتبۂ قبر لگا ہے۔ آپ پڑھ لیں۔" یہ کہتے ہوئے مجاور آگے بڑھ گیا ـــ ابھی مطلع صاف نہ ہوا تھا، فراز نے اوور کوٹ کی جیب سے گیس لائٹر نکال کر کتبۂ مزار کو پڑھنا شروع کیا ـــ فاطمہ احمد علی، وفات بہ تاریخ ...... مدفون زیر سایۂ مسجد، اس لیے کہ شاید نمازیوں کی قدمبوسی سے گناہوں کا کفارہ ادا ہو جائے ـــ" یخ بستہ صبح کاذب کے باوجود اس کی پیشانی عرق آلود ہو گئی اور لائٹر بجھاتے وقت اس کی انگلیوں کو آگ چاٹ گئی ـــ پھر وہ آہستگی سے اٹھا، جوتوں کو اتارا اور مسجد کے دروازہ کی زنگ آلود زنجیر کو کھولتے ہوئے گھوم کر اس نے حیران پریشان کھڑے ہوئے اپنے بیٹے کو کہا۔

"بیٹا خدا حافظ، اب تم جاؤ۔"

"اور آپ؟"

"میں اب، اب کہاں جاؤں گا؟"

"گھر پاپا، اور کہاں؟"

"اب کہیں نہیں جانا ہے بیٹا۔"

"پائپ اور فیلٹ کیپ پاپا؟"

"نہیں بیٹا اب ان کی ضرورت نہیں، تم جاؤ" ـــ ایئر کنڈیشنڈ کار میں بیٹھتے ہوئے بیٹے نے ڈبڈبائی آنکھوں سے بوڑھے باپ کو برسوں کی ویران بند مسجد کے دروازہ میں داخل ہوتے دیکھا اور جب گلی کا موڑ کاٹ کر وہ کار ٹری سڑک پر پہنچی تو فاطمہ کی مسجد سے فجر کی پہلی اذان بھرائی اور تھرتھرائی ہوئی آواز میں بلند ہو رہی تھی۔ (پٹنہ سے)

شفیع جاوید، احاطہ راج بھون، پٹنہ

پانچ سگریٹ

ڈاکٹر مسعود عالم ملک

وہ بوجھل قدموں سے زینے طے کرنے لگا۔ ہر زینہ ریزہ ریزہ امیدوں کو سمیٹتا اُسے اوپر لے جا رہا تھا۔ اَب وہ دوسرے فلور پر پہونچ چکا تھا۔ مختلف کاریڈورس سے گذرتا رہا، مختلف ڈیپارٹمنٹ کے افسروں کے نیم پلیٹس جگہ جگہ پر آویزاں تھے اور اُن سے متعلق بہت بڑے بڑے آفس روم تھے۔ افسروں کے چیمبرس کے باہر چپراسی اسٹول پر بیٹھے ہوئے۔ اُن کے کان لگے رہتے کہ گھنٹی بجتے ہی اُن کے پاس پہونچ جائیں۔ اسی طرح آفس روم کے لئے بھی ایک اور چپراسی ہوتا جو آفس کے بابوؤں کے لئے مخصوص ہوتا۔ اس وسیع و عریض عمارت میں چار فلور تھے۔ ہر سُو ڈیپارٹمنٹ ہی ڈیپارٹمنٹ، آفس ہی آفس ـــ! اس بحرِ بیکراں میں بہت سی کشتیاں ڈوبتیں، بہت سی نکل آتیں اور بہت سی بے خوف و خطر تیرتی رہتیں ـــ! چاروں طرف غیر مرئی پرچھائیاں محسوس ہوتیں ـــــ صمت مند یا مدقوق ـــ! اس نے چپکے سے آفس کے اندر جھانکا۔ چپراسی فوراً باہر آگیا۔

"آپ کا کام ہو رہا ہے" چپراسی نے کہا۔

"کب تک ہو جائے گا؟"

"بس اب رہا ہی کہاں کچھ"، یہ کہہ کر چپراسی نے اُس کے سامنے ہاتھ پھیلا دیا۔

"بس اتنے ہی؟" چپراسی نے اُسے لوٹا دیا۔

"مگر بار بار..... میں ...... کتنے .... ہاں کتنے!" عمران غصہ گھونٹ گیا۔

"ٹھیک ہی ہے، میں جاتا ہوں"

"ارے بھئی! سنو سنو! اتنے اور لے لو۔"

"شکریہ! مگر انہیں ـــ ہاں! ہاں! اتنے...... اُنہیں ـــ"

"اچھا! اچھا..... لو....... ذرا اُنہیں بھیج بھی دو۔"

"ہاں! ابھی بھیجتا ہوں۔"

وہ دروازے کے باہر لگے بینچ پر بیٹھ گیا۔ وقت تیزی سے گذرتا رہا اور اُس کی اکتاہٹ بڑھتی گئی۔

گذرا ہوا ایک ایک منٹ پہاڑ کے مانند وہ محسوس کرتا ایک گھنٹہ گذر گیا۔ اُس نے جیب سے سگرٹ کا پیکٹ نکالا۔ اس میں بس پانچ ہی سگریٹیں تھیں۔ ایک سگرٹ نکال کر اس نے ہونٹوں سے دبائی۔ ماچس جلائی۔ روشنی کے زرد ہالے میں مسٹر سنگھ کا ہیولا اُبھرا ـــ!

"ہاں جی! آپ ذمہ دار ہوتے ہیں۔"

"وہ کیسے سر؟"

"کیوں نہیں؟ پرمٹ کسی کا اور اُٹھایا کسی نے،" مسٹر سنگھ پھنکارنے لگے۔

"تو جس نے ایسا کیا اُسے آپ جانیں،" عمران نے لڑکھڑاتی آواز میں جواب دیا۔

"مجھے آپ سے بحث نہیں کرنی۔"

"تو انصاف کیسے ملے گا؟"

"میں نہیں جانتا، آپ جا سکتے ہیں۔"

اور اُس روز وہ مسٹر آر۔ بی۔ سنگھ کے بارے میں کشمکش میں پڑ گیا۔ بھلا ایسا انسان جس نے جس روز ضلع کا چارج لیا تھا یہ خبر جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی تھی کہ انصاف کا دیوانہ شخص ضلع کے تخت پر بیٹھا۔ ہر کس و ناکس کی اُس کے ہاں رسائی ہے۔ عدل جہانگیر اس کے سامنے ہیچ ہے اور وہ بھی ایسے افراتفری کے دور میں جب انسان انصاف کے خدوخال سے آگاہ نہیں۔ مگر میرے معاملہ میں اس کا قدم بنیادی طور پر غلط ہے۔ بہت پہلی بات تو یہ کہ بالواسطہ اُنہیں اس کا حق ہی نہیں پہونچتا۔ آمر خود ساختہ انصاف پر چلتا ہے تو الگ بات ہے۔ اس کے علاوہ غلط فیصلے پر اڑ جانا کس طرح کا انصاف ہے!۔

اس نے سگریٹ جلائی۔ ہر کش نے اس کے ذہنی تناؤ پر قابو پانا شروع کیا۔ اب وہ بالکل شانت تھا۔ ایک گھنٹہ کے بعد وہ چونک پڑا۔

"آداب عرض ہے!" عمران نے کہا۔

"آداب بھائی!" پان سے بھرے منہ سے عجیب سی آواز

نکلی۔

"آپ نے بہت دیر کر دی؟"

"ایک دو کام ہو تو کوئی بات نہیں" اُس نے پیک پھینکتے ہوئے جواب دیا۔

"آپ کو اتنے ...... مل گئے؟"

"ہاں"

"تب کیا حکم ہوتا ہے؟"

"بس دو چار روز میں کاغذات ٹھیک کر لوں گا" جواب دیتے ہی وہ اُس کے ساتھ زینے سے نیچے اُترنے لگا۔ دونوں تیزی سے گیٹ سے پار ہوئے۔ عمرآن نے سوچا کہ اب اطمینان سے مزید باتیں ہوں گی۔ اُسے بھی اُس کے ساتھ ایک کینٹین میں گھسنا پڑا۔ پہلے ہی سے اُس آفس کے اور چار حضرات مع اُس چپراسی کے موجود تھے۔ دونوں کے اندر داخل ہوتے ہی آرڈر پیش ہو چکے تھے۔ خاص باتیں تو نہ ہو سکیں مگر ہاں! چالیس روپے کا بل اُسے ادا کرنا پڑا۔ دل ہی دل میں وہ جل اٹھا۔ کر ہی کیا سکتا تھا وہ!

"ہاں عمرآن صاحب آپ ایک ہفتہ بعد آئیں" اُس نے پیار سے کہا۔

"اب مزید دیر نہ ہو گی نا؟"

"ہرگز نہیں! آپ کے معاملہ میں مسٹر سنگھ نے زیادتی کی ہے" اس نے پُر اعتماد لہجے میں کہا اور اپنے ساتھیوں کو لیکر چلتا بنا۔ وہ تنہا کینٹین کے باہر کھڑا رہا۔ دل و دماغ میں آندھیاں چل رہی تھیں جن کی گرد اُس کے چہرے پر جمنے لگی۔ بکھرنے کی کیفیت پر قابو پانے کی کوشش کرنے لگا۔ مگر کس طرح خود کو سمیٹوں، وہ دل ہی دل میں کراہ اُٹھا۔ دوسری سگرٹ اس نے جلائی۔

"آداب عرض ہے سر"

"بیٹھے"

"سر! میں نے ان سے ملاقات کی تھی۔ قائل کرنے یا ہو جانے کی بہت کوشش کی۔ مگر وہ اڑے رہے اور ایک نہ سُنی۔ میری سمجھ میں یہ بات نہیں آئی کہ سنوارنا اُن کا مقصد ہے کہ بگاڑنا ہی وہ اپنا بنیادی اصول جانتے ہیں اور وہ کبھی صحیح راستے سے ہٹ کر"

"میں سب جانتا ہوں۔ ایک تو بنیادی طور پر وہ غلطی کر بیٹھے ہیں اور دوسرے یہ کہ میں ترقیاتی منصوبوں کے سلسلہ میں اس ضلع کا مالک ہوں۔ میں نے اس سلسلہ میں فائل اُن کے پاس بھیج دیا ہے کہ وہ اپنا فیصلہ لوٹا لیں۔ اور اُنھیں لوٹانا ہی ہے" مسٹر داس نے شفقت بھرے لہجے میں کہا۔

"سر! اب تو چار ماہ ہو گئے۔ آپ کی شفقت سے کہ سکون مل رہا ہے۔ ورنہ سر ــــ اس سخت دور میں انسان کا جینا محال ہے"

"انسان کو حالات کا مقابلہ کرنا چاہئے۔ کبھی کبھی حالات انسانی احاطہ سے بڑے ہوتے ہیں" مسٹر داس نے مسکراتے ہوئے اُسے سمجھایا۔

"اچھا سر! آداب عرض ہے" عمرآن مؤدبانہ انداز میں وہاں سے لوٹ آیا۔

وہ بستر پر لیٹا رہا۔ کمرہ پُرسکون تھا۔ تنہا ہوتے ہوئے بھی وہ تنہا نہ تھا۔ کمرے میں پُراسرار سائے اُبھرتے اور ڈوب جاتے ــــ! اُس نے ہونٹوں سے سگرٹ دبا رکھی تھی۔ ماچس جلائی۔ ــــ سُرخ روشنی کا ہالہ پھیلتا گیا ــــ

پُرسکون نظام ــــ ہاں! ایسا نظام جو روشنی اور اندھیرے کی وضاحت کر سکے۔ کب اور کیسے؟

تم کب تک روشنی کو اندھیرے میں ضم کرتے رہو گے منور پہاڑ کی تیرگی سے پناہ جھیلیں نکالتے رہو گے۔ تو کیا... ...... یہ سیّال انسانی اعضا کو...... زندگی کی بہترین قدروں سے جُدا نہیں کر پایا ہے ــــ تو پھر امیدیں جو ہر سانس کی آمد و رفت کی ضامن ہیں، اسی جھیل میں دم توڑ دیں گی ــــ!

ارتقاء کی منزلوں کو تیزی سے طے کر لینا آسان ہے مگر اس کی شناخت کو برقرار رکھنا جوئے شیر لانے کے مترادف ہے ــــ آخر کیوں؟ سگرٹ اس کی آنکھوں کے درمیان دھیرے دھیرے جلتی رہی، دھواں کسمسا کر پھیلتا گیا۔ خود کو اس نے سمٹتے محسوس کیا۔ پرچھائیاں زرد اور گلابی پھیلنے لگیں ــــ

"ہاں! آپ کے کاغذات مل چکے ہیں" ڈائرکٹر نے اُسے بتایا۔

"سر! چھ ماہ ہو گئے اور بلا وجہ ابھی تک یوں ہی پڑا ہوں"

"وہ تو ٹھیک ہے! مسٹر سنگھ نے میرے حق پر قبضہ جمایا ہے۔ اس سلسلہ میں کارروائیاں ہو رہی ہیں"

"اس کے علاوہ سر! معقول وجہ بھی تو نہیں ہے کہ وہ اس طرح کا قدم اٹھا سکیں"

"بھئی! وہ تو ہے! مگر کون کسے سمجھائے اور کیا سمجھائے؟ کوئی بھی درست سمت پر چلنا نہیں چاہتا۔ ہر شخص اپنے ارادوں کا مالک ہے۔ دراصل انسانی ذہن اتنا بلند ہو گیا کہ چھوٹی موٹی باتوں کا احساس اس کے پاس رہ ہی نہیں جاتا ــــ!" ڈائرکٹر زیر لب بڑبڑایا۔ اور عمرآن وہاں سے واپس چلا آیا۔

اُف! چھوٹی موٹی باتیں! ــــ گیارہ ماہ ہو گئے اور سارے کاغذات اِدھر اُدھر بکھرے پڑے ہیں ــــ ایک کنبہ بکھرا پڑا ہے۔ دست دراز پر حسب خواہ رکھوالو جینے کے لئے امیدیں خرید لو ــــ یہ چار منزلہ بازار ہے، یہاں سب کچھ ملتا ہے ــــ انسانی ارتقاء کا ایک دلفریب بازار ــــ یہ غیر کا نہیں، اپنا بازار ہے۔ غیر کیا جانیں اس کی سجاوٹ ــــ! اس میں تو اپنا خونِ جگر ملا ہے۔ ایسا دلآویز بازار کہاں نہیں ــــ ہر جگہ ہے! انسان جنگلوں کے جنگل سے نکل کر خوشنما قصبوں اور شہروں میں آبسا ہے! غیر مرئی دھند میں لپٹا انسان پھرتی سے منزلیں طے کر رہا ہے۔ تصویر وہی ہے، صرف خدوخال بدلے بدلے سے ہیں! ــــ تو جاؤں تو کدھر جاؤں، لوٹتا ہوں تو وحشی کہا جاتا ہوں، رہتا ہوں تو دم گھٹتا ہے۔ اُس نے چوتھی سگرٹ جلائی ــــ ماچس کی روشنی اور سگرٹ کی بجھی بجھی سی چنگاری میں بہ یک وقت کتنی صدیاں پلک جھپکتے گذر گئیں ــــ "انقلاب زندہ باد" کے فلک شگاف نعرے ــــ اور اب سکون ہی سکون، خوشی ہی خوشی اور اب کوئی دوسرا نہیں۔ کوئی فرق نہیں ــــ فرق ہے بھی تو کوئی فرق نہیں ــــ مسئلہ ہے بھی تو کوئی مسئلہ نہیں ــــ انسان ارتقائی منزلوں سے گذر رہا ہے ــــ!!!

ہاں! تو میں کون سی منزل پر ہوں؟ آگے بڑھوں تو بھیانک کھائیاں ہیں، پیچھے ہٹوں تو بزدل کہلاؤں! جمنا سُبک خرامی میں محو ہے۔ آگ کا گولہ اُفق میں بُجھ رہا ہے۔ میں تنہا تو جمنا کے کنارے نہیں بیٹھا ہوں۔ دُنیاؤں کی ایک دُنیا لئے بیٹھا اس کی لہروں کو تکے جا رہا ہوں۔ سُرخ روشنی اس کی جھلمل جھلمل کرتی ... ناز ــــ چوم رہی ہے ــــ ازل تا ابد یہ سُہاگن سُہاگن رہے گی ــــ! قافلے پڑاؤ ڈالتے رہے اور گذرتے رہے لیکن اس کی پیشانی پر جھومر اُسی شان بے نیازی سے سدا چمکتا رہا ہے ــــ ــــ اور اب ــــ ہاں! اس کی تابندگی مختلف کشتیوں پر ڈھو ڈھو کر کہاں کہاں جا رہی ہے ــــ اندھیرا سا چھا جاتا ہے ــــ اب قافلے کہاں ــــ؟ ــــ خانے ہیں ــــ مختلف خانے، سُنا ہے جہاں ہم رہتے ہیں ــــ اکائی... قافلے ــــ خانے ــــ ویرانے ــــ اور نہیں تو کیا ــــ!!

عمرآن ایک ہفتہ بعد پھر زینے طے کر رہا تھا۔ اُمنگوں سے بھرپور تھا۔ جیب میں صرف ایک سگرٹ تھی۔ خیر کوئی بات نہیں، کچھ دنوں کے بعد میں پھر نارمل ہو جاؤں گا۔ اندھیرا روشنی کا ہم سفر ہوتا ہے۔ دوسرے فلور پر پہونچ کر آفس کے لئے بینچ پر وہ بیٹھ گیا۔ کاش! وہ جلد آجائے تاکہ کاغذ میرے ہاتھ میں ہو اور میں اُس پرندے کو آزاد کر دوں جو

ایم اے ضیا

تم نے کیا سوچا ہے بولو ہم نے تو سوچا بہت
طے ہمیں کرنا ہے آگے اور بھی رستہ بہت

دور تک بادل گھنیرے ٹوٹ کے برسا کیے
ایسے موسم میں بھی دیکھا پیاس کا صحرا بہت

میں نہیں کوئی تمہارا تم نہیں میرے کوئی
اک تعلق کے بہانے بیچ کا رشتہ بہت

اب کے موسم میں درختوں پر جو پھل لگنے لگے
منچلے لڑکوں نے پتھر دور سے پھینکا بہت

تیرا افسانہ تھی تیری بات تھی تیرا تھا ذکر
پھر بھی میرے سر پہ الزام کیوں آیا بہت

سچ کہا میں نے تو محفل ایسی سونی ہو گئی
کرفیو کے درمیان جیسے ہو سناٹا بہت

اے ضیا پھر برف پگھلے گی پہاڑوں سے کہیں
پھر ابل جائے گا احساسات کا دریا بہت

(پٹنہ سے نشر)

یوں سے میسر دامِ اُلفت میں ہے ــــ! یہ پرندہ
ی تو مسٹر آر۔ بی۔ سنگھ کا تحفہ ہے۔ ایسا شخص جو انصاف
انچارج ہے ــــ لمبا، تڑ نگا اور گورا چٹا انسان ــــ
لگ بھگ تیس برس ــــ مونچھیں بالائی ہونٹوں کے
دونوں طرف تر شی تر شائی نیچے آتی ہوئی، تھوڑی کے دونوں
ن اُوپری حصے پر زُکی سی ــــ عہدِ رفتہ کے کسی پُر جلال
مغل شہنشاہ کی بولتی تصویر ــــ ظاہری ہیئت بھی کسی کے دل و
دماغ کی آئینہ دار ہوتی ہے ــــ تم نے جب بھی کسی سے باتیں
کیں، تو ایسا محسوس ہوا جیسے کہ قلم تمہارے حصے میں آیا ہے، مگر
انجام ہولناک ــــ بیمار ذہن تخریب پسند ہوتا ہے تعمیری
احساسات سے یکسر عاری ــــ!

"کہئے! کیا حال ہے؟" چپراسی کی آواز پر وہ چونک سا گیا۔

"ٹھیک ہی ہے۔ آپ ذرا اُنہیں بھیج دیں۔"

"لیکن..... آپ..... مجھے....." اُس نے آگے ہاتھ پھیلایا۔

"اُنہیں پہلے بھیجو بھی تو بھئی!" اُس نے التجا کی۔

"آداب عرض ہے" اُس نے بینچ پر سے اُٹھ کر اُس کا استقبال کیا۔

"آداب بھائی! ایک دو دن اور ٹھہر جائیے" اُس نے جواب دیا۔

"بھئی! اس طرح سے تو مہینوں گذر گئے" عمران نے نمناک آواز میں کہا۔

"تو میں کیا کروں! کاغذات کا سنوارنا اتنا آسان نہیں" اُس نے جواب دیا۔

"مگر مسٹر بھائی!...... میں اپنے متعلق آپ سے کیا کہوں، زبان نہیں ادا کر سکتی" اس نے ملتجی انداز میں کہا۔

"ٹھیک ہے! جہاں آپ نے اتنا صبر سے کام لیا، کچھ دن اور ہی سہی۔ اور ہاں! آپ مجھے اتنے...... ہاں! ہاں! اتنے...... اور دیں......" یہ کہتا ہوا وہ آفس کے اندر واپس جانے لگا۔

"جی! اتنے..... میں..... کہاں سے.....؟" وہ تقریباً چیخ پڑا۔

وہ شدّتِ غم سے لرزنے لگا۔ بڑی مشکل سے بینچ پر بیٹھ گیا۔ پوری عمارت اس کی نظروں کے سامنے گھومنے لگی۔ اُف! یہ کیا معاملہ ہے؟ وہ کرب سے کراہ اُٹھا ــــ! اُس نے پانچویں اور آخری سگرٹ جلائی۔ دھواں منتشر ہونے لگا۔ وہ بہت دیر تک خلاؤں میں بے معنی تکتا رہا۔ پھر خود کو سمیٹتا اور بوجھل بوجھل قدموں سے زینے سے اُترنے لگا۔ گیٹ کے باہر آیا اور حقارت بھری نظروں سے اس دلفریب بازار کو گھورتا ہوا واپس آ گیا ــــ!

(پٹنہ سے نشر)

افسانہ

پیاس

سلطان آزاد

حسبِ معمول جب میں دفتر کے لیے گھر سے نکلا تو دور ہی سے دفتر کے قریب انسانی سروں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر نظر آیا۔ میں جیوں جیوں دفتر کے قریب ہوتا گیا، میرے ذہن میں طرح طرح کے خیالات ابھرنے لگے۔ دفتر کے آس پاس اتنی بھیڑ کیوں ہے ــــ؟ کیا کوئی حادثہ ہو گیا ہے۔ نہیں..... نہیں، لگتا ہے کہ آج یونین والوں اور کمپنی کے درمیان کچھ ہو گیا ہے۔ بہت دنوں سے یونین اور منیجر کے درمیان ان بن چل رہی تھی۔ یکایک میرا ذہن دوسری طرف جست کر گیا، جو میرے لیے ایک حادثہ سے کم نہ تھا۔ مجھے اب بھی خوف محسوس ہو رہا ہے کہ مجھ سے ایک گناہ سرزد ہو گیا ہے۔ اس کے باوجود میں مجرم نہیں ہوں کہ یہ گناہ مجھ سے شعوری طور پر سرزد نہیں ہوا تھا۔ اس میں میرا کوئی ہاتھ بھی نہیں تھا۔ نہیں چاہنے اور بچنے کی کوشش کے باوجود میرا دامن داغدار ہو ہی گیا۔ میں اس کا سامنا کس طرح کر سکوں گا؟ اس کی بس ایک ہی صورت ہے۔ دفتر جانا چھوڑ دوں ــــ مگر پھر بے روزگاری ــــ؟ کیا کروں؟ ــــ میں نے اپنے دونوں ہاتھ سے سر تھام لیا۔ یہ سوچے بغیر کہ راہ چلتے دوسرے راہ گیر میری اس حرکت پر کیا کہہ رہے ہوں گے۔ میں سوچ رہا تھا ــــ وہ آج دفتر آئے گی ــــ اور اس کے جملے میرے ذہن میں گونجنے لگے: "میں شرمندہ ہوں، اور مجبور بھی..... میرا ماضی میری اذیت کے سوا کچھ نہیں....." ذہنی گتھیوں میں کافی الجھا، میں بھیڑ کے قریب تر ہو گیا۔ ابھی اس ہجوم کے دو چار قدم پیچھے ہی تھا کہ لوگوں کی آپسی بات چیت سے یہ اندازہ ہوا کہ یہاں واقعی کوئی حادثہ پیش آیا ہے۔ یہ سنتے ہی مجھے فکر لاحق ہوئی کہ دفتر کے پاس کس کے ساتھ یہ واقعہ ہوا۔ جیوں ہی اس ہجوم میں شامل ہوا تو بھیڑ میں کھڑے ایک انجانے شخص نے بتایا کہ کمپنی کی ایک لیڈی ٹائپسٹ نے خودکشی کر لی۔ یہ سن کر میرا دل دھک سے کر گیا، لیکن پھر بھی خود پر قابو کرتے ہوئے اس سے پوچھ بیٹھا کہ کون لیڈی ٹائپسٹ ــــ؟ چند لوگوں نے ایک ساتھ کہا ــــ "مالا"

مالا، میرے سامنے کوئی نیا نام یا اجنبی نام نہ تھا، جس کو جاننے میں مجھے دیر لگتی۔ ماضی کے اوراق تیزی کے ساتھ کھلتے گئے ــــ وہ سچ مچ میری رفیق اور میری ہمراز تھی۔ وہ بحیثیت ٹائپسٹ اس وقت بحال ہوئی جب میں اس کمپنی میں بحیثیت اکاؤنٹس کلرک کام کر رہا تھا۔ اس کے ساتھ ایک اور لڑکی شیلا بھی بحال ہوئی تھی۔ لیکن وہ میری نظروں سے دور، دوسرے سیکشن میں کام کرتی تھی، جبکہ مالا میرے ساتھ۔ وہ ایک معمولی شکل و صورت والی سانولی رنگ کی لڑکی تھی۔ بلکہ اسے لڑکی نہ کہہ عورت ہی کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ کیونکہ اس کی عمر بظاہر ۳۰ سے کم نہ تھی۔ اس کے باوجود وہ غیر شادی شدہ تھی۔ لباس میں سادگی اور مزاج میں سنجیدگی اس کی نسوانی شخصیت کا نمایاں وصف تھا۔ تنہائی اور خاموش پسند ہونے کے باعث اسے بھیڑ یا ہنگاموں سے گھٹن محسوس ہوتی تھی۔ شاید اسی وجہ سے وہ بے مقصد کسی بھی اسٹاف سے فضول گپ شپ نہیں کرتی۔ لیکن وہ مجھ سے کافی گھل مل کر باتیں کرتی۔ اکثر میں یہ سوچتا بھی کہ آخر ایسا کیوں ــــ؟ کہیں اس لیے تو نہیں کہ اس پر میرے کچھ احسانات ہیں۔ پہلے پہل جب وہ اس کمپنی میں آئی تھی تو کئی ایک مواقع پر میں نے اسے ڈھارس دی تھی۔ اور عملی تعاون بھی۔ مثلاً پہلے پہل اس کے ٹائپ شدہ پیپر میں جو غلطیاں رہ جاتی تھیں اسے درست کر دیتا یا کسی دن زیادہ ٹائپ کرنا ہوتا تو میں اس کے کام میں ہاتھ بٹا دیتا۔ وہ کافی محنتی تھی، اپنے تمام کام کو بحسن و خوبی انجام دیتی۔ فرصت کے اوقات میں میں اکثر سوچا کرتا ــــ اس نے اب تک شادی کیوں نہیں کی؟ وہ کھوئی کھوئی سی کیوں رہتی ہے؟ اس طرز کے بے شمار سوالات میرے ذہن میں پیدا ہوتے رہتے تھے ــــ ایسی حالت میں میں صرف اسے دیکھتا رہتا، لیکن کچھ کہنے یا پوچھنے کی جسارت نہ کرتا۔ لیکن آہستہ آہستہ وہ مجھ سے بے تکلف ہو گئی اور جب بے تکلف ہو گئی تو میں نے اس کی اس سوچ و فکر کے بارے میں پوچھ بیٹھا ــــ ایک بار، دو بار، تین بار ــــ بار بار مگر اس نے کبھی بھی تشفی بخش جواب نہیں دیا۔ وہ بہت کم سخن بھی تو تھی۔ میں نے کئی بار مختلف انداز میں مختلف مقامات پر اسے کریدنے کی سعی کی، مگر نتیجہ کچھ بھی نہ نکلا وہ خود دار تھی۔ شاید اسی لیے اس نے کل کے بعد آج میرا سامنا نہیں کیا۔ اس نے جو کہا عملاً کر دکھایا۔ کاش! وہ ایسا نہ کرتی۔

اس کا مکان میرے راستے میں ہی پڑتا تھا۔ لیکن دفتر جانے میں اس کا ساتھ کبھی نہیں ہو پاتا۔ کیونکہ میں ہمیشہ کچھ تاخیر سے دفتر پہنچتا تھا، جبکہ وہ ہمیشہ وقت پر پہنچ جاتی۔ البتہ دفتر سے واپسی کے وقت ہم لوگ اکثر ایک ساتھ اپنے اپنے مکانوں کی طرف لوٹتے۔ اتفاق سے ایک دن میں قبل از وقت دفتر کے لیے گھر سے نکل پڑا۔ اور تیز رفتاری سے اپنے قدموں کو بڑھا رہا تھا، ابھی دفتر سے کچھ دور ہی تھا کہ میری نگاہ یکایک آیورویدک ٹانک کی دُکان سے اترتی ہوئی مالا پر پڑی۔ جو شاید اس دُکان سے کچھ خرید کر دفتر کی جانب لپک کر جا رہی تھی، میں

نے اپنے قدموں کی رفتار اور تیز کر دی۔ کچھ ہی لمحے بعد میں اس کے قریب تر ہوگیا۔ ساتھ چلتے ہوئے جب اس کی نظر مجھ پر پڑی تو اسے کافی حیرت ہوئی اور ساتھ ہی فکر بھی، لیکن اپنی عادت کے مطابق کھلی نہیں کہ وہ کہاں سے آرہی ہے، اور کہاں رُکی تھی۔ کافی اصرار کے باوجود وہ اصلی بات ہضم کر گئی۔ اس دن میرا موڈ خراب ہو گیا اور پھر اس وقت راستے میں کچھ بات نہ کی، یہاں تک کہ دفتر میں بھی نہیں حالانکہ اس نے کئی بار مختلف انداز میں میرے ٹیبل کے قریب آکر بات کرنی چاہی۔ میری اس غیر توجہی اور پر اسرار خاموشی کو اس نے بھانپ لیا کہ میں اس سے غصہ ہوں پھر وہ اطمینان کے ساتھ قریب کی کرسی کھینچ کر میرے سامنے بیٹھ گئی، اور بولی۔

"تم شاید مجھ سے کافی ناراض ہو، لیکن تمہاری خفگی بجا نہیں۔"

"مجھے تمہاری کسی بات سے مطلب نہیں۔" میں نے غصے میں جواب دیا۔

"مطلب ہے ـــــ تبھی تم مجھ سے بار بار کریدتے ہو، جو میں چھپانا چاہتی ہوں۔" اس نے میری بات کا دوٹوک جواب دیا۔

"ٹھیک ہے، مجھ سے ایسی غلطی ہوئی ہوگی، لیکن اب وعدہ کرتا ہوں کہ اس قسم کی گفتگو کبھی نہیں کروں گا۔" میں نے تقریباً قسم کھاتے ہوئے کہا۔

وہ کرسی سے اُٹھ کھڑی ہوئی، اور پھر میرے ٹیبل پر جھک کر تقریباً بلبلاتے ہوئے کہنے لگی: "راجن! میرا ماضی میری اذیت کے سوا کچھ نہیں، تم مجھے مزید نہ کریدتے تو زیادہ بہتر تھا، لیکن تم محض اس بات کو جاننے کی خاطر مجھ سے خفا ہو بیٹھے۔ اس لیے چند جملوں میں واضح کر دیتی ہوں کہ جو چیز میں نے آج اس دُکان سے خریدی ہے، تم اسے جان گئے ہو۔ ہاں! راجن، وہی شراب اب میری زندگی ہے، اور شاید میرے ماضی کا عنوان بھی۔" اتنا کہہ کر وہ نہ صرف اپنے ٹیبل کی طرف بھاگ کر گئی بلکہ وہ فرصت سے قبل دفتر سے بھی چلی گئی۔

چند لمحوں تک میں اس کے متعلق سوچتا رہا۔ مجھے ایسا محسوس ہوا کہ مجھ سے ایک غلطی سرزد ہوگئی۔ کیونکہ ایسی نوک جھونک میں اس کی آنکھوں سے آنسو نکل پڑے تھے۔ وہ کبھی اس انداز میں مجھ سے ہمکلام نہیں ہوئی تھی۔ شاید میری باتوں سے اس کی انا کو ٹھیس پہنچی ہے۔ اگر میں نے ایسا کیا تو بہت ہی بُرا کیا ہے۔ میں کسی کو خوش نہیں کر سکتا تو اسے مجھے رنجیدہ کرنے کا بھی حق حاصل نہیں۔ آخر کیا ضرورت ہے کہ میں کسی کا ماضی جانوں ـــــ؟ یا کسی کا تعاقب کروں۔ اپنے اسی خیالی گتھیوں میں الجھا فرصت کے بعد اس کے مکان کی طرف چل پڑا، کچھ دیر کی مسافت طے کرنے کے بعد اس کے دروازہ کے قریب پہنچا۔ اور پھر دستک دی۔ دروازہ کھلا، سامنے نائٹی میں ملبوس مالا تھی۔ مجھے دیکھ کر وہ مسکرا اُٹھی۔ اس نے میرا دل کم کیا۔ میں اندر داخل ہوا، اور پھر اس نے دروازہ کو یونہی لگا دیا۔ مسہری پر بچھے بستر پر میں جا بیٹھا، اور کمرے کے چاروں طرف معائنہ کرنے لگا۔ اسی دوران جیوں ہی اپنی نظر دوسری طرف گھمائی تو دیکھا کہ قریب کے ٹیبل پر شراب کی کئی بوتلیں قرینے سے لگی ہوئی ہیں۔ مالا اس ٹیبل کے نزدیک ایک کرسی پر آبیٹھی، اس نے میرے سامنے کچھ نمکین اور پھل کے ساتھ شراب کی ایک نئی بوتل اور ایک خالی گلاس رکھ دیا، اور بولی "شوق فرمائیے ـــ" نفی میں جواب دیتے ہوئے، میں حیرت زدہ نظروں سے اسے گھورنے لگا۔ اس نے مسکرایا اور ایک بوتل جس کا نصف حصہ خالی تھا، اٹھایا اور پھر ایک گلاس میں اسے انڈیل کر ایک پیگ لیا، اور بولی "میں بھی اس سے نفرت کرتی تھی، لیکن آج یہ میری زندگی ہے، کل اسی کے کارن مجھے کسی نے ٹھکرا دیا تھا۔"

میں نے کہا "کس نے ـــ؟"

اس نے کہا "ابھی بتاتی ہوں۔" اور پھر اس نے گلاس کو اٹھایا جس میں اب بھی شراب تھی، چند گھونٹ پینے کے بعد میری طرف مخاطب ہو کر بولی ـــ "میں ایک متوسط گھرانے کی میٹرِیکولیٹ ہوں، میرا کوئی نہیں تھا۔ دور کے ایک ماما لگتے تھے۔ اس نے میری تمام زمین اپنے قبضے میں لے کر اس کے عوض میری شادی ایک شرابی سے کر دی۔ اور پھر ..... اور پھر ...."

وہ نشے میں دھت ہو چکی تھی۔ میرے منع کرنے کے باوجود اس نے شراب کی وہ بوتل اٹھالی جو میرے قریب رکھی ہوئی تھی، اور اسے خالی گلاس میں انڈیلا، پھر اسے پیتے ہوئے بولی: "میرا وہ مجوتی دیوتا، اس نے اس رات کو جب میں دلہن بنی بیٹھی تھی، میرے ہاتھوں میں بوتل تھما کر پلانے کو کہا۔ جب میں نے حیرت سے اسے تکا تو اس نے چلا کر مجھ سے بوتل چھین لی۔ اور پھر .... اور پھر وہ پوری بوتل پی کر باہر چلا گیا۔ کیونکہ اسے ایک شرابی ہمسفر کی ضرورت تھی، مجھ جیسی کی نہیں۔" یہ کہتے ہوئے وہ میرے نزدیک آبیٹھی۔ پھر بولی "راجن! میں صرف نام کی دلہن بنی اور رات تک جاگتی رہی۔ میرے من کی آگ اور جسم کی پیاس نہ بجھی۔ لیکن ـــــ" وہ اور میرے نزدیک ہوگئی۔ اور پھر اس نے میرے ہاتھوں کو چومتے ہوئے اشاروں سے اپنی خواہش ظاہر کی۔ لیکن جب مجھے اس نے خاموش دیکھا، تو بڑی معصومیت کے ساتھ بولی: "میں جانتی ہوں کہ تم شادی شدہ ہو۔ لیکن اس میں حرج کیا ہے؟ تم میرے دوست ہو۔ تم میری خواہش کا ضرور خیال کروگے۔" میری خاموشی برقرار رہی، جس کا اسے دھوکا ہوا کہ میں نے حامی بھر لی۔ پھر وہ اپنے آپ سے باہر ہوگئی۔ یکایک اس کے جسم کی حدت نے مجھے بوکھلا دیا، اور میرے رگ و پے میں ایک برقی رو دوڑ گئی، اور شعوری کوششوں کے باوجود خود کو قابو میں نہیں رکھ سکا ـــــ

اور پھر جب میں اس کے کمرے سے باہر نکلا تو میری نگاہیں ندامت سے جھکی ہوئی تھیں ـــــ چلتے وقت اس کی آواز میرے کانوں سے ٹکرائی تھی ـــــ "راجن! میں شرمندہ ہوں، اور مجبور بھی۔ میں اب تمہاری ازدواجی زندگی میں کانٹے نہیں بوؤں گی۔"

ماضی کے کھلتے اوراق ختم ہوگئے۔ اب اس بے جان جسم کی جانب میری نگاہ ٹک گئی، جو ایک چادر سے ڈھکا تھا۔ کمپنی کے اسٹاف اس کی آخری رسومات کی تیاری میں مصروف تھے ـــ اسی اثنا میں ڈاکیہ نے مجھے ایک لفافہ دیا۔ لفافہ جیسے ہی کھولا، تو مجھے کافی حیرت ہوئی۔ ایک سادہ کاغذ پر مختصر جملوں پر مشتمل تحریر کردہ خط تھا ـــ

"میں برسوں کی پیاسی تھی ـــــ اور پیاسی مرنا نہیں چاہتی تھی ـــــ مگر اب پیاس بجھ چکی ہے ـــــ!!

(پٹنہ سے نشر)

سلطان آزاد

نیو لین، گلزار باغ پٹنہ ۸۰۰۰۰۷

آپ کی

مدیر محترم!

یکم سے ۱۵ فروری ۱۹۸۵ء کا شمارہ سید محسن رضا رضوی کے توسط سے پڑھنے کا موقع ملا۔ تمام تخلیقات معیاری ہیں، اس سے آپ کے انتخاب کو داد دینی پڑتی ہے۔ زیر نظر شمارہ میں ایک بھی پابند نظم نہ دیکھ کر مایوسی ہوئی۔ ہر شمارہ میں دو ایک پابند نظم ضرور دیا کریں۔

آل انڈیا ریڈیو کے تقریباً تمام ریڈیو اسٹیشن سے اردو پروگرام میں کتابوں پر تبصرہ بھی نشر کیا جاتا ہے۔ لیکن 'آواز' میں تبصرہ کا کالم نہیں ہے۔ ایسا کیوں؟

ایک اور بات رحمٰن شاہی کا افسانہ "ماں" عرصہ قبل کہیں پڑھ چکا ہوں۔ یہ مجھے شعوری طور پر اچھی طرح یاد ہے۔

عطا عابدی (دربھنگوی)
مدرس مدرسہ چشمۂ فیض، ململ
وایہ کیلواہی ضلع مدھوبنی (بہار)

پُرخلوص آداب!

آج آکاشوانی کا خوبصورت کلینڈر ملا، خوشی ہوئی۔ آپ لوگوں کو ہم بھی کبھی کبھی یاد آتے ہیں۔ شکوہ اس بات کا ہے کہ جب میں نے تین سال کے لیے چندہ فراہم کیا تھا تو صرف چار ماہ تک "آواز" دکھائی دیا، اس کے بعد آج تک نہیں ملا۔ آپ سے غرض کی تھی کہ آپ ایڈریس چیک کریں گے۔ اب ایک بار پھر سے نیا چندہ ارسال کروں گا۔ اگر آپ کے ہاں رجسٹرڈ ڈاک بھیجنے کا کوئی طریقہ ہے تو اس کا پیسہ بھی ادا کروں گا۔ ویسے آپ مرکز میں رہ کر ڈاک والوں کی خبر نہیں لے سکتے تعجب ہے۔ آپ لوگوں کی شکایات اپنے اس جرنل میں چھاپ نہیں لیتے نہ جانے کیا مجبوری ہے ورنہ اس سے ڈاک والے محتاط رہ سکتے تھے۔ خیر یہ اپنی اپنی رائے ہے۔

مولوی عبدالغنی
جامعہ کالج۔ نواب بازار۔ سرینگر

محترم!

گزشتہ تین چار سالوں سے "آواز" کا مطالعہ کر رہا ہوں۔ یہ پرچہ بہت پسند آتا ہے۔ اس کے مضامین، افسانے، غزلیں بیحد معیاری اور قابل داد ہیں۔

انصاری افضال احمد
مالیگاؤں۔ ناسک

مکرمی! تسلیم!

چند باتیں میں "آواز" سے متعلق تحریر کر رہا ہوں۔

(۱) اگر آپ "آواز" میں "سوال و جواب" کا سلسلہ شروع کردیں تو بہت اچھا رہے۔

(۲) ہر شمارہ میں ایک اچھا ڈرامہ ضرور شائع کیا کریں۔

(۳) اردو سروس کے پروگرام "شمع فروزاں" اور "تاریخ ساز" بہت اچھے معلوماتی اور مختصر پروگرام ہیں، انھیں ہر شمارہ میں جگہ ملنی چاہیے۔

رائے

(۴) انٹرویو وغیرہ آپ بالکل شائع نہیں کرتے۔ انھیں بھی جگہ ملنا چاہیے۔

اس طرح کی چند ایسی باتیں ہیں جن سے آواز کا حسن دوبالا ہو سکتا ہے۔ لیکن اس بات میں شک نہیں ہے کہ آپ نے آواز کو سجانے اور سنوارنے میں ہر ممکن کوشش کی ہے۔

یکم فروری کے سب ہی مضامین اچھے ہیں پھر بھی کھوٹا سکہ، دھنی کا جوڑا، ناگ پھنی، اور ماں قابلِ تعریف ہیں۔ ڈرامہ لہو کا رنگ ایک ہے، متاثر نہیں کر سکا ہے۔ اور سرورق جاذب نظر ہے۔

محمد ارشاد
چوک بازار، جسپور (میں مان)

محترم!
آواز کا شمارہ پہلی بار نظر سے گزرا، پڑھ کر دل باغ باغ ہو اٹھا۔ اس مہنگائی کے دور میں اتنا سستا رسالہ نکالنے پر میری طرف سے دلی مبارکباد قبول فرمائیں۔

افسانے، غزلیں علاوہ معلوماتی مضامین بہت پسند آئے۔ خدا کرے آواز دن دونی رات چوگنی ترقی کرتا رہے۔ میری نیک خواہشات آواز کے ساتھ ہمیشہ رہے گی۔

محمد ممتاز عالم دلکش
اسٹائیلکو ٹیلرس، ٹاور چوک، دربھنگہ

مکرمی! تسلیم
"آواز" میں اس ترقی پذیر دور کے اعتبار سے کچھ تبدیلیاں ضروری ہیں۔ لہذا اس رسالے میں قلمی دوستی، سوال وجواب، سائنسی معلومات، ایسے کالم شروع کریں جن سے آواز کا معیار اور بڑھ جائے گا اور قارئین کی معلومات میں اضافہ ہوتا رہے گا۔

یکم فروری کا شمارہ ملا، جو واقعی قابل تعریف شمارہ میری نظر میں رہا۔ اس شمارے میں کچھ ایسے مضمون پڑھنے کو ملے جو معلومات میں اضافہ کرتے ہیں۔ اس شمارے میں افسانے بے حد خوبصورت تھے۔ 'دھرتی کا کرب' افسانہ اچھا لگا۔ 'ماں' افسانے میں وہ کردار نمایاں ہوئے ہیں جو ماں کی بے پناہ محبت کو صحیح اور جامع انداز میں پیش کرتے ہیں۔ اس کی مثال آپ ہے۔ میری جانب سے رحمٰن شاہی کو دلی مبارکباد پیش کیجئے۔ ریڈیو ڈرامہ 'لہو کا رنگ ایک ہے'، جب پڑھا تو دل کی دھڑکن تیز ہوگئی۔ دو دلوں کی محبت اور ان کے پیار کو اس ڈرامے میں اچھے انداز میں پیش کیا گیا ہے اور ویسے ہی اس زمانے میں اونچ نیچ کی دیوار کو توڑ کر پیار کی جیت بتائی گئی ہے۔ میری جانب سے اس ڈرامے کے مصنف نفیس صدیقی کو مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

محمد طاہر لہری
روہیلی پورا مرکھیڑ، ضلع ایوت محل (مہاراشٹر)

محترمی آداب!
آواز کا ۱۶ رجنوری کا شمارہ موصول ہوا۔ اس میں جو آپ نے ۱۹۸۴ء میں پورے سال بھر میں شائع شدہ مواد کی جو فہرست دی ہے، یہ ایک نئی اختراع ہے۔ جس کے لیے ادارہ قابلِ ستائش ہے۔ جناب شبین مظفر پوری کا افسانہ "[illegible]" کافی متاثر کرتا ہے مگر یہ افسانہ ماہنامہ آجکل دہلی [illegible] میں شائع ہو چکا ہے۔ یہ شبین مظفر پوری کی غلطی ہے [illegible] پڑھتا ہے اس لئے [illegible]

[illegible]

محترمی، تسلیمات
رسالہ آواز کی تعریف کرنا سورج کو روشنی دکھانے کے مترادف ہے۔ لیکن اس کا کیا جائے کہ [illegible] رسالہ اپنے معینہ وقت پر نہیں نکل پاتا جس سے پڑھنے والوں کو [illegible] کوفت ہوتی ہے۔ ہو سکتا ہے ڈاک کی گڑبڑی کی وجہ سے وقت پر [illegible] تک نہ پہنچتا ہو۔ بہرحال توجہ فرمائیں۔

[illegible]
[illegible] ضلع گورکھپور۔



"آواز" ۱۶ ر فروری کے شمارہ میں آپ کی رائے کے تحت خالد پرویز شمسی صاحب نے اپنے مراسلے میں لفظ غنڈہ گردی کو غلط بتایا ہے اور اس لفظ کی اصلاح گنڈہ گردی کی ہے جبکہ صحیح لفظ غنڈہ گردی ہی ہے نہ کہ گنڈہ گردی۔ پتہ نہیں انھوں نے کس لغت سے یہ لفظ دریافت کیا ہے۔ انھیں اس کی تصحیح کر لینی چاہیے۔

پچھلے شماروں کی طرح اس شمارہ میں بھی سبھی تخلیقات معیاری ہیں بالخصوص شبیر احمد قادری کا "بیوی کے ساتھ بدسلوکی — مذہبی اور سماجی جرم۔"

خدا کرے "آواز" اسی طرح پابندی سے نکلتا رہے۔

فرحان عتیق شاہ گنج، پٹنہ ۶

محترمی آداب!
میں "آواز" کو پابندی سے مطالعہ کرتا آ رہا ہوں لیکن آج تک خط لکھنے کا کوئی ایسا موقع نہ مل سکا۔ ۱۶ ر فروری کا شمارہ پڑھنے کے بعد آج خط لکھنے بیٹھ گیا۔ اس شمارے کے تمام مضمون، افسانے، غزلیں اپنی اپنی جگہ قابل تعریف ہیں۔ خاص کر راشد تحری صاحب کا یہ شعر

رو ٹھ گئی ہے ممتا لیکن
ماں کی دعائیں ساتھ ہیں میرے

اور شبیر جھنجھانوی صاحب کا یہ شعر

جاڑے کی آگ لطف کا ساماں بن گئی
ورنہ مرے مکان سے کس کو لگاؤ تھا

قمر سنبھلی صاحب کا ایک شعر

راکھ بن کر اڑ گیا کیوں گھر مرا
سوچتا ہوں تو سبب کچھ بھی نہیں

یہ تینوں شعر بہت مجھے متاثر کر گئے۔

اور دوسری بات یہ ہے کہ برادر محمد خالد انور صاحب نے اپنی رائے میں لکھا ہے کہ ہر طرح کے نمبر نکالے جائیں تو میں ان کی اس رائے سے سولہ آنے متفق ہوں اور میں اس مشورہ کی تائید کرتا ہوں۔ دوسری طرف خالد پرویز شمسی صاحب اپنے خطوط میں لکھتے ہیں کہ لفظ غنڈہ گردی غلط ہے صحیح لفظ گنڈہ گردی ہے۔ تو میری رائے ہے کہ لغت ان کو دیکھ لینا چاہیے کہ گنڈہ گردی کوئی لفظ نہیں ہے۔ اور غنڈہ گردی ہی صحیح ہے — میری دعا ہے اس پرچے کی دن دونی رات چوگنی ترقی ہو۔

معبود آمر صدیقی
تاج بکڈپو (رانچی)

محترمی ایڈیٹر صاحب!
خلوص وسلام
'آواز' ۱۶ ر فروری نظروں سے گزرا ہمیشہ کی طرح پورے آب و تاب کے ساتھ خوبی مضامین کو اپنے آغوش میں لیے ہوئے جلوہ گر ہوا۔ تمام ہی مضامین اچھے رہے۔ خاص کر راجندر سنگھ بیدی کا انٹرویو بہت پسند آیا۔ اس مرتبہ سرورق کا ٹائیٹل بہت خوبصورت رہا۔ کبھی کبھی ٹائیٹل اچھا نہیں رہتا ہے اس لیے اس پر خصوصی توجہ دیں۔

دوسری بات یہ کہ کم از کم ہر سہ ماہی پر ایک نمبر ضرور نکالا کریں "طنز و مزاح نمبر" پر مبارکباد۔ اور آپ کی ایک بات تو واقعی قابل تحسین ہے کہ آپ ہر قاری کے خطوط ضرور شائع کرتے ہیں ورنہ بعض پرچے والے تو کوڑا کرکٹ ہی سمجھتے ہیں کم از کم اس دور میں آپ کو اپنے قارئین کے جذبات کا اندازہ تو ہے جس کا مشکور ہوں۔

مناظر حسن بالاساقوی
دارالعلوم دیوبند

مکرمی تسلیم!
۱۶ ر فروری کا شمارہ نظر نواز ہوا، پڑھ کر دل کی تشنگی بجھی۔ اس شمارے میں افسانے اور غزلیں بہت پسند آئیں۔ تمام قلم کاروں کو ہماری طرف سے مبارکباد۔

نسیم اقبال
نسیم بکڈپو، ٹاور چوک دربھنگہ

نیشنل پروگرام

میسور۔ وی دورے سوامی آئینگر کا وینا وادن:

ہفتہ ۶ اپریل رات ساڑھے نو بجے

دورے سوامی آئینگر کرناٹک موسیقی میں وینا وادن کے نمایاں فنکار ہیں۔ موسیقی کی ابتدائی تعلیم اپنے پتا وینکٹیش آئینگر سے حاصل کی اور بعد میں وینکٹا پروینا وینکٹا گری اپا کی شاگردی کی روایت کی پابندی، بے عیب انداز اور کشش ان کے فن کی انفرادی خصوصیات ہیں ۔



سنگیت ناٹک اکیڈمی ایوارڈ، پدم بھوشن کے علاوہ انہیں حال میں ہی میوزک اکیڈمی مدراس کی جانب سے سنگیت کلا ندھی کے خطاب سے نوازا گیا ہے۔ آپ کرناٹک سنگیت کے پروڈیوسر کی حیثیت سے ۲۵ سال آکاشوانی سے منسلک رہے ہیں ۔

گرجا دیوی کا گائن:

ہفتہ ۱۳ اپریل رات ساڑھے نو بجے

محض پانچ سال کی عمر میں ہی گرجا دیوی نے پنڈت سرجو پرشاد مشرا سے اسباق موسیقی حاصل کرنا شروع کر دیئے اور اس کے بعد پنڈت چندر مشرا



سے تعلیم حاصل کی۔ گرجا دیوی سینیا اور بنارس گھرانا سے تعلق رکھتی ہیں۔ خیال کے علاوہ ٹھمری، ٹپہ، ہولی اور چیتی گائیکی میں بھی انہیں مہارت حاصل ہے۔ ان کا شمار عصر حاضر کی ہلکی کلاسیکی گائیکی کے نمایاں فنکاروں میں کیا جاتا ہے۔ ان کو متعدد اعزازات و خطابات سے نوازا جا چکا ہے۔ طویل عرصہ تک ریڈیو سے منسلک رہی ہیں۔ اس کے علاوہ اپنے فن کا مظاہرہ وہ غیر ممالک میں بھی کر چکی ہیں ۔

علاقائی سنگم سنگیت

جمعرات ۴ اپریل رات ساڑھے نو بجے

فنکار: انورادھا پوڈوال اور بھوپندر سنگھ

انورادھا پوڈوال (الکا نادکرنی) کو بچپن سے ہی سنگیت سے لگاؤ تھا اور وہ سنگیت مقابلوں اور اسٹیج پروگراموں میں حصہ لیتی تھیں۔ فلموں میں پلے بیک گائیکہ کے طور پر ان کو موسیقار ایس ڈی برمن نے متعارف کرایا۔ اس وقت سے اب تک وہ دس ہندوستانی زبانوں میں ایک ہزار سے زائد گانے گا چکی ہیں۔ کئی غیر ممالک میں اپنے فن سے لوگوں کو متاثر کر چکی ہیں اور بہت سے ایوارڈ حاصل کیے ہیں۔



جانے پہچانے پلے بیک سنگر بھوپندر سنگھ نے کلاسیکی موسیقی کی گہری تعلیم اپنے والد ناتھا سنگھ امرتسر والے سے حاصل کی۔ کلاسیکی موسیقی کی پُر مشقت تربیت اور ریاض نے بھوپندر سنگھ کے انداز گائیکی میں بے پناہ کشش پیدا کر دی ہے ۔



بھوپندر سنگھ نے میدان موسیقی میں اپنا کیریئر دہلی دوردرشن پر وائلن فنکار کی حیثیت سے شروع کیا اس کے بعد ایل تابیم سے موسیقی کی تربیت پائی اور موسیقی میں گریجویشن کیا۔ ان کی انفرادی صلاحیتوں در متعدد سازوں پر عبور نے انھیں بمبئی کی فلمی دنیا میں ایک نمایاں مقام دلایا۔ مسلسل ریاض اچھی آواز اور الفاظ کی وضاحت پر ان کا عقیدہ نہایت پختہ ہے۔ آج کل آپ جنوبی ہند کے مقبول مردنگم نواز اور گائیک ٹی وی گوپال کرشنن سے رہنمائی حاصل کر رہے ہیں ۔

منگل شب کی محفل موسیقی

سمن ناگرکٹی کا گائن

۲ اپریل رات دس بجے

سمن ناگرکٹی نے کلاسیکی ہندوستانی موسیقی کے اسباق راما راؤ دیسائی اور سری رام راؤ جنتالی سے حاصل کیے۔ بعد میں انھیں بنگلور کے سری رام راؤ نائیک سے تعلیم موسیقی حاصل کرنے کا شرف رہا ہے۔



نئے فنکاروں کے لیے میکس مولر بھون کی جانب سے ۱۹۶۷ء میں منعقد ہندوستانی کلاسیکی گائیکی کے مقابلے میں بہترین فنی مظاہرے کے لیے ایوارڈ دیا گیا۔ آج کل آپ دنکر کیکنی سے تربیت حاصل کر رہی ہیں ۔

پښتو نشرات

لمړی خبرونه

په لنډو څپو ۱۹، ۲۵ میټره (۱۰،۱۹۱۱ کیلوهرټز) او ۳۱،۱۵ میټره (۹۶۳۰ کیلوهرټز)

سهار

۷-۵۰ اعلان او د پروګرام لنډیز

۷-۵۰ مرغلری
(غیرله پنځشنبې او جمعې)
نعت رسول پاک (پنځشنبه)
تلاوت قرآن مجید (جمعه)

۷-۵۰ خبرونه

۸-۰۰ د وروځپانو څېړنه

۸-۰۵ د اورېدونکو د خوښې سندرې

۸-۲۹ د مهمو خبرونو لنډیز او
د لمړی خبرونو د پای اعلان

۸-۳۰ پای

(پرته د پنځشنبې او جمعې)
پښتو نعت (پنځشنبه)

تلاوت قرآن عظیم الشان
(جمعه)

۸-۰۵ خبرونه

۸-۱۵ تبصره

۸-۲ یکشنبه: خوږېدې مرید ه
(بزم خواتین)
دوشنبه او چهارشنبه:
ستاسو لیک راورسید
(آپکا خط ملا)
سه شنبه: شعروادب (۱)
ورسپی غزلونه

یک رنگ (۱۱ II)
بیا قوالی
سندریزه قیصه/ چدرامه (III)
بیا سازیه
قیصه (۲) ورسپی ساز او اواز
پنځشنبه: معلوماتی پروګرام
جمعه: دماشوم غوښتی
(مجون کا پروګرام)

شنبه: فلمی قیصه (I، III)
ورسپی نوی پښتو سندری
قیچر (II) یاد هندی
سندرغاړو پښتو سندری
فلمی جائیزه (III)، ورسپی
فولکلوریک پښتو سندری
د ورو فلمونو سندری (۳)

۸-۳۰ پنځشنبه: ستاسو لیک
ستاسو سندره

۸-۳۰ یکشنبه: امیل د ګلو
(پرانی فلمی ګانون پر مبنی مخصوص
فرمایشی پروګرام
دوشنبه او چهارشنبه
فرمایشی سندری
جمعه: ګوري شکري
(لطایف و نعات)

۹-۰۰ سه شنبه او شنبه مضمون

۹-۱ وروستی مهم خبرونه

۹-۱۱ سارسند

۹-۱۳ د ماښام پروګرامونو لنډیز
او د دی خبرونو د پای
اعلان

۹-۱۵ پای

دوهمه خبرونه

په منځنۍ څپه

۲۸۰،۱ میټر بینډ

(۱۰۷۱ کیلو هرټز)

ماسختن

۸-۰۰ اعلان او د خبرونو لنډیز

۸-۰۱ مرغلری

سه شنبه (تهه) ۱۶ را اپریل

ماښام

۸-۰۰ مرغلری

۸-۲۰ د پښتو یوه سندره
ایزه قصه ورسپی
ساز او اواز پروګرام
چی ورکی دخوندورو سندرو
په اساس مرتب سازیږي او
بیاهم هغه سندری
پیش کرېږي -

۹-۰۰ مضمون «د هند د موسیقی تعارف»
د دغی سریزی ترلاندی
تاسو ته به د تال په حقله
مضمون یی وریدل شی -
لیکنه د وی کی این مینا

چهارشنبه (شروع) ۱۷ را اپریل

ماښام

۸-۰۱ مرغلری

۸-۲۰ ستاسو لیک راورسید پروګرام
کښې به د خپلو
سوالونو ځوابونه اوری -

۸-۳۵ د فرمایښتی سندرو پروګرام

۸-۴۵ د فقید جمهور رئیس
ایس راد هاکرشنن
د میرېنی د کالیزی ورځ په
مناسبت یو مضمون
او ورسپی بیا ستاسو فرمایښتی
سندری پیش کرېږي -

پنځشنبه (زیارت) ۱۸ را اپریل

ماښاما

۸-۰۱ نعت شریف
(حاجی زیارت میرصاحب
څخه اوری)

۸-۲۰ معلوماتی پروګرام

«د هند په حقله حقایق»
د دغی سریزی ترلاندی
د اربو وانتظامی
په باب معلومات وړاندې کرېږي
لیکنه: د ایس چی نرائن

۸-۳۰ ستاسو لیک ستاسو سندره
ستاسو د نظریو
پیشنهادونو او تنقیدونو
پوری مربوط دغه پروګرام
به پیش کرېږي

جمعه ۱۹ را اپریل

ماښام

۸-۰۱ د قرآن کریم تلاوت
(قاری محمد ادریس صاحب
څخه اوری)-

۸-۲۰ ګوری شکری
د اورېدونکو لخوا رالیږل
شوی ټوکی به سره د
یوی سندری پیش کرېږي

شنبه (خالی) ۲۰ را اپریل

ماښام

۸-۲۰ فلمی قصه سوږ د سندرو
به اوری
ورسپی به د افغانی سندرغاړو
سندری اورېدېږي

۹-۰۰ مضمون «په کلیوال پراختیا
کښې د ښځو رول»
د دغی سریزی ترلاندی
۱۰ سو به یو معلوماتی
مضمون اوری -

یکشنبه (اتبار) ۲۱ را اپریل

ماښام

۸-۲۰ امیل د ګلو پروګرام
د زړو هندی فلمونو سندرو
هفته واری پروګرام

دوشنبه (ګل) ۲۲ را اپریل

ماښام

۸-۰۱ مرغلری
۸-۲۰ ستاسو لیک راورسید
تاسو به پدغه پروګرام
کښې دخپلو سوالونو
ځوابونه اوریدیشئ
۸-۳۵ دفرمائشي سندرو پروګرام
شوروع شي

سه شنبه (نهه) ۲۳ راپریل

ماښام
۸-۰۱ مرغلری
۸-۲۰ یک رنګ پروګرام
سره د سندرو
تاسو ته دیو غښتلی
شاعر ندا فاضلی په
حقله دغه پروګرام
وړاندی کیږیشي -
وروسته به تاسو
کلاسیکی موسیقی اوری
۹-۰۰ مضمون
دهند په عصری ژبو کښې ادبیات
د دغې عنوان ترلاندې دبنګالی
ژبې په باب یو مضمون
واورئ -
لیکنه: دلوکناته بهټاچاریه

چهارشنبه (شروع) ۲۴ راپریل

ماښام
۸-۰۱ مرغلری
۸-۲۰ ستاسو لیک راورسید
دخپلو سوالونو ځوابونه به
اوری -
۸-۳۵ دفرمائشي سندرو پروګرام
کښې تاسی به
دخیلی خوښې سندری
اورئ -

پنجشنبه (زیارت) ۲۵ راپریل

ماښام
۸-۰۱ نعت شریف
(حاجی زیارت میرصاحب
څخه اوریه)

۱-۲۰ معلوماتي پروګرام
"هندبوه او سیاحان
- میکس مولر"

د دغې سرېرې ترلاندې
مونږ به تاسو ته هندپخله
د میکس مولر
احساسات پیښنی کړو.
لیکنه: د سیسیر کماردأس
۸-۳۰ ستاسو لیک ستاسو سندرې
ستاسو د پښتنها دونو
نظریو نقیدونو اوُ
شعروشاعری پروګرام

جمعه ۲۶ راپریل

ماښام
۸-۰۱ د قرآن کریم تلاوت
(قاری فرید احمد صاحب
څخه اوریه)
۸-۲۰ ګوړی سنګری
د ستاسو لخوا رالیږل شوي
ټوکی سره د یوی سندری
پیش کړلشي

شنبه (حالئ) ۲۷ اپریل

ماښام
۸-۰۱ مرغلری
۸-۲۰ فلمي جائزه سره دسندرو
دفلمي جهان په باب
رنګارنګ خبری اوُ
سندری به اوریه -
وروسته د پښتو فولکلوری
سندری اوری -
۹-۰۰ مضمون -
د افغانستان د ثورانقلاب
په حقله مضمون اوریه -

یکشنبه (اتبار) ۲۸ راپریل

ماښام
۸-۰۱ مرغلری
۸-۲۰ امیل دګلو پروګرام
ستاسو په فرمائشي دهندی

ژړوفلمونو سندری به
وړاندی کیږیشي

دوشنبه (ګل) ۲۹ راپریل

ماښام
۸-۰۱ مرغلری
۸-۲۰ ستاسولیک راورسید
دګران اوریدونکو
د خوږ لیکونو
ځوابونه به ورکړشي -
۸-۳۵ دفرمائشي سندرو پروګرام
خپلی غوره کړی فلمي اوُ
پښتو سندری
همپدی پروګرام کښې
اوریدیشئ -

سه شنبه (نهه) ۳۰ راپریل

ماښام
۸-۰۱ مرغلری
۸-۲۰ لنډه قصه = پروني
ګرانو اوریدونکوته به
د پښتو دغه لنډه
قصه به اوروبي شي
د دی لیکوال
کشوری لال تلوارپدی او
وروسته به نعتونه اوریه
۹-۰۰ مضمون -
"د اقتصادی انکشاف
مهم مراحل"
د هند د اقتصادی
پرمختګ په حقله دغه
مضمون کی به تاسو
د دی هیواد د
بدلیدونکی اقتصادی منظر
یو عکس اوو نیه -

اردو سروس

پہلی مجلس

میڈیم ویو ۳۲۷٫۳۰ میٹر (۹۱۷ کلوہرٹز) ، ۲۸٫۰۱ میٹر (۱۰٫۷۱ کلوہرٹز)
شارٹ ویو ۳۱٫۷۰ میٹر (۹۱۵۵ کلوہرٹز)

دوسری مجلس

میڈیم ویو ۳۲۷٫۳۰ میٹر (۹۱۷ کلوہرٹز) ، ۲۹٫۱۱ میٹر (۱۰٫۷۱ کلوہرٹز)
شارٹ ویو ۳۱٫۱۰ میٹر (۹۶۵۵ کلوہرٹز)

تیسری مجلس

میڈیم ویو : ۳۲۷٫۳۰ میٹر ۹۱۷ کلوہرٹز
شارٹ ویو ۹۱٫۰۵۰ میٹر (۳۲۹۵ کلوہرٹز)

مقررہ پروگراموں کے لیے "آواز" شمارہ ۱۶ مارچ دیکھیے

پیر یکم اپریل

صبح

۵-۴۵ صبح گاہی
۶-۲۵ شہر صبا
سرلا کپور : سیماب، امیر مینائی اور ساغر نظامی کا کلام
شبیر حسین ، داغ دہلوی اور صبا افغانی کا کلام
۷-۳۰ ساز سنگیت
چت دیو برمن ، اسراج پر راگ بھٹیار
۹-۳۲ کلاسیکی موسیقی
امیر خاں ، خیال اہیر بھیرو

دوپہر

۲-۰۷ نغمہ و صدا
۳-۰۰ سازوں پر موسیقی
علاؤالدین ، اسراج پر راگ شر پیلو
شو کمار شرما ، سنطور پر راگ گوڑ سارنگ

رات

۸-۳۰ حسن غزل
شبیر حسین ، خمار بارہ بنکوی اور شمیم جے پوری کا کلام
۹-۰۰ کلام شاعر ، جاوید وششٹ
۹-۳۰ پنجابی نغمے
۱۱-۳۰ بزم موسیقی
امیر خاں ، خیال مالکونس
چت دیو برمن ، اسراج پر راگ درباری

منگل ۲ اپریل

صبح

۵-۴۵ صبح گاہی
۶-۲۵ شہر صبا
سیتا کوہلی ، مجاز لکھنوی اور ظفر کا کلام
تاج احمد ، مجروح، مجاز اور غالب کا کلام
۷-۳۰ ساز سنگیت
شو کمار شرما ، سنطور پر راگ بھٹیار
۹-۳۲ کلاسیکی موسیقی
بینگاری بائی ، خیال دیسی

دوپہر

۲-۰۷ جھلکتے گیت
۲-۳۰ نئی نسل نئی روشنی
'نیشنل سروس اسکیم' ، فیچر

۳-۰۰ میری پسند

رات

۸-۳۰ حسن غزل
سکھشنا پنڈت ، غزلیں
۹-۳۰ علاقائی نغمے
۱۰-۰۰ جواباً عرض ہے
۱۱-۳۰ بزم موسیقی
بنگاری بائی ، خیال حسینی کانہڑہ
شو کمار شرما ، سنطور پر راگ کوشک دھونی

بدھ ۳ اپریل

صبح

۵-۴۵ صبح گاہی
۶-۲۵ شہر صبا
ارملا وڈھیرہ ، مجاز، نذیر بنارسی اور چکبست کا کلام
صغیر احمد ، حسرت جے پوری اور فراق کا کلام
۷-۳۰ ساز سنگیت
دیا شنکر وساتھی ، شہنائی پر راگ بیراگی
۹-۳۲ کلاسیکی موسیقی
گنگوبائی ہنگل ، خیال میاں کی توڑی

دوپہر

۲-۰۷ سب رس
۲-۳۰ بزم خواتین
۱۔ 'زندگی زندہ دلی کا نام ہے' ، تقریر از عائشہ صدیقی
۲۔ دسترخوان
۳-۰۰ رنگا رنگ
'خوب ملے' ، ڈرامہ
تحریر : عزیز اندوری

رات

۸-۳۰ حسن غزل
ارملا وڈھیرہ ؛ رام کرشن مضطر کا کلام
۹-۰۰ شہر نامہ
۹-۳۰ گجرے کا ہے
۱۰-۰۰ افسانہ
از سید ضمیر حسن
۱۱-۳۰ بزم موسیقی
گنگوبائی ہنگل : خیال شنکرہ
دیا شنکر وساتھی : شہنائی پر راگ شدھ کلیان

جمعرات ۴ اپریل

صبح

۵-۴۵ صبح گاہی
۶-۲۵ شہر صبا
اوشا ٹنڈن ، فیروز نظامی اور راز الہ آبادی کا کلام
سعادت بن اشرف ، فیض اور ریاض خیر آبادی کا کلام
۷-۳۰ ساز سنگیت
ونے کمار ، ستار پر راگ نٹ بھیرو
۹-۳۲ ہلکی کلاسیکی موسیقی
ایرن رائے چودھری : ٹھمری بھیروی اور دادرہ بھیروی

دوپہر

۲-۰۷ گیت سے گیت
۲-۳۰ رنگ نو
۳-۰۰ قوالیاں

رات

۸-۳۰ حسن غزل
اوشا ٹنڈن ، بیکل اتساہی، جگر اور فراق کا کلام
۹-۰۰ کھیل کے میدان سے
۹-۳۰ ساز اور آواز
۱۰-۰۰ ادبی نشست
۱۔ کلام ، ڈاکٹر کامل قریشی
۲۔ افسانہ
از قمر احسان
تنقید نگار
عتیق اللہ اور ڈاکٹر صدیقی
۱۱-۳۰ بزم موسیقی
بھیم سین جوشی ، خیال پوریا کلیان
ونے کمار ، ستار

جمعہ ۵ اپریل

صبح

۵-۴۵ صبح گاہی
۶-۲۵ شہر صبا
وینا بخشی ، فراق گورکھپوری اور مومن کا کلام
وی ایچ ساگر ، خمار بارہ بنکوی اور شمیم جے پوری کا کلام
۷-۳۰ ساز سنگیت
جیوتن بھٹاچاریہ ، سرود پر راگ جوگیہ
۹-۳۲ آپکے خط آپکے گیت

دوپہر

۲-۰۷ بزم سخن
۳-۰۰ کہکشاں

رات

۸-۳۰ حسن غزل
وی ایچ ساگر ؛ شاد عظیم آبادی کا کلام
۹-۰۰ تقریر
۹-۳۰ ایک راگ کئی روپ
۱۰-۰۰ روبرو
۱۱-۳۰ بزم موسیقی
بی۔ آر۔ دیودھر ؛ خیال مارو بہاگ

جیوتن بھٹاچاریہ ؛ سرود پر
درباری کانہڑہ

ہفتہ ۶ را پریل

صبح

۵-۴۵ صبح گاہی
۶-۲۵ شہر صبا



نسیم بانو ، جگر مرادآبادی اور
میر مہدی کا کلام
ستیش بھوٹانی ؛ اقبال، غالب
اور داغ کا کلام

۷-۳۰ ساز سنگیت
استاد شکور خاں ؛ سارنگی پر
راگ رام کلی

۹-۳ ہلکی کلاسیکی موسیقی
موجود حسین خاں ؛ ٹھمری بھیروی
اور ٹھمری مشر پیلو

دوپہر
۲-۳۰ بزم خواتین

احساس کمتری کیوں ؟ ، تقریر
از عالیہ حسن
۲۔ غزل
۳۔ خطوں کے جواب
۳-۰۰ پھر سنئے

رات
۸-۳ حسن غزل
نسیم بانو داغ دہلوی اور
راز الہ آبادی کا کلام
۹-۰۰ ریڈیو نیوز ریل
۹-۳۰ نغمہ وطن
۱۰-۰۰ نئی نسل نئی روشنی
مشاعرہ
۱۱-۳۰ بزم موسیقی
استاد چاند خاں ، خیال بہاگ

استاد شکور خاں ،
سارنگی پر راگ بہاگ

اتوار ۷ را پریل

صبح

۵-۴۵ صبح گاہی
۶-۲۵ شہر صبا
امینہ برنی : جگر مرادآبادی
اور فانی کا کلام
مہندر پال : شاد فدائی ،
بشیر بدر اور مخمور کا کلام
۷-۳۰ ساز سنگیت
راجندر پرسنا ؛ بانسری پر
راگ بیراگی
۹-۳۲ چلتے چلتے

دوپہر
۲-۰۷ آپ کا خط ملا
۳-۰۰ فلمی قوالیاں

رات
۸-۳۰ حسن غزل
امینہ برنی ؛ داغ کا کلام
۹-۰۰ کتابوں کی باتیں
۹-۳۰ گجرے کا رے
مہندر سنگھ ، ٹھمری تلنگ
۱۰-۰۰ ' تصویر زندگی کی ' ڈرامہ
تحریر ؛ نیر آتشی
۱۱-۳۰ بزم موسیقی
ڈی۔وی۔پلسکر ، خیال سدی
اور خیال جے جے ونتی
راجندر پرسنا ؛ بانسری پر
راگ مالکونس

پیر ۸ را پریل

صبح

۵-۴۵ صبح گاہی
۶-۲۵ شہر صبا
افروز بانو ؛ شمیم جے پوری اور
داغ کا کلام
لچھمن داس سندھو ؛ فراق اور
ساغر نظامی کا کلام
۷-۳ ساز سنگیت
کے۔ایل۔سود ؛ جلترنگ پر
راگ الہیا بلاول
۹-۳۱ کلاسیکی موسیقی

گنگا پرساد پاٹھک ، راگ رام کلی
میں خیال اور ترانہ

دوپہر
۲-۰۷ میری نظر میں
۲-۳ ' تصویر زندگی کی ' ڈرامہ
تحریر ، نیر آتشی
۳-۰۰ سازوں پر موسیقی
راجندر پرسنا ، بانسری پر
دھن پیلو

رات
۸-۳۰ حسن غزل
افروز بانو : خمار بارہ بنکوی
اور پارسا جے پوری کا کلام
۹- کلام شاعر
شہریار
۹-۳۰ پنجابی نغمے
۱۰-۰۰ اظہار خیال
۱۱-۳۰ بزم موسیقی
گنگا پرساد پاٹھک ؛
خیال کیدارہ
کے ایل۔سود : جلترنگ پر
راگ جوگ کونس

منگل ۹ را پریل

صبح

۵-۴۵ صبح گاہی
۶-۲۷ شہر صبا
پریتی چاولہ ؛ فیض کا کلام
اقبال قریشی ؛ داغ، جگر
اور زبیر رضوی کا کلام
۷-۳۰ ساز سنگیت
وی۔جی۔جوگ ؛ وائلن پر
اہیر بھیرو
۹-۳۲ کلاسیکی موسیقی
غلام مصطفیٰ خاں ؛
خیال توڑی

دوپہر
۲-۰۷ بھکتی گیت
۲-۳۰ نئی نسل نئی روشنی
۱ تقریر از فریاد آزر
۲ کلام شاعر ؛ آلوک پاتری
۳۔ خلوص نامہ
۳-۰۰ میری پسند

رات
۸-۳۰ حسن غزل

مہندر کپور : غزلیں
۹-۰۰ تقریر
۹-۱۰ علاقائی نغمے
۱۰-۰۰ سائنس میگزین
۱۱-۳۰ بزم موسیقی
غلام مصطفیٰ خاں ؛
خیال بہاگ
وی۔جی۔جوگ ؛
وائلن پر جھنجھوٹی

بدھ ۱۰ را پریل

صبح

۵-۴۵ صبح گاہی
۶-۲۵ شہر صبا
کمل سدھو ، شمیم جے پوری ،
اختر شیرانی اور
انشور واحدی کا کلام
محمد حسین ؛ ساحر لدھیانوی اور
کیفی اعظمی کا کلام
۷-۳۰ ساز سنگیت
سکندر حسین و ساتھی ؛ شہنائی پر
راگ جوگیا
۹-۳۰ کلاسیکی موسیقی
غلام صادق خاں ؛ خیال بھٹیار

دوپہر
۲-۰۷ سب رس
۲-۳۰ بزم خواتین
۱۔ 'رنگ روپ میں غذا کی اہمیت'
تقریر از ریکھا مالویہ
۲۔ گیت
۳۔ کام کی باتیں
۳-۰۰ یادیں بن گئیں گیت

رات
[illegible]-۳۰ حسن غزل
محمد حسین ؛ سراج لکھنوی اور
جگر کا کلام
۹-۰۰ دلی ڈائری
۹-۳۰ گجرے کا رے
۱۰-۰۰ حفظان صحت
۱۱-۳۰ بزم موسیقی
غلام صادق خاں ؛
خیال راگیشوری
سکندر حسین و ساتھی ؛
شہنائی پر راگ شری

جمعرات ۱۱ اپریل

صبح

۵-۴۵ صبح گاہی

۶-۲۵ شہرِ صبا

وندنا واجپئی: داغ دہلوی اور جگر کا کلام

معین الدین: شکیل کا کلام

۷-۳۰ ساز سنگیت

بلرام پاٹھک: ستار

۹-۳۲ ہلکی کلاسیکی موسیقی

نرملا دیوی: ٹھمری بھیروی اور دادرہ بھیروی

دوپہر

۲-۰۷ گیت سے گیت

۲-۳۰ حرفِ غزل

۳-۰۰ راگ رنگ

رات

۸-۳۰ حسنِ غزل

معین الدین، جگر مرادآبادی اور اقبال کا کلام

۹-۰۰ کھیل کے میدان سے

۹-۳۰ ساز اور آواز

۱۰-۰۰ آئینہ: ادبی میگزین

'ادبی معرکے'

ایڈیٹر: ڈاکٹر یعقوب عامر

۱۱-۳۰ بزمِ موسیقی

استاد فیاض خاں: راگ دیس الاپ اور ہوری

بلرام پاٹھک: ستار

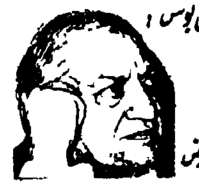
جمعہ ۱۲ اپریل

صبح

۵-۴۵ صبح گاہی

۶-۲۵ شہرِ صبا

اقبال بانو:



فیض

اور شکیل کا کلام

احمد حسین، محمد حسین: حفیظ جالندھری اور تاباں کا کلام

۷-۳۰ ساز سنگیت

امجد علی خاں: سرود پر راگ اہیر بھیرو

۹-۳۲ آپ کے خط آپ کے گیت

دوپہر

۲-۰۷ سات سوال

۲-۳۰ فلمی دنیا

۳-۰۰ کہکشاں

رات

۸-۳۰ حسنِ غزل



احمد حسین، محمد حسین

احمد حسین، محمد حسین: ممتاز مرزا اور عمیق حنفی کا کلام

۹-۰۰ تقریر

۹-۳۰ کہانی سنگیت کی

۱۰-۰۰ روبرو

۱۱-۳۰ بزمِ موسیقی

گنیش راجچندر بہرے بوا: خیال شدھ کلیان اور ترانہ

امجد علی خاں: سرود پر راگ نند کونس

ہفتہ ۱۳ اپریل

صبح

۵-۴۵ صبح گاہی

۶-۲۵ شہرِ صبا

بیساکھی کے گیت

۷-۳۰ ساز سنگیت

ضیا محی الدین ڈاگر: وینا پر راگ اہیر للت

۹-۳۲ ہلکی کلاسیکی موسیقی

پروین سلطانہ: ٹھمری بھیروی اور ٹھمری مشر کھماج

دوپہر

۲-۰۷ شعر ہمارے گیت آپ کے

۲-۳۰ بزمِ خواتین

۱: مساوات قانون کی نظر میں، مباحثہ

۲- غزل

۳- خطوں کے جواب

۳-۰۰ کچھ سنیے

رات

۸-۳۰ حسنِ غزل

احمد حسین: اعجاز وارثی اور غلام ربانی تاباں کا کلام

۹-۰۰ ریڈیو نیوز ریل

۹-۳۰ نغمۂ وطن

۱۰-۰۰ نئی نسل نئی روشنی

۱: اکیسویں صدی اور بدلتی قدریں — 'معیارِ زندگی'

۲- قوالیاں

۱۱-۳۰ بزمِ موسیقی

محمد حسین خاں، نثار احمد خاں: خیال درباری

ضیا محی الدین ڈاگر: وینا پر راگ مالکونس

اتوار ۱۴ اپریل

صبح

۵-۴۵ صبح گاہی

۶-۲۵ شہرِ صبا

شیلا گلواڑی: جاں نثار اختر اور فیض کا کلام

بلال احمد: مخدوم محی الدین، حسن نعیم اور فیض کا کلام

۷-۳۰ ساز سنگیت

پرکاش-این سکینہ: بانسری پر راگ دیوگری بلاول

۹-۳۲ چلتے چلتے

دوپہر

۲-۰۷ آپ کا خط ملا

رات

۸-۳۰ حسنِ غزل

شیلا گلواڑی: جگر مرادآبادی اور شفق کا کلام

۹-۰۰ کتابوں کی باتیں

۹-۳۰ کچھ بن کالے

سندھیا مکرجی: ٹھمری کھماج

۱۱-۳۰ بزمِ موسیقی

جیوتسنا بھولے: خیال مالکونس

پرکاش-این سکینہ: بانسری پر مدھوکونس

پیر ۱۵ اپریل

صبح

۵-۴۵ صبح گاہی

۶-۲۵ شہرِ صبا

دیپتی بالا: غزلیں

محمد یعقوب: خمار بارہ بنکوی کا کلام

۷-۳۰ ساز سنگیت

گوپال سنگھ: گٹار پر توڑی

۹-۳۲ کلاسیکی موسیقی

ہیرا بائی بڑودکر: خیال للت

دوپہر

۲-۰۷ نگاہِ انتخاب

۳-۰۰ سازوں پر موسیقی

ضیا محی الدین ڈاگر: وینا پر راگ ملتانی

ہرش سچدیوا: گٹار پر دھن

رات

۸-۳۰ حسنِ غزل

دیپتی بالا: غزلیں

۹-۳۰ پنجابی نغمے

۱۰-۰۰ نغمہ و تبسم

۱۱-۳۰ بزمِ موسیقی

ہیرا بائی بڑودکر: خیال کیدار

گوپال سنگھ: گٹار پر راگ شنکر اور راگ اڈانہ

دھلی

میڈیم ویو
دہلی الف ۳۶۶٫۳ میٹر ۸۱۹ کلو ہرٹز
دہلی ب ۳۵۰٫۱۵ میٹر ۶۶۶ کلو ہرٹز
دہلی ج ۲۱۹٫۱۳ میٹر ۱۳۶۸ کلو ہرٹز
دہلی د ۲۹۴٫۱۹ میٹر ۱۰۱۶ کلو ہرٹز

شارٹ ویو
صبح ...-۸ تک ۸۹٫۱۵ میٹر ۳۳۶۵ کلو ہرٹز
صبح ۸-۱۵ کے بعد ۴۸٫۴۱ میٹر ۶۱۹۰ کلو ہرٹز
دوپہر ۴۸٫۴۱ میٹر ۶۱۹۰ کلو ہرٹز
شام ۵-۴۵ تک ۴۸٫۴۱ میٹر ۶۱۹۰ کلو ہرٹز
شام ۶-۰۰ سے رات تک ۸۹٫۱۵ میٹر ۳۳۶۵ کلو ہرٹز

خبریں

دھلی الف
صبح
۶-۰۰ ہندی/انگریزی
۷-۰۰ سنسکرت
۸-۰۰ ہندی
۸-۵۰ اردو
۱۱-۰۰ ہندی
۱۲-۰۰ انگریزی
۱-۰۵ ہندی
۱-۴ پنجابی
۱-۵۰ اردو
۲-۱۰ ہندی
۵-۰۰ راہیوں سے سماچار
شام
۶-۰۵ ہندی
۶-۱ سنسکرت
۷-۴۵ روزگار سماچار
۷-۵۰ پرادیشک سماچار
۸-۴۵ ہندی
۹-۱۶ اردو مع تبصرہ
۱۱-۵ ہندی

دھلی ب
صبح
۸-۱ انگریزی
۸-۳۰ پنجابی
۱۰- انگریزی
۱-۰۰ انگریزی
۴-۰۰ انگریزی
۶- انگریزی
۷-۰۳ بنگالی
۷-۴ تجارتی (صرف بدھ)
۹- انگریزی
۱۱- انگریزی

روزانہ نشر ہونیوالے پروگرام

دھلی الف
صبح
۶-۵۵ وندے ماترم : منگل دھونی
۶-۰۵ وندنا
۶-۳۰ کرشی چرچا
۶-۴۰ رام چرت مانس سے
۶-۵۰ سواستھ چرچا (اتوار، منگل، جمعرات، ہفتہ)
وگیان چرچا
سائنس کے موضوع پر تقریر (پیر، بدھ، جمعہ)
۶-۵۵ سوچنائیں
۷-۰۵ وچار بندو (اتوار کو پرکاش کرن)
۷-۳۰ آج صبح (اتوار، بدھ، جمعہ)
اتہاس کے جھروکے سے (پیر)
سور ویلا (منگل)
بھارت بھارتی (جمعرات)
دوسرے کیندروں سے (ہفتہ I)
سنسکرتک سمیکشا (ہفتہ II اور IV)
دلی کے آس پاس (ہفتہ III)
اسکٹ / مزاحیہ پروگرام (ہفتہ V)
۷-۴۰ آج صبح (جاری) (اتوار، بدھ، جمعہ)
اپنے دیش کی بات (پیر، جمعرات)
نئی دشائیں (منگل، ہفتہ II اور IV)
۷-۴۵ آج صبح (جاری) (اتوار، بدھ اور جمعہ)
دلی درشن (پیر، منگل، جمعرات اور ہفتہ)
۸-۱۰ شاستریہ سنگیت
۸-۳۰ اردو مجلس
۹-۰۰ اختتام (اتوار کو بال کاریہ کرم)
۱۰-۰۰ اتوار صبح کی محفل موسیقی
۱۰-۱۵ وادیہ وادن (اسکول براڈکاسٹ)
۱۰-۲۵ شاستریہ سنگیت
۱۱-۰۲ شاستریہ سنگیت (اتوار کو یووا وانی سے)
۱۱-۲۰ شاستریہ سنگیت (اتوار کو وادیہ ورند)
۱۱-۳۰ شاستریہ سنگیت (اتوار کو کرناٹک سنگیت)
۱۲-۰۲ لوک بھارتی
۱۲-۱۵ جھلکی (اتوار)
ورندگان (پیر، بدھ، جمعہ)
گیتکا (منگل، جمعرات، ہفتہ)

دوپہر
۱۲-۳۰ بہنوں کا پروگرام (اتوار، منگل، جمعرات، ہفتہ)
گرامین بہنوں کا پروگرام (بدھ، جمعہ)
ہندی ناٹک (دوبارہ براڈکاسٹ) (پیر)
۱ بہنوں کا پروگرام (جاری)
(اتوار، منگل، جمعرات، ہفتہ)
گرامین بہنوں کا پروگرام (جاری)
(بدھ، جمعہ)
وادیہ ورند (پیر)
۱-۱ سگم سنگیت
۲-۰ سگم سنگیت (غیر ملکی)
۲-۲۰ چترپٹ سنگیت
۲-۳۰ موسم اور اختتام (اتوار کو ناٹک)
۳-۳۰ موسم اور اختتام (اتوار)
۴-۵۵ ہندی میں پروگراموں کا خلاصہ
۵-۵ سکھی دیا جھے گیت (اتوار اور ہفتہ)
چرمن (پیر، بدھ اور جمعہ)
گیان وگیان (منگل)
بھاشا شکشا (جمعرات)
۵-۲ بھاشا شکشا (اتوار)
اسکول براڈکاسٹ (پیر تا ہفتہ)
۵-۳۵ کرناٹک سنگیت (اتوار)
اسکول براڈکاسٹ (جاری) (پیر تا ہفتہ)
۵-۴۰ کرناٹک سنگیت (اتوار)
بچوں کے لیے پروگرام (جمعرات)
شاستریہ سنگیت
(پیر، منگل، بدھ، جمعہ، ہفتہ)
۵-۵۵ کرناٹک سنگیت (جاری) (اتوار)
گڑھوالی سنگیت (بدھ، جمعہ)
شاستریہ سنگیت (پیر، منگل، ہفتہ)
بچوں کے لیے پروگرام (جاری) (جمعرات)

شام
۶-۱۵ مقامی اعلانات
۶-۲۰ گرام سنسار
۷-۰۰ کرشی جگت
۷-۳۰ پروگراموں کا خلاصہ اور موسم (ہندی)
۷-۳۵ سامیکی
۷-۴۵ روزگار سماچار
۸-۰۰ سامد سنگیت (اتوار)
سواستھ رکھشا (پیر اور ہفتہ)
اُدیوگ منڈل (منگل)
جھلکی (بدھ)
- آپ کی چھٹی ملی (جمعرات)
گاندھی چرچا (جمعہ)
۸-۱۵ فلم سنگیت / سگم سنگیت (اتوار، جمعہ)
سنگیت (پیر)
تقریر، بات چیت (منگل، جمعرات)
وگیان آلوک (بدھ)
آج کے اتھتی (ہفتہ)
۸-۳۰ سند سکتا سنگیت
۹ سانسکریہ سنگیت
۹-۳ محفل (اتوار I)
پتہ لگا (اتوار II)
سنگت (اتوار III، IV اور V)
نیشنل پروگرام : ہندی تقریر (پیر)
ہندی ناٹک (منگل)
۱۱-۰۰ چرچا کا وشیہ ہے (بدھ)
۱۱-۱۰ نیشنل پروگرام : پرادیشک سنگیت
(جمعرات I)
نیشنل پروگرام : ہندی فیچر (جمعرات II)
نیشنل پروگرام : اسپورٹس میگزین
(ہندی) (جمعرات III)
نیشنل پروگرام : ناٹک (جمعرات IV)
سنگیت (جمعرات V)
ناٹک (جمعہ)
نیشنل پروگرام : موسیقی (ہفتہ)
۹-۴۵ محفل (اتوار I)
سنگیت سریکا (اتوار II)
شاستریہ سنگیت
(اتوار III، IV، V، جاری)
سدھد سنگیت (پیر)
ہندی ناٹک (جاری) (منگل)
چرچا کا وشیہ ہے (جاری) (بدھ)
نیشنل پروگرام : پرادیشک سنگیت
(جاری - جمعرات I)
نیشنل پروگرام : ہندی فیچر
(جاری - جمعرات II)
نیشنل پروگرام : اسپورٹس میگزین
(ہندی) (جاری - جمعرات III)
نیشنل پروگرام : ناٹک (جاری، جمعرات IV)
سنگیت (جاری، جمعرات V)
ناٹک (جاری - جمعہ)
نیشنل پروگرام : موسیقی (جاری ہفتہ)
۱۰-۰۰ چینتن (اتوار)
سنگیت سبھا (پیر، منگل، بدھ)
نیشنل پروگرام : پرادیشک سنگیت
(جاری - جمعرات I)
نیشنل پروگرام : ناٹک (جاری - جمعرات IV)
سنگیت (جمعرات II، III اور V)
ناٹک (جاری - جمعہ)
نیشنل پروگرام : موسیقی (جاری - ہفتہ)
۱۰-۳۰ چینتن (اتوار)
سنگیت سبھا (پیر، منگل، بدھ)
کرناٹک سنگیت (جمعرات، جمعہ)
نیشنل پروگرام : موسیقی (جاری - ہفتہ)
۱۱-۰۰ وادیہ ورند (سوائے جمعہ I، IV)
۱۱-۱۰ موسم اور اختتام

دھلی ب
صبح
۶-۵۵ وندے ماترم ، منگل دھونی
۷-۰۰ اعلانات
۷-۰۲ سامیکی (اتوار)
کرنٹ افیئرز (دوبارہ) (پیر)
نیشنل پروگرام : ہندی تقریر
(دوبارہ) (منگل)
نیشنل پروگرام : انگریزی تقریر
(دوبارہ) (بدھ)
چرچا کا وشیہ ہے (دوبارہ) (جمعرات)
اولوکن (جمعہ)
نیشنل اسپورٹس میگزین (انگریزی)
(پہلے جمعہ کا دوبارہ براڈکاسٹ) ہفتہ I
نیشنل اسپورٹس میگزین (ہندی)
(تیسرے جمعرات کا دوبارہ براڈکاسٹ) ہفتہ III
موسیقی (بقیہ روز)
۷-۲۰ سامیکی (اتوار)
کرنٹ افیئرز (دوبارہ براڈکاسٹ، پیر)
ورندگان (منگل، بدھ، جمعہ)
چرچا کا وشیہ ہے (دوبارہ براڈکاسٹ جمعرات)
نیشنل اسپورٹس میگزین (انگریزی)
(پہلے جمعہ کا دوبارہ براڈکاسٹ ، ہفتہ I)
نیشنل اسپورٹس میگزین (ہندی)
(تیسرے جمعرات کا دوبارہ براڈکاسٹ)
(ہفتہ III)
۷-۳۰ سنگیت سورابھی (شاستریہ سنگیت)
۷-۵۰ سگم
۸-۰۰ وادیہ ورند
۸-۲۱ پنجابی پروگرام
۸-۴۰ پنجابی پروگرام
۹-۰۰ راجیہ سے چٹھی
۹-۰۵ کاریہ کرم سوچنائیں
۹-۱۰ لوک رچی سماچار (اتوار)
لوک مادھوری (پیر تا ہفتہ)
۹-۱۵ اپنی نگری (اتوار)
لوک مادھوری (پیر تا ہفتہ)
۹-۳۰ یادیں (اتوار)
سب رس (پیر تا ہفتہ)
۱۰-۰۲ اختتام

دوپہر
۱-۰۵ مغربی موسیقی
۲-۱۰ مغربی موسیقی
۳-۱۰ انگریزی میں موسم کا حال
۳-۱۵ سگم سنگیت
۳-۳ شاستریہ سنگیت (اتوار، پیر، منگل، ہفتہ)
کرناٹک سنگیت (بدھ، جمعرات، جمعہ)
۴-۰۰ سگم سنگیت
۴-۱۵ اختتام
۵-۵۰ اخباروں کی رائے
۵-۵۵ انگریزی میں پروگراموں کا خلاصہ
اور موسم

شام
۶-۵ فوجی بھائیوں کے لیے پروگرام
۶-۴۵ سگم سنگیت
۷- پنجابی پروگرام
۷-۴۰ ورندگان (اتوار)
۷-۴۵ اردو مجلس
۸-۱۵ سماچار درشن (اتوار، بدھ، جمعہ)
ریڈیو نیوز ریل (منگل، جمعرات، ہفتہ)
نیوز ریل اسپورٹس (پیر)
۸-۲۵ سماچار پتروں سے
۸-۳۰ پارلیمنٹ میں آج کی کارروائی
سور جھنکار
۸-۴۴ سگم سنگیت
۹-۱۶ اسپاٹ لائٹ
۹-۳۰ کرنٹ افیئرز (اتوار)
انگریزی میں تقریر (پیر، جمعرات)
نیشنل پروگرام : انگریزی تقریر (منگل)
فیچر (بدھ I)
یووا وانی سے انتخاب (بدھ II)
ڈاؤن میموری لین (بدھ III)
آرکائیوز / دوسرے اسٹیشنوں سے انتخاب
(بدھ IV)
نیشنل اسپورٹس میگزین (جمعہ I)
ان پرسپیکٹو (جمعہ II)
نیشنل پروگرام : فیچر (انگریزی) (جمعہ IV)
آور گیسٹ ٹو نائٹ (ہفتہ)
۹-۴۵ کرنٹ افیئرز (اتوار)
فوجی بھائیوں کی فرمائش (پیر)
مغربی موسیقی (منگل، جمعرات)
آپ کی فرمائش (بدھ)
اے ڈیٹ ود ھ یو (جمعہ II، IV)
ڈانس ٹائم (ہفتہ)
۱۰-۰۰ کنسرٹ آور (اتوار)
فوجی بھائیوں کی فرمائش (پیر)
مغربی موسیقی (منگل، جمعرات)
آپ کی فرمائش (بدھ)
اے ڈیٹ ود ھ یو (جمعہ II، IV)
ڈانس ٹائم (ہفتہ)
۱۱-۰۵ موسم اور اختتام

(جمعہ II اور IV ۱۵-۱۱ بجے)

دھلی 'د'

اوالی

صبح

۶-۵ پروگراموں کا خلاصہ
۱۰- یونیورسٹی آف دی ایئر
۹ شاستریہ سنگیت (ساز سنگت)
۸ دگیان وودھا
۹ شاستریہ سنگیت (گائن) (سوائے ہفتہ)
کرناٹک سنگیت (صرف ہفتہ)
۲-۹ پہلے اٹ گول (مغربی موسیقی)
۹- اختتام (سوائے اتوار)
ڈرامہ (صرف اتوار)
۲-۹ غیر فلمی کمرشل ریکارڈ
سگم سنگیت (اتوار)
۱۰- اختتام (اتوار)

شام

۵۵-۶ پروگراموں کا خلاصہ
۶-۷ خبر
۳۸-۷ کھیل اور کھلاڑی (اتوار)
اسکول کالج کی بات (پیر I)
پری کرما (پیر II)
گاؤں کی [illegible] (پیر III)
گاؤں کی پری کرما (پیر IV)
پرادھونی (منگل I)
مجھے بھی کچھ کہنا ہے (منگل II)
آیئے سپاہیں سلجھائیں (منگل III)
دیشنٹی کوں (منگل IV)
پندھرے سترہ (بدھ I اور III)
آتا پرچے (بدھ II)
آج کی بات (بدھ IV)
سیمل یوواؤں کی کہانی (جمعرات I)
تب اور اب (جمعرات II)
آمنے سامنے (جمعرات III)
بات چیت (جمعرات IV)
دگیان جگت (جمعہ I، III، V)
ہمارا سواستھ (جمعہ II، IV)
روزگار کے ذریعے (ہفتہ I، III)
وگیان وبھا (ہفتہ II اور IV)
۰۰-۸ ان دی گرُوو (مغربی موسیقی)
۰۱-۸ سنیما (اتوار I، II، IV، V)
سائنس ٹوڈے (اتوار II)
آیام (پیر I، III)
ٹول میز (پیر II)
بھوستیہ کی چنوتی (پیر IV)
اسپورٹس اینڈ اسپورٹس مین (منگل I)
لیسر ٹیسٹنز (منگل II)
اوپی نینز (منگل III)
لوز ٹائم (منگل IV)
دی روونگ مائیکروفون (بدھ، جمعہ)
اینڈ میل (جمعرات)
رسیلی (جمعرات II)
فیچر (جمعرات III)
فائر انگ لائن (جمعرات IV)
ابھی وبھکتی (ہفتہ I)
کوی گوسٹھی (ہفتہ II، IV)
مشاعرہ (ہفتہ III)
-۱۰ آپ سے ملیے (پیر I، III، V)
گول میز (پیر II، IV)
۰۰-۹ نزجر (موسیقی کا پروگرام) (سوائے جمعرات اور ہفتہ)
یور آرٹسٹ ٹونائٹ (صرف جمعرات)
ہماری ڈاک (صرف ہفتہ)
۲۰-۹ سگم ساز سنگیت (سوائے جمعرات)
میجک مومینٹس (جمعرات)
۳۰-۹ سنڈے ریکویسٹ (اتوار)
کلچرل ایونٹس (پیر)
من بھاون (منگل اور ہفتہ)
ہائیک (جمعرات)
سگم سنگیت (گائن) (جمعہ)
۳۰-۱۰ سگم سنگیت (گائن) (پیر)
شاستریہ سنگیت (گائن) (منگل)
شاستریہ سنگیت
ساز سنگیت (جمعہ اور ہفتہ)
۱-۱۰ شاستریہ سنگیت (بدھ)
۴۵-۱۰ شاستریہ سنگیت (گائن) (جمعہ)
۰۰-۱۱ اختتام

شاستریہ سنگیت

گائن

اَئرن رائے چودھری : صبح ۱۰-۸
شام ۴۰-۵ اور
رات ۰۰-۹ (الف) یکم اپریل
استاد امیر خاں : صبح ۰۲-۱۱ (الف) یکم اپریل
سعیدالدین ڈاگر : صبح ۳۰-۷ (ب) اور
صبح ۳۰-۱۱ (الف) ۲ اپریل
بال کرشن سندھی : صبح ۳۰-۱۰ (الف) ۲ اپریل
شانتی ہیرانند : صبح ۱۰-۸
شام ۴۰-۵ اور
رات ۰۰-۹ (الف) ۳ اپریل
سنندہ پٹنائک : صبح ۰۲-۱۱ (الف) ۳ اپریل
سمترا گوہا : صبح ۳۰-۱۰ (الف) ۴ اپریل
غلام صادق خاں : صبح ۳۰-۷ (ب) ۴ اپریل
غلام سراج خاں : صبح ۳۰-۱۱ (الف) ۴ اپریل
ایل کے پنڈت : صبح ۱۰-۸، ۰۲-۱۱ اور
رات ۰۰-۹ (الف) ۵ اپریل
اے رمیش کمار : صبح ۳۲-۷ (ب) اور
صبح ۳۰-۱۱ (الف) ۶ اپریل
مبارک علی : صبح ۳۰-۱۰ (الف) اور
شام ۴۰-۵ (الف) ۶ اپریل
ستی مشاجکر : صبح ۰۰-۱۰ (الف) ۷ اپریل
دیپالی ناگ : صبح ۱۰-۱۱
شام ۴۰-۵ اور
رات ۰۰-۹ (الف) ۸ اپریل
پنڈت منی رام جی : صبح ۰۲-۱۱ (الف) ۸ اپریل
رام اوتار : صبح ۳۰-۱۰ (الف) اور
سہ پہر ۳۰-۳ (ب) ۹ اپریل
اجیت سنگھ پینٹل : صبح ۳۲-۷ (ب) اور
صبح ۳۰-۱۱ (الف) ۹ اپریل
ریتا گنگولی : صبح ۱۰-۸، ۰۲-۱۱ اور
رات ۰۰-۹ (الف) ۱۰ اپریل
نواب خاں : صبح ۳۲-۷ (ب) اور
صبح ۳۰-۱۱ (الف) ۱۱ اپریل
مادھوری دنندگی : صبح ۳۰-۱۰ اور
رات ۰۰-۹ (الف) ۱۱ اپریل
شنو کھورانہ : صبح ۱۰-۸، ۰۲-۱۱ اور
رات ۰۰-۹ (الف) ۱۲ اپریل
کرشنا بشٹ : صبح ۳۰-۱۰ (الف) ۱۳ اپریل
بھارتی چکرورتی : شام ۴۰-۵ (الف) ۱۳ اپریل
پنڈت بھیم سین جوشی : صبح ۳۰-۷ (ب) ۱۳ اپریل
شفیع احمد : صبح ۱۰-۸ اور
رات ۰۰-۹ (الف)
دوپہر ۳۰-۳ (ب) ۱۴ اپریل
پنڈت جسراج : صبح ۳۲-۷ (ب) ۱۵ اپریل
اِلا بھونک : صبح ۳۰-۱۰ (الف) اور
سہ پہر ۳۰-۳ (ب) ۱۵ اپریل
گنگو بائی ہنگل : صبح ۳۰-۱۱ (الف) ۱۵ اپریل
امر ناتھ : صبح ۰۰-۱۰ (الف) ۱۵ اپریل

ساز سنگیت

ستار

راجیش سہگل : صبح ۰۲-۱۱ (الف) ۲ اپریل
اوما شنکر : صبح ۳۰-۷ (ب) اور
صبح ۳۰-۱۱ (الف) ۳ اپریل
سبیر خاں : صبح ۳۲-۷ (ب) اور
صبح ۳۰-۱۰ (الف) ۵ اپریل
جگدیپ سنگھ : صبح ۰۲-۱۱ (الف) ۶ اپریل
این این گھوش : صبح ۳۰-۱۰ (الف) اور
سہ پہر ۳۰-۳ (ب) ۸ اپریل
پارتھا داس : صبح ۱۰-۸ (الف) اور
صبح ۰۰-۱۰ (الف) ۱۱ اپریل
گوسوامی رادھا کرشن : صبح ۰۲-۱۱ (الف) ۱۳ اپریل

سرود

مختار احمد : صبح ۳۲-۷ (ب) اور
صبح ۳۰-۱۱ (الف) یکم اپریل
رفیع احمد : صبح ۳۰-۱۰ (الف) ۳ اپریل
اشندر کمار موئترا : صبح ۱۰-۸ (الف)
سہ پہر ۳۰-۳ (ب) اور
رات ۰۰-۹ (الف) ۹ اپریل
شرن رانی : صبح ۰۰-۱۰ (الف) ۱۰ اپریل
ابھے کمار سرکار : صبح ۳۰-۱۰ (الف) اور
شام ۴۰-۵ (الف) ۱۲ اپریل

وینا

سوامی ڈی آر پاروتیکر : صبح ۰۰-۱۰ (الف) یکم اپریل
احمد رضا خاں : صبح ۰۰-۱۰ (الف) ۸ اپریل

شہنائی

اننت لال وساتھی : صبح ۱۰-۸
رات ۰۰-۹ (الف) اور
دوپہر ۳۰-۳ (ب) یکم اپریل
وشنو پرسنا : صبح ۰۰-۱۰ (الف) ۱۴ اپریل

وائلن

ایس این گلاٹی : صبح ۳۰-۱۰ (الف) اور
دوپہر ۳۰-۳ (ب) یکم اپریل
ستیہ دیو پوار : صبح ۱۰-۸
رات ۰۰-۹ (الف) اور
دوپہر ۳۰-۳ (ب) ۷ اپریل
پی کے پربھاکر : صبح ۱۰-۸
رات ۰۰-۹ (الف) اور
دوپہر ۳۰-۳ (ب) ۱۳ اپریل
روی شنکر : صبح ۰۲-۱۱ (الف) ۱۵ اپریل

بانسری

مہاویر پرساد قمر : صبح ۳۰-۱۱ اور
شام ۴۰-۵ (الف) ۵ اپریل
پرکاش وڈھیرا : صبح ۱۰-۸، ۰۲-۱۱ اور
رات ۰۰-۹ (الف) ۹ اپریل
بھجن پرساد : صبح ۱۰-۸، سہ پہر ۴۰-۵ اور

رات ۰۰ ـ ۹ (الف) ۱۵ر اپریل

سارنگی

صابری خاں : صبح ۱۰ ـ ۸٬۲۰ ـ ۱۱ اور
رات ۰۰ ـ ۹ (الف) ۴ر اپریل

سنطور

پیوش پوار : صبح ۳۲ ـ ۷ (ب) اور
صبح ۳۰ ـ ۱۱ (الف) ۸ر اپریل
بھگوان داس پربھاکر: صبح ۳۰ ـ ۱۰ اور
سہ پہر ۴۰ ـ ۵ (الف) ۱۰ر اپریل

جلترنگ

گھنشیام داس پربھاکر : صبح ۳۲ ـ ۷ (ب) اور
صبح ۳۰ ـ ۱۱ (الف) ۱۲ر اپریل

کلارنٹ

بھیم سنگھ : صبح ۳۲ ـ ۷ (ب) اور
صبح ۳۰ ـ ۱۱ (الف) ۱۰ر اپریل

منگل شب کی محفل موسیقی : دہلی (الف)

گائن

سمن ناگر اکٹی : ۲ر اپریل
حمید حسین خاں : ۹ر اپریل

چین : دہلی (الف)

رات ۰۰ ـ ۱۰

استاد الطاف حسین خاں : گائن ۷ر اپریل
نند لال گھوش : سرود ۱۴ر اپریل

کرناٹک سنگیت

گائن

پریمارا مامورتھی : دوپہر ۳۰ ـ ۳ (ب) ۳ر اپریل
آر دی رامن : دوپہر ۳۰ ـ ۳ (ب) اور
صبح ۳۰ ـ ۱۰ (الف) ۴ر اپریل
کے واگیش : صبح ۳۰ ـ ۱۱ اور
سہ پہر ۳۵ ـ ۵ (الف) ۷ر اپریل
ارکلیکم آر سرسوتی : دوپہر ۳۰ ـ ۳ (ب) اور
رات ۳۰ ـ ۱۰ (الف) ۱۱ر اپریل

کرناٹک ساز سنگیت

وینا

پریما ملک ارجن : دوپہر ۳۰ ـ ۳ (ب) ۱۰ر اپریل

بانسری

شری کرشنن : صبح ۳۰ ـ ۱۱ اور
سہ پہر ۳۵ ـ ۵ (الف) ۱۴ر اپریل

علاقائی سنگیت : لوک بھارتی

دوپہر ۰۲ ـ ۱۲ (الف)

تامل	:	یکم	اپریل
اُڑیہ	:	۲ر	اپریل
ملیالم	:	۳ر	اپریل
بنگلہ	:	۴ر	اپریل
مراٹھی	:	۵ر	اپریل
گجراتی	:	۶ر	اپریل
تیلگو	:	۸ر	اپریل
آسامی	:	۹ر	اپریل
کنڑھ	:	۱۰ر	اپریل
کونکنی	:	۱۱ر	اپریل
مراٹھی	:	۱۲ر	اپریل
گجراتی	:	۱۳ر	اپریل
تامل	:	۱۵ر	اپریل

سنگم

صبح ۰۰ ـ ۸ (ب)

سندھی	:	یکم	اپریل
بنگلہ	:	۲ر	اپریل
گجراتی	:	۳ر	اپریل
مراٹھی	:	۴ر	اپریل
تیلگو	:	۵ر	اپریل
کنڑھ	:	۶ر	اپریل
آسامی	:	۷ر	اپریل
سندھی	:	۸ر	اپریل
بنگلہ	:	۹ر	اپریل
گجراتی	:	۱۰ر	اپریل
مراٹھی	:	۱۱ر	اپریل
تامل	:	۱۲ر	اپریل
ملیالم	:	۱۳ر	اپریل
اُڑیہ	:	۱۴ر	اپریل
سندھی	:	۱۵ر	اپریل

لوک مادھوری

صبح ۱۰ ـ ۹ (ب)

اودھی	:	یکم	اپریل
ہماچلی	:	۲ر	اپریل
ہریانوی	:	۳ر	اپریل
برج	:	۴ر	اپریل
راجستھانی	:	۵ر	اپریل
گڑھوالی	:	۶ر	اپریل
بھوجپوری	:	۸ر	اپریل
ہماچلی	:	۹ر	اپریل
بندیل کھنڈی	:	۱۰ر	اپریل
برج	:	۱۱ر	اپریل
راجستھانی	:	۱۲ر	اپریل
کشمیری	:	۱۳ر	اپریل
اودھی	:	۱۵ر	اپریل

سنگم سنگیت

شام ۴۵ ـ ۶ ، رات ۴۴ ـ ۸ (ب)

ترلوک کپور	:	یکم	اپریل
ودیا ناتھ سیٹھ	:	۲ر	اپریل
منو بہن بہاڑی	:	۳ر	اپریل
کمل بھنس پال	:	۴ر	اپریل
انجلی بنرجی	:	۵ر	اپریل
اُرمل وڈھیرا	:	۷ر	اپریل
اندرنا رائن	:	۸ر	اپریل
پرینا بلبیر سنگھ	:	۹ر	اپریل
دینا ناتھ	:	۱۰ر	اپریل
سرلا کپور	:	۱۱ر	اپریل
پپیہا ملک	:	۱۲ر	اپریل
پریم ناتھ	:	۱۴ر	اپریل
رجنی شرما	:	۱۵ر	اپریل

سائنس کے موضوع پر تقریر

صبح ۵۰ ـ ۶ (الف)

ہو آر دی پلینٹری پوزیشن نون
تقریر از پروفیسر جے این ٹنڈن : یکم اپریل
نروس فیڈ اسٹرکچر اینڈ فنکشن
تقریر از ڈاکٹر پی کے کولا : ۳ر اپریل
ہو بلڈ کلوٹس از ڈاکٹر سُجاتا : ۵ر اپریل
روز مرہ استعمال کے کھاتک رسائن
تقریر از منگل ناتھ : ۱۵ر اپریل

وگیان آلوک

شام ۱۵ ـ ۱۸ (الف)

بھارتی سنیماؤں میں دور سماچار کے مادھم
انٹرویو پر مبنی فیچر ازمنیش نمارمدگل ۳ر اپریل
ہومیوپیتھک چکتسا کے نئے ویام
انٹرویو : ڈاکٹر امین
انٹرویور : ڈاکٹر نیلما ہرجال : ۱۰ر اپریل

گیان وگیان (بدھ)

شام ۰۵ ـ ۵ (الف)

وگیان سماچار از ڈاک چندر مدھو بال : ۲ر اپریل
وے از دی سولر سسٹم
از ڈاکٹر آنند سروپ منوچہ : ۹ر اپریل

گورکھپور

میڈیم ویو ۳۳۰٫۰ میٹر ۹۰۹ کلوہرٹز

گھر و گلیان

دوپہر ۳۰-۱۲ (الف)

— دیہاتی خواتین کے لیے —

ہم تھکتے کیوں ہیں ؟

از ڈاکٹر راج بالا یادو : ۳ر اپریل

— اربن خواتین کے لیے —

بلڈ ٹیسٹ : ہوا ینڈ وائی

از ڈاکٹر آشا ہری سنگھ : ۴ر اپریل

فلوراِیڈ از ڈاکٹر جیوتی بوری : ۱۱ر اپریل

نیشنل پروگرام: انگریزی تقریر

رات ۳۰-۹ (ب)

کمپیوٹر اینڈ ایمپلائمینٹ : ۲ر، ۹ر اپریل

ڈیولپمینٹ پراسپکٹس فار رول انڈیا : I

۹ر اپریل

ناٹک

آج کا رنگ منچ

تحریر: مہیش آنند : دوپہر ۳۰-۱۲ (الف) یکم اپریل

آتم ہتیہ: گنگا پرساد وِمل کی کہانی سے ماخوذ

ترتیب : یشن پال کالرا: رات ۳۰-۹ (الف) ۲ر اپریل

اور دوپہر ۳۰-۱۲ (الف) ۸ر اپریل

پرم جیوتی: بھگوان مہاویر

تحریر: پرکاش جین : رات ۰۰-۸ (الف) ۳ر اپریل

ستیہ نگر: مارک ٹوان کی کہانی سے ماخوذ

ترتیب: اگرسین نارنگ: رات ۳۰-۹ (الف) ۵ر اپریل

مشینی عورت

تحریر: حبیب اللہ : دوپہر ۱۵-۱۲ (الف) ۷ر اپریل

اور رات ۰۰-۸ (الف) ۱۰ر اپریل

چرن داس چور

تحریر: حبیب تنویر: دوپہر ۳۰-۲ (الف) ۷ر اپریل

چورنگی لال

تحریر: ڈاکٹر سروجنی پریتم: دوپہر ۱۵-۱۲ (الف) ۱۴ر اپریل

ساز سنگیت

— وائلن —

ہرچرن سنگھ : رات ۳۵-۱۰ ۲ر اپریل

لوک گیت

— روزانہ دوپہر ۲۵-۲ —

رام پریت تواری — یکم اپریل

بھگوان داس سنت بلی اور پارٹی : ۲ر اپریل

ہری کیش چودھری اور شری نرائن یادو — ۴ر اپریل

اکبر علی شیو پوجن : ۷ر اپریل

راگنی شریواستو اشنکر تواری : ۸ر اپریل

کملا دیوی گپتا، موہن لال : ۱۰ر اپریل

ودیادھر دوبے، شری ناتھ : ۱۱ر اپریل

گنیش تواری، رام دلارے یادو — ۱۲ر اپریل

نیتا رائے، رام چیت گپتا : ۱۵ر اپریل

سگم سنگیت

— (روزانہ صبح ۲۱-۸) —

آشیش کمار چڑجی : ۲ر اپریل

صابر احمد خاں : ۵ر اپریل

آشتوش دیال سنہا : ۸ر اپریل

انوبھا دھر : ۱۱ر اپریل

آشا شرما : ۱۵ر اپریل

تقریر / انٹرویو

میلاؤں میں پریوار نیوجن

ڈاکٹر مادھوری مشرا : دوپہر ۱۰-۱ ۴ر اپریل

مانسک روگ۔ کارن اور ندان

از ڈاکٹر ایس پی اگروال : دوپہر ۱۰-۱ ۱۱ر اپریل

— رات ۸ —

میرے جیون کے پریرک گرنتھ

از ڈاکٹر بھگوتی پرساد سنگھ : ۲ر اپریل

آنچلیک سانسکرتک لوک گیت کی بھیاپکتا

از ماتا پرشاد مرپاٹھی : ۳ر اپریل

پوروی اترپردیش میں ناتھ سمپردائے کی

بھومیکا: ناتھ سمپردائے میں یوگ سادھنا

از منتھ او میدھ ناتھ : ۴ر اپریل

شریمد بھگوت گیتا کا سنکھیا یوگ

آچاریہ راج بلی ترپاٹھی : ۵ر اپریل

مجبوری دیپرتھ پرشنسا کرنے کی

ڈاکٹر دیویش سناڈیہ — ۶ر اپریل

اُپنیاسوں کے ابھسر نیتے نائیک ۔ شیکھر

ڈاکٹر اروِنیس نیران : ۹ر اپریل

آنچلک سانسکرتی

گورکھپور جنپد کے لوک ناٹیہ

ڈاکٹر گریش رستوگی : ۱۰ر اپریل

کتھا ایک شہر کی — گورکھپور —

ڈاکٹر شائلا ناتھ چترویدی : ۱۱ر اپریل

راس بھارتی۔

بانٹر بھٹ کا گدکاویہ کادمبری

ڈاکٹر کر دنیش شکلا : ۱۲ر اپریل

مجبوری پتنی کی فرمائش پوری کرنے کی

ڈاکٹر برسانے لال چترویدی : ۱۳ر اپریل

کویتا پاٹھ

— رات ۰۰-۸ —

ستانند — یکم اپریل

موتی بی اے — ۸ر اپریل

شیام لال یادو — ۱۵ر اپریل

ڈرامہ / فیچر

صبح کا بھولا

از شیام موہن استھانا : دوپہر ۳۰-۲ ۳ر اپریل

طلاق گھر — خاکہ

رادھے شیام اپادھیائے : دوپہر ۱۰-۱ ۷ر اپریل

ہمارے پورج اور ان کی وراثت

فیچر از گنیشوری پرشاد : رات ۳۰-۹ ۱۰ر اپریل

غزل اس نے چھیڑی (خاکہ)

ایم کوشیادی راہی : دوپہر ۱۰-۱ ۱۴ر اپریل

رامپور

(۸۹۱ کلو ہرٹز) ۳۳۶/۷ میٹر

ہندی/انگریزی : صبح ۰۰-۶ عالمی

ہندی : صبح ۰۰-۸، دوپہر ۰۵-۱ اور ۱۰-۲، شام ۰۵-۶، رات ۴۵-۸

انگریزی : صبح ۱۰-۸، دوپہر ۰۰-۲، رات ۰۰-۹ اردو : صبح ۵۰-۸ اور رات ۱۵-۹

سماچار ریڈر ہندی : صبح ۰۰-۹، ضلع کی چٹھی : صبح ۰۵-۹، پرادیشک سماچار : شام ۲۰-۷

روزانہ نشر ہونے والے پروگرام

[illegible]

[illegible]

آپ نے لکھا ہے (I, III منگل)
کسوٹی (II, IV منگل)
سر دھا سمن (جمعرات)
پریوار کلیان [illegible]
[illegible]
سنگم سنگیت (اتوار [illegible])
[illegible] (جمعرات)
کل اور آج (III [illegible])
سنگم سنگیت ([illegible] IV جمعہ)
سامر سنگیت (سوائے اتوار [illegible])
۱۵-۸ پرانی فلموں سے (اتوار)
[illegible]
۳-۰ پرانی فلموں سے (منگل، جمعرات، [illegible])
[illegible]
۳-۹ [illegible] (اتوار)
آپ کی پسند اور [illegible] (II, IV منگل)
[illegible] کہانی (IV منگل)
تقریروں کا مشترک پروگرام [illegible]
[illegible]
[illegible]
دیکھوں کا مشترک پروگرام [illegible]
اسپورٹس میگزین (II جمعرات)
ناٹکوں کا مشترک پروگرام (II جمعرات)
شاستریہ سنگیت (IV جمعرات)
ناٹک (جمعہ)
سنگیت کا مشترک پروگرام (جمعہ)
۴۵-۹ آپ کی پسند (اتوار)
۱- سائنس [illegible] (I ہفتہ)
وچار دھارا (II ہفتہ)
ملاقات (III ہفتہ) [illegible] (IV ہفتہ)
یوا سنگیت سبھا (منگل)
ناٹک [illegible] (III جمعہ)
شاستریہ سنگیت (I, II اور IV جمعہ)
آہوتی (III جمعہ)

شاستریہ سنگیت

گائن

وسنت راؤ دیش پانڈے : صبح ۳۰-۷ اور
دوپہر ۴۰-۱ یکم اپریل

سیارام تیواری : رات ۱۰-۸ یکم اپریل

کمار گندھرو : دوپہر ۴۰-۱ اور
رات ۱۰-۸ ۳ر اپریل

مالنی راجورکر : دوپہر ۴۰-۱ اور
رات ۱۰-۸ ۵ر اپریل

پروین سلطانہ، دلشاد خاں : صبح ۳۰-۷

دوپہر ۴۰-۱ اور
رات ۱۰-۸ ۹ر اپریل

منور علی خاں : دوپہر ۴۰-۱ اور
رات ۱۰-۸ ۱۱ر اپریل

روشن آرا بیگم : صبح ۳۰-۷ ۱۵ر اپریل

وی آر پٹوردھن : دوپہر ۴۰-۱ اور
رات ۱۰-۸ ۱۵ر اپریل

ساز سنگیت

پکھاوج

رام جی شرما : صبح ۳۰-۷ ۲ر اپریل

بچوں کا پروگرام

صبح ۱۵-۹

بال کہانی :
کنکر مشرا
کھیل کود :
ہاکی کا اتہاس (ناٹک)
نصراللہ خاں : ۷ر اپریل
ہم کیسے آزاد ہوئے
نمک ستیہ گرہ
کےپی سنگھ : ۱۴ اپریل

اردو پروگرام

شعری نشست
شرکاء :
الکھ دھاری لعل گوہر
ظفر ہاشمی
علیم حسرت
راز اعظمی
فصیح اللہ نقر رات ۳۰-۹ ۲ر اپریل

آئینۂ ادراک :
علم انسان کے ذہن کو روشنی بخشتا
تقریر ڈاکٹر ایس۔ ایم موسوی

نظم
گنیش پرساد بیتاب : صبح ۳۰-۸ ۵ر اپریل

کاروانِ ادب :
اردو شاعری میں منظر نگاری
محمد رشید درد
افسانہ
عین الحق بلیاوی
کلام شاعر
شفیق احمد اعظمی : رات ۳۰-۹ ۹ر اپریل

تخلیق : ادبی میگزین
ہندی میں نئی کہانی کی تحریک
بادشاہ حسین رضوی
کلام شاعر
فضا ابن فیضی : صبح ۳۰-۸ ۱۰ر اپریل

رفتار :
تعلیمی اداروں میں انسانیت کے درس کی ضرورت
میجر علی حماد عباسی
نظم
نسیم سلمانی : صبح ۳۰-۸ ۱۲ر اپریل

(آگے ص ۴۱ پر)

— سرود —

علی اکبر خاں : دوپہر 40-1 اور
رات 10-8 2ر اپریل

— ستار —

شاہ پرویز : دوپہر 40-1 اور
رات 10-8 4ر اپریل

— شہنائی —

بسم اللہ خاں : صبح 30-7
دوپہر 40-1 اور
رات 10-9 8ر اپریل

— بانسری —

ہمانشو وشواس : دوپہر 40-1 اور
رات 10-8 10ر اپریل

— طبلہ —

منے خاں : دوپہر 40-1 12ر اپریل

— رودر وینا —

ضیاء محی الدین ڈاگر : رات 10-8 12ر اپریل

سگم سنگیت

جمیل احمد : صبح 50-7 اور
رات 00-8 یکم اپریل
شوبھا ٹھاکر : صبح 50-7 اور
رات 00-8 2ر اپریل
جعفر حسین اور ساتھی : صبح 50-7 اور
رات 00-8 5ر اپریل
ونود کمار شرما : صبح 50-7 9ر اپریل
احمد حسین محمد حسین : رات 00-8 11ر اپریل
راجیش چندا : صبح 50-7 15ر اپریل
موتی بیگم : رات 00-8 15ر اپریل

لوک گیت

صبح 21-8 اور دوپہر 20-2

ہوری لال دساتھی	:	3ر اپریل
پرتبھا پلی دوے	:	5ر اپریل
اوشا اگروال	:	9ر اپریل
رمیش چند پانڈے	:	12ر اپریل
کرشنا آریہ و سکھیاں	:	15ر اپریل

پریوار / سواستھ پروگرام

سواستھ چرچا : شام 05-7 5، 12ر اپریل
سندیش گیتانجلی : صبح 45-7 3ر اپریل
سواستھ سندیش : دوپہر 10-1 6، 13ر اپریل

لکھنؤ

میڈیم ویو: لکھنؤ 747 کلوہرٹز، 7-10-30 میٹر، گورکھپور 1260 کلوہرٹز، 238.1 میٹر
لکھنؤ: صبح 45-5 سے 45-7، 93.16 میٹر، 3220 کلوہرٹز
شارٹ ویو: صبح 45-7 تک، 93.16 میٹر، 3205 کلوہرٹز
صبح 10 بجے کے بعد، 39.81 میٹر، 7.14 کلوہرٹز
دوپہر، 41.38 میٹر، 7250 کلوہرٹز
شام اور رات، 92.16 میٹر، 3205 کلوہرٹز

خبریں

ہندی انگریزی : 10-6 مالی، ہندی صبح 55-7 بجے، دوپہر 05-11، 10-2، 5 بجے شام 5-6، رات 35-9 اور 05-11 بجے
انگریزی صبح 10-8، دوپہر 10-1 بجے رات 9 اور 11 بجے، سنسکرت صبح 10-6 بجے، شام 10-6 بجے
اردو صبح 8-5 بجے رات 10-12 بجے
علاقائی دوپہر 20-3 بجے اردو، صبح 20-7 بجے شام 20-7 (ہندی)
بیورو بلیٹن (ہندی) صبح 00-9 بجے، شعبہ خبر صبح 05-9 بجے

روزانہ نشر ہونے والے پروگرام

صبح

5-55 وندے ماترم / منگل دھونی
6-05 کرشی چرچا / موسم کا حال
6-20 آرادھنا
6-25 گاندھی چرچا (جمعہ)
6-50 وچاردھارا (جمعہ کے علاوہ)
6-55 آج کا کاریہ کرم اور موسم کا حال
7-05 ماسس گان
7-15 روزگار سماچار
7-30 آندلی
8-21 روح غزل (اتوار)
صبح شام / لوک گیت (اتوار کے علاوہ)
8-30 اردو پروگرام
9-10 اس پکھوارے کا گیت (اتوار)
شاستریہ سنگیت (اتوار کے علاوہ)
9-15 پتر کے لیے دھنیہ واد
9-30 نگر ناگرک (اتوار)
اختتام (اتوار کے علاوہ)
9-45 بال سنگم (اتوار)
10-30 ساموداک گان (اتوار)
11- منجوشا (اتوار)
12-00 جیوتی سنج (اتوار)
12-05 یوک بانس (اتوار)
12-10 ودھیارتھیوں کے لیے (اتوار کے علاوہ)
12-30 سدا بہار (اتوار)
من بھاون (پیر، بدھ، جمعہ)
سرگم (منگل)
میری پسند (جمعرات)
پانچ گیت پانچ سوال (ہفتہ)

دوپہر

1-10 آج اتوار ہے : جھلکی (اتوار)
گھر آنگن، دیہی خواتین کے لیے (پیر، جمعرات)
گرہ لکشمی (منگل، جمعہ)
لوک رنگ (بدھ)
لوکانچل (ہفتہ)

1-25 کار یہ ستیل مہلاؤں کے لیے (اتوار)
1-40 جوانوں کے لیے
2-2 وگیان اور کسان
2-35 آج کے کاریہ کرم اور موسم کا حال
2-40 ہم سے پوچھیں (اتوار)
لوک گیت، اودھی (پیر)
سار غزل (منگل)
قوالی (بدھ)
لوک گیت، کماونی، گڑھوالی (جمعرات I، III، V)
بھوجپوری (جمعرات II، IV)
گونجتے سور (جمعہ)
گیت و یاس (ہفتہ)
3-00 اختتام

شام

4- اگر (اتوار I، III، V)
گیتکا (اتوار II، IV)
سنسکرت شکشا (پیر، منگل)
بھاشا شکشا (جمعرات، جمعہ)
شاستریہ سنگیت (بدھ، ہفتہ)
4-45 لوکائن (بدھ اور جمعہ کے علاوہ)
آؤ بچو (بدھ)
بال گوپال (جمعہ)
5-15 یووا وانی
6-00 اطلاعات
6-15 مزدور منڈل
6-45 آج اور کل کے کاریہ کرم، موسم کا حال
6-50 کسانوں کے لیے
7-30 لوک سنگیت (اتوار)
ہمارے بینے (پیر)
کھیل جگت (منگل)
پتر کے لیے دھنیہ واد (بدھ)
وگیان جگت (جمعرات)
بات ایک فلم کی / ایک ہی فلم کے گیت (جمعہ)
کلا جگت (ہفتہ)
7-45 سنسکرت پروگرام (اتوار، بدھ)

8-00 الو بھولی (اتوار)
دیش ودیش (پیر)
وارتا کرم (منگل)
سامیک پرسنگ (بدھ)
ہندی وارتا (جمعہ)
اس پکھوارے کی کہانی (ہفتہ II، IV)
یاترا کتھا (ہفتہ I، III)
8-15 سگم سنگیت
8-30 پرادیشک سماچار درس (اتوار)
9-30 اورگیسٹرا / نابٹ (اتوار I، III، V)
ساہتیہ لوک (اتوار II)
بات چیت کا سلسلہ (ہندی، پیر)
(انگریزی، منگل)
پرادیشک سنگیت کا نیشنل پروگرام (جمعرات I)
بچوں کا نیشنل پروگرام (جمعرات II)
نیشنل سپورٹس میگزین (جمعرات III)
ناٹکوں کا نیشنل پروگرام (جمعرات IV)
شاستریہ سنگیت (V جمعرات)
ناٹک (جمعہ)
سنسکرت سریکا (جمعہ V)
سنگیت کا نیشنل پروگرام (ہفتہ)
9-50 پریوار کلیان پر سوترک (بدھ)
10- سنگت رس (اتوار)
ساہتیکی (پیر I اور III)
ضلع کوی گوشٹھی (پیر II)
چرچا پریچرچا (پیر IV)
کوی گوشٹھی (پیر V)
منگل سب کی فلمی موسیقی (منگل)
کنٹھ پرستوتی (بدھ I)
فلم سنگیت میں راگ درشن (بدھ IV)
وکاس نگر (جمعرات III)
درپن (جمعہ I)
قوالیاں (جمعہ II)
سیمین (جمعہ III)
10-31 شاستریہ سنگیت (اتوار، منگل کے علاوہ)
11-10 موسم کا حال اور اختتام

کھیل کود

کھیل سوائیں اور ہمارا گاؤں (مباحثہ)
شرکاء :
ڈاکٹر سدرشن ماتھو سنگھ
سبھاش پانڈے

ڈاکٹر آر وائی ڈینس :	رات 16-9		2ر اپریل
پہلوان ہنومان پانڈے سے ملاقات :	رات 16-9		9ر اپریل

بقیہ : گورکھپور

گیت سنگیت

کماری مالا چٹرجی	:	صبح 21-8	7ر اپریل
کماری چندنا بھٹاچاریہ	:	صبح 21-8	14ر اپریل

جالندھر، چنڈی گڑھ

جالندھر	۲۰۲م	۳۸٫۱۳ میٹر	۶۰۲ کلو ہرٹز
		۲۲٫۲۱۲ میٹر	۱۳۵ کلو ہرٹز
		۳۳٫۳۱۶ میٹر	۱۰۳ کلو ہرٹز
چنڈی گڑھ	۲۰۴م	۲٫۹۰۶ میٹر	۱۳۳۱ کلو ہرٹز

خبریں

ہندی : صبح ۰۰-۸، دوپہر ۰۵-۱، ۱۰-۲، ۴۵-۲ (دھیمی رفتار سے)
شام ۰۵-۶، ۲۰-۶ (پرادیشک سماچار) رات ۴۵-۸، ۰۵-۱۱
پنجابی : صبح ۳۰-۸ دوپہر ۴۰-۱ شام ۱۰-۶ (پرادیشک سماچار) شام ۳۰-۷
انگریزی : صبح ۱۰-۸ دوپہر ۰۰-۱، رات ۰۰-۹ اور ۰۰-۱۱
اردو : صبح ۵۰-۸ دوپہر ۵۰-۱ رات ۱۵-۹ (خبریں) ۲۵-۹ تبصرہ
روزگار سماچار : شام ۴۰-۷

روزانہ نشر ہونے والے پروگرام

جالندھر 'الف'

صبح
۵۵-۵ وندے ماترم اور منگل دھونی
۰۵-۶ بھکتی سنگیت
۳۵-۶ موسم کا حال اور کھیتی باڑی پروگرام
۴۰-۶ پریچے : پروگراموں کا خلاصہ
۴۵-۶ آساوی وار (اتوار)
۰۵-۷ امرت بودھ
۳۰-۷ رام چرت مانس (اتوار)
۰۵-۹ سامائیکی

دوپہر
۰۵-۱ فوجیوں کے لیے
۰۰-۲ موسم کا حال : انت کھیتی
۲۰-۲ سگم سنگیت (ساڈے آس پاس، ہفتہ)

شام
۳۰-۵ گوربانی وچار
۰۰-۶ مقامی اعلانات اور پروگراموں کا خلاصہ
۱۰-۶ پرادیشک سماچار (پنجابی)
۲۰-۶ پرادیشک سماچار (ہندی)
۳۰-۶ دیہاتی پروگرام
۴۰-۷ روزگار سماچار
۲۵-۹ اردو میں تبصرہ

جالندھر 'ب'

شام
۰۰-۶ یووانی پروگرام
۴۵-۶ یونیورسٹی پروگرام
۰۰-۷ پنجابی میں رنگارنگ پروگرام
۰۰-۸ اختتام

شاستریہ سنگیت

گائن

ایل کے پنڈت : صبح ۰۵-۹
رات ۳۰-۱۰ یکم اپریل
سمن ناگرائی : رات ۰۰-۱۰ ۲ر اپریل
گریش : صبح ۰۵-۹
دوپہر ۰۲-۱۲ اور
رات ۳۰-۱۰ ۳ر اپریل
حفیظ احمد : دوپہر ۰۲-۱۲ ۴ر اپریل
سیارام تیواڑی : صبح ۰۵-۹
دوپہر ۰۲-۱۲ اور
رات ۳۰-۱۰ ۵ر اپریل
استاد بڑے غلام علی خاں : صبح ۰۵-۹ اور
رات ۳۰-۱۰ ۷ر اپریل
استاد امیر خاں : صبح ۱۰-۹ ۹ر اپریل
حمید حسن خاں : رات ۰۰-۱۰ ۹ر اپریل
مہندر سنگھ : صبح ۰۵-۹ اور
رات ۳۰-۱۰ ۱۱ر اپریل
سویتا دیوی : صبح ۰۵-۹ اور
شام ۴۵-۷ ۱۳ر اپریل
استاد فیاض خاں : صبح ۰۵-۹ اور
رات ۳۰-۱۰ ۱۴ر اپریل

ساز سنگیت

سنتور

شیو کمار شرما : صبح ۱۰-۹ ۲ر اپریل
جوگندر سنگھی : صبح ۰۵-۹ اور
رات ۳۰-۱۰ ۴ر اپریل

ستار

جگموہن سہگل : صبح ۰۵-۹ اور
دوپہر ۰۲-۱۲ ۶ر اپریل
ہر بنندر کمار : رات ۳۰-۱۰ ۱۲ر اپریل

وائلن

این راجن : صبح ۰۵-۹ اور
رات ۳۰-۱۰ ۸ر اپریل

سرود

رتنا کرویاس : صبح ۰۵-۹ اور
رات ۳۰-۱۰ ۱۳ر اپریل

لوک گیت

مہندر سنگھ پردیسی : صبح ۲۰-۸ یکم اپریل
دینا سوڈھی : دوپہر ۳۰-۲ یکم اپریل
سرجیت دھنجہ : رات ۱۵-۱۰ یکم اپریل
تیر تھ سنگھ : دوپہر ۳۰-۲ ۲ر اپریل
پریم جیت بمی : سہ پہر ۴۵-۴ ۲ر اپریل
محمد صدیق : دوپہر ۳۰-۲ ۳ر اپریل
رنجیت کور : سہ پہر ۴۵-۴ ۴ر اپریل
طفیل نیازی، جاوید نیازی : دوپہر ۳۰-۲ اور
رات ۱۵-۱۰ ۵ر اپریل
نمد ور سنگھ من اور ساتھی : سہ پہر ۴۵-۴ ۶ر اپریل
رچھپال سنگھ پال : دوپہر ۳۰-۲ ۷ر اپریل
راجندر سنگھ راج اور ساتھی : سہ پہر ۴۵-۴ ۷ر اپریل
سعیدہ بانو اور ساتھی : دوپہر ۳۰-۲ ۸ر اپریل
رنجنا : رات ۱۵-۱۰ ۸ر اپریل
گیان سنگھ کنول : دوپہر ۳۰-۲ ۹ر اپریل
سورن باوا : سہ پہر ۴۵-۴ ۹ر اپریل
اتم سنگھ بھولا ناتھ : دوپہر ۳۰-۲ ۱۰ر اپریل
رنگ سنگھ مان : دوپہر ۳۰-۲ ۱۰ر اپریل
موہن سنگھ جھنڈ اور ساتھی : دوپہر ۳۰-۲ ۱۲ر اپریل
مدن دگیرہ دوکھالوی : سہ پہر ۴۵-۴ ۱۲ر اپریل
پریم پاٹھک : رات ۱۵-۱۰ ۱۲ر اپریل
کلونت سنگھ ویلی : دوپہر ۳۰-۲ ۱۴ر اپریل
منموہن کور : سہ پہر ۴۵-۴ ۱۴ر اپریل
کلدیپ مانک : صبح ۲۰-۸ ۱۵ر اپریل
سرب جیت : دوپہر ۳۰-۲ ۱۵ر اپریل
کشمیر سنگھ شمبھو : رات ۱۵-۱۰ ۱۵ر اپریل

شبد

امریک سنگھ : دوپہر ۱۵-۱۲ ۴ر اپریل

بھائی منگل سنگھ راگی اور ساتھی : صبح ۸-۲۰ اور
دوپہر ۱۲-۱۵ ۶راپریل
بھائی ہرچند سنگھ راگی اور ساتھی : صبح ۷-۳۰
دوپہر ۱۲-۱۵ اور
شام ۷-۴۵ ۱۰راپریل

بھجن

ام داس : صبح ۸-۲۰ ۴راپریل
سوامی موہن داس : صبح ۸-۲۰ اور
شام ۷-۴۵ ۵راپریل
راج کمار : صبح ۷-۳۰ ۶ اپریل
روی شرما : صبح ۷-۳۰ ۱۲راپریل

ڈرامہ

رات ۹-۳۰

ین دی بیڑی (پنجابی)
از بلونت گارگی : یکم اپریل
زینے کی کھڑکی (ہندی)
از ایڈون داس و اقف : ۵راپریل
ظفرنامہ (پنجابی، از ڈاکٹر ہربنس سنگھ : ۸راپریل
دوست : مورتنتم اناؤ سنگھ کے منی پوری ناٹک
مارپ دلی کا ہندی روپانتر
از راجکماری سناجا ؤبی دیوی :

تقریر

بڑھتے قدم : بالغ شکشا (ہندی)
از ایس ہی نندہ : رات ۸-۰۰ یکم اپریل
پنجاب کے گوجر قبیلے (اردو)
از شیر سنگھ شیر : رات ۸-۰۰ ۲راپریل
بھگوان مہاویر دا سندیش (پنجابی)
از جی آر سیٹھ : رات ۸-۰۰ ۳راپریل
امرتا پریتم دے ناولاں وچ ناری پاتر (پنجابی)
از عطر جیت سوری : دوپہر ۱۲-۳۰ ۴راپریل
ساکھشا تکار (ہندی)
از کمار شرما : رات ۸-۰۰ ۵راپریل
ساتویں یوجنائی دنگار، ودھ رہی آبادی
(پنجابی) از بی سی بڈھا : رات ۸-۰۰ ۶راپریل
انہاں دے جھروکے توں
(پنجابی) : صبح ۷-۱۵ ۷راپریل
رورل اکونومی کو اپریشن بنک (انگریزی)
از وجے سیٹھی : رات ۸-۰۰ ۷راپریل
پنجابی ساہت وچ رتو بسنت (پنجابی)
از ڈاکٹر ڈی ڈی بھٹو : صبح ۸-۴۰ ۸راپریل
(آگے ص ۴۴ پر)

کلکتہ

کلکتہ 'اے' ۴۵۶.۶ میٹر — ۶۵۷ کلوہرٹز
کلکتہ 'بی' ۲۹۷.۶ میٹر — ۱۰۰۹ کلوہرٹز
کلکتہ 'سی' ۲۲۶.۷ میٹر — ۱۳۲۳ کلوہرٹز
کلکتہ 'ڈی' ۲۴۵.۱ میٹر — ۱۲۲۴ کلوہرٹز

شاستریہ سنگیت

گائن

بجن کمار بوس : صبح ۸-۲۰ (اے) یکم اپریل
جیانتی باگچی : صبح ۸-۳۰ (اے)
شام ۷-۳۰ (بی) ۲راپریل
ارون بہادری : صبح ۹-۳۰ (بی)
رات ۹-۰۰ (اے) ۳راپریل
دینا ناتھ مصرا : صبح ۸-۳۰ (اے)
شام ۷-۳۰ (بی) ۴راپریل
پراکتی موہن مزمدار : صبح ۹-۱۰ (بی)
شام ۶-۳۵ (بی) ۵راپریل
اے۔ داؤد : صبح ۹-۳۰ (بی)
دوپہر ۱-۰۰ (اے) ۶راپریل
مالبیکا کانن : صبح ۹-۳۰ (بی)
رات ۹-۰۰ (اے) ۷راپریل
ایلورا مترا : صبح ۹-۳۰ (بی)
رات ۹-۰۰ (اے) ۸راپریل
نیلما لاہری : صبح ۹-۳۰ (بی) ۹راپریل
نرمالیا دے : صبح ۸-۳۰ (اے)
شام ۷-۳۰ (بی) ۱۰راپریل
دیپ شنکر دوبیدی : دوپہر ۱-۰۰ (اے)
شام ۷-۳۰ (بی) ۱۱راپریل
امیہ رنجن بنرجی : صبح ۹-۰۵ (بی)
رات ۹-۰۰ (اے) ۱۲راپریل
کالیپدا داس : صبح ۹-۳۰ (بی)
دوپہر ۱-۰۰ (اے) ۱۳راپریل
پرتیما چٹرجی : صبح ۸-۴۰ (اے)
شام ۶-۳۵ (بی) ۱۴راپریل
شری کانت باکرا : صبح ۹-۳۰ (بی)
رات ۹-۰۰ (اے) ۱۵راپریل

ساز سنگیت

ستار

میرا چٹرجی : صبح ۹-۳۰ (بی)

رات ۹-۰۰ (اے) یکم اپریل
میرتا رائے چودھری : صبح ۹-۳۰ (بی)
رات ۹-۰۰ (اے) ۵راپریل
اندرانی بھٹاچاریہ : صبح ۸-۳۰ (اے)
شام ۷-۳۰ (بی) ۶راپریل
کیکا مکرجی : صبح ۸-۴۰ (اے)
شام ۶-۳۵ (بی) ۷راپریل
دیپک چکرورتی : صبح ۸-۲۰ (اے) ۸راپریل
کاجل چٹرجی : صبح ۹-۳۰ (بی)
رات ۹-۰۰ (اے) ۱۰راپریل
راجا رائے : صبح ۸-۲۰ (اے) ۱۱راپریل
رجنی کانت چترویدی : صبح ۸-۲۰ (اے) ۱۱راپریل

سرود

دلال سین : صبح ۹-۳۰ (بی) ۲راپریل
شیامل ناتھ : صبح ۸-۳۰ (اے) ۳راپریل
شیام گنگولی : صبح ۹-۳۰ (بی)
رات ۹-۰۰ (اے) ۴راپریل
سمارندر ناتھ سکدار : رات ۹-۰۰ (اے) ۱۱راپریل
پرنا بنگشو مکھرجی : صبح ۸-۳۰ (اے) ۱۳راپریل
بدھادیب داس گپتا : صبح ۹-۳۰ (بی)
رات ۹-۰۰ (اے) ۱۴راپریل

بانسری

مرینال کانتی رائے : صبح ۹-۱۰ (بی)
دوپہر ۱-۴۰ (اے)
رات ۹-۴۵ (بی) ۳راپریل

شہنائی

علی حسین وساتھی : صبح ۸-۳۰ (اے)
رات ۷-۳۰ (بی) ۹راپریل

رابندر سنگیت

سمترا بوس : صبح ۷-۴۰ (اے)
سہ پہر ۵-۵۵ (بی) یکم اپریل
پوربی گوہا : صبح ۷-۴۰ (اے)
شام ۶-۴۵ (بی) ۲راپریل
ریتو گوہا : صبح ۶-۲۰ (بی)

٣٠-٧ (اے)،
رات ٥٠-١٠ (اے)، ٣ راپریل

شیام سری داس گپتا : صبح ٣٠-٧ (اے)، ٣ راپریل
جے شری گھوش : صبح ٣٠-٧ (اے)، ٥ راپریل
پربھات کمار مکھرجی : صبح ٢٠-٦ (بی)
دوپہر ٥٥-٢ (اے)، ٥ اپریل
سواستیکا مکھرجی : صبح ٢٠-٦ (بی)
٣٠-٧ (اے)، ٦ راپریل
ریتا گھوش : صبح ٣٠-٧ (اے)،
رات ٠٠-٨ (بی)، ٧ راپریل
اودیپی : صبح ٣٠-٧ (اے)،
شام ٥٥-٥ (بی)، ٨ راپریل
سمترا سین : صبح ٣٠-٧ (اے)،
شام ٤٥-٦ (بی)، ٩ راپریل
سلن داس : صبح ٣٠-٧ (اے)،
شام ٥٥-٦ (بی)، ١٠ راپریل
گوتم مسرا : رات ١٥-١٠ (اے)، ١١ راپریل
جینتی پورک باستھا : صبح ٣٠-٧ (اے)،
شام ٤٥-٦ (بی)، ١٢ راپریل
ربی چھایا : صبح ٢٠-٦ (بی) ٣٠-٧ (اے) ١٣ راپریل
سوچترا مترا : صبح ٣٠-٧ (اے)،
رات ٠٠-١٠ (اے)، ١٤ راپریل
نیلما سین : صبح ٢٠-٦ (بی)،
رات ٣٠-١٠ (اے)، ١٥ راپریل

نذرل گیتی

نمیتا مکھرجی : صبح ٢٠-٩ (اے)
رات ٠٠-٧ (بی)، ٢ راپریل
سیما گھوسال : صبح ٢٠-٩ (اے)
شام ٣٥-٦ (بی)، ٤ راپریل
بانی بھٹاچاریہ : صبح ٢٠-٩ (اے) ٥ راپریل
سجیت بنرجی : صبح ٢٠-٩ (بی)،
شام ٢٥-٦ (بی)، ٦ راپریل
ملابیکا بنرجی : رات ٢٠-١٠ (اے)، ٨ راپریل
ہیرو داس سرکار : رات ٠٥-١٠ (اے)، ١٠ راپریل
انورادھا چٹرجی : صبح ٤٥-٦ (بی)،
دوپہر ٢٠-١٢ (اے)، ١٠ راپریل
سروج کمار دتہ : صبح ٢٠-٩ (اے)، ١٢ راپریل
کلیان چٹرجی : رات ١٥-٨ (بی)، ١٤ راپریل
شیامل مکھرجی : رات ١٥-٨ (اے)، ١٥ راپریل

لوک گیت

سانتکا موہن سنہا : صبح ٣٠-٦ (اے)

شام ١٥-٦ (بی)، یکم اپریل
سامن گانن : صبح ٣٠-٦ (اے)،
شام ١٠-٧ (بی)، ٢ راپریل
چندر شیکھر رائے : صبح ٣٠-٦ (اے)،
شام ٥٥-٦ (بی)، ٣ راپریل
مناشی پال : صبح ٣٠-٦ (اے)،
شام ١٥-٦ (بی)، ٤ راپریل
ترکاری داس باول : صبح ٣٠-٦ (اے)،
شام ١٥-٦ (بی)، ٥ اپریل
سندھیا چندرا : صبح ٣٠-٦ (اے)، ٦ راپریل
پرہلد برہمچاری : شام ١٥-٦ (بی)،
رات ٣٥-١٠ (اے)، ٧ راپریل
پورنا چندر داس : شام ١٥-٦ (بی)،
رات ٥٠-١٠ (اے)، ٨ راپریل
کارتک چندرا بانک : صبح ٣٠-٦ (اے)،
شام ١٠-٧ (بی)، ٩ راپریل
کارتک چندرا ادھیکاری : صبح ٣٠-٦ (اے)،
شام ١٥-٦ (بی)، ١٠ راپریل
آنند لاہری : شام ١٥-٦ (بی)،
رات ٣٠-١٠ (اے)، ١١ راپریل
منندر داس : صبح ٣٠-٦ (اے)،
شام ٥٠-٦ (بی)، ١٢ راپریل
منجو داس : صبح ٣٠-٦ (اے)،
شام ١٥-٦ (بی)، ١٣ راپریل
راکھل داس باؤل : صبح ٣٠-٦ (اے)،
شام ١٥-٦ (بی)، ١٤ راپریل
مرینال بنرجی : صبح ٣٠-٦ (اے)، ١٥ راپریل

ادھونک

چندرا کانتا سیل : صبح ٣٠-٨ (بی)،
رات ٤٥-٨ (اے)، یکم اپریل
انجوشری چودھری : صبح ٣٠-٨ (بی)،
رات ٤٥-٨ (اے)، ٢ راپریل
جینتی بوس : صبح ١٥-٨ (اے)، ٣ راپریل
بھوپن ہزاریکا : صبح ٣٠-٨ (بی)،
رات ٥٠-١٠ (اے)، ٤ راپریل
پردیپ چٹرجی : صبح ١٥-٨ (اے)،
شام ٥٥-٥ (بی)، ٥ راپریل
گیتا چکرورتی : صبح ٣٠-٨ (بی)،
رات ٢٠-٨ (اے)، ٦ راپریل
پولی چٹرجی : صبح ١٥-٩ (بی)،
رات ١٥-٨ (اے)، ٧ راپریل
انیتا چٹرجی : رات ١٥-٨ (اے)، ٨ راپریل
جنانتوش داس : صبح ٣٠-٨ (بی)،

شام ٣٠-٧ (اے)، ٩ راپریل
دلیپ کمار چکرورتی : صبح ٠٥-٧ (بی)،
دوپہر ٥٠-١ (اے)
شام ٠٥-٧ (بی)، ١١ راپریل
نرملا مصرا : صبح ٣٠-٨ (بی)،
رات ٠٥-١٠ (اے)، ١٢ راپریل
سوپن کمار : صبح ١٥-٨ (اے)،
شام ٥٥-٥ (بی)، ١٢ راپریل
کرشنا چٹرجی : صبح ١٥-٨ (اے)،
شام ٣٥-٦ (بی)، ١٣ راپریل
میرا بھٹاچاریہ : صبح ٣٠-٨ (بی)،
شام ٣٠-٧ (اے)، ١٤ راپریل
ستی ناتھ مکھرجی : صبح ٣٠-٨ (بی)،
رات ٥٠-١٠ (اے)، ١٥ راپریل

بقیہ : جالندھر

حاضر غیر حاضر : منشی پریم چند (ہندی)
از ڈاکٹر رمیش کنتل سنگھ : رات ٠٠-٨ ٨ راپریل
خواتین اور ملازمت (اردو)
آر ڈی شرما تاثیر : رات ٠٠-٨ ٩ راپریل
پنجابی دا ناتھ کوی، جالندھر ناتھ (پنجابی)
از ڈاکٹر پیارا سنگھ پدم : رات ٠٠-٨ ١٠ راپریل
تہاڈے بچے نوں لوڑ اے تہاڈی توجہ دی (پنجابی)
از سربجیت کور سیٹھی : رات ٣٠-١٢ ١١ راپریل
اپنے سکھ (ہندی)
از ڈاکٹر رتن ویرا روڑہ : رات ٠٠-٨ ١٢ راپریل
بیساکھی دی مہتتا (پنجابی)
از جودھ سنگھ : رات ٠٠-٨ ١٣ راپریل
رول آف پنجابیز ان فریڈم سٹرگل (انگریزی)
از مبارک سنگھ : رات ٠٠-٨ ١٤ راپریل
پستک سمیکشا : ہندی میں کتابوں پر تبصرہ
از پریم دج : رات ٠٠-٨ ١٥ راپریل

ہفتہ وار جھلکیاں

اتنی دی راہ تے
٢٠ نکاتی پروگرام : صبح ١٥-٧، ٨ و ١٥ راپریل
جاگرت : فیملی سیریئل فیچر
از ایچ ایس کھورانہ : صبح ٤٥-٧، ٧ و ١٤ راپریل
(علاوہ ہر پیر صبح ٣٠-٧)
قدم قدم : پڑا پڑا
ترقیاتی موضوع پر پروگرام : صبح ١٥-٧، ٣ و ١٠ راپریل
پنڈ دی نوہار (دیہات کا بیہ تھارنگ)
انٹرویو پر مبنی پروگرام : صبح ١٥-٧ ١١ راپریل

شملہ

میڈیم ویو: ۶ء ۳۸۷ میٹر ۷۷۴ کلو ہرٹز
شارٹ ویو: صبح ۷-۳۰ تک اور شام ۶-۳۰ کے بعد رات تک ۹۳۰۹ میٹر ۳۲۲۳ کلو ہرٹز
صبح ۷-۴۵ کے بعد دوپہر ۴-۴۵ تک اور شام ۵-۰۰ کے بعد ۴۹ء۸۳ میٹر ۶۰۲۰ کلو ہرٹز

خبریں

ہندی: صبح ۸-۰۰ دوپہر ۱-۰۵، ۲-۱۰ شام ۶-۰۵ اور رات ۸-۴۵
انگریزی: صبح ۸-۱۰ دوپہر ۱-۰۰، ۲-۰۰ اور رات ۹-۰۰
سنسکرت: صبح ۷-۰۰ اردو: صبح ۸-۵۰ ہندی میں علاقائی خبریں ۷-۵۰ شام

روزانہ نشر ہونیوالے پروگرام

صبح

۶-۰۱	وندے ماترم، منگل دھونی
۶-۰۲	گیان وندو اور بھگتی سنگیت کا پروگرام وندنا
۶-۴	مانس گان
۶-۵۰	کھیتی باڑی
۷-۰۰	پروگراموں کا خلاصہ
۷-۰۱	کلاسیکی موسیقی / کرناٹک سنگیت / پرارتھنا سبھا
۷-۲	سامایکی
۷-۴	پہاڑی سنگیت
۹-۰	راجیہ کی چٹھی
۹-۰	فلمی گانے
۹-۲	اختتام

دوپہر

۱۲-۲	اسکول براڈکاسٹ
۱۲-۵	دلیش گان / فلمی دھن
۱-۱	فوجی بھائیوں کے لیے
۲-۱	سنہری کرنیں
۲-۱	سب رنگ
۳-۰	اختتام

شام

۵-۰۰	یووانی (منگل، جمعرات) چنو منو (ہفتہ، پیر) سرموری پروگرام (بدھ، جمعہ، اتوار)
۵-۲۰	مہاسوی پروگرام (بدھ، جمعہ، اتوار) چمبا یانگی پروگرام (منگل، جمعرات، ہفتہ)
۵-۴۰	بلاسپوری پروگرام (بدھ، جمعہ، ہفتہ) کلوی پروگرام (منگل، جمعرات)
۶-۱۰	کانگڑی پروگرام (منگل، جمعرات، ہفتہ) منڈیالی پروگرام (بدھ، جمعرات، اتوار) ہیلا سمیلن (پیر)
۶-۳۰	کنزی پروگرام (پیر، بدھ، جمعہ) لاہول سپتی پروگرام (منگل، جمعرات، ہفتہ، اتوار)
۶-۵۰	پرکاش کرنیں / لاہولی، کنزی گانے
۷-۰۰	کھیل سماچار
۷-۰۵	گرامین یوواؤں کے لیے
۷-۲۵	کرشی جگت / ریڈیو دیہاتی گوشٹھی
۸-۰۰	روزگار سوچنائیں
۸-۰۵	دھارا رے گیت
۱۰-۳۰	اختتام (منگل، ہفتہ کو ۱۱-۰۵ پر)

شاستریہ سنگیت

گائن

پرھودیو سردار	صبح ۷-۱۰	یکم اپریل
ابسودیو دیشپانڈے	صبح ۸-۲۵	۵ر اپریل
استاد امیر خاں	صبح ۷-۱۰	۷ر اپریل
صلاح الدین احمد	رات ۱۰-۰۰	۸ر اپریل
اجیت سنگھ پینتل	صبح ۷-۱۰	۹ر اپریل

ودیادھر ویاس	صبح ۷-۱۰	۱۱ر اپریل
راجن مشرا، ساجن مشرا	صبح ۷-۱۰	۱۴ر اپریل
امجد علی خاں	شام ۷-۲۵	۱۲ر اپریل

ساز سنگیت

سارنگی

چھوٹے خاں	صبح ۷-۱۰	۶ر اپریل

ستار

سروجیت کور	صبح ۷-۱۰	۲ر اپریل

بانسری

پرکاش وڈھیرہ	صبح ۷-۱۰	۴ر اپریل
ہمانشو لبسواس و روبن گھوش (بانسری، وائلن، جگلبندی)	صبح ۷-۱۰	۱۳ر اپریل

طبلہ

کشن مہاراج	رات ۸-۲۵	۷ر اپریل

سگم سنگیت

رماسین	رات ۹-۴۵	یکم اپریل
اوشا سیٹھ	رات ۸-۲۵	۳ر اپریل
صلاح الدین احمد	رات ۹-۴۵	۸ر اپریل
پریرنا اودک	رات ۱۰-۰۰	۱۵ر اپریل
احمد حسین، محمد حسین	رات ۸-۲۵	۴ر اپریل
بیگم اختر	رات ۸-۲۵	۱۱ر اپریل

پنجابی گیت شبد

صبح ۸-۲۱

آسا سنگھ مستانہ، سریندر کمار	۸ر اپریل
غلام علی	۱۱ر اپریل
بھائی ترلوچن سنگھ	۸ر اپریل
بھائی گوپال سنگھ	۱۵ر اپریل

لوک سنگیت

صبح ۷-۴۵

روشنی دیوی اور دیپ رام شرما	یکم اپریل
پرتاپ چند شرما	۲ر اپریل
صدیق محمد	۳ر اپریل
دیالو رام	۴ر اپریل
موہن سنگھ چوہان	۵ر اپریل
مہر راٹھور اور ہیرالال بھاردواج	۶ر اپریل
کالی دیوی چوہان	۷ر اپریل
تلارام ورما	۸ر اپریل
بنسی رام ورما	۹ر اپریل
اوشا شرما	۱۰ر اپریل
منیش سبیا	۱۱ر اپریل
منسا پنڈت	۱۲ر اپریل
ودیانند	۱۳ر اپریل
ہیت رام تنور	۱۵ر اپریل

رات ۸-۰۵

پریم سنگھ	یکم اپریل

ہیت رام — ۲ اپریل
سندر رام وساکھی اور کرشنا کپور — ۳ اپریل
اوما شرما اور لچھی رام سلیم — ۴ اپریل
گوپال شرن ٹھاکر — ۵ اپریل
پریم لتا — ۶ اپریل
لیلا بھنڈاری — ۸ اپریل
بجیا شرما — ۹ اپریل
مالتی رنجنا — ۱۰ اپریل
درگا نند — ۱۱ اپریل
بسنتی دیوی — ۱۲ اپریل
پریم لتا — ۱۳ اپریل
دھن دیو شرما — ۱۴ اپریل
امر سنگھ چوہان — ۱۵ اپریل

تقریر

صبح ۳۵-۶

آدرش مانو : شاستروں سے — یکم اپریل
بھگوت گیتا سے — ۲ اپریل
جین دھرم سے — ۳ اپریل
'عدل والنصاف'
از ایم۔کے۔فائین — ۴ اپریل
سب کی سیوا' : بائیبل سے — ۵ اپریل
بھکتی وانیتا — ۶ اپریل
'تین گن' : مہابھارت سے — ۷ اپریل
بھکتی مارگ : رام چرتر مانس سے — ۸ اپریل
'ستالوبھ' : رام چرتر مانس سے — ۹ اپریل
'وویک' : جین دھرم سے — ۱۰ اپریل
'ستیہ' : سنت گیانیشور کے وچار — ۱۱ اپریل
مولانا آزاد کے وچار — ۱۲ اپریل
گرو نانک کے وچار — ۱۳ اپریل
'ستیہ گرہ' ، گاندھی جی کے وچار — ۱۴ اپریل

ناٹک/فیچر

'دو گز زمین'
تحریر ، لیو ٹالسٹائی
ہندی عکس : تپیش چترویدی رات ۳۰-۹ — ۵ اپریل
'سکھ میہ جیون' تحریر ، چندر شیکھر شرما گلیری
ریڈیو ڈرامائی عکس ، ڈاکٹر نوپ مہاجن
صبح ۰۰-۱۱ — ۱۴ اپریل

ٹھمری/دادرا

صبح ۲۱-۸

لکشمی شنکر — ۳ اپریل
زندہ حسن — ۱۰ اپریل

بیکانیر

۲۱۵۰ میٹر ۱۳۹۵ کلو ہرٹز

خبریں

(جے پور سے)

پرادیشک سماچار (ہندی) : صبح ۰۵-۹ ، شام ۰۵-۷
ضلع کی چٹھی (سوائے اتوار) شام ۱۵-۷
پرادیشک سماچار ، راجستھانی : شام ۵۰-۷

خبریں (دلی سے ریلے)

ہندی : صبح ۰۰-۸ دوپہر ۰۵-۱ ، ۰۰-۲ اور
۴۵-۲ (دھیمی رفتار سے)
شام ۰۵-۶ ، رات ۴۵-۸ ، ۰۵-۱۱
انگریزی : صبح ۱۰-۸ دوپہر ۰۰-۱ ، ۰۰-۲ اور
رات ۰۰-۹ ، ۰۰-۱۱
سندھی : صبح ۴۰-۸ ، شام ۱۵-۶
کھیل کود کی خبریں (ہندی) : شام ۰۰-۷
راجیہ کی چٹھی (ہندی) : صبح ۰۰-۹
سنسکرت : صبح ۰۰-۷ ، شام ۱۰-۶
سامیکی (ایک دن پہلے ریکارڈ کیا گیا
کاریہ کرم) : صبح ۵۰-۹

روزانہ نشر ہونیوالے پروگرام

صبح
۳۵-۶ وندنا
۵۵-۶ چیتن
۰۵-۷ کاریہ کرموں کا وورن
۲۰-۷ مانس گان
۳۰-۷ اور دوپہر ۳۰-۱ شاستریہ سنگیت
شام
۰۵-۵ یو وا وانی
۵۵-۵ روزگار سماچار
۰۰-۶ استھانیہ سوچنائیں/کاریہ کرموں کا وورن
۰۰-۸ ہندی وارتا (سوائے منگل اور جمعرات)

جے پور سے ریلے

صبح
۱۰-۷ کرشی بات / موسم (سوائے اتوار)
۲۵-۹ ودیالیہ پرسارن
(اتوار اور دوسری چھٹیوں کے سوائے)
شام
۲۰-۷ کرشکوں کے لیے

شاستریہ سنگیت

گائن

دوپہر ۱۰-۱

کشوری امونکر — یکم اپریل
کرشن راؤ شنکر پنڈت — ۳ اپریل
لطافت حسین خاں — ۵ اپریل
ایم۔آر۔گوتم — ۶ اپریل
استاد امیر خاں — ۸ اپریل
سیارام تیواری — ۱۰ اپریل
ہیرا بائی بروڈکر — ۱۲ اپریل
کیسر بائی کیرکر — ۱۳ اپریل
غلام مصطفے خاں — ۱۵ اپریل

ساز سنگیت

رات ۲۵-۹

گٹار

برج بھوشن کابرہ — ۴ اپریل

وائلن

وی۔جی۔جوگ — ۱۱ اپریل

راجستھانی لوک سنگیت

صبح ۱۰-۹ اور دوپہر ۳۰-۱

شیر محمد سلکھنیا — یکم اپریل
بہاری لال کتھک — ۳ اپریل
پشپا سینی — ۵ اپریل
کرشنا ویاس — ۶ اپریل

لمرخاں ۹ اپریل
نگہ کھلوٹ ۱۰ اپریل
سلانی بائی ۱۲ اپریل
ایونی اور دھیرا سین ۱۳ اپریل
ہدوساتھی ۱۵ اپریل

صبح ۱۰-۹ اور دوپہر ۳۰-۱

کماری ویاس ۲ اپریل
مان داس ۴ اپریل
ماینا ۹ اپریل
ستیہ چاریا ۱۱ اپریل

سگم سنگیت

رات ۱۵-۹ ، ۱۶-۹

وندگوسوامی ۴ اپریل
دیے پرکاش بھٹناگر ۱۱ اپریل



دی جی جوگ — کا وائلن وادن سنیے ۱۱ اپریل کو رات ۲۵-۸ بجے

ہندی تقریر / مباحثہ

ہندی تقریر از
ڈاکٹر جی سی جین صبح ۲۱-۸ ۲ اپریل
مکالین یووا لیکھن ، مباحثہ
شرکا : بھارت اتیش ، پرید وگوسوامی ، رادھاکرشن وشرا
صبح ۳۰-۷ ۴ اپریل

آؤ اپنی ڈگر بنائیں
عالمی یوم صحت کے سلسلے میں
ڈاکٹر ایس - این - مترا سے بات چیت شام ۳۰-۶ ۶ اپریل

کاویہ پاٹھ
از سرل وشارد صبح ۲۱-۸ ۷ اپریل

' پراچین بھارتیہ سنسکرتی اور نئی دیوستھا ، تقریر
از جیتین دیو اپادھیائے صبح ۲۱-۸ ۹ اپریل

ملاقات
اللہ جلائی بائی کیساتھ صبح ۳۰-۷ ۱۱ اپریل
آنگن کی گونج رات ۳۰-۹ ۱۲ اپریل
آؤ اپنی ڈگر بنائیں شام ۳۰-۶ ۱۳ اپریل

میری رچنا
از کیشو شرما صبح ۲۱-۸ ۱۴ اپریل

گھریلو و زراعتی پروگرام

دوپہر ۵۰-۱

تقریر از
رام جی لال یکم اپریل
ڈاکٹر امرت بھٹی ۲ اپریل
ڈاکٹر عطر سنگھ ۴ اپریل
پردیپ سنگھ راٹھور ۵ اپریل

جے دیو ساہو ۶ اپریل
ڈاکٹر ایس مترا ۷ اپریل
پروین کمار ماتھر ۸ اپریل
رام جی لال ۹ اپریل
فیچر از بھوپ سنگھ ۱۰ اپریل
ایس - پی - ماتھر ۱۱ اپریل
ڈاکٹر وی - کے - گپتا ۱۲ اپریل
ڈاکٹر سی - ایس - دوبر ۱۳ اپریل
ستیہ دیو شرما ۱۵ اپریل

یووا وانی پروگرام

سہ پہر ۰۵-۵

ان سے ملیے
یووا وگیانک بجرنگ لال سونی سے ملاقات یکم اپریل

کویتا پاٹھ
دیانند شرما ۲ اپریل
اتم بھٹناگر ۶ اپریل
یوگیندر موہن ڈلیلا ۷ اپریل
پورنیما گوڑ ۹ اپریل
پون پاریکھ ۱۰ اپریل

آج کے سنگیت کلاکار
اِلکا ماتھر : بنجو وادن ۴ اپریل
لکشمن پاریکھ : لوک گیت ۶ اپریل
پارس پانڈے : بنجو وادن ۱۱ اپریل
سرتیش سرشوت : سگم سنگیت ۱۳ اپریل

تقریر
' راشٹر انتی میں مہیلا جاگرتی '
از نرملا گھوال ۷ اپریل

' آدھونک منو — ڈاکٹر امبیڈکر '
از سنیتا بوڑوال ۱۴ اپریل

مباحثہ
' یہ گینی کی نئی چیتنا اور یووا نیترتو '
شرکا : سنگیتا دیوان ، پریرنا سدن جھا ، ہیرا لال ہرش اور
راجندر جوشی ۸ اپریل

پرشن منچ
شرکا : وریندر شرما ، وجے کمار جنیجہ اور
نیرج چاولہ ۱۵ اپریل

راجستھانی تقریر

شام ۳۰-۶

' مہاویر روا اپدیش آج کے سندھرب میں '
از سمیر چند جین ۲ اپریل
' گڈ فرائیڈے رومہتو '
اے - کلے داس ۵ اپریل
از رگھوویر سنگھ بھرت ۹ اپریل
از وید گردھاری لال ۱۲ اپریل

راجستھانی کویتا

شام ۴۴-۶

مہاویر پرشاد شروت ۲ اپریل
جنا ردن ویاس ۹ اپریل

راجستھانی کہانی

شام ۲۷-۶

چھگن لال ویاس ۲ اپریل
شری لال ناتھ مل جوشی ۹ اپریل

بھوپال، رائپور، گوالیار، جبلپور

بھوپال الف ۲۰۲ میٹر ۱۴۸۵ کلوہرٹز بھوپال ب ۳-۲۲۴ میٹر ۱۳۴۴ کلوہرٹز

شارٹ ویو

صبح ۴۵-۰۰۵ تک ۱۱۲-۸ میٹر ۳۳۱۵ کلوہرٹز

صبح ۰۰-۹ کے بعد ۱-۵۰ میٹر ۵۹۹۰ کلوہرٹز

دوپہر ۴۱-۴۹ میٹر ۷۱۰۸ کلوہرٹز

شام اور رات ۹۰-۱۲ میٹر ۳۳۱۵ کلوہرٹز

رائے پور ۵۰۹/۳ میٹر ۹۸۱ کلوہرٹز گوالیار ۴/۲۱۶ میٹر ۱۳۸۶ کلوہرٹز

جبلپور ۲/۲۵۴ میٹر ۱۱۷۹ کلوہرٹز

خبریں

ھندی: صبح ۰۰-۸، ۰۵-۹ (پرادیشک) دوپہر ۰۵-۱، ۰۱-۲، ۴۵-۲ شام ۰۵-۶

رات ۴۵-۸ (۰۵-۱۱ صرف ہفتے کو)

انگریزی: صبح ۱۰-۸ دوپہر ۰۰-۱ شام ۰۰-۶ رات ۰۰-۹ (۰۰-۱۱ صرف ہفتے کو)

سگم سنگیت

منور خاں صبح ۲۱-۸ یکم اپریل

مینا بھٹاچاریہ صبح ۲۱-۸ اور دوپہر ۳۰-۱ ۲/اپریل

انامیکا تیواری صبح ۲۱-۸ اور دوپہر ۳۰-۱ ۳/اپریل

گنیش جوشی صبح ۲۱-۸ اور دوپہر ۳۰-۱ ۴/اپریل

سجن مشر صبح ۲۱-۸ اور دوپہر ۳۰-۱ ۵/اپریل

نسیم قریشی صبح ۲۱-۸ اور دوپہر ۳۰-۱ ۶/اپریل

اشوک شرما صبح ۲۱-۸ ۸/اپریل

کانتا آنند صبح ۲۱-۸ اور دوپہر ۳۰-۱ ۹/اپریل

مالا ورما صبح ۲۱-۸ اور دوپہر ۳۰-۱ ۱۰/اپریل

پشپا بھالے دوپہر ۳۰-۱ ۱۱/اپریل

راگنی روڈے صبح ۲۱-۸ اور دوپہر ۳۰-۱ ۱۲/اپریل

پدماکر روڈے صبح ۲۱-۸ اور دوپہر ۳۰-۱ ۱۳/اپریل

اومارانی دبولیا صبح ۲۱-۸ ۱۵/اپریل

کاویہ پاٹھ

دوپہر ۲۰-۱

رام کشن اسہانے ۲/اپریل

کرشن بخشی ۹/اپریل

پرتیکش پاٹھک ۱۳/اپریل

کہانی

ارون مشر دوپہر ۲۰-۱ ۶/اپریل

پربھوناتھ سنگھ اعظمی رات ۰۰-۸ ۱۰/اپریل

ہندی تقریر

اتہاس کے واتائن سے 'بلاس پور'

رات ۱۵-۸ ۲/اپریل

'راشٹریہ آندولن میں ماکھن لال چترویدی کا یوگدان'

از شری کانت جوشی رات ۰۰-۸ ۴/اپریل

وکاس گاتھا — 'اپ بھوکتا سنرکشن قانون'

از اشوک چترویدی رات ۱۵-۸ ۹ اپریل

ایک بند و تین کون

'اپرادھ وگیان — اپرادھ انویشک کی درشٹی میں'

رات ۰۰-۸ ۱۱ اپریل

آئینہ: اردو پروگرام

صبح ۳۰-۸

۱۔ 'اندور کار جوالا' تقریر از ہما میرٹھی

۲۔ 'ہمارے عظیم سازندے: احمد جان تھرکوا' تمثیلی تقریر از رضا رامپوری

۳۔ 'اگلے وقتوں کے ہیں یہ لوگ' فیچر از عظیم الدین ۲ اپریل

بزم زندہ دلاں

۱۔ مزاحیہ کلام

۲۔ کچھ لطیفے

۳۔ مزاحیہ خاکہ: احمد شاہ جان ۹ اپریل

کہکشاں: اردو پروگرام

رات ۰۰-۸

۱۔ افسانہ از م۔م۔ راجندر

۲۔ کلام شاعر: قاضی تنویر

۳۔ 'تاج بھوپالی کا تغزل' گفتگو ۵ اپریل

۱۔ 'موسم بدل رہے ہیں' تقریر از اے۔ اے۔ عباسی

۲۔ کتابوں کی باتیں از ڈاکٹر اخلاق اثر

۳۔ ثریا کے ادبی نغمے ۱۲ اپریل



اجیت کمار گپتا

جسٹس کلکتہ ہائی کورٹ

رائے دہندگان کے حقوق اور فرائض کے موضوع پر آپ کی تقریر آکاشوانی کلکتہ سے نشر ہوئی۔

سرینگر

اوقات ٹرانسمشن

صبح ۶-۳۰ سے رات ۱۰-۰۰ تک — اتوار : صبح ۶-۳۰ سے رات ۱۱-۰۵ تک

میڈیم ویو : سرینگر 'الف' : ۲۶۸٫۰۸ میٹر — سرینگر 'ب' : ۲۴۵ میٹر ۱۲۲۴ کلو ہرٹز
شارٹ ویو : ۴۹٫۱۰ میٹر ۶۱۱۰ کلو ہرٹز — ۹۱٫۵۶ میٹر ۳۲۷۷ کلو ہرٹز
پہلی مجلس: صبح ۶-۳۰ سے صبح ۱۰-۰۰ تک، دوسری مجلس دوپہر ۱۱-۳۰ سے رات ۱۱-۰۵ تک (اتوار کو صبح ۶-۳۰ سے رات ۱۱-۰۵)

خبریں

کشمیری: صبح ۷-۴۵، شام ۶-۲۵ اردو: صبح ۸-۵۰، دوپہر ۱-۵۰، رات ۹-۱۵
ھندی: صبح ۹-۰۰ سنسکرت: صبح ۷-۰۰ انگریزی: صبح ۸-۱۰، دوپہر ۲-۰۰، شام ۶-۰۰، رات ۹-۰۰ اور ۱۱-۰۰

علاقائی خبریں

اردو: صبح ۹-۲۰، دوپہر ۱۲-۳۰، ۴-۰۰ (دھیمی رفتار سے) شام ۷-۴۰، کشمیری: صبح ۹-۲۵، دوپہر ۱۲-۳۵، شام ۷-۳۰

روزانہ نشر ہونے والے پروگرام

صبح

۶-۳۵ صبح گاہی
بھگتی سنگیت پر مبنی پروگرام
۶-۳۵ روشنی / کاشر اچھر
برگزیدہ شخصیتوں کے زریں اقوال
۶-۵۵ پروگراموں کا خلاصہ
۷-۰۵ کاشتکارن ہند خاطرہ
۷-۱۵ گاندھی کتھا (جمعہ کو)
۷-۳۰ زونہ ڈب (سلسلہ وار فیچر) (سوائے ہفتہ)
صوفی / سنت شعرا کا کلام (ہفتہ)
۸-۰۰ یادگار : تواریخ پر مبنی پروگرام (اتوار)
نو ادب (کشمیری)
(منگل، جمعرات اور ہفتہ)
نیا ادب (اردو) (بدھ)
نونہال : کشمیری میں ننھے منوں کے لیے
پروگرام (پیر)
چمن من : اردو میں ننھے منوں کے لیے
پروگرام (جمعہ)
۸-۲۱ گھرانوں کے لیے (اتوار)
زعفران زار
طنز و مزاح کا پروگرام (I اور III پیر)
ذات بنزات
مختلف مقامات پر مبنی پروگرام
(II، IV پیر)
بیٹھک : عمر رسیدہ لوگوں کی گفتگو پر
مبنی پروگرام (I منگل)

سائنس میگزین
اردو / کشمیری (II، IV منگل)
ثقافت : کلچرل میگزین
(III منگل)
شش رنگ : ریڈیو ڈائجسٹ (بدھ)
آنس تہ گاشس
(فارم اینڈ ہوم پروگرام (جمعرات)
گھر بار خاطرہ (کشمیری) (جمعہ)
کھیلوں پر تبصرہ
اردو / کشمیری (ہفتہ)
۸-۳۵ کتھا کہانی (پیر)
تواریخ کشمیر (کشمیری) (ہفتہ)
۹-۰۵ لکھ چھ وناں : سامعین کے خطوط (اتوار)
سنطور : (صوفیانہ موسیقی) (پیر)
ڈوگری سنگیت
ہندوستانی کلاسیکی موسیقی (بدھ، جمعرات)
مہمان : انٹرویو پر مبنی (I جمعہ)
نیا ادب (ھندی) (II، IV جمعہ)
اے گیسٹ اِن دی ہیپی ویلی
انگریزی میں انٹرویو پر مبنی (III جمعہ)
مہینے کا نغمہ (ہفتہ)
۹-۳۰ پھلے وَن (موسیقی کشمیری میں پروگرام)
(پیر، بدھ، جمعہ)
توہنز فرمائش
(منگل، جمعرات، ہفتہ، اتوار)
۱۰-۰۰ ریڈیو نیوز ریل

۱۰-۱۵ ہونہار (اردو، بچوں کے لیے (اتوار)
۱۱-۰۰ نو بہ نو (کشمیری یووا وانی سے انتخاب)
(I اور III اتوار)
کہکشاں
(اردو یووا وانی سے انتخاب) (II اتوار)
فلم میگزین (IV اتوار)
حسن ماضی
آرکیوز سے انتخاب (V اتوار)

دوپہر

۱۲-۴۰ پراگاشس: غیر نصابی تعلیمی پروگرام
(روزانہ سوائے منگل اور جمعہ)
۱-۰۰ مغربی موسیقی (اتوار)
۱-۳۰ اور ۳-۰۰ فوجی بھائیوں کے لیے
۲-۱۰ شاستریہ سنگیت
۲-۳۰ ٹیچرس فورم (اتوار)
۴-۰۰ ہِی مال
کشمیری میں خواتین کے لیے (اتوار)
۴-۳۰ پنجابی پروگرام (اتوار، منگل، جمعہ)
پہاڑی پروگرام (جمعرات)
خوشحال گھرہ
ہوم سائنس کا پروگرام (ہفتہ)
۵-۰۰ گوجری پروگرام
۶-۱۰ ضلع نامہ (پیر)
۶-۱۵ گامی بھاین ہندء خاطرہ

شام

۷-۵۵ پروگرام سماچار
۸-۰۰ وادی کی آواز
پاکستان اور پاکستانی مقبوضہ کشمیر میں
سننے والوں کے لیے
۸-۴۵ توہنز چِٹھی واژ
سامعین کے کشمیری خطوں کے جواب (اتوار)
اردو میں بات چیت (پیر)
کشمیری میں بات چیت (منگل)
خط کے لیے شکریہ
سامعین کے اردو میں خطوں کے جواب (بدھ)
ہیلتھ فورم (جمعرات)
ہندی بات چیت (جمعہ)
انگریزی بات چیت (ہفتہ)
۹-۳۰ انتخاب
دیگر ریڈیو اسٹیشنوں سے (I اتوار)
اردو / کشمیری میں کھیل (پیر)
وودھا : ہندی ادبی پروگرام (I منگل)
سنگر مال
کشمیری ادبی پروگرام (II، IV منگل)
ہم قلم : اردو ادبی پروگرام (III منگل)

تصویر : سماجی ثقافتی اور ترقیاتی
موضوعات پر مبنی (I بدھ)
سام : بیس نکاتی اقتصادی پروگرام
پر جائزہ (II اور IV بدھ)
دہلی سے تحریک آزادی پر مبنی فیچر
(III بدھ)
بنیاد : بنیادی تعلیم پر مبنی
نیشنل پروگرام : علاقائی موسیقی
(I جمعرات)
نیشنل پروگرام : فیچر (II جمعرات)
گاشں تارکھ
مشہور شعرا پر مبنی (III جمعرات)
نیشنل پروگرام : ناٹک
(IV جمعرات)
محفل
مشہور شخصیتوں سے گفتگو
(اردو) (V جمعرات)
رائے ترلے
کشمیری میں مباحثہ (I جمعہ)
گفتگو : اردو میں مباحثہ (II جمعہ)
بزم شعر : کشمیری میں مشاعرہ (III جمعہ)
سپورٹس میگزین (اردو) (IV جمعہ)
اردو میں مشاعرہ (V جمعہ)
میأنی زندگی ہیون کار
برگزیدہ شخصیتوں سے گفتگو (کشمیری)
(I ہفتہ)
بزم سامعین (II اور IV ہفتہ)
میأنی پسند
کشمیری موسیقی (III ہفتہ)
۱۰ــ۰۰ آپ کی فرمائش

سامعین کے پسندیدہ فلمی نغمے
(اتوار اور بدھ)
توہنز فرمائش
سامعین کے پسندیدہ کشمیری نغمے
(منگل)
داستان (جمعہ)
۱۰-۳۰ ریڈیو ڈائری (سوائے اتوار)
پھر سینے
چیدہ چیدہ پروگرام (جمعہ)
تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو
پرانے فلمی نغموں پر مبنی
(I, III اور V ہفتہ)
شہر صدا
غزلوں کا پروگرام (II, IV ہفتہ)

کلاسیکل موسیقی

گائن دوپہر ۱۰-۲

پروین سلطانہ	:	۹ اپریل
کھلو بادرس	:	۱۲ اپریل

ساز سنگیت

دوپہر ۱۰-۲

سرود

علی اکبر خاں	۲ اپریل
امجد علی خاں	۱۴ اپریل

ستار

پنڈت روی شنکر	۲ اپریل اور ۱۱ اپریل
نکھل بنرجی	۳ اپریل اور ۸ اپریل
ایس۔ این موپوری	۵ اپریل
ن۔ این جھٹو	۱۰ اپریل
عبدالحلیم جعفر خاں	۱۵ اپریل

بانسری

ہالال گھوش	۴ اپریل
پرکاش وڈھیرا	۱۳ اپریل

شہنائی

بسم اللہ خاں	:	۷ اپریل

صوفیانہ موسیقی

صبح ۳۰-۱۱ اور دوپہر ۳-۲

غلام محمد سازنواز اور ساتھی	۲ اپریل
محمد عبداللہ ستاری اور ساتھی	۴ اپریل
شیخ عبدالعزیز اور ساتھی	۶ اپریل
غلام محمد قالین باف اور ساتھی	۹ اپریل
استاد رمضان جو اور ساتھی	۱۱ اپریل
کمال بٹ اور ساتھی	۱۳ اپریل

چھکری اور روف

دوپہر ۱ اور شام ۱۵-۶

غلام رسول آخون اور ساتھی	۲ اپریل
غلام نبی بلبل اور ساتھی	۴ اپریل
غلام محی الدین بیوری اور ساتھی	۶ اپریل
غلام محمد کاوا اور ساتھی	۹ اپریل
علی محمد شیخ اور ساتھی	۱۱ اپریل
غلام محمد ڈار اور ساتھی	۱۳ اپریل

غزلیں۔ اردو، کشمیری

علی محمد : صبح ۴۰-۸
دوپہر ۰۰-۱ یکم اپریل
عبدالصمد صوفی : دوپہر ۰۰-۱
شام ۱۵-۶ یکم اپریل
غلام قادر روانی : صبح ۴۰-۷ شام ۱۰-۶

کیلاش مہرہ : صبح ۴۰-۷ رات ۳۰-۸ ۲ اپریل
دوپہر ۰۰-۱ شام ۱۰-۶ ۳ اپریل
سدھارتھ کول : دوپہر ۰۰-۱ رات ۳۰-۸ ۳ اپریل
شمیمہ دیو : صبح ۴۰-۷ شام ۱۰-۶ ۴ اپریل
راج بیگم : صبح ۴۰-۷ دوپہر ۰۰-۱ شام ۱۰-۶ ۵ اپریل
کے کے جالا : دوپہر ۰۰-۱ شام ۱۵-۶ ۵ اپریل
جلال گیلانی : رات ۳۰-۸ ۵ اپریل
ایم کے بٹا : صبح ۴۰-۷ شام ۱۰-۶ ۶ اپریل
یوسف ملک : رات ۳۰-۸ ۶ اپریل
ستنی حوبرد : صبح ۱۵-۷ شام ۱۰-۶ ۷ اپریل
ریتا کول : رات ۳۰-۸ ۷ اپریل
رحمت اللہ خاں : صبح ۱۵-۷ دوپہر ۰۰-۱ رات ۳۰-۸ ۸ اپریل
این ایس نوتحوانی : دوپہر ۰۰-۱ شام ۱۵-۶ ۹ اپریل
سائی کول : صبح ۱۵-۷ شام ۱۰-۶
رات ۳۰-۸ ۹ اپریل
نسیم اختر : صبح ۱۵-۷ دوپہر ۰۰-۱ رات ۳۰-۸ ۱۰ اپریل
عبدالرحمن خاں : دوپہر ۰۰-۱ شام ۱۰-۶ ۱۰ اپریل
غلام محمد راہ : صبح ۱۵-۷ شام ۱۰-۶ رات ۳۰-۸ ۱۱ اپریل
غلام حسن صوفی : شام ۱۰-۶ رات ۳۰-۸ ۱۲ اپریل
سنیتا کول : صبح ۱۵-۷ شام ۱۰-۶ رات ۳۰-۸ ۱۳ اپریل
نرملا دیوی : صبح ۱۵-۷ شام ۱۰-۶ رات ۳۰-۸ ۱۴ اپریل
اوستا سندو : صبح ۱۵-۷ دوپہر ۰۰-۱ ۱۵ اپریل
عبدالرحمن رشتی : شام ۱۰-۶ دوپہر ۰۰-۱ ۱۵ اپریل

علاقائی سنگیت (ڈوگری)

شام ۳۰-۶

انیل کمار	:	۳ اپریل
غلام محمد اور ساتھی	:	۸ اپریل

نوجوانوں کا سال — نئے عزائم کا سال

زمانے کے [illegible] کو اپنا بناؤں
[illegible] آنکھ سے اس کے آنسو چرالوں
[illegible] برس چلے کر [illegible] برس چلے

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

آؤ کہ [illegible] مانتے ہیں ہم
[illegible] میں یہ چاند ستارے سجھائیں ہم
[illegible] میں راہبر کے دشوار [illegible]
[illegible] دل میں بسائیں ہم
[illegible] کو سمات
[illegible] کا ساتھ کہاں تک نبھائیں ہم
[illegible] اجالا لیے ہوئے
[illegible] کی سیاہیوں سے حلقہ کھائیں ہم
[illegible] کی وطن کی امانت ہے دوستو
اس کی بقا کے واسطے سب کچھ لٹائیں ہم
روشن ہوئی ہے جس سے محنت کی زندگی
اس کے علم کو دوستو مل کے اٹھائیں ہم
[illegible]



[illegible] وقت ہے
[illegible] توڑ دو
جس کی [illegible] میں کھو کھلے [illegible]
[illegible] کی سانس لو
[illegible]
[illegible] کے سوا کچھ بھی نہیں
[illegible] تمہاری قوم
کب تلک ذلتوں کے غاروں میں [illegible]
[illegible] مسلسل
مشعل [illegible] کاری کی نذر ہوتی رہے گی
[illegible] کے آنسو [illegible]
یونہی کب تک
گرد آلودہ فضاؤں کو جنم دیتے رہیں گے
روح کو جکڑے رہیں گے
ان گنت صدیوں کے دامن [illegible] ان آنسوؤں میں رہیں دیکھو تو ذرا
بولو کیا سوچا ہے تم نے ؟
کیا مگر مچھ کے سلم سے زندہ نکل آنے کی وہ تدبیر تم کو یاد ہے ؟
حوصلہ ہو تو کوئی مشکل نہیں، آگے بڑھو
ہم خلوص دل سے استقبال کو تیار بیٹھے ہیں
[illegible]

[illegible]

[illegible] دیکھ رہا ہوں

[illegible] برس میں میں نے [illegible]
[illegible] نہیں لکھی ہے
[illegible] برس میں
[illegible]
[illegible] سوچا ہے
[illegible] اس کے آسمان پر
[illegible] صدیوں کی جنگوں کا گرم دھواں ہے
[illegible]
[illegible] کو نئے میں کوئی محفوظ کہاں ہے
[illegible] کی رگوں میں
[illegible] رواں ہے

نئے برس کے اندھیاروں میں
دوستا اپنا رنگیں گھونگھٹ اٹھا رہی ہے
[illegible] اک برس مجھے کچھ اپنی
کڑوی، میٹھی یادیں دے کر
چلا گیا ہے
اٹھ یا [illegible]
نئے برس کی پہلی پہلی کرن نے تیرے
دروازے پر دستک دی ہے
اٹھ یا [illegible]
دروازہ کھول کر باہر آ
اور آگے بڑھ کر نئی کرن کو گلے لگا لے
دل پر چھائے صدیوں پرانے گہرے اندھیارے کو مٹا لے

Regd No. D-(C)39
R N No 14253

1st APRIL 1985

Licensed (U 23) to post without
prepayment at PSO, New Delhi

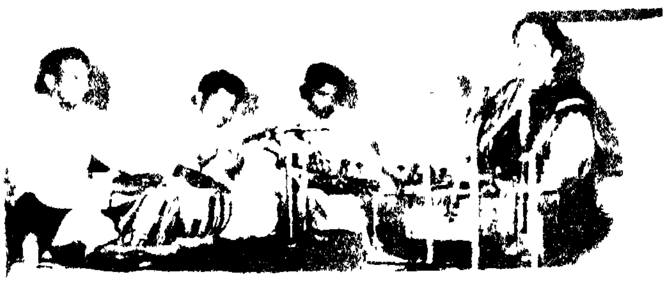




آکاشوانی رامپور، یوواکورل گروپ

بھونگر خاں وساتھی

شوبھنا راد





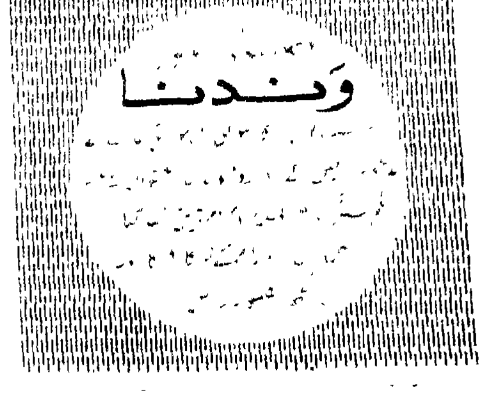
لکشمی بائی راٹھور

اوشا سیٹھ





شوبھا ماتھر





طالب حسین سلطانی وساتھی

Published by the Director General, All India Radio, at the Office of the Chief Editor, Akashvani Group of Journals, PTI Building, II floor, Sansad Marg, New Delhi-110001
Printed by the Manager, Govt. of India Photo Litho Press, Faridabad

۱۶ر سے ۳۰ر اپریل ۹۸۵
۲۶ر چیت سے ۱۰ر بیساکھ ۱۹۰۷ ش

آواز

اشاعت کا ۵۰ واں سال
قیمت ایک روپیہ

آل انڈیا ریڈیو کے پروگرام، معلوماتی مضامین دلچسپ افسانے و منظومات



کوئی حسین منظر آنکھوں سے جب اوجھل ہو جائے گا
مجھ کو پاگل کہنے والا، خود پاگل ہو جائے گا
پلکوں پہ اس کی جلیں بجھیں گے جگنو جب مری یاد وں کے
کمرے میں ہوں گی برساتیں، گھر جنگل ہو جائے گا
جس دن اس کی زلفیں اس کے شانوں پر کھل جائیں گی
اُس دن شرم سے پانی پانی، یہ بادل ہو جائے گا
مت گھبرا اے پیارے دریا، سورج آنے والا ہے
برف پہاڑوں سے پگھلی تو جل بی جل ہو جائے گا
اس کی یادیں، اس کی باتیں، اس کی وفائیں اس کا پیار
کس کو خبر تھی جینا مشکل اک اک پل ہو جائے گا

تیز بارش میں خلوص دل کا در کھولے ہوئے ... منتظر بیٹھا ہے کوئی چشم تر کھولے ہوئے
شب کے سناٹے میں برفانی پرند کی طرح ... ان کی یادیں اڑ رہی تھیں اپنے پر کھولے ہوئے
میری نظروں میں درو بام موت تھے مگر ... پاس میرے واسطے بیٹھی تھی گھر کھولے ہوئے
سوچتی آنکھوں سے دھندلے کہر کے ماحول میں ... ڈھونڈتا ہوں آپ کو دل کی نظر کھولے ہوئے
چاند شرماتا ہوا دریا میں اترا بے لباس ... جیسے دوشیزہ نہائے چھپ کے سر کھولے ہوئے
تو ہے یا تیرا تصور ہے شب فرقت کہ آج ... روشنی آئی ہے آغوش سحر کھولے ہوئے
آج بھی اے رند ماضی کی سکوں پرور کتاب
پڑھ رہے ہیں دل کے بوسیدہ کھنڈر کھولے ہوئے

نذر لیلائے سیاست بزم ہستی ہو گئی ... زندگی مہنگی ہوئی اور موت سستی ہو گئی
آج معیار شرافت صرف سیم و زر ہوا ... باعث تذلیل انساں تنگدستی ہو گئی
کالے دھن کے سائے میں کب یاد آتا ہے خدا ... باعث رحمت ہماری فاقہ مستی ہو گئی
ٹوٹنا دروں کو تھا آباد کاری کے لیے ... لیکن انساں مٹ گئے ویران بستی ہو گئی
ہم بھی تو سقراط ہیں زہر ہلاہل دو ہمیں ... ہم سے بھی سرزد جہاں میں حق پرستی ہو گئی
ماہ و انجم، سبزہ و گل سب مری ٹھوکر پہ ہیں ... روشناس عظمت غم میری ہستی ہو گئی
عالم بالا سے آتی ہے صدائے روح کیف
وجہ تزئین غزل انور کی ہستی ہو گئی

سلمان صہبا

رخ پہ افشاں لگا رہی ہے رات
نازنیں بنتی جا رہی ہے رات
ہائے وہ غم کدہ جہاں پیہم
رات کے بعد آ رہی ہے رات
روشنی سے سنور رہا ہے دن
تیرگی میں نہا رہی ہے رات
شمع امید بجھنے والی ہے
آ بھی جاؤ کہ جا رہی ہے رات
کس ادا سے جبین فطرت پر
ماہ و انجم سجا رہی ہے رات
صبح نو کے حسین ہاتھوں سے
اپنی بانہیں چھڑا رہی ہے رات
ایک مجبور غم کے اشکوں سے
پیاس اپنی بجھا رہی ہے رات
ڈوبتا جا رہا ہے دل صہبا
کانپتا ہوں کہ آ رہی ہے رات

اک بار کلی بن کر امید مہک جائے
اس جان تغافل پر پھر کوئی نہ شک جائے
اس وقت کوئی دیکھے انداز خرام اس کا
جب زلف بکھرے وہ آئینے تلک جائے
وہ صحن گلستاں میں جس سمت گذر جائیں
ہر پھول جھجک جائے ہر شاخ لچک جائے
برباد نہ ہو جائے سنجیدگی محفل
واعظ پہ نظر رکھنا واعظ نہ بہک جائے
میخانۂ الفت کا دستور نرالا ہے
بہکے تو سنبھل جائے سنبھلے تو بہک جائے
کیا اہل حرم اظہر رک جائیں گے ناممکن
دیوار حرم تک تو ساغر کی کھنک جائے

اس نے کچھ مجھ سے کہا ہو جیسے
آئینہ بول اٹھا ہو جیسے
زندگانی کی حقیقت کیا ہے
آپ کا عہد وفا ہو جیسے
میرے آنگن میں چمکتا سورج
راستہ بھول گیا ہو جیسے
ناخدا کے کوئی تیور دیکھے
اہل کشتی کا خدا ہو جیسے
کچھ تو بولو کہ ذرا جی بہلے
تم تو یوں چپ ہو خفا ہو جیسے
ریگزاروں پہ برستا بادل
خشک ہونٹوں کی دعا ہو جیسے
یوں سنا اس نے حال دل اشہر
ہم نے کچھ بھی نہ کہا ہو جیسے

اس بار رامپور سے غزلیں

کوئی ناصح ہوں نہ شفیق ہوں نہ رہبر ہوں میں ... میرا پیغام محبت ہے سخن ور ہوں میں
جس کے سائے میں گذرتے ہیں مرے لیل و نہار ... ہاں اسی زلف کی خوشبو سے معطر ہوں میں
کوئی احسان گھٹاؤں کا نہیں ہے مجھ پر ... جس کو شبنم نے نکھارا وہ گل تر ہوں میں
ہے مرے پاس محبت کے خزانوں کی کلید ... خسرو وقت ہوں قسمت کا سکندر ہوں میں
تو کہ پتھر تھا خدا ہی نے بنایا تجھ کو ... جس نے پیکر تجھے بخشا ہے وہ آذر ہوں میں
ہے رگ گل سے بھی نازک مرا احساس مگر ... جانے کیوں لوگ سمجھتے ہیں کہ پتھر ہوں میں
مجھ میں ڈوبے ہیں کئی درد کے دریا ساغر
پھر بھی اک ساکت و خاموش سمندر ہوں میں

آواز

آل انڈیا ریڈیو کے پروگرام

چیف ایڈیٹر
ڈاکٹر اوم پرکاش کیجری وال
ادارت
سراج احمد
برمہندر سنگھ لوچ

ٹیلی فون
۳۸۲۲۴۹
۳۸۲۲۵۴

تار کا پتہ LISTENER

نئی دہلی	۱۶ اپریل ۱۹۸۵ء	بمطابق	۲۶ چیت ۱۹۰۷ شاکا	جلد ۵۰	شمارہ ۸

اس شمارے میں

قیمت

فی کاپی	ایک روپیہ
سالانہ	۲۲ روپے
... سال	۴۲ روپے

(ایک سال سے کم کا چندہ قابل قبول نہیں ہوگا۔)

اندرون ملک ڈاک خرچ بذمہ ادارہ

تحت الشعور کی قوت

ایس سمیویل

جسم انسانی خامی سے پاک کسی بھی پیچیدہ آلے سے زیادہ بہتر اور مکمل مشین ہے۔ ایسے تحت الشعور کے کنٹرول کی مدد سے ہم جو بھی حکم اسے دیتے ہیں یہ مانتا ہے جو کچھ ہم اس سے کہتے ہیں اس کا جواب دیتا ہے۔ مختصر الفاظ میں کہا جا سکتا ہے کہ جسم پر تحت الشعور کا بے پناہ اثر ہوتا ہے۔ تحت الشعور اس قدر طاقتور ہے کہ ہماری صحت کو بھی متاثر کر سکتا ہے۔

علم نفسیات کی جدید تحقیق کے مطابق تخیل، قوت ارادی کے مقابلے زیادہ موثر و قوی ہے۔ تخیل اور خواہش کے ٹکراؤ کی شکل میں فتح یقیناً تخیل کی ہوگی۔ اگر آپ کے پہلو میں درد ہے لیکن اگر آپ یہ تہیہ کر لیں کہ "میں سیدھا کھڑا ہو جاؤں گا اور تکلیف نہیں ہوگی" تو سچ مچ آپکو تکلیف نہیں ہوگی۔ لیکن اگر آپ کے تخیل کے کسی بھی گوشے میں اس درد کی خفیف سی بھی تصویر موجود ہے اور آپ کی یادداشت میں درد کا تصور موجود ہے تو آپ کا تہیہ آپ کی قوت ارادی آپ کی مدد نہیں کرے گی۔ اس کی وجہ نہایت صاف ہے کہ اس درد کا تصور آپ کی قوت ارادی سے زیادہ طاقتور ہے۔ آپ کا تحت الشعور، جو جسم کا مرکزی کنٹرول روم ہے، موصول ہونے والے دونوں تاثرات میں سے زیادہ طاقتور تاثر کا ہی اثر قبول کرے گا۔ مذکورہ بالا معاملے میں آپ کی قوت ارادی کی شکست کی وجہ محض یہ ہے کہ درد کا تجربہ جس سے آپ گزر چکے اور درد کی یادداشت کی تصویر آپ کی قوت ارادی کے مقابلے زیادہ واضح اور صاف ہے اس لیے اس کی فتح ہو رہی ہے۔ بصورت دیگر اگر آپ مکمل صحت مندی کا تصوری خاکہ پیدا کر سکیں اور یہ مثبت امیج درد کے تجربے کے سبب پیدا ہوئے منفی امیج یا تصور کے مقابلے زیادہ واضح ہے تو آپ کا تحت الشعور جسم میں صحت یابی کی حالت پیدا کرنے کے لیے احکامات جاری کرنا شروع کر دے گا۔

منفی تجربات

محض اپنی کوششوں سے اس طرح کے منفی اثرات پر کامیابی حاصل کرنا نہایت دشوار کام ہے کیونکہ ہم یہ نہیں جانتے ہیں کہ منفی خیالات، جذبات اور تجربات جو بھولے ہوئے ہوں یا یادداشت میں تازہ ہوں، کے نقوش ہمارے تحت الشعور میں کس قدر گہرے ہیں۔ ہم یہ بھی نہیں جانتے ہیں کہ لاشعوری طور پر ہمارا تحت الشعور کس حد تک ان اثرات کا شکار ہوا ہے۔ جسم کے کسی حصے پر زخم لگ جانے کی شکل میں ہم زخمی حصے کو ایسی چوٹ سے محفوظ رکھنے کی کوشش کرتے ہیں جس سے تکلیف ہونے کا امکان ہو۔

اسی طرح اپنی جذباتی زندگی میں بھی ہم اپنی جذباتی تکلیف کو تحت الشعور کی گہرائی میں دفن کر دیتے ہیں اور اس سے متعلق کسی بھی ایسے خیال کو اپنے دماغ سے دور رکھنے کی کوشش کرتے ہیں جو جذباتی تکلیف کو واپس ہمارے شعور میں تازہ کرسکتی ہو۔ لیکن پھر بھی ہمیں تحت الشعور کی گہرائیوں میں دفن ایسے منفی اثرات کو اپنے شعور میں واپس لانا چاہیے تاکہ ہم ان کی وجوہات کا ادراک کرسکیں۔ ہمیں ان کے بارے میں اس وقت تک گفتگو کرنی چاہیے جب تک ہماری زندگی کے توازن میں انتشار پیدا کرنے والا جذباتی عنصر ختم نہ ہو جائے۔ جب تک کہ ہم اس موضوع پر اسطرح گفتگو نہ کرسکیں گویا یہ تکلیف دہ واقعہ کسی دوسرے کے ساتھ پیش آیا تھا۔ ورنہ ہم جذباتی طور پر اس سے الجھے رہیں گے اور ہمارا ذہن و جسم اس اثر سے کبھی آزاد نہیں ہو جائے گا۔

یہاں پر ایک واقعہ مثال کے طور پر پیش کیا جاسکتا ہے۔ ایک آدمی تربوز نہیں کھا سکتا تھا۔ جب بھی وہ تربوز نگلنے کی کوشش کرتا، اس کا حلق بند سا ہو جاتا۔ وجوہات تلاش کرنے پر سامنے آیا کہ اس کا تعلق اس کے بچپن کی ایک یاد سے ہے جب اس نے ایک بار تربوز چوری کرکے کھا لیا تھا۔ اس شخص نے تربوز کی اس چوری کو اپنے ذہن کی گہرائیوں میں دفن کرلیا۔ کیونکہ اگر اس چوری کا پتہ اس کی ماں کو چل گیا تو وہ نہ معلوم کیا کر ڈالے۔ اس وقت سے تربوز سے نفرت کا تصور اس کے ذہن میں فروغ پاتا رہا۔ جب تک اس واقعے کو اپنے شعور میں لاکر اس نے دوسروں کو سنا نہیں دیا اس وقت تک اسے کمزوری سے چھٹکارا نہیں مل سکا۔ بعد کی زندگی میں پیدا ہونے والے ردعمل اور الرجی کی وجوہات ہم اپنے ذہن میں دفن یادوں میں پاسکتے ہیں۔

اس سلسلے میں ایک دوسرا واقعہ دمے کے مریض کا ہے جو برسوں تک اس مرض کا شکار رہا۔ اس شخص کے کاروباری شریک نے جو اس کا قریبی دوست بھی تھا، ایک سودے میں اس کے ساتھ ایک بڑی رقم کی بے ایمانی کرلی۔ اس بے ایمانی اور دھوکے سے اس کو سخت صدمہ پہنچا اور اس کو فراموش کرنا اس کے لیے مشکل ہوگیا۔ اس نفسیاتی چوٹ کا اثر دمے کی شکل میں جسمانی طور پر سامنے آیا۔ کئی مہینے کے بعد اس نے سوچا اور سوچ کر دوست کو معاف کر دیا لیکن دمے سے نجات پھر بھی نہیں مل سکی۔ شعوری طور پر تو اس نے دھوکے بازی کو معاف کر دیا تھا لیکن اس کے تحت الشعور نے ابھی تک نہ تو اس کو معاف کیا تھا اور نہ فراموش کیا تھا۔ جہاں یہ واقعہ ہوا تھا اس شہر کو چھوڑنے پر اسے دمے سے چھٹکارا مل گیا لیکن جب کچھ عرصے بعد واپس اسی جانے پہچانے ماحول میں آیا تو پرانی یادیں اور چوٹیں اس کے تحت الشعور میں بیدار ہوگئیں اور نتیجتاً ایک بار پھر دمہ عود کر آیا۔

ایک مشہور نفسیات داں کا خیال ہے کہ خوف انسانی شخصیت کو منتشر کر دینے والا سب سے بڑا دشمن ہے۔ خوف اور دوسرے جذباتی انتشار کے نتیجے میں جوڑوں کا درد پیدا ہو جانا ایک عام بات ہے۔ ہم اس کے میکانکی نظام کو نہیں سمجھ پاتے ہیں لیکن اس کے وجود پذیر ہو جانے کی سچائی سے اچھی طرح واقف ہیں۔ کچھ لوگ طویل عرصے سے جوڑوں کے درد کی تکلیف میں مبتلا ہیں۔ جذباتی تناؤ کی کہانی واضح طور پر بتاتے ہیں۔ جوڑوں کا درد بیشک تھکان، چوٹ یا سردی کے سبب ہی ہوسکتا ہے۔ مجھے پینتالیس سال کے ایک کسان کا قصہ بھی یاد ہے۔ جس کی انگلیاں جوڑوں کی خرابی کے سبب بے حد بدشکل ہوگئی تھیں۔ ہم اس کے ساتھ ڈاکٹر کے پاس گئے تو ڈاکٹر نے اس سے دریافت کیا کہ وہ کب سے جوڑوں کی تکلیف میں مبتلا ہے تو اس نے بتایا: وہ ۹ سال کی عمر سے ہی اس کا شکار رہے۔ ان دنوں بستی کے آس پاس ایک چیتے نے دہشت پھیلا رکھی تھی۔ اسکول آتے جاتے ہوئے اس کو جنگل کے چھوٹے سے حصے سے گزرنا پڑتا تھا اور وہ ہر بار جنگل کا حصہ وہ دوڑتے ہوئے طے کرتا۔ ذہنی طور پر اس خوف کا شکار رہتا کہ چیتا کسی بھی وقت اس پر جھپٹ سکتا ہے۔ دوڑتے ہوئے خوف سے اس کی مٹھیاں بھینچی ہوئی اور اکڑی ہوئی رہتی تھیں۔ دو تین ہفتے میں ہی اس کے ہاتھ بدوضع ہونا شروع ہوگئے۔

ہائی بلڈ پریشر کی ایک وجہ موہوم سا اور دبا ہوا خوف بھی ہے۔ ان چیزوں کا خوف جو سامنے آسکتی ہیں لیکن ابھی آئی نہیں ہیں۔ یہ اندیشے مستقبل کے اندیشے ہوتے ہیں۔ اس طرح ان اندیشوں کو محض تخیل بھی کہہ سکتے ہیں کہ ہوسکتا ہے وہ کبھی بھی حقیقت بن کر سامنے نہ آئیں۔

عام طور پر لوگ السر کی وجہ غذا کو گردانتے ہیں۔ لیکن ہمیشہ ہی ایسا نہیں ہوتا۔ ایک فیکٹری کا فورمین کسی مزدور سے کام بگڑ جانے کی صورت میں غصہ سے بھڑک اٹھتا، مزدور کو جی بھر کر گالیاں دیتا لیکن یہ گالیاں اور غصے کی کیفیت کسی دو دھاری تلوار کی طرح خود چلانے والے کو زخمی کر دیتیں۔ فورمین کو الٹیاں شروع ہو جاتیں اور وہ بستر پکڑ لیتا۔ اس کی اس پریشانی کا سبب خود اس کا غصہ ہوتا تھا۔ غصہ اس کے معدے کی نکاسی کو بند کر دیتا اور الٹیوں کا سلسلہ اس کے قابو سے باہر ہو جاتا۔ اس طرح کی پیچیدگی پیدا ہو جانے کے بعد السر جڑ پکڑنے لگتا ہے۔ ماہرین اس بات پر عام طور پر متفق ہیں، آدمی کی غذا سے زیادہ وہ فکر جو آدمی کو کھائے جاتی ہو السر کی ذمہ دار ہوتی ہے۔

تحت الشعور کا وہ گوشہ جس میں ماضی کی تلخ و تکلیف دہ یادیں، تفکرات، صدمے، جبلی ہچکچاہٹ موجود ہیں کیسے صاف کیا جاسکتا ہے کہ ہم پریشانیوں اور ذہنی الجھنوں سے چھٹکارا پاسکیں؟ تکلیف دہ اور منفی یادوں کی جڑیں عموماً بہت واضح ہوتی ہیں اس لیے ان سے نسبتاً آسانی سے چھٹکارہ پایا جاسکتا ہے نفسیاتی تجزیے اور عبادت کے ذریعے ہم تحت الشعور سے پرانے صدموں کو بھلا سکتے ہیں۔ ہمارا تحت الشعور ہمارا تابعدار غلام بن سکتا ہے۔

سب سے پہلے ہمیں واضح طور پر ایک تخیلی خاکہ یا تصور پیدا کرنا ہوگا کہ ہم چاہتے کیا ہیں اس کے سوا ہر چیز کو بھول جانا ہوگا حقائق کا اندراج اسی وقت بخوبی ہوسکتا ہے جب ہم تخیل کی مدد سے ان کی ایک تصویر بنالیں۔ یہ تصویر تحت الشعور میں ریکارڈ ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد ہمیں تصویر پر مکمل اعتماد لانا ہوگا۔ دنیا کی مشہور چیمپئن تیراک اینیٹ کیلرمین کو بتایا گیا کہ ریڑھ کی ہڈی کے گریے میں خرابی کی وجہ سے اس کی ایک ٹانگ ہمیشہ کے لیے ناکارہ ہوگئی ہے اور وہ زندگی بھر کوئی ایسا کام نہیں کرسکے گی جو دوسری لڑکیاں کرسکتی ہیں۔ لیکن اینیٹ کیلرمین کا ذہن یہ ماننے کو تیار نہیں تھا۔ تخیل کی مدد سے وہ لڑکی اپنے آپ کو کھیل کود اور دوڑ بھاگ کرتے دیکھتی رہی جو کسی سرکس کے فنکار کے لیے ہی ممکن ہوسکتا ہے۔ یہ تصویر اس کے تحت الشعور میں جاکر اس کے جسم کو یہ سب کھیل کود کرنے پر اکساتی رہی اور آخر یہ لڑکی ایک دن بہت بڑی تیراک بن گئی۔

انسانی جسم کو دماغی احکامات اور تجاویز کا پابند بنایا گیا ہے۔ دماغی تجویز Suggestion کی مدد سے جسمانی بیماری اور خامی کا علاج ممکن ہے۔ اگر کوئی شخص یہ سوچتا رہے "میرا جسم کمزور ہے۔ میں یہ کام نہیں کرسکتا۔ مجھ میں اتنی طاقت ہی نہیں ہے میں کبھی اچھا نہیں ہوسکتا" اس شکل میں ایسے انسان کا جسم انہیں خطوط پر کام کرے گا۔ ہمیں اپنے جسم میں تبدیلی کا تصور کرنا چاہیے اپنے آپ سے ہمیشہ یہی کہنا چاہیے "میری حالت دن بہ دن بہتر ہوتی جا رہی ہے" اس خیال کی مسلسل تکرار سے ہم اپنے تحت الشعور کو ایک نئے پہلو سے سوچنے کا عادی بنا سکتے ہیں کیونکہ اس طرح سے ہم ایک مثبت عقیدے کی تعمیر کرتے ہیں۔ ذیل میں ایک جوان عمری افسر کی کہانی پیش ہے جس میں تحت الشعور کی طاقت کی ایک مثال ملتی ہے۔ اس افسر نے تین مختلف مواقع پر جسم کے تین مختلف حصوں میں پیدا ہونے والے کینسر پر فتح پائی تھی۔ ڈاکٹروں نے جب اس کو بتایا کہ اس کی زندگی کے دن تھوڑے رہ گئے ہیں، تو جواب میں اس نے کہا اس کی زندگی کتنی باقی ہے یہ دیکھنا خود اس کا کام ہے ڈاکٹروں کا نہیں۔ یہ اس کا عزم مصمم تھا جس نے ڈاکٹروں کے کہے کو قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ یہ تحت الشعور کی قوت ہے جو بہت سے غیر متوقع اور ناقابل توضیح علاج ممکن بنا دیتی ہے۔ اعتماد کا ایسا مظاہرہ تحت الشعور کو پوری طرح متاثر کرے گا اور ہماری زندگی کا رُخ بدل دے گا۔ زبان سے کسی بات کا اقرار کرنے لیکن اس پر مکمل اعتماد کی کمی کامیابی کی ضامن نہیں بن سکتی۔ یادوں کی تصویروں کی طرح ہمارے عقیدے بھی ہمارے ذہن کی گہرائیوں میں قیام کرتے ہیں۔ دنیا کے عظیم نفسیات داں یونگ کا کہنا ہے "جو کہیں اس پر مکمل یقین رکھیں اور جس پر مکمل یقین ہو وہی کہیں"۔ یونگ کا یہ قول تحت الشعور کی قوت سے مستفید ہونے کے خواہشمندوں کے لیے مشعل راہ ثابت ہوسکتا ہے۔

طبی پیشے میں Psychosomatics کی اصطلاح آجکل کافی مقبول ہے۔ یہ دراصل PSYCHO (دماغ) اور SOMA (جسم) کا مرکب ہے۔ جس کا مطلب ہے جسم پر دماغ کے اثرات۔ اس کا استعمال طبی علوم میں دن بدن بڑھتا جا رہا ہے۔ جسم پر انسانی رویے اور جذبات سے پڑنے والے اثرات کے مطالعے سے جسمانی خرابیوں کی ایسی وجوہات سامنے آرہی ہیں جن پر اس سے قبل شبہ بھی نہیں کیا جاسکتا تھا۔ یہ خیال کہ بیماری بیرونی طور پر انسانی جسم پر حملہ آور ہونے والا ایک اثر ہے جس پر انسان کا قابو نہیں، اب اس نظریے کا مقام لیتا جا رہا ہے کہ جو کچھ ہوتا ہے وہ خود ہمارے اندر سے ہوتا ہے۔ یہ وہ اثر ہے جو تحت الشعور سے آتا ہے نہ کہ باہر سے۔ درحقیقت جو کچھ آپ یقین کرتے اور اپنے اندر کی گہرائیوں میں محسوس کرتے ہیں وہ تحت الشعور کا کہا ہوتا ہے اور اسی پر آپ کی صحت یا بیماری کا انحصار ہوتا ہے۔

بیماری کی وجوہات ہمارے اندر ہیں اور علاج بھی ہمارے اندر ہے بشرطیکہ ہم اپنے نظام جسمانی پر تحت الشعور کی برتری اور کنٹرول کو مکمل طور پر تسلیم کریں۔

(آکاشوانی کو کمشورے لشر)

شاد عظیم آبادی

بحیثیت رباعی نگار

محمد علی خاں صبا عظیم آبادی

شاد عظیم آبادی کے عہد میں ایک شاعر کو مرتبۂ استادی پر فائز ہونے کے لیے فن عروض میں کامل دستگاہ کے علاوہ دو اور چیزیں بھی لازمی تھیں۔ ایک کثیر التلامذہ ہونا، دوسرے زیادہ سے زیادہ اصنافِ سخن پر طبع آزمائی۔ اور ان باتوں کی بڑی اہمیت تھی۔ چنانچہ شاد نے مختلف اصنافِ سخن کے ساتھ ساتھ سو سے زیادہ رباعیاں کہی ہیں۔ فلسفیانہ، صوفیانہ، رندانہ، حکمت و اخلاق، عشق و محبت، پیری و شباب، اربابِ فن کی ناقدری وغیرہ۔ شاد کے جانشین حمید عظیم آبادی نے اپنے استاد کی بہتر رباعیاں نواب سر نظامت جنگ بہادر حیدرآباد دکن کے منظوم انگریزی ترجمہ کے ساتھ "رباعیاتِ شاد" کے نام سے ۱۹۴۵ء میں شائع کیا۔ رباعیات شاد کو منظر عام پر آئے ہوئے چالیس برس ہو گئے۔ مگر اس عرصے میں اہلِ عظیم آباد نے اس کی طرف کوئی توجہ نہ کی۔ غیر اہلِ بہار کا شکوہ فضول۔

عجمی ادب کی تاریخ کی ورق گردانی سے معلوم ہوتا ہے کہ رباعی غیر عرب کی ایجاد ہے۔ رباعی رُبع سے مشتق ہے، اس کے معنی ہیں چار ہونا۔ یہ چار مصرعوں پر مشتمل ہوتی ہے۔ عروض کی مختلف کتابوں میں اس کے مختلف نام ہیں جو اس کی بدلتی عروضی ترکیب اور داخلی مذاق کی آئینہ داری کرتے ہیں۔ مثلاً رباعی، ترانہ، دوبیتی۔ بعض نے چہار مصرعی، چہار بیتی اور جفتی بھی لکھا ہے۔ بعض محققین بالخصوص علامہ محمود شیرانی کا قول ہے کہ عربوں نے چہار بیتی کی تقلید کی اور اس کا نام رباعی رکھ دیا۔ اور یہ سمجھا کہ چونکہ عربی میں بحر ہزج مربع الارکان ہے اس لیے اس کو رباعی کہا جاتا ہے۔ مگر یہ درست نہیں ہے کیونکہ عربی میں مربع آنے والی بحر ہزج کے سوا دوسری بحریں بھی ہیں۔

اول اول رباعی کے چار مصرعے مقفّیٰ ہوا کرتے تھے، بعد میں تیسرے مصرعے سے قافیہ حذف کر دیا گیا۔ رباعی کے آخر دو مصرعوں بالخصوص چوتھے مصرعے پر رباعی کے حسن کا دار و مدار ہوتا ہے۔ رباعی کے چاروں مصرعوں میں قافیہ ہو تو اسے غیر خصی اور تین مصرعوں میں قافیہ ہو تو خصی کہتے ہیں۔ عمر خیام کے زمانے سے زیادہ تر خصی رباعیوں کا ہی دور ہے۔ اور مدت سے یہی ترکیب مخصوص ہو گئی ہے۔ کہنے کو تو رباعی کے چار مصرعے ہوتے ہیں، مگر ان چاروں کے اوزان میں جو تبدل اور تنوع رباعی میں روا رکھا گیا ہے اور با عمل مروج و مستعمل ہے کسی اور صنف میں نہیں۔ رباعی کے علاوہ اور اصناف اولاً تو مزاحف ارکانِ سالم سے یا مدعم کے اور ارکان سے محض برائے نام مختلف ہوتے ہیں اور بہت محدود مقامات پر لائے جاتے ہیں۔ برخلاف اس کے رباعی کے مصرعے کے چاروں ارکان بہت متنوع ہوتے ہیں۔ لیکن چاروں مصرعوں کے اوزان بھی یکساں نہیں ہوتے ہیں۔ اس کی بحر بھی مخصوص ہے اور بحر ہزج اخرب و اخرم مثمن سے ہوتی ہے اور ان دونوں سے آٹھ بحریں بنتی ہیں۔ پھر رباعی میں اخرب و اخرم کی قید سے عجیب پیچیدہ وزان پیدا ہوتے ہیں۔ ان کی تعداد چوبیس ہے۔ لیکن چاروں مصرعوں میں الگ الگ زحاف ہونے کی صورت میں چوبیس اوزان کے اشتراک سے بے شمار شکلیں پیدا ہوتی ہیں۔ اس پر قابو پانا بہت مشکل ہوتا ہے۔ اور مشاق سے مشاق شاعر غلطی کر جاتے ہیں۔ یہ بڑی کافر صنفِ سخن ہے۔ بقول جوش ملیح آبادی "رباعی ایک ایسی کمبخت صنف ہے کہ سارا لہو کھا لے تو ایک بالک پائے۔ چالیس برس کی مشاقی کے بعد کہیں جا کر قابو میں آتی ہے۔" رباعی گو شاعر ذرا چوکا اور مصرعہ موزوں ہونے کے باوجود رباعی کی بحر سے خارج ہو گیا۔ اور رباعی گو کی بے آبروی کا سامان ہو گیا۔

سودا نے اپنی ایک غزل کی زمین کو "ریختی" کہا تھا۔ رباعی کا بھی وہی حال ہے۔ یہاں اچھے سے اچھے کے پاؤں "ریٹتے" ہیں۔ پھر بھی معاملہ صرف عروض کا ہی نہیں ورنہ مولانا روم کے لفظوں میں "من نہ دانم فاعلاتن فاعلات" کہہ کر شاعر گلو خلاصی کرا لیتے دراصل رباعی ایک مخصوص طرزِ فکر کا مطالعہ کرتی ہے۔ رباعی کی ایک قسم رباعی مستزاد بھی ہے۔ غزل کی طرح بعض رباعی میں بھی ہر مصرعے کے ساتھ ایسا ٹکڑا لایا جاتا ہے جو اسی مصرعے کے رکن اول اور رکن آخر کے برابر ہو۔ سودا اور خواجہ میر درد کی دو مستزاد رباعیاں ملاحظہ ہوں ؎

دنیا کی طلب میں دیں کھو کر بیٹھے ..... ہو کر گمراہ
کرنا ہی نہ تھا جو کام کر بیٹھے ..... اے عقل تباہ
بے عارض خانہ، جسم خاکی سودا ..... بے شبہ و شک
سو مالک ہیں اس کے اب ہو کر بیٹھے ..... سبحان اللہ
(سودا)

گر شوق ہے جی میں حق کے پہچاننے کا ..... آرام کرد
کہتا ہوں سخن جھوٹ سایہ ملنے کا ..... الکلام کرد
بے خیر اگر تم میں تو لازم ہے تمہیں ..... پہچان لے
اور تم ہی ہو تو فائدہ کیا جاننے کا ..... دل رام کرد
(میر درد)

رباعی اہلِ عجم کی ایجاد ہے۔ رودکی اس کا موجد اور اس فن کا پہلا شاعر مانا جاتا ہے۔ فارسی کے مشہور رباعی گویوں میں سلطان ابوسعید ابو الخیر سب سے پہلا بڑا رباعی نگار تھا۔ اور عمر خیام نے اس کو درجۂ کمال تک پہنچایا۔ ان دونوں کے علاوہ بابا افضل کاشانی، بابا طاہر عریاں اور سحابی نجفی کی رباعیوں کا پایہ بھی بلند ہے۔ بابا طاہر عریاں کی رباعیاں ہیں تو بحر ہزج میں لیکن رباعی کے مروجہ اوزان میں نہیں۔

رباعی کے موضوعات کا کوئی تعین نہیں۔ فارسی اور اردو کے شعرا نے ہر قسم کے خیالات کو نظم کیا ہے۔ خیالات کی ندرت، بیان کا زور، طرزِ ادا، زبان کی دلکشی، مضمون کی دل آویزی خصوصیات رباعی نگاری میں شامل ہیں۔ خیالات کا مرقع اس کی جان ہے تو طرزِ ادا، حسنِ قافیہ اور زبان کی سلاست اس کی روحِ رواں۔ فلسفہ و تصوف، حکمت و اخلاق کے مسائل، عشق و محبت کی نیرنگیاں اس کی مشامِ جاں ہیں۔ وزن عروض کی قید و بند کے باوجود رباعی کا خاص جوہر غزل کے اشعار کی طرح اختصار ہے۔ قصیدے کی متانت، مثنوی کا تسلسل، غزل کا کیف، ان سب کا التزام رباعی میں ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اقسامِ نظم میں رباعی سب سے مختصر بھی ہے اور مشکل ترین بھی۔

دیگر اصنافِ سخن کے ساتھ ساتھ اردو میں رباعی بھی جلوہ گر ہوئی اور اس صنف میں بھی شعرائے اردو نے طبع آزمائی شروع کی۔ لیکن رباعی کو فنی حیثیت سے قدیم دور میں زیادہ مقبولیت حاصل نہیں ہوئی۔ لیکن اس پر بھی اساتذہ کے یہاں رباعیاں ملتی ہیں۔ درد، سودا، میر، آتش، ناسخ، انشا، اور جرأت سب نے رباعیاں کہی ہیں۔ پھر غالب، ذوق، مومن، انیس اور دبیر کا زمانہ آیا۔ ذوق نے سلاستِ زبان، امثال اور محاورہ بندی سے کام لیا۔ مومن نے اپنے مخصوص نازک طرزِ سخن میں زیادہ رباعیاں لکھی ہیں۔ غالب کے یہاں ان کی تعداد بہت کم ہے۔ غالب نے ذاتی رباعیات میں قصیدہ کا رنگ بھر دیا ہے۔ لیکن ان کی اس قسم کی رباعیات سے چاپلوسی کی بو آتی ہے۔ غالب کی دیگر رباعیوں کا مرتبہ بھی زیادہ بلند نہیں۔ غالب نے عمر خیام کے جیسا فلسفیانہ دماغ پایا تھا اور خیام کی طرح شراب سے بھی شغف تھا مگر غالب کی تمام تر توجہ غزل کی طرف تھی اس لیے رباعی کو ان کی ذات سے فائدہ نہیں پہنچا۔ چونکہ غالب جدت پسند تھے اس لیے ان کی رباعیوں میں بھی ایک طرح کی طرفگی اور باریک بینی پائی جاتی ہے۔ گو اس دور کے تمام صاحب دیوان شعرا کے کلام میں رباعیاں دستیاب ہوئی ہیں مگر ان رباعیوں کو کوئی خاص امتیازی خصوصیت حاصل نہ ہو سکی۔ میر انیس اور میرزا دبیر نے اس کی طرف خاص توجہ کی۔ ان دونوں مرثیہ نگاروں کا میدان خاص محدود ہے۔ دونوں نے ہمیشہ مداحیٔ امام حسین پر فخر کیا ہے۔ اس لیے ان کی رباعیوں میں یا تو اخلاقی مضامین ہیں یا دنیا کی بے ثباتی اور عبرت کے نقشے ہیں۔ ان رباعیوں میں شوخ و شنگ مضامین کی گنجائش نہیں تھی۔ ہاں کبھی کبھی تعلی اور فخر

ساعرانہ اور کبھی کبھی ایک دوسرے سے نوک جھونک کی فضا میں نظم ہوتی ہیں جو باب ادب میں ممنوع ہے۔

ان دونوں بزرگوں کی رباعیاں محض احساس اور ارتعاش و ہیجانات کی آوازیں نہیں، بلکہ تجربہ کے رچاؤ کا عکس ہیں۔ دونوں اخلاقی مضامین میں نظم کرتے ہیں مگر دونوں کا انداز منفرد ہے۔ انیسؔ صامی اور تمثیل سے زیادہ بے ساختہ پن اور لطف زبان کے دلدادہ ہیں۔ ان کی نظر زبان کی سلاست اور روزمرہ کی شستگی، بے ساختگی اور روانی پر رہتی ہے۔ دبیرؔ صنعت تمثیل و تشبیہ کی ندرت اور صناعی کے رسیا اور ماہر ہیں۔ الغرض ان دونوں کی رباعیوں میں نہ داخلیت کی لے تیز ہے اور نہ ان میں ریودگی اور سپردگی ہے۔ بلکہ اخلاقی مضامین کا آہنگ اور تجربے کی تہہ در تہہ گہرائی اور گیرائی ہے۔ ان دونوں حضرات کی رباعیوں کے لب ولہجہ کا انداز میرؔ اور سوداؔ کی رباعیوں کے مقابلے کے بعد یہ بات بہ آسانی سمجھ میں آجاتی ہے کہ ان دونوں نے اپنی رباعیوں کے ذریعہ رباعی کی صنف کو ایک نئے لب ولہجہ سے آشنا کیا ہے۔ خاندان انیسؔ کے ایک رکن پیارے صاحب رشیدؔ نے پیری کے متعلق بہت سی بہتر رباعیاں لکھی ہیں جن میں حسن خیال اور حسن بیان دونوں موجود ہیں۔ حالیؔ اور اکبرؔ الہ آبادی نے بھی انیسؔ و دبیرؔ کی طرح اخلاقی اور نصیحت آمیز رباعیاں لکھی ہیں۔ لیکن ان دونوں کی رباعیوں کا موضوع انیسؔ اور دبیرؔ سے بہت زیادہ وسیع ہے اور دونوں کا رنگ و آہنگ بھی ایک دوسرے سے جدا ہے۔ حالیؔ کے یہاں مولویانہ نصیحت آمیز کلمات ہیں تو اکبرؔ کے یہاں طنز و مزاح کا رنگ ہے۔ حالیؔ جدت پسند تھے، قدیم تہذیب کی خرابیوں پر سخت نکتہ چینی کرتے تھے اور جدید تہذیب کی خوبیوں کو اختیار کرنے کی تعلیم دیتے تھے۔ وہ ناصح مشفق پہلے تھے اور شاعر بعد میں۔ اکبرؔ قدامت پسند تھے اور نئی روشنی کی ہر چیز پر ہنستے تھے اور پرانی روشنی کی ہر چیز کو سراہتے تھے۔

اب شعرائے جدید کی کاوشوں کی بدولت اس صنف خاص میں اردو شاعری کا خزانہ پہلے سے بہت زیادہ مالا مال ہو گیا ہے۔ موجودہ دور کے رباعی نگاروں میں یگانہؔ چنگیزی، جوشؔ ملیح آبادی، فراقؔ گورکھپوری، جگت موہن لال رواںؔ لکھنوی، امجد حسین امجدؔ حیدرآبادی کا نام مخصوص طور پر لیا جاتا ہے۔ ان سب کی رباعیوں کا طرز، رنگ و آہنگ ایک دوسرے سے مختلف ہی نہیں بلکہ ہر شخص کے علم، مزاج اور ماحول کا آئینہ دار ہے۔ ان سب حضرات کی رباعیوں کا تجزیہ کرنا طوالت کا باعث ہوگا، اس لیے اسے نظر انداز کرنا پڑتا ہے۔

بیسویں صدی کے آغاز میں سب سے پہلے شررؔ، اسمٰعیل میرٹھی اور نظم طباطبائی نے انگریزی کے بلینک ورس فارم کا تجربہ کیا اور اس کا نام نظم معرّا رکھا اور انگریزی ہی کی طرح اس فارم کے لیے کوئی خاص بحر یا کوئی صنف سخن مخصوص نہیں کیا۔ قافیہ کی بے جا پابندیوں سے اسے آزاد کیا۔ اور سالم اور مزاحف دونوں بحر میں معرّا طریقہ برتا۔ نظم طباطبائی نے نظم معرّا کو شعر مرجز کا نام دیا اور اسے ایک بلینک ورس کو رباعی کے بند میں لکھا ہے۔ اہل نثر کی تین قسمیں مشہور ہیں ان میں اک نثر مرجز بھی ہے۔ یعنی وہ کلام جس میں کہ وزن شعر اور قافیہ کی قید اس میں نہ ہو، رہیں معنی آزاد) دل گیر اکبر آبادی کا خیال ہے کہ غزلیں، رباعیاں، قطعے، قصیدے سب ہی نظم معرّا میں لکھے جائیں بلکہ سب ہی بحر میں نظم معرّا کہی جائے۔ چنانچہ آج کل کے نظم معرّا یا آزاد نظم لکھنے والے بھی رباعیاں نظم معرّا میں لکھنے کا تجربہ کر رہے ہیں مگر اس فارم کو مقبولیت حاصل نہیں ہوئی۔

عظیم آباد پٹنہ میں ہی نہیں بلکہ صوبہ بہار کے مختلف شہروں کے صاحب دیوان شعراء کے کلام میں رباعیاں پائی جاتی ہیں — راسخؔ عظیم آبادی جو ثانی میرؔ کے نام سے یاد کیے جاتے ہیں ان کے کلام میں بھی رباعیاں ہیں۔ مگر قابل اعتنا نہیں۔ شادؔ عظیم آبادی نے بھی سو سے زیادہ رباعیاں لکھی ہیں۔ فلسفیانہ، صوفیانہ، رندانہ، حکمت و اخلاق، پیری و شباب، عشق و محبت اور ارباب فن کی ناقدری وغیرہ۔ یہاں مختلف عنوانات کے تحت قارئین کی دلچسپی کے لیے چند ایک رباعی نقل کرتا ہوں۔

—— جوانی ——

کیونکر نہ رہے غم جوانی تیرا
دنیا میں تھا کون ہے ثانی تیرا
ہم لے کے عصا دور تلک ڈھونڈ آئے
کوسوں نہیں نام اے جوانی تیرا

—— پیری ——

اس بزم سے نزدیک ہو جانا میرا
پیری ہے اب آخر ہے زمانا میرا
پروانے عبث ہیں مجھکو گھیرے اے شادؔ
میں شمع سحر ہوں کیا ٹھکانا میرا

—— رندانہ ——

اس فصل میں بزم عیش و عشرت اچھی
ہو حق کا جہاں ہو غل وہ صحبت اچھی
ہے موسم گل ایسے میں مینا ہو پی
جو وقت پہ ہو وہی عبادت اچھی

—— اہل فن کی ناقدری ——

اخلاق نہ الفت نہ مدارائیں ہیں
ناقدر شناسیوں کی سب گھاتیں ہیں
کہتے ہیں اساتذہ میں باتیں تھیں کچھ اور
ہم بھی تو سنیں شادؔ وہ کیا باتیں ہیں

—— تعلّی ——

روشن ہے کہ شادؔ سحر آرا ہوں میں
مجبور مجھے غیر تمہارا ہوں میں
مغرب میں شعاع بڑھ کے پہنچے گی ضرور
مشرق کا چمکتا ہوا تارا ہوں میں

شادؔ کی شاعری میں تصوف بنیادی عنصر کا درجہ رکھتا ہے کہ تصوف جان شاعری ہے اور عشق جان تصوف۔ اس میں شک نہیں کہ تصوف کلام میں سوز و گداز پیدا کر دیتا ہے اور کلام معجز نظام بن جاتا ہے۔ شادؔ کے یہاں تصوف مذہبی فلسفے کی حیثیت سے نہیں بلکہ روحانی تجربے کی حیثیت سے آیا ہے۔ اور یہ چیز انھیں اپنے سلسلے کے استاد حضرت خواجہ میر دردؔ کے روحانی فیض سے حاصل ہوئی ہے۔ شادؔ کی طرح آسیؔ غازی پوری اور اصغرؔ گونڈوی کی شاعری میں بھی تصوف کا رنگ غالب ہے۔ مگر دردؔ، آسیؔ، اصغرؔ اور دیگر شعراء کے کلام میں جو تصوف نظر آتا ہے وہ ان حضرات کی غزلوں ہی تک محدود ہو کر رہ گیا ہے۔ شادؔ کے یہاں غزل کے ساتھ ساتھ ان کی رباعیوں میں بھی تصوف بہ حسن و خوبی ادا ہوا ہے۔ بقول مولانا مناظر احسن گیلانی شادؔ پہلے شاعر ہیں جنھوں نے اردو رباعی میں تصوف کے مسائل پر اپنے کلام کی ایک خصوصی ایجابی صنف قرار دیا ہے۔ اور ان کا یہ رنگ بہ نسبت ان کی غزلوں کے رباعیوں میں زیادہ نمایاں ہے۔ شادؔ نے تصوف کے بنیادی مسائل کو جن جن صورتوں میں پیش کیا ہے اردو شاعری میں اس کی نظیر مشکل ہی سے مل سکتی ہے۔

اب شادؔ کی چند متصوفانہ رباعیاں پیش کر رہا ہوں۔ ان کے نکتہ سنجی کی داد دیجئے۔

ارباب قیود تجھ کو کب دیکھیں گے
خواہان نمود تجھ کو کب دیکھیں گے
رویت کے لیے شرط ہے میدان فنا
پابند وجود تجھ کو کیا دیکھیں گے

——

یہ ہم کس طرح یہ معقول ہوا
فرصت نفس بھی نہ یک یہ مشغول ہوا
اتنی ہی درازی عقل انساں
معلوم ہی سمجھ وہ اور مجہول ہوا

——

جو حق تھے دیکھنا وہ دیکھا میں نے
ہر شئے پہ نگاہ غور کیا میں نے
اوروں کا سمجھنا تو بہت مشکل ہے
خود ہی جو ہوں اسی کو کچھ نہ سمجھا میں نے

——

یہ سچ کہ ہجوم کار میں رکھا ہے
یہ جھوٹ کہ اضطرار میں رکھا ہے
قانون میں مطلقاً کے نہیں جبر روا
سب کچھ ترے اختیار میں رکھا ہے

——

اللہ پہ بالطبع بشر مائل ہے
ہر حال میں مطمئن اسی پر دل ہے
مشکل ہے کہ ثابت ہو دلیلوں سے خدا
انکار تو اس سے بھی سوا مشکل ہے

اب شادؔ کی رباعی گوئی کا مختصر سا تجزیہ پیش کرتا ہوں۔ شادؔ کے یہاں مجازی عشقیہ رباعیوں کی کمی ہے۔ انھوں نے مجازی عشق کو تصوف کے رنگ میں بدل دیا ہے۔ اسی لیے عشقیہ رباعیوں کے بجائے صوفیانہ رباعیاں کثرت سے ملتی ہیں۔ شادؔ آخر عمر میں آلام روزگار کے شکار ہوئے اور مالی مشکلات میں گرفتار رہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی بعض رباعیوں میں دنیا سے بیزاری کی علامتیں پائی جاتی ہیں۔ چنانچہ شادؔ نے عمر خیام کی طرح غم دوراں سے نجات حاصل کرنے کے لیے ساغر و صہبا سے سہارا لیا ہے۔ شاید یہ سہارا ناکافی تھا اس لیے انھوں نے گھبرا کر موت کو بھی آواز دی۔ ان کی المیہ رباعیاں زیادہ کامیاب ہیں چونکہ ان میں ان کے دل فگار دل کی پکار موجود ہے۔ انھوں نے فلسفیانہ خیالات کو بھی اپنی رباعیوں میں نظم کیا ہے۔ ان کی تخیل دور رس ہے اور مشاہدہ تیز ہے۔ شادؔ نے فلسفۂ جبر و اختیار کی طرف بھی توجہ کی ہے، لیکن اس مسئلہ کو عام شعراء سے الگ ہٹ کر سوچتے ہیں۔ زیادہ تر شعراء جبر کے قائل ہیں یہاں تک کہ عمر خیام

تھی۔ مگر شاد نے ایک جدا راستہ اختیار کیا ہے جو نیا تو نہیں ہے لیکن چونکہ وہ اس قدر کم اس پر چلے ہیں کہ نیا معلوم ہوتا ہے۔ شاد نے اعتدال کو اپنا مسلک بنایا ہے اس لیے کبھی کبھی وہ عمر خیام سے بھی ٹکر لیتے ہیں۔

شاد کی رباعیوں کا بیشتر حصہ صوفیانہ رنگ میں ڈوبا ہوا ہے۔ ان کا قول ہے جیسا کہ پیشتر عرض کر چکا ہوں کہ تصوف جان شاعری ہے اور حسن جان تصوف۔ اسی خیال کے تحت انھوں نے تصوف کے مختلف باریک نکات کو واضح کیا ہے۔ ان کی متصوفانہ رباعیات نے معرفت کی راہوں کو اور زیادہ واضح کر دیا ہے۔ اور تصوف کو اپنی شاعری میں نظم کرنے والوں کے لیے آسانیاں پیدا کر دی ہیں۔ ان کی اس طرز کی رباعیات کا اثر دیگر اردو شعراء نے قبول کیا ہے خصوصاً سید حسین امجد حیدرآبادی کے یہاں شاد کا رنگ جھلکتا ہی نہیں بلکہ ان کی تصوف کی رباعیوں کا انداز شاد سے زیادہ ترقی یافتہ انداز میں رنگا ہوا ہے۔ اور آج امجد اس میدان میں تنہا نظر آتے ہیں۔ حالی اور اکبر الٰہ آبادی کی طرح شاد نے بھی کچھ اخلاقی رباعیاں لکھی ہیں۔ شاد کے یہاں اخلاقی رباعیوں کے مضامین وہی ہیں جو ان سے قبل نظم کیے جا چکے ہیں۔ لیکن شاد اپنی کہنہ مشقی کی وجہ سے پرانی بات سے نئی بات نکال لیتے ہیں اور اس طرح اپنی اخلاقی رباعیوں میں بھی جدت و ندرت پیدا کر دیتے ہیں۔ ان کی اخلاقی رباعیوں میں حرکت و عمل کی دل آویز تلقین ہے۔ مقصدیت اور افادیت کے نقطۂ نظر سے خاصی اہم ہیں۔ مگر اس قسم کی رباعیاں شاد کے یہاں بہت کم ہیں۔

شاد کے یہاں رندانہ اور خمریہ رباعیاں کافی پائی جاتی ہیں۔ ساغر و مینا کے خیالات سے ان کو خاص مناسبت تھی۔ مختلف طریقہ سے انھوں نے میکش، میخانہ، جام، ساغر، مینا اور صہبا کا ذکر کیا ہے اور ان سے دل کش اور حسین نتائج اخذ کیے ہیں۔ ان خمریہ رباعیوں میں لطف و سرور اور سرمستی کی لہریں موجود ہیں۔ بعض رباعیوں میں عمر خیام کی بازگشت نظر آتی ہے۔ عمر خیام کی طرح وہ بھی سچی اور حقیقی عبادت کے قائل ہیں۔ چنانچہ شاد فرماتے ہیں ؎

کیا مدت کا زاہدوں نے الزام لیا
تسبیح کے دانوں سے عبث کام لیا
یہ نام وہ تھا جن کو بے گنتی لیں
کیا لطف جو گن گن ترا نام لیا

شاد کے مزاج میں شگفتگی کم تھی اور افسردگی زیادہ تھی۔ اس لیے وہ خمریہ رباعیوں کا حق پوری طور پر ادا نہ کر سکے۔ عمر خیام اور شاد دونوں میں بنیادی فرق ہے۔ شاد کی شاعری زیادہ تر تصوف پر مبنی ہے، برخلاف عمر خیام کی رباعیات میں ساغر و سبو کا ذکر اس دل کش اور حسین انداز میں پایا جاتا ہے جس سے اس کا لطف مے نوشی دوبالا ہو جاتا ہے۔ عمر خیام کی یورپ میں مقبولیت کا یہی راز ہے۔ اور مے نوشی یورپ کی زندگی کا جزو اعظم ہے۔ اور تصوف مغربی ممالک کے مزاج و خمیر سے ذرا مختلف ہے۔ اس لیے شاد کی تصوف آمیز رباعیوں کا مغربی ممالک میں مقبولیت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

بہرکیف شاد کی رباعیوں کا تجزیہ کرنے سے معلوم ہوا کہ ان کی رباعیات کا خاص موضوع تصوف اور فلسفہ ہے۔ وہ ایک طرف تو حافظ سے متاثر نظر آتے ہیں اور دوسری طرف عمر خیام کے خوشہ چیں معلوم ہوتے ہیں۔ ان دونوں اساتذہ فن کی جھلک ان کے یہاں صاف طور سے نمایاں ہے۔ اسی لیے ان کے یہاں بلند تخیل اور پاکیزہ جذبات کی کمی نہیں۔ ساتھ ہی ساتھ ان خیالات کو انھوں نے حسین الفاظ کا جامہ پہنایا ہے۔ ان کی رباعیاں اپنی سادگی، سلاست اور شیریں بیانی کی بدولت ایک خاص کشش اور جاذبیت رکھتی ہیں۔ رباعی کے فن کا جہاں تک تعلق ہے شاد کی رباعیاں ان کی پوری پوری ترجمانی کر رہی ہیں۔ رباعی کی جو شان ہونی چاہیے وہ ہر رباعی سے ظاہر ہے۔ چاہے وہ فلسفیانہ، عارفانہ، متصوفانہ، صوفیانہ، عاشقانہ، رندانہ جو بھی ہوں۔ کمال مشق کا مصرعہ آئینہ دار ہے، اور ہر رباعی سے ذی کمالی ہویدا ہے۔ اردو ادب میں شاد کی رباعیاں اپنا ایک خاص مقام رکھتی ہیں۔ اور اسے کسی صورت میں نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ (پٹنہ سے نشر)

محمود علی خاں صبا عظیم آبادی گل رعنا، نواب بہادر روڈ پٹنہ سٹی ۸

۱۸۵۷ء کے ہیرو

محمود ہاشمی

۱۸۵۷ء میں انگریزوں کے خلاف جو جنگ لڑی گئی اس میں جہاں آخری مغل تاجدار بہادر شاہ ظفر کا نام شامل ہے وہیں کچھ اور اہم نام بھی ہیں جنھیں ہم ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کا ہیرو تصور کرتے ہیں۔

ایسے ہی کم جانے ہوئے ناموں میں کنور سنگھ کا نام ہے۔ کنور سنگھ ایک شریف راجپوت گھرانے میں پیدا ہوئے تھے اور بہار میں ضلع شاہ آباد کے مقام جگدیش پور میں وسیع جائیداد و جاگیر کے مالک تھے۔ جب انگریزوں نے ان کی زمینداری ضبط کر لینے کی دھمکی دی تو انھوں نے ۱۸۵۷ء میں بغاوت کا پرچم بلند کیا اور باغی سپاہیوں کی قیادت سنبھال لی۔ انھوں نے آرہ پر یلغار کی۔ لیکن انگریزوں کی بے پناہ فوج کے باعث انھیں پیچھے ہٹنا پڑا۔ جب دلی باغیوں کے ہاتھوں میں آگئی تو کنور سنگھ روہتاس کی پہاڑیوں میں چلے گئے۔ انھیں یہ احساس تھا کہ اس جنگ میں ہار جیت کا فیصلہ شمالی ہندوستان میں ہوگا نہ کہ جنوبی صوبوں میں۔ چنانچہ وہ دلی کی طرف بڑھے۔ اور تانتیا ٹوپے کی شکست کے بعد لکھنؤ آ گئے۔ انھوں نے فروری ۱۸۵۷ء میں اعظم گڑھ پر قبضہ کرتے وقت دو مرتبہ برطانوی فوجوں کا زبردست مقابلہ کیا جب برطانوی کمک کی آمد پر اعظم گڑھ میں کنور سنگھ کی پوزیشن کمزور ہوگئی تو انھوں نے بہار واپس جانے کا فیصلہ کیا اور آرہ پہنچنے تک انگریز فوج سے مقابلہ کرتے رہے۔ اپریل ۱۸۵۷ء کو کنور سنگھ نے بہار میں لے گرانڈ کی فوج کو شکست فاش دی، اور دوسرے ہی دن ایک فاتح کی حیثیت سے دنیا سے کوچ کر گئے۔

کنور سنگھ کے علاوہ تانتیا ٹوپے، نانا صاحب، رانی لکشمی بائی، عظیم اللہ خاں اور منگل پانڈے، ایسے نام ہیں جنھیں ۱۸۵۷ء کی پہلی جنگ آزادی کا قائد تصور کیا جاتا ہے۔

تانتیا ٹوپے ماہ اگست ۱۸۵۷ء میں کانپور کے علاقے میں انگریزوں کی فوجوں سے لڑتے رہے۔ پھر اسی موقع پر جب انگریزوں نے جھانسی کا محاصرہ کیا تو انھوں نے اپنی بیس ہزار فوج کے ساتھ مہارانی لکشمی بائی کے ساتھ جنگ میں حصہ لیا۔ اتر پردیش کے بعد انھوں نے اپنے جانبازوں کے ہمراہ جنوبی ہند کے علاقوں میں پہنچ کر برطانوی فوجی دستوں سے جنگ کی — اور راجستھان میں ہندوستان کی آزادی کے لیے عوام کو بیدار کیا۔

نانا صاحب کو انگریزوں نے ان کی ریاست سے بے دخل کر دیا تھا، وہ جون ۱۸۵۷ء تک گوشہ نشین رہے۔ پھر کانپور کے باغیوں نے انھیں اپنا قائد بنا لیا، اور نانا صاحب کی قیادت میں باغیوں نے کانپور کو آزاد کرا لیا۔ انگریزوں نے اگرچہ کانپور دوبارہ فتح کر لیا تھا لیکن نانا صاحب نے غیر ملکی قبضے کے خلاف جو مشعل روشن کی تھی وہ بدستور تابندہ رہی۔

نانا صاحب کے ساتھیوں میں عظیم اللہ خاں کا نام بھی شامل ہے۔ نانا صاحب کے رازدار اور مشیر کی حیثیت سے انھوں نے ۱۸۵۷ء کی جنگ کانپور میں نمایاں کردار ادا کیا، اور ہندو مسلم اتحاد کی وکالت کی اور آخر وقت تک نانا صاحب کے رفیق اور مشیر رہے۔

اس عہد کے ایک اور اہم وطن پرست منگل پانڈے کا نام بھی جنگ آزادی کے پہلے دور کے سپاہیوں میں شامل ہے۔ منگل پانڈے انگریزوں کی پیادہ فوج میں شامل تھے۔ ۲۹ مارچ ۱۸۵۷ء کو منگل پانڈے نے بغاوت کا پرچم بلند کیا۔ انگریز سارجنٹ نے ان کی گرفتاری کا حکم دیا جس کی تعمیل کی کسی نے پروا نہ کی۔ یہی موقع تھا جب منگل پانڈے نے سارجنٹ پر حملہ کر دیا، اور ایک اور انگریز لفٹیننٹ باﺅ کو بھی زخمی کر ڈالا۔ اس کے بعد انگریز کمانڈنگ افسر جنرل ہیرسی اس موقع پر آ پہنچا اور پانڈے کو احساس ہوا کہ اب خاتمہ قریب ہے۔ منگل پانڈے نے اپنے ساتھیوں کو مدد کے لیے پکارا، لیکن کوئی نہ آیا۔ منگل پانڈے غیر ملکی فوج کے ہاتھوں شکست کھانے کے لیے تیار نہ تھے۔ اس لیے انھوں نے گولی چلا کر خودکشی کرنے کی کوشش لیکن زخم مہلک ثابت نہ ہوا، اور بعد میں انگریزوں نے انھیں پھانسی دے دی۔ منگل پانڈے ۱۸۵۷ء کی بغاوت کے سب سے پہلے شہید تھے۔



اڈورگوپالاکرشنن　مرنال سین　ستیہ جیت رے　بدھ دیو داس گپتا　گووند نہلانی



شیام بینگل

ہندوستانی سنیما میں ہدایت کاروں کی ایک نئی نسل

اروناواسدیو

سال ۱۹۶۹ ہندوستانی فلموں کی تاریخ میں ایک زبردست موڑ کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس سال تین منفرد فلمیں بنائی گئیں، اور ان تینوں فلموں کے لیے فلم فنانس کارپوریشن نے سرمایہ فراہم کیا تھا۔ 'بھون شوم' مرنال سین کی نویں فلم لیکن پہلی ہندی فلم تھی۔ اور ان کی پچھلی فلموں سے قطعاً ہٹ کر تھی۔ منی کول کی 'اس کی روٹی' اور باسوچٹرجی کی 'سارا آکاش' ان کی پہلی فلمیں تھیں۔ منی کول انھی دنوں پونا فلم انسٹی ٹیوٹ سے گریجویشن کرکے کیمرہ مین کے۔ کے۔ مہاجن کے ساتھ نکلے تھے۔ ان تینوں فلموں کی عکاسی کے۔ کے مہاجن نے کی تھی۔ فلم انسٹی ٹیوٹ کے فارغ طلبا کا سینما پر چھا جانے اور فلم سازی کے ہر میدان میں قومی ایوارڈ حاصل کرنے کے سلسلے کا یہ آغاز تھا۔

یہ انقلابی لہر جو ہندوستانی سینما کے ساحل سے ٹکرائی بڑی حد تک دس سال پہلے کی فرانسیسی لہر سے مماثلت رکھتی تھی ہندوستان میں اس نئی لہر کا آغاز بنگال میں ہوا تھا۔ ستیہ جیت رے اور رتوک گھٹک اس کے بانیوں میں تھے۔ ایک دوسرے سے قطعاً اور یکسر مختلف ہوتے ہوئے بھی ان دونوں ہدایت کاروں میں ایک قدر مشترک تھی۔ دونوں نے فلم بینوں کو ساتویں کھلتے ہوئے بامقصد اور منفرد انداز کے ساتھ فلم کو تخلیقی صلاحیتوں کے وسیلہ اظہار کے طور پر استعمال کیا ہے۔ ہندوستان میں پہلی بار فلم اسٹار سسٹم کے شکنجے سے نکل ہدایت کار کا میڈیم بن گئی۔

بنگال کے تین عظیم فلم ہدایت کاروں کی تثلیث میں تیسرا کونہ مرنال سین ہیں۔ لیکن برسوں تک ان کے جوش و خروش نے انھیں حقیقت پسندی کے ساتھ مختلف انداز کے تجربات بالخصوص مارکسی پروپگنڈے اور تکنیکی شعبدہ گری میں مصروف رکھا۔ سچ تو یہ ہے کہ مرنال سین "بھون شوم" کے ساتھ ہی ایک بالغ النظر ہدایت کار کے طور پر ابھر کر سامنے آئے ہیں۔

ستیہ جیت رے اور گھٹک خود اپنے خول میں بند رہ کر کام کر رہے تھے۔ ان کے مداحوں کی تعداد تو بہت تھی لیکن ایسے فلم ساز محض چند ایک تھے جن میں ان دونوں کی تقلید کرنے اور نقش قدم پر چلنے کی صلاحیتیں موجود تھیں۔ ۱۹۶۹ء تک ایک نئی تحریک کے لیے میدان ہموار ہو چکا تھا، فلم سوسائٹیاں فروغ پا رہی تھیں۔ فلم انسٹی ٹیوٹ کو وجود میں آئے آٹھ سال ہو چکے تھے جس میں گھٹک مختصر مگر اہم آزمائشی مدت میں پروفیسر رہے تھے۔ ۱۹۶۰ء میں تشکیل شدہ فلم فنانس کارپوریشن نے نئے اور نان کمرشل فلم سازوں کو سرمایہ کی فراہمی کا فیصلہ کر لیا تھا۔

۱۹۶۹ء کے بعد آنے والے چند برسوں میں خاصی تعداد میں ایسی فلمیں بنیں اور سینما نے مختلف زبانوں اور مختلف سمتوں میں ترقی کا سفر ایک ساتھ شروع کر دیا۔ ان نئی لہر کی فلموں۔ اور کمرشل فلموں میں فرق نہایت واضح اور بنیادی تھا۔

آئندہ برسوں میں آنے والی فلمیں جو سماجی بیداری کی کوشش خواندہ اور پر فکر تھیں دراصل بنیادی طور پر سماجی اور معاشی طور پر پسماندہ لوگوں کے لیے اس دنیا میں ایک شناخت اور مناسب مقام کی تلاش کی ایک کوشش ہیں۔ نئی لہر کی فلمیں حقیقت سے اتنی ہی قریب ہیں جتنا کہ عام سینما تصوراتی دنیا سے نزدیک ہے۔ نیا سینما اتنا ہی ترقی پسند اور آزاد ہے جتنا کہ عام سینما جاگیردارانہ نظام کا مظہر ہے۔

کسی نظریے کی عمومیت صحیح ڈگر سے بھٹکا دیتی ہے۔ یہاں پر اس حقیقت سے چشم پوشی نئے ہندوستانی سینما کی انفرادیت

سے سخت ناانصافی ہوگی۔ ہر علاقہ اور ہر ایک ہدایت کار ایک منفرد اور علیحدہ شناخت کو پیش کرتا ہے اور اس کے ساتھ ہی وہ چند خصوصی رجحانات کی نمائندگی کرتا ہے۔

باسو چٹرجی، اوتار کول، شیام بنیگل، ایم ایس سیتھیو اور اس کے بعد رابندر دھرم راجا، گووند نہلانی اور اس زمرے کے چند دیگر ہدایت کاروں کی حقیقت پسندانہ فلمیں دراصل ایک درمیانی راستے کی وضاحت کرتی ہیں۔ یہ فلمیں ایک کلاسیکی انداز کے بیانیہ ڈھانچے میں ایک پُر اثر مواد رکھتی ہیں۔ ان میں سے کسی بھی ہدایت کار نے فلم انسٹی ٹیوٹ میں تربیت نہیں حاصل کی۔ سینما کی تعلیم انھوں نے فلم سوسائٹیز اور بھارت میں منعقد عالمی فلمی میلوں کے توسط سے حاصل کی ہے۔

اس کے برعکس منی کول، کمار شاہنی، سعید مرزا، کیتن مہتہ کی فلمیں ہیں جو فلموں کے ظاہری حسن سے بھی اتنی ہی دلچسپی رکھتے ہیں جتنا کہ انھیں فلم کے سبجیکٹ یا موضوع سے لگاؤ ہوتا ہے۔ ان کی نظر میں سینما میں جدید حقیقت پسندی قابل قیاس، لغو اور ٹھس ہے۔ فلم انسٹی ٹیوٹ کے توسط سے فلم کے میدان میں آئے یہ لوگ سینما کو ایک اختراعی اور تخلیقی تصور کے وسیلے کے طور پر استعمال کرنے میں مسرت محسوس کرتے ہیں۔

ساتویں دہائی کے آغاز سے جنوبی ہندوستان نئی طرز کی اعلیٰ فلموں کا مرکز بننے لگا تھا۔ ایوارڈ حاصل کرنے والوں کی فہرست میں کرناٹک اور کیرالہ نے بنگال کی جگہ لے لی تھی۔ کرناٹک میں ادب اور تھیٹر کے میدان سے فلم میں آئے لوگوں نے نئے سینما کو فروغ دیا۔ گریش کرناڈ اور بی وی کارنتھ نے اس تحریک کی سربراہی کی اور بعد میں فلم انسٹی ٹیوٹ سے فارغ ہونے کے بعد یہ ذمہ داری گریش کسارولی نے اپنے ہاتھ میں لے لی۔ اس تحریک کے فلم کاروں میں تازہ ترین نام پریما کارنتھ کا ہے۔ ان کی فلم Phaniyamma نے ذات پات کی بنیادوں پر کھڑے روایتی سماج کے جابرانہ رویے کے خلاف آواز اٹھائی ہے۔ دوسری جانب کیرالہ میں اس سے مختلف رجحان پایا جاتا ہے۔ اڈور گوپالا کرشنن اور جی اروندن یہاں کے دو نمایاں فلم کار ہیں۔ اڈور گوپالا کرشنن کی جڑیں کیرالہ کے تمدن میں پیوست ہیں اور اس کی عکاسی وہ کسی شاعر کی حساس مزاجی کے ساتھ کرتے ہیں۔ جی اروندن کسی حد تک باطن میں ہدایت کار کہے جا سکتے ہیں۔ انھوں نے اپنی مسحور کن اور حسین فلموں میں کرداروں کے باطن میں چھپے انسان کو اجاگر کرنے کے ساتھ ساتھ اس دنیا، اس ماحول سے بھی مکمل آگاہی کا ثبوت دیا ہے جس میں یہ کردار رہتے بستے اور گھومتے پھرتے ہیں۔

بنگال میں وہاں کے ممیز اور متلون مزاج فلم سازوں بدھ دیب داس گپتا، اتپلیندو چکرورتی اور گوتم گھوش نے اپنی فلموں میں اپنی سیاسی ذمہ داری کو نبھایا ہے اور اس طرح کچھ معنوں میں انھوں نے مرنال سین کی تقلید کی ہے۔ اپرنا سین کی انگریزی فلم '۳۶ چورنگی لین' نے منیلا فلم فیسٹول میں گولڈن ایگل حاصل کیا اور ثابت کر دیا کہ وہ ستیہ جیت رے کی روایت کی مناسب وارث ہیں۔



شیام بینگل کی 'انکور' کا ایک منظر





اپرنا سین ۔ ستیہ جیت رے روایت کی مناسب وارث

تمام ملک میں اور ان علاقوں میں جہاں بہت کم تعداد میں فلمیں بنتی ہیں جیسے آسام، منی پور، پنجاب اور ان علاقوں سے بھی جیسے اڑیسہ، گجرات، مہاراشٹر جہاں اب تک محض ہلکی پھلکی تفریحی فلمیں بنتی تھیں نئے آنے والے ایسی فلمیں بنا رہے ہیں جو قومی سطح پر شہرت حاصل کر رہی ہیں۔

اصولی طور پر اس کا سہرا ان اداروں کے سر ہے جو گزشتہ برسوں میں ابھرے ہیں اور جنھوں نے اس طرز کا ماحول اور فلم بین پیدا کیے ہیں۔ تربیتی اور مالیاتی اداروں کے علاوہ فلم آرکائیوز آف انڈیا بھی اس میں بہت بڑا کردار ادا کر رہا ہے وہ فلم میں بے پناہ اور سنجیدہ دلچسپی رکھنے والوں کو قومی اور بین الاقوامی کلاسیکی اور حالیہ فلموں کا بہترین انتخاب دیکھنے کی سہولت فراہم کرتا ہے۔ اس میدان میں بین الاقوامی فلمی میلوں سے بہت مدد ملی ہے۔ مختلف ریاستوں نے اپنی اپنی فلم ڈیولپمنٹ کارپوریشن قائم کی ہیں۔ یہ کارپوریشنیں بہت سی رعایتیں اور سہولیات مہیا کر کے اس تحریک کو پھیلنے میں تعاون دے رہی ہیں۔

اس سلسلے میں اداکاروں کا ایک گروپ بھی خاص اہمیت رکھتا ہے۔ جس میں سے زیادہ تر نیشنل اسکول آف ڈرامہ کے تربیت یافتہ ہیں۔ کارلووی ویری میں اوم پوری کو بہترین اداکار کا ایوارڈ اور فرانس میں سمیتا پاٹل کی فلموں کا میلہ اس بات کا خوش آئند ثبوت ہے کہ ہندوستانی سینما اب عالمی سطح پر اپنی شناخت قائم کر رہا ہے۔

(ایکسٹرنل سروسز سے نشر)

صوفیائے کرام اور بسنت

انیس فاطمہ رضوی

ہندوستانی

تہذیب و تمدن کے ارتقا کی تاریخ میں ہر مذہب کو خاص اہمیت حاصل رہی ہے لیکن شاید یہ کہنا غلط نہ ہو کہ محض مذہب یہاں کے کلچر کی بنیاد کبھی قائم نہیں تھی یہ فرد کا ذاتی عقیدہ اس کی قلبی واردات اور سکون روح سے تعلق ضرور رکھتا تھا لیکن اجتماعی طور پر ضبط نفس، قناعت پسندی، سادگی، بلند خیالی عوامی زندگی کے اہم اجزا تھے اس طرح یہاں کا تہذیبی مزاج ایک مخصوص امتیازی حیثیت رکھتا تھا جس میں مذہبی رواداری، مشترکہ نقطۂ نظر وسیع النظری اہم ترین عناصر تھے۔ آریائی طرز فکر نے ان قدروں کو اور بھی مضبوط و مستحکم بنادیا تھا اور جب کبھی اعلیٰ اخلاقی قدروں روحانی ترقی اور جماعت افراد کے درمیان ہم آہنگی میں کسی طرح کا زوال و تعطل پیدا ہونے لگا تو یہاں کے مفکرین نے مذہبی تہذیب و ترتیب میں نئے تصورات پیدا کرکے تہذیبی روایت کو برقرار رکھا۔ چنانچہ یہی تقاضے تھے جن کے تحت کبھی شنکراچاریہ اور رامانج نے بھگتی تحریک کے ذریعہ منزل حقیقت تک پہنچنے کا راستہ بنایا اور کبھی پریم مارگی سنتوں نے ذات پات کی تفریق کے خلاف بغاوت کا نعرہ بلند کیا اور تمام انسانوں میں محبت واخوت کی تبلیغ کو بنیادی مقصد قرار دیا۔

گیارہویں اور بارہویں صدی عیسوی کے قریب ہندوستان کی تہذیبی زندگی میں ایک اہم منزل وہ بھی شروع ہوگئی جب مسلمان اہل علم اور مردان حق نے یہاں آکر تصوف کی ان تعلیمات کی اشاعت پر زور دیا جس میں فقر و قناعت، تزکیہ نفس، صفائے قلب، نفسانی خواہشات سے پرہیز اور خالص معبود حقیقی کی عبادت و ریاضت کرکے اس کے سامنے سرنیاز خم کرنے کو بنیادی حیثیت حاصل تھی لیکن اس کے بعض گوشے بھگتی تحریک سے گہری مماثلت رکھتے تھے۔ دونوں طرز فکر میں انسانی عظمت و مساوات، احترام و رواداری، ایک دوسرے سے محبت، علم باطن اور ایسے عشق کا تصور پایا جاتا ہے جس میں ہر طرح کے امتیازات مٹ جاتے ہیں۔ خاص طور سے تصوف میں تو منافرت کے بجائے محبت وسیع المشربی عوام دوستی اور آزاد خیالی کو اس حد تک اہمیت دی جانے لگی کہ ہر مذہب کو محبوب حقیقی تک پہنچنے کا ذریعہ سمجھا گیا اور یہاں تک کہہ دیا گیا کہ اگر خلوص دل سے خدا کی عبادت کی جائے تو وہ بتخانے میں بھی ہے اور کلیسا میں بھی۔ اس طرح یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ صوفیائے کرام ہر مذہب کی انفرادیت کے قائل بھی تھے اور ایک دوسرے میں اتحاد و اتفاق، جذباتی ہم آہنگی قائم کرکے سارے ملک کو ایک رشتہ میں جوڑ دینا چاہتے تھے۔ ان تعلیمات کو مقبولیت بخشنے اور عوام سے ان کا رشتہ جوڑنے کو عملی شکل میں اس طرح پیش کیا گیا کہ خانقاہ پر قوالی کی محفلیں منعقد کی جانے لگیں [illegible] جانے لگی [illegible] اور [illegible] جذبہ بھی ابھرا اور وطنیت کا شعور بھی۔ چنانچہ صوفیائے کرام نے یہاں کے کلچر کے ان عناصر کو خصوصی اہمیت عطا کیا اور ان میں [illegible] کیفیت پیدا کی ان میں خواجہ معین الدین چشتی [illegible] خواجہ بندہ نواز گیسو دراز، قطب الدین بختیار کاکی، نظام الدین اولیا، امیر خسرو اور حضرت وارث علی شاہ کے نام خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔ ان سبھی بزرگوں نے لوک اور تہذیبی زندگی سے اپنا رشتہ [illegible] برقرار رکھا۔ یہاں کے تہواروں سے دلچسپی لی [illegible] اور میلوں کو اپنایا اور ایسے موقعوں پر خاص طور سے عمل دخل کیا جو یہاں کے عقیدتوں کی ترجمانی [illegible] کے ذریعہ [illegible] سے عوام کا رشتہ جوڑ دیتے ہیں۔ [illegible] مخصوص مذہب کے عقیدت مندوں کے جذبات کو تسکین بخشنا ہو لیکن صوفیائے کرام نے اس کا رشتہ اس دھرتی اور ہندوستانیت سے قائم کرکے قومی یکجہتی اور ہم آہنگی کا بنا جیون پیدا کردیا۔ اس سلسلہ میں جس تہوار کو سب سے زیادہ اہمیت حاصل ہے وہ بسنت پنچمی ہے۔

کیونکہ اس کا تعلق کسی مخصوص طبقہ یا علاقہ سے نہ تھا۔ یہ دکن میں بھی اتنا ہی مقبول تھا جتنا شمال میں۔ اس کی رسوم مسلمانوں میں بھی اتنی ہی عام تھیں جتنی ہندوؤں میں۔ یہ بہار کی آمد کا پیغام ہے۔ سرسوں کے پھول ہر طرف اپنا حسن بکھیرتے ہیں۔ آموں میں بور کی مہک پھیلنے لگتی ہے اور ربیع کی فصل تیاری کے قریب ہوتی ہے۔ چنانچہ اس موسم کی دلکشی سے کسی ایک مذہب کا تعلق نہیں ہو سکتا بلکہ یہ عوام الناس کے جذبات کو چھوتا ہے۔

بسنت پنچمی سے صوفیائے کرام کی دلچسپی اور اس کی رسمی شکل میں اس دور سے ملنے لگتی ہے جب سے ہندوستان میں تصوف کے رجحانات نے مقبولیت حاصل کی لیکن اس تہوار کو اس وقت سے زیادہ اہمیت حاصل ہوگئی جب امیر خسرو نے حضرت نظام الدین اولیا کی خدمت میں سرسوں کے پھول پیش کیے تھے۔ اس کے بعد یہ رسم قائم ہوگئی کہ قلعۂ معلیٰ میں بھی اس دن بسنتی لباس پہنے جاتے تھے اور آج تک بسنت کے موقع پر اگر دہلی میں ایک طرف کالکاجی کے مندر پر میلہ لگتا ہے تو دوسری طرف مسلمان صوفی سرسوں کے پھول ہاتھ میں لیے ہوئے نظام الدین اولیا کے مزار پر حاضری دیتے ہیں۔ اس موقع پر دہلی کی چہل پہل اور جشن کی کیفیت "مرقع دہلی" کے مصنف درگاہ قلی خاں نے اس طرح بیان کی ہے کہ

"بسنت کے موقع پر قدم شریف پر صبح و شام مجمع لگتا تھا۔ سارا شہر دلہن کی طرح سجتا تھا۔ باغوں میں رقص ہوتے، قوالیاں ہوتیں۔۔۔۔ دوسرے دن خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کی درگاہ پر حاضری دیتے اور وہاں محفل قوالی گرم ہوتی۔ پھر حضرت چراغ دہلی کی درگاہ پر واپس آتے۔ تیسرے دن حضرت سلطان المشائخ کی درگاہ میں محفل سماع ہوتی۔ چوتھے دن حضرت رسول نما میں قوالوں اور نقالوں کا ہجوم ہوتا تھا۔ پانچویں دن حضرت شاہ ترکمان کی درگاہ میں اور چھٹے دن بادشاہ اور امرا کے گھروں کی طرف رجوع کرتے۔"

[illegible] میں آنے والے صوفیوں اور ان کے مریدوں [illegible] دوسری جگہوں کی طرح [illegible] بھی اس موقع پر قوالی کا اہتمام ہوتا ہے۔ [illegible] اور سرسوں کے پھول سے بزرگوں کے مزاروں پر [illegible] کی جاتی ہے۔

[illegible] شاعری کی صورت میں صوفیائے کرام [illegible] اس کے ارتقا کی ابتدائی منزلوں میں [illegible] کیونکہ اس کے زیر اثر [illegible] شاعری میں رواداری، انسان دوستی اور قومی دوستی کے عناصر بھی پیدا [illegible] اور [illegible] رسومات کی ترجمانی بھی کی گئی [illegible] تصوف کی تبلیغ و اشاعت میں مدد ملے۔

صوفیانہ شاعری کا یہ سلسلہ سید گیسو دراز ہی سے شروع ہو جاتا ہے اور اس کے بعد کے شعرا کے یہاں بسنت سے متعلق نظمیں ملنے لگتی ہیں۔ اس سلسلہ میں سب سے پہلا نام محمد قلی قطب شاہ کا نظر آتا ہے جو عملی زندگی میں چاہے صوفی نہ رہے ہوں لیکن ان پر ان تعلیمات کا اتنا گہرا اثر تھا کہ ان کی ترجمانی پر برابر زور دیتے رہے۔ انھوں نے "بسنت" پر جو نظم کہی اس میں جذباتی خلوص بھی ہے اور خالص ہندوستانیت بھی۔

شاد کے گھر میں سعادت کی خبر لایا بسنت
نبی تیل کے چمن میں پھول پھل لایا بسنت
موتی اور یاقوت کے گھر گھر میں انبار لگے
ہر گدا کو مثل خاقاں کرکے دکھلایا بسنت

اٹھارہویں صدی کی دہلی کے شعرا کو تصوف سے خاص لگاؤ تھا۔ ان میں فائز اور آبرو دونوں مخصوص انداز کے مالک تھے اور دونوں کے یہاں بسنت سے متعلق پرکیف اشعار ملتے ہیں فائز کہتے ہیں ؎

آج ہے روز بسنت اے دوستاں
رو قد ہیں بوستاں کے درمیاں
سب کے تن میں ہے لباس کیسری
کرتے ہیں صد برگ سوں سب ہمسری

اور آبرو نے دو نظموں میں اس تیوہار کے حسن و دلکشی کو پیش کیا ہے۔ انھوں نے ان نظموں میں ہندو رسم و رواج کا اظہار کرکے مذہبی یکجہتی اور تصوف اور بھگتی کے تصورات کو ایک کر دیا ہے ؎

کوئل نے آکے کوک سنائی بسنت رُت
بورائے خاص و عام کی آئی بسنت رُت

اور اسی اٹھارہویں صدی میں نظیر اکبرآبادی کا وہ نام بھی سامنے آتا ہے جس کو ایک عوامی شاعر کی حیثیت سے بھی اہمیت حاصل ہے اور صوفی کی حیثیت سے بھی۔ انھوں نے ہندوستانی تہذیب و معاشرت کو اپنی شاعری کا مخصوص جزو بنادیا، انھوں نے مختلف موسموں اور تیوہاروں کو جس طرح عوامی زندگی سے قریب کرکے پیش کیا وہ کسی دوسرے شاعر سے نہ ہوسکا۔ بسنت سے متعلق انھوں نے اپنے خیالات اس طرح ادا کیے ہیں کہ ؎

مل کر صنم سے اپنے ہنگام دل کشائی
ہنس کر کہا یہ ہم نے اے جاں بسنت آئی
جب رنگ کے آئی اس کی پوشاک پر نزاکت
سرسوں کی شاخ پر گل پھر جلد اک منگائی
اک پنکھڑی اٹھا کر نازک سی انگلیوں میں
رنگت پھر اس کی اپنی پوشاک سے ملائی

لکھنوئی شعرا میں چاہے تصوف کا رجحان زیادہ نہ رہا ہو لیکن بسنت کے تیوہار میں محبت و ہمدردی اور فطرت کی دلکشی کی جو کیفیات محسوس کی جاتی رہی ہیں، ان کا اظہار انشا نے بھی کیا ہے اور امانت نے بھی۔

بے نظیر شاہ بھی ایک صوفی شاعر تھے۔ بسنت پر ان کی نظم منظر کشی کی ایسی کیفیت پیش کردیتی ہے عام انسان جن پر توجہ نہیں دیتا۔ کہتے ہیں ؎

دیا کس نے یہ آب زر بے قیاس
کہ ہر کھیت کا ہے بسنتی لباس
یہ مستی دکھائی ہے ہر پھول نے
کہ آنکھوں میں سرسوں لگی پھولنے

دراصل بسنت اردو شاعری میں ایک مشترکہ کلچر قومی یکجہتی کی علامت بن گیا ہے اس کے ذریعہ ہندوستان کا وہ سارا معاشرہ سمٹ کر سامنے آجاتا ہے جس کا تعلق کھیتوں، سے باغوں سے پھولوں اور پھلوں سے اور کوئل اور پپیہے کی آوازوں سے ہے۔ چنانچہ اس طرح جس روایت کی بنیاد پڑی تھی وہ تصوف کے اثرات کم ہونے کے بعد بھی قائم رہی اور بسنت سے متعلق نظموں کا سلسلہ برقرار رہا۔

مختصراً کہا جاسکتا ہے کہ صوفیائے کرام نے بسنت جیسے تیوہار سے اپنا تعلق قائم کرکے ہندوستانی تہذیب اور یہاں کی معاشرتی زندگی کے بہت سے پہلوؤں کو پیش کردیا اور سب سے بڑھ کر قومی یکجہتی، ہندوستانی مزاج، اتحاد و اتفاق اور جذباتی ہم آہنگی کو عوام تک پھیلادیا، اور نظیر اکبرآبادی کے الفاظ میں اس بات کی تبلیغ کی ؎

جھگڑا نہ کرے مذہب و ملت کا کوئی یاں
جس راہ میں جو آن پڑے خوش رہے ہر آں
زنار گلے میں کہ بغل بیچ ہو قرآں
عاشق تو قلندر رہے نہ ہندو نہ مسلماں
کافر نہ کوئی صاحب اسلام رہے گا
آخر وہی اللہ کا اک نام رہے گا

(آکاشوانی لکھنؤ سے نشر)

اودھ پنچ کا ایک ورق

تحریر : اکبر الٰہ آبادی
ریڈیو عکس : زبیر رضوی

ہٹو بچو، سنبھل بیٹھو، جگہ دو، ہم آتے ہیں، ہم آئے ہیں۔

ہاں ہاں، ضرور ضرور، مگر یہ تو فرمایئے آپ ہیں کون۔

ایں۔ ہم ہیں کون؟ ہم ہیں . . . ہم

توبہ، ارے میاں، خدا کے لیے کچھ کہہ گئے بھی آخر ہو کون؟

بتادیں، چلئے بتادیتے ہیں ہم کون ہیں

جی فرمایئے اپنا جغرافیہ

ہم ہیں خیال ولد دماغ ولد تحریر ولد قل ہو اللہ احد

واہ واہ۔ سبحان اللہ حضرت آپ نے تو اپنا پورا حسب نسب پڑھ کر سنادیا۔ یہ تو فرمایئے کہ یہاں نہ کوئی کمیٹی نہ سوسائٹی، نہ لکچر نہ جلسہ، نہ کسی کی فاتحہ نہ کسی کی ختنہ، نہ چندہ نہ لاٹری، آپ جو اس دھوم دھڑکے سے نازل ہوئے ہیں اس کا باعث؟

کیا عرض کریں، ادھر اودی اودی بدلیاں نیم پری بنی ہوئی بحر ہند سے آرہی ہیں ادھر ہری ہری پتیاں معشوق ہند کی طرح اپنا جوبن دکھارہی ہیں آپ جانئے۔ ہم ٹھہرے جو ہر مجد د گلبل میں آگئے اور کمیٹی چھوڑ محفل رنداں میں آدھمکے۔

جناب یہ سب سہی مگر آپ مرغ سحر بھی نہیں کہ جس کی اذان کا کوئی وقت نہیں ہوتا آپ کی تشریف آوری طبیب کے پاس مریض کی آمد کی صورت بے وجہ نہیں۔

سچ بتادوں۔

بتانا ہی ہوگا حضرت آپ تو اس کبوتر کی طرح ہیں کہ جس نے کبھی اپنے مالک کی چھت نہیں چھوڑی، یہ آج کیسے پر تول لیے اور ہماری صحبت میں چلے آئے۔

وہ سُنا ہوگا آپ نے کہ بگڑا شاعر مرثیہ گو ہوتا ہے اور بگڑا وکیل . . .

مجسٹریٹ

خدا آپ کو سلامت رکھے، تو صاحب مجسٹریٹ بہادر نے ایک ایسا حکم صادر کردیا ہے کہ ہم جی اُٹھے ہیں۔

کیا حکم صادر کیا ہے مجسٹریٹ بہادر نے۔

حکم صادر ہوا ہے۔ کوئی پتھر سے نہ مارے کسی دیوانے کو۔

اوہ تو حضرت مجنوں زادے بھی ہیں۔

جی مگر ہمارا حسب نسب قیس اور فرہاد سے ذرا مختلف ہے۔

حضرت مشہور عاشق تو یہی ہیں

ہوں گے۔ ہماری خانقاہ دوسری ہے۔

اس کے انکشاف پر اگر جناب کو جیل خانے کا خطرہ نہ ہو تو ذرا ہم بھی خانقاہ کا حال سنیں۔

خانقاہ کا حال تو بعد میں عرض کروں گا پہلے ہمارے فرنگی مجسٹریٹ بہادر کا تازہ کارنامہ سُن لیجئے۔

جی انہیں کا تو جنھوں نے حکم صادر فرمایا تھا

کوئی پتھر سے نہ مارے کسی دیوانے کو

جی بالکل درست قیافہ فرمایا آپ نے۔ تو حضرت کل ان کی عدالت میں عجب واقعہ ہوا۔

کیا واقعہ ہوا حضرت

ایک گائے کی ملکیت کے سلسلے میں شدید جھگڑا ہوا اور بات صاحب بہادر کی عدالت تک پہنچی۔ صاحب بہادر نے جب کئی بار گائے گائے کی رٹ سنی تو فرمایا، ڈیل گائے کو عدالت میں حاضر کیا جائے۔

اور گائے عدالت میں حاضر کردی گئی۔

جی نہیں۔

ایں۔ تو پھر عدالت کو غصہ آیا ہوگا۔

جی ہاں، بے حد۔ عدالت تیسری منزل میں تھی، عرض کیا گیا کہ می لارڈ گائے کے لیے تیسری منزل تک چڑھنا ممکن نہیں، عدالت کو بنفس نفیس نیچے کھڑی گائے کے پاس پہنچنا ہوگا۔

پھر کیا عرش نشیں عدالت فرش پر اتری۔

کیوں نہیں، نیچے پہنچ کر جب انگریز عدالت نے گائے کو دیکھا تو سخت برہمی کا اظہار کیا اور استغاثہ کے وکیل سے کہا تم بیحد

بدھو ہے صبح سے گانے گانے کی رٹ لگا رہا ہے، یہ کیوں نہیں کہتا کہ بیل کی میم کے بارے میں سارا جھگڑا ہو رہا ہے۔ عدالت کو خواہ مخواہ پریشان کیا گیا۔

واہ خیال ولد دماغ۔

ولد فکر۔

ولد قول اللہ واحد کیا خوب صاحب بہادر ہیں۔

اب ایک اور بات عرض کروں۔

جی فرمائیے۔ کیا عدالت عالیہ کے بارے میں کچھ کہنا ہے۔

جی نہیں بس یہ اطلاع آپ کے حضور پہنچانی ہے کہ اس وقت طبیعت موزونیت پر آمادہ ہے، جو مضمون فرمائیے وہ بے تکلف موزوں کر دوں۔

اوہ تو حضرت پر شاعری طاری ہو گئی ہے۔

جی ہاں، جی ہاں۔

تو پھر مجسٹریٹ بہادر کی شان میں ایک رباعی ہو جائے۔

بہت خوب، اے حضرت یہ تو خود ہمارا فرض ہے۔ دیکھیے خزانہ مضمون بھی ہاتھ آ گیا ہے اور یوں بھی ادائے ٹیکس ہم پر واجب ہے۔ عرض ہے

ارشاد

قیصر ہند کو اللہ سلامت رکھے
دشمنوں کو ہدف تیر سلامت رکھے
حاسدوں کو غم و حسرت کی نشانی کر دے
پنچ کو عشرت و راحت کی علامت رکھے

آمین آمین، اے سبحان اللہ، خوب ارشاد کیا ہے، سلامت کا قافیہ علامت کس خوبصورتی سے باندھا ہے۔

آداب جھاڑتا ہوں، بندگیاں اچھالتا ہوں۔

کیا خوب۔ آداب نہ ہوا دولتیاں ہو گئیں۔

جی یہ توسن طبع کی رعایت ہے۔

اچھا یہ بندگیاں اچھالنا کیا معنی، بندگیاں نہ ہوئیں مسخوار کی پگڑی ہوئی۔

جی یہ بادہ مضمون کی مناسبت ہے۔

حضرت لگتا ہے کافی کلیل میں آ گئے ہیں آپ، خیر اب ذرا پرانے زمانے کی کچھ برائی اور اس عہد کی کچھ تعریف ہو جائے۔

سچ بات کہنے میں کیا عذر ہے۔ وہ بھی لیجئے۔

ہوتے تھے آگے ہند میں مجنون بادشاہ
کہتے تھے یہ خطا بھی بہت خون بادشاہ
اے پنچ میرا عہد عجب عہد امن ہے
یعنی ہے اس زمانے میں خاتون بادشاہ

واہ واہ۔

بس اتنی سی تعریف، یہ خاکسار تو خون جگر کھا کر شعر کہے اور آپ صرف واہ واہ پر مجھے ٹال رہے ہیں۔ حضرت بخیل بننے کی کوشش نہ کیجئے۔ تعریف کیجئے تعریف اور وہ بھی جی اور مٹھ دونوں کھول کے۔

اچھی زبردستی ہے، خیر۔ واہ واہ ماشاء اللہ، سبحان اللہ قل اللہ۔

تسلیم جاری کرتا ہوں۔

تسلیم جاری کرنا کیا معنی۔

جی یہ حکم جاری کرنے کی مناسبت ہے۔

اچھا اب کچھ ان ہندوستانی فوجیوں کے بارے میں جو فرنگیوں کی مدد کر رہے ہیں

لیجیے اس پر بھی حاضر ہے۔

انگلش کی مدد سے مالٹا تک
ہندی لشکر جو بڑھ گئے ہیں
کہتے ہیں یہ منس کے ہند والے
کالے گوروں پہ چڑھ گئے ہیں

بہت خوب سبحان اللہ

آداب فیر کرتا ہوں

یہ کس کی رعایت ہے۔

گورے کی رعایت۔

خیر یہ تو سب کچھ ہوا اب ذرا شہر کلکتہ کی شان میں کچھ ہو جائے۔

ضرور ضرور، وہ تو ہمارا دارالسلطنت ہی ہے۔ اللہ آباد رکھے۔ اچھا سنئے۔

نائب سلطان عالم کی وہاں درگاہ ہے
حکمران دادگر کا خیمہ و خرگاہ ہے
تاجروں کا کیوں نہ ہو اطراف یورپ سے ورود
جانتے ہیں سب کہ کلکتہ بھی بندرگاہ ہے

اے سبحان اللہ

تسلیم کو داغتا ہوں

یہ کیا

بندرگاہ کی رعایت۔ اے حضرت اب فرمائش نہ کیجئے گا دیوالیہ نکلا جاتا ہے۔ اس وقت رخصت ہوتا ہوں آپ بھی سمجھ لیجئے گا بھاگتے بھوت کی لنگوٹی ہے۔

سرسر سرسر سٹاک
شرشر شرشر پھٹاک

میاں خیال صاحب اس قدر چھک مار کے رفو چکر ہو گئے وہ گئے پھر وہی سکوت وہی سناٹا

شمع کے گل ہوتے ہی پروانہ راہی ہو گئے
دفعتاً کیا تھا میاں انجمن کیا ہو گیا

(رام پور سے نشر)

ایک نیا کالم

زراعت و سائنس

زراعت اور سائنس میں ہونے والی ترقیاتی سرگرمیوں اور نت نئی ایجادات سے اپنے قارئین کو روشناس کرانے کے لیے آواز یکم مئی کے شمارے سے ایک نئے مستقل کالم کا آغاز کیا جا رہا ہے

آواز کے لیے اس کالم کی ترتیب

آکاشوانی دہلی فارم ریڈیو آفیسر عزیز انصاری کریں گے۔

خانقاہِ اسلام پور

خانقاہ اسلام پور اپنی قدامت کے باوجود نوادرات کا مختصر سا سرمایہ رکھتا ہے۔ خانقاہوں میں عموماً بزرگان دین کا عمامہ، عبا، تسبیح، جانماز اور ذاتی استعمال کی چیزوں کے علاوہ خلافت نامے اور کتابیں ہوا کرتی تھیں۔ عبا، عمامہ وغیرہ کا ذخیرہ تو یہاں ہے نہیں لیکن بزرگوں کی قدیم تحریریں کسی قدر محفوظ ہیں۔

اسلام پور میں جو صوفیائے کرام تھے وہ عالم باعمل تھے۔ ان کے تبحر علمی کے سبب ہی انھیں قضا کا محکمہ سپرد کیا گیا تھا اور اس کے صلہ میں بڑی جاگیر ملی تھی۔ ایک ذمہ دار سرکاری عہدہ قبول کرنے کے باوجود ان بزرگوں نے رشد و ہدایت اور تبلیغ دین کا کام ترک نہیں کیا اور مظلوموں کی داد رسی سے بھی باز نہ آئے۔ اس کا انجام یہ ہوا کہ ۱۱۲۵ھ میں پرگنہ دار راجگیر کے حکم سے حضرت شاہ ہدایت اللہؒ اور حضرت نور محمدؒ کے مزارات کو منہدم کر دیا گیا اور خانقاہ اور رہائشی مکانات پر ہل چلوا کر زمین کے برابر کر دیا گیا۔ اس بات کا ثبوت ایک محضر نامہ سے ملتا ہے جو کتب خانہ قادریہ میں محفوظ ہے۔ اس پر خادم شرع عزیز اللہ کی مہر ہے۔ یہ مہر ۱۱۳۴ھ کی ہے محضر نامہ ان الفاظ سے شروع ہوتا ہے:

"چوں ادائے ایں شہادت کہ سرمایۂ سعادت است
و کتمان آں موجب شقاوت کمال قال اللہ تعالیٰ
لاتکتموا الشہادۃ و من یکتمہا فانہ آثم قلبہ۔ بنا برآں
اضعف العباد محمد یار ولد ملک خدایار ابن ملک
عبدالرسول و مہر یار و شفاعت یار و راحت یار و
نجابت یار ولدان ملک مہر یار ابن ملک عبدالرسول
مذکور از سادات عظام و مشائخ کرام و قضات اہل
اسلام و جمہور سکنہ قصبہ اسلام پور پرگنہ مبوک
سرکار رہ صوبہ بہار و پرگنات قرب و جوار سوال میکنم و
استشہاد می خواہم۔"

اس محضر نامہ پر جن بزرگوں کے دستخط ہیں ان میں شاہ عبدالحکیم ہمدانی اور شاہ کمال الدین بلخی کے نام قابل ذکر ہیں۔ شاہ عبدالحکیم ہمدانی دیوان شاہ حبیب اللہ قادری کے نواسے اور شاہ رفیع الدین ہمدانی

جاری

کے نوادرات

علی ابدالی

کے صاحبزادے تھے۔ شاہ کمال الدین بلخی دیوان شاہ حبیب اللہ قادری کے دوسرے نواسے شاہ عامل بلخی کے صاحبزادے تھے۔ اس محضرنامہ پر کچھ دستخط کیتھی ہندی میں بھی ہیں۔

یہ انجام صوفیائے کرام کے اس خاندان کا ہوا جو اسلام پور میں سب سے پہلے آباد ہوا اور جس نے پہلی دفعہ یہاں خانقاہ قائم کی۔ مخدوم شاہ ابوسعید یہاں پہلے آباد ہوئے۔ ان کے فرزندوں کو سلطان وقت نے قضا اور امامت کا محکمہ سپرد کیا اور اس کے صلہ میں ایک بڑی جاگیر دی تھی۔ حضرت شاہ نور محمد مخدوم شاہ ابوسعید کے فرزند اور شاہ ہدایت اللہ ان کے بھتیجے اور شاہ یار محمد کے فرزند تھے۔ آج اس قطعۂ زمین پر مکانات کے کھنڈر بھی نظر نہیں آتے اور نہ مزارات و خانقاہ کا کوئی نشان ملتا ہے۔ ان بزرگوں کی یادگار ایک مہر چند تحریریں اور کچھ وثائق ہیں۔ مہر شاہ یار محمد اسلام پوری کی ہے جو ۱۰۸۰ھ کی ہے اس پر یار محمد چہار یار داشت کندہ ہے۔ شاہ یار محمد کے دست خاص کی ایک تحریر کتب خانہ قادریہ میں موجود ہے جو ۱۴ ذی الحجہ ۱۷ جلوس مطابق ۱۰۸۴ھ کی ہے۔ آپ کا خط بڑا ہی پاکیزہ تھا۔

اب میں چند بیاضوں کا ذکر کرنا چاہوں گا۔ بیاضیں عموماً اوراد و وظائف، نقوش، بزرگوں کے اقوال چند تاریخ ولادت و وفات اور کچھ اشعار و نسخہ جات پر مشتمل ہوا کرتی ہیں۔ ایسی متعدد بیاضیں کتب خانہ قادریہ میں موجود ہیں۔ ان میں سے دو بیاضیں شاہ یار احمد کی ہیں۔ شاہ یار احمد کے حالات نہ معلوم ہو سکے اور نہ یہ معلوم ہو سکا کہ یہ کس خاندان کے تھے اور یہ کہاں کے رہنے والے تھے۔ ان بیاضوں کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ یہ مولانا حسن رضا رائے پوری جانشین حضرت منعم پاک کے مرید تھے۔ ان بیاضوں میں تحریر کچھ اوراد کے دیکھنے سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ ان کی اجازت انھیں حضرت یار محمد اسلام پوری سے ملی تھی۔ ایک بیاض کے آخری صفحات میں سنہ ہجری کی ابتدا کے متعلق لکھا ہے۔ اسی سلسلہ میں مختلف مستند کتابوں سے حوالے بھی دیے گئے ہیں۔

بیاض کے آخری صفحہ پر تین پہیلیاں لکھی ہیں۔ وہ پہیلیاں یہ ہیں۔

دو حرفوں کو جب دوں پا دے
ہر گب رتن ہو جا دے
دیگر

ایک تریا ہم ایسی دیکھا بن گات بن روپ
بر گات پر روپ دکھا دے جیسے اُگتے دھوپ
ایضاً
اے سکھی وہ کون ہیں جو کہ سبھ کو چھوئیں
بیچ ربیچ وہاں موں پہ بڑھ کے کیو نہ چھوئیں

ایک بیاض میں جس کے بارے میں پتہ نہ چل سکا کہ کس کی ہے شاہ احسان اللہ چشتی جانشین حضرت فریدالدین طویلہ بخش کا ایک شعر تحریر ہے۔ حضرت شاہ احسان اللہ چشتی مخدوم شاہ یحییٰ علی نوآبادی کے نانا اور مرشد اول تھے۔ ایک محاورہ کو کس خوبصورتی سے نظم کیا ہے۔

خدا خود تجھ میں ہے کیا ڈھونڈتے جنگل میں
ڈھنڈھورا شہر میں لڑکا بغل میں

مخدوم جہاں شیخ شرف الدین یحییٰ منیریؒ کے مرید و خلیفہ حضرت مخدوم شمس الدین محمود حضر بدایونی کی اولاد میں حضرت دیوان شاہ حبیب اللہ قادری نے اپنی ننہال اسلام پور میں سکونت اختیار کی تھی۔ اسلام پور کی موجودہ خانقاہ انھیں کی قائم کردہ ہے۔ دیوان شاہ حبیب اللہ قادری کے بعد ان کے نواسوں اور ان کی اولاد کے ذریعہ رشد و ہدایت اور تبلیغ دین کا کام ہوتا رہا۔ حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانی کی اولاد میں سید رفیع الدین ہمدانی کی شادی دیوان شاہ حبیب اللہ قادری کی صاحبزادی سے ہوئی تھی۔ انھوں نے یہاں سکونت اختیار کی اور ہمدانیہ خانقاہ قائم کی۔ آپ کے صاحبزادگان بڑے ہی ذی علم اور صاحب تصنیف تھے۔ آپ کی اولاد میں سید لطف علی ہمدانی ہفت قلم تھے۔ آپ کی تحریر بڑی پاکیزہ تھی۔ خطاطی کے ایسے نمونے مشکلوں سے دیکھنے کو ملتے ہیں۔ آپ کے طغرے اور وصلیاں کتب خانہ قادریہ کی زینت ہیں۔ اس کے علاوہ آپ کی تحریر کردہ دو کتابیں بھی یہاں موجود ہیں۔ ایک اوراد نتیجہ جس کے جامع آپ کے مورث اعلیٰ حضرت سید علی ہمدانی تھے اور دوسری درود کبریت احمر ان کے علاوہ چند ہمدانی بزرگوں کی تحریریں، ان کے دستخط اور مہریں دیگر کاغذات میں دیکھنے کو ملتی ہیں۔

بلخیوں کی خانقاہ شاہ عبداللطیف بلخی نے قائم کی۔ آپ کی شادی دیوان شاہ حبیب اللہ قادری کی دوسری صاحبزادی سے ہوئی تھی۔ شاہ کمال الدین بلخی آپ کے صاحبزادے شاہ عامل بلخی کے صاحبزادے اور جانشین تھے۔ افسوس کہ بلخیوں کی کوئی بھی تحریر محفوظ نہ رہ سکی۔

آخری ہمدانی بزرگ حضرت شاہ ولایت علی ہمدانی ہوئے جن کو ہمدانیہ فیض براہ راست اپنے والد سید کریم بخش ہمدانی سے ملا۔ آپ اپنے نانا شاہ ہدایت علی بلخی بن شاہ کمال الدین بلخی کے مرید اور جانشین تھے۔ اسلام پور کی خانقاہ آج آپ ہی کے نام نامی سے منسوب کی جاتی ہے، جو غلط ہے۔ آپ کا عبا، عمامہ اور جانماز محفوظ ہے۔ ایک استنبولی عطردان بھی آپ کی یادگار ہے۔ جو اعلیٰ فنکاری کا نمونہ ہے۔ آپ کی تحریر کردہ کچھ کتابیں یہاں ہیں۔ آپ ہی کے زمانہ میں متعدد بار گھر میں آگ لگی جس سے بہت سی کتابیں اور پرانے کاغذات جل گئے۔ کچھ چیزیں ہی محفوظ رہ سکیں۔ آپ کے وصال کے بعد آپ کے نواسے شاہ عبدالقادر اسلام پوری مسند سجادگی پر بیٹھے آپ صوفی منیری کے صاحبزادے تھے۔ آپ نے ۱۳۱۳ھ میں ایک کتب خانہ قائم کیا جو آپ ہی کے نام پر کتب خانہ قادریہ کے نام سے مشہور ہے۔ اس کتب خانہ میں قلمی کتابوں کے علاوہ مطبوعہ کتابیں بھی کافی تعداد میں موجود ہیں۔ آپ کی خاندانی کتابوں کا ذخیرہ تو مکمل طور پر یہاں منتقل نہ ہو سکا پھر بھی کچھ اہم اور نادر چیزیں یہاں آ گئیں۔ آپ کے دادا شاہ محمد علی ابدالی کا جس وقت وصال ہوا آپ کے چچا شاہ ادرا علی اور والد صوفی منیری کم سن تھے۔ مجبوراً ان لوگوں کو اپنا آبائی گاؤں چھوڑنا پڑا۔ ظاہر ہے شرف آباد سے منیر شریف منتقل ہونے میں کم سنی و ناتجربہ کاری کے سبب کن کن نادر دستاویزوں کا نقصان ہوا ہوگا۔

حضرت فخرالدین زاہدی کے زمانہ میں جایداد کی تقسیم جس وثیقہ کے ذریعہ ہوئی تھی، وہ کتب خانہ قادریہ میں محفوظ ہے۔ یہ ۱۰۸۷ھ کا تحریر کردہ ہے۔ اس پر فخرالدین زاہدی بن دیوان شاہ شہاب الدین کا دستخط ہے۔ افسانہ پادشاہان میں تحریر ہے۔

"سکندر یک سال در بہار ماندہ بہ علما و اویسیان را تمثیل
شیخ بڈھے حقانی و شیخ بڑن منیری و شیخ بڈھ حبیب و
شیخ فخرالدین زاہدی و بہ مستحقان را نقد داد از بہار
روانہ شد۔"

اس کے علاوہ شاہ غلام مرتضیٰ ابدالی شرف آباد کے دست خاص کا نوشتہ بھی یہاں موجود ہے جس کی کتابت ۱۱۳۳ھ کی ہے۔ اس میں ابدالیوں، زاہدیوں اور ہمدانیوں کے نسب ناموں کے علاوہ بدر عالم زاہدی کا کارسانہ ذکر بھی تحریر ہے۔

سلطان علی عادل شاہ کا ایک طغریٰ بھی کتب خانہ قادریہ میں موجود ہے۔ شرقی سلاطین کے چند سکے بھی اس کتب خانہ کی زینت ہیں۔

کتب خانہ قادریہ میں چند ایسے وثائق بھی ہیں جو اردو میں لکھے گئے۔ وثائق ابتدائی انگریزی دور کے ہیں اس سے اہم ہیں۔ ان میں سے تین وثائق بہار سے متعلق ہیں اور ایک ضلع پٹنہ سے۔ ضلع بہار کے وثائق پر محکمہ رجسٹری ضلع بہار کی مہریں ہیں۔ شاید وثائق کی رجسٹری کا طریقہ انہی دنوں نکلا تھا۔ ضلع بہار سے مراد گیا ضلع ہے۔ ایک رجسٹری ۲۶ اپریل ۱۸۴۵ء کی ہے دوسری ۱۸۵۰ء کی اور تیسری ۱۸۵۱ء کی۔ پٹنہ ضلع کی رجسٹری یکم اگست ۱۸۷۲ء مطابق ۱ ساون ۱۲۷۰ف موافق ۷ اسفر ۱۲۸۰ھ کی ہے۔ اس پر علاقہ شہر پٹنہ محکمہ رجسٹرڈ دستاویز کی مہر ہے۔ کتب خانہ قادریہ میں ضلع بہار کی عدالت دیوانی کا فیصلہ بھی اردو میں ہے جو ۱۸۵۷ء کا ہے۔

ساری نادر کتابوں اور تحریروں کا ذکر تو اس وقت ممکن نہیں۔ مختصراً چند کتابوں کا ذکر کروں گا۔

ملا محمد سعد عظیم آبادی کی دو کتابیں فارسی زبان میں یہاں موجود ہیں۔ ایک کا نام شرح بوستان سعدی ہے جو ۱۱۷۳ کی تحریر کردہ ہے۔ کاتب کا نام سید مظفر علی ہے۔ دوسری کتاب کا نام فرہنگ دیوان قصائد عرفی ہے جو ۲۱ محرم ۱۲۰۴ھ کی تحریر کردہ ہے۔

ملا غلام یحییٰ بہاری کی بھی ایک کتاب عربی زبان میں یہاں موجود ہے۔ کتاب کا نام تعلیق قطبی ہے اور موضوع علم کلام ہے۔ افسوس کہ سنہ کتابت اور کاتب کا نام تحریر نہیں ہے۔

ایک کتاب لغات فارسیہ ہے۔ اس کے کاتب کا نام افتخار احمد بلگرامی ہے۔ ۲۰ شوال ۱۲۸۹ھ کی کتابت ہے۔ افسوس کہ مرتب کا نام تحریر نہیں۔ اس کتاب میں اردو کے مستعملہ الفاظ اور محاورات کے فارسی مرادفات تحریر کیے گئے ہیں۔

(پٹنہ سے نشر)

علی ابدالی
خانقاہ اسلام پور، نالندہ ۸۰۱۳۰۳

اور اُمدھاری ریڈیو پر

مظفر الحسنین حیدری

جب ہمارا انٹرویو مع ایک عدد پرانی تصویر کے شائع ہوا ہے۔ ڈاکیہ بلاناغہ ہمارے گھر آنے لگا ہے جیسے ہم نے ان کی لڑکی بغیر جہیز کے لینے کی حامی بھری ہو۔ روزانہ ہمارے نام جو خطوط آتے ہیں ان میں ہماری شاعری کی تعریف ہی تعریف ہوتی ہے۔ کسی کو ہم پر غالب کا گمان گزرتا ہے تو کوئی ہمیں جوش سے ملا دیتا ہے۔ جبکہ اب اگر ہم سے ان حضرات کے شعری مجموعوں کے نام دریافت کریں گے تو ہم دیوان غالب اور دیوان جوش سے آگے نہیں بڑھ پائیں گے۔ ہمارے دوستوں کو ہمارا انٹرویو شائع ہونا اچھا نہیں لگا۔ اس لیے جب وہ ہماری تعریف سنتے یا پڑھتے ہیں تو اپنا منہ یوں بگاڑ لیتے ہیں جیسے نئے سال کے خسارے کا بجٹ دیکھ لیا ہو۔ ہمارے چند دوستوں کا خیال یہ بھی ہے کہ ہم نے یہ انٹرویو اخبار کے ایڈیٹر کو کچھ رقم دے کر شائع کروایا ہے اور اس شمارے کی پچاس کاپیاں خرید کر شہر کی لائبریریوں اور اپنے باذوق حضرات جو اخبار و رسائل خرید کر پڑھنے کا شوق نہیں کرتے انھیں مفت تقسیم کیا گیا ہے۔ اور جان بوجھ کر پرانی تصویر شائع کروائی ہے۔ معلوم نہیں ہے کہ ہم نے ایڈیٹر کو رقم دی ہے۔ تو کیا ہمارے دوست ہمیں اتنا بھی گیا گزرا سمجھتے ہیں کہ ہم اپنی مادری زبان کی بقا کے لیے اتنی بھی مدد نہیں کر سکتے اور پھر کہاں ایسا موقع بار بار ملتا ہے کہ سو پچاس کاپیاں خریدی جائیں اور تقسیم کیا جائے

رہا پرانی تصویر والا معاملہ تو یہ مجبوری مزاج ہے اور پھر ہم کیوں چاہیں گے کہ ہماری نئی تصویر کا استعمال لوگ اپنے بچوں کو ڈرانے کے لیے کریں اور پھر شعرا و ادبا کی پہچان کا بھی تو ایک سماں ہے۔

آج کی ڈاک سے ہمیں وہ خط ملا جس کے لیے ہم پچھلے ایک برس سے کوشاں تھے۔ یہ خط ریڈیو اسٹیشن سے موصول ہوا ہے جس میں ہم سے درخواست کی گئی ہے کہ ہم مع اپنی غزل کے ریڈیو اسٹیشن ریکارڈنگ کے لیے حاضر ہوں۔ ہماری خوشی کی انتہا نہ رہی بس یوں سمجھ لیجئے کہ مہینوں کی انتھک کوشش کے بعد جیسے بینک سے ہمارا لون منظور ہو گیا ہو۔ ہم نے سوچا کہ اس خط کی تشہیر ضرور ہونی چاہیئے لہٰذا خط کو ہاتھ میں دابے شہر کے مخصوص علاقوں کی طرف نکل پڑے۔ ابھی صدر بازار کے نکڑ پر پہنچے ہی تھے کہ ہمارے کچھ دوستوں کی نظر ہمارے شگفتہ چہرے پر پڑ گئی۔ انھوں نے پاس بلایا اور ماجرا پوچھا۔ ہم نے بھی لاپروائی کا خاص خیال رکھتے ہوئے جواب دیا۔ "آکاشوانی والوں نے ہمیں بلایا ہے ان لوگوں کی ضد ہے کہ ہم اپنی غزلیں ریکارڈ کروا دیں۔"

"کیا.... آپ کو آکاشوانی سے بلاوا آیا ہے۔" ایک دوست نے حیرت سے پوچھا۔ دوسرے نے کہا تو "پھر ہو جائے کچھ" ہم نے کہا دیکھو بھئی خیال اگر چائے پینی ہو تو ... کہ اچانک درمیان میں ایک نے حامی بھرتے ہوئے کہا "ٹھیک ہے یار... فی الحال چائے ہی چل جائے گی۔" چائے پلوانے کے لیے ہم نے ایسے ہوٹل کا انتخاب کیا جہاں گاہک کم اور مبصرین زیادہ تشریف فرما ہوتے ہیں۔ ان مبصروں کا کام دن بھر ہر موضوع پر تبصرہ کرنا ہوتا ہے جبکہ ان کے اپنے گھروں کی حالت کسی قحط زدہ علاقے سے کم نہیں ہوتی۔ چائے کی چسکیوں کے دوران ایک دوست ہم سے پوچھنے لگا (جس کے ہم خود منتظر تھے) "اب جا رہے ہیں آپ ریکارڈنگ کے لیے۔" ہم بھی موقع شناس ہیں، موقع سے پورا فائدہ اٹھایا اور ذرا بلند آواز میں انھیں جواب دیا۔ ہوٹل میں بیٹھے مبصرین ہماری طرف یوں تکنے لگے گویا ہم نے کہہ دیا ہو کہ ایک خاص قوم کا آپس میں اتحاد ہو گیا ہے۔

اب ہمارے سامنے مسئلہ تھا غزل کا کہ کونسی پرانی غزل پڑھی جائے۔ سوچا ریڈیو کا معاملہ ہے کیوں نہ نئی غزل پڑھی جائے۔ پھر دل کہتا کہ نئی غزل لائیں گے کہاں سے۔ بہت دیر تک ہم اپنے ذہن سے متفق نہیں ہوئے۔ ٹھیک اسی طرح جیسے علمائے کرام چاند کی تاریخوں پر متفق نہیں ہوتے۔ آخر ہمارے دل نے اعلان کر دیا کہ "کل غزل ہو گی۔" اور غزل لکھنے کا وہی پرانا طریقہ کار عمل میں لایا۔ آپا جان کی الماری سے ایک بوسیدہ کتاب نکالی۔ ایک غزل کا انتخاب کیا اور پھر نزول لینڈ کی طرح اسے اپنے نام کر لیا۔ اور اس میں لفظوں کے اسپیر پارٹس لگائے اور اس طرح غزل تیار ہو گئی۔ اسے حفظ کیا اور روایت کے مطابق سب سے پہلے ہم نے یہ غزل بیگم کو سنائی۔ غزل سننے کے بعد انھوں نے برا سا منہ بناتے ہوئے کہا "لگتا ہے میں نے یہ غزل کہیں تو پڑھی ہے یا پھر سنی ہے۔" ہم نے تیور بدلتے ہوئے کہا "بیگم کیسی بات کر رہی ہیں آپ.... یہ غزل تو ہماری اون پراپرٹی ہے۔ اور پھر سارے گھر میں ہماری شاعری کے کاغذات ایک خاص قوم کی طرح جستہ جستہ حالت میں ادھر ادھر بکھرے پڑے ہیں۔ ہو سکتا ہے تم نے کہیں پڑھ لیا ہو" بیگم نے مشورہ دیتے ہوئے ہم سے کہا "کیا یہ جستہ جستہ کاغذات ایک جگہ نہیں ہو سکتے۔ انھیں کتابی شکل کیوں نہیں دے دیتے" ہم نے کہا "بیگم اکیڈمی والے خود نہیں چاہتے کہ ہمارے یہ کاغذات اتحاد و اتفاق سے مجلد ہو جائیں۔ لیکن تم فکر نہ کرو اب اکیڈمیوں میں سدھار پیدا ہو رہا ہے۔"

ریکارڈنگ کی مقررہ تاریخ کو ہم صبح دس بجے ہی شاعرانہ شان و شوکت کے ساتھ گھر سے نکل پڑے حالانکہ ریکارڈنگ دوپہر دو بجے ہونا قرار پائی تھی۔ جاتے وقت بیگم سے کہہ دیا "بیگم ہم اپنی غزلوں کی صدابندی کے لیے ریڈیو اسٹیشن جا رہے ہیں۔ آپ مت بتانا ضروری تھا اس لیے کہہ رہے ہیں آپ کسی سے مت کہنا۔" یہ جملہ ہم نے جان بوجھ کر ان سے کہا کیونکہ اگر آپ کسی بات کی تشہیر چاہتے ہیں تو وہ بات کسی عورت سے کہہ دیں اور آخر میں یہ جملہ کہنا نہ بھولیں کہ دیکھو ہم نے آپ سے کہا ہے آپ کسی سے مت کہنا۔ بس شام تک وہ بات عام ہو جائے گی۔ گھر سے نکل کر سب سے پہلے ہم محلے کی قریب ترین ہوٹل میں گئے۔ خود چائے پی اور ایک صاحب کو چائے پلائی۔ بعد ازاں وہ ہم سے کہنے لگے کہاں کی تیاری ہے۔ ہم بھی تو یہی چاہتے تھے۔ ہوا بازی فرمایا "ایسے ہی ذرا ریڈیو اسٹیشن جا رہے ہیں۔ آج ہماری غزلوں کی ریکارڈنگ ہے۔" یہ بات ہم نے اس طرح کہی کہ ہوٹل میں بیٹھے ہوئے دوسرے افراد بھی سن سکیں۔ مختلف ہوٹلوں میں یہی عمل دہراتے ہوئے ہم ریڈیو اسٹیشن پہنچے۔ اور جب وہاں ریکارڈنگ شروع ہوئی تو ہمارے گلے سے آواز ہی نہیں نکل رہی ہے۔ بہرحال مختلف سروں میں ہماری غزل کی ریکارڈنگ ہو گئی۔

جس رات ہمارا پروگرام نشر ہونے والا تھا قرب و جوار کے تمام مکان دوستوں سے ہم نے کسی پیکٹ ادنیٰ قسم کی سگریٹ صرف اس غرض سے خریدی کہ وہ اپنے ٹیپ اسپیکر اسٹیریو ساؤنڈ میں ریڈیو آن رکھیں گے اور جب ہم غزل سرا ہوں تو ریڈیو کی آواز فل پر رکھیں گے۔ وہ تمام مان گئے۔ اسی رات ہم نے دوستوں کو گھر پر کھانے کے لیے مدعو کیا۔ مقصد یہ تھا کہ ساتھ ہی کھانا کھائیں گے اور ساتھ ہی پروگرام سنیں گے۔ نہ جانے کیوں ہمارے دوستوں نے پروگرام سے ایک گھنٹہ قبل کھانا کھانا مناسب سمجھا۔ ہم سے تو کچھ کھایا نہ گیا۔ کھانے سے فارغ ہو کر ہم سب وقت کا انتظار کر رہے ہیں پورے کمرے میں سگریٹ کا دھواں اٹھ رہا ہے۔ ہماری نظر بار بار گھڑی کی طرف جاتی ہے دل دھڑک رہا ہے۔ آٹھ بج کر پچیس منٹ ہو گئے ہیں۔ ہمارا سینہ تیزی سے پھول پچک رہا ہے۔ سب کی نظریں ریڈیو پر جمی ہوئی ہیں۔

ساڑھے نو بجنے کو جب دو منٹ باقی بچے تھے کہ علاقائی زبان میں اعلان ہوا جس کا مفہوم تھا۔ اب آپ ہمارا اگلا پروگرام سماعت فرمائیں اور دھیرے دھیرے موسیقی بجنے لگی۔ ہماری سانس اور تیز تیز چلنے لگی۔ موسیقی کیا تھی ہمیں تو لگ رہا تھا ہمارے کانوں میں صور اسرافیل پھونکا جا رہا ہو۔ سبھی کا دھیان ریڈیو کی طرف تھا کہ ..... کہ اچانک بجلی گل ہو گئی۔ ہم نے ایک زوردار اپیل کی ہمارے دوستوں نے بھی ہمارا ساتھ دیا۔ اندھیرے میں کچھ سجھائی نہیں دے رہا ہے۔ باہر نکل کے دیکھا تو پورا شہر بلیک آؤٹ بنا ہوا ہے۔ ہم نے ہر طرح کی کوشش کی: اندھیرے میں ٹرانسسٹر کے لیے بہت بھاگ دوڑ کی۔ لیکن سب ناکام: بجلی آئی بھی تو کب بس یوں سمجھ لیجئے جس طرح جائے واردات پر پولیس سب کچھ ہو جانے کے بعد پہنچتی ہے۔

اس عظیم سانحہ کے بعد ہی ہم نے شعر گوئی ترک کر دی۔ ہمارے دوستوں کا خیال ہے کہ یہ بھی ہمارا اردو پر ایک احسان عظیم ہے۔

(ناگپور سے نشر)

مظفر الحسنین حیدری
مین روڈ، حسین آباد، حیدری چوک کامٹی ۴۴۱۰۰۱ (ناگپور)

جدید ٹکنالوجی کے اثرات اردو ادب پر

پروفیسر محمود الٰہی

یہ حقیقت بار بار دہرائی جا چکی ہے ادب اپنے گرد و پیش سے مواد حاصل کرتا ہے اور جو ادب اپنے گرد و پیش کو نظر انداز کر دیتا ہے اس میں زیادہ دیر تک زندہ رہنے کی صلاحیت نہیں رہتی۔ آج جو ہمارا کلاسیکی ادب ایک زندہ اور توانا روایت کی حیثیت سے موجود ہے، اس کا سبب یہی ہے کہ اس نے تخلیق کے وقت اپنے گرد و پیش کو سمو لیا تھا۔

داستانوں کو لے لیجئے، اس کے اکثر کردار ذہنی بلکہ طلسمی ہوتے تھے۔ اس طرح ان میں جو واقعات بیان ہوتے تھے اور ان میں جو مناظر پیش کیے جاتے تھے، ان کا تعلق اکثر موہومات سے ہوتا تھا لیکن یہ داستانیں آج بھی ہمارے لیے دلچسپی کا سامان فراہم کرتی ہیں کیونکہ جس دور میں ان کی تخلیق ہوئی تھی اس دور میں مفروضات و موہومات کو حقائق کا مماثل سمجھا جاتا تھا۔ وہ ماحول ایسا تھا جہاں تخیل کی مدد سے ایک جہان تازہ آباد کیا جاتا تھا اور اسی میں زندگی کرنے کا ہنر سیکھا جاتا تھا۔

کلاسیکی غزلوں کا حال بھی کچھ اس سے مختلف نہیں۔ غزل تو اقبالؔ کے الفاظ میں ریشم کی طرح نرم ہوتی ہے: اس میں حسن و عشق کے جو رموز بیان کیے جاتے ہیں، وہ اور بھی نرم و نازک ہوتے ہیں، لیکن ان امور کی وضاحت کے لیے جو الفاظ استعمال کیے گئے ہیں ان کا تعلق میدان جنگ سے بھی تھا۔ قاتل، مقتل، تیر، تلوار — یہ وہ الفاظ ہیں عام حالات میں غزل جن کے بوجھ سے دب کر رہ جائے گی لیکن شعرا کو بہرحال اپنے گرد و پیش سے ایسے الفاظ کا انتخاب کرنا تھا جو تشبیہ اور استعارے کا حق ادا کر سکیں۔ انھوں نے محبوب کی اداؤں میں اور عاشق کی بے چارگی میں ایسے رشتے تلاش کر لیے جن کی وضاحت میدان جنگ کے آلات و اسلحہ سے ہو سکتی تھی۔ ان کا کمال فن یہ ہے کہ انھوں نے ان الفاظ کو پہلے استعارے کے طور پر اور پھر علامت کے طور پر استعمال کیا اور ساتھ ہی میدان جنگ کی خونریزی غزل میں نہیں آنے دی۔ آج بھی یہ الفاظ علامت کے طور پر استعمال ہوتے ہیں اور ان سے مفر ممکن نہیں۔

داستانوں اور غزل کا نام میں نے اس لیے لیا کہ ان کے حوالے سے یہ معلوم ہو جائے کہ شعر و ادب نے کبھی اپنے ماحول سے آنکھیں نہیں چرائیں۔ نئے نئے علوم سامنے آتے رہے اور ادب والے انھیں اپنے طور پر استعمال کرتے رہے۔ یہاں تک کہ نجوم و فلکیات، ہیئت و ریاضی اور منطق و فلسفہ سے انھوں نے بھرپور خوشہ چینی کی جس کی مثال میں داستان، قصیدہ اور مثنوی کو پیش کیا جا سکتا ہے۔ غزل بھی ان علوم کے اثرات سے خالی نہیں ملے گی۔

گزشتہ صدی میں جب سائنس کا فروغ ہمارے ملک میں شروع ہوا تو شعر و ادب نے بھی کروٹ لی اور اس کی بریں ہر ہمارے ادب میں نظر آنے لگی۔ یہ اور بات ہے کہ کچھ لوگوں نے اس کے مثبت پہلو سے بحث کی اور بعض حضرات نے اس کی منفی قدروں کو موضوع قلم بنایا۔

آزادی کے بعد ہمارے ملک کے ترقیاتی منصوبوں میں سائنس اور ٹکنالوجی کو نمایاں حیثیت ملی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ معاشرے میں بڑی تیزی سے تبدیلی آنے لگی اور ان نئے علوم کا فیض بڑے شہروں سے گزر کر قصبات اور دیہی علاقوں میں پہنچنے لگا۔ علامہ اقبال نے ایک موقع پر کہا تھا۔

احساس مروت کو کچل دیتے ہیں آلات

ابھی اس قول کی تردید یا تائید کا وقت نہیں آیا ہے۔ لیکن اتنی بات مسلّم ہے کہ سائنس اور ٹکنالوجی کے فروغ نے ہمارے سوچنے کا انداز بدل دیا — اور جب فکر میں تبدیلی آتی ہے تو ادب کا متاثر ہونا لازم ہے۔ اگر ہم گزشتہ ۲۵ سال کے افسانوی ادب کو دیکھیں تو یہی نتیجہ سامنے آئے گا کہ اس کے پلاٹ، کردار، مناظر اور الفاظ و تراکیب پر جدید سائنس اور ٹکنالوجی کے اثرات نمایاں ہیں۔

ناول اور افسانے میں زندگی کے واقعات و سانحات کو پیش کرنے کی زیادہ گنجائش رہتی ہے۔ شعر میں ان واقعات و سانحات کے آخری نتیجے سے بحث کی جاتی ہے وہ بھی کھل کر نہیں، صرف اشاروں میں۔ ہماری منظومات میں بھی ٹکنالوجی کے زیر اثر جو تبدیلیاں آئی ہیں، اب ان کی نشاندہی کی جانے لگی ہے۔

جیسا کہ سب جانتے ہیں، غزل آج بھی اردو کی مقبول ترین صنف ہے۔ جن غزل کہنے والوں نے اپنی آنکھیں کھلی رکھی ہیں انھوں نے اپنے ماحول سے نئے استعارے اور نئی علامتیں تراشی ہیں اور انھیں اپنی غزلوں میں برتا ہے۔

میں یہاں ایک بات واضح کر دینا ضروری سمجھتا ہوں۔ شعر و ادب پر سائنس اور ٹکنالوجی کے اثرات کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ ہم شعر و ادب کو ان علوم کا نمائندہ بنا دیں یا ان کا عکاس بلکہ ان علوم نے معاشرے میں جو تبدیلیاں کی ہیں یا ہمارے انداز فکر میں جو انقلاب برپا کیا ہے ان کے سیاق و سباق میں اپنے تاثرات و جذبات کا اظہار کریں۔ شاعر اور ادیب سائنسٹ یا ٹکنالوجسٹ نہیں ہوتا، وہ تو فکر اور جذبے کو ہم آہنگ کرتا ہے اور اس ہم آہنگی کو الفاظ کا جامہ پہنا دیتا ہے۔ وہ انسانی قدروں کا امین ہوتا ہے اور یہ امانت عوام تک پہنچا دیتا ہے۔

(آکاشوانی گورکھپور سے نشر)

شمیم صابری

پگھلے جو برف ہو کے وہ پتھر نظر تو آئے
موسم کے انقلاب کے منظر نظر تو آئے

سرحد سے اپنے جسم کی باہر نظر تو آئے
کچھ ایسے لوگ شہر کے اندر نظر تو آئے

شمشاد ہو کہ سرو ہو ہمسر نظر تو آئے
کوئی ہو ترے قد کے برابر نظر تو آئے

سورج تو خیر جانے کہاں جا کے سو گیا
شب ہے تو جنبشِ مہ و اختر نظر تو آئے

آسیب اگر نہیں ہے تو دکھلائی دے وہ ہاتھ
جادو اگر نہیں ہے تو خنجر نظر تو آئے

آخر یہ کون لوگ ہیں کیسا جلوس ہے
شانوں کے درمیان کوئی سر نظر تو آئے

احساں آسماں کا اٹھائیں گے تا بکے
اس دشت بیکراں میں کوئی گھر نظر تو آئے

انصاف اگر یہی ہے تو چلیے یہی سہی
ہم آپ کی نگاہ میں کمتر نظر تو آئے

خود آشنا کوئی نظر آیا نہیں شمیمؔ
خود بین و خود پسند و خود سر نظر تو آئے

(گورکھپور سے)

شمسی توانائی - ایک جائزہ

اسرار احمد

دنیامیں اب تک توانائی حاصل کرنے کے جو عام ذرائع استعمال کیے جاتے ہیں، ان سے ماحولیاتی پراگندگی کا خطرہ ہمیشہ بنا رہتا ہے۔ جیسے کوئلہ، لکڑی، پٹرول، ڈیزل یا ایندھن گیسوں کے جلنے سے پیدا شدہ اجزا ماحول کو ہمہ وقت آلودہ کرتے رہتے ہیں۔ اس لیے توانائی کے متبادل ذرائع تلاش کیے گئے۔ ان میں پانی ہوا اور شمسی توانائی کے نام سرفہرست ہیں۔

ہندوستان اپنی جغرافیائی حالت کی بنا پران خوش قسمت ممالک میں سے ایک ہے جہاں شمسی شعاعیں سال کے بیشتر حصے میں اس خطے کو روشن اور گرم رکھتی ہیں۔ شمسی توانائی کے استعمال سے چونکہ ماحولیاتی پراگندگی کا خطرہ نہیں ہے اس لیے اس کے استعمال اور فائدہ حاصل کرنے اور اس کو فروغ دینے کے سلسلے میں ہماری حکومت کی منصوبہ بند کوششیں جاری ہیں۔

شمسی توانائی کے استعمال کی آسان ترین صورت شمسی حرارت کی تبدیلی ہے۔ اس کے دہ مختلف طریقے جن میں کم درجۂ حرارت درکار ہو دیہاتی اور شہری علاقوں میں مفید اور کارآمد ثابت ہوئے ہیں جیسے کھانا پکانا، پانی گرم کرنا، نمکین پانی کی صفائی، اناج اور دیگر فصلوں کو خشک کرنا، اور کمروں کو ٹھنڈا کرنا وغیرہ۔ ملک کے مختلف تحقیقی مراکز میں شمسی توانائی کو جمع رکھنے کے لیے شمسی بیٹریوں کے بنانے پر تجربات جاری ہیں۔

شمسی توانائی کے ذرائع کا اعلیٰ پیمانے پر استعمال کرنے میں درپیش مشکلات، اس سے متعلق تکنیکی، سماجی اور معاشرتی مسائل کا پتہ لگانے کے لیے ہماری حکومت نے منصوبے چلا رکھے ہیں۔ معدنیاتی ایندھن کی مانگ کو کم کرنے کے لیے شمسی توانائی کے آسان طریقۂ استعمال اور اس کے فوائد کا پرچار کیا جا رہا ہے اور حالیہ جائزے کے مطابق کچھ علاقوں میں ایندھن کی کافی بچت ہونے کی اطلاع موصول ہوئی ہے۔ علاقائی نمائشوں اور تجرباتی پروگراموں کے تحت کمروں کو گرم کرنے، فصل سکھانے، نمکین پانی کی صفائی کرنے میں شمسی توانائی کے استعمال کو کامیاب مظاہرہ کیا جا رہا ہے۔ تمباکو اور ناریل کی فصلوں کو سکھانے کے لیے حال ہی میں کیرل کے الاتھور مقام پر کثیر المقاصد شمسی حرارتی کمروں کی تعمیر کی گئی ہے۔ نیشنل ٹیکسٹائل کارپوریشن نے احمد آباد کی ایک کپڑا مل میں جنوری ۱۹۸۳ سے شمسی حرارت کے ذریعے کپڑا اور دھاگے سکھانے کے یونٹ کا استعمال شروع کیا ہے۔ اس کے علاوہ اتر پردیش کے دیوریا ضلع میں کیسا کے آلو بیج فارم میں دس ٹن کے ٹھنڈے گودام کی تعمیر ہوئی ہے۔ لداخ میں ہند تبت سرحد پر سرحدی پولیس کے رہائشی کمروں کو شمسی توانائی سے گرم کرنے کا انتظام کیا گیا ہے۔ آندھرا پردیش کے ترومل مقام پر پانی گرم کرنے اور گنٹور میں تمباکو پکانے کی اکائیاں لگائی گئیں۔ اس کے علاوہ ہمارے ملک میں شمسی چولہوں کے کئی نمونے تیار کیے گئے ہیں۔ ان میں عکس چولہے اور شمسی شعاعوں کو مرکوز کرنے والے تنور زیادہ مقبول ہوئے ہیں۔ شمسی فوٹو ولٹیک کے میدان میں سینٹرل الیکٹرانکس لمٹیڈ میں شمسی سیلوں اور موڈیولس کا تجرباتی سطح پر پانچ سالہ منصوبہ زیر عمل ہے۔ نمائش اور جانچ کے مقصد سے ملک کے مختلف حصوں میں کئی جگہ فوٹو ولٹیک پمپ نصب کیے گئے ہیں جن سے دیہی علاقوں میں پینے کا پانی حاصل کیا جاتا ہے۔ اور ان کا استعمال چھوٹے پیمانے پر سینچائی میں بھی ہوتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ ریڈیو، ٹی وی، بجلی کی روشنی، ریلوے، ڈاک و تار، سرحدی محافظ افواج وغیرہ کے محکموں میں بھی فوٹو ولٹیک سیلوں کا کامیاب تجرباتی استعمال جاری ہے۔ در آئندہ یہ امید کی جاتی ہے کہ شمسی توانائی مروجہ توانائی کے ذرائع کا اچھا اور کامیاب نعم البدل ثابت ہوگی۔

(ارامپور سے نشر)

اسرار احمد
لیکچرر۔ حامد انٹر کالج رام پور

ریڈیو ناٹک

(منظر ـــ ایک چھوٹا سا کمرہ جس میں تین کرسیاں رکھی ہیں، حامد، رقیہ، اور اکرم آپس میں باتیں کر رہے ہیں۔ چائے کی تین پیالیاں تینوں کے سامنے رکھی ہیں ـــ پس منظر سے بچوں کے چیخنے چلانے کی ہلکی ہلکی آوازیں سنائی دے رہی ہیں ـــ اور ریڈیو پر پرانے گیت سنائی دے رہے ہیں)

ooooooooooooooo

اکرم : بھئی حامد! یہ بات میری سمجھ میں نہیں آئی کہ آج اچانک آپ کے دل میں میری یاد کروٹ کیوں لینے لگی؟ آنے کو تو میں آ گیا لیکن ابھی تک جناب نے بلانے کی وجہ نہیں بتائی۔

حامد : بہت دنوں سے تبادلۂ خیال کی کھڑکیاں ہمارے اور تمہارے بیچ کی ادبی کھڑکیاں بند تھیں، سوچا آج دونوں مل کر کھول دیں۔

رقیہ : اپنی زندگیوں کی کھڑکیاں کیوں نہیں کھول دیتے ہیں جو برسوں سے بند پڑی ہیں، آپ دونوں اپنے آپ کو ادیب کہتے ہیں صرف بحث کرنے میں کچھ نہیں رکھا ہے۔ جب بحث مباحثہ کے کئی دروازے کھل جاتے ہیں تو دوسرے قسم کے لوگ ہاتھ پاؤں سے کام لیتے ہیں۔ ماشاء اللہ آپ لوگ ادیب ہیں لیکن لفظوں کی گھونسہ بازی اور ادبی جھڑپیں بھی مجھے پسند نہیں ہیں، پوچھئے کیوں ـــ؟ تو سنئے ـــ یہ بھی ایک قسم کی مار پیٹ ہی ہے، شائستہ قسم کی مار پیٹ۔ اگر مار پیٹ ہے، شائستہ ہو یا ناشائستہ۔

اکرم : آپ کو یہ پسند نہیں، تو چائے پینا تو پسند کریں گی۔ چائے کے بغیر بات آگے نہیں بڑھے گی، میرا مطلب ہے معنی خیز نہیں ہوگی، پہلے چائے پی لی جائے۔ وہی چائے بھابی! جس چائے کا ذکر مولانا ابوالکلام آزاد نے "غبار خاطر" میں کیا تھا: "چائے میری شام کو رنگین بنا دیتی ہے اور میری صبح کو البیلی بنا دیتی ہے"۔ بس میں بھی ایسی چائے پینے کا عادی ہوں جس سے میں جاگ جاؤں اور میرے اندر کا آدمی جاگ جائے۔

حامد : ہاں بیگم! ایسی چائے کو میں بھی پسند کرتا ہوں، جسے پینے کے بعد میرے ادبی انٹرویوز کے مجموعے کا عنوان یاد آ جائے۔ افسانہ نگاری، مقالہ نگاری اور ڈرامہ نگاری کمال نہیں ہے، کمال ہے تو عنوان نگاری۔ کیا خیال ہے جناب آپ کا ـــ

اکرم : ابھی عنوان کی بات جانے دو، ابھی تو بس یہ

باتوں باتوں میں



جلیل بازید پوری

گوری گوری چائے کی پیالی پی لیجیے دو کیونکہ اس چائے میں بھابی کے پیار کی خوشبو بھی شامل ہے۔

رقیہ : کوئی بے وقوف بنانا تو آپ دونوں سے سیکھے۔ کیا تعریف کے پل باندھتے ہیں۔ کیا پیار کی ڈگڈگی بجاتے ہیں۔ ارے بھئی آپ سیدھے سادے طریقے سے یہ کیوں نہیں کہتے کہ آپ دونوں کو چائے کی طلب تھی، ادیب جو ٹھہرے۔

حامد : کیوں بیگم! کیا چائے ادیبوں کا ہی مقدر ہے؟

رقیہ : میں نے بچپن ایک کتاب پڑھی تھی کہ کبیر داس چائے تک نہیں پیتے تھے، پھر بھی وہ شاعر تھے۔ یہی نہیں صبح ہی صبح وہ لنگوٹ کس کر اکھاڑے میں اتر جاتے اور کسرت کیا کرتے تھے۔ لیکن جناب آج تو بیسویں صدی کے ادیب صرف چائے پر تو ڑے ہی اکتفا کرتے ہیں، شام کے وقت دوستوں کے ساتھ بیٹھ کر نائو نوش بھی کرتے ہیں چاہے گھر میں چولہا جلے نہ جلے، چاہے بوڑھی ماں کی بیماری کے لیے دوا آئے یا نہ آئے، چاہے منے کے دودھ کے لیے پیسے بچیں یا نہ بچیں۔

حامد : کمال کرتی ہو بیگم! کیا میں بھی اب بمبئی جیسے گلابی شہر کو اکھاڑا بناؤں، وہ بھی کسرت کا اکھاڑہ اور لنگوٹ کس کر ورزش کروں ــــ کہاں بھئی منا؟ میں تو منا کے لیے ترس گیا ہوں، اور آپ خواہ مخواہ اتنے سارے الزامات مجھ پر عائد کر رہی ہیں۔ ارے بھئی اتنے سارے الزامات کے پتھر مجھ پر کیوں برسا رہی ہیں؟ کیا یہ تمہارے دیورا دیب نہیں ہیں ــــ ؟

اکرم : کیوں بھئی حامد! بھابی کا تیور دیکھ کر ان کا دیور آپ کو کیسے یاد آگیا۔ جب تک چائے نہیں پی تھی بحث میں گرمی نہیں آرہی تھی، خیالات کی دنیا میں برف باری ہو رہی تھی، پینے کے بعد گرمی اسی طرح آئی ہے ــــ

رقیہ : چائے کیسی تھی؟

حامد : بیگم! یہ نہ پوچھو چائے کیسی تھی۔ میرے خیال میں ایسی چائے تو صرف ابوالکلام آزاد اور شاہ سعود نے پی ہوگی ــــ

اکرم : مزہ آگیا بھابی! آپ کی چائے پینے کے بعد مطلب آپ کے ہاتھوں کی بنی ہوئی چائے پینے کے بعد مجھے انگریزی کا یہ شعر یاد آگیا۔

Drink hot Coffee
Drink hot tea
Burn your lips
and think of me

حامد : ہاں بیگم! سچ پوچھو تو چائے پینے کے بعد میرے حوصلے جوان ہو گئے اور دل و دماغ میں ایک قسم کی ادبی ہلچل مچ گئی۔

اکرم : جی ہاں! اب باقی کیا ہیں جو جوان ہوں گے حوصلے ہی تو رہ گئے ہیں جوان ہونے کے لیے۔ ویسے آپ چالیس سالہ جوان تو ہیں ہی ــــ ارے میاں شکر کرو میری سیدھی سادی بھابی کا کرم سے شادی رچانے کے لیے آمادہ ہو گئیں۔ کہاں تمہاری عمر چالیس سال اور کہاں بے چاری بھابی صرف اکیس سال کی۔

رقیہ : آپ دونوں کو اچانک ہو کیا گیا، چائے کی دنیا سے اچانک عمر کی دنیا میں کیسے آگئے۔ آپ جیسے ادیبوں سے خدا سمجھے۔ آپ ہی جیسے ادیبوں کو دیکھ کر تو چائے کی پیالی میں طوفان آگیا تھا ــــ آپ دونوں سے ایک بات پوچھوں بُرا تو نہیں مانیے گا۔ "اب ادب" کی تسبیح جو آپ لوگ ہر وقت پڑھتے رہتے ہیں کیا آپ دونوں کو یہ ادب روٹی دے رہا ہے، چھت دے رہا ہے۔ ارے جناب میں تو کہتی ہوں کہ آپ دونوں یہ ادب ودب کے چکر میں پھنس کر کیوں اپنی قیمتی زندگیوں کو پانی کی مانند بہا رہے ہیں اور ربڑ کی طرح گھس رہے ہیں۔ جائیے دونوں مل کر ٹھیلے خرید لیجیے اور کیلے بیچیے۔

حامد : بیگم! آپ بھی بڑی کم سواد لگتی ہیں پھوہڑ پن کا مظاہرہ کر رہی ہیں، کہاں ادب اور کہاں روٹی، چھت اور کہاں کیلے اور ٹھیلے۔ بیگم آپ نے سارا مزہ بلکہ ادبی مزہ کرکرا کر دیا۔ ادبی چاشنی اور ادبی مٹھاس آپ کی کڑوی باتوں کے سیلاب میں بہہ گئی۔

رقیہ : جناب آپ کو تو ادبی انٹرویوز کے عنوان کی پڑی ہے اور یہاں گھر میں پیاز نہیں ہے، لہسن نہیں ہے۔ میں کیسے گھر چلاتی ہوں وہ تو میں ہی جانتی ہوں۔

اکرم : ان کو ملتا ہی کیا ہے۔ کبھی کبھی ریڈیو کے لیے ڈرامے لکھے کچھ پیسے مل گئے، کبھی کسی رسالے کے لیے (وہ بھی سرکاری رسالے کے لیے) کچھ لکھا تو اس کا معاوضہ مل گیا ورنہ ٹیوشن تو روزی روٹی مہیا کر رہی ہے۔

اکرم : اور چھت کون دے رہا ہے؟

رقیہ : ماتا جی کا شکر ادا کریں، ان کی ایک ماتا جی ہیں پورن دیوی بھلّہ، بیوہ ہیں، بیٹے سے لڑ جھگڑ کر تنہا رہتی ہیں۔ یہ کمرہ ان ہی کا ہے۔ انھوں نے کہہ رکھا ہے کہ جب تک میں زندہ ہوں بیٹا! اس میں رہ کوئی تجھے نکال نہیں سکتا، مر جاؤں گی تو شاید میری بیٹی اس کمرے پر قبضہ کر لے۔

حامد : ارے ہاں ماتا جی کہاں گئیں؟

رقیہ : انھیں کوئی بی ایس راٹھور "ہم سب ہندستانی ہیں" ڈراما دکھانے لے گیا، وہ مجھ سے کہہ کر گئیں ہیں۔

اکرم : میں جب بھی آیا انھیں دیکھا ہی نہیں۔

حامد : وہ یہاں بازو والے کمرے میں اکیلی رہتی ہیں ان کے رسوئی گھر کوئی جا نہیں سکتا ہے۔ خالص سبزی خور ہیں کوئی ان کے سامنے پان کھا کر جا نہیں سکتا اگر کسی کے ہونٹ لال دیکھ لیے تو کہتی ہیں کیوں بیٹا مجرا سننے گیا تھا کیا۔ کیا مجال ہے ان کے سامنے کوئی شراب پی لے، گوشت مچھلی کھا لے۔ ان کا ایک خاص جملہ "مویا خصم کھانے" سخن تکیہ ہے۔ جس کا مطلب ہے مر جا اور شوہر کو کھا لے ــــ کبھی کبھی دال موٹھ کھانے کی فرمائش کرتی ہیں، لانے کے پیسے بھول گیا تو فرماتی ہیں "تو بھی سالا بنیا بچہ ہے، کنجوس ہو گیا۔ مارواڑی ہے" ــــ باتوں باتوں میں دنیا بھر کی باتیں ہو گئیں اور میرے ادبی انٹرویوز کے مجموعے کے عنوان والی بات معلق رہ گئی، اکرم میاں! تم نے عنوان سوچا۔

رقیہ : میں نے عنوان سوچ لیا، اس کا عنوان رکھ دیجیے "ادرک اور گڑ"

اکرم : بھابی! آپ کے اس عنوان کا فلسفہ اور پس منظر میں نہیں سمجھ سکا۔ ادبی انٹرویوز کے مجموعے کا عنوان "ادرک اور گڑ" بات سمجھ میں نہیں آئی۔

رقیہ : پیارے دیور! میں سمجھاتی ہوں۔ آج کل موسم سرما میں رئیس قسم کے لوگ حلوہ بادام، گاجر کا حلوہ، چھوہارے اور لنڈوں کا حلوہ شہد کے ساتھ کھاتے ہیں۔ یہ بے چارے ٹھہرے متوسط طبقے کے ادیب صبح ہی صبح ناشتہ سے قبل ادرک اور گڑ چوستے ہیں اور فرماتے ہیں۔ یہ دونوں چیزیں سردی کو مارتی ہیں۔ جہاں تک میرا خیال ہے یہ دونوں چیزیں ان کی تنگ دستی کو مارتی ہیں، تب ہی بے چارے جوش ملیح آبادی کہہ گئے تھے

قبر بہتر ہے تنگ دستی سے

اکرم : میں سمجھ گیا بھابی! یہ چالیس سالہ نوجوان کے شباب کا راز کیا ہے۔ تب ہی میں سوچتا تھا کہ ان کا چہرہ ان کی عمر کی چغلی کیوں نہیں کھاتا ہے؟

حامد : اور آپ دونوں دیور بھابی کیا ابھی تک ــــ چوزے ہیں۔

رقیہ : دیکھیے جی آپ اپنی عمر کو میری عمر سے کیوں ملاتے ہیں۔ میری امی تو مجھ سے کہہ رہی تھیں کہ شادی کے وقت میں صرف انیس سال کی تھی۔

حامد : اکرم میاں! شاید آپ نے بائرن کا قول نہیں پڑھا ہے ــــ عورت کی کہی ہوئی عمر اور کتبے پر لکھی ہوئی باتوں

کا یقین نہ کرو۔ عورت اپنی عمر دس سال تک دبا کر رکھا جاتی ہے۔

رقیہ: مجھے کوئی عمر کھانے کا شوق نہیں میں دس سال کھا کر کیا کروں گی۔ بڑھاپا تو آئے گا ہی، آج نہیں تو کل آپ کی طرح چالیس سال کی عمر کو اورک اور گڑ میں چھپا کر تھوڑے ہی رکھوں گی۔

اکرم: چھوڑو بھابی! یہ عمر، بڑھاپا اور جوانی کی باتیں، یہ کہو آج کل شام کو جناب بھر کتنے بجے لوٹ کر آتے ہیں؟

رقیہ: یہ تو آپ ان ہی سے پوچھ لیجیے کہ کب آتے ہیں اور کب آنا چاہیے۔

حامد: اکرم میاں! باتیں ٹالنے کی کوشش نہ کرو ادبی انٹرویوز کے عنوان کا کوئی ٹھہرنا تمہارے دماغ میں بسا ما ہیں۔

اکرم: ہاں جناب بہا۔ آپ اپنے ادبی انٹرویوز کے مجموعے کا نام دھنک رکھ دیجیے۔

حامد: واہ میاں اکرم! مان گئے تمہاری ذہنی صلاحیت بھی پروفیسر ہر دیال ایم اے صدر جانسن، استاد شاعر سنج اور مولانا ابوالکلام آزاد سے کم نہیں۔

اکرم: نہیں بھئی۔ ذہانت کی یہ ساری الٹی سیدھی گٹھریاں میرے سر پر آپ کیوں رکھ رہے ہیں۔ ہاں آپ کی تخلیقات یقیناً گلاب کے پھول کی مانند تازہ اور شگفتہ ہیں۔ سورج کی مانند درخشاں و تاباں ہیں اور تلوار کی طرح تیز بھی! کیونکہ آپ نے سماج کی لنگڑی لولی رسموں کا بھانڈا بیچ چوراہے پر پھوڑا ہے۔

رقیہ: اکرم میاں! عنوان کا پتہ تو چل گیا، انھوں نے سماج کی لنگڑی لولی رسموں کا بھانڈا بھی بیچ چوراہے پر پھوڑ دیا، اب میں ان کا پتہ آپ کو بتاتی ہوں اور اتوار کی شام کا بھانڈا بیچ چوراہے پر نہیں کمرے میں پھوڑتی ہوں۔ آپ پوچھ رہے تھے نا آج کل جناب شام میں کتنے بجے آتے ہیں تو سنئے۔ اتوار کو تو یہ حد کر دیتے ہیں، رات گئے تک آتے ہیں اور گلاب جیسے اور گلاب کی پنکھڑیوں جیسے ہونٹوں پر شراب کے بھبکے دبا کے آتے ہیں۔ جب میں پوچھتی ہوں کہ ہم لوگ بچے والے ہیں گھر کیسے چلے گا تو یہ کہتے ہیں میرے ایک دوست حافظ مراد آبادی تھے جنھوں نے بمبئی کو خیرباد کہہ دیا ہے، شام کو دوستوں کے ساتھ بیٹھ کر پینے پلانے کی عادت انھوں نے ہی ڈالی ہے۔ اب وہ نہیں ہیں تو ان ہی دوستوں میں جو رہ گئے ہیں، ان کے ساتھ پی لیتا ہوں گویا پینا پلانا ثواب کا کام ہے، وہ بھی ثواب جاریہ۔ ایک ایسے ملک میں جہاں بعض لوگوں کو بھر پیٹ کھانا نصیب نہیں ہوتا میں حلال روٹی کی بات کر رہی ہوں، رشوت خوری اور چور بازاری کی روٹی کی بات نہیں کر رہی ہوں۔ وہاں کے ادیب شراب پئیں، کیا یہ دکھ کی بات نہیں ہے۔

حامد: یاد آگیا، ابھی میں باندرہ جا رہا ہوں مہدی نے خاص طور سے یاد کیا ہے۔ وہی مہدی جس کی مونچھ اور داڑھی پر قہقہے تیرتے رہتے ہیں۔ یوں سمجھو کہ جس کا سراپا قہقہوں کا ایک سمندر ہے۔

رقیہ: خیر آج جائیے لیکن کل بازار سے ایک دو کیلو پیاز لے آئیے گا۔ آپ کا لقمہ پیاز کے بغیر حلق سے اترتا ہی نہیں، جیسے پیاز نہیں رس گلہ ہو۔ چوستے ہیں جناب۔

اکرم: آپ کا شوہر اتنا بڑا ادیب اور آپ جو ہیں ابھی تک پیاز میں الجھی ہوئی ہیں۔ کمال کرتی ہیں بھابی۔

رقیہ: میں کیا جانوں ادب ودب، گھر پر تعلیم پائی تھی خط لکھ لیتی ہوں، خط پر انگریزی میں پتے لکھ لیتی ہوں، کچھ آپ جیسے ادیبوں کی صحبت میں رہ کر سیکھ رہی ہوں۔ چولہا چکی نے اس وقت بھی فرصت نہیں دی جب کنواری تھی اور آج شادی شدہ ہونے کے بعد بھی چولہا چکی سے کہاں فرصت ملتی ہے؟

حامد: اچھا تو میں چلوں، اکرم میاں آپ کہاں جا رہے ہیں؟

اکرم: میں کوئی حافظ مراد آبادی کے یہاں شراب پینے نہیں جا رہا ہوں اس لیے کہ میں تخلیقی کارناموں کے انجام دینے کے لیے شراب نوشی کو ضروری نہیں سمجھتا ہوں، جارج برنارڈ شا، میر، مومن، مصحفی، ذوق اور خواجہ احمد عباس نے کہاں شراب پی تھی تخلیقی کارناموں کی انجام دہی کے لیے۔

حامد: کہاں میاں اکرم تم شراب کی بحث لے بیٹھے۔ جاتے جاتے میرا موڈ خراب نہ کرو۔

رقیہ: کل واپسی میں پیاز اور لہسن لانا نہ بھولیے گا ورنہ میرا موڈ خراب ہو جائے گا۔ آج میں بخش دیتی ہوں کل میں نہیں بخشوں گی۔ آپ کے ادب سے روٹی نہیں پکتی ہے، چولہا نہیں جلتا ہے، اور کھانا نہیں پکتا ہے۔ اس کے لیے پیسے چاہئیں اور پیاز ادرک پیسے کے بغیر نہیں ملتی ہیں۔ اور سنئے میں نے اردو کے ایک رسالے میں انگریزی کے شاعر شیکسپیئر کا ایک قول پڑھا تھا۔ "جو شراب پیتا ہے وہ اپنے دماغ میں ایک دشمن کو پالتا ہے ایک ایسے دشمن کو جو اس کی عقل کو ایک دن چرا کر بھاگ جاتا ہے۔" اور اس قول کا خیال رکھئے گا۔

اکرم: بھابی! میں نے بھی شراب کے بارے میں پڑھا تھا ہندوؤں کی کتاب موسمرتی میں لکھا ہے "جو شراب پیئے اسے شہر بدر کر دو۔" انجیل مقدس میں لکھا ہے کہ جو شراب پیئے اسے گرجا گھر کے دربان کی بھی نوکری نہ دو۔ اور قرآن نے تو تمام برائیوں کی جڑ یعنی شراب کو برائیوں کی ماں کہا ہے۔ بھابی آپ اپنے شوہر کو تو شہر بدر کرنے سے رہیں۔ آپ ایسا کیجیے جب وہ رات گئے اس حالت میں گھر آئیں تو آپ ان کی دستک پر دروازہ ہی نہ کھولیں۔ شاید اس طرح ان کے اندر کا آدمی ان کے ضمیر کو دستک دے اور یہ شراب چھوڑ دیں۔

حامد: تم دونوں بکواس کرو میں چلا۔

اکرم: بھابی آپ نے یہ نہیں سنا ہے کہ جو ہار جاتا ہے وہ لڑنے کے لیے آمادہ ہو جاتا ہے۔

رقیہ: جی ہاں! اسی لیے تو نصیحت بھی انھیں بکواس لگتی ہے۔

(آکاشوانی بمبئی سے نشر)

جلیل بازیدپوری — نیو شانتی بھون
مقابل راؤنڈ ٹمپل - ایس وی پی روڈ۔ بمبئی ۴۰۰۰۰۴

افسانہ

چھپکلی

اس رات وہ بہت گہری نیند سو رہا تھا۔ کمرے میں گھور اندھیرا پھیلا ہوا تھا۔ اچانک شڑاپ کی آواز سے وہ چونک پڑا۔ اس نے گھبرا کر لائٹ آن کر دی۔ مگر وہ خوف سے کانپ اٹھا۔ اس نے دیکھا دیوار پر ایک بڑی سی چھپکلی ایک ننھے سے کیڑے کو اپنے دانتوں میں جکڑے ہوئی تھی۔ اور موت کے پنجے میں تڑپتا ہوا وہ ننھا سا کیڑا ابری طرح تلملا رہا تھا۔ یہ دیکھ کر وہ خوف سے لرزنے لگا۔ اس کا تمام جسم پسینے میں نہا گیا۔ خوف کی پرچھائیاں اس کے ذہن پر گہری ہونے لگیں۔ اسے یوں محسوس ہوا جیسے کوئی بہت بڑی چھپکلی اسے اپنے دانتوں میں دابے ہوئے ہو اور وہ اس کے جبڑوں سے آزادی حاصل کرنے کے لیے جدوجہد کر رہا ہو۔ اس کی چیخ نکل گئی جس سے قریب سوئی ہوئی اس کی بیوی جاگ گئی اور اس کی یہ حالت دیکھ کر گھبرا گئی۔

وہ ... وہ اس کی آواز حلق میں اٹک کر رہ گئی۔ اس کی اس کیفیت سے پریشان ہوتے ہوئے بیوی نے پوچھا

"کیا بات ہے؟ آپ اس قدر پریشان کیوں ہیں؟"

"چھپکلی" اس نے سہمی ہوئی آواز میں کہا۔

"اُف —" اس کی بیوی سر پکڑ کر بیٹھ گئی اور بولی: "آپ بھی کمال کرتے ہیں۔ اتنی سی چھپکلی سے اتنے خوفزدہ۔"

وہ کچھ نہ کہہ سکا اور خوفزدہ نظروں سے دیوار پر چپکی چھپکلی کو تکتا رہا۔ جو اپنا شکار ہضم کرنے کے بعد بڑے آرام سے اپنی زبان کو چپل رہی تھی۔ اسے یوں لگ رہا تھا جیسے چھپکلی اس کے جسم کو چاٹ رہی ہو۔ اس کی بیوی نے چھپکلی کو کمرے سے بھگا دیا۔ اور بولی۔

"اب آپ سو جائیے۔ آپ سے کتنی بار کہا ہے کہ رات کو اخبارات اور جاسوسی ناول مت پڑھا کیجیے۔ شام کو سنسنی خیز ناول پڑھتے ہو اور رات کو سوتے میں ڈرتے ہو۔"

بیوی کی اس بات پر اسے یاد آیا کہ اس شام اس نے بڑے انہماک سے ہفت روزہ اخبارات پڑھے تھے جن میں لبنان میں یہودیوں کے ہاتھوں بے گناہ فلسطینیوں کا اجتماعی قتل اور ذہن کو لرزا دینے والی خبریں اور تصویریں شائع ہوئی تھیں۔ کچھ اخبارات نے ملک میں ہونے والے فرقہ وارانہ فسادات پر رپورٹیں شائع کی تھیں۔

تبسم نشاط

اس نے آنکھیں بند کرلیں۔ مگر نیند آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔ بیوی لائٹ بجھا کر سو گئی تھی۔ مگر وہ جاگ رہا تھا۔ آہستہ آہستہ اس کا ذہن ماضی کی پرچھائیوں میں ڈوب رہا تھا۔ اسے یاد آرہا تھا۔ ایک دن جب اس کے باپ گھر آئے تھے اور انھوں نے ماں سے نہ جانے کیا بات کہی تھی۔ جس پر دونوں میں بہت دیر تک تکرار ہوئی تھی اور کئی دن دونوں کے درمیان خاموشی کے پہرے لگے رہے تھے۔

مگر ایک دوپہر ممی کی چیخوں سے وہ پریشان ہو گیا تھا۔ ممی بری طرح چیخ رہی تھیں۔ "چھپکلی چھپکلی ...." آخر پاپا نے ممی کا قمیض پھاڑ ڈالا۔ وہ یہ دیکھ کر ڈر گیا تھا کہ ایک چھپکلی ممی کی پیٹھ پر چپکی ہوئی تھی جو قمیض پھٹنے کے بعد کود کر کہیں غائب ہو گئی تھی۔ ممی بے ہوش ہو کر گر پڑی تھیں اور پھر کبھی ہوسپٹل سے نہیں آئیں۔ وہ اکیلا رہ گیا تھا۔ وہ اس قدر کمسن تھا کہ زندگی اور موت کے راز سے ناواقف تھا۔ لیکن چند دن بعد پاپا ایک عورت کو اپنے ساتھ لے آئے تھے۔ اور انھوں نے بتایا تھا کہ یہ تمہاری نئی ممی ہے۔

جسے دیکھ کر اس کے منہ سے اچانک نکل گیا — چھپکلی —!

اور پھر نہ جانے کیا ہوا کہ پاپا کے زوردار ہاتھ نے اس کے گال پر گہرے نشان بنا دیئے تھے۔ اس دن کے بعد جب وہ سونے کے لیے لیٹتا، اسے یوں لگتا۔ جیسے اس کی نئی ماں اس کے سرہانے کھڑی ہوں اور دیکھتے دیکھتے انھوں نے چھپکلی کی شکل اختیار کر لی ہو۔ اور اپنی زبان سے اس کے جسم کو چاٹ رہی ہوں۔ وہ چیخ مار کر اٹھ بیٹھتا۔ مگر کمرے کی تنہائی کے سوا اس کا کوئی ہمدرد نہ تھا۔

زندگی چپ چاپ اپنا سفر کرتی رہی اور وہ جوان ہو گیا اس نے وہ معمہ بھی حل کر لیا تھا کہ اس کے بچپن میں اس کے ماں باپ میں لڑائی کیوں ہوئی تھی۔ اسے یہ بات معلوم ہو گئی تھی کہ اس کے ماں باپ کے درمیان محبت کا محل مسمار کرنے والی نئی ماں تھی۔ اس لیے اسے اپنی دوسری ماں سے نفرت سی ہو گئی تھی۔ اور ایک دن کسی بات پر ماں سے اس کی تکرار ہو گئی تھی۔ جس نے تلخی اختیار کر لی تھی۔ جس پر اس کے باپ نے کہہ دیا تھا کہ اس کے لیے اس گھر میں کوئی جگہ نہیں ہے۔ وہ اس گھر سے چلا جائے۔ اس لیے اس نے اپنا گھر چھوڑ دیا تھا۔ اور وہ رات ایک دوست کے یہاں گزاری تھی۔ مگر وہ اس رات لمحہ بھر نہ سو سکا۔ اگر بھولے سے نیند کی پریاں اس کی آنکھوں کی دہلیز پر قدم رکھتیں تو اس کی دوسری ماں قد آدم چھپکلی بن کر اس کے سامنے کھڑی ہو جاتی اور اپنی فتح پر قہقہے لگانے لگتی۔

وقت گزرتا رہا وہ اپنی محنت اور جدو جہد سے تعلیم حاصل کرنے کے بعد ایک اعلیٰ عہدہ پر فائز تھا۔ زندگی کی ہر مسرت اسے حاصل تھی۔ مگر چھپکلی کے خوف نے حصار سے اپنے آپ کو آج بھی آزاد نہ کرا سکا تھا۔

اس رات اس کی بیوی بجلی بجھا کر سو گئی تھی۔ مگر وہ جاگ رہا تھا۔ لیکن رات کا کوئی مہربان لمحہ تھا جس نے اسے نیند کی آغوش میں پہنچا دیا تھا اس رات اس نے بڑا بھیانک خواب دیکھا۔ اس نے دیکھا وہ ایک ویران اور تاریک جنگل میں بھٹک رہا تھا۔ خوفناک آوازیں جنگل کے ماحول کو پراسرار بنا رہی تھیں کہ اچانک ایک سمت سے بہت سی چھپکلیاں نکل آئیں۔ ان میں ایک چھپکلی بہت بڑی تھی۔ وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ وہ سب انسانی بولی بول رہی تھیں۔ بڑی چھپکلی نے اسے ایک سمت چلنے کا اشارہ کیا۔ وہ بھی چپ چاپ ان کے ساتھ چلنے لگا۔ کچھ دور جا کر بڑی سحر انگیز آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی — ایک پُر سوز نغمہ۔ ایک میٹھا راگ۔ دل کو موہ لینے والا گیت فضا میں گونج رہا تھا۔ اس نے دیکھا پیڑوں پر بیٹھے رنگ برنگے خوب صورت پرندے نغمے گا رہے تھے۔ سارا جنگل اور جانور اس نغمہ کے سحر میں ڈوبے ہوئے تھے۔ اچانک وہ بڑی چھپکلی چیخ پڑی۔ بند کرو یہ بکواس! دل نشین نغمہ خاموش ہو گیا۔ وہ معصوم پرندے خوف سے سہم گئے۔ چھپکلی نے پھر پوچھا

"تم یہ کیا گا رہے ہو؟"

"ہم آسمانی رحمتوں کا گیت گا رہے ہیں۔"

"لیکن تمہیں پتہ نہیں نغمے الاپنا جرم ہے۔" ایک چھپکلی نے تحکمانہ انداز میں کہا۔

"مگر ہم صدیوں سے نغمے گاتے رہے ہیں اور ساری دنیا ہماری منقاروں سے پھوٹنے والے سنگیت سے مسرور ہوتی رہی ہے۔" پرندوں نے سہمی ہوئی آواز میں کہا۔

"مگر اب ایسا نہیں ہوگا۔" انانیت کے خون میں لتھڑی آواز فضا میں ارتعاش پیدا کرنے لگی۔

"نہیں۔ نہیں! ہم نغمے الاپنا نہیں چھوڑ سکتے۔" تمام پرندے چلا اٹھے۔

"تمہاری زبان کاٹ لی جائے گی۔"

اور پھر تمام چھپکلیوں نے اپنے ہاتھوں میں قینچیاں پکڑ لیں اور ان معصوم پرندوں کی زبانیں کٹ کٹ کر گرنے لگیں — مگر ایک دم ان کے ہاتھ رک گئے۔ اس نے دیکھا۔ ان کٹی ہوئی زبانوں کو زمین پر رینگتے ہوئے کیڑوں نے اپنے منہ میں رکھ لیا تھا۔ اور فضا میں ایک ہی نغمہ گونج رہا تھا یہ رس بھرے گیت امر ہیں۔ یہ آئندہ نسلوں کی امانت ہے، ہم اس کے محافظ ہیں۔

اور نہ جانے کیا ہوا، تمام چھپکلیاں ایک سمت کو بھاگنے لگیں۔ وہ بھی ان کے ساتھ ساتھ بھاگنے لگا مگر ایک مقام پر وہ رک گیا۔ اس نے دیکھا کہ کچھ رنگ برنگے پرندے مل جل کر کھیل رہے تھے۔ وہ چھپکلیاں ان بے گناہ پرندوں پر ٹوٹ پڑیں اور تمام جنگل کربناک چیخوں سے گونج اٹھا۔ چاروں طرف بے گناہ پرندوں کی لاشیں بکھری پڑی تھیں۔ کچھ نیم مردہ سسک رہے تھے۔ ان کے معصوم بچے اپنا سر پروں میں چھپائے رو رہے تھے۔ اس منظر سے وہ کانپ اٹھا اور اس کی آنکھ کھل گئی۔ وہ پسینے میں نہا رہا تھا۔ صبح کے پانچ بج رہے تھے۔ وہ بستر سے اٹھا، کچن میں چائے بنانے چلا گیا۔ اس دن وہ دفتر میں پریشان سا رہا۔ رات کے عجیب و غریب خواب نے اس کے ذہن کو بے شمار دائروں میں قید کر دیا تھا۔ اس دن جب اس کے ساتھی بین الاقوامی مسائل پر گفتگو کر رہے تھے تو وہ جھنجلا سا گیا اور بولا بھائی صاحب ظلم ظلم ہے۔ چاہے سیاہ فاموں پر ہو یا فلسطینیوں پر یا کسی تہذیبی اور لسانی اقلیت پر۔ ظلم جب حد سے بڑھتا ہے تو اپنی موت خود مر جاتا ہے۔ اس زندگی میں کچھ ہی پل تو ملتے ہیں۔ اور ہم انہیں ان دلخراش باتوں کی نذر کر دیں۔ یہ کونسی دانشمندی ہے۔

شام کو جب گھر پہنچا تو وہ بڑی تھکن محسوس کر رہا تھا۔ وہ بیٹھا ہی تھا کہ پوسٹ مین کی آواز پر چونک پڑا۔ شام کی ڈاک میں اس کے نام ایک لفافہ تھا۔ جو اس کے باپ نے بھیجا تھا۔ وہ سوچ میں پڑ گیا کیونکہ اس کے باپ نے آج تک کوئی خط نہیں لکھا تھا حتیٰ کہ اس کے خط کا جواب بھی نہیں ملا تھا۔ اس نے خط کھولا۔ لکھا تھا۔

"تمہاری ممی کا انتقال ہو گیا ....!" یہ لفظ پڑھ کر اسے یوں لگا جیسے اس کے ذہن پر چپکی بڑی سی چھپکلی ٹپ کی آواز کے ساتھ گر پڑی ہو اور کہیں غائب ہو گئی ہو۔ مگر دوسرے لمحے وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ کیوں اس کے باپ نے لکھا تھا کہ میں اب تنہا رہ گیا ہوں ....!

(رامپور سے نشر)

تبسم نشاط
گھیر الف خاں رام پور

اعجاز افضل

ہم تو ڈوبیں گے یا پار اتر جائیں گے
یہ جو ساحل پہ ہیں یہ کدھر جائیں گے
ہم سفر کچھ اِدھر کچھ اُدھر جائیں گے
موڑ پر سارے وعدے بکھر جائیں گے
بہکے انداز ہی کام کر جائیں گے
خُم الٹ دیجیے جام بھر جائیں گے
اب فضا بن گئی ہے تو رو لیجیے
ورنہ سب قہقہے بے اثر جائیں گے
دے رہے ہو کسے موت کی دھمکیاں
ہم کہاں جی رہے ہیں کہ مر جائیں گے

(کلکتہ سے)



افسانہ

دیر آید

عفت موہانی

جتنی باتیں میں نے خالہ بی سے سنی تھیں، وہ سب سچ ہی لگ رہی تھیں۔ زہرہ کو دیکھنے کے بعد ایسا محسوس ہوا جیسے وہ کسی بلند خیال فنکار کے فن کی تعبیر ہو۔ ارے اس کلموہی نے سارے گھر کو نچا رکھا ہے۔ خالہ بی راستے بھر زہرہ اور نافذ بھائی کی نامناسب بلکہ نامعقول محبت کی کہانی کہتی رہیں۔ ایک بے چارے بڑے بھیا کا بڑھاپا دوسرے آپا کی شکی طبیعت اوپر سے امریکہ پلٹ صاحبزادے کی رنگینیاں گھر میں قیامت مچی ہوگی۔ وہ کیا کرتی ہیں خالہ بی۔ میں نے بے دلی سے پوچھا۔ یہ پوچھ کہ کیا نہیں کرتی۔ خالہ بی بگڑنے لگیں بھئی یعنی ماں باپ کی لاوارث بچی سمجھ کر اپنے یہاں کام کاج کو رکھ لیا۔ انھیں کیا خبر تھی کہ آستین میں سانپ پال رہے ہیں۔ شروع ہی سے نگوڑی کی اٹھان غضب کی تھی۔ اب تو ایسی گجریا ہوگئی ہے کہ عورتیں اسے دیکھ کر ششدر رہ جاتی ہیں۔ نافذ بے چارے کا کیا قصور۔ انگلیوں پر نچا رکھا ہے۔ نافذ بھائی کیوں ناچ رہے ہیں۔ میں چڑ گئی۔ وہ اتنے اعلیٰ تعلیم یافتہ، امریکہ ریٹرن، کم سخن، مہذب آدمی ہیں کیا انھیں پتہ نہیں کہ ماں باپ نے ان سے کیا توقعات وابستہ کر رکھی ہیں۔ کیا وہ امریکہ میں رہ کر اتنے دیدہ دلیر اور منہ پھٹ ہوگئے ہیں۔ اسے دیوانہ ہوگیا ہے۔ زہرہ کا۔ آپا نے ایک سے ایک اونچے خاندان میں پیغام بھیجنا چاہا تھا مگر نافذ نے کہہ دیا کہ انھیں بس وہی گھر کی ماما پسند ہے۔ تو یہ اچھا۔ میں حیران تھی۔ اور کہا اس سے تو میرے اندر آگ لگ گئی۔ آپا کا اکلوتا بیٹا اور یوں ماما پر جان دیتا پھرے۔ جا رہی ہوں اسی لیے اچھی طرح سمجھاؤں گی۔

"زہرہ کی شکل و صورت کیسی ہے؟"

"ہزاروں میں ایک ہے" بے اختیار ان کے منہ سے نکل گیا۔

"کیا وہ اچھے گھرانے کی ہے خالہ بی —؟"

"ذات پات کس نے جھانکی ہے" وہ بولیں "سنا ہے کہ گھر کے چوکیدار شیخ صاحب کی بیٹی ہے۔ خیر۔ ذات کو چھوڑو — ہے تو وہ کام کاج کرنے والی لڑکی۔ کیا غضب ہے کہ وہ گوڑی لڑکی کو بہو بنا کر پاس بٹھا لیا جائے۔ آخر ہماری بھی عزت ہے۔ خاندانوں میں ہمیں بھی رشتے کرنے ہیں۔ یا خدا۔ نافذ نے یہ کیسا طوفان اٹھا رکھا ہے۔ میری تو عقل گم ہے۔"

وہ چپ ہوگئیں تو میں سوچنے لگی۔ بچپن کی دھند سے نکل کر چند مٹے مٹے سے چہرے میرے سامنے ابھرے ہوئے۔ نافذ بھائی بے حد سنجیدہ، خاموش اور اداس اداس سے۔ دوسرا چہرہ تھا زہرہ کا۔ بکھرے بال، گدلی گدلی سی رنگت، روئی روئی آنکھیں۔ پھٹے پرانے کپڑوں میں ملبوس —

خدا خدا کر کے گھر پہنچے۔ خالہ بی کی مشین پھر چل نکلی بڑی اماں یعنی نافذ بھائی کی امی بے حد پریشان دکھائی دیں۔ گھر کا ماحول عجیب تھا۔ جیسے کوئی بہت چہیتا آدمی بیمار ہو یا اس کی خاطر خواب کے عالم میں چل پھر رہے ہوں۔

بڑی اماں اپنا رونا رونے لگیں۔ "بس بہن۔ ایک عذاب غضب ہوگیا۔ مجھے پتہ ہوتا تو میں نامراد کو نافذ کے کمرے میں نہ بھیجتی۔ کافی لے کر گئی تھی۔ اس کی صورت دیکھی اور اپنے سے باہر ہوگئے۔ تب سے یہ عالم ہے کہ ان کی زبان پہ اور نور تو زہرہ کا کلمہ ہے۔"

"پھر —" خالہ بی مارے عبرت کے سانس روکے سن رہی تھیں۔

"پھر کیا" بڑی اماں کے چہرے پر رنج کے آثار دکھائی دیئے "بے ادب تمیز لڑکے نے اٹھا کے دھر دی ماں باپ کا ادب، نہ میرا لحاظ۔ سامنے دیکھ کر کہتا ہے بلو رہی ہو —"

"ہائے اللہ —" خالہ بی اچھل پڑیں۔

"اور کیا۔ صاف کہہ دیا ہے انھوں نے کہ گھر میں کام کاج کرنے والی لڑکی سے تو کیا۔ مجھے تو وہی پسند ہے۔ اس سے بیاہ کروں گا — اب تم بتاؤ کیا کروں —"

"نافذ کہاں ہیں؟" خالہ بی نے پوچھا۔

"طواف میں ہوں۔"

میرا دل دھڑک رہا تھا۔ نہ جانے کیا دیکھنا پڑے گا۔ چھ سات سال امریکہ میں رہنے کے بعد نافذ بھائی پورے امریکن بن گئے ہوں گے۔ منہ پھاڑ کر ہنستے ہوں گے۔ عجیب و غریب انگریزی بولتے ہوں گے — مگر یہ کچھ نہ تھا۔ نافذ بھائی جیسے تھے ویسے ہی سے۔ انھوں نے بڑے ادب سے جھک کر خالہ بی کو سلام کیا۔ مجھے دیکھ کر ایک بڑی مغموم مسکراہٹ ان کے لبوں پر بکھری اور وہ خاموشی سے کرسی پر بیٹھ گئے۔

خالہ بی جو انھیں جھاڑنے کا عزم کر چکی تھیں، کچھ مرعوب ہوگئیں ان کے ہونٹ بیشک پھڑپھڑائے مگر آواز نہ نکلی۔

نافذ بھائی نے بھی اپنی طلبی کی وجہ نہیں پوچھی۔ بیگانہ انداز میں مجھ سے باتیں کرنے لگے۔ مجھے وہ بہت اچھے لگے۔ امریکی معاشرت کا اثر ان پر رتی بھر نہ تھا۔ نہ وہ بے تکی ہنسی ہنس رہے تھے نہ انگریزی بول رہے تھے۔ اپنے معمول کم قیمت لباس میں ملبوس وہ بہت سیدھے سادے لگ رہے تھے۔ مجھے تعجب ہو کہ اتنے سنجیدہ، خاموش اور مہذب انسان آخر کیوں کر زہرہ کی محبت میں الجھ گئے۔ مگر میں خاموش رہی۔

خالہ بی نے پینترہ بدلا۔ بڑی اماں سے بولیں "آپا۔ آخر اب تمہیں انتظار کس بات کا ہے۔ بڑی دیر ہوگئی ہے۔ اب بہو لے آؤ۔ وہ گرہستی کرے۔ تم کب تک خانہ داری کرتی رہو گی۔"

"میں تو آج لے آؤں" بڑی اماں کو بہانہ ملا۔ وہ تو رو ہی پڑیں۔ "مگر میری یہ آرزو پوری ہوتی نظر نہیں آتی۔ لڑکے بڑے ہو کر اپنی مرضی چلاتے ہیں۔ ماں باپ کو بیکار سمجھ کر الگ کر دیتے ہیں۔ اتنا احساس تک نہیں کرتے ان کی پرورش، تعلیم، دیکھ کر یہ

ماں باپ نے کیا کچھ مصیبتیں نہ جھیلی ہوں گی۔

"آپ کو مجھ سے کوئی شکایت ہے امی۔" بے حد دکھ بھرے لہجے میں نافذ بھائی نے پوچھا۔

خالہ بی پھٹ پڑیں "یہ تو تم ہی سوچو۔ خاندان بھر میں بڑا ہوا ہے ہو۔ کوئی کیا کہے گا گھر کی پروردہ لڑکی کو تم نے گھر کی بہو کا درجہ دے دیا۔ ارے وہ کم اوقات ماما کی بیٹی ہے۔ اسے پیر کی جوتی سمجھو۔ اسے تم نے سر کیوں چڑھا لیا ہے۔ غضب ہے خدا کا۔ وہ تو ہمارا اترن پہنتی۔ جھوٹن کھاتی ہے۔ کیا ہماری برابری کرے گی؟ صورت شکل ہی تو سب کچھ نہیں ہے۔ آخر ذات پات حسب نسب بھی کچھ ہوتا ہے۔۔"

"افسوس میرا کوئی ہم خیال نہیں۔" نافذ بھائی کا چہرہ تاریک ہو گیا۔ رہی سہی مسکراہٹ بھی ان کے لبوں سے معدوم ہو گئی — "میں تو سمجھا تھا کہ سچے مذہب کے ماننے والے لوگ بہت وسیع القلب اور روشن خیال ہوں گے۔ لیکن ذات پات اونچ نیچ کی تاریکی یہاں بھی ہے۔ اس تعصب نے آگے کی راہیں بند کر دی ہیں۔ آپ جس خاندان میں میرا رشتہ کرنا چاہتی ہیں کیا وہ براہ راست کسی ولی اللہ سے جا کر مل جاتا ہے؟ نہیں۔ تو پھر آپ کو زہرہ ہی سے کیا بیر ہے۔ وہ آپ کی جانی بوجھی ہے۔ سلیقہ مند ہے۔ خدمت گزار ہے۔ آپ کے خاندان میں آسانی سے کھپ سکتی ہے۔ اور —"

بڑی اماں اور خالہ بی ہکا بکا تھیں۔ البتہ میں دل ہی دل میں بے حد خوش تھی۔ نافذ بھائی مجھے بہت بلندیوں پر نظر آ رہے تھے —

"حسب نسب ذات پات سب من گھڑت معیار ہیں امی!" وہ پھر بولے "ہر انسان کے جینے اور مرنے کے طریقے ایک ہیں۔ اونچی سے اونچی ذات والے مرتے ہیں۔ وہ بھی زمین ہی میں جاتے ہیں۔ سونے کے ڈھیر میں دفن نہیں کیے جاتے۔ اگر زہرہ کا قصور یہ ہے کہ وہ غریب ہے۔ گھر کی ملازمہ ہے، تو میں اس کے نام بیس پچیس ہزار روپے جمع کرائے دیتا ہوں۔ تب وہ آپ کے برابر ہو جائے گی —"

"تب بھی نہیں۔" دفعتاً بڑے ابا کی بڑی آواز گونجی "گھر کی خادمہ میری بہو نہیں کہلا سکتی۔ یوں تمہیں اختیار ہے۔ اسے اس گھر سے لے جاؤ اپنا گھر الگ بسا لو۔ لیکن اس صورت میں ہمارے درمیان کوئی تعلق باقی نہ رہے گا۔ میں تمہیں عاق کر دوں گا۔ تم مجھے اپنا باپ نہیں کہو گے۔ بس یہ میرا آخری فیصلہ ہے۔"

"سن لو نافذ۔" بڑی اماں بھی قہر آلود لہجے میں بولیں "تمہاری سرکشی مجھے زندہ درگور کر دے گی۔ میں نے انجینئر صاحب کی بچی کے لیے زبان دے دی ہے۔ میں ان لوگوں میں خفیف نہ ہوں گی۔ دیکھ لینا میں سنکھیا پھانک لوں گی۔ میرا خون تمہاری گردن پر ہوگا۔"

"مان جاؤ بیٹا۔ اتنی بھی خود سری اچھی نہیں۔" خالہ بی منمنائیں۔

نافذ بھائی کے چہرے پر غموں اور پچھتاووں کے سائے گہرے ہو گئے۔ انھوں نے سر جھکا لیا۔ میں نے دیکھا ان کی آنکھوں میں آنسو چمکنے لگے تھے۔

"اس فساد کی جڑ ہی کو میں گھر سے نکال دوں گا۔" بڑے ابا نہ جانے کیوں اتنے سنگدل بنتے جا رہے تھے۔ مجھے بڑا افسوس ہوا۔

"جواب دو نافذ۔ تم نے کیا سوچا ہے۔" خالہ بی بولیں۔ شاید اس خیال سے خوش تھیں کہ ان کی موجودگی میں ایک بڑی کشمکش کا فیصلہ ہو رہا تھا۔

"ماں باپ کی زندگی بہت اہم اور بہت ضروری ہے۔" نافذ بھائی نے جواب دیا۔ "اولاد کی خوشی اور رضا ماں باپ کے نزدیک بے معنی ہے۔ لیکن آپ سب کی خوشی اور مرضی میرا ایمان ہے۔ امی۔ آپ کا جو دل چاہے کیجیے۔ میں پھر کبھی اس کا نام نہیں لوں گا۔" یہ کہہ کر وہ اٹھے اور چلے گئے۔

اسی رات میں نے زہرہ کو دیکھا۔ اور تب نافذ بھائی اپنے جذبات میں حق بجانب معلوم ہوئے۔ چھ سات سال پہلے زہرہ ہلال تھی۔ اب بدر کامل بن چکی تھی۔ اس کے چمکتے دمکتے چہرے پر نظر نہیں ٹھہرتی تھی۔ رنج و غم نے اس کے حسن کو نکھار دیا تھا۔ گھنے سیاہ ریشمی بالوں کے درمیان اس کا چہرہ دھیمے دھیمے چاند کی طرح جگمگا رہا تھا۔

اپنا ایک ہمدرد پا کر وہ پھوٹ پڑی۔ نہ جانے کتنی لعنتوں طعن و تشنیع کا نشانہ بن رہی تھی۔ اس نے سب کچھ مجھ سے کہہ دیا۔ اس کا کوئی قصور نہ تھا۔ وہ خواہ مخواہ مجرم سمجھی گئی۔ اس نے کبھی صاحبزادے کو نظر بھر کر دیکھا تک نہ تھا۔ ان سے گفتگو نہ کی تھی۔ انھیں بہکایا اور غلایا نہ تھا۔ یہ تو اچانک اس کی بھولی قسمت برگشتہ ہو گئی تھی اسے نکالا جا رہا تھا گھر سے۔

وہ ہچکیاں لے لے کر رونے لگی۔

"بتائیے۔ یہاں سے نکل کر میں کہاں جاؤں گی۔ میرے ماں باپ مر چکے۔ میرا کوئی بھائی بہن بھی نہیں ہے۔ کون مجھے پناہ دے گا۔ میں کیا کروں۔ ہائے۔ میں تو ساری زندگی صاحب اور بیگم صاحب کی غلامی میں کاٹ دیتی۔ وہی میرے ماں باپ تھے۔ انھوں نے نظریں پھیر لیں تو اور کون اپنا ہے۔"

میں اسے تسلیاں کیا دیتی۔ میرا دل بھرا آ رہا تھا۔ خالہ بی، بڑی اماں اور بڑے ابا کی سنگدلی۔ ان کا ظلم۔ نافذ بھائی کی جذباتیت۔ زہرہ کو بے آبروئی، بے عزتی کے گہرے گڑھے میں گرا دے گی۔ اس کا مستقبل شرمناک تھا۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کروں — ویسے میرا دل چاہ رہا تھا کہ زہرہ کے حسن کو تیزاب سے سیاہ کر دوں۔ آبرومندانہ بدصورتی، بے آبروئی کی خوبصورتی سے بدرجہا بہتر ہے۔ مگر میں زہرہ کو ایسا مشورہ نہ دے سکی۔

اس کی گریہ و زاری بڑی اماں کے لیے اشتعال انگیز تھی۔ وہ بھی شوہر کے اس فیصلے کو مناسب سمجھ رہی تھیں۔ زہرہ کی جلاوطنی کے بعد انھیں اپنا گم کردہ راہ بیٹا مل جاتا۔

نافذ بھائی نے پھر اپنے والدین کا سامنا نہیں کیا۔ مگر میرے سامنے دل کا غبار آنسوؤں کی شکل میں دھو دیا تھا۔ اب وہ ہار چکے تھے۔ انھیں ڈر تھا۔ ان کی سرکشی کہیں سچ مچ ان کی ماں کی موت کا بہانہ نہ بن جائے۔

زمانہ خواہ کتنا ہی بلند ہو جائے۔ مگر زمانے والے اتنے بلند نہیں ہوئے کہ ایک کم رتبہ بے سہارا زندگی کو سہارا دے سکیں۔ سہارا دینے کے لیے انھیں اونچے زینے سے نیچے آنا پڑتا ہے۔ اور خودی پر بڑی ضرب لگتی ہے۔ انھیں اپنی ناکوں اور دوسروں کی ہنسی کا ڈر لگا رہتا ہے۔

دوسرے تیسرے دن زہرہ کو حکم مل گیا۔ وہ گھر سے نکالی جا رہی تھی۔ اس نے روتے ہوئے بڑی اماں کے پاؤں پکڑ لیے ان پر سر رکھ کر ہچکیاں لینے لگی۔

"اماں۔ میں کہاں جاؤں۔ میرا کون ہے۔ آپ میری ماں ہیں مجھے اپنے قدموں سے دور نہ کیجیے۔ اماں میں نے کچھ نہیں کیا۔ میں بے قصور ہوں۔ میری اماں —" مگر اماں کے کان کچھ نہیں سن رہے تھے۔

پھر اسی صبح ایک عجیب بات ہو گئی۔ ابھی سویرا ہی تھا کہ محلے میں بھیانک شور و غل ہونے لگا۔ ایک ہنگامہ بپا تھا کہ گلی کے نکڑ والے مولوی صاحب کی لڑکی نے مٹی کا تیل انڈیل کر خودکشی کر لی۔ سارا محلہ ان کے گھر میں جمع تھا۔ بڑی اماں بھی گئیں۔ واپسی پر ان کا چہرہ سفید ہو رہا تھا۔ پتہ چلا کہ کئی دن سے مولوی صاحب اپنی بیٹی کو برابر مار پیٹ رہے تھے۔ وہ ان کی پسند اور مرضی پر شادی کرنے سے مسلسل انکار کر رہی تھی۔ مولوی صاحب نے اسے آخری حکم دے دیا تھا کہ صبح کو اس لڑکے سے اس کا نکاح کر دیا جائے گا۔ لڑکی کے لیے چاروں راستے بند تھے۔ لہٰذا اس نے یہ انتہائی قدم اٹھایا تھا۔

"چہرہ پہچانا نہیں گیا۔" بڑی اماں نہایت عبرت ناک لہجے میں کہہ رہی تھیں۔ "سارا گوشت جل کر غائب ہو گیا۔ منہ ناک سے خون — توبہ میرے اللہ۔ اب مولوی صاحب خدا کو کیا جواب دیں گے۔ بیٹی کا خون ان کی گردن پر ہے۔ اتنی سختی نہ کرتے۔ اب پچھاڑیں کھا رہے ہیں۔"

"خدا کو منہ دکھانے سے کوئی نہیں ڈرتا۔ ایسے ظلم تو بے زبان مظلوموں پر ہوتے ہی رہتے ہیں۔ ان کا مر جانا ہی اچھا۔" نافذ بھائی نے نہایت حقارت سے کہا۔ ان کا لہجہ سرد تھا۔ پھر وہ اس انداز سے ہنسے کہ بڑی اماں ان کا چہرہ ہی تکتی رہ گئیں۔

دفعتاً منظر بدلا۔ صحن سے گزر کر زہرہ آ رہی تھی۔ خالی ہاتھ۔ لٹی ہوئی۔ بکھری ہوئی سی۔ زندہ لاش۔ چہرہ سفید، آنکھیں وحشی ہرنی کی طرح خوفزدہ۔ وہ پاس آئی اور بمشکل تمام اپنی آواز حلق سے کھینچی۔

"اماں — جا رہی ہوں۔ سلام —!"

بڑی اماں نے بھی اسی کی طرح اپنی آواز ابھاری

"کہاں — کہاں جا رہی ہے —؟"

"کسی کنوئیں کی تہہ میں اماں۔ باہر میرا کون ہے؟"

"نہیں نہیں۔" بے اختیار بڑی اماں کے منہ سے نکلا "تو کہیں نہیں جا سکتی۔ ادھر آ۔ میری آنکھیں کھل گئی ہیں — مجھے اپنے بچے کی خوشی پیاری ہے۔ تیرا خون میں اپنی گردن پر نہیں لوں گی۔ دنیا والوں سے میں نہیں ڈرتی۔ میں خدا کو کیا صورت دکھاؤں گی۔ میری بچی۔ میرے پاس آ۔"

نافذ بھائی کے لبوں پر بے حد خوبصورت مسکراہٹ تھی میری آنکھوں میں خوشی کے آنسو بھر آئے تھے۔ اور آنسوؤں کی چلمن سے میں نے دیکھا کہ زہرہ بڑی اماں کے سینے سے لگی تھی۔ بڑی اماں کے آنسو سچے موتیوں کی طرح زہرہ کی مانگ سنوار رہے تھے —

ذات پات کو جکڑنے والی موم کی زنجیریں پگھل چکی تھیں۔

(حیدرآباد سے نشر)

مکتی

احمد عثمانی

پارسال خوب بارش ہوئی تھی اور فصل کھیت میں موتیوں سی چمک پڑی تھی۔ اس وقت واسو نے خوش ہوکر کہا تھا: "میگھ راج اب کے تو خوب برسے ہو مگر اگلے سال بھولنا مت۔"

اسی وقت اس کا بیٹا بابو بھی آگیا اور باپ سے کہا: "دادا پارسال تم نے کہا تھا کہ فصل اچھی ہوئی تو ہم گیا خریدیں گے۔ تو اب فصل بھی اچھی ہوئی۔ ایکبے ہم گیا جرور لیں گے۔ پھر میں اسے کھیتوں کی مینڈھ پر چرا چرا کر خوب تگڑی کروں گا۔ دیکھو نا سوکے بابا نے اسے گیا لے دی تھی تو اب کے اس نے کتنا خوبصورت بچھڑا دیا ہے۔ سونو بیا کا دودھ پیتا ہے اور ہر سال میلے میں کشتی لڑتا ہے۔ جب ہماری گیا دودھ دے گی تو میں بھی دودھ پی کر پہلوان بنوں گا اور پہلے سونو کو پچھاڑوں گا۔" اس نے ہوا میں یوں ہاتھ لہرائے تھے جیسے واقعی اس نے سونو کو پچھاڑ دیا ہو۔

فصل کے اترتے ہی واسو نے گیا خرید لی۔ بابو روز صبح شام کھیت کی مینڈھ پر اسے چراتا تھا۔ دن ہنستے ہوئے بیتتے چلے گئے۔ مینڈھ کا چارا گھٹتا چلا گیا۔ پھر گرمیوں کے دن آئے تو اتنی سخت دھوپ پڑی کہ کبھی نہ پڑی ہوگی

چوپال پر بوڑھے پچھلے زمانے کی گرمیوں کا حساب جوڑتے تو اس بار کی گرمی ان کے حساب سے نکل جاتی۔

پھر گرمیوں کے دن بھی بیت گئے۔ جس دن میگھ راج کی پہلی پھوار پڑنی تھی وہ نہ پڑی بلکہ یوں معلوم ہوا کہ سورج کچھ اور نیچے آگیا ہے۔ کسانوں کے گھروں میں سے جنگل کی ہریالی کی طرح اناج بھی ختم ہوتا چلا گیا۔

میگھ راج پتہ نہیں کس سنگھاسن پر جا بیٹھے تھے۔ ان کی باٹ دیکھ دیکھ کر آنکھیں پتھرا گئی تھیں۔ ہر طرف دھول کا دھواں ہی دھواں اُڑتا تھا۔ کھیتوں میں تو کوئی کام نہیں تھا۔ بلکہ موسم ایسا تھا کہ کسان اپنے کھیت میں جانے سے ڈرتا کہ نہ جانے کھیت کب اس سے پوچھ بیٹھے "ہماری پیاس کب بجھاؤ گے مہاراج؟" مہاراج ہی پیاسے ہوں تو وہ کیا جواب دے سکتے ہیں۔

گاؤں کی چوپال ان دنوں بھری رہتی۔ گاؤں کے بوڑھے اور ادھیڑ جمع ہوکر چونا اور تمباکو پھانکتے اور بیڑیوں کے سٹے سلگاتے، آسمان کی طرف دیکھ دیکھ کر ماضی کے قصے کہانیاں دُہراتے۔ یا پھر اپنے پرکھوں کی بہادری کے گن گاتے یا کبھی اس بات پر سوچتے کہ میگھ راج کو کس طرح اپنے گاؤں کی راہ دکھائی جائے۔

گاؤں کے لڑکے کسی پیڑ کے نیچے کوڑی یا تاش کھیلتے اور کچھ صبح ہی صبح اپنے جانوروں کو چرانے لے جاتے۔ دور پہاڑیوں پر جہاں اونچے اونچے درخت اب بھی بہت ڈھک لیتے تھے۔ لیکن کتنے دن۔ وہ بھی جلد ہی سوکھ ٹھنٹھ لکڑیوں میں بدل گئے۔

گاؤں کے پنڈت نے ایک دن کہا: "یہ کلجگ ہے۔ اس دھرتی پر گھور اندھکار ہے۔ اس لیے میگھ راج نے اس طرف سے اپنی آنکھیں بند کرلی ہیں۔" گاؤں والوں نے پوچھا: "لیکن مہاراج ہمارے گاؤں میں تو ایسی کوئی بات نہیں ہو رہی ہے۔ یہاں تو سب روز مندر، مسجد جاتے ہیں۔ اپنے بال بچوں کی دیکھ بھال کرتے ہیں۔ ہماری آنکھیں کسی پاپ کو یہاں نہیں دیکھتیں۔ یہ اندھکار کہاں ہو رہا ہے۔ اور اگر نہیں ہو رہا ہے تو اس کی سزا ہمیں کیوں مل رہی ہے مہاراج؟"

لیکن پنڈت جی کی پوتھی میں بس اتنے ہی اشلوک تھے جتنے وہ بیان کر رہے تھے۔ پھر پنڈت گاؤں والوں کو خوش کرنے کیلئے کہتے: "اچھا کل ہم میگھ راج کے لیے یگیہ کریں گے۔ جس سے یہاں گھی، تیل اور اناج ہو وہ لے آئے۔"

لوگوں کے گھروں میں یوں ہی کال پڑا ہوا تھا۔ اس میں پنڈت جی کا حکم بے چارے بھولے بھالے لوگ ڈرتے تھے کہ اگر یگیہ میں ان کا حصہ نہ ہوا تو میگھ راج ناراض ہوکر ان کے کھیت سے بن برسے ہی نہ گزر جائیں۔ اس ڈر سے وہ اپنا اور اپنے بچوں کا پیٹ کاٹ کر صبح پنڈت جی کے گھر کچھ نہ کچھ لے جاتے۔ پنڈت جی کے آنگن میں ہون موجود ہوتا۔ لیکن ہون میں ڈالنے سے پہلے پنڈت جی سب چیزوں کو اکٹھا کرکے گھر میں رکھتے۔ پھر شام میں سب لوگوں کو بلاتے کہ ہون میں گھی، تیل، اناج وغیرہ جلا کر جاپ کریں اور میگھ راج کو منائیں۔

جب ایسا کڑا موسم آتا ہے تو پنڈتوں اور بنیوں کی بن آتی ہے۔ گاؤں کا بنیا بہت ہوشیار ہو جاتا ہے۔ کچھ تھر کے بنئے بھی آجاتے ہیں جو کسانوں کے گھروں میں استعمال ہونے والے چھوٹے موٹے برتن اونے پونے خرید لیتے ہیں۔ بس اتنے پیسے دیتے ہیں کہ دوسرے دن پھر وہ کوئی دوسرا برتن بھانڈا بیچنے کیلئے تیار رکھیں۔

واسو کے گھر کا حال بھی سب کے گھروں جیسا تھا۔ اناج تو کب کا ختم ہوگیا تھا۔ اب جو کچھ تھا سو وہ کچھ برتن بھانڈے تھے اور بابو کی گیا تھی۔

کسان آخری وقت میں اپنے جانور بیچتا ہے جب بے اس ... طرح ٹوٹ جاتے ہیں تو پھر جانوروں کے بیوپاری گاؤں کا چکر لگاتے ہیں۔ اور اب گاؤں میں اناج کے ساتھ ساتھ برتن بھی ختم ہو چکے تھے۔ کچھ تو گاؤں کے بنئے کے پاس پہنچ چکے تھے کچھ بہ ... ہتھیا لے گئے تھے اور اب باری جانوروں کی تھی۔

ایک دن جبکہ گاؤں میں جانوروں کے بیوپاری آئے ہوئے تھے اور واسو کے گھر میں کچھ بھی نہ تھا۔ برتن بھانڈے سب بک چکے تھے گھر بھی خالی تھا اور پیٹ بھی خالی۔ اس نے بابو سے کہا: "دیکھو تیری گائے کتنی دبلی ہو گئی ہے۔ بے چاری کو کھانے کے لیے کچھ بھی نہیں مل رہا ہے۔ بھیا ہم تو جیسے تیسے جی لیں گے مگر یہ بے زبان جناور کیوں دکھ دیں۔ ایسا کرتے ہیں اگلے ... سال فصل اچھی ہوئی تو اس سے بھی بڑھیا بچھیا تجھے لے دوں گا۔"

بابو نے گائے کے گلے میں بانہیں ڈال کر کہا: "نہیں بابا میں اسے نہیں بیچوں گا۔" واسو نے ذرا تیز آواز میں کہا: "تو پھر اسے کیا کھلائے گا؟"

بابو نے کہا: "میں اسے دور دور تک چرانے لے جاؤں گا۔ پہاڑی پر ابھی کچھ اونچے اونچے پیڑوں پر ہرے پتے ہیں وہ میں توڑ کر کھلاؤں گا۔ اسی لیے تو وہ ابھی تک زندہ ہے۔ اور اب میگھ راج بھی برسے گا تو پھر ہمارے دن پلٹ جائیں گے بابا!"

لیکن بابو اور سبھی کی امید پر دھوپ جیسی پڑی۔ میگھ راج اپنے سنگھاسن سے نہ اترے اور دن بیتنے والے تھے سو بیتے۔

دھول دھواں دھواں ہو رہی تھی۔ ہر طرف ہوا کے جھونکوں کے ساتھ اڑتی پھرتی تھی۔ اور قریب کی پہاڑیوں پر جو بچے ہوئے درختوں کے پتے بھی جھڑ گئے تھے۔ اب یہ درخت کانٹوں کی طرح دکھتے تھے۔

تب واسو نے بابو کو پھر سمجھایا: "بابو بیٹے تو گئو ماتا کا شراپ کیوں لیتا ہے۔ اسے بھوکی کیوں مارتا ہے۔ پہلے ہی اپنے دن اتنے خراب ہیں۔ بیٹا اور تو گئو ماتا کو بھوکا مارتا ہے۔ ہم ایسا کرتے ہیں اسے کسی اچھے آدمی کے ہاتھ بیچ دیتے ہیں۔" اس نے بابو کی طرف دیکھا، اس کی اندر دھنسی ہوئی بھوک کی پیاسی آنکھوں میں بڑی مشکل سے پانی کے ننھے ننھے قطرے باہر نکل آئے۔ واسو کا بھی یہی حال تھا۔

دوسرے دن واسو نے بابو کی گائے بیچ دی۔

دو دن بعد آج ان کے گھر چولہا جلا۔ لیکن بھوک کی آگ میں جلنے کے بعد بھی بابو کو کھانا اچھا لگا نہ واسو کو۔ وہ نوالہ اٹھاتے تھے تو ان کی نظروں کے سامنے چتکبری بچھیا آکھڑی ہوتی۔

بابو کو یوں محسوس ہوتا جیسے بچھیا کہہ رہی ہو: "بے وفا انسان! اسی لیے مجھ سے دوستی کی تھی کہ مجھے بیچ کر اپنے پیٹ کا دوزخ بھروگے؟"

دونوں جلد ہی اپنے اپنے بستروں میں منہ ڈھانپ کر سوگئے۔

بابو نے خواب میں دیکھا کہ اس کی بچھیا اس کے پیچھے پیچھے دُم اٹھا کر دوڑ رہی ہے۔ کبھی کبھی وہ چاروں پیروں سے بڑی ادا کے ساتھ چھلانگ بھی لگاتی ہے۔ بابو کی آنکھ کھل گئی۔ ابھی صبح کا

وجــود

کوثر [illegible]

عجیب خبر تھی۔ اس خبر نے تو اس پر جیسے تو ... پہاڑ توڑ ڈالا یوں تو وہ شخص ... ادھر کئی ... دلچسپ حادثوں کا ذکر کر رہا تھی۔ وہ تو ... خود کو تنہا محسوس کر رہی تھی ہوتا تو ایسا ہی ہے آدمی ... محفل میں خود کو تنہا محسوس کرتا ہے مگر یہاں بھی تو ... خود کے ساتھ ... یہاں نام کا اسے احساس تک نہیں ہوتا تھا ... اپنے ... خود کی موجودگی ذہن ... سے ہی نہیں رہتی۔

اکثر ایسا ہوتا وہ بے چین رہتی۔ آنکھیں ... جیسے کسی چیز کو کھوج رہی ہو۔ اکثر وہ لوگوں سے کہتی رہتی ہے ... مجھے ڈستی رہتی ہے۔ بھری محفل میں بھی اکیلے پن کا احساس ... اور تو اور مجھے ایسا لگتا ہے جیسے میں خود کو کھو چکی ہوں ... میرا وجود نہیں ..... کہیں میرے جسم کے کھنڈر سے نکل جاتا ہے۔ کچھ خبر ہے کہاں سے میرا وجود تلاش کرتے کرتے ..... خدا میں پاگل ہو جاؤں گی بتاؤ ... بتاؤ کیسا ہے میرا وجود ... یہ میرے اندر کھوکھلا پن کیوں ؟"

اس کی ان باتوں پر لوگ ہنس دیتے۔ ظاہر ہے یہاں پر لوگ ہنسیں نہیں تو اور کیا کریں گے۔ پھر یوں ہونے لگا وہ اپنے جسم کے کھنڈر میں خود بھٹکنے لگی۔ مرجھائے چہرے پر گہری اداس آنکھیں جو شکستہ حال اور اجڑے پن کا پتہ دیتی۔ مگر وہ کہا کرتی ہنسا کیسے کہتے ہیں۔ وہ جانتی ہی

[illegible]

بعد کو بھلا کیا کام ..... ہیں ..... [illegible] لا دو بس میرا وجود" راہ چلتے چلتے [illegible] تو بے تعلق سے مست اپنی دنیا میں [illegible] ہوتے ہیں جو خود سے ماحول سے بے نیاز [illegible] ہوتے ہیں۔ وہ چونک پڑتی انھیں کس کی تلاش ہے [illegible] وہ کہاں ہے جو انسان [illegible] نہ رک پاتی۔ ان کی دنیا خود [illegible] ہوتی ہے پھر تو وہ اور بھی جھنجھلا جاتی اسے اپنے وجود کی [illegible] کا شدت سے احساس ہوتا۔ وہ جسم کے کھنڈر سے بھی [illegible] بھلا ویرانی کب تک برداشت ہوتی۔ کسی نے اس سے کہا وہ [illegible] شناسی کے لیے کچھ علم حاصل کرے۔ شاید خود کو بھی [illegible]

جب اس نے جانا کہ تمام وجود داد کے لیے [illegible] نے سوچا داد کو پالینے سے شاید وجود مل جائے اور [illegible] داد کی تلاش شروع کر دی۔ بھلا وہ کیا جانے اس درد کا دوسرا نام ہی وجود ہے۔ درد بھلا اسے ملے گا کہاں اب تک تو اسے کسی غم نے نہیں

[illegible]

[illegible] کی انتقال ہو گیا تھا مگر [illegible] نے دیکھا [illegible] اسے بھی [illegible] سوچا رہی ہے۔

[illegible] تنہائی [illegible] وجود [illegible] موجود الوجود [illegible] شاید کوئی [illegible] سکے۔

(آ[illegible] کا سوانح [illegible])

ملگجی اجالا پھیلا ہوا تھا۔ اس نے کواڑ کھولا تو اس کی گائے کھڑی تھی۔ وہ دوڑا دوڑا اندر گیا اور واسو کو جگانے لگا "بابا۔ بابا! دیکھو اپنی بچھیا آگئی ہے۔ اُٹھو" بابو نے واسو کو ہلایا تو اس کی گردن ایک طرف ڈھلک گئی۔

بابو کی چیخ پکار سن کر لوگ دوڑ پڑے۔

ادھر بابو کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوئے تو میگھ راج کو بھی جیسے رونا آیا۔ وہ بھی اپنے سنگھاسن سے اتر پڑے اور باہر زوروں کی بارش ہونے لگی۔ (جلگاؤں سے سنتر)

احمد عثمانی۔ معرفت جوان
ایم اے روڈ۔ نیا پورہ۔ مالیگاؤں ۴۲۳۲۰۳

آپ کی رائے

محترم ایڈیٹر صاحب

مارچ کا پہلا شمارہ ہاتھ آیا۔ بڑے دل چسپ مضمون اور افسانے تھے وکیل نجیب کا افسانہ "اجالے کا اندھیرا" بہت پسند آیا۔

وارث علوی کا مضمون "مسکراہٹوں کی قسمیں" بھی کافی پسند آیا لیکن مونالیزا کی تصویر مائکل انجلو نے نہیں لیونارڈو، ڈونسی نے بنائی ہے۔

فضاءالحسن انجم
چمن باغ، گورکھپور
کیبول - ۸۱۱۳۱۵



جناب ایڈیٹر صاحب

احترام!

یکم مارچ کے رسالہ "آواز" میں "آپ کی رائے" کے تحت ایک صاحب نے لکھا ہے کہ قارئین آواز میں شائع تخلیقات پر صرف تحسینی کلمات ہی لکھتے ہیں تنقید نہیں لکھتے۔ تو اس سلسلہ میں ہم عرض کریں کہ تنقید کا مقصد صرف کمی کی جانب توجہ دلانا ہی نہیں ہے بلکہ صحت مند تنقید اسے کہتے ہیں جس میں غیر جانبدارانہ طریقے سے کسی بھی چیز کی تعریف یا برائی کی طرف توجہ مبذول کرائی جاتی ہے۔ جب کسی قاری کو کسی بھی مضمون، افسانہ یا شاعری میں کوئی کمی نظر نہیں آئی تو خواہ مخواہ [illegible] بھی کوئی تخلیق گراں گزری تو [illegible] اس پر بھی کھل کر قلم اٹھایا ہے۔

آپ سے گزارش [illegible] پورا ایک ورق رکھا کریں [illegible] ہو سکیں اور خط کا [illegible] پاسے مگر آپ سے [illegible] اور فون نمبر ہر شمارے میں پروگرام [illegible] شائع کیا کریں۔ کتابت کی غلطیاں [illegible] لگیں ہیں۔ اس شمارے میں افسانہ [illegible] وارث صاحب کا مضمون زیادہ لطف [illegible] نے مسکراہٹوں کی قسموں پر کم اور تصویروں [illegible] پر زیادہ روشنی ڈالی۔

[illegible]

مکرمی آداب

یکم تا پندرہ مارچ کا "آواز" [illegible] ہو کے دل میں اتر گیا۔

ہر افسانہ، ہر مضمون اپنی مثال آپ [illegible] لوچ بھی موجود ہے جو مضمون نگار حضرات کی [illegible] کا نتیجہ ہے۔

میں آپ کو [illegible] اسی راستے [illegible] بھوپال سے غزلیں بس ٹھیک ٹھیک [illegible] ہیں۔

بہ عنوان "نغمہ نغم" میں حسن نعیم صاحب نے [illegible] تجویز پیش کیا ہے جس سے ہر فرد اتفاق کرے گا [illegible] شعبے سے تعلق رکھتا ہو۔ لیکن حسن نعیم [illegible] ملتے ہیں مختلف پیشوں سے تعلق رکھنے والوں [illegible] اب حیرت کی اور تعجب کی بات نہیں رہی ہے [illegible] کا انسان خواہ وہ کسی بھی علاقہ، کسی بھی ریاست [illegible] کسی بھی ملک کا ہو اپنی بنیادی الجھنوں اور پریشانیوں [illegible] ہوا ہے۔ اس لیے اگر کسی ایک فرد کا غم مختلف افراد [illegible] رکھتا ہے تو کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔

سید غلام مرتضیٰ کا اظہار "فراق بحیثیت [illegible]" میں صرف یہ کہوں گا کہ فراق کی عظمت ادب [illegible] قابل دید ہے چاہے وہ نثر ہو، نظم ہو یا [illegible]...

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کی شخصیت پر ڈاکٹر نثار احمد فاروقی نے جو روشنی ڈالنے کی کوشش کی ہے [illegible] مگر پھر بھی معلوماتی ہے۔

جنگ [illegible] تک (اشرف علی صدیقی) معلوماتی مضمون "[illegible] کا" ساتویں پنج سالہ منصوبے میں ترجیحی کام [illegible] صرف یہ کہوں گا کہ وقت بتائے گا کہ کہاں تک کامیابی [illegible] مادی پر [illegible]...

[illegible] "سماج پر [illegible] کے اثرات" [illegible] ایک [illegible] کیا گیا ہے [illegible] اسی عنوان پر میں دوبارہ لکھ [illegible] گا (پتہ سے نوازیں گے)

[illegible] لکھنوی صاحب نے "[illegible]" یادوں کے دریچے سے آنے والی ایک ہلکی سی کرن [illegible] انسان کے یادوں کے دریچوں میں [illegible] میں [illegible] یہ بھی ایک فن ہے کہ ان یادوں [illegible] کوئی ایک کرن چرا لے۔

"مسکراہٹوں کی قسمیں" (وارث علوی) نے مختصر اچھی [illegible] حقیقت کو اجاگر بھی کرتے گئے ہیں۔

[illegible] میں ہماری پیش رفت" کے تحت [illegible] معلوماتی مضمون قاری کو دے رہا ہے۔

کھیلوں میں ناظرین کا رول (امتیاز الرحمن خاں) [illegible] کھیلوں [illegible] بن سکتی ہے۔ جیسے انڈہ سے رغبتی یا [illegible] ناظرین سے کھلاڑی یا کھلاڑی سے ناظرین [illegible] درست ہے آج کل کے کچھ ناظرین شرمندہ کرنے والی [illegible] سبھی لوگوں کو افسوس ہے نصیحت [illegible]

[illegible] صاحب کا آج کے خودغرض اور [illegible] ایک زوردار طمانچہ ہے۔ کتا کتا کے توسط سے [illegible] کم ہے۔

"بھولے خوابوں کی صبح" (حمید شرفی) نے جس ماحول اور سماج کی بات کی ہے وہ خود ہم، آپ، تم، وہ، یہ اور اس [illegible] کیا ہوا ماحول ہے جسے صرف ایک انسان ختم نہیں کر سکتا [illegible] ہی ہو سکتا ہے جب انسان بے غرض ہو کر ہر کام کرے مگر [illegible] میں یہ ناممکن سا لگتا ہے۔ بہتر خدا جانے۔

وکیل نجیب "اجالے کا اندھیرا" یہ بات یہ پہلو بھی [illegible] سماج کا ہے جسے ہم نے پیدا کیا ہے اور اسی خود غرض انسان کی [illegible] ہے جو صرف اپنی خوشی اور اپنی تفریح کا سامان ڈھونڈنا جانتا ہے کسی کا غم کیا ہے کسی کی مجبوری کیا ہے یہ وہ کیا جانے [illegible] شاک کرنا جانتا ہے۔

اور بھی دیگر لوازمات بہتر ہیں۔ کہاں تک تبصرہ کروں۔ آواز کا مطالعہ میں دلچسپی سے کیا کرتا ہوں اور آپ لوگوں کی محنتوں کو دل ہی دل سراہتا رہتا ہوں۔ پہلی بار قلم اٹھا رہا ہوں تو میں نے مختصر لکھنے کی کوشش کی تھی مگر کیا کروں اپنی تنقیدی فطرت سے پریشان ہوں۔

پھر آئندہ انشاءاللہ لکھوں گا۔

احتشام انجم
بہار سرپ کمپنی۔ ڈالٹن گنج

محترمی!

یکم مارچ ۱۹۸۵ء کا شمارہ باصرہ نواز ہوا۔ ابھی اس شمارہ کے سبھی مضامین وافسانے کا مطالعہ نہیں کرسکا ہوں اس لیے ابھی ان سے کچھ بھی حاشیہ آرائی قبل از وقت ہوگی۔ لیکن پہلی نظر میں آپ کی رائے کا سرسری جائزہ لیا اور اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ اور شماروں کی طرح اس شمارہ میں بھی قارئین حضرات کی رائے محض اپنے ناموں کے شائع کروانے کی ہی خواہش زیادہ کارفرما نظر آتی ہے۔ مگر جناب رضوان اروی صاحب کی رائے واقعی معلوماتی ہے۔ پروفیسر کلیم الدین احمد اور محمود الہی پر تفصیلی نہ سہی مختصر جائزہ ضرور پیش کرنے کی سعی کی ہے۔ پروفیسر کلیم الدین احمد مرحوم اور قاضی عبدالودود مرحوم کے تحقیق وتنقید اور مزاج کے فرق کی نشاندہی کرکے مختصراً ہی سہی بہتر پیش کیا ہے۔

۱۶ فروری کے شمارہ میں جناب خالد پرویز شمسی آگرہ کی رائے سے میں قطعی متفق نہیں ہوں موصوف نے "غنڈہ گردی کی غالب" از حامد ربانی صاحب، پر ایک اوچھا وار سے نقد کی دار کرکے اپنی برتری جتانے کی کوشش کی ہے۔ جیسا کہ موصوف کا خیال ہے کہ غنڈہ گردی کی جگہ گنڈہ گردی ہونا چاہیے تھا اور یہ بھی دعویٰ کیا ہے کہ غنڈہ گردی صحیح نہیں ہے۔ میری ناقص رائے ہے کہ جناب خالد صاحب نے اپنے قلم شمشیر سے جو وار مضمون نگار موصوف پر کیا ہے کاش وہ فرہنگ یا لغات کی اوراق گردانی کر لیتے تو اپنی برتری کا اظہار اس قدر وثوق سے نہ کرتے۔ اگر لفظ غنڈہ گردی پر تحقیقی نگاہ ڈالی جائے تو یہ بات کھل کر سامنے آجائے گی کہ یہ لفظ ہندی زبان سے اردو میں مستعمل ہے ہندی زبان میں گنڈہ لکھنا یا بولنا مضائقہ نہیں چونکہ ہندی زبان میں حرف "غ" ہے ہی نہیں۔ اور غنڈہ گردی دو لفظوں کا مجموعہ ہے گردی فارسی زبان سے ہے اسی لیے ہندی زبان اور فارسی زبان کو مرکب کرنا قطعی مناسب نہیں۔ غنڈہ گردی ہی صحیح ہے۔ مضمون نگار موصوف حق بجانب ہیں۔ کوچہ گردی، تندرستی، شعبدہ گر اور اسی طرح اعلیٰ وادنیٰ، عرش وفرش، خار وگل، آکاش اور پاتال، پھول اور کانٹے وغیرہ۔ یہ قاعدہ کلیہ ہے اور ایسے لفظوں کا میل ہی مناسب ہے جو ایک ہی ذات سے تعلق رکھتے ہیں۔ اگر اس سے انحراف کیا جائے تو پڑھنے اور سننے دونوں صورتوں میں بہتر نہیں معلوم پڑتا۔ بھونڈے پن کا احساس ہوگا۔ بلاغت وسلاست کا فقدان از آئیگا اور لفظوں کے غیر مناسب اور بے میل استعمال سے بے محل تو ہوگا ہی۔

ہاں، اتنا تو وثوق کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ لفظ غنڈہ چونکہ ہندی زبان سے ہے اس لیے "ہ" کی جگہ "الف" ہی ہونا چاہئے تھا اور یہی مناسب ہے۔

آخر میں میں باشعور قارئین حضرات سے یہی کہوں گا کہ مجھے اپنی بے بضاعتی اور کم مائیگی کا احساس ہے مگر جو کچھ کہ میرے علم میں تھا، ظاہر کردیا اور یہ کہتے ہوئے اجازت چاہتا ہوں ؎

حق بات کہنے تم چلے ہو کہیں بھی پاؤگے اعجاز
ہر کسی کے دل میں تم پہلے اثر پیدا کرو

اعجاز بھاگلپوری اوگانوی نزد خانقاہ پھلواری شریف۔ پٹنہ

جناب ایڈیٹر صاحب گرامی

آداب!

"آواز" کے نکھرے اور معیاری مضامین کا میں بے حد مداح ہوں۔ پہلے ایجنٹ سے لے کر پڑھتا تھا۔ اب مستقل خریدار ہوگیا ہوں۔ یہ تو حقیقت ہے کہ اس میں ریڈیو کے نشریے ہی شائع ہوتے ہیں اس کے ساتھ اگر آپ نشریے کے اصلاحی مضامین کو طبع کرنے کا اہتمام فرمادیں تو "آواز" کی آواز بعد اثر انداز ہوگی۔

کاش ان شہروں سے نشریہ کوئی نظر سے نہیں گزرا؟

کبیر الدین فاران مظاہری
ناظم مدرسہ قادریہ مسند وال
ہماچل پردیش ۱۷۳۰۲۱

مکرمی خلوص بیکراں!

ابھی ابھی ۱۶ فروری کا "آواز" پڑھا۔ آپ یقین کریں ہر صفحہ تحفہ ثابت ہوا، اور غزلیں تو میں نے کئی کئی بار پڑھیں۔ جناب قیصر صدیقی نوری نے بہت متاثر کیا۔ خاص طور سے مقطع

ہر جسم ایک صلیب تھا ہر زخم گھاؤ تھا
ذہنوں پہ اقتدار کا اتنا تناؤ تھا

بہت ہی متاثر کن مقطع تھا۔ اس کے علاوہ آپ نے راجندر سنگھ بیدی صاحب اور عصمت آپا کو یکجا کرکے بڑا ہی کرم کیا۔ شعور سے نقصان، گھر کا ماحول اور بچوں کی تربیت کئی بار پڑھا۔ ترقیاتی منصوبہ بڑا معلوماتی اور کارآمد مضمون تھا۔ سے ایل سہگل جن کو ہم لوگ دیکھ نہیں سکے۔ مگر سن کر اور پڑھ کر پورا پورا یقین ہوتا ہے کہ واقعی کیسی کیسی ہستیاں آج ناپید ہیں۔ میری جانب سے اور ادارہ نحوی احمد آباد کی جانب سے قارئین اور قلم کاروں کو مبارکباد پیش کردیں۔ نوازش ہوگی۔

شہرت ادیبی پرتاب گڑھی
جوائنٹ سکریٹری ادارہ نحوی
۱۰۹ چارگوڑا احمد آباد ملاد ۲

مکرمی! تسلیمات

"آواز" مجھے بے حد پسند ہے۔ ایک ماہ میں دو مرتبہ نئے دلچسپ افسانے، غزلیں اور دیگر معلوماتی مضامین پڑھنے کو ملتے ہیں۔ اللہ اس میں مزید ترقی کرے آمین!

جس حساب سے "شمع فروزاں" ریڈیو سے نشر ہوتا ہے اس حساب سے "آواز" میں پڑھنے کو نہیں ملتا ہے۔ اگر مصروفیات کی وجہ سے ریڈیو پر سننے سے رہ جاتا ہے تو ہمیں امید رہتی ہے کہ "آواز" میں پڑھنے کو مل جائے گا۔ لیکن لمبے انتظار کے بعد بھی مایوسی ملتی ہے۔ امید کرتا ہوں آگے شکایت کا موقع نہیں دیں گے شکریہ

چاند چھپ جائے کب کیا پتہ
روشنی کا کوئی بھروسہ نہیں

ظفر سعید ڈھگومی
علی گڑھ دواخانہ جمال پور علی گڑھ

مکرمی! تسلیمات

"آواز" کا طنز ومزاح نمبر تاخیر سے دستیاب ہوا۔ صفحہ "آپ کی رائے" میں عین تابش صاحب کا مکتوب طویل ہونے کے باوجود نومشق شعراء کے لیے ایک نصیحت ہے۔ یہ ان کی شاعرانہ بزرگی ہے کہ آزاد غزل پر اپنے تجربے کے بعد مایوسی کا کھلے دل سے اظہار کردیا ہے۔ مگر ان کا یہ کہنا کہ مظہر امام نے اس "خبیث" صنف کو پروان چڑھایا۔ کچھ جچا نہیں۔ مظہر امام کو اس درجہ اہمیت دینا میرے نزدیک ٹھیک نہیں ہے (یہ میرا خیال ہے) مظہر امام صاحب کی پابند غزل میں ایسی کون کون سی خوبیاں پائی جاتی ہیں۔ ان کی غزلوں میں نومشقی کا عنصر ہی غالب رہا ہے۔ بطور شاعر دیانتداری سے تجزیہ کیا جائے تو اکثر نومشق شاعر ان سے آگے نظر آئیں گے۔ زیادہ چھینا جھپٹی کا کوئی معیار نہیں ہوتا۔

عارف جمالی
ڈاکٹر شیخ بکر کالونی
کامٹی۔ ناگپور ۴۴۱۰۰۱

مکرمی! تسلیم!

"آواز" کا مطالعہ میرے ذوق ادب کو نکھارنے میں معاون ثابت ہوا ہے جس کے لیے مشکور ہوں۔ میرے پاس تو عرصہ پانچ سال کا پورا ریکارڈ ہے۔

کم قیمت پر اتنا معیاری پرچہ! خدا کی پناہ۔

پچھلے شمارہ میں رفیع شبنم عابدی کا ریڈیو ناٹک (اب یہاں کوئی نہیں آئے گا) دل کو چھو لینے والا تھا جس کیلئے مبارکباد!

اس شمارہ میں نفیس صدیقی رامپور کا ریڈیو ڈرامہ "لہو کا رنگ ایک ہے" خوب سے خوب تر ہے۔ میری طرف سے مبارکباد! پر ایک بات کھٹک گئی ہے۔ کرداروں میں شمیر خاں (شیام کا استاد اور ہری داس کا گرو بھائی)، ٹھاکر مان سنگھ (گاؤں کا پردھان) ڈرامہ میں ان دونوں کا کہیں تذکرہ نہیں ہے۔ سخت تعجب ہے۔

نجم عظیم آبادی
شیام پور۔ بردوان

مکرمی تسلیم!

میں گزشتہ پانچ سال سے "آواز" کا مطالعہ کرتا آرہا ہوں۔ وقت بدلنے کے ساتھ ساتھ اس کے معیار میں بھی تبدیلی آئی ہے۔ میں دو رائے دینا چاہتا ہوں۔ اول یہ کہ وہ خطوط نہ شائع کریں جس میں کہ کوئی رائے نہ ہو بلکہ صرف نام رسالہ میں چھپوانا ہو۔ دوم یہ کہ اس میں ایک صفحہ طالب علم اور ایک صفحہ بچوں کے لیے مخصوص کردیں۔

سید شاہد رحمٰن
منی ٹولہ۔ رانچی

نیشنل پروگرام

دیپ بندھو چودھری کا ستار وادن۔

۲ اپریل رات ساڑھے نو بجے



[illegible] کے نام [illegible] ہندوستانی [illegible] کی اور بعد میں ہندوستانی [illegible] خاں سے ستار [illegible]

[illegible] ان کی ناقابل فراموش [illegible] کا ایک اور [illegible]

[illegible] ہندوستانی موسیقی [illegible] بین الاقوامی سطح کی محافل موسیقی میں [illegible] ہندوستان [illegible] کیے جا چکے ہیں [illegible] دے چکے ہیں۔

منی کرشنا سوامی کا گائن:

۲۰ اپریل رات ساڑھے نو بجے

[illegible] منی کرشنا سوامی نے کلاسیکی موسیقی کی تعلیم [illegible] مالور کرشنا [illegible] جیسے عظیم [illegible] سے حاصل کی ہے۔ [illegible] منی کرشنا سوامی ہندوستان اور [illegible] ممالک کی موسیقی کی محفلوں میں اپنے فن کا مظاہرہ کر چکی ہیں۔ ان کے فن میں [illegible] موسیقی کی اصل روح [illegible] ان کی گائیکی کے گراموفون ریکارڈ بھی بن چکے ہیں۔





منگل شب کی محفلِ موسیقی

کرشن کمار مشرا کا سارنگی وادن: صابر حسین خاں کا طبلہ وادن

۱۶ اپریل رات دس بجے

کرشن کمار مشرا [illegible] کے ایک [illegible] سنگیت [illegible] موسیقی کے [illegible] گھرانے سے تعلق رکھتے ہیں۔



محض سات سال کی عمر میں ہی انہوں نے سارنگی وادن کی تعلیم اپنے پتا سے حاصل کرنا شروع کر دی تھی۔ بعد میں انہوں نے اپنے چچا پنڈت شیام سندر مشرا سے اور [illegible] خاں سے بھی تربیت پائی۔

ملک کے حصوں میں منعقد محفلوں میں اپنے فن کا مظاہرہ کر چکے ہیں اور آج کل وہ [illegible] سنگیت مہاودیالیہ لکھنؤ سے منسلک ہیں۔

صابر حسین خاں نے راجستھان کے ضلع ٹونک میں جس گھرانے میں آنکھ کھولی وہاں سنگیت کا ماحول تھا۔ نو سال کی عمر میں ہی انہوں نے اپنے بڑے بھائی فرید حسین خاں سے طبلہ وادن سیکھنا شروع کر دیا۔



آج کل وہ امیر محمد خاں سے طبلہ وادن کی مزید تعلیم حاصل کر رہے ہیں آپ نہ صرف طبلہ کے اچھے فنکار ہیں بلکہ غزل گائیکی میں بھی دلچسپی رکھتے ہیں۔ اور آج کل آکاشوانی نجیب آباد سے منسلک ہیں۔

جے شری پٹنیکر کا گائن:

۲۳ اپریل رات دس بجے

جواں سال ابھرتی ہوئی فنکار جے شری پٹنیکر ہندوستانی موسیقی کے میدان میں اپنا ایک مخصوص مقام رکھتی ہیں۔ ابتدائی تعلیم کے ڈی جادو کرے حاصل

کی۔ جی این راؤ جوشی کی تربیت نے ان کے فن کو مزید نکھار عطا کیا۔ اپنی لوچدار اور شیریں آواز کی مدد سے اپنی گائیکی میں انہوں نے روایتی اقدار سے ہٹ کر بھی انہوں نے جمالیاتی کشش پیدا کر لی ہے۔

ان کی گائیکی میں کرانہ اور گوالیار گھرانہ کا امتزاج ملتا ہے جس میں جے پور گھرانہ کا رنگ بھی نمایاں طور پر جھلکتا ہے۔ ان کی گائیکی منظم بندھت اور بخوبی سموئی ہوئی تانیں راگ کی اصل روح کو اجاگر کرتی ہیں۔

اردو سروس

پہلی مجلس
میڈیم ویو : ۴۲۷٫۳ میٹر (۷۰۲ کلوہرٹز) ۲۸۰٫۱ میٹر (۱۰۷۱ کلوہرٹز)
شارٹ ویو : ۴۸٫۷۴ میٹر (۶۱۵۵ کلوہرٹز)

دوسری مجلس
میڈیم ویو : ۴۲۷٫۳ میٹر (۷۰۲ کلوہرٹز) ۲۸۰٫۱ میٹر (۱۰۷۱ کلوہرٹز)
شارٹ ویو : ۳۱٫۰۱ میٹر (۹۶۷۵ کلوہرٹز)

تیسری مجلس
میڈیم ویو : ۴۲۷٫۳ میٹر (۷۰۲ کلوہرٹز)
شارٹ ویو : ۱۹٫۰۵ میٹر (۳۲۹۵ کلوہرٹز)

پہلی مجلس

صبح

۵-۰۵ صبح گاہی
۶-۱۵ خبریں
۶-۲۵ شہر صبا
۷-۰۰ شمع فروزاں
۷-۰۵ پرانی فلموں سے
۷-۳۰ ساز سنگیت
۷-۴۵ گذشتہ شب ۹-۰۰ بجے کی مکرر نشریات
۷-۵۵ پروگراموں کا خلاصہ
۸-۰۰ آپ کی فرمائش
۸-۳۰ تاریخ ساز
۸-۳۵ آپ کی فرمائش (جاری)
۹-۰۰ آج کی بات
(بجز جمعہ اور اتوار)
آؤ بچو! (جمعہ اور اتوار)
۹-۰۵ آپ کی فرمائش (جاری)
۹-۱۵ لوک گیت
(بجز جمعہ اور اتوار)
آؤ بچو! (جاری)
جمعہ اور اتوار
۹-۳۰ خبروں کا خلاصہ
۹-۳۲ کلاسیکی موسیقی
(پیر، منگل، بدھ)
ہلکی کلاسیکی موسیقی
(جمعرات اور ہفتہ)
آپ کے خط آپ کے گیت
(جمعہ)
چلتے چلتے (اتوار)
۱۰-۰۰ اختتام

دوسری مجلس

دوپہر

۲-۰۰ پروگراموں کا خلاصہ
۲-۰۲ خبروں کا خلاصہ
۲-۰۷ آپ کا خط ملا (اتوار)
نغمہ و صدا (I پیر)
میری نظر میں (II، IV پیر)
نگاہ انتخاب (III، V پیر)
بھولے گیت (منگل)
سب رس (بدھ)
گیت سے گیت (جمعرات)
مشاعرہ (I جمعہ)
سات سوال (II، IV جمعہ)
ایک ہی فلم سے (III، V جمعہ)
ملے جلے گانے
(I، III، V ہفتہ)
شعر ہمارے گیت آپ کے
(II، IV ہفتہ)
۲-۳۰ فلمی کورس (I اتوار)
محفل (II اتوار)
گیتوں بھری کہانی
(III اتوار)
غیر فلمی غزلیں (IV اتوار)
نئی فلموں سے (V اتوار)
نغمہ و صدا (I پیر)
نگاہ انتخاب
(III، V پیر)
ڈرامہ
(تیسری مجلس کے ڈرامہ کے مکرر نشریات)
(II، IV پیر)
نئی نسل نئی روشنی (منگل)
بزم خواتین (بدھ اور ہفتہ)
رنگ نو (I جمعرات)
حرف غزل
(II، IV، V جمعرات)
ڈرامہ (III جمعرات)
مشاعرہ (I جمعہ)
فیچر (III، V جمعہ)
فلمی دنیا (II، IV جمعہ)
۳-۰۰ فلمی قوالیاں
(I، III اتوار)
قوالیاں (II، IV، V اتوار)
سازوں پر موسیقی (پیر)
میری پسند (منگل)
رنگا رنگ (مزاحیہ ڈرامہ)
(I، V بدھ)
یادیں بن گئیں گیت
(II، IV بدھ)
ایک فنکار (III بدھ)
قوالیاں (I، V جمعرات)
راگ رنگ (II، IV جمعرات)
ڈرامہ (جاری)
(III جمعرات)
کہکشاں (جمعہ)
پھر سنیئے
(روبرو کی مکرر نشریات)
(ہفتہ)
۳-۳۰ آپ کی پسند
۴-۰۰ جہاں نما
(بجز اتوار اور تعطیل)
آپ کی پسند (جاری)
(اتوار و تعطیل)
۴-۱۰ آپ کی پسند (جاری)
۴-۳۰ تبصرہ / پارلیمانی ہفتہ
۴-۳۵ آپ کی پسند (جاری)
۴-۵۰ خبریں
۵-۰۰ اختتام

تیسری مجلس

رات

۸-۰۰ خبریں
۸-۱۰ پروگراموں کا خلاصہ
۸-۱۵ ہفتہ کا نغمہ
۸-۲۰ جہاں نما (مکرر نشریات)
(سوائے II ہفتہ و تعطیل اور اتوار)
سازوں پر موسیقی
(II ہفتہ و تعطیل)
منظر پس منظر
(I، III، V اتوار)
پاکستانی اخباروں سے
(II، IV اتوار)
۸-۳۰ حسن غزل
۸-۴۵ فلمی دوگانے
۹-۰۰ کتابوں کی باتیں (اردو)
(I، III اتوار)
کتابوں کی باتیں (دیگر زبانیں)
(II اتوار)
رسائل و جرائد (IV اتوار)
اردو دنیا (V اتوار)
کلام شاعر (پیر)
تقریر (منگل)
شہر نامہ (I، III بدھ)
دلی ڈائری (II، IV بدھ)
شہ پارے (V بدھ)
کھیل کے میدان سے
(جمعرات)
تقریر (جمعہ)
ریڈیو نیوز ریل (ہفتہ)
۹-۱۰ آبشار
۹-۳۰ گجر بن کارے (اتوار بدھ)
پنجابی نغمے (پیر)
علاقائی نغمے (منگل)
ساز اور آواز (جمعرات)
ایک راگ کئی روپ
(I، III، V جمعہ)
کہانی سنگیت کی
(II، IV جمعہ)
نغمات وطن (ہفتہ)
۹-۴۵ خبریں
۹-۵۵ تبصرہ
۱۰-۰۰ ڈرامہ (اتوار)
فیچر (I پیر)
اظہار خیال (II پیر)
نغمہ و تبسم (III پیر)
دریچہ (IV پیر)
شکریے کے ساتھ
(V پیر)
جواباً عرض ہے (I منگل)
سائنس میگزین
(II، V منگل)

کھیل کھلاڑی (III منگل)
مشاعرہ (IV منگل)
افسانہ
(I، III بدھ)
حفظانِ صحت (II بدھ)
ہم سے پوچھیے (IV بدھ)
صدائے رفتہ (V بدھ)
ادبی نشست
(I، III جمعرات)
آئینہ (II، IV جمعرات)
ماضی کے دیار (V جمعرات)
روبرو (جمعہ)
نئی نسل نئی روشنی (ہفتہ)

۱۰-۱۵ خط کے لیے شکریہ
(صرف بدھ)
۱۰-۳۰ تعمیل ارشاد
۱۱-۰۰ خبروں کا خلاصہ
۱۱-۰۵ تعمیل ارشاد (جاری)
۱۱-۲۵ شمع فروزاں (دوبارہ)
۱۱-۳۰ بزم موسیقی
۱۲-۰۰ خبریں
۱۲-۰۵ بزم موسیقی (جاری)
۱۲-۳۰ قوالیاں
۱۲-۵۸ آئندہ روز کی تینوں مجالس کے پروگراموں کا خلاصہ
۱-۰۰ اختتام

منگل ۱۶ را پریل

صبح

۵-۴۵ صبح گاہی
۶-۲۵ شہر صبا
سیما شرما : انجم ملیح آبادی اور رفعت سروش کا کلام
راحت علی : مشیر انصاری، حسرت موہانی اور عمر قریشی کا کلام
۷-۳۰ سازنگیت
ایم۔ ایس۔ گوپال کرشنن : وائلن پر راگ کانگڑہ
۹-۳۲ کلاسیکی موسیقی
امرناتھ : خیال بھیرو بہار

دوپہر

۲-۳۰ نئی نسل نئی روشنی
۱۔ ڈاکٹر رادھا کرشن کا تعلیمی نظریہ، تقریر از بدر عالم شمسی
۲۔ گیت
۳۔ کھیلوں کی خبریں از شنکر سبلٹے
۳-۰۰ میری پسند

رات

۸-۳۰ حسن غزل
سیما شرما : حسن کمال اور فیض کا کلام
۹-۳۰ علاقائی نغمے
۱۰-۰۰ کھیل کھلاڑی
۱۱-۳۰ بزم موسیقی
امرناتھ : خیال شیام بھوپ
ایم ایس گوپال کرشنن : وائلن پر کروانی

بدھ ۱۷ را پریل

صبح

۵-۴۵ صبح گاہی
۶-۲۵ شہر صبا
انیتا تلوار : شکیل بدایونی اور شمیم جے پوری کا کلام
محمد حسین : بشیر بدر، شمیم جے پوری اور قیصر قلندر کا کلام
۷-۳۰ سازنگیت
جگناتھ اور ساتھی : شہنائی پر راگ اہیر بھیرو
۹-۳۲ کلاسیکی موسیقی
بینا پانی مشر : خیال چارو کیشی

دوپہر

۲-۰۷ سب رس
۲-۳۰ بزم خواتین

رات

۸-۳۰ حسن غزل
انیتا تلوار : جگر کا کلام
۹-۰۰ شہر نامہ
۹-۳۰ گجر بنا کارے
۱۰-۰۰ افسانہ
از شاہ نواز قریشی
۱۱-۳۰ بزم موسیقی
بینا پانی مشر : خیال ملگنجی
جگناتھ و ساتھی : شہنائی پر چندر کونس

جمعرات ۱۸ را پریل

صبح

۵-۴۵ صبح گاہی
۶-۲۵ شہر صبا
مدن بالا سدھو : رضا امروہوی، مخمور دہلوی اور داغ کا کلام
امیتابھ مشر : جاں نثار اختر اور بشیر بدر کا کلام
۷-۳۰ سازنگیت
عبدالحلیم جعفر خاں : ستار پر راگ دیوگری بلاول
۹-۳۲ ہلکی کلاسیکی موسیقی
بے نظیر بیگم : ٹھمری بھیرویں اور دادرہ بھیروی

دوپہر

۲-۰۷ گیت سے گیت
۲-۳۰ 'رندھیر پہلوان' ڈرامہ
تحریر : سعادت حسن منٹو
پیشکش : ایس ایس ایس ٹھاکر

رات

۸-۳۰ حسن غزل
امیتابھ مشر : بشیر بدر اور امیر قزلباش کا کلام
۹-۰۰ کھیل کے میدان سے
۹-۳۰ ساز اور آواز

۱۰-۰۰ 'مشینی دور کا تصوف اور شاعری'
مذاکرہ
شرکا : ڈاکٹر شمیم حنفی
ابوالکلام قاسمی
ڈاکٹر تنویر احمد علوی اور
ڈاکٹر نثار احمد فاروقی

۱۱-۳۰ بزم موسیقی
نصیر الدین خاں گورے : خیال ہمیر
عبدالحلیم جعفر خاں : ستار پر راگ شیام کیدار

جمعہ ۱۹ را پریل

صبح

۵-۴۵ صبح گاہی
۶-۲۵ شہر صبا
کرونا ابرول : جگر مراد آبادی اور صبا افغانی کا کلام
شری رام : نشتر آنتی، ساحر لدھیانوی اور امیر قزلباش کا کلام
۷-۳۰ سازنگیت



شرن رانی : سرود پر راگ جوگیہ
۹-۰۰ آؤ بچو!
۱۔ ہم کیا کریں — ماحولیاتی آلودگی دور کرنے میں، تقریر از ڈاکٹر اے۔ آر۔ خان
۹-۳۲ آپکے خط آپکے گیت

دوپہر

۲-۰۷ ایک ہی فلم سے
۲-۳۰ 'جامعہ ملیہ اسلامیہ' فیچر
تحریر : انیس الرحمٰن
۳-۰۰ کہکشاں

رات

۸-۳۰ حسن غزل
شری رام : رضا امروہوی اور ساحر ہوشیارپوری کا کلام
۹-۰۰ تقریر
۹-۳۰ ایک راگ کئی روپ
۱۰-۰۰ روبرو
۱۱-۳۰ بزم موسیقی
منی پرساد : خیال کوشک دھونی
شرن رانی : سرود پر راگ جوگ کونس

ہفتہ ۲۰ را پریل

صبح

۵-۴۵ صبح گاہی
۶-۲۵ شہر صبا
پریتا بلبیر سنگھ : مظفر حنفی اور آتش لکھنوی کا کلام

ولایت حسین خاں : خمار بارہ بنکوی،
راجیش کمار او ج اور
عرش ملسیانی کا کلام
۷- ساز سنگیت
پنا لال گھوش : بانسری وادن
۹- ہلکی کلاسیکی موسیقی
نینا دیوی : ٹھمری بھیروی اور
دادرہ بھیروی

پہر
۲- بزم خواتین
۳- بچے سنیے
ت
۸- حسن غزل
پرتپال بلبیر سنگھ : بل کے پوری اور
امیر قزلباش کا کلام
۹-۰۰ ریڈیو نیوز ریل
۹-۳۰ نغمۂ وطن
۱۰-۰۰ نئی نسل نئی روشنی
۱- فلم کوئیز
۲- لوک گیت
۱۱-۳۰ بزم موسیقی
مالویکا کانن : خیال نائکی کانہڑہ

اتوار ۲۱ اپریل

صبح
۵-۴۵ صبح گاہی
۶-۲۵ شہر صبا
شیلا گلواڑی : جاں نثار اختر،
فراق گورکھپوری اور
رفعت سروش کا کلام
رمیش کمار : جاں نثار اختر اور
بشیر بدر کا کلام
۷-۳۰ ساز سنگیت
دنکر راؤ : بانسری پر راگ بلاول
۹-۳۲ چلتے چلتے

دوپہر
۲-۰۷ آپ کا خط ملا
۲-۳۰ 'اظہار' گیتوں بھری کہانی
تحریر : شاہ مرتضیٰ
۳-۰۰ فلمی قوالیاں

رات
۸-۳۰ حسن غزل
رمیش کمار : امیر مینائی اور
نذیر بنارسی کا کلام

۹-۰۰ کتابوں کی باتیں
۹-۳۰ گجرن گائے
بھیم سین جوشی : ٹھمری گارا
۱۰-۰۰ 'وہ نہ جانے کوئی' ڈرامہ
تحریر و پیشکش : دیویندر سنگھ
۱۱-۳۰ بزم موسیقی
مالنی راجورکر : خیال مالکونس
دنکر راؤ : بانسری پر راگ
درباری کانہڑہ اور
راگ ہنس دھونی

پیر ۲۲ اپریل

صبح
۵-۴۵ صبح گاہی
۶-۲۵ شہر صبا
امرجیت : غزلیں
محمد ابراہیم صدیقی : غالب
اور جاں نثار اختر کا کلام
۷-۳۰ ساز سنگیت
شرکرشن شرما : گٹار پر راگ
چارو کیشی
۹-۳۲ کلاسیکی موسیقی
موجود حسین خاں : خیال دیسی

دوپہر
۲-۰۷ میری نظر میں
۲-۳۰ 'وہ نہ جانے کوئی' ڈرامہ (دوبارہ)
تحریر و پیشکش : دیویندر سنگھ
۳-۰۰ ساز و موسیقی
جگن ناتھ و ساتھی : شہنائی پر،
راگ مدھوونتی
شرن رانی : سرود پر
راگ سارنگ

رات
۹-۰۰ کلام شاعر :
عزیز اندوری
۹-۳۰ پنجابی نغمے
۱۰-۰۰ دریچہ
۱۱-۳۰ بزم موسیقی
موجود حسین خاں : خیال جوگ
شرکرشن شرما : گٹار پر
راگ ایمن

منگل ۲۳ اپریل

صبح
۵-۴۵ صبح گاہی
۶-۲۵ شہر صبا
افروز بانو : پارسا جے پوری اور
جگر کا کلام
سیتارام سنگھ : فیض، داغ اور
شمیم فاروقی کا کلام
۷-۳۰ ساز سنگیت
بھگوان داس : سنطور پر
راگ بسنت مکھاری
۹-۳۲ کلاسیکی موسیقی
بڑے غلام علی خاں : خیال دیسی

دوپہر
۲-۰۷ بھکتی گیت
۲-۳۰ نئی نسل نئی روشنی
۳-۰۰ میری پسند

رات
۸-۳۰ حسن غزل
کے۔ ایل۔ سہگل : ——
۹-۰۰ تقریر
۹-۳۰ علاقائی نغمے
۱۰-۰۰ مشاعرہ
۱۱-۳۰ بزم موسیقی
استاد بڑے غلام علی خاں : گائن
بھگوان داس : سنطور پر
راگ باگیشوری

بدھ ۲۴ اپریل

صبح
۵-۴۵ صبح گاہی
۶-۲۵ شہر صبا
سریندر کور : داغ کا کلام
غلام عباس : حسرت موہانی،
داغ اور غالب کا کلام
۷-۳۰ ساز سنگیت
وشنو پرشنا : شہنائی
۹-۳۲ کلاسیکی موسیقی
راجن مشرا، ساجن مشرا :
خیال گجری توڑی

دوپہر
۲-۰۷ سب رس
۳-۰۰ یادیں بن گئیں گیت

رات
۸-۳۰ حسن غزل
سریندر کور : چراغ حسن حسرت،
اور غالب کا کلام
۹-۰۰ دلی ڈائری

۹-۳۰ گجرن گائے
۱۰-۰۰ ہم سے پوچھیے
۱۱-۳۰ بزم موسیقی
راجن مشرا، ساجن مشرا :
خیال مارو بہاگ
وشنو پرشنا : شہنائی وادن

جمعرات ۲۵ اپریل

صبح
۵-۴۵ صبح گاہی
۶-۲۵ شہر صبا
پپیہا ملک : مجروح سلطانپوری
اور شیر انصاری کا کلام
منور حسین جمالی : حسرت موہانی،
مجاز لکھنوی اور
بشیر بدر کا کلام
۷-۳۰ ساز سنگیت
سروجیت کور : ستار پر
راگ دیسی
۹-۳۲ ہلکی کلاسیکی موسیقی
مادھوری ماٹو : ٹھمری بھیروی
منور علی خاں : دادرہ بھیروی

دوپہر
۲-۰۷ گیت سے گیت
۲-۳۰ حرف غزل
۳-۰۰ راگ رنگ

رات
۸-۳۰ حسن غزل
پپیہا ملک : شمیم جے پوری اور
فراق کا کلام
۹-۰۰ کھیل کے میدان سے
۹-۳۰ ساز اور آواز
۱۰-۰۰ آئینہ : ادبی میگزین
'سرسید کی علمی و ادبی خدمات'
ایڈیٹر : رشید حسن خاں
۱۱-۳۰ سمتی شاکر : خیال نارائنی
سروجیت کور : ستار پر
راگ ابھوگی

جمعہ ۲۶ اپریل

صبح
۵-۴۵ صبح گاہی
۶-۲۵ شہر صبا
سندر پنڈیر : انور مرزا اور
رضا امروہوی کا کلام

اشتیلے والشر: حفیظ جالندھری،
رضا امروہوی اور
جگر کا کلام

۷.۳۰ سازسنگیت
رادھیکا موہن موئترا: سرود
پر راگ میاں کی توڑی

۹.۰۰ آؤ بچو!
۱۔ آؤ کہانی سنیں، از
قمر صدیقی
۲۔ گیت
۳۔ بچوں کی دنیا
۴۔ بچوں کے خط
۹.۳۲ آپ کے خط آپ کے گیت

دوپہر
۲.۰۷ سات سوال
۲.۳۰ فلمی دنیا
۳.۰۰ کہکشاں

رات
۸.۳۰ حسن غزل
سندر پنڈیر: مہیش چندر نقش
اور بشیر جھنجھانوی کا کلام

۹.۰۰ تقریر
۹.۳۰ کہانی سنگیت کی
۱۰.۰۰ روبرو
۱۱.۳۰ بزم موسیقی
سنگھ بندھو: خیال ہنس دھونی
رادھیکا موہن موئترا:
سرود پر راگ چھایا

ہفتہ ۲۷ اپریل

صبح
۵.۴۵ صبح گاہی
۶.۲۵ شہر صبا
مہندر پال، پورنیما داس:
بشیر بدر کا کلام
نسیم بانو: جاں نثار اختر،
حسرت موہانی اور
شاد عارفی کا کلام

۷.۳۰ سازسنگیت
شمس الدین فریدی ڈیسائی:
رودر وینا پر راگ بھیرو
۹.۳۲ ہلکی کلاسیکی موسیقی
سلوچنا برہسپتی: ٹھمری بھیروی
اور دادرہ بھیروی

دوپہر
۲.۰۷ شعر ہمارے گیت آپکے
۲.۳۰ بزم خواتین
۳.۰۰ پھر سنیے

رات
۸.۳۰ حسن غزل
مہندر پال، پورنیما داس:
سکندر علی وجد اور
زبیر رضوی کا کلام
۹.۰۰ ریڈیو نیوز ریل
۹.۳۰ نغمہ وطن
۱۰.۰۰ نئی نسل نئی روشنی
۱۔ افسانہ
از ایم۔ ارشد
۲۔ غزل
۳۔ خلوص نامہ
۱۱.۳۰ بزم موسیقی
میرا۔ پی۔ دلیش پانڈے: گائن
شمس الدین ڈیسائی فریدی:
رودر وینا پر مالکونس

اتوار ۲۸ اپریل

صبح
۵.۴۵ صبح گاہی
۶.۲۵ شہر صبا
پی۔ ناز مبانی: شمیم جے پوری،
ممتاز راشد اور
مومن کا کلام
صغیر احمد: فراق گورکھپوری،
حسرت موہانی اور
مخدوم کا کلام

۷.۳۰ سازسنگیت
پرکاش وڈھیرہ: بانسری پر
راگ نٹ بھیرو
۹.۳۲ چلتے چلتے

رات
۸.۳۰ حسن غزل
پی۔ ناز۔ مسانی: فیاض جے پوری
اور رفعت سروش کا کلام
۹.۰۰ رسائل و جرائد
۹.۳۰ گجرے کالے
اوما ڈے: ٹھمری تلنگ
۱۱.۳۰ بزم موسیقی
رسک لال اندھریا:
خیال کوشک دھونی



پرکاش وڈھیرہ: بانسری
پر راگ درباری

پیر ۲۹ اپریل

صبح
۵.۴۵ صبح گاہی
۶.۲۵ شہر صبا
انجنا چوپڑہ: نذیر الہ آبادی،
فیضؔ اور
محمد عثمان عارف نقشبندی کا کلام
مظہر علی خاں: مومن اور
غالب کا کلام

۷.۳۰ سازسنگیت
چنتامنی جین: جلترنگ پر
راگ دلیکار
۹.۳۲ کلاسیکی موسیقی
سلوچنا برہسپتی: خیال دلیسی

دوپہر
۲.۰۷ نگاہ انتخاب
۳.۰۰ سازوں پر موسیقی
سدھیر گوتم: سنطور پر
راگ شدھ سارنگ
پرکاش وڈھیرہ: بانسری پر
برندہ بنی سارنگ

رات
۸.۳۰ حسن غزل
انجنا چوپڑہ: جاں نثار اختر اور
بیخود دہلوی کا کلام
۹.۰۰ کلام شاعر کاوش بدری
۹.۳۰ پنجابی نغمے

۱۰.۰۰ شکریے کے ساتھ
: سانگ میٹ، ڈرامہ
تحریر: بھیشم ساہنی

۱۱.۳۰ بزم موسیقی
سلوچنا برہسپتی: خیال امنی بہاگ
اور سوہنی مشرکانی
چنتامنی جین: جلترنگ پر
راگ ایمن اور مالکونس

اتوار ۳۰ اپریل

صبح
۵.۴۵ صبح گاہی
۶.۲۵ شہر صبا
کرشنا کلے: جاں نثار اختر اور
جگر کا کلام
مقبول حسین: سودا، مومن
اور غالب کا کلام

۷.۳۰ سازسنگیت
پی۔ ڈی۔ سیت رشی: وائلن پر
راگ جونپوری
۹.۳۲ کلاسیکی موسیقی

دوپہر
۲.۰۷ بھکتی گیت
۲.۳۰ نئی نسل نئی روشنی
۳.۰۰ میری پسند

رات
۸.۳۰ حسن غزل
کرشنا کلے: جگر مرادآبادی اور
امیر مینائی کا کلام

۹.۰۰ تقریر
۹.۳۰ علاقائی نغمے
۱۰.۰۰ سائنس میگزین
۱۔ سلیکون کیا ہے اور اس کا جدید
استعمال،
ڈاکٹر اے۔ رحمن کے ساتھ انٹرویو
۲۔ سائنس کی خبریں
از رشید الدین احمد
۱۱.۳۰ بزم موسیقی
شیلا دھر: خیال ہنڈول
پی۔ ڈی۔ سیت رشی:
وائلن پر راگ پوریا کالیان

دھلی

میڈیم ویو

دہلی الف ۳۶۶،۳ میٹر ۸۱۹ کلو ہرٹز
دہلی ب ۵،۵۰۵ میٹر ۶۶۶ کلو ہرٹز
دہلی ج ۱۳،۲۱۹ میٹر ۱۳۶۸ کلو ہرٹز
دہلی د ۹،۲۹۳ میٹر ۱۰۱۷ کلو ہرٹز

شارٹ ویو

صبح ۰۰-۸ تک ۱۵،۱۹ میٹر ۳۳۶۵ کلو ہرٹز
صبح ۱۵-۸ کے بعد ۴۸،۴۸۱ میٹر ۶۱۹۰ کلو ہرٹز
دوپہر ۴۸،۴۸۱ میٹر بعد دوپہر ۶۱۹۰ کلو ہرٹز
شام ۴۵-۵ تک ۴۸،۴۸۱ میٹر ۶۱۹۰ کلو ہرٹز
شام ۰۰-۶ سے رات تک ۱۵،۸۹ میٹر ۳۳۶۵ کلو ہرٹز

خبریں

دھلی 'الف'

ھندی انگریزی: صبح ۰۰-۶ (عالمی)
ھندی: صبح ۰۰-۸، ۰۰-۱۱ دوپہر ۰۰-۱، ۱۰-۲ شام ۰۰-۵ صوبائی شام ۵۰-۶، ۵۰-۷ (علاقائی)
رات ۴۵-۸، ۵۰-۱۰، ۰۰-۱۱ (عالمی) انگریزی: دوپہر ۰۰-۱۲
سنسکرت: صبح ۰۰-۷، شام ۱۰-۶ اردو: صبح ۵۰-۸، دوپہر ۵۰-۱ اور رات ۱۵-۹ (خبریں اور تبصرہ) پنجابی: دوپہر ۴۰-۱

دھلی 'ب': ھندی: دوپہر ۴۵-۲ (دھیمی رفتار سے)
انگریزی: صبح ۱۰-۸، ۰۰-۱۰ دوپہر ۰۰-۱، ۲۰-۲ (دھیمی رفتار سے) شام ۰۰-۴، ۰۰-۶، ۰۰-۹، ۰۰-۱۱ (عالمی)
پنجابی: صبح ۳۰-۸ شام ۳۰-۷ ھندی نیوز لیٹر: صبح ۰۰-۹ بجے

دھلی 'د': ھندی: شام ۳۰-۷ انگریزی: رات ۱۵-۹
کھیل کود: شام ۰۰-۷ (ہندی) رات ۰۰-۸ (انگریزی)

مقررہ پروگراموں کے لیے "آواز" شمارہ یکم اپریل دیکھیے

شاستریہ سنگیت

گائن

غلام تقی خاں : صبح ۱۰-۸
دوپہر ۰۲-۱۱ (الف)
سہ پہر ۳۰-۳ (ب) ۱۶ اپریل

واسدیو دیش پانڈے : دوپہر ۳۰-۱۱ (الف)
صبح ۳۲-۷ (ب) ۱۷ اپریل

مشتری بیگم : صبح ۳۰-۱۰ اور
شام ۴۰-۵ (الف) ۱۷ اپریل

ڈاگر بندھو : رات ۰۰-۱۰ (الف) ۱۷ اپریل

راجن مشرا ساجن مشرا : صبح ۱۰-۸
۰۲-۱۱ اور
رات ۰۰-۱۰ (الف) ۱۸ اپریل

بجینتی بھٹاچاریہ : صبح ۳۰-۱۱ (الف)
۳۲-۷ (ب) ۱۹ اپریل

سابری سین : صبح ۳۰-۱۰ اور
شام ۴۰-۵ (الف) ۱۹ اپریل

مادھوری مٹو : صبح ۱۰-۸
شام ۴۰-۵ اور
رات ۰۰-۹ (الف) ۲۰ اپریل

مجاہد حسین خاں : صبح ۰۲-۱۱ (الف)
سہ پہر ۳۰-۳ (ب) ۲۰ اپریل

نینا دیوی : صبح ۱۰-۸، شام ۴۰-۵ اور
رات ۰۰-۹ (الف) ۲۲ اپریل

سمترا گوہا : صبح ۰۲-۱۱ (الف) ۲۳ اپریل

سنگھ بندھو : صبح ۱۰-۸ اور
رات ۰۰-۹ (الف)
شام ۳۰-۳ (ب) ۲۳ اپریل

گنگا بنرجی : صبح ۰۲-۱۱ (الف) ۲۳ اپریل

زندہ حسن : صبح ۳۰-۱۰ اور
شام ۴۰-۵ (الف) ۲۳ اپریل



نینا دیوی - ۲۲ اپریل کو دہلی الف سے گائن سنیے

امادے : صبح ۳۰-۱۱ (الف) ۲۴ اپریل
استاد فیاض خاں : صبح ۳۲-۷ (ب) ۲۴ اپریل
حفیظ احمد خاں : رات ۰۰-۱۰ (الف) ۲۴ اپریل

سلوجنا برہسپتی : صبح ۱۰-۸، ۰۲-۱۱ اور
رات ۰۰-۹ (الف) ۲۵ اپریل

برکت علی خاں : صبح ۳۰-۷ (ب) ۲۶ اپریل

چترا رائے : صبح ۳۰-۱۰ اور
شام ۴۰-۵ (الف) ۲۶ اپریل

پنڈت کرشنا راؤ : صبح ۳۰-۱۱ (الف) ۲۶ اپریل

برجو مہاراج : صبح ۱۰-۸، شام ۴۰-۵ اور
رات ۰۰-۹ (الف) ۲۷ اپریل

این۔جی۔ مونگھے : صبح ۰۲-۱۱ (الف) ۲۷ اپریل
للت جے راؤ : صبح ۰۰-۱۰ (الف) ۲۸ اپریل

نصیر احمد خاں : صبح ۱۰-۸ شام ۴۰-۵ اور
رات ۰۰-۹ (الف) ۲۹ اپریل

سوم تیواری : صبح ۰۲-۱۱ (الف) اور
سہ پہر ۳۰-۳ (ب) ۲۹ اپریل

پریا دیوی : صبح ۳۰-۱۰ (الف) اور
صبح ۳۰-۷ (ب) ۳۰ اپریل

بھوپیندر سیتل : صبح ۳۰-۱۱ اور
شام ۲۰-۵ (الف) ۳۰ اپریل

ساز سنگیت

ستار

شرمشٹھا سین : صبح ۳۰-۱۱ (الف)
شام ۲۰-۵ (الف)

صبح ۳۰-۷ (ب) ۱۶راپریل

غلام دستگیر خاں : صبح ۱۰-۸، ۲۰-۱۱ اور
رات ۰۰-۹ (الف) ۱۹راپریل

دیوبرت چودھری : رات ۳۰-۹ (الف) ۲۰راپریل

مرلی کرشن : صبح ۳۰-۱۱ (الف)
صبح ۳۲-۷ (ب) ۲۳راپریل

اوما شنکر مشرا : صبح ۱۰-۸ شام ۲۰-۵ اور
رات ۰۰-۹ (الف) ۲۶راپریل

راس بہاری دت : رات ۰۰-۱۰ (الف) ۲۹راپریل

پریتما جیسوال : صبح ۲-۱۱ (الف) ۳۰راپریل

شہنائی

ستیش پرکاش قمر : صبح ۳۰-۱۰ شام ۲۰-۵ اور
رات ۰۰-۹ (الف) ۱۸راپریل

دیا شنکر اور ساتھی : صبح ۱۰-۸
رات ۰۰-۹ (الف) اور
سہ پہر ۳۰-۳ (ب) ۲۱راپریل

ہری سنگھ اور ساتھی : صبح ۱۰-۸
رات ۰۰-۹ (الف)
سہ پہر ۳۰-۳ (ب) ۲۸راپریل

بانسری

ہری پرساد چورسیا : شام ۲۰-۵ (الف) ۱۹راپریل

پنالال گھوش : صبح ۳۲-۷ (ب) ۲۰راپریل

جگدیش برمن : صبح ۳۰-۱۱ اور
شام ۲۰-۵ (الف) ۲۲راپریل

پرکاش - این سکسینہ : صبح ۱۰-۸ اور
رات ۰۰-۹ (الف)
سہ پہر ۳۰-۳ (ب) ۳راپریل

دلربا

بلجیت سنگھ : صبح ۳۰-۱۱ (الف) ۲۰راپریل

اوم پرکاش : صبح ۰۲-۱۱ اور
شام ۲۰-۵ (الف) ۲۴راپریل

وچتر وینا

گوپال کرشن : رات ۰۰-۱۰ (الف) ۲۲راپریل

آر-ایس-کامبوج : شام ۲۰-۵ اور
رات ۳۰-۱۰ (الف) ۲۵راپریل

کلارنٹ

درشن سنگھ : صبح ۳۰-۱۰ اور
شام ۲۰-۵ (الف) ۲۳راپریل

سنطور

سدھیر گوتم : صبح ۳۰-۱۱ (الف) اور
صبح ۳۲-۷ (ب) ۲۵راپریل

گٹار

شری کرشن شرما : صبح ۳۰-۱۱ اور
شام ۲۰-۵ (الف) ۲۹راپریل

سرود

اشوک کمار رائے : صبح ۱۰-۸، ۲۰-۱۱ اور
رات ۰۰-۹ (الف) ۱۷راپریل

کلیان مکرجی : صبح ۳۰-۱۰ اور
شام ۲۰-۵ (الف) ۲۰ اپریل

چندن رائے : صبح ۱۰-۸ اور
رات ۰۰-۹ (الف) ۲۴راپریل

راکیش پرستا : صبح ۲-۱۱ (الف) ۲۶راپریل

مسرت علی خاں : صبح ۳۰-۱۰ (الف) اور
سہ پہر ۳۰-۳ (ب) ۲۷راپریل

علی اکبر خاں : صبح ۳۲-۷ (ب) ۲۹راپریل

سارنگی

رام نرائن : شام ۲۰-۵ (الف) ۱۷راپریل

جل ترنگ

جگدیش موہن : صبح ۳۰-۱۱ (الف)
۳۲-۷ (ب) ۱۸راپریل

وائلن

گوہر علی خاں : صبح ۳۰-۱۰ اور
رات ۰۰-۹ (الف) ۱۶راپریل

پی-ڈی-پٹ رشی : صبح ۳۰-۱۰ (الف)
سہ پہر ۳۰-۳ (ب) ۲۲راپریل

سگم سنگیت

۴۵-۶ اور ۴۴-۸ (ب)

پورنیما داس : ۱۶راپریل
کلونت کور : ۱۷راپریل
شری رام : ۱۸راپریل
وی-ایچ ساگر : ۱۹راپریل
سریندر کور : ۲۱راپریل
صلاح الدین احمد : ۲۲راپریل
ہرش بھاردواج : ۲۳راپریل
کرونا ابرول : ۲۴راپریل
سودیش سنہا : ۲۵راپریل
چندرکانت گندھرو : ۲۶راپریل
صغیر احمد : ۲۸راپریل
ارملا ناگر : ۲۹راپریل
نیلم ساہنی : ۳۰راپریل

منگل شب کی محفل موسیقی

رات ۰۰-۱۰ (الف)

کرشن کمار مشرا (سارنگی)
صابر حسین (طبلہ) ۱۶راپریل
جے شری پٹینکر (گائن) ۲۳راپریل
پاربتی چرن چٹرجی (اسراج) ۳۰راپریل

چین - آکاشوانی آرکائیوز سے

وسنت راؤ دیشپانڈے : رات ۰۰-۱۰ (الف) ۲۸راپریل

کرناٹک سنگیت

گائن

ادشا لکشمی کرشنا مورتی : شام ۳۰-۳ (ب) ۱۷راپریل

راجی رگھوپتی : رات ۳۰-۱۰ (الف)
سہ پہر ۳۰-۳ (ب) ۱۸راپریل

ساماشاستا رام : رات ۳۰-۱۰ (الف)
سہ پہر ۳۰-۳ (ب) ۱۹راپریل

جانکی راماجتن : سہ پہر ۳۰-۳ (ب) ۲۳راپریل

سیتا نرائن : سہ پہر ۳۰-۳ (ب)
رات ۳۰-۱۰ (الف) ۲۵راپریل

اے-این-شنکر شرما : رات ۳۰-۱۰ (الف)
سہ پہر ۳۰-۳ (ب) ۲۶راپریل

گومتی لما سبرامنیم : صبح ۳۰-۱۱ اور
شام ۳۵-۵ (الف) ۲۸راپریل

ساز سنگیت

وینا

سی-اے-وینکٹا چلم : صبح ۳۰-۱۱ اور
شام ۳۵-۵ (الف) ۲۱راپریل

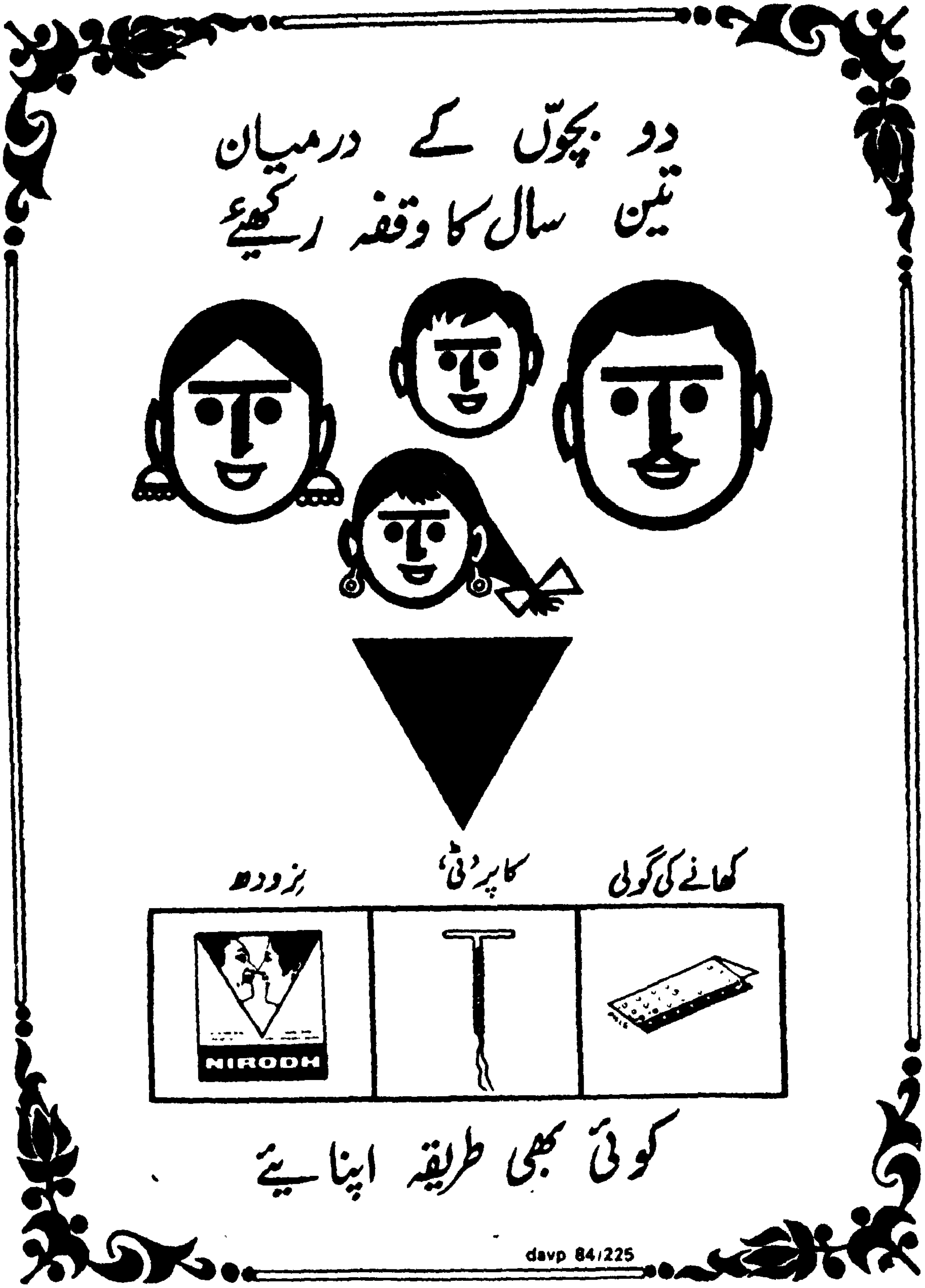
لوک اور علاقائی سنگیت

نغمہ صبح ۰۰-۸ (ب)

بنگلا گیت : ۱۶ر ۲۳ر اور ۳۰راپریل
گجراتی : ۱۷ر اور ۲۴راپریل
مراٹھی : ۱۸ر اور ۲۵راپریل
تیلگو : ۱۹راپریل
کنڑ : ۲۰راپریل
آسامی : ۲۱راپریل
سندھی : ۲۲ر اور ۲۹راپریل
تمل : ۲۴راپریل
ملیالم : ۲۷راپریل
اڑیہ : ۲۸راپریل

لوک بھارتی دوپہر ۰۲-۱۲ (الف)

اڑیہ : ۱۶ر اور ۳۰راپریل
ملیالم : ۱۷راپریل
بنگلا : ۱۸ر اور ۲۵راپریل
مراٹھی : ۱۹ر اور ۲۶راپریل
گجراتی : ۲۰ر اور ۲۷راپریل
تیلگو : ۲۲راپریل
اسمیا : ۲۳راپریل
کنڑ : ۲۴راپریل
تمل : ۲۵راپریل



لوک ملوحوری صبح ۱۰-۹ (ب)

ہماچل	:	۱۶ر ۲۳ر اور ۳۰ر اپریل
ہریانوی	:	۱۷ر اور ۲۴ر اپریل
برج	:	۱۸ر اور ۲۵ر اپریل
راجستھانی	:	۱۹ر اور ۲۶ر اپریل
ڈوگری	:	۲۰ر اپریل
بھوجپوری	:	۲۲ر اپریل
گڑھوالی	:	۲۷ر اپریل
اودھی	:	۲۹ر اپریل

تقریر۔ انگریزی

لور آف دی فوک: پنجاب : رات ۳۰-۹ (ب) ۱۸ر اپریل
انڈین ایکسپورٹس اینڈ
مارکیٹنگ سٹریٹجی : رات ۳۰-۹ (ب) ۱۹ر اپریل
رپورٹ آن اینٹنگ پلیسیز اِن دہلی

از: ابھیجیت بھنڈاری : رات ۳۰-۹ (ب) ۲۹ر اپریل

سائنس پروگرام

وگیان چرچا۔ صبح ۵۰-۶ (الف)

شمسی توانائی کی ذخیرہ اندوزی
تقریر (ہندی) : ۱۷ر اپریل
ہماری انترکش یوجنائیں۔ تقریر : ۲۲ر اپریل

(آگے ص ۳۴ پر)

لکھنؤ

میڈیم ویو : لکھنؤ 'الف' : ۳۰۰.۱۱۶ میٹر ۷۴۷ کلوہرٹز لکھنؤ 'ج' : ۲۲۴.۰۳ میٹر ۱۲۷۸ کلوہرٹز
شارٹ ویو : لکھنؤ 'ب' : صبح ۴۵-۷ تک ۹۳.۶۰ میٹر ۳۲۰۵ کلوہرٹز
۰۰-۸ بجے کے بعد ۴۸.۱۸۲ میٹر ۶۱۰۱ کلوہرٹز
دوپہر ۴۱.۳۸ میٹر ۷۲۵۰ کلوہرٹز
شام اور رات ۹۳.۶۰ میٹر ۳۲۰۵ کلوہرٹز

خبریں

ہندی اور انگریزی میں عالمی خبریں صبح ۰۰-۶ بجے
ہندی : صبح ۰۰-۸ بجے ، دوپہر ۰۵-۱ اور ۱۰-۲ بجے ، شام ۰۵-۶ ، رات ۴۵-۸ اور ۰۵-۱۱ بجے
انگریزی : صبح ۱۰-۸ ، دوپہر ۰۰-۱ بجے ، رات ۰۰-۹ اور ۰۰-۱۱ بجے سنسکرت : صبح ۰۰-۷ بجے شام ۱۰-۶ بجے
اردو : صبح ۵۰-۸ بجے ، رات ۱۲-۹ بجے نیوز لیٹر : (ہندی) صبح ۰۰-۹ بجے
علاقائی : ۳۰-۲ بجے (اردو) صبح ۲۰-۷ بجے ، شام ۲۰-۷ (ہندی) ضلع کی چٹھی : صبح ۵-۹ بجے

شاستریہ سنگیت

گائن

موتی لال بھٹ : صبح ۱۰-۹ ۱۶ر اپریل
گنگادھر راؤ تیلنگ : صبح ۱۰-۹ اور
شب ۳۰-۱۰ ۱۹ر اپریل
وشوناتھ شری کھنڈے : صبح ۱۰-۹
شب ۴۵-۹ اور
شب ۳۰-۱۰ ۲۲ر اپریل
استاد بڑے غلام علی خاں : صبح ۱۰-۹ ۲۳ر اپریل
کرشن کمار کپور : صبح ۱۰-۹ اور
شام ۳۰-۴ ۲۴ر اپریل
سریندر شنکر اوستھی : صبح ۱۰-۹ اور
شب ۳۰-۱۰ ۲۶ر اپریل
سوبیتا دیوی : صبح ۱۰-۹ ۳۰ر اپریل
جے شری پٹنیکر : شب ۰۰-۱۰ ۳۰ر اپریل

ساز سنگیت

ستار

شیامل چٹرجی : صبح ۱۰-۹
شام ۳۰-۴ اور
شب ۳۰-۱۰ ۱۷ر اپریل
نوین چند رپنت : صبح ۱۰-۹ اور
شام ۳۰-۴ ۲۷ر اپریل

سرود

مکیش بہاری شرما : صبح ۱۰-۹ اور
شام ۳۰-۴ ۲۰ر اپریل
شمشیر سنگھ : صبح ۱۰-۹ اور
شب ۳۰-۱۰ ۲۵ر اپریل

سارنگی

دلدار خاں : صبح ۱۰-۹ اور
شب ۳۰-۱۰ ۱۸ر اپریل
کرشن کمار مشر - شب ۰۰-۱۰ ۲۳ر اپریل

بچِتر وینا

رام شنکر داس پاگلداس : صبح ۱۰-۹
شب ۴۵-۹ اور
شب ۳۰-۱۰ ۲۹ر اپریل

سگم سنگیت

دوپہر ۰۰-۱۲، شب ۱۵-۸

سنگیتا دیال : ۱۶ر اپریل
محمد ظفر : ۱۷ر اپریل
مکتا چٹرجی : ۱۸ر اپریل
سروج پانڈے : ۱۹ر اپریل
ہیما دکشت : ۲۰ر اپریل
اُوشا بخشی : ۲۱ر اپریل
ویر پرتاپ سنگھ راٹھور اور ساتھی : ۲۲ر اپریل
راکیش سکسینہ : ۲۳ر اپریل
کشور چترویدی : ۲۴ر اپریل
سعادت حسین اور ساتھی : ۲۵ر اپریل
منوہر سروپ : ۲۶ر اپریل
پربینا منڈن : ۲۷ر اپریل
شمبھو آزاد اور ساتھی : ۲۸ر اپریل
وجے سنگھ : ۲۹ر اپریل
وِملا سنہا : ۳۰ر اپریل

بقیہ : دہلی

اسپیگول (تقریر) : ۲۴ر اپریل
سمندری غذا (تقریر) : ۲۶ر اپریل

وگیان آلوک رات ۱۵-۸ (الف)

درشٹی وہینوں کے لیے دگسانک ایکرن (تقریر)
از : برجموہن گپتا : ۱۷ر اپریل
فیچر از : انل شرما : ۲۴ر اپریل

گیان وگیان ۔ شام ۰۵-۵ (الف)

یانترک مانو (روبوٹ) فیچر : ۱۶ر اپریل
مہان ویوگیانک تھامس ایلوا ایڈیسن (تقریر)
بلدیو پرساد شکلا : ۲۳ر اپریل

گھر دگیان

دوپہر ۳۰-۱۲ (الف)

ہمیں پیاس کیوں لگتی ہے (تقریر)
از : ڈاکٹر ایم۔ ایس بھاردواج : ۱۷ر اپریل
تقریر از ڈاکٹر اقبال ملک (سکرپٹ) : ۲۴ر اپریل
بونے کیوں اور کیسے ؟ (تقریر)
از : ڈاکٹر انکا ڈھال : ۱۸ر اپریل
بی۔ او گیس (تقریر) سکرپٹ
شریمتی پشپا سینی : ۲۵ر اپریل

ناٹک (ہندی)

چورنگی لال
تحریر : سروجنی پریتم : رات ۰۰-۸ (الف) ۱۷ر اپریل
پرتی شودھ پرمندر ناتھ کی کہانی کا ریڈیو روپانتر
از : موہن سنگھ سینگر : رات ۳۰-۹ (الف) ۱۹ر اپریل
دوپہر ۳۰-۲ (الف) ۲۱ر اپریل
'اندھیرے میں' ہندی
گجانن مادھو مکتی بودھ کا ریڈیو روپ
از : پریم جوشی : رات ۳۰-۹ (الف) ۲۳ر اپریل
دوپہر ۳۰-۱۲ (الف) ۲۹ر اپریل
'ہماری ماں' مرینال کے تمل ناٹک کا ہندی عکس
از : میلٹا ٹور وشوناتھ : رات ۳۰-۹ (الف) ۲۵ر اپریل
'توبہ میری توبہ' (خاکہ)
از : سوم ناتھ ناگر : دوپہر ۱۵-۱۲ (الف) ۲۸ر اپریل

رامپور

۳۳۶٫۷ میٹر (۸۹۱ کلوہرٹز)

خبریں

ہندی/انگریزی : صبح ۰۰-۶ (عالمی) ، ہندی : صبح ۰۰-۸ دوپہر ۰۵-۱ اور ۱۰-۲ شام ۰۵-۶ رات ۴۵-۸
انگریزی : صبح ۱۰-۸ دوپہر ۰۰-۲ رات ۰۰-۹ اردو : صبح ۵۰-۸ اور رات ۱۵-۹
سماچار پتر ہندی : صبح ۰۰-۹ ، ضلع کی چٹھی : صبح ۰۵-۹ ، پرادیشک سماچار : شام ۲۰-۷

شاستریہ سنگیت

گائن

امیر خاں : صبح ۳۰-۷ اور
دوپہر ۴۰-۱ ۱۶ر اپریل
ڈی وی پلسکر : دوپہر ۴۰-۱ اور
رات ۱۰-۸ ۱۸ر اپریل
فیاض خاں : صبح ۳۰-۷ ۲۲ر اپریل

ساز سنگیت

وچتر وینا

احمد رضا خاں : دوپہر ۴۰-۱ ۱۷ر اپریل

وائلن

سسر کنادھر چودھری : دوپہر ۴۰-۱ ۱۹ر اپریل

بانسری

رگھوناتھ سیٹھ : دوپہر ۴۰-۱ اور
رات ۱۰-۸ ۲۵ر اپریل

طبلہ

عطا حسین خاں : صبح ۳۰-۷ ۳۰ر اپریل

لوک گیت

نعمت علی : صبح ۲۱-۸ اور
دوپہر ۲۰-۲ ۱۶ر اپریل
کرشنا کماری : صبح ۲۱-۸ ۱۸ر اپریل
وینا نیواری : صبح ۲۱-۸ ۲۶ر اپریل

چہار بیت

رات ۳۰-۹

سرفراز حسین خاں اور ساتھی : ۲۱ر اپریل
لیاقت حسین اور ساتھی : ۲۸ر اپریل

تقریر/مباحثہ

شام ۴۵-۷

خلائی تکنیک اور بھارت : ایک جائزہ
از اسرار احمد : ۲۱ر اپریل
'اردو کے مزاح نگار : اکبر الہ آبادی'
از سید ذاکر علی شاہ : ۲۱ اپریل
قومی دھارا اور اس کے تقاضے
از برق زیدی : ۲۹ر اپریل

فیچر

'یہ راہ کہاں کو جاتی ہے' : تحریر از خورشید مصطفیٰ رضوی
پیش کش : محمد علی موج : صبح ۳۰-۸ ۱۹ر اپریل



آکاشوانی رامپور
کے
زیر اہتمام منعقد
ایک شعری نشست میں
شریک شعرائے کرام
(دائیں سے) —
شہپر رسول
اسعد بدایونی
اظہر نعمانی
شاہد احسن
مختار تبر
مسلم آفاقی
خواب افلاکی اور
محمد علی موج (پروگرام ایگزیکٹو)

جالندھر چنڈی گڑھ

جالندھر: میڈیم ویو : ۴۲۷٫۳ میٹر ۷۰۲ کلو ہرٹز
۲۲۲٫۲ میٹر ۱۳۵۰ کلو ہرٹز
۳۴۳٫۶ میٹر ۸۷۳ کلو ہرٹز
چنڈی گڑھ : میڈیم ویو: ۲۰۹٫۶ میٹر ۱۴۳۱ کلو ہرٹز

خبریں

ہندی: صبح ۰۰-۸ دوپہر ۰۵-۱، ۱۰-۲، ۴۵-۲ (دھیمی رفتار سے) شام ۰۵-۶، ۲۰-۶ (پرادیشک سماچار) رات ۴۵-۸، ۰۵-۱۱ پنجابی : صبح ۳۰-۸ دوپہر ۴۰-۱ شام ۱۰-۶ (پرادیشک سماچار) شام ۳۰-۷ انگریزی : صبح ۱۰-۸ دوپہر ۰۰-۱ رات ۰۰-۹ اور ۰۰-۱۱
اردو : صبح ۵۰-۸ دوپہر ۵۰-۱ رات ۱۵-۹ اور ۲۵-۹ تبصرہ روزگار سماچار : شام ۴۰-۷

روزانہ نشر ہونے والے پروگرام

جالندھر (الف)

صبح
- ۲۵-۵ بندے ماترم اور منگل دھونی
- ۰۵-۶ آرادھنا : بھگتی سنگیت
- ۳۵-۶ موسم اور کھیتی باڑی
- ۴۰-۶ پرچے : پروگراموں کا خلاصہ
- ۴۵-۶ اساوی وار (اتوار)
- ۰۵-۷ امرت بودھ
- ۳۰-۷ رام چرت مانس (اتوار)
- ۰۵-۹ سامائکی
- ۰۵-۱ فوجی بھائیوں کے لیے
- ۰۰-۲ موسم اور اتّت کھیتی
- ۲۰-۲ سگم سنگیت

شام
- ۳۰-۵ گوروانی وچار
- ۰۰-۶ مقامی اعلان اور پروگراموں کا خلاصہ
- ۱۰-۶ پرادیشک خبریں (پنجابی)
- ۲۰-۶ پرادیشک خبریں (ہندی)
- ۳۰-۶ دیہاتی پروگرام
- ۴۰-۷ روزگار خبریں
- ۱۵-۹ اردو میں تبصرہ

جالندھر (ب)

صبح
- ۱-۱ اسکول براڈکاسٹ

شام
- ۰۰-۶ یووانی پروگرام
- ۴۵-۶ یونیورسٹی پروگرام
- ۰۰-۷ پنجابی میں رنگارنگ پروگرام
- ۰۰-۸ اختتام

شاستریہ سنگیت

گائن

بھیم سین جوشی	:	صبح ۱۰ — ۹	۱۶ر اپریل
یشپال	:	صبح ۰۵ — ۹	
		رات ۳۰ — ۱۰	۱۷ر اپریل
سریو کالیکر	:	صبح ۰۵ — ۹	
		رات ۳۰ — ۱۰	۱۹ر اپریل
بلبیر سیٹھ	:	صبح ۰۵ — ۹	
		شام ۴۵ — ۷	۲۰ر اپریل
ڈی۔ وی پلسکر	:	رات ۳۰ — ۱۰	۲۱ر اپریل
بھگوان داس سینی	:	صبح ۰۵ — ۹	
		رات ۳۰ — ۱۰	۲۴ر اپریل
سوہن سنگھ	:	صبح ۰۵ — ۹	
		سہ پہر ۳۰ — ۴	۲۷ر اپریل
کیشو چندر	:	صبح ۰۵ — ۹	
		سہ پہر ۳۰ — ۴	۲۷ر اپریل
استاد عبدالکریم خاں	:	صبح ۰۵ — ۹	۲۸ر اپریل
اجیت سنگھ پنٹل	:	صبح ۰۵ — ۹	
		رات ۳۰ — ۱۰	۲۹ر اپریل
جے شری پٹینکر	:	رات ۳۰ — ۱۰	۳۰ر اپریل

ساز سنگیت

ستار

وزیر چند چترا	:	صبح ۰۵ — ۹	
		رات ۳۰ — ۱۰	۱۸ر اپریل
دیو برت چودھری	:	رات ۳۰ — ۹	۲۰ر اپریل
نکھل بنرجی	:	صبح ۱۰ — ۹	۳۰ر اپریل

گٹار

سموئیل راجن	:	صبح ۲۰ — ۹	
		سہ پہر ۳۰ — ۴	۲۰ر اپریل

بانسری

پرکاش وڈھیرا	:	صبح ۰۵ — ۹	
		رات ۳۰ — ۱۰	۲۲ر اپریل

کلارنٹ

بہاری لال	:	صبح ۰۵ — ۹	

رات ۳۰ — ۱۰ ۲۵ر اپریل

لوک گیت

سریندر سنگھ رمتا	:	دوپہر ۳۰ — ۲	۱۶ر اپریل
میناشرما	:	سہ پہر ۴۵ — ۴	۱۶ر اپریل
دھنا سنگھ رنگیلا	:	دوپہر ۳۰ — ۲	۱۷ر اپریل
جسدیو کمار یملا جٹ	:	شام ۴۵ — ۷	۱۸ر اپریل
جیون سنگھ چندن	:	دوپہر ۳۰ — ۲	۱۸ر اپریل
رنبیر سنگھ رونا	:	سہ پہر ۴۵ — ۴	۱۸ر اپریل
جاگر سنگھ طالب	:	رات ۱۵ — ۱۰	۱۸ر اپریل
ہربھجن سنگھ ناہل	:	دوپہر ۳۰ — ۲	۱۹ر اپریل
گورمیت کور باوا	:	سہ پہر ۴۵ — ۴	۱۹ر اپریل
جگ موہن کور	:	رات ۱۵ — ۱۰	۱۹ر اپریل
کلدیپ سنگھ پردیسی	:	شام ۴۵ — ۷	۲۰ر اپریل
بخشی رسولپوری	:	شام ۴۵ — ۴	۲۰ر اپریل
گیان سنگھ کنول	:	دوپہر ۳۰ — ۲	۲۱ر اپریل
ہنس راج ہنس	:	سہ پہر ۴۵ — ۴	۲۱ر اپریل
گوردیپ سنگھ	:	صبح ۲۰ — ۸	۲۲ر اپریل
سریندر چھندا	:	دوپہر ۳۰ — ۲	۲۲ر اپریل
گوردیو سنگھ کومل	:	رات ۱۵ — ۱۰	۲۲ر اپریل
بھان سنگھ ماہی	:	دوپہر ۳۰ — ۲	۲۳ر اپریل
جگجیت سنگھ زیروی	:	سہ پہر ۴۵ — ۴	۲۳ر اپریل
ہردیو سنگھ خوش دل	:	دوپہر ۳۰ — ۲	۲۴ر اپریل
بھاگ سنگھ	:	دوپہر ۳۰ — ۲	۲۵ر اپریل
لال چند یملا جٹ	:	سہ پہر ۴۵ — ۴	۲۵ر اپریل
اکبر علی جودھن	:	دوپہر ۳۰ — ۲	۲۶ر اپریل
امر سنگھ لکھنپوری	:	سہ پہر ۴۵ — ۴	۲۶ر اپریل
برکت سدھو	:	رات ۱۵ — ۱۰	۲۶ر اپریل
سوہن لال	:	سہ پہر ۴۵ — ۴	۲۷ر اپریل
امریک سنگھ غازی ننگل	:	دوپہر ۳۰ — ۲	۲۸ر اپریل
امر سنگھ لکھنپوری اور ساتھی	:	سہ پہر ۴۵ — ۴	۲۸ر اپریل
ستیش چندر	:	صبح ۲۰ — ۸	۲۹ر اپریل
جگن رام لکھا اور ساتھی	:	دوپہر ۳۰ — ۲	۲۹ر اپریل
اجیت کور	:	رات ۱۵ — ۱۰	۲۹ر اپریل
نریندر بیبا	:	دوپہر ۳۰ — ۲	۳۰ر اپریل
رام لال	:	سہ پہر ۴۵ — ۴	۳۰ر اپریل

شبد

بھائی بخشیش سنگھ راگی	:	صبح ۳۰ — ۷	
		دوپہر ۱۵ — ۱۲	
		شام ۴۵ — ۷	۱۵ر اپریل
سوہن سنگھ راگی	:	صبح ۲۰ — ۸	
		شام ۵۰ — ۷	۱۸ر اپریل

بھائی دیوندر سنگھ راگی : صبح ۷-۳۰
دوپہر ۱۲-۱۵ ۲۴ر اپریل

ڈرامہ / جھلکی

رات ۹-۳۰

چاروتا (ہندی میں ڈرامہ) ٹیگور کے ناول کا ریڈیو عکس
از اندر جوشی : ۱۹ر اپریل
بنیرے مسکرائیے (پنجابی)
پریم جوشی : ۲۲ر اپریل
پریم ہے جہاں ایشور ہے وہاں (ہندی)
ٹولسٹائی کی کہانی کا ریڈیو ڈرامہ
عکس از انوپ مہاجن : ۲۶ر اپریل
دسراغ، جھلکی
از ونود رستوگی : دوپہر ۱۲-۳۰ ۲۷ر اپریل
بند کمرے (ہندی)
شری گور سفرن سنگھ : رات ۹-۳۰ ۲۹ر اپریل

فیچر

ماہیا بیساکھ دا
سنگیت روپک : صبح ۷-۳۰ ۱۶ر اپریل

تقریر

سماج اور معاشی نابرابری (اردو)
کانشی رام : رات ۸-۰۰ ۱۶ر اپریل
دی ویدا از اینڈ نیشن ہڈ (انگریزی)
ڈاکٹر بی بی چوبے : رات ۸-۰۰ ۲۱ر اپریل
علم اور انسان (اردو)
کے کے ورما : رات ۸-۰۰ ۲۳ر اپریل
دیش دی ایکتا وچ لیکھنا دا یوگ دان (پنجابی)
ڈاکٹر منجیت سنگھ : رات ۸-۰۰ ۲۴ر اپریل
اوچک دیاں نظراں وچ
پنجابی میں کتابوں پر تبصرہ
گوربچن سنگھ گل : ۲۷ر اپریل
زمالوجی اینڈ اٹس اپریشن (انگریزی)
از ڈاکٹر ایس ایس جوشی : رات ۸-۰۰ ۲۸ر اپریل

جھلکیوں کا ہفت روزہ پروگرام

جی آئیاں نوں
آنے والوں سے ملاقات : صبح ۷-۱۵ ۱۸ر اپریل
نیڈری نہار
گاؤں کا بدلتا ماحول : صبح ۷-۱۵ ۲۵ر اپریل
سرجنا - پنجابی میں ہفت روزہ پروگرام
او پی باسو کے ساتھ ملاقات
۲- پنجابی میں کویتا پاٹھ - از نثری امیتوج

شملہ

میڈیم ویو : ۳۸۷٫۶ میٹر ۷۷۴ کلو ہرٹز
شارٹ ویو : صبح ۷-۳۰ تک اور شام ۶-۳۰ کے بعد رات تک ۹۳٫۰۹ میٹر ۳۲۲۳ کلو ہرٹز
صبح ۷-۴۵ کے بعد اور دوپہر اور ۴-۴۵ تک اور شام ۵-۰۰ کے بعد ۴۹٫۸۳ میٹر ۶۰۲۰ کلو ہرٹز

خبریں

ہندی : صبح ۸-۰۰ دوپہر ۲-۰۵، ۱-۰۰ شام ۶-۰۵ اور رات ۸-۴۵ انگریزی : صبح ۸-۱۰
دوپہر ۱-۰۰، ۲-۰۰ رات ۹-۰۰ سنسکرت : صبح ۷-۰۰ اردو : صبح ۸-۵۰
ہندی میں علاقائی خبریں : شام ۷-۵۰

روزانہ نشر ہونے والے پروگرام

صبح

۶-۱۵ وندے ماترم : منگل دھونی
۶-۲۰ گیان وندو اور بھکتی سنگیت کا پروگرام
وندنا
۶-۴۵ مانس گان
۶-۵۵ کھیتی باڑی
۷-۰۵ پروگراموں کا خلاصہ
۷-۱۰ کلاسیکی موسیقی / کرناٹک سنگیت /
پرارتھنا سبھا
۷-۳۰ ساماِئکی
۷-۴۵ پہاڑی سنگیت
۹-۰۰ راجیہ کی چٹھی
۹-۰۵ فلمی گانے
۹-۳۰ اختتام

دوپہر

۱۲-۳۰ اسکول براڈکاسٹ
۱۲-۵۰ دیش گان / فلمی دھن
۱-۲۰ فوجی بھائیوں کے لیے
۲-۲۰ سنہری کرنیں
۲-۴۰ سب رنگ
۳-۰۰ اختتام

شام

۵-۰۰ یووا وانی (منگل، جمعرات)
چنو منو (ہفتہ، پیر)
سرموری پروگرام (بدھ، جمعہ، اتوار)

۵-۰۰ مہاسوی پروگرام (بدھ، جمعہ، اتوار)
چمبا یانگی پروگرام (منگل، جمعرات، ہفتہ)
۵-۴۰ بلاسپوری پروگرام (بدھ، جمعہ، ہفتہ)
کلوی پروگرام (منگل، جمعرات)
۶-۱۰ کانگڑی پروگرام (منگل، جمعرات، ہفتہ)
منڈیالی پروگرام (بدھ، جمعرات، اتوار)
مہلا سمیلن (پیر)
۶-۳۰ کنزی پروگرام (پیر، بدھ، جمعہ)
لاہول سپیتی پروگرام (منگل، جمعرات، ہفتہ، اتوار)
۶-۵۰ پرکاش کرنیں / لاہولی، کنزی گلنے
۷-۰۰ کھیل سماچار
۷-۰۵ گرامین یوواؤں کے لیے
۷-۲۵ کرشی جگت / ریڈیو دیہاتی گوشٹھی
۸-۰۰ روزگار سوچنائیں
۸-۰۵ دھارا رے گیت
۱۰-۳۰ اختتام (منگل، ہفتہ کو ۱۱-۰۵ پر)

کیا آپ ——
آواز کے سالانہ خریدار ہیں — اگر ہاں
تو کیا آپ کا پتہ مکمل اور درست ہے ۔ کیا آپ کے پتہ میں پن کوڈ شامل ہے
اگر نہیں تو ہمیں لکھیے تاکہ آپ کا پتہ درست کیا جا سکے ۔ اور آواز
آپ تک وقت پر پہنچ جائے ۔

اورنگ آباد، پربھنی

اورنگ آباد : ۱۹۷،۲ میٹر ۱۵۲۱ کلو ہرٹز
پربھنی : ۲۲۹،۹ میٹر ۱۳۰۵ کلو ہرٹز

روزانہ نشر ہونے والے پروگرام

صبح

۵-۵۵ وندے ماترم
۶-۰۵ سنسکرت پاٹھ
۶-۱۰ امرت دھارا
۶-۱۵ شیتکاریہ ساتھی (کسانوں کے لیے)
۶-۲۰ سورانجلی
۶-۴۵ پروگراموں کا خلاصہ
۷-۰۰ جھروکا (اتوار)
وادیہ سنگیت (پیر سے جمعہ تک)
منورنجک گھٹناؤں پہ مبنی پروگرام (ہفتہ)
۷-۱۵ سنگیت کا خصوصی پروگرام (ہفتہ)
۷-۳۰ سب رنگ : اردو پروگرام
۸-۲۵ ضلع وارتا پتر
۸-۴۰ مراٹھی سگم سنگیت (پیر)
ناٹیہ سنگیت (منگل)
مراٹھی بھاؤ گیت (جمعہ)
۹-۰۵ اختتام

دوپہر

۱۲-۳۰ مراٹھی فلموں کے گیت (جمعرات)
مشر سنگیت (منگل)
رنگِ محفل (غزل اور قوالی) (ہفتہ)
۱-۴۰ ہندی فلموں کے گیت (اتوار/منگل)
سموہ گان (پیر/جمعہ)
مراٹھی لوک سنگیت (جمعرات)

شام

۵-۳۰ یوواوانی
۶-۰۰ استھانک سوچنائیں
۶-۰۵ پروگراموں کا خلاصہ
۶-۳۰ گرامین سامعین کے لیے پروگرام
کامگار جگت (جمعہ)
۷-۱۰ روزگار سماچار
۷-۲۰ پرادیشک لوک سنگیت (پیر)
مراٹھی لوک سنگیت (ہفتہ)
۷-۳۰ آپچے گھر آپچے شوار
(کرشکوں کے لیے) (پیر، بدھ، جمعرات، ہفتہ)
نھووانی شیتکاری منڈل (منگل، جمعہ)
۸-۳۰ مدھو گندھ (مراٹھی بھاؤ گیتوں کا پروگرام)
(پیر سے جمعہ)
مراٹھی اسٹیج گیت (ہفتہ)
چترپٹ سنگیت (مراٹھی) (اتوار)
۹-۳۰ سدابہار گیت
پرانے ہندی فلمی گیتوں کا پروگرام
(اتوار)
۱۱-۱۰ اختتام

شاستریہ سنگیت

گائن

حفیظ احمد خاں : دوپہر ۰۰ — ۱ ۱۶ راپریل
ارون کاشلکر : صبح ۰۰ — ۷ ۱۷ راپریل
وینائک راؤ پٹوردھن : رات ۳۰ — ۱۰ ۱۷ راپریل
روہنی راٹے : صبح ۴۰ — ۸ ۱۸ اپریل
پدماکر کلکرنی : رات ۳۰ — ۱۰ ۱۸ راپریل
غلام مصطفےٰ خاں : دوپہر ۰۰ — ۱ اور
رات ۳۰ — ۱۰ ۱۹ راپریل
لطافت حسین خاں : دوپہر ۰۰ — ۱ ۲۱ راپریل
جتیندر ابھیشیکی : صبح ۰۰ — ۷ اور
رات ۳۰ — ۱۰ ۲۲ راپریل
رکمنی بائی سین گپتا : صبح ۰۰ — ۷ ۲۳ راپریل
شبھانگی موگھے : دوپہر ۰۰ — ۱ ۲۳ راپریل
چتر ادیشمکھ : صبح ۰۰ — ۷ اور
رات ۳۰ — ۱۰ ۲۴ راپریل
گوبند پرساد جے پور والے : صبح ۰۰ — ۷ ۲۵ راپریل
بیگم اختر : صبح ۴۰ — ۸ ۲۵ راپریل
اومکار ناتھ ٹھاکر : رات ۳۰ — ۱۰ ۲۵ راپریل
سہاسنی کورٹکر : دوپہر ۰۰ — ۱ اور
رات ۳۰ — ۱۰ ۲۶ راپریل
استاد بڑے غلام علی خاں : دوپہر ۰۰ — ۱ ۲۸ راپریل
مادھوری اوک : صبح ۰۰ — ۷ اور
رات ۳۰ — ۱۰ ۲۹ راپریل
ڈی۔آر۔ اٹھاولے : دوپہر ۰۰ — ۱ ۲۹ راپریل
استاد نثار حسین خاں : صبح ۰۰ — ۷ اور
رات ۳۰ — ۱۰ ۳۰ راپریل

ساز سنگیت

سارنگی

رام نرائن : صبح ۰۰ — ۷ ۱۴ راپریل

بانسری جلترنگ (جگل بندی)

ہما نشو بسواس اور دلال رائے : دوپہر ۰۰ — ۱ ۱۷ راپریل
ہری پرساد چورسیہ : رات ۳۰ — ۱۰ ۲۱۔ اپریل

وائلن

مہادیوی بیرمتھ : صبح ۰۰ — ۷ ۱۸ راپریل

سنطور

شیو کمار شرما : دوپہر ۰۰ — ۱ اور
رات ۳۰ — ۱۰ ۱۸ راپریل

سرود

امجد علی خاں : دوپہر ۰۰ — ۱ ۸ اراپریل

طبلہ

شیر دل سنگھ : دوپہر ۰۰ — ۱ ۲۴ راپریل

ستار

عبدالحلیم جعفر خاں : رات ۳۰ — ۱۰ ۲۶ راپریل

تقریر

میری پردیس یاترا (مراٹھی)
از : سدھا تائی کالدلتے : دوپہر ۴۵ — ۱۲ ۱۴ راپریل
نوجوانوں کا سال اور ہم (مراٹھی)
از : وشواس ڈیگکر : شام ۳۰ — ۵ ۱۶ راپریل
خواتین کے مسائل (مراٹھی)
از : واسودھا پاٹل : رات ۱۵ — ۸ ۱۶ راپریل
اپنی بیماریاں (مراٹھی)
ڈاکٹر سدھاکر صوبیدار : رات ۱۵ — ۸ ۲۰ راپریل
الپ بچت کی اہمیت (مراٹھی)
از : جے پی ستدے : رات ۰۵ — ۷ ۲۱ راپریل
نیان شاستر (مراٹھی)
از : شریمتی آپٹے : رات ۱۵ — ۸ ۲۱ راپریل
نوجوانوں کا سال اور ہم (مراٹھی)
از : ڈاکٹر شاہو رسال : شام ۳۰ — ۵ ۲۳ راپریل
نوجوانوں کے مسائل (مراٹھی)
این وائے ڈولے : رات ۱۵ — ۸ ۲۳ راپریل
دلت سبھینا (سمپوزیم)



امجد علی خاں: سرود وادن پیش کریں گے دوپہر ۰۰-۱ ۱۸ اپریل کو

شرکاء: ڈاکٹر گنگا دھر نیلا لوے منڈی داتا بھگت

جنار دھن واگھمارئے : رات ۳۰-۹ ۲۴ اپریل
کتابوں کی باتیں (اردو)

شاہ حسین بزمی : صبح ۳۰-۷ ۲۵ اپریل
پڑھو مطلب پڑھو (مراٹھی)

مبصر: بابا صاحب گاڑھے : شام ۳۰-۵ ۲۶ اپریل
دیہاتوں کی ترقی (مراٹھی) :

از: کھنڈے راؤ : رات ۱۵-۷ ۲۷ اپریل
میری پردیس یاترا (مراٹھی) از: شریمتی جاگیر دار

بچوں کے مسائل
بجندر کا برا : دوپہر ۴۵-۱۲ ۲۸ اپریل
نوجوانوں کا سال اور سماجی کام (مراٹھی)

پشیاں سرود سے : شام ۳۰-۵ ۳۰ اپریل

ملاقات

شاہیر سابلے
مہاراشٹر کا مقبول فوک آرٹسٹ ترمبک مہاجن
پروگرام (زہوت) : رات ۰۰-۱۰ ۱۲ اپریل

ایس ایس کالیکر
میرے تجربات : صبح ۰۵-۹ ۲۸ اپریل

متبادل ڈرامہ

آکاشوانی ناگپور کی پیش کش : رات ۳۰-۹ ۲۶ اپریل

ناگپور

۵۱۲.۰۰ میٹر ۵۸۵ کلو ہرٹز

روزانہ نشر ہونیوالے پروگرام

صبح

۵۵-۵ وندے ماترم، منگل دھونی
۵-۶ بھکتی سنگیت
۳-۶ آج کا چنتن
۳۵-۶ پروگراموں کا خلاصہ
۴۰-۶ کرشی وانی : موسم کا حال
۴۵-۶ سگم سنگیت / سور منجری
اس ماہ کا گیت (اتوار)
گاندھی سمرتی (جمعہ)
۳۰-۷ پربھات سامیئے
مراٹھی میں پروگرام (ہفتہ)
۴۵-۷ مراٹھی میں تقریر / سور بھارتی
(سنسکرت زبان اور ادب پر مبنی پروگرام)
۲۱-۸ کال چکر (مراٹھی میں مختصر تقریر)
۲۵-۸ ضلع خبرنامہ
۴۰-۸ موسم : روزگار سماچار
۴۵-۸ پرتی بمب : مراٹھی میں فیملی سریئل (اتوار)
مراٹھی اسٹیج گیت (پیر، بدھ، جمعہ)
فلمی گیت (منگل، جمعرات اور ہفتہ)
۰۰-۹ بچوں کے لیے (اتوار)
۰۰-۹ اور ۲۵-۹ اسکول براڈ کاسٹ
(اسکول کے دنوں میں)

دوپہر

۳۰-۱۲ خواتین کے لیے (اتوار، جمعرات)
۴۰-۱ اور ۵۰-۲ اسکول براڈ کاسٹ
(اسکول کے دنوں میں)

شام

۳-۵ نوجوانوں کے لیے / صنعتی ملازمین کے لیے
(بدھ، ہفتہ)
۵۵-۵ مقامی اعلانات
پروگراموں کا خلاصہ اور موسم
۱۵-۶ کیرتن
گرامین کلا کشیتر (صرف چوتھے اتوار کو)
دیہاتی خواتین کے لیے (پیر، جمعہ)
بچوں کے لیے (بدھ)
۴۵-۶ بازار بھاؤ /
صحت سے متعلق پروگرام (اتوار)
۰۰-۷ تعلیم بالغان / میگزین (اتوار) /
دیہاتی بچوں کے لیے (ہفتہ)
۲۰-۷ دیہاتی سامعین کے لیے پروگرام /
کسانوں کے لیے (منگل اور ہفتہ)
۲۵-۸ سماچار پتروں سے (سوائے پیر)
۳۰-۶ اردو پروگرام (بدھ)
۳۰-۱۰ اختتام

خصوصی اردو پروگرام 'محفل'

بدھ ۱۷ اپریل رات ۳۰-۹

اردو شاعری پر مراٹھی اثرات
تقریر از ڈاکٹر ایس نسیم الدین
کیوں نہیں آتے خواب اچھے اچھے : ہلکی پھلکی مزاحیہ تقریر
از انصاری اصغر جمیل

بدھ ۲۴ اپریل رات ۳۰-۹

بزم سخن
شرکاء : حبیب سعیدہ، منہاج الحسن، میر عظمت علی کیف، عرفان قنوجی، جبیش حلیمی
نظامت : عبید نیازی

بھوپال، رائپور، گوالیار، جبلپور

بھوپال الف: ۲۰۲/۰۰ میٹر ۱۴۸۵ کلوہرٹز بھوپال ب: ۲۲۳/۱۳ میٹر ۱۳۳۳ کلوہرٹز

شارٹ ویو

صبح ۴۵-۷ تک ۶۰/۱۲ میٹر ۳۳۱۵ کلوہرٹز
صبح ۰۰-۸ بجے کے بعد ۵۰/۰۸ میٹر ۵۹۹۰ کلوہرٹز
دوپہر ۴۱/۷۸ میٹر ۷۱۸۰ کلوہرٹز
شام اور رات ۶۰/۱۲ میٹر ۳۳۱۵ کلوہرٹز

رائے پور: ۳۰۵/۹ میٹر ۹۸۱ کلوہرٹز گوالیار: ۲۱۶/۴ میٹر ۱۳۸۶ کلوہرٹز جبلپور: ۲۵۴/۲ میٹر ۱۱۷۹ کلوہرٹز

خبریں

ہندی: صبح ۰۰-۸، ۰۵-۹ (پرادیشک) دوپہر ۰۵-۱، ۱۰-۲، ۴۵-۲ شام ۰۵-۶ رات ۴۵-۸ (۰۵-۱۱ صرف ہفتے کو)
انگریزی: صبح ۱۰-۸ دوپہر ۰۰-۱ شام ۰۰-۶ رات ۰۰-۹ (۰۰-۱۱ صرف ہفتے کو)

شاستریہ سنگیت

گائن

نینادیوی صبح ۴۵-۷ ۱۶ اپریل
کرشنا ہنگل صبح ۳۰-۸ اور
رات ۰۰-۱۰ ۱۷ اپریل
کمل سنگھ صبح ۴۵-۷ ۱۸ اپریل
پدماوتی شالگرام صبح ۳۰-۸ اور
رات ۳۰-۱۰ ۱۸ اپریل
لکشمی شنکر صبح ۳۵-۶ اور
دوپہر ۴۰-۱ ۱۹ اپریل
پروین سلطانہ صبح ۳۵-۶ اور
دوپہر ۴۰-۱ ۲۰ اپریل
نصیر امین الدین خاں ڈاگر صبح ۳۵-۶ اور
رات ۳۰-۱۰ ۲۲ اپریل
بیگم اختر صبح ۴۵-۷ ۲۳ اپریل
استاد امیر خاں صبح ۱۰-۹ اور
دوپہر ۴۰-۱ ۲۳ اپریل
رام داس مونگرے صبح ۳۰-۸ ۲۴ اپریل
نرملا دیوی صبح ۴۵-۷ ۲۵ اپریل
پنڈت جسراج رات ۳۰-۱۰ ۲۵ اپریل
پوربی مکرجی صبح ۳۰-۸ اور
دوپہر ۴۰-۱ ۲۶ اپریل
گیتا پریم صبح ۳۰-۸ اور
دوپہر ۴۰-۱ ۲۷ اپریل
غلام مصطفیٰ خاں صبح ۳۵-۶ ۲۸ اپریل
مالبیکا کانن صبح ۳۵-۶ ۳۰ اپریل
حفیظ احمد خاں صبح ۴۵-۷ ۳۰ اپریل

ساز سنگیت

وینا

اسد علی خاں صبح ۳۵-۶ ۱۶ اپریل

بانسری

ہری پرساد چورسیہ صبح ۳۵-۶ اور
دوپہر ۴۰-۱ ۱۷ اپریل
آر. وی. گرودڑ صبح ۱۰-۹ اور
دوپہر ۴۰-۱ ۲۴ اپریل

سرود

دھیانیش خاں صبح ۳۵-۶ اور
دوپہر ۴۰-۱ ۱۸ اپریل
بدھ دیو داس گپتا صبح ۳۰-۸ ۲۵ اپریل
امجد علی خاں صبح ۳۵-۶ ۲۶ اپریل

سارنگی

عبدالصمد خاں صبح ۱۰-۹ اور
رات ۳۰-۱۰ ۱۹ اپریل

وائلن

این. راجم صبح ۱۰-۹ ۲۰ اپریل

ستار

بدھودتیہ مکرجی صبح ۳۵-۶ ۲۱ اپریل
بلرام پاٹھک صبح ۳۵-۶ ۲۴ اپریل
اوما شنکر مشر صبح ۳۵-۶ ۲۷ اپریل

جلترنگ

کے. ایل. سود صبح ۱۰-۹ اور
دوپہر ۴۰-۱ ۲۳ اپریل

سندرے

سدھ رام جادھو صبح ۳۵-۶ ۲۲ اپریل

شہنائی

جگن ناتھ وساتھی صبح ۳۵-۶ اور
دوپہر ۴۰-۱ ۲۹ اپریل

سگم سنگیت

صبح ۲۱-۸، دوپہر ۳۰-۲

وجے لکشمی کمار ۱۶ اپریل
ہری ہر دوبے ۱۷ اپریل
سدھیر بوس ۱۹ اپریل
کشن بھٹ ۲۰ اپریل
کلپنا بینیل کھرے ۲۳ اپریل
منگلا منگیش نائیک ۲۴ اپریل
گوری مورتی ۲۵ اپریل
شرمیلا بٹویال ۲۶ اپریل
رتنا دتہ ۲۷ اپریل
سندھیا پربار ۳۰ اپریل

صبح ۲۱-۸

ٹی. پی. چیٹرجی ۲۲ اپریل
سریکھا کالیکر ۲۹ اپریل

لوک سنگیت

دوپہر ۳۰-۲

شیام لال پرجاپتی ۱۸ اپریل
گریش ۱۹ اپریل
موہن سنگھ کشواہا ۲۰ اپریل
سیا شرن ساہو ۲۱ اپریل
آشا دیوی جھاڑی ۲۵ اپریل
رتنا بائی کھرڈگ ۲۶ اپریل
منگو بائی پوڈام ۲۷ اپریل
ہری داس پینٹر ۲۸ اپریل

صبح ۳۰-۷ اور دوپہر ۳۰-۲

رام کلی شرما ۱۶ اپریل
شکنتلا شریواستو ۱۷ اپریل
کمل کشور کشواہا ۲۲ اپریل
کرونا راوت ۲۳ اپریل
اتم سنگھ یادو ۲۴ اپریل
اندر سنگھ بگھیل ۲۹ اپریل
سدھا شرما ۳۰ اپریل

ہندی تقریر

'انترکش وگیان ــ وگیانک پکش'،
از ڈاکٹر روی پرکاش　رات ۱۵-۸　۲۳ اپریل

'سورداس کی ساماجک چیتنا'
از ڈاکٹر شیام بھٹناگر　رات ۰۰-۸　۲۵ اپریل

'موت کے قدم ــ جل کے مادھیم سے'،
دکشاور گندھاریا　رات ۱۵-۸　۳۰ اپریل

ہندی کویتا پاٹھ/کہانی

دوپہر ۲۰-۱

دھرو شکلا	۱۹ اپریل
کاشی گوپال شریواستو (کہانی)	۲۰ اپریل
پنکج پاٹھک	۲۳ اپریل
کنور جان	۲۷ اپریل
سنجیو دیکشت	۳۰ اپریل

رات ۰۰-۸

رام ادھیر	۱۷ اپریل
رمیش چندر شاہ (کہانی)	۲۴ اپریل

آئینہ : اردو پروگرام

صبح ۳۰-۸

بزم سخن ــ
شرکا : ملکہ نسیم، صابر اندوری، اختر وامق، امان اکبر آبادی،
یونس مخمور اور صابر ادیب حمیر پوری　۱۶ اپریل

'نقش اقبال'، فیچر
تحریر : قمر احسن　۲۳ اپریل

'سنیئے اور بھول جائیے'، فیچر
تحریر : اقبال مجید　۳۰ اپریل

کہکشاں : اردو پروگرام

رات ۰۰-۸

۱- افسانہ از کوثر چیاں
۲- 'اردو کی دلچسپ داستانیں'، تقریر از حسن آرا

۳- شعر و نغمہ
'شاعر اور غریب الوطنی'،
از نسیم شبانوی　۱۹ اپریل

۱- کلام جاوید
۲- 'وہ دن مجھے یاد ہے'، تقریر
از ڈاکٹر ظہیر الاسلام
۳- 'ہمارا شہر ــ جاورہ'،　۲۴ اپریل

بیکانیر

۲۱۵۰۰ میٹر　۱۳۹۵ کلو ہرٹز

روزانہ نشر ہونے والے پروگرام

صبح

۳۵-۶　وندنا
۵۵-۶　چنتن
۰۵-۷　کاریہ کرموں کا ورن
۲۰-۷　مانس گان
۳۰-۷　اور دوپہر ۳۰-۱ شاستریہ سنگیت

شام

۰۵-۵　یوواوانی
۵۵-۵　روزگار سماچار
۰۰-۶　استھانیہ سوچنائیں/کاریہ کرموں کا ورن
۰۰-۸　ہندی وارتا (سوائے منگل اور جمعرات)
راجستھانی وارتا (منگل اور جمعرات کو)

جے پور سے ریلے

صبح

۱۰-۷　کرساں ری بات/موسم (سوائے اتوار)
۲۵-۹　ودیالیہ پرسارن (اتوار اور دوسری چھٹیوں کے سوائے)

شام

۲۰-۷　کرشکوں کے لیے

خبریں (جے پور سے)

پرادیشک سماچار (ہندی): صبح ۰۵-۹، شام ۰۵-۷
ضلع کی چٹھی (سوائے اتوار): شام ۱۵-۷
پرادیشک سماچار راجستھانی: شام ۵۰-۷

خبریں

(دہلی سے ریلے)

ہندی: صبح ۰۰-۸ دوپہر ۰۵-۱، ۱۰-۲
۴۵-۲ (دھیمی رفتار سے)
شام ۰۵-۶، رات ۴۵-۸، ۰۵-۱۱
انگریزی: صبح ۱۰-۸ دوپہر ۰۰-۱، ۰۰-۲
رات ۰۰-۹ اور ۰۰-۱۱
سندھی: صبح ۴۰-۸، شام ۱۵-۶
کھیل کود کی خبریں (ہندی): شام ۰۰-۷
ہندی میں راجیہ کی چٹھی: صبح ۰۰-۹
سنسکرت: صبح ۰۰-۷، شام ۱۰-۶
صبح ۵۰-۸

سامیکی (ایک دن پہلے ریکارڈ کیا گیا کاریہ کرم)

شاستریہ سنگیت

گائن　دوپہر ۱۰-۱

سدا ابھشیکی	:	۱۷ اپریل
للتی شنکر	:	۱۹ اپریل
پروین سلطانہ	:	۲۲ اپریل
منور علی خاں	:	۲۶ اپریل
گرجا دیوی	:	۲۷ اپریل
ونایک راؤ پٹ وردھن	:	۲۸ اپریل

ساز سنگیت

سرود

جیوتش بھٹاچاریہ	:	رات ۲۵-۸	۱۸ اپریل

بانسری

پنا لعل گھوش	:	دوپہر ۱۰-۱	۲۰ اپریل
ہمانشو وشواش	:	رات ۲۵-۸	۲۵ اپریل

ستار

جیا بوس	:	رات ۲۵-۸	۲۵ اپریل

راجستھانی لوک سنگیت

غفور خاں	:	صبح ۱۰-۹،	دوپہر ۴۰-۱	۱۶ اپریل
گنیش ناتھ	:	صبح ۱۰-۹	دوپہر ۳۰-۱	۱۷ اپریل
گیانیشوری شرما	:	صبح ۱۰-۹	دوپہر ۴۰-۱	۱۸ اپریل
سراج الدین تیجراسر		صبح ۱۰-۹	دوپہر ۳۰-۱	۱۹ اپریل
احمد خاں	:	صبح ۱۰-۹		۲۰ اپریل
سانگی دان دمّانی	:		دوپہر ۲۰-۱	۲۰ اپریل

رام لال میراثی : صبح ۱۰-۹ ۲۲ راپریل

بنسی لال : دوپہر ۳۰-۱ ۲۲ راپریل

نوری دیوی : صبح ۱۰-۹ دوپہر ۴۰-۱ ۲۳ راپریل

غلام رسول : صبح ۱۰-۹ دوپہر ۳۰-۱ ۲۴ راپریل

اسماعیل : صبح ۱۰-۹ دوپہر ۴۰-۱ ۲۵ راپریل

علی محمد : صبح ۱۰-۹ دوپہر ۳۰-۱ ۲۶ راپریل

سانورلال رنگا : صبح ۱۰-۹ دوپہر ۳۰-۱ ۲۷ راپریل

نتھو خاں مراثی : صبح ۱۰-۹ دوپہر ۴۰-۱ ۲۹ راپریل

کلادن گوسوامی : صبح ۱۰-۹ دوپہر ۴۰-۱ ۳۰ راپریل

سُگم سنگیت

رات ۱۵-۸ اور ۱۶-۹

اومیش چندر : ۸ اراپریل

جے مالا گوسوامی : ۲۵ راپریل

ہندی تقریر

ریل یاترا سمندھی قانون : صبح ۲۱-۸ ۱۶ راپریل

وگیان سماچار

از مدھو کھنّا : صبح ۳۰-۷ ۱۸ راپریل

اپگرہ دوارہ دوردرشن پرسارن

از ستیہ نارائن شرما : صبح ۴۰-ـ ۱۸ راپریل

آخر میں نے دردلیا مول — ٹیلی ویژن خرید کر

از : بسنتی پنت : دوپہر ۲۰-۱۲ ۱۸ راپریل

جن سامانیہ کو بیمہ سویدھائیں

از : پی ایس اگروال : صبح ۲۱-۸ ۲۳ راپریل

وینک دارتا

از : مالی رام شرما : صبح ۳۰-۷ ۲۵ راپریل

انھیں بھی جانیں پہچانے نزدیک سے

گھریلو تھا پراتھمک اپچار

از ڈاکٹر سادھنا جین : دوپہر ۱۰-۱ ۲۵ راپریل

بال دیکاس میں کھیلوں کا مہتو

از : اندرا ہرش : دوپہر ۲۰-۱

گھر پر ہی تیار کریئے۔ شتیل پیے

از : اکیشہ سکسینہ : دوپہر ۲۰-۱ ۲۸ راپریل

بھارتیہ سویدھان اور راشٹریہ ایکتا

از : کے کے کوچر : صبح ۲۱-۸ ۳۰ راپریل

مباحثہ / انٹرویو

یووا سمسائیں۔ سماج کی بھاگیداری (مباحثہ)

شرکاء : ایس این سوامی

اشوری پرساد پاٹھک

ایس ایم منوت

آر کے سرداتا : رات ۰۰-۱۰ ۱۸ راپریل

مسکان کے پل : صبح ۴۰-۷ ۲۵ راپریل

بڑھتی غریبی اور اداسی

ڈاکٹر ایل این گپتا

پی کے تھانوی : شام ۳۰-۶ ۲۷ راپریل

ہندی — فیچر / کویتا / کہانی (ہندی)

ننھی پیاس کا سمندر : فیچر

تحریر : پربھات گوسوامی

پیش کش : لکشمی شنکر باجپائی : شام ۳۰-۶ ۲ راپریل

ہردرشن سہگل : کویتا پاٹھ : صبح ۲۱-۸ ۲۱ راپریل

بشن متوالا : کویتا پاٹھ : صبح ۲۱-۸ ۲۸ راپریل

کہانی از شیلا گپتا : دوپہر ۰۰-۱۲ ۲۸ راپریل

راجستھانی تقریر

شام ۳۰-۶

انوپچارک شکشا آج ری آوشیکتا

لالہ دھر تہ یال : ۱۶ راپریل

آشیہ تر تیار و آپنے جیون ماتھے مہتو

از : دیوا کرشنا : ۲۳ راپریل

دیش کے وکاس ری پہلی آوشیکتا آپسی بھائی چارہ

از : سریندر کمار شرما ۳۰ راپریل

راجستھانی کویتا پاٹھ

بھیم پانڈیہ : شام ۲۷-۶ ۱ اپریل

باسو آچاریہ : شام ۳۷-۶ ۲۲ راپریل

دھنن جے ورما : شام ۴۴-۶ ۳۰ راپریل

راجستھانی کہانی

شام ۴۴-۶

شری بھگوان داس کراڑو : ۱۶ راپریل

شری نارائن سنگھ پیڑیں : ۲۳ راپریل

سید جبر علی : ۳۰ راپریل

راجستھانی مباحثہ / انٹرویو

صبح ۲۱-۸

مرد نیتر سو ہمالیہ ری تکھ مائے

مگن بتا : ۱۹ راپریل

گرامین مہیلا رے سواستھ ری خاص خاص باماں

از : جے شری ۲۸ راپریل

یووا وانی پروگرام

شام ۰۵-۵

کویتا

سرسوتی : ۱۶ راپریل

کرشنا دتی ہرش : ۲۰ راپریل

رینو سنہا : ۲۱ راپریل

مہیندر سنگھ شیخاوت : ۲۲ راپریل

تقریر

بے روزگاری کے پرتی ہمارا دائتو

از ہربنس کور : ۱۷ راپریل

شریمتی گاندھی کے بیر تتو کی راشٹر کو دین

از : چندر پرکاش ترویدی : ۱۸ راپریل

یووا شکتی کا یوگدان

از : مدھو سدن شرما : ۲۱ راپریل

آج کے سنگیت کلا کار

انورادھا شرما (ستار) : ۱۸ راپریل

مما بھارگو (ستار) : ۲۰ راپریل

عزیز محمد (لوک سنگیت) : ۲۵ راپریل

انگریزی پروگرام

یوتھ اینڈ ریوول آف سوشل ایولس، مباحثہ

شرکاء : ارپتا سین ، انجو چاولا

رجنیش کور :

کرشی لوک

دوپہر ۵۰-۱

کرشی لوک۔ مرغی پالن ایک لابھ دایک دھندہ

تقریر : ڈاکٹر پی ایل مہتا : ۱۶ راپریل

شری منگا رام بھامو سے ملاقات : ۱۷ راپریل

گرمی میں ہرے چارے کی ویوستھا

تقریر : ایس کے سنگھ : ۱۸ راپریل

دودھ اتپادن سہکاری سمیتیوں سے کسانوں کو لابھ

از : آر ایس گوسوامی : ۱۹ راپریل

کرشی دیکاس میں بینکوں کا یوگدان

از : ایل سی اڈوانی : ۲۰ راپریل

آنگن باڑی سبزیاں اور ان کے لابھ

از : کرشنا مودی : ۲۲ راپریل

اناج کا وگیانک ڈھنگ سے بھنڈارن

از : مکیش ماتھر ۲۴ راپریل

ادھک دودھ اتپادن میں سنتولت ایوم پوشٹک آہار کا مہتو

از : سی ایس ماتھر : ۲۶ راپریل

ان دنوں پھل ورکشوں میں ہونے والے کرشی کاریہ

از : بی کے سنگھ : ۲۷ راپریل

اچھی اون کا ورگی کرن اور ان کے اوچت اوپائے : ۲۸ راپریل

پشوؤں میں بانجھ پن۔ کارن اور ندان

از ایس پی ماتھر : ۳۰ راپریل

خاکہ (اردو)

دیوان خانہ ۔ گھریلو موضوعی خاکہ
تحریر: ایم اے حفیظ : صبح ۳۰ — ۷ ۱۷ر۲۴ر اپریل

جھروکہ (مراٹھی)

تحریر۔ شریمتی وبھاوری دیشپانڈے: صبح ۰۰ — ۷ ۲۱،۲۸ر اپریل
آوتی بھاوتی (مراٹھی)
تحریر۔ ورندے رومبالے : شام ۳۰ — ۵ ۲۱،۲۹ر اپریل
کامگار جگت (سلسلہ وار پروگرام : شام ۳۰ — ۶ ۱۹ر اپریل
آپلا پرپنچ : ۲۶ر اپریل

فیچر (مراٹھی)

رانی لکشمی بائی
تحریر: ڈاکٹر جے شری دیشپانڈے: دوپہر ۴۵ — ۱۲ ۲۳ر اپریل
گڈ فرائے ڈے پر خصوصی نشریہ
تحریر: تارا نہر
پیش کش: پی ڈی دیورکر ، رات ۳۰ — ۹ ۱۹ر اپریل
فیچر : تحریر: منجوشا جادھو: شام ۳۰ — ۵ ۱۹ر اپریل
میں نے دیکھا امبیڈکر
پیش کش: ایکناتھ الہاتھ : شام ۳۰ — ۵ ۱۹ر اپریل

اردو پروگرام

ورق ورق
ظلمت شب میں نظر آئی کرن امید کی
تحریر: ڈاکٹر آفاق خاں : صبح ۳۰ — ۷ ۲۰ر اپریل
نئے چراغ
ترقی کی راہ پر ۔ فیچر
تحریر و پیش کش: عبدالمنان : صبح ۳۰ — ۷ ۲۵ر اپریل

ڈرامائی پروگرام

دیانیشور ودھیالہ لاتور : صبح ۰۵ — ۹ ۲۱ر اپریل
آفتاب تازہ : صبح ۳۰ — ۷ ۲۲ر اپریل

کہانی/کویتا پاٹھ

کہانی ۔ پربھو (مراٹھی) دھریندر گپتا
کویتا پاٹھ (مراٹھی)
ادم پرکاش نرمل : صبح ۴۰ — ۹ ۲۱ر اپریل
مشاعرہ (مراٹھی): شرکاء
ولاس ویدیہ ۔ اینو بھوہ ۔ اینکت ملکرنی
دستنو سلام پورے : شام ۳۰ — ۵ ۲۶ر اپریل

کلکتہ

کلکتہ 'اے' ۶۰، ۴۵۶ میٹر ۶۵۷ کلو ہرٹز
کلکتہ 'بی' ۶۰، ۲۹۷ میٹر ۱۰۰۸ کلو ہرٹز
کلکتہ 'سی' ۷۰، ۲۲۶ میٹر ۱۳۲۳ کلو ہرٹز
کلکتہ 'ڈی' ۱۰، ۲۴۵ میٹر ۱۲۲۴ کلو ہرٹز

شاستریہ سنگیت

گائن

سنیل بوس : سہ پہر ۰۰ — ۳ (اے)
شام ۳۰ — ۷ (بی) ۱۶ر اپریل
نہار رنجن بنرجی : صبح ۳۰ — ۸ (اے)
شام ۳۰ — ۷ (بی) ۱۷ر اپریل
نصیر امیر الدین ڈاگر : صبح ۳۰ — ۹ (بی)
رات ۰۰ — ۹ (اے) ۱۸ر اپریل
کمار مکھرجی : صبح ۳۰ — ۸ (اے)
شام ۵۰ — ۷ اور
رات ۳۰ — ۹ (بی) ۱۹ر اپریل
وجے کمار کچلو : صبح ۳۰ — ۹ (بی)
دوپہر ۰۰ — ۱ (اے)
رات ۳۰ — ۹ (بی) ۲۰ر اپریل
پورنیما سین : صبح ۴۰ — ۸ (اے)
صبح ۱۰ — ۹ اور
شام ۳۵ — ۶ (بی) ۲۱ر اپریل
نثار حسین خاں : صبح ۳۰ — ۹ (بی)
رات ۰۰ — ۹ (اے) ۲۲ر اپریل
سمریش چودھری : صبح ۳۰ — ۸ (اے)
شام ۳۰ — ۷ (بی) ۲۳ر اپریل
غلام اکبر خاں : صبح ۳۰ — ۹ (بی)
رات ۰۰ — ۹ (اے) ۲۴ر اپریل
سچن داس موتی لال : صبح ۳۰ — ۸ (اے)
شام ۵۰ — ۷ (بی) ۲۵ر اپریل
بھوانی شنکر مجمدار : صبح ۳۰ — ۸ (اے)
شام ۳۰ — ۷ (بی) ۲۶ر اپریل
روی کمار کچلو : دوپہر ۰۰ — ۱ (اے)
شام ۳۰ — ۷ (بی) ۲۷ر اپریل
پوربی مکھرجی : صبح ۳۰ — ۹ (بی)
رات ۰۰ — ۹ (اے) ۲۸ر اپریل
مشکور علی خاں : شام ۳۰ — ۷ (بی)
رات ۰۰ — ۹ (اے) ۲۹ر اپریل
امریش چندر چودھری : صبح ۰۵ — ۹ (بی)
سہ پہر ۰۰ — ۳ (بی) ۳۰ر اپریل

ساز سنگیت

ستار

نتائی بوس : صبح ۳۰ — ۹ (بی)
دوپہر ۰۰ — ۱ (اے) ۱۶ر اپریل
مایا مترا : رات ۰۰ — ۹ (اے) ۱۷ر اپریل
دیبی پرساد چٹرجی : صبح ۳۰ — ۸ (اے)
شام ۳۰ — ۷ (بی) ۱۸ر اپریل
مدھوسدن بنرجی : صبح ۰۵ — ۹ (بی)
دوپہر ۴۵ — ۲ اور
شام ۳۵ — ۶ (بی) ۲۰ر اپریل
بمل مکھرجی : صبح ۳۰ — ۸ (اے)
شام ۳۰ — ۷ (بی) ۲۴ر اپریل
املیندو چودھری : صبح ۱۰ — ۷ (بی)
رات ۰۰ — ۹ (اے) ۲۵ر اپریل
شنکو چٹرجی : صبح ۳۰ — ۹ (بی)
رات ۰۰ — ۹ (اے) ۲۶ر اپریل
سنیل کمار چکرورتی : صبح ۳۰ — ۸ (اے) ۲۷ر اپریل
پریتا چودھری : صبح ۴۰ — ۸ (اے)
صبح ۱۰ — ۹ اور
شام ۳۵ — ۶ (بی) ۲۸ر اپریل
بسنتا کمار بھانجا : صبح ۳۰ — ۸ (اے) ۲۹ر اپریل
دیبیکا دیوی : صبح ۳۰ — ۹ (بی)
دوپہر ۰۰ — ۱ (اے) ۳۰ر اپریل

سرود

بہادر خاں : صبح ۳۰ — ۹ اور
شام ۳۰ — ۷ (بی)
رات ۰۰ — ۹ (اے) ۱۹ر اپریل
کمل ملک : صبح ۳۰ — ۸ (اے)
شام ۳۰ — ۷ (بی) ۲۲ر اپریل

سارنگی

مہیش پرساد مشرا : صبح ۳۰ — ۹ (بی)
سہ پہر ۰۰ — ۳ (اے) ۲۳ راپریل

رام مورت مشرا : صبح ۳۰ — ۹ (بی)
سہ پہر ۰۰ — ۳ (اے) ۲۵ راپریل

وائلن

سرکتا دھر چودھری : صبح ۳۰ — ۹ (بی)
رات ۰۰ — ۹ (اے) ۱۲ راپریل

رابندر سنگیت

کملا بوس : صبح ۴۰ — ۷ (اے)
شام ۵۵ — ۵ (بی) ۱۶ راپریل

سنتوش ٹھاکر اینڈ پارٹی : رات ۰۰ — ۹ (اے) ۱۶ راپریل

اربندا بسواس : صبح ۴۰ — ۷ (اے)
رات ۵۵ — ۹ (بی) ۱۷ راپریل

رونو دتہ : دوپہر ۲۰ — ۱۲ (اے)
رات ۴۰ — ۹ (بی) ۱۸ راپریل

بیتانک : صبح ۴۰ — ۷ (اے)
شام ۵۵ — ۵ (بی) ۱۹ راپریل

گیتا گھٹک : صبح ۲۰ — ۶ (بی)
۴۰ — ۷ (اے) ۲۰ راپریل

تالیکا گوہا : صبح ۴۰ — ۷ (اے)
شام ۵۵ — ۵ (بی) ۲۱ راپریل

سرگدھا گوش : رات ۱۵ — ۱۰ (اے) ۲۲ راپریل

دکشنی : صبح ۴۰ — ۷ (اے)
شام ۵۵ — ۶ (بی) ۲۳ راپریل

رانو گوہا ٹھاکرتہ : رات ۰۰ — ۱۰ (اے) ۲۴ راپریل

بینا سیبی : صبح ۲۰ — ۶ (بی)
صبح ۴۰ — ۷ (اے) ۲۵ راپریل

چھنداداس گپتا : دوپہر ۵۵ — ۲ (اے)
شام ۴۵ — ۶ (بی) ۲۶ راپریل

چترلیکھا دتہ : صبح ۲۰ — ۶ (بی)
صبح ۴۰ — ۷ (اے) ۲۷ راپریل

کرشنا گوہا ٹھاکرتہ : صبح ۴۰ — ۷ (اے)
شام ۱۵ — ۷ (بی) ۲۸ راپریل

بریتا مکھرجی : صبح ۲۰ — ۶ (بی)
صبح ۴۰ — ۷ (اے)
رات ۵۵ — ۹ (بی) ۲۹ راپریل

بھارتی مکھرجی : صبح ۲۰ — ۶ (بی)
۴۰ — ۷ (اے) ۳۰ راپریل

نذرل گیتی

سیکھا بنرجی : صبح ۲۰ — ۹ (اے) ۱۶ راپریل

سپنا دے : صبح ۲۰ — ۹ (اے) ۱۷ راپریل

رام کمل چٹرجی : دوپہر ۵۰ — ۱ (اے) ۱۸ راپریل

شیامل دتہ : صبح ۲۰ — ۹ (اے) ۱۹ راپریل

مادھوی چٹرجی : صبح ۲۵ — ۸ (اے) ۲۰ راپریل

پریل بھٹا چاریہ : رات ۴۰ — ۱۰ (اے) ۲۱ راپریل

منا بیندرا مکھرجی : رات ۵۰ — ۱۰ (اے) ۲۲ راپریل

نمیتا پاٹھک : صبح ۲۰ — ۹ (اے)
شام ۲۵ — ۶ (بی) ۲۳ راپریل

دیپالی ناپتوری : صبح ۱۵ — ۷ (بی)
دوپہر ۲۵ — ۱۲ (اے) ۲۴ راپریل

منجو بوس : صبح ۳۰ — ۸ (اے) ۲۵ راپریل

میلو مریکا : صبح ۲۰ — ۹ (اے)
شام ۵۵ — ۶ (بی) ۲۶ راپریل

شریمتی داس : صبح ۱۵ — ۷ (بی)
شام ۵۰ — ۶ (بی) ۲۷ راپریل

بالاسے گھوش : رات ۳۵ — ۱۰ (اے) ۲۸ راپریل

راما نج داس گپتا : رات ۳۰ — ۱۰ (اے) ۲۹ راپریل

پالو کمار گھوش : صبح ۲۰ — ۹ (اے)
شام ۴۵ — ۶ (بی) ۳۰ راپریل

لوک گیتی

جاتن رائے : صبح ۴۰ — ۶ (اے) ۱۶ راپریل

ہری موہن داس : صبح ۴۰ — ۶ (اے)
شام ۱۵ — ۶ (بی) ۱۷ راپریل

منندر داس اور ساتھی : صبح ۴۰ — ۶ (اے)
صبح ۴۵ — ۸ (بی)
رات ۵۰ — ۹ (بی) ۱۸ راپریل

وجن گھوش : صبح ۴۰ — ۶ (اے)
شام ۱۵ — ۶ (بی) ۱۹ راپریل

کریا مکھرجی : صبح ۴۰ — ۶ (اے)
شام ۱۵ — ۶ (بی) ۲۰ راپریل

سوپن چکرورتی : صبح ۴۰ — ۶ (اے)
شام ۱۵ — ۶ (بی) ۲۱ راپریل

دینیندر چودھری : شام ۱۵ — ۶ (بی)
رات ۳۰ — ۱۰ (اے) ۲۲ راپریل

ایلا مجمدار : صبح ۴۰ — ۶ (اے) ۲۳ راپریل

چارو چکرا : صبح ۴۰ — ۶ (اے)
شام ۱۵ — ۶ (بی) ۲۴ راپریل

گوری بھٹا چاریہ : صبح ۴۰ — ۶ (اے) ۲۵ راپریل

مینو دے : صبح ۴۰ — ۶ (اے)
شام ۰۰ — ۷ (بی) ۲۶ راپریل

مینا چودھری : صبح ۴۰ — ۶ (اے)
شام ۱۵ — ۶ (بی) ۲۷ راپریل

امل کرشنا پال : صبح ۴۰ — ۶ اور
رات ۲۵ — ۸ (اے)
صبح ۰۵ — ۷ اور
شام ۱۵ — ۶ (بی) ۲۸ راپریل

مدال : صبح ۴۰ — ۶ (اے)
شام ۵۰ — ۶ (بی) ۲۹ راپریل

بشن پد دادے : صبح ۴۰ — ۶ (اے)
شام ۱۵ — ۶ (بی) ۳۰ راپریل

ادھونک

سیکھا بنرجی : صبح ۳۰ — ۸ (بی)
رات ۵۰ — ۸ (اے) ۱۶ راپریل

سندھیا گوسوامی : صبح ۴۸ — ۶ (بی)
شام ۳۰ — ۷ (اے) ۱۷ راپریل

پرنب گھوش : رات ۰۰ — ۱۰ (اے) ۱۸ راپریل

چھندا مکھرجی : صبح ۳ — ۸ (بی)
رات ۰۵ — ۱۰ (اے) ۱۹ راپریل

جیوتر موئے بوئیل : صبح ۱۵ — ۸ (اے) ۲۰ راپریل

بلرام داس : صبح ۳۰ — ۸ (بی)
رات ۴۵ — ۸ (اے) ۲۱ راپریل

بسنتی سین گپتا : صبح ۳۰ — ۸ (بی)
رات ۴۰ — ۱۰ (اے) ۲۲ راپریل

بانی چٹرجی : صبح ۱۵ — ۸ (اے)
شام ۵۵ — ۵ (بی) ۲۳ راپریل

پارتھا مکرجی : صبح ۳۰ — ۸ (بی)
رات ۴۰ — ۱۰ (اے) ۲۴ راپریل

ہمرتی چٹرجی : صبح ۳۰ — ۸ (بی)
رات ۰۰ — ۱۰ (اے) ۲۶ راپریل

دیپکا رلاہری : صبح ۱۵ — ۸ (اے) ۲۷ راپریل

للا سرکار : صبح ۱۰ — ۷ (بی)
رات ۰۰ — ۱۰ (اے) ۲۸ راپریل

سکتی ٹھاکر : صبح ۳۰ — ۸ (بی)
رات ۵۰ — ۱۰ (اے) ۲۹ راپریل

مریدولا رائے : صبح ۳۰ — ۸ (بی)
رات ۴۵ — ۸ (اے) ۳۰ راپریل

قلم کار حضرات

اپنی تخلیقات ہمیں اشاعت کے لیے ارسال نہ کریں۔
میں صرف وہی تخلیقات شائع کی جاتی ہیں جو نشریہ کے بعد ہمیں ریڈیو اسٹیشنوں سے موصول ہوتی ہیں۔

سرینگر

صبح ۵۵-۶ سے ۰۵-۱۱ تک (اتوار)
ٹرانسمشن اے، صبح ۵۵-۶ سے رات ۰۰-۱۰ تک (بدھ)
ٹرانسمشن بی : صبح ۳۰-۱۱ سے رات ۳۰-۱۰ تک (پیر، منگل جمعرات اور جمعہ)
صبح ۳۰-۱۱ سے رات ۰۵-۱۱ تک (بدھ اور ہفتہ)

میڈیم ویو : سرینگر، الف، : ۸/۸ ۲۶۸ میٹر ۱۱۱۶ کلوہرٹز۔ سرینگر، ج ۱۱/۵ ۲۴۵ میٹر ۱۲۲۴ کلو ہرٹز
شارٹ ویو، ۱۰۰/۴۹ میٹر ۶۱۱۰ کلوہرٹز ۹۱/۵۰ میٹر ۳۲۷۷ کلو ہرٹز
پہلی مجلس : صبح ۳۰-۶ سے صبح ۰۰-۱۰ تک دوسری مجلس: دوپہر ۳۰-۱۱ سے رات ۰۵-۱۱ تک
(اتوار کو صبح ۳۰-۶ سے رات ۰۵-۱۱ تک مسلسل)

خبریں

کشمیری : صبح ۴۵-۷ شام ۲۵-۶ اردو : صبح ۵۰-۸ دوپہر ۵۰-۱ رات ۱۵-۹
ہندی : صبح ۰۰-۹ سنسکرت : صبح ۰۰-۷ انگریزی : صبح ۱۰-۸ دوپہر ۰۰-۲ شام ۰۰-۶ رات ۰۰-۹ اور ۰۰-۱۱ .

علاقائی خبریں

اردو : صبح ۲۰-۹ دوپہر ۳۰-۱۲، ۰۰-۴ (دھیمی رفتار سے) شام ۴۰-۷ کشمیری : صبح ۲۵-۹ دوپہر ۳۵-۱۲ شام ۳۰-۷

کلاسیکل موسیقی

دوپہر ۱-۲

استاد عبدالوحید خان : ۱۶ر اپریل
برکت علی خاں : ۱۸ر اپریل
اومکار ناتھ ٹھاکر : ۲۰ر اپریل
بڑے غلام علی خاں : ۲۱ر اپریل
پنڈت جسراج : ۲۴ر اپریل
کشوری امونکر : ۲۷ر اپریل
استاد منور علی خاں : ۲۸ر اپریل
نزاکت علی، سلامت علی : ۳۰ر اپریل

طبلہ

استاد اللہ رکھا : ۱۷ر اپریل

ستار

برج بھوشن کابرا : ۱۹ر اپریل
بلرام پاٹھک : ۲۲ر اپریل
عبدالحلیم جعفر خاں : ۲۵ر اپریل
روی شنکر : ۲۹ر اپریل

بانسری

ہری پرشاد چورسیہ : ۲۴ر اپریل

چکری اور روف

علی محمد شیخ اور ساتھی : دوپہر ۱ اور
شام ۱۵-۶ ۱۸ر اپریل
عبدالرحیم بٹ اور ساتھی : دوپہر ۱ اور
شام ۱۵-۶ ۲۰ر اپریل
زون بیگم اور ساتھی : شام ۱۵-۶ ۲۱ر اپریل
عبدالاحد بیگ اور ساتھی : دوپہر ۱ اور
شام ۱۵-۶ ۲۳ر اپریل
غلام نبی بلبل اور ساتھی : دوپہر ۱ اور
شام ۱۵-۶ ۲۵ر اپریل
غلام محمد شیخ بانڈہ پوری اور ساتھی : دوپہر ۱ اور
شام ۱۵-۶ ۲۷ر اپریل
غلام محمد بٹ اور ساتھی : شام ۱۵-۶ ۲۸ر اپریل
عبدالرشید حافظ اور ساتھی : دوپہر ۱ اور
شام ۱۵-۶ ۳۰ر اپریل

صوفیانہ موسیقی

دوپہر ۳۰-۱۱ اور ۳۰-۲

شیخ عبدالعزیز اور ساتھی : ۱۶ر اپریل
محمد عبداللہ سیتاری اور ساتھی : ۱۸ر اپریل
غلام محمد ساز نواز اور ساتھی : ۲۰ر اپریل
عبدالخالق اور ساتھی : ۲۳ر اپریل
استاد رمضان جو اور ساتھی : ۲۵ر اپریل
کمال بٹ اور ساتھی : ۲۷ر اپریل
محمد سلطان میر اور ساتھی : ۳۰ر اپریل

غزلیں — اردو/کشمیری

ایم کے پنڈتا : صبح ۱۵-۷ اور
شام ۱۰-۶ ۱۶ر اپریل
آرتی ٹکو : صبح ۱۵-۷ اور
دوپہر ۰۰-۱ ۱۷ر اپریل
غلام نبی شیخ : دوپہر ۰۰-۱ اور
شام ۱۰-۶ ۱۷ر اپریل
غلام قادر وانی : صبح ۱۵-۷، شام ۱۰-۶ اور
سی ایل ول، یونس ملک رات ۳۰-۸ ۱۸ر اپریل
دوپہر ۱ ۱۹ر اپریل ۱۹ر اپریل
عبدالصمد صوفی : ۰۰-۱ ۲۰ر اپریل
ششی جو پڑہ : صبح ۱۵-۷ اور
شام ۱۰-۶ ۲۱ر اپریل
آشا کول : صبح ۱۵-۷ اور
شام ۱۰-۶ ۲۲ر اپریل
اندرا کاچرو : صبح ۱۵-۷ اور
دوپہر ۰۰-۱ ۲۲ر اپریل
سدھارتھ کول : دوپہر ۰۰-۱ ۲۳ر اپریل
جلال گیلانی : صبح ۱۵-۷ اور
شام ۱۰-۶ ۲۴ر اپریل
راج بیگم : صبح ۱۵-۷، دوپہر ۰۰-۱ اور
شام ۱۰-۶ ۲۴ر اپریل
کسم لتا : دوپہر ۰۰-۱ ۲۵ر اپریل
غلام حسن صوفی : صبح ۱۵-۷ اور
شام ۱۰-۶ ۲۶ر اپریل
ایچ این توشخوانی : شام ۱۰-۶ ۲۶ر اپریل
علی محمد : صبح ۱۵-۷ اور
شام ۱۰-۶ ۲۷ر اپریل
نرملا سوپوری : صبح ۱۵-۷
دوپہر ۰۰-۱ ۲۹ر اپریل
کرن کول : دوپہر ۰۰-۱ ۲۹ر اپریل
نعیمہ دلیر : صبح ۱۵-۷ اور
شام ۱۰-۶ ۳۰ر اپریل

ہی مال ۔ خواتین کے لیے پروگرام

سہ پہر ۰۰-۴

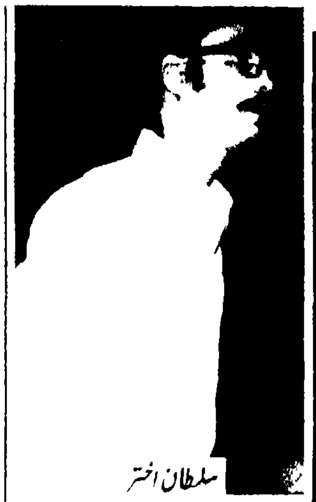
جسمانی صحت اور خواتین کشمیری میں انٹرویو ۲۱ر اپریل
طلاق کو کیسے روکا جاسکتا ہے مباحثہ ۲۸ر اپریل

ذات نترات

گریز۔ کشمیری میں پروگرام : صبح ۲۱-۸ ۲۲ر اپریل
سیاحوں کے لیے
(اردو میں) : صبح ۱۵-۷ ۲۱، ۲۵ر اپریل

کل ہند مشاعرہ


زیب غوری


سلطان اختر


بشر نواز


عزیز بانو داراب وفا


منظر امام


پرتی پال سنگھ بیتاب


ش ک۔ نظام



علی سردار جعفری　مجروح سلطانپوری　پروفیسر جگن ناتھ آزاد　کمال احمد صدیقی　فیاض رفعت



حسن نعیم



عزیز قیسی



باقر مہدی





محمود سعیدی



کمار پاشی



افتخار امام





شری پی کرشنن
اسٹیشن ڈائریکٹر، آکاشوانی بمبئی
مدعو سامعین اور شعرا کا استقبال کرتے ہوئے۔

آکاشوانی بمبئی

ریڈیو مشاعرے کی روایت بہت پرانی ہے۔ لیکن اس عرصے میں کبھی بھی اس کی مقبولیت میں کمی نہیں آئی ہے۔ ریڈیو کی جانب سے منعقد مشاعرے جس قدر زیادہ احباب ذوق کی تسکین کا سامان مہیا کرتے ہیں وہ کسی دوسرے ذریعے سے ممکن نہیں۔

اسی روایت کا اعادہ گذشتہ دنوں آکاشوانی بمبئی کی جانب سے بمبئی کے آکاشوانی آڈیٹوریم میں مدعو سامعین کے روبرو ایک کل ہند مشاعرے کی شکل میں کیا گیا۔ اس مشاعرے میں ملک بھر کے نامور اور مقبول شعرا نے سامعین کو اپنے کلام سے محظوظ کیا۔ اس مشاعرے کی کامیابی کا سہرا آکاشوانی بمبئی کے اسٹیشن ڈائرکٹر جناب پی کرشنن اور اردو کے پروگرام ایگزیکٹو جناب فیاض رفعت کے سر ہے۔



Regd No D-(C)39
RN No 14253

PRICE . RUPEE 1.00

AWAZ
16th. APRIL 1985

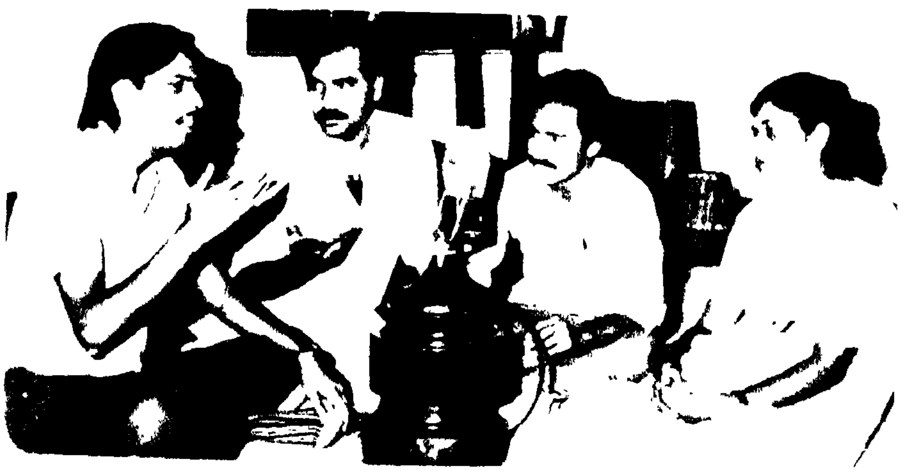
Licensed (U 23) to post without prepayment at PSO, New Delhi





- جناب سید شاہ محمد محمد الحسینی (سجادہ نشین درگاہ بندہ نواز) کے ساتھ آکاشوانی گلبرگہ کے اردو پروگرام شیرازہ گل میں نشر ایک خصوصی نشست کے شرکا (دائیں سے) بشیر عارف سید ابراہیم سجادہ نشین جلیل تنویر ایس اے ہنگنڈ اور لیاقت علی -

آسیہ ناز - جن کا سفرنامہ آکاشوانی منگلور کے انگریزی لوواپروگرام میں نشر ہوا



نئی نسل نئی روشنی (اردو سروس) کے شرکا (بائیں سے) فاروق بخشی محمود فیاض ابن کنول اور نیتر صدرالدین -



- نوجوانوں کے بین الاقوامی سال
کے سلسلے میں آکاشوانی ناگرکوائل
کی جانب سے مدعو سامعین کے رو برو
منعقد ایک یوتھ فیسٹول میں
لوک رقص پیش کرتے ہوئے ایک طالبہ -



اردو سروس کے فلمی دنیا
پروگرام کے لیے
فلم ہدایت کار ونود پانڈے (بائیں)
کے ساتھ گفتگو کرتے ہوئے
راشد حسین صدیقی -

Published by the Director General, All India Radio at the Office of the Chief Editor Akashvani Group of Journals PTI Building II floor Sansnd Marg, New Delhi-110001
Printed by the Manager, Govt of India Photo Litho Press Faridabad

یکم سے ۱۵ مئی ۱۹۸۵ء
۱۱ سے ۲۵ بیساکھ ۱۹۰۷ شاکا

آواز

اشاعت کا ۵۰ واں سال
قیمت ایک روپیہ

آل انڈیا ریڈیو کے پروگرام، معلوماتی مضامین، دل چسپ افسانے و منظومات



اس پار پٹنہ سے غزلیں

وہ لوگ ہیں کیسے دل والے بربادی کا جن کو غم نہ ہوا
جذبات میں کچھ ہلچل نہ ہوئی اور قلب میں زیر و بم نہ ہوا
ممکن ہے قلم ہو جائے کبھی یا دار کی زینت بن جائے
یہ سر ہے وہ سر دنیا والو جو ظلم کے آگے خم نہ ہوا
اے میری نظر مایوس نہ ہو بس دیکھ اجالوں کی جانب
تاریکی بھی ہوتی پیش نظر اچھا ہے کہ جام جم نہ ہوا
وہ رنگ بہاراں آج کہاں، بدلا ہے مذاق دور خزاں
ہر فصل میں بے ترتیبی ہے موسم کی طرح موسم نہ ہوا
جب غیرت ایمانی نہ رہی مرعوب ہوئے مغلوب ہوئے
پھر شان و شکوہ و عظمت کا حامل ہی ترا پرچم نہ ہوا
مانا کہ نمک پاشی نہ ہوئی ہنس ہنس کے ہوئی غمخواری بھی
غم ہلکا ہوا اے چارہ گرو! زخموں کا مگر مرہم نہ ہوا
منزل کی طرف سرگرم سفر ہوں آج بھی تنہا تنہا سا
رہرو تو بہت ہیں راہوں میں افسوس کوئی ہمدم نہ ہوا
اوروں کے گریباں جلنے پر آہ و زاری فریاد و فغاں
گھر اپنا ہوا جب شعلہ فشاں، نالہ نہ ہوا ماتم نہ ہوا
چلتی رہی باد صرصر بھی اٹھتے رہے پیہم طوفاں بھی
غنچوں کا چٹکنا کم نہ ہوا، پھولوں کا مہکنا کم نہ ہوا
حالات کی رو میں کتنے دل شعلے بھی ہوئے شبنم بھی ہوئے
صد شکر مرا دل دل ہی رہا شعلہ نہ ہوا شبنم نہ ہوا
بیتاب کی باتوں پر لوگو کیوں چیں بہ جبیں ہو جاتے ہو
مانا کہ کسی کی مدح نہیں، کیا کم ہے کسی کا ذم نہ ہوا

کسی سایہ نہ شجر میں گم تھا
میں سرابوں کے سفر میں گم تھا
موج در موج بھنور میں گم تھا
آئینہ عکس دگر میں گم تھا
کسی دیوار نہ در میں گم تھا
اپنے گرتے ہوئے گھر میں گم تھا
گردش شام و سحر میں گم تھا
صحن جاں، زیر و زبر میں گم تھا
لفظ بے صوت، صدا بے مایہ
دل دعاؤں کے اثر میں گم تھا
ریت در ریت بدن اندر سے
خواب در خواب نظر میں گم تھا
چشم لمحات میں روشن تھے چراغ
دل کہ یادوں کے کھنڈر میں گم تھا
آج سر جوڑ کے بیٹھے تھے سبھی
اور میں کل کی خبر میں گم تھا
کھو گیا لذت منزل کا سراغ
قافلہ زاد سفر میں گم تھا
ہائے وہ لمحۂ رخصت کا سماں
ہر نفس دیدۂ تر میں گم تھا
سر بہ زانو تھا تعلق اس کا
اور میں خوف خطر میں گم تھا
کوئی منزل نہ کوئی راہنما
راستہ راہ گذر میں گم تھا
سینۂ سنگ سے ٹپکا تھا لہو
نازؔ اعجاز ہنر میں گم تھا

سفر کو سمت، ہوا کو حصار میں رکھنا
ذرا سنبھل کے سفینے کو دھار میں رکھنا
رگوں میں ہوگی کبھی اس کی واپسی روشن
نفس نفس کی سیاہی شمار میں رکھنا
جو اپنے سر سے ادا ہو کے سربلند ہوئے
مری جبیں کو انھیں کی قطار میں رکھنا
مرے وجود کو صحرا کی معنویت دے
تجھے پسند ہے گر انتشار میں رکھنا
روایتوں میں رواں ہے عدم تسلسل بھی
گماں کا نشہ یقین خمار میں رکھنا
دیار حسن سے گذرے تو سر کے بل گذرے
یہ حوصلہ بھی مرے شہسوار میں رکھنا
رفوگران محبت دکاں بڑھا بھی گئے
جنوں کو دائرۂ اختیار میں رکھنا
بجھی ہوئی خلاؤں کی گرد رستے میں
میں آ رہا ہوں، مجھے انتظار میں رکھنا
فلک بھرا ہے ہزاروں برس مری خاطر
مرا شمار بھی لاکھوں ہزار میں رکھنا

نظر جب قاتلانہ ہو گئی ہے
فسانہ در فسانہ ہو گئی ہے
سلوک و رابطہ کی رسم تازہ
بڑی نامخلصانہ ہو گئی ہے
بنام خیریت اپنی انا تک
لفافوں میں روانہ ہو گئی ہے
دیار فن میں ہر جدت طرازی
لٹیروں کا خزانہ ہو گئی ہے
نصاب وقت میں اب زندگی بھی
متاع ناقدانہ ہو گئی ہے
بڑی تکلیف ہوتی ہے یہ سن کر
وفا ننگ زمانہ ہو گئی ہے
تمنا کے حرم میں باریابی
خطائے مجرمانہ ہو گئی ہے

بجھ گئے یادوں کے جب شمس و قمر کیا ہوگا
کیسے گذرے گی مری شام و سحر کیا ہوگا
ہم تو بہلا کے سُلا دیں گے مگر کیا ہوگا
کھل گئی یاد کی پھر آنکھ اگر کیا ہوگا
پھر ہے موسیٰ کو وہی طور کے جلوے کی طلب
پھر جو ناکام ہوئی تاب نظر کیا ہوگا
ڈوبے جاتے ہیں ستارے مرے ارمانوں کے
رات کا ہے ابھی پہلا ہی پہر کیا ہوگا
وہ کسی درد کے درماں تو نہیں ہیں طارقؔ
زخم دل اُن کو دکھاؤ گے مگر کیا ہوگا

داغ رسوائی نہیں ہیں ہم لوگ
نور سجدہ بجبیں ہیں ہم لوگ
آج بھی صدر نشیں ہیں ہم لوگ
حرمت فن کے امیں ہیں ہم لوگ
یہ بھی کیا کم ہے کہ کچھ ہیں تو سہی
اے فلک گرچہ زمیں ہیں ہم لوگ
تو ہے تشکیک کا مارا اب تک
کشتۂ ذوق یقیں ہیں ہم لوگ
جستجو اپنی ہے اک مدت سے
کیا پتا ہیں کہ نہیں ہیں ہم لوگ
اس سے کیا فرق پڑے گا ناوکؔ
کہتے رہیے کہ حسیں ہیں ہم لوگ

پہلے جو لائق نہ تھے گفتار کے
آج ہیں وہ آدمی کردار کے
آدمی تھے جو بہت رفتار کے
پاس ہی بیٹھے ہیں وہ تھک ہار کے
اب ادب تخلیق کوئی کیا کرے
ہاتھ جب کاٹے گئے فنکار کے
ٹوٹنے کا مجھ کو کوئی ڈر نہیں
دیکھ لینا تم بھی پتھر مار کے
لگ رہی ہیں قیمتیں انسان کی
ہم کھلونے جیسے ہوں بازار کے
کیا پتا کب کس کے سر پہ آ گرے
لوگ ہیں سائے میں جس دیوار کے
موت سے ان کو بھلا کیوں ڈر لگے
جو پلے ہیں سائے میں تلوار کے

ادارت

سراج احمد
ہرمہندر سنگھ وِج

٣٨٢٢٥٤

تار کا پتہ LISTENER

آل انڈیا ریڈیو کے پروگرام

نئی دہلی | یکم مئی ١٩٨٥ء مطابق ١١ بیساکھ ١٩٠٧ شاکا | جلد ٥٠ | شمارہ ٩

اس شمارے میں

قیمت

فی کاپی	ایک روپیہ
سالانہ	٢٢ روپے
دو سال	٤٢ روپے

(اندرون ملک ڈاک خرچ بذمہ ادارہ)

بین الاقوامی شعور اور انفرادی انسانی اقدار

پروفیسر محمد حسن

دنیا جتنی پھیلتی جاتی ہے انسان اتنا ہی سکڑتا جاتا ہے۔ گلوب کو سامنے رکھ کر سوچئے تو فرد اس پوری تصویر میں خاصہ بے حقیقت نظر آتا ہے۔ ہر لمحے ہزاروں لاکھوں بچے دنیا میں پیدا ہوتے ہیں اور لگ بھگ اتنے ہی لوگ بڑھاپے، حادثے اور بیماریوں کا شکار ہو کر دنیا سے رخصت ہوتے ہیں۔ ایک گھر میں شادی کے شادیانے بجتے ہیں تو دوسرے گھر میں موت کا کہرام بپا ہوتا ہے۔ اور اس انفرادی درد و نشاط، مرگ و زیست کا ذرہ برابر بھی تو دنیا پر اثر نہیں ہوتا۔ زندگی کا کاروں اسی طرح چلتا رہتا ہے۔ بقول اقبال

؎ گل اس شاخ سے ٹوٹتے بھی رہے　　اسی شاخ سے پھوٹتے بھی رہے

مگر لطف یہ ہے کہ ہر شخص اپنے بارے میں خوش فہمی میں مبتلا ہے اس کے نزدیک خلاصۂ کائنات ہے تو بس اس کی ذات ہے دنیا ہے تو بس وہی ہے، اور زندگی ہے تو اسی کی وابستہ۔ گویا ہر شخص کے مقابل آئینہ ہو جس میں اسے اپنی قد آدم تصویر کے علاوہ کچھ اور نظر آتا ہی نہ ہو۔ برطانوی مفکر برکلے نے تو یہاں تک طے کر دیا ہے کہ میں ہوں تو جہان ہے۔ یعنی دنیا کے وجود کا دارومدار فرد کے احساس پر ہے۔ خیر، فلسفیوں کی بات الگ ہے۔ غیر فلسفی بھی اپنی انفرادیت پر اصرار کرنے میں کسی سے کم نہیں۔ بقول شاعر

ع جو ذرہ جس جگہ ہے وہیں آفتاب ہے

اس نفسا نفسی میں مزہ بھی بہت ہے اور رنج بھی بہت ہیں۔ تعجب کی بات یہ ہے کہ آج کے زمانے میں بھی جب پوری دنیا ایٹمی توانائی کی بارود پر بیٹھی ہے اور بس فلیتے کو آگ دکھانے کی دیر ہے بھک سے اڑ جانے میں کچھ باقی نہیں ہے۔ پھر بھی انفرادیت کا کس بل دہی ہے۔ ہر ایک کی اپنی پسند، ہر ایک کی اپنی وضع، اپنی ریت رواج، اپنی روایات اور اپنی شناخت۔ اسی کے ساتھ ساتھ دنیا کے مختلف ملکوں کے درمیان میل ملاپ، آنا جانا بڑھا ہے تو تہذیبوں کے انفرادی رنگ و آہنگ کے ساتھ ساتھ ایک بین الاقوامی کلچر بھی پنپا ہے اور ہر ملک اور ہر تہذیب میں چند لوگ ہی نہیں پوری ایک پرت اس رنگ میں رنگ گئی ہے۔ علم آفاقی ہو گیا ہے۔ اسی طرح تہذیب بھی آفاقی ہو گئی ہے۔ سائنس کی ایجاد کسی ملک میں ہو پوری دنیا میں پھیل جاتی ہے اسی طرح تفریح کے مشغلے۔ لباس، گانے اور ناچ کی طرزیں بھی دنوں نہیں لمحوں میں رائج ہو جاتی ہیں۔

اب ایسے میں ایک سوال تو یہ ہے کہ جسے قومی تہذیب کی شناخت کہا جاتا ہے وہ کس حد تک بین الاقوامی تہذیب کی یک رنگی سے محفوظ رہ سکے گی اور محفوظ رہے گی تو کب تک!
ہمارا زمانہ تو عوامی ذرائع اظہار کا زمانہ ہے۔ فلم، ٹیلی ویژن، ریڈیو، اخبارات، اشتہارات دنیا کی طنابیں کھینچ رہے ہیں۔ اور بقول میک لوہن یہ سب گرم و سرد ذرائع اظہار صرف اپنے معین پیغام ہی سے متاثر نہیں کرتے بلکہ غیر محسوس طریقے پر بھی ذہنوں پر نقوش چھوڑ جاتے ہیں بلکہ یوں کہیئے کہ ذہنوں کو اپنے سانچے میں ڈھال لیتے ہیں مثلاً فلم خواہ کسی قسم کا ہو اچھا یا برا لڑکیاں اس سے ایکٹرس کے نئے کپڑوں اور لڑکے ہیرو کے پینتروں کی نقل کرنا سیکھتے ہیں دھیرے دھیرے وہی طرزیں مقبول ہو جاتی ہیں اور ایک ان دیکھے اور ان جانے طریقے پر بین الاقوامی یک رنگی ظاہر ہونے لگتی ہے۔
بچارا معصوم فرد اب بھی یہ سوچتا ہے کہ اس کی پسند واقعی اس کی اپنی پسند ہے اور اس کی قدریں واقعی اس کی ذاتی اور نجی قدریں ہیں جبکہ عملی طور پر اس کی پوری شخصیت اور اس کی پسند اور ناپسند عوامی ذرائع ترسیل کی زد میں ہے وہ بڑی حد تک وہی پسند کرتا ہے جو اشتہار اسے پسند کرنے پر مجبور کرتے ہیں کبھی برملا اور اکثر غیر محسوس طور پر وہ نیکی اور بدی کے وہی معیار اپنانے لگتا ہے جو چاروں طرف کی دنیا اپناتے ہوئے ہے۔ نئی نسل اگر ڈسکو پسند نہ کرنے تو دقیانوسی کہلائے۔ آج کوئی انگرکھا اور چکن پہن کر نکلے تو خواہ مخواہ انگشت نمائی کا سامان پیدا کرے۔ اس لیے انفرادی پسند اور ناپسند خاموشی کے ساتھ بین الاقوامی سانچوں میں ڈھلتی جاتی ہے۔
فرد کا نقطہ نظر بھی غور کرنے کے قابل ہے اس کا کہنا یہ ہے کہ دنیا کے سارے مذہب اور فلسفے، سبھی سیاسی پارٹیاں اور اقتصادی منصوبے، سبھی تہذیب اور تمدن اس لیے بنائے گئے ہیں کہ فرد کے کام آئیں انسان بہتر انسان بنے ہر فرد کو خوشی اور آسودگی ملے۔ دوسرے لفظوں میں یہ سبھی ادارے اور ان کے قانون انسان کے لیے بنے ہیں انسان ان کے لیے نہیں بنے ہیں اور انسان کی مسرت کا ایک ہی پیمانہ ہے فرد کی مسرت۔ اب سے لگ بھگ ڈھائی سو سال پہلے روسو نے اپنی کتاب "معاہدہ عمرانی" کی ابتدا اسی خیال سے کی تھی:
"انسان آزاد پیدا ہوا ہے مگر جہاں دیکھو وہ پابہ زنجیر ہے"۔
لہٰذا اس کی زنجیر کو کاٹنے کی ضرورت ہے۔ خواہ ان زنجیروں کا کوئی بھی نام کیوں نہ ہو اور وہ کتنا ہی پرانا اور کتنا ہی مقدس کیوں نہ ہو فرد کی یہی آرزو اسے نئی منزلوں کی طرف لے جاتی ہے ان منزلوں میں جو کم بھی بہت ہے مگر آسودگی کی تلاش کی طمانیت بھی ہے اسی لیے برنارڈ شا نے اپنے مخصوص انداز میں کہا تھا:

"دنیا میں دو قسم کے لوگ ہے عقل مند جو دنیا
کے سانچے میں ڈھل جاتے ہیں، دوسرے
بیوقوف جو دنیا کو اپنے سانچے میں ڈھالنا چاہتے
ہیں لہٰذا دنیا میں سبھی ارتقا انہی بیوقوفوں کے دم
سے ہے"

اس قول سے بیوقوفوں کو بڑی تسلی ہوگی مگر عقلمندوں کو بھی شاید مایوس نہ ہو کہ ان کی ساری فرزانگی اور محنت سے بھی دنیا کا بہت کچھ بنتا بگڑتا نہیں۔ حافظ شیرازی نے کہا تھا:

"اُدکہ اس کارخانے کی رونق نہ تمہارے زہد
سے کم ہوتی ہے نہ ہماری رندی اور مستی سے
دنیا بہرحال اسی طرح چلتی رہے گی۔"

بہرحال انفرادی شعور اور بین الاقوامی شعور میں میل ملاپ کا راستہ ڈھونڈنا ضروری ہے۔ توازن کی یہ تلاش آسان نہیں۔ فرد اور بین الاقوامیت کی سرحدیں ملتی بھی ہیں اور ایک دوسرے کو کاٹتی بھی ہیں اور توازن کا تقاضا یہ ہے کہ فرد کا شعور اتنا بالیدہ ہو کہ وہ اپنے حق اور اپنے فرض دونوں پہچان سکے اور دونوں میں خوش دلی سے سمجھوتہ کر سکے اسی سمجھوتے میں آسودگی اور خوشی بھی ہے اور ضبط و نظم بھی۔ بین الاقوامیت محض افراد کے مجموعے سے عبارت نہیں اس سے کہیں زیادہ ہے۔ اس کے پیچھے اختلافات اور تنوع کی ساری رنگارنگی شامل ہے اور اس رنگارنگی کا احترام بھی ضروری ہے اور اس کی سرحدوں کی پہچان بھی۔
انفرادی شعور اور بین الاقوامی شعور کے درمیان یہ سمجھوتہ کیسے، کیونکر، کن شرائط اور کونسی سطحوں پر ممکن ہے۔ یہ معاملہ تفصیل طلب ہے لیکن دو باتیں سامنے کی ہیں۔ ایک یہ کہ یہ سمجھوتہ تو خوشدلی کا ہوگا جبر کا نہیں، دوسرے یہ سمجھوتہ اس بنیاد ہی پر ممکن ہے کہ اختلاف کے معنی مخالفت کے نہیں ہیں۔
دوسری بات کو پہلے لیجئے۔ ذرا اس دنیا کا تصور تو کیجئے جس میں سارے انسانوں کے چہرے ایک جیسے ہوں رنگ و نسل ایک ہو ایک ہی طرح کی پیشانیاں ایک ہی طرح کی آنکھیں اور ایک ہی طرح کے رخسار ہوں، سب ایک ہی زبان بولتے ہوں ایک ہی سواد خط ہو سب کا ایک ہی نام ایک ہی مذہب اور ایک ہی لباس ہو۔ مرزا غالب کو تو جنت میں حوروں کی بھی یکسانیت منظور نہ تھی۔ وہی طوبیٰ کی ایک شاخ وہی ایک نیک بخت حور ہے زندگی اجیرن ہو جائے گی طبیعت کیوں نہ گھبرائے گی۔ آخر وہی غالب تو ہیں جو سیر کے واسطے تھوڑی سی فضا اور حاصل کرنے کے لیے دوزخ کو جنت میں ملانے کے آرزومند تھے۔

کیوں نہ جنت کو جہنم میں ملالیں یارب
سیر کے واسطے تھوڑی سی فضا اور سہی

پھر بھی ہر فرد جانے انجانے خود اپنا پرستار ہے لندن اور نیویارک بھی جائے گا تو اپنے علاقے کے لوگ اور اپنے وطن کا کھانا پینا تلاش کرے گا۔ گانا ہو تو اس کا ساہو، رقص ہو تو اس کا ساہو۔ افریقہ ہو یا جاپان۔ ہم سفر چاہے جہاں کا کریں، ذہنی طور پر اپنے وطن سے آگے نہیں بڑھتے اپنے تعصبات کا بوجھ برابر ڈھوتے رہتے ہیں۔ پھر یہ بھی ستم سے کم نہیں کہ جانے انجانے ہم اپنے علاقے کی تہذیب کا مقابلہ دوسری سبھی تہذیبوں سے کرتے رہتے ہیں اور ظاہر ہے کہ اپنی تہذیب کے مقابلے میں دوسری سبھی تہذیبوں کو گھٹیا اور دوسرے سبھی لوگوں کو غیر مہذب قرار دے کر اپنی تسلی کرتے رہتے ہیں نیگرو کا رنگ کالا ہے تو یورپین کا رنگ بے نمک، کیرالا کے کھانوں میں کڑواہٹ زیادہ ہے تو تملناڈو کے کھانے میں کھٹاس۔ غرض خود ستائی نے آنکھوں پر وہ پٹی باندھی ہے کہ ذات کے آگے بین الاقوامی شعور کی رنگارنگی نظروں سے اوجھل ہو گئی ہے۔
اب رہی جبر و اختیار کی بات تو زمانہ جمہوریت کا ہے۔ جن کی سلطنت میں آفتاب غروب نہیں ہوتا تھا وہ بھی اب راجے مہاراجے نہیں رہے بڑے بڑے سورما زمین چاٹ گئے اس لیے مار باندھ کر تو نہ کسی کو قومی بنایا جا سکتا ہے نہ بین الاقوامی۔ جبر سے ضد پیدا ہوتی ہے اور سیدھی سادی سچائیاں بھی قابل قبول نہیں رہتی ایسی صورت میں اگر کبھی بین الاقوامی شعور نے کسی وفاقی وحدت کی شکل اختیار کی تو وہ صرف خوشدلی اور رضامندی ہی کے ذریعے ہوگی اور سچی بین الاقوامیت ہے بھی یہی کہ وہ ملنے کا ارمان پیدا کرے اور دلوں سے نفاق، جبر اور ضد مٹائے۔
پھر یہ خیال آتا ہے کہ شاید یہ سب باتیں پیٹ بھروں کی باتیں ہیں ان لاکھوں انسانوں کے لیے بین الاقوامی شعور اور یگانگت کا کیا مفہوم ہے جو آج بھی شہروں کے فٹ پاتھ پر دیہات کے جھونپڑے میں فاقے مر رہے ہیں اور جینے کے لیے ترس رہے ہیں۔ یہ جو تقسیم ترقی یافتہ اور ترقی پذیر ملکوں کی ہوئی ہے اس نے تو سارے بین الاقوامی شعور کو مذاق بنا دیا ہے۔ آخر جب انسانی برادری ایک ہے تو دنیا بھر کے ذخیرے، اناج کے گودام، صنعتی ترقی کی برکتیں سبھی ملکوں کے لیے کیوں عام نہ ہوں۔ غریب اور امیر ملکوں کی تفریق کیوں؟ سچا بین الاقوامی شعور تو یہی کہتا ہے کہ دنیا کی آبادی ایک خاندان کی طرح جئے۔ ایک کی آسودگی سب کی آسودگی ہو اور ایک کی الجھن سب کی الجھن ہو۔ اسی وقت بین الاقوامی شعور شاید فرد کو آسودگی دے سکے گا کہ فرد ہی تو آخر کار سماج اور انسانیت، قومی اور بین الاقوامی شعور کی ترقی کا پیمانہ ہے۔
(اردو سروس سے)

راجندر سنگھ بیدی

کے کے نیر

زندگی میں بہت کم ایسا ہوا ہے کہ اخبار کے صفحات سے کوئی اچھی خبر ملے اور ایسا خاص طور پر ان خبروں سے محسوس ہوا جو کسی ایسے شخص سے وابستہ ہوتی ہیں کہ جس کا نام، جس کی ذات شناسا سی لگتی۔ ایسا ہی کچھ اس خبر سے ملا جس میں راجندر سنگھ بیدی کا ذکر تھا۔ اخبار نے کہا کہ بیدی صاحب اب دنیا میں نہیں رہے۔ اس خبر سے بھی زیادہ صدمہ اس دن ہوا تھا جب یہ پڑھا کہ بیدی صاحب پر فالج گرا ہے اور اب وہ شاید ہی کسی افسانے کو جنم دے سکیں۔

میرے لڑکپن کے دن تھے اور میں اردو افسانے کی دنیا کو جاننے پہچاننے کی کوشش کر رہا تھا۔ اردو کے کئی افسانہ نگاروں کی تخلیقات پڑھیں۔ ان کے انفرادی رنگ اور انداز تحریر کو پہچانا لیکن دو نام اس طرح ذہن و احساس میں پیوست ہو گئے کہ آج تک کوئی تیسرا نام دھندلا نہ سکا۔ سعادت حسن منٹو اور راجندر سنگھ بیدی۔ کوئی مجھ سے جواز پوچھے کہ ان دو افسانہ نگاروں کو میں اس قدر کیوں مانتا تھا یا مانتا ہوں تو میں کسی نقاد کی طرح کسی اصطلاح یا نپی تلی کسوٹی کی پرکھ کے طور پر تو نہیں سمجھا سکوں گا لیکن اتنا ضرور کہہ سکتا ہوں کہ اردو کے افسانوی ادب میں بیدی اور منٹو کی کہانی کہنے کا ڈھنگ اور شعور شاید ہی کسی اور کو نصیب ہوا ہو۔

جب تک بیدی صاحب سے ملا نہیں تھا تو ان کی تصویریں رسالوں اور جریدوں میں دیکھ کر ان کی شخصیت کے بارے میں طرح طرح کی قیاس آرائیاں کیا کرتا تھا جب بیدی صاحب کو واقعی دیکھا تو ان میں سے بیشتر ریت کی دیوار کی طرح ڈھ گئیں۔

آج سے چودہ برس پہلے، ستمبر کا آغاز بمبئی کے علاقے تارڈیو میں ایک کئی منزلہ عمارت اسی عمارت کے ایک کمرے کے دروازے پر 'داچی فلمس' کا بورڈ، فلمساز اور ہدایت کار رلیکھا نندن کے چھوٹے بھائی یوگ ملہوترا میرے ساتھ تھے۔ یہیں بیدی صاحب ملیں گے

یہ کہتے ہوئے یوگ بلا تکلف کمرے میں گھس گئے۔ اور پھر سر باہر نکال کر کہا، بیدی صاحب بیٹھے ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ اس وقت میں تھوڑا نروس تھا۔ تھوڑا سنبھلتے ہوئے آگے گیا۔ چھوٹا سا کمرہ، ایک میز کے پیچھے وہی سردار صاحب بیٹھے تھے جن کی فوٹو کے نیچے راجندر سنگھ بیدی لکھا رہتا تھا۔ پکا رنگ، رنگی ہوئی کالی ڈاڑھی، گتھی ہوئی پگڑی۔ چشمہ اتارتے ہوئے مسکرائے۔ کہو کیسے آتے؟

مقصد، بیدی صاحب کے ساتھ اردو ادب اور ہندوستانی فلموں کے شیدائیوں کے لیے ایک انٹرویو ریکارڈ کرنا تھا۔ سوال اور جواب، ایک دوسرے کا ہاتھ تھامتے رہے اور گفتگو کی ایسی منزل آئی کہ بیدی صاحب ایک معصوم بچے کی طرح رونے لگے۔ مجھ سے سوال ہو گیا۔ آپ نے اتنی کہانیاں لکھی ہیں، ادبی اور فلمی، آپ کا عورت کا تصور کیا ہے؟ ایسے معصوم سوال پر راجندر سنگھ بیدی جیسی شخصیت پھوٹ پڑے۔ یہ میں تب تک نہ سمجھ سکا جب تک مجھے اپنے سوال کا جواب نہ ملا۔ سنبھلتے ہوئے بیدی صاحب نے کہا۔

"میرا یوں رو دینا، تمہیں بڑا عجیب لگا ہوگا، لیکن تمہارا سوال کم بخت میرے احساس کی تہوں سے کئی رشتے بے نقاب کر گیا۔ اتنے روپ عورت کے دیکھے ہیں کہ کس کے تصور کا ذکر کروں، کہیں ماں، کہیں اس سے بھی بزرگ عورت، کہیں محبوبہ، کہیں بیوی، کہیں ہم سفر، کہیں ایسی دیوی کہ جس کی پرستش ہی ہو سکے کہیں بیٹی، کہیں گڑیا سی۔ یہ سب کئی تصویریں تمہارے سوال کا ایک جواب نہیں کئی جواب ہیں۔ اتنا وقت کہاں سے لاؤ گے کہ میں یادوں اور زندگی کے تجربوں کی تہیں ٹٹولتا جاؤں۔ روتا جاؤں اور تمہیں بتاتا جاؤں۔"

بیدی صاحب کے ساتھ یہ پہلی ملاقات تھی اور ستمبر کے اس بھیگے دن کا پہلا انٹرویو۔ یوں تو اس دن تین انٹرویو اور ریکارڈ کیے۔ زاہرہ، رمیش سہگل اور کے این سنگھ کے ساتھ لیکن بیدی صاحب میرے ذہن میں اور گہرے اتر گئے۔

دوسری ملاقات بیدی صاحب کے ساتھ ہوئی۔ دلی میں براڈ کاسٹنگ ہاؤس کی پہلی منزل۔ گھٹن میں جیسے ٹھنڈی ہوا کا ایک جھونکا "بہت کام کرتے ہیں آپ لوگ" وہی ان کی سیاہ رنگی ڈاڑھی اور مونچھوں کے بیچ میں سے جھانکتی چھیڑتی سی مسکراہٹ بیدی صاحب ان دنوں اپنی فلم دستک کے پریویو کے سلسلے میں دلی آئے تھے۔

مقصد تفریحی ٹیکس سے چھوٹ تھا۔ میری اس سے زیادہ عزت افزائی کیا ہوتی کہ انھوں نے مجھے خود دعوت دی 'تم ضرور آنا' مہادیو روڈ پر فلمس ڈیویژن کا آڈیٹوریم کھچا کھچ بھرا تھا۔ فلم شروع ہوئی مسئلہ وہی مکان کا۔ کہیں کہیں بیدی صاحب نے کیمرے کو ایسے استعمال کیا تھا جیسے کسی نظم کو وجود مل جائے۔ وہ جی اٹھے، دھڑکنے لگے۔ کھڑکی کے شیشے کی پلکیں چومتی ہوئی بارش کی بوندیں، جنھیں لمس پکڑ نہ سکے، لیکن جن کی سیمابی چمک اشارے کرے، باہر بلائے۔

فلم ختم ہوئی۔ دروازے پر بیدی صاحب مبارک باد سمیٹتے ہوئے کھڑے تھے۔ مجھے دیکھا، میرا ہاتھ پکڑ لیا نظروں میں ایسا سوال جیسے شاعر پوچھے میری غزل کیسی تھی؟ اتنا بڑا ادیب، فلم انڈسٹری کا مانا ہو فلم ساز اور ہدایت کار۔ اس سب کے باوجود تخلیق کار ذہن کے اس معصوم جذبے کا اسیر جس میں اپنی تخلیق کے بارے میں رد عمل جاننے کی خواہش تڑپتی رہتی ہے۔ تسکین کے لیے۔ تصدیق کے لیے۔

راجندر سنگھ بیدی سے تیسری ملاقات دستک کا پریمیر دستک کی ہیروئن ریحانہ سلطان ان کے ساتھ تھیں۔ تمہیں لالچ رہتا ہے انٹرویو کرنے کا اس لیے اسے ساتھ لے آیا ہوں۔ تمہارے سب سوالوں کو توڑ تاڑ کے پھینک دے گی۔ فلم میں تو تم نے دیکھا ہی ہے۔

بیدی صاحب کی نوازش سے ریحانہ سلطان اور سنجیو کمار سے ملاقات ہوئی۔ انٹرویو بھی ہو گئے۔ بیدی صاحب بہت خوش تھے۔ ان دنوں ہر کہیں دھاک تھی ان کی۔ دستک ہر حساس ذہن کو چونکا رہی تھی۔ نئے انداز، نئے تیور کی فلموں کی راہ دکھا رہی تھی۔ بیدی صاحب سے ایک بار پھر کہہ بیٹھا، آپ نے خوب فلم بنائی ہے 'دستک'۔

"میں کیا فلم بناتا ہوں۔ میرے بیٹے نریندر کو دیکھو، اتنی سی عمر میں ساری فلم انڈسٹری اس کے پیچھے بھاگ رہی ہے اسے سائن کرنے کے لیے۔" نریندر بیدی کا ذکر کرتے ہوئے راجندر سنگھ بیدی کی آنکھوں میں اس فخر کی پُروقار چمک تھی جو ہر اس باپ کی آنکھوں میں ہوتی ہے جس کے بیٹے نے عظمتیں سر کی ہوں۔

پھر میں چلا گیا کشمیر۔ اپنے نشریاتی سلسلے 'میرا ادبی سفر' کے لیے بیدی صاحب کو سرینگر بلانے کی کئی کوششیں کیں لیکن مقدر میں سرخروئی نہ تھی۔ بیدی صاحب سرینگر نہیں آ سکے۔ ریڈیو

کشمیر سے بیدی صاحب کا تعلق آزادی کے پہلے سال سے تھا۔ ریڈیو کشمیر جموں کے وہ ڈائریکٹر رہ چکے تھے۔ کشمیر آنا چاہتے تھے لیکن کبھی فلمی مصروفیتیں، کہیں لڑکھڑاتی صحت کی مجبوریاں آڑے رہیں۔ اپنے کشمیر کے قیام میں ہی سنا کہ بیدی صاحب پر فالج کا حملہ ہوا ہے دل کو ایک دھکا سا لگا زندگی کی آخری منزلوں میں بیدی صاحب پر کیا گزری ہوگی۔ میں نے دیکھا تو نہیں لیکن اندازہ کرسکتا ہوں — نریندر بیدی کی اچانک اور بے وقت موت نے ان سے زندگی کی رہی سہی دھڑکنیں بھی چھین لی تھیں۔ لازوال افسانوں کو جنم دینے والا تخلیق کار بے زبان ہوگیا تھا۔ سوکھ گیا تھا۔ بس ایک کمزور سا جسم رہ گیا تھا جس میں سانس باقی تھی اور نبض کی دھڑکنیں موت کا راستہ روکنے کی کوشش کررہی تھیں۔ بالآخر موت کا زور چل ہی گیا۔ آج وہ جسم جس کا نام راجندر سنگھ بیدی تھا، نہیں رہا۔ لیکن ان کی کہانیوں کے مجموعے ہاتھ ہمارے قلم ہوئے کوکھ جلی ان کی کہانیاں نورا، لمس، نامراد، ایک عورت، گالی، آگ، جنازہ کہاں ہے۔ میرے سامنے ہیں اور ان کے ایک ایک لفظ سے راجندر سنگھ بیدی مجھ سے مخاطب ہے۔ بیدی صاحب کے دل میں ایک حسرت رہ گئی۔ اپنے ناول 'ایک چادر میلی سی' پر فلم بنانے کی۔ گیتا بالی کو لے کر انھوں نے شروعات تو کی تھی لیکن تھوڑا ہی راستہ طے ہوا تھا کہ گیتا بالی اُٹھ گئیں۔ پھر سنا کہ بیدی صاحب "آنکھیں دیکھی" بنا رہے ہیں۔ خدا جانے وہ فلم مکمل ہوئی بھی یا نہیں۔ فلمی دنیا میں راجندر سنگھ بیدی کا نام زندہ رکھنے کے لیے فلم مرزا غالب اور دستک کافی ہیں۔ جب تک اردو افسانے کی رگوں میں زندہ رہے گی راجندر سنگھ بیدی کا نام زندہ رہے گا۔ لیکن مجھے میرا دوست میرا مہربان، میرا بزرگ اب کہاں ملے گا —

(آکاشوانی لکھنؤ سے نشر)

اسمٰعیل نظر

بند کمرے میں کوئی کل شب کی تنہائی میں تھا
ڈوبتے رہنے کا عالم کتنی گہرائی میں تھا
ہوگئے الفاظ سب ہونٹوں پہ آکر منجمد
اک عجب انداز ان کی طرز گویائی میں تھا
چیخ سناٹوں کی سن کر نیچ تو نکلا تھا مگر
ایک پتھر سا لڑھکتا ذہن کی کھائی میں تھا
کھڑکیاں ویران چھت سونی مکاں کے در کھلے
اور میں بیزار سا خود اپنی انگنائی میں تھا
بستیوں کی ہر گلی میں تھا اندھیروں کا ہجوم
سر پھرا سورج تو شاید کوہ پیمائی میں تھا
وسعت صحرا میں گم تھا جیسے پانی کا وجود
ساعتوں کا ایک سمندر آبلہ پائی میں تھا

(کلکتہ سے)

ناقابل فراموش کردار

رانو

شمس الحق عثمانی

آزاد ہندستان کے افسانوی ادب میں راجندر سنگھ بیدی کے ناولٹ "ایک چادر میلی سی" کو قدر اول کے فن پاروں میں شمار کیا جاتا ہے۔ اس ناولٹ کا مرکزی کردار "رانو" جدید افسانوی ادب کے ان کرداروں میں سے ہے جو اپنے عمل اور جذبہ و فکر کے وسیلے سے ہندوستان کے قدیم فلسفے اور تہذیب کی بعید و قریب معنویت کو روشن کرتے ہیں۔

"رانو" ایک نظر میں تو نہایت عام اور سیدھی سادی ہندوستانی گرہستن لگتی ہے لیکن اس کے ساتھ پیش آنے والے واقعات اور ان کے ردعمل محسوس کراتے ہیں کہ یہ کردار ایک جانب تو پنجاب کے دیہات میں سانس لینے والی وہ گرہستن ہے جو اپنے گھر کی دنیا کو بہر طور آباد و مطمئن رکھنا چاہتی ہے — اور دوسری طرف یہی کردار اس عورت کا استعارہ ہے جو ازلی وابدی ہے اور مٹی کے اس رنگ منچ پر سلسلۂ تخلیق کو جاری رکھے ہوئے ہے۔

"رانو" اس معنی میں کردار نہیں جس کے تحت امراؤ جان ادا دھنیا اور شمن کے نام لیے جاتے ہیں۔ رانو ایک غیر مجرد کردار ہے بیدی نے اس کے ساتھ چنوں، ودیا، پورن دئی اور سلامتی نامی نسوانی کرداروں کو وابستہ کر کے اسے "عورت" کی ازلی وابدی سرشت کے نقش و نگار عطا کیے ہیں۔ مرد کرداروں کے وسیلے سے رانو کی یہ معنویت مزید نمایاں ہوتی ہے کہ وہ اپنے سلسلۂ تخلیق کو بہرحال جاری رکھنا چاہتی ہے — کیونکہ یہی اس کی صنف کا حقیقی جہاد ہے — اور اس جہاد میں کامرانی ذریعہ مرد ہے۔

ناولٹ کے آغاز ہی سے بیدی نے یہ باور کرانے کی کوشش کی ہے کہ عورت، مرد کی جانب اس طرح بڑھتی ہے گویا وہ "سالک" ہے اور مرد اس کا "مقصود" — علاوہ ازیں بیدی نے عورت مرد کو چاند اور سورج کے مماثل بھی قرار دیا ہے اس طرح بھی عورت اپنی تکمیل و تابندگی کے لیے مرد کی طالب ہے۔ لیکن ہر دو مماثلوں کی رو سے عورت کے لیے مرد کا حصول آسان نہیں۔ وہ اس کے حصول کی خاطر متعدد مرحلوں اور آزمائشوں سے دوچار ہوتی ہے مگر اپنی جہد سے دست بردار نہیں ہوتی — اسی طرح رانو بھی مرد کے مکمل حصول کی جدوجہد میں ہے۔

رانو کی شادی کوٹلہ گاؤں کے یکے بان "تلوکا" سے ہوئی ہے۔ وہ اس کے چار بچوں کی ماں بن چکی ہے۔ اس طرح وہ ایک جڑی جمی گرہستن ہے — مگر پھر بھی عورت کی مخصوص جدوجہد سے مبرا نہیں — کیونکہ اس کے چار بچوں کا باپ اور کنبے کا کفیل ہے۔

"تلوکا روز نہیں دوسرے دن ضرور مٹھے
مالٹے کی ایک بوتل... لے آتا تھا۔ رانو
دنیا بھر کے عیبوں کو معاف کرسکتی تھی لیکن
شراب کو نہیں۔ وہ کہتی تھی — شراب ایسی
سوت نہیں دنیا میں۔ مرد چاہے اپنا سب کچھ
کسی دوسری پر لٹا آئے، پھر بھی اس کا
کچھ نہ کچھ تو اپنے لیے بچ ہی رہتا ہے لیکن
شراب — ؟ ماں ری ماں! اس سے تو
اتنی بو آتی ہے کہ انسان منہ بھی قریب نہیں
کرسکتا۔ یوں معلوم ہونے لگتا ہے جیسے اپنا
تو کچھ بھی نہیں رہا۔ سب ہی کچھ لٹ گیا..."

بار بار پیدا ہونے والا یہی احساس زیاں، رانو کو مجبور کرتا ہے کہ وہ اپنے شوہر سے ٹکرا جائے — "اور وہ ایک ضد کے ساتھ اسے اپنا بنانے کی کوشش میں لگ جاتی ہے" رانو اپنی اس جہد میں شوہر کے ہاتھوں مار بھی کھاتی ہے اور ساس

کی زبان کے زہریلے تیر بھی ـــــ لیکن، راہ طلب کی یہ رکاوٹیں ان کے ارادے کو مزید مستحکم ہی بناتی ہیں کیونکہ ـــ "رانو اندر سے بہت پکی تھی،" شوہر کو پورا پورا اپنا بنانے کی ظاہری جدو جہد کے ساتھ ہی رانو وہ طریقے بھی اختیار کرتی ہے جن کا اثر انسان کے اندرون پر ہوتا ہے۔ وہ سائیں بابا سے ٹوٹکا بھی لاتی ہے اور گاؤں کے مندر میں استھاپت دیوی سے، من ہی من پرارتھنا بھی کرتی ہے ــــ لیکن اس سے پہلے کہ رانو کی جدوجہد کامیاب ہو، تلوکا قتل کر دیا جاتا ہے۔

شوہر کی موت اس معنی میں عورت کی جزوی موت ہے کہ وہ اختیار وحصول کی جدوجہد سے محروم اور تخلیقی عمل سے منقطع ہو جاتی ہے۔ رانو بھی ایسی ہی محرومی اور انقطاع سے دوچار ہوئی۔ تلوکا نہیں رہا تو ساس کے زہریلے رویے میں اتنی شدت آگئی کہ وہ رانو کو گھر سے نکل جانے کے لیے بھی کہنے لگی۔ محرومی اور تلخیوں کا یہ عرصہ گزارنے کے دوران رانو سمجھنے لگی کہ

"... جس عورت کا پتی مر جائے اسے اس کے گھر میں رہنے کا کوئی حق نہیں، اس دنیا میں رہنے کا کوئی حق نہیں ـ"

رانو کی یہ سمجھ محسوس کراتی ہے کہ شوہر مرد سے محرومی، عورت کو نہ صرف ایک مخصوص جدوجہد سے منقطع کرتی ہے بلکہ اسے ایک حد تک مجہول بھی بنا دیتی ہے۔

رانو کی یہ کیفیت زیادہ عرصے قائم نہیں رہتی۔ راجندر سنگھ بیدی نے اس موقعے پر رانو کی ایک پڑوسن سہیلی جنوں کو اس طرح روبہ عمل کیا ہے کہ وہ رانو کے مخبوط الحواس کا بدل بن گئی ہے۔ بہ الفاظ دیگر بیدی نے جنو کو رانو ہی کا ایک ایسا جز و قرار دیا ہے جو اسے محرومی کے اندھیروں سے نکالتا ہے۔ جنو ایک صبح رانو کو اپنے گھر لے گئی اور اس سے کہنے لگی:

"... یہ جنداں بندی، یہ ساس تیری تجھے جینے نہ دے گی اس گھر میں بسنے نہ دے گی ـــــ یہاں رہنے کا ایک ہی طریقہ ہے ـــ"

"کیا طریقہ؟" رانو نے جاننے سے پہلے ہی ڈھارس پالتے ہوئے کہا۔

"وہ یہ کہ تو ـــ منگل سے شادی کر لے، چادر ڈال لے اس پہ ـ"

"نہیں" رانو ایک دم کھڑی ہو گی۔ "یہ تو کیا کہہ رہی ہے جنوں؟"

"ٹھیک کہہ رہی ہوں ـــ جب بڑا بھائی پورا ہو جائے تو ...... "

"یہ نہیں ہو سکتا" رانو نے کہا اور اس پہ ایک لرزہ چھانے لگا۔ "منگل ـــ بچہ ہے۔ میں نے اسے بچوں کی طرح پالا ہے ..... عمر میں مجھ سے کچھ نہیں تو دس گیارہ سال چھوٹا ہے ...... نہیں نہیں، میں تو یہ سوچ بھی نہیں سکتی ـــ "

اور رانو بھاگ گئی۔ "

مگر رانو کے انکار سے جنوں نے کوئی اثر نہیں لیا کیونکہ وہ اپنی ایک ہم جنس کی از سر نو بحالی کا پختہ فیصلہ کر چکی ہے۔ اسی لیے اس نے اپنی اور رانو کی ایک ہم جنس پورن دئی سے رابطہ قائم کیا۔ پورن دئی نے جنوں سے اپنے اتفاق کا ثبوت اس طرح فراہم کیا کہ جنوں کی تجویز اپنے شوہر سے بیان کی، جو گاؤں کا سرپنچ ہے۔ سرپنچ نے رانو کے سسر کی برادری سے بات کی اور پنچوں کو ہموار کیا۔ گویا اس طرح جنوں کے جلائے ہوئے چراغ سے دوسرا، تیسرا چراغ جلا اور پھر ان گنت چراغ روشن ہو گئے تاکہ رانو پر محیط انقطاع و محرومی کے اندھیرے دور کر سکیں، اسے ایک عورت کی مخصوص جدوجہد کی تابانی عطا کر سکیں۔

رانو نے جنوں کی تجویز کو بھی رد کیا اور اس کی یہ اہمیت بھی ایک حد تک محسوس کی کہ اس طرح وہ پھر اپنے گھر کی بہو بن جائے گی اور اس کے بچوں کو بھی پہلے جیسا تحفظ حاصل ہو جائے گا اس مرحلے پر رانو ایسی صورت حال سے دوچار ہے جو بہ یک نظر نہایت مجبور کن اور پُر جبر محسوس ہوتی ہے ــــ لیکن رانو اس میں یہ مثبت پہلو دیکھ رہی ہے کہ کم عمر دیور منگل پر چادر ڈال کر وہ اپنی بڑی بیٹی کو اس شادی سے بچا سکتی ہے جو اس کی ساس جنداں ایک ہزار روپے کے عوض طے کرنا چاہتی ہے۔ اس سودے کی خبر پا کر۔

"رانو بیٹری کے منع کرنے پر بھی لپک کر باہر چلی آئی۔ وہ اپنی اوقات، اپنی ہمت، اس گھر میں اپنا درجہ سب کچھ بھول چکی تھی۔ وہ کڑک مرغی کی طرح تھی جو اپنے انڈے، بچوں کو بچانے کے لیے شکرے اور باز پر بھی جھپٹ پڑتی ہے ـــ آج کون آیا تھا یہاں؟ ـــ کس کی ہمت پڑی یہ دہلیز پھاندنے کی؟ میری بیٹی کا سودا کرنے کی؟"

بیٹی کے اس تحفظ میں رانو عورت کے ازلی کردار کا یہ ایک عمل بھی پورا کر رہی ہے کہ ایک عورت، دوسری عورت کے تحفظ کے لیے روبہ عمل آتی ہے؛ جیسے رانو کے لیے جنوں عمل پیرا ہوئی۔

جنوں کی راہ میں تو کوئی رکاوٹ نہیں آئی تھی مگر رانو اپنی بیٹی کو صرف اس صورت میں خاطر خواہ تحفظ فراہم کر سکتی ہے کہ جب اسے اس گھر میں ایک بار پھر وہی اہمیت، ہمت اور درجہ حاصل ہو جائے جو تلوکے کی زندگی میں حاصل تھا۔ بہ الفاظ دیگر رانو جنوں کی تجویز کردہ پُر جبر صورت حال کو قبول کر کے ہی اپنی گزشتہ معنویت بحال کر سکتی ہے اور موجودہ مجہولیت سے نجات پا سکتی ہے۔

رانو یہ کڑوا گھونٹ پی لیتی ہے مگر یہ اس کی باطنی پختگی کا آخری امتحان نہیں بلکہ کچھ مزید آزمائشوں کا آغاز ہے۔ اپنے سے دس گیارہ سال چھوٹے اور اسے "ماں" کہنے والے دیور 'منگل' پر چادر ڈالنے کے بعد، رانو سمجھی کہ اسے اور اس کے بچوں کو تحفظ کا مضبوط شامیانہ حاصل ہو گیا ــــ لیکن کچھ ہی دن گزرے تھے کہ ایک اور آزمائش اس کے سامنے آگئی۔ رانو اور منگل کو سہاگ رات کی کوٹھری تک پہنچانے والی عورتوں کو جب یہ معلوم ہوا کہ ان کی اجتماعی جدوجہد ہنوز کامیاب نہیں ہوئی ہے یعنی رانو اور منگل کے درمیان میاں بیوی کا حقیقی رشتہ قائم نہیں ہوا ہے تو انھوں نے یہ پوچھ پوچھ کر رانو کا ناک میں دم کر دیا کہ "کچھ ہوا؟ ـــ نی کچھ ہوا؟"

"..... رانو جواب میں صرف اتنا کہتی .. تسکنہیں کرتیں میرا گھر بس گیا ہے، روح کپڑا ملنے لگا ہے مجھے؟ ـــ اب مجھے کوئی اس گھر سے نہیں نکالے گا۔ کوئی میری بیٹی کو نہیں بیچے گا۔"

لیکن

"جوں جوں دن بیتنے لگے، گاؤں کی عورتیں رانو کو ڈانٹنے ڈپٹنے لگیں اور وہ سوچنے لگی ـــ شاید یہ ٹھیک کہہ رہی ہوں۔ وہ ڈرنے لگی، اپنے مستقبل سے، اپنے بچوں کے مستقبل سے، کیونکہ بیچ بیچ میں منگل الف ہوا اٹھتا تھا ـــ "ہٹا ڈیہ سب ـــ کیا تماشہ بنا رکھا ہے۔"

رانو کی اس نسائی فہم اور خوف نے ہی اسے وہ راہ دکھائی جو منگل کے بدن تک جاتی ہے۔ اس راہ میں رانو کو جس جبر کا سامنا کرنا پڑا وہ یہ تھا کہ اس نے وہی مٹھا مالٹا اپنے ہاتھوں سے منگل کو پلایا جو اس کے اور تلوکے کے درمیان جھگڑے کا سبب بنتا تھا ـــ اور ویسی ہی مار منگل کے ہاتھوں سے چپ چاپ کھائی جو تلوکے کے زمانے میں پورے محلے کو جمع کرنے کا سبب بنتی تھی۔

ان صعوبتوں کو نہایت خندہ پیشانی سے برداشت کرنے کے صلے میں رانو کو منگل کو حاصل ہوا ـــ اور وہ ایک بار پھر عورت کے اس ازلی منصب پر فائز ہوئی جو اسے ماں بن کر ہی حاصل ہوتا ہے۔

اس طرح رانو اس نسائی جدوجہد اور فہم و فراست کا استعارہ بنتی ہے جو عورت کے وجود میں ازل سے جاری ہے اور ابد تک جاری رہے گی ـــ کہ یہی اس کی ناقابل فراموش معنویت ہے۔

(اردو سروس سے)

واجد سحری

دوست بنے ہیں دشمن کل کے
دھوکا دیں گے روپ بدل کے
سُن کے اگر آپ نہ روٹھیں
شعر سنا دوں تازہ غزل کے
میرا دل سورج تو نہیں ہے
بجھ جائے جو دن بھر جل کے
تم نے بھیگی زُلفیں جھٹکیں
میں یہ سمجھا بادل چھلکے
کتنے روپ ہیں؟ کتنے لہجے؟
پوچھا جو اُن سے چل دیے جل کے
آنسو چمکے جگنو بن کر
نین کٹورے جب بھی چھلکے
رین بسیرا ابھی نہیں اپنا
سپنے دیکھیں تاج محل کے
لُطف و سکوں ہے چھاؤں میں لیکن
دھوپ میں تم دیکھو تو چل کے
پلکوں سے اپنی ہم نے اٹھائے
تم نے جو روندے پھول کنول کے
آج تمہارا چہرہ ہے کیسا
پھول ہوں جیسے باسی کنول کے
یاد میں ان کی حال یہ واجد
بچہ جیسے روئے مچل کے

(اردو المرکز)

اردو ادب اور ھندی فلمیں

ڈاکٹر شوکت علی خاں

فلم اور ادب میں چولی دامن کا رشتہ ہے۔ کسی ملک میں بننے والی فلمیں وہاں کے سماج کی عکاسی کرتی ہیں۔ ہمارے ملک میں بھی فلمیں بنتی ہیں اور فلمی صنعت میں ہمارا ملک ساری دنیا میں سرفہرست ہے۔ ہمارے ملک میں زیادہ تر فلمیں ہندی میں بنائی جاتی ہیں۔ کچھ علاقائی زبانوں میں بھی فلمیں بنائی جاتی ہیں۔ جیسے بنگالی، تامل، ملیالم اور پنجابی زبان میں بنائی جانے والی فلمیں خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔ خالص اردو زبان میں بھی یہاں فلمیں بنائی جاتی ہیں لیکن ان فلموں کی تعداد تقریباً نہیں کے برابر ہوتی ہے جن کے ٹائٹل میں اردو زبان کا اعتراف کیا گیا ہو۔ زیادہ تر فلموں کے سرٹیفکیٹ میں ہندی زبان ہی لکھا ہوا ملتا ہے لیکن اگر غور سے دیکھا جائے تو نوے فیصدی سے بھی زائد ہندی فلموں کی زبان اردو ہوا کرتی ہے۔ چونکہ عام ہندوستانی زبان اردو اور ہندی دونوں میں مشترک ہے۔ اس لیے خالص اردو زبان میں بھی بنائی جانے والی فلموں کو بھی ہندی فلموں کا سرٹیفکیٹ دے دیا جاتا ہے۔ اس طرح ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہندی فلموں اور اردو ادب کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔

ہندوستان میں متکلم فلموں کا آغاز ۱۹۳۱ء میں فلم "عالم آرا" کے ساتھ ہوا تھا۔ اس پہلی بولتی فلم عالم آرا سے لے کر اس وقت دکھائی جا رہی فلموں تک اردو ادب کے مشہور افسانے ہندی فلموں میں ڈھلتے رہے ہیں۔ اگر ان فلموں کے سرٹیفکیٹ پر آپ غور فرمائیں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ یہ سب ہندی فلمیں ہیں لیکن خالص اردو زبان میں لکھے گئے ان فلموں کے مکالمے عوامی مقبولیت کی نئی بلندیاں سر کر رہے ہیں۔ انھیں ہندی فلموں کے سبب عوامی مقبولیت حاصل کر رہے ہیں جن میں اردو کے مکالمے کثرت سے استعمال کیے گئے ہوں۔

اردو ادب نے ہندی فلموں کی جو خدمات انجام دی ہیں اس کو دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ پہلا اردو افسانے اور اردو افسانہ نگاروں کی ہندی فلموں پر پڑی ہوئی گہری چھاپ ہے اور دوسرا اردو شاعروں کا ہندی فلموں کے لیے نغمہ نگاروں کے طور پر گراں قدر خدمات۔ منشی پریم چند کے اردو افسانے رہے ہوں یا کرشن چندر کے شاہکار، ہندی فلمیں انھیں اپنے سانچوں میں ڈھالتی رہی ہیں۔ ہندی فلمیں، سعادت حسن منٹو، راجندر سنگھ بیدی، رامانند ساگر، واجدہ تبسم سے لے کر مظفر علی تک سیکڑوں اردو افسانہ نگاروں کی مرہون منت رہیں گی۔ فلموں کی کامیابی کئی باتوں پر منحصر ہوا کرتی ہے۔ کبھی کسی فلم کی کہانی اس کو کامیاب کرتی ہے تو کسی فلم کے مکالمے اس کو ہٹ فلم ثابت کرنے میں مددگار ثابت ہوتے ہیں۔ کسی فلم کی موسیقی اس کو ابھارنے میں اہم رول ادا کرتی ہے تو کسی فلم کے نغمے اسے لازوال بنا دیتے ہیں۔ اگر گہرائی سے جائزہ لیا جائے تو زیادہ تر کامیاب ہندی فلموں کے پیچھے اردو افسانہ نگاروں، اردو مکالمہ نویسوں یا اردو نغمہ نگاروں کا نمایاں رول خاص طور پر دیکھا جا سکتا ہے۔ کسی بھی فلم میں موسیقی اس کے لیے روح کا درجہ رکھتی ہے۔ اس لیے فلموں کو بنانے میں اس طرف خاص توجہ دی جاتی رہی ہے۔ ہندی فلموں کی موسیقی میں اردو ادب کو اعلیٰ مقام دیا جاتا رہا ہے۔ اردو کی لازوال غزلیں ہندی فلموں کی زینت بنی رہی ہیں۔ "آگ" راجکپور کی اولین فلم تھی۔ یہ فلم ۱۹۴۸ء میں ریلیز ہوئی تھی۔ اس ہندی فلم میں بہزاد لکھنوی نے ایک مایوس عاشق کے جذبات کو بڑی خوبصورتی سے غزل کے پیرائے میں ڈھالا تھا۔ مکیش کی آواز نے اس غزل کو زندہ جاوید کر دیا ؎

زندہ ہوں اس طرح کہ غم زندگی نہیں
جلتا ہوا دیا ہوں مگر روشنی نہیں

راجکپور کی اس کامیاب کوشش کے بعد تقریباً ہر فلم میں اردو غزلوں کو نمایاں مقام دیا جانے لگا۔ بہتیری ہندی فلموں میں اردو غزلوں کو پیش کرنے کا تجربہ دہرایا جاتا رہا۔ اردو کے مشہور ترین شعراء کا کلام ہندی فلموں کی زینت بنتا رہا۔ علامہ اقبال کا "ترچھا چھلکے نہ رکھ دے" جیسا شاہکار رہا ہو یا مرزا غالب کی شہرۂ آفاق غزل، ہندی فلموں کی موسیقی میں ڈھل کر عوامی مقبولیت حاصل کرتے رہے ہیں۔ ہندی فلمی دنیا میں ساحر لدھیانوی، شکیل بدایونی، مجروح سلطان پوری، راجندر کرشن، جاں نثار اختر، کیفی اعظمی اور سردار جعفری وغیرہ مشہور اردو شعرائے کرام اپنے قلم کی جولانیاں بکھیرتے رہے ہیں۔

اگر غالب جیسا مشکل شاعر بھی عوامی سطح پر مقبولیت حاصل کر سکتا ہے تو اس میں بھی ہندی کے فلمی میڈیم کو بہت بڑی اہمیت حاصل ہے۔ کتنے ہی فلم سازوں نے غالب کی غزلوں کو اپنی فلموں میں نمایاں طور پر پیش کیا ہے۔ اس طرح ہم کہہ سکتے ہیں کہ معیاری کلام اور اچھے شاعروں کے لیے بھی فلمی دنیا کی فضا سازگار ثابت ہوتی ہے۔ فلم "لال قلعہ" میں بہادر شاہ ظفر کی غزل کو محمد رفیع کی آواز نے جو حسن دیا وہ آج بھی یاد کیا جاتا ہے۔ راجندر سنگھ بیدی نے "دستک" نام کی ایک فلم بنائی تھی۔ اس فلم نے بھی ہندی کی فلمی دنیا میں اردو ادب کے ایک نئے باب کا اضافہ کیا تھا۔ اس فلم میں مجروح سلطان پوری کی یہ غزل ؎

ہم ہیں متاع کوچہ و بازار کی طرح
اٹھتی ہے ہر نگاہ خریدار کی طرح

بے حد پسند کی گئی تھی۔

ساحر لدھیانوی کی نظمیں درجنوں ہندی فلموں کی روح بن کر ابھرتی رہی ہیں۔ یہ کوچہ یہ نیلام گھر دلکشی کے، جیسے ساحر کے لافانی نغمے لوگوں کی زبان پر ہمیشہ ابھرتے رہیں گے۔ ان اردو نغموں نے ہندی فلموں کو جو دلکشی بخشی ہے اسے کبھی بھی فراموش نہیں کیا جا سکتا۔

ہندی فلمیں اردو ادب کے لیے نئی نئی راہیں کھولتی رہی ہیں۔ آج کل شہریار، حسن کمال، امیر قزلباش وغیرہ ہندی فلموں میں عوامی مقبولیت کا درجہ حاصل کر رہے ہیں۔ مخدوم محی الدین کی غزل ؎

چشم نم مسکراتی رہی رات بھر
آپ کی یاد آتی رہی رات بھر

ہندی فلموں کے ذریعہ لازوال بن چکی ہے۔ کئی دوسری فلموں کی غزلوں نے کامیابی کے لیے ریکارڈ قائم کیے ہیں۔ اس طرح کی تمام فلمیں اردو ادب اور ہندی فلموں کے چولی دامن کے رشتے کو نمایاں کرتی ہیں۔ ایک حالیہ فلم میں سلمیٰ آغا کی گائی ہوئی حسن کمال کی غزلیں لافانی بن چکی ہیں — کیا

دل کے ارماں آنسوؤں میں بہہ گئے
ہم وفا کر کے بھی تنہا رہ گئے

جیسے اردو ادب کے شاہکاروں کو ہندی فلمیں کبھی بھی فراموش کر سکتی ہیں؟ اس طرح ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہندی فلموں نے اردو ادب کی جو خدمت کی ہے وہ ناقابل فراموش ہے۔

(آکاشوانی گورکھپور سے نشر)

شادی بیاہ کے گیت

احمد سلیم

عوامی زندگی میں صرف مادی دنیا کی ہنر مندی کو ہی پیدا کرنے کی صلاحیت نہیں ہوتی، یہ روحانیت کو بھی جنم دیتی ہے۔ اور اس جنس کی گود کبھی خالی نہیں رہتی

عام آدمی ہی دنیا کا پہلا شاعر ہے۔ دنیا کے سارے لمبے اور ان سب سے اونچی چیز — تہذیب کی تاریخ — ان سب کو اسی نے تخلیق کیا ہے۔

اپنی حفاظت کے جذبے سے سرشار ہو کر اپنی زندگی کے ابتدائی دنوں میں خالی ہاتھوں ہی فطرت سے لڑتے ہوئے خوف وہراس اور پُرخوشیوں سے بھر کر اس نے اپنے آس پاس ایمان اور یقین کے اجالوں کا گھیر اڈالا۔ یہی اس کی شاعری تھی اور یہی اس کا ادب۔

فطری قوتوں سے متعلق اس کے سارے تجربے باہر کی مخالف طاقتوں سے لڑ بھڑ کر حاصل ہوئے تھے۔ فطرت پر اپنی پہلی فتح سے جب وہ اوپر اٹھا۔ اسے اپنی قوتوں کا احساس ہوا اور نئی فتحیابی کی اکساہٹ پیدا ہوئی اور اس نے رجزناسے کی تخلیق کی۔

اور اسی عوامی زندگی کے بیچ جب زندگی کی کڑیاں جڑنے لگیں دھرتی پہ ہی ستاروں کا ملن ہونے لگا۔

یا یوں کہہ لیں کہ جب کشتی امید ساحل کے قریب آنے لگی۔ اور اک دھڑکتا دل دھڑکتے دل کے پاس آنے لگا۔ تو ایک اور شاعری وجود میں آئی:

گھوڑا انچا وے میرا لال
سمدھی کے دوارے
کوئی ہاتھوں پہ
مہندی رچاتے

شادی کا مطلب محض ایک لڑکی اور ایک لڑکے کے جسمانی ملاپ کو قانونی اور اخلاقی اعتبار سے جائز قرار دینا نہیں ہے بلکہ اس کے پیچھے دو افراد ان کے خاندانوں اور بعض اوقات دو گاؤں، دو شہروں کا روحانی ملاپ ہوتا ہے۔ اس لیے کسی فرد کی زندگی میں اس کی شادی ایک اہم واقعہ ہے۔ شادی کے بعد وہ ایک نئی طرز کی زندگی میں قدم رکھتا ہے۔ شادی کے ہر پہلو کی عکاسی اس سے متعلق گیت کرتے ہیں۔ شادی کی کوئی رسم ایسی نہیں جس کے بارے میں گیت نہ ہوں۔

ان گیتوں کے آئینے میں ان کے احساسات، ان کی ریت رسموں، ان کے دکھوں اور ان کی مسرتوں کی پرچھائیاں بولتی ہیں۔ ان گیتوں کی زبان سادہ ہے۔ ان میں سچائی، خوبصورتی اور لذت ہے۔ اور یہ وہ گیت ہیں جنھیں دھرتی کے بیٹے شاعر کہلائے بغیر لکھتے رہے ہیں۔ یہ گیت چاہے فنی اور شعری اعتبار سے کیسے بھی ہوں مگر ان کی حیثیت تہذیبی ورثے کی ہے اور یہ اپنے اندر گانے والیوں کے جذبات کا بڑا ہی حسین عکس رکھتے ہیں:

دادا کے انگنے چندن کی گاچھ
او ہی تلے ابا پلنگ بچھائیں
سوئے سکھ نیند جی

لگن دھرائے ابا گھر جو آئیں
آنکھوں میں نیر بھر آئے جی
اٹھیلا روئے بیٹھلا روئے
روئے کنویں پنہاری جی
امرا کی ڈال کوئلیا بولے
دھیا کا جنم بڑا بھاری جی
منڈیر بیٹھا چھوٹا بھیا روئے
اب بہن ہوئیں پرائی جی

دھیا کا جنم بیچ بیچ بڑا بھاری ہے کہ بیٹی جوان ہوئی اور کنبے کے سروں کا بوجھ بنی۔ اور جلد سے جلد اس کے ہاتھ پیلے کرنے کی فکر ہوئی۔ لیکن اس کے گھر سے وداع ہوتے ہوئے ہنستا کھیلتا گھر ماتم کدہ بھی تو بن جائے۔

یوں جب ڈولی نہیں میت اٹھ رہی ہو گھر سے دلہن کے لیے جہاں لوگوں کے دلوں سے نئی زندگی نئے لوگ اور نیا ماحول راس آنے کی دعائیں پھوٹتی ہیں وہیں طرح طرح کے خدشے اور وسوسے بھی سر اٹھانے لگتے ہیں۔

اور خود دلہن جو اپنے آپ کو بابل کے کھونٹے کی گیا سمجھتی رہی۔ اس طرح ایک طرف ہانک دینے پر اپنے جذبات پر قابو نہ رکھ سکی۔

امیر خسرو کے گیت کے یہ بول تھوڑے سے فرق کے ساتھ طرح طرح سے زبان زد ہو گئے ہیں۔ اسی احساس کی غمازی کرتے ہیں۔

کاہے کو بیاہے بدیس مرے
سن بابل مورے
ہم تو بابل تمرے کھونٹے کی گیاں
جت چاہت اُت ہانک دے
سن بابل مورے
بھیا کو دئے محل دو محلا
ہم کو دئے پردیس رے
سن بابل مورے
امواتلے میرا ڈولا جو نکسا
بیرن کھائے پچھاڑ مرے
سن بابل مورے

آپ ایک 'امواتلے' پر ہی نہ جائیں۔ ان گیتوں کا رشتہ تو اپنی دھرتی سے ہی استوار ہے۔

جہاں انار اور چنبیل کا شعری امتزاج بھی ہے اور انار کے سرخ پھولوں سے لدے پیڑ کے نیچے شگون کے خیال سے سہرا، جوڑا، گھوڑا سنوارنے اور چنبیل کی مہکتی چھاؤں میں گھونگھٹ، لڑیاں، صندل اور دلہن سنوارنے کے خیال کی دلکشی اور موزونیت بھی۔

وہ تیرا سہرا سنواروں انار تلے
اس کی لڑیاں سنواروں انار تلے
نوشے دولہے نے ڈیرا کہاں ڈالا رے
وہ تیری دلہن سنواروں چنبیل تلے
اس کا گھونگھٹ سنواروں چنبیل تلے
نوشے دولہے نے ڈیرا کہاں ڈالا رے

بیاہ کے گیتوں کا آغاز اس رات سے ہوتا ہے جب لڑکے اور لڑکی کے جسم پر اُبٹن ملنے کی رسم شروع ہوتی ہے۔ اور جسے مانجھے بٹھانا کہتے ہیں۔ شام ہوتے ہی سب عورتیں اکٹھی ہو کر گاتی ہیں۔ ساتھ دولہے یا دلہن کو اُبٹن ملتی رہتی ہیں کہ بدن صاف ہو کر رنگ نکھر آئے۔ ڈھولک پر تھاپ پڑتی ہے اور بول ابھرتے ہیں:

میا جو اور گیہوں کا ہے اُبٹن
سرسوں کے تیل اور پھولوں کا ہے اُبٹن
آؤ سکھی اپنی لاڈو کو اُبٹن لگائیں
لاڈو میری

میاں تیری ہے جو سہاگن
تجھ کو لگاتی ہے ابٹن
سرسوں کے تیل اور پھولوں کا ابٹن

اس گیت میں ابٹن کی تعریف ہوتی ہے اور اس کے ملنے سے جسم میں جو حسن اور نکھار پیدا ہوتا ہے اس کا بھی ذکر۔

یہ گیت ہر رات پابندی کے ساتھ اس دن تک گائے جاتے ہیں جب لڑکا لڑکی کو بیاہ کر واپس آجاتا ہے یا لڑکی بارات کے ساتھ سسرال رخصت کر دی جاتی ہے۔

لڑکوں اور لڑکیوں کے لیے شادی کے یہ گیت الگ الگ ہیں۔ کہتے ہیں بنگال ہمیشہ سے ہی جادوگرنیوں کا دیش رہا ہے لیکن ستم یہ کہ سانورے، مالن، ساس اور سالیاں ـــ یہاں تو سب کی سب جادو جانتی ہیں۔ حد یہ کہ دلہن بھی جادوگرنی ہے۔ ایسا نہ ہو کہ سب سے چھڑا کر وہ تجھے صرف اپنا بنا لے۔ اس لیے اے میرے لال! جو کام کرنا پڑے۔ دعا پڑھ کے کرنا :

وہ سانورے مت جائیو لا واری ہو جاؤں
سانورے کا مالی بڑا جادوگر ہے
سہرا پڑھ کے تم باندھیو لال واری ہو جاؤں
گھونگھٹ پڑھ کے اٹھائیو لال واری ہو جاؤں
سانورا ابھی نیرا بڑا جادوگر ہے
واری ہو جاؤں
لال واری ہو جاؤں

ایک ماں کے احساسات اپنے بیٹے کی شادی کے متعلق بڑے نازک ہوتے ہیں۔ وہ سوچتی ہے کہ اس کی بہو آئے گی تو اس کے پھولوں کی مہک اس کے بیٹے کو متوالا بنا دے گی۔ سسرال کی دلچسپیاں اور رنگینیاں اس کے دل سے ماں کی یاد کو بھلا دیں گی۔ اس لیے پہلے ہی سے اسے آگاہ کر دیا جائے اس وسوسے سے جو بہنوں کی محبت اور ماں کی ممتا میں بسا ہوا ہے۔

لیکن سچ پوچھیے تو اصل گیت لڑکی والوں کے ہاں گائے جاتے ہیں۔ لڑکے والوں کے ہاں تو دلہن خود ہی ایک گیت بن کر پہنچ جاتی ہے۔

ٹیکے والی موتیوں والی لال بلا دے جی
مہاراج بلا دے جی
اجی میں کیسے آؤں نئے دولہے موری پائل بولے جی
پائل کی جھنکار سن کے ابا جاگیں جی
ابا سکھیا جاگیں جی
اجی میں کیسے آؤں موہن موری پائل باجے جی
موری پائل بولے جی

بیاہ کے ان گیتوں میں محبت بھی ہے سوز و گداز بھی اور طنز و مزاح بھی۔ شہروں کی تیز رفتار زندگی میں گیتوں کے یہ کنول ذرا کم کم ہی کھلے لیکن دیہات کی نرم رو زندگی کے سینے پر اپنے ارمانوں کی طرح یہ ہمیشہ سے ہی مچلتے رہتے ہیں۔ اور فلمی گیتوں کی کرختگی نے ان کی مٹھاس رس اور شوخی کو کچھ اور بھی نمایاں کر دیا ہے۔

(کلکتہ سے نشر)

احمد سلیم ۲۔ گریرسن روڈ، ہاوڑہ

بنگلور سائنس اکیڈمی

محمد خلیل

گزشتہ دنوں بنگلور میں انڈین اکیڈمی آف سائنس کا پچاس سالہ جشن منعقد ہوا تھا۔ یہ اکیڈمی ۱۹۳۴ء میں قائم کی گئی تھی۔ ہندستانی سائنس کی تاریخ میں یہ سال انتہائی اہمیت کا حامل ہے اور یہ تقریب ۵۰ سالہ سائنسی تحقیقی کارہائے نمایاں کا جائزہ لینے کے نقطۂ نظر سے بڑی اہمیت رکھتی ہے۔ اس اکیڈمی کا خاص مقصد تجرباتی اور غیر تجرباتی سائنسی ترقی میں اضافہ کرنا ہے۔ اس اکیڈمی کو قائم کرنے والے نوبل انعام یافتہ ڈاکٹر سر سی وی رمن تھے۔ اس اکیڈمی کا افتتاح میسور ریاست کے سابق دیوان سر مرزا اسمٰعیل نے کیا تھا۔ اس وقت مرزا صاحب نے اپنے افتتاحی خطبے میں کہا تھا کہ یہ اکیڈمی صحیح معنوں میں عمل سائنس کے نقطۂ نظر سے بڑی اہمیت رکھتی ہے۔ اس اکیڈمی سے ملک کا سائنسی حلقہ سائنسی ترقی کے لیے فائدے اٹھا سکے گا۔ شروع میں اکیڈمی کے فیلوز کی تعداد ۶۵ تھی جو اب بڑھ کر ۸۰۵ تک پہنچ گئی ہے۔ اس میں اعزازی اراکین بھی شامل ہیں۔ اکیڈمی کی ایک اہم ذمہ داری یہ ہے کہ اکیڈمی کے سارے فیلوز کی اصل سائنسی تحقیق کو بڑھانے میں مدد دی جائے اور دوسری سائنسی معلومات کو عوام تک پہنچانے کے لیے سیمینار اور اشاعت کا سہارا لیا جائے۔

حقیقت تو یہ ہے کہ سائنس کے مختلف موضوعات کی اشاعت، سائنسی اکیڈمی کے اہم کاموں میں سے ایک ہے۔ سائنسی جریدے کے مضامین کی فہرست ۱۹۷۰ء تک طبعی، اور حیاتیاتی مضامین تک محدود تھی لیکن اب اس سائنسی جریدے میں کیمیائی، ریاضی، ارضی، سیارے سے متعلق، نباتیاتی و حیاتیاتی یعنی پودوں اور جانوروں کی سائنس اور انجینئرنگ و علم فلکیات کے مضامین شامل ہوئے ہیں۔ اس کے علاوہ الیکٹرونکس اور بائیو سائنس کے مضامین بھی اکیڈمی کے سائنسی جریدے میں دیکھے جا سکتے ہیں۔ ۱۹۷۲ء میں سائنس اکیڈمی میں ڈاکٹر سی وی رمن کے انتقال کے بعد ان کی یاد میں "رمن چیئر" عمل میں آئی جس کا مقصد سائنسی اکیڈمی کی سربراہی میں سائنسی تحقیقی مقالے پڑھنے کے لیے لکچر منعقد کرنا تھا جس کے لیے اکیڈمی کو ملکی اور غیر ملکی اہم سائنسی شخصیات کو مقالہ پڑھنے کے لیے مدعو کرنا تھا۔

حالیہ برسوں میں اکیڈمی نے اس بات کی بھی کوشش کی ہے کہ ملک میں ایک ایسا حلقہ قائم کیا جائے جو اعلیٰ قسم کے تحقیقی جریدے شائع کر سکے۔ ہر وہ مقالہ جو سائنسداں کی جانب سے اکیڈمی جریدے میں اشاعت کے لیے موصول ہو، اس کی اشاعت سے قبل اکیڈمی کے کم از کم دو فیلوز اس کا تنقیدی جائزہ لیں۔ اس طرح اس عمل کا مقصد مقالے کے لیے اشاعتی فیصلہ ہی کرنا نہیں ہے بلکہ صحیح معنوں میں مقالے کی تحقیقی گہرائیوں کا بھی اندازہ لگانا ہوگا۔

گولڈن جوبلی کے موقع پر ہی ماحولیاتی سائنس سے متعلق ایک نئے جریدے کی اشاعت شروع کی گئی ہے جو ماحولیاتی نقطۂ نظر سے بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ اسی طرح "جرنل آف جینیٹکس"، جسے کافی عرصہ قبل پروفیسر جے بی ایس ہالڈین جیسی عظیم شخصیت نے شائع کرنے کا منصوبہ تیار کیا تھا، اسے دوبارہ شائع کیا گیا ہے اور اس جریدے کی مجلس ادارہ میں بین الاقوامی سطح کے مدیر شریک ہیں۔ اسی طرح تاخیر سے ایک اور مفید کام شروع کیا گیا ہے جس کا مقصد نوجوان سائنسدانوں کو جن کی سائنسی خدمات معیاری ہوں، انھیں سائنسی اکیڈمی کا رکن بنایا جائے جن کی عمر کم از کم ۳۵ سال ہو۔ اس وقت ایسے سائنسدانوں کی تعداد اکیڈمی میں ۲۷ ہے۔ اس میں شک نہیں کہ اس عمل سے نوجوان سائنسی حلقہ جہاں اکیڈمی کے قریب ہوگا وہاں سائنسی غور و فکر کے نئے رجحانات پیدا ہوں گے۔

منعقدہ گولڈن جوبلی تقریب کی ایک اہم خصوصیات یہ بھی تھی کہ تین روزہ اس تقریب میں شرکت کے لیے عالمی شخصیات موجود تھیں۔ جن میں نوبل انعام یافتہ پروفیسر ایس چندر شیکھر اور پروفیسر رضی الدین صدیقی جو اس اکیڈمی کے بانی رکن ہیں، خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

عالمی سائنسدانوں نے اپنے مقالوں میں اس تقریب کے موقع پر خاص طور پر سائنسی اکیڈمی کی خدمات کو سراہا ہے۔ سائنسدانوں کا خیال ہے کہ دوسری اکیڈمیوں کی طرح یہ اکیڈمی بھی کسی طرح کی سیاست سے دور ہے اور بے شمار انعامات پر بھی یہاں کوئی اختلاف رائے نہیں ہے۔ سائنسی مقالات میں اس بات کی بھی نشاندہی کی گئی ہے کہ ڈاکٹر سی وی رمن نے اپنی زندگی میں سب سے زیادہ اہمیت اس بات کو دی کہ سائنس اکیڈمی سائنسی دریافت میں اضافہ کرتی ہے اور آج بھی اکیڈمی اسی راستے پر گامزن ہے۔ سائنسی اکیڈمی کے کاموں میں ڈاکٹر سی وی رمن نے ایک اہم کام یہ بھی انجام دیا تھا کہ انھوں نے اکیڈمی کے لیے قیمتی سائنسی آلات فراہم کیے جس کی اس وقت فراہمی ملک میں ناممکن تھی جبکہ ان آلات کی فوری ضرورت بھی نہیں لیکن ڈاکٹر رمن سائنسی تحقیق کو اپنی دور رس نگاہوں سے دیکھ رہے تھے اور یہی وجہ ہے کہ آج وہ سائنسی آلات تحقیق و تجربات میں مفید ثابت ہو رہے ہیں۔ اس تقریب میں "انڈین اکیڈمی آف سائنس کی ۵۰ سالہ ترقی" پر ایک رپورٹ بھی شائع کی گئی۔ جس کا بعد میں اجرا کیا گیا۔

یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ ہم اس سائنسی اکیڈمی کی ترقی اور اس کے سائنسی ماحول کو بنانے پر فخر کر سکتے ہیں۔ امید کی جانی چاہیے کہ سائنس میں جو خلاء باقی ہے اس سلسلے میں بھی اکیڈمی ایک خاص رول ادا کرے گی۔ (نیوز سروسز ڈویژن سے)

پرندے

زراعت کے دوست یا دشمن

عزیز انصاری

پرندے ہماری زراعت کے لیے مفید بھی ہیں اور نقصان دہ بھی۔ مفید اس لیے کہ یہ مکھیوں، الیوں اور کیڑے مکوڑوں کا خاتمہ کردیتے ہیں۔ نقصان دہ اس لیے کہ جب یہی پرندے بوئے گئے بیجوں، درختوں اور پودوں کی ہری ہری کونپلوں، سبزیوں اور پھلوں کو کھا کر برباد کرتے ہیں تو پیداوار کافی کم ہوجاتی ہے۔

اس طرح پرندے زراعت کے دوست بھی ہیں اور دشمن بھی۔ اگر ہم انھیں مار کر پوری طرح برباد کردیں گے تو اس وقت کیا کریں گے جب ہمیں اپنی فصلوں، اپنے باغوں اور سبزیوں کی حفاظت کے لیے ان کی ضرورت ہوگی؟ اس لیے ہمیں چاہئے کہ ایسا کوئی راستہ اپنائیں جس سے سانپ بھی مر جائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے۔

جب بیج کھیتوں میں بویا جاتا ہے تبھی سے پرندے اسے کھانا شروع کر دیتے ہیں۔ اسلئے بیج کی بوائی گہری کی جاتی ہے اور بیج کے اوپر مٹی کی تہہ کسی طرح سے پھیلا دی جاتی ہے۔ یہ گہرائی زیادہ بھی نہیں کی جاسکتی ورنہ بیج کا زمین سے اگنا ہی مشکل ہوجائے گا۔ اکثر بیج کھیت میں نہ بوتے ہوئے، نرسری میں تیار کیے ہوئے پودے لگائے جاتے ہیں۔ ان کی حفاظت بھی پرندوں سے کرنا بہت ضروری ہوتا ہے۔ بہت سے مقامات پر ایسے پودوں کو پرندوں سے محفوظ رکھنے کے لیے ان پر ٹین کے ایسے ڈبے رکھ دیے جاتے ہیں جو دونوں طرف سے کھلے ہوئے ہوتے ہیں۔ بالکل اسی طرح جس طرح آج کل ہمارے ملک میں بہت سے صوبوں میں سڑکوں کے کنارے نئے لگائے گئے درختوں کے پودوں کی حفاظت کی جارہی ہے۔

نرسری اور مختلف پھلوں کے چھوٹے پودوں کی حفاظت مچھلی پکڑنے والی جال سے بھی کی جاتی ہے۔ جال کو بلّیوں کا سہارا دے کر پودوں کے اوپر پھیلا دیا جاتا ہے پودوں سے جال کی دوری آدھا میٹر سے لے کر ڈیڑھ میٹر تک رکھی جاتی ہے۔ اس طرح پرندے پودوں تک نہیں پہنچ پاتے اور جال سے ٹکرا کر لوٹ جاتے ہیں۔

اگر پرندوں کو کسی طرح ڈرایا جائے تو وہ پھر کھیت میں آنے کی ہمت نہیں کرتے۔ ہمارے ملک میں عام طور سے یہی طریقہ رائج ہے۔ اس طریقے کو کامیاب بنانے کے لیے ضروری ہے کہ اس کا استعمال شروع سے کیا جائے تاکہ پرندے نئی فصل کے ذائقے سے ہی محروم رہیں۔ اس طریقے کو کارگر بنانے کے لیے دو لکڑیوں کی مدد سے ایک کراس کی شکل کا ڈھانچہ بنا لیا جاتا ہے اور اس پر ایک پرانی قمیض پہنا دی جاتی ہے۔ اوپر کے حصے پر ایک ٹوپی یا پگڑی رکھ دی جاتی ہے جسے بجوکا کہتے ہیں اور اسے کھیت میں گاڑ دیا جاتا ہے۔ دور سے دیکھنے پر ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے کوئی آدمی کھیت میں کھڑا ہو۔ اگر کھیت زیادہ وسیع ہے تو اس طرح کے پتلوں کی تعداد بڑھا دی جاتی ہے۔

پرندوں کو ڈرانے کا ایک اور طریقہ جس کا استعمال ہمارے ملک میں تو نہیں لیکن دیگر ممالک میں ضرور ہوتا ہے۔ کسی بڑے مردہ جانور کو کھیت کے کسی خالی حصے میں رکھ دیا جاتا ہے۔ دعوت اڑانے کے لیے گدھ اور اسی طرح کے دیگر بڑے پرندے جن سے فصلوں کو کوئی خطرہ نہیں ہوتا وہاں آموجود ہوتے ہیں اور چھوٹے پرندے ان بڑے پرندوں سے خوف کھا کر کہیں دور چلے جاتے ہیں۔ اس طرح فصلوں کی حفاظت ہوجاتی ہے۔ کبھی کبھی کسی ایسے پرندے کو بھی مار کر کھیت میں کہیں لٹکا دیا جاتا ہے جس کے خاندان والے فصلوں کو بہت نقصان پہنچاتے ہیں۔

سیریا میں فصلوں کی حفاظت کے لیے کھیت کے چاروں طرف کچھ پتلی لچکدار اور مضبوط بلیاں گاڑ دی جاتی ہیں۔ ان بلیوں کے اوپری سروں کو رسی سے باندھ دیا جاتا ہے۔ رسی کا سلسلہ ایک دوسری بلی سے بھی جڑا رہتا ہے۔ دو بلیوں کے بیچ میں جو رسی کا حصہ ہوتا ہے اس میں ۲۰ سے ۳۰ سینٹی میٹر کی لمبائی کی دو تین رسیاں الگ الگ باندھ دی جاتی ہیں اور ان میں ٹن کے خالی ڈبے لٹکا دیئے جاتے ہیں۔ خالی ڈبوں میں تین سے لے کر پانچ تک گھنٹیاں باندھ دی جاتی ہیں۔ اس طرح پورے کھیت پر رسیوں اور گھنٹیوں کا جال سا بچھ جاتا ہے۔ رسی سے ایک اور رسی مضبوطی سے باندھ دی جاتی ہے جس کا دوسرا سرا کھیت سے دور ایک آدمی لے کر بیٹھ جاتا ہے۔ ضرورت پڑنے پر اس سرے کو کھینچنے سے ایسا شور سا ہوتا ہے کہ پرندے بھاگتے نظر آتے ہیں۔

ہمارے یہاں طرح طرح کی آوازیں زور سے نکال کر گوپھن کے ذریعے پتھر پھینک کر بھی پرندے بھگائے جاتے ہیں لیکن اس میں محنت زیادہ ہوتی ہے اور اثر کم۔ زراعت میں کوئی بھی طریقہ اپناتے ہوئے اس پر ہونے والے خرچ اور اس سے بڑھنے والی آمدنی کا جائزہ ضرور لینا چاہیے۔ جس طریقے میں خرچ کم اور فائدہ زیادہ ہو وہی طریقہ اپنانا چاہئے۔

ان پرندوں سے کوئی الجھن نہیں
دوست ہیں یہ کھیتی کے، یہ دشمن نہیں

کافی عرصے سے قارئین آواز کا مطالبہ تھا کہ آواز میں پابندی سے سائنس پر مضامین شائع کئے جائیں جن کی اردو میں بے حد کمی ہے۔ گوکہ ایسے مضامین آواز میں وقتاً فوقتاً شامل ہوتے رہے ہیں لیکن پابندی سے نہیں۔ اپنے قارئین کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے اس شمارے کے ساتھ ہم ایک نئے کالم کا آغاز کر رہے ہیں لیکن اس میں سائنس کے ساتھ زراعت بھی شامل رہے گا کیونکہ وقت کے ساتھ اب زراعت بھی ایک سائنس بن گئی ہے۔ ہمیں یقین ہے یہ نیا کالم ہمارے قارئین کی معلومات میں اضافے کا سبب ہوگا۔ ہم آپ کی رائے کے منتظر ہیں۔

یہ کالم عزیز انصاری صاحب آواز کے لیے خصوصی طور پر تحریر و ترتیب فرمائیں گے۔



عزیز انصاری گزشتہ دس سال سے بحیثیت فارم ریڈیو آفیسر آکاشوانی سے منسلک ہیں گو کہ پیشے سے ماہر زراعت (ایم ایس سی۔ سوائل سائنس اور پلانٹ کیمسٹری) ہیں لیکن ادب سے بھی انھیں کم دلچسپی نہیں۔ ریڈیو کی باقاعدہ سروس سے پہلے بھی ان کی تخلیقات ڈراما، نظم اور تقریر کی شکل میں نشر ہوتی رہی ہیں۔

مشاعرے اور ادبی رسائل ان کے شعری ذوق کی تسکین کا ذریعہ ہیں۔ پیشے کے سبب دیہاتی زندگی سے ملی قربت نے ان کے ادبی ذوق کو جلا بخشی۔

مجموعۂ کلام "تصویر کا درخت" مدھیہ پردیش اردو اکیڈمی کے مالی تعاون سے شائع ہوچکا ہے۔ کچھ غزلیں ہندی روپ میں بھی سامنے آئی ہیں۔

آپ آج کل آکاشوانی دہلی میں خدمات انجام دے رہے ہیں۔

فاہیان

پروفیسر سید اقبال

کسی عہد کی مستند تاریخ مرتب کرنے کے لیے مورخین کی اپنی تحقیق کے علاوہ بھی بیشتر ایسے ذرائع ہیں جو خاموش زبان سے اپنے عہد کی داستان سناتے ہیں۔ ان میں ماہرین آثار قدیمہ کی محنت بھی داخل ہے اور قدیم زبانوں کے ماہرین کی کوششیں بھی۔ پرانی تہذیبوں کی کھوج میں اتفاقاً کوئی سکہ یا دستاویز مل جائے تو وہ بھی عہد ماضی کا ایک باب وا کرتی ہے۔ کبھی کبھار ایسا بھی ہوا ہے کہ ہزاروں میل دور کسی تہذیب کے سکے، آلات اور سامان دستیاب ہوئے اور ان کی بنیاد پر مورخین نے تجارتی راستوں اور باہم سیاسی تعلقات کا ایک نقشہ مرتب کر لیا۔ یوں نہیں عہد قدیم کے کتنے ہی کھنڈرات ایسے ملے ہیں جن کی مدد سے ایک عہد کی تعمیر ممکن ہو سکی ہے۔

اس ضمن میں غیر ملکی سیاحوں کے سفرنامے بھی آتے ہیں۔ غیر ملکی سیاح جو کبھی ایڈونچر کی غرض سے یا کبھی شاہی فوج کے ساتھ ایک نئے ملک میں وارد ہوئے اور کچھ عرصہ رہ کر جب وطن لوٹنے پر اپنے سفر کی دلچسپ داستان مرتب کی تو یہ حکایات دل نشیں ایک عہد کی تاریخ بن گئی۔ ان سفرناموں میں راستہ کی تکالیف کا ذکر بھی ملے گا اور مہمان نوازیوں کے قصے بھی۔ سماجی رسومات کی تفصیلی روداد بھی اور درباری طمطراق کی کہانیاں بھی۔ بلا شبہ ان سفرناموں میں سیاح کا اپنا مخصوص زاویۂ نگاہ کارفرما ہوتا ہے اور اس کی ذاتی پسند اور ناپسند کے سلسلے میں خالصہ مبالغہ بھی نظر آتا ہے مگر اس کے باوجود مورخین کے لیے یہ ایک عہد کے واقعات و معلومات کا قیمتی خزانہ ہوتا ہے جسے یک قلم مسترد نہیں کیا جا سکتا۔

ہندوستان عہد قدیم کی قوموں کے لیے بڑی کشش رکھتا تھا۔ یہاں کی دولت لوٹنے کی ہوس اور مصالحہ جات کی خوشبو نے ہر عہد میں غیر ملکی فرمانرواؤں کو مسحور کیا۔ جس کے نتیجے میں ہندوستان میں یکے بعد دیگرے مختلف قومیں حملہ آور ہوتی رہیں۔ یونانی، تاتاری اور مغل ہی نہیں، پرتگیزی، ڈچ، فرانسیسی اور انگریز بھی آئے تو حکومت کرنے کے ساتھ ساتھ ان کا دوسرا مقصد لوٹ کھسوٹ مچانا ہی تھا۔ ویسے یہ بھی حقیقت ہے کہ کچھ نیک نفس بادشاہوں نے ہندوستانی تہذیب ہی اپنا لی اور یہیں کے ہو رہے۔ مگر ان غیر ملکی فرمانرواؤں کی مستقل آمد و رفت نے چاروں سمتوں میں ہندوستان کی کہانیاں مشہور کر دیں۔ یہاں تک کہ سکندر اعظم سے قبل کے یونانی مورخین نے انہی مسافروں کی سنی سنائی باتوں پر ہندوستان کے حالات لکھے۔ انہیں میں اسکائی لیکس، ہیکاٹیوس، ہیرو ڈوٹس اور کٹیسیاس آتے ہیں۔

اسکائی لیکس دراصل ایک یونانی قزاق تھا جس نے چھٹی صدی قبل مسیح میں ایرانی فرمانروا دارائس کے حکم سے سندھ تک لوٹ مار مچائی تھی۔ دو صدی بعد ارسطو تک ہندوستان کی کہانیاں اسی کے ذریعے پہنچی تھیں جو لکھتا ہے کہ "ہندوستان میں باشندوں نے اپنے کو عوام سے برتر نسل کا قرار دے رکھا ہے۔" سیاحوں کی ان کہانیوں میں کچھ تو حقیقت ہوتی لیکن اکثر سامعین کی تفریح طبع کی غرض سے اس میں بے بنیاد باتوں کو بھی جوڑ دیا جاتا۔ مثلاً ہندوستانیوں کے پیر اتنے چوڑے ہوتے ہیں کہ وہ اپنے تلوؤں کے سائے میں سورج کی تپش سے محفوظ رہتے ہیں۔ ان میں سے اکثر کی صرف ایک ہی آنکھ ہوتی ہے۔ ان کے کان اتنے لمبے ہوتے ہیں کہ وہ ان کے ذریعے اپنا منہ تک ڈھانپ لیتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ یہ بے پر کی اس قدر وثوق سے کہی گئی ہوگی کہ یونانی مورخین بھی اس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکے۔

ہیرو ڈوٹس کی تاریخ بھی انہی افسانوں سے پر معلوم ہوتی ہے۔ البتہ کچھ بیانات حقائق پر مبنی ہیں۔ وہ لکھتا ہے کہ "جن انسانی آبادیوں کو اب تک ہم جان پائے ہیں ان میں ہندوستان آبادی کے مقابلے میں سب سے بڑا ملک ہے۔ البتہ یہ ملک غیر مہذب اور پسماندہ لوگوں سے آباد ہے۔ قبائلی علاقے کے پشتو افراد بے حد جنگجو اور بہادر واقع ہوئے ہیں۔ یہ لوگ درختوں کی چھال سے بنے ہوئے کپڑے پہنتے ہیں۔ اور ان کی تیروں کے سرے لوہے کے بنائے جاتے ہیں۔ ان کی فوج میں کچھ پیدل چلتے ہیں اور بقیہ فوج رتھ پر سواری کرتی ہے۔" اس نے ہندوستانی کپڑوں اور خصوصاً سرحدی علاقے کے گرم کپڑوں کی بے حد تعریف کی ہے۔

ایک دوسرے یونانی کٹیسیاس نے جو ارٹاکسیز کے دربار میں سرکاری طبیب کی حیثیت سے ۱۷ سال گزارے مگر اس نے اپنی کتاب Indika میں بے تحاشہ غلط بیانی سے کام لیا ہے۔ افسوس ہے کہ ایک عرصہ تک ہندوستانی سماج کے عین وسط میں رہ کر بھی وہ اپنے مشاہدات غیر جانبداری سے قلمبند کرنے میں ناکام رہا۔

اسے بھی مورخین کا تعصب ہی کہنا چاہیے کہ انھوں نے سکندر اعظم کی ہندوستان میں آمد کو صرف جنگی مہم کا نام دے کر محدود کر دیا ہے۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ نہ صرف وہ خود قابل اور ذہین شخص تھا بلکہ اپنے قافلے میں عالی دماغ شخصیتوں کو بھی ساتھ ساتھ لے کر چلتا تھا۔ بعد میں اس کے انہی ہم نشینوں نے اپنے سفرنامے بھی مرتب کیے جو اپنے عمیق مشاہدات کی وجہ سے یونانی عوام میں خاصے مقبول ہوئے۔ ہندوستان کے اس سفر میں اس کے ایک ساتھی نیرکس کی سندھ اور خلیج فارس کے درمیان سفر کی یہ داستان بڑی تفصیلی اور دلچسپ ہے۔ سکندر کے جہازوں کے کپتان اول سیکرٹس نے بھی ہندوستان کے سفر کی ایک طویل داستان لکھی ہے ان کے علاوہ یونان نے یکے بعد دیگرے اپنے تین نامور سفیر ہندوستان کی ریاستوں میں بھیجے جن میں میگھستینز کا نام بے حد مشہور ہے جو چندر گپت موریہ کے زمانے میں ہندوستان آیا تھا۔ ہندوستان سے متعلق میگھستینز کی معلومات ذاتی تجربات پر مبنی ہیں اور یہ تحریریں آج بھی مستند سمجھی جاتی ہیں۔

ہندوستان کی بندرگاہوں اور سمندری راستوں کی تفصیل اور ان راستوں کے ذریعے ہندوستانی تجارت کا حال ایک نامعلوم یونانی کے سفرنامے کی دین ہے۔ قدیم ہندوستان کی تاریخ کے اس گوشے نے مستقبل کے مورخین کو کس قدر اہم مواد فراہم کیا ہے یہ صرف تاریخ کے طالب علم ہی جان سکتے ہیں۔

پٹولیمی نامی ایک دوسرے سیاح نے دوسری صدی عیسوی میں ہندوستان کے جغرافیائی حالات بے حد سائنٹفک انداز میں پیش کیے حالانکہ یہ سفرنامہ غلطیوں سے پاک نہیں کہا جا سکتا پھر بھی اس عہد کی بیش قیمت معلومات کے سبب یہ قابل قدر کارنامہ ہے۔ PLINY کا سفرنامہ بھی کچھ ایسا ہی نادر کہا جا سکتا ہے جہاں اس نے قدیم ہندوستان کے جانوروں، معدنی اشیاء اور پودوں کے متعلق تفصیل سے ذکر کیا ہے۔

وکرمادتیہ کے عہد میں چینی سیاح فاہیان ہندوستان آیا جس نے اپنے مشاہدات کا ایک اہم ترین ریکارڈ تاریخ کے لیے محفوظ کر دیا ہے۔ مستند واقعات کی تفصیلی روداد اس وقت کی سماجی اور مذہبی حالات کی آئینہ دار ہے۔ اس کے دو صدی بعد ایک اور چینی ہیون شانگ ہندوستان آیا جس نے ملک کے تقریباً ہر علاقے کا دورہ کیا اور ہرش وردھن کے عہد کے سارے حالات قلمبند کیے۔ اس کے کچھ سالوں بعد ایک اور چینی سیاح 'آئی سنگ' نے بھی ہندوستان کا سفر کیا اور اپنا سفرنامہ مرتب کیا۔

غیر ملکی سیاحوں کے اس سلسلے میں ایک قابل ذکر شخصیت البیرونی ہیں جو محمود غزنوی کے ساتھ ہندوستان آئے اور یہاں سنسکرت سیکھ کر ہندوستانی رسوم و رواج کا بغور مطالعہ کیا۔ ان کی شہرۂ آفاق کتاب "تحقیق ہند" اسی سفر کی یادگار ہے۔

آئیے۔ غیر ملکی سیاحوں کے اس اجمالی خاکے کے بعد آج کی گفتگو کے مرکزی کردار فاہیان کا ذکر کریں۔ فاہیان کے لفظی معنی

ہیں" مذہبی قوانین کا عالم" پنگ یانگ کے علاقے میں کونگ نامی ایک خاندان میں فاہیان پیدا ہوا۔ اس کے تین بڑے بھائی کم عمری میں ہی انتقال کر گئے تھے۔ شاید اسی وجہ سے فاہیان کو اس کے والد نے بدھ مت کی خانقاہ کے سپرد کر دیا۔ وہ یوں تو مذہبی درسگاہ ہی میں تعلیم پاتا مگر رہائش گھر ہی پر تھی۔ یہ بھی اتفاق تھا کہ وہ اپنے بڑے بھائیوں کی طرح سخت بیمار ہو گیا۔ اس کے والد نے جب یہ حالت دیکھی تو اسے مذہبی درسگاہ میں مستقلاً چھوڑ آئے۔ وہاں پہنچتے ہی فاہیان کی طبیعت سنبھل گئی اور اس نے آبائی مکان میں جانے سے صاف انکار کر دیا۔ دس سال کی عمر میں اس کے والد کا انتقال ہو گیا۔ چچا نے اس کی بیوہ ماں کی تنہائی کے سبب فاہیان کو اس راہبانہ زندگی سے دور کرنے کی بڑی کوششیں کیں مگر اس کا ایک ہی جواب تھا "میں نے اپنے والد کی خواہش پر یہ زندگی اختیار نہیں کی ہے بلکہ میں دنیاوی زندگی کے تصنع اور کرب سے بیزار ہو کر اس طرف آیا ہوں، لہٰذا مجھے دوبارہ اسی دلدل میں گھسیٹنے کی کوشش نہ کریں۔" چند سالوں بعد اس کی ماں کا بھی انتقال ہو گیا۔ اب اس کی زندگی صرف خانقاہ کے لیے وقف تھی۔

مذہبی درسگاہ سے جب وہ فارغ ہو کر نکلا تو اس کی ذہانت اور مذہبی علوم سے اس کی واقفیت کے ہر طرف چرچے تھے۔ وہ نہ صرف ایک محنتی طالب علم تھا بلکہ بدھ مت سے اسے جنون کی حد تک عشق بھی تھا۔ شاید والدین اور اقربا کی محبتوں اور شفقتوں سے محروم رہ کر وہ بدھ مت کی تعلیمات میں گم ہو چکا تھا۔ اسی روحانی لگاؤ کا سبب تھا کہ ہندوستان میں بدھ مت کے متبرک مقامات کی زیارت کرنے کے لیے اس نے اتنے لمبے سفر کا ارادہ کیا۔ ساتھ ہی بدھ مت کی ان نایاب دستاویزات اور مذہبی کتابوں کا براہ راست مطالعہ کرنا بھی اسی سفر کے مقاصد میں شامل تھا۔ اس وقت "ونایک تپاکا" نامی مذہبی کتاب کی ساری جلدیں صرف ہندوستان ہی میں مل سکتی تھیں اس لیے چین میں مطلوبہ کتابوں کی تشنگی اور ضروری معلومات کا فقدان اس سفر کا محرک بنا۔ اس نے اپنے چار دوستوں (ہوئے کنگ، تاؤچنگ، ہوئے انگ، ہوئے وی) کو اس سفر پر آمادہ کیا، تاکہ یہ چاروں مل کر بدھ مت کے اپنے دیس میں فقہی اصولوں کی بنیادی کتابوں کی کھوج کر سکیں۔

چار افراد پر مشتمل یہ قافلہ گوبی ریگستان سے سفر کرتے ہوئے پہاڑوں کو سر کرتے اور راستے کی ساری صعوبتیں برداشت کرتے پشاور سے پنجاب اور وہاں سے جنوب مشرق کے علاقوں متھرا، قنوج، پاٹلی پتر پہنچا۔ ۳۹۹ عیسوی میں فاہیان چین سے چلا تھا اور ۴۱۴ عیسوی میں، پندرہ سال بعد اپنے وطن لوٹا۔ ہندوستان میں اس نے کل سات سال گزارے اور اس کے بعد سیلون اور جاوہ ہوتا ہوا وہ سمندری راستوں سے چین پہنچا۔ انہی سات سالوں میں اس نے سنسکرت بھی سیکھی اور اپنی مطلوبہ کتابوں کی نقلیں بھی تیار کیں۔ لیکن بنیادی طور پر چونکہ اس کا سفر مذہبی نوعیت کا تھا اس لیے سفرنامہ میں جا بجا متبرک مقامات کے احوال بیان کیے گئے ہیں۔ اس سفرنامہ میں گوتم بدھ کے کشکول کا بھی ذکر ہے جو غربا کے پھولوں سے ہر دم بھرا رہتا تھا۔ اور گوتم بدھ کے اس مقدس لباس کا بھی ذکر ہے جسے قحط سالی کے اوقات میں دعاؤں کا وسیلہ بنایا جاتا تھا۔ فاہیان نے دکشنا (دکن) کے مقام پر پہاڑوں کو تراش کر بنائی گئی ایک پانچ منزلہ خانقاہ کا بھی ذکر کیا ہے جس کی ہر منزل پر ۱۰۰ سے پچاس کمروں تک کا انتظام تھا۔ اس عمارت کے بالائی حصہ سے ایک نہر نکالی گئی تھی جو ہر منزل سے گزرتی تھی اور قدرتی روشنی کا عجیب و غریب انتظام تھا کہ ہر کمرہ سورج کی روشنی سے معمور تھا۔

پاٹلی پتر کا ذکر جہاں وہ تین سال رہا تھا بڑے جوش سے کرتا ہے۔ سفرنامے میں علم و ادب کے اس مرکز کی خوبصورت خانقاہوں کا بھی ذکر ہے جہاں بدھ مت کے دونوں فرقے مہایان اور ہنایان کی خانقاہیں ملک کے کونے کونے سے آئے ہوئے ہزاروں طلبا کی روحانی تربیت کرتی ہیں۔

اشوک اعظم کا تعمیر کردہ پرشکوہ محل فاہیان کو متحیر کر دیتا ہے۔ وہ لکھتا ہے "قلب شہر میں تعمیر کردہ محلات آفاقی دیوتاؤں کی کاریگری کا نتیجہ ہیں۔ دوران تعمیر یہ روحیں آ آ کر پتھر جمع کرتی تھیں کیونکہ ایسی بلند و بالا عمارت انسانی ہاتھ کبھی بھی نہیں بنا سکتے۔" ہندوستانیوں سے متعلق وہ لکھتا ہے "یہاں کے لوگوں میں مدد کرنے کا جذبہ اتنا شدید ہے کہ یہاں ہر کوئی بھلائی کرنے کے لیے ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کرتا ہے۔ امرا نے غریبوں کے لیے شفاخانے تعمیر کرائے ہیں جو نہ صرف انھیں مفت طبی امداد پہنچاتے ہیں بلکہ ان کے آرام کا بھی پورا پورا خیال رکھتے ہیں۔ عوام بڑے سکون کی زندگی گزارتے ہیں اور اہنسا کے اصولوں پر کاربند ہیں۔ بازار میں شراب، لہسن، پیاز اور گوشت نہیں بکتا۔ البتہ یہاں کا پسماندہ اور نچلا طبقہ جو چنڈال کہلاتا ہے وہی شکار کرتا ہے اور گوشت کھاتا ہے۔ پورے ملک میں امن و امان کی فضا برقرار ہے اور شاہراہوں پر آرام دہ سرائیں مسافروں کا بڑا خیال رکھتی ہیں۔ یہاں کا موسم بھی معتدل ہے۔" وکرمادتیہ کے زمانے کا ذکر کرتے ہوئے وہ لکھتا ہے کہ اس دور میں عوام کو اپنے گھروں کا اندراج نہیں کرانا پڑتا اور نہ ہی وہ کسی عدالت یا دربار میں جانے کے مجاز ہیں۔ چونکہ سرکاری افسروں کو بھاری تنخواہیں دی جاتی ہیں اس لیے وہ عوام سے روپیہ نہیں بٹورتے۔

سفرنامہ لکھتے وقت فاہیان سے کچھ لغزشیں بھی ہوئی ہیں۔ مثلاً وہ لکھتا ہے کہ پنجاب، بنگال اور متھرا میں بدھ مت بے حد مقبول ہے جبکہ تاریخی شواہد بتلاتے ہیں کہ اس دور میں بدھ مت زوال پذیر تھا۔ شاہی سرپرستی کی عدم موجودگی، خانقاہی نظام کا کرپشن اور برہمنوں کی چالاکیوں کے تحت بدھ کو اوتار بنا لینے کی تدبیر نے بدھ مت کی مقبولیت میں بڑی حد تک کمی کر دی تھی۔ ویسے بھی اس نے کچھ خلاف عقل باتیں لکھ دی ہیں جیسے مثلاً ایک بار وہ مذہبی مقامات دیکھنے اور ان کی زیارت کرنے جاتا ہے تو لکھتا ہے کہ گپت دور میں ہر بادشاہ ایک خود دیوتا تھا جو کہ ... عام تھی اس لیے ممکن ہے کہ مذہبی فرقے امن و آشتی سے رہتے ہوں۔ گپت دور میں پائے گئے بدھ کے مجسموں اور بدھ مت کے فرقوں کو دی گئی گپت راجاؤں کی دستاویزات اس بات کی شاہد ہیں۔ فاہیان سکوں کے ضمن میں صرف کوڑیوں کا ذکر کرتا ہے جبکہ بعد کے مورخین نے اسے غلط بات کہا ہے۔ چھوٹی موٹی خریداری کے لیے کوڑیاں بلاشبہ استعمال کی جاتی تھیں مگر بڑی تر خریداری اور تجارت کے لیے دھاتوں اور سونے کے سکے رائج تھے۔

ان ساری باتوں کے باوجود اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ فاہیان کا ہندوستان میں آنا چونکہ ایک تیرتھ یاترا تھا اس لیے اسی نقطۂ نظر سے اس نے یہاں کے حالات دیکھے۔ کہیں سماجی اور سیاسی حالات کا ذکر آیا بھی تو وہ ضمناً ہی آیا ہے۔ بنیادی طور پر وہ ایک نیک نفس اور مذہبی شخص تھا جسے اپنے مذہب کے بانی کی مقدس سرزمین دیکھنا مقصود تھی۔ وہ یہاں ان مقدس صحیفوں کی تلاش میں آیا تھا جن کی مدد سے تزکیۂ نفس میں اسے مدد ملتی اور جو بعد کی نسلوں کے لیے رہنمائی کا کام دیتے۔

فاہیان نے ۸۸ سال کی عمر میں سین خانقاہ میں وفات پائی۔ آخری عمر میں ہندوستان کے سفر سے متعلق ایک امیر سے بات چیت کے دوران اس نے کہا تھا۔

" جب ماضی کی طرف دیکھتا ہوں تو حیرت ہوتی ہے کہ آخر میں نے یہ سارے مصائب کیسے برداشت کر لیے۔ یہ شاید اس لیے ممکن ہو سکا کہ میرے ذہن میں ایک طے شدہ مقصد تھا اور ان پر خطر لمحات میں میں سادگی اور نیک نیتی سے وہ سب کچھ کر گزرا جو مجھے کرنا چاہیے تھا۔ میرے مشن کے راستے میں موت ہر دم گھات لگائے بیٹھی تھی مگر میری بامقصد زندگی ہر بار اسے جھل دے گئی۔"

شاید اپنی ذات کو کسی عظیم مقصد کی خاطر بھلا دینا اور خلوص و ایمانداری سے سچائی کی راہ پر گامزن رہنا ہی زندگی ہے۔

(بمبئی سے نشر)

عبداللہ کمال

دور بہت ہے گھر میرا — زخمی ہے شہ پر میرا
دکھ سمیٹے ساحل کا میں — خشک سمندر تو میرا
اپنے مقابل خود میں تھا — قتل ہوا اک شہ میرا
لا منظر باہر سے ہیں — ہے موسم اندر میرا
جو ہے پیش منظر سے — گم ہے پس منظر میرا
ڈھونڈ کوئی بستر مجھ سے
سوچ کبھی بستر میرا

(بمبئی سے)

یہ قرض دلانے والے

مجتبیٰ حسین

بزرگوں نے کہا ہے کہ قرض دوستی کی مقراض ہے۔ یعنی قرض ایک ایسی قینچی ہے جو دوستی کے بندھن کو بڑے سلیقہ سے کاٹتی ہے۔ بزرگ چونکہ سچ کہتے ہیں اس لیے نئی نسل ان کی باتوں پر عمل نہیں کرتی۔ ہم تو اپنے حلقہ احباب کو وسیع کرنے کے اس لیے قائل ہیں کہ اس سے قرض مانگنے میں بڑی سہولت رہتی ہے۔ یوں بھی دوست ہوتے ہی اس لیے ہیں کہ مشکل میں کام آسکیں۔ یہ روایت ہے کہ جب سے ہم اس دنیا میں پیدا ہوئے ہیں تب سے مشکلات نے ہمارا ساتھ نہیں چھوڑا۔ یہ تو مشکلات کی وضعداری ہے کہ انھوں نے ہمارا ساتھ نہیں چھوڑا ورنہ اس دوروزہ زندگی کے ۵۴ برسوں میں نہ جانے کتنے ہی دوستوں نے ہمارا ساتھ چھوڑ دیا۔ آدمی جب مشکل میں ہوتا ہے تو اسے قرض کی یاد آتی ہے اور جب قرض کی یاد آتی ہے تو لازماً دوستوں کی یاد بھی آتی ہے۔

سُنا ہے قرض کی کئی قسمیں ہوتی ہیں مگر ہم صرف دو قسم کے قرضوں سے آشنا ہیں۔ ایک قرض وہ ہوتا ہے جو قرض حسنہ کہا جاتا ہے۔ اس قرض کے لغوی معنی کیا ہیں یہ ہم نے آج تک جاننے کی کوشش نہیں کی کیونکہ قرض مانگنے والا ڈکشنری دیکھ کر قرض نہیں مانگتا۔ ہماری شخصی لغت میں قرض حسنہ کے معنی بالکل مختلف ہیں کیونکہ ہم قرض حسنہ اس کو کہتے ہیں جسے آپ صرف دوستی میں حاصل کریں اور جب اس قرض حسنہ کی واپسی کا مطالبہ کرے تو آپ قرض کو واپس کرنے کی بجائے قرض دینے والے پر ہنسنا شروع کر دیں اور اس وقت تک ہنستے رہیں جب تک کہ دوست قرض کی واپسی کا مطالبہ ترک نہ کر دے۔ سچ تو یہ ہے کہ ہم نے اپنی زندگی کے زیادہ تر مسائل کو اسی قرض حسنہ کی معرفت حل کیا۔ یہی وجہ ہے کہ اتنی ساری پریشانیوں کے باوجود ہنسی خوشی زندگی گزارتے ہیں۔ ایسا قرض کون حاصل کرنا نہ چاہے گا لہٰذا ہماری شخصی زندگی میں یہ قرض خاصا مقبول رہا ہے۔ قرض کی ایک دوسری قسم بھی ہوتی ہے جسے سودی قرض کہا جاتا ہے۔ سودی قرض میں دوستی کو دخل نہیں ہوتا۔ آپ قرض دینے والے سے رقم حاصل کرتے ہیں اور ایک میعاد کے بعد ان کا سود ادا کرتے رہتے ہیں۔ بعض لوگ زندگی بھر صرف سود ہی ادا کرتے رہتے ہیں اور اصل رقم قرض دار کو ادا کیے بغیر دنیا سے یوں نہیں جاتے جیسے سکندر گیا تھا کیونکہ سکندر دنیا سے خالی ہاتھ گیا تھا۔ یہ لوگ اصل رقم اپنے ساتھ لے جاتے ہیں۔ یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے۔

جب تک دنیا میں پریشانیاں ہیں تب تک قرض دینے والے اور قرض لینے والے دونوں موجود رہیں گے۔ ان کے علاوہ ایسے درمیانی لوگ بھی ہوں گے جن کا کام قرض دلانا ہوگا۔ آج کے سماج میں درمیانی شخص کی بڑی اہمیت ہوتی ہے۔ درمیانی شخص اپنی کوشش سے دو اشخاص کو قرض کے بندھن میں باندھ دیتا ہے اور دونوں پر اپنا احسان جتاتا ہے۔ درمیانی شخص جب کسی کو قرض دلاتا ہے تو ظاہر ہے کہ یونہی نہیں دلاتا۔ اس کا بھی تو کوئی مفاد ہوتا ہوگا بلکہ سچ پوچھئے تو آج کے دور میں درمیانی آدمی ہی زیادہ نفع میں رہتا ہے۔ ہمیں اس وقت ایک لطیفہ یاد آگیا کہ خلائی تحقیق کے ایک ادارے نے اخبار میں اشتہار شائع کر دیا کہ ہم اپنا خلائی جہاز چاند میں روانہ کر رہے ہیں۔ چونکہ ہمارا پہلا تجربہ ہے اور خطرہ بھی موجود ہے اسی لیے اس جہاز میں جو شخص بھی خلاباز کی حیثیت سے جانا چاہے گا اسے مناسب معاوضہ دیا جائے گا۔ اس کے جواب میں چاند میں جانے کے کئی خواہشمند پیدا ہوگئے۔

زید سے پوچھا گیا تم چاند میں جانے کا کیا معاوضہ لو گے۔

اس نے کہا ایک لاکھ روپیہ لوں گا۔

پوچھا گیا "چاند میں ایک لاکھ روپے لے جا کر کیا کرو گے؟"

زید نے کہا "مجھے تو کچھ نہیں چاہیے۔ آپ یہ ایک لاکھ روپیہ میرے افراد خاندان کو دے دیں۔ میں اوپر چاند میں چلا جاؤں گا۔"

بکر سے پوچھا گیا "تم کیا معاوضہ لوگے"۔ بکر نے کہا "دو لاکھ لوں گا۔"

پوچھا گیا "دو لاکھ روپیہ لے کر کیا کرو گے؟"

بکر نے کہا۔ ایک لاکھ روپیہ تو میں اپنے افراد خاندان کو دے دوں گا اور باقی ایک لاکھ روپیہ اپنے ساتھ لے جاؤں گا تاکہ چاند میں اگر کوئی موزوں کاروبار نظر آئے تو اس میں اس رقم کو مشغول کر دوں گا۔

عمر یہ ساری باتیں غور سے سنتا رہا۔ جب خلائی تحقیق کے ادارے کے صدر نے اس سے پوچھا تم چاند میں جانے کا کیا معاوضہ لوگے۔ تو اس نے کہا۔ میں آپ سے تخلیہ میں بات کرنا چاہتا ہوں۔ جب تخلیہ ہوگیا تو عمر نے کہا۔ حضور! میں چاند میں جانے کا معاوضہ تین لاکھ روپے لوں گا۔ اس میں سے ایک لاکھ روپیہ تو میں آپ کو دے دوں گا۔ ایک لاکھ روپیہ میں خود رکھ لوں گا اور ہم دونوں مل کر زید کو ایک لاکھ روپیہ میں چاند میں روانہ کر دیں گے۔

غور فرمائیے کہ اس لطیفہ میں عمر کی حیثیت صرف درمیانی آدمی کی ہوتی۔ جیسے خود تو کچھ نہیں کرنا ہے مگر پھر بھی کچھ نہ کرنے کا معاوضہ وہ ایک لاکھ روپیہ لینا چاہتا ہے۔ درمیانی آدمی کی خوبی یہی تو ہوتی ہے کہ اس کی سرگرمیوں میں ہینگ لگتی ہے نہ پھٹکری مگر رنگ چوکھا آجاتا ہے۔ درمیانی آدمی کا کام ہی یہ ہوتا ہے کہ وہ زید جیسے معصوم لوگوں کو چاند میں روانہ کرتا رہے۔

قرض دلانے والے بھی یہی کچھ کرتے ہیں۔ اس کا انھیں پتہ چل جاتے کہ کوئی شخص پریشان ہے۔ اور ان دنوں آدمی صرف اسی وقت پریشان ہوتا ہے جب اس کے پاس پیسہ نہیں ہوتا۔ تو قرض دلانے والے اس کے پیچھے پڑ جاتے ہیں اور اس کی مشکلات کو دور کرنے کے لیے قرض دلانے کی نئی نئی تجویزیں پیش کرتے ہیں۔ پھر آدمی کو قرض کے چکر میں کچھ اس طرح پھنساتے ہیں کہ وہ زندگی بھر اس چنگل سے باہر نہیں نکل سکتے۔

کچھ لوگ قرض لینے کے اتنے ماہر ہوتے ہیں کہ انھیں درمیانی شخص کی حاجت نہیں ہوتی۔ وہ اپنے آپ قرض حاصل کرتے ہیں اور الٹا قرض دینے والے کو پریشان کرتے ہیں۔ ہمارے ایک دوست نے قرض لینے میں اتنی مہارت حاصل کر لی تھی کہ بجائے اس کے کہ یہ سودخوروں سے منہ چھپاتے رہیں، سودخور خود ان سے منہ چھپاتے تھے۔ کوئی قرض دار ان سے اپنی رقم واپس مانگنے جاتا تو وہ اسے اپنی چکنی چپڑی باتوں میں لے آتے۔ قرض دار کو رقم واپس کرنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا بلکہ الٹا وہ اس سے نیا قرض حاصل کر لیتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ جب بھی ہمارے دوست سڑک پر نکلتے تو سودخور انھیں دیکھ کر گلیوں میں بھاگ جاتے تھے۔ قرض لینے کے معاملہ میں ایسی مہارت حاصل کرنا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ اس کے لیے آدمی میں زبردست تخلیقی صلاحیت کی ضرورت ہوتی ہے مگر ہر آدمی تو اتنا باصلاحیت نہیں ہوتا۔ لہٰذا اسے ایسے اصحاب کی خدمات سے استفادہ کرنا پڑتا ہے جو اسے قرض دلا سکیں۔

جیسا کہ ہم نے بتایا ہے ہم نے بھی اپنی زندگی کے بیشتر مسائل قرض کی مدد سے ہی حل کیے ہیں۔ یہ اور بات ہے کہ ہم نے کبھی کسی قرض دلانے والے کی خدمات سے استفادہ نہیں کیا، کیونکہ ہماری بات

بدکار ہے ہمارا حلقہ احباب خاصا وسیع ہے اور ہم اسے مزید وسیع کرتے چلے جارہے ہیں۔ مگر ہر آدمی وہ نہیں کرسکتا جو ہم کرتے ہیں تاہم اتنا یاد ہے کہ زندگی میں ایک بار ہم نے بھی قرض دلانے والے کا کردار ادا کیا تھا۔ اور بات ہے کہ اس کے بعد ہمارا سڑکوں پر نکلنا دشوار ہوگیا تھا۔ ہمارے دوست کے ایک ساتھی کو قرض کی ضرورت تھی، ہم سے وہ قرض اس لیے نہیں مانگ سکتے تھے کہ خود انھوں نے ہمیں دوستوں سے قرض مانگتے دیکھا تھا۔ ہم سے صرف اتنی گزارش کی کہ اگر ہم ایک ساہوکار سے سفارش کردیں تو وہ انھیں سود پر قرض دے دیگا۔ جیسا کہ آپ جانتے ہیں ہم ہر لمحہ دوستوں کی مدد کو تیار رہتے ہیں۔ سو ہم سفارش کرنے کے لیے تیار ہوگئے ساہوکار نے ہمیں ضامن بننے کے لیے کہا۔ ہم وہ بھی بن گئے۔ دوستوں کے لیے ہم سب کچھ کرسکتے ہیں۔ یہاں ہماری حیثیت قرض دلانے والے کی بن گئی۔ ہمارے دوست کے مسائل تو حل ہوگئے لیکن یہیں سے ہمارے مسائل پیچیدہ ہوتے چلے گئے۔ ہوا یوں کہ ہماری سفارش سے ہمارے دوست کے مسائل کچھ اتنے زیادہ حل ہوگئے کہ وہ شہر چھوڑ کر کہیں غائب ہوگئے اور ہمیں اپنی یاد دلانے کے لیے ساہوکار کے حوالے کرگئے۔ کئی برس تک ہماری تقدیر اس ساہوکار کے پاس گروی رہی۔ ایک منزل تو وہ بھی آگئی تھی جب ہم اپنا سب کچھ چھوڑ کر شہر سے بھاگ جانے کی سوچ رہے تھے۔ ہم نے کس طرح اس ساہوکار سے نجات حاصل کی اس کی داستان سُن کر آپ کیا کریں گے اور یوں بھی ہم آپ کے کلیجہ کو تکلیف دینا نہیں چاہتے کیونکہ جب بھی ہم اس داستان کو بیان کرنے کی کوشش کرتے ہیں تو ہمارا کلیجہ منہ کو آجاتا ہے۔ آپ کو ہماری طرح کا قرض دلانے والا کوئی اور نہیں ملے گا کیونکہ قرض دلانے والے ہماری طرح سادہ لوح نہیں ہوتے۔ وہ آپ کے مسائل کو حل کرنے کا لالچ دلاکر خود اپنے مسائل کو حل کرتے ہیں۔ لہٰذا قرض دلانے والے جب آپ کے دوست بن جائیں تو ذرا ہوشیار رہیں کیونکہ قرض دلانے والے جس کے دوست بن جاتے ہیں تو زندگی اس کی دشمن بن جاتی ہے۔

(اردو مجلس دلّی سے نشر)

[illegible]

دیکھ کر شہرِ دل کا سونا پن
یاد آیا کسی کا اپنا پن
جب تصور میں پھول کھلنے لگے
اور دلکش لگا اکیلا پن
لغزشوں کی دعائیں دیتا ہے
نرگسی پھول کا نشیلا پن
جھک گئیں ٹہنیاں پھلوں سے جب
مسکرانے لگا کنوارا پن
جب وہ سورج کے شہر میں پہنچی
لٹ گیا چاندنی کا بھولا پن
جب وہ چڑھنے لگا بلندی پر
ساتھ چلنے لگا کمینہ پن
خوشبوئیں، چاندنی، بگولے، ہوا
مجھ سے مانگیں مرا دِوانہ پن

([illegible])

نیچرو تھراپی
قدرت کا بیش بہا عطیہ

ڈی پی کیرے گوڈا

نیچرو تھراپی یا قدرتی طریقہ علاج ایک وسیع اصطلاح ہے۔ یہ اصطلاح فطری قوتوں جسم کے دفاعی نظام کو پیش نظر رکھتے ہوئے مرض کے علاج میں استعمال ہونے والے تمام طریقوں کے لیے استعمال کی جاتی ہے۔ یہ ایک ایسا منفرد نظام علاج ہے جس کی بنیادیں زندگی، صحت اور بیماری کے اپنے فلسفے پر قائم ہیں۔ اس طریقہ علاج کو ان نظریات اور تصورات کا مجموعہ سمجھنا نہایت غیر مناسب ہے جو عام طور پر اس سے منسوب کردیے گئے ہیں۔ نہ ہی یہ ایک ایسا منصوبہ ہے جو آدمی کو ایک بار پھر جنگلاتی زندگی میں واپس لے جانے کے لیے بنایا گیا ہو — اس کی تعریف ایک ایسے آرٹ، سائنس اور فلسفے کے طور پر کی جاسکتی ہے جس میں دماغی، روحانی، کیمیا، طبعیات، حیاتیات کے یقینی اور طے شدہ قوانین کی بنیاد پر صحت اور جسمانی نظام میں پیدا خرابی کو زہریلی دواؤں کی مدد کے بغیر دور کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

نیچرو تھراپی کو انسانی زندگی کی سائنس اور آرٹ میں ایک انقلاب کا نام دیا جاسکتا ہے۔ عام طور پر لوگ اس بات سے واقف ہیں کہ قدرتی علاج کا فلسفہ قدیم ہندوستان میں رائج رہا ہے۔ قدیم ہندوستان کے یوگی، فلسفی، سادھو سنت گھنٹوں طویل مراقبے اور دھیان کے توسط سے اپنے جسم، دماغ اور روح کو آلودگی سے پاک کیا کرتے تھے۔

نیچرو تھراپی کی تاریخ اتنی ہی قدیم ہے جتنا کہ خود انسان کا وجود۔ تمام جاندار جس میں جانور بھی شامل ہیں، فطری طور پر قدرتی طریقہ علاج سے واقف ہیں اور اس پر عمل پیرا کرتے ہیں بیمار کتا فاقے کے ذریعے اپنا علاج کرتا ہے۔ بلی اور اس قبیل کے دوسرے جانور غسل آفتابی کی اہمیت سے بخوبی آگاہ ہیں۔ تہذیب یافتہ انسان کے مقابلے ابتدائی دور کا انسان بیماری کا شکار بہت کم ہوتا تھا کیونکہ قدرت کے زیادہ قریب رہتا تھا۔

سائنس اور طب کی بے پناہ ترقی اور فروغ کے باوجود بیماریاں بڑھتی جارہی ہیں۔ یہ اس بات کا واضح اشارہ ہے کہ خرابی طریقہ علاج اور رہن سہن کے روایتی طریقے میں ہے۔

حادثاتی طور پر آجانے والی چوٹ یا زخم کو چھوڑ کر ہر بیماری کی وجہ قانون قدرت کی خلاف ورزی میں چھپی ہوتی ہے۔ جب کوئی شخص سوچنے، کھانے پینے، سانس لینے، کام کرنے یا آرام کرنے میں حتیٰ کہ اخلاقی، سماجی اور جنسی سطح پر بھی قانون قدرت کے خلاف کوئی کام کرتا ہے تو نتیجہ مختلف اقسام کی ابتدائی یا سنگین بیماری کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے۔ ہر جاندار کے جسم میں معالج طاقتیں موجود ہوتی ہیں۔ جب بیماری پیدا ہوتی ہے تو جسم فوری طور پر دوبارہ صحت مندی کے حصول کے لیے منصوبہ بندی شروع کردیتا ہے۔ جانور فطری طور پر ان طاقتوں کا استعمال کرتے ہیں اور بیمار ہوجانے پر دوبارہ اچھا ہونے کے لیے قدرت سے ہم آہنگی پیدا کرتے ہیں۔

نیچرو تھراپی کا مقصد اچھی صحت اور اچھی ضعیف العمری کے لیے جسمانی اور اخلاقی سطح پر قدرت کے تعمیری اصول سے ہم آہنگ ہوکر جینا ہے۔

اس نظام کے مطابق اگر ان اصولوں کو استعمال کیا جائے تو یہ بے پناہ معالجی قوت رکھتے ہیں اس کے علاوہ ان کی عظمت بیماریوں کو پیدا ہونے سے روکنے میں پوشیدہ ہے۔ نیچرو تھراپی کے بنیادی اصول کے مطابق ضرورت بیماریوں سے لڑنے کی نہیں بلکہ بیماری کی وجہ کو ختم کرنے کی ہے کیونکہ بیماری بذات خود قدرت کی معالجاتی کوشش ہے۔ بیماری ایک جدوجہد ہے جو ہمارے جسم کی طاقتیں دوبارہ صحت حاصل کرنے اور نظام جسمانی کی تطہیر کے واسطے کرتی ہیں۔ اگر ہم خوراک، آرام اور ورزش کے ذرائع استعمال کرکے دوبارہ اندرونی صحت حاصل کرلیں تو جسم خود بخود اچھا ہو

جائے گا۔ کیونکہ بیماری کی شکل میں ہمارا جسم صحت مند ہونے کے لیے غیر ضروری مادوں کو باہر نکالتا ہے۔

مثلاً نزلے کا مقصد جسم میں موجود غیر ضروری گندگی کو ناک کے راستے باہر نکالنا ہے۔ کھانسی کی مدد سے ٹھوس مادوں کو جسم ان جگہوں سے ہٹاتا ہے جہاں پر رہنے کا ان مادوں کو کوئی حق نہیں ہے۔ بخار غیر ضروری طور پر جسم میں موجود سمیاتی مادوں کو تیزی سے جلا ڈالنے کا طریقہ ہے اور دست آنا نقصاندہ عناصر کو جسم سے باہر نکال دینے کی ایک قدرتی کوشش ہے۔

ان باتوں کی تکرار بار بار اس لیے ضروری ہے کہ ذہن میں لوگوں کے دماغ سے وہ وہم اس کے بغیر نہیں دور کیے جا سکتے جو برسوں کی غلط فہمیوں کے سبب جڑ پکڑ گئے ہیں۔ سچائی کو ثابت کرنے کے لیے ایک ہی بات کو بار بار دہرانا میرے خیال میں بُری بات نہیں ہے۔ بیماری کی وجہ سے جیسا کہ مریض سمجھتا ہے۔ جراثیم، بیکٹیریا اور وائرس جیسی جاندار چیزیں نہیں ہیں۔ جراثیم پیدا ہوتے ہیں لیکن یہ اسٹیج بہت بعد میں آتی ہے۔ یہ بات قطعاً درست ہے۔ جراثیم مار کر بیماری دور کرنا بے معنی کوشش ہوگی۔ دواؤں کا مسلسل اور زیادہ استعمال مرض کو سنگین اور دائمی بنا دیتا ہے۔

نیچروتھراپی کی ضرورت پیش آنے پر ایک اچھا معالج نظام جسمانی کو وہ مدد بہم پہنچائے گا جس کی ضرورت جسمانی نظام صحت مندی کے درمیان حائل اڑچن کو ہٹانے کے لیے محسوس کرتے ہیں۔ یہ مدد ہمارے جسمانی نظام کی ان کوششوں کو طاقتور بناتی ہے جو جسم کو دوبارہ صحت مند بنانے کی جدوجہد میں مصروف ہوتی ہیں۔

بیماریوں سے دفاع بالکل ممکن ہے بشرطیکہ انسان قدرت سے ہم آہنگ ہو کر رہے۔ ان حالات کی غیر موجودگی میں جو بیماری کے وجود کے لیے لازمی ہیں کسی آدمی کا بیمار ہونا ممکن نہیں ہے۔ نیچروتھراپی قدرت کی حتمی قوت کا بہترین مظہر ہے۔

اس سچائی سے انکار ممکن نہیں کہ بیماریوں کو روکا جا سکتا ہے کیونکہ بیماری صرف صحت کے قوانین کی خلاف ورزی یا اس سے لاعلمی کے سبب پیدا ہوتی ہے۔ بیماری کے لیے خود بیمار کے سوا کسی کو ذمہ دار نہیں ٹھہرایا جا سکتا۔ اسی کو بنیاد بنا کر نیچروتھراپی کے حامیوں کا کہنا ہے کہ وہ دن ضرور آئے گا جب بیمار ہونا جرم قرار دیا جائے گا کیونکہ اس سے وہ لوگ بھی متاثر ہوتے ہیں جن کا کوئی قصور کوئی ذمہ داری نہیں ہوتی۔ ڈاکٹر پیلے کا کہنا ہے۔ "وہ لوگ جو اپنے جسم کو من چاہے ڈھنگ سے استعمال کرتے ہیں، حفظانِ صحت کے ان اصولوں کو توڑتے ہیں جن پر انھیں پوری طرح عمل کرنا چاہیے، جسمانی گنہگار ہیں۔ ایسے ہی لوگ نہ صرف اپنے ہی حق میں مجرم ہوتے ہیں بلکہ وہ اپنے متعلقین اور آئندہ نسلوں کے بھی مجرم ہوتے ہیں۔"

'پرہیز علاج سے بہتر ہے'۔ ہر آدمی کو اس زریں اصول کو اپنی زندگی کا نصب العین بنا لینا چاہیے۔ ایک خوشگوار صحت مند اور کامیاب زندگی گزارنے کے لیے صحت سے متعلق ضروری نکات سے آگاہی ہر فرد کا بنیادی فرض ہے۔

سید شمیم گوہر

اندر کا حال جو بھی ہو محراب سامنے
تاریکیوں میں غرق وہ مہتاب سامنے

[illegible] چڑھ گیا میں ہی عظیم تھا
کچھ بھی تو ہوتے جرم کے اسباب سامنے

اب کیا ہے میری دھوم ہے لیکن کسے خبر
کس راستے سے آئے ہیں القاب سامنے

پھر آ رہا ہے یاد وہ منظر کہ ایک بار
دشمن کے ساتھ آئے تھے احباب سامنے

ناکامیٔ حیات کا یہ عکس [illegible]
تعبیر ڈھونڈتا ہوں تو ہر خواب سامنے

وہ بھیڑ سے گزر گئے جو ہم سے تھے آشنا
ہم پھنس گئے کہ مل گئے احباب سامنے

(پٹنہ سے)

زندگی میں جتنی قربت ہمارے جسم کو حاصل ہوتی ہے اتنی کسی اور چیز کو نہیں ہوتی۔ لیکن یہ امر تعجب خیز ہے کہ جتنی لاپروائی اور لاتعلقی ہم اپنے جسم سے برتتے ہیں اتنی کسی اور شے سے نہیں کرتے۔

یہ عام خیال ہے کہ اچھی صحت کے دنوں میں ہم اپنے جسم کی پروا نہیں کرتے لیکن کمزوری اور بیماری کی صورت میں جو حفظانِ صحت کے بنیادی اصولوں سے عدم توجہی کے سبب ہوتی ہے ہم بیماری کو ایک پُراسرار چیز سمجھتے ہیں اور جلد از جلد اچھا ہو جانے کے لیے بغیر سوچے سمجھے کہ ان کے کیا نتائج اور بعد میں ہونے والے اثرات کتنے نقصاندہ ہو سکتے ہیں، کوئی بھی قدم اٹھانے اور کسی بھی حد تک جانے کو تیار رہتے ہیں۔

کہا جاتا ہے ڈیلفی کے قدیم مندر میں 'خود کو جانو اور تم اسی سکھی رہو گے' کے الفاظ سنہری حروف میں کندہ تھے۔ واقعی یہ الفاظ صدیوں گزر جانے پر آج بھی اتنی ہی اہمیت رکھتے ہیں۔

علاج کا مطلب محض بیماری اور اس کے اسباب کا خاتمہ ہی نہیں بلکہ ایسی تعلیم دینا بھی ہے کہ انسانی جسم اعلیٰ معیار کی صحت کو برقرار رکھے اور ممکنہ حد تک بیماریوں سے دفاع کر سکے۔ نیچروتھراپی کی سائنس نہ صرف بیماریوں کے علاج اور بچاؤ میں مدد کرتی ہے بلکہ یہ بھی سکھاتی ہے کہ اچھی صحت سے کیسے لطف اندوز ہوا جاتا ہے۔ یہی سبب ہے کہ قدرتی طریقہ علاج کی تحریک کے حامی نہ صرف اچھے معالج بلکہ اچھے معلم بھی رہے ہیں۔

نیچروتھراپی دیگر طبی طریقوں کی مانند ہی عوام کے لیے مفید ثابت ہو رہی ہے۔

لارڈ ڈاسن کا جو برطانیہ کے شاہی خاندان کے معالج بھی رہ چکے ہیں کہنا ہے کہ آج ضرورت اس بات کی ہے کہ مریض کو زندگی گزارنے اور علاج کے طریقوں کی دوبارہ تعلیم دی جائے۔ یہ تعلیم غذا، فزیوتھراپی، آرام یا تحت نگرانی میں رکھنے کی شکل میں بھی ہو سکتی ہے۔ آدمی کو ایسی تعلیم یا علاج میں کئی ہفتے بھی لگ سکتے ہیں۔ آج ہمیں ایسے اداروں کی ضرورت ہے جو سہولیات کے لحاظ سے اسپتال سے مختلف ہوں گے۔

دواؤں سے قطعاً پاک نیچروتھراپی میں علاج کے کئی محاذ ہوں گے جن کا انتخاب اور عمل ہر مریض کی انفرادی کیفیت اور بیماری کو مدنظر رکھ کر کیا جا سکتا ہے۔

غذا

کئی بیماریوں کے علاج میں غذائیں اہم کردار ادا کرتی ہیں۔ کھانے پینے کی کچھ چیزیں علاج میں مدد کرتی ہیں اور کچھ نقصان پہنچاتی ہیں۔ مثلاً خشک میوے اور مٹھاس کھانسی کو آرام پہنچاتے ہیں لیکن ذیابیطس کے مریضوں کے لیے مضر ہیں۔ مناسب غذا کا انتخاب درج ذیل رہنما اصولوں کو نظر میں رکھتے ہوئے کیا جا سکتا ہے۔ اچھی صحت کے لیے مرچ، نمک، تیل، گھی اور اچار چٹنی سے پاک غذا مناسب ہوتی ہے۔ دلیے سے چاول اور ابلی ہوئی سبزیوں کا استعمال غیر ضروری اجزا کو جسم سے باہر نکال پھینکنے میں مددگار ثابت ہوگا۔

فاقہ

کچھ مریضوں کے لیے مکمل یا جزوی فاقہ بہتر علاج ہوتا ہے۔

پانی سے علاج

اس طریقہ علاج میں مختلف انداز میں غسل کیا جاتا ہے۔

قدرتی غسل

بھاپ سے غسل اور پورے جسم یا جسم کے متاثر حصوں پر مٹی کا لیپ۔

مالش

کچھ امراض میں پورے جسم کی مالش یا چٹکے ملنا یا آٹا گوندھنے کے انداز میں جسم کے کچھ حصوں پر مالش کرنا مفید ہوتا ہے۔

اینما

دائمی یا عارضی قبض کے مریضوں کے پیٹ کو صاف کرنا اس مرض میں کچھ خاص ورزشیں بھی معاون ہوتی ہیں۔

کروموتھراپی

اس طریقے میں مریض کو خاص رنگ دکھا کر یا خاص رنگوں کے ماحول میں رکھ کر علاج کیا جاتا ہے۔

آخر میں، میں یہ درخواست کرنا چاہوں گا کہ آپ اپنی غذا اور عام رہن سہن میں قدرتی انداز اپنائیں تاکہ ایسا صحت مند معاشرہ جنم لے سکے جو بیماریوں سے پاک اور دواؤں سے بے نیاز ہو۔ یہی وہ قدرتی نعمت ہے جو نیچروتھراپی ہمارے لیے مہیا کرتا ہے۔

(کوئمبٹور سے نشر)

اخبارات

ان کی صداقت اور ذمہ داری

ایس کے بوس

امریکی مزاح نگار ولروجرز نے کہا تھا "میری معلومات کا خزانہ محض اخباروں سے حاصل اطلاعات تک محدود رہے۔" مزاح نگار ہونے کے باوجود اس کی اس بات کو مزاح نہیں سمجھا جا سکتا۔ بہت سے دوسرے امریکیوں کی طرح وہ بھی اخبارات کا شائق تھا۔ لیکن پھر بھی اس کو اخبار میں مہیا اطلاعات پر انحصار کرنا پڑتا تھا۔ اخبارات کے بارے میں اس کے خیالات مکمل طور پر نہ سہی لیکن بڑی حد تک درست تھے۔ اس حقیقت سے گریز ممکن نہیں کہ جو کچھ ہم جانتے ہیں وہ اخبار کے توسط سے ہی ہوتا ہے جس کو ہم حقائق پر مبنی، مصدقہ اور بامقصد معلومات کا خزانہ سمجھتے ہیں۔ یہ سچائی تیسری دنیا کے ممالک میں زیادہ واضح طور پر نظر آتی ہے جہاں معلومات کے دیگر ذرائع مثلاً ٹی وی ابھی ارتقا کی ان بلندیوں تک نہیں پہنچا جہاں سے اخبار کی اہمیت کم ہوتی جاتی ہے۔

ترقی یافتہ ممالک کے مقابلے ہمارے ملک میں اخبار بینوں کی تعداد بہت زیادہ ہو، ایسا نہیں ہے لیکن پھر بھی اخبارات معلومات کے حصول کا سب سے آسان اور بڑا ذریعہ ہیں۔

اخبار جھوٹ نہیں بولتے۔ وہ جو کچھ کہتے ہیں سچائی اور درست خبر ہوتی ہے۔ اخباروں کے بارے میں یہ تاثر عام طور پر پایا جاتا ہے۔ معمولی واقعات کی سچائی کو جاننے کے لیے بھی لوگ اخبار کا سہارا لیتے ہیں اور سچ پوچھئے تو ایسا ہی ہونا بھی چاہیے۔ اس وقت جبکہ ہندوستانی صحافت اپنے قیام کے دوسو سال پورے کر چکی ہے اس کے لیے یہ خراج عقیدت کا درجہ رکھتا ہے۔

صحافت کے معاملے میں لفظ اعتماد یا CREDIBILITY دراصل اس بھروسے اور یقین کا وسیع مفہوم ہوتا ہے جو اس کے پڑھنے والے اخبار پر رکھتے ہیں۔ اس سے اخبارات کے اوپر ایک بہت بڑی ذمہ داری عاید ہو جاتی ہے۔ اس کا مطلب ہے اخبار میں جو کچھ شائع ہوا ہے وہ حقائق کی چھان بین تصدیق کے بعد ہوا ہے اور صحافی کی بہترین علم و یقین کے مطابق قطعی اور درست ہے۔ یہ صحافی کی بنیادی اور اخلاقی ذمہ داری ہے اگر وہ اس سے انحراف کرتا ہے تو نتیجے میں اخبار اعتبار کھو بیٹھتا ہے۔

ہندوستانی صحافت کو گو کہ بڑی حد تک پڑھنے والوں کا اعتماد حاصل ہے لیکن پھر بھی اس کو خامیوں سے مکمل طور پر پاک نہیں کہا جا سکتا۔ اخباروں پر مختلف طرح کے دباؤ بھی ہوتے ہیں۔ یہ دباؤ محکمہ جاتی، سیاسی یا تجارتی کسی بھی طرح کے ہو سکتے ہیں۔ اخبارات کی حقیقت پسندی اور مقصدیت میں حارج ہوتے ہیں۔ اس کا سیدھا تعلق پریس کی آزادی سے ہے۔ پریس کی آزادی ہر ایک جمہوری معاشرے میں مضبوط ستون کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس نظریے کو مثال کے لیے ایسے ہی سمجھا جا سکتا ہے کہ اگر پریس کو اطلاعات اکٹھا کرنے، اطلاعات کے ذرائع تک پہنچنے اور بغیر کسی دباؤ یا اڑچن کے پڑھنے والوں کے سامنے پیش کرنے کی آزادی حاصل ہے تو پریس کو عوام کا اعتماد یا CREDIBILITY حاصل ہو جاتی ہے۔ لیکن معاملہ اگر اس کے برعکس ہو، یعنی اخبار کو کسی دباؤ یا تناؤ کے ماحول میں کام کرنا پڑے تو یہ اپنے قارئین کے تئیں اپنے فرائض کی انجام دہی سے معذور رہتا ہے اور ان کا اعتماد کھو بیٹھتا ہے۔

ہر تصویر کی طرح پریس کی آزادی کی تصویر کا بھی دوسرا رُخ ہے۔ صحافت کی آزادی کا استعمال کیسے کیا جائے۔ اس آزادی سے اعتماد حاصل بھی کیا جا سکتا ہے اور اسے کھویا بھی جا سکتا ہے۔ یہی وہ مقام ہے جہاں مشکل سامنے آ کھڑی ہوتی ہے۔ پریس کی آزادی کے بے جا استعمال کی مثالیں بھی کم نہیں ہیں۔ مقابلے اور حصول شہرت کے شوق کے اس دور میں کہیں کہیں ایک رجحان بھی نظر آتا ہے۔ سنسنی خیز اور چٹپٹی خبریں، قارئین کی توجہ حاصل کرنے کے لیے جھوٹی اور فرضی خبریں شائع کرنا کچھ اخبار اپنا شعار بنا لیتے ہیں۔ اسٹوری فائل کرنے اور سرخیوں میں جگہ پانے کیلئے کچھ صحافی غیر اہم خبروں کو اصل سے بڑھا چڑھا کر اور مرچ مصالحہ لگا کر پیش کرتے ہیں۔ دوسرے پریس کمیشن نے اپنی رپورٹ میں اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے مثال پیش کی تھی کہ یارک شائر کے ایک جنونی قاتل کے بارے میں ہندوستانی اخبارات نے ضرورت سے زیادہ لکھا۔ کسی جنسی جنونی اور قاتل کے بارے میں یا کینیا کے ایک باشندے کے بارے میں یہ خبر کہ اس کی چالیس بیویاں ہیں پھر بھی وہ مزید شادیوں کا خواہش مند ہے، جیسی خبریں معیاری حیثیت یا مقصدیت نہیں رکھتی ہیں۔

صحافت کی آزادی کا غلط استعمال کیسے کیا جاتا ہے اسکی مثال چند سال قبل سامنے آئی تھی جب راجستھان میں ایک سینما ہال میں عورتوں کی اجتماعی عصمت دری کی ایک رپورٹ شائع ہوئی تھی۔ ضروری تحقیق اور جستجو کے بعد معلوم ہوا کہ یہ محض افواہ تھی۔ شروع میں یہ خبر ایڈیٹر کے نام ایک خط کی صورت میں شائع ہوئی۔ دوسرے اخبار نے اس کو رپورٹ بنا کر چھاپ دیا۔ دوسرے اخبارات نے اسی خبر کو اپنے نمائندوں کی تحقیقی رپورٹ بنا کر پیش کر دیا۔ گہری انکوائری کے بعد انکشاف ہوا کہ ابتدا میں ایڈیٹر کے نام خط لکھنے والے کا وجود بھی فرضی تھا۔ دوسرے اخباروں نے بغیر کسی تصدیق اور جائے واردات کی جگہ گئے بغیر ہی بے بنیاد فرضی کہانی کو ایک حادثے کی صورت میں پیش کر دیا۔ پریس کی آزادی کی بداستعمالی کی یہ بدترین مثال کہی جا سکتی ہے۔

پریس کی آزادی کا اس سے بھی خراب استعمال وہ ہے جب جرم، فرقہ وارانہ فسادات، دنگوں، جھگڑوں اور تشدد کی وارداتوں میں مبالغہ آرائی سے کام لیا جاتا ہے یا پھر چاشنی پیدا کرنے کے لیے مفروضات بھی شامل کر دیے جاتے ہیں۔ صحافت کا پیشہ صحافی پر کچھ حدیں بھی عائد کرتا ہے۔ کسی جھگڑے کی خبر پیش کرتے ہوئے اس کو تنازعات سے بچنا ہوتا ہے کیونکہ خبر کے کچھ پہلو پڑھنے والوں کو غیر مناسب ردعمل کا شکار بنا سکتے ہیں۔ اس کے سبب پریس نہ صرف اعتماد کھوتا ہے بلکہ اس سے معاشرے کو بھی زبردست نقصان پہنچ سکتا ہے۔

یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کیا پریس کسی کے سامنے جوابدہ ہے؟ امریکی نظریے کے مطابق یہ کسی کے سامنے جوابدہ نہیں ہے۔ امریکی نظریے کے مطابق پریس کی آزادی اپنی انتہا آپ ہے۔ سچائی کی تلاش میں اگر پریس کچھ جھوٹ بھی پیش کرتا ہے تو جائز ہے۔ پریس کی آزادی کا بنیادی مقصد سچائی کی تلاش ہے اس کے لیے پریس اپنی آزادی کا بھرپور استعمال کر سکتا ہے۔

لیکن اب یہ نظریہ بدلتا جا رہا ہے۔ ذرائع کے ماہرین کے نظریے کے مطابق پریس اپنے ان پڑھنے والوں کے سامنے جوابدہ ہے جن کے لیے وہ کام کرتا ہے۔ عوام چونکہ اپنی سیاسی معلومات کے لیے اخبارات میں شائع اعداد و شمار پر انحصار کرتے ہیں اس لیے حقائق کو جاننا عوام کا حق ہے۔ ایسی صورت حال میں اپنے پڑھنے والوں کو درست اور صحیح اطلاعات بہم پہنچانا اخبار کا فرض ہو جاتا ہے۔ بصورت دیگر پریس کی آزادی کوئی معنی نہیں رکھتی۔ جیسا کہ میں نے پہلے بھی کہا ہے کہ اخبارات عوام کے سامنے جوابدہ ہیں کا نظریہ اب عام طور پر تسلیم کیا جا رہا

(آگے ص ۲۵ پر)

مصنوعی سیارہ کیسے اڑتا ہے

مرزا عرفان بیگ

بچو! چاند، ستارے انسان کے لیے ہمیشہ سے ہی دلچسپی کا سامان رہے ہیں۔ آج سے کچھ صدیوں پہلے لوگ سوچا کرتے تھے کہ آسمان کے اندھیروں میں نہ جانے دن اتنے سارے ستاروں جیسے چراغ جلا کر جگمگا دیتا ہے۔ صبح ہوتے ہی انھیں بجھا دیتا ہے۔ سچ مچ آسمان کے کروڑوں انھیں ستاروں میں سے ایک ہے ــ ہمارا سورج ــ سورج کے کنارے نو سیارے گردش کرتے رہتے ہیں۔ ان کے علاوہ بہت سے طفیلی سیارے بھی سورج کے اس خاندان میں ہیں۔ ہماری زمین کا اکلوتا سیارہ ہے "چاند" انوکھی ٹھنڈی چاندنی بکھیرنے والا یہ چاند ہمیشہ سے ہی لوگوں کے لیے دلچسپی کا باعث رہا ہے۔ چاند کو چھو لینے کی آرزو میں لوگوں نے طرح طرح کے جتن کیے اور نہ جانے کتنے لوگوں نے اپنی جانیں گنوائیں! بہت سے لوگوں کا خیال تھا کہ اگر وہ پرندوں کی مانند اڑ پاتے تو چاند کو چھو لیتے۔ اسی خیال کو لے کر طرح طرح کی نہ جانے کتنی کہانیاں لکھی گئیں۔ بشپ گاڈون نے اپنی کہانی کے ہیرو کو اڑن کھٹولے میں بٹھا کر چاند پر بھیجا تھا۔ اس اڑن کھٹولے کو چار ہنس اپنے پنکھوں پر اٹھائے ہوئے تھے۔ بیچارے گاڈون کو کیا پتہ تھا کہ اتنے لمبے سفر کے دوران زیادہ تر راستے میں ہوا بالکل نہیں تھی اور ہوا کے بغیر ہنس کیسے اڑ پاتے اور سانس لیے بغیر وہ زندہ ہی کیسے رہتے۔

انیسویں صدی تک لوگوں نے قدرت کے بہت سے راز جان لیے تھے۔ نیوٹن کے کشش کے اصول کی جانکاری ساری دنیا میں پھیل چکی تھی۔ یہ بھی ثابت کیا جا چکا تھا کہ ہوا زمین کی سطح سے کچھ سو کلومیٹر اونچائی تک ہی محدود ہے اس کے آگے خلاء ہی خلاء ہے...... جانکاری بڑھی تو کہانی لکھنے والوں کو چاند تک پہنچنے کی نئی نئی ترکیبیں سوجھنے لگیں۔ فرانس کے عالم جول ورن کو پتہ تھا کہ اگر کسی چیز کو سیدھے اوپر بہت تیز رفتار سے اچھال دیا جائے تو وہ زمین کی کشش سے باہر نکل کر دور خلاء میں چلی جائے گی اور کبھی بھی لوٹ کر زمین پر نہیں آئے گی..... اب کیا تھا...

جول ورن نے اپنی کہانی کے ہیرو کو ایک بڑے سے گولے میں بٹھا کر گولے کو توپ کے منہ میں رکھ دیا۔ توپ کے داغتے ہی ہیرو کا گولا بڑی رفتار سے سیدھا اوپر چلا گیا اور چاند کا ایک چکر لگا کر واپس زمین پر لوٹ آیا...... یہاں ایک بہت خاص بات اس کہانی میں تھی وہ یہ کہ ہیرو کے گولے کو موڑنے کے لیے جول ورن نے اس میں کئی چھوٹے چھوٹے راکٹ فٹ کر دیے تھے۔ انھیں داغ کر راکٹ کی سمت تبدیل کی جا سکتی تھی۔ جول ورن شاید یہ جانتا تھا کہ خلاء میں آگے بڑھنے کے لیے راکٹ سے ہی طاقت مل سکتی تھی۔

راکٹ کی ایجاد بہت پرانی ہے: بجلی کے بلب اور پنکھے سے بھی پرانی۔ دیوالی میں بچے بھی تو راکٹ چھوڑتے ہیں۔ دراصل یہی آتشبازی کے راکٹ آج کے بڑے بڑے راکٹوں کے پرکھے ہیں۔ ان کی ایجاد تیرھویں صدی میں چین کے لوگوں نے کر لی تھی۔ شروع شروع میں یہ آتشبازی کے کھیل تماشوں میں ہی استعمال ہوتے تھے۔ کچھ لوگوں نے دماغ لڑایا کہ کیوں نہ راکٹ کی طاقت سے ہوائی جہاز بنا ڈالیں...... پھر کیا تھا دنیا کے ہر کونے میں اس پر تجربے ہونے لگے۔ مگر انھیں ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا..... چین کے ایک شخص وان ہو نے سترہویں صدی میں دو پتنگ نما ڈھانچوں کو آپس میں جوڑ کر ان کے بیچ میں اپنے بیٹھنے کی جگہ بنائی اور اس میں ۴۷ راکٹ فٹ کر دیے۔ اس کے بعد وہ خود اس میں بیٹھ گیا اور اپنے ساتھیوں سے کہا کہ وہ ایک ساتھ سبھی راکٹوں کو داغ دیں..... راکٹ داغ دیے گئے۔ کچھ دیر بعد دھوئیں کے بادل چھٹے۔ اور آگ کے شعلے کم ہوئے تب نہ تو وہاں وان ہو تھا اور نہ اس کا راکیٹ ــــ سب کچھ جل کر خاک ہو چکا تھا۔

شروع کے ان راکٹوں میں جو ایندھن جلتا تھا وہ ٹھوس ہوتا تھا۔ آتشبازی والے راکیٹ میں بھی تو پاوڈر کی شکل میں ٹھوس ایندھن ہی بھرا ہوتا ہے۔ انھیں ایک بار جلا دینے پر پھر قابو میں نہیں رکھا جا سکتا اور یہ پورا جل کر ہی دم لیتے ہیں۔ ساتھ ہی یہ جگہ بھی بہت گھیرتے ہیں اور ان کا وزن بھی کافی ہوتا ہے۔ ان وجوہات سے یہ لمبے سفر کے لیے مناسب نہیں ہیں۔ ۱۹۰۲ء میں سوویت سائنسداں زیولکوفسکی نے لمبے سفر پر جانے کے لیے ایسے راکٹ بنانے کی تجویز رکھی تھی جن میں رقیق ایندھن کا استعمال ہوگا۔ سوویت سائنسداں زیولکوفسکی کے اس خیال کو لے کر امریکی سائنسداں پروفیسر گوڈارڈ نے ایسا راکٹ بنا ڈالا اس میں رقیق ایندھن استعمال کیا گیا تھا۔ یہ راکٹ ۱۶ مئی ۱۹۲۶ء کو کامیابی سے چھوڑا گیا۔ اس میں آکسیجن اور پٹرول کا استعمال کیا گیا تھا۔ اس کی رفتار ۸ سو کلومیٹر فی گھنٹہ تھی۔ اس کے بعد جرمنی نے 2-V راکٹ بنائے جس کی رفتار پانچ ہزار کلومیٹر فی گھنٹہ تھی۔ اور یہ راکٹ ایک سو کلومیٹر کی اونچائی تک پہنچ سکتے تھے۔ دوسری عالمی جنگ میں جرمنی نے ان 2-V راکٹوں کا استعمال کیا تھا۔ اور اس کے بعد سوویت روس اور امریکہ نے ان میں سدھار کر کے خلاء میں جانے والے راکٹ بنا لیے۔

راکٹ کس طرح آگے بڑھتے ہیں۔ آئیے اسے سمجھیں!

مان لیجئے ایک ٹرالی پر کئی بچے کھڑے ہیں۔ ان میں سے ایک بچہ پیچھے کی طرف کود گیا۔ اس کے کودتے ہی ٹرالی دوسری طرف چل پڑی یہی عمل ــ ردعمل کا اصول ہے۔ ٹرالی چل ہی رہی تھی کہ ایک اور بچہ ٹرالی سے پیچھے کی طرف کود گیا۔ اس کے کودتے ہی ٹرالی کی رفتار پہلے سے تیز ہو گئی اور جیسے جیسے بچے کودتے گئے ٹرالی کی رفتار لگاتار بڑھتی ہی چلی گئی۔ کودنے والے پر کیا بیتی ــ اس سے ٹرالی کا کیا واسطہ؟... راکٹ کے آگے بڑھنے کا اصول بھی یہی ہے ــــ جلتی ہوئی گیس پیچھے نکلتی ہیں اور راکٹ آگے بڑھتا ہے.... لیکن! زمین کی کشش سے جان چھڑانا اتنا آسان نہیں ہے زمین تو سیکڑوں کلومیٹر اونچی چیزوں کو بھی اپنی طرف کھینچتی رہتی ہے اتنی اونچائی تک پہنچنے کے لیے راکیٹ کو اتنا زیادہ ایندھن اپنے ساتھ لے جانا پڑے گا کہ اس کے وزن کی وجہ سے یہ اڑ بھی نہیں سکے گا.... اس مشکل کو آسان کرنے کے لیے کثیر منزلہ راکٹ بنائے جانے لگے۔ یہ کئی منزلہ راکٹ کس طرح اوپر چلے جاتے ہیں آیئے اسے سمجھیں!.... مان لیجئے آپ زمین پر کھڑے ہو کر کوئی پتھر ۵۰ کلومیٹر فی گھنٹہ کی رفتار سے پھینک سکتے ہیں۔ اب اگر آپ کسی ٹرین میں سفر کر رہے ہیں جس کی رفتار ۷۰ کلومیٹر فی گھنٹہ ہے اور ٹرین کی سمت میں یعنی انجن کی طرف اس پتھر کو اس رفتار سے پھینک دیں تو جانتے ہیں اس کی رفتار کیا ہوگی؟ ۵۰ جمع ۷۰ یعنی ۱۲۰ کلومیٹر فی گھنٹہ..... کئی منزلہ راکٹوں کا یہی اصول ہوتا ہے سب سے پہلے سب سے نچلا یعنی پہلا حصہ داغا جاتا ہے اور پورا بھاری بھرکم راکیٹ اوپر اٹھنے لگتا ہے۔ جب اس کی رفتار بڑھ جاتی ہے دوسرا حصہ داغ دیا جاتا ہے..... اسی طرح جب دوسرے حصہ کی رفتار سب سے زیادہ ہو جاتی ہے تیسرا حصہ داغ دیا جاتا ہے اور دوسرا حصہ الگ کر دیا جاتا ہے۔ چند سیکنڈوں میں ہی اس کی رفتار ۷-۸ کلومیٹر فی سکنڈ تک پہنچ جاتی ہے۔ آجکل چار منزلہ راکٹوں کا استعمال ہوتا ہے۔

مگر یہ راکٹ سیدھے اوپر جا کر دوبارہ زمین پر ہی گر جاتے تھے کہیں ٹک تو پاتے نہیں تھے۔ اب ضرورت تھی ایسی کسی چیز کی جو کافی اونچائی پر پہنچ کر کافی عرصہ تک چاند کی طرح زمین کے گرد چکر لگاتی

رہے۔ . . . ایسا پہلا نقلی چاند یعنی مصنوعی سیارہ سب سے پہلے ۴ راکتوبر ۱۹۵۷ء کو سوویت روس نے چھوڑا تھا۔ اس کا نام تھا۔ اسپوتنک ۔ ۱۔ یہ ۵۸ سینٹی میٹر گھیرے والا ایلومینیم کا گولا تھا۔ اس کا وزن تقریباً ۸۴ کلوگرام تھا۔ زمین کے گرد چودہ سو چکر لگا کر اسپوتنک ۱ ضائع ہو گیا۔

۱۹۵۷ء سے اب تک ہزاروں کی تعداد میں مصنوعی سیارے زمین کا چکر لگا چکے ہیں۔ ۱۹۷۵ء میں ہندوستان نے اپنا پہلا مصنوعی سیارہ "آریہ بھٹ" خلا میں بھیجا تھا۔ اس کے بعد بھاسکر اور ایپل ۔ ۱۔ بی چھوڑے گئے

آپ شاید یہ بھی جاننا چاہیں گے کہ یہ مصنوعی سیارے زمین پر گر کیوں نہیں پڑتے۔

اس کے لیے آپ ایک تجربہ کیجئے۔ ایک دھاگے میں پتھر کا ٹکڑا باندھ کر گھمائیے۔ آپ کو لگے گا کہ آپ کے ہاتھ پر باہر کی طرف کھنچاؤ کی طاقت لگ رہی ہے۔ زیادہ تیز گھمانے پر یہ کھنچاؤ اور بڑھ جائے گا اور اگر کہیں جوش میں آکر آپ نے بہت تیز گھما دیا تو دھاگہ ٹوٹ جائے گا اور پتھر دور جا گرے گا۔ . . .

دراصل جب کبھی کوئی چیز دائرہ نما راستہ پر گھومتی ہے تو اس پر باہر کی طرف ایک طاقت لگتی ہے جسے CENTRIFUGAL FORCE کہتے ہیں۔ زمین کے گرد چکر لگانے والے مصنوعی سیارے پر بھی یہ طاقت لگتی ہے ساتھ ہی سیارے کا وزن زمین کی طرف لگتا ہے۔ اس طرح مصنوعی سیارے پر دو طاقتیں ایک ساتھ ایک دوسرے کی مخالف سمت میں لگتی ہیں۔ جب یہ دونوں طاقتیں برابر ہو جاتی ہیں تو مصنوعی سیارہ زمین پر گرتا نہیں بلکہ اس کے گرد چکر لگاتا رہتا ہے۔ سیارے کو اس حالت میں لانے کیلئے اسے راکٹ کی مدد سے ۳۰۰ کلومیٹر کی اونچائی پر لے جا کر ۸ کلومیٹر فی سیکنڈ کی رفتار سے چھوڑ دیا جاتا ہے۔ عام طور سے یہ مصنوعی سیارے ۳۰۰ کلومیٹر سے زیادہ اونچائی پر زمین کا چکر لگاتے ہیں۔

ایک بات اور بھی ہے۔ ہوائی جہاز یا راکیٹ کی طرح مصنوعی سیاروں کو چلتے رہنے کے لیے لگاتار ایندھن کی ضرورت نہیں پڑتی ایک بار حرکت میں آنے کے بعد خلا میں ایسی کوئی چیز نہیں ہے جو ان کی رفتار کو کم کر سکے۔ اس لیے یہ سیارے اپنے آپ ہی ایک سی رفتار سے اڑتے ہی رہتے ہیں۔ ان میں لگے سائنسی آلات کو طاقت کی ضرورت پڑتی ہے جو انہیں مصنوعی سیارے میں لگے خاص سیلوں سے ملتی رہتی ہے۔ یہ سیل سورج کی روشنی سے اپنے آپ چارج ہوتے رہتے ہیں۔

(اردو سروس سے)

ریڈیو ناٹک

آکاشوانی رامپور کی جانب سے منعقد مقابلے میں اوّل انعام یافتہ

کرفیو ـ سخت کرفیو

بلبیر پاٹھک

(سناٹے کا احساس، بیچ بیچ میں کتے کے بھونکنے اور بھاری بوٹوں کی پاس آتی اور دور جاتی آواز کے بیچ عورت کی آواز ابھرتی ہے)

انوری: سو گئی ـ روٹی کی رٹ لگاتے لگاتے بیچاری کو نیند آ ہی گئی، مگر کب تک؟ جاگے گی تو بھوک اسے ستانے لگے گی اور تب دیکھوں شاید پیپے کے کسی کونے میں دال یا چاول کے کچھ دانے پڑے مل جائیں تو کم از کم آج کا دن تو نکل ہی جائے گا۔ (خالی پیپوں اور ڈبوں کو کھولنے کی آواز) ـ سب خالی۔ یا پروردگار مدد کر۔ میری بچی کو اس مصیبت سے نجات دلا۔

سلمہ: روٹی . . . . امی جان . . . . بھوک لگی ہے۔

انوری: تھوڑا اور صبر کر بیٹی۔ تیرے ابا روٹی کا انتظام کرنے ہی گئے ہیں۔

سلمہ: روٹی تو آپ پکاتی ہو امی۔

انوری: روٹی تو گھر میں کئی دنوں سے نہیں پک رہی سلمہ۔ آٹا دال ہی نہیں رہا اور ادھر بازار بھی بند پڑا ہے۔

سلمہ: بازار تو ہفتے میں ایک ہی دن بند ہوتا ہے منگل کو نہ امی جان۔

انوری: اب تو ہر روز منگل ہو گیا ہے بیٹی۔ پر تو نہ گھبرا تیرے ابا اب آتے ہی ہوں گے۔

سلمہ: سمن کو بلا دو امی جان میں اسی کے ساتھ کھیلوں گی۔

انوری: نہیں سلمہ۔ تیرے ابا ناراض ہوں گے۔ وقت نے کچھ ایسا پلٹا کھایا ہے کہ اب تو سمن سے نہیں مل سکے گی بیٹی (قدموں کی آواز) لے تیرے ابا آ گئے میں روٹی لے کر ابھی آئی۔

(پاس آتی قدموں کی آواز)

انوری: شش . . . . دھیرے بولئے گا، سلمہ جاگ رہی ہے۔ کچھ ملا؟

احمد: نہیں بیگم . . . . . . باہر تو جھانک ہی نہیں سکتا چھت پر چڑھتا تو گولی مار دیتے پولیس والے۔ کیا کروں، کہاں جاؤں کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ اُف! اتنا سخت کرفیو تو میں نے کبھی نہیں دیکھا۔

انوری: ایسے دنگے بھی تو کبھی نہیں ہوتے۔ ادھر ہوئے ادھر دب گئے لیکن اس بار تو آگ ایسی بھڑکی ہے کہ ٹھنڈی ہونے میں ہی نہیں آتی۔ ایک مہینہ ہونے جا رہا ہے ادھر کچھ شانتی ہوتی ہے تو ادھر خون خرابہ ہو جاتا ہے۔ کیا ہو گیا ہے لوگوں کو؟

سلمہ: امی جان . . . . بھوک لگ رہی ہے۔

انوری: ابھی آئی بیٹی ـ سنو جی، مجھ سے نہیں دیکھی جاتی سلمہ کی حالت۔ کب تک جھوٹی تسلیاں دے کر بہلاؤں۔ کچھ تو کرو۔ پڑوس سے تھوڑا اور مانگ لو۔

احمد: رحمان صاحب سے کہا تھا کہاں تک دے بیچارہ، اس کے گھر میں بھی لالے پڑنے لگے ہیں۔ روز کنواں کھود کر پانی پینے والا کب تک جمع رقم سے کام چلا سکتا ہے۔ ادھر بائیں طرف والے سلطان بھائی بھی خلاص ہو چکے ہیں۔ کل رسی میں باندھ کر اپنے گھر سے ایک پرچہ لٹکایا تھا جس میں اس نے مجھ سے کچھ امداد مانگی تھی مگر میں نے مجبوری ظاہر کر دی۔

سلمہ: پانی۔ پانی پلا دو امی جان . . . . . گلا سوکھ رہا ہے۔

انوری: پانی . . . ابھی لے بیٹی (گھڑے سے پانی نکالنے کی آواز) لے بیٹی پانی پی ـــ

(پانی پینے کی آواز)

سلمہ: ماں . . . پانی پیٹ میں لگتا ہے۔

انوری: بس روٹی لا ہی رہی ہوں بیٹی . . . . دو منٹ اور ٹھہر جا (قدموں کی آواز) سنو جی!

احمد: کہو بیگم۔

انوری: پچھواڑے والے پنڈت جی سے ہی کچھ مانگ لو سلمہ کی بھوک . . . .

احمد: تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے کیا؟ جن لوگوں سے ہمارا جھگڑا چل رہا ہے تم ان ہی کے سامنے ہاتھ پھیلانے کو کہہ رہی ہو؟

انوری: لیکن ہماری اور پنڈت جی کی تو کبھی لڑائی نہیں ہوئی کرفیو لگنے سے پہلے تک تو ہم چھت پر کھڑے ہو کر سمن کی ماں سے

باتیں کرتے رہے ہیں اپنی سلمہ بھی سمن کے ساتھ گڑیا گڈا کھیلتی رہی ہے اگر یہ جھگڑے نہ ہوتے تو آج سمن کا گڈا ہمارے گھر برات لےکر آتا۔

احمد : تم سمجھتی کیوں نہیں بیگم کہ پنڈت جی کا دھرم دوسرا ہے اور ہمارا مذہب دوسرا۔ یہ لڑائی دو مذہبوں کی لڑائی ہے۔

انوری : اور کیا کل تک تمہارے مذہب الگ الگ نہیں تھے۔ تو پھر آج کیا ہوگیا تم سے کسی نے لڑنے کو کہا تھا کیا پنڈت جی سے ؟

احمد : نہیں تو۔

انوری : تو پھر ہم اور پنڈت جی کیوں لڑیں ہم ایک دوسرے کے دکھ سکھ میں کام آتے رہے ہیں ایک دوسرے کی مدد کرتے رہے ہیں ہم ان کی دیوالی اور وہ ہماری عید مناتے رہے ہیں تم تو بیکار ہی ڈر رہے ہو جی۔ یہ تو چند غنڈے ہیں جو اپنی خود غرضی کے لیے دوسروں کے امن و چین سے کھلواڑ کرتے ہیں۔ نہ خود چین سے کھاتے ہیں اور نہ دوسرے کو کھانے دیتے ہیں۔

احمد : تمہاری بات ٹھیک ہو سکتی ہے بیگم مگر جب مذہب خطرہ میں پڑے تو ہر ایک کا فرض بنتا ہے کہ وہ اس کی حفاظت کے لیے سب کچھ کر گزرے۔

انوری : لیکن مذہب میں یہ کہاں لکھا ہے کہ بے وجہ بے گناہوں کا خون بہایا جائے۔ ہمیں تو یہی بتایا گیا ہے کہ بے گناہوں کا خون بہانے والوں کو خدا کی طرف سے بھی بخشش نہیں ہے۔ مگر ناس جائے ان سرپھروں کا مردوں نے مذہب کو بدنام کر کے رکھ دیا ہے۔

سلمہ : امی جان ! زوروں سے بھوک لگی ہے۔ روٹی دو نا۔

انوری : مجھ سے نہیں دیکھی جاتی سلمہ کی بھوک۔ میں سمن کی ماں سے کچھ مانگ لاتی ہوں۔

احمد : پاگل ہوگئی ہو چھت پر جاؤ گی تو گولی مار دے گا کوئی۔

انوری : مار دے گا تو مر جاؤں گی مگر میں اپنی بچی کو بھوک سے تڑپتا نہیں دیکھ سکتی۔ کل سے اس کے منہ میں ایک دانہ بھی نہیں گیا ہے۔

احمد : بیگم ذرا سوچو تو اگر پنڈت جی نے روٹی میں کچھ ملا کر دے دیا تو......

انوری : کیسی باتیں کرتے ہو جی جگری دوست پر اتنی جلدی بے اعتباری کل تک تو ساتھ ساتھ کھاتے پیتے تھے۔ گھنٹوں گپیں لڑایا کرتے تھے اور اب شک و شبہ کی دیوار کھڑی کر رہے ہو اپنے بیچ میں سلمہ کے ابا، برسوں کے تعلقات اتنی جلدی کیسے بدل سکتے ہیں پنڈت جی تو بیچارے بڑے نرم سوبھاؤ کے ہیں نہ کسی کے جھگڑے نہ ٹنٹے میں۔ یاد ہے پچھلے سال انہی دنوں جب افواہوں کا بازار گرم تھا تب پنڈت جی کی کیا حالت تھی۔

(فلش بیک سنگیت)

شوناتھ : احمد بھائی او احمد بھائی۔

انوری : اجی سنتے ہو، پنڈت جی آواز دے رہے ہیں۔

احمد : (قریب آتی ہوئی آواز) اسے بھی چین نہیں گھر میں ذرا کچھ بات ہوئی باہر نکل پڑتا ہے پنڈا۔ جب ہماری چھتیں آپس میں ملی ہوئی ہیں تو دیوار پہ سے بات نہیں کرسکتا ! بتاؤ ذرا میں کچھ ہو جائے تو. . . .

انوری ، اجی وہ چھت پر سے ہی آپ کو بلا رہے ہیں۔

احمد : ہاں ! یہ ہوئی نہ بات عقلمندی کی۔ لاؤ دو پان لگاؤ، ایک میرا اور ایک پنڈت جی کا۔

انوری : (کتھے چونے کی کلیوں کی کھڑکھڑاہٹ کے بیچ) ذرا پنڈت جی کی ہمت بندھا دینا۔ پنڈتائن بہت گھبرا رہی تھی۔ پوچھ رہی تھیں کی رمیش کو کالج بھیجوں یا نہ بھیجوں۔ میں نے تو منع کر دیا اور پنڈت جی کو بھی دوکان نہ کھولنے کی صلاح دی۔

احمد : بس یہی تو بیوقوفی ہے۔ کچھ نہ ہو تو ہو جائے بیگم... کچھ لوگوں کا کام جھوٹی افواہیں پھیلا کر اپنا الو سیدھا کرنا ہوتا ہے۔ لاؤ میرا پان دو اور پنڈت جی کا کاغذ میں لپیٹ دو۔ بیچارہ دھوپ میں چھت پر کھڑا تپ رہا ہوگا۔

(زینہ چڑھنے کی آواز)

احمد : آداب عرض ہے پنڈت جی ! لو بھائی تمہاری بھابی نے پان دیا ہے۔

شوناتھ : شکریہ احمد بھائی۔

احمد : کیا بات ہے شوناتھ ! آج چھت پر سے گفتگو کی جا رہی ہے۔

شوناتھ ، رمیش کی ماں کہہ رہی تھی کہ رات کوئی گپت میٹنگ ہوئی ہے تمہاری۔

احمد : ارے ایسی میٹنگیں تو آئے دن ہوتی ہی رہتی ہیں۔ ہمارے لوگ بھی کہہ رہے تھے کہ تمہاری بھی کوئی میٹنگ ہوئی ہے۔ مگر تم فکر نہ کرو جاؤ دوکان کھولو اور رمیش کو بھی اسکول بھیجو۔ گھبرانے کی کوئی بات نہیں ہے۔ جب تک احمد زندہ ہے تمہاری طرف کوئی آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھ سکتا۔

شوناتھ : ٹھیک ہے احمد۔ میں جا رہا ہوں۔

(قدموں کی آواز)

احمد : اب کیوں لوٹ آئے۔

شوناتھ : یار جی نہیں مانتا ! میں احتیاطاً راشن پانی بھر لینا چاہتا ہوں۔ اگر کہے تو تیرے گھر بھی پہنچا دوں۔

احمد : ابے پنڈت۔ بڑی دور کی سوچتا ہے۔ تو ہی بھرلے اپنے یہاں ! اگر ضرورت پڑی تو تیرے گھر سے منگوالیں گے ! ارے ہمارا کیا۔ مزدور آدمی ہیں، روز کنواں کھودنا روز پانی پینا ! مگر تو اتنا مت ڈر یار ! جب تک ہم تم جیسے انسان زندہ ہیں کچھ نہیں ہونے والا ! جا بے فکری سے کام پر جا۔

شوناتھ : اچھا احمد شام کو ملیں گے۔

احمد : خدا حافظ !

(فلیش بیک کے بدلنے کی موسیقی)

انوری : (ٹھنڈی سانس لےکر) اب وہ پہلی جیسی محبت نہیں رہی لوگوں میں سلمہ کے ابا، دلوں میں دراڑ پڑتی جا رہی ہے۔

احمد : زمانہ بہت بدل گیا ہے بیگم —

انوری : میں نہیں مانتی۔ پنڈت جی آج بھی ویسے ہی ہیں جیسے پہلے تھے۔ رمیش جیسا لحاظ پاس والا لڑکا آج کے زمانے میں ہونا مشکل ہے اور اس کی ماں مجھ میں اور اپنی سگی بہن میں کوئی فرق نہیں سمجھتی۔

احمد : میں یہ ماننے کو تیار ! میرا دل گواہی نہیں دیتا۔

انوری : تمہارا دل گواہی اب کیوں دے گا۔ تم پر سلیم کا جادو جو چل گیا۔

احمد : کیسی باتیں کرتی ہو انوری ! تمہیں غلط فہمی ہوگئی ہے۔

انوری : غلط فہمی مجھے۔ نہیں نہیں تمہیں ہوگئی ہے ! جب سے سلیم کا بچہ یہاں آیا ہے تمہارے سوچنے سمجھنے کا طریقہ ہی بدل گیا ہے۔ تمہاری عقل سمٹ کر مذہب کے تنگ دائرہ میں بند ہوگئی ہے۔

احمد : سلیم کو کیوں بھلا برا کہتی ہو بیگم ! وہ تو تمہارا بھائی ہے۔

انوری : بھاڑ میں جائے ایسا بھائی اس نے ہمارا سکھ چین ہی لوٹ لیا ہے دو وقت آرام سے روٹی مل جاتی تھی : اب وہ بھی کم بخت نے چھین لی۔

احمد : مت بھولو انوری سلیم نے تمہیں حفاظت کے لیے بندوق لا کر دی۔ روپے پیسوں سے تمہاری مدد کرتا ہے اور تم .....

انوری : نہیں چاہیے ہمیں اس کا پیسہ۔ لے جائے اپنی بندوق۔ لگتا ہے مرا اسی طرح ہتھیار اور پیسے بانٹ کر غریبوں کا ایمان خرید رہا ہوگا، انہیں مذہب کے نام پر گمراہ کر رہا ہوگا۔ میرا ماتھا تو اسی دن ٹھنکا تھا جب وہ یہاں آیا تھا۔

(فلیش بیک موسیقی شروع)

سلیم : ہلو... :. آ.... پا

انوری : کون ؟ ارے سلیم تو ؟

سلیم : ہاں آپا ! مگر اس طرح آنکھیں پھاڑ کر کیا دیکھ رہی ہو ؟ میں وہی سلیم ہوں تمہارا نٹ کھٹ بھائی۔

انوری : نہیں سلیم تو بالکل بدلا ہوا نظر آ رہا ہے۔

سلیم : ارے آپا میری شان و شوکت دیکھنی ہو تو ذرا بنگلے پر تشریف لاؤ۔

انوری : اچھا۔

سلیم : ہاں آپا ! بڑے ٹھاٹھ ہیں۔ برتنوں کے کارخانے میں ہتھوڑا چلانے والا سلیم اب لاکھوں میں کھیلتا ہے نوکر، چاکر کار ہے، صلاح کار، پی اے سب میرے آگے پیچھے گھومتے رہتے ہیں۔

انوری : زہے قسمت سلیم ! ایسا کیا کام کرتے ہو ؟

سلیم : خانہ بدوشوں کی طرح ادھر ادھر گھومتا رہتا ہوں۔ آج اس شہر میں تو کل دوسرے شہر میں۔ مگر تم نے یہ کیا حلیہ بنا رکھا ہے۔ دیکھتا ہوں جیسا چھوڑ گیا تھا۔ اس میں کوئی فرق نہیں ہوا۔

انوری : نہیں سلیم ! ہم بہت خوش ہیں۔ دو وقت آرام سے روٹی مل جاتی ہے اور سکھ کی نیند اور کیا چاہئے :

سلیم : واہ یہ بھی کوئی زندگی ہے۔ ارے آرام سے کھاؤ پیو اور موج کرو۔ خیر یہ تو میں احمد بھائی سے بات کروں گا۔ پہلے یہ تو بتاؤ کہ مجھے ماموں کہہ کر پکارنے والی تم کے میر کہاں ہیں !

انوری: سلمہ اوپر چھت پر سمن کے ساتھ گڑیا گڈے کھیل رہی ہے۔

سلیم: اور؟

انوری: بس سلمہ ہی۔

سلیم: صرف سلمہ! اس کا ایک اور بھائی بھی نہیں — ایک پر ہی گنتی ختم۔

انوری: ہاں! ایک ہی بچہ اگر ڈھنگ سے پل جائے تو آج کے زمانے میں بہت ہے۔ پر لگتا ہے تو نے ضرور بچوں کی فوج کھڑی کر دی ہے۔

سلیم: فوج تو نہیں آیا لیکن ہاں چار تو ہیں۔ اچھا چھوڑ۔ یہ بتاؤ کہ پچھواڑے اب کون رہتا ہے۔

انوری: وہی جو تمہارے سامنے رہتے تھے — پنڈت شونا تھ۔

سلیم: اچھا وہ حضرت ابھی بھی جمے ہوئے ہیں۔

انوری: ہاں سلیم۔ اب تو کچھ ایسا ہو گیا ہے کہ سلمہ کے ابا اور پنڈت جی کھانا کھانے کے بعد دو گھنٹے بتیا نہ لیں تب تک چین نہیں پڑتا۔ روز صبح و شام گھومنے جاتے ہیں یہاں تک .....

سلیم: دونوں ایک ساتھ کھاتے پیتے ہیں اور ایک ساتھ جیتے ہیں یہی نا؟

انوری: ہاں کم سے کم تیج تہوار پر تو ایک ہی دسترخوان پر کھاتے ہیں۔ سلمہ تو ہر وقت سمن کے گھر پڑی رہتی ہے اور کبھی کبھی کھاتے کھیلتے وہیں سو بھی جاتی ہے۔

سلیم: یہ زیادہ گھلنا ملنا اچھا نہیں آیا۔ خیر یہ تو احمد بھائی سے بات کروں گا۔ تم اب روٹی پکانے کی بات سوچو۔ جب تک احمد بھائی آتے ہیں میں ذرا کمر سیدھی کر لوں۔ لو یہ میرا ریوالور سنبھال کر رکھ دو۔

انوری: ریوالور تیرے پاس؟ نہیں نہیں اپنے ہی پاس رکھو۔

سلیم: اچھا چھوڑو۔ احمد بھائی سے بات کروں گا۔ یہ بتاؤ کب تک آئیں گے دولہا بھائی۔

انوری: نماز پڑھنے گئے ہیں نیم کی مسجد میں! ویسے تو جلدی آجاتے ہیں مگر کبھی کبھی پنڈت جی کی دوکان پر گپیں لڑانے بیٹھ جاتے ہیں اور پھر انھیں فکر نہیں رہتی کہ کوئی کھانے پر انتظار کر رہا ہوگا۔

بس چاٹ پکوڑی سے پیٹ بھر کر آئیں گے پنڈت جی کے ساتھ اور آج تو ویسے ہی جمعہ ہے! کام کی فکر تو ہوگی نہیں۔

سلیم: اچھا میں تو روٹی کھا کر لمبی تان لوں گا۔ جب آجائیں تو جگا دینا کچھ ضروری بات چیت کرنی ہے۔

انوری: اچھا میں روٹی لاتی ہوں۔ (قدموں کی دور جاتی آواز)

سلیم: لگتا ہے آپا اور دولہا بھائی پر غار مولانخشی عائر لاگو کرنا ہوگا۔ تب کام چلے گا (جمائی لینے کی آواز)

(فلیش بیک موسیقی ختم)

انوری: میں اسے اگر اپنے پاس سے چلے جانے کو نہ کہتی تو وہ تمہیں اور نہ جانے کتنا گمراہ کرتا۔ وہ یہاں مجھ سے اور تم سے ملنے نہیں آیا تھا، نہ جانے کمبخت کس مقصد سے یہاں آیا، اچھا ہوا وہ خود ہی چلا گیا۔

(دروازہ پر تھپتھپاہٹ گھبراہٹ میں)

انوری: لو کوئی نئی مصیبت آئی۔ اتنی رات گئے کون ہو سکتا ہے؟

احمد: شاید پولیس والے ہوں۔ وقت بے وقت وہ ہی پریشان کرتے رہتے ہیں، تم سلمہ کے پاس جاؤ، میں دیکھتا ہوں (قدموں کی آواز) کون؟ کون ہے؟

رمیش: (گھبرائی ہوئی دھیمی آواز) میں ہوں چچا جان رمیش! آپ کا پڑوسی۔ دروازہ کھولیے۔ میری جان خطرے میں ہے۔

احمد: رمیش؟ پنڈت شونا تھ کا لڑکا؟ نہیں دروازہ نہیں کھلے گا!

رمیش: چچا جان! وہ مجھے مار ڈالیں گے مجھے بچا لیجئے۔

احمد: میں نے کہا نا، دروازہ نہیں کھلے گا۔

انوری: کون ہے؟ کس پر بگڑ رہے ہو؟

رمیش: چچی جان مجھے بچا لیجئے۔ وہ میرا پیچھا کر رہا ہے۔ مجھے مار ڈالے گا۔

انوری: کھول دیجئے نا دروازہ۔ اپنا رمیش ہے!

احمد: تم نہیں جانتی انوری! رمیش کا اس طرح آنا......

رمیش: چچی جان --- پلیز.... مجھے بچا لیجئے۔

انوری: کھولتی ہوں بیٹا۔ ہٹو جی دروازے پر سے...

احمد: انوری.....

(کنڈی کھلنے اور بند ہونے کی آواز)

انوری: رمیش! تو؟ اس وقت.....

رمیش: و..... و --- چچی جان میں پولیس وین میں اسٹیشن سے آیا تھا۔ چوراہے پر مسافروں کو اتار کر وہ آگے بڑھ گئی۔ میں جیسے ہی گلی میں گھسا تو ایک غنڈے نے مجھے گھیر لیا بڑی مشکل سے آپ کی چک میں کود کر بھاگا ہوں۔ مجھے بچا لیجے چچی جان۔

انوری: تو نے ٹھیک کیا جو ادھر آگیا اب ایسا کر پولیس کی آنکھ بچا کر تو چھت پر سے اپنے گھر میں کود جا۔ مگر ہوشیاری سے کوئی دیکھ نہ لے ..... جا نکل جا۔

رمیش: اچھا چچی جان (دور جاتے قدموں کی آواز)

انوری: تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ جو لیک گئے بندوق لانے۔ بیچارہ بزنس ٹور سے ایک مہینے بعد گھر لوٹا ہے اور تم....

احمد: انوری تم کچھ سمجھتی کیوں نہیں، ایسے ماحول میں۔

انوری: میں سب سمجھتی ہوں، تمہارا خون پانی ہو سکتا ہے سب کا نہیں۔ جب تک میں زندہ ہوں، ایسا نہیں ہونے دوں گی۔

احمد: تم کچھ نہیں جانتی! تمہیں کچھ نہیں پتہ کہ کون کل آستین میں چھپا خنجر نکال لے۔ پچھلے محلے میں عبدل اور گریج کے ساتھ ایسا ہی تو ہوا، وہ چیختے رہ گئے لیکن ظالموں نے انھیں بھی نہیں بخشا، اتنا بھی تو خیال نہیں کیا کہ ان دونوں کی تمام زندگی ایکتا اور اتفاق کے لیے وقف تھی۔ اچھی سزا ملی ان لوگوں پر رحم کھا کر انھیں پناہ دینے کی۔

انوری: یہ تو انسانیت سے گری ہوئی بات ہے۔

احمد: انوری! دنگے اور فسادوں میں ساری پہچان مٹ جاتی ہے۔ انسان حیوان ہو جاتا ہے۔

انوری: ایسا سب کچھ کرنے والے انسانیت کے نام پر کلنک ہیں۔ انتقام اور بدلے کا انجام خون ہی خون ہے۔

(دروازہ پر تھپتھپاہٹ) اب کون ہے؟

احمد: جاؤ تم ہی جاؤ۔ دیکھو تمہارے رحم و کرم کا کوئی اور خواستگار؟ سوچ کیا رہی ہو۔ جاؤ دروازہ کھولو۔

(دروازہ پر پھر تھپتھپاہٹ)

انوری: کون؟

اجنبی: دروازہ کھولو . . . (تھپتھپاہٹ) میں کہتا ہوں دروازہ کھولو۔

انوری: کون ہو بھائی؟

اجنبی: یہاں کوئی آیا تھا! ہمیں اس کی تلاش ہے۔

احمد: بیگم دروازہ نہیں کھولنا۔ یہاں کوئی نہیں آیا بھائی۔

اجنبی: نہیں ہم نے اپنی آنکھ سے دیکھا ہے۔ (تھپتھپاہٹ) دروازہ کھولو ورنہ ...

احمد: چلے جاؤ۔ بھاگ جاؤ یہاں سے ورنہ میں گولی مار دوں گا۔

(دور کچھ آوازیں بھاگتے بوٹوں کی اور ابھرتی بھاری آواز)

ہینڈز اپ۔ ہتھیار نیچے پھینک دو۔ گڑاپا! گرفتار کر لو اسے! نکل کر بھاگ گیا؟ جائے گا کہاں؟ پکڑ لو سالے کو! دیوار پر چڑھے گا؟ ٹانگ کھینچ لو حرام زادہ کی، نکل گیا؟ مگر میری پستول سے بچ کر کہاں جائے گا۔

(پستول چلنے کی آواز۔ چیخ کے ساتھ کسی کے گرنے کی آواز)

گڑاپا، اٹھاؤ اسے اور جیپ میں اسپتال لے جاؤ! کوشش کرنا بچ جائے۔ شاید کچھ راز معلوم ہو۔ جاؤ، جلدی کرو۔

(جیپ کے پاس آنے اور رک جانے کی آواز)

احمد: مارا گیا شاید.....

انوری: ٹھیک ہی ہوا۔ فسادیوں کی یہی سزا ہے۔

(ٹھک ٹھک دیوار پر ہتھوڑا چلنے کی آواز)

احمد: یہ ٹھک ٹھک کی آوازیں کہاں سے آنے لگیں بیگم؟

انوری: شی.... سننے کی کوشش کرو۔

احمد: ارے یہ تو پیچھے کی دیوار پر کوئی ہتھوڑے چلا رہا ہے۔

انوری: پنڈت جی کی طرف سے!

احمد: ہاں میں نے کہا تھا کہ یہ پنڈت کا بچہ بھی اوروں کی طرح حیوان بن گیا ہے مگر تم ہی نہ تھی۔ اب دیکھ لو اپنی آنکھو سے لگتا ہے غنڈوں کے ساتھ مل کر یہ ہم پر پیچھے سے حملہ کرے گا اور رحم کرو رمیش پر، دودھ پلاؤ سانپ کے بچے کو۔

انوری: سلمہ کے ابا دیوار کی دو اینٹیں نکل کر گرنے والی ہیں، اب کیا ہوگا۔

احمد: میری بندوق لاؤ اور تم سلمہ کو لے کر کوٹھے

یکم مئی ۱۹۸۵ء

میں چلی جاؤں۔

انوری : نہیں نہیں سلمہ کے ابا ایسا نہ کرنا، تمہیں سلمہ کی قسم۔

احمد : ہٹ جاؤ انوری میرے راستے سے! کُتّے کی موت مرنے سے پہلے دس پانچ کو مار کر ہی دم توڑوں گا

انوری : نہیں نہیں غضب ہو جائے گا۔

احمد : میں کہتا ہوں چھوڑ دو بندوق کی نلی ورنہ۔

انوری : آہا (چیخ کے ساتھ گرنے کی آواز)

سلمہ : امی جان۔۔۔۔

انوری : میری بیٹی۔۔۔ آ میری گود میں آجا۔

سلمہ : امی جان! ابا بندوق لے کر کیا کریں گے۔

انوری : ان پر جنون سوار ہے بیٹی خدا خیر کرے

(دور جاتی آواز)

(ٹھک ٹھک کی آواز ختم ہونے کے ساتھ دو اینٹوں کے گرنے کی آواز)

احمد : خبردار! اگر کسی نے بھی ادھر آنے کی کوشش کی تو ایک ایک کو گولی سے بھون دوں گا۔

شوناتھ : احمد بھائی! تمہیں غلط فہمی ہو گئی ہے۔ ارے بھائی تمہاری طرف آنا تو دور کوئی آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھ سکتا گھبراؤ نہیں دوست۔ یہ سمن بہت ضد کر رہی تھی سلمہ سے ملنے کی لے سمن تو ہی انکل سے بات کر لے۔

سمن : نمستے انکل کیا بات ہے۔ آپ بڑا غصہ کر رہے ہیں۔ یہ بندوق تو ہٹائیے مو کلے سے، مجھے سلمہ سے ملنا ہے سلمہ۔۔۔ او سلمہ۔ دیکھ ممی نے تیرے لیے بیسن کے لڈو بنائے ہیں۔ پوری بنائی ہے۔ انکل سلمہ کو بلائیے نا۔ آپ تو بولتے ہی نہیں۔ ارے آپ تو رونے لگے انکل! بڑے آدمی تھوڑے ہی روتے ہیں، انکل بچے روتے ہیں۔

احمد : مجھے معاف کر دے بیٹی! میں تو بچوں سے بھی گیا گزرا ثابت ہوا ہوں۔

سمن : نہیں انکل ایسا نہیں بولتے

احمد : میری عقل پر پتھر پڑ گئے تھے بیٹی! میں نے تم سب کو شک کی نگاہ سے دیکھا۔

شوناتھ : بچوں سے ایسی باتیں نہیں کیا کرتے احمد! سمن جا بیٹی رسوئی گھر سے ٹفن اٹھا لو اور اپنی سہیلی کو کھانا کھلاؤ۔

سمن : اچھا پاپا! ابھی لائی۔

احمد : شوناتھ! میرے بھائی! میں تمہارا احسان زندگی بھر نہیں بھولوں گا۔

شوناتھ : اپنوں کے ساتھ کوئی احسان کرتا ہے احمد ارے یہ تو پڑوسی کا فرض ہے۔ ہم لوگ بہت دیر سے سلمہ کی درد بھری آوازیں دیوار کے اس پار سن رہے تھے تمہاری اور بیگم کی بات چیت بھی صاف سنائی دے رہی تھی۔ مگر ہم یہ طے نہیں کر پا رہے تھے کہ کھانا تم تک کیسے پہنچائیں۔ تب ہی سمن نے سمجھایا کہ پاپا بیچ کی دیوار توڑ دو۔

احمد : سمن نے ٹھیک ہی تو کہا شوناتھ! ہمارے اور تمہارے بیچ یہ دیوار تو ہے خود غرضی کی، اوپر کھڑی نفرت کی دیوار جسے ہم نے خود نہیں، دوسروں نے کھڑا کیا ہے۔

سمن : لیجئے انکل یہ ٹفن۔

شوناتھ : لے لو احمد جھجکو نہیں میرے یار! ہم ہندو مسلمان نہیں بلکہ ایک اچھے پڑوسی ہیں اور ہمارا دھرم انسانیت! اب دیکھو نہ میرے ہاتھ ـــ

احمد : ارے ہاتھ میں کیا ہوا؟ یہ پٹی کیسی بندھی ہے۔

شوناتھ : دو لڑکے اوپر نہ جانے کیسے پہنچ گئے وہ تمہاری طرف کودنا چاہتے تھے، ان کے پاس مہلک ہتھیار تھے ان کا ارادہ نیک نہیں تھا۔ وہ کچھ خرافات کرنا چاہتے تھے میں نے بھانپ لیا اور انھیں روکا۔ یہ انھیں کی دی ہوئی سوغات ہے۔ وہ تو کاشی ناتھ کی اٹاری پر بیٹھے ملٹری جوان نے للکار دیا اور وہ بھاگ کھڑے ہوئے ورنہ شاید میں بھی ختم تھا۔

احمد : شکر ہے خدا کا۔

شوناتھ : اچھا اچھا اب چھوڑو ان باتوں کو یہ ٹفن دان پکڑو اور سلمہ کو کھانا کھلاؤ، دیدے بیٹی سمن۔

سمن : ارے پاپا ٹفن دان تو مو کلے سے بڑا ہے اس میں گھستا ہی نہیں۔

شوناتھ : ٹھہر بیٹا۔ دیوار کی ایک دو اینٹیں اور کھسکائے دیتا ہوں۔

احمد : نہیں شوناتھ! اب اس باقی بچی دیوار کو میں ڈھاؤں گا اپنے ہاتھوں سے۔

سمن : ہاں انکل پھر تو بڑا مزہ آئے گا۔ دونوں مکان ایک ہو جائیں گے اور مجھے اور سلمہ کو کھیلنے کے لیے چھت کی دیوار نہیں پھاندنا پڑے گی۔

شوناتھ : ارے رُکو احمد! بندوق سے دیوار کیوں توڑتے ہو، بندوق بیکار ہو جائے گی۔

احمد : بیکار ہو جانے دو شوناتھ! ٹوٹ جانے دو اسے۔ یہی بندوق ہے جس کی چھایہ تلے نفرت کے بیج بوئے جاتے ہیں۔ نہ جانے اس بندوق نے کتنے گھروں کو تباہ او ربرباد کیا ہوگا۔ کتنی ماؤں کی گود سونی کی ہوگی، کتنے معصوم بچوں کی مسکراہٹ کو آنسوؤں میں بدل دیا ہوگا، انھیں دربدر بھٹکنے کے لیے مجبور کر دیا ہوگا۔ میں اس بندوق کے ٹکڑے ٹکڑے کر دینا چاہتا ہوں۔ اسے نیست و نابود کر دینا چاہتا ہوں۔

(دیوار پر بٹ کی چوٹ اور اینٹوں کے گرنے کی آوازیں)

سمن : بس انکل بس! اب تو میں بھی آسانی سے نکل کر آسکتی ہوں پاپا آپ بھی نکل آئیے نا میں اپنے ہاتھ سے سلمہ کو کھانا کھلاؤں گی۔

شوناتھ : اچھا بیٹا! لو بھائی احمد آج کو مل لگا کر تمہارے گھر آئے ہیں (ہنسی کی آواز)

احمد : تمہارا نہیں اپنا گھر کہو شوناتھ! اب دونوں گھر ہمارے اپنے گھر ہیں۔ آ بیٹی سمن میری گود میں آ۔ سلمہ۔۔۔۔ او سلمہ! دیکھ سمن تیرے لیے کیا لائی۔

سمن : ہاں سلمہ تیری گڑیا کے لیے لڈو بھی لائی ہوں۔ چچی جان سلمہ کو لائیے نا ـــ

احمد : انوری! زہے نصیب شوناتھ بھی آئے ہیں۔

شوناتھ : آداب بھابھی جان! ارے احمد کیا ہوا بھابھی کو؟ یہ رو کیوں رہی ہیں؟

احمد : انوری! سلمہ کو کیا ہوا؟ ارے بولتی کیوں نہیں؟

(انوری کے رونے کی آواز دور سے پاس آتی جاتی ہے)

احمد : (چیخ کر) نہیں۔۔۔ نہیں میں سلمہ کو بھوک سے نہیں مرنے دوں گا سلمہ! میری بچی۔۔۔۔۔ دیکھ سمن تیرے لیے لڈو لائی ہے۔۔۔ اس کے پاپا تیرے لیے کھانا لائے ہیں۔ دیکھ آنکھیں تو کھول بیٹی۔۔۔۔۔ سلمہ۔۔۔۔۔

(احمد کے رونے کی آواز)

سمن : چچی جان سلمہ کو کیا ہوا۔ انکل نے زمین پر کیوں لٹا دیا۔

انوری : سمن۔۔۔۔ میری بچی۔۔۔۔ سلمہ۔۔۔۔ ہمیں چھوڑ کر چلی گئی۔ انوری کی سسکیوں کے بیچ سمن کے رونے کی آواز مل جاتی ہے۔ اور امن کا گیت ابھرتا ہے۔

(رامپور سے نشر)

رئیس منظر

کون نکلے گھر سے باہر کون دیکھے کیا ہوا — میرا ہمسایہ بھی ہے میری طرح سہما ہوا
آسماں حل کر سکے شاید زمیں کے مسئلے — کھول کر دیکھوں صحیفہ طاق میں رکھا ہوا
بھیڑ اک نظروں کی اس کے بال و پر کے آس پاس — اک پرندہ نیلگوں آکاش میں اڑتا ہوا
کچھ معزز لوگ میرے جھوٹ کو سچ کہہ گئے — سُرخرو ہو کر مجھے ذہنوں کا اندازہ ہوا
وقت کے صفحے پہ کچھ میں نے بھی لکھا ہے مگر — کون پڑھ سکتا ہے میرے ہاتھ کا لکھا ہوا
مشترک تھا ایک موسم میرے اس کے درمیاں — وہ بھی کچھ بکھرا ہوا سا میں بھی کچھ ٹوٹا ہوا

اس کی گنجائش کہاں ہے میرے گرد و پیش میں
چھین لے منظرؔ کوئی مجھ سے مرا سوچا ہوا

(رامپور سے)

کفّارہ

ایم ارشد

سے بوڑھے شبراق کے کھانسے کی آواز
ڈیوڑھی کبھی تیز ہوتی اور کبھی آہستہ ہوکر کہیں کنوئیں
میں ڈوبتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی اور چھوٹی بیگم یعنی بیگم رفیعہ کھانسی کی
آواز سے بے نیاز ناشتہ تیار کرنے کی تگ و دو میں لگی ہوئی تھیں
ماہر گرہستن ہو تو گیلی لکڑیوں میں بھی چولہا جلا سکتی ہے لیکن بیگم کے ساتھ
معاملہ الٹا تھا۔ اچھی خاصی سوکھی لکڑیاں چھوٹی بیگم سے آنکھ مچولی کھیل کر
شاید ان کے اناڑی پن کا مذاق اڑا رہی تھیں۔ کبھی آگ کی لپٹیں اتنی
تیزی سے اٹھتیں کہ بیگم کے نرم و نازک رخسارو ں کا بوسہ لینے کو
لپکتی تو پلک جھپکتے ہی ماند پڑ کر دھواں دھواں ہونے لگتیں اور چھوٹی
بیگم کی چشمہ کی طرح صاف و شفاف آنکھوں سے پانی ٹپ ٹپ گرنے
لگتا۔ پھر بھی بیگم رفیعہ بڑے استقلال سے پراٹھے تیار کرنے میں مگن
تھیں کیونکہ ٹھیک ساڑھے نو بجے تک وجاہت مرزا، شرافت مرزا
اور امانت مرزا کو گھر سے نکلنا تھا اور گھڑی کی سوئیاں نو کا اعلان کر چکی تھیں۔
برسوں سے بیگم کی صبح اسی امتحان سے شروع ہو رہی تھی۔ اسی
طرح وہ ہر صبح ناشتہ تیار کرنے کے سخت مرحلے سے گزرتیں اور اسی طرح
لکڑیاں ان کے ساتھ آنکھ مچولی کھیلتیں۔ ان کے ناک پر کالک لگتی اور آنکھوں
سے پانی ٹپ ٹپ گرتا اور آگ کی کوئی شریر لپٹ ان کی انگلی کو چھو جاتی۔
زندگی ایک سخت امتحان تھا جو انھیں بھگتنا پڑ رہا تھا۔ لیکن آج شبراق
کے کھانسنے کی آواز غیر معمولی طور پر کچھ زیادہ اور لگاتار آرہی تھی۔

ساڑھے نو بجے تک وجاہت مرزا، شرافت مرزا اور امانت
مرزا کچے پکے ادھ جلے پراٹھوں کے ناشتہ سے فارغ ہو کر اپنی اپنی
منزل کی جانب روانہ ہوئے تو بیگم نے ایک گہرا سانس لے کر
جیسے سینے کا سارا بوجھ باہر نکال کر ہوا میں تحلیل کر دیا اور اپنی ویران
نظریں سنسان حویلی کے چاروں طرف دوڑائیں۔ وقت کی تیز آندھی
نے سب کچھ الٹ پلٹ کر رکھ دیا تھا۔ حویلی کے لان کی کیاریوں میں
جہاں کبھی بیلے اور چمبیلی کے پھول کھلتے تھے اور رات کی رانی کے
پھولوں کی خوشبو فضاؤں کو معطر کیا کرتی تھی۔ اب ان کیاریوں کی بھی
زمین کو مرغیوں اور چڑیوں نے کھود کھود کر گڑھوں میں تبدیل کر دیا تھا
صحن کی درمیانی حوض جس میں کبھی رنگ برنگ کی مچھلیاں رقص کرتی
تھیں اور جس کا پانی شیشے کی طرح شفاف اور خاموش رہا کرتا تھا اب
اس کے قرب و جوار میں آتی جاتی برسات نے گندہ پانی جمع کر دیا
تھا۔ اور آس پاس کی زمین کہ جہاں سبزے کا ہرا ابھرا فرش بچھا رہتا تھا
اس جگہ پر اب ہری کائی کے بڑے بڑے داغ منہ چڑھا رہے تھے
حویلی کی دیواریں جو کبھی رنگ و روغن میں نہائی رہتی تھیں، اب جگہ جگہ
سے ان دیواروں کا پلاسٹر اکھڑ چکا تھا اور ننگی اینٹوں کے کنارے
ایسی وحشتناک شکل اختیار کیے ہوئے تھے جیسے کوئی ہیبت ناک
جن اپنا منہ پھاڑے کھڑا ہو۔ بیگم رفیعہ کا یہ وسیع باورچی خانہ جس میں
آج وہ روبیہ کا معمولی سوٹ پہنے بیٹھی تھیں اور جو پرانا ہو کر کئی جگہ سے
مسک گیا تھا کسی زمانہ میں اطلس و کمخواب کے لباس میں ملبوس وہ
شاذ و نادر ہی ادھر سے گزرا کرتی تھیں۔ اور یہاں کی بڑی بڑی الماریوں
میں رکھے بڑے بڑے مرتبان پستہ، بادام اور نہ جانے کتنے قسم
کے میوہ جات اور ست رنگے اچاروں سے بھرے پڑے رہتے
وہ مرتبان اب کسی بانجھ عورت کے دامن کی طرح خالی پڑے تھے۔
پشتوں سے چلی آرہی حویلی جو کبھی نوجوان نوکروں اور دوشیزاؤں و
خادموں کے قہقہوں سے گونجتی تھی، اب اس حویلی میں ہواؤں کا

گزر سائیں سائیں کی آوازوں کے ساتھ ہوتا تھا۔
سائیں کی تیز آواز ویران حویلی کا کلیجہ چیرتی ہوئی گزری، اور
اچانک ہوا کا تیز جھونکا بیگم رفیعہ کے منہ پر پڑا، چونک کر چھوٹی بیگم نے
ادھر ادھر نظریں دوڑائیں تو معمول کے مطابق حویلی میں ان کے
علاوہ کوئی نہ تھا اور جھوٹے برتن ان کے چاروں طرف بکھرے پڑے
تھے جن پر مکھیاں بھنبھنا رہی تھیں، اب انھیں دوسرا مرحلہ طے کرنا
تھا یعنی جھوٹے برتنوں کی صفائی باقی تھی۔ برتن دھونے کے خیال
سے ہی جیسے چھوٹی بیگم کو ایک ابکائی اٹھی اور ان کے حلق میں آکر
اٹک گئی۔ بیگم رفیعہ کا جی چاہا کہ قے کر دے۔ بدن پر چھائی ہوئی سستی
کو دور کرنے کے لیے انھوں نے الٹی انگلیاں ذہن پر رکھیں اور بڑا سا منہ
کھول کر ایک لمبی جمائی لی تھی کہ شبراق کے کھانسنے کی آواز پھر تیزی سے
ان کے کانوں میں ٹکرائی اور بیگم کو خیال آیا کہ ابھی تک انھوں نے شبراق
کو ناشتہ نہیں پہنچایا ہے۔
نیم مردہ ہاتھوں سے بیگم نے ایک پلیٹ میں دو پراٹھے
اتارے اور ایک کپ چائے لے کر بوجھل قدموں سے ڈیوڑھی
کی طرف بڑھیں، لیکن ڈیوڑھی میں داخل ہوتے ہی مارے گھبراہٹ
کے ناشتہ کی پلیٹ ان کے ہاتھوں سے گرتے گرتے بچی۔ شبراق
کھانسی سے بدحواس تھا۔ پلیٹ اور کپ ایک طرف رکھ کر بیگم شبراق کی
طرف لپکیں۔

"کیا بات ہے شبراق؟"
بیگم نے لپک کر اوندھے پڑے شبراق کو سیدھا کیا تو اس کا
لاغر جسم چھوٹی بیگم کے بازوؤں پر جھول گیا۔
"کچھ نہیں بیگم" شبراق نے مایوس نظروں سے بیگم کے
چہرے کو تکا۔ کھانسی کی شدت سے اس کی آنکھیں لہو رنگ ہو گئی
تھیں۔ اور چارپائی کے پاس رکھا ہوا اس کا اگالدان منہ سے نکلے
ہوئے کف اور بلغم سے بھرا پڑا تھا۔
"طبیعت خراب ہے شبراق؟" بیگم نے شبراق کا سر اٹھا کر
اپنے بازوؤں پر رکھ لیا۔
"بس بیگم! لگتا ہے آخری وقت آپہنچا ہے۔" شبراق نے
لڑکھڑاتے ہوئے الفاظ منہ سے نکالے اور شبراق کے جملہ پر چھوٹی بیگم
تڑپ کر رہ گئیں۔
"نہیں۔ نہیں، شبراق ایسا مت کہو۔ تو تو میرے اس دور کی
آخری نشانی ہے جب میں حویلی میں رانی بن کر گھومتی تھی۔ کیا تو بھی اس
نازک وقت میں ہمارا ساتھ چھوڑ دے گا۔ یا خدا کیا میرے شاندار
ماضی کی یہ آخری نشانی بھی نہیں رہے گی۔"
"اور ـــ اور شبراق میں تمہاری قرضدار جو ہوں، کیا تو مجھے
اتنی بھی مہلت نہیں دے گا کہ میں تیرا قرض سر سے اتار دوں۔"
"کیسا قرض بیگم۔ میں نے تو اپنے پروردگار کے حضور میں
صرف اتنی التجا کی تھی کہ میرا دم میری آقا کے قدموں میں نکلے۔ لیکن آج
مرتے دم میرا سر آپ کے بازوؤں میں ہے۔ یہ میرے لیے کیا کم اعزاز
ہے۔ نہیں بیگم مجھے کچھ نہیں چاہیے۔ مجھے سب کچھ مل گیا۔" شبراق
نے بیگم کے پشیماں چہرے کو تکتے ہوئے کہا۔
"نہیں نہیں۔ شبراق وہ ایک بہت بڑا گناہ تھا، جو مجھ سے
سرزد ہوا تھا۔ میری بدمزاجی نے مجھے اندھا کر دیا تھا۔ اس ایک گناہ
نے مجھے آج تک چین سے سونے نہیں دیا۔ خدا کے لیے تو
لافانی ہو جا ـــ"
"میرا ضمیر..... اتنا بڑا بوجھ..... نہیں نہیں شبراق ـــ"
بیگم کو جیسے آج اپنے کیے پر جہنم کی آگ نظر آرہی تھی۔
"نہیں نہیں۔ چھوٹی بیگم۔ اچھا ہی ہوا جو تمہارا وہ جاہ و جلال
نہ رہا۔ اچھا ہوا، اس حویلی کی وہ آن و بان نہ رہی۔ اچھا ہوا تمہارے

ہاتھ جواہرات کے انمول گہنوں سے پاک ہو گئے۔ اچھا ہوا اس حویلی کا وسیع و عریض دامن خدمت گاروں سے خالی ہو گیا۔ ورنہ شاید مجھے اپنی وفا نبھانے کا موقع اور مرتے وقت یہ اعزاز نصیب نہ ہوتا کہ میرا سر آقا کے بازوؤں پر ہو...... میرا کچھ آپ پر واجب نہیں۔ جو کچھ ہوا سو ہوا۔ میں نے معاف کیا۔ خدا کے لیے میری گستاخیاں بھی معاف کر دینا بیگم۔"

بولتے بولتے شبراتی کی سانس اکھڑ گئی اور دیے کی آخری لو کی طرح بھڑک شبراتی ہمیشہ کے لیے خاموش ہو گیا۔ اور اس کے سانسوں کی ٹوٹتی ڈوری بیگم رفیعہ کا دامن ماضی کی ان گنت یادوں سے باندھ گئی۔

چالیس برس پہلے بیگم رفیعہ نے جب پہلا قدم اس حویلی میں چھوٹی بیگم کے روپ میں رکھا تھا۔ اس وقت حویلی کی نوابی آن بان اپنے عروج پر تھی اور حویلی پر ان کی ساس بڑی بیگم کی حکومت تھی۔ عالم جوانی میں شوہر کے انتقال کے بعد بڑی بیگم نے اپنی اکلوتی اولاد نواب امین الدین کی تربیت ایسے اعلیٰ طریقہ سے کی تھی کہ نواب امین الدین نے نہ صرف اعلیٰ تعلیم حاصل کی بلکہ تعلیم سے فارغ ہوتے ہی بیرون ملک میں ایک اعلیٰ عہدہ پر فائز ہوئے۔ اپنے لاڈلے اور فرمانبردار بیٹے کے لیے بڑی بیگم دلہن بھی اپنی پسند کی لائی تھیں اور اس طرح چھوٹی بیگم ایک عظیم شان و شوکت کے ساتھ اس حویلی میں داخل ہوئیں۔ شادی کے تین مہینے ہنی مون کی طرح چھوٹی بیگم کے ساتھ گزار کر نواب امین الدین اپنی ملازمت پر واپس روانہ ہو گئے۔

بڑی بیگم کو خدا نے انتظام کی اعلیٰ صلاحیتیں بخشی تھیں۔ نواب امین الدین ہر ماہ ایک بڑی رقم گھر روانہ کرتے تھے اس کے علاوہ بزرگوں کی چھوڑی ہوئی زمین تھی جس سے اچھی خاصی آمدنی ہو جاتی تھی۔ حویلی کا سارا انتظام بڑی بیگم کے ہاتھوں میں تھا۔ حویلی میں خدمت گاروں کی فوج میں پچاس سالہ شبراتی کو ممتاز مقام حاصل تھا۔ وہ بڑی بیگم کا چہیتا خدمت گار تھا جسے زنان خانہ تک آنے کی اجازت تھی۔ بڑی بیگم صلاح مشورہ تک میں اس کو شامل رکھتی تھیں۔ خادموں کی تنخواہوں کا حساب کتاب شبراتی کے ہاتھوں سے ہی ہوتا تھا۔ تمام اخراجات سے جو بچتا، شبراتی بڑی بیگم کے حوالے کر دیتا اور بیگم مٹھی بند کر کے پیسے لے لیتیں اور رکھ لیتیں۔ شبراتی سے کبھی نہ پوچھا جاتا کہ کون سی چیز کس دام سے آئی اور کتنی تعداد میں آئی ہے۔ یہاں تک کہ فصل کا سارا بندوبست بھی شبراتی کے ذمہ تھا۔ فصل کی تیاری کے وقت بڑی بیگم شبراتی کو گاؤں روانہ کر دیتیں اور پھر اس کے بعد فصل کی کٹائی سے لے کر غلے کو بازار میں فروخت کرنے تک کی ساری ذمہ داری شبراتی بحسن و خوبی و خوش اسلوبی سے انجام دیتا۔

بیگم رفیعہ کو حویلی کے طرز زندگی میں سب سے پہلے یہی بات کھٹکتی تھی۔ شبراتی پر بڑی بیگم کی حد سے بڑھی ہوئی نظر عنایت چھوٹی بیگم کو ایک آنکھ نہ بھاتی تھی۔ وہ خود نوابی خاندان کی چشم و چراغ تھی اور اچھی طرح جانتی تھی کہ کسی نہ کسی خادم یا خادمہ کو خاص مقام عنایت کرنا نوابی روایت کے عین مطابق ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی چھوٹی بیگم اس امر سے بھی بخوبی واقف تھیں کہ خاص خدمت گار کا مقام کیا ہوتا ہے اور اسے کس حد تک چھوٹ ہونی چاہیے۔ لیکن اس وقت وہ بڑی بیگم کے دبدبہ کی وجہ سے اپنی بات کھل کر نہ کہہ سکی تھیں۔ ہاں دبے لفظوں میں ضرور انھوں نے اپنے خیالات سے بڑی بیگم کو آگاہ کرا دیا تھا۔ جسے بڑی بیگم نے کم عمری کی ناسمجھی سمجھ کر ایک کان سے سنا اور دوسرے سے نکال دیا تھا۔

شادی کے پورے ایک برس بعد جس دن وجاہت مرزا کی پیدائش عمل میں آئی اس دن حویلی کے در و دیوار سے مسرت پھوٹ رہی تھی، بڑی بیگم کے پاؤں زمین پر نہ پڑتے تھے اور شبراتی مارے خوشی کے کبھی حویلی میں اندر داخل ہوتا اور کبھی باہر نکل جاتا۔ ہفتوں اور مہینوں نہ جانے کتنی قسم کی دعوتوں اور تقریبات کا سلسلہ چلتا رہا۔ تنہا شبراتی کو جیسے اس دن ساری کائنات حاصل ہو گئی تھی۔

جب تک وجاہت مرزا کو بانہوں کے جھولے کی ضرورت رہی، شبراتی نے اس کو اپنی بانہوں میں جھلایا' اور جب ننھا وجاہت اس قابل ہوا کہ کسی پیٹھ پر بیٹھ سکے، شبراتی وجاہت مرزا کے لیے گھوڑا بنا اور جب وجاہت میاں کو خدا نے پاؤں پر چلنے کے قابل کیا تو شبراتی نے اپنی انگلی وجاہت مرزا کے ننھے منے ہاتھوں میں تھما دی۔ نواب امین الدین کبھی سال اور کبھی دو سال بعد وطن لوٹتے تھے اس طرح وجاہت مرزا کے بعد چھوٹی بیگم کے گلشن میں یکے بعد دیگرے دو پھول اور کھلے۔ امانت مرزا اور شرافت مرزا۔

زندگی رواں دواں تھی۔ بڑی بیگم کے دل کی مرادیں ایک ایک کر کے برآئی تھیں۔ حویلی ان کے لیے زمین پر خدا کی بخشی ہوئی ایک جنت تھی جس میں اداسیوں، محرومیوں اور ناکامیوں کا شائبہ تک نہ تھا کہ اچانک ایک خط نے زندگی کی رفتار جیسے روک دی تھی۔ اس ایک خط نے حویلی کی ساری خوشیاں ہوا میں اڑا دی تھیں۔ یہ خط نواب امین الدین کا تھا جس کے مطابق نواب امین الدین بیرون ملک میں حکومت کے خلاف کسی سازش میں ملوث پائے گئے تھے۔ خط کا مضمون پڑھتے ہی حویلی میں کہرام مچ گیا تھا۔ چھوٹی بیگم غش کھا کھا کر گرتی جاتی تھیں اور بڑی بیگم کے لیے تو یہ خبر موت کا پروانہ لے کر آئی تھی۔

بڑی بیگم کے انتقال کے بعد ساری ذمہ داریاں بیگم رفیعہ کے سر آن پڑی تھیں۔ نواب صاحب سے آنے والی ماہانہ رقم نہ صرف بند ہو گئی تھی بلکہ اپنا کیس لڑنے کے لیے انھیں ایک بڑی رقم کی ضرورت تھی، جو چھوٹی بیگم نے زمین کا کچھ رقبہ فروخت کر کے روانہ کی۔ اس کے بعد یوں ہوا کہ آمدنی محدود ہو تی گئی اور اخراجات جوں کے توں تھے۔ پھر بیگم رفیعہ ایک اچھی منتظم بھی نہ تھیں کچھ ہی دنوں میں حالات ایسی ابتر ہو گئی کہ ان کا خزانہ خالی تھا اور اپنے زیورات کے علاوہ بڑی بیگم کا چھوڑا ہوا اثاثہ بھی وہ فروخت کر چکی تھیں۔ زمین بھی ان کے ہاتھوں سے نکل چکی تھی۔ حویلی رہن رکھی جا چکی تھی۔ اس کے باوجود مہاجن سے لے کر گوشت اور آٹے دال والے کا قرض ان کے سر پر تھا۔ وجاہت مرزا، امانت مرزا اور شرافت مرزا کو بھی اسکول چھوڑنا پڑ گیا تھا۔ بگڑتے ہوئے حالات کا اندازہ سب سے پہلے گھریلو ملازموں کو ہوا تھا جو کچھ جس کے ہاتھ لگا، لے اڑا تھا۔ ایک تنہا شبراتی تھا جو وفا کی صورت بنا حویلی کی دہلیز سے چپکا ہوا تھا۔ اس پر بھی مالی حالات سے بدحواس چھوٹی بیگم کا سارا قہر شبراتی پر ہی ٹوٹتا تھا۔ شبراتی جس سے بڑی بیگم نے کبھی غلہ اور فصل تک کا حساب کتاب نہ لیا تھا چھوٹی بیگم نے نمک مرچ تک کا حساب کتاب کرنا شروع کر دیا۔ بیگم رفیعہ پیسہ پیسہ کا وہ باریکی سے حساب لیتیں کہ خود شبراتی کو اپنی ایمانداری پر شک ہونے لگتا۔ شبراتی جو کبھی زنان خانہ تک رسائی رکھتا تھا اسے بڑی بیگم کے انتقال کے بعد ہی چھوٹی بیگم نے محدود کر کے دہلیز تک مقرر کر دیا تھا۔ شبراتی کو سب کچھ منظور تھا مگر اس دن جیسے کسی نے شبراتی کا دل مٹھی میں لے کر بھینچ دیا تھا جس دن رفیعہ بیگم نے وجاہت مرزا کو شبراتی کے پاس جانے سے روک دیا تھا۔ شبراتی کو خود پتہ نہ تھا کہ خدا کی اس عظیم کائنات میں اس کا اپنا بھی کوئی ہے یا نہیں۔ بڑی بیگم کی زبانی اس نے صرف اتنا سنا تھا کہ کسی دور دراز کے دیہات سے آئی ہوئی ایک خادمہ کے ساتھ پانچ چھ برس کا ایک بچہ آیا تھا اور خادمہ کی اچانک موت کے بعد حویلی ہی میں اس کی پرورش ہوئی۔ پھر اس کے بعد شبراتی نے دنیا میں کسی کو اپنا نہیں بنایا۔ یہاں تک کہ وہ شادی بیاہ کے جھنجھوں سے بھی دور ہی رہا۔ اس کی دنیا حویلی تھی اور ایمان اپنے آقاؤں کی خدمت کرنا۔ اس کائنات میں اگر کسی سے والہانہ محبت ہوئی تو وہ وجاہت مرزا کا ننھا منا سا وجود تھا، جسے بیگم رفیعہ نے ایک ہی جھٹکے میں توڑ دیا تھا۔

بیگم رفیعہ کا عتاب تھا کہ دن دونی رات چوگنی ترقی کرتا ہوا ہر طرح کے جذبات سے عاری شبراتی کے سر پر قہر بن کر ٹوٹ رہا تھا۔ اور آخر کار بدحواس چھوٹی بیگم سے وہ گناہ بھی سرزد ہو گیا جس کے لیے آج وہ شبراتی کے سامنے ہاتھ جوڑے مہلت کی بھیک مانگ رہی تھیں۔

وہ دن ایک دم چھوٹی بیگم کی آنکھوں کے سامنے گھوم گیا۔ صبح کے نو بجے تھے اور بیگم رفیعہ کے پاس دانا پانی تک کے لیے پیسہ نہیں تھا۔ انھوں نے تھیلا شبراتی کے ہاتھ میں دے کر سبزی والے سے ادھار سبزی لانے کے لیے بھیجا اور خود انھوں نے شبراتی کے ٹوٹے پھوٹے ٹرنک کا بوسیدہ تالا ایک ہی جھٹکے میں توڑ کر پیسہ پیسہ جمع کی ہوئی اس کی حقیر جمع پونجی اڑا لی تھی۔

دوکاندار نے ادھار دینے سے انکار کیا اور شبراتی خالی تھیلا لے کر جس وقت ڈیوڑھی میں داخل ہوا اور اپنا ٹرنک کھلا ہوا دیکھا تو اس کے پاؤں تلے کی جیسے زمین کھسک گئی تھی۔ کتنی محنت سے اس نے پیسہ پیسہ کر کے یہ رقم جمع کی تھی۔ بڑی بیگم نے کبھی اس کی کوئی تنخواہ مقرر نہ کی تھی جس کے آگے پیچھے کوئی نہ ہو تو اس کی تنخواہ کا معاملہ گول کر دیا جاتا ہے۔ البتہ بڑی بیگم حقہ پانی اور پان تمباکو کا معقول خرچہ ہر ماہ اس کو گھٹا بڑھا کر دیدیا کرتی تھیں۔ اور یہ خرچہ بڑی بیگم کے ساتھ ہی ختم ہو گیا تھا۔ چھوٹی بیگم نے سب سے پہلے جو کفایت کی تھی وہ شبراتی کو دیا جانے والا ماہانہ خرچہ ہی تھا۔ اس کے بعد سے شبراتی نے پھر کبھی کھانے پینے کے علاوہ کوئی پیسہ چھوٹی بیگم سے مانگنے کی حماقت نہیں کی تھی۔

نوے سالہ شبراتی کو دن بدن موت کی طرف بڑھتی ہوئی اپنی زندگی کے بارے میں اچھی طرح احساس تھا کہ یہ آخری سانسیں نہ جانے کب ساتھ چھوڑ جائیں۔ اور ان حالات میں اگر اس کا دم نکلتا

ہے تو اس کی لاش کا کیا ہوگا۔ حویلی کی کھوکھلی بنیادیں اور چھوٹی بیگم کا خالی دامن اس کی نظروں کے سامنے گھومنے لگا۔ ضرور اس کا کفن دفن محلہ والوں کے رحم و کرم پر ہوگا اور اس انتظار میں اس کی لاش کتنی دیر تک بوجھ بنی رہے گی۔ اس خیال سے ہی اسے دہشت ہونے لگتی تھی۔ اس لیے پیسہ پیسہ جمع کر کے شبراتی نے اپنا آخری سفر سہل بنایا تھا۔ اور اب یک لخت اپنا خزانہ اس طرح لٹا ہوا دیکھ کر اسے لگا جیسے اس کی روح پرواز کر چکی ہو اور اس کی ننگی لاش شہر کے چوراہے پر پڑی ہے جہاں آنے جانے والے مسافر اس کی لاوارث لاش کے کفن دفن کے لیے پیسہ پیسہ بھیک کی طرح پھینکتے جا رہے ہیں اور سکوں کی چوٹ سے اس کا بے روح جسم داغ داغ ہو چکا ہے۔ یا اس کا مردہ جسم کسی لق و دق صحرا میں پڑا ہے جہاں مردہ خور جانور اس کی بوٹی بوٹیاں چبا رہے ہیں۔ آسمان سے اترتے ہوئے پرندے ایک جھٹکے سے نیچے آتے ہیں اور اس کے جسم سے چونچ بھر گوشت نوچ کر پھر ہوا میں پرواز کر جاتے ہیں۔ اپنا اخیر سوچ کر شبراتی دہشت کے مارے کانپنے لگا تھا اور جب ڈرتے ڈرتے اس نے اپنی جمع پونجی کے بارے میں چھوٹی بیگم سے پوچھا تو بیگم رفیعہ پھوٹ پھوٹ کر رو پڑیں اور پھر شبراتی ایک لفظ کہے بغیر شیرنی کی طرح دھاڑیں مار کر چارپائی پر گر کر اپنی بے بسی پر آنسو بہاتا رہا تھا۔ اس وقت بیگم رفیعہ کو شبراتی کی حالت پر ذرا بھی ترس نہیں آیا تھا لیکن آج اس خیال سے ہی بیگم رفیعہ چونک گئیں۔ پھر خود بیگم رفیعہ کو احساس ہوا کہ ان عارضی سہاروں کے ذریعہ سے زندگی کیسے گزر تی۔ آخر آج یہ حالت تھی کہ وجاہت مرزا ایک سینما ہال میں ٹکٹ بانٹنے پر لگے تھے۔ امانت مرزا بنئے کا بھاری قرض چکانے کے لیے اس کی دکان پر نوکر ہو گئے تھے اور سب سے چھوٹے شرافت مرزا ایک معمولی ڈاکٹر کے یہاں کمپاؤنڈری سیکھ رہے تھے۔

خیالات کی دنیا سے باہر آئیں تو بیگم رفیعہ نے اپنے آپ کو شبراتی کے جنازہ کے سرہانے بیٹھا ہوا پایا۔ حویلی کا سارا آنگن خواتین سے بھرا ہوا تھا۔ اور ہلکی سرگوشیاں چاروں طرف ابھر رہی تھیں بیگم کو پتہ نہ تھا کہ کب اس کے منہ سے چیخ نکلی اور کب آس پڑوس کی عورتیں آئیں اور کب شبراتی کی لاش کو اندر صحن میں لایا گیا اور کب وہ آکر چارپائی کے سرہانے بیٹھی۔

چھوٹی بیگم نے اپنی ویران نظریں حویلی کے چاروں طرف گھمائیں۔ برسوں بعد اپنی حویلی کا دامن بھرا بھرا دیکھ کر چھوٹی بیگم کو بڑا عجیب سا لگا۔ اچانک انھیں وہ منظر یاد آگیا جب وہ بڑی بیگم کے ساتھ فریضۂ حج ادا کر کے واپس آئی تھیں۔ اس دن بھی حویلی کا دامن اسی طرح خواتین سے بھرا ہوا تھا۔ اور ململ کے دوپٹوں میں ملبوس خواتین بیٹھی اسی طرح سرگوشیوں میں معروف تھیں۔

اپنی واپسی کا منظر یاد آتے ہی بیگم رفیعہ کی آنکھوں میں جیسے چمک دوڑ گئی۔ پلک جھپکتے ہی وہ اپنے کمرے میں داخل ہوئیں اور پرانے ٹرنک کے کپڑے نکال کر فرش پر بکھیرنے لگیں۔

شبراتی کے آخری سفر کی تیاری مکمل ہو چکی تھی۔ وقت مقررہ پر مسجد کے ممبر سے حق کی آواز بلند ہوتے ہی جنازہ اٹھانے والے لوگ آن پہنچے۔ اور جس وقت چار شانوں پر سوار شبراتی کا بے گور جسم حویلی کے صدر دروازہ سے نکلا تو بیگم رفیعہ کو ایسا لگا کہ نہ جانے کتنے من وزن وہ اپنے ضمیر پر اٹھائے ہوئے آج تک زندہ تھیں جسے آج انھوں نے اتار پھینکا تھا۔ اچھے بُرے حالات کی دھوپ چھاؤں سے گزری ہوئی چھوٹی بیگم کو جیسا ہلکا پن آج محسوس ہو رہا تھا، ایسا انجانا احساس آج تک نہ ہوا تھا۔ انھیں ایسا لگا جیسے کسی بہت بڑے گناہ کا کفارہ انھوں نے آج ادا کر دیا ہو۔ کیونکہ شبراتی کا جسد خاکی جس پوشاک کو زیب تن کیے ہوئے تھا یہ آب زمزم میں دھلا ہوا وہی کفن تھا، جو بیگم رفیعہ خانۂ کعبہ کی زیارت کرنے والے ہر خوش نصیب کی طرح اپنے آخری سفر کے لیے لائی تھیں۔

(اردو سروس سے)

ایک نظم

آفتاب شمسی

ہنسی روٹھی ہوئی ہے شہر سے
چہروں پہ دہشت ہے
بھرے بازار سونے ہو گئے ہیں
عبادت خانوں اور تعلیم گاہوں کے دروں پر
مُہر خاموشی لگی ہے
کوئی دستک کسی دروازے تک آنے نہیں پاتی
سب اپنے سایوں سے سہمے ہوئے ہیں
گھروں میں ہلکی سی روشنی جو رہ گئی ہے
اندھیرا چھین لینا چاہتا ہے

گلی کے سامنے
جلتے مکاں کے پاس
ڈامر کی سڑک پر
خون کی موٹی تہوں کو دیکھنے ایسا لگتا ہے
کہ جیسے اِن میں دو آنکھیں چھپی ہیں
مرے ہر جرم سے واقف ہیں
مجھ کو جانتی ہیں
میں ان آنکھوں سے ڈر کر بھاگتا ہوں
یہ آنکھیں میرا پیچھا کر رہی ہیں
سڑک پر ڈھیر ہیں ملبے کے
زخمی جسم سے باہر نکلتی انتڑیاں چلا رہی ہیں
کٹے پاؤں، چھدے سینے، تڑختے سر
سلگتے کپڑوں کے انبار سے اٹھتا دھواں چلنے نہیں د
مگر میں بھاگا جاتا ہوں

بھیانک سا یہ منظر
پاس سے دیکھا تھا میں نے
کچھ دنوں پہلے
اور اس کے بعد
میرے ذہن و دل مبہوت ہو کر رہ گئے ہیں

(رامپور سے

بقیہ: اخبارات

ہے۔ "پریس پر سماجی ذمہ داری عائد ہوتی ہے اور وہ عوام کے سامنے جوابدہ ہے۔" دوسرے پریس کمیشن نے ان الفاظ میں اس بات پر زور دیا ہے۔ مشہور عالم میک برائڈ رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ صحافی کے لیے آزادی اور ذمہ داری ناقابل تقسیم ہے۔" اپنی بات کی تائید میں اور بھی مقولے پیش کر سکتا ہوں لیکن میرے خیال میں اتنا کافی ہوگا کہ کسی بھی اخبار کا یہ سوچنا کہ وہ مفاد عامہ سے مکمل انحراف کے باوجود باقی رہ سکتا ہے، محض احمقانہ خیال ہے۔

پریس کی آزادی اور ذمہ داری کے بارے میں یہ تنبیہ بھی ضروری ہے کہ اگر پریس کو کسی دباؤ اور تناؤ میں رہنا پڑے تو نہ وہ اپنی ذمہ داری نباہ سکتا ہے اور نہ اسے عوام کا اعتماد حاصل ہو سکتا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ پریس آزادی کا بے جا استعمال کرنے پر آزادی کا حقدار نہیں رہ جاتا ہے۔ دونوں میں ایک مناسب توازن لازمی ہے۔ اب یہ صحافیوں کی ذمہ داری ہے وہ فیصلہ کریں کہاں سے آزادی کی حدیں ختم ہو کر بے لگامی کی حدیں شروع ہوتی ہیں۔

نہ صرف صحافیوں بلکہ اس پر عمل کے لیے دیگر متعلقہ لوگوں کو بھی ساتھ رہنا ضروری ہے۔ اس کے پیش نظر دنیا کے کئی ممالک میں پریس کونسل قائم کی گئی۔ تاکہ صحافت کا معیار برقرار رہے، پریس کی آزادی کا ناجائز استعمال نہ ہو اور عوام کے سامنے اخبارات کی جوابدہی کو یقینی بنایا جا سکے۔ اس طرح کی کچھ پریس کونسلوں میں عوامی نمائندوں کو بھی رکھا گیا ہے کیونکہ خبروں کو توڑ مروڑ کر پیش کرنے اور مسخ کرنے سے سب سے زیادہ متاثر عوام ہوتے ہیں۔

(الٰہ آباد سے نشر)

ننگی آوازیں

عبید قمر



بڑے شہر میں سب سے بڑا مسئلہ رہائش کا ہوتا ہے۔

وہ بہت خوش تھا کہ تقریباً سال بھر کی تگ و دو
ے بعد اسے ایک چھوٹا سا فلیٹ کرایہ پر مل گیا تھا، ورنہ نوکری ملنے کے
اب تک تو وہ بیچلر کی طرح ایک ٹرپل بیڈ کمرے میں رہتا آیا تھا۔

اس چار منزلہ بلڈنگ میں یکساں طرز کے تین کمروں والے آٹھ
ٹ تھے۔ اس کا فلیٹ دوسرے فلور پر تھا۔ چند ہی دنوں میں اس نے
نے طور پر اسے سجایا تھا۔

اس کے گاؤں کا آبائی مکان بھی تو چھوٹا سا ہی تھا، ایک باہر کا
ہ، ایک بڑا ہال، اس سے لگا سونے کا کمرہ، باورچی خانہ، چھوٹا سا
ن اور دو لیٹرین — ایک اندر تو ایک باہر!

یہ فلیٹ بھی تین کمروں پر مشتمل تھا۔ کوٹھے کی سیڑھی سے
ایک چھوٹا سا کمرہ جسے اس نے ڈرائنگ روم بنا لیا تھا۔ ایک
سا ہال، پھر کچھ اسارا چھوڑ کر باتھ روم اٹیچڈ لیٹرین، جس کی دیواریں
ہال اور بیڈ روم سے ملی ہوئی تھیں۔

فلیٹ کی آرائش کے وقت اسے اپنا آنگن اور کوٹھے کا،
ہت بہت یاد آئی تھی۔ لیکن باہر کا لیٹرین اسے ذرا نہ یاد آیا۔ اب
ملا یہاں مردانے اور زنان خانے کی تقسیم کا کیا سوال تھا۔ ویسے بھی
س کی چھوٹی سی فیملی کے لیے جگہ کافی تھی۔ شادی ہوئے چار سال ہو چکے
ھے اور اس کی فیملی "ہم دو ہمارے دو" کا جیتا جاگتا اعلان تھی۔
بٹ ملتے ہی اس نے گھر ٹیلی گرام کر دیا تھا۔

پلاسٹک کے رنگ برنگے گلدستے، شیشی اور مرتبان
یں پانی ڈال کر مختلف قسم کی بیلیں سجاتے وقت کافی دنوں بعد یکایک
س کے اندر باغ میں گھومنے کی خواہش مچل اٹھی تھی۔ کاغذ اور
ی کے بنے ڈھیر سارے پرندوں کو نہ جانے کس جذبے کے
ت وہ خرید لایا تھا۔ اور ان کھلونوں کو ٹانگتے وقت بڑے ہی طفلانہ
داز میں جیسے اندر ہی اندر وہ جھوم رہا تھا۔

جس دن وہ یہاں آیا تھا اس کے سامنے والے فلیٹ میں
الا بند تھا۔ دن بھر وہ تنہا ہی اپنے فلیٹ کی صفائی اور سجاوٹ میں لگا
ہا تھا۔ لیکن نیچے سامنے والے فلیٹ میں لوگ ہوتے تو ضرور میری
مدد کرتے۔ لیکن شام میں ہی سامنے کے فلیٹ سے آوازیں آنے
لگیں۔ وہ باہر نکلا تو دروازہ کھلا پایا۔ اس نے آواز دی، ایک ادھیڑ
عمر کا مرد باہر آیا۔

"کہیئے جی، کیا بات ہے —؟"

"جی میں یہاں نیا کرایہ دار آیا ہوں۔" اس نے جواب دیا۔

"اچھا جی، بہت اچھا —" بس اتنا کہہ کر ادھیڑ عمر کا آدمی اپنے
فلیٹ میں چلا گیا۔ وہ بیچارہ کھسیانا سا تھوڑی دیر کھڑا رہا۔ پھر
خاموشی سے اپنے فلیٹ کا دروازہ اندر سے بند کر کے سجاوٹ میں
مصروف ہو گیا۔

اس کی پہلی رات عجیب بے چینی کے عالم میں گزری۔
کئی بار اسے محسوس ہوا جیسے اس کا دروازہ کھٹکھٹایا جا رہا ہو، کبھی
لگتا جیسے بغل کے کمرے میں کوئی سرگوشی میں باتیں کر رہا ہو۔ کبھی
انی گرنے کی آواز پر وہ چونک اٹھتا جیسے اس کے باتھ روم کا پائپ
کھلا رہ گیا ہو۔ کئی بار وہ "ڈیڈی اور سنیئے نا" کی آوازوں
پر جواب دیتے دیتے رہ گیا۔ یوں بار بار اس کی نیند اچٹ اچٹ
گئی۔ لیکن دو تین دنوں میں اس کو اندازہ ہو گیا کہ یہ سب آسیبی
معاملات نہیں ہیں۔ بلکہ اس کا پڑوس ہی اس کے فلیٹ میں گھس
آتا ہے۔

ہفتے کے اندر اس کی بیوی اور بچے گاؤں سے چلے
آئے۔ اس کے والد پہنچانے آئے تھے۔ فیملی کے آتے ہی
فلیٹ ملنے کی خوشی میں اس نے ایک چھوٹی موٹی تقریب کا اہتمام کیا۔
آفس کے باس اور تین چار احباب کو مع فیملی اس نے
آج شام کی چائے پر مدعو کر رکھا تھا۔

ہلکا جاڑا شروع ہو چکا تھا۔ اب اسے اتفاق ہی کہئے کہ
دوپہر سے آسمان نے رنگ بدلا اور بوندا باندی شروع ہو گئی۔ شام
تک فضا میں خنکی کافی بڑھ گئی تھی پھر بھی وہ مسرور تھا کہ سارے مہمان
مع فیملی آ گئے۔

ڈرائنگ روم بہت چھوٹا تھا۔ اس لیے تمام مردوں کو
اس نے بڑے ہال میں بٹھایا۔ عورتیں اور بچے چھوٹے کمرے اور
ڈرائنگ روم میں جمع تھے۔

مجبوراً اس کے والد کو بھی ہال ہی میں رہنا پڑا۔ پرانے
خیال کے بزرگ آدمی، سبھوں سے متعارف ہونے کے بعد
ایک گوشے میں الگ تھلگ کرسی پر بیٹھ رہے۔ مختلف موضوعات
پر گفتگو ہونے لگی۔ کبھی کبھی ہال سے ملحق باتھ روم سے چوڑیوں کے
کھنکنے کی آواز صاف سنائی پڑتی۔

اس وقت ہال میں بیٹھے لوگ کچھ عجیب سی کیفیت سے
دوچار ہو جاتے۔ کوئی یکایک زور زور سے بولنے لگتا کسی کا چہرہ
چند لمحوں کے لیے کھل اٹھتا۔ کسی کی آواز میں لڑکھڑاہٹ پیدا ہو جاتی
اور اس کے والد کے چہرے پر کرب کے آثار نمایاں ہو جاتے۔

ناشتہ سجایا جانے لگا تو اس کے والد کمرے سے
باہر نکل چکے تھے۔ شروع کرنے سے پہلے لوگوں نے ناشتے پر
اسے والد کو بھی بلانے کے لیے کہا۔ وہ فلیٹ سے باہر آیا لیکن
ان پر نظر نہ پڑی۔

اس نے بالکونی سے نیچے جھانکا تو والد صاحب بلڈنگ
سے باہر سڑک پر عجیب سراسیمگی کے عالم میں کھڑے نظر آئے۔
تیزی سے سیڑھیاں اتر کر وہ ان سے مخاطب ہوا۔

"چلیئے نا، ناشتے پر لوگ آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔"

وہ جھنجھلاتے ہوئے بولے — "میں نہیں جاؤنگا۔
میاں تم یہ فلیٹ فوراً چھوڑ دو —"

"کیسی باتیں کر رہے ہیں آپ۔ یہاں فلیٹ بڑی مشکل
سے مل پاتا ہے۔ کیا میں اسٹوڈنٹ کی طرح کئی بستروں والے
کمرے میں جا پڑوں۔"

وہ جیسے بگڑ کر بولے — "بھئی کچھ بھی ہو، تم یہ فلیٹ
فوراً خالی کر دو۔ میں اب ایک منٹ یہاں نہیں رہ سکتا۔"

وہ بھی جھنجھلا گیا — "آخر کیوں ؟"

والد عجیب کرب آمیز لہجے میں بولے —

"یہاں تو آوازیں بھی ننگی ہو جاتی ہیں —!"

(پٹنہ سے نشر)

عبید قمر
گولک پور
پٹنہ ۶ (بہار)

ابن مریم ہوا کرے

اکرم فاروقی

اس بستی اور برادری کی دیرینہ روایات کے مطابق زاہد علی کو نکاح کے بعد چار دن اپنی سسرال ہی میں قیام کرنا تھا۔ شادی کی رسومات کے بعد بارات واپس جا چکی تھی صرف دولہا میاں اور اس کا قریبی دوست حشمت خاں وہاں مقیم تھے لڑکی والے کام کاج سے بے حد پست ہو چکے تھے لیکن ان کے چہرے بشرے اس حقیقت کے شاہد تھے کہ وہ لڑکی کی شادی کے بعد تھکن کے باوجود بے پایاں سکون محسوس کر رہے تھے اور یہ حقیقت بھی ہے کہ لڑکی کی شادی کے بعد ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جیسے سر پر کوئی پہاڑ تھا جو ہٹ گیا۔

عام نوجوانوں کی طرح زاہد علی نے بھی شادی سے پہلے اپنے دل میں کوئی خوبصورت سی دنیا آباد کر رکھی تھی۔ وہ شدت سے ان لمحات کا منتظر تھا جب پہلی بار وہ کاظمہ کو دیکھے گا۔ اس نے سنا تھا کہ وہ بہت دلکش نقش و نگار کی جاذب نظر لڑکی تھی۔ لمحہ لمحہ اشتیاق و اضطراب اور بے چینی بڑھتی جا رہی تھی لیکن اسے جب یہ معلوم ہوا کہ اس شب میلاد شریف کی محفل آراستہ ہوگی جو سحر تک چلے گی اور قبیلے کے دستور کے مطابق دولہا کو بھی اس میں شرکت کرنا ہوگی، تو وہ اپنی ذات کے حصار میں بل کھا کر رہ گیا۔ دراصل پانچ سو کلومیٹر دور گاؤں کے رسم و رواج زاہد کے گاؤں کے رواجوں سے بالکل مختلف تھے لیکن بہرحال اسے سر تسلیم خم کرنا تھا — !!

شام کے کھانے کے لیے بیٹھک میں دسترخوان بچھا دیا گیا تھا۔ کاظمہ بیاہ کا سرخ جوڑا پہنے اس طرح کام کاج میں لگی ہوئی تھی جیسے وہ اپنی نہیں کسی سہیلی کی شادی کی دعوت کا اہتمام کر رہی ہو لیکن اتنی بھاگ دوڑ اور مصروفیات کے باوجود کوئی کانٹا تھا جو اس کے دل میں رہ رہ کے ابھرتا اور آہستہ سے کسی باریک سی نس میں اس طرح چبھ جاتا کہ وہ تڑپ کر رہ جاتی تھی — !! لیکن دوسرے لمحے یہ سوچ کر اسے قرار آ جاتا کہ تقدیر میں جو کچھ لکھا ہے وہ ہو کر رہے گی۔

دراصل کاظمہ نے بیاہ کا یہ سرخ جوڑا پہلی بار نہیں دوسری بار پہنا تھا، اور اس حقیقت سے زاہد علی ناواقف تھا اس کے گھر والوں کے علم کے مطابق کاظمہ ایک کنواری لڑکی تھی۔ بچولیوں نے اس حقیقت کو اس لیے راز میں رکھا تاکہ اس کی شادی میں کوئی رخنہ نہ پڑے۔ اس لیے انھوں نے کسی ایسے شخص کو مدعو نہیں کیا تھا جو اس راز سے پردہ ہٹا سکے۔ لیکن کاظمہ یہ سوچ سوچ کر پریشان تھی کہ کسی نہ کسی دن جب زاہد کو حقیقت کا علم ہوگا تو اس کا کیا ردعمل ہوگا — ؟

دو سال پہلے جب کاظمہ نے پہلی بار بیاہ کا سرخ جوڑا پہنا تھا تو اس وقت اس کے جذبات آج سے بالکل مختلف تھے اس وقت اس کے دل میں نہ کوئی خوف تھا نہ وسوسہ بلکہ بیکراں خوشی تھی نئی منزل سے ہمکنار ہونے کی، ایک لازوال مسرت تھی اجنبی سانسوں سے ہم آہنگ ہونے کی اور ایک بے خود جذبہ تھا رفاقت نو کا — !! گو عام لڑکیوں کی طرح رخصتی کے وقت وہ بھی روئی تھی اس نے بھی آنسوؤں کی مالائیں گوندھ کر لڑکیوں کی روایتی شرم و حیا کا ریکارڈ قائم رکھا تھا لیکن دل کی منڈیروں پر جو دیپ مالائیں سجائی تھیں اس نے رنگ و نور کا ایک ایسا ماحول پیدا کر دیا تھا جس میں ایک ترنم تھا ساز تھا، سوز تھا اور ایک وجد آفریں کیف۔

اس کا پہلا شوہر رئیس احمد ایک کھاتے پیتے گھرانے کا چشم و چراغ تھا، گاؤں میں اس کا دبدبہ تھا، اس کا اقبال تھا، اس لیے نہیں کہ وہ گاؤں کے پردھان کا لڑکا تھا بلکہ اس لیے کہ اس کی دوستی دیوان جی سے لے کر تحصیلدار تک سے تھی حالانکہ وہ ضلع پریشد کے اسکول میں ٹیچر تھا لیکن ہفتے میں ایک دن جا کر ہفتے بھر کی دستخط حاضری رجسٹر پر کر آتا اور محکمہ تعلیم کا کوئی افسر اس کی غیر حاضری کا جواب طلب کر کے اپنی نوکری کو خطرے میں ڈالنے کا رسک نہیں لیتا تھا اس طرح ماہانہ طور پر اسکول سے اس کا وظیفہ بندھا ہوا تھا۔

دن بھر اپنے کھیتوں پر رہتا، کھلیانوں کی نگرانی کرتا، چوپال پر بیٹھ کر گاؤں کے بھولے بھالے کسانوں کے مقدمے طے کرنا اس کا معمول تھا اور جو اس کے فیصلے کو ماننے سے انکار کرتا تو وہ داروغہ جی سے کہہ کر اس کا چالان کسی بھی دفعہ میں کرا کر سرکاری مہمان بنوا دیتا۔ اس لیے عام طور پر وہ ماسٹر جی سے نہیں، چھوٹے پردھان جی کے نام سے یاد کیا جاتا تھا۔

اُن گاؤں کی لڑکی کاظمہ جب دلہن بن کر رئیس احمد کے گھر آئی تو گاؤں میں چاروں طرف خوشیوں کی لہر دوڑ گئی سب ہی نے شادی کی تقریبات میں اپنی اپنی حیثیت کے مطابق حصہ لیا اور گرم جوشی کے ساتھ شادی کا کام کرایا۔ حالانکہ کچھ لوگوں نے شوق سے نہیں، خوف سے کام کاج میں ہاتھ بٹایا تھا لیکن وہ اپنے خوف کا اظہار کر کے کسی مصیبت کو دعوت نہیں دینا چاہتے تھے۔ شادی کے بعد جب کاظمہ نے راجکماری کے طور پر نئی ریاست کی باگ ڈور سنبھالی تو اسے تب ہی یہ احساس ہو گیا تھا کہ اس کے سر پر پھولوں کا نہیں، کانٹوں کا تاج رکھا ہوا تھا۔ حالانکہ شادی سے پہلے اس نے اپنے دل میں جو زرنگار رنگ خاکے بنائے تھے وہ کچھ اور تھے اس نے اپنی خواب آگیں تنہائیوں میں سوچا تھا کہ اس کا دولہا بھی اس کی طرح دلکش نقش و نگار کا مالک ہوگا۔ گورا گورا چٹا سا بدن، کشادہ پیشانی، چوڑی چھاتی، غلافی آنکھیں اور ستواں سی ناک — ! لیکن رئیس احمد خوبصورت تھا اور نہ دلکش — ! وہ سانولا تھا، چیچک رو تھا اور پستہ قد۔ یہ سب تو نبھ جاتا اگر وہ خوش کلام ہوتا، خوش اخلاق ہوتا اور خوش فکر — !! ابھی شادی کو ہوئے جمعہ جمعہ آٹھ دن نہیں ہوئے کہ دلہن کو حکم ہو گیا تھا کہ وہ چولھا چکی سنبھال لے یوں مہارانی بنی رہنے سے کام نہیں چلے گا۔ کسان کے گھر دس کام ہوتے ہیں صبح سے شام تک کرنے کو — !! بہو تو ہوتی ہی اس لیے ہے کہ وہ ساس کا ہاتھ بٹائے، بلکہ ساس کو مسہری پر بٹھا کر خود تیلی کے بیل کی طرح جٹ جائے اور نندوں سے بھی کہہ دے کہ وہ بھی آرام سے بیٹھیں۔ سارا کام بہو خود کر لے گی — !!

کاظمہ کپڑے دھوتی، مسالہ پیستی، اناج پھٹکتی، دہی بلوتی سانی کرتی، اور صبح شام ڈھیر ساری روٹیاں بناتی۔ غرضیکہ کسی کام میں حیل حجت نہیں کرتی۔ وہ صبح سے جو کام میں لگتی تو شام ڈھلے تک اسے چارپائی پر بیٹھنے کی مہلت نہ ملتی، ایک کام ختم کرتی تو ساس دوسرے کام میں لگا دیتی۔ اس کے حکم کی تعمیل کر کے جو کھڑی ہوتی تو نندیں اپنی کوئی فرمائشیں کر دیتی تھیں اور اگر وہ اسے سرانجام نہ دیتی تو وہ بھائی کے کان بھر کے بھابی کو ڈانٹ پلوا دیتی تھیں — !!

جب لڑکیاں بچپن سے نکل کر جوانی کی دہلیز پر قدم رکھتی ہیں تو ان کے دل میں خود مختاری کا شوق چٹکیاں لینے لگتا ہے وہ سوچتی ہیں کہ وہ دن کتنے اچھے ہوں گے جب وہ اپنی مرضی سے کپڑوں کے رنگ پسند کریں گی من چاہے کھانے بنائیں گی جب جی چاہے گا اٹاری پر چڑھیں گی، جب من ہوگا کام کریں گی اور جب دل نہیں چاہے گا تو آرام سے بستر پر دراز ہو جائیں گی۔ نہ باپ کا ڈر، نہ ماں کا خوف اور نہ بھائی کا رعب ہوگا۔ وہ اپنی دنیا کی آپ مالک ہوں گی۔ لیکن جب اس کے امتریں خواب درمیان سے چٹخ جاتے ہیں، جب اس کے منصوبے ادھورے رہ جاتے ہیں اور جب اس کے خاکے بے رنگ رہ کر اس کی ناکامی کا احساس دلاتے ہیں تب اسے اپنے والدین کی ڈانٹ پھٹکار اور بھائی کا دبدبہ یاد آتا ہے کہ وہی گھر، وہی دنیا اور وہی میکے کا ماحول اپنا تھا باقی اب سب کچھ پرایا ہے ساری آزادی ختم ہو چکی ہے۔ شادی کے نام پر غلامی کا طوق اس کے گلے میں پڑ گیا ہے اگر وہ سسرال والوں کی خدمت کو اپنا جزو ایمان تصور نہ کرے گی تو اس کی کھال کھینچ لی جائے گی یا مٹی کا تیل ڈال کر اس کے کندن سے بدن کو راکھ کے ڈھیر میں تبدیل کر دیا جائے گا —

کاظمہ کے تمام خواب ریزہ ریزہ ہو کر اس وقت بکھر گئے تھے جب ایک دن رئیس احمد نے سالن کی گرم رکابی اس کے منہ پر یہ کہہ کر ماری تھی کہ "حرامزادی نمک تو چکھ لیا ہوتا —"

"میرا روزہ تھا اس لیے نہیں چکھا لیکن اب آئندہ چکھ لیا کروں گی" کاظمہ نے اپنے ماتھے سے خون کی بوندوں کو اپنے آنچل میں لے کر آبدیدہ ہوتے ہوئے کہا تھا۔

"بھیا آج بھابی کوٹھے پر چڑھ کر چوپال کے پنچوں کا نظارہ کر رہی تھی" اختری نے تو اگرم دیکھتے ہوئے اپنی شکایت کی چپاتی بھی داغ دی۔ چونکہ اسے کاظمہ نے بری کا وہ دوپٹہ نہیں دیا تھا جو اسے راشدہ نے تحفے کے طور پر دیا تھا۔

"اری! او بندریا! کیوں کوٹھے پر چڑھی تھی آج ــــ؟؟"
رئیس احمد نے اپنا جوتا اس کے سر پر رسید کرتے ہوئے پوچھا۔
"اماں نے کہا تھا کہ میں اُپلے پاتھ کر چھت کی منڈیر پر لگا دوں۔"
کاظمہ نے حقیقت حال کا اظہار کیا۔
"ارے او کٹنی! مجھے اپنے پھندے میں کیوں پھانستی ہے؟"
ایک اور درانتی بوڑھی ساس نے بھی اس کے گلے پر رکھ دی، اور رئیس احمد ایک اور جوتا اس طرح اس کے سر پر رسید کر دیا کہ وہ روزہ دار عورت بس اللہ اللہ کہتی رہ گئی۔ وہ چاہتی تھی کہ کھل کر رولے لیکن اسے وہاں رونے کی بھی اجازت نہ تھی۔ وہ چاہتی تھی کہ کچھ دن اپنے مائیکہ چلی جائے لیکن اسے حکم نہ تھا کہ وہ چوکھٹ پار کر سکے۔ اس کے میکے سے کوئی ملنے آتا تو خوشی سے اس کا دل بلیوں اچھلنے لگتا اور وہ دبے دبے لفظوں میں چاہتی کہ وہ اپنی خوشی کے پردے میں چھپے غم کا اظہار اپنے باپ یا بھیا سے کر دے لیکن نندیں سی آئی ڈی بنیں اس کے اردگرد منڈلاتی رہتی تھیں۔ جب اس کے دل میں پلا جوالامکھی باہر نکلنے کی کوئی راہ نہیں پاتا تو اسے اندر اندر بڑی گھٹن محسوس ہوتی جیسے اس کا سینہ پھٹ جائے گا۔ جیسے اس کی آنکھیں بغیر روئے بے نور ہو جائیں گی لیکن کرفیو کے نفاذ میں قانون کی پابندی نہ کرنے والوں کی سزا سے وہ خوب واقف تھی ــــ!!

رئیس احمد اپنے ہم عمر دوستوں کو بھی یہی مشورہ دیتا کہ وہ عورت کو ہمیشہ کنٹرول میں رکھنا چاہیے اور اپنے قول کی تصدیق میں تلسی داس کا شعر پڑھتا

"ڈھول گنوار، پشو، ناری
یہ سب تاڑن کے ادھیکاری"

اس کا یقین تھا کہ عورت کی ہفتے میں ایک بار پٹائی کر دینا انتظامیہ امور کا اہم حصہ ہے وہ عورت کو پاؤں کی جوتی اور دوزخ کا ایندھن جیسے نام دیتا تھا دراصل اس کے خیالات فرسودہ، مکروہ اور انسانیت سوز تھے۔ کاظمہ ہر طرح سے برداشت کرتی لیکن ایک دن جوالامکھی پھٹ گیا تو گھر میں فتنہ و فساد کا بازار گرم ہو گیا، خوب لے دے ہوئی۔ تو چل میں آیا، پنچایت پر پنچایت بیٹھی اور آخر کار بات طلاق پر آکر ختم ہو گئی۔ طلاق ملنے پر عموماً عورتیں رویا کرتی ہیں لیکن کاظمہ نے شکرانے کے دو نفل پڑھے تھے اور اپنی خوشی اور اطمینان کا اظہار اس طرح کیا تھا کہ بڑے پیر صاحب کی نیاز دلا کر ملیدے تقسیم کیے تھے لیکن وہ اپنے والدین اور بھائیوں کے لیے پھر ایک مسئلہ بن گئی تھی، وہ شب و روز مسئلے کے حل کے لیے کوشاں رہتے تھے اور آخر کار بھاگ دوڑ رنگ لائی اور مسئلہ کا حل ہو گیا تھا لیکن بچولیوں نے جس طرح دھوکہ دے کر مسئلہ حل کیا تھا وہ اس روز کتنے ہی نئے مسائل کا سبب بن گیا تھا۔

شام کا کھانا کھانے کے بعد جب سالے سالیوں نے دولہا بھائی سے ہنسی مذاق کا ماحول پیدا کیا تو انھیں یہ دیکھ کر خوشی ہوئی تھی کہ زاہد علی نہایت ہنس مکھ نوجوان تھا ــــ!!

"ایک مواوہ پہلا مردود تھا اور ایک یہ بھلا مانس اسے ملا ہے۔" کاظمہ کی یک چشم خالہ نے جب خوش خوش اپنے جذبات کا اظہار کیا تو زاہد ایک دم چونک گیا۔

"کیا مطلب ــــ؟؟" زاہد اس طرح اچھل گیا کہ جیسے کسان نے مرکھنے بیل کی پیٹھ پر آر چبھو دی ہو۔ کاظمہ کی خالہ سادہ لوح تھیں معصوم فطرت تھیں، انھوں نے دریافت کرنے پر سچائی کے ساتھ بتا دیا کہ کاظمہ کا پہلا شوہر رئیس احمد تھا جو بہت بُرا آدمی تھا اور اس نے کاظمہ کو طلاق دے دی تھی۔ گھر کے تمام لوگ اشاروں کنایوں سے منع کرتے رہے کہ "خالہ! اب ان باتوں کا کیا موقع ہے؟" لیکن خالہ بھلا کب ماننے والی تھیں جب ان کا ٹیپ ریکارڈ شروع ہوتا تو رُکنے کا نام نہ لیتا تھا۔

کاظمہ نے خالہ کی باتیں سن کر دونوں ہاتھوں سے اپنا کلیجہ تھام لیا اور وہاں سے ہارے ہوئے جواری کی طرح بھاگ کر اپنے کمرے میں آگئی اور تکیے میں منہ چھپا کر اس طرح زار و قطار رونے لگی جیسے اس گھر میں شادی نہیں کسی جوان کی موت ہو گئی ہو ــــ!! اس کے دماغ کی نس نس پھٹنے لگی تھی کہ اچھا ہو کہ وہ پاگل ہو جائے لیکن پاگل ہونا اس کے بس میں نہ تھا مگر موت تو اس کے اختیار میں تھی۔

زاہد علی اس انکشاف سے کہ کاظمہ ایک طلاق یافتہ عورت تھی، سراپا حیرت بن گیا اور اس کا منہ اس طرح کھلا کا کھلا رہ گیا جیسے اس پر سکتہ طاری ہو گیا ہو۔ کچھ دیر سناٹے میں رہنے کے بعد وہ وہاں سے اٹھ کر باہر بیٹھک میں اپنے دوست حشمت خاں کے پاس آیا اور اس سے رازدارانہ طور پر کچھ گفتگو کی اور پھر زنانخانے میں لوٹ گیا۔ ادھر حشمت خاں نے جلدی جلدی اپنا بستر باندھ لیا اور زاہد علی کا انتظار کرنے لگا۔

"ہاں تو خالہ! کچھ بتاؤ اس کی باتیں کیسا تھا وہ آدمی ــــ؟؟"
زاہد کا لہجہ اس حقیقت کا غماز تھا کہ وہ یک بیک بجھ گیا تھا اور طنزیہ طور پر ایک سوال کے بعد دوسرا سوال پوچھ رہا تھا، اس کے پہلے شوہر کے بارے میں۔

"اری خالہ! تو نے کس جنم کا بدلہ اپنی بھانجی سے نکالا؟"
جب ظرافت اماں سے نہ رہا گیا تو وہ ترا جا خالہ کو بُرا بھلا کہنے لگیں لیکن وہ بھلا کب ماننے والی تھیں، انھوں نے 'الف' سے لے کر 'یا' تک رئیس احمد کے ظلم و ستم کی ساری کہانی اسے سنا دی۔ زاہد علی کے چہرے پر آتے جاتے رنگ اس بات کے گواہی دے رہے تھے کہ وہ بے حد غصے میں تھا، اور انتقام کی آگ اس کے دل میں بھبھک رہی تھی، وہ بار بار چارپائی سے اٹھتا، کبھی بیٹھتا، کبھی اِس پہلو، کبھی اُس پہلو ــــ!!

کاظمہ اپنی تقدیر کے لکھے سے خوب واقف تھی وہ جانتی تھی کہ یہ دوسری شادی بھی اسے راس نہ آئے گی، اس لیے وہ اب زندہ رہنے کے لیے تیار نہ تھی۔ وہ تیزی کے ساتھ اٹھی ہاتھ منہ دھویا اور دوبارہ سے خود کو سجایا، سنوارا تاکہ دنیا والے دیکھ لیں کہ حیادار دلہن مر کر بھی کتنی خوبصورت لگتی ہے۔ بس اس کے دل میں مرنے سے پہلے ایک ہی خواہش نے سر ابھارا کہ وہ ایک بار اور جی بھر کے زاہد علی کو دیکھ لے۔ جب اس ارادے سے کاظمہ زاہد علی کے روبرو آکر بیٹھی تو عشاء کی اذان نے گفتگو میں بریک لگا دیا۔

زاہد علی نے جلی شانہ کہتے ہوئے ایک لمحہ کے لیے کاظمہ کو دیکھا اور دوسرے لمحے مسکراتے ہوئے اپنی بڑی سالی سے مخاطب ہوا۔

"باجی! کیا میلاد شریف رات بھر چلے گا ــــ؟؟"

(اردو مجلس دہلی سے نشر)

آپ کی



بہت دنوں بعد "آواز" ۱۶-۳۱ مارچ ۸۹ء کا شمارہ پڑھنے کا موقعہ ملا یا یوں کہیے کہ خود اس کی کشش نے مجھے اپنی طرف متوجہ کیا۔ شاید اس لئے کہ اس میں انگریز دشمنی میں شرابور تدبر سے عاری۔ اپنے آپ سے بے خبر جذباتی رہنما مولانا محمد علی جوہر اور افسانہ نگار پریم چند موجود تھے۔ اور سلطانہ چاند بی بی بھی "جا ایں جا ست" کی صدا دے رہی تھیں۔

پریم چند سے متعلق میں دو بار لکھ چکا ہوں اور جتنی بار لکھوں گا یہی لکھوں گا کہ ہمارے اردو نقاد عموماً اور پریم چند پر لکھنے والوں نے خصوصاً تحقیق سے بے نیاز ہو کر گمراہ کن تنقید لکھی ہیں۔ ہندی محقق اور ناقد ڈاکٹر کمل کشور گوئنکا (مصنف پریم چند وشو کوش دو جلد) نے پریم چند کی سوانح نئے سرے سے لکھنے کی تجویز ۱۹۸۰ء میں پیش کی تھی اور اس کے اسباب و دلائل بھی دیئے تھے۔ مگر ہمارے اردو تنقید نگار اسی پرانے خاکے میں اپنی اپنی پسند کے رنگ اپنی اپنی صلاحیت کے مطابق بھرتے چلے جا رہے ہیں جو ۱۹۳۶ء تا ۱۹۴۰ء کے درمیان بالالتزام تیار کیا گیا ہے جو پریم چند کو ادیب افسانہ نویس، ناول نگار یا صحافی کے درجے سے اونچا اٹھا کر قومی ہیرو کی شکل میں پیش کرنے کے لئے تیار کیا گیا تھا۔ زیر نظر مضمون "پریم چند اور قومی یکجہتی" بھی اسی زمرے میں شامل ہے۔

پریم چند ۱۹۱۲ء میں اعلان کر چکے تھے کہ:-
"اب میرا ہندوستانی قوم پر اعتقاد نہیں رہا۔ اور اور اس کی کوشش فضول ہے۔"
(پریم چند کے خطوط مرتبہ مدن گوپال ص۲۴ + چٹھی پتری جلد ۱ ص۱۳)

رائے

انھوں نے ساری زندگی جو کچھ لکھا اپنے مینی فیسٹو کے مطابق لکھا مگر ان کے نقاد خصوصاً اردو نقاد انھیں مسلسل جھٹلاتے چلے آ رہے ہیں۔ اسی لئے میں نے لکھا تھا کہ پریم چند کو صحیح ڈائمنشن میں پیش کرنے کی پرخلوص کوشش کی ہی نہیں گئی۔

میں نے پریم چند کا بغور مطالعہ کیا ہے اور محسوس کیا ہے کہ ان کے مسلم کردار بالعموم جلد رحم مکروہ اور بڑے گھناونے ہوتے ہیں۔ تفصیل کی گنجائش نہیں۔ فاضل مقالہ نگار نے "پردۂ مجاز" کا حوالہ دیا ہے۔ انھیں کی تحریر کے مطابق اس میں بھی جسوانند کے قاتل مسلمان ہی ہیں۔ اور خواجہ صاحب اپنے بین اور نوحہ کے ذریعہ اس کی تصدیق فرما رہے ہیں۔ خواجہ صاحب (پردۂ مجاز) شیخ حسن (معافی یا عفو) مسجد کے ملا (شدھی) وغیرہ اس مقصد کے لئے لائے گئے ہیں۔ فاضل مقالہ نگار جناب مقبول ظہیر وارثی اس پر غور فرمائیں۔ پھر لکھیں۔

ابومحمد شبلی
معرفت دانش محل۔ امین الدولہ
پارک۔ لکھنؤ ۱۸ پن ۲۲۶۰۰۱

خلوص و عقیدت

میں آواز کا پرانا قاری ہوں، لیکن خط لکھنے کا اتفاق پہلی بار ہوا۔ "آپ کی رائے" کا اضافہ قابل قدر۔ سلسلہ "شعر و ادب" ایک بہترین قدم۔ تاریخی چیزیں بھی اکثر ملتی رہتی ہیں۔ تاریخی شخصیت بھی کبھی کبھی نظر آتی ہیں۔

۱۶ تا ۳۱ مارچ کے شمارہ میں قلوپطرہ، چاند بی بی۔ تاریخی شخصیت کے کوٹے سے اور سلسلۂ "شعر و ادب" سے مولانا جوہر مضامین بہت پسند آیا۔ "قدیم آریہ لوگ اور علم طب" ایک اچھی تحقیق ہے۔ گلبرگہ سے نشر غزلیں کچھ اچھی ہیں۔ "اچھی سستی غذائیں" بھی پسند آئیں۔ افسانوں کا معیار ادھر کچھ گرا ہے۔ یہ کس کی ذمہ داری ہے؟

کچھ قارئین کی طرف سے آوازیں اٹھائی جا رہی ہیں کہ سوال و جواب کا اضافہ کر دیا جائے۔ مجھے اس سے سخت اختلاف ہے۔ کیونکہ آواز ایک ایسا رسالہ ہے جو صرف نشر شدہ پروگراموں کے لئے ہے اس میں سوال جواب کی ضرورت ہی نہیں بلکہ اس میں آپ اگر نشر شدہ سائنس و معلوماتی مضامین کھیل کود کے متعلق پروگرام دیں تو اچھا ہوگا اور اس سے زیادہ فائدہ ہوگا امید ہے کہ میرے اس نظریہ سے لوگ متفق ہوں گے۔

میری ایک اور خواہش یہ ہے کہ سلسلہ شعر و ادب کے ساتھ ساتھ سلسلہ تاریخی شخصیت بھی شروع کر دیں تو ممنون ہوں گا اور اپنی نئی نسل کو پرانی چیزوں کے بارے میں زیادہ معلومات بھی حاصل ہوں گی۔ شمع فروزاں ادھر غائب ہے وجہ؟ بہرحال آپ بے حد شکریہ کے مستحق ہیں کیوں کہ اتنی کم قیمت میں اتنا اچھا رسالہ نکال کر نہ صرف ہم لوگوں بلکہ اردو ادب پر بھی احسان کر رہے ہیں میرے اس پیارے رسالہ کے معیار کو بنائے رکھیں۔ خدا کرے زور قلم اور زیادہ۔

سرور راجہ پوری
رنگساز مسجد چرچ روڈ رانچی
بہار۔

تسلیم!

میرے گھر میں "آواز" پابندی سے آتا ہے۔ مگر ادھر کئی ماہ سے میں امتحان کی مشغولیت کی وجہ سے اس کا مطالعہ نہیں کر سکا۔ مگر امتحان ختم ہونے کے بعد میں نے آواز کا مطالعہ شروع کیا۔ آواز کے مطالعہ سے میری علمی لیاقت میں کافی ترقی ہوئی۔ آپ کا "طنز و مزاح" نمبر بھی خوب ہے۔ ایک سے ایک عمدہ مضمون آپ نے مشہور قلم کاروں کا شامل کیا ہے۔ مارچ کے دونوں شمارے میرے سامنے ہیں۔ بھوپال سے نشریہ غزلیں بہترین ہیں۔ "عطا کاکوی" صاحب کا مضمون گو مختصر ہے مگر عمدہ ہے۔ عطا صاحب بہار کے مشہور اساتذہ میں سے ایک ہیں۔ افسانہ "کتا کتا" بھی خوب ہے۔ قدیم آریہ لوگ اور علم طب اچھا معلوماتی مضمون ہے۔ کتب بینی ایک دلچسپ مشغلہ بھی اپنی افادیت کے لحاظ سے اچھا مضمون ہے۔

امید کرتا ہوں کہ آپ "آواز" کو پابندی سے شائع کرتے رہیں گے۔

محمد راشد انور
اولڈ ایچ۔ بی روڈ۔ رانچی ۹

آداب!

آپ کا رسالہ آواز برابر مل رہا ہے مگر یہاں بک اسٹال پر ذرا دیر سے آتا ہے۔ اس طرف دھیان دیں۔

۱۶ فروری بیوی کے ساتھ بدسلوکی، مزاحیہ خاکہ سفر ہے شرط، یکم مارچ داستان نگاری میں چہار درویش کی اہمیت۔ افسانہ اجالے کا اندھیرا، ۱۶ مارچ افسانہ سوال، بے وفا، اور منٹو پر لکھا گیا ادب دلچسپ اور قابل ستائش ہیں۔ آپ آکاش وانی وارانسی اور پٹنہ کے پروگراموں کی تفصیل آواز میں شامل کریں تو عین نوازش ہوگی۔ نیک خواہشات کے ساتھ۔

جاوید نسیم
اسحاق مینشن، سہسرام

محترمی!

"میں آواز" کا عرصے سے مطالعہ کر رہا ہوں لیکن خط لکھنے کی پہلی بار جرأت کر رہا ہوں۔ آپ سے ایک شکایت ہے وہ یہ کہ پٹنہ سے نشر ہونے والی غزلیں آپ شائع نہیں کرتے ہیں اور اگر کرتے بھی ہیں تو معدودے چند وہ بھی مخصوص قلمکاروں کی۔ ایسا کیوں؟ بہرکیف میں آپ سے گذارش کروں گا کہ پٹنہ ریڈیو اسٹیشن سے بھی منشورہ غزلیات طلب کریں اور ابھرتے فنکاروں کو بھی آواز میں جگہ دیں۔ اس سے نئے لکھنے والوں کا حوصلہ بلند ہوتا ہے۔ ابھی میرے ہاتھوں میں ۱۶ سے ۳۱ مارچ ۱۹۸۵ء کا شمارہ زیر مطالعہ ہے۔ یہ شمارہ صوری اور معنوی دونوں اعتبار سے بہتر ہے۔ پرچے کی ترتیب و تزئین آپ کی کاوشوں کی ضامن ہیں۔ مشترکہ شمارہ میں پٹنہ سے روزانہ نشر ہونے والے پروگرام کو نظرانداز کر دیتے ہیں جب کہ پٹنہ سے روزآنہ ۸ بجکر ۴۰ منٹ سے ۹ بجکر ۴۵ منٹ تک پابندی سے اردو پروگرام نشر ہوتا ہے۔ امید کہ آپ بخیر ہوں گے۔

اجنبی اورنگ آبادی
سکریٹری، بزم ارباب ادب
گڑھنی، بھوجپور۔ (بہار)

محترم!

"آواز" کا ۱۶ مارچ ۱۹۸۵ء کا شمارہ پیش نظر ہے۔ سب سے پہلے تو مجھے سرورق کی جاذبیت اور دلکشی کے متعلق کچھ کہنے کی اجازت دیجئے۔ سادگی، فن کاری اور گل کاری سے مزین آواز کا سرورق قاری کا دل اور ذہن دونوں اپنی طرف کھینچ لیتا ہے۔ آواز کے آرٹسٹ کو مبارکباد۔ "گلبرگہ" سے غزلیں بھی خوب رہیں۔ "قلوپطرہ" بے حد پسند آیا۔ اس کے علاوہ "اچھی اور سستی غذائیں" ڈاکٹر جعفری کا یہ مضمون عام قاری کے لئے بے حد مفید اور دلچسپ ہے۔ اور ہاں "کرکٹ کا موسم" بھی کیا شاندار مضمون ہے۔ مہدی صاحب کو مبارکباد دیجئے۔

"طنز و مزاح نمبر" میں میرے انشائیے کی شمولیت کے لئے شکریہ قبول فرمائیں۔ ساتھ ہی آواز کے ذریعے ان تمام قارئین کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں جنھوں نے میرے مضمون کو پسندیدگی کی نظر سے دیکھا۔ کئی حضرات نے ذاتی خطوط بھی لکھے۔

انوار انصاری
آڈٹ آفیسر۔ اولڈ ہزاری باغ روڈ
نزد چوتا بھٹہ، رانچی ۹

سلام خلوص!

آواز کا تازہ شمارہ ۱۶ سے ۳۱ مارچ کا نظر نواز ہوا۔ میں آواز کا کافی دنوں سے مطالعہ کرتا ہوں۔ آپ نے شخصیات کا سلسلہ شروع کرکے معلومات میں اضافہ کیا اس دفعہ محمد علی جوہر یہ مضمون قابل مطالعہ اور کارآمد مضمون ہے اس شمارے کے سبھی مضامین معلوماتی اور کارآمد ہیں۔ آواز کا مطالعہ ہمیشہ ہی میرے ذوق ادب کو نکھارنے میں معاون ثابت ہوا ہے۔ آپ کا مضامین اور نظم و نثر کا انتخاب لائق صد ستائش کے ہے آپ کی قابل قدر ادارت میں اردو ادب کی یہ خدمت خدا کرے آواز کے نئے اعلیٰ ادبی معیار اور مقبولیت کا باعث بنے۔ بہرحال امید ہے آپ بخیر و عافیت ہوں گے۔

سید زین العابدین
رانچی

آکاشوانی نئی دہلی

سازندے درکار ہیں

اسٹیشن ڈائریکٹر آل انڈیا ریڈیو نئی دہلی کو آکاشوانی دہلی میں سازندوں کے درج ذیل زمروں میں موجود آسامیاں پُر کرنے کے لیے درخواستیں مطلوب ہیں۔

ساز کا نام	اسامی کی تعداد
۱۔ سارنگی نواز	۳
۲۔ بانسری نواز (کرناٹک)	۱
۳۔ کنجیرا نواز	۱
۴۔ دلربا نواز	۱
۵۔ کلارینٹ نواز	۱
۶۔ وینا (کرناٹک)	۱

کام کی نوعیت :

ڈیوٹی چارٹ کے مطابق بطور اکمپنسٹ / انسٹرومنٹلسٹ شفٹ ڈیوٹیز انجام دینا ضرورت پڑنے پر بطور سولو آرٹسٹ پروگرام دینا۔ خصوصی مواقع کے لیے موسیقی کے خصوصی پروگراموں کی ریہرسل اور ریکارڈنگ، موسیقی کے پروگراموں کی ریہرسل اور بینسنگ میں مدد دینا۔ جب اور جہاں ضرورت ہو موسیقی کے سازوں کی دیکھ بھال کرنا۔ موسیقی کی علامات اور کتب کی دیکھ بھال۔ موسیقی کے اسباق پیش کرنے میں تعاون اور شرکت کرنا۔ اس کے علاوہ وقتاً فوقتاً سپرد کردہ فرائض کی انجام دہی۔

اہلیت، عمر اور فیس اسکیل وغیرہ سے متعلق تفصیلات درج ذیل ہیں۔

لازمی اہلیت :

(الف) امیدوار کو کلاسیکی موسیقی کے لیے بطور پرفارمنگ آرٹسٹ آل انڈیا ریڈیو کے میوزیکل آڈیشن بورڈ کی جانب سے (اسامی سے متعلق ساز میں) کم از کم بی ہائی گریڈ دیا گیا ہو۔

(ب) کلاسیکی موسیقی میں باقاعدہ اور باضابطہ تربیت۔

(ج) موسیقی کے اجتماعی مظاہرے میں دیگر سازندوں کا ساتھ دینے کی صلاحیت۔

(ح) سنگت دینے / تنہا ساز بجانے کی صلاحیت۔

(د) ہندی / یا کسی علاقائی زبان میں لکھنے اور پڑھنے کی صلاحیت (کسی مسلمہ پرائمری اسکول سے کم از کم تیسری جماعت پاس کرنے کا ثبوت پیش کرنا ہوگا۔)

پسندیدہ :

تانپورہ بجانے کی صلاحیت اور دیگر فنکاروں کو تانپورہ پر سنگت دینے کی صلاحیت۔

عمر :

یکم جولائی ۱۹۸۵ء کو ۱۹ اور ۴۵ برس کے درمیان۔ شیڈول کاسٹ / شیڈول ٹرائب اور آل انڈیا ریڈیو کے اسٹاف آرٹسٹوں کو قواعد کے مطابق رعایت دی جائے گی

سازندوں کے لیے فیس اسکیل

اے گریڈ فنکار کے لیے :

۶۵ روپے ماہانہ : اسکیل ۶۵۰-۳۰-۷۴۰-۳۵-۸۱۰-ای بی-۳۵-۸۸۰-۴۰-۱۰۰۰-ای بی-۴۰-۱۲۰۰ روپے اور ساتھ ہیں وہ بھتے جو آرٹسٹوں کو وقتاً فوقتاً دیئے جاتے ہیں۔

بی۔ ہائی گریڈ فنکار کے لیے :

۵۵ روپے ماہانہ : اسکیل ۵۵۰-۲۵-۷۵۰-ای بی-۳۰-۹۰۰ روپے اور ساتھ ہیں وہ بھتے جو آرٹسٹوں کو وقتاً فوقتاً دیئے جاتے ہیں۔

مذکورہ بالا اسامیوں کے لیے عام ہدایت

۱۔ امیدواروں کو پریکٹیکل ٹسٹ / انٹرویو کے لیے اپنے اخراجات پر آل انڈیا ریڈیو نئی دہلی پہنچنا ہوگا۔

۲۔ سرکاری ملازمین اپنی درخواستیں اپنے دفتر کے توسط سے ارسال کریں۔

۳۔ منتخب امیدوار کا تبادلہ آل انڈیا ریڈیو کے کسی بھی اسٹیشن پر کیا جا سکتا ہے۔

۴۔ منتخب امیدواروں کو ابتدا میں ماہانہ معاہدہ پر تقرری دی جائے گی اور بعد میں مناسب مدت کے بعد سلیکشن بورڈ ان کے ساتھ پانچسالہ معاہدے کے لیے غور کرے گا۔

۵۔ ہمارے پچھلے اشتہار (آواز ۱۶ ار فروری ۸۵) کے جواب میں پہلے سے موصول درخواستیں قابلِ غور سمجھی جائیں گی۔

۶۔ سادہ کاغذ پر درخواست مندرجہ ذیل جدول کی شکل میں تحریر کریں۔ درخواستیں اسٹیشن ڈائریکٹر آل انڈیا ریڈیو نئی دہلی کے پتے پر ۱۵ ار مئی ۸۵ء تک پہنچ جانی چاہئیں۔

۱۔ امیدوار کا نام اور پتہ
۲۔ والد کا نام
۳۔ تاریخ پیدائش (تحریری ثبوت کے ساتھ)
۴۔ اہلیت (تعلیمی و پیشہ ورانہ) تحریری ثبوت کے ساتھ
۵۔ موسیقی میں تربیت کی تفصیلات۔
۶۔ دیگر سازندوں کے ساتھ سنگت کرنے کا تجربہ۔
۷۔ موجودہ گریڈ (تحریری ثبوت کے ساتھ)
۸۔ اگر امیدوار کا کوئی رشتہ دار آل انڈیا ریڈیو / دوردرشن یا وزارت اطلاعات و نشریات کے کسی اور شعبے میں ملازم ہے تو اس کا ذکر کریں۔

مقررہ تاریخ کے بعد اور نامکمل شکل میں موصول ہونے والی درخواستیں کسی بھی حالت میں قابلِ قبول نہ ہوں گی۔

کسی بھی قسم کے اثر و رسوخ کے استعمال کی کوشش امیدوار کی نااہلیت کا سبب ثابت ہوگی۔

نیشنل پروگرام



پرنب کمار مکرجی کا بانسری وادن

ہفتہ ۱۱ مئی رات ساڑھے نو بجے

پرنب کمار مکرجی کو ابتدائے عمر سے ہی کلاسیکی موسیقی سے لگاؤ تھا۔ ابتدائی تربیت اپنے پتا دبیندر ناتھ مکرجی سے حاصل کرنے کے بعد بنارس کے رگھوناتھ پرسنا سے شہنائی وادن سیکھا۔ اس کے بعد وہ لکھنؤ کے مشہور دائمن نواز ڈاکٹر جی این گوسوامی سے تربیت حاصل کر رہے ہیں۔

ملک کے نمایاں بانسری نواز پرنب کمار مکرجی کو سہل انداز میں راگوں کے زیر و بم نمایاں کرنے میں ملکہ حاصل ہے۔ ان کا فن بھکتی بھاونا، شیرینی اور راگ کی روح کو برقرار رکھنے میں انفرادی حیثیت رکھتا ہے۔ آج کل آپ رابندر بھارتی یونیورسٹی کلکتہ سے بحیثیت استاد منسلک ہیں۔

مالنی راجورکر کا گائن

ہفتہ ۴ مئی رات ساڑھے نو بجے

مالنی راجورکر کا جنم اجمیر میں ہوا اور اجمیر میوزک کالج سے انھوں نے "سنگیت نپن" کی ڈگری حاصل کی ہے۔ اس کے علاوہ انھوں نے موسیقی کی تعلیم گووند راؤ راجورکر، پی این چنچورے اور بالا صاحب پوچھوالے سے بھی حاصل کی ہے۔ آج کل اپنے شوہر وسنت راؤ راجورکر سے علم موسیقی کی باریکیاں سیکھ رہی ہیں۔



اپنی حساس اور شیریں آواز کی مدد سے وہ گوالیار گھرانہ گائیکی کے مشکل اور بہترین انداز کو بخوبی پیش کرتی ہیں۔ گوکہ ٹپہ اور ترانہ میں انہیں مہارت حاصل ہے لیکن خیال، ٹھمری اور مراٹھی منچ سنگیت پر انہیں عبور حاصل ہے۔

منگل شب کی محفل موسیقی



دیپک کمار باسو کا گائن

۷ مئی

شری باسو نے مشہور گائیک اچاریہ سیوناتھ راؤ جوشی سے ابتدائی تربیت حاصل کرنے کے بعد بھونیشور کے ڈاکٹر موہن چرن سیناپتی کی شاگردی اختیار کی اور آج کل شری اسچاریہ لال چٹرجی سے کلاسیکی موسیقی کی باریکیاں سیکھ رہے ہیں۔

الیکٹریکل انجینئرنگ کے گریجویٹ شری باسو نے موسیقی میں پوسٹ گریجویشن بھی کیا ہے اور اکھل بھارتیہ گندھرو مہا ودیالیہ منڈل کی جانب سے انھیں "سنگیت النکار" کے خطاب سے نوازا گیا ہے۔

سنجے بندو پادھیائے کا ستار وادن : ۱۴ مئی

ابھرتے ہوئے ستار فنکار بندوپادھیائے نے محض ۶ سال کی عمر میں ہی اپنے پتا پیوس پرسنا بندوپادھیائے سے ستار سیکھنا شروع کر دیا تھا۔ اس کے بعد انھوں نے ۱۱ سال تک سورگیہ پنڈت رادھیکا موہن موئترا سے رہنمائی حاصل کی۔ گائیکی انگ کی تعلیم انھوں نے مانس چکرورتی سے حاصل کی اس کے علاوہ دشوار راگوں کی خصوصی تربیت انھوں نے مشہور گائیک ایم آر گوتم سے حاصل کی ہے۔ آج کل آپ اندرا کلا سنگیت وشو ودیالیہ، خیرہ گڑھ سے بحیثیت استاد منسلک ہیں۔

اردو سروس

پہلی مجلس
میڈیم ویو : ۴۲۷،۱۳ میٹر (۷۰۲ کلو ہرٹز) ۲۸۰۱۱ میٹر (۱۰۷۱ کلو ہرٹز)
شارٹ ویو : ۴۸،۷۰ میٹر (۶۱۵۵ کلو ہرٹز)

دوسری مجلس
میڈیم ویو : ۴۲۷،۱۳ میٹر (۷۰۲ کلو ہرٹز) ۲۸۰۱۱ میٹر (۱۰۷۱ کلو ہرٹز)
شارٹ ویو : ۳۱،۰۱ میٹر (۹۶۷۵ کلو ہرٹز)

تیسری مجلس
میڈیم ویو : ۴۲۷،۱۳ میٹر (۷۰۲ کلو ہرٹز)
شارٹ ویو : ۹۱،۰۵ میٹر (۳۲۹۵ کلو ہرٹز)

مقررہ پروگراموں کے لیے "آواز" شمارہ ۱۶ر اپریل دیکھیے

بدھ یکم مئی

صبح
۵-۴۵ صبح گاہی
۶-۲۵ شہر صبا
بیلا ساوڑ : مجاز، جگر اور
قیصر قلندر کا کلام
بلونت بنسل : داغ دہلوی
اور نوح ناروی کا کلام
۷-۳۰ ساز سنگیت
این۔ راجم : وائلن پر ٹھمری بھیروی
۹-۳۲ کلاسیکی موسیقی
استاد بڑے غلام علی خاں :
خیال دیسی و بھیروی

دوپہر
۲-۰۷ سب رس
۲-۳۰ بزم خواتین
۱۔ 'زندگی زندہ دلی کا نام ہے'، تقریر
از صغرا مہدی
۲۔ گیت
۳۔ دستر خوان
۳-۰۰ رنگا رنگ : جھلکیاں
۱۔ 'ضرورت ایک نوکر کی'
۲۔ 'ہم سب چچے ہیں'

رات
۸-۳۰ حسن غزل
بلونت بنسل : مجاز لکھنوی
اور فیض کا کلام
۹-۰۰ شہر نامہ
۹-۳۰ کچھ بن کا سے
اسکرن شرما : ٹھمری مشر جھنجھوٹی
۱۰-۰۰ افسانہ
۱۱-۳۰ بزم موسیقی
استاد بڑے غلام علی خاں :
خیال درباری
این۔ راجم : وائلن پر راگ بہاگ

جمعرات ۲ر مئی

صبح
۵-۴۵ صبح گاہی
۶-۲۵ شہر صبا
کرونا ابرول : آتش اور
ظفر کا کلام
ہلال احمد خاں : سودا اور
غالب کا کلام
۷-۳۰ ساز سنگیت
عبدالسمیع خاں : سرود وادن

دوپہر
۲-۳۰ رنگ نو

رات
۸-۳۰ حسن غزل
کرونا ابرول : عرش ملسیانی
اور ساغر نظامی کا کلام
۹-۰۰ کھیل کے میدان سے
۱۰-۰۰ ادبی نشست
'اردو نثر اور ترقی پسند تحریک'
مباحثہ
۱۱-۳۰ بھیم سین جوشی : خیال پوریا کلیان

جمعہ ۳ر مئی

صبح
۵-۴۵ صبح گاہی
۶-۲۵ شہر صبا
مدھورانی : رفعت سروش اور
عرش ملسیانی کا کلام
سعادت بن اشرف : فیض اور
درد کا کلام
۷-۳۰ ساز سنگیت
اوما شنکر مشرا : ستار پر راگ بھٹیار
۹-۰۰ آؤ بچو!
۱۔ ایسا کیوں ہوتا ہے
'آتش فشاں کیوں پھٹتے ہیں؟'
تقریر از فرحت قمر
۲۔ بچوں کی دنیا
۳۔ بچوں کے خط
۹-۳۲ آپ کے خط آپ کے گیت

دوپہر
۲-۰۷ مشاعرہ (آکاشوانی کلکتہ)
۳-۰۰ کہکشاں

رات
۸-۳۰ حسن غزل
مدھورانی : غالب کا کلام
۹-۳۰ ایک راگ کئی روپ
۱۰-۰۰ روبرو
۱۱-۳۰ بزم موسیقی
پنڈت منی رام اور پنڈت جسراج :
خیال درباری
اوما شنکر مشرا : ستار پر
راگ ہنس دھونی

ہفتہ ۴ر مئی

صبح
۵-۴۵ صبح گاہی
۶-۲۵ شہر صبا
منیر خاتون بیگم : ذوق، شفیق
اور نوح ناروی کا کلام
ستیش بھوٹانی : صبا افغانی کا کلام
۷-۳۰ ساز سنگیت
رمیش پریم : وینا پر راگ تلنگ

دوپہر
۲-۳۰ بزم خواتین
۱۔ 'انتقام کیوں'، تقریر از
شبانہ نذیر
۲۔ غزل
۳۔ خطوں کے جواب

رات
۸-۳۰ حسن غزل
منیر خاتون بیگم : غالب اور
میر کا کلام
۹-۰۰ ریڈیو نیوز ریل
۹-۳۰ نغمہ وطن
۱۰-۰۰ نئی نسل نئی روشنی
۱۱-۳۰ بزم موسیقی
ملک ارجن منصور : خیال نند
رمیش پریم : وچتر وینا پر
راگ کونسی کانہڑا

اتوار ۵ر مئی

صبح
۵-۴۵ صبح گاہی
۶-۲۵ شہر صبا
انجلی بنرجی : جگر مراد آبادی اور
فراق کا کلام
احمد حسین : جگر اور
فیض کا کلام
۷-۳۰ ساز سنگیت
دنیش کمار : بانسری پر
راگ بیراگی
۹-۳۲ چلتے چلتے

دوپہر
۲-۰۷ آپ کا خط ملا

رات
۸-۳۰ حسن غزل
انجلی بنرجی : شمیم جے پوری
اور آتش کا کلام
۹-۰۰ کتابوں کی باتیں (اردو)
۹-۳۰ کچھ بن کا رے
بالو خاں : ٹھمری کھماج
۱۱-۳۰ بزم موسیقی
عنایت حسین نظامی :
خیال پوریا کلیان
دنیش کمار : بانسری پر راگ باگیشوری

پیر ۶ر مئی

صبح
۵-۴۵ صبح گاہی
۶-۲۵ شہر صبا
اندرا ٹلی سکھ : اصغر اور
فانی کا کلام
اندر نارائن : کمال احمد صدیقی،
فیض اور تلیاں کا کلام
۷-۳۰ ساز سنگیت

چت دیوبرمن : اسراج پر
راگ بھٹیار

دوپہر

۲-۰۰ سازوں پر موسیقی
چنتامنی جین : جلترنگ پر
راگ برندابنی سارنگ
بھجن سوپوری : سنطور پر
راگ پٹ دیپ

رات

۸-۳۰ حسنِ غزل
اندر نارائن : میر مہدی مجروح
ظفر اور فانی کا کلام
۹-۰۰ کلامِ شاعر
قیصر قلندر
۹-۳۰ پنجابی نغمے
۱۰-۰۰ 'پنڈت موتی لال نہرو' فیچر
۱۱-۳۰ بزمِ موسیقی
للت جے راؤ : خیال راگیشوری
چت دیوبرمن : اسراج پر
راگ ابھوگی کانہڑہ

منگل ۷ مئی

صبح

۶-۲۵ شہرِ صبا
گکو ماتھر، محمد عثمان عارف، فیض
اور جاں نثار اختر کا کلام
بتن دیوانہ، جگر کا کلام
۷-۳۰ سازِ سنگیت
بھجن سوپوری : سنطور پر بسنت مکھاری

دوپہر

۲-۰۷ بھگتی گیت

رات

۸-۳۰ حسنِ غزل
بین دیوانہ : داغ کا کلام
۹-۳۰ علاقائی نغمے
۱۰-۰۰ جواباً عرض ہے
۱۲-۰۵ بھجن سوپوری : سنطور پر پوریا کلیان

بدھ ۸ مئی

صبح

۶-۲۵ شہرِ صبا
منیر خاتون بیگم : ذوق، شفیق اور
نوح ناروی کا کلام
دینا ناتھ : جگن ناتھ آزاد اور
حسرت موہانی کا کلام

۷-۳۰ سازِ سنگیت
اننت لال : شہنائی پر بھیروی
۹-۳۲ کلاسیکی موسیقی
پدماوتی شالگرام : خیال توڑی اور
دادرہ بھیروی

دوپہر

۲-۳۰ بزمِ خواتین
۱۔ 'رنگ روپ میں لباس کی اہمیت'
تقریر از پرمیلا مہرہ
۲۔ گیت
۳۔ کام کی باتیں
۳-۰۰ یادیں بن گئیں گیت

رات

۸-۳۰ حسنِ غزل
منیر خاتون بیگم : سراج لکھنوی
اور شکیل بدایونی کا کلام
۹-۰۰ دلی ڈائری
۹-۳۰ کھبر بن کارے
گرجا دیوی : ٹھمری پیلو
۱۰-۰۰ حفظانِ صحت
۱۱-۳۰ بزمِ موسیقی
پدماوتی شالگرام : خیال جے جے ونتی
اننت لال : شہنائی پر مدھوکونس

جمعرات ۹ مئی

صبح

۶-۲۵ شہرِ صبا
مبارک بیگم : اقبال اور فیض کا کلام
مہندر سنگھ : راج بلدیو راج اور
اختر رضوانی کا کلام
۷-۳۰ سازِ سنگیت
ہیرالال : طبلے پر روپک تال

دوپہر

۲-۳۰ حرفِ غزل
۳-۰۰ راگ رنگ

رات

۸-۳۰ حسنِ غزل
مہندر سنگھ : پورن سنگھ اور
ترلوک چند کوثر کا کلام
۹-۰۰ کھیل کے میدان سے
۹-۳۰ ساز اور آواز
۱۰-۰۰ آئینہ
'دبستانِ دلی نمبر'
ایڈیٹر : محمد ذاکر
۱۱-۳۰ بزمِ موسیقی

رسک لال اندھریا : خیال ہنس دھونی
ہیرالال : طبلے پر تین تال

جمعہ ۱۰ مئی

صبح

۵-۲۵ صبح گاہی
۱۔ تلاوت کلام پاک اور نعت
۲۔ نعتیہ کلام
حبیب پینٹر و ساتھی
۶-۲۵ شہرِ صبا
مدھوبالا چاولہ : پی پی سکینہ اور
جیالال وسنت کا کلام
جمیل احمد : داغ، فراق اور
سلام مچھلی شہری کا کلام
۷-۳۰ سازِ سنگیت
استاد علاؤ الدین خاں : سرود پر
راگ کومل رکھب اساوری
۹-۰۰ آؤ بچو!
'ہماری لائبریریاں' تقریر
از شہاب الدین انصاری
۹-۳۲ آپکے خط آپکے گیت

دوپہر

۲-۰۷ سات سوال

رات

۸-۳۰ حسنِ غزل
مدھوبالا چاولہ : جگر اور فیض کا کلام
۹-۳۰ کہانی سنگیت کی
۱۰-۰۰ روبرو
۱۱-۳۰ بزمِ موسیقی
پنڈت اونکار ناتھ ٹھاکر :
خیال درباری
استاد علاؤ الدین خاں : سرود پر
جے جے ونتی

ہفتہ ۱۱ مئی

صبح

۶-۲۵ شہرِ صبا
مینو پرشوتم : فراق اور
درد کا کلام
اقبال قریشی : زبیر رضوی اور
شاذ تمکنت کا کلام
۷-۲۵ سازِ سنگیت
مصطفٰے خاں : وچترو ینا پر اسیری

دوپہر

۲-۰۷ شعر ہمارے گیت آپکے

۲-۳۰ بزمِ خواتین

رات

۸-۳۰ حسنِ غزل
مینو پرشوتم : غزلیں
۹-۳۰ نغمۂ وطن
۱۱-۳۰ بزمِ موسیقی
پروین سلطانہ : خیال مالکونس
مصطفٰے خاں : وچترو ینا پر راگیشوری

اتوار ۱۲ مئی

صبح

۶-۲۵ شہرِ صبا
نیلم ساہنی : نقش لائلپوری، بشیر بدر
اور راجیش کمار اوج کا کلام
نذیر احمد : رفعت سروش کا کلام
۷-۳۰ سازِ سنگیت
امرناتھ : بانسری پر گوجری توڑی

دوپہر

۲-۰۷ آپ کا خط ملا
۲-۳۰ محفل

رات

۸-۳۰ حسنِ غزل
نیلم ساہنی : صادق دہلوی
اور شفق لکھنوی کا کلام
۹-۰۰ کتابوں کی باتیں
۹-۳۰ کھبر بن کارے
ہیرا دیوی مشر : ٹھمری دیش
۱۰-۰۰ 'کیکڑے' ڈرامہ
تحریر : ڈاکٹر گووند چاتک
۱۱-۳۰ بزمِ موسیقی
استاد رجب علی خاں : خیال باگیشوری
امرناتھ : بانسری پر چندر کونس

پیر ۱۳ مئی

صبح

۵-۲۵ صبح گاہی
۶-۲۵ شہرِ صبا
نسیم بانو : خمار بارہ بنکوی کا کلام
۷-۳۰ سازِ سنگیت
برج بھوشن کابرہ : گٹار پر
راگ بلاول
۹-۳۲ پی۔ این۔ برودے : خیال

دوپہر

۲-۰۷ میری نظر میں
آگے صفحہ ۳۰ پر

دھلی

مسڈیم ویو
دہلی الف ۳۶۶۱۳ میٹر ۸۱۹ کلو ہرٹز
دہلی ب ۳۵ء۵ میٹر ۶۶۶ کلو ہرٹز
دہلی ج ۱۳ء۲۱۹ میٹر ۱۳۶۸ کلو ہرٹز
دہلی د ۲۹۳ء۱۹ میٹر ۱۰۱۲ کلو ہرٹز

شارٹ ویو
صبح ۶-۱۰ تک ۱۹ء۱۱۵ میٹر ۳۳۶۵ کلو ہرٹز
صبح ۸-۱۵ کے بعد ۳۱ء۴۲ میٹر ۹۶۱۹ کلو ہرٹز
دوپہر ۳۱ء۴۲ میٹر ۹۶۱۹ کلو ہرٹز
شام ۴۵ء۴ تک ۳۱ء۴۲ میٹر ۹۶۱۹ کلو ہرٹز
شام ۶ بجے سے آخر تک ۸۹ء۱۵ میٹر ۳۳۶۵ کلو ہرٹز

خبریں

دھلی الف

صبح
۶-۰۰ ہندی انگریزی
۷-۰۰ سنسکرت
۸-۰۰ ہندی
۸-۵۰ اردو
۱۱-۰۰ ہندی
۱۲- انگریزی

۱-۰۰ ہندی
۱-۳ پنجابی
۱-۵ اردو
۲-۱ ہندی
۵-۰۰ راجیوں سے سماچار

شام
۶-۵ ہندی
۶-۱۰ سنسکرت

۷-۴۵ روزگار سماچار
۸-۰۰ پرادیشک سماچار
۸-۴۵ ہندی
۹-۱۶ اردو مع تبصرہ
۱۱-۵ ہندی

دھلی ب

صبح
۸-۱۰ انگریزی

۸-۳۰ پنجابی
۱۰- انگریزی
۱- انگریزی
۳- انگریزی
۶- انگریزی
۳- پنجابی
۴- تجارتی اعلانات
۱- انگریزی
۱۱- انگریزی

روزانہ نشر ہونے والے پروگرام

دھلی الف

صبح
۶-۵۵ وندے ماترم منگل دھونی
۶-۵ دعا
۶-۳ گرمی چرچا
۶-۳۰ رام چرت مانس سے
۶-۵۰ سواستھ چرچا (اتوار، منگل، جمعرات، ہفتہ)
وگیان چرچا
سائنس کے موضوع پر تقریر (پیر، بدھ، جمعہ)
۶-۵۵ موسیقی
۷-۰۵ وچار بندو (اتوار کو پرکاش کرن)
۷-۳ آج صبح (اتوار، بدھ، جمعہ)
انسان کے تھوڑے سے (پیر)
سورو بلا (منگل)
بھارت بھارتی (جمعرات)
دوسرے کیندروں سے (ہفتہ I)
رسکتا سکھا (ہفتہ II اور IV)
دلی کے آس پاس (ہفتہ III)
اسکٹ ... پروگرام (ہفتہ V)
۷-۴ آج صبح (جاری) (اتوار، بدھ، جمعہ)
اپنے دیش کی بات (پیر، جمعرات)
نئی دیشائیں (منگل، ہفتہ II اور IV)
۷-۴۵ آج صبح (جاری) (اتوار، بدھ اور جمعہ)
دلی دیشن (پیر، منگل، جمعرات اور ہفتہ)
۸-۱ شاستریہ سنگیت
۸-۴ اردو مجلس
۹-۰۰ اختتام (اتوار کو ... پروگرام)
۱۰-۰۰ اتوار صبح کی محفل موسیقی
۱۰-۱۵ وادیہ وادن (اسکول براڈکاسٹ)
۱۰-۳۵ شاستریہ سنگیت
۱۱-۰۲ شاستریہ سنگیت (اتوار کو لوک وادیہ وادن)
۱۱-۲ شاستریہ سنگیت (اتوار کو وادیہ وادن)
۱۱-۳ شاستریہ سنگیت (اتوار کو کرناٹک سنگیت)
۱۲-۰۲ لوک بھارتی
۱۲-۱۵ جھلکی (اتوار)
ررندگان (پیر، بدھ، جمعہ)
گیت کا (منگل، جمعرات، ہفتہ)

دوپہر
۱۲-۳۰ بہنوں کا پروگرام (اتوار، منگل، جمعرات، ہفتہ)
گرامین بہنوں کا پروگرام (بدھ، جمعہ)

ہندی ناٹک (دوبارہ براڈکاسٹ) (پیر)
۱-۰۰ بچوں کا پروگرام (جاری)
(اتوار، منگل، جمعرات، جمعہ)
گرامین بچوں کا پروگرام (جاری)
(بدھ، جمعہ)
(... پیر)

۱-۰۰ سگم سنگیت
۲-۰۰ سگم سنگیت ...
۲- ... سنگیت
۲-۳ ... (اتوار کو ناٹک)
۲-۳ ... (اتوار)
۵۵-۲ ہندی میں پروگراموں کا خلاصہ
۳-۵ ... (اتوار اور ہفتہ)
... (بدھ، جمعہ)
... (منگل)
... (جمعرات)
۴-۵ ... (اتوار)
اسکول براڈکاسٹ ...
۴-۳۵ کرناٹک سنگیت (اتوار)
اسکول براڈکاسٹ (جاری) (پیر تا ہفتہ)
۴-۵ کرناٹک سنگیت (اتوار)
بچوں کے لیے پروگرام (جمعرات)
شاستریہ سنگیت
(پیر، منگل، بدھ، جمعہ، ہفتہ)
۵-۵۵ کرناٹک سنگیت (جاری) (اتوار)
گڑھوالی سنگیت (بدھ، جمعہ)
شاستریہ سنگیت (پیر، منگل، ہفتہ)
بچوں کے لیے پروگرام (جاری) (جمعرات)

شام
۶-۱۵ مقامی اعلانات
۶-۲ گرام سبھا
... کرشی جگت
۷-۳ پروگراموں کا خلاصہ اور موسم (ہندی)
۷-۳۵ سامیکی
۷-۴۵ روزگار سماچار
۹-۰۰ ... سنگیت (اتوار)
سواستھ چرچا (پیر، ... ہفتہ)
ناٹک ... (منگل)
جھلکی (بدھ)
آپ کی چٹھی ملی (جمعرات)

گاندھی چرچا (جمعہ)
۹-۱۵ فلم سنگیت سگم سنگیت (اتوار، جمعہ)
سنگیت (پیر)
تقریریں ... (منگل، جمعرات)
وگیان آلوک (بدھ)
آج کے اتھتی (جمعہ)
۹-۳ ... سنگیت
۹ ... سنگیت
۹-۳ جھلکی (اتوار)
... (اتوار II)
سنگیت (اتوار III، IV اور V)

نیشنل پروگرام ہندی تقریر (پیر)
ہندی ناٹک (منگل)
یہ جیا کا وستیہ ہے (بدھ)
نیشنل پروگرام پرادیشک سنگیت
(جمعرات I)
نیشنل پروگرام ہندی فیچر (جمعرات II)
نیشنل پروگرام اسپورٹس میگزین
(ہندی) (جمعرات III)
نیشنل پروگرام ناٹک (جمعرات IV)
سنگیت (جمعرات V)
ناٹک (جمعہ)
نیشنل پروگرام موسیقی (ہفتہ)
۹-۴۴ محفل (اتوار I)
سنگیت ترنگا (اتوار II)
شاستریہ سنگیت
(اتوار III، IV، V) (جاری)
سبدھ سنگیت (پیر)
ہندی ناٹک (جاری) (منگل)
یہ جیا کا وستیہ ہے (جاری) (بدھ)
نیشنل پروگرام پرادیشک سنگیت
(جاری - جمعرات I)
نیشنل پروگرام ہندی فیچر
(جاری جمعرات II)
نیشنل پروگرام اسپورٹس میگزین
(ہندی) (جاری جمعرات III)
نیشنل پروگرام ناٹک (جاری جمعرات IV)
سنگیت (جاری جمعرات V)
ناٹک (جاری جمعہ)

نیشنل پروگرام موسیقی (جاری ہفتہ)
۱۰-۰۰ چیتن (اتوار)
سنگیت سبھا (پیر، منگل، بدھ)
نیشنل پروگرام پرادیشک سنگیت
(جاری جمعرات I)
نیشنل پروگرام ناٹک (جاری جمعرات IV)
سنگیت (جمعرات II، III اور V)
ناٹک (جاری جمعہ)
نیشنل پروگرام موسیقی (جاری ہفتہ)
۱۰-۳۰ چیتن (اتوار)
سنگیت سبھا (پیر، منگل، بدھ)
کرناٹک سنگیت (جمعرات، جمعہ)
نیشنل پروگرام موسیقی (جاری، ہفتہ)
۱۱-۰۰ وندے ماترم سوائے جمعہ I، IV
۱۱-۱۰ موسم اور اختتام

دھلی ب

صبح
۶-۵۵ وندے ماترم، منگل دھونی
۷-۰۰ اعلانات
۷-۲ سامیکی (اتوار)
کرنٹ افیئرز (دوبارہ) (پیر)
نیشنل پروگرام ہندی تقریر
(دوبارہ) (منگل)
نیشنل پروگرام انگریزی تقریر
(دوبارہ) (بدھ)
یہ جیا کا وستیہ ہے (دوبارہ) (جمعرات)
اولوکن (جمعہ)
نیشنل اسپورٹس میگزین (انگریزی)
(پہلے جمعہ کا دوبارہ براڈکاسٹ) ہفتہ I
نیشنل اسپورٹس میگزین (ہندی)
(تیسرے جمعرات کا دوبارہ براڈکاسٹ) ہفتہ III
موسیقی (...)
۷-۲۰ سامیکی (اتوار)
کرنٹ افیئرز (دوبارہ براڈکاسٹ، پیر)
۹ بدگاں (منگل، بدھ، جمعہ)
یہ جیا کا وستیہ ہے (دوبارہ براڈکاسٹ، جمعرات)
نیشنل اسپورٹس میگزین (انگریزی)
(پہلے جمعہ کا دوبارہ براڈکاسٹ، ہفتہ I)

نیشنل اسپورٹس میگزین (ہندی)
(تیسرے جمعرات کا دوبارہ براڈکاسٹ،
ہفتہ III)
۷-۳ سنگیت سوربھی (شاستریہ سنگیت)
۷-۵۰ سنگم
۸-۰ وادیہ وادن
۸-۲۱ پنجابی پروگرام
۸-۴۰ پنجابی پروگرام
۹-۰۰ راجیہ سے چٹھی
۹-۰۸ کاریہ کرم سوچنائیں
۹-۱۰ لوک روچی سماچار (اتوار)
لوک مادھوری (پیر تا ہفتہ)
۹-۱۵ اپنی نگری (اتوار)
لوک مادھوری (پیر تا ہفتہ)
۹-۳۰ یادیں (اتوار)
سپ رس (پیر تا ہفتہ)
۱۰-۰۲ اختتام

دوپہر
۱-۵ مغربی موسیقی
۲-۱۰ مغربی موسیقی
۳-۱۰ انگریزی میں موسم کا حال

۳-۱۵ سگم سنگیت
۳-۳ شاستریہ سنگیت (اتوار، منگل، ہفتہ)
کرناٹک سنگیت (بدھ، جمعرات، جمعہ)
۴-۲ سگم سنگیت
۴-۱۵ اختتام
۵-۵ اپنا دن کی رائے
۵-۵۵ انگریزی میں پروگراموں کا خلاصہ
اور موسم

شام
۶-۵ فوجی بھائیوں کے لیے پروگرام
۶-۴۵ سگم سنگیت
۷- پنجابی پروگرام
۷-۳ ورلڈ کال (اتوار)
۷-۴۵ اردو مجلس
۸-۱۵ سماچار دیپتی (اتوار، بدھ، جمعہ)
رنگ لو مور رل (منگل، جمعرات، ہفتہ)
مور رل اسپورٹس (پیر)
۸-۲۵ سماچار پتر ان سے
۸-۳۰ پارلیمنٹ میں آج کی کارروائی / سوتھنکار
۸-۴۴ سگم سنگیت
۹-۱۶ اسپاٹ لائٹ
۹-۳ کرنٹ افیئرز (اتوار)
انگریزی میں تقریر (پیر، جمعرات)
نیشنل پروگرام انگریزی تقریر (منگل)
فیچر (بدھ I)
ووداوانی سے انتخاب (بدھ II)
ڈاؤن میموری لین (بدھ III)
آکاشوانی دوسرے اسٹیشنوں سے انتخاب
(بدھ IV)
نیشنل اسپورٹس میگزین (جمعہ I)
ان ریٹروسپیکٹ (جمعہ II)
نیشنل پروگرام: فیچر انگریزی (جمعہ IV)
آور گیسٹ ٹونائٹ (ہفتہ)
۹-۴۵ کرنٹ افیئرز (اتوار)
فوجی بھائیوں کی فرمائش (پیر)
مغربی موسیقی (منگل، جمعرات)
آپ کی فرمائش (بدھ)
اپ ڈیٹ وودھ یو (جمعہ II، IV)
ڈانس ٹائم (ہفتہ)
۱۰-۰۰ کنسرٹ آور (اتوار)
فوجی بھائیوں کی فرمائش (پیر)
مغربی موسیقی (منگل، جمعرات)
آپ کی فرمائش (بدھ)
اپ ڈیٹ وودھ یو (جمعہ II، IV)
ڈانس ٹائم (ہفتہ)
۱۱-۰۴ موسم اور اختتام

(جمعہ II اور IV ۱۵-۱۱ بجے)

دھلی 'د'

بوادالی

صبح

۶.۵۵ پروگراموں کا خلاصہ
۷.۰۰ یونیورسٹی آف دی ایئر
۹.۰۰ شاستریہ سنگیت (ساز سنگیت)
۹.۱۰ وگیان وودھا
۹.۱۵ شاستریہ سنگیت (گائن) (سوائے ہفتہ)
کرناٹک سنگیت (صرف ہفتہ)
۹.۳۰ پیلےاٹ گول (مغربی موسیقی)
۹ - اختتام (سوائے اتوار)
ڈرامہ (صرف اتوار)
۹-۳ غیر فلمی کمرشل ریکارڈ
(سگم سنگیت - اتوار)
۱۰.۰۰ اختتام (اتوار)

شام

۶.۵۵ پروگراموں کا خلاصہ
۷.۰۵ فصل
۷.۳۵ کھیل اور کھلاڑی (اتوار)
اسکول کالج کی بات (پیر I)
پری کرما (پیر II)
گاؤں کی بات (پیر III)
گاؤں کی پری کرما (پیر IV)
پرادھونی (منگل I)
مجھے بھی کچھ کہنا ہے (منگل II)
آئیے سمسیائیں سلجھائیں (منگل III)
درشٹی کون (منگل IV)
پندرہ سے سترہ (بدھ I اور III)
آئیے پرکھیے (بدھ II)
آج کی بات (بدھ IV)
سیمل لوواؤں کی کہانی (جمعرات I)
تب اور اب (جمعرات II)
آمنے سامنے (جمعرات III)
بات چیت (جمعرات IV)
وگیان جگت (جمعہ I، III، V)
ہمارا سواستھ (جمعہ II، IV)
روزگار کے ذریعے (ہفتہ I، III)
وگیان وبھا (ہفتہ II اور IV)
۸.۰۵ ان دی گروو (مغربی موسیقی)
۸.۳۰ سینما (اتوار I، II، IV، V)
سائنس ٹوڈے (اتوار III)
ایام (پیر I، III)
گول میز (پیر II)
بھوشیہ کی چنوتی (پیر IV)
اسپورٹس اینڈ اسپورٹس مین (منگل I)
ایکسپریشنز (منگل II)
اوپی نینز (منگل III)
کوئز ٹائم (منگل IV)
دی روونگ مائیکروفون (بدھ، جمعہ)
راؤنڈ ٹیبل (جمعرات I)
مسلینی (جمعرات II)
فیچر (جمعرات III)
فائرنگ لائن (جمعرات IV)
ابھی ویکتی (ہفتہ I)
کوی گوشٹھی (ہفتہ II، IV)
مشاعرہ (ہفتہ III)
۸.۵۰ آپ سے ملیے (پیر I، III، V)
گول میز (پیر II، IV)
۹.۰۰ نرجھر (موسیقی کا پروگرام)
(سوائے جمعرات اور ہفتہ)
یور آرٹسٹ ٹو نائٹ (صرف جمعرات)
ہماری ڈاک (صرف ہفتہ)
۹.۲۰ سگم ساز سنگیت (سوائے جمعرات)
میجک مومینٹس (جمعرات)
۹.۳۰ سنڈے ریکویسٹ (اتوار)
کلچرل ایوننگ (پیر)
من بھاون (منگل اور ہفتہ)
ناٹک (جمعرات)
سگم سنگیت (گائن) (جمعہ)
۱۰.۳۰ سگم سنگیت (گائن) (پیر)
شاستریہ سنگیت (گائن) (منگل)
شاستریہ سنگیت
ساز سنگیت (جمعہ اور ہفتہ)
۱۰.۴۰ شاستریہ سنگیت (بدھ)
۱۰.۴۵ شاستریہ سنگیت (گائن) (جمعہ)
۱۱.۰۰ اختتام

شاستریہ سنگیت

گائن

سمن مشانگر : صبح ۱۰ــ۸ شام ۲۰ــ۵ اور
رات ۰۰ــ۹ (الف) یکم مئی
استاد امیر خاں : صبح ۰۲ــ۱۱ (الف) یکم مئی
پنڈت اومکارناتھ ٹھاکر : صبح ۳۲ــ۷ (ب) ۲ مئی
سیٹے دن شریواستو : صبح ۳۰ــ۱۰ اور
شام ۲۰ــ۵ (الف) ۲ مئی
غلام حسین خاں : صبح ۳۰ــ۱۱ (الف)
صبح ۳۲ــ۷ (ب) ۲ مئی
غلام صادق خاں : صبح ۱۰ــ۸، ۰۲ــ۱۱ اور
رات ۰۰ــ۹ (الف) ۳ مئی
اقبال احمد خاں : صبح ۳۰ــ۱۰ اور
رات ۰۰ــ۹ (الف) ۴ مئی
پی کے کوہلی : صبح ۳۰ــ۱۱ (الف)
صبح ۳۲ــ۷ (ب) ۴ مئی
مالتی راجورکر : رات ۳۰ــ۹ (الف) ۴ مئی
کرشنا بنشٹ : صبح ۱۰ــ۸ اور
رات ۰۰ــ۹ (الف)
سہ پہر ۳۰ــ۳ (ب) ۵ مئی
آنرن رائے چودھری : صبح ۳۰ــ۱۰ اور
شام ۴۰ــ۵ (الف)
صبح ۳۲ــ۷ (ب) ۶ مئی
بھیم سین شرما : صبح ۳۰ــ۱۱ (الف) ۶ مئی
ایل کے پنڈت : رات ۰۰ــ۱۰ (الف) ۶ مئی
منورما آہوجا : سہ پہر ۳۰ــ۳ (ب) ۶ مئی
اوپی کپور : صبح ۱۰ــ۸ اور
۰۲ــ۱۱
شام ۲۰ــ۵ (الف) ۷ مئی
مالنی چاری : سہ پہر ۳۰ــ۳ (ب) ۷ مئی
دیپک کمار باسو : رات ۰۰ــ۱۰ (الف) ۷ مئی
پنڈت بھیم سین جوشی : صبح ۳۰ــ۱۱ (الف)
صبح ۳۲ــ۷ (ب) ۷ مئی
این۔ آر۔ شاہانے : صبح ۳۰ــ۱۰ اور
شام ۴۰ــ۵ (الف) ۸ مئی
سرفراز حسین خاں : رات ۰۰ــ۱۰ (الف) ۸ مئی
نیتا رائے : صبح ۱۰ــ۸
رات ۰۰ــ۹ (الف) ۹ مئی
شوبھا مدگل : صبح ۰۲ــ۱۱ (الف) ۹ مئی
کمار گندھرو : صبح ۳۲ــ۷ (ب) ۱۰ مئی
بلدیو راج ورما : صبح ۳۰ــ۱۰
شام ۴۰ــ۵ (الف) ۱۰ مئی
ضمیر احمد : صبح ۳۲ــ۷
صبح ۳۰ــ۱۱ (الف) ۱۰ مئی
بے نظیر بیگم : صبح ۱۰ــ۸ اور
۰۲ــ۱۱
رات ۰۰ــ۹ (الف) ۱۱ مئی
پنڈت منی رام جی : سہ پہر (ب) ۱۱ مئی
میرالی دیش پانڈے : صبح ۰۰ــ۱۰ (الف) ۱۲ مئی
شریمتی ہیرا : رات ۳۰ــ۹ (الف) ۱۲ مئی
روما رانی بھٹاچاریہ : صبح ۱۰ــ۸ اور
۰۲ــ۱۱
رات ۰۰ــ۹ (الف) ۱۳ مئی
این جی مونگے : سہ پہر ۳۰ــ۳ (ب) ۱۳ مئی
منی پرساد : صبح ۱۰ــ۸
شام ۲۰ــ۵
رات ۰۰ــ۹ (الف) ۱۴ مئی
پنڈت جسراج : صبح ۳۲ــ۷ (ب) ۱۵ مئی
پرومیلا پوری : صبح ۳۰ــ۱۰
شام ۴۰ــ۵ (الف) ۱۵ مئی
سبوتیا دیوی : رات ۰۰ــ۱۰ (الف) ۱۵ مئی

ساز سنگیت

وائلن

سوامی گھوش : صبح ۳۰ــ۱۰ اور
شام ۴۰ــ۵ (الف) یکم مئی
ظہور احمد خاں : صبح ۱۰ــ۸ اور
۰۰ــ۹ (الف) ۶ مئی
نیا لعل چورسیہ : صبح ۳۰ــ۱۱ اور
شام ۴۰ــ۵ (الف) ۱۱ مئی

رودر وینا اور وچتر وینا

برہم سروپ سنگھ : صبح ۳۰ــ۱۱ (الف)
۳۳ــ۷ (ب) یکم مئی
اجیت سنگھ : صبح ۱۰ــ۸ اور
۰۲ــ۱۱
رات ۰۰ــ۹ (الف) ۸ مئی
شمس الدین فریدی ڈیسائی : صبح ۳۰ــ۱۱ (الف)
۳۲ــ۷ (ب) ۱۲ مئی

ستار

انوپم مہاجن : صبح ۳۰ــ۱۰ اور
شام ۴۰ــ۵ (الف) ۳ مئی
رویندر کمار آدیسرا : صبح ۰۲ــ۱۱ (الف)
شام ۲۰ــ۵ (الف) ۶ مئی
بلونت رائے ورما : صبح ۳۰ــ۱۰ اور
شام ۲۰ــ۵ (الف) ۹ مئی
بلرام پاٹھک : رات ۰۰ــ۱۰ (الف) ۱۳ مئی
سنجے بندوپادھیائے : رات ۰۰ــ۱۰ (الف) ۱۴ مئی

سرود

عبدالسمیع خاں : صبح ۱۰ــ۸ اور
۰۲ــ۱۱
رات ۰۰ــ۹ (الف) ۲ مئی
بھجن لال : صبح ۰۲ــ۱۱ (الف)
سہ پہر ۳۰ــ۳ (ب) ۴ مئی
کنچن ورما : صبح ۳۰ــ۱۱ (الف)
۳۲ــ۷ (ب) ۷ مئی
وشوا جیت رائے چودھری : صبح ۳۰ــ۱۱ اور
رات ۰۰ــ۱۰ (الف) ۹ مئی
سنیل مکھرجی : صبح ۱۰ــ۸ اور

رات ۰۰ — ۹ (الف)
سہ پہر ۲۰ — ۳ (ب) ۱۲ مئی
فردوس احمد خاں : صبح ۳۰ — ۱۱ (الف)
۳۲ — ۷ (ب) ۱۳ مئی

بانسری

مہاویر پرساد قمر : صبح ۳۰ — ۱۱ (الف)
۳۲ — ۷ (ب) ۳ مئی
راجندر پرسنا : صبح ۰۰ — ۱۰ (الف) ۵ مئی
بیجے کمار : صبح ۳۰ — ۱۰ اور
رات ۰۰ — ۹ (الف) ۷ مئی
دیسے راگھورانے : صبح ۳۲ — ۷ (ب) ۷ مئی
امرناتھ : صبح ۱ — ۸ اور
۰۲ — ۱۱ اور
رات ۰۰ — ۹ (الف) ۱ مئی
پرانو کمار مکھرجی : رات ۳۰ — ۹ (الف) ۱۱ مئی
ہرشس وردھن : صبح ۳۰ — ۱۰ (الف)
سہ پہر ۳۰ — ۳ (ب) ۱۴ مئی

اسراج

علاءالدین : صبح ۱۰ — ۸ اور
شام ۳۰ — ۵ (الف) ۴ مئی
سی ڈی برمن : صبح ۳۰ — ۱۰ اور
رات ۴۰ — ۵ (الف) ۱۳ مئی

شہنائی

جگن ناتھ اور ساتھی : صبح ۱۰ — ۸ اور
۰۲ — ۱۱ اور
رات ۰۰ — ۹ (الف) ۱۵ مئی

سنطور

جین کمار جین : صبح ۳ — ۱۰ (الف)
۳۲ — ۷ (ب) ۱۱ مئی

سگم سنگیت

شام ۴۵ — ۶ اور رات ۴۳ — ۸ (ب)

سرمیت کور : یکم مئی
نسیمہ آزاد : ۲ مئی
جگدیش سہگل : ۳ مئی
چترسین : ۵ مئی
سمن دیوگن : ۶ مئی
ایرا نگم : ۷ مئی
مہیندر پال : ۸ مئی
پشپا ہنس : ۹ مئی
رویندر گرودور : ۱۰ مئی
محمد حیات خاں اور ساتھی : ۱۲ مئی
شانتا سکینہ : ۱۳ مئی
آسا سنگھ مستانہ : ۱۴ مئی
جمیل احمد : ۱۵ مئی

کرناٹک سنگیت

گائن

اندرا وینکٹا تیم : صبح ۳۰ — ۱۰ (الف)
سہ پہر ۳۰ — ۳ (ب) ۲ مئی
اسے ایس راگھون : صبح ۳۰ — ۱۰ (الف)
سہ پہر ۳۰ — ۳ (ب) ۳ مئی
لکشمی راما سوامی : صبح ۳۰ — ۱۱ اور
شام ۳۵ — ۵ (الف) ۵ مئی
سرسوتی راماناتھن : سہ پہر ۳۰ — ۳ (ب) ۸ مئی
این راما مورتی : صبح ۳۰ — ۱۰ (الف)
سہ پہر ۳۰ — ۳ (ب) ۹ مئی
یشودھرا اتریزامن : صبح ۳۰ — ۱۰ (الف)
سہ پہر ۳۰ — ۳ (ب) ۱۰ مئی
رادھا وینکٹا چلم : صبح ۳۰ — ۱۱ (الف)
شام ۳۵ — ۵ (الف) ۱۰ مئی
پربھا راجا شیکھر : سہ پہر ۳۰ — ۳ (ب) ۱۵ مئی

کرناٹک ساز سنگیت

وینا

آر بیسے شری : سہ پہر ۳۰ — ۳ (ب) یکم مئی

علاقائی لوک سنگیت

لوک بھارتی (لوک گیت)

سہ پہر ۰۲ — ۱۲ (الف)

ملیالم : یکم مئی اور ۵ مئی
بنگلہ : ۲ مئی
راجستھانی : ۳ اور ۱۰ مئی
کشمیری : ۴ مئی
بھوجپوری : ۶ مئی
ہماچلی : ۷ اور ۱۴ مئی
چھتیس گڑھی : ۸ مئی
گڑھوالی : ۱۱ مئی
اودھی : ۱۳ مئی

ناٹک / فیچر / جھلکی (ہندی)

توبہ میری توبہ (جھلکی)
تحریر : سوم ناتھ ناگر : رات ۰۰ — ۸ (الف) یکم مئی
سویٹ ڈش (جھلکی)
سودیش کمار : دوپہر ۱۵ — ۱۲ (الف) ۵ مئی
رات ۰۰ — ۸ (الف) ۸ مئی

ہماری ماں
ماریناکے تامل ناٹک کا ہندی ترجمہ
مترجم : مٹا تور دشوناتھن : دوپہر ۳۰ — ۲ (الف) ۵ مئی

گھر میں بند گڑیاں (ناٹک)
تحریر : کمل مہروترہ : دوپہر ۳۰ — ۱۲ (الف) ۶ مئی

حارا دھیائے
رویندر ناتھ ٹھاکر کے ناٹک کا ریڈیو عکس
ترتیب دہندہ
دیپا نا راین متھو لیا : رات ۳۰ — ۹ (الف) ۷ مئی اور
دوپہر ۳۰ — ۱۲ (الف) ۱۳ مئی

برکھشا (ناٹک)
تحریر : ڈ گوپی ناتھ نائر : رات ۳۰ — ۹ (الف) ۱۰ مئی
سہ پہر ۳۰ — ۲ (الف) ۱۲ مئی

پاکٹ مار (جھلکی)
تحریر : منورما تھناگر : دوپہر ۱۵ — ۱۲ (الف) ۱۲ مئی
رات ۰۰ — ۸ (الف) ۱۵ مئی

جو سن دستے جات دغا (سلسلہ وار ناٹک)
تحریر : کرپا سنگھ دگل : رات ۳۰ — ۹ (الف) ۱۴ مئی

سنسکرت پروگرام

سنسکرت شکشا پاٹھ نمبر ۱۲۸ : شام ۰۵ — ۵ (الف) ۲ مئی
سنسکرت شکشا پاٹھ نمبر ۱۲۹ : شام ۰۵ — ۵ (الف) ۹ مئی
سنسکرت شکشا پاٹھ نمبر ۱۲۹ : شام ۲۰ — ۵ (الف) ۱۲ مئی

ہندوستان کی کہانی :
سلسلہ وار "ڈسکوری آف انڈیا" سے ہندی میں
تحریر : پنڈت جواہر لعل نہرو : صبح ۳۲ — ۷ (ب)
(روزانہ یکم مئی سے لیکر ۱۵ مئی تک)

تقریر / انٹرویو / متفرقات

پیپٹ تھیٹر قدیم ہندوستان میں (تقریر) انگریزی
ایم ایل وار دھا پانڈے : رات ۳۰ — ۹ (ب) یکم مئی
دوہزار اک کی دنیا اور بھارت
شکشا کھنیتر میں (تقریر) : رات ۱۵ — ۸ (الف) ۲ مئی
لیور آف دی فوک : رات ۳۰ — ۹ (ب) ۲ مئی
ادلوکن : انٹرویو پر مبنی ہندی پروگرام : صبح ۲ — ۷ (ب) ۳ / ۱۰ مئی
گاندھی چرچا : گاندھی جی کے پریہ بھجن اور
وچاروں پر مبنی پروگرام : رات ۰۰ — ۸ (الف) ۳ / ۱۰ مئی
نیشنل اسپورٹس
میگزین پروگرام (انگریزی) : رات ۳ — ۹ (ب) ۳ مئی
مانو کلیان اور مہاتما بدھ (تقریر) : رات ۱۵ — ۸ (الف) ۴ مئی
اپنی نگری :
انٹرویو پر مبنی پروگرام : صبح ۱۵ — ۹ (ب) ۴ مئی
اور گیسٹ ٹونائیٹ
ایک غیر ملکی سیاح سے انٹرویو : رات ۳ — ۹ (ب) ۴ / ۱۱ مئی

اتہاس کے جھروکے سے
سوتنتر تاسنگرام اور پنڈت موتی لال نہرو : صبح ۷-۳۰ (الف) ۶ رمئی

نیشنل پروگرام
ہمارا آرتھک وکاس اور یوا پیڑھی
ہندی میں تقریر : رات ۹-۳۰ (الف) ۶ رمئی
سوروپلا :
نرالا کی کویتاؤں کا پاٹھ : صبح ۷-۳۰ (الف) ۷ رمئی
ادیوگ منڈل
شرمک اور کلیان کاری کاریہ
شرمک اور شرمک قانون (تقریر) : رات ۸-۰۰ (الف) ۷ رمئی
نئے پرکاشن : نو پرکاشت
پستکوں کی سمیکشا : رات ۸-۱۵ (الف) ۷ رمئی

نیشنل پروگرام
ڈیولپمنٹ پرسپیکٹو فار رورل انڈیا
III کلچرل ٹرانسفارمیشن
انگریزی میں تقریر : رات ۹-۳۰ (ب) ۷ رمئی
ٹیگور کی پوئٹری میں روحانیت : رات ۹-۳۰ (ب) ۸ رمئی
بھارت بھارتی
پنجاب کا لوک شلپ (تقریر) : صبح ۷-۳۰ (الف) ۹ رمئی
ٹاکنگ اباؤٹ بکس
انگریزی میں نئی کتابوں پر تبصرہ : رات ۹-۳۰ (ب) ۹ رمئی
گوپال کرشن گوکھلے - ایک مہان ویکتی
(ایک عظیم شخصیت) تقریر : رات ۸-۱۵ (الف) ۹ رمئی
ان پرسپیکٹو : رات ۹-۳۰ (ب) ۱۰ رمئی
سانسکرتک سمیکشا (ہندی) : صبح ۷-۳۰ (الف) ۱۱ رمئی
ساہتیکی : آج کی ہندی کہانی دشا اور دشا (مباحثہ)
شرکا : راجندر یادو، بھاگیہ نارائن مدگل، سیوارام
اور ڈاکٹر نثور سنگھ : صبح ۷-۲۰ (ب) ۱۲ رمئی

نیشنل پروگرام
بھارتیہ سانسکرتی کی ویاپکتا
ہندی میں تقریر : رات ۹-۳۰ (الف) ۱۳ رمئی
نیشنل پروگرام (انگریزی)
ڈی سینٹرلائزیشن ان پرسپیکٹو
مباحثہ : رات ۹-۳۰ (ب) ۱۴ رمئی
ادیوگ منڈل : شرمکوں کے مدھیہ میں شرمکوں سے کی گئی
بھینٹ وارتا پر مبنی پروگرام : رات ۸-۰۰ (الف) ۱۴ رمئی

بقیہ اردو سروس

۳-۰۰ سازوں پر موسیقی
ہری سنگھ و ساتھی : شہنائی پر برنداونی سارنگ
منیر خاں سرحد : سارنگی پر دھن

رات

۸-۳۰ حسن غزل
محمد ظفر : فیض اور راز الہ آبادی کا کلام
۹-۰۰ کلام شاعر
۹-۳۰ پنجابی نغمے
۱۰-۰۰ اظہار خیال
۱۱-۳۰ بزم موسیقی
پی۔ این۔ بروے : خیال نیلامبری
برج بھوشن کابرہ : گٹار پر راگ ایمن

منگل ۱۴ رمئی

صبح

۵-۲۵ صبح گاہی
۶-۲۵ شہر صبا
میناکپور : آتش، مومن اور ظفر کا کلام
۷-۳۰ ساز سنگیت
سر کنادھر چودھری : وائلن پر بسنت مکھاری
۹-۳۲ کلاسیکی موسیقی
نصیر احمد خاں : خیال نٹ بھیرو

دوپہر

۲-۰۷ بھکتی گیت
۲-۳۰ نئی نسل نئی روشنی

رات

۸-۳۰ حسن غزل : سمن کلیانپور
۱۰-۰۰ سائنس میگزین
۱۱-۳۰ بزم موسیقی
نصیر احمد خاں : خیال پوریا
سر کنادھر چودھری : وائلن پر بھوپالی

بدھ ۱۵ رمئی

صبح

۵-۲۵ صبح گاہی
۶-۲۵ شہر صبا
پروین سلطانہ : غالب اور مومن کا کلام
راجکمار رضوی : محمود شام کا کلام
۷-۳۰ ساز سنگیت
جگن ناتھ اور ایس این گلاٹی :
وائلن و شہنائی جگلبندی
۹-۳۲ کلاسیکی موسیقی
دھوپ مدگل : خیال

دوپہر

۲-۳۰ بزم خواتین
۳-۰۰ ایک فنکار

رات

۸-۳۰ حسن غزل
پروین سلطانہ : شکیل کا کلام
۹-۰۰ شہرنامہ
۹-۳۰ کھیرن کارے
۱۱-۳۰ بزم موسیقی
دھوپ مدگل : خیال شدھ کلیان
جگن ناتھ اور ایس این گلاٹی :
شہنائی اور وائلن جگلبندی

سائنس پروگرام

وگیان چرچا صبح ۶-۵۰ (الف)

پروڈکوٹنگ : تقریر پردیپ شردکر : یکم مئی
ٹیلی اسکوپ : تقریر پروفیسر بی۔ بی ترپاٹھی : ۳ رمئی
ڈسٹلڈ واٹر : تقریر ڈاکٹر اے کے شریواستو : ۶ رمئی
اسپائڈرز : تقریر ڈاکٹر وی پی اگروال : ۸ رمئی
میگنٹس : تقریر ڈاکٹر سریندر مونگا : ۱۰ رمئی
ورنیرسے : تقریر ڈاکٹر اقبال ملک : ۱۳ رمئی
پلوٹونیم : تقریر ڈاکٹر وی بی بھاٹیہ : ۱۵ رمئی

وگیان آلوک

رات ۸-۱۵ (الف)

وگیان سماچار : برج ابھیلاشی : یکم مئی
سوشل فارسٹری : تقریر ستیش کمار جین : ۸ رمئی
ویدوں میں بھوتک وگیان
تقریر مردولا گپتا : ۱۵ رمئی

گیان وگیان

شام ۵-۰۵ (الف)

وگیان سماچار : رویندر گلیانی : ۷ رمئی
اورجا کا اتہاس
تقریر : ڈاکٹر آر ایس سندھو : ۱۴ رمئی

گھر وگیان (دیہاتی خواتین کے لیے)

دوپہر ۱۲-۳۰ (الف)

دیمک : اسکرپٹ
ڈاکٹر وی پی اگروال : یکم رمئی
ہاؤ وی لوز اور میموری
تقریر ڈاکٹر موہن بلرام : ۸ رمئی
ہاؤسہولڈ کلوتس : اسکرپٹ
ڈاکٹر سجاتا : ۱۵ رمئی

گھر وگیان (شہری خواتین کیلیے)

دوپہر ۱۲-۳۰ (الف)

کلر ٹیلی ویژن کے موضوع پر کرنل ایس ایس سنگھل سے
ڈاکٹر نیلما ہر جال کی بات چیت : ۲ رمئی
آرٹیفیشل بلڈ : تحریر ڈاکٹر پردیپ ٹنڈن : ۹ رمئی

جالندھر، چنڈی گڑھ

جالندھر: میڈیم ویو ۴۱۳ء۲۲ میٹر ۷۰۲ کلو ہرٹز
۲۲۲ء۲۲ میٹر ۱۳۵۰ کلو ہرٹز
۳۱۶ء۲۲ میٹر ۹۷۳ کلو ہرٹز
چنڈی گڑھ میڈیم ویو ۹۱۶ء۲۰ میٹر ۱۴۳۱ کلو ہرٹز

خبریں

ہندی : صبح ۸-۰۰، دوپہر ۱-۰۵، ۲-۱۰، ۲-۴۵ (دھیمی رفتار سے)
شام ۶-۰۵، ۶-۲۰ (پرادیشک سماچار) رات ۹-۰۰، ۱۱-۰۵
پنجابی : صبح ۸-۳۰ دوپہر ۱-۴۰، شام ۶-۱۰ (پرادیشک سماچار) شام ۷-۳۰
انگریزی : صبح ۸-۱۰ دوپہر ۱-۰۰، رات ۹-۰۰ اور ۱۱-۰۰
اردو : صبح ۸-۵۰ دوپہر ۱-۵۰ رات ۹-۱۵ (خبریں) ۹-۲۵ تبصرہ
روزگار سماچار : شام ۷-۴۰

روزانہ نشر ہونے والے پروگرام

جالندھر 'الف'

صبح
۵-۵۵ وندے ماترم اور منگل دھونی
۶-۰۵ بھکتی سنگیت
۶-۳۵ موسم کا حال اور کھیتی باڑی پروگرام
۶-۴۰ پریچے : پروگراموں کا خلاصہ
۶-۴۵ آسا دی وار (اتوار)
۷-۰۵ امرت بودھ
۷-۳۰ رام چرت مانس (اتوار)
۹-۰۵ سامائکی

دوپہر
۱-۰۵ فوجیوں کے لیے
۲-۰۰ موسم کا حال : انت کھیتی
۲-۲۰ سگم سنگیت (ساڈے آس پاس، ہفتہ)

شام
۵-۳۰ گوربانی وچار
۶-۰۰ مقامی اعلانات اور پروگراموں کا خلاصہ
۶-۱۰ پرادیشک سماچار (پنجابی)
۶-۲۰ پرادیشک سماچار (ہندی)
۶-۳۰ دیہاتی پروگرام
۷-۴۰ روزگار سماچار
۹-۲۵ اردو میں تبصرہ

جالندھر 'ب'

شام
۶-۰۰ یووانی پروگرام
۶-۴۵ یونیورسٹی پروگرام
۷-۰۰ پنجابی میں رنگا رنگ پروگرام
۸-۰۰ اختتام

شاستریہ سنگیت

گائن

باقر حسین : صبح ۹-۰۵
رات ۱۰-۳۰ یکم مئی
افضل حسین خاں : رات ۱۰-۴۵ یکم مئی
ہری دیو : صبح ۹-۰۵ ۳ر مئی
راجن مشرا ساجن مشرا : رات ۱۰-۳۰ ۳ر مئی
روشن آرا بیگم : رات ۱۰-۳۰ ۵ر مئی
دیپک کمار بھو : رات ۱۰-۰۰ ۷ر مئی
غلام مصطفیٰ خاں : صبح ۹-۰۵
رات ۱۰-۳۰ ۶ر مئی
ایل کے پنڈت : صبح ۹-۰۵
رات ۱۰-۳۰ ۹ر مئی
اوپی کپور : شام ۴-۳۰ ۱۰ر مئی
سلوچنا برہسپتی : صبح ۹-۰۵
رات ۱۰-۳۰ ۱۱ر مئی
استاد بڑے غلام علی خاں : صبح ۹-۰۵
رات ۱۰-۳۰ ۱۲ر مئی
مالویکا کانن : صبح ۹-۰۵
رات ۱۰-۳۰ ۱۳ر مئی
سویتا دیوی : صبح ۹-۰۵
رات ۱۰-۳۰ ۱۵ر مئی

ساز سنگیت

ستار

ایس کے دتہ : صبح ۹-۰۵
رات ۱۰-۳۰ ۲ر مئی
روی شنکر : صبح ۹-۰۵ ۵ر مئی
سیوتی منو : صبح ۹-۰۵
رات ۱۰-۳۰ ۸ر مئی
سجے وندے آپا دھیاسے : رات ۱۰-۰۰ ۱۴ر مئی

سرود

اشوک رائے : شام ۴-۳۰ ۲ر مئی
علی اکبر خاں : صبح ۹-۱۰ ۱۴ر مئی

شہنائی

بسم اللہ خاں : صبح ۹-۱۰ ۷ر مئی

لوک گیت

نرمل سنگھ دھاریوال : دوپہر ۲-۳۰ یکم مئی
مہندر پال بھاٹیہ : دوپہر ۲-۳۰ ۲ر مئی
طفیل نیازی اور جاوید طفیل : دوپہر ۱۲-۳۰ ۳ر مئی
سربجیت : دوپہر ۲-۳۰ ۳ر مئی
کرنیل سنگھ گل : شام ۴-۴۵ ۳ر مئی
سوندر سنگھ پردیسی : دوپہر ۲-۳۰ ۵ر مئی
شنکر داس اور ساتھی : شام ۴-۴۵ ۵ر مئی
ستت سنگھ بندرا : صبح ۸-۳۰ ۶ر مئی



سعیدہ بانو : رات ۱۰-۱۵ ۶ر مئی
سوداگر رام اور ساتھی : دوپہر ۲-۳۰ ۷ر مئی
کلدیپ مانک : شام ۴-۴۵ ۷ر مئی
رمیش رنگیلا اور ساتھی : دوپہر ۲-۳۰ ۸ر مئی
سورن لتا : رات ۱۰-۱۵ ۹ر مئی

راجندر سنگھ راج اور ساتھی : دوپہر ۲-۳۰ ۱۰ رمئی
کشمیر سنگھ شبھر : شام ۴-۴۵ ۱۰ رمئی
نوراں : رات ۱۰-۱۵ ۱۰ رمئی
گلزار بھٹی . شام ۴-۴۵ ۱۱ رمئی
پرمندر کور اور ساتھی : دوپہر ۲-۳۰ ۱۲ رمئی
رنگا سنگھ مان : شام ۴-۴۵ ۱۲ رمئی
رنجنا . صبح ۸-۲۰ ۱۳ رمئی
ستیش چندر : دوپہر ۲-۳۰
رات ۱۰-۱۵ ۱۳ رمئی
پرگٹ سنگھ تیجا : دوپہر ۲-۳۰ ۱۴ رمئی
نرمل سنگھ کومل : شام ۴-۴۵ ۱۴ رمئی
برکت سدھو : دوپہر ۲-۳۰ ۱۵ رمئی

بھجن

گوپال شرما : صبح ۸-۲۰ ۲ رمئی
سروجنی مراٹھے : صبح ۸-۲۰ ۳ رمئی
ہربھجن لال : صبح ۷-۳۰ ۹ رمئی
سرسوتی بسواس : صبح ۸-۲۰ ۱۵ رمئی

شبد

مالا کپور : صبح ۷-۳۰
شام ۷-۴۵ یکم مئی
مہیندر پال سنگھ نگینا : صبح ۷-۳۰
شام ۷-۴۵ ۳ رمئی
پرتھی پال سنگھ : صبح ۷-۳۰ ۸ رمئی

ڈرامہ

رات ۹-۳۰

اوکیشمس اور سیا (ہندی)
از: ٹی ڈ لال نرمان : ۳ رمئی
سماپتی (پنجابی) ٹیگور کی کہانی کا ریڈیو روپ
از: اندر جوشی : ۶ رمئی
ہنی مون (ہندی) شری شنکر کی کہانی کا ریڈیو روپ
از سریش چترویدی :
آدمی تے وحشی (پنجابی ناٹک)
جسونت سنگھ وردی
رولا گولا (جھلکی) طنز و مزاح
از منشی رام : دوپہر ۱۲-۳۰ ۱۱ رمئی

تقریر

جی آیاں نوں (سواگت) : صبح ۷-۱۵ ۲ رمئی
محفل : صبح ۷-۳۰ ۲ رمئی

لکھنؤ

میڈیم ویو: لکھنؤ الف: ۲۰۱۰۶ میٹر ۷۴۷ کلوہرٹز لکھنؤ ج: ۲۳۲۰۱۱ میٹر ۱۲۸۸ کلوہرٹز
لکھنؤ ب: صبح ۵-۴۵/ ۴-۴۵ سے ۷-۴۵ ۹۳۱۹۰ میٹر ۳۲۰۵ کلوہرٹز
شارٹ ویو: صبح ۷-۴۵ تک ۹۳۱۹۰ میٹر ۳۲۰۵ کلوہرٹز
صبح ۸-۰۰ بجے کے بعد ۴۸۱۸۴ میٹر ۶۱۴۰ کلوہرٹز
دوپہر ۴۱۱۳۸ میٹر ۷۲۵۰ کلوہرٹز
شام اور رات ۹۳۱۶۰ میٹر ۳۲۰۵ کلوہرٹز

خبریں

ہندی/انگریزی: ۹-۰۰ (مالی) ہندی: صبح ۷-۵۹ بجے، دوپہر ۱-۵۰ اور ۲-۱۰ بجے، شام ۶-۰۵ رات ۸-۴۵ اور ۱۱-۰۵ بجے
انگریزی: صبح ۸-۱۰ دوپہر ۱-۰۰ بجے رات ۹-۰۰ اور ۱۱-۰۰ بجے سنسکرت: صبح ۷-۰۰ بجے شام ۶-۱۰ بجے اردو صبح ۸-۰۵ بجے رات ۹-۱۶ بجے
یوز ڈیلیٹا (ہندی): صبح ۹-۰۰ بجے ضلع کی چٹھی صبح ۶-۰۰ بجے علاقائی: دوپہر ۳-۲ بجے (اردو)، صبح ۷-۲۰ بجے، شام ۷-۲ (ہندی)

شاستریہ سنگیت

گائن: صبح ۹-۱۰ اور رات ۱۰-۳۰

امیت مکرجی ۲ رمئی
وِدّیا کانگڑے ۴ رمئی
کاشی ناتھ شنکر بوڈس ۸ رمئی
دھرمپال براگا ۱۰ رمئی
گنیش پرساد مشر ۱۳ رمئی
کملا شریواستو ۱۵ رمئی

سہ پہر ۴-۳۰ ۱۱ رمئی
سنطور/سرود اور ستار
سدھ ناتھ مشر، شمشیر سنگھ اور
سراج الدین خاں صبح ۹-۱۰ اور
رات ۱۰-۳۰ ۶ رمئی

فیچر

'میڈیا آف انڈسٹری اینڈ کمیونیکیشن'
تحریر: ستیش ماتھر رات ۱۰-۰۰ یکم مئی

ساز سنگیت

وائلن
جی۔ این۔ گوسوامی صبح ۹-۱۰، سہ پہر ۴-۳۰ اور
رات ۹-۳۰ یکم مئی
کلارنیٹ
معبود حسین صبح ۹-۱۰ اور
رات ۱۰-۳۰ ۳ رمئی
سارنگی
بہادر خاں صبح ۹-۱۰ اور
رات ۱۰-۳۰ ۹ رمئی
سرود
عرفان محمد خاں صبح ۹-۱۰ اور

ناٹک/جھلکی

ان سے ملئے: 'میاں طفیلی'
تحریر: تصویر عابدی دوپہر ۱-۱۰ ۵ رمئی
'نام کی غلطی'
تحریر: شانتی چترویدی نیرجا رات ۹-۳۰ ۵ رمئی
رویندر جینتی: ایرچیتا
ریڈیو عکس، تصویر عابدی رات ۱۰-۰۰ ۸ رمئی
'سوا لاکھ کا بیٹا'
تحریر: شنکر سلطانپوری دوپہر ۱-۱۰ ۱۲ رمئی
'سکنڈتی سٹرکیں'
تحریر: یوگیش چندر رات ۹-۳۰ ۱۲ رمئی

اتہاس کے جھروکے سے (پنجابی) : صبح ۷-۱۵ ۵ اور ۱۲ رمئی
انسانی کردار اور مستقل مزاجی (اردو)
از کفایت اللہ : رات ۸-۰۰
بڑھاپا: مسائل اور حل (اردو)
ڈاکٹر ایس وی کلکر : ۱۴ رمئی

فیچر/جھلکی

پنڈ دی نہار : صبح ۷-۱۵ ۹ رمئی
اکیسویں صدی کی اور
بلدیو سنگھ کلسی : صبح ۷-۴۵ ۱۳ رمئی
تاریاں دے نیڑی لو : صبح ۷-۳۰ ۱۴ رمئی

رامپور

۳۳۶٫۷ میٹر (۸۹۱ کلو ہرٹز)

ھندی/انگریزی : صبح ۰۰-۶ عالمی

ھندی : صبح ۰۰-۸، دوپہر ۰۵-۱ اور ۱۰-۲، شام ۰۵-۶، رات ۴۵-۸

انگریزی: صبح ۱۰-۸، دوپہر ۰۰-۲، رات ۰۰-۹، اردو : صبح ۵۰-۸ اور رات ۱۵-۹

سماچار بلیٹن ھندی: صبح ۰۰-۹، ضلع کی چٹھی : صبح ۰۵-۹، پرادیشک سماچار : شام ۲۰-۷

روزانہ نشر ہونے والے پروگرام

۶- وندے ماترم، ارتھک اور ھکوشیا (منگل، سوموار)

۰۵-۶ دعا

۳۵-۶ آج کا چنتن، گاندھی چرچا (جمعہ)

رکاسش کرن (جمعہ)

۴-۶ سنسکرتی

۵۵-۶ پروگراموں کا خلاصہ

۰۰-۷ مانس گان

۱۵-۷ روزگار سماچار

۳-۷ اتوار آج اتوار ہے

شاستریہ سنگیت (پیر، منگل)

بھارت شکشا (بدھ، جمعرات)

وارتائیں (جمعہ I، III، IV)

کاروبار (جمعہ II)

پریمل (جمعہ IV)

سموداں شکشا (ہفتہ)

۴۵-۷ دریش (بدھ III)

سندیش گیتا کی جھلکی (بدھ IV)

ساہتیہ سدھا سنسکرت کاریہ کرم (جمعرات)

۵۰-۷ سگم سنگیت (بدھ، منگل، جمعہ)

۲۱-۸ دھرتی گاتی ہے

۳۰-۸ آہنگ (اردو پروگرام) (جمعرات اور جمعہ)

۰۰-۹ رامپور کی چٹھی

۰۵-۹ ضلع کی چٹھی

۱۰-۹ کلیان کموں کا کاریہ کرم (اتوار)

۱۱ بجے

۳-۱۲ آپ کے لیے جھلکی (اتوار)

وہ رنگ (ہفتہ)

آپ کی پسند (منگل، جمعرات، ہفتہ)

یگ سنگم (بدھ)

نعت، قوالی (جمعہ)

۴۵-۱۲ آپ کی چٹھی ملی (اتوار)

۱- پروگراموں کا خلاصہ

۱-۱ رلوار یگ (اتوار)

مدھیا شہری مہیلاؤں کے لیے (پیر)

دھرتی گاتی ہے لوک گیت (II، III منگل)

کسان راگنی (IV منگل)

آنچل دیہی مہیلاؤں کے لیے (IV بدھ)

ست رس (جمعرات)

ہریں گیت

فلمی گانا آرکسٹک سماچاروں کے ساتھ (جمعہ)

سواستھ سندیش (جمعہ)

۳-۱ جوانوں کے لیے (ہفتہ)

۳-۱ من بھاون (اتوار)

شاستریہ سنگیت

(پیر، منگل، بدھ، جمعرات اور جمعہ)

۲۰-۲ دامن فلمی غزلیں (اتوار)

۳۵-۲ آس پاس (اتوار)

سماچار درشن (I، III، V اتوار)

لیکھ (II اور IV اتوار)

شام

۶- پروگراموں کا خلاصہ

۱-۶ علاقائی موسیقی

۱۵-۶ نئی فلموں سے (اتوار)

گیت مالا (پیر، جمعہ)

آرادھنا (منگل) انجمن (بدھ)

گلدستہ، کنسرٹ سائنس (جمعرات)

ایک ہی فلموں سے (ہفتہ)

۳-۶ یووا وانی

۰۰-۷ کرشی جگت

۴۵-۷ سنسکرت کاریہ کرم (اتوار)

آہنگ (اردو پروگرام) (پیر)

قانونی سہائتا، انگریزی کاریہ کرم (منگل)

آپ نے لکھا ہے (I، III منگل)

کسوٹی (II، IV منگل)

سردھا سیج (جمعرات)

پریوار کلیان، پرشن اتری (جمعہ)

ہندی تقریر (ہفتہ)

۰۰-۸ سگم سنگیت (اتوار، پیر، منگل، بدھ، ہفتہ)

جام غزل (جمعرات)

کل اور آج (III، V جمعہ)

سگم سنگیت (I، III، IV جمعہ)

۱۰-۸ شاستریہ سنگیت (سوائے اتوار اور پیر)

۱۵-۸ پرانی فلموں سے (اتوار)

نیوزریل اسپورٹس (پیر)

۳۰-۸ پرانی فلموں سے (منگل، جمعرات، ہفتہ)

ساز اور آواز (پیر، بدھ اور جمعہ)

۳۰-۹ چہار بیت (اتوار)

آپ کی پسند اور من بھاون (II، III منگل)

گیتوں بھری کہانی (IV منگل)

تقریروں کا نیشنل پروگرام (دہلی سے)

پرچا کا وشے ہے (دلی سے) (بدھ)

سگم اور لوک گیت کا نیشنل پروگرام

روپکوں کا نیشنل پروگرام (جمعرات)

اسپورٹس میگزین (II جمعرات)

ناٹکوں کا نیشنل پروگرام (III جمعرات)

شاستریہ سنگیت (IV جمعرات)

ناٹک (جمعہ)

سنگیت کا نیشنل پروگرام (ہفتہ)

۴۵-۹ آپ کی پسند (اتوار)

۰۰-۱۰ سائیکل (I پیر)

وچار دھارا (II پیر)

ملاقات (III پیر) خزانہ (IV پیر)

یوواسنگیت سبھا (منگل)

ناٹک وکاسس یکش (III جمعہ)

شاستریہ سنگیت (I، II اور IV جمعہ)

آہوتی (III جمعہ)

شاستریہ سنگیت

گائن

کمار گندھرو : دوپہر ۴۰-۱

رات ۱۰-۸ یکم مئی

بڑے غلام علی خاں : دوپہر ۲۰-۱ ۲ر مئی

حسین جوشی : صبح ۲۰-۷

رات ۱۰-۸ ۶ر مئی

استاد مشتاق حسین خاں : دوپہر ۴۰-۱

رات ۱۰-۸ ۸ر مئی

سازسنگیت

سرود

استاد علاءالدین خاں : صبح ۳۰-۷

رات ۱۰-۸ ۴ر مئی

رودرَوینا

ضیا معین الدین ڈاگر : دوپہر ۴۰-۱

رات ۱۰-۸ ۷ر مئی

طبلہ

عطا حسین خاں : صبح ۳۰-۷

رات ۱۰-۸ ۱۱ر مئی

ستار

بدھ آدتیہ مکھرجی : صبح ۴۰-۷، دوپہر ۴۰-۱

رات ۱۰-۸ ۱۳ر مئی

بانسری

ہری پرساد چورسیہ : دوپہر ۴۰-۱ ۱۵ر مئی

سگم سنگیت

شوبھا ماتھر : صبح ۲۰-۷

رات ۱۰-۸ ۷ر مئی

جمیل احمد : رات ۰۰-۸ ۹ر مئی

راجیش چندرا : صبح ۵۰-۷

رات ۰۰-۸ ۱۱ر مئی

ونود کمار شرما : صبح ۵۰-۷

رات ۰۰-۸ ۱۴ر مئی

لوک گیت

مدن موہن برجواسی : صبح ۲۱-۸

دوپہر ۲۰-۲ ۱۴ر مئی

بھونگر خاں وساتھی : صبح ۲۱-۸

دوپہر ۲۰-۲ ۱۵ر مئی

چہار بیت

شاکر حسین اور ساتھی : رات ۳۰-۹ ۵ر مئی

صاحبزادہ اور ساتھی : رات ۳۰-۹ ۱۲ر مئی

تقریر

سنگ اٹھایا کہ سر یاد آیا

مزاحیہ تقریر

میود حسن نقوی : صبح ۳۰-۸ ۸ر مئی

مباحثہ

معذور بھی افرادی طاقت کا حصہ ہیں ۳ر مئی

شرکاء: معین کرلاس ناصر علی خاں اور

محمد خورشید : صبح ۳۰-۸ ۳ر مئی

قلم کار حضرات!

اپنی تخلیقات ہمیں اشاعت کیلئے ارسال نہ کریں "آواز" میں صرف وہی تخلیقات شائع کی جاتی ہیں جو نشریہ کے بعد ہمیں ریڈیو اسٹیشنوں سے موصول ہوتی ہیں

الٰہ آباد

الٰہ آباد (الف) ۲۹۲٫۴ میٹر ۱۰۲۶ کلوہرٹز
الٰہ آباد (ب) ۲۰۲٫۰ میٹر ۱۴۸۵ کلوہرٹز

روزانہ نشر ہونے والے پروگرام

صبح

۵ — ۵۵ وندے ماترم، منگل دھونی
۶ — ۰۵ کرشی جگت (وارانسی سے ریلے)
۶ — ۱۵ ماتری وندنا
۶ — ۲۰ آرادھنا
۶ — ۳۰ گاندھی چرچا (صرف جمعہ)
۶ — ۵۰ گورو گرنتھوں سے (صرف اتوار)
وچار وندو (پیر، منگل، بدھ، جمعرات اور ہفتہ)
۶ — ۵۵ آج کا کاریہ کرم اور موسم
۷ — ۰۵ مانس گان (لکھنؤ سے ریلے)
۷ — ۱۵ روزگار سماچار (" ")
۷ — ۲۰ پردیشک سماچار (گورکھپور سے ریلے)
۷ — ۳۰ سموہ گان شکشا (اتوار)
شاستریہ سنگیت (سوائے اتوار)
۸ — ۲۱ ہاسیہ پرہاس (اتوار)
لوک گیت (سوائے اتوار)
۸ — ۳۰ اردو پروگرام (لکھنؤ سے ریلے / سوائے بدھ)
الٰہ آباد سے ریلے (I، III اور V بدھ)
گورکھپور سے ریلے (II اور IV بدھ)
۹ — ۰۰ راجیہ کی چٹھی (دہلی سے ریلے)
۹ — ۰۵ ضلع کی چٹھی (لکھنؤ سے ریلے)
۹ — ۱۰ لوک روچی سماچار (اتوار ـ دہلی سے ریلے)
گیت (پیر، بدھ، جمعرات اور ہفتہ)
سگم سنگیت (منگل، جمعہ)
۹ — ۱۵ پتر کے بیسے دھنیہ واد (اتوار)
سنسکرت شکشا (پیر، بدھ)
۹ — ۳۰ پری کرما (وارانسی سے)
لوک گیت (سوائے اتوار)
۹ — ۴۵ بال سنگھ (اتوار)
۱۰ — ۳۰ روپک (اتوار I III V)
ناٹک (اتوار II)
کھیل پتریکا ر ناٹک (اتوار IV)
۱۱ — ۰۰ شاستریہ سنگیت (اتوار)
۱۲ — ۰۰ مدھو چکر (فلمی گیتوں کا کاریہ کرم (اتوار)
۱۲ — ۱۰ ودیارتھیوں کے لیے (لکھنؤ سے ریلے)
(سوائے اتوار)
۱۲ — ۳۰ گھر پریوار (اتوار)
گرہ لکشمی (پیر، بدھ، جمعہ)
بن گھٹ (منگل، جمعرات)
بھارت بھارتی (ہفتہ)
۱۲ — ۴۵ یہ محنت کش۔ گھومتا مائیکروفون (ہفتہ)
۱ — ۱۰ آج اتوار ہے (اتوار)
سگم سنگیت (سوائے اتوار)
۱ — ۲۰ شاستریہ سنگیت (پیر، منگل، جمعرات اور جمعہ)
انوردھ آیکا (بدھ)
ملے جلے گانے (ہفتہ)
۱ — ۵۰ لوک گیت
۲ — ۲۰ کرشی جگت / وگیان اور کسان
۲ — ۳۰ علاقائی خبریں (لکھنؤ سے ریلے)
۲ — ۳۵ موسم کا حال

شام

۵ — ۱۵ دھرتی کے گیت (اتوار، پیر، جمعرات، جمعہ)
بال گوپال (منگل)
ننھی دنیا (بدھ، ہفتہ)
۵ — ۳۰ یو وا وانی
۶ — ۰۰ روزگار سوچنا / وششیش سوچنائیں اور کاریہ کرم)
۶ — ۱۵ پنچایت گھر
۶ — ۴۵ مدریکا
۶ — ۵۰ کرشی جگت (اتوار، پیر، بدھ، جمعرات، ہفتہ)
کرشی ریڈیو گوشٹھی (منگل)
مہیلا ریڈیو گوشٹھی (جمعہ)
۷ — ۲۰ پرادیشک سماچار (لکھنؤ سے ریلے)
۷ — ۳۰ وکاس گیت
۷ — ۳۵ سائیکی (دہلی سے ریلے)
۷ — ۴۵ سگم سنگیت (اتوار، منگل، جمعرات اور ہفتہ)
دھارواہک ناٹک (پیر)
یہ محنت کش (گھومتا مائیکروفون) (بدھ)
تروینی (جمعہ)
۸ — ۰۰ پنچ رنگ (پریوار کلیان کاریہ کرم (اتوار)
ہندی تقریر (پیر اور ہفتہ)
سنسکرت تقریر (منگل، جمعہ)
سامیک پرسنگ (لکھنؤ سے ریلے) (بدھ)
سور دیلا (جمعرات)
۸ — ۱۵ سدھ سنگیت / بدھ سنگیت / شاستریہ سنگیت
۸ — ۳۰ پرادیشک سماچار درشن (لکھنؤ سے ریلے) (اتوار)
سگم سنگیت / سنسد سمیکشا (جب پارلیمنٹ کا
اجلاس ہو) دہلی سے ریلے (سوائے اتوار)
۹ — ۳۰ انگریزی میں تقریر (اتوار)
نیشنل پروگرام: ہندی تقریر (پیر)
نیشنل پروگرام: انگریزی تقریر (منگل)
چرچا کا وشیہ ہے (بدھ I، II، IV، V
سوادھینتا سنگرام سے متعلق روپک (بدھ III)
پرادیشک سنگیت کا نیشنل پروگرام (جمعرات I)
روپک (جمعرات II)
پتریکا (جمعرات III)
ناٹک (جمعرات IV)
کتھا گوشٹھی (جمعرات V)
ناٹک (جمعہ I، II، III، IV)
سنسکرت پتریکا (وارانسی سے ریلے) جمعہ V
۹ — ۴۵ وادیہ وادن (اتوار)
۹ — ۵۰ شاستریہ سنگیت (پیر)
۱۰ — ۰۰ سگم سنگیت (منگل)
گیت سنگیت (اتوار)
اپہار (اتوار)
میری ساہتیہ یاترا (پیر I)
ساہتیکی (پیر II، IV)
کیا بھولیں کیا یاد کریں (پیر III)
ساہتیہ دھارا (پیر V)
منگل شب کی محفل موسیقی (منگل)
ناٹک (بدھ) شرنکھلا ناٹک (بدھ IV)
پرادیشک سنگیت کا نیشنل پروگرام (مسلسل)
(جمعرات I)
وکاس یگیہ (لکھنؤ سے ریلے) (جمعرات II)
ناٹک (مسلسل) (جمعرات III، IV)
شاستریہ سنگیت (جمعرات V)
سور سنگم (جمعہ I)
ناٹک (مسلسل) (جمعہ II، IV)
آہوتی (لکھنؤ سے ریلے) جمعہ III
سنسکرت پتریکا (جمعہ V)
۱۰ — ۳۰ شاستریہ سنگیت (پیر، بدھ، جمعرات)
۱۱ — ۱۰ موسم کا حال ـــ اختتام

شاستریہ سنگیت

گائن

امرناتھ چاولہ : دوپہر ۲۰-۱
رات ۳۰-۱۰ ۲ رمئی
کمار گندھرو : رات ۱۵-۸ ۳ رمئی
لکشمی شنکر : صبح ۰۰-۱۱ ۵ رمئی
حفیظ احمد خاں : رات ۰۰-۱۰ ۵ رمئی
راجن مشرا ساجن مشرا : دوپہر ۲۰-۱
رات ۳۰-۱۰ ۱۳ رمئی

ساز سنگیت

دتاتریہ وینا

ڈی آر پروتیکر : رات ۱۵-۸ ۲ رمئی

ستار

بسنت لال : صبح ۳۰-۷
دوپہر ۲۰-۱ ۳ رمئی
رئیس خاں : رات ۳۰-۱۰ ۸ رمئی
منی لال ناگ : صبح ۰۰-۱۱ ۱۲ رمئی

بانسری

اے آر گجندر گڈکر : رات ۳۰-۱۰ ۳ رمئی
جی ایس سچدیو : رات ۱۵-۸ ۷ رمئی



رگھوناتھ سیٹھ : رات ۰۰-۱۰ ۱۲ رمئی

وائلن

سسر کنا دھر چودھری : صبح ۳۰-۷ ۴ رمئی
وی جی جوگ : دوپہر ۲۰-۱
رات ۱۵-۸
۳۰-۱۰ ۹ رمئی
گجانن کرناد : رات ۱۵-۸ ۱۵ رمئی

سرود

علی اکبر خاں : دوپہر ۲۰-۱
رات ۳۰-۱۰ ۶ رمئی

سارنگی

حفیظ اللہ خاں : دوپہر ۲۰-۱
رات ۳۰-۱۰ ۱ رمئی

اسراج

علاء الدین خاں : صبح ۳۰-۷ ۱۱ رمئی

طبلہ

اللہ رکھا خاں : رات ۱۵-۸ ۱۱ رمئی

سنطور

شو کمار شرما : رات ۱۵-۸
۴۵-۹ ۱۳ رمئی
روبیدر پانڈے : صبح ۳۰-۷
رات ۳۰-۸ ۱۵ رمئی

گٹار

پریم جین : صبح ۳۰-۷
دوپہر ۲۰-۱ ۱۴ رمئی

غزلیں

طلعت محمود : صبح ۱۰-۹ ۳ رمئی
تاجور سلطانہ : دوپہر ۳۰-۱۲ ۳ رمئی
محمود خاں : رات ۱۵-۸ ۹ رمئی

ٹھمری / دادرا

منیرہ خاتون بیگم : صبح ۳۰-۷
رات ۱۵-۸
۳۰-۱۰ یکم مئی
اُما ڈے : رات ۱۵-۸ ۶ رمئی
اما دیوا : رات ۴۵-۹ ۶ رمئی
گیتا بنرجی : صبح ۳۰-۷
دوپہر ۲۰-۱ ۷ رمئی
مہیش چندر ویاس : صبح ۳۰-۹ ۸ رمئی
سنت لال : صبح ۳۰-۷
رات ۱۵-۸ ۱۰ رمئی

سگم سنگیت

روبن چٹرجی : دوپہر ۱۰-۱
رات ۳۰-۸ یکم مئی
سریندر کوہلی : دوپہر ۱۰-۱
رات ۴۵-۷ ۲ رمئی
سدھا ملہوترہ : رات ۳۰-۸ ۲ رمئی
نیلم ساہنی : دوپہر ۱۰-۱
رات ۳۰-۸ ۳ رمئی
اکھوری ناگیندر ناراین سنہا : دوپہر ۱۰-۱
رات ۳۰-۸ ۴ رمئی

رونا لیلی : رات ۴۵-۷ ۵ رمئی
چندر شیکھر چکرورتی : صبح ۱۰-۹
دوپہر ۱۰-۱
رات ۴۵-۷ ۷ رمئی
چندر بالا راول : رات ۳۰-۸
۴۵-۹ ۷ رمئی
بریھال منی چٹرجی : دوپہر ۱۰-۱
رات ۳۰-۸ ۸ رمئی
سرلا کپور : دوپہر ۱۰-۱
رات ۴۵-۷ ۹ رمئی



راحت علی : رات ۳۰-۸ ۹ رمئی
ستیہ دیوی : صبح ۱۰-۹
دوپہر ۱۰-۱ ۱۰ رمئی
ماسٹر مدن اور عابدہ اہی محمد : رات ۳۰-۸ ۱۰ رمئی
ترلوک کپور : دوپہر ۱۰-۱
رات ۳۰-۸ ۱۱ رمئی
مناڈے : دوپہر ۲۵-۱
رات ۴۵-۷ ۱۲ رمئی
جسبیر کور : دوپہر ۲۰-۱
رات ۳۰-۸ ۱۳ رمئی
سنگیتا راے : صبح ۱۰-۹
دوپہر ۱۰-۱ ۱۳ رمئی
شوبھا ماتھر : رات ۴۵-۷
۳۰-۸ ۱۴ رمئی
شیام موہن : رات ۴۵-۹ ۱۴ رمئی
یون کمار نارنگ : دوپہر ۲۰-۱
رات ۳۰-۸ ۱۵ رمئی

اردو پروگرام

شعری نشست
شرکاء: راز الہ آبادی، ضمیر احسن،
سراج مرزا لودی اور ایم اے قادر: یکم مئی

اورنگ آباد، پربھنی

اورنگ آباد ۱۹۷/۲ ۱۵۲۱ کلوہرٹز پربھنی ۲۲۹/۸ ۱۳۰۵ کلوہرٹز

روزانہ نشر ہونے والے پروگرام

صبح

۵ — ۵۵	وندے ماترم : شہنائی
۶ — ۰۵	سنسکرت پاٹھ
۶ — ۱۰	امرت دھارا
۶ — ۱۵	سنگیت کاریہ ساتھی
۶ — ۲۰	سورانجلی
۶ — ۴۵	کاریہ کرم کی روپ ریکھا
۷ — ۳۰	سب رنگ : اردو پروگرام
۸ — ۲۵	ضلع وارتا پتر
۹ — ۰۰	نیوز لیٹر (ہندی)
۹ — ۰۵	اختتام

شام

۶ — ۰۰	استھانک سوچنائیں
۶ — ۰۵	کاریہ کرم کی روپ ریکھا
۷ — ۱۰	روزگار سماچار
۷ — ۳۰	آپکے گھر آپکے شوار
۱۱ — ۱۰	اختتام

وینائک پٹوردھن : دوپہر ۱—۰۰ ۱۵ رمئی

شاستریہ سنگیت

گائن

بسوراج راج گرو	:	صبح ۷ — ۰۰	
		رات ۱۰ — ۳۰	۲ رمئی
برکت علی خاں	:	صبح ۸ — ۴۰	۲ رمئی
وائی بی جوشی	:	صبح ۷ — ۰۰	۳ رمئی
بی۔ بیرگاؤنکر	:	رات ۱۰ — ۳۰	۳ رمئی
نثار احمد خاں	:	دوپہر ۱ — ۰۰	۵ رمئی
پنڈت جسراج	:	رات ۱۰ — ۳۰	۵ رمئی
استاد فیاض خاں	:	صبح ۷ — ۰۰	۶ رمئی
ہیرابائی بڑودیکر اور			
سرسوتی رانے	:	دوپہر ۱ — ۰۰	۸ رمئی
گنگوبائی ہنگل	:	رات ۱۰ — ۳۰	۸ رمئی
یوگیندر باری	:	صبح ۷ — ۰۰	۹ رمئی
رسولن بائی	:	صبح ۸ — ۴۰	۹ رمئی
للتا راؤ	:	رات ۱۰ — ۳۰	۹ رمئی
کلیانی دیشمکھ	:	صبح ۷ — ۰۰	۱۰ رمئی
لکشمی بائی جادھو	:	رات ۱۰ — ۳۰	۱۰ رمئی
راجن مشرا ساجن مشرا	:	دوپہر ۱ — ۰۰	۱۲ رمئی
مالنی راجکماری	:	دوپہر ۱ — ۰۰	
		رات ۱۰ — ۳۰	۱۳ رمئی
عبدالکریم خاں	:	دوپہر ۱ — ۰۰	۱۴ رمئی
نارائن راؤ ویاس اور			

ساز سنگیت

بانسری

شری پد کلکرنی	:	صبح ۷ — ۰۰	
		رات ۱۰ — ۳۰	یکم مئی
کانت شیو منشی	:	دوپہر ۱ — ۰۰	۶ رمئی
اروند گجیندر گڈکر	:	صبح ۷ — ۰۰	۸ رمئی

طبلہ

وبھن ناگیشکر	:	دوپہر ۱ — ۰۰	۷ رمئی
رامیش سامنت	:	دوپہر ۱ — ۰۰	۹ رمئی

وائلن

ایس کے داتار	:	دوپہر ۱ — ۰۰	۱۰ رمئی
بی ڈی دیو	:	دوپہر ۱ — ۰۰	۱۲ رمئی

ستار

کارتک کمار	:	صبح ۷ — ۰۰	۱۴ رمئی
نکھیل بنرجی	:	رات ۱۰ — ۳۰	۱۵ رمئی

سرود

شرورانی	:	صبح ۷ — ۰۰	۱۵ رمئی

سگم سنگیت

کرشن گوسوامی	:	صبح ۸ — ۴۰	یکم مئی
آشا وراسلوکر	:	دوپہر ۱ — ۱۵	۲ رمئی

انگھا ہقتھے	:	صبح ۸ — ۴۰	۸ رمئی
تارا بھونسلے اور ساتھی	:	دوپہر ۱ — ۱۵	۹ رمئی
شیاملا بھوسگلے	:	صبح ۸ — ۴۰	۱۵ رمئی

لوک سنگیت

شام ۶ — ۱۵

وی۔ این ستارا اور ساتھی	:	یکم مئی
رمیش سروسے اور ساتھی	:	۲ رمئی
انوسیہ شندے	:	۳ رمئی
مناجادھو اور ساتھی	:	۴ رمئی
اناچوان اور ساتھی	:	۶ رمئی
دیگمبر تونڈسے اور ساتھی	:	۷ رمئی
رتناکر کلکرنی اور ساتھی	:	۸ رمئی
گرودیو مہاراج اور ساتھی	:	۹ رمئی
وسنت راؤ رسال اور ساتھی	:	۱۰ رمئی
رام راؤ پاٹل اور ساتھی	:	۱۱ رمئی
لکشمن داس شاستری اور ساتھی	:	۱۳ رمئی
وینکٹ ایگوار اور ساتھی	:	۱۴ رمئی
وٹھل جادھو اور ساتھی	:	۱۵ رمئی

تقریر / مباحثہ

اخبارمیں جنریت بدھا یوںکتھا : صبح ۹ — ۴۰ ۵ رمئی

سماج سدھارک

گوپال کرشن گوکھلے : تقریر : رات ۸ — ۱۵ ۹ رمئی

مباحثہ۔ شرکاء : کرشنا ترپاٹھی، کرشنا گوپال

کبشر مہشرام : صبح ۹ — ۴۰ ۱۲ رمئی

ڈاکٹر سے ملاقات

ڈاکٹر کدر موری : دوپہر ۱۲ — ۴۵ ۱۴ رمئی

خاکہ

دیوان خانہ موضوعی خاکہ : صبح ۷ — ۳۰ یکم، ۸ راور ۱۵ رمئی

شہزادن۔ عنوان : ہجوم دیکھتا ہوں جب کانپ اٹھتا ہوں

از : سبیل بیابانی : صبح ۷ — ۳۰ ۴ رمئی

ڈرامہ

جنک کتھا : صبح ۹ — ۰۵ ۵ رمئی

ٹیگور کے ناول کا ریڈیو روپ : دوپہر ۱۲ — ۴۵ ۷ رمئی

فیچر

چلتے پھرتے

پھیری والوں کی زندگی پر مبنی فیچر

پیش کش۔ خان شمیم خاں : صبح ۷ — ۳۰ ۷ رمئی

بھوپال، رائپور، گوالیار، جبلپور

بھوپال الف: ۲۰۲۰۰، میٹر ۱۴۸۵ کلوہرٹز بھوپال-ب: ۲۲۴٫۱۳ میٹر ۱۳۳۳ کلوہرٹز
شارٹ ویو
صبح ۴۵-۷ تک ۹۰٫۱۱۳ میٹر ۳۳۱۵ کلوہرٹز
صبح ۰۰-۸ بجے کے بعد ۵۰٫۰۸ میٹر ۵۹۹۰ کلوہرٹز
دوپہر ۴۱٫۱۷۸ میٹر ۷۱۸۰ کلوہرٹز
شام اور رات ۹۰٫۱۱۳ میٹر ۳۳۱۵ کلوہرٹز
رائے پور: ۳۰۵٫۹ میٹر ۹۸۱ کلوہرٹز گوالیار ۲۱۶٫۴ میٹر ۱۳۸۶ کلوہرٹز
جبلپور ۲۵۴٫۲ میٹر ۱۱۷۹ کلوہرٹز

خبریں

ھندی: صبح ۰۰-۸، ۰۵-۹ (پرادیشک) دوپہر ۰۵-۱، ۱۰-۲، ۴۵-۲ شام ۰۵-۶
رات ۴۵-۸ (۰۵-۱۱ صرف ہفتے کو)
انگریزی: صبح ۱۰-۸ دوپہر ۰۰-۱ شام ۰۰-۶ رات ۰۰-۹ (۰۰-۱۱ صرف ہفتے کو)

شاستریہ سنگیت

گائن

افضل حسین جے پور والے صبح ۴۵-۷ ۲ مئی
رام مراٹھے دوپہر ۴۰-۱ ۲ مئی
اے۔ کے۔ کوبجے صبح ۳۵-۶ ۳ مئی
راجا کالے صبح ۱۰-۹ اور
دوپہر ۴۰-۱ ۴ مئی
مادھو گڈی صبح ۳۵-۶ ۶ مئی
شانتی ہیرانند صبح ۴۵-۷ ۷ مئی
مشتاق حسین خاں صبح ۱۰-۹ اور
دوپہر ۴۰-۱ ۷ مئی
رمیش ناڈکرنی صبح ۳۵-۶ اور
دوپہر ۴۰-۱ ۸ مئی
ایم۔ آر۔ گوتم صبح ۳۵-۶ اور
رات ۳۰-۱۰ ۹ مئی
رتناکر الیس پی صبح ۱۰-۹ اور
دوپہر ۴۰-۱ ۱۰ مئی
شکنتلا نرسمہن صبح ۳۵-۶ ۱۱ مئی
اری داس گپتا صبح ۳۰-۸ ۱۳ مئی
کمل سنگھ صبح ۴۵-۷ ۱۴ مئی
وسنت راؤ دیشپانڈے صبح ۴۵-۶ اور
دوپہر ۴۰-۱ ۱۵ مئی
لطافت حسین خاں صبح ۱۰-۷ ۱۵ مئی

ساز سنگیت

بانسری

اروند گجیندر گڈکر صبح ۳۰-۸ ۲ مئی

ستار

عبدالحلیم جعفر خاں رات ۳۰-۱۰ ۲ مئی
روی شنکر صبح ۳۵-۶ ۴ مئی
گری راج صبح ۳۰-۸ اور
رات ۰۰-۱۰ ۸ مئی
منی لال ناگ صبح ۳۵-۶ اور
رات ۳۰-۱۰ ۱۰ مئی
کلیانی رائے صبح ۳۵-۶ اور
رات ۳۰-۱۰ ۱۳ مئی
شیام دویدی صبح ۳۰-۸ اور
رات ۰۰-۱۰ ۱۵ مئی

سگم سنگیت

صبح ۲۱-۸

مینا منج ۵ مئی
اوما انعامدار ۱۲ مئی

دوپہر ۳۰-۱

انور حسین ۹ مئی

صبح ۲۱-۸ اور دوپہر ۳۰-۱

مینا سکسینہ یکم مئی
جے شری ٹھٹے ۲ مئی
وجے رنجن اپادھیائے ۳ مئی
محمد اختر ۴ مئی
کویتا شرما ۷ مئی
منجولا نچولی ۸ مئی
اقبال محمد خاں ۱۰ مئی
میرا نپکھراج ۱۱ مئی
اختر احمد ۱۳ مئی
ڈی۔ پی۔ پورانک ۱۵ مئی

لوک سنگیت

دوپہر ۳۰-۲

رجنی شرما ۲ مئی
بھونیشور گوسوامی ۳ مئی
لکشمی بائی شاکیہ ۴ مئی
کرن شریواستو ۵ مئی
شیلا شریواستو، سشما سرن ۹ مئی
گھنشیام کشواہا ۱۰ مئی
جیوتی تلنگ ۱۱ مئی
راج بابو شریواستو ۱۲ مئی

صبح ۳۰-۷ اور دوپہر ۳۰-۲

جگدیش سنگھ چوہان یکم مئی
وینا کھرے ۶ مئی
نیسا سنگھ ۷ مئی
راجا رام وشوکرما ۸ مئی
وسنت راؤ کشالے ۱۲ مئی
رام کمار تیواری ۱۴ مئی
پنڈت کلیان جی گوسوامی ۱۵ مئی

کہکشاں: اردو پروگرام

رات ۰۰-۸

۱۔ افسانہ از ایم۔ منوجہ
۲۔ کلام شاعر: عبدالحیٔ انجم
۳۔ 'جاں نثار اختر اور پچھلے پہر کی شاعری'، تقریر
ڈاکٹر کشور سلطان ۳ مئی

۱۔ 'فلمی کہانیوں میں تبدیلی' مذاکرہ
شرکا: ایم۔ رفیق، قمر اشفاق
۲۔ روشن چراغ، ڈاکٹر اشفاق علی
۳۔ قوالی، شنکر شمبھو

آئینہ: اردو پروگرام

صبح ۳۰-۸

'جنگ آزادی کے متوالے'، لیکچر
از ڈاکٹر حامد حسین ۷ مئی

بزم سخن:
شرکا: کاوش جذباتی، سلطان کلیم، وکیل بھوپالی،
وقار فاطمی، مظفر رئیس اور
قیصر اندوری ۱۰ مئی

(آگے ص ۴۷ پر)

کلکتہ

کلکتہ 'اے' ۴۵۶ء۶۲ میٹر — ۶۵۷ کلوہرٹز
کلکتہ 'بی' ۲۹۷ء۶۲ میٹر — ۱۰۰۸ کلوہرٹز
کلکتہ 'سی' ۲۲۶ء۷ میٹر — ۱۳۲۳ کلوہرٹز
کلکتہ 'ڈی' ۲۴۵ء۱ میٹر — ۱۲۲۴ کلوہرٹز

شاستریہ سنگیت

گائن

سرلا بنرجی : صبح ۹-۳۰ (بی)
رات ۹-۰۰ (اے) یکم مئی
پرتیش بھٹاچاریہ : شام ۷-۰۰ (بی)
رات ۹-۰۰ (اے) ۲ رمئی
سمیر کمار دتہ : صبح ۸-۳۰ (اے)
رات ۹-۳۰ (بی) ۳ رمئی
نارائن راؤ جوشی : صبح ۹-۳۰ (بی)
دوپہر ۱-۰۰ (اے)
شام ۷-۳۰ (بی) ۴ رمئی
سمیا بھٹاچاریہ : صبح ۸-۳۰ (اے)
شام ۶-۳۵ (بی) ۵ رمئی
نیمائی چند بورال : صبح ۹-۳۰ (بی)
رات ۹-۰۰ (اے) ۶ رمئی
جگدیش پرساد پنڈت : صبح ۸-۳۰ (اے)
شام ۷-۳۰ (بی) ۷ رمئی
پرسون کمار بنرجی : صبح ۹-۳۰ (بی)
رات ۹-۰۰ (اے) ۸ رمئی
کرشنا داس گپتا : سہ پہر ۳-۰۰ (اے)
شام ۷-۳۰ (بی) ۹ رمئی
میرا بنرجی : صبح ۹-۳۰ (بی)
رات ۹-۰۰ (اے) ۱۰ رمئی
نیتا سلہا کوتھیال : صبح ۸-۳۰ (اے) ۱۱ رمئی
الوک کمار چٹرجی : صبح ۹-۳۰ (بی)
رات ۹-۰۰ (اے) ۱۲ رمئی
انجلی چودھری : صبح ۸-۳۰ (اے) ۱۳ رمئی
سومترا گوہا : صبح ۹-۳۰ (بی)
شام ۷-۳۰ (بی) ۱۴ رمئی
تیما ٹھاکر : صبح ۹-۳۰ (بی)
رات ۹-۰۰ (اے) ۱۵ رمئی

ساز سنگیت

ستار

نرمل گوہا ٹھاکرتہ : صبح ۹-۰۵ (بی)
سہ پہر ۳-۰۰ (اے)

کلیانی رائے : شام ۷-۳۰ (بی) یکم مئی
صبح ۸-۳۰ (اے)
شام ۷-۳۰ (بی) ۲ رمئی
کاشی ناتھ مکھرجی : صبح ۹-۳۰ (بی)
رات ۹-۰۰ (اے) ۳ رمئی
ایرا سرکار : صبح ۸-۳۰ (اے) ۴ رمئی
اندرانی بھٹاچاریہ : صبح ۹-۳۰ (بی)
رات ۹-۰۰ (اے) ۵ رمئی
مشتاق علی خاں : صبح ۸-۳۰ (اے)
شام ۷-۳۰ (بی) ۶ رمئی
سمترا لاہری : رات ۹-۰۰ (اے) ۹ رمئی
ترون کمار چٹرجی : صبح ۹-۰۵ (بی) ۱۰ رمئی
سنتوش کمار بنرجی : صبح ۹-۳۰ (بی)
رات ۹-۰۰ (اے) ۱۳ رمئی
بیبھوتی بھوشن چٹرجی : صبح ۹-۰۵ (بی) ۱۵ رمئی

سرود

بریندر ناتھ بنرجی : صبح ۸-۳۰ (اے) یکم مئی
اینا داس : صبح ۸-۴۰ (اے)
۹-۱۰ (بی)
شام ۶-۲۵ (بی) ۱۲ رمئی

سنتور

ہمینگشو بسواس : صبح ۸-۳۰ (اے)
شام ۷-۲۰ (بی) ۱۵ رمئی

اسراج

رندھیر رائے : صبح ۹-۳۰ (بی)
دوپہر ۱-۰۰ (اے)
شام ۷-۲۰ (بی) ۱۱ رمئی

بانسری

بینو چٹرجی : صبح ۸-۳۰ (اے)
شام ۷-۵۰ (بی) ۱۴ رمئی

رابندر سنگیت

اشوک تارو بنرجی : صبح ۷-۴۰ (اے)
رات ۹-۴۰ (بی) یکم مئی
سوپن گپتا : صبح ۹-۱۵ (اے)
رات ۹-۴۵ (بی) ۲ رمئی

کملیش گھوش : صبح ۷-۴۰ (اے) ۳ رمئی
سری کمار چٹرجی : صبح ۷-۴۰ (اے)
شام ۶-۲۵ (بی) ۴ رمئی
چھوٹے چٹرجی : صبح ۷-۴۰ (اے)
رات ۸-۱۵ (بی) ۵ رمئی
پوربی مکھرجی : صبح ۷-۴۰ (اے)
رات ۹-۴۰ (بی) ۶ رمئی
پرساد سین : صبح ۶-۲۰ (بی)
رات ۸-۵۰ (بی) ۷ رمئی
ترویتی : صبح ۷-۴۰ (اے)
شام ۶-۵۰ (بی) ۸ رمئی
ربی ریشی : صبح ۶-۲۰ (بی)
۷-۴۰ (اے) ۹ رمئی
آتانو سانیال : صبح ۷-۴۰ (اے) ۱۰ رمئی
چیتا ملک : صبح ۶-۲۰ (بی)
دوپہر ۱-۴۰ (اے) ۹-۵ (بی)
۲-۴۵ (بی) ۱۱ رمئی
امل ناگ : صبح ۶-۲۰ (بی)
۷-۴۰ (اے) شام ۵-۵۵ (بی) ۱۲ رمئی
نیل سین گپتا : صبح ۷-۴۰ (اے) ۱۳ رمئی
کم کم چٹرجی : صبح ۷-۴۰ (اے) ۱۴ رمئی
بمل بھوشن : صبح ۷-۴۰ (اے)
رات ۱۰-۵۰ (اے) ۱۵ رمئی

نذرل گیتی

پوربی دتہ : رات ۱۰-۴۰ (اے) یکم مئی
اربند چکرورتی : رات ۱۰-۴۰ (اے) ۲ رمئی
سنگیتا چودھری : صبح ۹-۲۰ (اے) ۳ رمئی
ملینا گھوشال : شام ۷-۲۰ (اے) ۴ رمئی
الوک باگچی : رات ۱۰-۳۵ (اے) ۵ رمئی
سنچیتا : رات ۱۰-۴۰ (اے) ۶ رمئی
لتا بنرجی : شام ۷-۲۰ (اے) ۷ رمئی
سمترا دتہ : رات ۱۰-۰۰ (اے) ۸ رمئی
انوپ کمار گھوشال : رات ۱۰-۴۰ (اے) ۹ رمئی
مینا لال گھوش : صبح ۹-۲۰ (اے) ۱۰ رمئی
سو شمیتا دتہ : صبح ۹-۲۰ (اے)
شام ۶-۵۰ (بی) ۱۱ رمئی
ادھیر باگچی : رات ۱۰-۴۰ (اے) ۱۲ رمئی
مینالی رائے : رات ۱۰-۰۰ (اے) ۱۳ رمئی
چترینا داس گپتا : صبح ۹-۲۰ (اے) ۱۴ رمئی
بل بھوشن : رات ۱۰-۵۰ (اے) ۱۵ رمئی

ادھونک گیت

دھنن جوئے بھٹاچاریہ : صبح ۸-۳۰ (بی)
شام ۶-۳۵ (بی) یکم مئی

گورکھپور

میڈیم ویو ۳۰۰ء۳۳۰ میٹر ۹۰۹ کلوہرٹز

مادھوری چٹرجی : صبح ۳۰: ـــ ۸ (بی)
رات ۵: ـــ ۸ (بی) ۲ر مئی
مینکا مترا : صبح ۳۰: ـــ ۸ (بی)
دوپہر ۲۰: ـــ ۱۲ (اے) ۳ر مئی
انوشری چودھری : صبح ۲۰: ـــ ۸ (بی)
رات ۲۰: ـــ ۸ (اے) ۴ر مئی
ماکھن چکرورتی : صبح ۳۰: ـــ ۸ (بی)
رات ۲۵ ـــ ۸ (اے) ۵ر مئی
بل باگچی : صبح ۱۰: ـــ ۷ (بی)
دوپہر ۲۵ ـــ ۱۲ (اے)
شام ۳۵ ـــ ۶ (بی) ۶ر مئی
گوری گھوش : صبح ۳۰: ـــ ۸ (بی)
رات ۴۵ ـــ ۸ (اے) ۷ر مئی
پردیپ کمار داس گپتا : صبح ۱۵ ـــ ۸ (اے)
شام ۰۰ ـــ ۷ (بی) ۸ر مئی
انوپ کمار گھوشال : صبح ۳۰ ـــ ۸ (بی) ۹ر مئی
سنتانو سین گپتا : صبح ۳۰ ـــ ۸ (بی)
دوپہر ۲ ـــ ۱۲ (اے)
شام ۵۵ ـــ ۵ (بی) ۱۰ر مئی
مدھو چھندا داس : صبح ۳۰ ـــ ۸ (بی)
دوپہر ۵۰ ـــ ۲ (بی)
شام ۳۰ ـــ ۷ (اے) ۱۱ر مئی
پربھاتی مکھرجی : رات ۵۰ ـــ ۱۰ (اے) ۱۲ر مئی
پنٹو بھٹاچارجی : صبح ۳۰ ـــ ۸ (بی)
رات ۱۵ ـــ ۱۰ (اے) ۱۳ر مئی

بنگلہ لوک گیت

ہرے کرشنا داس : صبح ۴۰ ـــ ۶ (اے)
شام ۱۵ ـــ ۶ (بی) یکم مئی
گیتا نجلی اور ساتھی : صبح ۴۰ ـــ ۶ (اے)
شام ۱۵ ـــ ۶ (بی) ۲ر مئی
پرتیمل رائے چودھری : صبح ۴۵ ـــ ۸ (بی)
شام ۱۵ ـــ ۶ (بی) ۳ر مئی
چندر شیکھر رائے : صبح ۴۰ ـــ ۶ (اے)
۴۵ ـــ ۸ (بی)
شام ۵۵ ـــ ۶ (بی) ۴ر مئی
مینا مکھرجی : صبح ۴۰ ـــ ۶ (اے)
۴۵ ـــ ۸ (بی)
شام ۵۵ ـــ ۶ (بی) ۵ر مئی
اوپیندر ناتھ رائے : صبح ۴۰ ـــ ۶ (اے)
شام ۱۵ ـــ ۶ (بی) ۶ر مئی
سنیل کمار بیرا : صبح ۱۰ ـــ ۷ (بی)
دوپہر ۵۵ ـــ ۲ (اے)

(آگے ص ۷۴ پر)

لوک سنگیت

بلنکے لال یادو اور ساتھی
سروجنی ترپاٹھی : دوپہر ۲۰-۲ یکم مئی
رام جی گپتا
سکھ راج یادو اور ساتھی : دوپہر ۲۰-۲ ۶ر مئی
دوارکا پادو اور ساتھی
گومتی یادو : دوپہر ۲۰-۲ ۷ر مئی
دیوندر ناتھ اپادھیائے : دوپہر ۲۰-۲ ۸ر مئی
رام ستن اور ساتھی
چندر بھان مشر : دوپہر ۲۰-۲ ۱۰ر مئی
رام جھلک پاٹھک
گجندر ناتھ اپادھیائے : دوپہر ۲۰-۲ ۱۴ر مئی

سگم سنگیت

صبح ۲۱-۸ اور شام ۰۵-۷

پرتھی پال سنگھ دگل : یکم مئی
پونم شرما : ۷ر مئی
راجیہ شری بنرجی : ۱۰ر مئی
مدھو مالا چکرورتی : ۱۳ر مئی
روپ جیت کور : ۱۴ر مئی

مہیلا سبھا

دوپہر ۱۰-۱

آج کی بچت کل کی سورکشا (تقریر)
انا گیتا سریواستوا : ۳ر مئی
ہندی ساہتیہ میں مہیلائیں (تقریر)
ڈاکٹر ونود سولانکی : ۷ر مئی
ابھرتے شہروں کی دیکھ بھال (تقریر)
مدھو اگروال : ۱۰ر مئی
ناخن کی دیکھ بھال (تقریر)
از : امرتا سنگھ : ۱۴ر مئی

انگریزی تقریر

رات ۱۶-۹

فرٹیلائزر پروڈکشن ان انڈیا
از: ہربنس سنگھ : یکم مئی
ٹی بی کنٹرول پروگرام ان انڈیا
از: ڈاکٹر آر کے دھون : ۸ر مئی
ویلفیر پروگرامس فار دی اکونامیکلی بیک ورڈرس
از : ایس کے سراس : ۱۵ر مئی

سواستھیہ چرچا

دوپہر ۱۰-۱

ہومیوپیتھی اور بچوں کی بیماریاں: انٹرویو
ڈاکٹر ہریش چندر رودیے : ۲ر مئی
گٹھیا روگ اور اس کا اپچار: انٹرویو
ڈاکٹر آر کے اگروال : ۹ر مئی

بال سبھا

صبح ۱۵-۹

بال کہانی : از کماری ریکھا سوامی
کھیل چرچا : ۵ر مئی
بال گیت۔
۲-ہم کیسے آزاد ہوئے (تقریر)
از رتنا سرن
۳-کمیونٹی سنگ گنگ لیسن : ۱۲ر مئی

ڈرامہ جھلکی

رات ۳۰-۹

شکنتلا دشینترہ پرتر پودھرو (سنسکرت بال ڈرامہ)
ریڈیو عکس : امیش چندر پانڈے : یکم مئی
ڈاک گھر (ڈرامہ) رابندر ناتھ ٹیگور کی
کہانی کا ریڈیو عکس : ۸ر مئی

پٹنہ، بھاگلپور، دربھنگہ

پٹنہ (الف) ۱۱ ۴۸۳ میٹر ۶۲۱ کلو ہرٹز
پٹنہ (ب) ۲ء۱۸۷ میٹر ۱۶۲ کلو ہرٹز

شاستریہ سنگیت

گائن

ودیادھر دیاس : صبح ۰۵۔۷
رات ۳۰۔۱۰ یکم مئی
بی کے بنرجی : صبح ۰۵۔۷
رات ۳۰۔۱۰ ۳ر مئی
چندر شیکھر خاں : رات ۰۰۔۱۰ ۶ر مئی
گرجا دیوی : صبح ۰۵۔۷ ۶ر مئی
وجن خاں : صبح ۰۵۔۷ ۷ر مئی
منتری سانیال : صبح ۰۵۔۷
رات ۳۰۔۱۰ ۹ر مئی
نرملا لاہری : صبح ۰۵۔۷
رات ۳۰۔۱۰ ۱۰ر مئی
جگدیش پرساد : صبح ۰۵۔۷ ۱۳ر مئی
رام نریش مشرا : رات ۰۰۔۱۰ ۱۳ر مئی

ساز سنگیت

سرود

فردوس خاں : صبح ۰۵۔۷
رات ۳۰۔۱۰ ۲ر مئی
گورو دیو سنگھ : صبح ۰۵۔۷
رات ۳۰۔۱۰ ۱۵ر مئی

وائلن

آر پی شاستری : صبح ۰۵۔۷
رات ۳۰۔۱۰ ۴ر مئی
ٹی ایم پٹنائک : صبح ۰۵۔۷
رات ۳۰۔۱۰ ۱۵ر مئی

ستار

بمل مکھرجی : صبح ۰۵۔۷
رات ۳۰۔۱۰ ۵ر مئی
بلرام پاٹھک : صبح ۰۵۔۷
رات ۳۰۔۱۰ ۸ر مئی

سارنگی

روشن علی : صبح ۰۵۔۷ ۱۱ر مئی

مرلی

راما رمن : صبح ۰۵۔۷ ۱۴ر مئی

فیچر

رات ۳۰۔۹

اورنگ آباد : یکم مئی
آزادی کے دیوانے
سوتنترا سینانی : ۱۰ر مئی

جھلکی

رات ۴۸۔۷

نوک جھونک
از رضوان رضوی : ۵ر مئی
ٹیلی فون کا چکر
از للن کشور : ۱۲ر مئی

ڈرامہ

اتہاس کے پھول
از: بم بم سنگھ نیل کمل : رات ۳۰۔۹ ۳ر مئی
ایگاما (ہماری ماں)
از میر نیا : دوپہر ۰۰۔۱۲ ۵ر مئی
شیش رات (رویندر جینتی ناٹک)
از: رادھاکرشن پرساد : رات ۳۰۔۹ ۸ر مئی
تلاش
از: بھوپندر ناتھ شیکیا : دوپہر ۰۰۔۱۲ ۱۲ر مئی

بقیہ : بھوپال

کہانی/کاویہ پاٹھ

رات ۰۰۔۸

سبودھ کمار سریواستو : کہانی یکم مئی
کرشن کانت نلسے : کاویہ پاٹھ ۸ر مئی
ڈاکٹر رگھوویر سنہا : کہانی ۱۵ر مئی

ہندی تقریر

'مکہ سے مدینہ'
از شمس الدین رات ۰۰۔۸ ۲ر مئی
وکاس گاتھا
'سیتی سنرکشن قانون'
از کملا جین رات ۱۵۔۸ ۷ر مئی
وچار جگت کے دیپ استمبھ — 'جیمس جانسن'
از ڈاکٹر رمیش دوبے رات ۰۰۔۸ ۹ر مئی
'درشٹی سیتھ'
از وشوموہن ماتھر رات ۱۵۔۸ ۱۴ر مئی

بقیہ : کلکتہ

شام ۱۵۔۶ (بی) ۷ر مئی
سوکھا بلاس برما : صبح ۴۰۔۶ (اے)
شام ۱۵۔۶ (بی) ۸ر مئی
چترنجن مترا : صبح ۴۰۔۶ (اے)
رات ۴۰۔۹ (بی) ۹ر مئی
جھرنا بھٹاچاریہ : صبح ۴۰۔۶ (اے)
شام ۵۵۔۶ (بی) ۱۰ر مئی
انیل بھٹاچاریہ اینڈ پارٹی : صبح ۴۰۔۶ (اے) ۱۱ر مئی
بمل سرکار : صبح ۴۰۔۶ (اے)
شام ۱۵۔۶ (بی) ۱۲ر مئی
اجیت پانڈے : صبح ۴۰۔۶ (اے)
شام ۱۵۔۶ (بی) ۱۳ر مئی
لینیا لیکھا پاس چیل : صبح ۴۰۔۶ (اے)
شام ۱۵۔۶ (بی) ۱۴ر مئی
جھرنا رائے : صبح ۴۰۔۶ (اے)
شام ۱۵۔۶ (بی) ۱۵ر مئی

شملہ

میڈیم ویو: ۳۸۷٫۶ میٹر ۷۷۴ کلوہرٹز
شارٹ ویو: صبح ۷-۳۰ تک اور شام ۶-۳۰ کے بعد رات تک ۹۳.۰۹ میٹر ۳۲۲۳ کلو ہرٹز
صبح ۷-۴۵ کے بعد دوپہر ۴-۴۵ تک اور شام ۵-۰۰ کے بعد ۴۹٫۸۳ میٹر ۶۰۲۰ کلو ہرٹز

خبریں

ہندی: صبح ۸-۰۰ دوپہر ۱-۰۵، ۲-۱۰ شام ۶-۰۵ اور رات ۸-۴۵
انگریزی: صبح ۸-۱۰ دوپہر ۱-۰۰، ۲-۰۰ اور رات ۹-۰۰
سنسکرت: صبح ۷-۰۰ اردو: صبح ۸-۵۰ ہندی میں علاقائی خبریں ۷-۵۰ شام

روزانہ نشر ہونیوالے پروگرام

صبح

۶-۱۵ وندے ماترم، منگل دھونی
۶-۲۰ گیان وندو اور
بھگتی سنگیت کا پروگرام وندنا
۶-۴۵ مانس گان
۶-۵۵ کھیتی باڑی
۷-۰۵ پروگراموں کا خلاصہ
۷-۱۰ کلاسیکی موسیقی / کرناٹک سنگیت / پرارتھنا سبھا
۷-۳۰ سامایکی
۷-۴۵ پہاڑی سنگیت
۹-۰۰ راجیہ کی چٹھی
۹-۰۵ فلمی گانے
۹-۳۰ اختتام

دوپہر

۱۲-۳۰ اسکول براڈکاسٹ
۱۲-۵۰ دیش گان / فلمی دھن
۱-۱۰ فوجی بھائیوں کے لیے
۲-۲۰ سنہری کرنیں
۲-۴۰ سب رنگ
۳-۰۰ اختتام

شام

۵-۰۰ یووانی (منگل، جمعرات)
چُنو منو (ہفتہ، پیر)
سرموری پروگرام (بدھ، جمعہ، اتوار)
۵-۲۰ مہاسوی پروگرام (بدھ، جمعہ، اتوار)
چمبا یانگی پروگرام (منگل، جمعرات، ہفتہ)
۵-۴۰ بلاسپوری پروگرام (بدھ، جمعہ، ہفتہ)
کلوی پروگرام (منگل، جمعرات)
۶-۱۰ کانگڑی پروگرام (منگل، جمعرات، ہفتہ)
منڈیالی پروگرام (بدھ، جمعرات، اتوار)
مہیلا سمیلن (پیر)
۶-۳۰ کنزی پروگرام (پیر، بدھ، جمعہ)
لاہول سپتی پروگرام
(منگل، جمعرات، ہفتہ، اتوار)
۶-۵۰ پرکاش کرنیں / لاہولی، کنزی گلے
۷-۰۰ کھیل سماچار
۷-۰۵ گرامین یوواؤں کے لیے
۷-۲۵ کرشی جگت / ریڈیو دیہاتی گوشٹھی
۸-۰۰ روزگار سوچنائیں
۸-۰۵ دھارا رے گیت
۱۰-۳۰ اختتام (منگل، ہفتہ کو ۱۱-۰۵ پر)

شاستریہ سنگیت

گائن

نرملا ارون	صبح ۸-۲۱	یکم مئی
میرا بنرجی	صبح ۷-۱۰	۲ مئی
نثار حسین خاں	صبح ۷-۱۰	۴ مئی
کمار گندھرو	رات ۸-۲۵	۵ مئی
ایل کے پنڈت	صبح ۷-۱۰	۶ مئی
وی۔آر۔ اتھاولے	صبح ۸-۲۱	۸ مئی
منور علی خاں	صبح ۷-۱۰	۹ مئی
ایم آر گوتم	صبح ۷-۱۰	۱۱ مئی
مالنی راجورکر	رات ۸-۲۵	۱۲ مئی
سوبتا دیوی	صبح ۷-۱۰	۱۳ مئی
سندھیا مکرجی	صبح ۸-۲۱	۱۵ مئی

ساز سنگیت

وائلن		
سرکنادھر چودھری	صبح ۸-۳۵	۳ مئی
ستار		
مشتاق علی خاں	صبح ۷-۱۰	۵ مئی
بانسری		
بھولاناتھ	صبح ۷-۱۰	۷ مئی
پنالال گھوش	رات ۱۰-۰۰	۱۴ مئی
وینا		
گایتری دیوی	صبح ۷-۱۰	۸ مئی
رمیش پریم	رات ۸-۳۵	۱۰ مئی
سرود		
علی اکبر خاں	صبح ۷-۱۰	۱۲ مئی
شہنائی		
بسم اللہ خاں	صبح ۷-۱۰	۱۴ مئی

پنجابی گیت

صبح ۸-۲۱

نریندر کور	۲ مئی
گردیپ سنگھ	۹ مئی

سگم سنگیت

بھوشن مہتہ	رات ۹-۴۵	۷ مئی
ارشاد رحمت قوال	رات ۹-۴۵	۱۴ مئی
سیتا کوہلی، انل کمار	رات ۸-۲۵	۱۵ مئی

غزلیں

رات ۸-۱۵

گھنشیام داس	۲ مئی
سیما شرما	۹ مئی

لوک سنگیت

صبح ۷-۴۵

ہیت رام	یکم مئی
منو بھاردواج	۲ مئی
روشنی دیوی	۳ مئی
رتی رام کنیک	۴ مئی
شکنتلا اور موہن راٹھور	۶ مئی
کرشن لال سہگل	۷ مئی
منوراما چوہان، لیکھ رام پال	۹ مئی
مینا دیوی	۱۱ مئی

ا بھنڈاری ۱۴ر مئی
تی دیوی ۱۴ر مئی
رسنگھ بھرموری ۱۵ر مئی

—— رات ۵:-۸ ——

رانی چندیل یکم مئی
رام سونی ۲ر مئی
ا پرکاش وساتھی ۴ر مئی
پ چند شرما ۶ر مئی
سرن شرما ۸ر مئی
سنگھ چوہان ۹ر مئی
شرما ۱۰ر مئی
یپ سنگھ تومر ۱۲ر مئی
لے رام جوشی ۱۳ر مئی
ن سنگھ چوہان وساتھی ۱۴ر مئی

تقریر، بات چیت
—— صبح ۶-۲۰ ——

یش سیوا
گنیش شنکر ودیارتھی یکم مئی
بارت میں ایشور واد
سوامی وویکانند ۲ر مئی
جنیتا کا ارتھ
گاندھی جی ۳ر مئی
سیا : بودھ دھرم سے ۴ر مئی
ب ایشور واد ۵ر مئی
نشٹریتہ
مدن موہن مالویہ ۶ر مئی
سیوا کا آدرش :
گاندھی جی ۷ر مئی
رت ماں میں ناری کا استھان ، راوبیندر ۸ر مئی
ھرم اور سبھیتا —
سوامی وویکانند ۹ر مئی
بارت کا سروپ
سوامی رام تیرتھ ۱۰ر مئی
ہنسا کا تتو —
ڈاکٹر راجندر پرساد ۱۱ر مئی
یلت کی مہیما —
سوامی رام تیرتھ ۱۲ر مئی
رہم پراپتی کا مارگ —
گورو روی داس ۱۳ر مئی
رم کا سروپ :
سوامی وویکانند ۱۵ر مئی

رات ۹-۱۴

رنتہ گاتھا ۳ر مئی
ہاچلی لوک کتھاؤں میں ہاس پرہاس : ۱۰ر مئی

سرینگر

اوقات ٹرانسمشن
صبح ۶-۳۰ سے رات ۱۰-۰۰ تک ــ اتوار : صبح ۶-۳۰ سے رات ۱۱-۰۵ تک

میڈیم ویو : سرینگر 'الف' : ۲۶۸،۸ میٹر ــ سرینگر 'ب' : ۲۴۵ میٹر ۱۲۲۴ کلو ہرٹز
شارٹ ویو : ۴۹،۱۰ میٹر ۶۱۱۰ کلو ہرٹز ــ ۹۱،۵۶ میٹر ۳۲۷۷ کلو ہرٹز
پہلی مجلس : صبح ۶-۳۰ سے صبح ۱۰-۰۰ تک ، دوسری مجلس دوپہر ۱۱-۳۰ سے رات ۱۱-۰۵ تک (اتوار کو صبح ۶-۳۰ سے رات ۱۱-۰۵)

خبریں

کشمیری : صبح ۷-۴۵ ، شام ۶-۲۵ ــ اردو : صبح ۸-۵۰ دوپہر ۱-۵۰ ، رات ۹-۱۵
ہندی : صبح ۹-۰۰ ــ سنسکرت : صبح ۷-۰۰ ــ انگریزی : صبح ۸-۱۰ دوپہر ۲-۰۰ شام ۶-۰۰ رات ۹-۰۰ اور ۱۱-۰۰

علاقائی خبریں

اردو : صبح ۹-۲۰ دوپہر ۱۲-۳۰، ۴-۰۰ (دھیمی رفتار سے) شام ۷-۴۰ ، کشمیری : صبح ۹-۲۵ ، دوپہر ۱۲-۳۵ ، شام ۷-۳۰

روزانہ نشر ہونے والے پروگرام

صبح
۶-۳۵ صبح گاہی
بھکتی سنگیت پر مبنی پروگرام
۶-۴۵ روشنی / کاغر اچھر
برگزیدہ شخصیتوں کے زریں اقوال
۶-۵۵ پروگراموں کا خلاصہ
۷-۰۵ کاشتکارن ہند خاطرہ
۷-۱۵ گاندھی کتھا (جمعہ کو)
۷-۳۰ زونہ ڈب (سلسلہ وار فیچر) (سوائے ہفتہ)
صوفی / سنت شعرا کا کلام (ہفتہ)
۸-۰۰ یادگار : تواریخ پر مبنی پروگرام (اتوار)
نو ادب (کشمیری)
(منگل، جمعرات اور ہفتہ)
نیا ادب (اردو) (بدھ)
نونہال : کشمیری میں ننھے منوں کے لیے
پروگرام (پیر)
چمن من : اردو میں ننھے منوں کے لیے
پروگرام (جمعہ)
۸-۲۱ کھرانوں کے لیے (اتوار)
زعفران زار
طنز و مزاح کا پروگرام (I ، III پیر)
ذات بتراث
مختلف مقامات پر مبنی پروگرام
(II ، IV پیر)
بیٹھک : عمر رسیدہ لوگوں کی گفتگو پر
مبنی پروگرام (I منگل)
سائنس میگزین
اردو / کشمیری (II ، IV منگل)
ثقافت : کلچرل میگزین
(III منگل)
شش رنگ : ریڈیو ڈائجسٹ (بدھ)
آہش تہ گاشش
(فارم اینڈ ہوم پروگرام (جمعرات)
گھریاہ خاطرہ (کشمیری) (جمعہ)
کھیلوں پر تبصرہ
اردو / کشمیری (ہفتہ)
۸-۳۵ کتھا کہانی (پیر)
تواریخ کشمیر (کشمیری) (ہفتہ)

۹-۰۵ لکھو چھو وناں : سامعین کے خطوط (اتوار)
سنطور : (صوفیانہ موسیقی) (پیر)
ڈوگری سنگیت
ہندوستانی کلاسیکل موسیقی (بدھ، جمعرات)
مہمان : انٹرویو پر مبنی (I جمعہ)
نیا ادب (ہندی) (II ، IV جمعہ)
اے گیسٹ اِن دی ہیپی ویلی
انگریزی میں انٹرویو پر مبنی (III جمعہ)
ہینے کا نظر (ہفتہ)
۹-۳۰ پھلے وَن (موسیقی کشمیری میں پروگرام)
(پیر، بدھ، جمعہ)
تو ہنز فرمائش
(منگل، جمعرات، ہفتہ، اتوار)
۱۰-۰۰ ریڈیو نیوز ریل
۱۰-۱۵ ہونہار (اردو) بچوں کے لیے (اتوار)
۱۱-۰۰ نوہ نو (کشمیری یووا وانی سے انتخاب)
(I اور III اتوار)
کہکشاں
(اردو یووا وانی سے انتخاب) (II اتوار)
فلم میگزین (IV اتوار)
حسن ماضی
آرکیوز سے انتخاب (V اتوار)

دوپہر
۱۲-۴۰ پرا کاشش غیر نصابی تعلیمی پروگرام
(روزانہ سوائے منگل اور جمعہ)
۱-۰۰ مغربی موسیقی (اتوار)
۱-۳۰ اور ۳-۰۰ فوجی بھائیوں کے لیے
۲-۱۰ شاستریہ سنگیت
۲-۳۰ ٹیچرس فورم (اتوار)
۴-۰۰ ہمی مال
کشمیری میں خواتین کے لیے (اتوار)
۴-۳۰ پنجابی پروگرام (اتوار، منگل، جمعہ)
پہاڑی پروگرام (جمعرات)
خوشحال گھرہ
ہوم سائنس کا پروگرام (ہفتہ)
۵-۰۰ گوجری پروگرام
۶-۱۰ ضلع نامہ (پیر)
۶-۱۵ گامی بھاین ہندہ خاطرہ

شام
۷-۵۵ پروگرام سماچار
۸-۰۰ وادی کی آواز
پاکستان اور پاکستانی مقبوضہ کشمیر میں
سننے والوں کے لیے
۸-۴۵ تو ہنز چیٹھی واژ
سامعین کے کشمیری خطوں کے جواب (اتوار)
اردو میں بات چیت (پیر)
کشمیری میں بات چیت (منگل)
خط کے لیے شکریہ
سامعین کے اردو میں خطوں کے جواب (بدھ)
جیلتہ فورم (جمعرات)
ہندی بات چیت (جمعہ)
انگریزی بات چیت (ہفتہ)
۹-۳۰ انتخاب
دیگر ریڈیو اسٹیشنوں سے (I اتوار)
اردو / کشمیری میں کھیل (پیر)
وودھا : ہندی ادبی پروگرام (I منگل)
سنگر مال
کشمیری ادبی پروگرام (II ، IV منگل)
ہم قلم : اردو ادبی پروگرام (III منگل)
تصویر : سماجی ثقافتی اور ترقیاتی
موضوعات پر مبنی (I بدھ)
سام : بیس نکاتی اقتصادی پروگرام
پر جائزہ (II اور IV بدھ)
دہلی سے تحریک آزادی پر مبنی فیچر
(III بدھ)
بنیاد : بنیادی تعلیم پر مبنی
نیشنل پروگرام ، علاقائی موسیقی
(I جمعرات)
نیشنل پروگرام ، فیچر (II جمعرات)
گاشش تارکھ
مشہور شعرا پر مبنی (III جمعرات)
نیشنل پروگرام : ناٹک
(IV جمعرات)
محفل
مشہور شخصیتوں سے گفتگو
(اردو) (V جمعرات)
رائے تماشے

کشمیری میں مباحثہ (I جمعہ)
گفتگو : اردو میں مباحثہ (II جمعہ)
بزم شعر : کشمیری میں مشاعرہ (III جمعہ)
سپورٹس میگزین (اردو) (IV جمعہ)
اردو میں مشاعرہ (V جمعہ)
سیاسی زندگی بیون کا
برگزیدہ شخصیتوں سے گفتگو (کشمیری)
(I ہفتہ)
بزم سامعین (II اور IV ہفتہ)
سیاسی پسند
کشمیری موسیقی (III ہفتہ)
۱۰-۰۰ آپ کی فرمائش

سامعین کے پسندیدہ فلمی نغمے
(اتوار اور بدھ)
قوہنز فرمائش
سامعین کے پسندیدہ کشمیری نغمے
(منگل)
داستان (جمعہ)
۱۰-۳۰ ریڈیو ڈائری (سوائے اتوار)
بھر سیئے
چیدہ چیدہ پروگرام (جمعہ)
تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو
پرانے فلمی نغموں پر مبنی
(I، III اور V ہفتہ)
شہر صدا
غزلوں کا پروگرام (II، IV ہفتہ)

شاستریہ سنگیت

گائن دوپہر ۱۰-۲

استاد وحید خاں : ۲ مئی
برکت علی خاں : ۳ مئی
پنڈت اومکار ناتھ ٹھاکر : ۵ مئی
استاد بڑے غلام علی خاں : ۷ مئی
پنڈت جسراج : ۱۲ مئی
کشوری اموٹکر : ۱۴ مئی
منور علی خاں : ۱۵ مئی

ساز سنگیت

دوپہر ۱۰-۲

سرود

حفیظ علی خاں : ۹ مئی

طبلہ

استاد اللہ رکھا : ۲ مئی

ستار

برج بھوشن کبرا، رئیس خاں : ۴ مئی

ستار

ایس این سرپوری : ۶ مئی
بلرام پاٹھک : ۸ مئی
پی این چھٹو : ۱۳ مئی

بانسری

ہری پرشاد چورسیہ : ۱۰ مئی
پنالال گھوش : ۱۱ مئی

صوفیانہ موسیقی

صبح ۱۱-۳۰ دوپہر ۲-۳۰

محمد عبداللہ ستاری اور ساتھی : ۲ مئی
غلام محمد قالین باف اور ساتھی : ۴ مئی
شیخ عبدالعزیز اور ساتھی : ۷ مئی
غلام محمد سازنواز اور ساتھی : ۹ مئی
عبدالخالق اور ساتھی : ۱۱ مئی

غزلیں

غلام محمد میر : صبح ۷-۱۵
دوپہر ۱-۰۰ یکم مئی
عبدالرحمان ریشی : دوپہر ۱-۰۰
شام ۶-۱۰ یکم مئی
ایم کے پنڈتا : صبح ۷-۱۵
شام ۶-۱۰
رات ۸-۳۰ ۲ مئی
یونس ملک : دوپہر ۱-۰۰ ۲ مئی
شمیمہ دیو : دوپہر ۱-۰۰
رات ۸-۳۰ ۳ مئی
نسیم اختر : صبح ۷-۱۵
شام ۶-۱۰
رات ۸-۳۰ ۴ مئی
علی محمد : صبح ۷-۱۵
شام ۶-۱۰
رات ۸-۳۰ ۵ مئی
آر کے کاچرو : صبح ۷-۱۵
رات ۸-۳۰ ۶ مئی
اسداللہ : دوپہر ۱-۰۰ ۶ مئی
ریتادر : دوپہر ۱-۰۰ ۶ مئی
راج بیگم : صبح ۷-۱۵
شام ۶-۱۰
رات ۸-۳۰ ۷ مئی
ششی چوپڑا : صبح ۷-۱۵
رات ۸-۳۰ ۸ مئی
پی ایل قاضی : دوپہر ۱-۰۰
شام ۶-۱۰ ۸ مئی
دلیپ لنگو : دوپہر ۱-۰۰ ۸ مئی
ارتی ٹکو : صبح ۷-۱۵
شام ۶-۱۰
رات ۸-۳۰ ۹ مئی
کے کے جالا : دوپہر ۱-۰۰
شام ۶-۱۰ ۱۰ مئی
جلال گیلانی : صبح ۷-۱۵
شام ۶-۱۰
رات ۸-۳۰ ۱۱ مئی
غلام حسن صوفی : صبح ۷-۱۵
شام ۶-۱۰
رات ۸-۳۰ ۱۲ مئی
کیلاش مہرہ : صبح ۷-۱۵
شام ۶-۱۰ ۱۳ مئی
غلام نبی شیخ : صبح ۷-۱۵
رات ۸-۳۰ ۱۴ مئی

ڈوگری موسیقی

صبح ۹-۰۵

راج رانی اور ساتھی : ۷ مئی
کلپنا کشور : ۱۴ مئی

سنطور

صبح ۹-۰۵

مقام دوگاہ : ۶ مئی
مقام حسینی : ۱۳ مئی

ہی مال: خواتین کیلئے پروگرام

شام ۴-۰۰

ڈاکٹر شبنمی رینہ سے انٹرویو : ۵ مئی
جنگ آزادی میں خواتین کا رول
کشمیری بات چیت
از حاجرہ بشیر : ۱۲ مئی

سیاحوں کے لیے

صبح ۷-۱۵

اردو میں سیاحوں کے لیے پروگرام : ۵ مئی اور ۱۲ مئی

سب رس

صبح ۷-۰۵

اردو میں پروگرام : ۴ مئی اور ۱۱ مئی

مہمان

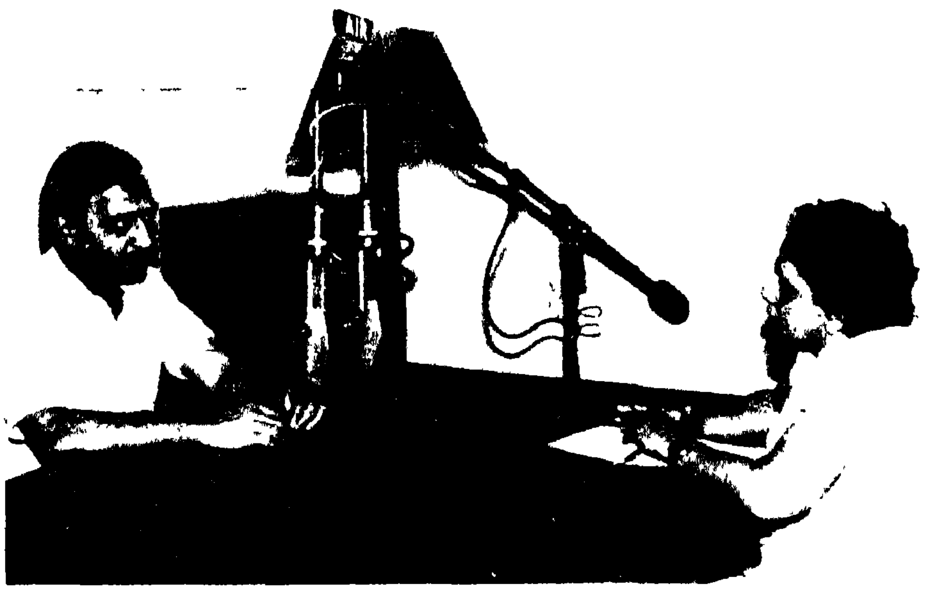
صبح ۹-۰۵

سیاحوں سے انٹرویوز پر مبنی پروگرام : ۳ مئی

انتخاب

دیگر اسٹیشنوں سے ملے ہوئے
منتخب آئٹموں کا پروگرام : رات ۹-۳۰ ۵ مئی
ریڈیو ڈائری (روزانہ سوائے اتوار کے) رات ۱۰-۳۰







Regd No. D-(C)39
R N No 14253

1st MAY 1985

Licensed (U-23) to post without prepayment at PSO, New Delhi



Published by the Director General, All India Radio, at the Office of the Chief Editor, Akashvani Group of Journals, PTI Building, II floor, Sansad Marg, New Delhi-110001
Printed by the Manager, Govt of India Photo Litho Press, Faridabad.

۱۶ر سے ۳۱ر مئی ۱۹۱۵ء
۲ر بیساکھ سے ۱۰ر جیٹھ ۱۹۰۷ شاکا

آواز

اشاعت کا ۵۰ واں سال
قیمت ایک روپیہ

آل انڈیا ریڈیو کے پروگرام معلوماتی مضامین دل چسپ افسانے و منظومات



اس بار کلکتہ سے گیت اور غزلیں

سجنا تم پردیس نہ جانا

رفیق انجم

گاؤں کی ایک چنچل سی ناری
آنچل جس کا بھیگ چلا ہے
کرتی ہے بینتی سکھی، پیا سے
چھوڑ کے تم پردیس نہ جانا

برسوں میں نے محنت کی ہے
خون، پسینہ، آنسو، آہیں
سانجھ، سویرا، لمبی راتیں
جاڑا، گرمی اور برساتیں
ہر موسم ہر رُت میں سجنی
خوابوں کی کھیتی جوتی ہے
جانے کیوں دھرتی میّا سے
کیول بھوک اگا کرتی ہے
شہر کو میں بھی اب جاؤں گا
سنتا ہوں جہاں ہر ڈالی پر
سونے کی چڑیا رہتی ہے
میں بھی اس کو جا پکڑوں گا
اور تمہاری مانگ کو سجنی
میں بھی ستاروں سے بھر دوں گا
سجنا تم پردیس نہ جانا
گاؤں کے کتنے ہی لوگ بیچارے
پلکوں پر خوابوں کو سجائے
دھن دولت کی آس لگائے
شہر میں جا کر بھول گئے ہیں
گاؤں میں دو دکھیاری آنکھیں
ہر موسم ہر رت میں سجنا
ان کی راہ تکا کرتی ہیں
لیکن صرف چٹھی آتی ہے
تھوڑے پیسے اور کمالوں
اب کے برس میں آجاؤں گا

شہر بہت بری نگری ہے
اپنوں کو اپنوں سے بلما
دور کرے ہے شہر کی رونق
مجھ کو بس اتنی چنتا ہے
تم بھی جا کر کھو جاؤ گے
اور کسی کے ہو جاؤ گے
سجنا تم پردیس نہ جانا

مصطفیٰ اکبر

رات آتے ہی خوشبو کا سفر بول اٹھے گا — پھر کیلے دیوار میں در بول اٹھے گا
بے قید کہ ابکے نہ چلے بادِ بہاری — زندانیِ دیوار کا سر بول اٹھے گا
ہر چند کہ آدابِ مجالس کا ہے پاس — ماحول کی صحبت کا اثر بول اٹھے گا
محدود نگاہی کی حدیں پھاند کے دیکھو — شیشے کی طرح میرا ہنر بول اٹھے گا
ممکن ہے کہ بک جائے مری جرأت گفتار — اندر کا وہ اک شخص مگر بول اٹھے گا
سو جاؤ کہ یہ رات شر انگیز بہت ہے
جاگو گے تو رگ رگ میں شرر بول اٹھے گا

اسمٰعیل نظر

نظر ہے جب آبدار تیری تو مصلحت کا دباؤ کیسا
چھوڑ دے ان تجلیوں کو بناوٹی رکھ رکھاؤ کیسا
بصیرتوں کی ہے پاسداری انا کی ہے آبرو بھی پیاری
فریب کاری کے شہر میں پھر عقیدتوں کا پڑاؤ کیسا
چمن کی شائستگی بظاہر جھپا رہی ہے تباہیوں کو
کلی کلی میں یہ بے کلی کیوں گلوں کے چہرے پہ گھاؤ کیسا
قدم قدم پر ہمیں ملے ہیں لہوں میں ڈوبے ہوئے مناظر
سلگ رہا ہے نظر نظر میں یہ وحشتوں کا الاؤ کیسا
یہ زندگی پوچھتی ہے ہم سے یہ کیسا موسم یہ کیسی رت ہے
بسی ہے کیسی بدن میں حدت نظرؔ رگوں میں تناؤ کیسا

کلیم حاذق

خمارِ نکتہ رسی جستجو پہ ختم ہوا
سفر کا لطف پسینے کی بو پہ ختم ہوا
عجیب رسم کہ لہجہ سلگ اٹھا خود ہی
ہر اک لفظ گراں ہی وعدہ پہ ختم ہوا
حصولِ درد پہ چاہت ہوئی ہے آوارہ
طلسم سارا معطل عضو پہ ختم ہوا
حصار کھینچ لیا خود ہی میں نے چاروں طرف
سفر گماں کا تری آرزو پہ ختم ہوا
ہر اک قدم کہ مصائب تھے سدِ راہ مگر
ہر اک فسانہ دلِ جنگ جو پہ ختم ہوا
یہ وقت برف کی تحریر لکھ رہا ہے کلیمؔ
شرار لمحہ مرے ہی سبو پہ ختم ہوا

محمود حسن

غموں کا بوجھ لیے، درد کا عذاب لیے — ابھی بھی زندہ ہوں پلکوں پہ تیرے خواب لیے
میں ڈوب ہی گیا آخر وفا کے ساحل پہ — وہ دیکھتا ہی رہا خضر کا خطاب لیے
وہ میرے پاس سے منہ پھیر کے گذر بھی گیا — کھڑا ہی رہ گیا میں ہاتھ میں گلاب لیے
لکھا تھا اس کے مقدر میں دار ہی آخر — وہ شخص آیا تھا جو درسِ انقلاب لیے
رواں ہوں آج بھی منزل کی جستجو میں حسنؔ
غمِ حیات کا ہر سانس میں حساب لیے

آواز

آل انڈیا ریڈیو کے پروگرام

چیف ایڈیٹر وجے بہادر سنہا

ادارت

سراج احمد

ہربندر سنگھ روج

ٹیلی فون ۳۸۲۲۴۹

۳۸۲۲۵۴

تار کا پتہ LISTENER

نئی دہلی	۱۶ مئی ۱۹۸۵ء	بمطابق	۲۶ بیساکھ ۱۹۰۷ شاکا	جلد ۵۰	شمارہ ۱۰

اس شمارے میں

غزلیات

قیمت

فی کاپی	ایک روپیہ
سالانہ	۲۲ روپے
دو سال	۴۳ روپے

(ایک سال سے کم کا چندہ قابل قبول نہیں ہوگا۔)

اندرون ملک ڈاک خرچ بذمہ ادارہ

روزہ اور ہماری زندگی

عادل صدیقی

زندگی کیا ہے؟ زندگی درحقیقت موت کی منزل تک پہنچنے کا پل ہے۔ گویا موت سے ہم آغوش ہو جانے کے بعد انسانی زندگی فنا ہو جاتی ہے۔ اس چند روزہ زندگی کو پُر بہار بنانے کے لیے غور و فکر بنیادی شرط ہے۔ یوں تو غور و فکر کی ہر لمحہ ضرورت ہے مگر اس کی تربیت اور مشق کے لیے سال میں رمضان المبارک کا مہینہ آتا ہے۔ یہ ایک متبرک اور پاکیزہ مہینہ ہے۔ اسلام میں کوئی بھی موقع ہو وہ لہو و لعب، شراب و کباب، گالی گلوچ اور کسی بھی طرح کی بے راہ روی کی مطلق اجازت نہیں دیتا۔ وہ دین حق کی یاد دلاتا ہے۔ صراط مستقیم کی ہدایت کرتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ صراط مستقیم کیا ہے۔ یہ دراصل کائنات ہستی کے ایک عالمگیر قانون کی تفسیر ہے اور وہ قانون یہ ہے کہ ہر حالت کوئی نہ کوئی اثر رکھتی ہے اور ہر چیز کا کوئی نہ کوئی خاصہ ہے۔ اسی طرح اعمال کے بھی خواص و نتائج ہیں جنھیں سزا اور جزا سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اچھے عمل کا نتیجہ اچھائی ہے جسے ثواب کہتے ہیں۔ بُرے عمل کا نتیجہ بُرائی ہے جسے عذاب کہتے ہیں۔ اس نقشہ میں ایک مرقع بہشت کا ہے۔ ایک دوزخ کا۔ قانون فطرت، قانون مکافات سے مطابقت رکھتا ہے۔ اس میں کسی طرح کا تغیر و تبدل ممکن نہیں۔ آگ کا خاصہ جلانا ہے۔ ممکن نہیں کہ آگ میں ہاتھ ڈالا جائے اور وہ نہ جلائے۔ دین نیک عمل کی ترغیب دیتا ہے اور بدعملی سے روکتا ہے۔ اسی پس منظر میں عبادات کا جو نظام مرتب کیا گیا ہے، اس میں ایک اہم عبادت روزہ ہے۔ روزہ کا مقصد قرآن کی رو سے تقویٰ ہے۔ روزہ دار کو مہینہ بھر کی بھوک پیاس کی شدت برداشت کرنے کے بعد اگر تقویٰ حاصل نہیں ہوتا۔ اور وہ روزمرہ کی زندگی کی بُرائیوں سے نہیں بچ سکتا تو یہ بے روح عبادت ہے۔ روزہ ضبط نفس کی تعلیم دیتا ہے۔ قرآن کریم میں مذکور ہے کہ روزہ کے ذریعہ انسان متقی اور پرہیزگار بن سکتا ہے۔ یہ تزکیہ نفس اور اصلاح اخلاق کا موجب ہے۔ اس کے ذریعے پوری نوع انسانی کے دکھ درد کا احساس ہوتا ہے۔ پڑوس کے حقوق پہچاننا، انسانوں سے دوستی کرنا اور دل کے آئینہ کو کدورت برائی اور حسد وغیرہ سے پاک کرنا بہت ضروری ہے۔

قرآن کریم میں مذکور ہے کہ باری تعالیٰ کا ارشاد ہے مومنو! تم پر روزے فرض کیے گئے ہیں، جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے تاکہ تم پرہیزگار ہو۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ روزہ تزکیہ نفس کا بہترین ذریعہ ہے جسے ہر دور اور ہر قوم نے مختلف صورتوں میں اپنایا ہے۔ سیدنا آدم علیہ السلام روزہ رکھا کرتے تھے۔ اس ماہ میں قرآن کریم نازل ہوا۔ یہ وہ کتاب مبین ہے جس کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ اس نے جگہ جگہ غور و فکر کی دعوت دی ہے۔ آج ہماری بے راہ روی کی بڑی وجہ یہی ہے کہ اس میں غور و فکر کا عنصر شامل نہیں ہے۔ ہر کتاب اور تعلیم کے کچھ بنیادی مقاصد ہوتے ہیں۔ چنانچہ قرآن کے بھی چند بنیادی مقاصد ہیں۔ وہ دین حق کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ دین حق سے مراد ہے، خدا کی صفات کا ٹھیک ٹھیک تصور۔ قانون مکافات پر یقین اور آخرت پر یقین یعنی انسان کی زندگی اسی دنیا میں ختم نہیں ہو جاتی، اس کے بعد کی بھی زندگی ہے اور جزا کا معاملہ پیش آنے والا ہے اور یہ شعور اور پہچان کہ نیکی کا راستہ اور انسان کو سچی خوشی دلانے کا راستہ کون سا ہے۔ قرآن کریم میں آتا ہے کہ انسان جب کسی کے ساتھ احسان کرتا ہے تو دراصل وہ خود اپنے اوپر احسان کرتا ہے کیونکہ اس سے وہ اپنے لیے اللہ کی رحمتیں حاصل کرتا ہے۔

رمضان سے فائدہ اٹھانے کے لیے ضروری ہے کہ ہم اپنی زندگی کا جائزہ لیں، اپنے ایمان کو تازہ کریں، قرآن کا علم حاصل کریں اور اپنی کمزوریوں کا جائزہ لیں، یہ مہینہ دراصل احتساب کا مہینہ ہے۔ روزہ رکھیں تو اس کی حقیقتوں اور اس کے بنیادی مقاصد پر نظر رکھیں۔ اسلام اسی لیے دین کامل ہے کیونکہ اس میں سبھی بڑے مذاہب اور آسمانی کتابوں کی تعلیمات کا نچوڑ اور جوہر پیش کیا گیا ہے اور یہ عالم انسانیت کے تمام بزرگوں اور پیغمبروں کا ادب اور احترام سکھاتا ہے۔ دنیا کے مذاہب نے یہ ثابت کیا ہے کہ اگر قول و فعل کا تضاد دور ہو جائے تو اعمال و افکار کی گرمی راستے کے پہاڑ ہٹا کر نوع انسانی کی زندگی کو سچی خوشی سے ہمکنار کر سکتی ہے اور روئے زمین جنت کا نمونہ بن سکتی ہے۔

(اردو سروس سے)

جواہر لال نہرو بحیثیت تخلیق کار

اوڈی شرما تاثیر

جدید ہندوستان کے معمار اعظم پنڈت جواہر لال نہرو بلا شبہ ایک ہمہ گیر و تاریخ ساز شخصیت کے مالک تھے۔ ان کی شخصیت کا ہر پہلو انتہائی پرکشش و تابناک تھا۔ جدو جہد آزادی میں ان کی بے مثال قربانیاں اور آزادی کے بعد بطور وزیر اعظم ملک کی تعمیر و ترقی کے لیے ان کی بے پناہ خدمات ہماری تاریخ کا ایک روشن و قابل فخر باب بن کر رہیں گی۔ ذیل میں ہم پنڈت جواہر لال نہرو کی شخصیت کا بطور ایک تخلیق کار جائزہ کریں گے۔ کیونکہ بطور ایک ادیب بھی ان کا مقام و مرتبہ بہت بلند تھا۔ اور ان کی تخلیقات نے بھی ان کی شہرت کو چار چاند لگائے ہیں۔ ڈاکٹر رادھا کرشنن مرحوم نے بجا فرمایا تھا کہ " جواہر لال ایک مفکر اور عالم تھے جو راستہ بھول کر سیاست کی دنیا میں پہنچ گئے "۔ اور آج سے لگ بھگ پچاس برس پہلے بین الاقوامی شہرت کے مالک انگریز ادیب صحافی اور Inside Asia کے مصنف جان گنتھر نے لکھا تھا کہ بطور ایک نثر نگار ان کا شمار آج دنیا کے چھ سات چوٹی کے لکھنے والوں میں ہوتا ہے۔ اس ضمن میں کے پی ایس مینن نے جو کہ امور خارجہ سکریٹری رہے اور بعد میں روس میں ہندوستان کے سفیر تعینات ہوئے اور جو بذات خود ایک بہترین ادیب بھی ہیں۔ پنڈت نہرو کی انگریزی نثر پر قدرت کاملہ کے بارے میں ایک بے حد دلچسپ واقعہ قلمبند کیا ہے۔ یہ ان دنوں کا واقعہ ہے جب سر گرجا شنکر باجپائی وزارت خارجہ میں سکریٹری جنرل تھے اور شری کے پی ایس مینن سکریٹری۔ یہ وہ زمانہ تھا جب فاسٹر ڈلیز امریکہ کے سکریٹری آف اسٹیٹ تھے۔ ہندوستان کے تئیں ان کا رویہ منافقانہ تھا۔ اور اسی وجہ سے ہندوستان اور امریکہ کے باہمی تعلقات میں بھاری کشیدگی پیدا ہو چکی تھی۔ وزارت خارجہ جس کے سربراہ پنڈت نہرو خود تھے، کی طرف سے اس رویہ کے خلاف احتجاج کے طور پر ایک مراسلہ بھیجنے کی تجویز تھی۔ لہٰذا پنڈت نہرو نے گرجا شنکر باجپائی اور مینن صاحب دونوں کو اس مراسلے کا مسودہ تیار کرنے کو کہا۔ چنانچہ اگلے روز ہر دو اصحاب اپنے مسودہ جات کے ساتھ حاضر ہوئے۔ سب سے پہلے گرجا شنکر باجپائی صاحب نے اپنا مسودہ پڑھ کر سنایا۔ پنڈت جی نے فرمایا " بہت خوب۔ لیکن سوال یہ ہے کہ اس شکل میں مراسلہ بھیجنے سے پہلے ہمیں اپنے سفیر کو امریکہ سے واپس بلا لینا چاہیے "۔ ظاہر ہے کہ گرجا شنکر باجپائی کا مراسلہ بہت سخت الفاظ میں لکھا گیا تھا۔ اس کے بعد مینن صاحب نے اپنا ڈرافٹ پڑھ کر سنایا ایک بار پھر پنڈت جی نے ان کی خوبصورت طرز تحریر کی تعریف کی۔ لیکن فرمایا کہ اس مراسلہ سے مطلب حل نہیں ہوگا۔ اس کے بعد انھوں نے اپنی شیروانی کی جیب میں ہاتھ ڈالا اور جو مسودہ خود تیار کیا تھا پڑھ کر سنایا۔ شری کے پی ایس مینن نے لکھا ہے کہ پنڈت جی کا مسودہ سن کر ہم دونوں کی زبان سے بیک وقت نکلا کہ " یہ لاجواب ہے "۔ ہم دونوں نے یہ الفاظ نہایت صدق دلی سے کہے تھے۔ پنڈت نہرو کو بطور ایک مصنف و تخلیق کار بین الاقوامی شہرت حاصل ہوئی اور ان کی تمام تصانیف کے ترجمے نہ صرف ملک بھر کی زبانوں میں ہوئے بلکہ دوسرے ملکوں کی بے شمار زبانوں میں بھی۔ پنڈت نہرو کی تخلیقات پڑھنے پر یہ تاثر ملتا ہے کہ وہ ایک شاعر کا دل ایک فلسفی و مفکر کا ذہن اور ایک محقق کا دماغ لے کر پیدا ہوئے تھے۔ ان کی شخصیت کے اس پہلو کا اثر ان کی سیاست پر بھی پڑا۔ اور ان کے طرز عمل پر اس کی گہری چھاپ تھی۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

پنڈت جواہر لال نہرو کا کارنامہ صرف جنگ آزادی کی جدو جہد ہی نہیں، انھوں نے آزادی کی لڑائی کو بھی ایک نیا اور مہذب معیار عطا کیا۔ ان کی تصنیفات سے ایک بے حد واضح اور نمایاں حقیقت جو ہمارے سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ وہ ایک تحقیق اور انتہائی پرتجسس ذہن کے مالک تھے اور ان کی اس تحقیق و تجسس کا منتہائے مقصود کیا تھا، انھیں کے الفاظ میں ملاحظہ فرمائیے:

" علم و آگہی وہ ہے جو ہمارے فکر و عمل میں تیر کی سی تیزی پیدا کرے، اور ہر چیز کے انکار اور اقرار کا معیار سچائی ہو۔ میں روشنی کی تلاش میں ہمیشہ سرگرداں رہتا ہوں تاکہ سچ کا حسین چہرہ دیکھ سکوں اور اس تک پہنچنے کا راستہ نظر آئے۔"

بطور ادیب پنڈت جی ایک منفرد اسلوب نگارش کے نمائندہ ہیں۔ ہر ادیب کی پہچان اسلوب کی یہی انفرادیت ہے۔ جس نے بھی پنڈت جی کی تخلیقات کا مطالعہ کیا ہے اس نے اس انفرادیت کو محسوس کیا ہوگا۔ جن تخلیقات کی وجہ سے ان کو آفاقی شہرت ملی ان میں ان کی سوانح حیات

Discovery of India

Glimpses of World History

Letters from father to her daughter

A bunch of letters

ان مطبوعات کے علاوہ ان کی بے شمار ایسی تقاریر ہیں جن کا شمار دنیا کی بہترین تقاریر میں ہوتا ہے۔ ان میں خاص طور پر ۱۵ اگست کو پارلیمنٹ میں کی گئی تقریر اور گاندھی جی کی شہادت کے موقع پر ریڈیو سے قوم کے نام ان کا خطاب اور چینی جارحیت کے خلاف پارلیمنٹ میں ان کی تقاریر تاریخی اہمیت کی حامل ہیں۔ اس سے پہلے کہ ہم پنڈت جی کی تصنیفات سے چند اقتباسات پیش کریں، بطور ادیب ان کے خصائل ایک شاعر کی زبان سے سنئے:

صد یقین جس پر ہوں قرباں وہ گماں رکھتا تھا تو
وہ مفکر تھا کہ فکر جہاں رکھتا تھا تو
ترجماں جو دل کی تھی ایسی زباں رکھتا تھا تو
پر اثر، پر کیف انداز بیاں رکھتا تھا تو

۱۴ اگست ۱۹۴۷ء نیم شب کا وہ تاریخی لمحہ، لمحۂ آزادی، اس تاریخی موقع پر دستور ساز اسمبلی کے ہال میں ہندوستان کے کروڑوں لوگوں کی ترجمانی کرتے ہوئے، وہ الفاظ سنئے جو ہندوستان کے پہلے وزیر اعظم پنڈت نہرو کی زبان مبارک سے ادا ہوئے:

" برسوں پہلے ہم نے تقدیر سے ایک وعدہ کیا تھا اور اب وہ وقت آ رہا ہے کہ ہم اپنے اس عہد کو دہرائیں گے نہ صرف پورے طور پر بلکہ بڑے پیمانے پر۔ نیم شب کی خاموشی میں جب ساری دنیا محو خواب ہوگی اس وقت ہندوستان زندگی اور آزادی کی جوت جلائے گا۔ ایک ایسا لمحہ آ رہا ہے جس کی نظیر تاریخ میں کم ہی ملتی ہے۔ یہ وہ لمحہ ہوگا جب ہم پرانے حصار سے نکل کر نئے افق کی طرف دیکھیں گے۔ ایک عہد کا خاتمہ ہوگا اور

لمبے عرصے تک کچلی ہوئی قوم کی روح اظہار کی قوت پائے گی۔ ہمارے لیے یہی رخت سفر ہے کہ ہم اس خاموش لمحے میں یہ عہد کر رہے ہیں کہ ہمیں ہندوستان اور اس کے عوام کی خدمت کے لیے اپنے آپ کو وقف کرنا ہے۔ یہ خدمت

وسیع تر مفہوم میں انسانیت کی خدمت بھی ہوگی۔"

پنڈت نہرو کے طرزِ فکر میں ایک ایسی آفاقیت ہے جو کسی بھی عظیم فنکار کا طرۂ امتیاز ہوتی ہے۔ ادیب کا ذہن کسی قسم کی محدودیت کو قبول نہیں کرتا۔ نہ وقت کی، نہ جگہ کی، نہ روایت کی اور نہ عقیدے کی۔ پنڈت نہرو کی شدید انفرادیت ہی ان کی شخصیت کا خاصہ ہے اور اس انفرادیت کا عکس ان کی تحریروں اور ان کے نظریات و عقائد پر بہت نمایاں ہے۔ ان کے اپنے الفاظ میں:

"ہر معاملے میں خواہ وہ تعلیم ہو یا سائنس، تہذیب ہو یا کوئی اور شے میں اس محدود قوم پرستانہ رویئے سے زیادہ کسی شے کو نفرت کی نگاہ سے نہیں دیکھتا جو ہمیں یہ سکھاتا ہے کہ ہم دانشمندی کی چوٹی پر پہنچ گئے ہیں، اور ہمیں مزید کچھ سیکھنے کی حاجت نہیں رہی۔"

ایک سچے ادیب کی طرح وہ کسی بھی نظریے یا عقیدے کی تبلیغ سے احتراز کرتے ہیں بلکہ اپنے عمیق مشاہدے اور مطالعے کی بنا پر اپنی محسوسات کو انتہائی صدق دلی اور مکمل بے باکی سے پیش کرنے میں یقین رکھتے ہیں۔ ایسا لگتا ہے وہ ہر ازم کی افادیت کو تسلیم کرنے کے باوجود کہہ رہے ہوں۔

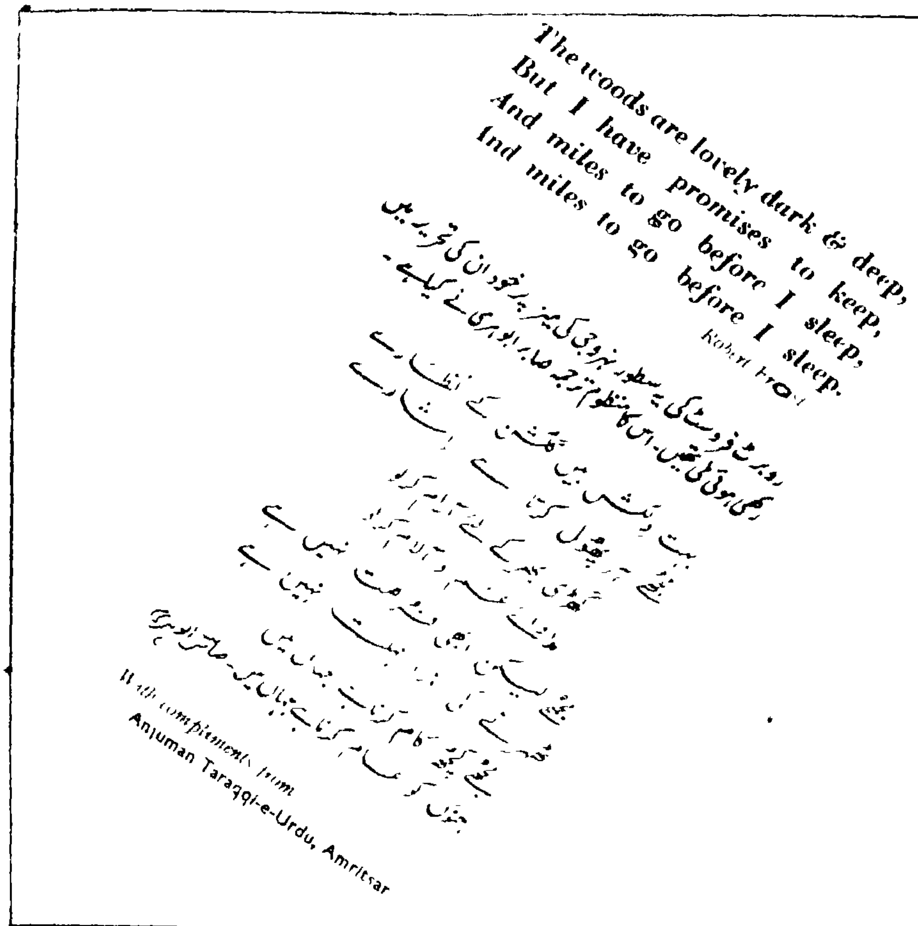
حسن کی اک اک ادا پر جان و دل صدقے مگر
لطف کچھ دامن بچا کر ہی نکل جانے میں ہے

لیکن یہ نتیجہ اخذ کرنا یکسر غلط ہوگا وہ کسی واضح فلسفۂ حیات میں یقین نہیں رکھتے۔ جواہرلال بنیادی طور پر انسانیت پرست ہیں اور انسان کی عظمت کو اپنے ان الفاظ میں خراج عقیدت پیش کرتے ہیں۔

" انسان کی لگن بھی کیا شے ہے۔ بے شمار ناکامیوں کے باوجود مختلف زمانوں میں انسان حق و صداقت عقائد ملک اپنے آدرش اور آبرو کے لیے قربانی دیتا رہا ہے۔ آدرش بدل جاتے ہیں، لیکن قربانی کا جذبہ برقرار رہتا ہے۔ اور اسی بنا پر انسان کی بے شمار کمزوریوں کو نظرانداز کیا جا سکتا ہے اور اس کی ذات سے ناامید ہونے کی کوئی گنجائش نہیں۔

انسانی عظمت کے بارے میں اپنے اسی پختہ اور مستحکم یقین کی بنا پر جواہرلال نہرو نے زندگی بھر ہندوستان کے لوگوں میں ذہنی ہم آہنگی پیدا کرنے کی کوشش کی۔ وہ ہر طرح کے تعصب اور تنگ نظری سے بالا تھے۔ اور بلاتفریق مذہب و ملت ملک کے لوگوں سے پیار کرتے تھے۔ دراصل وہ مشترکہ ہندوستانی تہذیب کے سچے نمائندہ اور علمبردار تھے۔ ایک سچے محقق کی طرح وہ ہمیشہ خوب سے خوب تر کی تلاش میں سرگرداں رہتے تھے۔ تاریخ عالم سے متعلق اپنی کتاب میں لکھتے ہیں:

" انسانی فکر کے دھارے ہمیشہ آگے بڑھتے ہیں اور فطرت و کائنات کے مسائل کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ مثلاً آج جو کچھ میں کہہ رہا ہوں وہ کل بیکار اور فرسودہ ہو سکتا ہے۔ میرے لیے انسانی دماغ کے اس چیلنج میں بڑی کشش ہے۔ کائنات کے اس گوشے سے اس گوشے تک بکھری ہوئی بڑی سے بڑی اور چھوٹی سے چھوٹی حقیقت کے



چہرے سے نقاب اٹھانے اور اس کی پیمائش کرنے کی جو سعی جاری ہے اس میں بلا کی دلکشی ہے۔"

پنڈت نہرو ہر ادیب کی طرح حسن پرست تھے۔ خاص طور پر فطرت کے حسن کے دلدادہ تھے۔ ہندوستان کے پہاڑوں سے انھیں بے پناہ پیار تھا۔ اس طرح اپنی وصیت میں دریائے گنگا کا انھوں نے جس انداز سے ذکر کیا ہے۔ یا تلاش ہند کے آغاز میں 'چاند' کے بارے میں جو ان کے تاثرات ہیں اس سے ظاہر ہے کہ ان کی جمالیاتی حس کس قدر بیدار تھی۔

پنڈت نہرو نے انگریزی زبان میں لکھا ہے۔ اس لیے بطور ادیب ان کی تخلیقات سے مکمل طور پر لطف اندوز ہونے کے لیے ان کی اصل تصنیفات ہی سے ان کی عظمت کا صحیح اندازہ ہوتا ہے۔ ترجمہ کتنا ہی کامیاب کیوں نہ ہو، اصل تخلیق والی بات باقی نہیں رہتی۔ خاص طور پر پنڈت نہرو جیسے صاحب طرز ادیب کی حالت میں۔ ان کا ایک مخصوص انداز ہے۔ ایک منفرد اسلوب ہے۔ ایک انتہائی متاثر کن اسلوب بیان اور اس پر ان کی مکمل صدق دلی اور ایمانداری جو ان کی تحریروں کے ہر لفظ سے عیاں ہوتی ہے۔ ان میں ایک عظیم مفکر و عالم کا جذبۂ انکسار ہے۔ اس طرح کا جذبۂ انکسار جس کا اظہار عظیم سائنس داں نیوٹن نے ان الفاظ میں کیا تھا:

"میں تو اس بچے کی طرح ہوں جو علم کے بحر بیکراں کے ساحل پر سنگ ریزوں سے کھیل رہا ہو۔"

جواہرلال نہرو ایک عظیم ادیب تو تھے ہی۔ دوسرے ادبا کی قدر منزلت کرنا بھی خوب جانتے تھے۔ اور اپنی بے پناہ مصروفیت کے باوجود وہ مطالعہ کے لیے بہر صورت وقت نکال لیتے تھے۔ ڈاکٹر رادھا کرشنن مرحوم نے ایک بار کہا تھا کہ جب میں راشٹرپتی تھا تو وہ مجھے اکثر ملنے آتے لیکن تمام وقت فلسفے اور علم کے موضوعات پر گفتگو میں گزر جاتا۔ اسی طرح ڈون مورنگ ایک بار انھیں ملنے گئے اور پوچھا کہ کیا آپ آجکل شاعری وغیرہ پڑھنے کا وقت نکال لیتے ہیں۔ تو پنڈت نہرو نے انھیں انہی کی ایک حالیہ نظم کی چند سطور سنا کر چونکا دیا۔

آخر میں یہ کہنا بھی ضروری جان پڑتا ہے کہ ہر چند کہ پنڈت جی خود انگریزی میں لکھتے تھے۔ لیکن انھیں ہندوستان کی دیگر زبانوں سے بھی پیار تھا۔ خاص طور پر وہ اردو زبان کے مداح تھے۔ جوش ملیح آبادی مرحوم سے ان کے گہرے تعلقات کی بنیاد بھی اردو سے ان کا والہانہ لگاؤ تھا۔ جہاں پنڈت نہرو کو جدوجہد آزادی کے ایک عظیم رہنما اور ملک کے معمارِ اعظم کے طور پر ہمیشہ یاد کیا جائے گا۔ وہاں بطور ایک ادیب و تخلیق کار بھی شہرت دوام ان کا حصہ بن چکی ہے۔ بطور ادیب ان کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے شاعر کہتا ہے:

شمع خرد خیال کے انجم جگر کے داغ
جتنے چراغ ہیں تیری محفل سے آئے ہیں

(جالندھر سے نشر)

اردو کی عظیم کہانی

آنندی

ایک جائزہ

خلش جعفری

کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کسی فنکار کی بس ایک ہی غزل یا ایک ہی کہانی اسے شہرت دوام بخش دیتی ہے. آنندی بھی ایک ایسی ہی کہانی ہے۔ یہ اور دوسری کہانیاں غلام عباس نے ۱۹۳۹ء اور ۱۹۴۷ء کے درمیان تحریر کی تھیں۔ اس لحاظ سے آنندی کی عمر ۳۶، ۴۰ سے کم نہیں ہے. غلام عباس کے انتقال کے بعد آنندی ۴۰ ۵۰ سال کے گرد وغبار سے نکل کر پھر اردو دنیا کی توجہ کا مرکز بن گئی ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ اسے اور اس کے مصنف کو فراموش کر دیا گیا تھا، ہوا یہ تھا کہ شعر وادب کے ہجوم میں یہ معنوی نمبروں اور کتابوں میں دب کر رہ گئی تھی.

یہ بڑی سیدھی سادی کہانی ہے۔ اس میں نہ علامتیں ہیں اور انداز بیان کی جولانی دکھائی گئی ہے. اس کا موضوع بھی ایسا ہے جس پر نہ صرف بار بار بلکہ بہت کچھ لکھا جاتا رہا ہے۔ اس کے باوجود اس کی تر و تازگی اور اس کے تاثر میں ذرا سا بھی فرق نہیں آیا ہے۔ یہ کہانی اس دور کی پیداوار ہے جو اردو میں ترقی پسندی اور حقیقت پسندی کے فروغ کا دور تھا. پریم چند نے کہانی کو حقیقت پسندی کا جو لباس پہنایا تھا، ترقی پسند ادیب اسے ایک نئی جہت دینے کی مہم میں لگے ہوئے تھے اور غلام عباس بھی اس قافلے میں شامل تھے۔

آنندی کا جائزہ لینے سے پہلے اس کا خلاصہ سن لیجئے اور پوری کہانی کو ذہن میں تازہ کرنے کی کوشش کر لیجئے۔

"کسی شہر کی بلدیہ یا میونسپل کمیٹی کے معزز اراکین اپنے ایک اجلاس میں یہ فیصلہ کرتے ہیں کہ شہر سے زنان بازاری — جسم اور حسن فروش عورتوں کو نکال باہر کیا جائے — اس لیے کہ ان کا وجود انسانیت، شرافت اور تہذیب کے دامن پر بدنما داغ ہے۔ انھیں شہر بدر کر کے شہر سے دور ایک الگ تھلگ دے دیا جاتا ہے۔ بازار حسن میں دھندہ کرنے والیوں میں سے ابتداً صرف ۱۴ اس ویران اور اُجاڑ جگہ اپنے لیے عالیشان مکانات بنوانے کا فیصلہ کرتی ہیں۔ ان کے مکانات کی تعمیر کے ساتھ یہ ویران جگہ آباد ہوتی جاتی ہے اور دیکھتے ہی دیکھتے اس جگہ ایک مندر، اور مسجد کے علاوہ پیر کڑک شاہ کی درگاہ سمیت ایک پوری بستی اپنے سارے لوازمات کے ساتھ بس جاتی ہے جس کا نام پہلے حسن آباد، پھر حسن آباد اور پھر قدیم تاریخی نام تلاش کر کے آنندی رکھ دیا جاتا ہے۔ تاریخی ناموں سے ہمیں کس قدر دلچسپی رہی ہے اس کا ایک اور ثبوت: خیر ایک دن ایسا بھی آیا کہ آنندی کی میونسپل کمیٹی بھی بن گئی اور پھر اس نے اپنے ایک اجلاس میں زنان بازاری کو آنندی سے نکال باہر کرنے کا فیصلہ کر ڈالا — پہلی بلدیہ نے پیشہ ور عورتوں کو شہر سے چھ کوس دور کے علاقے میں پھینک دیا تھا۔ آنندی کی میونسپل کمیٹی نے انھیں بارہ کوس دور پھینک دینے کا فیصلہ کیا —"

اس کہانی کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس کے مصنف دنیا کے قدیم ترین پیشے کے متعلق براہ راست کچھ نہ کہتے ہوئے بھی بہت کچھ کہہ ڈالتے ہیں۔

کون سا معاشرہ اور کونسا سماج ہے جو انسانی ہوس اور خواہشات اور انسانوں کی معاشی بے بسی اور مجبوری سے پیدا ہونے والے اس مسئلے سے نبرد آزما نہ رہا ہو اور کس دور میں شرفاء نے اس پر ناک بھوں نہیں چڑھائی۔ لیکن جاگیرداری سماج میں ایک خاصے طبقے کو ذہنی اور جسمانی عیاشی مہیا کرنے والے اور موجودہ صنعتی دور میں ایک خاصے بڑے طبقے کو جنسی تسکین کا سامان فراہم کرنے والا یہ کمزور طبقہ کب معتوب نہیں رہا ہے اور کس دور اور کس تہذیب میں سماج کو اس سے پاک کرنے کی کوشش نہیں کی گئی ہے.

بہت کم ایسے معاشرے ہیں جنھوں نے اس چیلنج کو قبول کیا ہے اور اس کا مناسب حل تلاش کرنے کی کوشش کی ہے. زیادہ تر کا رویہ اس سے نفرت کا اور اس کی مخالفت کا رہا ہے۔

آنندی میں غلام عباس یہ کہنا چاہتے ہیں کہ آپ زنان بازاری کو شہر بدر کر سکتے ہیں۔ اس مسئلے کو نہیں جو آپ کے تمدن کا حصہ بن چکا ہے۔ جو ظاہر ہے اکثر معاشروں میں بے حد مکروہ اور بھیانک شکل اختیار کر گیا ہے۔

اس کہانی میں ہمارے معاشرے کے چودھریوں کی ریاکاری اور ان کا سطحی انداز فکر بھرپور طور پر نمایاں ہیں۔ اس مسئلے یعنی زنان بازاری کی بیخ دبیج سے شرفاء کی بہو بیٹیوں پر اثر پڑنے کے اندیشے کا اظہار کیا جاتا ہے تو نوجوانوں کے بگڑنے کے خدشے کا اظہار بھی کیا جاتا ہے۔ معاشرے کے ٹھیکیدار اسے نہ معاشرے کا حصہ سمجھتے ہیں اور نہ انسانی مسئلہ جب ہی تو وہ اسے ہر معاشرتی خرابی کی جڑ قرار دے کر اسے چھ کوس دور پھینک دیتے ہیں۔

آنندی کے بتدریج بسنے کی جو تفصیل غلام عباس نے بیان کی ہے وہ جزئیات نگاری کا شاہکار ہے لیکن اس سے بھی زیادہ یہ انسانی تمدن کے ارتکاز اور چھوٹے چھوٹے انسانی مفادات کی داستان ہے اور اس جانب واضح اشارہ ہے کہ جہاں جہاں انسانی بستیاں بسائی جائیں گی وہاں وہاں بیسوائیں اور رنڈیاں اور جسم فروش عورتیں پیدا ہو جائیں گی۔ اس لیے کہ کرۂ ارض کے بہت بڑے علاقے پر انسان ابھی تک استحصال سے پاک مثالی معاشرہ قائم کرنے میں ناکام رہا ہے اور انسانوں کی ایک بڑی تعداد کھوکھلی رنگ رلیوں کو جینے کے سامان کا جز سمجھنے پر مجبور ہے۔ اس لیے کہ انسانوں کی ایک بڑی تعداد آسودگی سے محروم ہے۔

اس عالم رنگ و بو میں انسان، عجیب و غریب جانور ہے۔ جو پہلے تو خود اپنے لیے مسائل پیدا کرتا ہے اور پھر ان کا حل تلاش کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ پہلے وہ ایٹم اور ہائیڈروجن بم بناتا ہے اور ان کے ہلاکت خیز اثرات سے بچنے کی تدابیر سوچتا ہے۔ پہلے وہ اپنی ذہنی اور جسمانی تسکین کے لیے بیسواؤں اور عصمت فروش عورتوں کا طبقہ پیدا کرتا ہے اور پھر اسے چھ کوس یا بارہ کوس دور پھینک کر اس مسئلے سے ہاتھ دھو کر الگ ہو جانے کی کوشش کرتا ہے۔ آج کا انسان بھی کئی جگہ اس عمل کو دہرانے کی کوشش میں مصروف نظر آتا ہے۔

آنندی، غلام عباس نے اپنے قیام دہلی کے دوران لکھی تھی اس لیے اس میں چالیس پچاس برس پہلے کی دلی کے تمدن کی جھلکیاں صاف نظر آتی ہیں۔ آنندی میں طنز کے نشتر تو نہیں ہیں اس کی ہلکی سی لہر اول تا آخر کہانی میں جاری و ساری ہے اور قاری اسے پوری طرح محسوس کر سکتا ہے اور ان کرداروں سے اظہار ہمدردی ہی کر سکتا ہے جو ایک پیچیدہ مسئلے کو شہر بدر کرنے کا سیدھا سادا نسخہ تجویز کرتے ہیں۔

آنندی، اردو کی سدابہار کہانیوں میں سے ہے۔ یہ کل آج اور کل، تینوں زمانوں کی کہانی ہے اور اردو کہانیوں کا کوئی بھی انتخاب آنندی کے بغیر مکمل نہیں سمجھا جا سکتا۔

(بمبئی سے)

سماج اور طلبا کے فرائض

ایس ایم موسوی

تعلیم کے بنیادی مقصدوں میں ایک اہم مقصد طالب علم کو اس کے سماج کے لیے پسندیدہ ممبر کی حیثیت سے تیار کرنا ہے۔ دوسرے لفظوں میں تعلیم ایک تیاری ہے جو طالب علموں میں ایسے خصوصیات اور کردار پیدا کرتی ہے جس کے ذریعہ طالب علم اپنے سماج کے لیے ایک مثبت اور کارآمد ممبر بنتا ہے۔ اسی لیے ہر قوم و ملک میں تعلیم کا ڈھانچہ وہاں کی ضروریات اور سماجی قدروں کو سامنے رکھ کر بنایا جاتا ہے یہی سماجی اقدار ملک و قوم کی تہذیب و تمدن کے لیے بنیاد ہوتی ہیں۔ کسی بھی سماج کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ ترقی و تمدن کی راہ پر گامزن رہے اسی لیے سماجی اقدار میں تغیر و تبدل ہوتا رہتا ہے اور دنیا کی تہذیب و تمدن میں پورا حصہ لینے کے لیے سماجی اقدار بدلتی رہتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ سماجی ضروریات کے تحت تعلیمی ڈھانچہ میں تبدیلی ہوتی رہتی ہے تاکہ طالب علم جو سماج کا ایک اہم رکن ہے ایسی تعلیم کے فائدے حاصل کرتا رہے جو اس سماج میں اپنے فرائض کو ادا کرنے کے قابل بنا سکے۔ وہ تعلیم کبھی مکمل اور مفید نہیں کہی جا سکتی جو طالب علموں میں یہ جذبہ نہ پیدا کر سکے کہ وہ سماج میں اپنے فرائض ادا کریں۔

ہمارا ہندوستان ایک تہذیبی اور ثقافتی ملک کی حیثیت سے ترقی کی شاہراہ پر گامزن ہے۔ ہمارے موجودہ وزیر اعظم مسٹر راجیو گاندھی نے ترقی کی تیز رفتاری کے پیش نظر تعلیمی میدان میں مزید تبدیلیوں پر زور دیا ہے تاکہ طالب علم سماج میں زیادہ سے زیادہ فرائض ادا کرنے کے قابل بن سکیں۔ اس لیے کہ یہی طالب علم وہ ہیں جو آگے چل کر سماج کی باگ ڈور سنبھالیں گے۔ یہی سبب ہے کہ کتابی تعلیم سے زیادہ توجہ عملی تعلیم پر دی جا رہی ہے۔ آج کا دور سائنسی ترقی کا دور ہے۔ ہر ملک اس دوڑ میں دوسرے ملکوں پر سبقت لے جانے کی کوشش کر رہا ہے۔ نئے نئے تجربات ہو رہے ہیں۔ نئی چیزوں کی دریافت کی جد و جہد جاری ہے اور سماج کے اقدار اسی حساب سے بدلتے جا رہے ہیں۔ اس لیے اس بات کی ضرورت محسوس ہو رہی ہے کہ ہمارے طالب علم بھی اپنے فرائض کی ادائیگی میں بھرپور دلچسپی لیں اور سماج کو "پسماندہ" کہے جانے سے بچائیں۔ اس سلسلے میں طالب علموں کی ذمہ داریاں زیادہ بڑھ جاتی ہیں۔

ایک طالب علم کا اہم فریضہ یہ ہے کہ وہ سماج کے بدلتے ہوئے اقدار پر گہری نظر رکھتے ہوئے اپنے اندر وہ خصوصیات پیدا کر لے جو اسے آئندہ بننے والے سماج میں ایک اچھے ممبر کی حیثیت دے سکیں۔ اس کے لیے سوجھ، بوجھ، ادراک اور تقابلی مطالعہ ضروری ہوگا۔ ہمارے نصاب تعلیم میں تاریخ کا مضمون اس ضرورت کو پورا کرتا نظر آتا ہے۔ تاریخ پڑھنے کا اہم مقصد ہی یہ ہے کہ طالب علم گزشتہ واقعات کے سہارے اپنے موجودہ ماحول، سماج اور حالات کا جائزہ لے اور اتنا ادراک پیدا کرے کہ حالات کی تبدیلی آئندہ کس طرح کے سماج کی تخلیق کرے گی۔ اور ہم کو اس کا ممبر بننے کے لیے کون کون سی خوبیاں حاصل کرنا چاہیے۔ ہماری تعلیم زیادہ تر درسی اور نظریاتی ہے۔ درسی تعلیم حاصل کر کے طالب علم ذہنی صلاحیتوں کا حصول تو کر سکتا ہے لیکن عملی میدان میں مشق نہ ہونے کے سبب کامیابی سے ہمکنار نہیں ہو پاتا اس لیے ہنر کا حاصل کرنا طالب علم کا دوسرا فریضہ ہے۔ اس کے حصول کا ایک آسان طریقہ یہ ہے کہ حاصل کیے ہوئے درسی علم کو عمل کے میدان میں استعمال کیا جائے اس کے لیے طالب علموں کو رہنمائی اور قیادت کی ضرورت ہوگی جو انھیں ان کے مدرسین اور ماہرین سے مل سکتی ہے۔ پھر وہ تعلیم جس میں عملی پہلو نہ ہو مکمل تعلیم نہیں کہی جا سکتی۔ آج کے سماج میں اس کی شدت سے ضرورت ہے۔ جبکہ طالب علم ہر عملی میدان میں حصہ لے رہے ہیں۔ زندگی عمل کا دوسرا نام ہے۔ بے عمل انسان درحقیقت زندگی سے دور ہے۔ اسی طرح بے عمل تعلیم اصل تعلیم سے دور ہے۔ طالب علم وہ ذات ہے جو اپنے عمل سے سماج میں روح پھونکتا ہے۔ اس لیے اس کا اہم فرض سماجی زندگی کے ہر پہلو کو اپنے عمل سے زندہ رکھتا ہے۔ آج ہر طرف شور و غوغا، افراتفری، بے اطمینانی، مطالبات اور عدم ضبط و نظم کا دور دورہ ہے۔ اور اس کا سب سے بڑا افسوسناک پہلو یہ ہے کہ ہر قسم کے خلفشار میں طالب علموں کا نام سر فہرست نظر آتا ہے۔ اس پر طالب علموں کو سنجیدگی کے ساتھ غور کرنے کی ضرورت ہے اور اپنی عملی زندگی سے یہ ثابت کرنا ہے کہ طالب علم تعمیری رجحانات رکھتے ہیں، تخریبی نہیں۔ اس بات سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ہر تعمیر کے لیے تخریب ضروری ہوتی ہے اس طرح نئی سوسائٹی یا سماج کی تشکیل کے لیے رد و بدل لازمی ہے لیکن یہ تبدیلی اگر تعمیر کے لیے ہو تو پسندیدہ نظروں سے دیکھی جائے گی۔ طالب علم درحقیقت ایک معمار ہے جو سماج کی تشکیل کرتا ہے لیکن معمار اگر کوئی بنا بنایا مکان بالکل گرا دے یا اس میں رہنے والے کے لیے باعث مصیبت اور پریشانی بن جائے تو اس کا یہ فعل کبھی پسندیدہ نظروں سے نہیں دیکھا جائے گا لیکن یہی معمار اگر اندرونی تعمیر اس انداز سے کرتا ہے کہ رہنے والوں کو تکلیف نہیں ہوتی اور جدید تعمیر بھی ہوتی رہتی ہے تو وہ معمار قابل ستائش ہوگا۔ یہی اصول سماج کے معمار کے لیے بھی ہے۔ سماج کی تشکیل اور نئے اقدار لانے کے لیے صبر و تحمل اور وقت درکار ہے۔ تخریبی کارروائیوں، نعرہ بازیوں، لوٹ مار اور آتشزنی سے سماج کی تشکیل نہیں ہوتی۔ طالب علموں کا فرض ہے کہ نئے سماج کی تشکیل کیلئے ایسا طریقہ اختیار کریں کہ سماج کا ہر فرد اسے ذہنی طور پر قبول کر لے اور جب کوئی شے ذہنی طور پر قابل قبول ہو جاتی ہے تو پھر اس پر عمل کرنا اور کرانا دونوں آسان ہو جاتا ہے۔

انقلاب کی تاریخ شاہد ہے کہ ہر انقلاب پہلے ذہنی طور پر رونما ہوتا ہے پھر عملی طور پر۔ اس لیے طالب علموں کا فرض ہے کہ سماج کے ہر فرد کو پہلے ذہنی طور پر آمادہ کریں کہ وہ سماج میں لائی جانے والی تبدیلیوں کو قبول کرے اسے سمجھے اور پھر اس پر عمل کرنا شروع کرے۔ ایسی صورت میں ہر ذہن موجودہ حالات کا، تبدیلی کے بعد کے حالات کا مقابلہ کرے گا۔ اور جب اسے یہ اطمینان ہو جائے گا کہ تبدیلی کے بعد کے حالات موجودہ حالات کے مقابلے میں زیادہ آرام و آسائش، ترقی و بہبود کے حامل ہوں گے تو پھر وہی انسان ان کے حصول کے لیے ہر ممکن کوششیں کرے گا۔ سماج کا پسماندہ طبقہ یہ اثر جلد قبول کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ طالب علم ذہنی اصلاح کے کام اس طبقہ سے شروع کر سکتے ہیں۔ اس میں پائی جانے والی وہ روایات و رسوم جو خود ان کے لیے باعث تکلیف ہیں، ان کو ختم کرانے کے لیے ان کے نقصانات واضح کرنے کا کام طلبا کا فرض ہے۔ اس طرح ان کو ایک ایسی جماعت دستیاب ہو سکتی ہے جو ذہنی طور پر تبدیلی کی خواہش مند ہو۔ یہی وہ جماعت ہوگی جس کو عمرانیات کی زبان میں تخلیقی اقلیت کہا جاتا ہے اور یہی تخلیقی اقلیت خواہش مندوں کا حلقہ وسیع کر کے سماج میں انقلاب لا سکتی ہے۔ اور ایسا انقلاب دیرپا ہوگا۔ روایات و رسوم سماج کے ہر فرد کو جان کی طرح پیارے ہوتے ہیں۔ ان کو طاقت و غلبہ، تشدد و جبر سے ختم نہیں کیا جا سکتا۔ ان کے تبدیل کرنے کا پراثر طریقہ ذہنوں کی تربیت ہے۔ اگر انسان کا ذہن اس سے ہونے والے نقصانات کا صحیح جائزہ کرنے کی صلاحیت پیدا کر لیتا ہے تو یہ رسوم خود بخود ختم ہو سکتے ہیں۔ اور ان کی جگہ نئے اقدار لے سکتے ہیں۔

طالب علموں کا یہ اہم فرض ہے کہ وہ سماج کی ترقی اور نئے اقدار لانے کے لیے ذہنی نشو و نما کے ساتھ تعمیری طریقہ اختیار کریں اور ایک مثبت قابل تعریف اور مضبوط سماج کی تشکیل کریں۔

(گورکھپور سے نشر)



خوف کا عارضہ

ایس چندر شیکھرن

خوف ایک ایسا عام اور ناخوشگوار تجربہ ہے جس سے انسان اور جانور سبھی گزرتے ہیں خوف ایک ایسی اصطلاح ہے جو خطرے کے مزاحمتی احساس کی شکل بے چینی کے جذبات اور دہشت کی حالت کو بیان کرتی ہے۔ خوف دراصل کسی تخیلی یا حقیقی خطرے کے احساس کا جوابی فعل ہے۔ ایسے میں آدمی اندرونی طور پر دہشت زدہ ہوتا ہے۔

بیرونی طور پر اس کے اثرات خوفزدہ انسان کے چہرے اور رویے سے ظاہر ہوتے ہیں۔ مثلاً آدمی ساکت ہو جاتا ہے بھاگنے لگتا ہے اس کے ساتھ ہی کچھ نفسیاتی تبدیلیاں بھی رونما ہوتی ہیں۔ کانپنا، جسم سے پسینہ پھوٹنا، دل کی دھڑکن کی رفتار کا بڑھ جانا۔ حلق اور منہ میں خشکی، معدہ اوپر آتا ہوا محسوس کرنا، پیشاب کی خواہش، چیخنا چاہتے ہوئے بھی آواز کا نہ نکل پانا، سانسوں میں تیزی، کمزوری اور غشی ہونا۔ یہ سب وہ نفسیاتی عمل ہیں جو خوف کی شکل میں رونما ہوتے ہیں۔ طویل عرصے تک خوف کا شکار آدمی بےخوابی کا شکار ہو جاتا ہے تھکا تھکا رہتا ہے۔ دماغ کے کام میں سست رفتاری آجاتی ہے۔ جیسے یادداشت کمزور ہو جانا اور کسی کام میں دل نہ لگنا۔ بے چینی بڑھ جاتی ہے۔ بھوک مر جاتی ہے۔ آدمی چڑچڑا ہو جاتا ہے۔ اس کے علاوہ اعصابی خلل اور معدے کا السر ہو جاتا ہے۔ اضطراب، فوبیا اور دہشت خوف کے مختلف درجات ہیں۔

خوف نے نسل انسانی کے بقا میں نہایت اہم کردار ادا کیا ہے۔ خوف دہراس کسی خطرے یا اندیشے کے وجود کی تصدیق ہوتی ہے۔ اس کے ساتھ ہی جسمانی حالت میں کچھ تبدیلیاں رونما ہوتی ہیں۔ ان تبدیلیوں سے پٹھوں کو خون کی فراہمی بڑھ جاتی ہے جس کے سبب جاندار کو خطرے سے لڑنے یا فرار ہونے میں مدد ملتی ہے بشرطیکہ جاندار کا خوف اس حد تک نہ بڑھ گیا ہو جہاں وہ سکتے کی کیفیت میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

کچھ خوف ہلکی اور معمولی نوعیت کے ہوتے ہیں۔ لیکن کچھ خوف پیچیدہ نفسیاتی انتشار کا حصہ ہوتے ہیں۔ ایسے خوف سے چھٹکارہ پانے کے لئے ماہر نفسیات کی ضرورت ہوتی ہے۔ کچھ خوف خصوصی نوعیت کے اور کچھ خوف دیکھنے والوں کے لئے مضحکہ خیز ہوتے ہیں۔ جیسے پنکھے کے نیچے بیٹھے آدمی کو سر پر پنکھا گر جانے کا خوف یا چھپکلی، کاکروچ اور مینڈک سے ڈرنا۔

کم لوگ ایسے ہوتے ہیں جو ایسے بے بنیاد خوف سے نجات پانے کی کوشش کرتے ہیں اور کامیاب ہو جاتے ہیں۔ مثلاً ایک آدمی جو پانی سے ڈرتا ہے۔ کوشش کرنے پر بہترین تیراک بن گیا یا ایک ایسا آدمی جو چند سنئے آدمی کی موجوگی میں بولنے سے ڈرتا تھا ایک دن کامیاب مقرر بن گیا۔

فوبیا کی اصطلاح بے بنیاد اور فرضی خوف کے لئے استعمال کی جاتی ہے۔ آدمی یہ جانتے ہوئے بھی کہ ایسا خوف مضحکہ خیز ہے ایسی چیزوں یا ماحول سے بچنے کی کوشش کرتا ہے جس سے اسے ڈر لگتا ہے۔ اس طرح کے خوف کے شکار کچھ لوگ اپنے ڈر کو چھپاتے ہیں اور اسے برداشت کرتے ہیں کیوں کہ وہ جانتے ہیں کہ دوسروں کو پتہ چل گیا تو وہ مذاق کا موضوع بن سکتا ہے۔ فوبیا

دو یا تین اقسام میں جانا جاتا ہے۔ ایک ہے سوشل فوبیا جن میں اس کا شکار دوسروں کی موجودگی نہیں برداشت کر سکتا ہے۔ دوسروں کی موجودگی میں کچھ کھا نہیں سکتا، اعلیٰ افسران کی موجودگی میں کچھ لکھتے ہوئے اس کا جسم کانپتا ہے۔ اسے یہ احساس ہو جائے کہ لوگ اسے دیکھ رہے ہیں تو اس کے لئے سوچنا اور کچھ کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔

کہتے ہیں وہم کا علاج حکیم لقمان کے پاس بھی نہیں تھا۔ وہم کا فوبیا ایک ایسی قسم ہے جس میں آدمی چاقو کو ہاتھ لگاتے ڈرتا ہے کہ وہ اس سے کسی کو قتل کر دے گا۔ پہاڑ پر چڑھتے ہوئے اس لئے ڈرتا ہے کہ بلندی پر پہنچ کر چھلانگ لگانے کی خواہش دل میں پیدا ہونے لگتی ہے۔ کچھ مائیں بچے کے ساتھ تنہا رہنے سے ڈرتی ہیں کہ کہیں اپنے بچے کو نہ مار دیں۔ اس طرح کا خوف بچے کی پیدائش کے ابتدائی چند ہفتوں میں خاص طور سے پیدا ہوتا ہے۔ کچھ لوگ عبادت گاہ میں جاتے ہوئے اس لئے ڈرتے ہیں کیوں کہ وہاں جا کر ان کے دل میں خدا کے لئے نامناسب الفاظ پکارنے کی خواہش پیدا ہوتی ہے۔

عارضہ خوف کی ایک قسم PARANDID PSYCHOSIS ہے اس کا مریض تخیلی دشمنوں کی جانب سے حملے کے ڈر میں مستقلاً مبتلا رہتا ہے۔ اس کو لگتا ہے کچھ لوگ اسے یا اس کے افراد خاندان کو چاقو یا گولی سے مار دیں گے یا کنوئیں میں پھینک دیں گے۔ کچھ کو یہ وہم سمایا رہتا ہے کہ لوگ سٹیلائٹ، ٹی وی کیمروں اور دیگر سائنسی آلات کی مدد سے اس پر نظر رکھے ہوئے ہیں۔ اس طرح کے ایک مریض نے اپنے گھر کی تمام بجلی فٹنگ اس لئے اکھاڑ پھینکیں کہ اس کو وہم تھا اس کے دشمنوں نے ان میں ٹیپ ریکارڈ اور جاسوسی کے آلات چھپا رکھے ہیں۔

ایک اور خوف ہے جو ڈھلتی عمر کی عورتوں کو خاص طور پر اپنا شکار بنائے رکھتا ہے۔ ان کو لگتا ہے بدمعاشوں کے گروہ ان کی عزت لوٹ کر انھیں بدنام کرنا چاہتے ہیں۔ کہ وہ بد کردار اور بد چلن ہے۔

عادی شراب نوش کو ایسی آوازیں سنائی دیتی ہیں کہ کوئی اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دینا چاہتا ہے۔ اس ڈر سے وہ باہر نہیں نکلتا اور گھر کے دروازے کھڑکیاں مضبوطی سے بند کر کے گھر میں مقید رہتا ہے۔ نشے کی حالت میں ان کا تصور انہیں عجیب و غریب کھیل دکھاتا ہے۔ سانپ انھیں ہوائی جہاز کا اور ملاقاتی پر شیطان اور بھوت کا دھوکا ہوتا ہے۔ وہ دہشت سے چیختے ہیں۔ بھاگتے اور کھلی کھڑکی سے کود جانے کی کوشش کرتے ہیں۔

امکان ہے کہ دورہ پڑنے سے قبل مرگی کے مریضوں کو سخت خوف کا احساس ہوتا ہو گا۔

اندھیرا، بجلی کی چمک، بادلوں کی کڑک، جانور، اجنبی، بھوت، ڈاکٹر اور خصوصاً ڈینٹیسٹ بچوں میں پائے جانے والے عام ڈر ہیں۔ نوجوان نامردی اور جنسی امراض سے ڈرتے رہتے ہیں۔ بوڑھے آدمی موت سے خوفزدہ رہتے ہیں۔ انھیں معلوم ہوتا ہے کہ وہ ناگزیر انجام سے نزدیک تر ہوتے جا رہے ہیں۔ اور موت کے بعد کیا ہو گا کوئی نہیں جانتا۔ عام طور پر دیکھا گیا ہے خدا میں اعتقاد نہ رکھنے والے موت سے کچھ زیادہ ہی خوفزدہ رہتے ہیں۔ ادھیڑ عمر لوگوں میں بیماری اور بڑھاپے کا ڈر عام طور پر پایا جاتا ہے۔ عارضہ قلب کا خوف سب سے زیادہ عام ہے۔ اس خوف کے شکار لوگ ماہرین کے برعکس یقین دہانی کے باوجود یہی سمجھتے ہیں کہ وہ دل کے مریض ہیں۔ کچھ لوگ اس میں بری طرح اس وہم میں مبتلا ہوتے ہیں کہ بار بار اپنی نبض ٹٹولتے ہیں دل کی دھڑکنیں گنتے ہیں۔ سوتے نہیں کہ نیند میں ان کے دل کی دھڑکن ہی بند نہ ہو جائے۔ کچھ لوگوں کو کینسر میں مبتلا ہونے کا اس قدر یقین ہوتا ہے کہ مہنگی دوائیں استعمال کرتے ہیں خطرناک تحقیقات کا نشانہ خود کو بناتے ہیں۔ مایوسی کے شکار مریض محسوس کرتے ہیں کہ وہ خطرناک بیماری میں مبتلا ہیں بچوں کو نزدیک نہیں آنے دیتے ہیں کہ یہ بیماری کہیں پھیل نہ جائے۔

خوف کے ناخوشگوار پہلوؤں کو جان لینے کے بعد آئیے اس کی افادیت کا جائزہ لیں۔ مناسب حد تک ڈر کا وجود بہتر کارکردگی کے لئے ضروری ہے۔ فیل ہو جانے پر بے عزتی یا ماں باپ سے ملنے والی سزا کا ڈر طالب علم کو امتحان کی اچھی تیاری پر مجبور کرتا ہے۔ سماج کا خوف عورت کو بدچلنی سے دور رکھتا ہے۔ ایکسیڈنٹ کا ڈر ڈرائیور کو محتاط رکھتا ہے۔ سزائے موت اور قید کا ڈر جرم کرنے سے دور رکھتا ہے۔ فساد سے متاثر علاقوں میں سختی اور فوج کا فلیگ مارچ عام آدمیوں کو لڑائی جھگڑے سے الگ رکھنے کا ذریعہ ہوتا ہے۔ فلیگ مارچ میں فوج مشین گنوں اور دیگر مہلک ہتھیاروں کے ساتھ علاقے میں گشت کرتی ہے تاکہ ممکنہ فساد کے نتائج سے آگاہ کرایا جا سکے۔

یہاں یہ سوال اٹھتا ہے کہ خوف کے وجوہات کیا ہیں۔ جانوروں میں کچھ خوف طبعی طور پر پیدا ہوتے ہیں۔ مثلاً انڈے سے تھوڑی دیر پہلے ہی نکلا ہوا چوزہ بھی چیل کو دیکھ کر دہشت زدہ ہو جاتا ہے۔ خواہ وہ بھس بھری ہوئی مردہ چیل کیوں نہ ہو۔ پنجرے میں پیدا بندر جس نے پہلے کبھی سانپ نہیں دیکھا ہوتا ہے سانپ پر نظر پڑتے ہی خوفزدہ ہو جاتا ہے۔ نومولود انسانی بچے میں صرف دو خوف پائے جاتے ہیں۔ ان میں سے ایک شور کا اور دوسرا بلندی سے پستی میں جھانکنے کا خوف باقی تمام طرح کے خوف سے انسان تجربہ کی بنا پر واقف ہوتا ہے۔ جیسے کہ کتے کے کاٹ لینے کے بعد ہی بچہ کتے سے ڈرتا ہے۔ والدین یا ملازمین اندھیرے اور بھوتوں کا خوف بچے کے دل میں پیدا کرنے کے ذمہ دار ہوتے ہیں۔ اپنے پہلے ہوائی سفر میں کسی حادثے سے دوچار ہونے والا ہو سکتا ہے پھر کبھی ہوائی سفر کی ہمت نہ کر پائے۔

ماہر نفسیات کے پاس ایک تاجر آیا۔ اس کو شکایت تھی جب بھی ہندی فلم کا ایک مخصوص گیت سنتا ہے تو اس پر بے چینی اور گھبراہٹ طاری ہو جاتی ہے۔ تجزیے کے بعد راز کھلا۔ ایک کار میں وہ اپنے دوست کے ساتھ سفر کر رہا تھا کار میں نصب ریڈیو آن تھا کہ کار حادثہ کا شکار ہو گئی دوست کی موت ہو گئی۔ اس وقت کار کے ریڈیو میں یہی مخصوص گیت آ رہا تھا۔ اس حادثے کے پندرہ سال بعد جبکہ شعوری طور پر وہ اس کو فراموش کر چکا تھا۔ لیکن اس گانے سے وابستہ تکلیف دہ یادیں اس کے ذہن سے محو نہ ہو سکی تھیں۔ انسان کے دوسرے جنم کے نظریے پر یقین رکھنے والے بے بنیاد خوف کی توجیہہ پچھلے جنم میں ڈھونڈ لیتے ہیں۔ مثلاً کوئی آدمی اگر پچھلے جنم میں ڈوب کر مرا تھا تو اس جنم میں وہ پانی سے ڈرے گا۔ اور جو آدمی چاقو لگنے سے ہلاک ہوا تھا اس جنم میں چاقو سے ڈرے گا۔

دنیا کی کچھ عظیم شخصیات بھی بے بنیاد خوف کا شکار رہی ہیں۔ ڈاکٹر سیموئل جانسن موت سے، آگسٹس سیزر اندھیرے سے، شاہ جیمس اول برہنہ تلوار سے اور ملکہ کیتھرائن کا ایک روسی جنرل آئینے سے خوف زدہ رہتے تھے۔ مشہور نفسیات داں فرائڈ سفر سے خوفزدہ رہتا تھا۔ ڈارون کو ہمیشہ ڈر رہتا وہ کسی نہ کسی بیماری کا شکار ہونے والا ہے۔

کیا آدمی ڈر سے بھی لطف اندوز ہوتا ہے؟ جی ہاں آدمی اس سے بھی مزہ لیتا ہے۔ بچے بلند و بالا جھولے پر بیٹھنا پسند کرتے ہیں۔ کیونکہ جھولا جب اوپر سے نیچے کی طرف آتا ہے تو ڈوبنے جیسی کیفیت اور خوف پیدا ہوتا ہے۔ دہشتناک اور پرتشدد فلموں کی کامیابی بھی اس کا ایک ثبوت ہے، سنسنی اور جرائم پر مبنی ناولوں و کہانیوں کے پڑھنے والے اس کی مثال ہیں۔

یہاں یہ جان لینا بہت ضروری ہے کہ کس مرحلے پر خوف کے مریض کا علاج کیا جانا ضروری ہو جاتا ہے۔ جب خوف آدمی کی ذہنی صلاحیتوں کو متاثر کرنے لگے۔ یا اس کے روزمرہ کے کاموں میں رکاوٹ کا سبب بننے لگے ایسے وقت میں نفسیاتی ماہر سے ملنا ضروری ہو جاتا ہے۔ اس کے علاوہ جب کوئی اچھا خاصہ تندرست آدمی اچانک کسی چیز سے ڈرنے لگے تو یہ ذہنی مرض کی ابتدائی حالت بھی ہو سکتی ہے۔

ماہرین نفسیات مختلف اقسام کے فوبیا کا علاج مختلف طریقوں سے کرتے ہیں جن میں نفسیاتی علاج، دوائیں جو مریض کے بے چینی کو ختم کر کے سکون دیتی ہیں جسمانی حالت کو قابو کرنے میں مدد دیتی ہیں۔ جبکہ کبھی کبھی دماغی آپریشن کی ضرورت بھی پڑ سکتی ہے۔

اب تک بیان کئے گئے تمام طرح کے خوف میں سے ہم اور آپ بھی کسی نہ کسی ڈر کا شکار ہوں گے۔

(آکاش وانی ترنیولی سے)

ذکر ہیملٹ

پروفیسر جی ایل لابرو

ولیم شیکسپیئر کے شہرہ آفاق ناٹک ہیملٹ کے آخر میں ہیملٹ، جس کے بدن میں مہلک زہر گردش کر رہا ہے آخری سانسیں لیتے ہوئے اپنے واحد اور وفادار دوست ہوریشیو سے استدعا کرتا ہے جو تم نے مجھے کبھی اپنے دل میں جگہ دی ہو تو زندگی کی قید و بند سے آزاد ہونے کی شادمانی کو کچھ دیر التوا میں رکھ کر اس سنگین دنیا میں درد بھری سانسوں کے ساتھ میری داستان لوگوں تک پہنچاؤ، تاکہ بے خبری میں یہ دنیا الزام دے دے کر میرے نام کو داغدار نہ کر دے"!

ہیملٹ کی کہانی پچھلے تین سو چوراسی سال سے دہرائی جا رہی ہے حق تو یہ ہے کہ جس حق کی بھیک ہیملٹ اپنے دوست سے مانگتا ہے وہ ادا نہیں ہو رہا ہے اور نہ شاید کبھی ادا ہو سکتا ہے۔ وجہ عوام کی بدذوقی یا ہیملٹ کے تئیں بدخواہی نہیں بلکہ وہ پیچیدگی ہے جو اس کردار کے خالق نے اسے بخشی ہے نتیجتاً ہیملٹ ایک پہیلی ہے جس کا مکمل سمجھاؤ آج بھی ناقدین کے پاس نہیں ہیملٹ ایک دلسوز تڑپ ہے جو ہمیں بھی تڑپاتی ہے۔ اس کی آخری خواہش ہے کہ اس کے ساتھ انصاف کیا جا دے... باقی سب سناٹا ہے۔ اس کا دوست ہوریشیو ان الفاظ میں سے رخصت کرتا ہے۔

"صد افسوس کہ یہ عظیم الشان دل کڑک رہا ہے شب بخیر خوبرو شہزادے! فرشتوں کی ٹولی تمہیں گا گا کے سلا دے"......

ظاہر ہے کہ ہیملٹ کو سمجھنے کے لئے اس کی آخری خواہش کو پورا کرنا ہوگا اور اس کی تکمیل کے لئے ہیملٹ کی کہانی کو کہتے رہنا ہوگا۔ اس کہانی میں اس کا خارجی اور داخلی کرب پنہاں ہے۔

ہیملٹ شاہِ ڈنمارک کا اکلوتا بیٹا ہے۔ شاہ ہیملٹ ایک کامیاب اور فاتح بادشاہ ہے۔ پروقار اور عادل شہزادہ ہیملٹ وقت کی سب سے مشہور دانشگاہ وٹن برگ میں زیر تعلیم رہے اسے بادشاہ ہیملٹ کی موت کی خبر دے کر ڈنمارک کے دربار میں طلب کیا جاتا ہے۔

باپ کی جدائی کا غم تو ہے ہی، اس پر جیسا اس کی ماں گرٹرود جلد بازی میں اس کے چچا کلاڈیس سے شادی رچاتی ہے تو ہیملٹ کی وجود کی چولیں ہل جاتی ہیں مکار کلاڈیس تخت پر قابض ہو جاتا ہے۔ اس کے دل میں چور ہے۔ کہ وہ ایک طرف اپنے مشیرِ خاص پولونیس کے بیٹے لیرٹیز کو ایامِ ماتم کے بعد واپس فرانس جانے کی اجازت دیتا ہے اور دوسری طرف ہیملٹ کو حکم دیتا ہے کہ وہ دربار میں ہی قیام کرے۔ ملکہ گرٹروڈ بھی کلاڈیس کا ساتھ دیتی ہے اور ہیملٹ کی محبوبہ پولونیس کی دختر اوفیلیا بھی اپنے باپ اور بھائی کے کہنے پر ہیملٹ سے منہ موڑ لیتی ہے۔ اس تنہائی میں صرف اس کا دوست ہوریشیو جو وٹن برگ میں حصول علم کے لئے روم سے آیا ہے۔ دوستی نبھاتے ہوئے ہیملٹ کو مشورہ اور سہارا دیتا ہے۔ ہیملٹ کی پریشانیوں میں اس وقت تباہ کن اضافہ ہوتا ہے جب ہوریشیو اور دیگر دو محافظ افسر اسے یہ اطلاع دیتے ہیں کہ اس کے مرحوم باپ کی بے قرار روح شاہی قلعے کی فصیلوں کے گرد گردش کرتی ہے، ہیملٹ روح کا سامنا کرتا ہے اور یہ خوفناک حقیقت دریافت کرتا ہے کہ چچا کلاڈیس نے اس کے والد شاہ ہیملٹ کا خون کیا ہے۔ روح شاہ ہیملٹ، اپنے بیٹے پر انتقام کا فرض عائد کرتی ہے۔ ہیملٹ کو چچا سے اپنے باپ کے خون کا بدلہ لینا ہوگا لیکن شرط یہ ہے کہ اس عمل سے ماں کو اذیت نہ پہنچے۔

غم کی شدت سے ہیملٹ مالیخولیا کا شکار ہو جاتا ہے یہ ایک ایسی ذہنی بیماری ہے جو فرد کی قوت ارادی کو پست کرنے کے ساتھ ساتھ جذبۂ عمل کو زائل کر کے انسان کو فکر و سوچ کے گرداب میں جکڑ دیتی ہے ساتھ ہی ساتھ ہیملٹ کلاڈیس کی نظر سے بچنے کے لئے پاگل پن کا سوانگ رچتا ہے۔ غرور اور تکبّر کا شکار پولونیس ہیملٹ کی چال میں آکر اس کے پاگل پن کو اوفیلیا کی بے رُخی سے تعبیر کرتا ہے۔ لیکن مکار کلاڈیس اس دلیل سے قائل ہونے کے بجائے روزن کرانتز اور گلڈن سٹرن نام کے دو نوجوانوں کو جو ہیملٹ کے بچپن کے ساتھی ہیں ہیملٹ کی حرکات و سکنات پر بطور جاسوس کڑی نگرانی اور نظر رکھنے کی ہدایت دیتا ہے۔ ادھر ہیملٹ بھی کلاڈیس کے ضمیر کو پرکھنے کا موقعہ پاتا ہے جب وہ محل میں آتی ہوئی اداکاروں کی ایک گشتی ٹولی کو قتل کا ایک ایسا کھیل پیش کرنے پر آمادہ کرتا ہے جو اس کے باپ کے قتل سے مطابقت رکھتا ہے!

مشیرِ خاص اور دونوں جاسوس ہیملٹ کے ذہن کی شورش کا سُراغ لگانے میں پوری طرح سے ناکام ہوتے ہیں۔ کلاڈیس اب ہیملٹ کو انگلستان بھیجنے کا ارادہ کرتا ہے۔ ہیملٹ کی ہدایت میں پیش کیا گیا کھیل دیکھ کر کلاڈیس برہم ہو کر ہال سے اٹھ کھڑا ہوتا ہے ٹھوس ثبوت ملنے پر بھی ہیملٹ انتقام کا موقعہ کھو بیٹھتا ہے جیسا وہ کلاڈیس کو عبادت کی طرز نشست میں پاتا ہے۔ ستم ظریفی یہ کہ کلاڈیس درحقیقت خدا سے مخاطب نہیں اور ہیملٹ یونہی سمجھ بیٹھا ہے کہ دعا کے دوران قاتل مقتول کو جنت نصیب کرتا ہے! اس کی نظر میں کلاڈیس کی کالی کرتوت اسے جہنم میں جھونکنے کا تقاضا کرتے ہیں۔

ناٹک پیش کروانے کی بدذوقی اور ناٹک کے درمیان بے حیائی کا مظاہرہ کرنے کے لئے جب ملکہ ہیملٹ کو اپنے نجی کمرے میں بلا کر ملامت کرتی ہے تو وہ ماں پر برس پڑتا ہے، ملکہ مدد کے لئے آواز دیتی ہے تو پردے کے پیچھے چھپا خود ساختہ عقل کا پتلا بوڑھا پولونیس بھی "بچاؤ بچاؤ" پکارتا ہے۔ چھپے ہوئے آدمی کو کلاڈیس سمجھ کر ہیملٹ اپنی کٹار سے خونخوار وار کرتا ہے۔ سہواً پولونیس کا کام تمام ہوتا ہے عین اسی وقت ہیملٹ کے باپ کی روح ذرۂ بکتر کے بجائے گھریلو لباس میں نمودار ہو کر تنبیہ کرتی ہے کہ ماں پر ستم نہ ڈھائے۔ حکم کی تعمیل میں ہیملٹ ماں سے نرم لہجے میں بات کرتا ہے اور اسے کلاڈیس کی طرفداری کرنے سے باز آنے کی تلقین کرتا ہے۔

ظالم کلاڈیس اب شیطانی چال چلتا ہے۔ وہ ہیملٹ کو روزن کرانتز اور گلڈن سٹرن کے ہمراہ انگلستان بھجوانے میں بہت جلدی کرتا ہے۔ وہ اپنے درباریوں سے کہتا ہے کہ ہیملٹ کے ہاتھوں پولونیس کا قتل مشکلات پیدا کر سکتا ہے اس لئے ہیملٹ کا جائے واردات سے دور رہنا ہی اس کے حق میں ہے۔ شاہِ انگلستان کے

نام ایک سربہ مہر خط میں چند میٹھی سیاسی باتوں کے علاوہ کلاڈیس یہ فرمائش کرتا ہے کہ جلد از جلد ہیملٹ کا خاتمہ کیا جائے۔

اتفاق سے ہیملٹ بھی اپنی طرف سے ہوشیار ہے۔ وہ اپنے دو جاسوسی ساتھیوں کی غیر موجودگی میں خط کھولتا ہے، پڑھتا ہے کلاڈیس کے قاتلانہ منصوبے کو ناکام کرتا ہے اور خط از سر نو لکھ کر اپنی سزا کو جاسوس ساتھیوں کی طرف پھیرتا ہے اور مرحوم باپ کی شاہی انگوٹھی سے خط پر مہر چسپاں کرتا ہے۔ اس کے جہاز کو سمندری ڈاکوؤں کے جہاز کا سامنا ہوتا ہے اور ہیملٹ اسی لٹیروں کے جہاز میں بھاگ کر واپس ڈنمارک پہنچتا ہے اور ہوریشیو اور کلاڈیس کے نام اپنی واپسی کے الگ الگ پیغامات بھیجتا ہے۔ دریں اثنا پولونیس کی موت اور خفیہ تدفین سے اوفلیا دیوانی ہو جاتی ہے اور اس کا جوشیلا بھائی ایک ہجوم کے ہمراہ شاہ کلاڈیس سے اپنے مقتول باپ کے خون کا انتقام طلب کرتا ہے۔ کلاڈیس بڑی ہوشیاری سے لیرٹیز کے جنون کا رخ ہیملٹ کی طرف موڑتا ہے اور یہ دونوں سازش کرتے ہیں کہ تلوار بازی کے دوستانہ مقابلے میں کس طرح لیرٹیز زہر آلودہ تلوار سے ہیملٹ کو قتل کرلے۔ پگلی اوفیلیا پھولوں کے متعدد اقسام لے کر کچھ با معنی اور بیہودہ نغمے گنگناتی پھرتی ہے اور بالآخر ندی کے کنارے ایک درخت کی کمزور سی ٹہنی پر چڑھ کر شاخ کے سمیت پانی میں گر کر ڈوب مرتی ہے۔ لیرٹیز اسی صدمے سے اور بھی بے قابو ہو جاتا ہے۔

اوفیلیا کا جنازہ دیکھ کر ہیملٹ کو پہلی بار اس بدقسمت لڑکی کی موت کا پتہ چل جاتا ہے۔ اور لیرٹیز ماتمی ہنگامے کو دیکھ کر وہ دعویٰ کرتا ہے کہ ہزاروں بھائی بھی اوفیلیا کو اتنا نہیں چاہتے جتنا ہیملٹ۔ لیرٹیز اور ہیملٹ ایک دوسرے پر ٹوٹ پڑتے ہیں اور انھیں مشکل سے الگ کیا جاتا ہے۔ جب لیرٹیز کی طرف سے ہیملٹ کو تلوار بازی کے مقابلے کی دعوت ملتی ہے تو وہ اسے قبول کرتا ہے۔ باوجود اس کے کہ ہیملٹ کا پلّہ بھاری ہے لیرٹیز اس کو زہریلی تلوار سے زخم دیتا ہے اور مقابلے کے باقی وقت میں ہیملٹ، لیرٹیز کی تلوار چھین کر اسے اپنی تلوار دیتا ہے۔ اب لیرٹیز بھی زہریلا زخم کھاتا ہے اور اس طرح سے دونوں نے ایک دوسرے کی موت کا اہتمام کیا ہے! ملکہ اپنے بیٹے ہیملٹ کی ظاہری کامیابی کو دیکھتے ہوئے غفلت سے زہر بھرا جام نوش کرتی رہی جو دراصل ہیملٹ کو مارنے کے لئے تیار کیا گیا تھا۔ مرتے مرتے ملکہ اور لیرٹیز شاہ کلاڈیس کا پول کھولتے ہیں اور ہیملٹ تلوار کی زہریلی نوک شاہ کلاڈیس کے سینے میں اتار کر انتقامی مشن کو پورا کرتا ہے۔ اب ہیملٹ خود قریب المرگ ہے باقی سب سناٹا۔

ہیملٹ کے المیے کا مختلف زاویوں سے جائزہ لیا گیا ہے۔ مثلاً کہا یہ جاتا ہے کہ یہ سارا کھیل انتقام پر مشتمل ہے اور ہیملٹ یعنی شہزادہ ایک بلند سیرت نوجوان ہے جو ایک اخلاقی طور پر پست معاشرے سے لڑتے لڑتے انتقام کا مجسمہ بنتا ہے۔ کلاڈیس لالچی، فتنہ پرست، گنہگار ہو گیا ہے۔ ملکہ گرٹروڈ بھی اپنے مرحوم شوہر کی پوری وفادار نہیں۔ وہ تیس سالہ بیٹے کی ماں ہوتے ہوئے بھی جنسی خواہشات سے آزاد نہیں۔ ہیملٹ کی محبوبہ اوفیلیا بھی اپنے باپ کے سطحی درس پر عمل کرتی ہے، اور اپنی محبّت کو فرماں برداری اور دنیاداری پر قربان کرنے کو آمادہ ہے۔ ایسے حالات میں ہیملٹ کا وجود مجروح ہوتا ہے اور اس کا المیہ یہی ہے کہ وہ اپنے زمانے میں رہتے ہوئے بھی اس سے بہت آگے اور بالاتر ہے۔ وہ چیخ اٹھتا ہے۔

"اے خدا۔ اے خدا۔ مجھے دنیا کا چلن اور دستور بہت تنگ، کھوکھلا، بے سود اور بے کیف نظر آتا ہے۔"

مگر ہم جانتے ہیں کہ اس نوجوان میں ایک درباری کی سی نزاکت اور نفاست ہے۔ اس میں ایک جانباز سپاہی کی صلاحیت ہے۔ ایک عالم کی سی گہرائی اور دانائی ہے۔ اس کی شخصیت کے تمام تر انسان دوست پہلو ایک سوز نہاں میں جل جاتے ہیں۔ بس کچھ چنگاریاں ہیں جو وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ شعلہ اگلتی ہیں۔ چنانچہ وہ خود اعتراف کرتا ہے۔

"انسان عظیم ہے۔ بے شمار صلاحیتوں کا مالک ہے، چال ڈھال میں دلکش، عمل میں فرشتہ اور سمجھ بوجھ میں دیوتا۔ لیکن باوجود اس کے انسان خاک کا پُتلا ہے۔ مجھے آدمی تحریک نہیں دیتا نہ عورت۔" ہیملٹ کے کچھ اپنے اتار چڑھاؤ ہیں۔ کبھی مدّوجزر کی طرح ابھرتا ہوا، ٹھاٹھیں مارتا ہوا اور کبھی پست ہمت اور ظلمتوں کا شکار۔ اس کی متعدد خود گوئیاں اس بات کی گواہی ہیں کہ وہ ذہنی اور اخلاقی تلاطم سے گزر رہا ہے۔ ایک مرحلے پر وہ یہ بھی پوچھتا ہے کہ جینے کا عمل جاری رکھا جائے یا موت کو گلے لگایا جائے۔ شکوک کی آگ میں بہت دیر جھلس کر آخر وہ اس نتیجے پر پہنچتا ہے کہ انسان کو تمام تر اخلاقی ذمے داری خود پر ہی نہیں لینی چاہیئے۔ انسان سے بالاتر ہے ایک اور نظام۔ ایک خدائی نظام، ہیملٹ کہتا ہے کہ انسان کو اپنی منزل پر لے جانے والی طاقت خدائی طاقت ہے۔ اور ایک چڑیا کی موت میں بھی تقدیر کا کوئی منصوبہ پوشیدہ ہے یہ ہے ہیملٹ کا لمحۂ بصیرت۔ لیکن اس امر کو پہچاننے میں ہیملٹ بہت قیمتی وقت ضائع کرتا ہے۔ بہت دیر ہو چکی ہے۔

ہیملٹ کے بارے میں ایک سوال بار بار پوچھا جاتا ہے، کہ ہیملٹ اپنے فرض اور عمل میں کوتاہی کیوں برتتا ہے اور تاخیر سے کام کیوں لیتا ہے۔ اس سوال کے مختلف جواب دیئے گئے ہیں۔ ایک مکتبۂ فکر یہ ہے کہ ہیملٹ اپنے باپ کی روح کی گواہی کو مکمل حتمی اور شک سے بالاتر نہیں مان سکتا۔ روح شیطان بھی ہو سکتی ہے۔ اس لئے ہیملٹ ٹھوس ثبوت کی تلاش میں وقت ضائع کرتا ہے۔ دوسری وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ سولہویں صدی میں مذہب، خون کے بدلے خون اصول کو رد کر چکا تھا۔ دین عیسائیت کے مطابق خدا کا فرمان ہے کہ انتقام لینا بندے کا نہیں بلکہ خدا کا کام ہے۔ چند ناقدین یہ سمجھتے ہیں کہ ہیملٹ کی تاخیر کا باعث اس میں استقلال کی کمی ہے۔ جو سوچ کو عمل پر غالب کر کے رجحان کو کمزور کرتی ہے یہ وضاحت بہت حد تک صحیح ہو سکتی ہے کیونکہ ہیملٹ کے اندر جو قول اور عمل کا تضاد ہے اور جو مالیخولیا کا احساس ہے وہ اس نقطۂ نظر کے حق میں ایک دلیل ہے۔ فرائیڈین نفسیات نے ہیملٹ کی تاخیر کا ایک الگ ہی حل نکالا ہے۔ اس کے مطابق ہیملٹ ایڈیپس کامپلیکس کا شکار ہے۔ چنانچہ وہ اپنی ماں سے ذہنی طور جنسی رشتے میں گرفتار ہے وہ اپنے باپ شاہ ہیملٹ کو غیر شعوری طور پر ختم کرنے کی خواہش رکھتا ہے۔ چونکہ کلاڈیس نے یہ کام انجام دیا ہے، ہیملٹ کلاڈیس کو اپنا مساوی اور متبادل سمجھتا ہے اور اس کی موت سے اتنا ہی لرزتا ہے جتنا اپنی موت سے، یہ کافی بحث طلب وضاحت ہے لیکن اس وجہ سے ناقابل قبول کہ ہیملٹ نہ صرف اپنی ماں سے پیار کرتا ہے بلکہ اپنے مقتول باپ سے بھی وہ Royal Dame, Father King کے ناموں سے مخاطب ہوتا ہے۔ وہ ملکہ کے سامنے اس کی تعریف ایسے کرتا ہے کہ جس سے مرحوم شاہ کی پدرانہ شفقت اور محبّت کا پرخلوص ثبوت ملتا ہے۔

ہیملٹ یعنی خالص ہیملٹ زاہد و فقیر ہے جس کی شفاف نظر اس دنیا سے کہیں زیادہ اس دنیا پر ہے جس سے ہماری اخلاقی کائنات کا دم ہے۔ دوستوں کا دوست، شاہی نمود و نمائش کا دشمن، شہرت کی چاہت سے بالاتر۔ غریب نواز، عادل، ہونہار، محنتی، اور دور اندیش۔ کوئی تعجب نہیں کہ ایسے نازک طبیعت انسان کے لئے نہ صرف ڈنمارک بلکہ سارا عالم ایک قید خانہ ہو۔ اسے اپنی کوتاہی کا بھی احساس ہے اس کی نظر میں خوش قسمت ہیں وہ لوگ جن میں جوش و

ہوش کا ایک متوازن امتزاج ہو، مگر ہیملٹ کی اخلاقی نزاکت اتنی تیز اور شدید ہے کہ اسے توازن نصیب نہیں۔ اس پر فکر و تشویش کے لمحے اس طرح حاوی ہو جاتے ہیں اور ایسی دھندلی کیفیت پیدا کرتے ہیں کہ جیسے چاند بادلوں کی لپیٹ میں آیا ہو۔ موت ہی وہ عارفانہ تکمیل ہے جس کی ہیملٹ کو تلاش ہے!!

شکسپیر کا المیہ ہیملٹ دیکھنے والے اور پڑھنے والے کردار ہیملٹ کا حق اسے دلاتے رہیں گے، تب تک جب تک ادب قائم ہے۔

(سرینگر سے نشر)

فلم اور معاشرہ

ایل وی پرساد

کہا جاتا ہے قلم تلوار سے زیادہ طاقتور ہے لیکن سینما قلم سے بھی کہیں زیادہ طاقتور ہے

حالانکہ فنون لطیفہ میں سب سے کم سن ہے۔ اس کی وجہ حقیقت ہے کہ بصری میڈیم کی راہ میں زبان، تمدن کی رکاوٹیں حائل نہیں ہوتی ہیں اس کی پہنچ زیادہ طویل و عریض ہے ساتھ ہی اس کا اثر زیادہ گہرا اور دیرپا ہوتا ہے۔

کتابوں اور اخبارات کی تحریروں کے مقابلے بصری و سمعی وسیلے کہیں زیادہ موثر ہوتے ہیں کیونکہ اس میں انسانی کردار پیش کیے جاتے ہیں، یہ انسان کے اندر موجود انسان کو اجاگر کرتا ہے اور ہماری انسانیت کے جذبے کو براہ راست متاثر کرتا ہے۔ اس طرح اس بات میں کوئی شبہ نہیں رہ جاتا کہ سینما عصر حاضر کا سب سے زیادہ طاقتور میڈیم ہے۔

سینما کا بنیادی مقصد دیکھنے والوں کے لیے دلچسپی اور تفریح بہم پہنچانا ہے۔ تمام دن کی محنت اور تکان کے بعد آدمی کو سکون، آرام اور تھکے ہوئے اعصاب کو راحت پہنچانا ضروری ہوتا ہے۔ اس کے لیے تفریح حاصل کرنا ضروری ہے تاکہ آئندہ روز کے کام کے لیے آدمی خود کو تیار کر سکے۔ اور سینما اس طرح کی تفریحات اپنے دیکھنے والوں کو بہ آسانی بہم پہنچا سکتا ہے۔

بلاشبہ اس طرح سینما سماج کی ایک بے مثال خدمت انجام دے رہا ہے۔ سینما تمام دن کی بوریت، یکسانیت اور بے کیفی سے عوام کو ایک خوشگوار فرار فراہم کرتا ہے اور تخیل کی سنہری وادیوں کی سیر کراتا ہے جہاں طاقتور آدمی انسانی جذبے سے سرشار ناانصافی سے جنگ کرتے اور فتح یاب ہوتے ہیں۔ جہاں دلکش و حسین دوشیزائیں زرق برق ملبوسات میں پریڈ کرتی اور ناچتی گاتی ہیں، جہاں قابل قدر و تحسین مقاصد بالآخر حاصل کر لیے جاتے ہیں۔ یہ وہ دنیا ہے جہاں ہر فلم میں جیسا عام آدمی وہ تمام چیزیں حاصل کر لیتا ہے جن کا حصول عام زندگی میں تقریباً ناممکن ہوتا ہے۔ یہ سب مناظر دیکھنے والے میں ایک برقی رو سی دوڑا دیتے ہیں۔ اور اس میں یہ امید پیدا کرتے ہیں کہ پردۂ سیمیں پر نظر آنے والے اپنے جیسے آدمی کی طرح وہ بھی اپنے مقصد میں کامیابی حاصل کرے گا۔ دلوں میں امیدوں کی جوت جگائے ایسے افراد کسی بھی ملک اور سماج کے لیے بیش قیمت سرمایہ ہوتے ہیں

اس طرح یہ سینما ہی ہے جو وسیع پیمانے پر اس طریقے سے سماج کی خدمت کرتا ہے۔

اب یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا لوگوں کے ذہنوں کو باطل امیدوں اور جھوٹے خوابوں سے معمور کر کے سماج کیلئے کوئی اچھا کام کیا جا سکتا ہے؟ ایسے سوال لازمی ہیں اور ان کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ جب تک فلم کی تخیلی دنیا کو شائستگی اور تہذیب کے دائرے میں رکھا جائے گا۔ یہ معاشرے کیلئے نقصاندہ ثابت نہیں ہوگی۔ خوابوں کی دنیا میں رہنا آدمی کی فطرت ہے۔ لیکن اس وقت جب اخلاق کی حدوں کو توڑ دیا جائے، تفریح کے نام پر فحاشی، بیہودگی، اور تشدد کی نمائش کی جائے تب فلم یقینی طور پر معاشرے پر بُرے اثرات وسیع پیمانے پر پیدا کرے گا۔

ہمارے فلم بینوں کی اکثریت تعلیم سے عاری ہے، پردے پر نظر آنے والی ہر شے ان کے لیے کم و بیش حقیقت کی حیثیت رکھتی ہے۔ پردے پر نظر آنے والے کرداروں میں خود کو دیکھتے ہیں اور دکھائے جا رہے فرضی واقعات و حادثات سے خود کو متاثر ہوتا ہوا محسوس کرتے ہیں۔

ایسی صورت حال میں جبکہ فلم بینوں کی اکثریت اس زمرے سے تعلق رکھتی ہو تو ان کے لیے تیار کیے جانے والے مواد کا انتخاب نہایت احتیاط، سوجھ بوجھ اور احساس ذمہ داری کے ساتھ کیا جانا نہایت ضروری ہے۔

چند سال پہلے دہلی کی ایک عدالت میں ڈکیتی کے ملزم نے اعتراف کیا تھا کہ ڈاکہ ڈالنے کا آئیڈیا اسے ایک فلم سے ملا اور اس نے وہی طریقہ اپنایا جو فلم میں دکھایا گیا تھا۔

اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ فلم میں دکھائی گئی ڈکیتی نے کس حد تک اس کے ذہن کو متاثر کیا اور کیسے اس نے اسکا استعمال کیا۔ اس طرح سے فلم ساز کی ذمہ داری ہو جاتی ہے کہ وہ فلم میں ایسے مناظر اور واقعات نہ دکھائے جو سادہ لوح فلم بینوں کے ذہنوں کو خراب کر دیں۔

چاقو کا استعمال پھل کاٹنے کے لیے بھی کیا جا سکتا ہے اور کسی انسان کا گلا کاٹنے کے لیے بھی۔ اچھا یا بُرا چاقو نہیں بلکہ اس کا انحصار اس پر ہے کہ چاقو کون استعمال کرتا ہے اور کیسے استعمال کرتا ہے۔ معاشرے میں بُرائی کے فروغ یا خاتمے کا انحصار فلم ساز پر ہے جو فلم جیسے موثر میڈیم کا استعمال تجارتی مقاصد سے کرتا ہے۔ معاشرے کی تباہی کی قیمت پر پیسہ کمانا بلاشبہ قابل مذمت فعل ہے۔

فرض اور ذمہ داری

فلم ساز کو معاشرے اور ملک کی جانب سے عائد اپنے فرائض اور ذمہ داریوں سے چشم پوشی نہیں کرنا چاہیے۔

تحریک آزادی کے دور میں اس وقت کے حساس وطن پرست اور عظیم فلم سازوں نے ایسی فلمیں بنائیں جن میں حب الوطنی کا درس دیا گیا تھا۔ ان فلموں نے عوام کو آزادی کی قدر و قیمت سے اور غیر ملکی غلامی کے جوئے کو اتار پھینکنے کی اہمیت سے آگاہ کرایا۔ فلم بینوں پر ان فلموں کے بے پناہ اثرات کو محسوس کرتے ہوئے برطانوی حکومت کچھ فلموں پر بندش لگانے پر مجبور ہو گئی۔

اس وقت کے کچھ فلم سازوں نے معاشرے میں پھیلی برائیوں کے خاتمے کو اپنی ذمہ داری سمجھتے ہوئے نہایت موثر طور پر فلم کے میڈیم کا استعمال کیا۔ مثال کے طور پر 'اچھوت کنیا' میں ایک اچھوت لڑکی کے المیے کو دکھایا گیا۔ 'چنڈی داس' میں ہندوستانی معاشرے میں طبقاتی تقسیم کو اجاگر کیا گیا۔ 'دنیا نہ مانے' اور 'آدمی' میں عورت کے ساتھ ہو رہی ناانصافی کے خلاف عورت کی جنگ دکھائی گئی تھی۔ 'پڑوسی' میں قومی یکجہتی اور اتحاد کی اہمیت کا سبق دیا گیا۔ 'پتی بھکتی' میں شراب کی لعنت پر روشنی ڈالی گئی۔ اس طرح کی فلموں کی فہرست کافی طویل ہے یہ وہ فلم ساز تھے جن کا مقصد دولت کے انبار کھڑے کرنا نہیں بلکہ معاشرے کی اصلاح تھا اور کون کہہ سکتا ہے کہ اس سے معاشرے نے فائدہ نہیں حاصل کیا۔

یہاں پر سر رچرڈ اٹین برو کی فلم 'گاندھی' کی مثال بے محل نہ ہوگی۔ اس فلم میں دنیا کی ایک عظیم شخصیت کی زندگی کے واقعات و حادثات اور انسان پرستی کے ان اصولوں کو اجاگر کیا گیا جن کیلئے گاندھی جی ہمیشہ لڑتے رہے اور قربان ہو گئے۔ اس بات سے ہم بخوبی آگاہ ہیں، دنیا میں یہ فلم کس قدر کامیاب ہوئی اور دنیا بھر کے عوام نے فلم کے توسط سے گاندھی جی کے اصولوں کو سمجھا اور سچائی اور عدم تشدد کی قدر و قیمت کو پہچانا۔

یوں تو فلمیں عموماً سماج میں نہایت وسیع پیمانے پر گہرے اور دیرپا اثرات مرتب کرتی ہیں۔ لیکن ہمارے ملک میں کچھ زیادہ ہی موثر ثابت ہوتی ہیں۔ فلم تو وہ جن ہے جو الٰہ دین کے چراغ سے برآمد ہوتا ہے اس سے اچھا یا بُرا کوئی بھی کام لیا جا سکتا ہے، ضرورت اس بات کی ہے کہ ہمارے فلم ساز اس میڈیم کی طاقت کو پہچانیں۔ معاشرے اور ملک کے تئیں اپنی ذمہ داریوں کو سمجھیں۔ اور فلم بنانے کے لیے ایسے موضوعات اور کہانیوں کا انتخاب کریں اور فلم کو اس طرح پیش کریں کہ جس سے معاشرے میں پھیلی برائیوں کو دور کرنے میں مدد ملے اور جس سے ملک ترقی کی راہ پر تیز قدمی سے گامزن ہو سکے۔

(مدراس سے نشر)



توانائی کا تحفظ کیوں اور کیسے

ڈاکٹر نظام الدین صدیقی

کسی ملک کی اقتصادی ترقی اور عوام کی فلاح و بہبودی کا انحصار کافی حد تک معاشرہ میں مہیا قدرتی وسائل پر ہے۔ توانائی اقتصادی ترقی کا ایک اہم جز ہے۔ ویسے تو زمانہ قدیم سے انسان کسی نہ کسی طرح کی توانائی کا استعمال اپنی محدود ضرورتوں کے لیے کرتا رہا لیکن جدید سائنس اور ٹیکنالوجی کے فروغ سے اقتصادی ترقی کی رفتار میں اضافہ ہوا اور عوام کی طرز زندگی اور معیار زندگی میں تبدیلی ہوئی۔ جدید مشینوں کی ایجاد سے بڑی صنعتوں کا قیام کیا گیا زراعت کے شعبہ میں بھی مشینوں کا استعمال کیا جانے لگا اور ساتھ ہی ٹرانسپورٹ کی ترقی کے لیے موٹر گاڑیاں، ریل گاڑیاں، ہوائی جہاز اور پانی کے جہازوں کا استعمال بڑھنے لگا جس سے توانائی کی ضرورتیں دن دونی رات چوگنی بڑھتی گئیں۔ ترقی یافتہ ممالک میں معیار زندگی ناپنے کا ایک پیمانہ فی کس توانائی کا استعمال ہو گیا۔ توانائی کی بڑھتی ہوئی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے روایتی توانائی کے ذرائعوں کے ساتھ بجلی، کوئلہ، معدنیاتی تیل، بجلی وغیرہ کی پیداوار بڑھائی گئی۔ لیکن پچھلے کچھ سالوں سے توانائی کا بحران بین الاقوامی سطح پر پیدا ہوا خصوصاً ۱۹۷۳ء میں اوپیک ممالک نے تیل کی قیمتوں میں اضافہ کیا اور چند سال ہی میں تیل کی قیمتیں چار گنا سے زائد ہو گئیں جس سے ترقی یافتہ اور ترقی پذیر ممالک بری طرح متاثر ہوئے۔ خصوصاً ترقی پذیر ممالک کے محدود زرمبادلہ پر کافی بوجھ پڑا۔ اس نے یہ غور کرنے پر مجبور کر دیا کہ توانائی کی بڑھتی ہوئی ضرورت کو اپنے وسائل سے کس حد تک پورا کیا جا سکتا ہے۔ موجودہ ذرائعوں کے علاوہ کون سے نئے ذرائع ڈھونڈے جا سکتے ہیں اور خاص طور پر توانائی کا تحفظ کس طرح کیا جا سکتا ہے۔

حالانکہ یہ مسئلہ زیادہ تر ترقی پذیر ممالک کو درپیش ہے لیکن اس سلسلہ میں یہ ضروری ہے کہ ہم اپنے ملک کا جائزہ لیں، کیونکہ ہمارے ملک میں آبادی ۷۴ کروڑ ہے اور قدرتی و مالی وسائل محدود۔ عوام کی فلاح اور بہبودی کے لیے اقتصادی ترقی ضروری ہے تاکہ غریبی کو دور کر کے معیار زندگی کو بہتر بنایا جا سکے۔ اس مقصد کے حصول کے لیے حکومت نے اقتصادی ترقی کے پانچسالہ منصوبے ۱۹۵۱ء میں شروع کیے پچھلے ۳۴ سال کے دوران نجی اور سرکاری شعبہ میں بڑے پیمانہ پر بڑی اور چھوٹی صنعتوں کا قیام کیا گیا اور ملک کو صنعتی اشیاء میں خود کفیل بنانے میں بھی جدید ٹیکنالوجی اور مشینوں کے استعمال اور آبپاشی کے بہتر انتظام سے خوراک کے سلسلہ میں بھی خود کفالت کے مقصد میں کامیابی ہوئی۔ ترقی کی رفتار کو بڑھانے کے لیے بہتر ٹرانسپورٹ کے نظام کو بھی فروغ دیا گیا۔ ایسی صورت میں توانائی کی ضرورت بڑھنا فطری تھا اور اس کی پیداوار کو بڑھانا بھی ہمارے اقتصادی منصوبوں کا ایک اہم جز تھا۔ جس پر خصوصی توجہ دی گئی اور کافی مال خرچ ہوا۔ لیکن جس رفتار سے توانائی کی ضرورتیں ہمارے ملک میں بڑھ رہی ہیں اس کی سپلائی نہیں بڑھ پائی ہے کیونکہ صنعت، زراعت و ٹرانسپورٹ کے علاوہ شہری اور دیہی علاقوں کی گھریلو زندگی میں بھی توانائی کی مانگ بڑھتی جا رہی ہے۔ عوام کی آمدنی بڑھ رہی ہے اور طرز زندگی میں تیزی سے تبدیلی آ رہی ہے۔ معیار زندگی سدھارنے کے لیے چند سال پہلے جو اشیاء آسائش کی سمجھی جاتی تھیں اب ہر خاندان کے لیے ضروری بنتی جا رہی ہیں جیسے اسکوٹر، فرج، کولر، ٹی وی، ٹیپ ریکارڈر وغیرہ۔ خواتین کا کھانا پکانے کا اسٹائل بھی بدل رہا ہے تاکہ کم وقت اور محنت سے اس ذمہ داری کو پورا کیا جا سکے جس کیلئے گیس، بجلی اور مٹی کے تیل کا استعمال بڑھتا جا رہا ہے۔ پہلے ملک کے دیہی علاقے بجلی کی سہولت سے محروم تھے لیکن اب تیزی سے دیہاتوں میں بجلی پہنچانے کی اسکیموں پر عمل ہو رہا ہے ایسی صورت میں یہ ظاہر ہے کہ آئندہ سالوں میں بھی توانائی کی ضرورت کافی تیزی سے بڑھے گی تاکہ ترقی کی رفتار کو قائم رکھا جا سکے۔

اس سلسلہ میں یہ ضروری ہے کہ ہم مختصر طور پر اس بات کو واضح کر دیں کہ ہمارے ملک میں توانائی کے مختلف ذرائع کیا ہیں ان کی پیداواری صلاحیت کیا ہے اور آئندہ بڑھتی ہوئی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے کہاں تک ان کی سپلائی کو بڑھانے کا امکان ہے۔ بھارت میں مختلف قسم کی توانائی کا استعمال کیا جاتا ہے جسے کمرشیل اور غیر کمرشیل دو حصوں میں بانٹا جا سکتا ہے۔ کمرشیل توانائی میں بجلی، کوئلہ اور تیل ہیں جس میں ۳۰٫۶ فیصد بجلی، ۴۸ فیصد تیل اور ۲۱٫۴ فیصد کوئلہ موجودہ ضرورتوں کو پورا کرتے ہیں۔ ۸۴-۱۹۸۳ء میں ملک میں تیل کی پیداوار ۲۶٫۰۲ ملین ٹن تھی جو ہماری ضرورت کا ۷۰ فیصد ہے باقی درآمد کرنا پڑتا ہے۔ کوئلہ کی پیداوار ۱۵۰ ملین ٹن تھی اور بجلی کی پیداواری صلاحیت ۱۶۴ بلین یونٹ تھی جو ضرورت سے ۱۰ فیصد کم تھی نیوکلیائی بجلی صرف ۳۰ فی صد ضرورت کو ہی فی الحال پورا کرتی ہے اس کے علاوہ ہم بہت بڑی مقدار میں روایتی ایندھن کا بھی استعمال کرتے ہیں جیسے لکڑی، زراعت کا فضلہ اور جانوروں کا گوبر اس کو غیر کمرشیل توانائی کہا جاتا ہے۔ اس سلسلہ میں اعداد و شمار تو مہیا نہیں ہیں لیکن اندازہ یہ ہے کہ کل توانائی کی ضرورت کا ۴۵ فیصد اس شعبہ سے حاصل ہوتا ہے۔ ساتویں منصوبہ میں اندازہ لگایا گیا ہے کہ ۹۰-۱۹۸۹ء تک بجلی کی ضرورت بڑھ کر ۲۲۸ بلین یونٹ اور کوئلہ کی ضرورت ۲۳۰ ملین ٹن ہوگی۔ تیل کی ۷۵ فیصد ضرورت کو اندرونی پیداوار سے پورا کیا جائے گا لیکن ان سب پر کل ملا کر ۱۰۹۲۰۰ کروڑ روپیہ صرف ہوگا جو سرکاری شعبہ کے کل خرچ کا ۶۰ فیصد ہوگا۔

اس صورت حال سے نمٹنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ ایک طرف ہم توانائی کی سپلائی کو بڑھانے کی کوشش کریں اور ساتھ ہی اپنے محدود وسائل کا تحفظ کریں۔ توانائی کا تحفظ ہماری انرجی پالیسی کا ایک اہم جز ہونا چاہئے کیونکہ اقتصادی ترقی کی رفتار کو بڑھانے کے لیے جس درجے توانائی کی ضرورت ہے اس کی سپلائی بڑھانے میں قدرتی اور مالی دشواریاں ہیں اس لیے یہ ضروری ہے کہ توانائی کی پیداوار بٹوارہ اور استعمال اس خوبی سے کیا جائے کہ اس کی کم سے کم مقدار خرچ ہو اور کسی طرح کی بربادی نہ ہو۔ ہمارے ملک میں توانائی کا تحفظ کئی وجہ سے ضروری ہے پہلی بات تو یہ ہے کہ قدرتی وسائل محدود ہیں جنہیں صرف موجودہ ضرورتوں پر ہی صرف نہیں کرنا ہے بلکہ آئندہ نسلوں کی بقا اور بہبودی کے لیے محفوظ رکھنا ہے۔ کوئلہ اور تیل جیسی معدنیات ایک بار ختم ہونے کے بعد دوبارہ انسانی کوششوں سے پیدا نہیں ہو سکتے۔ جنگلات کا رقبہ پہلے ہی کم ہے اور نئے جنگل نکالنے کے لیے زمین بھی محدود ہے اس لیے لکڑی پر بھی زیادہ بھروسہ نہیں کیا جا سکتا مالی وسائل کو بھی دوسرے ضروری شعبوں کے لیے لگایا جا سکتا ہے۔

اب سوال یہ اٹھتا ہے کہ توانائی کا تحفظ کیسے کیا جائے اس سلسلہ میں قومی سطح پر ایک مہم چلانے کی ضرورت ہے۔ جس میں سرکار کو سائنسداں اور عوام کے تعاون کی ضرورت ہے اس سلسلہ میں ملک کے نشریاتی نظام ریڈیو ٹی وی اور اخبارات و رسائل کا اہم رول ہے جو بیداری پیدا کر سکتے ہیں حکومت نے ایک انرجی ایڈوائزری بورڈ بنایا ہے انرجی کے مسئلہ کے جو مختلف پہلوؤں پر غور کرے گا۔ توانائی کا تحفظ کئی طرح سے ممکن ہے خصوصاً صنعتی شعبہ میں ٹیکنالوجی میں تبدیلی کر کے اور پرانی مشینوں کی جگہ جدید مشینوں کے استعمال سے انرجی کی کافی بچت کی جا سکتی ہے کیونکہ پرانی مشینوں میں انرجی کی کافی کھپت ہوتی ہے نئے پروجیکٹ بناتے وقت توانائی کا تحفظ بھی ایک اہم پہلو ہونا چاہئے ہر صنعت میں ایک انرجی آڈٹ سیل ہونا چاہئے کیونکہ اندازہ ہے کہ اگر ایک فیصد بجلی کی بچت ہو جائے تو پاور انڈسٹری میں ۶۰ سے ۶۵ کروڑ روپیہ لگنے سے بچ سکتے ہیں۔ مشینوں کا صحیح رکھ رکھاؤ اور مرمت نہ ہونے سے بھی انرجی زیادہ خرچ ہوتی ہے۔ خصوصاً ہمارے پاور پلانٹس کا مناسب رکھ رکھاؤ نہ ہونے

کی وجہ سے کافی پیداوار کا نقصان ہوتا ہے اور ان کی صلاحیت کا پورا فائدہ نہیں ملتا۔ تھرمل پاور پلانٹ کو جو کوئلہ سپلائی کیا جاتا ہے وہ گھٹیا قسم کا ہونے کی وجہ سے بجلی کی پیداوار کو کم کر دیتا ہے اور مشینوں کی عمر کم کر دیتا ہے۔ بجلی کی تقسیم میں بھی کافی سدھار کی ضرورت ہے۔ اندازہ ہے ۲۰ فیصد بجلی تقسیم کے دوران برباد ہو جاتی ہے۔ ملک میں ہائیڈل بجلی کو بڑھانے کی ضرورت ہے کیونکہ کوئلہ کو جلا کر ہم ایک ایندھن سے دوسرا ایندھن پیدا کرتے ہیں جو مناسب نہیں ہے ساتویں منصوبہ میں کچھ غیر روایتی چیزوں سے بجلی پیدا کی جائے گی جیسے دھان کی بھوسی گنے کی کھوئی اور صنعتی کچرا۔ صنعتوں کو اپنی بجلی پیدا کرنے کے لیے مالی امداد دی جائے گی۔

تیل کا تحفظ کرنے کے لیے سرکار نے

Petroluum Conservatue Research Associtton

کا قیام کیا ہے جو تیل سے چلنے والی مشینوں کی کارکردگی بڑھانے اور تیل بچت کرنے سے متعلق اسکیموں پر تحقیق اور سروے کا اہم کام کر رہی ہے۔

تیل کا ۷۵ فیصد خرچہ ٹرانسپورٹ میں ہوتا ہے ہماری آٹوموبائیل انڈسٹری کی ٹیکنالوجی دوسرے ممالک سے کافی پیچھے ہے اس لیے تیل کی بچت کرنے کے لیے اس میں سدھار کی اہم ضرورت ہے اس کے علاوہ گاڑیوں کا رکھ رکھاؤ عام طور پر کافی خراب ہے جس سے انرجی کی کافی بربادی ہوتی ہے۔ تیل کی کافی بچت ممکن ہے اگر سڑکوں کی تعمیر اور مرمت کو بہتر بنایا جائے۔ اس کے علاوہ ٹرکوں کو چنگی کی چوکیوں پر کافی وقت تک بیکار رکنا پڑتا ہے ایک اندازہ کے مطابق کافی تیل کی بچت ہو سکتی ہے اگر ان چنگی کی چوکیوں کو ختم کر دیا جائے۔ اس کے علاوہ یہ بھی ضروری ہے کہ پرائیوٹ استعمال کے لیے موٹروں کی بجائے چھوٹی گاڑیوں کا استعمال کیا جائے اور اگر چین کی طرح عوام کی سواری سائیکل ہی رہے تو کافی تیل کی بچت ممکن ہے۔ دیہی علاقوں میں بیل گاڑی کے استعمال کو فی الحال جاری رکھا جائے۔

انرجی کی کافی بربادی ہائیڈرولک پمپ کے چلانے میں بھی ہوتی ہے خصوصاً دیہی علاقوں میں آبپاشی کے لیے جہاں ان کا استعمال کیا جاتا ہے۔ ایک اندازے کے مطابق ۱۵ سے ۴۰ فیصد توانائی کی بچت ہو سکتی ہے اگر ان کی کوالٹی بہتر ہو اور رکھ رکھاؤ اور مرمت کا مناسب انتظام ہو۔

گھروں میں کھانا پکانے کے لیے ایندھن کی بچت کے لیے بہتر چولہوں کو بنایا جائے۔ پچھلے سالوں میں اس سلسلہ میں کافی تیزی سے ترقی ہو رہی ہے لیکن ابھی دیہی علاقوں میں ان کو مقبول کرنے کی ضرورت ہے۔ دیہاتوں میں گوبر گیس سے کافی حد تک ایندھن کی کمی کو پورا کیا جا سکتا ہے۔ اس کے علاوہ شمسی چولہا بھی کامیابی کے ساتھ بازار میں آ چکا ہے لیکن ابھی اس کا استعمال محدود ہے۔ آئندہ سالوں میں سولر انرجی شاید ہماری مشکلات کو حل کرنے میں مددگار ثابت ہو سکتی ہے۔

(آکاشوانی رام پور سے نشر)

ڈاکٹر نظام الدین صدیقی بریلی کالج بریلی

میں نے توبہ کی صلاح دینے سے

راضیہ شاہین عثمانی

مشاہدہ یہ بتاتا ہے کہ دنیا میں مختلف عقائد کے لوگ پائے جاتے ہیں۔ کوئی تقدیر کو اہمیت دیتا ہے تو کوئی تدبیر کو فوقیت دیتا ہے۔ اور ایک جماعت ایسے لوگوں کی بھی ہوتی ہے جو درمیانی راستہ چن لیتے ہیں۔ بالکل اسی طرح جیسے کھانے پینے کے معاملے میں لوگوں کی الگ الگ قسمیں ہیں۔ ویجی ٹیرین۔ نان ویجی ٹیرین اور موقع ٹیرین۔ یعنی ؎

بن گئی بات تو ہم عاقل و دانا ٹھہرے
بات بگڑی تو اسے تقدیر سے منسوب کیا

مگر ہماری دنیا کا رنگ ہی نرالا ہے۔ ہمارے ساتھ ستم ظریفی تو ہے کہ ہم اگر کسی کو صلاح دیں اور وہ اس پر عمل کرنے لگے تو اس کا دیوالہ ہی نکل جاتا ہے۔ آپ یقین کیجئے کہ ہمارے کہنے سے کوئی ٹوپیوں کا کاروبار کرنے لگے تو آپ دیکھیں گے کہ ٹوپیاں پہننے کا رواج ہی ختم ہو جائے گا۔ آج کسی کو جوتے کی دوکان کھولنے کی صلاح دیں تو کل سے لوگ جوتا پہننا ہی ختم کر دیں گے۔ ہم نے ایک صاحب کو چائے کا ہوٹل کھولنے کی صلاح دی۔ انھوں نے جیسے ہی ہمارے مشورہ پر عمل کیا۔ ایسے ہی ان کی برابر میں لگا تار تین ہوٹل اگلے ہی دن سے کھل گئے بس کچھ نہ پوچھئے۔ یوں سمجھئے کہ

نہ پوچھ عالم برگشتہ طالعی آتش
برستی آگ جو باراں کی آرزو کرتے

ایک دن کیا ہوا۔ ہمیں پتہ چلا کہ لکھنؤ سے ہماری چچی جان تشریف لا رہی ہیں۔ بات تو خوشی کی تھی کہ اتنی دور سے آ رہی ہیں۔ صرف ہم سے ملنے کے لئے۔ ورنہ کہاں لکھنؤ اور کہاں جموں۔ وہ اپنے ساتھ اپنی لڑکی کو بھی لائی تھیں۔ جو پچھلے کئی سالوں سے بیمار تھی اور بیماری بھی ایسی کہ بقول ان کے لاعلاج تھی۔ اور اسی وجہ سے وہ ہمیشہ پریشان رہتی تھیں۔ میری سب سے بڑی کمزوری یہی ہے کہ میں کسی کی تکلیف برداشت نہیں کر سکتی۔ ان سے میں نے کہہ دیا کہ آپ پریشان نہ ہوں۔ یہاں کافی ایکسپرٹ ڈاکٹر موجود ہیں۔ انشاء اللہ لڑکی ٹھیک ہو جائے گی۔ اسپتال میں لڑکی کا چیک اپ کرایا تو معلوم ہوا کہ دو مہینے تک اسپتال میں بھرتی ہونا پڑے گا۔ چچی جان تو دس پندرہ دن کے بعد چلی گئیں۔ لڑکی کی تیمارداری کی ساری ذمہ داری اب مجھے ہی سنبھالنی پڑی۔ دن میں کئی کئی بار اسپتال کے چکر بھی لگانا پڑتے تھے۔ کبھی کبھی اس کی حالت خراب ہوتی تو اس کے پاس سونا بھی پڑتا تھا۔ لیکن دیکھتے ہی دیکھتے لڑکی میں خاصی تبدیلی آنے لگی۔ وہی لڑکی جو صرف دودھ اور پانی کے سہارے جیتی تھی، وہی لڑکی جس سے نہ چلا جاتا تھا اور نہ بولا جاتا تھا اب مجھ سے بھی دو قدم آگے چلنے کی ہمت رکھتی تھی میری حیرت اور خوشی کا ٹھکانہ نہ رہا۔ مگر یہ کیا خبر تھی کہ یہ میری فتح نہیں شکست ہے۔ علاج کے دوران اس نے وہ گل کھلائے جو کسی شریف لڑکی کو زیب نہیں دیتے۔ بمشکل تمام اسپتال سے اس کی چھٹی ہوئی۔ چچی جان کو تار بھیج کر بلایا گیا۔ لڑکی کے کارنامے انھیں سنائے گئے۔ مگر یہ کیا!! چچی نے الٹا ہمیں ہی مورد الزام ٹھہرایا۔ "میری بچی پر کفر تولتی ہو! ایک ایسی بھولی بھالی اور شریف لڑکی کو بدنام کرتی ہو!!" بس کچھ نہ پوچھئے اس وقت دل کی کیا حالت ہوئی۔ کاٹو تو خون نہیں بدن میں۔

ع: آئینہ دیکھ اپنا سا منہ لیکے رہ گئے

گویا۔ ع۔ الٹی شکایتیں ہوئیں احسان تو گیا

مگر غلطی ہماری ہی تھی جو ہم نے انھیں یہ نیک صلاح دی تھی۔ ہم نے اپنی ہی غلطی مان لی۔ کیوں کہ۔

ع: کیا بنے بات جہاں بات بنائے نہ بنے

یہ تو رہی گھر سے باہر کی بات۔ اب گھر کی بات بھی سن لیجئے۔ ہمارے شوہر محترم ایک دن بولے —— دنیا بھر کو تو تم صلاح دیتی پھرتی ہو مگر تم نے کبھی مجھے اس بیماری سے بچنے کے بارے میں کوئی صلاح نہیں دی جو دن رات میرے پیچھے سائے کی طرح لگی رہتی ہے۔ میں نے کہا شاید آپ بدہضمی کے بارے میں کہتے ہیں —— بولے اور نہیں تو کیا۔ بھئی میں تو قدرتی علاج چاہتا ہوں۔ مجھے ڈاکٹری علاج تو کبھی مواقق آتا ہی نہیں دوسرے یہ کہ ان کے نخرے بھی مجھ سے برداشت نہیں ہوتے۔ صلاح مشورہ بھی پچاس روپے سے کم میں نہیں دیتے اس کے علاوہ نتیجہ پھر بھی وہی صفر کا صفر۔" پچاس روپے —— صرف مشورہ کی فیس!" میرے لئے یہ کم تعجب کی بات نہیں تھی۔ مجھے اپنے اردگرد کی زمین گھومتی ہوئی نظر آئی —— دل کی عجیب سی حالت تھی جیسے کہہ رہا ہو ——

ع : ساغر کو مرے ہاتھ سے لینا کہ چلا میں

مجھے آج یہ احساس ہوا کہ صلاح و مشورے بھی خرید و فروخت کی اشیاء میں شامل ہیں۔ مگر خیر مجھے اس سے کوئی غرض نہیں۔ مجھے

ع : نہ ستائش کی تمنا نہ صلے کی پروا

بس یوں سمجھئے کی

ع : میرا پیغام محبت ہے جہاں تک پہونچے

بہرحال میں نے انھیں رائے دی کہ آپ کے اندر آئرن کی کمی ہے۔ آپ کیلے کا استعمال کریں۔ میں نے ان سے کہہ تو دیا مگر دل ہی دل میں سوچ رہی تھی کہ کوئی نئی مصیبت نہ کھڑی ہو جائے اور بقول غالب

ع — دیکھیں کیا گزرے ہے قطرے پہ گہر ہونے تک

اور پھر وہی ہوا جس کا مجھے ڈر تھا۔ وہ تو بیک وقت پیٹ بھر کر کیلوں کے ہی پیچھے پڑ گئے۔ مانا کہ میری صلاح انھیں پسند آئی۔ مگر اتنا زیادہ بھی پسند نہیں آنا چاہیئے تھی۔ اب نتیجہ اس کے برعکس تھا۔ پہلے مستقل بدہضمی کی شکایت تھی تو اب دائمی قبض کی شکایت پیدا ہو گئی۔ آئندہ میں نے انھیں کوئی صلاح دینے سے کان پکڑ لیا۔

ایک بار میرا واسطہ ایک ایسی خاتون سے جو بار بار پان کھائے جا رہی تھیں اور پیک تھوکتیں تو اس کے اثرات ناگاساکی اور ہیروشیما پر پھینکے گئے بم کی طرح دور دور تک پہنچتے تھے۔ خیر ان اثرات کا تو میں نے کوئی اثر قبول نہیں کیا۔ میں نے تو از راہِ ہمدردی انھیں یہ صلاح دی کہ جہاں تک ہو پان کھانے سے بچنا چاہیئے۔ وہ کہنے لگیں "آپ کے اس مشورے کے پیچھے کون سی ہمدردی کارفرما ہے۔" میں نے کہا کہ سب سے پہلے تو یہی سوچیئے کہ یہ فضول خرچی میں شامل ہے۔ اس کے علاوہ دانتوں کی چمک بھی برقرار نہیں رہتی۔ دانت کمزور پڑ جاتے ہیں۔ دانتوں میں پائیریا جیسا مرض پیدا ہو جاتا ہے۔ پھر یہ کہ دانت وقت سے پہلے جھڑ جاتے ہیں —— مگر اتنا سنتے ہی وہ چراغ پا ہو گئیں۔ میں تاڑ گئی کہ

ع — آج غصے میں بھرے بیٹھے ہیں خدا خیر کرے

انھوں نے تو کافی لن ترانیاں سنا ڈالیں کہنے لگیں —— "فضول خرچی میری ہوگی یا آپ کی۔ دانت میرے خراب ہوں گے یا آپ کے۔ دانت میرے جھڑیں گے یا آپ کے ——" مجھے ایسا لگا جیسے ایک تو کریلا کڑوا اور دوسرے نیم چڑھا۔ مگر بات ان کی بھی معقول تھی میرے پاس کوئی جواز نہیں تھا۔ ان کے جانے کے بعد یہی کہنا پڑا۔

یارب نہ وہ سمجھیں ہیں نہ سمجھیں گے مری بات
دے اور دل انکو جو نہ دے مجھکو زباں اور

پھر ایک بار جب میں ہلکی پھلکی بیمار ہوئی تو مزاج پرسی کو آنے والوں کا تانتا بندھ گیا۔ پھر طرہ یہ کہ خالی ہاتھ کوئی آتا نہیں تھا۔ پھلوں کا انبار لگ گیا تھا۔ یہ دیکھ کر آس پڑوس کی عورتیں بھی گھر میں دھرنا دے کر بیٹھ گئی تھیں —— ان کے بھی مزے آ گئے تھے۔ اور شوہر محترم تو ویسے بھی پھلوں پر جان دیتے تھے —— کہنے لگے اگر تم کوئی ایسی صلاح بتا دو جس سے پھل خراب ہونے سے بچ جائیں تو ہم تمہیں مان جائیں —— میں نے اگرچہ توبہ کر لی تھی کہ انھیں کوئی صلاح نہیں دوں گی مگر کیا کروں کہ

ع — بنتی نہیں ہے بادہ و ساغر کہے بغیر

پھر بھی اپنی فہم و فراست کی داد حاصل کرنے کے لئے میرے منھ سے نکل ہی پڑا کہ اگر آپ فریج خرید لیں تو یہ پھل خراب ہونے سے بچ سکتے ہیں۔ شوہر اس صلاح پر ایسے خوش ہوئے کہ جیسے میرے منھ سے پہلی بار کوئی نیک صلاح نکلی ہو۔ یقین مانیے کہ اگلا دن نہیں آنے پایا کہ فریج آ گیا۔ مگر وہی فریج آگے چل کر میرے لئے وبالِ جان بن گیا۔ گویا وہ فریج ہماری ملکیت نہ ہو بلکہ محلے بھر کی ملکیت ہو۔ مگر الزام کس پر لگاتی مجھے تو یہی کہنا پڑا ——

— تم سے بیجا ہے مجھے اپنی تباہی کا گلہ
اس میں کچھ شائبۂ خوبیٔ تقدیر بھی تھا

اور وہاں ایک خاتون نے بڑی ہی خوش مذاقی کا ثبوت دیا۔ شاید انھیں زمانے بھر میں ہی سب سے صحت مند نظر آئی۔ کہنے لگیں —— ذرا اپنی صحت کا راز تو بتاؤ۔ دل میں آیا کہ کہدوں کہ صحت تو آپ کی بھی بُری نہیں۔ ماشاء اللہ آپ کو دیکھ کر فلم اداکارہ ٹن ٹن کی یاد آ رہی ہے۔ یا یہ کہ اگر حسن کے عالمی مقابلے کے بجائے صحت کا عالمی مقابلہ کیا جائے تو سب عورتیں آپ سے پیچھے رہیں گی۔ مگر ناگوارِ خاطر نہ ہو اس لئے صرف اتنا ہی کہنے پر اکتفا کر لیا کہ

ع — خود کو آزاد رکھیئے ہر فکر سے ہر الجھن سے

مگر انھوں نے تو اس پر نہایت سنجیدگی سے عمل کرنا شروع کر دیا۔ اور عمل بھی غیر فطری ڈھنگ سے۔ اگر شوہر کہتا۔ بھئی ابھی تک ناشتہ تیار نہیں کیا تو ان کا ایک ہی جواب ہوتا —— دیکھیئے مجھے فکر میں مبتلا مت کیجئے۔ ایسی ہی جلدی ہے تو ہوٹل میں جا کر کھا لو —— نتیجہ یہ ہوا کہ خانہ جنگی شروع ہو گئی۔ مجھے اصلیت کا پتہ تب چلا جب انھوں نے مجھ سے آ کر شکایت کی اور کہا کہ "وہ تو جب دیکھو آگ بگولہ ہی ہوتے رہتے ہیں۔ ہمیشہ ماتھے پر بل ڈالے رہتے ہیں۔ جہاں تم نے مجھے وہ نیک صلاح دی ہے وہاں کوئی ایسا نسخہ بھی بتا دو جس سے ان کا دماغ ٹھیک حالت میں آ جاتے اور میرے کاموں پر نکتہ چینی کرنا چھوڑ دیں۔"

میں تو لوگوں کو صلاح دیتے دیتے تنگ آ چکی تھی اور پکا ارادہ کر لیا تھا کہ کسی کو کوئی صلاح نہیں دوں گی۔ میں نے تنگ کر ان سے کہہ دیا کہ آپ کسی ڈاکٹر سے مل کر ان کا دماغی علاج کرائیں۔

اور وہ یہ کہہ کر اٹھ کھڑی ہوئیں —— "ہاں یہی میں بھی سوچ رہی تھی۔" اور ان کے جانے کے بعد۔

ع — کیا کچھ ہوا تھا دل پہ اثر کچھ نہ پوچھئے۔ وہ دن ہے اور آج کا دن۔ میں نے توبہ کر لی کہ باز آئی کسی کو صلاح دینے سے۔

نہیں منت کشِ تابِ شنیدن داستاں میری
خموشی گفتگو ہے، بے زبانی ہے زباں میری

(جموں سے نشر)

سیدہ شان معراج

روز نیزوں پہ تمناؤں کے سر آتے ہیں
اب مری فتح کے آثار نظر آتے ہیں

یاد کا سنگِ گراں روح کی گہرائی میں
ڈوبتا ہے تو کئی زخم ابھر آتے ہیں

زندگی کرتی نہیں ٹوٹتے رشتوں سے وفا
سارے الزام مگر موت کے سر آتے ہیں

غم تو سونے نہیں دیتا ہے مگر وقت کو بھی
تھپکیاں دے کے سلانے کے ہنر آتے ہیں

دل سے مجبور بھی ہم، صاحبِ پندار بھی ہم
آستاں سے ترے کترا کے گزر آتے ہیں

شانؔ ایسے بھی ہیں کچھ لوگ جنھیں راتوں میں
نیند آتی نہیں اور خواب نظر آتے ہیں

(جموں سے)

دشمن جاں بسیار خوری

ڈاکٹر شبیر عالم

بسیار خوری کو دشمن جاں ہی نہیں بلکہ دشمن جہاں بھی کہا جائے تو غلط نہیں۔ غذائی بحران کے اس دور میں اگر یہ عادت عام ہو جائے تو دنیا کا کیا عالم ہو۔ لیکن ہندوستان کی معاشی اور مالی حالت نے اس عادت کو خاص طبقے میں محدود رکھا ہے۔

زیادہ کھانا بذات خود کوئی بیماری تو نہیں لیکن بیشمار بیماریوں کے لیے کھلا ہوا دعوت نامہ ہے۔ پھر بھی کچھ لوگ ضرورت سے زیادہ کیوں کھاتے ہیں۔ طبی نظریہ کے مطابق یہ ایک ایسی عادت ہے جو خوش ذائقی یا چٹ پٹی غذاؤں کے شوق میں پڑ جاتی ہے۔ اور ماہرین نفسیات کی رائے کے مطابق بسیار خوری کو شراب کی عادت کی طرح ذہنی بے اعتدالی کا نتیجہ بھی کہا جا سکتا ہے۔

کھانے کی زیادتی کے اثرات کا ذکر کرتے ہوئے میں ان لوگوں کو الگ کر دینا چاہتا ہوں جو شادی یا عام دعوت کے موقع پر آنکھ بند کر کے مرغن غذاؤں پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔ ایسا نہیں کہ انھیں کچھ نہیں ہوتا۔ انھیں بھی یقیناً کچھ عارضی تکلیفوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے جیسے بدہضمی، قے، دست وغیرہ۔

ہماری خوراک میں کاربوہائیڈریٹ، پروٹین، روغن اور وٹامن شامل ہوتے ہیں اور انھیں سے جسم کی روزانہ ضرورتوں کے لیے توانائی یا حرارت حاصل ہوتی ہیں۔ کبھی کبھی لوگ یا تو بہت زیادہ ایسی چیزیں کھا لیتے ہیں جن سے صرف ایک ہی چیز حاصل ہوتی ہے۔ اور وہ بھی بہت زیادہ مقدار میں جبکہ جسم کو اتنی زیادہ مقدار میں اس کی ضرورت نہیں۔ ایسی صورت میں یقیناً نقصان کا احتمال ہے۔

عام طور سے یہ دیکھا گیا ہے اور طبی نقطۂ نگاہ سے صحیح بھی ہے کہ جو لوگ بسیار خور ہوتے ہیں خاص ایسے لوگ جن کو مرغن غذائیں مرغوب ہیں ان کے وزن میں غیر معمولی اضافہ ہوتا ہے جسے ہم موٹاپے سے بھی تعبیر کر سکتے ہیں۔ اکثر زیادہ کھانے کی عادت بچپن میں ہی پڑتی ہے اور تاعمر ساتھ رہتی ہے۔

مختلف تحقیقات سے یہ ثابت ہوا ہے کہ زیادہ وزن والوں کا عرصہ حیات، اوسط وزن والوں کے مقابلہ میں کم ہوتا ہے اور یہ فاضل وزن معمولی محنت پر بھی تھکاوٹ، سانس میں تکلیف، کمر اور پاؤں میں درد کا باعث بنتا ہے۔ اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ ذیابیطس اور دل کی بیماریاں اور ہائی بلڈ پریشر جیسی مہلک بیماریاں عام طور سے موٹے لوگوں میں پائی جاتی ہیں Atherosclerosis کی وجہ سے دل کا دورہ یعنی Myocardial Infection اور Angina Pectoris ہونے کا بہت خدشہ رہتا ہے۔

زیادہ وزن والوں میں ذیابیطس کی وجہ سے موت کا اوسط کم وزن والوں کے بہ نسبت ۲۵۰ فی صد زیادہ ہے اور دل کی بیماری کی وجہ سے ۷۰ فیصد زیادہ ہے۔ Gall Bladder یعنی پتے کی بیماریاں بھی ایسے لوگوں کو زیادہ لاحق ہوتی ہیں۔

بسیار خوری کی عادت جیسا کہ پہلے کہا گیا ہے کہ بچپن ہی میں زیادہ پڑتی ہے۔ لہٰذا اس مسئلے کا گہرا تعلق بچوں کی دیکھ ریکھ سے ہے۔ بچے خود بسیار خوری کی عادت نہیں ڈالتے بلکہ عموماً اس کے ذمہ دار ان کے والدین ہوتے ہیں۔ جیسے اکثر مائیں، بچے جب بھی روتے ہیں تو انھیں چپ کرانے کے لیے دودھ کی بوتل ان کے منہ سے لگا دیتی ہیں۔ حالانکہ یہ ضروری نہیں کہ بچہ جب بھی روتا ہو تو اس کی وجہ بھوک ہی ہو۔ اس لیے دیکھا گیا ہے کہ بچے بہت زیادہ دستوں کا شکار رہتے ہیں۔ ہندوستان میں اب بھی ایک سال سے کم عمر کے بچوں کی موتیں زیادہ دست کی وجہ سے واقع ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ نوزائیدہ بچے کو زیادہ مقدار میں ثقیل غذائیں دینے سے بھی ان کے وزن میں غیر معمولی اضافہ ہوتا ہے۔ جو ان کی عمر کے حساب سے غیر مناسب ہے، جس کا نقصان انھیں آگے بھی اٹھانا پڑتا ہے۔

خوراک کے مختلف اجزا کی الگ الگ زیادتی کے سلسلے میں سب سے اہم FATS یعنی تیل، چربی، گھی، مکھن ہے۔ تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ افراد جن کی روزانہ غذائی توانائی یا حرارت ۴۰ فیصد سے زیادہ FATS سے حاصل ہوتی ہے وہ دل کے امراض میں مبتلا ہوتے ہیں جس میں Atherosclerosis جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ سب سے اہم ہے۔

کاربوہائیڈریٹ یعنی شکریائی غذا جیسے چاول، آلو، چینی کا بہت زیادہ استعمال ہمارے جسم کے ایک عضو PANCREAS پر کافی زور ڈالتا ہے۔ PANCREAS کا خون میں شکر برقرار رکھنے میں انتہائی اہم رول ہے۔ اس لیے کاربوہائیڈریٹ کا کافی عرصہ تک زیادہ استعمال ذیابیطس کی ایک بہت بڑی وجہ ہوتی ہے۔

ہماری روزانہ کی خوراک میں تمام وٹامن اور معدنیات جو کہ صحت اور توانائی کے لیے ضروری ہیں، اکثر نہیں ملتے۔ اسلیے ان کا استعمال جائز ہے لیکن کچھ لوگ مقررہ حد سے تجاوز کر جاتے ہیں جس سے اکثر سنگین مسئلے سامنے آتے ہیں۔

وٹامن کے اس غیر ضروری استعمال کے ذمہ دار میری نگاہ میں وہ والدین ہیں جو خود تو اس کے عادی ہوتے ہی ہیں۔ ساتھ ہی ساتھ بچوں کی اچھی صحت کی سنک میں ان کو بلا سوچے سمجھے وٹامن کی گولیاں اور ٹانک کھلاتے ہیں۔

مثال کے طور پر وٹامن آنکھ کی روشنی کے واسطے انتہائی ضروری ہے۔ لیکن اس کا زیادہ استعمال بال گرنے کا سبب ہو سکتا ہے۔ اس کی زیادتی ہڈیوں میں درد، ورم، بچوں کی نشو و نما میں رکاوٹ۔ الجھن، سر درد، قے اور بھوک کی کمی پیدا کر سکتی ہے۔

وٹامن ڈی ہڈیوں کی افزائش اور مضبوطی کے لیے لازمی ہے۔ لیکن اس کی زیادتی بھوک کی کمی، قے، دست، پیشاب کی زیادتی، دل، پھیپھڑے، گردے، خون کی رگوں میں کیلشیم کو جما کر سخت کر دیتی ہے۔

یوں تو بسیار خوری سے پیدا ہونے والے امراض کی فہرست طویل ہے۔ مگر جن بیماریوں کا ذکر میں نے کیا ہے وہ بسیار خوروں کے لیے خفیف اشارہ ہے کہ وہ اپنی اس عادت کو ترک کرنے کی سعی کریں تاکہ بھیانک انجام سے بچ سکیں۔

(کلکتہ سے نشر)

ڈاکٹر شبیر عالم
حاجی محمد محسن اسکوائر
کلکتہ ۷۰۰۰۱۶

افتخار آذر

بکھرنا ٹوٹنا انساں سے سیکھے
فلک کے پاس پتھر ہیں نہ شیشے
کھنڈر چیخیں کہ تاریخیں پکاریں
کھلے رہنے دو ذہنوں کے دریچے
تمہاری برہمی بھی حق بہ جانب
میرا چہرہ نہیں چہرے کے پیچھے
سکھاتے ہیں سبب انسانیت کا
کماں کھینچے تمہیں تلوار کھینچے
لہو اب اور کیا جوہر دکھاتا
فلک سر پر زمیں قدموں کے نیچے
وضاحت کونسے رشتوں کی آذر
جو گل سے نرم وہ خنجر سے تیکھے

(بھوپال سے)

خواتین میں خود اعتمادی

مونا غلام قادر

بچہ رو رہا ہے اور باپ کے پاس یا ماں کے علاوہ کسی اور کے پاس رونے سے باز نہیں آ رہا ہے تو ماں بڑے وشواس کے ساتھ کہتی ہے، لاؤ ادھر۔ دو میرے پاس میں چپ کراتی ہوں اسے۔ اور بیشتر حالات میں بچہ ماں کے پچکارنے یا دودھ پلانے سے چپ کر جاتا ہے۔ یہ خواتین میں خود اعتمادی کی ایسی مثال ہے جو روزمرہ کی زندگی میں عام طور پر دیکھنے میں آتی ہے۔ ماں کو یہ یقین ہوتا ہے کہ بچہ اس کی گود میں آ کر چپ ہو جائے گا۔ مشکل ترین حالات میں بھی مہلائیں خود اعتمادی کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑتیں حتیٰ کہ کبھی کبھی تو ایسا بھی ہوتا ہے کہ باپ کے فوت ہو جانے پر بھی ماں اپنے بچوں کی ناموافق حالات میں بھی پرورش کرتی ہے۔ حوصلہ نہیں ہارتی۔ صبر و استقلال کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑتی۔ خیر یہ باتیں تو خواتین کی خاندانی زندگی سے تعلق رکھتی ہیں آج کے سماج میں خواتین میں خود اعتمادی کا جذبہ بدرجہ اتم موجود ہے۔ ابھی گزشتہ برس ہی کی بات ہے کہ فوج کی ایک کوہ پیما مہم نے ایورسٹ کی چوٹی سر کرنے کا عزم کیا۔ اور اس مہم میں ایورسٹ کی چوٹی پر قدم رکھنے والی ایک خاتون تھی۔ اندازہ لگائیے وہ خاتون کتنے مضبوط ارادے کی مالک ہو گی۔ اس میں درجہ خود اعتمادی ہو گی جو کہ کوہ ہمالیہ کی خطرناک پُر فریب اونچی نیچی ڈھلانوں اور چوٹیوں پر پھونک پھونک کر قدم رکھتی ہوئی ۲۸ ہزار فٹ سے بھی زیادہ اونچی ایورسٹ کی چوٹی پر قدم رکھ کر ہمالیہ کے دور دور تک پھیلے ہوئے دامن کو دیکھ رہی ہو گی اور وہ بھارت کی پہلی خاتون ہے جس نے ایورسٹ کی چوٹی کو سر کیا ہے۔ خود اعتمادی اور عزمِ مصمم کی زندہ مثال۔ آج کے سماج میں خواتین میں جس قدر خود اعتمادی کی ضرورت ہے اور مقامِ شکر ہے کہ خواتین میں یہ خود اعتمادی نہ صرف پائی جاتی ہے بلکہ بدرجہ اتم پائی جاتی ہے۔ بھارت کی سورگیہ پردھان منتری شریمتی اندرا گاندھی ۱۷ برس تک دنیا کی سب سے بڑی جمہوریت کی سربراہ رہیں۔ اس کے علاوہ وہ ناوابستہ تحریک کی چیئرمین بھی رہیں۔ ان میں خود اعتمادی کا جذبہ اس درجہ تک موجود تھا کہ وہ بڑی سے بڑی مشکل یا مسئلے کا حل کرنے کے لئے تیار رہتی تھیں۔ بھارت ہی کیا، برطانیہ کی وزیر اعظم مسز تھیچر بھی ایسی ہی ایک مثال ہے بلکہ آج کل تو اکثر ملکوں کی پتنیاں اپنے شوہروں کے دوش بدوش اپنے اپنے ملک کے مسائل کو حل کرنے میں مصروف رہتی ہیں۔

خود اعتمادی کا یہ جذبہ خواتین کے لئے نہایت ضروری ہے۔ کیونکہ انھیں نہ صرف سماج بلکہ گھر کی چار دیواری میں بھی بہت مسائل سے نپٹنا پڑتا ہے۔ اور خود اعتمادی کا یہ جذبہ ہی ہے جو آجکل کی مہلاؤں کو مردوں کے دوش بدوش چلا رہا ہے۔ پچھلے برس ہمالیہ کی ریلی میں گجرات کی تین خواتین نے اس دشوار گزار راستوں سے گزرنے والی کار ریلی میں حصّہ لیا۔ اونچے اونچے ناہموار اور تنگ ڈھلوان اور چڑھائی والے خطرناک راستوں پر گجرات کی ان خواتین نے کار ریلی میں حصّہ لیتے ہوئے ہر قسم کے خطروں اور حادثوں کا مقابلہ کرنے کا نہ صرف مضبوط ارادہ ہی کیا ہوا تھا۔ بلکہ انھیں یہ بھی اعتماد تھا کہ وہ ہر قسم کی مشکلات پر قابو پا لیں گی۔

آج کی مہلا دفتر کے چپراسی کی معمولی سی نوکری سے لے کر اپنی قابلیت کے مطابق سماج کے ہر شعبے میں مردوں کے دوش بدوش کام کر رہی ہے۔ صحافت میں خواتین اخباری نمائندوں سے لیکر تبصرہ نگاری اور ایڈیٹروں کے عہدوں پر کام کر رہی ہیں۔ انگریزی اخبارات اور رسالے دیکھئے، خواتین کے مضامین۔ افسانے، تبصرے اور تنقیدیں مردوں کے ساتھ ساتھ اخبارات اور رسالوں کی زینت ہوتے ہیں۔ بھارت کی مہلائیں اگر آپ کو مزدوری کرتے، اینٹیں ڈھوتے اور دیگر چھوٹے چھوٹے کام کرتی نظر آتی ہیں تو انجنیئر، آرکیٹیکٹ جیسے عظیم کارناموں کی ذمہ داری سنبھالتی بھی دکھائی دیتی ہیں۔ آج کی خاتون اگر امریکہ یا روس میں چاند کی طرف جا سکتی ہے تو وہ دن دور نہیں جب بھارتی مہلا بھی یہ جوکھم اٹھانے کو تیار ہو جائے۔ تاریخ شاہد ہے کہ بھارتی خواتین میں خود اعتمادی کی کمی نہیں۔ رامائن کے زمانے سے لے کر اب تک ایسی بے شمار مثالیں ملتی ہیں۔ چاند بی بی اگر اکبر کی فوجوں کے مقابلے میں سپر آزما ہو سکتی تھی۔ رانی جھانسی اگر انگریزی فوج کے خلاف نتیجہ کی پرواہ کئے بغیر لڑ سکتی تھی تو یہ صرف ان کی خود اعتمادی کا ہی ثبوت تھا۔ جو انھیں اتنا دلیرانہ قدم اٹھانے کے لئے ہمت دے سکتی تھی۔

آج کی خاتون اگر سائیکل چلا سکتی ہے تو وہ سکوٹر موٹر سائیکل۔ کار۔ ٹرک۔ حتیٰ کی ہوائی جہاز بھی چلا سکتی ہے ایک خبر کے مطابق ایک خاتون نے تن تنہا ایک ہوائی جہاز کو اغوا کر لیا۔ خواہ بعد ازاں اسے ہتھیار ہی ڈالنے پڑے اور اب تو خواتین اپنے ملک کی حفاظت کے لئے ہتھیار اٹھانے سے بھی نہیں ڈرتیں۔ باقاعدہ مشین گنیں اور توپ کے گولے چلاتی ہیں اور مردوں کے شانہ بشانہ اپنے ملک کی حفاظت کرنے کے لئے کمربستہ ہو جاتی ہیں۔ سیاست کے میدان میں بھی خواتین اب پیچھے نہیں رہیں۔ دراصل خواتین میں یہ اعتماد پیدا ہو گیا ہے کہ جو کام مرد کر سکتے ہیں وہ بھی کر سکتی ہیں۔ اگر مرد وکیل، ڈاکٹر، انجنیئر اور آرکیٹیکٹ، سپروائزر یا ڈائریکٹر بن سکتا ہے تو وہ بھی بن سکتی ہیں۔ اگر مرد خلائی سفر کے لئے جا سکتا ہے تو وہ بھی جا سکتی ہے۔ اور یہ ایک بہت اچھا شگن ہے۔ اگر خواتین میں خود اعتمادی کا یہ جذبہ اس قدر زیادہ پایا جاتا ہے تو یہ کسی بھی ملک کے لئے بہت مفید ثابت ہو سکتا ہے۔

(آکاش وانی جالندھر سے نشر)

تمہاری آنکھیں

اجمل اجملی

تمہاری آنکھیں
میں سوچتا ہوں
تمہاری آنکھوں کی کیفیت کو میں اپنے فن میں اسیر کر لوں
مگر میں جس لفظ
جس علامت
کے در پہ دست سوال لے کر کھڑا ہوا ہوں
صدا ملی ہے
کہ آگے جاؤ
ہر اک علامت لرز رہی ہے
تمام لفظوں کے نرم سینے سہم گئے ہیں
کہ اس تقابل کی حشر گہ میں
بڑے بڑوں کے بھرم گئے ہیں

(اردو سروس سے)

حضرت سید وارث علی شاہ

ڈاکٹر ایم اے نصر

ہماری زندگی میں "قومیت" اور "یک جہتی" کی حیثیت بنیادی اینٹ کی ہے۔ اور یہ دونوں ایک دوسرے کے لیے لازم و ملزوم ہیں۔ صوفیائے کرام نے بھی روحانیت کے سفر سے قبل، آدمی کو صفائی قلب کی طرف متوجہ کیا ہے۔ اور انھیں انسان بلکہ مکمل انسان بننے کی تلقین کی ہے۔ سید وارث علی شاہؒ فرماتے ہیں "ہماری منزل عشق ہے۔ ہمارے یہاں کوئی ہو، چمار ہو، یا خاک روب، جو ہم سے محبت کرے وہ ہمارا ہے"۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں "دنیا میں قابل تعریف وہ شخص ہے جس کے دل میں کسی کی طرف سے کینہ اور بغض نہ ہو"۔ سیدنا وارث علی شاہؒ نے مساوات، بے تعصبی، یگانگت، انسان ہمدردی اور پُرخلوص محبت کا چراغ روشن کیا، جس کی روشنی روز افزوں پھیل رہی ہے اور انسان و انسانیت کا سبق دے رہی ہے۔

حضرت سید وارث علی شاہ جو وارث پاک اور عالم پناہ کے لقب سے بھی یاد کیے جاتے ہیں، ان کا مسلک درویشانہ تھا، وہ کسی پر غصہ ہوتے اور نہ تشدد کرتے تھے۔ درویشانہ مسلک میں بحث و مباحث اور کسی کے مذہب کو بُرا کہنے سے پرہیز کیا جاتا ہے۔ لہذا آپ نے بھی زندگی بھر اس اصول کو سختی سے اپنایا۔ آپ کے اطوار و کردار اور دلکش ارشادات نے تاریک ذہنوں کو توحید کی روشنی اور معرفت کا درس دیا۔ لوگوں کو انسانیت اور محبت کا پیغام دیا۔ بلاتفریق مذہب و ملت، محبت کا بیج بوکر، انھیں رشتہ یگانگت میں اس طرح باندھا کہ انھیں سراپا محبت بنا دیا۔ پارسی، عیسائی، یہود، سکھ اور مسلمان بھی یکساں فیضیاب ہوئے۔

آپ کی جائے پیدائش قصبہ دیوہ ضلع بارہ بنکی (اتر پردیش) ہے۔ تاریخ پیدائش کے سلسلہ میں بعض مورخین نے اختلاف کیا ہے صاحب تحفۃ الاصفیا، عین الیقین کی تحریر کی روشنی میں، آپ کی تاریخ ولادت یکم رمضان المبارک ۱۲۳۸ھ ہے۔ خادم قدیم درگاہ وارثی حضرت سید معروف شاہ نے اپنے بزرگوں کے حوالے سے بتایا ہے کہ سنہ پیدائش ۱۱ر رمضان المبارک ۱۲۲۸ھ ہے، بقول حضرت فضیحت شاہ سنہ پیدائش ۱۲۳۳ھ ہے۔ جبکہ سجادہ نشین درگاہ شاہ عبدالمنعم کنز المعرفت شاہ فضل حسین کے نزدیک، جو کہ عمر میں حضرت وارث پاک سے صرف آٹھ سال چھوٹے تھے، سنہ ولادت ۱۲۳۴ھ ہے۔ بزرگان معتقدین نے جو روایت بیان کی ہے اس کے مطابق آپ کی پیدائش ماہ رمضان المبارک میں ہوئی۔ اور تاریخ ولادت کے دن سے۔ آپ دن کے وقت، اپنی والدہ کا دودھ نوش نہیں فرماتے تھے۔ اوائل عمری میں یتیمی کا داغ برداشت کیا، جبکہ عمر تین سال سے بھی کم تھی۔ کچھ عرصہ کے بعد والدہ ماجدہ کے سایہ سے بھی محروم ہو گئے تو دادی محترمہ کے سایہ عاطفت میں پرورش پائی۔

حسب قاعدہ پانچ سال کی عمر میں رسم بسم اللہ ادا ہوئی۔ مولوی ظفر علی سے آپ نے دو سال میں کامل قرآن شریف حفظ کیا یعنی سات برس کی عمر میں حافظ ہوئے۔ عبدالصمد و مولوی امام علی صاحبان سے کتب درسیہ اور عقائد شرعیہ کی تعلیم حاصل کی۔ دادی محترمہ کے انتقال کے بعد حاجی مولوی خادم علی کے ساتھ لکھنؤ تشریف لے گئے۔ ایک روز حاجی خادم علی شاہ کے ساتھ ایک بزرگ حضرت اکبر شاہ کے یہاں تشریف لے گئے، بزرگ نے ان کو گود میں بٹھایا اور پیشن گوئی کی کہ یہ اپنے وقت میں عدیم المثال ہوں گے۔ مولوی خدا بخش دریابادی نے تحفۃ الاصفیا میں، اس واقعہ کا ذکر کیا ہے۔ گیارہ سال کی عمر میں حضرت سیدنا حاجی خادم علی شاہ سے بیعت ہوئے، اور سلاسل عالیہ قادریہ چشتیہ میں داخل ہوئے۔ مولوی رونق علی صاحب وارثی الرزاقی بینے پوری فرماتے ہیں "میرے خاندان میں بوجہ قرابت و تعلقات خاندانی خانقاہ رزاقیہ میں سب بیعت ہوتے تھے مگر سید السادات حضرت شاہ عبدالرزاق صاحب بانسویؒ کی اس پیشن گوئی کے بموجب جو حضور کی نسبت مشہور ہے کہ 'میری پانچویں پشت میں ایک آفتاب ظاہر ہوگا'، میرے جد بزرگ مولوی وزیر علی صاحب مرحوم و مغفور اسی سال حضور انور کی بیعت سے مستفیض ہوئے جس سال دستار بندی ہوئی تھی"۔ میاں عطاءاللہ ساگر وارثی لکھتے ہیں "سرکار پاک علیہ الرحمہ کا وصال شریف، دیوہ شریف میں آخر شب چار بجکر تیرہ منٹ پر بہ عمر ۸۶ سال یا ۸۸ سال میں ہوا۔ اور یکم صفر ۱۳۲۱ھ کو اپنے آبا و اجداد کی یہ سنت ادا کرکے حدود و تعینات سے گزر کر اس نقطۂ سرمدی سے واصل ہوگئے جو فی الحقیقت وجود مطلق اور وارث حقیقی ہے"۔

حضرت وارث پاک کی زندگی، قومی یک جہتی کا بے مثال نمونہ تھی۔ انھوں نے تازیست بلاتفریق مذہب و ملت "محبت" کرنے کی تلقین کی وہ فرماتے ہیں "محبت ہے تو سب کچھ ہے، محبت نہیں تو کچھ بھی نہیں۔ محبت ہی کے سبب انسان اشرف المخلوقات ہوا۔ محبت میں شاہ و گدا کا فرق نہیں رہتا"۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں "اپنی بھلائی چھپاؤ اور کسی کی بُرائی نہ دیکھو"۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کا مزار شریف جو کہ دیوہ شریف بارہ بنکی میں ہے، وہ سبھوں کے لیے مرکز عقیدت ہے۔ پارسی وہاں گھی کے چراغ روشن کرکے، قلبی روشنی پاتے ہیں، تو عیسائی سرجھکا کر سرفرازی حاصل کرتے ہیں۔ اہل ہنود نذر و عقیدت کے ذریعہ فیض پاتے ہیں، سکھ دل میں حق کی یاد، وہاں جاکر تازہ کرتے ہیں اور مسلمان وہاں شرف عبدیت حاصل کرتے ہیں۔ بھوکے کھانا، بیمار دوا، محتاج زر اور ننگے کپڑے پاتے ہیں اور طالبان حق علم باطن حاصل کرتے ہیں۔ یہاں توحید کا سبق ملتا ہے جس کے مطابق سب کو ایک دیکھنا ایک جاننا اور ایک کرنا ہے۔ مذہبی تعصبات کا یہاں گزر نہیں، آپ کی باران رحمت سے صرف ہندوستان یا ایشیا ہی مستفیض نہیں ہو رہا ہے بلکہ بحر کرم سے ساری دنیا فیض پا رہی ہے۔

حضرت سید وارث علی شاہ کی زندگی قومی یک جہتی کا ایک بے مثال نمونہ ہے۔ ایک ایسا آئینہ ہے جس میں نسلی اور مذہبی تعصب امیر و غریب کی تفریق اور نفرت کی لکیروں کا شائبہ بھی نہیں۔ وہ بزرگ تھے اور ایسے بزرگ جو مثل دریا کے ہوتے ہیں، اور دریا کی خصوصیت یہ ہے کہ گندگیاں بھی اس کی آغوش میں پناہ لے کر پاک ہو جاتی ہیں۔ اور میں حاجی سید وارث علی شاہ کے الفاظ کے ساتھ اپنی بات ختم کرتا ہوں کہ "انسان کو چاہیے کہ زمین کی خاصیت اختیار کرے کہ سب کا بوجھ اٹھائے اور اپنا بار کسی پر نہ ڈالے"۔ اگر اس قول صادق پر ہم عامل ہو جائیں تو بلاشبہ نسلی تعصب، فرقہ وارانہ فسادات اور حسد و بغض کی تاریکی سے نکل کر، قومی یک جہتی کی روشن وادی میں قدم رکھ سکتے ہیں، جو صحیح معنوں میں ہندوستان کی سچی تصویر ہے اور اس تصویر اس کے صحیح خط و خال سے ہم اسی وقت مزین کر سکتے ہیں، جب ہم صوفیائے کرام کے ارشادات کو دل و دماغ میں رکھ کر ان کے نقش قدم کو پانے کی جستجو کریں۔

(کلکتہ سے نشر)

دُنیا

رونق نعیم

تم اُتر ہو
یہ پورب ہے
میں دکھن ہوں
جس کی مرضی ہو وہ کھیلے اپنے لفظوں کی گڑیا سے
مجھکو تو بس یہ کہنا ہے
تم دنیا ہو
یہ دنیا ہے
میں دنیا ہوں

(کلکتہ سے نشر)

ریڈیو ناٹک

آکاشوانی رامپور کی جانب سے منعقد مقابلے میں دوم انعام یافتہ

واپسی

سنیل کمار سکسینہ

(افتتاحی موسیقی...... صبح کا وقت)

میم صاحب : رام سنگھ..... ارے او رام سنگھ (خود کلامی کے انداز میں) پتہ نہیں کتنی دیر تک سوتا رہے گا۔ اس کی تو عادت پڑ گئی ہے دیر سے اٹھنے کی : (ایک بار پھر اونچی آواز میں) رام سنگھ.... او رام سنگھ۔ سنتا ہی نہیں ہے بالکل۔

رام سنگھ : (تیز آواز میں) آیا ابھی آیا (خود سے) کیا تڑکے ہی تو میا کے جگا دیا.... چین سے سونے بھی نہیں دیتے ادھر رات دیر تک بابا لوگ ٹی وی دیکھتے ہیں... انھیں کبھی جلتے تو کبھی دودھ گرم کرکے دو.... اور صبح صبح صاحب کو بیڈ ٹی چاہیے... بیڈ ٹی نہیں ملے گی تو دن بھر جیسے سوتے ہی رہیں گے۔

میم صاحب : رام سنگھ... رام سنگھ۔

رام سنگھ : آیا بی بی جی... جی بی بی جی۔

میم صاحب : (طنز سے) آ گئے لاٹ صاحب... جاگ گئے... اور سو لیتے تھوڑی دیر.... تجھے کتنی بار کہا ہے کہ صاحب کو سویرے جانا ہوتا ہے۔ انہیں جلدی چائے ملنی چاہیے... پھر مجھے تو صبح جگانے کے لیے مجھے خود گھنٹوں گلا پھاڑ پھاڑ کے چلانا پڑتا ہے..... کبھی خود بھی اٹھ کے آیا ہے۔

رام سنگھ : کیا بتاؤں بی بی جی... ایک تو رات دیر تک انتو بیبی ٹی وی دیکھتے رہے... اور اوپر سے ٹھنڈ کے مارے رات بھر نیند نہیں آئی۔

میم صاحب : اچھا چل اب باتیں مت بنا.... چائے بنا کے لا۔

رام سنگھ : ابھی لایا..... بی بی جی!

(اپنے آپ میں بڑبڑاتا ہے) انھیں کیا معلوم ٹھنڈ کیا ہوتی ہے۔ اگر ایک رات بھی اوپر ٹین شیڈ میں سونا پڑا تو قلفی جم جائے گی... قلفی... اور مجھ سے کہتی ہیں باتیں مت بنا... جیسے میں جھوٹ بول رہا ہوں...

میم صاحب : (اندر سے آواز آتی ہے) اب کیا رسوئی میں کھڑا سو رہا ہے چائے نہیں بنی کیا....

رام سنگھ : لا رہا ہوں بی بی جی.... بس ابھی لایا (نزدیک آتے ہوئے) یہ لیجیے بی بی جی چائے۔

میم صاحب : سامنے میز پر رکھ دے۔

(تھوڑی دیر خاموشی رہتی ہے)

میم صاحب : اب کیوں کھڑا ہے۔ (رام سنگھ کچھ نہیں بولتا ہے) اب کچھ بولے گا بھی یا یونہی بت بنا کھڑا رہے گا۔

رام سنگھ : بی بی جی میں جھوٹ نہیں بول رہا ہوں رات کو واقعی بہت ٹھنڈ لگتی ہے..... اور میرے پاس بچھانے کو بھی......

میم صاحب : کیوں... وہ اتنی ساری بوریاں!

رام سنگھ : وہ تو ہیں بی بی جی.....

میم صاحب : تو پھر..... اور اوڑھنے کو کمبل تو ہے ہی تیرے پاس۔

رام سنگھ : پر بی بی جی.... آجکل ماگھ پوس کے جاڑوں کی ٹھنڈ میں...

میم صاحب : تجھے ٹھنڈ لگتی ہی بہت ہے.... آلسی ہو گیا ہے نا... چل جا رسوئی میں کام کر، سب ٹھنڈ بھاگ جائے گی۔

رام سنگھ : (تھوڑا مرے ہوئے انداز میں) اچھا بی بی جی۔

(بچے کی آواز ابھرتی ہے)

پپی : گڈ مارننگ ممی!

میم صاحب : گڈ مارننگ بیٹے.... اتنی سویرے کیوں اٹھ آئے۔ (تھوڑا ڈانٹتے ہوئے) چلو بہت سردی ہے جاکر رضائی میں بیٹھو۔

پپی : (تھوڑا لاڈ سے) نہیں۔ م... م ....ی... میں تو تمہارے پاس بیٹھوں گا۔

میم صاحب : اچھا بابا... میرے پاس ہی بیٹھو (آواز لگاتی ہے) رام سنگھ... رام سنگھ....

رام سنگھ : (دور سے) بی بی جی....!

میم : ادھر ہینگر پر پپی کا سوئٹر ٹنگا ہے..... لے آ...

رام سنگھ : ابھی لایا (نزدیک آتی آواز) یہ لیجیے بی بی جی

میم : چل بیٹا یہ سوئٹر پہن لے نہیں تو سردی لگ جائے گی۔

پپی : (تھوڑا بھولے پن سے) کیوں ممی؟ رام سنگھ تو سوئٹر پہنتا نہیں ہے پھر اسے کیوں نہیں لگتی سردی۔

میم صاحب : نہیں اسے سردی نہیں لگتی۔ سردی صرف بچوں کو لگتی ہے بڑوں کو نہیں لگتی۔

پپی : بڑوں کو نہیں۔ مگر ممی کل تو ٹی وی پر نو کروں کے بارے میں بڑی اچھی باتیں آ رہی تھیں۔

میم صاحب : آ رہی ہوں گی۔ اب زیادہ باتیں مت بناؤ۔ اگر جلدی اٹھ ہی گئے ہو تو بیٹھ کر اپنی پڑھائی کرو۔

پپی : اچھا ممی۔ (بچے کے جانے کی آواز دور ہوتی ہوئی)

میم صاحب : اب اٹھئے بھی ..... چائے کتنی دیر سے ٹھنڈی ہو رہی ہے۔

صاحب : (السائے انداز میں) ارے بھئی کیوں اتنی صبح ہی صبح جگاتی ہو۔

میم صاحب : سات بج گئے ہیں پورے..... اور آج تو آپ جلدی جگانے کے لیے کہہ رہے تھے۔

صاحب : (چونک کر اٹھتے ہوئے) ارے ہاں آج تو مجھے آٹھ بجے دفتر پہنچنا ہے۔ چیف انجنیئر صاحب دورے پر آ رہے ہیں۔ اچھا میں جلدی سے تیار ہوتا ہوں تم رام سنگھ سے ناشتہ تیار کرواؤ۔

میم صاحب : رام سنگھ او.... رام سنگھ۔

رام سنگھ : (دور سے) جی میم صاحب!

میم صاحب : دیکھ فریج میں سے انڈے نکال کر صاحب کے لیے آملیٹ تیار کر لے اور تھوڑی بریڈ بھی سینک لے ذرا جلدی کرنا، اس کے بعد تجھے سبزی لینے بھی جانا ہے۔ کوئی چیز ٹوٹے نا.... دھیان سے...... آئے دن کچھ نہ کچھ توڑتا ہی رہتا ہے۔

(نیا منظر)

(سنگیت)

میم صاحب : آ گیا تو سبزی لے آیا۔

رام سنگھ : ہاں.... بی بی جی۔

میم صاحب : کیا کیا سبزی لایا ہے۔

رام سنگھ : آلو، کٹھل اور بھنڈی... اور یہ لیجئے بی بی جی چونی بچی ہے۔ آپ نے چار روپے دیے تھے نا..... تو ایک روپیہ کے ایک کلو آلو، پچھتر پیسے کی آدھا کلو بھنڈی اور دو روپیہ کا آدھا کلو کٹھل لے آیا ہوں۔

میم صاحب : (چونکتے ہوئے) دو روپیہ کا آدھا کلو کٹھل.... تو دیکھتا پوچھتا تو بالکل ہے ہی نہیں.... ہمیشہ سبزی مہنگی لاتا ہے.... یہاں تو کل ٹھیلے والا دو روپیہ کلو کٹھل بیچ رہا تھا اور..... تو...... چار روپیہ کلو لایا ہے..... اچھا چل باتھ روم میں کپڑے پڑے ہیں..... انھیں چل کے دھو....

رام سنگھ : اچھا بی بی جی... (خود ہی بڑبڑاتا ہے) کتنی سستی بھی سبزی کیوں نہ لاؤں..... انھیں ہمیشہ مہنگی لگتی ہے.... یہ سوچتی ہیں شاید میں بیچ میں کچھ پیسے بچا لیتا ہوں۔

میم صاحب: (دور سے) رام سنگھ او رام سنگھ

رام سنگھ: جی بی بی جی

میم صاحب: میں نے کل تجھے صاحب کا پرانا تہمد دیا تھا، سوئی کے کام کے لیے، کہاں رکھ دیا تو نے۔

رام سنگھ: وہ...... بی بی جی..... و..... ہ

میم صاحب: کیا وہ.... وہ لگا رکھی ہے .... !

رام سنگھ: بی بی جی رات کو موکھلوں میں سے بہت تیز ہوا آتی ہے، رات میں نے اسے وہاں لگا دیا۔

میم صاحب: (چڑچڑی آواز میں) ٹھنڈ..... ٹھنڈ..... ٹھنڈ..... پتہ نہیں کتنی ٹھنڈ لگتی ہے تجھے..... اچھا چل جلدی سے کپڑے دھولے ...... ایک بج چکا ہے ...... انشو بے اسکول سے آنے ہی والے ہوں گے پھر ان کے لیے گرم گرم پراٹھے سینک دینا..... صبح سے بھوکے ہوں گے۔

رام سنگھ: (تھوڑا جھجکتے ہوئے) بی بی جی پہلے اپنے لیے ایک پیالہ چائے بنا لوں۔

میم صاحب: چائے .... اس وقت ..... یہ کوئی چائے پینے کا وقت ہے۔

رام سنگھ: وقت تو نہیں ہے بی بی جی پر آج صبح سے ہی مجھ کو بہت ٹھنڈ لگ رہی ہے ..... ہاتھ پاؤں کانپ رہے ہیں .... کام کرنے کا بالکل بھی من نہیں کر رہا ہے۔

میم صاحب: ہاں ..... ہاں .... تیرا ویسے بھی کام کرنے کو کب من کرتا ہے ..... چل جا بنا لے چائے ..... اور ہاں .... پڑوس میں شرما جی کے لڑکا ہوا ہے، میں ان کے یہاں جا رہی ہوں ...... میرے پیچھے کپڑے دھو لینا اور انشو بے کو کھانا کھلا دینا، اور ہاں دیکھو .... شام کو اگر لوٹنے میں دیر ہو جائے تو کھانا بنا لینا۔

(نیا منظر)

(اسکوٹر رکنے کی آواز)

صاحب: رام سنگھ .... رام سنگھ (چیخ کر) رام سنگھ

(تھوڑی دیر خاموشی رہتی ہے)

رام سنگھ: آ .... یا .... صاحب!

(کواڑ کھلنے کی آواز)

صاحب: اتنی دیر سے آواز لگا رہا ہوں ...... کہاں چلا گیا تھا۔

رام سنگھ: تھوڑا سا لیٹ گیا تھا..... صاحب

صاحب: کیوں کیا ہوا؟

رام سنگھ: کیا بتاؤں صاحب۔ آج صبح سے ہی بڑی ٹھنڈ لگ رہی ہے۔

صاحب: اچھا.... چل اسکوٹر چڑھا۔

(اسکوٹر چڑھانے کی آواز..... آ.... ہاں.... ہاں)

صاحب: گھر میں اور کوئی نہیں ہے۔

رام سنگھ: جی صاحب ..... بی بی جی پڑوس میں شرما جی کے لڑکا ہونے میں گئی ہیں اور انشو.... بے کھیلنے گئے ہیں۔

صاحب: اچھا ادھر آ..... ارے تیرا تو منہ لال ہو رہا ہے۔ اپنا ہاتھ لا ادھر ..... ارے (چونکتے ہوئے) تجھے تو تیز بخار ہے۔ چل میں تجھے ٹیبلیٹ دیتا ہوں.... پھر جا کے آرام کر۔

میم صاحب: (آتے ہوئے) .... ارے آپ کب آئے۔

صاحب: ابھی ابھی آیا ہوں۔

میم صاحب: رام سنگھ..... تو یہاں کھڑا کھڑا کیا دیکھ رہا ہے۔ چل جا کے سبزی کاٹ..... میں اتنے میں چائے بنا کر لاتی ہوں۔

صاحب: اسے بہت تیز بخار ہے ... اسے آرام کرنے دو....

میم صاحب: (طنز سے) بخار..... آپ نہیں جانتے ہیں، اسے بخار..... وخار کچھ نہیں، سب بہانہ بازی ہے اس کی میں بڑی اچھی طرح جانتی ہوں۔

صاحب: نہیں ..... نہیں..... اس کو واقعی بہت تیز بخار ہے ..... میں نے اپنے ہاتھ سے چھو کر دیکھا ہے

میم صاحب: ہاں.... ہاں.... بالکل سر پہ چڑھا لو اسے..... میرا کیا ہے۔

(نیا منظر)

(رات کا ماحول.... سائیں سائیں ہوا چل رہی ہے)

رام سنگھ: (کراہ رہا ہے) آہا.... آہا.... کتنی تیز ہوا چل رہی ہے لگتا ہے آج تو یہ ٹھنڈ میری جان ہی لے کر جائے گی آہا.... آ.... ہا..... گلا بالکل خشک ہو رہا اب کون نیچے جائے پانی پینے ..... ہاتھ پاؤں اٹھ ہی نہیں رہے ہیں .... اور میرا خیال ہی کسے ہے یہاں... صاحب اپنے گاؤں کے ہونے کے ناطے تھوڑا بہت خیال رکھتے ہیں .... پر بی بی جی .... پتہ نہیں مجھے کیوں اتنا ڈر لگتا ہے بی بی جی سے ..... شاید صاحب بھی ڈرتے ہیں ان سے ..... گاؤں میں ہوتا تو ماں رات بھر میرے سرہانے بیٹھی رہتی ...... اس کے پاس پیسہ نہیں ہے تو کیا ممتا تو ہے ..... اس سے اچھا تھا میں گاؤں سے آتا ہی نہیں..... پر بھگوان کو شاید یہی منظور تھا..... آج بھی مجھے بہت اچھی طرح یاد ہے۔

(فلش بیک موسیقی)

ماں: او رم اوا..... صبح ہی صبح کدھر جاتا ہے۔

رام سنگھ: وہ آج سامنے والے گاؤں میں دنگل ہے ..... میں اور کلوا دہی جا رہے ہیں۔

ماں: (نقل بناتے ہوئے) میں اور کلوا دہی جا رہے ہیں ..... بیٹا دیکھ تیری یہ روز روز گھومکڑی مجھے پسند نا ہے .... نہیں جائے گا کوئی دنگل ونگل دیکھنے۔

رام سنگھ: (مناتے ہوئے انداز میں) او.... ماں..... جانے بھی دے نا آج ...... اچھا پھر نہیں جاؤں گا کبھی۔

ماں: (بناوٹی غصے سے) تو تو روز ایسا ہی کہتا ہے۔

رام سنگھ: نہیں ماں .... اب کی بار ایک دم لاسٹ۔

ماں: لاسٹ واسٹ میں کچھ نہیں جانتی ہوں..... پتہ نہیں آٹھویں کیا پاس کر لی ہے...... اپنے آپ کو بالکل انگریز ہی سمجھتا ہے۔

رام سنگھ: ماں.... او.... ماں ..... بہت ناراض ہے کیا۔

ماں: مر گئی تیری ماں۔

رام سنگھ: (تھوڑے اداس لہجے میں) میں.... ما.... اچھا لے ماں نہیں جاتا؟

ماں: (تھوڑا لاڈ سے) دنگل دیکھنے کو من کر رہا ہے تیرا؟

رام سنگھ: ہاں ماں .... پر اب نہیں جاؤں گا۔

ماں: (اداس انداز میں) بیٹا تیرا گھومنا مجھے برا تھوڑے ہی لگتا ہے ...... پر میں چاہتی ہوں کی اب تو بھی گھر کی کچھ ذمہ داری سمجھے..... اچھا جا بیٹا جا.... دیکھ آ دنگل۔

رام سنگھ: ماں تو بالکل فکر مت کیا کر.... سب ٹھیک ہو جائے گا..... اچھا میں جاؤں ماں ؟

ماں: ہاں بیٹا جا۔

رام سنگھ: (آواز دور ہوتی ہوئی) دوپہر تک لوٹ آؤں گا ماں!

ماں: (اپنے آپ میں بڑبڑاتی ہے) ابھی تک اس کا بچپنا نہیں گیا ہے۔

صاحب: (قریب آتے ہوئے) چاچی رام... رام

ماں: ارے آنند بیٹا تو ..... رام... رام... آ... آ بیٹھ کیسا ہے رے .... کب آیا شہر سے ..... منشی جی کہہ رہے تھے وہ کیا کہہ رہے ہیں .... رام بھلا کرے ہاں ..... تو بہت بڑا انجینئر ہو گیا ہے۔

صاحب: ہاں چاچی ہاں منشی کاکا کہہ رہے تھے۔

ماں: بڑے .... بڑے پل .... سڑک اور پتہ نہیں کیا کیا بنواتے ہے اور تیرے نیچے سینکڑوں نوکر ہیں۔ ..... کیوں بیٹا ؟

صاحب: پر چاچی تیرے لیے تو وہی آنو ہوں۔

ماں: ہاں بیٹا...... تمہارے پریوار کا پیار ہی تو ہے جو تم اب بھی ہمیں یاد کر لیتے ہو ..... ورنہ ہماری اور تمہاری کیا برابری ..... رم او کے باپو کارندے ہی تو تھے تمہارے بابو جی کی ذمہ داری .... اور ہماری کوئی رشتہ داری تھوڑے ہی ہے بیٹا..... اور جو تھوڑا مالک نوکر کا رشتہ تھا وہ رم او کے باپو کے گزر جانے کے بعد ختم ہو گیا .... پر بیٹا یہ تو تمہارا بڑپن ہی ہے کہ تم اب بھی جب کبھی گاؤں آتے ہو ہماری خیر خبر لینے ضرور آتے ہو !

صاحب: چاچی تو بالکل فکر نہ کر.... میری مانے تو رامو سنگھ کو میرے ساتھ بھیج دے ..... میں اسے کہیں نہ کہیں ضرور لگوا دوں گا ..... آٹھویں پاس تو ہے ہی وہ ..... اور جب تک کہیں اس کی نوکری نہیں لگتی ہے۔ وہ میرے پاس رہے گا ..... اپنی بھابھی کا ہاتھ بٹا دیا کرے گا تھوڑا بس اور کیا۔ اور رہی کھانے پینے .... کپڑے لتے کی بات تو جیسا ہم کھائیں گے ویسا ہی وہ کھائے گا ....

جیسا ہم پہنیں گے ویسا وہ پہنے گا اور اس کے علاوہ میں الگ سے سے تجھے ایک سو پچاس روپیہ بھیج دیا کروں گا ہر مہینہ۔

ماں: ڈیڑھ سو روپیہ ۔۔۔ بیٹا کیوں اس بڑھیا سے مذاق کرتے ہو !

صاحب: مذاق نہیں چاچی ۔۔۔ میں بالکل سچ کہہ رہا ہوں ! تو بھیج کر تو دیکھ میرے ساتھ رام سنگھ کو۔ دیکھ اس کے لیے کیا کرتا ہوں۔

ماں: اچھا بیٹا ۔۔۔ اگر ایسا ہے تو تو آج ہی اسے اپنے ساتھ لیتا جا ۔۔۔۔

(فلش بیک ختم)

(دو عورتیں اور ایک مرد کی ملی جلی آوازیں)

مسز ورما: مسز سکینہ ۔۔۔ ابھی جو آپ نئی ساڑی لائی ہو وہ تو دکھاؤ۔

میم صاحب: ہاں ہاں ابھی دکھاتی ہوں ۔۔۔۔ پہلے چائے واٹے تو پی لیجئے۔

مسز ورما: ارے چائے تو پئیں گے ہی پر ساڑی تو دکھایئے۔

میم صاحب: اچھا بابا دکھاتی ہوں ۔۔۔۔۔ (وقفہ) یہ لیجئے۔

مسز ورما: واہ واہ کیا پرنٹ ہے ۔۔۔۔ کیا شیڈ ہے۔

میم صاحب: آپ کے بھائی صاحب کی پسند ہے۔

مسز ورما: بھائی صاحب کی پسند کی بھی جواب نہیں۔

صاحب: (تھوڑا مذاق سے ہنستے ہوئے) ۔۔۔۔ ہاں ۔۔۔ ہاں ۔۔۔ ہماری پسند کا جیتا جاگتا ثبوت آپ کے سامنے ہی بیٹھا ہے ۔۔۔۔۔ ہے نا داد دینے لائق۔

میم صاحب: بس۔ بس رہنے بھی دیجئے ۔۔۔ (وقفہ) آپ تو ایسے ہی کہتے رہتے ہیں۔ پتہ نہیں یہ رام سنگھ کیا کر رہا ہے اتنی دیر سے چائے نہیں لایا ابھی تک ۔۔۔۔

(آواز لگاتی ہے) رام سنگھ اور رام سنگھ ۔۔۔۔ چائے نہیں بنی کیا ۔۔۔۔۔

رام سنگھ: (دور سے) بس ابھی لایا ۔۔۔ (وقفہ) یہ لیجئے یہ رہی چائے ۔۔۔۔ کہاں رکھ دوں بھابی ۔۔۔۔

مسز ورما: (چونکتے ہوئے) ۔۔۔۔ اسے ۔۔۔۔ بھابی ۔۔۔۔ (تھوڑا طنز سے) کیوں مسز سکینہ یہ آپکے دیور ہیں۔

میم صاحب: (جھینپتے ہوئے) نہیں ۔۔۔۔ نہیں ۔۔۔ ان کے گاؤں کا ہے نا اس لیے ۔۔۔۔ !

مسز ورما: پر ہے تو نوکر ہی ۔۔۔۔۔ اتنا سر نہیں چڑھانا چاہیے آپ کو ۔۔۔۔ اچھا ۔۔۔ اب چلتی ہوں نمستے۔

(ملی جلی ہوئی آواز ۔۔۔ نمستے)

میم صاحب: (جھلائے انداز میں) لو کٹوا دی نا ناک ۔۔۔۔ اب مسز ورما ساری کالونی میں کہیں گی کہ سکینہ صاحب کا نوکر انہیں بھائی صاحب اور ان کی مسز کو بھابی کہتا ہے ۔۔۔۔ میں نے پہلے ہی منع کیا تھا کہ اپنے گاؤں کے آدمی کو نوکر مت رکھو ۔۔۔۔ پر آپ میری مانتے ہی کہاں ہیں۔

صاحب: تم سمجھتی کیوں نہیں ہو ۔۔ کسی غیر آدمی کو نوکر رکھنا ۔۔۔ کبھی کا سارا سامان لے کر چمپت ہو گیا ہوتا۔

میم صاحب: ہاں ۔۔۔ ہاں ۔۔۔ تم تو ایسا کہو گے ہی۔

صاحب: اچھا تم فکر نہ کرو میں رام سنگھ کو سمجھا دوں گا (رام سنگھ کو آواز لگاتا ہے ۔ آواز دور سے نزدیک آتے ہوئے)

صاحب: رام سنگھ ۔۔۔ آؤ یہاں بیٹھو۔

رام سنگھ: جی !

صاحب: دیکھو تم میرے بھائی کی طرح ہو نا ۔۔۔۔

رام سنگھ: جی بھائی صاحب ۔۔۔ آپ تو میرے پوجنیئے ہیں۔

صاحب: (تھوڑا جھجک کر سمجھاتے ہوئے) دیکھو اکیلے میں تم مجھے بھائی صاحب یا انہیں بھابی ۔۔۔ کچھ بھی کہو پر جب کوئی مہمان آیا کرے تو ۔۔۔۔

رام سنگھ: میں سمجھ گیا بھائی صاحب (تھوڑی بھاری آواز میں) میں نے مسز ورما کی ساری باتیں سن لی ہیں اور ۔۔۔ اور اس میں غلط بھی کیا ہے ۔۔۔۔ اب میں سب کے سامنے آپکو صاحب اور بھابی کو بی بی جی کہا کروں گا۔

صاحب: ہاں ۔۔۔۔ ہاں ۔۔۔۔ تم کتنے سمجھدار لڑکے ہو۔

(فلیش ختم)

میم صاحب: رام سنگھ ۔۔۔۔۔ انشو پپی کو کھانا کھلا دیا ؟

رام سنگھ: جی بی بی جی

میم صاحب: تین بج گیا ہے ۔۔۔ اب تو بھی کھانا کھا لے۔

رام سنگھ: اچھا بی بی جی ۔۔۔۔

(رامو اپنے لیے کھانا پروستا ہے)

رام سنگھ: (دھیمی آواز میں) نا جانے بی بی جی نے بوری کہاں رکھ دی ہے۔ چلو فرش پر ہی بیٹھ جاتا ہوں کافی صاف ہے ۔۔۔۔

(کھانا کھاتے ہوئے)

پپی: رام سنگھ ۔۔۔۔ (نزدیک آتی ہوئی آواز) مجھے بازار سے ربڑ لا کے دے ۔۔۔ بستے میں مل ہی نہیں رہی ہے۔

رام سنگھ: ابھی دو منٹ میں لاتا ہوں پپی ۔۔۔۔ ذرا کھانا کھا لوں۔

پپی: نہیں، پہلے میری ربڑ لے کے آ۔ مجھے ڈرائنگ بنانی ہے ۔۔۔۔

رام سنگھ: بس تھوڑی دیر رکو پپی ۔۔۔ اتنا سا رہ گیا ہے یہ اور کھا لوں۔

پپی: نہیں ۔۔۔۔ پہلے ربڑ لا ۔۔۔۔ اٹھتا ہے یا نہیں ۔۔۔۔

رام سنگھ: ابھی اٹھتا ہوں پپی ۔۔۔۔ بس ایک روٹی اور ۔۔۔۔

پپی: اچھا ۔۔۔ تو نہیں اٹھے گا ۔۔۔ نہیں اٹھے گا (تھالی میں لات مارنے کی آواز) ۔۔۔ تو ۔۔۔ لے ۔۔۔ اٹھ

رام سنگھ: (غصے میں) تو نے میرے کھانے کو لات ماری ۔۔۔ (تھپڑ مارنے کی آواز) لے ۔۔۔۔ یہ لے ربڑ ۔۔۔۔ یہ لے۔

پپی: (روتے ہوئے) اوں ۔۔۔۔ اوں ۔۔۔ اوں ۔۔۔۔ اوں ۔۔۔ م ۔۔۔ می ۔۔۔ می ۔۔۔ رام سنگھ نے مجھے مارا ۔۔۔ اوں ۔۔۔ اوں ۔۔۔۔ اوں ۔۔۔۔ اس نے مجھے مارا، اس کو ماریئے۔

میم صاحب: (نزدیک آتی آواز) کیا ہوا ۔۔۔۔ کیا ہوا پپی ۔۔۔۔

پپی: رامو نے مارا ۔۔۔۔ اوں ۔۔۔۔ اوں ۔۔۔ اوں

میم صاحب: کیوں رے ۔۔۔۔ کیوں مارا تو نے اسے۔

رام سنگھ: بی بی جی ۔۔۔ اس نے میرے کھانے کو لات ماری۔

پپی: رام سنگھ جھوٹ بولتا ہے می ۔۔۔ میں نے تو اسے بازار سے ربڑ منگائی تھی ۔۔۔ اس نے غصے میں کھانا اٹھا کے پھینک دیا ۔۔۔ بولا ۔۔۔۔ نہیں لاؤں گا تیری ربڑ ۔۔۔ ہر وقت حکم چلاتا رہتا ہے ۔۔۔۔ اور پھر مجھے مارا ۔۔۔ اوں ۔۔۔ اوں ۔۔۔ اوں ۔۔۔۔

رام سنگھ: نہیں بی بی جی ۔۔۔۔ میں سچ کہہ رہا ہوں ۔۔۔۔ پپی نے میرے کھانے کو لات ماری ہے۔

میم صاحب: (طنز سے) اتنا چھوٹا بچہ جھوٹ بولتا ہے اور تو سچ بولتا ہے۔ ہوں ۔۔۔ ہوں ۔۔۔ شرم نہیں آتی تجھے ۔۔۔ جس کا کھاتا ہے اسی پہ غراتا ہے ۔۔۔ کتا کہیں کا۔

رام سنگھ: (غصے سے) ہاں ۔۔۔ ہاں ۔۔۔ میں کتا ہوں۔ جس کا کھاتا ہوں اسی پہ غراتا ہوں ۔۔۔ میں اب نہیں رہوں گا یہاں ۔۔۔۔ نہیں کروں گا ایسی نوکری میں کتا ہوں نا۔ آج ہی اپنے گاؤں چلا جاؤں گا چاہے مجھے بھوکا ہی کیوں نہ مرنا پڑے۔

میم صاحب: (غصے سے) ہاں ۔۔۔ ہاں ۔۔ چلا جا فوراً چلا جا ۔۔۔ یہاں رہ کے کونسا احسان کر رہا ہے ہمارے اوپر ۔۔۔ کھانا پینا سب ہمارے سر ۔۔۔ اور ڈیڑھ سو روپے مہینہ تیرے گھر بھیجیں اور اوپر سے تیری یہ حرام خوری ۔۔۔

رام سنگھ: ٹھیک ہے بی بی جی ۔۔۔۔ میں جا رہا ہوں ۔۔۔ اب کبھی لوٹ کر نہیں آؤں گا ۔۔۔ کبھی نہیں آؤں گا ! کبھی نہیں آؤں گا۔

(جاتے ہوئے تیز قدموں کی آواز)

(نیا منظر)

(بھینس کے ڈکارنے کی آواز)

ماں: ارے رامو ...... تو ..... تو ..... کتنے دنوں بعد آیا ہے رے ..... کیا بالکل یاد نہیں آتی تھی

رام سنگھ: نہیں ماں ..... تو تو ہر پل ..... ہر چھن مجھے یاد آتی تھی ..... تیری بول سننے کو میں ترس گیا تھا۔ ماں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے چھوڑ کر آگیا ہوں ..... اب تیرے ہی پاس رہوں گا .....

ماں: (چونک کر) ہمیشہ ... ہمیشہ کے لیے ..... بیٹا میں سمجھی نہیں .....

رام سنگھ: ہاں ماں ..... میں نوکری چھوڑ کے آیا ہوں .....

ماں: (تعجب سے) نوکری چھوڑ کے ... مگر کیوں؟

رام سنگھ: اماں .... میں اب وہاں نہیں رہ سکتا .....

ماں: پر رموا ..... تو کیوں نہیں رہنا چاہتا وہاں ..... کیا تکلیف ہے تجھے آنند کے پاس؟

رام سنگھ: تکلیف ...... کیا تکلیف نہیں ہے مجھے وہاں .....

ماں: پر رموا ..... یہ تو سوچ بھلا تو نوکری چھوڑ دے گا تو پھر گھر کا خرچ ..... مینا کی شادی ..... ہر مہینے تیرے منی آرڈر کے روپیوں میں سے تھوڑے روپیے پرمو کو گھر خرچ کو دوہوں اور باقی مینا کی شادی کے لیے جوڑ دیتی ہوں۔

رام سنگھ: اماں روپیوں کی ہی بات ہے نا ..... میں یہاں مزدوری کر لوں گا ..... یا تانگہ چلا لوں گا ..... پر اب وہاں واپس نہیں جاؤں گا ....

ماں: پر بیٹا ..... یہ تو سوچ اگر تو آنند کے پاس رہے گا تو وہ تجھے کہیں نہ کہیں سرکاری نوکری دلوا ہی دیں گے ... پچھلے مہینے جب وہ گاؤں آئے تھے تب بتا رہے تھے ..... جلد ہی ایک جگہ خالی ہونے والی ہے ..... وہاں لگوا دیں تجھے ..

رام سنگھ: نہیں اماں تو نہیں جانتی ہے ..... سرکاری نوکری کے بہانے .... مجھے گھر کا نوکر بنا لیا ہے انھوں نے۔

ماں: (ڈانٹتے ہوئے) رامو ..... آنند کے بارے میں ایسی باتیں کرتے شرم نہیں آتی تجھے ..... کیا گھر کا نوکر بنا رکھا ہے ..... بہت سے بہت گھر کے کام میں ہاتھ بٹا دیتا ہوگا بس یہی نا

رام سنگھ: اماں ..... آ ..... تو نہیں سمجھے گی ..... پر اب تو چاہے کچھ بھی کہہ لے میں اب واپس نہیں جاوں گا۔

ماں: (جھلا کر) اب تو جانے تیرا کام جانے ..... تیرو جو من میں آئے وہ کر ..... تجھے کیا فکر ہے چھوٹی بہن کی شادی کی ..... اس کی فکر تو بس مجھے ہی ہوگی نا ..... تجھے تو بس اپنی ہی فکر ہے بس ..... صرف اپنی —

رام سنگھ: (خوشامدی آواز میں) اماں ..... آ ..... ماں ..... ناراض مت ہو ..... آ ..... م ..... ما ...

ماں: اب خوشامد مت کر ..... مگر کچھ بھی کرنے سے پہلے اپنے بڑے بھیا سے بھی صلاح لے لے ...... اس کے بعد ہی ...

رام سنگھ: اچھا اماں ..... بھیا سے بھی پوچھ لوں گا ..... بس اب تھوڑی دیر لیٹ لوں ..... کافی تھک گیا ہوں (لیٹتے ہوئے اپنے آپ میں بڑبڑاتا ہے) کتنی شانتی ہے یہاں —

(تھوڑی دیر شانتی رہتی ہے کوئل کے کوکنے کی آواز)

(سائیکل کی گھنٹی کی آواز — نزدیک آتی ہوئی)

(باتوں کی آواز)

پرمو کی بہو: آگئے آپ ... (طنز سے) ذرا اپنے بھائی صاحب سے تو مل لو۔

پرمو: بھائی صاحب ... کون بھائی صاحب۔

پرمو کی بہو: ارے رامو۔

پرمو: رامو ..... ارے رامو آیا ہے کیا ..... ؟

پرمو کی بہو: ہاں ہاں ٹھیک کہہ رہی ہوں یہاں تانگہ چلائے گا ..... مزدوری کرے گا ..... ناک کٹوانے پر سے آپ کی ..... ماسٹر صاحب کا بھائی تانگہ چلائے گا ...... مزدوری کرے گا ..... ہوں

پرمو: اچھا تم اب چپ بھی رہو گی یا نہیں ..... میں دیکھتا ہوں کیا بات ہے۔

پرمو کی بہو: ہاں ..... ہاں ..... تم بھی دیکھ لو ..... اماں جی تو سمجھاتے سمجھاتے تھک ہار کے چلی گئیں۔

(نیا منظر)

رام سنگھ: رام ... رام بھیا

پرمو: رام ..... رام ..... رامو کیا میں جو کچھ سن رہا ہوں وہ سچ ہے۔

رام سنگھ: ہاں بھیا

پرمو: کیا تم نے واقعی میں طے کر لیا ہے کہ تم یہاں مزدوری کرو گے ... یا ... تانگہ چلاؤ گے۔

رام سنگھ: ہاں بھیا۔

پرمو: پر تم نے یہ بھی سوچا کہ گاؤں والے کیا کہیں گے۔ کیا سوچیں گے۔

رام سنگھ: گاؤں والے میرے بارے میں کیا سوچیں گے اس سے مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا۔

پرمو: پر مجھے تو پڑتا ہے۔

رام سنگھ: آپ چاہیں کچھ بھی کہیں بھیا، پر میں واپس نہیں جاؤں گا وہاں۔

پرمو: (تیز آواز میں) تیری عقل ماری گئی ہے بالکل

رام سنگھ: (لگ بھگ چیختے ہوئے) آپ بھی بھابی کی باتوں میں آکر .....

پرمو: میں ..... میں ..... تیری بھابی کی باتوں میں ..... ہاں ..... اب تو زبان لڑانا بھی سیکھ گیا ہے بڑوں سے۔

رام سنگھ: (تھکے ہوئے انداز میں) نہیں بھیا ..... میرے کہنے کا مطلب یہ نہیں تھا ..... اچھا آپ جیسا کہتے ہیں ویسا ہی کروں گا ..... مزدوری نہیں کروں گا ..... تانگہ بھی نہیں چلاؤں گا ..... بس ..... اب تو ٹھیک ہے۔

پرمو کی بہو: (تھوڑا دور سے) تو کرے گا کیا یہاں مفت کی روٹی توڑے گا، ملنگ بنا گھومتا پھرے گا۔

رام سنگھ: (لگ بھگ چیختے ہوئے) ... بھابی

پرمو کی بہو: (طنز سے) ہاں ..... ہاں ..... چلاؤ تو ایسے رہے ہو جیسے بابو جی کوئی بڑی بھاری روکڑ چھوڑ گئے ہیں ..... جو تم زندگی بھر کھاتے رہو گے .....

رام سنگھ: (لگ بھگ روہانسی آواز میں) ... ٹھیک ہے ..... ٹھیک ہے۔ آپ نہیں چاہتے نا کہ میں یہاں رہوں ..... تو نہیں رہوں گا ..... میری ہی غلطی تھی جو میں یہاں آیا .. کسی کو میری بالکل بھی فکر نہیں ہے ..... اماں کو ..... منیا کی شادی کی فکر ہے ..... آپ کو اپنی عزت کی ..... بھلا میری فکر کر کے کیا ہوگا ..... اب نہیں رہوں گا میں یہاں ... ایک پل بھی نہیں ..... میں جا رہا ہوں بھیا ..... اماں میں جا رہا ہوں ..... اب کبھی گاؤں واپس نہیں آؤں گا ..... کبھی نہیں ...

(دور ہوتی ہوئی آواز)

(سین کی تبدیلی کی موسیقی)

(رات کا ماحول — کتے بھونک رہے ہیں — دور سے قدموں کی نزدیک آتی ہوئی آواز)

رام سنگھ: (بڑبڑاتا ہے) کیا سوچ کر گاؤں واپس گیا تھا اور کیا پایا آخر ..... میری مجبوری مجھے پھر اسی شہر میں واپس لے آئی ..... سامنے پھر وہی دروازہ ہے ..... کیا پھر سے ہی کھٹکھٹاؤں ..... جہاں میں اتنا اپمان ہوا ہوں ..... مگر اور پھر چارہ ہی کیا ہے ..... اتنے بڑے شہر میں آخر میں جاؤں گا بھی کہاں ..... ؟ (ٹھنڈی سانس بھر کر) چلو یہی سہی۔

(دروازہ پر ہلکی دستک ..... ایک تیز سنگیت کے ساتھ میم صاحب کی آواز کا ابھرنا — کتا کہیں کا ..... کتا کہیں کا ..... کتا کہیں کا .....)

رام سنگھ: (چیخ کر) ہاں ..... ہاں ..... میں کتا ہوں ..... جو اتنے اپمان کے باوجود پھر اسی دروازہ پر کھڑا ہوں۔ (روتا ہے — گہری سانس لے کر) مگر اتنے بڑے شہر میں کیا محض یہی ایک دروازہ ہے ..... اگر مجھے ایسے ہی راتوں کو ٹھنڈ میں مرنا ہے تو پھر اسی دروازہ پر کیوں ..... دیشائیں اور بھی ہو سکتی ہیں ... انیک دیشائیں ..... ہاں ٹھیک ہے میں یہاں سے واپس ہو جاتا ہوں ..... ہاں ... (جاتے ہوئے قدموں کی آواز)

میم صاحب: (اندر سے آتی ہوئی آواز) کون ... کون ..... پتہ نہیں اتنی رات کو کون آیا ہے (کھڑاک سے دروازہ کھلنے کی آواز) ارے یہاں تو کوئی نہیں ہے ...... مگر وہ کون جا رہا ہے ..... شاید رام سنگھ ..... پر اس نے اگر دروازہ کھٹکھٹایا ہوتا ..... تو پھر واپس کیوں جاتا ..... نہیں وہ رام سنگھ نہیں کوئی اور ہی ہے ..... وہ اب کبھی ..... واپس نہیں آئے گا ..... کبھی نہیں .....

(رام پور سے نشر)

تحریر و ترتیب: عزیز انصاری

چوہوں سے فصلوں کا بچاؤ

دنیا کے زیادہ تر ممالک میں "چوہے" ایک ایسا مسئلہ بنے ہوئے ہیں جس کا مکمل طور پر ابھی تک کوئی حل نہیں کھوجا جا سکا۔ انھیں پکڑنے کے کئی طریقے اپنے اپنے حساب سے دنیا کے زراعت کرنے والے اپناتے رہے ہیں۔ افریقہ میں بھی کئی سالوں سے ایک طریقہ بڑا مقبول ہے۔ اس میں چوہوں کو کھیتوں ہی میں پکڑ کر ختم کر دیا جاتا ہے۔ اس طریقے کو اب دنیا کے کئی دیگر ممالک میں بھی اپنایا جانے لگا ہے۔

چوہے چٹپٹی اور ذائقہ دار چیزیں کھانے کے بڑے شوقین ہوتے ہیں۔ ان کی اس کمزوری کا فائدہ اس طریقے میں اٹھایا جاتا ہے۔ کچھ جگ نما برتن کھیتوں میں گاڑ دیئے جاتے ہیں اور ان کے منہ پر بھنے ہوئے دانے رکھ دیئے جاتے ہیں۔ برتن میں چپکنے والا رقیق — اس کی آدھی اونچائی تک بھر دیا جاتا ہے، جب چوہے کھیتوں میں آتے ہیں تو بھنے ہوئے خوشبودار دانوں پر فوراً لپکتے ہیں دانے برتن کے منہ پر دائرے کی شکل میں رکھے رہتے ہیں، اور چوہوں کو عادت سیدھے دوڑنے کی زیادہ ہوتی ہے۔ جب دانے کھانے کے لیے انھیں گول گھومنا پڑتا ہے تو وہ اپنا توازن برقرار نہیں رکھ پاتے اور برتن میں گر جاتے ہیں۔ جس میں چکنا، چپکنے والا رقیق بھرا ہوتا ہے۔ اس برتن سے وہ باہر نہیں نکل پاتے اور انجام وہی ہوتا ہے جس کے لیے یہ سب کچھ کیا گیا ہوتا ہے۔

اس طریقے سے چوہوں کو پکڑنے کا سب سے اچھا وقت بوائی کے بعد یا پھر فصل کی کٹائی کے بعد ہوتا ہے۔ کوشش یہ کرنا چاہیئے کہ انھیں ان کے بچے پیدا ہوں اس سے پہلے ہی پکڑ لیا جائے ورنہ ان کی تعداد میں اور زیادہ اضافہ ہو جائے گا اور ہمیں زیادہ وقت انھیں پکڑنے میں برباد کرنا پڑیگا اور دقت بھی اٹھانی پڑے گی۔

اس طریقے سے بہترین نتائج حاصل کرنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ جگ نما برتن جسے ہم استعمال کرنے جا رہے ہیں کافی لمبا ہو۔ اوپر سے اس کا منہ بھی کافی کشادہ ہو۔ ایک پورا انسانی بازو اس میں آسانی سے چلا جانا چاہیئے۔ یعنی اس برتن کی گہرائی ۶۰ سے ۸۰ سینٹی میٹر یا ۲ سے ۲½ فٹ ہونی چاہیئے۔ اگر آپ کے پاس اس طرح کا کوئی برتن پانی بھرنے کے کام میں آ رہا ہو تو آپ اس کا بھی استعمال کر سکتے ہیں لیکن اس استعمال کے بعد اسے دیگر کسی اور کام میں استعمال کرنا مناسب نہیں ہوگا۔ اگر کھیت میں چوہے زیادہ ہیں تو ایک ایکڑ کے کھیت میں ۲ برتن یا ایک ہیکٹر کے کھیت میں ۵ برتن تک رکھے جا سکتے ہیں۔ اگر چوہے کم ہیں تو ایک یا ۲ برتن سے بھی کام چل سکتا ہے۔

برتن کے بعد آپ کو پانی کی ضرورت ہوگی اور اس سامان کی جس سے پانی کو گاڑھا اور چپچپا بنایا جا سکے تاکہ اگر چوہا اس میں گر جائے تو باہر نہ آ سکے۔ اس طرح کا مکسچر ہم کیسے بنا سکتے ہیں؟ اس کے لیے ہمیں تھوڑا سا گڑ پانی میں ڈال کر ابال سکتے ہیں یا کوئی اور چیز جس سے پانی گاڑھا اور چپچپا ہو جائے۔

مکسچر تیار ہو جانے پر اسے برتن میں قریب آدھی گہرائی تک بھر دیجئے۔ اس گہرائی سے زیادہ ہرگز نہ بھریئے ورنہ چوہوں کے باہر نکل جانے کا خطرہ بنا رہے گا۔ زیادہ اچھا ہو آپ شام کے وقت مکسچر کو برتن میں ڈالیں کیونکہ اکثر چوہے رات ہی میں اپنا ڈنر کرنا پسند کرتے ہیں۔

اس برتن تک چوہوں کو بلانے کے لیے خستہ بھنے ہوئے دانے جو کہ گیہوں، چاول مکا وغیرہ فصلوں کے ہو سکتے ہیں، استعمال کیے جا سکتے ہیں۔ کوشش یہ کرنی چاہیئے کہ دانے رکھتے وقت ہمارے ہاتھ کی انگلیاں ان سے چھو نہ پائیں ورنہ دانے سونگھ کر چوہے اندازہ لگا سکتے ہیں کہ کسی انسانی انگلیوں نے انھیں جمایا ہے اور ان کا مقصد ہمیں دعوت دینا نہیں بلکہ ہماری جان لینا ہی ہوگا۔ اس لیے اس بات کا بہت خیال رکھنا چاہیے اور بڑے احتیاط سے برتن کے منہ پر ان بھنے ہوئے خستہ دانوں کا ایک دائرہ بنا دینا چاہیئے۔

چوہے آئیں گے اور انھیں دانے کھانے کے لیے گول گھومنا ہوگا جو کہ ان کی عادت کے خلاف ہے۔ نتیجہ یہی ہوگا کہ وہ اپنا توازن کھو بیٹھیں گے اور برتن میں گر کر مر جائیں گے۔ ہر صبح آپ کو انھیں برتن میں سے نکال کر کہیں دور گاڑ دینا ہوگا۔ اور ہر شام کو دانوں کا تازہ دائرہ برتن کے منہ پر اسی طرح بناتے رہنا ہوگا۔

دو تین دن بعد برتنوں کو اپنے پہلے مقام سے نکال کر دوسری جگہوں پر اسی طرح گاڑ دینا ہوگا۔ اور یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رکھنا ہوگا جب تک چوہے آپ کے کھیت سے ختم نہیں ہو جاتے۔ زمین میں گاڑے گئے برتنوں کا استعمال کسی اور کام میں ہرگز نہ کریں جب تک انھیں صابن اور گرم پانی سے کئی کئی بار دھو نہ لیا گیا ہو ورنہ چوہوں کے جراثیم آپ کی صحت کو نقصان پہنچا سکتے ہیں۔

ہرا باغ نالے میں

کیریبین میں ایک جزیرہ ہے "باربے ڈوس"۔ یہاں زمین سمندری سطح سے کافی اونچائی پر ہے۔ بارش کا پانی ڈھال پر کافی تیزی سے بہہ کر نالے میں ملتا ہے۔ یہاں پانی کے تیز بہاؤ سے زمین کٹ کٹ کر نالے جیسی ہو گئی تھی لیکن اب زمین کا کٹاؤ رک گیا ہے۔ کٹاؤ رک جانے کی وجہ یہی ہے کہ زمین کے مالک کسان نے یہاں کئی طرح کے درخت اور پودے لگا دیئے ہیں۔ اب ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہاں پانی بہتا نہیں بلکہ تفریح کرتا ہے۔ زمین وہی ہے، زمین کا ڈھال وہی ہے لیکن اب زمین کا کٹاؤ رک گیا ہے اور پانی کے بہاؤ میں اتنی تیزی بھی نہیں رہ گئی ہے۔

یہاں زمین کے ایک ایسے اوپری سرے پر کھڑے ہو جاؤ جہاں سے ہلکا ہلکا ڈھال شروع ہوتا ہے۔ یہیں سے زمین بہہ کر نیچے نالے میں گرتی ہے۔ لیکن اب کسان نے اسے روک دیا ہے۔ سب سے پہلے اس نے یہاں ایسی لیگومینس جھاڑیاں لگائی ہیں جن سے زمین کی پیداوار کی طاقت میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔ یہاں نیچے اتر جائیے تو عمدہ قسم کے کیلے کے درخت دکھائی دیتے ہیں۔ کیلے کے بعد پھر ویسی ہی لیگومینس جھاڑیاں اور پھر کیلے کے درخت یہاں زمین بہت ہی عمدہ پائی جاتی ہے۔ اوپر سے جتنی بہترین قسم کی زمین کی سطح بہہ کر آتی ہے یہاں جمع ہو جاتی ہے۔ یہاں چارے کی کاشت کسان کرتا ہے اور پھر سبزیاں اگاتا ہے۔ داہنی طرف کے ڈھال پر اس نے ناریل کے درخت لگا رکھے ہیں اور یہ ناریل کے درخت کے ارد گرد اس نے چار چار لیگومینس جھاڑیاں لگا رکھی ہیں۔ یہ جھاڑیاں ناریل کے درخت کے تنے سے قریب ایک میٹر کی دوری پر لگا دی گئی ہیں۔

جہاں بھی لیگومینس پودے یا جھاڑیاں لگائی جاتی ہیں، وہاں کی زمین کو نائٹروجن کچھ زیادہ ملنے لگتی ہے۔ یہاں ان جھاڑیوں سے جو نائٹروجن زمین کو ملتی ہے وہ ناریل کے درخت کے لیے کام میں آ جاتی ہے۔ اس طرح ناریل کے درخت کو نائٹروجن دیئے بغیر نائٹروجن ملتی رہتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس طرح کی جھاڑیاں کسان نے ناریل اور کیلے کے درختوں کے قریب لگا رکھی ہے۔ یہ جھاڑیاں زمین کے کٹاؤ کو بھی روک دیتی ہیں اور زمین کو بہنے سے بھی بچاتی ہیں۔ یہ سب کچھ ۱۰ × ۲۵ میٹر کے زمین کے ٹکڑے پر جس میں کافی ڈھال ہے کیا گیا ہے۔

کیا ہمارے کسان اپنی زمین پر یہ سب کچھ نہیں کر سکتے؟

بدردحوں کا عمل دخل خاندان کا شیرازہ بکھرنے میں پوری طرح آزاد ہوتا ہے۔ اس فطری امر کا شکار اس کا خاندان بھی ہے۔

اس نے گھر والوں کو کئی بار لکھا ہے، ملنے پر اُن سے بار بار درخواست بھی کی ہے کہ ہر طرح کے خانگی معاملات میں اسے بھی شریک رکھا جائے اسے ہر وقت مطلع کیا جائے، اس کی رائے لی جائے۔ ہر ملاقات میں اصولاً یہ بات مان بھی لی جاتی ہے مگر جب کوئی ایسا موقعہ سامنے آتا ہے تو وہ لوگ اس کی ساری عرض داشتیں، گزارشیں اُن جامی چیزوں کی طرح کباڑ خانے میں پھینک کر بھول جاتے ہیں۔ اسے اکثر اس وقت یاد کیا جاتا ہے جب سارے معاملات بڑی بہو کی مرضی کے مطابق طے ہو جائیں۔ اسے کئی دفعہ یہ خیال آیا ہے کہ جب معاملہ ہی طے ہو جائے تو مجھ سے ہاں کہلوانے کی کیا ضرورت باقی رہ جاتی ہے لیکن وہ نہیں چاہتا کہ اپنے دل کی بات کا اظہار کر کے گھر والوں کی ناراضگی مول لے۔ اگر گھر والے اسے بالکل ہی neglect کر دیں تو وہ ان کا کیا بگاڑ سکتا ہے۔ وہ کیسے بھی ہو فی الحال گھر والوں سے جڑا رہنا چاہتا ہے۔ کچے دھاگوں میں بندھا رہنا چاہتا ہے۔ خون کے رشتوں کی یہ کچی ڈور بھی ٹوٹ گئی تو وہ کہیں کا نہیں رہے گا۔ جب گھر والے ہی ٹھوکر مار دیں تو دوسروں سے گلے لگانے کی امید کرتے ہوئے جینا فضول ہے۔ پرائے بھی کبھی اپنے ہو سکتے ہیں۔ آج کے تازہ واقعہ نے اس کی خود داری کو اس کی انا کو ٹھیس پہنچائی ہے یکدم آج اس کی حالت اس بچے کی سی ہو گئی ہے جو میلے کی بھیڑ بھاڑ میں اپنے ہمراہیوں سے بچھڑ گیا ہو۔ جس کے آس پاس انسانوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر ضرور ہے لیکن وہ اکیلا ہے۔ اجنبی لوگوں میں اس کے لئے پیار بھی ہے، ہمدردی بھی، لیکن یہ سارے جذبے اُس اپنائیت کا بدل نہیں ہو سکتے جو اسے اپنے ہمراہیوں سے میسر تھی۔ جس بے لوث چاہت سے اب وہ محروم ہو گیا۔

وہ سوچتا ہے کہ کونج کی طرح جو ڈار سے بچھڑ جانے کے باوجود دوسرے پرندوں میں شامل ہو کر زندہ رہنے پر آسمان کی بے پناہ وسعتوں میں بھٹک بھٹک کر جان دینے کو ترجیح دیتی ہے، کیوں نہ وہ بھی اپنوں سے بچھڑ جانے کے بعد غیروں میں نہ مل کر الگ تھلگ رہتے ہوئے رہی سہی زندگی بسر کرے۔ آخر کب تک وہ اپنی بے زبانی کو جی کا وبال بنائے اپنے ہی لہو کی آگ میں جلتا جائے گا۔ یہ سدا بہار رُت تو بدلنے سے رہی۔ وقت کا تقاضہ ہے کہ وہ نہ چاہتے ہوئے بھی کائناتی غموں سے سمجھوتہ کرے۔

زہر بجھے جملوں کی بوچھاڑ جاری ہے "میں نہ کہتی تھی۔ منجھلے دیور کی شادی کی بھی آپ کو تاریخ مقرر ہو جانے کی اطلاع ملے گی۔ وہ پہلے کون سی آپ کی رائے لیتے تھے جو اب پوچھیں گے" مگر اس نے تہیہ کر لیا ہے کہ چاہے کچھ بھی ہو جائے وہ لمحہ لمحہ بکھرتی، سسکتی زندگی کے بھیانک تصور سے خوف نہ کھاتے ہوئے، اپنے وجود کی شناخت برقرار رکھے گا اور اپنی انا کو ہرگز ہرگز نیلام نہیں ہونے دے گا۔

(آکاش وانی جالندھر سے نشر)

اٹلس

شبیر احمد

معلوم نہیں اٹلس سے اس کی نفسیات کا کیا تعلق تھا۔ جب کبھی بھی کوئی ناخوشگوار واقعہ ہوتا وہ اٹلس لے کر بیٹھ جاتا اور اسے دیکھنے میں اس قدر محو ہو جاتا کہ اپنے گرد و پیش سے بھی بے خبر ہو جاتا۔ گھر کے بچے جب اسے اٹلس دیکھنے میں محو پاتے تو بہت خوش ہوتے اور خوب ادھم مچاتے۔ شطرنج کھیلنے لگتے یا پھر کیرم بورڈ۔ اور کھیلتے وقت آپس میں بلاخوف و خطر بحث و تکرار بھی کرتے۔ کیونکہ بچوں کو اطمینان تھا کہ ان لوگوں کے ہنگامے اور شور و شرابے کی اسے کوئی خبر نہیں ہوگی۔ دو تین گھنٹوں کے لیے بچوں کو پوری آزادی مل جاتی تھی۔ کبھی کبھی ایسا ہوتا کہ وہ ہفتوں اٹلس نہیں دیکھتا اور تب گھر کے بچے پریشان ہو جاتے اور اللہ میاں سے دعائیں کرنے لگتے —

"اے اللہ میاں تو ایسی صورت پیدا کر دے کہ ابو میاں روز روز اٹلس دیکھنے لگیں۔"

اٹلس دیکھنے کی عادت اسے اسکول کے زمانے میں پڑی تھی۔ اسکول میں پہلے دن جب جغرافیہ کا کلاس ہوا تو اسے بتایا گیا کہ دنیا گول ہے۔ اسے یہ جان کر سخت حیرت ہوئی تھی۔ پھر دوسرے دن جب اسے یہ پڑھایا گیا کہ اس گول دنیا میں دو تہائی حصہ پانی کا ہے اور صرف ایک تہائی خشکی کا تو اس کی حیرت میں اور بھی اضافہ ہو گیا۔

کیا جھوٹ موٹ پڑھاتے ہیں ماسٹر صاحب! اس سے بہتر تو مولوی صاحب مکتب میں پڑھایا کرتے تھے:

"رب کا شکر ادا کر بھائی، جس نے ہماری گائے بنائی"

گھر پہنچ کر اس نے اپنی ماں سے دریافت کیا کہ ماسٹر صاحب نے جو پڑھایا ہے کیا وہ صحیح ہے۔ بھلا ماں بیچاری اسے کیا بتاتی، اس نے کبھی کسی اسکول کا منہ نہیں دیکھا تھا — البتہ استانی جی سے قرآن شریف اور کام چلاؤ اردو لکھنے اور پڑھنے کی تعلیم حاصل کر لی تھی۔ حالانکہ اس کی ماں کی بچپن کے زمانے میں لڑکیوں کو صرف اردو پڑھنے کی تعلیم دی جاتی تھی لکھنے کی نہیں۔ اس طرح اس کی ماں تعلیم کے میدان میں اپنی ہم عمر لڑکیوں کے مقابلے میں ایک قدم آگے تھی۔ لیکن جغرافیہ کس چیز کا نام ہے اس حد تک تو وہ بھی نہیں جانتی تھی۔ لہٰذا جب اس نے ماں سے پوچھا کہ "اماں! کیا دنیا گول ہے اور اس میں دو تہائی حصہ پانی کا اور ایک تہائی خشکی کا ہے؟" تو اس کی ماں کچھ بھی نہیں بتا سکی بلکہ بیٹے سے یہ سن کر خود بھی حیرت زدہ ہو گئی تھی۔ مگر اپنی حیرت کو اس نے اپنے بیٹے پر ظاہر نہیں ہونے دیا۔ اور تب ایک دن اس نے جغرافیہ کے استاد سے ہی اپنی حیرت کا اظہار کیا اور جب جغرافیہ کے استاد نے گلوب کی مدد سے مثالیں دیکر اسے سمجھا تو کچھ باتیں اس کی سمجھ میں آئیں۔ مگر استاد کے ذریعے دیئے گئے دلائل سے بہرحال وہ متاثر نہیں ہوا تھا۔ لیکن دھیرے دھیرے ساری باتیں اس کی سمجھ میں آگئیں۔ اور اس طرح وہ جغرافیائی حقائق کو اٹلس کی مدد سے سمجھنے لگا تھا۔ استاد کے مشورے پر اس نے ایک اچھا سا اٹلس خرید لیا تھا — ڈیڈلے اسٹامپ کا مرتب کیا ہوا اٹلس — جو لندن کے میک میلن آفسیٹ پریس میں چھپا تھا — اور تب ہوا یہ کہ اٹلس دیکھنا اس کا محبوب ترین مشغلہ بن گیا۔ اور اس کے ساتھ ہی دوسری تمام چیزوں سے اس کی دلچسپیاں ختم ہو گئیں۔ یہاں تک کہ ناولوں اور فلموں سے بھی اب اسے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ اس کی ساری تفریحات اور دلچسپیاں اٹلس تک مرکوز ہو کر رہ گئیں۔

گاؤں چھوڑ کر جب وہ شہر میں آیا اور کرایے کے مکان میں رہنے لگا تو اٹلس سے اس کی دلچسپی اور زیادہ بڑھ گئی۔ ہر چھ ماہ یا ایک سال پر مکان بدلتے بدلتے وہ شہری زندگی سے عاجز آ گیا تھا۔ وہ لوٹ کر اپنے گاؤں جانا چاہتا تھا مگر اب گاؤں میں بھی اس کا کوئی مکان نہیں تھا — وہ تو اپنی کشتی جلا کر شہر میں آیا تھا — اس لیے واپسی کا سوال ہی نہیں تھا۔ جب بھی مکان بدلنے کا سوال آتا وہ سنجیدہ ہو جاتا اور اٹلس نکال کر بیٹھ جاتا اور گھنٹوں اٹلس میں کوئی چیز تلاش کرتا رہتا۔

"آپ اٹلس میں کیا تلاش کرتے رہتے ہیں؟"

اس کی بیوی نے چائے کی پیالی اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ مگر اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔

وہ صبح سے لے کر شام تک کام کیا کرتا تھا۔ لیکن وہ تھکتا نہیں تھا۔ دن رات مشین کی طرح کام کرنے کے باوجود اس کا خواب پورا نہیں ہوا تھا۔ سر چھپانے کے لیے اس کا کوئی گھر نہیں تھا، وہ کرائے کے مکان میں رہتا تھا، اور مالک مکانوں کا کچھ عجیب حال تھا — مکان بدلتے بدلتے وہ تنگ آ چکا تھا۔ پھر وہ ان لوگوں کے متعلق سوچا کرتا جو بے حد خوشحالی کی زندگی گزارتے تھے۔ پیدل چلنے والے اور کرائے کے تنگ و تاریک کمرے میں رہنے والے لوگ اب موٹروں میں چلتے تھے اور اپنی شاندار کوٹھی میں رہتے تھے۔ ان لوگوں کے برخلاف خود وہ جو ایک ماہر نازادیب تھا، صحافی تھا، سماج میں اسے قدر کی نگاہوں سے دیکھا جاتا تھا — اور وہ دن رات مشینی انداز میں کام کرتا تھا — اس کے باوجود وہ کرائے کے مکان میں رہتا تھا — حالانکہ وہ سارے لوگ جو کاروں میں چلتے تھے اور شاندار کوٹھیوں میں رہتے تھے، وہ سب کے سب کمتر درجہ کے لوگ تھے، ہر اعتبار سے —

سے اکثر و بیشتر بڑی سبکی ہوئی خصوصاً اس وقت جب وہ لوگ جواب کار نشین تھے، اسے نظر انداز کر کے کچھ عجیب بے اعتنائی کے ساتھ گزر جاتے۔ حالانکہ ایک وہ وقت بھی تھا جب یہی لوگ نہایت ادب کے ساتھ اسے جھک کر سلام کیا کرتے تھے اور تب وہ انہی لوگوں کے متعلق سوچنے لگتا۔ آخر یہ لوگ اتنے ڈھیر سارے روپے کہاں سے لائے ——— سیمنٹ، لوہے، اینٹوں اور دیگر سامانوں کی قیمتوں میں اضافے کے باوجود یہ جو نئے نئے مکانات تعمیر ہو رہے ہیں، وہ کن لوگوں کے ہیں۔ جب کبھی کسی نئے زیر تعمیر مکان پر اس کی نگاہ پڑتی۔ وہ حسرت بھری نظروں سے ایک ٹک اس مکان کو دیکھتا رہتا۔ ——— یہ لوگ کیا کرتے ہیں ——— کیا کرتے ہیں یہ لوگ؟! اور تب اس نے اپنے شہر کے کچھ محلوں کے ایسے لوگوں کی فہرست تیار کی۔ یہ تین طرح کے لوگ تھے۔ سر فہرست وہ لوگ تھے جو سرکاری دفتروں میں بابو تھے۔ دوسرے نمبر پہ وہ لوگ تھے جو غیر ملکوں میں کام کرتے تھے ——— اور تیسرے نمبر پہ وہ لوگ تھے جو بظاہر کچھ نہیں کرتے تھے ——— صرف سڑکوں پر ادھر ادھر گھومتے نظر آتے تھے ——— ہر وقت مصروف ——— مگر کام کچھ نہیں۔

اور تب پھر وہ اپنے بارے میں سوچنے لگا۔ اس کا بھی اپنا ایک مکان ہوتا، ایک خوبصورت سا مکان ——— تب کوئی مالک مکان، مکان خالی کرنے پر یا ہر چھ ماہ بعد کرائے کی رقم میں اضافہ کرنے کی نوٹس نہیں دیتا۔ یہ دنیا بھی عجیب ہے ——— یہاں کچھ لوگ ایسے ہیں جنھیں اپنے مکانوں کا شمار تک یاد نہیں ——— اور کچھ لوگ کرائے کے مکان میں رہتے ہیں ———

"خدا کا شکر ادا کرو میاں کہ تمہیں کرائے کا مکان بھی میسر ہے ——— تم نے کبھی ان لوگوں کے متعلق غور کیا ——— جو فٹ پاتھوں پہ زندگی گزارتے ہیں۔"

کسی نے اس سے کہا ——— اور تب وہ ان لوگوں کے متعلق سوچنے لگا جو فٹ پاتھوں اور ریلوے اسٹیشنوں پر زندگی گزار دیتے ہیں۔ جنھیں کرائے کا مکان بھی نصیب نہیں ہوتا ——— وہ لوگ کتنے دکھی ہوں گے ——— ان کے کرب کا اندازہ کون لگا سکتا ہے۔ جب آئینے کا یہ رخ اس نے دیکھا تو قدرے اسے سکون حاصل ہوا اور اس کے ہاتھ خود بخود اظہار تشکر کے طور پر اٹھ گئے:۔

"شکر ہے تیرا اے پاک پروردگار کہ تم نے کرائے کا مکان دیا۔"

ایک دن جب انہیں خیالات میں ڈوبا ہوا وہ گھر پہنچا تو اس کی بیوی نے بتایا کہ مالک مکان کرائے میں اضافہ کرنے یا مکان خالی کر دینے کی نوٹس دے کر گیا ہے۔

"کیا کہہ رہا تھا؟"

"کرائے کی رقم میں اضافہ نہ کرنے کی صورت میں تین ماہ کے اندر مکان خالی کر دیں۔"

"شریف آدمی معلوم ہوتا ہے۔"

"وہ کیسے ———؟"

"تین ماہ کی مہلت شریف آدمی ہی دے سکتا ہے ——— اس مدت میں کوئی نہ کوئی مکان مل ہی جائے گا ———"

"اور تب پھر وہ نوٹس دے گا ———"

"تو پھر کوئی دوسرا مکان تلاش کیا جائے گا۔"

"آخر یہ سلسلہ کب تک جاری رہے گا؟"

"جب تک زندگی ہے۔"

"اپنی ایک جھونپڑی بھی ہوتی تو اس کی بات کچھ اور تھی۔"

"ہاں! تم ٹھیک کہتی ہو ———"

اور پھر وہ اٹلس لے کر بیٹھ گیا۔ اس کے سامنے دنیا کا نقشہ تھا ——— کچھ دیر تک اس نقشے میں کچھ تلاش کرتا رہا ——— پھر ورق الٹ دیا ——— اب یورپ کا نقشہ تھا ——— کچھ دیر بعد یہ ورق بھی الٹ دیا ——— پھر افریقہ کا نقشہ تھا ——— امریکہ اور آسٹریلیا کا نقشہ الٹنے کے بعد ایشیا کا نقشہ دیکھ رہا تھا ——— مگر یہاں بھی اسے مایوسی ہوئی ——— پھر وہ ہندوستان کا نقشہ دیکھنے لگا ——— پھر بہار کا ——— اور پھر دربھنگہ کا ———

"یہاں تھا ——— مگر اب یہاں بھی کچھ نہیں ہے۔"

"کیا تھا یہاں؟" بیوی نے پوچھا۔

میرا ایک مکان ——— دیکھو یہ دربھنگہ ہے ——— شہر سے پورب طرف جو راستہ گیا ہے وہ کملا ندی کے کنارے تک پہنچ کر ختم ہو گیا ہے ——— دیکھو یہ کملا ندی ہے ——— یہیں پر میرا گاؤں ہے ——— یہ دیکھو یہ میرا گاؤں ——— اور اسی گاؤں میں میرا ایک گھر تھا ———

جواب نہیں ہے۔" بیوی نے اس کا جملہ مکمل کر دیا۔

اور اس اٹلس کا یہ صفحہ بھی الٹ دیا ——— اب اس کے سامنے خلیجی ممالک کا نقشہ تھا ——— وہ بہت غور سے اس نقشے کو دیکھ رہا تھا ——— اور سوچ رہا تھا ——— دنیا میں ایک نقطے کے برابر بھی کوئی ایسی جگہ نہیں جو اس کی ہو۔

اچانک ایک جگہ اس کی نگاہ ٹھہر گئی اور اس کی آنکھوں میں ایک عجیب طرح کی چمک آ گئی ———

"تم چاہو تو ہمارا بھی اپنا ایک خوبصورت سا مکان بن سکتا ہے۔"

"وہ کیسے ———؟"

بیوی نے حیرت سے پوچھا۔

"ادھر دیکھو!" وہ بیوی سے مخاطب ہوا

یہ دبئی ہے ——— یہاں میرے دوست سرور علی رہتے ہیں، جنھیں میں سرور بھائی کہتا ہوں ——— ابھی حال ہی میں جب وہ گیا آئے ہوئے تھے تو میں ان سے ملنے گیا تھا ——— ان سے تمام باتیں مکمل ہو چکی ہیں ——— پاسپورٹ بھی بنوا چکا ہوں ——— تم ہاں کہہ دو تو ویزا بھی آ جائے گا ———

"بولو، تم تیار ہو ———؟"

"نہیں، بالکل نہیں ———"

"صرف تین سال کی تو بات ہے۔"

"تین سال کی مدت تو بہت طویل ہوتی ہے۔ میں تو تین دن بھی آپ کے بغیر رہنا گوارہ نہیں کر سکتی ———"

"ذرا ٹھنڈے دل سے غور کرو ———"

"میں غور کر چکی ہوں۔ ہمیں پٹرو ڈالر نہیں چاہئے۔ ہم اس کے بغیر بھی زندہ ہیں ——— اور اس کے بغیر زندہ بھی رہیں گے چاہے جس حالت میں رہیں۔"

"میں چاہتا ہوں کہ تھوڑی سی جگہ ہمارے نام سے بھی محفوظ ہو جائے ———"

"وہ تو ہو جائے گی ———!"

"کب ———؟"

"ہمارے مرنے کے بعد ——— ہماری قبریں ———"

اس کی بیوی نے کہا اور اس نے اٹلس کو دور پھینک دیا ——— اور پھر اس دن کے بعد اس نے کبھی اٹلس نہیں دیکھا۔

(پٹنہ سے نشر)

تحریر: یونس آگاسکر

پیغمبر اسلام

حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث ہے:

"کیوں نہ میں تم لوگوں کو ایک ایسے عمل کی بشارت دوں جو نماز، روزے اور زکوٰۃ سے بڑھ کر ہے؛ آپس میں امن قائم کرو۔ دشمنی نفرت آسمانی نعمتوں کو جڑ سے اکھاڑ دیتے ہیں۔"

ایک معمولی سوجھ بوجھ رکھنے والا انسان بھی اس حقیقت کا ادراک کر سکتا ہے کہ دنیا کے تمام مذاہب انسانیت کی فلاح وبہبود کے لیے وجود میں آتے ہیں اور تمام پیغمبروں نے بھٹکی ہوئی انسانیت کو راہ راست دکھانے کی کوشش کی ہے۔ اس کوشش کا محور یہی رہا ہے کہ انسان دنیوی دکھوں سے نجات پا جائے۔ اور نجات کا راستہ محبت اور امن واخوت کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا۔ اور جب راستہ ہی نہ ہوگا تو منزل کیوں کر مل سکتی ہے۔

آج دنیا میں مختلف مذہبوں اور فرقوں نے امن وامان کے بنیادی پیغام کو بھلا کر نفرت و عداوت کا راستہ اختیار کر رکھا ہے ہمارا ملک بھی اس قسم کی گمراہی کا شکار ہے۔ عبادت گاہوں اور دیگر چیزوں کی تقدس کے نام پر اس قدر لڑنا کہ انسانی جان جیسی مقدس شے بے دردی سے نیست و نابود کر دی جائے کس قدر انسانیت سوز ذلت ہے۔

خالق کائنات کو محض عبادتوں کی ضرورت ہوتی تو انسان جیسی مخلوق پیدا ہی نہ ہوتی۔ ہم عبادتوں کو انسانی اخلاق کی معراج نہیں سمجھ سکتے۔ عبادتوں کا مقصد تزکیۂ نفس اور خوشنودیٔ خالق کا حصول ہے کوئی عابد اپنے آپ کو پاک نفس اور خدا کا صحیح پرستار نہیں سمجھ سکتا جب تک کہ خالق کے بندوں کو ایک کنبہ اور ساری دنیا کو اپنا خاندان سمجھ کر ان کی خطاؤں کو درگزر کرنے اور سب کے دکھ درد بانٹنے کی کوشش نہ کرے۔

پیغمبر اسلام کو رحمۃ للعالمین کے دلنواز لقب سے نوازا گیا۔ خدا نے انھیں ساری انسانیت کے لیے رحمت بنا کر بھیجا۔ ظاہر ہے کہ محض عبادتوں سے رحمت عالم بننے کا دیرینہ ادا نہیں ہو سکتا تھا اس لیے انھوں نے ساری انسانیت کے درد کو اپنا درد سمجھا۔ خدا کے سارے برگزیدہ پیغمبروں اور تمام مذاہب کے علمبرداروں نے امن وآشتی اور صلہ رحمی کی تلقین کر کے اس دنیا سے فساد و فتنہ کو مٹانے کی کوشش کی۔ آج دنیا کو اسی پیغام کی سب سے زیادہ ضرورت ہے۔

(بمبئی سے نشر)

آپ کی رائے



مکرمی جناب ایڈیٹر صاحب
آداب!
"آواز" یکم اپریل کا شمارہ دستیاب ہوا مگر شدت انتظار کے بعد یعنی تیرہ اپریل کو اب آپ کو میں کیسے بتاؤں کے یہ کئی دن کس طرح سے گزرے آخر بک ڈپو میں آواز کو آنے میں دیر کیوں لگتی ہے۔ خیر پرچہ بہت ہی اچھا لگا۔ سید مرتضیٰ علی کے تمباکو انسانی صحت کا دشمن پڑھ کر اسی وقت سے سگریٹ پینا بند کر دیا اور صدق دل سے توبہ کر بیٹھا۔

جہانگیر متعلم شاہ عالم
احمد آباد

محترم آداب
یکم اپریل کا شمارہ مجھے پسند آیا جس میں خاص کر سینہ حضرت علی۔ آغا حشر بحیثیت شاعر، اپریل فول، وقت برباد کرنے والوں کو قابل ذکر ہیں اس پرچے میں جو حسن اور خوبصورتی پاتا ہوں وہ مجھے دوسرے پرچوں میں نظر نہیں آتے اور قیمت بھی کم۔ میں خدا سے دعاگو ہوں کہ خدا اس کو دن دوگنی رات چوگنی ترقی دے۔

ڈاکٹر محمد حیات اللہ
بلھوری۔ پٹنہ

محترم!
یکم اپریل کا آواز نظر سے گزرا۔ اس شمارے میں سب سے زیادہ متاثر کرنے والا مضمون جناب رام لال نابھوی کا تخلیق کردہ "عشق کی قباحتیں" ہے۔ یہ مضمون کافی پسند آیا۔ اس طرح کا مضمون بہت کم ہی پڑھنے کو ملتا ہے۔ مضمون کا موضوع بھی مصنف نے بڑا ہی خوبصورت رکھا ہے۔ اشعار کا سلیکشن بھی خوب ہے اور اختتام بھی بڑا پیارا ہے۔ میری طرف سے رام لال نابھوی صاحب کو بہت بہت مبارکباد۔ دوسرے مضامین اور افسانے بھی اچھے ہیں۔ رؤف رضا صاحب کی غزل کا یہ شعر کافی پسند آیا ؎

ہر شخص اکیلا ہے ہر اک شخص اکیلا
تنہائی کا انداز مگر سب کا جدا ہے

مختصر یہ کہ "آواز" اردو کے معیاری رسالوں میں سرفہرست ہے اور یہ آپ کی محنت کا صلہ ہے۔ میری نیک خواہشات ہمیشہ "آواز" کے ساتھ ہیں۔

فرحان غنی
شاہ گنج پٹنہ ۶

مکرمی تسلیم
"آواز" یکم تا ۱۵ اپریل ۱۹۸۵ء میں اشاعت پذیر ڈرامہ "ٹوٹا ہوا چاند" واقعی اس طرح ٹوٹا ہوا ہے کہ اپنی غیر ضروری طوالت اور زبردستی کی ٹھونسم ٹھانس کے باوجود قاری پر کسی قسم کا تاثر ثبت نہیں کر سکا۔ ایم کوشیادی راہی کے ۹ صفحات پر محیط اس ڈرامے کا کمزور پیغام اتفاقات حادثات اور حقیر جذباتیت کی کمزور بیساکھیوں پر چلتا ہوا قاری کی توجہ کا طالب ہوتا ہے اور قاری اپنی توجہ کا ایک گھسا ہوا سکہ تلاش کر کے اس کی جھولی میں ڈال دیتا ہے اور پھر بے اعتنائی سے منہ موڑ کر اپنے کام میں مشغول ہو جاتا ہے کیونکہ ڈرامے کے ذریعہ دیے گئے پیغام کے تانے بانے نہ تو منطقی ہیں نہ مدلل اور نہ ہی جاندار عمل اور ردعمل کا نتیجہ۔
آپ غور محسوس فرمائیں کہ ایک ایسا شخص جو باوجود اپنی ساری دانشوری اور نوع انسانی کے لیے دلگدازی کے ایک قیامت خیز حادثے کا ذمہ دار ہے اپنے اس گناہ عظیم کے انعام کے بطور ایک حسین جسم اور اس کی ساری دولت کا نہ صرف حقدار بن جاتا ہے بلکہ اپنی اس پہلی محبت سے بھی دستبردار ہو جاتا ہے جس کو حاصل کرنے کے لیے اس نے اپنے آدرشوں کو داؤں پر لگا کر یہ گناہ کیا تھا۔ کیا قاری تک یہی پیغام پہنچانے کے لیے ۹ صفحات خراب کیے گئے ہیں؟
ڈرامہ کو رہاں ایڈیٹر بسا ہے الہ ملا جیب اور زبردستی کی ترقی پسندی کا لبادہ اوڑھانے کی اس کوشش نے اس کے کسی منفرد جز کے رنگ کو بھی برقرار نہیں رہنے دیا۔
"پیلا آسماں" کے ذریعہ قائم کردہ ایک کو بیچنے کی خاطر دو رنگ دنیا ایک "چ" کسا رات ہے

شہریار
ہمایوں روڈ، گورکھپور

مکرمی!
"آواز" یکم اپریل کا شمارہ دستیاب ہوا۔ آواز اپنی کم قیمت، اچھے اوراق معیاری مضامین ہونے کی وجہ سے ادبی حلقوں میں ایک خاص مقام کا حامل ہے۔ یہ شمارہ زیادہ تر طالب علموں میں بے حد مقبول ہے۔ اس کی تعریف کرنا گویا سورج کو چراغ دکھانا ہے۔
اس دفعہ عمارہ افسانہ تمام بحریف اب پیاسی پتھر کا شہر، ایک سگریٹ عالمی ہو ای مثال آپ ہی حامل کر شمیم گوہر صاحب کا یہ شعر دل کو متاثر کیا ؎

اس بار پڑھ رہا تھا دیو سے سنگوں سے
پھر یک بیک نہ جانے وہ ٹکڑا کہاں گیا

یک ہوا سات کے ساتھ
ادھرجا ہوں گی

تو اس قسم معلوم تر صاحب تمہی سہار

محترمی آداب
یکم اپریل کا شمارہ ملا ہوا ہمیشہ کی طرح اس بار بھی خاصا انتخاب عالیہ کچھ نظمیں، غزلیں اور بھی بہترین ڈرامہ ٹوٹا ہوا چاند پسند آیا۔ اور سید مرتضیٰ علی کا مضمون تمباکو بھی ہمارے بھائیوں اور بزرگوں کیلئے مفید ہے۔ ڈاکٹر مسعود عالم صاحب کا افسانہ پاکی سگریٹ "ہمارے عہد کا المیہ ہے" پسند آیا۔ شمیم گوہر کا یہ شعر ؎

شرمندہ ہو رہا ہوں دعاؤں کے سامنے
مجھ سے بچھڑ کے میرا مقدر کہاں گیا

اور رؤف رضا کا یہ شعر بہت اچھا لگا ؎

ہر شخص اکیلا ہے ہر اک شخص اکیلا
تنہائی کا انداز مگر سب کا جدا ہے

آواز گھر کے سبھی افراد کی پسند ہے شاید ہی کوئی ایسا شمارہ ہو جو پچھلے کئی سال میں چھوٹ گیا ہو۔ حیرت زدہ ہے اور تعریف بھی ہے کہ پندرہ روزہ ہوتے ہوئے بھی میں آواز کا شدت سے انتظار کرتی ہوں۔

ستارہ رفعت
۱۳۹۱ باڑہ ہندو راؤ دہلی

محترمی تسلیمات!
ماہ اپریل کا شمارہ میں آپ نے جو عنوانات شائع کیے ہیں وہ باصرہ نواز ہوا۔ مجھے اس سے کافی نصیحت اور سبق ملی ہے اگر آپ ہمیشہ اسی طرح کے عنوانات کو شائع کریں تو بہت اچھا اور ہر ایک انسان کے لیے نصیحت آمیز ثابت ہوگی۔ آپ کا وہ دو عنوان مجھے بہت پسند آیا جو میری زندگی کے ہر خطرے لمحات سے انتباہ کیا ہے۔ میں وہ دو عنوان کو واضح کر دینا مناسب اور فرض عین سمجھتا ہوں (۱) وقت برباد کرنے والوں کو (۲) تمباکو۔ انسانی صحت کا دشمن۔ مجھے یہ دو عنوان پڑھ کر بے حد انبساط ہوئی۔ میں آپ کے قلم کاروں کو مبارکباد پیش کرتا ہوں اور خواہش رکھتا ہوں کہ آپ میری رائے کو تسلیم کریں گے۔
میں آپ کی میگزین (آواز) کو ہر مہینہ پابندی کے ساتھ خریدتا ہوں جس سے مجھے کافی نصیحت ملتی رہی ہے۔

محمد وسیم اختر انجم
ساکن جوگندر۔ تھانہ جوکی ہاٹ
ضلع پورنیہ (بہار)

محترم! خلوص بیکراں
آواز کا شمارہ ۸ (یکم اپریل تا ۱۵ اپریل) میرے پیش نظر ہے۔ سابقہ شماروں کی طرح یہ شمارہ بھی بحیثیت مجموعی قابل ستائش ہے مگر "ٹوٹا ہوا چاند" کے زیر عنوان جناب ایم کوشیادی راہی کا جو طویل ریڈیائی ڈرامہ شائع ہوا ہے وہ محل نظر ہے اور اس کی جانب بطور خاص آپ کی توجہ مبذول کرانا ضروری ہے۔
مجھے اور میرے احباب کو اس بات پر سخت حیرت ہے کہ جیسا بکواس ڈرامہ آکاشوانی گورکھپور نے کن مصلحتوں کے تحت نشر کیا اور آپ نے آواز کے ۹ قیمتی صفحات اسے شائع کر کے کیوں ضائع کیے۔ یہ فلمی ٹائپ ڈرامہ زبان و بیان کی شگفتگی، مکالموں کی برجستگی اور مرکزی خیال کی آراستگی غرضیکہ ہر اعتبار سے ناکام ہے۔
ڈرامے کے شروع میں نسرین کی امی اور اس کی سہیلی کوثر کی زبان سے جو مکالمے ادا کرائے گئے ہیں وہ بعض جگہوں پر انتہائی مضحکہ خیز اور غیر حقیقت پسندانہ بن گئے ہیں۔ مثلاً ایک جگہ کوثر کی زبان سے امی کے اس سوال پر کہ "باقی سہیلیاں کہاں گئیں؟" یہ کہلایا گیا ہے کہ "ترانہ، شبانہ، پروین آنگن میں ناچ رہی ہیں، باقی رب جانے کہاں گئیں" ذرا غور فرمائیے کہ ایک شریف مسلم خاندان کی بیٹی کی شادی کے موقع پر اس کی سہیلیوں کو میراثنوں یا پیشہ ور عورتوں کی طرح آنگن میں ناچتے ہوئے پیش کرنا کہاں کی ڈرامہ نگاری ہے! ایک دوسری جگہ نسرین کی امی اپنی بیٹی کو رونے سے منع کرتے ہوئے اس کی سہیلی کوثر سے کہتی ہیں کہ "پرائے گھر کی خوشیاں اسے کیوں نہیں بتا دیتی ذرا تفصیل کے ساتھ ....." امی کے جواب میں کوثر کہتی ہے کہ "بتا تو رہی ہوں خالہ بی" بھلا بتائیے کہ اس طرح کے بے ہودہ مکالمے وہ بھی نسرین کی امی اور اس کی سہیلی کوثر کے درمیان کس بات کے غماز ہیں؟ ظاہر ہے کہ ان مکالموں سے ڈرامہ نگار کی ذہنی اور اخلاقی دیوالیہ پن کا کھلا مظاہرہ ہوتا ہے — ایک مقام پر نسرین کی امی کوثر سے مخاطب ہو کر فرماتی ہیں ..." ہائے میرا کلیجہ بھی منہ کو آنے لگا ہے، لے میں بھی رونے لگی کوثر —!" اس کے جواب میں کوثر ہنس کر کہتی ہے "آپ اس طرح نہ روئیں، کوئی کیا کہے گا" جواباً نسرین کی امی فرماتی ہیں "کوئی کہے گا کیا۔ منہ نہیں نوچ لوں گی کہنے والے کا، یہ میرے آنسو میری بیٹی کی رخصتی ہی کے تو ہیں" اس سوال و جواب سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ بیٹی کی رخصتی پر امی کے یہ آنسو صرف دکھاوے کے ہیں۔ شاید یہی وجہ ہے کہ امی کا ٹسوے بہانا خود کوثر کو مضحکہ خیز معلوم ہوتا ہے اور وہ بے ساختہ ہنس دیتی ہے۔ حالانکہ حقیقت تو یہ ہے کہ بیٹی کو رخصت کرتے وقت (خواہ وہ کسی غریب کی بیٹی ہو یا دولت مند کی) ماں کا رونا عین فطری ہے اس لیے کہ کوئی ماں اپنے کلیجے کے ٹکڑے کی جدائی جس کو اس نے اپنا خون جگر پلا کر پالا ہے، آسانی سے برداشت نہیں کر سکتی۔
"سرمست" کا کردار بھی کچھ عجیب اور بے جان سا نظر آتا ہے اور سرمست و کامران کے درمیان ڈرامہ نگار نے مکالموں کا جو ایک طویل سلسلہ چھیڑ رکھا ہے ان میں بھی کوئی دم نہیں ہے۔ ایک مسافر ٹرین کو تخریب کاری کا نشانہ بنانے کے لیے کسی پولیٹکل پارٹی سے ایک لاکھ کا سودا — یا بردہ فروش کے لیے خوبصورت لڑکیوں کا اغوا — یہ ساری چیزیں کسی فلمی میلو ڈرامہ کا جزو تو بن سکتی ہیں لیکن ایک سنجیدہ ریڈیائی ڈرامہ کا شایان شان نہیں ہیں — نرگا دلہ کردار بھی "بھرتی" کی چیز ہی کہا جا سکتا ہے، یہ کردار دراصل اُن ہم کا ہے جس طرح کے کردار سستی اور سنسنی خیز فلموں میں عوام کے تفنن طبع کے لیے رکھ دیے جاتے ہیں۔
اس کے علاوہ مکالموں کا طرز تحریر دلکشی اور روانی سے یکسر خالی ہے نیز مکالموں میں جو زبان استعمال کی گئی ہے اس سے ڈرامہ نگار کی علمی و ادبی حیثیت مجروح ہوتی ہے۔
امید ہے کہ آپ میرا یہ عریضہ آواز کے قریبی شمارہ میں ضرور شامل کریں گے۔ تعریف و توصیف سے مملو خطوط سے قطع نظر ایسے خطوط کی شمولیت بھی صحافتی دیانتداری کی متقاضی ہے جن میں شائع شدہ تخلیقات پر بے لاگ تنقید و تبصرہ کیا گیا ہو۔

عشرت جمال قدوائی
چمن گنج۔ کانپور

محترمی آداب!

ہم درس وتدریس میں ملوث لوگوں کی زندگی میں ماہ فروری اور مارچ بہت زیادہ مصروفیت کا حامل ہوتے ہیں۔ کیونکہ طلبا کے امتحانات بہت قریب آچکے ہوتے ہیں۔ لہٰذا آواز کے پچھلے کچھ شماروں کا مطالعہ میں بالکل نہیں کر پایا۔ مگر میں انھیں سنبھال کر ترتیب سے رکھتا گیا۔ اب قدرے فارغ ہوں اور انھیں پڑھنا شروع کیا ہے۔ ماہ فروری کا دوسرا شمارہ میری نظروں سے گزرا ہے اور میں بے حد متاثر ہوا ہوں اس میں مرحوم بیدی کا انٹرویو جو محترمہ عصمت چغتائی اور جناب فیاض رفعت نے جولائی ۱۹۸۴ء میں لیا تھا بید متاثر کن ہے۔ اس کا آخر دالاحصہ تو خصوصی طور پر دل کو پگھلا دینے والا ہے۔ انٹرویو کے دوران ایک جگہ بیدی صاحب کا رو پڑنا دل کو جھنجوڑ گیا اور ذہن پارہ پارہ ہو گیا۔ میں ریڈیو کا مستقل مداح ہوں مگر یہ انٹرویو بمبئی ریڈیو سے نشر ہوا جو کہ قدرتی طور پر پٹیالہ میں بالکل بھی سنا نہیں جا سکتا تھا۔ میں آواز کا ممنوع ہوں کہ اس کی بدولت میں بھی اس یادگاری شہ پارے سے فیض یاب ہوا ہوں۔ یقیناً یہ میری خوش قسمتی ہے۔

اسی شمارے میں آپ نے جو جناب اجمل اجملی کی غزل شائع کی ہے وہ پیاسے ذہنوں کے لیے ایک اچھی ادبی ضیافت سے کم نہیں۔ اس غزل کا ایک ایک شعر لوح دل پر اپنے آپ ثبت ہو جانے کی قوت رکھتا ہے مگر مندرجہ ذیل اشعار تو خصوصی طور پر ذہنوں میں رینگنے کی کیفیت رکھتے ہیں ؎

کھونے کے لیے ہیں نہ پلنے کے لیے ہیں
کچھ لوگ تو خوابوں میں بسانے کے لیے ہیں

کیا میرا بگاڑے گا شب غم کا اندھیرا
یادوں کے بہت دیپ جلانے کے لیے ہیں

چوکھٹ سے خدا کی بچا کر انھیں رکھئے
پیشانی تو صلیبوں کو سجانے کے لیے ہیں

دیگر دوسرے مضامین وافسانے بھی قابل قدر ہیں۔ اتنا خوبصورت اور یادگاری شمارہ فراہم کرنے پر میرا شکریہ و مبارکباد قبول فرمائیں۔

ایم ایس ساہنی
اروڑہ اسٹریٹ، آریہ سماج۔ پٹیالہ

محترمی!

میں چند ماہ سے آواز کا پابندی سے مطالعہ کر رہا ہوں۔ اتنی کم قیمت میں اتنا اچھا رسالہ نکالنا واقعی لوہے کے چنے چبانا ہے میں آپ کی رائے میں پہلی مرتبہ شرکت کر رہا ہوں۔ یکم اپریل کا شمارہ خوبصورت ٹائٹل کے ساتھ نور نواز ہوا۔ اپریل فول، پانچ سگریٹ، منزل وغیرہ مضامین پسند آئے۔ میں محمد طاہر مہدی صاحب کی اس رائے سے متفق ہوں کہ اس رسالہ میں قلمی دوستی سوال جواب، سائنسی معلومات کے کالم شروع کریں جس سے آواز میں مزید دلچسپیاں پیدا ہوں گی۔ خدا کرے ”آواز“ دن دونی، رات چوگنی ترقی کرے۔

ایم بلال شمسی محلہ دھت پورہ مراد آباد

نیشنل پروگرام

ٹی آر جے شنکر کا ناگا سورم وادن
ہفتہ ۱۸ مئی رات ساڑھے نو بجے

ٹی آر جے شنکر کا تعلق ناگا سورم ودوانوں کے گھرانے سے ہے۔ موسیقی کی تعلیم انھوں نے اپنے پتا ٹی آر پانیکر سے حاصل کی۔ محض اٹھارہ سال کی عمر میں ہی انھوں نے آکاشوانی کے سالانہ موسیقی کے مقابلے میں انعام حاصل کیا۔ اس کے علاوہ بھی





ان کو متعدد خطابات اور اعزازات سے نوازہ جا چکا ہے۔ کیرالا سنگیت ناٹک اکیڈمی کی جانب سے بھی انھیں اعزاز دیا جا چکا ہے۔ ٹی آر جے شنکر نے اپنے ناگا سورم وادن میں مختلف تکنیکوں کا خوبصورت امتزاج پیدا کیا ہے جو کہ انفرادی خصوصیت اور گائیکی انگ کے سبب کافی پسند کیا جاتا ہے۔

شفیع احمد خاں کا گائن
ہفتہ ۲۰ مئی رات ساڑھے نو بجے

شفیع احمد خاں نے بہت کم عمر میں ہی استاد ننھے خاں سے موسیقی کی تعلیم حاصل کرنا شروع کر دی تھی اس کے بعد انھوں نے استاد عطا حسین خاں اور لطافت حسین خاں جیسے استادوں سے بھی موسیقی کی اعلیٰ تعلیم حاصل کی۔

شیریں آواز کے مالک شفیع احمد خاں اترولی۔ آگرہ گھرانے کی روایات کی تقلید کرتے ہیں جو کہ جذباتی کشش اور بول تان کے استعمال کے لیے خاص شہرت رکھتا ہے۔ ۱۹۵۶ء سے آپ ریڈیو سے اپنے فن کا مظاہرہ کرتے رہے ہیں اس کے علاوہ ملک کی اہم محفلوں میں بھی شرکت کر چکے ہیں۔

منگل شب کی محفلِ موسیقی
اشوک گوسوامی کا وائلن وادن
۲۸ مئی رات دس بجے

اشوک گوسوامی کا تعلق موسیقاروں کے گھرانے سے ہے وائلن وادن کی تعلیم اپنے پتا ڈاکٹر جی این گوسوامی سے حاصل کی جو خود بھی ایک مشہور وائلن فنکار ہیں۔



اشوک گوسوامی کے وائلن وادن میں گائیکی اور تانترکاری کا امتزاج پایا جاتا ہے۔ راگ، لے کاری اور تان میں انھیں خصوصی مہارت حاصل ہے۔ وہ اپنے فن کا مظاہرہ ملک کی مختلف محفلوں میں کر چکے ہیں جہاں انھیں شائقین موسیقی کی جانب سے داد تحسین ملی ہے۔

اردو سروس

پہلی مجلس
میڈیم ویو : ۴۲۷٫۳ میٹر (۷۰۲ کلوہرٹز) ۲۸۰٫۱ میٹر (۱۰۷۱ کلوہرٹز)
شارٹ ویو : ۴۸٫۷۴ میٹر (۶۱۵۵ کلوہرٹز)

دوسری مجلس
میڈیم ویو : ۴۲۷٫۳ میٹر (۷۰۲ کلوہرٹز) ۲۸۰٫۱ میٹر (۱۰۷۱ کلوہرٹز)
شارٹ ویو : ۳۱٫۰۱ میٹر (۹۶۷۵ کلوہرٹز)

تیسری مجلس
میڈیم ویو : ۴۲۷٫۳ میٹر (۷۰۲ کلوہرٹز)
شارٹ ویو : ۱۹٫۰۵ میٹر (۳۲۹۵ کلوہرٹز)

پہلی مجلس

صبح

۵-۱۵ صبح گاہی
۶-۱۵ خبریں
۶-۲۵ شہر صبا
۷-۰۰ شمع فروزاں
۷-۰۵ پرانی فلموں سے
۷-۳۰ سازسنگیت
۷-۴۵ گذشتہ شب ۹-۰۰ بجے کی مکرر نشریات
۷-۵۵ پروگراموں کا خلاصہ
۸-۰۰ آپ کی فرمائش
۸-۳۰ تاریخ ساز
۸-۳۵ آپ کی فرمائش (جاری)
۹-۰۰ آج کی بات
(بجز جمعہ اور اتوار)
آؤ بچو! (جمعہ اور اتوار)
۹-۰۵ آپ کی فرمائش (جاری)
۹-۱۵ لوک گیت
(بجز جمعہ اور اتوار)
آؤ بچو! (جاری)
جمعہ اور اتوار
۹-۳۰ خبروں کا خلاصہ
۹-۳۲ کلاسیکی موسیقی
(پیر، منگل، بدھ)
ہلکی کلاسیکی موسیقی
(جمعرات اور ہفتہ)
آپ کے خط آپ کے گیت
(جمعہ)
چلتے چلتے (اتوار)
۱۰-۰۰ اختتام

دوسری مجلس

دوپہر

۲-۰۰ پروگراموں کا خلاصہ
۲-۰۲ خبروں کا خلاصہ
۲-۰۷ آپ کا خط ملا (اتوار)
نغمہ وصدا (I پیر)
میری نظر میں (II، IV پیر)
نگاہِ انتخاب (III، V پیر)
بھکتی گیت (منگل)
سب رس (بدھ)
گیت سے گیت (جمعرات)
مشاعرہ (I جمعہ)
سات سوال (II، IV جمعہ)
ایک ہی فلم سے (III، V جمعہ)
ملے جلے گانے
(I، III، V ہفتہ)
شعر ہمارے گیت آپ کے
(II، IV ہفتہ)
۲-۳۰ فلمی کورس (I اتوار)
محفل (II اتوار)
گیتوں بھری کہانی
(III اتوار)
غیر فلمی غزلیں (IV اتوار)
نئی فلموں سے (V اتوار)
نغمہ وصدا (I پیر)
نگاہ انتخاب
(III، V پیر)
ڈرامہ
(تیسری مجلس کے ڈرامہ کے مکرر نشریات)
(II، IV پیر)
نئی نسل نئی روشنی (منگل)
بزم خواتین (بدھ اور ہفتہ)
رنگ نو (I جمعرات)
حرفِ غزل
(II، IV، V جمعرات)
ڈرامہ (III جمعرات)
مشاعرہ (I جمعہ)
فیچر (III، V جمعہ)
فلمی دنیا (II، IV جمعہ)
۳-۰۰ فلمی قوالیاں
(I، III اتوار)
قوالیاں (II، IV، V اتوار)
سازوں پر موسیقی (پیر)
میری پسند (منگل)
رنگا رنگ مزاحیہ ڈرامہ
(I، III بدھ)
یادیں بن گئیں گیت
(II، IV بدھ)
ایک فنکار (III بدھ)
قوالیاں (I، V جمعرات)
راگ رنگ (II، III جمعرات)
ڈرامہ (جاری)
(II جمعرات)
کہکشاں (جمعہ)
پھر سنیے
(روبرو کی مکرر نشریات)
(ہفتہ)
۳-۳۰ آپ کی پسند
۴-۰۰ جہاں نما
(بجز اتوار اور تعطیل)
آپ کی پسند (جاری)
(اتوار و تعطیل)
۴-۱۰ آپ کی پسند (جاری)
۴-۳۰ تبصرہ / پارلیمانی ہفتہ
۴-۳۵ آپ کی پسند (جاری)
۴-۵۰ خبریں
۵-۰۰ اختتام

تیسری مجلس

رات

۸-۰۰ خبریں
۸-۱۰ پروگراموں کا خلاصہ
۸-۱۵ ہفتہ کا نغمہ
۸-۲۰ جہاں نما (مکرر نشریات)
(سوائے ہفتہ و تعطیل اور اتوار)
سازوں پر موسیقی
(II ہفتہ و تعطیل)
منظر پس منظر
(I، III، V اتوار)
پاکستانی اخباروں سے
(II، IV اتوار)
۸-۳۰ حسن غزل
۸-۴۵ فلمی دوگانے
۹-۰۰ کتابوں کی باتیں (اردو)
(I، III اتوار)
کتابوں کی باتیں (دیگر زبانیں)
(II اتوار)
رسائل وجرائد (IV اتوار)
اردو دنیا (V اتوار)
کلام شاعر (پیر)
تقریر (منگل)
شہر نامہ (I، III بدھ)
دلی ڈائری (II، IV بدھ)
شہ پارے (V بدھ)
کھیل کے میدان سے
(جمعرات)
تقریر (جمعہ)
ریڈیو نیوز ریل (ہفتہ)
۹-۱۰ آبشار
۹-۳۰ گجر بن کارے (اتوار بدھ)
پنجابی نغمے (پیر)
علاقائی نغمے (منگل)
ساز اور آواز (جمعرات)
ایک راگ کئی روپ
(I، III، V جمعہ)
کہانی سنگیت کی
(II، IV جمعہ)
نغمات وطن (ہفتہ)
۹-۴۵ خبریں
۹-۵۵ تبصرہ
۱۰-۰۰ ڈرامہ (اتوار)
فیچر (I پیر)
اظہار خیال (II پیر)
نغمہ وتبسم (III پیر)
دریچہ (IV پیر)
شکریے کے ساتھ
(V پیر)
جواباً عرض ہے (I منگل)
سائنس میگزین
(II، V منگل)

کھیل کھلاڑی (III منگل)
مشاعرہ (V منگل)
افسانہ
(I، III بدھ)
حفظانِ صحت (II بدھ)
ہم سے پوچھیے (IV بدھ)
صدائے رفتہ (V بدھ)
ادبی نشست
(I، III جمعرات)
آئینہ (II، IV جمعرات)
ماضی کے دیار (V جمعرات)
رو برو (جمعہ)
نئی نسل نئی روشنی (ہفتہ)

جمعرات ۱۶ رمئی

صبح

۵-۴۵ صبح گاہی
۶-۲۵ شہرِ صبا
شانتی ماتھر : ایم۔ ایل۔ ملہوترہ اور عزیز وارثی کا کلام
شبیر حسین : جگر اور داغ کا کلام
۷-۳۰ ساز سنگیت
بدھ دتیہ مکرجی : ستار پر راگ لنت کھماری
۹-۳۲ ہلکی کلاسیکی موسیقی
پرمیلا پوری : گاشن

دوپہر

۲-۰۷ گیت سے گیت
۲-۳۰ 'آتشِ رفتہ کا سراغ' ڈرامہ
تحریر : ڈاکٹر محمد حسن
پیشکش : انور خاں

رات

۸-۳۰ حسنِ غزل
شبیر حسین : غالب اور داغ کا کلام
۹-۰۰ کھیل کے میدان سے
۹-۳۰ ساز اور آواز
۱۰-۰۰ ادبی نشست
۱۔ کلام بشیر بدر
۲۔ افسانہ از جوگندر پال
تنقید :
ڈاکٹر انیس الرحمن اور
ڈاکٹر اسیر اللہ خاں شاہین
۱۱-۳۰ بزمِ موسیقی
میرا بنرجی : خیال جے جے ونتی اور ٹھمری
بدھ دتیہ مکرجی : ستار پر راگ درباری

۱۰-۱۵ خط کے لیے شکریہ
(صرف بدھ)
۱۰-۳۰ تعمیلِ ارشاد
۱۱-۰۰ خبروں کا خلاصہ
۱۱-۰۵ تعمیلِ ارشاد (جاری)
۱۱-۲۵ شمع فروزاں (دوبارہ)
۱۱-۳۰ بزمِ موسیقی
۱۲-۰۰ خبریں
۱۲-۰۵ بزمِ موسیقی (جاری)
۱۲-۳۰ قوالیاں
۱۲-۵۸ آئندہ روز کی تینوں مجالس کے پروگراموں کا خلاصہ
۱-۰۰ اختتام

جمعہ ۱۷ رمئی

صبح

۵-۴۵ صبح گاہی
۶-۲۵ شہرِ صبا
نذیر احمد آکاشی : غزلیں
ارملا وڈھیرہ : مجاز لکھنوی، نظیر بنارسی اور چکبست کا کلام
۷-۳۰ ساز سنگیت
نندلال گھوش : سرود پر راگ توڑی
۹-۰۰ آؤ بچو!
۱۔ 'ہم کیا کریں جانوروں کی ختم ہوتی نسلیں بچانے میں' تقریر از ایم اے قریشی
۲۔ گیت
۳۔ بچوں کی دنیا
۴۔ بچوں کے خط
۹-۳۲ آپ کے خط آپ کے گیت

دوپہر

۲-۰۷ ایک ہی فلم سے
۳-۰۰ کہکشاں

رات

۸-۳۰ حسنِ غزل
نذیر احمد آکاشی : غزلیں
۹-۳۰ ایک راگ کئی روپ
۱۱-۳۰ بزمِ موسیقی
موسیٰ قاسمی کابلی : خیال جوگ اور ٹھمری کھماج
نندلال گھوش : سرود پر راگ درباری

ہفتہ ۱۸ رمئی

صبح

۵-۴۵ صبح گاہی
۶-۲۵ شہرِ صبا
کنول سدھو : جگر مرادآبادی اور خمار بارہ بنکوی کا کلام
اقبال قریشی : داغ، جگر اور زبیر رضوی کا کلام
۷-۳۰ ساز سنگیت
جگدیش پرساد ورما : بانسری
۹-۳۲ ہلکی کلاسیکی موسیقی
بیگم اختر : ٹھمری بھیروی اور دادرہ بھیروی

دوپہر

۲-۰۷ بزمِ خواتین
۱۔ 'آج کے تناظر میں سائنسی ترقیات' تقریر از زہرہ فہمی
۲۔ غزل
۳۔ خطوں کے جواب
۳-۰۰ بھیر نیپے

رات

۸-۱۵ حسنِ غزل
کنول سدھو : شکیل بدایونی کا کلام
۹-۰۰ ریڈیو نیوز ریل
۹-۳۰ نغماتِ وطن
۱۰-۰۰ نئی نسل نئی روشنی
۱۱-۳۰ بزمِ موسیقی
سیارام تیواری : راگ باگیشوری میں الاپ اور دھمار
جگدیش پرساد ورما : بانسری وادن

اتوار ۱۹ رمئی

صبح

۵-۴۵ صبح گاہی
۶-۲۵ شہرِ صبا
قمر جہاں : جاں نثار اختر اور شاذ تمکنت کا کلام
مہندر پال : شاد فدائی، مخمور دہلوی اور بشیر بدر کا کلام
۷-۳۰ ساز سنگیت
ڈی آر پروتیکر : دتاتریہ وینا پر راگ دیشکار
۹-۳۲ چلتے چلتے

دوپہر

۲-۰۷ آپ کا خط ملا
۲-۳۰ 'جیون دھارا' گیتوں بھری کہانی
تحریر : اوم شرما

رات

۸-۳۰ حسنِ غزل
امیر خسرو اور شاذ تمکنت کا کلام
۹-۳۰ کچھ رنگ کا ہے
درگیش نندنی : ٹھمری تلنگ
۱۰-۰۰ 'اس بار نہیں' ڈرامہ
تحریر : ریوتی سرن شرما
پیشکش : ستیندر شرت
۱۱-۳۰ بزمِ موسیقی
سوبتا دیوی : خیال جوگ کونس
ڈی آر پروتیکر : دتاتریہ وینا پر راگ چکوری ملت

پیر ۲۰ رمئی

صبح

۵-۴۵ صبح گاہی
۶-۲۵ شہرِ صبا
وینا بخشی : فیض اور فراق کا کلام
وی۔ ایچ۔ ساگر : خمار بارہ بنکوی اور شمیم جے پوری کا کلام
۷-۳۰ ساز سنگیت
گوپال سنگھ : گٹار پر راگ الہیا بلاول
۹-۳۲ کلاسیکی موسیقی
شروتی ڈبلو سڈولیکر : خیال رام کلی

دوپہر

۲-۰۷ نگاہِ انتخاب
۳-۰۰ سازوں پر موسیقی
علاؤالدین : اسراج پر راگ پیلو
عبدالحلیم جعفر خاں : ستار پر راگ ملتانی

رات

۸-۳۰ حسنِ غزل
وینا بخشی : مومن اور میر کا کلام
۹-۰۰ کلامِ شاعر : جمیل الدین عالی
۹-۳۰ پنجابی نغمے
۱۰-۰۰ نغمہ و تبسم
۱۱-۳۰ بزمِ موسیقی
شروتی ڈبلو سڈولیکر : خیال کیدار
گوپال سنگھ : گٹار پر راگ تلنگ اور اڈانہ

منگل ۲۱ مئی

صبح

۵-۴۵ صبح گاہی

۶-۲۵ شہر صبا

دل راج کور ؛ غالب اور اقبال کا کلام
یونس ملک ؛ داغ اور
قیصر قلندر کا کلام

۷-۳۰ ساز سنگیت

سدھیر گوتم ؛ سنطور وادن

۹-۳۲ کلاسیکی موسیقی

مدن شنکر مشرا ؛ گائن

دوپہر

۲-۰۷ بھکتی گیت

۳-۰۰ میری پسند

رات

۸-۳۰ حسن غزل

دل راج کور ؛ غزلیں

۹-۳۰ علاقائی نغمے

۱۰-۰۰ مشاعرہ

آکاشوانی جالندھر میں صدا بند

۱۱-۳۰ بزم موسیقی

مدن شنکر مشرا ؛ گائن
سدھیر گوتم ؛ سنطور وادن

بدھ ۲۲ مئی

صبح

۵-۴۵ صبح گاہی

۶-۲۵ شہر صبا

پریتی چاولہ ؛ خمار بارہ بنکوی اور
سدرشن فاخر کا کلام

محمد حسین ؛ ساحر لدھیانوی، کیفی اعظمی
اور سراج لکھنوی کا کلام

۷-۳۰ ساز سنگیت

اننت لال و ساتھی ؛ شہنائی پر
راگ دیسی

۹-۳۲ کلاسیکی موسیقی

مدھوپ مدگل ؛ خیال اہیر بھیرو

دوپہر

۲-۰۷ سب رس

۲-۳۰ بزم خواتین

۱۔ 'مساوات سماج کی نظر میں' مذاکرہ
شرکا، ارونا تریپاٹھی، صبیحہ خاں،
سشما بھٹناگر اور موہنی انجم

۲۔ گیت

۴۔ کام کی باتیں

رات

۸-۳۰ حسن غزل

پریتی چاولہ ؛ جگر مرادآبادی
اور فراق گورکھپوری کا کلام

۹-۰۰ دلی ڈائری

۹-۳۰ گجرے بن کارے

۱۰-۰۰ ہم سے پوچھیے

۱۱-۳۰ بزم موسیقی

مدھوپ مدگل ؛ خیال شدھ کلیان
اننت لال ؛ شہنائی پر راگ کیدار

جمعرات ۲۳ مئی

صبح

۵-۴۵ صبح گاہی

۶-۲۵ شہر صبا

انجلی بوس ؛ فیض اور شکیل کا کلام
تاج احمد ؛ مجاز، غالب اور
داغ کا کلام۔

۷-۳۰ ساز سنگیت

شرمشٹھا سین ؛ ستار پر اہیر بھیرو

۹-۳۲ ہلکی کلاسیکی موسیقی

الابھومک ؛ ٹھمری جوگیہ اور
دادرہ جوگیہ

دوپہر

۲-۰۷ گیت سے گیت

۲-۳۰ حرف غزل

۳-۰۰ راگ رنگ

رات

۸-۳۰ حسن غزل

انجلی بوس ؛ ذوق اور مومن کا کلام

۹-۰۰ کھیل کے میدان سے

۹-۳۰ ساز اور آواز

۱۰-۰۰ آئینہ ؛ ادبی میگزین
'دبستان لکھنو نمبر'
ایڈیٹر ؛ پروفیسر نور الحسن ہاشمی

۱۱-۳۰ بزم موسیقی

سلامت علی خاں شرافت علی خاں ؛
راگیشوری میں خیال اور ترانہ
شرمشٹھا سین ؛ ستار پر راگ
شیام کلیان

جمعہ ۲۴ مئی

صبح

۵-۴۵ صبح گاہی

حبیب پینٹر و ہمنوا ؛ نعتیہ قوالی

۶-۲۵ شہر صبا

تسنیم سید ؛ امیر خسرو اور
مخدوم محی الدین کا کلام
لچھمن داس سندھو ؛ حسرت موہانی،
جگر اور راجیش کمار اوج کا کلام

۷-۳۰ ساز سنگیت

پرشانت کمار بھانجہ ؛ سرود پر
راگ اہیر بھیرو

۹-۰۰ آؤ بچو!

۱۔ کہانی از سراج انور
۲۔ گیت
۳۔ بچوں کی دنیا
۴۔ بچوں کے خط

۹-۳۲ آپکے خط آپکے گیت

دوپہر

۲-۰۷ سات سوال

۲-۳۰ فلمی دنیا

۳-۰۰ کہکشاں

رات

۸-۳۰ حسن غزل

تسنیم سید ؛ غالب کا کلام

۹-۳۰ کہانی سنگیت کی

۱۱-۳۰ بزم موسیقی

اوما ڈے ؛ خیال بہاگ
پرشانت کمار بھانجہ ؛ سرود پر راگ کیدار

ہفتہ ۲۵ مئی

صبح

۵-۴۵ صبح گاہی

۶-۲۵ شہر صبا

شانتا سکینہ ؛ شکیل بدایونی اور
جگر کا کلام
صفدر حسین ؛ غالب اور
داغ کا کلام

۷-۳۰ ساز سنگیت

رام سروپ ؛ سارنگی پر للت

۹-۳۲ ہلکی کلاسیکی موسیقی

کمل سنگھ ؛ ٹھمری بھیروی اور
ٹھمری دادرہ

دوپہر

۲-۰۷ شعر ہمارے گیت آپکے

۲-۳۰ بزم خواتین

۱۔ 'آزادی نسواں اور نہرو' تقریر
۲۔ غزل ۳۔ خطوں کے جواب

۳-۰۰ پھر سنیے

رات

۸-۳۰ حسن غزل

شانتا سکینہ ؛ شکیل بدایونی اور
فیض کا کلام

۹-۰۰ ریڈیو نیوز ریل

۹-۳۰ نغمات وطن

۱۰-۰۰ نئی نسل نئی روشنی

۱۱-۳۰ بزم موسیقی

سوہن سنگھ ؛ خیال ناشکی
رام سروپ ؛ سارنگی پر
راگ جے جے ونتی

اتوار ۲۶ مئی

صبح

۵-۴۵ صبح گاہی

۶-۲۵ شہر صبا

سیما شرما ؛ جاں نثار اختر،
عمر انصاری اور مخمور دہلوی کا کلام
چندن کمار داس ؛ بشیر بدر اور
حفیظ جالندھری کا کلام

۷-۳۰ ساز سنگیت

پرکاش این سکینہ ؛ بانسری پر
راگ نٹ بھیرو

۹-۳۲ چلتے چلتے

دوپہر

۲-۰۷ آپکا خط ملا

رات

۸-۳۰ حسن غزل

چندن کمار داس ؛ ساحر بھوپالی
اور امیر قزلباش کا کلام

۹-۰۰ رسائل و جرائد

۹-۳۰ گجرے بن کارے

نرملا دیوی ؛ ٹھمری پہاڑی

۱۰-۰۰ 'اپنا گھر' ڈرامہ
تحریر ؛ وارث احمد خاں

۱۱-۳۰ بزم موسیقی

پربھا اترے ؛ خیال مدھوکونس
پرکاش این سکینہ ؛
بانسری پر راگ جوگ

پیر ۲۷ مئی

صبح

۵-۴۵ صبح گاہی

۶-۲۵ شہرِ صبا
پشپا رانی : غزلیں
بلال احمد، حسن نعیم، مخدوم محی الدین
اور فیض کا کلام
۷-۳۰ سازسنگیت
پیوش پنوار : سنطور پر
راگ اہیر بھیروں
۹-۳۲ کلاسیکی موسیقی
مبارک علی : خیال للت
دوپہر
۲-۰۰ میری نظر میں
۲-۳۰ ڈرامہ
۳-۰۰ سازوں پر موسیقی
یعقوب علی : سرود پر
راگ گوڑ سارنگ
اسد علی خاں : سرسوتی وینا پر
راگ برندابنی سارنگ
رات
۸-۳۰ حسنِ غزل
پشپا رانی : غزلیں
۹-۰۰ کلام شاعر
کشور ناہید
۹-۳۰ پنجابی نغمے
۱۰-۰۰ دریچہ
۱۱-۳۰ بزمِ موسیقی
مبارک علی : خیال بہاگ
پیوش پنوار : سنطور پر
راگ راگیشوری

منگل ۲۸ مئی

صبح
۵-۴۵ صبح گاہی
۶-۲۵ شہرِ صبا
سریندر کور : صبا افغانی کا کلام
محمد یعقوب، پارسا جےپوری، امیر حسن
اور خمار بارہ بنکوی کا کلام
۷-۳۰ سازسنگیت
وی۔سی۔ رانا ڈے : وائلن پر
راگ دیوگ ورالی
۹-۳۲ کلاسیکی موسیقی
محمد حسین سرانگ : خیال گن کلی
دوپہر
۲-۰۰ جھلکتے گیت
۲-۳۰ نئی نسل نئی روشنی
۳-۰۰ میری پسند

رات
۸-۳۰ حسنِ غزل
سریندر کور : جگر مرادآبادی اور
شکیل کا کلام
۸-۴۵ فلمی دوگانے
۹-۰۰ تقریر
۹-۳۰ ساز اور آواز
۱۰-۰۰ مشاعرہ
۱۱-۳۰ بزمِ موسیقی
محمد حسین سرانگ : خیال باگیشوری
وی۔سی۔ رانا ڈے : وائلن پر
راگ جوگ

بدھ ۲۹ مئی

صبح
۵-۴۵ صبح گاہی
۶-۲۵ شہرِ صبا
اوما گرگ : ساغر پالم پوری،
بشیر بدر اور سکندر علی وجد کا کلام
ستیش بترا : داغ دہلوی کا کلام
۷-۳۰ سازسنگیت
جگناتھ وساتھی اور
ایس این گلاٹی :
شہنائی اور وائلن لیگبندی
۹-۳۲ کلاسیکی موسیقی
نصیر احمد خاں : گائن
دوپہر
۲-۰۰ سب رس
۲-۳۰ بزمِ خواتین
خواتین کا مشاعرہ
۳-۰۰ رنگارنگ
مزاحیہ ڈرامہ
رات
۸-۳۰ حسنِ غزل
ستیش بترا، حسن کمال اور
فراق کا کلام
۹-۰۰ شہ پارے
ملک محمد جائسی کی پدماوت پر ایک
تعارفی فیچر
۹-۳۰ کچھ بن کا ہے
۱۰-۰۰ صدائے رفتہ
۱۱-۳۰ بزمِ موسیقی
نصیر احمد خاں : گائن
جگناتھ وساتھی اور



'نئی نسل نئی روشنی'
میں نشر ایک مشاعرے کے شرکاء — (دائیں سے) سرور حسین سرور
ابو طالب طالب، ظفر مرادآبادی، اقبال فردوسی اور انور باری۔

ایس این گلاٹی :
وائلن اور شہنائی لیگبندی

جمعرات ۳۰ مئی

صبح
۵-۴۵ صبح گاہی
۶-۲۵ شہرِ صبا
امینہ برنی : جان نثار اختر اور
خمار بارہ بنکوی کا کلام
مہندر چوپڑہ : راجیش کمار اوج
اور ساغر نظامی کا کلام
۷-۳۰ سازسنگیت
کلیانی رائے : ستار پر
راگ جونپوری
۹-۳۲ ہلکی کلاسیکی موسیقی
سدھیشوری دیوی : ٹھمری بھیروی
اور دادرا بھیروی
دوپہر
۲-۰۰ گیت سے گیت
۲-۳۰ حرفِ غزل
رات
۸-۳۰ حسنِ غزل
۹-۰۰ کھیل کے میدان سے
۹-۳۰ ساز اور آواز
۱۰-۰۰ ماضی کے دیار
'سری نگر کی ادبی مجلسیں'
ترتیب : قیصر قلندر
۱۱-۳۰ بزمِ موسیقی
رئیس خاں : مشر پیلو میں دھمار

جمعہ ۳۱ مئی

صبح
۵-۴۵ صبح گاہی
عبداللطیف : نعتیہ قوالی
۶-۲۵ شہرِ صبا
اقبال بانو : داغ اور
فانی بدایونی کا کلام
جمیل احمد : جان نثار اختر اور
امیر قزلباش کا کلام
۷-۳۰ سازسنگیت
اشوک رائے : سرود پر راگ بیراگی
۹-۳۲ آپکے خط آپکے گیت
دوپہر
۳-۰۰ کہکشاں
رات
۸-۳۰ حسنِ غزل
اقبال بانو : غالب کا کلام
۹-۳۰ ایک راگ کئی روپ
۱۰-۰۰ روبرو
۱۱-۳۰ بزمِ موسیقی
محمد سعید، محمد رشید : خیال باگیشوری
اشوک رائے : سرود پر
راگ پہاڑی جھنجھوٹی

دہلی

میڈیم ویو

دہلی الف ۳۶۶ء۳ میٹر ۸۱۹ کلو ہرٹز
دہلی ب ۴۵۰ء۵ میٹر ۶۶۶ کلو ہرٹز
دہلی ج ۲۱۹ء۳ میٹر ۱۳۶۸ کلو ہرٹز
دہلی د ۲۹۴ء۹ میٹر ۱۰۱۷ کلو ہرٹز

شارٹ ویو

صبح ۸-۰۰ تک ۸۹ء۱۵ میٹر ۳۳۶۵ کلو ہرٹز
صبح ۸-۱۵ کے بعد ۴۸ء۴۷ میٹر ۶۱۹۰ کلو ہرٹز
دوپہر ۴۸ء۴۷ میٹر بعد دوپہر ۶۱۹۰ کلو ہرٹز
شام ۵-۴۵ تک ۴۸ء۴۷ میٹر ۶۱۹۰ کلو ہرٹز
شام ۶-۰۰ سے رات تک ۸۹ء۱۵ میٹر ۳۳۶۵ کلو ہرٹز

خبریں

دہلی 'الف'

ہندی/انگریزی: صبح ۶-۰۰ (عالمی)
ہندی: صبح ۸-۰۰، ۱۱-۰۰ دوپہر ۱-۰۰، ۲-۱۰ شام ۵-۰۰ صوبائی شام ۵-۰۵، ۷-۵۰ (علاقائی)
رات ۸-۴۵، ۱۱-۰۵ (عالمی) انگریزی: دوپہر ۱۲-۰۰
سنسکرت: صبح ۷-۰۰، شام ۶-۱۰ اردو: صبح ۸-۵۰، دوپہر ۱-۵۰ اور رات ۹-۱۵ (خبریں اور تبصرہ) پنجابی: دوپہر ۱-۴۰

دہلی 'ب': ہندی: دوپہر ۲-۴۵ (دھیمی رفتار سے)
انگریزی: صبح ۸-۱۰، ۱۰-۰۰ دوپہر ۱-۰۰، ۲-۲۰ (دھیمی رفتار سے) شام ۴-۰۰، ۶-۰۰، ۹-۰۰، ۱۱-۰۰ (عالمی)
پنجابی: صبح ۸-۳۰ شام ۷-۳۰ ہندی نیوزلیٹر: صبح ۹-۰۰ بجے

دہلی 'د': ہندی: شام ۷-۳۰ انگریزی: رات ۹-۱۵
کھیل کود: شام ۷-۰۰ (ہندی) رات ۸-۰۰ (انگریزی)

مقررہ پروگراموں کے لیے "آواز" شمارہ یکم مئی دیکھیے

شاستریہ سنگیت

گائن

مدھپ مودگلیہ : صبح ۸-۱۰ اور
رات ۹-۰۰ (الف) ۱۶ر مئی
وشواناتھ : صبح ۱۱-۰۲ (الف) ۱۶ر مئی
شتروگھن شکلا : صبح ۱۰-۳۰ اور
شام ۵-۴۰ (الف) ۱۷ر مئی
رادھے راج : صبح ۷-۳۲ (ب)
صبح ۱۱-۳۰ (الف) ۱۷ر مئی
مہندر شرما : صبح ۸-۱۰ اور
رات ۹-۰۰ (الف)
شام ۳-۳۰ (ب) ۱۸ر مئی
چترا راسّے : صبح ۱۱-۰۲ اور
شام ۵-۲۰ (الف) ۱۸ر مئی
استاد امیر خاں : صبح ۸-۱۰ اور
رات ۹-۰۰ (الف) ۱۹ر مئی
امرناتھ : صبح ۸-۱۰
شام ۵-۴۰ اور
رات ۹-۰۰ (الف) ۲۰ر مئی
شانتی ہیرانند : صبح ۱۰-۳۰ اور
شام ۵-۲۰ (الف)
صبح ۷-۳۲ (ب) ۲۱ر مئی
ڈاگر بندھو : صبح ۸-۱۰
۱۱-۰۲ اور
رات ۹-۰۰ (الف) ۲۲ر مئی
نثار حسین خاں : صبح ۸-۱۰ (الف) ۲۳ر مئی
رام اوتار : صبح ۱۰-۳۰ اور
شام ۵-۲۰ (الف) ۲۳ر مئی
مرنالنی کھانڈیکر : صبح ۱۱-۳۰ (الف)
۷-۳۲ (ب) ۲۳ر مئی
ریتا گنگولی : صبح ۸-۱۰
۱۱-۰۲ اور
رات ۹-۰۰ (الف) ۲۴ر مئی
شنو کھرانہ : صبح ۱۰-۳۰ اور
۵-۴۰ (الف)
صبح ۷-۳۰ (ب) ۲۵ر مئی
مالتی گیلانی : صبح ۱۱-۳۰ (الف) ۲۵ر مئی
شفیع احمد
(اکھل بھارتیہ سنگیت کا پروگرام): رات ۹-۳۰ (الف) ۲۵ر مئی
مادھوری مٹو : صبح ۸-۱۰ اور
رات ۹-۰۰ (الف)
شام ۳-۲۰ (ب) ۲۶ر مئی
ملیکارجن منصور : رات ۹-۳۰ (الف) ۲۶ر مئی
کمل سہگل کویتا سہگل : صبح ۱۰-۳۰ اور
شام ۵-۴۰ (الف) ۲۷ر مئی
نواب خاں : صبح ۱۱-۳۰ (الف)
۷-۳۲ (ب) ۲۷ر مئی
سنگھ بندھو : رات ۱۰-۰۰ (الف) ۲۷ر مئی
حفیظ احمد خاں : صبح ۸-۱۰ اور
۹-۰۰ (الف)
سہ پہر ۳-۳۰ (ب) ۲۸ر مئی
نینا دیوی : صبح ۸-۱۰
شام ۵-۲۰ اور
رات ۹-۰۰ (الف) ۲۹ر مئی
امیر حسین خاں : صبح ۱۱-۰۲ (الف) ۲۹ر مئی
راجن مشرا ساجن مشرا : صبح ۸-۱۰
۱۱-۰۲ اور
رات ۹-۰۰ (الف) ۳۰ر مئی
سعید الدین ڈاگر : صبح ۱۱-۳۰ اور
شام ۵-۴۰ (الف) ۳۱ر مئی
مبارک علی : صبح ۱۱-۲۰ (الف)
۷-۳۰ (ب) ۳۱ر مئی

ساز سنگیت

ستار

سودیپتا شرما : صبح ۱۰-۳۰ اور
شام ۵-۲۰ (الف) ۱۶ر مئی
اندرانی چکرورتی : صبح ۱۰-۳۰ اور
۵-۴۰ (الف) ۱۸ر مئی
سبط حسن : ۱۰-۳۰ (الف) ۲۰ر مئی
مدن شنکر مشرا : صبح ۸-۱۰ اور
رات ۹-۰۰ (الف)
سہ پہر ۳-۳۰ (ب) ۲۱ر مئی
شرافت خاں : صبح ۱۰-۳۰ اور
شام ۵-۴۰ (الف) ۲۴ر مئی
دیوبرت چودھری : صبح ۱۰-۰۰ (الف) ۲۶ر مئی

سعید ظفر خاں : صبح ۳۰-۱۰ اور
شام ۲۰-۵ (الف) ۲۸ مئی
ادشاکرن : صبح ۳۰-۱۱ (الف) ۳۰ مئی
ادماشنکر مشر : صبح ۱۰-۸
۰۲-۱۱ اور
رات ۰۰-۹ (الف) ۳۱ مئی

وائلن

جوئے شری واستو : صبح ۳۰-۱۱ (الف)
۳۲-۷ (ب) ۱۸ مئی
اشوک گوسوامی : رات ۰۰-۱۰ (الف) ۲۸ مئی
گوہر علی : صبح ۳۰-۱۱ (الف)
صبح ۳۰-۷ (ب) ۲۹ مئی

بانسری

پرکاش وڈھیرا : صبح ۱۰-۸ (الف) ۱۷ مئی
دنیش کمار : صبح ۳۰-۱۰ اور
شام ۴۰-۵ (الف) ۲۹ مئی

جلترنگ

بلدیو کرشن : صبح ۰۲-۱۱ (الف) ۱۷ مئی
تھاسی رام نرمل : صبح ۰۲-۱۱ اور
شام ۲۰-۵ (الف) ۲۵ مئی

سنطور

بھگوان داس شرما : صبح ۳۰-۱۱ (الف)
۳۲-۷ (ب) ۲۳ مئی

سرود

آئیندر کمار موئترا : رات ۳۰-۹ (الف)
سہ پہر ۳۰-۳ (ب) ۱۹ مئی
چونی لال اندوریا : صبح ۳۰-۱۰ اور
شام ۴۰-۵ (الف) ۲۲ مئی
اشوک کمار راستے : صبح ۱۰-۸ اور
رات ۰۰-۹ (الف)
سہ پہر ۳۰-۳ (ب) ۲۵ مئی

سارنگی

چھوٹے خاں : صبح ۳۰-۱۱ اور
شام ۲۰-۵ (الف)
صبح ۳۲-۷ (ب) ۲۰ مئی
حفیظ اللہ خاں : صبح ۱۰-۸ اور
رات ۰۰-۹ (الف)
سہ پہر ۳۰-۳ (ب) ۲۷ مئی

رودر وینا

اسد علی خاں : رات ۰۰-۱۰ (الف) ۲۹ مئی

شہنائی

اننت لال اور ساتھی : رات ۰۰-۱۰ (الف) ۲۰ مئی
ستیش پرکاش قمر : صبح ۳۰-۱۱ (الف)
۳۲-۷ (ب) ۲۲ مئی

کلارنٹ

بھیم سنگھ : صبح ۳۰-۱۱ (الف)
۳۲-۷ (ب) ۱۶ مئی
نریندر پال : صبح ۰۲-۱۱ (الف) ۲۱ مئی

وچتر وینا

احمد رضا خاں : رات ۰۰-۱۰ (الف) ۲۲ مئی

کرناٹک سنگیت

سدھا کرشنا چار : صبح ۳۰-۱۰ (الف)
سہ پہر ۳۰-۳ (ب) ۱۶ مئی
ٹی۔ آر۔ کرشنا : صبح ۳۰-۱۰ (الف)
سہ پہر ۳۰-۳ (ب) ۱۷ مئی
جی وئیدیہی : صبح ۳۰-۱۱ اور
شام ۳۵-۵ (الف) ۱۹ مئی
شانتا چکرورتی : رات ۳۰-۱۰ اور
سہ پہر ۳۰-۳ (ب) ۲۳ مئی
سری رنگم اوکانن : رات ۳۰-۱۰ (الف)
سہ پہر ۳۰-۳ (ب) ۲۴ مئی
پرندر کرتی منجری ملا جلا پروگرام
پرندرا ڈوسا رینڈرڈ : صبح ۳۰-۱۱ اور
شام ۳۵-۵ (الف) ۲۶ مئی
وئیدیہی رامچندرن : سہ پہر ۳۰-۳ (ب) ۲۹ مئی
کرناٹک سنگیت سبھا
گومتی وشوناتھن : رات ۰۰-۱۰ (الف) ۳۰ مئی

وینا (کرناٹکی)

بھاما رامچندرن : سہ پہر ۳۰-۳ (ب) ۲۲ مئی
سبھدرا ناگ راج : رات ۳۰-۱۰ (الف)
سہ پہر ۳۰-۳ (ب) ۳۱ مئی

سیکسوفون

کادری گوپال ناتھ : سہ پہر ۳۰-۳ (ب) ۳۰ مئی

لوک بھارتی (لوک گیت)

دوپہر ۰۲-۱۲ (الف)

بنگلہ : ۱۶، ۲۳ اور ۳۰ مئی
مراٹھی : ۱۷، ۲۴ اور ۳۱ مئی
گجراتی : ۱۸ اور ۲۵ مئی
تلگو : ۲۰ مئی
آسامیا : ۲۱ مئی
کنڑ : ۲۲ مئی
تمل : ۲۷ مئی
اُڑیہ : ۲۸ مئی
ملیالم : ۲۹ مئی

سنگم

صبح ۰۰-۸ (ب)

مراٹھی : ۱۶، ۲۳ اور ۳۰ مئی
تلگو : ۱۷ اور ۳۱ مئی
کنڑ : ۱۸ مئی
آسامیا : ۱۹ مئی
سندھی : ۲۰ اور ۲۷ مئی
بنگلہ : ۲۱ اور ۲۸ مئی
گجراتی : ۲۲ اور ۲۹ مئی
مراٹھی : ۲۳ اور ۳۰ مئی
تمل : ۲۴ مئی
ملیالم : ۲۵ مئی
اُڑیہ : ۲۶ مئی

لوک مادھوری (لوک گیت)

صبح ۰۱-۹ (ب)

برج : ۱۶، ۲۳ اور ۳۰ مئی
راجستھانی : ۱۷، ۲۴ اور ۳۱ مئی
ڈوگری : ۱۸ مئی
بھوجپوری : ۲۰ مئی
ہماچلی : ۲۱ مئی
ہریانوی : ۲۲ اور ۲۹ مئی
گڑھوالی : ۲۵ مئی
اودھی : ۲۷ مئی
ہماچلی : ۲۸ مئی

سگم سنگیت

شام ۴۵-۶ اور ۴۳-۸ (ب)

نکو ماتھر : ۱۶ مئی
کاجل بنرجی : ۱۷ مئی
حبیب پینٹر اور ساتھی : ۱۹ مئی
ودیا ناتھ سیٹھ : ۲۰ مئی
رشمی ماتھر : ۲۱ مئی
روسلین جمیل : ۲۲ مئی
اوشا سیٹھ : ۲۳ مئی
رینو سچدیو : ۲۴ مئی
دینا ناتھ : ۲۶ مئی
من موہن پہاڑی : ۲۷ مئی
اندرانلنی سنگھ : ۲۸ مئی
افضل اقبال اور ساتھی : ۲۹ مئی
گھنشیام داس : ۳۰ مئی
سرلا کپور : ۳۱ مئی

سائنس پروگرام

وگیان ترچا صبح ۵۰-۶ (الف)

ہیرنگ ایڈز (تقریر) ڈاکٹر پی کے کر : ۱۷ مئی

ہالوگن لیمپ (تقریر) ڈاکٹر وبے ساردا : ۲۰ر مئی
مائی کوڈوکن (تقریر) ڈاکٹر ایس پی بسواس : ۲۲ر مئی
کلاؤڈ برسٹ (تقریر) آر ایم بھٹناگر : ۲۴ر مئی
میتھل موبیٹکشن یا تی فلوورز (تقریر)
پروفیسر جی ایس رون وال : ۲۷ر مئی
متن فلم کوٹنگ (تقریر) ڈاکٹر اد شا بھٹناگر : ۳۱ر مئی
میتھل الوئیز (تقریر) سی پی شرما : ۳۱ر مئی

وگیان آلوک

رات ۱۵-۸ (الف)

وگیان سماچار، ڈاکٹر اشوق پراشر ۲۲ر مئی
ڈسکشن آن دی ایڈوانسمینٹس اینڈ دی چیلنجز ان دی فلڈ آف ہومیو پیتھی : ۲۹ر مئی

گیان وگیان ۔ شام ۰۵-۵ (الف)

وگیان سماچار آلوک سکسینہ : ۲۱ر مئی
بتاؤ تو جانیں ۔ او۔ بی ریکارڈنگ پر مبنی پہیلی
ڈاکٹر انشو شرما : ۲۸ر مئی

گھر وگیان (دیہاتی عورتوں کے لیے)

دوپہر ۳۰-۱۲ (الف)

وائی ڈوڈوی گیٹ ٹائیرڈ (تقریر) اسکرپٹ
ڈاکٹر راج بالا یادو : ۲۲ر مئی
لیف ٹریز (تقریر) اسکرپٹ
ڈاکٹر ایس پی بسواس : ۲۹ر مئی

گھر وگیان (شہری عورتوں کے لیے)

دوپہر ۳۰-۱۲ (الف)

انگریزی تقریر از
ڈاکٹر ستیہ پریہ کھنہ : ۱۶ر مئی
فلورائیڈ (اسکرپٹ)
ڈاکٹر جیوتی پوری : ۲۳ر مئی
آنولا (تقریر)
سنتوش چوپڑا : ۳۰ر مئی

ناٹک اور جھلکی

کیسلی دھوپ
تحریر: راجیش جین : رات ۳۰-۹ (الف) ۱۷ر مئی
دوپہر ۳۰-۲ (الف) ۱۹ر مئی
جرین دیئے جات دعا
تحریر: کرتار سنگھ دگل : دوپہر ۳۰-۱۲ (الف) ۲۰ر مئی
کول تار (ڈرامہ)
تحریر: مدرا راکھشش : رات ۳۰-۹ (الف) ۲۱ر مئی
کیک تاسس میں پھول
شریمتی اندو ماتھر : رات ۳۰-۹ (الف) ۲۳ر مئی
پگلا گھوڑا بادل سرکار کے بنگلہ ناٹک کا ہندی ریڈیو روپانتر
روپانترکار: پرتبھا اگروال : رات ۳۰-۹ (الف) ۲۴ر مئی

دوپہر ۳۰-۲ (الف) ۲۶ر مئی
وگیان کی معیت
تحریر: دنیش بھارتی : دوپہر ۱۵-۱۲ (الف) ۲۹ر مئی
نہرو اور یووا ورگ (جھلکی)
تحریر: کمل رتت : دوپہر ۳۰-۱۲ (الف) ۲۷ر مئی
اس دیوار کے سائے میں (ناٹک)
تحریر: رفعت سروش : رات ۳۰-۹ (الف)

تقریر / انٹرویو (ہندی اور انگریزی)

ہندوستان کی کہانی
پنڈت نہرو کی تصنیف "ڈسکوری آف انڈیا" کا
قسط وار نشریہ : صبح ۵۰-۷ (ب) (روزانہ)
"بُرے پھنسے" پریمی بھنکار (تقریر)
لائبریری میں پہیش نول : رات ۱۵-۸ (الف) ۱۶ر مئی
"اولوکن" (ہندی)
انٹرویوز پر مبنی پروگرام : صبح ۰۲-۷ (ب) ۱۷ر مئی
فرام دی آرکائیوز۔ لیوز آف دی فوک (۱۱۱)
ناٹیکا انگریزی میں تمثیلی تقریر
جیب "ڈیر : رات ۳۰-۹ (ب) ۱۶ر مئی
گاندھی چرچا
گاندھی جی کے وچار ایوم پریرجین پر
مبنی پروگرام : رات ۰۰-۱۰ (الف) ۱۷ر ۲۴ر اور ۳۱ر مئی
دلّی کا پھیلتا آنچل : بادلی
انٹرویوز پر مبنی پروگرام : صبح ۳۰-۷ (الف) ۱۸ر مئی
آج کے آیتھی
بیجاپور کے کرناٹک بال ساہتیہ اکیڈمی کے ادھیکش سینتو سنگیش سے بھینٹ وارتا : رات ۱۵-۸ (الف) ۱۸ر مئی
آور گیسٹ ٹونائیٹ
ودیشی مہمان سے ملاقات : رات ۳۰-۹ (ب) ۱۸ر مئی
"ساہتیکی"
ادبی میگزین پروگرام (ہندی)
(۱) پنڈت ہزاری پرساد دویدی کا ساہتیہ چنتن" تقریر
(۲) سنسکرت بھاشیم النکار ساہتیم۔ دیونیالوک "سنسکرت چرچا"
(۳) ویدک ساہتیہ میں سمندر وگیان (تقریر)
صبح ۰۲-۷ (ب) ۱۹ر مئی
اپنی نگری
اسپاٹ ریکارڈنگ پر مبنی پروگرام: صبح ۱۵-۹ (ب) ۱۹ر مئی
سنسکرت شکشا پاٹھ نمبر ۱۳۰: شام ۰۵-۵ (الف) ۱۹ر مئی
نیشنل پروگرام
سوتنترتا سنگرام میں یووا پیڑھی کا یوگدان (ہندی) تقریر
کنہیا لال پربھاکر : رات ۳۰-۹ (الف) ۲۰ر مئی
انڈینے ڈیٹینیس ان دل
ڈاکٹر راما لنگم سوامی کے ساتھ

انٹرویو : رات ۳۰-۹ (ب) ۲۰ر مئی
سورویلا
کبیر کے پدوں کا سوریا پاٹھ : صبح ۳۰-۷ (الف) ۲۱ر مئی
"اُدیوگ منڈل" شرکوں کے لیے
شرمک اور ان کے سواستھ : رات ۰۰-۱۰ (الف) ۲۱ر مئی
سمیا اور وچار پستکالیوں کا اپیوگ اور جن وائیتو
سننے والوں کی فرمائش پر : رات ۱۵-۸ (الف) ۲۱ر مئی
نیشنل پروگرام "چیلنجز ٹو ڈیموکریسی"
(۱) جوڈیشیل پروسیز
انگریزی میں تقریر : رات ۳۰-۹ (ب) ۲۱ر مئی
آکاشوانی اسٹیشنوں کے پروگراموں سے انتخاب
رات ۳۰-۹ (ب) ۲۲ر مئی
سنسکرت شکشا پاٹھ : شام ۰۵-۵ (الف) ۲۳ر مئی
ٹاکنگ اباؤٹ بکس۔ انگریزی میں نئی کتابوں پر تبصرہ
رات ۳۰-۹ (ب) ۲۳ر مئی
سانسکرت سمیکشا پر چرچا (ہندی)
کمل مشرا : صبح ۳۰-۷ (الف) ۲۵ر مئی
آور گیسٹ ٹونائٹ
ودیشی مہمان سے ملاقات : رات ۳۰-۹ (ب) ۲۵ر مئی
ساہتیکی
ادبی میگزین پروگرام (ہندی)
(۱) پتر پتریکاؤں سے
(۲) پستک سماچار : صبح ۰۲-۷ (ب) ۲۶ر مئی
اپنی نگری: راجدھانی میں صفائی ویوستھا
انٹرویو پر مبنی پروگرام : صبح ۱۵-۹ (ب) ۲۶ر مئی

> اتہاس کے جھروکے سے
> ادھونک بھارت کے نرماتا۔ پنڈت نہرو
> صبح ۳۰-۷ (الف) ۲۷ر مئی

نیشنل پروگرام (ہندی)
میں اور میری دھرتی کیرل (جھلکی): رات ۳۰-۹ (الف) ۲۷ر مئی
ہندی فلموں پر چرچا : رات ۱۵-۸ (الف) ۲۹ر مئی
نیشنل پروگرام (انگریزی)
کونٹیمپو ٹائمز : رات ۳۰-۹ (ب) ۲۸ر مئی
پرائمری ایجوکیشن
انگریزی تقریر : رات ۳۰-۹ (ب) ۲۹ر مئی
سنسکرت شکشا پاٹھ ۱۳۲ : شام ۰۵-۵ (الف) ۳۰ر مئی
دو ہزار کی دنیا اور بھارت چکتسا کشتر میں
تقریر ہندی : رات ۱۵-۸ (الف) ۳۰ر مئی
فرام دی آرکائیوز
لیوز آف دی فوک (۱۷)
بھنور شانتا گیرمی : رات ۳۰-۹ (ب) ۳۰ر مئی
"وائیولینس اگینسٹ وومن" تقریر
پرومِلا گریوال : رات ۳۰-۹ (ب) ۳۱ر مئی

لکھنؤ

میڈیم ویو : لکھنؤ 'الف' : ۴۰۱،۶ میٹر ۷۴۷ کلوہرٹز لکھنؤ 'ج' : ۲۳۴،۷ میٹر ۱۲۷۸ کلوہرٹز
شارٹ ویو : لکھنؤ 'ب' : صبح ۵-۴۵ - ۷ تک ۹۳،۶۰ میٹر ۳۲۰۵ کلوہرٹز
صبح ۸-۰۰ بجے کے بعد ۴۸،۱۸۲ میٹر ۶۱۶۰ کلوہرٹز
دوپہر ۴۱،۳۸ میٹر ۷۲۵۰ کلوہرٹز
شام اور رات ۹۳،۶۰ میٹر ۳۲۰۵ کلوہرٹز

خبریں

ھندی/انگریزی (دلی) صبح ۶-۰۰ بجے
پرادیشک سماچار (گورکھپور) صبح ۷-۲۰
ھندی (دلی) صبح ۸-۰۰ دوپہر ۱-۰۰ اور
دوپہر ۲-۱۰ شام ۶-۰۵
شب ۸-۴۵ اور ۱۱-۰۵
انگریزی (دلی) صبح ۸-۱۰ دوپہر ۱-۰۰
شب ۹-۰۰ اور ۱۱-۰۰

سنسکرت (دلی) صبح ۷-۰۰ شام ۶-۱۰
اردو (دلی) صبح ۸-۵۰ شب ۹-۱۲
علاقائی خبریں (لکھنؤ) دوپہر ۲-۳۰
پرادیشک سماچار (لکھنؤ) شام ۷-۲۰
نیوز لیٹر (ہندی) (دلی) صبح ۹-۰۰
ضلع کی چٹھی (لکھنؤ) صبح ۹-۰۵

روزانہ نشر ہونے والے پروگرام

صبح

۵ — ۵۵ وندے ماترم / منگل دھونی
۶ — ۰۵ کرشی چرچا - موسم کا حال
۶ — ۲۰ وندنا
۶ — ۵۰ آلوک
۶ — ۵۵ آج کا کاریہ کرم اور موسم کا حال
۷ — ۰۵ مانس گان
۷ — ۱۵ ریل سوچنائیں / روزگار سماچار
۷ — ۳۰ اندر دھنش
۷ — ۴۵ سگم سنگیت (جمعہ کے علاوہ)
گاندھی چرچا (جمعہ)
۸ — ۲۱ لوک گیت
۸ — ۳۰ اردو پروگرام
۹ — ۱۰ شاستریہ سنگیت
۹ — ۳۰ نگر ناگرک (اتوار)
اختتام (اتوار کے علاوہ)
۹ — ۴۵ بال جگت (اتوار)
۱۰ — ۳۰ سادرانگ گان (اتوار)
۱۱ — ۰۰ پھر سنئے (اتوار)

دوپہر

۱۲ — ۰۰ مل بیٹھے ہیں (اتوار)
سگم سنگیت (اتوار کے علاوہ)
۱۲ — ۱۰ ودیارتھیوں کے لیے (اتوار اور چھٹیوں کے علاوہ)
۱۲ — ۳۰ چتر پٹ سے (اتوار، منگل، جمعرات، ہفتہ)
ملے جلے گانے (پیر، بدھ، جمعہ)
۱ — ۱۰ آج اتوار ہے (جھلکی) (II اور IV اتوار)
ان سے ملئے (I، III اور V اتوار)
گھر آنگن (پیر اور ہفتہ)
گرہ لکشمی (منگل اور جمعہ)
آپ کی پسند لوک گیت (بدھ)
آنگن باڑی (جمعرات)
۱ — ۲۵ کاریہ شیل مہیلاؤں کے لیے (اتوار)
۱ — ۴۰ جوانوں کے لیے
۲ — ۲۰ وگیان اور کسان
۲ — ۳۵ آج کے کاریہ کرم اور موسم کا حال
۲ — ۴۰ ہم سے پوچھئے (اتوار)
لوک گیت (پیر)
سمسائیں گاؤں کی (منگل)
قوالی (بدھ)
لوک گیت - کماؤنی گڑھوال (I، III اور V جمعرات)
لوک گیت بھوجپوری (II اور IV جمعرات)
آپ کا سواستھ (جمعہ)
چترپٹ سے (ہفتہ)
۳ — ۰۰ موسم کا حال / اختتام

شام

۴ — ۳۰ سنگیت شکشا (اتوار) / سنسکرت شکشا (پیر، منگل)
شاستریہ سنگیت (بدھ، ہفتہ)
بھاشا شکشا (جمعرات، جمعہ)
۴ — ۴۵ لوکائتن (اتوار، پیر، منگل، جمعرات اور ہفتہ)
آؤ بچو (بدھ) بال گوپال (جمعہ)
۵ — ۱۵ یووا وانی
۶ — ۰۰ گم شدہ لوگوں سے متعلق اطلاعات
۶ — ۱۵ مزدور منڈل
۶ — ۲۰ ریل سوچنائیں
۶ — ۴۵ آج اور کل کے کاریہ کرم / موسم کا حال
۶ — ۵۰ کسانوں کے لیے
۷ — ۳۰ لوک گیت (اتوار) ہمارے اپنے (پیر)
کھیل جگت (منگل) چترپٹ سے (بدھ، ہفتہ)
وگیان جگت (جمعرات) پتر کے لیے دھینہ دار (جمعہ)
۷ — ۴۵ سنسکرت پروگرام (اتوار، بدھ)
نئے چھتج - فیچر پروگرام (جمعہ)

شب

۸ — ۰۰ ہندی وارتا (اتوار، پیر، بدھ)
ہم ایک ہیں (منگل)
پراکرتک سے میں نے کیا سیکھا (جمعرات)
قانون سے اپنے رشتے (جمعہ)
یاترا کتھا (ہفتہ I اور V)
کاویہ پاٹھ (ہفتہ II)
کہانی (ہفتہ III)
ساہتک سنمرن (ہفتہ IV)
۸ — ۱۵ وادیہ سنگیت
۸ — ۲۰ سگم سنگیت / وودھان منڈل سیکشا
۸ — ۳۰ سماچار درشن (اتوار)
چترپٹ سے / سنسد سمکشا (اتوار کے علاوہ)
۹ — ۳۰ ناٹک (I اور V اتوار) ساہتیکی (II اتوار)
فیچر (III اتوار)
اتر پردیش درشن (اتوار IV)
تقریروں کا قومی پروگرام - ہندی (پیر)
تقریروں کا قومی پروگرام - انگریزی (منگل)
انگریزی میں بات چیت (بدھ)
پرادیشک سنگیت کا قومی پروگرام (I جمعرات)
فیچر کا قومی پروگرام (II جمعرات)
میگزین کا قومی پروگرام (III جمعرات)
ناٹک کا قومی پروگرام (IV جمعرات)
شاستریہ سنگیت (V جمعرات)
آپ کی پسند - فلم سنگیت پر مبنی (جمعہ)

کلاسیکی موسیقی کا قومی پروگرام (ہفتہ)

۴۵ — ۹ شاستریہ سنگیت (پیر) بھارت بھارتی (منگل)
وادیہ سنگیت (بدھ)

۵۰ — ۹ پریوار کلیان پر شنوتری (بدھ)

۰۰ — ۱۰ سنگیت رس، سنگیت پریچے پروگرام (I،
II، III، IV اتوار)
سنسکرت پتریکا (V اتوار)
پریچرچا (پیر)
منگل شب کی محفل موسیقی (منگل) ناٹک (I بدھ)
ماٹی کے گندھ (II بدھ) وندے ماترم (III بدھ)
چین پلے (IV بدھ) گواٹری پلے (V بدھ)
پرادیشک سنگیت کا قومی پروگرام (I جمعرات)
نرجھرنی (II جمعرات) ناٹک کا قومی پروگرام
(IV جمعرات) شاستریہ سنگیت (جمعرات V)

۱۰ — ۱۱ موسم کا حال اور اختتام

شاستریہ سنگیت

گائن

ونائک راؤ پٹلے : صبح ۱۰—۹
رات ۳۰—۱۰ ۱۷ر مئی

سبھاشنی : صبح ۱۰—۹
رات ۳۰—۱۰ ۲۱ر مئی

اُشارانی سریواستو : دوپہر ۱۰—۱۲
شام ۳۰—۴ ۲۲ر مئی

وشوناتھ شری کھنڈے : صبح ۱۰—۹
دوپہر ۱۰—۱۲
رات ۳۰—۱۰ ۲۳ر مئی

وِدیادھر پرساد مشر : صبح ۱۰—۹
شام ۳۰—۴ ۲۵ر مئی

سریندر شنکر اوستھی : صبح ۱۰—۹
رات ۴۵—۹ اور
۳۰—۱۰ ۲۷ر مئی

ساز سنگیت

بانسری

ہری موہن سریواستو : صبح ۱۰—۹
رات ۳۰—۱۰ ۱۶ر مئی

کلارینٹ

رام دلارے : صبح ۱۰—۹
شام ۳۰—۴ ۱۸ر مئی

ستار

الیاس خاں : صبح ۱۰—۹
رات ۳۰—۱۰ ۲۰ر مئی

اشوک مالویہ : صبح ۱۰—۹
رات ۳۰—۱۰ ۲۳ر مئی

سرود

سوپربھات پال : صبح ۱۰—۹
رات ۳۰—۱۰ ۲۴ر مئی

طبلہ

آفاق حسین : دوپہر ۱۰—۱۲ ۲۰ر مئی

شہنائی

نوابو خاں : صبح ۱۰—۹
دوپہر ۱۰—۱۲ ۲۸ر مئی

پکھاوج

رام شنکر داس پاگل داس : صبح ۱۰—۹
دوپہر ۱۰—۱۲
شام ۳۰—۴
رات ۳۰—۱۰ ۲۹ر مئی

وائلن

گوپال چندر نندی : صبح ۱۰—۹
رات ۳۰—۱۰ ۳۱ر مئی

ناٹک / جھلکی / فیچر

ان سے ملئے (بڑے بابو حصہ ۲) : دوپہر ۱۰—۱ ۱۹ر مئی
سکڑتی سڑکیں (فیچر)
تحریر و پیش کش : ستیش ماتھر : رات ۳۰—۹ ۱۹ر مئی
آج اتوار ہے : سونے کا کنگن (جھلکی)
مصنف : موہن برج : دوپہر ۱۰—۱ ۲۶ر مئی
اتر پردیش درشن (فیچر)
پیش کش : ستیش ماتھر : رات ۳۰—۹ ۲۶ر مئی
بکھری کے لوگ (ناٹک)
مصنف : ڈاکٹر ودیا وندو سنگھ : رات ۰۰—۱۰ ۲۹ر مئی

رامپور

۳۴۶ء۷ میٹر (۸۹۱ کلو ہرٹز)

خبریں

ہندی / انگریزی : صبح ۰۰—۶ (عالمی)، ہندی : صبح ۰۰—۸ دوپہر ۰۵—۱ اور ۱۰—۲ شام ۰۵—۶ رات ۴۵—۸
انگریزی : صبح ۱۰—۸ دوپہر ۰۰—۲ رات ۰۰—۹ اردو : صبح ۵۰—۸ اور رات ۱۵—۹
سماچار پتر ہندی : صبح ۰۰—۹، ضلع کی چٹھی : صبح ۰۵—۹، پرادیشک سماچار : شام ۳۰—۷

شاستریہ سنگیت

گائن

جیوتسنا ئی مکھرجی : صبح ۳۰—۷ ۱۸ر مئی
استاد بڑے غلام علی خاں : صبح ۳۰—۷ اور
دوپہر ۴۰—۱ ۲۱ر مئی
کرشن راؤ شنکر پنڈت : دوپہر ۴۰—۱ ۲۳ر مئی
غلام مصطفیٰ خاں : دوپہر ۴۰—۱ ۲۴ر مئی
استاد مشتاق حسین خاں : صبح ۳۰—۷ ۲۵ر مئی
پنڈت جسراج : رات ۱۰—۸ ۲۵ر مئی

ساز سنگیت

ستار

دیوی رام آریہ : صبح ۳۰—۷
دوپہر ۴۰—۱ ۱۸ر مئی

سرود

بہادر خاں : صبح ۳۰—۷ دوپہر ۴۰—۱
رات ۱۰—۸ ۲۲ر مئی

بانسری

جی ایس سچدیو : صبح ۳۰—۷ ۲۷ر مئی

وائلن

این راجم : دوپہر ۴۰—۱ ۲۷ر مئی

رودروینا

ضیاء محی الدین ڈاگر : رات ۱۰—۸ ۲۷ر مئی

سُگم سنگیت

موتی بیگم : رات ۰۰—۸ ۱۶ر مئی
مانک آدتیہ : صبح ۵۰—۷ ۱۸ر مئی
میناکشی سریواستوا : رات ۰۰—۸ ۱۸ر مئی
ونود شرما : صبح ۵۰—۷ ۲۰ر مئی
جعفر حسین اور ساتھی : صبح ۵۰—۷
دوپہر ۳۰—۱۲ ۲۴ر مئی
شیام موہن : صبح ۵۰—۷ ۲۷ر مئی
شجاعت حسین خاں : رات ۰۰—۸ ۳۱ر مئی

لوک گیت

عبدالغفور مستری : رات ۳۰-۹ ۱۹ر مئی
نعمت علی : صبح ۲۱-۸
دوپہر ۲۰-۲ ۲۱ر مئی
سندیش آریہ، سروج سریواستوا
اور سکھیاں : صبح ۲۱-۸
دوپہر ۲۰-۲ ۲۳ر مئی
مردل نگم : صبح ۲۱-۸
دوپہر ۲۰-۲ ۲۵ر مئی
انوپم شریواستوا : صبح ۲۱-۸
دوپہر ۲۰-۲ ۲۸ر مئی
سشما جوشی : صبح ۲۱-۸
دوپہر ۲۰-۲ ۳۰ر مئی

تقریر

اورجا سنرکشن سے جڑے کچھ مہتوپورن پرشن
ڈاکٹر پریتم سنگھ نیگی : صبح ۳۰-۷ ۱۷ر مئی
اردو کے مزاح نگار:
پطرس بخاری : رات ۰۰-۸ ۱۹ر مئی
ڈاکٹر فہمیدہ کبیر
بریلی کی کچھ تاریخی جگہیں : رات ۰۰-۸ ۱۸ر مئی
پرتاپ چند آزاد
آثار قدیمہ میں بھارت کے کارنامے
سید مرتضیٰ علی : رات ۰۰-۸ ۲۶ر مئی
ویر ساورکر : تقریر از
مہندر پرتاپ : رات ۰۰-۸ ۲۸ر مئی

فیچر

جب قید ہوئیں تھیں تحریریں
تحریر: ڈاکٹر لطیف حسین ادیب
پیشکش: محمد علی موج : صبح ۳۰-۸ ۱۷ر مئی

افسانہ

افسانہ: رئیس بزمی : صبح ۳۰-۸ ۲۴ر مئی
سشماہی میں شائع ہونے والے ادبی رسالوں کا جائزہ
شرکاء: حسن احمد نظامی
وقار رومانی اور درود آفریدی: صبح ۳۰-۸ ۳۱ر مئی

گورکھپور

۳۳۰٫۰۰ میٹر ۹۰۹ کلو ہرٹز

سگم سنگیت

صبح ۲۱-۸ اور شام ۰۵-۷

سشما کمار ۱۷ر مئی
چرنجیت سنگھ ساہنی ۲۰ر مئی
نسیم بانو ۲۲ر مئی
نلنی سنہا ۲۵ر مئی
شوکت علی ۲۷ر مئی
راجندر پردیسی ۲۸ر مئی
سنیلا سیٹھ ۳۰ر مئی
مچھندر ناتھ ۳۱ر مئی

لوک گیت

دوپہر ۳۰-۲

کماری دیوی چیترجی اور
جے پرکاش سنگھ ۱۷ر مئی
ستیو پرساد اور
نظیر حسین ۱۸ر مئی
پرتھوی پال سنگھ اور
گھنشیام اپادھیائے ۲۱ر مئی
چندربھان یادو اور
نند گوپال ۲۴ر مئی
میناوتی دیوی شریواستو اور
مہیش پرساد یادو ۲۵ر مئی
تارا پرساد اور
پرمیلا شاہی ۲۷ر مئی
ومیت شریواستو اور
مدن پرساد رائے ۲۸ر مئی
چندربھوشن اپادھیائے اور
محمود بھارتی ۲۹ر مئی

ہندی تقریر

رات ۰۰-۸

'داراشکوہ — ایک وشلیشن'
از رام شرن ترپاٹھی ۱۹ر مئی
رس بھارتی — 'جین دھرم کے مول بھوت سدھانت'
از لکشمی سکسینہ ۱۷ر مئی

'پروانچل میں چترکلا'
از ڈی پی دھولیا ۱۸ر مئی
'میرے جیون کے پریرک گرنتھ'
از ڈاکٹر راج کمار پانڈے ۲۱ر مئی
'آنچلک سنسکرتی — گورکھپور جنپد کی ساہتیک پرمپرا'
رام للت سنگھ ۲۲ر مئی
پستک سمیکشا
ڈاکٹر کنہیا لال اوجھا ۲۳ر مئی
'پدماوت — ایک آکلن کاویہ'
از ڈاکٹر رحمت اللہ ۲۴ر مئی
'نشہ پلا کے گرانا تو سب کو آتا ہے'
از آر ڈی سنگھ ۲۵ر مئی
'سمکالین ہندی کویتا میں بھارتیتا'
از راجندر رنجن ۲۹ر مئی
'چھٹی پنچ ورشیہ یوجنا کی سمیکشا'
پروفیسر پی کے سنگھ ۳۱ر مئی

کویتا پاٹھ

رات ۰۰-۸

پریم شنکر مشرا ۲۰ر مئی
سنت سرن کرونیش ۲۷ر مئی
شیو مورتی ۳۰ر مئی

سواستھ چرچا

دوپہر ۱۰-۱

'آنکھ کی سورکشا'
انشو دیو، ڈاکٹر بی ایم پرساد ۱۹ر مئی
'ٹی بی نینترن'
ڈاکٹر ایس اے حسین ۲۳ر مئی
'ورک اپولز'
ڈاکٹر این بی ایس سرکاری ۳۰ر مئی

ترقیاتی تقریر

رات ۱۶-۹

'ہتھکرگھا اور گورکھپور'
از پروفیسر سدھیر چند ۱۹ر مئی

'کشیپ اور یوگ کی سارتھکتا'
از رمیش چندر شریواستو ۲۶ مئی

کھیل کود
رات ۹-۱۶

'والی بال میں ایشیائی دیش کتنے شکتیم'
تقریر از سبھاش سنگھ ۲۱ مئی
'لان ٹینس میں بھارت کی استھتی' : مذاکرہ
شرکا : ہری نندن شریواستو اور چھوٹے لال ۲۸ مئی

ناٹک / فیچر / خاکہ

'بیٹے پرانے' دوپہر ۱-۱۰ ۱۹ مئی
از چندر کانت
'آر سیھ'
ڈاکٹر گرلیس رستوگی رات ۹-۳۰ ۲۲ مئی
'پرندے'
نرمل درما، اچلا ناگر ۲۹ مئی
'یہ کوئی ناٹک نہیں ہے'
نونیت مشرا ۳۰ مئی

اردو پروگرام
صبح ۸-۳۰

شوخیٔ گفتار
۱۔ 'وہ تبسم وہ تکلم تیری عادت ہی نہ ہو'
از ڈاکٹر عزیز احمد
۲۔ مزاحیہ کلام، گرگٹ گورکھپوری ۱۷ مئی

شعری نشست
شرکا : احمد گورکھپوری، شمیم صابری، جوہر وارثی
اور رمضان وارثی ۲۲ مئی

'قومی ایکتا کا جذبہ کس طرح لوگوں میں پیدا ہو' مذاکرہ
شرکا : نذر الحسن انصاری، شہلا شبیر اور
مرزا احسن اللہ بیگ ۲۴ مئی

کشکول
رات ۹-۳۰

'ماڈرن آرٹ اور پکاسو'
از ظہیر انور واحدی
کلام شاعر : حکیم عبدالباقی نامی
'آغا حشر بحیثیت ڈرامہ نگار'
از بشریٰ زریں ۲۸ مئی

(آگے ص ۴۲ پر)

جالندھر چنڈی گڑھ

جالندھر : میڈیم ویو :	۴۲۷٫۳	میٹر	۷۰۲	کلوہرٹز
	۲۲۲٫۲	میٹر	۱۳۵۰	کلوہرٹز
	۳۴۳٫۶	میٹر	۸۷۳	کلوہرٹز
چنڈی گڑھ : میڈیم ویو :	۲۰۹٫۶	میٹر	۱۴۳۱	کلوہرٹز

خبریں

ہندی : صبح ۸-۰۰ دوپہر ۱-۰۵، ۲-۱۰، ۲-۴۵ (دھیمی رفتار سے) شام ۵-۰۵، ۶-۲۰، ۶ (پرادیشک سماچار) رات ۸-۴۵، ۱۱-۰۵ پنجابی : صبح ۸-۳۰ دوپہر ۱-۴۰ شام ۶-۱۰ (پرادیشک سماچار) شام ۷-۳۰ انگریزی : صبح ۸-۱۰ دوپہر ۱-۰۰ رات ۹-۰۰ اور ۱۱-۰۰
اردو : صبح ۸-۵۰ دوپہر ۱-۵۰ رات ۹-۱۵ اور ۹-۲۵ تبصرہ روزگار سماچار : شام ۷-۴۰

روزانہ نشر ہونے والے پروگرام

جالندھر 'الف'

صبح
۴-۲۵ بندے ماترم اور منگل دھونی
۶-۰۵ آرادھنا، بھکتی سنگیت
۶-۳۵ موسم اور کھیتی باڑی
۶-۴۰ پریچے : پروگراموں کا خلاصہ
۶-۴۵ آسا دی وار (اتوار)
۷-۰۵ امرت بودھ
۷-۳۰ رام چرت مانس (اتوار)
۹-۰۵ سامائکی
۱-۰۵ فوجی بھائیوں کے لیے
۲-۰۰ موسم اور اتنت کھیتی
۲-۲۰ سگم سنگیت
شام
۵-۳۰ گوروانی وچار
۶-۰۰ مقامی اعلان اور پروگراموں کا خلاصہ
۶-۱۰ پرادیشک خبریں (پنجابی)
۶-۲۰ پرادیشک خبریں (ہندی)
۶-۳ دیہاتی پروگرام
۷-۳۰ روزگار خبریں
۹-۱۵ اردو میں تبصرہ

جالندھر 'ب'

صبح
۱۰-۱۰ اسکول براڈکاسٹ
شام
۶-۰۰ یووانی پروگرام
۶-۳۵ یونیورسٹی پروگرام
۷-۰۰ پنجابی میں رنگا رنگ پروگرام
۸-۰۰ اختتام

سگم سنگیت۔ لوک گیت

منگل سنگھ گھمان پوری اور ساتھی	: دوپہر	۲-۳۰	۱۶ مئی
اجیت کور	: رات	۱۰-۱۵	۱۶ مئی
منشی خاں	: دوپہر	۲-۳۰	۱۷ مئی
کلدیپ سنگھ پردیسی	: صبح	۷-۴۵	۱۸ مئی
سریندر شندے اور ساتھی	: سہ پہر	۴-۴۵	۱۸ مئی
کلدیپ مانک	: دوپہر	۲-۳۰	۱۹ مئی
کلدیپ سنگھ بیدی	: سہ پہر	۴-۴۵	۱۹ مئی
ملکھی رام	: صبح	۸-۲۰	۲۰ مئی
ہردیال سنگھ پروانہ	: دوپہر	۲-۳۰	۲۰ مئی
جگت سنگھ جگا	: رات	۱۰-۱۵	۲۰ مئی
کشمیرا سنگھ شبھ	: دوپہر	۲-۳۰	۲۱ مئی
امریک سنگھ ہرگوبند پوری	: سہ پہر	۴-۴۵	۲۱ مئی
چرن سنگھ کنگن پوری	: دوپہر	۲-۳۰	۲۲ مئی
جسدیو کمار ملاجٹ	: صبح	۷-۴۵	۲۳ مئی
جیون سنگھ چندری اور ساتھی	: دوپہر	۲-۳۰	۲۳ مئی
درشن سنگھ	: سہ پہر	۴-۴۵	۲۳ مئی
جلجیت سنگھ زیردی	: دوپہر	۱۲-۳۰	۲۴ مئی
جگموہن کور	: رات	۱۰-۱۵	۲۴ مئی
ہربھجن سنگھ ناہل اور ساتھی	: دوپہر	۲-۳۰	۲۷ مئی
ہردیو سنگھ خوشدل	: صبح	۸-۲۰	۲۷ مئی
گوپال سنگھ پال	: دوپہر	۲-۳۰	۲۸ مئی
کرشن لال پریمی جٹ اور ساتھی	: سہ پہر	۴-۴۵	۲۸ مئی
کشمیرا سنگھ شبھ اور ساتھی	: دوپہر	۲-۳۰	۲۹ مئی
گوردیپ سنگھ	: دوپہر	۲-۳۰	۳۰ مئی
کرم چند	: سہ پہر	۴-۳۰	۳۰ مئی
گورمیت سنگھ باوا اور ساتھی	: دوپہر	۲-۳۰	۳۱ مئی
اجیت سنگھ رنگیلا جٹ	: سہ پہر	۴-۴۵	۳۱ مئی

شبد

کرتار سندھو	: صبح	۷-۲۰	۲۴ مئی
یش پال	: صبح	۸-۲۰	۲۴ مئی

بھجن

جگجیت سنگھ والیا	: صبح	۷-۳۰	۲۵ مئی

پریم جگیاسو : صبح ۳۰-۷ ۲۹رمئی
ودیاساگر رلیپال : صبح ۳۰-۷ ۳۰رمئی

ناٹک: آنسو (ڈرامہ فیسٹول

رات ۳۰-۹

تیاگ: ہندی ناٹک۔ از ابھوشن : ۱۹رمئی
پورن جگت: از ابھینوج : ۲۰رمئی
وکرمی اُروشی (کالیداس) ریڈیو روپانتر
از: آر۔ اے۔ سفرما : ۲۲رمئی
دراڑیں (ناٹک) : ۲۴رمئی
لکیریں۔ جیپال سیٹھی : ۲۵رمئی
بسنت کو آنے دو۔ اندرجوشی : ۲۶رمئی
ہینرے دی کندھ (پنجابی ناٹک)
کرتار سنگھ دُگل : ۲۷رمئی
ناٹکوں پر تنقید و تبصرہ : ۲۸رمئی

سونے کی زنجیریں (ہندی ناٹک)
ڈاکٹر محمد حسن : ۳۱رمئی

تقریر ر ملاقات

ملاقات: شریمتی پھولاں رانی : رات ۰۰-۸ ۱۷رمئی
اکیسویں صدی کی اور
ایس ایس مشا : صبح ۴۵-۷ ۲۰رمئی
سنسکرت ساہتیہ میں رتو ورنن : موسم سرما
پنجابی میں تمثیلی تقریر
از: سریندر کمار شرما : صبح ۴۰-۸ ۲۰رمئی
بھگت کبیر کی وانی میں مانو کلیان (ہندی میں تقریر)
ڈاکٹر دھرم پال ہنگل
خوش رہنے کے سلیقے (اردو میں تقریر)
عطر سنگھ تلوار : رات ۰۰-۸ ۲۱رمئی

پری مل: ادبی پروگرام
رچنا اور رچنا کار: آئینہ میں کہانی کار
از: ڈاکٹر اندو بالی : رات ۰۰-۸ ۲۳رمئی
بڑھتے قدم: صنعتی ترقی
(ہندی میں تقریر) : ۲۴رمئی
ساڈا ورثہ (پنجابی میں تقریر): صبح ۱۵-۷ ۲۶رمئی
اکیسویں صدی کی اور (اردو میں تقریر)
ایس ایس شرما : صبح ۴۵-۷ ۲۷رمئی
سنکرت ساہتیہ نوں پنجابی دا یوگدان
پنجابی وی تمثیلی تقریر۔ کماری نیلم : صبح ۴۰-۸ ۲۷رمئی
پنڈت جواہر لال نہرو اور دھرم نرپیکشتا (ہندی میں تقریر)
از: ستیہ نیشن نندہ : رات ۰۰-۸ ۲۷رمئی
جلدی بیماریاں اور ہومیوپیتھی طریقہ علاج (اردو میں تقریر)

(آگے ص ۴۲ پر)

روہتک

میڈیم ویو : ۲۶۲،۴ میٹر ۱۱۴۳ کلو ہرٹز

خبریں

ہندی: صبح ۰۰-۸ دوپہر ۰۵-۱، ۴۵-۲ (دھیمی رفتار سے) شام ۰۵-۶ رات ۴۵-۸، انگریزی: صبح ۱۰-۸ رات ۰۰-۹

روزانہ نشر ہونے والے پروگرام

صبح
۳۰-۶ اور ۰۵-۷ شام بھکتی سنگیت
۵۵-۶ کھیتی باڑی
۰۵-۷ پروگراموں کا خلاصہ
۲۵-۷ ضلع کی چِٹھی
۲۱-۸ لوک سنگیت (اتوار کو بچوں کے لیے)
۴۰-۸ سب رس
دوپہر
۱۰-۱ فلمی سنگیت
۴۰-۱ اسکول براڈکاسٹ (سوائے ہفتہ، اتوار اور تعطیلات)
۲۰-۲ لوک سنگیت
شام
۳۰-۵ یووا سنسار
۱۰-۶ علاقائی لوک سنگیت (بدھ کو ننھے منے)
۳۰-۶ کرشی جگت
۰۰-۷ گرامین سنسار
۳۰-۷ روزگار سماچار
۱۶-۹ ایک فلم سے

شاستریہ سنگیت

صبح ۴۰-۷

گائن

رتیا گنگولی ۱۶رمئی
پی۔ ایل۔ گوہرکر ۱۷رمئی
گنگا پرساد پاٹھک ۲۲رمئی
بھیم سین جوشی ۲۳رمئی
اتل ڈیسائی ۲۴رمئی
وسنت راؤ دیش پانڈے ۲۸رمئی
شری کانت باکرے ۲۹رمئی
پنڈت جگدیش پرساد ۳۰رمئی
بھیم سین شرما ۳۱رمئی

سازسنگیت

صبح ۴۰-۷

شہنائی

ستیش پرکاش قمر ۱۸رمئی
بسم اللہ خاں ۲۵رمئی

ستار

روی شنکر ۲۰رمئی

اسراج

اشیش بندو پادھیائے ۲۱رمئی

سرود

اسلم خاں ۲۷رمئی

سگم سنگیت

صبح ۱۵-۷

اقبال احمد صدیقی ۱۶رمئی
ہرکشن سنگھ ۱۷رمئی
محمد یعقوب ۱۸رمئی
ظفر حسین ۱۹رمئی
سنتوش بنسل ۲۰رمئی
مدن لال شرما ۲۱رمئی
منجو ستره ۲۲رمئی
پشپا پاگدھرے ۲۳رمئی
اسلم خاں ۲۴رمئی
وندنا واجپئی ۲۵رمئی
نیلم ساہنی ۲۶رمئی
منجو گپتا ۲۷رمئی
کشن لال اروڑہ ۲۸رمئی
ونکر شرما ۲۹رمئی

سنگیتا بھٹناگر ۳۰ مئی
شیام سہورٹ ۳۱ مئی

رات ۸-۳۰

غلام علی ۱۶ مئی
خالد ۱۷ مئی
شیلدھر ۱۸ مئی
منہر ۱۹ مئی
شاردا ۲۰ مئی
جسپال ۲۱ مئی
ہمنت کمار ۲۲ مئی
رادھا سلوچنہ ۲۳ مئی
چیترسین ۲۴ مئی
پریتی چاؤلہ ۲۵ مئی
شمع بانو ۲۶ مئی
گووند پرساد ۲۷ مئی
بیگم اختر ۲۸ مئی
ستیش ببتر ۲۹ مئی
کرشنا کلے ۳۰ مئی
اسلم خاں ۳۱ مئی

ایک فلم سے
رات ۹-۱۶

گیت گنگا ۱۶ مئی
دو یاروں کی یاری ۱۷ مئی
مجھے جینے دو ۱۸ مئی
دو دلوں کی داستان ۱۹ مئی
آل راونڈر ۲۰ مئی
بے وفائی ۲۱ مئی
کرم ۲۲ مئی
کسی کی بیوی ۲۴ مئی
اب دلی دور نہیں ۲۵ مئی
پانی سنسار ۲۶ مئی
ٹرین فرام انڈیا ۲۷ مئی
شمع پروانہ ۲۸ مئی
سرفروش ۲۹ مئی
گیت ۳۰ مئی
بسیرا ۳۱ مئی

ضلع کی چٹھی
صبح ۷-۲۵

گوڑگانوں ۱۶ اور ۲۸ مئی
جیند ۱۷ اور ۲۹ مئی
کوروکشیتر ۱۸ اور ۳۰ مئی
مہندرگڑھ ۱۹ اور ۳۱ مئی
سونی پت ۲۰ مئی

سرسہ ۲۱ مئی
فریدآباد ۲۲ مئی
روہتک ۲۳ مئی

حصار ۲۴ مئی
انبالہ ۲۵ مئی
بھوانی ۲۶ مئی
کرنال ۲۷ مئی

تقریر/مذاکرہ

'بال سدھار گھروں کی اپیوگتا'
صبح ۷-۳۰ ۱۶ مئی
'ہمارا سمویدھان — راجیہ پال کی بھومیکا'
صبح ۷-۳۰ ۱۷ مئی
'گاندھی جی اور مدھ نشیدھ'
صبح ۸-۳۰ ۱۷ مئی
'ہریانہ کے اتہاسک قلعے — کارن کا قلعہ (کرنال)'
صبح ۷-۳۰ ۱۸ مئی
'لگھو ادیوگ اور دیش کی ارتھ ویوستھا'
صبح ۷-۳۰ ۲۰ مئی
'تب کیا ہوگا جب دیر سے گھر پہنچے'
صبح ۷-۳۰ ۲۲ مئی
'سماجک سمسیاؤں کا جنم ہوتا ہے ان سے — سامپردائیکتا'
صبح ۷-۳۰ ۲۳ مئی
ہمارا سنویدھان —
'سنویدھان میں راجیہ نیتی نردیشک سدھانت'
صبح ۷-۳۰ ۲۴ مئی
'گاندھی جی اور نئی تعلیم' صبح ۸-۳۰ ۲۴ مئی
'ہریانہ کے اتہاسک قلعے — جعفرگڑھ کا قلعہ (جیند)'
صبح ۷-۳۰ ۲۵ مئی
'تب کیا ہوا جب بال کاٹے گئے'
صبح ۷-۳۰ ۲۹ مئی
'سڑک درگھٹنائیں اور ناگرک دائتو'
صبح ۷-۳۰ ۳۰ مئی
ہمارا سنویدھان
'نیائے پالیکا کا سروپ' صبح ۷-۳۰ ۳۱ مئی
'گاندھی جی اور سماچار پتر'
صبح ۸-۳۰ ۳۱ مئی

ناٹک/جھلکی

'اشوپرش' ناٹک
تحریر: گوکل گوسوامی رات ۹-۳۰ ۱۹ مئی
'دو دوست' رات ۹-۳۰ ۲۶ مئی

بقیہ:- جالندھر

از: آر ایس کوثر : رات ۸ ۲۸ مئی
حاضر اور غیر حاضر: منشی پریم چند (ہندی میں تقریر)
از: ڈاکٹر رمیش کنتل میگھ : رات ۸ ۳۱ مئی

جھلکی
صبح ۷-۳۰ اور شام ۷-۴۵

جاگرت پریوار کی جھلکی : ۱۹، ۲۰، ۲۶ اور ۲۷ مئی

انتی دی راہ تے : صبح ۷-۱۵ ۲۰ اور ۲۷ مئی
پرتی بمب (جھلکی)
امرت لال پال
اور آر. کے. دہرہ : صبح ۷-۴۵ ۱۹ اور ۲۶ مئی
قدم قدم پڑا پڑا
ڈیولپمنٹ تھیم پر مبنی پروگرام: صبح ۷-۱۵ ۲۲ اور ۲۹ مئی
پنڈ دی مہنار : صبح ۷-۱۵ ۲۳ مئی
ساڑا دیش ساڈی سبھیتا
جے ایس وید : صبح ۷-۳۰ ۲۸ مئی

بقیہ:- گورکھپور

بچوں کیلئے
صبح ۹-۱۵

کہانی از بنشا شنڈن ۱۹ مئی
'تتلیاں اور انکا جیون'
از ڈاکٹر چندر پرکاش ترپاٹھی ۲۶ مئی

خواتین کیلئے
دوپہر ۱-۱۰

'سیر سپاٹا اور منورنجن'
از راجیشوری چوہان ۱۷ مئی
'لڑکیوں کو بوجھ نہ سمجھیں'
از پرتیا سنہا ۲۱ مئی
'گرہستی کے بوجھ میں مہیلائیں'
از انجو چودھری ۲۴ مئی
'آزادی کی لڑائی میں مہیلائیں'
از سندھیا تیواری ۲۶ مئی
'پریوار نیوجن کی سنگیکتا'
از درگاوتی ترپاٹھی ۲۸ مئی
'کرشی میں مہیلاؤں کو بھوتوکری کے'
از ڈاکٹر مدھوبالا ۳۱ مئی

شملہ

میڈیم ویو : ۳۸۷٫۶ میٹر ۷۷۴ کلوہرٹز
شارٹ ویو : صبح ۳۰-۷ تک اور شام ۳۰-۶ کے بعد رات تک ۳۱٫۰۹ میٹر ۳۲۲۳ کلوہرٹز
صبح ۴۵-۷ کے بعد اور دوپہر اور ۴۵-۴ تک اور شام ۰۰-۵ کے بعد ۴۹٫۸۳ میٹر ۶۰۲۰ کلوہرٹز

خبریں

ہندی : صبح ۰۰-۸ دوپہر ۰۵-۱، ۱۰-۲ شام ۰۵-۶ اور رات ۴۵-۸ انگریزی : صبح ۱۰-۸ دوپہر ۰۰-۱، ۰۰-۲ رات ۰۰-۹ سنسکرت : صبح ۰۰-۷ اردو : صبح ۵۰-۸
ہندی میں علاقائی خبریں : شام ۵۰-۷

روزانہ نشر ہونے والے پروگرام

صبح

۱۵-۶ وندے ماترم : منگل دھونی
۲۰-۶ گیان وندو اور بھکتی سنگیت کا پروگرام وندنا
۴۵-۶ مانس گان
۵۵-۶ کھیتی باڑی
۰۵-۷ پروگراموں کا خلاصہ
۱۰-۷ کلاسیکی موسیقی / کرناٹک سنگیت / پرارتھنا سبھا
۳۰-۷ سامائیکی
۴۵-۷ پہاڑی سنگیت
۰۰-۹ راجیہ کی چٹھی
۰۵-۹ فلمی گانے
۳۰-۹ اختتام

دوپہر

۳۰-۱۲ اسکول براڈکاسٹ
۵۰-۱۲ دیش گان / فلمی دھن
۱۰-۱ فوجی بھائیوں کے لیے
۲۰-۲ سنہری کرنیں
۴۰-۲ سب رنگ
۰۰-۳ اختتام

شام

۰۰-۵ یووا وانی (منگل، جمعرات)
چنو منو (ہفتہ، پیر)
سرموری پروگرام (بدھ، جمعہ، اتوار)
۲۰-۵ مہاسوی پروگرام (بدھ، جمعہ، اتوار)
چمبا یانگی پروگرام (منگل، جمعرات، ہفتہ)
۴۰-۵ بلاسپوری پروگرام (بدھ، جمعہ، ہفتہ)
کلوی پروگرام (منگل، جمعرات)
۱۰-۶ کانگڑی پروگرام (منگل، جمعرات، ہفتہ)
منڈیالی پروگرام (بدھ، جمعرات، اتوار)
میلا سمیلن (پیر)
۳۰-۶ کنزی پروگرام (پیر، بدھ، جمعہ)
لاہول سپتی پروگرام (منگل، جمعرات، ہفتہ، اتوار)
۵۰-۶ پرکاش کرنیں / لاہولی، کنزی گانے
۰۰-۷ کھیل سماچار
۰۵-۷ گرامین بھائیوں کے لیے
۲۵-۷ کرشی جگت / ریڈیو دیہاتی گوشٹھی
۰۰-۸ روزگار سوچنائیں
۰۵-۸ دھارا رے گیت
۳۰-۱۰ اختتام (منگل، ہفتہ کو ۰۵-۱۱ پر)

شاستریہ سنگیت

گائن

بھیم سین جوشی	:	صبح ۱۰-۷	۱۸ رمئی
استاد بڑے غلام علی خاں	:	صبح ۲۵-۸	۱۹ رمئی
گرجا دیوی	:	صبح ۱۰-۷	۲۱ رمئی
غلام مصطفےٰ خاں	:	صبح ۱۰-۷	۲۳ رمئی
ہیرا بائی بڑودکر	:	صبح ۲۵-۸	۲۶ رمئی
سریو کالیکر	:	رات ۰۰-۱۰	۲۸ رمئی

ساز سنگیت

ستار

نکھل بنرجی	:	صبح ۱۰-۷	۱۶ رمئی

طبلہ

ترلوک سنگھ	:	صبح ۲۵-۸	۱۷ رمئی

سرود

شرن رانی	:	صبح ۱۰-۷	۱۹ رمئی
اشتیاق احمد	:	صبح ۱۰-۷	۳۰ رمئی

وینا

پروفیسر ڈی آر دناچاریہ	:	صبح ۱۰-۷	۲۵ رمئی

سنطور

شوکمار شرما	:	صبح ۱۰-۷	۲۶ رمئی

وائلن

وی جی جوگ	:	صبح ۱۰-۷	۲۸ رمئی

لوک سنگیت

ادیرام باؤنلی	:	صبح ۴۵-۷	۱۶ رمئی
برجیشوری دیوی اور ساتھی	:	صبح ۴۵-۷	۱۷ رمئی
اما دیوی	:	صبح ۴۵-۷	۱۸ رمئی
وید پرکاش بنڈیل	:	صبح ۴۵-۷	۲۰ رمئی

ناٹک / فیچر

جے شنکر پرساد کی کہانی "مادھوا"

پر مبنی ریڈیو ناٹک	:	رات ۳۰-۹	۱۷ رمئی
کرایہ کی بیوی	:	صبح ۰۰-۱۱	۱۹ رمئی
بڑے بابو	:	شام ۰۰-۵	۱۹ رمئی
شنکریں گلابا	:	شام ۰۵-۷	۲۰ رمئی
گھر آنگن	:	رات ۱۶-۹	۲۲ رمئی
چار ایک پانچ	:	رات ۳۰-۹	۲۳ رمئی
کرایہ دار	:	صبح ۰۰-۱۱	۲۶ رمئی
ابجنتری سے بھینٹ	:	رات ۱۶-۹	۲۸ رمئی
گھر آنگن	:	رات ۱۶-۹	۲۹ رمئی

تقریر / بات چیت

وگیان اور دھرم مولانا آزاد کے وچار	:	صبح ۲۰-۶	۱۶ رمئی
بھارت اکیسویں صدی میں کھادیان کی دشائیں	:	رات ۱۶-۹	۱۷ رمئی
گناہوں سے چھٹکارا بائبل کو چار	:	صبح ۲۰-۶	۱۹ رمئی
بھگتی	:	صبح ۲۰-۶	۲۰ رمئی
سمترا نندن پنت	:	صبح ۴۰-۷	۲۰ رمئی

(آگے ص ۴۵ پر)

جے پور، اجمیر

جے پور (الف) : ۲۰۳ء۲ میٹر ۱۴۷۶ کلوہرٹز ؛ جے پور (ب) : ۲۳۶ء۴ میٹر ۱۲۶۹ کلوہرٹز
اجمیر : ۴۹۷ء۵ میٹر ۶۰۳ کلوہرٹز

شاستریہ سنگیت

گائن

ایل کے پنڈت : صبح ۷-۰۵
رات ۱۰-۳۰ ۱۶ر مئی
استاد عبدالوحید خاں : دوپہر ۱-۳۰ ۱۷ر مئی
سویتا دیوی : صبح ۷-۰۵
شام ۶-۳۰ ۱۸ر مئی
راجندر وشنوئیہ : صبح ۷-۰۵
رات ۱۰-۳۰ ۲۰ر مئی
نصیر احمد خاں : صبح ۷-۰۵ ۲۲ر مئی
ہیم لتا ورما : دوپہر ۱-۳۰ ۲۲ر مئی
اسے کانن : صبح ۷-۰۵ ۲۴ر مئی
لیلاوتی اڑسولے : صبح ۷-۰۵
شام ۶-۳۰ ۲۵ر مئی

ساز سنگیت

ستار

ہری ہر شرن : صبح ۷-۰۵
رات ۱۰-۳۰ ۱۷ر مئی
منجو مہتہ : صبح ۷-۰۵ ۲۱ر مئی
رگھو دیر پرساد : صبح ۷-۰۵
رات ۱۰-۰۰ ۲۷ر مئی

سرود

علی اکبر خاں : دوپہر ۱-۳۰ ۱۸ر مئی

وائلن

جے کمار پنوار : صبح ۷-۰۵
رات ۱۰-۳۰ ۱۹ر مئی

بانسری

وجے راگھو راؤ : دوپہر ۱-۳۰ ۲۰ر مئی
پرکاش ڈھیرا : صبح ۷-۰۵
رات ۱۰-۳۰ ۲۷ر مئی

لوک سنگیت

چھیل بہاری ورما : صبح ۸-۲۱ ۱۶ر مئی
پشپا ویاس : دوپہر ۱-۴۰ ۱۶ر مئی
پنالال وہرا اور ساتھی : صبح ۸-۲۱
دوپہر ۱-۱۰ ۱۷ر مئی
مانگی بائی : صبح ۸-۲۱
دوپہر ۱-۱۰ ۱۸ر مئی
شیو نارائن ڈگا : دوپہر ۱-۱۰ ۲۰ر مئی
شیام سنگھ راجپوت : صبح ۸-۲۱
دوپہر ۱-۴۰ ۲۱ر مئی
صدیق اور ساتھی : صبح ۸-۲۱
دوپہر ۱-۱۰ ۲۲ر مئی
کملا اگروال : صبح ۸-۲۱
دوپہر ۱-۴۰ ۲۳ر مئی
اُرملا کھنہ : صبح ۸-۲۱
دوپہر ۱-۱۰ ۲۴ر مئی
دھیرا سین : صبح ۸-۲۱
دوپہر ۱-۱۰ ۲۵ر مئی
سشیل کمار ڈانگی : دوپہر ۱-۱۰ ۲۷ر مئی
جیوتی بھارگو : صبح ۸-۲۱
دوپہر ۱-۴۰ ۲۸ر مئی
گنپت لال ڈانگی : صبح ۸-۲۱
دوپہر ۱-۱۰ ۲۹ر مئی
انیتا چودھری : صبح ۸-۲۱
دوپہر ۱-۴۰ ۳۰ر مئی
بنو بیگم : صبح ۸-۲۱
دوپہر ۱-۱۰ ۳۱ر مئی

تقریر

صبح ۷-۳۵

وکاس کی بادھائیں (۱) سماجک کردتیاں
از : نیلم گپتا : ۱۶ر مئی

سمے کے ساتھ (۲) وشو شانتی کی سمسیا اور بھارت
از : ڈاکٹر پربھو دت شرما : ۱۸ر مئی
ہمارے پراچین گرنتھ (۲) آیوروید
از : ڈاکٹر ہری رام آچاریہ : ۱۹ر مئی
سکھ بھوشیہ کی سرنچنا (۲) سمت آوشکتاؤں سے
از : ڈاکٹر اند دشیکھر : ۲۳ر مئی
سوتنترتا سیانیوں کے سنسمرن (۲)
اگراج ٹھہرونت کے سنسمرن : ۲۵ر مئی
برجی سیاپو اور سنبھاونائیں
از : پروفیسر ایس این سنہا : ۲۶ر مئی
طنز و مزاح : جب چوہیں لڑتی ہیں (۲) بدھی جیو ویولائیں
از : جے سنگھ ایس راٹھوڑ : ۳۰ر مئی

یوواوانی

سنچار کل اور آج (روپک) : شام ۵-۰۵ ۱۷ر مئی
دشا انجینئرنگ میں اوتھن ایوم
دیوسائیہ سمبندھی بات چیت
پروفیسر شری نواسن سے : شام ۵-۰۵ ۱۷ر مئی
نئی کھوج نئے آیام ۔ ماسک وگیان ۔ سماچار سنکلن
اپنا دیشنہ : شام ۵-۰۵ ۲۵ر مئی

مہیلا جگت

ساہتیہ میں ناری : ہزاری پرساد دویدی کے ساہتیہ میں (تقریر)
کانتا مارودا : دوپہر ۱-۱۰ ۱۶ر مئی
سنہلی کرن :
جینیٹ وازتاؤں پر مبنی پروگرام : دوپہر ۱۲-۰۰ ۱۹ر مئی
راجہ رام موہن رائے اور بھارتیہ ناری سماج (تقریر)
چندا بھارلی : دوپہر ۱۲-۰۰ ۱۹ر مئی
پیاسا جیون (کہانی)
از : مدھو شرما : دوپہر ۱-۱۰ ۲۳ر مئی

پریچرچا

بھشٹاچار نوارن میں ناری کی بھومیکا : دوپہر ۱-۱۰ ۳۰ر مئی

روپک

راجستھان درشن : رات ۱۰-۰۰ ۲۴ر مئی

سانسکرتک کاریہ کرم

ساہتیہ کی پرورتیاں (تقریر)
از : کلاناتھ شاستری : صبح ۸-۵۰ ۲۱ر مئی
کاویہ پاٹھ
ڈاکٹر رودر دیو ترپاٹھی : صبح ۸-۵۰ ۲۸ر مئی

کہکشاں : اردو پروگرام

رات ۹-۳۰

ہندوستانی بھگتی اور تصوف (مباحثہ)

کلام شاعر: صدیق کمار جے پوری : ۱۹ رمئی

راجستھان ترقی کی صحیح راہ پر زراعت اور اناج کی پیداوار

تقریر از: ضمیر احمد خاں : ۲۶ رمئی

الاؤ کے گرد فردوس بریں

رفیق ربانی : ۲۶ رمئی

اُدیوگ جگت

بھوراشٹریہ کمپنیاں دیش کے لیے کتنی گھاتک

کتنی سہایک (پری چرچا) : شام ۳۰-۶ ۲۲ رمئی

سندھی پروگرام

انساجو لوک ساہتیہ (تقریر) از: ڈاکٹر نارائن بھارتی

سگم سنگیت: کنن کمار زخاتل : رات ۰۰-۱۰ ۱۹ رمئی

لوک کتھا: لیلا چنیہ، پی سی موٹوانی

بھگت کشن اور ساتھی : رات ۳۰-۹ ۲۱ رمئی

سندھی ادب میں استری یون جی کردارنگاری

تقریر از: پروفیسر سشیل موٹوانی : شام ۳۰-۶ ۲۳ رمئی

بھگت: موہن داس اور ساتھی : شام ۳۰-۶ ۲۳ رمئی

تاش جوعل (ناٹک) تحریر: لکشمن بھبھانی

بھیٹی کش: ہریش کرم چندانی : رات ۰۰-۱۰ ۲۶ رمئی

اوہے دل اوہے گاہیو

سو نتر تا سیناپوں کے سنسمرن : شام ۳۰-۶ ۳۰ رمئی

بھگت: پرتاپ رائے اور ساتھی : شام ۳۰-۶ ۳۰ رمئی

بقیہ: شملہ

برہمچاری

جین دھرم سے دچار : صبح ۲۰-۶ ۲۱ رمئی

شاشنک کے گن

رام چرت مانس سے دچار : صبح ۲۰-۶ ۲۳ رمئی

اروند کے وچار : صبح ۲۰-۶ ۲۴ رمئی

سمشٹا چار : صبح ۲۰-۶ ۲۵ رمئی

ست سنگی : صبح ۲۰-۶ ۲۶ رمئی

نہرو جی کے دچار : صبح ۲۰-۶ ۲۷ رمئی

راشٹر بھگتی پران لیکھوں کے کرن دھار

سمترانندن پنت : صبح ۳۵-۸ ۲۷ رمئی

آتمی ستکار : صبح ۲۰-۶ ۲۸ رمئی

سنتوش

مولانا آزاد کے دچار : صبح ۲۰-۶ ۲۹ رمئی

آریہ بھٹ : صبح ۱۰-۷ ۲۹ رمئی

سنت وانی سے : صبح ۲۰-۶ ۳۰، ۳۱ رمئی

یہ راشٹریہ سنستھان : رات ۱۶-۹ ۳۱ رمئی

بیکانیر

۲۱۵٫۰۰ میٹر ۱۳۹۵ کلو ہرٹز

روزانہ نشر ہونے والے پروگرام

صبح

۳۵-۶ وندنا

۵۵-۶ چنتن

۰۵-۷ کاریہ کرموں کا ورن

۲۰-۷ مانس گان

۳۰-۷ اور دوپہر ۳۰-۱ شاستریہ سنگیت

شام

۰۵-۵ یوواوانی

۵۵-۵ روزگار سماچار

۰۰-۶ استھانیہ سوچنائیں/ کاریہ کرموں کا ورن

۰۰-۸ ہندی وارتا (سوائے منگل اور جمعرات)

راجستھانی وارتا (منگل اور جمعرات کو)

جے پور سے ریلے

صبح

۱۰-۷ کرساں ری بات/موسم (سوائے اتوار)

۲۵-۹ ودیالیہ پرسارن (اتوار اور دوسری چھٹیوں کے سوائے)

شام

۲۰-۷ کرشکوں کے لیے

خبریں (جے پور سے)

پرادیشک سماچار (ہندی): صبح ۰۵-۹، شام ۰۵-۷

ضلع کی چٹھی (سوائے اتوار): شام ۱۵-۷

پرادیشک سماچار راجستھانی : شام ۵۰-۷

خبریں

(دہلی سے ریلے)

ہندی : صبح ۰۰-۸ دوپہر ۰۵-۱، ۱۰-۲، ۴۵-۲ (دھیمی رفتار سے)

شام ۰۵-۶، رات ۴۵-۸، ۰۵-۱۱

انگریزی: صبح ۱۰-۸ دوپہر ۰۰-۱، ۰۰-۲

رات ۰۰-۹ اور ۰۰-۱۱

سندھی: صبح ۴۰-۸، شام ۱۵-۶

کھیل کود کی خبریں (ہندی): شام ۰۰-۷

ہندی میں راجیہ کی چٹھی: صبح ۰۰-۹

سنسکرت : صبح ۰۰-۷، شام ۱۰-۶

صبح ۵۰-۸

سامیکی (ایک دن پہلے ریکارڈ کیا گیا کاریہ کرم)

لوک گیت

امر چند پروہت : صبح ۱۰-۹ دوپہر ۴۰-۱ ۱۶ رمئی

افروز بانو : صبح ۱۰-۹ ۱۷ رمئی

دھنالال بوہرا : دوپہر ۴۰-۱ ۱۷ رمئی

دھیرا سین : صبح ۱۰-۹ ۱۸ رمئی

مصری لال کلاونت : دوپہر ۳۰-۱ ۱۸ رمئی

اللہ جلائی بائی : صبح ۱۰-۹ دوپہر ۳۰-۱ ۲۰ رمئی

مالتی پاریک : صبح ۱۰-۹ دوپہر ۴۰-۱ ۲۱ رمئی

بہاری لعل کتھک : صبح ۱۰-۹ دوپہر ۳۰-۱ ۲۲ رمئی

شریمتی فاطمہ : صبح ۱۰-۹ دوپہر ۳۰-۱ ۲۳ رمئی

رجب علی : صبح ۱۰-۹ دوپہر ۳۰-۱ ۲۴ رمئی

پشپا سینی : صبح ۱۰-۹ دوپہر ۳۰-۱ ۲۵ رمئی

علی محمد : صبح ۱۰-۹ دوپہر ۳۰-۱ ۲۷ رمئی

گنیش لال ٹھولک کشن لال: صبح ۱۰-۹ دوپہر ۴۰-۱ ۲۸ رمئی

پشپا سینی : صبح ۱۰-۹ دوپہر ۴۰-۱ ۲۹ رمئی

مہندر کور : صبح ۱۰-۹ دوپہر ۴۰-۱ ۳۰ رمئی

گوپال کرشن ویاس صبح ۱۰-۹ دوپہر ۳۰-۱ ۳۱ رمئی

شاستریہ سنگیت

امجد علی خاں : رات ۸ — ۲۵ ۱۶ ر مئی
علی اکبر علی خاں : رات ۸ — ۲۵ ۲۳ ر مئی
پنڈت روی شنکر
علی اکبر خاں : رات ۸ — ۲۵ ۳۰ ر مئی
بسنت راؤ پانڈے : دوپہر ۱ — ۱۰ ۱۷ ر مئی
پنڈت جگدیش پرساد : دوپہر ۱ — ۱۰ ۱۸ ر مئی
لکشمی شنکر۔ نرملا دیوی : دوپہر ۱ — ۱۰ ۲۰ ر مئی
کمار گندھرو : دوپہر ۱ — ۱۰ ۲۲ ر مئی
عبدالکریم خاں : دوپہر ۱ — ۱۰ ۲۴ ر مئی
استاد برکت علی خاں : دوپہر ۱ — ۱۰ ۲۵ ر مئی
استاد عبدالوحید خاں : دوپہر ۱ — ۱۰ ۲۷ ر مئی
منور علی خاں : دوپہر ۱ — ۱۰ ۲۹ ر مئی
سنگھو بندھو : دوپہر ۱ — ۱۰ ۳۱ ر مئی

تقریر (ہندی)

وگیان سماچار
کماری الکا متل : صبح ۷ — ۳۰ ۱۶ ر مئی
پلاسٹک سرجری
ڈاکٹر آر کے اگروال : صبح ۷ — ۵۰
رام بچائے آئے دن رے مہانوں سے (مزاحیہ)
شریمتی سمی پاریک : دوپہر ۱ — ۱۰
بڑھتی آبادی اور پریا ورن
شری مال سنگھ : ۱۸ ر مئی
شوق بھی آمدنی بھی ایل پنٹ
نیتا بھٹناگر : دوپہر ۱۲ — ۲۰ ۱۹ ر مئی
پراچین بھارتیہ سنسکرتی ایوم ناریوں استھتی
ڈاکٹر جی ایس ویوڑا : صبح ۸ — ۲۱ ۲۱ ر مئی
بچوں کے لیے اُچت آہار
ڈاکٹر اچلا اشش جھرتھ دوپہر ۱ — ۱۰ ۲۳ ر مئی
پرواور یوہار تھا ناسٹریہ ایکتا
شری یوگیندر راول : صبح ۸ — ۲۱ ۲۸ ر مئی

کویتا پاٹھ

پرمیلا گنگل : دوپہر ۱ — ۲۰ ۱۶ ر مئی
ونگ کہانی
اوم پرکاش آدتیہ : صبح ۷ — ۴۰ ۲۹ ر مئی
مشاعرہ
شرکا: غلام سرور پون، محمد یوسف عزیز، غلام رسول،
خلیق احمد خلیق، محمد ایوب، سالک، محمد ابراہیم غازی،
شاد جامی اور
محمد حنیف نعیم (جانشین مستان): ۳۱ ر مئی

کہانی

رادھا کشن چنداتی : صبح ۸ — ۲۱
آنند کور : دوپہر ۱۲ — ۱۰ ۲۶ ر مئی

پریچرچا

دگیاپن بنام پاری (مباحثہ)
شرکا: شریمتی سورج جوشی، متھلیش جین،
سنیہ لتا بھارگو اور اندرا گرگ : دوپہر ۱ — ۱۰ ۳۰ ر مئی

راجستھانی پروگرام

تقریر

شام ۶ — ۳۰

چرم روگ اور بیاں رو نوارن
ڈاکٹر بی بی لال : ۲۱ ر مئی
دیش رے ویکاس مائے تکنیکی آؤ شیکتا
جگمال سنگھ : ۲۸ ر مئی

بھینٹ وارتا

صبح ۸ — ۲۱

ایک ویدھ سو بیٹ ری بیماریاں اربیاں را ردکتھام رو اوپائے
ویدھ اوم پرکاش رنگا : ۱۷ ر مئی
موتیا بند لکشن اور ندان
ڈاکٹر یو کے ست سنگی : ۲۴ ر مئی
بڑھتی پردوشن کٹھی سواستھ
بلدیو سنگھ گہلوت : ۳۱ ر مئی

کہانی شام ۶ — ۳۷

ساوردیہ : ۲۱ ر مئی
جیت نرمان : ۲۸ ر مئی

کویتا شام ۶ — ۴۴

مول دان دیپاوت : ۲۱ ر مئی
ششیو پانڈیہ : ۲۸ ر مئی

کھیتی باڑی

ایک پرگتی شیل کسان سے بھینٹ
بدریو ارام : ۱۶ ر مئی
اصل ریکارڈنگ پر مبنی پروگرام : دوپہر ۱-۵۰ ۱۷ ر مئی
گرمیوں کی سبزیوں میں اس سمیہ کے کاریہ
آر پی متل : دوپہر ۱-۵۰ ۱۸ ر مئی
سہکاری دوگدھ اتپادک سمیتی کی ادھکشیہ ایک دودگدھ
اتپادک مہیلا سے بھینٹ
نارائنی دیوی : دوپہر ۱-۵۰ ۲۰ ر مئی

نئے باغ لگانے کی روپ ریکھا اور تیاری
پی سی گودارا : دوپہر ۱-۵۰ ۲۱ ر مئی
گرامین ویکاس میں لگھو کٹیر ادھیوگ دھندے کا و کاس
عمر خاں : دوپہر ۱-۵۰ ۲۲ ر مئی
اصل ریکارڈنگ پر مبنی پروگرام : دوپہر ۱-۵۰ ۲۳ ر مئی
اونٹ کی پرکھ، بیماریاں اور ان کا ندان
ڈاکٹر پی ڈی ماتھر : دوپہر ۱-۵۰ ۲۴ ر مئی
گاؤں کی بے روزگاری کیسے دور کریں
ڈاکٹر ایس کے سکسینہ : دوپہر ۱-۵۰ ۲۵ ر مئی

گرامین جن جاگرتی میں سنچار سادھنوں کی بھومیکا
رام سروپ جوشی : دوپہر ۱-۵۰ ۲۷ ر مئی
مروبھومی کو اُپجاؤ کیسے بنائیں
منی رام نواڑ : دوپہر ۱-۵۰ ۲۸ ر مئی
گرامین وکاس میں چھوٹا پریوار کا مہتو
شکنتلا دیوی : دوپہر ۱-۵۰ ۲۹ ر مئی
کھادی و کاس کی نئی دشائیں
وی پی آریہ : ۳۰ ر مئی
اصل ریکارڈنگ پر مبنی پروگرام : دوپہر ۱-۵۰ ۳۱ ر مئی

یووا وانی پروگرام

روزانہ شام ۵ — ۰۵

آج کے سنگیت کلاکار

رکیش گوسوامی (بینجو) : ۱۶ ر مئی
کماری درگا شرما (گٹار) : ۱۸ ر مئی
کماری پرم جیت کور (بھجن) : ۲۳ ر مئی
گوردھن نایک (لوک گیت) : ۲۵ ر مئی
دیپک سنگھ (بینجو) : ۳۰ ر مئی

پرشن منچ

پرشن کرتا: کماری سیما ایران
شرکا: رینا بجاج، ترن بجاج، مکیش شرما : ۲۰ ر مئی

کویتا

جیٹھا رام سکھاڈیا : ۲۱ ر مئی
کماری من پریت کور بندرا : ۲۲ ر مئی
سنجو کیشپ : ۲۸ ر مئی
کماری سنتوش گودارا : ۲۹ ر مئی

روپک

جیون دان سرو شریشٹھ دان
انیر دھ سنگھ امر : ۲۷ ر مئی

یووا جگت سماچار

کماری آبھا ماتھر : ۳۱ ر مئی

انگریزی مباحثہ

رول آف یوتھ ان نیشنل ڈویلپمنٹ
شرکا: کماری ممتا بنرجی، کماری پپیا گھرلے
نامی شنکر بستہ، راج کمار : ۲۸ ر مئی

اورنگ آباد، پربھنی

اورنگ آباد : ۱۹۷-۲ میٹر ۱۵۲۱ کلو ہرٹز
پربھنی : ۲۲۹-۹ میٹر ۱۳۰۵ کلو ہرٹز

روزانہ نشر ہونے والے پروگرام

صبح
۵-۵۵ وندے ماترم
۶-۰۵ سنسکرت پاٹھ
۶-۱۰ امرت دھارا
۶-۱۵ شیتکاریہ ساتھی (کسانوں کے لیے)
۶-۲۰ سورانجلی
۶-۴۵ پروگراموں کا خلاصہ
۷-۰۰ جھروکا (اتوار)
واد یہ سنگیت (پیر سے جمعہ تک)
منورنجک گھنٹاؤں پر مبنی پروگرام (ہفتہ)
۷-۱۵ سنگیت کا خصوصی پروگرام (ہفتہ)
۷-۳۰ سب رنگ : اردو پروگرام
۸-۲۵ ضلع وارتا پتر
۸-۴۰ مراٹھی سگم سنگیت (پیر)
ناٹیہ سنگیت (منگل)
مراٹھی بھاؤ گیت (جمعہ)
۹-۰۵ اختتام

دوپہر
۱۲-۳۰ مراٹھی فلموں کے گیت (جمعرات)
مشر سنگیت (منگل)
رنگِ محفل (غزل اور قوالی) (ہفتہ)
۱-۴۰ ہندی فلموں کے گیت (اتوار / منگل)

سموہ گان (پیر / جمعہ)
مراٹھی لوک سنگیت (جمعرات)

شام
۵-۳۰ یوواوانی
۶-۰۰ استھانک سوچنائیں
۶-۰۵ پروگراموں کا خلاصہ
۶-۳۰ گرامین سامعین کے لیے پروگرام
کامگار جگت (جمعہ)
۷-۱۰ روزگار سماچار
۷-۲۰ پرادیشک لوک سنگیت (پیر)
مراٹھی لوک سنگیت (ہفتہ)
۷-۳۰ آپچے گھر آپچے شیوار
(کرشکوں کے لیے) (پیر، بدھ، جمعرات، ہفتہ)
نبھووانی شیتکاری منڈل (منگل، جمعہ)
۸-۳۰ مدھو گندھ (مراٹھی بھاؤ گیتوں کا پروگرام)
(پیر سے جمعہ)
مراٹھی اسٹیج گیت (ہفتہ)
چترپٹ سنگیت (مراٹھی) (اتوار)
۹-۳۰ سدابہار گیت
پرانے ہندی فلمی گیتوں کا پروگرام
(اتوار)
۱۱-۱۰ اختتام

شاستریہ سنگیت

گائن

راجہ کالے : صبح ۷-۰۰ ۱۶ر مئی
غلام علی : صبح ۸-۴۰ ۱۶ر مئی
چھوٹا گندھرو : دوپہر ۱-۰۰
رات ۱۰-۳۰ ۱۶ر مئی
وی آر اٹھوالے : صبح ۷-۰۰ ۱۷ر مئی
میرا بنرجی : رات ۱۰-۳۰ ۱۷ر مئی
سلامت علی نزاکت علی : رات ۱۰-۰۰ ۱۹ر مئی
سنگھ بندھو : صبح ۷-۰۰ ۲۰ر مئی
شبھانگی موکھے : دوپہر ۱-۰۰
رات ۱۰-۵۰ ۲۰ر مئی
مانک ورما : صبح ۷-۰۰
دوپہر ۱-۰۰ ۲۱ر مئی
راجکمار اٹھوالے : صبح ۷-۰۰
رات ۱۰-۰۰ ۲۲ر مئی
نرملا ارون : صبح ۸-۴۰ ۲۳ر مئی
کشوری امونکر : دوپہر ۱-۰۰
رات ۱۰-۳۰ ۲۳ر مئی
کے جی شندے : صبح ۷-۰۰ ۲۴ر مئی
سندھیا مکرجی : رات ۱۰-۳۰ ۲۴ر مئی
پروین سلطانہ : دوپہر ۱-۰۰ ۲۶ر مئی
پدما تلکلکرنی : صبح ۷-۰۰ ۲۷ر مئی
کرونا دیشپانڈے : رات ۱۰-۳۰ ۲۷ر مئی
کملا کر بری کر : صبح ۷-۰۰ ۲۹ر مئی
پی یوکو تھیکر : رات ۱۰-۳۰ ۲۹ر مئی
شیلا جوشی : صبح ۸-۴۰ ۳۰ر مئی
پربھا اترے : دوپہر ۱-۰۰
رات ۱۰-۰۰ ۳۰ر مئی
ٹی ڈی جانوری کر : صبح ۷-۰۰
رات ۱۰-۰۰ ۳۱ر مئی

ساز سنگیت

وائلن

پی شاتانا : دوپہر ۱-۰۰ ۱۷ر مئی

سرود

شیکھر بورکر : دوپہر ۱-۰۰ ۱۸ر مئی
امجد علی : صبح ۷-۰۰ ۲۳ر مئی
علی اکبر خاں : دوپہر ۱-۰۰
رات ۱۰-۳۰ ۳۱ر مئی

طبلہ

رمیش سامنت اور گردیو دورانی : دوپہر ۱-۰۰ ۲۲ر مئی
ضمیر احمد : دوپہر ۱-۰۰ ۲۷ر مئی

وائلن اور شہنائی (جگل بندی)

وی جی جوگ، بسم اللہ خاں : دوپہر ۱-۰۰ ۲۹ر مئی

بانسری

عشرت حسین خاں : صبح ۷-۰۰ ۳۰ر مئی

تار شہنائی

ایم ایم سلکوالکر : رات ۱۰-۰۰ ۲۴ر مئی

گفتگو / کہانی

بیماری کے دشمن (گفتگو مراٹھی)
مہندر کمر : رات ۸-۱۵ ۱۶ر مئی
ہلکی پھلکی گفتگو (مراٹھی)
لکشمی کانت تامبولی : رات ۸-۱۵ ۱۹ر مئی
قانونی باتیں (مراٹھی)
ایڈوکیٹ سدھاکر نیوا سکر : صبح ۷-۱۵ ۱۹ر مئی
کہانی
ممتاز رحمت پورے : صبح ۹-۰۵ ۱۹ر مئی
میرے تجربات (اردو)
محمد عبدالحفیظ : صبح ۷-۳۰ ۱۹ر مئی
بچوں کے مسائل
وجیہ رکوبرا : دوپہر ۱۲-۴۵ ۲۱ر مئی

نوجوانوں کا سوال اور ہم
دشواسس ڈیگاکر : شام ۵-۳۰ ۲۱ رمئی
انا تھ بچوں کا سوال (مراٹھی)
شریمتی نندہ کالے : رات ۸-۱۵ ۲۱ رمئی
تقریر : کے وی گوڈگلے : رات ۸-۱۵ ۲۲ رمئی
ہلکی پھلکی تقریر (مراٹھی)
جے وائے کا ترے : رات ۸-۱۵ ۲۵ رمئی
گھار پورے کی گفتگو : صبح ۷-۱۵ ۲۶ رمئی
مدھا موہلکر : صبح ۹-۴۰ ۲۶ رمئی
کتابوں کی باتیں از
سید تراب علی : صبح ۷-۳۰ ۲۷ رمئی
بات چیت : نندہ کاگوڑے : شام ۵-۳۰ ۲۱ رمئی

ملاقات

ڈاکٹر دبھاوری سے ملاقات : دوپہر ۱۲-۴۵ ۲۱ رمئی

ڈرامہ

دنیا کا مواصلاتی دن (مراٹھی)
مصنف سریکھا ٹھکر : رات ۹-۳۰ ۱۷ رمئی
شہرا بانو (مراٹھی ڈرامہ)
تحریر بھگوان سوائی : رات ۹-۳۰ ۱۳ رمئی

خاکہ

ہمارا پریوار
اروِن لوکھنڈے : صبح ۹-۴۰ ۱۹ رمئی
جھروکہ
اروِن منڈے : صبح ۷-۰۰ ۱۹، ۲۶ رمئی
آروتی بھادلی
رمیش کا میلے : شام ۵-۳۰ ۱۹، ۲۶ رمئی
آیلا پر پیچ
۱۷، ۲۴ راور
مس چھایا مہاجن : شام ۶-۳۰ ۳۱ رمئی
دیوان خانہ (موضوعی خاکہ)
۲۲ راور
از : بلند اقبال : صبح ۷-۳۰ ۲۹ رمئی

فیچر

سینما تھیٹر پر اسپارٹ ریکارڈنگ
"یہاں قومی یک جہتی ہے" : شام ۵-۳۰ ۱۶ رمئی
ورقا ورق: فرد قائم ربط ملت سے ہے
از : رعنا حیدری : صبح ۷-۳۰ ۱۸ رمئی
پنڈت نہرو پر فیچر : شام ۵-۳۰ ۲۷ رمئی
ویر ساورکر پر فیچر : دوپہر ۱۲-۴۵ ۲۸ رمئی
فیچر از نیلما دیش پانڈے : شام ۵-۳۰ ۲۸ رمئی
نئے چراغ ترقی کی راہ پر : صبح ۷-۳۰ ۳۰ رمئی

ناگپور

۵۱۲٫۸ میٹر ۵۸۵ کلو ہرٹز

روزانہ نشر ہونیوالے پروگرام

صبح

۵-۵۵ وندے ماترم، منگل دھونی
۶-۰۵ بھکتی سنگیت
۶-۳۰ آج کا چنتن
۶-۳۵ پروگراموں کا خلاصہ
۶-۴۰ کرشی وانی : موسم کا حال
۶-۴۵ سگم سنگیت / سور منجری
اس ماہ کا گیت (اتوار)
گاندھی سمرتی (جمعہ)
۷-۳۰ پربھات سامیئے
مراٹھی میں پروگرام (ہفتہ)
۷-۴۵ مراٹھی میں تقریر / سور بھارتی
(سنسکرت زبان اور ادب پر مبنی پروگرام)
۸-۲۱ کال چکر (مراٹھی میں مختصر تقریر)
۸-۲۵ ضلع خبرنامہ
۸-۴۰ موسم : روزگار سماچار
۸-۴۵ پرنی پمب : مراٹھی میں فیملی سریئل (اتوار)
مراٹھی اسٹیج گیت (پیر، بدھ، جمعہ)
فلمی گیت (منگل، جمعرات اور ہفتہ)
۹-۰۰ بچوں کے لیے (اتوار)
۹-۰۰ اور ۹-۲۵ اسکول براڈکاسٹ
(اسکول کے دنوں میں)

دوپہر

۱۲-۳۰ خواتین کے لیے (اتوار، جمعرات)
۱-۴۰ اور ۲-۵۰ اسکول براڈکاسٹ
(اسکول کے دنوں میں)

شام

۵-۳۰ نوجوانوں کے لیے / صنعتی ملازمین کے لیے
(بدھ، ہفتہ)
۵-۵۵ مقامی اعلانات
پروگراموں کا خلاصہ اور موسم
۶-۱۵ کیرتن
گرامین کلا کشیتر (صرف چوتھے اتوار کو)
دیہاتی خواتین کے لیے (پیر، جمعہ)
بچوں کے لیے (بدھ)
۶-۴۵ بازار بھاؤ /
صحت سے متعلق پروگرام (اتوار)
۷-۰۰ تعلیم بالغان / میگزین (اتوار) /
دیہاتی بچوں کے لیے (ہفتہ)
۷-۲۰ دیہاتی سامعین کے لیے پروگرام /
کسانوں کے لیے (منگل اور ہفتہ)
۸-۲۵ سماچار پتروں سے (سوائے پیر)
۹-۳۰ اردو پروگرام (بدھ)
۱۰-۳۰ اختتام

خصوصی اردو پروگرام 'محفل'

بدھ ۲۲ رمئی رات ۹-۳۰

ورق ورق : اردو میں کتابوں پر تبصرہ
از ڈاکٹر اے ار نشتر

بدھ ۲۹ رمئی رات ۹-۳۰

بزم سخن
شرکاء : انوپ کمار عاشق
نہال احمد انصاری، فیض اللہ فیض
اور کیف تو گانوی
نظامت : عبید نیازی

کلکتہ

کلکتہ 'اے' ۶۲، ۴۵۶ میٹر — ۶۵۷ کلو ہرٹز
کلکتہ 'بی' ۲۹۷، ۶۰ میٹر — ۱۰۰۸ کلو ہرٹز
کلکتہ 'سی' ۲۲۶، ۷ میٹر — ۱۳۲۳ کلو ہرٹز
کلکتہ 'ڈی' ۲۴۵، ۱ میٹر — ۱۲۲۴ کلو ہرٹز

شاستریہ سنگیت

گائن

موہن لال مشرا : دوپہر ۰۰–۱ (اے)
شام ۰۰–۷ (بی) ۱۶ رمئی
اسے کانن : صبح ۳۰–۸ (اے)
رات ۳۰–۹ (بی) ۱۷ رمئی
ہینا بنرجی : رات ۰۰–۹ (اے) ۱۹ رمئی
وجے کمار کچلو : صبح ۳۰–۹ (بی)
رات ۰۰–۹ (اے) ۲۰ رمئی
بزبوتی بواسرنائک : صبح ۳۰–۹ (بی)
سہ پہر ۰۰–۳ (اے) ۲۱ رمئی
لطافت حسین خاں : شام ۳۰–۷ (بی)
رات ۰۰–۹ (اے) ۲۲ رمئی
رانا گھوش : صبح ۳۰–۸ (اے)
شام ۳۰–۷ (بی) ۲۳ رمئی
بریشں رائے : صبح ۳۰–۸ (اے)
شام ۳۰–۷ (بی) ۲۴ رمئی
اوما ڈے : صبح ۳۰–۹ (بی)
دوپہر ۰۰–۱ (اے) ۲۵ رمئی
مالنی مکھرجی : صبح ۱۵–۱۰ (اے)
دوپہر ۴۵–۲ (بی) ۲۶ رمئی
کالیداس سانیال : صبح ۳۰–۸ (اے)
شام ۳۰–۷ (بی) ۲۷ رمئی
پراتوشا چودھری : صبح ۳۰–۸ (اے) ۲۹ رمئی
کابیری کار : صبح ۳۰–۹ (بی)
رات ۰۰–۹ (اے) ۳۰ رمئی
دلیپ کمار گھوش : صبح ۳۰–۸ (اے)
شام ۳۰–۷ (بی) ۳۱ رمئی

ساز سنگیت

ستار

بمل مکھرجی : صبح ۳۰–۸ (اے)
شام ۲۵–۷ (بی) ۱۶ رمئی
گنیش موہن : صبح ۳۰–۹ (بی)
دوپہر ۰۰–۱ (اے)
شام ۰۰–۷ (بی) ۱۸ رمئی
براشنکر بھٹاچاریہ : صبح ۳۰–۸ (اے) ۲۱ رمئی
سوپن کمار گھوش : صبح ۳۰–۹ (بی)
سہ پہر ۰۰–۳ (اے) ۲۲ رمئی
اشوک کمار بھٹاچاریہ : صبح ۳۰–۹ (بی)
سہ پہر ۰۰–۳ (اے) ۲۳ رمئی
گوبندا چندرا ادی : صبح ۳۰–۹ (بی)
رات ۰۰–۹ (اے) ۲۴ رمئی
چھایا گنگولی : صبح ۴۰–۸ (اے) ۲۶ رمئی
اشیت کمار دتہ : صبح ۳۰–۸ (اے) ۲۸ رمئی
بیمالیندو بنرجی : صبح ۳۰–۹ (بی) ۲۹ رمئی
شیامل کمار چٹرجی : صبح ۳۰–۹ (بی)
رات ۰۰–۹ (اے) ۳۱ رمئی

سرود

سری کمار بنرجی : صبح ۴۰–۸ (اے)
۱۰–۹ (بی)
شام ۲۵–۶ (بی) ۱۹ رمئی
سنیل کمار مکھرجی : صبح ۳۰–۹ (بی)
رات ۰۰–۹ (اے) ۲۷ رمئی
سری گنگولی : صبح ۳۰–۸ (اے) ۳۰ رمئی

سنطور

دلال رائے : صبح ۳۰–۹ (بی)
سہ پہر ۰۰–۳ (اے) شام ۰۰–۷ (اے) ۱۷ رمئی

شہنائی

منیر حسین اور ساتھی : صبح ۳۰–۸ (اے) ۲۵ رمئی
علی احمد حسین : صبح ۰۵–۹ (بی)
دوپہر ۰۰–۱ (اے) شام ۳۰–۷ (بی) ۲۸ رمئی

رابندر سنگیت

سوچی تو سے رائے : صبح ۲۰–۶ (بی)
رات ۰۵–۱۰ (اے) ۱۶ رمئی
سوہن بھٹاچاریہ : صبح ۲۰–۶ (بی)
۴۰–۷ (اے) ۱۷ رمئی
چترلیکھا چودھری : صبح ۴۰–۷ (اے)
شام ۴۰–۶ (بی) ۱۸ رمئی
کبی مجمدار : صبح ۲۰–۶ (بی)
رات ۴۰–۱۰ (اے) ۱۹ رمئی
دوجن مکھرجی : صبح ۴۰–۷ (اے) ۲۰ رمئی
ریتا ڈے : صبح ۲۰–۶ (بی)
۴۰–۷ (اے) ۲۱ رمئی
کالی کنکر باتبیل : صبح ۴۰–۷ (اے)
شام ۵۵–۵ (بی) ۲۲ رمئی
پردیپ ناگ : صبح ۴۰–۷ (اے)
شام ۵۵–۵ (بی) ۲۳ رمئی
سبھرو کاشی چاکی : صبح ۴۰–۷ (اے) ۲۴ رمئی
ارگھیا سین : صبح ۴۰–۷ (اے) ۲۵ رمئی
مایا سین : شام ۲۵–۷ (بی)
رات ۵۰–۱۰ (اے) ۲۶ رمئی
بیرا سین گپتا : صبح ۴۰–۷ (اے)
شام ۵۰–۶ (بی) ۲۷ رمئی
تنوشے چٹرجی : صبح ۴۰–۷ (اے) ۲۸ رمئی
نیا بنیا چکرورتی : صبح ۴۰–۷ (اے) ۲۹ رمئی
نمیتا گھوشال : شام ۳۰–۶ (بی)
رات ۰۰–۱۰ (اے) ۳۰ رمئی
کرشنا گھوش : صبح ۴۰–۷ (اے) ۳۱ رمئی

نذرل گیتی

ہیمنتی شکلا : صبح ۲۰–۹ (اے) ۱۶ رمئی
سومامترا : صبح ۲۰–۹ (اے) ۱۷ رمئی
اندرانی سین : رات ۲۰–۸ (اے) ۱۸ رمئی
ایرا مکھرجی : رات ۱۵–۱۰ (اے) ۱۹ رمئی
ببل بھٹاچاریہ : صبح ۰۵–۸ (اے) ۲۰ رمئی
منی دیپا گھوش : صبح ۲۰–۹ (اے) ۲۱ رمئی
چھندیتا دتہ : صبح ۲۰–۹ (اے) ۲۳ رمئی
بناشری سین گپتا : رات ۰۱–۱۰ (اے) ۲۴ رمئی
دھیرن بوس : صبح ۲۰–۹ (اے)
رات ۲۵–۸ (اے) ۲۵ رمئی
کابیری بوس : شام ۵۵–۵ (بی) ۲۶ رمئی
جھوما چکرورتی : رات ۱۵–۱۰ (اے) ۲۷ رمئی
رتن کمار ماجھی : صبح ۲۰–۹ (اے)
شام ۵۵–۵ (بی) ۲۸ رمئی
بیتھیکا گھوشال : رات ۱۵–۸ (اے)
۴۰–۹ (بی) ۲۹ رمئی
گیتا ڈے : صبح ۲۰–۹ (اے)
شام ۵۵–۵ (بی) ۳۰ رمئی

لوک گیتی

کاجل کمار دتہ : صبح ۴۰-۶ (اے)
شام ۱۵-۶ (بی) ۱۶رمئی
بسوا بنرجی اور ساتھی : صبح ۴۰-۶ (اے)
رات ۰۵-۱۰ (اے) ۱۷رمئی
آدی برمن : صبح ۴۰-۶ (اے) ۱۸رمئی
سدھیر داس باؤل : صبح ۴۰-۶ (اے)
شام ۵۵-۶ (بی) ۱۹رمئی
سورن کمار مجدار : صبح ۴۵-۸ (بی)
رات ۰۰-۱۰ (اے) ۲۰رمئی
شیام سندر داس : صبح ۴۰-۶ (اے)
شام ۱۵-۶ (بی) ۲۱رمئی
تارا پد لاہری اور ساتھی : صبح ۴۰-۶ (اے) ۲۲رمئی
پورن چندر داس اور ساتھی : صبح ۴۰-۶ (اے)
رات ۴۰-۹ (بی) ۲۳رمئی
گوری سرکار : صبح ۴۰-۶ (اے)
شام ۱۵-۶ (بی) ۲۴رمئی
گیتا سین : صبح ۴۰-۶ (اے) ۲۵رمئی
کالیداس گوہا : صبح ۴۰-۶ (اے)
رات ۱۰-۸ (بی) ۲۶رمئی
سپنا مکھرجی : صبح ۴۰-۶ (اے)
شام ۱۵-۶ (بی) ۲۷رمئی
سندھورانی دھر : صبح ۴۰-۶ (اے)
شام ۱۵-۶ (بی) ۲۸رمئی
سیبانی سنہا : صبح ۴۰-۶ (اے)
شام ۰۰-۷ (بی) ۲۹رمئی
گیاتری چیٹرجی : صبح ۴۰-۶ (اے)
شام ۱۵-۶ (بی) ۳۰رمئی
بندنا سرکار : صبح ۴۰-۶ (اے)
شام ۱۵-۶ (بی) ۳۱رمئی

ادھونک

ہیمانتی شکلا : رات ۴۰-۱۰ (اے) ۱۶رمئی
سوما مترا : صبح ۳۰-۸ (بی) ۱۷رمئی
آنند دیپ مکھرجی : صبح ۳۰-۸ (بی)
شام ۳۰-۷ (اے) ۱۸رمئی
اپلا سین : صبح ۳۰-۸ (بی)
رات ۵۰-۱۰ (اے) ۱۹رمئی
دورجن مکھرجی : رات ۵۰-۱۰ (اے) ۲۰رمئی
تند را بوس : صبح ۱۵-۸ (اے)
شام ۰۰-۷ (بی) ۲۰رمئی
بلبل چکرورتی : صبح ۰۵-۷ (بی)
رات ۱۵-۸ (اے) ۲۲رمئی

(آگے ص ۵۴ پر)

حیدرآباد

حیدرآباد الف ۴۰۶/۵ میٹر (۳۰، کلوہرٹز) حیدرآباد ب ۲۱۷/۸ میٹر (۱۳۷۰ کلوہرٹز) حیدرآباد ج ۲۵۴/۴ (۱۱۷۰ کلوہرٹز)

یووانی پروگرام

جوش ملیح آبادی (فیچر)
از: سکینہ بیگم : صبح ۲۵-۸ ۱۶رمئی
لمحہ فکر "مادری زبان میں تعلیم"
از: ناضل احمد : صبح ۴۰-۸ ۱۷رمئی
"جہیز ایک سماجی لعنت ہے" تقریر
از: مرزا محمد علیم بیگ : صبح ۲۵-۸ ۱۸رمئی
گلدستہ
نوجوانوں کیلئے خطوط اور مضامین : صبح ۲۵-۸ ۱۹رمئی
نغموں کی دنیا
از: محمد غوث : صبح ۴۰-۸ ۲۰رمئی
ذرا مسکرائیے (مزاحیہ خاکہ)
از: ایچ آر کولہ : صبح ۲۵-۸ ۲۱رمئی
شہر نامہ : صبح ۲۵-۸ ۲۲رمئی
ذرا سنبھل کے (فیچر)
از: طاہر رومانی : صبح ۲۵-۹ ۲۳رمئی
لمحہ فکر 'زندگی شکوہ یا گلا نہیں'
از: میمونہ نسرین : صبح ۴۰-۸ ۲۴رمئی
روزگار نامہ : صبح ۲۵-۸ ۲۵رمئی
گلدستہ
نوجوانوں کے لیے خطوط اور مضامین : صبح ۲۵-۸ ۲۶رمئی
نغموں کی دنیا
مینا کماری تیواری : صبح ۴۰-۸ ۲۷رمئی
ذرا مسکرائیے
کہانی ایک صدارت کی (مزاحیہ خاکہ)
از: جاوید نعیم : صبح ۲۵-۸ ۲۸رمئی
ایک فنکار پریم ناتھ روالکر سے ملاقات : صبح ۲۵-۸ ۲۹رمئی
بڑھتے شہر بڑھتے لوگ (فیچر)
از: موکی حیدر : صبح ۲۵-۸ ۳۰رمئی
لمحہ فکر 'عمل سے زندگی بنتی ہے'
از: احتشام الدین : صبح ۴۰-۸ ۳۱رمئی

ترنگ
شام ۳۰-۵

افسانہ
از: محمد ایوب عدیل : ۱۶رمئی
میری پسند
از سنجیو کمار : ۱۷رمئی
ڈرامہ
پیش کش: حیدرآباد یوتھ ڈرامیٹک ایسوسی ایشن : ۱۸رمئی
گل نو : ورائٹی پروگرام
(۱) اقبال کا پیغام نوجوانوں کے نام
تقریر: از احسن اعجاز
(۲) کلام شاعر
منصور احمد اختر : ۱۹رمئی
(۱) کھیلوں پر تبصرہ
از تجمل اظہر
(۲) خطوں کے جواب
(۳) غزلیں : ۲۰رمئی
آہنگ: ادبی میگزین پروگرام
پیش کش: طلبا گورنمنٹ ایجوکیشن کالج : ۲۱رمئی
موسیقی
پیش کش سرگم سنگیت سوسائٹی : ۲۲رمئی
(۱) افسانہ از قیصر فاطمہ
(۲) کلام شاعر از شکیل مظہر : ۲۳رمئی
میری پسند
از علی عباس : ۲۴رمئی
مجبور (ڈرامہ)
از محبوب عادل
پیش کش: اشار آرٹس اکیڈمی : ۲۵رمئی
گل نو : ورائٹی پروگرام
(۱) کلام شاعر از مقبول احمد مقبول
(۲) افسانہ از محمد فاروق : ۲۶رمئی
(۱) کھیلوں پر تبصرہ
از سرفراز یوسف

(۲) خطوں کے جواب : ۲۷ رمئی
آہنگ : ادبی میگزین
انڈین انسٹی ٹیوٹ آف مینجمنٹ اینڈ کامرس
کے علما کا پیش کردہ : ۲۸ رمئی
موسیقی پروگرام
جے ڈی کلچرل گروپ : ۲۹ رمئی
خورشید احمد جامی، تقریر
از کماری شاہین خیر : ۳۰ رمئی
میری پسند
پیش کش: ماسٹر نسیم الدین : ۳۱ رمئی

نیرنگ

رات ۳۰-۹

(۱) حرف تابندہ
از سید محمود الحسن
(۲) سائنس کی دنیا 'یونانی دوائیں'
از کلیم محمود خاں محمود
(۳) روزمرہ زندگی میں الیکٹرانکس
تقریر از محمد وہاج الدین : ۱۶ رمئی
(۱) حرف تابندہ
از سید محمود الحسن ہاشمی
(۲) محفل غزل کے گلوکار رکن الدین
(۳) قوالیاں : ۱۷ رمئی
(۱) حرف تابندہ
از مولانا جلال الدین حسامی کامل
(۲) گھر پریوار
تقریر از خدیجہ عالم خوندمیری
(۳) 'قومی یک جہتی تاریخ کے مختلف ادوار میں'
تقریر از ہادیہ شبنم
(۴) غزلیں ۱۸ رمئی
(۱) حرف تابندہ
تحریر از مولانا جلال الدین حسامی کامل
(۲) شب و روز از طاہر رومانی
(۳) قہقہے اور گیت
(۴) غزلیں ۲۰ رمئی
(۱) حرف تابندہ
از رضیہ خیر
(۲) 'وقت کا صحتمند تصور ماضی سے یا مستقبل سے'
(مذاکرہ) شرکاء :
ڈاکٹر رضیہ اکبر اور تشہیر اللہ حسینی
(۳) بزم خطوط
(۴) گیت اور غزلیں ۲۱ رمئی
(۱) حرف تابندہ
از رضیہ خیر
(۲) کھیلوں کی دنیا میں سیکل پولو کھلاڑی

سی جگناتھ سے بات چیت
(۳) کلام شاعر رؤف خیر
(۴) غزلیں ۲۲ رمئی
(۱) حرف تابندہ
از ڈاکٹر ذکیہ سلطانہ
(۲) شعر و نغمہ از عطیہ بدر
(۳) 'صرف ایک کتاب' تقریر
از ڈاکٹر زینت ساجدہ
(۴) قوالیاں ۲۴ رمئی
(۱) حرف تابندہ
از ڈاکٹر ذکیہ سلطانہ
(۲) گھر پریوار
نئی زندگی نئے مطالبے طبقاتی تفریق
تقریر از فوزیہ امجد
(۳) دہ صورتیں الٰہی
تقریر از ذغار خلیل ۲۵ رمئی
ڈرامہ اور غزلیں : ۱۹ راور ۲۶ رمئی
(۱) حرف تابندہ
از سید اکرم حسین
(۲) 'نہرو ایک عہد ساز شخصیت' تقریر
از جہاندار افسر
(۳) قہقہے اور گیت
(۴) غزلیں ۲۷ رمئی
(۱) حرف تابندہ
از سید اکرم حسین
(۲) ان سے ملیے
(۳) بزم خطوط
(۴) گیت اور غزلیں ۲۸ رمئی
(۱) حرف تابندہ
از غلام ربانی
(۲) جہان کامگاران
'مزدوروں کی بہبودی کے لیے نیا پروگرام'
تقریر از لطیف الدین
(۳) کلام شاعر از سعید شہیدی
(۴) غزلیں ۲۹ رمئی
حرف تابندہ از غلام ربانی
سائنس کی دنیا
غزلیں : ۳۰ رمئی
(۱) حرف تابندہ
(۲) فلموں کی باتیں 'ماضی کے ستارے'
تقریر از جلیل جاوید
(۳) قوالیاں ۳۱ رمئی

ایشور اللہ

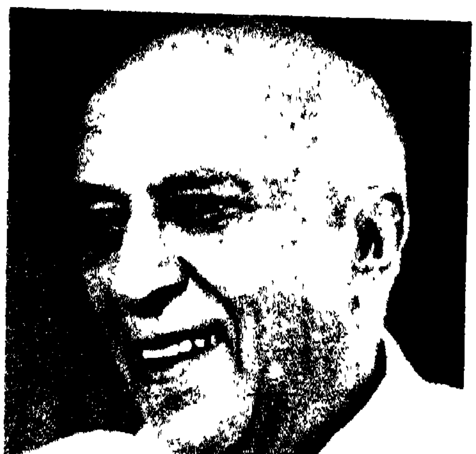
صبح ۲۵-۶

حافظ قاری شیخ عبدالقادر قرأت کلام پاک
نعت : از مرزا غیاث بیگ ۱۷ رمئی
قرأت کلام پاک
قاری محمد ناظم علی
نعت: از اعظم صوفی ۲۴ رمئی
قرأت کلام پاک
حافظ علی قریشی
نعت : از پی این شیام راج ۳۱ رمئی

بچوں کے لیے

صبح ۳۰-۹

(۱) بوجھو تو جانیں از قمر حیدری
(۲) گپو میاں، خاکہ
از مصطفٰے علی بیگ
(۳) بچوں کے گیت ۱۹ رمئی



'بھارت کے معمار بچوں کے چاچا نہرو'
تقریر از شجاع فاروقی
ہم ہیں وطن کی شان
میوزیکل فیچر ۲۶ رمئی

بہنوں کے لیے

دوپہر ۳۰-۲

(۱) نئی کہانی از بتول سجاد
(۲) عادت ہی بنالی ہے جہیز مانگنے کی
تقریر از نیلوفر باقر
(۳) ڈھولک کے گیت
(۴) خطوں کے جواب ۱۹ رمئی
(۱) 'ہم کو عبث بدنام کیا — شوہروں نے'
تقریر از نسیمہ تراب الحسن
(۲) نظم خوانی از زرینہ سلطانہ ۲۶ رمئی
(۳) غزل اور گیت

بھوپال، رائیپور، گوالیار، جبلپور

بھوپال الف، ۲۰۲٫۰۰ میٹر ۱۴۸۵ کلوہرٹز * بھوپال ب، ۲۴۳٫۱۳ میٹر ۱۲۳۳ کلوہرٹز

شارٹ ویو

صبح ۴۵-۷ تک ۶۰٫۱۲ میٹر ۳۳۱۵ کلوہرٹز

صبح ۰۰-۸ بجے کے بعد ۵۰٫۰۸ میٹر ۵۹۹۰ کلوہرٹز

دوپہر ۴۱٫۷۸ میٹر ۷۱۸۰ کلوہرٹز

شام اور رات ۶۰٫۱۲ میٹر ۳۳۱۵ کلوہرٹز

رائے پور: ۳۰۵٫۹ میٹر ۹۸۱ کلوہرٹز گوالیار: ۲۱۶٫۴ میٹر ۱۳۸۶ کلوہرٹز جبلپور: ۲۵۴٫۲ میٹر ۱۱۷۹ کلوہرٹز

خبریں

ہندی: صبح ۰۰-۸، ۵-۹ (پرادیشک) دوپہر ۵-۱، ۱۰-۲، ۴۵-۲ شام ۵-۶ رات ۴۵-۸ (۵-۱۱ صرف ہفتے کو)

انگریزی: صبح ۱-۸ دوپہر ۰۰-۱ شام ۰۰-۶ رات ۰۰-۹ (۰۰-۱۱ صرف ہفتے کو)

شاستریہ سنگیت

گائن

آر۔ ناتھن کرشنن — صبح ۳۰-۸ اور
دوپہر ۴۰-۱ — ۱۶ رمئی

جگدیش پرساد — رات ۰۰-۱۰ — ۱۶ رمئی

سعید خاں — صبح ۱۰-۹ اور
دوپہر ۴۰-۱ — ۱۷ رمئی

میرا۔ وی راؤ — صبح ۱۰-۹ اور
دوپہر ۴۰-۱ — ۱۸ رمئی

ڈاکٹر ستی مٹاٹکر — صبح ۳۵-۶ — ۱۹ رمئی

کے۔ جی۔ گنڈے اور
ایس۔ سی۔ آر۔ بھٹ — صبح ۳۵-۶ — ۲۰ رمئی

نثار حسین خاں — صبح ۳۵-۶ — ۲۱ رمئی

نیاز احمد خاں،
فیاض احمد خاں — صبح ۳۵-۶ — ۲۲ رمئی

نورتی بوا سرنائیک — صبح ۳۰-۸ اور
رات ۳۰-۱۰ — ۲۳ رمئی

کمار گندھرو — رات ۰۰-۱۰ — ۲۴ رمئی

سیارام تیواری — صبح ۳۵-۶ اور
رات ۰۰-۱۰ — ۲۷ رمئی

دی۔ آر۔ شولیکر — صبح ۳۰-۸ — ۲۷ رمئی

پوربی مکرجی — صبح ۳۵-۶ — ۲۸ رمئی

بیگم اختر — صبح ۴۵-۷ — ۲۸ رمئی

راجن مشرا، ساجن مشرا — صبح ۳۰-۸ اور
رات ۰۰-۱۰ — ۲۹ رمئی

سرلا شبھ چوہدری — صبح ۳۵-۶ اور
رات ۳۰-۱۰ — ۳۰ رمئی

سنگیت کٹھالے — صبح ۱۰-۹ اور
دوپہر ۴۰-۱ — ۳۱ رمئی

جگدیش پرساد — صبح ۳۰-۱۰ — ۳۱ رمئی

ساز سنگیت

سرود

زرین دارووالا — صبح ۳۵-۶ اور
رات ۳۰-۱۰ — ۱۶ رمئی

شاردا پرساد بھٹ — صبح ۳۰-۸ اور
رات ۳۰-۱۰ — ۲۰ رمئی

رتنا کرویاس — صبح ۳۵-۶ — ۲۵ رمئی

استاد حفیظ احمد خاں — صبح ۳۵-۶ — ۳۱ رمئی

وائلن

دی جی جوگ — صبح ۳۵-۶ — ۱۷ رمئی

لال گڈی جیارمن — صبح ۳۵-۶ — ۲۶ رمئی

این۔ راجم — صبح ۱۰-۹ — ۳۰ رمئی

طبلہ

سامتا پرساد — صبح ۱۰-۹ اور
دوپہر ۴۰-۱ — ۳۰ رمئی

رودر وینا

ضیاء محی الدین ڈاگر — صبح ۳۰-۸ — ۲۲ رمئی

بانسری

پرکاش وڈھیرہ — صبح ۳۰-۸ اور
دوپہر ۴۰-۱ — ۲۵ رمئی

ستار

سندر لال سونی — صبح ۱۰-۹ اور
دوپہر ۴۰-۱ — ۲۸ رمئی

اروند جوشی — صبح ۳۰-۸ اور
دوپہر ۴۰-۱ — ۳۰ رمئی

سگم سنگیت

صبح ۲۱-۸ اور دوپہر ۳۰-۱

اوما ورما	۱۶ رمئی
قیصر جہاں	۱۷ رمئی
بھورے خاں	۱۸ رمئی
برتھا گوسوامی	۲۱ رمئی
راگھویندر نارائن شرما	۲۲ رمئی
ہیما شر ڈھونیکر	۲۴ رمئی
عبداللطیف خاں	۲۵ رمئی
سپن دھر	۲۸ رمئی
شکلا گپتا	۲۹ رمئی
شرپادھر	۳۰ رمئی
رمیش کمار سیل	۳۱ رمئی

صبح ۲۱-۸

ونود رنجن اپادھیائے	۲۰ رمئی
شاردا آنند بھنبل	۲۷ رمئی

دوپہر ۱-۱

اوشا شرما	۲۳ رمئی

لوک سنگیت

دوپہر ۳۰-۲

نیلم شرما	۱۶ رمئی
دلی چند پرجاپتی	۱۸ رمئی
لکشمی نارائن کشواہا	۱۸ رمئی
ٹھاکرداس سرولیا	۱۹ رمئی
میناکشی تیواری	۲۳ رمئی
رام نارائن بھوٹیا	۲۴ رمئی
سشیلا لال	۲۵ رمئی
بدری پرساد سریواستو	۲۶ رمئی
سیتارام سین	۳۰ رمئی
متا سنگھ چوہان	۳۱ رمئی

صبح ۳۰-۷ اور دوپہر ۳۰-۲

دوارکا پرساد کشواہا	۲۰ رمئی
منجولتا سریواستو	۲۱ رمئی
پنکج متل	۲۲ رمئی
انوپما گماشتہ	۲۷ رمئی

پرمانند راشیکوار	۲۸ رمئی
بسنت کمار دوبے	۲۹ رمئی

کہکشاں : اردو پروگرام
رات ۰۰-۸

۱۔ گفتگو :
قیصر محمود اور مہندی جعفر
۲۔ کلام شاعر : کاشف الحسینی
۳۔ افسانہ از محمود احمد سحر ۱۷ رمئی

۱۔
اسد اللہ خاں اور دلوی سرن
۲۔ جھلکی از اقبال مجید
۳۔ ' خون اچھوت نہیں ہوتا ' ، تقریر ۲۴ رمئی

۱۔ کلام شاعر : ڈاکٹر اختر نظامی
۲۔ ' غالب ۔ ہجر اور تنہائی ' ، تقریر
از محسن علی ۳۱ رمئی

آئینہ : اردو پروگرام
صبح ۳۰-۸

۱۔ افسانہ از اقبال مسعود
۲۔ بچوں کی نظمیں ۔ عبدالمتین نیاز
۳۔ ' علم کے خزانے سے ' ، از حدیقہ بیگم
۴۔ اقبال کی نظم ۲۸ رمئی

کہانی / کاویہ پاٹھ

رادھے لال بھدوانے : کویتا	دوپہر ۲۰-۱	۱۸ رمئی
سجیون مینک : کویتا	دوپہر ۲۰-۱	۲۱ رمئی
اندر مشر : کویتا	رات ۰۰-۸	۲۲ رمئی
ہنس دیپ : کہانی	دوپہر ۲۰-۱	۲۵ رمئی
کیلاش چندر مشر : کویتا	دوپہر ۲۰-۱	۲۸ رمئی
مہر النساء پرویز : کہانی	رات ۰۰-۸	۲۹ رمئی

ہندی تقریر

' لوک ناٹیہ پرمپرا ' ۔ سوانگ '
از مادھو شکل منوج رات ۰۰-۸ ۱۶ رمئی
' اتہاس کے واتائن سے ۔ گوالیار '
از پرتھوی پال گورو رات ۰۰-۸ ۲۳ رمئی
' اپرادھ وگیان ۔ اپرادھ رگنک کی نظر میں '
از ڈاکٹر ہریش چندر رات ۱۵-۸ ۲۸ رمئی
' انترکش وگیان ۔ ساماجک پکش '
از ڈاکٹر جے ایل راجپوت رات ۰۰-۸ ۳۰ رمئی

سرینگر

صبح ۵۵-۶ سے ۰۵-۱۱ تک (اتوار)
ٹرانسمشن اے ، صبح ۵۵-۶ سے رات ۰۰-۱۰ تک (بدھ)
ٹرانسمشن بی : صبح ۳۰-۱۱ سے رات ۳۰-۱۰ تک (پیر ، منگل جمعرات اور جمعہ)
صبح ۳۰-۱۱ سے رات ۰۵-۱۱ تک (بدھ اور ہفتہ)

میڈیم ویو : سرینگر ' الف ' : ۸/۲۶۸ میٹر ۱۱۱۶ کلوہرٹز ۔ سرینگر ' ج ' ۲۴۵/۱۱ میٹر ۱۲۲۴ کلوہرٹز
شارٹ ویو ' ب ' ۱۰/۴۹ میٹر ۶۱۱۰ کلوہرٹز ۹۱/۵۰ میٹر ۳۲۷۷ کلوہرٹز
پہلی مجلس : صبح ۳۰-۶ سے صبح ۰۰-۱۰ تک دوسری مجلس : دوپہر ۳۰-۱۱ سے رات ۰۵-۱۱ تک
(اتوار کو صبح ۳۰-۶ سے رات ۰۵-۱۱ تک مسلسل)

خبریں

کشمیری : صبح ۴۵-۷ شام ۲۵-۶ اردو : صبح ۵۰-۸ دوپہر ۵۰-۱ رات ۱۵-۹
ہندی : صبح ۰۰-۹ سنسکرت : صبح ۰۰-۷ انگریزی : صبح ۱۰-۸ دوپہر ۰۰-۲ شام ۰۰-۶ رات ۰۰-۹ اور ۰۰-۱۱

علاقائی خبریں

اردو : صبح ۲۰-۹ دوپہر ۳۰-۱۲ ، ۰۰-۴ (دھیمی رفتار سے) شام ۴۰-۷ کشمیری : صبح ۲۵-۹ دوپہر ۳۵-۱۲ شام ۳۰-۷

شاستریہ سنگیت

گائن دوپہر ۱۰-۲

نزاکت علی خاں ، سلامت علی خاں	:	۱۷ رمئی
استاد وحید خاں	:	۲۲ رمئی
پروین سلطانہ	:	۲۸ رمئی
گچلو برادران	:	۳۰ رمئی

ساز سنگیت دوپہر ۱۰-۲

ستار

پنڈت روی شنکر	:	۱۶ ، ۱۹ ، ۲۹ رمئی
غلام احمد خاں	:	۲۰ رمئی
نکھل بنرجی	:	۲۱ رمئی
امرت حسین خاں	:	۲۶ رمئی
یم ۔ ایل ۔ شنگلو	:	۲۷ رمئی

سرود

علی اکبر خاں	:	۱۸ رمئی
امجد علی خاں	:	۲۴ رمئی

بانسری

پنالال گھوش	:	۲۳ رمئی
پرکاش وڈیرا	:	۳۱ رمئی

شہنائی

بسم اللہ خاں	:	۲۵ رمئی

صوفیانہ موسیقی

صبح ۳۰-۱۱ دوپہر ۳۰-۲

شیخ عبدالعزیز اور ساتھی	:	۱۶ رمئی
غلام محمد سازنواز اور ساتھی	:	۱۸ رمئی
محمد عبداللہ سیتاری اور ساتھی	:	۲۵ رمئی

چھکری اور روف

عبدالاحد کھرو اور ساتھی	: صبح ۳۰-۱۱ دوپہر ۳۰-۲	
	شام ۱۵-۶	۱۷ رمئی
غلام محمد شیخ اور ساتھی	: شام ۱۵-۶	۱۹ رمئی
غلام رسول آخون اور ساتھی	: صبح ۳۰-۱۱	
	دوپہر ۳۰-۲	
	شام ۱۵-۶	۲۰ رمئی
غلام نبی بٹ اور ساتھی	: دوپہر ۰۰-۱	۲۱ رمئی
غلام نبی بلبل اور ساتھی	: شام ۱۵-۶	۲۱ رمئی
غلام محمد ڈار اور ساتھی	: صبح ۳۰-۱۱	
	دوپہر ۳۰-۲	۲۳ رمئی

عبدالرشید حافظ اور ساتھی : دوپہر ۱-۰۰ / شام ۶-۱۵ — ۲۳ر مئی
محمد عبداللہ ٹنگنائی اور ساتھی : صبح ۱۱-۳۰ / دوپہر ۲-۳۰ / شام ۶-۱۵ — ۲۴ر مئی
عبدالخالق کادا اور ساتھی : دوپہر ۱-۰۰ / شام ۶-۱۵ — ۲۵ر مئی
محمد سلطان بٹ اور ساتھی : صبح ۱۱-۳۰ / دوپہر ۲-۳۰ / شام ۶-۱۵ — ۲۶ر مئی
غلام محی الدین شاہ اور ساتھی : صبح ۱۱-۳۰ / دوپہر ۲-۳۰ / شام ۶-۱۵ — ۲۷ر مئی
عبدالرحیم بٹ اور ساتھی : دوپہر ۱-۰۰ / شام ۶-۱۵ — ۲۸ر مئی
غلام محمد شیخ اور ساتھی : صبح ۱۱-۳۰ / دوپہر ۲-۳۰ / سہ پہر ۴-۳۰ — ۲۸ر مئی
حسینہ اختر اور ساتھی : دوپہر ۱-۰۰ / شام ۶-۱۵ — ۳۰ر مئی
محمد عبداللہ ڈار گندھر پورہ اور ساتھی : صبح ۱۱-۳۰ / دوپہر ۲-۳۰ / شام ۶-۱۵ — ۳۱ر مئی

غزلیں

راج بیگم : صبح ۷-۱۵ / شام ۶-۱۰ / رات ۸-۳۰ — ۱۶ر مئی
اقبال کول : دوپہر ۱-۰۰ — ۱۷ر مئی
پریرنا رینہ : دوپہر ۱-۰۰ — ۱۷ر مئی
فہیمہ دیو : شام ۶-۱۰ / رات ۸-۳۰ — ۱۷ر مئی
سدھارتھ کول : صبح ۷-۱۵ / شام ۶-۱۰ / رات ۸-۳۰ — ۱۸ر مئی
علی محمد : صبح ۷-۱۵ / رات ۸-۳۰ — ۱۹ر مئی
غلام محمد راہ : صبح ۷-۱۵ / رات ۸-۳۰ — ۲۰ر مئی
آشا کول : صبح ۷-۱۵ / شام ۶-۱۰ / رات ۸-۳۰ — ۲۱ر مئی
جی ایم میر : صبح ۷-۱۵ / رات ۸-۳۰ — ۲۲ر مئی

نسیم اختر : صبح ۷-۱۵ / شام ۶-۱۰ / رات ۸-۳۰ — ۲۳ر مئی
شانتی کول : دوپہر ۱-۰۰ / شام ۶-۱۰ / رات ۸-۳۰ — ۲۴ر مئی
دی پی در : دوپہر ۱-۰۰ — ۲۵ر مئی
کرن کول : صبح ۷-۱۵ / شام ۶-۱۰ / رات ۸-۳۰ — ۲۵ر مئی
نرملا دیوی : صبح ۷-۱۵ / رات ۸-۳۰ — ۲۷ر مئی
آرتی تکو : صبح ۷-۱۵ / شام ۶-۱۰ / رات ۸-۳۰ — ۲۸ر مئی
وی کے ملا : صبح ۷-۱۵ / دوپہر ۱-۰۰ / رات ۸-۳۰ — ۲۹ر مئی
او این کول : دوپہر ۱-۰۰ / شام ۶-۱۰ — ۲۹ر مئی
دھنن جی کول : دوپہر ۱-۰۰ — ۳۱ر مئی
فردوس ملک : دوپہر ۱-۰۰ — ۳۱ر مئی

مغربی موسیقی

شام ۴-۰۰

راجیو در : ۱۶ر مئی
گیتانی کھیرا : ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱ر مئی
سنجے رینہ : ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷ر مئی
اجے رینہ : ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱ر مئی
سنجے رینہ : دوپہر ۱-۰۰ — ۲۶ر مئی

علاقائی موسیقی (ڈوگری)

کے کے جوشی اور کانتا شرما : سہ پہر ۴-۳۰ — ۲۰ر مئی
غلام محمد اور ساتھی : صبح ۹-۰۵ — ۲۱ر مئی
ایس سی کاکال اور ساتھی : سہ پہر ۴-۳۰ — ۲۷ر مئی
مست رام : صبح ۹-۰۵ — ۲۸ر مئی

سنطور

صبح ۹-۰۵

مقام ٹوڈی : ۲۰ر مئی
مقام جھنجھوٹی : ۲۷ر مئی

ذات بترات

کراچی۔ مسودہ چمن لال چمن : صبح ۸-۳۱ — ۲۷ر مئی

ہی مال ۔ خواتین کے لیے

شام ۴-۰۰

ڈاکٹر آر ایل چودھری سے انٹرویو : ۱۹ر مئی
کشمیری میں مباحثہ : ۲۶ر مئی

سیاحوں کے لیے

سیاحوں کے لیے پروگرام : صبح ۷-۱۵ — ۱۹، ۲۶ر مئی

سب رس

اردو میں پروگرام : صبح ۷-۱۵ — ۱۸، ۲۵ر مئی

اے گیسٹ اِن ہیپی ویلی

سیاحوں سے انگریزی میں انٹرویوز پر مبنی پروگرام : صبح ۹-۰۵ — ۱۷ر مئی

بقیہ: کلکتہ

باناشری سین گپتا : صبح ۸-۱۵ (اے) — ۲۴ر مئی
بجن گھوش : صبح ۸-۱۵ (اے) — ۲۵ر مئی
گوراچاند مکھرجی : صبح ۸-۳۰ (بی) / رات ۸-۴۵ (اے) — ۲۶ر مئی
منجو بھٹاچاریہ : صبح ۸-۱۵ (اے) / شام ۷-۰۰ (بی) — ۲۷ر مئی
تنموئے چیٹرجی : صبح ۹-۴۵ (بی) — ۲۸ر مئی
میناکشی سرکار : صبح ۸-۳۰ (بی) / رات ۸-۴۵ (اے) — ۲۸ر مئی
چندرا کانتا بھل : دوپہر ۱-۴۰ (اے) / شام ۵-۵۵ (بی) / شام ۶-۴۵ (بی) — ۲۹ر مئی
مینو سین گپتا : صبح ۸-۳۰ (بی) / دوپہر ۲-۵۵ (اے) / شام ۷-۰۵ (بی) — ۳۰ر مئی
مینا مکھرجی : صبح ۸-۱۵ (اے) / شام ۶-۴۰ (بی) — ۳۱ر مئی

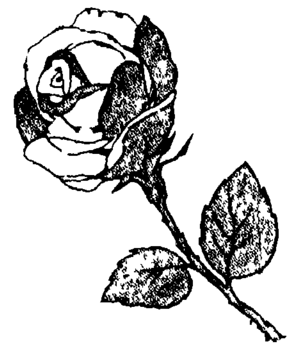
اردو پروگرام "انجمن"

رات ۹-۳۰

(۱) متاعِ شہر: فیچر ملک سوردن (بی) — ۱۸ر مئی
(۲) ساز بینی، آواز بینی (بی) — ۱۸ر مئی
شہر: فیچر رشید — ۲۵ر مئی
آپ کے خطوط۔ ساجدہ رحمان — ۲۵ر مئی



'ٹوٹتے رشتے'
کے زیرِ عنوان
کامنا چندرا کے لکھے اور
آکاشوانی بمبئی سے نشر
ہندی ناٹک کے
شرکا رفنکار —
شری چندر مارنیجا' آشا شرما' رما باوا
گری راج بھٹ' سدھا شوپوری
رفیعہ سلطان' نیرجا ماتھر' کرشن بھوٹانی
امیت بھاردواج ———
پیشکش : مایا اسرانی





'بارو ون'
کے عنوان کے تحت
آکاشوانی کلکتہ سے
نشر
ایک میوزیکل فیچر کے
شرکا فنکار -

آکاشوانی رامپور
کے
یووادانی پروگرام میں نشر ڈرامے
'پت جھڑ کے بعد'
کی صدا بندی کا
ایک منظر
(دائیں سے)
زاہد علی خاں
رینو اگروال
انوراگ پانڈیا
سوریہ کانت پانڈے
اور رام کمار سکسینہ (ڈائریکٹر)



Regd No D-(C)39
R N No 14253
PRICE RUPEE 1.00
AWAZ
16th MAY 1985
[illegible] to post without [illegible] at PSO New Delhi



اقبال عمر



صادق اندوری



شاہد بھوپالی

آکاشوانی بھوپال
مشاعرہ



والی آسی



شکیل گوالیاری



افتخار عارف

Published by the Director General All India Radio at the [illegible] of the Chief Editor Akashvani Group of Journals [illegible] Building II floor Sansad Marg New Delhi [illegible]
Printed by the Manager Govt of India Photo Litho Press [illegible]



اس بار گورکھپور سے غزلیں

آدمیت بے سر و ساماں نہ تھی اتنی کبھی
تیرگی سے روشنی لرزاں نہ تھی اتنی کبھی
روز اول سے رہی ہے موت کی زد پر مگر
آدمی کی زندگی ارزاں نہ تھی اتنی کبھی
لوگ پہلے بھی مسائل سے پریشاں تھے مگر
انتہائے گردشِ دوراں نہ تھی اتنی کبھی
وہ گلستاں کی فضا ہو یا کسی کہسار کی
جس قدر ویراں ہے اب ویراں نہ تھی اتنی کبھی
حسن بے پردہ نے بخشی ہے اسے آوارگی
ورنہ دنیا مائلِ عصیاں نہ تھی اتنی کبھی
دیدنی ہے آج میرے شوق کی دیوانگی
عقل میرے حال پر حیراں نہ تھی اتنی کبھی
آج ساری رات تیری یاد کے دیپک جلے
آج تک دنیائے دل تاباں نہ تھی اتنی کبھی
پرتوِ اخلاص تھی حسرت تمہاری شاعری
پھر بھی اس میں گرمیِ ایماں نہ تھی اتنی کبھی

روشن بستوی

اُجڑا اُجڑا سا ہے اپنا آنگن ابھی
لالہ و گل سے خالی ہے گلشن ابھی
دل کو بہلائیں کب تک امیدوں پہ ہم
ہو سکی نہ سحر جلوہ افگن ابھی
گھر کی دہلیز پر کس نے یہ لکھ دیا
لگ رہا ہے سماں جیسے مدفن ابھی
کہہ دو برق و شرر سے نہ آئیں ادھر
نذرِ آتش ہوا ہے نشیمن ابھی
شیشۂ دل پہ پتھر نہ برسائیے
رک نہ جائے کہیں اس کی دھڑکن ابھی
آنسوؤں سے سبب یوں نہ برسا کرو
بھیگا بھیگا سا ہے انکا دامن ابھی
کھل گئے ان کے گیسو گھٹا چھا گئی
نورِ ظلمت کا برسے گا ساون ابھی
بے وفائی کا الزام مجھکو نہ دو
ہے ترا نقش دل میں روشن ابھی

قاضی انیس الحق

کیوں ہو گئے اداس بھلا خار زار سے
دل کیوں نہ اوب جائے اب فصلِ بہار سے
نمناک ہو گئی ہیں یہ آنکھیں کچھ اس طرح
ساغر چھلک اٹھے ہیں یہ کیف و خمار سے
خیرات مل ہی جائے گی در سے کسی کے بھی
کشکول چاہتا ہے کچھ ان کے دیار سے
ہم نے وفا کی راہ میں گل ہی بچھائے ہیں
تم نے مگر سجائی ہیں راہیں یہ خار سے
اے پیکرِ عروج خدا کا بھی نام لے
آواز آ رہی ہے یہ ماضی کے غار سے
کانٹوں میں پل رہے ہیں منزل سمجھ کے ہم
ناحق ڈر رہے ہو میاں ہم خار سے
اتنا انیس لفظوں کو ہم از مست کر دو
الجھیں کہیں نہ ہم گریباں کے تار سے

حکیم عبدالباقی ناقی

چراغ انجمن سے دور پروانے کہاں جاتے
وفا کے نام پر جلنے یہ دیوانے کہاں جاتے
بڑا اچھا ہوا توبہ نے رکھ لی آبرو ورنہ
نکل کر خلد سے آدم خدا خانے کہاں جاتے
نہ ہوتا حادثہ گر دیدہ و دل کے تصادم کا
تو حسن و عشق کے دلچسپ افسانے کہاں جاتے
قناعت نے ہماری لاج رکھ لی تنگدستی میں
وگرنہ شرم سے ہم ہاتھ پھیلانے کہاں جاتے
چمن کو کر لیا آباد تم نے اے خرد والو
نہ ہوتے آج دیوانے تو ویرانے کہاں جاتے
بجھاتے اپنے لب کی تشنگی کس سے گلے مل کر
نہ ہوتی مے صراحی میں تو پیمانے کہاں جاتے
بکھر کر پھر سنورنا تھا لکھا تقدیر میں ورنہ
تری زلفِ پریشاں تک مرے شانے کہاں جاتے
لئے پھرتی رہی گردش زمانے کی مگر ناقی
مری قسمت کے جو دانے تھے وہ دانے کہاں جاتے

بی اے بہادر محشر بریلوی

آدمی خود آدمی کے خون کا پیاسا نہ تھا
جیسا منظر آج ہے ایسا کبھی دیکھا نہ تھا
عز تو پہلے بھی ملا کرتے تھے ہر اک موڑ پر
اس قدر اترا زندگی کا اس قدر پیرا نہ تھا
آج سجدے کر رہی ہے وقت کی دہلیز پر
کچھ دنوں پہلے مزاج زندگی ملتا نہ تھا
پیاس بجھتی بھی تو کیسے ریت کے میدان میں
میں جسے دریا سمجھ بیٹھا تھا وہ دریا نہ تھا
دور سے معلوم ہوتا تھا وہ اچھا آدمی
جب قریب آیا تو دیکھا آدمی اچھا نہ تھا
ساتھ رہتی تھیں ہمیشہ نیکیاں اچھائیاں
زندگی کی رہگذر میں آدمی تنہا نہ تھا
بات کیا ہے سچ بتا ہیں کس لیے افسردہ ہیں
اس سے پہلے آپ نے کیا آئینہ دیکھا نہ تھا
اٹھ گیا پردہ گماں کا جب نگاہوں سے مری
میرے ان کے درمیاں پھر کوئی بھی پردا نہ تھا
ان کو بھی لگ جائے گی محشر زمانے کی ہوا
وہ بھی دیں گے مجھکو دھوکہ یہ کبھی سوچا نہ تھا

ناظر الشاکری

جس قدر دشوار تھے وہ راستے آساں ہو گئے
دل ہوئے پر غم ہوئے اور اب رگِ جاں ہو گئے
عظمتِ خونِ جگر ہر حال میں قائم رہی
گر گئے آنکھوں سے تو زینِ داماں ہو گئے
عشق تنہا رہ گیا راہِ وفا میں آج بھی
ہمسفر جتنے تھے سب خواب پریشاں ہو گئے
ہو چکیں طے درمیانِ عشق کی کل منزلیں
وہ کبھی جاناں تھے اب تو حاصلِ جاں ہو گئے
سجدہ بے وصل ہی تو شرک تھا ناظر مگر
ہم ہر اک سجدہ پہ سمجھے کہ مسلماں ہو گئے

شوکت علوی

حلیف بن نہ سکے تو حریف بن بیٹھے
وہ لوگ مجھ سے جو اکثر خفیف بن بیٹھے
اب ان پہ درد کے موسم کا کیا اثر ہوگا
جو غم کی دھوپ میں جل کر ضعیف بن بیٹھے
چلا نہ اس پر کوئی زورِ جب جہاں والو
سمٹ کے آپ میں ہم سب شریف بن بیٹھے
جو قتل کرتے بھی تو اپنے بھائی کو کرتے
بس اس خیال سے یارو نحیف بن بیٹھے
وہ دانے دانے کو جو ہاتھوں کو تھے کبھی محتاج
نکھر کے آج وہ فصلِ خریف بن بیٹھے

آواز

آل انڈیا ریڈیو کے پروگرام

چیف ایڈیٹر وجے بہادر سنہا

ادارت

سراج احمد
ہرمہندر سنگھ وج

ٹیلی فون ٣٨٢٢٤٩
٣٨٢٢٥٤

تار کا پتہ LISTENER

نئی دہلی	یکم جون ١٩٨٥ء مطابق	١١ جیشٹھ ١٩٠٧ شاکا	جلد ٥٠	شمارہ ١١

اس شمارے میں



قیمت

فی کاپی — ایک روپیہ
سالانہ — ٢٢ روپے
دو سال — ٤٢ روپے
(اندرون ملک ڈاک خرچ بذمہ ادارہ)

ایک پھول بھی گلدستہ بن سکتا ہے

نسیم حید رضوی

کہاوتیں اور ضرب المثلیں انسانی عقل و دانش و تجربات پر مبنی ایسے حقائق ہیں جو استعاروں اور کنایوں کے ذریعے کسی نہ کسی مخصوص اصول زندگی اور وصف زندگانی کا ادراک کراتی ہیں۔ مثلاً ایک قطرہ دریا بن سکتا ہے ایک رائی پہاڑ بن سکتا ہے، ایک ذرہ آفتاب بن سکتا ہے، یا ایک پھول گلدستہ بن سکتا ہے۔ وغیرہ۔ اس طرح کے اقوال تمثیلی طور پر اس امر کا واضح اشارہ ہیں کہ لامحدود خواہشات نفسانی کی تکمیل کی سعی لا حاصل اور ہوس پرستی کی پرکیف لعنت انسان کو زندگی کی اس حقیقی مسرت اور پائدار شادمانی سے ہمکنار نہیں کر سکتی جو قناعت و توکل کا واحد جذبہ بہم پہنچا سکتا ہے۔

موضوع کے اس مفہوم کو مد نظر رکھتے ہوئے آج کے مہذب انسان اور اس کی دنیا کی صورت حال پر غور کرنے سے میں اس افسوسناک نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ قناعت و استغنا سے عاری اپنی نفسانی اغراض و خواہشات کی تکمیل میں سرگرداں انسان اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی کو تہہ و بالا کرتا جا رہا ہے۔ دور حاضر کی صنعتی تہذیبی سائنسی ترقی کا ایسا سحر انگیز کرشمہ ہے جس نے زندگی کی اخلاقی اور روحانی قدروں کو نفس پرستی کے بھنور میں پھنسا دیا ہے۔ موجودہ سرمایہ دارانہ معیشت جس نے دولت کی فراہمی اور تقسیم زر کے نظام کے مختلف لبادے اوڑھ رکھے ہیں، سماجی ناانصافی، عدم مساوات اور باہمی استحصال کا باعث ہے اور عالمی امن کیلئے مستقل خطرہ بنی ہوئی ہے۔ اس لیے آج یہ مسئلہ پوری شدت سے ہمارے سامنے ہے کہ ہم اس صورت حال سے کس طرح نجات پا سکتے ہیں۔ کیا مالی اور اقتصادی ترقی کے نام پر اپنی خواہشات نفسانی کی تکمیل کے لیے عیش و عشرت کے اسباب کی فراہمی اور اس کے خطرناک و تباہ کن مضمرات ہی ہماری زندگی کا مقصد ہونا چاہیئے۔ یا اس کا کوئی اور بھی راستہ ہے ؟ یا کوئی ایک پھول ایسا بھی ہے جو اپنی دائمی خوشبو حسن اور کشش کے باعث بذات خود زندگی کا مکمل گلدستہ بن سکتا ہے ؟ حقیقی مشاہدات اور پختہ تجربات ایک ایسے پھول کی طرف اشارہ کرتے ہیں جس کو ہم قناعت کہتے ہیں۔ جو کفایت شعاری، عاقبت اندیشی اور ضبط نفس کی خوبصورت پنکھڑیوں سے مرتب اور ذہنی سکون، روحانی آسودگی و قلبی مسرت کی خوشبو سے معمور زندگی کا مکمل گلدستہ بننے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

قناعت ایک ایسی روحانی نعمت ہے جو خوشگوار و خوشحال شریفانہ زندگی و نیز روحانی نشو و نما کے لیے ناگزیر ہے نفسانی خواہشات پر عقل و دانش اور دور اندیشی و عاقبت اندیشی کے ذریعے قابو پانا اور ان کی غیر ضروری اور ناروا توسیع پر پابندی لگانا توکل و استغنا کے بنیادی محرکات ہیں جن پر عمل کرنا موجودہ دور کی اہم ضرورت ہے۔ خوشی اور ارادے کے ساتھ اپنی ضرورتوں کو ایک حد کے اندر رکھنے ہی سے سچی راحت اور فراغت حاصل ہوگی اور خدمت خلق کی صلاحیت نشو و نما پا سکے گی۔

قناعت کو نفس کشی ترک لذات اور رہبانیت کا مترادف نہیں سمجھنا چاہیئے۔ اس کا اصل مقصد روحانی نشو و نما ہے اور اس کا بہترین وسیلہ انسانیت کی خدمت ہے۔ مادی راحت اور جسمانی آرام و آسائش کا حاصل کرنا بذات خود برا نہیں ہے لیکن جب یہ عمل اس حد تک پہنچ جائے کہ کاہلی و تن آسانی پیدا کرنے لگے اور خدمت خلق میں رکاوٹ کا باعث بن جائے تو وہ قطعاً نامناسب ہے۔ جذبہ قناعت اس کا سد باب کرتا ہے اور انسان کو اپنا مادی اور تہذیبی ماحول اس طرح ترتیب دینے کی ترغیب دیتا ہے کہ

وہ خدمت خلق کے لیے رکاوٹ نہ بنے۔ وہ یہ سبق دیتا ہے کہ ہم کو اپنی مادی بلکہ ذہنی اشرو، توں کو بھی ایک حد تک پورا کرنے کے بعد فطعا روک دینا چاہیے تاکہ آسودگی مسخ ہو کر جسمانی اور ذہنی تعیش نہ بن جائے۔

قناعت کی عملی صورت محنت و کفایت شعاری ہے۔ کفایت شعاری انفرادی اور جماعتی نوعیت کا معاشی اصول ہے۔ ذاتی طور سے یہ اشخاص کی فلاح و بہبود اور آرام و آسائش کا وسیلہ ہے اور اجتماعی طور سے اس کا مقصد پوری قوم کے لیے دولت پیدا کرنا اور اس میں اضافہ کرنا ہے۔ دونوں نوعیت سے دیکھا جائے تو محنت سے دولت حاصل کی جاتی ہے۔ قناعت کے ساتھ کفایت شعاری سے اس کو محفوظ کیا جاتا ہے اور عقلمندی و تحمل کے ذریعے اس میں اضافہ کیا جاتا ہے۔ مشینی پیداوار اور صنعتی ترقی جو آج ترقی یافتہ قوموں کی طاقت کا سرچشمہ ہے، دراصل کفایت شعاری کا نتیجہ ہے۔ فضول خرچ شخص اور فضول خرچ قوم مستقل غربت اور تنگ دستی میں مبتلا رہتی ہے۔ آج کا سماج دراصل دولت کی کمی کے سبب پریشان نہیں ہے بلکہ دولت کی بربادی اور فضول خرچ کی وجہ سے تباہ ہے۔

آج کے مادی دور میں زیادہ تر لوگ نفسانی خواہشات اور عیش پرستی کو قناعت و توکل پر ترجیح دیتے ہیں۔ وہ دولت کو فضول خرچی کا ذریعہ سمجھ کر بے دریغ خرچ کرتے ہیں جس کے سبب وہ رواداری، ایمانداری، رحمدلی، انصاف اور عاقبت اندیشی جیسے اخلاقی اوصاف سے محروم ہو چکے ہیں۔ اس کے برخلاف ان میں لالچ، حرص، کنجوسی، فضول خرچی اور ناعاقبت اندیشی جیسی بدترین اخلاقی برائیاں پیدا ہو گئی ہیں۔ وہ دولت اور حالات کے غلام بن چکے ہیں لیکن قناعت پسند اور کفایت شعار انسان دولت اور تقدیر کے ہاتھوں کا کھلونا نہیں ہوتا وہ ناسازگار حالات کا ڈٹ کر مقابلہ کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ وہ اپنا مالک خود ہوتا ہے نہ کوئی اسے خرید سکتا ہے اور نہ وہ بک سکتا ہے۔ کفایت شعاری کردار کو طاقت بخشتی ہے۔ وہ ذہنی سکون اور اطمینان قلبی کے ذریعے تفکرات و پریشانیوں سے نجات دلاتی ہے جب کوئی شخص یا قوم ناعاقبت اندیش اور فضول خرچ ہو جاتی ہے تو مادی ترقی اور خوشحالی سے اس کو فائدہ نہیں ہو سکتا۔

اس گفتگو کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ میں کنجوسی کی وکالت کرتا ہوں۔ کنجوسی چوری ہے۔ ایک جرم ہے۔ میں دراصل یہ کہنا چاہتا ہوں کہ انسان کو مستقبل کے لیے رقم پس انداز کرنا چاہیے تاکہ زندگی میں خود اعتمادی، خود داری اور خوشحالی کو یقینی بنایا جا سکے۔ کفایت شعاری کسی طور سے لالچ، حرص، حرام خوری اور خود غرضی سے تعلق نہیں رکھتی۔ سچ تو یہ ہے کہ اس طرح کی ذلالتوں کی تضاد ہے۔ کفایت شعاری سے میری مراد یہ ہے کہ دولت کو ایمانداری سے حاصل کیا جائے اور اسے احتیاط سے خرچ کیا جائے۔ دراصل یہ اسی حالت میں ممکن ہے جب انسان قناعت و توکل کے جذبے سے سرشار ہو اور حرص و ہوس کے بھنور میں نہ پھنس جائے۔

آج جبکہ تہذیب انسانی اپنے وجود کے بدترین دور سے گزر رہی ہے۔ بلاشبہ قناعت، سادگی پسندی اور کفایت شعاری کا نصب العین نہ صرف غریب عوام بلکہ ارباب اقتدار اور ناخدائے قوم کے لیے بھی مشعل راہ ہونا چاہیئے۔ یہ سچ ہے کہ عیش و عشرت کے دلدادہ، مفلس اور مفلوک الحال عوام کے استحصال کی بنیاد پر اپنی حرص و ہوس کا محل تعمیر کرنے والے سماج دشمن عناصر سکون و آشتی کے پائدار حل کی افادیت کو تسلیم کر کے اس پر مشکل ہی سے عمل پیرا ہوں گے لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ قلب و ذہن کو قناعت، محنت اور کفایت شعاری کی طرف مائل کیے بغیر عالمی امن کا حصول ناممکن ہوگا اور انسانی تہذیب اپنے وجود کے یقینی خطرے سے دوچار رہے گی۔

اس خطرے سے بچنے کے لیے ہم کو مادی طاقت اور جدید سائنس کی تخریب کار اور مہلک ایجادات کی ضرورت نہیں ہے۔ اس داخلی آزادی اور خارجی ضبط کی جو قناعت اور کفایت شعاری سے حاصل ہوگی جو نہ صرف حقیقی مسرت و شادمانی کے حصول میں ممد ہوگی بلکہ ہماری انفرادی و اجتماعی زندگی کی دائمی شان و عظمت کی ضامن ہوگی۔ یہی وہ واحد پھول ہے جو مکمل گلدستہ بن کر ایوان زیست کو حقیقی حسن اور لازوال رونق بخش سکتا ہے۔

شگفتہ رکھتی ہے خاطر ہمیشہ
قناعت بھی بہار بے خزاں ہے

(گورکھپور ٹائمز)

نصرتی بیجاپوری

ڈاکٹر قیوم صادق

کہنا مبالغہ نہیں ہوگا کہ نصرتی بیجاپوری دکنی شاعروں کا سرتاج ہے۔ محمد نصرت نام اور نصرتی تخلص تھا۔ باپ بیجاپور کی فوج میں اسلحدار تھے۔ "گلشن عشق" کی تمہید سے معلوم ہوتا ہے کہ نصرتی نے ولی عہد سلطنت شہزادہ علی ثانی کے ساتھ تعلیم اور تربیت حاصل کی تھی۔ علی بادشاہ ہوا تو اسے نہ صرف مصاحبوں میں جگہ ملی بلکہ سلطان نے اسے اپنے دربار کا ملک الشعراء بھی مقرر کیا۔ اس کی مثنویاں گلشن عشق، علی نامہ، تاریخ اسکندری اور دیوان نصرتی شائع ہو چکی ہیں۔

وہ رزمیہ اور بزمیہ دونوں قسم کی شاعری کا استاد تھا۔ غزلیں بھی لکھی ہیں اور قصیدے بھی۔ خاص کر قصیدہ نگاری میں دکن کا کوئی شاعر اس کا ہم پلہ نظر نہیں آتا۔

نصرتی بیجاپور کا ایک موروثی اسلحدار تھا اور کئی پشتوں سے حضرت خواجہ بندہ نواز کے سلسلہ میں مرید ان باتوں پر اس نے اپنی کتابوں میں بڑا فخر کیا ہے۔ وہ علی عادل بادشاہ کا بچپن کا ساتھی اور مقرب تھا اور اس نے زمانے کے رواج کے مطابق خود کو بادشاہ کا شاگرد ظاہر کرتا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ بادشاہ کے استاد بھی خود کو شاگرد اور بادشاہ کو اپنا استاد کہا کرتے تھے۔ "گلشن عشق"، نصرتی کی بہت اہم تصنیف ہے۔ علی کے تخت نشین ہونے کے بعد ہی ۱۰۶۸ھ میں نصرتی نے اس نظم کو لکھنا شروع کر دیا اور ایک سال کے اندر وہ پوری بھی ہو گئی انسانی جذبات کو عمدگی سے بیان کیا ہے۔

مثنوی "گلشن عشق" میں اس نے قصہ نگاری کے تمام فرائض پورے پورے ادا کئے ہیں سلطنت کی شان و شوکت، پایہ تخت کی چہل پہل، باغ کی رونق صبح، شام اور رات کے مناظر، چاندنی کی کیفیت، کشتیوں کا بیان غرض منظر نگاری کے جو مواقع پیش آتے ہیں اس کو اس طرح بیان کیا ہے کہ گویا آنکھوں کے سامنے تصویر کھینچ کر رکھ دی ہے۔

منظر نگاری کے ساتھ ساتھ جذبات و احساسات کی ترجمانی میں بھی نصرتی کو ید طولیٰ حاصل تھا۔

یہ مثنوی دکنی اردو میں خاص امتیاز رکھتی ہے علاوہ حسن شاعری اور زور کلام اس میں بعض ایسی خصوصیتیں ہیں جو اس سے قبل کی مثنویوں میں کم پائی جاتی ہیں۔ اکثر باب کے شروع میں مختلف قدرتی مناظر کا جلوہ دکھاتا ہے اور قصے کے ضمن میں جو بعض حالات اور واقعات پیش آتے ہیں ان کی تصویر خوب کھینچتا ہے۔ مثلاً جہاز کے سفر میں کشتی کا حال، باغ اور پرندوں کی کیفیت، شادی بیاہ کا حال، برف باری

کی کیفیت، کھانوں کی تفصیل وغیرہ۔ اسی طرح طلوع و غروب آفتاب، چاندنی کا سماں موقع موقع سے خوب بیان کیا ہے، انسانی جذبات کی کیفیت بھی ہر موقع پر بڑی خوبی سے دکھائی ہے۔ کلام میں طول ضرور ہے، وہ اُبلتا چشمہ ہے جس کا روکنا مشکل ہے۔

'علی نامہ'، مثنوی ۱۰۷۴ھ تک کی تاریخ ہے اس بیجاپور کے بادشاہ علی عادل شاہ کی تمام لڑائیوں کا ذکر ہے۔

علی نامہ (تاریخ علی عادل شاہ) میں نصرتی کا کمال یہ ہے کہ اس نے تاریخی واقعات کو صحیح ترتیب، بڑی احتیاط اور صحت کے ساتھ بیان کیا ہے۔ جس میں بیان اور زورِ کلام کے تمام اُسلوب ہوتے ہوئے کہیں تاریخی صحت سے تجاوز نہیں کیا۔ تاریخ سے واقعات کو ملا لیجئے کہیں فرق نہ پایئے گا۔ بلکہ درجن باتیں شاید اس میں ایسی ملیں گی جن کے بیان سے تاریخ قاصر ہے باوجود اس کے واقعات کی تفصیل، مناظرِ قدرت کی کیفیت، رزم و بزم کی داستان اور جنگ کا نقشہ، کمالِ فصاحت و بلاغت اور صناعی سے کھنچا ہے اردو زبان یونہی رزمیہ نظموں سے خالی ہے اور ایک آدھ رزمیہ نظم جو اس سے قبل لکھی گئی ہے، وہ ہرگز اس کو نہیں پہنچتی۔ یہ رزمیہ مثنوی ہر لحاظ سے ہماری زبان میں بے نظیر ہے۔ اس کو نہ صرف بحیثیت نصرتی کی تصنیف ہونے کے امتیاز حاصل ہے بلکہ بیجاپور کے ادبی کارناموں میں سب سے زیادہ اہم مثنوی ادب اردو میں یہ سب سے پہلی سوانح عمری ہے اور عادل شاہی خاندان کے آخری زمانہ کی اس سے زیادہ مستند اور کوئی دوسری تاریخ نہیں ہے۔

تاریخ اسکندری ایک مختصر رزمیہ مثنوی ہے جن میں بیجاپور کے آخری بادشاہ سکند عادل شاہ کی فوج اور شیواجی کی لڑائی کا حال ہے۔ تاریخ اسکندری کو ڈاکٹر جمیل جالبی نے مرتب کر کے ۱۹۷۲ء میں شائع کیا ہے۔ تاریخ اسکندری کی مرتبہ کتاب دیوان نصرتی کا ایک حصہ ہے جس میں نصرتی کی بائیس[۲۲] غزلیں، اٹھائیس[۲۸] رباعیات، تین قطعات، تین قصائد دو مخمسات ایک ہجو اور ایک فارسی غزل شامل ہے۔ دیوان نصرتی بھی ڈاکٹر جمیل جالبی نے ۱۹۷۲ء میں شائع کی ہے۔

نصرتی کے کل نو قصیدے محفوظ ہیں۔ ۱۰۷۰ھ اور ۱۰۷۵ھ کے درمیان متفرق زمانوں میں لکھے گئے تھے۔ ان کا کوئی علیحدہ مجموعہ نہیں ہے۔ ان میں سے سات تو علی نامہ میں نقل کئے گئے ہیں اور دو اس کی دونوں مثنویوں یعنی علی نامہ اور گلشن عشق کے منظوم عنوانات کے جمع کرنے سے بن جاتے ہیں۔

سید عبدالحئی ''گل رعنا'' میں لکھتے ہیں۔

''ان کتابوں کے علاوہ ایک پرانی بیاض میری نظر سے گزری ہے جس میں نصرتی کا ''معراج نامہ'' پورا نقل ہے۔ تاریخ کتابت ۲۲ محرم ۱۰۸۳ھ اس میں درج ہے اور اکبرآباد میں لکھا گیا ہے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا نصرتی کا کلام ان ہی کی زندگی میں اتنا مقبول ہو چکا تھا کہ اس کی نقلیں بیجاپور سے اکبرآباد پہنچ گئیں۔ ''معراج نامہ'' کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ محمد عادل شاہ متوفی ۱۰۶۳ھ کے عہد میں لکھا گیا ہے۔ کیونکہ اس کو اسی بادشاہ کے مدحیہ اشعار پر ختم کیا گیا ہے۔''

محمد اکبرالدین صدیقی اپنی کتاب ''بجھتے چراغ'' میں لکھتے ہیں۔ ''چرخیات'' کے تین نسخے میرے علم میں ہیں جنہیں ڈاکٹر ابوالنصر محمد خالدی صاحب مرتب کر رہے ہیں۔''

فنوت نے اپنے تذکرہ شعراء ''ریاض حسینی'' میں اس امر کی صراحت کی ہے کہ وہ عالمگیر کے فتح بیجاپور کے وقت زندہ تھا۔ اور عالمگیر نے اس کلام کو سن کر ملک الشعراء کا خطاب دیا تھا۔ یہ صحیح نہیں ہے۔ سکندر عادل شاہ کے زمانہ میں وہ شہید ہوا۔ کیوں کہ جدید تحقیقات سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۰۸۵ھ مطابق ۱۶۷۴ء میں نصرتی کی شہادت ہوئی۔ تاریخی قطعہ حسب ذیل ہے:۔

ضربِ شمشیر سوں یو دنیا چھوڑ
جا کے جنت میں خوش ہو رہے
سال تاریخ آملایک نے
(فرشتے)
یوں کہے ''نصرتی شہید رہے''

''نصرتی شہید رہے'' سے ۱۰۸۵ھ نکلتا ہے۔ نمونہ کلام ملاحظہ ہو۔

فرح بخش یک سبز تیرا باغ تھا
ستارے بھر یا ہو دے ہر باگگن
دیکھت مسکیں گل رنگاں ہر کلی
(مسکراتی)
کریں دل کو خوباں کی گل گد گلی

جتا کچ جو کشتی کو جھولا لگے
جتنا کچھ
وہ جھولا دریا کوں ہنڈولا لگے
دِس آوے سو دیکھیں تو چو پھیر جب
نظر آئے
اُپر آسماں ہو تلے نیر سب

جب تے جھلک دیکھیا ادک سورج تری ترواکا
زیادہ
تب تے لگیا تھر کانپنے ہو پُرعرق یک بارکا

کتا ہوں آتا فوج دہلی کی بات
کہتا اتنا
چلی تھی دکن دل پہ کس دھات سات
کہ جس فوج کوں دیکھتے میں سمج
سمجھ
دِسے نا کسے انتہا ہور اوتج
نظر

کرتا ہے ماہ نو کو سپوان کر آفتاب
تو آرسی کو ہاتھ پکڑ اور کر آفتاب
تج حسن کا جھلک جو پڑے زنگبار پر
تجھ
ہر حاملہ وہاں کی جنے دختر آفتاب

مغرور بے خبر ہے مدسوں مدن کی بالی
عالم کے جیو لینے بوچن میں ہے سوالی
اس خام سن میں دیکھو کیا پختگی کے فن ہیں
دینے کو وصل کا پھل لینے کو جیو اُتالی
برہے کے بس میں غم سوں جلتا ہوں شمع نمنے
جدائی کے غم شمع کی طرح
دکھلا ضیا درس کا اے خاور جمالی

سو فن ترے ہوسے مجہ یک ہنر برابر
مجھ
جیو کھیلتا کڑا ہے اے بوالہوس خیالی
جان مشکل
تج ہات نقد جاں دے لیتا ہوں غم کا کینا
تجھ ہاتھ
یک کر ادپر منگے تو کرتی ہے کیا بخالی
ایک سے زیادہ مانگے کنجوسی
سرمست نصرتی سوں جلسے نہ کچ حریفی
جلتے ہیں۔ کچھ
خوباں کی بزم کا ہے وہ رند لاابالی

پاک نظر باز کا عیب توں ظاہر نہ کر
ماریں گے عاشق تجے عشق کنے میں حرام
کہنے
عشق کیرے صدق سوں لاف نہ کر نصرتی
عین یو سرمست کا آپس کوں آئے سلام

(آکاشوانی گلبرگہ سے نشر)

ڈاکٹر قیوم صادق
شعبہ اردو
گلبرگہ یونیورسٹی
گلبرگہ (کرناٹک)

فن اور فنکار

حجاب امتیاز علی

صغرا مہدی

اُردو افسانے کی ابتدا سے ہی دو رجحان نظر آتے ہیں۔ ایک یہ کہ افسانے کو اور اصناف ادب کی طرح مقصدی اور اصلاحی ہونا چاہئے۔ اس رجحان کی نمائندگی پریم چند، سلطان حیدر جوش اور راشد الخیری کرتے ہیں اور دوسرا تخیلی اور رومانی جس کے علمبردار سجاد حیدر یلدرم اور ان کے بعد مجنوں گورکھپوری اور نیاز فتح پوری ہیں اور حجاب امتیاز علی کا شمار بھی آخرالذکر رجحان کی نمائندگی کرنے والوں میں ہوتا ہے۔

حجاب امتیاز علی شادی سے پہلے حجاب اسمٰعیل کے نام سے زنانہ رسالوں میں لکھتی تھیں۔ ان کا آبائی وطن مدراس ہے۔ مگر حجاب کی پیدائش اور پرورش حیدر آباد دکن میں ہوئی یہاں ان کے والد سید محمد اسمٰعیل نے مستقل سکونت اختیار کر لی تھی۔

جنوب میں خواتین کی تعلیم اور آزادی کا سلسلہ انیسویں صدی کے اوائل میں ہی شروع ہو گیا تھا اور یہاں کی خواتین علم و ادب میں اپنا مقام بنانے لگی تھیں۔ حجاب کا تعلق ایک خوشحال اور روشن خیال گھرانے سے تھا انھوں نے اپنی ابتدائی تعلیم اپنے والد کے زیر نگرانی گھر پر حاصل کی اور اس کے بعد بھی یہ سلسلہ جاری رہا۔ انھوں نے گیارہ سال کی عمر میں اپنا پہلا افسانہ "میری ناتمام محبت" لکھا تھا۔ اس افسانہ کو پڑھ کر یہ اندازہ بخوبی لگایا جا سکتا ہے کہ اس افسانے میں حجاب کے انداز نگارش کے اولین نقوش موجود ہیں۔ رومانیت اور الم پسندی ان کے فن کی سب سے بڑی خصوصیات ہیں۔ وہ مختلف زنانہ رسالوں میں شاعرانہ انداز میں اپنی مخصوص لفظیات کے ساتھ شہ پارے لکھا کرتی تھیں اس طرح عام خواتین کے برعکس انھوں نے اصلاحی اور مقصدی چیزیں لکھنے سے ابتداء سے ہی گریز کیا۔

کم عمری میں ہی حجاب کی شادی مولوی ممتاز علی کے صاحبزادے امتیاز علی تاج سے ہو گئی۔ مولوی ممتاز علی آزادیٔ نسواں کے بہت بڑے حامی تھے ان کی بیوی محمدی بیگم کی ادارت میں عورتوں کا مشہور رسالہ تہذیب نسواں نکلتا تھا۔ امتیاز علی تاج بھی صاحب طرز ادیب تھے۔ اس ادبی اور علمی ماحول میں حجاب جواب حجاب امتیاز علی ہو گئی تھیں کی ادبی صلاحیتوں کو خوب جلا ملی۔ انھوں نے کچھ دنوں 'تہذیب نسواں' کی ادارت بھی کی اس طرح لاہور کی علمی اور ادبی فضا میں رہ کر ان کا ذوق اور بھی نکھرا اور ان کے لکھنے کا سلسلہ جاری رہا۔



حجاب نے ناول بھی لکھے ہیں اور افسانے بھی اور وہ اب بھی لکھ رہی ہیں ابھی ان کی نئی ناول "پاگل خانہ" شائع ہوئی ہے۔ اس کے علاوہ "ظالم محبت" بھی ان کا مشہور ناول ہے۔ نغمات محبت، میری ناتمام محبت، خلوت کی انجمن، ادب زریں، ممی خانہ، اندھیرا خواب، تحفے اور شگوفے، صنوبر کے سائے، لاشیں اور دیگر افسانے کاؤنٹ الیاس کی موت۔

حجاب کے کچھ افسانے رومانی ہیں اور کچھ پُراسرار اس کے علاوہ انھوں نے مزاحیہ افسانے بھی لکھے ہیں۔ "تحفے اور شگوفے" میں ان کے تمام مزاحیہ افسانے ہیں۔ جن میں ایک خاص قسم کی شگفتگی ہے۔ جیسا کہ انھوں نے خود لکھا ہے کہ "میں قنوطی نہیں الم پسند ضرور ہوں۔ اس لیے طبیعت کو ایسی عادت پڑ گئی ہے کہ قہقہوں اور چہچہوں کی رنگین اور پرشور دنیا سے گزر کر آخر میں المیہ کی طرف پلٹ آتی ہے۔" اور یہ المیہ عنصر ہی ان کے فن کی سب سے بڑی خصوصیت ہے۔ ان کا خیال ہے کہ "غم حیات قوت تخلیق بخشتا ہے۔"

حجاب امتیاز علی کے افسانوں اور ناولوں میں جو فضا ہمیں ملتی ہے وہ انگریزی اور فرانسیسی ناولوں سے مستعار ہے جس کو انھوں نے مشرقی تہذیب کی آمیزش کے بعد اپنے شاعرانہ اور رومانی انداز بیان سے اسے طلسمی اور رومان پرور بنایا ہے۔ ان کے افسانوں اور ناولوں میں پلاٹ سے زیادہ پراسراریت اور رومانیت ہے۔ حجاب کی لفظیات بھی اپنی الگ ہے اور ان کا اسلوب بھی منفرد ہے۔ ایسا منفرد کہ آج تک کوئی اس کی تقلید نہیں کر سکا۔ یہی نہیں انھوں نے کچھ مستقل کردار تخلیق کیے ہیں جو ان کے ہر افسانے اور ناول میں اپنے مخصوص انداز میں آتے ہیں۔ ان کے بارے میں قاری کو پہلے سے یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ کیا کہیں گے۔ کیا بولیں گے، اور کس بات پر ان کا کیا ردعمل ہوگا۔ وہی تاریخی شگوفے، وہی فرانسیسی دریچے۔ وہی گرم ایشیائی صبح اور تاریخی آفتاب، ساحلوں کا ذکر۔ یہ فضا مصنوعی معلوم ہوتی ہے اور کردار ٹائپ۔ مگر اس میں دلچسپی کا عنصر اس حد تک ہوتا ہے کہ قاری اس میں کھوتا جاتا ہے۔

بادی النظر میں ہمیں یہ بھی محسوس ہوتا ہے کہ ان کے فن میں زندگی اور اس کی تلخ حقیقتوں سے فرار ہے۔ ان کے کرداروں کو کوئی دکھ نہیں ہے محبت کے سوا۔ لیکن ہم گہرائی سے دیکھیں اور غور کریں تو ہم کو محسوس ہوگا کہ ان کے یہاں زندگی سے مکمل فرار نہیں ہے بلکہ اس کی حقیقتوں پر نرم و نازک دھندلا سا رومانیت کا پردہ ہے ان کے کردار بھی علامتی ہیں۔ مثلاً دادی زبیدہ کی سخت گیری اور تحکم سماج کی بندشوں اور رسوم و قیود کی علامت ہیں۔ ڈاکٹر گار ایک صاحب بصیرت، روشن خیال ہمدرد مرنجان مرنج انسان کی۔ اور روحی اعلیٰ طبقے کی تعلیم یافتہ، رومان پسند نئی نسل کی آزاد خیال باغی لڑکی کی جس کی بغاوت میں گھن گرج نہیں ہے۔

جنھوں نے حجاب امتیاز علی کو ان کے گھر ان کے ماحول میں دیکھا ہے وہ اس کا بخوبی اندازہ کر سکتے ہیں کہ وہ واقعی اسی دنیا میں رہتی ہیں جن کی عکاسی وہ اپنے فن میں کرتی ہیں۔ وہ جو مناظر اپنے افسانوں اور ناولوں میں پیش کرتی ہیں۔ انھیں اپنی چشم تخیل سے دیکھتی اور محسوس بھی کرتی ہیں۔ وہ مناظر فطرت کی عاشق ہیں اور ان کی حسن شناس نظریں ان

نظاروں میں وہ خوبصورتی اور حسن تلاش کر لیتی ہیں جن تک عام لوگوں کی نظریں نہیں پہنچتی ہیں اسی لیے اسی قسم کے فقرے لکھ سکی ہیں "گرم ایشیائی مئی کے سبز آسمان پر ہلکے کاسنی رنگ کا چاند متبسم تھا" یا "آفتاب مدھم تھا مگر گرمی بہت تھی آج سنہری ریت ہوا میں اُڑ رہی تھی جس سے سانس رُک جاتا تھا۔ لیمو کے پھولوں کی خوشبو باغیچے کو دلکش بنا رہی تھی۔"

حجاب کو خوبصورت مناظر سے محبت ہے، انسانوں سے پرندوں اور جانوروں سے بھی وہ بہت لگاؤ رکھتی ہیں۔ ان کی توجہ کے مناظر خوبصورت دل موہ لینے والے پرندے اور سیامی بلیاں بھی ہیں وہ ان کی نگہداشت اور پرورش اس پیار اس تمنا سے کرتی ہیں کہ عام لوگوں کو یہ گمان ہوتا ہے کہ یہ سب کسی انسان کے لیے ہو رہا ہے۔

حجاب امتیاز علی کا ادبی سفر اب بھی جاری ہے۔ زندگی کے آلام و مصائب کے باوجود وہ اب بھی اپنی زندگی اسی ماحول میں انہی لوازم کے ساتھ گزارتی ہیں۔ لاہور میں وہ اب بھی اپنے گھر کے باغیچے میں عشق پیچاں اور بید مجنوں کے قریب آبنوسی میز بچھائے خاص وقت میں لکھتی ہوئی ملتی ہیں اور پاس ہی ان کا محبوب بلا جعفر بیٹھا ہوتا ہے۔ اور ماہ مارچ کے تاریخی سورج کی گستاخ کرنیں بار بار ان کو چھیڑتی ہیں۔

حجاب کی تحریروں میں ان کے قول کے مطابق مشرقی گرم ممالک کے گرم آفتاب کی سی نزہت ہے۔

موجودہ زمانے کی صنعتی سائنسی ترقی نے ایک حساس حسن شناس عافیت پسند اور رومانی مزاج رکھنے والے انسان کے لیے کیا کیا مسائل پیدا کر دیئے ہیں۔ اور سائنس کی ترقی کے کیا کیا نتائج نکل رہے ہیں اور کیا کیا نکل سکتے ہیں، اس کو حجاب نے اپنی ناول 'پاگل خانہ' میں پیش کیا ہے۔

حجاب اردو کے افسانوی ادب میں ایک منفرد مقام رکھتی ہیں۔ موضوع اور اسلوب دونوں لحاظ سے ان کے فن کی ایک الگ شناخت ہے۔ ان کا گہرا مشاہدہ جذبات انگیز شاعرانہ جملے اور ان کا رومانی انداز بیان ان ہی کا حصہ ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ ان کے اسلوب تحریر کی یہ خصوصیت ہے کہ اس کو بار بار پڑھئے ہر مرتبہ اس سے ایک نیا لطف ملتا ہے۔ یہ ان کے آرٹ کا کمال ہے۔

ان کے افسانے اور ناول پڑھ کر انسان تھوڑی دیر کو زندگی کی تلخ اور کڑوی حقیقتوں کو بھلا کر اس دلکش اور رومانی دنیا میں کھو جاتا ہے۔ اس فضا میں سانس لیتا ہے جس کے تخیلی اور مصنوعی ہونے کے احساس کے ساتھ ساتھ اس کی سب چیزیں، سب مناظر، سب لوگ حقیقی لگتے ہیں اور تھوڑی دیر کو اس فضا میں رہ کر ان کرداروں کے ساتھ گھوم پھر کر پھر حقیقی اور ٹھوس دنیا میں واپس آجاتا ہے مگر ان کی صحبت یاد آتی رہتی ہے۔ روحی، ڈاکٹر گار، حسوتی دادی، زبیدہ کیپٹن تھکری یہ کردار ہماری زندگی کے لیے نئے ہوں مگر ہمارے ذہن میں جلنے بوجھے کرداروں کی طرح زندہ رہتے ہیں۔

حجاب کا فن افسانوی ادب میں ہمیشہ زندہ رہے گا۔

(اردو سروس سے)

وسطی ایشیا میں
ہندوستانی تہذیب کے آثار

ڈاکٹر کاشی ناتھ پنڈتا

وسط ایشیا کی پرانی اور نئی جغرافیا میں کافی فرق ہے سنکیانگ جو اب چین کا مغربی حصہ ہے وسط ایشیا کا قدیم زمانے میں اہم حصہ رہا ہے۔ اسی طرح افغانستان اب ایک مستقل اور خود مختار ملک ہے۔

وسط ایشیا کے ساتھ ہندوستان کے تعلقات بہت پرانے زمانے سے برقرار تھے یوں کہنا چاہیے کہ ان دو علاقوں میں آریوں کے نقل وطن کے زمانے سے بھی پہلے آپسی تعلقات رہے ہیں۔ انھیں تعلقات کی بنا پر قدیم زمانے میں ہندوستانی تہذیب نے وسط ایشیا کے عریض اور وسیع علاقے پر بعض نمایاں اثر ڈالے ہیں۔

سب سے پہلے ہم قدیم زمانے میں پتھر اور دھات کے زمانے کی بات کریں۔ کشمیر میں بورزہ ہوم کے مقام پر کھدائی کے بعد ہزاروں بلکہ لاکھوں برس پرانی انسانی زندگی کے جو آثار ملتے ہیں تقریباً اسی طرح کے آثار وسطی ایشیا میں ختن۔ ترفان اور آموندی کے طاس میں بھی دستیاب ہوئے ہیں جنگلی جانوروں اور مچھلیوں کے شکار کے جو اوزار بورزہ ہوم میں ہاتھ لگے ہیں تقریباً اسی طرح یا اسی شکل اور بناوٹ کے اوزار وسط ایشیا میں ملے ہیں۔ اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ دونوں علاقوں میں رہن سہن کے طریقوں میں بڑی مماثلت پائی جاتی تھی۔

وسطی ایشیا کے تاریخی شہر سمرقند سے کوئی ساٹھ کیلومیٹر کے فاصلے پر تجی کند نام کا قدیم اور تاریخی قصبہ ہے جہاں آثار قدیمہ کے عالموں نے کھدائی کے دوران بہت اہم آثار پائے ہیں۔ دیگر چیزوں کے علاوہ انھیں سونے کی ایک مہر ہاتھ لگی ہے جو گول شکل کی ہے اور اس سے کرنیں باہر کی طرف پھوٹتی ہوئی دکھائی گئی ہیں۔ عالموں کا کہنا ہے کہ یہ سورج کی علامت ہے اور اس ظاہر ہوتا ہے کہ ممکن ہے قدیم زمانے میں وہاں کے لوگ آفتاب پرست تھے جس کو ایرانیوں نے مہر پرستی کے نام سے یاد کیا ہے اور جو واضح طور پر ہندوستانی طرز اور فلسفہ کی نشاندہی کرتا ہے۔ اس گمان کی تصدیق میں اور بھی کئی آثار کی تفصیل پیش کی جاسکتی ہے۔ مثال کے طور پر سمرقند میں رگستان نام کے تاریخی میدان میں بنی ہوئی تیموری دور کی تین میں سے ایک مسجد کو لیجئے جسے مسجد شیر در کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اس کی محراب پر چڑھتے ہوئے سورج کو خوش نما ٹائیلوں کے ذریعے دکھایا گیا ہے جس کے عقب میں لپکتا ہوا شیر دکھایا گیا ہے۔ یہ واضح طور مہر پرستی کے زمانے سے چلتی ہوئی رسم کو یاد دلاتا ہے۔ یہ بھی یاد رکھنے کے قابل ہے۔ کہ ایرانی شہنشاہوں کے سرکاری جھنڈے پر چڑھتے ہوئے سورج اور شیر کو دکھایا جاتا رہا ہے۔

ہندوستانی تہذیب کے وسط ایشیا میں آثار کے ضمن میں سب سے نمایاں عنصر بدھ مت کا ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ جب بدھ مت اپنے فلسفہ کی استواری کے عروج کو پہنچا تو اس کے مبلغین مہاتما بدھ کی تعلیم کی تبلیغ کرتے ہوئے ہندوستان کے چاروں طرف چل پڑے۔ انھوں نے شمال کی ہندوکش اور کوہ قراقرم کے دشوار گزار دروں سے اپنی جان اور سلامتی پروا نہ کرتے ہوئے مہاتما بدھ کی تعلیم کو وسط ایشیا کے لوگوں میں پھیلایا۔ وہ لوگ اس زمانے میں خانہ بدوش۔ جنگجو اور تند خو تھے۔ ان لوگوں میں اہنسا یعنی ناآزاری کی تعلیم کو پھیلانا کوئی آسان کام نہ تھا۔ چنانچہ سارے وسط ایشیا میں بدھ مذہب کے آثار نمایاں طور پر ملتے ہیں یہاں تک کہ منگولیا جیسے دور دراز ملک میں

آج بھی بدھوں کا دیار ہے اور لاما لوگ وہاں اپنے مت کا پرچار کرتے ہیں۔ وسط ایشیا میں کئی مقام پر مہاتما بدھ کی پتھر یا مٹی کی خوشنما مورتیاں ملی ہیں۔ بلکہ فارسی زبان کا لفظ بت یعنی پیکر دراصل بدھ لفظ ہی سے نکلا ہے۔

کچھ برس ہوئے اجناتیہ جو کہ سویت تاجکستان کا ایک مقام ہے وہاں مہاتما بدھ کا ایک ہم قدبت لیٹے ہوئے انداز میں دستیاب ہوئی ہے جسکو اب دوشنبہ کے ایک عجائب گھر میں رکھا گیا ہے اور میں نے خود سے اسے وہاں دیکھا۔ ترفان کاشغر اور ختن میں مہاتما بدھ اور بدھ مت کے متعلق کھدائی کے دوران جو بیش بہا آثار مشہور سنسکرت عالم اسٹاین کو ہاتھ لگے وہ سری نگر میں سری پرتاپ سنگھ میوزیم میں اسٹاین کلیکشن کے نام سے محفوظ ہو چکے ہیں اور دیکھنے سے تعلق رکھتے ہیں۔

ہندوستان سے قدیم زمانے میں کارواں طرح طرح کا قیمتی مال دور دراز راہوں سے وسط ایشیا پہنچاتے تھے اور وسط ایشیا سے بھی مال یہاں کے بازاروں میں لاتے تھے۔ جن شاہراہوں سے یہ کارواں گزرتے تھے ان پر سرائیں بنوائی گئی تھیں۔ جن کے کھنڈرات اب تک دیکھنے میں آتے ہیں۔ ان میں سے بعض سرائیوں کی بناوٹ سے ہندی آثار اور فن معماری کا پتہ چلتا ہے۔ ایسی ہی ایک سرائے بخارا میں بنوائی گئی تھی جو اب تک باقی ہے اور جسے سرائے ہندوان کے نام سے آج بھی یاد کیا جاتا ہے۔ سویت وسط ایشیا کے سفر کے دوران میں نے اس سرائے کو بغور دیکھا۔ بخارا میں ایک محلہ ہندی تاجروں کے لئے الگ تھا اور سمرقند کے بازاروں میں ہندوستانی تاجروں کی دوکانیں تھیں۔

کھانے پینے کی چیزوں میں آج بھی وسط ایشیا میں کالی مرچ کا استعمال ہوتا ہے جس کو وہ لوگ اپنی زبان میں فلفل ہندی کہتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ کالی مرچ ہندوستان ہی سے وہاں پہنچائی گئی۔ وسط ایشیا میں آج بھی سموسہ بڑے مزے سے کھایا جاتا ہے اور وہ لوگ اس کو سموسہ کہتے ہیں۔ یہ بھی ہندی پکوانوں میں شامل ہے۔ کئی ہندوستانی جڑی بوٹیاں ابھی وسط ایشیا میں کام میں لائی جاتی ہیں۔ میں نے دیکھا کہ دوسرے کے لئے وہ چندن کی لکڑی کو گھس کر ماتھے پر لگاتے ہیں اور چندن کو صندل کہتے ہیں۔

ہندی رقص اور موسیقی نے گزشتہ دہائیوں میں سویت وسط ایشیا میں کافی اثر و رسوخ پیدا کیا ہے۔ بھارت ناٹیم کتھک وغیرہ جیسے کلاسیکی فنون رقص کو وسط ایشیا کے ہنرمندوں نے ہندی استادوں سے سیکھا اور پھر اپنے یہاں انکے مظاہرے کر کے انھیں عوام میں مقبول بنایا۔ وسط ایشیا کے بڑے شہروں تاشقند، سمرقند، اُسک آباد، کیو، باکو وغیرہ کے شاندار رقص خانوں جیسے تھیٹروں میں رامائن، مہابھارت اور شکنتلا جیسے کلاسیکی شہپاروں کے مواد اخذ کر کے رقاص اپنے بے مثال ہنر کے ساتھ پیش کرتے ہیں۔ ہندوستانی آلات موسیقی میں ستار اور طبلہ وہاں مقبول ہو چکے ہیں۔

سن ستاون کی تحریک آزادی کا ذکر ہے۔ جب کہ ہندی مجاہدین آزادی کے بعد دیگرے حکمران انگریزوں کے ذریعے تختہ دار پر لٹکائے جا رہے تھے۔ پکڑ دھکڑ بھی زوروں پر جاری تھی اور لوگ اپنے گھر چھوڑ کر پناہ کی تلاش میں آوارہ ہو رہے تھے۔ کئی سو کنبے اس ظلم سے بچنے کے لئے ہندوستان چھوڑنے پر مجبور ہوئے اور افغانستان اور ہندوکش کو پار کر کے جدید تاجیکستان کی حصار شادمان وادی میں جا بسے۔ اس وقت ان کی آبادی کوئی آٹھ سو گھرانوں پر مشتمل ہے۔ ان کے خدوخال انداز و مجموعی رفتار کے مشاہدے سے ان کے ہندی ہونے کے آثار صاف طور سے ظاہر ہوتے ہیں۔ ہر چند کہ وہ اب تاجیکی تہذیب و تمدن میں رس بس گئے ہیں۔ مجھے ان لوگوں سے ملنے کا موقعہ ملا اور ان کے عمر رسیدہ سردار سید علی شیر علی نے مجھے ایک دن مہمان بنا کر اپنے گھر پر بلایا۔ وہ لوگ ہندوستان کے بارے میں بہت کچھ جاننے کے لئے بے تاب رہتے ہیں۔ وسط ایشیا میں ہندوستانی تہذیب و تمدن کے وہ لوگ زندہ جاوید آثار ہیں۔

قدیم زمانے سے ہٹ کر ذرا دور معاصر کی بات کریں۔ آزادی کے بعد ہمارے سویت یونین کے ساتھ پہلو دار روابط برقرار ہو چکے ہیں۔ سویت یونین اور ہمارے دیش کے درمیان دوستانہ تعلقات نے سیاسی رشتوں اور دنیا کے لوگوں کے درمیان تعلقات کی تاریخ میں ایک نئے باب کا اضافہ کیا ہے۔ ہمارے تعلقات تکنیکی تجارتی اور ثقافتی نوعیت کے ہیں۔ اور ان تعلقات کا دامن سویت مرکزی ایشیا تک پھیلا ہوا ہے۔ اس وقت ازبکستان تاجکستان اور کئی دیگر جمہوری ریاستوں اور ہمارے ملک کے درمیان ثقافتی معاہدے برقرار ہیں۔ ازبک ہند دوستی سوسائیٹی ان تعلقات کو استوار بنانے میں بہت اہم رول ادا کر رہی ہے تاشقند اور دوشنبہ کی یونیورسٹیوں میں ہندی اور اردو زبان اور ادب کے علاوہ ہندوستانی تاریخ کو پڑھایا جاتا ہے۔ ہندوستانی ادب کے شہ پاروں کے ترجمے ہوا کرتے ہیں۔ ہندوستانی ادیبوں کو دعوت دے کر انھیں مرکزی ایشیا کی یونیورسٹیوں میں خطبات پڑھنے کو کہا جاتا ہے۔

جدید ہندوستانی ثقافتی اثرات کے سلسلے میں ہندوستانی فلموں کا خاص طور پر ذکر کرنا چاہئے۔ ہماری کئی فلموں کو مرکزی ایشیا میں بڑی مقبولیت ہو چکی ہے۔ راج کپور اور اوم پوری جیسے اونچے پایہ کے فنکاروں کو سویت یونین اور سویت مرکزی ایشیا میں بڑے احترام سے یاد کیا جاتا ہے۔ سویت وسطی ایشیا میں ہندوستانی فلمی موسیقی کا بڑا چلن ہے۔

ہندوستانی ثقافت کے وسط ایشیا پر اثرات کی داستان بڑی طویل ہے۔ اگر اس کے تمام پہلوؤں کو اجاگر کرنا ہو تو اس کے واسطے کافی وقت کی ضرورت ہوگی۔ ہم نے صرف چند پہلوؤں کا مختصر طور پر ذکر کیا ہے۔ (جموں سے نشر)

ڈاکٹر کاشی ناتھ پنڈتا
ڈائریکٹر سنٹرل ایشین اسٹڈیز کشمیر یونیورسٹی، سرینگر۔

شہر کا سراب

جمیلہ نشاط

کانچ کی زندگی
اور شیش محل
میرا شہر
نیوکلیر بم بنتے گئے

پل پل
سانسیں آگ ہی آگ
رگوں میں بہا لاوا!
جانے کس نے پی لیا
کانچ ٹوٹ گئی

لال دریا
سڑکوں پر بہا
ابن مریم نہ سہی
ابن آدم کہاں گیا
اتوار جنگل بنا ہے
اور
پیر صحرا
امیدوں کا سراب
پلکوں پہ چمک اٹھا ہے

خیالات چلتے رہے
آنکھوں میں
لو بن کر
زندگی
خوابوں کا آئینہ
بننے لگی

صبح کا انجام
ہوگئی شام
اور رات
کروٹ لینے لگی
دل بھٹکتا رہا
بستی بستی
ٹوٹ گئیں
کانچ کی دیواریں
نگری نگری
بس ایک
یادوں کا قافلہ
پھر بھی آباد رہا ہے

حیدرآباد سے

ہومیوپیتھی

ڈاکٹر ایس پی کوپیکر

اٹھارویں صدی کے آخری حصے میں جرمنی کے ایک ڈاکٹر کے نظریہ علاج کی اشاعت نے یوروپ کے طبی حلقوں میں کھلبلی سی پیدا کر دی تھی۔ اس جرمن ڈاکٹر نے یہ انوکھا نظریہ پیش کیا کہ بیماری کا علاج ان دواؤں کی تھوڑی خوراک کے ذریعے بھی کیا جا سکتا ہے جو عام تندرست آدمی میں وہی بیماری پیدا کر سکتی ہیں۔ اس ڈاکٹر نے اس کو ہومیوپیتھی کا نام دیا تھا لفظ ہومیوپیتھی ایک یونانی لفظ ہے جس کا مطلب ہے 'علاج مماثل'۔

ایک دست آور دوا کیسے دستوں کو روک سکتی ہے؟ افیم نیند کی زیادتی اور بیہوشی کا علاج بن سکتی ہے۔ یہ سوچنا کتنا مضحکہ خیز لگتا ہے۔ سنکھیا سے بنی دوا جو ایک خطرناک زہر ہے ہیضے کے مریض کو کیسے دی جا سکتی ہے جو پہلے ہی مصیبت میں مبتلا ہو۔ یوروپ کے باضابطہ طبی حلقوں نے اس نظریے کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

لیکن بہر حال یہ حقیقت تھی۔ نظریہ ناقابل یقین لیکن بالکل درست تھا۔ جرمنی کے اس سائنسداں کا نام ڈاکٹر سیموئیل ہنیمن DR SAMUEL HAHNEMANN تھا۔ اس کو مغربی زبانوں پر عبور حاصل تھا کیمسٹری میں ماہر وہ ایک غیر معمولی ڈاکٹر تھا۔ لیکن مایوس ہو کر اس نے پریکٹس چھوڑ دی تھی اور اپنا تمام تر وقت سائنسی کتابوں کو جرمن زبان میں ترجمہ کرنے میں خرچ کرتا تھا CULLON کی انگریزی کتاب MATERIA MEDICA کا جرمنی میں ترجمہ کرتے ہوئے اس پر ہومیوپیتھی کے قانون کا انکشاف ہوا۔ اس کتاب میں اس نے پڑھا کہ کونین جو ملیریا کا تیر بہدف علاج ہے کبھی کبھی آدمی میں بخار اور سردی کی کیفیت پیدا کر دیتی ہے۔ یہ انکشاف اس کے لیے ایسا ہی ثابت ہوا جیسے آئزک نیوٹن کے لیے پیڑ سے سیب کا گرنا ہوا تھا۔

اس خصوصیت کی آزمائش کے لیے ڈاکٹر سیموئیل نے روزانہ کونین کی خوراک لینا شروع کر دی اور ایک دن اس کو سردی کے ساتھ ویسا ہی بخار آ گیا جیسا پہلے ایک بار ملیریا کے حملے میں ہوا تھا۔ بہت سے تجربات سے گزرنے کے بعد اسے یقین ہو گیا کہ بہت سی دوائیں مرض کے علاج میں اس لیے مؤثر ثابت ہوتی ہیں کیونکہ وہ تندرست آدمی میں وہی علامات پیدا کر دیتی ہیں مثلاً آتشک کے علاج میں پارہ اثر کرتا ہے۔

اس نے علاج کے قانون Simelea Simelebus Curanter کا پتہ لگا لیا تھا۔ تقریباً بیس سال کے تجربات کے بعد ۱۸۱۰ء میں اس کی کتاب O ganon of Miedecene شائع کی گئی۔ چونکہ مفرد دواؤں کے اثرات اس پر واضح نہیں ہو سکے تھے اس لیے اس نے ہر ایک کا تجربہ فرداً فرداً خود پر، اپنے گھر والوں اور دوستوں پر کیا۔ روزانہ خوراکیں کھائیں اور ان سے صحت پر ہونے والے اثرات کو نوٹ کیا۔ ان علامات کی فہرست کو ماہرین ہومیوپیتھی Materia Medica کے نام سے جانتے ہیں۔ دواؤں کے انفرادی اثرات کی یہ فہرست نہایت دلچسپی کی اہمیت کی حامل ہے۔

پہلے سے رائج طبی حلقوں کی جانب سے اس نظریے کی بے حد مخالفت کی گئی۔ حتیٰ کہ اس پر عمل کرنے والوں کو گالیوں کا بھی نشانہ بننا پڑا۔ کیمسٹوں نے مفرد دوا کے نسخوں پر دوا دینے سے انکار کر دیا۔ اور ڈاکٹروں کو خود دوا دینے سے قانوناً روک دیا گیا۔ ڈاکٹر سیموئیل کو جگہ جگہ بھٹکنا پڑا۔ مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑا لیکن بتدریج اس کے علاج کو مقبولیت اور شہرت حاصل ہوتی چلی گئی۔ آہستہ آہستہ عمیق مطالعے کے بعد کچھ اور ڈاکٹر بھی سنجیدگی سے ہومیوپیتھی کے قائل ہو گئے۔

ایسے ہی ڈاکٹروں میں سے ایک تھے ڈاکٹر کانسٹنٹائن ہیرنگ جو اس وقت کے نہایت ذہین لوگوں میں شمار کیے جاتے تھے ان کے پروفیسر ڈاکٹر رابی کو ہومیوپیتھی کے خلاف ایک تحقیقی مقالہ لکھنے کی ذمہ داری سونپی گئی اور انھوں نے ڈاکٹر ہیرنگ کی مدد لی۔ ڈاکٹر ہیرنگ نے اس مقالے میں مدد دینے کے لیے خود ڈاکٹر سیموئیل ہنیمن سے ہومیوپیتھی کی تعلیم حاصل کرنا شروع کی۔ ڈاکٹر ہیرنگ مطالعے کے بعد اس طریقہ علاج سے اس قدر متاثر ہوئے کہ ہومیوپیتھی کے فروغ کو انھوں نے اپنی زندگی کا مقصد بنا لیا۔ وہ اسی سلسلے میں امریکہ گئے اور بڑی تعداد میں وہاں لوگوں کو تعلیم دی۔ Materia Medica میں درج ان کی دلیلیں بے حد درست اور معتبر ہیں۔ اس طریقہ علاج پر انھوں نے دس ضخیم کتابیں لکھیں جو آج تک رہنمائی کا ذریعہ ہیں۔

ہندوستان میں ہومیوپیتھی راجہ رنجیت سنگھ کے دور میں وارد ہوئی اور آہستہ آہستہ یہ بنگال اور اتر پردیش میں بھی ڈاکٹروں اور عوام کے درمیان پھیل گئی۔ ساتھ ہی ساتھ ایلوپیتھی ڈاکٹروں کی جانب سے اس کی مخالفت بھی کی گئی۔ لیکن کلکتہ کے ایک قابل ڈاکٹر مہندر لال سرکار نے ہومیوپیتھی کو اپنا کر اس کو فروغ اور مقبولیت دلانے میں بہت مدد دی۔ ڈاکٹر سرکار اس دور کے چند اور ڈاکٹروں کو بھی ہومیوپیتھی تحریک میں شامل کر لینے میں کامیاب ہو گئے۔ ان اسباب سے ہومیوپیتھی پہلے بنگال اور پھر ملک کے دوسرے حصوں میں بھی پھیل گئی۔

آئیے اب دیکھیں کہ یہ ہومیوپیتھی طریقہ علاج دراصل کیا ہے؟ Simelea Simelebus Carante کے قانون کا مطلب ہے کوئی بھی دوا جو تندرست آدمی میں مریض جیسی علامات پیدا کر سکتی ہے مریض کو دیئے جانے پر مرض دور کر سکتی ہے۔ ایک بڑی تعداد میں ایسی دواؤں کا پتہ لگایا جا چکا ہے اور ان دواؤں کے اثرات و علامات کا اندراج Matera Medica میں کیا گیا ہے مریض کو ایسی دوا قلیل مقدار میں دی جاتی ہے جو مریض کی علامات سے قریبی اثرات پیدا کر سکتی ہے۔ ہر تجویز شدہ دوا کے اثرات کا بہ نظر غائر مطالعہ کیا جاتا ہے۔ دواؤں کے انتخاب میں Matera Medica کی مدد لی جاتی ہے۔ سیموئیل ہنیمن کی کتاب "Organon" میں ہومیوپیتھی کی مکمل سائنس اور تکنیک کی وضاحت کی گئی ہے اس کے علاوہ آسان زبان میں بھی بہت سی ایسی کتابیں موجود ہیں جن کی مدد سے اس طریقہ علاج کو سیکھا جا سکتا ہے۔

فوائد:

اس کی سادگی اور قابل اعتماد ہونا ہومیوپیتھی کی عظیم ترین خوبیوں میں سے ہے۔ روزمرہ کی عام بیماریوں اور وبائی بیماریوں جیسے خسرہ، نرخرے کا ورم، سردی اور بچہ سے بوڑھے تک کو ہونے والی دیگر بیماریوں کا علاج بہ آسانی ایک مبتدی بھی کر سکتا ہے عام علاج کی دوائیں جیسے ایکونائٹ، بیلاڈونا، برائنکیٹا وغیرہ اتنی سادہ اور آسان ہیں کہ سنجیدگی سے مطالعہ کرنے پر مناسب دوا ڈھونڈی جا سکتی ہے۔

اتر پردیش، بنگال اور ملک کے کچھ دوسرے صوبوں کے دیہاتوں میں وہاں کے اہم آدمیوں جیسے پوسٹ ماسٹر، اسکول کے ہیڈ ماسٹر اور زمیندار کے پاس اکثر ہومیوپیتھی کی ضروری دوائیوں کا باکس اور علاج دواؤں پر کچھ کتابیں ہوتی ہیں جن کی مدد سے یہ لوگ دیہی باشندوں کو بیماری کی حالت میں شہر جانے سے بچا لیتے ہیں۔

ڈاکٹر سمیوئیل کی اہم ترین اور حیران کن دریافت یہ تھی کہ جیسے جیسے خوراک چھوٹی ہوتی جاتی ہے دوا کی علاج کرنے کی قوت میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ 'دوا مشابہ مرض' ہونے کی وجہ سے پیدا ہونے والی غیر ضروری اغلاط سے بچنے کے لیے اس نے دواؤں کو پتلا کرنے کا طریقہ اپنایا۔ پاؤڈر، شکر یا دودھ اور ریکٹیفائڈ اسپرٹ کی مدد سے پتلا کرنے پر سلیشیا اور گولڈ جیسے غیر مؤثر جوہر بھی نہایت مؤثر بنیادی دوا بن گئے۔ اس طرح کی ملاوٹ کو Potencies کہا جاتا ہے اور سینکڑوں ہومیوپیتھ ڈاکٹروں کا یہ تجربہ ہے کہ اونچی قسم کی Potencies بیماری کی جڑ تک پہنچ جاتی ہیں اور پرانے امراض کے علاج میں خاص طور پر مؤثر ثابت ہوتی ہیں۔

ہومیوپیتھی ہی شاید واحد نظام علاج ہے جو صحیح معنی میں دائمی امراض کا علاج کر سکتا ہے۔ ہومیوپیتھی کا بنیادی عقیدہ ہے کہ تمام بیماریوں کی شروعات زندگی کے نظام میں گڑبڑ سے ہوتی ہے اور تمام علامات اندرونی پریشانی کا بیرونی اظہار ہیں۔ ہومیوپیتھی نے ہمیشہ ہی زیادہ زور مریض کی ذہنی کیفیت اور انفرادی خصوصیات پر دیا ہے اور اس میں ہمیشہ مکمل آدمی کا علاج کیا جاتا ہے۔ کسی ایک عضو یا حصے کا نہیں۔ آج اس نظریہ کو جدید ترین نظریے کی حیثیت سے تسلیم کر لیا گیا ہے۔ خاص طور پر بلڈ پریشر، ذیابیطس، گٹھیا اور حتیٰ کہ کینسر جیسے دائمی امراض کے علاج میں یہ نظریہ بے حد مؤثر ثابت ہوا ہے۔ ہومیوپیتھی نارمل انسان میں پیدا ہونے والے ابتدائی فرق یا بالفاظ دیگر بیماری کی علامت پر غور کر کے اور دوبارہ نارمل کیفیت پیدا کر کے ناقابل علاج سمجھے جانے والے امراض کے علاج اور انسداد میں کامیاب رہی ہے۔ درحقیقت ہومیوپیتھی کی ان کامیابیوں کے سبب ہی دیگر طبی طریقوں پر عمل کرنے والے نمایاں ڈاکٹروں نے اس کی جانب رجوع کیا ہے۔

اپنی مختصر خوراکوں کی وجہ سے ہومیوپیتھی محفوظ ترین اور ایسا علاج ثابت ہوئی ہے جس میں ذیلی اثرات پیدا نہیں ہوتے ہیں۔ آجکل پائی جانے والی جدید دوائیں جیسے اینٹی بائیوٹک اور اینٹی الرجک دوائیں مریض کو کمزور کر دیتی ہیں اور دوسرے امراض کو جنم دیتی ہیں۔ مریض دواؤں کا عادی ہو جاتا ہے۔ ایسی صورت حال میں امید ہے کہ ہومیوپیتھی مؤثر ترین، محفوظ ترین نظام علاج ثابت ہوگا۔

بھارت جیسے ملک کے غریب عوام کے لیے ہومیوپیتھی سستا اور بہترین علاج مہیا کر سکتی ہے۔ دیگر نظام ہائے علاج میں درکار دوا کی کثیر خوراکوں نے ان علاجوں کو غریب اور ضرورت مند آدمی کی پہنچ سے باہر کر دیا ہے۔

آج جبکہ مرکزی اور ریاستی حکومتوں نے ہومیوپیتھی کو تسلیم کر لیا ہے اس کا مستقبل نہایت روشن اور دائرہ وسیع ہو گیا ہے۔ اب دیگر نظام ہائے علاج کے ساتھ ساتھ ہومیوپیتھی بھی مفاد عامہ اور صحت عامہ میں اپنا فرض نہایت مؤثر اور کارگر ڈھنگ سے ادا کر سکے گی۔

(آکاشوانی مدراس سے نشر)

بلند عمارتوں میں رہائش کے

نفسیاتی مسائل

رنبیر سنگھ

گھر آدمی کی تین بنیادی ضرورتوں میں سے ایک ہے۔ غریب کی جھونپڑی بھی گھر ہے اور بڑے شہروں میں بلند و بالا عمارتوں میں بنا جدید طرز کا فلیٹ بھی گھر ہے۔ کثیر المنزلہ عمارتوں میں رہائشی فلیٹ ہونا بڑے شہروں کے لئے عام بات ہے۔ ایسی عمارتیں گو کہ ملک بھر میں عام نہیں ہیں لیکن دلی، بمبئی اور کلکتہ میں تیس منزلہ عمارتوں تک میں لوگ رہائش پذیر ہیں۔

مکان بنانے والے انجینروں کے مطابق ہر وہ مکان جو چار منزل سے زیادہ بلند ہے کثیر منزلہ عمارتوں کی تعریف میں آتا ہے اور اس طرح کے کثیر منزلہ مکان بھارت کے تقریباً دو درجن شہروں میں پائے جاتے ہیں کثیر منزلہ مکان بنانے کا رواج سو سال پہلے شکاگو (امریکہ) میں شروع ہوا تھا جب سے سمنٹ اور لوہا مکانوں کی تعمیر کے لئے ملنے لگا ہے۔ بڑے شہروں میں بلند و بالا عمارتیں تعمیر کرنے کی ایک دوڑ سی لگ گئی ہے۔

بلند و بالا عمارتوں کا استعمال چونکہ رہائشی اور تجارتی دونوں مقاصد سے کیا جاتا ہے اس لئے کام کرنے والوں اور رہائش پذیر مکینوں دونوں کے ذہنوں پر اس کے برے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

تکنیکی ترقی کے سبب ہم نے بہت اونچے اور مضبوط مکان ضرور بنا لئے ہیں۔ لیکن اس کے جو اثرات وہاں رہنے والوں پر پڑتے ہیں اس سے لگتا ہے کہ وہاں وہ جیسے رہتے نہیں بلکہ زندگی کاٹتے ہیں۔ حالاں کہ فلیٹ ہے تو ایک بے جان چیز لیکن جب تک اس کے در و دیوار سے جذباتی رشتہ قائم نہ ہو رہنے والے کو ذہنی سکون و مسرت حاصل نہیں ہو گی۔ اس بات سے آپ بھی انکار نہیں کر سکتے آدمی کا خود اپنی چیزوں سے بھی انسانوں کی طرح جذباتی رشتہ پیدا ہو جاتا ہے۔

کثیر منزلہ عمارتوں کی وجہ سے نہ صرف شہری ماحول پر دباؤ پڑتا ہے بلکہ اس سے انسانوں کے ذہن و دل پر بھی بوجھ بڑھ گیا ہے۔ شہروں کی خالی جگہوں میں ہر طرف فلک بوس عمارتوں کی شکل میں کنکریٹ کے جنگل اُگ آئے ہیں۔ آنے والے وقت میں ان جنگلوں میں اضافہ ہوتا چلا جائے گا۔ اس دباؤ نے آدمی کے دل اور دماغ دونوں کو کمزور کر دیا ہے۔ حالیہ دور میں کثیر منزلہ عمارتوں میں رہائش پذیر مکینوں میں ذہنی بیماریوں میں اضافہ ہوتا ہے۔ کثیر منزلہ عمارتوں میں رہنے والے آج جن جسمانی اور ذہنی مسائل سے دوچار ہیں ان پر بہت سے ماہرین کی نظر ہے۔ ان بیماریوں کی شکل جاننے اور حل ڈھونڈنے سے پہلے ان اسباب پر نظر ڈالیں۔

جب ہم وجوہات ڈھونڈنے چلے ہیں تو یہ دیکھنا پڑے گا کہ کثیر منزلہ عمارتیں کن لوگوں کے لئے اور کہاں بنتی رہیں۔ آپ نے دیکھا ہوگا بمبئی میں کثیر منزلہ عمارتوں کے جھنڈ زیادہ تر مغربی بمبئی میں ساحل کے نزدیکی علاقوں میں نظر آتے ہیں۔ جیسے کہ ناریمان پائنٹ، نیو میرین لائنز، مالابار ہل اور پیڈر روڈ وغیرہ۔ کلکتہ میں ایسی عمارتیں چورنگی یعنی جواہرلال نہرو مارگ، پارک اسٹریٹ، اور مرکزی کلکتہ میں واقع ہیں۔ نئی دہلی میں کناٹ پلیس کے آس پاس فلک بوس عمارتوں کی بھرمار ہے۔ بنگلور اور مدراس کے بھی مرکزی علاقوں میں درجنوں بلند و بالا عمارتیں موجود ہیں۔ اس طرح ان پانچوں شہروں میں کثیر منزلہ عمارتیں ایسے علاقوں میں واقع ہیں جو یا تو شہر کے مرکزی حصے ہیں یا خوبصورت علاقے ہیں۔ ان پانچوں میں جو بات یکساں ہے وہ ہے ان عمارتوں کا تجارتی سرگرمیوں سے نزدیک ہونا۔ کام کے مقام سے نزدیک رہائش گاہ کی سہولت کو بیوپاری طبقہ کھونا نہیں چاہتا ہے۔ بڑے شہروں میں چونکہ بلند و بالا عمارتیں بنانے کے لئے درکار مہارت، سامان اور مزدور ملنے میں آسانی ہوتی ہے اس لئے انھیں بنانا ممکن ہوتا ہے۔ آبادی میں تیزی سے اضافہ کی وجہ سے

اربن اسپیس پر مسلسل دباؤ بڑھتا جا رہا ہے۔ اس لئے شہر زمین پر پھیلنے کے ساتھ ساتھ آسمان کی طرف بھی پھیلتا ہے۔ ایسے Vertical growth of a city یعنی شہر کا عمودی پھیلاؤ بھی کہہ سکتے ہیں۔

اب یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے ایسی عمارتوں کی تعمیر کے وقت ان کے ماہرین تعمیرات اپنی مہارت کا کتنا استعمال آدمی کی ذہنی کیفیت اور نفسیات کو دھیان میں رکھ کر کرتے ہیں۔ کثیر منزلہ عمارتوں کی تعمیر کے ابتدائی دور میں ان کی مضبوطی اور بیرونی سجاوٹ پر زور دیا گیا تھا۔ بمبئی میں فورٹ اور کلکتہ میں رائٹرس بلڈنگ کے آس پاس کا علاقہ اس کی مثال ہے۔ آبادی بڑھنے کے ساتھ ساتھ جب تعمیری سامان اور مزدوری مہنگی ہوتی گئی تو ایسے ڈزائن کو ترجیح دی گئی جس میں لاگت کم آئے۔ مضبوطی تو قائم رکھی گئی لیکن عمارتوں کی خوبصورتی اور عظمت کو بھلا دیا گیا۔ آج کل کم، درمیانی اور زیادہ آمدنی والے طبقوں کے لئے فلیٹس کثیر منزلہ عمارتوں میں بنائے جا رہے ہیں۔ سماج کے غریب اور امیر، ملازمت پیشہ یا تجارت پیشہ انھیں قیمت چکا کر خرید سکتے ہیں یا ہاؤسنگ سوسائٹی بنا کر مل جل بنا سکتے ہیں۔ مہنگائی اور شہری حصوں میں آبادی کا دباؤ بڑھنے کے سبب سرمایہ داروں اور مکان بنا کر بیچنے والی فرموں میں کم جگہ میں زیادہ سے زیادہ لوگوں کے رہنے کے لائق مکان بنانے کا رجحان شدت اختیار کر گیا ہے۔ ایسی تاجرانہ ذہنیت سے گھر گھر نہیں بلکہ گھروندے بن گئے ہیں۔

پھر اس طرح کی کاروباری کمپنیاں اس بات کا خیال رکھتی ہیں کہ کثیر منزلہ عمارتوں میں رہائش رکھنے والے ہر آمدنی کے طبقوں کے کنبوں کو زیادہ سے زیادہ سہولیات دی جائیں۔ گھر اگر کھلا نہ ہوا اور پنجرہ یا قبرستان لگے تو یہ تعمیری کمپنی کی خامی سمجھی جاتی ہے۔ تعمیری کمپنی کے لئے ڈیزائین کا خیال رکھنا بہت ضروری ہوتا ہے ڈیزائین کا انتخاب اردگرد کی دوسری عمارتوں کے ڈیزائین اور بلندی کی مناسبت سے تو کیا ہی جاتا ہے ساتھ ہی وہاں کے موسم کا بھی خیال رکھنا ضروری ہوتا ہے۔ وہاں پانی، بجلی، فضائی آلودگی، شور، گندگی، گرمی درجہ حرارت، ہوا، ہریالی وغیرہ کی حالت کیا ہے؟ عمارت سے اسپتال، ریل و بس، بچوں کے لئے اسکول و کالج، تفریح کے لئے سینما، تھیٹر اور کلب، بازار اور دفتر کتنے فاصلے پر ہوں گے۔ اس کے علاوہ زیادہ دور اندیش لوگ کثیر منزلہ عمارتوں میں فلیٹ خریدتے وقت اس بات کا بھی خیال رکھتے ہیں کہ وہاں سے ان کے رشتے داروں کے گھر کتنی دوری پر ہیں۔ کیونکہ روزمرہ کی زندگی میں عام آدمی ان تمام باتوں سے دوچار ہوتا ہے۔

موسم ایک مسئلہ ہے جو بلند و بالا عمارتوں کے ڈیزائن پر سب سے زیادہ اثر ڈالتا ہے۔ بھارت گرم ملک ہے یہاں کھڑکیوں دروازوں کا بڑا ہونا ضروری ہے تاکہ ہوا اندر آسکے۔ اس طرح جہاں برسات زیادہ ہوتی ہے وہاں ایسے مکان بنائے جاتے ہیں جو تیز اور زیادہ بارش کے علاوہ ہوا کے تیز جھونکوں کو بھی برداشت کر سکیں۔ ان مکانوں میں سیلن نہیں ہونی چاہئے۔ انسان چونکہ گرم خون کا ہے اس لئے ٹھنڈا اور سیلن اسے ناپسند ہے۔ ہوا اور دھوپ کثیر منزلہ عمارتوں میں ضرورت کی چیز بن جاتی ہے۔ جو فلیٹ سورج کی روشنی سے محروم رہتے ہیں یا جہاں ہوا اور روشنی کم آتی ہے انھیں اچھا نہیں سمجھا جا سکتا۔ اگر کسی عمارت کے جنوب میں اس سے زیادہ اونچی عمارت موجود ہے تو وہاں ٹھیک سے دھوپ نہیں آئے گی۔ تازہ ہوا اور دھوپ فضا میں موجود بہت سے مضر جراثیم کے خاتمے کے لئے لازمی ہے۔

بڑے شہروں میں فضا کی آلودگی ایک مستقل مسئلہ بن گئی ہے۔ یوں تو کارخانوں کے آس پاس بلند و بالا رہائشی عمارتیں نہیں بنائی جاتی ہیں لیکن ہوا کے بہاؤ سے کارخانوں کا دھواں کثیر منزلہ رہائشی عمارتوں تک پہنچ جاتا ہے۔ جو عمارتیں سات یا آٹھ منزل کی ہیں وہ اس فضائی آلودگی کی لپیٹ میں آجاتی ہیں۔ ان میں رہنے والوں کی زندگی دشوار ہو جاتی ہے۔ اگر کثیر منزلہ عمارتیں ایسی جگہ ہیں جہاں سے ریل، بس، ٹرک وغیرہ بہت بڑی تعداد میں گزرتے رہتے ہیں یا اوپر سے ہوائی جہاز گزرتے رہتے ہیں تو ایسے لوگوں پر شور و غل کے مضر اثرات پڑتے ہیں اور وہ تناؤ، ذہنی انتشار، چڑچڑاپن، ہائی بلڈ پریشر جیسی نفسیاتی بیماریوں کے شکار رہتے ہیں۔ ہر وقت گھر میں قید رہنا آدمی کے لئے ممکن نہیں لیکن نیچے آنے پر بھی ہر طرف بھیڑ بھاڑ، شور و غل ملتا ہے۔ کثیر منزلہ عمارتوں نے بڑے شہروں میں پُر سکون گوشوں کو ختم کر دیا ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ کنکریٹ کے جنگل میں رہنے والے سبزہ دیکھنے کو ترس جاتے ہیں۔ ہریالی ہی کیوں افق کی جھلک بھی نہیں دیکھ سکتے ہیں۔ آسمان ان کے لئے صرف اتنا ہی ہے جتنا ان کے سر پر ہے۔ اس کے علاوہ آدمی پر چھری چلانے کے لئے بہت سی چیزیں موجود ہیں۔ جدید کثیر منزلہ عمارتیں میں ایک آدمی کے پاس صرف اس کے بستر بھر جگہ ہوتی ہے۔ کبھی کبھی مہمان تو آسکتے ہیں لیکن کسی کی رہائش کی جگہ نکالنا ممکن نہیں ہوتا ہے۔ اس لئے شہروں میں ہوٹل نے جنم لیا۔ مشترکہ خاندان تو اب یہاں خواب کی بات ہو کر رہ گئے ہیں۔ مشترکہ خاندان کے سکھ کی دولت انسان سے چھن گئی ہے۔ کہیں کہیں تو ماں باپ کو ساتھ رکھنے میں دشواری پیش آتی ہے۔

کثیر منزلہ عمارتوں کے جھنڈ کنکریٹ کے پہاڑ اور ان کے درمیان کی سڑکیں گھاٹیاں لگتی ہیں۔ انسان کے بنائے ان پہاڑوں اور گھاٹیوں میں رہتا انسان فطرت سے دور ہو گیا ہے۔ شبنم میں نہائے کھیتوں میں ننگے پیر گھومنا اور قدرت کی اس نعمت کو اپنی روح کی گہرائیوں تک محسوس کرنا ناممکن ہوتا جا رہا ہے۔ سبز مخملی گھاس کے بجائے اب فلیٹ کے سخت فرش ہی ان کے پیروں کا سواگت کرتے ہیں۔

ان بلند عمارتوں میں رہنے والوں پر مجموعی طور پر جو اثرات ہوتے ہیں وہ اپنی جگہ لیکن زیادہ پریشانی بچوں بوڑھوں اور مریضوں کو ہوتی ہے۔ مشینوں سے جڑی ان کی زندگی اپنی شخصیت کھو بیٹھتی ہے۔ مشینی شخصیت آہستہ آہستہ جذبات سے عاری ہو جاتی ہے اور دوسرے انسانوں کو بھی ایک کمپیوٹر کی نظر سے دیکھتی ہے۔ اگر بجلی پانی کچھ دن کے لئے بند ہو جائے تو سارا نظام درہم برہم ہو جائے گا۔ اصل میں کثیر منزلہ عمارتوں کا سارا نظام ایک دوسرے سے جڑا ہوا ہوتا ہے۔ ایسی کسی بھی عمارت کو انسانی سہولیات کے لحاظ سے آزادانہ اکائی نہیں مانا جا سکتا۔ محض ایک بجلی کے نہ ہونے سے ہی آدمی بہت سی دیگر سہولیات سے بھی محروم ہو جائے گا۔ یہ عمارتیں چونکہ زیادہ انرجی استعمال کرتی ہیں، اس لئے انھیں چلانا بڑے خرچے کا کام ہے۔ کثیر منزلہ عمارتوں کے باسیوں کو ایک خطرہ سب سے زیادہ پریشان کرتا ہے اور وہ ہے آگ کا خطرہ۔ آگ کی فوراً ہی خبر دینے والا انتظام کئی مقامات پر ہوتا ہے لیکن یہ انتظام کسی وجہ سے بروقت کام نہ کر پائے یا پتہ نہ لگ پائے تو ایسی عمارتوں میں نقصان بہت زیادہ ہو جاتا ہے فوری طور پر ایسی عمارت سے آدمیوں کو نکالنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ کچھ سال پہلے دہلی کے راجندر پلیس میں آگ لگنے سے یہ مسئلہ سامنے آیا تھا۔

مختصراً اتنا کہا جا سکتا ہے کہ کثیر منزلہ عمارتیں اب آدمی کی ضرورت بن گئی ہیں۔ یہاں رہنے والوں کو جو خامیاں محسوس ہوتی ہیں یا جن دشواریوں کا سامنا ہوا ہے جو نفسیاتی مسائل سامنے آتے ہیں وہ حالیہ برسوں میں آئے ہیں انھیں نفسیات کے ماہرین اور سماجیات کے ماہرین نے سمجھا ہے۔ اب سبھی تعمیری کمپنیاں ان ماہرین کے صلاح مشورے سے ہی کثیر منزلہ عمارتیں ڈزائین کرتی ہیں۔ جگہ کے انتخاب اور فضائی آلودگی کا بھی خیال رکھتے ہیں۔ ان سب کا یہی خیال ہے ایسی عمارتیں تیار کی جائیں جن میں رہنے سے انسان میں سنجیدہ قسم کے انسانی و نفسیاتی مسائل پیدا نہ ہوں ورنہ ان مسائل کا حل ڈھونڈنے کی ذمہ داری سماج پر آپڑتی ہے۔

(آکاش وانی روہتک سے)

کمپیوٹر

ڈاکٹر عزیز احمد

دوستو آج ہم کمپیوٹر کے سلسلے میں کچھ باتیں کریں گے اس میں کوئی شک نہیں کہ آج کے دور کی یہ سب سے بڑی ایجاد ہے۔ اس کی خصوصیات نے ساری دنیا کو حیرت زدہ کر دیا ہے۔ یہ ایک ایسی مشین ہے جو بیک وقت بہترین اکاؤنٹنٹ بھی ہے اور بہت اچھی کلرک بھی یہ ایک انجینئر بھی ہے اور سائنسٹسٹ بھی ہے۔ غرض یہ کہ زندگی کے تقریباً ہر شعبہ میں اس کی ضرورت کا احساس بڑھتا جا رہا ہے یہی وجہ ہے کہ ہم اپنے زمانے کو کمپیوٹر کا زمانہ یا کمپیوٹر ایج کہتے ہیں۔

لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ آخر ہے کیا چیز اور کس طرح ظہور میں آئی۔ اول اول جب انسان کو حساب یعنی جوڑنے یا گھٹانے کی ضرورت پڑی تو اس نے اپنی دس انگلیوں کا استعمال شروع کیا۔ اور اس طرح دہائی تک گننے لگا۔ اسکے بعد ان انگلیوں کی جگہ پتھر کی چھوٹی چھوٹی گٹیوں نے لی اور اسی طرح دھیرے دھیرے موتیوں کی مالا کا استعمال ہونے لگا۔ یہ طریقے سالہا سال تک چلتے رہے اور دھیرے دھیرے جوں جوں انسان ترقی کی منازل طے کرتا رہا نئے طریقہ کار ایجاد ہوتے رہے اور بالآخر مشینی دور آگیا۔ اب میکینکل طریقے سے بٹن دار مشینیں ایجاد ہوئیں جن کے بٹن دبا کر جوڑنے گھٹانے اور ضرب تقسیم کے طریقے نکلے۔ ان سب کا مقصد یہ تھا کہ بڑے بڑے حساب کتاب خواہ وہ تجارت سے تعلق رکھتے ہوں یا انجینئرنگ سے، کم سے کم وقت میں صحیح نتائج کے ساتھ ہوتے رہیں اسی زمانے میں Logarithmic table Slide rule وغیرہ بھی ایجاد کیے گئے۔ لیکن ان سب مشینوں میں محنت اور وقت ہر حال درکار تھے اور آج کے اس تیز رفتار زمانے میں انسان کو تیز سے تیز تر مشینوں کی ضرورت ہی ہے۔ دھیرے دھیرے یہ میکینکل طریقوں پر چلنے والی مشینوں کی جگہ بجلی کی یعنی الیکٹریکل مشینوں نے لے لی۔ لیکن پچھلے پچاس سالوں میں جو جدید ترین طریقہ آیا وہ الیکٹرانک طریقہ تھا۔ یہی وہ سائنس تھی جس نے ایسی مشینیں بنائیں جن میں یادداشت کی بھی قوت تھی اور بڑے سے بڑے عملیات کو سکنڈوں میں حل کرنے کی صلاحیت بھی تھی۔

یہ مشینیں Silicon Chips کی مدد سے تیار کی جاتی ہیں۔ شروع شروع میں جو کمپیوٹر بنائے گئے وہ بہت بڑے تھے اور اس کا استعمال ہر جگہ آسانی سے کرنا مشکل تھا۔ دھیرے دھیرے ان کی جسامت چھوٹی ہوتی گئی اور اب یہ مشین جس کے لیے ایک بڑا کمرہ درکار تھا، دفتر کی میز پر بھی بہ آسانی رکھی جا سکتی ہے۔ آجکل کمپیوٹر سے جو کام لیا جا رہا ہے اس میں سے کچھ اس طرح ہیں۔

- بڑے سے بڑے ریاضی کے مسائل کا حل کرنا۔
- بجلی کا بل تیار کرنا۔
- ضروری اشیا مثلاً پانی، بجلی وغیرہ کی مناسب فراہمی کرنا اور اس بات کا خیال رکھنا کہ یہ بے وجہ برباد نہ ہو۔
- کسی دفتر یا بینک وغیرہ کا حساب کتاب کرنا اور اس کا ریکارڈ رکھنا۔
- ہوائی جہاز یا ٹرین کی سیٹوں کا حساب رکھنا اور سیٹیں ریزرو کرنا۔
- ہوائی جہاز کو بغیر پائلٹ کے ہوا میں اڑانا اور زمین سے ہی بیٹھے بیٹھے کمپیوٹر کے ذریعے کنٹرول کرنا۔
- پوری کی پوری فیکٹری کو بغیر انسان کی مدد کے صحیح طور پر چلانا۔

اب آپ خود ہی بتائیں کہ کیا یہ ایک حیرت انگیز ایجاد نہیں

جہاں تک میڈیکل یا ڈاکٹری پیشہ کا تعلق ہے اس میں کمپیوٹر کا استعمال مختلف قسم کی جانچوں سے لے کر مرض کے علاج تک ہے۔ اس کی ایک مثال میں آپ کو دیئے دیتا ہوں۔

یہ تو آپ جانتے ہی ہیں کہ ذیابیطس ایک ایسا مرض ہے جس میں انسان کے جسم میں انسولین کی کمی ہو جانے کی وجہ سے اس کے خون میں شکر کی زیادتی ہو جاتی ہے اور جب یہ شکر خون میں ایک حد سے آگے بڑھتی ہے تو پیشاب کے ذریعہ بھی خارج ہونے لگتی ہے۔ اس شکر کے خون میں زیادہ ہو جانے کی وجہ سے بہت ساری بیماریاں ہو جاتی ہیں اور انسان کی زندگی کو خطرہ پیدا ہو جاتا ہے۔ اب کسی کے خون میں کب کتنی انسولین کی کمی ہے یہ معلوم کرنے کے لیے بار بار اس کے جسم سے خون نکال کر اس کی جانچ کرنی پڑتی ہے اور اس حساب سے اسے انسولین کی سوئی لگانی پڑتی ہے کبھی کبھی اس کی زیادتی جان لیوا ہو سکتی ہے۔ ان ساری پریشانیوں کو دور کرنے کے لیے اب کمپیوٹر حاضر ہے۔ اب ایک ایسی سرنج بھی ہے جس میں انسولین کی ایک خاص مقدار بھر دی جاتی ہے اور اسے انسان کے جسم میں پرو دیتے ہیں۔ کمپیوٹرائزڈ ہونے کی وجہ سے اس سرنج کو خون میں شکر کی مقدار کا پتہ چل جاتا ہے اور جتنی انسولین کی ضرورت ہوتی ہے یہ سرنج انسان کے جسم میں اتنی مقدار خود بخود داخل کر دیتی ہے۔ اب آپ خود بتائیں کہ ڈاکٹر اور مریض کس قدر طوالت سے بچ گئے۔

اب میں آپ کو ایک دوسری بہت اچھی اور آسان مثال بتاتا ہوں۔ آپ جانتے ہیں کہ اردو زبان کا ٹائپ رائٹر صحیح طور سے بنانا کتنا مشکل کام ہے۔ صحیح ٹائپ کرنے کے لیے اردو ٹائپ رائٹر میں ستر سے سو کے درمیان میں بٹن درکار ہوں گے ظاہر اس کی وجہ سے ٹائپ کرنا بہت مشکل ہو جائے گا۔ لیکن آج کل جو کمپیوٹر اردو ٹائپ رائٹر ایجاد ہوا ہے اس میں کمپیوٹر کے سوچنے کی قوت سے فائدہ اٹھایا گیا ہے۔ مثلاً اگر آپکو لفظ 'احمد' ٹائپ کرنا ہے تو آپ کو "الف، ح، م، د" والے بٹن دبانی پڑے گی۔ پہلا بٹن دبانے سے الف ٹائپ ہو جائے گا لیکن جب آپ "ح" والا بٹن دبائیں گے تو 'ح' ٹائپ نہیں ہوگا بلکہ وہ انتظار کرے گا کہ آپ اگلا کون سا لفظ دبانے والے ہیں۔ اور جب آپ "م" کا بٹن دبائیں گے تو "ح" کا صرف وہ حصہ ٹائپ ہوگا جتنا "م" سے جڑتا ہے۔ اب جب آپ 'م' کے بعد 'د' کا بٹن دبائیں گے تو 'م' کا وہ حصہ جو دال سے جڑتا ہے ٹائپ ہو جائے گا اور پھر 'د' پورا ٹائپ ہو جائے گا اس لیے کہ 'د' اپنے آگے کسی حرف سے نہیں جڑتا۔

اب آخر میں آپ کو یہ بھی بتاتا چلوں کہ ہماری آپ کی روزانہ کی زندگی میں کمپیوٹر کے استعمال سے سب سے پہلا فائدہ کیا ہو سکتا ہے۔ ابھی کچھ دن پہلے ہی ہمارے وزیر اعظم نے یہ اعلان کیا ہے کہ وہ دفتر کی فائلوں کے ریکارڈ کے سلسلے میں کمپیوٹر کا استعمال کریں گے۔ یہ بڑی اچھی بات ہے اب آپ خود ہی سوچیں کہ آپ کی درخواست یا مقدمے کی وہ فائلیں جو دفتروں میں جا کر غائب ہو جاتی ہیں یا اگر بابو آپ سے خفا ہیں یا آپ نے ان کو خوش نہیں کیا تو وہ چھ چھ مہینوں فائلوں کو دبا دیتے۔ یہ ساری پریشانی کمپیوٹر کے استعمال سے ختم ہو جائیں گی اور معاملات کا نپٹارہ بجائے دو اور تین سال میں ہو چند مہینوں میں ہو جائے گا۔

ان ساری خصوصیات کے بارے میں سن کر کہیں آپ خدانخواستہ یہ نہ سوچ بیٹھیں کہ کمپیوٹر انسان کا بدل یا اس سے بھی بہتر ہے۔ انسان بہر حال انسان ہے اور اس میں بہت سی خوبیاں اب بھی ایسی ہیں جو کمپیوٹر میں نہیں۔ سب سے بڑی بات تو یہ ہے کہ کمپیوٹر کے دماغ تو ہے لیکن دل نہیں۔ دل سے میری مراد اس دل سے نہیں جو دھڑکتا ہے۔ بھر آتا ہے اور خوش بھی ہوتا ہے۔ کمپیوٹر کی آنکھیں تو ہیں لیکن وہ آنکھیں نہیں جو نرگسی آنکھوں اور گلاب کی پنکھڑی جیسے ہونٹوں کو دیکھ کر خوش ہو سکے۔ نہ یہ خوش ہو سکتا ہے نہ غم کر سکتا ہے، نہ غصہ کر سکتا ہے۔ نہ مسکرا سکتا ہے۔ اور سب سے بڑی بات تو یہ ہے کہ نہ یہ غزل کہہ سکتا ہے نہ اچھے شعر پر جھوم سکتا ہے۔

تو شناسائے خراشِ عقدۂ مشکل نہیں
اے گلِ رنگیں ترے پہلو میں شاید دل نہیں

(اردو کمپیوٹر سے نشر)

سید شاہ بابا

ڈاکٹر ایم اے نصر

مغربی بنگال کا عظیم شہر کلکتہ اپنی تہذیبی و ثقافتی سرگرمیوں کے لیے دنیا میں مشہور ہے۔ یہ شہر سمندر سے ۸۰ میل کی دوری پر واقع ہے۔ جس کو برٹش امپائر کا دوسرا بڑا شہر اور ۱۹۱۱ء تک دارالسلطنت رہنے کا فخر بھی حاصل رہا ہے۔ اس شہر کے دامن میں ذی قدر بزرگ اور صوفیائے کرام کے جسد خاکی پوشیدہ ہیں۔ جن کے مزارات اور زیارت گاہیں عقیدت مندوں کے ہجوم میں گھری رہتی ہیں۔ قطب الاقطاب سید ملو مولانا حضرت سید علی شاہ الحسن الحسینی الجیلانی المداری ملقب بہ سید بابا د میران شاہ بھی ایسے ہی ذی قدر بزرگ ہیں۔ جنھوں نے تصوف کی حقیقت کو بخوبی پا لیا تھا اور اس کے دلکش رنگوں سے اپنی شخصیت کی تکمیل کی۔

حضرت سید بابا کا مزار ہشنگ (خضر پور) میں واقع ہے۔ کبھی یہ جگہ حضرت سید بابا کی نشست گاہ تھی، جہاں حضرت مولا علی، حضرت جمعہ شاہ، حضرت رجب علی شاہ اور حضرت پیارے شاہ المعروف پیارو شاہ بھی تشریف لاتے تھے۔ اور یہاں امام باڑہ بھی تھا۔ حضرت سید بابا کی چلّہ گاہ بھی یہیں تھی۔ جہاں انھوں نے برسوں عبادت کی۔ اور اپنی تلاش میں سرگرداں رہے اور معرفت الٰہی حاصل کی۔ اور یہ کہا کہ "مردان خدا وہ ہیں جو صفات باری سے متصف ہوں۔" ایسے مردان خدا مذہب اور فرقے کی قید سے آزاد ہو جاتے ہیں۔ وہ ہر شے میں خالق کی پرچھائیاں دیکھتے ہیں، مخلوق میں خالق کو پاتے ہیں۔ تصوف کے انھی اصولوں نے اسے عوام سے قریب کیا اور قومی یک جہتی کی دلنشیں تصویر کے سانچے میں ڈھال دیا ہے۔

تصوف کیا ہے؟ اس کی بنیاد کب رکھی گئی؟ یہ ایک بحث طلب موضوع ہے۔ تاریخ کے آئینے میں تصوف، خانقاہ اور صوفی کے لقب کی تلاش کے بعد ذہن میں یہ سوال خود بخود ابھرتا ہے کہ تصوف کا پھیلاؤ کس طرح ہوا؟ اس کا رجحان ازل سے ہے۔ تصوف کی تحریک کو "خودرو تحریک" بھی کہتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت آدم کی اولاد جب دنیا میں پھیلی تو اس نے علم تصوف کو مختلف علاقوں کی تہذیب، تمدن اور ماحول سے آشنا کیا۔ یہی وجہ ہے کہ عیسوی تصوف، اسلامی تصوف اور جوگیوں کے تصرف میں بنیادی مفہوم کی یگانگت کے باوجود اس کی ظاہری شکل و شبیہ میں نمایاں فرق ہے۔

علم تصوف نے مختلف مذہبی حلقوں میں رسائی حاصل کی اور وہاں اس کو جگہ بھی ملی۔ مگر اس کی شکل و شباہت میں تبدیلی ہوئی یہی وجہ ہے کہ صوفی بزرگوں کی عبادت کے طریقے میں بھی فرق ملے گا صوفیاء کے جو اقوال ہمیں دستیاب ہیں، ان کے مطالعے سے بخوبی اس بات کا ادراک حاصل ہوتا ہے کہ یہ بزرگان دین کسی عمیق تر اور اطمینان بخش شے کی تلاش میں محو تھے۔ ان کی عبادت محض تقرب خدا کے لیے ہوتی تھی۔

ہندوستان کے مسلمان صوفیوں نے اسلامی فلسفہ کو تصوف کے سانچے میں اس طرح ڈھالا ہے جیسے یہ فلسفہ سرزمین ہند کی اپج ہو، غیر ممالک سے اس کا تعلق نہیں، لیکن حقیقت میں ایسی بات نہیں ہے۔ فلسفۂ تصوف میں کچھ ایسا ہے کہ جو دنیائے عالم کو اپنے میں ضم کر کے ہی نکلتا ہے۔ چاہے وہ ہندوستان ہو یا ایران یا عرب، اس کا نام ہندی ادب میں پریم مارگ رکھا گیا ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اسلامی تصوف ایک ایسی عمارت ہے جس کی بنیاد پریم محبت ہے۔ اور صوفی محبت کا پجاری ہوتا ہے۔ وہ بلا تفریق مذہب و ملت، سبھوں سے محبت کرتا ہے۔ کیونکہ وہ انسان ہوتا ہے اور انسانیت کے آئینے میں ساری دنیا کو دیکھتا ہے۔

سید بابا، صوفی منش بزرگ تھے۔ انھوں نے صوفیانہ تہذیب یعنی پیروں کے کلچر کی بنیاد کو مضبوط کرنے کی کوشش کی۔ اس تہذیب کو ہمیشہ پیش نظر رکھا جو انسان کو مختلف گروہ میں منقسم کرنے کے بجائے متحد کرتی ہو۔ اور یہ بغیر روحانیت کے ممکن نہیں۔ اور روحانیت کے ذریعہ ہی باطنی رشتے قائم ہوتے ہیں۔ جو بعد مرگ بھی قائم رہتے ہیں۔ شاد عظیم آبادی نے کہا ہے ؎

سنی حکایت ہستی تو درمیاں سے سنی
نہ ابتدا کی خبر، نہ انتہا معلوم

تصوف کے ذریعہ ہستی کی ابتدا اور انتہا کا ادراک ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ صوفی فنا کے بعد بقا کا درجہ حاصل کرتا ہے اور بلاشبہ سید بابا خودی سے بےخودی کی جانب سفر کر کے بقا پر فائز ہوئے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آج بھی ان کے مزار پر ہزاروں کی تعداد میں لوگ آتے ہیں، جن کا تعلق مختلف مذاہب و فرقوں اور طبقات سے ہوتا ہے۔

حضرت سید بابا کی پیدائش اور تاریخ وفات کے سلسلے میں ان کے شجرات و مکتوبات اور ملفوظات کے ذریعہ جو معلومات دستیاب ہوئی ہیں۔ ان کی روشنی میں بخوبی کہا جا سکتا ہے کہ وہ صوبہ بنگال کے مشہور محلہ خضر پور میں ۱۰۳۶ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد کا اسم گرامی سید حیات علی تھا اور والدہ محترمہ زینت فاطمہ تھیں۔ بچپن میں والد کے سائے سے محروم ہو گئے تھے اور والدہ نے تعلیم و تربیت کی جانب توجہ دی۔ آپ نے ابتدائی تعلیم مقامی مدرسہ میں حاصل کی۔ بعد از تحصیل علم آپ کی شادی، کلکتہ کے ایک معزز خاندان میں ہوئی، جن کے بطن سے دو صاحبزادے سید اکبر علی اور سید اصغر علی اور ایک صاحبزادی تسکین فاطمہ ہوئیں۔

حضرت سید بابا نے حضرت خواجہ سید محمود ثانی کے ہاتھ پر بیعت کی اور خلافت پائی۔ آپ کی وفات ۲۷ جمادی الاول ۱۱۱۸ھ میں ہوئی۔ آپ نہایت خلیق، ملنسار اور باکرامت بزرگ تھے۔ آج بھی آپ کے مزار شریف پر حاضر ہو کر بلا تفریق مذہب و ملت لوگ فیض یاب ہوتے ہیں۔ آپ کے ان چند اقوال کے مطالعہ سے آپ کے نظریہ تصوف اور نظریہ زندگی کی وضاحت ہوتی ہے۔

طالب صادق وہ ہے جو اپنے قلب و روح کی حفاظت کرے۔ عشق ہر شے کو اپنے اصل کی جانب رجعت کرنے کا ایک ذریعہ ہے۔ عشق کے بغیر تمام موجودات کو فنا اور عشق کے ساتھ تمام موجودات کی بقا لازم ہوتی ہے۔ زندہ وہ ہے جس کا کوئی نفس یاد الٰہی سے غافل نہ ہو۔ فقر کی دولت دنیا کی ہر شے سے بےنیاز کر دیتی ہے۔

حضرت سید بابا کا عرس مبارک ہر سال تزک و احتشام کے ساتھ ۲۷ جمادی الاول کو ہوتا ہے۔ تقریبات عرس میں محفل وعظ، قرآن خوانی اور عام لنگر ہوتا ہے۔ ہر جمعرات کو مختلف مذاہب و فرقوں سے متعلق عقیدت مند و حاجت مند ہزاروں کی تعداد میں مزار شریف پر حاضری دیتے ہیں اور بامراد ہو کر لوٹتے ہیں۔

حضرت سید بابا اور دیگر صوفیائے کرام کی سیرت اور ان کے اصول کو پیش نظر رکھتے ہوئے یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ اخوت و محبت، بھائی چارگی اور قومی یک جہتی کا جو چراغ، اہل باطن نے روشن کیا تھا اس کی روشنی روز افزوں تیز تر ہوتی جا رہی ہے۔ اس کی روشنی میں یہ تحریر باطنی نظر سے صاف پڑھی جا سکتی ہے کہ قوم و ملت کے لیے انسانیت اور روحانیت کے رشتے کل بھی اٹوٹ تھے اور آج بھی ہیں۔ کائنات کے حسن کی جاذبیت، انسانیت اور روحانیت کے ذریعہ ہی قائم رہ سکتی ہے اور اس راہ پر گامزن ہو کر ہی ہم سید بابا کو صحیح معنوں میں خراج عقیدت پیش کر سکتے ہیں۔

(کلکتہ سے نشر)

ڈاکٹر ایم اے نصر
۴۱، رتو سرکار لین، کلکتہ ۷۳

خدا نہ کرے ہم اسپتال جائیں

یوسف ناظم

ہمارے یہ کہنے سے کہ خدا نہ کرے ہمیں اسپتال جانا پڑے، آپ کہیں یہ نہ سمجھ لیں کہ ہم خود بیمار ہو کر اسپتال نہ جانے کی دعا مانگ رہے ہیں، اس کا تو سوال ہی نہیں پیدا ہوتا، ہم تو یہ دعا مانگ رہے ہیں کہ خدا نہ کرے کہ ہمیں کسی دوست یا شناسا کی عیادت کے لیے بھی کبھی اسپتال جانا پڑے۔ ہم اپنے آپ میں اس کی بھی صلاحیت نہیں پاتے۔ بیمار پرسی کوئی فن ہوتا تو ہم سیکھ بھی لیتے لیکن یہ تو ایک سائنس ہے اور سائنس ہماری دسترس سے نہیں سمجھ بوجھ سے بھی کوسوں دور ہے۔ جہاں تک فن کا تعلق ہے ہم کسی نہ کسی فن شریف سے ضرور واقف ہیں۔ یہ فنون شریفہ حال حال میں رائج ہوئے ہیں مثلاً ایک فن شریف یہ ہے کہ ایک کی ٹوپی دوسرے کے سر منتقل کی جائے۔ ایک اور فن یہ ہے کہ کسی شخص کو اس کے اپنے گھر سے یا گھر والی کے زیور سے دستبردار ہونے کے لیے کہا جائے تاکہ اسے خلیجی ممالک میں ملازمت دلائی جاسکے۔ حشیش، گانجہ یا چرس کی تجارت بھی فنون شریفہ میں سے ایک فن ہے، اور آدمی چاہے تو اس میں کمال کی بلندیوں کو چھو سکتا ہے۔ لیکن بیمار پرسی تو اطلاقی کیمیا یا مائکرو بیالوجی کی طرح کا کوئی علم ہے اور ہم اپنے آپ کو اس کا اہل نہیں سمجھتے۔ بیمار پرسی کرنے والوں کو ہم نے دیکھا ہے کہ بیمار پرسی کے موقع پر ایسے عمدہ فقرے بولتے ہیں کہ شبہ ہوتا ہے کہ یہ خلیل جبران کے فقرے تو نہیں ہیں۔ ان میں سے کچھ کو ہم نے اشعار بھی پڑھتے سُنا ہے۔ شعر بھی ایسے کہ گویا خاص اسی موقع کے لیے لکھے گئے ہوں۔ صرف یہی نہیں وہ تو دنیا کے تقریباً ہر مرض کے بارے میں وسیع معلومات رکھتے ہیں اور جی چاہتا ہے کہ کاش ڈاکٹروں کا بھی علم اتنا وسیع ہوتا۔ وہ دنیا کے ہر مرض کے علاج کے لیے دوائیں بھی تجویز کر سکتے ہیں۔ مریض کے پلنگ کے سرہانے جو چارٹ لگا رہتا ہے اور جسے خود نرس یا بعض وقت بہ نفس نفیس ڈاکٹر بھی نہیں پڑھ سکتا، یہ لوگ اس روانی سے پڑھ اور سمجھ لیتے ہیں گویا یہ انہی کا لکھا ہوا ہے۔ اگر مریض ڈاکٹر جوشی کے زیر علاج ہے تو وہ اس کی بڑی گرم جوشی سے تائید کرتے ہیں۔ اگر مریض کا تعلق ڈاکٹر اچاریہ سے ہے تو وہ ڈاکٹر بھٹا چاریہ کے نام کی سفارش کرتے ہیں ——— بیمار پرسی کے رموز و نکات اور آداب و اخلاق پر انھیں اتنا عبور حاصل ہوتا ہے کہ مریض تو مریض، مریض کے اہل خاندان بھی ان کی فنی مہارت کے قائل ہو جاتے ہیں اور کچھ تو یہ خواہش کرنے لگتے ہیں کہ ہمارے چچا کیوں بیمار ہوئے ہم خود ہی کیوں نہ ہوگئے۔

دو چار مرتبہ خود ہم نے بھی بیمار پرسی کے معاملے میں سر بلند اور معتبر ہونے کی کوشش کی لیکن اسپتال جاکر بند بند ماحول میں نہیں بلکہ گھروں پر اور وہ بھی قریبی دوستوں کی معمولی بیماریوں میں۔ لیکن ہمیشہ ہم سے گڑبڑ ہوگئی۔ ابھی کچھ ہی دن پہلے ہمارے دفتر کے ایک ساتھی نزلے کا شکار ہوگئے۔ ہم انھیں دیکھنے ان کے گھر گئے تو دیکھا کہ ان کے چہرے پر مردنی چھائی ہوئی ہے۔ ہم پہلے ہی سے بیمار پرسی کے لیے تیار ہو کر گئے تھے۔ ہم نے چھوٹتے ہی کہا میاں ہم پہلے ہی کہتے تھے تنگ دستی ہزار نعمت ہے۔ تمہارے بے جا اسراف نے آخر رنگ دکھایا ہی نا۔ میں پہلے ہی جانتا تھا کہ تم نے زندگی کی جو روش اختیار کی ہے اس میں کبھی نہ کبھی تم پر قلب کا حملہ ہوگا۔ فوراً اپنا ای سی جی نکلواؤ یہ صرف نزلہ نہیں ہے اندر ہی اندر کچھ اور ہے ——— ہمارے دوست نے ہمیں خشمگیں نگاہوں سے دیکھا اور بولے کیا مذاق لگا رکھا ہے، مجھے صرف نزلہ اور کمزوری ہے۔ میں نے رخصت کی درخواست لکھ رکھی ہے کل آفس میں دے دینا۔ ہم نے کہا اب تو رخصت ہی رخصت ہے۔ آفس کی کیا فکر کرتے ہو۔ اللہ گویا دکر دہ موت سے کس کو رستگاری ہے ——— اس سے پہلے کہ ہم شعر کا دوسرا مصرعہ پڑھتے ہمارے دوست نے تڑپ کر کہا، خدا کے لیے چپ کرو اور اب عیادت کر چکے۔ پُرسی ہو چکی اب پُرسے ہی کے لیے آنا۔ وہ تو شاید اپنی بیوی کو بھی آواز دینے والے تھے لیکن ہمیں ان کے دروازے سے باہر آنے کے لیے کسی اور کی مدد درکار نہیں تھی اس لیے ہم فوراً ہی چلے آئے اور راستے بھر سوچتے رہے کہ ہم سے کہاں غلطی ہوئی۔ شعر بھی ہم صحیح پڑھ رہے تھے۔ شاعر کا نام تو ہمیں یاد نہیں لیکن نقادِ اردو کے کسی بڑے ہی شاعر کا اور عام طور پر ایسے ہی موقعوں پر پڑھا جاتا ہے۔ دوسرا واقعہ تو اس سے بھی زیادہ دردناک تھا اور جن صاحب کے ہاں ہم بیمار پُرسی کر رہے تھے وہاں سب کے سب لوگ ہمارا ہی مزاج درست کرنے پر کمر بستہ ہوگئے تھے۔ ہم نے اپنے دوست سے صرف اتنا کہا تھا کہ بھائی تمہاری حالت تو غیر ہو رہی ہے کیوں اپنے عزیز و اقربا کو پریشان کرتے ہو۔

تمہیں تو کسی پہاڑ پر جاکر رہنا چاہیے تاکہ

پڑیے گر بیمار تو کوئی نہ ہو تیمار دار

اور اگر مر جائیے تو نوحہ خواں کوئی نہ ہو

اس گھر کے دروازے بھی ہم پر ہمیشہ کے لیے بند ہوگئے۔

اسپتال سے ہم اس لیے بھی ڈرتے ہیں کہ ہم نے سُنا ہے کہ جب کسی آپریشن کی تیاری کرنی ہوتی ہے ڈاکٹروں کو اسٹرائیک کی تیاری میں مصروف پایا جاتا ہے۔ اس میں شک نہیں ڈاکٹروں کی ہڑتال سے بیماروں کی صحت میں کافی اچھا اثر پڑتا ہے اور بہتوں کو دواخانے سے چھٹی بھی مل جاتی ہے لیکن ہماری رائے ہے کہ دواخانوں میں خود اتنے امراض ہوتے ہیں کہ ہڑتال کا مرض تو وہاں نہیں پھیلنا چاہیے۔ کبھی کبھی دواخانوں میں کام کرنے والا عملہ بھی ہڑتال پر چلا جاتا ہے ہماری رائے میں یہ بھی ٹھیک نہیں ہے۔ ہڑتال تو اُن لوگوں کے لیے ہے جو کام کرتے ہوں دواخانے کے عملے کو تو ہڑتال کی مصروفیات کی وجہ سے کام کرنا پڑتا ہو تو پڑتا ہو ورنہ مریضوں کی عام رائے تو یہی ہے کہ عام دنوں میں بھی ماحول ہڑتال ہی کا ہوتا ہے۔ دواخانوں کے قرب و جوار میں صاحبان کار اور ہم جیسے بیکاروں کے لیے مشورہ یہ ہے کہ یہاں ہارن نہ بجایا جائے ہمارے لیے تو غیر ضروری ہی ہے کیونکہ ہم جب بھی کسی دواخانے کے قریب سے گزرتے ہیں، ہماری سانس تک رُک جاتی ہے۔ رہا دواخانے کے قرب و جوار میں شور نہ کرنے کا مسئلہ تو ہم سو فی صدی اس کے حق میں ہیں کیونکہ خود دواخانوں میں اتنا شور رہتا ہے کہ ہارن کی آواز وہاں سنائی ہی نہیں دے سکتی اس لیے اسے بجانے سے کیا فائدہ کچھ لوگوں کو تو ہم نے یہ بھی کہتے سُنا ہے کہ دواخانے میں جو شور ہوتا ہے اس سے راہ گیروں کی توجہ بٹ جاتی ہے۔ ہم اسے نہیں مانتے۔ مریضوں کی آواز تو دواخانے ہی میں کسی کے کان تک نہیں پہنچتی۔ دواخانے کے باہر کیسے سُنائی دے سکتی ہے۔

دواخانوں میں ایک مشکل یہ بھی ہے کہ مریضوں کو ایک سا لباس پہننا پڑتا ہے۔ ایک سی غذا، ایک سی دوا، ایک سا سلوک یہ سب سمجھ میں آتا ہے اور اس میں کوئی حرج نہیں لیکن یہ ایک ہی لباس۔ مریض نہ تو اسکول کے طالب علم ہیں کہ یونی فارم پہنیں، نہ جیل کے قیدی۔ ان کا قصور صرف اتنا ہوتا ہے کہ وہ بیمار ہوگئے اور کسی کے غلط مشورے کی بنا پر دواخانے میں شریک کر دیئے گئے۔ اس قصور کی اتنی بڑی سزا تو نہیں دی جاسکتی۔ مانا کہ ہم ہندوستانیوں کا قد زیادہ بڑا نہیں ہوتا لیکن مریضوں کے لیے جو پیجامے سلتے ہیں وہ اتنے چھوٹے ہوتے ہیں کہ کم سے کم اس ملک کے باشندے اسے نہیں پہن سکتے۔ ان پیجاموں کو دیکھ کر بھی ہم دعائیں مانگا کرتے ہیں کہ خدا کرے ہمیں اسپتال نہ جانا پڑے۔ اس پیجامے میں ہمیں یقین ہے ہم دو دن سے زیادہ زندہ نہیں رہ سکیں گے۔ پیجامہ ایک لحاظ سے ہماری کمزوری ہے۔ پیجامہ ایک تو اچھا سلا ہونا چاہیے اور دوسرے ٹخنوں سے نیچے تک اس کے پائنچے ہونے چاہئیں۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ یہ زمین میں لتھڑتے رہیں لیکن ہونے بہرحال ٹخنے کی ہڈی سے نیچے چاہئیں۔ اسی میں پیجامہ پہننے کا لطف آتا ہے۔ ہم نے ہمیشہ یہی کہا ہے کہ پیجامہ اگر اچھا نہ ہو تو آدمی خود پیجامہ دکھائی دینے لگتا ہے۔ ہم تو نماز پڑھتے وقت بھی اس کا خیال رکھتے ہیں پیجامہ کہیں ٹخنوں سے اوپر نہ کھسک آئے۔ دواخانے کے پیجاموں کے علاوہ ہمیں وہاں کے پانی کے بارے میں بھی کچھ کہنا ہے۔ وہاں دوائیں خود پانی کی طرح ہوتی

ہیں۔ اس لیے پتہ نہیں دواخانوں میں پانی کیوں رکھا جاتا ہے۔ ڈاکٹروں کے لیے پانی البتہ ضروری ہے۔ یہ جب بھی کسی مریض کو چھوتے ہیں تو فوراً ہاتھ دھو لیتے ہیں۔ دواخانوں میں سب سے زیادہ خرچ صابن ہی کا ہوتا ہے۔

دواخانے جانے سے ہم اس لیے بھی گھبراتے ہیں کہ وہاں ملاقاتیوں کے آنے جانے کے اوقات مقرر ہیں اور مشکل یہ ہے کہ دواخانوں میں بس اسی قاعدے پر سختی سے عمل کیا جاتا ہے۔ شام کے چار بجتے ہی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی فوج ہے جو مریضوں پر حملہ آور ہو رہی ہے۔ اور ۶ بجے اس کی پسپائی کا وقت ہوتا ہے۔ ایسی گہما گہمی کے موقع پر اگر کسی مریض سے کوئی ملنے نہ آئے تو اس بے چارے کی تو جان ہی نکل جاتی ہے۔ ہم اس لیے بھی دواخانے جانا نہیں چاہتے کہ شام کے ۴ سے ۶ بجے تک تو ہمارے سارے عزیز و اقارب مصروف رہتے ہیں۔ بچے اسکول سے واپس نہیں آتے اور اتوار کے دن تو ان سب کو ٹی وی پر فلم دیکھنی ہوتی ہے۔ ہم سے ملنے بھلا کون آئے گا۔ دوسرے سارے مریضوں کے عزیز و اقارب سنترے اور موسمیاں لائیں، گل دستے لائیں۔ کچھ تو اچھی اچھی ڈشیں بھی لائیں اور ہم یونہی نقش دیوار سے انھیں تکا کریں۔

کسی نے ہمیں یہ مشورہ دیا ہے کہ دواخانے جانے سے بچنے کا ایک آسان راستہ یہ ہے کہ رمضان میں روزے رکھے جائیں صحت اچھی رہتی ہے۔ لیکن افسوس کہ جس نے بھی ہمیں یہ مشورہ دیا رمضان کے آخر ہفتے میں دیا۔

ہم سوچتے ہیں کہ دواخانے سے بچنے کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ آدمی دواخانے نہ جائے نرسنگ ہوم چلا جائے۔ اس نام میں جو نسائیت ہے وہی علاج کے لیے کافی ہے۔

(بمبئی سے)

علیم اللہ حالی

سب حرف چھین قوت اظہار چھین لے
جو بھی ہوں اس کے قرب کے آثار چھین لے
کانوں میں جو بھی آئے اس کی صدا مجھے
ہر گل سے حسن یار کے انوار چھین لے
ہر سمت اپنی یاد کے جگنو بکھیر دے
پھر جب سمیٹ لوں در شہوار چھین لے
شیشوں پہ چلتے چلتے بہت تھک گیا ہوں میں
اب مجھ سے احتیاط گراں بار چھین لے
سایہ میں وہ نہیں ہے تو سورج نصیب کر
وہ دھوپ میں ملے گا تو دیوار چھین لے
تو لے سکے تو لے یہ متاع ہنر مری
آ اور مجھ سے طرۂ دستار چھین لے
گر عرض حال ہو تو مجھے رکھ سکوت میں
وہ سن نہ پائے تو مری گفتار چھین لے
حالیؔ میں موج موج چلوں گا اسی کے ساتھ
ساحل سے آ کے وہ مجھ کو اک بار چھین لے

(پٹنہ سے نشر)

ہم نے کب چاہا اقتدار مردوں پر

عذرا رضوی

مرد کی فطرت ہے کہ وہ یا جھکتا ہے یا جھکاتا ہے۔ جھکتا ہے تو اتنا نیچے گر جاتا ہے کہ اقتدار والوں کے تلوے چاٹتا ہے۔ ٹوپیاں پاؤں پر ڈال دیتا ہے، انسانوں کو سجدے کرتا ہے، قدمبوسی کے لئے زمین سے ناک رگڑتا ہے جھکاتا ہے تو بستیوں کو تاراج کر دیتا ہے۔ فاتح کہے جانے کی ہوس میں آبادیوں کو سنسان اور روحوں کو لہو لہان کرتا پھرتا ہے۔ عورت گھر بناتی ہے مرد اسے اجاڑتا ہے۔ عورت زندگی پیدا کرتی ہے۔ اور مرد زندگی چھینتا ہے۔ عورت بناتی ہے مرد بگاڑتا ہے۔ یہ سب کیوں؟ اقتدار کی بھوک مٹانے کے لئے، اپنی انا کی تسکین کے لئے۔ تاریخ کے صفحے کہیں سے الٹیے، تہذیبوں کو مٹانے والے مرد ہی ملیں گے، عورت نہیں۔ سکندر ہو یا ہٹلر، چنگیز ہو یا ہلاکو، سبھی مرد تھے اور مرد میدان بننے کی خواہش کی خاطر عورتوں کے ماتھے سے سندور پونچھتے اور ان کی کوکھ اجاڑتے پھرے ہیں۔ عورت بیچاری نے کب اقتدار کی خواہش کی۔ اس نے کبھی تلوار اٹھائی بھی تو صرف اپنی حفاظت کے لئے دوسروں کی ہلاکت کے لئے نہیں۔ لیکن ساون کے اندھے کو ہریالی ہی ہریالی نظر آتی ہے۔ مرد اپنی فطرت کے آئینے میں عورت کا چہرہ دیکھتا ہے اور چلاتا ہے کہ عورت ہمیں جھکا رہی ہے، ہم پر حاوی ہو رہی ہے۔ اقتدار کی اپنی چاہ کو چھپانے کا اس نے یہ ایک حیلہ تلاش کیا ہے۔ عورت پیار کی بھوکی ہے اور وہ ممتا بانٹتی ہے۔ اس لئے اس کے پاس نہ اقتدار کی بھوک ہے اور نہ حاوی ہونے کی خواہش۔

مرد بھی خوب ہیں کبھی گال کے تل کی خاطر سمرقند و بخارا کی سلطنت کو ٹھوکر مارنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔ کبھی وہ عورت کو مکڑی سمجھنے لگتے ہیں۔ خود کو مکھی تصور کرتے ہوئے انھیں شرم بھی نہیں۔ ڈھول پیٹ پیٹ کر کہتے ہیں کہ عورت اپنے جال میں پھنسا کر ان کی آزادی ختم کر دیتی ہے، بندھنوں میں جکڑ دیتی ہے۔ خیر ان نکھٹو مردوں کو جانے دیجئے۔ بڑے بڑے اور عالی دماغ مرد بھی یہی دکھڑا روتے نہیں تھکتے۔ میکسم گورکی کے دل میں سارے جہاں کا درد تھا۔ لیکن جہاں عورت کا سوال آیا وہ بھی خالص مرد نکلے۔ لگے عورت بیچاری کو کوسنے: "لڑکیوں پر کبھی اعتبار نہ کرو۔۔۔ ایک مرتبہ تم نے لڑکی کو چوم لیا تو بس اپنی آزادی کو سلام کر لو۔ وہ تمہیں ایسے ان دیکھے بندھنوں میں باندھے گی کہ کبھی توڑے سے نہ ٹوٹیں اور تمہاری روح تک ان کے قدموں میں ہوگی۔۔۔ لڑکیوں سے ہوشیار رہو! یہ سب جھوٹی ہوتی ہیں۔ کہیں گی کہ بس دنیا میں تم سے زیادہ کسی سے محبت نہیں لیکن ذرا ان کی کھال میں سوئی بھی چبھو دو تو تمہارا دل توڑنے پر تل جائیں گی"۔ ارے جناب گورکی صاحب ذرا تو انصاف کیجئے۔ مرد کا چشمہ لگا کر عورت کو نہ دیکھیے، اسے انصاف پسند انسان بن کر پرکھیے۔ سوئی تو کیا وہ ظلم و زیادتی کے بھالے برچھی دل میں پیوستہ کرنے پر مرد کا دل نہیں توڑتی جس کا دامن پکڑتی ہیں اسے کبھی چھوڑتی نہیں۔ یہ خصوصیت تو مردوں کی ہی ہے۔ وہ عورتوں کی آنکھوں میں دھول جھونکتے ہیں تاکہ ان کی آنکھوں پر جھوٹ کا پردہ پڑا رہے اور وہ مردوں کی یادوں میں غمگین رہیں۔

شکسپیئر صاحب بھی کہتے ہوئے ملتے ہیں کہ فریب تیرا ہی نام عورت ہے۔ برنارڈ شا کو بھی کسی عورت نے پیدا کیا تھا۔ لیکن اس کی سزا انھوں نے اسے خوب دی۔ کہنے لگے کہ عورت مرد کو کٹھ پتلی سمجھتی ہے اسے بیوقوف بنا کر اپنا مطلب پورا کرتی ہے۔ اردو شاعری کے تمام عاشق عورت کو ظالم، جابر اور بے وفا گردانتے ہیں۔ بھلا ان الٹی کھوپڑیوں سے کون پوچھے، کون انھیں سمجھائے۔ بھئی اگر عورت فریب ہے، مرد کو کٹھ پتلی سمجھتی ہے، اس کے ذریعہ اپنا الو سیدھا کرتی ہے، وہ ستم پیشہ اور بے وفا ہے تو پھر اس کے سائے سے دور رہیے، اس پر لعنت بھیجئے، وہ کب آپ کو

بلانے جاتی ہے، وہ کب آپ کی گردن میں اسیری کا طوق ڈالنے کے لئے حملہ آور ہوتی ہے۔ مرد ہی تو فریب کا جال بچھاتے ہیں۔ اس کے پاؤں کے نیچے آنکھیں بچھانے کے دعوے کرتے ہیں۔ اسے شمع بناتے ہیں اور خود پروانہ بن کر اس پر قربان ہونے کے تیار ہوتے ہیں، اس کے ایک اشارے پر آسمان کے تارے توڑ لانے کی ڈینگ مارتا ہے۔ ان مردوں میں شاید شاعر بائرن زیادہ ایمان دار اور صاف گو تھا۔ اس نے کھلے دل سے اقرار کر لیا کہ میں نہ عورت کے ساتھ رہ سکتا ہوں اور نہ اس کے بغیر جی سکتا ہوں۔ عورت نے کب مردوں کی خواہش کی، اس نے کب ان پر مرمٹنے کا دعویٰ کیا وہ فریب نظر دکھاتی رہی لیکن خود فریبی میں کبھی مبتلا نہیں ہوئی۔ عورت کبھی مرد پر نہیں مرمٹی لیکن مردہ شوہر کے ساتھ وہ ضرور جل مری۔ لیکن مرد بھی کیا عجیب شئے ہیں خود ہی مدعی بھی ہیں اور منصف بھی۔ خود جال بھی بچھاتے ہیں اور خود اسیری کا رونا بھی روتے ہیں۔

مرد کہتے ہیں کہ عورت بڑی چالاک ہے، ہم محنت کرتے ہیں، کماتے ہیں، عورت ہماری کمائی پر عیش کرتی ہے ہم خون پسینہ بہا کر دولت اکٹھا کرتے ہیں، وہ ہمارے پسینے سے نہا کر اپنا رنگ و روپ نکھارتی ہے، ہمیں حیرت ہوتی ہے اس بے شرمی اور سفید جھوٹ سے مرد کو پسینہ کیوں نہیں آتا۔ اپنی تنخواہ کے چند ٹکوں کا حساب خوب یاد رکھتا ہے۔ لیکن دن بھر اور اکثر آدھی رات تک عورت گھر کی چکی چلاتی رہتی ہے۔ وہ گھر کی صفائی بھی کرنے والی ہے اور خود مرد کو صاف ستھرا رکھنے والی، وہ باورچن بھی ہے، وہ ایک ایسی لکڑی ہے جو مرد کے چولہے میں ہر وقت جلتی رہتی ہے۔ وہ ہاتھ سے کام کرتی ہے۔ پیر سے محنت کرتی ہے۔ لیکن اس کی محنت کو مرد صاحب آمدنی کے کسی کھاتے میں نہیں لکھتے اسے تو وہ موروثی بیگار سمجھتے ہیں اور خود کو اس کا شرعی حقدار جانتے ہیں۔ بھئی عورت لین دین کرتی نہیں۔ وہ یہ سب کرتی ہے اپنا سمجھ کر، اس کے دل میں تیرے میرے کا سوال نہیں اٹھتا۔ وہ تو ایسی کم ظرفی کی بات منھ پر نہیں آنے دیتی۔ لیکن مرد صاحب طعنہ دیتے رہتے ہیں۔ کہ ان کی آمدنی پر وہ گلچھرے اڑاتی ہے۔ اس لئے یہ حساب ان کے گوش گزار کرنا ہی پڑتا ہے۔ عورت کی محنت سے کتنی بچت ہوتی ہے اس کا مطلب مرد صاحب کو معلوم ہو جاتا ہے۔ جب عورت چند دنوں کے لئے میکے چلی جاتی ہے۔ ہوٹل کا کھانا کھاتے ہیں اور بیمار ہوتے ہیں، ڈاکٹر کو پیسے دیتے ہیں۔ ایک بٹن ٹانکنا ہو تو بھاگے بھاگے درزی کے یہاں جاتے ہیں بھئی حساب لگاؤ تو یہ اخراجات کون بچاتا ہے، کون ماتھا پچی کر کے کم آمدنی میں زیادہ خرچ کو پورا کرتا ہے۔ مرد یا عورت؟ اصل میں چالاک عورت نہیں مرد ہے۔ وہ عورت کو ایسا بنک سمجھتا ہے جس میں وہ اپنی تنخواہ جمع کر دیتا ہے اور دھڑا دھڑ فرمائشوں کے چیک کاٹتا رہتا ہے۔ کوئی چیک کہیں ڈس آنر ہو جائے تو ادھم جوت دیتا ہے، گھر میں بھونچال بپا ہوتا ہے۔ اسی لئے وہ اپنی آمدنی کا کھاتہ ہمیشہ یاد رکھتا ہے اور اخراجات کے اندراج پر اچٹتی نگاہ بھی ڈالنے کا روادار نہیں ہوتا۔

حضرت مرد بھی تضاد کا عجیب پلندہ ہیں۔ بیوی ڈھونڈھنے نکلتے ہیں تو نازک اندام، پتلی دبلی، گوری چٹی۔ جب گلبدن مل جاتی ہے تو شکایت کرتے ہیں کہ بھاری بھاری کام ہم کرتے ہیں، عورت تو صرف ہلکے پھلکے کام کرتی ہے۔ ان سے کوئی پوچھے کہ نازک اندام سے امید ہی کیوں کرتے ہو کہ وہ کوہ گراں اپنے کندھے پر ـــــ اٹھائے؟ شاید اس بات کے طعنے بھی مرد اس لئے دیا کرتے ہیں کہ وہ یہ بار بھی عورت کے کندھوں پر ڈال کر سبکدوش ہو جائیں۔ کمبل اوڑھ کر چین سے اخبار پڑھیں یا سگریٹ پھونکیں لیکن مردوں سے اس میدان میں بھی عورت کبھی پیچھے نہیں رہی ہے۔ سب سے پہلے عورت نے ہی کھیتی کی، کپاس کا پہلا پیڑ اگانے والی عورت ہی تھی، اس نے ہی انسان کا تن ڈھانکا۔ سوت کاتا اور کپڑے بنے۔ یہ پرانی تاریخ ہے۔ چھوڑیئے اسے۔ آج بھی وہ کھیتی کرتی ہے۔ کبھی کبھی ضرورت پڑنے پر بیل کی جگہ ہل میں جت جاتی ہے، وہ کوئلے کی کان سے کوئلہ نکالتی ہے، مٹی کا سینہ چیر کر اناج اگاتی ہے۔ کسی بھی بنتی ہوئی عمارت کے سامنے سے گزر جایئے۔ عورت اینٹ ڈھوتی ملتی ہے اور مرد بیٹھا ہوا اینٹ جوڑتا، پھر بھی مردوں کو شکایت ہوتی ہے کہ عورت صرف ہلکا پھلکا ہی کام کرتی ہے۔

بھئی سو بات کی ایک بات! جب عورت سے اتنی شکایتیں ہیں تو پھر اس سے ناطہ ہی کیوں جوڑتے ہو۔ گھر بسانے اور دو روٹی کا حلہ کرنے کا شوق کیوں چراتا ہے۔ کر سکو تو اپنی آمدنی پر راج کرو۔ عورت مردوں کے بغیر خوب آرام سے رہ لیتی ہے۔ مرد جب جی چاہتا ہے اسے چھوڑ کر چل دیتا ہے۔ کبھی سنیاس کا بہانہ کر کے، کبھی کسی دوسری عورت کو فریب دینے۔ ساتھ میں سونپ جاتا ہے بچوں کی ذمہ داری۔ تب عورت خالی اپنی محنت کی کمائی پر جی کر بھی دکھا دیتی ہے۔ اور سلیقے اور سکون سے زندگی گزارتی ہے۔

اصل میں مرد اپنی کوتاہیوں پر پردہ ڈالنے کے لئے یہ بہتان تراشیاں کرنا چاہتا ہے۔ وہ آنکھ میں دھول اس لئے جھونکنا چاہتا ہے تاکہ اس کا دل نہ جلے اور عورت کی آنکھ اس کے لئے ہمیشہ غمگین رہے۔ ورنہ عورت نے کب اقتدار چاہا ہے، اس نے کب مرد پر رعب جمایا ہے۔ وہ کب اس پر حاوی ہونا چاہتی ہے۔ اصل میں عورت کی برتری کو سمجھتے ہوئے بھی وہ تسلیم نہیں کرنا چاہتا۔ اس لئے یہ اس طرح کی فریبوں میں خود کو مبتلا کرنا چاہتا ہے۔ بھئی عورت کے دل میں بڑی وسعت ہے، وہ سب کچھ دیتی ہے لینے کی حد اس کے یہاں نہیں ہوتی، مرد جب دوسروں کے سامنے جھکتا ہے تب بھی عورت ہی اسے اوپر اٹھنا سکھاتی ہے۔

(اردو سروس)

روشنی

یونس اگاسکر

والٹیر نے اپنے ایک خط میں ادبی تخلیق سے متعلق بحث کرتے ہوئے بڑی دلچسپ حقیقت کا انکشاف کیا ہے۔ وہ لکھتا ہے:

"تین حالتیں یکجا ہو جائیں تو بڑے سے بڑا ادیب بھی مضحک بن جاتا ہے۔ ایک کچھ نہ کچھ لکھتے رہنے کی مجبوری، دوسرے کہنے لائق کچھ نہ ہونے کا الجھاوا اور تیسرے چٹخارا پیدا کرنے کی خواہش۔"

یہ اتنی بڑی تنبیہ ہے کہ اسے دھیان میں رکھے بغیر اچھا ادب تخلیق نہیں ہو سکتا۔ اس کے باوجود ہمارے ادیب و شاعر محض چھپتے رہنے یا روٹی کمانے کے لیے مسلسل لکھتے رہتے ہیں اور جب کوئی نئی بات نہیں لکھ سکتے تو بے تکلف اپنے آپ کو دہراتے رہتے ہیں ادب میں اپنے آپ کو دہراتے رہنے سے بڑھ کر گناہ نہیں۔ خیر اچھے خیال کو اشعار میں باندھتے وقت پیرایے بدل بدل کر دہرایا جا سکتا ہے لیکن اس میں بھی حد سے تجاوز کرنا خیال کی ندرت کو تباہ کرتا ہے۔ میر انیس بھی اک پھول کے مضمون کو سو رنگ سے باندھیں تو اس کے حسن کو پائداری نہیں بخش سکتے۔

جب خیالات کا خزانہ خالی ہونے لگتا ہے تو ظرافت میں ذہانت صرف ہونے لگتی ہے۔ ہمارے اکثر مزاح نگار اسی مرض کا شکار ہیں قارئین کے سامنے رکھنے لائق موضوعات اور زور تخیل کی کمی کے سبب الفاظ سے کھیلنے کی زحم خیز کوشش میں لگے ہوئے ہیں۔ یہ صحافتی انداز کی لطیفہ بازی کو فن کاری کا نام دینے کی ناکام کوشش ہے۔

اپج اور ذہانت فطری ہوتی ہے۔ اسی طرح تخیل کا مادّہ بھی خلقی ہوتا ہے کوشش اور سعی سے اس میں اضافہ تو ہو سکتا ہے لیکن یہ خصوصیت پیدا نہیں ہو سکتی۔ بعض اوقات عظیم فن کار بھی ایک قسم کے ذہنی تعطل کا شکار ہو جاتے ہیں۔ اس وقت ان کے تخلیقی سرچشمے مسدود سے ہو جاتے ہیں لیکن یہ دور مختصر ہوتا ہے۔ سچا تخلیق کار اپنا تخلیقی سفر بند نہیں کر لیتا۔ مگر دور تعطل میں لکھنے کی جبری کوشش اسے اہل ذوق کی نظروں میں مضحکہ خیز ضرور بنا سکتی ہے۔ ایسے فن کار والٹیر کی تنبیہ کو یاد رکھیں تو اس صورت حال سے بچ سکتے ہیں۔ آج اگر انشاء اللہ خاں انشاء زندہ ہوتے تو ہم ان سے والٹیر کی یہ بات کہتے اور ان کا جواب بھی سن لیتے۔ کیونکہ وہ جواب دینے سے کہیں چوکنے والے نہیں تھے۔

(بمبئی سے نشر)

تحریر وترتیب: عزیز انصاری

نیند کیوں آتی ہے؟

یہ سوال بظاہر تو مہمل سا لگتا ہے لیکن صدیوں کے اندازوں اور حالیہ تجربات کے بعد بھی نہ تو حیاتیات کے ماہرین اور نہ ہی طبی ماہرین ایسا جواب ڈھونڈ سکے ہیں جو دل کو لگتا ہو۔ اس موضوع پر لندن کے ہفت روزہ 'دی اکنامسٹ' نے قلم آرائی کی ہے۔

جدید تحقیق کے مطابق نیند دو طرح کی ہوتی ہے۔ گہری نیند اور ہلکی نیند۔ گہری نیند میں آدمی خواب نہیں دیکھتا۔ لیکن اس کا پتہ کیسے چلتا ہے؟ دونوں قسموں کی نیند میں فرق کا پتہ لگانے کیلئے کچھ آلات کی مدد لی جاتی ہے جو خوابیدہ آدمی سے منسلک ہوتے ہیں۔ یہ آلات خوابیدہ آدمی کے ذہن میں پیدا ہونے والی برقی لہروں کی نشاندہی کرتے ہیں۔ اور آنکھوں کے عضلات کے تشنج کا پتہ لگاتے ہیں۔ جب آدمی کو گہری نیند سے جگایا گیا تو اس نے بتایا وہ خواب نہیں دیکھ رہا تھا۔ لیکن جب بند آنکھوں کی تیزی سے گردش کی حالات سے اس کو بیدار کیا گیا تو اس نے بتایا وہ خواب دیکھ رہا تھا۔

ان تجربات میں جب آدمی کو گہری نیند سے اٹھایا گیا تو اس کو بے حد تکان کا احساس ہوا۔ لیکن گہری نیند سے لینے کے بعد ہلکی نیند سے جگایا تو وہ خلل اعصاب کا شکار ہو گیا۔ اس سے پتہ لگا کہ آدمی کے لیے دونوں قسم کی نیند ضروری ہے۔ لیکن اس سے خصوصاً خواب دیکھنے سے کیا مقصد ہوتا ہے، یہ پہیلی جوں کی توں موجود ہے۔

آدمی کو کتنی دیر کی نیند درکار ہوتی ہے اس کا تعین نہیں کیا جا سکتا۔ ایک گھنٹہ دو گھنٹے سے دس گھنٹے اور اس سے زائد بھی سونے کی مثالیں موجود ہیں۔ لیکن جانوروں میں دفعۃً نیند کا اختلاف بہت زیادہ ملتا ہے۔ زراف دو گھنٹے کی نیند لیتا ہے۔ لیکن سلوتھ نام کا جانور دن میں بیس گھنٹے سوتا ہے۔

کچھ ماہرین حیاتیات کا دعویٰ ہے کہ نیند درحقیقت ضروری نہیں ہے۔ ان کا کہنا ہے نیند ارتقا کی پیداوار ہے اور اب عادت بن گئی ہے۔ کچھ جانور اس وقت کیوں سو رہے ہوتے ہیں جبکہ شکاری جانور اپنے شکار کی تلاش میں سرگرداں ہوتے ہیں۔ کیا وہ اس لیے سو جاتے ہیں کہ شکاری جانور انھیں تلاش کر لیں اور کھائیں۔ یہ نظریہ کہ نیند محض حفاظتی عمل ہے صحیح ہوتا تو کچھ جانوروں کو بالکل نہیں سونا چاہیئے تھا کیونکہ نیند ان کی حفاظت کے بجائے ان کو خطرے میں ڈال دیتی ہے۔

یہاں بحری جانوروں میں دودھ پلانیوالے وہیل یا ڈولفن کی مثال پیش کی جا سکتی ہے اگر یہ دیر تک سوئیں تو ڈوب کر مر جائیں۔ اگر نیند ضروری نہ ہوتی تو انھیں قطعی نہیں سونا چاہیئے تھا لیکن صدیوں کے عمل سے انھوں نے نیند لینے کا ایک انوکھا طریقہ ڈھونڈ لیا ہے۔ ان میں سے ایک وقفے وقفے سے مختصر نیند لیتی ہے۔ نیند کی مدت دو تین منٹ ہوتی ہے۔ دوسری کا آدھا ذہن نیند لیتا ہے اور آدھا جاگتا رہتا ہے۔

ان مثالوں سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ جاتی ہے کہ جانداروں کے لیے نیند لازمی ہے ورنہ نیند لینے کے اتنے طریقوں کا ارتقا نہ ہوا ہوتا۔ لیکن یہ سوال ابھی باقی ہے کہ نیند ہے کس لیے؟

شفٹ ڈیوٹی میں کام کرنے والوں کا مطالعہ اس مسئلے پر کس حد تک روشنی ڈالتا ہے دن کے کام کرنے والے عام آدمیوں کے مقابلے شفٹ ڈیوٹی میں کام کرنے والے عارضہ قلب، السر اور نفسیاتی الجھنوں کے زیادہ شکار ہوتے ہیں۔ تحقیقات کے بعد سامنے آیا ہے کہ شفٹ ڈیوٹی میں کام کرنے والے افراد اپنے جسم کے اندرونی نظام اور اپنے کام کے اوقات میں مطابقت پیدا نہیں کر پاتے ہیں۔

عام حالات میں انسان کا جسم آرام، کام، تبدیلی حرارت ۲۴ گھنٹوں میں ایک خاص تسلسل سے انجام دیتا ہے۔ درحقیقت انسانی جسم کو خود اس پر چھوڑ دیا جائے تو انسانی جسم کی گھڑی سست رو ہو جاتی ہے۔ لیکن کام اور آرام کے اوقات میں بار بار تبدیلی اس کے معمولات کو جھنجھوڑ دیتی ہے۔

شفٹ ڈیوٹی میں جسم کا معمول بدلتا ہے اور نظام میں انتشار پیدا ہوتا ہے۔ سب ہی ورکر اوقات کار میں ہوئی تبدیلی سے مطابقت پیدا نہیں کر پاتے ہیں۔ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ ذہنی انتشار جسے آج کل DEPRESSION کہا جاتا ہے۔ جسمانی گھڑی کے معمول سے ہٹنے پر پیدا ہوتا ہے۔ مریض کے اوقات کار میں تبدیلی کبھی کبھی بہتری پیدا کرتی ہے۔

تیز رفتار جیٹ جہازوں کا سفر بھی جسم کے معمول میں انتشار پیدا کرتا ہے کیوں کہ ٹائم زون کراس کرنے سے دن لمبے یا چھوٹے ہو جاتے ہیں۔ مشرق سے مغرب کا سفر، جس میں دن لمبے ہو جاتے ہیں، مغرب سے مشرق کی جانب سفر کے مقابلے کسی حد تک قابل برداشت ہوتا ہے۔ اور مغرب سے مشرق کی سمت سفر میں دن چھوٹے اور رات لمبی ہو جاتی ہے۔

کیا خواب آور دوائیں اس مسئلے میں مدد کر سکتی ہیں؟ نیند لانے والی زیادہ تر گولیوں میں خرابی یہ ہے کہ ان کا اثر بہت دیر تک باقی رہتا ہے۔ جاگنے کے بعد بھی آدمی سستی محسوس کرتا ہے۔ اب ایسی دوائیں بھی بن رہی ہیں جن کے اثرات جلد ختم ہو جاتے ہیں لیکن ایسی دوا جس کی معینہ مقدار معینہ اوقات کی نیند دے سکے اور جس کا اثر بعد میں باقی نہ رہے۔ ابھی وجود نہیں رکھتی ہے۔

انڈے محفوظ رکھنے کا طریقہ

آجکل انڈے دکانوں اور مرغی خانوں میں بڑی تعداد میں دیکھے جاتے ہیں۔ گھروں میں انڈوں کی تعداد ذرا کم ہوتی ہے لیکن اوسط درجہ کے خاندانوں میں انڈے ملتے ضرور ہیں۔ انڈے ان سبھی جگہوں پر رکھے ہوئے مل جاتے ہیں لیکن صحیح طریقے سے رکھے ہوئے انڈے بہت کم دیکھنے کو ملتے ہیں۔ انڈوں کو صحیح طریقے سے نہ رکھنے پر ان کی عمر اور کوالٹی دونوں کم ہو جاتی ہیں۔ اگر لوگوں کو صحیح طریقے کا علم ہو جائے اور اس کی وجہ معلوم ہو جائے تو وہ ضرور اپنے گھروں، مرغی خانوں اور دکانوں میں انڈوں کو صحیح طریقے سے ہی رکھیں گے۔

انڈے کی بناوٹ کچھ ایسی ہوتی ہے کہ ایک حصہ چوڑا گول اور دوسرا حصہ بہ نسبت پہلے حصہ کے پتلا گول ہوتا ہے۔ جو حصہ چوڑا گول ہوتا ہے اس میں سب سے اوپر کچھ خالی جگہ ہوتی جس میں ہوا بھری رہتی ہے۔ ہم جب بھی کہیں انڈے کو رکھیں تو اس ہوا والے حصہ کو ہمیشہ اوپر کی طرف رکھنا چاہیے جس سے گیس یا ہوا جو انڈے میں ہمیشہ اوپر رہے۔ اگر اس حصہ کو نیچے کی طرف کر دیا گیا تو اس میں بھری ہوئی ہوا اوپر اٹھنے کی کوشش کرے گی اور انڈے کے تمام اجزا کو نقصان پہنچائے گی۔ اس سے انڈے کی عمر اور کوالٹی دونوں متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکے گی اس لیے انڈے کا چوڑا گول حصہ ہمیشہ اوپر رکھنا چاہیے۔

ریڈیو ناٹک •

آکاشوانی رامپور کی جانب سے منعقد مقابلے میں سوم انعام یافتہ

ایک اجنبی احساس

اربی سکسینہ

(رامیشور کا بمبئی جانے والی ریل میں سفر : ریل دھیرے دھیرے کھسک کر ایک چھوٹے سے اسٹیشن پر رکتی ہے تبھی چائے پان والے کی آوازیں)

(وقت صبح کا)

رامیشور: (اترتی سواری سے پوچھتے ہوئے) کیوں بھائی یہ کونسا اسٹیشن ہے۔ (پلیٹ فارم پر آوازیں) اچھا کلیان آگیا! اب تو کوئی پچاس کلومیٹر رہ گیا بمبئی (چائے والے کو پکارتا ہے۔) ارے او چائے والے ذرا ایک چائے دینا۔ ارے بھائی یہ چائے تو بڑی کالی دکھائی دے رہی ہے! اچھا ٹھیک ہے ایک کلہڑ میں دینا۔ یہ لو پچاس پیسے، لاؤ۔

(ریل کے ڈبے میں دو لڑکیوں کا داخلہ)

اوشا: (ڈبے میں چڑھتے ہوئے) سن ریکھا اسی ڈبے میں آجا! کھڑے ہو کر ہی چلیں جائیں گے! آ تو بھی آجا۔

ریکھا: اوشا جگہ تو اس میں بھی نہیں ہے مگر ٹھیک ہے چل۔

رامیشور: (سیٹ پر تھوڑا سمٹ کر) بیٹھالو ان لڑکیوں کو بھی (سامنے کے مسافر سے) یا آپ ادھر آجائیں تو یہ دونوں ادھر بیٹھ جائیں گی۔

اوشا: آپ رہنے دیجئے ہم ایسے ہی چلے جائیں گے ڈیلی پسنجر ہیں اسی لیے سب عادت ہوگئی ہے۔

ریکھا: یہیں بیٹھ جاتے ہیں۔

(کبھی کبھی پلیٹ فارم پر بھیڑ کی آوازیں آتی ہیں)

ریکھا: کیا بات ہے، سگنل تو ہوگیا تھا! گاڑی کیوں نہیں چلی، پتہ نہیں! یہاں سے ویسے بھی ہر گاڑی پسنجر ہو جاتی ہے۔

اوشا: (آپس میں باتیں کرتی ہوئی) ریکھا تو بتا رہی تھی: تو نے اجنتا سے نوکری چھوڑ دی نا۔

ریکھا: ہاں! تیرے کو بتایا تھا نا، مس شانتی کے ساتھ ان لوگوں نے کیا سلوک کیا۔

اوشا: (ہنس کر) وہاں تو پہلے بھی لڑکیوں کے ساتھ بھی... میری ایک فرینڈ بھی بتا رہی تھی۔

ریکھا: اسی لیے تو وہاں لڑکیاں ٹک نہیں پاتی ہیں! یہاں سب ٹھیک ہے شوا ایڈورٹائیزر کے یہاں کوئی پریشانی نہیں۔ اچھی فرم ہے، لوگ بھی بھلے ہیں۔

اوشا: یار ٹھیک ہی کیا تو نے بھی! اپن کے یہاں تو ایسی کوئی ڈفی کلٹی ہے ہی نہیں۔

ریکھا: (پلیٹ فارم کی طرف غور سے دیکھ کر) اوشا ذرا سامنے دیکھ: یہ جو لڑکا آرہا ہے نا۔ بس دیکھ لے گا تو ادھر ہی گھس آئے گا۔ نا جانے کیا سوچتا ہے میرے بارے میں۔

اوشا: (دیکھتی ہوئی) اچھا وہ جو سامنے سے آرہا ہے۔ ڈیلی چلتا ہے نا یہ بھی (ہنسکر) تیرے سے بات کرنا چاہتا ہوگا۔

ریکھا: چھوڑ و بھی! وہ کیا بات کرے گا! ابھی اسے پتہ ہی نہیں ہے۔

اوشا: تو کہہ دے کسی دن تاج پوشی اس کی، مڑ کر بھی نہیں دیکھے گا۔

ریکھا: (اشارے سے) اوشا دیکھ، اس نے دیکھ لیا نا ہم لوگوں کو، دیکھ شاید اسی ڈبے میں چڑھ رہا ہے۔

(ریل سیٹی کے ساتھ دھیرے دھیرے کھسکنے لگتی ہے۔ ڈبے میں سواریوں کا شور و غل ابھرتا ہے)

لڑکا: (ڈبے میں داخل ہوتا ہوا قریب پہنچ کر ایک پسنجر سے) اے ذرا کھسک کر بیٹھو، پیر سیدھے کر کے بیٹھو! ہٹو ادھر کو۔

(رامیشور کی طرف اشارہ سے) اے مسٹر ذرا ماچس نکالنا

رامیشور: کیسی ماچس! پہلوان اگر سگریٹ کا اتنا ہی شوق ہے تو ماچس ساتھ رکھا کرو سمجھے۔

لڑکا: اے..... بھاشن بند کرو! ماچس ہو تو بولو۔

رامیشور: ارے عجیب آدمی ہو! میں سگریٹ نہیں پیتا، کسی اور سے مانگ لو۔

لڑکا: (سامنے والے سے) سنو ذرا ماچس دو، (ماچس لے کر سگریٹ سلگاتا ہے) (ماچس جلاتے ہوئے واپس کرتا ہے) لو اپنی ماچس۔

(سگریٹ کا دھواں لڑکیوں کی جانب .... شی.... شی.... آواز کے ساتھ)

(تھوڑا کھانس کر کش لیتا ہوا)

اوشا: (التجا کرتے ہوئے) بھائی صاحب تھوڑا آگے چل کر پی لیجئے گا یہ سگریٹ پلیز ذرا (تھوڑا کھانسنے کی آواز کے ساتھ)

لڑکا: کیوں یہاں کیا پریشانی ہے! اکیلے آپکا ڈبہ تو ہے نہیں جو.....

ریکھا: (بیچ میں ہی) اوشا چلو ہم ہی اٹھ لیتے ہیں یہاں سے۔

لڑکا: کیوں ہمارے سگریٹ کے دھوئیں سے اتنی نفرت! ڈبے سے باہر تھوڑی ہی چلی جاؤ گی۔

رامیشور: (سب کچھ دیکھ کر، ہلکی آواز سے) اے مسٹر.... آپ یہاں سگریٹ پینا بند کریں! دوسروں کا بھی خیال کیا کرو! چلو بجھا دو اسے۔

لڑکا: اچھا بڑے خیال والے معلوم پڑتے ہو، ارے واہ تم سے کیا مطلب اس میں بہتر ہے آپ چپ ہی بیٹھے رہیں سمجھے (طنزیہ ہنسی سے) خوب رہی آ بیل مجھے مار۔

رامیشور: (سنجیدہ آواز سے) میں نے کہا نہیں آپ سے۔ کیوں کیا سنائی نہیں دیتا۔ بند کر دیجئے یہ سگریٹ۔

لڑکا: (طنز سے) نئے پنچھی معلوم پڑتے ہو اسی لیے نہیں پہچان رہے ہو۔

رامیشور: (غصے سے) چھوڑیئے یہ سب۔ میں کہتا ہوں پہلے سگریٹ بند کرو۔

لڑکا: (اینٹھ کر) کیا کہا، سگریٹ بند کردوں۔ ابھی تو کوئی حکم چلانے والا ملا نہیں۔ شاید تم پہلے آدمی ہو۔

رامیشور: (اٹھ کر سگریٹ کی طرف جھپٹا مار کر پھینکتے ہوئے) پھینکو اسے ... کہا نا پھینکو اسے۔ اتنی دیر سے کہہ رہا ہوں سنائی نہیں دیتا۔

لڑکا: (تاؤ میں اٹھ کر) کیوں ہاتھ سے سگریٹ پھینکنے کی جرأت کیسے ہوئی تمہیں۔

(آپس میں ہلکی سی مار پیٹ! ڈبے میں ہلکی سی آوازیں)

رامیشور: (ہاتھ مروڑ کر) کیوں اس علاقہ کا دادا بن رہا تھا! ارے تیرے جیسے نا جانے کتنے اڑا دیئے اب بول اتنی دیر سے بک بک کیے جا رہا تھا! بول... (جھانپڑ رسید کرتے ہوئے) کہاں گئی تیری داداگیری ہم کہیں کون ہے! چھوڑو مگر تو ہے کہ سر پر ہی چڑھا آرہا ہے (ہاتھ چھوڑ کر دھکا دیتے ہوئے) جا جا بھاگ یہاں سے۔

لڑکا: (کپڑے جھاڑ کر) اچھا تو... فکر مت کر دیکھ لوں گا تیری ساری بدمعاشی، آنے دے دادر اسٹیشن

ٹرین سے نکل کر کہاں بھاگے گا۔ میں نے بھی بہت دیکھے ہیں تیرے جیسے! ابھی تو مجھے جانا پہچانا ہی نہیں۔ ابے اپنے باپ کی گاڑی سمجھ رہا ہے کیا؟

رامیشور: (غصے سے لال ہو کر۔ تھپڑ لگاتا ہوا) بلپ تک پہنچتا ہے۔ تیری اتنی مجال (مار کر دورلے جاتے ہوئے) نکل باہر ڈبے سے آج تجھے دکھا ہی دوں۔ میں دیکھتا ہوں کتنا تیس مار خاں بنتا ہے۔

(ڈبے سے باہر دھکیلتے ہوئے۔ سواریوں کا اکھٹے ہونے کی آوازیں) (ہانپتے ہوتے منہ کا پسینہ پوچھ کر) ہم تو اتنی دیر سے چپ بیٹھے سب سنتے آرہے ہیں کون کرے لڑائی جھگڑا۔ مگر کبھی سیٹ پر تو کبھی ماچس پر کبھی سگریٹ کا دھواں پتہ نہیں اپنے آپ کو کیا سمجھ رہا تھا۔

اوشا: چھوڑیئے بھائی صاحب! آپ کو ہماری وجہ سے تکلیف اٹھانی پڑی۔ ان بدمعاشوں سے تو الجھنا بھی بیکار ہے۔

رامیشور: یہی تو بات ہے کہ آدمی یہی سوچ کر چپ ہو جاتا ہے کہ کون لڑے، اسے کونسا یہاں ہمیشہ چلنا ہے مگر داداگیری ہر ایک سے نہیں چلا کرتی سیر کو سوا سیر ہر جگہ مل جاتا ہے۔

ریکھا: ہم لوگ تو ڈیلی دیکھتے ہیں وہ ہمیشہ سنجوؤ سے ایسے ہی اکڑ کر بات کرتا ہے (ہنس کر) آج آپ نے ٹھیک بھی کر دیا اسے سبق تو ملنا ہی چاہیے تھا۔

رامیشور: وہی تو میں کہہ رہا ہوں، ٹھیک ہے تم علاقے کے دادا ہو۔۔۔۔

اوشا: (بات کاٹ کر) لو آگیا بمبئی ریکھا، آج تو ٹرین ٹھیک ٹائم سے آگئی۔

(گاڑی دھیرے دھیرے بمبئی ریوے پلیٹ فارم پر رکتی ہے۔ پلیٹ فارم کا شور ابھرتا ہے، سواریاں اپنے سامان لے کر اترتے ہیں! ریکھا اور اوشا بھی اتر کر پلیٹ فارم سے گیٹ کی جانب بڑھ جاتی ہیں، رامیشور اپنی اٹیچی لے کر اترتا ہے تب ہی قلی آکر پوچھتا ہے)

قلی: صاحب لائیے میں لے چلوں سامان کو لائیے مجھے دے دیجئے۔

(پلیٹ فارم پر دور سے اوشا کی پکار سنائی دیتی ہے)

اوشا: چور۔۔۔۔ چور۔۔۔ پکڑو۔۔۔۔ پکڑو میری چینی لے کر وہ بھاگ رہا ہے۔

رامیشور: (دور سے ہی چور کو بھاگتا دیکھ کر اپنا سامان چھوڑ کر پیچھا کرتا ہوا چور کو پکڑ لیتا ہے) کیوں بے کہاں ہے چین لا ادھر لا اسے لا ادھر نکال (چور کی انٹی سے چین جھپٹتے ہوئے) تو یہاں اتنی جلدی (مارتا ہوا) اب بتا چین کھینچ کر کیوں بھاگ رہا تھا، بتا اب کیوں نہیں بولتا، نہیں بتلائے گا۔۔۔ بول جلدی نہیں تو ابھی اور ماروں گا۔

(بھیڑ کا شور ابھرتا ہے ساتھ ہی چور کے ہانپنے اور کراہنے کی آواز سنائی دیتی ہے)

چور: مر گیا صاحب بابو جی اب چوری نہیں کرونگا بھگوان کے لیے مجھے چھوڑ دیجئے توبہ ہے۔۔۔ کبھی چوری نہیں کروں گا (روتا ہوا)

رامیشور: سب ایسے ہی کہتے ہیں جب پکڑے جاتے ہیں، ابھی تمہاری عمر ہی کیا ہے۔ اتنا بڑا شہر ہے کہیں بھی جا کر کام دھندہ کر کے دو روٹی تو کما ہی سکتے ہو مکاری جو ہے۔ ہاتھ پیر کون چلائے۔

چور: (گڑگڑاتے ہوئے) بابو جی معاف کرنا یہ پیٹ سب کچھ کرا دیتا ہے۔ اتنا بڑا شہر ہے مگر غریب کو روٹی کے بھی لالے ہیں کہاں کہاں نہیں کھٹکھٹایا دروازہ کام دھندے کیلئے کیول اس پیٹ کی خاطر ــــ بابو صاحب آپ کو یقین نہیں آئے گا۔ یہاں تو بھیک تک نہیں ملتی بھیک مانگنے کے بھی قاعدے ہیں، بس کیا بتاؤں بابو صاحب چند دوائی کے پیسوں کے لیے مجھے چوری کرنی پڑی۔ میں اب کبھی چوری نہیں کروں گا۔ واپس چلا جاؤں گا اپنے گھر۔

رامیشور: (ہاتھ پاؤں سے اٹھاتے ہوئے پھر کے لئے رک کر) چھوڑ میرے پاؤں مت (ہاتھ چھو کر) ارے تیرے تو ہاتھ گرم ہیں، تجھے تو بخار ہے (جیب سے پیسے نکال کر دیتا ہوا) لے یہ رہے کچھ پیسے جا کر دوائی لے لینا سمجھے جا بھاگ جا یہاں سے آئندہ کبھی دیکھ لیا ادھر تو۔ جا بھاگ۔

(رامیشور چین لے کر واپس آتا ہے چین اوشا کو لوٹاتے ہوئے اپنی اٹیچی ندارد پا کر چونکتا ہے)

رامیشور: لو چین چین پکڑو کہاں گئی میری اٹیچی یہاں۔ سے (چاروں طرف نظر دوڑاتے ہوئے) ارے یہیں تو اتار کر رکھی تھی اب کہاں چلی گئی میری اٹیچی (کچھ یاد کرتے ہوئے) ارے وہ کہاں گیا قلی جو میری اٹیچی اٹھا کر چلنے لگا تھا۔ (چاروں طرف غور سے دیکھ کر) وہ کھڑا ہے وہاں پر، اچھا ابھی پکڑتا ہوں اسے جا کر (بھاگ کر قلی کو پکڑتے ہوئے) کیوں بھائی کہاں ہے میری وہ اٹیچی جسے اٹھا کر باہر لے جانے کی زبردستی کر رہے تھے۔

قلی: کیسی اٹیچی کونسی اٹیچی بابو

رامیشور: زیادہ بننے کی کوشش مت کر جلدی بتا کہاں غائب کر دی میری اٹیچی۔

قلی: کہاں کیسی اٹیچی کوئی غلط فہمی ہو گئی ہے شاید بابو تمہیں۔

رامیشور: بہت خوب۔۔۔۔ جلدی بتا کہاں ہے اٹیچی، مجھ سے ہی پوچھتا ہے اٹیچی۔

قلی: بابو جاؤ اپنا کام کرو۔ یہاں کوئی اٹیچی وٹیچی نہیں ہے سمجھے۔

رامیشور: (غصے سے) ارے بھاگتا کہاں کو ہے پہلے اٹیچی نکال یہاں۔

قلی: ارے چھوڑو جاؤ ہمیں کام کرنے دو صبح صبح وقت خراب مت کرو۔ جہاں رکھی تھی وہیں جا کر دیکھو۔

رامیشور: (گریبان پکڑتے ہوئے) تو اس کے معنی یہ ہوئے کہ تو راضی سے نہیں بتائے گا، اب بول نکالتا ہے یا نہیں۔

قلی: بابو چھوڑو ہمیں، دماغ تو صحیح ہے تمہارا۔ میں نے بولا نا میرے پاس کوئی اٹیچی نہیں ہے۔

رامیشور: (جھاپڑ رسید کرتے ہوئے) اب بتا کہاں ہے۔ ابھی تجھے پولیس کے حوالے کر کے جیل بھجواتا ہوں۔

(مارپیٹ کا شور۔ قلیوں کا شوروغل۔۔۔ سردار۔۔۔ سردار سردار کی آواز ابھرتی ہے)

سردار: (قریب آتے ہوئے) کیوں جھگڑا کر رہا ہے۔۔۔۔۔ ارے چھوڑ۔۔۔ کیوں کسی پسنجر سے جھگڑا کرتا ہے۔۔۔۔۔ چھوڑ دو۔۔۔ چھوڑ دو۔۔۔ ہٹو۔۔۔ ہٹو۔۔۔۔ جاؤ بھائی اپنا کام کرو۔

قلی: سردار۔ یہ آدمی ناحق ہم پر جھوٹا الزام دے رہا ہے کہ میں نے اس کی اٹیچی لے لی ہے اور اوپر سے ہاتھا پائی۔

رامیشور: میری اٹیچی اسی نے لی ہے میرے سارے پیسے بھی اسی میں رکھے ہیں۔

سردار: واہ بابو صاحب ذرا ہوش کی باتیں کرو جب اس نے اٹیچی لی ہی نہیں تو دے کہاں سے؟

رامیشور: تو کیا میں جھوٹ بول رہا ہوں میری اٹیچی اسی نے لی ہے اس میں میرا پرس بھی رکھا ہے۔

قلی: رکھا ہوگا مگر مجھے کیا پتہ تمہاری اٹیچی کا۔

رامیشور: (ڈانٹتے ہوئے) ایک تو چوری اور اوپر سے سینہ زوری۔

سردار: اے بابو صاحب۔۔۔ کب سے سن رہا ہوں تمہاری بک بک جھوٹی تہمت کے الزام میں جیل بھجوا دوں گا۔۔۔۔ تو کبھی مارپیٹ بھول جاؤ اپنا کام کرو۔ تمہارے جیسے اچکے بہت گھومتے ہیں یہاں۔

قلی: سردار یہ ابھی بھی آنکھیں دکھا رہا ہے اسے پکڑ کر ڈال دو پولیس میں (شوروغل ہاں۔۔۔ ہاں۔۔۔ ڈال دو۔۔۔۔ ڈال دو)

رامیشور: ارے چھوڑو۔۔۔۔۔ چھوڑو۔۔۔۔ مجھے۔ ایک تو اٹیچی لے لی۔۔۔ اور پھر سب مل کر بیوقوف بنا رہے ہو مجھے۔

قلی: سردار اس کی باتوں میں نہ آنا۔۔۔۔ جب تک معافی نہ مانگے اسے چھوڑنا نہیں ہے۔

سردار: ہاں۔۔۔ ہاں۔۔۔۔ تم ایسے نہیں مان رہے ہو تو۔۔۔ چلو۔۔۔ ادھر آؤ۔۔۔۔ اس سے معافی مانگو۔۔۔

رامیشور: معافی (چونک کر)۔۔۔ معافی کیوں۔۔۔
(بیک گراؤنڈ میں آوازیں گونجتی ہیں)
(فلیش بیک شروع)

رامیشور: پرنسپل صاحب، میں نہیں جانتا کون غلطی پر ہے مگر آپ کو لڑکوں کے سامنے معافی مانگنی ہوگی۔

پرنسپل: رامیشور نا سمجھ مت بنو غلطی لڑکوں کی معافی میں مانگوں۔ یعنی چوری اور سینہ زوری۔

رامیشور: کچھ بھی ہو میں پریزیڈنٹ کی حیثیت سے لڑکوں کو وچن دے چکا ہوں۔

پرنسپل: یاد رکھنا رامیشور۔۔۔ ایک دن تم ضرور پچھتاؤ گے۔۔۔ (گونج)۔۔۔ ایک دن تم ضرور پچھتاؤ گے۔۔۔۔
(فلیش بیک ختم)

رامیشور: نا۔۔۔۔ ہی۔۔۔ نہیں! میں معافی نہیں

مانگوں گا۔

مسردار: کیا کہا... نہیں مانگو گے؟ (مارو، مارو، کے شور ابھرتے ہیں جو دھیرے دھیرے دور ہوتے جاتے ہیں)

(ہلکے سنگیت کی آواز)

(ریلوے اسٹیشن سے نکل کر باہر راستے پر جاتے ہوئے)

رامیشور: (خود سے بڑبڑاتے ہوئے) نا ہوا میرا شہر... نہیں تو دیکھ لیتا سب کو۔ پردیس میں کیا ایسا ہی ہوتا ہے پرنسپل صاحب بھی تو پردیسی تھے۔ عجیب بات ہے اچھی گئی، چلو کوئی بات نہیں مگر میرا پرس بھی تو چلا گیا رامیشور بے عزتی الگ ہوئی! خیر چلو چھوڑ و جو ہوگا سو دیکھا جائے گا مگر بنا پیسے کے تو دھرم شالہ بھی نہیں ملے گی.... جاؤ گے کہاں پردیس ہے کوئی چور اچکا نا سمجھ بیٹھے چلو آگے بڑھتے ہیں.... کہیں تو بیٹھنے کی جگہ تلاش کرنی ہوگی! چلو سب دیکھا جائے گا۔

(منظر کی تبدیلی کا سنگیت)

(شہر کی فٹ پاتھ سڑک کا ماحول ابھرتا ہے۔ صبح کا وقت)
(تب ہی ایک چاٹ کے ٹھیلے والا.... سڑک سے گزرتا ہوا ابھرتا ہے)

ٹھیلے والا: (تو سے پر کرچھل مار کر) گرما گرم چاول.... چھولے... خستہ پوڑی کچوڑی... (لوگوں کو آواز دیتے ہوئے) ارے او منو! چھولے لیگا یا رات کی سبزی رکھی ہے کچھ... ارے او رکھیا لے تھوڑے سے رات کے چھولے... لایا ہوں تمہیں لوگوں کے لیے بھیج جلدی ادھر کو! لے تیرے بچوں کے لیے دیکھ آج کیا لایا ہوں لے صاف سکورے میں ہیں یہ....

رامیشور: (دور سے آواز دیتے ہوئے) ٹھیلے والو... او.... ٹھیلے والو... کچھ کھانے پینے کا سامان تازہ ہے کیا۔

ٹھیلے والا: (ٹھیلہ روک کر) ارے او رمیرے پاس ہے ہی کیا... کس نے بلایا اپن کو... اچھا تم نے آواز دی.... بولو چاول چھولے یا آلو کی ٹکیہ۔

(گیلری پار کرتا ہوا ٹھیلہ لاتا ہے)

رامیشور: چھولے چاول ہیں... تازہ ہیں نا...

ٹھیلے والا: ہاں بھائی ابھی بنا کر سیدھے ہی چلا آرہا ہوں، عادت ہے ادھر سے گزرنے کی کیونکہ پہلے یہی پھٹ پاتھ تو میرا گھر تھا....

رامیشور: تو دینا ذرا ایک پلیٹ چاول چھولے بنا کر (بیگ کھول کر، ٹٹولتے ہوئے) ارے (چونک کر) ابھی تھوڑا رکنا.... (وقفہ) چھوڑو پھر لے لیں گے۔

ٹھیلے والا: (پلیٹ تیار کرتا ہوا) کیا بات ہے؟ ابھی تو آواز دی تم نے..... پھر..... کیا ہوا۔ ارے میں نے تو پلیٹ تیار کر دی۔

رامیشور: کچھ نہیں ویسے ہی (نرم آواز میں) چھولے چاول تو تمہارے بک ہی جائیں گے کہیں اور۔

ٹھیلے والا: (جھنجھلائے لہجے میں) عجیب آدمی ہو.... عجیب آدمی ہو... پہلے ہمارے کو آواز کیوں دیا جب پلیٹ بنا دی تو پھر منع کرتے ہو، کیسے آدمی ہو (وقفہ) کیا بات ہے کیا نیا آیا ہے ادھر.... ہیرو ہی بننے آیا ہوگا اس نگری میں! کر دی نا کونیٹ صبح صبح۔

رامیشور: معاف کرنا بھائی صاحب... ایسی بات نہیں۔

ٹھیلے والا: تو پھر کونسی بات ہے چھٹے دام نہیں ہیں کیا، لا میں بھنا دیتا ہوں.... نکال نوٹ....

رامیشور: نہیں.... ایسی بات نہیں، بس ذرا یونہی.... منع کر رہا ہوں بھائی، معاف کرنا دوست۔

ٹھیلے والا: ارے تم نے اپن کو دوست بولا۔ بس بھائی اب فکر مت کر اگر انٹی میں پیسہ نہ ہو تب بھی چلے گا۔ بول کیا کھائے گا۔ ہمارے ساتھ آؤ، ادھر آؤ اور ادھر آؤ یہاں کھڑے ہو جاؤ (ٹھیلے پاس کھڑے ہوتے ہوئے) لے.... یہ تھامو.... گرم ہیں چھولے چاول... پکڑ و لے۔

رامیشور: نا... ہی... نہیں بھائی میں فری میں نہیں لوں گا۔

ٹھیلے والا: تم نے دوست کہا نا بھائی، کہا تو لو اب تھامو کھاؤ۔ اپن بہت خود دار معلوم پڑتا ہے مجھے تو، یوپی کا معلوم پڑتا ہے اس شہر میں نئے ہو آئے ہو نا۔

رامیشور: ہاں قسمت ادھر لے آئی۔

ٹھیلے والا: تو (وقفہ) واپس گھر جانا چاہتے ہو۔

رامیشور: اب میرا کوئی گھر نہیں ہے۔

ٹھیلے والا: (ٹھنڈی سانس بھر کر) دیکھو تم نے دوست بنایا ہے تو اب چھپانا کیا، سچ بتاؤ کیا پریشانی ہے تمہیں؟ اوپر والا سب ٹھیک کرے گا بولو....

رامیشور: (بھاری آواز میں) کیا بتاؤں، جب اتنی ہمدردی دکھا دی تو اب تم سے چھپانا ہی کیا؟ دراصل ایک ہفتہ ہو گیا کام کی تلاش میں پر ابھی تک نراش رہا۔

ٹھیلے والا: ب.... س.... بس سب سمجھ گیا یہی کام چاہیے بس اتنی سی بات۔ اٹھو آؤ میرے ساتھ۔ (دونوں چل پڑتے ہیں) دیکھو بھائی میں اتنا بڑا آدمی تو ہوں نہیں کہ تمہیں نوکر رکھ سکوں اپن تو پھکڑ آدمی ہیں ہاں اتنا او شے ہے بھائی کسی دیاوان سے کہہ کر کام اوشیہ مل جائے گا نا جانے کیوں اتنا اپکار کرتے ہیں لوگ میرے اوپر.... ورنہ... اپن کے پاس اس بولی کے علاوہ رکھا ہی کیا ہے صبح کو بیچ لیا رات کو روٹی کھا لی۔ ہم تو بھائی اسی میں اپنے کو کسی بادشاہ سے کم نہیں سمجھتے آؤ چلو! اپنے لالہ سے بول دیتے ہیں چھوٹا موٹا سو دامل ہی جائیگا پیٹ بھرنے کو۔

(بازار کا ماحول ابھرتا ہے ٹریفک کے آنے جانے کی آواز)

رامیشور: دوست یہ بہت بڑا احسان ہوگا تمہارا میرے اوپر، اس بمبئی شہر میں پہلے آدمی ملے ہو جو دوسرے کے دکھ درد کو اپنا دکھ درد سمجھے ورنہ یہاں تو....

ٹھیلے والا: ارے چھوڑو یہ سب احسان تو اس خداوند کا مانو جس نے ہمیں انسانی روپ دیا۔ ویسے بھی تم ہمارے یوپی کے نکلے۔ میں بھی یہاں اس شہر کی چمک دمک سن کر ہیرو بننے آیا تھا آج سے لگ بھگ دس سال پہلے ایکٹر بننے کے شوق میں گھر سے بھاگ آیا.... (دکھی آواز میں) مگر تقدیر نے یہاں کانٹوں پر بٹھا دیا.... اور اب بن گئے جگت کا ٹھیلہ والا۔ قسمت ہے بھائی۔ میں نے بھی اسی فٹ پاتھ پر گزارے تھے دن رات اس لیے اس فٹ پاتھ کے لوگوں سے بہت محبت ہے مجھے جس لائق ہوں (بھاری آواز میں) اس نگری کیاری کی سیوا کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں۔ رہا میرا (طنز سے) اوپر والا گزارے کے لائق تو دے ہی دیتا ہے مجھے کون سے محل کھڑے کرنے ہیں رہا سوال اس نگری کا یہاں کس کو کہاں فرصت رکھی ہے کسی کے دکھ درد دیکھنے کی اس مہانگری میں آدمی آدمی کو نہیں پہچانتا... اور تو اور.. آدمی اپنے آپ سے بات نہیں کر پاتا۔ مگر سب چلتا ہے اسی کا ہی نام تو دنیا ہے۔

رامیشور: (مایوس لہجے میں) ٹھیک ہی کہتے ہو بھائی... باہر پردیس میں نکل کر ہی آدمی یہ سب کچھ سمجھ پاتا ہے۔

ٹھیلے والا: (اشارہ کر کے) لو بھائی یہ آگئی سامنے ہمارے ایک دیاوان لالہ کی دوکان لو یہیں سے کچھ دھندہ پانی کا سامان دلوائے دیتا ہوں اور کچھ نہیں تو منجن انجن تو آواز لگا کر بیچ ہی سکتے ہو نا، لو ابھی دلا دیتا ہوں یہاں سے تھوڑا بہت سامان آؤ میرے ساتھ سڑک کے اس پار دہ رہی ہمارے لالہ کی دوکان (ٹریفک کی آواز ابھرتی ہے) پھر میں بھی بونی بنئے کو چلوں شام کو پھر ملیں گے وہیں۔ آؤ جلدی کرو ۱۱ بج چکے ہیں۔

(ہلکی موسیقی کے ساتھ منظر کی تبدیلی)

(شہر کے بس اڈے کا ماحول.... بسوں کے آنے اور جانے کی آوازیں..... بھیڑ کی چہل پہل.... ایک بس آکر رکتی ہے..... رامیشو رمنجن بیچنے اس میں چڑھتا ہے)

رامیشور: (بس میں گھستے ہوئے — بس کی چھت تھپتھپا کر)... ہاں تو بہنوں اور بھائیو... آپ کا دھیان دو منٹ چاہوں گا۔ یہ مشہور منجن جس کی شیشی آپ دیکھ رہے ہیں یہ منجن جڑی بوٹیوں سے تیار کیا گیا ہے جو مسوڑھوں کا پھولنا، دانتوں میں ٹھنڈا پانی لگنا، پیریا لگ جانا.... سب بیماریوں کو بھگا کر ایک نئی تازگی لاتا ہے۔ بڑی شیشی دو روپیہ اور چھوٹی شیشی ایک روپیہ کی ہے۔ (پھر شور ابھرتا ہے) آپ کو بڑی شیشی (وقفہ) ابھی لایا ادھر لو تھامو، بھائی یہ چھوٹی ہے... آیا ادھر بھی (آواز دور ہوتی ہے) تب ہی ایک لڑکی نیلمہ رامیشور کو دیکھ کر سیٹ سے اٹھتی ہے)

نیلمہ: (رامیشور سے) سنئے معاف کیجئے بھائی صاحب! آپ رامیشور بھائی ہیں نا، شاید آپ نے مجھے پہچانا نہیں، میں نیلمہ ہوں۔

رامیشور: (چونک کر) نیلمہ... مگر... مگر میں.... میں نے پہچانا نہیں آپ کو۔

نیلمہ: بھائی صاحب میں وہی نیلمہ ہوں جس کی آپ نے زندگی سنواری تھی شاید آپ کو یاد ہو کہ آپ نے ہی ایک بار میری فیس معاف کرا کر پڑھائی پوری کرائی تھی۔

رامیشور: (سوچ کر) نیلمہ فیس... پڑھائی..... میں کچھ سمجھا نہیں مگر صورت آپ کی شاید کہیں دیکھی سی لگتی ہے۔

(نیلمہ سیٹ سے اٹھ کر رامیشور کے پاؤں چھوتی ہے بس میں خاموشی چھا جاتی ہے)

نیلمہ: (پاؤں چھو کر) بھائی صاحب آپ ہی کا تو آشیرواد ہے جو آج میں اپنے پیروں پر کھڑی ہوں۔

رامیشور: (چونک کر) یہ کیا کر رہی ہیں آپ! نہیں.... نہیں میرے پاؤں مت چھوئیے اٹھئے... اچھی کہیں کالج کی بات تو نہیں کر رہی۔

نیلمہ: ہاں ہاں بھائی صاحب کالج کی میں آپکا احسان کیسے بھول سکتی ہوں۔ شاید آپ کو دھیان ہوگا۔ آپ نے میرے آڑے وقت پر مدد کی تھی! لسٹ آؤٹ ہونے کے بعد بھی پرنسپل صاحب سے کہہ کر میری پوری فیس معاف کرائی تھی! مگر آپ یہاں..... یہ منجن .... یقین نہیں آتا یہ سب کیا ہے۔

رامیشور: (طنز سے) بس یونہی سب... (یاد کرتے ہوئے) اچھا شاید تم اس سمے کی بات کر رہی ہو۔

(فلیش بیک شروع)

نیلمہ: معاف کیجئے بھائی صاحب آپ سے کچھ کام ہے۔ آپ ہی ہیں نا یونین کے پریزیڈنٹ۔

رامیشور: ہاں کہئے کیا کام ہے اسی لڑکی کے بارے میں تو نہیں؟ جس میں راجن کا رسٹیکیشن ہوا ہے، اس میں آپ لڑکیوں کی بھی غلطی ہے۔

نیلمہ: نہیں وہ نہیں میں تو اپنے بارے میں ایک نویدن لے کر آئی ہوں۔

رامیشور: تو بولو کیا بات ہے؟ میں ذرا جلدی میں ہوں اپنا کام بتاؤ۔

نیلمہ: ایسا ہے میرے پتا یہاں مہاراشٹر سے ٹرانسفر ہو کر آئے تھے ان کا تین سال پہلے ایک ایکسیڈنٹ میں دیہانت ہو گیا ماں اور دو چھوٹی بہن ہیں گھر میں! فادر کا پیسہ بھی ابھی تک نہیں مل پایا، ٹیوشن کر کے جیسے تیسے گزارا چل رہا ہے ادھر ماں بھی بہت بیمار ہیں۔

رامیشور: مطلب کی بات بتاؤ۔

نیلمہ: میں یہاں کالج میں بی ایس سی فائنل میں پڑھ رہی ہوں، اب چار سو روپے ڈیوز کے اور فیس جمع کرنی ہے میں چاہتی ہوں فیس معاف ہو جائے تو....

رامیشور: پڑھ کر کون سی افسری کرو گی سینکڑوں گھومتے ہیں ایم اے بی اے والے اتنی ہی پریشانی ہے تو نوکری کیوں نا کرتیں، چھوڑ دو یہ پڑھائی لکھائی۔

نیلمہ: وہ تو ٹھیک ہے مگر بھائی صاحب پریویس میں میرے ۶۵ پرسنٹ مارکس آئے ہیں اس لیے تھوڑا اور بھی۔

رامیشور: میں نے کہا نا میں چھوٹے موٹے کام نہیں کرواتا ویسے بھی فیس کنسیشن کی لسٹ آؤٹ ہو چکی ہے، ایسی ہی بات تھی تو پہلے بتاتیں نا... آئی ایم سوری۔

نیلمہ: بھائی صاحب... بس آپ ہی کروا سکتے ہیں، میں آپ کا یہ احسان کبھی نہیں بھولوں گی پلیز بھائی صاحب

رامیشور: اچھا ٹھیک ہے لاؤ اپنی سلپ، جاؤ ہو گئی فیس معاف، سنو اور لڑکیوں کی طرح فارورڈ بنو۔

نیلمہ: (خوش ہو کر) جی تھینک یو ویری مچ بھائی صاحب (دونوں چلے جاتے ہیں)

(رامیشور کا پرنسپل کے کمرہ میں پرویش)

پرنسپل: آؤ رامیشور... نمسکار... بیٹھو.... آج کیا لے آئے۔

رامیشور: کچھ نہیں ذرا آج چھوٹا سا کام لے کر آیا ہوں۔

پرنسپل: (ہنس کر) چھوٹا سا کام کیا ہے بتاؤ تمہارے چھوٹے کام بھی پہاڑ ہوتے ہیں بولو کیا بات ہے۔

رامیشور: ارے ابھی ایک لڑکی آئی تھی گڑگڑانے لگی فادر کا ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے ماں بیمار ہے ٹیوشن پڑھا کر گزارا کر رہی ہے بس فیس اور ڈیوز معاف کروانا چاہتی تھی۔ آپ کو تو پتہ ہے صاحب میں یہ چھوٹے موٹے کام....

پرنسپل: (بیچ میں ہی) گڈ.... ویری گڈ.... (ہنستے ہوئے) واہ تم اسے چھوٹا کام کہتے ہو۔ یہ تو غریب کی سیوا ہے آج تم آئے ہو کسی پرائے کو لیکر میرے پاس میں تم سے ہمیشہ کہتا ہوں ہیلپ دا ادرس! ویسے فیس کنسیشن کی لسٹ نکال دی گئی ہے مگر پھر بھی لاؤ میں پوری فیس معاف کیے دیتا ہوں اور سنو پور فنڈ سے ڈیوز بھی کلیئر کرنے کے آدیش کر دیتا ہوں ریلی آئی ایم ویری ہیپی تو سی دیز ورک (لکھ کر دیتا ہوں) لو.... یہ لو

رامیشور: تھینک یو ویری مچ اچھا اب میں چلتا ہوں۔

(فلیش بیک ختم)

رامیشور: (اداس آواز میں) اچھا اب کچھ یاد آیا کافی سمے بیت گیا نا اس چھوٹی سی بات کو۔

نیلمہ: چھوٹی سی بات... نہیں آج میں اسی کی بدولت اپنے پیروں پر کھڑی ہوں، پڑھائی کے بعد ہم لوگ مہاراشٹر آ گئے اور میں (ہنس کر) پی سی ایس میں سلیکٹ ہو گئی یہاں ریفریشر کورس کے لیے آئی ہوئی تھی، بس آج گھر جا رہی ہوں۔

رامیشور: (خوش ہو کر) اچھا... اچھا... یہ تو بہت اچھی بات ہے میرے لائق کوئی سیوا ہو تو...

نیلمہ: نہیں.... نہیں آپ یہاں اس حالت میں آخر یہ سب میں کیا دیکھ رہی ہوں سب ٹھیک تو ہے نا؟

رامیشور: (مایوس لہجے میں) چھوڑو ان باتوں کو زندگی بہت بڑی ہے بہن جیون بھی کیا ہے، ایک لمبی کہانی تو ہے (سہم کر) ارے تم اتنی بڑی افسر ہو گئیں میں بدھائی دینا ہی بھول گیا باتوں باتوں میں۔

نیلمہ: یہ سب آپ کے ایک احسان سے پورا ہو گیا، معاف کیجئے میں آپ کے لیے کیا کچھ کر سکتی ہوں؟

رامیشور: (بھاری آواز میں) بہن تم زندگی بھر خوش رہو یہی سب سے بڑا سنسکار ہے یہاں مجھے کسی بات کی کمی نہیں ہے دل بہلانے کے لیے یہ سب کچھ کر لیتا ہوں۔

نیلمہ: ذرا بھی سنکوچ مت رکھئے یہ لو میرا وزیٹنگ کارڈ اس میں گھر کا پتہ بھی ہے کبھی اُدھر آئیں۔

رامیشور: (تھام کر) لاؤ... ضرور آؤں گا (بس اسٹارٹ ہو جاتی ہے) اچھا اب تمہاری گاڑی اسٹارٹ ہو گئی میں چلتا ہوں پھر ملیں گے کبھی.....

(رامیشور دور تک جاتی بس کو دیکھتا ہے اور چپ چاپ گم سم سا اڈے پر کھڑا سوچ رہا ہے)

رامیشور: (خود سے بڑبڑاتا ہے) رامیشور..... یہ سب کام جو انجانے میں ہو گیا اس چھوٹے سے کام کا اتنا بڑا سمان! کبھی سوپن میں بھی نہیں سوچا تھا کہ ایک ذرا سے کام سے کسی کی زندگی سنور سکتی ہے۔

(پیچھے سے ٹھیلے والے نے اچانک کندھے پر ہاتھ رکھ کر رامیشور کے خوابوں کو توڑ دیا وہ چونک اٹھا)

ٹھیلے والا: (کندھے پر ہاتھ مار کر) کیا بات ہے؟ کیسے کھڑے ہو بھائی چپ چاپ۔

رامیشور: (چونک کر) ا.... رے.... ارے تم (لمبی سانس لیتے ہوئے) کچھ نہیں.... ذرا ویسے ہی۔

ٹھیلے والا: چلو شام ہو گئی.... چلنا نہیں ہے کیا؟

رامیشور: (مایوس انداز میں)... ہاں... چلو بھائی۔ (دونوں چل پڑتے ہیں)

ٹھیلے والا: کیا بات ہے.... آج بڑا گم سم ہے؟ وہاں کھڑا چپ چاپ کیا سوچ رہا تھا۔

رامیشور: کیا بتاؤں دوست تمہیں.... آ.... آ.... ج..... آج اپنی زندگی میں ایک ایسا احساس... ایک نامانوس احساس میں تمہیں کیسے بتاؤں۔

ٹھیلے والا: (چونک کر) آخر ایسی کیا بات ہو گئی بھئی (ہنس کر) لگتا ہے کسی خوبصورت لڑکی کو دیکھ لیا۔

رامیشور: ارے نہیں بھائی... تم کہاں لے گئے ـــ ایسی بات نہیں۔

ٹھیلے والا: ارے بتاؤ پھر کیا بات ہے؟

رامیشور: تم نہیں سمجھو گے دوست یہ پیار.... رومانس.... نفرت..... ان سب سے اوپر ہے وہ احساس۔

ٹھیلے والا: (شرارتی لہجے میں) بھائی اپن کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا یہ احساس وحساس کا چکر، ذرا ہندی میں بتاؤ۔

رامیشور: اچھا ٹھیک ہے تو سنو میں تمہیں سمجھاتا ہوں... آؤ چل کے سامنے پارک میں بیٹھتے ہیں بہت ایکانت جگہ ہے وہاں (دونوں سڑک سے ہٹ کر پارک کی طرف چل دیتے ہیں)

ٹھیلے والا: آؤ ادھر بیٹھتے.... یہیں بیٹھتے ہیں (دونوں بیٹھ جاتے ہیں) اور ادھر کو آ جاؤ لو..... اور قریب آ گیا... (سوالیہ انداز سے) بات بھی بتاؤ آخر کیا کہنا چاہتے ہو تم ایسی کونسی بات ہے۔

رامیشور: تو سنو! دیکھو.... تمہیں یاد ہے نا ہماری ملاقات کب اور کہاں ہوئی۔

ٹھیلے والا: ہاں.... ہاں... یاد ہے وہی فٹ پاتھ پر۔

رامیشور : میں نے تمہیں آواز دے کر بلایا تھا نا۔

ٹھیلے والا : ہاں .... بلایا تھا۔

رامیشور : پیسے نہیں تھے نا.... میرے پاس... اور تم نے مجھے پھر بھی وہ چاول چھولے فری دیا تھا یاد ہے نا؟ کیا محسوس ہوا تمہیں۔ اب بتاؤ وہ سب کیا تھا۔

ٹھیلے والا : م... ح... س... س! بھائی اپن کی تو عادت ہے یہ سب کچھ کرنے کی۔

رامیشور : اس سے تمہیں ملتا کیا ہے آخر!

ٹھیلے والا : (مایوسی سے) دیکھو پیسہ ہی سب کچھ نہیں ہوتا میرے دوست.... جانتے ہو.... اس سے مجھے بہت سکون ملتا ہے ... ایک ایسا سکون.... جس کو میں بتا نہیں سکتا۔

رامیشور : (ویسی ہی آواز میں) ب...س.... بس یہی کہلوانا چاہتا تھا تم سے اب تم سمجھو گے اس احساس کو لو اب سنو، میں جس احساس کی بات کر رہا تھا، آج میں بس میں منجن بیچ رہا تھا.... تو میرے کالج کی ایک لڑکی مجھے ملی وہ اٹھی اور اس نے میرے پاؤں چھو لیے، جانتے ہو کیوں؟ کیونکہ میں نے کبھی انجانے میں اس کی ایک بار فیس معاف کروا دی تھی کالج میں اور سب سے خوشی کی بات تو یہ ہے کہ وہ اب ڈپٹی کلکٹر ہے۔ اس پردیش میں ایک نیکی کے کارن سے وہ کہاں سے کہاں پہنچ گئی۔ اب میں سوچتا ہوں کہ جن لوگوں کی وجہ سے میں بدنام بھی ہوا گھر سے نکلا..... ان میں سے کتنے لوگ اسی طرح ترقی کر کے سڑک سے کرسی تک پہنچ گئے، نہیں ... شاید وہ سبھی میری طرح فٹ پاتھ پر یا کسی بند کوٹھری میں اپنے جیون کا شیش سمے کاٹ رہے ہوں گے کوئی نہیں اٹھا ہوگا اور شیلد۔

ٹھیلے والا : اوہو... تو یہ بات تھی! اب میں سمجھا۔

رامیشور : ہاں دوست کاش یہ احساس میں پہلے سمجھ پاتا کیوں بھٹکتا زندگی کی سونی راہ پر میں بھی تخت پا سکتا تھا مگر سمے کی مار نے لا کر پٹک دیا مجھے اس فٹ پاتھ پر۔

ٹھیلے والا : ٹھیک کہتے ہو بھائی سمے کی مار بہت بری ہوتی ہے (سوالیہ لہجے میں) ہاں رامیشور تم نے کبھی اپنی زندگی کے بارے میں کچھ نہیں بتایا تم پڑھے لکھے بھی ہو۔

رامیشور : کیا بتاتا میرا ایسا ماضی کہ جب کالج کا پریذیڈنٹ تھا جدھر سے گزر گیا بس ایشور ہی جانے آندھی طوفان کی طرح تہس نہس کرتا نکل جاتا تھا! اب سوچتا ہوں کاش میں نے بھی اگر اس سمے کچھ اچھے کام کیے ہوتے تو شاید کبھی کا اس اداس زندگی کو تیاگ چکا ہوتا..... دوست اگر تم پہلے ملے ہوتے تو شاید تم بھی نفرت کرنے لگتے مجھ سے۔

ٹھیلے والا : ٹھیک ہے مانا مگر یہ سمجھ میں نہیں آیا کہ تم ادھر کیسے چلے آئے۔

رامیشور : ہاں سنو آج ..... آج میں سب کچھ بتاؤں گا تمہیں۔ میرے پتا ریٹائرڈ فوجی افسر تھے! بہت چاؤ تھا انہیں پڑھا لکھا کر مجھے بڑا آفیسر بنانے کا گھر میں ماں اور دو چھوٹی بہنیں ہیں، گاؤں سے کالج میں اونچی پڑھائی کے لیے بھیجا گیا تھا پر ڈگری کالج میں جا کر پڑھائی کو طاق پر رکھ کر لیڈر شپ کرنے لگا نتیجہ یہ ہوا کہ آئے دن کالج میں اسٹرائیک پرنسپل کا گھیراؤ یہاں تک کہ سینما گھروں، ہوٹلوں، اسٹیشنوں کو پھونکنا مار کاٹ مچانا یہ سارے کام بڑھتے گئے کئی بار جیل گیا، کورٹ کچہری میں ساتھیوں نے ضمانتیں کرائی پولیس پرشاسن بری طرح پیچھے پڑ گیا ادھر نوکری کا چانس بھی کھویا ادھر بہنوں کا رشتہ تک ٹوٹ گیا مجھے یاد ہے ایک بار غلط کام کے لیے پرنسپل سے اڑ گیا تھا.....

(فلش بیک شروع)

رامیشور : (تاؤ میں) پرنسپل صاحب میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ لڑکیاں کالج میں پڑھنے آتی ہیں یا نئے نئے فیشن دکھانے۔ اگر راجن نے اس لڑکی کے ساتھ ایک غلطی کر بھی دی تو آپ نے اس کا کالج سے رسٹیکیشن کر دیا یہ ایک طرفہ فیصلہ خوب لیا آپ نے آج میں آپ کے پاس اس لیے آیا ہوں کہ آپ راجن کے رسٹیکیشن آرڈر واپس لیجئے۔

پرنسپل : (سمجھاتے ہوئے) رامیشور میں جانتا ہوں کہ تم ایک شریف خاندان کے لڑکے ہو اور اس کالج کے پریذیڈنٹ بھی مگر تمہیں جاننا چاہئے کہ جس لڑکے کی سفارش لے کر تم میرے پاس آئے ہو، اس نے کتنا بڑا جرم کیا ہے ایک کالج کی لڑکی کے ساتھ جانتے ہو اس سے اس کو ایجوکیشن کالج کی امیج پر کتنا بڑا دھبہ لگا ہے ایسے غلط کام سماج کے لیے گھاتک ہی نہیں بلکہ سماجی کلنک بھی ہیں (طنزیہ ہنسی) اور تم چاہتے ہو کہ میں آرڈر واپس لے لوں۔

رامیشور : جی ہاں..... اس کا صاف مطلب یہ ہوا کہ لڑکیوں کی عریانیت پر کوئی روک نہیں سب غلطی لڑکوں کی ہے۔ نہیں صاحب، یہ آرڈر تو آپ کو واپس لینے ہی ہوں گے۔

پرنسپل : (سوالیہ آواز میں) اچھا تم سے میں ایک بات پوچھتا ہوں اگر تمہاری بہن فیشن کر کے اسکول آتی اور کوئی لڑکا اسے چھیڑ دیتا تو کیا تم اسے برداشت کر لیتے؟

رامیشور : (طنزیہ انداز سے) برداشت.... ہاتھ پیر توڑ دیتا اس کے۔

پرنسپل : کریکٹ.... ویری کریکٹ .. پھر میں نے تو کیوں اسے کالج سے ہی نکالا ہے۔

رامیشور : میں یہاں آپ کا بھاشن سننے نہیں آیا ہوں مجھے اسی وقت آرڈر واپس چاہئے پرنسپل صاحب جلدی کیجئے۔

پرنسپل : (سوچ کر) ہوں.... تمہیں آرڈر ہی چاہئے .... تو ٹھیک ہے ..... لو.... جب ضد کرتے ہو تو لو..... میں اسے واپس لیے لیتا ہوں مگر دھیان رہے کہ یہ ایک پرنسپل کے آرڈر نہیں ہیں بلکہ ایک مجبور... کے آرڈر ہیں (لکھ کر دیتے ہوئے) لو یہ اٹھاؤ۔ مگر یاد رکھنا رامیشور اگر تمہاری یہ ضد اور ایسے ہی وچار بنے رہے تو ایک دن (گونج)... ہاں.... ایک دن.... زندگی میں اوشیہ پچھتاؤ گے (گونج پھیلتی ہے)..... زندگی میں اوشیہ پچھتاؤ گے۔

(فلیش بیک ختم)

رامیشور : (چیخ کر) ہاں .... ہاں پچھتا ہی تو رہا ہوں پرنسپل صاحب نے شاید ٹھیک ہی کہا تھا شاید ٹھیک ہی کہا تھا۔

ٹھیلے والا : نہیں دوست ......تم اسے پچھتانا کہتے ہو نہیں ... نہیں.... تم دراصل زندگی کے اس موڑ پر آ گئے ہو جہاں اسی پچھتاوے کی آگ میں تپ کر سونا بن رہے ہو۔

رامیشور : (بھاری آواز میں) ہاں تم شاید ٹھیک ہی کہہ رہے ہو۔

ٹھیلے والا : اچھا پھر یہاں تم کیسے آئے یہ تم نے نہیں بتایا۔

رامیشور : لو... یہ داستان بھی سناتا ہوں بس رفتہ رفتہ میرے سارے کارنامے میرے فوجی پتا کے کانوں تک پہنچ گئے.... ایک دن کی بات ہے۔

(فلیش بیک شروع)

پتا : تو آ گئے رامیشور سنگھ (طنز سے) واہ خوب نام روشن کر رہے ہو اپنے پتا کا تمہیں اسی دن کے لیے پڑھایا لکھایا تھا کہ تم غنڈہ گردی کرو، مار پیٹ کرو اور یہاں تک کہ پرنسپل کا گھیراؤ کر کے انہیں کسی غلط کام کے لیے مجبور کرو، لو میں دکھاتا ہوں تمہارے کارناموں کے سارے پریم پتر (تیز قدموں سے اندر جا کر شکایتی پتر لے کر آتا ہے۔ رامیشور کی جانب پھینکتے ہوئے) لو انہیں پڑھو ..... اگر ذرا سی بھی غیرت آئے تو ڈوب مرو ایک چلو پانی میں۔

رامیشور : (کاغذوں کو اٹھا کر سہمی سی آواز میں) بابو جی..... یہ سب .....

پتا : (غصے سے) کیا بابو جی.... بابو جی کرتے ہو، دیکھو رامو جس باپ نے دیش رکھشا کرتے زندگی گزار دی اس کا بیٹا..... کھلے عام سڑکوں پر لوٹ پاٹ کرے جو گرو شکشا دان کر کے جیون کی راہیں دکھائے اس کا اپمان کرے یہ کہاں کا دھرم ہے جانتے ہو اس کا کیا نتیجہ ہوگا۔

رامیشور : مگر بابو جی میں نے اپنے لیے....

پتا : (غصے میں) میں کچھ نہیں سننا چاہتا جاؤ جا کر اپنے پرنسپل صاحب سے معافی مانگو۔

رامیشور : معافی.... نہیں میں معافی نہیں....

پتا : (غصے سے چیختے ہوئے) کیا کہا.... تم معافی نہیں مانگو گے! تو تم بھی سن لو رامو..... یہ ایک باپ کا حکم نہیں بلکہ ایک میجر کا حکم ہے۔

رامیشور : (گونج) نہیں.... میں....

پتا : (انتہائی غصے میں) نہیں! نہیں... تو نکل جاؤ یہاں سے۔ سنو رامو کی ماں.... اپنے لاڈلے کو سو روپے دیدو دیکھو ان روپیوں سے دیش کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک پہنچا جا سکتا ہے جاؤ جہاں جی کرے سنو جیتے جی مجھے اپنی بدنصیب شکل مت دکھانا۔ دفعان ہو جاؤ میرے سامنے سے (گونج)

(فلیش بیک ختم)

رامیشور : (مایوسی سے) اور اس کے بعد جب میں پرنسپل صاحب کے یہاں پہنچا تو پتہ چلا کہ وہ اس واقعے کے بعد کالج سے نوکری چھوڑ کر اپنے شہر جا چکے تھے کافی بھٹکاؤ کے بعد تنگ آ کر زندگی مجھے ادھر گھسیٹ لائی۔

ٹھیلے والا : اوہ.... آدمی کے جیون میں بھی کتنے موڑ ہیں۔ اس زندگی کے۔ آدمی سوچتا کیا ہے اور وقت اسے کیا

بنا دیتا ہے کبھی کبھی سوچتا ہوں انسان سے تو جانور زیادہ اچھے ہیں۔

رامیشور : (بھاری آواز میں) صحیح کہا تم نے دوست ..... آدمی ہو کر بھی میں آدمی اور جانور میں فرق نہیں کر پا رہا تھا لیکن اب سوچتا ہوں جانور میں بھی انسان کی گندھ رہتی ہے اور جیون میں اگر سمجھوتہ نہ ہو.... احساس نہ ہو... تو وہ ایک ایسا جیون ہے جو جیا تو جا سکتا ہے پر بھوگا نہیں جا سکتا۔

ٹھیلے والا : ٹھیک ہی کہتے ہو بھائی۔ اچھا اب اُٹھیں (وقفہ) ارے باتوں باتوں میں ٹائم کا پتہ ہی نہیں چلا چلو رامیشور اٹھو...... ترا شہ کا نام زندگی نہیں ہے رامیشور۔

رامیشور : ہاں بھائی چلو سورج بھی ڈھل چکا ہے چلو اپنی راہیں پکڑتے ہیں۔

(دونوں چل پڑتے ہیں)

(رات کا ماحول۔ ایک کتے کے بھونکنے کی آواز جو نکٹ ہوتی جاتی ہے)

رامیشور : (بھاری اداس لہجے میں خود سے بڑبڑاتا ہوا) کیوں بھائی مجھے دیکھ کر تجھے بھی ناراضگی ہو رہی ہے آ بیٹھ میرے پاس بیٹھ.....

(کتے کے بھونکنے کی آواز)

اچھا تو بھی میرے پاس بیٹھنا نہیں چاہتا
تو بھائی کھوج لے اور جگہ

(کتے کے بھونکنے کی آواز)

اچھا تو اکیلے رہنا چاہتا ہے ... میں تیرے لیے بھی گوارہ نہیں ہوں۔

(بھاری آواز میں) ٹھیک ہے بھائی .... تمہیں سنبھالو یہ جگہ .... میں ہی چلا جاتا ہوں۔ چلو اٹھو رامیشور.... ایک نئی جگہ.... ایک نئی زندگی... پھر ایک اپرچت احساس کی تلاش میں.... چلو.... چلتے چلو.....

(درد بھری موسیقی کے ساتھ ختم)

(آکاشوانی رامپور سے نشر)

آر۔ بی سکینہ راجن
۲۲/۳۴ ایف بنسی گلی، پیر غیب، مرادآباد

طاہر فراز

آپ نے جو یہ سرخ پرندہ پالا ہے
کیا یہ مرے مستقبل کا رکھوالا ہے؟
آہٹ سی محسوس ہوئی ہے آنکھوں کو
شاید کوئی آنسو آنے والا ہے
چاند کو جب سے الجھایا ہے شاخوں نے
پیڑ کے نیچے بے ترتیب اُجالا ہے
بھیگی پلکیں، بکھری زلفیں، کانپتے ہونٹ
آپ نے مجھ کو کس الجھن میں ڈالا ہے
سانسوں کی رفتار بتاتی ہے طاہر
جانے والا لمحہ آنے والا ہے

(رام پور سے نشر)

پگھلتی ہوئی اداس چھتری

انیس رفیع

بھاپ کیوں اٹھتی ہے؟
ہوا کیوں چلتی ہے؟
ٹھنڈ کیوں پڑتی ہے؟
بارش کیوں ہوتی ہے؟

ایسے ہی کئی ایک سوالات ہم ان کے لیے چھوڑ دیتے ہیں جو غور و فکر کی چکی چلانے میں سدا مصروف ہیں کہ سوالوں کے رشتے جوابوں سے جوڑنے کا سلیقہ انھیں خوب آتا ہے۔ اب یہی سوال کہ بارش کیوں ہوتی ہے؟ میرے جیسوں کے پاس جواب یہی ہے کہ بس ہوتی ہے۔ اور جب ہوتی ہے تو چھتری اور برساتی کی ضرورت آن پڑتی ہے۔ اگر یہ بھی میسر نہ ہوں تو کسی گھنے درخت یا ورانڈے کی چھت کام آتی ہے۔ اور فی الحال میں جس شہر میں ہوں وہاں تو زمین سے بارش اُگتی ہے اور لوگوں کی چھتریاں اور رین کوٹ منہ لٹکائے رہ جاتے ہیں۔

ہاں تو قصہ اپنا ہی ہے۔ ایک دن بارش بے تکان ہو رہی تھی اور میں یعنی اس لمبے لمبے کل پرزوں والے اس مہانگر میں ننگا سا بابو، دفتر کی فائل چلانے کی بے کلی کو دبائے، کنبے کی زندگی میں ہر روز کی طرح ایک اور دن جوڑنے کی تاک میں چھتری تلاش کر رہا تھا۔ کسی طرح باہر نکل کر بازار سے ٹھونگے بھر آٹا، چاول اور سبزیاں حاصل کی جائیں۔ دفتر اور بازار جانے کے بیچ مشکل سے آدھ گھنٹے، چھ منٹ اور چند سکنڈ باقی تھے۔ بارش تھمنے کا انتظار کرنا خطروں کو دعوت دینے کے مترادف تھا۔ گھر میں چھتری تھی کہ بے کمائی ہو کر تہ و بالا ہو چکی تھی۔ بارش کیوں ہوتی ہے جیسے سوال کی کڑواہٹ۔

چھتری ۔ بارش نہ ہوتی تو؟

تو بھی چھتری کہ دھوپ تو ہوگی ہی۔ بہر صورت چھتری تو گھر میں ہونی ہی چاہئے تھی۔ وہ بھی تندرست و توانا۔ اکثر لاغر قسم کی چھتریاں ہوا بھرتے ہی الٹ جاتی ہیں۔ اور بیچارہ وہ، یعنی چھتری والا؟

تو چھتری چاہئے تھی مجھے۔
جی ہاں چھتری۔ آٹے، چاول اور سبزیاں۔
چھتری ۔ نہ بھیگنے کا ارادہ۔
چھتری ۔ سگریٹ (جو میرے پاس نہیں ہے)
چھتری ۔ دفتر
چھتری ۔ دفتر کی فائلیں
چھتری ۔ پبلک ریلیشنز
چھتری ۔ عوامی تنقید
چھتری ۔ باس کی گھڑکی
چھتری ۔ بیوی بچے
چھتری ۔ پیٹ

چھتری ایک اور نہ جانے کیسے کیسے رشتے۔ بیوی نے ایک دوسری چھتری تھما دی۔ جو کھلتی بھی تھی اور بند بھی ہوتی تھی۔ اسپرنگ کے جھٹکے بھی زیادہ کمزور نہ تھے۔ نہ جانے کہاں چھپی بیٹھی تھی یہ چھتری۔ اور یہ چھتری مجھے لے کر گھر سے باہر نکل آئی۔ چھتری کے گھیرے میں سر گھسائے ایک فٹ پاتھ سے اُتر کر دوسری فٹ پاتھ پر چڑھا ہی تھا کہ دبے دبے قہقہے سنائی پڑے۔ آس پاس ادھر ادھر دیکھا، دور دور تک اس بارش میں کوئی نہ تھا۔ البتہ اوپر نہیں دیکھ سکتا تھا کہ میرے سر پہ چھتری کی گنبد مسلط تھی۔ کچھ دور تک ہنسی میرا پیچھا کرتی رہی۔ مگر اچانک ایک ہنسی میرے کان کے قریب کھنکی۔ پھر کچھ بدبدانے کی آواز ملی۔ لہجہ جنوبی تھا۔ میں نے سنبھلنے کی کوشش کی۔ مگر اس نے سیدھا سوال کر ہی لیا۔

"کہاں سے ملی یہ چھتری؟"
"گھر سے"
"ونڈرفل"

یہ کہہ کر آگے بڑھ گئی وہ۔ مگر ہنسی کی بازگشت سے چھتری کی گنبد میں یونہی باقی رہی۔ بازار قریب تھا۔ وہاں داخل

ہوا تو پچھلے دوکاندار نے آواز لگائی — "آؤ بھائی کھلونے والے ۔" میں نے مڑ کر دیکھا تو وہ بھبھک کر ہنس پڑا۔ بڑی مشکل سے چشمے کا فریم درست کرسکا، جواب گرنے والا ہی تھا۔ فریم کو ناک پر مزید جماتے ہوئے میں ایک دوکاندار سے مخاطب ہوا۔

"ایک بلیڈ دینا ۔"

"بلیڈ ! یعنی کہ کس کے لیے؟"

"ابھی تو کلین ہے ۔ کل دکھا سکتا ہوں ۔"

"وہ تو ٹھیک ہے۔ مگر یہ چھتری !" (ہنسی)

"اس میں ہنسنے کی کیا بات ہے۔ کیا بارش..."

"اس چھتری کا بارش سے کیا تعلق ؟"

"تمہاری ان باتوں سے میرا کیا تعلق ۔ پیسے لو اور بلیڈ دو ۔"

"کل داڑھی لے کر آنا تب لے جانا۔ ہمارے یہاں بالغوں کو بلیڈ دیا جاتا ہے، سمجھے ۔"

"لکھ کر ٹانگ دو کہ دوکان صرف بالغوں کے لیے ہے ۔"

"او بھائی چھتری والے ۔"

"اب کیا ۔"

"جب بارش ہوا کرے تو چھتری لے کر باہر نہ نکلا کرو۔ ورنہ...."

"ورنہ کیا ؟"

"ورنہ ہنستے ہنستے دوکانداری چوپٹ ہو جائے گی اور بال بچے برباد ہو جائیں گے ۔"

کیوں ہنستے ہیں لوگ۔ کیا کمی ہے اس چھتری میں! اس میں گھیر ابھی ہے۔ اسپرنگ میں جھٹکا بھی ہے۔ سر کو پانی سے بچاتی بھی ہے آخر، آخر؟....

"ارے بھائی اتنی بڑی چھتری لیے بازار میں کیوں گھسے چلے آتے ہو؟"

"کیوں ؟"

راستہ جام ہو جائے گا اور دوکانداری چوپٹ ۔"

"وہ کیسے ؟"

(اجتماعی ہنسی)

"ہمیں ہنسنے کی فرصت نہیں... آگے بڑھو ۔"

تو یہ چھتری۔ مگر اسے کیسے بند کروں؟ بغیر اس کے چلنا مشکل۔ بھیگ گیا تو زکام، بخار اور پھر دفتر میں ناغہ، علاج پر غیر ضروری خرچ ۔

"عجیب آدمی ہیں آپ۔ اپنی چھتری میری چھتری میں گھسائے دے رہے ہیں ۔"

"اجی ! یہ اپنی چھتری کو بھیگنے سے بچانا چاہتے ہیں ۔"

"دور ہی رکھئے اسے۔ میری چھتری کا زبردست نقصان ہو جائے گا۔" ایک ٹھہاکہ

"ہونہہ نقصان ! نقصان تو تب ہوگا جب اللہ میاں تمہاری ہنسی کا حساب کریں گے۔ ہر چیز کی ایک قیمت ہوتی ہے۔ یہ بازار ہے۔ یہاں بے شے کیا معنی۔؟"

"کیوں صاحب کن معنوں میں گم ہیں آپ؟ کچھ خبر ہے آپ کو؟"

"کیسی خبر ؟" میں چونکا۔

"یہی کہ آپ کی یہ چھتری بھیگ رہی ہے ۔"

"بارش ہوگی تو بھیگے گی ہی ۔"

"جی ! چھتری نہیں آپ کا سر بھیگ رہا ہے ۔" ایک خریدار نے ہانک لگائی۔

"چو رہی ہے۔" دوسرا بولا

"چو نہیں رہی ہے۔ گل رہی ہے۔ آخر کاغذ کی چھتری کب تک ؟"

"بھیا کل تمہارے بچے کس چھتری سے کھیلیں گے ۔"

"ٹھیک ہے یار۔ کل کھلونے والا آئے گا۔ مل جائیگی چھتری ۔"

"ہر کھلونے والے کے پاس چھتری نہیں ہوتی۔ کوئی کوئی بیچتا ہے ۔"

"اور تم سب کو اس کی کیا فکر۔ بچے میرے، چھتری میری۔ کسی طرح سر بچاتا ہے۔ مگر اب تو..."

میرے جواب سے لاتعلق سب کے سب ہنسنے لگے میں قہقہوں سے ریس کرتا ہوں انھیں شکست دینے کی خاطر چھتری سمیت ان سے آگے بھاگنے کی کوشش کرتا ہوں ۔ بے تحاشہ بھاگتا ہوں اور اس دوڑ میں پھسلنا تھا پھسل کر گر پڑا ۔ چوٹ سہلاتے ہوئے زمین سے اٹھنے کی کوشش کی۔ بڑی مشکل سے گردن اٹھا سکا۔ ننگے

پاؤں زمین سے انگلیاں گڑائے کھڑی تھی ایک لڑکی۔ نیکر پہ فراک اور وہ بھی کہیں کہیں سے مسکا ہوا۔ ایک ہاتھ میں سودے کی بوری۔ پلاسٹک کی بوری میں جام، جیلی، مکھن، پنیر، نٹری نگٹ، نس کافے، ڈرائی فروٹ سب بھرے کیلے کاغذوں میں پیک۔ دوسرے ہاتھ میں بڑے گھیرے والی بہت ہی قیمتی ست رنگی چھتری جس سے وہ اپنا سارا وجود اور سودے کی بوری بچائے ہوتے تھی۔ بارش ویسے ہی ہو رہی تھی۔ میں کسی طرح اٹھا اور اپنی جھینپ مٹاتے ہوئے جانے لگا ۔

"آپ کی چھتری۔" اس نے مجھے ٹوکا۔

"او۔ ہاں ۔"

"لیجئے ۔"

"شکریہ ۔"

چھتری مکمل گل چکی تھی ۔ لکڑی کی ننگی کمانیاں اسپرنگ پر اڑی ہوئی تھیں۔ غرض اب یہ کسی کام کی نہ تھی۔ مگر اس سے ایک کام اب بھی لیا جا سکتا تھا۔ اسے اوڑھ کر اس غمزدہ لڑکی کو ایک بار ہنسایا جا سکتا ہے اور پھر میں نے جھٹ سے وہ چھتری اوڑھ لی اور اس کے آگے آگے چلنے لگا۔ میرے کان اس کے قہقہے کے لیے تیار ہو گئے ۔ مگر— وہ بالکل نہیں ہنسی۔ مڑ کر دیکھا ۔ بڑے گھیرے والی ست رنگی چھتری دور پڑی تھی۔ وہ بھیگ کر شرابور دھیرے دھیرے آگے بڑھ رہی تھی ۔

اور پلاسٹک کی بوری میں سب کچھ محفوظ تھا ۔

(آکاشوانی لکھنؤ سے نشر)

انیس رفیع
پروگرام ایگزیکیٹو
آکاشوانی کلکتہ ۔ کلکتہ

تشنہ لبی

پونم

میری زندگی کا ایک جز بن چکی تھی اس کے بغیر میری زندگی ادھوری دکھائی دیتی تھی۔

جب میں اس کے شہر میں پڑھنے کے لئے آیا تو میرے سامنے سب سے بڑا مسئلہ رہنے سہنے کا تھا۔ میرا ایڈمیشن فرسٹ ائیر میں ہو چکا تھا اور میں اپنے ایک کلاس فیلو کے ساتھ وقتی طور پر ہوسٹل میں ٹھہرا ہوا تھا۔ ہوسٹل میں اب کوئی کمرہ خالی نہیں تھا اس لئے مجبوراً شہر کے مکانوں میں کمرے کی تلاش میں نکل پڑا۔ کئی دنوں کی دوڑ دھوپ کے بعد ایک چھوٹا سا کمرہ کرایے پر مل گیا۔ اس کمرے میں دو دروازے تھے ایک گلی کی طرف کھلتا تھا اور دوسرا مکان کے اندر کی جانب۔ میری آمد و رفت گلی والے دروازے سے ہوتی۔ مکان پرانا تھا اور یہ کمرہ غالباً ڈرائنگ روم کے طور پر استعمال کیا جاتا رہا ہوگا۔ ایسا محسوس ہوتا جیسے اس مکان میں کوئی بھی فرد نہیں۔ کبھی کبھی سلائی مشین کے چلنے کی آواز کسی کی موجودگی کا پتہ دیتی۔ بعد میں مجھے یہ پتہ چل گیا کہ اس گھر میں بس دو ہی افراد ہیں۔ ماں اور بیٹی۔ کبھی اس گھر میں چار افراد تھے۔ باپ کا انتقال تو بہت پہلے ہی ہو چکا تھا دوسرا ایک جوان بیٹا تھا وہ بھی کچھ عرصہ قبل ایک حادثے میں فوت کر گیا تھا۔

شروع شروع میں مجھے اس نئے شہر اور مکان کے اس چھوٹے سے کمرے میں ایک عجیب سی گھٹن کا احساس ہوتا۔ اس لئے میں اکثر اپنے دوستوں کے پاس ہوسٹل چلا جاتا یا پھر کمرے میں ہی کتابوں سے دل بہلایا کرتا۔ کبھی کبھی فلم کا پروگرام بنتا تو دوستوں کے ساتھ فلم دیکھنے نکل جاتا۔ لیکن مجھے سیر سپاٹے سے اتنی دلچسپی نہیں تھی۔ میں تنہائی کو ہمیشہ پسند کرتا تھا مگر نہ معلوم کیوں یہاں آنے کے بعد کمرے کی تنہائی کاٹنے کو دوڑتی تھی۔

ایک دن رات کے وقت اپنے کمرے میں مطالعہ میں محو تھا کہ اچانک مجھے محسوس ہوا جیسے کوئی سایہ میرے سامنے سے رینگ گیا ہو۔ لیکن جب ادھر ادھر نگاہ دوڑائی تو وہاں کچھ بھی نہیں تھا۔ لیمپ کی روشنی آنکھوں کے سامنے ہوتے ہوئے بھی دریچہ سے باہر کی چیز صاف نہیں دکھائی دیتی تھی۔ اس طرح کئی بار

ابوالکلام عزیزی

ہوا۔ اور ایک دن جب وہ سایہ دکھائی دیا تو میں تیزی سے دروازے کی طرف لپکا۔ اور مجھے یہ دیکھ کر حیرت کی انتہا نہ رہی کہ وہ ایک حسین نازک سی لڑکی تھی جو اچانک پکڑے جانے پر شرم سے پانی ہو رہی تھی اور سمٹ کر ایک کونے میں دبک گئی تھی۔ میں اپنی اس حرکت پر شرمندہ سا ہو گیا، اور اس سے کچھ بولے بغیر پلٹا ہی تھا کہ اس کی آواز میرے کانوں سے یوں ٹکرائی جیسے اچانک جل ترنگ بج اٹھا ہو۔

"سُنئے ...!"

میں رُک گیا۔ پھر اس نے شرماتے ہوئے کہا۔

"میں آپ ہی سے ملنے کے لئے آئی تھی، میں اُسی مکان میں رہتی ہوں، میری ماں نے یہ پوچھنے کو بھیجا ہے کہ اگر آپ کے وقت ہو تو مجھے کچھ دیر کے لئے پڑھا دیا کریں" اُس نے رُک کر جملہ پورا کیا۔

میں بجائے اس کے کہ اس کو کوئی جواب دیتا میں ٹکٹکی لگا کر اس کو دیکھنے لگا، اور جب اس نے اپنا جملہ دُہرایا تو میں چونک اٹھا — "ہاں' ہاں کیوں نہیں میرے پاس وقت ہی وقت ہے — تم کون سے کلاس میں پڑھتی ہو؟"

"میں دسویں کلاس میں پڑھتی ہوں۔ میری انگریزی ذرا کمزور ہے۔ اس میں مجھے تھوڑی مدد کی ضرورت ہے"

دوسرے روز سے پونم میرے پاس پڑھنے کو آجایا کرتی۔ اس کے بارے میں میرا اندازہ تھا کہ وہ شرمیلی اور کم بولنے والی ہے مگر یہ اندازہ بالکل غلط ثابت ہوا۔ وہ دھیرے دھیرے اتنا گھل مل گئی کہ اکثر دیر تک اِدھر اُدھر کی باتیں کیا کرتی۔ اس کی آنکھوں میں جھیل کی گہرائی تھی اور میں اس گہرائی میں اُترتا چلا گیا۔ پونم نے اپنے دل کے دروازے میرے لئے وا کر دیے اور میں اس میں داخل ہو گیا مگر اس نے اس کا اظہار کبھی اپنی زبان سے نہیں کیا۔ وہ ایک پُراسرار لڑکی تھی۔ ایک معمہ تھی جس کو سمجھنا مشکل تھا۔ اس کی زندگی ایک کہانی تھی، ایسی کہانی جس میں بہت سی کہانیاں سسک رہی ہوں۔

پونم اپنی ماں کے ساتھ بالکل اکیلی تھی۔ اس کی ماں سلائی کڑھائی کر کے اپنا اور پونم کا پیٹ پال رہی تھی۔ اسی سے پونم کی پڑھائی کا خرچ بھی کسی طرح پورا ہو رہا تھا۔ اس کی ماں چاہتی تھی کہ وہ پڑھ لکھ لے تو اچھا سا بر ڈھونڈ کر اس کا بیاہ کر دے گی پھر اپنی زندگی کسی طرح کاٹ لے گی۔ اس کی یہ سب سے بڑی خواہش تھی جس کے لئے وہ رات دن زیادہ سے زیادہ محنت کرتی اور روپے اکٹھا کرتی۔

میں پونم کے خاندان کا ایک فرد بن چکا تھا۔ پونم کی ماں ہر معاملے میں مجھ سے مشورہ ضرور کرتی۔ اُس کے ہر دُکھ سُکھ کا میں ساتھی تھا۔ وہ اکثر کہتی "بیٹا تجھے دیکھ کر ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے مجھے میرا رمیش مل گیا ہو۔ بالکل تیرے ہی جیسا تھا وہ — مگر آہ! موت کے بے رحم ہاتھوں نے اسے جوانی ہی میں مجھ سے چھین لیا۔ وہ رونے لگتی اور میں سمجھانے کی کوشش کرتا۔

ایک دن پونم میرے پاس آئی وہ بہت پریشان حال نظر آ رہی تھی۔ میرا دل دھڑکنے لگا میں نے اس سے نرمی سے پوچھا "کیا بات ہے پونم؟"

"میری ماں کو رات سے بخار ہے اور سینے میں درد ہے"، پونم نے اداسی سے جواب دیا۔

"ارے اس میں گھبرانے کی کیا بات ہے۔ سب ٹھیک ہو جائے گا" میں نے ڈھارس بندھاتے ہوئے کہا۔

"ماں کو اگر کچھ ہو گیا تو" وہ رو پڑی۔

"نہیں پونم ایسا مت سوچو کسی اچھے ڈاکٹر کے پاس لیجاؤ تمہاری ماں بالکل ٹھیک ہو جائے گی" میں نے مشورہ دیتے ہوئے جواب دیا۔

"لیکن میرے پاس اتنے پیسے کہاں جو اچھے ڈاکٹر سے علاج کرا سکوں"، پونم نے مایوسی سے کہا۔

"میں نے اپنے بکس سے سو روپے کا نوٹ نکال کر پونم کو دیتے ہوئے کہا "پونم تم اسے رکھ لو اور اپنی ماں کو کسی اچھے ڈاکٹر کے پاس لے جاؤ۔ چلو میں بھی چلتا ہوں" پونم روپے لینے کو تیار نہیں تھی مگر میرے بار بار اصرار کرنے پر اُس نے لے لیا۔

پونم کی ماں کو بڑے ڈاکٹر سے دکھلایا گیا۔ وہ ٹھیک ہوتی جا رہی تھی مگر اس بیماری نے پونم کو بڑی مشکلات میں مبتلا کر دیا تھا۔ پیسے پانی کی طرح بہہ رہے تھے۔ پونم نے حالات سے نپٹنے کے لئے دو جگہ بچیوں کو ٹیوشن بھی پڑھانا شروع کر دیا تھا اور کسی حد تک اپنی پریشانی پر قابو پالیا تھا۔

پونم میٹرک اچھے نمبر سے پاس کر چکی تھی۔ میرا انٹر ڈایئر کا امتحان ختم ہو چکا تھا۔ اور کالج بھی بند ہو گیا تھا میں اس موقع پر گھر جانا چاہ رہا تھا۔ پونم کے لئے میں نے جو کچھ فیصلہ کیا تھا اس کی خبر اپنے والدین کو کرنا ضروری تھا — لیکن میرے ساتھ بڑی مجبوری درپیش تھی کیونکہ میں ابھی بے کار تھا اور جب تک گریجویشن نہیں کر لیتا اچھی نوکری ملنی مشکل تھی۔ پھر بھی پونم کے لئے تو کوئی فیصلہ کرنا ہی تھا۔

میں گھر چلا آیا۔ پونم کی چٹھی آتی، وہ اپنی ماں کے بارے میں لکھتی رہی۔ اس کی ماں اب بالکل ٹھیک ہو چکی تھی۔ پھر اچانک پونم کا خط آنا بند ہو گیا۔ میں نے کئی خط لکھے مگر کوئی جواب نہیں آیا۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا بات ہوئی۔ پونم بیمار تو نہیں ہو گئی۔ طرح طرح کے خیالات دل میں آتے اور مجھے الجھن سی ہونے لگی۔

میری چھٹیاں ختم ہو چکی تھیں۔ اور میں شہر آنے کی تیاری کر رہا تھا۔ میں پھولے نہیں سما رہا تھا۔ میرے فیصلے سے میرے والدین بھی رضامند تھے۔ یہ سوچ کر کہ جب میں پونم کو اپنا فیصلہ سناؤں گا تو وہ شرم سے دوہری ہو جائے گی، میں خوشی سے جھوم جھوم اٹھتا۔

گاڑی شہر کی طرف تیزی سے بڑھتی جا رہی تھی۔ میرے دل کی دھڑکنیں اس طرح تیز ہوتی جا رہی تھیں۔ آخر خدا خدا کر کے منزل آگئی شام ڈھل چکی تھی۔ بجلی کی روشنی میں سارا شہر بے حد خوبصورت دکھائی دے رہا تھا سیاہ آسمان میں تارے یوں دکھائی دے رہے تھے جیسے کسی دلہن کی مانگ میں تارے ٹانک دیئے گئے ہوں اور ایسے میں مجھے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے پونم دلہن بنی بیٹھی ہو اور میں گھونگھٹ اٹھانے والا ہوں۔ میں کھو سا گیا تھا اور میں اس وقت چونک پڑا جب قلی نے مجھ سے پوچھا "بابو جی کیا سامان لے چلنا ہے؟"

میں نے جلدی سے سامان قلی کے سر پر رکھا اور اسٹیشن کے باہر آیا۔ رکشے پر سامان اتروا کر ڈیرہ کی طرف چل دیا۔ پونم سے ملنے کی بے تابی بڑھتی جا رہی تھی۔ گرچہ رکشے والا تیزی سے چلائے جا رہا تھا مگر مجھے اس کی رفتار چیونٹی جیسی لگ رہی تھی۔ میں نے جھنجلاہٹ میں اسے کئی بار ڈانٹ دیا۔ لیکن شاید اسے میری بے چینی کا احساس نہیں تھا۔ وہ اپنی رفتار سے بڑھتا رہا۔ آخر وہ منزل آہی گئی — اور جب میں نے اپنے کمرے کا دروازہ کھولا تو عجیب سی اجنبیت کا احساس ہوا۔ میں نے جلدی جلدی کمرہ درست کیا تاکہ پونم کو اپنے آنے کی خبر دے دوں۔ اتنے ہی میں میری نظر دروازے کے پاس ایک لفافے پر پڑی۔ اس کی تحریر بالکل جانی پہچانی سی تھی۔ یہ تو پونم کی چٹھی تھی لفافہ کھولا تو اس میں ایک دعوتی کارڈ اور خط تھا۔ میں جلدی سے اسے پڑھنے لگا۔

"آپ کے گھر جانے کے ایک ماہ بعد میری ماں نے ایک جگہ میری بات پکی کر دی اور اگلے مہینے کی ۲۱ تاریخ کو میری شادی ہے۔ ماں کہہ رہی تھی آپ ایسے وقت میں غائب ہو گئے جب کہ انہیں آپ کی مدد کی بہت ضرورت تھی میں نے کئی بار سوچا کہ اس کی خبر آپ کو دوں مگر نہ جانے کیوں میں ہر بار ناکام رہی۔ بھلا بھائی سے ایسی بات چھپائی جاتی ہے۔ آپ نے مجھے جو پیار دیا ہے اسے میں کبھی بھلا نہیں سکتی۔ رمیش بھیا کی کمی آپ نے پوری کر دی۔ اب آپ ہی کو سب کچھ کرنا ہے"

آپ کی بہن

پونم

میرے ہاتھ سے لفافہ چھوٹ کر زمین پر گر پڑا اور تمناؤں کے محل ریت کی دیوار کی مانند ڈھ گئے۔

(پٹنہ سے نشر)

ابوالکلام عزیزی
بہار اردو اکاڈمی ۔ پٹنہ ۱؎

یہ بھنور

م م راجندر

کیسی سونی اور بے کیف گھڑی تھی۔ دوپہر کے لمبے اور اکتا دینے والے سائے درختوں اور دیواروں کے ساتھ ساتھ بالکل گائے بھینسوں کی طرح پڑے اونگھ رہے تھے۔ ہر چیز پر مردنی سی چھائی ہوئی تھی اور ایسا معلوم ہوتا تھا یہ اداسی اور نحوست کبھی ختم نہ ہوگی۔ ایسے میں کسم ایک حیران اور کھوئی ہوئی لڑکی کی مانند ایک درخت سے لگی ہوئی کھڑی تھی۔ ابھی ابھی ونود اس سے رخصت ہوا تھا اور چند گھنٹوں میں وہ ہوائی جہاز سے پہلے بمبئی اور وہاں سے ایک دن کے قیام کے بعد جرمنی کے لیے روانہ ہو جائے گا۔ وہ دو سال کی ٹریننگ اور پڑھائی کے لیے جا رہا تھا اور اس نے کسم کو ایک پرچہ لکھ کر بھجوا دیا تھا کہ وہ اسے بھول جائے تو بہتر ہوگا کیونکہ وہ جرمنی سے انگلینڈ اور انگلینڈ سے امریکہ چلا جائے گا اور پتہ نہیں کتنے سالوں بعد لوٹے گا۔ کسم کو یہ پرچہ ملا تھا تو اس کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا سا چھا گیا تھا اور اس نے اپنا دل ڈوبتا ہوا سا محسوس کیا تھا۔ اس درخت کے تلے کسم نے اس سے یہ آخری ملاقات کی تھی۔

اگرچہ ونود چلا گیا تھا لیکن کسم وہیں چپکی کھڑی تھی۔ وہ حیران تھی کہ اپنا سب کچھ لٹانے کے بعد وہ اب کہاں جائے اور کیا کرے زندگی کے لمبے اور سونے دن، مہینے اور سال نہ جانے کیسے گزریں گے۔ اسکی محبت کا یہ انجام ہوگا' اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا۔ ونود اچانک یوں بدل جائے گا، وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔ اسے یہ محسوس کر کے بڑا دکھ ہوا کہ عورت کتنی بھولی اور مجبور تھی اور مرد کتنی جلدی بدل جاتے ہیں۔

اس نے رومال سے اپنے آنسو خشک کیے اور لڑکھڑاتے ہوئے قدموں سے آگے بڑھی۔ میں اب گھر کیسے جاؤں گی، وہ سوچنے لگی اور پھر وہ جیسے جذبات سے مغلوب ہو گئی ہو، وہ خود ہی بڑبڑائی: "نہیں میں اسے برداشت نہیں کر سکتی، کبھی نہیں کر سکتی۔"

وہ آہستہ آہستہ چل کر بازار کی طرف مڑ گئی۔ وہ اب رو تو نہیں رہی تھی مگر اس کا چہرہ درد اور دکھ کی تصویر تھا اور اسکی چال میں ہلکی سی لغزش تھی۔ وہ بازار کی بھیڑ میں سے گزر رہی تھی اور کھوئی ہوئی سی گزرتی ہوئی کاروں، ٹیکسیوں اور سائیکلوں کو بے مقصد دیکھ رہی تھی۔ ایک جگہ سڑک کے کنارے پر چند کبوتر نیچے پڑے ہوئے اناج کے دانوں کو کھا رہے تھے وہ یونہی سوچنے لگی کہ یہ دانے یہاں کس نے گرائے تھے۔ وہ کبوتر کے ذرا قریب پہنچی ہی تھی کہ کبوتر پھڑ پھڑا کر اُڑ گئے اور اسکی نظریں ان کے پیچھے پیچھے پرواز کر گئیں۔ پھر اس نے ایک شور سا سنا اور اس نے دیکھا کہ ایک سپاہی ڈنڈا لیے چند لڑکوں کے پیچھے بھاگ رہا تھا جو شاید کوئی شرارت کر کے دوڑے تھے۔ وہ سوچنے لگی کہ اس دھرتی پر ہر جگہ کتنا شور، کتنا انتشار اور خلل ہے۔

اور یہ آج کا دن کسم کے لیے کتنا منحوس تھا، وہ اسے زندگی بھر نہیں بھولے گی۔ وہ کتنی پژمردہ، تھکی تھکی اور بیمار سی محسوس کر رہی تھی۔ وہ شاذ ہی بیمار پڑتی تھی اور ایسی تھکاوٹ تو اسے آج تک نہیں ہوئی تھی۔ اسے اچانک محسوس ہوا کہ وہ کچھ کانپ سی بھی رہی ہے۔ اس نے اپنا پرس کھولا اور اس میں رومال رکھ دیا۔ پھر اس نے ایک رکشہ والے کو آواز دی اور اسے نہر پر چلنے کو کہا۔

نہر پر بہت سے لوگ ادھر ادھر گھوم رہے تھے۔ کسم ذرا آگے چل کر سائے میں پڑے ہوئے ایک پتھر پر بیٹھ گئی۔ نہر کا سفید پانی تیزی سے اچھلتا ہوا بہہ رہا تھا۔ اس نے اپنا پرس پھر کھولا اور اس میں سے ریشمی ربن سے بندھا ہوا خطوط کا ایک چھوٹا سا بنڈل نکالا۔ یہ خطوط ونود نے اسے لکھے تھے اور کسم نے انہیں جان سے زیادہ عزیز رکھا ہوا تھا۔ اس نے ایک سرد آہ بھری اور ان خطوں کو نہر میں پھینک دیا۔ خطوں کا یہ پلندہ پانی کی تہوں پر اچھلتا کودتا جلد ہی دور چلا گیا۔ پھر اس نے پرس میں سے خوبصورت سا پین نکالا جو ونود نے اسے دیا تھا اور اسے بھی نہر میں پھینک دیا۔

اس طرح یہ یادیں، محبت کی کچی بنیادیں دفن ہو گئیں۔ پین ایک ہی لمحے پر غرقاب ہو گیا تھا۔ اس کے خطوں کا بنڈل بھی اب اسکی نظروں سے اوجھل ہو گیا تھا۔ نہر کے پانی میں جگہ جگہ بلبلے ابھر رہے تھے اور ڈوب رہے تھے۔ کسم نے اپنا سر گھٹنوں میں سما لیا اور انتہائی ضبط کے باوجود آنسوؤں کا ایک بڑا بادل اس کی آنکھوں میں ہجوم آیا۔ اس نے ونود سے کہا تھا۔

"اگر آپ واقعی مجھ سے پیار کرتے ہیں تو مجھ سے شادی کر کے چلے جائیے یا پھر اپنا وعدہ تو نہ توڑیئے۔ میں آپ کے ساتھ بھی چل سکتی ہوں اور اتنی پڑھی لکھی ہوں کہ اپنے پاؤں پر کھڑی ہو جاؤنگی اور آپ کی مدد ہی کروں گی۔ میں یہاں بھی ساری عمر آپ کا انتظار کر سکتی ہوں۔ آپ کبھی نہ کبھی تو لوٹیں گے ہی۔ عورت کی انتظار کی آنکھیں تو کبھی نہیں تھکتیں۔"

لیکن ونود کے دل میں وہ رحم، اس کی وہ فطری اداسی نہ جانے کیسے ختم ہو گئی تھی۔ وہ کسی بھی بندھن میں بندھنے کو تیار نہیں تھا اور اس نے صاف کہہ دیا تھا کہ اس کے حالات بدل گئے ہیں اور وہ بالکل مجبور ہے۔ اس نے کسم کو یہ صلاح دی تھی کہ وہ اسے بالکل بھول جائے!

اور کسم سوچنے لگی بھلا وہ ان ساری باتوں کو کیسے بھلا سکے گی۔ پیار کوئی مٹی کا کھلونا تو نہیں تھا جسے جب چاہے کوئی بنا لے اور توڑ دے۔ ونود کے ساتھ بیتا ہوا لمحہ لمحہ اس کے دل کی دھڑکنوں کا آئینہ تھا۔ جہاں تک کسم کا تعلق تھا اس نے ونود کو دل سے چاہا تھا اور ایک حقیقت کو وہ اب کیسے ایک سپنا سمجھ سکتی تھی۔

کیا عورت ہمیشہ اتنی مجبور رہے گی۔ کیا اس کی قسمت میں سدا دکھ سہنا ہی لکھا ہے۔ کسم چلتی چلتی سوچتی رہی اور یہ سوچتے سوچتے وہ توشی کی کوٹھی پر پہنچ گئی۔ اگر وہ ونود سے ملنے نہ جاتی تو یہاں اسے دو گھنٹے پہلے پہنچ جانا چاہیے تھا۔ اس نے کوٹھی میں داخل ہونے سے پہلے اپنے پرس کے آئینے میں دیکھ کر اپنے آپ کو ٹھیک کیا اور اپنی ساڑی کی تہوں کو سنبھالا۔ توشی کی ممی باہر ہی اپنے باغ میں کھڑی تھی کسم کو دیکھتے ہی مسکرا کر بولی۔

"ہیلو کسم سناؤ اچھی تو ہو"

"ہاں آنٹی بالکل اچھی ہوں۔ آپ سنائیے۔ توشی ہے؟"

"ہاں پیچھے والے کمرے میں بیٹھی ہے۔"

کسم پیچھے کے کمرے کی طرف چل دی۔ اس نے اپنی گھڑی دیکھی، پانچ بج چکے تھے اور دھوپ کافی سمٹ چکی تھی آخر میں توشی کا چھوٹا بھائی ڈبو اپنا ڈاگ ہاؤس پینٹ کر رہا تھا۔ کسم نے اسے ہیلو کہا تو وہ بولا۔

"دیدی ڈانس کر رہی ہیں اور مجھے اپنے کمرے میں آنے نہیں دیتیں۔"

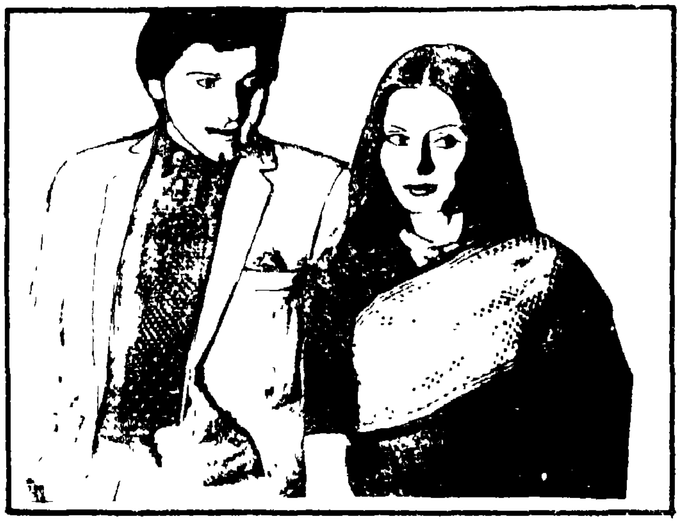
کسم نے توشی کے کمرے کے دروازے کو جو کھلا ہوا ہی معلوم ہوتا تھا ہلکے سے کھٹکھٹایا۔ توشی دروازے پر فوراً آگئی۔ توشی کا چہرہ کسم کو دیکھتے ہی کھل اٹھا۔ وہ ایک بہت ہی خوبصورت گلابی رنگ کا اسکرٹ پہنے ہوئے تھی اور اس کے پاؤں میں رقص کے جوتے تھے۔ توشی اس وقت بہت دلکش لگ رہی تھی اور اس کا تمام چہرہ ایک تازہ کھلے ہوئے گلاب کے پھول کی سی تازگی اور سرخی لیے ہوئے تھا۔ وہ تقریباً بیس سال کی اور بہت متناسب جسم کی ایک سرو قد لڑکی تھی اور اس کے بالوں میں بچپن کا سا سنہرا پن بکھرا ہوا تھا۔ وہ کسم کی کمر میں ہاتھ ڈال کر اسے اندر لے آئی اور اپنے نیلے صوفے پر بٹھا دیا۔ ریکارڈ پلیئر میں ذرا اونچی آواز میں ڈانس کی ٹیون بج رہی تھی۔ توشی اپنے سکرٹ کو لہرا کر غالیچے کے وسط میں کھڑی ہو گئی اور اپنے ہاتھوں کو رقص کی ٹیون سے ہم آہنگ کر کے بولی۔

"کسم ذرا دیکھ میرے پاؤں ٹھیک پڑتے ہیں؟"

توشی کے پاؤں تقریباً ٹھیک ہی پڑ رہے تھے۔ توشی کے لباس، بالوں کی دلفریب خوشبو اور دوسری تیاریوں سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ شاید شام کو کہیں جا رہی ہے۔ توشی بھی ایک حسین لڑکے سے پیار کرتی تھی۔ اس کا نام گلشن تھا اور وہ بھی توشی کو بہت چاہتا تھا۔ کسم نے سوچا کہ شاید آج توشی اور گلشن ڈانس میں جا رہے ہیں۔ کسم نے پوچھا۔

"توشی آج تو تو خوشی کے مارے پھولے نہیں سما رہی ہے گلشن کے ساتھ کہیں جا رہی ہے کیا؟"

"ہاں آج شام کو کلب میں ڈنر اور ڈانس ہے اور گلشن





سے ٹیپ بک کرالی ہے۔ میں چا چا کی پریکٹس کر رہی ہوں۔ تو جانتی ہے وہ اس کا دیوانہ ہے۔"

"مگر" کسم بولی "یہاں تو فلور اتنا چھوٹا ہے۔ ڈرائنگ روم کے فرش پر ٹھیک رہنا۔"

"کسم میرا پاؤں کبھی کبھی غلط پڑ جاتا ہے — میں نہیں چاہتی کہ کوئی مجھے دیکھے۔ ذرا دیکھ میں پھر ریکارڈ لگاتی ہوں۔"

توشی رقص کرنے لگی۔

توشی رقص کرتی ہوئی بہت ہی اچھی لگ رہی تھی۔ وہ اپنے سکرٹ میں بالکل ایک تھرکتی ہوئی، اچھلتی ہوئی انار کلی معلوم ہو رہی تھی۔ شاید ڈانس کی ٹیون کے ساتھ قدم ملانے سے زیادہ ضروری ایک خوبصورت سرو قامت جسم، ٹہنی کی طرح لچکیلی کمر اور سڈول پنڈلیاں ہیں اور توشی ان خصوصیات کی مالک تھی۔ کسم اپنے غم میں ڈوبی ہوئی بھی صوفے پر پڑی توشی کو دیکھ رہی تھی۔ کسم بھی بہت حسین چہرے اور دلکش جسم کی لڑکی تھی لیکن اس وقت توشی میں اور اس میں چڑھتے اور ڈوبتے ہوئے سورج کا فرق تھا۔

اچانک توشی قدم روک کر بولی

"کسم تیرے بغیر کام نہیں چلے گا۔ اٹھ نا اتنی سست کیوں ہو رہی ہے۔ چھ بجے گلشن آ جائے گا۔"

اور توشی نے کسم کو صوفے پر سے گھسیٹ لیا اور اس نے ریکارڈ کی آواز تیز کر دی۔ کسم ایک لمحے کے لیے اپنے حادثے اور غم کو بھول گئی اور وہ توشی کو اپنی باہوں میں لینے ہی والی تھی کہ برابر کے کمرے میں ٹیلی فون کی گھنٹی بجی اور توشی پیچھے ہٹتی ہوئی بولی۔

"ایک منٹ — یہ فون گلشن کا ہوگا۔"

اور یہ کہہ کر توشی لپک کر برابر کے کمرے میں گئی اور اس نے آہستہ سے بیچ کا دروازہ بند کر لیا۔ ایسا اس نے شاید عادتاً کیا تھا ورنہ توشی اور کسم میں کوئی راز نہیں تھا۔ خود کسم کی اپنے گھر میں یہ عادت تھی۔ وہ لوٹی تو اس کے چہرے پر ایک بڑی دلآویز سرخی تھی۔ وہ تیزی سے بولی۔

"کسم! گلشن اب آدھ گھنٹے میں آ جائے گا۔ چل تھوڑی سی پریکٹس کرنے ہیں۔"

کسم نے توشی کو اپنی باہوں میں لے لیا اور وہ دونوں تلملنے لگیں۔ ون ٹو تھری — دونوں ایک دوسرے کو آگے پیچھے دھکیل رہی تھیں۔ توشی کے پاؤں اب بالکل ٹھیک پڑ رہے تھے جیسے وہ صرف کسی دوسرے کی باہوں کے محتاج تھے۔

"ہاں بالکل ٹھیک ہے" کسم بولی۔ "تو تو غضب کا ڈانس کر رہی ہے" اور وہ دونوں تقریباً تمام کمرے میں ایک دوسرے کو دھکیل رہے تھے۔ توشی نے قدرے ہانپتے ہوئے پوچھا۔

"لیکن اس ڈانس میں رکتے کیسے ہیں؟"

"ایسے اچھے رقص میں رکنا کون ہے توشی۔" کسم بولی۔

"اتنی خوشی اور ہم آہنگی زندگی میں کہاں ملتی ہے۔" کسم کچھ کھوئی ہوئی سی تھی اور چند لمحوں کے بعد اس نے اچانک اپنے قدم روک دیے۔ سامنے لگے ہوئے آئینے میں توشی کی میز پر رکھے ہوئے گلاب کے پھول جو اس نے اپنے ہی باغ میں سے گلشن کے لیے توڑے تھے، صاف نظر آ رہے تھے اور کسم نے دیکھا کہ اس حسین پس منظر میں اس کا چہرہ بہت بھیانک نظر آ رہا تھا اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے اس کے اپنے چہرے میں سے ونود کا چہرہ ابھر آیا۔ "نہیں" وہ ونود کی شکل سے دور بھاگنا چاہتی تھی۔ پھولوں کا یہ پس منظر اس کی قسمت میں نہیں تھا۔ وہ بے دم سی ہو کر صوفے پر گر پڑی اور اس نے اپنا چہرہ ہاتھوں سے ڈھانپ لیا۔

توشی گھبرا گئی اور اس نے کسم کے پاس بیٹھ کر اس کا چہرہ اپنے ہاتھوں میں اٹھایا۔ کسم بچوں کی طرح پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ توشی بولی۔

"کسم — مجھے اچانک کیا ہو گیا۔ مجھے کچھ تو بتا۔ کیا ونود نہیں مانا اور وہ چلا گیا ہے۔ میں بھی کتنی خود غرض ہوں۔ اپنی خوشی میں یہ پوچھنا بھی بھول گئی۔ مجھے معاف کر دے۔"

چند لمحوں تک دونوں ایک دوسرے پر سر رکھے یونہی لیٹی رہیں۔ پھر کسم سنبھل گئی۔ کسم کے بغیر کچھ کہے وہ کسم کے درد کو جان گئی تھی اور وہ خود غمگین ہو گئی تھی۔ اچانک کسم نے اپنا پرس اٹھایا۔ آئینے میں اپنے آپ کو ٹھیک سا کیا اور بغیر کچھ بولے تیزی سے نکل گئی۔

توشی نے اسے روکنا چاہا تھا لیکن وہ اپنا بازو چھڑا کر نکل گئی تھی۔ وہ کسی کی خوشیوں میں اپنا غم گھولنا نہیں چاہتی تھی۔ کسم نے توشی کا باغ تقریباً دوڑ کر پار کیا تھا۔ وہ سڑک پر پہنچ کر اپنے گھر کی طرف چلنے لگی۔ چھ بجنے والے تھے اور درختوں کے تلے ٹھنڈے اور اداس سایے بچھ گئے تھے۔ اسے ایسا محسوس ہوا جیسے وہ کسی ناکام لمبے سفر سے تھکی ہوئی لوٹ رہی تھی۔ اس کی آنکھیں ابھی تک نمناک تھیں۔ وہ دل ہی دل میں بولی۔

"پرماتما نہ کرے توشی کہ تیرا گلشن بھی چہرے کا خوبصورت اور دل کا کالا ثابت ہو۔ پرماتما تیری معصوم خوشیوں کے چراغ کو اسی طرح روشن رکھے۔"

(بھوپال سے نشتر)

افسانہ

نہیں اپنا ڈرامہ

علی امام

ہال کی لائٹ دھیرے دھیرے کم ہوتی جا رہی ہے۔ پردے میں حرکت سی ہوتی ہے ایسا لگ رہا ہے کہ اب پردہ اٹھنے ہی کو ہے۔ بیک گراؤنڈ سے ہال میں ایک آواز گونج اٹھی ہے۔

ابھی ابھی جو ڈرامہ آپ کے سامنے پیش کیا جانے والا تھا وہ چند دشواریوں کی بنا پر پیش نہیں کیا جائے گا۔ ہم اس کے لئے شرمندہ ہیں۔ آپ اپنے اپنے گھروں کی راہ لیں۔

تماش بینوں میں ہلچل مچ گئی۔ جوتوں کے کھسکنے اور نشستوں سے اٹھ کھڑے ہونے کی آواز سے ہال گونج اٹھا۔

مگر پردہ کھینچنے والے آرٹسٹوں نے پردہ کھینچ ڈالا۔

اسٹیج دھیرے دھیرے سے روشنی میں نکل رہا ہے۔ ہال کی ساری بتیاں گل ہو گئی ہیں۔ اب اسٹیج کی ہر چیز صاف دکھائی پڑ رہی ہے۔ اسٹیج ایک نفیس ڈرائنگ روم کی مانند سجا ہوا ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ زندگی کی ساری رعنائیاں اسٹیج پر اٹھا کر رکھ دی گئی ہیں۔ رنگ اور نور کی بارش اسٹیج پر ہو رہی ہے۔

قرینے سے سجے ہوئے گلدانوں سے خوشبوؤں کی ملیاں اڑ رہی ہیں۔ فرنیچر، کرٹن، قالین سب کا رنگ ایک دوسرے سے میچ کر رہا ہے۔ فریم سے جھانکتی ہوئی پینٹنگ میں دلکشی اور دلربائی کا عنصر بھرا پڑا ہے۔ ہلکی ہلکی موسیقی کی آواز ڈرائنگ روم کے کسی گوشے سے ابھر رہی ہے کلرڈ ٹی وی کسی کے انتظار میں بند پڑی ہے۔

اب لائٹ مین نے روشنی ڈرائنگ روم کے دروازے کی طرف موڑ دیا ہے۔

وقفہ . . . . وقفہ . . . . وقفہ

اچانک ہال کی ساری بتیاں جل اٹھتی ہیں اور پھر بیک گراؤنڈ سے ایک آواز ابھرتی ہے۔

پردہ گراؤ۔ پردہ گراؤ۔ یہ پردہ کس نے اٹھا دیا

سامعین حضرات معاف فرمائیں گے۔ میں پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ جو ڈرامہ پیش کیا جانے والا تھا وہ چند مجبوریوں کی بنا پر پیش نہیں کیا جائے گا۔ لیکن تعجب ہے کہ آپ ابھی اپنی نشستوں پر جمے رہے۔ براہ کرم اپنے اپنے گھروں کا رخ کریں۔ خواہ مخواہ اپنا قیمتی وقت نہ برباد کریں۔

پھر تماش بینوں کے بیچ ہلچل مچ اٹھی۔ گود کا بچہ چیخ پڑا۔ نوجوان گالیوں کی بارش کرنے لگے۔ بوڑھے بڑھیاں بھی چھی چھی کرنے لگیں۔ چنچل لڑکیاں اپنی پیچیدہ زلفوں میں انگلیاں دے اٹھیں۔

اس دم ہال کی بتیاں گل ہو گئیں۔ ایک شور مچا۔ دیوانگی جگہ جگہ ناچنے لگی۔ اب لائٹ مین نے روشنی کا رخ ہال کی طرف کر دیا ہے۔ بجلیاں کڑک رہی ہیں۔ بادل گرج رہا ہے۔ بتیاں کچھ جل رہی ہیں کچھ بجھ رہی ہیں۔ جلتی بجھتی روشنیوں میں تمام کے تمام تماش بین اپنا اپنا رول پلے کر رہے ہیں افراتفری کا عالم ہے میری بیٹی زور زور سے بلک بلک کر بلبلا رہی ہے۔

بابا . . . دے دے . . بابا . . اماں اماں . . ٹاٹا

میری بیوی بیچینی میں رو رہی ہے اور میں یہ سب کچھ اس طرح جھیل رہا ہوں جیسے پہلے کبھی یہ سب دیکھ چکا ہوں۔

اچانک بیک گراؤنڈ سے ایک جھلائی ہوئی آواز ابھری۔

نالائقو یہ تم نے کیا کیا ہال کا دروازہ ابھی تک کیوں نہیں کھلا۔ جلدی کرو دروازہ کھول دو

دروازہ کھل جاتا ہے۔

پھر بیک گراؤنڈ سے آواز آتی ہے

ہمارے آرٹسٹوں نے آج یہاں اپنا اپنا رول پلے کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ اسی لئے میں بار بار آپ سے گزارش کرتا ہوں کہ آپ اپنے اپنے گھروں کو تشریف لے جائیں۔ جو ڈرامہ پیش کیا جانے والا تھا وہ ہماری بدقسمتی سے پیش نہیں کیا جائے گا۔

لوگ اپنے اپنے گھروں کی جانب بھاگنے کے لیے تیار ہو اٹھے تھے۔ مگر پھر ایک بار ان پر روشنی نے رحم کھائی۔ جلتی بجھتی روشنیاں ختم ہوئیں اور مدھم سی دودھیا روشنی تماش بینوں کی آنکھوں میں لطافت اور شیرینی بھرنے لگی۔

سعیدہ چاہتی تھی کہ اس مدھم سی روشنی میں ہم بھاگ نکلیں مگر گود میں جھلکتی ہوئی سارہ اس کے لئے قطعی تیار نہیں تھی۔

اچانک ہال کی بتیاں گل ہو گئیں۔

اور اسٹیج کا پردہ اٹھ گیا۔ لائٹ مین اسٹیج پر روشنی پھینک رہا ہے مگر اس کی روشنی کو ریسیو کرنے والا کوئی آرٹسٹ اسٹیج پر سامنے نہیں آ رہا ہے۔ لائیٹ مین بے ترتیبی سے لائیٹ اسٹیج پر پھینکے جا رہا ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ وہ اپنا اسکرپٹ کھو بیٹھا ہے یا اوراق اسے دھوکا دے رہے ہیں۔

اسٹیج پر ٹوٹی پھوٹی کرسیاں پڑی ہوئی ہیں۔ ٹوٹے ٹوٹے ڈھیر سارے آئینے ایک دوسرے کا منہ چڑھا رہے ہیں۔ پھٹے ہوئے کرٹن اور بکھرے ہوئے گلدان ایک دوسرے کا مرثیہ پڑھ رہے ہیں۔

روشنی جگہ جگہ دوڑتی ہوئی دکھائی پڑ رہی ہے۔ مگر ان کا ریسیو کرنے والا کوئی نہیں ہے۔ اچانک گرین روم سے اٹھا پٹخ کی آواز آتی ہے۔ ایسا لگ رہا ہے کچھ توڑ پھوڑ اور مار پیٹ کا شاید ریہرسل ہو رہا ہے۔

کوئی اپنی ڈوبتی ہوئی آوازیں کہہ رہا ہے۔

اپنے لیے تو میں ہی ہوں۔ اپنا سب کچھ میں ہوں۔ میرے سوا کوئی نہیں۔

بیک گراؤنڈ سے آواز ابھرتی ہے۔

کم بختو پردہ گرا دو۔ اب ہال میں کوئی نہیں ہے۔ لائٹ مین اپنا کام بند کرو۔ گرین روم کا دروازہ کھول دو۔ میک اپ کا سامان تہہ کر لو۔ تم لوگ بھی اب اپنے اپنے گھروں کو جاؤ۔

سامعین چیخ اٹھتے ہیں۔

اے انتظام کار ہم ابھی ہال میں موجود ہیں۔ اور تمہارے کرتوتوں کو دیکھ رہے ہیں۔ تم تفریح کے نام پر گنوار پن کا مظاہرہ کر رہے ہو۔

اب سعیدہ اٹھ کر کھڑی ہو جاتی ہے۔ چلیے بھاگ نکلیے حالات اب بگڑنے ہی والے ہیں۔ برداشت کی دیواریں گر رہی ہیں کہیں کچھ ہو جائے۔

پردہ گر جاتا ہے۔

وقفہ . . . . وقفہ . . . . . . وقفہ . .

آپ کے سامنے جو ڈرامہ پیش کیا جانے والا تھا وہ نہیں پیش کیا جائے گا۔ ہمارے سارے آرٹسٹ اپنے اپنے گھروں کی جانب چل پڑے ہیں۔ اب آپ حضرات بھی اپنے اپنے گھروں کی جانب رخ کریں۔

سامعین کا ایک ریلا ہال کے دروازے کی جانب ٹوٹ پڑا مگر اچانک کھلا ہوا دروازہ بند ہو گیا۔ ہال کی بتیاں گل ہو گئیں۔

اور اسٹیج کا پردہ اٹھ گیا۔

اسٹیج پر تیزی سے ریڈ لائٹ اوپر نیچے دائیں بائیں ہر چہار جانب سے آ رہی ہیں۔

اسٹیج پر انتظام کار دوڑ رہے ہیں۔ پردہ گراؤ۔ پردہ گراؤ۔ پردہ گراؤ۔

اسٹیج پر بے ترتیبی سے جوتے چپلیں پڑے ہوئے ہیں جیسے بھاگتے ہوئے لوگوں نے اپنی اپنی نشانیاں یہاں چھوڑ رکھی ہیں۔

ڈائرکٹر پردہ گرانے کی کوشش کر رہا ہے۔ مگر پردہ سے جھول کر رہ جاتا ہے۔

پروڈیوسر۔ اسکرپٹ رائٹر۔ معاونین ڈائرکٹر۔ ایکٹر سبھی کے سبھی پردہ گرانے کی جدوجہد میں پردہ سے جھول جاتے ہیں۔

مگر پردہ نہیں گر پاتا۔

(پٹنہ سے نشر)

نیشنل پروگرام

امرت حسین خان کا سربہار اور ستار وادن

ہفتہ یکم جون رات ساڑھے نو بجے

امرت حسین خاں کا جنم کلکتہ کے موسیقاروں کے خاندان میں ہوا۔ ستار وادن کی ابتدائی تعلیم اپنے والد استاد عنایت حسین خان سے حاصل کی۔ اس کے بعد اپنے



بڑے بھائی ولایت خاں سے موسیقی کی اعلیٰ تربیت پائی۔ الاپ میں راگ کی منظم وضاحت، جود کی اٹھان اور تیز روسبک جھالا ان کے ستار وادن کی خصوصیات ہیں۔ یہاں پر پیچیدہ تالوں میں گت کے فنی استعمال کا تذکرہ بے جا نہ ہوگا۔

امرت حسین خاں کو سربہار پر بھی مکمل عبور حاصل ہے۔

ایس این واسودیون کا گائن

ہفتہ ۸ جون رات ساڑھے نو بجے



جواں نسل کے نمائندہ فنکار واسودیون کا تعلق تامل ناڈو کے موسیقاروں کے ایک خاندان سے ہے موسیقی کی ابتدائی تعلیم اپنے والد اے۔ نارائنا سے حاصل کی اور بعد میں سیمن گڈی سرینواس ایئر سے بھی رہنمائی حاصل کی۔

آج کل آپ آکاشوانی تریوینڈرم سے منسلک ہیں۔ ۱۹۸۲ میں آپ کو کیرالا سنگیت ناٹک اکیڈمی [illegible] بہترین موسیقار کا خطاب مل چکا ہے۔ ملک اور بیرون ملک منعقد موسیقی کی اہم محفلوں [illegible] واسودیون کو شہرت و تحسین حاصل ہوئی ہے۔

فالگنی مترا کا گائن

ہفتہ ۱۵ جون رات ساڑھے نو بجے

فالگنی مترا نے موسیقی کی تعلیم اپنے پتا [illegible] سے حاصل کی۔ بہت کم عمر میں ہی انھوں نے بطور [illegible] اپنے کیریئر کا آغاز کر دیا تھا۔ جہاں انھیں [illegible] و تحسین حاصل ہوئی۔

شیریں آواز کے مالک فالگنی مترا کے [illegible] میں تخیل کی بلند پروازی اور تکنیکی مہارت پائی جاتی ہے۔

منگل شب کی محفل موسیقی

گوسوامی گوکل اتسو جی کا گائن

۴ جون رات دس بجے

گوسوامی جی کی موسیقی سے دلچسپی کا [illegible] کے پتا گردھر لال جی کے سر ہے۔ ۷۵-۱۹۷۴ [illegible] منعقد موسیقی کے کل ہند مقابلے میں راشٹرپتی [illegible]



جانب سے آپ کو خیال اور دھرپد گائیکی پر خصوصی اول انعام اور طلائی تمغہ مل چکا ہے۔

موسیقی کی تعلیم اندور کے مشہور گائیک سورگیہ پنڈت مورلیشور راؤ گوالکر سے حاصل کی۔

گورداس رام بدھن کا کلارینٹ وادن

۴ جون رات دس بجے

گورداس رام بدھن نے کلارنٹ وادن کی تعلیم اپنے پتا گنگھر رام جی سے حاصل کی۔ اس کے بعد



نفاست اور متانت ان کی [illegible] کی [illegible] سمجھی جاتی ہیں۔

انھوں نے [illegible] الاپ [illegible] ربع [illegible] انتقال [illegible]

استاد [illegible] کا [illegible]

۱۱ جون رات [illegible] بجے

[illegible]

[illegible] پنڈت رام [illegible] مشہور [illegible] حاصل [illegible] ستار [illegible] مسلک [illegible] ہیں۔

پښتو نشرات

لمړی خپرونه

په لنډو څپو کښې ۱۹ او ۲۵ میتره (۱۱۹۱۰ کیلو هرټز) او
۳۱.۱۵ متره (۹۶۳۰ کیلو هرټز)

سهار

۶.۰۰ - ۷ اعلان او د پروګرام لنډیز
۶.۰۶ - ۷ مرغلری
(د لمړنۍ پنځشنبې ارجمعې)
نعت د رسول پاک (پنځشنبه)
تلاوت قرآن مجید (جمعه)
۷.۵۰ - ۷ خبرونه
۸.۰۰ - ۸ د ورځپاڼو خپرول
۸.۰۵ - ۸ د اوریدونکو د خوښې سندرې
۸.۲۹ - ۸ د ملتانی خپرونې لنډیز او
د لمړۍ خپرونې د پای اعلان
۸.۳۰ - ۸ پای

(پرته له پنځشنبې او جمعې)
پښتو نعت (پنځشنبه)

تلاوت قرآن عظیم الشان
(جمعه)

۸ - ۹ خبرونه
۸ - ۱۵ تبصره
۸ - ۲۱ یکشنبه، خوږې خوږې سندرې
(بزم خواتین)
دوشنبه او چهارشنبه
ستاسو لیک را ورسید
(اپکا خط ملا)
سه شنبه، شعر و ادب (I)
ورپسې غیر لرونه

پای [illegible]
ساز [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
پنځشنبه، معلوماتی پروګرام
جمعه، د ساوړ [illegible]
(مجیون کا پروګرام)

شنبه، فلمی قیصه (III)
ورپسې نوی پښتو سندرې
ترجمه (II) [illegible]
سندرغاړی د پښتو سندرې
فلمی څانګه (IV) ورپسې
فولکوریک پښتو سندرې
د وړو ماشومانو سندرې
پنځشنبه، ستاسو لیک
ستاسو سندرې
۸ - ۲۵ یکشنبه، امیل د ګلو
(پرانی فلمی ګانوں پروګرام)
فرمایشی پروګرام
دوشنبه او چهارشنبه
فرمایشی سندرې
جمعه، کوری شکوری
(لطائف و نغمات)
۹ - ۰۰ سه شنبه او شنبه [illegible]
۹ - ۰۱ ورپسې مهم خبرونه
۹ - ۱۲ ساز [illegible]
۹ - ۱۴ د ماښام پروګرام [illegible]
او [illegible]
اعلان
۹ - ۱۵ پای

دوهمه خپرونه
په منځنۍ څپه

۲۸۰.۶۱ میټر [illegible]
(۱۰۷۱ [illegible])

ماښام
۸ - ۰۰ اعلان او د ماښام [illegible]
۸ - ۰۱ مرغلری

شنبه (خالی) لمړی جون

ماښام
۸ - ۰۱ مرغلری
۸ - ۲۰ فلمی قصه سره د سندرو
تاسو به د فلم
اشاجیونی قصه سره د
سندرو اورئ ورپسې
د پښتو نوی سندرې
۹ - ۰۰ مضمون [illegible] د [illegible]
[illegible]
[illegible]
تاسو به [illegible]
[illegible]
مضمون اورئ [illegible]

یکشنبه (اتنبار) ۲ جون

ماښام
۸ - ۰۱ مرغلری

۸ - ۲ امیل د ګلو پروګرام
تاسو به پدې
پروګرام کښې
په خپل فرمایش د هندی
زاړه فلمونو سندرې
اورئ -

دوشنبه (ګل) ۳ جون

ماښام
۸ - ۰۱ مرغلری
۸ - ۰۱ ستاسو لیک را ورسید
همدغه پروګرام
کښې تاسو د
خپلو پوښتنو جوابونه
اورئ
۸ - ۳۵ د فرمایشی سندرو پروګرام
د خپلې غوره کړې فلمی
او د پښتو سندرې
اورئ -

سه شنبه (لمر) ۴ جون

ماښام
۸ - ۰۱ مرغلری
۸ - ۲ شعر و ادب پروګرام
د غني شاعر یا لیکوال
د ژوندانه حالات سره
شعر و نه اورئ
ورپسې به غیر فلمی غزلونه
اورئ -
۹ مضمون " صنایعی محاذ "
د هند د صادراتو
په باب یو مضمون
اورئ -

چهارشنبه (شورو) ۵ جون

ماښام
۸ - ۰۰ مرغلری
۸ - ۲۰ ستاسو لیک را ورسید
د خپلو سوالونو
ځوابونه به اورئ -
۸ - ۳۵ د فرمایشی سندرو پروګرام
ګرانو اوریدونکی
د خپلې خوښې
فلمی او پښتو سندرې
اورئ -

پنځشنبه (زیارت) ۶ جون

ماښام
۸ - ۰۱ نعت شریف
د حاجی زیارت میر صاحب
ځجه اورئ
۸ - ۲۰ معلوماتی پروګرام
" د روژې اهمیت "
په حقله مفصل معلومات به
وړاندې کړی شی -
۸ - ۳۰ ستاسو لیک ستاسو سندره
ستاسو خوا د الین لشوی
به پیښتها دونو ،
تنقید ونو او د شعر و
شاعرۍ سره د ستاسو
د خوښې سندرې د غه

پروګرام پیل شي

جمعه ۷ ر جون

ماښام

۸-۰۱ د قرآن کریم تلاوت
د قاري محمد الیاس صاحب
څخه اوري
۸-۲۰ ګوډی شکری
ستاسو لخوا رالیږل شوي
توکي سره د سندرو
وړاندې کېږي -

شنبه (خالی) ۸ ر جون

ماښام

۸-۰۱ مرغلری
۸-۲۰ فیچر د هند د
اندهرا پردیش
په حقله به فیچر
پیش کېږي -
وروسته به د هند د سندر
غاړو لخوا ویل شوی
سندری اوری -
۹-۰۰ مضمون -
"د کرښند ځایونه"
د ایلیفینټا په حقله
دغه مضمون اوری

یکشنبه (اتبار) ۹ ر جون

ماښام

۸-۰۱ مرغلری
۸-۲۰ امیل د ګلو پروګرام
د هندی ژباړه
فلمونو څخه
ستاسو په فرمایش
سندری وړاندی کېږي.

دوشنبه (ګل) ۱۰ ر جون

ماښام

۸-۰۱ مرغلری
۸-۲۰ ستاسو لیک
راورسید پروګرام
تاسو ته ستاسو د
پوښتنو ځوابونه
وړاندی کېږي -
۸-۳۵ د فرمایشي سندرو
په پروګرام کښې تاسو
به ډیرې غوره
کړې فلمي او د پښتو
سندرې اورئ -

سه شنبه (نهه) ۱۱ ر جون

ماښام

۸-۰۱ مرغلری
۸-۲۰ یک رنګ پروګرام
سره د سندرو
د سندرغاړی
آشا بهوسلې په باب
دغه پروګرام اوری -
وروسته غیر فلمي قوالی
اوری -
۹-۰۰ مضمون -
"په هند کښې د توکرانو
د جوړښت څخه
رومي کورنۍ سکیم په باب
دغه مضمون اورئ -

چهارشنبه (شورو) ۱۲ ر جون

ماښام

۸-۰۱ مرغلری
۸-۲۰ ستاسو لیک راورسید
پروګرام کښې به
تاسو د خپلو سوالونو
ځوابونه اوری -
۸-۳۰ د فرمایشي سندرو پروګرام
تاسو به خپلې
غوره کړې سندرې
اوری

پنجشنبه (زیارت) ۱۳ ر جون

ماښام

۸-۰۱ نعت شریف
د حاجي زیارت میر صاحب
څخه اوري
۸-۲۰ معلوماتي پروګرام
د هند د آزادی د مبارزی
په حقله د معلوماتو
دریمه برخه
وړاندی کېږي -
۸-۳۰ ستاسو لیک ستاسو سندره
د ستاسو په پېشنهادونو،
نظریو او تنقیدونو
سره د شعر و شاعری
دغه پروګرام وړاندی
کېږي -

جمعه ۱۴ ر جون

ماښام

۸-۰۱ د قرآن کریم تلاوت
د قاري ارشاد حسین صاحب
څخه اوري -
۸-۲۰ ګوډی شکری
د توکو ټکلو دغه
پروګرام سره
به سندری وړاندی شي -
۸-۴۵ د جمیعت الوداع
په باب یو مضمون
وروسته بیا د ګوډ وشکرو
پروګرام

شنبه (خالی) ۱۵ ر جون

ماښام

۸-۰۱ مرغلری
۸-۲۰ فلمي قصه سره د سندرو
په پروګرام
کښې تاسو ته
د فلم ګهنګرو قصه سره د
سندرو به پیش کېږي -
وروسته به افغاني
سندرغاړو سندری اوری -
۹-۰۰ مضمون -
"د کروندې نوي تخنیکونه"
د دغه عنوان لاندی د
کروندې د نوو
تخنیکونو په حقله مضمون
اوری -

اردو سروس

پہلی مجلس
میڈیم ویو : ۴۲۷٫۳۵ میٹر (۷۰۲ کلوہرٹز) ۲۸۰٫۱۱ میٹر (۱۰۷۱ کلوہرٹز)
شارٹ ویو : ۳۸٫۴۰ میٹر (۷۸۱۵ کلوہرٹز)

دوسری مجلس
میڈیم ویو : ۴۲۷٫۳۵ میٹر (۷۰۲ کلوہرٹز) ۲۸۰٫۱۱ میٹر (۱۰۷۱ کلوہرٹز)
شارٹ ویو : ۳۱٫۰۱ میٹر (۹۶۷۵ کلوہرٹز)

تیسری مجلس
میڈیم ویو : ۴۲۷٫۳۵ میٹر (۷۰۲ کلوہرٹز)
شارٹ ویو : ۹۱٫۰۵ میٹر (۳۲۹۵ کلوہرٹز)

مقررہ پروگراموں کے لیے "آواز" شمارہ ۱۶ مئی دیکھیے

ہفتہ یکم جون

صبح

۶-۲۵ شہرِ صبا
سیما شرما : جاں نثار اختر اور امیر قزلباش کا کلام
رفعت علی : قمر قریشی اور مشیر انصاری کا کلام

۷-۰۰ ساز سنگیت
ضیاء محی الدین ڈاگر : سرسوتی وینا پر راگ اہیری للت

۹-۳۲ ہلکی کلاسیکی موسیقی
موجود حسین خاں : ٹھمری بھیروی، دادرہ بھیروی

دوپہر

۲-۳۰ بزمِ خواتین
'زندگی زندہ دلی کا نام ہے' تقریر از نکہت تشکیل
غزل اور خطوں کے جواب

رات

۸-۳۰ حسنِ غزل
سیما شرما : حفیظ جالندھری اور داغ کا کلام

۱۰-۰۰ 'نیشنل فزیکل لیبارٹری' فیچر
تحریر : مطیع الرحمن

۱۱-۳۰ بزمِ موسیقی
پنڈت منی رام، پنڈت جسراج : خیال درباری
ضیاء محی الدین ڈاگر : سرسوتی وینا پر راگ نند کیشوری

اتوار ۲ جون

صبح

۶-۲۵ شہرِ صبا
وندنا واجپئی : شاد فدائی اور جگدیش مہتہ درد کا کلام
سری رام : رضا امروہوی اور ساحر ہوشیارپوری کا کلام

۷-۳۰ ساز سنگیت
ڈنکر راؤ : بانسری پر راگ بلاول

رات

۸-۳۰ حسنِ غزل
وندنا واجپئی : محمد عثمان عارف اور بشیر بدر کا کلام

۹-۳۰ گجرن کالے
راجیش کماری بتو : ٹھمری

۱۰-۰۰ 'ایک ہی چھت کے نیچے' ڈرامہ
تحریر : انور عظیم

۱۱-۳۰ بزمِ موسیقی
ڈی وی پلسکر : خیال آنندی اور خیال جے جے ونتی
ڈنکر راؤ : بانسری پر درباری کانہڑہ اور ہنس دھونی

پیر ۳ جون

صبح

۶-۲۵ شہرِ صبا
کرونا ابرول : صبا افغانی اور جگر کا کلام
صلاح الدین احمد : اکبر الہ آبادی اور بانی کا کلام

۷-۳۰ ساز سنگیت
چنتامنی جین : جلترنگ پر دیشکار

۹-۳۲ کلاسیکی موسیقی
گنگا پرساد پاٹھک : خیال میاں کی توڑی

دوپہر

۲-۰۰ سازوں پر موسیقی
وی سی رانا ڈے : وائلن پر مشرکافی
راجندر پرستا : بانسری پر دھن پیلو

رات

۸-۳۰ حسنِ غزل
کرونا ابرول : مومن اور فراق کا کلام

۹-۰۰ کلامِ شاعر : امیر قزلباش

۱۱-۳۰ گنگا پرساد پاٹھک : خیال کیدار
چنتامنی جین : جلترنگ پر امن، مالکونس

منگل ۴ جون

صبح

۶-۲۵ شہرِ صبا
پرتیا بلبیر سنگھ : عرش ملسیانی، فراق اور شمیم جے پوری کا کلام
وی۔ایچ۔ساگر : خمار بارہ بنکوی اور راجیش کمار اوج کا کلام

۷-۳۰ ساز سنگیت
وی جی جوگ : وائلن پر اہیر بھیرو

۹-۳۲ کلاسیکی موسیقی
غلام صادق خاں : خیال بھٹیار

دوپہر

۲-۳۰ نئی نسل نئی روشنی
'اکیسویں صدی اور بدلتی قدریں — نظامِ تعلیم' مذاکرہ
شرکا : انتظار مرزا، دیپا بھٹناگر، اقبال مرزا اور منیش رشی کلپ

رات

۸-۳۰ حسنِ غزل
پرتیا بلبیر سنگھ : مظفر حنفی اور آتش لکھنوی کا کلام

۱۱-۳۰ بزمِ موسیقی
غلام صادق خاں : گائن
وی۔جی۔جوگ : وائلن پر جھنجھوٹی

بدھ ۵ جون

صبح

۶-۲۵ شہرِ صبا
افروز بانو : پارسا جے پوری اور جگر کا کلام
ستیش بتر : امیر قزلباش، داغ اور سدرشن فاخر کا کلام

۷-۳۰ ساز سنگیت
ستیش پرکاش قمر : شہنائی پر راگ بیراگی

۹-۳۲ کلاسیکی موسیقی
ہیرا بائی بروڈکر : خیال للت

دوپہر

۲-۳۰ بزمِ خواتین
۱۔ 'حسد کیوں ؟' تقریر از پروین علی محمد
۲۔ گیت ۳۔ دسترخوان

۳-۰۰ رنگا رنگ
۱۔ شادی غیر اراوی
۲۔ 'کارواں کلب'
تحریر : کے۔ایس۔ملک

رات

۸-۳۰ حسنِ غزل
افروز بانو : ظفر اور غالب کا کلام

۹-۳۰ گجرن کالے
سدھیشوری دیوی : ٹھمری سند

۱۰-۰۰ افسانہ از بلراج مینرا

۱۱-۳۰ بزمِ موسیقی
ہیرا بائی بروڈکر : خیال باگیشوری اور ٹھمری تلک کاموُد
ستیش پرکاش قمر : شہنائی پر باگیشری

جمعرات ۶ جون

صبح

۶-۲۵ شہرِ صبا
رویندر گرودر : ساحر بھوپالی اور شمیم جے پوری کا کلام
محمد یعقوب : مجاز، ظفر اور حسرت موہانی کا کلام

۷-۳۰ ساز سنگیت
مشتاق علی خاں : ستار پر راگ جونپوری

۹-۳۲ ہلکی کلاسیکی موسیقی
اقبال احمد : خیال گجری توڑی

رات

۸-۳۰ محمد یعقوب : داغ اور ناسخ کا کلام

۱۰-۰۰ ادبی نشست
۱۔ نظم از چندر بھان خیال
۲۔ افسانہ از انور عظیم
۳۔ تنقید : خلیق احمد صدیقی اور عبدالحق

۱۱-۳۰ بزمِ موسیقی
اقبال احمد : خیال پوریاں
مشتاق علی خاں : ستار پر باگیشری

جمعہ ۷ جون

صبح

۶-۲۵ شہرِ صبا

دیپاشری موہن ؛ شوکت پردیسی اور
فیض کا کلام
بشیر احمد ؛ انشا اور شاد عارفی کا کلام
۷ سازسنگیت
جیوتن بھٹاچاریہ ؛ سرود پر جوگیہ
۹ آؤ بچو!
۱۔ 'جوار بھاٹا کیوں آتا ہے؟' تقریر
از ڈاکٹر فرید۔ ایچ۔ زیدی
۲۔ بچوں کی دنیا ۳۔ بچوں کے خط

سہ پہر
۲ بزم سخن ؛ آکاشوانی حیدرآباد کی ریکارڈنگ

۸ حسن غزل
بشیر احمد ؛ مجروح سلطانپوری اور
اقبال کا کلام
۱۱ بزم موسیقی
بلال احمد خاں، نصیر احمد خاں ؛ خیال درباری
جیوتن بھٹاچاریہ ؛ سرود پر درباری کانہڑہ

ہفتہ ۸ جون

صبح
۶ شہر صبا
شوبھا جوشی ؛ جگر اور فیض کا کلام
سلیم اقبال ؛ انور فرخ آبادی اور
شکیل بدایونی کا کلام
۷ سازسنگیت
برج بھوشن سنگھ ؛ وچترا وینا پر جوگیہ
۹ ہلکی کلاسیکی موسیقی
پورنیما چودھری ؛ ٹھمری، دادرہ، بھیروی

سہ پہر
۲ بزم خواتین
۱۔ 'رنگ و روپ میں میک اپ کی اہمیت'
تقریر از حنا حسن
۲۔ غزل ۳۔ خطوں کے جواب

۸ حسن غزل
سلیم اقبال ؛ فیض اور امیر قزلباش کا کلام
۹ نغمہ وطن
۱۰ نئی نسل نئی روشنی ؛ مشاعرہ
شرکا شعرا ؛ انور حسین انور، ماجد صدیقی،
معین احسن، عرفان اعظمی اور
طاہر تونسوی زبیری
۱۱ بزم موسیقی
[illegible]، خیال ؛ جوگ کونس
برج بھوشن سنگھ ؛ وچترا وینا پر مالکونس

اتوار ۹ جون

صبح
۶-۲۵ شہر صبا
چرنجیت کور ؛ نقش لائلپوری کا کلام
مقبول حسین ؛ سودا، مومن اور غالب کا کلام
۷-۳۰ سازسنگیت
رام شنکر پاگل داس ؛ پکھاوج پر تال تیورا

رات
۸-۳۰ حسن غزل
چرنجیت کور ؛ ظفر کا کلام
۱۰-۰۰ 'اندر کچھ باہر کچھ' ڈرامہ
تحریر ؛ شریمتی پریم پاٹھک
۱۱-۳۰ بزم موسیقی
اشتیاق حسین خاں ؛ خیال چھایا
رام شنکر پاگل داس ؛ پکھاوج پر چوتال

پیر ۱۰ جون

صبح
۶-۲۵ شہر صبا
بیلا ساور ؛ جگر اور داغ کا کلام
چندر کانت گندھرو ؛ غزلیں
۷-۳۰ سازسنگیت
شوکمار شرما ؛ سنطور پر راگ بھٹیار
۹-۳۲ کلاسیکی موسیقی
جگدیش پرساد ؛ خیال بھٹیار

دوپہر
۲-۳۰ 'اندر کچھ باہر کچھ' ڈرامہ (دوبارہ نشر)
۳-۰۰ سازوں پر موسیقی
شوکمار شرما ؛ سنطور پر گوڑ سارنگ
چنتامنی جین ؛ جل ترنگ پر برندابنی سارنگ

رات
۸-۳۰ حسن غزل
بیلا ساور ؛ فیض اور شکیل کا کلام
۹-۰۰ کلام شاعر ؛ منشاء الرحمن منشا
۹-۳۰ پنجابی نغمے
۱۱-۳۰ بزم موسیقی
جگدیش پرساد ؛ خیال واچسپتی
شوکمار شرما ؛ سنطور پر کوہنک دھونی

منگل ۱۱ جون

صبح
۶-۲۵ شہر صبا
شوبھا راؤ ؛ جاں نثار اختر، فراق
اور شمیم جے پوری کا کلام
منظور علی خاں ؛ مومن اور غالب کا کلام
۷-۳۰ سازسنگیت
پنا لال چوریسیہ ؛ وائلن پر سبیراگی بھیرو
۹-۳۲ کلاسیکی موسیقی
کرشن راؤ شنکر پنڈت ؛ خیال الہیا بلاول
اور ٹپہ بھیروی

دوپہر
۲-۳۰ نئی نسل نئی روشنی
مجھے یاد سب ہے ذرا ذرا —
'عشق کی پہلی ملاقات'
تقریر از شمس تبریزی

رات
۸-۳۰ حسن غزل
شوبھا راؤ ؛ شفق لکھنوی کا کلام
۱۱-۳۰ بزم موسیقی
کرشن راؤ شنکر پنڈت ؛ خیال اور ٹپہ

بدھ ۱۲ جون

صبح
۶-۲۵ شہر صبا
سبینہ یاسمین ؛ ظفر اور غالب کا کلام
شنکر داس گپتا ؛ اکبر الہ آبادی اور داغ کا کلام
۷-۳۰ سازسنگیت
جگدیش پرساد قمر ؛ شہنائی وادن
۹-۳۲ کلاسیکی موسیقی
کنکنا بنرجی ؛ خیال رام کلی

دوپہر
۲-۳۰ بزم خواتین
'مساوات گھریلو زندگی میں' مذاکرہ
شرکا ؛ نازنین نقوی، منوموہن کمل مشرا
اور کسم متل

رات
۸-۳۰ حسن غزل
شنکر داس گپتا ؛ شمیم جے پوری اور
عرش ملسیانی کا کلام
۹-۳۰ عثمان خاں ؛ ٹھمری اور دادرہ کماج
۱۰-۰۰ حفظان صحت
'بچوں میں ملیریا' ڈاکٹر پی این گینڈ سے گفتگو
۱۱-۳۰ بزم موسیقی
کنکنا بنرجی ؛ خیال مالکونس
جگدیش پرساد قمر ؛ شہنائی

جمعرات ۱۳ جون

صبح
۶-۲۵ شہر صبا
ششی لتا ورک ؛ مخمور دہلوی اور
فراق کا کلام
پریم ناتھ ؛ محسن زیدی، مخدوم اور
ساحر ہوشیارپوری کا کلام
۷-۳۰ سازسنگیت
شرن رانی ؛ سرود پر اہیر بھیرو

رات
۸-۳۰ حسن غزل
ششی لتا ورک ؛ خمار بارہ بنکوی
اور شفق لکھنوی کا کلام
۹-۰۰ کھیل کے میدان سے
۱۰-۰۰ آئینہ ؛ ادبی میگزین
'میر انیس کی مرثیہ نگاری'
ایڈیٹر ؛ شارب ردولوی
۱۱-۳۰ بزم موسیقی
کمل سہگل، کویتا سہگل ؛
خیال مارو بہاگ
شرن رانی ؛ سرود پر راگ جے جے ونتی

جمعہ ۱۴ جون

صبح
۶-۲۵ شہر صبا
شیلا گلواڑی ؛ جاں نثار اختر اور
فراق کا کلام
رمیش کمار ؛ بشیر بدر، امیر مینائی
اور نذیر بنارسی کا کلام
۷-۳۰ سازسنگیت
امرت حسین خاں ؛ ستار پر
راگ میاں کی توڑی
۹-۰۰ آؤ بچو!
۱۔ 'ہمارے ایکوریم' تقریر
از صفدر عباس نقوی
گیت ، بچوں کی دنیا ، بچوں کے خط

رات
۸-۳۰ حسن غزل
شیلا گلواڑی اور رمیش کمار ؛ غزلیں
۱۱-۳۰ بزم موسیقی
منور علی خاں ؛ خیال درباری
امرت حسین خاں ؛ ستار پر
راگ درباری کانہڑہ

ہفتہ ۱۵ جون

صبح
۶-۲۵ شہر صبا

آگے صفحہ ۴۲ پر

دهلی

میڈیم ویو
دہلی الف ۳۶۶۴۳ میٹر ۸۱۹ کلو ہرٹز
دہلی ب ۵۵۵ ء ۵۴ میٹر ۶۶۶ کلو ہرٹز
دہلی ج ۲۱۹ء۱۳ میٹر ۱۳۶۸ کلو ہرٹز
دہلی د ۲۹۳ء۶۹ میٹر ۱۰۱۰ کلو ہرٹز

شارٹ ویو
صبح ۱۰ تک ۱۹ء۱۱۵ میٹر ۳۴۶۵ ء۵ کلو ہرٹز
صبح ۸-۱۵ کے بعد ۴۸ء۸۱۴۳ میٹر ۶۱۹۰ کلو ہرٹز
دوپہر ۴۸ء۸۱۴۳ میٹر ۶۱۹۰ کلو ہرٹز
شام ۵-۴۵ تک ۴۸ء۸۱۴۳ میٹر ۶۱۹۰ کلو ہرٹز
شام ۶ سے رات تک ۱۱۵ء۱۹ میٹر ۳۴۶۵ کلو ہرٹز

خبریں

دهلی الف
صبح
۶- ہندی انگریزی
۷-۰۰ سنسکرت
۸-۰۰ ہندی
۸-۵۰ اردو
۱۱-۰۰ ہندی
۱۲- انگریزی
۱-۵ ہندی
۱-۴ پنجابی
۱-۵۰ اردو
۲-۱۰ ہندی
۵-۰۰ راجیوں سے سماچار
شام
۶-۵ ہندی
۶-۱ سنسکرت
۷-۴۵ روزگار سماچار
۷-۵۰ پراونشنگ سماچار
۸-۴۵ ہندی
۹-۱۶ اردو مع تبصرہ
۱۱-۵ ہندی

دهلی ب
صبح
۸-۱ انگریزی
۸-۳ پنجابی
۱۰- انگریزی
۱- انگریزی
۴- انگریزی
۶- انگریزی
۳ پنجابی
۴ تجارتی (صرف بدھ)
۹-۰۰ انگریزی
۱۱- انگریزی

روزانہ نشر ہونیوالے پروگرام

دهلی 'الف'

صبح
۶-۵۵ وندے ماترم : منگل دھونی
۶-۰۵ وندنا
۶-۳ کرتی چرچا
۶-۴ رام چرت مانس سے
۶-۵۰ سواستھ چرچا (اتوار، منگل، جمعرات، ہفتہ)
وگیان چرچا
سائنس کے موضوع پر تقریر (پیر، بدھ، جمعہ)
۶-۵۵ سوچ چائیں
۷-۰۵ وچار بندو (اتوار کو پرکاس کرن)
۷-۳۰ آج صبح (اتوار، بدھ، جمعہ)
انہاس کے جھروکے سے (پیر)
سور ویلا (منگل)
بھارت بھارتی (جمعرات)
دوسرے کیندروں سے (ہفتہ I)
سنسکرتک جھلکیاں (ہفتہ II اور IV)
دلی کے آس پاس (ہفتہ III)
اسکٹ / مزاحیہ پروگرام (ہفتہ V)
۷-۴۰ آج صبح (جاری) (اتوار، بدھ، جمعہ)
اپنے دیش کی بات (پیر، جمعرات)
نئی دشائیں (منگل، ہفتہ II اور IV)
۷-۴۵ آج صبح (جاری) (اتوار، بدھ اور جمعہ)
دلی درشن (پیر، منگل، جمعرات اور ہفتہ)
۹-۰۱ سامیہ سنگیت
۹-۴۰ اردو مجلس
۹-۰۰ اختتام (اتوار کو بال کا یہ کرم)
۱۰-۰۰ اتوار صبح کی محفل موسیقی
۱۰-۱۵ واویہ وادن (اسکول براڈ کاسٹ)
۱۰-۳۵ شاستریہ سنگیت
۱۱-۰۲ شاستریہ سنگیت (اتوار کو یوواوانی سے)
۱۱-۲۰ شاستریہ سنگیت (اتوار کو وادیہ وِرند)
۱۱-۳ شاستریہ سنگیت (اتوار کو کرناٹک سنگیت)
۱۲-۰۲ لوک بھارتی
۱۲-۱۵ جھلکی (اتوار)
ورندگان (پیر، بدھ، جمعہ)
گیتکا (منگل، جمعرات، ہفتہ)

دوپہر
۱۲-۳۰ بہنوں کا پروگرام (اتوار، منگل، جمعرات، ہفتہ)
گرامین بہنوں کا پروگرام (بدھ، جمعہ)
ہندی ناٹک (دوبارہ براڈ کاسٹ) (پیر)
۱-۰۰ بچوں کا پروگرام (جاری)
(اتوار، منگل، جمعرات، ہفتہ)
گرامین بچوں کا پروگرام (جاری)
(بدھ، جمعہ)
وادیہ ورند (پیر)
۱-۱۰ سگم سنگیت
۲- سگم سنگیت (چیرفلمی)
۲-۲ بہت سنگیت
۲-۳ موسم اور اختتام (اتوار کو ناٹک)
۲-۳ موسم اور اختتام (اتوار)
۵-۰۰ ہندی میں پروگراموں کا خلاصہ
۵-۵ سبھی رسا ہے گیت (اتوار اور ہفتہ)
جن من (پیر، بدھ اور جمعہ)
گیان وگیان (منگل)
بھاشا سکشا (جمعرات)
۵-۲ بھاشا سکشا (اتوار)
اسکول براڈ کاسٹ (پیر تا ہفتہ)
۵-۳۵ کرناٹک سنگیت (اتوار)
اسکول براڈ کاسٹ (جاری) (پیر تا ہفتہ)
۵-۴ کرناٹک سنگیت (اتوار)
بچوں کے لیے پروگرام (جمعرات)
سامیہ سنگیت
(پیر، منگل، بدھ، جمعہ، ہفتہ)
۵-۵۵ کرناٹک سنگیت (جاری) (اتوار)
گڑھوالی سنگیت (بدھ، جمعہ)
ساز سنگیت (پیر، منگل، ہفتہ)
بچوں کے لیے پروگرام (جاری) (جمعرات)

شام
۶-۱۵ مقامی اعلانات
۶-۲ گرام سنسار
۷- کرشی جگت
۷-۳ پروگراموں کا خلاصہ اور موسم (ہندی)
۷-۳۵ سامنگی
۷-۴۵ روزگار سماچار
۸-۰۰ پابند سنگیت (اتوار)
سواستھ رکھشا (پیر اور ہفتہ)
اُدیوگ منڈل (منگل)
جھلکی (بدھ)
آپ کی چٹھی ملی (جمعرات)
گاندھی درشن (جمعہ)
۸-۱۵ فلمی سنگیت / سگم سنگیت (اتوار، جمعہ)
سنگیت (پیر)
تقریبات تیب (منگل، جمعرات)
وگیان آلوک (بدھ)
آنکھوں کے آنسو (ہفتہ)
۸-۳ سپت میکا سنگیت
۹- سازیہ سنگیت
۹-۳۰ محفل (اتوار I)
پتر یکا (اتوار II)
سنگیت (اتوار III، IV اور V)
نیشنل پروگرام : ہندی تقریر (پیر)
ہندی ناٹک (منگل)
چرچا کا وشیہ ہے (بدھ)
نیشنل پروگرام : پراڈیشک سنگیت
(جمعرات I)
نیشنل پروگرام : ہندی فیچر (جمعرات II)
نیشنل پروگرام : اسپورٹس میگزین
(ہندی) (جمعرات III)
نیشنل پروگرام : ناٹک (جمعرات IV)
سنگیت (جمعرات V)
ناٹک (جمعہ)
نیشنل پروگرام : موسیقی (ہفتہ)
۹-۴۵ محفل (اتوار I)
سنگیت پتریکا (اتوار II)
شاستریہ سنگیت
(اتوار III، IV، V) (جاری)
سدھ سنگیت (پیر)
ہندی ناٹک (جاری) (منگل)
چرچا کا وشیہ ہے (جاری) (بدھ)
نیشنل پروگرام : پراڈیشک سنگیت
(جاری - جمعرات I)
نیشنل پروگرام : ہندی فیچر
(جاری - جمعرات II)
نیشنل پروگرام : اسپورٹس میگزین
(ہندی) (جاری - جمعرات III)
نیشنل پروگرام : ناٹک (جاری - جمعرات IV)
سنگیت (جاری جمعرات V)
ناٹک (جاری - جمعہ)
نیشنل پروگرام : موسیقی (جاری - ہفتہ)
۱۰-۱ چینتن (اتوار)
سنگیت سبھا (پیر، منگل، بدھ)
نیشنل پروگرام : پراڈیشک سنگیت
(جاری - جمعرات I)
نیشنل پروگرام : ناٹک (جاری - جمعرات IV)
سنگیت (جمعرات II، III اور V)
ناٹک (جاری - جمعہ)
نیشنل پروگرام : موسیقی (جاری - ہفتہ)
۱۰-۳۰ چینتن (اتوار)
سنگیت سبھا (پیر، منگل، بدھ)
کرناٹک سنگیت (جمعرات، جمعہ)
نیشنل پروگرام : موسیقی (جاری - ہفتہ)
۱۱- وادیہ ورند (سوائے جمعہ I، IV)
۱۱-۱۰ موسم اور اختتام

دهلی 'ب'

صبح
۶-۵۵ وندے ماترم ، منگل دھونی
۷- اعلانات
۷-۲ سانحکی (اتوار)
کرنٹ افیئرز (دوبارہ) (پیر)
نیشنل پروگرام : ہندی تقریر
(دوبارہ) (منگل)
نیشنل پروگرام : انگریزی تقریر
(دوبارہ) (بدھ)
چرچا کا وشیہ ہے (دوبارہ) (جمعرات)
اولوکن (جمعہ)
نیشنل اسپورٹس میگزین (انگریزی)
(پہلے جمعہ کا دوبارہ براڈ کاسٹ) ہفتہ I
نیشنل اسپورٹس میگزین (ہندی)
(تیسرے جمعرات کا دوبارہ براڈ کاسٹ) ہفتہ III
موسیقی (بقیہ روز)
۷-۲۰ سانحکی (اتوار)
کرنٹ افیئرز (دوبارہ براڈ کاسٹ، پیر)
ورندگان (منگل، بدھ، جمعہ)
چرچا کا وشیہ ہے (دوبارہ براڈ کاسٹ جمعرات)
نیشنل اسپورٹس میگزین (انگریزی)
(پہلے جمعہ کا دوبارہ براڈ کاسٹ ، ہفتہ I)
نیشنل اسپورٹس میگزین (ہندی)
(تیسرے جمعرات کا دوبارہ براڈ کاسٹ)
(ہفتہ III)
۷-۳۰ سنگیت سورنجی (شاستریہ سنگیت)
۷-۵۰ سنگم
۸-۰۰ وادیہ ورند
۸-۲۱ پنجابی پروگرام
۸-۴۰ پنجابی پروگرام
۹-۰۰ راجیہ سے چٹھی
۹-۰۵ کاریہ کرم سوچنائیں
۹-۱۰ لوک روچی سماچار (اتوار)
لوک مادھوری (پیر تا ہفتہ)
۹-۱۵ اپنی نگری (اتوار)
لوک مادھوری (پیر تا ہفتہ)
۹-۳۰ یادیں (اتوار)
سب رس (پیر تا ہفتہ)
۱۰-۰۲ اختتام

دوپہر
۱-۰۵ مغربی موسیقی
۲-۱۰ مغربی موسیقی
۳-۱۰ انگریزی میں موسم کا حال
۳-۱۵ سگم سنگیت
۳-۳۰ شاستریہ سنگیت (اتوار، پیر، منگل، ہفتہ)
کرناٹک سنگیت (بدھ، جمعرات، جمعہ)
۴-۰۲ سگم سنگیت
۴-۱۵ اختتام
۵-۵۰ اخباروں کی رائے
۵-۵۵ انگریزی میں پروگراموں کا خلاصہ
اور موسم

شام
۶-۰۵ فوجی بھائیوں کے لیے پروگرام
۶-۴۵ سگم سنگیت
۷-۰۰ پنجابی پروگرام
۷-۴۰ ورندگان (اتوار)
۷-۴۵ اردو مجلس
۸-۱۵ سماچار درشن (اتوار، بدھ، جمعہ)
ریڈیو نیوز ریل (منگل، جمعرات، ہفتہ)
نیوز ریل اسپورٹس (پیر)
۸-۲۵ سماچار پتروں سے
۸-۳۰ پارلیمنٹ میں آج کی کارروائی / سور جھنکار
۸-۴۴ سگم سنگیت
۹-۱۶ اسپاٹ لائٹ
۹-۳۰ کرنٹ افیئرز (اتوار)
انگریزی میں تقریر (پیر، جمعرات)
نیشنل پروگرام : انگریزی تقریر (منگل)
فیچر (بدھ I)
یوواوانی سے انتخاب (بدھ II)
ڈاؤن میموری لین (بدھ III)
آرکائیوز / دوسرے اسٹیشنوں سے انتخاب
(بدھ IV)
نیشنل اسپورٹس میگزین (جمعہ I)
اِن پرسپیکٹیو (جمعہ II)
نیشنل پروگرام : فیچر (انگریزی) (جمعہ IV)
آور گیسٹ ٹونائٹ (ہفتہ)
۹-۴۵ کرنٹ افیئرز (اتوار)
فوجی بھائیوں کی فرمائش (پیر)
مغربی موسیقی (منگل، جمعرات)
آپ کی فرمائش (بدھ)
اسے ڈیٹ ود ریڈیو (جمعہ II، IV)
ڈانس ٹائم (ہفتہ)
۱۰-۰۰ کنسرٹ آور (اتوار)
فوجی بھائیوں کی فرمائش (پیر)
مغربی موسیقی (منگل، جمعرات)
آپ کی فرمائش (بدھ)
اے ڈیٹ ود ریڈیو (جمعہ II، IV)
ڈانس ٹائم (ہفتہ)
۱۱-۰۵ موسم اور اختتام

(جمعہ II اور IV ۱۵-۱۱ بجے)

دہلی 'د'

یووا وانی

صبح

۶-۵۵ پروگراموں کا خلاصہ
۷-۰۰ یونیورسٹی آن دی ایئر
۸-۰۰ شاستریہ سنگیت (سازسنگیت)
۸ وگیان وودھا
۸-۱۵ شاستریہ سنگیت (گائن) (سوائے ہفتہ)
کرناٹک سنگیت (صرف ہفتہ)
۸-۳۰ چلے اِٹ گول (مغربی موسیقی)
۹-۰۰ اختتام (سوائے اتوار)
ڈراما (صرف اتوار)
۹-۳۰ غیر فلمی کمرشل ریکارڈ
سگم سنگیت (اتوار)
۱۰-۰۰ اختتام (اتوار)

شام

۶-۵۵ پروگراموں کا خلاصہ
۷-۰۵ محفل
۷-۳۵ کھیل اور کھلاڑی (اتوار)
اسکول کالج کی بات (پیر I)
پرکی کرما (پیر II)
گاؤں کی بات (پیر III)
گاؤں کی پرکی کرما (پیر IV)
پرادھونی (منگل I)
مجھے بھی کچھ کہنا ہے (منگل II)
آیئے سمسیائیں سلجھائیں (منگل III)
درشٹی کون (منگل IV)
پندرہ سے سترہ (بدھ I اور III)
آتما پریچے (بدھ II)
آج کی بات (بدھ IV)
سپیشل یوواؤں کی کہانی (جمعرات I)
تب اور اب (جمعرات II)
آمنے سامنے (جمعرات III)
بات چیت (جمعرات IV)
وگیان جگت (جمعہ I، III، V)
ہمارا سواستھ (جمعہ II، IV)
روزگار کے ذریعے (ہفتہ I، III)
وگیان وبھا (ہفتہ II اور IV)
۸-۰۷ ان دی گروو (مغربی موسیقی)
۸-۳۰ سینما (اتوار I، II، IV، V)
سائنس ٹوڈے (اتوار II)
آیام (پیر I، III)
گول میز (پیر II)
بھوشیہ کی چنوتی (پیر IV)
اسپورٹس اور اسپورٹس مین (منگل I)
ایکسپریشنز (منگل II)
اوپینینز (منگل III)
کوز ٹائم (منگل IV)
دی روونگ مائیکروفون (بدھ، جمعہ)
راؤنڈ ٹیبل (جمعرات I)
سلینی (جمعرات II)
فیچر (جمعرات III)
فائرنگ لائن (جمعرات IV)
ابھی ویکتی (ہفتہ I)
کوی گوشٹھی (ہفتہ II، IV)
مشاعرہ (ہفتہ III)
۸-۵۰ آپ سے ملئے (پیر I، III، V)
گول میز (پیر II، IV)
۹-۰۰ نرجھر (موسیقی کا پروگرام) (سوائے جمعرات اور ہفتہ)
یور آرٹسٹ ٹو نائٹ (صرف جمعرات)
ہماری ڈاک (صرف ہفتہ)
۹-۲۰ سگم سازسنگیت (سوائے جمعرات)
میجک مومینٹس (جمعرات)
سنڈے ریکویسٹ (اتوار)
کلچرل ایوننگ (پیر)
من بھاون (منگل اور ہفتہ)
ناٹک (جمعرات)
سگم سنگیت (گائن) (جمعہ)
۱۰-۳۰ سگم سنگیت (گائن) (پیر)
شاستریہ سنگیت (گائن) (منگل
شاستریہ سنگیت
سازسنگیت (جمعہ اور ہفتہ)
۱۰-۴۰ شاستریہ سنگیت (بدھ)
۱۰-۴۵ شاستریہ سنگیت (گائن) (جمعہ)
۱۱-۰۰ اختتام

شاستریہ سنگیت

گائن

لچھمن داس سندھو : صبح ۱۰-۸ شام ۴۰-۵
رات ۰۰-۹ (الف) یکم جون
گنگو بائی ہنگل : صبح ۰۲-۱۱ (الف) یکم جون
دیپالی ناگ : صبح ۰۰-۱۰ (الف) ۲ر جون
نریندر سیتل : صبح ۱۰-۸ اور
رات ۰۰-۹ (الف) ۳ر جون
مشتری بیگم : صبح ۰۲-۱۱ (الف)
سہ پہر ۳۰-۳ (ب) ۳ر جون
غلام صادق خاں اور
غلام سراج خاں : صبح ۱۰-۸ (الف)
سہ پہر ۳۰-۳ (ب) ۴ر جون
مجاہد حسین خاں : صبح ۰۲-۱۱ (الف)
سہ پہر ۳۰-۳ (ب) ۴ر جون
اے رمیش کمار : صبح ۳۵-۱۰ اور
شام ۴۰-۵ (الف) ۵ر جون
سترا گوہا : صبح ۳۰-۱۱ (الف) ۵ر جون
اجیت سنگھ پینتل : صبح ۱۰-۸ اور
رات ۰۰-۹ (الف) ۶ر جون
کرشنا راؤ شنکر پنڈت : صبح ۰۲-۱۱ (الف) ۶ر جون
ڈی وی پلسکر : صبح ۳۲-۷ (ب) ۷ر جون
رسولن بائی : صبح ۳۵-۱۰ (الف) ۷ر جون
چندر ناتھ : صبح ۳۰-۱۱ اور
شام ۴۰-۵ (الف) ۷ر جون

کرشنا بشٹ اور بھارتی چکرورتی صبح ۱۰-۸ (الف)
سہ پہر ۳۰-۳ (ب) ۸ر جون
مادھوری دھنڈگے : صبح ۰۰-۱۱ اور
شام ۲۰-۵ (الف) ۸ر جون
ایل کے پنڈت : صبح ۱۰-۸ اور ۰۰-۹ (الف)
سہ پہر ۳۰-۳ (ب) ۹ر جون
آئرن رائے چودھری : صبح ۳۰-۱۱ (الف)
صبح ۳۲-۷ اور
سہ پہر ۳۰-۳ (ب) ۱۰ر جون
سلوچنا برہسپتی : رات ۰۰-۱۰ (الف) ۱۰ر جون
وجیلتی جٹا چاریہ : صبح ۱۰-۸ اور
۰۰-۹ (الف) ۱۱ر جون
زندہ حسن : صبح ۰۲-۱۱ اور
شام ۲۰-۵ (الف) ۱۱ر جون
استاد فیاض خان : صبح ۳۲-۷ (ب) ۱۲ر جون
واسو دیو پانڈے : صبح ۳۰-۱۱ اور
شام ۴۰-۵ (الف) ۱۲ر جون
نصیر احمد خاں : رات ۰۰-۱۰ (الف) ۱۲ر جون
استاد امیر خاں : صبح ۱۰-۸ اور
رات ۰۰-۱۰ (الف) ۱۳ر جون
نثار حسین خاں : صبح ۰۲-۱۱ (الف) ۱۳ر جون
استاد بڑے غلام علی خاں صبح ۳۲-۷ (ب) ۱۴ر جون
سابیری سین : صبح ۳۵-۱۰ اور
شام ۴۰-۵ (الف) ۱۴ر جون
مانتری مجدار : صبح ۳۰-۱۱ (الف) ۱۴ر جون
! بھومک : صبح ۱۰-۸ اور
شام ۴۰-۵ (الف) ۱۵ر جون
جگدیش شرما : صبح ۰۲-۱۱ (الف) ۱۵ر جون
فلگنی مترا : رات ۳۰-۹ (الف) ۱۵ر جون

سازسنگیت

ستار

امرت حسین خاں : رات ۳۰-۹ (الف) یکم جون
شکتی ڈے : صبح ۳۵-۱۰ اور
شام ۴۰-۵ (الف) ۳ر جون
سنیل کانت سکسینہ : صبح ۳۰-۱۰ اور
شام ۲۰-۵ (الف) ۶ر جون
شرمشٹھا سین : صبح ۱۰-۸، ۰۲-۱۱ اور
رات ۰۰-۹ (الف) ۷ر جون
پارتھا داس : صبح ۰۰-۱۰ (الف) ۹ر جون
ولی محمد خاں : صبح ۰۲-۱۱ (الف) ۱۰ر جون
بلرام پاٹھک : صبح ۱۰-۸، ۰۲-۱۱ اور
۰۰-۹ (الف) ۱۲ر جون
اوی شنکر : صبح ۳۲-۷ (ب) ۱۲ر جون
سعید خاں : صبح ۳۰-۱۰ اور
شام ۲۰-۵ (الف) ۱۵ر جون

سرود

مختار احمد : صبح ۳۰-۱۰ اور
شام ۲۰-۵ (الف) یکم جون
ابھیک کمار سرکار : صبح ۳۰-۱۱ اور
شام ۳۰-۵ (الف) ۲ر جون
عبدالسمیع خاں : صبح ۳۰-۱۱ اور
شام ۴۰-۵ (الف)
صبح ۳۲-۷ (ب) ۸ر جون
شرن رانی : صبح ۱۰-۸ شام ۴۰-۵ اور
رات ۰۰-۹ (الف) ۱۰ر جون
چندن رائے : صبح ۳۰-۱۱ اور
شام ۲۰-۵ (الف) ۱۳ر جون
علی اکبر خاں : صبح ۳۲-۷ (ب) ۱۵ر جون

شہنائی

دیا شنکر اور ساتھی : رات ۰۰-۱۰ (ب) ۲ر جون

بانسری

نرنجن پرساد : صبح ۱۰-۸ اور
رات ۰۰-۹ (الف)
سہ پہر ۳۰-۳ (ب) ۲ر جون
امرناتھ : صبح ۳۰-۱۱ (الف)
صبح ۳۲-۷ اور
سہ پہر ۳۰-۳ (ب) ۱۱ر جون
پرکاش ابن سکسینہ : صبح ۱۰-۸، ۰۲-۱۱ اور
رات ۰۰-۹ (الف) ۱۴ر جون

وائلن

ڈی کے داتار : صبح ۳۰-۱۱ (الف)
صبح ۳۲-۷ اور
سہ پہر ۳۰-۳ (ب) یکم جون

مہندر بھٹ : صبح ۳۰-۱۰ اور
رات ...-۹ (الف) ۸ر جون

جلترنگ

جگدیش موہن : صبح ۳۰-۱۰ اور
رات ..-۹ (الف) ۴ر جون

کلارنٹ

درشن سنگھ : صبح ۳۰-۱۱ اور
شام ۲۰-۵ (الف) ۶ر جون

بھیم سنگھ : صبح ۳۰-۱۰ (الف) ۱۳ر جون

سنطور

جین کمار جین : صبح ۳۰-۱۱ اور
رات ..-۹ (الف)
سہ پہر ۳۰-۳ (ب) ۱۵ر جون

وچتر وینا

گوپی کرشن : صبح ۱۰-۸ اور ۲۰-۱۱
رات ..-۹ ۵ر جون

اسراج

اوم پرکاش : صبح ۳۰-۱۰ (الف) ۱۱ر جون

سگم سنگیت

شام ۴۵-۶، رات ۴۴-۸ (ب)

انجلی بنرجی	:	۲ر جون
ترلوک کپور	:	۳ر جون
پشپا رانی	:	۴ر جون
اندر نارائن	:	۵ر جون
کمل ہنس پال	:	۶ر جون
سریندر کور	:	۷ر جون
وی۔ اے۔ ایچ ساگر	:	۹ر جون
سیما انل سہگل	:	۱۰ر جون
پپیہا ملک	:	۱۱ر جون
ارل وڈیرا	:	۱۲ر جون
مینا بھوشرا	:	۱۳ر جون
امینہ برنی	:	۱۴ر جون

کرناٹک سنگیت

ٹی آر سبرامنیم : صبح ۳۰-۱۱ اور
شام ۴۵-۵ (الف) ۲ر جون

کے اوما : رات ۳۰-۱۰ (الف)
سہ پہر ۳۰-۳ (ب) ۹ر جون

ایم جی سوامی ناتھن : رات ۳۰-۱۰ (الف)
سہ پہر ۳۰-۳ (ب) ۷ر جون

سیتا سندر راجن : صبح ۳۰-۱۱ اور
سہ پہر ۴۵-۳ (الف) ۹ر جون

اسے جگن ناتھن : سہ پہر ۳۰-۳ (ب) ۱۲ر جون

کے آر جے راما آئیر : صبح ۳۰-۱۰ (الف)
سہ پہر ۳۰-۳ (ب) ۱۳ر جون

وینا (کرناٹکی)

سرسوتی نٹراجن : سہ پہر ۳۰-۳ (ب) ۵ر جون

وی جی سبرامنیم : رات ۳۰-۱۰ (الف)
سہ پہر ۳۰-۳ (ب) ۱۴ر جون

لوک بھارتی علاقائی سگم اور لوک سنگیت

دوپہر ۰۲-۱۲ (الف)

گجراتی	:	یکم اور ۸ اور ۱۵ر جون
تلگو	:	۳ر جون
آسامی	:	۴ر جون
کنڑ	:	۵ر جون
بنگلہ	:	۶ر جون
مراٹھی	:	۷ر اور ۱۴ر جون
تامل	:	۱۰ر جون
اڑیہ	:	۱۱ر جون
ملیالم	:	۱۲ر جون
کونکنی	:	۱۳ر جون

سنگم

صبح ۰۰-۸ (ب)

کنڑ	:	یکم اور ۱۵ر جون
آسامی	:	۲ر جون
سندھی	:	۳ر اور ۱۰ر جون
بنگلہ	:	۴ر اور ۱۱ر جون
گجراتی	:	۵ر اور ۱۲ر جون
مراٹھی	:	۶ر اور ۱۳ر جون
تامل	:	۷ر جون
ملیالم	:	۸ر جون
اڑیہ	:	۹ر جون
تیلگو	:	۱۴ر جون

لوک ماھوری (لوک گیت)

صبح ۱۰-۹ (ب)

کشمیری	:	یکم جون
بھوجپوری	:	۲ر جون
ہماچلی	:	۴ر اور ۱۱ر جون
ہریانوی	:	۵ر جون
برج	:	۶ر اور ۱۳ر جون
راجستھانی	:	۷ر اور ۱۴ر جون
گڑھوالی	:	۸ر جون

اودھی	:	۱۰ر جون
مالوی	:	۱۲ر جون
ڈوگری	:	۱۵ر جون

ناٹک رنگ منچ (ہندی)

وہ چلے جھٹک کر دامن
تحریر: رام سروپ شرما : دوپہر ۱۵-۱۲ (الف) ۲ر جون
رات ..-۸ (الف) ۵ر جون

کاکٹیس میں پھول (ناٹک)
تحریر: شریمتی اندو ماتھر : دوپہر ۳۰-۲۰ (الف) ۲ر جون

اسی دیوار کے سائے میں
تحریر: رفعت سروش : دوپہر ۳۰-۱۲ (الف) ۳ر جون

چھ مہینے کی رات (ناٹک)
تحریر: رمیش دت شرما : رات ۳۰-۹ (الف) ۴ر جون
دوپہر ۳۰-۱۲ (الف) ۱۰ر جون

کٹھ پھولا (ناٹک)
تحریر: سعید عبدالملک : رات ۳۰-۹ (الف) ۷ر جون
دوپہر ۳۰-۲ (الف) ۹ر جون

دولہا بنا مراری
تحریر: سریندر سیٹھی : دوپہر ۱۵-۱۲ (الف) ۹ر جون
رات ..-۸ (الف) ۱۲ر جون

چیتنا: ناٹک
تحریر: ریوتی سرن شرما : رات ۳۰-۹ (الف) ۱۱ر جون

ملاپ: ناٹک
کال برس : رات ۳۰-۹ (الف) ۱۴ر جون

سائنس پروگرام

وگیان چرچا صبح ۵۰-۶ (الف)

ڈیمنیشنل ٹکنالوجی (تقریر) دلیپ سالوسے	:	۳ر جون
چولائے (تقریر) ڈاکٹر آر ڈی سنگھ	:	۵ر جون
ٹائیڈل انرجی (تقریر) کشور سہائے	:	۷ر جون
ریڈیو فارما سیوٹکل (تقریر) ڈاکٹر آر دیواکرن	:	۱۰ر جون
ورڈ پروسسر (تقریر) ایم ڈی تیواری	:	۱۲ر جون
واٹر ہارسنتھ: تقریر: ڈاکٹر یو ایس چوہان	:	۱۴ر جون

گیان وگیان شام ۰۵-۵ (الف)

وگیان سماچار: تقریر رنبیر سنگھ : ۴ر جون
وٹ از دی زود ھنگ: تقریر
ترلوچن پال پاٹھک : ۱۱ر جون

وگیان آلوک رات ۱۵-۸ (الف)

وگیان سماچار: ریتا اگروال : ۵ر جون
فیچرآن ایلری: ڈاکٹر نریندر رورا : ۱۲ر جون

(آگے ص ۴۲ پر)

روہتک

میڈیم ویو ۴ر۲۶۲ میٹر ۱۱۴۳ کلو ہرٹز

خبریں

ہندی میں خبریں: صبح ۰۰-۸ دوپہر ۰۵-۱ شام ۰۵-۶ رات ۴۵-۸
انگریزی میں خبریں: صبح ۱۰-۸ دوپہر ۰۰-۱ شام ۰۰-۶ رات ۰۰-۹

شاستریہ سنگیت

صبح ۴۰-۷

گائن

کندن لال شرما	۳ر جون
پنالال سونکی	۶ر جون
مشتاق حسین خاں	۷ر جون
پی۔ایل۔گوہرکر	۱۰ر جون
جگت بھوشن چوہان	۱۱ر جون
سنگھ بندھو	۱۲ر جون
مہیش داجیائی	۱۳ر جون
ریتا گنگولی	۱۵ر جون

ساز سنگیت

صبح ۴۰-۷

— ستار —

سرفرج شرما	۴ر جون

— سرود —

ایس۔جی۔رائے چوہدری	۵ر جون

— سارنگی —

وزیر حسین خاں	۸ر جون

سگم سنگیت

صبح ۱۵-۷

کے۔جی۔گپتا	یکم جون
اجیت کور	۲ر جون
تیش چندروتس	۳ر جون
بلبیر سوبتی	۴ر جون
ہربنس لال آہوجہ	۵ر جون
بجوشری بنرجی	۶ر جون
مدھوبالا سکینہ	۷ر جون
امینہ برلی	۸ر جون
ایم۔ایل۔نکرہ	۹ر جون
ہری پرساد تنور	۱۰ر جون
انل مکھیجہ	۱۱ر جون
معین الدین خاں	۱۲ر جون
چندرمنی چوہدری	۱۳ر جون
وی۔ایچ۔ساگر	۱۴ر جون
سیما شرما	۱۵ر جون

رات ۳۰-۸

وانی جے رام	یکم جون
طلعت محمود	۲ر جون
سمن کلیانپور	۳ر جون
ما ریمہ	۴ر جون
جمیل احمد	۵ر جون
لتا	۶ر جون
جگموہن	۷ر جون
نتن مکیش	۸ر جون
رادھا سلوجہ	۹ر جون
آشا بھونسلے	۱۰ر جون
مکیش	۱۱ر جون
نورجہاں	۱۲ر جون
الور	۱۳ر جون
کرشنا کلے	۱۴ر جون
مہدی حسن	۱۵ر جون

ایک فلم سے

رات ۱۶-۹

رتن	یکم جون
سوہنی مہیوال	۲ر جون
پرکھ	۳ر جون
شباب	۴ر جون
اپاسنا	۵ر جون
آگ	۶ر جون
مدہوش	۸ر جون
آشا جیوتی	۹ر جون
جیون ساتھی	۱۰ر جون
بے ایمان	۱۱ر جون
انجانا	۱۲ر جون
بندھن	۱۳ر جون
ادھیکار	۱۴ر جون
راجہ اور رنک	۱۵ر جون

ضلع کی چٹھی

صبح ۲۵-۷

سونی پت	یکم اور ۱۳ر جون
سرسا	۲، اور ۱۴ر جون
فریدآباد	۳، اور ۱۵ر جون
روہتک	۴ر جون
حصار	۵ر جون
انبالہ	۶ر جون
بھوانی	۷ر جون
کرنال	۸ر جون
گوڑگاؤں	۹ر جون
جیند	۱۰ر جون
کوروکشیتر	۱۱ر جون
مہندرگڑھ	۱۲ر جون

ناٹک / جھلکی

رات ۳۰-۹

'یاترہ' جھلکی	۲ر جون
'جنون کی حد' ناٹک	۹ر جون

تقریر

صبح ۳۰-۷

'ہریانہ کے اتہاسک قلعے — نارنول کا قلعہ'	یکم جون
'سارد جنک وترن پرنالی'	۳ر جون
'کیا پران سبھیتا کی اور جانا اچت ہوگا' مذاکرہ	۴ر جون
'تب کیا ہوا، جب ہم دولہا بنے'	۵ر جون
'فلمیں اور جن جیون پران کا پربھاؤ'	۶ر جون

ہمارا سنویدھان —

'راشٹرپتی کی آپات کالین شکتیاں'	۷ر جون
'بھارت میں ودیشی یاتری — مارکوپولو'	۸ر جون
'ہست شلپ ادیوگ اور دیش کا آرتھک وکاس'	۱۰ر جون
'ناٹکوں کی سماج پریورتن شمتا' مذاکرہ رات ۳۰-۹	۱۱ر جون
'تب کیا ہوا، جب پتنی روٹھ گئی'	۱۲ر جون
'پراچین بھارتیہ راج نیتی کا سوروپ'	۱۴ر جون
'بھارت کا پراچین سمندری ویاپار'	۱۵ر جون

جالندھر، چنڈی گڑھ

جالندھر میٹر ۲۲۰۱۳ میٹر ۲۰ کلو ہرٹز
۲۲۲۱۲ میٹر ۱۳۵ کلو ہرٹز
۲۲۳۱۶ میٹر ۱۰۳ کلو ہرٹز
چنڈی گڑھ میٹر ۲۹۱۶ میٹر ۱۳۱ کلو ہرٹز

خبریں

ھندی : صبح ۰۰-۸، دوپہر ۰۵-۱، ۰۱-۲، ۴۵-۲ (دھیمی رفتار سے)
شام ۰۵-۶، ۲۰-۶ (پرادیشک سماچار) رات ۴۵-۸، ۵-۱۱
پنجابی : صبح ۳۰-۱ دوپہر ۴-۱ شام ۱۰-۶ (پرادیشک سماچار) شام ۳۰-۷
انگریزی : صبح ۱۰-۱ دوپہر ۰۰-۱ رات ۰۰-۹ اور ۱۱
اردو : صبح ۵۰-۱ دوپہر ۵۰-۱ رات ۱۵-۹ (خبریں) ۲۵-۹ تبصرہ
روزگار سماچار : شام ۴۰-۷

روزانہ نشر ہونے والے پروگرام

جالندھر (الف)

صبح

۲۵-۴	وندے ماترم اور منگل دھن
۰۵-۶	آرادھنا : بھگتی سنگیت
۳۵-۶	کھیتی باڑی اور موسم کا حال
۴۰-۶	پروگراموں کا خلاصہ (پریچے)
۴۵-۶	نانس گان
۰۵-۷	امرت بودھ
۳۰-۷	رام چرتر مانس (اتوار)

دوپہر

۱۵-۱	فوجی بھائیوں کے لیے
۰۰-۲	موسم کا حال اور اُنت کھیتی
۲۰-۱۲	سگم سنگیت (ساڈے آس پاس - ہفتہ)
۳۰-۱۲	گوربانی وچار

شام

۰۰-۶	مقامی اعلان اور پروگرام کا خلاصہ
۱۰-۶	پرادیشک سماچار (پنجابی)
۲۰-۶	پرادیشک سماچار (ہندی)
۳۰-۶	دیہاتی پروگرام
۴۰-۷	روزگار سماچار
۱۵-۹	اردو میں تبصرہ

جالندھر (ب)

صبح

۱۰-۱۰	اسکول براڈ کاسٹ

شام

۰۰-۶	یووا وانی
۰۰-۷	پنجابی میں پروگرام
۰۰-۸	ختم شدہ

شاستریہ سنگیت

گائن

استاد فیاض خاں	:	رات ۳۰-۱۰	۲ رجون
استاد امیر خاں	:	صبح ۰۵-۹	
		رات ۳۰-۱۰	۳ رجون
گوسوامی گوکل تپسوی جی	:	رات ۱	۴ رجون
مہندر سنگھ	:	صبح ۰۵-۹	
		رات ۳۰-۱۰	۶ رجون
سلوچنا برہسپتی	:	صبح ۰۵-۹	۸ رجون
یا شنگدا واسودیون	:	رات ۳-۹	۸ رجون
ڈی وی پلسکر	:	صبح ۰۵-۹	۹ رجون
بھیم سین جوشی	:	صبح ۱۰-۹	۱۱ رجون
غلام مصطفیٰ خاں	:	صبح ۰۵-۹، دوپہر ۳۰-۴	
		اور رات ۳۰-۱۰	۱۳ رجون
پنڈت جسراج	:	رات ۳۰-۱۰	۱۴ رجون
چمن لال بھلّہ	:	صبح ۰۵-۹	۱۵ رجون
لال منی مشرا	:	رات ۳۰-۹	۱۵ رجون

ساز سنگیت

ستار

ہردند کمار	:	صبح ۰۵-۹	
		رات ۳۰-۹	۷ رجون
وزیر چند رچیترا	:	صبح ۰۵-۹	۱۴ رجون

کلارنٹ

ویدپرکاش	:	صبح ۰۵-۹	یکم جون
جوگندر نکھی		صبح ۰۵-۹	
		رات ۳۰-۱۰	۵ رجون

وائلن

این راجن	:	صبح ۰۵-۹	
		رات ۳۰-۱۰	۱۰ رجون

سرود

علی اکبر خاں	:	صبح ۱۰-۹	۴ رجون

سگم سنگیت / لوک گیت

شوکت علی متوعی	:	صبح ۴۵-۷	یکم جون
مختار سہوتا	:	سہ پہر ۴۵-۴	یکم جون
سعیدہ بانو	:	دوپہر ۳۰-۲	۲ رجون
سوندر سنگھ پردیسی	:	صبح ۲۰-۸	۳ رجون
ہرپریت کوہلی	:	دوپہر ۳۰-۲	۳ رجون
پرمندر کور اور ساتھی	:	سہ پہر ۴۵-۴	۴ رجون
ناہر سنگھ پنچھی اور دھرم سنگھ سیکھوں	:	دوپہر ۳۰-۲	۵ رجون
تیرتھ سنگھ	:	دوپہر ۳۰-۲	۶ رجون
پورن شاہ کوٹی	:	سہ پہر ۴۵-۴	۶ رجون
طفیل نیازی جاوید طفیل	:	دوپہر ۳۰-۱۲	
		رات ۱۵-۱۰	۷ رجون
منموہن کور	:	دوپہر ۳۰-۲	۷ رجون
رمیش رنگیلا اور ساتھی	:	سہ پہر ۴۵-۴	۷ رجون
سریندر ربھلہ اور ساتھی	:	سہ پہر ۴۵-۴	۸ رجون
رنجنا	:	دوپہر ۳۰-۲	۹ رجون
رچھپال سنگھ پال	:	سہ پہر ۴۵-۴	۹ رجون
سنت سنگھ نیدرا	:	صبح ۲۰-۸	۱۰ رجون
پریم پاٹھک	:	رات ۱۵-۱۰	۱۰ رجون
سورن لتا	:	دوپہر ۳۰-۲	۱۱ رجون
نریندر بیبیا	:	سہ پہر ۴۵-۴	۱۱ رجون
کرتار سنگھ رملا	:	دوپہر ۳۰-۲	۱۳ رجون
ہری سنگھ رملا	:	دوپہر ۳۰-۲	۱۴ رجون
نوراں	:	دوپہر ۳۰-۲	۱۴ رجون
کلدیپ مانک	:	رات ۱۵-۱۰	۱۴ رجون
اجیت کور	:	صبح ۴۵-۷	۱۵ رجون

شبد

صبح ۳۰-۷ شام ۴۵-۷

بھائی بلدیو سنگھ راگی	۸ر جون
بھائی برجندر سنگھ راگی	۷ر جون
بھائی ہرچند سنگھ راگی	۱۲ر جون
بھائی ہرنام سنگھ جوگی	۱۴ر جون

بھجن

ردی شرما	:	دوپہر ۱۵-۱۲	۶ر جون
چندر کانتا	:	صبح ۳۰-۸	۷ر جون
ہربجن لال	:	صبح ۳۰-۷	۱۳ر جون
انیتا سین	:	صبح ۲۰-۸	۱۴ر جون
مدھوریا	:	صبح ۳۰-۷	۱۵ر جون

ڈرامہ

رات ۳۰-۹

فرش وچ آگیا ڈکھ (پنجابی) آتم جیت	۳ر جون
مرگ ترشنا (ہندی) سریندر ناتھ ملہوترہ	۷ر جون
ناری مکتی (پنجابی) کپور سنگھ گھمن	۱۰ر جون
نیا سین نئی سیڑھی (ہندی) ارمل کمار	۱۴ر جون

تقریر / ملاقات

گوربانی دے پرسنگ وچ پنجابی میں تقریر
کلدیپ سنگھ : رات ۰۰-۸ یکم جون
انسان کی پہچان : (اردو میں تقریر)
ڈی۔ آر۔ وج : رات ۰۰-۸
۴ر جون
ساڈیں یوجنائی وانگار: سکیا (پنجابی میں تقریر)
ایس ایس بھلر : رات ۰۰-۸ ۵ر جون
منکھی ایکتا (پنجابی میں تقریر)
پردمن کور : رات ۰۰-۸ ۸ر جون
اکیسویں صدی دل (ملاقاتوں پر مبنی پروگرام)
بلدیو سنگھ گلی : صبح ۴۵-۷ ۱۰ر جون
انسانی زندگی میں رنگوں کی اہمیت (اردو میں تقریر)
ایس پی بھنڈاری : رات ۰۰-۸ ۱۱ر جون
لبھو رہے گہنے : ہتھاں باہنواں دے گہنے
پنجابی میں تقریر ، بلجیت کور : رات ۰۰-۸ ۱۲ر جون

جھلکیاں

پرتی بمب (جھلکی)
ایس ایس مشا : صبح ۴۵-۷ ۲ر جون
پرتی بمب (جھلکی)
ایچ ایس بٹالوی : صبح ۴۵-۷ ۹ر جون

لکھنؤ

میڈیم ویو: لکھنؤ الف: ۳۰۱۰۶ میٹر ۷۴۷ کلوہرٹز لکھنؤ ب: ۲۲۳۴۸ میٹر ۱۳۴۸ کلوہرٹز
لکھنؤ ب: صبح ۴۵-۴/۴۵-۵ سے ۴۵-۷ ۹۳۱۴۰ میٹر ۳۲۰۵ کلوہرٹز
شارٹ ویو: صبح ۴۵-۷ تک ۹۳۱۶۰ میٹر ۳۲۰۵ کلوہرٹز
صبح ۰۰-۸ بجے کے بعد ۴۸۱۸۳ میٹر ۶۱۴۰ کلوہرٹز
دوپہر ۴۱۵۳۸ میٹر ۷۲۵۰ کلوہرٹز
شام اور رات ۹۳۱۶۰ میٹر ۳۲۰۵ کلوہرٹز

خبریں

ہندی/انگریزی: ۰۰-۶ (مالی) ہندی: صبح ۵۵-۷ بجے، دوپہر ۰۵-۱ اور ۱۰-۲ بجے، شام ۰۵-۶ رات ۴۵-۸ اور ۰۵-۱۰ بجے
انگریزی: صبح ۱۰-۸ دوپہر ۰۰-۱ بجے رات ۰۰-۹ اور ۰۰-۱۱ بجے سنسکرت: صبح ۰۰-۷ بجے شام ۱۰-۶ بجے اردو: صبح ۵۰-۸ بجے، رات ۱۶-۹ بجے
نیوز ریلیز (ہندی): صبح ۰۰-۹ بجے علاقائی چٹھی: صبح ۰۵-۹ بجے علاقائی: دوپہر ۳۰-۲ بجے (اردو) صبح ۲۰-۶ بجے، شام ۲۰-۷ (ہندی)

ستار

ستیش چندر	صبح ۱۰-۹	شب ۳۰-۱۰	۷ر جون
سراج الدین خاں	صبح ۱۰-۹	شب ۴۵-۹	۱۰ر جون

کلارنیٹ

معبود حسین صبح ۱۰-۹ دوپہر ۱۰-۱۲
شب ۳۰-۱۰ ۱۲ر جون

سگم سنگیت — دوپہر ۰۰-۱۲ اور شب ۱۵-۸ بجے

شوبھا چکرورتی	۱ر جون
ارچنا سنگھ	۳ر جون
ومل کمار سریواستو	۴ر جون
روپالی مکرجی	۵ر جون
کمل پوری	۶ر جون
وینا ماتھر	۷ر جون
افضل حسین نگینہ	۸ر جون
شیل نگم	۱۰ر جون
غلام دستگیر خاں	۱۱ر جون
رتیندر موہن بنرجی	۱۲ر جون
دیپ شری موہن	۱۳ر جون
سریندر کور	۱۴ر جون
سنتو سریواستو	۱۵ر جون

ناٹک / جھلکی

ان سے ملئے میاں طوفیلی۔
تحریر و پیش کش: تصویر عابدی دوپہر ۱۰-۱ ۲ر جون
کل کا سبیرا۔
مصنف: دیپا شکلا شب ۳۰-۹ ۲ر جون
یہ بھی سچ ہے۔
مصنف: دنیش بھارتی شب ۰۰-۱۰ ۵ر جون
آج اتوار ہے۔ تیاری سیتارام کی
مصنف: راجیش بھدوریا دوپہر ۱۰-۱ ۹ر جون

شاستریہ سنگیت

گائن

ممتاز علی خاں	صبح ۱۰-۹	دوپہر ۱۰-۱۲	۱۴ر جون
افضال حسین نگینہ	دوپہر ۱۰-۱۲	شام ۳۰-۴	۵ر جون
ڈاگر بندھو	صبح ۱۰-۹	شب ۳۰-۱۰	۶ر جون
جی سی پلسکر	صبح ۱۰-۹	شام ۳۰-۴	۸ر جون



بلکار جن منصور		شب ۳۰-۱۰	۱۰ر جون
موتی لال بھٹ	صبح ۱۰-۹	دوپہر ۱۰-۱۲	۱۱ر جون
سنتوش ماتھر	صبح ۱۰-۹	شب ۳۰-۱۰	۱۲ر جون

ساز سنگیت

بانسری

سبھاش رائے	صبح ۱۰-۹	شام ۳۰-۴	۱ر جون
موہن لال کنور	صبح ۱۰-۹	شب ۳۰-۱۰	۱۴ر جون

سارنگی

سنتوش کمار مشر	صبح ۱۰-۹	شب ۳۰-۱۰	۵ر جون

رامپور

۳۳۶٫۷ میٹر (۸۹۱ کلو ہرٹز)

ہندی/انگریزی: صبح ۰۰-۶ عالمی

ہندی: صبح ۰۰-۸، دوپہر ۰۵-۱ اور ۱۰-۲، شام ۰۵-۶، رات ۴۵-۸

انگریزی: صبح ۱۰-۸، دوپہر ۰۰-۲، رات ۰۰-۹، اردو: صبح ۵۰-۸ اور رات ۱۵-۹

سماچار پتر ہندی: صبح ۰۰-۹، ضلع کی چٹھی: صبح ۰۵-۹، پرادیشک سماچار: شام ۲۰-۷

روزانہ نشر ہونے والے پروگرام

۰۰-۶ وندے ماترم، ارجمک، ادھ گھوشنا، منگل دھونی

۰۵-۶ وندنا

۳۵-۶ آج کا چنتن: گاندھی چرچا (جمعہ)

بدھ کاشش کرن (ہفتہ)

۴۰-۶ سنو کسانو

۵۵-۶ پروگراموں کا خلاصہ

۰۵-۷ مانس گان

۱۵-۷ روزگار سماچار

۳۰-۷ اتوار: آج اتوار ہے

شاستریہ سنگیت (پیر، منگل)

بھاش شکشا (بدھ، جمعرات)

واتائن (جمعہ I، III، V)

کاویہ سوربھ (جمعہ II)

پریمل (جمعہ IV)

سموادن شکشا (ہفتہ)

۴۵-۷ درپن (بدھ III)

سندیش گیت نجلی، جھلکی (بدھ IV)

ساہتیہ سدھا، سنسکرت کاریہ کرم (جمعرات)

۵۰-۷ سگم سنگیت (بدھ، منگل، جمعہ)

۲۱-۸ دھرتی گاتی ہے

۳۰-۸ آہنگ (اردو پروگرام) (جمعرات اور جمعہ)

۰۰-۹ راجیہ کی چٹھی

۰۵-۹ ضلع کی چٹھی

۱۰-۹ کلیان، بچوں کا کاریہ کرم (اتوار)

دوپہر

۳۰-۱۲ آپ کے لیے جھلکی (اتوار)

دو رنگ (پیر)

آپ کی پسند (منگل، جمعرات، ہفتہ)

سُر سنگم (بدھ)

نعت، قوالی (جمعہ)

۴۵-۲ آپ کی چٹھی ملی (اتوار)

۰۰-۱ پروگراموں کا خلاصہ

۱۰-۱ پریوار جگت (اتوار)

وندھیا (شہری پھیلاؤ کے لیے) (پیر)

دھرتی گاتی ہے: لوک گیت (I، III منگل)

پٹھان راگ (II منگل)

آنچل (گرامین مہیلاؤں کے لیے II بدھ)

سب رس (جمعرات)

خبریں، گیت

فلمی گانا ادھک سماچاروں کے ساتھ (جمعہ)

سواستھ سندیش (ہفتہ)

۳۰-۱ جوانوں کے لیے (ہفتہ)

۴۰-۱ من بھاون (اتوار)

شاستریہ سنگیت

(پیر، منگل، بدھ، جمعرات اور جمعہ)

۲۰-۲ دامن، فلمی غزلیں (اتوار)

۳۵-۲ آس پاس (اتوار)

سماچار درشن (II، IV اتوار)

فیچر (I اور III اتوار)

شام

۰۰-۶ پروگراموں کا خلاصہ

۱۰-۶ علاقائی سوچنائیں

۱۵-۶ نئی فلموں سے (اتوار)

گیت مالا (پیر، جمعہ)

آرادھنا (منگل) انجمن (بدھ)

گلدستہ، کنسرٹ سانگس (جمعرات)

ایک ہی فلموں سے (ہفتہ)

۳۰-۶ یووا وانی

۰۰-۷ کرشی جگت

۴۵-۷ سنسکرت کاریہ کرم (اتوار)

آہنگ: اردو پروگرام (پیر)

قانونی مہاتمہ، انگریزی کاریہ کرم (منگل)

آپ نے لکھا ہے (I، III منگل)

کسوٹی (II، IV منگل)

سرود ھانچ (جمعرات)

پریوار کلیان، پرشن اتری (جمعہ)

ہندی تقریر (ہفتہ)

۰۰-۸ سگم سنگیت (اتوار، پیر، منگل، بدھ، ہفتہ)

جام غزل (جمعرات)

کل اور آج (II، IV جمعہ)

سگم سنگیت (I، III، V جمعہ)

۱۰-۸ شاستریہ سنگیت (سوائے اتوار اور پیر)

۱۵-۸ پرانی فلموں سے (اتوار)

نیوز ریل اسپورٹس (پیر)

۳۰-۸ پرانی فلموں سے (منگل، جمعرات، ہفتہ)

ساز اور آواز (پیر، بدھ اور جمعہ)

۳۰-۹ چہار بیت (اتوار)

آپ کی پسند اور من بھاون (II، IV منگل)

گیتوں بھری کہانی (IV منگل)

تقریروں کا نیشنل پروگرام (پیر، بدھ)

پریچرچا کا وشیہ (دلّی سے) (بدھ)

سگم اور لوک گیت کا نیشنل پروگرام

روپکوں کا نیشنل پروگرام (جمعرات)

اسپورٹس میگزین (II جمعرات)

ناٹکوں کا نیشنل پروگرام (III جمعرات)

شاستریہ سنگیت (V جمعرات)

ناٹک (جمعہ)

سنگیت کا نیشنل پروگرام (ہفتہ)

۴۵-۹ آپ کی پسند (اتوار)

۰۰-۱۰ سارنگی (I پیر)

وچار دھارا (II پیر)

ملاقات (III پیر)، خزانہ (IV پیر)

یووا سنگیت سبھا (منگل)

ناٹک وکاس یکش (III بدھ)

شاستریہ سنگیت (I، II اور IV جمعہ)

آدھا گھنٹہ (III جمعہ)

شاستریہ سنگیت

گایَن

مالیویہ کمار	صبح ۳۰-۷ اور رات ۱۰-۸	یکم جون
ایم-آر گپتا	صبح ۳۰-۷ اور دوپہر ۳۰-۱	۴/جون
ڈی-وی پلسکر	دوپہر ۳۰-۱	۶/جون
استاد ڈیسے غلام علیخاں	دوپہر ۳۰-۱ اور رات ۱۰-۸	۱۱/جون

استاد امیر خاں	دوپہر ۴۰-۱ اور رات ۱۰-۸	۱۴/جون

ساز سنگیت

رودر وینا

اسعد علیخاں	صبح ۳۰-۷ اور رات ۱۰-۸	۳/جون

ستار

نکھل بنرجی	صبح ۳۰-۷ اور دوپہر ۴۰-۱	۵/جون

طبلہ

عطا حسین خاں	دوپہر ۴۰-۱	۷/جون

بانسری

شیش کمار چودھری	صبح ۳۰-۷ اور دوپہر ۲۰-۲	۱۰/جون

وائلن

ہری پرساد چودھری	صبح ۳۰-۷	۱۲/جون

گٹار

سریپ کمار مشر	رات ۱۰-۸	۱۵/جون

سگم سنگیت

شوبھا ماتھر/شیام موہن	صبح ۵۰-۷	یکم جون
شجاعت حسین خاں/جمیل احمد	رات ۰۰-۸	یکم جون
مجدّد نیازی	صبح ۵۰-۷	۴/جون
جعفر حسین اور ساتھی	صبح ۵۰-۷، دوپہر ۳۰-۱۲ اور رات ۰۰-۸	۷/جون
اجے بھارتی	صبح ۵۰-۷ اور رات ۰۰-۸	۸/جون
ونود کمار شرما	صبح ۵۰-۷	۱۱/جون
کرشنا کلکے	صبح ۵۰-۷	۱۴/جون
اُوشا اگروال	رات ۰۰-۸	۱۴/جون

لوک گیت/چہار بیت

نظام الدین اور ساتھی	رات ۳۰-۹	۲/جون
انوپما شریواستوا	صبح ۲۱-۸	۷/جون
سروج ماتھر اور سکھیاں	صبح ۲۱-۸	۸/جون

تقریر

ہری کھاد کا مہتو	رات ۳۰-۷	۵/جون
امرود کا باغ لگانے کی تیاری	رات ۳۰-۷	۱۳/جون

میں بھی منہ میں زبان رکھتا ہوں: مزاحیہ تقریر

غیور حسین نقوی	صبح ۳۰-۸	۱۴/جون

مباحثہ

ایٹمی اسلحہ اور انسانی معاشرہ

شرکاء: ایس-آر خان، ضمیر احمد اور ڈاکٹر مشرف علی صدیقی صبح ۳۰-۸ ۷/جون

الٰہ آباد

الٰہ آباد (الف) ۲۹۲٫۳ میٹر ۱۰۲۶ کلوہرٹز
الٰہ آباد (ب) ۲۰۲٫۶۰ میٹر ۱۴۸۵ کلوہرٹز

روزانہ نشر ہونے والے پروگرام

صبح
۵—۵۵ وندے ماترم، منگل دھونی
۶—۰۰ کرشی جگت (وارانسی سے ریلے)
۶—۱۵ ماتری وندنا
۶—۲۰ آرادھنا
۶—۴۰ گاندھی چرچا (صرف جمعہ)
۶—۵۰ گورو گرنتھوں سے سمرن (اتوار)
دھار وندنا (پیر، منگل، بدھ، جمعرات اور ہفتہ)
۶—۵۵ آج کا کاریہ کرم اور موسم
۷—۰۵ مانس گان (لکھنؤ سے ریلے)
۷—۱۵ روزگار سماچار (" ")
۷—۲۰ پرادیشک سماچار (گورکھپور سے ریلے)
۷—۳۰ سمودگان سنگیتا (اتوار)
شاستریہ سنگیت (سوائے اتوار)
۸—۱۲ ہاسیہ پرہاس (اتوار)
لوک گیت (سوائے اتوار)
۸—۳۰ اردو پروگرام (لکھنؤ سے ریلے / سوائے بدھ)
الٰہ آباد سے ریلے (I، III اور V بدھ)
گورکھپور سے ریلے (II اور IV بدھ)
۹—۰۰ راجیہ کی چٹھی (دہلی سے ریلے)
۹—۰۵ ضلع کی چٹھی (لکھنؤ سے ریلے)
۹—۱۰ لوک روچی سماچار (اتوار — دہلی سے ریلے)
گیت (پیر، بدھ، جمعرات اور ہفتہ)
سگم سنگیت (منگل، جمعہ)
۹—۱۵ پتر کے لیے دھنیہ واد (اتوار)
سنسکرت شکشا (پیر، بدھ)
۹—۳۰ پرتی کہا (وارانسی سے)
لوک گیت (سوائے اتوار)
۹—۴۵ بال سنگھ (اتوار)
۱۰—۳۰ روپک (اتوار I، III، V)
ناٹک (اتوار II)
کھیل پتریکا رناٹک (اتوار IV)
۱۱—۰۰ شاستریہ سنگیت (اتوار)
۱۲—۰۰ مدھوبکر (فلمی گیتوں کا کاریہ کرم) (اتوار)
۱۲—۱۰ دیہاتیوں کے لیے (لکھنؤ سے ریلے)
(سوائے اتوار)
۱۲—۳۰ گھر پریوار (اتوار)

گرہ لکشمی (پیر، بدھ، جمعہ)
پن گھٹ (منگل، جمعرات)
بھارت بھارتی (ہفتہ)
۱۲—۴۵ یہ مت کش، گھر سا مائیکروفون (ہفتہ)
۱—۱۰ آج اتوار ہے (اتوار)
سگم سنگیت (سوائے اتوار)
۱—۲۰ شاستریہ سنگیت (پیر، منگل، جمعرات اور جمعہ)
الور ودھ ایکا (بدھ)
ملے جلے گانے (ہفتہ)
۱—۵۰ لوک گیت
۲—۲۰ کرشی جگت / دیہاتیاں اور کسان
۲—۳۰ علاقائی خبریں (لکھنؤ سے ریلے)
۲—۳۵ موسم کا حال
شام
۵—۱۵ دھرتی کے گیت (اتوار، پیر، جمعرات، جمعہ)
بال گوپال (منگل)
ننھی دنیا (بدھ، ہفتہ)
۵—۳۰ یووا وانی
۶—۰۰ روزگار سماچار وشیش سوچنائیں اور کاریہ کرم
۶—۱۵ پنچایت گھر
۶—۴۵ مدیکا
۶—۵۰ کرشی جگت (اتوار، پیر، بدھ، جمعرات، ہفتہ)
کرشی ریڈیو گوشٹھی (منگل)
میلا ریڈیو گوشٹھی (جمعہ)
۷—۲۰ پرادیشک سماچار (لکھنؤ سے ریلے)
۷—۳۰ وکاس گیت
۷—۳۵ سائیکی (دہلی سے ریلے)
۷—۴۵ سگم سنگیت (اتوار، منگل، جمعرات اور ہفتہ)
دھارواہک ناٹک (پیر)
یہ مت کش (گھر سا مائیکروفون) (بدھ)
ہتروینی (جمعہ)
۸—۰۰ پنچ رنگ (پہاڑیوں کا کاریہ کرم) (اتوار)
ہندی تقریر (پیر اور ہفتہ)
سنسکرت تقریر (منگل، جمعہ)
سائنس رنگ (لکھنؤ سے ریلے) (بدھ)
سوروتا (جمعرات)
۸—۱۵ سبدھ گیت / سبدھ سنگیت / شاستریہ سنگیت

۸—۳۰ پرادیشک سماچار (لکھنؤ سے ریلے) (اتوار)
سگم سنگیت / سمسند سمیکشا (جب پارلیمنٹ کا اجلاس ہو) دہلی سے ریلے (سوائے اتوار)
۹—۳۰ انگریزی میں تقریر (اتوار)
نیشنل پروگرام: ہندی تقریر (پیر)
نیشنل پروگرام، انگریزی تقریر (منگل)
چرچا کا وشے ہے (بدھ I، II، IV، V)
سوادھینتا سنگرام سے متعلق روپک (بدھ III)
پرادیشک سنگیت کا نیشنل پروگرام (جمعرات I)
روپک (جمعرات II)
چتریکا (جمعرات III)
ناٹک (جمعرات IV)
کتھا گوشٹھی (جمعرات V)
ناٹک (جمعہ I، II، III، IV)
سنسکرت پتریکا (وارانسی سے ریلے) جمعہ V
۹—۴۵ وادیہ وادن (اتوار)
۹—۵۰ شاستریہ سنگیت (پیر)
۱۰—۰۰ سگم سنگیت (منگل)
گیت سنگیت (اتوار)
اپہار (اتوار)
میری ساہتیہ یاترا (پیر I)
سائیکی (پیر II، IV)
کیا ہم اپنی کیا کریں (پیر III)
ساہتیہ دھارا (پیر V)
منگل شب کی محفل موسیقی (منگل)
ناٹک (بدھ)، شرنکھلا ناٹک (بدھ IV)
پرادیشک سنگیت کا نیشنل پروگرام (مسلسل)
(جمعرات I)
ولاس گیکہ (لکھنؤ سے ریلے) (جمعرات II)
ناٹک (مسلسل) (جمعرات III، IV)
شاستریہ سنگیت (جمعرات V)
سورسنگم (جمعہ I)
ناٹک (مسلسل) (جمعہ II، IV)
آہوان (لکھنؤ سے ریلے) (جمعہ III)
سنسکرت پتریکا (جمعہ V)
۱۰—۳۰ شاستریہ سنگیت (پیر، بدھ، جمعرات)
۱۱—۱۰ موسم کا حال — اختتام

شاستریہ سنگیت

گائن

پنڈت جسراج — رات ۸-۰۰ — ۲ جون
تلاش کشن گھٹے — صبح ۷-۳۰، دوپہر ۱۲-۳۰
اور رات ۸-۱۵ — ۴ جون
شنو کھورانہ — صبح ۷-۳۰ اور
رات ۱۰-۳۰ — ۵ جون
غلام مصطفیٰ خاں — دوپہر ۱-۲۰ اور
رات ۸-۱۵ — ۶ جون
پریم ناتھ — صبح ۷-۳۰ اور
رات ۸-۱۵ — ۸ جون
کمار گندھرو — صبح ۱۱-۰۰ اور
رات ۸-۱۵ — ۹ جون
کشوری امونکر — صبح ۱۱-۰۰ — ۱۰ جون
غلام تقی خاں — دوپہر ۱-۲۰ اور
رات ۸-۱۵ — ۱۰ جون
نثار حسین خاں — صبح ۷-۳۰ اور
دوپہر ۱-۲۰ — ۱۱ جون
سوریہ کالیکر — صبح ۷-۳۰ اور
رات ۸-۱۵ — ۱۲ جون
سنت لال — صبح ۷-۳۰ — ۱۵ جون

سازسنگیت

گٹار

نروپما چکرورتی — صبح ۷-۳۰ اور
رات ۸-۱۵ — یکم جون

شہنائی

بسم اللہ خاں — صبح ۱۱-۰۰ — ۲ جون
دیا شنکر — رات ۸-۱۵ — ۵ جون

وائلن

ایس ایل کنڈارا — رات ۱۰-۳۰ — ۶ جون

ستار

بسنت لال
طبلہ سنگت: نند کمار مشرا — صبح ۷-۳۰ اور
دوپہر ۱-۲۰ — ۷ جون
اوما شنکر مشر — رات ۹-۴۵ اور
۱۰-۳۰ — ۱۰ جون
ستیش چندر شریواستو — رات ۱۰-۳۰ — ۱۲ جون

سرود

جیوتن بھٹاچاریہ — رات ۸-۱۵ — ۱۱ جون

بانسری

پرکاش وڈھیرہ — دوپہر ۱-۲۰ اور
رات ۸-۳۰ — ۱۳ جون

پکھاوج

رام جی لال شرما — رات ۸-۱۵ — ۱۳ جون

سارنگی

نظیر احمد خاں — صبح ۷-۳۰ اور
رات ۸-۱۵ — ۱۴ جون

سگم سنگیت

سمنا رائے — دوپہر ۱-۱۰ اور
شام ۷-۴۵ — یکم جون
کملا سنہا اور پشپا پالدھرے — شام ۷-۴۵ — ۲ جون
جے شری گپتا — دوپہر ۱-۱۰ — ۳ جون
پرنب کمار مکرجی — صبح ۹-۱۰، دوپہر ۱-۴۰
اور شام ۷-۴۵ — ۴ جون
شوبھا رائے — دوپہر ۱-۱۰ اور

	رات ۸-۳۰	۵ر جون
وانی چے رام	رات ۸-۳۰ اور ۹-۴۵	۴ر جون
وشوناتھ لسواس	دوپہر ۱-۱۰ اور شام ۷-۴۵	۶ر جون
شاردہ	رات ۸-۳۰	۶ر جون
ورماشنکر تیواری	صبح ۹-۱۰، دوپہر ۱-۱۰ اور رات ۸-۳۰	۷ر جون
آلوک گنگولی	دوپہر ۱-۱۰ اور شام ۷-۴۵	۸ر جون
مہدی حسن	رات ۱۰-۳۰	۹ر جون
رتنا شنکر	دوپہر ۱-۲۵ اور شام ۷-۴۵	۹ر جون
شکیل احمد	دوپہر ۱-۱۰ اور رات ۸-۳۰	۱۰ر جون
ونیتا گنگولی	صبح ۹-۱۰ اور دوپہر ۱-۱۰	۱۱ر جون
چیتر سین	رات ۹-۴۵	۱۱ر جون
مدھو رمیندر ورما	دوپہر ۱-۱۰ اور شام ۷-۴۵	۱۳ر جون
اندرا بنرجی	صبح ۹-۱۰ اور دوپہر ۱-۱۰	۱۴ر جون
انوپ جلوٹا	دوپہر ۱-۱۰ اور شام ۷-۴۵	۱۵ر جون

وچار وندو: بزرگ ہستیوں کے خیالات

صبح ۶-۵۰

خواجہ معین الدین چشتی	یکم جون
سوامی کرپاتری جی مہاراج	۳ر جون
روماں رولاں	۴ر جون
رشی اروندو	۵ر جون
سوامی رام تیرتھ	۶ر جون
جان رسکن	۸ر جون
ڈاکٹر سروپلی رادھا کرشنن	۱۰ر جون
مہارشی رمن	۱۱ر جون
راجا رام موہن رائے	۱۲ر جون
چکرورتی راجہ گوپال اچاریہ	۱۳ر جون
رام کرشن پرم ہنس	۱۵ر جون

اردو پروگرام

صبح ۸-۳۰

طرحی شعری نشست

شرکا: کامل شفیقی، اسد مرزاپوری، شبنم نقوی اور ڈاکٹر اقبال ماہر ۱۵ر جون

گرہیہ لکشمی:

دوپہر ۱۲-۳۰

'پالک سے پالنا'، تقریر
از کمدنی سنہا ۳ر جون
'گھریلو نسخے'، انٹرویو
ڈاکٹر وجے شنکر کیساتھ ۷ر جون
کہانی از ریتا مشرا ۷ر جون
نیم ایک، اپیوگ انیک، تقریر
از چندر پربھا شریواستو ۷ر جون
'لوک جیون کی جھانکی': مہاراشٹر ۱۰ر جون
'سوندریہ سرکشا کے لیے کچھ گھریلو نسخے'
از شیل بالا ترپاٹھی ۱۰ر جون
کہانی از مایا منڈل اور
کویتا از رنجنا سکسینہ ۱۴ر جون

پریوار کلیان

'گرمی میں ہونیوالی بیماریاں' انٹرویو
از ڈاکٹر ستیش کمار رستگی شام ۶-۱۵ یکم جون
'آپکی سیوا میں پراتھمک سیوا کیندر' روپک
پیشکش: درگا مہروترہ رات ۸-۰۰ ۲ر جون
'پریوار نیوجن ایک سویم اچھک کاریہ کرم'
از ڈاکٹر رادھا سنہا شام ۶-۴۵ ۳ر جون
'گاؤں کی شان — سواستھ یودا پیڑھی' انٹرویو
از ڈاکٹر دلیپ رنجن شام ۶-۱۵ ۸ر جون
'جن سنکھیا شکشا آوشیک کیوں؟' تقریر
از کرشن لال شام ۶-۴۵ ۸ر جون
'ہم نے سنا ہے': ڈاکٹر آر۔این۔مشر اور
سنتا کپور رات ۸-۰۰ ۹ر جون
کچھ گھریلو نسخے
از ڈاکٹر سہیل احمد زیدی شام ۶-۱۵ ۱۵ر جون

ہندی پروگرام

رات ۸-۰۰

'تیاری امیدواری کی — نوکری کیلئے' مزاحیہ تقریر
از فضل حسنین ۳ر جون
'کبیر جینتی — خصوصی پروگرام' ۳ر جون
'دانتیو ہم سب کا ہے — آپسی بھائی چارہ اور سامپرداٹک سدبھاؤ بنائے رکھنے کا' مذاکرہ
شرکا: ضیاالحق اور وشنو کانت مالویہ ۱۰ر جون
کویتا پاٹھ: بینورانی دوبے اور سنہیشورناتھ سنگھ ۱۳ر جون

بقیہ:- اردو سروس

پپیہا ملک: مجروح سلطانپوری، شیر جنجانوی اور جاں نثار اختر کا کلام
منور حسین جمالی: داغ اور درد کا کلام
۷-۳۰ سازسنگیت
سدھ رام جادھو: سندری پر راگ بھیروی
۹-۳۲ ہلکی کلاسیکی موسیقی
شفیع احمد: گائن

رات

۸-۳۰ حسن غزل
منور حسین جمالی: بشیر بدر اور امیر قزلباش کا کلام
۱۰-۰۰ نئی نسل نئی روشنی
کوئشیز پروگرام
پیشکردہ: اقبال محی الدین
۱۱-۳۰ بزم موسیقی
میرا بنرجی: خیال جے جے ونتی اور ٹھمری
سدھ رام جادھو: سندری پر راگ مالکونس اور دھن

بقیہ: دہلی

گھروگیان

دیہاتی خواتین کے لیے دوپہر ۱۲-۳ (الف)

ملک اینڈ اِٹس کانسٹیٹیوشن: تقریر
ڈاکٹر الکا دھل : ۵ر جون
اناج نشٹ کرنے والے کیڑے: تقریر
سدھا اگروال : ۱۲ر جون

شہری خواتین کے لیے دوپہر ۱۲-۳۰ (الف)

وائی ڈو وِسم اسنور؟ تقریر
ڈاکٹر شالینی ٹنڈن : ۶ر جون
فلورانڈا اسکرپٹ: ڈاکٹر جیوتی پوری : ۱۳ر جون

تقریر انگریزی

رات ۹-۳۰ (ب)

سوشل چینج اینڈ ایڈمنسٹریٹیو ریفارم ٹوورڈز ۲۰۰۰
اے۔ ڈی: تقریر : ۲ر جون
نیشنل پروگرام
چیلنج ٹو ڈیموکریسی (II) سوشیو پولیٹیکل چیلنجز: تقریر ۴ر جون
پوپلیشن اینڈ دی اسمال فیملی میسیج: تقریر ۵ر جون
اسپیشل پروگرام آن ورلڈ انوائرنمنٹ ڈے ۶ر جون
نیشنل پروگرام: وومن اینڈ ڈیولپمنٹ: تقریر ۱۱ر جون

شملہ

یم ویو: ۶۱ء ۳۸۷ میٹر ۷۷۴ کلو ہرٹز

شارٹ ویو: صبح ۳۰-۷ تک اور شام ۳۰-۶ کے بعد رات تک ۹۳۰۹ میٹر ۳۲۲۳ کلو ہرٹز
صبح ۴۵-۷ کے بعد دوپہر ۴۵-۴ تک اور شام ۰۰-۵ کے بعد ۴۹ء۸۳ میٹر ۶۰۲۰ کلو ہرٹز

خبریں

ہندی: صبح ۰۰-۸ دوپہر ۰۵-۱، ۱۰-۲ شام ۰۵-۶ اور رات ۴۵-۸
انگریزی: صبح ۱۰-۸ دوپہر ۰۰-۱، ۰۰-۲ اور رات ۰۰-۹
سنسکرت: صبح ۰۰-۷ اردو: صبح ۵۰-۸ ہندی میں علاقائی خبریں ۵۰-۷ شام

روزانہ نشر ہونیوالے پروگرام

صبح
۱۵-۶ وندے ماترم، منگل دھونی
۲۰-۶ گیان وندو اور
بھگتی سنگیت کا پروگرام وندنا
۴۵-۶ بانسں گان
۵۵-۶ کھیتی باڑی
۰۵-۷ پروگراموں کا خلاصہ
۱۰-۷ کلاسیکی موسیقی / کرناٹک سنگیت / پرارتھنا سبھا
۳۰-۷ سامایکی
۴۵-۷ پہاڑی سنگیت
۰۰-۹ راجیہ کی چٹھی
۰۵-۹ فلمی گانے
۳۰-۹ اختتام

دوپہر
۳۰-۱۲ اسکول براڈکاسٹ
۵۰-۱۲ دیش گان / فلمی دھن
۱۰-۱ فوجی بھائیوں کے لیے
۲۰-۲ سنہری کرنیں
۴۰-۲ سب رنگ
۰۰-۳ اختتام

شام
۰۰-۵ یووانی (منگل، جمعرات)
چھوٹو منو (ہفتہ، پیر)
سرموری پروگرام (بدھ، جمعہ، اتوار)
۲۰-۵ مہاسوی پروگرام (بدھ، جمعہ، اتوار)
چمبا یانگی پروگرام (منگل، جمعرات، ہفتہ)
۴۰-۵ بلاسپوری پروگرام (بدھ، جمعہ، ہفتہ)
کلوی پروگرام (منگل، جمعرات)
۱۰-۶ کانگڑی پروگرام (منگل، جمعرات، ہفتہ)
منڈیالی پروگرام (بدھ، جمعرات، اتوار)
بیلاسپین (پیر)
۳۰-۶ کنزی پروگرام (پیر، بدھ، جمعہ)
لاہول سپتی پروگرام (منگل، جمعرات، ہفتہ، اتوار)
۵۰-۶ پرکاش کرنیں / لاہولی، کنزی گانے
۰۰-۷ کھیل سماچار
۰۵-۷ گرامین یواؤں کے لیے
۲۵-۷ کرشی جگت / ریڈیو دیہاتی گوشٹھی
۰۰-۸ روزگار سوچنائیں
۰۵-۸ ہمارا رے گیت
۳۰-۱۰ اختتام (منگل ہفتہ کو ۰۵-۱۱ بجے)

شاستریہ سنگیت

گاین

کمل سہگل اور کوتیا سہگل	:	صبح ۱۰ — ۷	۱/جون
ڈی۔ وی پلسکر	:	رات ۲۵ — ۸	۲/جون
سنگھ بندھو	:	صبح ۱۰ — ۷	۴/جون
پنڈت جسراج	:	صبح ۱۰ — ۷	۶/جون
مالیکا ارجن منصور	:	رات ۲۵ — ۸	۹/جون
لتا ابھینکر	:	صبح ۱۰ — ۷	۱۰/جون
مشتاق حسین خاں	:	صبح ۱۰ — ۷	۱۳/جون
فالگنی مترا	:	رات ۲۰ — ۹	۱۵/جون
رسولن بائی	:	صبح ۲۱ — ۸	۵/جون
جابر احمد خاں	:	صبح ۲۱ — ۸	۱۲/جون

طبلہ

چتر لال	:	صبح ۱۰ — ۷	۳/جون
دل شاد احمد خاں	:	رات ۰۰ — ۱۰	۳/جون

کلارنٹ

گرداس رام بدھن	:	رات ۰۰ — ۱۰	۴/جون

وینا

آر۔ کے۔ سوریہ نارائن	:	صبح ۱۰ — ۷	۵/جون

سرود

نندلال گھوش	:	صبح ۱۰ — ۷	۸/جون
استاد حفیظ علی خاں	:	صبح ۱۰ — ۷	۱۵/جون

بانسری

پرکاش وڈھیرا	:	صبح ۱۰ — ۷	۹/جون

ساز سنگیت

ستار

امرت حسین خاں	:	رات ۳۰ — ۹	یکم/جون
وچیتی شرما	:	رات ۰۰ — ۱۰	۱۰/جون

رودرویتا

اسد علی خاں	:	صبح ۱۰ — ۷	۲/جون

سگم سنگیت

سوم دت بٹو	:	رات ۱۵ — ۸	یکم جون
ٹینا کپور	:	رات ۴۵ — ۹	۳/جون
کیشور آنند شرما	:	رات ۲۱ — ۸	۴/جون
شری رام شرما	:	رات ۲۵ — ۸	۸/جون

جعفر حسین قوال اور ساتھی	:	رات ۴۵ — ۹	۱۱/جون
دیش بندھو شرما	:	رات ۲۱ — ۸	۱۴/جون
آسا سنگھ مستانہ	:	رات ۱۵ — ۸	۱۵/جون

غزلیں

شانتی ہیرانند	رات ۱۵ — ۸	۶/جون
صلاح الدین احمد	رات ۱۵ — ۸	۱۳/جون

شبد

بھائی گوپال سنگھ	صبح ۲۱ — ۸	۲/جون
بھائی پریم سنگھ اور ساتھی	صبح ۲۱ — ۸	۱۰/جون

پنجابی گیت

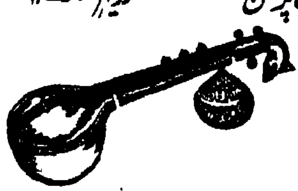
اجیت کور	صبح ۲۱ — ۸	۶/جون
سورن لتا	صبح ۲۱ — ۸	۱۳/جون

تقریر/بات چیت

اروند سے کے وچار	صبح ۲۰ — ۶	یکم جون
پنت جی کے وچار	صبح ۲۰ — ۶	۲/جون
امرت رام کے وچار	صبح ۲۰ — ۶	۳/جون
گرو نانک کے وچار	صبح ۲۰ — ۶	۴/جون
من اور آتما	صبح ۲۰ — ۶	۵/جون
پنا لال گھوش	صبح ۴۰ — ۷	۵/جون
من کا سروپ	صبح ۲۵ — ۸	۵/جون
سچا تپ اور ایشور سیوا	صبح ۲۰ — ۶	۶/جون
من کا سروپ	صبح ۲۰ — ۶	۷/جون
گرنتھ کا کتھا	رات ۱۶ — ۹	۷/جون
گاندھی جی کے وچار	صبح ۲۰ — ۶	۸/جون
آتما کی نت یتا	صبح ۲۰ — ۶	۹/جون
رامائن سے	صبح ۲۰ — ۶	۱۰/جون
دھرم سبھا	صبح ۲۰ — ۶	۱۱/جون
بھگوت گیتا سے	صبح ۲۰ — ۶	۱۲/جون
گورو گوبند سنگھ کے وچار	صبح ۲۰ — ۶	۱۳/جون
بھوکوں کی امداد	صبح ۲۰ — ۶	۱۴/جون
ہماچلی لوک جیون میں ہاس پرہاس	رات ۱۶ — ۹	۱۴/جون
ایشور سے ساکشاتکار	صبح ۲۰ — ۶	۱۵/جون

ناٹک / فیچر

بڑے بابو	شام ۰۵ — ۷	۲/جون
شنکر یں گلا با	شام ۰۵ — ۷	۳/جون
گھر آنگن	رات ۱۶ — ۹	۷ اور ۱۴/جون
انوترت پرشن	دوپہر ۰۰ — ۱۱	۹/جون



جے پور، اجمیر

جے پور (الف) : ۲۰۳ء۲ میٹر ۱۴۷۶ کلوہرٹز — جے پور (ب) : ۲۳۶ء۴ میٹر ۱۲۶۹ کلوہرٹز
اجمیر : ۴۹۷ء۵ میٹر ۶۰۳ کلوہرٹز

شاستریہ سنگیت

گائن

بی۔ کے۔ شرما — دوپہر ۱—۳۰ / شام ۶—۳۰ — یکم جون
شنو کھرانہ — صبح ۷—۰۵ / رات ۱۰—۳۰ — ۲/جون
نرملا دیوی، لکشمی شنکر — دوپہر ۱—۳۰ — ۳/جون
ہیرا دیوی مشر — صبح ۷—۰۵ — ۴/جون
بتن دیوانہ — صبح ۷—۰۵ / رات ۱۰—۳۰ — ۵/جون
پنڈت جسراج — دوپہر ۱—۳۰ — ۷/جون
رام گوپال ڈانگی — صبح ۷—۰۵ / رات ۶—۳۰ — ۸/جون
بجرنگ کمار — صبح ۷—۰۵ / رات ۱۰—۳۰ — ۹/جون
بھیم سین جوشی — دوپہر ۱—۳۰ — ۱۰/جون
عبدالحمید — صبح ۷—۰۵ / رات ۱۰—۳۰ — ۱۲/جون

ساز سنگیت

وائلن

ایس۔ ایل کنڈارا : صبح ۷—۰۵ — یکم جون
سمیتا بدوالکر : صبح ۷—۰۵ / رات ۱۰—۳۰ — ۴/جون

ستار

میرا شرما : صبح ۷—۰۵ / رات ۱۰—۰۰ — ۳/جون
آر ڈی ورما : صبح ۷—۰۵ / رات ۱۰—۳۰ — ۷/جون
ششی موہن بھٹ : صبح ۷—۰۵ / رات ۱۰—۰۰ — ۱۰/جون

بانسری

سندر لال گندھرو : صبح ۷—۰۵ / رات ۱۰—۳۰ — ۱۴/جون

سرود

استاد علاء الدین خان : دوپہر ۱—۳۰ — ۵/جون
امجد علی خاں : دوپہر ۱—۳۰ — ۸/جون

غزلیں

حمید خاں : صبح ۹—۱۰ — یکم جون
محمد حسین — صبح ۷—۴۵ / شام ۶—۳۰ — ۹/جون
اُرملا کھنہ — رات ۹—۱۶ — ۵/جون
معین الدین (سیکر) — رات ۹—۱۶ — ۱۲/جون

گیت

شکنتلا ورما — صبح ۹—۱۰ — ۵/جون
تیج کرن راؤ — صبح ۹—۱۰ — ۱۰/جون
تنو شری مشرا — صبح ۹—۱۰ — ۱۲/جون
چیرنجی لال تنور — رات ۹—۱۶ — ۷/جون
کامنی گپتا — رات ۹—۱۶ — ۱۴/جون

بھجن

صبح ۹—۱۰

پربھا ٹھاکر ماتھر : ۲/جون
بینا میتی : ۴/جون
سکھ رام گجراتی : ۸/جون
کے ایل گندھرو : ۱۱/جون
بنواری لال : ۱۳/جون
کے ایل پروہت : ۱۵/جون

قوالیاں

احمد نور قوال اور ساتھی — شام ۶—۴۵ — ۲/جون
عبداللطیف پارٹی — رات ۱۰—۰۰ — ۹/جون

لوک سنگیت

گنپت لال ڈانگی — صبح ۸—۲۱ / دوپہر ۱—۱ — یکم جون
کانا رام وساتھی — دوپہر ۱—۱۰ — ۳/جون
مدن سنگھ یادو — صبح ۸—۲۱ — ۴/جون
سشیل کمار ڈانگی — دوپہر ۱—۴۰ — ۴/جون
مانگی بائی — صبح ۸—۲۱ / دوپہر ۱—۱۰ — ۵/جون
منیر خاں — صبح ۸—۲۱ / دوپہر ۱—۴۰ — ۶/جون
اللہ جلائی بائی — صبح ۸—۲۱ / دوپہر ۱—۱۰ — ۸/جون
پنا لال بوہرہ اور ساتھی — دوپہر ۱—۱۰ — ۱۰/جون
ششی شرما — صبح ۸—۲۱ — ۱۱/جون
اندر کنور ویاس — صبح ۸—۲۱ / دوپہر ۱—۱۰ — ۱۲/جون
کپور چندر گندھرو — صبح ۸—۲۱ — ۱۳/جون
دھیرا سین — دوپہر ۱—۴۰ — ۱۳/جون
چھوٹو رام اور ساتھی — صبح ۸—۲۱ — ۱۴/جون
گھنشیام ڈانگی — دوپہر ۱—۱ — ۱۴/جون
رنجنا چودھری — صبح ۸—۲۱ / دوپہر ۱—۱۰ — ۱۵/جون

سنسکرت پروگرام

سنسکرت ساہتیہ میں درکش۔
تقریر از ڈاکٹر شیو ساگر ترپاٹھی صبح ۸—۵۰ — ۴/جون
کاویہ پاٹھ : دنیش کمار دویدی صبح ۸—۵۰ — ۱۱/جون

وگیان وارتا

وگیان اتیت اور بھوشیہ
تقریر : ڈاکٹر نریش چند صبح ۷—۲۵ — ۹/جون
ہمارا پریاورن
تقریر : شریمتی پریتی ماتھر صبح ۹—۱۵ — ۲/جون

مرودھرا پتریکا : ادبی پروگرام

آدھونک ساہتیہ سمیکشا کے ماپ دنڈ
تقریر : وشمبھر ناتھ اپادھیائے رات ۱۰—۰۰ — ۲/جون
کاویہ پاٹھ : بشیر احمد
راز یہ کے مارمک دوہے : ڈاکٹر مول چند سیٹھیہ

تقریر (ہندی)

راجستھان اس کے ساہتیہ کاروں کی درشٹی میں، ۳۰
صبح ۷—۲۵ — یکم جون

دیال داس جانکی داس
شریمتی ریکھا چترویدی
نئے سنکلپ نئے سوپان: راجستھان میں ورکشاروپن کاریہ کرم
از سی۔ایم۔ ماتھر
سکھ بھوشیہ کی کرپنا: ۴: آتم وشواس سے
تقریر: پی۔این۔ ورما صبح ۳۵-۷ ۶/جون
سے کا ساتھی: ۲: لوک تنتر اور سماج واد
ڈاکٹر کے ایل کمل صبح ۳۵-۷ ۸/جون
وکاس کی بادھائیں
تقریر: آر کے شرما صبح ۳۵-۷ ۱۳/جون
جب چونچیں لڑتی ہیں ۴: بیتی پتنی ہیں
تقریر: ڈاکٹر سنتوش مکل صبح ۳۵-۷ ۱۵/جون

کاویہ پاٹھ

کاویہ پاٹھ: چندر بھان بھاردواج: صبح ۳۵-۷ ۴/جون

کہانی

کہانی: یوگیش چندر شرما صبح ۳۵-۷ ۱۱/جون

راجستھلی

ترقی راکواں تیور: ۳: ویگیانک درشٹی
تقریر: ڈاکٹر بھجن راج چودھری صبح ۳۵-۷ ۳/جون
برکت ری پنہائی نے راکھو سنبھال
تقریر: ڈاکٹر سنتوش مکل: صبح ۳۵-۷ ۷/جون
دہیج رو درد دیکھے گئی۔ بھینٹ وارتا دوہا پر مبنی
کاریہ کرم : صبح ۳۵-۷ ۱۰/جون
راجستھان کی کہانی : صبح ۳۵-۷ ۱۴/جون

• آکاش وانی گاؤں / وچار گوشٹھی

آکاشوانی گاؤں: استقبل ریکارڈنگ پر مبنی
شام ۳۰-۶ ۴/جون
آکاشوانی وچار گوشٹھی: آرتھک اپرادھوں کی روک تھام
میں جن سہیوگ: رگھوناتھ سنگھ وراٹ ۳۰-۹ ۱۴/جون
(ونود شنکر دوبے۔ ڈاکٹر کانتا آہوجا)

پری وار کلیان

آپ کا ساتھ آپ کے پرشن
ڈاکٹر ایم۔بی۔ پارکھ دوپہر ۲۰-۲ ۲/جون
آپ کا پریوار آپ کا سوزگ: وارتا
رادھے شیام شرما شام ۱۵-۷ ۴/جون

سنگیت: بھینٹ وارتا
آزادی سے ابتک: ایم کے شرما صبح ۵۰-۸ ۸/جون
آپ کا ساتھ آپکے پرشن
ڈاکٹر انل جین حکیم عبدالقادر دوپہر ۲۰-۲ ۹/جون
سنگیت: ونود وارتا پتسر وتی بھو
ڈاکٹر شیو کمار صبح ۵۰-۸ ۵/جون

یووا وانی

بھوگربھ وگیان میں ادھین اور روزگار سمبندھی بات چیت
ڈاکٹر این۔سی جین، ووپک سکسینہ
شام ۰۵-۵ یکم جون
میرے سپنوں کا سنسار
کماری ہیرا یدو ونشی شام ۰۵-۵ ۱۴/جون
رسائن وگیان میں ادھین ور روزگار سمبندھی بات چیت
پروفیسر وائی کے گپتا
کمپن ناتھاوت کیرتی کراشر: شام ۰۵-۵ ۱۵/جون

شرمکوں کے لئے کاریہ کرم

مزدوروں کے لئے پریاورن کا مہتو
تقریر رمیش تھانولی شام ۳۰-۶ ۵/جون
وچار گوشٹی۔ ادھونک تم تکنیک اور مزدوروں کا بھوشیہ
شام ۳۰-۶ ۱۲/جون

انگریزی تقریر

وومین اینڈ ڈویلپمنٹ: این ایجنڈا فار ایکشن
تقریر: رضیہ اسمٰعیل رات ۱۵-۸ یکم جون
پرایورٹی فار راجستھان ان دی سیونتھ فائیو ایئر پلان
تقریر: پرمیش چندر رات ۱۵-۸ ۱۵/جون

ساہتیہ سدھا

کرپارام کے دوہوں سوَر پاٹھ
رام پرشاد مدھوکر صبح ۴۵-۷ ۷/جون
سیناپتی رچیت کوت راماین سے انشوں سور پاٹھ
صبح ۴۵-۷ ۱۴/جون

مہیلا جگت

کیا کریں ؟: ایندھن کی بچت کے لئے بات چیت
دوپہر ۱۰-۱ ۲/جون
میرے انو بھو: لابھا ونوت: جیلا سے بھینٹ
دوپہر ۱۰-۱ ۶/جون

گربھ سمباپن کب
تقریر: ڈاکٹر ساوتری شرما۔ دوپہر ۱۰-۱ ۱۳/جون

اردو پروگرام

افسانہ: روشن اختر کاظمی رات ۳۰-۹ ۲/جون
کلام شاعر: لطیف نجمی
مطالعہ ایک اچھی عادت ہے: بات چیت منظور حسن برکاتی
کاروان ادب۔ رگھوپتی سہائے فراق گورکھپوری ۲۶
بات چیت: کلام شاعر عذرا نکہت ٹونکی، ۳
آئیے سوچا تھا کیا شادی کرنے سے پہلے
ابو نصر : رات ۳۰-۹ ۹/جون

سندھی پروگرام

مہران ، ۱: ادبی میگزین: کہانی سندری اتم
صبح ۰۰-۱۰ ۹/جون
چندانی ، ۲: کوبنا سیر و سیاہ
تو باجی چھیٹی ملی، ۲: سگم سنگیت
ڈموئنس راہی رات ۳۰-۹ ۴/جون
نئی روشنی نوا وچار: اکیسویں صدی میں پردیش جیون
تیاریوں کیوں
تقریر: پروفیسر کے کے بھورانی ۳۰-۶ ۶/جون
فلمی اور غیر فلمی گیت صبح ۰۰-۱۰ ۹/جون
ناٹک: ایشور چندر
ڈائریکٹر مرلیش کرم چندانی رات ۳۰-۹ ۱۱/جون
وٹھی بھاشا سی ٹی وی آڑے: مزاحیہ تقریر
از رمیش شام ۳۰-۶ ۱۳/جون
رنگانی، ۲: سگم سنگیت و شانتا آہوجا

ناٹک

فسانۂ آزاد حصہ ۵ تحریر آر۔این ارشاد
ریڈیو عکس: ممتاز شکیب: رات ۰۰-۱۰ ۵/جون
امرآواز: ناٹک: تحریر ایل سی جین
رات ۰۰-۱۰ ۷/جون

روپک

وشو پریاورن دیوس پر روپک
تحریر رمیش کمار شرما شام ۰۵-۵ ۵/جون

جھلکی

انتظار: تحریر: رامیش ریڈی۔ دوپہر ۳۰-۱۲ ۲/جون
رنگدار جنگی: تحریر: حمید اللہ دوپہر ۳۰-۱۲ ۹/جون

بیکانیر

۲۱۵ء۰ میٹر　　۱۳۹۵ کلو ہرٹز

شاستریہ سنگیت

گائن

مِنی رام پرتاپ نارائن رجسراج دوپہر ۱۰-۱ یکم/جون
گرجادیوی دوپہر ۱۰-۱ ۳/جون
استاد بڑے غلام علی خاں دوپہر ۱۰-۱ ۵/جون
بھیم سین جوشی دوپہر ۱۰-۱ ۸/جون
معین الدین خاں صبح ۳۰-۷ ۱۱/جون
روشن آرا بیگم دوپہر ۱۰-۱ ۱۲/جون
نیاز احمد/فیاض احمد دوپہر ۱۰-۱ ۱۴/جون
دیپالی ناگ دوپہر ۱۰-۱ ۱۵/جون

ساز سنگیت

ستار

عبدالحلیم جعفر خاں رات ۲۵-۸ ۶/جون
بدّھادتیہ مکھرجی دوپہر ۱۰-۱ ۱۰/جون

طبلہ

استاد احمد جان تھرکوا دوپہر ۱۰-۱ ۷/جون

بانسری

ہری پرشاد چورسیہ شام ۲۵-۸ ۱۳/جون

راجستھانی لوک سنگیت

صبح ۱۰-۹ اور دوپہر ۳۰-۱/۴۰-۱

غلام رسول : یکم جون
بہاری لعل کتھک : ۳/جون
جگت نارائن گوسوامی : ۴/جون
ہنومان رعنا : ۵/جون
نثار خاں ضمیری : ۶/جون
گنیش ناتھ : ۷/جون
ہنومان داس پارتی : ۸/جون
گیانیشوری شرما : ۱۰/جون
فتح کماری ویاس : ۱۱/جون
نتھو رام مراثی : ۱۲/جون
جے مالا گوسوامی : ۱۳/جون
سانورلال رنگا : ۱۴/جون
نوری دیوی : ۱۵/جون

سُگم سنگیت

سورن لتا شرما : رات ۱۵-۸، ۱۶-۹ ۶/جون
گنیش داس رنگا : رات ۱۵-۸، ۱۶-۹ ۱۳/جون

راجستھانی تقریر

مرودھرتری خوشحالی از پشودھن
تقریر : ڈاکٹر جے. پی. ایس. چوہان شام ۳۰-۶، ۴/جون
ساماجک برائی اور بہان رو نوارن
تقریر : کیپٹن نارائن سنگھ پٹیل شام ۳۰-۶ ۱۱/جون
جمعۃ الوداع ری آپنی جیون ما تے مہتو
تقریر : عبدالقیوم صبح ۲۱-۸ ۱۵/جون

کویتا پاٹھ (راجستھانی)

بھیرا رام کوتی شام ۳۷-۶ ۴/جون
فتح خاں موہل شام ۳۷-۶ ۱۱/جون

کہانی

لکشمی نارائن آچاریہ انوج شام ۴۴-۶ ۴/جون
جے ویاس شام ۴۴-۶ ۱۱/جون

ملاقات

دیش رے وکاس میں ساہتیہ کاروں رالوگ دان
ڈاکٹر منوہر شرما سے ملاقات۔ صبح ۲۱-۸ ۷/جون

یووا وانی

شام ۰۵-۵

کماری رتن راجپوت لوک گیت یکم جون
کماری روزی رانی شریواستو۔ شاستریہ گائن ۶/جون
پارس پڑی بینجو ۸/جون
کماری سریتا گوسوامی ستار ۱۳/جون
کماری سمترا کماری ورما۔ لوک گیت ۱۵/جون
کماری ارچنا شرما سے بھینٹ وارتا ۳/جون

پرتھی سنگھ سوڈا : تقریر ۵/جون
پرتھوی سنگھ سوڈا : کویتا پاٹھ ۹/جون

پتر پرچا

شرکار : ڈاکٹر کے سی ماتھر، دنیش کمار شرما
دیویندر دِدیچ، کماری ممتا سادلی، کماری منجو گویل

ملاقات (ہندی)

سوال آپ کے جواب ڈاکٹر بہن کے
ڈاکٹر وجے لکشمی دوپہر ۰۰-۱۲ ۲/جون
ملاقات
شریمتی اللہ جلائی بائی کے ساتھ صبح ۳۰-۷ ۱۳/جون

تقریر

آؤ اپنی ڈگر بنائیں کاریہ کرم کے انترگت
بڑھتی آبادی اور وستھا : از آر سی اگروال
شام ۳۰-۶ یکم جون
پورا کریں تو کیسے گھر کا خرچ (بجٹ بنا کر)
شریمتی تبسم دوپہر ۲۰-۱۲ ۲/جون
ورِدھا وستھا میں سواستھ رکشا
ڈاکٹر کے سی ماتھر صبح ۲۱-۸ ۴/جون
کشٹھ روگ : ڈاکٹر مینا بھاردواج ۶/جون
فضول خرچی اور دکھاوا
شریمتی شیلا جوشی دوپہر ۲۰-۱۲ ۹/جون
بیکانیر کی کھنج سمپدا
آر کے رائے زادہ صبح ۲۱-۸ ۱۱/جون
بنائیے وبھنّہ پرکار کے اچار
شریمتی ماتھر دوپہر ۲۰-۱ ۱۳/جون

کویتا پاٹھ (ہندی)

ششی کانتا گوسوامی صبح ۲۱-۸ ۲/جون
شریمتی وِدیا گرگ دوپہر ۱۰-۱ ۵/جون
کوی گوشٹھی۔
شرکار : ڈاکٹر ہری رام آچاریہ، مگھراج موکل
ہریش بھادانی، راحت اندوری
دوپہر ۱۰-۱ ۶/جون

کہانی (ہندی)

شکلا بالا پروہت دوپہر ۰۰-۱۲ ۹/جون
مہیش چندر جوشی صبح ۲۱-۸ ۹/جون

کرشی ایوم گرہ

کھیتی کی باتیں (۲)، موسم (۳) گیت
(روزآنہ صبح ۱۰ ـــ ۷)
کرشی لوک: زراعتی پروگرام (روزآنہ دوپہر ۵۰-۱)
کرشی لوک: گرامین شیتروں میں آواگمن کی سمسیائیں ایوم وِیکاس کی سمبھاونائیں۔ ڈاکٹر پی۔ آر نیترا۔ یکم جون
کرشی لوک: گنوار موٹھ اور ارہر کی اُنّت قسمیں اور ان کی کاشت۔ شری گرو دیو سنگھ مان ۳/ جون

کرشی لوک: مرد شیتر میں کھجور ویکاس کی سمبھاونائیں۔
ایل۔ جی۔ بھٹناگر ۴/ جون
کرشی لوک: وشو پریاورن دِوس منانے کا مہتو۔
او۔ پی۔ بہاری ۵/ جون
کرشی لوک: دودھ تتھا اس سے بنے پدارتھوں کا گرامین پرستھیوں میں سرکشن
ڈاکٹر دیوی سنگھ پروہت ۶/ جون
کرشی لوک: مرد شیتر میں کرشی ویکاس کے لئے بینک رن سوید ھائیں۔ کے۔ ایل۔ سہگل ۷/ جون
کرشی لوک: بھینٹ وارتا: استھل ریکارڈنگ پر مبنی پروگرام۔ (او۔ بی) ۸/ جون
کرشی لوک: خریف میں بوئی جانے والی فصلوں کی بووائی۔ (نرسنگھ جوالا) ۱۰/ جون
کرشی لوک: پر شکشن ایوم بھرمن کا کرشی ویکاس میں مہتو۔ امر سنگھ راٹھور ۱۱/ جون
کرشی لوک: ادھک دودھ ایوم اون اتپادن کیلئے۔ بھیڑ بکری میں نسل سدھار آج کی آوشیکتا
ڈاکٹر موہن سنگھ سینی ۱۲/ جون
کرشی لوک: ایک کسان سے بھینٹ
تلسی رام مودی ۱۳/ جون
کرشی لوک: نیموں پرجاتی پودھوں کی اُنّت قسمیں ایوم ان کے لگانے کی تیاری
مرلی منوہر ماتھر ۱۴/ جون

کلکتہ

کلکتہ اے، ۴۶۵٫۶ میٹر ـــ ۶۵۷ کلوہرٹز
کلکتہ بی، ۲۹۷٫۶ میٹر ـــ ۱۰۰۸ کلوہرٹز
کلکتہ سی، ۲۲۶٫۷ میٹر ـــ ۱۳۲۳ کلوہرٹز
کلکتہ ڈی، ۲۴۵٫۱ میٹر ـــ ۱۲۲۴ کلوہرٹز

شاستریہ سنگیت

گائن

نیلما لاہیری : صبح ۳۰-۹ (بی)
دوپہر ۰۰-۱ (اے)
شام ۳۰-۷ (بی) یکم جون
مالویکا کانن : صبح ۳۰-۹ (بی)
رات ۰۰-۹ (اے) ۲/ جون
گیتیکا سین : شام ۳۰-۷ (بی) ۳/ جون
یونس حسین خاں : صبح ۴۰-۹ (بی) ۴/ جون
پوربی مکھرجی : صبح ۳۰-۸ (اے) ۵/ جون
ارون بھادوری : صبح ۳۰-۹ (بی)
رات ۰۰-۹ (اے) ۶/ جون
پراکیتی موہن مزمدار : صبح ۳۰-۸ (اے)
رات ۳۰-۹ (بی) ۷/ جون
رنجنا چکرورتی : صبح ۳۰-۹ (بی)
دوپہر ۰۰-۱ (اے) ۸/ جون
اے۔ داؤد : صبح ۴۰-۸ (اے)
صبح ۱۰-۹ اور شام ۴۰-۶ (بی) ۹/ جون
پورنیما سین : صبح ۳۰-۸ (اے)
شام ۳۰-۷ (بی) ۱۰/ جون
پیناکی پرساد مکھرجی : صبح ۳۰-۹ (بی) ۱۱/ جون
دینا ناتھ مشرا : صبح ۳۰-۹ (بی)
رات ۰۰-۹ (اے) شام ۳۰-۷ (بی) ۱۲/ جون
اوشا رنجن مکھرجی : صبح ۳۰-۸ (اے)
رات ۴۰-۹ (بی) ۱۳/ جون
دیب جانی بوس : صبح ۳۰-۸ (اے)
شام ۳۰-۷ (بی) ۱۴/ جون
ذوالفقار حسین خاں : صبح ۳۰-۹ (بی)
دوپہر ۰۰-۱ (اے) ۱۵/ جون

ساز سنگیت

ستار

دیپک چکرورتی : صبح ۳۰-۸ (اے) ۳/ جون
میرا چٹرجی : صبح ۳۰-۸ (اے) ۴/ جون
راجا رائے : دوپہر ۳۵-۲ (اے)
شام ۳۰-۷ (بی) ۶/ جون
بہادری بھوشن باگچی : صبح ۳۰-۹ (اے)
رات ۰۰-۹ (بی) ۷/ جون
نیتائی بوس : صبح ۳۰-۸ (اے)
شام ۳۰-۷ (بی) ۸/ جون
سبرتا مائے چودھری : صبح ۳۰-۹ (بی)
رات ۰۰-۹ (اے) ۹/ جون
دیبی پرساد چٹرجی : صبح ۳۰-۹ (بی)
رات ۰۰-۹ (اے) ۱۰/ جون
مدھو سودن بنرجی : صبح ۰۵-۹ (بی)
دوپہر ۰۰-۱ (اے) ۱۱/ جون
رجنی کانتا چترویدی : صبح ۳۰-۸ (اے) ۱۲/ جون
کاجل چٹرجی : صبح ۳۰-۹ (بی)
رات ۰۰-۹ (اے) ۱۳/ جون
کیکا مکھرجی : صبح ۳۰-۹ (بی)
رات ۰۰-۹ (اے) ۱۴/ جون

سرود

جے دیپ گھوش : صبح ۳۰-۸ (اے) یکم جون
نریندر ناتھ دھر : صبح ۴۰-۸ (اے)
صبح ۱۰-۹ اور شام ۲۵-۶ (بی) ۲/ جون
کوستو رائے : دوپہر ۰۰-۱ (اے)
شام ۳۰-۷ (بی) ۴/ جون
شیامل ناتھ : صبح ۳۰-۹ (بی)
رات ۰۰-۹ (اے) ۵/ جون
پرنا بنشو مکھرجی : صبح ۳۰-۸ (اے) ۶/ جون
کمل ملک : صبح ۳۰-۸ (اے)
شام ۳۰-۷ (بی) ۱۱/ جون
شیام گنگولی : دوپہر ۰۰-۱ (اے)
شام ۳۰-۷ (بی) ۱۳/ جون
بہادر خاں : صبح ۳۰-۸ (اے)

شام ۳۰-۷ (بی) ۱۵ر جون

واٹن

[illegible] : صبح ۲۰-۸ (بی) اور
رات ۱۵-۸ (بی) ۲ر جون
[illegible] : صبح ۴۵-۶ (بی)
شام ۰۰-۷ (بی) ۱۲ر جون

[illegible]

[illegible] ۷ (اے) یکم رجون
[illegible] ۱۰ (اے) ۲ رجون
رات ۰۰-۱۰ (اے) ۳ رجون
[illegible] ۷ (اے)
شام ۰۰-۶ (بی) ۴ رجون
[illegible] : صبح ۲۰-۷ (اے)
شام ۱۰-۷ (بی) ۵ رجون
[illegible] : صبح ۴۰-۷ (اے)
شام ۳۰-۶ (بی) ۶ رجون
[illegible] : صبح ۴۰-۷ (اے) ۷ رجون
[illegible] (اے)
[illegible] (بی) ۸ رجون
[illegible] (بی)
[illegible] (اے) ۹ رجون
[illegible] صبح ۴۰-۷ (اے) ۱۰ رجون
[illegible] صبح ۴۰-۷ (اے)
[illegible] ۵۵-۵ (بی) ۱۱ رجون
[illegible] صبح ۴۰-۷ (اے)
رات ۵۰-۰۰ (اے) ۱۲ رجون
[illegible] صبح ۲۰-۶ (بی)
[illegible] صبح ۴۰-۷ اور
[illegible] ۰۰-۱ (اے) ۱۳ رجون
[illegible] صبح ۴۰-۷ (اے) ۱۴ رجون
[illegible] ۴۰-۷ (اے) اور
رات ۲۰-۱۰ (اے) ۱۵ رجون

[illegible] گیتی

[illegible] بھٹاچاریہ : صبح ۲۰-۹ (اے) یکم جون
پالی چکرا : صبح ۲۰-۹ (اے) ۳ رجون
[illegible] چٹرجی : صبح ۲۰-۹ (اے)
رات ۰۵-۸ (بی) ۴ رجون
بھانا سرکار : رات ۵۰-۱۰ (اے) ۵ رجون
روج کمار دتہ : صبح ۰۵-۹ (بی)
رات ۴۰-۱۰ (اے) ۶ رجون
[illegible] بھٹاچاریہ : رات ۰۰-۱۰ (اے) ۷ رجون

پپتیا چٹرجی : صبح ۲۰-۹ (اے) ۸ رجون
سیکھا بنرجی : رات ۴۵-۱۰ (اے) ۹ رجون
منابندر مکھرجی : شام ۲۵-۶ (بی)
رات ۵۰-۱۰ (اے) ۱۰ رجون
سنجیت بنرجی : صبح ۲۰-۹ (اے) ۱۱ رجون
پورنیمل بھٹاچاریہ : شام ۴۵-۶ (بی)
شام ۳۰-۷ (اے) ۱۲ رجون
منجو بوس : شام ۰۰-۷ (بی)
رات ۲۰-۸ (اے) ۱۵ رجون

لوک گیتی

مینا چودھری : صبح ۴۰-۶ (اے)
شام ۰۰-۷ (بی) یکم جون
جیوتی مکھرجی : صبح ۴۰-۶ (اے)
صبح ۴۵-۸ اور شام ۱۵-۶ (بی) ۲ رجون
کارتک چندر بانک : صبح ۴۰-۶ (اے)
صبح ۴۵-۸ اور شام ۱۵-۶ (بی) ۴ رجون
بینا گھوش : صبح ۴۰-۶ (اے)
صبح ۴۵-۸ (بی) اور
شام ۱۵-۶ (بی) ۳ رجون
کارتک چندر ادھیکاری: صبح ۴۰-۶ (اے) اور
شام ۱۵-۶ (بی) ۵ رجون
چراچکرا (گروپ) : صبح ۴۰-۶ (اے)
شام ۱۵-۶ (بی) ۶ رجون
سندھیا چندا : صبح ۴۰-۶ (اے) ۷ رجون
تنکاری داس باؤل : صبح ۴۰-۶ (اے)
شام ۱۵-۶ (بی) ۸ رجون
سورسنگم : صبح ۴۰-۶ (اے)
شام ۱۵-۶ (بی) ۹ رجون
گیتا آچاریہ : صبح ۴۰-۶ (اے)
شام ۱۵-۶ (بی) ۱۰ رجون
اینا باسو چودھری : صبح ۴۰-۶ (اے)
شام ۱۵-۶ (بی) ۱۱ رجون
ہری موہن داس : صبح ۴۰-۶ (اے)
۰۵-۷ (بی) ۱۲ رجون
پورنا چندر داس : شام ۱۵-۶ (بی)
رات ۴۰-۱۰ (اے) ۱۳ رجون
کیشب چندر بنرجی : صبح ۴۰-۶ (اے)
شام ۱۵-۶ (بی) ۱۴ رجون
ساسن گائن : صبح ۴۰-۶ (اے)
شام ۵۰-۶ (بی) ۱۵ رجون

ادھونک

اجیت کمار بنرجی : صبح ۳۰-۸ (بی)
رات ۲۰-۸ (اے) یکم جون

سدھن سرکار : صبح ۳۰-۸ (بی)
شام ۴۵-۶ (بی)
رات ۱۵-۸ (اے) ۲ رجون
گوپال ناگ : صبح ۱۰-۷ (بی)
دوپہر ۲۰-۱۲ (اے) شام ۴۵-۶ (بی) ۳ رجون
گوری رانی گھوش : صبح ۳۰-۸ (بی)
شام ۳۰-۷ (اے) ۴ رجون
انورادھا گھوش : دوپہر ۴۵-۲ (بی)
رات ۱۵-۸ (اے) ۵ رجون
سونندا بانک : رات ۳۰-۱۰ (اے) ۶ رجون
نرملا مصرا : صبح ۳۰-۸ (بی)
رات ۱۰-۱۰ (اے) ۷ رجون
جینتا بوس : صبح ۱۵-۸ (اے)
شام ۴۰-۶ (بی) ۸ رجون
پردیپ چٹرجی : صبح ۳۰-۸ (بی)
شام ۳۰-۷ اور رات ۲۰-۸ (اے) ۹ رجون
دلیپ سرکار : صبح ۲۰-۸ (بی)
رات ۳۰-۱۰ (اے) ۱۰ رجون
سنگھامترا چٹرجی : صبح ۱۵-۸ (اے)
صبح ۰۵-۸ (بی) ۱۱ رجون
چندرا چٹرجی : دوپہر ۲۵-۲ (اے)
رات ۳۰-۹ (بی) ۱۲ رجون
پرسانت بھٹاچاریہ : صبح ۱۵-۸ (اے)
شام ۵۵-۵ (بی) ۱۴ رجون
کرشنا چٹرجی : صبح ۱۵-۸ (اے)
شام ۳۵-۶ (بی) ۱۵ رجون

اردو پروگرام "انجمن"

مفہوم : ریڈیو ادبی میگزین
مدیر: ڈاکٹر ظفر اوگانوی : رات ۳۰-۹ (بی) یکم جون
پریم پتر : ڈرامہ، مصنف: کمال احمد
پیش کش: انیس رفیع : رات ۳۰-۹ (بی) ۸ رجون
نئی دریافتیں
بات چیت : رات ۳۰-۹ (بی) ۸ رجون
نوائے شاعر
قامر مکرم پوری : رات ۴۰-۹ (بی) ۸ رجون
میری، آپ کی، سب کی خوشی - عبید (فیچر)
پیش کش: انیس رفیع : رات ۳۰-۹ (بی) ۱۵ رجون
محفل نعت وسلام : رات ۳۰-۹ (بی) ۱۵ رجون

ویسٹرن میوزک (مغربی موسیقی)

چلڈرنس اسپیشل : دوپہر ۰۵-۱ (بی) یکم جون
ڈانس ٹائم : رات ۰۰-۱۰ (بی) یکم جون
میوزیکل بینڈ باکس : دوپہر ۰۵-۱ (بی) ۲ رجون
(آگے ص ۴۴ پر)

اورنگ آباد، پربھنی

اورنگ آباد ۲ر۱۹۷   ۱۵۲۱ کلو ہرٹز   پربھنی ۸ر۲۲۹   ۱۳۰۵ کلو ہرٹز

روزانہ نشر ہونے والے پروگرام

صبح

۵۵ — ۵ ونده ماترم : شہنائی
۵۰ — ۶ سنسکرت پاٹھ
۱۰ — ۶ امرت دھارا
۱۵ — ۶ شیت کاریہ ساتھی
۲۰ — ۶ سورانجلی
۴۵ — ۶ کاریہ کرم کی روپ ریکھا
۳۰ — ۷ سب رنگ : اردو پروگرام
۲۵ — ۸ ضلع وار تا پتر
۰۰ — ۹ نیوز لیٹر (ہندی)
۰۵ — ۹ اختتام

شام

۰۰ — ۶ استھانک سوچنائیں
۰۵ — ۶ کاریہ کرم کی روپ ریکھا
۱۰ — ۷ روزگار سماچار
۳۰ — ۷ آیچے گھر آیچے شوار
۱۰ — ۱۱ اختتام

شاستریہ سنگیت

گائن

شری کانت باکرے : صبح ۰۰ — ۷ ۲ر جون
: رات ۳۰ — ۱۰ ۲ر جون
شام گونجکر : رات ۰۰ — ۱۰ ۳ر جون
پدماوتی گوکھلے : صبح ۰۰ — ۷ ۴ر جون
ہری بھائی بردیکر : صبح ۰۰ — ۷ ۵ر جون
رات ۳۰ — ۱۰ ۵ر جون
بھیم سین جوشی : صبح ۰۰ — ۷
رات ۳۰ — ۱۰ ۶ر جون
سرلا بھڑے : رات ۴۰ — ۸ ۶ر جون
پربھودیو سردار : دوپہر ۰۰ — ۱
رات ۳۰ — ۱۰ ۷ر جون
مینا کشی داس : صبح ۰۰ — ۷ ۹ر جون
مدھوسدھن بھدے : صبح ۰۰ — ۷
رات ۰۰ — ۱۰ ۱۰ر جون
پرکاش سنگیت : صبح ۰۰ — ۷
رات ۳۰ — ۱۰ ۱۲ر جون
ملک ارجن منصور : صبح ۰۰ — ۷
رات ۰۰ — ۱۰ ۱۳ر جون
ریتا گنگولی : رات ۳۰ — ۸ ۱۳ر جون
جیوتسنا بھولے : صبح ۰۰ — ۷ ۱۴ر جون
حفیظ احمد : دوپہر ۰۰ — ۱
رات ۳۰ — ۱۰ ۱۴ر جون

ساز سنگیت

بانسری

ہری پرشاد چورسیہ : صبح ۰۰ — ۷ ۳ر جون
دوپہر ۰۰ — ۱ ۳ر جون

گٹار اور ستار

برج بھوشن کابرا اور ریاض خاں۔ دوپہر ۰۰ — ۱ ۵ر جون

ستار

شمیم احمد دوپہر ۰۰ — ۱ ۶ر جون

وائلن

این۔ راجن صبح ۰۰ — ۷ ۷ر جون

سرود

زرین دارو والا صبح ۰۰ — ۷ ۱۱ر جون

بانسری اور ستار

ہمانشو بسواس اور رجیا بوس۔ دوپہر ۰۰ — ۱ ۱۲ر جون

سارنگی

رام نرائن دوپہر ۰۰ — ۱ ۱۳ر جون

سنطور

شو کمار شرما رات ۰۰ — ۱۰ ۱۴ر جون

سگم سنگیت

سنیہے جوشی : دوپہر ۱۵ — ۱ ۶ر جون
فادر جون سالوس : صبح ۴۰ — ۸ ۱۲ر جون
مہرین ماہ جوان جال : دوپہر ۱۵ — ۱ ۱۳ر جون

لوک سنگیت

شام ۱۵ — ۶

عنبا داس یادھو اور ساتھی : یکم جون
بابو دھن سنگھ پوار اور ساتھی ۳ر جون
بھانو داس چہانگن پوار اور ساتھی ۴ر جون
گنیت تھاورو راٹھور اور ساتھی ۵ر جون
رام داس کاشی ناتھ پوار اور ساتھی ۶ر جون
سکھ دیو کھانے اور ساتھی ۷ر جون
تیکوجی شری پت گھوڑکے اور ساتھی ۸ر جون
کرشن آنند اور ساتھی ۱۰ر جون
آر۔ جی۔ دیکے اور ساتھی ۱۱ر جون
وٹھل کر بھاوی ننگیے ۱۲ر جون
مانک راؤ چیکے اور ساتھی ۱۳ر جون
وائے۔ ایس۔ واگھ اور ساتھی ۱۴ر جون
شری پت راگھوراؤ اور ساتھی ۱۵ر جون

تقریر

سائنس کی دنیا : ضرورت ایجاد کی ماں ہے۔
از۔ م۔ ع۔ باسط صبح ۳۰ — ۷ ۲ر جون
انداز بیاں اور : مجھے تو عادت ہے زیادہ بولنے کی۔
از : غضنفر علی صبح ۴۵ — ۷ ۲ر جون
دریچہ : مراٹھی اسٹیج
از : تریمبک مہاجن صبح ۳۰ — ۷ ۳ر جون
یادِ رفتگاں : ولی۔
از : مظہر محی الدین۔ صبح ۳۰ — ۷ ۴ر جون
دیا و ساوا مارگ درشن۔
از : جی۔ ڈی۔ گوکھلے شام ۳۰ — ۵ ۱۲ر جون

ملاقات

گوڈا کھاچے ترنگن۔
از : شری رام گوجم گونڈے شام ۳۰ — ۵ ۱۳ر جون

جھلکی

شیرازہ : جاگتی آنکھوں سے بھی دیکھو دنیا کو۔ خاندانی منصوبہ بندی۔
از : اعجاز احمد صبح ۳۰ — ۷ یکم جون

فیچر

چلتے پھرتے : ملاقاتوں پر مبنی۔ صبح ۳۰ — ۷ ۸ر جون
ورق ورق : قوم گویا جسم ہے افراد ہیں اعضائے قوم
از اے۔ آر۔ کوثر۔ صبح ۳۰ — ۷ ۱۴ر جون

ناگپور

۵۱۲۶۸ میٹر ۵۸۵ کلو ہرٹز

روزانہ نشر ہونے والے پروگرام

صبح

۵-۵۵ وندے ماترم ، منگل دھونی
۶-۰۵ بھکتی سنگیت
۶-۳۰ آج کا چنتن
۶-۳۵ پروگراموں کا خلاصہ
۶-۴۰ کرشی وانی : موسم کا حال
۶-۴۵ سگم سنگیت / سور منجری
اس ماہ کا گیت (اتوار)
گاندھی سمرتی (جمعہ)
۷-۳۰ پربھات سامیئے
مراٹھی میں پروگرام (ہفتہ)
۷-۴۵ مراٹھی میں تقریر / سور بھارتی
(سنسکرت زبان اور ادب پر مبنی پروگرام)
۸-۲۱ کال چکر (مراٹھی میں مختصر تقریر)
۸-۲۵ ضلع خبر نامہ
۸-۴۰ موسم : روزگار سماچار
۸-۴۵ پرتی بمب : مراٹھی میں فیملی سریئل (اتوار)
مراٹھی اسٹیج گیت (پیر، بدھ، جمعہ)
فلمی گیت (منگل، جمعرات اور ہفتہ)
۹-۰۰ بچوں کے لیے (اتوار)
۹-۰۰ اور ۹-۲۵ اسکول براڈ کاسٹ
(اسکول کے دنوں میں)

دوپہر

۱۲-۳۰ خواتین کے لیے (اتوار، جمعرات)
۱-۴۰ اور ۲-۵۰ اسکول براڈ کاسٹ
(اسکول کے دنوں میں)

شام

۵-۳۰ نوجوانوں کے لیے / صنعتی ملازمین کے لیے
(بدھ، ہفتہ)
۵-۵۵ مقامی اعلانات
پروگراموں کا خلاصہ اور موسم
۶-۱۵ کیرتن
گرامین کلاکشیتر (صرف چوتھے اتوار کو)
دیہاتی خواتین کے لیے (پیر، جمعہ)
بچوں کے لیے (بدھ)
۶-۴۵ بازار بھاؤ /
صحت سے متعلق پروگرام (اتوار)
۷-۰۰ تعلیم بالغان / میگزین (اتوار) /
دیہاتی بچوں کے لیے (ہفتہ)
۷-۲۰ دیہاتی سامعین کے لیے پروگرام /
کسانوں کے لیے (منگل اور ہفتہ)
۸-۲۵ سماچار پتروں سے (سوائے پیر)
۹-۳۰ اردو پروگرام (بدھ)
۱۰-۳۰ اختتام

سازسنگیت

ستار

استاد مشتاق علی خاں : صبح ۷-۳۰ ۴؍جون
رمیش کمار گدکری : دوپہر ۱۲-۳۰ ۱۵؍جون

سارنگی

رہن خاں : دوپہر ۱۲-۳۰ ۴؍جون

گٹار

ایس۔ سی۔ سنہا : دوپہر ۱-۴۰ ۱۴؍جون

دلربا

شبھدا پینڈھارکر : صبح ۷-۱۵
رات ۱۰-۰۰ ۷؍جون

ہارمونیم

ڈاکٹر وی۔ این۔ پاپالکر : دوپہر ۱-۴۰ ۸؍جون

تار شہنائی۔ ستار۔ بانسری (تین ساز)

وی وی دیش پانڈے۔ ایم ایل ورما اور آر بی ویدیہ
صبح ۷-۱۵ رات ۱۰-۳۰ ۱۲؍جون

شہنائی

جگن ناتھ پھروال اور ساتھی دوپہر ۱-۴۰
رات ۱۰-۰۰ ۱۳؍جون

سگم سنگیت

صبح ۶-۴۵ شام ۶-۱۵

ونائیک راؤ لیبے : ۴؍جون
روی کانت ناسرے : ۶؍جون
جے شری مکھرجی : ۸؍جون
شرد پانڈے : ۱۱؍جون
دینا واز لوار : ۱۳؍جون
سنیتا جوشی : ۱۵؍جون

لوک سنگیت

شام ۶-۳۰

پروتی بائی مادھوی وساتھی : ۴؍جون
آتمارام کرشن جی سونکے اور ساتھی : ۸؍جون
رمیش سومبا جی کمرے اور ساتھی : ۱۵؍جون

خصوصی اردو پروگرام 'محفل'

رات ۹-۳۰

ودربھا کی ادبی شخصیت شائق خمگانوی
تقریر از ڈاکٹر عتیق الرحمان خاں ۵؍جون

اردو ادب میں نئے تجربے 'ربو تاژ'
تقریر از: ڈاکٹر شرف الدین ساحل،
۱۲؍جون

شاستریہ سنگیت

گائن

گنگا دھر راؤ تیلنگ : صبح ۷-۱۵
رات ۱۰-۳۰ ۲؍جون
کے ایل جادھو اور ساتھی : صبح ۷-۱۵ ۴؍جون
سلکشنا برہسپتی : صبح ۷-۱۵
رات ۱۰-۳۰ ۵؍جون
پنڈاری ناتھ کدم : صبح ۷-۱۵
رات ۱۰-۳۰ ۶؍جون
مادھوری ڈونگے : دوپہر ۱۲-۳۰ ۸؍جون
سمن چودھری : صبح ۷-۱۵
رات ۱۰-۰۰ ۹؍جون
شوبھا گرٹو : رات ۹-۱۶ ۹؍جون
انیتا سین صبح ۷-۱۵
دوپہر ۱۱-۳۰ ۱۰؍جون
مدھو مالنی پرگاؤنکر : صبح ۷-۱۵
رات ۱۰-۳۰ ۱۰؍جون
نوروتی پواسرنائیک : صبح ۷-۱۵
رات ۱۰-۳۰ ۱۳؍جون
کشوری امونکر : صبح ۷-۱۵
رات ۱۰-۰۰ ۱۴؍جون

بھوپال رائپور گوالیار جبلپور

بھوپال الف: ۲۰۲/۱۰ میٹر ۱۴۸۵ کلوہرٹز بھوپال ب: ۲۲۳/۱۳ میٹر ۱۳۴۴ کلوہرٹز
شارٹ ویو
صبح ۴۰-۶ تک ۹۰/۱۲ میٹر ۳۳۱۵ کلوہرٹز
صبح ۰۰-۸ بجے کے بعد ۵۰/۰۸ میٹر ۵۹۹۰ کلوہرٹز
دوپہر ۴۱/۶۸ میٹر ۷۱۸۰ کلوہرٹز
شام اور رات ۹۰/۱۲ میٹر ۳۳۱۵ کلوہرٹز
رائے پور: ۳۰۵/۹ میٹر ۹۸۱ کلوہرٹز گوالیار: ۲۱۶/۴ میٹر ۱۳۸۶ کلوہرٹز
جبلپور ۲۵۴/۲ میٹر ۱۱۷۹ کلوہرٹز

خبریں

ہندی: صبح ۰۰-۸، ۵۰-۸ (پرادیشک) دوپہر ۰۵-۱، ۱۰-۲، ۴۵-۲ شام ۰۵-۶
رات ۴۵-۸ (۰۵-۱۱ صرف ہفتے کو)
انگریزی: صبح ۱۰-۸ دوپہر ۰۰-۱ شام ۰۰-۶ رات ۰۰-۹ (۰۰-۱۱ صرف ہفتے کو)

شاستریہ سنگیت

گائن

گیتا پریم — صبح ۳۵-۶ اور دوپہر ۴۰-۱ — یکم جون
گیانن راؤ جوشی — صبح ۳۵-۶ — ۲ر جون
کاشی ناتھ شنکر بوڈسے — صبح ۳۵-۶ — ۳ر جون
کرشنا ہنگل — صبح ۱۰-۹ — ۳ر جون
بسوراج راجگرو — صبح ۴۵-۷ — ۴ر جون
ایکناتھ سورکر — صبح ۳۵-۶ — ۵ر جون
شنکتلا نرسمہن — صبح ۳۰-۸ اور رات ۳۰-۱۰ — ۵ر جون
نینا دیوی — صبح ۴۵-۷ — ۶ر جون
ٹی۔ڈی۔ جانوریکر — صبح ۱۰-۹ اور دوپہر ۴۰-۱ — ۶ر جون
ملکارجن منصور — صبح ۳۵-۶ — ۷ر جون
حفیظ احمد خاں — صبح ۳۰-۸ — ۸ر جون
دیانند دیوگندھرو — صبح ۳۰-۸ اور دوپہر ۴۰-۱ — ۱۰ر جون
سدھیشوری دیوی — صبح ۴۵-۷ — ۱۱ر جون
عبداللطیف خاں — صبح ۱۰-۹ اور دوپہر ۴۰-۱ — ۱۱ر جون
سدھرام سوامی کورولر — صبح ۳۰-۸، دوپہر ۴۰-۱ اور رات ۰۰-۱۰ — ۱۲ر جون
نارائن راؤ ویاس — صبح ۳۵-۶ اور رات ۳۰-۱۰ — ۱۳ر جون

بیگم اختر — صبح ۴۵-۷ — ۱۲ر جون
اومارانی دلولیا — صبح ۱۰-۹ اور دوپہر ۴۰-۱ — ۱۳ر جون
وی۔ڈی۔ برفے — صبح ۱۰-۹ اور دوپہر ۴۰-۱ — ۱۴ر جون
کرشن راؤ شنکر پنڈت — رات ۳۰-۱۰ — ۱۴ر جون
جی۔این۔ دنتالے — صبح ۳۵-۶ اور دوپہر ۴۰-۱ — ۱۵ر جون

ساز سنگیت

— سرود —

رحمت علی خاں — صبح ۳۰-۸ اور دوپہر ۴۰-۱ — ۲ر جون
امجد علی خاں — صبح ۳۵-۶ اور رات ۳۰-۱۰ — ۱۰ر جون
بدھ دیو داس گپتا — صبح ۳۰-۸ اور رات ۰۰-۱۰ — ۱۲ر جون

— وچتروینا —

رمیش پریم — صبح ۳۵-۶ — ۴ر جون
اجیت سنگھ — صبح ۳۵-۶ — ۸ر جون

— سارنگی —

عبداللطیف خاں — صبح ۱۰-۹ اور دوپہر ۴۰-۱ — ۵ر جون

— بانسری —

اروند گجندر گڈکر — صبح ۱۰-۹ — ۷ر جون

آر۔وی۔ گرو — صبح ۱۰-۹ — ۱۰ر جون
ہری پرساد چورسیہ — صبح ۳۵-۶ — ۱۴ر جون

— وینا —

اسد علی خاں — صبح ۳۵-۶ — ۶ر جون

— طبلہ —

کمار لال مشر — صبح ۱۰-۹ — ۸ر جون

— کلارنٹ —

ایم۔وی۔ شولاپورکر — صبح ۳۵-۶ — ۹ر جون

— وائلن —

ایم۔ ایس۔ گوپال کرشنن — صبح ۳۵-۶ — ۱۲ر جون

— ستار، گٹار جگلبندی —

ششی موہن بھٹ اور
وشو موہن بھٹ — دوپہر ۴۰-۱ — ۷ر جون

لوک سنگیت

دوپہر ۳۰-۲

اونکار سنگھ سکروار — یکم جون
دامودر پرساد سونی — ۲ر جون
دیپا شرما — ۶ر جون
پنا لال گجیلے — ۷ر جون
کرشنا چوہان — ۸ر جون
میم دیوی گپتا — ۹ر جون
نرملا ونلمے — ۱۳ر جون
رتن لال کشواہا — ۱۴ر جون
سشیلا شرما — ۱۵ر جون

— صبح ۳۰-۷ اور دوپہر ۳۰-۲ —

مدھولیکا شریواستو — ۳ر جون
ساوتری دیوی راشیکوار — ۴ر جون
بابا پورن داس دیوان — ۵ر جون
تیج رام بھارتی — ۱۰ر جون
سیتا رام تیواری — ۱۱ر جون
اروناورما — ۱۲ر جون

آئینہ: اردو پروگرام

— صبح ۳۰-۶ —

بزم سخن
شرکا: یعقوب یاور، عمران انصاری، منظور بھوپالی، نعیم صبا،
تاباں جبلپوری، ساحر نیازی اور شاہد ساگری — ۴ر جون

۱۔ "بھوپال کے پٹیاباز" تقریر از
لاڈلی شرن سنہا
۲۔ ملکہ پکھراج کے نغمے

۳- 'ہماری تہذیب اور نظیر اکبرآبادی'، فیچر
تحریر: شفیقہ فرحت ۱۱ر جون

کہکشاں: اردو پروگرام
رات ۳۰-۸

۱- نیلم ساہنی: میر کا کلام
۲- شعر و نغمہ
'شاعر انقلاب'،
تقریر از مظہر صہبائی
۳- 'جرائم اور سائنس'، فیچر
از جلیل انصاری ۷ر جون

۱- تلاوت قرآن پاک: قاری عبدالوحید
۲- 'رمضان کی عظمت'، گفتگو
شرکاء: مفتی جنید صدیقی اور شمس الدین آفریدی
۳- شنکر شمبھو: قوالی

ہندی تقریر

'اساڑھ کی وہ اتاتائی رات'،
از رامیشور شکل انچل رات ۱۵-۸ ۴ر جون
'ادھونک سندربھ میں کبیر کی اپارتیا'،
از رنجنا سکسینہ رات ۰۰-۸ ۶ر جون
'اتہاس کے واتائین سے — چھتر پور'،
نرمدا پرساد گپتا رات ۱۵-۸ ۱۱ر جون
'وچار حکمت کے دیپ استمبھ — ٹینیسی ولیمز'،
از ڈاکٹر ... سشیل ترویدی رات ۰۰-۸ ۱۳ر جون

کہانی / کاویہ پاٹھ
دوپہر ۲۰-۱

ڈاکٹر ترشچندر: کہانی — یکم جون
راجندر انوراگی: کویتا — ۴ر جون
ڈاکٹر وجے بہادر سنگھ: کویتا — ۸ر جون
ڈاکٹر مہیش سنتوشی — ۱۲ر جون
نشا دیا سس — ۱۵ر جون

رات ۰۰-۸

سریش شریواستو: کویتا — ۵ر جون
ڈاکٹر نریندر سمادھیا: کہانی — ۱۲ر جون

سرینگر

اوقات ٹرانسمشن
صبح ۳۰-۶ سے رات ۰۰-۱۰ تک اتوار: صبح ۳۰-۶ سے رات ۰۵-۱۱ تک

میڈیم ویو: سرینگر 'الف': ۲۶۸،۸ میٹر سرینگر 'ب': ۲۴۵ میٹر ۱۲۲۴ کلوہرٹز
شارٹ ویو: ۱۰،۴۹ میٹر ۶۱۱۰ کلوہرٹز ۹۱،۵۶ میٹر ۳۲۷۷ کلوہرٹز
پہلی مجلس: صبح ۳۰-۶ سے صبح ۰۰-۱۰ تک، دوسری مجلس دوپہر ۳۰-۱۱ سے رات ۰۵-۱۱ تک (اتوار کو صبح ۳۰-۶ سے رات ۰۵-۱۱)

خبریں

کشمیری: صبح ۴۵-۷ شام ۲۵-۶ اردو: صبح ۵۰-۸ دوپہر ۵۰-۱ رات ۱۵-۹
ہندی: صبح ۰۰-۹ سنسکرت: صبح ۰۰-۷ انگریزی: صبح ۱۰-۸ دوپہر ۰۰-۲ شام ۰۰-۶ رات ۰۰-۹ اور ۰۰-۱۱

علاقائی خبریں

اردو: صبح ۲۰-۹ دوپہر ۳۰-۱۲، ۰۰-۴ (دھیمی رفتار سے) شام ۴۰-۷ کشمیری: صبح ۲۵-۹، دوپہر ۳۵-۱۲، شام ۳۰-۷

روزانہ نشر ہونے والے پروگرام

صبح
۳۵-۶ صبح گاہی
بھکتی سنگیت پر مبنی پروگرام
۴۵-۶ روشنی / گاسراچھر
برگزیدہ شخصیتوں کے زریں اقوال
۵۵-۶ پروگراموں کا خلاصہ
۰۵-۷ کاشتکارن ہندخاطرہ
۱۵-۷ گاندھی کتھا (جمعہ کو)
۳۰-۷ زونہ ڈب (سلسلہ وار فیچر) (سوائے ہفتہ)
صوفی سنتوں کا کلام (ہفتہ)
۰۰-۸ یادگار: تواریخ پر مبنی پروگرام (اتوار)
نوادب (کشمیری)
(منگل، جمعرات اور ہفتہ)
جاادب (اردو) (بدھ)
نونہال: کشمیری میں ننھے منوں کے لیے
پروگرام (پیر)
خوش مس: اردو میں ننھے منوں کے لیے
پروگرام (جمعہ)
۲۱-۸ گھرانوں کے لیے (اتوار)
زعفران زار
طنز و مزاح کا پروگرام (I، III پیر)
وات ترات
مختلف مقامات پر مبنی پروگرام
(II، IV پیر)
بیٹھک: عمر رسیدہ لوگوں کی گفتگو پر
مبنی پروگرام (I منگل)
سائنس میگزین
اردو، کشمیری (II، IV منگل)
عافیت: ہیلتھ میگزین
(III منگل)
سنگ رنگ: ریڈیو ڈائجسٹ (بدھ)
آسن تہ کاشر
(فارم اینڈ ہوم پروگرام) (جمعرات)
گھر باہر خاطرہ (کشمیری) (جمعہ)
کھیلوں پر تبصرہ
اردو، کشمیری (ہفتہ)
۳۵-۸ کتھا کہانی (کشمیری)
تواریخ کشمیر (کشمیری) (ہفتہ)

۰۵-۹ لکھو چھو وناں: سامعین کے خطوط (اتوار)
سنتور: (صوفیانہ موسیقی) (پیر)
ڈوگری سنگیت
ہندوستانی کلاسیکل موسیقی (بدھ، جمعرات)
مہمان: انٹرویو پر مبنی (I جمعہ)
بیاباب (ہندی) (II، IV جمعہ)
اے گیسٹ ان دی ویلی
انگریزی میں انٹرویو پر مبنی (III جمعہ)
بیپ کا نغمہ (ہفتہ)
۳۰-۹ پچھلے دن (موسیقی کشمیری میں پروگرام)
(پیر، بدھ، جمعہ)
تو ہر و دانش
(منگل، جمعرات، ہفتہ، اتوار)
۰۰-۱۰ ریڈیو نیوز ریل
۱۵-۱۰ ہونہار (اردو) بچوں کے لیے (اتوار)
۰۰-۱۱ نو ر نو (کشمیری یووانی سے انتخاب)
(I اور III اتوار)
کہکشاں
(اردو یووانی سے انتخاب) (II اتوار)
فلم میگزین (IV اتوار)
حسن ماضی
آرکیوز سے انتخاب (V اتوار)
دوپہر
۴۰-۱۲ پراگاشس: غیر نصابی تعلیمی پروگرام
(روزانہ سوائے منگل اور جمعہ)
۰۰-۱ مغربی موسیقی (اتوار)
۳۰-۱ اور ۰۰-۳ فوجی بھائیوں کے لیے
۱۰-۲ شاستریہ سنگیت
۳۰-۲ ٹیچرس فورم (اتوار)
۰۰-۴ بی مال
کشمیری میں خواتین کے لیے (اتوار)
۳۰-۴ پنجابی پروگرام (اتوار، منگل، جمعہ)
پہاڑی پروگرام (جمعرات)
خوشحال گھرہ
ہوم سائنس کا پروگرام (ہفتہ)
۰۰-۵ گوجری پروگرام
۱۰-۶ ضلع نامہ (پیر)
۱۵-۶ گامی بھاین ہندخاطرہ

شام
۵۵-۷ پروگرام سماچار
۰۰-۸ وادی کی آواز
پاکستان اور پاکستانی مقبوضہ کشمیر میں
سننے والوں کے لیے
۴۵-۸ تو ہنز چیٹھی واژ
سامعین کے کشمیری خطوں کے جواب (اتوار)
اردو میں بات چیت (پیر)
کشمیری میں بات چیت (منگل)
خط کے لیے شکریہ
سامعین کے اردو میں خطوں کے جواب (بدھ)
ہیلتھ فورم (جمعرات)
ہندی بات چیت (جمعہ)
انگریزی بات چیت (ہفتہ)
۳۰-۹ انتخاب
دیگر ریڈیو اسٹیشنوں سے (I اتوار)
اردو / کشمیری میں کھیل (پیر)
وودھا: ہندی ادبی پروگرام (I منگل)
سنگر مال
کشمیری ادبی پروگرام (II، IV منگل)
ہم قلم: اردو ادبی پروگرام (III منگل)

تصویر: سماجی ثقافتی اور ترقیاتی
موضوعات پر مبنی (I بدھ)
سام: بیس نکاتی اقتصادی پروگرام
پر جائزہ (II اور IV بدھ)
دلی سے تحریک آزادی پر مبنی فیچر
(III بدھ)
بنیاد: بنیادی تعلیم پر مبنی
نیشنل پروگرام: علاقائی موسیقی
(I جمعرات)
نیشنل پروگرام: فیچر (II جمعرات)
کاشر تارکھ
مشہور شعراء پر مبنی (III جمعرات)
نیشنل پروگرام: ناٹک
(IV جمعرات)
محفل
مشہور شخصیتوں سے گفتگو
(اردو) (V جمعرات)
رائے تمام

کشمیری میں مباحثہ (I جمعہ)
گفتگو : اردو میں مباحثہ (II جمعہ)
بزم شعر : کشمیری میں مشاعرہ (III جمعہ)
سپورٹس میگزین (اردو) (IV جمعہ)
اردو میں مشاعرہ (V جمعہ)
میانی زندگی ہیون کار
برگزیدہ شخصیتوں سے گفتگو (کشمیری)
(I ہفتہ)
بزم سامعین (II اور IV ہفتہ)
میانی پسند
کشمیری موسیقی (III ہفتہ)
۱۰–۰۰ آپ کی فرمائش

سامعین کے پسندیدہ فلمی نغمے
(اتوار اور بدھ)
فوجیوں کی فرمائش
سامعین کے پسندیدہ کشمیری نغمے
(منگل)
داستان (جمعہ)
۱۰–۳۰ ریڈیو ڈائری (سوائے اتوار)
پھر سنیے
چیدہ چیدہ پروگرام (جمعہ)
تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو
پرانے فلمی نغموں پر مبنی
(I، III اور V ہفتہ)
شہر صدا
غزلوں کا پروگرام (II، IV ہفتہ)

شاستریہ سنگیت

گائن دوپہر ۱۰–۱–۲

نزاکت علی سلامت علی	:	یکم جون
منور علی خاں	:	۳/جون
کشوری امونکر	:	۴/جون
پنڈت جسراج	:	۶/جون
استاد بڑے غلام علی خاں	:	۱۱/جون
پنڈت اومکارناتھ ٹھاکر	:	۱۳/جون
برکت علی خاں	:	۱۵/جون

ساز سنگیت

دوپہر ۱۰–۱–۲

ستار

پنڈت روی شنکر		۲/جون
بلرام پاٹھک		۱۰/جون
غلام احمد خان		۱۲/جون

شہنائی

بسم اللہ خاں	:	۵/جون

بانسری

پنالال گھوش	:	۷/جون

سارنگی

رام نراین	:	۸/جون

سرود

حفیظ علی خاں	:	۹/جون



صوفیانہ موسیقی

صبح ۳۰–۱۱ دوپہر ۳۰–۲

غلام محمد ساز نواز اور ساتھی	:	یکم اور ۱۱/جون
شیخ عبدالعزیز اور ساتھی	:	۴/ اور ۱۳/جون
محمد عبداللہ سیتاری اور ساتھی	:	۶/ اور ۱۵/جون
محمد عبداللہ تبت بقال اور ساتھی	:	۸/جون

چھکری اور روف

عبداللہ شیخ اور ساتھی : شام ۱۵–۶ یکم جون
غلام نبی بلبل اور ساتھی : شام ۱۵–۶ ۲/جون
محمد یوسف بٹ اور ساتھی : صبح ۳۰–۱۱ دوپہر ۳۰–۲
اور شام ۱۵–۶ ۳/جون
عبدالخالق کاوا اور ساتھی : صبح ۳۰–۱۱
شام ۱۵–۶ ۴/جون
غلام محمد پموش اور ساتھی : صبح ۳۰–۱۱
دوپہر ۳۰–۲ ۵/جون

محمد مقبول ڈار اور ساتھی : صبح ۳۰–۱۱ دوپہر ۳۰–۲
شام ۱۵–۶ ۷/جون
غلام محمد شیخ بنڈہ پوری اور ساتھی : شام ۱۵–۶ ۸/جون
عبدالرحیم بٹ اور ساتھی : شام ۱۵–۶ ۹/جون
عبدالرشید حافظ اور ساتھی : صبح ۳۰–۱۱ دوپہر ۳۰–۲
شام ۱۵–۶ ۱۰/جون
عبدالمجید ڈار اور ساتھی : صبح ۳۰–۱۱
دوپہر ۳۰–۲ ۱۲/جون
غلام محمد کاوا اور ساتھی : دوپہر ۰۰–۱
شام ۔–۶ ۱۳/جون
گلہ بٹ واہ پھوگل اور ساتھی : صبح ۳۰–۱۱ دوپہر ۳۰–۲

غلام محمد بٹ اور ساتھی : شام [illegible] ۱۴/جون
دوپہر [illegible]
شام [illegible] ۱۵/جون

سگم سنگیت / غزلیں

آرتی ٹکو : [illegible]
[illegible] جون
آشا کول : [illegible]
[illegible] جون
کیلاش مہرہ : [illegible]
[illegible] ۲/جون
علی محمد : [illegible]
[illegible] ۳/جون
عبدالرحمان خاں : دوپہر ۰۰–۱ ۳/جون
ریتا کول : صبح ۱۵–۷ شام ۱۵–۱
رات ۳۰–۸ ۴/جون
راج بیگم : صبح ۱۵–۷ دوپہر ۰۰–۱
رات ۳۰–۸ ۵/جون
اندرا کاچرو : دوپہر ۰۰–۱
شام ۱۵–۶ ۵/جون
ششی چوپڑا : صبح ۱۵–۷ شام ۱۰–۶
رات ۳۰–۸ ۶/جون
آر کے کاچرو : شام ۱۰–۶
رات ۳۰–۸ ۷/جون

نرملا دیوی : صبح ۱۵–۷ شام ۱۰–۶
اور رات ۳۰–۸ ۸/جون
غلام حسن صوفی : صبح ۱۵–۷ شام ۱۰–۶
اور رات ۳۰–۸ ۹/جون
اومکار ناتھ کول : صبح ۱۵–۷
رات ۳۰–۸ ۱۰/جون
اسداللہ : دوپہر ۰۰–۱ ۱۰/جون
محمد صدیق پانپوری : دوپہر ۰۰–۱ ۱۰/جون
کرن کول : صبح ۱۵–۷
شام ۱۰–۶ ۱۱/جون
غلام قادر وانی : صبح ۱۵–۷ دوپہر ۰۰–۱
شام ۱۰–۶ اور
رات ۳۰–۸ ۱۲/جون
رحمت اللہ خاں : دوپہر [illegible]
[illegible]
غلام نبی شیخ : [illegible]
[illegible]
کے کے جالا : [illegible]
اور رات ۳۰–۸ ۱۳/جون



محمودہ ناز



جگر جالندھری



بلوان سنگھ جمر



پریم کمار نظر

سدھارتھ کول : صبح ۱۵-۷ شام ۱۰-۶
اور رات ۳۰-۸ ۱۵ جون

صوفی سنت شعراء کا کلام

صبح ۳۰-۷

کلام احمد بٹواری : یکم جون
کلام نعمہ صاحب : ۸ جون
میرا کے گیت : ۱۴ جون

مہینے کا نغمہ

صبح ۰۵-۹

کلام موتی لال ساقی : یکم ، ۸ جون
گلوکار رحمت اللہ خاں : ۱۵ جون

سنطور

صبح ۰۵-۹

مقام چراغ : ۳ جون
مقام توڑی : ۱۰ جون

علاقائی سنگیت ڈوگری

سریشی پونچھی : شام ۳۰-۳ ۳ جون
انیل کمار : صبح ۵-۹ ۴ جون
کانتا شرما : شام ۳۰-۴ ۱۰ جون
سیما شرما : صبح ۵-۹ ۱۱ جون

نوٗ ادب

صبح ۰۰-۸

تازہ نظم
از : منصور بانہالی : ۴ جون
تازہ نظم
از : غلام احمد گاش : ۶ جون
تازہ نظم
از : شاہد بڈگامی : ۸ جون
تازہ افسانہ
از : اے کے رازدان : ۱۳ جون

تازہ نظم
از : ارجن دیو مجبور : ۱۵ جون

بات چیت

رات ۴۵-۸

عالمی سائنس : کشمیری میں بات چیت ۴ جون
کارخانوں کی پیداوار : کشمیری میں بات چیت
از ڈاکٹر نثار علی : ۱۱ جون

ہی مال ؛ خواتین کے لئے پروگرام

شام ۰۰-۴

بینائی کی حفاظت کیسے کی جا سکتی ہے
ڈاکٹر وجے ولی سے انٹرویو۔ : ۲ جون
جنگ آزادی میں خواتین کا رول۔
کشمیری میں بات چیت
از سید محمد الیاس : ۹ جون

سنگرمال۔ کشمیری میں ادبی پروگرام

رات ۳۰-۹

کشمیری میں بحث و مباحثہ :
شرکاء :
پروفیسر جی ایل لابرو ، ڈاکٹر محمد زمان آزردہ
اختر محی الدین ، اور تارکرشن رہبر : ۱۱ جون

سیاحوں کے لئے

صبح ۱۵-۷

سیاحوں کے لئے اردو میں پروگرام : ۲ اور ۹ جون

سب رس

صبح ۱۵-۷

اردو میں پروگرام : یکم ۸ اور ۱۵ جون

مہمان

صبح ۵-۹

انگریزی میں سیاحوں سے انٹرویو پر مبنی پروگرام۔ ۷ جون

بقیہ :- کلکتہ

میوزک البم آن گلی کیمپبل : رات ۰۰-۱۰ (بی) ۳ جون
لائٹ میوزک فروم دا ینڈر لینڈرس : رات ۰۰-۱۰ (بی) ۴ جون
جاز ٹائم : رات ۳۰-۱۰ (بی) ۵ جون
اے ناٹ ایٹ دا اوپیرا : رات ۰۰-۱۰ (بی) ۶ جون
لینڈ ڈے ونس مور : دوپہر ۰۵-۱ (بی) ۶ جون
کلاسیکل میوزک ایٹ یور ریکویسٹ : رات ۰۰-۱۰ (بی) ۷ جون
دی چوائس از یورس : رات ۳۰-۱۰ (بی) ۸ جون
میوزیکل بینڈ باکس : دوپہر ۰۵-۱ (بی) ۹ جون
کنسرٹ آور : رات ۰۰-۱۰ (بی) ۹ جون
وائلن و یگنینیس : دوپہر ۰۵-۱ (بی) ۱۰ جون
مائی کائنڈ آف میوزک : رات ۰۰-۱۰ (بی) ۱۰ جون
دی بیسٹ آف فیلیکس وینگارٹنر : دوپہر ۰۵-۱ (بی) ۱۲ جون
بیلٹ میوزک : دوپہر ۰۵-۱ (بی) ۱۳ جون
جاز کوئیکس : دوپہر ۰۵-۱ (بی) ۱۴ جون


مہر گیرا


اظہر عنایتی


امر چند قیس

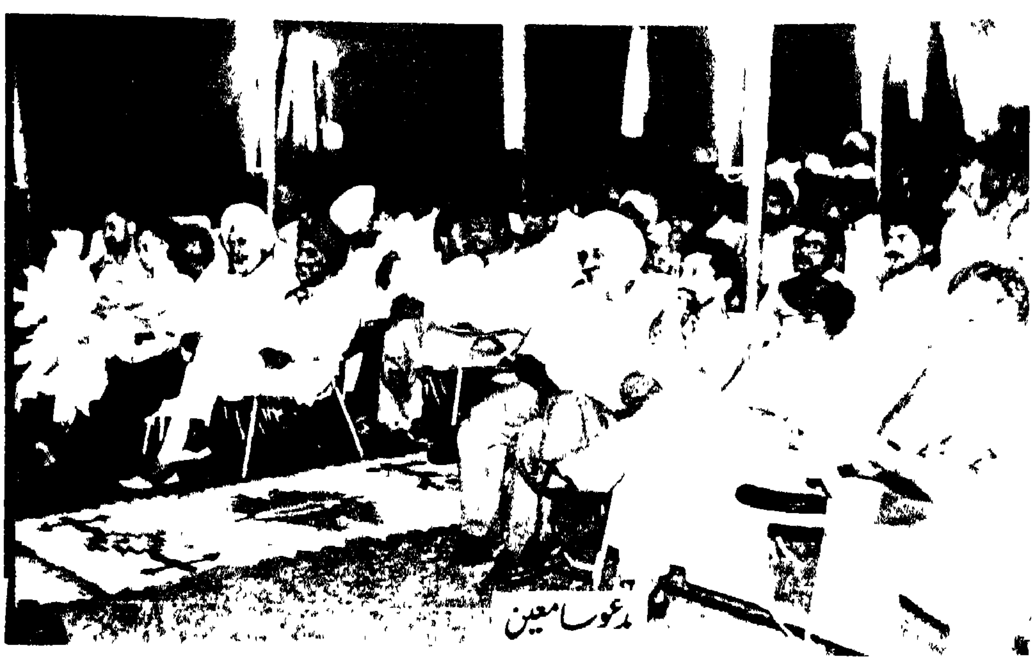

راجندر ناتھ رہبر


عرش صہبائی


ہر بھگوان شاد


آزاد گلاٹی


ستیہ نند شاکر


مدعو سامعین


قیصر قلندر

مشاعرہ ۷۱ اکاشوانی جالندھر

Regd No D-(C)39
R.N. No. 14253 PRICE RUPEE 1.00 1st, JUN

Licensed (U-23) to post without prepayment at PSO, New Delhi



Published by the Director General, All India Radio, at the Office of the Chief Editor, Akashvani Group of Journals, PTI Building, II floor, Sansad Marg, New Delhi-110001
Printed by the Manager, Govt of India Photo Litho Press, Faridabad

۱۹۸۵ء



عبدالاحد ساز

غیر کی دھرتی، پرایا آسمان ہے
کھو گئیں صدیاں سوالوں کے نشتے میں
کشتیاں ہر سو ابھرتی ڈوبتی ہیں
بیچ رستے سے زمانہ کھو گیا ہے
ٹکڑے ٹکڑے یاد آنے کو ہر شب
یوں زمیں پر بت مسلط ہیں یقیں کے
نعرہ ہمت سے سوا کر زندگانی

جان جیسی چیز بھی اپنی کہاں ہے
زہر خاموشی جوابِ جاوداں ہے
چار جانب موجِ بے ساحل رواں ہے
دم بہ خود، گرد و غبارِ کہکشاں ہے
زندگی اِک بھولی بسری داستاں ہے
آسماں جیسے کوئی وہم و گماں ہے
اک تگ و دو ہے، سفر ہے، رائیگاں ہے

فکر تدریجی عمل لا حاصلی کا
ٹھوس ہے، سیال ہے، آخر دھواں ہے

انجم رومانی

پھولوں کی شکل میں جو چمن کا سبھاؤ تھا
دراصل وہ مرے ہی لہو کا جماؤ تھا

کس بانکپن سے ناؤ چلاتا رہا ہوں میں
جب تک مرے خلاف ندی کا بہاؤ تھا

برسوں کی دوستی بھی تعارف نہ بن سکی
دونوں کے درمیان بڑا رکھ رکھاؤ تھا

وہ تو کسی کے پیار کی برسات ہو گئی
ورنہ مرا وجود دہکتا الاؤ تھا

سوچا تو آسمان سے اونچی لگی مجھے
جس شاخ کا زمین کی جانب جھکاؤ تھا

انجم رقابتوں کے سبھی زخم بھر گئے
تازہ ہے آج بھی جو محبت کا گھاؤ تھا

شفیق عباس

رات نہ جانے ذہن نے اس کی بابت کیا کچھ سوچا ہوگا
دل نے چونک کے مجھ سے کہا تب ہوگا جہاں وہ اچھا ہوگا

دور دیس میں بسنے والے کیا جانوں کس رنگ میں ہے
میرا شعر تو پل پل تجھ سے حال مرا سب کہتا ہوگا

چاہت کا اک لمحہ اپنی ساری عمر میں کافی ہے
مل جائے تو جان بھی دے دوں، ان داموں تو سستا ہوگا

چہرہ زخمی، آنکھیں زخمی، دل ٹوٹا، ہر سوچ غلط
ایسا لگتا ہے وہ شاید میرے ہی گھر رہتا ہوگا

اپنی قسمت اب تک اپنے ہاتھ میں چبھتے کانٹے ہیں
جس کی چاہت زخم بنی وہ پھول کہیں تو مہکا ہوگا

پھل پھینکا تھا پیڑ پہ میں نے اور پھلوں کی چاہت ہیں
سر زخمی ہے، سوچ رہا ہوں شاخ سے پتھر ٹوٹا ہوگا

سب چہرے پہچان چکا ہوں، ساری باتیں جان چکا ہوں
جھوٹ کی جب تخلیق ہوئی بس وہ اک لمحہ سچا ہوگا

جست لگا کر میں نے جہاں سے گہرا سمندر اوڑھا تھا
آج وہ اس ساحل پر بیٹھا میری کہانی کہتا ہوگا

سارے چہرے کھل اٹھتے تھے دیکھ کے جس کو محفل میں
رات کی گہری تنہائی میں دیر تلک وہ روتا ہوگا

آؤ شفیق سے باتیں کر لیں ہاتھ نہ پھر وہ آئے گا
اس کا وجود تو دراک پل میں تیز ہوا کا جھونکا ہوگا

عزیز قیسی

مہکا ہوا پھولوں سے ارمان دل و جاں ہے
سینے کے خرابے میں یادوں کا گلستاں ہے

الجھے ہوئے کب سے ہیں دنیا سے یہ دیوانے
وہ زلف پریشاں تھی وہ زلف پریشاں ہے

زنجیر تمنا کی ٹوٹے بھی تو کیا ہوگا
آسیب تمنا کا زنداں پسِ زنداں ہے

ہم شہر کے ماروں پر بس ختم ہے تنہائی
راہوں میں بیاباں ہے سینوں میں بیاباں ہے

ہم کون سے سچے ہیں خود اپنی وفاؤں میں
کیوں اس کو برا کہیے وہ شخص بھی انساں ہے

جب آگ کے دریا سے ہم سوختہ جاں نکلے
اس پار بھی کیا دیکھا صحرا کا نمکداں ہے

پت جھڑ کی یہ رت قیسی گذرے گی تو دیکھیں گے
ایک عمر سے سنتے ہیں بس اب کے بہاراں ہے

ممتاز [illegible]

خیال و فکر کی پرچھائیوں میں ڈھلتا ہے
یہ کون ہے جو مرے ساتھ ساتھ چلتا ہے

روش روش پہ لچکتی رہی ہیں جو شاخیں
اب ان کے پاس سے گزریں تو ہاتھ جلتا ہے

کہاں ہیں آج وہ اہل وفا جو کہتے تھے
صدائے درد سے پتھر کا دل پگھلتا ہے

یہ زیست ایک حسیں سلسلہ ہے خوابوں کا
کلی کلی کے تصور میں خواب پلتا ہے

یہاں ہر ایک ہے اپنی غرض کا دیوانہ
پرائی آگ میں ممتاز کون جلتا ہے

ندا فاضلی

مسجدوں مندروں کی دنیا میں
مجھ کو پہچانتے کہاں ہیں لوگ
روز میں چاند بن کے آتا ہوں
دن میں سورج سا جگمگاتا ہوں
کھنکھناتا ہوں ماں کے گہنوں میں
ہنستا رہتا ہوں چھپ کے بہنوں میں
میں ہی مزدور کے پسینے میں
میں ہی برسات کے مہینے میں
میری تصویر آنکھ کا آنسو
میری تحریر جسم کا جادو
مسجدوں مندروں کی دنیا میں
مجھ کو پہچانتے نہیں جب لوگ
میں زمینوں کو بے ضیا کر کے
آسمانوں میں لوٹ جاتا ہوں
میں خدا بن کے قہر ڈھاتا ہوں

منظور ندیم بالاپوری

فکر کا مرکز کبھی تیرا حسیں چہرا بھی تھا
بھول بیٹھا ہوں کہ تیرے نے مجھ پہ کچھ لکھا بھی تھا

اس دسمبر میں تو دشمن بن گئی ہے جان کی
چاندنی سے سرد راتوں میں کبھی رشتہ بھی تھا

اس سخن کی بزم میں ہم کیا جلاتے شمعِ فکر
جو تیرگی میں سورج لیے جس بزم میں مرغا بھی تھا

اپنے ہاتھوں مجھ سے سب شیریں مراسم توڑ کر
رنجشوں کے تلخ موسم میں کوئی رویا بھی تھا

میری غزلوں سے بظاہر بے تعلق تھا مگر
چوری چوری وہ رسائل میں مجھے پڑھتا بھی تھا

جانے کس عالم میں اس نے خط لکھا ہوگا ندیم
ایسا لگتا ہے کہ یہ کاغذ کبھی بھیگا بھی تھا

اس بار بمبئی سے
نظم اور غزلیں

آواز

آل انڈیا ریڈیو کے پروگرام

چیف ایڈیٹر وجے بہادر سنہا

ادارت

سراج احمد

[illegible]

ٹیلی فون ٣٨٢٢٤٩

٣٨٢٢٥٤

تار کا پتہ LISTENER

نئی دہلی	١٦ر جون ١٩٨٥ء	بمطابق	٢٦ر جیشٹھ ١٩٠٧ شاکا	جلد ٥٠	شمارہ ١٢

اس شمارے میں

غزلیات

قیمت

فی کاپی	ایک روپیہ
سالانہ	٢٢ روپے
دو سال	٤٢ روپے

(ایک سال سے کم کا چندہ قابل قبول نہیں ہو گا۔)

اندرون ملک ڈاک خرچ بذمہ ادارہ

ہمارے عہد کا مزاج
عوامی سماج

ڈاکٹر قمر رئیس

انسانی سماج کی تاریخ میں بیسویں صدی کو انقلابات کی صدی سے تعبیر کیا جائے گا۔ اس صدی میں انسان نے جو ترقیاں کی ہیں وہ گزشتہ ایک ہزار سال کی ترقیوں پر بھاری ہیں۔ زندگی کے ہر میدان میں یہ تعمیر و ترقی اتنی تیز ایسی اچانک اور دوررس ہوئی ہے کہ خود انسان اپنی قوت ایجاد کے نتائج سے مبہوت ہو گیا ہے۔ وہ باتیں جو محض خواب و خیال یا اساطیری قصوں کا افسوں تھیں اب ٹھوس حقیقت بن چکی ہیں۔ اب انسان صرف فضا میں نہیں بلکہ خلا اور بیرون خلا میں بھی پرواز کرتا اور کر سکتا ہے۔ جوہری توانائی کی دنیا نے انسان کو انرجی کا لامحدود خزانہ بخش دیا ہے جو تباہ کاری اور خوشحالی دونوں کے لیے استعمال ہو سکتا ہے۔ پھر سائنس اور ٹکنالوجی کے نت نئے انکشافات نے انسان کی روزمرہ زندگی اس کے سماجی رشتوں اور ذہنی رویوں کا سارا انداز ہی بدل دیا۔ صدیوں کی روایات اور توہمات اس صدی میں دیکھتے ہی دیکھتے دھواں بن کر اڑ گئے۔ پرانے عقائد اور پرانی اقدار کے ٹوٹنے اور بکھرنے سے جو خلا ہوا ہے وہ ابھی پُر نہیں ہو سکا ہے۔

داخلی طور پر بیسویں صدی کے مزاج کو عقلی سائنسی اور تجزیاتی مزاج کہا جاتا ہے لیکن خارجی طور پر یا سماجی حیثیت سے اس عہد کے مزاج کی تلاش اس کے عوامی پن میں کرنا چاہیے۔ اسلیے کہ بیسویں صدی اساساً عوامی اور جمہوری اداروں کی صدی ہے۔ سیاست ہو، عدل و قانون ہو یا تہذیب و تمدن کے دوسرے مظاہر، ہر شعبے میں عوام اور رائے عامہ کا غلبہ دکھائی دیتا ہے۔ بیسویں صدی نے عام انسان کو بے پایاں حقوق کی دولت بخش دی۔ تاریخ میں پہلی بار وہ اپنے مقدر اپنی زندگی کا مالک بن گیا ہے اگرچہ اس کے لیے انسان کو ماضی میں بھی جدوجہد کرنا پڑی ہے۔ سب سے پہلے ١٢٧٥ء میں انگلستان کے عوام نے کنگ جان سے انسانی حقوق کا چارٹر منظور کرایا اس کے بعد ١٧٧٦ء میں ١٣ امریکی ریاستوں کے عوام نے برطانیہ کی نوآبادیاتی غلامی سے نجات حاصل کر کے خود اختیاری جمہوری نظام کی بنیاد رکھی اور ١٧٨٩ء کے فرانسیسی انقلاب نے دنیا میں مطلق العنان شہنشاہی نظام کی جڑیں ہلا دیں۔ صنعتی انقلاب نے دنیا میں جمہوری نظام کے قیام کی راہیں ہموار کیں۔ اس سے قدیم جاگیرداری عہد کے پیداواری نظام کا خاتمہ ہوا جس میں محنت کش عوام کی محنت اور مشقت کے سارے پھل برسر اقتدار جاگیردار طبقہ کو ملتے تھے۔ صنعتی نظام کے فروغ کے ساتھ سماجی اور تہذیبی اداروں میں عام محنت کش انسانوں کی اہمیت کا اعتراف ضرور ہوا اور سماج میں ان کا اثر بھی بڑھا لیکن ان کی محنت کا استحصال کم نہیں ہوا۔

انیسویں صدی کے سب سے بڑے سماجی مفکر کارل مارکس نے تاریخ و مادی حالات کے تحلیل و تجزیہ کی بنیاد پر ایک ایسے عوامی دور کی بشارت دی تھی جو حقیقی معنوں میں عوام کا دور ہوگا اور جس کی بنیاد دولت اور پیداوار کی مساوی تقسیم پر ہوگی۔ جو ہر طرح کے استحصال سے پاک ہوگا۔ اور جس نظام میں انسانی حقوق صرف دستور میں لکھے ہوئے نہیں ہوں گے بلکہ روز مرہ زندگی میں انسان کو دستیاب ہوں گے۔ اسے مارکس نے اشتراکی نظام سے تعبیر کیا۔

۱۹۱۷ء میں روس کے اشتراکی انقلاب سے اس نظام کی بنیاد پڑی۔ اس نظام میں ساری زمین، دولت اور پیداواری وسائل نجی ملکیت کے بجائے قومی ملکیت قرار پائے۔ معاشی نظام کی اس بنیادی تبدیلی نے سماجی ڈھانچے کے ہر شعبے کو متاثر کیا۔ سماجی اونچ نیچ کا بتدریج خاتمہ ہوگیا۔ طبقاتی آویزش اور اس کی بنیاد پر ہونے والا جبر و تشدد بھی ختم ہوگیا۔ اور اس طرح انسانی تہذیب کی تاریخ میں پہلی بار ایک غیر طبقاتی منصفانہ سماج کی بنیاد پڑی، جسے ساٹھ پینسٹھ سال کے عرصہ میں دنیا کی کم و بیش ایک تہائی آبادی نے اپنا لیا۔

مشہور امریکی سیاسی رہنما ابراہیم لنکن نے جمہوریت کی تعریف بیان کرتے ہوئے کہا تھا کہ ایک ایسی حکومت جو عوام کی بنائی ہوئی ہو اور عوام کے لیے ہو۔ اس میں شک نہیں کہ جمہوری نظام کی یہ تعریف بہت جامع ہے اور یہ ایک ایسے عوامی معاشرہ کو جنم دے سکتی ہے جس کے ہر ادارے میں عام محنت کش انسانوں کے مفادات کو ہی اولیت حاصل ہو۔ لیکن جس جمہوری نظام میں سرمایہ داری کو پنپنے کی آزادی ہو وہاں جمہوریت کے اس تصور پر پوری طرح عملدرآمد ممکن نہیں۔ اسلئے کہ سرمایہ دار اپنے پیسے کی قوت سے اور اپنے مفادات کے لیے اس نظام کے ہر ادارے پر اپنا تسلط قائم رکھنے کی کوشش کرے گا اور اس کے مفاد کا ٹکراؤ براہ راست محنت کش عوام کے مفاد سے ہوگا۔ اسلئے ایسے معاشرہ میں قانونی تحفظات کے باوجود عوام اپنے حقوق سے محروم رہیں گے اور جبر و تشدد کا شکار ہوں گے۔

اسے ایک تازہ مثال سے سمجھا جاسکتا ہے۔ ابھی زیادہ عرصہ نہیں گزرا کہ جمہوریت کے دعویدار ایک بڑے ملک میں لاکھوں کارکنوں نے ہڑتال کی وہ بڑھتی ہوئی گرانی کے پیش نظر کچھ سہولتیں چاہتے تھے۔ لیکن حکومت نے ان کے مطالبات نہیں مانے۔ ڈیڑھ سال کی ہڑتال کے دوران انھوں نے سخت اذیتیں برداشت کیں۔ آخر میں حکومت کی طاقت اور اس کے جبر کے آگے انھیں جھکنا پڑا۔ تاہم ان کی شکست کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ بیسویں صدی میں سرمایہ پرست حکومتیں ہمیشہ مزدوروں پر غالب رہی ہیں یا آزادی اور انسانی حقوق کے لیے عوام کی تحریکوں کو کچلتی رہی ہیں۔ اس کے برعکس اگر ایک محاذ پر انھیں شکست ہوئی ہے تو دو محاذوں پر انھوں نے کامیابی بھی حاصل کی ہے۔ اگر ایک طرف سرمایہ دار اور صنعت کار اپنے حلقۂ اثر کو بڑھاتے رہے ہیں تو دوسری طرف محنت کش عوام کی جدوجہد سے بہت سی اہم صنعتیں قومیائی بھی گئی ہیں اور مزدوروں کو نت نئی سہولتیں حاصل ہوئی ہیں۔ طبقاتی سماج میں وہ جمہوری ہو یا غیر جمہوری یہ پیکار جاری رہے گی۔ بڑی بات یہ ہے کہ ہمارے دور میں محنت کش عوام کی تنظیم اور اجتماعی طاقت مستحکم ہوئی ہے۔ ان کا اتحاد بڑھا ہے۔ انھوں نے اپنی لگاتار جدوجہد سے ایسے قانون بنوائے ہیں جو سرمایہ داروں کے مقابلہ میں ان کے مفادات کا تحفظ کرسکیں، انھیں انسانی وقار اور اعتماد کے ساتھ زندہ رہنے کا حق دے سکیں۔

قدیم جاگیرداری سماج میں آرٹ ادب اور کلچر پر اعلیٰ سرمایہ پرور حیثیت جاگیردار طبقہ کا تسلط تھا۔ انسان کی تخلیقی ذہانت کے شاہکار عوام کی پہنچ سے ماورا تھے۔ ادب اور آرٹ میں عام انسانوں کے بجائے اعلیٰ طبقہ کی زندگی کی ترجمانی ہوتی تھی لیکن جیسا کہ ذکر آچکا ہے۔ فرانسیسی انقلاب اور اس سے زیادہ یورپ کے صنعتی انقلاب نے اس صورت حال کو یکسر بدل دیا۔ اٹھارویں صدی میں ڈکنس بالزاک، گوگول، ٹالسٹائی اور دوسرے ادیبوں نے اپنے ناولوں میں اعلیٰ طبقہ کے افراد کے بجائے سماج کے پسماندہ غریب اور معمولی انسانوں کو اپنے ناولوں اور افسانوں کا ہیرو بنا کر پیش کیا۔ ان کے مسائل کا حقیقت پسندانہ ڈھنگ سے تجزیہ کیا۔ اور بیسویں صدی میں حقیقت نگاری کے اس رجحان نے عالمی تحریک کی صورت اختیار کرلی۔ روس کے اشتراکی انقلاب کے بعد اشتراکی حقیقت نگاری پر دلتا ری ادب اور ترقی پسند تحریک نے ادب اور آرٹ میں عوامی زندگی کی ترجمانی پر خاص زور دیا۔ گورکی کے ناولوں اور افسانوں نے اس سلسلہ میں نمونہ کا کام کیا۔ افسانوی ادب کے علاوہ شاعری، مصوری اور سنگ تراشی میں بھی عوام دوستی اور حقیقت پسندی کا ایک نیا اسلوب سامنے آیا۔

اقبال نے سب سے پہلے مشرق اور مغرب میں سلطانی جمہور کی بشارت دی تھی اور بہت واضح اور بڑا اعتماد لہجہ میں کہا تھا

اٹھو میری دنیا کے غریبوں کو جگا دو
کاخ امرا کے در و دیوار ہلا دو
گرماؤ غلاموں کا لہو سوز یقین سے
کنجشک فرومایہ کو شاہیں سے لڑا دو
سلطانی جمہور کا آتا ہے زمانہ
جو نقش کہن تم کو نظر آئے مٹا دو
جس کھیت سے دہقاں کو میسر نہیں روزی
اس کھیت کے ہر خوشۂ گندم کو جلا دو

بیسویں صدی کے قبل دنیا کے ترقی یافتہ ملکوں میں بھی تعلیم کا اوسط بارہ چودہ فیصد سے زیادہ نہیں تھا۔ اور یہ نعمت بھی صرف اعلیٰ طبقہ کے لوگوں تک محدود تھی۔ لیکن جمہوری نظام میں تعلیم حاصل کرنے کے حق کو عوام کے بنیادی حقوق میں شامل کیا گیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ متوسط اور محنت کش طبقہ کے افراد بھی تعلیم سے بہرہ ور ہوکر اپنے حقوق سے آشنا ہوئے اور ظلم و جبر کی طاقتوں کے خلاف متحد ہوکر احتجاج کرنے لگے۔ اسی لیے بیسویں صدی کو عوام کی انقلابی اور احتجاجی تحریکوں کی صدی بھی کہا جاتا ہے۔ ایشیا ہو، افریقہ ہو یا یورپ مزدور کسانوں، نوجوانوں اور دوسری پیشہ ور جماعتوں کی تنظیمیں آئے دن جلوس نکالتی ہیں، احتجاج کرتی ہیں۔ کبھی کبھی پولیس اور فوج سے ان کا تصادم بھی ہوتا ہے، جانیں بھی جاتی ہیں۔ لیکن عوام اپنے جمہوری حقوق کے تحفظ کے لیے کسی قربانی سے دریغ نہیں کرتے کبھی کبھی ان کی یہ جدوجہد بڑی طویل اور صبر آزما ہوتی ہے لیکن وہ جانتے ہیں کہ یہ ان کا دور ہے اور آخری فتح انہی کی ہوگی۔

بیسویں صدی میں تعلیم، تحقیق اور عوامی ذرائع ابلاغ کی تیز رفتار ترقی نے بھی عوامی اداروں کی سرپرستی کی ہے۔ اس سے قبل عوامی بولیوں، عوامی گیتوں، رقص اور موسیقی کو تحقیر کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔ تہذیب و تمدن کی تاریخ میں اسے کوئی مقام حاصل نہیں تھا۔ لیکن جیسے جیسے سیاسی صنعتی اور پیداواری نظام میں محنت کش عوام کا اثر و اقتدار بڑھتا گیا، تہذیب و تمدن کے ہر میدان میں ان کے کارناموں کی اہمیت کا اعتراف بھی ہونے لگا۔ یونیورسٹیوں اور تحقیقی اداروں میں اب بڑے پیمانہ پر نہ صرف عوام بلکہ آدی باسی قبائل کی بولیوں، ان کے ادب اور آرٹ پر وسیع پیمانہ پر تحقیق ہو رہی ہے۔ عوامی آرٹ کے میوزیم بن رہے ہیں، عوامی تھیٹر کا احیا ہو رہا ہے۔ ریڈیو، ٹیلی ویژن اسٹیج اور اشاعتی اداروں سے عوامی آرٹ اور ان کے علاقائی کلچر کے نادر نمونوں کو پیش کیا جا رہا ہے، اور چونکہ عوام کے فنی کارناموں میں ان کی تخلیقی محنت ان کے حوصلہ خیز جذبات اور آزادانہ تخیل کی بھرپور ترجمانی ہوتی ہے اس لیے وہ ہر طبقہ کے لوگوں کو متاثر کرتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہے کہ آج کلاسیکی فنی روایات کے مقابلہ میں عوامی فن کے اسالیب نمایاں مقبولیت حاصل کر رہے ہیں۔ ریڈیو اور ٹیلی ویژن کے پروگرام اب کسی محدود علاقہ یا مخصوص طبقہ کے لیے نہیں ہوتے وہ قومی سطح پر نشر ہوتے ہیں اور بیک وقت مختلف علاقوں کے کروڑوں انسان ان سے محظوظ ہوتے ہیں۔ اس لیے ان میں بھی عوامی دلچسپی ان کے مشترک مفادات اور مذاق کا لحاظ رکھا جاتا ہے۔

یہ کہنا بجا ہوگا کہ ہمارے عہد میں جو نیا سماج، جو نئی تہذیب وجود میں آرہی ہے وہ زیادہ توانا اور صحت مند اسلئے ہے کہ اس میں عوام کے جذبات، ان کی روایات، عوام کی بے پایاں تخلیقی صلاحیتوں اور حوصلوں کی نمائندگی ہوتی ہے اور یہ توانا تہذیب بلاشبہ ایک دن دنیا کی عوام دشمن اور امن دشمن تحریکوں پر فتح پائے گی۔

(اردو سروس سے)

کشتی کو ڈبونے کا ہنر مانگ رہا تھا
درویش سمندر سے گہر مانگ رہا تھا
اپنوں نے کرم بھی کیا احسان جتا کر
دشمن بڑی تہذیب سے سر مانگ رہا تھا
وہ تم تھے جو پیڑوں کا لہو دیکھ رہے تھے
اک میں تھا جو راہوں سے سفر مانگ رہا تھا
اک شور اٹھا تھا در و دیوار سے کل شب
شاید کوئی ویرانوں میں گھر مانگ رہا تھا
کشتی ترے ہاتھوں کی دعاؤں سے بچی ہے
طوفاں ترے ہاتھوں سے بھنور مانگ رہا تھا
گھبرا کے ابل آیا تھا صحرا کے بدن سے
اس آب کو اک لخت جگر مانگ رہا تھا

(اردو سروس سے)

علّامہ جمیل مظہری

فصیح اکمل

بیسویں صدی کے بادن ابھی پالنے میں ہی تھے کیونکہ کسی صدی کی عصری تاریخ میں ابتدائی پانچ برس کا عرصہ کیا بساط رکھتا ہے۔ یہ ۱۹۰۵ء تھا، دنیا میں ایک نئے انقلاب کی تیاریاں ہو رہی تھیں اور یہ تیاریاں بھی ابھی ذہنوں میں گرم لاوا نہیں بنی تھیں، ہندوستان میں برٹش سرکار کی عملداری تھی، آل انڈیا خلافت کانفرنس، ایجوکیشنل کانفرنس، انڈین نیشنل کانگریس، اور دوسری تحریکات نے ابھی غلامی کی منحوس زنجیروں کو کاٹنے اور برٹش سرکار کے پرخچے اڑانے کا خواب بھی نہیں دیکھا تھا، دنیا کو ابھی دوسری جنگ عظیم کا ذائقہ چکھنا تھا، ہیروشیما ابھی بربادی کے تجربے سے ناآشنا تھا، ہٹلر اور مسولینی نے اقتدار اور فتح عظیم کے لیے سلسلہ جنبانی نہیں کی تھی۔

وہ اپنے حسن کی تاثیر آکے دیکھو تو لیں
ہمارے گھر کو گلستاں بنا کے دیکھو تو لیں

یہ مانا منظر ہستی ہے یاس خیز تمام
حباب دار، ذرا سر اٹھا کے دیکھ تو لیں

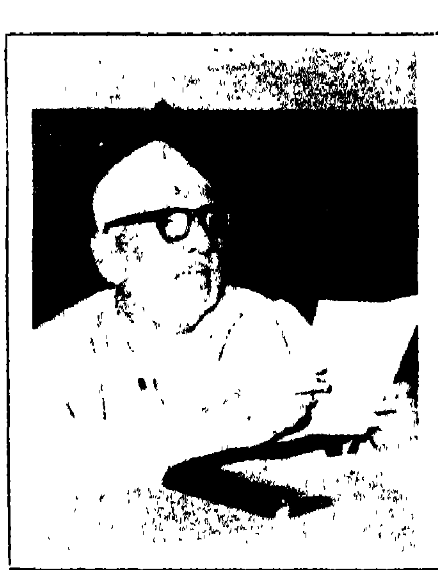
ہو التفات ابھی سے یہ کیا قیامت ہے
وہ خاک میں ہمیں پہلے ملا کے دیکھ تو لیں

ان اشعار کی فضا اندر اندر سلگتے ہوئے جذبات کی ترجمان ضرور ہے لیکن ان چنگاریوں کو شعلوں میں تبدیل کرنے والے ابھی پوری طرح بیدار نہیں ہوئے تھے، استاد داغ دہلوی اور امیر مینائی لکھنوی اردو غزل کے دو دبستاں تھے۔ شاعری میں جو نیا انکور پھوٹتا تھا وہ ان کی اتباع کو شریعت شاعری سمجھتا تھا۔

سید شاہ ولی اللہ الرحمٰن کاکوروی نے اردو غزل کا جائزہ لیتے ہوئے اسی دور میں لکھا تھا:

"قدرت ہمیشہ فیض رساں ہے۔ شاعری کسی خاص ملک کی ملکیت نہیں ہے، ہر دور میں باکمال شعراء پیدا ہوتے آئے ہیں اور پیدا ہوتے رہیں گے، ہاں یہ ضرور ہے کہ ایک رنگ جو ایک زمانہ میں مقبول خاص و عام سمجھا جاتا ہے دوسرے دور میں کہنگی و فرسودگی کی بنا پر اس کی وقعت کم ہو جاتی ہے اور اس کی جگہ دوسرا رنگ چھا جاتا ہے، یہ قانون فطرت کا تقاضہ ہے کہ جدید چیزیں قدیم چیزوں پر غالب آجاتی ہے۔ طرز معاشرت و انداز تمدن میں بھی تبدیلی ہوتی رہتی ہے اور ظاہر ہے کہ اس فطری ماحول کے زیر اثر شاعری کا نشو و نما ہوتا ہے۔

جمیل مظہری نے ملک کے انحطاط و زوال کا بغور جائزہ لیا ہے، ان کے سینے میں ایک دردمند دل ہے جو اس انقلاب سے نہایت متاثر ہوا ہے فلسفیانہ استدلال کے ساتھ انھوں نے شاعری میں جس عہد کی ابتدا کی ہے وہ صوبۂ بہار کے لیے ہی نہیں پورے ملک کے لیے صور اسرافیل کا کام انجام کرے گا۔"



علامہ جمیل مظہری

مظلوم کا نالہ ہو کہ بے کس کی دعا ہو
تم رحم پہ مجبور نہیں ہو کہ خدا ہو
غافل اسے سمجھیں نہ تدبر کا تقاضہ
وہ عدل بھی اک ظلم ہے جس میں کہ ریا ہو
رستے کا نشاں جس کو سمجھتے ہیں جمیل آپ
ممکن ہے کہ گمراہوں کا نقش کف پا ہو

عظیم آباد — صوبہ بہار — یہ وہی عظیم آباد ہے جس کے متعلق داغ دہلوی نے کہا تھا۔

پڑے چھینٹا ذرا سا داغ کلکتہ چلے جائیں
عظیم آباد میں ہم منتظر ساون کے بیٹھے ہیں

یہ وہی عظیم آباد ہے جس کو شاد عظیم آبادی نے ادبی وقار سے بلند رتبہ کر دیا ہے۔ ابھی ان کی شاعری کا سکہ رواں ہے کہ اسی عظیم آباد میں میر کاظم علی آنکھیں کھولتے ہیں۔ ۱۹۰۵ء کے ابتدائی مہینے میں شعور نے ابھی دنیا کو پہچانا بھی نہیں کہ یتیمی کا سایہ پڑ گیا۔ علمی گھرانہ ہے، پڑھنے پڑھانے کا ماحول ہے، والدہ کی آنکھوں میں ایک نیا عزم بیدار ہوتا ہے، اب انھیں باپ کے فرائض بھی انجام دینا ہیں میر کاظم علی سن شعور کو پہنچ رہے ہیں، ابتدائی درسی کتابیں والدہ نے خود پڑھائی ہیں، ان دنوں مہذب مسلم گھرانوں کی لڑکیاں اتنی عربی فارسی جانتی تھیں کہ ان کے لیے اعلیٰ تعلیمی مطالعہ بہت آسان ہو جاتا تھا، اور یہ مطالعہ اولاد کی تعلیم و تربیت میں مددگار ہوتا تھا۔

۱۹۲۲ء میں میر کاظم علی نے تال تلہ ہائی اسکول سے فرسٹ ڈویژن میں میٹرک پاس کیا۔ بنگال باشی کالج سے بی اے، اور کلکتہ یونیورسٹی سے ۱۹۳۱ء میں ایم اے، والدہ نے اپنے ہونہار سپوت کے لیے جس اعلیٰ تعلیم کا خواب دیکھا تھا اور جس کا سنگ بنیاد انھوں نے پورے عزم کے ساتھ رکھا تھا، وہ خواب تعبیر آشنا ہو گیا، میر کاظم علی نے جمیل مظہری کے نام سے اپنی شناخت کرانی شروع کی۔

آئینے میں تم خود ہو کوئی اور نہیں ہے
یہ عکس تمہارا ہی ہے تم جس سے خفا ہو
سمجھے ہو کہ اب تک ہے حقیقت پس پردہ
لیکن جو یہ پردہ ہی حقیقت ہو تو کیا ہو
جو گردن مظلوم پہ ہو دست تعدی
حیرت ہے کہ مسجد میں وہی دست دعا ہو
تم پیکر نغمہ ہو کہ تخییل مجسم ؟!
شاعر کی تمنا ہو کہ مطرب کی دعا ہو

مولانا عبدالباری آسی لکھنوی نے اسی فلسفیانہ شاعری پر اظہار خیال کرتے ہوئے لکھا:

"دنیا کا کوئی زبردست سے زبردست فلسفی شاعر کا مقابلہ نہیں کر سکتا، حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ شاعر کی طرح فلسفی کا دل و دماغ بھی کام کرتا ہے اور وہ بھی دنیا کی ہر ایک شے کو نہایت غائر نظر سے دیکھتا ہے، جیسے شاعر مضامین رنگا رنگ ادا کرتا ہے ایسے ہی فلسفی بھی نئی تحقیقات اور انکشاف سے کام لیتا ہے فرق یہ ہے کہ شاعر کو صرف تخیل سے کام پڑتا ہے اور فلسفی کو

تعقل سے، شاعری کو فلسفہ پر افضلیت حاصل ہے کیوں؟ اس لیے کہ ہر شاعر فلسفی ہوتا ہے اور ہر فلسفی شاعر نہیں ہوتا۔ حقیقتاً یہ بہت بڑا اشرف ہے۔''

کلکتہ — فورٹ ولیم کالج کی وجہ سے ایک علمی مرکز کی شکل اختیار کر چکا تھا اور نہ صرف انگریزی انتظام و انصرام سے چلنے والے ادارے علم کی خدمت کر رہے تھے بلکہ عربی و فارسی کے آزاد ادارے بھی اپنی کوششیں کر رہے تھے۔ مدرسہ عالیہ کا درس عالیہ فاضلین و کاملین میں اضافہ کر رہا تھا۔ صحافت اور بالخصوص اردو صحافت میں مولانا ابوالکلام آزاد کا 'البلاغ' اور 'الہلال' اپنا ایک معیار قائم کر چکا تھا — روزنامہ 'ہند' اور روزنامہ 'عصر جدید' بہت بعد کی صحافتی کوششیں ہیں۔ مولانا ابوالکلام آزاد سیاسی افق پر پوری طرح روشن ہیں۔ آزادی کی تحریک اپنے شباب پر ہے۔ ملک کے گوشے گوشے سے لوگ اس تحریک میں اپنی اپنی مشعلیں اٹھائے شریک ہو رہے ہیں۔ "آزادی" ابھی ایک خواب ہے۔ میر کاظم علی جمیل مظہری بھی اپنی مشعل اٹھائے روزنامہ "ہند" میں آتے ہیں، پھر کچھ دن بعد یہ مشعل عصر جدید کا رخ کرتی ہے۔

جمیل مظہری کی علمی و ادبی، صحافتی اور شعری خدمات کو خراج تحسین پیش کیا گیا۔

وہ دانشور صحافی نازش فن صحافت ہے
وہ سرتاج معانی پیکر حرف حقیقت ہے
وہ جس کی ذات سے تابانی علم و ادب قائم
وہ جس کا حرف حرف آئینہ اعجاز نطق ہے

وہ فکر و فن کا اک معیار، وہ عہد بہار اس کا
مذاق فطرت رنگیں سے ہے آئینہ دار اس کا
صحافت میں، ادب میں، فلسفہ میں، فکر شعری میں
مثال صبح روشن ہے ہر اک جانب شمار اس کا

وہ مومن بھی، وہ صوفی بھی، ولی بھی اور موحد بھی
وہ دہری بھی، وہ کافر بھی، وہ منکر بھی ہے ملحد بھی
وہ اک زندہ حقیقت مائل اقدار انسانی
کہ دنیا ئے حقیقت میں وہ شاہد بھی، مشاہد بھی

رگوں میں جس کی سیمابی شرار سے رقص کرتے ہیں
وہ ہر دم ذات پر جس کی نئے مضمون اترتے ہیں
وہ جس کی فکر اعلیٰ منتہائے عرش کی جویا!
وہ جس کے ذہن میں ہر دم نئے عنوان ابھرتے ہیں

جمیل مظہری، صحافت، شاعری، افسانہ نگاری سب میں اپنے جوہر دکھا رہے ہیں، مولانا ابوالکلام آزاد کی نگاہ اس جوہر قابل پر پڑتی ہے اور وہ ان کی علمی خدمات کے جذبہ سے متاثر ہوتے ہیں، پریشاں روزی کو ختم کرنے کے لیے مولانا جمیل مظہری کے لیے پٹنہ کے شعبۂ اطلاعات میں کوشش کی جاتی ہے، ابوالکلام آزاد کی کوشش بار آور ہوتی ہے اور جمیل صاحب کو پبلسٹی افسر کی جگہ مل جاتی ہے۔ ابھی اس فراغت کو زیادہ عرصہ نہیں گزرا کہ ۱۹۴۲ء کا آغاز ہوتا ہے۔ ملک بھر میں ہندوستان کی آزادی کے لیے ایک نئے عزم کا مظاہرہ ہوتا ہے۔ جمیل مظہری بھی نوکری سے استعفا دے دیتے ہیں، استعفا بھی ایسا لکھا کہ ان کے لیے بھی جیل کا تجربہ بن گیا۔ لیکن بقول مولانا حسرت موہانی ؎

ہے مشق سخن جاری چکی کی مشقت بھی
اک طرفہ تماشہ ہے حسرت کی طبیعت بھی

جیل سے رہا ہوتے تو جوش ملیح آبادی، آرزو لکھنوی اور دوسرے شاعروں کی دیکھا دیکھی انھوں نے بھی بمبئی کی فلمی دنیا کا رخ کیا، چار سال کے طویل عرصہ میں بہت سے فلمی گانے اور متعدد فلمی کہانیوں کے لیے مکالمے بھی لکھے لیکن اس سے طبیعت کو کوئی خاص مناسبت نہیں تھی، اس لیے اس دنیا سے جی اوب گیا اور بادل ناخواستہ واپس چلے گئے۔

بمبئی سے واپسی کے بعد وطن کو ہی مستقل جائے قیام بنا لیا، اور پھر آخری لمحے تک وطن چھوڑنے کا ارادہ نہیں کیا، کچھ دن کے بعد ان کو اسی محکمہ میں جس سے استعفیٰ کے باعث جیل کی ہوا کھانا پڑی تھی — اعزاز کے ساتھ واپس بلا لیا گیا، اور اب اطمینان سے شاعری کے لیے وقت ملا — ایک جانب ڈپٹی ڈائریکٹر آف پبلسٹی کے فرائض اور دوسری جانب علمی و شعری مشاغل — جمیل مظہری کا نام اب رسائل میں علامہ جمیل مظہری ہو چکا تھا، ان کی علمی بصیرت نے ایک بڑے حلقہ کو متاثر کیا، پٹنہ میں ان کے دم سے ایک بار پھر نئے ذہنوں کو جلا ملی۔

کوئی فریب کھائے اب فتنۂ رنگ آب کا
مل گئی تشنگی کو آنکھ بجھ گیا دل سراب کا
اک نگاہ شوق پر ہو گئے اعتراض سو
خود ہی سوال بن گیا حسن ترے حجاب کا
تیری عطا کے تلخ نوش پی کے بنا رہے ہیں منہ
گھول دے ایک ذرا سا رس نرگس نیم خواب کا
حسن کہاں کہاں نہ تھا پھر بھی نظر جھکی رہی
اٹھ نہ سکا جمیل سے ناز ترے حجاب کا

جمیل مظہری نے فلسفہ اور شاعری کو ہم آہنگ کرنے میں جس رنگ سخن کو فروغ دیا اس کے مظہر ان کے دو ضخیم دیوان ہیں 'نقش جمیل' اور 'فکر جمیل'۔

جمیل مظہری کو ہم سے بچھڑے ہوئے ابھی چند سال کا عرصہ ہی گزرا ہے — ان کے چاہنے والوں نے ان کی یاد کو زندہ و تابندہ رکھا ہے۔ پٹنہ میں "نظم الشان اور تاریخی یوم جمیل مظہری" منایا گیا جس میں ہندوستان بھر کے ادیبوں، شاعروں اور نقادان فن نے علامہ جمیل مظہری کی علمی و ادبی، صحافتی اور شعری خدمات کو خراج تحسین پیش کیا۔

وہ دونوں آنکھوں میں آنسو بھرے چلے بھی گئے
مگر تبسم شمع مزار باقی ہے

فصیح اکمل
۱۰۱، ہاتھی محل، کولی واڑہ
وسئی، تھانہ، مہاراشٹر

(بمبئی سے نشر)

پولس - امن وامان

ہمارے ملک کے عوام کے ذہن میں پولیس کا تصور کافی ہتک آمیز ہے۔ طلبا پولیس کو طاقت کے نشے میں چور تنظیم سمجھتے ہیں۔ تاجر بدعنوانوں کی دانشور جاہلوں کی اور بدقسمتی سے سیاسی لیڈر حکمراں سیاسی جماعت کے رفیقوں اور مددگاروں کی تنظیم سمجھتے ہیں۔ خود پولیس اپنی اس کردار نگاری کو کس نظر سے دیکھتی ہے اس کا جاننا بھی کافی دلچسپ ہوگا پولیس ماننے کو تیار نہیں کہ عوام کے ذہن میں اس کا کوئی بدنما خاکہ یا تصور موجود ہے یا ان کو بدعنوان دہشت پسند سرکاری کارندوں کی تنظیم سمجھا جاتا ہے۔ وہ یہ عمومی نظریہ ماننے کو بھی تیار نہیں کہ پولیس سیاستدانوں کا آلۂ کار ہوتی ہے جس کو وہ عوام کے استحصال کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ وہ اس الزام کی بھی تردید کرتے ہیں کہ پولیس سیاستدانوں کا ساتھ دیتی ہے۔ پولیس دانشوروں پر بے حسی اور عدم تعاون کا الزام لگاتی ہے۔ ان کی نظر میں عوام ان کے ساتھ اکثر و بیشتر مخالفانہ نمائش بینی سے زیادہ بے تعلقانہ رویہ رکھتے ہیں۔ پولیس کا خیال ہے کہ ان کو بے پناہ ذمہ داریوں اور کام کی زیادتی کے سبب تمام اقسام کی ایسی اڑچنوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے جو اس کے امیج یا تصور کو مسخ کرتی ہیں۔

عوام کا پولیس مخالف رویہ نو آبادیاتی نظام کی وراثت ہے اس تصور کو بدلنے کے لیے پولیس کو اپنے اعمال سے ثابت کرنا ہوگا کہ وہ امن پسند شہریوں کی دوست اور قانون شکنوں کی دشمن ہے۔ اس مقصد کے حصول کے لیے پولیس کو اپنی کارکردگی سے رائے عامہ ہموار کرنا ہوگی۔ اسے عوام کو یہ احساس کرانا ہوگا کہ پولیس جو بھی کرتی ہے وہ مفاد عامہ کے لیے ہوتی ہے۔ عوامی اعتماد ہی وہ بنیاد ہے جس پر پولیس کا وجود منحصر ہے۔

پولیس پر عوام کا اعتماد اسی صورت میں بحال ہو سکتا ہے جب پولیس شہری کو ضرورت پڑنے پر فوری طور پر اس کی مدد کے لیے پہنچ جائے جیسا کہ مغربی اور ترقی یافتہ ممالک میں ہوتا ہے اور وہ یہ سب کچھ اپنی بہترین معاشی حالت کے سبب کر پاتے ہیں۔

ہمارے ملک میں کسی پولیس سب انسپکٹر سے مل پانا جوئے شیر لانے سے کم نہیں۔ پانچ چھ بار پولیس اسٹیشن جانے

اور قانون کی مُحافِظ

تلجہ راج

کے بعد بھی کسی شہری کی سب انسپکٹر سے ملاقات اس کی خوش نصیبی ہے۔ نظم و نسق، انسداد جرائم، جرائم کی تفتیش مجرموں کو عدالت سے سزا دلانا، ٹریفک کا انتظام سے لے کر امن و امان کا قیام۔ قانون کا نفاذ تک سب انسپکٹر کے فرائض میں شامل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ بے چارہ ضرورت پڑنے پر ایک عام آدمی کی مدد کے لیے فوری طور پر اس سے نہیں مل پاتا ہے۔ ہر ایک تھانے میں عملے کی کمی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب صبح کے وقت دن بھر کے کاموں کی تفویض ہوتی ہے ایسے وقت میں عوام کی شنوائی کے لیے ایک محرر اور سنتری سے زیادہ وہاں کوئی موجود نہیں ہو پاتا ہے۔ آنے والے کو کرسی کی یا پانی کی پیش کش اور استقبالیہ کمرے جیسی معمولی سہولیات بھی شاید ہی کسی پولیس تھانے میں مہیا ہوتی ہوں۔

پولیس کے تئیں عوام اور ان کے لیڈروں کے رویے میں بھی کسی حد تک مطالعہ باطن کی ضرورت ہے۔

شہری ذمہ داریاں

موجودہ دور میں ہمارے شہری بھی اپنے فرائض سے کماحقہ آگاہی نہیں رکھتے ہیں۔ عوام کی اس لاعلمی کا فائدہ سیاستداں اور دیگر اقسام کے لیڈر پورے طور پر اٹھاتے ہیں۔ جلسے، جلوس، احتجاج اور ہر طرح کے مظاہرے کا انتظام کرتے ہیں۔ عوام کے حقوق کی لڑائی کے نام پر اور سیاسی، معاشی، مذہبی اور دیگر طرح کی سماجی عدم مساوات کو نمایاں کر کے عوام کے جذبات کو یہ لیڈر برانگیختہ کرتے ہیں۔ صنعتی میدان میں اس طرح کے مظاہرین دنگوں اور بے چینی سے پیداوار متاثر ہوتی ہے، بے روزگاری بڑھتی ہے۔ حتیٰ کہ رسل و رسائل اور ذرائع آمد و رفت پر بھی اثر پڑتا ہے طلبا کے مظاہروں نے بھی کئی بار تباہی پھیلائی ہے ان میں سب سے زیادہ افسوسناک بات یہ ہے کہ مظاہرین کسی خاص ادارے کے خلاف اپنے مظاہرے اور ناراضگی کو سڑکوں اور گلیوں میں لے آتے ہیں۔ اس طرح معمولی سے مسئلے کو لے کر سرکاری اور نجی جائدادوں کو ناقابل قیاس نقصان پہنچتا ہے۔ طلبا کا احتجاج امتحانات، یونیورسٹی کی انتظامیہ اور نظام تعلیم کے خلاف ہو لیکن اس کی قیمت عوام کو بھی ادا کرنا پڑتی ہے جن کا اس مسئلے سے کوئی بھی تعلق نہیں ہوتا ہے۔

اس طرح کے بے جا مظاہروں میں سیاستداں اپنے مفاد کے لیے جواں طلبا کو بھی کھلونا بنا لیتے ہیں۔ اساتذہ بھی اپنے پیشے کے معاملے میں پوری طرح سنجیدہ نہیں ہیں یہ دیکھ کر بہت حیرانی ہوتی ہے اساتذہ بھی ٹریڈ یونین کی طرز پر مظاہرے کرتے ہیں اور کبھی کبھی تو اپنے مطالبات اور مظاہروں میں شدت پیدا کرنے کے لیے اپنے طلبا کو بھی استعمال کرتے ہیں۔ ہڑتالوں، مظاہروں اور احتجاج کو سیاستداں معمولی بات اور اپنے مسائل کی طرف متعلقہ حکام کو متوجہ کرنے کا موثر ہتھیار سمجھتے ہیں لیکن وہ یہ بھول جاتے ہیں کہ اگر کبھی وہ خود اقتدار میں آ گئے تو یہی ہتھیار ان کے خلاف بھی استعمال ہوگا۔ پولیس اتنے سارے محاذوں پر ایک ساتھ کیسے لڑ سکتی ہے جبکہ اس کے پاس افراد بھی کم ہیں اور ذرائع بھی محدود۔ پولیس اپنے مقصد میں اسی وقت کامیاب ہو سکتی ہے جب سیاستداں، مزدور نیتا، طلبا اور اساتذہ اس کے ساتھ تعاون کریں۔

ہمارے سماج میں لوٹ مار، تشدد کے لیے کوئی جگہ نہیں اور یہ قانون کی پابندی، عزت اور نظم و نسق پر مبنی ہے۔ یقیناً تشدد آمیز مظاہروں میں شہری زندگی کو انتشار اور افراتفری سے بچانا پولیس کی ذمہ داری ہے۔ شہری حالت کو نارمل رکھنے کے لیے پولیس کو مختلف طرح کی تنظیموں اور ایجنسیوں سے رابطہ رکھنا چاہیے پریس سے بھی برابر تعلق بنائے رکھنا چاہیے اور شکوک و شبہات کو رفع کرنے اور افواہوں کی تردید کے لیے پریس کو ہر طرح کی اطلاعات بہم پہنچانا چاہیے۔ صحیح فکر کے آدمی جو سماج دشمن عناصر کے خلاف ہوں پولیس کو ان کا تعاون حاصل کرنا چاہیے۔

عوامی مظاہروں میں پولیس کی کامیابی کا انحصار ایک طرف تو عوامی تعاون و حمایت پر اور دوسری طرف پولیس کی کارکردگی کو حاصل سرکاری اور قانونی حمایت پر منحصر ہوتا ہے۔ وعدوں اور عملی اقدام، منصوبہ بندی اور تنظیم کے درمیان پائے جانے والے بڑے فرق کے نتیجے میں عوام میں پیدا ہونے والے غصے، بوجھ اور ذہنی تناؤ کی حالت میں پولیس کو کیا رول ادا کرنا چاہیئے۔ یہ سمجھنا مشکل ہو جاتا ہے۔

پولیس۔عوام تعلقات

پولیس عوام کے خوشگوار اور مناسب تعلق کی عظیم ضرورت کے حوالے کے بغیر پولیس انتظامیہ کا تنقیدی جائزہ یقیناً نامکمل رہے گا۔ عوام کے تعاون کی عدم موجودگی میں کوئی بھی پولیس فورس خواہ وہ کتنی ہی چست، قابل اور کارگزار کیوں نہ ہو اپنے بنیادی فرائض، جرائم کے انسداد اور تفتیش میں کامیاب نہیں ہو سکتی ہے۔ لندن میٹروپولیٹن پولیس اپنے ہر فرد کو یہ ہدایت دیتی ہے کہ ان کی بنیادی ڈیوٹی مجرموں کی گرفتاری سے زیادہ عام آدمی کی حفاظت اور اس کی مدد ہے۔ نتیجے کے طور پر اسے جرم کے انسداد اور مجرم کی فوری گرفتاری لازمی سمجھنے کے ساتھ ساتھ اسے خود کو عوام کا محافظ اور خدمت گار سمجھنا چاہیئے۔ تمام قانون پسند شہریوں کے ساتھ، قطع نظر ان کی سماجی حیثیت کے، خوش اخلاقی اور حسن سلوک برتنا چاہیے۔ پولیس افسر کے لیے عوام کا اعتماد حاصل کرنے کا بہترین راستہ یہ ہے کہ اثر آفریں طریقے سے اپنے فرائض انجام دے، اس کا ذاتی برتاؤ مثالی ہو اور عوام کے تئیں اس کا رویہ ہمدردانہ ہو۔ تجارت اور دیگر متعلقہ میدانوں میں نئے اقسام کے جرائم پیدا ہو جانے کے سبب عوام کے تعاون کی ضرورت اور بھی بڑھ گئی ہے۔ منافع خوری، ذخیرہ اندوزی، مصنوعی قلت، ملاوٹ اس طرح کے جرائم کی مثال ہیں پولیس کے بے پناہ خصوصی اختیارات یا تکنیکی مہارت بھی ان جرائم کا خاتمہ نہیں کر سکتی جب تک اسے عوام کا تعاون حاصل نہ ہو۔ مثال کے طور پر کھانے کی چیزوں میں ملاوٹ کے خلاف موجود قانون اس وقت تک نافذ نہیں کیا جا سکتا جب تک کہ عوام اپنی اطلاعات اور شکایات کے ذریعہ پولیس کے ساتھ تعاون نہ کریں۔

پریس کا رول

پریس کو بھی چاہیئے۔ عوام، پریس اور پولیس کے درمیان بہتر تعلقات پیدا کرنے کے لیے تعمیری اور مثبت کوششیں کرے عوام اکثر و بیشتر ایسے فوٹو تو اخبار میں دیکھتے ہیں کہ کوئی پولیس مین لاٹھی یا آنسو گیس سے قانون شکنوں پر حملہ کر رہا ہے لیکن ایسے فوٹو نہیں ملتے جس میں پولیس پر بموں اور دیگر مہلک ہتھیاروں سے حملہ ہوتے دکھایا گیا ہو۔ متشددانہ جھگڑوں اور گڑبڑ کے دوران پولیس کا کام کافی مشکل ہو جاتا ہے اور انھیں عوام سے ذرا بھی ہمدردی نہیں ملتی جن کی وہ فورس سمجھے جاتے ہیں۔ یہاں یہ مطلب نہیں کہ عوام پولیس کے ساتھ عملی طور پر تشدد سے نمٹنے میں حصہ لیں۔ مقصد یہ ہے کہ عوام اور پریس پولیس کے مسائل اور ضروریات کو پورے طور پر سمجھیں۔ پریس کو چاہیئے کہ عوام کو بتائے کہ تشدد خواہ عوام کی جانب سے ہو یا پولیس کی طرف سے کسی بھی مسئلے کا حل نہیں ہے۔ تشدد سے تشدد ہی جنم لیتا ہے۔ عوام کے تحفظ کے لیے پولیس کا وجود لازمی ہے۔ پولیس کے افراد بھی اسی مادر وطن کے بیٹے ہیں، انھیں جب اینٹیں اور پتھر لگتے ہیں تو وہ بھی زخمی ہوتے ہیں۔ محض خبروں کی اشاعت یا محض بامقصد ہونا پریس کے لیے کافی نہیں۔ ملک اور عوام کی جانب سے بھی اس پر کچھ ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔ پریس کو چاہیئے کسی ایسی خبر کو شائع کرنے میں اپنے اختیار کا استعمال نہ کریں جس سے تشدد کے بھڑکنے، ملک کی سلامتی یا پولیس عوام کے تعلقات براہ راست یا غیر راست طور پر خطرے میں پڑ جانے کا امکان ہو۔ اخباروں کی جانب سے آپسی اختلافات کے سبب واقعات کی الگ الگ انداز میں رپورٹنگ اور خبروں میں خصوصاً سنسنی خیز خبروں میں عوام کی بے حد دلچسپی کے پیش نظر پولیس کے ساتھ پریس کا والہانہ تعاون اور خبروں کی اشاعت میں احتیاط بے حد ضروری ہو جاتی ہے۔

موجودہ جمہوری دور میں پولیس انتظامیہ کو مقبول عام جمہوری قدروں کے سامنے خود کو عیاں کرنا ہی ہوگا۔ ریڈیو، ٹی وی، پریس اور دیگر ذرائع ابلاغ عامہ میں ہر خامی و خوبی کو عوام کی عدالت میں پیش کرنے کی بے پناہ صلاحیت ہے۔ عوام

(آگے ص ۹ پر)

قیمتوں کے استحکام میں

صارفین کا رول

ایم ار باجی

قیمتوں میں اضافے کا اثر سب شہریوں پر پڑتا ہے۔ یہ بات دیگر ہے کہ کچھ لوگ بہت زیادہ اور کچھ بہت کم اس سے متاثر ہوتے ہیں۔

ہم صارفین اگر ایک میٹر کپڑا خریدنا چاہتے ہیں تو ہماری توقع یہی ہوتی ہے کہ ایک میٹر لمبی کپڑا ناپنے والی لوہے کی چھڑ کی لمبائی ہمیشہ یکساں رہے گی۔ دولت ان تمام اشیا اور خدمات کو ناپنے کا پیمانہ ہے جو ہم خریدتے ہیں۔ اس لیے ہماری یہ توقع کہ کرنسی اپنی قدر و قیمت میں یکساں رہے گی فطری امر ہے۔ لیکن موجودہ دور کے پیچیدہ عالمی معاشی نظام میں کرنسی کے صد فیصد استحکام کی توقع خام خیالی ہے۔ لیکن کرنسی یا ہمارے روپے میں صد فیصد استحکام ہوسکتا ہے اور ہونا بھی چاہیئے۔ جب قیمتوں میں اضافہ ہوتا ہے تو یہ ہم صارفین کے لیے فکر کا لمحہ ہوتا ہے کیونکہ اس کا مطلب روپے کی قدر و قیمت کم ہو رہی ہے یا روپیہ اپنی قوت خرید کھو رہا ہے۔

قیمتوں میں اضافہ ایک عالمی رجحان ہے۔ قیمتوں میں اضافہ جس کا آغاز ہندوستان میں ۱۹۵۶ء میں ہوا، دیگر ملکوں کے مقابلے ہمارے ہاں کچھ کم رہا ہے بلکہ کچھ مواقع پر تو اسے مؤثر طور پر قابو میں رکھا گیا ہے۔ اس کے باوجود صارفین چاہتے ہیں کہ قیمتیں مستحکم رہیں۔ کیونکہ ترقی یافتہ ملکوں کے مقابلے ہمارے ملک میں قیمتوں میں اضافے کو جذب کرنے یا برداشت کرنے کی صلاحیت بہت محدود ہے۔ اس کے علاوہ ایسے ملکوں کی مثالیں بھی ہمارے سامنے ہیں جہاں قیمتیں مقابلتاً مستحکم رہی ہیں۔

ایسا نہیں ہے کہ قیمتوں میں اضافے یا افراط زر کے آگے ہم صارفین بالکل بے بس اور لاچار ہیں۔ ہم چاہیں تو قیمتوں کو قابو رکھنے میں اہم کردار ادا کرسکتے ہیں۔

قیمتوں میں اضافے کی وجوہات کو دو زمروں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ ان میں سے پہلے زمرے پر صارفین کا براہ راست کوئی کنٹرول نہیں ہوتا ہے اس میں کچھ بین الاقوامی وجوہات ہوتی ہے جیسے ۷۳-۱۹۷۲ء میں عالمی مارکیٹ میں تیل کی قیمتوں نے بے پناہ اضافے سے عالمی معیشت کو کس طرح سے متاثر کیا تھا اندرون ملک پیداوار میں کمی قیمتوں میں اضافے کا سبب بن سکتی ہے۔ پیداوار میں کمی کی وجہ ضروری سامان کی خرید کے لیے غیر ملکی زر مبادلہ کی قلت، ہڑتال اور بند جیسے صنعتی انتشار یا بجلی کی کمی ہوسکتی ہے۔

پیداوار میں کمی اور قیمتوں میں مسلسل اضافہ کچھ قدرتی آفات کے سبب بھی ہوسکتا ہے مثلاً کچھ عرصہ قبل ناریل کے درختوں میں بیماری کے سبب ناریل کے تیل کی پیداوار میں کمی ہوئی۔

پیسے کی زیادتی کے سبب بھی قیمتیں بڑھ سکتی ہیں۔ ایسی صورت حال میں کہتے ہیں کہ لامحدود پیسہ محدود اشیاء کے تعاقب میں ہے اور اس طرح قیمتوں میں اضافہ ہو رہا ہے۔ دولت کی سپلائی کا تعلق سرکار کی بجٹ سے متعلق پالیسیوں سے ہوتا ہے۔ یہ پالیسیاں دفاعی ضروریات اور منصوبہ بندی کی ترجیحات کو سامنے رکھ کر تشکیل دی جاتی ہیں۔ قیمتوں میں اضافے کی یہ وہ وجوہات ہیں جن پر صارفین کا کوئی کنٹرول نہیں ہے لیکن کچھ ایسی وجوہات اور اسباب ہیں جن پر صارفین قابو پاسکتے ہیں اور قیمتوں میں اضافے کو روک سکتے ہیں۔

ان میں سب سے پہلے آتا ہے "قلت کا خوف" جو کہ قلت سے بھی زیادہ خراب ہے۔ قیمتوں میں اضافے کی ذمہ داری 'قلت کے خوف' سے زیادہ کسی پر نہیں ہے۔ مثلاً اگر مٹی کے تیل کی معمولی سی کمی واقع ہوجائے تو عوام اپنی ضرورت سے کہیں زیادہ خریدنا شروع کر دیں گے اور اس طرح قیمت میں غیر معمولی اضافہ ہو جائے گا اور اس کا ذمہ دار یہی خوف ہے کہ کہیں یہ چیز بازار سے بالکل ہی غائب نہ ہو جائے۔ کسی شے کی قلت ہونے پر اگر کوئی اس کی بہت زیادہ قیمت ادا کرتا ہے تو یقیناً وہ قیمتوں میں اضافے کا مجرم سمجھا جائے گا۔ لیکن اگر صارفین اس کے خلاف جد و جہد کریں تو قیمتوں میں استحکام پیدا ہو گا۔ ایک مرتبہ امریکہ میں جب کافی کی قیمتوں میں بہت زیادہ اضافہ ہو گیا تو وہاں کی گھریلو عورتوں نے بطور احتجاج کافی کا استعمال بند کر دیا۔ نتیجہ توقع کے مطابق سامنے آیا۔ کافی کے تاجرین کو قیمتوں میں کمی کرنا پڑی۔ لگتا ہے بھارت میں یہ معاملہ کپڑے کے ساتھ ہوا ہے کیونکہ مہنگائی کے باوجود کپڑوں کی قیمت میں اسقدر اضافہ نہیں ہوا ہے۔

جب کبھی کپڑا یا بجلی کے سامان جیسی اشیا کی قیمتوں میں اضافے کا رجحان نظر آئے تو ان چیزوں کی خریداری کو عارضی طور پر ٹالا جاسکتا ہے۔ ایک قمیص یا ساڑی کی خریداری کو مزید ایک سال کے لیے ملتوی کر کے پرانی سے ہی کام چلایا جاسکتا ہے ایسی چیزوں کی خریداری کو ملتوی کرنا پریشانی کا سبب نہیں بن سکتا کیونکہ یہ چیزیں روزمرہ کے استعمال کی مثلاً اناج وغیرہ جتنی اہم نہیں ہیں۔ درحقیقت اس رجحان نے گزشتہ ایک سال میں بجلی کے سامان کی قیمتوں میں کمی پیدا کی ہے۔

چوکس رہیئے اور قیمتوں پر قابو پایئے

پرچون خریداری میں صارف کو بہت چوکس رہنے کی ضرورت ہے۔ اس اسٹیج پر صارف کو بہت زیادہ دھوکہ دینے کی کوشش کی جاتی ہے۔ مثلاً پیک چیزوں پر لکھی سطر 'مقامی ٹیکس علیحدہ' کی مدد سے قیمت بڑھا دی جاتی ہے۔ صارفین چاہیں تو ان مقامی ٹیکسوں کی تفصیل طلب کرسکتے ہیں۔ بمبئی کے ایک مقامی کالج کے طلبا نے اپنے سروے کے دوران شہر میں ایک ہی چیز کی قیمت الگ الگ مقامات پر مختلف پائی۔ صارفین چاہیں تو اپنی پوچھ تاچھ سے اس صورت حال کو بدل سکتے ہیں۔

ضروری اشیا کی دکان پر چیزوں کی قیمت اور اسٹاک پوزیشن نہ لکھے ہونے پر بھی متعلقہ قانون کے تحت دکاندار کی شکایت کرسکتے ہیں۔ بہت سے معاملات میں شکایت کی محض دھمکی ہی کافی ہوگی۔

گیس کنکشن الاٹ ہونے پر اگر ایجنسی والا خود اپنی دکان سے زیادہ قیمت کا چولھا خریدنے پر مجبور کرتا ہے تو اس کی شکایت نئی دہلی کے کستوربا گاندھی مارگ پر واقع Restrictive Trade Practices Commission کو مؤثر طور پر کی جاسکتی ہے۔

مل جل کر گروپ بنا کر چیزوں کی خریداری کے ذریعہ بھی مہنگائی کو شکست دی جاسکتی ہے۔ راشن والی چیزوں کے استعمال کو محدود کر کے صارفین کو چاہیئے قیمت کم کرنے میں حکام کے ساتھ تعاون کریں۔

جب صارفین کو ایسا لگے کہ کسی طرح کی بدعنوانی کے ذریعے یا نتیجے میں قیمتیں بڑھ رہی ہیں تو انھیں فوراً اسکی شکایت متعلقہ حکام سے کرنی چاہیئے۔ جہاں تک اور جتنا زیادہ ممکن ہو اپنی شکایت کی تائید میں شہادتیں اکٹھی کرنے کی کوشش کریں زیادہ تر شہروں میں کنزیومر کوآپریٹو گروپ کام کر رہے ہیں جہاں نہیں ہیں وہاں کھولے جانے چاہئیں اور موجودہ کو زیادہ فعال بنانا چاہیئے۔

آج کے دور میں سرکار، پولیس، عدالت اور رائے عامہ صارفین کے حق میں ہے۔ اب ہم صارفین کا فرض ہے کہ اس سے فائدہ اٹھائیں اور ملکی معیشت کی بہتری و قیمتوں کو کم کرنے میں اپنا کردار ادا کریں۔ لاپرواہی اور بے عملی صارفین کے سب سے بڑے دشمن ہیں۔

بےعملی کی سب سے بڑی توجیہ صارفین کے پاس وقت کی کمی ہے۔ بدلی ہوئی اس معاشی صورت حال میں یہ توجیہ مناسب نہیں ہے۔ خود اپنے فائدے کے لیے صارفین کو وقت نکالنا ہی ہوگا۔ اگر ہم اپنی لڑائی خود نہیں لڑیں گے تو کوئی

بھی ہماری مدد نہیں کرے گا۔ مختلف اداروں کے توسط سے انھیں انفرادی اور اجتماعی طور پر اس جنگ میں حصہ لینا ہوگا۔

رائے عامہ کو صارفین کی حمایت میں ہموار کرنے کا بہترین طریقہ اخبار وں میں لکھنا ہے۔ یہ تو مقدمے کو جمہوریت کی سب سے بڑی عدالت میں لے جانے کے مترادف ہے۔

صارفین کے تحفظ کے لیے بہت سے قوانین موجود ہیں لیکن یہ خود بخود کام نہیں کرتے۔ ان کا استعمال خود آپ کو کرنا ہوگا۔ مناسب طریقے سے گھریلو بجٹ بنا کر کچھ بچت کی جاسکتی ہے اور اس بچت کو ڈاک خانہ یا قومیائے گئے بینک میں جمع کرا کے ملکی معیشت کو استحکام بخشا جاسکتا ہے۔

معاشی محاذ پر اب ہندوستانی صارفین بے بس اور لاچار نہیں رہے ہیں خریداری کرتے وقت انہیں یہ احساس ہونا چاہئے کہ ہم دراصل معاشی جمہوریت میں اپنا ووٹ ڈال رہے ہیں۔ اس ووٹ کو مارکیٹ میں استعمال کرتے ہوئے ہم کو ایسا طریقہ اپنانا چاہیے کہ ہم کوالٹی کے ساتھ مناسب قیمت کو بھی یقینی بنا سکیں آج کے جدید معاشی معاشرے کو بیدار مغز اور با عمل صارفین کی ضرورت ہے۔ (بمبئی سے نشر)

بقیہ: پولیس

اور پولیس کے درمیان خوشگوار تعلقات اس وقت ہی قائم ہوسکتے ہیں جبکہ وہ وقتی نہ ہو کر مسلسل ذاتی اور براہ راست شرکت کی بنیادوں پر ہوں۔

پولیس اور عوام کے درمیان اختلاف کا میدان کافی وسیع اور ان کے مفادات کے درمیان حائل کھائیاں بیشمار ہیں۔ آج کے جواں سال پولیس افسران کی نسل پرانی نسل کے مقابلے کہیں زیادہ بہتر اور بامقصد ہے۔ ضرورت ہے فوری طور پر پولیس کے مسائل پر تحقیق کی جائے اور تنظیم کی جدید کاری کے لیے اقدام کیے جائیں۔

عوام کی توقعات پر پورا اترنے اور ان کو مطمئن کرنے کیلئے پولیس کانسٹیبل کا اندر گریجویٹ ہونا ضروری ہے۔ اس کے رتبے اور گریڈ کو بلند کیا جانا چاہیئے۔ خصوصی تربیت دی جائے۔ انسداد جرائم، مقدمہ قائم کرنے اور تفتیش کے طریقۂ کار میں تبدیلی ناگزیر ہے۔

عام طور پر پولیس کے اعلیٰ افسر ہمارے ملک میں موجود اپنی امیج سے بخوبی واقف ہیں۔ وہ ان تنظیمی اسباب اور حالات سے بھی آگاہ ہیں جو ان کے امیج کو مسخ کر رہے ہیں۔ اپنے امیج کو بدلنے اور سدھارنے کا جذبہ اور خواہش بھی رکھتے ہیں لیکن وہ مجبور ہیں اپنی تنظیم کے ڈھانچے سے جس نے انھیں عوام سے الگ ایک جزیرہ بنا دیا ہے۔

پولیس عوام تعلقات جمہوری ڈھانچے میں بے پناہ اہم ہوگئے ہیں۔ پولیس کے کام میں عوام کی شرکت جمہوریت کا حصہ ہے۔ بس آج ضرورت ہے کہ ان تعلقات میں سدھار لاکر اس خلیج کو پاٹ دیا جائے۔ (آکاشوانی وشاکھاپٹنم سے)

انسانی ذہن کی نشوونما میں ٹیلی ویژن کا حصہ

ڈاکٹر غلام محمد یحییٰ خاں

ذہن انسان کے جسم کا اہم ترین حصہ ہے۔ یہ قدرت کی بخشی ہوئی ایک ایسی عظیم نعمت ہے جو انسانوں کو قدرت کی دیگر مخلوقات میں امتیاز بخشی ہے۔ انسان کا ذہن کوئی منجمد شے نہیں ہے۔ بلکہ اس میں حرکت و حرارت ہے اس میں ارتقا کی کیفیت پنہاں ہے اور مسلسل اس کی نشوونما ہوتی رہتی ہے جس کے سبب انسان کی عقل میں رفتہ رفتہ نکھار پیدا ہوتا چلا جاتا ہے یہی وہ عمل ہے جس کی بدولت انسان کی شخصیت پروان چڑھتی ہے اور ایک اعلیٰ کردار وجود میں آتا ہے۔ ذہن کی نشوونما سے انسان میں شعور پیدا ہوتا ہے اور وہ رفتار وگفتار میں گراں قدر صلاحیتوں سے روشناس ہوتا ہے۔ اس میں خود اعتمادی آتی ہے اور پختہ خیالات جنم لیتے ہیں۔ یہ ذہن کی نشوونما کا ہی نتیجہ ہے کہ انسان کے اندر سوچنے سمجھنے کی صلاحیت اور قوت فیصلہ و استحکام رائے کا مادہ پیدا ہوتا ہے۔ دراصل اس کے بغیر انسان کو حق و باطل کی پہچان، بھلے برے کی پرکھ اور زندگی کی اعلیٰ قدروں کا احساس نہیں ہوسکتا وہ زندگی کے اغراض و مقاصد سے بالکل بے نیاز ہوگا۔ اس کی زندگی کا مقصد کیا ہے؟ اس کے فرائض و حقوق کیا ہیں؟ اس کا اخلاقی نظریہ کیا ہونا چاہیئے؟ سماج میں اس کا کیا مقام ہے؟ اور اس کی ذمہ داریاں کیا کیا ہیں؟ شہریت اور قومیت کیا ہے؟ ایک مہذب شہری کی کیا کیا خصوصیات ہیں؟ قومی یکجہتی کسے کہتے ہیں؟ اور بین الاقوامی شعور کی کیا اہمیت ہے؟ ان تمام باتوں کا دارومدار انسان کے ذہن کی نشوونما پر ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ کون کون سے عناصر ہیں جو انسان کے ذہن کی نشوونما اور اس کی تعمیر و تشکیل میں معاون و مددگار ثابت ہوتے ہیں؟ حقیقت یہ ہے کہ ایک طرف انسان کے ذہن کی نشوونما خود بخود فطری طور پر بھی ہوتی ہے اور دوسری طرف اس کی تشکیل میں گرد و پیش کے ماحول اور مختلف ذرائع کے اثرات کا بھی نمایاں طور پر عمل دخل ہوتا ہے قدیم زمانے کے انسانوں کی زندگی کا مطالعہ اس امر کی بھرپور وضاحت کرتا ہے کہ ایک زمانہ تھا جب انسان کی زندگی بہت ہی سادہ اور محدود تھی۔ اس کے پاس ذہن تو تھا لیکن اس کی نشوونما کے وہ ذرائع موجود نہیں تھے جو موجودہ دور اپنی تمام حشر سامانیوں کے ساتھ فراہم کرتا ہے۔ چنانچہ اس دور کے انسانوں کا مشاہدہ بہت محدود تھا لیکن آہستہ آہستہ زمانہ بدلتا گیا۔ نئی نئی ایجادات وجود میں آئیں۔ نئے نئے ذرائع پے درپے پیدا ہوئے تو نتیجہ یہ ہوا کہ انسان کے ذہن کی نشوونما میں تیز رفتاری پیدا ہوگئی اس کے مشاہدات و تجربات میں وسعت آئی۔ اس کے اندر خود شناسی اور گرد و پیش کے ماحول کی پرکھ کا احساس بیدار ہوا۔ مزید یہ کہ اس نے قدرت کی تخلیقات کا بڑی گہری نظر سے مطالعہ شروع کیا۔ اور اس طرح قدرت کے راز ہائے سربستہ کو جاننے کے لئے اس نے پورے طور پر اپنی صلاحیتوں کا استعمال کرنا سیکھا۔

موجودہ دور ایک ترقی یافتہ دور سے تعبیر کیا جاتا ہے کیونکہ اس دور میں روز بروز نت نئی ایجادات وجود میں آرہی ہیں چنانچہ انسان کے ذہن کی نشوونما کے بے شمار ذرائع بھی وجود میں آتے جارہے ہیں ان میں کچھ کے طفیل انسانوں کے ذہن کی نشوونما ایک طے شدہ منصوبے کے تحت کی جارہی ہے اور کچھ ذرائع ایسے ہیں جو بالواسطہ انسانوں کے ذہن پر اثر انداز ہو رہے ہیں۔ یہ ذرائع اسکول، کالج، کتب خانے، کتابیں اخبارات، پریس، سینما، ریڈیو اور ٹیلی ویژن وغیرہ ہیں۔ مذکورہ بالا ذرائع میں ٹیلی ویژن کو خصوصی اہمیت حاصل ہے۔ کیونکہ ٹیلی ویژن کے سوا دیگر تمام ذرائع مثلاً اسکول کالج، کتب خانے، اخبارات و رسائل وغیرہ

سے انسان کے ذہن کی نشوونما صرف اس صورت میں ہو سکتی ہے جب وہ پڑھے لکھے ہوں اور عوام و خواص، ہر طبقہ کے انسانوں کے ذہن کی نشوونما میں بہت نمایاں رول ادا کرتا ہے۔ ٹیلی ویژن کو انسانی ذہن کی نشوونما میں خاص اہمیت اس لئے بھی حاصل ہے کہ یہ دورِ حاضر کی ایک ایسی جدید ترین ایجاد ہے جو انسان کے ذہن کو دو طرح سے متاثر کرتی ہے۔ یعنی تصویروں کا تماشا کر کے اور پھر گفتگو اور مکالمے کو گوش گزار کر کے یعنی ٹیلی ویژن کے کسی فیچر کے اثرات ذہن کے لئے دو جہتی ہوتے ہیں۔ سینما کی طرح اس کے پروگرام بھی غیر محدود ہوتے ہیں۔ دراصل یہ پروگرام قومی، ملی، سیاسی، سماجی اور مذہبی، غرضیکہ انسانی زندگی کے تمام شعبوں پر محیط ہوتے ہیں۔ ٹیلی ویژن کے پروگرام جب شہریت و قومیت کے تصور کی وضاحت کرتے ہیں تو انسان کا ذہن بیدار ہوتا ہے۔ جمہوریت کی بقا اور قیام امن کے لئے ضروری ہے کہ کسی آزاد ملک کے عوام کو شہریت و قومیت کے تصورات ذہن نشین کرائے جائیں۔ ہمارے ملک کی ایک طویل مدت کی غلامی نے ہم ہندوستانیوں کی اعلیٰ اخلاقی قدروں کو کافی حد تک متاثر کر رکھا تھا۔ ہمارے عوام میں تنگ نظری اور فرقہ واریت جیسی بلائیں پیدا ہو گئی تھیں لیکن تاریخ شاہد ہے کہ ہندوستانیوں نے دنیا کے سامنے ہمیشہ صداقت، محبت، اہنسا اور بھائی چارگی کا فلسفہ پیش کیا ہے اور ہمیشہ سے مسلسل ان آدرشوں کو حاصل کرنے کا کوشاں رہا ہے۔ لیکن انسانوں کے ذہن کی نشوونما کے بغیر ان آدرشوں کو حاصل کرنا ممکن نہیں ہے۔ ہم ہندوستانیوں کے لئے یہ ذہنی نشوونما اور بھی ضروری ہے اس کی بدولت ہمارے اندر یہ جذبہ بیدار ہوگا کہ ہم مذہب، نظریہ اور رنگ و نسل کے اختلافات کے باوجود ایک اور متحد ہیں۔

اور عام طور پر بھی اس جذبے کے پیدا ہونے پر انسان عظیم اخلاقی قدروں کا مالک اور اعلیٰ کردار کا ایک مہذب شہری ہوگا۔ ملک کی سالمیت اور جمہوریت کی حفاظت کے لئے ایک بڑی فوج نہیں بلکہ مہذب شہری ضروری ہیں۔ اگر ٹیلی ویژن کے ذریعہ انسانی ذہن کی نشوونما کا سلسلہ جاری رہے گا تو انسان تنگ نظری اور فرقہ واریت سے اوپر اٹھے گا۔ ملک و قوم کے تحفظ و ترقی کو اپنی زندگی کا نصب العین بنائے گا اور اس سلسلے میں ہمیشہ اپنے معیار و مقام سے عمل کرے گا۔

ٹیلی ویژن کے ذریعے انسان کے ذہن کی نشوونما کر کے قومی یکجہتی کے جذبے کو خصوصیت کے ساتھ فروغ دیا جا سکتا ہے۔ ہم سب جانتے ہیں کہ ملک کی سالمیت اور جمہوریت کے استحکام کے لئے قومی یکجہتی لازمی شرط ہے ہمارے ملکوں میں کئی فرقوں اور مذاہب کے لوگ آباد ہیں۔ عوام کی زبانوں، ان کے لباس اور رہن سہن میں نمایاں فرق ہے۔ اس لئے قومی یکجہتی ایک ضروری مسئلہ ہے لہٰذا انسانوں کو یہ ذہن نشین کرانا ضروری ہے کہ اگر ہم اپنے فرقہ، اپنے مذہب اور اپنی زبان کو زیادہ اہمیت دیں گے اور ملک کی یکجہتی کو نظر انداز کر دیں گے تو ملک کی سالمیت اور جمہوریت کے استحکام کو خطرہ لاحق ہوگا۔ ایسی صورت میں ہر ہندوستانی کو قومی یکجہتی کا درس دینا ضروری ہے۔ ٹیلی ویژن اس سلسلہ میں نمایاں حصہ لیتا ہے اور لیتا رہے گا۔

امن اور محبت کا بین الاقوامی شعور بھی وقت کی مانگ ہے یہ شعور کسی قوم و ملت کی ترقی اور اس کے عوام کے فلاح و بہبود کی گارنٹی ہے۔ اگر دنیا کے ممالک کے درمیان باہمی دوستی اور بھائی چارہ نہ ہو اور ایک ملک دوسرے ملک کے مفاد سے بے نیاز رہے، اور اس میں صحت مند باہمی تعلقات کا فقدان ہو تو اس کے معنی تباہی و بربادی ہوں گے۔ دنیا ہر لمحہ بدلتی جا رہی ہے اور تیزی کے ساتھ ایک نقطہ پر سمٹتی آ رہی ہے۔ ان حالات میں ہماری زندگی کا چلن بھی رفتہ رفتہ بین الاقوامی ہوتا جا رہا ہے چنانچہ اب انسان کو اس آزمائش میں اپنا خاص رول ادا کرنا ہے دنیا سے جنگ کے خطرات کو ختم کرنے اور انسانیت کی بقا کے لئے انسان کے ذہن کی صحتمند تعمیر و تشکیل ضروری ہے۔ جنگ ہمیشہ انسان کے ذہن سے شروع ہوتی ہے۔ چنانچہ اسے سب سے پہلے انسان کے ذہن میں ہی ختم کرنا ہوگا۔ اس لئے انسانی ذہن کی نشوونما کر کے ہی دائمی امن قائم ہو سکتا ہے۔ ہمارے ملک میں تو خصوصیت کے ساتھ بین الاقوامی جذبہ کو فروغ دینے کے لئے ٹیلی ویژن کو ذہنی نشوونما کا آلہ کار بنانا ضروری ہے۔

(گورکھپور سے نشر)

پتھروں کی بستی

پرکاش ناتھ پرویز

عرش اک سمندر ہے
چاند اک جزیرہ ہے
اس حسین جزیرے میں
جو بھی خلق بستی ہے
رات کی خموشی میں
اس سے پیار کرنے کو
ہم کلام ہونے کو
زندگی ترستی ہے

کہہ رہے ہیں فرزانے
چاند جس کو کہتے ہیں
پتھروں کی بستی ہے
زندگی سے خالی ہے
چاند سے ملے گا کیا
چاند خود سوالی ہے

یہ مگر حقیقت ہے
میری چشم بینا نے
جب بھی چاند کو دیکھا
اس حسین جزیرے میں
کچھ حسین نظر آئے
مہ جبیں نظر آئے
نازنیں نظر آئے
دل فریب تھے پیکر
بادہ ریز تھیں آنکھیں
گیسوؤں کے سائے میں
دل نشیں نظر آئے

اس لطیف نکتے کو
حاصل محبت کو
جانتے ہیں دیوانے
سرخوشی سے بیگانے
چاند کے جزیرے میں
پتھروں کی بستی میں
کچھ صنم بھی ہوتے ہیں
اہل حسن کے ہمراہ
اہل دل بھی ہوتے ہیں
اہل غم بھی ہوتے ہیں

(جالندھر سے نشر)

مخمور جمالی سنبھلی

کیفیتِ جمال کا اتنا وقار رکھ
شاعر ہے تو نگاہ میں روئے نگار رکھ
یہ کیا کہ مسکراؤں تو آنسو نکل پڑیں
کچھ وضع کا لحاظ دلِ سوگوار رکھ
میں اپنی دسترس سے بہت دور ہو چکا
مجھ سے کوئی امید نہ اب میرے یار رکھ
اب نفرتوں کی فصل اگاتی ہیں الفتیں
کانٹے بکھیر اور امیدِ بہار رکھ
یارب تری رضا میں ہے مخمور کی رضا
خندہ بہ لب بنا کہ اسے اشکبار رکھ

(رامپور سے)

سراغِ رفتگاں

پروفیسر آل احمد سرور

ناصر کاظمی رفتگاں کے سراغ میں اُداس اُداس پھرتے تھے، اقبال کی تمام سرگزشت کھوئے ہوؤں کی جستجو تھی، غالب کو رنگا رنگ بزم آرائیاں یاد تھیں، مگر میرا زندگی کا سفر ایسے کتنے ہی روشن لمحوں سے معمور رہے اور سرشار و تابناک جو کچھ بزرگ معاصرین اور کچھ لگ بھگ اپنی عمر کے ساتھیوں، دوستوں اور ہم نفسوں کی خوشبو رکھتے ہیں۔ ان میں مولوی عبدالحق جیسے اردو کے عاشق بھی ہیں اور ذاکر صاحب جیسے دانشور اور مجاہد بھی۔ آچاریہ نریندر دیو جیسے عظیم رہنما بھی، خواجہ غلام السعدین جیسے مرد دانا بھی، چیلاپتی راؤ جیسے بے نظیر صحافی بھی، جگر مراد آبادی جیسے منجملہ خاصان مے خانہ بھی، رشید احمد صدیقی جیسے پیر طناز بھی، اور ــــ ہم نفسوں اور ہم رازوں میں احتشام حسین جیسے صاحب نظر بھی۔ مجاز جیسے طرحدار شاعر بھی، اختر اورینوی جیسے شیریں فعال بھی، رشید جہاں جیسی شعلہ جوالا بھی۔ وحید جیسے رمز آشنا اور ادا شناس بھی، راجندر سنگھ بیدی جیسے گداز قلب فنکار بھی اور فیض احمد فیض جیسے دلنواز اور دلکش انسان بھی۔ ویسے سید سلیمان ندوی کی پاکیزہ شخصیت، جوش ملیح آبادی کی آن بان، فراق کی طراری، روش کی معصومیت، مولانا حفظ الرحمٰن کی دردمندی، ڈاکٹر اشرف کی جادو بیانی، مولانا ابوالکلام آزاد کی باوقار تمکنت، جواہر لال نہرو کی سیمابی فطرت، بہادر یار جنگ کی خطابت، عطاء اللہ بخاری کی ساحری، سروجنی نائیڈو کی دلاسائی اور دلنوازی، حسرت موہانی کا فقر شاہانہ، پطرس کی شوخیاں، عزیز احمد کی لن ترانیاں، جمیل مظہری کا والہانہ پن۔ یہ سب تصویریں جب ذہن کے پردے پر جگمگاتی ہیں تو بے ساختہ زبان سے یہ شعر نکل جاتا ہے ؎

اے دریغا نیست ممدوحے سزاوار مدیم
اے دریغا نیست معشوقے سزاوار غزل

میں نے بچپن میں خلافت اور ترک موالات کی تحریک کے ہنگامے دیکھے، شباب کے آغاز میں ہندوستان کے طول و عرض میں آزادی کا ولولہ، مستقبل کے سنہرے خوابوں کی مستی، علم کے گنبد، فکر روشن کے مینار، گفتار کے شہید اور کردار کے غازی دیکھے اور آزادی کے بعد تعمیری جدوجہد کے ساتھ، کچھ لوگوں کی بے راہ روی اور بدمستی بھی دیکھی ہے۔ میں نے تعلیم گاہوں میں معلم بھی دیکھے ہیں اور مجاور بھی۔ میں نے سیاست کی بساط پر رہبر بھی دیکھے ہیں اور رہزن بھی۔ میں نے ادب کی محفلوں میں انداز گل افشانی گفتار بھی دیکھا ہے اور خون جگر کا نقش جمیل بھی اور آنکھیں بند کرتا ہوں تو محسوس ہوتا ہے کہ یہ سب لوگ:

یہ چل رہے وہ پھر رہے ہیں' یہ آ رہے ہیں وہ جا رہے ہیں

پھر بھی مولوی عبدالحق کی باضابطہ زندگی، ان کی بے لاگ گفتگو۔ ان کے گھر میں علمی و ادبی ماحول، ان کی شفقت اور نوجوانوں کی ہمت افزائی معاصرین پر ان کے تبصرے۔ کام کی دھن اور اردو کی خدمت کی لگن کو کیسے بھول سکتا ہوں۔ ایک دفعہ ان کی طبیعت کچھ ناساز تھی میں نے خیریت دریافت کی تو فرمایا کہ آپ میری صحت کی فکر نہ کیجئے میری مدد کیجئے۔ جتنا رعب مولوی عبدالحق کا تھا اتنا میں نے بڑے سے بڑے وزیروں، امیروں، افسروں کا نہیں دیکھا۔ وہ اردو کے لیے کبھی دب کر یا جھک کر بات نہیں کرتے تھے۔ ڈٹ کر مخالفت کی۔ آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دو ٹوک انداز میں اپنا موقف بیان کرتے تھے۔ ذاکر صاحب کی بات دوسری تھی۔ ان کی شخصیت میں ایک حلیمی اور نرمی تھی۔ دوسرے کی بات اس طرح سنتے تھے گویا ان پر معرفت کے دروازے کھل رہے ہیں۔ اپنی بات اس طرح کہتے کہ اس کی سچائی، گہرائی اور رعنائی دلوں میں اتر جاتی۔ انھیں غصہ دوسروں پر کم، اپنے پر زیادہ آتا تھا۔ انھوں نے کبھی اس کی کوشش نہ کی کہ مخاطب سے اپنے آپ کو بلند ثابت کریں۔ مخاطب ان سے بات کر کے اپنے کو بلند محسوس کرتا تھا۔ انھوں نے کبھی کسی مجمع پر چھا جانے کی کوشش نہیں کی۔ مگر جہاں ہوتے تھے سب کی توجہ کا مرکز بن جاتے تھے۔ علم وسیع تھا، مطالعہ گہرا تھا۔ مگر معلومات کا رعب نہیں ڈالتے تھے۔ ذہن ایسا رسا تھا کہ فوراً بات کی تہ تک پہنچ جاتے تھے جامعہ ملیہ اور علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں انھوں نے کیا کچھ نہیں جھیلا مگر دونوں اداروں کو کیا کچھ نہیں دے گئے۔ آچاریہ نریندر دیو سے قربت اس وقت حاصل ہوئی جب وہ لکھنؤ یونیورسٹی کے وائس چانسلر تھے۔ میں نے نریندر دیو، جواہر لال نہرو اور ذاکر حسین جیسے ذہانت اور فطانت کے پتلے نہیں دیکھے۔ آچاریہ جی تقریر کرتے تھے تو معلوم ہوتا تھا ایک موج رنگ و نور چشمے سے اٹھی اور آسمان پر چھا گئی۔ اکیڈمک کونسل کی دماغ پاشی کے بعد کافی ہاؤس آنا اور مجھ سے اچھے شعر کی فرمائش کرنا اور شعر سن کر ان کے چہرے پر جو تاثر کی لہر ہوتی تھی اسے کیسے بھلاؤں۔ ہندوستانی کے قائل تھے، ان کی ہندی کی تقریر ادبی ہندی میں اور اردو کی تقریر اردوئے معلیٰ میں ہوتی تھی۔ کیوں نہ ہو گلاب باڑی فیض آباد کے رہنے والے تھے اور جب بچے تھے تو ان کی ماں انھیں زنانہ مجلسوں میں لے جاتی تھیں جہاں انیس کے مرثیے کو سن کر اردو زبان کے رس اور حسن کا شعور ملا تھا۔ سیدین صاحب کی پہلی تقریر میں نے ۱۹۲۵ء میں علی گڑھ کی جوبلی میں سنی تھی۔ بہت سے سورما اس نوجوان کی شاندار تقریر پر ششدر رہ گئے تھے۔ ان کا ساتھ ہوا تو ان کی شخصیت کی دلنوازی کے ساتھ، ان کی نظر کی گہرائی، علمی شغف، ادبی ذوق، دانشوری کا اندازہ ہوا۔ اردو انگریزی دونوں میں تحریر و تقریر پر حیرت انگیز قدرت کے ساتھ، تعلیمی منصوبہ بندی اور ذہنی قیادت کا کام انھوں نے جس طرح انجام دیا ہے، وہ یادگار رہے۔ جہاں رہے کسی سے لڑائی نہیں ہوئی۔ اپنی اصول پرستی کی شیخی نہیں بگھارتے تھے۔ مگر حق بات کہنے سے کبھی نہیں چوکے۔ چیلاپتی راؤ کو اردو دنیا نہیں جانتی مگر یہی اردو ادب کا بندہ ہونے کے باوجود صرف اردو ادب میں اپنے کو اسیر نہ کر سکا۔ چیلاپتی ایسے صحافی تھے کہ ان کے اداریے حکومت کے ایوانوں میں زلزلہ ڈال دیتے تھے اور ان کا حوالہ پراودا بھی دیتا تھا اور نیویارک ٹائمز بھی۔ ایک دفعہ گورنر نے انھیں ایک تقریب میں بلایا۔ انھوں نے جواب دیا کہ مسٹر چیلاپتی راؤ تو اس لیے نہیں آ سکتیں کہ ان کا وجود ہی نہیں ہے اور چیلاپتی راؤ اس لیے نہیں آ سکتے کہ وہ ایسی تقریبوں میں شرکت کے قائل نہیں ہیں۔ ہاں انجمن ترقی پسند مصنفین کے جلسوں میں شرکت کر لیتے تھے۔ ایسے طنطنے کا صحافی اب پیدا نہیں ہوگا۔ وہ سانچہ ٹوٹ گیا اور وہ پانی ملتان بہہ گیا۔ جگر مراد آبادی سے اس وقت قرب ہوا جب وہ شراب ترک کر چکے تھے۔ میں نے ان کے کلام پر ہزاروں کے مجمع کو زیر و زبر دیکھا ہے۔ بڑے بڑے شعرا یہاں تک کہ جوش بھی ہوٹ ہوتے ہوئے دیکھے۔ صرف جگر کا کبھی یہ حشر نہیں ہوا۔ ان کے پڑھنے کا انداز، ان کی بدحواسیاں، دوستوں پر ان کا جان چھڑکنا۔ ان کی مروت اور دوستوں کی کوتاہیوں سے چشم پوشی، ان کی اکھڑی اکھڑی مگر معصومانہ باتیں پرانے ساتھیوں کا خیال اور دلدہی، وضعداری، خدمت کا جذبہ، شان قلندری، ذرا سی بات پر بپھر جانا اور فوراً من جانا، ان کا کھرا پن اور سادگی، جاننے والے جانتے ہیں اور یاد رکھتے ہیں۔ اور رشید احمد صدیقی

کے متعلق کیا لکھوں جن سے چالیس سال سے اوپر مراسم ہیں۔ جو واقعی صورت سے مرثیہ گو معلوم ہوتے تھے، مگر بلا کے فقرے چست کرتے اور تلوار کی کاٹ رکھنے والی نثر لکھتے تھے۔ انھیں پھولوں اور پودوں سے اور علی گڑھ سے عشق تھا۔ انھوں نے نہ سیاست میں حصہ لیا، نہ کسی ہنگامے میں۔ عافیت پسند تھے۔ اصول سے زیادہ دوستی کے قائل تھے۔ بقول عبدالحق زندوں سے ڈرتے تھے اور مُردوں پر شیر تھے۔ شروع میں ڈاکٹر ضیاء الدین کے حلقے میں رہے۔ مگر ذاکر صاحب سے دوستی آخر تک رہی۔ باقاعدہ لیکچر سے زیادہ وہ طلباء کے ذہن کو تب و تاب دینے کے قائل تھے۔ درباتوں باتوں میں بڑے پتے کی بات کہہ جاتے تھے۔ طنز و مزاح نوخیزان کا خاص میدان تھا، مگر بعض قلمی مرقعے بھی انھوں نے بڑے معرکے کے لکھے ہیں۔ طلباء سے بڑی محبت کرتے تھے۔ کم آمیز تھے مگر حلقۂ یاراں میں باغ و بہار۔ خط بڑے مزے کے لکھتے تھے اور جیسا کہ انھوں نے خود کہا ہے، انھوں نے خطوں سے بڑے کام بھی نکالے۔

احتشام حسین سے سابقہ اس طرح ہوا کہ لکھنؤ یونیورسٹی میں اردو کی ریڈری کے لیے وہ بھی امیدوار تھے اور میں بھی۔ میں لے لیا گیا۔ وہ رہ گئے مگر ان سے ربط ضبط بڑھتا گیا۔ یہاں تک کہ گہری دوستی ہو گئی۔ ان کا مطالعہ گہرا تھا اور اردو تنقید کو انھوں نے بہت کچھ دیا ہے۔ شعر بھی کہتے تھے اور پڑھتے تو بہت اچھا تھے۔ اپنے شاگردوں سے بڑی محبت کرتے تھے۔ مرنجاں مرنج آدمی تھے۔ میں نے ہی انھیں الٰہ آباد یونیورسٹی میں پروفیسر بنوایا۔ تحریر کے ساتھ تقریر بھی پُرمغز اور دل نشین ہوتی تھی۔ پیچش کے پرانے مریض تھے۔ اور ان کی تحریروں میں الجھن کا لفظ بہت آتا تھا۔ اور مجاز ایک شعلہ، ایک شہاب ثاقب تھا۔ کسی کا دشمن نہ تھا۔ صرف اپنا دشمن تھا۔ شراب اسے لے ڈوبی۔ بلا کے فقرے چست کرتا تھا۔ حاضر جوابی میں اپنا ثانی نہیں رکھتا تھا۔ ایک دفعہ بقرعید کے موقع پر لکھنؤ ریڈیو پر ایک چھوٹا سا مشاعرہ رکھا گیا تھا۔ اس زمانے میں وہ تقریباً بجز ہو گیا تھا۔ مقصد یہ تھا کہ اس سے کچھ شعر کہوائے جائیں۔ ایک دن پہلے کافی ہاؤس میں ملا۔ میں نے کہا مجاز کل تمہاری قربانی ہے۔ کہنے لگے، سرور صاحب قربانی نہیں جھٹکا ہے۔ اسی کافی ہاؤس میں ایک دن میں کچھ لوگوں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا کہ مجاز داخل ہوئے۔ میں نے کہا آؤ کافی پیو۔ فرمایا سرور صاحب مجھے کافی سوٹ نہیں کرتی۔ ایک شاعر نے میرے یہاں باتوں باتوں میں کہا کہ میرا ارادہ شادی کرنے کا ہے۔ سوچتا ہوں کہ بیوہ سے کروں۔ مجاز بھی بیٹھے ہوتے تھے۔ میں نے مجاز کو مخاطب کرکے کہا سنتے ہو ان حضرت کے ارادے کیا ہیں؟ بے ساختہ کہنے لگا حضرت سوچئے مت

شادی کر ہی ڈالئے۔ بیوہ تو آپ سے شادی کے بعد ہو ہی جائیگی۔

اختر اورینوی نقاد بھی تھے شاعر بھی۔ افسانہ نگار بھی اور خطیب بھی۔ بہار کی ادبی محفلوں کی جان بلکہ روح رواں۔ ایک دفعہ پٹنے کے گوردوارے میں سکھ مذہب پر ایسی تقریر کی کہ ایک کرپان سے انھیں نوازا گیا۔ ڈرامہ سے بھی دلچسپی تھی اور کئی ڈرامے لکھے اور اسٹیج کرائے۔ خلوت ہو یا جلوت چہکتے رہتے تھے اور اس

معاملے میں کلیم الدین احمد کے ضد تھے جو ہمیشہ مہر بنے رہتے تھے۔ اردو اور اسلام سے عشق تھا۔ اور رشید جہاں جو بڑی صاف گو، گھڑی شعلہ، گھڑی میں شبنم، ڈاکٹر بھی، ادیب بھی اور سیاسی کارکن بھی۔ ایک دفعہ میرے سامنے سجاد ظہیر ان کے یہاں آئے۔ پیچھے پیچھے رکشہ والا تھا۔ سجاد ظہیر نے نہایت اطمینان سے پہلے رومال سے منہ پوچھا۔ پھر جیب میں سے بٹوا نکالا اور اطمینان سے پیسے گننے لگے۔ رشید جہاں میں اتنی تاب کہاں۔ بولیں جلدی کرو۔ تمہاری اس سستی کی وجہ سے ہی میں نے تم سے شادی نہیں کی۔ اگر شادی ہو جاتی تو میں تمہیں قتل کر دیتی۔ کینسر کے موذی مرض نے ان کی جان لی۔ مگر اس خیال سے کہ محمود الظفر کو روس جانے کا موقع مل جائے گا۔ وہ بیماری کے آخری دنوں میں وہاں جاکر علاج کرانے پر راضی ہو گئیں۔ حالانکہ انجام سے بے خبر نہ تھیں۔ مجھ سے ان کی خوب لڑائی ہوتی تھی۔ مگر تھوڑی دیر کے بعد معلوم ہوتا تھا، بادل چھٹ گئے اور ان کے مسکراتے ہوئے چہرے پر سورج چمک رہا ہے۔ سکندر علی وجد اورنگ آباد کے رہنے والے، نفیس شعر کہنے والے۔ اجنتا اور ایلورا جیسی نظموں کے خالق، فنون لطیفہ سے گہری دلچسپی رکھنے والے، پاکیزہ شان تحریر کے مالک، جج سے اس لیے استعفیٰ دے دیا کہ قتل کے مقدمے نہ سننا پڑیں۔ راجیہ سبھا کے ممبر ہو گئے تھے۔ غزل اور غزال دونوں سے دلچسپی تھی اور والہانہ انداز سے شعر پڑھتے تھے۔ پھر راجندر سنگھ بیدی یاد آتے ہیں۔ جو ہمارے بہت بڑے افسانہ نگار تھے اور بڑے محبت کے انسان، جذباتی آدمی تھے اور بات بات میں رو پڑتے تھے۔ مگر آہنی عزم کے مالک تھے۔ جنھوں نے لاجونتی، گرہن، اپنے دکھ مجھے دیدو۔ صرف ایک سگریٹ جیسے افسانے اور دستک جیسی فلم اردو کو دی۔ ایک دعوت کے بعد ہم لوگ باہر آئے تو دو ٹیکسیاں کھڑی تھیں۔ ایک ان کی تھی اور دوسری میری۔ میں ان کی ٹیکسی میں بیٹھنے لگا تو بولے سرور صاحب شراب میں نے پی اور نشہ آپ کو ہو گیا۔ آپ کی ٹیکسی دوسری ہے۔ پھر فیض کا خیال آتا ہے جن سے نومبر ۱۹۸۳ء میں عرصے کے بعد ملاقات ہوئی تو اس بات پر بحث ہوئی کہ کون عمر میں بڑا ہے۔ معلوم ہوا وہ چھ مہینے بڑے تھے۔ فیض اچھے شاعر تو تھے ہی بڑے دلکش انسان بھی تھے اپنے منصب پر مضبوطی سے قائم رہے مگر جھگڑا کسی سے نہ کیا نوعمر اور عمر رسیدہ ہر طرح کی خواتین میں بڑے مقبول تھے۔ شعر سپاٹ انداز میں پڑھتے تھے مگر وہ دل میں اتر جاتا تھا۔ انھوں نے بڑی اچھی نثر بھی لکھی ہے۔ مگر ان کی شاعری کی مقبولیت کی وجہ سے اس طرف لوگوں کی نظر نہیں گئی۔

غرض کس کس ستارے کے سراغ میں نکلوں، ان کی شخصیت کی حرارت ان کے فکر و فن کا رنگ و نور، ان کی باتوں کی خوشبو میرے ساتھ ہے۔ میں دولت مند نہیں ہوں۔ مگر بہت بڑی دولت رکھتا ہوں۔ میرے افق ذہنی پر ان روشن لکیروں نے انوار کی بارش کر رکھی ہے۔ میں اکیلا نہیں ایک انجمن میرے ساتھ ہے جس کا ہر گوشہ اپنے اندر خود ایک کائنات رکھتا ہے۔

(اردو سروس سے)

پھلواری شریف

حضرت مخدوم شمس الدین جنید ثانی قدس اللہ سرہٗ

قصبہ پھلواری شریف کی اسلامی آبادی ساتویں صدی ہجری کے آخر میں حضرت مخدوم سید منہاج الدین راستی قدس اللہ سرہ (م ۷۸۷ھ) کی تشریف آوری سے شروع ہو چکی تھی اور ان کی ذات سے اسلام کا نور یہاں پھیلا تھا۔ وہ عہد فیروز شاہ بن محمد تغلق کا تھا۔ جبکہ حضرت مخدوم راستی کے وجود سے آفتاب ہدایت اس سرزمین پر طلوع ہوا۔ لیکن اس قصبہ کا علمی و عرفانی عہد — اور اس کی ایسی علمی و عرفانیت جامعیت اور ظاہری و باطنی مرکزیت جو کئی صدیاں گزر جانے کے بعد بھی بہت حد تک باقی ہے۔ اس کی ابتدار سادات علوی و فاطمی خانوادہ کے ممتاز افراد حضرت شاہ محمد سعید اللہ اور ان کے صاحبزادے حضرت امیر عطاء اللہ کے قیام پھلواری سے ہوئی۔ یہ خانوادہ جس کا پدری سلسلۂ نسب حضرت سیدنا جعفر طیار رضی اللہ عنہ تک اور مادری سلسلہ حضرت سیدہ زینب بنت سیدۃ طاہرہ فاطمہ زہرہ رضی اللہ عنہا تک منتہی ہوتا ہے۔ اس جعفری و زینبی خانوادہ کے ایک بزرگ حضرت شاہ محمد سعد اللہ اپنے صاحبزادے امیر عطاء اللہ اور ایک موروثی غلام کے ساتھ دسویں ہجری کے اوائل میں یعنی ۹۴۵ھ سے پہلے ہی دہلی سے پھلواری آکر جلوہ افروز ہوئے۔ پھر ان کی ذات اور ان کی اولاد و احفاد کی برکتوں سے یہ خطہ منبع علم و فضل اور مرکز رشد و ہدایت بن گیا۔ خواجہ امیر عطاء اللہ جعفری (م ۹۶۳ھ) کے صاحبزادوں میں ایک امیر منظفر ہوئے جن کے خلف اور فرزند حضرت شاہ محمد اسماعیل تھے (۱۰۲۱ھ)

امیر منظفر ابن خواجہ امیر عطاء اللہ جعفری کے خانوادہ میں حضرت شاہ محمد اسماعیل پہلے شخص ہیں جنھوں نے تکمیل علوم ظاہری و باطنی کے بعد رشد و ہدایت کا سلسلہ جاری کیا۔ ان کو حضرت مخدوم بدرالدین بدر عالم قادری تمیمی شہباز پوری سے بیعت و تعلیم باطنی اور اجازت تلقین و ارشاد حاصل تھی۔

حضرت غوث اعظم سیدنا عبدالقادر جیلانی قدس اللہ سرہ کی اولاد و احفاد میں آٹھویں پشت کے بعد حضرت سیدنا تمیمی

کی اہم شخصیات

شاہ عون احمد قادری

قادری مشہور بزرگ گزرے ہیں۔ جو مشرقی پنجاب کے ضلع انبالہ کے ایک قصبہ سادھورہ میں آرام ہیں۔ جہاں ان کا آستانہ معروف اور زیارت گاہ خاص و عام ہے۔ (م ۹۹۲ھ) حضرت سیدنا قمیص قادری کی ذات سے ہندوپاک میں سلسلۂ عالیہ قادریہ کی اشاعت بہت زیادہ ہوئی۔ پنجاب، یوپی، بہار، بنگال کے اکثر سلاسل طریقت اور خانوادہ تصوف میں سلسلہ قادریہ حضرت قمیص کے واسطہ سے پہنچا ہے۔

حضرت سیدنا قمیص کے دست گرفتہ اور خلفائے مجازین میں حضرت مخدوم بدرالدین بدر عالم شہبازپوری بھی تھے۔ یہ اپنے شیخ و مرشد کی صحبت میں کافی عرصہ تک رہے۔ سفر و حضر میں شیخ کی صحبت یافتہ لوگوں میں ان کا شمار ہے۔ حضرت قمیص قادری کے آخری سفر بنگال کے بعد جب ان کی وفات ہوگئی تو حضرت مخدوم بدر عالم نے قصبہ پھلواری شریف کے متصل موضع شہبازپور جو پھلواری سے پچھم سمت میں دو میل کے فاصلہ پر ہے۔ وہاں اقامت اختیار کی اور وہیں باقی عمر رشد و ہدایت میں بسر فرماکر ۱۰۱۲ھ میں وفات پائی اور اسی سرزمین شہبازپور میں آسودہ ہیں۔

حضرت شاہ محمد اسماعیل جعفری پھلواروی نے اپنے شیخ و مرشد حضرت مخدوم بدر عالم قمیصی شہبازپوری سے مجاز طریقت ہونے کے بعد ارشاد و ہدایت کا سلسلہ جاری کیا اور اپنے مکان کے صحن میں ایک مسجد بنوائی، جس میں طاعت و عبادت الٰہی کے ساتھ خدمت خلق میں مصروف رہے۔

حضرت شاہ محمد اسماعیل کے صاحبزادے حضرت مخدوم جنید ثانی تھے۔ ان کی ولادت ۱۰۰۷ھ میں ہوئی۔ وہ عالم وجود میں آئے تو مادرزاد ولی تھے اور جو بعد میں پھلواری کے افق پہ شمع ہدایت اور آفتاب ولایت بن کر چمکے۔ حضرت مخدوم جنید ثانی بچپن ہی سے جذبۂ عشق الٰہی رکھتے تھے۔ دنیا کے کاموں میں دل نہیں لگتا اور اکثر تنہائی اور سکون کی جگہوں میں وقت گزارتے تھے۔

حضرت نے آنکھ کھولی تو اپنے والد ماجد حضرت شاہ اسمٰعیل کو عارف باللہ اور صاحب رشد و ہدایت دیکھا۔ اس خانوادہ کے معاش کے لیے کاشتکاری اور زمینداری کا مشغلہ تھا۔ والد ماجد جب کبھی کاشت و کھلیان کی نگرانی کے لیے فرماتے تو آپ ان کے حکم کی بجاآوری فرماتے۔ لیکن ذہن و خیال دوسرے تصور میں رہتا اور دل یاد الٰہی میں مصروف۔ اس لیے کبھی ایسا بھی ہوتا کہ آپ پر ذکر الٰہی میں اتنا استغراق طاری ہو جاتا کہ کھیت کے کام کرنے والوں کو غلط فائدہ حاصل کرنے کا موقع مل جاتا۔ اس لیے آپ نے اپنے والد ماجد سے عرض کیا کہ "مجھے اللہ کی یاد میں آزاد کیجیے"۔

والد ماجد نے آپ کے طبعی رجحان کا اندازہ کرتے ہوئے آپ کو دوام ذکر اور پاس انفاس کی تعلیم کی اور یاد الٰہی میں مصروف ہونے کی اجازت دے دی۔ اس کے چند ماہ بعد ہی آپ کے والد ماجد حضرت شاہ محمد اسماعیل نے رحلت فرمائی ؎

پسر را چونکہ ایں تعلیم فرمود
پس از مہ جاں بحق تسلیم فرمود

اس کے بعد حضرت مخدوم جنید ثانی، دنیا کے کاموں میں مشغول ہونے کے بجائے، آبادی سے باہر آموں کے باغات میں اور کاشت کے پرفضا و پرسکون مقامات میں نکل جاتے، جانماز اور لوٹا ساتھ ہوتا اور آپ پوری یکسوئی کے ساتھ سارا وقت یاد الٰہی میں بسر فرماتے تھے — اذکار و اشغال کی کثرت اور ان کی برکت کا اثر آپ پر یہ ہوا کہ بارگاہ نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ کو حضوری نصیب ہوئی۔ اور تعلیم باطنی آپ کی بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہونے لگی — یہاں تک کہ قرآن کریم بھی بارگاہ نبوت سے پڑھ کر تمام کیا۔

اس طرح حضرت مخدوم جنید ثانی کے بچپن اور جوانی کا سارا زمانہ؛ مخلوق کی بجائے، خالق سے لو لگائے گزرا اور وقت کثرت مجاہدات میں بسر ہوتا رہا۔ جس کے نتیجہ میں نعمت و عطائے نبوی سے نوازے گئے۔ بعد میں ان امور کی تکمیل کے لیے بارگاہ نبوت سے حکم ہوا کہ بیعت اور البا‌س خرقہ و خلافت کے لیے حضرت ملا جمال اولیا (کوڑہ جہان آباد ضلع الٰہ آباد) کے پاس حاضر ہوں۔ چنانچہ حضرت مخدوم جنید ثانی بحکم نبوی وہاں حاضر ہوگئے۔

حضرت ملا جمال اولیا قدس اللہ سرہ سلسلہ قادریہ کے مشہور شیخ تھے جو مشرباً و ارادۃً قادری تھے لیکن اجازت و تعلیم وغیرہ میں تقریباً تمام سلاسل طریقت سے فیض یافتہ تھے۔

حضرت مخدوم جنید ثانی نے ان سے حصول بیعت کرکے کچھ عرصہ وہاں قیام کیا پھر جمیع سلاسل کی اجازت و خلافت سے فائز ہو کر ۱۰۴۶ھ میں اپنے وطن پھلواری آگئے۔ اور والد ماجد کی تعمیر کردہ مسجد میں یاد الٰہی میں مصروف ہوئے۔ اور ارشاد و ہدایت کا سلسلہ شروع کیا۔ حضرت مولانا شاہ محمد ابوالحیات قادری پھلواروی قدس سرہ تذکرۃ الکرام میں فرماتے ہیں۔

"حسب الحکم بآں بزرگ رسید و عرض حال
نمود، آں بزرگ بیعت گرفت و اجازت جمیع
سلاسل کہ باں مجاز بود، مع اشغال و اذکار
و افکار و اوراد بمخدوم اجازت بخشید و
رخصت کرد۔"

مولانا امان علی ترقی کی مثنوی میں ہے ؎

پس از تلقین او، آں مرد کامل
نمود اورا مجاز ہر سلاسل

حضرت مخدوم جنید ثانی، اویسیہ نبویہ نسبت کے حامل تھے اور علوم ظاہری و باطنی میں کامل دستگاہ رکھتے تھے۔ جب انھوں نے پھلواری میں شریعت و تصوف کی خدمت شروع کی تو مقامی اور بیرونی بہتیرے حضرات نے ان سے علمی و عرفانی استفادہ کیا۔ اور بعد میں واردین و زائرین کے ہجوم سے ان کی ذات مرجع خلائق ہوگئی اور ان کا آستانہ خانقاہ جنیدیہ سے موسوم ہوا اور وہ مسجد جو ان کی عبادت گاہ تھی، مسجد جنیدیہ کہی جانے لگی — مخدوم جنید ثانی اپنے دور کے بڑے صاحب تصرفات و کرامات بزرگ ہوتے۔ ان کی کرامات و تصوف کے بہتیرے واقعات مشہور ہیں۔ ان میں سے بعض مستند واقعہ کرامت تذکرۃ الکرام (فارسی) میں مذکور ہے۔

مخدوم جنید ثانی مشرباً و ارادۃً قادری تھے۔ ان کو حضرت غوث اعظم کی ذات سے خاص شغف و عقیدت حاصل تھی۔ اس لیے قادریت کا رنگ ان پر گہرا تھا۔ اور ان کی ذات سے سلسلہ قادریہ کی اشاعت و ترویج بہت زیادہ ہوئی۔ آپ کی طبعی میلان سماع کی طرف نہیں تھا — نہ آپ سماع سنتے تھے اور نہ محفل سماع منعقد کرتے۔

آپ کی خانقاہ میں فاتحہ دوازدہم ربیع الاول، فاتحہ یازدہم ربیع الثانی، فاتحہ بست و یکم رمضان شریف کی تقریبات ہوتی تھیں۔ ان میں طعام داری، قرآن خوانی اور فاتحہ و ایصال ثواب کی محفلیں ہوتی تھیں۔ محفل سماع منعقد نہیں ہوتی تھی۔ جیسا کہ معلوم ہوا کہ حضرت مخدوم جنید ثانی بدو شعور اور ابتدائے زمانہ ہی سے دنیاوی کاموں کی طرف متوجہ ہونے کی بجائے، سارا وقت یاد الٰہی اور اذکار و اشغال میں گزارتے تھے۔ جب ۱۰۴۶ھ میں اپنے شیخ و مرشد کے مجاز طریقت ہو کر ان امور کی طرف متوجہ ہوئے تو اس طرح ۲۷ سال تک اپنی خانقاہ سے رشد و ہدایت کا سلسلہ جاری رکھنے کے بعد جمادی الاخریٰ ۱۰۷۳ھ میں آپ نے وفات پائی اور رفیق سے جا ملے۔

اپنی خانقاہ سے متصل مشرقی جانب ایک خاص حظیرہ

میں آپ مدفون ہوئے۔ آپ کا مزار عوام و خواص کی زیارتگاہ ہے۔ اور وہاں کی حاضری بعض متعدی اور مہلک امراض کے ازالہ کے لیے از بس مفید ہے۔ مقبرۂ جنید ثانی میں آپ کے صاحبزادے، پوتے، پرپوتے یعنی خاندان کے چار یا پانچ پشت تک کے حضرات مع اہل خاندان و نبیرگان مدفون و آسودہ ہیں حضرت مخدوم جنید ثانی کے فیض یافتہ اور خلفائے کاملین میں سب سے زیادہ ممتاز آپ کے اکلوتے صاحبزادے حضرت شاہ محمد امین قادری جنیدی اور حضرت مخدوم شاہ برہان الدین لعل میاں قدس سرہ ہوئے۔

حضرت شاہ محمد امین قادری جنیدی قدس سرہٗ

آپ کی ولادت ۱۰۳۰ھ میں ہوئی۔ اپنے والد ماجد حضرت جنید ثانی کے مرید و خلیفہ اور ان کے جانشین ہوئے۔ آپ بڑے عالم اور عارف کامل تھے۔ اور صاحب تصرفات و کرامات۔ سلوک طریقت کے زمانہ میں بڑی ریاضتیں اور مجاہدے کئے۔ اور ولایت کے مدارج علیا پر فائز ہوئے۔ آپ کا لقب امین اسرار الرحمٰن تھا۔ بہتیرے حضرات آپ کے چشمۂ فیض سے سیراب ہوئے۔ اپنے والد ماجد کی وفات کے بعد ان کے جانشین ہوئے تو تیس سال تک مسند ارشاد پر جلوہ افروز رہے اور ۱۱۰۲ھ میں وفات پائی۔

آپ کے خلفاء میں آپ کے صاحبزادے حضرت مولانا شاہ محمد امان اللہ قادری قدس سرہ ممتاز درجہ رکھتے ہیں۔

حضرت مولانا شاہ محمد امان اللہ قادری قدس سرہٗ

آپ کی ولادت ۱۰۵۵ھ میں ہوئی۔ آپ نے کتب درسیہ اپنے والد ماجد اور پھلواری شریف کے دوسرے علماء و مدرسین سے پڑھ کر تمام کیں۔ آپ نہایت جید عالم اور بڑے وسیع النظر فاضل تھے۔ درس و تدریس کا سلسلہ بھی رکھتے تھے۔ آپ کی تصنیفات سے شرح وقایہ کا ایک حاشیہ ہے۔ آپ فقہ میں مہارت و دستگاہ رکھتے تھے اسی لیے آپ کو اس خانوادہ میں فقیہ کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ اپنے والد ماجد حضرت شاہ محمد امین قادری کے مرید و خلیفہ اور ان کے جانشین ہوئے۔ آپ کا محبوب مشغلہ طلبہ علوم کی تدریس اور طالبین حق کی ہدایت اور ان کے ارشاد کا کام تھا۔ اس لیے آپ کی خانقاہ میں ظاہری اور باطنی دونوں علوم کے طلبہ کا ہجوم رہتا تھا۔

آپ نے ۲۶-۲۷ سال تک علم و عرفان کے مسند پر افادۂ عام کا سلسلہ جاری رکھا اور ۱۱۳۹ھ میں وفات پائی۔ آپ کے مسترشدین و خلفاء میں زیادہ مشہور و ممتاز آپ کے دو صاحبزادے ہوئے۔ حضرت شاہ محمد مخدوم قادری پھلواروی اور حضرت ملّا وجیہ الحق محدث پھلواروی قدس اللہ سرہما۔

حضرت مولانا شاہ محمد مخدوم قادری قدس سرہٗ

آپ کی ولادت ۱۰۹۲ھ میں ہوئی۔ آپ نے علوم درسیہ کی ابتدائی کتابیں حضرت مُلّا نصیح الدین جعفری پھلواروی (م ۱۱۲۰ھ) سے پڑھیں۔ حضرت ملا فصیح الدین جعفری، دور عالمگیری میں "فتاویٰ عالمگیری" کی تدوین و ترتیب دینے والے علماء کرام میں سے ایک تھے۔ حضرت شاہ محمد مخدوم نے ابتدائی درسیات ان سے پڑھنے کے بعد بقیہ درسیات کی تکمیل بنارس جا کر حضرت مولانا سید وارث رسول نما بنارسی قدس اللہ سرہٗ سے کی۔ اور حضرت مولانا رسول نما سے حصول بیعت کے بعد اکتساب طریقت کیا۔ پھر ان کی طرف سے اجازت و خلافت سے مشرف ہو کر اپنے وطن پھلواری آئے۔ آپ کو اپنے آبائی طریقہ سلسلہ قادریہ جالیہ کی اجازت بھی اپنے والد سے تھی۔ اس طرح آپ معارف ظاہری و باطنی میں کامل و مکمل تھے۔ اپنے والد ماجد حضرت مولانا شاہ محمد امان اللہ قادری پھلواروی کی وفات کے بعد آپ ان کے جانشین کیے گئے اور سجادۂ جنیدیہ پر متمکن ہوئے۔ لیکن چونکہ حضرت شاہ محمد مخدوم ان چیزوں میں زیادہ مشغول ہونا پسند نہیں فرماتے تھے اور اپنے تمام اوقات کو خالص یاد الٰہی میں بسر کرنا چاہتے تھے اس لیے والد ماجد کی جگہ جانشین ہونے کے کچھ عرصہ بعد اپنے برادر زادہ حضرت ملا وحید الحق ابدال کو سجادہ جنیدیہ کا جانشین کر کے مسجد و مدرسہ کی تولیت ان کے سپرد کر دی اور خود اجرائے سلسلۂ قادریہ وارثیہ میں مشغول ہو گئے۔ اسی طرح اپنے اوقات عزیز کو بسر کرتے ہوئے ۱۱۷۳ھ میں وفات پائی۔ آپ کے ایک صاحبزادے حضرت مخدوم شاہ محمد آیت اللہ قدس سرہ تھے۔

حضرت مُلّا وجیہ الحق محدث پھلواروی قدس سرہ

آپ حضرت مولانا شاہ محمد امان اللہ قادری پھلواروی کے دوسرے صاحبزادے ہیں۔ آپ کی ولادت ۱۱۰۰ھ میں ہوئی۔ آپ نے درسیات کی ابتدائی کتابیں اپنے بڑے بھائی حضرت شاہ محمد مخدوم قدس سرہٗ سے پڑھیں اور بقیہ علوم درسیہ کی تکمیل حضرت مُلّا عتیق محدث بہاری سے کی۔ اور جملہ علوم و فنون کے ساتھ حدیث و تفسیر کی تحصیل سے بھی فراغت کی۔ اس کے بعد اکتساب طریقت میں مشغول ہوئے اور عرصہ قلیل میں مجاہدات و ریاضات کے باعث طریقت کے مدارج علیا پر فائز ہوئے۔ ۱۱۱۲ھ میں آپ کو آپ کے بڑے بھائی حضرت شاہ محمد مخدوم نے الباس خرقہ اور اجازت و خلافت سے سرفراز فرمایا۔

آپ کو سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کی اجازت حضرت شاہ محمد قائم قدس سرہٗ سے تھی۔ جن کا سلسلہ طریقت دو واسطوں کے بعد حضرت سید آدم بنوری کے ذریعے حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ تک پہنچتا ہے۔

حضرت ملا وجیہ الحق محدث، صاحب تصنیفات تھے۔ آپ کی تصنیف سے ایک کتاب تصوف میں "نزلۃ السائرین" ہے۔ دوسری کتاب شمائل ترمذی کے طرز پر شمائل نبوی کے بیان میں ہے۔ تیسری تفسیر قرآن ہے۔ جو تفسیر جلالین کے طرز پر ہے۔ آپ کے دست خاص کی لکھی ہوئی چند چیزیں یادگار کتب خانہ مجیبیہ میں موجود ہیں۔ ایک قرآن کریم جس کے حاشیہ پر تفسیر ہے۔ اور دوسری شمائل ہے۔

مسند ارشاد و ہدایت پر رہتے ہوئے آپ درس و تدریس اور تصنیف و تالیف کا مشغلہ رکھتے تھے۔ جس سے کافی حضرات نے استفادہ کیا اور چشمۂ فیض سے سیراب ہوئے۔ آپ کے اکلوتے صاحبزادے حضرت ملا وحید الحق ابدال قادری پھلواروی تھے۔ حضرت ملا وجیہ الحق محدث کی وفات ۱۱۵۰ھ میں ہوئی۔

خلاصہ یہ کہ حضرت مخدوم جنید ثانی کا سلسلۂ طریقت ان کے بعد ان کی اولاد میں، تفصیلات مندرجۂ بالا کے مطابق اپنے فیوض رشد و ہدایت کے ساتھ جاری و ساری رہا۔

چنانچہ خانقاہ جنیدیہ کی سجادگی کا منصب اور خلافت و اجازت کی ذمہ داری حضرت مُلّا وجیہ الحق محدث کے بعد ان کے صاحبزادے حضرت ملا وحید الحق ابدال کو پھر ان کے صاحبزادے حضرت سید العلماء مولانا احمدی کو، پھر ان کے صاحبزادے حضرت مولانا شاہ محمد ہادی کو، پھر ان کے صاحبزادے حضرت شاہ محمد فضل اللہ قادری کو یکے بعد دیگرے تفویض ہوتی رہی۔ آخر میں خانقاہ جنیدیہ کے سجادہ اور شیخ مجاز حضرت شاہ محمد فضل اللہ قادری پھلواروی نے اپنے برادر زادہ حضرت فیاض المسلمین مولانا شاہ محمد بدر الدین نور عالم قادری پھلواروی کو منصب عطا فرمایا۔ ایک طرف حضرت فیاض المسلمین مولانا شاہ محمد بدر الدین قادری اپنے آبائی سلسلہ قادریہ جالیہ جنیدیہ کے سجادہ نشین اور مسجد و خانقاہ جنیدی کے متولی ہوئے اور دوسری طرف سلسلۂ قادریہ وارثیہ مجیبیہ کے سجادہ پر متمکن اور خانقاہ مجیبی اور اس کے متعلقات کے متولی ہوئے۔ اس طرح خانوادۂ پھلواری شریف کی دو اہم خانقاہوں، خانقاہ جنیدی اور خانقاہ مجیبی کی سجادگی اور تولیت ایک ذات میں جمع ہو گئی۔ حضرت فیاض المسلمین مولانا شاہ محمد بدر الدین قادری قدس سرہ کے بعد ان کے خلف اکبر اور خلیفہ مجاز حضرت شیخنا العلام محی الملۃ والدین مولانا شاہ محمد محی الدین قادری قدس سرہ خانقاہ مجیبی کے سجادہ نشین تھے تو سجادہ جنیدیہ کے بھی وارث و جانشین اور مسجد و خانقاہ جنیدی کے متولی تھے۔ اور اب ان کے خلف الصدق حضرت مولانا شاہ محمد امان اللہ قادری مدظلہ، موجودہ سجادہ نشین خانقاہ مجیبی، خانقاہ و مسجد جنیدی کے بھی جانشین و متولی ہیں۔ اس طرح حضرت مخدوم جنیدی کا فیض اب سجادۂ مجیبی کے ساتھ منضم ہو کر طالبین طریقت اور عوام و خواص امت تک پہنچ رہا ہے۔

آپ کے سامنے پھلواری شریف کے ایک ہی خانوادہ یعنی خاندان جنیدی کے بعض عارفین، شیوخ وقت اور صاحب درس و تدریس فضلاء کا اجمالاً تذکرہ کیا گیا۔ ان کے علمی و عملی کارنامے، تصنیفی و تالیفی خدمات اور رشد و ہدایت کی مختصر تاریخ پر روشنی ڈالی گئی۔ ورنہ یہاں کی تاریخ میں بہتیرے خانوادوں کی مقتدر ہستیاں، ان کے محاسن و کمالات، علمی و عملی زندگیاں اور ان کے خدمات شریعت و طریقت اُجاگر کرنے کے لائق ہیں۔ جن میں زیادہ تر علم و عرفان کے بحر ذخائر میں پوشیدہ اور مخفی ہیں۔

(پٹنہ سے نشر)

عون احمد قادری
خانقاہ مجیبیہ
پھلواری شریف پٹنہ

آج ہی گھر میں بوریا نہ ہوا

زبیر گستاخ

چچا غالب بھی کیا خوب شے تھے ! حالیؔ نے انھیں ٹھیک ہی سمجھا تھا تب ہی تو حیوانِ ظریف کی پھلجھڑی چھوڑی تھی ۔ چچا غالب ، لوگ کہتے ہیں ، اپنے زمانے میں آگے کی پیداوار تھے ، جب "لوگ کہتے ہیں تو لوگوں پہ تعجب کیسا " ؟ بقول ساحر لدھیانوی " لوگ کہتے ہیں تو پھر ٹھیک ہی کہتے ہوں گے " ! لیکن ہمارے پلّے یہ بات پڑتی نہیں ۔ وہ الگ بات ہے کہ ؏

بات نکلے گی تو پھر دور تلک جائے گی

اور یہی لوگ بات کا بتنگڑ بنائیں گے ۔ بات کو پڑوسی کی چڑھی پتنگ مان کر نکتہ چینی کے لنگر سے کاٹ دیں گے ۔ لیجیے ، ہو گئی چھٹی ۔ اب چاہے بات کی ایشہ کیجیے یا چرخی لپیٹیے ۔

خدا بخشے یا مغفرت کرے ، عجب آزاد مرد تھا ۔ دیکھیے میں یہ غالبؔ کی بات نہیں کر رہا ۔ آپ غلط سمجھے ۔ میں تو یہاں ڈاکٹر عبدالرحمٰن بجنوری کو لا رہا ہوں ، جنھوں نے فرمایا تھا : ۔ ہندوستان کی دو الہامی کتابیں ہیں ایک وید اور دوسری دیوان غالب ۔

اور ان ہی غالب کا ، جن کے دیوان کو الہامی کتاب سے تشبیہ دی گئی ہے ، اپنے عہد میں یہ "حال" تھا ، جس میں اضافت کا قلابہ ملا کر "زار" کو ایڈجسٹ کرنا زیادہ مناسب ہوگا کہ لوگ ان کے منہ پر ، ان کی جانب انگلی سے اشارہ کر کے کہتے تھے ؎

کلامِ میر سمجھے اور کلامِ میرزا سمجھے
مگر ان کا کہا یہ آپ سمجھیں یا خدا سمجھے

اور چچا غالبؔ دیدۂ حیراں اور انگشت بدنداں ہو کر رہ جاتے تھے ۔ وہ تو کہیے ان پر خدا کا بڑا فضل تھا جو ایسے بُرے وقت میں ، ایسی بُری گھڑی میں ، ایک بندۂ مومنؔ ان کا حامی بن کر ، انگلی اُٹھانے والوں کو یہ کہہ کر دنداں شکن جواب دیتا تھا ۔ " بھئی ، ہمیں تو مصرعِ اولیٰ میں بھی شاعرانہ تعلّی دکھائی پڑتی ہے ۔ " ورنہ خود چچا غالبؔ تو ایسے موقع بھیگی بلّی بن کر رہ جاتے تھے اور پیشہ آبا سپہ گری ان کا منہ تکتا رہتا تھا ۔ یہاں پھر بات میں سے بات نکلتی ہے جیسے شعبدہ گر کی ٹوپی میں سے ٹوپی کہ چچا غالب کی اپنے عہد میں وہ پوچھ نہ تھی جس کے وہ مستحق تھے ۔ اور اسی لیے مریدانِ غالب کا یہ کہنا رہا کہ " وہ اپنے عہد سے آگے کی پیداوار تھے " مگر معاف کیجیے گا ، آپ بھلا مانیں یا بُرا ۔ مجھے یہ ماننے میں تکلف ہے باوجودیکہ ؏

اسے ذوقِ تکلّف میں ہے تکلیف سراسر

آپ ہی سوچیے بھلا یہ بھی کوئی بات ہوئی ۔ اگر واقعی یہی ہوتا جیساکہ کہا جاتا ہے تو غالب کے کلام کا رنگ کچھ اور ہوتا ، وہ نہ ہوتا جو ہے لیکن سوال پیدا ہوتا ہے کہ ؏

کیا بات بنے جہاں بات بنائے نہ بنے

آپ دور کیوں جاتے ہیں ۔ میری بات کے ثبوت میں چچا غالب کا یہی شعر دیکھتے چلیں ، جس کا مصرعِ اولیٰ چھوڑ مصرعۂ ثانی آکاش وانی نے کسی موج میں آ کر میرے لیے موضوع چنا ہے اب چاہے یہ موضوع قلم کا ر کے لیے موزوں ہو کر اسے سرفراز کرے یا مزاجِ یار کو ناساز کردے ۔ اس سے کسی کو کیا مطلب ؟ اور پھر یہ داخلی معاملہ ہے بیرونی مداخلت "چہ معنی دارد" ۔ جی ہاں تو میں غالب کے اس شعر کی بات کر رہا تھا ؎

ہے خبر گرم ان کے آنے کی
آج ہی گھر میں بوریا نہ ہوا

اگر غالب اپنے عہد سے آگے کی پیداوار ہوتے تو اس شعر کے مصرعِ اولیٰ میں "ان" کا لفظ کبھی نہیں باندھتے جس سے قدامت پرستی ٹپک رہی ہے ، جیسے مشرق کے کسی دیہی علاقے کی کوئی الھڑ دوشیزہ اپنے محبوب پردیسی کا نام نہ لے کر دانتوں کے کسی گوشے میں چُنری کا پلّو دبائے "اُن ، اُن " کرتے ہوئے اپنی کسی سکھی سے بات کر رہی ہو بلکہ اس کے بجائے "ڈارلنگ" یا "لور" جیسا کوئی مغرب سے اسمگل شدہ لفظ استعمال کرتے اور اسی طرح مصرعِ ثانی میں یہ دو لفظ "گھر" اور "بوریا" قطعی نہیں سیٹ کرتے کہ ان سے تصنع کی جھلک نہیں آتی ۔ "گھر" کی جگہ فارغ البالی کی صورت میں "بنگلہ" یا "فلیٹ" ۔ حالتِ کسمپرسی میں "کوارٹر" اور عالمِ بدحالی میں "فٹ پاتھ" جیسے الفاظ لاتے ۔ "بوریا" کے مقابل "ڈبل بیڈ" یا پھر "بیڈ شیٹ" کا رونا روتے ۔ اور جب "ڈارلنگ" ، "فلیٹ" اور "ڈبل بیڈ" جیسے الفاظ کا استعمال ہوتا تو شعر کی موجودہ شکل میں ہی اتنا بڑا فرق نمایاں ہو جاتا کہ چچا غالبؔ خود لوگوں سے پوچھتے پھرتے کہ یہ غالب کا شعر ہے یا اکبرؔ الٰہ آبادی کا ؏

کوئی بتلائے کہ ہم بتلائیں کیا

ہاں اگر مصرعِ ثانی میں "فٹ پاتھ" کے سہارے سے کوئی ترمیم عہدِ جدید کے تقاضے سے روا رکھی جاتی تو پھر ڈبل بیڈ تو درکنار بیڈ شیٹ کی ضرورت بھی لاحق نہ ہوتی اور صرف جھاڑو سے شعر کا مفہوم پورا کیا جانا ممکن ہوتا ۔ شعر کچھ اس طرح نمودار ہوتا ۔

ہے خبر گرم ان کے آنے کی
آج ہی فٹ پاتھ پہ جھاڑو نہ ہوئی

عین ممکن ہے کہ اب آپ کو اس شعر میں وزن کی کوئی شکایت پریشان کرنے لگے تو میں کہوں گا مہربان ، قدردان ، ذرا آنکھوں پر ہاتھ رکھ کر ، ذرا گرم دل سے غور کریں کہ دل کا ٹھنڈا ہونا قبرستان کا دعوت نامہ ہوتا ہے کہ اس ناجائز منافع خوری کے عہد ڈنڈی مار میں کسی شے کا وزن پورا اترتا ہے ۔ ؟ اور پھر جب مجھ جیسا بے وزن میدانِ شعر میں قلم دوڑائے تو حالات مزید دگرگوں ہوں گے ۔ وزن کی بے وزنی کے ساتھ ہی آپ شعر کے بے بحر ہونے کے بھی یقیناً شاکی ہوں گے ۔ یہ سوچے بغیر کہ اس مانسونی موسم میں بحر کی بات تو چھوڑیے کچھ ندیاں بھی خطرے کے نشان سے اوپر اٹھکیلیاں کر رہی ہیں اسی لیے تو کہتے ہیں ؏

نہ چھیڑ اے نکہتِ بادِ بہاری راہ لگ اپنی

دیکھ لیجیے وہی ہوا جس کا خطرہ تھا کہ " بات نکلے گی تو پھر دور تلک جائے گی ۔ " ادھر ادھر کی باتوں نے اصل موضوع کو تباہ کر دیا ۔ بہرحال اب بھی کچھ نہیں بگڑا ۔ جہاں آنکھ کھلے وہاں سویرا جانو ۔ صبح کا بھولا شام کو گھر آ جائے تو اسے بھولا نہیں کہتے ۔ "مجھے یاد ہے وہ ذرا ذرا ، تمھیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو " بات اس بوریے کی چل رہی تھی جو چچا غالب کے گھر سے عین اس موقع پر غائب ہونا بتایا جاتا ہے جبکہ غالب کے یہاں "ان" کے آنے کی خبر گرم تھی ۔

چچا غالب نے ان اسباب پر روشنی ڈالنے سے گریز کیا ہے جن سے یہ پتہ چل پاتا کہ عین موقع پر ہی گھر سے بوریا کیوں غائب ہوا ۔ غالباً یہ وہی بوریا ہے جس پر بیٹھ کر وہ شطرنج کھیلتے تھے ۔ ہمارے خیال میں اس کی دو ہی وجہیں ہو سکتی ہیں یا تو یہ غالب کے رقیبِ روسیاہ کی حرکت تھی اس کو جب یہ خبر کسی ذریعے سے مل گئی کہ ملن ہونے والا ہے تو اس نے کوئی سازش کر کے وہ "بوریا" ہی مرزا غالب کے گھر سے اٹھوا لیا جس پر یارانِ ہم مذاق کی صحبتیں جمع ہوتی تھیں کہ نہ ہوگا بانس نہ بجے گی بانسری ۔ ہمارے اس خیال کو غالب کے ہی اس شعر سے تقویت پہنچتی ہے جس میں انھوں نے کوچۂ رقیب میں سر کے بل جانے کا اقرار کیا ہے ۔ یہ اقدام یقیناً غالب نے بوریے کی تلاش میں ہی کیا ہوگا ۔ چچا غالب کی مالی حالت اتنی بہتر تھی نہیں وہ ہماری ہی طرح پھکڑ تھے اس لیے فوراً بوریا خرید لانا ان کے بس کی بات نہ تھی ۔ شاعری کرتے تھے کالا دھندہ نہیں ۔

" اُن " کی آمد پر بوریا گھر میں نہ ہونے کی ایک وجہ اور ہو سکتی ہے وہ یہ کہ "اُن" کے آنے کی جو "خبر" تھی وہ بقول غالب "گرم" تھی ۔ ممکن ہے خبر کی گرمی نے وہ "بوریا" جلا کر راکھ کر دیا ہو اور چچا غالب اس راکھ کو چلم کی راکھ سمجھتے رہے ہوں اور ہوا سے اس راکھ کا بکھرنا مان لیا ہو ۔ ہمارا یہ خیال بھی اس وجہ سے بعید از قیاس نہیں بنتا کہ جب چچا غالب کی آہِ آتشیں سے بالِ عنقا جل سکتا ہے تو کیا اُن کے آنے کی خبر اتنی "گرم" نہیں ہو سکتی کہ اس سے غالب کا بوریا جل گیا ہو ۔ اور ہونے کو تو یہ بھی ہو سکتا ہے کہ غالب نے اسے بیچ کر شراب منگا لی ہو یا غالب کی کوئی پڑوسن ان کی بیگم اُمراؤ سے عاریتاً مرچیں سکھانے کو مانگ کر لے گئی ہو اور امراؤ بیگم نے بوریا یہ سوچ کر دے دیا ہو کہ چلو اسی بہانے میاں کے شطرنج سے دل کا جلنا تو بند ہوگا ۔

(رامپور سے نخر)

ریڈیو ناٹک

ایک بوند چاندنی

کمار پاشی

(ہلکی سی موسیقی)

موھنی : بھروسے .... بھروسے ....

بھروسے : آیا بی بی جی ... (پاس آکر) حکم بی بی جی ... (وقفہ) بی بی جی ....

موھنی : (چونک کر) آں۔ کیا ہے رام بھروسے۔

بھروسے : کچھ نہیں بی بی جی۔ آپ نے آواز دی۔ میں آگیا۔

موھنی : اوہ ہاں (پھیکی ہنسی) میں نے ہی تو بلایا تھا۔

بھروسے : ہاں بی بی جی۔

موھنی : کھانا کھا لیا تم نے ؟

بھروسے : کھانا ؟ کھانے کی بات نہ پوچھو بی بی جی۔ صاحب جاتے وکت بول گئے تھے کھانا باہر کھائیں گے۔ آپنے بولا طبیعت اچھی نہیں۔ اب ہم کھانا پکائیں بھی کس کے واسطے۔

موھنی : اپنے لیے تو پکایا ہوتا۔ کیا یونہی سو رہے گا۔

بھروسے : (چڑھ کر) ہاں یوں ہی سو رہوں گا۔ آج کی رات بھی یونہی بھوکا سو رہوں گا (وقفہ) ایک کام کرو ہمارا بی بی جی۔

موھنی : کیا ؟

بھروسے : ہماری چھٹی کر دو۔ اس گھر میں اب ہمارا جی نہیں لگتا۔ کھانا تا نہ چوکا۔ ہمارے لیے اب کام ہی کیا رہ گیا ہے اس گھر میں۔

موھنی : (غصّہ سے) بھروسے ...

بھروسے : ہاں بی بی جی۔

موھنی : تنخواہ مل جاتی ہے نا ہر مہینے۔

بھروسے : تنکھا کی بات نہیں بی بی جی۔ ہم تو کام کی بات سوچتے ہیں اس گھر کی، اس گھر کے سکھ کی بات۔

موھنی : (غصّہ سے) بھروسے ! تم اس گھر کے نوکر ہو۔ صرف نوکر ! اس گھر میں کام ہے یا نہیں یہ سوچنا میرا کام ہے۔ اس گھر کے بارے میں تمہارے کمینٹس کی مجھے کوئی ضرورت نہیں ہے، سمجھے۔

بھروسے : ہم سمجھ گئے بی بی جی۔ سب سمجھ گئے۔

موھنی : تو جاؤ۔ اپنے لیے کھانا بناؤ اور کھا کر سو رہو۔ سمجھے !

بھروسے : سمجھ گئے۔ سب سمجھ گئے۔

موھنی : اور سنو۔

بھروسے : ہاں بی بی جی۔

موھنی : گھنٹہ بھر بعد مجھے چائے کا ایک کپ دے جانا۔

بھروسے : جو حکم بی بی جی۔ (فیڈ آؤٹ)

موھنی : (اپنے آپ سے) سب سمجھتا ہے یہ رام بھروسے بھی۔ مجھ سے ہمدردی ہی تو جتا رہا تھا۔ کیا اسے اتنا بھی حق نہیں۔ اور ایک وہ ہیں جنھیں نہ میری خبر ہے نہ اس گھر کی۔ نہ جانے کیا ہو گیا ہے انھیں۔ ایک گھر میں رہتے ہوئے بھی ہفتوں گزر جاتے ہیں ایک دوسرے سے بات کیے۔ آخر کیسا گھر ہے یہ۔ کیسی گرہستی ہے یہ ؟ (پھیکی ہنسی) موہنی !— مسز موہنی شرما۔ مسٹر پریم شرما کی وائف۔ یعنی مسز پریم شرما۔ (اونچی ہنسی) مسز، یعنی عمر قید کی سزا بھگتنے والی عورت۔ شاید یہی معنی ہو گئے مسز کے۔ کیوں مسٹر پریم شرما۔ چاندی کی فریم میں جڑی اس تصویر میں اچھے لگ رہے ہیں آپ اور آپ کے ساتھ یہ چھوٹی موٹی سی لڑکی کون ہے ؟ سیدھی سی، بھولی سی۔ کیا جانتے ہیں آپ۔ اسے ذرا پہچانیے نا ؟ (ہنسی) شاید آپ بھول گئے ہیں بالکل بھول گئے۔ چاندی کے فریم میں جکڑ کر ڈال دیا ایک طرف ٹیبل پر اور بھول گئے۔ اٹھکھیلیاں کرتی ہوئی موہنی کو مسز بنا کر گھر کی دیواروں میں قید کر دیا۔ زنجیریں ڈال دیں اس کے رقص کرتے ہوئے پیروں میں۔ یہ ٹی وی، یہ فریج، یہ ریڈیوگرام، یہ وی سی آر۔ یہ صوفے یہ پلنگ، یہ الماریوں میں لہراتی ہوئی رنگ برنگی ساڑیاں یہ ڈریسنگ ٹیبل پر رکھا میک اپ کا امپورٹڈ سامان، یہ گہنے۔ کیا یہ سب مل کر شادی سے پہلے والی موہنی اور پریم کو ڈھونڈ کر لا سکتے ہیں۔ مسٹر پریم شرما بتائیے۔ جواب دیجئے مجھے۔ میں آپ سے پوچھ رہی ہوں۔

(فریم کے گرنے اور کانچ ٹوٹنے کی آواز جو بتدریج کم ہو جاتی ہے)

(موہنی اور پریم کی طویل ہنسی)

موھنی : بس بس۔ مت ہنسائیے اور۔ جان نکل جائیگی میری۔ ہے بھگوان۔

پریم : (ہنسی) بس ایک لطیفہ اور سناؤں ہاں۔

موھنی : نا بابا نا۔ بس۔ باقی کے لطیفے کل ہوں گے۔ اوئی ذرا ڈھنگ سے بیٹھیے۔ دیکھیے نا ابھی شکارہ الٹنے لگا تھا۔

پریم : (ہنستے ہوئے) اگر الٹ جاتا تو کیا ہو جاتا ؟

موھنی : کیا ہو جاتا (چپو اور پانی کی آوازیں) اوہو۔ یہ چپو کیسے چلا رہے ہیں آپ ؟ آج ضرور کچھ ہو کر رہے گا میں تو پہلے ہی ڈر رہی تھی۔ اوئی بابا۔ مجھے تو آپ کنارے پر ہی چھوڑ دیجئے۔ اور خود ہی گھومئے ڈل میں اکیلے۔

(پریم کے بدستور قہقہے)

پریم : لگتا ہے تمہیں اپنی زندگی بہت عزیز ہے۔

موھنی : کیوں نہیں۔

پریم : اور ہماری زندگی کی کوئی قیمت ہی نہیں (نقل کرتے ہوئے) خود ہی گھومئے ڈل میں اکیلے۔ ذرا پھر سے تو فرمائیے۔

موھنی : ہاں ہاں اکیلے ہی جائیے۔ مجھے ابھی نہیں مرنا ہے۔

پریم : نہیں میم صاحب۔ مرنا جینا تو اب ایک ساتھ ہی چلے گا۔ یہ بات ذہن نشین کر لیجئے۔ سمجھیں آپ !

موھنی : اچھا بابا اچھا۔ لیکن اپنی شرارتیں تو آپ بند کریں۔

پریم : آل رائٹ میڈم۔ ایز پر یور آرڈر مائی ڈیر ڈیر میڈم۔

(چپو کی آواز کے درمیان دونوں کے ہلکے قہقہے)

(موسیقی)

پریم : موہنی۔ موہنی (جواب نہ پاکر) مائی ڈیر موہنی۔

موھنی : (جیسے اونگھتے ہوئے) ہوں۔

پریم : کیا سوچ رہی ہو ؟

موھنی : سپنا دیکھ رہی ہوں۔ سپنا۔

پریم : سپنا ؟ کیا سپنے میں سپنا دیکھ رہی ہو ؟ کیا یہ سب کسی سپنے یا خواب سے کم ہے موہنی۔ تم اور میں۔ یقین نہیں آتا کہ ہم لوگ واقعی ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ایک ہو گئے ہیں۔ شادی سے پہلے بھی ہم ایک دوسرے کو چاہتے تھے۔ بے حد چاہتے تھے لیکن شادی کے بعد تو لگتا ہے جیسے ہم دونوں واقعی ایک دوسرے کے لیے بنائے گئے ہیں۔

موھنی : ذرا سامنے تو دیکھئے۔

پریم : کہاں ؟

موھنی : وہ سامنے نیلے پربتوں پر، دودھیا بادلوں کے نیچے چاندی جیسے برف میں ڈھکے وہ نیلے نیلے پربت۔

پریم : جی چاہتا ہے پنکھ لگ جائیں ہم دونوں کو اور پھر ہم ساتھ ساتھ اڑتے ہوئے وہاں جا اتریں— دور ان نیلے پربتوں پر۔

موھنی : جہاں کسی انسان نے پیر نہیں رکھے۔

پریم : جہاں سب کچھ روشن ہے۔ اجلا ہے اور پھیلا ہوا ہے خدا کی طرح۔

موھنی : مجھے تو سردی لگنے لگی ہے۔ لگتا ہے ننگے پاؤں برف پر چل رہی ہوں۔ میلوں لمبی برف پر۔ ذرا دیکھئے نا میری ہتھیلی۔ ہے نا ٹھنڈی، بالکل یخ ہو گئی ہے۔ ٹھنڈی یخ تلوؤں کو چھوتی ہوئی برف نے مجھے سر تک برف کر دیا ہے۔

پریم : غلط۔ بالکل غلط۔ یہ تو بالکل گرم ہے۔ پسینے سے بھیگی ہوئی۔

موھنی : اب چھوڑیئے نا میرا ہاتھ۔ آپ کو تو کوئی نہ کوئی بہانہ چاہئے شرارت کرنے کے لیے۔

پریم : (گلتے ہوئے) شرارت اپنا مذہب ہے۔ شرارت اپنا پیشہ ہے۔ شرارت۔۔۔

(دونوں کے طویل قہقہے)

(ہوا کی سائیں سائیں۔ کھڑکی کے پٹ کھلنے بند ہونے کی آوازیں۔ قدموں کی چاپ)

بھروسے : بی بی جی۔ چائے (چونک کر) ارے یہ فوٹو کیسے ٹوٹ گئی؟ بی بی جی!

موھنی : (چونک کر) اں۔ وہ شاید ہوا سے گر گئی۔ یہ کرچیاں سب چن لو بھروسے۔

بھروسے : ٹھہرے بی بی جی۔ پہلے یہ کھڑکی بند کر دیں ہم۔

(کھٹ کی آواز اور ہوا کی سائیں سائیں کم ہو جاتی ہے)

اب یہ چائے پی لیجئے بی بی جی، اور یہ دو انڈے بھی لائے ہیں ہم ابال کر۔

موھنی : صرف چائے پیوں گی بھروسے۔ انڈے لے جاؤ۔

بھروسے : وہ کیوں؟

موھنی : من نہیں ہے بھروسے۔ کیا صاحب آئے؟

بھروسے : وہ تو کب کے آ گئے بی بی جی۔

موھنی : کب کے؟ کس وقت؟

بھروسے : آدھا گھنٹہ ہو گیا۔

موھنی : آدھا گھنٹہ ہو گیا؟ کہاں ہیں؟ کچھ کہا؟

بھروسے : صاحب بہت پی کے آئے ہیں بی بی جی۔ جوتے بھی نہیں کھولے ہیں۔ بس یونہی لیٹ گئے ہیں صوفے پر۔

موھنی : ہوں۔

بھروسے : بی بی جی۔ ہماری سمجھ میں تو نہیں آتا۔ آخر صاحب۔۔۔

موھنی : اچھا اچھا تم اب جاؤ۔ اور نیچے جا کر سو جاؤ۔ رات بہت ہو گئی ہے۔

بھروسے : جو حکم بی بی جی۔

موھنی : (اپنے آپ سے) یہ گھر نہیں ہوٹل ہے۔ چھوٹا سا آرام دہ ہوٹل جہاں ہم دونوں الگ الگ کمروں میں رہنے والے اجنبی مسافر ہیں۔ تو کیا مجھے ساری عمر یونہی اسی ہوٹل میں گزارنی ہو گی۔ اس گھر نما ہوٹل میں۔ اف میں پاگل ہو جاؤں گی۔ مر جاؤں گی کسی دن۔ اس ہوٹل کے اسی کمرے میں کسی دن مردہ پائی جاؤں گی۔

(اچانک الارم بجنے کی آواز)

اُف یہ کیا ہو گیا ہے مجھے۔ آخر یہ کیا ہو گیا ہے۔

(ہوا کی سائیں سائیں۔ کھڑکی کے پٹ کھلنے بند ہونے کی آواز)

کیسا تیز طوفان ہے۔ کاش یہ طوفان اس روز آ جاتا جس روز ہم دونوں شکارے میں بیٹھے ڈل کے پانی میں گھوم رہے تھے۔ ایسے پیار بھرے موسم میں موت آ جاتی تو کتنا اچھا ہوتا۔

(دروازہ کھلنے بند ہونے کی آواز)

موھنی : سنئے۔

پریم : ہوں۔ اوں۔ ہوں (نشے میں)

موھنی : کیا سو گئے ہیں؟

(سوئچ آن کرنے کی آواز)

پریم : اف اوہ۔ یہ بتی کس نے جلائی۔ بھروسے!

موھنی : ذرا آہستہ بولئے۔ میں ہوں۔

پریم : کون۔ کون ہو تم؟

موھنی : تو کیا اب روشنی میں بھی نہیں پہچان سکتے مجھے؟ روشنی اگر کم ہو تو کمرے کی ساری بتیاں جلا دوں۔

پریم : ارے ارے۔ ایسا ظلم نہیں کرنا۔ ڈیئر موہنی پلیز نیند آ رہی ہے۔ سونے دو۔ اور تم بھی سو جاؤ۔ جاؤ پلیز پلیز موہنی۔

موھنی : (غصہ) کیا یہ سونے کا وقت ہے؟

پریم : تو کیا جاگنے کا وقت ہے؟ جانتی ہو کیا بجا ہے؟

موھنی : کیا بجا ہے؟

پریم : ایک بجا ہے ایک۔ رات کا ایک۔ پلیز!

موھنی : اگر رات کے ایک بجے دفتر سے لوٹنے کا وقت ہے تو گھر میں آ کر جاگنے کا کیوں نہیں؟

پریم : اف اوہ موہنی۔ آخر تم سمجھتی کیوں نہیں ہو۔ دفتر میں کتنا کام ہوتا ہے۔ اور پھر جب سے نئی فیکٹری لگائی ہے کام اور بھی بڑھ گیا ہے۔ بارہ بجے تک دفتر میں رہا ہوں۔ گھر آنے کو تھا تو اچانک سیٹھ درگا پرشاد آ گئے اور زبردستی ڈنر پر لے گئے۔

موھنی : میری ایک بات سن لیجئے۔

پریم : ابھی نہیں کل صبح۔ بریک فاسٹ پر۔ ایک نہیں ہزار باتیں سنوں گا۔ ایک ہزار باتیں۔ پلیز کل بریک فاسٹ پر۔

موھنی : (پھیکی ہنسی) بریک فاسٹ پر۔ پچھلے ایک برس میں آپ نے میرے ساتھ کتنے دن بریک فاسٹ کیا ہے؟ آج مہینے کی اٹھائیس تاریخ ہے نا؟ بلکہ انتیس کیونکہ اب تو اگلا دن شروع ہو گیا۔ پہلی سے پندرہ تاریخ تک تو آپ بنگلور میں تھے۔ سولہ تاریخ کی رات آپ کو سفر سے لوٹتے اور بستر پر دراز ہوتے دیکھا تھا۔ سترہ سے پچیس تاریخ تک شاید آپ بمبئی، جے پور، جودھپور اور نہ جانے کس کس پور میں تھے۔ اس کے بعد آپ شاید ہیں تو اسی شہر میں شاید اس گھر میں بھی ہیں لیکن لگتا ہے اب آپ کے لیے بنگلور، بمبئی، جے پور، کلکتہ، مدراس وغیرہ کے ہوٹلوں میں اور اس گھر میں کوئی فرق نہیں رہ گیا۔

پریم : اوہ ہو۔ موہنی! تم تو ہر بات کا بتنگڑ بنا دیتی ہو۔ بھئی آفٹر آل بزنس از بزنس۔ اس طرح جم کر کام نہیں کروں گا تو کروڑ پتی کیسے ہو جاؤں گا؟

موھنی : (پھیکی ہنسی) اوں۔ کروڑ پتی۔

پریم : ہاں ہاں کروڑ پتی۔ جانتی ہو اس سال پرانی فیکٹری سے کتنے لاکھ کا منافع ہوا ہے؟ دس لاکھ کا۔ آج میں نے ایک کوٹھی کا سودا بھی طے کر لیا ہے پچیس لاکھ میں۔ اس جھونپڑ گھر سے دس گنا بڑی ہے۔ بیس تو کمرے ہیں۔

موھنی : چار کمروں والے اس گھر میں آپ مہینے میں پانچ چھ مرتبہ نظر تو آ جاتے ہیں۔ مگر اس بیس کمروں والی کوٹھی میں تو آپ کو شاید سال میں ایک مرتبہ بھی نہ دیکھ سکوں گی۔

پریم : اوہ۔ کیسی بے تکی باتیں کرتی ہو۔ بھلا میں یہ سب کس کے لیے کر رہا ہوں۔ وہ ساڑیاں کیسی لگی تھیں؟ جو میں بنگلور سے لایا تھا۔ پہن کر جانا تھا کہیں۔

موھنی : کہاں جاتی؟

پریم : ارے بھئی کہیں بھی۔ کوئی پلے یا مووی دیکھنے یا کسی ہوٹل میں ڈنر کرنے یا پھر کلب میں۔

موھنی : (چڑھ کر) کس کے ساتھ؟

پریم : بھئی کسی کے ساتھ بھی، کوئی سہیلی پکڑ لیتیں۔ مسز ورما ہیں۔ مسز اگنی ہوتری ہیں۔ مسز ملہوترا ہیں اور اور مسز۔۔۔۔۔

موھنی : مجھے کوئی پسند نہیں۔ کوئی نہیں۔

پریم : تو پھر۔ تو پھر رام بھروسے کو ساتھ لے لیا ہوتا۔

(موہنی رونے لگتی ہے)

پریم : ارے یہ کیا؟ تم تو رو پڑیں۔ نو نو دس از بیڈ۔ ویری بیڈ۔ پلیز، ادھر آؤ۔ سنو۔

موھنی : یہیں ٹھیک ہوں یہیں۔

پریم : اب آؤ بھی۔ سنو ایک بہت اچھی بات سناتا ہوں۔ آؤ۔ آؤ۔

موھنی : کیسی بو آ رہی ہے آپ کے منہ سے شراب کی۔ میرا تو جی متلانے لگا۔ ہٹیے۔

پریم : بھئی بھول ہو گئی معاف کر دو۔ دراصل ہوا یہ کہ درگا پرشاد نے ڈنر سے پہلے زبردستی دو تین پیگ پلوا دیئے۔ اب کیا کریں کمپنی تو کرنی ہی پڑ جاتی ہے آخر وہ میرا بزنس پارٹنر جو ہے۔

موھنی : (روہانسی ہو کر) ہاں بزنس پارٹنر کی بات رکھنے کے لیے آپ کچھ بھی کرنے کو تیار ہیں۔ مگر گھر میں لائف پارٹنر کے لیے آپ کے پاس کیا ہے بتائیے۔ کیا ہے آپ کے پاس؟ صرف تکان، نیند، اور ریسٹ صرف ریسٹ اور ریسٹ۔

پریم : ایسا نہ کہو موہنی! ایسا مت کہو! تم کیا سمجھتی ہو مجھے تمہارا خیال نہیں۔ کچھ دن پہلے جب میں جے پور

سے لوٹا تھا تو میں نے سوچا تھا چند دنوں کے لیے
تمہیں لے کر سری نگر نکل جاؤں گا اس گھاٹی سے دور
اور وہاں تم ہوگی اور میں۔ صرف ہم دونوں۔ لیکن یہاں آکر
بزنس میں ایسا پھنسا کہ سر کھجانے کی فرصت بھی نہ مل سکی۔

موھنی : بس اب آپ صرف ایک کام کیجئے۔

پریم : کیا ؟

موھنی : مجھے ایک دن کے لیے سری نگر لے جائیے اور
ڈل کے اس پانی میں ڈبو دیجئے جہاں میں نے آپ کی
محبت کا خواب دیکھا تھا (سسکیاں)

پریم : تم تو رو رو کر میرا سارا موڈ خراب کر رہی ہو۔ اچھا سنو
کل کلب میں ایک خاص پروگرام ہے تم چھ بجے تیار
ہو کر بیٹھنا۔ میں کار لے کر آجاؤں گا ایک ساتھ چلیں
گے۔ اور ہاں کونسی ساڑی پہنو گی ؟ ٹھہرو، میں بتاتا
ہوں۔ نو۔ نو نو۔ ہاں یاد آیا۔ نہیں، وہ نہیں...

موھنی : آپ کو کیا یاد ہوگا۔ اب تو آپ کو دفتر کی باتیں ہی
یاد رہتی ہیں۔ صرف دفتر کی۔

پریم : تم تو مجھے ہر بات پر ٹوک دیتی ہو۔ خیر۔ اپنی پسند
کی پہن لینا۔ لیکن ہو ایسی کہ سارے کلب والے دیکھتے
ہی رہ جائیں۔ لوگوں کو معلوم ہو جائے (شاہانہ انداز میں)
کہ آج کلب میں ہر ہائی نس مسز پریم شرما تشریف
لائی ہیں۔

موھنی : لوگوں کے لیے کیوں ؟ میں جو ساڑی پہنوں گی
وہ آپ کے لیے ہوگی۔ صرف آپ کے لیے۔

پریم : شریمتی موہنی دیوی جی

موھنی : ہوں۔

پریم : آپ کا نام موہنی دیوی نہیں بلکہ میرا بائی ہونا چاہئے
تھا۔ (ترنم میں) میرے تو گردھر گوپال دوسرا نہ...

موھنی : اچھا چپ۔ اب چپ۔ ایسے سر میں نہ گائیے کہ
پوری کالونی جاگ جائے۔

پریم : جی ہاں۔ اب تو آپ کو میرا گانا بھی برا لگے گا۔
کہاں وہ دن تھے کہ....

موھنی : (سرگوشی میں) رات کے دو بجے بھلا کوئی گانے کا
وقت ہوتا ہے۔

پریم : (نقل اتارتے ہوئے سرگوشی میں) جی نہیں۔ ہنسنے
ہنسانے کا۔
(پرزور قہقہے)

موھنی : بھروسے

بھروسے : حکم بی بی جی

موھنی : یہ لو

بھروسے : دس روپیہ کا نوٹ ؟ کچھ منگوانا ہے بی بی جی

موھنی : اوں ہوں۔ یہ تم رکھ لو۔

بھروسے : ہم رکھ لیں ؟

موھنی : ہاں۔ آج رات کا کھانا کہیں باہر ہے تم بھی کسی ہوٹل
میں کھا لینا۔

بھروسے : اور بی بی جی آپ ؟

موھنی : (ہنسی) آج بی بی جی تمہارے صاحب کے ساتھ
شام کو کہیں گھومنے جائیں گی اور رات کا کھانا صاحب
کے ساتھ باہر سے کھا کر آئیں گی۔

بھروسے : اوہ (ہنستے ہوئے) سمجھ گئے۔ خوب سمجھ گئے۔ تب تو
بی بی جی! اس خوشی میں بائسکوپ دیکھ کر ہی آئیں گے ہم
(ہنستا ہے)

موھنی : اچھا اچھا۔ اور سنو۔ ابھی تک ڈرائنگ روم کی
صفائی بھی نہیں ہوئی ہے۔ اور یہ پردے؟ یہ سب بدلو دو
میلے ہو رہے ہیں اور یہ ٹیبل لیمپ تو لگتا ہے کبھی تم نے صاف
کیا ہی نہیں اور یہ تصویریں۔ کیسی گرد جمی ہے۔ چھی چھی۔

بھروسے : سب کچھ ابھی ٹھیک کر دیں گے ہم بی بی جی آپ فکر نہ کریں۔
(کپڑے سے جھاڑنے کی آواز)

موھنی : اور یہ ٹی وی کا کیسٹ دیکھا۔ نہ جانے کیا کرتے ہو تم
سارا دن رام بھروسے۔ یہ چھوٹے سے چار کمرے تم سے
صاف نہیں ہوتے تو بیس کمروں والی کوٹھی کیسے صاف
ہوگی تم سے؟ میرا خیال ہے تم جیسے تین چار ملازم اور
رکھنے ہوں گے۔

بھروسے : کیا مطلب ؟

موھنی : اسی ہفتے ہم بڑی کوٹھی میں چلے جائیں گے پچیس لاکھ
میں خریدی ہے۔

بھروسے : پچیس لاکھ۔ رام رام۔ تب تو محل ہوگا وہ محل۔ لیکن
بی بی جی آپ فکر نہ کریں سب ٹھیک کر دیں گے ہم۔ چار
کے لیے تو ہم اکیلے ہی بہت ہیں۔

موھنی : اچھا اچھا۔ باتیں کم کرو اور تیزی سے ہاتھ چلاؤ اور
ہاں۔ رات جس فریم کا شیشہ ٹوٹ گیا تھا نا۔ اس میں
نیا شیشہ لگوا لانا۔ سمجھے بھولنا نہیں۔

بھروسے : سمجھ گئے بی بی جی خوب سمجھ گئے ہم۔
(موہنی ہنستی ہے)

— x — x — x —

بھروسے : دیکھ لو بی بی جی۔ کیسا چمک گیا ہے گھر۔

موھنی : ٹھیک ہے ٹھیک ہے۔

بھروسے : فریم میں شیشہ بھی لگوا دیا ہے بی بی جی۔

موھنی : ہوں۔

بھروسے : اور پردے سارے بدل دیئے۔ دیکھ لیجئے بی بی جی
دیکھ لیجئے۔ ہاں۔

موھنی : ہاں بابا دیکھ لیا۔ دیکھ لیا، اب تم جاؤ۔

بھروسے : ہم جائیں؟ نہیں بی بی جی پہلے صاحب تو آجائیں۔

موھنی : وہ آجائیں گے تم جاؤ۔ اور ہاں ذرا دیکھنا ٹائم کیا
ہو گیا ہے ؟

بھروسے : گھڑی تو بی بی جی آپ کی کلائی میں بندھی ہے۔

موھنی : اندر جا کر کلاک میں دیکھ آؤ۔ یہ لگتا ہے کچھ تیز
چل رہی ہے۔

بھروسے : اچھا بی بی جی۔

موھنی : (اپنے آپ سے) چھ تو بج چکے۔ اب تو آجانا چاہئے
تھا۔ بلکہ آ ہی جانا چاہئے تھا۔

بھروسے : بی بی جی۔ کلاک میں تو ساڑھے چھ بجے ہیں۔

موھنی : (خود سے) ساڑھے چھ۔ آدھ گھنٹہ لیٹ۔ بھروسے
اب تم جاؤ اور ایک کپ چائے بنا لاؤ۔

بھروسے : اچھا بی بی جی۔ لیکن ایک کپ کیوں۔ دو کیوں نہیں۔
دو ہی بنائیں گے ہم۔ ایک صاحب کے لیے۔

موھنی : (ہنس کر) اچھا اچھا ٹھیک ہے۔ وہ بھی تو آتے
ہی ہوں گے۔ (خود سے) موہنی۔ دیکھ آئینے میں۔
ذرا اور دور ہٹ کر ہاں۔ اب پوری کی پوری نظر آ رہی
ہوں آئینے میں سر سے پاؤں تک۔ جوڑا بہت دنوں
بعد باندھا ہے نا؟ اچھا لگ رہا ہے۔ لپ اسٹک کا
کلر بھی ساڑی کے کلر سے میچ کر رہا ہے۔ یہ گردن پر
تل کیسا ہے؟ شاید پہلے تو نہیں تھا یا شاید تھا۔ نظر تو
نہیں آتا ٹھوڑی کے نیچے چھپ جاتا ہے۔ نظر آ بھی
جائے تو کیا ہے؟ برا تھوڑے ہی لگتا ہے بلکہ خوبصورت
لگتا ہے۔ کیوں موہنی! کیا خیال ہے تمہارا؟ بری نظر
سے بھی تو بچائے گا۔ لیکن نظر کس کی لگے گی؟ اور اگر
ان کی نظر لگ گئی تو؟ دیکھا شرما گئی نا؟ وہ کوئی غیر
تھوڑے ہی ہیں۔ وہ تو اپنے ہیں۔ سب سے زیادہ
اپنے۔ دیکھا ان کا خیال آتے ہی نہ جانے کیوں آج
میری ہتھیلی پسینے سے بھیگ گئی ہے۔ بس آتے ہی
ہوں گے۔ ان کے ہاتھ پر اپنی یہ بھیگی ہوئی ہتھیلی رکھ
دوں گی۔ جانتی ہو کیا کہیں گے وہ۔ کہیں گے چل ہٹ۔
نہیں بتاتے ہم کیوں بتائیں بھلا ہم کسی کو (دھیرے سے)
یہ تو راز کی باتیں ہیں۔ ہاں راز کی باتیں! (قہقہہ)

— x — x — x —

(موسیقی)

بھروسے : لو بی بی جی چائے۔

موھنی : (چونک کر) آں۔

بھروسے : چائے لائے ہیں بی بی جی۔

موھنی : رکھ دو تپائی پر اور جاؤ۔
(فون کی گھنٹی)

موھنی : ہاں ہاں میں موہنی ہوں — جی — آپ کی گھڑی
میں تو ابھی پانچ ہی بجے ہوں گے۔ میں سب سمجھتی ہوں
ہاں ہاں۔ جی نہیں ہوں دودھ پیتی۔ اچھا اچھا اب فون پر
زیادہ پیار محبت نہ جتلائیے۔ گاڑی لے کر فوراً آئیے۔
اسی وقت۔ کیا۔ کیا مطلب — میٹنگ؟ بورڈ آف
ڈائریکٹرز کی میٹنگ۔ یہ اچانک کیسے طے پا گئی۔ کیا کہا۔
ذرا اونچی آواز میں بولئے نا۔ کیا — دیر ہو جائے گی۔
ابھی اور دیر ہوگی آخر — اوہ — پھر وہی پیار محبت

'Bharose is just before me —
I dont want to listen anything
No, No, Tell me when you are
coming'.

کیا؟ بارہ بج جائیں گے۔ بارہ بجے کے بعد گھر آنے کی

کیا ضرورت ہے؟ کسی ہوٹل میں رات گزار لیجئے گا ــــ غصہ میں بھر رہی ہوں (رسیور پٹخ دیتی ہے)

بھروسے: بی بی جی صاحب کیا بولے؟ کیا بولے صاحب بی بی جی ؟

(موہنی رونے لگتی ہے۔ ٹیلی فون کی گھنٹی)

بی بی جی فون ۔

موہنی: یس۔ مسز پریم شرما اسپیکنگ۔ کیا کہا آپ نے انگد۔ کون انگد ــ آپ کے پی اے۔ کیا کرنے آ رہے ہیں۔ مجھے لے جانے ۔کہاں ؟ کلب ۔ آپ ہوش میں تو ہیں نا۔ نہیں نہیں نہیں۔ سمجھے آپ ــ (فون بند کر دیتی ہے) (غصہ میں) بھروسے ...

بھروسے: حکم بی بی جی۔

موہنی: ابھی دروازے پر ایک صاحب آئیں گے ۔

بھروسے: کون صاحب؟

موہنی: کوئی ہوں گے ۔شاید صاحب کے ڈپلی کیٹ۔

بھروسے: ہم سمجھے نہیں بی بی جی۔

موہنی: انھیں باہر ہی سے دفع کر دینا۔ سمجھے۔ کہدینا بی بی جی پردہ کرتی ہیں۔ سمجھے۔

بھروسے: سمجھ گئے بی بی جی ۔ سمجھ گئے کچھ کچھ۔

موہنی: (خود سے) خود نہیں آئے اور اپنا پی اے بھیج دیا تاکہ ان کی جگہ وہ مجھے سیر کرائے ، گھمائے پھرائے، کلب لے جائے۔ آخر انھوں نے سمجھا کیا ہے ؟ میں اگر اب موہنی نہیں رہ گئی تو کیا ہوا ــ مسز پریم شرما تو ہوں ــ مسز (طنزاً) مسز پریم شرما۔ ہونے والے کروڑ پتی کی بیوی (راوکی آوازیں) ان کا پی اے دفتر میں ان کی غیر موجودگی میں ان کا ڈپلی کیٹ ہو سکتا ہے لیکن اس گھر میں مسز پریم شرما کے لیے مسٹر پریم شرما کا ڈپلی کیٹ نہیں ہو سکتا۔ ڈپلی کیٹ (ہنستی ہے پھر رونے لگتی ہے)

بھروسے: (دور سے آتے ہوئے) بی بی جی ہم نے لاکھ کہا مگر وہ صاحب مانتے ہی نہیں۔ کہتے ہیں بی بی جی سے مل کر ہی جائیں گے صاحب کا ایسا حکم ہے۔

موہنی: (سسکیوں پر قابو پاکر) تم چلو۔ میں آتی ہوں۔

انگد: نمستے ۔

موہنی: تم شاید مسٹر پریم شرما کے...

انگد: پی اے ہوں ان کا۔

موہنی: تمہارے ذمہ کیا کام ہے دفتر میں ؟

انگد: بس یوں سمجھ لیجئے کہ میں صاحب کا ــ

موہنی: ڈپلی کیٹ ہوں۔ کیوں یہی نا ؟

انگد: (شرمیلی ہنسی) کچھ بھی کہہ لیں۔

موہنی: شادی شدہ ہو ؟

انگد: جی ۔

موہنی: تم یہاں کس حیثیت سے آئے ہو؟

انگد: جی۔ وہ۔ صاحب کا حکم تھا لہذا۔

موہنی: کیا تم میرے گھر میں میرے شوہر کے ڈپلی کیٹ بن کر آئے ہو ؟

انگد: بات یہ ہے میم صاحب ...

موہنی: کیا تمہاری بیوی کے لیے مسٹر شرما تمہارا ڈپلی کیٹ بن سکتے ہیں ؟ کیا تم یہ بات برداشت کر سکتے ہو؟ بولو۔

انگد: دراصل بات یہ ہے ...

موہنی: تمہیں جرأت کیسے ہوئی یہاں آنے کی ؟

انگد: دراصل ہمارے صاحب ...

موہنی: اپنے صاحب سے جاکر کہدو۔ کسی خاوند کا کوئی ڈپلی کیٹ نہیں ہوتا۔ سمجھے ۔

انگد: دراصل صاحب ذرا بزی تھے ۔ آپ نے شاید ان کے ساتھ آج کلب جانا تھا۔ لہذا انھوں نے کہا میں آپ کو کلب لے جاؤں ۔

موہنی: سن لیا۔ سب سن لیا ہے ۔ اب تم جاؤ۔ فوراً یہاں سے جاؤ ۔ گیٹ آوٹ ۔ اور جو کچھ میں نے کہا ہے وہ اپنے صاحب سے حرف بہ حرف کہدینا ۔ حرف بہ حرف ... حرف بہ حرف...

(غمگین موسیقی)

پریم: (غصے میں) بھروسے ۔ سو گئے تھے کیا۔ آدھ گھنٹہ سے بیل دے رہا ہوں۔

بھروسے: صاحب ذرا یونہی۔

پریم: یونہی سو گیا تھا ۔ اتنی جلدی سو جاتے ہیں سب۔

بھروسے: صاحب۔ گیارہ بج گئے ہیں صاحب ۔

پریم: سن لیا، سن لیا (بوٹ پٹخنے کی آواز) کھانا لے آؤ۔ جلدی۔

بھروسے: صاحب کھانا تو ...

پریم: کیا ہوا ؟

بھروسے: کھانا تو صاحب آپ منع کر گئے تھے صبح میں۔

پریم: بی بی جی کہاں ہیں ؟ کھانا کھایا ؟

بھروسے: نہیں صاحب ۔ پکایا نہیں تو کھائیں گے کہاں سے ؟

پریم: تم کیا کر رہے ہو یہاں ؟ جاؤ، سو جاؤ جاکر نیچے اور ہاں سنو۔ کل صبح پانچ بجے جگا دینا مجھے ۔ دفتر جلدی پہنچنا ہے ۔ سمجھے ۔

بھروسے: کل صاحب سنا ہے اتوار ہے ۔ بند رہیں گے سب دفتر۔

پریم: تم نے سنا نہیں۔ کل صبح پانچ بجے جگا دینا۔ سمجھے

بھروسے: جی صاحب ۔ جی ۔

پریم: ٹھہرو۔

بھروسے: جی صاحب۔

پریم: ٹائم پیس لیتے جاؤ۔ صبح پانچ بجے کا الارم لگا دو ۔ ایسا نہ ہو کہ پڑے رہو دس بجے تک چادر تان کر۔

بھروسے: جی صاحب (گھڑی میں چابی بھرنے کی آواز)

پریم: (خود سے) یہ سب میں کس کے لیے کر رہا ہوں کیا اپنے لیے ؟ میری تو یہی خواہش ہے کہ دنیا بھر کی نعمتیں بھر دوں اس گھر میں ۔ اتنی دولت جمع کر لوں کہ میری اولاد دنیا بھر کی سہولتیں حاصل کر سکے ۔ پھر موہنی کے لیے میں نے کیا کیا نہیں لاکے رکھا ۔ اس گھر کو بالکل ایک ماڈرن۔ ایک آدرشش گھر بنا دیا ہے۔ کیسے کیسے قیمتی کپڑے اور زیورات لے آیا ہوں اس کیلئے اگر پھر بھی وہ مجھ سے خوش نہیں تو اب میں کیا کروں جب میرے پاس اتنی دولت نہیں تھی تو کیسا شوق تھا اسے بننے سنورنے کا، پہننے کا اور اب جبکہ سب کچھ ہے کتنی بدل گئی ہے وہ ۔ آخر وہ چاہتی کیا ہے ؟ سارا دن اسے لیے لیے گھوموں ؟ پوری زندگی اسے لطیفے سناتے سناتے گزار دوں ؟ (موہنی کو پکارتا ہے) موہنی ! موہنی ! ! میرا تو ذرہ برابر خیال نہیں کہ پوچھے کہاں دیر ہو گئی ۔ الٹے کھائے پیئے بغیر روٹھ کر پڑی ہے ۔ موہنی۔ موہنی ۔ بہت ہی ڈھیٹ ہو گئی ہے، منہ پھٹ بھی۔ یہ رام بھروسے بھی کچھ بگڑتا جا رہا ہے ۔ نکال دوں گا اسے نئی کوٹھی میں نئے آدمی رکھوں گا۔ لیکن موہنی کا بھی تو مزاج بدلے ۔ موہنی۔ موہنی ــــ

ــــ × ــــ × ــــ

پریم: (دور سے آتے ہوئے) جاگ رہی تھی تو جواب کیوں نہیں دیا ؟

موہنی: آپ کا ڈپلی کیٹ آیا تھا اس گھر میں۔

پریم: (غصہ) ڈپلی کیٹ نہیں، انگد کہو۔ اس کا نام انگد ہے ۔میرا پی اے ۔

موہنی: اور میں نے اسے بے عزت کر کے نکال دیا اس گھر سے۔

پریم: کیوں؟ جواب دو۔ آخر کیوں؟

موہنی: آپ کا پی اے ہے تو اسے دفتر میں باندھ کر رکھئے ۔ آئندہ اسے اس گھر میں بھیجنے کی ضرورت نہیں ۔ اور....

پریم: یہ گھر میرا ہے ــ میرا ــ

موہنی: گھر سب سے پہلے گھر کی مالکن کا ہوتا ہے۔

پریم: موہنی ۔ مجھے غصہ مت دلاؤ ۔ آخر میں نے تمہارے آرام و آسائش کے لیے کیا نہیں کیا ؟

موہنی: (روہانسی ہوکر) مجھے آپ کے گہنے، کپڑے ، فریج ، ٹی وی ۔ یہ سب کچھ نہیں چاہئے ۔ اور نہ ہی بیس کروڑ والی پچیس لاکھ کی کوٹھی چاہئے ۔ بس پلیز آپ کے پیار کی ایک بوند۔ صرف ایک بوند چاندنی چاہئے مجھے ۔ ایک بوند چاندنی۔ جس دولت کو پاکر آپ اکڑتے پھرتے ہیں اس دولت نے کیا دیا ہے آپ کو ؟ نہ دن کا چین نہ رات کا آرام ۔ اور مجھے دی ہے محبت سے خالی یہ اندھیری کوٹھری ۔ جہاں میرا دم گھٹنے لگا ہے ۔ سچ کہتی ہوں دیکھ لیجئے گا ایک دن یہی اندھیرے مجھے نگل جائیں گے کسی اجگر کی طرح (زور زور سے رونا)

پریم: ٹھیک ہے اگر ایسا ہی ڈر لگتا ہے اس گھر میں تو چھوڑ دو یہ گھر۔ چلی جاؤ۔

موہنی: چلی جاؤں گی ۔ سچ مچ چلی جاؤں گی۔

پریم : ہاں ہاں چلی جاؤ۔ آج ہی، ابھی، اسی وقت۔ میں اب ایک پل بھی تمہیں یہاں نہیں دیکھنا چاہتا۔ جاؤ۔ جاؤ۔

موہنی : ہاں چلی جاتی ہوں۔ ابھی چلی جاتی ہوں۔ چھوڑ دیجیے مجھے۔ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے چھوڑ دیجیے۔ اس قید خانے سے نکل جانا ہی بہتر ہے۔ اور ہاں۔ اپنی دولت سے میری جگہ سونے کی کوئی مورتی خرید لیجیے گا آپ کے ڈرائنگ میں خاموش پڑی رہے گی۔

پریم : ہاں ہاں خرید لوں گا۔ خرید لوں گا۔

(غمگین موسیقی)

(ٹائپ رائٹر کی ٹک ٹک)

پریم : ہاں کیا لکھا انگد۔ ذرا پڑھو تو۔

انگد : سر۔ ابھی تو آپ نے کچھ بھی نہیں لکھوایا۔

پریم : اوہ۔ خیر۔ لکھو۔

انگد : سر۔ گستاخی معاف۔ ایک بات کہوں؟

پریم : کہو۔

انگد : آج آپ کچھ کھوئے کھوئے سے لگتے ہیں۔ کچھ پریشان سے ہیں۔ کہیں آپ کی طبیعت تو۔ ۔ ۔

پریم : ہاں انگد۔ جی کچھ اچھا نہیں۔

انگد : اگر بُرا نہ مانیں سر۔ تو ایک بات کہوں؟

پریم : ہاں ہاں۔ کہو، کہو۔

انگد : آج آپ گھر چلے جائیں۔ آرام کریں۔

پریم : گھر؟ (پھیکی ہنسی) اوہ ہاں۔ گھر۔ ارے نہیں۔ ایسی کوئی بات نہیں ذرا سی ٹینشن ہے شاید۔ شاید میں ذرا تھک گیا ہوں۔

انگد : زیادہ کام کی وجہ سے۔

پریم : ہاں۔ شاید تم ٹھیک کہتے ہو۔ (وقفہ) ہوں۔ اچھا انگد۔ تم ذرا اس نئے پلانٹ کا پروپوزل ڈرافٹ کر دو۔ خاص تفصیل کے ساتھ۔

انگد : لیکن سر۔

پریم : کیا بات ہے؟

انگد : سر آج مجھے ذرا جلدی گھر پہنچنا ہے۔

پریم : ہاں ہاں کیوں نہیں۔ ڈرافٹ بنا کر چلے جانا۔ ہارڈلی دو تین گھنٹے لگیں گے۔

انگد : نہیں سر۔ پانچ چھ گھنٹے تو معمولی بات ہے۔

پریم : تو کیا ہوا۔ تم تو خاصے ہوشیار آدمی ہو۔

انگد : لیکن آج تو مجھے سات بجے تک بہر صورت گھر پہنچ جانا چاہیے سر۔

پریم : کیوں۔ کیوں کیوں کوئی خاص بات ہے آج؟

انگد : یس سر۔ آج میری لڑکی شوانی کی سالگرہ ہے سر! میں نہ گیا تو —

پریم : اوہ۔ سالگرہ ہے۔ ارے انگد، کیسے آدمی ہو تم بھی۔ سالگرہ تو ہر سال آتی ہے۔ آئندہ سالگرہ پر وقت پر چلے جانا اور ہاں۔

انگد : لیکن سر میں نے شوانی سے پرامس کیا تھا۔ وہ میری راہ دیکھے گی۔ وقت پر نہ گیا تو وہ روٹھ جائے گی مجھ سے۔

پریم : ارے بھئی روٹھ جائے گی تو منا لینا۔ اور پھر یہ سالگرہ تو بیکار سی چیز ہے۔

انگد : یس سر۔ ہو گی۔ لیکن سر۔ یہ معاملہ شوانی کا ہے۔ میری بچی کا۔ ابھی تو مجھے بازار سے اس کے لیے کوئی گفٹ بھی پرچیز کرنا ہے۔ اس کی خواہش تھی ٹرائسائکل دوں۔ لیکن شاید اس کے لیے میری جیب اجازت نہ دے۔ کوئی چھوٹا موٹا فراک لے جاؤں گا۔ اور اگر نہ بھی لے جاؤں مگر وقت پر گھر پہنچ جاؤں تو اس کا جی خوش ہو جائے گا سر مجھ سے بہت پیار کرتی ہے شوانی۔

پریم : لیکن انگد۔ یہ ڈرافٹ بہت ضروری ہے۔ کل آٹھ بجے بورڈ کی میٹنگ میں اسے سمٹ کرنا ہے۔ اچھا ٹھہرو۔ تم یہاں ڈرافٹ بناؤ، میں تمہارے گھر ہو آتا ہوں۔ تمہاری بچی کے لیے ٹرائسائیکل بھی لے جاؤں گا۔ بس!

انگد : لیکن سر۔ مجھے نہ پاکر وہ بہت پریشان ہو گی۔ سالگرہ بھی نہیں منائے گی۔ بلکہ یونہی سو جائے گی رو رو کر۔

پریم : نو نو انگد۔ ایسا نہیں ہو گا۔ شوانی جب اپنی من پسند ٹرائسائکل دیکھے گی تو بہل جائے گی۔

انگد : نہیں سر۔ میں اچھی طرح جانتا ہوں اسے۔ مجھے نہ پاکر وہ کبھی اپنی سالگرہ نہیں منائے گی۔

پریم : شرط رہی۔

انگد : سر۔ وہ۔ سر۔

پریم : آؤ۔ میرے ساتھ چلو۔ تمہارے گھر کے اندر میں جاؤں گا۔ تم باہر رکنا۔ دیکھیں جیت کس کی ہوتی ہے؟

انگد : (بوکھلا کر) نو سر۔ یس سر۔ یس۔ یس پلیز۔

— × — × — × —

(بچوں کا ملا جلا شور)

پریم : نمستے

مسز انگد : اوہ آپ! نمستے۔ آئیے آئیے۔ ادھر کرسی پر آئیے نا۔ شوانی دیکھو تو انکل آئے ہیں۔ نمستے کرو انھیں۔

شوانی : نمستے انکل۔

پریم : نمستے نمستے۔ ہیپی برتھ ڈے بے بی۔

شوانی : تھینک یو انکل۔

پریم : مسز انگد! بے بی کی سالگرہ مبارک ہو۔

مسز انگد : ہم کتنے خوش نصیب ہیں جو آپ یہاں آئے۔

شوانی : ممی۔ انکل۔ ڈیڈی کب آئیں گے؟

پریم : ڈیڈی —؟

مسز انگد : ہاں۔ شوانی کے ڈیڈی۔

پریم : دفتر میں تھوڑا کام زیادہ تھا اس لیے تھوڑی دیر میں آئے گا انگد۔

شوانی : دیر میں۔ انکل — انھیں لائیے نا۔

پریم : وہ بھی آجائیں گے بے بی، تم کیک تو کاٹ کر کھلاؤ مہمانوں کو؟ اور یہ دیکھو تمہارے لیے ٹرائسائکل۔ کیسی ہے؟ ہے نا اچھی؟

شوانی : ڈیڈی نہیں آئیں گے تو کیک بھی نہیں کٹے گا۔ ممی۔ انکل کو بھیجو نا۔ ڈیڈی کو جا کر لے آئیں — دیکھو نا۔ میرے سارے فرینڈز آ گئے۔

مسز انگد : بے بی۔ انکل کہہ رہے ہیں تو کیک کاٹ دو۔ ڈیڈی آجائیں گے۔ اور دیکھو نا کتنی اچھی ہے یہ ٹرائسائکل۔

شوانی : نہیں چاہیے مجھے ٹرائسائکل پہلے ڈیڈی کو بلاؤ (رونے لگتی ہے۔)

مسز انگد : شرما صاحب! بہت ضدی لڑکی ہے۔ جب تک اس کے ڈیڈی نہیں آئیں گے یہ کیک نہیں کاٹے گی بہت ہی موہ ہے اسے اپنے ڈیڈی سے۔

شوانی : لاؤ نا میرے ڈیڈی کو۔

پریم : اچھا بے بی۔ ابھی آتے ہیں تمہارے ڈیڈی (آواز دیتا ہے) انگد، انگد۔ ارے بھئی آجاؤ۔

انگد : (قہقہہ) بے بی۔

شوانی : ڈ... یڈی... ڈیڈی آ گئے۔ ممی دیکھو۔

مسز انگد : آپ کے بغیر تو ایک طرف کھڑی تھی منہ پھلائے۔

انگد : میری اچھی بے بی۔ انکل کو کیک نہیں کھلایا۔

شوانی : پہلے ہم۔ پھر ڈیڈی۔ پھر ممی۔ اور پھر انکل۔ اور پھر ہمارے سارے فرینڈز۔

(سب کا قہقہہ)

پریم : (بھرائی آواز) اچھا انگد۔ میں اب چلتا ہوں۔ تم سچ مچ جیت گئے۔

انگد : آپ ذرا رکیے نا؟

مسز انگد : منہ تو میٹھا کرتے جائیے۔

پریم : پھر کبھی آؤں گا — بے بی ہیپی برتھ ڈے۔

شوانی : انکل کیک نہیں کھائیں گے کیا۔ ؟

پریم : ہم بے بی کی اگلی سالگرہ پر آئیں گے اور سارے کا سارا کیک کھائیں گے۔ (ہنستا ہے۔ سب ہنستے ہیں)

(کار اسٹارٹ ہونے کی آواز)

(ٹریفک کا شور۔ موہنی کی باتوں کی بازگشت)

لگتا ہے اب آپ کے لیے بنگلور، بمبئی، جے پور، کلکتہ، مدراس وغیرہ کے ہوٹلوں میں اور اس گھر میں کوئی فرق نہیں رہ گیا۔ کوئی فرق۔ کوئی۔ کوئی۔

چار کمروں والے اس گھر میں آپ مہینے میں کم از کم پانچ چھ مرتبہ نظر تو آجاتے ہیں مگر اس بیس کمروں والی کوٹھی میں تو شاید آپ کو سال میں ایک مرتبہ بھی نہ دیکھ پاؤں گی۔

(بیچ بیچ میں پریم کا بے چینی سے کہنا "بس کرو موہنی بس کرو")

نوکروں کے لیے کیوں۔ میں جو ساڑی پہنوں گی وہ آپ کے لیے ہو گی۔ صرف آپ کے لیے۔ آپ کے لیے۔ آپ کے پیار کی ایک بوند۔ صرف ایک، بوند چاندنی چاہیے۔ مجھے ایک بوند چاندنی۔

اپنی دولت سے میری جگہ۔ سونے کی کوئی مورتی خرید لیجئے۔ مورتی خرید لیجئے۔

پریم : (بے چینی) موہنی مجھے معاف کرو۔ معاف کر دو پلیز ــــ!

(کار کے رکنے کی آواز۔ ششکر کی سیڑھیاں چڑھنے کی آواز کال بیل)

پریم : بھروسے۔ بھروسے (دروازہ کھلنے کی آواز)

بھروسے: صاحب! آج تو جلدی آگئے۔

پریم : (دور ہوتے ہوتے) ہاں بھروسے (وقفہ) ایک ــــ کام کروگے؟

بھروسے: ایک نہیں چار بتائیے صاحب!

پریم : شاید تمہاری بی بی جی روٹھ کر اپنی ماں کے ہاں چلی گئی ہیں۔ تم میرے ساتھ چلو۔ لے آتے ہیں اسے (بھروسے کا قہقہہ) ارے ہنس کیوں رہا ہے ایسے؟

بھروسے : (ہنستے ہوئے) صاحب! ہماری بی بی جی گھر چھوڑ کر نہیں گئی ہیں۔ اپنا گھر چھوڑ کر کون جاتا ہے صاحب

پریم : (حیران اور خوش) کیا مطلب؟

بھروسے : مطلب یہ ہے صاحب کہ بی بی جی اندر ہیں اپنے کمرے میں۔

پریم : سچ بھروسے (خوشی اور مسرت) موہنی۔ موہنی۔ بھول جاؤ سب باتیں۔ معاف کر دو مجھے (بھروسے کو آواز دیتا ہے) بھروسے۔ بھروسے۔

بھروسے: جی صاحب۔

پریم : دیکھو۔ کل ہم صبح کی فلائٹ سے سری نگر جا رہے ہیں پندرہ دن کے لیے جلدی سے سامان ٹھیک کر دو۔

بھروسے : (خوشی سے) جو حکم صاحب۔ ابھی لو۔

پریم : (پیار سے) موہنی!

موھنی : اوئی۔ پھر شرارت (ہنستی ہے۔)

پریم : (ترنم سے) شرارت اپنا مذہب ہے۔ شرارت اپنا پیشہ ہے ... شرارت....

(دونوں کے طویل قہقہے)

(خوشگوار موسیقی)

(اردو سروس سے)

آواز کے لیے ترسیل زر کا پتہ

ایک سال ــــــــ ۲۲ روپے

دو سال ــــــــ ۴۲ روپے

ادائیگی بذریعہ چیک / پوسٹل آرڈر / منی آرڈر / ڈرافٹ

چیف ایڈیٹر : آکاشوانی گروپ آف جرنلز

پی ٹی آئی بلڈنگ سیکنڈ فلور سنسد مارگ

نئی دہلی ۱۱۰۰۰۱

افسانہ

جہانِ رنگ و بو میں کچھ لوگ

ذکیہ مشہدی

دو بلاؤز ایک فراک، ایک پیٹی کوٹ۔ اونچے مکان والی چھوٹی بیگم نے ڈائری کے ایک صفحہ پر حساب جوڑا۔ یہ دھوبی کا حساب نہیں، سلائی کا حساب تھا۔

نورجہاں نے سلیقے سے تہہ کئے ہوئے کپڑے تخت کے ایک کونے پر رکھ دیے اور خود زمین پر بیٹھ گئی۔

"اوئی بوی! اوپر بیٹھو۔ کپڑے کیوں میلے کر رہی ہو" چھوٹی بیگم نے بٹوا کھولتے ہوئے کہا۔ نورجہاں نے ایک خاموش نظر اپنے کپڑوں پر ڈالی جو پہلے ہی سے میلے تھے اور جہاں بیٹھی تھی بیٹھی رہی۔

چھوٹی بیگم نے روپے دیتے ہوئے حساب دہرایا "دو بلاؤز چار روپے، ایک فراک تین روپے، پیٹی کوٹ ایک روپیہ" یہ سارا محنتانہ اس وقت کے ریٹ سے بہت زیادہ تھا۔ "کیوں ٹھیک ہے نا؟" چھوٹی بیگم نے نرمی سے کہا۔

نورجہاں نے ممنونیت اور احسان مندی کے جذبے سے سرشار نظریں اٹھائیں۔ بولی کچھ نہیں۔ جو کہنا تھا آنکھوں کی ہلکی نمی سے کہہ دیا تھا۔ جاتے جاتے اس نے پلٹ کر دیکھا اور دھیرے سے بولی "بیگم صاحب۔ اور کچھ؟"

"نا بوی ابھی تو نہیں مگر ہاں عید آ رہی ہے۔ بچوں اور نوکروں سب کے کپڑے بنانے ہیں، ایک چاندنی بھی سلوانی ہے، تمہیں سی دینا ہے۔"

عید میں تو خاصہ ڈیڑھ ماہ کا وقت باقی ہے۔ کم سخن نورجہاں نے دل ہی دل میں حساب لگایا۔ ابھی تو رمضان بھی نہیں آیا۔ خیر اللہ مالک ہے۔

نورجہاں کے پیٹھ پھیرتے ہی بڑی بیگم بہو کے سر پر آسوار ہوئیں۔

"کیوں جی دلہن یہ تم کس حساب سے پیسے جوڑتی ہو۔ بلاؤز کے دو روپے تو درزی بھی نہیں لیتا۔ اور یہ نورجہاں۔ پڑھی نہ لکھی نام محمد فاضل۔ گت کی سلائی نہ تراشش۔ یونہی میاں کو دیکھتے دیکھتے کچھ الٹا سیدھا سینے لگی تھی۔"

"اور امی اب آپ میری فراک تو اس کو دیجئے گا مت" سائرہ منمنائی۔

"کیوں کیا سرخاب کے پر لگیں گے تمہاری فراک میں۔"

امی یعنی چھوٹی بیگم کبھی اپنی ساس کو جواب نہیں دیتی تھیں اس لیے ان کی بات ان سنی کر کے سائرہ سے مخاطب ہو گئی تھیں۔

"فٹنگ تو ٹھیک ہو ــ نہ لگیں سرخاب کے پر"، سائرہ نے باقاعدہ رونے کی تیاری شروع کر دی۔

چھوٹی بیگم ہنسنے لگیں "بارہ برس کی چھوکری اور دماغ دیکھو ذرا۔ یہ فٹنگ ہوتی کیا بلا ہے ــــ اسے بوا یا لک ادھر دینا۔ میں بنا دیتی ہوں۔ تم ذرا شام کی چائے دیکھو۔ سائرہ کے ابو آتے ہوں گے" انھوں نے گویا بحث ختم کا اعلان کرتے ہوئے کہا۔

بڑی بیگم آسانی سے ہار نہیں مانتی تھیں، دیر تک بڑبڑاتی رہیں ــ "شوہر کی کمائی سگھڑ بیویاں اس طرح نہیں اڑاتیں۔ ایک تو اللہ نے ہاتھ میں ہنر دیا ہے۔ نورجہاں نگوڑی سے اچھی سلائی تو دلہن خود کر لیتی ہیں۔ پہلے صرف مردانے کپڑے درزی کو جاتے تھے۔ خیر اب نہیں کر پاتیں تو نہ کریں لیکن خواہ مخواہ کے پیسے تو نہ اڑائیں۔"

بڑی بیگم کی باتوں کا جواب دینے کا مطلب تھا گھر میں مہابھارت اور پرسکون خوش مزاج امن پسند چھوٹی بیگم کو لڑائی جھگڑے کے تصور سے ہی اختلاج ہوتا تھا۔

دادی کی لاڈلی سرچڑھی سائرہ بھاگ کر باہر پہنچی۔ ابھی نورجہاں نے گلیارا نہیں پار کیا تھا، سر پر پلو ڈالے، نگاہیں نیچی کیے وہ تل کے لڈو والے سے ایک آنے کے لڈو خرید رہی تھی۔ ایک لڈو اس نے سائرہ کی طرف بڑھایا "لوگی بٹیا۔ مجید کے پیسے خریدے تھے ایک تم بھی لے لو۔"

"نہ نہ۔ امی کہتی ہیں یہ گندے خوانچے والوں کی چیزیں ہمیں نہیں کھانی چاہئیں۔"

خفت نورجہاں کے چہرے پر بکھر گئی۔ اپنی غلطی سمجھ کر اس نے بجلی کی سی تیزی سے ہاتھ کھینچ لیا۔

"اے سنو" سائرہ نے کہا "ہم یہ کہنے آئے تھے کہ ہماری عید کی فراک تمہیں نہیں سینی ہے۔ ایک دم بگاڑ دیتی ہو عالیہ کو جانتی ہو؟ اس کے کپڑے یٰسین سیتا ہے۔ یٰسین کو جانتی ہو ــــ اتنی اچھی فراک سیتا ہے۔ تمہاری سلی ہوئی فراک پہنیں تو عالیہ چڑھاتی ہے۔ جھاڑ جھولا۔ جھاڑ جھولا۔ ارے سائرہ! اس میں میں بھی گھس جاؤں؟" خفت سے نورجہاں کا گھٹا ہوا چہرہ مزید سُت گیا۔

"اس بار خوب اچھی فراک سیؤں گی بٹیا۔ یٰسین سے بھی اچھی۔" اس نے لجاجت سے کہا۔

"سی چکین بینین سے اچھی ہے" سائرہ نے چڑھ کر کہا اور بغیر جواب کا انتظار کیے بھاگ گئی۔

نورجہاں نے میلے اخبار کی نکونی ٹریا میں بندھے لڈو سنبھالے اور مرے مرے قدموں سے اپنے گھر کی طرف روانہ ہوگئی۔

آنگن میں چھ سالہ مجید ایک طرف کو بیٹھا مسلسل اِیں اِیں کرکے رو سے چلا جا رہا تھا۔ دوسری طرف نورجہاں کی ساس زمین میں گڑی سل پر مصالحہ پیس رہی تھی اور نورجہاں کو کوس رہی تھی۔ جو سلائی کے پیسے یا کپڑے لینے جاتی ہے تو گھر کی ہوبوں سے گپ لڑانے کو بیٹھ جاتی ہے نورجہاں نے مجید کے آنسو پونچھے، اسے گلے سے لگایا تل کے لڈو دیے اور اپنی کوٹھری میں جا کر چولہا روشن کرنے لگی۔ لال مکان والی بیوی بڑی مہربان تھیں۔ پیسے ہمیشہ زیادہ دیتی تھیں اور فوراً دیتی تھیں کبھی ادھار نہیں رکھتیں۔ ان کے کپڑوں میں تھوڑا سا کام باقی تھا صبح اس کو پورا کرنے کی دھن میں وہ ناشتہ نہیں بنا سکی تھی۔ مجید بھوکا تھا اور کوئی دس بج رہے تھے دھوپ آنگن میں انار کے پیڑ کے پاس پہنچ رہی تھی۔ روٹی پکاتے پکاتے نورجہاں کے کانوں میں سائرہ کے الفاظ گونجنے لگے۔ عالیہ چڑاتی ہے جھاڑ جھولا۔ جھاڑ جھولا۔ کہتی ہے عالیہ اس میں میں بھی گھس جاؤں۔ عالیہ کے کپڑے بینین کے یہاں سلتے ہیں۔ سلتے تو سائرہ کے بھی ہیں لیکن لال مکان والی چھوٹی بیگم نورجہاں پر شروع سے مہربان تھیں۔ جب سے وہ محلے میں بیاہ کر آئی تھی تب ہی سے یہ جانتے ہوئے بھی کہ نورجہاں بہت اچھی سلائی نہیں کرتی ہے وہ اس سے کپڑے سلواتی تھیں۔ کم از کم روزمرہ کے پہننے والے مجید کو کبھی ساتھ لے جاتی تھی تو اس کے ہاتھ پر روپیہ آٹھ آنہ الگ سے رکھ دیتی تھیں۔ شرم سے اس نے مجید کو لے جانا بند کر دیا تھا کہیں وہ یہ نہ سوچیں کہ وہ مجید کو اسی لیے لاتی ہے۔

روٹیاں پکا کر اس نے رات کا سالن گرم کر کے مجید کو کھانا دیا اور آنگن کے دوسرے حصے میں بنے چولھے پر اپنی ساس کی روٹیاں پکا[illegible] ندہ تھا تو گھر میں دو چولھے نہیں جلتے تھے۔ جب سے نورجہاں بیاہ کر آئی تھی بہو کی طرح گھر کا کام کرتی تھی۔ اس کی ساس نے بہو کے آتے ہی اپنے ریٹائرمنٹ کا اعلان کر دیا تھا۔ سر پر چادر ڈال کر سارے محلے میں گھومتی پھرتی تھی۔ یہ اس کی آزادی اور تفریح کا زمانہ تھا۔ ادھیڑ عمر کی ہٹی کٹی عورت، قویٰ مضبوط تھے۔ رات کو سونے سے پہلے دبلی پتلی دھان پان نورجہاں اس کے سارے بدن میں تیل لگاتی تھی۔ یہ گویا گھر کے کاموں کا فنشنگ ٹچ تھا

رشید ٹی بی کا مریض تھا۔ شادی کے وقت ہی مرض کی ابتدا ہو چکی تھی۔ جسے بگڑا ہوا نزلہ کہہ کر ٹال دیا گیا تھا۔ شادی کے چار سال بعد ہی ادپر سدھار گیا۔ سلائی سے اس کی معقول آمدنی تھی کنبے کے سارے افراد کا پیٹ بھر جاتا تھا اور تن پر صاف، ثابت کپڑے رہتے تھے۔ اس کے باپ کی بساط خانے کی دکان تھی۔ رشید کے کماؤ بن جانے کے بعد بڑے میاں نے اپنا ایک ایک پیسہ بچانا شروع کر دیا تھا۔ ان کی حج کو جانے کی بڑی خواہش تھی۔ پنج وقتہ نمازی تھے۔ پیشانی پر بڑا سا گٹہ تھا اکیلے حج کو جانا ہوتا تو ہو بھی آتے۔ بیوی جہاز کا ٹکٹ بن کر جان کو چمٹ گئی تھیں کہ وہ بھی جائیں گی ورنہ انھیں بھی نہیں جانے دیں گے۔

لیکن رشید کو کماتے ہوئے ابھی بہت دن نہیں ہوئے تھے کہ اس کو یہ مرض لگ گیا۔ آمدنی کم ہو گئی، خرچ بڑھ گیا۔ دوا دارو نہ نہ کرتے ہوتے بھی کچھ ہی آ جاتی تھی۔ پھر مجید بھی ہو گیا تھا۔ بڑی بی ساری مصیبتوں کا ذمہ دار نورجہاں کو ٹھہراتی تھیں۔ رشید کے بعد میاں بیوی نے مل کر اسے مجبور کیا کہ وہ گھر چھوڑ کر چلی جائے لیکن نورجہاں میکے جانے کو راضی نہیں ہوئی۔ وہاں کوئی تھا بھی نہیں۔ ماں تھی جس کو دکھائی نہیں دیتا تھا۔ بے وقوف سا بھائی تھا اور دبنگ بھاوج۔ پھر اپنے مرحوم شوہر کا گھر چھوڑ کر وہ وہاں سے جانا بھی نہیں چاہتی تھی۔ کچھ ہی دور پر قبرستان تھا جہاں رشید دفن تھا اسے لگتا تھا وہ شوہر کے قریب ہے یہاں سے چلی گئی تو صحیح معنوں میں جدا ہو جائے گی۔ بے رنگ عسرت زدہ بچپن گزارنے کے بعد رشید کے ساتھ اسے خوشیوں بھرے چند سال ملے تھے۔ وہ ساری یادیں اور مجید پلو میں باندھ کر نورجہاں نے کسی اڑیل ٹٹو کی طرح اپنا تھان چھوڑنے سے انکار کر دیا تھا۔ ساس نے ہار مان لی لیکن اس کا چولھا الگ کر دیا۔ خود کماؤ اور کھاؤ۔ اپنا کھانا پکانے کے بعد ساس سسر کا کھانا نورجہاں ہی پکاتی تھی۔ شاید یہ گھر میں رہنے کا کرایہ تھا۔ کبھی کبھی ساس سسر کے لیے پان بھی لا کر دینے پڑتے تھے۔

رشید کے مرنے سے حج کا پلان دو سال لیٹ ہو گیا تھا۔ عیش و آرام میں بھی کمی آ گئی تھی۔ مرا ہوا بیٹا ساری ڈانٹ ڈپٹ لعنت ملامت سے پرے تھا۔ کہیں ملتا تو ماں کہتی "اتنی جلدی کیوں مرگیا، نالائق ناخلف"۔ سارا غصہ نورجہاں پر اترتا تھا۔ خیر اگلے سال ضرور جانا ہے۔ سوچ کر رشید کی ماں کے رونگٹے کھڑے ہونے لگتے تھے۔ کیسا لگے گا اس دربار میں جا کر۔ واپس آ کر سب پر رعب بھی پڑے گا۔ لوگ حجن بی کہہ کر پکاریں گے۔ رشید کے ابا تندہی سے روپے جمع کرنے میں مصروف ہیں۔ واپس آ کر برادری کو کھانا بھی دینا ہوگا۔ کم از کم قورمہ، تندوری، روٹی اور ایک میٹھا۔ اس کے منہ میں پانی بھر آیا۔ بھوک لگنے لگی۔ رشید کے ابا جانے کب آئیں گے۔ جب تک میں کچھ کھا لوں — اس نے پردہ اٹھا کر جھانکا۔ بھگوتی چاٹ والا ٹھیلہ لیے کھڑا تھا۔ اور بچوں نے اسے گھیر رکھا تھا۔ چاٹ لے کر رشید کی ماں نے پتل جھٹ آنچل کے نیچے چھپا لیا، کہیں مجید نہ دیکھ لے۔ تھوڑی سی چاٹ رہ گئی تو اس نے مجید کو آواز دی۔ بالکل ہی نہ پوچھنے سے ضمیر ملامت کرتا۔ آخر پوتا تھا وہ بھی یتیم۔

"نہ اماں مت دو۔ کھانسی اٹھتی رہتی ہے"۔ نورجہاں نے پکار کر کہا۔ وہ غیرت مند عورت دو چمچے چاٹ کا احسان نہیں لینا چاہتی تھی۔

اگلے سال نورجہاں ٹی بی کی پہلی اسٹیج میں داخل ہو گئی۔ اس سے زیادہ کام نہیں ہو پاتا تھا۔ کھانسی اٹھتی رہتی تھی اور رات کو جسم گرم ہو جاتا تھا۔ کبھی کبھار حکیم جی سے دوا لے آتی تھی وہ عام نزلہ کھانسی والا جوشاندہ دے دیتے تھے ویسے وہ ادرک اور گڑ کی گرم گرم چائے کے کئی پیالے چڑھاتی رہتی تھی۔ اس کا خیال تھا ادرک کی گرم چائے پینے سے بخار میں آرام ہوگا۔ اونچی حویلی والی بیگم کو نورجہاں سے بہت ہمدردی تھی۔ لیکن چھوٹے بچوں کا گھر تھا وہ اس سے تھوڑا سا کترانے لگی تھیں۔ "بیوی تم یہاں کیوں آ جاتی ہو"۔ انھوں نے دو ایک بار نورجہاں سے کہا "سلائی کے کپڑے ہوں گے تو بھجوا دوں گی"۔ نورجہاں بڑی غیور تھی اور سمجھدار بھی۔ اب بہت کم آتی تھی کبھی کبھی مجید کو بھیج دیا کرتی تھی۔

دوسرے سال اس کے ساس سسر کا خواب پورا ہوا۔ وہ حج کر آئے۔ محلے والوں کی دعوت ہوئی۔ اونچی حویلی کے مکین کھپریل والے مکانوں میں رہنے والوں کے یہاں دعوتوں میں نہیں جاتے تھے۔ ان کا کھانا الگ کر آتا تھا۔ سائرہ کے یہاں بھی کھانا آیا گرم گرم روغنی نانیں سفید اور پھولی اور ملائم۔ قورمہ اور زردے کا میٹھا۔ کھانا لانے والی نائن نے بتایا۔ حجن بی بی دو تھان مخمل لائی ہیں وہاں سے۔ ایسا بڑھیا مخمل یہاں کہاں ملے گا۔ چار سونے کی چوڑیاں لائی ہیں۔ سنا ہے وہاں سونا سستا ہے۔ ایک بڑا ڈبہ بھر لونگ اور الائچیاں، بڑی بڑی اور موٹی۔ وہی گرم مصالحہ قورمے میں ڈالا گیا ہے۔ "اجی باجی کیا برکت لگی ہے گوشت میں سترہ جنے کھا چکے ہیں اور ابھی پتیلے میں سالن جوں کا توں موجود ہے"۔

"نورجہاں کا کیا حال ہے؟" اونچی حویلی کی بیگم نے پوچھا۔

"دکھیا بخار میں پڑی ہے"۔ نائن نے برتن سمیٹتے ہوئے کہا۔ "کیا کھا پائے گی غریب۔ بڑا عمدہ کھانا ہے"۔

اس کے بھی کوئی چار سال بعد عین سائرہ کی منگنی کے دن نورجہاں چل بسی۔ دو دن سے مجید کو چمٹائے ہوئے تھی۔ یہ جاننے کے باوجود کہ اس کا مرض چھوت کا مرض ہے۔ اس نے بیٹے کو آنکھوں سے اوجھل نہیں ہونے دیا۔ بعد میں لوگوں سے معلوم ہوا مرتے وقت اس کا ہاتھ ۱۱ سالہ مجید کے ہاتھ میں تھا۔ اور آنکھوں سے لگاتار آنسو بہہ رہے تھے۔

یہ جو قصہ میں (سائرہ نعمانی) آپ کو سنا رہی ہوں یہ کوئی بیس برس پرانا ہے۔ میں اس وقت ۳۶/۳۷ سالہ پختہ کار عورت ہوں میرے دو بیٹے ہیں، جو خاصے بڑے ہو چکے ہیں۔ دادی کے انتقال پر برسہا برس بعد اپنے میکے آئی ہوں۔ میرے شوہر کناڈا میں رہتے ہیں اس لیے میں جلدی وطن کا چکر نہیں لگا پاتی۔ اونچی حویلی کی گرتی ہوئی نونی لگی چھت پر چڑھ کر میں نے اپنے بچپن کی یادیں تازہ کی ہیں۔ یہ اونگھتا ہوا اس شہر بہت کم بدلا ہے۔ محلہ بالکل ویسا ہی ہے۔ نورجہاں میرے بچپن کی یادوں میں شامل ہے۔ امی میرے کپڑے اس سے سلواتی تھیں اور میں ناراض ہوتی تھی۔ آئے دن میں نورجہاں سے جھگڑتی تھی، امی سے لڑائی کرتی تھی۔ میری نیک دل امی کیوں وہ خراب فٹنگ والی فراکیں میرے لیے سلواتی تھیں وہ زمانے کے سرد گرم دیکھنے کے بعد اب مجھے معلوم ہوا۔ ایک مظلوم ہستی کو میں سخت باتیں کہہ کر کتنا دکھ پہنچاتی تھی اس کا احساس بھی اب ہوا۔ دادی کی قبر پر فاتحہ پڑھنے گئی تو خیال آیا یہیں کہیں نورجہاں اور رشید کی قبریں بھی ہوں گی شاید۔ ان پر اب دوسری قبریں بن گئی ہوں۔ اونچی حویلی کی بڑی بیگم اور نورجہاں اور رشید بس اکٹھے سو رہے تھے۔ میں نے [illegible] کر مٹھی بھری لی اور فاتحہ پڑھتے ہوئے زیر لب کہا — نورجہاں — نورجہاں — تمہارا کوئی وجود کہیں باقی ہے — تو مجھے معاف کر دینا۔

(پٹنہ سے نشر)

شام کا سرمئی آنچل چیرتی ہوئی ٹرین تیزی سے اپنی منزل کی طرف دوڑی جاتی تھی۔ اور دھوئیں کا بوجھل غبار پیچھے چھوٹتا جاتا تھا — یوں جیسے دھند بھرا ماضی، جیسے تاریک یادوں کا بوجھ ذہن سے رفتہ رفتہ سرکتا جائے۔۔۔۔ اور امیدوں کا سفر اجالوں کی وادی سے قریب ہوتا نظر آئے۔

امینہ کمپارٹمنٹ کی کھڑکی پر سر ٹکائے بادلوں کے دوش پر خود کو اڑتا ہوا سا محسوس کر رہی تھی۔ زندگی میں پہلی بار مسرتوں کی نرم ریشمی راہیں اس کے قدموں سے لپٹنے کو بے قرار ہونے لگی تھیں۔

سامنے برتھ پر صندلی شیروانی میں سجا ہوا وجیہہ سراپا، لہروں میں جمے بال اور مسکراتی آنکھوں سے پیار کی شبنم برساتا — جمیل اسے دزدیدہ نگاہوں سے بار بار دیکھے جا رہا تھا۔ وہ اب امینہ جمیل بن چکی تھی۔ اس نے سوچا — یوں بھی ہوتا کہ کل تک جو اجنبی تھے آج جان و دل کے مالک بنے بیٹھے ہیں۔

"امینہ ٹھنڈ بڑھ چلی ہے بیٹی! کندھوں پر شال تو ڈال لو کہیں تمہارے دشمنوں کو۔۔۔" اس کے قریب ہی بیٹھی ہوئی جمیل کی خالہ امی، اس کی اپنی ساس — چمکتی چمکتی آنکھوں میں ممتا کی من بھر مٹھاس لیے اس پر نثار ہوئی جا رہی تھیں۔ ان کے چہرے پر پھیلا فخر کا اجالا دیکھ کر امینہ کا دل خدا کے حضور سجدہ ریز ہو جاتا۔

درماندہ دریچے

خورشید جمال

"امینہ تیرا جی تو اچھا ہے بیٹی؟" خالہ امی اس کے چہرے پر بدلتے رنگ پڑھ چکی تھیں۔ "تھوڑا آرام کر لو۔ بس چار چھ گھنٹوں میں جمال پور آیا ہی چاہتا ہے۔ پھر ہم اپنے گھر ہوں گے۔۔۔"

اس نے اپنے سر پر پیار بھرے ہاتھوں کی سرسراہٹ اور ممتا بھرے آنچل کی چھاؤں محسوس کر کے آنکھیں بند کر لیں — گھر! اپنا گھر! سپنوں کا گھر! اجالوں کا گھر!!!

اس ایک لفظ نے ذہن کے تمام دریچے روشنیوں سے جگمگا دیئے۔ کیسا کیسا اس کی روح ترستی رہی ہے۔ اس محبت کے لیے۔۔۔ اپنے پن کے لیے۔۔۔ پیار بھری نظروں کے لیے۔۔۔ اور ممتا کی روپہلی پھوار کے لیے جو ایک گھر کی بنیاد بنتے ہیں اور تمام زندگی کا سرمایہ بھی۔ جس کے لیے اس کی روح نے تقدیر کی پگڈنڈی پر تشنگی کا۔ سرابوں کا لمبا سفر طے کیا ہے۔ اس کے دل نے ان لمحوں کو اور تصور کے خوش آئند جلوؤں کو ہزار ہا ہاتھوں سے جکڑ لیا — "میرے اللہ! مجھے اس گھر سے کبھی جدا نہ کرنا!" اس کے لب تھرتھرائے۔ اور تصور میں بوڑھی کریمن بوا کا مسکراتا ہیولا اپنے مخصوص انداز میں دہرانے لگا —

"ہمارا تمہارا خدا بادشاہ! وہی تو سب کے دن پھیرتا ہے بی بی!"

ہمارا تمہارا خدا بادشاہ ہے! وہی تو سب کے دن پھیرتا ہے بی بی"۔ کریمن بوا کی عقیدت بھری آواز اس کی سماعت پر آج بھی نقش تھی، اکثر اپنی ڈوبتی ابھرتی لہروں پر ان سے بار بار سنی ہوئی وہ کہانی یاد دلاتی جس میں کوئی معصوم، مظلوم شہزادی جنگل کی بوڑھی جادوگرنی کی دعائیں لے کر — ماتھے پر چاند اور ٹھوڑی پر ستارہ سجائے ظالم سوتیلی رانی ماں کے ہر جال سے نکل آئی تھی۔

اس نے سوچا — چچی کو جانے کتنی جلدی تھی، میری شادی کی۔ بس جیسے ہی پیغام آیا انھوں نے جھٹ حامی بھر دی۔ چچا ابو نے پوچھ تاچھ اور چھان بین کے لیے مہلت چاہی بھی تو وہ چڑھ دوڑیں —۔۔۔

"مجھے کیا تم امینہ کا دشمن سمجھتے ہو! اسے جدن کے سسرالیوں سے ان لوگوں کا بہت آنا جانا ہے، وہیں سے تو امینہ کے بارے میں جان سن کر ان لوگوں نے پیغام دیا ہے۔ ہاں لڑکا کوئی چھوٹا موٹا کاروبار کرتا ہے۔ تو کیا ہوا؟ اپنی خالہ کے سوا اس کا کوئی سگا سمبندھی بھی نہیں ہے۔ اسے میں کہتی ہوں کیا لال لگے ہیں تمہاری بھتیجی میں؟ جو گھر آئے رشتے میں مین میخ نکالنے جاؤ گے۔ یہ تو سوچو جہیز کا بھی سوال نہیں کیا ان بیچاروں نے ایسا رشتہ تو قسمت سے ہی ہاتھ لگے ہے۔ اور تم اپنی بیٹیوں کا بھلا برا بھی سوچو گے کبھی؟ یہ پہاڑ ٹلے گا جب ہی تو ان کیلئے بھی کچھ راہ نکلے گی"۔ پھر ہمیشہ کی طرح بین کرنے والے سروں میں چچی نے دہرایا —

"مرنے والے مر گئے اور اپنا بوجھ ہمارے سر منڈھ گئے"۔

چچی کے ترکش سے نکلتے نوکیلے بانوں کے سامنے چچا ابو ہمیشہ ہی بلبلے کے مانند بیٹھ جاتے۔ امینہ ان کے بڑے بھائی کی اکلوتی نشانی جیسے سچ مچ ہی تو ان کے سینے پر پہاڑوں کا سا بوجھ ہو۔۔۔ اور نمو، شمو، ان کے گلشن کی دو اتراتی ہوئی تتلیاں!

وہ اکثر سوچتی — ایک ہی گھر — ایک ہی فضا — ایک ہی مالی! لیکن مقدر کتنے الگ الگ۔ امینہ کے لیے یہ گھر ایک زندانِ بلا سے کم نہ تھا۔ وہ روکھا سوکھا کھا کر، ادھڑا، پھٹا پہن کر بھی وہ کبھی اف نہ کرتی۔ الٹا اپنی خدمت و خلوص سے جتنا وہ چچی کا دل جیتنے کی امید کرتی اتنا ہی بات بات پر اسے کوسنے اور گالیاں، طعنے اور ملامتیں سبھی کچھ بن مانگے ملتے رہتے۔ بے بس قیدی کی طرح وہ آنسوؤں سے دل کا غبار دھو لیا کرتی — اور بے آواز فریادی نگاہوں سے آسمان والے سے پوچھتی۔۔۔ خدایا میرا قصور کیا ہے؟

ان جلتی جلتی یادوں سے اٹھتی ٹھنڈی آہ اس کے ہونٹوں پر آہی گئی۔ گھٹن، ظلم اور بے بسی کے اندھیروں میں کیسے کیسے عمر کے اٹھارہ سال گزار لیے اس نے۔

پھر جمال پور کے اس گلشن میں ڈیڑھ مہینے یوں گزرے کہ پیار اور اپنے پن کی چاندنی میں اس کا وجود شرابور ہو گیا۔ اجلے اجلے دن — چمکتی دمکتی راتیں — شہد ٹپکاتی خالہ امی کی باتیں۔۔۔ وہ خود کو ایک مضبوط پناہ گاہ میں پا کر سب کچھ بھول چکی تھی۔ جمیل ایک ایسا تناور درخت محسوس ہوتا جس کی چھاؤں میں یقین، اعتماد اور اپنے پن کی خوشبوئیں امینہ کے دل کو چمن زار بنا دیتیں اس نے بھی خود کو جمیل اور خالہ امی کی خدمت کے لیے وقف کر دیا تھا۔ وہ ان فرشتوں کو اس سے زیادہ اور کیا خراج دے سکتی تھی۔

جمیل جب رات گئے دیر سے گھر آتا تو اس کی سرخ آنکھیں اور لڑکھڑاتے قدموں کے ہر حکم کو بجا لاتا وہ اپنی عبادت تصور کرتی۔ پیار کرنے والوں کی زندگی قربانیوں کا ایک ایسا آبشار ہوتی ہے جو چھوٹی بڑی چٹانوں میں شفاف راہیں بناتی چلتی ہے پچھلے کچھ دنوں سے جمیل کی آنکھوں میں بیزاری اور الجھن کے آثار صاف دکھائی دینے لگے تھے تو امینہ کو اپنے دل کی دنیا ڈولتی نظر آنے لگی تھی اور ایک دن اچانک اس کا سر ایک گلیشیر سے ٹکرا گیا — خدایا یہ اس نے کیا سن لیا! جمیل خالہ امی سے کہہ رہا تھا۔۔۔ "بس کرو شبو جان! بند کرو اب یہ ناٹک! سیٹھ مول چند کے دیئے روپے چک رہے ہیں۔ اب دھندے پر لگاؤ اس چڑیا کو! پانچ گاہک میں نے اور بھی طے کر لیے ہیں۔ اپنا سیٹھ تو بنا دیکھے ہی دیوانہ ہو رہا ہے اس کا۔ سالہ، نواب خاندان کی لڑکیوں کی چاٹ لگ گئی ہے اس کو! کتنی محنت سے ہاتھ آئی ہے یہ چڑیا — میم صاحب! ذرا ہوشیار رہنا۔ اڑنے نہ پائے ورنہ یہ شہر ہی چھوڑ دینا پڑے گا ہمیں۔"

امینہ کا سارا وجود برفیلی چٹانوں تلے یوں پسپا ہو رہا تھا کہ کسی جذبے کی حرارت باقی نہ رہی — نہ آہ و فغاں۔۔۔ نہ انتقام۔۔۔ نہ فرار — ایک جانِ ناتواں اور اتنے مضبوط جال! پل بھر میں اس کی آنکھوں میں گھٹا ٹوپ اندھیرا امڈ آیا — "شبو جان" خالہ امی کو نگل گئی — جمیل جلاد کے چہرے میں چھپ گیا۔ اور کوڑے، گھونسے، طعنے اور دہکتی سلاخیں امینہ کا مقدر بن گئیں — اور خود وہ بھوکے بھیڑیوں کی غذا —

جمال پور کے اس جلاد خانے میں اب نہ امینہ کی فریاد کا اثر ہوتا، نہ شرافت، خدا کے قانون اور اخلاقی قدروں کی دہائی کا۔ عیش و عشرت اور گناہوں کی دلدل میں ڈوبے ہوئے لوگ ان روکھی پھیکی کتابی باتوں سے کیا سیکھتے —

امینہ کی زندگی اسے شعلہ زار راستوں سے گزار لائی تھی جس کا ماضی بھی دھواں دھواں۔۔۔۔ اور آگے بھی آگ ہی آگ —

کل رات شبو جان کی پرانی مددگار لیڈی ڈاکٹر رمولا کے پرائیویٹ کلینک سے فرار ہونے کا موقع مل ہی گیا اسے۔

سویرے اخباروں میں ایک لاوارث عورت کی ٹرین کے نیچے آ کر کٹی ہوئی لاش کی خبر تھی — جس کی شناخت نہ ہو سکی — (گورکھپور سے نشر)

خورشید جمال لیکچرر شعبہ سماجیات
جواد علی شاہ امام باڑہ گرلس ڈگری کالج گورکھپور

سات سمندر پار

کشمیری لال ذاکر

کئی برسوں کے بعد ادھر جانا ہوا تھا۔

بہت لوگوں سے ملنے کا ارادہ بھی نہیں تھا لیکن دو ایک لوگ ایسے تھے جنہیں ملنا ضروری تھا۔ ان میں شکیلہ سندھو بھی تھی۔ سب سے پہلے اسی کے گھر ٹیلی فون کیا۔ پرانا ٹیلی فون نمبر میری ڈائری میں تھا۔ ہو سکتا تھا وہ بدل بھی گیا ہو۔ ٹیلی فون ایکسچینج سے معلوم کیا۔ پرانا نمبر واقعی بدل چکا تھا۔ نئے نمبر پر فون کیا۔ رسیور اٹھاتے ہی کسی نے پوچھا۔

"کس سے بات کریں گے۔"

"ڈاکٹر سندھو سے۔"

"بول رہا ہوں۔"

جواب سن کر میں بھونچکا رہ گیا۔ ڈاکٹر سندھو کا تو انتقال ہوئے کئی برس ہو سکتے تھے۔ یہ کیا ماجرا ہے۔

"لیکن ان کا تو۔۔۔"

میری بات پوری طرح سنے بغیر ہی بولنے والے نے کہا۔

"پلیز ہولڈ آن۔"

میں کچھ لمحوں تک تذبذب کی حالت میں ٹیلی فون کا رسیور ہولڈ کیے رہا۔ پھر کسی عورت کی آواز آئی۔ بڑی مدھم اور خوبصورت۔

"آپ کون صاحب بول رہے ہیں؟"

"ذاکر۔"

"سمجھی نہیں۔"

"کشمیری لال ذاکر"

"کتنے برسوں بعد آپ کی آواز سنی ہے۔"

"یقین نہیں آیا کیا؟"

"سچ مچ نہیں آیا تھا۔"

اور پھر وہ ہنسی۔ مجھے لگا کئی برسوں بعد بھی اس ہنسی میں وہی پہلے والی تازگی اور نغمگی موجود تھی۔

"کیسی ہیں آپ؟"

"خدا کا شکر ہے۔"

وہ یہی جواب دیا کرتی تھی برسوں پہلے بھی۔ آج بھی وہی جواب تھا۔ کچھ نہیں بدلا تھا۔

"لیکن یہ ڈاکٹر سندھو کون ہیں؟"

"یہ دوسرے والے سندھو ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کے چھوٹے بھائی۔" وہ پھر ہنسی۔

"آپ ہی کے پاس رہتے ہیں۔"

"پہلے وہ میرے پاس رہتے تھے۔ اب میں ان کے پاس رہتی ہوں۔"

"میں سمجھا نہیں مسز سندھو۔"

"میں نے دو سال پہلے ری میرج کر لی تھی۔"

بات صاف ہو گئی تھی اور کچھ پوچھنے کو باقی نہیں تھا۔ شکیلہ سندھو نے مجھے اپنے گھر کا ایڈریس بتایا اور کہا کہ میں شام کو اس سے ملنے ضرور آؤں۔ میں نے وعدہ کر لیا۔

شام کے ساڑھے پانچ بجے میں ایک بہت بڑے بنگلے کے گیٹ پر کھڑا تھا۔ میں نے کال بیل کا سوئچ دبایا۔ بنگلے کے اندر کہیں گھنٹی بجی تھی جس کی آواز گیٹ پر کھڑا آدمی بھی سن سکتا تھا۔ پھر کشادہ برآمدے میں کھلتے ہوئے دروازے سے شکیلہ سندھو باہر نکلی اور اپنے نپے تلے قدم اٹھاتی گیٹ کی طرف بڑھنے لگی۔

"آداب عرض۔" اس نے گیٹ کھولتے ہوئے کہا "تشریف لایئے۔"

شکیلہ سندھو آگے آگے چل رہی تھی اور میں ان کی پیٹھ کو دیکھ رہا تھا جس سے ساڑی کا پلو سرک کر نیچے گر گیا تھا اور زمین کو چھو رہا تھا۔ زمین کو چھوتے ہوئے ساڑی کے اس ریشمی پلو نے ماضی کے بکھرے ہوئے چند لمحوں کو سمیٹ کر میرے ذہن کی دہلیز پر پھیلا دیا تھا۔ میں شکیلہ کے پیچھے پیچھے چل رہا تھا لیکن میرا ذہن دہلیز پر ہی رک گیا تھا۔ تب پھر بھی آگے نہیں سرکا تھا۔ بلکہ کئی برس پیچھے ہٹ گیا تھا۔ کوئی سات برس پیچھے۔

میں اپنے آفس میں بیٹھا اسٹینو کو ایک انکوائری رپورٹ ڈکٹیٹ کروا رہا تھا۔ چپراسی ایک وزٹنگ کارڈ لے کر کمرے میں داخل ہوا۔ اور پھر سفید بش شرٹ اور سفید پینٹ پہنے ایک اچھی شخصیت کا شخص کمرے میں داخل ہوا۔ اس کی عمر ساٹھ کے لگ بھگ تھی۔

"ڈاکٹر میجر سندھو۔" اس نے مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔

"تشریف رکھیے ڈاکٹر صاحب۔"

"شکریہ۔" اس نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے جواب دیا۔

"تم یہ فائلیں وغیرہ سنبھال لو۔ گھنٹہ بھر کے بعد باقی ڈکٹیشن لے لینا۔" میں نے اسٹینو سے کہا۔ اور وہ لمحہ بھر میں فائلیں اٹھا کر کمرے سے باہر نکل گئی۔

"آئی ایم سوری۔ آئی ڈسٹربڈ یو ذاکر صاحب۔"

"ایک انکوائری رپورٹ میں الجھا ہوا تھا۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"آپ کی ایڈمنسٹریشن کے چرچے تو ضلع بھر میں ہیں۔"

"خاصا بدنام ہوں۔ مجھے معلوم ہے۔"

"میں کسی کی سفارش کرنے نہیں آیا۔ صرف اپنی سٹیسفیکشن کے لیے آیا ہوں۔"

"فرمایئے۔"

"میں آپ کا ایڈمائیرر بلکہ فین ہوں۔"

"آپ کی مہربانی۔"

"کئی دنوں سے کوشش کر رہا تھا آپ سے ملنے کی۔ لیکن آپ تو ہمیشہ ہی دورے پر رہتے ہیں۔ ویسے آپ کہانیاں کس وقت لکھتے ہیں۔"

"اب تو یہ عالم ہے کہ کہانی اپنے آپ کو مجھ سے لکھواتی ہے۔ میرا تعاقب کر کے مجھے جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر۔ ایڈمنسٹریشن کے آدمی کو تخلیقی کام نہیں کرنا چاہیئے۔" میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"میں تو اپنے مریضوں کو چکمہ دے کر کچھ دیر کے لیے ادھر آ گیا تھا۔"

"چائے نہیں پیجیے گا؟"

"اس وقت نہیں۔"

"چلیے پھر کبھی سہی۔"

"آپ تو کئی دنوں کے بعد آئے ہیں باہر سے۔"

"جی ہاں کل صبح چنڈی گڑھ جانا ہے، ایک میٹنگ ہے۔"

"آج کی شام تو آپ فارغ ہیں۔"

"اس لحاظ سے فارغ ہوں کہ میری کوئی انگیجمنٹ نہیں ہے۔ لیکن دیر تک دفتر میں بیٹھوں گا۔ بہت سا کام پینڈنگ ہے۔"

"کب تک بیٹھیں گے آفس میں۔"

"سات تو بج ہی جائیں گے۔"

"تو میں اپنے کلنک سے سات بجے ادھر ہی آ جاؤنگا میرے گھر چلئے۔"

"جیسی آپ کی مرضی۔"

"اچھا تو اجازت" ڈاکٹر میجر سندھو کرسی سے اٹھا، مجھ سے ہاتھ ملایا اور کمرے سے باہر نکل گیا۔

شام کو جب ریڈ کراس کی میٹنگ سے لوٹ کر اس دن کی ڈاک دیکھ رہا تھا اور ضروری خطوں پہ اپنے نوٹس لکھ رہا تھا تو ڈاکٹر سندھو کی کار باہر رکی اور پل بھر میں وہ کمرے میں یہ کہتے ہوئے داخل ہوا۔

"مے آئی کم ان۔"

"تشریف لایئے۔"

"لگتا ہے آپ دن بھر کرسی سے ہی چپٹے رہے ہیں۔"

"ایک بار کرسی چھوڑ دیئے تو پھر آپ کو کرسی ملے گی یا نہیں اس

کا کیا بھروسہ ؟" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"بات تو آپ نے ٹھیک ہی کہی ہے۔"

"میرا کام تو ابھی نہیں نمٹا۔ باقی کاغذات میں گھر بھجوا دیتا ہوں۔"

"اب آپ دات کو گھر میں بھی کام کریں گے ؟"

"مجبوری ہے حضور۔"

"تو آپ کہانیاں لکھنا چھوڑ دیں۔"

"اب شاعری شروع کروں گا جس میں جم کر بیٹھنے کی ضرورت نہیں۔ شعر تو چلتے پھرتے بھی کہے جا سکتے ہیں۔ کہانی کے لیے بیٹھک ضروری ہے۔"

"یہ تو ٹھیک ہے۔" ڈاکٹر سندھو ہنسا۔ وہ بڑا فریش لگ رہا تھا۔

میں نے ڈاک کا بستہ چپراسی کے حوالے کیا اور ڈاکٹر سندھو کے ساتھ گاڑی میں بیٹھ گیا۔ اس کا گھر سول لائنز کی ایک کھلی سی بائی لین میں تھا۔ کسی کوٹھی کی ایک چھوٹی سی انیکسی تھی اس نے اپنے گھر کے سامنے گاڑی روکنے سے پہلے ہارن دیا۔ میں گاڑی کا دروازہ لاک کرنے لگا تو اس نے روک دیا۔

"اس کی ضرورت نہیں۔ یہاں سبھی شریف لوگ رہتے ہیں۔"

"آپ کے علاوہ۔"

"جی ہاں۔" ڈاکٹر سندھو مسکرایا۔ گھر کا دروازہ کھلا تو میری آنکھیں چندھیا گئیں۔ سامنے کوئی تیس تینتیس برس کی تیکھے نین نقش والی ایک گوری سی عورت کھڑی تھی۔ خوبصورت ساڑی میں ملبوس۔ ہونٹوں پر بڑی ہی پیاری اور معصوم مسکراہٹ حسن کا اتنا شدید اور فوری امپیکٹ نہیں محسوس کیا تھا میں نے۔

"آداب عرض۔" اس نے دایاں ہاتھ ماتھے تک لے جاتے ہوئے کہا۔ "آخر ڈاک لے آپ کو پکڑ ہی لاتے۔ بری طرح پیچھے پڑے ہوئے تھے آپ کے۔" اس نے ہم دونوں کی طرف مسکرا کر دیکھتے ہوئے اپنی بات مکمل کر لی اور ڈاکٹر سندھو اور میں دونوں اندر داخل ہوئے۔

"اندر بیٹھیں گے یا لان میں۔"

"جہاں آپ چاہیں۔"

"تو اندر ہی بیٹھتے ہیں۔"

ہم ڈرائینگ روم میں آگئے۔

"تعارف کرادوں ان سے آپ کا۔ یہ شکیلہ ہیں۔ میری شریک حیات۔" ڈاکٹر سندھو نے کہا۔

میں صوفے سے ذرا سا اٹھا اور شکیلہ کو سلام کیا۔ ڈاکٹر سندھو نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا۔

"انھیں بھی آپ کی کہانیاں پسند ہیں۔"

"شکریہ۔"

"اپنی تحریروں میں یہ جو کہیں کہیں انگلش کے الفاظ لے آتے ہیں آپ، وہ بہت لطف دیتے ہیں۔" شکیلہ بولی۔

"میں تو اسے اپنی خامی سمجھتا ہوں۔"

"لیکن ہمیں تو آپ کا یہ انداز پسند ہے۔"

"آپ کو بھی ڈاکٹر صاحب۔"

"مجھے تو وہ سب کچھ پسند ہے جو انھیں پسند ہے۔"

"بس یہی جادو ہے ڈاک کے پاس۔ آپ خبردار رہئے ڈاکٹر صاحب۔" شکیلہ سندھو نے مسکراتے ہوئے کہا۔

مجھے لگا کہ شکیلہ سندھو کی اس خوبصورت، اجلی اور خوشگوار ہنسی کی پھوار نے تمام دن کی میری تھکن اتار دی تھی۔ اور میں دھیرے دھیرے دفتری فضا کے بوجھ سے باہر نکل آیا تھا۔

"کیا لیجئے گا آپ ؟"

"چائے۔"

"اور کچھ نہیں۔"

"اس وقت نہیں۔"

"تو کب ؟" ڈاکٹر نے پوچھا۔

"کسی اگلی ملاقات میں۔"

شکیلہ نے بہت ہی بڑھیا چائے پلائی اور اپنے ہاتھ سے بنایا ہوا کیک کھلایا۔ اور پھر کچھ بہت ہی خوبصورت شعر سنائے۔

ڈاکٹر سندھو اور شکیلہ سے یہ میری پہلی ملاقات تھی۔

دوسری ملاقات تک، جو بہت دنوں کے بعد ہوئی۔ مجھے ان دونوں کے بارے میں بڑی عجیب و غریب قسم کی تفصیلات معلوم ہوئیں۔ ڈاکٹر سندھو پنجابی جاٹ تھا۔ آرمی سے ریلیز ہونے کے بعد اس نے لکھنؤ میں پریکٹس شروع کر دی تھی۔ شکیلہ علاج کے لیے اس کے پاس آنے لگی تھی۔ عمر اور مذہب کے فرق کے باوجود دونوں نے ایک دوسرے کو قبول کر لیا۔ ڈاکٹر سندھو نے اپنی پہلی بیوی کو چھوڑ دیا جس سے اس کا ایک جوان لڑکا بھی تھا اور شکیلہ کو ساتھ لے کر اس شہر میں چلا آیا جہاں اسے کوئی نہیں جانتا تھا۔ اس اجنبی شہر نے بھی بہت دنوں تک انھیں نہیں اپنایا تھا۔ اس لیے وہ سماجی طور پر بہت حد تک کٹے ہوئے تھے۔ اس کی پہلی بیوی اور لڑکا لدھیانہ چلے گئے جہاں ان کی زمین تھی۔

دوسری ملاقات کے بعد وہ میرے بہت اچھے دوست بن گئے۔

اس دوران میرا ٹرانسفر پھر چنڈی گڑھ ہو گیا۔ یہ شہر باوجود اس کی بہت سی خامیوں کے مجھے پسند ہے۔ کبھی کبھی ڈاکٹر سندھو اور شکیلہ ایک آدھ دن کے لیے چنڈی گڑھ بھی آجاتے۔ ڈاکٹر سندھو بہت اچھی کہانیاں لکھتا تھا۔ جب وہ تین چار کہانیاں لکھ لیتا تو فوراً چنڈی گڑھ بھاگتا۔ مجھے سنا لینے کے بعد اسے بڑی تسکین ملتی۔ میں نے اسے کئی بار کہا کہ وہ اپنی کہانیاں چھپنے کے لیے بھیجے لیکن وہ ہر بار انکار کر دیتا اور کہتا۔

"میں کہانیاں صرف شکیلہ کے لیے لکھتا ہوں اور کسی کے لیے نہیں۔"

"اور سناتے صرف آپ کو ہیں۔" شکیلہ چھیڑتی۔

"شکیلہ کو سنانے کے بعد ہی آپ کو سناتا ہوں۔ ڈاکٹر صاحب۔"

"تو یوں کیجئے۔ آپ کہانیوں کا مجموعہ چھپوائیے اور اسے ڈیڈیکیٹ کیجئے شکیلہ صاحبہ کے نام۔"

"آپ کی یہ تجویز ٹھیک ہے۔ میں اپنی تمام کہانیاں آپ کو بھیج دوں گا۔ دس اچھی کہانیاں چن لیجئے اور ایک مختصر سا پیش لفظ بھی لکھ ڈالیے۔"

"مختصر پیش لفظ کیوں ڈاک۔"

"یہ بہت مصروف آدمی ہیں، طویل پیش لفظ نہیں لکھ پائیں گے۔"

"اگر لکھ دوں تو ؟" میں نے پوچھا۔

"تو مجموعے کا انتساب بھی انہیں کے نام کر دیجئے۔" شکیلہ بولی۔

"تو میں مختصر پیش لفظ ہی لکھوں گا۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

لیکن ہوا یہ کہ ڈاکٹر سندھو نے اپنی کہانیاں مجھے نہیں بھیجیں اور مجھے یہ موقع ہی نہ ملا کہ میں اس کی کہانیوں کا طویل یا مختصر پیش لفظ لکھ سکتا۔

ایک طویل خاموشی کے بعد ایک دن اچانک اطلاع ملی کہ ڈاکٹر سندھو کا ہارٹ فیلور سے انتقال ہو گیا تھا۔

اور اب اس بات کو سات سال ہو گئے تھے۔

میرے ذہن کی دہلیز پر شکیلہ کی ساڑی کے ریشمی پلّو نے جو لمحے بکھرا دیئے تھے اب وہ سمٹ کر ایک نقطے پر آگئے تھے۔ شکیلہ کے پیچھے پیچھے چلتے ہوئے کچھ دیر پہلے میرا ذہن جو میرا ساتھ چھوڑ کر دہلیز پر ہی رک گیا تھا، اب کہیں جا کر آگے بڑھ سکا۔

شکیلہ نے برآمدے میں پہنچ کر ڈرائنگ روم کا دروازہ کھولا اور پھر ایک طرف ہٹ کر مجھے اندر چلنے کو کہا۔ اب شکیلہ اور میں صوفوں پر آمنے سامنے بیٹھے تھے۔ پانی کا گلاس اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے میں نے کہا۔

"آپ کا یہ گھر تو بہت خوبصورت ہے۔"

"تین سال پہلے ہی بنوایا تھا۔ لدھیانہ والی زمین بیچ دی تھی۔"

"سکیشن کے لیے بھی تو خاصا جھگڑا ہوا ہوگا۔"

"جی ہاں۔ ڈاک کی پہلی بیوی اور لڑکے نے خاصا طوفان بدتمیزی برپا کیا۔ اگر ڈاک کے بھائی صاحب مدد نہ کرتے تو یقیناً میں ہار جاتی۔"

شکیلہ کی بات سے معلوم ہوا کہ ڈاکٹر سندھو کا بھائی اس اسٹیج پر شکیلہ کی زندگی میں داخل ہوا تھا۔ ڈاکٹر کی موت کے لگ بھگ تین سال بعد۔

"تو انھوں نے آپ کی بہت مدد کی۔"

"جی۔ اس بات پر ان کا اپنی بیوی بچوں سے بھی جھگڑا ہو گیا۔ آخر وہ سب کو چھوڑ کر یہیں آگئے اور ڈاک کا کلنک بھی سنبھال لیا۔"

گفتگو کے دوران یہ دوسرا انکشاف ہوا تھا۔

"پھر۔"

"انھوں نے ہی لدھیانہ والی زمین بیچی اور یہ خوبصورت بنگلہ بنوایا۔ زمین تو ڈاک ہی خرید گئے تھے۔"

"کلنک کو سنبھال لینا تو ٹھیک قدم تھا۔"

"جی ہاں۔ آہستہ آہستہ ان کی پریکٹس جم گئی۔ لیکن لوگوں نے میرے خلاف پروپیگنڈہ شروع کر دیا۔ بخشا تو خیر انھوں نے پہلے بھی نہیں تھا۔ اب تو ان کی مخالفت اور بھی بڑھ گئی تھی۔"

"یہ تو ہونا ہی تھا۔" میں نے جواب دیا۔

"انجام یہ ہوا کہ مجھے ڈاک کے بھائی صاحب سے شادی کرنا پڑی۔"

اس بیچ میں شکیلہ اٹھ کر چلی گئی۔ چائے کے انتظام کے لیے بھی اور اپنے آپ کو اگلی گفتگو کے لیے تیار کرنے

کے لیے بھی ۔ ۔

اس کے آتے تک میں ڈرائنگ روم کا جائزہ لیتا رہا۔ سات برس پہلے گھر کے ہر کونے میں ڈاکٹر سندھو اور شکیلہ سندھو کے فوٹو موجود تھے۔ اب ڈاکٹر سندھو کا ایک بھی فوٹو نہیں تھا کسی جگہ۔ اب ڈرائنگ روم میں اس کے بھائی کی تصویریں تھیں۔ کچھ صرف اسکی اور کچھ شکیلہ کے ساتھ۔ ڈاکٹر سندھو جو کبھی اس گھر کا مالک تھا' اب کہیں بھی موجود نہیں تھا۔

چائے کی پیالی لیتے ہوئے میں نے پوچھا۔

"آپ کو یاد ہے ڈاکٹر سندھو اپنی کہانیاں مجھے بھیجنے والے تھے۔ جن کا پیش لفظ مجھے لکھنا تھا اور جن کا انتساب آپ کے نام ہونا تھا۔"

"بس اس کے بعد ڈاک چل بسے اور کہانیاں فائلوں میں ہی رہ گئیں۔"

"اب مجھے دے دیجئے وہ ساری کہانیاں میں پبلشر بھی خود ہی تلاش کر لوں گا۔"

"تلاش کرنا پڑیں گی ذاکر صاحب۔ ڈاک کے سبھی کاغذات میں نے ایک ٹرنک میں ڈال کر اسٹور میں رکھ دیئے تھے۔"

یہ ایک اور انکشاف تھا۔

ڈاکٹر کی یادیں اب ٹرنک میں ڈال کر گودام میں پھینک دی گئی تھیں۔ مجھے دھکا لگا یہ سُن کر۔

"ڈاکٹر سندھو کے بھائی صاحب کہاں ہیں؟"

"کلنک میں۔ آج چار ہی بجے چلے گئے تھے۔"

مجھے اندازہ ہو گیا کہ وہ مجھے ملنا نہیں چاہتا تھا۔ ورنہ کچھ دیر کے لیے رک سکتا تھا' وہ جان بوجھ کر چلا گیا تھا۔

بس اس کے بعد زیادہ گفتگو نہیں ہوئی۔ گفتگو کی آخری اسٹیج آ گئی تھی۔

"تو اب اجازت دیجئے۔"

"تشریف لانے کے لیے بہت بہت شکریہ۔ پھر کب ملاقات ہوگی؟!"

"پھر ملیں گے اگر خدا لایا۔" میرا جواب سن کر شکیلہ ہنسی لیکن ہنسی پہلے جیسی فریش اور نغمہ ریز نہیں تھی۔

شکیلہ مجھے گیٹ تک چھوڑنے آئی۔ لمحہ بھر رکی۔ پھر گیٹ بند کر کے بنگلہ کے اندر چلی گئی۔

میں کچھ دیر گیٹ کے باہر رک کر اسے جاتے ہوئے دیکھتا رہا۔ اس کی ریشمی ساڑی کا پلو اب بھی زمین پر سرک رہا تھا یہ اس کا انداز تھا شاید۔ لیکن اب اس کے پلو نے میرے ذہن میں ریت کے ذرے نہیں بکھیرے بلکہ سات سمندروں کا پانی نچوڑ ڈالا میرے سامنے۔ سات سمندروں کا پانی جس میں ڈاکٹر سندھو اور اس کی تمام یادیں ڈوب گئی تھیں۔ اور چاروں طرف پھیلے پانی کا کہیں اور چھور نہیں تھا۔ کہ میں کسی جگہ سے کسی لہر کو چھو سکتا اور گزرے لمحوں کی کسی چھاپ کو اپنی گرفت میں لے لیتا۔

سات سمندر پانی' ڈاکٹر سندھو کی یادیں اور میں!!

(آل انڈیا ریڈیو جالندھر سے نشر)

زراعت وسائنس
خصوصی صفحہ

تحریر و ترتیب: عزیز انصاری

پھلوں کے رس بنائیں

جو لوگ تندرستی سے پیار کرتے ہیں وہ اپنی خوراک میں پھل اور سبزیوں کو ضرور شامل رکھتے ہیں۔ موسم کے حساب سے ان اشیا کے بھاؤ کم زیادہ ہوتے رہتے ہیں۔ جب یہ چیزیں سستی ہوں اس وقت اگر انھیں محفوظ کر لیا جائے تو آپ کا گھریلو بجٹ ان کی خرید کی وجہ سے کبھی بھی آپ پر بار نہیں بنے گا۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہم انھیں محفوظ کیسے رکھ سکتے ہیں

آجکل گرمی اپنے شباب پر ہے۔ اس موسم میں ٹھنڈا شربت اور دیگر ٹھنڈی پینے کی چیزوں پر کافی خرچہ ہو جاتا ہے اگر ہم مختلف پھلوں سے طرح طرح کے مشروب گھر میں تیار کر لیں تو بچوں اور مہمانوں کی دلجوئی بھی خوب ہو جائے گی اور خرچہ بھی بہت کم ہوگا۔ پھلوں کے رس سے ہمیں صرف شکر ہی نہیں بلکہ کچھ وٹامن مل جائیں گے جو ہماری صحت کے لئے لازمی ہوتے ہیں۔ آم۔ انناس لیچی۔ فالسہ۔ نیبو۔ سنترا۔ وغیرہ ایسے پھل ہیں جن سے بہت عمدہ قسم کے شربت بنائے جا سکتے ہیں۔ موسم میں جب یہ پھل سستے ہوں اس وقت خرید لئے جائیں اور ان کا رس۔ گودا نکال کر محفوظ کر لیا جائے اس کام کے لئے ہمیشہ پکے ہوئے رس دار پھلوں کا استعمال کریں۔ جب رس یا گودا نکال لیا جائے تو اسے اُبال کر ٹھنڈا کر لینا چاہیئے۔ ٹھنڈا ہو جانے پر چار کلو رس یا گودے کیلئے ایک چائے کے چمچہ برابر "پوٹیشیم میٹا بائے سلفائڈ" یہ قریب چار گرام کے برابر ہوتا ہے، اس میں اچھی طرح ملا دیں۔ بوتلوں میں بھرتے وقت اس بات کا خاص دھیان رکھیں کہ بوتل اچھی طرح سے صاف کی گئی ہو۔ بوتلوں میں رس۔ گودا بھرنے کے بعد اسے اچھی طرح سے کارک لگا کر بند کر دیں اور پھر گرم کئے ہوئے موم میں اس حصے کو ڈبو کر ٹھنڈا کر لیں۔

کچھ رس ایسے بھی ہوتے ہیں جن کا رنگ پوٹیشیم میٹا بائے سلفائڈ کی وجہ سے غائب ہو جاتا ہے۔ جیسے فالسہ۔ جامن۔ گاجر وغیرہ۔ ایسے پھلوں کے رس کے لئے ہمیں سوڈیم بنزوئیٹ نام کے کیمکل کا استعمال کرنا چاہیئے۔ اس کیمکل کا ایک چمچہ سات کلو رس یا گودے کے لئے کافی ہوتا ہے۔ جب آپ کی بوتلیں رس یا گودے سے بھر کر تیار ہو جائیں تو انھیں کسی ٹھنڈے مقام پر اندھیرے میں رکھنا چاہیئے۔

گرمی کے موسم میں رس سے بھری ہوئی یہ بوتلیں آپ کا بہت ساتھ دیں گی۔ گودے کا اسکوائش بنانے کے لئے ایک کلو گودے پر ڈیڑھ کلو شکر، ایک کلو پانی اور پانچ چائے کے چمچہ کے برابر نیبو کا رس کی ضرورت ہوگی۔ پہلے ان تینوں کو ملا کر چاشنی بنا لیجئے اور پھر گودے کو اس میں ملا دیجئے۔ بعد میں آدھا چمچہ پوٹیشیم میٹا بائے سلفائڈ ڈال کر صاف بوتلوں میں بھر لیجئے۔

پھلوں کے گودے سے جیم اور چٹنی بھی بنائے جا سکتے ہیں۔ انھیں محفوظ کرنے کا ایک آسان طریقہ یہ بھی ہے کہ ہم انھیں دھوپ میں سکھا لیں۔ جیسا کہ عام طور سے گھروں میں ہوتا ہے۔ اکثر دیکھنے میں آیا ہے کہ اس طرح سکھانے پر سبزیوں یا پھلوں کا رنگ کالا پڑ جاتا ہے۔ اس لئے ہمیں چاہیئے کہ انھیں باریک ٹکڑوں میں کاٹ کر تین سے پانچ منٹ تک ابلتے ہوئے پانی میں ڈال دینا چاہیئے۔ پھلوں کے باریک ٹکڑوں کو ایک جالی دار ٹرے میں رکھ کر نیچے سے گندھک کا دھواں ان میں پاس کیا جاتا ہے۔ دو سو گرام گندھک سو کلو پھل کے کٹے ہوئے ٹکڑوں کے لئے کافی ہوتی ہے۔ ان ٹکڑوں کو دو سے تین گھنٹے تک اس دھوئیں میں رکھا جاتا ہے۔

اسطرح سبزیوں اور پھلوں کے رنگ میں کوئی تبدیلی نہیں آئے گی اور وہ زیادہ دنوں تک محفوظ رہ سکیں گے۔ دوسری اہم بات ہے ان چیزوں کا اسٹور کرنا انھیں ہمیشہ ایسے برتن میں رکھنا چاہیئے جہاں ہوا کا گزر نہ ہو۔ ایسے برتنوں کا انتخاب کرنے سے گرد اور جراثیم سے تو محفوظ رہیں گی ہی سبھی ساتھ ہی ہوا میں پائی جانے والی نمی سے یہ چیزیں بچی رہیں گی۔ اگر اس کام کے لئے اچھے ڈبے دستیاب نہ ہوں تو پولیتھین کی تھیلیاں بھی استعمال کی جا سکتی ہیں ان کو خریدنے میں آپ کو زیادہ صرف بھی نہیں کرنا پڑے گا۔

اس طرح ہم سبزیوں اور پھلوں کو اس وقت خرید لیں جب وہ سستے ہوں اور انھیں محفوظ کر لیں۔ ایک بات جو بہت ضروری ہے وہ ہے "صفائی" ہمیں ہر وقت صفائی کا خیال رکھنا ہوگا نہ صرف اپنے ہاتھوں اور اوزاروں کی صفائی کا بلکہ اپنی بوتلوں اور دیگر کام میں آنے والی اشیاء کا بھی۔

آپ کی رائے

تسلیمات!

۱۶ر اپریل کا شمارہ ۳۰ر اپریل کو ہاتھ لگا۔ بغور مطالعہ کیا۔ مظفر الحسین صاحب کا طنزیہ خاکہ خود کو ریڈیو آرٹسٹ کہنے والوں پر گہرا اثر چھوڑے گا۔ اس شمارہ میں شعر کی انتخاب کچھ کمزور سا ہے یا لاپرواہی برتی گئی ہے۔ دالمسور سے جو غزلیں دی گئی ہیں ان میں صرف طاہر فراز کی غزل قابل اشاعت تھیں۔ رند کی غزل کا نصف پانچواں شعر ہی ٹھیک رہا۔ انور کیفی و اظہر سلیمانی کی غزلیں ناقابل اشاعت تھیں۔ اشہر کی غزل کا چھٹا شعر او رسلمان تمنا کی غزل کا بھی چھٹا شعر ہی اچھا ہے۔ اسی طرح ساغر جیلانی کا تیسرا شعر مکمل شعر ہے۔ علاوہ ازیں سارے ہی شعرا کے پاس کوئی نہ شک جاے سنجیدگی محفل انساں مٹ کے

سرزد جہان میں حق پرستی ہوگئی انوریاں بسی ہوگئی
چشم تر کھولے ہوئے برقانی پرندوں گھر کھولے ہوئے
سوچتی آنکھوں سے دل کی نظر کھولے ہوئے اوتس سرکھولے تو
خزانوں کی کلید دل کے بوسیدہ کھنڈر افتاں لکاری ہے رات کے بعد آرہی ہے رات خدا نے ہی بتایا۔ ان اقسام کے بے معنی اور شعریت و بلاغت کی روح لگانے والے ٹکڑے موجود ہیں۔ نثر کی جائے تو ان تمام ہی مصرعوں کی ہیئتیں وچلے ظاہر ہو کر لفظوں کا بھنگڑہ ناچ دکھائیں گے۔ شمیم صاحب کی گورکھپوری کی غزل میں شمشاد ہو کر ... ۲ آخر یہ کون ... ۲ انصاف اگر ... تین شعر ہی کام کے ہیں۔ اعجاز افضل کلکتہ کی غزل بھی نوزائیدہ بچے کی طرح ہاتھ پاؤں مار رہی ہے۔ مکتوب شاہانہ نسرین رامپور میں یہ بات حقیقت ہے کہ تنقید کا مقصد صرف کمی کی جانب توجہ دلانا ہی نہیں ہے بلکہ صحتمند تنقید اسے کہتے ہیں کہ غیر جانب دارانہ طریقے سے کسی بھی چیز کی تعریف یا تنقیص کی طرف توجہ مبذول کرائی جائے۔

عارف جمالی
ڈاکٹر شیخ بکر کالونی
کامٹی ۴۴۱۰۰۱ ناگپور مہاراشٹر

مکرمی تسلیم!

۱۶ر اپریل کا آواز باصرہ نواز ہوا۔ اتنی کم قیمت میں اتنا سارا مواد؟ یقیناً اگر اردو کا کوئی رسالہ آواز کے مقابلے کا ہے۔ تو وہ صرف آواز ہی ہے۔ اس کے معلوماتی مضامین ہمارے لئے مشعل راہ ہیں۔

زیر نظر شمارے میں احمد عثمانی کی "مکتی" اور کوثر پروین کا "وجود" افسانے پسند آئے۔ اعجاز افضل کی غزل اچھی ہے۔ شمارے کا من وسلوی مظفر الحسین حیدری کی مزاحیہ تحریر ہے۔ مکرر پڑھنے پر بھی تفریح میں کوئی کمی نہیں آئی۔ میں آپ کی رائے کالم کے ذریعے تمام لکھنے والوں کے ساتھ ساتھ مظفر الحسین حیدری کو بھی مبارکباد پیش کرتی ہوں۔

اگر سوال وجواب کا سلسلہ شروع کریں تو ہماری بہت سی مشکلیں آسان ہو سکتی ہیں۔ غزل نمبر اور افسانہ نمبر کے اعلان کا انتظار ہے۔

خدا کے لئے کتابت کی غلطیاں دور کریں۔

مسعودہ پروین
صدر ——— ناگپور

۱۶ر اپریل کا شمارہ جلوہ افروز ہوا۔ اعجاز بن ضیا ادگانوی صاحب نے میرے خط پر (آپکی رائے) ۱۶ر فروری ۸۵ء) کافی تلخ و ترش سنائی ہے۔ اس سے یعنی یکم اپریل ۸۵ء کے شمارے میں بھی جناب فرحان غنی صاحب دیپٹنہ) اور معبود آمر صدیقی صاحب (رانچی) بھی مجھکو لغات دیکھنے کا مشورہ دے چکے ہیں۔ اب ذرا لفظ "گنڈا" پر تحقیقی نگاہ ڈال لی جائے۔ اگر اس لفظ کی اصل کو دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ "گنڈا" نام کا ایک قبائلی جنوبی ہند میں ہوا ہے جو کہ لوگوں پر ظلم وستم کرتا تھا جو کہ بعد میں مارا گیا تھا۔ اس کے بعد جب بھی کوئی اس طرح کی حرکت کرتا تھا تو اس کو "گنڈا" کہا جانے لگا۔ اب سے پانچ چھ برس پہلے روزنامہ اخبار الجمعیتہ دہلی نے ایک لغات کا سلسلہ زبان دانی کے نام سے شروع کیا تھا جس میں روزانہ چار چھ الفاظ کی تشریح کی جاتی تھی۔ اسی سلسلے میں لفظ غنڈہ پر تشریح کرتے ہوئے اس میں صاف لکھ دیا گیا تھا کہ یہ لفظ بالکل غلط ہے۔ اصل لفظ "گنڈا" ہے۔ اگر آپ لوگ لغات دیکھنے کا مشورہ دے رہے ہیں تو جناب آپ لوگوں کی اطلاع کے لئے عرض ہے کہ فرہنگ اثر۔ لغات سعیدی نور اللغات دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ ان سب نے "گنڈا" صحیح مانا ہے۔ ملاحظہ ہو فرہنگ آصفیہ جلد سوم صفحہ ۱۹۵ مصنف فرہنگ آصفیہ لکھتے ہیں۔ شہدہ۔ اسم مذکر بے نام و ننگ۔ لچا۔ بدمعاش۔ گنڈا۔ لفنگا۔ بدوضع۔ بازاری آدمی اوباش۔

اب ملاحظہ ہو مہذب اللغات جلد ہشتم مرتب حضرت مہذب لکھنوی صفحہ ۳۰۷-۳۰۸ "گنڈا" شہدہ بدکار۔ لچا۔ بدمعاش۔ موصوف نے لکھا ہے کہ اردو الفاظ بنانے والے لوگوں پر حیرت ہوتی ہے کہ وہ کس طرح "گ" کو "غ" میں بدل دیتے ہیں جیسے "گیب" (فارسی) کو "غیب" ہیں۔ جگادری کو جغادری ہیں۔ اب میری آپ لوگوں سے گزارش ہے کہ آپ لوگ لغات کی ورق گردانی کریں اور بنا سند و ثبوت کے دوسروں پر اعتراض بے جا نہ کیا کریں۔ جن حضرات نے اپنی رائے کا اظہار نہ کیا ہو اور وہ میرے رائے سے متفق نہ رہے ہوں وہ بھی تصحیح کرلیں۔ آپ تینوں حضرات سے گزارش ہے کہ آپ کی رائے کے کالم میں اپنی غلطیوں کا اعتراف کرلیں۔

خالد پرویز شمسی
$\frac{28}{457}$ کھیم چھیم گلی: آگرہ - ۳

محترمی!

آخر کار آپ کی کوشش بارآور ہوئیں اور یکم مئی کا آواز بر وقت ہمارے ہاتھوں تک پہنچا۔ پروفیسر محمد حسن کے مضمون نے ناگہانی طور پر اداریہ کی حیثیت اختیار کرلی ہے اسے فال نیک ہی سمجھ لیجئے۔

مضامین میں "فاہیان" اور تخلیقی ادب میں "کرفیو" "ننگی آوازیں" اور رئیس منظر کی غزل انفرادیت کے حامل ہیں۔

مجتبیٰ حسین کے خاکہ پر تبصرہ؟ تا با با با!

آفتاب شمسی کی نظم کا تھیم بے پناہ ہے لیکن غیر ضروری طوالت معنی خیزی پر اثر انداز ہے "ابن مریم ہوا کرے" کے اصل پلاٹ نے کلائمیکس کی شکل میں جو جھٹکا دیا وہ قابل مبارکباد ہے۔ باقی ماندہ بھی غنیمت ہے۔

اور ہاں حضور! ہمارے جے پور اجمیر اسٹیشن سے کیا ناراضگی ہے۔ نہ پروگرامس کی تفصیلات نہ ہماری نشریات کی شمولیت! آخر اس بے توجہی کا سبب؟ میں بار بار ایس ڈی جے پور کو بھی لکھ رہا ہوں لیکن گزارش اصل کے محور تو آپ ہی ٹھہرے

اظہار یزدانی
بھارتیہ اسپتال فتح پور شیخاوٹی

مکرمی!

اپریل کا دوسرا شمارہ دیکھا۔ سبھی مضامین کافی دلچسپ اور معلوماتی ثابت ہوئے خاص کر محمد علی خاں صاحب کا مضمون "شاد عظیم آبادی بحیثیت رباعی نگار" اور محمود ہاشمی کا مضمون "۱۹۸۵ء کا ہیرو" بہت ہی اہم اور کارآمد ہے لہٰذا ان دونوں حضرات کے ساتھ ساتھ دوسرے تمام قلمکاروں کو مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

اس مہنگائی کے دور میں اتنا سستا اور معیاری پرچہ شائع کرکے آپ اردو داں طبقہ پر احسان عظیم کر رہے ہیں۔ اس لئے آپ بھی ستائش اور مبارکباد کے مستحق ہیں۔

شاکر حسین آرزو
لوام دربھنگہ

سلام دعا۔

۱۶ر اپریل کا شمارہ موصول ہوا تو مسرت کی کوئی انتہا نہ رہی آواز کے بارے میں میں بھی یہی کہوں گی کہ آواز میں آپ اردو سروس کے پروگراموں کی تصویریں ضرور دیا کریں ـــــ آواز کے سرورق کی جانب بھی دھیان ضرور دیں لگتا ہے سرورق کی جانب آپ نے دھیان دے رکھا ہے۔ اس بار ۱۶ر اپریل کے شمارے میں حیدرآباد کی قلمکار محترمہ عفت موہانی صاحبہ بھی نظر آئیں۔ یہ میری پسندیدہ قلمکار ہیں۔ ان کا افسانہ "دیر آید" بہت متاثر کر گیا۔ ذرا ذرا سی باتیں کس طرح انسان کو راہ راست پر لے آتی ہیں۔ اور زندگی میں رونما ہونے والے واقعات کس قدر انسانوں کی آنکھ کھولنے میں معاون ثابت ہوتے ہیں افسانہ اسی بات کا ترجمان ہے۔ افسانے کا کلائمکس بڑا خوبصورت ہے۔ میری جانب سے عفت موہانی صاحبہ کو بہت بہت مبارکباد۔ ناگپور ریڈیو اسٹیشن سے نشر شدہ مظفر الحسین حیدری کی تحریر "اور آمد ہماری ریڈیو پر" بہت لطف دے گئی۔

پروفیسر محمود الٰہی کی تحریر "جدید ٹکنالوجی کے اثرات اردو ادب پر" ایک قابل تحسین تحریر ہے یہ بالکل بجا ہے کہ شعر و ادب نے کبھی بھی اپنے ماحول سے آنکھ نہیں چرائی ہے سائنس اور ٹکنالوجی نے ہمارے سوچنے کے انداز کو واقعی بدل دیا ہے جب فکر میں تبدیلی آتی ہے تو ادب کا متاثر ہونا تو واقعی لازمی امر ہے۔ کل ملاکر یہ تحریر بہت اچھی لگتی ہے۔ آپ سے گزارش ہے کہ آکاشوانی لکھنؤ سے نشر ہونے والا اردو پروگرام ضرور شائع کیا کریں۔ اردو پروگرام کی تفصیل آپ لکھنؤ والے پروگراموں میں بالکل نہیں دیتے۔ "آواز" کا کوئی اور خصوصی شمارہ "افسانہ نمبر" یا غزل نمبر بھی کبھی ضرور شائع کریں۔

رخسانہ الفت عمر
ڈی۔ایل روڈ، دہرہ دون، یوپی

اس دفعہ آواز کا شمارہ برائے ۱۶ر اپریل قدرے تاخیر سے ملا لیکن "دیر آید درست آید" اس کا ایک ایک شمارہ دستاویز کی حیثیت رکھتا ہے اور آنے والی نسلوں کے لئے بہت ہی مفید ثابت ہوگا۔ جو چیزیں ریڈیو کے ذریعے ہم نہیں سن پاتے وہ آواز کے ذریعے ہمارے پاس محفوظ ہو جاتی ہے۔

ہر دفعہ کی طرح اس بار بھی تمام مضامین غزلیں اور افسانے بہت ہی اچھے لگے۔ اشہر مرادآبادی کی غزل کا ایک ایک شعر اچھا لگا۔ انیس فاطمہ رضوی کا مضمون معلوماتی اور دلچسپ ہے۔ مظفر الحسین حیدری نے مزاحیہ انداز میں طنز بھی کئے۔ ان کے قلم نے اردو کے لیڈرے خادم، ہوٹل میں بیٹھنے والے بیکار لوگوں اور اکیڈمی کے کرتا دھرتا لوگوں کو بہت اچھے ڈھنگ سے پیش بھی کیا ہے۔

میں تمام فنکاروں کو مبارکباد پیش کرتا اور مظفر الحسین حیدری کو اس عمدہ تحریر کے لئے دعائیں اور مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

اور سب سے زیادہ میں آپ کا مشکور ہوں کہ آپ کے توسط سے آواز کے ذریعے اتنی خوبصورت تحریریں پڑھنے کو مل جاتی ہیں۔

سلطان خاں ساجد
۷۔ مرزا احسان علی خاں اسٹریٹ مدراس - ۶۰۰۰۱۲

مکرمی! سلام مسنون۔

مئی والا رسالہ پڑھا۔ جس کاوش سے اردو سروس کے پروگراموں میں تبدیلی آئی ہے۔ اس سے ہر قارئین کو نشاط ہوتا ہے۔ اور جتنے بھی مضامین چھپتے ہیں وہ سب معیاری ہیں۔ جہاں تک میری ذاتی رائے ہے کہ اس میگزین میں کچھ سوال وجواب کے لیے جگہ منتخب کی جائے تو ہر قارئین کے لئے بہتر ہوگا۔ اور قارئین میں اس سے ایک خوشی کی لہر دوڑ جائے گی۔

محمد وسیم اختر انجم

محترمی!

"آواز" میں دیئے گئے مشورے اور تجویزوں پر آپ نے عمل شروع کر دیا مسرت ہوئی۔ آواز میں "بین الاقوامی شعور اور انفرادی انسانی اقدار" "پرندے مصنوعی سیارہ کیسے اڑتا ہے" قابل تعریف مضامین رہے۔ "کرفیو سخت کرفیو" اچھا ڈرامہ ہے۔ مگر ہے کافی پرانا ـــــ چاہیئے یہی کہ ڈرامہ نئے نشر ہوئے اگر بھیجتے رہیں ریڈیو اسٹیشن والے۔ نیا سلسلہ "زراعت و سائنس" اچھی پیشکش ہے۔ قارئین کی دلی مراد بر لائی آپ نے۔ کیوں کہ اس سلسلہ کی پہلی ہی پیشکش میں خاص طور سے یہ خیال رکھا گیا ہے کہ عام فہم الفاظ اور سادہ و سلیس تحریر عام قاری کے لئے کارآمد اور مفید ثابت ہوگی۔ اگر اس سلسلہ وار پیشکش کے ساتھ ہی جہاں تصویر کی ضرورت ہو تو موقع کی مناسبت سے دیتے رہیں گے تو بہتر ہوگا تصویر سے مراد۔ زراعت و سائنس کے ڈائیگرام و نمونہ ہے۔ مری نیک تمنائیں آپ کے ساتھ ہیں۔

شہاب الرحمن خاں
ستون سنگ، رامپور۔ یو۔پی

مکرمی! آداب!

آواز کا مطالعہ میرے ذوق ادب کو نکھارنے میں کارآمد ثابت ہو رہا ہے۔ آواز کا ایک شمارہ میرے مطالعے سے دور ہو جائے تو مجھے بے حد افسوس ہوگا۔ آواز میں تبدیلی کی بے حد ضرورت ہے لہٰذا مندرجہ ذیل چیزوں پر غور کریں۔ رسالے کے صفحات میں اضافہ کریں اور ریڈیو اسٹیشنوں کے پروگرام کے صفحات کم کرکے ان میں ایسے مضامین شائع کریں جو سائنسی ہو یا افسانوں کی شکل میں آپ کی رائے جیسا ایک کالم شروع کریں سوال وجواب کا کوئی کالم اور ایسے افسانے شائع کریں جس سے آواز کا معیار بلند ہوتا رہے۔ پچھلے شمارے میں کوئی خاص افسانے نہ تھے صرف ایک افسانہ مجھے پسند آیا وہ تھا پتھر کا شہر جن میں تمام باتیں جو آج کے دور میں ہو رہی ہیں انسان جو سنگ دل بن کر جینے کو بڑی عقلمندی کا ثبوت دے رہا ہے۔ آج کے انسان میں خودداری، دولت سے بے پناہ محبت، اور ایسے بہت سے عنوان اس افسانے میں منظر عام پر لائے گئے ہیں میری جانب سے اس افسانے کے مصنف کو مبارکباد

محمد طاہر لہری
روہیلی پورا عمر کھیڑ ضلع ایوت محل

مکرمی!

بعض مصنفین اپنے مضامین کو اتنے موثر اور آسان الفاظ سے مرصع کرکے تحریر کا جامہ پہناتے ہیں کہ قاری کا دل بے اختیار اس آرائشی پر توصیفی کلمات کہہ اٹھتا ہے اسی طرح کا ایک مضمون (یکم تا ۱۵ر مئی) آواز میں پڑھنے کو ملا اس کو ہم اگرچہ پہلے اردو سروس سے بھی سن چکے تھے تاہم سننے سے زیادہ پڑھنے میں لطف آیا۔ پروفیسر محمد حسن صاحب نے "بین الاقوامی شعور اور انفرادی انسانی اقدار" کے موضوع پر بھرپور انداز فکر کو پیش کیا

ہے موصوف نے بین الاقوامی شعور کے سلسلہ میں بالکل صحیح بات کہی ہے کہ " جب ساری انسانی برادری ایک ہے تو دنیا بھر کے ذخیرے، اناج کے گودام، صنعتی ترقی کی برکتیں سبھی ملکوں کے لئے کیوں عام نہ ہو۔ غریب اور امیر ملکوں کی تفریق کیوں؟ سچا بین الاقوامی شعور تو یہی کہتا ہے کہ دنیا کی آبادی ایک خاندان کی طرح جئے۔۔۔" مگر شعور کے سہارے انسان عمل پیرا ہوتے ہیں جب دنیا میں انسانوں کی تعداد کم ہوتی جائے گی تو شعور کو سمجھنے والے بھی کم ہوتے جائیں گے۔ اور نتیجہ وہی ہوگا جو آج ہمیں آپ کو دکھائی دے رہا ہے ہر طرف غیر تعلیم یافتہ سے زیادہ تعلیم یافتہ جاہلوں کی بڑھتی ہوئی تعداد انسانی برادری کو توڑنے میں سرگرداں ہوتی جا رہی ہے۔ جب انسان خود کو فراموش کر دے گا۔ تو بھلا وہ بین الاقوامی شعور کیسے بیدار رکھ سکے گا۔؟

ع دعا کا وقت ہے بیمار کو شفا دے خدا

اردو ادب اور ہندی فلمیں، شادی بیاہ کے گیت اور دیگر اس شمارے کا حصہ بہت جاذب نظر تھا آواز کا معیار دلنشیں بنانے میں آپ کی کوشش کامیاب ہے کچھ قارئین کا آپ سے اصرار ہے کہ قلمی دوستی اور سوال و جواب کا سلسلہ بھی آواز میں ہونا چاہیئے لیکن ہمارے خیال میں یہ آواز کے معیار کو بلند ہرگز نہیں کر سکتا۔

آکاشوانی نجیب آباد کے پروگراموں کو بھی آواز میں شائع کر لیجیئے ہم نے ریڈیو اسٹیشن کو بھی لکھا ہے۔

سارے ریڈیو اسٹیشنوں سے ہماری فرمائش اور درخواست ہے کہ اپنے سامعین کی دلی تمنا کا احترام کرتے ہوئے اپنا اپنا گروپ فوٹو آواز کو ارسال کریں ان کے خوبصورت تصویروں کو ناظرین کی نظر کبھی نہیں لگ سکتی۔ اسٹیشن ڈائرکٹر صاحبان کی تصویریں بھی ضرور ہونی چاہیئے۔ سب سامعین و ناظرین بے حد مشکور ہوں گے۔

تابانہ نسرین، رودرپی

رامپور۔ یو۔ پی

محترم آداب!

آواز کے معیار کو سراہنا سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف اس کے ذریعہ ہم تک دلچسپ اور معلوماتی مضمون پہنچتے ہیں، "آواز" اردو کا ایک تاریخی رسالہ ہے اردو زبان کی ترویج و اشاعت میں رسالے کی خدمات کو کبھی فراموش نہیں کیا جا سکتا ہے۔ آپ نے اندھیرے میں ایک نہ بجھنے والی شمع جلائی ہے، اردو ادب پر آپ کا یہ احسان آنے والی نسل تک رہے گا میری رائے ہے کہ آپ اس کا ادبی معیار ہمیشہ قائم رکھیں تاکہ یہ قارئین کے بیچ ذوق و شوق سے پڑھا جائے اور ان کی صحیح رہنمائی کا باعث بنے۔

آفتاب عالم (بابو شاہ)

تاج اوڈو الیکٹریکلس کربلا چوک رانچی

نیشنل پروگرام

برج بھوشن لال کابرا کا گٹار وادن

ہفتہ ۲۲ر جون رات ساڑھے نو بجے

برج بھوشن لال کابرا ملک کے انتہائی باصلاحیت بلند تخیل اور ہمہ گیر فنکاروں میں گنے جاتے ہیں۔ انھوں نے ہندوستانی کلاسیکی موسیقی میں گٹار جیسے محدود وسعت والے ساز کو ایک نمایاں مقام اور شہرت دلائی ہے۔



روایتی اصولوں پر سختی سے کاربند رہتے ہوئے شری کابرا گٹار پر ستار اور بین انگ نہایت مشاقی اور جمالیاتی کشش کے ساتھ پیش کرتے ہیں۔

برج بھوشن کے فن پر مشہور سرود فنکار ان کے بڑے بھائی دامودر لال کابرا اور ان کے والد گوردھن لال کابرہ اپنے دور کے مشہور ماہر موسیقی اور ماہر تعلیم، کا اثر نمایاں طور پر نظر آتا ہے۔

شری کابرا کو علی اکبر خاں جیسے سرود نواز سے بھی رہنمائی پانے کا شرف حاصل ہے۔ انھیں ہندوستانی کلاسیکی موسیقی میں ایک منفرد اور نمایاں مقام ملا ہے۔ میدان موسیقی میں ان کی خدمات کے اعتراف میں انھیں بہت سے اعزازات اور خطابات سے نوازا جا چکا ہے۔

ڈاکٹر دوارم وینکٹ سوامی نائیڈو کی ریکارڈنگس کا انتخاب

ہفتہ ۲۹ر جون رات ساڑھے نو بجے

کرناٹک موسیقی میں وائلن کو اسکا مناسب درجہ اور مقام عطا کرنے کا سہرا آنجہانی نائیڈو کے سر ہے۔ کلاسیکی موسیقی میں اپنی بے پناہ مہارت کے سبب انھیں ملک کے نمایاں موسیقاروں میں ایک منفرد مقام حاصل تھا۔

وائلن وادن میں انھوں نے اپنی ایک انفرادی تکنیک اور انداز پیدا کیا تھا۔ وہ روایت کی اصل روح کو برقرار رکھتے اور اپنے تخیل کی بلند پروازی کی مدد سے موسیقی کے نئے گوشوں کو اجاگر کرتے تھے۔

منگل شب کی محفل موسیقی

گوری بھٹاچاریہ کا گائن

۲۵ر جون رات دس بجے

گوری بھٹاچاریہ نے محض سات سال کی عمر میں ہی مشہور کیرتانیا شری بریندر ناتھ گنگولی سے موسیقی کی تعلیم حاصل کرنا شروع کر دیا تھا بعد میں انھوں نے سردنج بنرجی اور بنلائے بھوشن گپتا سے بھی موسیقی سیکھی اور اے کانن سے بھی موسیقی کی اعلیٰ تربیت



پائی آپ موسیقی کی بہت سی محفلوں میں شرکت کر چکی ہیں اپنی گائیکی میں وہ راگوں کی اصل روح کو برقرار رکھتی ہیں۔ آج کل آپ بنگال میوزک کالج سے بحیثیت لکچرر منسلک ہیں۔

اردو سروس

پہلی مجلس
میڈیم ویو : ۴۲۷٫۳ میٹر(۷۰۲کلوہرٹز) ۲۸۰٫۱ میٹر (۱۰۷۱کلوہرٹز)
شارٹ ویو : ۴۸٫۷۴ میٹر(۶۱۵۵ کلوہرٹز)

دوسری مجلس
میڈیم ویو : ۴۲۷٫۳ میٹر(۷۰۲کلوہرٹز) ۲۸۰٫۱ میٹر (۱۰۷۱ کلوہرٹز)
شارٹ ویو : ۳۱٫۰۱ میٹر (۹۶۷۵ کلوہرٹز)

تیسری مجلس
میڈیم ویو : ۴۲۷٫۳ میٹر(۷۰۲کلوہرٹز)
شارٹ ویو : ۱۹٫۰۵ میٹر (۳۲۹۵ کلوہرٹز)

پہلی مجلس

صبح
۵-۱۵ صبح گاہی
۶-۱۵ خبریں
۶-۲۵ شہر سبا
۷-۰۰ شمع فروزاں
۷-۰۵ پرانی فلموں سے
۷-۳۰ ساز سنگیت
۷-۴۵ گذشتہ شب ۹-۰۰ بجے کی مکرر نشریات
۷-۵۵ پروگراموں کا خلاصہ
۸-۰۰ آپ کی فرمائش
۸-۳۰ تاریخ ساز
۸-۳۵ آپ کی فرمائش (جاری)
۹-۰۰ آج کی بات
(بجز جمعہ اور اتوار)
آؤ بچو! (جمعہ اور اتوار)
۹-۰۵ آپ کی فرمائش (جاری)
۹-۱۵ لوک گیت
(بجز جمعہ اور اتوار)
آؤ بچو! (جاری)
جمعہ اور اتوار
۹-۳۰ خبروں کا خلاصہ
۹-۳۲ کلاسیکی موسیقی
(پیر، منگل، بدھ)
ہلکی کلاسیکی موسیقی
(جمعرات اور ہفتہ)
آپ کے خط آپ کے گیت
(جمعہ)
چلتے چلتے (اتوار)
۱۰-۰۰ اختتام

دوسری مجلس

دوپہر
۲-۰۰ پروگراموں کا خلاصہ
۲-۰۲ خبروں کا خلاصہ
۲-۰۷ آپ کا خط ملا (اتوار)
نغمہ وصدا (I پیر)
میری نظر میں (II، IV پیر)
نگاہِ انتخاب (III، V پیر)
بھکتی گیت (منگل)
سب رس (بدھ)
گیت سے گیت (جمعرات)
مشاعرہ (I جمعہ)
سات سوال (II، IV جمعہ)
ایک ہی فلم سے (III، V جمعہ)
ملے جلے گانے
(I، III، V ہفتہ)
شعر ہمارے گیت آپ کے
(II، IV ہفتہ)
۲-۳۰ فلمی کورس (I اتوار)
محفل (II اتوار)
گیتوں بھری کہانی
(III اتوار)
غیر فلمی، غزلیں (IV اتوار)
نئی فلموں سے (V اتوار)
نغمہ وصدا (I پیر)
نگاہ انتخاب
(III، V پیر)
ڈرامہ
(تیسری مجلس کے ڈرامہ کے مکرر نشریات)
(II، IV پیر)
نئی نسل نئی روشنی (منگل)
بزم خواتین (بدھ اور ہفتہ)
رنگ نو (I جمعرات)
حرف غزل
(II، IV، V جمعرات)
ڈرامہ (III جمعرات)
مشاعرہ (I جمعہ)
فیچر (III، V جمعہ)
فلمی دنیا (II، IV جمعہ)
۳-۰۰ فلمی قوالیاں
(I، III اتوار)
قوالیاں (II، IV، V اتوار)
سازوں پر موسیقی (پیر)
میری پسند (منگل)
رنگا رنگ (مزاحیہ ڈرامہ)
(I، V بدھ)
یادیں بن گئیں گیت
(II، IV بدھ)
ایک فنکار (III بدھ)
قوالیاں (I، V جمعرات)
راگ رنگ (II، IV جمعرات)
ڈرامہ (جاری)۔
(III جمعرات)
کہکشاں (جمعہ)
پھر سنیئے
(رو برو کی مکرر نشریات)
(ہفتہ)
۳-۳۰ آپ کی پسند
۴-۰۰ جہاں نما
(بجز اتوار اور تعطیل)
آپ کی پسند (جاری)
(اتوار و تعطیل)
۴-۱۰ آپ کی پسند (جاری)
۴-۳۰ تبصرہ / پارلیمانی ہفتہ
۴-۳۵ آپ کی پسند (جاری)
۴-۵۰ خبریں
۵-۰۰ اختتام

تیسری مجلس

رات
۸-۰۰ خبریں
۸-۱۰ پروگراموں کا خلاصہ
۸-۱۵ ہفتہ کا نغمہ
۸-۲۰ جہاں نما (مکرر نشریات)
(سوائے II ہفتہ و تعطیل اور اتوار)
سازوں پر موسیقی
(II ہفتہ و تعطیل)
منظر پس منظر
(I، III، V اتوار)
پاکستانی اخباروں سے
(II، IV اتوار)
۸-۳۰ حسن غزل
۸-۴۵ فلمی دوگانے
۹-۰۰ کتابوں کی باتیں (اردو)
(I، III اتوار)
کتابوں کی باتیں (دیگر زبانیں)
(II اتوار)
رسائل وجرائد (IV اتوار)
اردو دنیا (V اتوار)
کلام شاعر (پیر)
تقریر (منگل)
شہرنامہ (I، III بدھ)
دلی ڈائری (II، IV بدھ)
شہپارے (V بدھ)
کھیل کے میدان سے
(جمعرات)
تقریر (جمعہ)
ریڈیو نیوز ریل (ہفتہ)
۹-۱۰ آبشار
۹-۳۰ گجر بن کارے (اتوار بدھ)
پنجابی نغمے (پیر)
علاقائی نغمے (منگل)
ساز اور آواز (جمعرات)
ایک راگ کئی روپ
(I، III، V جمعہ)
کہانی سنگیت کی
(II، IV جمعہ)
نغمات وطن (ہفتہ)
۹-۴۵ خبریں
۹-۵۵ تبصرہ
۱۰-۰۰ ڈرامہ (اتوار)
فیچر (I پیر)
اظہار خیال (II پیر)
نغمہ وتبسم (III پیر)
دریچہ (IV پیر)
شکریے کے ساتھ
(V پیر)
جواباً عرض ہے (I منگل)
سائنس میگزین
(II، V منگل)

کھیل کھلاڑی (III منگل)
مشاعرہ (IV منگل)
افسانہ (I، III بدھ)
حفظانِ صحت (II بدھ)
ہم سے پوچھیے (IV بدھ)
صدائے رفتہ (V بدھ)
ادبی نشست (I، III جمعرات)
آئینہ (II، IV جمعرات)
ماضی کے دیار (V جمعرات)
روبرو (جمعہ)
نئی نسل نئی روشنی (ہفتہ)

۱۰-۱۵ خط کے لیے شکریہ (صرف بدھ)
۱۰-۳۰ تعمیل ارشاد
۱۱-۰۰ خبروں کا خلاصہ
۱۱-۰۵ تعمیل ارشاد (جاری)
۱۱-۲۵ شمع فروزاں (دوبارہ)
۱۱-۳۰ بزم موسیقی
۱۲-۰۰ خبریں
۱۲-۰۵ بزم موسیقی (جاری)
۱۲-۳۰ قوالیاں
۱۲-۵۸ آئندہ روز کی تینوں مجالس کے پروگراموں کا خلاصہ
۱-۰۰ اختتام

اتوار ۱۶ جون

صبح

۵-۴۵ صبح گاہی
۶-۲۵ شہر صبا
ششی لتا ورک: ساحر ہوشیارپوری، شہریار، پرواز اور پریم وار برٹنی کا کلام
شبیر حسین: جگر اور داغ کا کلام
۷-۳ سازسنگیت
دنیش کمار: بانسری پر راگ سیراگی

دوپہر

۲-۳ "رشتہ پیار کا" گیتوں بھری کہانی
تحریر: طلسبہ کیفی

رات

۸-۳۰ حسن غزل
ششی لتا ورک: مجاز لکھنوی اور مخدوم محی الدین کا کلام
۹-۰۰ کتابوں کی باتیں
تحریر: مزمل عباسی
۱۰-۰۰ "انار کلی" ڈرامہ
۱۱-۳۰ بزم موسیقی
استاد امیر خاں: خیال ہنس دھونی
دنیش کمار: بانسری پر راگ راگیشوری

پیر ۱۷ جون

صبح

۵-۴۵ صبح گاہی
۶-۲۵ شہر صبا
شانتی ہیرانند: کیفی اعظمی، حفیظ جالندھری اور علی رضا کا کلام
سعادت بنا اشرف: خمار بارہ بنکوی اور ریاض خیرآبادی کا کلام
۷-۳۰ سازسنگیت
شری کرشن شرما: گٹار پر راگ چارو کیشی
۹-۳۲ کلاسیکی موسیقی
اے۔ کانن: خیال اسیر بھیروں

دوپہر

۲-۰۰ نگاہِ انتخاب
۳-۰۰ سازوں پر موسیقی
دنیش کمار: بانسری پر راگ برنداونی سارنگ
شری کرشن شرما: گٹار پر راگ شری

رات

۸-۳۰ حسن غزل
شانتی ہیرانند: فیض کا کلام
۹-۰۰ کلامِ شاعر: راج نارائن راز
۱۰-۰۰ نغمہ و تبسم
۱۱-۳۰ بزم موسیقی
اے۔ کانن: خیال شدھ کلیان
شری کرشن شرما: گٹار پر راگ شیام کلیان

منگل ۱۸ جون

صبح

۵-۴۵ صبح گاہی
۶-۲۵ شہر صبا
ارمیلا ناگر: مخدوم محی الدین اور سردار جعفری کا کلام
تاج احمد: مجاز لکھنوی اور مجروح کا کلام
۷-۳۰ سازسنگیت
این۔ راجم: وائلن پر دیوگری
۹-۳۲ کلاسیکی موسیقی
گنگوبائی ہنگل: خیال میاں کی توڑی

دوپہر

۲-۰۰ نئی نسل نئی روشنی
افسانے، گیت، کھیل کی خبریں

رات

۸-۳۰ حسن غزل
ارمیلا ناگر: جگن ناتھ آزاد اور غلام ربانی تاباں کا کلام
۹-۰۰ "ہمارے عہد کا مزاج۔ جمہوریت"
تقریر از محمد صدیق
۱۱-۳۰ بزم موسیقی
گنگوبائی ہنگل: خیال کلاوتی
این۔ راجم: وائلن پر راگ بہاگ

بدھ ۱۹ جون

صبح

۵-۴۵ صبح گاہی
۶-۲۵ شہر صبا
شیلا دھر: مومن اور غالب کا کلام
اقبال قریشی: داغ دہلوی اور زبیر رضوی کا کلام
۷-۳۰ سازسنگیت
وشنو پرستا و ساتھی: شہنائی پر راگ گجری توڑی
۹-۳۲ کلاسیکی موسیقی
وینا پانی مشر: خیال چارو کیشی

دوپہر

۲-۳ بزم خواتین
"آج کے تناظر میں — بچوں کی تربیت" تقریر از سیدہ طاہر صدیقی
گیت، کام کی باتیں

رات

۸-۳۰ حسن غزل
شیلا دھر: مخدوم اور فیض کا کلام
۹-۰۰ "شہر نامہ" "بمبئی"
تحریر: افتخار احمد
۱۰-۰۰ افسانہ از انیس رفیع
۱۱-۳۰ بزم موسیقی
بینا پانی مشر: راگ مالکنی میں خیال اور ترانہ
وشنو پرستا: شہنائی پر مدھیہ کونس

جمعرات ۲۰ جون

صبح

۶-۲۵ شہر صبا
عید الفطر پر خصوصی نغمے
۷-۳۰ سازسنگیت
ونے کمار: ستار پر راگ نٹ بھیروں

دوپہر

۲-۳۰ "عید الفطر" فیچر
تحریر: زیب النسا

رات

۱۰-۰۰ ادبی نشست
"آج کی اردو صحافت" مذاکرہ
شرکا: ناز انصاری، شہباز حسین اور خلیق انجم
۱۱-۳۰ بزم موسیقی
امرناتھ: خیال راگیشوری
ونے کمار: ستار پر راگ کیروانی

جمعہ ۲۱ جون

صبح

۶-۲۵ شہر صبا
منیر خاتون بیگم: داغ اور قدیر لکھنوی کا کلام
لچھمن داس سندھو: راجیش کمار اوج اور جگر کا کلام

دوپہر

۲-۳۰ "قیصر باغ" فیچر
تحریر: منیر مسعود

رات

۸-۳۰ حسن غزل
لچھمن داس سندھو: بشیر بدر اور بیدم شاہ وارثی کا کلام
۱۱-۳۰ بزم موسیقی
سنگھ بندھو: گائن
بدھ دیو داس گپتا: سرود پر راگ چھایا

ہفتہ ۲۲ جون

صبح

۶-۲۵ شہر صبا
اوشا شنکر: فیروز نظامی، جگر اور راز الہ آبادی کا کلام
یونس ملک: داغ کا کلام
۷-۳۰ سازسنگیت
شمس الدین فریدی دہلوی: رودر وینا پر راگ بھیروں

رات

۸-۳۰ حسن غزل
یونس ملک، قیصر قلندر اور زبیر رضوی کا کلام

۱۰-۰۰ 'نئی نسل ــ مسائل اور حل'
تقریر از معصوم مراد آبادی

۱۱-۳۰ بزم موسیقی
پنڈت منی رام ؛ خیال شدھ
شمس الدین فریدی ڈیسائی ؛
رودر وینا پر راگ مالکونس

اتوار ۲۳ جون

صبح

۶-۲۵ وینا بخشی، فیض، فراق اور مومن کا کلام
وی ایچ ساگر، خمار اور شمیم جے پوری کا کلام

۷-۳۰ ساز سنگیت
اللہ رکھا خاں ، طبلے پر تین تال

رات

۸-۳۰ حسن غزل
وی ایچ ساگر ، شاد عظیم آبادی کا کلام

۹-۰۰ 'مسائل و جرائم' از خالد محمود

۱۱-۳۰ بزم موسیقی
ملک ارجن منصور ، خیال نند
اللہ رکھا خاں ، گوپال کرشن ؛
طبلہ و مردنگم یگلبندی

پیر ۲۴ جون

صبح

۶-۲۵ شہر صبا
قوجہاں ، جاں نثار اختر اور
شاد تمکنت کا کلام
مہندر پال ، شاد فدائی ، بشیر بدر
اور مخمور دہلوی کا کلام

۷-۳۰ ساز سنگیت
بھگوان داس ، سنطور پر بسنت مکھاری

۹-۲۲ کلاسیکی موسیقی
غلام مصطفےٰ خاں ، خیال وبھاس

دوپہر

۲-۰۰ کے ایل سود ، جلترنگ پر شدھ سارنگ

رات

۸-۳۰ حسن غزل
مہندر پال ، جاں نثار اختر
اور مخدوم کا کلام

۱۱-۳۰ بزم موسیقی
غلام مصطفےٰ خاں ، خیال رجنی
بھگوان داس ، سنطور پر باگیشوری

منگل ۲۵ جون

صبح

۶-۲۵ شہر صبا
پریتی چاؤلہ ، سدرشن فاکر، خمار اور
جگر کا کلام
احمد حسین ، ساحر اور کیفی اعظمی کا کلام

۷-۳۰ ساز سنگیت
کے ایل سود ، جلترنگ پر الہیا بلاول

۹-۲۲ موجود حسین خاں ، خیال دیسی

رات

۸-۳۰ حسن غزل
پریتی چاؤلہ ، فیض کا کلام

۹-۰۰ 'کچھ اپنے تخلیقی عمل کے بارے میں'
تقریر از مغنی تبسم

۱۰-۰۰ بزم سخن
اجمل اجملی ، حنیف کیفی ، مظفر حنفی
مغیث الدین فریدی ، عشرت کرتپوری
اور طاہر حسین

۱۱-۳۰ بزم موسیقی
موجود حسین خاں ، خیال جے جے ونتی
کے ایل سود ، جلترنگ پر جوگ کونس

بدھ ۲۶ جون

صبح

۶-۲۵ شہر صبا
افروز بانو ، شمیم جے پوری اور داغ کا کلام
ایم ایل نکرہ ، مجروح سلطانپوری اور
اختر شیرانی کا کلام

۷-۳۰ ساز سنگیت
ہری سنگھ ، شہنائی پر راگ للت

۹-۲۲ راجن مشرا ساجن مشرا ، خیال گجری توڑی

دوپہر

۲-۳۰ بزم خواتین
'علاقائی تہذیب اور خواتین ــ تمل ناڈو'
تقریر از نسرین بشیر

رات

۸-۳۰ حسن غزل
افروز بانو ، خمار اور پارسا کا کلام

۱۱-۳۰ راجن مشرا ساجن مشرا ، خیال مارو بہاگ
ہری سنگھ ، شہنائی پر راگ مالکونس

جمعرات ۲۷ جون

صبح

۶-۲۵ شہر صبا
وندنا واجپئی ، بیخود دہلوی ، داغ
اور جگر کا کلام
احمد حسین ، جاں نثار اختر اور
فراق کا کلام

۷-۳۰ ساز سنگیت
زریں دارو والا ، سرود پر راگ شاردا

رات

۸-۳۰ حسن غزل
احمد حسین ، اعجاز وارثی اور
غلام ربانی تاباں کا کلام

۱۰-۰۰ آئینہ : ادبی پروگرام
'آج کا اردو ادب ــ سائنس اور ٹکنالوجی'
تقریر از شمیم حنفی

۱۱-۳۰ بزم موسیقی
سلامت حسین خاں ، راگ کھماج میں
الاپ اور دھرپد
زریں دارو والا ، سرود پر راگ جوگ

جمعہ ۲۸ جون

صبح

۶-۲۵ شہر صبا
انجلی لوس ، فیض اور
شکیل کا کلام
محی الدین ، جگر مراد آبادی اور
اقبال کا کلام

۷-۳۰ ساز سنگیت
سروجیت کور ، ستار پر راگ دیسی

۹-۰۰ آؤ بچو!
کہانی از غلام حیدر
بچوں کی دنیا ، گیت ، خط

رات

۸-۳۰ حسن غزل
انجلی لوس ، ذوق اور مومن کا کلام

۹-۰۰ مزاحیہ تقریر
از شفیقہ فرحت

۱۱-۳۰ بزم موسیقی
شنو کھرانہ ؛
خیال ناٹیکی کانہڑہ
سروجیت کور ، ستار پر
راگ ابھوگی

ہفتہ ۲۹ جون

صبح

۶-۲۵ شہر صبا
سیما شرما ، جاں نثار اختر ،
عمر انصاری اور مخمور دہلوی کا کلام
ہلال احمد خاں ، حسن نعیم
اور مخدوم کا کلام

۷-۳۰ ساز سنگیت
اسد علی خاں ، سرسوتی وینا پر
راگ بلاس خانی توڑی

۹-۲۲ ہلکی کلاسیکی موسیقی
ذاکر حسین ، گائن

دوپہر

۲-۳۰ بزم خواتین
ڈرامہ

رات

۸-۳۰ حسن غزل
سیما شرما ، اشک دہلوی اور
شمیم جے پوری کا کلام

۱۱-۳۰ بزم موسیقی
شفیع احمد ، خیال نٹ بہاگ
اسد علی خاں ، سرسوتی وینا پر
راگ دیسی

اتوار ۳۰ جون

صبح

۶-۲۵ شہر صبا
سرنیدر کور ، صبا افغانی اور
جگر کا کلام
ستیش بتیر ، غلام ربانی تاباں اور
داغ دہلوی کا کلام

۷-۳۰ ساز سنگیت
پرکاش این سکسینہ ، بانسری
پر راگ نٹ بھیرو

دوپہر

۲-۰۷ آپ کا خط ملا
۲-۳۰ نئی فلموں سے
۳-۰۰ قوالیاں

رات

۸-۳۰ حسن غزل
ستیش بتیر ، حسن کمال اور
فراق کا کلام

۹-۰۰ اردو دنیا
پیشکش : ابوالفیض سحر

۱۰-۰۰ ڈرامہ

۱۱-۳۰ بزم موسیقی
روشن آرا بیگم : خیال مارو بہاگ
پرکاش این سکسینہ ،
بانسری پر راگ جوگ

دھلی

میڈیم ویو
دہلی الف ۳۶۶٫۳ میٹر ۸۱۹ کلو ہرٹز
دہلی ب ۴۵۰٫۵ میٹر ۶۶۶ کلو ہرٹز
دہلی ج ۲۱۹٫۳ میٹر ۱۳۶۸ کلو ہرٹز
دہلی د ۲۹۴٫۹ میٹر ۱۰۱۷ کلو ہرٹز

شارٹ ویو
صبح ۸-۰۰ تک ۸۹٫۱۵ میٹر ۳۳۶۵ کلو ہرٹز
صبح ۸-۱۵ کے بعد ۴۸٫۴۴ میٹر ۶۱۹۰ کلو ہرٹز
دوپہر ۴۸٫۴۴ میٹر بعد دوپہر ۶۱۹۰ کلو ہرٹز
شام ۵-۴۵ تک ۴۸٫۴۴ میٹر ۶۱۹۰ کلو ہرٹز
شام ۶-۰۰ سے رات تک ۸۹٫۱۵ میٹر ۳۳۶۵ کلو ہرٹز

خبریں

دھلی 'الف'
ھندی/انگریزی: صبح ۶-۰۰ (عالمی)
ھندی: صبح ۸-۰۰، ۱۱-۰۰ دوپہر ۱-۰۰، ۲-۱۰ شام ۵-۰۰ صوبائی شام ۶-۰۵ ۷-۵۰ (علاقائی)
رات ۸-۴۵، ۱۱-۰۵ (عالمی) **انگریزی:** دوپہر ۱۲-۰۰
سنسکرت: صبح ۷-۰۰، شام ۶-۱۰ **اردو:** صبح ۸-۵۰، دوپہر ۱-۵۰ اور رات ۹-۱۵ (خبریں اور تبصرہ) **پنجابی:** دوپہر ۱-۴۰
دھلی 'ب': **ھندی:** دوپہر ۲-۴۵ (دھیمی رفتار سے)
انگریزی: صبح ۸-۱۰، ۱۰-۰۰ دوپہر ۱-۰۰، ۲-۲۰ (دھیمی رفتار سے) شام ۴-۰۰، ۶-۰۰، ۹-۰۰، ۱۱-۰۰ (عالمی)
پنجابی: صبح ۸-۳۰ شام ۷-۳۰ **ھندی نیوز لیٹر:** صبح ۹-۰۰ بجے
دھلی 'د': **ھندی:** شام ۷-۳۰ **انگریزی:** رات ۹-۱۵
کھیل کود: شام ۷-۰۰ (ہندی) رات ۸-۰۰ (انگریزی)

مقررہ پروگراموں کے لیے "آواز" شمارہ یکم جون دیکھیے

شاستریہ سنگیت

گائن

ایرن رائے چودھری صبح ۸-۱۰ رات ۹-۰۰ (الف) اور شام [illegible] (ب) ۱۶ ؍ جون
وسنت راؤ دیشپانڈے صبح ۷-۳۲ (ب) ۱۷ ؍ جون
پنڈت بھیم سین جوشی صبح ۱۱-۳۰ (الف) ۱۷ ؍ جون
غلام حسین خاں صبح ۱۰-۲۵ (الف) اور دوپہر ۲-۳۰ (ب) ۱۷ ؍ جون
سمتی مشاہکر رات ۱۰-۰۰ (الف) ۱۷ ؍ جون
بے نظیر بیگم (ٹھمری اور دادرا) صبح ۸-۱۰، ۱۱-۲۰ (الف) اور شام ۲-۳۰ (ب) ۱۸ ؍ جون
استاد عبدالکریم خاں صبح ۷-۳۲ (ب) ۱۹ ؍ جون
این۔آر۔شا ہانے صبح ۱۰-۲۵ اور ۵-۴۰ (الف) ۱۹ ؍ جون
للت جے۔راؤ رات ۱۰-۰۰ (الف) ۱۹ جون
سوم تیواری صبح ۸-۱۰ اور رات ۱۰-۰۰ (الف) ۲۰ ؍ جون
رماسونی صبح ۱۱-۰۲ (الف) ۲۰ ؍ جون
استاد بڑے غلام علی خاں صبح ۷-۳۲ (ب) ۲۱ ؍ جون
سوہن سنگھ صبح ۱۱-۳۰ (الف) ۲۱ ؍ جون
جیا وتی شری واستو صبح ۱۰-۲۵ اور ۵-۴۰ (الف) ۲۱ ؍ جون
میرل پی دیشپانڈے صبح ۸-۱۰ شام ۵-۴۰ اور رات ۹-۰۰ (الف) ۲۲ ؍ جون
نثار حسین خاں صبح ۱۱-۰۲ (الف) ۲۲ ؍ جون
این۔پی موگھے شام ۳-۳۰ (ب) ۲۲ ؍ جون
غلام تقی خاں صبح ۱۰-۰۰ (الف) ۲۳ ؍ جون
پنڈت اونکار ناتھ ٹھاکر صبح ۸-۱۰ (الف) ۲۴ ؍ جون
سوتیا دیوی صبح ۱۱-۰۲ اور رات ۹-۰۰ (الف) شام ۳-۳۰ (ب) ۲۴ ؍ جون
اینا رائے صبح ۱۱-۳۰ اور شام ۵-۲۰ (الف) ۲۵ ؍ جون
مالویکا کانن رات ۱۱-۳۰ (الف) ۲۵ ؍ جون
حفیظ احمد خاں صبح ۸-۱۰، ۱۱-۰۲ اور رات ۹-۰۰ (الف) ۲۶ ؍ جون
پی۔کے۔کوہلی صبح ۱۱-۳۰ (الف) ۲۷ ؍ جون
اُما۔ڈے صبح ۱۰-۳۰ (الف) ۲۷ ؍ جون
مادھوری مٹّو صبح ۸-۱۰، ۱۱-۰۲ اور رات ۹-۰۰ (الف) ۲۸ ؍ جون
کرشنا بشٹ صبح ۸-۱۰ رات ۹-۰۰ (الف) اور شام ۳-۳۰ (ب) ۲۹ ؍ جون
پنڈت جسراج صبح ۱۱-۰۲ (الف) ۲۹ ؍ جون
لکشمی شنکر شام ۵-۲۰ (الف) ۲۹ ؍ جون
اقبال احمد خاں صبح ۸-۱۰ اور رات ۹-۰۰ (الف) ۳۰ ؍ جون
ملیکا ارجن منصور رات ۹-۳۰ (الف) ۳۰ ؍ جون

ساز سنگیت

ستار

منجو بخشی صبح ۱۱-۰۲ (الف) ۱۷ ؍ جون
سعید ظفر خاں صبح ۸-۱۰ اور رات ۹-۰۰ (الف) ۱۹ ؍ جون
این۔این گھوش صبح ۱۰-۳۰ (الف) اور صبح ۷-۳۲ (ب) ۲۲ ؍ جون
غلام دستگیر خاں صبح ۸-۱۰ رات ۹-۰۰ (الف) اور شام ۳-۳۰ (ب) ۲۵ ؍ جون

سرود

علی اکبر خاں رات ۹-۳۰ (الف) ۱۶ ؍ جون
کنچن ورما صبح ۱۱-۳۰ (الف) اور صبح ۷-۳۲ (ب) ۱۸ ؍ جون
شرن رانی صبح ۸-۱۰، ۱۱-۰۲ اور رات ۹-۰۰ (الف) ۲۱ ؍ جون
اتیندر کمار موئیترا صبح ۱۱-۳۰ اور شام ۵-۴۰ (الف) ۲۴ ؍ جون
کلیانی مکھرجی صبح ۱۱-۳۰ اور شام ۵-۴۰ (الف) ۲۶ ؍ جون
چندن رائے صبح ۱۱-۳۰ اور شام ۵-۴۰ (الف) ۲۸ ؍ جون

شہنائی

اننت لال اور ساتھی صبح ۸-۱۰ شام ۵-۴۰ اور رات ۹-۰۰ (الف) ۱۷ ؍ جون
ہری سنگھ اور ساتھی رات ۱۰-۰۰ (الف) ۲۳ ؍ جون
جگن ناتھ اور ساتھی صبح ۱۱-۳۰ شام ۵-۴۰ (الف) صبح ۷-۳۲ (ب) ۲۹ ؍ جون

سارنگی

حفیظ اللہ خاں صبح ۳۰-۱۰ شام ۲۰-۵ اور رات ۰۰-۹ (الف) ۱۸ جون

وچتر وینا

ڈی-آر-پاروتی کر صبح ۰۲-۱۱ (الف) ۲۸ جون
آر-ایس-کامبوج صبح ۳۵-۱۰ (الف)

بانسری وادن

وجے کمار صبح ۳۰-۱۱ (الف)
صبح ۳۲-۷ (ب) ۲۰ جون
پرکاش وڈھیرا رات ۰۰-۱۰ (الف) ۲۶ جون

وائلن

پی-ڈی-جوشی صبح ۰۲-۱۱ (الف) ۱۹ جون
سواگتا گھوش صبح ۳۰-۱۱ اور
شام ۲۰-۵ (الف) ۲۲ جون
سسر کنادھر چودھری صبح ۳۰-۱۰ (الف) ۲۹ جون

ایسراج

اوم پرکاش صبح ۳۰-۱۰ (الف) ۲۶ جون

جل ترنگ

جگدیش موہن صبح ۳۰-۱۰ اور
رات ۰۰-۹ (الف) ۲۰ جون

گٹار

برج بھوشن کابرا رات ۳۰-۹ (الف) ۲۲ جون

سگم سنگیت

شام ۴۵-۵ اور ۴۴-۸ (الف)

چرنجیت کور	:	۱۶ جون
صلاح الدین احمد	:	۱۷ جون
کرونا ابردل	:	۱۸ جون
چندر کانت گندھرو	:	۱۹ جون
اسلم صابری قوال اور ساتھی	:	۲۰ جون
ہریش بھاردواج	:	۲۱ جون
نریندر کور	:	۲۳ جون
نیلم ساہنی	:	۲۴ جون
پُشپا	:	۲۵ جون
دیپتی بھلّہ	:	۲۶ جون
انعام احمد قوال اور ساتھی	:	۲۷ جون
شودیش سنہا	:	۲۸ جون
راجیندر کمار کاچرو	:	۳۰ جون

کرناٹک سنگیت

گائن

ایس-آر-چندرو صبح ۳۰-۱۱ اور
شام ۴۵-۵ (الف) ۱۶ جون
جیالکشمی بلرامن صبح ۳۰-۱۰ (الف) اور
شام ۳۰-۳ (ب) ۲۰ جون
ٹی-ایس-وشوناتھن صبح ۳۰-۱۰ (الف) اور
شام ۳۰-۳ (ب) ۲۱ جون
ایس-سرسوتی شام ۳۰-۳ (ب) ۲۶ جون
آر-وی-رامن صبح ۳۰-۱۰ (الف) اور
شام ۳۰-۳ (ب) ۲۷ جون
وسنتا سندرم صبح ۳۰-۱۰ (الف) اور
شام ۳۰-۳ (ب) ۲۸ جون
ٹی-کے-گووندا راؤ صبح ۳۰-۱۱ اور
شام ۳۵-۵ (الف) ۳۰ جون
لکشمی چندرن وینا شام ۳۰-۳ (ب) ۱۹ جون
ایمنی شنکر شاستری وینا صبح ۳۰-۱۱ اور
شام ۳۵-۵ (الف) ۲۳ جون

لوک بھارتی دوپہر ۰۲-۱۲ (الف)

تیلگو	:	۱۷ جون
اسمیا	:	۱۸ جون
کنڑ	:	۱۹ جون
بنگلہ	:	۲۰ جون
مراٹھی	:	۲۱ جون
گجراتی	:	۲۲ اور ۲۹ جون
تمل	:	۲۴ جون
اُڑیا	:	۲۵ جون
ملیالم	:	۲۶ جون

سنگم صبح ۰۰-۸ (ب)

اسمیا گیت	:	۱۶ اور ۳۰ جون
سندھی	:	۱۷ اور ۲۴ جون
بنگلا	:	۱۸ جون
گجراتی	:	۱۹ اور ۲۶ جون
مراٹھی	:	۲۰ اور ۲۷ جون
تمل	:	۲۱ جون
ملیالم	:	۲۲ جون
اُڑیا	:	۲۳ جون
تیلگو	:	۲۸ جون
کنڑ	:	۲۹ جون

لوک مادھوری

صبح ۱۰-۹ (ب)

بھوجپوری لوک گیت	:	۱۷ جون
ہماچلی	:	۱۸ اور ۲۵ جون
ہریانوی	:	۱۹ اور ۲۶ جون
برج	:	۲۰ اور ۲۷ جون
راجستھانی	:	۲۱ اور ۲۸ جون
گڑھوالی	:	۲۲ جون
اودھی	:	۲۴ جون
کشمیری	:	۲۹ جون

ناٹک، جھلکی، روپک

'چور نکل گیا'
از مرنال پانڈے دوپہر ۱۵-۱۲ (الف) ۱۷ جون
رات ۰۰-۸ (الف) ۱۹ جون

"چھینا" از یوتی سرن شرما دوپہر ۳۰-۱۲ (الف) ۱۷ جون
"کھلونا" از بھیشم ساہنی رات ۳۰-۹ (الف) ۱۸ جون
دوپہر ۳۰-۱۲ (الف) ۲۴ جون
"سونتنترتا آندولن کا اتہاس سوراجیہ پارٹی" ناٹک
از امرت لال ناگر رات ۳۰-۹ (الف) ۱۹ جون
"ابھیشیت گاندھار"
از ڈاکٹر شنکر شیش رات ۳۰-۹ (الف) ۲۱ جون
دوپہر ۳۰-۲ (الف) ۲۳ جون

'ہمدردی کا ثبوت'
از دلیپ سنگھ : دوپہر ۱۵-۲ (الف) ۲۳ جون
اور رات ۰۰-۸ (الف) ۲۶ جون
"جوگنی" درگا پرساد شکلا کے ناول کا ریڈیو عکس
از ڈاکٹر گوپال کرشن کول رات ۳۰-۹ (الف) ۲۷ جون
"یہ ظالم زمانہ" ارون کپور دوپہر ۱۵-۱۲ (الف) ۳۰ جون

وگیان آلوک

رات ۱۵-۸ (الف)

وگیان سماچار : سیتا شرما ۱۹ جون
"روگ کیسے پھیلتا ہے" (تقریر)
ڈاکٹر ستیہ جوجھ ۲۶ جون

گھر وگیان

دوپہر ۳۰-۱۲ (الف)

'اسپغول' تحریر: ڈاکٹر ڈی بی موٹا ۱۹ جون
'رود دل الیکٹری فیکشن' تقریر آر-این گپتا ۲۶ جون

گھر وگیان دوپہر ۳۰-۱۲ (الف)

'ڈرین ڈرف کیا اور کیوں'
تقریر از ڈاکٹر اتل ڈھال ۲۷ جون

لکھنؤ

میڈیم ویو : لکھنؤ 'الف' : ۱۱۶ء۴۱۰ میٹر ۷۴۷ کلوہرٹز لکھنؤ 'ج' : ۲۲۴ء۷۴ میٹر ۱۲۷۸ کلوہرٹز
شارٹ ویو : لکھنؤ 'ب' : صبح ۴۵-۷ تک ۹۳٫۶۰ میٹر ۳۲۰۵ کلوہرٹز
صبح ۰۰-۸ بجے کے بعد ۴۸٫۸۲ میٹر ۶۱۰۰ء۷ کلوہرٹز
دوپہر ۴۱٫۳۸ میٹر ۷۲۵۰ کلوہرٹز
شام اور رات ۹۳٫۶۰ میٹر ۳۲۰۵ کلوہرٹز

خبریں

ہندی/انگریزی	(دلّی) صبح ۰۰-۶ بجے	سنسکرت	(دلّی) صبح ۰۰-۷ شام ۱۰-۶
پرادیشک سماچار	(گورکھپور) صبح ۲۰-۷	اردو	(دلّی) صبح ۵۰-۸ شب ۱۰-۹
ہندی	(دلّی) صبح ۰۰-۸ دوپہر ۰۰-۱ اور	علاقائی خبریں	(لکھنؤ) دوپہر ۳۰-۲
	دوپہر ۱۰-۲ شام ۰۵-۶	پرادیشک سماچار	(لکھنؤ) شام ۲۰-۷
	شب ۴۵-۸ اور ۰۵-۱۱	نیوز لیٹر	(ہندی) (دلّی) صبح ۰۰-۹
انگریزی	(دلّی) صبح ۱۰-۸ دوپہر ۰۰-۱	ضلع کی چٹھی	(لکھنؤ) صبح ۰۵-۹
	شب ۰۰-۹ اور ۰۰-۱۱		

شاستریہ سنگیت

گائن

فیاض احمد۔نیاز احمد صبح ۱۰-۹ ۱۶ر جون
گنگا دھر راؤ تیلنگ صبح ۱۰-۹
رات ۳۰-۱۰ ۱۷ر جون



نثار حسین خاں صبح ۱۰-۹ ۱۸ر جون

ڈی وی پلسکر مہادالے صبح ۱۰-۹
رات ۳۰-۱ ۲۰ر جون
ہردیال ملگونزا صبح ۱۰-۹
شام ۳۰-۴ ۲۲ر جون
پنڈت اونکار ناتھ ٹھاکر دوپہر ۱۰-۱۲ ۲۴ر جون
وشوناتھ شری کھنڈے صبح ۱۰-۹ دوپہر ۱۰-۱۲
رات ۳۰-۱۰ ۲۷ر جون
پلماداس صبح ۱۰-۹
شام ۳۰-۴ ۲۹ر جون
پنڈت جسراج صبح ۱۰-۹ ۳۰ر جون

سازسنگیت

ستار

محمد اسماعیل خاں دوپہر ۱۰-۱۲
رات ۴۵-۹ ۱۷ر جون
ٹی کے سنگیتگیہ دوپہر ۱۰-۱۲
شام ۳۰-۴ ۱۹ر جون

شہنائی

سکندر حسین اور ساتھی صبح ۱۰-۹
رات ۳۰-۱۰ ۱۹ر جون

سرود

مکیش بہاری شرما صبح ۱۰-۹
رات ۳۰-۱۰ ۲۱ر جون
بہادر خاں صبح ۱۰-۹ ۲۳ر جون
برج نرائن رات ۳۰-۱۰ ۲۸ر جون

وائلن

ایم ایس گوپال کرشن دوپہر ۱۰-۱۲ ۲۱ر جون
سی این راجم رات ۴۵-۹ ۲۴ر جون

طبلہ

پنّالال پورسیا صبح ۱۰-۹ ۲۵ر جون

بانسری

سونیل کانت گپت صبح ۱۰-۹
شام ۳۰-۴ ۲۶ر جون

سارنگی

کیسری پرساد مشرا رات ۳۰-۱۰ ۲۶ر جون

سگم سنگیت

دوپہر ۱۰-۱۲؛ شب ۱۵-۸

دیشاکھی دے	:	۱۷ر جون
آر کے سین گپتا	:	۱۸ر جون
کفیل خاں	:	۱۹ر جون
انیتا تلواڑ	:	۲۰ر جون
محمد ظفر	:	۲۱ر جون
شیلی رائے	:	۲۲ر جون
ہردیال ملگوترا	:	۲۴ر جون
کلاکیرتی چودھری	:	۲۵ر جون
اسمرتی گھوش	:	۲۶ر جون
میناکشی اگروال	:	۲۷ر جون
ہرجیت سنگھ	:	۲۸ر جون
مدھو رستوگی	:	۲۹ر جون
ایراسین گپتا	:	۳۰ر جون

ناٹک / جھلکی

ان سے ملئے۔ بڑے بابو (حصّہ ۲) دوپہر ۱۰-۱ ۱۶ر جون
آج اتوار ہے۔ کیسی رہی
مصنف: اندو ماتھر دوپہر ۱۰-۱ ۲۳ر جون
ان سے ملئے: میاں طفیلی: تحریر و پیشکش : تصویر عابدی
دوپہر ۱۰-۱ ۳۰ر جون
گاتا جائے بنجارا۔ فیچر۔ تحریر اور پیشکش ارن جوشی
رات ۳۰-۹ ۱۶ر جون

الہ آباد

الہ آباد (الف) ۲۹۲ء۳ میٹر ۱۰۲۶ کلو ہرٹز
الہ آباد (ب) ۲۰۲ء۰۰ میٹر ۱۴۸۵ کلو ہرٹز

شاستریہ سنگیت

گائن

نصیر احمد خاں — صبح ۱۱-۰۰ — ۱۶ر جون
نیاز احمد خاں اور
فیاض احمد خاں — صبح ۱۱-۰۰ اور
رات ۸-۱۵



سندھیا مکرجی — رات ۸-۳۰ — ۱۷ر جون
رام آسرے — صبح ۷-۳۰ اور
رات ۸-۱۵ — ۱۸ر جون
نارائن راؤ وی پٹوردھن — دوپہر ۱-۲۰ — ۲۰ر جون
استاد بڑے غلام علی خاں — صبح ۱۱-۰۰ — ۲۳ر جون
نزاکت علی خاں، سلامت علی خاں — رات ۱۰-۰۰ — ۲۳ر جون
غلام صادق خاں — صبح ۷-۳۰، دوپہر ۱-۲۰ اور
رات ۸-۱۵ — ۲۵ر جون
کملا بوس — صبح ۷-۳۰، رات ۸-۱۵ اور
رات ۱۰-۳۰ — ۲۶ر جون
سلوچنا برہسپتی — دوپہر ۱-۲۰ اور
رات ۸-۱۵ — ۲۸ر جون

اوشا جی بھٹ — صبح ۷-۳۰ اور
رات ۸-۱۵ — ۲۹ر جون
استاد امیر خاں — صبح ۱۱-۰۰ — ۳۰ر جون
کیسر بائی کیرکر — رات ۸-۱۵ — ۳۰ر جون

ساز سنگیت

— ستار —

بلرام پاٹھک — صبح ۱۱-۰۰ — ۱۶ر جون
سروج نارائن — صبح ۷-۳۰ اور
دوپہر ۱-۳۰ — ۲۱ر جون
ایس آر ماڈسنکر — دوپہر ۱-۲۰، رات ۸-۱۵ اور
رات ۹-۴۵ — ۲۴ر جون
دنیش دیوناتھ — صبح ۷-۲۰ اور
رات ۱۰-۳۰ — ۲۸ر جون

— سارنگی —

رام نارائن — دوپہر ۱-۲۰ — ۱۴ر جون
بیدناتھ مشر — صبح ۷-۳۰ اور
رات ۸-۱۵ — ۲۶ر جون

— جل ترنگ —

کے۔ ایل۔ سود — صبح ۷-۳۰ اور
رات ۸-۳۰ — ۱۹ر جون

— طبلہ —

سامتا پرساد — رات ۸-۲۰ — ۲۰ر جون

— بانسری —

ہمانشو بسواس — صبح ۱۱-۰۰ — ۲۳ر جون
بھولاناتھ — دوپہر ۱-۲۰، رات ۸-۱۵ اور
رات ۱۰-۳۰ — ۲۷ر جون

اُپ شاستریہ سنگیت

لیلا کاروال — دوپہر ۱-۲۰، رات ۸-۱۵ اور
رات ۹-۴۵ — ۱۷ر جون
راجیشیں کماری بتو — رات ۸-۱۵ — ۱۹ر جون
استاد بڑے غلام علی خاں — رات ۸-۱۵ — ۲۳ر جون

سگم سنگیت

کلپنا بنرجی — دوپہر ۱-۱۰ اور
رات ۸-۲۰ — ۱۷ر جون
نسیم بانو چوپڑہ — رات ۸-۳۰ اور
۹-۴۵ — ۱۸ر جون
ترن نندی — صبح ۹-۱۰ اور
دوپہر ۱-۱۰ — ۱۸ر جون
مہیش کمار — دوپہر ۱-۱۰ اور
رات ۸-۳۰ — ۱۹ر جون
رما سین — دوپہر ۱-۱۰ — ۲۰ر جون
مہندر پال — رات ۸-۳۰ — ۲۰ر جون
ورییندر کمار سنگھ — دوپہر ۱-۱۰ اور
رات ۸-۳۰ — ۲۱ر جون
سوتنتر شرما — دوپہر ۱-۱۰ اور
شام ۷-۴۵ — ۲۲ر جون
مہدی حسن — دوپہر ۱-۲۵ اور
شام ۷-۴۵ — ۲۳ر جون
وینا بنرجی — دوپہر ۱-۱۰ اور
رات ۸-۳۰ — ۲۴ر جون
پرتیما مکرجی — صبح ۹-۱۰ اور
دوپہر ۱-۱۰ — ۲۵ر جون
اوشا ٹنڈن — شام ۷-۴۵ اور
رات ۸-۳۰ — ۲۵ر جون
سنگیتا رائے — دوپہر ۱-۱۰ اور
رات ۸-۳۰ — ۲۶ر جون
ستریکانت دلیشیہ — دوپہر ۱-۱۰ اور
شام ۷-۴۵ — ۲۷ر جون
چندانی مکرجی — رات ۸-۳۰ — ۲۷ر جون
چندر شیکھر چکرورتی — صبح ۹-۱۰، دوپہر ۱-۱۰
اور رات ۸-۳۰ — ۲۸ر جون
سمن رائے — دوپہر ۱-۱۰ اور
شام ۷-۴۵ — ۲۹ر جون

وچار وندو

صبح ۶-۵۰

گورودیو رابندر ناتھ ٹیگور — ۱۷ر جون
اچاریہ ونوبا بھاوے — ۱۸ر جون
چندر شیکھر وینکٹ رمن — ۱۹ر جون
چیتنہ مہا پورم — ۲۰ر جون
سوامی وویکانند — ۲۲ر جون
اچاریہ گیاپتی موہن سین — ۲۴ر جون
اینی بیسنٹ — ۲۵ر جون
ڈاکٹر راجندر پرساد — ۲۶ر جون

امرصاحب گنیش شنکر ودیارتھی ۲۷ر جون
سسٹرنویدتا ۲۸ر جون

اردو پروگرام

صبح ۳۰-۸

حرف حرف

۱۔ کلام : نذیر بنارسی

۲۔ بات چیت

شرکا : اکمل اجملی، ڈاکٹر جعفر رضا اور تنویر زیدی ۱۹ر جون

ہندی پروگرام

رات ۰۰-۱۰

'لوک تنتر اور پترکاریتا'، بات چیت

شرکا : اشوک چترویدی، آلوک شکلا اور اپیندر شکلا ۱۸ر جون

سونتتا سینانی اندر چند نارنگ سے

نند کشور اپادھیائے کی بھینٹ وارتا ۱۷ر جون

'ادھنک بھیہ نرمان میں پیڑ پودوں اور جڑی بوٹیوں کا یوگدان'،

بات چیت، شرکا : ڈاکٹر سریش دت تیواری، اور

ڈاکٹر حماد عثمانی ۲۴ر جون

ریڈیو پتریکا

۱۔ کویتائیں : ڈاکٹر نند دیو سنگھ

۲۔ کہانی : مجود رما

۳۔ 'وشوودیالیوں میں ہو رہے بھاشا اور ساہتیہ سمبندھی شودھ

کاریہ'، ایک جائزہ از مہندر راجہ جین

سمپادک : نند کشور اپادھیائے ۲۴ر جون

کویتا پاٹھ

از یوگیندر چودھری اور نریش مہتہ ۲۷ر جون

گرہیہ لکشمی : خواتین کیلئے

دوپہر ۳۰-۱۲

'کیا طلاق سمسیاؤں کا حل ہے ؟'، پریچرچا

شرکا : پونم شریواستو، دلنودی سنہا، اور امر گوسوامی ۱۷ر جون

کچھ نسخے سیلتا کے — 'بس ابھی لیجئے'، مزاحیہ تقریر

از شریمتی مالا سنہا ۱۸ر جون

'گرمی کے موسم کی عام بیماریاں'، تقریر از

ڈاکٹر آر۔ کے۔ کپور ۲۱ر جون

کہانی از شریمتی اندرانی ۲۴ر جون

'آپ کی رسوئی میں پنجاب کی ویجن'،

از جیوتی گروور ۲۴ر جون

'مصیبت ہے ہائی کورٹ کے پاس گھر'، مزاحیہ تقریر

از اوشا شریواستو ۲۸ر جون

'گرہستی یتا رتھ کی زمین ہے'، تقریر

از پھول ہیسٹر ۲۸ر جون

رامپور

۳۳۶٫۷ میٹر (۸۹۱ کلوہرٹز)

خبریں

ہندی/انگریزی : صبح ۰۰-۶ (عالمی)، ہندی : صبح ۰۰-۸ دوپہر ۰۵-۱ اور ۱۰-۲ شام ۰۵-۶ رات ۴۵-۸
انگریزی : صبح ۱۰-۸ دوپہر ۰۰-۲ رات ۰۰-۹ اردو : صبح ۵۰-۸ اور رات ۱۵-۹
سماچار پتر ہندی : صبح ۰۰-۹، ضلع کی چٹھی : صبح ۰۵-۹، پرادیشک سماچار : شام ۲۰-۷

شاستریہ سنگیت

گائن

نثار حسین خاں : صبح ۳۰-۷ ۱۷ر جون
مانک رما : صبح ۳۰-۷
: رات ۱۰-۸ ۲۲ر جون
کرشن راؤ شنکر پنڈت : صبح ۳۰-۷
اور دوپہر ۴۰-۱ ۲۵ر جون
لطافت حسین خاں : دوپہر ۴۰-۱ ۲۷ر جون

ساز سنگیت

طبلہ

نثار حسین : صبح ۳۰-۷ ۲۰ر جون

سرود

امجد علی خاں : صبح ۳۰-۷
: دوپہر ۴۰-۱ ۲۴ر جون

وچتر وینا

احمد رضا خاں : رات ۱۰-۸ ۲۵ر جون

سگم سنگیت

اُوشا ٹنڈن : رات ۰۰-۸ ۲۰ر جون
مانک اوتیہ : صبح ۵۰-۷ ۲۱ر جون
سخاوت حسین خاں : رات ۰۰-۸ ۲۵ر جون
محمد اسلم : صبح ۵۰-۷ ۲۸ر جون

کرشی جگت

تقریر

دلہنی فصلیں اگاکر دہرا لابھ لیں شام ۳۰-۶ ۱۶ر جون
اردرکوں میں ملاوٹ قانونی اپرادھ شام ۴۰-۷ ۲۶ر جون

گرامین چھیتروں میں اوشیک کی ورد ویوستھا
شام ۳۰-۷ ۳۰ر جون

لوک گیت

محمد احمد خاں : چہار بیت رات ۳۰-۹ ۱۶ر جون
پرتبھا پی ددے صبح ۲۱-۸
دوپہر ۲۰-۲ ۱۸ر جون
ہوری لال اور ساتھی دوپہر ۱۰-۱ ۱۸ر جون
منجو خاں اور ساتھی رات ۳۰-۹ ۲۳ر جون
شہزادے میاں اور ساتھی رات ۳۰-۹ ۳۰ر جون

تقریر

اردو کے مزاح نگار۔ کنہیا لال کپور، نصیر احمد
رات ۰۰-۸ ۱۶ر جون

اردو تقریر از شمس بدایونی
صبح ۳۰-۸ ۲۲ر جون

عالمی ملکوں سے بھارت کے صنعتی اور تجارتی رابطے
امیر احمد رات ۰۰-۸ ۲۳ر جون

فیچر

قلع آنولا : تحریر اور پیش کش محمد علی موج
صبح ۳۰-۸ ۲۱ر جون

افسانہ

ڈاکٹر جلیل سہسوانی صبح ۳۰-۸ ۲۸ر جون

گورکھپور

۳۳۳ء۳ میٹر (۹۰۹ کلو ہرٹز)

خبریں

ھندی/انگریزی : صبح ۰۰-۶ (عالمی) ہندی : صبح ۰۰-۸ دوپہر ۰۵-۱ اور ۱۰-۲ بجے
شام ۰۵-۶ اور ۰۵-۷ (کھیل)، رات ۴۵-۸، ۰۵-۱۱ انگریزی : صبح ۱۰-۸، دوپہر ۰۰-۱، رات ۰۰-۱۱
سنسکرت : صبح ۰۰-۷ بجے اردو : صبح ۵۰-۸، دوپہر ۵۰-۱ علاقائی : صبح ۲۰-۷، شام ۲۰-۷
راجیہ کی چیٹھی : صبح ۰۰-۹ ضلع کی چیٹھی : صبح ۰۵-۹ دھیمی گتی کے سماچار : دوپہر ۴۵-۲

روزانہ نشر ہونے والے پروگرام

صبح

۰۵-۶ وندنا (بھکتی سنگیت)
۳۰-۶ امروانی / چنتن بندو
۳۵-۶ کھیتی کی باتیں
۴۵-۶ دھرتی گائے (بھوجپوری گیت)
۵۵-۶ پروگراموں کا خلاصہ
۰۵-۷ مانس گان
۱۵-۷ پریگنت جاتی و جن جاتی کے لیے آرکشت پدوں سے سمبندھت سوچنائیں
۳۰-۷ جھروکا (منگل، جمعرات، ہفتہ)
آخر کب تک (پیر اور بدھ)
گاندھی چرچا (جمعہ)
وگیان پتریکا (اتوار I)
کھیل پتریکا (اتوار IV)
۳۰-۷ شاستریہ سنگیت (اتوار II, III)
۴۰-۷ سنگیت پربھا (منگل کے سوا)
سماچار درشن (منگل)
۲۱-۸ سگم سنگیت
۳۰-۸ اردو پروگرام
۱۰-۹ لوک رُچی سماچار (اتوار)
گھر آنگن (دیہاتی عورتوں کے لیے پروگرام) (پیر، جمعرات)
پھلواری (منگل اور جمعہ)
فلمی بھجن (بدھ)
فلمی قوالیاں (ہفتہ)
۱۵-۹ بال سکھا
دوپہر بچوں کا پروگرام (صرف اتوار)
۰۰-۱۲ چترپٹ سے (فلمی گیتوں کا پروگرام)
پرادیشک سنگیت (صرف جمعرات)
۱۰-۱۲ ودھیارتھیوں کے لیے (اتوار کے لیے)
۳۰-۱۲ نیپالی پروگرام
۱۰-۱ اونکاش کے شن (اتوار)
گیتانجلی
عورتوں کے پسندیدہ فلمی گیت (پیر)
مہیلا سبھا (منگل، جمعہ)
سواستھ چرچا (جمعرات)
پرانی فلموں سے (بدھ)
۴۰-۱ سامائیکی (پچھلی دن کی ریکارڈنگ)
۲۰-۲ کھیتی کسانی
۳۰-۲ لوک رنگ (لوک گیتوں کا پروگرام)

شام

۰۰-۵ بھاشا شکشا
۱۵-۵ دیس ہمارا
۳۰-۵ روزگار سماچار
۳۵-۵ دیہاتی پروگرام
۱۰-۶ کھیتی باڑی
۴۰-۶ آج اور کل : پروگراموں کا خلاصہ
مقامی معلومات
۴۵-۶ لوک گیت
۰۵-۷ سنگیت سُدھا
۳۰-۷ یووا جگت (نوجوانوں کے لیے پروگرام)
۰۰-۸ ہندی پروگرام (اتوار کے سوا)
پیتر ملا (اتوار)
۱۵-۸ ریڈیو ڈائری / سگم سنگیت
۲۰-۸ ودھان منڈل سمیکشا
۳۰-۸ سنسد سمیکشا (اتوار کے سوا)
پرادیشک سماچار درشن
۱۶-۹ نئی کرن (اتوار)
یونیورسٹی کے لیے (پیر)
کھیل کھلاڑی (منگل)
انگریزی تقریر (بدھ)
جینتی و تہوار / سگم سنگیت (جمعرات، جمعہ اور ہفتہ)
۳۰-۹ ہیم لتا : ہندی ادبی میگزین (اتوار I, III)
ہندی وچار گوشٹھی (اتوار II)
انترپردیش درشن (اتوار IV)
سنسکرت پتریکا (اتوار V)
نیشنل پروگرام : تقریر (پیر)
اردو پروگرام (منگل)
سنگیت سبھا (بدھ)
دہلی سے پروگرام (جمعرات)
ناٹک (جمعہ)
دہلی سے ریلے (ہفتہ)
۰۰-۱۰ من بھاون (جمعرات)
اندر دھنش (اتوار)
غیر فلمی قوالیاں / فلمی گیت / ٹھمری دادرا / ہاسیہ کوی گوشٹھی (پیر)
دہلی سے ریلے (منگل، بدھ، ہفتہ)
پھر سنیے (جمعہ)

لوک گیت

رام ملگن اور ساتھی	دوپہر ۲۰-۲	یکم	جون
راکیش چندر شری واستو	شام ۴۵-۶	یکم	جون
پرسو رام تیواری اور ساتھی	دوپہر ۲۰-۲	۳	جون
رام بچن مشرا	شام ۴۵-۶	۳	جون
پلٹو پرشاد اور ساتھی	دوپہر ۲۰-۲	۵	جون
دپن بہاری پاٹھک	شام ۴۵-۶	۵	جون
رام بیچ نشاد اور ساتھی	دوپہر ۲۰-۲	۶	جون
رام نریش یادو اور ساتھی	شام ۴۵-۶	۶	جون
راج نرائن یادو	دوپہر ۲۰-۲	۸	جون
راج نرائن شرما اور ساتھی	شام ۴۵-۶	۸	جون
سریمتی منجو نگم	دوپہر ۲۰-۲	۱۰	جون
حوصلہ پانڈے اور ساتھی	شام ۴۵-۶	۱۰	جون
پتی راج یادو	دوپہر ۲۰-۲	۱۱	جون
لال بہاری سنگھ اور ساتھی	دوپہر ۲۰-۲	۱۳	جون
شریمتی آرتی اروڑا	شام ۴۵-۶	۱۳	جون
شریمتی للی ورما	دوپہر ۲۰-۲	۱۴	جون
ہری رام اور ساتھی	شام ۴۵-۶	۱۴	جون

سگم سنگیت

صبح ۲۱-۸-شام ۰۵-۷

ظفرالحق انصاری : ۵/ جون
یونس قریشی : ۸/ جون
کماری اُدیتا مکھرجی : ۱۲/ جون
شردمنی ترپاٹھی : ۱۵/ جون

ڈرامہ اور فیچر

سپنا ہوا ساکار
تحریر: چندر رانی دیوی رات ۳۰-۹ ۵/جون
سنسکرت ناٹک
شکنتلا" سے ماخوذ رات ۳۰-۹ ۱۲/جون

ہندی تقریر

کیوں نہیں آتے سپنے اچھے اچھے
ڈاکٹر ایچ۔ ایم۔ بھارگو شام ۸ یکم/جون

ہندی تقریر/کویتا

رات ۰۰-۸

کاویہ سدھا
کوی۔ ڈاکٹر اُماشنکر تیواری ۳/جون

میرے جیون کے پریرک گرنتھ"
کیشو چندر مشرا ۴/ جون
پوروی اتر پردیش کے لوک نرتیہ
ڈاکٹر ارشاد علی ۵/ جون
اتر پردیش میں ناتھ سمپردائے کی بھومیکا
رام لال شری واستو ۶/ جون
رس بھارتی۔ ودّیاپتی پداولی
ڈاکٹر اے۔ سی۔ بنرجی ۷/ جون
ایک ہمارا بھی زمانہ تھا (مزاحیہ) ۸/ جون
کاویہ سدھا
سربیندر کالے ۱۰/ جون
ایپنا سوں کے اُوسر نئے نایک
(ہیرا من۔ مارے گئے گلفام)
ڈاکٹر درویش سنگھ ۱۱/ جون
پوروی اتر پردیش کی مورتی کلا
کلیانی جاگیردار ۱۲/ جون
کتھا ایک شہر کی ۔ اعظم گڑھ
ڈاکٹر سریش چندر پانڈے ۱۳/ جون
رس بھارتی۔ سنسکرت کے کوی
ڈاکٹر شیو شنکر اوستھی ۱۴/جون

کیوں نہیں آئے۔ مہمان اچھا چھے"
ڈاکٹر وشنو ۱۵/ جون

اردو پروگرام

شعری نشست
شرکاء: سید ننھے میاں اختر، جناب تحسین عثمانی
جناب رؤف تیمی، ڈاکٹر مبارک انصاری اور
جناب سعید اختر : رات ۳۰-۹ ۴/جون
آئینۂ ادراک : صبح ۳۰-۸ ۷/جون
موضوعِ تقریر۔ حسد کا مادّہ انسان کو کس حد تک گراتا ہے۔
مقرر: مولانا عبیدالرحمٰن اختر
نظم: تو مٹی قد ریں
جناب مضطر اعظمی : رات ۳۰-۹ ۱۱/جون
کاروانِ ادب
کلام شاعر۔ جناب صبا مصباحی، جوہر مگہری

"اردو کے اہم ناول" تقریر
نسیم حیدر رضوی : رات ۳۰-۹ ۱۱/جون
تخلیق ادبی میگزین
تقریر: قرۃ العین حیدر کا فن
مقرر: ڈاکٹر احمد لاری
کلام شاعر۔ عمر قریشی ۱۲/جون
رفتار۔ تقریر: چھوٹی صنعتوں کے لئے سرکاری سہولتیں
جناب حیدر علی خاں

نظم: ملک ہمارا
جناب نثار اللہ نثار
افسانہ : سیّد احمد قادری ۱۴/جون

کھیل کھلاڑی

رات ۳۰-۹

پچھلے ماہ کا کھیل تبصرہ
اَنِل کمار پانڈے ۳/جون
مذاکرہ: کشتی کلا کے بدلتے سوروپ
شرکاء: مکسور سنگھ، پنّے لال یادو ۱۱/جون

بال سکھا (بچوں کا پروگرام)

صبح ۱۵-۹

بال کہانی۔
محترمہ کشور جہاں
ہاکی کا اتہاس۔ تقریر: نصراللہ خاں
بال گیت۔ بچوں کے منہ سے ۲/جون
ہم کیسے آزاد ہوئے (تقریر)
ساموداٹک گان شکشا۔
بال گیت: بچوں کے منہ سے ۹/ جون

سواستھ چرچا

دوپہر ۱۰-۱

تقریر: نوجات ششوؤں میں ہونے والے روگ کارن اور ندان۔
مقرر: ڈاکٹر ایس کے، مہروترا ۶/ جون
رکت دان۔
مقرر: ڈاکٹر زیڈ۔ یو۔ احمد ۱۳/ جون

مہیلا سبھا (خواتین کے لئے)

دوپہر ۱۰-۱

برسے بھینے ٹیلی ویژن منگوا کر (مزاحیہ)
اوشا شریواستو
تقریر: گاؤں کی ہست کلا
نیلماں شریواستو ۴/ جون
گرہ سجا کیلئے پودے (تقریر)
اوشا چوبے رنجو جین
گرہ پات قانون کی بیدھتا (تقریر)
کرشن جی شریواستو ۱۱/جون

نئی کرن

رات ۱۶-۹

بلیا ضلع کی ڈائری
کالیکا پرساد۔ ڈی۔ ایم ۲/جون
باڑھ سے بچاؤ (تقریر)
آر۔ پی۔ سنگھ ۹/جون

بھوپال، رائپور، گوالیار، جبلپور

بھوپال، الف، ۲۰۲ء۰۰ میٹر ۱۴۸۵ کلوہرٹز بھوپال، ب، ۲۲۳ء۱۳ میٹر ۱۳۴۳ کلوہرٹز

شارٹ ویو

صبح ۷-۴۵ تک	۶۰ء۱۲ میٹر	۴۹۱۵ کلوہرٹز		
صبح ۸-۰۰ بجے کے بعد	۵۰ء۰۸ میٹر	۵۹۹۰ کلوہرٹز		
دوپہر	۴۱ء۷۸ میٹر	۷۱۸۰ کلوہرٹز		
شام اور رات	۶۰ء۱۲ میٹر	۴۹۱۵ کلوہرٹز		

رائے پور: ۳۰۵ء۹ میٹر ۹۸۱ کلوہرٹز گوالیار: ۲۱۶ء۴ میٹر ۱۳۸۶ کلوہرٹز جبلپور: ۲۵۴ء۲ میٹر ۱۱۷۹ کلوہرٹز

خبریں

ہندی: صبح ۸-۰۰، ۹-۰۵ (پرادیشک) دوپہر ۱-۰۵، ۲-۱۰، ۲-۴۵ شام ۶-۰۵ رات ۸-۴۵ (۱۱-۰۵ صرف ہفتے کو)

انگریزی: صبح ۸-۱۰ دوپہر ۱-۰۰ شام ۶-۰۰ رات ۹-۰۰ (۱۱-۰۰ صرف ہفتے کو)

شاستریہ سنگیت

گائن

اے۔ کے۔ کوبگجے	صبح ۶-۳۵	۱۶ر جون
نارائن راؤ پٹوردھن	صبح ۹-۵۰	۱۶ر جون
رام مراٹھے	صبح ۶-۳۵ اور	
	دوپہر ۱-۴۰	۱۷ر جون
وسنت راؤ دیش پانڈے	صبح ۷-۴۵	۱۸ر جون
رتیش ناڈکرنی	صبح ۶-۳۵، دوپہر ۱-۴۰ اور	
	رات ۱۰-۰۰	۱۹ر جون
ڈی وی پلسکر	صبح ۶-۳۵	۲۰ر جون
غلام مصطفٰے خاں	صبح ۷-۴۵، دوپہر ۱-۴۰ اور	
	رات ۱۰-۰۰	۲۱ر جون
مشتاق حسین خاں	صبح ۶-۳۵	۲۱ر جون
مالویکا کانن	صبح ۶-۳۵	۲۲ر جون
اے۔ کانن	صبح ۶-۳۵	۲۳ر جون
رام داس مونگرے	صبح ۸-۳۰ اور	
	رات ۱۰-۳۰	۲۴ر جون
گنگو بائی ہنگل	صبح ۶-۳۵	۲۵ر جون
پروین سلطانہ	صبح ۹-۱۰	۲۵ر جون
پنڈت جسراج	صبح ۸-۳۰	۲۶ر جون
ہیرا دیوی مشرا	صبح ۷-۴۵	۲۷ر جون
شیلا کرکرے	رات ۱۰-۳۰	۲۸ر جون
الیس۔ پی۔ رتناکر	صبح ۶-۳۵ اور	
	رات ۱۰-۳۰	۲۸ر جون
بی۔ ڈی۔ واڈیکر	صبح ۶-۳۵	۲۹ر جون
استاد امیر خاں	صبح ۶-۳۵	۳۰ر جون

ساز سنگیت

ستار

اوماشنکر مشر	صبح ۸-۳۰ اور	
	رات ۱۰-۳۰	۱۷ر جون
گریراج	صبح ۸-۳۰ اور	
	رات ۱۰-۳۰	۲۰ر جون
بدھ دتیہ مکرجی	صبح ۶-۳۵ اور	
	دوپہر ۱-۴۰	۲۴ر جون
مہا شویتا بنرجی	صبح ۹-۱۰ اور	
	دوپہر ۱-۴۰	۲۶ر جون

بانسری

آر۔ وی۔ گروڈ	صبح ۶-۳۵ اور	
	دوپہر ۱-۴۰	۱۸ر جون
ہری نارائن سونی	صبح ۹-۱۰ اور	
	دوپہر ۱-۴۰	۲۷ر جون

شہنائی

دیاشنکر	صبح ۸-۳۰ اور	
	رات ۱۰-۳۰	۱۹ر جون

سارنگی

عبدالصمد خاں	صبح ۹-۱۰، دوپہر ۱-۴۰ اور	
	رات ۱۰-۳۰	۲۱ر جون

وائلن

راجندر ویاس	صبح ۹-۱۰ اور	
	دوپہر ۱-۴۰	۲۸ر جون

کلارنیٹ

مجید خاں	صبح ۹-۱۰ اور دوپہر ۱-۴۰	۲۹ر جون

آئینہ: اردو پروگرام
صبح ۸-۳۰

بزم سخن
شرکاء: شفیع بھارتی، حبیب ترنم، شفق تنویر، نور محمد قمر،
محمود نشتری، آنند موہن، نور محمد یاس ۱۸ر جون

بزم سخن
شرکاء: طالب بھوپالی، واحد پریمی، نشتر اندوری، نصیر پرواز،
ظفر صہبائی، سرفراز دانش اور سیفی سرونجی ۲۵ر جون

کہکشاں: اردو پروگرام
رات ۸-۰۰

'اردو شاعری میں تصوف کے اشعار' تقریر از
علی عباس امید ۲۱ر جون

۱۔
۲۔ شعر و نغمہ
'غالب، ہجر اور تنہائی'
از محسن علی
۳۔ کلام شاعر: ڈاکٹر اختر نجمی ۲۸ر جون

سگم سنگیت
صبح ۸-۲۱

میگھا پھڑکے		۱۷ر جون
پشپا بھاوے		۲۴ر جون

صبح ۸-۲۱ اور دوپہر ۱-۴۰

کلجیت سنگھ سینگر		۱۸ر جون
کملا آئینگر		۱۹ر جون
برج موہن دیکشت		۲۰ر جون
بنواری لال ناگر		۲۱ر جون
سنیتا چندیشری		۲۲ر جون
ضمیر خاں		۲۵ر جون
ارچنا وکیل		۲۶ر جون
روی شنکر پانڈے		۲۸ر جون
جے شری ترفے		۲۹ر جون
مالا دربا	دوپہر ۱-۳۰	۲۷ر جون

لوک سنگیت
دوپہر ۲-۳۰

ہرگووند سونی	۱۹ر جون
سوشیلا شریواستو	۲۰ر جون
رام سیوک گھرائے	۲۱ر جون
وندنا سکینہ	۲۲ر جون
شانتی بائی مواز	۲۷ر جون

(آگے ص ۴۳ پر)

جالندھر چنڈی گڑھ

جالندھر: میڈیم ویو: ۴۲۷٫۳ میٹر ۷۰۲ کلوہرٹز
۲۲۲٫۲ میٹر ۱۳۵۰ کلوہرٹز
۳۴۳٫۶ میٹر ۸۷۳ کلوہرٹز
چنڈی گڑھ: میڈیم ویو: ۲۰۹٫۶ میٹر ۱۴۳۱ کلوہرٹز

خبریں

ہندی: صبح ۸-۰۰ دوپہر ۱-۰۵، ۲-۱۰، ۲-۴۵ (دھیمی رفتار سے) شام ۶-۰۵، ۶-۲۰ (پرادیشک سماچار)
رات ۸-۴۵، ۱۱-۰۵ پنجابی: صبح ۸-۳۰ دوپہر ۱-۴۰ شام ۶-۱۰ (پرادیشک سماچار)
شام ۷-۳۰ انگریزی: صبح ۸-۱۰ دوپہر ۱-۰۰ رات ۹-۰۰ اور ۱۱-۰۰
اردو: صبح ۸-۵۰ دوپہر ۱-۵۰ رات ۹-۱۵ اور ۹-۲۵ تبصرہ روزگار سماچار: شام ۷-۴۰

شاستریہ سنگیت

گائن

استاد بڑے غلام علی خاں صبح ۹-۰۵ اور
رات ۱۰-۲۰ ۱۶/ جون
کورتی بھٹاچاریہ رات ۱۰-۰۰ ۱۸/ جون
بلبیر سنگھ کلسی صبح ۹-۰۵ اور
رات ۱۰-۲۰ ۱۹/ جون
ایل کے پنڈت صبح ۹-۰۵ اور
رات ۱۰-۲۰ ۲۱/ جون
استاد عبدالکریم خاں صبح ۹-۰۵ ۲۳/ جون
روشن آرا بیگم رات ۱۰-۳۰ ۲۳/ جون
سویتا دیوی صبح ۹-۰۵ اور
رات ۱۰-۳۰ ۲۴/ جون
سوہن سنگھ صبح ۹-۰۵ اور
رات ۱۰-۳۰ ۲۶/ جون



شوبھا گرٹو دوپہر ۴-۳۰ ۲۷/ جون

تیج پال سنگھ، سریندر پال سنگھ صبح ۹-۰۵ اور
رات ۱۰-۳۰ ۲۸/ جون
گنیش رائے، چندر بہرے، بوا
رات ۱۰-۳۰ ۳۰ جون

ساز سنگیت

ستار

بدھادتا مکرجی: صبح ۹-۰۵
رات ۱۰-۳۰ ۲۰/ جون
مدن شنکر مشرا رات ۱۰-۰۰ ۲۵/ جون

کلارنٹ

بہاری لال صبح ۹-۰۵
دوپہر ۴-۳۰ ۲۲/ جون
رام لبھایا صبح ۹-۰۵
دوپہر ۴-۳۰ ۲۹/ جون

سنطور

ہمانشو وشواس رات ۱۰-۴۵ ۱۹/ جون
شو کمار شرما صبح ۹-۱۰ ۲۵/ جون

سگم سنگیت: لوک گیت

ہنس راج ہنس صبح ۱۱-۳۰ ۱۶/ جون
جاگیر سنگھ طالب دوپہر ۴-۴۵ ۱۶/ جون
پر و میلا پتی صبح ۸-۲۰ ۱۷/ جون
جگموہن کور دوپہر ۲-۳۰ ۱۷/ جون
سورن جیت رات ۱۰-۱۵ ۱۷/ جون

ہنس راج ہنس دوپہر ۲-۳۰ ۳۰/ جون
شنکر داس اور ساتھی دوپہر ۴-۴۵ ۲۰/ جون
جسدیو کمار یملا جٹ دوپہر ۱۲-۳۰ ۲۱/ جون
جگت سنگھ جگا رات ۱۰-۱۵ ۲۱/ جون
کلدیپ سنگھ پردیسی صبح ۷-۴۵ ۲۲/ جون
باغ سنگھ صبح ۶-۴۵ ۲۲/ جون
جسبیر سنگھ خوشدل دوپہر ۲-۳۰ ۲۳/ جون
لال چند یملا جٹ اور ساتھی صبح ۸-۲۰ ۲۴/ جون
کلونت سنگھ ویدی دوپہر ۲-۳۰ ۲۵/ جون
پرکاش چند چمن دوپہر ۲-۳۰ ۲۶/ جون
بھیمن سنگھ دوپہر ۴-۴۵ ۲۷/ جون
پرتی بالا دوپہر ۱۲-۳۰ ۲۸/ جون
جگجیت سنگھ زیروی رات ۱۰-۱۵ ۲۸/ جون
صورت سنگھ زخمی دوپہر ۴-۴۵ ۲۹/ جون
نریندر بیبا دوپہر ۲-۳۰ ۳۰/ جون
جیون سنگھ چندن اور ساتھی دوپہر ۴-۴۵ ۳۰/ جون

بھجن

مینکا تیواڑی صبح ۷-۳۰ ۲۲/ جون
راج کمار صبح ۷-۳۰ ۲۹/ جون

شبد

بھائی بخشیش سنگھ راگی اور ساتھی
صبح ۷-۳۰ دوپہر ۱۲-۱۵ اور
شام ۷-۴۵ ۱۹/ جون
سروپ سنگھ سروپ صبح ۸-۲۰ ۲۲/ جون
بھائی دیویندر سنگھ راگی صبح ۷-۳۰ دوپہر ۱۲-۱۵ اور
شام ۷-۴۵ ۲۶/ جون
ہرچندر کور کوہلی صبح ۸-۲۰ ۲۹/ جون

ڈرامے رات ۹-۳۰

پل دو پل: دوستووسکی کے ناول وہائٹ نائٹ کا ریڈیو
عکس: نریندر شرما ۱۷/ جون
شاید کبھی نہیں: ہندی ناٹک
کے۔ایل ذاکر ۲۱/ جون
باپو مالا نہ لئی (پنجابی ناٹک)
گوردیال سنگھ پھل ۲۴/ جون
دوگز زمین: ٹالسٹائی کی کہانی کا ریڈیو عکس
از ستیش چترویدی

تقریر

طلبا اور نظم و ضبط: اردو میں تقریر
ایس۔ایس وج ۱۱/ جون
(۹۶ ص ۴۲ پر)

روہتک

میڈیم ویو : ۲۶۲،۴ میٹر ۱۱۴۳ کلوہرٹز

خبریں

ہندی : صبح ۸-۰۰ دوپہر ۱-۰۵ ۲-۴۵(دھیمی رفتار سے) شام ۶-۰۵ رات ۸-۴۵، انگریزی: صبح ۸-۱۰ رات ۹-۰۰

روزانہ نشر ہونے والے پروگرام

صبح

۶-۳۰ اور ۵-۰۵ - ۷ شام بھکتی سنگیت

۶-۵۵ کھیتی باڑی

۷-۰۵ پروگراموں کا خلاصہ

۷-۲۵ ضلع کی چٹھی

۸-۲۱ لوک سنگیت (اتوار کو بچوں کے لیے)

۸-۴۰ سب رس

دوپہر

۱-۱۰ فلمی سنگیت

۱-۴۰ اسکول براڈکاسٹ (سوائے ہفتہ، اتوار اور تعطیلات)

۲-۲۰ لوک سنگیت

شام

۵-۳۰ یووا سنسار

۶-۱۰ علاقائی لوک سنگیت (بدھ کو ننھے منے)

۶-۳۰ کرشی جگت

۷-۰۰ گرامین سنسار

۷-۳۰ روزگار سماچار

۹-۱۶ ایک فلم سے

شاستریہ سنگیت

صبح ۷-۴۰

گائن

سریش جی شری کھنڈے	:	۱۷ر جون
اجیت سنگھ پینٹل	:	۱۹ر جون
منی رام	:	۲۰ر جون
راجن مشر اور ساجن مشر	:	۲۱ر جون
منی پرساد	:	۲۶ر جون
اتل دیسائی	:	۲۷ر جون
بھیم سین شرما	:	۲۸ر جون

ساز سنگیت

بانسری

راجندر کمار	:	۱۸ر جون
دیال سنگھ	:	۲۴ر جون

طبلہ

چنگیز حسین خاں	:	۲۲ر جون

جلترنگ

گھاسی رام نرمل	:	۲۵ر جون

سگم سنگیت

صبح ۷-۱۵

کمل ہنس پال	:	۱۶ر جون
لکشمی نارائن پراشر	:	۱۷ر جون
شکنتلا بدھی راجا	:	۱۸ر جون
سدھا مارام	:	۱۹ر جون
اوشا اگروال	:	۲۰ر جون
ساوتری مکرجی	:	۲۱ر جون
بھیم سین شرما	:	۲۲ر جون
حمید حسین	:	۲۳ر جون
بلرام گپتا	:	۲۴ر جون
منجو مونگا	:	۲۵ر جون
نندلال راہی	:	۲۶ر جون
وید سیٹھی	:	۲۷ر جون
یشس شرما	:	۲۸ر جون
رمیش کمار	:	۲۹ر جون
انعام احمد قوال	:	۳۰ر جون

سگم سنگیت

رات ۸-۳۰

انوپ جلوٹا	:	۱۶ر جون

مہندر کپور	:	۱۷ر جون
محمد رفیع	:	۱۸ر جون
منہر	:	۱۹ر جون
شاردا	:	۲۰ر جون
جسپال	:	۲۱ر جون
چتر سین	:	۲۲ر جون
خالد	:	۲۳ر جون
اسلم خاں	:	۲۴ر جون
ستیش بتر	:	۲۵ر جون
گوبند پرساد	:	۲۶ر جون
شمع بانو	:	۲۷ر جون
جوتیکا رائے	:	۲۸ر جون
کومدی منشی	:	۲۹ر جون
شیلا دھر	:	۳۰ر جون

ایک فلم سے

رات ۹-۱۶

رات اور دن	:	۱۶ر جون
پیار کا موسم	:	۱۷ر جون
شرابی	:	۱۸ر جون
حسینہ مان جائے گی	:	۱۹ر جون
جھک گیا آسمان	:	۲۰ر جون
چھایا	:	۲۱ر جون
پالکی	:	۲۲ر جون
ہیرا موتی	:	۲۳ر جون
کبھی کبھی	:	۲۴ر جون
چوری چوری	:	۲۵ر جون
چوروں کی بارات	:	۲۶ر جون
ایک پھول دو مالی	:	۲۷ر جون
گھمنڈی	:	۲۸ر جون
ابھیمان	:	۲۹ر جون
راجا جانی	:	۳۰ر جون

تقریر/ مباحثہ

صبح ۷-۳۰

سو روزگار یوجنا اور بینک	:	۱۷ر جون
تب کیا ہوا جب انٹرویو دینے گئے	:	۱۹ر جون
سماجک سمسیاؤں کا جنم ہوتا ہے ان سے غریبی	:	۲۰ر جون
ہمارا سودھان : دلیہ ویوستھا	:	۲۱ر جون
پرمین ستھل : سورج کنڈ	:	۲۲ر جون
پچھڑے ورگ اور وکاس یوجنائیں	:	۲۴ر جون
کبھی ہمارا بھی زمانہ تھا	:	۲۶ر جون
سماجک سمسیاؤں کا جنم ہوتا ہے ان سے ذات پات	:	۲۷ر جون

سے وادی اور پرجاتنترک وِشوں کے
پرن پکش میں آرتھک ادھیکار : ۲۸ جون
روزگار کے سادھن
پریٹن مستقل : ۲۹ جون

ضلع کی چیٹھی
صبح ۲۵ء۷

روہتک	:	۱۶، ۲۸ جون
حصار	:	۱۷، ۲۹ جون
انبالہ	:	۱۸، ۳۰ جون
بھوانی	:	۱۹ جون
کرنال	:	۲۰ جون
گوڑگاؤں	:	۲۱ جون
جیند	:	۲۲ جون
کورکشیتر	:	۲۳ جون
مہندرگڑھ	:	۲۴ جون
سونی پت	:	۲۵ جون
سرسہ	:	۲۷ جون
فرید آباد	:	۲۸ جون

بقیہ: جالندھر

گوروگرنتھ صاحب اور انسانی مساوات
گورچرن سنگھ طالب ۲۵ جون
چیلنج آف نیشن (انگریزی میں تقریر)
ڈاکٹر اندرپال سنگھ ۳۰ جون

جھلکی

پرتی بمب (جھلکی)
از ونود صبح ۴۵-۷ ۱۶ جون
انتی دی راہ تے: ۲۰ نکاتی پروگرام پر مبنی
صبح ۱۵-۷ ۱۸، اور ۲۴ جون
مہیتہ ہاڑ دا (سنگیت جھلکی)
صبح ۳۰-۷ ۱۸ جون
جی آئیاں نوں (ملاقات)
صبح ۱۵-۷ ۲۰ جون
پرتی بمب (جھلکی)
موہن لال صبح ۴۵-۷ ۲۳ جون
ساڈا دیش ساڈی سبھیتا (جھلکی)
صبح ۳۰-۷ ۲۵ جون
پنڈی تو ہار صبح ۱۵-۷ ۲۷ جون
پرتی بمب (جھلکی)
آر کے دوہرا صبح ۴۵-۷ ۳۰ جون

کلکتہ

کلکتہ، اے، ۶۶۰، ۴۵۶ میٹر	۶۵۷ کلو ہرٹز
کلکتہ، بی، ۶۰، ۲۹۷ میٹر	۱۰۰۸ کلو ہرٹز
کلکتہ، سی، ۷۰، ۲۲۶ میٹر	۱۳۲۳ کلو ہرٹز
کلکتہ، ڈی، ۱۰، ۲۴۵ میٹر	۱۲۲۴ کلو ہرٹز

شاستریہ سنگیت

گائن
سچن داس متی لال : صبح ۴۰-۸ (اے) اور
شام ۳۵-۶ (بی) ۱۶ جون
نہار رنجن بنرجی : صبح ۳۰-۹ (بی) اور
رات ۰۰-۹ (اے) ۱۷ جون
ربی کمار کچلو : صبح ۰۵-۹ (بی)
دوپہر ۰۰-۱ (اے) شام ۳۰-۷ (بی) ۱۸ جون
بیرن موئی سرکار : صبح ۳۰-۸ (اے)
رات ۴۰-۹ (بی) ۱۹ جون
سمریش چودھری : صبح ۳۰-۸ (اے)
شام ۳۰-۷ (بی) رات ۴۰-۹ (بی) ۲۰ جون
کمل بوس : صبح ۳۰-۹ (بی) اور
رات ۰۰-۹ (اے) ۲۱ جون
شانتی مکھرجی : صبح ۳۰-۸ (اے) ۲۲ جون
نثار حسین خاں : صبح ۳۰-۹ (بی)
رات ۰۰-۹ (اے) ۲۳ جون
امریش چندر چودھری : صبح ۳۰-۸ (اے)
شام ۳۰-۷ (بی) ۲۴ جون
ایلورا مترا : صبح ۳۰-۹ (بی) ۲۵ جون
سری کانت باکرے : صبح ۳۰-۹ (بی) اور
رات ۰۰-۹ (اے) ۲۶ جون
بیجن کمار بوس : صبح ۳۰-۹ (بی)
دوپہر ۰۰-۱ (اے) ۲۷ جون
نصیر امین الدین ڈاگر : صبح ۰۵-۷ (اے)
صبح ۳۰-۸ (اے) شام ۳۰-۷ (بی) ۲۸ جون
کمار مکھرجی : صبح ۳۰-۹ (بی)
دوپہر ۰۰-۱ (اے) شام ۳۵-۸ (بی) ۲۹ جون
دیپ شنکر دویدی : صبح ۴۰-۸ (اے)
صبح ۱۰-۹ (بی) شام ۳۵-۶ (بی) ۳۰ جون

سازسنگیت

— ستار —
سریش مصرا : صبح ۳۰-۸ (اے)
رات ۳۰-۹ (بی) ۲۱ جون
امالیندو چودھری : صبح ۳۰-۹ (بی) اور
دوپہر ۰۰-۱ (اے) ۲۲ جون
پرتیما چودھری : صبح ۰۵-۹ (بی)
شام ۴۰-۶ (بی) ۲۵ جون
شنکو چیٹرجی : صبح ۳۰-۶ (اے)
شام ۳۰-۷ (بی) ۲۶ جون
سنیل کمار چکرورتی : صبح ۳۰-۸ (اے)
رات ۳۵-۹ (بی) ۲۷ جون
پرسنتا کمار بنرجی : صبح ۳۰-۹ (بی)
رات ۰۰-۹ (اے) ۲۸ جون
ربی سین : صبح ۳۰-۹ (بی)
رات ۰۰-۹ (اے) ۳۰ جون

— بانسری —
امرت لال رائے : صبح ۰۵-۹ (بی)
دوپہر ۰۰-۲ (اے) شام ۵۵-۶ (بی) ۱۶ جون

— وائلن —
میلی بوس : صبح ۳۰-۸ (اے)
شام ۳۰-۷ (بی) ۱۷ جون
مرنموئے دھر : صبح ۴۰-۸ (اے)
صبح ۱۰-۹ (بی) شام ۳۵-۶ (بی) ۲۳ جون

لوک گیت

مربنال بنرجی : صبح ۴۰-۶ (اے) ۱۶ جون
ایلا رائے چودھری : صبح ۴۰-۶ (اے)
شام ۱۵-۶ (بی) ۱۷ جون
آریہ چودھری : صبح ۴۰-۶ (اے)
رات ۲۰-۱۰ (اے) ۱۸ جون
ساسنکا موہن سنہا : صبح ۴۰-۶ (اے)
شام ۱۵-۶ (بی) ۱۹ جون
باگل گیتی سنگھتا : صبح ۴۰-۹ (اے)
رات ۳۰-۹ (بی) ۲۰ جون

رادھارامن داس : صبح ۴۰-۶ (اے)
رات ۳۰-۹ (بی) ۲۱ر جون
متندر داس اینڈ پارٹی : صبح ۴۰-۶ (اے)
شام ۱۵-۶ (بی) ۲۲ر جون
بالائی چکرورتی : صبح ۴۰-۶ (اے)
شام ۱۵-۶ (بی) ۲۳ر جون
سپنا چکرورتی : صبح ۴۰-۶ (اے)
شام ۱۵-۶ (بی) ۲۴ر جون
سدھین موئترا : صبح ۴۰-۶ (اے)
شام ۱۵-۶ (بی) ۲۵ر جون
نریندر چودھری : صبح ۴۰-۶ (اے)
شام ۱۵-۶ (بی) ۲۶ر جون
کرونا مکھرجی : صبح ۴۰-۶ (اے)
شام ۵۵-۵ (بی) ۲۷ر جون
منندر داس : صبح ۴۰-۶ (اے)
شام ۱۵-۶ (بی) ۲۸ر جون
منجو داس : صبح ۴۰-۶ (اے)
رات ۱۰-۷ (بی) ۲۹ر جون
ایلا مجمدار : صبح ۴۰-۶ (اے)
صبح ۳۰-۷ (بی) شام ۱۵-۷ (بی) ۳۰ر جون

رابندر سنگیت

دکشنی : صبح ۴۰-۷ (اے)
رات ۱۵-۸ (بی) ۱۶ر جون
چھنداد س گپتا : صبح ۴۰-۷ (اے)
شام ۵۵-۶ (بی) ۱۷ر جون
مینا سین : صبح ۴۰-۷ (اے)
شام ۵۵-۵ (بی) ۱۸ر جون
شپرا رائے چودھری : صبح ۴۰-۷ (اے)
شام ۵۵-۵ (بی) ۱۹ر جون
پوربی گوہا : صبح ۲۰-۶ (بی)
رات ۴۰-۱۰ (اے) ۲۰ر جون
بینتھا نک : صبح ۴۰-۷ (اے)
دوپہر ۵۰-۲ (بی) ۲۱ر جون
بھارتی مکھرجی : صبح ۴۰-۷ (اے)
شام ۰۰-۷ (بی) ۲۲ر جون
کرشنا گوہا ٹھاکرتہ : صبح ۴۰-۷ (اے)
رات ۰۰-۸ (بی) ۲۳ر جون
بیوا گھوش : صبح ۴۰-۷ (اے)
رات ۴۵-۹ (بی) ۲۴ر جون
جیوتسنا بنرجی : صبح ۴۰-۷ (اے)
شام ۴۰-۶ (بی) ۲۵ر جون
رابندر بھارتی : صبح ۲۰-۶ (بی)
شام ۵۵-۵ (بی) رات ۰۰-۸ (اے) ۲۶ر جون

الپنا سین گپتا : صبح ۴۰-۷ (اے)
رات ۳۰-۹ (بی) ۲۷ر جون
دولا گوہا : صبح ۴۰-۷ (اے)
شام ۵۵-۵ (بی) ۲۸ر جون
سانتی دیب گھوش : صبح ۴۰-۷ (اے)
شام ۰۰-۷ (بی) ۲۹ر جون
کانیکا بنرجی : صبح ۴۰-۷ (اے)
رات ۵۰-۱۰ (اے) ۳۰ر جون

نذرل گیتی

سپیرو دا سرکار : رات ۴۵-۱۰ (اے) ۱۶ر جون
نمیتا پائیکی : رات ۰۵-۸ (اے) ۱۷ر جون
شیامل دتا : رات ۴۵-۸ (اے) ۱۸ر جون
جوتھیکا رائے : صبح ۲۰-۹ (اے) ۱۹ر جون
سپریہ دتا : رات ۱۵-۱۰ (اے) ۲۰ر جون
شنکر لال مکھرجی : رات ۰۰-۱۰ (اے) ۲۱ر جون
سبرتہ مکھرجی : صبح ۲۰-۹ (اے)
شام ۰۵-۶ (بی) ۲۲ر جون
سرشنا نیوگی : رات ۳۵-۱۰ (اے) ۲۳ر جون
مادھوی چیٹرجی : صبح ۰۵-۷ (بی)
رات ۱۵-۱۰ (اے) ۲۴ر جون
چندرا چیٹرجی : صبح ۳۰-۷ (اے) ۲۵ر جون
انورادھا چیٹرجی : رات ۴۵-۸ (اے) ۲۶ر جون
ست روپا : رات ۰۵-۱۰ (اے) ۲۸ر جون
نمیتا داس : صبح ۲۰-۹ (اے)
شام ۰۵-۷ (بی) ۲۹ر جون
سپنا دے : رات ۱۵-۸ (بی) ۳۰ر جون

ادھونک

سوورا گھوش : صبح ۳۰-۸ (بی)
رات ۱۵-۸ (اے) ۱۶ر جون
سوپن کمار : صبح ۱۵-۸ (اے)
شام ۰۰-۷ (بی) ۱۷ر جون
سرادیندو داس گپتا : صبح ۱۵-۸ (اے)
رات ۴۵-۹ (بی) ۱۸ر جون
بچو مکھرجی : صبح ۱۵-۸ (اے)
شام ۳۵-۶ (بی) ۱۹ر جون
پارتھا مکھرجی : صبح ۳۰-۸ (بی)
رات ۳۰-۱۰ (اے) ۲۰ر جون
مریدولا رائے : صبح ۳۰-۸ (بی)
رات ۰۵-۱۰ (اے) ۲۱ر جون
میتا مکھرجی : صبح ۳۰-۸ (بی)
شام ۳۰-۷ (اے) ۲۲ر جون

شیاملی مکھرجی : رات ۴۵-۸ (اے) ۲۳ر جون
انجلی رانا : صبح ۱۵-۸ (اے) ۲۴ر جون
سوکمار مترا : صبح ۱۵-۸ (بی) ۲۵ر جون
اُتپلا گوسوامی : صبح ۳۰-۸ (بی) ۲۶ر جون
سرشنا ساہا : رات ۳۰-۱۰ (اے) ۲۷ر جون
لیکھا دتا : صبح ۳۰-۸ (بی)
رات ۱۰-۱۰ (اے) ۲۸ر جون
پولی چیٹرجی : دوپہر ۴۵-۲ (بی)
رات ۲۰-۸ (اے) ۲۹ر جون
سکنی ٹھاکر : صبح ۰۵-۹ (بی)
رات ۴۰-۱۰ (اے) ۳۰ر جون

اردو پروگرام 'انجمن'

رات ۳۰-۹

پڑوسی صوبوں کی تہذیبی جھلکیاں
اڑیسہ : بات چیت
نوائے شاعر : ساز لکھنوی
افسانہ از شمس ندیم : ۲۲ر جون
افسانہ از نور جہاں
تبصرہ : ڈاکٹر قاضی امین
اشورکم کرو، فیچر از معین شمسی
آپ کے خطوط : پیشکش : ساجدہ رحمٰن : ۲۹ر جون

بقیہ:- بھوپال

گندھرو سنگھ پربار ۲۸ر جون
آشاوری بھارگو ۲۹ر جون

صبح ۳۰-۷ اور دوپہر ۳۰-۲

مدھو بالا شریواستو ۱۷ر جون
دیوی داس کشواہا ۱۸ر جون
وشوکرما کمل ۱۹ر جون
برج کشور نایک ۲۳ر جون
چندر پرکاش سونی ۲۵ر جون
مالتی لتا مالوی ۲۶ر جون

کویتا/کہانی

بھیشم سنگھ چوہان : کویتا	دوپہر ۲۰-۱	۱۸ر جون
ادم پربھاکر : کویتا	رات ۰۰-۸	۱۹ر جون
نیگل شریواستو : کویتا	دوپہر ۲۰-۱	۲۲ر جون
نرمدا پرساد ترپاٹھی : کویتا	دوپہر ۲۰-۱	۲۵ر جون
قمرالدین : کہانی	رات ۰۰-۸	۲۸ر جون
منگلا رامچندرن : کہانی	دوپہر ۲۰-۱	۲۹ر جون

شملہ

میڈیم ویو : ۳۸۷٫۶ میٹر ۷۷۴ کلو ہرٹز
شارٹ ویو : صبح ۳۰-۷ تک اور شام ۳۰-۶ کے بعد رات تک ۹۳٫۰۹ میٹر ۳۲۲۳ کلو ہرٹز
صبح ۴۵-۷ کے بعد اور دوپہر اور ۴۵-۴ تک اور شام ۰۰-۵ کے بعد ۴۹٫۸۳ میٹر ۶۰۲۰ کلو ہرٹز

خبریں

ہندی : صبح ۰۰-۸ دوپہر ۰۵-۱، ۰۱-۲ شام ۰۵-۶ اور رات ۴۵-۹ انگریزی : صبح ۱۰-۸
دوپہر ۰۰-۱، ۰۰-۲ رات ۰۰-۹ سنسکرت : صبح ۰۰-۷ اردو : صبح ۵۰-۸
ہندی میں علاقائی خبریں : شام ۵۰-۷

روزانہ نشر ہونے والے پروگرام

صبح

۱۵-۶ وندے ماترم : منگل دھونی
۲۰-۶ گیان وندو اور بھکتی سنگیت کا پروگرام وندنا
۴۵-۶ مانس گان
۵۵-۶ کھیتی باڑی
۰۵-۷ پروگراموں کا خلاصہ
۱۰-۷ کلاسیکی موسیقی / کرناٹک سنگیت / پرارتھنا سبھا
۳۰-۷ سامائیکی
۴۵-۷ پہاڑی سنگیت
۰۰-۹ راجیہ کی چٹھی
۰۵-۹ فلمی گانے
۳۰-۹ اختتام

دوپہر

۳۰-۱۲ اسکول براڈ کاسٹ
۵۰-۱۲ دیش گان / فلمی دھن
۱۰-۱ فوجی بھائیوں کے لیے
۲۰-۲ سنہری کرنیں
۴۰-۲ سب رنگ
۰۰-۳ اختتام

شام

۰۰-۵ یوواوانی (منگل، جمعرات)
چنو منو (ہفتہ، پیر)
سرموری پروگرام (بدھ، جمعہ، اتوار)

۲۰-۵ مہاسوی پروگرام (بدھ، جمعہ، اتوار)
چمبا یانگی پروگرام (منگل، جمعرات، ہفتہ)
۴۰-۵ بلاسپوری پروگرام (بدھ، جمعہ، ہفتہ)
کلوی پروگرام (منگل، جمعرات)
۱۰-۶ کانگڑی پروگرام (منگل، جمعرات، ہفتہ)
منڈیالی پروگرام (بدھ، جمعرات، اتوار)
مہلاسمیلن (پیر)
۳۰-۶ کِنزی پروگرام (پیر، بدھ، جمعہ)
لاہول سپیتی پروگرام (منگل، جمعرات، ہفتہ، اتوار)
۵۰-۶ پرکاش کرنیں / لاہولی، کِنزی گانے
۰۰-۷ کھیل سماچار
۰۵-۷ گرامین یوواؤں کے لیے
۲۵-۷ کرشی جگت / ریڈیو دیہاتی گوشٹھی
۰۰-۸ روزگار سوچنائیں
۰۵-۸ دھارا رے گیت
۳۰-۱۰ اختتام (منگل، ہفتہ کو ۰۵-۱۱ پر)

شاستریہ سنگیت

گائن

مالوکا کانن	صبح	۴۵-۷	۱۶ر	جون
بھیم سین شرما	صبح	۱۰-۷		
	رات	۰۰-۱۰	۱۷ر	جون
مانک ورما	صبح	۱۰-۷	۱۸ر	جون
وِدیا دھر ویاس	صبح	۱۰-۷	۲۰ر	جون
نیاز احمد، فیاض احمد	صبح	۱۰-۷	۲۱ر	جون
نزاکت علی سلامت علی	صبح	۲۵-۸	۲۳ر	جون
پنڈت اونکار ناتھ ٹھاکر	صبح	۱۰-۷	۲۴ر	جون
ہمانشو وشواس اور دلال رائے	صبح	۱۰-۷	۲۵ر	جون
پروین سلطانہ	صبح	۱۰-۷	۲۷ر	جون
استاد رجب علی خاں	صبح	۱۰-۷	۲۹ر	جون

ساز سنگیت

طبلہ

سبھاش نرمان	صبح	۳۵-۸	۲۱ر	جون

سرود

اتیندر کمار	رات	۰۰-۱۰	۱۸ر	جون



سنیل مکھرجی	رات	۰۰-۱۰	۲۴ر	جون

وائلن

ستیہ دیو پوار	صبح	۲۵-۸	۱۶ر	جون
ودیہ ناتھن	صبح	۱۰-۷	۱۸ر	جون

گٹار

برج بھوشن لال کابرا	رات	۳۰-۹	۲۲ر	جون

بانسری

ہری پرساد چورسیا	صبح	۱۰-۷	۲۳ر	جون
بھولا ناتھ	صبح	۱۰-۷	۳۰ر	جون

پنجابی گیت / شبد

صبح ۲۱-۸

دیویندر سنگھ اور ساتھی	۱۷ر	جون
شمو پال چوپڑا	۲۰ر	جون
بھائی سمندر سنگھ اور ساتھی	۲۴ر	جون
جگجیت سنگھ ورکی	۲۷ر	جون

غزلیں

رات ۱۵-۸

ارملا ناگر	۲۰ر	جون
بیگم اختر	۲۷ر	جون

سگم سنگیت

جے پرکاش کنڈارا	صبح	۲۱-۸	۱۸ر	جون
اے۔ آر۔ ماتھر	صبح	۲۱-۸	۲۱ر	جون

ہرش لتا مہتہ رات ۲۵ — ۸ ۲۲/ جون
شانتا بھاسکر صبح ۲۱ — ۸ ۲۵/ جون
لچھمن داس سندھو صبح ۲۱ — ۸ ۲۶/ جون
شانتا والئہ صبح ۲۱ — ۸ ۲۷/ جون
سنت رام شرما رات ۱۵ — ۸ ۲۹/ جون

ڈرامہ/ روپک

آلپ دوپہر ۰۰ — ۱۱ ۱۶/ جون
بڑے بابو شام ۰۵ — ۷ ۱۶/ جون
شنکریں گلایا شام ۰۵ — ۷ ۱۸/ جون
گھر آنگن رات ۱۶ — ۹ ۱۹/ جون
سوتنترتا اندولن کا اتہاس۔ روپک
رات ۳۰ — ۹ ۱۹/ جون
انترال ہیں۔ ڈرامہ۔ تحریر، شری رجن داس
رات ۳۰ — ۹ ۲۱/ جون
بچے ابھی چھوٹے ہیں۔ تحریر: شری رشی راج
دوپہر ۰۰ — ۱۱ ۲۳/ جون
میں اور میری دھرتی رات ۳۰ — ۹ ۲۵/ جون
گھر آنگن رات ۱۶ — ۹ ۲۶/ جون
جوگتی رات ۳۰ — ۹ ۲۷/ جون
نمک کا داروغہ رات ۳۰ — ۹ ۲۸/ جون
پریوار کلیان پر مبنی ڈرامہ۔ دوپہر — ۱۱ ۳۰/ جون

تقریر/ بات چیت

راشٹر پریمی کا فرض صبح ۲۰ — ۶ ۱۶/ جون
قانون اور ویکتی رات ۱۶ — ۹ ۱۶/ جون
گاندھی جی صبح ۲۰ — ۶ ۱۷/ جون
دھرتی کی تقسیم رات ۱۶ — ۹ ۱۷/ جون
سوالوں کے جواب رات ۲۰ — ۹ ۱۷/ جون
ہماری وکاس یاترا رات ۱۶ — ۹ ۱۸/ جون
قومی ترقی صبح ۲۰ — ۶ ۱۹/ جون
پڑوسی سے سلوک صبح ۲۰ — ۶ ۲۰/ جون
ریڈیو ڈاکٹر صبح ۳۵ — ۸ ۲۰/ جون
اروندجی کے وچار صبح ۲۰ — ۶ ۲۱/ جون
بھارت اکیسویں صدی کی اور رات ۱۶ — ۹ ۲۱/ جون
سوامی وویکانند صبح ۲۰ — ۶ ۲۲/ جون
جین دھرم سے وچار صبح ۲۰ — ۶ ۲۳/ جون
رام چرت مانس سے صبح ۲۰ — ۶ ۲۴/ جون
سنت وانی سے صبح ۲۰ — ۶ ۲۵/ جون
مہابھارت سے صبح ۲۰ — ۶ ۲۶/ جون
دھرم گرنتھوں سے صبح ۲۰ — ۶ ۲۷/ جون
رامائن سے صبح ۲۰ — ۶ ۲۸/ جون
شری رام کرشن پرم ہنس کے وچار
صبح ۲۰ — ۶ ۳۰/ جون

بیکانیر

۲۱۵٫۰۰ میٹر ۱۳۹۵ کلو ہرٹز

روزانہ نشر ہونے والے پروگرام

صبح

۳۵ - ۶ وندنا
۵۵ - ۶ چنتن
۰۵ - ۷ کاریہ کرموں کا وِورن
۲۰ - ۷ مانس گان
۳۰ - ۷ اور دوپہر ۳۰۔ ۱ شاستریہ سنگیت

شام

۰۵ - ۵ یووا وانی
۵۵ - ۵ روزگار سماچار
۰۰ - ۶ استھانیہ سوچنائیں/ کاریہ کرموں کا وِورن
۰۰ - ۸ ہندی وارتا (سوائے منگل اور جمعرات)
راجستھانی وارتا (منگل اور جمعرات کو)

جے پور سے ریلے

صبح

۱۰ - ۷ کرساں ری بات/ موسم (سوائے اتوار)
۲۵ - ۹ ودیالیہ پرسارن (اتوار اور دوسری چھٹیوں کے سوائے)

شام

۲۰ - ۷ کرشکوں کے لیے

خبریں (جے پور سے)

پرادیشک سماچار (ہندی): صبح ۰۵۔ ۹، شام ۰۵۔ ۷
ضلع کی چٹھی (سوائے اتوار): شام ۱۵۔ ۷
پرادیشک سماچار راجستھانی: شام ۵۰۔ ۷

خبریں

(دہلی سے ریلے)
ہندی: صبح ۰۰۔ ۸ دوپہر ۰۵۔ ۱، ۱۰۔ ۲، ۴۵۔ ۲ (دھیمی رفتار سے)
شام ۰۵۔ ۶، رات ۴۵۔ ۸، ۰۵۔ ۱۱
انگریزی: صبح ۱۰۔ ۸ دوپہر ۰۰۔ ۱، ۰۰۔ ۲
رات ۰۰۔ ۹ اور ۰۰۔ ۱۱
سندھی: صبح ۴۰۔ ۸، شام ۱۵۔ ۶
کھیل کود کی خبریں (ہندی): شام ۰۰۔ ۷
ہندی میں راجیہ کی چٹھی: صبح ۰۰۔ ۹
سنسکرت: صبح ۰۰۔ ۷، شام ۱۰۔ ۶
صبح ۵۰۔ ۸
سامیکی (ایک دن پہلے ریکارڈ کیا گیا کاریہ کرم)

ہندی اچارت شبد

—— وارتا ——

چنتن ڈاکٹر دیوی پرساد گپت
صبح ۵۵ — ۶ ۱۶ اور ۲۳/ جون
قانون اور ہمارا درشٹی کون دیش پرتھا
شریمتی سندھیا سکسینہ دوپہر ۲۰ — ۱ ۱۶/ جون
پراکاش: کارن اور بچاؤ
ڈاکٹر وی کے جین صبح ۲۱ — ۸ ۱۸/ جون
وگیان سماچار، اینٹی بائیٹکس
ڈاکٹر رویندر کل سریشٹھ صبح ۳۰ — ۷ ۲۰/ جون
بھاؤتمک ایکتا کے پرتیک کبیر
ڈاکٹر پربھا کھتری دوپہر ۲۰ — ۱ ۲۰/ جون
گاندھی وچار صبح ۵۵ — ۶ ۲۱ اور ۲۸/ جون

پراچین بھارتیہ سنسکرتی ایوم اشیہ پرشتیا
ڈاکٹر شیورتن بھوترا صبح ۲۱ — ۸ ۲۵/ جون
مسکان کے پل ہاسیہ گیت۔ ہاسیہ کویتا۔ وینگ ورتا
بھوانی شنکر دیاس صبح ۳۰ — ۷ ۲۷/ جون
ستارے دئیے بار بار مہنگا روئے ایک بار
دوپہر ۲۰ — ۱ ۲۷/ جون

کویتا پاٹھ

ادم کیولیا صبح ۲۱ — ۸ ۱۶/ جون
شاردا گوڑ دوپہر ۱۰ — ۱ ۲۰/ جون
عزیز احمد آزاد صبح ۲۱ — ۸ ۳۰/ جون

کہانی

درگادت، درگیش صبح ۲۱ — ۸ ۲۳/ جون

جے پور، اجمیر

جے پور (الف) : ۲۰۳٫۲ میٹر ۱۴۷۶ کلو ہرٹز ::: جے پور (ب) : ۲۳۶٫۴ میٹر ۱۲۶۹ کلو ہرٹز
اجمیر : ۴۹۷٫۵ میٹر ۶۰۳ کلو ہرٹز

کہکشاں : اردو پروگرام

رات ۳۰-۹

رات ۳۰-۹

۱- 'اعلیٰ قدریں : ایثار اور قربانی'
تقریر از سید قاضی اسلام
۲- 'نظیر اکبر آبادی کی شاعری اور ہندی کا رنگ'
تقریر از اختر پروین
۳- 'راجستھان میں غزل کی معتبر آواز بسمل سعیدی'
تقریر از ابوالفیض عثمانی : ۱۶ر جون

۱- کلام شاعر : انعام شرر
۲- ایک نئی آواز 'مخدوم محی الدین'
تقریر از عمر جہاں : ۲۳ر جون
مشاعرہ
شرکاء : ش.ق نظام، عزیز بیکانیری
فرید ایوبی، خداداد مونس، خورشید بحر
افضل جے پوری، دل ایوبی
اور مجاز : ۳۰ر جون

بھینٹ وارتا / پریچرچا

بیکانیر کی ناگرک سمسیائیں : مباحثہ شرکاء
ستیہ نارائن ہرش، گوپال جوشی، بھوانی شنکر شرما
راجیو مہرشی ۱۶ر جون
آج اتوار ہے بھینٹ وارتاؤں پر مبنی پیش کش
سروج بھٹناگر
دوپہر ۰۰—۱۲ ۲۳ر جون
گوٹے کا کام : شریمتی ششی کانتا باگڑی
دوپہر ۱۰—۱ ۲۷ر جون

راجستھانی پروگرام

تقریر

ہڑکیہ (پاگل پن)، کتے رے کاٹنے سوں ہونے والی ہانیاں اور
بیان رد ، از : ڈاکٹر جگدیش سامکھلا
صبح ۳۰—۶ ۱۸ر جون
راجستھان ری ویر بھومی ری مہیلا وال
از : پھول کماری راجاوت - صبح ۲۱—۸ ۲۱ر جون
آپنے جیون رائے کھیلاں رو مہتہ
از : امبیکا دت رنگا صبح ۳۰—۶ ۲۵ر جون

کویتا پاٹھ

موہن سنگھ راٹھور شام ۴۴—۶ ۱۸ر جون
کنیہ لعل سارسوت شام ۴۴—۶ ۲۵ر جون

کہانی

شام ۲۷—۶

کاشی رام شرما ۱۸ر جون
ڈاکٹر سدھراج ۲۵ر جون

بھینٹ وارتا

انو شاسن آج ری مول آوشکتا
ائیر کمانڈر بہادر سنگھ
صبح ۲۱—۸ ۲۶ر جون

زراعتی پروگرام

کھیتی کی باتیں (۲) ; موسم (۳) گیت صبح ۱۰—۷ (روزانہ)
کرشی لوک روزانہ دوپہر ۵—۱
گرامین پشو پالن کی وبھن یوجناؤں سے کیسے لابھ اٹھائیں۔

ڈاکٹر سشما دج ۱۷ر جون
بیر میں قلم لگانا، موہن سنگھ ورما ۱۸ر جون
مٹی پریکشن سے لابھ، ستیہ پال سنگھ ۱۹ر جون
بھوسر دیکن سے گرامینوں کو لابھ
ایس ایس نیتام کر ۲۰ر جون
بھیڑوں کے سنکر ایک راگ اور ان کی رکشا
ڈاکٹر جے پی ایس چوہان ۲۱ر جون
گرمیوں میں مرغیوں کی دیکھ بھال
ڈاکٹر آر ایل لکھوٹیا ۲۲ر جون
پشوؤں کو کیل کانٹا و سوئی و سادھارن چوٹ سے کیسے بچائیں
ڈاکٹر بی جی پٹنایک ۲۵ر جون
ایک بھیڑ پالک : علی خاں سے بھینٹ ۲۶ر جون
مونگ پھلی میں سامپک کرشی کاریہ
جگن ناتھ ۲۷ر جون
دن و دھرتی کا مانو جیون پر پربھاؤ
روشن سکینہ ۲۹ر جون

یووا وانی

کویتا پاٹھ شام ۰۵—۵

نند لعل تیجا : ۱۶ر جون

کماری سنجو : ۱۹ر جون
کماری بندو گوئل : ۲۶ر جون

آج کے سنگیت کلاکار

کماری تارہ جین اور سکھیاں : لوک گیت ۲۰ر جون
احمد بشیر : لوک گیت ۲۲ر جون
کماری کویتا ورما : لوک گیت ۲۷ر جون
کماری گگن جیت اروڑہ : ستار وادن ۲۹ر جون

نو ترنگ

کماری سوشیلا بادھووانی : ۱۶ر جون
شارد ماتھر : ۲۳ر جون
موہن لعل تھانوی : ۳۰ر جون

انگریزی پروگرام

: مباحثہ
شرکاء : کماری الکا شرما، کماری پریا مارواڑ
کماری مونا گوگنا، شری پنیت چھابرہ، کماری سیدھ واچھا
۲۸ر جون

ناگپور

۵۱۲ر۸ میٹر ۵۸۵ کلو ہرٹز

روزانہ نشر ہونیوالے پروگرام

صبح

۵- وندے ماترم ، منگل دھونی
۶- بھکتی سنگیت
۶-۱ آج کا چنتن
۶-۲ پروگراموں کا خلاصہ
۶-۱ کرشی وانی : موسم کا حال
۶-۴ سگم سنگیت / سور منجری
اس ماہ کا گیت (اتوار)
گاندھی سمرتی (جمعہ)
۷-۲ پربھات سامیئے
مراٹھی میں پروگرام (ہفتہ)
۷-۴ مراٹھی میں تقریر / سور بھارتی
(سنسکرت زبان اور ادب پر مبنی پروگرام)
۸-۱ کال چکر (مراٹھی میں مختصر تقریر)
۸-۲ ضلع خبرنامہ
۸-۴ موسم : روزگار سماچار
۸-۴ پرتی بمب : مراٹھی میں فیملی سریل (اتوار)
مراٹھی اسٹیج گیت (پیر، بدھ، جمعہ)
فلمی گیت (منگل، جمعرات اور ہفتہ)
۹-۰۰ بچوں کے لیے (اتوار)
۹-۰۰ اور ۹-۲۵ اسکول براڈ کاسٹ
(اسکول کے دنوں میں)

دوپہر

۱۲-۳۰ خواتین کےلیے (اتوار، جمعرات)
۱-۴۰ اور ۲-۵۰ اسکول براڈ کاسٹ
(اسکول کے دنوں میں)

شام

۵-۳۰ نوجوانوں کےلیے / صنعتی ملازمین کےلیے
(بدھ، ہفتہ)
۵-۵۵ مقامی اعلانات
پروگراموں کا خلاصہ اور موسم
۶-۱۵ کیرتن
گرامین کلا کشیتر (صرف چوتھے اتوار کو)
دیہاتی خواتین کےلیے (پیر، جمعہ)
بچوں کےلیے (بدھ)
۶-۴۵ بازار بھاؤ /
صحت سے متعلق پروگرام (اتوار)
۷-۰۰ تعلیم بالغان / میگزین (اتوار) /
دیہاتی بچوں کےلیے (ہفتہ)
۷-۲۰ دیہاتی سامعین کےلیے پروگرام /
کسانوں کےلیے (منگل اور ہفتہ)
۸-۲۵ سماچار پتروں سے (سوائے پیر)
۹-۳۰ اردو پروگرام (بدھ)
۱۰-۳۰ اختتام

شاستریہ سنگیت

— گائن —

ریش پرساد پنڈت : صبح ۷-۱۵ ۱۶ر جون
شا منگل مورتی : صبح ۷-۱۵ اور
دوپہر ۱۲-۳۰ ۱۷ر جون
ت منی رام جی : صبح ۷-۱۵ اور
رات ۱۰-۳۰ ۲۱ر جون
لا کیسلکر : دوپہر ۱۲-۳۰ ۲۲ر جون
راج راج گوری : رات ۱۰-۰۰ ۲۳ر جون

کشوری مسودکر : صبح ۷-۳۰ اور
دوپہر ۱۲-۳۰ ۲۴ر جون
کلیانی دیش مکھ : صبح ۷-۱۵ اور
دوپہر ۱۲-۳۰ ۲۵ر جون
پربھاکر دیش مکھ : صبح ۷-۱۵ اور
دوپہر ۱-۴۰ ۲۷ر جون
وسنت منڈے : رات ۱۰-۳۰ ۲۶ر جون
اے کے کوگجے : صبح ۷-۱۵ اور
رات ۱۰-۰۰ ۲۸ر جون
پیرا ملا کتھیکر : دوپہر ۱۲-۳۰ ۲۹ر جون
منوہر کسلیکر : صبح ۷-۱۵ ، دوپہر ۱-۱۰
اور رات ۱۰-۳۰ ۳۰ر جون

ساز سنگیت

— طبلہ —

سمپت لال : دوپہر ۱-۱۰ اور
رات ۸-۳۰ ۱۶ر جون
ڈی ایم بودھنکر : صبح ۷-۱۵ اور
رات ۱۰-۳۰ ۲۵ر جون

— وائلن —

ڈی کے داتار : صبح ۷-۱۵ اور
دوپہر ۱۲-۳۰ ۱۸ر جون
کویمبٹور بی دکھشنا مورتی : رات ۱۰-۰۰ ۲۰ر جون

— وینا —

جی این ڈنڈاپانی : رات ۱۰-۰۰ ۲۰ر جون

— ستار —

سی ایس نا رنگریکر : صبح ۷-۱۵ اور
رات ۱۰-۳۰ ۱۹ر جون

— بانسری —

پرکاش وڈھیرا : صبح ۷-۱۵ اور
رات ۱۰-۳۰ ۲۰ر جون

— سورمنڈل —

اروند گجندر اگدکر : دوپہر ۱-۴۰ ۲۲ر جون

— سنطور —

کملیش اگرکر : صبح ۷-۱۵ اور
دوپہر ۱-۱۰ ۲۳ر جون

— شہنائی —

مادھو راؤ کھڈے وساتھی : صبح ۷-۱۵ اور
رات ۱۰-۰۰ ۲۴ر جون

— جلترنگ —

اے آر چوہدری : صبح ۷-۳۰ اور
رات ۱۰-۴۵ ۲۵ر جون

سگم سنگیت

— صبح ۶-۴۵ ، شام ۶-۱۵ —

پرتیبھا بھوپاس : ۱۸ر جون
سمیت کھر دا لویس : ۲۰ر جون
سدھاکر کو لبیکر : ۲۲ر جون
سمرتی جاگیردار : ۲۵ر جون
وسودھا کلے : ۲۷ر جون
بھاگیشری بوٹے : ۲۹ر جون

لوک گیت

شنکر بالی رام اُدئی کے اور ساتھی

گونڈی گیت : شام ۶-۳۰ ۲۵ر جون
دھن راج ہری پلیل اور ساتھی
پاوڑا : شام ۶-۳۰ ۲۹ر جون

ڈرامہ / فیچر

گھرکل : فیچر : تحریر از انل سابرے
پیشکش : دمل ڈونگدے : شام ۷-۰۰ ۱۶ر جون
کیفیٹیریا سلسلے وار ڈرامہ
تحریر : ہرش وردھن نکھیڈکر
شام ۵-۳۰ ۱۶، ۲۳ر جون

خصوصی اردو پروگرام : محفل

بدھ ۱۹ر جون رات ۹-۳۰
کیوں نہیں آتے خط اچھے اچھے
ہلکی پھلکی مزاحیہ تقریر از جمیل افسر

تقریر

شریر سوستھ
تقریر از پلوی دیشپانڈے : شام ۵-۴۵ ۱۶، ۲۳ر جون
آپکے کام کُٹُمبھ کلیان : تقریر

از وتسلا جندے : شام ۶-۱۵ ۱۷ر جون
کلکیر یا فاس : تقریر
از ڈاکٹر جوتی کھوکر : شام ۵-۳۰ ۱۹ر جون
گھر گھٹی اوشد اوپچار
سیتو پلادی گرنا : تقریر
از ڈاکٹر میرا اورنگاباد کر : صبح ۸-۲۱ ۲۱ر جون
بال کا پچی وادھاانی ویکاس : تقریر
از سشما داتے : شام ۷-۲۰ ۲۲ر جون

کہانی

از سندر لال پرجاپتی : رات ۹-۳۰ ۱۸ر جون

کتابوں پر تبصرہ

بک آن مائی شیلف
از امرتا چٹرجی : رات ۹ ۱۶ر ۲۷ر جون

اورنگ آباد، پربھنی

اورنگ آباد : ۱۹۷۰۲ میٹر ۱۵۲۱ کلو ہرٹز
پربھنی : ۲۲۹۱۹ میٹر ۱۳۰۵ کلو ہرٹز

روزانہ نشر ہونے والے پروگرام

صبح
۵-۵۵ وندے ماترم
۶-۰۵ سنسکرت پاٹھ
۶-۱۰ امرت دھارا
۶-۱۵ شیتکاریہ ساتھی (کسانوں کے لیے)
۶-۲۰ سورانجلی
۶-۴۵ پروگراموں کا خلاصہ
۷-۰۰ جھروکا (اتوار)
وادیہ سنگیت (پیر سے جمعہ تک)
منورنجک گھٹناؤں پر مبنی پروگرام (ہفتہ)
۷-۱۵ سنگیت کا خصوصی پروگرام (ہفتہ)
۷-۳۰ سب رنگ : اردو پروگرام
۸-۲۵ ضلع وارتا پتر
۸-۴۰ مراٹھی سگم سنگیت (پیر)
ناٹیہ سنگیت (منگل)
مراٹھی بھاؤ گیت (جمعہ)
۹-۰۵ اختتام

دوپہر
۱۲-۳۰ مراٹھی فلموں کے گیت (جمعرات)
مشر سنگیت (منگل)
رنگِ محفل (غزل اور قوالی) (ہفتہ)
۱-۴۰ ہندی فلموں کے گیت (اتوار / منگل)

سموہ گان (پیر / جمعہ)
مراٹھی لوک سنگیت (جمعرات)

شام
۵-۳۰ یوواوانی
۶-۰۰ استھانک سوچنائیں
۶-۰۵ پروگراموں کا خلاصہ
۶-۳۰ گرامین سامعین کے لیے پروگرام
کامگار جگت (جمعہ)
۷-۱۰ روزگار سماچار
۷-۲۰ پرادیشک لوک سنگیت (پیر)
مراٹھی لوک سنگیت (ہفتہ)
۷-۳۰ آپکے گھر آپکے شوار
(کرشکوں کے لیے) (پیر، بدھ، جمعرات، ہفتہ)
نبھووانی شیتکاری منڈل (منگل، جمعہ)
۸-۳۰ مدھو گندھ (مراٹھی بھاؤ گیتوں کا پروگرام)
(پیر سے جمعہ)
مراٹھی اسٹیج گیت (ہفتہ)
چترپٹ سنگیت (مراٹھی) (اتوار)
۹-۳۰ سدابہار گیت
پرانے ہندی فلمی گیتوں کا پروگرام
(اتوار)
۱۱-۱۰ اختتام

شاستریہ سنگیت

گائن

کمار گندھرو رات ۱۰-۳۰ ۱۶ر جون
آشالتا کارالگیکر صبح ۷-۰۰ اور
دوپہر ۲-۳۰ ۱۷ر جون
ککنا نبرجی صبح ۷-۰۰ ۱۸ر جون
شبھاسنی کور ٹکر صبح ۷-۰۰ اور
رات ۱۰-۳۰ ۱۹ر جون

نیاز احمد خاں اور
فیاض احمد خاں دوپہر ۱-۰۰ ۱۹ر جون
امیر خاں صبح ۷-۰۰ اور
رات ۱۰-۳۰ ۲۰ر جون
شوبھا گرٹو صبح ۸-۴۰ ۲۰ر جون
رام مراٹھے صبح ۷-۰۰ ۲۱ر جون
جگدیش پرساد دوپہر ۱-۰۰ اور
رات ۱۰-۳۰
بڑے غلام علی خاں دوپہر ۱-۰۰ ۲۳ر جون
ایس۔ بی۔ دیشپانڈے صبح ۷-۰۰ اور

رات ۰۰ — ۱۰   ۲۴ / جون
منوہر کار لیکر   صبح ۰۰ — ۷   ۲۵ / جون
پردین سلطانہ اور
دلشاد خاں   دوپہر ۰۰ — ۱   ۲۶ / جون
رمیش کنولے   رات ۰۰ — ۱۰
غلام مصطفٰے خاں   صبح ۰۰ — ۷   اور
رات ۳۰ — ۱۰   ۲۷ / جون
ہیرا دیوی مشرا   صبح ۴۰ — ۸
راجیشور بالوڑا   صبح ۰۰ — ۷   ۲۸ / جون

سازسنگیت

ستار



عبدالحلیم جعفر خاں   رات ۰۰ — ۱۱   ۱۶ / جون
بدھادتیہ مکرجی   دوپہر ۰۰ — ۱   ۲۰ / جون

سرود

امجد علی خاں   دوپہر ۰۰ — ۱   ۱۷ / جون

طبلہ

رمیش سامنت   دوپہر ۰۰ — ۱   ۲۴ / جون

وائلن

ایم۔ ایس۔ گوپال کرشن   صبح ۰۰ — ۷   ۲۶ / جون

بانسری

رگھوناتھ سیٹھ   دوپہر ۰۰ — ۱   ۲۷ / جون

سگم سنگیت

اوشا تلک   صبح ۴۰ — ۸   ۱۹ / جون

آساوری اسلوک   دوپہر ۴۰ — ۱   ۲۰ / جون
داتا انعامدار   صبح ۴۰ — ۸   ۲۶ / جون
یشونت سیرسا گر   دوپہر ۴۰ — ۱   ۲۷ / جون
عبدالرشید   دوپہر ۳۰ — ۱۲   ۲۹ / جون
گنگا دھر بیڑیکر، کرتن،   شام ۱۵ — ۶   ۱۶ / جون
پرلاد گرگو سوامی   شام ۱۵ — ۶   ۲۲ / جون
پرادھیہ پانڈے   شام ۱۵ — ۶   ۳۰ / جون

لوک سنگیت شام ۱۵-۶

پرلاد ڈالبو راٹھوڑا اور ساتھی   :   ۱۷ / جون
نکیر راؤ مائے اور ساتھی   :   ۱۸ / جون
جیشرام دیو جادھو اور ساتھی   :   ۱۹ جون
دیوی سنگھ بامنی پوار اور ساتھی   :   ۲۰ / جون
سکھ دیو کائمکواٹر اور ساتھی   :   ۲۱ / جون
ترمبک سوناجی جگتاب اور ساتھی   :   ۲۲ / جون
اتم آسارام پاڑھے اور ساتھی   :   ۲۴ / جون
ماروتی آسارام جادھو اور ساتھی   :   ۲۵ / جون
وجے کمار گوائی اور ساتھی   :   ۲۶ / جون
رام راؤ واڑوالیکر اور ساتھی   :   ۲۷ / جون
پنڈت راؤ کا نبکائے اور ساتھی   :   ۲۸ / جون
کاشی ناتھ شیونت اور ساتھی   :   ۲۹ / جون

تقریر / کہانی

تقریر: سریمتی این۔ اے، کابلیکر،
رات ۱۵ — ۸   ۱۶ / جون
نوجوانوں کا سال اور ہم
ڈاکٹر ساہو رسال   شام ۳۰ — ۵   ۱۸ / جون
دیراگ۔ ہندی پروگرام، ونودی کوی سمیلن
شرکار: ف۔م۔ شندے، گوپال راؤ وانگیکر، چندرموہن
داگ   رات ۳۰ — ۹   ۱۸ / جون
کہانی: دوپہری،
حیدرآباد مکتی سنگرامی اٹھوائی
تقریر از راجیشور کھنڈاکر شام ۱۵ — ۶   ۲۲ / جون
بھوت واڑا
از دینیتے میراچال   رات ۱۵ — ۸   ۲۳ / جون
مجاہدین آزادی   صبح ۳۰ — ۷
آج کی سائنس
سدھیر چنچادلکر   شام ۳۰ — ۵   ۲۴ / جون

سماجک ایکتا، اشوک کالے، کرگیا ہوالمحہ، الکا شاستر یہ ہے
رات ۱۵ — ۸   ۲۵ / جون

انٹرویو

ڈاکٹر راونباش دھموھارے سے ملاقات
دوپہر ۴۵ — ۱۲   ۱۸ / جون
ہوٹل میں کام کرنے والے لڑکوں سے ملاقات
شام ۳۰ — ۵   ۲۲ / جون
شاہیر آتمارام پاٹل   رات ۰۰ — ۱۰   ۲۳ / جون

ڈرامہ / فیچر / خاکہ

جھروکہ: تحریر چندر کانت پاٹل
صبح ۰۰ — ۷   ۱۶، ۲۳، اور ۳۰ / جون
آدتی بھادتی: سبھانگی بنگروار
شام ۳۰ — ۵   ۱۶، ۲۳، اور ۳۰ / جون
دیوان خانہ: رفعت نواز
صبح ۳۰ — ۷   ۱۹، اور ۲۶ / جون
کامگار جگت: سکھارام ہورالے
آپلا پرپنچ: شام ۳۰ — ۶   ۲۱، ۲۸ / جون
چین پلے پیش کش آکاشوانی بمبئی
رات ۳۰ — ۹   ۲۱ / جون
بچوں کے لئے ڈرامہ: از بھارت سانیے
صبح ۴۰ — ۹   ۲۳، ۳۰ / جون
ایکشت (ڈرامہ) از ستیش مہاجن
رات ۳۰ — ۹   ۲۸ / جون
پیش کش: بھگوان سوائی
رات ۳۰ — ۹   ۲۸ / جون

فیچر

جھوت   رات ۰۰ — ۱۰   ۱۶ / جون
چلتے پھرتے، نیوز پیپر ہاکرس
صبح ۳۰ — ۷   ۲۲ / جون
برکشوں کو بہتر بنائیں
مانجری چودھری   صبح ۴۰ — ۹   ۲۳ / جون
ترقی کی راہ پر: اسٹاف صبح ۳۰ — ۷   ۲۷ / جون

مباحثہ

واتاحطاء تارا لڈھا، ارمیلا جوشی
دوپہر ۱۵ — ۱۲   ۲۵ / جون
سائنسی دنیا: شرکار، سنیتا بروبے، گندا اگنی۔ ڈاکٹر بی۔ جی
دیشمکھ۔ ڈاکٹر شردادھونت رات ۳۰ — ۹   ۲۵ / جون

سرینگر

صبح ۶-۵۵ سے ۱۱-۰۵ تک (اتوار)
ٹرانسمشن اے، صبح ۶-۵۵ سے رات ۱۰-۰۰ تک (بدھ)
ٹرانسمشن بی: صبح ۱۱-۳۰ سے رات ۱۰-۳۰ تک (پیر، منگل جمعرات اور جمعہ)
صبح ۱۱-۳۰ سے رات ۱۱-۰۵ تک (بدھ اور ہفتہ)

میڈیم ویو : سرینگر 'الف' : ۲۶۸٫۸ میٹر ۱۱۱۶ کلوہرٹز۔ سرینگر 'ج' ۲۴۵٫۱ میٹر ۱۲۲۴ کلوہرٹز
شارٹ ویو 'ب' ۱۰۰، ۴۹ میٹر ۶۱۱۰ کلوہرٹز ۹۱٫۵۰ میٹر ۳۲۷۷ کلوہرٹز
پہلی مجلس : صبح ۶-۳۰ سے صبح ۱۰-۰۰ تک دوسری مجلس: دوپہر ۱۱-۳۰ سے رات ۱۱-۰۵ تک
(اتوار کو صبح ۶-۳۰ سے رات ۱۱-۰۵ تک مسلسل)

خبریں

کشمیری: صبح ۷-۴۵ شام ۶-۲۵ اردو : صبح ۸-۵۰ دوپہر ۱-۵۰ رات ۹-۱۵
ہندی : صبح ۹-۰۰ سنسکرت: صبح ۷-۰۰ انگریزی: صبح ۸-۱۰ دوپہر ۲-۰۰ شام ۶-۰۰ رات ۹-۰۰ اور ۱۱-۰۰

علاقائی خبریں

اردو: صبح ۹-۲۰ دوپہر ۱۲-۳۰، ۴-۰۰ (دھیمی رفتار سے) شام ۷-۴۰ کشمیری: صبح ۹-۲۵ دوپہر ۲-۳۵، شام ۷-۳۰

شاستریہ سنگیت

گائن

مانک ورما	دوپہر ۲-۱۰	۱۶؍ جون
عبدالوحید خاں	دوپہر ۲-۱۰	۱۷؍ جون
مچلو برادران	دوپہر ۲-۱۰	۲۰؍ جون
سلوچنا برہسپتی	دوپہر ۲-۱۰	۲۳؍ جون
گرجا دیوی	دوپہر ۲-۱۰	۲۵؍ جون
کشوری امونکر	صبح ۹-۰۵	۲۷؍ جون
استاد وحید خاں	دوپہر ۲-۱۰	۲۷؍ جون

سازسنگیت

بانسری

پرکاش وڈھیرا	دوپہر ۲-۱۰	۱۸؍ جون

ستار

پی۔ این چھٹو	صبح ۹-۰۵	۱۹؍ جون
پنڈت روی شنکر	دوپہر ۲-۱۰	۲۱؍ جون
ایم، ایل شنگلو	دوپہر ۲-۱۰	۲۶؍ جون
نکھل بینرجی	دوپہر ۲-۱۰	۲۸؍ جون

سرود

علی اکبر خاں	دوپہر ۲-۱۰	۲۵؍ جون
امجد علی خاں	دوپہر ۲-۱۰	۳۰؍ جون

شہنائی

بسم اللہ خاں	صبح ۹-۰۵	۲۰؍ جون

صوفیانہ موسیقی

صبح ۱۱-۲۰ دوپہر ۲-۳۰

جی، ایم ساز نواز اور ساتھی	:	۲۰؍ جون
غلام محمد قالین باف اور ساتھی	:	۲۲؍ جون
شیخ عبدالعزیز اور ساتھی	:	۲۵؍ جون
کمال بٹ اور ساتھی	:	۲۷؍ جون
محمد عبداللہ سیتاری اور ساتھی	:	۲۹؍ جون

سنطور

مقام راسس	صبح ۹-۰۵	۱۷؍ جون

سگم سنگیت

غلام محمد راہ	صبح ۷-۱۵، شام ۶-۱۰	
	رات ۸-۳۰	۱۶؍ جون
شمیمہ دیو	صبح ۷-۱۵	
	رات ۸-۳۰	۱۷؍ جون
عبدالرحمان ریشی	دوپہر ۱-۰۰	
	شام ۶-۱۰	۱۷؍ جون
غلام محمد میر	صبح ۷-۱۵ شام ۶-۱۰	
	رات ۸-۳۰	۱۸؍ جون
محمد سلطان میر	صبح ۱۱-۳۰	
	دوپہر ۲-۳۰	۱۸؍ جون
سیناکول	صبح ۱۱-۳۰	
	دوپہر ۱-۰۰	۱۹؍ جون
عبدالصمد صوفی	شام ۶-۱۰	۱۹؍ جون
نسیم اختر	رات ۸-۳۰	۱۹؍ جون
غلام محمد میر	صبح ۷-۱۵	
	شام ۶-۱۰	۲۰؍ جون
کیلاش مہرہ	صبح ۷-۱۵	۲۰؍ جون
وی کے ملا	رات ۸-۳۰	۲۰؍ جون
سی، ایل دلی	دوپہر ۱-۰۰	۲۱؍ جون
کے کے جالا	دوپہر ۱-۰۰ شام ۶-۱۰	
	رات ۸-۳۰	۲۱؍ جون
جلال گیلانی	صبح ۷-۱۵ شام ۶-۱۰	
	رات ۸-۳۰	۲۲؍ جون
فاروق احمد بٹ	دوپہر ۱-۰۰	۲۲؍ جون
ایم، کے پنڈتا	صبح ۷-۱۵	
	شام ۶-۱۰	۲۳؍ جون
نسیم اختر	رات ۸-۳۰	۲۳؍ جون
راج بیگم	صبح ۷-۱۵	۲۴؍ جون
ایچ این نوشخالی	دوپہر ۱-۰۰	۲۵؍ جون
غلام نبی دگے	دوپہر ۱-۰۰	۲۵؍ جون
او، این کول	صبح ۷-۱۵ شام ۶-۱۰	
	رات ۸-۳۰	۲۵؍ جون
کسم لتا	صبح ۷-۱۵	
	دوپہر ۴-۳۰	۲۶؍ جون
کیلاش مہرہ	رات ۸-۳۰	۲۶؍ جون
آر کے کاچرو	صبح ۷-۱۵ شام ۶-۱۰	
	رات ۸-۳۰	۲۷؍ جون
غلام حسن صوفی	شام ۶-۱۰	۲۸؍ جون
ششی چھیڑا	رات ۸-۳۰	۲۸؍ جون
وی کے ملا	صبح ۷-۱۵ شام ۶-۱۰	
	رات ۸-۳۰	۲۹؍ جون
نرملا دیوی	صبح ۷-۱۵ شام ۶-۱۰	
	رات ۸-۳۰	۳۰؍ جون





(اوپر) آکاشوانی گنگٹوک کی جانب سے
منعقد سگم سنگیت کی محفل میں
شانتا سکسینہ بھجن گیت
پیش کرتے ہوئے۔

(اوپر دائیں) موسیقار نکھل گھوش
وودھ بھارتی سے
'سنگیت سریتا'
پروگرام پیش کرتے ہوئے۔



(دائیں) 'امتحان - بچوں کا یا والدین کا'
کے زیر عنوان
آکاشوانی بھج کے
سندھی پروگرام میں نشر
مباحثے کے شرکاء:-
(دائیں سے) کمل سبانی
اندرا ہنگورانی اور اے آر ملکانی۔



(بائیں)
'کراس فائر ٹینڈر وہیکل'
بجلی اور تیل میں لگی آگ کو
بجھانے میں کام
آنے والی گاڑی
یہ گاڑی ایک منٹ میں
سولہ سو گیلن فوم پچھتر فٹ کے
فاصلے تک
پھینک سکتی ہے۔
'بھارت ہیوی الیکٹریکل لمیٹڈ'
تروچی کی فائر سروس پر
ایک فیچر
آکاشوانی تروچی سے
۲۴ جون کو دوپہر ۱۲ بجکر دس منٹ پر
نشر کیا جائے گا۔

Regd. No D-(C)39
RN No 14253
PRICE · RUPEE 1.00
16th JUNE 1985
Licensed (U 23) to post without prepayment at PSO New Delhi











مشاعرہ آکاشوانی بیکانیر





شرافت یار خاں
مدعو شعرا اور سامعین کا خیر مقدم کرتے ہوئے۔

سامعین

Published by the Director General, All India Radio at the Office of ... Chief Editor Akashvani Group of Journals PTI Building II floor Sansad Marg New Delhi-110001
Printed by the Manager, Govt of India Photo Litho Press ...

JANomani

1 IIII 1985

یکم سے ۱۵ر جولائی ۱۹۸۵ء
مطابق ۲۴ر اساڑھ ۱۹۰۷ ش کا

اشاعت کا ۵۰واں سال
قیمت ایک روپیہ

آل انڈیا ریڈیو کے پروگرام، معلوماتی مضامین، دل چسپ افسانے و منظومات



نامی انصاری

تجھ کو ساحل تری آنکھوں کو سمندر جانوں
ڈوب جاؤں تو اسے اپنا مقدر جانوں
خود فریبی کا نشہ چڑھ کے اتر تا ہے کہیں
دو قدم چل نہ سکوں اپنے کو رہبر جانوں
کتنے چہرے ہیں مرے گرد سوالوں کی طرح
کس کو اپناؤں کسے راہ کا پتھر جانوں
پاؤں میں آبلے پڑ جائیں تو صحرا سمجھوں
خاک اڑتی ہوئی دیکھوں تو اسے گھر جانوں
سینۂ چاک سے ٹکرائے تو معلوم بھی ہو
جوئے خوں سر سے گذر جائے تو کیوں کر جانوں
لب اظہار بھی جب ساتھ نہ دے پائے مرا
فائدہ کیا کہ تنگ ظرفی گوہر جانوں
اس زمانے میں کہ غالب کے طرفدار ہیں سب
حرف حق کس سے کہوں کس کو سخنور جانوں

زیب غوری

کس کا راز چھپائے ہوں سینے کے اندر میں
بند صدف سی تاریکی میں کوئی گوہر میں
تیرے نام کی لَو روشن ہے میرے اندھیرے میں
چار طرف بکھرا منظر تو اور پس منظر میں
چاند ترا سب تارے تیرے میرا ساتھی کون
رات کے اس ساحل پر تو ہے اُس ساحل پر میں
اس لاحاصل سرمائے میں کیا ہے زیاں تیرا
جو صحرا سے خاک اٹھالوں اک مٹھی بھر میں
اپنے دل کی خاکستر پر کھڑا ہوں نخوت سے
دنیا میرے پاؤں کے نیچے اور سکندر میں
جانے پھر یہ بستی کیوں ہے اس درجہ ویراں
تو بھی ہے اس دل کے اندر اور نہ باہر میں
میری آنکھیں مانگ رہا ہے مجھ سے یہ سورج
بھول آیا ہوں رکھ کے کہیں شاید اپنا سر میں
رفتہ رفتہ پھیلتی جاتی ہے میری خوشبو
دھیرے دھیرے بکھر رہا ہوں زیب برابر میں

ڈاکٹر کیف رضوی

کیا بات ہے جو بزم میں تنہائیاں بھی ہیں
روشن دیے کے سائے میں پرچھائیاں بھی ہیں
کچھ کم نہیں حیات کی رعنائیاں مجھے
پھر اس پہ تیری حوصلہ افزائیاں بھی ہیں
ہم نے اسی یقین پہ کاٹی ہے زندگی
تقدیر کی لکیروں میں گہرائیاں بھی ہیں
ایسا نہ ہو کہ درد کی کلیاں مہک اٹھیں
سنتے ہیں اس کے شہر میں پروائیاں بھی ہیں
بے کیفیوں نے آپ کی لوٹا ہے کیف کو
اس کی نظر میں آپ کی انگڑائیاں بھی ہیں

قمر سنبھلی

فضا میں گونج کے تار صدا بھی ٹوٹ گیا
لبوں پہ آتے ہی حرف دعا بھی ٹوٹ گیا
شکست ہو گیا پندار تاب نظارہ
تمہارے سامنے زعم انا بھی ٹوٹ گیا
بہت سنبھال کے رکھا تھا جس میں عکس ترا
پڑا جو وقت تو وہ آئینہ بھی ٹوٹ گیا
رکھے ہوئے ہے اک آواز مجھ کو حرکت میں
میں سوچتا ہوں جو یہ آسرا بھی ٹوٹ گیا
حسین خواب مقید تھے بند آنکھوں میں
جو نیند اچٹی تو یہ رابطہ بھی ٹوٹ گیا
بہت حسین سہارا تھا زندگی کے لیے
اب انتظار کا وہ سلسلہ بھی ٹوٹ گیا
سنبھالتی مرے لہجے کی شعلگی کب تک
ہوا کے دوش پہ نقش نوا بھی ٹوٹ گیا
نہ ہو امید فریبوں کا آسرا ہی سہی
رہے گا کیا جو قمر حوصلہ بھی ٹوٹ گیا

کوثر جائسی

مرکز کسی نگاہ کا رسوائیاں بھی ہیں
وحشت کے کاروبار میں دانائیاں بھی ہیں
بدلا مزاج میں نے جو زہر حیات کا
اب اس میں نشہ بھی ہے توانائیاں بھی ہیں
اشکوں کے چند قطروں کو سمجھے نہ جو اہم
ان کی سمندروں سے شناسائیاں بھی ہیں
تنقید اپنی ذات کی سہ لو تو ہو یقیں
کچھ اس غبار طنز میں سچائیاں بھی ہیں
یادوں کی تہ میں جیسے اترتا گیا ہوں میں
خوشبوئے گل کی لہریں گہرائیاں بھی ہیں
جن کو خوشی کے روپ میں دیکھا تھا عمر بھر
حیرت کدے میں غم کے وہ پرچھائیاں بھی ہیں
میرے اداس لفظوں کی ترتیب پر نہ جا
اس ملگجے لباس میں رعنائیاں بھی ہیں
کوثر غزل بھی کم نہیں پرواز فکر کو
تیری جو اس فضا میں تو پہنائیاں بھی ہیں

اس بار لکھنؤ سے غزلیں

آواز

آل انڈیا ریڈیو کے پروگرام

چیف ایڈیٹر وجے بہادر سنہا

ادارت

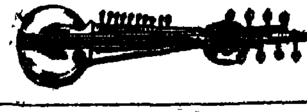
سراج احمد
ہرمہندر سنگھ وج

ٹیلی فون
۳۸۲۲۴۹
۳۸۲۲۵۴

تار کا پتہ LISTENER

نئی دہلی	یکم جولائی ۱۹۸۵ء	مطابق	۱۰ اساڑھ ۱۹۰۷ شاکا	جلد ۵۰	شمارہ ۱۳

اس شمارے میں



قیمت

فی کاپی	ایک روپیہ
سالانہ	۲۲ روپے
دو سال	۴۲ روپے

(اندرون ملک ڈاک خرچ بذمہ ادارہ)

فلمیں اور ان کی سماجی افادیت

ایس جی میسو رمٹھ

وہ کونسے عناصر ہیں جو کسی فلم کو سماجی، تہذیبی اور معاشی طور پر افادیت اور معنویت عطا کرتے ہیں۔ فلم ساز؟ فلم بنانے کا اس کا انداز؟ یا وہ تھیم جس کا انتخاب وہ اپنے فنی اظہار کے لیے کرتا ہے؟ کیا وہ تجارتی کامیابی یا مقبولیت ہے؟ یا فلم جیسے وسیلہ اظہار کا آرٹسٹک استعمال اس کو موزونیت عطا کرتا ہے؟

مذکورہ بالا عناصر بلاشبہ کسی فلم کی تشکیل میں شامل ہوتے ہیں۔ لیکن سماجی طور پر مفید اور بامقصد فلم بنانے کے لیے ان تمام مادی عناصر کے علاوہ بھی بہت کچھ درکار ہوتا ہے، کثیر لاگت اور مادی عناصر کی شمولیت سے بنائی گئی فلموں کی مثالیں بھی ہمارے سامنے ہیں جو کسی پہلو سے بھی سماجی طور پر بامقصد نہیں ہوتی ہیں۔

پھر وہ کیا شے ہے جو کسی فلم کو سماجی افادیت دیتی ہے۔ اس کے جواب کی کھوج سے پہلے آیئے دیکھیں فلم میڈیم آخر کیا ہے؟ اس کی خصوصیات کیا ہیں اور یہ کیسے کام کرتا ہے؟

کہا جاتا ہے اپنے خالق کے ہاتھ میں فلم ذاتی میڈیم نہیں ہے۔ اس میڈیم کے توسط سے ہدایت کار اپنے خیالات کا اظہار کرسکتا ہے۔ لیکن ایک نظم یا مصوری کے برعکس فلم سازی بنیادی طور پر ایک اجتماعی تخلیق ہے۔ فلم کی کہانی، اداکاروں کی کردار نگاری اور فلم کا مجموعی تاثر ہدایت کار کی ذاتی اور انفرادی رائے کو دھندلا کر دیں گے۔

شاعر، مصور اور ناول نگار خود اپنی ذات میں سمٹ کر کسی گوشہ تنہائی میں تخلیق کرتے ہیں۔ لیکن فلم ہدایت کار کو بازاروں، اسٹوڈیو، آؤٹ ڈور میں بے شمار تکنیکی معاونین اور اداکاروں کے درمیان کام کرنا ہوتا ہے۔ شاعر یا مصور کو اپنی تخلیق کے لیے درکار ساز و سامان پر مکمل اختیار حاصل ہوتا ہے لیکن فلم ہدایت کار کو اپنے ساز و سامان پر مکمل اختیار اور مہارت نہیں ہوتی ہے اسکو دوسروں کا تعاون درکار ہوتا ہے۔ لیکن اگر فلم ہدایت کار با اثر شخصیت، دوسروں پر چھا جانے والی ذہانت اور اپنے ساتھ کام کرنے والوں میں اپنے تصورات کو مسلط کردینے کی صلاحیت رکھتا ہے تو پھر وہ با آسانی اپنی تخلیق میں وہ سب کچھ پیدا کرسکتا ہے جس کا اظہار وہ کرنا چاہتا ہے۔ گریرسن کے الفاظ میں "ہزار تکنیشینوں اور اپنے تخلیقی عمل سے برسرپیکار ہزار مفادات کے بیچ کامیابی حاصل کرنے کے لیے ہدایت کار میں لینن جیسی صلاحیتوں کا ہونا ضروری ہے۔"

کونسا عنصر کسی فلم کو سماجی طور پر مفید یا غیر مفید بناتا ہے اس کا انحصار ہدایت کار کے مقصد اور اس کی ذات پر ہوتا ہے جو اپنی مؤثر شخصیت اور صلاحیت سے اپنے ساتھ کام کرنے والوں کی فنی مہارت کو اپنی ضرورت کے مطابق ڈھال سکتا ہے جو اپنی پسند کے موضوع، کہانی یا تھیم (حتیٰ کہ دوسرے کے منتخب موضوع کو بھی اپنی یکتا اور انفرادی سوجھ بوجھ سے) کے توسط سے ان تفصیلات کو ابھار کر جو اسے اچھی لگتی ہیں کامیابی سے اپنے خیالات کا اظہار کرسکتا ہے۔

اس طرح ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہدایت کار فلم کا منارکل ہوتا ہے۔ اس کی فلم میں سماجی افادیت ہو یا نہیں، فلم مکمل طور پر تفریحی ہو یا جزوی طور پر۔ یہ فیصلہ قطعاً ہدایت کار کی خواہش اور تصور پر چھوڑ دیا جاتا ہے۔ ہدایت کار اپنے ساتھ کام کرنے والوں کو اپنے مقصد کے حصول کے لیے اپنا اوزار بنا لیتا ہے۔ یہ مقصد سماجی ہو یا تفریحی ہدایت کار بہتر سمجھتا ہے۔

انگمر برگمین کی نظر میں فلم سازی بھی بھوک اور پیاس کی طرح ایک فطری ضرورت ہے۔ لیکن کبھی کبھی بہترین اور باصلاحیت ہدایت کار کو بھی مالی شراکت دار سے سمجھوتہ کرنا پڑ جاتا ہے کیونکہ فلم سازی بہت بڑا جوا ہے اور بلندی پر بندھی رسی پر چلنے کے مترادف ہے۔ فلم سازی میں مالی نقصان کے نتائج اکثر رسی سے گرنے کے مقابلے کہیں زیادہ بھیانک ہوتے ہیں۔

فلم بطور میڈیم اور اس کے خالق کے بارے میں تجزیے کے بعد ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ فلم ہدایت کار ہی سماج اور فلم کے درمیان اہم ترین کڑی ہے۔ وہ اپنے مقصد میں کس طرح سے کامیاب ہو سکتا ہے اس کا انحصار اس کے سماجی شعور اور بصری تاثرات پیدا کرنے کی صلاحیت پر ہے۔

کیا کوئی فلم سماجی افادیت کے بغیر بھی بن سکتی ہے؟ حالانکہ فلم الگ تھلگ رہ کر نہیں بنائی جا سکتی۔ لیکن ایسی فلم ضرور بنائی جا سکتی ہے جس میں عصری سماج کی جانب کوئی اشارہ نہیں کیا گیا ہو۔ کہا جاتا ہے مشہور فلم ہدایت کار جین کوکتو نے اپنی فلم Le Sang d'un Poete میں اپنی انا کے تعبیر کی نمائش کی ہے۔ بہت سے ذہین اور تخلیقی صلاحیتوں کے مالک ہدایت کار فلم انڈسٹری کی مہیب بھٹی میں جل کر فنا ہو چکے ہیں۔ اپنے تخیل اور اظہار ذات کا زمانہ ہدایت کار کے لیے ختم ہو چکا ہے۔ فلم سازی ایک خطرناک کھیل میں بدل چکی ہے۔ ہدایت کار زندہ رہتا یا مر جاتا ہے اس کا انحصار اس کی رسی پر چلنے کی صلاحیت پر ہے۔ ذہین، باصلاحیت اور ہدایت کار کا ذاتی اظہار فنی طور پر فخریہ ہو سکتا ہے لیکن جو کچھ اس نے تخلیق کیا ہے وہ کامیاب ہے یا ناکام اس کا فیصلہ مالی نقصان یا منفعت کے پیمانے سے کیا جاتا ہے۔ برگ مین نے کہا تھا "اگر میں نے دو تین اور ایسی فلمیں بنا دیں جو مالی طور پر ناکام رہتی ہیں تو میری صلاحیتوں پر اپنی دولت کو مزید نہ گنوانے کا میرے پروڈیوسر کا فیصلہ درست اور جائز ہو گا۔"

یہی وہ خیالات ہیں جنھوں نے شیام بینیگل کو کہنے پر مجبور کر دیا کہ "میں سمجھتا ہوں کہ آپ کی بنائی ہوئی فلم خواہ کتنی ہی اچھی کیوں نہ ہو اگر ڈبوں میں بند رہتی ہے تو آپ کے لیے انتہائی سنجیدہ مسائل پیدا کر سکتی ہے حالانکہ اس بات کو بیہودہ بے مقصد اور سستی تفریحی فلم بنانے کے لیے جواز نہیں قرار دیا جا سکتا لیکن ایک بنیادی آگاہی جس سے ہم چشم پوشی نہیں کر سکتے وہ یہ ہے کہ فلم، شاعری، مصوری یا موسیقی کی طرح کا سماجی میڈیم نہیں ہے۔ دوسرے یہ کہ اس میں لاگت اس قدر زیادہ ہے کہ نہ چاہتے ہوئے بھی مالی سمجھوتے کرنے پڑتے ہیں۔ یہی اس مسئلے کو دیکھنے کا حقیقی رویہ ہے۔"

بطور فنکار اپنی تسکین اور شہرت و ناموری حاصل کرنے کے لیے اپنے ناظرین کی دلبستگی کے علاوہ کیا فلم ساز پر کوئی سماجی ذمہ داری یا فرض بھی عائد ہوتا ہے؟ اپنے سینمائی اظہار کے لیے لڑکی سے لڑکے کی ملاقات جیسے تھیم لے کر ہدایت کار اپنی چابکدستی سے فلم بینوں کو مسحور کر سکتا ہے اور اس طرح خود کو اور اپنے ناظرین کو مطمئن کر سکتا ہے لیکن ایک باشعور ہدایت کار محض شہرت اور دولت سے مطمئن نہیں ہو سکتا۔ وہ اس سے آگے بھی دیکھتا ہے۔ سماج کی جانب سے عائد اپنی ذمہ داری کو پورا کرنا چاہتا ہے اور جیسے عوامی میڈیم کے ذریعے اپنے ہموطنوں کی زندگی کو سدھارنا چاہتا ہے۔

فلم بنانے والے ممالک میں تعداد کے لحاظ سے ہندوستان سرفہرست ہے۔ لیکن کیا ہندوستانی فلموں نے دنیا میں انسانی اقدار کے لیے کچھ کیا ہے؟ اگر نہیں، تو پھر ہندوستانی فلموں میں فلاح کا پہلو کیا ہے؟

ہمارے سینما کے ساتھ دقت یہ ہے کہ اس میں ہر چیز اپنی انتہا پر دکھائی جاتی ہے خواہ فرسودگی ہو مہملات یا رسومات و روایات ہوں۔ ہندوستانی سینما ناقابل قیاس خواہشات اور خلاف توقع سنگدلی کے درمیان جھولتا ہے جو فلم کی آخری ریل میں بجلی کے کوندے کی طرح اچانک نظر آتی ہے۔ لیکن ساتھ میں ایک نہ ایک سماجی سچائی کو بھی دکھانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ گو کہ سماجی مسائل ہمارے سینما کے مرکزی خیال ہوتے ہیں لیکن ان کی عکاسی نہایت غیر واضح اور بعید از قیاس ہوتی ہے۔ اسکا زیادہ تر حصہ سچائی اور ہماری عوامی زندگی سے غیر متعلق نہیں ہوتا لیکن ساتھ ہی یہ سماجی اور معاشی تغیرات کی راہ میں مزاحم بھی ہوتا ہے۔ اخلاق اور تہذیب کے نام پر ہندوستانی سینما زندگی کی مصنوعی اقدار کو فروغ دے رہا ہے۔ اگر ترقی پسندانہ نظریات کی عکاسی کی تھوڑی بہت لیکن کوشش بھی کی جاتی ہے تو وہ سنسر کی وجہ سے ناکام ہو جاتی ہے چونکہ سنسر خود کو ہندوستانی کلچر اور روایات کا محافظ و نگران سمجھتا ہے۔ ایسا صرف اس لیے ہے کیونکہ وہ اہم رول جو سینما نبھا سکتا ہے یا اس کی حقیقت کو سمجھا نہیں جاتا یا پھر خاص مفادات کے لیے نظر انداز کیا جاتا ہے یا پھر اس کی اہمیت کا اعتراف محض کاغذوں یا بھاشن میں کیا جاتا ہے۔

اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ سماجی مسائل کی عکاسی میں ہندوستانی سینما نے کبھی کوشش نہیں کی ہے۔ اس صدی کی پانچویں اور چھٹی دہائی میں پربھات، نیو تھیٹرز اور راجکمل کی فلموں نے سماجی مسائل کی عکاسی کی تھی لیکن ان کا اظہار خیال کا طریقہ حقیقت پسندانہ سے زیادہ کلاسیکل اور روایتی انداز کا تھا۔ ان فلموں میں سماجی مسائل کے جو حل پیش کیے گئے وہ بھی فرسودہ اور ناقابل عمل تھے لیکن پھر بھی انھوں نے سماجی شعور بیدار کرنے کی کوشش کی تھی۔

محبوب خاں مرحوم کی سماجی فلمیں، شانتا رام، بمل رائے، راجکپور کی ابتدائی فلمیں اور سماجی مقصدیت کی فلموں کو ایک نئی راہ دکھانے کی خواجہ احمد عباس کی کوششیں قابل تحسین کہی جا سکتی ہیں۔ ایم ایس سیتھو کی فلم 'گرم ہوا' میں اس دور کے ایک اہم مسئلے کی عکاسی ایک انتہائی خوبصورت مثال تھی۔ اس فلم میں ان مسائل کو اجاگر کیا گیا تھا جو تقسیم ہند کے بعد ایک مسلم خاندان کو ہندوستان میں پیش آتے ہیں۔ یہ فلم اپنے پیشرو فلم سازوں سے بالکل مختلف تھی۔ ایسی فلموں کی تعداد ہمارے ملک میں نفی کے برابر ہے جن میں معاشی نابرابری یا سیاسی مسائل کو دکھایا گیا ہو جو تھوڑی سی بنی بھی ہیں ان میں بائیں بازو کے نظریات پیش کئے گئے ہیں۔

اس معاملے میں ہندی فلموں کے مقابلے علاقائی زبان کی فلموں نے اپنے اپنے علاقے کے سماجی اور معاشی مسائل کی عکاسی کی ہے۔ اس فہرست میں پاتھر پنچالی، ایک ادھوری کہانی، سوئمبورم، کورس، امیترا، مانتھن، کے نام قابل ذکر ہیں۔

یہ نہایت تعجب خیز امر ہے کہ ہندوستان میں تحریک آزادی پر آج تک کوئی فلم نہیں بنی ہے جبکہ تیسری دنیا کے ممالک نے اپنی آزادی کے بعد کے مختصر سے عرصے میں بڑی تعداد میں ایسی فلمیں بنائی ہیں۔ آہستہ آہستہ فلم بینوں کے مزاج میں تبدیلی آ رہی ہے۔ جواں سال ہدایت کار اپنی دلچسپ اور تجرباتی فلموں سے روایتی اور تجارتی سینما کو زک پہنچا رہے ہیں۔ ستیہ جیت رے کی پاتھر پنچالی گو کہ اس سیاق و سباق میں ایک تجرباتی فلم تھی لیکن اس نے ہندوستانی سینما میں حقیقت پسندی کے نئے پہلو اجاگر کیے تھے۔ مرنال سین کی فلموں میں تھیم کے پہلو سے تجرباتی دباؤ زیادہ نظر آتا ہے۔

تجرباتی فلموں کی تجارتی کامیابی نے اس عقیدہ کو مضبوط کر دیا ہے کہ چند بندشوں کے ساتھ تجرباتی فلمیں بھی نفع بخش سودا بن سکتی ہیں۔ نئے تجربے کے ساتھ منافع یہی جواں سال ہدایت کاروں کا مسئلہ ہے۔ فلموں کی تاریخ میں سنگ میل کی حیثیت رکھنے والی فلم 'اس کی روٹی' کے ہدایت کار منی کول نے کہا ہے "ہم ایک انقلاب دیکھیں گے۔ کمرشیل سینما تباہ ہو جائے گا اور اس کی جگہ درمیانی سینما لے لیگا۔ ایک ایسا سینما جس کا ایک قدم آرٹ میں اور دوسرا منفعت میں ہو گا۔"

نیشنل فلم ڈولپمنٹ کارپوریشن کی مدد سے جس نے جواں اور نئے فلم سازوں کے لیے اپنی پالیسیوں میں نرمی پیدا کر دی ہے۔ یہ نئے ہدایت کار منافع کے ساتھ تجربات کے چیلنج کا کامیابی سے سامنا کر رہے ہیں۔ اور اس کے مالی تعاون سے یہ ہدایت کار ہماری فلموں کے تجارتی پہلو کو نقصان پہنچائے بغیر ان کے فنی معیار کو بلند کر رہے ہیں۔

نیشنل فلم ڈولپمنٹ کارپوریشن سے کچھ لوگوں کو شکایت ہے کہ یہ ہلکی پھلکی، مقصدی تفریحی فلمیں بنانے میں مدد دے کر ایک ایسے کام کا آغاز کر رہی ہے جس سے سرکاری پیسے کی مدد سے تجارتی فلم سازوں کی جیبیں گرم ہوں گی۔ اس طرح عوام کی توجہ سماجی اور معاشی مسائل سے ہٹ جائے گی اور یوں ان کو سماجی انقلاب کے لیے یکجا ہونے سے روکا جا سکے گا۔

فلموں کی سماجی مقصدیت کا فیصلہ ان کی تجارتی کامیابی پر کیا جائے یا فنی بنیادوں پر یہ موضوع بحث کا موضوع بن سکتا ہے۔ لیکن اس میں دو رائے نہیں ہو سکتی کہ بامقصد سماجی عنصر ہندوستانی فلموں کے لازمی ہے اگر ہم فلموں کو سماجی، سیاسی اور تہذیبی تبدیلی لانے میں ایک اہم اور موثر ہتھیار بنانا چاہتے ہیں۔ (آکاشوانی بنگلور سے نشر)

قاضی عبدالغفار

سری نواس لاہوٹی

قاضی عبدالغفار ایک ایسی عہد ساز شخصیت کا نام ہے جنھوں نے اردو صحافت اور ادب کو اتنا کچھ دیا ہے کہ کوئی ادبی مورخ اس نام کو نظر انداز نہیں کر سکتا۔ قاضی صاحب مراد آباد کے ایک کھاتے پیتے گھرانے میں پیدا ہوئے تھے — وہ گھرانا بھی ایسا کہ ان کے دادا حامد علی صاحب کو ۱۸۵۷ء کی بغاوت میں سولی پر لٹکا دیا تھا اور دو دن کی جستجو کے بعد ان کی نعش جہاں ملی وہیں اسے دفنا دیا گیا اور وہ بھی رات کے اندھیرے میں۔ قاضی صاحب اس واقعہ کو یوں بیان کرتے ہیں کہ مراد آباد میں ان کے مکان میں پڑوس میں ایک لالہ جی رہا کرتے تھے وہ رات میں پُرسہ دینے کے لیے پہنچے تو قاضی صاحب کی دادی نے ان سے کہا کہ ابھی تک تو نعش نہیں ملی ہے۔ اس پر لالہ جی اور ان کی دادی ایک لالٹین ہاتھ میں لیے اس جگہ پہنچے جہاں سولی پر لٹکایا جا رہا تھا۔ وہاں تلاش بسیار کے بعد نعش دستیاب ہوئی اور مصلحت اسی میں سمجھی گئی کہ اسے وہیں دفنا دیا جائے۔ قاضی صاحب کے والد نے اپنے والد کی سنت سے انحراف کیا اور وہ خان بہادر ابرار احمد کے نام سے مشہور رہے جن کی پہنچ انگریز حکام تک تھی اسی لیے جب قاضی صاحب نے بی اے کا امتحان دیے بغیر علی گڑھ کو خیرباد کہا اس پر ایم۔اے۔او کالج میں ان کے ساتھیوں کو جن میں عبدالمجید خواجہ، تصدق احمد خاں شیروانی، عبدالرحمٰن صدیقی، اور شعیب قریشی کے علاوہ سعید الرحمٰن قدوائی کو بڑا تعجب ہوا لیکن ان کے والد نے گورنر سے کہہ کر ان کو ہنری محکمے میں ملازم رکھوا دیا۔ زندگی میں یہ صرف دو بار سرکاری ملازمت سے منسلک رہے۔ ایک دفعہ نوجوانی میں اور دوسری دفعہ ۱۹۴۲ء میں سر مرزا اسمٰعیل کے اصرار پر نظام حیدرآباد کی ریاست کے ناظم اطلاعات کی حیثیت سے۔ لیکن جب سر مرزا اسمٰعیل کو وزارت عظمیٰ چھوڑنی پڑی تو قاضی صاحب بھی نظامت اطلاعات سے مستعفی ہو گئے۔

قاضی صاحب کی پہلی شادی ۱۹۱۰ء میں سر محمد یعقوب کی بہن سے ہوئی جو ان کے خالہ زاد بھائی بھی تھے۔ اس شادی میں مولانا شوکت علی نے بھی شرکت کی تھی اور سلامی کی رقم کا جو انبار دولہے کے سامنے پڑا ہوا تھا، اس پوری رقم کو مولانا نے علی گڑھ یونیورسٹی کے فنڈ میں جمع کرا دیا گویا یہ ان کے رفاہی کام کا پہلا زینہ تھا۔

قاضی صاحب کی اخبار نویسی کی ابتدا ۱۶ سال کی عمر میں ہوئی جب یہ ہائی اسکول کے طالب علم تھے۔ مراد آباد سے ابن علی صاحب کی ادارت میں اخبار نیر نکلتا تھا جس میں ان کا تحریر کردہ ایک خبرنامہ شائع ہوا تھا۔ اس کے بعد سے تو یہ متعدد اخباروں میں لکھتے رہے۔ صحیح معنوں میں ان کی اخبار نویسی کی ابتدا ۱۹۱۳ء میں ہوئی جب مولانا محمد علی جوہر نے دہلی سے "ہمدرد" نکالا۔ "ہمدرد" کے معیار کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ اس وقت کے بڑے بڑے ادیب ہمدرد میں چھپنا اپنے لیے باعث عزت سمجھتے تھے۔ پریم چند کا ایک افسانہ ۱۹۱۳ء میں ہمدرد میں شائع ہوا تھا جس کا انھیں معاوضہ بھی ملا تھا۔ ۱۹۱۴ء میں مولانا محمد علی کو نظر بند کر دیا گیا تو قاضی صاحب نے مولانا محمد علی کے اشارے پر کلکتہ سے "جمہور" نکالا جو بقول قاضی صاحب "جمہور میرا سب سے کامیاب اخبار تھا جس کی تعداد اشاعت تیرہ ہزار تک پہنچ چکی تھی۔" یہ وہ زمانہ تھا جب کہ مولانا آزاد بھی نظر بند کر دیے گئے تھے۔ ۱۹۱۴ء میں قاضی صاحب کو بھی چھ ماہ کے لیے نظر بند کر دیا گیا اور اس کے بعد انھیں کلکتہ سے چلے جانے کا حکم ملا اور یہ مراد آباد چلے آئے مگر پھر انھیں نظر بند کر کے نینی تال بھجوا دیا گیا جس پر قاضی صاحب نے اپنے ایک دوست کو لکھا تھا کہ "میں اپنے دادا کی سنت پر عمل کر رہا ہوں۔" ۱۹۱۸ء میں انھوں نے "الصباح" نکالا لیکن چھ مہینے بعد اسے بند کر دینا پڑا۔

۱۹۲۱ء میں قاضی صاحب خلافت وفد کے معتمد کی حیثیت سے لندن کے لیے روانہ ہوئے جہاں سے ۱۹۲۲ء میں واپس ہوئے۔ اس وفد کی روداد "نقش فرنگ" کے نام سے حکیم اجمل خاں کی ایما پر تحریر کی جو ان کی پہلی تصنیف ہے۔

۱۹۲۱ء کے بعد قاضی صاحب کئی بار یورپ اور مشرق وسطیٰ کے دوروں پر گئے اور دو سال تک پیرس میں تجارت بھی کی۔ لیکن ۱۹۲۶ء میں یورپ سے واپس چلے آئے اور حکیم اجمل خاں کے انتقال کے بعد طبیہ کالج کے معتمد کی حیثیت سے کام کیا۔ یہ ۱۹۲۸ء سے ۱۹۳۰ء تک مراد آباد میونسپلٹی کے چیئرمین بھی رہے۔ اسی زمانے میں قاضی صاحب نے جامعہ ملیہ اسلامیہ کے استحکام میں حکیم اجمل خاں اور ڈاکٹر انصاری کا ہاتھ بٹایا۔

"نقش فرنگ" کے بعد ان کی دوسری تصنیف "لیلیٰ کے خطوط" ہے جو ۱۹۲۷ء میں ۲۷ دن میں لکھی گئی۔ اس کتاب کا شمار ادب لطیف کے شاہکاروں میں ہوتا ہے۔ یہ خطوط پہلے قسط وار "نیرنگ خیال" میں شائع ہوتے رہے لیکن ۱۹۳۳ء میں یہ کتابی شکل میں معہ تمہید و اضافے کے شائع ہوئے۔ طوائف کا موضوع اردو ادب میں نیا نہیں ہے لیکن قاضی صاحب نے ان خطوط میں جو اسلوب اختیار کیا ہے وہ اردو ادب کے لیے بالکل نیا تھا۔ اس کے بعد انھوں نے "مجنوں کی ڈائری" لکھی جو قاضی صاحب کی انشا پردازی کا ایک دلکش نمونہ ہے۔ قاضی صاحب کی ایک اور تالیف "اس نے کہا" ہے۔ جو خلیل جبران کی کتاب کا چربہ ہے۔ اس میں پیغمبر اسلام کے فلسفیانہ افکار و اقوال کو بڑے ادیبانہ انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ "تین پیسے کی چھوکری" ایک مختصر سا انشائیہ ہے جس کی زبان دودھوں دھلی ہوئی ہے۔

قاضی صاحب کی سب سے معرکتہ الآرا تصنیف "آثار جمال الدین افغانی" ہے۔ چونکہ جمال الدین افغانی دو سال تک حیدرآباد میں محب حسن کے پاس قیام پذیر تھے جو اس زمانے میں اصلاحی تحریک اور خاص طور پر طبقہ نسواں میں اصلاح کے بڑے مؤید تھے۔ قاضی صاحب کی یہ کتاب برسوں کی تحقیق و کاوش کا ثمرہ ہے۔ اس کتاب کا مواد انھوں نے لندن اور پیرس کے کتب خانوں سے جمع کیا تھا۔ اس کتاب کو انجمن ترقی اردو (ہند) نے دو جلدوں میں شائع کیا تھا جو اب ناپید ہے۔ اس کتاب کا مواد جمع کرنے کے لیے قاضی صاحب کو بہت سی مشکلات سے دوچار ہونا پڑا لیکن انھوں نے ہمت نہیں ہاری اور جہاں سے بھی مواد ملا اسے جمع کیا۔

اس کے بعد انھوں نے "حیات اجمل" لکھی جو حکیم اجمل خاں کی مستند سوانح عمری ہے۔ اسی طرح سے انھوں نے مولانا ابوالکلام آزاد پر ایک کتاب "آثار ابوالکلام آزاد" تحریر فرمائی جو اردو میں سیرت نگاری کا شاہکار مانی جاتی ہے۔ یہ دونوں کتابیں ۱۹۴۷ء میں علی گڑھ سے شائع ہوئیں۔

۱۹۳۴ء کے اوائل میں انھوں نے حیدرآباد سے "پیام" کے نام سے ایک روزنامہ جاری کیا جو حیدرآباد کے شاہی ماحول میں صور اسرافیل پھونکنے کے مماثل تھا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب کہ پولیس کا ایک انسپکٹر بھی اخبار کے ایڈیٹر کی خبر لیا کرتا تھا۔ قاضی صاحب کے ساتھ بھی ایک ایسا واقعہ پیش آیا لیکن انھوں نے اس وقت کے کوتوال بلدہ کو لکھ کر بھجوا دیا کہ "میرے اخبار کے خلاف آپ کو جو شکایت ہے اس کو عدالت میں پیش کر دیجیے میں وہاں اپنی جوابدہی کر لوں گا۔ پولیس کے محکمے میں حاضر ہو کر اپنی صفائی پیش کرنا میرے پیشے کی توہین ہے۔" اس کے بعد پولیس والوں کی ہمت نہیں ہوئی کہ "پیام" تو کجا دوسرے اخبار والوں پر بھی ہاتھ ڈالتے۔ اس کے بعد ان کی نکتہ چینی بھانت بھانت کے نوکر شاہی عناصر سے ہوئی لیکن وہ ہر ایک کی پول کھولتے رہے۔ ۱۹۴۶ء میں ان کی آخری ٹکر کتب خانہ آصفیہ کے مہتمم سے ہوئی جو اپنی یورپین ڈگری کے زور پر کتب خانہ میں

من مانی چلانا چاہتے تھے۔ قاضی صاحب نے اس کے خلاف "علم کی رسد بندی ـــ کتب خانہ آصفیہ" کے عنوان سے چودہ اداریے سپرد قلم کیے جو حیدرآباد کی صحافتی تاریخ میں یادگار رہیں گے۔ اسی طرح سے ماچیریڈی پلی میں پولیس کے وحشیانہ مظالم کو جس طرح طشت از بام کیا اور اس کے خلاف رائے عامہ کو ہموار کیا، اس کے گواہوں میں راقم الحروف بھی شامل ہے، جو اس وقت پیام کا اسٹاف ممبر تھا۔ قاضی صاحب کی صحافتی زندگی صرف ادارتی کالموں تک ہی محدود نہیں تھی بلکہ ان کی دلچسپیاں گوناگوں اور نوع بہ نوع تھیں۔ ان کا "سر راہ" کا کالم بھی آج بھی بہت سے ذہنوں میں تازہ ہے۔ اس کالم میں زبان کی چاشنی اور تحریر کے ایک خاص مزاحیہ انداز بیان کے ساتھ کچھ معلوماتی باتیں بھی ہوا کرتی تھیں۔ پیام میں شائع ہونے والے چربے، "نقد و نظر، تبصرے، ع ع کا کالم، ہر روز کچھ سوچیئے۔ یہ ایسے فیچر تھے جس کو آج بھی پڑھنے کے لیے آنکھیں ترستی ہیں۔ بہرحال پیام کا ہر کالم بے مثال ہوا کرتا تھا۔

قاضی صاحب کی سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ وہ نوجوان نسل کو تیار کرنے میں ہمیشہ پیش پیش رہا کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ انھوں نے انجمن ترقی پسند مصنفین، بزم محب، کامریڈ اسوسی ایشن، حیدرآباد اسٹوڈنٹ یونین، انجمن صحیفہ نگاراں وغیرہ کی تنظیموں کو سنوارنے میں نمایاں حصہ لیا۔ حیدرآباد میں ہر ترقی پسند تحریک کو قاضی صاحب کی سرپرستی حاصل ہوا کرتی تھی۔ انھوں نے سیاسی اور سماجی تنگ نظری کے خلاف آواز بلند کرنے میں جو رہنمایاں فرض انجام دیا تھا، وہ آج تاریخ کا ایک باب بن گیا ہے۔ یہی وہ باتیں ہیں جو ان کی روشن خیالی کی گواہی دیتی ہیں اور یہی ان کی مقبولیت کا راز تھا۔

قاضی صاحب بڑے وجیہ اور خوش خوراک و خوش پوشاک انسان تھے۔ کھلتا ہوا گندمی رنگ، اونچا قد، چوڑی پیشانی، خشخشی فرنچ کٹ داڑھی، گداز جسم، چہرے پر متانت اور آواز میں خود اعتمادی، یہ ایسی خوبیاں تھیں کہ ہر ملنے والا ان کا گرویدہ ہو جایا کرتا تھا، وہ نئے لکھنے والوں کی ضرورت سے زیادہ ہمت افزائی کیا کرتے تھے۔ مجھے برسوں ان کے ساتھ کام کرنے کا موقع ملا ہے اور میں اس بات کی گواہی دے سکتا ہوں کہ اپنے سولہ سالہ قیام حیدرآباد میں انھوں نے ایک ایسی روشن خیال نسل کو پروان چڑھایا کہ ان کا کوئی بھی سیرت نگار ان خوبیوں کو نظرانداز نہیں کر سکتا۔

قاضی صاحب نے ادب کی ہر صنف پر طبع آزمائی کی ہے۔ انھوں نے ڈرامے بھی لکھے اور شاعری بھی کی۔ جن لوگوں نے ان کے ڈرامے پڑھے ہیں ان کو اس بات کا قائل ہونا پڑا کہ وہ ایک کامیاب ڈرامہ نگار تھے۔ ان کا شعر کہنا وقت گزاری کا محبوب مشغلہ ہوا کرتا تھا۔ اور وہ جس کاغذ پر شعر لکھتے تھے اسے خود ہی ضائع کر دیا کرتے تھے۔ البتہ اولڈ بوائز اسوسی ایشن، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے سالانہ ڈنر میں انھوں نے جو نظم سنائی تھی اس کے دو اشعار پیش خدمت ہیں۔

اب کون علی گڑھ آتا ہے جو جاتا ہے وہ جاتا ہے
سب بھول گئے ہم، یاد نہیں کب آتے تھے کب جاتے تھے
وہ دور بہاراں بیت گیا، روداد جوانی ختم ہوئی
اگلوں کو زمانہ کیا دیگا اپنی تو کہانی ختم ہوئی

بہت کم لوگوں کو اس بات کا علم ہے کہ قاضی صاحب بہت سی چیزیں قلمی نام سے بھی شائع کرواتے تھے۔ ان کا قلمی نام ق۔ ع۔ غ کے علاوہ "خاموش" بھی تھا۔

قاضی صاحب زندگی کے آخری دور میں انجمن ترقی اردو (ہند) کے معتمد کی حیثیت سے اردو کی جو خدمت انجام دی ہے وہ ناقابل فراموش ہے۔ میرے خیال میں ڈاکٹر ذاکر حسین نے نائب امیر جامعہ کی حیثیت سے مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کو جس طرح سے بچایا تھا، اسی طرح سے قاضی عبدالغفار نے انجمن کے معتمد کی حیثیت سے اردو تحریک کو جو قوت نمو عطا کی وہ اردو کی ایک ناقابل فراموش خدمت ہے۔

قاضی صاحب ایک منفرد ادیب تھے اور ایک بے مثل انسان۔ جہاں یہ دونوں باتیں اکٹھا ہو جاتی ہیں وہاں ادبی اور انسانی دونوں معیار بلند ہو جاتے ہیں۔ ہمارے بزرگ ادیبوں میں شاید ہی کوئی ادیب ایسا ملے جس نے نوجوان لکھنے والوں اور ادبی تحریکوں کی ہمت افزائی کی ہو۔ ان کی دل سوزی اور بے پناہ محبت نے بہت سے نئے لکھنے والوں کو ادیب اور شاعر بنایا۔ قاضی صاحب اس کارواں کے مسافروں میں سے تھے جس میں حکیم اجمل خاں، مولانا محمد علی اور مولانا ابوالکلام آزاد شامل تھے۔ وہ کارواں بکھر گیا اور اس کے اکے دکے مسافر اپنے عزم بلند اور مقصد عظیم کی راہ پر رواں دواں تھے، قاضی صاحب بھی ان میں سے ایک تھے۔ جنوری ۱۹۵۶ء میں ان کی موت اردو ادب کے ایک بلند پایہ اور حوصلہ مند قائد کی موت تھی۔ ان کو بچھڑے تیس سال ہونے آئے ہیں لیکن ہم کہنے پر مجبور ہیں ـ
شمع گل ہو چکی ہے مگر اس کا نور باقی ہے۔

(حیدرآباد سے)

پولی گراف

کچھ لوگوں کا جھوٹ بولنا اور کچھ لوگوں کا جھوٹ سچ میں تفریق کرنا یہ دونوں وہ کام ہیں جو نسل انسانی تہذیب کے ابتدائی دور سے ہی کہاں تک چلی آرہی ہے۔ آج سے ہزاروں سال پہلے ہی اپنے روزمرہ کے تجربات سے انسان نے جھوٹ کا پتہ لگانے کے لیے کچھ اصول اور طریقہ کار وضع کر لیے تھے۔ کہا جاتا ہے مسیح سے تین سو سال پہلے یونان کے مشہور طبیعات داں اریس ٹراٹس نے مشتبہ شخص کی نبض کی رفتار کو محسوس کرکے جھوٹ اور فریب کا پتہ لگانے کی کوشش کی تھی۔ اس طریقہ کار کا بنیادی اصول آج کے جدید نظریے میں بھی کام آ رہا ہے، جس میں دیگر طرح کے معائنوں کے ساتھ ساتھ نبض کی رفتار کو جھوٹ کا پتہ لگانے میں ایک خاص اہمیت حاصل ہے۔

قدیم چین اور ہندوستان میں مشتبہ شخص کی بے گناہی یا جرم کا پتہ لگانے کے لیے تفتیش کرنے والے ایک انوکھا طریقہ اپناتے تھے۔ مشتبہ شخص کے ساتھ سوالات کرنے کے دوران اسے منہ بھر کر چاول کا آٹا چبانے کے لیے کہا جاتا اور پھر معائنے کے لیے اسے تھوکنے کو کہا جاتا۔ اگر منہ سے اگلا ہوا آٹا خشک ہوتا تو اسے مجرم سمجھ لیا جاتا تھا۔ دیہی علاقوں میں آج بھی جھوٹ سچ کا پتہ لگانے کے لیے یہ طریقہ تقریباً اپنی اصل شکل میں استعمال کیا جاتا ہے۔ جدید سائنس کے مطابق آدمی پر جذباتی کیفیت طاری ہونے پر اس کے جسمانی غدود کام کرنے لگتے ہیں۔ اس طرح یہ قدیم طریقہ جدید نظریے کے مطابق ہی نظر آتا ہے۔ یہ فرض کیا جاتا ہے کہ ذہنی تناؤ اور خوف کی حالت میں لعاب پیدا کرنے والے غدود کام کرنا بند کر دیتے ہیں اور منہ خشک ہو جاتا ہے لیکن معصوم اور بے گناہ آدمی کے معاملے میں ایسا نہیں ہوتا بلکہ تھوک پیدا کرنے والے غدود بدستور کام کرتے رہتے ہیں۔

یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ وہ اصول اور طریقے جو ہزاروں سال پہلے وضع کیے گئے تھے خام ہونے کے باوجود جھوٹ کا پتہ لگانے والے آج کے جدید اور حساس آلات کی ایجاد میں بے حد مددگار ثابت ہوئے ہیں۔

جھوٹ یا سچ

دیب برت بسواس

جھوٹ کا پتہ لگانے والی تکنیک کو رواج دینے کی غرض سے سائنسی طریقہ پہلی بار شاید ۱۸۷۵ء میں اطالوی طبعیات داں موسو نے اپنایا تھا۔ اس نے اپنی تجربہ گاہ میں تجربات کے لیے کچھ ایسے آلات بنائے تھے جو جسم کے پٹھوں کی اینٹھن اور خون کی کمی و بیشی کو ریکارڈ کر سکتے تھے اس کے کچھ عرصہ بعد ہی موسو کے ساتھ لومبروسو نے جو اپنے دور کا نمایاں ماہر جرائم تھا۔ ایک ایسا آلہ بنایا جس سے مشتبہ مجرموں سے پوچھ تاچھ کے دوران جھوٹ سچ کا پتہ لگانے میں مدد لی جا سکتی تھی۔

اس ابتدائی کامیابی سے متاثر ہو کر جھوٹ کا پتہ لگانے والے زیادہ بہتر آلہ بنانے کی کوشش محققین کے درمیان جاری رہی۔ نتیجے کے طور پر ۱۹۲۱ء میں جان لارسن نے پولی گراف نام کا ایک حساس آلہ بنایا جو آدمی کے جسم میں آنے والی طبعیاتی تبدیلیوں کو ریکارڈ کرتا تھا۔ ۱۹۲۶ء میں لیونارڈ کیلر نے ایک زیادہ بہتر اور مفید پولی گراف بنایا۔ 'پولی گراف' کی اصطلاح دراصل بہت سی اشیا کا مترادف ہے۔ پولی گراف میں بہت سے ایسے آلات ہوتے ہیں جو انسانی جسم کے مختلف اعضا میں ہوئی مختلف تبدیلیوں کو ریکارڈ کرتے ہیں۔ پولی گراف کی ترقی جھوٹ کا پتہ لگانے کے میدان میں ایک ترقی ہے اور بعد میں آنے والی اصلاحات نے اس میں ایک نئے سائنسی دور کا آغاز کر دیا ہے۔

جیسا کہ آج سمجھا جاتا ہے جھوٹ کا پتہ لگانا یا LiE DETECTJON پوچھ تاچھ کا طریقہ ہے اس میں سچ کا پتہ براہ راست تو نہیں لگایا جا سکتا لیکن سوالات کے جواب میں جھوٹ کی مقدار کا پتہ لگایا جا سکتا ہے۔

دھوکا فریب کا پتہ لگانے میں پولی گراف کا استعمال آدمی کی طبعیاتی تبدیلیوں کے اصولوں پر مبنی ہے جن کا تعلق انسانی جذبات سے ہوتا ہے۔ جب آدمی جذباتی ہوتا ہے تو اس کے جسم میں اندرونی طور پر کچھ تبدیلیاں واقع ہوتی ہیں۔ مثلاً دل کی دھڑکن کی رفتار، بلڈ پریشر، سانس کی رفتار، جلد کا درجہ حرارت اور لعاب پیدا کرنے والے غدودوں کی کارکردگی میں تبدیلی آسکتی ہے۔ یہ تبدیلیاں انسان کے خود اختیار اعصابی نظام کے کنٹرول میں ہوتی ہیں۔ انسانی اعصابی نظام کا یہ وہ حصہ ہے جس پر انسان کا عام طور پر کوئی کنٹرول نہیں ہوتا۔ یہ نظام دو حصوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ ایک حصہ SympaThaTic کہلاتا ہے اور دوسرا Para Sympathetic کہلاتا ہے۔ کسی ہنگامی حالت میں جب ہم پر غصہ یا خوف کے جذبات طاری ہوں تو اعصابی نظام کا SympatheTic حصہ کام کرنا شروع کر دیتا ہے۔ دوسری جانب Para SympaThetic حصہ آرام اور سکون کے وقفے میں مصروف عمل رہتا ہے۔ دوسرے الفاظ میں یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ سکون کی حالت ہو یا بے چینی و پریشانی، خود اختیار اعصابی نظام کے یہ دونوں حصے ساتھ ساتھ ایک خاص توازن میں کام کرتے رہتے ہیں۔

آیئے اب پولی گراف کی طرف واپس آئیں۔ اس پولی گراف کو 'LIE DETECTOIN' یا جھوٹ کا پتہ لگانے والا کہا جاتا ہے۔ لیکن پولی گراف جھوٹ کا پتہ نہیں لگاتا ہے بلکہ انسانی جسم کی تبدیلیوں کا پتہ لگاتا ہے۔ عموماً اس میں دل کی دھڑکن اور جسم کی جلد کے درجہ حرارت کا اتار چڑھاؤ اور پسینہ آنے سے انسانی کیفیت کا پتہ لگایا جاتا ہے۔

پولی گراف معائنہ کسی خاموش اور پرسکون کمرے میں کیا جاتا ہے جہاں معائنہ کرنے والے اور جس کا معائنہ کیا جاتا ہو اس کے سوا کوئی موجود نہیں ہوتا ہے۔ دس سے بارہ سوالات کا ایک سیٹ تیار کیا جاتا ہے جو پولی گراف معائنے کے درمیان پوچھے جانے ہوتے ہیں۔ کچھ سوالات تنقیدی قسم کے ہوتے ہیں۔ جن کا تعلق اس جرم یا حادثے سے ہوتا ہے جس کی تفتیش کی جا رہی ہے اور کچھ سوالات ایسے ہوتے ہیں جن کا حادثے سے کوئی تعلق نہیں ہوتا ہے۔

اصل معائنے کے آغاز سے قبل ممتحن اپنے معمول سے کچھ ابتدائی سوالات کرتا ہے اور اس معائنے کی نوعیت سے آگاہ کراتا ہے۔ اس کے بعد پولی گراف کو معمول کے جسم سے منسلک کر دیا جاتا ہے اور یکے بعد دیگرے سوالات کیے جاتے ہیں۔ جسمانی کیفیت کی تبدیلی کو پولی گراف سے منسلک ایک مشین پر کچھ قلم کاغذوں کی متحرک پٹی پر ریکارڈ کرتے رہتے ہیں۔ معمول کو ہدایت ہوتی ہے کہ تمام سوالوں کے جواب ہاں یا نہیں میں دے۔ اب اگر معمول کسی نازک سے سوال کے جواب میں جھوٹ بولتا ہے تو جھوٹ کے پکڑے جانے کا خوف اس کے اعصابی نظام پر اثر انداز ہوگا اور اس طرح کی جسمانی تبدیلیوں پر آدمی کا اپنا کوئی کنٹرول نہیں ہوتا ہے۔

عام اور بے تعلق سوالات اور نازک سوالات کے جواب میں معمول میں آنے والی بے اختیار جسمانی تبدیلیاں نمایاں طور پر ایک دوسرے سے مختلف ہوتی ہیں۔ اگر معمول مجرم نہیں ہے تو بے تعلق اور نازک سوالات کے جواب میں ہونے والی جسمانی تبدیلیوں میں کوئی خاص فرق نہیں ہوگا۔

دروغ گو معمول کے بلڈ پریشر، جسمانی درجہ حرارت یا پسینے کے غدود میں آنے والی تبدیلیاں اس قدر خفیف ہو سکتی ہیں کہ عام آدمی ان کو سمجھ نہیں پاتے گا۔ لیکن پولی گراف نہ صرف ان تبدیلیوں کو بڑا کر کے دکھاتا ہے بلکہ اس کو ریکارڈ بھی کرتا ہے۔

سوالات ایک سے زیادہ بار دہرائے جاتے ہیں۔ کبھی کبھی نازک متعلقہ اور لاتعلق فوٹوگراف معمول کو دکھائے جاتے ہیں۔ پولی گراف سے حاصل شدہ ریکارڈ کا تجزیہ ممتحن کرتا ہے اور اس کی وضاحت کرتا ہے۔ اگر معمول کے جواب میں جھوٹ پایا جاتا ہے تو بعد معائنہ پوچھ تاچھ کا ایک دور اور چلتا ہے اور معمول سے اقبالیہ بیان حاصل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

ذہنی انتشار کے شکار کسی تکلیف دہ بیماری میں مبتلا اور نشیلی دوا کے زیر اثر افراد پر پولی گراف کا معائنہ مناسب نہیں ہوتا۔

اب یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے پولی گراف کے نتائج کس حد تک درست ہیں۔ کس حد تک یہ مشین جھوٹ اور سچ میں تفریق کر سکتی ہے۔ بہرحال تفتیش کنندہ کے دعویٰ کے مطابق پولی گراف میں درستگی کا معیار کافی بلند ہے۔ اس میں شک نہیں کہ مشین اس میں بہت اہم کردار ادا کرتی ہے لیکن معائنہ کرنے والے کا کردار بھی اتنی ہی اہمیت کا حامل ہے۔ پولی گراف تو درحقیقت آدمی اور مشین کا امتزاج ہے۔ ناتجربہ کار ممتحن کے ہاتھوں میں پولی گراف کسی چیز کا پتہ نہیں لگا سکتا حتیٰ کہ غلط نتائج بھی برآمد ہو سکتے ہیں۔ لیکن ایک بار ممتحن اس مشین کے درست استعمال سے سچ اور جھوٹ کا پتہ اتنی ہی خوبی سے لگا سکتا ہے جس طرح ایک ماہر طبیب بیماری کو جان لیتا ہے۔

تفتیش کنندہ جھوٹ کا پتہ لگانے کے لیے کبھی کبھی ایک اور تکنیک بھی استعمال کرتے ہیں جس میں جھوٹ کا پتہ لگانے کیلئے مشتبہ آدمی کو کچھ دوائیں کھلائی جاتی ہیں۔ ان دواؤں کو TRUTH SERUMS کہا جاتا ہے۔ یہ دوائیں سن کر دینے والی ہوتی ہیں۔ اس تکنیک کے پس پشت نظریے کے مطابق دواؤں اور انجکشن سے مشتبہ آدمی کی مزاحمتی قوت ختم کر دی جاتی ہے اور دوا کے اثر سے وہ جھوٹ بولنے کے قابل نہیں رہتا اس نظریے کے دعویٰ کے مطابق انسانی ذہن کو بے ہوشی کی حد تک لاچار کر دیا جاتا ہے اس سے جھوٹ اختراع کرنے کی قوت باقی نہیں رہتی لیکن یادداشت باقی رہتی ہے۔ اس طرح مشتبہ جھوٹ بولنے کے قابل نہیں رہتا کیونکہ وہ کہانی نہیں گڑھ سکتا ہے۔

حالانکہ اس تکنیک کا استعمال گزشتہ ساٹھ برسوں سے کیا جا رہا ہے لیکن پھر بھی اسے ہر جانب سے مقبولیت نہیں ملی ہے کیونکہ ہم عام طور پر ایسے بیانات کو قبول کرنے میں ہچکچاتے ہیں جو نیند، نشے، بے شعوری حالت یا ہپناٹزم کے اثر میں دیے گئے ہوں۔

(آکاشوانی کلکتہ سے)

اردو ادب پر مذہبی اثرات

گوربچن سنگھ طالب

اردو میں فلسفہ، مذہب، روحانیت اور تصوف پر مبنی ایسے شاہکار تو نہیں ملتے جیسے مثنوی مولانا روم، عطار کا منطق الطیر یا محمود کا گلشن راز جن کی حیثیت آفاقی ہو اور جن میں فلسفہ کا گہرا بیان ہو۔ تاہم اردو ادب کی ابتدا سے ہی اکثر شعرا کی تصنیف میں تصوف کا رنگ جھلکتا رہا ہے۔ جو مذہبی تاثر کا ہی پرتو ہے۔ ولی دکنی اکثر اس تصوف کے حامل ہیں۔ ان کی تصنیف مجلس شہدائے کربلا کی شان میں ہے جس کو فضلی نے نثر میں ڈھالا۔ اس نثر کی تصنیف نے ابتدا کی نظم سے زیادہ شہرت پائی۔ اسی طرح اس دور کا شاعر سراج دکنی بھی تصوف کے رنگ میں شعرگوئی کرتا رہا ہے۔ مرزا مظہر جان جاناں سترھویں اور اٹھارویں صدی میں ہو گزرے ہیں۔ وہ اپنے زمانے کے مشہور صوفیا میں شمار ہوتے تھے۔ زیادہ شعر فارسی میں کہتے تھے۔ ان کی کچھ نظمیں اردو کی ابتدائی ہیئت میں ملتی ہیں۔ اٹھارویں صدی میں میر اور سودا کے زمانہ میں خواجہ میر درد صوفی اور شاعر ہو گزرے ہیں۔ صبر اور توکل کا مجسمہ ان کی شخصیت تھی۔ ان کا کلام تمام تر تصوف کے رنگ میں رنگا ہوا ہے۔ شاہ مبارک آبرو کے ہاں بھی تصوف کا رنگ غالب ہے۔ مختلف شعرا کے ہاں تصوف کی جھلک کسی کسی جگہ ملتی ہے۔ تو اس کو ان کی شاعری کا غالب رنگ نہیں کہا جا سکتا۔ یوں تو کچھ نقاد غالب کو بھی صوفیا میں شمار کرتے ہیں مگر اس دعویٰ کو تسلیم کرنا مشکل ہے۔ غالب کے اپنے ذہن میں شاید اپنے صوفی ہونے کا تصور ہے۔ خود کہتے ہیں ؎

یہ مسائل تصوف یہ ترا بیان غالب
تجھے ہم ولی سمجھتے جو نہ بادہ خوار ہوتا

غالب کے اشعار میں جو فلسفہ تصوف ابھرتا ہے وہ بیشتر شنید پر مبنی ہے جتنا ہر پڑھا لکھا اور زیرک شخص جان سکتا ہے۔ اس میں ذاتی اور شخصی احساس کم ہے۔ چند منتخب اشعار غالب کے جو تصوف پر محمول کیے جا سکتے ہیں ان کا نمونہ یہ ہے ؎

جب کہ تجھ بن کوئی نہیں موجود
پھر یہ ہنگامہ اے خدا کیا ہے

ہر چند ہو مشاہدۂ حق کی گفتگو
بنتی نہیں ہے بادہ و ساغر کہے بغیر

ہے پرے سرحد ادراک سے مسجود اپنا
قبلہ کو اہل نظر قبلہ نما کہتے ہیں

بہر حال غالب کے متعلق تصوف کے دعوے کی تصدیق کرنا مشکل ہے، اور اس کی تردید آسانی سے کی جا سکتی ہے۔

مذہب کا اثر ایک اور پہلو سے اردو شاعری پر نمایاں پڑا ہے اور وہ ہے مرثیہ گوئی۔ مرثیہ گوئی کی اصطلاح اردو میں شہدائے کربلا کا نوحہ اور ان کی توصیف، جنگ اور مصائب کا بیان وغیرہ کے ارکان کی حامل ہے۔ مرثیہ کی ابتدا و ارتقا لکھنؤ میں ہوئی جو اہل تشیع کا بڑا مرکز رہا ہے۔ نوابان اودھ کے وقت سے مرثیہ کی ابتدا ہوئی۔ اسکا ارتقا اور کمال انیسویں صدی کے وسط میں اور مابعد دو بڑے شاعروں مرزا دبیر اور میر انیس کی تصانیف سے ہوا۔ دونوں شاعر ہمعصر بھی تھے اور جیسے علامہ شبلی نے ان کے موازنہ میں ثابت کیا ہے، ایک دوسرے کے مماثل تھے۔ گو دونوں کے محاسن مختلف النوع کے تھے۔ ان کے مرثیوں میں جنگ اور شہدائے جنگ کی مفصل اور جیتی جاگتی تصویریں ہیں۔ جنگ کا کوئی پہلو انکے ہنر سے باہر نہیں رہا، اور بالخصوص میر انیس کے ہاں سوز اور درد کا بیان بہت شدت اور گہرائی لیے ہوئے ہیں۔ مرثیہ کا منبع مذہبی جذبہ ہے۔ لیکن اس کے اثر سے جو شاعری پیدا ہوئی اس کا درجہ بلند ہے۔ مرزا دبیر اور میر انیس کے مرثیوں کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ انھوں نے مرثیہ کو مسدس کی شکل دی جو مابعد اس کی مسلمہ ہیئت بن گئی۔ ان کے مرثیوں میں سوز و گداز اور رزمیہ بیان کے علاوہ صنائع بدائع بے حد ہیں۔ جو ان کو بذات خود ادب کی ایک بڑی کان بنا دیتے ہیں۔ مذہبی جذبات اور تصوف کی کیفیات کے علاوہ ادب پر مذہب کا اثر اخلاقی پہلو سے پڑا ہے۔ اور اردو ادب میں یہی رنگ غالب ہے۔ اس رنگ کا نمایاں اثر ذوق کی شاعری میں نظر آتا ہے۔ جو فن شعر میں کامل استاد تھے مگر ان کی پرواز تصوف غالب جیسے آفاقی شاعر کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ ذوق کے ہاں اخلاقیات کے متعدد پہلو موجود ہیں، ان کا کلام بیشتر اصلاح عمل کی طرف لے جانے والا ہے۔ جیسا فارسی میں سعدی کے کلام کے متعلق کہا جا سکتا ہے۔ اس اعتبار سے ذوق کی حیثیت اخلاق آموزی کے اعتبار سے بلند ہے، اور یہ اخلاق آموزی خشک واعظانہ قسم کی نہیں بلکہ اس میں شعریت کا رنگ گہرا ہے۔

اردو شاعری میں انیسویں صدی کے نصف کے بعد اخلاقیات کا رنگ غالب آنا شروع ہو جاتا ہے۔ جس کا سبب براہ راست یا شنیدا اور بالواسطہ اثرات سے مغربی خیالات کا پھیلاؤ ہے۔ انگلستان میں اٹھارویں اور انیسویں صدی میں اصلاح اور جمہوریت کے خیالات بہت تیزی سے پھیلے اور وہاں کے فلسفہ اور ادب پر ان تحریکوں کا گہرا اثر پڑا۔ انگریزی عملداری کے ساتھ کچھ کچھ ان خیالات کا اثر ہندوستان کے تعلیم یافتہ طبقہ پر پڑا جس کے نتیجے کے طور پر کچھ اصلاحی تحریکیں ہندوستان میں جاری ہوئیں۔ جیسے بنگال میں راجہ رام موہن رائے اور پنڈت ایشور چندر ودیا ساگر کی اصلاحی تحریکیں مسلمانوں کے درمیان فرائضی اور وہابی تحریکیں اور کچھ عرصہ بعد سکھوں کے درمیان اصلاحی تحریک، اس کے علاوہ عیسائی پادریوں کی تلقین سے جن کے ہاں اشاعت دین کے ساتھ خدمت خلق کا پہلو غالب تھا، ہندوستانی مذہبی پیشواؤں میں بھی اس قسم کے خیالات جاگزیں ہونے لگے۔ ان تحریکوں کا اثر آہستہ آہستہ ادب پر بھی پڑا۔ بالخصوص ۱۸۵۷ء کے ہنگامہ کے جب مسلمان کے جاہ و جلال کی آخری علامت، نام نہاد دہلی کی بادشاہت مٹادی گئی تو تعلیم یافتہ طبقہ میں ایک صدمہ کے احساس سے یہ خیالات موجزن ہوئے کہ مسلمانوں کو اب کیا کرنا چاہیے۔ سلطنت کا دوبارہ قائم ہونا ممکنات میں سے نہیں تھا۔ تو توجہ اصلاح کی طرف مائل ہوئی اور یہ سوچا جانے لگا کہ وہ کیا اسباب ہیں جن کی وجہ سے قوم کا زوال ہوا۔ ایسی حالت میں انسانی ذہن مذہب اور اخلاقیات اور تربیت نفس کی طرف مائل ہوتا ہے۔ اس زمانہ میں بالخصوص اس سختی کے بعد جس سے غدر کی تحریک کو دبایا گیا تھا کسی کو یہ تو جرأت ہو ہی نہیں سکتی تھی کہ انگریزی حکومت سے آزادی کا خیال کرے۔ یہ تحریک بعد میں کانگرس کی شکل میں پیدا ہوئی۔ تو کہیں کہیں انیسویں صدی میں خفیہ باغیانہ تحریکیں بھی ابھریں — غالب خیال اصلاح کی طرف جھکا۔ مسلمانوں کے با اقتدار طبقہ کو برائیوں کا تجزیہ کیا جانے لگا۔ اور بالخصوص انگریزی تعلیم کی کمی کو شدت سے محسوس کیا گیا۔ نوابی قسم کی معاشرت جس میں نوجوان اپنا وقت فضول مشغلوں میں ضائع کرتے تھے، ان کی طرف سے اس طبقہ کی توجہ ہٹانے کی سعی کی گئی۔ اس حالت میں دو بڑے مصلح قوم سر سید احمد خاں اور ان کے رفیق کار مولانا الطاف حسین حالی سامنے آتے۔ ان کے علاوہ نواب محسن الملک تھے جو سر سید کے دست راست تھے۔ سر سید نے علاوہ علی گڑھ کالج قائم کرنے کے ایک رسالہ تہذیب الاخلاق جاری کیا جس کا اثر انگلستان کے ہفتہ وار جریدہ SPECTATOR کا مماثل سمجھا جاتا ہے۔ مولانا حالی نے ایک شاہکار مسدس مد و جزر اسلام تصنیف کیا جو اپنے محاسن کی وجہ سے اب زندہ ہے۔ اس میں اسلام کے عروج اور بعد میں ہندوستان میں اس کے زوال کا تجزیہ کیا ہے اور مسلمانوں کو اصلاح کی جانب تحریک دی گئی ہے۔ اس میں اسلام کی عظمت کا نقشہ اپنے اندر شکوہ اور بلندی لیے ہوئے ہے۔ مسلمانوں کے بارے میں کہا ہے۔

ہمالہ کو ہیں واقعات ان کے ازبر
نشاں ان کے باقی ہیں جیبر النہر

اس دور میں اخلاقیات کے ایک مشہور مصنف ڈپٹی نذیر احمد

سامنے آئے ان کے ناولوں میں جو اردو میں جدید قسم کے پہلے ناول کہے جاسکتے ہیں، جن میں واقعات اصل کے مطابق ہوں اور کردار نگاری بھی واقعیت پر مبنی ہو، اصلاح کا رنگ غالب ہے۔ ان کے کرداروں کے نام بھی علامتی ہیں جیسے توبۃ النصوح اور مرزا ظاہر دار بیگ، مرآۃ العروس، ان کا ناول عورتوں کی معاشرتی زندگی کی اصلاح پر مبنی ہے۔ اس سے اگلے دور میں مولانا سید احمد دہلوی مؤلف فرہنگ آصفیہ نے ہادی النسا لکھی جس میں عورتوں کے تئیں تلقین اخلاق ہے۔ علامہ شبلی نعمانی نے جو اردو میں بلند پایہ ادیب ہو گذرے ہیں ایک جید بیاگرافی الفاروق خلیفہ عمر کی تصنیف کی۔ اس کے علاوہ سیرۃ النبی، المامون، سیرۃ النعمان، الغزالی، سوانح مولانا روم ان کی تحقیقی کتابیں ہیں جن کی حیثیت اب تک قائم ہے۔

حفیظ جالندھری نے تین جلدوں میں 'شاہنامہ اسلام' تصنیف کر کے اسلام کی ابتدائی فتوحات کے متعلق ایک ایپک لکھا ہے جس کو اس کے فن کی اور روانی کی وجہ سے مقبولیت حاصل ہوئی ہے۔ اس سے پہلے مولانا عبدالحلیم شرر نے اپنے ناولوں میں مسلم اخلاق کی بلند تقریریں پیش کی ہیں۔ ان سب تصانیف پر مذہب کا اثر غالب ہے۔ اکبر الہ آبادی کے ہاں ظرافت ہے اور اخلاقیات کی تلقین۔

اردو میں اقبال نہ صرف موجودہ زمانہ کے عظیم ترین شاعر ہیں بلکہ ان کی شاعری کا ماخوذ تمام تر مذہبی جذبہ ہے اس میں ملت کا درد اور ایک نیا فلسفہ فلسفہ خودی محرک ہے۔ فلسفہ خودی میں غالب عنصر حبّ دین اور تہذیب نفس ہے۔ جو تحریک انیسویں صدی میں سر سید اور حالی نے شروع کی تھی اس کا ادبی عروج اقبال کی شاعری کی شکل میں نمودار ہوا۔ یوں تو اقبال پر مستقل کتابیں لکھی گئی ہیں۔ مگر ان کی تصانیف میں شکوہ نے بالخصوص مسلمانان ہند کے دلوں کو حساس بنایا ہے اور اپنی اپنی اصلاح کی جانب مائل کیا ہے۔ اس شہرۂ آفاق نظم اور جواب شکوہ کو اردو ادب کے عظیم ترین شاہکاروں میں سمجھنا چاہیئے۔ اقبال کے ہاں تصوف بہت مقدار میں موجود ہے۔ مثلاً ایسے اشعار ہیں ؎

کبھی اے حقیقت منتظر نظر آ لباس مجاز میں
کہ ہزاروں سجدے تڑپ رہے ہیں مری جبین نیاز میں

یا

مجنوں نے شہر چھوڑا تو صحرا بھی چھوڑ دے
دیدار کی ہوس ہے تو لیلیٰ بھی چھوڑ دے

غیر مسلم شعرا نے بھی ہندو مذہب سے وابستہ واقعات کو نظم کیا ہے۔ درگا سہائے سرور، دوارکا پرشاد افق، برج نرائن چکبست، تلوک چند محروم اس ضمن میں قابل ذکر ہیں۔ خواجہ دل محمد دل کی گیتا نظم کی اس کے علاوہ سکھ مذہب کی مقدس تصنیفات جپ جی اور سکھمنی کا ترجمہ کیا۔ گورو نانک کے بارے میں ان کا ایک ترانہ بہت مقبول ہے۔ سید حبیب نے جپ جی کا اردو نظم میں ترجمہ کیا۔ غرضیکہ مذہب کا اثر ادب پر بہت حد تک پڑا ہے۔ تلقین دین کو چھوڑ کر تصوف اور اخلاقیات اس کے دو بڑے پہلو ہیں۔ (جالندھر سے نشر)

آنکھوں کی دیکھ بھال

ڈاکٹر بی ڈی آگروال

آنکھیں ان انمول رتنوں میں سے ہیں جن کو قدرت نے آدمی کو بن مانگے دیا ہے۔ یہ ہمارا پہلا فرض ہے کہ ہم آنکھ کی دیکھ بھال کریں تاکہ ہم قدرت کے اس حسن سے عمر بھر لطف اندوز ہو سکیں۔ اس کے لیے سب سے پہلے ہمیں یہ جاننا چاہیئے کہ وہ کونسی بیماریاں ہیں جن کی وجہ سے لوگ بیمار رہتے ہیں اور جن کی لاپرواہی سے نظر ہمیشہ کے لیے جاسکتی ہے۔

سب سے عام بیماری انفیکشن ہے یعنی آنکھ کا دکھنا اسکو کبھی کبھی مدراس آئی بھی کہا جاتا ہے۔ اس بیماری کی کئی وجوہات ہو سکتی ہیں۔ لیکن سب سے اہم ہے گندگی، دوسری وجہ آنکھ سے انفیکشن والے مریضوں کے ساتھ رہنا، ان کے رومال وغیرہ استعمال کرنا۔ کبھی کبھی لاپرواہی سے یہ بیماری بچوں کو بچپن میں ہی اندھا کر دیتی ہے۔ اور ایسے بچوں کو عمر بھر اندھا رہنا پڑتا ہے۔ اسکی روک تھام کے لیے آنکھوں کو صاف رکھنا بہت ضروری ہے۔ اگر آپ کو تھوڑی بھی جلن کھٹک یا درد محسوس ہو تو آنکھوں کو صاف پانی سے کئی بار دھونا چاہیے اور دن میں دو تین بار گرم کپڑے سے سینکائی کرنی چاہیئے اگر پھر بھی ٹھیک نہ ہو تو آنکھ کے ڈاکٹر کو دکھائیں۔

دوسری بیماری جس کا میں ذکر کرنا چاہتی ہوں وہ ہے MYOPIA۔ یعنی دور کی چیزوں کا صاف نہ دکھائی دینا۔ اس کے بچاؤ کے لیے یہ ضروری ہے کہ کام کرتے وقت اپنی آنکھوں پر زیادہ زور نہ دیا جائے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ کام ہی نہ کیا جائے اگر آنکھوں سے کام کرتے وقت تھکن محسوس ہو تو Palming کرنی چاہیئے۔ یہ آنکھوں کی ایک ایسی آسان کسرت ہے جس کے کئی فائدے ہیں۔ اس سے آنکھوں کی تھکن دور ہوتی ہے اور آنکھ کی روشنی کو کم ہونے سے روکتی ہے اس کو کرنے کے لیے آنکھیں بند کریں اور دونوں ہتھیلیوں سے بند آنکھوں کو دھیرے سے ڈھک لیں اور کہنیاں تکیہ یا میز پر ٹکالیں۔ اب کم سے کم ۳۰ بار اپنی سانسوں کو گنیئے۔ یہ مشق دن میں دو تین بار کرنے سے بہت آرام پہنچتا ہے۔ اگر نظر کافی کمزور ہو تو چشمہ یا کانٹیکٹ لینس کی ضرورت پڑ سکتی ہے۔

بھارت میں جو بیماری زیادہ تر لوگوں کو ساٹھ برس کے بعد اندھا بناتی ہے وہ ہے موتیا بند یعنی CATARACT۔ جیسا کہ کیمرہ میں لینس ہوتا ہے آنکھ میں بھی ایک لینس ہوتا ہے۔ اگر اس لینس پر سفیدی آجائے تو دکھنا بند ہو جاتا ہے اسکو موتیا بند کہتے ہیں۔ اس بیماری میں چشمہ بار بار بدلنا پڑتا ہے کیونکہ آنکھ کی روشنی وقت کے ساتھ گرتی جاتی ہے۔ کبھی کبھی مریضوں کو چیزیں ایک کی بجائے دو یا تین دکھنے لگتی ہیں۔ یہ بیماری کسی دوا گولی یا انجکشن سے ٹھیک نہیں ہو سکتی اس کا علاج صرف آپریشن ہے۔

پہلے لوگوں کو صلاح دی جاتی تھی کہ موتیا بند کے پکنے پر ہی اس کا آپریشن ہو سکتا ہے لیکن آج سائنس ترقی کر چکی ہے کہ پکنے کا انتظار نہیں کیا جاتا بلکہ جب مریض اپنا کام نہ کر سکے اس وقت آپریشن کر دینا چاہیئے۔ موتیا بند کے آپریشن کے بعد موٹے چشمہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ لیکن آج کل کے آپریشن میں ایک بنا بنایا لینس آنکھوں کے اندر پتلی کے پیچھے لگا دیا جاتا ہے اس کو INTRA OCUTAR LENS کہتے ہیں۔ اس لینس کو لگانے کے بعد موٹے چشمہ کی ضرورت نہیں پڑتی۔ ایک اور نیا طریقہ ہے اسمیں آنکھ کے اوپری حصے کو نکال کر اس پر لینس کی طاقت بنائی جاتی ہے اور پھر واپس آنکھ پر سی دیا جاتا ہے۔ اس آپریشن سے آنکھ کی لینس کی طاقت خود آدمی کے ہی آنکھ سے بنا دی جاتی ہے۔

آنکھوں کی ایک اور خطرناک بیماری ہے نیلا موتیا یا کالا پانی یعنی glaucoma اس کو کچھ لوگ جا۔مر بھی کہتے ہیں یہ آنکھ کے دباؤ کے بڑھ جانے کی وجہ سے ہوتا ہے یہ دباؤ آنکھ کی نس کو نقصان پہنچاتا ہے۔ اگر اس بیماری سے لاپرواہی کی جائے تو مریض ہمیشہ کے لیے اندھا ہو سکتا ہے اس لیے اس بیماری کا علاج جتنا جلدی ہو سکے کروانا چاہیئے۔

اس بیماری میں آنکھوں اور سر میں درد ہوتا ہے۔ روشنی کو دیکھتے وقت رنگوں کے چکر دکھائی دیتے ہیں جس کو HALOS کہتے ہیں یہ بیماری زیادہ تر چالیس سال کے قریب شروع ہوتی ہے۔ اس بیماری میں انسان کے ارد گرد کی نظر سب سے پہلے جاتی ہے۔ جتنی نظر چلی جاتی ہے وہ نس کے مرنے سے جاتی ہے اس لیے واپس نہیں آتی۔ اس مرض کا پتہ جلد لگنے اور علاج جلدی کرنے سے آنکھوں کو بچایا جاسکتا۔ اسلئے ہر آدمی کو چالیس سال کے بعد کم سے کم

سال میں ایک بار اپنی آنکھوں کا معائنہ ضرور کروانا چاہئے۔ اس بیماری میں چشمہ کام نہیں کرتا۔ اور اندھیرے اور کم روشنی میں نظر بہت کم ہوجاتی ہے اور آخر مریض بالکل اندھا ہوجاتا ہے۔

میں پھر ایک بار زور دے کر کہوں گی کہ ہر انسان کو چالیس سال کے بعد، سال میں ایک بار ضرور ڈاکٹر کو آنکھیں دکھانا چاہئے

ایک اور بیماری جس کے لیے میں آپ کو خاص دھیان دینے کے لیے کہوں گی۔ وہ ہے مدھومیہ یعنی ذیابیطس، ایکس شکر خون میں زیادہ ہوجاتی ہے اور پیشاب میں نکلنے لگتی ہے اس کی وجہ سے آنکھ کے پردہ پر خون آجاتا ہے اور مریض دیکھنا بند کردیتا ہے۔ اگر شکر کی بیماری کا علاج کئی سال تک نہ کیا جا تو Diabetic Retinopathy ہوجاتی ہے اس کو روکنے کے لیے ذیابیطس کا کا علاج بہت ضروری ہے کھانے میں ہری ترکاری، دال اور اناج اچھے ہوتے ہیں اور ورزش سے ذیابیطس کے مریض کو بہت فائدہ ہوتا ہے۔ ٹہلنا اس بیماری کے لیے بہت مفید ہے Retinopathy کو روکنے کے لیے بجلی کا علاج جس کو Photocogulation کہتے ہیں، فائدہ مند ہوتا ہے۔

بھینگا پن ایک ایسی بیماری ہے جس سے اچھی بھلی شکل خراب ہوجاتی ہے۔ عام طور سے یہ بچپن میں ایک آنکھ میں کمزوری آجانے سے یا تیز بخار سے نس کے مفلوج ہوجانے سے ہوتی ہے۔ اس میں بھینگی آنکھ کمزور ہوتی جاتی ہے، بچپن میں اس کا علاج بے حد ضروری ہے۔ آنکھوں کی مشق، عینک کا استعمال، یا آپریشن کرکے اس کو ٹھیک کرنا بہت ضروری ہے۔ دونوں آنکھ کا ایک ساتھ استعمال جسکو ہم Binocular vista کہتے ہیں۔ ۵-۶ سال کی عمر تک ہوتا ہے اگر squint کا علاج اس عمر سے پہلے نہ کیا گیا تو بچے کو کبھی بھی Binocular vista نہیں آئے گا اس لیے بچے کے بھینگے پن کا علاج پانچ چھ سال کی عمر سے پہلے کر دلیتے نہیں تو بچے کا vista ٹھیک نہیں ہوگا چاہے squint ٹھیک ہوجائے۔

اکثر لوگ آنکھ کے سامنے مکھی اڑنے کی تکلیف کی شکایت کرتے ہیں۔ یہ عام طور سے دور کی نظر کی کمزوری کے بیماروں میں ملتا ہے۔ آنکھ کے سامنے چمکیلے یا کالے دھبے دکھائی دینے لگتے ہیں۔ یہ یا تو قبض کی شکایت آنکھوں کی کمزوری اور تھکن یا آنکھ کے اندر کے پانی کی بیماریوں سے ہوتے ہیں اس کے لیے بھی پامنگ بہت مفید ہے۔ اس میں وٹامن بی کا استعمال بہت اچھا ہوتا ہے۔ اگر پھر بھی نہ جائے تو آنکھ کے ڈاکٹر کو ضرور دکھائیں۔

کھانے کی کمی سے بہت سی بیماریاں پیدا ہوتی ہیں۔ یہ آنکھ کے لیے بہت نقصاندہ ہیں۔ چھوٹے چھوٹے بچے دستوں میں آنکھ کھو بیٹھتے ہیں۔ اس میں سب سے زیادہ وٹامن اے اور پروٹین کی کمی آنکھ پر اثر کرتی ہے۔ دستوں کی بیماری کی وجہ سے کئی دفعہ وٹامن اے اور پروٹین حالانکہ کھانے میں ہوتا ہے۔ مگر بچے کے جسم میں نہیں جاسکتا اور بچے کی آنکھ پر اثر ہوجاتا ہے۔ اس لیے چھوٹے بچے کی دست کی بیماری کو معمولی نہ سمجھیں، جلد سے جلد ڈاکٹر کو دکھا کر علاج کروائیں۔

کھانے میں وٹامن اے، بی، اور پروٹین وغیرہ بہت ضروری ہیں۔ اس کے لیے گاجر، ہری ترکاری، دودھ، گوشت اور انڈا پھلوں میں پپیتا، سیب اور سنترہ بہت فائدہ مند ہیں۔

آخر میں میں کچھ علاج دینا چاہتی ہوں۔ ماں بننے والی عورتوں کو پہلے تین مہینے تک بہت دھیان سے رہنا چاہئے۔ کسی طرح کا بخار خاص طور سے خسرہ بچے کی آنکھ میں موتیا لاسکتا ہے۔ ان لوگوں کو بہت دوائیاں استعمال نہیں کرنی چاہئے۔ ہاں وٹامن اور پروٹین کھانے میں زیادہ لینی چاہئے۔ بچے کے پیدا ہونے ہی آنکھیں بہت صفائی سے صاف کرنی چاہئے۔ اگر کسی قسم کا گندہ پانی آتا ہوا دکھائی دے تو فوراً آنکھ کے ڈاکٹر کو دکھائیں۔ اگر بچے کی آنکھ بہت بڑی دکھائی دے تو خوش مت ہوں کسی ڈاکٹر کو دکھائیں کیونکہ ایسی آنکھوں میں بچوں کا کالا پانی ہوسکتا ہے

اسکول میں بچوں کی آنکھوں کا ہر سال معائنہ ہونا چاہئے

چھوٹے بچوں کو پنسل، غلیل، پھلجھڑی، پٹاخے وغیرہ سے نہیں کھیلنے دیں، یہ آنکھ میں زخم پیدا کرسکتے ہیں۔

پڑھائی کرتے ہوئے روشنی اور ٹھیک سے بیٹھنے کا خاص دھیان دیں۔ لیٹ کر پڑھنا آنکھوں پر تھکن دلا سکتا ہے۔

آپس کی رشتہ داری میں شادیاں آنکھ کی کئی بیماریوں کو بڑھانے کی وجہ ہوسکتی ہے جن کا کوئی علاج نہیں۔

سورج گہن بغیر حفاظتی چشمہ کے دیکھنے سے آنکھ کا پردہ جل سکتا ہے اسکا بھی کوئی علاج نہیں۔

میں پھر ایک دفعہ کہوں گی، چھوٹے بچوں کو پہلی دفعہ اسکول میں بھرتی کرنے سے پہلے ضرور ڈاکٹر کو دکھائیں تاکہ اگر کوئی بیماری ہو تو اس کو وقت پر پکڑ سکیں۔

(مدراس ای سے نشر)

جاوید اکرم

بھیگی بھیگی سی اب وہ رات کہاں
گرمئ مہر و التفات کہاں
اک فرشتہ اداس بیٹھا ہے
اس کی قسمت میں حادثات کہاں
سہمے سہمے سے ہیں در و دیوار
اب چھپاؤ گے واقعات کہاں
ڈال دیتے ہیں پاؤں میں زنجیر
ہیں مگر آنسوؤں کی بات کہاں
برف کی پیالیوں میں ٹھٹھری ہوئی
کھینچ لائی مجھے حیات کہاں
بوڑھے پیپل کی نرم چھاؤں میں
آج گوتم کو بھی نجات کہاں
کہکشاں اب بھی مسکراتی ہے
ہاں مگر پہلی سی وہ بات کہاں

(اردو مجلس سے)

ہم کیسے پڑھائیں

آج میں آپ کو اپنی قوم کے گزشتہ عروج و زوال کے اسباب بیان کرنا نہیں چاہتا بلکہ میں حال اور مستقبل کی طرف آپ کا ذہن مبذول کرنا چاہتا ہوں۔

ہر انسان کی زندگی کا کوئی نہ کوئی مقصد ضرور ہوتا ہے۔ اور اس مقصد کو حاصل کرنے کی تمنا اور جد و جہد سے ہی زندگی کے اندر باقاعدگی پیدا ہوتی ہے۔ بے مقصد زندگی ایسی ہی ہے جیسے کسی سمندر میں بہتی ہوئی کشتی جس میں پتوار نہ ہو۔ کسی بھی مقصد کی کامیابی کا دارومدار اس بات پر ہوتا ہے کہ اس کو حاصل کرنے کے لیے انسان کے اندر کتنا اور کیسا جذبہ ہے۔ اگر جذبہ سچا اور نیک ہو تو مشکل اور ناممکن کام بھی ممکن ہو جاتے ہیں۔ اگلے زمانے میں ہماری زندگی کا کوئی نہ کوئی مقصد ضرور ہوا کرتا تھا، لیکن آج شاید ہم بالکل ہی بے مقصد زندگی گزار رہے ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ ہماری حالت دن بدن خراب سے خراب تر ہوتی جا رہی ہے۔ زندگی کی مسرت اور دلچسپیوں سے ہم اسی وقت لطف اندوز ہوسکتے ہیں جب ہمارے سامنے کوئی بہتر نصب العین یا مقصد ہو چنانچہ آج ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اپنے تمام مصائب برداشت کرتے ہوئے دینی اور دنیوی تعلیم کو اپنی زندگی کا ایک اہم مقصد بنالیں۔ کیونکہ قوم اور ملک کی ترقی اور خوشحالی کے لیے تعلیم بے حد ضروری ہے اس سے ہمیں ایک نئے سماج کے بنانے میں مدد مل سکتی ہے۔ ایک اچھے اور خوشحال خاندان کے لیے بھی "تعلیم" ایک بنیادی ضرورت ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ انسان فطرتاً برا ہوتا ہے مگر دینی اور دنیوی تعلیم کے ذریعہ اسے سدھارا جاسکتا ہے۔ تعلیم کا مقصد حقیقت تک پہنچنا ہے۔ تعلیم ہی وہ ذریعہ ہے جس کے ذریعہ سوسائٹی اپنے آپ کو قائم رکھ سکتی ہے۔ تعلیم کے ذریعہ نئے خیالات فروغ پاتے ہیں جو سماج، قوم اور خاندان کو نئی قوت اور روشنی عطا کرتے ہیں۔ صحیح اور ٹھوس تعلیم وہ عمل ہے جو انسان کے تجربے میں ہر لحظ کاٹ چھانٹ کرتا رہتا ہے اور پچھلے تجربات کی روشنی میں آنے والے تجربات کو مضبوط اور پختہ بناتا چلا جاتا ہے۔ لیکن آج ہماری قوم کی سب سے مہلک بیماری جہالت

رضوان رضوی

ہے۔ اور جہالت کی کوکھ سے توہم پرستی، حسد، جلن، کینہ، بغض، اور ذات برادری کے تعصبات جیسے بیشمار امراض معاشرے کی آغوش میں پروان چڑھتے ہیں اور پھر دھیرے دھیرے پورے معاشرے کو پراگندہ کردیتے ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ آج ہم تباہی و بربادی کے ایسے موڑ پر پہنچ چکے ہیں جہاں سے ہمیں کوئی راستہ سجھائی نہیں دیتا۔

آج ہماری قوم کے زیادہ تر افراد تو اب تک تعلیم و تربیت کی اہمیت کو سمجھ ہی نہیں پاتے ہیں۔ اس لیے زیادہ تر والدین اپنے بچوں کی فطری خصوصیات کو سمجھ ہی نہیں پاتے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ چھوٹے چھوٹے بچوں کو شروع ہی سے کسی کام میں لگا دیا جاتا ہے۔ جس کی وجہ سے تمدنی اور اخلاقی نشو و نما نہیں ہو پاتی۔ کچھ لوگوں کے نزدیک تعلیم کا مقصد بچہ کو صرف کمائی کرنے کے قابل بنانا ہے۔ اور بہت تھوڑے لوگوں کے نزدیک تعلیم کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ بچوں کی تمام صلاحیتوں کی نشو و نما کرکے اسے اچھی زندگی گزارنے کے لیے تیار کیا جائے تاکہ پڑھنے کے بعد بچے خود اپنے پیروں پر کھڑے ہو سکیں۔ اور وہ قوم و ملک کے لیے بھی کارآمد ثابت ہو سکیں۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ تعلیم کیسی ہو؟ کیا موجودہ طریقۂ تعلیم مناسب ہے اور اس سے ملک، سماج یا قوم کو کوئی فائدہ حاصل ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ ایسی جھوٹی سند لینے سے بے سند رہنا کہیں بہتر ہے۔ ایسی بیکار اور جھوٹی سندیں ممکن ہے شادی بیاہ یا رشتے ناطے طے کرنے میں کارآمد ثابت ہوں۔ لیکن شاندار مستقبل اور عملی زندگی کے لیے بالکل ہی بیکار اور بے مصرف ہیں۔ جس مکان کی بنیاد ہی بالکل کمزور ہوگی تو اس مکان کا گر جانا لازمی ہے۔ اور اس طرح اینٹ، بالو، مٹی، محنت مزدوری اور وقت کی بربادی پر رونا پڑتا ہے۔

ہماری سب سے بڑی بدقسمتی یہ ہے کہ ہماری تعلیم ہنوز تجرباتی دور سے دوچار ہے۔ ملک کے نظام تعلیم میں پرانی خامیوں کو دور کرنے کے لیے جہاں تہاں صرف پیوند لگانے کی کوششیں کی جا رہی ہیں۔ موجودہ نظام تعلیم طلبا کو آدمی نہیں بنا سکتی۔ اس طریقۂ تعلیم کی وجہ سے طلبا میں ڈسپلن ختم ہو گیا ہے اور یہی وجہ ہے کہ آج زیادہ تر آدمی آدمیت کی کسوٹی پر پورے نہیں اترتے۔ تربیت کو تعلیم پر فوقیت حاصل ہے۔ تربیت کا کام مشکل ترین کام ہے۔ تعلیم و تربیت کا اصل مقصد تو یہ ہے کہ بچوں کی شخصیت کی مکمل نشو و نما ہو سکے۔ بچے اپنی انفرادی اور سماجی زندگی کو سدھار سکیں اور ان کے اندر علم کو اچھے ڈھنگ سے استعمال کرنے کی صلاحیت اور سلیقہ پیدا ہو جائے۔ عمدہ تعلیم و تربیت انھیں بدلتے ہوئے نظام معاشرت سے مطابقت پیدا کرکے آئندہ صورت حال کا رخ موڑ سکنے کے قابل بنا دے۔ اس لیے تعلیم ایسی ہونی چاہیے جو بچوں کے لیے پرانی قدروں کے محفوظ کرنے کا صرف ذریعہ ہی نہ ہو بلکہ ان میں اس بات کی صلاحیت بھی پیدا کر دے کہ وہ بدلتی ہوئی دنیا اور بدلتی ہوئی معاشرتی قدروں سے اپنے آپ کو ہم آہنگ کر سکیں۔ چنانچہ ملک اور قوم کی موجودہ صورت حال کے پیش نظر تعلیم میں تبدیلی کے ساتھ ہی ساتھ اخلاقی تعلیم کی بھی سخت ضرورت ہے۔ اور اخلاقی تعلیم بغیر دینی تعلیم کے ممکن نہیں۔ اخلاقی تعلیم تمام علوم پر مقدم ہے۔ لیکن انتہائی افسوس کا مقام تو یہ ہے کہ آج ہماری تعلیم گاہیں اخلاقی تعلیم سے کوسوں دور ہیں۔ اخلاقی تعلیم کی عدم موجودگی کی وجہ سے آج ہمارے مٹھی بھر طلبا بھی ہر جگہ اخلاق سوز حرکتوں میں مصروف نظر آتے ہیں۔ چنانچہ آج حالات بتلا رہے ہیں کہ ہمیں اخلاق کو کسی حال میں بھی نظر انداز نہیں کرنا چاہیے۔ اخلاقی تعلیم کو نظام تعلیم کی اسکیم میں شامل ہونا چاہیے۔

آج ہمارے طلبا جو اخلاق سوز حرکتوں میں مصروف نظر آتے ہیں اس کے ذمہ دار والدین اور اساتذہ کرام دونوں ہی ہیں۔ زیادہ تر والدین تو اپنے بچوں کے کردار اور تعلیم و تربیت کی طرف مطلق توجہ ہی نہیں دیتے اور نہ وہ اس کی ضرورت ہی محسوس کرتے ہیں۔ بعض گارجین تو ایسے بھی ہیں جو اپنے بچوں کی ماتحتی میں رہنا ہی اپنی عافیت سمجھتے ہیں۔ ان میں تمیز کرنا مشکل ہو جاتا ہے کہ ان میں باپ کون ہے اور بیٹا کون؟ اور کچھ والدین کی طرف سے بچوں کو ضرورت سے زیادہ آزادی مل جاتی ہے جس کا وہ ناجائز استعمال کرتے ہیں اور جن سے ان کو ناقابل تلافی نقصانات پہنچتے ہیں اور اس طرح بچوں میں بری عادتیں جڑ پکڑ لیتی ہیں اور ان کا مستقبل بالکل ہی تاریک ہو جاتا ہے۔ والدین اور خاندان کی بدنامی ہوتی ہے۔

بچوں کو تعلیم دینے کا کام دنیا کا سب سے بڑا اور باعزت کام ہے۔ لیکن معلمی جتنا بڑا اشرف ہے اتنی ہی بڑی آزمائش بھی ہے۔ ایک اچھے کردار کا باصلاحیت استاد اپنے شاگردوں کے اخلاق اور صلاحیتوں کو اجاگر کرکے ان کو ملک، قوم اور خاندان کیلئے قابل فخر اور کارآمد انسان بنا سکتا ہے۔

پرانے زمانے میں معلمی کا پیشہ ایک مقدس اور سنجیدہ پیشہ سمجھا جاتا تھا۔ معلم عملی طور پر پیشہ ور نہیں ہوتے تھے بلکہ تعلیم برائے تعلیم ہوا کرتی تھی۔ معلم اپنے فرائض کی ادائیگی میں کوئی بھی کسر اٹھا نہیں رکھتے تھے۔ اس لیے وہ معاشرے کے بہترین معمار سمجھے جاتے تھے۔ وہ صرف درسی کتابوں کی ہی تعلیم نہیں دیتے تھے بلکہ اخلاق کے بھی معلم ہوتے تھے۔ لیکن آج وقت کے ساتھ سب کچھ بدل گیا ہے۔ چنانچہ معلمی آج ایک پیشہ کی حیثیت سے نمودار ہوئی ہے۔ آج نہ تو استاد ہی پڑھائی میں دلچسپی لیتے ہیں اور نہ طالب علم جس کی وجہ سے آج امتحانات کے مراکز بھی پراگندہ ہو کر رہ گئے ہیں۔ امتحانات کے تمام اصول اور طریقے اب صرف کاغذ پر رہ گئے ہیں۔ سند کا حاصل کرنا اتنا آسان ہوتا جا رہا ہے کہ اب نہ تو پڑھنے کی ضرورت باقی رہ گئی ہے اور نہ پڑھانے کی۔ اور اسی لیے موجودہ ہوا کو دیکھتے ہوئے لوگ اپنے ان بچے اور بچیوں کے بھی رجسٹریشن فارم بھروا رہے ہیں جنھیں اردو، ہندی یا انگریزی کے حروف کی بھی واقفیت نہیں ہے۔ بس ایک ہوڑ ہے، جھوٹی سند حاصل کرنے کی اور یہی وجہ ہے کہ آج تعلیمی اداروں میں علمی ماحول بالکل ہی ناپید ہو چکا ہے کیونکہ آج پڑھنے پڑھانے اور امتحانات کا پرانا نقطہ نظر ہی بالکل بدل گیا ہے۔ آج مدرسوں، اسکولوں اور کالجوں میں کچھ ایسے اساتذہ کرام بھی داخل ہو گئے ہیں جو مطلق پڑھانے کی صلاحیت نہ رکھتے ہوئے بھی پڑھاتے ہیں۔ بھلا سوچیے تو جنھیں ابھی خود کافی محنت کی ضرورت ہے وہ دوسروں کو کیا اور کیسے پڑھا سکتے ہیں۔

ایسے ہی غلط طریقے سے سند یافتہ اساتذہ کرام کی وجہ سے آج تعلیم کا جنازہ نکلتا جا رہا ہے۔ یہ کھلی حقیقت ہے کہ آج کے طلبا کل ملک و قوم کے نگہبان اور رہنما ہوں گے۔ ملک، قوم اور خاندان کی خوشحالی اور ترقی کا تمام بوجھ اور ذمہ داری ان کے کاندھوں پر ہوگی تو کیا ایسے اساتذہ سے تعلیم پانے والے طلبا کے ذریعہ ہمارے ملک اور قوم کا مستقبل ان کے ہاتھوں میں محفوظ رہ سکے گا؟ اس لیے آج ضرورت اس بات کی ہے کہ تعلیمی اداروں کے قابل، ذہین اور باصلاحیت اساتذہ کرام وقت کی نزاکت کو سمجھتے ہوئے اپنی ذہانت اور صلاحیت کے ذریعہ ملک اور قوم کے بچوں کی صحیح رہنمائی کریں۔ اور اپنے ادارے کو ایک آئیڈیل ادارہ بنانے کے لیے ہر ممکن کوشش کرنے کی ضرورت ہے۔ اگر طلبا کلاس سے غیر حاضر رہا کرتے ہیں یا جو حاضر ہوتے ہیں وہ بھی ایک دو گھنٹی کرکے کلاس سے فرار ہو جاتے ہیں تو پھر اسکے اسباب پر ٹھنڈے دل سے غور کرنے کی ضرورت ہے کہ آخر ایسا کیوں ہوتا ہے؟ ظاہر ہے ہمارے تعلیمی ادارے کے بچے آسمان سے تو نازل نہیں ہوتے بلکہ آج کے بالکل ہی سڑے گلے غلیظ ماحول اور معاشرے سے آتے ہیں۔ اس لیے انھیں راہ راست پر لانا اور عمدہ راہ دکھانا ہمارا کام ہے۔ ان کے سامنے طرح طرح کے مسائل ہیں۔ ان مسائل میں ان کو کوئی راہ دکھانے یا مفید مشورہ دینے والا نہیں ملتا۔ اساتذہ کرام عموماً خالص نصابی تعلیم پر زور دیتے ہیں۔ طلبا کے مسائل، ان کی شخصیت اور اخلاقی تعمیر پر توجہ نہیں دیتے۔ اس لیے اساتذہ کرام حضرات کا فرض ہے کہ وہ بچوں کو اچھی تعلیم دیں اور اس تعلیم کے مطابق ان کی زندگی ڈھالنے کی کوشش کریں۔

میں نے قبل ذکر کیا ہے کہ تربیت کو تعلیم پر فوقیت حاصل ہے۔ تربیت کا کام مشکل ترین ہے۔ اور تعلیمی اداروں کے اساتذہ کرام کو آج معاشرے کی درستگی کے لیے یہی کام انجام دینا ہے انھیں آئیڈیل ہونا چاہیے اور اپنے غصے پر قابو رکھتے ہوئے بچوں کو سدھارنے کے لیے پیار و محبت کا راستہ اپنانا چاہیے۔ اساتذہ یہ سمجھیں کہ وہ اپنے درجوں میں ان بچوں کے شفیق باپ ہیں۔ انھیں ان کی تربیت کرنی ہے اور اس بات کی بھی کوشش کرنی چاہیے کہ بچوں میں وقت کی پابندی کا خیال، آپس میں مل جل کر کام کرنے کی

اسپرٹ اور حوصلہ پیدا ہو جائے۔ لیکن اس اہم کام کے لیے سب سے پہلے والدین اور اساتذہ کرام حضرات کو خود عملی نمونہ بننا ہوگا۔ ان کا خود اپنا کردار بے داغ اور صاف ستھرا ہونا لازمی ہے۔ ان کی روش ایسی ہو کہ بچوں کو ان پر بھرپور اعتماد اور یقین ہو۔ بچوں میں چوری، بے ایمانی، چغل خوری، جھوٹ اور بدکلامی کی لعنت نہ پڑنے پائے اس کے لیے انھیں ہر قدم پر بچوں کے اخلاق، کردار اور معاشرت کا جائزہ لیتے رہنے کی ضرورت ہے۔ لیکن اگر والدین اور اساتذہ خود جھوٹے اور بے ایمان ہوں گے تو ایسی حالت میں بچوں کا سچا اور ایماندار ہونا ناممکن ہے۔

آپ یقین کیجئے تعلیم دینا سب سے بڑی عبادت ہے اور ماحول سب سے بڑا معلم۔ انسان کی کامیاب و کامران زندگی کا دارومدار اس کے اعلیٰ کردار پر ہوتا ہے۔ انسان کا کردار ہی اس کا اصل مقصد ہوتا ہے۔ اس لیے والدین کا فرض ہے کہ وہ اپنے گھر کا ماحول اچھا رکھیں۔ اگر گھر کا ماحول اچھا نہیں ہوگا تو بچوں کی تعلیم بھی اس کو اچھا بنانے میں ناکام رہے گی۔ بچے جو کچھ بھی اچھی باتیں کتابوں میں پڑھتے یا اپنے اساتذہ سے سنتے یا سیکھتے ہیں ان سب پر ماحول کی برائی چھا جاتی ہے اور تعلیم کا مقصد فوت ہو جاتا ہے۔

بچوں کے والدین، اساتذہ حضرات سے رابطہ رکھیں اس طرح ہر ماہ کم از کم ایک بار ضرور دونوں آپس میں ملیں اور مل کر بچوں کے اہم مسائل ایک دوسرے کے سامنے پیش کر کے بچوں کی تعلیم و تربیت اور اصلاح کی صورتوں پر غور و خوض کر کے بچوں کے لیے کوئی عمدہ راہ متعین کریں۔

اساتذہ کرام حضرات بچوں کا ہفتہ وار ڈبیٹ کرائیں جس میں اردو، ہندی اور انگریزی میں تقریروں، نظموں، غزلوں اور لطائف وغیرہ کی مشق کرائیں اور اس بات کی کوشش کریں کہ بچوں کی زبان صاف ستھری اور اچھی ہو۔

میری خواہش اور کوشش بس یہی ہے کہ ہمارے گھر میں علم و عمل کی شمعیں جلیں، اور ہماری جو بھی تعلیم گاہیں ہیں وہ حالات کے پیش نظر نصاب تعلیم اور اخلاقی نظام چلائیں تاکہ ٹھوس اور دوررس نتائج برآمد ہوں اور ہمارے طلباء و طالبات اعلیٰ اور معیاری استعداد کے مالک بن کر نکلیں اور ہر طرح کے مقابلے کے امتحانات میں کامیاب و کامران ہوں۔

(پٹنہ سے نشر)

رضوان رضوی
بہار ماڈرن اسکول، بہار شریف (نالندہ)

گھر کی سجاوٹ بھی ایک فن ہے

زیبا جمال

گھر کی سجاوٹ کی اصل ذمہ داری عورتوں پر ہے مرد عموماً اس سے نابلد ہوتے ہیں۔ گھر کی سجاوٹ کا فن انھیں معلوم بھی ہے تو کسب زر کے کاموں میں اس قدر مشغول رہتے ہیں کہ گھر کی سجاوٹ کا احساس تک نہیں ہوتا۔ موجودہ زمانے میں عورتوں کو دو خانوں میں بانٹ دیا گیا ہے۔ ایک گھریلو عورت جو دن رات گھر کی ذمہ داری اور باورچی خانہ کے کاموں میں مصروف رہتی ہے۔ دوسری ملازمت پیشہ عورتیں ہیں جو پیشہ ورانہ ذمہ داریوں میں مشغول رہ کر اس قدر تھک جاتی ہیں کہ گھر کی سجاوٹ پر خاطر خواہ وقت نہیں دے پاتیں۔ مستورات کی فطرت میں نفاست اور سجاوٹ مضمر ہے اس لیے گھر کی سجاوٹ کی طرف ان کا ذہن برابر جاتا رہتا ہے۔ ویسے ایسی عورتیں جو نوکری نہیں کرتیں ان کی تمامتر ذمہ داری گھر کی آراستگی و سجاوٹ پر مرکوز رہتی ہے بہرحال یہ بات حتمی طور پر تسلیم کر لی گئی ہے کہ گھر کی سجاوٹ بھی ایک فن ہے اور اس کی تمامتر ذمہ داری مستورات پر آتی ہے۔

گھر کی سجاوٹ میں سب سے اہم ڈرائنگ روم کی سجاوٹ ہے۔ ڈرائنگ روم کی سجاوٹ ایسی ہونی چاہئے کہ جو مہمان آئے وہ اس کی آراستگی و سجاوٹ سے متاثر ہو جائے اور اہل خانہ کی سلیقگی کی تعریف کیے بغیر نہ رہ سکے۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ بہتیرے لوگوں کے ڈرائنگ روم میں قیمتی صوفہ سیٹ اور زیبائش کے سامان موجود رہتے ہیں لیکن ایسی بے ترتیبی سے پڑے رہتے ہیں کہ ڈرائنگ روم کباڑ خانہ نظر آتا ہے۔ اس لیے ڈرائنگ روم کی سجاوٹ و آراستگی اس جہت سے کرنی چاہئے کہ آنے والا مہمان فوراً متاثر ہو جائے اس لیے گھر کی سجاوٹ میں فن کا بڑا دخل ہے گھر کی سجاوٹ میں دوسرا نمبر مکان کے خانہ باغ اور صحن کا آتا ہے۔ خانہ باغ میں قسم قسم کے پھول لگا کر خانہ باغ کی سجاوٹ میں چار چاند لگایا جا سکتا ہے۔ اس طرح گھر کی سجاوٹ میں گارڈننگ بھی اہم رول ادا کرتی ہے۔ خانہ باغ کی آراستگی بھی سوفیصدی مستورات کا ہی کام ہے۔ گھر کی آراستگی کا زبردست اثر تھکے ماندے مردوں کے ذہن پر براہ راست پڑتا ہے۔ مرد جب باہری کاموں سے فارغ ہو کر تھکا ماندہ گھر میں وارد ہوتا ہے تو خانہ باغ میں طرح طرح کے پھولوں کی قسمیں دیکھ کر مسرور ہو جاتا ہے اور اس کی آدھی تکان اسی وقت دور ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد جب ڈرائنگ روم میں آکر بیٹھتا ہے اور گھر کی عورتیں اسے گرم گرم چائے کی پیالی پیش کرتی ہیں تو اس کی چسکیوں میں آدھی تکان بھی رفع دفع ہو جاتی ہے۔ اگر ڈرائنگ روم میں بے ترتیبی اور بے سلیقگی رہتی ہے تو مرد کا تھکا ذہن اور تھک جاتا ہے اور وہ ذہن پر ایک عجیب بوجھ سا محسوس کرتا ہے۔ بہت سے مرد تو گھر کی بے ترتیبی اور بے سلیقگی سے چڑچڑے مزاج کے ہو جاتے ہیں۔ اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ گھر کی سجاوٹ گھریلو زندگی پر کتنا گہرا اثر چھوڑتی ہے۔ اس کے بعد بیڈروم، وارڈروب اور باورچی خانہ کا نمبر آتا ہے۔ بیڈروم میں بستر قرینے سے لگے ہونے چاہئے۔ بہتیرے گھروں میں بے ترتیبی سے بستر ادھر ادھر پھینکے رہتے ہیں، اور رات کے حصہ میں اہل خانہ جیسے تیسے اس کا استعمال کر لیتے ہیں لیکن جس گھر کی عورتیں سگھڑ ہوتی ہیں وہ گھر کے ہر حصہ کی سجاوٹ اور سلیقگی پر خاص خیال رکھتی ہیں۔ ان کے گھروں میں ہر چیز اپنی جگہ پر سلیقے سے رکھی رہتی ہے تاکہ ضرورت کے وقت کسی شخص کو کسی کمی کا احساس نہ ہو۔ بیڈروم میں سلیقہ سے بستر لگے دیکھ کر طبیعت انسان کی خوش ہو جاتی ہے اور بے ساختہ اہل خانہ کی تعریف کرنے کو دل چاہتا ہے۔ یہی حال باورچی خانہ کا ہوتا ہے۔ اگر باورچی خانہ میں ہر چیز اپنی جگہ پر سلیقہ سے نہ رکھی جائے تو کھانا پکانے میں زبردست دقت محسوس ہوتی ہے۔ اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ باورچی خانہ میں ہر چیز سلیقہ سے رکھنے پر آراستگی پیدا ہوتی ہے۔ باورچی خانہ میں افراتفری اور بے ترتیبی کا احساس بدمزہ کھانے کی شکل میں ہو سکتا ہے۔ اس لیے اگر باورچی خانہ میں پرتکلف اور خوش ذائقہ کھانا پکانا ہو تو اس کے لیے باورچی خانہ میں سجاوٹ کا فن پیدا کرنا ہوگا۔ یہ کام بھی گھریلو عورتیں بحسن و خوبی انجام دیتی ہیں، ملازمت پیشہ عورتیں باورچی خانہ پر بھی توجہ زیادہ نہیں دے سکتیں اور ان کا باورچی خانہ دائی اور نوکر کے رحم و کرم پر چلتا ہے جہاں خوش ذائقہ کھانا شاذ و نادر ہی نصیب ہوتا ہے۔

باتھ روم میں بھی سجاوٹ کو دخل ہے۔ ٹھیک اور مناسب جگہ پر صابن کی ٹکیہ، کپڑا دھونے کے لیے ڈیٹرجنٹ پاؤڈر اور برش وغیرہ رکھنا بھی سجاوٹ میں شامل ہے۔ اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ گھر میں آراستگی و سجاوٹ پیدا کرنا بھی ایک فن ہے جس کا اثر اہل خانہ کی ذہنی بالیدگی پر پڑتا ہے۔

اکثر گھرانوں میں عبادت کے لیے الگ الگ مخصوص کمرہ بھی رکھا جاتا ہے۔ جہاں قرینے سے کلام پاک، جائے نماز وغیرہ رکھا جانا چاہئے تاکہ کسی شخص کو نماز پڑھنے یا کلام پاک کی

(آگے ص ۱۴ پر)

ہندوستان میں یورینیم کی اہمیت

ڈاکٹر یوسف کمال

یورینیم ایک عجیب وغریب دھات ہے۔ اپنی خالص حالت میں یہ چاندی کی طرح چمکدار ہوتی ہے مگر فضا سے آنکھ ملاتے ہی اس کا رنگ ملگجا اور زردی مائل سا ہو جاتا ہے کیونکہ فضا کی آکسیجن سے میل کھا کر اس کی اوپری پرت oxidase ہو جاتی ہے۔ بہت کم ہی یہ خالص حالت میں پائی جاتی ہے۔ یہ بعض نہایت ہی کمیاب جمادات کا جز ہے۔ جس میں سب سے اہم Pitchblende اور کارنوٹائیٹ شامل ہیں۔

یورینیم اپنے طبعی اور کیمیائی خواص کی بنیاد پر ایک غیر مستحکم عنصر بھی ہے جس کے جوہروں میں مسلسل ٹوٹتے رہنے کا عمل از خود جاری وساری رہتا ہے۔ اس طرح یورینیم کے جوہروں کے ٹوٹتے رہنے سے ایک طرف تو زبردست توانائی حرارت کی صورت میں خارج ہوتی رہتی ہے تو دوسری طرف یورینیم کے ٹوٹنے اور شکستہ ہونے کے بعد سیسہ کی دھات بڑے ہی پیچیدہ کیمیائی عوامل سے گزر کر ہاتھ آتی ہے۔ یورینیم کے اس طرح ٹوٹ ٹوٹ کر کے جل جانے کے عمل کو تابکاری یا ریڈیو ایکٹیوٹی کہا جاتا ہے۔

سائنس کی بیشتر ایجادوں اور دریافتوں کی طرح تابکاری بھی محض اتفاق سے سائنسدانوں کے ہاتھ لگی۔ ۱۸۹۶ء میں فرانس کے ایک ماہر طبعیات ہنری بیکنویل نے جب یورینیم کی سلاخوں کا وزن کرنا چاہا تو فوٹوگرافی کی پلیٹوں پر لکیروں کے نشان پائے گئے ان لکیروں کے سراغ میں پروفیسر بیکنویل پڑ گئے اور جلد ہی ان کی سمجھ میں بات آگئی کہ یہ نشان دراصل یورینیم سے نکلنے والی اس توانائی کی شعاعوں سے بنے ہیں جو تابکاری کے عمل کی وجہ ان سلاخوں سے نکل رہی ہیں۔ ان شعاعوں کو انھوں نے الفا بیٹا اور گاما شعاعوں کا نام دیا۔ اس طرح ۱۸۹۶ء میں تابکاری کی دریافت عمل میں آئی۔

تابکاری کے عمل میں الفا بیٹا اور گاما شعاعوں کے نکلنے کے ساتھ ساتھ تابکاری عناصر ہر دم جل کر نئے تاب کار عناصر بناتے رہتے ہیں جیسے قدرت میں پائی جانے والی یورینیم جل جل کر اپنے آپ کو سیسہ کی راکھ کی صورت میں پیش کرتی ہے۔ اس طرح یورینیم ۲۳۸ کا ہم جا یعنی ISOTOPE فطرت میں جل جل کر کئی کروڑ سال کے بعد تابکارانہ سیسہ یعنی ریڈیوگیم لیڈ بنتا ہے جو خود فطری سیسہ سے مختلف ہے۔ اسے کیمیادان Pb 206 یعنی سیسہ کا ایک ہم جا یعنی ISOTOPE قرار دیتے ہیں۔ اس طرح یورینیم ۲۳۸ اور سیسہ ۲۰۶ کے درمیان کئی سو کروڑ سالوں کی مدت مسلسل خارج ہونے حرارت کی زبردست توانائی اور تابکارانہ سیسہ سے پہلے حاصل ہونے والے دوسرے تابکارانہ عناصر ہیں۔ اس طرح تابکارانہ عمل دراصل ایک ایسا زنجیری مسلسل عمل ہے جس کے اولین سرے پر یورینیم ۲۳۸ ہے تو اس کے آخری کنارے پر Pb 206 ہے۔ اس تابکارانہ جوڑے کے درمیان تشکیل پانے والے دوسری ثانوی دھاتوں میں ریڈیم اور پلوٹونیم قابل ذکر ہیں۔

قدرت میں اس طرح کے تابکارانہ جوڑے یورینیم کے اور دوسرے آئسوٹوپ عناصر کے ساتھ حجرات یعنی RUCKS یا دریاؤں کے رسومات میں پائے جاتے ہیں۔ گو کہ مقدار میں یہ بہت کم ہوتے ہیں۔ اس لیے ان کی تلاش اور کھوج میں ایک آزمائش سے کم نہیں۔ یورینیم کے دوسرے آئسوٹوپس میں یورینیم ۲۳۶ اور یورینیم ۲۳۵ قابل ذکر ہیں جن کے بطن سے تابکارانہ سیسوں کی راکھ کے ذخائر بھی جمع ہوتے رہتے ہیں۔

تابکاری کے اس فطری عمل کی ایک اور دلچسپ اور اہم خصوصیت یہ بھی ہے کہ تابکاری کا عمل بس ہمیشہ ہی جاری رہتا ہے۔ یعنی یہ ایک جاوداں عمل ہے جو کبھی بھی ختم نہیں ہوتا۔ تابکاری کے اس عمل میں ہوتا دراصل یہ ہے کہ اگر حجرات کے کسی گوشے میں یورینیم کے ذخائر موجود ہوں تو ان کا جل کر سیسہ میں بدل جانا ایک فطری عمل ہے، لیکن اس طرح کے تابکارانہ ردعمل کی رفتار کی شرح ایسی ہے کہ اگر ۱۰۰ گرام یورینیم کو ۵۰ گرام یورینیم میں بدل کر سیسہ بننے میں ۲ ارب سال درکار ہوتے ہوں تو باقی ۵۰ گرام یورینیم کو اس کے آدھے یعنی ۲۵ گرام ہونے میں مزید ۲ ارب سال درکار ہوں گے۔ اس طرح کسی بھی وقت حجرات میں اصلی یورینیم کسی نہ کسی مقدار میں اپنی دوسری نسل یعنی سیسہ کے ساتھ موجود ہوگی۔ اس طرح تابکارانہ خاصیت کو Half Life یا آدھی زندگی کہا جاتا ہے۔

ایٹم یا جوہر کو توڑنے کی کوششوں میں فطرت میں پائی جانے والی تابکاری کے عمل سے مدد لی گئی ہے کیونکہ سارا کا سارا تابکاری کا عمل دراصل جوہر کے مسلسل ٹوٹتے رہنے کی وجہ الیکٹرون اور نیوٹرون کی تعداد میں کمی اور بیشی پر منحصر ہے۔ مسلسل محنت اور تحقیق کی بدولت ماہرین طبیعات نے ۱۹۳۹ء کے آس پاس معلوم کر لیا تھا کہ یورینیم کے جوہر کو مخصوص طبعی حالات میں توڑ کر زبردست توانائی پیدا کی جا سکتی ہے۔ مگر افسوس تو اس بات کا ہے کہ دوسری جنگ عظیم کے دوران یہ زبردست توانائی ایک بم کی صورت ۱۹۴۵ء میں جاپان کے دو شہروں ہیروشیما اور ناگاساکی پر تباہی بن کر نازل ہوئی۔

یورینیم کے ایٹم یا جوہر کی شکست وریخت سے حاصل ہونے والی توانائی کو تباہ کاری کے لیے استعمال کرنے سے پہلے سائنسدانوں کو اس بات کا بھی علم تھا کہ جوہری توانائی تعمیری اغراض ومقاصد کے لیے بھی استعمال کی جا سکتی ہے۔ چنانچہ دوسری جنگ عظیم کے خاتمے کے بعد ہی نیوکلیر یا جوہری توانائی کے حصول کے لیے تگ ودو شروع ہو گئی اور ۱۹۵۶ء میں انگلستان میں دنیا کا سب سے پہلا ری ایکٹر قائم کیا گیا۔ جو جوہری توانائی کے پُرامن مقاصد کے استعمال کے لیے قائم کیا جانے والا اولین ری ایکٹر ہے۔

آج کل جوہری توانائی کے حصول کے لیے دو طریقوں کو اپنایا جاتا ہے۔ پہلے طریقہ میں دو جوہروں کو ایک دوسرے سے ملا کر ایک ایسے لامتناہی زنجیری عمل کی ابتدا کی جاتی ہے کہ جس کے ہر مرحلے پر نئے تاب کار عناصر پیدا ہوتے رہتے ہیں' اور اس طرح رفتہ رفتہ توانائی کی تعداد میں بھی اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ اس قسم کے عمل کو فیوژن کہتے ہیں۔ سورج سے خارج ہونے والی توانائی اس قسم کے فیوژن کی ایک بہترین مثال ہے جس میں ابتدائی طور پر دو ہائیڈروجن کے جوہر ۱۰ لاکھ درجہ سنٹی گریڈ کے درجہ حرارت پر مل کر ڈیوٹیریم پھر ڈیوٹیریم مزید ہائیڈروجن سے مل کر ہیلیم کے تابکار عناصر پیدا کرتی رہتی ہے اور اس عمل کے دوران خارج ہونے والی توانائی سورج سے شعاعوں کی صورت ہم تک پہنچتی ہے۔ دوسرے الفاظ میں سورج ایک زبردست نیوکلیر ری ایکٹر ہے جس میں جوہر ایک دوسرے میں گتھم گتھا ہو کر توانائی پیدا کر رہے ہیں۔

دوسرے طریقہ میں نیوکلیر توانائی حاصل کرنے کیلئے جوہر کو ایک دوسرے سے ملانے کے برعکس ایک جوہر ہی کو توڑ کر زنجیری عمل پیدا کیا جاتا ہے۔ اس عمل کو فشن کہتے ہیں۔ جیسا کہ صاف ظاہر ہے فشن کا عمل دراصل فطرت میں پائے جانے والے تابکاری عمل سے مماثلت رکھتا ہے۔ آج دنیا میں جہاں کہیں بھی نیوکلیر توانائی حاصل کی جا رہی ہے وہ تمام تر فشن کے ذریعہ ہی ہے۔ یہ عمل فیوژن کے مقابلے میں کہیں زیادہ آسان اور کفایتی ہے۔

ہندوستان میں بھی نیوکلیر توانائی کے حصول کے لیے

فزن ری ایکٹر سے کام لیا جاتا ہے۔ فزن کے اس عمل میں جوہر کے مرکزے یعنی نیوکلیس کو ایک خاص درجہ حرارت اور دوسرے کیمیائی طریقوں کے ذریعہ توڑ کر توانائی حاصل کی جاتی ہے۔ اس مقصد کے لیے یورینیم ۲۳۵ کے ذریعہ ہی کام لیا جاتا ہے نیوکلیر فزن ری ایکٹر کے پیچیدہ، دیوقامت مشین کا دل دراصل یہی یورینیم ۲۳۵ کے ذریعہ پیدا کیا ہوا زنجیری عمل ہے۔ اس تیز رفتار زنجیری عمل کو قابو میں رکھنے کے لیے آج کل نیوکلیر ری ایکٹروں میں MODER ATORS جیسے دوسرے عوامل کو استعمال کیا جاتا ہے۔ نیوکلیر ری ایکٹروں میں وزنی یا کثیف پانی اور بعض اوقات ہلکے پانی اور گرافائٹ ماڈریٹر کے طور پر استعمال کیے جاتے ہیں۔ تاب کار زنجیری عمل کو اس طرح قابو میں رکھتے ہوئے کثیف پانی کے استعمال کے ذریعہ یورینیم کو ایندھن کے طور پر بھی استعمال کیا جاسکتا ہے۔ خاص طور پر یورینیم ۲۳۵ کو جو فطری طور پر تجرات میں پائی جاتی ہے۔ جبکہ اگر ہلکے پانی یا گرافائٹ کو ماڈریٹر کے طور پر استعمال کیا جائے تو پھر یورینیم ۲۳۵ کو مزید طاقتور بنانے کی ضرورت پیش آئے گی کیونکہ فطری طور پر پایا جانے والا یورینیم ۲۳۵، اس قدر توانائی سے بھرپور نہیں ہوتا کہ اس کو راست ایندھن کے طور پر استعمال کیا جائے اس لیے ایسے یورینیم کو Enriched uranium کہتے ہیں۔ لہٰذا دو قسم کے نیوکلیر ری ایکٹرز آج کل کام کر رہے ہیں۔ ایک وہ جس میں فطری طور پر پائے جانے والا یورینیم کثیف پانی کے ساتھ استعمال ہوتا ہے اور دوسرے وہ ری ایکٹرز جن میں Enriched uranium ہلکے پانی کے ساتھ استعمال کیا جاتا ہے۔

Enriched uranium کافی مہنگا ایندھن ہے مگر ایسے ری ایکٹر کی لاگت کم ہوتی ہے کیونکہ اس میں ہلکا پانی ہی استعمال کیا جاتا ہے۔ ہندوستان کا پہلا ایٹمی ری ایکٹر تاراپور اسی قسم کا انرچڈ یورینیم کی ایندھن والا پلانٹ ہے جو ۱۹۶۹ء سے گجرات اور مہاراشٹر کی ریاستوں میں بجلی سپلائی کر رہا ہے۔

یورینیم ۲۳۵، یورینیم ۲۳۸ کے مقابلے میں بہت کمیاب ہے۔ جبکہ فطرت میں پائے جانے والے ذخائر میں یورینیم ۲۳۸ کہیں زیادہ وافر مقدار میں ملتی ہے۔ یہ اور بات ہے کہ یورینیم ۲۳۸ میں فزن کا عمل بہت محدود ہوتا ہے۔ اس لیے یورینیم ۲۳۸ کے ذریعہ پلوٹونیم جیسے تابکار عنصر کو حاصل کر کے زنجیری عمل کو پیدا کیا جاتا ہے۔ اس پلوٹونیم کو جو یورینیم ۲۳۸ سے ایندھن پیدا کرتی ہے Breeder کہا جاتا ہے۔ اور اس قسم کے نیوکلیر ری ایکٹر کو Breeder Reactor کہا جاتا ہے۔

یورینیم ۲۳۵ اور یورینیم ۲۳۸ کے علاوہ تھوریم بھی ہندمیں نیوکلیر توانائی کا ایک ذریعہ ہے۔ ہندوستان میں یہ تابکار عنصر کیرالا کے ساحل کی ریت میں بکھرا ہوا ہے۔ مختلف کیمیائی عوامل سے گزار کر یورینیم کی ایک اور شکل یعنی یورینیم ۲۳۳ حاصل کیا جاتا ہے جس میں بھی ٹوٹ ٹوٹ کر ایندھن بنانے کی خاصیت موجود ہے۔ یعنی تھوریم سے حاصل کیا جانے والا یورینیم ۲۳۳ FISSIONABLE ہے۔

ایک حالیہ جائزے کے مطابق ہندوستان میں یورینیم کے وسائل کا اندازہ لگ بھگ ۳۴ ہزار ٹن ہے جس میں سے ۱۵ ہزار ٹن یورینیم اس لائق ہے کہ اسے مختلف پیچیدہ کیمیائی عوامل کے ذریعہ ایندھن بنانے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے یورینیم کے یہ ذخائر ملک میں تین بڑے منطقوں میں پائے جاتے ہیں۔ ان میں راجستھان، بہار اور آندھرا پردیش پائے جانے والے Pegmatites Rocks بہت اہم ہیں۔ بہار کے مشہور زمانہ سنگھ بھوم کے علاقے میں بھی یورینیم کے ذخائر جادوگوڑہ کے مقام میں پائے جاتے ہیں جہاں یورینیم کارپوریشن آف انڈیا لمیٹیڈ یورینیم کی کان کنی میں مصروف ہے۔ یورینیم کے مرکبات کے چھوٹے موٹے ذخائر ہمالیہ اور اروالی جیسے پہاڑی سلسلوں میں دریافت کیے گئے ہیں جہاں ۲۵ گرام سے لے کر ایک کلوگرام تک کی یورینیم ایک ٹن چٹان کو توڑ کر حاصل کی جاسکتی ہے۔ ان کے علاوہ ہندوستان کے مغربی اور مشرقی ساحلوں پر بھی تابکار ریت موجود ہے جسکو MONAZITE sands کہا جاتا ہے۔ اس تابکار ریت سے جس میں ۳ ماہ بز یورینیم آکسائیڈ پایا جاتا ہے، اندازہ ہے کہ ۱۵ ہزار ٹن یورینیم اخذ کی جاسکتی ہے۔

ہندوستان کی آزادی کے فوراً بعد ڈاکٹر ہومی بھابھا کی قیادت میں ایٹمی توانائی کے پیداوار کے حصول میں لگ گیا۔ اور ڈاکٹر بھابھا کے تفصیلی منصوبوں اور دوراندیشی کی بناپر آج ہندوستان بڑی حد تک ایک ایسا ملک ہے جو دنیا کی نیوکلیر طاقتوں کے درمیان ایشیا کی نمائندگی کر رہا ہے۔ ابتدا میں ہندوستان نے کینڈا، امریکہ اور فرانس کے تعاون سے نیوکلیر توانائی کے حصول میں قدم بڑھایا اور آج شمال میں سرینگر سے لے کر جنوب میں توتی کورن تک نیوکلیر توانائی کے مختلف تجربہ خانوں، تحقیقی اداروں، پاور اسٹیشنوں اور پروجیکٹوں کا ایک جال بچھا دیا گیا ہے۔

(حیدرآباد سے)

بقیہ: گھر کی سجاوٹ

تلاوت کرنے میں دشواری نہ ہو۔ اس کمرے کی سجاوٹ بھی ازحد ضروری ہے۔ اس کمرے کی سجاوٹ کے ساتھ ساتھ پاکی کا بھی خاص خیال رکھنا چاہیئے اس کے علاوہ گھروں میں چھوٹی چھوٹی چیزوں کے رکھنے میں بھی آراستگی کو دخل ہے۔

پانی پینے کے لیے گھڑونچی کا صحیح جگہ پر نظم اجلا دن رکھنے میں نفاست تاکہ گندگی نہ پیدا ہو اور ذہن پر کراہیت نہ آسکے۔ سلیقہ مند اہل خاندان کے یہاں اُپلے تک ایسی جگہ اور سلیقے سے رکھے جاتے ہیں کہ اس میں بھی سجاوٹ کا احساس ہوتا ہے۔

اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ گھر کی سجاوٹ سے گھر کا ماحول خوشگوار اور بہتر رہتا ہے۔ اس لیے ایسا کہنا سو فیصدی صحیح ہے کہ گھر کی سجاوٹ بھی ایک فن ہے۔

(پٹنہ سے نشر)

ویڈیو کلچر

دوستو! کبھی آپ نے سوچا کہ یہ دنیا کیسے بنی، ہم آپ اس دنیا میں کیسے آئے اور اس دنیا کا آخر بنانے والا کون ہے؟ آپ نے نہیں سوچا ہوگا آپ کو دنیا کے جھمیلوں سے اتنی فرصت کہاں، لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ اور لوگوں نے بھی اس بارے میں کبھی نہیں سوچا، سوچا ہے اور بہت سوچا ہے، ان سوچنے والوں میں ہمارے فلاسفر، عالم اور صوفی سنت بھی شامل ہیں، صوفیا کا کہنا ہے کہ جب کچھ نہیں تھا تو خدا تھا جو ایک خزانہ کی صورت میں چھپا ہوا تھا، اس نے اپنے آپ کو ظاہر کرنا چاہا تو یہ دنیا وجود میں آگئی مطلب یہ کہ یہ دنیا خدا کے اپنے شوق اظہار کا ایک ادنیٰ کرشمہ ہے اور بس۔

یہ خدا کے ذات کا معاملہ ہوا، اس کی ہستی بڑی ہے، ہم اس کی شان میں زیادہ گستاخی نہیں کر سکتے، ہمارا آپ کا معاملہ کیا، ہماری ہستی تو بہت چھوٹی ہے۔ غالب کہتے ہیں۔

نہ تھا کچھ تو خدا تھا کچھ نہ ہوتا تو خدا ہوتا
ڈبویا مجھ کو ہونے نے نہ ہوتا میں تو کیا ہوتا

لیجئے صاحب غالب نے تو ہماری لٹیا ڈبو دی۔ ان کے کہنے کے مطابق ہم ڈوب ہی اس لیئے رہے ہیں کہ ہم اس دنیا میں آئے، نہ آتے تو اچھا ہوتا، خس کم جہاں پاک، خیر یہ تو غالب کی بات تھی، وہ زندگی بھر دکھی رہے، کبھی اچھے دن نہیں دیکھے، انھیں اگر آدمی اور زندگی کے متعلق اس قدر مایوسی ہے تو کوئی حیرت کی بات نہیں۔ مگر ہر آدمی کا معاملہ یہ نہیں ہے، اس میں اپنی ذات اور اپنی شخصیت کو نمایاں کرنے کا شوق خدا سے بھی زیادہ ہے وہ اس کے لئے کیا کیا جتن نہیں کرتا۔ کبھی بنتا ہے، کبھی سنورتا ہے، کبھی اکڑ کر چلتا ہے، یہاں تک کہ کبھی گر کر اظہار تمنا بھی کرتا ہے، یہ مشہور شعر تو آپ نے سنا ہی ہوگا۔ شاید اصغر کا ہے یا حسرت کا۔

ڈاکٹر حامداللہ ندوی

حسن بے پروا کو خود بین و خود آرا کر دیا
کیا کیا میں نے کہ اظہارِ تمنّا کر دیا

لیکن اب رونے سے فائدہ کیا، غرور کے سر کو کبھی نہ کبھی نیچا ہونا ہی تھا سو وہ ہو گیا۔ چاہے وہ خدا کے سامنے جھکے یا ابلیس کے سامنے، بات ایک ہی ہے۔

لیکن اس شکست کا نتیجہ آدمی کے حق میں الٹا ہوا، اس کا اپنا شوق اظہار اور بڑھ گیا، یہی وجہ ہے کہ وہ جب سے اس دنیا میں آیا ہے مسلسل اس کوشش میں لگا ہوا ہے کہ زیادہ سے زیادہ اپنے اصلی جوہر دکھائے اور اپنی نت نئی ایجادات سے پوری دنیا کو اپنی مٹھی میں کر لے، ذرا غور کیجئے وہ آج جنگلوں اور پہاڑوں سے نکل کر کہاں پہنچ گیا ہے۔ جیسے اس کو پر سے لگ گئے ہوں، کہیں رک کر دم لینے کا نام نہیں لیتا بس آگے ہی آگے بڑھتا چلا جا رہا ہے، زمین سے آگے، آسمان سے آگے، چاند ستاروں سے آگے، حالی کو تو ڈر ہے کہ وہ کہیں جا کر رکے گا بھی کہ نہیں، اس لئے وہ کہتے ہیں۔

ہے جستجو کہ خوب سے ہے خوب تر کہاں
اب دیکھئے کہ رکتی ہے جا کر نظر کہاں

ایران کے مشہور صوفی شاعر شیخ سعدی کہتے ہیں، ایک بار میں نے شیطان کو خواب میں دیکھا وہ بہت ہی حسین اور خوبصورت تھا، مجھے حیرت ہوئی میں نے ہمت کر کے اس سے پوچھا، بھئی آخر بات کیا ہے، تم تو اس قدر خوبصورت اور حسین اور آدمی ہے کہ تمہاری بری بری صورتیں بناتا ہے، شیطان نے ہنس کر جواب دیا قلم دشمن کے ہاتھ میں ہے۔

کہنا یہ ہے کہ قلم آپ کے ہاتھ میں ہے اس سے چاہے آپ اپنا نام سنہری حرفوں میں لکھئے یا اپنے رقیب کو صلواتیں سنائیے، چاقو آپ کے ہاتھ میں ہے اس سے چاہے آپ سیب کاٹیے یا اسے اپنے سینے میں گھونپ لیجئے، لاٹھی آپ کے ہاتھ میں ہے اس سے چاہے آپ راستے کے روڑے ہٹائیے یا بھینس ہانکیئے، اس طرح معمولی تیر و تلوار سے لے کر توپ و تفنگ تک، معمولی ناؤ سے لے کر اسپیس شپ تک، معمولی آئینے سے لیکر ٹیلی ویژن تک بے شمار چیزیں آپ نے ایجاد کی ہیں اور یہ آپ پر منحصر ہے کہ آپ ان کا استعمال کس طرح کرتے ہیں۔

اور چیزوں کو جانے دیجئے آپ صرف ٹی وی ہی کو لے لیجئے، اس کو ایجاد ہوئے کچھ زیادہ عرصہ نہیں گزرا بہت ہوا تو چالیس پچاس سال ہوئے ہوں گے، ہندوستان میں آئے ہوئے تو محض پچیس سال ہی ہوئے ہیں۔ جب ٹی وی پہلی بار بمبئی میں آیا تو ایک دھوم سی مچ گئی، جس گھر میں معلوم ہوا کہ ٹی وی ہے بچے بوڑھے سب ادھر کو چلے، پڑوس میں نہیں تو پاس کی گلی ہی میں سہی، پاس کی گلی میں نہیں تو دور کی کسی کٹیا ہی میں سہی، خاص طور پر اتوار کی شام کو تو گلیوں میں اتنا سناٹا رہنے لگا کہ جس کی ٹی وی تک پہنچ نہیں اس کا دل بجھ سا جاتا تھا، اور میر کی طرح بھی آہیں بھرنے لگتا تھا۔

شام سے کچھ بجھا سا رہتا ہے
دل ہوا ہے چراغ مفلس کا

ہمارے گھر ٹی وی بہت دیر میں آیا اور وہ بھی بلیک اینڈ وائٹ، اس وقت تک بازار میں کلر ٹی وی بھی آ چکا تھا، گھر کے لوگ اصرار کرنے لگے کلر ٹی وی لو، مگر ہمارے لئے کلر ٹی وی لینا آسان نہ تھا، ہمیں ایک ترکیب سوجھی ہم نے بازار سے مختلف رنگوں کے چشمے خریدے اور گھر والوں کو دے کر کہہ دیا، جس وقت تم جس کلر کا ٹی وی دیکھنا چاہو اس کلر کا چشمہ پہن لیا کرو، کلر ٹی وی سے زیادہ مزہ آئے گا۔ چلئے صاحب وہ بھی خوش ہم بھی خوش۔

مگر افسوس ہماری قسمت میں چین کہاں آرام کہاں، وہ کہاوت تو آپ نے سنی ہو گی، کہ سر منڈاتے ہی اولے پڑے، ادھر ہم نے کلر ٹی وی کا مسئلہ حل کیا ادھر بازار میں ویڈیو آ گیا وہ بھی اولوں کی طرح اکا دکا نہیں بلکہ طوفانِ باد و باراں کی طرح ایک سیلاب لے کر بچے بڑے سب اس سیلاب میں بہنے لگے۔ اور سیلاب بھی ایسا کہ کہیں رکنے کا نام نہ لے، جھونپڑوں میں ویڈیو، کھولیوں میں ویڈیو ہوٹلوں میں ویڈیو، فٹ پاتھ اور باکڑوں میں ویڈیو، اپنا نہیں کرائے کا سہی، دن دن بھر بیٹھ کر دیکھ رہے ہیں، مگر کیا دیکھ رہے ہیں کچھ نہ پوچھو۔

پتا پتا بوٹا بوٹا حال ہمارا جانے ہے!
جانے نہ جانے گل ہی نہ جانے باغ تو سارا جانے ہے

مگر صاحب! بات صرف ویڈیو دیکھنے کی ہوتی تو کوئی بات نہ تھی، آپ اپنے اپنے گھروں میں بند ہیں، نہ چوروں کا ڈر ہے نہ فساد کا خطرہ۔ یہاں تو معاملہ کچھ اور ہی تھا، ہمیں ویڈیو کے لئے گھر کے لوگ تنگ کر رہے تھے وہ تو الگ بات تھی مگر اس سے بڑی بات یہ تھی کہ فلم پروڈیوسر رو رہے تھے کہ ہم لٹ گئے ہماری نئی فلم ابھی ریلیز بھی نہیں ہوئی کہ بازار میں اس کے ویڈیو کیسیٹ آ گئے ہیں، سینما گھروں کے مالک رو رہے تھے کہ اب تو عام دنوں میں اتنی پبلک بھی نہیں آتی کہ ہمارا خرچ ہی وصول ہو جائے، بڑے بوڑھے رو رہے تھے کہ ہمارے بچوں کا اخلاق خراب ہو رہا ہے وہ صبح و شام بلو فلمیں دیکھ رہے ہیں۔ غرض ایک طرف چوری چوری اچھی بری ہر قسم کی فلمیں دیکھی اور دکھائی جا رہی تھیں اور دوسری طرف ایک شور تھا غل تھا اور ویڈیو کے خلاف بھانت بھانت کی بولیاں بولی جا رہی تھیں۔

ہم گھر والوں سے اپنے بچاؤ کے لئے سوچ ہی رہے تھے کہ ہم بھی ویڈیو کے خلاف آواز اٹھائیں اتنے میں اخبار میں بڑی اچھی خبریں آنے لگیں، معلوم ہوا کہ خود سرکار نے غیر قانونی ویڈیو رکھنے والوں کے خلاف ایک مہم شروع کر دی ہے۔ بازار سے ویڈیو سیٹ غائب ہو رہے ہیں، ویڈیو کیسیٹ غائب ہو رہے ہیں، ویڈیو لائبریریاں غائب ہو رہی ہیں اور ویڈیو کے ماروں کا بڑا برا حال ہے، ان خبروں کو پڑھ کر ہم نے اپنے بعض دوستوں سے کہا کوچہ و بازار سے اگر ویڈیو غائب ہو گئے تو اس میں آنسو رونے چلانے کی ضرورت کیا ہے کیونکہ

غالب خستہ کے بغیر کون سے کام بند ہیں
روئیے زار زار کیا کیجئے ہائے ہائے کیوں

لیکن نہیں ہم صرف غالب کے اشعار سنا کر ان دکھوں کو بہلا نہیں سکتے، خیر سے غالب تو ان دنوں پیدا ہوئے تھے جب لوگ صرف آئینوں میں اپنا منہ دیکھ کر خوش ہو جایا کرتے تھے۔ انھیں کیا معلوم اب آئینے میں نہ صرف اپنا منہ بلکہ دنیا بھر کی جیتی جاگتی تصویریں بھی دیکھی اور دکھائی جا سکتی ہیں، بے رنگ بھی، رنگین بھی، جامہ پوش بھی اور ننگی بھی، سستی بھی، مہنگی بھی، سیدھی بھی، ٹیڑھی بھی، اور وہ بھی اس قدر دلچسپ اور خوبصورت کہ نظروں میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے سما جائیں۔ جیسے کہ جگر نے کہا تھا۔

وہ اکیلے آئے بھی اور گئے بھی نظریں ابتک سما رہے ہیں
یہ چل رہے ہیں وہ پھر رہے ہیں یہ آ رہے ہیں وہ جا رہے ہیں

اس لئے ویڈیو کے خلاف یہ مہم اس کے شوقین کو ایک آنکھ نہیں بھائی، ایک بار جس کو نشہ کی لت پڑ جائے، نشہ بندی اس کے لئے کوئی معنی نہیں رکھتی، وہ نئے اڈے آسانی سے تلاش کر ہی لیتا ہے، اب دیکھئے ویڈیو کی نایابی کا اثر آپ پر کیا ہوتا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ آپ گھبرا جائے گا کیونکہ جب شعلہ ہی نہ لہرائے تو پروانہ کیا کرے۔

حسن و عشق کی لاگ میں اکثر چھیڑ ادھر سے ہوتی ہے
شمع کا شعلہ جب لہرایا اڑ کے چلا پروانہ بھی

(بمبئی سے)

انتقام کیوں

ماہ ناز انور

عورتوں میں انتقام کا جذبہ کیوں ابھرتا ہے۔ اسکی کئی وجوہات ہوسکتی ہیں۔ جن میں سماجی اور نفسیاتی وجوہات کو خاص دخل حاصل ہے۔ ان دونوں کا رشتہ آپس میں اس طرح برسرپیکار ہے کہ دونوں کو علیٰحدہ نہیں کیا جاسکتا ہے ۔ سماجی پس منظر میں ایک عورت کا تجزیہ کیا جائے تو موجودہ دور کی ایک سمجھدار پڑھی لکھی اور باشعور عورت کے اندر انتقامی ردعمل کا ہونا عین یقینی ہے۔ کیونکہ آج کی عورت جب پوری انسانی تاریخ اور سماج میں عورت کے مرتبہ کا جائزہ لیتی ہے تو مجموعی طور پر اس دور میں بھی عورت کو ملکیت سمجھنے کا تصور کارگر نظر آتا ہے۔ عورت نے جب سے مردوں کی طرح گھر سے باہر نکلنا، نوکری کرنا اور مردوں کے برابر چلنا سیکھا ہے اس کی ذمہ داریوں میں زبردست اضافہ ہوا ہے کیونکہ اس سے پہلے اس کا کام صرف گھر چلانا تھا اور اب یہ ذمہ داری تو اپنی جگہ ہے ہی ساتھ ہی اسے گھر سے باہر کے کام بھی سنبھالنا پڑتے ہیں۔ ایسی صورت میں کبھی کبھی عورت کو اس ان تھک محنت کا صلہ طعنے تشنے، لعنت ملامت بھرے الفاظ سے ملتا ہے۔ مرد کے مقابلے میں عورت میں برداشت کی قوت زیادہ ہوتی ہے۔ وہ غم و غصہ پر تو قابو پالیتی ہے مگر نفسیاتی طور پر وہ ذہنی کشمکش سے دوچار ہوتی ہے جو کبھی کبھی بڑھ کر انتقام کی صورت بھی اختیار کرلیتی ہے۔

ہندوستانی سماج میں خاص کر عورتوں کی آزادی کی ہمیشہ مخالفت کی گئی ہے اور مردوں نے اپنے اس خیال کی تکمیل عورت کو پردہ میں رکھ کر یا چہار دیواری میں قید کرکے کی ہے۔ اس خیال کے پس پردہ احترام اور تقدس کے جذبہ سے کہیں زیادہ عورت کو مقید رکھنے کا تصور کارفرما رہا ہے۔ اگر عورت کو پردہ میں رکھنے کی وجہ احترام یا تقدس ہوتا تو وہ داشتہ، طوائف، کنیز اور مردوں کے دل بہلانے کا ذریعہ ہرگز نہ بنی ہوتی۔ اگر اس قسم کی عورتوں کی نفسیات کا جائزہ لیا جائے تو ان میں انتقامی جذبہ زیادہ ہی نظر آتا ہے، وہ ہر وقت نفسیاتی الجھنوں کا شکار رہتی ہیں۔ ہر لمحہ اپنی خواہش کا گلا گھونٹتی ہیں۔ علم سماجیات کہتا ہے سماج نارمل لوگوں سے بنتا ہے اور ایسی عورتیں ایب نارمل کہی جاتی ہیں۔ ان پر ہمیشہ لعنت ملامت ہوتی ہے چنانچہ ان کا شعور و لاشعور ہمیشہ ایسی کشمکش سے دوچار رہتا ہے جو کبھی کبھی نہایت بھیانک انتقام پر آمادہ ہوجاتا ہے۔

انتقام تو ایک ردعمل ہے جو خواہشوں کی تکمیل نہ ہونے کی صورت میں ابھرتا ہے۔ اور عورت کی خواہشوں کی تکمیل کے سلسلے میں یہ کہا جاسکتا ہے

"بہت نکلے مرے ارماں لیکن پھر بھی کم نکلے"

عورت یقیناً آج خاصی حد تک تعلیم یافتہ اور ترقی یافتہ ہے لیکن ایسی عورتوں کی تعداد ابھی کم ہے۔ اب بھی سماج میں ایسی عورتوں کی تعداد زیادہ ہے جو گھٹی گھٹی تکلیف دہ اور طرح طرح کی الجھنوں سے گھری زندگی گزار رہی ہیں۔ عورت کی شادی کا مسئلہ اب بھی پیچیدہ ہے جب ایک لڑکی برابر یہ سنتی رہتی ہے لڑکے والوں کو خوبصورت پڑھی لکھی اچھا جہیز لانے والی لڑکی چاہیئے اور اس معیار پر وہ نہیں اتر پاتی تو اچانک اس کے دل و دماغ پر چوٹ لگتی ہے اور وہ اپنے اندر انتقامی جذبہ محسوس کرتی ہے ۔ اس جذبہ کے تحت اس سے ایسے اعمال سرزد ہوتے ہیں جو کبھی اس سے سرزد نہیں ہوتے تھے ۔

زندگی میں شریک حیات کے انتخاب کا لمحہ جب بھی آیا تو اس وقت انتخاب کا حق صرف مرد کو دیا گیا اور عورت بیچاری اپنے جذبات اور پسند کا اظہار کیئے بغیر ہی مرد کے ساتھ ہمیشہ کیلئے رخصت کردی گئی۔ ایسی صورت میں ایک طرف اس کا اپنا گھر بار چھوٹا، دوسری طرف جو گھر ملا اس میں اسے مناسب محبت و ہمدردی نہ ملی وہ اندر ہی اندر ٹوٹتی بکھرتی رہی۔ ایک مدت کے بعد جب صبر کا پیمانہ لبریز ہوا تو پھر انجام انتقام کی صورت میں سامنے آیا۔

ایسی تمام زندگیاں ہمارے چاروں طرف بکھری پڑی ہیں کبھی کبھی تو کوئی واقعہ، حادثہ سن کر اچانک ہماری زبان سے نکل جاتا ہے ارے! یہ عورت تو نہایت سیدھی سادی تھی پھر آخر اس میں اتنی ہمت کہاں سے آئی! لیکن نفسیاتی تجزیہ کریں تو اس کے پیچھے نفسیاتی الجھنوں کی ایک داستان چھپی نظر آئے گی اور پھر آگ کے سلگتے رہنے سے شعلہ بھڑکنے تک کا عمل بخوبی نظر آئے گا۔ شوہر اور بیوی کے تعلقات کی کشیدگی کا انجام یہی ہوتا ہے کہ مرد پھر دوسری عورت کے ساتھ زندگی کے خواب بننے لگتا ہے اور عورت کے اردگرد طرح طرح کی نفسیاتی الجھنیں جال پھیلا دیتی ہیں کبھی انتقامی طور پر اس جال میں اپنے آپکو قید کرلیتی اور کبھی انتقامی طور پر جال پھینک کر وہ آزادی کا سانس لیتی ہے ۔

آج کی عورت مرد کی طرح صبح سے شام تک گھر اور باہر مصروف نظر آتی ہے۔ گھر سے باہر نکلنے پر اس کا سابقہ مختلف طرح کے لوگوں سے پڑتا ہے۔ وہ لوگ جن کی زیرنگرانی وہ کام کرتی ہے اسے کبھی کبھی سخت و سست باتیں سننا پڑتی ہیں۔ وہ مرد کی طرح نہ فوراً مقابلے کے لیے آمادہ ہوجاتی ہے اور نہ ہی ان رشتوں سے قطع تعلق کرسکتی ہے لہٰذا یہ ساری ناگوار باتیں اس کی نفسیات پر گہرا اثر ڈالتی ہیں یہ اثرات کسی وقت بھی انتقام کی صورت اختیار کرلیتے ہیں۔ مثال کے طور پر اکثر عورتیں چڑچڑی اور بداخلاق پائی جاتی ہیں جبکہ وہ بھی عورت کی نرم زبان اور نرم مزاج رکھتی ہیں اگر ہم ان کے اس چڑچڑے مزاج پر غور کریں تو معلوم ہوگا کہ سارا دن ان کا ایسے لوگوں سے وابستہ رہتا ہے جس سے ان کے مزاج میں چڑچڑاپن آجاتا ہے اور یہ علامت ہے انتقامی جذبہ کی۔

عورت کی نفسیات سمجھنا یقیناً ایک پیچیدہ مسئلہ ہے لیکن ایک بہت غور طلب نکتہ یہ ہے کہ آج بیشتر گھروں میں عورت مرد کے یا یوں کہیئے شوہر کے مقابلے میں آگئی ہے۔ وہ روز صبح شوہر کی طرح خود تیار ہوکر کالج یونیورسٹی اور دفتر کے لیے روانہ ہوتی ہے۔ کبھی کبھی عورت کی ترقی مرد کے لیے باعث حسد ہوجاتی ہے اور وہ عورت کے ان ترقی کے راستوں پر کانٹے بچھا کر انھیں روک دینا چاہتا ہے۔ ایسی صورت میں عورت اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھتی ہے اور انتقامی طور پر کوئی بھی خطرناک طریقہ اختیار کرلیتی ہے۔

جب کبھی عورت کی خواہشات پر بیجا پابندیاں لگائی گئی ہیں یا اسے کسی بھی طرح کی نفسیاتی تکلیف پہنچائی گئی ہے وہ کسی نہ کسی انتقامی جذبہ سے دوچار ہوگئی ہے ۔ یہ انتقامی جذبہ ڈاکو اور قاتل کی طرح خطرناک بھی ثابت ہوا ہے ۔ اگر ہم اس خطرناک انتقامی جذبہ کا باقاعدہ تجزیہ کریں تو ضرور اس میں نفسیاتی تکلیفوں کا ہی دخل نظر آتا ہے ۔

(اردو سروس سے)

شمسی الحسنی فیض آبادی

اک حادثہ ہوا ترے کوچہ میں کیا گیا
منظر تباہیوں کا نظر میں سما گیا
احساس کو یہ ضد تھی کہ میں جاگتا رہوں
ماحول تھا کہ لوریاں دے کر سلا گیا
ایسی فضا ملی مجھے قرب و جوار کی
محسوس یہ ہوا کہ جہنم میں آگیا
میں ایک ہی جگہ کا نہ ہو جاؤں اس لیے
گذرا جو پاس سے وہی ٹھوکر لگا گیا
بچے اب اپنے گھر کو بھی آتے ہیں اسطرح
جیسے کوئی پڑوس کا آیا چلا گیا
اب یاد اپنے گھر کے در و بام بھی نہیں
جو کچھ بھی دل بہلنے کا سامان تھا گیا

(اردو سروس)

صوفیائے بنگالہ کی فارسی و علمی خدمات

سید منال شاہ القادری

بنگال کی سرزمین وہ سرزمین ہے جس میں سیکڑوں صوفیائے کرام مدفون ہیں جنھوں نے اپنی ہدایت کی روشنی سے ہزاروں تیرہ دلوں کو نور ایماں سے منور فرمایا۔

دفن سورج نیر افلاک ہیں سوئے ہوئے
خضر انجم روشنی پاک ہیں سوئے ہوئے
ناز کر اے خاک بنگالہ تیری آغوش میں
آل و اولاد شہ لولاک ہیں سوئے ہوئے

اکثر و بیشتر صوفیائے کرام جید عالم و اچھے شاعر بھی تھے جن حضرات نے دین کی خدمت کے ساتھ ہی ساتھ علم وادب کو بھی فروغ دیا۔ ڈاکٹر انعام الحق اپنے تخلیقی مقالے A HIST— OF SUFISM IN BENGAL میں لکھتے ہیں کہ جنوبی ہند کے صوفیوں کی طرح بنگال کے صوفیوں نے بھی فارسی زبان کو اپنی تبلیغ کا ذریعہ بنایا۔ ان لوگوں کی خانقاہیں علم وادب کا مرکز رہا کرتی تھیں صاحب خانقاہ خود بھی عالم ہوتے رہے اور ان کے حلقہ بگوشوں میں علماء فضلا ادبا کی ایک کثیر جماعت ہوتی تھی۔

بنگال کے مشاہیر صوفیائے کرام میں سب سے پہلا ذکر حضرت جلال الدین تبریزی کا آتا ہے جن کی وفات پنڈوہ میں ۱۲۲۵ء میں ہوئی۔ ان کے بعد حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت اور حضرت جلال مجرد یمنی وغیرہ تشریف لائے۔ پھر خواجہ غریب نواز حضرت معین الدین چشتی کے حکم سے ان کے مرید حضرت عبداللہ کرمانی نے بنگال کا رخ کیا، ان کے بعد سلطان المشائخ حضرت نظام الدین اولیا کی ایما پر ان کے مرید حضرت اخی سراج نے یہاں تبلیغ کا کام شروع کیا۔ علاوہ بریں حضرت شرف الدین شہید نے پنڈوہ ہگلی میں، حضرت حمید دانشمند نے بنگلکوٹ میں، حضرت شیخ علاءالحق نے گوڑ پنڈوا میں، حضرت مخدوم شاہ نے راجشاہی میں، حضرت بہرام سقانے بردوان میں رشد و ہدایت کا سلسلہ شروع کیا۔

خاندان قادریہ کے حضرت سید شاہ قمیص القادری نے سالار کو اپنا مرکز بنایا۔

ان لوگوں کی خانقاہوں سے جہاں خدا اور رسول کی ہدایت کی کرنیں پھوٹ رہی تھیں وہیں سے علم وادب کی اشاعت بھی ہو رہی تھی۔ خانقاہوں سے متصل مسجدیں اور مدرسے ہوتے تھے جہاں حدیث اور قرآن کے علاوہ عربی و فارسی کی اچھی تعلیم جاتی تھی۔

بنگال کے صوفی خانوادوں میں سب سے زیادہ علمی و ادبی خدمات خاندان قادریہ عالیہ کے مشائخ نے انجام دیا۔ ۱۱۸۰ھ میں پیران پیر دستگیر سیدنا حضرت غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی کے شہزادے قطب الاقطاب حضرت سید شاہ عبداللہ الجیلی، غوث ثانی حضرت سید شاہ ذکر علی القادری ولایت پناہ حضرت سید شاہ روشن علی القادری قطب ربانی حضرت سید شاہ طفیل علی القادری وغیرہ بغداد معلیٰ سے بنگال کی سرزمین بنگل کوٹ میں تشریف لائے یہ تمام حضرات جید عالم، زبردست صوفی اور ولی کامل تھے۔ عربی و فارسی ان لوگوں کی مادری زبان تھی۔ منگل کوٹ میں آپ لوگوں نے خانقاہ بنائی، مسجد تعمیر کرائی اور مدرسے کی بنیاد رکھی۔ حضرت غوث ثانی کی سوانح حیات پر فارسی میں بہت سی کتابیں ہیں جن میں مذاکرہ قطب العالمین چھپ کر منظر عام پر آ چکی ہے۔ یہ کتاب بنگال کی مقفیٰ اور مسجع فارسی ادب کا بہترین نمونہ ہے۔

حضرت غوث ثانی کے بعد آپ کے برادر زادے اور داماد حضرت قطب ربانی سجادہ نشیں ہوئے۔ آپ کے کلام و کرامات فارسی کتاب طغرۂ حامد میں پائے جاتے ہیں۔

آپ کے بعد آپ کے صاحبزادے قطب الاقطاب حضرت سید شاہ مہر علی القادری المعروف بہ اعلیٰ حضور نے مدنی پور کو رشد و ہدایت کا مرکز بنایا۔ یہاں مسجد اور مدرسہ قائم کیا۔ آپ ایک زبردست عالم ہونے کے ساتھ ساتھ اچھے شاعر بھی تھے فارسی کتابیں مثلاً مناقب مہریہ، رسالہ برہانیہ وغیرہ میں آپ کے کلام اور حالات زندگی تفصیل سے ملتے ہیں۔

حضرت اعلیٰ حضور کے تین صاحبزادے تھے جو افق بنگال پر مہر و ماہ کی طرح چمکے۔ بڑے صاحبزادے قطب الاقطاب حضرت عبدالقادر شمس القادر المشہور بہ حضرت مرشد علی القادری اپنے والد ماجد کے جانشین ہوئے۔ ان کا شمار مشاہیر اولیاء میں ہوتا ہے۔ آپ زبردست عالم دین اور بلند پایہ شاعر بھی تھے۔ آپ عاصی اور جمال تخلص فرماتے تھے۔ ڈاکٹر جاوید نہال اپنی تصنیف 'بنگال کا اردو ادب' میں لکھتے ہیں کہ حضرت کو اردو فارسی اور عربی زبان و ادب سے عشق کی حد تک پیار تھا۔ آپ کی تصنیفات بے شمار ہیں جن میں آپ کا ایک ضخیم دیوان اور مختلف موضوع پر کئی رسالے شائع ہو چکے ہیں۔ دیوان میں زیادہ تر اردو کلام ہے آخر میں چند فارسی قطعات و رباعیات بھی شامل ہیں۔

آپ کے والد ماجد کے وصال شریف کے وقت آپ کی عمر بہت کم تھی، اس صغر سنی میں آپ نے ایک قطعہ لکھا تھا۔ ملاحظہ ہو۔

چوں فنانی اللہ شد آں قطب دہر و غوث عصر
حشر برپا گشت از فرط غم و اندوہ و رنج
زد رقم عاصی عجب تاریخ صدری معنوی
آں زماں بد یک ہزار و دو صد و ہشتاد و پنج

ایک جگہ آپ فرماتے ہیں۔

غزل گو مجھ کو کہنا اختراع شاعرانہ ہے
کہ ہوں مدحت سراپا غوث محی الدین جیلانی

آپ کے بعد آپ کے صاحبزادے قطب وقت حضرت سید شاہ ارشاد علی القادری المعروف بہ حضور پاک صاحب سجادہ نشیں ہوئے۔ آپ بھی اپنے والد ماجد کی طرح جید عالم، صوفی اور شاعر بھی تھے خود بھی صاحب قلم اور صاحب دیوان تھے اور اس دور کے اکثر و بیشتر علماء و فضلاء ادباء شعراء کو آپ سے شرف بیعت حاصل تھا۔

بنگال کے اردو کے سب سے بڑے شاعر علامہ وحشت ایک دن آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ کے علم و عرفان کو دیکھ کر اس قدر متاثر ہوئے کہ بے ساختہ کہہ اٹھے۔

حیران تھا میں جلوہ گہ ناز میں ایسا
سمجھا ہی نہیں کس کا تجلی نظر آیا
اک مامن و ملجا کی طلب تھی مجھے وحشت
صد شکر کہ در غوث خدا کا نظر آیا

پھر علامہ وحشت آپ ہی کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے۔

آپ جمیل تخلص فرماتے تھے۔ اردو، فارسی و عربی تینوں زبانوں پر قدرت حاصل تھا۔

حضرت اعلیٰ حضور کے چھوٹے شہزادے ولی عصر حضرت سید شاہ ولی مرشد القادری متخلص بہ مرشد صاحب دیوان اور کثیر تصنیفات کے مالک تھے جن میں توشۂ آخرت و لبّ مرشد امیلاد مرشدی لغات مرشدی وغیرہ مشہور ہیں۔

آپ کے جانشین اور شہزادے حضرت سید شاہ محی الدین ہارون الرشید نے علمی و ادبی خدمت شروع کی لیکن ان کی زندگی نے وفا نہیں کی اور عالم شباب ہی میں واصل بحق ہوئے۔

آپ کے بعد آپ کے صاحبزادے قطب بنگالہ حضرت سید شاہ غلام مصطفےٰ حضرت القادری مدظلہ صاحب سجادہ ہوئے دور حاضر کے زبردست عالم مایہ ناز صوفی اور عظیم شاعر ہیں۔ آپ کا تخلص حضرت ہے۔

حضرت شاکر کلکتوی جانشین وحشت جن کو آپ سے شرف بیعت حاصل تھا، آپ کے متعلق فرماتے ہیں۔

تجھ کو پہنچا دیں گے شاکر مصطفےٰ تک اک دن
پیر و مرشد قطب بنگالہ غلام مصطفےٰ

آپ کے ایک شعر ملاحظہ ہو۔

چھیڑا جو نغمہ عشق کا بزم شہ کے ساز نے
فرق رہا نہ پھر کوئی نغمہ و نغمہ ساز میں

علاوہ بریں اسی خاندان کے چند بزرگ حضرت مولانا سید شاہ عبدالوہاب القادری، حضرت حافظ راشد علی القادری حضرت مولانا عبدالرشید القادری، حضرت ارشاد علی القادری، حضرت تاباں القادری نے بھی علمی و ادبی خدمات انجام دیے ہیں۔
نشاط القادری نے صحیح کہا ہے۔

مزارات شریفا اور آل پاک کی صورت
میرے بنگال میں بھی ہے امانت غوث اعظم کی

(کلکتہ سے نشر)

سید منال شاہ القادری
دربار شریف ۲۲۔ مفید الاسلام لین۔ کلکتہ ۷۰۰۰۱۴

بیوقوفوں کا شہر

سراج انور

(نغمہ فیڈ ان ــ فیڈ آؤٹ)
(دربار کا ہلکا سا شور)

حاجب : (بلند آواز) خاموش، خاموش! با ادب - نگاہیں نیچی! پُرسکون اعلیٰ حضرت والیٔ اندھیر نگری تشریف لا رہے ہیں (شور بند)

عاقل : (دور سے قریب آتے ہوئے) بولو، ہمیں کس نے پکارا ــ فریادی ہم آ گئے۔

فرمانبردار : (ادب سے) عالم پناہ! آج کوئی فریادی حاضر نہیں ہوا۔

عاقل : ہائیں ــ جب فریادی ہی نہیں ہے تو ہماری بادشاہت کس کام کی۔ اب ہم کس کی فریاد سنیں۔

فرمانبردار : میں خود فریادی بن جاتا ہوں، اعلیٰ حضرت۔

عاقل : (خوش ہو کر) اب ہوئی نا بات ــ اب فریاد سننے میں مزہ بھی آئے گا ــ بتاؤ تمہیں کس نے ستایا؟

فرمانبردار : سوناگر والوں نے جہاں پناہ۔

عاقل : (غصہ) کیا کیا ہے انھوں نے ــ ہماری آنکھوں میں یہ سنتے ہی خون اتر آیا ہے۔ اسی لیے ہمیں ہر چیز لال لال نظر آ رہی ہے۔

فرمانبردار : انھوں نے میرے ساتھ ہی نہیں، آپ کے ساتھ بھی غداری اور وعدہ خلافی کی ہے۔

عاقل : ہائیں ــ ایسا ہو گیا اور ہمیں ابھی تک پتہ بھی نہیں، ہمارے دادا جان کی تلوار حاضر کی جائے۔ ہم ابھی انھیں مزہ چکھاتے ہیں۔

فرمانبردار : ابھی نہیں عالم پناہ ــ پہلے پوری کہانی تو سن لیجیے۔

عاقل : (خوش ہو کر) کہانی ــ واہ وا ــ ہمیں کہانی سننے میں بڑا مزہ آتا ہے۔ سناؤ سناؤ۔

فرمانبردار : حضور یہ کہانی سننے کا نہیں سر پیٹنے کا وقت ہے۔

عاقل : تو پیٹو ــ خاموش کیوں کھڑے ہو۔

فرمانبردار : اعلیٰ حضرت ذرا عقل سے کام لیں۔ یہ سوناگر وہی سوناگر ہے جس کے بارے میں جاسوسوں نے آپ کو پہلے ہی بتا رکھا ہے۔

عاقل : (حیرت) یعنی تمہارا مطلب ہے کہ یہ وہی سوناگر ہے جس کے بارے میں ہم نے سن رکھا ہے کہ وہاں کے لوگ ہم سے بھی زیادہ عقلمند ہیں۔ انھوں نے اپنی عقلمندی سے بہت زیادہ سونا اکٹھا کر لیا ہے؟

فرمانبردار : درست فرمایا بندہ پرور!

عاقل : اور جس کے بارے میں یہ بھی سنا ہے کہ وہاں کی ریت سے سونا نکلتا ہے۔ زمین اپنے سینے سے ہیرے جواہرات نکال کر اوپر پھینک دیتی ہے؟

فرمانبردار : بجا فرمایا بندگانِ عالی۔

عاقل : اور جہاں کے لوگ مکانوں کے دروازوں میں سونے کی کیلیں ٹھونکتے ہیں، سونے کے برتنوں میں کھاتے ہیں اور سونے کی گیندوں سے کرکٹ کھیلتے ہیں ــ کیوں؟

فرمانبردار : بجا فرمایا جہاں پناہ۔

عاقل : کمال ہے ــ ہمارے ملک میں سونے کی گنگا بہہ رہی ہے اور ہم اس سے بے خبر ہیں؟

فرمانبردار : کاش یہ گنگا آپ کے محل کے نیچے بہتی!

عاقل : (غصہ) تم احمق اور گدھے ہو ــ نہ جانے کس نالائق نے تمہیں وزیر اعظم بنایا ہے؟

فرمانبردار : (عاجزی سے) آپ ہی نے بنایا تھا جہاں پناہ!

عاقل : (حیرت) ہم نے بنایا تھا! ــ خیر الفاظ واپس کر دو۔

فرمانبردار : کل واپس کر دوں گا حضور ــ آج تو رہنے ہی دیجیے۔

عاقل : (جلدی سے) خیر خیر! ــ مگر فرمانبردار خاں!

فرمانبردار : بندہ پرور!

عاقل : (للچا کر) ہم نے سنا ہے کہ یہ سونے کی گنگا سوناگر کے اندر ہی بہہ رہی ہے۔ ہماری طرف کیوں نہیں آتی؟

فرمانبردار : آ جائے گی حضور ــ حملہ نمبر ۴۲۰ کرنا پڑے گا۔ ۴۱۹ حملے تو آپ دیگر ملکوں پر کر کے منہ کی کھا ہی چکے ہیں۔ ایک اور سہی۔

عاقل : معقول تجویز ــ (للچا کر) ــ مگر بات جی کو لگتی ہے۔ سنا ہے وہاں گیہوں تک سونے کا پیدا ہوتا ہے!

فرمانبردار : آپ کے جی کو لگتی ہو گی مگر میرے جی کو نہیں لگتی۔

عاقل : کیوں ــ؟

فرمانبردار : سونا کھایا کیسے جا سکتا ہے اعلیٰ حضرت۔

عاقل : نہ کھایا جائے مگر جمع تو کیا جا سکتا ہے (چٹخارہ لے کر) میں نے تو یہ بھی سنا ہے کہ وہ لوگ سونے چاندی کی رکابیوں میں کھاتے ہیں اور سونے کی کھڑاویں پہنتے ہیں حد تو یہ ہے کہ ان کے بیلوں کے سینگوں پر بھی سونے کے خول چڑھے ہوئے ہیں۔

فرمانبردار : اسی لیے تو حضور میں نے کہا تھا کہ میں آج کا فریادی ہوں۔ دہائی ہے عالم پناہ دہائی ہے۔

عاقل : تمہاری یہ ادا ہمارے دل کو بھائی ہے۔ بتاؤ تم کیا چاہتے ہو۔

فرمانبردار : انصاف ــ انصاف عالم پناہ انصاف ــ سنا ہے کہ آپ نے پورے ملک میں انصاف کے جھنڈے گاڑ رکھے ہیں ــ!

عاقل : ہاں ــ ان میں سے بہت سے پھٹ بھی گئے ہیں اب دوسرے لگوا دیں گے۔

فرمانبردار : میرے ساتھ بھی انصاف کیجیے عالم پناہ۔

عاقل : فریادی وزیر اعظم ــ ایک بار تم ہی نے کہا تھا کہ ہماری رعایا ہمیں بیوقوف سمجھتی ہے۔ کہتی ہے کہ ہماری حکومت میں شیر اور بکری ایک ہی گھاٹ پر پانی نہیں پی سکتے ــ یاد ہے کہ پھر ہم نے کیا کیا تھا؟

فرمانبردار : یاد ہے بندہ پرور ــ تب آپ نے ایک شیر اور ایک بکری پال لی تھی۔ بکری کی زنجیر پکڑ کر اور شیر کو پنجرے میں بند کر کے آپ دونوں کو دھوبیوں کے گھاٹ پر پانی پلانے لے جاتے تھے۔ آپ نے دونوں کو ایک ساتھ پانی پلا کر بہترین انصاف کیا تھا۔

عاقل : لہٰذا طے پا گیا، ہم تمہارے ساتھ بھی انصاف کریں گے اور سوناگر پر کل ہی حملہ نمبر ۴۲۰ کر دیں گے۔

فرمانبردار : (خوش ہو کر) واہ اعلیٰ حضرت واہ ــ آپ نے تو میرے منہ کی بات چھین لی۔

عاقل : حالانکہ تمہاری بک بک سن کر دل چاہتا ہے کہ زبان بھی چھین لیں ــ مگر خیر فی الحال ہم اس نیک ارادے سے باز رہتے ہیں اور تمہیں حملے کی خوشخبری سناتے ہیں۔ ویسے بھی اگر ہم نے حملہ نمبر ۴۲۰ نہیں کیا تو رعایا سمجھے گی کہ ہم کچھ نہیں کر رہے ہیں اور خالی بیٹھے ہوئے مکھیاں مار رہے ہیں۔ لہٰذا فوج کو کل حرکت کا حکم صادر کر دو۔

فرمانبردار : (خوش ہو کر) ضرور عالی جاہ۔ حرکت ہی میں برکت ہے۔ اس طرح آپ کی گدی محفوظ رہے گی۔

عاقل : ہمارا دل بھی گدی سے اُچاٹ ہو گیا ہے۔ اب ہم سونے کے تخت پر بیٹھیں گے۔ نہ رہے گا بانس نہ بجے گی بانسری۔ یہ سونے کا تخت اب سوناگر کی دولت ہی سے بنے گا۔ کل مابدولت خود حملے کی کمان سنبھالیں گے اور سوناگر کے گدھوں کو چھٹی کا ہی نہیں بلکہ ساتویں کا دودھ بھی یاد دلا دیں گے ــ اب تم جا سکتے ہو۔ مابدولت نے

بہترین انصاف کر دیا ہے۔

فرمانبردار: ہاں عالم پناہ ــ اب میں خوش ہوں۔ لڈو ٹوٹے گا تو بھورا تو جھڑے گا ہی۔

عاقل: (ہنستا ہے) تم بہت تیز ہو فرمانبردار خاں۔ خیر تمہیں بھی کمیشن عطا کیا جائے گا۔

فرمانبردار: عنایت ہے حضور۔ بندہ کس قابل ہے۔

عاقل: دربار برخاست کیا جاتا ہے۔ کل حملے کی تیاری کیجائے۔

(نغمہ بجتا ہے)

(شور و غل)

آواز ۱: آگئے آگئے حکمت خاں آگئے۔ خاموش ہوجاؤ۔

(شور کم ہوجاتا ہے)

حکمت: (بوڑھا لہجہ) کیا بات ہے۔ آج پنچایت کی ضرورت کیوں پڑگئی؟

آواز ۲: بابا آج صبح ہی ہمارا ایک ہرکارہ اندھیر نگر سے بڑا تیز گھوڑا دوڑاتا ہوا یہاں آیا ہے۔ وہ عجیب باتیں کہہ رہا ہے۔

حکمت: کیسی باتیں۔ کہاں ہے وہ؟

ھرکارہ: میں ہوں بابا۔

حکمت: بتاؤ کیا خبر لائے ہو؟

ہرکارہ: جناب میں کل اندھیر نگر میں گھوم پھر رہا تھا کہ مجھے خبر لگی کہ عاقل خاں بادشاہ ہمارے سونانگر پر حملہ کرنے کی تیاریاں کر رہا ہے۔ اس کے وزیر فرمانبردار خاں نے اسے جھوٹی سچی باتیں بتا دی ہیں۔ اس سے کہا ہے کہ سونانگر پر جو بارش ہوتی ہے اس کی بوندیں بھی سونے کی ہوتی ہیں۔ ہمارے کھیتوں میں گیہوں کی جگہ سونا پیدا ہوتا ہے۔ ہمارے رتیلے میدانوں میں سونے کی ریت بکھری ہوئی ہے ــ بادشاہ بہت لالچی ہے بابا۔ اس کی فوج میرے پیچھے پیچھے روانہ ہوگئی ہے۔ وہ کل صبح تک سونانگر پہنچ جائے گی۔

حکمت: یہ تو بہت بُری خبر ہے ہماری دولت پر تو اس کی نظر ہے لیکن ہم جو دن رات محنت کرتے ہیں وہ کسی کو دکھائی نہیں دیتی! محنت کر کر کے ہی تو ہم نے دولت جمع کی ہے اور ہم خوشحال ہیں۔ اور ہماری خوشحالی بادشاہ کو ایک آنکھ نہیں بھاتی۔

آواز ۱: ہمیں یہی فکر ہے حکمت بابا۔ اب بتائیے ہم کیا کریں۔

حکمت: فکر مت کرو۔ میں نے بھی کچی گولیاں نہیں کھیلی ہیں۔ میں تم سب سے جو کہوں، وہ مانو گے؟

(ایک دم شور شروع ہوتا ہے)

بہت سی آوازیں: ہاں ہاں ضرور مانیں گے۔ ضرور مانیں گے۔

حکمت: خا[...] رہو خاموش۔ اور میری بات غور سے سنو۔ تم میں سے کوئی بھی دس آدمی اور عورتیں میرے ساتھ چلیں۔ میں ان سے جو کہوں وہ کریں۔ پھر میں دیکھتا ہوں کہ بادشاہ کس طرح سونانگر پر حملہ کرتا ہے۔

آوازیں: ہم تیار ہیں۔ ہم تیار ہیں۔ جو حکمت خاں کہیں گے وہ ہم ضرور مانیں گے ــ آؤ بابا کے ساتھ چلیں۔

(آوازیں دور ہوتی جاتی ہیں۔ ساز بجتا ہے)۔

(جنگی طبل کی آوازیں۔ ظاہر کرنا ہے کہ فوج شہر کے قریب آگئی ہے)

عاقل خاں: (بلند آواز) رُک جاؤ ــ رُک جاؤ (درمیانی آواز) فرمانبردار خاں۔

فرمانبردار: عالم پناہ۔

عاقل: ایسا لگتا ہے کہ سونانگر والوں کو ہماری آمد کی خبر نہیں ہے۔ انھوں نے ہم سے مقابلے کے لیے اپنی فوج نہیں بھیجی؟

فرمانبردار: ایسا ہی لگتا ہے بندہ پرور ــ یہ لوگ سہم کر گھروں میں چھپ گئے ہیں۔ انھوں نے شہر پناہ کا دروازہ بھی بند کر رکھا ہے۔

عاقل: اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ہم سے مقابلہ نہیں کرنا چاہتے اور بغیر لڑے بھڑے شہر ہمارے حوالے کرنا چاہتے ہیں!

فرمانبردار: درست فرمایا عالی جاہ۔

عاقل: تو پھر کیوں نہ ہم اپنے ہاتھی کو دروازے تک لے جائیں۔ اگر کوئی نہ ہوگا تو ہاتھی دروازہ توڑ کر اندر داخل ہوجائے گا۔

فرمانبردار: یہ بھی درست ہے اعلیٰ حضرت۔ اے فیل بان! حضور کا ہاتھی آگے بڑھاؤ۔

(جنگی طبل پھر شروع ہوجاتا ہے)

(کچھ وقفے تک بجتا رہتا ہے)

لیجیے حضور! ہم فصیل کے دروازے تک آپہنچے۔

عاقل: مگر کوئی ہمارے استقبال کو نہیں آیا؟

فرمانبردار: عالی جاہ میرے خیال میں کوئی آیا تو ہے ــ وہ دیکھئے۔ دروازہ تھوڑا سا کھول کر کوئی ڈاڑھی والا بوڑھا آدمی جھانک تو رہا ہے۔

عاقل: (ہنستا ہے) بس صرف ایک ڈاڑھی والا آدمی! اب ہمارا ہاتھی دروازے تک تو پہنچ ہی گیا ہے۔ تم اپنا گھوڑا روک لو اور اس احمق سے دریافت کرو کہ اسنے دروازہ کیوں بند کر رکھا ہے؟

فرمانبردار: (بلند آواز) اے بوڑھے آدمی ــ تم کون ہو اور اپنی سفید ڈاڑھی کیوں بار بار ہلا رہے ہو؟

حکمت: حضور میں شہر والوں کا سفیر ہوں۔ میرا نام حکمت خاں ہے۔ میرے پاس سفید رومال نہیں ہے اس لیے اپنی سفید ڈاڑھی صلح کی خاطر لہرا رہا ہوں۔ میں اس شہر کا سب سے عقلمند آدمی ہوں۔

عاقل: خوب! ہم اس بات سے خوش ہوئے۔ مگر تمہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ ہم تمہارے شہر پر حملہ کرنے تشریف لائے ہیں۔

حکمت: مگر جہاں پناہ! اتنے معمولی سے کام کے لیے اتنی بڑی فوج کو ساتھ لانے کی کیا ضرورت تھی؟

عاقل: ہم تو خود ہی ٹہلتے ہوتے آجاتے۔ لیکن حملہ کرنے کے لیے فوج ضروری ہوا کرتی ہے۔ ہم تمہارے شہر کی اینٹ سے اینٹ بجا دینا چاہتے ہیں۔

حکمت: تو یہ کون سا مشکل کام ہے ــ اسے یہ لیجیے، میں نے زمین پر سے یہ دو اینٹیں اٹھالی ہیں۔ ایک سپاہی سے کہئے کہ یہ اینٹیں لے جاکر آپ کو دیدے۔

عاقل: ہمیں کیوں دیدے؟

حکمت: آپ دونوں اینٹوں کو آپس میں بجا دیجیئے گا۔ اینٹیں ہمارے شہر کی ہیں۔ اس طرح ہمارے شہر کی اینٹ سے اینٹ بج جائے گی۔

عاقل: لاحول ولاقوۃ! تم اس شہر کے سب سے عقلمند آدمی ہو اور مجھے اینٹ بجانے کا مشورہ دے رہے ہو۔ تمہاری عقلمندی اسی سے ظاہر ہے۔

حکمت: (خوش ہوکر) ظاہر ہے نا ــ واہ وا ــ شہر میں تو کوئی میری قدر کرتا ہی نہیں۔ ایک آپ ہی قدرداں ملے ہیں۔

عاقل: (غصّے سے) اچھا باتیں مت بنا۔ دروازہ کھول دے اور ہمارے ہاتھی کو اندر داخل ہونے دے۔

حکمت: (گھبراکر) نہیں نہیں حضور! ایسا غضب بھی مت کیجیئے گا اگر میں نے دروازہ پورا کھول دیا تو غضب ہوجائے گا۔

فرمانبردار: (حیرت سے) غضب کیوں ہوجائے گا؟

حکمت: دروازہ کھول دینے پر حضور ہمارے شہر کی تمام ہوا باہر نکل جائے گی اور ہم مر جائیں گے۔

عاقل: واہ یہ نئی سنی (ہنستا ہے) کیوں فرمانبردار خاں! تم تو کہتے تھے کہ یہ عقلمندوں کا شہر ہے ــ اب بولو؟

فرمانبردار: کیا عرض کروں حضور! میں نے سنا تو یہی تھا۔

عاقل: (بلند آواز) بوڑھے! دروازہ کھول دے، ہم اندر جائیں گے۔

حکمت: کیا غضب کرتے ہیں بندہ پرور ــ اگر آپ آنا ہی چاہتے ہیں تو ہاتھی سمیت بیشک اندر آجائیں۔ مگر وزیر اعظم صاحب کو باہر ہی کھڑا رہنے دیں۔ ہمارے پاس صرف ایک آدمی اور ہاتھی کی فالتو ہوا تو موجود ہے مگر وزیر اعظم اور گھوڑے کی نہیں ہے۔

عاقل: چلو ٹھیک ہے۔ صرف ہم ہی اندر آتے ہیں ــ تم دروازہ کھول دو

(دروازہ کھلنے کی بھاری آواز)

حکمت: کھول دیتا ہوں ــ بس تھوڑا سا کھول دیتا ہوں ــ تشریف لے آیئے۔ اندر آجائیے ــ بس بس۔ ٹھیک اب میں دروازہ پھر بند کر دیتا ہوں۔

(دروازہ بند ہونے کی بھاری آواز)

عاقل: (خوش ہوکر) واہ ــ بہت خوبصورت شہر دکھائی دیتا ہے۔ لیکن یہاں سناٹا کیوں ہے؟

حکمت: ہوا کی کمی کی وجہ سے لوگ اندر کمروں میں بیٹھے ہوئے اونگھ رہے ہیں اعلیٰ حضرت!

عاقل: مگر تم کیوں نہیں اونگھ رہے؟

حکمت: میری عمر اسّی سال کی ہے جہاں پناہ ــ میں اسّی سال

سے ہوا کھا رہا ہوں اور وہ میرے پھیپھڑوں میں جمع ہے۔

عاقل: (اکتا کر) اچھا اچھا ٹھیک ہے — مگر سنو، یہ — اس طرف کیا ہو رہا ہے؟

حکمت: کہاں عالم پناہ؟

عاقل: ایسا لگتا ہے کہ یہ کھیت پک کر تیار ہو چکا ہے مگر بہت سارے مزدور کھیت کے چاروں طرف بہت اونچی دیوار کیوں بنا رہے ہیں؟

حکمت: کیوں جہاں پناہ۔ کیا آپ کے شہر کے کھیتوں کی دیوار نہیں بنائی جاتی؟

عاقل: نہیں۔ اور پھر اتنی تیزی سے بھی نہیں بنائی جاتی جتنی تیزی سے یہاں بن رہی ہے؟

حکمت: کیسی باتیں کرتے ہیں حضور (ہنس کر) شاید آپ مجھ سے مذاق کر رہے ہیں۔

عاقل: (ڈانٹ کر) بکواس مت کرو۔ ہم بادشاہ ہیں۔ ہم کسی سے مذاق نہیں کرتے۔ بتاؤ دیوار بنانے کی کیا ضرورت ہے؟

حکمت: ضرورت تو ہے حضور — کیونکہ اگر کھیت کے چاروں طرف دیوار نہ بنائی جاتی تو بندہ پرور چڑیاں آ کر کھیت نہ چگ جائیں گی!

عاقل: (غصہ) کیا بکواس ہے؟

حکمت: بکواس نہیں حقیقت ہے اعلیٰ حضرت، ہمارے بزرگوں نے اسی لیے تو یہ محاورہ بنایا ہے۔ برسوں پہلے انھوں نے کھیتوں کے چاروں طرف دیوار نہیں بنوائی تھی چڑیاں آ کر سب کھیت چگ گئیں۔ تب ہمارے دادا کے دادا کے دادا نے ہاتھ ملتے ہوئے کہا تھا۔ اُف! اب پچھتائے کیا ہوت، جب چڑیا چگ گئی کھیت؟

عاقل: سمجھ میں نہیں آتا کہ ہم تمہارا کیا کریں؟

حکمت: کیا کریں سے کیا مطلب حضور؟

عاقل: فرمانبردار خاں نے کہا تھا کہ اس شہر کے لوگ بہت عقلمند ہیں اور اپنی عقلمندی کی ہی وجہ سے انھوں نے بے انتہا دولت اکٹھا کر لی ہے۔ اس دولت کو ہتھیانے کے لیے ہی ہم یہاں تشریف لائے ہیں۔

حکمت: سمجھ گیا بندہ پرور!

عاقل: لیکن ایسا لگتا ہے کہ ہمارا تشریف لانا بیکار ہی گیا کیونکہ ہم نے تم جیسے نمونے کو دیکھ لیا تو سمجھ لو کہ پورے شہر کو دیکھ لیا۔

حکمت: (انکسار سے ہنستا ہے) کیوں بندے کو کانٹوں میں گھسیٹ رہے ہیں۔ آئیے۔ آگے تشریف لے چلئے۔

بُدھو: (دور سے) ارے بھئی ہاتھی والے۔ اے بھائی ہاتھی والے (آواز کمزور نکل رہی ہے)

عاقل: یہ کون بدتمیز ہے جسے بات کرنے کی بھی تمیز نہیں ہے؟

حکمت: یہ علاقے کا سب سے کاہل آدمی ہے اعلیٰ حضرت (بدھو کو ڈانٹ کر) ارے خاموش، بادشاہ سلامت ہیں۔

بدھو: (کمزور آواز) بادشاہ ہیں تو جیسے دوسروں کے کام کرتے ہیں ویسے ہی میرا بھی ایک کام کر دیں۔

عاقل: (غصے سے) کیا کام ہے؟

بدھو: بادشاہ سلامت! آپ دیکھ ہی رہے ہیں کہ میں ایک بیری کے پیڑ کے نیچے لیٹا ہوا ہوں۔

عاقل: (غصہ) ہاں دیکھ رہے ہیں۔

بدھو: کم بخت ایک بیر اوپر سے ٹوٹ کر میرے سینے پہ آ گرا ہے۔

عاقل: پھر —؟

بدھو: مجھے ہاتھ ہلاتے ہوئے تکلیف ہوتی ہے۔ عنایت ہو گی اگر یہ بیر اٹھا کر میرے منہ میں رکھ دیں۔

عاقل: (بے حد غصہ) نابکار گردن زدنی — بے ادب، کیا بکواس کرتا ہے۔ جانتا نہیں کہ ہم بادشاہ ہیں۔

حکمت: غصہ مت کیجیے جہاں پناہ — یہ شخص جانتا تو ہے مگر یہ کاہل ہی اتنا ہے کہ بیر خود اٹھا کر اپنے منہ میں نہیں رکھ سکتا!

عاقل: (حیرت) کمال ہے جس شہر میں اتنے کاہل لوگ بستے ہوں کہ اپنے سینے سے بیر اٹھا کر اپنے منہ میں بھی رکھ سکتے ہوں وہاں سونا کون جمع کر سکتا ہے اسے تو چست اور پھرتیلا انسان ہی بھاگ دوڑ کرنے کے بعد جمع کر سکتا ہے!

حکمت: میں بھی یہی عرض کر رہا تھا عالی جاہ — یہ پورا شہر ہی بیوقوف اور کاہل لوگوں سے بھرا ہوا ہے — آئیے آگے چلیں۔

بدھو: (پکار کر) کہاں جاتے ہو بھائی، بیر تو اٹھا کر میرے منہ میں رکھتے جاؤ — ارے بھیا میں بھوکا مر جاؤں گا سنو بادشاہ سلامت!

عاقل: (غصہ) ہمارا جی چاہتا ہے کہ اس کاہل آدمی کی گردن تلوار سے اڑا دیں۔ مگر افسوس ہم ایسا نہیں کر سکتے۔

حکمت: کیوں عالی جاہ!

عاقل: برسوں ہو گئے ہمیں کسی سے لڑے ہوئے۔ ہماری تلوار نیام میں پھنس کر رہ گئی ہے — لیکن (دور سے کتے کے بھونکنے کی آواز قریب آتی ہے) وہ — اُدھر — وہ آدمی کتے کے ساتھ کیا کر رہا ہے؟

حکمت: آئیے چل کر دیکھتے ہیں (وقفہ، کتے کی آواز قریب آتی ہوئی) کیوں بھئی دُم دار سنگھ — یہ کیا کر رہے ہو؟

عاقل: پہلے اس سے کہو کہ وہ ہمیں سلام کرے۔

حکمت: اوہ — معافی چاہتا ہوں حضور — ارے بھئی دمدار سنگھ — یہ ہمارے بادشاہ سلامت ہیں، فاتح اعظم حضور عاقل خاں۔

دُمدار: آداب بجا لاتا ہوں بندہ پرور

عاقل: کیا بات ہے — تم اپنے کتے کے ساتھ کیا کر رہے ہو؟

دُمدار: میں اس کی دُم پر ہاتھ پھیر رہا ہوں حضور!

عاقل: کیوں — اس سے فائدہ؟

دُمدار: میں اس کی دُم سیدھی کر رہا ہوں سرکار!

عاقل: دُم سیدھی کر رہے ہو؟

دُمدار: جی ہاں بادشاہ سلامت! میں بارہ برس سے اس کی دم سیدھی کرنے میں لگا ہوا ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ آج ضرور ہو جائے گی۔

عاقل: (بُری طرح ہنستا ہے اور ہنسی کے درمیان ہی بولتا جاتا ہے) واہ وا — واہ — کمال ہے، بخدا حکمت خاں ہم نے ایسا شہر اور ایسے آدمی آج تک نہیں دیکھے۔ یعنی یہ شخص بارہ سال سے کتے کی دم سیدھی کرنے میں لگا ہوا ہے — حیرت ہے، حیرت ہے — ارے احمق! کبھی کتے کی دم بھی سیدھی ہوئی ہے؟

دُمدار: آج ضرور ہو جائے گی جہاں پناہ!

عاقل: (پھر ہنستا ہے) آج ہو جائے گی۔ واہ وا — چلو مہاوت یہاں سے آگے بڑھو۔ کہیں ان لوگوں کی بیوقوفیاں مجھ پر بھی سوار نہ ہو جائیں۔

حکمت: میرا خیال ہے کہ رک کر دیکھ ہی لیں۔ ہو سکتا ہے کہ ہو جائے سیدھی۔

عاقل: (غصہ) چلو بڑے میاں چلو — بخدا ہم تو یہاں آ کے بہت پچھتائے۔

حکمت: جی بہتر ہے۔

عاقل: اچھا سنو — وہ دیکھو ذرا — اس آدمی کو کیا ہوا جو اونچے مکان کی چھت پر بیٹھا ہوا منہ پھلا رہا ہے؟

حکمت: وہ — وہ تو کلوا ہے جہاں پناہ!

عاقل: کلوا تو ہے لیکن وہ کر کیا رہا ہے؟

حکمت: پھونکیں مار رہا ہے۔

عاقل: کیوں مار رہا ہے پھونکیں؟

حکمت: بات یہ ہے عالی جاہ کہ اس آدمی کی ہوائی چکی یہاں سے ایک کیلومیٹر دور ہے۔ یہ اس کی طرف پھونکیں مار رہا ہے۔

عاقل: کیوں؟ آخر اس سے فائدہ؟

حکمت: تاکہ اس کی چکی چلے — پہلے وہ اندر کا سانس کھینچ کر دونوں گالوں میں ہوا بھر لیتا ہے۔ پھر چکی کی طرف زور کی پھونک مارتا ہے۔ پھونکوں سے چکی چلتی ہے گیہوں پستا ہے اور شہر والوں کو اناج ملتا ہے۔

عاقل: اچھا! یعنی اس کی پھونکوں سے چکی چلتی ہے — (زور سے ہنستا ہے) بخدا اب میں ضبط نہیں کر سکتا۔ ہنستے ہنستے کہیں میرا پیٹ نہ پھٹ جائے۔ کمال ہے یعنی اس آدمی کی پھونکوں سے ایک میل دور کی ہوائی چکی چلتی ہے۔ حد ہو گئی حماقت کی — کیسے کیسے احمقوں سے ملاقات ہو رہی ہے۔ کس گدھے نے مجھ سے کہہ دیا تھا کہ یہ عقلمندوں کا شہر ہے۔ چلو چلو — اب تو مجھے بھی مزہ آنے لگا ہے — مجھے شہر کے ایک ایک کونے تک لے چلو — ہو سکتا ہے کہ کچھ اور گدھے بھی یہاں بستے ہوں۔

حکمت: عالم پناہ — حالانکہ میری سمجھ میں نہیں آیا کہ حضور کس بات پر ہنس رہے ہیں۔ پھر بھی میں آپ کا حکم بجالانا اپنا فرض سمجھتا ہوں۔ اس مکان کے برابر سے ہو کر ہم گلی گلی دوسرے کوتے تک جاسکتے ہیں۔

عاقل: چلو چلو— (یاد کر کے ہنستا ہے) بھئی واہ۔ ایک آدمی کتے کی دم سیدھی کرنے میں لگا ہے اور دوسرا اپنی پھونکوں سے ہوائی چکی چلا رہا ہے — واہ وا۔ کمال ہے۔ کیسا نرالا شہر ہے۔

(دور سے ایک عورت کے کوسنے کی آواز آرہی ہے)

عورت: ٹھہر جا کم بخت۔ اب کے تو آ کر دیکھ — نہ پھکنی سے خبر لی ہو تو میرا نام نہیں۔

عاقل: (غصے سے) یہ کون نا ہنجار عورت ہے جو ہمیں برا بھلا کہہ رہی ہے؟

عورت: کلموئے، خدا کرے تو لنگڑا ہو جائے۔ تجھے روٹی کا ذرا سا ٹکڑہ بھی نصیب نہ ہو۔

عاقل: (بحد طیش) بخدا ہم اس عورت کی زبان گدی سے کھینچ لیں گے — ہماری شان میں ایسی گستاخی؟

حکمت: بندہ پرور آپ تو ہاتھی پر سوار ہیں، میں پیدل ہوں۔ آپ آسانی سے گھر میں جھانک سکتے ہیں اور دیکھ سکتے ہیں کہ وہ کیسے کوس رہی ہے؟

عاقل: ٹھیک ہے ہم جھانک کر دیکھتے ہیں۔

عورت: خدا کرے تو مٹ جائے، تیرا جنازہ نکلے کلموئے کل موئے — (کوے کی کائیں)

عاقل: کیوں عورت، یہ کیا گستاخی ہے۔ کیا تو ہمیں کوس رہی ہے؟

عورت: ائے ہے، تم کون ہو جی جو پرائے گھروں میں جھانکتے پھر رہے ہو؟

عاقل: (غصہ) نامعقول عورت ہم بادشاہ ہیں۔ اندھیر نگر کے بادشاہ — اعلیٰ حضرت عاقل خاں ابن خاقان اعظم فاتح خاں!

عورت: (ندامت سے) اوہ! معاف کرنا بادشاہ سلامت، میں پہچان نہیں سکی تھی — میں آپ کو نہیں کوس رہی تھی۔

عاقل: پھر کسے کوس رہی تھی؟

(کوے کی کائیں کائیں)

عورت: اس موئے کوے کو جو منڈیر پر بیٹھا ہوا کائیں کائیں کر رہا ہے۔ (کوے کی کائیں کائیں)

عاقل: کیوں — کوے نے تیرا کیا بگاڑا ہے؟

عورت: اے حضور کیا بتاؤں — آپ دیکھ رہے ہیں نا کہ میں اس وقت روٹی پکا رہی ہوں۔

عاقل: ہاں — ہم دیکھ رہے ہیں۔ آگے بول۔

عورت: میرے اچھے بادشاہ سلامت۔ ہم غریب لوگ ہیں۔ روٹی کے ایک ایک ٹکڑے کو ترستے ہیں۔ میں تو اتنی محنت سے روٹی پکاتی ہوں اور یہ موا نصیبوں جلا روز ایک روٹی چونچ میں دبا کر چلا جاتا ہے۔

عاقل: تو تم اسے نیچے آنے ہی کیوں دیتی ہو؟

عورت: کیا کروں حضور — دیوار کے ساتھ جو سیڑھی لگی ہوئی ہے۔ یہ اس پر سے پھدک پھدک کر اترتا ہے۔ روٹی چونچ میں دبا لیتا ہے اور پھر سیڑھی کے ڈنڈوں پر پھدک پھدک کر چڑھتا ہے اور موا منڈیر پر جا بیٹھتا ہے۔

عاقل: ہوں — لیکن کوئے تو روٹی لے ہی جایا کرتے ہیں۔ پرندے ہیں۔

عورت: اب کیسے لے کر جائے گا۔ اب تو میں نے ایک ترکیب سوچ لی ہے۔

عاقل: (حیرت سے) کونسی ترکیب؟

عورت: بادشاہ سلامت میں نے ایسی ترکیب سوچی ہے کہ یہ کم بخت دیوار پر بیٹھا ہی کائیں کائیں کرتا رہے گا اور نیچے نہ آسکے گا۔

عاقل: کیا کیا ہے تو نے — منہ سے تو پھوٹ؟

عورت: حضور میں سیڑھی دیوار سے ہٹا کر زمین پر لٹا دیتی ہوں۔ جب سیڑھی ہی نہ ہو گی تو نیچے کیسے آئے گا؟ کیوں حضور؟

عاقل: واہ واہ واہ — جواب نہیں ہے تیرا (ہنستا ہے) خدا کی قسم کیسے کیسے عمدہ لوگ مل رہے ہیں اس شہر میں — حکمت خاں؟

حکمت: جی عالم پناہ!

عاقل: تم نے سنا یہ عورت کیا کہہ رہی ہے؟

حکمت: نہیں بندہ پرور!

عاقل: یہ کہتی ہے کہ جب اس نے دیوار سے لگی ہوئی سیڑھی ہٹالی ہے تو پھر بھلا کوا نیچے کس طرح اتر سکتا ہے (ہنستا ہے)

حکمت: بات تو ٹھیک ہی لگتی ہے حضور۔

عاقل: (ہنسی کے درمیان) ہاں ہاں، تم بھی تو احمقوں کے شہر میں رہنے والے ہو — تم بھی یہیں کے رہنے والے ہو!

حکمت: اب میں کیا کہوں جہاں پناہ؟

عاقل: بس بس — بہت ہو چکا۔ اب مجھ سے برداشت نہیں ہو سکتا۔ میں اب واپس جاؤں گا اور اس گدھے فرمانبردار خاں کی کھال کھنچوا دوں گا جس نے مجھے بتایا تھا کہ یہ عقلمندوں کا شہر ہے اور یہاں ہر طرف سونا ہی سونا بکھرا رہتا ہے۔

حکمت: اس نے ٹھیک کہا تھا اعلیٰ حضرت۔ سونا تو ہر طرف بکھرا ہوا ہے۔

عاقل: (تعجب سے) کیا مطلب؟

حکمت: مطلب یہ حضور کہ ہر گھر میں ہر شخص سو رہا ہے۔ کوئی باہر ہی نہیں نکلتا۔ ہر گھر میں سونا ہے۔

عاقل: (تعجب سے) اوہ — تو سونے کا مطلب دراصل یہ تھا؟

حکمت: جی بندہ پرور! (لوگوں کا شور سنائی دیتا ہے)

عاقل: بس تو ہم ابھی واپس جائیں گے اور فرمانبردار خاں کو نافرمانبردار مان کر اسے سزا دیں گے۔

حکمت: یہ تو بڑی خوشی کی بات ہے۔

عاقل: لیکن یہ شور کیسا ہے — ادھر وہ آدمی کیا کر رہے ہیں — آؤ چلو دیکھیں — (وقفہ) (جس میں شور سنائی دیتا رہتا ہے) ارے یہ کیا ہو رہا ہے — جھک کر آداب بجالاؤ — ہم بادشاہ سلامت ہیں۔

ایک ساتھ سب: سلام عالی جاہ — سلام جہاں پناہ!

عاقل: یہ کیا ہو رہا ہے، تم درخت کی طرف رسہ کیوں اچھال رہے ہو؟

حکمت: عالی جاہ یہ مشورہ میں نے ہی انھیں دیا تھا۔

عاقل: کیوں —؟

حکمت: ہمارے شہر کے ایک آدمی کا لڑکا غلطی سے درخت پر چڑھ گیا تھا۔ یہ لوگ اس کی طرف رسہ اچھال رہے ہیں، لڑکا رسہ پکڑ کر اپنی کمر سے باندھ لے گا۔ پھر یہ لوگ اسے زور لگا کر نیچے کھینچ لیں گے۔

عاقل: کھینچ لیں گے — کیا بکواس ہے۔ کیا اس طرح لڑکا مر نہ جائے گا؟

حکمت: کیسے مر سکتا ہے حضور۔ ہمارے پانچ سو پچپن نمبر کے دادا نے ایک بار اسی طرح سے ایک لڑکے کو کنوئیں میں سے نکالا تھا۔

عاقل: (زور سے ہنستا ہے) بس بس بس — خدا کے لیے اب ہمیں زیادہ نہ ہنساؤ۔ ہمارا پیٹ دکھنے لگا ہے بخدا اب ہم زیادہ ہنس نہیں سکتے۔ ہم ابھی واپس جاتے ہیں۔ احمقوں کے اس شہر میں رہ کر تو ہم بھی احمق ہو جائیں گے۔ ہم شہر پناہ کے دروازے سے باہر نکلتے ہی گدھے فرمانبردار خاں کی سرکوبی کریں گے۔ اسی نے بتایا تھا کہ سونا نگر کی دیواریں سونے کی ہیں — بھلا ایسا کس طرح ہو سکتا ہے۔

حکمت: مگر اعلیٰ حضرت!

عاقل: بات مت کرو ہم سے۔ کہیں تمہاری حماقت کے جراثیم ہمارے اڑ کر نہ لگ جائیں۔ ہم سمجھتے تھے کہ تم لوگ عقلمند ہو گے، ہم اسی لیے حملہ کرنے چلے آئے کیونکہ ہم جانتے تھے کہ صرف عقلمند ہی سب سے زیادہ دولت جمع کرنے کی طاقت رکھتے ہیں۔ لیکن یہ دیکھ کر تو ہمیں بے حد تعجب ہوا کہ جب پورا شہر ہی گدھوں سے بھرا ہوا ہے تو بھلا دولت کس نے جمع کی ہو گی۔

حکمت: (چبھتے ہوئے لہجہ میں) ہم نے دولت تو ضرور جمع کی ہے اعلیٰ حضرت — کچھ میں آپ کے ہاتھی کی سونڈ میں ڈال رہا ہوں — (ہاتھی کی چنگھاڑیں)

عاقل: (گھبرا کر) ارے رے — یہ کیا کیا تم نے، ہمارا ہاتھی تڑپنے کیوں لگا — (ہاتھی کی چنگھاڑ) ارے احمق کیا کر دیا تو نے — ہمارا ہاتھی ڈگمگا رہا ہے — اُف، وہ گر رہا ہے ہمارا ہودہ بھی گر رہا ہے — مر گیا — بچاؤ — کوئی بچاؤ فرمانبردار خاں —!

حکمت: کوئی آپ کو بچانے نہیں آئے گا۔ میرا نام حکمت خاں ہے اور میں نے حکمت سے کام لے کر آپ کی فوج

اور فرمانبردار خاں کو شہر پناہ سے باہر ہی رہنے دیا۔ آپ نے درست کہا تھا کہ یہاں سونا اور چاندی کے ڈھیر لگے ہیں۔ ہم احمق نہیں بادشاہ سلامت۔ ہم سب لوگ عقلمند ہیں۔ احمقوں کو تو دنیا میں جینے کا حق ہی نہیں ہے۔ اگر احمق زندہ ہوتے ہیں تو پھر آپ جیسے احمق ان پر حملہ کرنے آجاتے ہیں۔

عاقل : کیا بکتے ہو۔ ہم احمق ہیں کیا؟

حکمت : یقیناً میں جبھی تو آپ شہر کی کچھار میں اکیلے آپھنسے ہیں۔ وہ دیکھئے۔ آپ کو سب طرف سے میرے تیراندازوں نے نشانے پر رکھا ہوا ہے۔ میں نے ہاتھی کی سونڈ میں لال چیونٹیاں ڈال دی تھیں۔ اسی لیے ہاتھی تڑپا اور اس کے گرنے سے آپ بھی نیچے گر پڑے۔ آپ اب کہیں نہیں بھاگ سکتے۔

عاقل : سچ کہتے ہو۔ مدت ہوگئی ہمیں بھاگے ہوئے۔ بچپن میں ایک بار ایک خرگوش کو پکڑنے کے لیے بھاگے تھے۔ اپنے تیراندازوں سے کہو کہ وہ ہاتھ نیچے کرلیں، غلطی سے کسی کا تیر چل گیا تو مفت میں ہم مارے جائیں گے۔

حکمت : ان میں سے کوئی آپ کو کچھ نہ کہے گا۔ اب آپ تشریف لے جاسکتے ہیں۔ آپ کی حکومت اور خزانہ آپ کو مبارک ہو۔

عاقل : تو کیا سچ مچ تمہارے پاس سونا چاندی اور خزانہ نہیں ہے؟

حکمت : ہمارے پاس اس سے بھی بڑا خزانہ ہے اعلیٰ حضرت!

عاقل : وہ کیا ہے؟

حکمت : عقل، علم، ایمانداری، دو وقت کی روٹی اور سکون۔ دنیا میں یہی سب سے بڑی دولت ہوا کرتی ہے عالم پناہ۔

عاقل : (خوش ہوکر) شاباش! تم نے ہماری آنکھیں کھول دیں حکمت خاں۔ ہم وعدہ کرتے ہیں کہ اب کسی پر حملہ نہ کریں گے، کسی کو نہ ستائیں گے، کسی کی دولت دیکھ کر ہرگز نہ جلیں گے۔ خود بھی امن سے رہیں گے اور دوسروں کو بھی امن سے رہنے دیں گے۔ فرمانبردار خاں جیسے احمقوں سے دور رہیں گے اور ہمیشہ ہر ایک کے ساتھ انصاف کریں گے۔

حکمت : ذرہ نوازی ہے عالم پناہ۔ ہم بھی ہمیشہ آپ کے تابعدار رہیں گے۔ (چلا کر) ارے وہ دوسرا ہاتھی سامنے لاؤ۔

عاقل : دوسرا ہاتھی کیوں؟

حکمت : آپ کا یہ ہاتھی کل واپس بھیج دوں گا۔ ہم ایک نیک دل اور اچھے بادشاہ کو اپنی طرف سے یہ دوسرا ہاتھی تحفے میں دے رہے ہیں تاکہ جب آپ باہر جائیں تو شرمندہ نہ ہوں۔ اب آپ تشریف لے جائیے۔

عاقل : بخدا ہم تم سے بہت خوش ہوئے۔ تم نے ہمیں جو سبق سکھایا ہے وہ ہم ہمیشہ یاد رکھیں گے۔

حکمت : (چلا کر) بولو بادشاہ سلامت زندہ باد

(مجمع زندہ باد کے نعرے بار بار لگاتا ہے۔ نعرہ ابھرتا ہے)

(فیڈ آؤٹ)

(اردو سروس سے)

خالی مکان

بادشاہ حسین رضوی

ہوا کا ایک تیز جھونکا آنگن میں ٹھورتے ہوئے پتوں کو بکھیر کر چلا گیا۔ انھوں نے لاچاری سے ادھر دیکھا پھر سوئے۔ سائیں سائیں کرتے برآمدوں پر اچٹتی سی نظر ڈالی اور لحاف، سینے تک کھینچ کر کروٹ بدل لی۔ بستر پر پڑے پڑے پھر سے کمر میں تکلیف ہونے لگی تھی۔ انھوں نے دو چار بار اپنے کمزور ہاتھوں کو وہاں پر پھیرا اور جیسے تھک کر چارپائی کی پٹی پر ڈھیلا چھوڑ دیا۔

اپنی تنہائی کا احساس انھیں بری طرح کچوٹنے لگا۔ ایک بہت پرانا شعر جو اپنے بوڑھے باپ کو اکثر گنگناتے سنا تھا اچانک انھیں یاد آگیا

ع — صبح ہوتی ہے شام ہوتی ہے عمر یوں ہی تمام ہوتی ہے

— ہر لمحہ ہر سانس، موت کی طرف لے جاتی ہے۔ لیکن موت بھی عجیب ہے۔ انتظار کرنے پر نہیں آتی.... نہیں آتی۔

وہیں سے پڑے پڑے انھوں نے سرور ی کو آواز دے کر پکارا۔ دیر سے پاندان میں ڈلی نہیں تھی۔ منہ کا مزہ عجیب پھیکا سا لگ رہا تھا۔ "جانے کہاں چلی گئی تھی" وہ بڑبڑائیں۔ اور اس کا انتظار کرنے لگیں۔ اس اکیلے پن میں تو یہی بے چاری ہے جو تھوڑا بہت ہاتھ بٹا لیتی ہے۔ خدا بھلا کرے عفور کے گھر والوں کا جو وقتاً فوقتاً کام آجاتے ہیں۔

اندر سے چار لمبے لمبے برآمدوں، تین کمروں اور سات محرابوں کی دالان والے اس طویل و عریض مکان میں، ان کی دنیا اب پورب والے اس لمبے سے برآمدے میں سمٹ کر رہ گئی تھی۔ ایک معمولی سے سامان یا دوا کے لئے وہ دوسروں کی محتاج ہو کر رہ گئیں تھیں۔ ہر دم کسی نہ کسی کی راہ دیکھنی پڑتی۔ اس دوران اگر کوئی مددگار تھا تو بس عفور میاں کی بیوی اور بچے۔ ان بے چاروں نے بہت ساتھ دیا۔ اپنے سگوں اور نزدیک کے لوگوں سے بھی زیادہ . . . . .، ویسے دوری، نزدیکی؟ اس پر انھوں نے ادھر اکثر سوچا ہے۔ بہت نزدیک کے لوگوں کے مقابلے میں دور کے لوگ، جن سے کوئی رشتہ ناتا بھی نہیں۔ اگر وقت پر کام آتے ہیں تو وہی قریبی عزیز اور رشتے کے ہیں، ایسا وہ پہلے ماننے کے لئے تیار نہیں تھیں مگر اب یہی انھیں صحیح لگ رہا تھا۔

کہنیوں پر زور دے کر انھوں نے اپنا جسم تھوڑا اٹھایا اور دیوار کے سہارے بیٹھ گئیں انھیں اپنا ہی گھر بہت اجنبی اور غیر سا لگ رہا تھا۔ وہیں سے بیٹھے بیٹھے بے ترتیب سامانوں جا بجا بکھرے ہوئے کاغذ کے ٹکڑوں اور پتوں کے ڈھیر کی طرف دیکھا اس ہفتے بھر کی بیماری نے انھیں توڑ کر رکھ دیا تھا۔ اٹھنے کی ہمت نہیں ہورہی تھی ورنہ رسولن بی کا مکان اتنا گندہ کبھی تھا۔ جو آج ہی رہتا؟ بخار سے زیادہ کمر کے درد اور کھانسی سے وہ زیادہ پریشان تھیں کھانستے کھانستے پورا جسم دوہرا ہو جاتا۔ لگتا سانس اکھڑ جائے گی۔ اور اسی لئے انھوں نے اپنے دونوں بیٹوں کو اپنی بیماری کا خط لکھ دیا تھا۔

— انتظار تو انھیں دونوں کا تھا۔ ویسے چھوٹے کی امید کم تھی۔ کیونکہ اس کے گھر میں ولادت ہونے کو تھی۔ خود انھیں بلانے کے لئے اس کا خط آیا تھا مگر بڑے کے بارے میں وہ مطمئن تھیں کہ بچوں کے ساتھ نہیں تو کم از کم اکیلا ہی وہ چند دنوں کے لئے ضرور آئے گا۔

اپنے بچوں کی یاد آتے ہی وہ سرہانے دیوار پر ٹنگے گروپ فوٹو کی طرف دیکھنے لگی —— بچھی ہوئی دیک ... بیٹے بڑے اور چھوٹے کے بچے۔ امجد تب سات برس ... ... تا ہے اب ماشاء اللہ چھٹویں کلاس ... ... اور یہ منیا کیسا سمٹ کر بیٹھی ہوئی ہے۔ وہ بھی اب کافی ... ہوگئی ہوگی۔ یہ چھوٹے کا بیٹا تو بالکل اپنے باپ جیسا لگ رہا ہے۔ ایسا ہی شرارتی وہ بھی تھا۔ گول چہرہ، اونچی پیشانی پھر دو کرسیوں پر بیٹھے اپنے دونوں لاڈلوں اور ان کے پیچھے کھڑی دونوں بہوؤں

کو دیکھنے لگیں۔ ممتا اور پیار سے ان کی آنکھیں بھر آئیں۔ اب تو اللہ کے فضل سے دونوں کو ایک۔ ایک۔ ایک بچّہ اور ہو گیا ہے۔ ان کی خواہش ہوئی کہ چھوٹی کو یہ بچّہ گھر ہی پر ہوتا . . . . .

وہ سب یہاں ہوتے تو دونوں کے بچوں سے یہ گھر کتنا بھرا، پرا لگتا ہے۔ ادھر اس کمرے میں بڑے کے اور ادھر کے کمرے میں چھوٹے بچے کے بچے۔ ہر دم شور و غل اچھل کود۔ . . . . بچوں کی شرارتوں کو یاد کر کے ان کے پوپلے چہرے سے ایک مسکراہٹ ابھری پھر ڈوب گئی۔ انھیں یاد آیا۔ پارسال آم کی فصل پر جب ہفتے کے لئے دونوں بیٹے بچوں کے ساتھ آئے تھے تو اچانک کیسی بہار آگئی تھی اس گھر میں! مجھے ایک بھی کام نہیں کرنے دیتے تھے دونوں۔ بڑے کا بچپنا تو اب بھی نہیں گیا ہے۔ جو ساڑی لایا تھا، بغیر پہناتے ہوئے دم نہیں لیا۔ منیا تو ہر دم مجھ سے لپٹی رہتی تھی۔ بہوؤں نے آتے ہی سارا کام سنبھال لیا تھا ان سبھوں کی موجودگی سے گھر میں ہر دم چہل پہل رہتی تھی۔ لیکن ان کے جاتے ہی یہ گھر پھر سے بھوت کا ڈیرہ بن گیا ان کا بس چلتا تو وہ کبھی اپنے جگر کے ٹکڑوں کو باہر نہ جانے دیتیں۔

بڑے کو جب سرکاری نوکری کی رجسٹری ملی تھی تو وہ کتنا خوش ہوئی تھی آج بھی انھیں اچھی طرح یاد ہے۔ انھیں یاد آیا تب سبھوں میں مٹھائیاں تقسیم کی تھی اور مسجد میں لڈو سے طاق بھرا تھا، منتیں کی تھیں اور سجدۂ شکر ادا کیا تھا کہ اللہ نے اس بدنصیب بیوہ کی دعائیں سن لیں ——— مگر پہلی دفعہ جب اپنے بچوں کے ساتھ لیکر وہ ان سے جدا ہوا تھا تو کئی وقت تک ان سے کھانا نہیں کھایا گیا تھا بڑے کے پردیس جانے کے بعد چھوٹے کم از کم ان کے ساتھ تھا پھر کچھ دنوں کے بعد اسے بھی نوکری مل گئی اور ایک دن وہ بھی اپنے بچوں کو لے کر چلا گیا۔ سبھی وہیں کے ہو کر رہ گئے۔

اور پھر قبر کے مجاوروں کیطرح اس بیابان اور اکیلے مقبرے میں رہ گئی تھی تن وتنہا وہ!

ان کے بچوں کے خطوط آتے رہتے ہیں۔ اکثر پیسے بھی بھیج دیتے ہیں۔ کئی بار منع بھی کیا ہے انھوں نے "اس کی کیا ضرورت؟ اللہ کا دیا ہوا غلّہ۔ پانی سب موجود ہے کام کاج چل جاتا ہے۔ اکیلی جان کے لئے بہت ہے" انھیں تو ضرورت تھی اپنے جگر کے ٹکڑوں کی جو حالات سے مجبور ہو کر ان سے دور تھے۔

پڑے پڑے طبیعت گھبرانے لگی تو پینتا نے میز پر رکھے بکس کو جھک کر انھوں نے کھولا۔ نئے پرانے کپڑوں کی گٹھری نکالی اور پیلے پیلے۔ لال اور ہرے رنگ کے کئی ٹکڑے نکال کر اپنے بستر پر پھیلا دیا۔ جی میں آیا اپنے پوتوں اور پوتیوں کے لئے کنٹوپ اور رُشنگا بنا ڈالیں۔ پھر انھوں نے کانپتے ہاتھوں میں قینچی سنبھال لیا اور بڑے پیار سے کترنیں کاٹنے لگیں۔

یکم جولائی ۱۹۸۵ء

اپنی بیماری کا خط بھیجے ہوئے ایک ہفتہ سے اوپر ہو رہا تھا۔ اسی لئے ہر آہٹ پر وہ چونک سی پڑتیں اور بار بار ان کی نگاہ دروازے کی طرف اٹھ جاتی۔ انھیں لگتا ابھی ان کے بچے آئیں گے اور ان سے لپٹ جائیں گے۔

دوپہر ڈھل جانے کے بعد سرور آئی تو اپنے ساتھ ایک پوسٹ کارڈ بھی لائی جو ڈاکیہ اسے باہر دے کر چلا گیا تھا۔ تحریر دیکھتے ہی انھوں نے پہچان لیا۔ خط بڑے نے بھیجا تھا۔ سرہانے سے گول کمانی دار عینک نکال کر آنکھ پر لگایا اور پورا خط جلدی جلدی پڑھ گئیں ——— مشغولیت کی وجہ سے نہ آپانے کی معافی۔ کے بعد لکھا تھا اپنی دوا اچھی طرح سے کرواتے گا۔ روپئے بھیج رہا ہوں اپنی کیفیت سے مطلع کیجئے گا۔ دل لگا رہے گا . . . . . "

کوئی جلتی سی چیز ان کے اندر دھواں چھوڑتی ہوئی بجھ گئی۔ خط کو انھوں نے تکیئے کے نیچے دبا کر رکھ دیا۔

پھر سے وہ اداسی کے اتھاہ سمندر میں ڈوبنے اُترنے لگیں! ایسی بھی کیا مشغولیت! ماں مر رہی ہے۔ اسے دیکھنے کی فرصت نہیں۔ ان کا جی بھر آیا اور ڈبڈبائی آنکھوں سے آنگن میں امرود کے پیڑ کیطرف دیکھنے لگیں۔ پچھواڑے سے کب دو بچے چپکے سے اس درخت پر چڑھ گئے۔ انھیں کچھ اندازہ نہیں لگا۔ یا شاید انھوں نے دیکھا اور نظرانداز کر گئیں ہو سکتا ہے سوچا ہو کہ اس کی رکھوالی کی جائے تو اب کس کے لئے؟ تھوڑی سی امید جو ان کے آنے کی تھی وہ بھی اس خط سے ختم ہو گئی تھی۔ ہمیشہ یہی ہوتا ہے۔ آنگن کے شہتوت۔ بیر اور امرود کی گاؤں کے بچوں سے بچانے کے لئے رکھوالی کی ہے اس امید پر کہ ان کے پوتے پوتیاں آئیں گی اور توڑ توڑ کر کھائیں گے لیکن جب پھل پک کر ٹپکنے لگے ہیں اور وہ نہیں آئے ہیں تو وہی گاؤں کے بچے اطمینان سے آ آ کر توڑ لے گئے ہیں انھوں نے منع نہیں کیا ہے بلکہ تب انھیں ایک طرح سے خوشی ہی ہوئی ہے۔ گاؤں بھر کے بچوں میں وہ شہتوت والی بُوا کے نام سے مشہور تھیں۔

جاڑے کا ٹھٹھرتا ہوا دن رینگتا، رینگتا کب شام کی دہلیز پر پہنچ کر ٹھٹھک گیا انھیں خبر بھی نہیں ہوئی۔ پیلی دھوپ کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا محراب سے رینگتا ہوا چھت کی طرف سرک رہا تھا ان کا کمزور اور بیمار جسم لحاف میں سکڑا ہوا پڑا تھا ——— جب میں نہیں رہوں گی، تب سمجھ میں آئے گا۔ تب کوئی نہ کوئی اپنی بیوی بچوں کو یہاں لا کر چھوڑ دے گا۔ پھر یہی گھر ہوگا۔ کھیتی باڑی ہوگی۔ وہی لوگ اس گھر کے کام کاج میں دلچسپی لیں گے ٹھیک کر لیں آرام جب تک میں ہوں۔ سوچ کر ایک کڑواہٹ سی ان کے اندر بھر گئی۔

طبیعت عجیب سی ہونے لگی۔ یہ بھی کوئی زندگی ہے؟ اُداس۔ اُداس دن اور لمبی منحوس راتیں۔ بدن درد سے ٹوٹے یا سر پھٹا جائے۔ کوئی نہیں جو ذرا ہاتھ پیر سہلا دے۔ ذرا ذرا سے کام کے لئے دوسروں کے منہ دیکھو انھیں دنوں کے لئے تو بچوں کی تمنا ہوتی ہے۔ انھیں بے بسی اور مجبوری کو سوچ کر وہ بجھ سی گئیں اس وقت جانے کیوں انھیں اپنی پڑوسن رحمتن بوا کی یاد آگئی جو انھیں کی ہم عمر تھیں اور لاولد! وہ بھی بے چاری اس لمبے چوڑے مکان میں تن تنہا رہتی ہے۔ کئی کئی دن گزر جاتے ہیں اور وہ کسی سے بات کرنے کو ترستی رہتی ہے۔ یکایک انھیں محسوس ہوا کہ ان کا اپنا وجود اسی بانجھ عورت کی ہی طرح تو ہے . . . . . ہاں اب فرق ہی کیا ہے اس میں اور مجھ میں؟' یہ سوچ کر وہ اور بھی اداس ہو گئیں۔

سروری کی ماں کب آئی اور ان کے پاس کھڑی ہو گئی؟ انھیں خبر بھی نہیں ہوئی انھیں چپ اور گہری سوچ میں پا کر وہ وہیں کھڑی کھڑی ان کے چہرے کی بنتی اور مٹتی لکیروں کو دیکھتی رہی۔

——— جانے کہاں چلی گئی سروری، ابھی تک نہیں لوٹی۔ چار بھی نہیں پی ہوگی آپ نے۔ میں بنا دیتی ہوں۔ اور چولہے کیطرف بڑھ گئی۔ جواب میں انھوں نے کچھ نہیں کہا۔ ایک لمبی سی سانس بھری اور کھڑکی سے باہر ڈوبتے سورج کی لال ٹکیا کو دیکھنے لگیں۔

——— سروری کے بابا بازار جا رہے ہیں۔ پوچھا ہے بڑکو کی اماں کو کچھ منگانا تو نہیں؟ . . . . . بڑکو بٹے کی . . . . . اماں۔ ماں . . . . . ان کے دماغ میں یہ الفاظ برق رفتار سے گونج اٹھے اور انھیں اندر گہرائی تک متھ کر رکھ دیا۔

میں . . . . . بڑکو اور چھوٹے کی ماں . . . . . ؟

نپوتی۔ بانجھ۔ رحمتن . . . . . ؟

اچانک وہ جیسے کسی بھیانک خواب سے چونک اٹھی ہوں۔ توبہ۔ توبہ۔ مجھے کیا ہو گیا تھا؟ میں کیا سوچنے لگی تھی . . . . . ؟ انھوں نے اپنا منہ پیٹ ڈالا اور لمحہ بھر پہلے کی اداس، بیمار آنکھوں میں ایک روشنی چمک اٹھی۔

چارپائی کی پٹی پر ہاتھ ٹیک کر وہ اٹھیں۔ بدن میں تھوڑی کپکپی ہوئی پھر سنبھل کر کھڑی ہو گئیں۔

برآمدے سے چلتے ہوئے کچھ سوچ کر انھوں نے بانس کی ایک لگی اٹھائی پھر ہمت کر کے آنگن میں آگئیں۔ اور پکے ہوئے امرود توڑ توڑ کر گرانے لگیں۔ اشارے سے سروری کی ماں کو پاس بلایا اور کہا "انھیں بٹور لو۔ اپنے بچوں کو دے دینا" اچانک انھیں لگا کوئی ٹھوس سی چیز سینے سے اٹھ کر گلے میں اٹک گئی ہو پھر سے وہ تھکے قدموں سے اپنے بستر تک لوٹ گئیں۔

سرہانے ٹنگی لالٹین کے شیشوں پر جمی سیاہی کو کچھ دیر تک دیکھتی رہیں پھر شیشہ نکال کر کپڑے سے رگڑ رگڑ کر سیاہی کو صاف کرنے لگیں۔

(آکاش وانی گورکھپور سے نشر)

پانچواں آدمی

سعید فرحت

اور پھر یوں ہوا کہ دیکھتے دیکھتے ہی اس پر رونق گنجان اور زندگی کی رنگینیوں سے بھر پور شہر کی جوانی لٹ گئی، ہر طرف آگ تھی، خون تھا اور سسکتے تڑپتے انسانی جسم۔ یہ سب کیسے ہوا؟ کیوں ہوا؟ کسی کو خبر نہیں تھی۔ فسادکی یہ آگ کہاں سے پھیلی کس نے لگائی کوئی نہیں جانتا تھا — اچانک پھیلنے والے فرقہ وارانہ فساد نے مدتوں سے شیر و شکر کی طرح رہنے اور بسنے والے انسانوں کے دلوں میں نفرت کا زہر گھول دیا تھا اور اب یہ فساد زدہ شہر ویرانی اور سناٹوں کی کھائی میں ڈوب رہا تھا۔ اس شہر خموشاں کے گلی کوچوں کے مکانوں کے سب دروازے مقفل تھے۔ کھڑکیاں بند تھیں اور بند مکانوں سے بچوں کی چہلیں سنائی دیتی تھیں اور نہ جوانی کی نغمہ ریز آواز۔ نو بیاہتا جوڑوں کے دھڑکتے دلوں کی سرگوشیاں بھی خاموش تھیں۔ اور بوڑھوں کی کھانسی بھی شاید بند ہو چکی تھی۔

کبھی کبھی کسی موڑ پر فوجی بوٹوں کی آواز فضا میں گونجتی گولی کی سنسناہٹ یا بم کا کوئی دھماکہ کانوں کے پردوں سے ٹکراتا یا کوئی انسانی چیخ بلند ہوتی اور پھر وہی خاموشی اپنا تسلط جما لیتی حد نظر تک کوئی انسانی جسم سڑک پر حرکت کرتا نظر نہیں آتا۔ بس دور کسی جلتے مکان سے نکلتا دھواں ایک باریک سی لکیر بنا کر آسمان کی پہنائیوں میں روپوش ہو جاتا۔

رات رفتہ رفتہ دن کے اجالوں کو نگل رہی تھی بلوائیوں نے کھمبوں کے بلب توڑ دیئے تھے کہیں دور دراز لگے بلب کی پیلی روشنی اندھیروں پر ضرب لگانے کی ناکام کوشش کرتی نظر آتی تھی۔

اچانک شہر کی ویران گلی میں چار انسانی سائے نمودار ہوئے ان چاروں کے چہرے کرخت تھے ان میں دو سرخ شرٹ پہنے تھے اور دو نیلی۔ وہ چاروں ایک دوسرے کے مقابل کھڑے ہو گئے۔ چہرہ کی ساخت اور لباس کی ہم آہنگی سے ان کی کسی خاص فرقہ سے وابستگی کی پہچان مشکل تھی۔ وہ اشارے کنایوں میں باتیں کر رہے تھے نیلی شرٹ کے جوڑے پر فتحمندی تھی جبکہ سرخ شرٹ کا جوڑا کوئی پلان بناتا نظر آرہا تھا۔ کچھ دیر بعد وہ چاروں ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑے ایک بند گلی کی جانب مڑے اچانک ایک پانچواں انسانی سایہ جانے کدھر سے نمودار ہوا۔ یہ ہیولے پیٹ والا بد رونق سایہ ان چاروں کے درمیان شان تمکنت سے کھڑا ہو گیا اور وہ چاروں اس کے روبرو دست بستہ کھڑے ہو گئے اس نے جیب سے شراب کی بوتلیں نکالیں اور ہر ایک کو تھما دیں ان چاروں نے اپنی اپنی بوتل حلق میں انڈیل لی۔ فضا میں قل قل کی آواز ابھری اور پھر خاموشی چھا گئی اب ان سایوں کے درمیان عہد و پیمان ہوئے اور پھر وہ پانچواں انسانی سایہ چھلاوے کی طرح روپوش ہو گیا۔

حلق میں بوتلوں کے لٹنے سے جیسے ان میں قوت گویائی آگئی انھوں نے بوتلیں ایک جانب پھینک دیں۔ پھر ایک نے دوسرے سے سوال کیا۔

"کیسا لگ رہا ہے میرے شیر؟"

"تجھے کیسا لگ رہا ہے؟" دوسرے نے اس سے سوال کیا۔

"پہلے تو بتا" تیسرے نے دوسرے سے کہا۔

"اور اگر میں نہ بتاؤں" چوتھے نے اسی کو ڈانٹ پلائی۔

پھر وہ سب خاموش ہو گئے اور ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگے۔ اچانک ایک چیخا۔

"ارے واہ، وہ دیکھ"

"کیا ہوا بے" پہلے نے پوچھا۔

"وہ دیکھ سامنے عبادت خانہ جل رہا ہے" چیخنے والے نے کہا۔

"ہاں جل تو رہا ہے مگر یہ کیسے پتا یہ کس مذہب کے ماننے والے کا ہے۔"

"اندھیرے میں کچھ سوجھتا بھی نہیں" ایک بولا۔

"سوجھے گا ابھی سوجھے گا چلو کچھ کریں" دوسرے نے ارادہ ظاہر کیا۔

ان چاروں کے قدم چلے اور پھر تھم گئے۔

"اب کیا ہوا؟" دوسرے نے پوچھا۔

"جانے کی ضرورت نہیں کام ہو گیا۔ دیکھ اب اس عمارت سے شعلوں کے بجائے دھواں اٹھ رہا ہے اور دھوئیں کی لکیر آسمان کی جانب بڑھ رہی ہے۔"

شاید خدا سے شکایت کرے گی" تیسرے نے بات اچک لی۔

"شکایت ارے واہ، مگر کس کے خدا سے شکایت کریگی ہندو کے، مسلمان کے، عیسائی کے یا سکھوں کے خدا سے"

دوسرے کو اس کی بات ناگوار گزری اور اس نے غصہ سے کہا

"ابے چلے گا بھی یا یونہی باتیں بنائے جائے گا۔"

"ہم نہیں جائیں گے" نیلی شرٹ والے دونوں اکڑ گئے۔

"مت جاؤ بزدلو! ہم خود جاتے ہیں" سرخ شرٹ تیزی سے آگے بڑھے اور گلی کی دیوار پھاند کر دوسری جانب کود گئے اور نیلی شرٹ والے سامنے دوسری گلی میں مڑ گئے۔ جاتے جاتے اچانک فوجی بوٹوں کی آواز انھوں نے سنی اور فضا میں دو انسانی چیخوں کی آواز گونجی اور پھر خاموشی چھا گئی۔

نیلی شرٹ والے گلی پار کرکے ایک ادھ جلے مکان پر جا کر رک گئے۔ دونوں نے ایک دوسرے کو معنی خیز نگاہوں سے دیکھا پھر ایک بھیانک قہقہہ لگا کر مکان میں داخل ہو گئے۔ ان کی آنکھیں مکان کا جائزہ لے رہی تھیں اور کان ایک سسکتی ہوئی نسوانی آواز پر ٹکے ہوئے تھے پھر ان کے قدم خود بخود اس ادھ جلے کمرہ میں مڑ گئے۔

"تو اس کا مطلب ہے ابھی خطرہ ہے گھر کی تلاشی لو اور بھاگ چلو"

ایک نے تجویز رکھی، ماچس کی تیلی سے گھر کا جائزہ لیا ایک دیوار پر لگی مردانہ تصویر پر دونوں کی نگاہیں ٹک گئیں۔

"ہیں۔ یہ تو لال شرٹ والے ہیں تو کیا یہ ان کا گھر ہے؟"

"بھاگو بھاگو" دونوں بولے۔ ان کو نشہ ہرن ہوتا ہوا محسوس ہوا۔

"مگر خطرہ کو چھوڑ کر" ایک نے دوسرے سے آنکھ ماری۔

"پھر لاؤ فارمولا نمبر ... !"

"ہاں ٹھیک ہے۔ یہ رہی پٹرول کی بوتل اور یہ ماچس"

ادھ جلے مکان سے جب تک شعلے بلند ہوئے تو وہ شہر کی دوسری سڑک پر آ گئے۔ بہت تیزی سے بھاگنے سے انکی سانس پھول رہی تھی۔ دونوں دم لینے کو ایک تاریک گوشے میں ٹھہر گئے۔

"اب کیوں رک گیا" ایک نے دوسرے کو ڈانٹا۔

"یار میرا گھر پچھلی گلی میں ہے اور میرا دل ڈوب رہا ہے جانے اس سور کے بچے نے کیا بلا دیا تھا۔ ایک نے دیوار کا سہارا لیتے ہوئے لڑکھڑاتی آواز میں کہا۔

"میرے دل پر بھی آرے سے چل رہے ہیں چلو تمہارے گھر چلتے ہیں" دوسرے نے بھی مری ہوئی آواز میں کہا۔ دونوں بہکتے قدموں سے چلتے ہوئے اپنی گلی میں پہنچے۔

"اب آئے ہو؟"

ایک مہربان بزرگ نے ان میں سے ایک سے کہا پھر اس کا ہاتھ پکڑ کر گلی کے اندر لے گیا۔ دونوں سحر زدہ سے اس کے ساتھ چل رہے تھے۔

"محلہ میں لال شرٹ والے بلوائی گھس آئے تھے اور تمہارے مکان کو جلا کر بھاگ گئے۔ تمہاری بہن کی لاش ادھ جلے

(آگے ص ۲۸ پر)

پناہ گاہ

شفق

میں سیاہ دائروں سے بچتا ہوا بھاگ رہا تھا۔ اور آوازیں میرا تعاقب کر رہی تھیں، وہ گیا۔ وہ رہا ——— پکڑلو۔ بچ کر جانے نہ پائے، دیکھو اس گلی میں گھسا ہے، گھیرلو، پکڑلو۔

میں کہاں جا رہا ہوں؟ یہ راستہ کہاں ختم ہوتا ہے؟ یہ گلیاں مجھے کہاں لے جائیں گی؟ مجھے اس کی کوئی خبر نہیں تھی، میرے سامنے بس ایک ہی مقصد تھا۔ بھاگ جانا یہاں سے بہت دور بھاگ جانا، آوازوں کے حصار سے نکل جانا، مگر آوازیں بڑھتی جا رہی تھیں۔

قدموں کی چاپیں بڑھتی جا رہی تھیں۔

گلیوں میں سیاہ دائرے اور نمایاں ہو گئے تھے، ٹھیک میری گردن کی سیدھ میں جھولتے ہوئے۔ ان سے بچنے کے لئے میں گلی کی ایک دیوار سے ٹکراتا کبھی دوسری دیوار سے۔ میرے کان پیچھے کی طرف مڑ گئے تھے اور خوفزدہ نظریں گزرنے والے دروازوں پہ مرکوز تھیں، نہ جانے کب کوئی دروازہ کھل جائے اور۔۔۔۔ کب کوئی سامنے سے نمودار ہو جائے اور۔۔۔۔

کڑاکے کی سردی میں بھی میرے جسم کے مسام کھل گئے تھے۔ حلق میں کانٹے پڑ گئے تھے اور زبان اینٹھ گئی تھی سانس دھونکنی کی طرح چل رہی تھی اور قدم لڑکھڑا رہے تھے اور دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں قریب ہوتی جا رہی تھیں۔

اگر میں ان کے ہاتھ آگیا تو ——— ؟ اس کا تصور ہی اذیت ناک تھا۔

اور اچانک میں نے محسوس کیا کہ میرے پاؤں لکڑی کے ہو گئے جنہیں حرکت دینا میرے بس میں نہیں تھا اور قریب تھا کہ میں زمین پر گر کر بے بسی سے ان کے آنے کا انتظار کرتا مجھے ایک کھلا ہوا دروازہ نظر آگیا۔

دروازہ بند کر کے میں نے کواڑ پر ماتھا رکھ دیا، انگلیاں مضبوطی سے کنڈی پر جم گئیں اور میں چڑھتی ہوئی سانسوں کی آواز روکنے کی کوشش کرنے لگا۔

دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں قریب آگئی تھیں۔

کدھر گیا ——— وہ رک گئے، ابھی تو یہیں پہ نظر آیا تھا۔

شاید نکل گیا۔

نہیں نکل کر کہاں جائے گا، چلو آگے دیکھیں۔

مجھے پتہ نہیں کب میری گرفت کنڈی پر سے ڈھیلی ہوئی، کب پیروں نے ساتھ چھوڑا اور کب ذہن میں پھیلنے والے تاریک دائروں نے روشنی کو نگل لیا۔

جب میری آنکھیں کھلیں تو لالٹین کی روشنی میں دو پیر میرے پاس کھڑے ہوئے تھے۔

ماں ——— مجھے بچالو ماں ——— میں بے اختیار ان پیروں سے لپٹ گیا، وہ مجھے مار ڈالیں گے زندہ نہیں چھوڑیں گے، بچاؤ مجھے بچاؤ ماں۔ ایک سوکھا ہوا ہاتھ میرے سر پر آیا، اب تم میری پناہ میں ہو میرے بچے اٹھ جاؤ، میرے ساتھ چلو۔

وہ پھر آئیں گے۔ مجھے نہ پاکر وہ پھر واپس آئیں گے انہیں شک ہو گیا ہے کہ میں۔۔۔۔۔

میں نے کہا نا کہ تم میری پناہ میں ہو ——— بوڑھی آواز میں اتنا اعتماد تھا کہ میں زمین سے اٹھ گیا۔ وہ میرے آگے آگے چلتی ہوئی آنگن عبور کر کے دالان میں پہنچی جس میں کئی خستہ حال کمرے مکینوں کے افلاس کا اعلان کر رہے تھے، دالان میں رک کر اس نے لالٹین اونچی کر کے میرا چہرہ دیکھا پھر اس کی نظریں میرے کپڑوں پر پڑے خون کے چھینٹوں پر جم گئیں۔

تم زخمی ہو ——— ؟

نہیں۔۔ میں ٹھیک ہوں۔ میں نے اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیری۔ پانی مجھے ایک گلاس پانی پلا دو۔

وہ مجھے پرتشویش نظروں سے دیکھتی ہوئی گھڑونچی کے پاس چلی گئی، پیالہ دھو کر اس نے پانی بھرا اور میرے پاس آئی۔

میں نے جھپٹ کر پیالہ اس کے ہاتھوں سے لے کر منہ سے لگا لیا۔

اور پانی ——— ؟ اس نے پیالہ لیتے ہوئے پوچھا۔ بھوک لگی ہو تو کھانا۔۔۔۔۔

بہت سے دوڑتے قدموں کی چاپ سن کر وہ چپ ہو گئی اور میں نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔

وہ آ رہے ہیں، مجھے چھپا دو، بھگوان کے لئے مجھے ان سے بچاؤ۔ میں بری طرح گڑگڑا رہا تھا۔ تم بھی کسی کی ماں ہو گی، کیا ایک ماں اپنے بیٹے کو درندوں کے حوالے کر سکتی ہے۔؟

چلو ——— وہ لالٹین اٹھا کر لنگڑاتے ہوئے سب سے خستہ حال کمرے کی طرف بڑھی، میں اس سے لگا ہوا چل رہا تھا۔

دروازہ کھول کر اس نے مجھے اندر جانے کا اشارہ کیا گھبرانا نہیں، میں تمہیں وچن دے چکی ہوں۔ اس نے زنجیر کو چڑھائی اور اس کے قدموں کی آواز دور چلی گئی۔

میں اندھیرے کمرے میں کواڑ سے لگا ہوا باہر کی آہٹ سننے کی کوشش کرتا رہا، دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں گلی سے باہر چلی گئیں اور سناٹا ہو گیا تو زنجیر پھر کھلی اور وہ جلتا ہوا مٹی کا دیا لئے کمرے میں آئی۔

بیٹھ جاؤ، کھڑے کیوں ہو۔ اس نے پیال کے ڈھیر کی طرف اشارہ کیا، میں سمجھتی ہوں تم نے ضرور کسی سے جھگڑا کیا ہو گا۔ آج کے نوجوانوں کا غصہ تو ناک پہ دھرا رہتا ہے، اسی لئے آئے دن ہنگامے ہوتے ہیں۔

میرے حواس رفتہ رفتہ بحال ہو رہے تھے۔ کیا تم اس گھر میں تنہا رہتی ہو؟ میں نے پوچھا تو وہ گہری سوچ میں ڈوب گئی پھر ٹھنڈی سانس لے کر بولی۔ ایسا ہی سمجھ لو، صرف ایک رمیش ہے لاڈلا سا، اس کا بچپن ہی میں اس کے پتا کا دہانت ہو گیا تھا۔ اس کے لیے میں نے کتنی تکلیفیں اٹھائیں کتنی تیز آندھیوں سے اس کی حفاظت کی کہ ایک دن اسے بیاہ کر بہو گھر میں لاؤں گی، بچے ہوں گے اور یہ اجاڑ بھائیں بھائیں کرتا ہوا گھر معصوم قہقہوں سے آباد ہو جائے گا۔ مگر وہ بیاہ کے لئے تیار ہی نہیں ہوتا۔ اسے اپنی بوڑھی ماں کی ذرا بھی فکر نہیں، کیسی اچھی اچھی لڑکیوں کے رشتے ملے مگر اسے ایک ہی دھن ہے کچھ بن جاؤں تو پھر بیاہ کروں، جب میں ضد کرتی ہوں تو مجھے سینے سے لگا کر کہتا ہے، کیا بہو مجھ سے زیادہ تیری سیوا کرے گی ماں، ابھی مجھے اپنی سیوا کرنے دے اور دیکھ لو کتنی رات ہو گئی اس کے انتظار میں جاگ رہی ہوں کہ وہ آ جائے تو کھانا گرم کر کے کھلاؤں ——— یہی میری سیوا کر رہا ہے۔۔۔۔

ابھی وہ کچھ اور بھی کہتی کہ دروازے پر دستک ہونے لگی۔

میں دیکھتی ہوں کون ہے؟ وہ اٹھتی ہوئی بولی شاید رمیش آ گیا۔ اس نے باہر نکل کر زنجیر بند کر دی۔

باہر بہت سے آدمیوں کے بولنے کی آوازیں آ رہی تھیں پھر دروازہ کھلنے کی آواز آئی اور صرف ایک آدمی کچھ کہنے لگا، پھر بوڑھی عورت کی تیز چیخ سنائی دی۔

نہیں۔۔ نہیں، یہ نہیں ہو سکتا۔

بہت سے قدموں کی آوازوں کے ساتھ بوڑھی کی

دنیا آپ کی

شمیم افزا قمر

اس کے قدموں کی چاپ سن رہا ہوں جو آہستہ آہستہ مجھ سے دور ہوتی جا رہی ہے اور میری زندگی بھی اپنے ساتھ لئے جا رہی ہے۔ میں اس کے قدموں کی چاپ کو پہچانتا ہوں، اس کی ہر آہٹ کو جانتا ہوں۔ نجانے کیسے آہستہ آہستہ وہ میری زندگی پر چھاتی چلی گئی اور زندگی کا ایک ایسا حصہ بن گئی جسے بھلا کر شاید میں زندہ نہ رہ سکوں لیکن پھر بھی میں اس کے قدموں کی آہٹ سے گھبرا گیا ہوں۔ اور کمرے سے لگے باتھ روم میں جاکر بلاوجہ ہی ہاتھ دھونے لگا ہوں۔ ہاتھ کیا دھو رہا ہوں ہاتھ مل رہا ہوں کہ اب مجھے اس کے سوا کرنا بھی کیا ہے۔ زندگی نے مجھ سے بڑا سخت سلوک کیا ہے۔

نہ جانے وہ کیسا دن تھا ——— اچھا یا بُرا۔ جو میری ملاقات نفیس سے ہوئی۔ وہ ایک آل انڈیا مشاعرہ تھا۔ پنڈال کھچا کھچ بھرا تھا اور مشاعرہ اپنے عروج پر تھا کہ نفیس امام کے نام کا اعلان ہوا۔ میں اس نام سے اچھی طرح واقف تھا لیکن صورت سے نہیں۔ مشاعرہ کے منچ پر شاید وہ پہلی دفعہ ہی آئی تھی۔ اس نے اپنی ساری کا آنچل پورے جسم پر اچھی طرح لپیٹ رکھا تھا۔ سرو کے جیسا لچکتا جسم کندن جیسی رنگت دراز کھلے بالوں کا سادا سا جوڑا اور میک اپ سے بے نیاز چہرہ ——— یہ تھیں نفیس امام۔ وہ بے حد پُرکشش نظر آ رہی تھی۔ لوگ اسے دلچسپی سے دیکھ بھی رہے تھے۔ اور سن بھی رہے تھے۔ وہ ایک بامعنی نظم تحت اللفظ پڑھ رہی تھی ——— مجمع نے چیخ چیخ کر ترنم سے غزل پڑھنے کی فرمائش کی۔ لیکن وہ معذرت چاہتے ہوئے مشاعرہ سے رخصت ہوگئی اور نہ جانے کتنوں کا دل لوٹ گئی۔ مردوں کا دل یوں بھی بڑا ڈانواڈول سا ہوتا ہے اور اگر حسن کے ساتھ ہنر بھی شامل ہو جائے تو سچویشن بڑا خطرناک ہوتا ہے۔ اس کے جانے کے بعد منچ پر میرا دل نہیں لگا۔ کسی طرح اپنے آپ کو کھو کر میں وہاں موجود رہا۔ مجھے خلا میں گم اس کی نیلی آنکھیں یاد آتی رہیں۔ پھر ایسا ہوا کہ وہ میری زندگی کا ایک اہم موضوع بن گئی۔ اب وہ اکثر مشاعرہ میں شرکت کرتی اور ہمیشہ میرے ساتھ ہی جانا چاہتی کتنی ہی جگہ جہاں میں نہیں جا سکتا وہ بھی جانے سے انکار کر دیتی۔ اور کتنی ہی دفعہ میں محض مشاعرہ میں اس لئے شامل ہو جاتا کہ وہاں نفیس شرکت کرنا چاہتی تھی۔ وہ اردو کی ایک منفرد آواز تھی۔ میں نے اسے دل کھول کر داد دیتا اور کبھی کبھی اصلاح بھی کر دیتا جسے وہ تبرک سمجھ کر اپنے کلام میں جڑ لیتی۔ اس کی گہری نیلی آنکھیں بے حد اداس

ہنر ہائی چینیں بھی آنگن کی طرف آ رہی تھیں۔ کئی آدمی اسے دلاسہ دینے کی کوشش کر رہے تھے۔

ارے میں کیسے صبر کر لوں، آسمان نہیں ٹوٹ گیا، زمین نہیں پھٹ گئی، اس کے ہاتھ نہیں ٹوٹ گئے، اب میں کیسے زندہ رہوں گی؟ ہائے بھگوان یہ کیا ہو گیا، یہ تو نے کیا کر دیا؟

وہ اونچی ذات والا تھا ——— ایک آدمی کہہ رہا تھا، دونوں کھڑے چائے پی رہے تھے پھر نہ جانے کیا ہوا کہ دونوں میں ہاتھا پائی ہونے لگی اور اس نے زمین پر پڑی ہوئی لوہے کی سلاخ رتیش کے سر میں دے ماری، مارتا ہی گیا یہاں تک کہ .....

اب ظلم ناقابل برداشت ہو گیا ہے۔ ہم بھیڑ بکری نہیں کہ جب جی چاہے کاٹ دیا جائے، دوسرا نفرت بھرے لہجے میں کہہ رہا تھا کاش وہ پکڑا جاتا۔

ہم نے بہت دور تک اس کا پیچھا کیا تیری آواز سنائی دی۔ مگر اسی گلی میں کہیں غائب ہو گیا، پہچان لیا گیا ہے کہیں نہ کہیں ملے گا ہی۔ ارے ..... اسے دیکھو بے ہوش ہو گئی بیچاری، کھاٹ پر ڈال دو۔

کسی نے پولیس کو خبر کر دی کہ نہیں ..... ؟

نئے آنے والوں میں سے کسی نے پوچھا

پولیس ہی کی وجہ سے تو ہسپتال والوں نے اتنی جلدی لاش دے دی ورنہ ....

پھر پڑوس کے دروازے کھلنے لگے اور روتی ہوئی پڑوسنوں کی آمد شروع ہوئی تو زمین تھرانے لگی۔ آسمان کانپنے لگا، مردوں کی آوازیں باہر چلی گئیں بہت دیر بعد عورتوں کے رونے کا شور کم ہوا اور ایک ایک کر کے عورتیں بھی رخصت ہو گئیں۔ صرف بوڑھی عورت سسک رہی تھی۔

رتیش میرے بیٹے، میرے بچے، بتا اب میں کس کے سہارے زندہ رہوں، تیری خوشیاں دیکھنے کی، تجھے دولہا بنانے کی تمنا تھی، اب یہی ہاتھ تیری ارتھی سجائیں گے، یہی آنکھیں تجھے رخصت کرنے دروازے تک جائیں گی، بول رتیش اب کس کی راہ دیکھوں گی، کس کے انتظار میں جاگوں گی کس سے ضد کروں گی، بول دے اب میں کس کے سہارے زندہ رہوں ——— وہ گھڑی بھر کے لئے چپ ہو گئی۔

میری خوشیوں کا قاتل سب کچھ سن رہا ہے، اس کی آواز بلند ہو گئی، تجھے پتہ نہیں تو نے کتنا بڑا پاپ کیا ہے ایک ماں سے اس کی آنکھیں چھین لی ہیں، تو سمجھتا ہے میں کمزور سی عورت اپنے بیٹے کا انتقام نہیں لے سکوں گی؟ صرف میرے رتیش کی چتا جلے گی اور تو خوشیاں منائے گا، دیکھ لے، ان کمزور ہاتھوں کو دیکھ لے، یہ تیری چتا جلائیں گے، وہ وحشیانہ انداز میں چیخ رہی تھی، میں اپنے بیٹے کا انتقام لوں گی بھیانک انتقام، دیکھ میں تیری چتا سجا رہی ہوں، وہ کمرے کے چاروں طرف گھوم رہی تھی، لکڑیاں نہیں تو کیا ہوا پیال تو موجود ہے۔

پھر مجھے کراسن تیل کی مہک ملی، غالباً کمرے کے چاروں طرف کراسن تیل چھڑکا جا رہا تھا۔ اب کسی بھی لمحے ماچس جلے گی اور شعلے لمبی لمبی زبانیں نکالے میری طرف دوڑیں گے اور یہ پناہ گاہ شعلوں کا مسکن بن جائے گی۔

پھر ماچس جلنے کی آواز آئی اور میں آگ کے شعلوں کا انتظار کرنے لگا، کرتا رہا، ایک ایک منٹ ایک ایک برس کے برابر معلوم ہو رہا تھا، وہ چپ تھی، طوفان چپ تھا آگ چپ تھی۔

پھر زنجیر کھلی اور بوڑھی عورت نظر آئی۔ کسی غضبناک شیرنی کی طرح بپھری ہوئی۔ اس کی سلگتی ہوئی آنکھیں میرے چہرے پر جمی ہوئی تھیں، تو نے میرے رتیش کو مار ڈالا ——— وہ عجیب سے لہجے میں بولی، ایک ماں کے لئے اس سے بھی بڑا کوئی غم ہوگا۔ اس نے آنگن میں پڑی ہوئی لاش کی طرف اشارہ کیا، جی تو چاہتا ہے اپنے دانتوں سے تیری گردن ادھیڑ کر تیرا خون پی جاؤں مگر ..... وہ رک گئی۔ جاؤ چلے جاؤ کہ تم نے مجھے ماں کہا ہے اور میں تمہیں پناہ دے چکی ہوں، بھاگ جاؤ یہاں سے کہ رتیش کی روح انتقام کے لیے چیخ رہی ہے کہیں میں ممتا کے ہاتھوں مجبور نہ ہو جاؤں۔

بھاگ جاؤ ——— بھاگ جاؤ۔ وہ پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھی۔

اور رات مجرم بنی سر جھکائے کھڑی تھی۔

(پٹنہ سے نشتر)

لگتی تھیں۔ اس کی پیشانی پر کتنی ہی لکیریں پیدا ہو کر گہرے نقوش چھوڑ جاتیں۔ وہ فکر میں ڈوبی سگریٹ سے سگریٹ جلا کر پھونکتی جاتی۔ میں کسی حد تک خفگی سے اس سے کہتا۔

"آخر سگریٹ کیوں پیتی ہو اتنا؟ کہیں عورتیں بھی اس طرح سگریٹ پیا کرتیں ہیں؟"

"اور کس ملّانے مردوں پر شراب حلال کر دی ہے جو آپ اسے عبادت سمجھ کر پیتے ہیں؟" وہ ڈھٹائی سے جواب دیتی۔

بے تکلّف دوستوں کی محفل میں جب پینے پلانے کا شغل جاری رہتا تو وہ بھی بھرے ہوئے جام کی طرف ہاتھ بڑھاتی۔ میں اسے سخت لفظوں میں تنبیہہ کرتا اور اس کے ہاتھ سے گلاس چھین لیتا تو اس پر جھنجھلاہٹ طاری ہو جاتی۔

"میں پوچھتی ہوں آخر ہر چیز پر مردوں کی اجارہ داری کیوں ہے؟

میں کیوں نہ پیوں اور آپ کیوں نوش فرمائیں؟"

میکش یا رئیس نشہ میں جھومتے ہوئے اسے بھرا ہوا گلاس تھما دیتے۔

"پیو نفیس، ضرور پیو کہ تم مردوں پر فوقیت لے جاؤ۔ کون کمبخت اپنی اجارہ داری قائم کرتا ہے۔"

وہ بھرے ہوئے گلاس میں سے ایک گھونٹ پی لیتی اور پھر لاکھ کہنے پر بھی دوسرا گھونٹ نہیں لیتی۔ بس اس کی آنکھیں کہیں خلاء میں گم ہو جاتیں۔ وہ چپ چاپ اٹھتی اور اپنے فلیٹ کی طرف چل دیتی۔

نفیس کے اس بے باک رویّہ نے اس کے متعلق طرح طرح کی افواہیں پھیلا رکھی تھیں۔ اس کے متعلق ایک بحث کا موضوع یہ تھا کہ وہ بیک وقت بہت سے مردوں کو اپنی تفریح کا ذریعہ بنا لیتی ہے اور انھیں اس طرح ہضم کر جاتی ہے جیسے ان کا کبھی وجود ہی نہ تھا۔ اکثر لوگ اس سے محض تفریحاً ملا کرتے تھے۔ لیکن وہ میرے وجود پر چھاتی چلی گئی۔

ان دنوں اس کی اداس آنکھیں کچھ زیادہ ہی گمبھیر نظر آتی تھیں۔ اس کا باغیانہ انداز قدرے مدھم پڑ گیا تھا۔ وہ بے تکلّف دوستوں کی شاعرانہ محفل میں بھی جانے سے گریز کرتی اور زیادہ سے زیادہ وقت اپنے فلیٹ میں ہی گزارتی تھی۔ میں جب بھی اس کے یہاں پہنچ جاتا تو وہ اپنے بچوّں کو پڑھاتی نظر آتی۔ مجھے دیکھ کر اچانک ہی بہت خوش ہو جاتی اور اپنا تازہ کلام سنانے لگتی۔ میں اپنے خیالات کی دنیا میں گم ہو جاتا۔

نفیس ——— نفیس امام! تم ایک اچھی لڑکی ہو۔ مجھے تم سے بے حد ہمدردی ہے۔ لیکن تمہاری تنہائی کا مداوا کیا ہے؟

میں جانتا ہوں کہ تم پریشان رہتی ہو۔ تمہیں اپنے بچوّں کی پرورش کرنی ہے۔ زیبا اور مونس تمہارے دو چراغ تمہاری آنکھوں کی پتلیوں میں روشن ہیں۔ کیا تم یہ نہیں جانتی کہ ہندوستان میں قلم کی کمائی پر زندہ رہنا مشکل ہے۔ پھر بھی تم اخبار کا ایڈیٹوریل لکھ کر زندہ ہو۔ مجھے تمہاری تنہائی سے ہمدردی ہے۔ لیکن تمہیں کیا میری تنہائیوں کا خیال نہیں آتا؟

میں نے نفیس کو آج اپنے گھر بلایا تھا تاکہ اسے اپنی تنہائی کا احساس دلا سکوں اور یہ بھی بتا سکوں کہ تم ——— نفیس تم میرے وجود پر چھا چکی ہو اس لئے اب میں خود کو تنہا محسوس نہیں کرتا۔ پھر کیوں نہ ہم دونوں زندگی ساتھ گزارنے کا فیصلہ کر لیں۔ بہت سے واقعات زندگی میں رونما ہوتے ہیں۔ ایک یہ بھی سہی۔

——— نہ جانے میں نے کن لفظوں میں تم سے کہا اور نہ جانے کن لفظوں میں تم نے سنا۔ یہ کچھ ٹھیک سے یاد نہیں۔ ہاں اتنا یاد ہے کہ تمہاری آنکھیں بُری طرح برس رہی تھیں اور تمہاری ہچکیاں بندھ گئی تھیں۔ ان ہچکیوں کے درمیان تمہاری ڈوبتی ابھرتی آواز میرے کانوں میں پگھلے ہوئے سیسہ کی طرح اترتی جا رہی تھی یا میرے شریانوں میں لہو بن کر دوڑ رہی تھی اور مجھے جھلستی جا رہی تھی۔ تم کہہ رہی تھیں

"مجھے کس گناہ کی سزا مل رہی ہے خدایا! نہ میں نے تیری عبادت سے انکار کیا نہ تیرے وجود سے۔ صرف ایک سوال تھا میرا وہ بھی میری اماں سے۔ ایک چھوٹا سا سوال کہ اماں بی انّو کو ہمیشہ اچھی چیزیں کیوں دیتی ہیں، مجھے کیوں نہیں؟ انّو تو مجھ سے دو سال چھوٹا ہی تھا۔ ایک چھوٹا سا سوال ہی آخر بہت بڑا ہو گیا۔ انّو کی افضلیت ہر چیز پر قائم رہی اور میری کمتری مجھے ہمیشہ رلاتی رہی۔ یہاں تک کہ میں نے اپنے چاروں طرف الفاظ کا گھروندا بنانا شروع کیا۔ مجھے پناہ ملی تو اپنی شاعری میں۔ میں سب کچھ بھول کر اپنے تخیلات میں مگن رہی۔ یہاں تک کہ میری شادی رفیق سے ہو گئی۔ رفیق گورنمنٹ کے عملہ کے ایک ذمہ دار افسر تھے۔ لیکن اچھے خاصے ذمہ دار افسر نے میرے ساتھ غیر ذمہ داری کا سلوک کیا۔

ملک کے ایک ادبی جریدہ نے بڑے اہتمام سے میری بہت سی نظمیں اور میری تصویر شائع کی تھی۔ یہ میری شناخت کا ایک کھلا اعتراف تھا۔ میں نے لپک کر رسالہ رفیق کو دکھایا، لیکن وہ اسے دیکھتے ہی بھڑک اٹھے چیخ چیخ کر مجھ سے کہا کہ ایسی بیہودہ شاعری اور اپنی تصویر چھپوا کر تم نے میرے خاندان کی عزّت خاک میں ملا دی۔ میں نے گھبرا کر صفائی پیش کی کہ میں نے کوئی بے عزّتی نہیں کی ہے صرف چند نظمیں ہی تو لکھی ہیں۔ لیکن رفیق بپھر گئے تھے۔ میں چھپ چھپ کر روتی رہی اور نظمیں لکھ لکھ کر پھاڑتی رہی۔ ہفتہ دس دنوں کے اندر خطوط کے انبار لگ گئے۔ کسی نے میری شاعری کو سراہا اور کسی نے میری تصویر کو۔ رفیق غصّہ سے پاگل ہوئے جا رہے تھے۔ آخر انھوں نے اپنی والدہ سے مشورہ کر کے مجھے طلاق دے دیا۔

میں روتی رہی اور کہتی رہی کہ اب میں شاعری نہیں کروں گی خدا کے لئے مجھے طلاق نہ دو۔ لیکن رفیق اپنے فیصلہ پر قائم رہے۔

میں مجبور محض اپنی رسوائیوں کا لبادہ اوڑھے ایک طلاق شدہ عورت کی حیثیت سے واپس آ گئی۔ پھر میں نے اپنا مقابلہ انّو سے کبھی نہیں کیا۔ ماں کی کوکھ سے جنم لیا تھا اس لئے ماں مجھے دیکھ دیکھ کر دکھی ہوتی رہی اور موقع پاتے ہی مجھے پھر بیاہ دیا۔ ایک رئیس و کبیر بزنس مین سے وہ آج کے دور کا ایک مصروف ترین انسان تھا۔ صبح سے شام تک وہ ہر طرح کے بزنس آفیس میں مصروف رہتا اور رات آتی تو شراب سے اور مجھ سے ایک جیسا سلوک کرتا۔

میں اس کے لئے کوئی زندہ شئے نہیں محض نشہ اور دلبستگی کا سامان تھی۔ ہر رات میری گزشتہ رات سے زیادہ تکلیف دہ ہوتی گئی۔ میرے جسم کا ایک ایک حصّہ اس کے وحشیانہ پن کی فریاد کرتا۔ شام کی آمد کے ساتھ ہی میں دہشت زدہ ہونے لگتی۔ یہاں تک کہ ایک رات میں اس درندہ سے چھٹکارہ پانے کے لئے گھر سے بھاگ نکلی اور دوسرے دن کورٹ میں حاضر ہو کر میں نے خلع کا مطالبہ کیا۔ میرے جسم پر میری گواہی کے انگنت ثبوت موجود تھے اس لئے میں آزاد ہو گئی۔ میری ماں میری حرکتوں پر شرمندہ تھیں اس لئے میں گھر نہیں گئی شہر بھی چھوڑ دیا اور یہاں آ گئی یہاں میں جو بھی تھی جیسی بھی وہ آپ جانتے ہی ہیں۔"

نفیس کی سسکیاں تیز ہو گئیں تھیں۔ نفیس کے لئے میری تمام ہمدردیوں نے محبّت کا روپ دھار لیا تھا۔ میرا دل چاہا کہ میں اسے اپنے بازوؤں میں جکڑ لوں اور کسی طرح تھپک تھپک کر چپ کرا دوں۔ آخر میں اسے اس طرح بلک بلک کر روتے کیسے دیکھ سکتا تھا۔ ہچکیوں کے درمیان وہ پھر کہنے لگی۔

"یہاں آ کر میں نے سب سے بزرگ، سب سے عظیم شاعر سے اپنا ناتا جوڑ لیا۔ یہ آپ تھے بابا آپ تھے۔ آپ کی روپ ریکھا میں، میں اپنے والد کا عکس پاتی تھی جن کی شفقت سے میں بچپن میں ہی محروم ہو گئی تھی۔ آپ نے بھی میرے ساتھ کیسا سلوک کیا بابا کیسا سلوک کیا؟ چند دنوں میں بھابھی میکہ سے گھر آ جائیں گی۔ شاہدہ بھی چھٹیوں میں آنے والی ہیں۔ پھر آپ کا گھر ناتی پوتوں سے بھر جائے گا۔ آپ مجھے بھی ایک شوخ بیٹی سمجھ کر برت لیتے بابا۔"

میں بوکھلا کر کمرے سے لگے باتھ روم میں آ گیا ہوں اور ہاتھ دھو رہا ہوں لیکن ہاتھ کیا دھو رہا ہوں، ہاتھ مل رہا ہوں۔ مجھے اس کے قدموں کی چاپ سنائی دے رہی ہے۔ جو آہستہ آہستہ مجھ سے دور ہوتی جا رہی ہے۔ سسکیوں میں اس کی ڈوبتی ابھری آواز آ رہی ہے۔

"یہ دنیا آپ کی ہے بابا۔ آپ کی یا انّو کی یا رفیق کی۔ آپ کو اختیار ہے کہ آپ جو چاہیں سو کریں۔ آپ ہمیں جیسے چاہیں برت لیں۔ میں نے غلط سوچا تھا بابا کہ اماں بی انّو کو فضیلت کیوں دیتی ہیں۔"

(پٹنہ سے نشر)

وہ اجنبی

عمر عادل

اس کی آنکھوں میں اب بھی وہی بات تھی۔
وہ بات نہ ہوتی تو میں شاید اسے پہچان نہ پاتا۔

کتنا بڑا فرق آگیا تھا اس میں ——— چند ماہ پہلے جب میں نے اسے دیکھا تھا تب وہ اچھا خاصہ صحت مند تھا۔ آنکھوں میں کچھ کر گزرنے کے عزم کے ساتھ ہی کچھ تھکن سی تھی۔ چہرہ کچھ ایسا لگتا تھا جیسے کسی ریگستان کی گرم دھوپ میں برسوں کے سفر سے کمھلا گیا ہو۔ اس کی آنکھوں میں کئی وقت کی بھوک صاف نظر آرہی تھی۔

وہ مدھیہ پردیش سے یوپی میں آیا تھا۔ مگر کیوں آیا تھا؟ کس کس کو چھوڑ کر ——— کس سے روٹھ کر ——— کن امیدوں کے ساتھ آیا تھا ——— یہ اس نے کچھ بھی نہ بتایا۔

اب وہ بے سروساماں، بے سہارا، بے ٹھکانہ، اجنبی تھا اس شہر میں جو میرے پاس روزگار کی تلاش میں آیا تھا۔ میں نے کہا تھا۔

"میرا کوئی کاروبار نہیں جس میں تمہیں کام پر لگا سکوں ——— مگر تم بیٹھو میں تمہارے لیے کھانا لاتا ہوں اس وقت تو بس میں اتنا ہی کر سکتا ہوں۔"

"پیسہ کماؤں گا تب کھاؤں گا بابوجی ——— اس نے بڑے جمے ہوئے لہجے میں کہا اور مجھے غصہ سے گھورتا ہوا اس طرح کمرے سے نکل گیا جیسے میں نے اسے کوئی بہت بڑی بات کہدی ہو۔

ایک دن میں نے اسے ایک ہوٹل کے سامنے کھڑا دیکھا تنور سے نکلتی گرم گرم روٹیوں کو وہ اس طرح گھور رہا تھا جیسے زندگی میں پہلی مرتبہ دیکھ رہا ہو۔

"کیا بات ہے؟ ——— کھانا کھانا ہو تو اندر آجاؤ۔" ہوٹل والے نے بڑی دیر بعد اس پر توجہ دی۔

"کھانا تو کھاؤں گا مگر پہلے تھوڑا بہت کام مل جاتا تو بڑی مہربانی ہوتی ———"

"کام ——— کیسا کام ———" ہوٹل والے کا لہجہ کچھ روکھا ہو گیا۔

"قورمہ، پلاؤ، زردہ، کوفتہ، فیرینی، کباب، روٹی ——— کچھ پکانا آتا ہے؟"

"یہ تو کچھ بھی نہیں آتا ——— میں صفائی کا کام کر لوں گا ———"
وہ بڑی امید سے بولا۔

پھر ہوٹل والے نے اس سے اس کے بارے میں بہت سے سوال کیے اور پھر تنکا سا جواب دیدیا۔

"چلو چلو ——— آگے بڑھو یہاں کوئی کام نہیں ———"

اس نے بڑی مایوسی اور غصہ سے ہوٹل والے کو دیکھا اور پھر شہر کے بھرے بازار میں اس طرح چلنے لگا جیسے کسی ویرانے میں اکیلا جا رہا ہو۔

ایک شام میں نے اسے لکڑی کی ایک ٹال پر مالک سے جھگڑتا دیکھا ——— لوگوں کی بھیڑ جمع تھی ——— ٹال کا مالک بتا رہا تھا کہ اس نے صرف تین کوئنٹل لکڑی چیری ہے ——— اور وہ قسمیں کھا رہا کہ اس نے پوری چار کوئنٹل کی مزدوری کی ہے ——— لوگوں کی توجہ ٹال کے مالک پر تھی اور وہ اس طرح بول رہا تھا جیسے اپنی بات صرف خود ہی سن رہا ہو ———

لوگوں نے فیصلہ مالک کے حق میں کر دیا ——— وہ ہار گیا اور بہت مایوسی کے ساتھ تین کوئنٹل کی مزدوری لینے پر راضی ہو گیا مگر پھر ایک دوسرا تنازعہ کھڑا ہو گیا ——— ٹال کا مالک تین روپے کوئنٹل کے حساب سے اسے ۹ روپے دے رہا تھا اور وہ قسمیں کھا رہا تھا کہ اس سے چار روپے کوئنٹل کی مزدوری طے کی گئی تھی۔

لوگوں نے اسے بے ایمان قرار دیدیا ——— وہ خود ہی بولتا رہا ——— خود ہی سنتا رہا اور جب گیا تو ۹ روپے ہی لے کر سیدھا کھانے کے ہوٹل کی طرف چلا گیا۔

ایک مرتبہ اناج کی منڈی میں ایک بڑے بیوپاری کے ساتھ جھگڑا کرتا دکھائی دیا۔

دوسرے کئی مزدوروں کے ساتھ مل کر اس نے گودام میں بوریاں ڈھوئی تھیں۔

یہاں بھی بھیڑ جمع تھی۔

اس نے پچاس بوریاں ڈھوئی تھیں ——— بیوپاری اسے ۱۵ پیسے بوری کے حساب سے مزدوری دے رہا تھا اور وہ بضد تھا کہ جب دوسرے مزدوروں کو ۲۵ پیسے بوری کے حساب سے مزدوری دی ہے تو اسی حساب سے اسے بھی ملنا چاہیئے۔

مگر دوسرے مزدور تو منڈی کے پرانے مزدور تھے ——— وہ تو اجنبی تھا جس پر ترس کھا کر مزدوری دی گئی تھی۔

وہ اجنبی تھا۔ بے سروساماں بے ٹھکانہ تھا ——— مجبور اور تنہا تھا ——— وہ یہاں بھی ہار گیا۔

پھر اکثر میں نے اسے دکانوں وغیرہ پر کام مانگتے دیکھا آنکھوں میں بھوک کی سیاہی لیے ——— میلے کچیلے کپڑے میں شہر کے بازاروں اور منڈیوں میں وہ گھومتا پھرا ——— لوگ اس پر ترس کھا کر اسے بھیک دینا چاہتے تھے اور وہ اپنے پسینے کو سکوں میں ڈھالنا چاہتا تھا ———

پھر میں نے اسے کبھی کسی سڑک کے کنارے کسی بند دکان کے تختے پر ——— کسی دیوار کے نیچے یوں لیٹے دیکھا جیسے اب تھک گیا ہو۔

وہ گلی کوچوں میں بھٹکتا ملا ——— لونڈے اسے چھیڑتے

"کام کرو گے ———"

"ہاں کروں گا۔"

"یہ نالی صاف کر دو۔"

وہ لونڈوں کو مارنے دوڑتا اور پھر اُن کے قہقہوں سے ڈر کر بھاگ پڑتا۔

ایک ہرا بھرا تنومند درخت میرے دیکھتے دیکھتے سوکھ کر رہ گیا ———

اب وہ بازار کی طرف جانے والی سڑک کے موڑ پر ——— ایک نیم شکستہ دیوار سے پیٹھ ٹکائے ——— چہرے پر وحشت اور سیاہی لیے خاموش کھڑا ہے۔

راہ چلتے لوگ اس کی شکستہ حالی پر رحم کھا کر اسے خیرات دیتے ہیں۔

مگر عجیب بات ہے۔

خیرات لے کر وہ دینے والے کو دعا نہیں دیتا ——— گالیاں دیتا ہے۔

لوگ کہتے ہیں اس کی گالیاں ہی دعائیں بن کر لگتی ہیں۔
اس لیے بُرا نہیں مانتے ———

(رامپور سے نشر)

محمد عادل
جامع مسجد، قلعہ بریلی

بقیہ: پانچواں آدمی

مکان میں پڑی ہے۔ گھر کے لوگ کہاں ہیں کسی کو پتہ نہیں۔"

مہربان بزرگ کہہ رہا تھا اور وہ کچھ بھی سنے بغیر چکرا کر فرش پر گر گئے۔ ان کے منہ سے جھاگ نکلنے لگے۔ بوڑھا گھبرا کر ان پر جھکا پھر افسوس کے لہجہ میں کہنے لگا۔

"ارے یہ تو زہر کھائے ہوئے ہیں اسپرٹ کی کتنی بدبو آرہی ہے بتاؤ بچو کس نے دیا زہر تمہیں ———؟"

لیکن جواب دینے سے پہلے ہی ان دونوں کے جسم سرد ہو چکے تھے اور زبان بند وہ کسی کو نہیں بتا سکے کہ پکڑو اس پانچویں آدمی کو جس نے زہر بلے اسپرٹ کی شراب انھیں پلائی، شہر کو آگ لگوائی رشتوں کو قتل کرایا۔ وہ جہاں بھی ہو پکڑ لو اسکو اور قانون کے حوالے کر دو !!!

(رامپور سے نشر)

سعید فرحت محلہ تھانہ جیبانی۔ رامپور

تحریر و ترتیب : عزیز انصاری

پہاڑی اور ڈھال دار زمین پر کھیتی

کھیتی میدانی اور پہاڑی دونوں علاقوں میں ہوتی ہے۔ پہاڑی اور ڈھال والی زمین کی اگر مناسب طریقے سے حفاظت نہ کی جائے تو وہ جلد ہی ناقابل زراعت قرار دیدی جاتی ہے۔ کینڈا میں ایک کسان ہے ٹو روبیو سالا زار جو برسوں سے ڈھال دار زمین پر عمدہ پیداوار حاصل کر رہا ہے۔ بارہ سال پہلے اس کی زمین کافی خراب ہوگئی تھی وہ بڑی مشکل سے معمولی پیداوار حاصل کرپاتا تھا۔

بہت غور کرنے کے بعد اس نے اپنی کھیتی کرنے کا طریقہ بدلا اور اس کے ساتھ ہی اسکی پیداوار میں مسلسل ترقی ہوتی گئی۔ اس کا کہنا ہے کہ اس نے زمین کی طاقت کو برباد ہونے سے بچایا اور اس طاقت کو اور زیادہ بڑھانے کی طرف دھیان دیا۔ اس کا نتیجہ اسے یہ حاصل ہوا کہ جس کھیت سے اسے بڑی مشکل سے پانچ من پیداوار حاصل ہوتی تھی اسی کھیت سے اسے پچاس من پیداوار حاصل ہونے لگی۔

پہلے وہ کھیتی بالکل عام طریقے سے کیا کرتا تھا۔ زمین کی اوپری سطح ڈھال ہونے کی وجہ سے برباد ہوتی جا رہی تھی۔ اس نے اس سطح کی اہمیت کو سمجھا اور اسے برباد ہونے سے بچایا۔ اس نے کھیت میں بیج بونے کے لیے جو لائنیں بنائیں وہ ڈھال کی مخالف سمت میں بنائیں۔ رفتہ رفتہ اس نے اپنے پورے کھیت میں کنٹور بیڈ تیار کر لیے۔ کسی کام کا کہنا آسان ہوتا ہے اور کر کے دکھانا بہت مشکل لیکن ٹو روبیو نے یہ مشکل کام کر کے دکھا دیا۔

پہاڑی زمین پر جو ڈھال ہوتا ہے اس پر کسی ایک سطح کو برقرار رکھتے ہوتے کوئی لائن بنانا بہت مشکل ہوتا ہے۔ ایک کسان کے لیے یہ کام کرنا تو اور بھی مشکل ہے۔ انجینئرس بڑے قیمتی اور نازک آلات کی مدد سے یہ کام کرتے ہیں۔ اس کام میں وقت اور روپیہ دونوں کی ضرورت ہوتی ہے لیکن ٹو روبیو نے اپنا آلہ خود تیار کیا۔ اس نے تین سیدھی اور مضبوط لکڑیاں لیں۔ دو لکڑیوں کی لمبائی دو میٹر اور ایک لکڑی کی لمبائی ایک میٹر کے قریب تھی۔ دونوں دو میٹر لمبی لکڑیوں کے ایک سرے پر اس نے چاقو سے ایک گول دائرہ بنا دیا۔ اس دائرے سے لکڑی کے دوسرے سرے کی دوری ٹھیک دو میٹر رکھی گئی۔ دونوں لکڑیوں پر بنائے گئے دائروں کو اس نے آپس میں اس طرح باندھا کہ انکے دوسرے سرے ایک دوسرے سے دو میٹر کی دوری پر قائم رہے۔

اب اس نے تیسری ایک میٹر لمبائی والی لکڑی کو ان دونوں لکڑیوں کے درمیان سے اس طرح باندھا کہ ایک مثلث کی شکل بن گئی اور دونوں لمبی لکڑیوں کے سروں کے درمیان کا فاصلہ بھی دو میٹر پر فکس ہوگیا۔ لکڑیوں کے اس مثلث میں اب اس نے ایک مضبوط باریک رسی لے کر اس کے ایک سرے پر ایک پتھر اچھی طرح سے باندھ دیا اور رسی کا دوسرا سرا اس نے اس جگہ باندھا جہاں لمبی لکڑیوں کے دونوں سرے آپس میں باندھے گئے تھے۔ رسی کی لمبائی اتنی رکھی کہ دوسرے سرے میں باندھا گیا پتھر بیچ میں باندھی گئی لکڑی سے ذرا نیچے رہے۔ بس یہی تھا وہ آلہ جو اس کسان نے بنایا۔

جب اس مثلث کو سیدھا کھڑا کیا جاتا اور لکڑیوں کے دونوں سرے ایک برابر سطح والی زمین پر رکھے جاتے تو رسی میں بندھا ہوا پتھر بیچ میں باندھی گئی لکڑی کے درمیان سے ٹکراتا اس جگہ پر بھی اس نے ایک نشان بنا دیا۔ اب اسے صرف دو میٹر کی زمین ایک سطح والی تیار کرنا پڑتی اور اس آلہ کی مدد سے اسی سطح پر قائم رہتے ہوئے وہ اپنی لمبی لمبی لائنیں بنا ڈالتا۔

جس طرح پانی ایک سطح پر ایک اونچائی تک رہتا ہے۔ سطح ذرا بھی اونچی نیچی کر دی جائے تو پانی کے اونچائی میں بھی فرق پڑ جاتا ہے۔ اس آلہ سے اس نے اسی طرح زمین کی اونچائی برابر پائی دو میٹر زمین پر اس آلہ کو فکس کرنے کے بعد وہ اس کے صرف ایک سرے کو اس سمت آگے بڑھاتا جس سمت اس کی کھیتی کی لائن بننے والی ہوتی۔ دوسرے سرے کو اس مقام پر ہی قائم رکھتا۔ لکڑی کے جس سرے کو آگے بڑھاتا اسے کس اونچائی پر فکس کرنا ہے اس کا اندازہ وہ اس پتھر سے لگا تار ہتا جو اس نے بیچ میں لٹکا رکھا تھا۔

دو دو میٹر کی اس دوری پر وہ چھوٹے چھوٹے لکڑی کے ٹکڑے گاڑتا جاتا تاکہ اسے صحیح اونچائی معلوم ہوتی رہے۔ بعد میں اسی اونچائی تک وہ زمین کی سطح بنا لیتا اور اس طرح اس کے ڈھال دار کھیت میں سیدھی سیدھی لائنیں ڈھال کی مخالف سمت میں بنتی گئیں۔

اب جب بھی بارش ہوتی ہے تو اس کے کھیت کی زمین کی اوپری پرت جو کھیتی کے لیے بہت مفید ہوتی ہے، بہہ کر باہر نہیں جا پاتی۔ اس لیے اس کے کھیت کی پیداوار کی طاقت برقرار رہتی ہے۔ کھیت میں کسی طرح کا کٹاؤ بھی نہیں ہو پاتا۔ اس طرح اس کے کھیت کی حالت اور طاقت دونوں محفوظ ہوگئی ہیں۔ اب وہ زراعتی سائنس کی نئی نئی ایجادات کا بھی فائدہ اٹھا رہا ہے اور اپنے اسی برباد ہوگئے کھیت سے دس گنا زیادہ پیداوار حاصل کر رہا ہے۔

کچھ دودھ کے بارے میں

دنیا میں ہندوستان ہی ایسا ملک ہے جہاں گائے نسل کے جانور سب سے زیادہ ہیں۔ یہاں ۱۸ کروڑ گائیں اور ۶ر۲ کروڑ بھینس ہیں۔ ملک کی آبادی زیادہ ہونے کی وجہ سے ایک آدمی پر صرف ۳۵ر۰ جانور کا اوسط ہے۔ دیگر ترقی یافتہ ممالک میں یہ اوسط دو تین جانور فی آدمی ہے۔

ہندوستان میں ۸۴ر۳ کروڑ ٹن دودھ ہر سال پیدا ہوتا ہے پھر بھی ایک آدمی کے حصے میں صرف ۱۲۹ گرام دودھ آتا ہے جبکہ ہر آدمی کو ۲۱۰ گرام دودھ کی ضرورت ہوتی ہے

۵۶ فی صد دودھ بھینسوں سے
۴۱.۷ " " گائے " } دستیاب ہوتا ہے
۲.۳ " " بکریوں "

۲۰۰۰ تک اسی کروڑ آبادی ہوگی تو ہمیں دودھ کی ضرورت ۶ر۴ کروڑ ٹن ہوگی۔

آپ کی رائے

"آواز" ۱۶رمئی کا شمارہ باصرہ نواز ہوا۔
خورشید حیات کا افسانہ "سوالیہ نشان کے نیچے کا نقطہ" اپنے انداز بیان سے متاثر کردیتا ہے۔ خورشید حیات کا یہ افسانہ جو عدم سرول سے شروع ہوتا ہے اور ارتقاء کی منزل تک پہنچتے پہنچتے ایک ایسی صورت اختیار کرلیتا ہے کہ ایک ایک لفظ قارئین کے لئے جہان معنی پیدا کرتا چلا جاتا ہے۔ ان کا یہ افسانہ Multi Dimensional ہے ہندوستان کی موجودہ صورت حال میں ان کے فکر اور تخیل نے جو کچھ دیکھا ہے اسے افسانہ بنادیا ہے۔
شبیر احمد کا افسانہ "اُلمس" بھی پسند آیا۔
شعری حصہ میں سیدہ شان معراج اور افتخار آذر نے متاثر کیا۔

ایف۔ احمد شاد
اشوک نگر۔ گیا۔ ۸۲۳۰۰۱

۱۶رمئی کا شمارہ نظر نواز ہوا۔ میں طالب علموں کی جماعت سے تعلق رکھتا ہوں۔ اس لئے ایس۔ ایم موسوی کا مضمون "سماج اور طلبا کے فرائض" کافی پسند آیا۔ ایس ایم موسوی صاحب کا شکر گزار ہوں۔ انھوں نے یہ مضمون لکھ کر طلبا کو اپنے فرائض کا احساس دلایا۔ اس کے علاوہ چند غزلیں پسند آئیں مگر وہ ادبی معیار سے کچھ فروتر ہیں۔

اے ایچ۔ حقانی
دیوبند سہارن پور۔ یو۔پی

امتحانات سے فراغت کے بعد آج آواز ۱۶ مئی کا شمارہ دیکھنے کا موقعہ ملا۔ مضامین پسند آئے خصوصاً مولانا غلام قادر کا مضمون "خواتین میں خود اعتمادی"۔ مضمون نگار نے کافی حد تک کوشش کی ہے کہ خواتین کو ان کے خود اعتماد ہونے کا احساس دلا سکے۔ یقیناً آج کی خاتون کو کسی طرح کے جوکھم اٹھانے میں کوئی ڈر نہیں لگتا۔ اس کی واضح مثال تو یہ ہے، جسے شاید مضمون نگار نے نظرانداز کر دیا ہے، کہ آج کی خاتون اپنے رکھ رکھاؤ سے مردوں سے بھی کوئی ڈر محسوس نہیں کرتی۔ وہ بے خوف وخطر کسی بھی مرد کے شانہ بشانہ چلنے کلب میں جاتی ہے ذرا آپ خود سوچئے وہ کہاں ڈرتی ہے۔ کیا یہ اس کی خود اعتمادی کا ثبوت نہیں؟ سب سے زیادہ عیاں مثال تو یہ ہے جو خواتین کے لئے باعث فخر بھی ہے کہ شاید ہی دنیا کا کوئی تحریری اشتہار ہو جو اس کی تصویر کے بغیر ہو۔

خورشید عالم سالار ایم ایم، ہال۔ اے ایم۔ یو علی گڑھ

۱۶رمئی کا شمارہ دستیاب ہوا۔ لیکن جناب شدت انتظار کے بعد یعنی ۲۸رمئی کو مہربانی فرماکے اس طرف دھیان ضرور دیں آپ سے گزارش ہے۔ اب آپ کو کیسے بتاؤں کہ "آواز" کا کتنی بے تابی سے انتظار رہتا ہے۔ خیر پرچہ بہت اچھا لگا۔ یہ رسالہ اردو ادب کی معلومات کا ایک بہترین ذریعہ ہے خدا سے میری دعا ہے کہ اس پرچہ کو ترقی کے آخری منزل پر پہنچائے! آمین

اشرف خاں ایم۔ اے
دھوترا۔ آکولہ (مہاراشٹر)

یکم مئی کا آواز پہلی بار حاصل ہوا۔ پڑھکر دل خوشیوں سے جھوم اٹھا۔
میں اس رسالے کی تعریف کیا کروں۔ یہ اپنے آپ میں بے مثال ہے۔ اس شمارے کے مضامین نیز افسانے غزلیں بہت اچھی لگیں تمام قلم کاروں کو میری طرف سے مبارکباد

انیس آفتاب خالد نسیم
مولانا آزاد چوک
لال باغ دربھنگہ ۸۴۶۰۰۴
(بہار)

اس وقت یکم مئی ۸۵ء کا شمارہ ہاتھ میں ہے۔
چونکہ "آواز" دو سالوں سے زیر مطالعہ ہے۔ کالم "آپ کی رائے" شروع کرکے آپ سامعین کے مشوروں تنقیدوں اور سامعین کی رائے سے آپ "آواز" کو اور خوبصورت بنا سکیں گے۔ اسی کام کے لئے میں آج خط لکھنے کی جسارت کر رہا ہوں۔ "لورس انٹرنیشنل ریڈیو لسنرس کلب" کا میں صدر ہوں۔ ساتھ ہی کلب کے تمام ممبران اس رسالے کو پسند کرتے ہیں اور پابندی سے مطالعہ کرتے ہیں۔ اور آواز کی ترقی کے لئے دعا دیتے ہیں۔
پچھلے تین رسالوں میں ان قلم کاروں کے مضامین کچھ زیادہ ہی پسند آئے "کنکی آوازیں" (عبید قمر)، "سونیہ آرام اور ایسنت" (رئیس فاطمہ رضوی) "چھلکتی تبسم نشاط" "وجود" (کوثر پروین) "چاند کی بی" (زہرہ جمال)، "سوال" (سلمہ جبیں)، اور "بے وفا" (افتخار عظیم چاند) وغیرہ۔ بہترین مضمون قلم بند کرنے پر تمام قلمکاروں کو میری طرف سے مبارکباد۔
میری بات یا شکایت یہ عرض ہے کہ ہمارے شہر میں "آواز" تاخیر سے اور پابندی سے نہیں آتا۔ براہ کرم اس شکایت کو دور کریں۔ چونکہ ہمارے نوجوان کے اس کلب میں بی بی سی، وائس آف امریکہ۔ وائس آف جرمنی ماسکو۔ جاپان وغیرہ بیرونی نشریات کے شعبہ اردو کے اناؤنسروں کی تصویریں ہیں لیکن بدقسمتی سے مقامی یعنی آل انڈیا ریڈیو کی اردو سروس کے اناؤنسروں کی ایک بھی تصویریں نہیں ہیں۔ اس سلسلے میں یہ مشورہ عرض ہے کہ اردو سروس کے تمام اناؤنسروں کی تصویریں ایک ایک کرکے یا ایک ساتھ آواز میں شائع کریں یا کرتے رہیں۔ اس طرح ہمارے کلب کی کمی بھی دور ہو جائے گی ساتھ ہی ان تمام لاکھوں سامعین کی فرمائش اور خواہش بھی پوری ہو جائے گی۔ "شمع فروزاں" کے لئے ایک یا آدھا صفحہ فکس کر دیا جائے اور اسے ہر شمارے میں ضرور شائع کیا جائے۔ امید کہ آپ ان باتوں پر توجہ دیں گے۔ شکریہ۔ آخر میں "آواز" کے سامعین۔ قلمکاروں کی خدمت میں سلام۔

فاروق احمد انصاری م۔ صدر
لورس انٹرنیشنل ریڈیو لسنرس
کلب بشیر حسینی کمپاؤنڈ۔ آگرہ
روڈ۔ ۱۱/۱۹ مالیگاؤں ۴۲۳۲۰۲

مئی کے شمارے میں "روزہ اور ہماری زندگی" "سماج اور طلبا کے فرائض" اس معیاری مضمون سے ہر انسان استفادہ حاصل کر سکتا ہے۔ میری رائے ہے کہ آپ اس دور کے لئے اس طرح کے مضامین کا انتخاب کرتے رہیں تو زیادہ اثر پذیر ہوگا۔ اور ساں محمود حسن کے شعر نے مجھے کافی متاثر کیا ہے اور ہے

غموں کا بوجھ لئے، درد کا عذاب لئے
ابھی بھی زندہ ہوں پلکوں پہ تیرے خواب لئے

مزید مسرت کی بات یہ ہے کہ اتنی بہترین خوشخط، معیاری مضمون، اور صاف کاغذ کے ساتھ برسوں سے اردو کی خدمت کو بحسن خوبی انجام دے رہے ہیں میں آپ سبھوں کی کاوش اور جوش وخروش کو دیکھتے ہوئے مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

محمد وسیم اختر انجم
ساکن۔ جوگندر تھانہ چوکی ہاٹ
ضلع۔ پورنیہ۔ (بہار)

تسلیم!
"آواز" یکم مئی ۱۹۸۵ء شمارہ آنکھوں کے سامنے گزرا تعریف کے قابل ہے "راجندر سنگھ بیدی" کا سلسلہ وار ناول "ایک چادر میلی سی" ناول کا مرکزی کردار بے حد پسند آیا۔ ان کو مبارکباد۔ اور ساتھ ہی ساتھ ریڈیو ناٹک "کرفیو۔ سخت کرفیو" بہت خوب ہے۔ افسانہ "کفارہ" اور غزلیں بھی پسند آئیں۔ آپ ہمارے گاؤں کے بک اسٹال کی طرف خاص توجہ دیجئے۔ یہاں پر آپ کا رسالہ ۱۶ سے ۳۰ر اپریل ۱۹۸۵ء کا شمارہ مئی ۱۷ر کو ملا۔ بہت رنج ہوا۔ دوبارہ غلطی نہ کیجئے گا۔ ہمیں آواز سے بہت پیار ہے "آواز" کے سرورق میں ۲۶ چیت سے ۱۰ر بیساکھ ۱۹۰۷ شاکا اور اندرونی صفحے میں ۲۶ چیت ۱۹۰۶ شاکا چھپا ہوا ہے۔

عبدالرؤف قاضی
قاضی گلی الی گیری ضلع دھارواڑ
(کرناٹک)

آواز میرا پسندیدہ رسالہ ہے۔ میں بلا ناغہ اس رسالہ کا مطالعہ کرتا ہوں ۱۶ر اپریل کے شمارہ میں یہ سلسلہ "شخصیات شعروادب" شاد عظیم آبادی بہ حیثیت رباعی

کار" بہ عنوان "صوفیائے کرام اور لسنت" خانقاہ اسلام پور کے نوادرات "مکتی اور آمد بہار کی ریڈیو پر" یہ ساری چیزیں کارآمد مفید اور دلچسپ تھیں جسے پڑھکر ہماری معلومات میں مزید اضافہ ہوا۔

یکم تا ۱۵ مئی کے شمارہ میں بسلسلہ شخصیات شعر و ادب "راجندر سنگھ بیدی" بہ عنوان "ابن مریم ہوا کرے" شگی آوازیں "کفارہ" افسانے بے حد اچھے لگے کرفیو سخت کرفیو "ڈرامہ بھی دل کی گہرائیوں کو چھو گیا۔ اپنے رسالے میں سوال و جواب کیلئے بھی ایک ورق کا اضافہ کر دیجئے۔

سورت گڑھ اور شیلانگ ریڈیو اسٹیشن کے پروگراموں کی تفصیلات بھی شائع کیجئے۔

محمد صدر الزماں خاں گوردی۔
گوری ضلع سیتا مڑھی بہار

اس رسالہ کی سب سے بڑی ادب میں بلا مبالغہ کہہ سکتا ہوں کہ دنیا میں جتنے بھی رسائل نکل رہے ہیں۔ اس کے مقابلے میں اس کی خوبی یہ ہے کہ سمندر کو کوزے میں بند کرنا" صرف "آواز" کا ہی کارنامہ ہے۔ آج کا انسان مشین کی مانند مصروف ہے اُسے اتنی فرصت کہاں ہے کہ وہ کسی طویل شئے کا مطالعہ کرے بس وہ چاہتا ہے کہ جو بھی بات ہو مختصراً ہو۔

انسانی نبض کو اس رسالے نے پکڑ لیا ہے اسی لئے تمام تر رسائل میں مقبول اور کامیاب ہے۔

دوسری جو بہت ہی اہم ہے اس کی پابندی جو اور رسائل کے لئے عنقا ہے۔ بہر حال آپ مبارک باد کے مستحق ہیں اس لئے میری جانب سے ڈھیر ساری مبارک باد قبول فرمائیں۔

تنویر سید
۱۹ ۔ کولہن ٹولہ۔ الہ آباد

آواز کا آج ادبی دنیا میں اک خاص مقام ہے اور اس نے ہر صاحب ذوق کے دل میں گھر کر لیا ہے جس میں جانے کتنا اور کس بلا کا درد و کرب چھپا ہے۔

میں تو اس کا مدت سے قاری ہی نہیں بلکہ پجاری ہوں۔

آواز کی ہر تخلیق خوب ہے اور ہر تخلیق کار مبارکباد کا مستحق۔

زراعت و سائنس پر خصوصی صفحات کا آغاز فال نیک ہے وقت کی اہم ضرورت۔ اس کے لئے عزیز انصاری صاحب کا انتخاب بہتر ہے۔

کبھی کبھی آواز میں غیر معیاری تخلیقات چھپ جاتی ہیں اس کے لئے آل انڈیا ریڈیو کے ڈائرکٹرس کو خصوصی طور سے نگاہ توجہ فرمانی چاہیئے۔

اظہار شاداں، سکریٹری ادبی تنظیم راجندر مارگ دھار
ایم۔ پی

نیشنل پروگرام

شوبھا گرتو کا گائن : ہفتہ ۶ جولائی رات ساڑھے نو بجے



بھجن، غزل اور مراٹھی اسٹیج گیت گانے میں مہارت حاصل ہے۔

ملک کی مشہور فنکار شوبھا گرتو کا تعلق موسیقاروں کے ایک نمایاں گھرانے سے ہے۔ موسیقی کی ابتدائی تعلیم اپنی ماں مینا کو بائی شروڈکر سے حاصل کی اور بعد میں استاد اللہ دیا خاں سے بھی گائن سیکھا۔ اس کے علاوہ انھوں نے کلاسیکی موسیقی کا علم استاد بھمن خاں سے اور ہلکی کلاسیکی موسیقی کا علم استاد گھمن خاں سے حاصل کیا۔ اور اپنے سسر پنڈت نارائن ناتھ گرتو سے بھی رہنمائی پائی۔

شوبھا گرتو پر احساس اور پائدار آواز کی مالک ہیں۔ ان کی گائیکی میں جذباتی کشش پائی جاتی ہے۔ ٹھمری، دادرا اور ہوری کے علاوہ انھیں کجری چیتی

'رتو وندنم' اور 'رتو سرگم' : جمعرات ۴ جولائی رات ساڑھے نو بجے

بدلتے ہوئے موسموں کی رنگا رنگی اور بدلتے ہوئے موڈ تاریخ کے قدیم زمانوں سے آرٹ کی مختلف اقسام کے بنیادی تھیم رہے ہیں۔ رقص و موسیقی کے اس زیر و بم نے آکاشوانی کے دو اسٹیشنوں تریوندرم اور دہلی کو بھی اپنی گرفت میں لے لیا اور انھوں نے موسیقی کے خصوصی پروگراموں کی تخلیق سے جو رتو (موسم) کی تھیم پر مبنی تھے ۱۹۸۴ء کے لیے بالترتیب پہلے اور دوسرے آکاشوانی ایوارڈز حاصل کیے۔

'رتو وندنم' : میں موسیقی کا ایک ایسا سفر دکھایا گیا ہے جو چھ مختلف موسموں پر مبنی ہے جن میں سے ہر ایک موسم کی اپنی خصوصیات ہیں جو عام آدمی کی زندگی سے جڑی ہوئی ہیں۔

اس پروگرام کو آکاشوانی تریوندرم کے جی۔ سبرامنیم اور این آر سی نایر نے مشترکہ طور پر تخلیق کیا ہے۔ اسکرپٹ ڈاکٹر وی ایس شرما کا ہے اور موسیقی ایم جی رادھا کرشنن اور پی رویندر ناتھ کی ہے۔

'رتو سرگم' : میں لے اور تال کی مدد سے موسموں کے سلسلے کو اجاگر کیا گیا ہے کہ کس طرح موسم آدمی کے جذبات اور احساسات سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس پروگرام میں کلاسیکی و ہلکی کلاسیکی اور لوک موسیقی کا استعمال کیا گیا ہے۔ آکاشوانی دہلی کے اس پروگرام کا اسکرپٹ بریندر نارائن نے تیار کیا موسیقی دنیش پربھاکر نے ترتیب دی اور پروگرام کو آکاشوانی دہلی کی پروگرام ایگزیکٹو وینا نائیک نے پروڈیوس کیا ہے۔



اردو سروس

پہلی مجلس
میڈیم ویو ۳۴۷۰۳ میٹر ۱۰۲۱ کلوہرٹز، ۲۱۰۰۱ میٹر ۱۰۷۱۱ کلوہرٹز
شارٹ ویو ۴۱۷ میٹر (۷۱۵۵ کلوہرٹز)

دوسری مجلس
میڈیم ویو ۳۴۷۰۳ میٹر ۱۰۲۱ کلوہرٹز، ۲۱۰۰۱ میٹر ۱۰۷۱۱ کلوہرٹز
شارٹ ویو ۳۱۱۱ میٹر (۹۶۵۰ کلوہرٹز)

تیسری محلس
میڈیم ویو ۳۴۷۰۳ میٹر ۱۰۲۱ کلوہرٹز
شارٹ ویو ۹۱۷۵ میٹر (۳۲۹۵۱ کلوہرٹز)

مقررہ پروگراموں کے لیے "آواز" شمارہ ۱۶ رجون دیکھیے

پیر یکم جولائی

صبح

۵-۴۵ صبح گاہی

۶-۲۵ شہر صبا
انیتا تلوار : شکیل بدایونی، جگر اور شمیم جے پوری کا کلام
افضل حسین : داغ دہلوی اور حالی کا کلام

۷-۳۰ سازسنگیت
گوپال سنگھ : گٹار پر توڑی

۹-۳۲ ہلکی کلاسیکی موسیقی
پنڈت حسن لال : خیال بیراگی

دوپہر

۲-۰۷ نغمہ و صدا

۳-۰۰ سازوں پر موسیقی
منیر خاں سرحد : سارندہ پر لوک دھن
سدھ رام جادھو : سندری پر دھن

رات

۸-۳۰ حسن غزل
افضل حسین : جگر مرادآبادی اور فیض کا کلام

۹-۰۰ کلام شاعر

۹-۳۰ پنجابی نغمے

۱۰-۰۰ بزم موسیقی
پنڈت حسن لال : خیال میاں کی ملہار
گوپال سنگھ : گٹار پر راگ تلنگ اور راگ اڈانہ

منگل ۲ جولائی

صبح

۵-۴۵ صبح گاہی

۶-۲۵ شہر صبا
امینہ برلی : اصغر گونڈوی اور جگر کا کلام
امیر کمار دیو : حسرت موہانی اور داغ کا کلام

۷-۳۰ سازسنگیت
سدھیر گوتم : سنطور

۹-۳۲ کلاسیکی موسیقی
مالویکا کانن : خیال دیسی توڑی

دوپہر

۱-۰۷ بھکتی گیت

۲-۳۰ نئی نسل نئی روشنی

۳-۰۰ میری پسند

رات

۸-۳۰ حسن غزل
امر کمار دیو : مومن، غالب اور بہادر شاہ ظفر کا کلام

۱۱-۳۰ بزم موسیقی
مالویکا کانن : خیال گوڑھ ملہار
سدھیر گوتم : سنطور پر امن

بدھ ۳ جولائی

صبح

۶-۲۵ شہر صبا
بیلا ساویر : غالب، جگر اور مجاز کا کلام
بلونت بنسل : داغ اور نوح ناروی کا کلام

۷-۳۰ سازسنگیت
دیا شنکر : شہنائی پر رام کلی

۹-۳۲ کلاسیکی موسیقی
یونس حسین خاں : خیال جونپوری

دوپہر

۲-۳۰ بزم خواتین
'نسوانی کردار کا ارتقا ناول کے آئینے میں'
تقریر از صغریٰ مہدی
گیت، کام کی باتیں

۳-۰۰ 'ہائی جیک' : ارون وناٹک مانڈے کے مراٹھی ڈرامے کا اردو عکس
از ممتاز شکیب

رات

۸-۳۰ حسن غزل
بلونت بنسل : مجاز اور فیض کا کلام

۱۱-۳۰ بزم موسیقی
یونس حسین خاں، وحید حسین خاں : خیال بٹ بہاگ
دیا شنکر : شہنائی پر باگیشوری

جمعرات ۴ جولائی

صبح

۶-۲۵ شہر صبا
انجلی بنرجی : جگر اور فیض کا کلام

۷-۳۰ سازسنگیت
شرمشٹھا سین : ستار پر اہیر بھیرو

۹-۳۲ ہلکی کلاسیکی موسیقی
بینظیر بیگم : ٹھمری بھیروی، دادرہ بھیروی

رات

۸-۳۰ حسن غزل
اقبال احمد صدیقی : شفق سلونوی اور داغ کا کلام

۱۰-۰۰ ادبی نشست

۱۱-۳۰ بزم موسیقی
وسنت راؤ دیشپانڈے : خیال
شرمشٹھا سین : ستار پر شیام کلیان

جمعہ ۵ جولائی

صبح

۶-۲۵ شہر صبا
مدھورانی : غالب، شکیل اور فراق کا کلام
محمد ظفر : خمار بارہ بنکوی اور جاں نثار اختر کا کلام

۷-۳۰ سازسنگیت
رادھیکا موہن موئترا : سرود پر کھٹ توڑی

رات

۸-۳۰ حسن غزل
مدھورانی : غالب کا کلام

۱۱-۳۰ بزم موسیقی
ولایت حسین خاں : راگ مالکونس میں الاپ اور دھمار
رادھیکا موہن موئترا : سرود پر چھایا

ہفتہ ۶ جولائی

صبح

۶-۲۵ شہر صبا
منیر خاتون بیگم : قدر لکھنوی، سراج لکھنوی اور شکیل کا کلام
الوک گنگولی : فیض اور فراق کا کلام

۷-۳۰ سازسنگیت
مصطفیٰ رضا : وچتر وینا پر راگ اہیری

۹-۳۲ ہلکی کلاسیکی موسیقی
سدھیشوری دیوی : ٹھمری اور دادرہ

دوپہر

۲-۳۰ بزم خواتین
'لوگ کیا کہیں گے اگر جہیز نہ دیا'
تقریر از عذرا رضوی
غزل — خطوں کے جواب

رات

۸-۳۰ حسن غزل
منیر خاتون بیگم : میر اور غالب کا کلام

۱۱-۳۰ بزم موسیقی
سلامت علی خاں، شرافت علی خاں : راگیشوری میں خیال اور ترانہ
مصطفیٰ رضا : وچتر وینا پر راگیشوری

اتوار ۷ جولائی

صبح

۶-۲۵ شہر صبا
مینو پرشوتم : فراق اور درد کا کلام
اقبال قریشی : زبیر رضوی اور شاذ تمکنت کا کلام

۷-۳۰ سازسنگیت
پرکاش وڈھیرہ : بانسری پر ونیت کار

رات

۸-۳۰ حسن غزل
اقبال قریشی : داغ اور میر کا کلام

۹-۳۰ کجری کا رے
نالو خاں : ٹھمری کھماج

۱۱-۳۰ بزم موسیقی
سوتیا دیوی : خیال جوگ کونس
پرکاش وڈھیرہ : بانسری پر راگ جینت ملہار

پیر ۸ جولائی

صبح

۶-۲۵ شہرِ صبا
نسیم بانو : خمار بارہ بنکوی اور فانی کا کلام
رسید رکمار : عزیز وارثی، خمار بارہ بنکوی
اور رام کرشن مضطر کا کلام

۷-۳ ساز سنگیت
جت دیو برمن : اسراج پر راگ بلاسکھانی

۹-۳۲ کلاسیکی موسیقی
وجے کچلو، روی کچلو : خیال للت

دوپہر

۳- سازوں پر موسیقی
یعقوب علی خاں : سرود پر شدھ سارنگ
جگدیش پرساد قمر : شہنائی پر راگ ملتانی

رات

۸-۳ حسنِ غزل
سریندر کمار : اثر اور جگر کا کلام

۱۱-۳۰ بزمِ موسیقی
وجے کچلو، روی کچلو : خیال بہاگ
جت دیو برمن : اسراج پر بھوپالی کا نہڑہ

منگل ۹ جولائی

صبح

۶-۲۵ شہرِ صبا
رانی گرزولہ : فاروق نازکی، حسن نعیم
اور مظہر امام کا کلام
بشیر احمد : غلام ربانی تاباں کا کلام

۷-۳۰ ساز سنگیت
پی ڈی سیت رشی : وائلن پر جونپوری

۹-۳۲ کلاسیکی موسیقی
سیارام تیواری : الاپ دھرپد،
راگ کومل رشب اساوری

رات

۸-۳۰ حسنِ غزل
بشیر احمد : اختر شیرانی اور مومن کا کلام

۱۱-۳۰ بزمِ موسیقی
سیارام تیواری : الاپ اور دھرپد
پی ڈی سیت رشی : وائلن پر پوریا کلیان

بدھ ۱۰ جولائی

صبح

۶-۲۵ شہرِ صبا
ریتا گنگولی : جاں نثار اختر اور
امیر قزلباش کا کلام
محمد اسمعیل : داغ کا کلام

۷-۳۰ ساز سنگیت
اننت لال : شہنائی پر راگ بھیروی

۹-۳۲ کلاسیکی موسیقی
پی این بروے : خیال دیوگری بلاول

دوپہر

۲-۳۰ بزمِ خواتین
گھر آنگن — خانہ داری، تقریر
از شہناز کاظمی
گیت — دسترخوان

رات

۸-۳ حسنِ غزل
ریتا گنگولی : ساحر لدھیانوی، مظہر امام
اور تاباں کا کلام

۹-۳ گجرے بن کا رے
رسولن بائی : ٹھمری

۱۱-۳ بزمِ موسیقی
پی این بروے : خیال نیلامبری
اننت لال : شہنائی پر راگ مدھوکونس

جمعرات ۱۱ جولائی

صبح

۶-۲۵ شہرِ صبا
مینا کپور : آتش، مومن اور ظفر کا کلام
محمد یعقوب : غزلیں

۷-۳۰ ساز سنگیت
گریراج : ستار پر اہیر بھیرو

۹-۳۲ ہلکی کلاسیکی موسیقی
صفدر حسین : ٹھمری بھیروی، ٹھمری پہاڑی

رات

۸-۳۰ حسنِ غزل
محمد یعقوب : غزلیں

۱۱-۳۰ بزمِ موسیقی
سوہن سنگھ : خیال گورکھ کلیان
گریراج : ستار پر راگ مالکونس

جمعہ ۱۲ جولائی

صبح

۶-۲۵ شہرِ صبا
مبارک بیگم : اقبال، فیض اور
شکیل کا کلام
ہلال احمد خاں : اقبال کا کلام

۷-۳۰ ساز سنگیت
اشوک رائے : سرود پر
راگ بیراگی

رات

۸-۳۰ حسنِ غزل
ہلال احمد : غالب کا کلام

۹-۳۰ کہاں سنگیت کی

۱۰-۰۰ روبرو

۱۱-۳۰ بزمِ موسیقی
رسک لال اندھریا : خیال میگھ
اشوک رائے : سرود پر
راگ بہاری جھنجھوٹی

ہفتہ ۱۳ جولائی

صبح

۶-۲۵ شہرِ صبا
نسیم بانو : جگر اور فیض کا کلام
گھنشیام داس : جلال اور
داغ کا کلام

۷-۳۰ ساز سنگیت
ڈی آر پاروتیکر : وچترا وینا پر
راگ دلیش کار

۹-۳۲ ہلکی کلاسیکی موسیقی
شانتی ہیرانند : ٹھمری بھیروی
اور دادرہ بھیروی

دوپہر

۲-۳۰ بزمِ خواتین
نسوانی کردار کا ارتقا ناولوں کے آئینے میں
تقریر از ممتاز انور
غزل — خطوں کے جواب

رات

۸-۳۰ حسنِ غزل
نسیم بانو : سودا اور درد کا کلام

۹-۰۰ ریڈیو نیوز ریل

۹-۳۰ نغمۂ وطن

۱۰-۰۰ نئی نسل نئی روشنی

۱۱-۳۰ بزمِ موسیقی
رئیس خاں : ستار پر پیلو میں دھمار
ڈی آر پاروتیکر : وچترا وینا
پر راگ چکوری

اتوار ۱۴ جولائی

صبح

۶-۲۵ شہرِ صبا
رونا لیلیٰ : ظفر، فیض اور
داغ کا کلام
ستیش بھوٹانی : صبا افغانی کا کلام

۷-۳۰ ساز سنگیت
استاد احمد جان تھرکوا : طبلہ پر چوپالہ

۹-۳۲ چلتے چلتے

دوپہر

۲-۰۷ آپ کا خط ملا

۲-۳۰ محفل

رات

۸-۳۰ حسنِ غزل
رونا لیلیٰ : غزلیں

۹-۳۰ گجرے بن کا رے
سپرا اوس : ٹھمری

۱۰-۰۰ 'اسکوٹر کا بیاہ' ڈرامہ
تحریر : فکر تونسوی

۱۱-۳۰ بزمِ موسیقی
نارائن راؤ ویاس : خیال میاں کی ملہار
احمد جان تھرکوا : طبلے پر تین تال

پیر ۱۵ جولائی

صبح

۶-۲۵ شہرِ صبا
ششی تاورک : نیر آتمی کا کلام
سعادت بن اشرف : فیض اور درد کا کلام

۷-۳۰ ساز سنگیت
برج بھوشن کابرہ : گٹار پر راگ بلاول

۹-۳۲ کلاسیکی موسیقی
ڈاگر بندھو : راگ میاں کی توڑی
میں الاپ اور دھرپد

دوپہر

۲-۰۷ نگاہِ انتخاب

۳-۰۰ سازوں پر موسیقی
برج بھوشن کابرہ : گٹار پر راگ پیلو
مشتاق علی خاں : ستار پر گوڑ سارنگ

رات

۸-۳۰ حسنِ غزل
سعادت بن اشرف : جیالال وسنت
داغ اور صبا افغانی کا کلام

۹-۰۰ کلامِ شاعر

۹-۳۰ پنجابی نغمے

۱۰-۰۰ نغمہ و تبسم

۱۱-۳۰ بزمِ موسیقی
ڈاگر بندھو : راگ درباری میں
الاپ اور دھرپد
برج بھوشن کابرہ :
گٹار پر راگ ایمن

دهلی

مڈیم ویو
دہلی الف ۳۰۶۶۱۳ میٹر ۱۱۹ کلو ہرٹز
دہلی ب ۱۵ و ۳۵ میٹر ۶۶۶ کلو ہرٹز
دہلی ج ۰۳ ۲۱۹ میٹر ۱۳۶۸ کلو ہرٹز
دہلی د ۲۹۳۱۹ میٹر ۱۰۱۶ کلو ہرٹز

شارٹ ویو
صبح ۸- تک ۱۵ ۱۹۱۸ میٹر ۳۳۶۵ کلو ہرٹز
صبح ۸-۱۵ کے بعد ۴۱۹ ۸۱ میٹر ۶۱۹۰ کلو ہرٹز
دوپہر ۴۸۱۴ ۲ میٹر ۶۱۹ کلو ہرٹز
شام ۴۵-۵ تک ۸۱۴۰ ۴ میٹر ۶۱۹ کلو ہرٹز
شام ۶-۰۰ سے رات تک ۱۵ ۱۹۸ میٹر ۳۳۶۵ کلو ہرٹز

خبریں

دهلی الف
صبح
۶-۰۰ ہندی انگریزی
۷-۰۰ سنسکرت
۸-۰۰ ہندی
۸-۵۰ اردو
۱۱-۰۰ ہندی
۱۲-۰۰ انگریزی
۱-۵ ہندی
۱-۴ بنگالی
۱-۵۰ اردو
۲-۱۰ ہندی
۵-۰۰ راجیوں سے سماچار
شام
۶-۵ ہندی
۶-۱۰ سنسکرت
۷-۳۵ روزگار سماچار
۷-۵۰ پرادیشک سماچار
۸-۴۵ ہندی
۹-۱۶ اردو مع تبصرہ
۱۱-۵ ہندی

دهلی 'ب'
صبح
۸-۱ انگریزی
۹-۰۳ بنگالی
۱۰- انگریزی
۱- انگریزی
۳- انگریزی
۶-۰ انگریزی
۳-۷ بنگالی
۴-۷ تمل [illegible]
۹-۰۰ انگریزی
۱۱- انگریزی

روزانہ نشر ہونیوالے پروگرام

دهلی 'الف'
صبح
۶-۵۵ وندے ماترم منگل دھونی
۶-۵ وندنا
۶-۳۰ کرسی چرچا
۶-۴ رام چرت مانس سے
۶-۵۰ سوا ستھ چرچا (اتوار، منگل، جمعرات، ہفتہ)
وگیان چرچا
سائنس کے موضوع پر تقریر (پیر، بدھ، جمعہ)
۶-۵۵ موسیقی
۷-۰۵ وچار بندو (اتوار کو پرکاش کرن)
۷-۳ آج صبح (اتوار، بدھ، جمعہ)
ابہاس کے جھروکے سے (پیر)
سور ویلا (منگل)
بھارت بھارتی (جمعرات)
دوسرے کیندروں سے (ہفتہ I)
سنسکرتک جھلکیاں (ہفتہ II اور IV)
دلی کے آس پاس (ہفتہ III)
اسکٹ، مزاحیہ پروگرام (ہفتہ V)
۷-۴۰ آج صبح (جاری) (اتوار، بدھ، جمعہ)
اپنے کھیت کی بات (پیر، جمعرات)
نئی دشائیں (منگل، ہفتہ II اور IV)
۷-۴۵ آج صبح (جاری) (اتوار، بدھ اور جمعہ)
دلی درشن (پیر، منگل، جمعرات اور ہفتہ)
۹-۱ شاستریہ سنگیت
۹-۴ اردو مجلس
۹- اختتام (اتوار کو بال کاریکرم)
۱۰-۰۰ اتوار صبح کی محفل موسیقی
۱۰-۱۵ وادیہ وادن (اسکول براڈ کاسٹ)
۱۰-۳۵ شاستریہ سنگیت
۱۱-۰۳ شاستریہ سنگیت (اتوار کو وادیہ وادن سے)
۱۱-۲۰ شاستریہ سنگیت (اتوار کو وادیہ ورند)
۱۱-۳۰ شاستریہ سنگیت (اتوار کو کرناٹک سنگیت)
۱۲-۰۳ لوک بھارتی
۱۲-۱۵ جھلکی (اتوار)
ورندگان (پیر، بدھ، جمعہ)
گیتکا (منگل، جمعرات، ہفتہ)

دوپہر
۱۲-۳۰ بہنوں کا پروگرام (اتوار، منگل، جمعرات، ہفتہ)
گرامین بہنوں کا پروگرام (بدھ، جمعہ)
ہندی ناٹک (دوبارہ براڈ کاسٹ) (پیر)
۱-۰۰ بہنوں کا پروگرام (جاری)
(اتوار، منگل، جمعرات، ہفتہ)
گرامین بہنوں کا پروگرام (جاری)
(بدھ، جمعہ)
وادیہ ورند (پیر)
۱-۱ سگم سنگیت
۲-۰۰ سگم سنگیت (غیر فلمی)
۲-۲ چیمبر سنگیت
۲-۳ موسم اور اختتام (اتوار کو ناٹک)
۳-۳ موسم اور اختتام (اتوار)
۴-۵۵ ہندی میں پروگراموں کا خلاصہ
۵-۰۵ سبھی دنیا نیچے گیت (اتوار اور ہفتہ)
جن من (پیر، بدھ اور جمعہ)
گیان وگیان (منگل)
بھاشا شکشا (جمعرات)
۵-۳۰ بھاشا شکشا (اتوار)
اسکول براڈ کاسٹ (پیر تا جمعہ)
۵-۳۵ کرناٹک سنگیت (اتوار)
اسکول براڈ کاسٹ (جاری) (پیر تا ہفتہ)
۵-۴ کرناٹک سنگیت (اتوار)
بچوں کے لیے پروگرام (جمعرات)
ساستریہ سنگیت
(پیر، منگل، بدھ، جمعہ، ہفتہ)
۵-۵۵ کرناٹک سنگیت (جاری) (اتوار)
گروھوالی سنگیت (بدھ، جمعہ)
شاستریہ سنگیت (پیر، منگل، ہفتہ)
بچوں کے لیے پروگرام (جاری) (جمعرات)

شام
۶-۱۵ مقامی اعلانات
۶-۲۰ گرام سنسار
۷-۰۰ کرشی جگت
۷-۳۰ پروگراموں کا خلاصہ اور موسم (ہندی)
۷-۳۵ سامیکی
۷-۴۵ روزگار سماچار
۸-۰۰ رابندر سنگیت (اتوار)
سوا ستھ رکشا (پیر اور ہفتہ)
اُدیوگ منڈل (منگل)
جھلکی (بدھ)
آپ کی چٹھی ملی (جمعرات)
گاندھی چرچا (جمعہ)
۸-۱۵ فلم سنگیت، سگم سنگیت (اتوار، جمعہ)
سنگیت (پیر)
تقریر، بات چیت (منگل، جمعرات)
وگیان آلوک (بدھ)
آج کے اتھتی (ہفتہ)
۹-۳۰ سنسکرتیکا، سنگیت
۹-۰ شاستریہ سنگیت
۹-۳ محفل (اتوار I)
سنگیت پتریکا (اتوار II)
سنگیت (اتوار III، IV اور V)
نیشنل پروگرام: ہندی تقریر (پیر) I
ہندی ناٹک (منگل)
چرچا کا وشیہ ہے (بدھ)
نیشنل پروگرام: پرادیشک سنگیت
(جمعرات I)
نیشنل پروگرام: ہندی فیچر (جمعرات II)
نیشنل پروگرام: اسپورٹس میگزین
(ہندی) (جمعرات III)
نیشنل پروگرام: ناٹک (جمعرات IV)
سنگیت (جمعرات V)
ناٹک (جمعہ)
نیشنل پروگرام: موسیقی (ہفتہ)
۹-۴۵ محفل (اتوار I)
سنگیت پتریکا (اتوار II)
شاستریہ سنگیت
(اتوار III، IV، V، جاری)
سدھو سنگیت (پیر)
ہندی ناٹک (جاری) (منگل)
چرچا کا وشیہ ہے (جاری) (بدھ)
نیشنل پروگرام: پرادیشک سنگیت
(جاری - جمعرات I)
نیشنل پروگرام: ہندی فیچر
(جاری - جمعرات II)
نیشنل پروگرام: اسپورٹس میگزین
(ہندی) (جاری - جمعرات III)
نیشنل پروگرام: ناٹک (جاری جمعرات IV)
سنگیت (جاری جمعرات V)
ناٹک (جاری - جمعہ)
نیشنل پروگرام: موسیقی (جاری - ہفتہ)
۱۰-۰۰ چتین (اتوار)
سنگیت سبھا (پیر، منگل، بدھ)
نیشنل پروگرام: پرادیشک سنگیت
(جاری - جمعرات I)
نیشنل پروگرام: ناٹک (جاری - جمعرات IV)
سنگیت (جمعرات II، III اور V)
ناٹک (جاری - جمعہ)
نیشنل پروگرام: موسیقی (جاری - ہفتہ)
۱۰-۳۰ چیمبر (اتوار)
سنگیت سبھا (پیر، منگل، بدھ)
کرناٹک سنگیت (جمعرات، جمعہ)
نیشنل پروگرام: موسیقی (جاری - ہفتہ)
۱۱-۰۰ وادیہ ورند (سوائے جمعہ I، IV)
۱۱-۱۰ موسم اور اختتام

دهلی 'ب'
صبح
۶-۵۵ وندے ماترم، منگل دھونی
۷-۰۰ اعلانات
۷-۰۲ سانجھی (اتوار)
کرنٹ افیئرز (دوبارہ) (پیر)
نیشنل پروگرام: ہندی تقریر
(دوبارہ) (منگل)
نیشنل پروگرام: انگریزی تقریر
(دوبارہ) (بدھ)
چرچا کا وشیہ ہے (دوبارہ) (جمعرات)
ادولوک (جمعہ)
نیشنل اسپورٹس میگزین (انگریزی)
(پہلے جمعہ کا دوبارہ براڈ کاسٹ) (ہفتہ I)
نیشنل اسپورٹس میگزین (ہندی)
(تیسرے جمعرات کا دوبارہ براڈ کاسٹ) (ہفتہ III)
موسیقی (بقیہ روز)
۷-۲۰ سانجھی (اتوار)
کرنٹ افیئرز (دوبارہ براڈ کاسٹ، پیر)
ورندگان (منگل، بدھ، جمعہ)
چرچا کا وشیہ ہے (دوبارہ براڈ کاسٹ، جمعرات)
نیشنل اسپورٹس میگزین (انگریزی)
(پہلے جمعہ کا دوبارہ براڈ کاسٹ، ہفتہ I)
نیشنل اسپورٹس میگزین (ہندی)
(تیسرے جمعرات کا دوبارہ براڈ کاسٹ،
(ہفتہ III)
۷-۳۰ سنگیت سوربھی (شاستریہ سنگیت)
۷-۵۰ سگم
۸-۰۰ وادیہ ورند
۸-۲۱ پنجابی پروگرام
۸-۴۰ پنجابی پروگرام
۹-۰۰ راجیہ سے چٹھی
۹-۰۵ کاریہ کرم سوچنائیں
۹-۱۰ لوک روپی سماچار (اتوار)
لوک مادھوری (پیر تا ہفتہ)
۹-۱۵ اپنی نگری (اتوار)
لوک مادھوری (پیر تا ہفتہ)
۹-۳۰ یادیں (اتوار)
سب رس (پیر تا ہفتہ)
۱۰-۰۲ اختتام

دوپہر
۱-۰۵ مغربی موسیقی
۲-۱۰ مغربی موسیقی
۳-۱۰ انگریزی میں موسم کا حال
۳-۱۵ سگم سنگیت
۳-۳۰ شاستریہ سنگیت (اتوار، پیر، منگل، ہفتہ)
کرناٹک سنگیت (بدھ، جمعرات، جمعہ)
۴-۰۲ سگم سنگیت
۴-۱۵ اختتام
۵-۵۰ اخباروں کی رائے
۵-۵۵ انگریزی میں پروگراموں کا خلاصہ
اور موسم

شام
۶-۰۵ فوجی بھائیوں کے لیے پروگرام
۶-۴۵ سگم سنگیت
۷- پنجابی پروگرام
۷-۴۰ ورندگان (اتوار)
۷-۴۵ اردو مجلس
۸-۱۵ سماچار درشن (اتوار، بدھ، جمعہ)
ریڈیو نیوز ریل (منگل، جمعرات، ہفتہ)
نیوز ریل اسپورٹس (پیر)
۸-۲۵ سماچار پتروں سے
۸-۳۰ پارلیمنٹ میں آج کی کارروائی / سورجھنکار
۸-۴۴ سگم سنگیت
۹-۱۶ اسپاٹ لائٹ
۹-۳۰ کرنٹ افیئرز (اتوار)
انگریزی میں تقریر (پیر، جمعرات)
نیشنل پروگرام: انگریزی تقریر (منگل)
فیچر (بدھ I)
یووادانی سے انتخاب (بدھ II)
ڈاؤن میموری لین (بدھ III)
آرکائیوز / دوسرے اسٹیشنوں سے انتخاب
(بدھ IV)
نیشنل اسپورٹس میگزین (جمعہ I)
ان ریٹروسپیکٹ (جمعہ II)
نیشنل پروگرام: فیچر انگریزی (جمعہ IV)
آوٹ آف ٹوناٹ (ہفتہ)
۹-۴۵ کرنٹ افیئرز (اتوار)
فوجی بھائیوں کی فرمائش (پیر)
مغربی موسیقی (منگل، جمعرات)
آپ کی فرمائش (بدھ)
اے ڈیٹ ود یو (جمعہ III، IV)
ڈانس ٹائم (ہفتہ)
۱۰-۰۰ کنسرٹ آور (اتوار)
فوجی بھائیوں کی فرمائش (پیر)
مغربی موسیقی (منگل، جمعرات)
آپ کی فرمائش (بدھ)
اے ڈیٹ ود یو (جمعہ III، IV)
ڈانس ٹائم (ہفتہ)
۱۱-۰۵ موسم اور اختتام

(جمعہ II اور IV ۱۵-۱۱ بجے)

دھلی 'د'

یوا وانی
صبح
۶-۵۵ پروگراموں کا خلاصہ
۷-۰۰ یونیورسٹی آف دی ائیر
۸-۰۰ شاستریہ سنگیت (ساز سنگیت)
۸-۱۰ وگیان وودھا
۸-۱۵ شاستریہ سنگیت (گائن) (سوائے ہفتہ)
کرناٹک سنگیت (صرف ہفتہ)
۸-۳۰ پلے اٹ کول (مغربی موسیقی)
۹-۰۰ اختتام (سوائے اتوار)
ڈرامہ (صرف اتوار)
۹-۳۰ غیر فلمی کمرشل ریکارڈ
(سگم سنگیت ۲۰ اتوار)
۱۰-۰۰ اختتام (اتوار)
شام
۶-۵۵ پروگراموں کا خلاصہ
۷-۰۵ نعل
۷-۳۵ کھیل اور کھلاڑی (اتوار)
اسکول کالج کی بات (پیر I)
پری کرما (پیر II)
گاؤں کی [illegible] (پیر III)
گاؤں کی پری کرما (پیر IV)
براد ھونی (منگل I)

مجھے بھی کچھ کہنا ہے (منگل II)
آیئے مسائل سلجھائیں (منگل III)
دیشتی کون (منگل IV)
پندرہ سے سترہ (بدھ I اور III)
اتا پتہ بچے (بدھ II)
آج کی بات (بدھ IV)
سپیشل یواؤں کی کہانی (جمعرات I)
تب اور اب (جمعرات II)
آمنے سامنے (جمعرات III)
بات چیت (جمعرات IV)
وگیان جگت (جمعہ I، III، V)
ہمارا سواستھ (جمعہ II، IV)
روزگار کے ذریعے (ہفتہ I، III)
وگیان ویھا (ہفتہ II اور IV)
۸-۰۵ ان دی گروو (مغربی موسیقی)
۸-۳۰ سپنیا (اتوار I، II، IV، V)
سائنس ٹوڈے (اتوار II)
ایام (پیر I، III)
کول مینز (پیر II)
بھوسیہ کی چنوتی (پیر IV)
اسپورٹس اور اسپورٹس مین (منگل I)
ایکسپریشنز (منگل II)
اوپن نینز (منگل III)
کوز ٹائم (منگل IV)
دی یو وونگ مائیکروفون (بدھ، جمعہ)
ریڈیو میل (جمعرات I)

مسلینی (جمعرات II)
فیچر (جمعرات III)
فائر انگ لائن (جمعرات IV)
ابھی دیکھتی (ہفتہ I)
کوی گوشٹھی (ہفتہ II، IV)
مشاعرہ (ہفتہ III)
۹-۵۰ آپ سے ملیے (پیر I، III، V)
گول میز (پیر II، IV)
۹-۰۰ زجر (موسیقی کا پروگرام)
(سوائے جمعرات اور ہفتہ)
یور آرٹسٹ ٹو نائٹ (صرف جمعرات)
ہماری ڈاک (صرف ہفتہ)
۹-۲۰ سگم ساز سنگیت (سوائے جمعرات)
میجک مومینٹس (جمعرات)
۹-۳۰ سنڈے رکویسٹ (اتوار)
کلچرل ایوننگ (پیر)
من بھاون (منگل اور ہفتہ)
ناٹک (جمعرات)
سگم سنگیت (گائن) (جمعہ)
۱۰-۳۰ سگم سنگیت (گائن) (بدھ)
شاستریہ سنگیت (گائن) (منگل)
شاستریہ سنگیت
ساز سنگیت (جمعہ اور ہفتہ)
۱۰-۴۰ شاستریہ سنگیت (بدھ)
۱۰-۴۵ شاستریہ سنگیت (گائن) (جمعہ)
۱۱-۰۰ اختتام

شاستریہ سنگیت

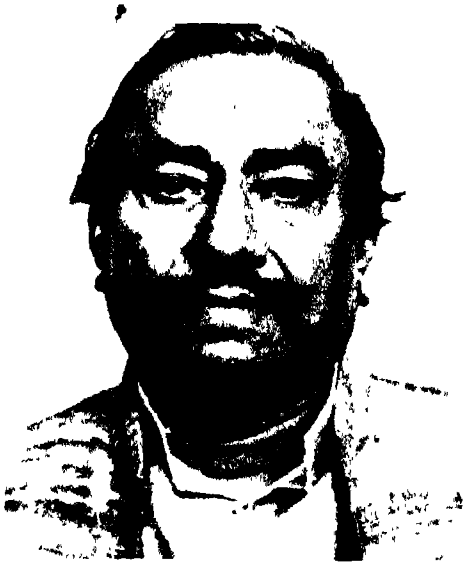
گائن

غلام صادق خاں صبح ۳۰-۱۱ شام ۴۰-۵ الف
صبح ۲۲-۷ ب یکم جولائی
برجو مہاراج رات ۰۰-۱۰ الف یکم جولائی
بالکرشن سنندھی صبح ۳۵-۱۰ الف یکم جولائی
ریتا گنگولی صبح ۱۰-۸ شام ۲۰-۵ اور
رات ۰۰-۹ الف ۲ جولائی
سنندہ پاٹھک صبح ۰۲-۱۱ الف ۲ جولائی
الابھوئیک صبح ۳۰-۱۱ شام ۴۰-۵ الف
صبح ۲۲-۷ ب ۳ جولائی
رسولن بائی صبح ۳۵-۱۰ الف ۳ جولائی
منی پرساد صبح ۱۰-۸، ۰۲-۱۱ اور
رات ۰۰-۹ الف ۴ جولائی
ڈی۔ وی پلسکر صبح ۲۲-۷ ب ۵ جولائی
شتروگھن شکلا صبح ۳۵-۱۰ اور
شام ۴۰-۵ الف ۵ جولائی
کرشن راؤ شنکر پنڈت صبح ۳۰-۱۱ الف ۵ جولائی
سرفراز حسین خاں صبح ۱۰-۸ رات ۰۰-۹ الف
سہ پہر ۳۰-۳ ب ۶ جولائی
بھیم سین شرما صبح ۰۲-۱۱ الف ۶ جولائی
ڈاگر بندھو صبح ۰۰-۱۰ الف ۷ جولائی
او۔ پی۔ کپور صبح ۱۰-۸، ۰۰-۹ الف اور
سہ پہر ۳۰-۳ ب ۸ جولائی
غلام حسین صبح ۰۲-۱۱ اور
شام ۴۰-۵ الف ۸ جولائی
سمتی مٹاٹکر صبح ۱۰-۸ شام ۴۰-۵ اور
رات ۰۰-۹ الف ۹ جولائی
شری کانت باکرے صبح ۰۲-۱۱ الف ۹ جولائی
بلدیو راج صبح ۳۰-۱۱ الف اور
صبح ۲۲-۱۰ ب ۱۰ جولائی
راجن مشرا اور ساجن مشرا رات ۰۰-۱۰ الف ۱۰ جولائی
سنگھ بندھو صبح ۱۰-۸، ۲۰-۱۰ اور
رات ۰۰-۹ الف ۱۱ جولائی
مدھوپ مودگالے صبح ۳۰-۱۱ الف اور
صبح ۲۲-۷ ب ۱۲ جولائی
شریمتی رادھے راج صبح ۳۵-۱۰ اور
شام ۴۰-۵ الف ۱۲ جولائی
این۔ کے۔ پنڈت صبح ۱۰-۸ رات ۰۰-۹ الف
سہ پہر ۳۰-۳ ب ۱۳ جولائی
شنو کھورانہ صبح ۱۰-۸ رات ۰۰-۹ الف
سہ پہر ۳۰-۳ ب ۱۴ جولائی
امرناتھ رات ۰۰-۱۰ الف ۱۵ جولائی
چترا رائے صبح ۳۰-۱۱ الف اور
صبح ۲۲-۷ ب ۱۵ جولائی
مرنالنی کھانڈیکر صبح ۳۵-۱۰ اور
شام ۴۰-۵ الف ۱۵ جولائی

ساز سنگیت

ستار

راس بہاری دتہ صبح ۱۰-۸ رات ۰۰-۹ الف



سرفراز حسین خاں کا گائن دہلی الف اور ب سے ۶ جولائی کو پیش کیا جائے گا۔

سہ پہر ۳۰-۳ ب یکم جولائی
جگدیپ سنگھ صبح ۰۲-۱۱ الف ۲ جولائی
بلرام پاٹھک صبح ۱۰-۸، ۱۱ اور ۳۰-۱۰ اور
رات ۰۰-۹ الف ۵ جولائی
مرلی کرشن صبح ۳۰-۱۰ اور
شام ۴۰-۵ الف ۶ جولائی
اوما شنکر مشرا صبح ۱۰-۸ رات ۰۰-۹ الف
سہ پہر ۳۰-۳ ۷ جولائی
گوسوامی رادھا کرشن صبح ۳۰-۱۱ الف ۸ جولائی
رویندر آدیتیہ صبح ۳۰-۱۱ الف اور
سہ پہر ۳۰-۳ ب ۹ جولائی
کرت خاں صبح ۰۲-۱۱ الف ۱۰ جولائی
ندن شنکر مشرا صبح ۱۰-۸ اور ۰۲-۱۱ اور
رات ۰۰-۹ الف ۱۲ جولائی
اوما شرما صبح ۳۰-۱۰ الف اور
صبح ۲۲-۷ ب ۱۳ جولائی

سرود

یعقوب علی خاں صبح ۱۰-۸ شام ۲۰-۵ اور
رات ۰۰-۹ الف ۳ جولائی
سنیل مکھرجی رات ۰۰-۱۰ الف ۸ جولائی
بھجن لعل صبح ۳۰-۱۰ الف اور
صبح ۲۲-۷ ب ۱۱ جولائی

وائلن

پنا لعل چورسیہ صبح ۳۰-۱۱ الف اور
سہ پہر ۳۰-۳ ب ۲ جولائی
ستیہ دیو پوار صبح ۱۰-۸ شام ۴۰-۵ اور
رات ۰۰-۹ الف ۱۰ جولائی

بانسری

دنبش کمار صبح ۳۰-۱۱ الف اور

صبح ۳۲—۷ ب ۲/جولائی

مرش ورد هن صبح ۳۰—۱۱ الف اور
صبح ۳۲—۷ ب ۴/جولائی

—— سارنگی ——

اشتیاق حسین خاں صبح ۳۰—۱۱ الف اور
صبح ۳۲—۷ ب ۶/جولائی

—— وچترونیا ——

احمد رضا خاں صبح ۰۰—۱۰ الف ۱۴/جولائی

—— اسراج ——

چیت دیو برمن صبح ۳۵—۱۰ الف اور
صبح ۳۲—۷ ب ۸/جولائی

—— شہنائی ——

دیا شنکر اور ساتھی صبح ۳۰—۱۱ شام ۴۰-۵ الف
صبح ۳۲—۷ ۱۲/ جولائی

سگم سنگیت (شام ۴۵-۶-دلی ب)

سندر رینڈیر	:	یکم/جولائی
دنیش کمار پربھاکر	:	۲/جولائی
اسٹنلے وائرڈ	:	۳/جولائی
ایرانکم	:	۴/جولائی
آسا سنگھ مستانہ	:	۵/جولائی
انجنا چوبڑہ	:	۷/جولائی
کاجل بنرجی	:	۸/جولائی
مہندر پال	.	۹/جولائی
دنیا ناتھ	:	۱۰/جولائی
شانتا سکسینہ	:	۱۱/جولائی
کملا شری واستوا	:	۱۲/جولائی
کلونت کور	:	۱۴/جولائی
انجنا چٹرجی	:	۱۵/جولائی

کرناٹک سنگیت

تارانٹ راجن سپہر ۳۰—۲ ب ۳/جولائی
سی۔ایچ۔راماکرشن رات ۳۰—۱۰ الف اور
سپہر ۳۰—۲ ب ۵/جولائی
اکھلا کرشنن صبح ۳۰—۱۱ اور
شام ۳۵—۵ الف ۷/جولائی
پورنا وردھنی سپہر ۳۰—۲ ب ۱۰/جولائی
گریجا شیشن صبح ۳۰—۱۰ الف اور
سپہر ۳۰—۲ ب ۱۱/جولائی
ایم۔وی۔مالنی صبح ۳۰—۱۰ الف اور
سپہر ۳۰—۲ ب ۱۲/جولائی
مادری منگلم راما چندرن صبح ۳۰—۱۱ الف اور
شام ۳۵—۵ الف ۱۴/جولائی

وادیہ وادن

پریما ونیکیٹشن صبح ۳۰—۱۰ الف اور
سپہر ۳۰—۲ ب ۴/جولائی

لوک اور علاقائی سنگیت

—— لوک بھارتی (دوپہر ۲۰-۱۲-دلی الف) ——

تیلگو	:	۱/اور ۱۵/جولائی
آسامی	:	۲/جولائی
کنڑھ	:	۳/جولائی
بنگلہ	:	۴/جولائی
مراٹھی	:	۵/اور ۱۲/جولائی
گجراتی	:	۶/اور ۱۶/جولائی
تامل	:	۸/جولائی
اڑیہ	:	۹/جولائی
ملیالم	:	۱۰/جولائی
کونکنی	:	۱۱/جولائی

سنگم (صبح ۵۰—۷، دلی ب)

سندھی	:	۱/۸/اور ۱۵/جولائی
بنگلہ	:	۲/اور ۹/جولائی
گجراتی	:	۳/اور ۱۰/جولائی
مراٹھی	:	۴/اور ۱۱/جولائی
تامل	:	۵ جولائی
ملیالم	:	۶/ جولائی
اڑیہ	:	۷/ جولائی
تیلگو	:	۱۲/ جولائی
کنڑھ	:	۱۳/ جولائی
آسامی	:	۱۴ جولائی

لوک مادھوری: لوک گیت (صبح ۱۰—۹ دلی ب)

بھوج پوری	:	یکم اور ۱۵ جولائی
ہماچلی	:	۲/اور ۹/جولائی
ہریانوی	:	۳/جولائی
برج	:	۴/اور ۱۱/جولائی
راجستھانی	:	۵/اور ۱۲/جولائی
گڑھوالی	:	۶/جولائی
اودھی	:	۸/جولائی
مالوی	:	۱۰/جولائی
کشمیری	:	۱۳/جولائی

ناٹک/فیچر (ہندی)

آتم ہتیا: گنگا پرشاد ومل کی کہانی کا ریڈیو عکس
مرتب: یش پال کالرا رات ۳۰—۹ الف ۲/جولائی
یہ ظالم زمانہ: تحریر: ارونا کپور
رات ۰۰—۸ الف ۳/جولائی
سویٹ ڈش، تحریر: سدیش کمار
دوپہر ۱۵—۱۲ الف ۸/جولائی
رات ۰۰—۸ الف ۱۰/جولائی
جگتی: درگا پرساد شکلا کے ناول کا ریڈیو عکس
مرتب: گوپال کرشن کول سپہر ۳۰—۲ الف ۷/جولائی
'دال میں کالا' تحریر: سریندر گلاٹی
رات ۳۰—۹ الف ۱۲/جولائی
سپہر ۳۰—۲ الف ۱۴/جولائی

سائنس پروگرام

وگیان پرچار (صبح ۵۰—۶ دلی الف)

گونڈوانہ لینڈ (ہندی)	یکم/جولائی
ارتھ ورم	۳/جولائی
دی ورسٹائل کمپاؤنڈ: 'ٹیفلون'	۵/جولائی
ڈینٹل ہیلتھ	۸/جولائی
سلک کاٹن تھری: تقریر	۱۲/جولائی
فولڈ فلز (ہندی تقریر)	۱۵/جولائی

گیان وگیان (شام ۵۰—۵ دلی الف)

وگیان سماچار	۲/جولائی
'دی ونڈر ورلڈ آف کمپیوٹر'	۹/جولائی

وگیان آلوک (رات ۱۵—۸ الف)

وگیان سماچار: چکریش جین ۳/جولائی
ذولاجیکل گارڈن
تقریر: ڈاکٹر ایس سی جین ۱۰/جولائی

—— گھر وگیان دیہی (دوپہر ۲۰-۱۲ الف) ——

داھی: تقریر: ریکھا مالویہ ۳/جولائی
برسات میں پھوڑے پھنسی: تقریر
ڈاکٹر للیتا شرما ۱۰/جولائی

گھر وگیان (شہری) (دوپہر ۳۵-۱۲ : الف)

سنتھیٹک ڈیٹرجنٹس: ہیو یوز فل ہو ہارم فل: ۴/جولائی
ساکچارین: تقریر: ڈاکٹر سجاتا چندرا: ۱۱/جولائی

لکھنؤ

میڈیم ویو: لکھنؤ الف: ۴۰۱٫۶ میٹر ۷۴۷ کلوہرٹز لکھنؤ ب: ۲۳۴٫۷ میٹر ۱۲۷۸ کلوہرٹز
لکھنؤ ب: صبح ۴۵-۴/۴۵-۵ سے ۴۵-۷ ۹۳٫۶۰ میٹر ۳۲۰۵ کلوہرٹز
شارٹ ویو: صبح ۴۵-۷ تک ۹۳٫۶۰ میٹر ۳۲۰۵ کلوہرٹز
صبح ۰۰-۸ بجے کے بعد ۴۸٫۸۴ میٹر ۶۱۴۰ کلوہرٹز
دوپہر ۴۱٫۳۸ میٹر ۷۲۵۰ کلوہرٹز
شام اور رات ۹۳٫۶۰ میٹر ۳۲۰۵ کلوہرٹز

خبریں

ہندی انگریزی ۰۰-۲۰ (عالمی)   ہندی: صبح ۵۹-۷ بجے، دوپہر ۵-۱ اور ۱-۲ بجے، شام ۵-۶ رات ۴۵-۸ اور ۵-۱۱ بجے
انگریزی: صبح ۱۰-۸ دوپہر ۰-۱ بجے رات ۰-۹ اور ۰-۱۱ بجے سنسکرت: صبح ۰-۷ بجے شام ۱۰-۶ بجے اردو: صبح ۵-۸ بجے رات ۱۶-۹ بجے
بیورلیٹن (ہندی): صبح ۰-۹ بجے ضلع کی چٹھی: صبح ۵-۹ بجے علاقائی: دوپہر ۳-۲ بجے (اردو) صبح ۲-۷ بجے، شام ۲-۷ (ہندی)

شاستریہ سنگیت

گائن

منورما شری واستوا صبح ۱۰ — ۹ اور
دوپہر ۱۰ — ۱۲ ۲/ جولائی

سیتاسرن سنگھ صبح ۱۰ — ۹ اور
رات ۳۰ — ۱۰ ۳/ جولائی

کاشی ناتھ شنکر بوڈس صبح ۱۰ — ۹ دوپہر ۱۰ — ۱۲ اور
رات ۳۰ — ۱۰ ۴/ جولائی

ممتا سین صبح ۱۰ — ۹ اور
شام ۳۰ — ۴ ۶/ جولائی

عبدالحیٔ صبح ۱۰ — ۹ اور
دوپہر ۱۰ — ۱۲ ۹/ جولائی

وِملا کول صبح ۱۰ — ۹ اور
رات ۳۰ — ۱۰ ۱۱/ جولائی

چندر پرکاش مصر صبح ۱۰ — ۹ اور
شام ۳۰ — ۴ ۱۳/ جولائی

سریندر شنکر اوستھی صبح ۱۰ — ۹ دوپہر ۱۰ — ۱۲ اور
رات ۳۰ — ۱۰ ۱۵/ جولائی

ساز سنگیت

ستار

الیاس خاں صبح ۱۰ — ۹ اور
دوپہر ۱۰ — ۱۲ یکم/ جولائی

رودر وینا

اسیت کمار بنرجی صبح ۱۰ — ۹ اور
رات ۴۵ — ۹ ۸/ جولائی

سرود

ابھی جیت رائے چودھری صبح ۱۰ — ۹ اور
شام ۳۰ — ۴ ۱۰/ جولائی

کلارینٹ

گوری شنکر دوپہر ۱۰ — ۱۲ اور
رات ۳۰ — ۱۰ ۱۰/ جولائی

پکھاوج وادن

رام شنکر داس پاگل داس صبح ۱۰ — ۹ دوپہر ۱۰ — ۱۲ اور
رات ۳۰ — ۱۰ ۱۲/ جولائی

ہندی تقریر رات ۰۰ — ۸

بھارتیہ سنسکرت کے آدھار (۱) ستیہ
از: ڈاکٹر اوم پرکاش شرما یکم جولائی
پریچرچا: ساہتیہ سرجن کس کے لئے: شرکار: امرت لال ناگر، شری لال شکل، مدرا راکشس، گورا پنت شیوانی
رات ۰۰-۱۰ یکم/ جولائی

'انیس سو پچاسی میں سرکار کی پراتھمیکتائیں'
از۔ نرائن دت تیواری، مکھیہ منتری (اتر پردیش) ۳/ جولائی
پرکرتی سے میں نے کیا سیکھا از۔ ڈاکٹر شیو منگل سُمن ۴/ جولائی
یاترا کتھا: ڈاکٹر کنور چندر پرکاش سنگھ ۶/ جولائی
'کھیت کھیت میں پانی': نریندر سنگھ کرشی منتری اتر پردیش
۷/ جولائی

بھارتیہ سنسکرتی کے آدھار: اہنسا:
از گیان چند جین ۸/ جولائی
'ہم ایک ہیں' از ویریندر یادو ۹/ جولائی
'انترراشٹریہ ویاپار، تیسری دنیا کے سندربھ میں'
از ڈاکٹر ایچ۔ جی۔ پی سری واستوا ۱۰/ جولائی
پرکرتی سے میں نے کیا سیکھا از نریندر شرما ۱۱/ جولائی
قانون سے اپنے رشتے پیشکش پی۔ این۔ پاراشر ۱۲/ جولائی
بولتے گاؤں: شیام سورت اپادھیائے: منتری، گرام وکاس (اتر پردیش) ۱۴/ جولائی
بھارتیہ سنسکرتی کے آدھار: پریم:
از ڈاکٹر سوریہ پرساد دیکشت: ۱۵/ جولائی
سمسیائیں آپکی (مباحثہ): رات ۰۰-۱۰ ۱۵/ جولائی

کاویہ پاٹھ رات ۰۰ — ۸

ہم ایک ہیں۔ از نریندر مصر ۲/ جولائی
کوی گوشٹھی شرکار: رام جیت، رام شنکر سنگھ کومل، کوشل کشور اوستھی، مدھوکر کھرے، تربھون ناتھ مصر،
۸/ جولائی
کاویہ پاٹھ: ڈاکٹر اوم پربھاکر ۱۳/ جولائی

ناٹک

'کہرا'، مراٹھی مول لیکھک۔ شنبھو مدھرے کے مراٹھی ناٹک کا ہندی عکس از منوہر جی موتی والے
پروڈیوسر جے دیو شرما کمل: ۲/ جولائی
'سیاہ دھوپ کی چھاؤں میں'، تحریر: ہیرو ترپاٹھی،
پیشکش: ماتھر رات ۳۰-۹ ۷/ جولائی
آج اتوار ہے: تحریر: دنیش بھارتی، پیشکش
شریمتی چندر پربھا بھٹناگر دوپہر ۱۰ — ۱ ۱۴/ جولائی

روپک

شام ۴۵ — ۷

'نئے چھتیج: اودیم کی بھور'
از سریش بھاردواج ۵/ جولائی
'نئے چھتیج: گرامین ودیوتی کرن'
سو دھرم سرجن نگم ۱۲/ جولائی

یووا وانی شام ۱۵ — ۶

'ہنسنے سے مکتی: پریم وِواہ'
تقریر از مدھولیکا ترویدی یکم/ جولائی
سامانیہ گیان پرشنوتری ۲/ جولائی
ماٹی کے کھلونے (روپک)، تحریر یگل کشور
پیشکش: پرکاش سکسینہ ۳/ جولائی
'گاؤں جب اور اب' (مباحثہ) ۴/ جولائی
بھارت کی پرگتی میں کمپیوٹروں کا اپیوگ کتنا سارتھک
تقریر: ۸/ جولائی
سامانیہ گیان پرشنوتری ۹/ جولائی
'پردوشن ایک انترراشٹریہ سمسیا' (تقریر) ۱۰/ جولائی

رامپور

۳۳۶ میٹر (۸۹۱ کلو ہرٹز)

ہندی/انگریزی : صبح ۰۰–۶ عالمی

ہندی : صبح ۰۰–۸، دوپہر ۰۵–۱ اور ۱۰–۲، شام ۰۵–۶، رات ۴۵–۸

انگریزی : صبح ۱۰–۸، دوپہر ۰۰–۲، رات ۰۰–۹، اردو : صبح ۵۰–۸ اور رات ۱۵–۹

سماچار پتر ہندی : صبح ۰۰–۹، ضلع کی چھٹی : صبح ۰۵–۹، پرادیشک سماچار : شام ۲۰–۷

روزانہ نشر ہونے والے پروگرام

۶–۰۰ وندے ماترم : آرسعک اُدھگھوسا
منگل ہمولی
۶–۰۵ وندنا
۶–۳۵ آج کا چستن، گاندھی چرچا (جمعہ)
پرکاشن کرن (ہفتہ)
۶–۴۰ سسو کسا لو
۶–۵۵ پروگراموں کا خلاصہ
۷–۰۵ بانس گاں
۷–۱۵ روزگار سماچار
۷–۲۰ اتوار آج اتوار ہے
شاستریہ سنگیت (پیر، منگل)
بھارت شکشا (بدھ، جمعرات)
واتائن (جمعہ I، III، V)
کاویہ سورکھ (جمعہ II)
پریکل (جمعہ IV)
سمودان شکشا (ہفتہ)
۷–۴۵ درپن (بدھ III)
سندیش گیتا بجلی کھیتی (بدھ IV)
ساہتیہ سدھا سسنکرت کاریہ کرم
(جمعرات)
۷–۵۰ سگم سنگیت (بدھ، منگل، جمعہ)
۸–۲۱ دھرتی گاتی ہے
۸–۳۰ آہنگ (اردو پروگرام)
(جمعرات اور جمعہ)
۹–۰۰ راجیہ کی چٹھی
۹–۰۵ ضلع کی چٹھی
۹–۱۰ کلیاں : بچوں کا کاریہ کرم (اتوار)

دوپہر
۱۲–۳۰ آپ کے لیے کھلی (اتوار)
دورنگ (پیر)
آپ کی پسند (منگل، جمعرات، ہفتہ)
ترسنگم (بدھ)
نعت قوالی (جمعہ)

۱۲–۴۵ آپ کی چٹھی ملی (اتوار)
۱–۰۰ پروگراموں کا خلاصہ
۱–۰۱ پریوار جگت (اتوار)
وندھنا (شہری مہیلاؤں کے لیے) (پیر)
دھرتی گاتی ہے لوک گیت (I، III منگل)
ستھان رائیگا II منگل)
آنچل (گرامین مہیلاؤں کے لیے IV بدھ)
سترس (جمعرات)
چترپٹ گیت
فلمی گانا آرکسٹرا ساجاروں کے ساتھ (جمعہ)
سواستھ سندیش (ہفتہ)
۱–۳۰ جوانوں کے لیے (ہفتہ)
۱–۴۰ سرکھاون (اتوار)
شاستریہ سنگیت
(پیر، منگل، بدھ، جمعرات اور جمعہ)
۲–۰۲ دامن فلمی عرس (اتوار)
۲–۳۵ آس پاس (اتوار)
سماچار درشن (I، III، V اتوار)
فیچر (II اور IV اتوار)

شام
۶–۰۰ پروگراموں کا خلاصہ
۶–۰۱ علاقائی سوچنائیں
۶–۱۵ نئی فلموں سے (اتوار)
گیت مالا (پیر، جمعہ)
آرادھنا (منگل) آنگن (بدھ)
گلدستہ کنسرٹ سنگیت (جمعرات)
ایک ہی فلموں سے (ہفتہ)
۶–۳۰ یووا وانی
۷–۰۰ کرشی جگت
۷–۴۵ سنسکرت کاریہ کرم (اتوار)
آہنگ : اردو پروگرام (پیر)
قانونی سہائتہ الحریری کاریہ کرم
(منگل)

آپ نے لکھا ہے (I، III منگل)
کسوٹی (II، IV منگل)
سروردھا سپج (جمعرات)
پریوار کلیاں، پرشن اتری (جمعہ)
ہندی تقریر (ہفتہ)
۸–۰۰ سگم سنگیت (اتوار، پیر، منگل، بدھ، ہفتہ)
جام غزل (جمعرات)
گل اور آگ (II، IV جمعہ)
سگم سنگیت (I، III، V جمعہ)
۸–۱۰ شاستریہ سنگیت (سوائے اتوار اور پیر)
۸–۱۵ پرانی فلموں سے (اتوار)
نیوزریل اسپورٹس (پیر)
۸–۳۰ پرانی فلموں سے (منگل، جمعرات، ہفتہ)
سارا اور آواز (پیر، بدھ اور جمعہ)
۹–۳۰ چہار بیت (اتوار)
آپ کی پسند اور من بھاون (II، V منگل)
گیتوں بھری کہانی (IV منگل)
تقریروں کا نیشنل پروگرام (پیر، بدھ، دلّی سے)
پرچا کا وشیہ ہے (دلّی سے، بدھ)
سگم اور لوک گیت کا نیشنل پروگرام
روپکوں کا نیشنل پروگرام (جمعرات)
اسپورٹس میگزین (II جمعرات)
ناٹکوں کا نیشنل پروگرام (III جمعرات)
شاستریہ سنگیت (V جمعرات)
ناٹک (جمعہ)
سنگیت کا نیشنل پروگرام (ہفتہ)
۹–۴۵ آپ کی پسند (اتوار)
۱۰–۰۰ سنگیتکی (I پیر)
وچار دھارا (II پیر)
ملاقات (III پیر) خزانہ (IV پیر)
یووا سنگیت سبھا (منگل)
ناٹک وکاسں یکش (III بدھ)
شاستریہ سنگیت (I، II اور IV جمعہ)
آ بھوتی (III جمعہ)

شاستریہ سنگیت

— گائن —

بھیم سین جوشی — صبح ۳۰–۷ اور رات ۰۰–۸ یکم جولائی

نثار حسین خاں — رات ۰۰–۸ ۳ر جولائی

استاد رجب علی خاں — رات ۰۰–۸ ۶ر جولائی

روشن آرا بیگم — صبح ۳۰–۷ اور رات ۰۰–۸ ۹ر جولائی

منی رام بندھو — دوپہر ۴۰–۱ اور رات ۰۰–۸ ۱۲ر جولائی

ساز سنگیت

— کلارنٹ —

معبود حسین — صبح ۳۰–۷ ۴ر جولائی

— ستار —

نکھل بنرجی — دوپہر ۴۰–۱ ۵ر جولائی

— بانسری —

رگھوناتھ سیٹھ — دوپہر ۴۰–۱ ۹ر جولائی

— وائلن —

این راجم — دوپہر ۴۰–۱ ۱۵ر جولائی

لوک گیت

مدن موہن برج واسی — صبح ۲۱–۸ اور دوپہر ۲۰–۲ یکم جولائی

کرشنا آریہ اور سکھیاں — صبح ۲۱–۸ اور دوپہر ۲۰–۲ ۳ر جولائی

نیامت علی — صبح ۲۱–۸ اور دوپہر ۲۰–۲ ۵ر جولائی

محمد عمر اور ساتھی : چہار بیت — رات ۳۰–۹ ۷ر جولائی

سرس کول — صبح ۲۱–۸ اور دوپہر ۲۰–۲ ۱۲ر جولائی

احمد شمیم : چہار بیت — رات ۳۰–۹ ۱۴ر جولائی

سگم سنگیت

مبارک حسین — شام ۰۰–۸ ۳ر جولائی

رشمی کھنّہ — صبح ۵۰–۷ ۷ر جولائی

ریکھا ساہا — شام ۰۰–۸ ۱۰ر جولائی

اوشا اگروال — شام ۰۰–۸ ۱۳ر جولائی

بیگم اختر — صبح ۵۰–۷ اور رات ۰۰–۸ ۱۵ر جولائی

مباحثہ

صنعتی اداروں میں مالک اور مزدور کا رشتہ

صبح ۳۰–۸ ۵ر جولائی

شرکاء : وی کے شری واستو۔ رادھے موہن آبادھیایہ اور محمود افروز۔

خیابان : ادبی میگزین

فیض نمبر

۱۔ فیض کی شخصیت

۲۔ فیض کی شاعری، فیض کی زبانی

۳۔ فیض پر مختصر نوٹ

تحریر اور ادارت۔ اکبر علی خاں عرشی زادہ

صبح ۳۰–۸ ۴ر جولائی

شعری نشست

— رات ۰۰–۸ —

شرکاء شعراء :

اختر سنبھلی۔ محمود الیاس۔ ثمر مراد آبادی۔ منور امروہوی۔ مہندر سنگھ اشک۔ اعجاز سلطانی۔ عرفان دانش۔ سرویش چندر سوی اور شاعر بریلوی۔ ۸ر جولائی

جالندھر، چنڈی گڑھ

جالندھر: میڈیم ویو: ۴۲۰۱۳ میٹر ۷۰۲ کلوہرٹز
۲۲۲۱۲ میٹر ۱۳۵۰ کلوہرٹز
۳۴۳۱۶ میٹر ۸۷۳ کلوہرٹز
چنڈی گڑھ: میڈیم ویو: ۲۰۹.۱۶ میٹر ۱۴۳۱ کلوہرٹز

خبریں

ھندی: صبح ۸-۰۰، دوپہر ۱-۰۵، ۲-۱۰، ۲-۴۵ (دھیمی رفتار سے)
شام ۵-۰۰، ۶-۰۰، ۶-۲۰ (پرادیشک سماچار) رات ۸-۴۵، ۱۱-۰۵
پنجابی: صبح ۸-۳۰ دوپہر ۱-۴۰ شام ۶-۱۰ (پرادیشک سماچار) شام ۷-۳۰
انگریزی: صبح ۸-۲۰ دوپہر ۱-۰۰، رات ۹-۰۰ اور ۱۱-۰۰
اردو: صبح ۸-۵۰ دوپہر ۱-۵۰ رات ۹-۱۵ (خبریں) ۹-۲۵ تبصرہ
روزگار سماچار: شام ۷-۴۰

روزانہ نشر ہونے والے پروگرام

جالندھر 'الف'

صبح

۴-۱	وندے ماترم او رمنگل دھن
۶-۰	آرادھنا: بھگتی سنگیت
۶-۱	کھیتی باڑی اور موسم کا حال
۶-	پروگراموں کا خلاصہ (پیریچے)
۶-۴	مانس گان
۷-۰	امرت بودھ
۷-	رام چرتر مانس (اتوار)

دوپہر

۱-۱	فوجی بھائیوں کے لیے
۲-	موسم کا حال اور اُنت کھیتی
۱۲-	سگم سنگیت (ساڑھے آس پاس - ہفتہ)
۱۲-۲	گوربانی وچار

شام

۶-۰۰	مقامی اعلان اور پروگرام کا خلاصہ
۶-۱۰	پرادیشک سماچار (پنجابی)
۶-۲۰	پرادیشک سماچار (ہندی)
۶-۳۰	دیہاتی پروگرام
۷-۴۰	روزگار سماچار
۹-۱۵	اردو میں تبصرہ

جالندھر (ب)

صبح

۱۰-۱۰	اسکول براڈ کاسٹ

شام

۶-۰۰	یووا وانی
۷-۰۰	پنجابی میں پروگرام
۸-۰۰	ختم شدہ

شاستریہ سنگیت

گائن

ستاد امیر خاں	صبح ۹-۱۰	۲/ جولائی	
دھوری	رات ۱۰-۰۰	۲/ جولائی	
شس پال	صبح ۹-۰۵	اور	
	رات ۱۰-۳۰	۴/ جولائی	
پک چیٹرجی	صبح ۹-۰۵	اور	
	شام ۴-۳۰	۶/ جولائی	
استاد فیاض خاں	صبح ۹-۰۵	۷/ جولائی	
استاد مشتاق حسین	رات ۱۰-۳۰	۷/ جولائی	
بھیم سین جوشی	صبح ۹-۱۰	۹/ جولائی	
شریو کالیکر	صبح ۹-۰۵	اور	
	رات ۱۰-۳۰	۱۱/ جولائی	
پنڈت جسراج	رات ۱۰-۳۰	۱۲/ جولائی	
لکشمن داس سندھو	صبح ۹-۰۵	۱۳/ جولائی	
استاد بڑے غلام علی خاں	صبح ۹-۰۵	اور	
	رات ۱۰-۳۰	۱۴/ جولائی	
سلوچنا برہسپتی	صبح ۹-۰۵	اور	
	رات ۱۰-۳۰	۱۵/ جولائی	

ساز سنگیت

ستار

ایس کے دتہ	صبح ۹-۰۵	اور
	رات ۱۰-۳۰	۳/ جولائی
جگموہن سہگل	صبح ۹-۰۵	اور
	رات ۱۰-۳۰	۱۰/ جولائی

سرود

رتناکر ویاس	صبح ۹-۰۵	اور
	رات ۱۰-۳۰	یکم/ جولائی

کلارنٹ

اوم پرکاش	صبح ۹-۰۵	اور
	رات ۱۰-۳۰	۵/ جولائی

وائلن

ایل راجن	صبح ۹-۰۵	اور
	رات ۱۰-۳۰	۸/ جولائی
کشوری لال	صبح ۹-۰۵	۱۲/ جولائی

بانسری

دیال سنگھ رانا	رات ۱۰-۰۰	۹/ جولائی
پرکاش وڈھیرا	شام ۷-۴۵	۱۳/ جولائی

سگم سنگیت

لوک گیت

مہندرجیت سکھوں	دوپہر ۲-۳۰	یکم جولائی
رنجنا	رات ۱۰-۱۵	یکم جولائی
گردھاری لال اور ساتھی	شام ۴-۴۵	۲/ جولائی
رنگا سنگھ مان	دوپہر ۲-۳۰	۳/ جولائی
سوداگر رام اور ساتھی	دوپہر ۲-۳۰	۴/ جولائی
لال چند یملا جٹ اور ساتھی	شام ۴-۴۵	۴/ جولائی
سورن باوا	دوپہر ۱۲-۳۰	۵/ جولائی
پریم پاٹھک	دوپہر ۲-۳۰	۷/ جولائی
سنت سنگھ بندرا	صبح ۸-۲۰	۸/ جولائی
مولا سنگھ ڈھاڈی اور ساتھی	دوپہر ۲-۳۰	۹/ جولائی
جیون لال ہری اور ساتھی	دوپہر ۲-۳۰	۱۰/ جولائی
ہردیو سنگھ خوشدل	دوپہر ۲-۳۰	۱۰/ جولائی
اجیتے سنگھ رائے	شام ۴-۴۵	۱۱/ جولائی
سریندرا اور ساتھی	شام ۴-۴۵	۱۲/ جولائی
مالکھی رام	رات ۱۰-۱۵	۱۲/ جولائی
سعیدہ بانو اور ساتھی	شام ۴-۴۵	۱۳/ جولائی
جگموہن کور	دوپہر ۲-۳۰	۱۴/ جولائی
جاگیر سنگھ طالب	شام ۴-۴۵	۱۴/ جولائی

کلدیپ مانک صبح ۸-۲۰ ۱۵ر جولائی
بلبیر سنگھ دوپہر ۲-۳۰ ۱۵ر جولائی
ہنس راج ہنس رات ۱۰-۱۵ ۱۵ر جولائی

شبد

بھائی کرم سنگھ راگی اور ساتھی صبح ۸-۲۰ اور
دوپہر ۱۲-۱۵ ۲ر جولائی
کاشی رام دیہی اور ساتھی صبح ۷-۳۰ اور
رات ۷-۴۵ ۱۰ر جولائی
بھائی گورمیل سنگھ راگی صبح ۷-۳۰ اور
رات ۷-۴۵ ۱۲ر جولائی

بھجن

بلدیو راج صبح ۷-۳۰ اور
شام ۷-۴۵ ۳ر جولائی
رام جی داس نرموہی صبح ۸-۲۰ اور
شام ۷-۵۰ ۴ر جولائی
ستونت سنگھ صبح ۸-۲۰ ۵ر جولائی
تارہ چکرورتی صبح ۷-۳۰ ۶ر جولائی
ودیا ساگر رام پال صبح ۷-۳۰ ۱۱ جولائی

غزلیں

اشوک کمار صبح ۸-۲۰ اور
دوپہر ۱۲-۱۵ ۱۰ر جولائی
پرمود جین صبح ۸-۲۰ اور
رات ۱۰-۱۵ ۱۲ر جولائی

ناٹک

'امانت' (پنجابی)، شری کرتار سنگھ دگل یکم جولائی
اس نے کہا تھا: چندردھر شرما گلیری
کی کہانی کا ریڈیو عکس ۵ر جولائی
'آج کل' (پنجابی)، ڈاکٹر گوروپال سنگھ پھل ۸ر جولائی
'جیون دے جات داغ' (ہندی)
کرتار سنگھ دگل ۱۲ر جولائی

ہفت روزہ جھلکیاں

انتی دی راہ تے: ۲۰ نکاتی پروگرام پر مبنی پروگرام
صبح ۷-۱۵ یکم اور ۸ر جولائی
مٹی دی مہک: صبح ۷-۳۰ ۲ر جولائی
جی آئیاں نوں صبح ۷-۱۵ ۴ر جولائی
جاگرت: پریوارک شام ۷-۴۵ ۷ر جولائی
صبح ۷-۳۰ ۸ر جولائی
پرتی بمب (جھلکی) صبح ۷-۴۵ ۷ر اور ۱۴ر جولائی
ساڈا دیش ساڈی سبھیتا صبح ۷-۳۰ ۹ر جولائی

روہتک

میڈیم ویو ۴ر۲۶۲ میٹر ۱۱۴۳ کلوہرٹز

خبریں

ہندی میں خبریں: صبح ۸-۰۰ دوپہر ۱-۰۵ شام ۶-۰۵ رات ۸-۴۵
انگریزی میں خبریں: صبح ۸-۱۰ دوپہر ۱-۰۰ شام ۶-۰۰ رات ۹-۰۰

شاستریہ سنگیت

صبح ۷-۳۰

گائن

منی پرساد یکم جولائی
مشتاق حسین خاں ۵ر جولائی
اجیت سنگھ پینٹل ۸ر جولائی
منور علی خاں ۱۱ر جولائی
پنا لال سولنکی ۱۵ر جولائی

ساز سنگیت

— طبلہ —

ولایت حسین خاں ۲ر جولائی
درگا پرساد ۶ر جولائی
اکرام حسین خاں ۹ر جولائی

— سرود —

ایس۔ جی۔ رائے چودھری ۳ر جولائی
علی اکبر خاں ۱۳ر جولائی

— ستار —

اشوک کمار ۴ر جولائی
وجے کمار ۱۰ر جولائی

— سارنگی —

وزیر حسین خاں ۱۲ر جولائی

سگم سنگیت

صبح ۷-۱۵

جعفر حسین خاں یکم جولائی
نیتا شرما ۲ر جولائی
سبھاش چندر سینی ۳ر جولائی
سریش چندر شرما ۴ر جولائی
شانتا سکسینہ ۵ر جولائی
اجیت کمار ۶ر جولائی
مانک لال ورما ۷ر جولائی

اوشا اگروال ۸ر جولائی
ششی کالیا ۹ر جولائی
مدن سنگھ ۱۰ر جولائی
مدھوبالا بھارگو ۱۱ر جولائی
سشیل کمار شرما ۱۲ر جولائی
امینہ برنی ۱۳ر جولائی
کمل ہنس پال ۱۴ر جولائی
شیام سندر ۱۵ر جولائی

رات ۸-۳۰

ہمنت کمار یکم جولائی
اے۔ ہری ہرن ۲ر جولائی
مینو پرشوتم ۳ر جولائی
طلعت عزیز ۴ر جولائی
منا ڈے ۵ر جولائی
کے ایل سہگل ۶ر جولائی
اسلم خاں ۷ر جولائی
خالد ۸ر جولائی
شاردہ ۹ر جولائی
منہر ۱۰ر جولائی
پریتی ساگر ۱۱ر جولائی
ستیش ببر ۱۲ر جولائی
شمع بانو ۱۳ر جولائی
نورجہاں ۱۴ر جولائی
انور ۱۵ر جولائی

ایک ہی فلم سے

رات ۹-۱۶

انجانا یکم جولائی
بابل ۲ر جولائی
کہاں تک آسماں ہے ۳ر جولائی
کرکٹر ۴ر جولائی
پریرنا ۵ر جولائی
کالا پانی ۶ر جولائی
چکمہ ۷ر جولائی

مس میری — ۸ جولائی
سرگم — ۹ جولائی
دھرم اور قانون — ۱۰ جولائی
اَن — ۱۱ جولائی
اگ — ۱۲ جولائی
حیثیت — ۱۳ جولائی
بھیانک — ۱۴ جولائی

ضلع کی چٹھی

صبح ۷-۲۵

بھوانی — یکم اور ۱۳ جولائی
کرنال — ۲ اور ۱۴ جولائی
گوڑگاؤں — ۳ اور ۱۵ جولائی
جیند — ۴ جولائی
کوروکشیتر — ۵ جولائی
مہندر گڈھ — ۶ جولائی
سونی پت — ۷ جولائی
سرسا — ۸ جولائی
فریدآباد — ۹ جولائی
روہتک — ۱۰ جولائی
حصار — ۱۱ جولائی
انبالہ — ۱۲ جولائی

تقریر / مباحثہ

صبح ۷-۳۰

'سماجک آرتھک سنستھانوں کی وکاس میں بھومیکا' — یکم جولائی

'سماج فکشن میں یوواورگ کی بھومیکا' مباحثہ — رات ۹-۳۰ — ۲ جولائی

'تب کیا ہوا جب میں ابھیتا بنا' مزاحیہ تقریر — ۳ جولائی

ہریانہ کے اتہاسک قلعے — سلسلہ تقریر
۱۔ 'لوہنہ — حصار' — ۶ جولائی
۲۔ 'جھجر کا قلعہ' — ۱۳ جولائی

'مولیہ ودھی — سمسیا اور سمادھان' — ۸ جولائی
'آنچلک اپنیاس پرمپرا کا وکاس' — رات ۹-۳۰ — ۹ جولائی
'تب کیا ہوا جب گھر میں نوکر رکھا' — ۱۰ جولائی
'سماجک پریورتن کے آدھار — شکشا' — ۱۱ جولائی
'وکاس کے بدلتے ماپ دنڈ' — ۱۴ جولائی

شملہ

میڈیم ویو: ۳۸۷.۶۰ میٹر ۷۷۴ کلو ہرٹز
شارٹ ویو: صبح ۷-۳۰ تک اور شام ۶-۳۰ کے بعد رات تک ۹۳.۰۹ میٹر ۳۲۲۳ کلو ہرٹز
صبح ۷-۴۵ کے بعد دوپہر ۴-۴۵ تک اور شام ۵-۰۰ کے بعد ۴۹.۸۳ میٹر ۶۰۲۰ کلو ہرٹز

خبریں

ہندی: صبح ۸-۰۰ دوپہر ۱-۰۵، ۲-۱۰ شام ۶-۰۵ اور رات ۸-۴۵
انگریزی: صبح ۸-۱۰ دوپہر ۱-۰۰، ۲-۰۰ اور رات ۹-۰۰
سنسکرت: صبح ۷-۰۰ اردو: صبح ۸-۵۰ ہندی میں علاقائی خبریں ۷-۵۰ شام

روزانہ نشر ہونے والے پروگرام

صبح
۶-۱۵ وندے ماترم، منگل دھونی
۶-۳۰ گیان وندنا اور بھگتی سنگیت کا پروگرام وندنا
۶-۴۵ بانسری گان
۶-۵۵ کھیتی باڑی
۷-۰۵ پروگراموں کا خلاصہ
۷-۱۰ کلاسیکل موسیقی / کرناٹک سنگیت / پرارتھنا سبھا
۷-۳۰ سامائکی
۷-۴۵ پہاڑی سنگیت
۹-۰۰ راجیہ کی چٹھی
۹-۰۵ فلمی گانے
۹-۳۰ اختتام

دوپہر
۱۲-۳۰ اسکول براڈکاسٹ
۱۲-۵۰ دیش گان / فلمی دھن
۱-۱۰ فوجی بھائیوں کے لیے
۲-۲۰ سنہری کرنیں
۲-۴۰ سب رنگ
۳-۰۰ اختتام

شام
۵-۰۰ یووانی (منگل، جمعرات)
چھوٹو منو (ہفتہ، پیر)
برموری پروگرام (بدھ، جمعہ، اتوار)
۵-۲۰ مہاسوی پروگرام (بدھ، جمعہ، اتوار)
چمبیالی پروگرام (منگل، جمعرات، ہفتہ)
۵-۴۰ بلاسپوری پروگرام (بدھ، جمعہ، ہفتہ)
کلوی پروگرام (منگل، جمعرات)
۶-۱۰ کانگڑی پروگرام (منگل، جمعرات، ہفتہ)
منڈیالی پروگرام (بدھ، جمعرات، اتوار)
بیلا سیلن (پیر)
۶-۳۰ کنزی پروگرام (پیر، بدھ، جمعہ)
لاہولی سپتی پروگرام (منگل، جمعرات، ہفتہ، اتوار)
۶-۵۰ پرکاش کرنیں / لاہولی، کنزی گانے
۷-۰۰ کھیل سماچار
۷-۰۵ گرامین یوواؤں کے لیے
۷-۲۵ کرشی جگت / ریڈیو دیہاتی گوشٹھی
۸-۰۰ روزگار سوچنائیں
۸-۰۵ دھارا رے گیت
۱۰-۳۰ اختتام (منگل، ہفتہ کو ۱۱-۰۵ پر)

شاستریہ سنگیت

گائن

مالنی راجورکر — صبح ۷-۱۰ — یکم جولائی
رادھا اورجے لکشمی — صبح ۷-۱۰ — ۳ جولائی
نینا دیوی — صبح ۸-۲۱ — ۳ جولائی
امرناتھ — صبح ۸-۲۵ — ۵ جولائی
صادق علی خاں اور گنگو بائی ہنگل — صبح ۷-۱۰ — ۶ جولائی
بھیم سین جوشی — صبح ۷-۱۰ — ۹ جولائی
سویتا دیوی — صبح ۸-۲۱ — ۱۰ جولائی
میرا کھر واڈکر — صبح ۷-۱۰ — ۱۱ جولائی
ایل کے پنڈت — صبح ۷-۱۰ — ۱۴ جولائی

ساز سنگیت

ستار

پارتھ داس — صبح ۷-۱۰ — ۲ جولائی
اندرنیل بھٹاچاریہ — رات ۸-۲۵ — ۵ جولائی

سارنگی

چھوٹے خاں — صبح ۷-۱۰ — ۴ جولائی

بانسری

شورام — صبح ۷-۱۰ اور رات ۱۰-۰۰ — ۸ جولائی
دیال سنگھ رانا — رات ۱۰-۰۰ — ۹ جولائی
دیونیدر پردلشور — رات ۸-۲۵ — ۱۲ جولائی
وجے راگھو راؤ — رات ۸-۲۵ — ۱۴ جولائی

سنتور

شوکمار شرما — صبح ۷-۱۰ — ۱۳ جولائی

سرود

مرنال سین گپتا — صبح ۷-۱۰ اور رات ۱۰-۰۰ — ۱۵ جولائی

شبد

نیلم ساہنی، جگجیت سنگھ اور منا ڈے — صبح ۸-۲۱ — یکم جولائی
بھائی بخشیش سنگھ و ساتھی — صبح ۸-۲۱ — ۸ جولائی

اورنگ آباد، پربھنی

اورنگ آباد ۱۹۷/۲ ۱۵۲۱ کلوہرٹز پربھنی ۲۲۹/۶۸ ۱۳۰۵ کلوہرٹز

روزانہ نشر ہونے والے پروگرام

صبح

۵۵ — ۵	وندے ماترم : شہنائی
۰۵ — ۶	سنسکرت پاٹھ
۱۰ — ۶	امرت دھارا
۱۵ — ۶	شیت کاریہ ساتھی
۲۰ — ۶	سورانجلی
۴۵ — ۶	کاریہ کرم کی روپ ریکھا
۳۰ — ۷	سب رنگ : اردو پروگرام
۲۵ — ۸	ضلع وار تا پتر
۰۰ — ۹	نیوز لیٹر (ہندی)
۰۵ — ۹	اختتام

شام

۰۰ — ۶	استھانک سوچنائیں
۰۵ — ۶	کاریہ کرم کی روپ ریکھا
۱۰ — ۷	روزگار سماچار
۳۰ — ۷	آپکے گھر آپکے شوار
۱۰ — ۱۱	اختتام

لوک سنگیت

رجنی اور ساتھی	صبح ۴۵ — ۷	یکم جولائی
رام داس کلوی اور رامیشوری شرما	رات ۰۵ — ۸	یکم جولائی
ہیت رام تنور	صبح ۴۵ — ۷	۲/جولائی
اُدیہ رام اور ساتھی	رات ۰۵ — ۸	۲/جولائی
محمد صابر قریسی	صبح ۴۵ — ۷	۳/جولائی
مورت رام پانڈے	رات ۰۵ — ۸	۳/جولائی
سندر رام اور ساتھی	صبح ۴۵ — ۷	۴/جولائی
روشن لال بھاٹیہ	رات ۰۵ — ۸	۴/جولائی
سنتوش شرما	صبح ۴۵ — ۷	۵/جولائی
اشونی چندیل	رات ۰۵ — ۸	۵/جولائی
گنگا جوشی	صبح ۴۵ — ۷	۶/جولائی
کملا رانی	رات ۰۵ — ۸	۶/جولائی
لائق رام شرما	صبح ۴۵ — ۷	۷/جولائی
ستارام چندیل	صبح ۴۵ — ۷	۸/جولائی
منجو بھاردواج	صبح ۴۵ — ۷	۸/جولائی
موہن سنگھ چوہان	رات ۰۵ — ۸	۹/جولائی
پشپ لتا اور ودیا کانتی	صبح ۴۵ — ۷	۱۰/جولائی
لہرو رام سانکھیان	صبح ۴۵ — ۷	۱۱/جولائی
کملا بھاردواج	صبح ۴۵ — ۷	۱۱/جولائی
گوپال شرن ٹھاکر	رات ۰۵ — ۸	۱۱/جولائی
روشنی دیوی	صبح ۴۵ — ۷	۱۲/جولائی
پرتاپ چند شرما	رات ۰۵ — ۸	۱۲/جولائی
ودیا دیوی	صبح ۴۵ — ۷	۱۳/جولائی
لیکھ رام پال	رات ۰۵ — ۸	۱۳/جولائی
بھتیا شرما	صبح ۴۵ — ۷	۱۵/جولائی
موہن راٹھور	رات ۰۵ — ۸	۱۵/جولائی

پنجابی گیت

لال چند یملا جٹ	صبح ۲۱ — ۸	۱۱/جولائی

سُگم سنگیت

رامیشور شرما	صبح ۲۱ — ۸	۲/جولائی
نیل کمل سود	صبح ۲۱ — ۸	اور
	رات ۲۵ — ۸	۵/جولائی
محمد حیات قوال و ساتھی	رات ۱۵ — ۸	۶/جولائی
سرلا کپور	صبح ۲۱ — ۸	۹/جولائی
شکنتلا	رات ۴۵ — ۹	۹/جولائی
رما سین	رات ۲۵ — ۸	۱۰/جولائی
آرتی چٹرجی	صبح ۲۱ — ۸	اور

رات ۲۵ — ۸ ۱۲/جولائی



اُوشا منگیشکر رات ۱۵ — ۸ ۱۳/جولائی

غزلیں

افروز بانو	رات ۱۵ — ۸	۴/جولائی
احمد حسین محمد حسین	رات ۱۵ — ۸	۱۱/جولائی

پلے فیچر

'ہنی مون' ہندی ناٹک	رات ۳۰ — ۹	۵/جولائی
جوگتی	صبح ۰۰ — ۱۱	۷/جولائی
بڑے بابو	شام ۰۵ — ۷	۷/جولائی
گھر آنگن	رات ۱۶ — ۹	۱۰/جولائی
چیتنا	رات ۳۰ — ۹	۱۲/جولائی

میگھ دوت صبح ۰۵ — ۱۱ ۱۴/جولائی

گیان وندو

صبح ۲۵ — ۶

سوامی رام کرشن	یکم جولائی
مہابھارت سے	۲/جولائی
بھگوت گیتا	۳/جولائی
بودھ دھرم سے	۴/جولائی
سوامی ویکا نند	۵/جولائی
ودیارتھی جیون	۶/جولائی
سُبھاشتوں سے	۷/جولائی
قرآن شریف	۸/جولائی
گورو تیغ بہادر صاحب کے خیالات	۹/جولائی
بائیبل سے	۱۰/جولائی
اروند کے خیالات	۱۱/جولائی
جین دھرم	۱۲/جولائی
صوفی سنتوں کی وانی	۱۴/جولائی
بالیمکی رامائن سے	۱۵/جولائی

تقریر رات ۱۶ — ۹

کرنتھ گاتھا	۵/جولائی
'ہماچل لوک جیون میں ہاس پرہاس'	۱۳/جولائی

ناگپور

۵۱۲ء۸ میٹر ۵۸۵ کلوہرٹز

روزانہ نشر ہونے والے پروگرام

صبح

۵-۵۵ وندے ماترم، منگل دھونی
۶-۰۵ بھکتی سنگیت
۶-۳۰ آج کا چنتن
۶-۳۵ پروگراموں کا خلاصہ
۶-۴۰ کرشی وانی : موسم کا حال
۶-۴۵ سگم سنگیت / سور منجری
اس ماہ کا گیت (اتوار)
گاندھی سمرتی (جمعہ)
۷-۳۰ پربھات سامیئے
مراٹھی میں پروگرام (ہفتہ)
۷-۴۵ مراٹھی میں تقریر / سور بھارتی
(سنسکرت زبان اور ادب پر مبنی پروگرام)
۸-۲۱ کال چکر (مراٹھی میں مختصر تقریر)
۸-۲۵ ضلع خبرنامہ
۸-۴۰ موسم : روزگار سماچار
۸-۴۵ پرتی بمب : مراٹھی میں فیملی سیریل (اتوار)
مراٹھی اسٹیج گیت (پیر، بدھ، جمعہ)
فلمی گیت (منگل، جمعرات اور ہفتہ)
۹-۰۰ بچوں کے لیے (اتوار)
۹-۰۰ اور ۹-۲۵ اسکول براڈکاسٹ
(اسکول کے دنوں میں)

دوپہر

۱۲-۳۰ خواتین کے لیے (اتوار، جمعرات)
۱-۴۰ اور ۲-۵۰ اسکول براڈکاسٹ
(اسکول کے دنوں میں)

شام

۵-۳۰ نوجوانوں کے لیے / صنعتی ملازمین کے لیے
(بدھ، ہفتہ)
۵-۵۵ مقامی اعلانات
پروگراموں کا خلاصہ اور موسم
۶-۱۵ کیرتن
گرامین کلاکشیتر (صرف چوتھے اتوار کو)
دیہاتی خواتین کے لیے (پیر، جمعہ)
بچوں کے لیے (بدھ)
۶-۴۵ بازار بھاؤ /
صحت سے متعلق پروگرام (اتوار)
۷-۰۰ تعلیم بالغان / میگزین (اتوار) /
دیہاتی بچوں کے لیے (ہفتہ)
۷-۲۰ دیہاتی سامعین کے لیے پروگرام /
کسانوں کے لیے (منگل اور ہفتہ)
۸-۲۵ سماچار پتروں سے (سوائے پیر)
۹-۳۰ اردو پروگرام (بدھ)
۱۰-۳۰ اختتام

شاستریہ سنگیت

گائن

چترا مودک — دوپہر ۱۲-۳۰ اور رات ۱۰-۳۰ — یکم جولائی
ڈی وی پنکے — صبح ۷-۱۵ اور
طبلہ سنگت : ڈی این پربھاکر پلے — دوپہر ۱۲-۳۰ — ۲ جولائی
مادھوری اوکا — رات ۱۰-۰۰ — ۲ جولائی
نرملا ارون — صبح ۷-۱۵ اور رات ۱۰-۳۰ — ۳ جولائی
دنکر راؤ دیشپانڈے — صبح ۷-۱۵، دوپہر ۱-۴۰ اور رات ۱۰-۳۰ — ۴ جولائی
فالگنی مترا — صبح ۷-۱۵ اور رات ۱۰-۰۰ — ۷ جولائی
الہاس کاشلکر — صبح ۷-۳۰ اور رات ۱۰-۳۰ — ۸ جولائی
پردیپ کورتیکر — صبح ۷-۱۵ اور رات ۱۰-۳۰ — ۱۰ جولائی
بانی بنرجی — صبح ۷-۱۵ اور رات ۱۰-۳۰ — ۱۱ جولائی
پروین سلطانہ — صبح ۷-۱۵ — ۱۲ جولائی
شوبھا گرٹو — دوپہر ۱-۴۰ اور رات ۹-۱۶ — ۱۴ جولائی
پنڈت ونائیک راؤ پٹوردھن — رات ۱۰-۰۰ — ۱۴ جولائی
وسنت اندھاریا — صبح ۷-۱۵ اور دوپہر ۱۲-۳۰ — ۱۵ جولائی

سازسنگیت

— ستار —

ارون کمار ورما
طبلہ سنگت : ایم وی مسودکر — صبح ۷-۱۵ اور دوپہر ۱۲-۳۰ — یکم جولائی
شجاد دیشپانڈے — صبح ۷-۳۰ اور رات ۱۰-۴۵ — ۱۰ جولائی

— مینڈولن —

وکاس کالے — دوپہر ۱-۴۰ — یکم جولائی

— دلربا —

شجاد دیشپانڈے — رات ۹-۱۶ — یکم جولائی

— سنطور —

سنیل اگارکر — صبح ۷-۱۵ — ۵ جولائی

— سرود —

شنکر بھٹاچاریہ — رات ۱۰-۰۰ — ۵ جولائی

— کلارنٹ —

راک جوزف — دوپہر ۱-۴۰ — ۶ جولائی

— وائلن —

ایم ایس گوپال کرشنن — دوپہر ۱-۴۰ اور رات ۱۰-۳۰ — ۷ جولائی
سدھیر گواوی — رات ۱۰-۰۰ — ۱۱ جولائی

— گٹار —

سبھاش وانجے — صبح ۷-۳۰ اور دوپہر ۱۲-۳۰ — ۱۰ جولائی

— بانسری —

ہری پرساد چورسیا — صبح ۷-۱۵ اور رات ۱۰-۳۰ — ۱۴ جولائی

— گوٹوواد یم اور وائلن جگلبندی —

پنتوسوامی، آر۔ جی۔ جوشی — رات ۱۰-۳۰ — ۱۴ جولائی

سگم سنگیت

— صبح ۶-۴۵ اور شام ۶-۱۵ —

اسلم صابری — ۲ جولائی
گوکل پرساد ماڈاوی — ۴ جولائی
منوج سلپیکر — ۶ جولائی
رنجن پیجورکر — ۹ جولائی
انورادھا دیشپانڈے — ۱۱ جولائی
رمیش ٹھاکرے — ۱۳ جولائی

(آگے ص ۴۷ پر)

بیکانیر

۲۱۵۰ میٹر ۱۳۹۵ کلو ہرٹز

شاستریہ سنگیت

گائن دوپہر ۱۰-۱

منور علی خاں : یکم جولائی
پروین سلطانہ : ۵ر جولائی
لطافت حسین خاں : ۶ر جولائی
کمار سنگھ رش : ۸ر جولائی
ڈی۔ بی پلشکر : ۱۰ر جولائی
مالویکا کانن : ۱۲ر جولائی
پنڈت جسراج : ۱۳ر جولائی
ونایک راؤ پٹوردھن : ۱۵ر جولائی

ساز سنگیت

طبلہ

استاد امیر حسن خاں دوپہر ۱۰-۱ ۲ر جولائی

ستار وادن

عبدالحلیم جعفر خاں رات ۲۵-۸ ۴ر جولائی

وائلن

وی۔جی جوگ ۱۱ر جولائی

بانسری

ہری پرساد چورسیا رات ۲۵-۸ ۱۱ر جولائی

لوک سنگیت

بہاری لعل کتھک صبح ۱۰-۹ اور
دوپہر ۳۰-۱ یکم جولائی
گوری دیوی صبح ۱۰-۹ اور
دوپہر ۳۰-۱ ۲ر جولائی
افروز بانو صبح ۱۰-۹ اور
دوپہر ۳۰-۱ ۳ر جولائی
عبدالکریم صبح ۱۰-۹ اور
دوپہر ۴۰-۱ ۴ر جولائی
غلام رسول صبح ۱۰-۹ اور
دوپہر ۳۰-۱ ۵ر جولائی
ابھے سنگھ گہلوت صبح ۱۰-۹ اور
دوپہر ۳۰-۱ ۶ر جولائی

اللہ جلائی بائی صبح ۱۰-۹ اور
دوپہر ۳۰-۱ ۷ر جولائی
ہنومان داس صبح ۱۰-۹ اور
دوپہر ۴۰-۱ ۹ر جولائی
پُشپا سینی صبح ۱۰-۹ اور
دوپہر ۳۰-۱ ۱۰ر جولائی
ہنومان رانا صبح ۱۰-۹ اور
دوپہر ۴۰-۱ ۱۱ر جولائی

لوک گیت

کرشنا واس صبح ۱۰-۹ اور
دوپہر ۳۰-۱ ۱۲ر جولائی
کالو ناتھ صبح ۱۰-۹ اور
دوپہر ۳۰-۱ ۱۳ر جولائی
گیانیشوری شرما صبح ۱۰-۹ اور
دوپہر ۳۰-۱ ۱۵ر جولائی

سگم سنگیت

منشی خاں صبح ۵۰-۷ اور
رات ۱۰-۸ ۴ر جولائی
سریتا گوسوامی رات ۱۵-۸ ۹ر جولائی
نذر محمد صبح ۵۰-۷ اور
رات ۱۵-۸ ۱۱ر جولائی

یووا وانی کا ہندی پروگرام

سہپہر ۰۵-۵

راشٹریہ ایکتا کی آوشیکتا (تقریر)
از جے نرائن جوشی ۳ر جولائی
(مہیلا جاگرتی اور اُتھان کی اور) (تقریر)
از کماری ریٹا ۷ر جولائی

آج کے سنگیت کلاکار

رانی بانو سلیمانی ستار وادن ۴ر جولائی
درگیش نندنی بھٹناگر سگم سنگیت ۶ر جولائی
اینیتا ماتھر ستار وادن ۱۱ر جولائی

تارہ جین دساتھی لوک گیت ۱۳ر جولائی

شری دنیش کمار سوتی آندھ یُودا سے ملاقات یکم جولائی
کویتا پاٹھ : کرشن لال وشنوتی ۲ر جولائی
کویتا پاٹھ : راجیش ۳ر جولائی

کرشی ایوم گرہ
زرعی وگھریلو پروگرام

دوپہر ۰۵-۱

جولائی ماہ کے کرشی کاریہ از ایم۔ایس شہادت یکم جولائی
(تن مہوا تسو ستیاہ منانے کا مہتو) ایس سی ماتھر ۲ر جولائی
ورشا رِتو کے دنوں میں مرغیوں میں ہونے والے روگ اور
ان کا ندان : ڈاکٹر بلوبیر سنگھ ۳ر جولائی
مشرت کھیتی ادِھک منافع دیتی ہے
از وید پرکاش ۴ر جولائی
گاؤں میں سواستھیہ سویدھائیں
از نتھل دوگڑ ۵ر جولائی
ایک پرگتی شیل کسان۔
جسونت سنگھ جاکھڑ سے ملاقات ۶ر جولائی
بارش کے دنوں میں پشوؤں کے روگ
از چکر دھاری گوتم ۸ر جولائی
خریف فصلوں کی اُنّت کرشی تکنک
از ہنس سنگھ جاکھڑ ۹ر جولائی
کرشی وکاس کی نئی دشائیں
از ایس، این ورما ۱۰ر جولائی
کرشی وکاس میں پرچار مادھیموں کی بھومیکا
از رام سروپ جوشی ۱۱ر جولائی
مرو شیتر میں پھل اتپادن
از ایس، ایم اُدیا دھیایہ ۱۲ر جولائی
ورشا کے دنوں میں بکریوں کی دیکھ بھال
از دی۔ کے سنگھ ۱۵ر جولائی

راجستھانی/تقریر/کہانی/کویتا

چھوٹی بچت اچھے موٹے لابھ (تقریر)
آنند چندر کلا شام ۳۰-۶ ۲ر جولائی
ساون ری تیج (تقریر)
ودیہ آچاریہ صبح ۲۱-۸ ۵ر جولائی
جات پانت پوچھے نہیں کوئی ہری نے بھجے سو ہری کا ہوئے
ایس، وی جھنگانی شام ۳۰-۶ ۹ر جولائی
راشٹریہ وکاس رے مانے مہلاواں رو یوگدان
از پونم چند کھرگا دت صبح ۲۱-۸ ۱۲ر جولائی
بجرنگ شرما : کہانی صبح ۳۷-۱۰ ۲ر جولائی
مول چندر : کہانی شام ۳۷-۶ ۹ر جولائی

(آگے ص ۴۹ پر)

جے پور ، اجمیر

جے پور (الف) : ۲۰۳٫۲ میٹر ۱۴۷۶ کلوہرٹز — جے پور (ب) : ۲۳۶٫۴ میٹر ۱۲۶۹ کلوہرٹز
اجمیر : ۴۹۷٫۵ میٹر ۶۰۳ کلوہرٹز

شاستریہ سنگیت

گائن

ہیرابائی بڑوڈکر دوپہر ۱-۳۰ یکم جولائی
وی۔آر۔اٹھاولے صبح ۷-۰۵ ۲ جولائی
بھیم سنگر راؤ صبح ۷-۰۵ ۳ جولائی
غلام مصطفےٰ خاں دوپہر ۱-۳۰ ۵ جولائی
گریجا دیوی صبح ۷-۰۵ اور
شام ۶-۳۰ ۶ جولائی
لیلاوتی صبح ۷-۰۵ اور
رات ۱۰-۰۰ ۸ جولائی
رسک لال صبح ۷-۰۵ ۱۰ جولائی
مدھوبھٹ تیلنگ دوپہر ۱-۳۰ اور
رات ۱۰-۳۰ ۱۰ جولائی
پربھو دیو سردار صبح ۷-۰۵ ۱۲ جولائی
راجندر صبح ۷-۰۵ اور
شام ۶-۳۰ ۱۳ جولائی
کیسر بائی دوپہر ۱-۳۰ ۱۵ جولائی
اوشا چپیل کر رات ۱۰-۰۰ ۱۵ جولائی

سازسنگیت

— سارنگی —

رمضان خاں صبح ۷-۰۵ اور
رات ۱۰-۰۰ یکم جولائی

— سورمنڈل —

اے۔آر۔گجندر گڈکر صبح ۷-۰۵ ۳ جولائی

— ستار —

پیارے خاں رات ۹-۳۰ ۴ جولائی
بدھ دتیہ مکرجی دوپہر ۱-۳۰ اور
رات ۹-۳۰ ۸ جولائی
روی شنکر دوپہر ۱-۳۰ ۱۳ جولائی
نیاز احمد خاں صبح ۷-۰۵ اور
رات ۱۰-۰۰ ۱۵ جولائی

— وائلن —

برج بھوشن بھٹ صبح ۷-۰۵ اور
رات ۱۰-۳۰ ۵ جولائی
روی موہن بھٹ صبح ۷-۰۵ اور
رات ۱۰-۳۰ ۷ جولائی
این۔راجم صبح ۷-۰۵ ۹ جولائی

— سرود —

اشیش خاں دوپہر ۱-۳۰ ۹ جولائی
نریندرناتھ دھر صبح ۷-۰۵ اور
رات ۱۰-۳۰ ۱۱ جولائی

— جلترنگ —

ونشی گوپال شاستری دوپہر ۱-۳۰ اور
رات ۱۰-۳۰ ۱۲ جولائی

— بانسری —

ونکٹیش گوڈکھنڈی صبح ۷-۰۵ اور
رات ۱۰-۳۰ ۱۴ جولائی

غزل

ریحانہ مرزا صبح ۷-۰۵ اور
صبح ۹-۱۰ یکم جولائی
ارون ماتھر صبح ۹-۱۰ ۲ جولائی
احمد حسین صبح ۹-۱۰ اور
رات ۹-۱۶ ۳ جولائی
معین الدین صبح ۹-۱۰ اور
رات ۹-۱۶ ۱۰ جولائی
موہن ساگر صبح ۹-۱۰ ۱۱ جولائی
چندر پرکاش تنور صبح ۹-۱۰ ۱۳ جولائی

گیت

شردتلنگ رات ۹-۱۶ ۵ جولائی
اوتیہ بنرجی شام ۶-۳۰ ۷ جولائی
دیپتی رودرا رات ۹-۱۶ ۱۲ جولائی

قوالی

ٹھوگلفام وساتھی شام ۶-۴۵ ۷ جولائی
عبداللطیف وساتھی رات ۱۰-۰۰ ۱۴ جولائی

بھجن

اے۔آر۔شاستری صبح ۹-۱۰ ۴ جولائی
شردتیلنگ صبح ۹-۱۰ ۵ جولائی
گوپال لال بوہرہ صبح ۹-۱۰ ۶ جولائی
دھیرا سین شام ۶-۳۰ ۱۴ جولائی

لوک سنگیت

— دوپہر ۱-۱۰ —

بنو بیگم یکم جولائی
میناچودھری ۵ جولائی
نندو دیوی ۸ جولائی
ارمیلا کھنہ ۱۰ جولائی
صادق وساتھی ۱۵ جولائی

صبح ۸-۲۱

راجندر تیرہ تالی ۲ جولائی
دھیرہ سین ۳ جولائی
رام کنور سالوزہ ۴ جولائی
وملا پروہت ۹ جولائی
احمد خاں ۱۱ جولائی
منگی بائی ۱۲ جولائی
کانارام وساتھی ۱۳ جولائی

صبح ۸-۲۱ اور دوپہر ۱-۱۰

اللہ جلائی بائی ۶ جولائی

کہکشاں : اردو پروگرام

— رات ۹-۳۰ —

۱۔ افسانہ از ارشد عبدالحمید
۲۔ کلام شاعر : ایچ ڈی دوبے
۳۔ 'ہمارا مشترکہ تہذیبی رشتہ' ، تقریر از
مولانا عبدالحیٔ فائز ۷ جولائی

۱۔ ادبی خاکے ، 'باتونی خالہ'
از ایس کے بھٹناگر
۲۔ کلام شاعر : احتشام اختر
۳۔ 'اردو ادب کے حریت پسند ادیب — حسرت موہانی'
تقریر از عارف سلطانہ ۱۴ جولائی

ہندی تقریر

— صبح ۷-۳۵ —

'مسلمانوں کی ہندی سیوا'
از گووردھن لال پروہت ۴ جولائی
'راشٹریہ ایکتا اور ہمارا دائتیو'
از ڈاکٹر ہر پرکاش گوڑ ۶ جولائی

نئے سنکلپ — نئے سپن

'راجستھان میں تسکری کی روک تھام،'
از الیس کے ماہی ۷ر جولائی

قانون اور ہم

'آئیے کر سمبندھی قانون'
از راجندر موہن، کمشنر انکم ٹیکس ۱۱ر جولائی

'یہ یگ ان کی نظر میں — بیربل،'
از سوشیل آنند ۱۴ر جولائی

'بدھی، سیائیں اور سمبھاونائیں،'
از ڈاکٹر للت کوٹھاری ۱۴ر جولائی

ہندی کویتا/کہانی

کرشن کمار سوریہ بھارتی صبح ۳۵-۷ ۲ر جولائی
ونود مہرہ: کہانی صبح ۳۵-۷ ۹ر جولائی

مہیلا جگت

'کمشٹری بوفے کے ڈنر ہال سے، جھلکی
تحریر: شریمتی سمیدھا دوپہر ۱۰-۱ ۴ر جولائی
۱۔ 'گھر کیلئے سوراپ کرن،
الیس۔ این۔ چودھری سے بات چیت
'ہمارے وہ، مزاحیہ تقریر
از شیاما تیواری دوپہر ۰۰-۱۲ ۷ر جولائی
'مہیلاؤں کو قانونی سہایتا، مذاکرہ
شرکا: جسٹس ڈکل لال مہتہ، سشیلا ڈھاکر، نوتن گپتا اور
ڈاکٹر راجندر کماری دوپہر ۱۰-۱ ۱۱ر جولائی
۱۔ 'شریمتی کے جھروکے سے،
از سرلا شاردا
۲۔ کاویہ منوشا، اوشا بھارتی دوپہر ۰۰-۱۲ ۱۴ر جولائی

مکل: بچوں کیلئے
صبح ۱۵-۹

'برکھا رانی، فیچر از شری موہن
'پیڑ کا سپنا، کہانی
از آبی ناگر ۷ر جولائی
ونا سپتی کا ادبھت سنسار — 'مانساہاری پودے،
تقریر از ڈاکٹر بینا کشی آریہ
۲۔ 'ممتا، ناٹک
تحریر: اتل پربھاکر
۴۔ کہانی آزادی کی،
از سدھا گپتا صبح ۱۵-۹ ۱۴ر جولائی

کلکتہ

کلکتہ 'اے' ۴۶۵،۶ میٹر — ۶۵۷ کلو ہرٹز
کلکتہ 'بی' ۲۹۷،۶ میٹر — ۱۰۰۸ کلو ہرٹز
کلکتہ 'سی' ۲۲۶،۷ میٹر — ۱۳۲۳ کلو ہرٹز
کلکتہ 'ڈی' ۲۴۵،۱ میٹر — ۱۲۲۴ کلو ہرٹز

شاستریہ سنگیت

گائن

غلام اکبر خاں صبح ۳۰-۸ اے اور
شام ۳۰-۷ بی یکم جولائی
کرشنا داس گپتا صبح ۰۵-۹ الیس اور
دوپہر ۰۰-۱ اے
شام ۰۵-۷ بی ۲ر جولائی
نارائن راؤ جوشی صبح ۳۰-۹ بی ۳ر جولائی
گدر رنجن بنرجی صبح ۳۰-۹ بی اور
سہ پہر ۰۰-۳ اے ۴ر جولائی
اے کانن صبح ۳۰-۹ بی
رات ۰۰-۹ اے ۵ر جولائی
سمیر کمار دتا صبح ۳۰-۸ اے ۶ر جولائی
ریتا رائے صبح ۳۰-۹ بی اور
رات ۰۰-۹ اے ۷ر جولائی
کلپنا مکھرجی صبح ۳۰-۸ اے اور
شام ۳۰-۷ بی ۸ر جولائی
گوپا سانیال صبح ۰۵-۷ بی
دوپہر ۴۰-۱ اے
شام ۳۰-۷ بی ۹ر جولائی
ریبا داس صبح ۱۰-۹ بی اور
شام ۵۰-۷ بی ۱۰ر جولائی
نیمائی چند بورال صبح ۳۰-۹ بی اور
رات ۰۰-۹ اے ۱۱ر جولائی
پرتیش بھٹاچاریہ صبح ۱۰-۹ بی اور
رات ۰۰-۹ اے ۱۲ر جولائی
یوگل چیٹرجی صبح ۳۰-۹ بی اور
دوپہر ۰۰-۱ اے ۱۳ر جولائی
سومناتھ بھٹاچاریہ صبح ۳۰-۹ بی اور
رات ۰۰-۹ اے ۱۵ر جولائی

ستار

کلیانی رائے صبح ۳۰-۹ بی اور
رات ۰۰-۹ اے یکم جولائی
نرمل گوہا ٹھاکرتہ صبح ۳۰-۹ بی ۲ر جولائی
کاشی ناتھ مکھرجی صبح ۳۰-۸ اے اور
شام ۳۰-۷ بی ۳ر جولائی
سومترا لاہری صبح ۰۵-۹ بی اور
رات ۰۰-۹ اے ۵ر جولائی
اندرانل بھٹاچاریہ صبح ۳۰-۹ بی
دوپہر ۰۰-۱ اے
شام ۳۰-۷ بی ۶ر جولائی
ایرا سرکار صبح ۴۰-۸ اے
صبح ۱۰-۹ بی
شام ۲۵-۶ بی ۷ر جولائی
دیپیکا دیوی صبح ۳۰-۸ اے اور
شام ۳۰-۷ بی ۱۱ر جولائی
دیبی پرساد چیٹرجی صبح ۳۰-۹ بی اور
رات ۰۰-۹ اے ۱۴ر جولائی
بیھوتی بھوشن چیٹرجی صبح ۱۰-۷ بی
دوپہر ۲۰-۱۲ اے
شام ۳۰-۷ بی ۱۵ر جولائی

سرود

بریندر ناتھ بنرجی صبح ۳۰-۸ اے ۹ر جولائی
دلال سین صبح ۰۵-۷ بی اور
دوپہر ۲۵-۱ بی ۱۴ر جولائی

اسراج

رندھیر رائے صبح ۳۰-۹ بی اور
رات ۰۰-۹ اے ۸ر جولائی

سارنگی

فیاض خاں صبح ۲۱-۸ بی اور
شام ۲۵-۶ بی ۱۰ر جولائی

شہنائی

سجاد حسین صبح ۳۰-۹ بی ۱۲ر جولائی
علی احمد حسین صبح ۳۰-۸ اے اور
شام ۳۰-۷ بی ۱۳ر جولائی

رابندر سنگیت

جھنوئے چٹرجی صبح ۶-۲۰ بی اور
۷-۴۰ اے یکم جولائی
چیتا ملک صبح ۶-۲۰ بی اور
رات ۸-۵۰ اے ۲ جولائی
اشوک تارو بنرجی صبح ۷-۲۰ اے اور
شام ۵-۵۵ بی ۳ جولائی
سری کمار چٹرجی صبح ۷-۴۰ اے اور
رات ۹-۵۰ بی ۴ جولائی
شیکھا بوس صبح ۷-۴۰ اے ۵ جولائی
چیتا سین گپتا صبح ۷-۴۰ اے اور
شام ۷-۱۰ بی ۶ جولائی
پورباڈوم صبح ۶-۲۰ بی
صبح ۷-۴۰ اے
شام ۶-۲۵ بی ۷ جولائی
چترلیکھا چودھری صبح ۷-۴۰ اے اور
رات ۹-۵۰ بی ۸ جولائی
سوشیل ملک صبح ۶-۲۰ بی اور
صبح ۷-۴۰ اے ۹ جولائی
سوبینوئے رائے صبح ۶-۲۰ بی
صبح ۹-۱۵ اے
رات ۱۰-۵۰ اے ۱۰ جولائی
سنیل کمار گھوش صبح ۶-۲۰ بی اور
دوپہر ۱۲-۲۰ اے ۱۱ جولائی
چترا رائے صبح ۷-۴۰ اے اور
شام ۵-۵۵ بی ۱۲ جولائی
دھیرا مکھرجی صبح ۷-۴۰ اے اور
شام ۶-۲۵ بی ۱۳ جولائی
پرساد سین سہ پہر ۵-۵۵ بی اور
رات ۸-۴۵ اے ۱۴ جولائی
امل ناگ صبح ۷-۴۰ اے اور
شام ۶-۵۵ بی ۱۵ جولائی

نذرل گیتی

الوک باگچی رات ۸-۴۰ اے یکم جولائی
سنچیتا صبح ۹-۲۰ اے اور
شام ۷-۰۰ بی ۲ جولائی
پوربی دتا صبح ۹-۲۰ اے اور
رات ۱۰-۴۰ اے ۳ جولائی
اربند چکرورتی صبح ۹-۲۰ اے اور
رات ۹-۲۰ بی ۴ جولائی
روبی بنرجی شام ۷-۲۰ اے ۶ جولائی
مادھوری چٹرجی رات ۱۰-۴۵ اے ۷ جولائی
سولیکھا گپتا رات ۸-۵۰ بی ۹ جولائی

مینا تی رائے شام ۶-۲۰ بی اور
رات ۸-۴۰ اے ۸ جولائی
سوما مترا صبح ۹-۲۰ اے ۱۰ جولائی
سومترا دتا صبح ۹-۲۰ اے اور
رات ۹-۳۰ بی ۱۱ جولائی
انیتا مجمدار صبح ۹-۲۰ اے ۱۲ جولائی
بلبل بھٹاچاریہ صبح ۹-۲۰ اے ۱۳ جولائی
دھیریندر چندر مترا رات ۱۰-۵۰ اے ۱۴ جولائی
اشوک کمار سنترا رات ۸-۴۰ اے ۱۵ جولائی

لوک گیتی

باگل بھٹاچاریہ صبح ۶-۴۰ اے
صبح ۸-۴۵ بی
شام ۶-۱۵ بی یکم جولائی
گنگا دے صبح ۶-۴۰ اے اور
سہ پہر ۵-۵۵ بی ۲ جولائی
بھیرے مورا صبح ۶-۴۰ اے اور
شام ۶-۳۰ بی ۳ جولائی
گوری گھوش صبح ۶-۴۰ اے اور
شام ۶-۱۵ بی ۴ جولائی
امرناتھ مکھرجی رات ۱۰-۰۵ اے ۵ جولائی
گیتا تین صبح ۶-۴۰ اے اور
شام ۶-۱۵ بی ۶ جولائی
ہرے کرشنا داس صبح ۶-۴۰ اے
صبح ۸-۴۵ بی اور
شام ۶-۱۵ بی ۷ جولائی
مایا بکشی صبح ۶-۴۰ اے
صبح ۸-۴۵ بی
شام ۶-۱۵ بی ۸ جولائی
سنتوش کمار گھوس صبح ۶-۴۰ اے اور
شام ۶-۱۵ بی ۹ جولائی
سونت کمار سنہا صبح ۶-۴۰ اے ۱۰ جولائی
امریادل رات ۱۰-۵۰ اے ۱۱ جولائی
سنیل کمار بیرا صبح ۶-۴۰ اے اور
شام ۶-۱۵ بی ۱۲ جولائی
اجیت پانڈے صبح ۶-۴۰ اے اور
صبح ۸-۴۵ بی ۱۳ جولائی
پورنا چندر داس صبح ۸-۴۵ شام ۶-۱۵ بی
رات ۱۰-۲۵ اے ۱۴ جولائی
کالی داس گوہا صبح ۶-۴۰ اے اور
صبح ۸-۴۵ بی ۱۵ جولائی

اُدھونک

بمل باگچی دوپہر ۱-۴۰ اے
دوپہر ۲-۴۵ بی

شام ۶-۵۰ بی یکم جولائی
تندرا گنگولی صبح ۸-۳۰ بی اور
رات ۸-۴۵ اے ۲ جولائی
دمنن جوئے بھٹاچاریہ صبح ۸-۳۰ بی اور
رات ۸-۴۵ اے ۳ جولائی
اکھیل بندھو گھوش صبح ۷-۰۵ بی اور
رات ۱۰-۵۰ اے ۴ جولائی
ایلا بوس صبح ۸-۳۰ بی اور
رات ۱۰-۱۰ اے ۵ جولائی
چندر کانت سیل صبح ۸-۳۰ بی اور
رات ۸-۲۰ اے ۶ جولائی
مادھوری چٹرجی شام ۷-۳۰ اے ۷ جولائی
دوئے جن مکھرجی صبح ۸-۱۵ اے ۸ جولائی
مالا بنرجی صبح ۸-۱۵ اے اور
شام ۶-۴۵ بی ۹ جولائی
سنت کمار سنہا صبح ۸-۳۰ بی ۱۰ جولائی
مدھو چندرا داس صبح ۸-۳۰ بی
دوپہر ۲-۵۵ اے
شام ۶-۴۵ بی ۱۲ جولائی
سنتانا سین گپتا صبح ۸-۱۵ اے اور
شام ۶-۲۵ بی ۱۳ جولائی
انجو شری چودھری صبح ۸-۳۰ بی
رات ۸-۰۰ بی
رات ۸-۴۰ اے ۱۴ جولائی
اُپتلا سین صبح ۸-۳۰ بی اور
رات ۱۰-۵۰ اے ۱۵ جولائی

بقیہ: ناگپور

لوک سنگیت

شام ۶-۳۰

کاشی رام جے رام پاٹیکی ۶ جولائی
کاشی ناتھ گناجی گیتھ ۹ جولائی
مہادیو کاشی رام کھرابے ۱۳ جولائی

تقریر

'مہاراشٹر کے چرنتن پرکاش استمبھ': شیواجی' (ہندی)
از ڈاکٹر مدن موہن شرما رات ۹-۳۰ ۲ جولائی

'ہیراسونا' (اردو)
از ایس این خاں رات ۹-۳۰ ۳ جولائی

'سوشل فارسٹری فار اپ لفٹ آف ماسیس' (انگریزی)
از رویندر سوے رات ۹-۱۶ ۴ جولائی

بھوپال، رائپور، گوالیار، جبلپور

بھوپال الف: ۲۰۲٫۱۰ میٹر ۱۴۸۵ کلوہرٹز   بھوپال ب: ۲۲۳٫۱۳ میٹر ۱۳۴۴ کلوہرٹز
شارٹ ویو
صبح ۴۵-۷ تک ۹۰٫۱۲ میٹر ۳۳۱۵ کلوہرٹز
صبح ۰۰-۸ سے بعد ۵۰٫۰۸ میٹر ۵۹۹۰ کلوہرٹز
دوپہر ۴۱٫۴۸ میٹر ۷۱۸۰ کلوہرٹز
شام اور رات ۹۰٫۱۲ میٹر ۳۳۱۵ کلوہرٹز
رائے پور: ۳۰۵٫۹ میٹر ۹۸۱ کلوہرٹز   گوالیار: ۲۱۶٫۴ میٹر ۱۳۸۶ کلوہرٹز
جبلپور ۲۵۴٫۲ میٹر ۱۱۷۹ کلوہرٹز

خبریں

ھندی: صبح ۰۰-۸، ۰۵-۹ (پرادیشک) دوپہر ۰۵-۱، ۱۰-۲، ۴۵-۲ شام ۰۵-۶
رات ۴۵-۸ (۰۵-۱۱ صرف ہفتے کو)
انگریزی: صبح ۱۰-۸ دوپہر ۰۰-۱ شام ۰۰-۶ رات ۰۰-۹ (۰۰-۱۱ صرف ہفتے کو)

شاستریہ سنگیت

گائن

گجانن راؤ جوشی — صبح ۳۵-۶، دوپہر ۴۰-۱ اور رات ۳۰-۱۰ — یکم جولائی
جتیندر ابھیشیکی — صبح ۳۵-۶ — ۲ جولائی
کرشنا دیوی چترتھ — صبح ۴۵-۷ — ۲ جولائی
سجن لال برہم بھٹ — صبح ۳۰-۸ اور دوپہر ۴۰-۱ — ۳ جولائی
کشوری امونکر — صبح ۳۵-۶ اور رات ۳۰-۱۰ — ۴ جولائی
شیش کماری شاہ — صبح ۱۰-۹ اور دوپہر ۴۰-۱ — ۴ جولائی
پنڈت منی رام — صبح ۳۵-۶ — ۵ جولائی
بھیم سین جوشی — صبح ۳۵-۶ — ۶ جولائی
امثال — صبح ۵۰-۹ — ۷ جولائی
کمار گندھرو — صبح ۳۵-۶ اور رات ۳۰-۱۰ — ۸ جولائی
بیگم اختر — صبح ۴۵-۷ — ۹ جولائی
سمریش چودھری — صبح ۳۵-۶ اور رات ۳۰-۱۰ — ۱۰ جولائی
منور علی خاں — صبح ۱۰-۹ — ۱۰ جولائی
جگدیش پرساد — دوپہر ۴۰-۱ — ۱۰ جولائی
لکشمی شنکر — صبح ۳۵-۶ اور رات ۰۰-۱۰ — ۱۱ جولائی
گریجا دیوی — صبح ۴۵-۷ — ۱۱ جولائی
دیانند دیوگندھر — صبح ۳۵-۶ اور رات ۳۰-۱۰ — ۱۲ جولائی
سمتی مٹالکر — صبح ۳۰-۸ — ۱۳ جولائی
نیاز احمد، فیاض احمد خاں — صبح ۳۵-۶ — ۱۴ جولائی
پربھو دیو سردار — صبح ۳۵-۶، دوپہر ۴۰-۱ اور رات ۱۵-۱۰ — ۱۵ جولائی

ساز سنگیت

سُندری

سدھ رام جادھو — صبح ۳۰-۸ اور رات ۱۵-۱۰ — یکم جولائی

ستار

ششانک بھوسے راؤ — صبح ۱۰-۹ اور دوپہر ۴۰-۱ — ۲ جولائی
دیوبرت چودھری — صبح ۳۵-۶ اور رات ۰۰-۱۰ — ۳ جولائی
پدمانلگندوار — صبح ۱۰-۹ اور دوپہر ۴۰-۱ — ۴ جولائی
شیام دویدی — صبح ۳۰-۸ اور رات ۰۰-۱۰ — ۱۰ جولائی
محمود مرزا — صبح ۳۵-۶ — ۱۳ جولائی
اوما شنکر مشر — صبح ۲۵-۹ — ۱۴ جولائی
بی۔ شیام سندر نائیڈو — صبح ۳۰-۸ اور رات — ۱۵ جولائی

وائلن

گوکل گوسوامی — صبح ۳۰-۸ — ۴ جولائی

سرود

زریع کمار پرانجپے — صبح ۱۰-۹ اور دوپہر ۴۰-۱ — ۶ جولائی
اقبال خاں — صبح ۱۰-۹ اور دوپہر ۴۰-۱ — ۱۲ جولائی
اے۔ ایل۔ ریڈی — صبح ۳۰-۸ اور رات ۳۰-۱۰ — ۱۱ جولائی

طبلہ

لطیف احمد خاں — صبح ۳۵-۹ — ۷ جولائی

وچتر وینا

رمیش پریم — صبح ۳۵-۶ — ۷ جولائی

سارنگی

نظر حسین — صبح ۳۰-۸ اور دوپہر ۴۰-۱ — ۸ جولائی

وینا

اسد علی خاں — صبح ۱۰-۹ اور دوپہر ۴۰-۱ — ۹ جولائی

شہنائی

علی حسین — صبح ۱۰-۹ — ۱۴ جولائی

لوک سنگیت

صبح ۲۱-۸

اوما اپادھیائے — یکم جولائی
آشا لتا رمن — ۸ جولائی
پرتاپ رائے — ۱۵ جولائی

صبح ۲۱-۸ اور دوپہر ۳۰-۱

سپریہ بوس — ۲ جولائی
سجن لال مالویہ — ۳ جولائی
بلرام ناگدیو — ۴ جولائی
اوشا ناشیر — ۵ جولائی
نارائن گوڈسے — ۶ جولائی
سمنا رائے — ۹ جولائی
سریش چندر جین — ۱۲ جولائی
سریتا لال — ۱۳ جولائی

دوپہر ۳۰-۱

شیش کماری شاہ — ۱۱ جولائی

آئینہ: اردو پروگرام

صبح ۳۰-۸

'غالب کے غزل سرا' روپک
تحریر: متین سید — ۲ جولائی
بزم سخن — ۹ جولائی

کہکشاں: اردو پروگرام

رات ۰۰-۸

'کالیداس کا میگھ دوت' تمثیلی تقریر از

چندر پرکاش ورما ۵ جولائی
'فسانہ آزاد کے صفحات سے' فیچر
تحریر : حیدر عباس رضوی ۱۲ جولائی

ہندی تقریر

'لوک ناٹیہ کی پرمپرا — گھومر'
از رام نرائن اپادھیائے رات ۱۵-۸ ۲ جولائی
'وچار جگت کے دیپ استمبھ — ورڈز ورتھ'
از احتشام قریشی رات ۰۰-۸ ۴ جولائی
'موت کے قدم — آواز کے ماڈھیم سے'
از مہیش شریواستو رات ۰۰-۸ ۱۱ جولائی

کویتا / کہانی

پوار راجستھانی : کویتا دوپہر ۲۰-۱ ۲ جولائی
نیلا شریواستو : کہانی رات ۰۰-۸ ۳ جولائی
تین تریپاٹھی : کہانی دوپہر ۲۰-۱ ۶ جولائی
پرشوتم چکرورتی : کویتا دوپہر ۲۰-۱ ۹ جولائی
ہری شنکر اگروال : کویتا رات ۰۰-۸ ۱۱ جولائی
بھیشور مشر : کویتا دوپہر ۲۰-۱ ۱۳ جولائی

بقیہ : بیکانیر

بھیم پانڈیہ : کویتا شام ۴۴-۶ ۲ جولائی
موہن سنگھ رتنو : کویتا شام ۴۴-۶ ۹ جولائی

ہندی تقریر / کویتا / کہانی / مباحثہ
—— یری سنواد / بھینٹ وارتا ——
بچے کو اسکول بھیجنے کی سمسیہ (مباحثہ)
کلپنا چنکر اور سوم لتا گپتا دوپہر ۱۰-۱ ۴ جولائی
سوال ہمارے جواب ڈاکٹر صاحب کے
ڈاکٹر سبھہ کوچر دوپہر ۰۰-۱۲ ۷ جولائی
شما اینڈ گوتم (کہانی) دوپہر ۰۰-۱۲ ۱۴ جولائی
اوشا : کویتا دوپہر ۲۰-۱ ۴ جولائی

وارتا

سوتنترتا کی بلیویدوں پر نیوچھاور یہ پھول
مہارانی لکشمی بائی (تقریر)
از سکینہ بیگم دوپہر ۱۰-۱۲ ۷ جولائی
گرہ اوستھا میں آہار (تقریر)
ڈاکٹر شاجی اوین دوپہر ۲۰-۱ ۱۱ جولائی
آنکھیں ہزار نعمت (تقریر)
از ڈاکٹر انیتا چہار دوپہر ۲۰-۱۲ ۱۴ جولائی

سرینگر

اوقات ٹرانسمشن
صبح ۳۰-۶ سے رات ۰۰-۱۰ تک   اتوار : صبح ۳۰-۶ سے رات ۰۵-۱۱ تک

میڈیم ویو : سرینگر 'الف' : ۲۶۸،۸ میٹر   سرینگر 'ب' : ۲۴۵ میٹر ۱۲۲۴ کلو ہرٹز
شارٹ ویو : ۴۹،۱۰ میٹر ۶۱۱۰ کلو ہرٹز   ۹۱،۵۶ میٹر ۳۲۷۷ کلو ہرٹز
پہلی مجلس : صبح ۳۰-۶ سے صبح ۰۰-۱۰ تک، دوسری مجلس دوپہر ۳۰-۱۱ سے رات ۰۵-۱۱ تک (اتوار کو صبح ۳۰-۶ سے رات ۰۵-۱۱)

خبریں

کشمیری : صبح ۴۵-۷، شام ۲۵-۶   اردو : صبح ۵۰-۸ دوپہر ۵۰-۱ رات ۱۵-۹
ھندی : صبح ۰۰-۹   سنسکرت : صبح ۰۰-۷   انگریزی : صبح ۱۰-۸ دوپہر ۰۰-۲ شام ۰۰-۶ رات ۰۰-۹ اور ۰۰-۱۱

علاقائی خبریں

اردو : صبح ۲۰-۹ دوپہر ۳-۱۲، ۰۰-۴ (دھیمی رفتار سے) شام ۴-۷۔ کشمیری : صبح ۲۵-۹، دوپہر ۱۴-۱۲ شام ۳۰-۷

روزانہ نشر ہونے والے پروگرام

صبح
۳۵-۶ صبح گاہی
بھکتی سنگیت پر مبنی پروگرام
۴۵-۶ روشنی / گاشر اچھر
برگزیدہ شخصیتوں کے زریں اقوال
۵۵-۶ پروگراموں کا خلاصہ
۰۵-۷ گوشستارن ہند خاطرہ
۱۵-۷ گاندھی کتھا (جمعہ کو)
۳۰-۷ زور ڈب (سلسلہ وار فیچر) (سوائے ہفتہ)
صوفی / سنت شعرا کا کلام (ہفتہ)
۰۰-۸ یادگار : تواریخ پر مبنی پروگرام (اتوار)
نو ادب (کشمیری)
(منگل، جمعرات اور ہفتہ)
نیا ادب (اردو) (بدھ)
نونہال : کشمیری میں ننھے منوں کے لیے
پروگرام (پیر)
چمن من : اردو میں ننھے منوں کے لیے
پروگرام (جمعہ)
۲۱-۸ گھرانوں کے لیے (اتوار)
زعفران زار
طنز و مزاح کا پروگرام (I، III پیر)
ذات بترات
مختلف مقامات پر مبنی پروگرام
(II، IV پیر)
بیٹھک : عمر رسیدہ لوگوں کی گفتگو پر
مبنی پروگرام (I منگل)
سائنس میگزین
اردو / کشمیری (II، IV منگل)
ثقافت : کلچرل میگزین
(III منگل)
ششرنگ : ریڈیو ڈائجسٹ (بدھ)
اُنس تہ گاشش
(فارم اینڈ ہوم پروگرام (جمعرات)
گھر بار خاطرہ (کشمیری) (جمعہ)
کھیلوں پر تبصرہ
اردو / کشمیری (ہفتہ)
۳۵-۸ کتھا کہانی (پیر)
تواریخ کشیر (کشمیری) (ہفتہ)

۰۵-۹ لکھہ چھ وناں : سامعین کے خطوط (اتوار)
سنتور : (صوفیانہ موسیقی) (پیر)
ڈوگری سنگیت
ہندوستانی کلاسیکی موسیقی (بدھ، جمعرات)
مہمان : انٹرویو پر مبنی (I جمعہ)
نیا ادب (ہندی) (II، IV جمعہ)
اے گیسٹ ان دی ویلی
انگریزی میں انٹرویو پر مبنی (III جمعہ)
پیپے کا نغمہ (ہفتہ)
۳۰-۹ پچھلے دن (موسیقی کشمیری میں پروگرام)
(پیر، بدھ، جمعہ)
تو ہنز فرمائش
(منگل، جمعرات، ہفتہ، اتوار)
۰۰-۱۰ ریڈیو نیوز ریل
۱۵-۱۰ ہونہار (اردو) بچوں کے لیے (اتوار)
۰۰-۱۱ نو بہار (کشمیری یووا وانی سے انتخاب)
(I اور III اتوار)
کہکشاں
(اردو یووا وانی سے انتخاب) (I اتوار)
فلم میگزین (IV اتوار)
حسن ماضی
آرکیوز سے انتخاب (V اتوار)
دوپہر
۴۰-۱۲ پراکاشش غیر نصابی تعلیمی پروگرام
(روزانہ سوائے منگل اور جمعہ)
۰۰-۱ مغربی موسیقی (اتوار)
۳۰-۱ اور ۰۰-۳ فوجی بھائیوں کے لیے
۱۰-۲ شاستریہ سنگیت
۳۰-۲ ٹیچرس فورم (اتوار)
۰۰-۴ ہی مال
کشمیری میں خواتین کے لیے (اتوار)
۳۰-۴ پنجابی پروگرام (اتوار، منگل، جمعہ)
پہاڑی پروگرام (جمعرات)
خوشحال گھرہ
ہوم سائنس کا پروگرام (ہفتہ)
۰۰-۵ گوجری پروگرام
۱۰-۶ ضلع نامہ (پیر)
۱۵-۶ گامی بھاین ہند خاطرہ

شام
۵۵-۷ پروگرام سماچار
۰۰-۸ وادی کی آواز
پاکستان اور پاکستانی مقبوضہ کشمیر میں
سننے والوں کے لیے
۴۵-۸ تو ہنز چھٹی واڑ
سامعین کے کشمیری خطوں کے جواب (اتوار)
اردو میں بات چیت (پیر)
کشمیری میں بات چیت (منگل)
خط کے لیے شکریہ
سامعین کے اردو میں خطوں کے جواب (بدھ)
ہیلتھ فورم (جمعرات)
ہندی بات چیت (جمعہ)
انگریزی بات چیت (ہفتہ)
۳۰-۹ انتخاب
دیگر ریڈیو اسٹیشنوں سے (I اتوار)
اردو / کشمیری میں کھیل (پیر)
وودھا : ہندی ادبی پروگرام (I منگل)
سنگرمال
کشمیری ادبی پروگرام (II، IV منگل)
ہم قلم : اردو ادبی پروگرام (III منگل)

تصویر : سماجی ثقافتی اور ترقیاتی
موضوعات پر مبنی (I بدھ)
سام : بیس نکاتی اقتصادی پروگرام
پر جائزہ (II اور IV بدھ)
دہلی سے تحریک آزادی پر مبنی لیکچر
(III بدھ)
بنیاد : بنیادی تعلیم پر مبنی
نیشنل پروگرام : علاقائی موسیقی
(I جمعرات)
نیشنل پروگرام : فیچر (II جمعرات)
کاشش تارکہ
مشہور شعرا پر مبنی (III جمعرات)
نیشنل پروگرام : ناٹک
(IV جمعرات)
محفل
مشہور شخصیتوں سے گفتگو
(اردو) (V جمعرات)
راگ تھالے

کشمیری میں مباحثہ (I جمعہ)
گفتگو : اردو میں مباحثہ (II جمعہ)
بزم شعر : کشمیری میں مشاعرہ (III جمعہ)
سپورٹس میگزین (اردو) (IV جمعہ)
اردو میں مشاعرہ (V جمعہ)
میانی زندگی بیون کار
برگزیدہ شخصیتوں سے گفتگو (کشمیری)
(I ہفتہ)
بزم سامعین (II اور IV ہفتہ)
میانی پسند
کشمیری موسیقی (III ہفتہ)
۱۰-۰۰ آپ کی فرمائش

سامعین کے پسندیدہ فلمی نغمے
(اتوار اور بدھ)
توہنز فرمائش
سامعین کے پسندیدہ کشمیری نغمے
(منگل)
داستان (جمعہ)
۱۰-۳۰ ریڈیو ڈائری (سوائے اتوار)
پھر سنیے
چیدہ چیدہ پروگرام (جمعہ)
تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو
پرانے فلمی نغموں پر مبنی
(I، III اور V ہفتہ)
شہر صدا
غزلوں کا پروگرام (II، IV ہفتہ)

شاستریہ سنگیت

گائن

کمدنی کیلڈرا	دوپہر ۲-۱۰	یکم جولائی
کشوری امونکر	صبح ۹-۰۵	اور
	دوپہر ۲-۱۰	۳/ جولائی
راجن مشرا ساجن مشرا	دوپہر ۲-۱۰	۵/ جولائی
سیارام تیواڑی	دوپہر ۲-۱۰	۸/ جولائی
استاد مشتاق حسین خاں	صبح ۹-۰۵	اور
	دوپہر ۲-۱۰	۱۱/ جولائی
مالنی راجورکر	دوپہر ۲-۱۰	۱۲/ جولائی
منور علی خاں	دوپہر ۲-۱۰	۱۴/ جولائی

ستار

شاہد پرویز	دوپہر ۲-۱۰	۶/ جولائی
نکھل بنرجی	صبح ۹-۰۵	اور
	دوپہر ۲-۱۰	۱۱/ جولائی
دیوبرت چودھری	دوپہر ۲-۱۰	۱۵/ جولائی

شہنائی

بسم اللہ خاں	دوپہر ۲-۱۰	۲/ جولائی

وائلن

وی جی جوگ	صبح ۹-۰۵	اور
	دوپہر ۲-۱۰	۴/ جولائی

سارنگی

رام نرائن	دوپہر ۲-۱۰	۷/ جولائی

سرود

علی اکبر خاں	دوپہر ۲-۱۰	۹/ جولائی

بانسری

پرکاش وڈیرہ	دوپہر ۲-۱۰	۱۳/ جولائی

صوفیانہ موسیقی

شیخ عبدالعزیز	صبح ۱۱-۳۰ دوپہر ۲-۳۰	
	رات ۱۰-۳۰	۴ اور ۹/ جولائی
محمد عبداللہ سیتاری	صبح ۱۱-۳۰	اور
	دوپہر ۲-۳۰	۶/ جولائی
محمد عبداللہ تبت بقال	صبح ۱۱-۳۰	اور
	دوپہر ۲-۳۰	۱۳/ جولائی

چھکری اور روف

غلام محمد شیخ باندہ پوری	صبح ۱۱-۳۰ دوپہر ۲-۳۰	اور
	شام ۶-۱۵	یکم/ جولائی
الطاف حسین	دوپہر ۲-۳۰	یکم/ جولائی
عبدالغنی شیخ	دوپہر ۱-۰۰	۲/ جولائی
محمد سلطان وانی	صبح ۱۱-۳۰ دوپہر ۲-۳۰	اور
	دوپہر ۴-۳۰	۳/ جولائی
علی محمد شیخ	صبح ۱۱-۳۰ دوپہر ۲-۳۰	اور
	شام ۶-۱۵	۵/ جولائی
غلام نبی بلبل	دوپہر ۱-۰۰	اور
	شام ۶-۱۵	۶/ جولائی
عبدالرحیم بٹ	صبح ۱۱-۳۰ دوپہر ۲-۳۰	اور
	شام ۶-۱۵	۸/ جولائی
حبیب اللہ بمبو	رات ۱۰-۳۰	۸/ جولائی
محمد علی شیخ	دوپہر ۱-۰۰	اور
	شام ۶-۱۵	۹/ جولائی
حبیب اللہ بمبو	صبح ۱۱-۳۰	اور
	دوپہر ۲-۳۰	۱۰/ جولائی
غلام محمد کاوا	دوپہر ۱-۰۰	اور
	شام ۶-۱۵	۱۱/ جولائی
غلام نبی بلبل	دوپہر ۱-۰۰	اور
	شام ۶-۱۵	۱۲/ جولائی
غلام محمد ڈار	دوپہر ۱-۰۰	اور
	شام ۶-۱۵	۱۳/ جولائی
عبدالسلام کیموہ	صبح ۱۱-۳۰ دوپہر ۱-۰۰	اور
	شام ۶-۱۵	۱۴/ جولائی

غزلیں: کشمیری/اردو

راج بیگم	صبح ۷-۰۵ دوپہر ۱-۰۰	اور
	دوپہر ۲-۳۰	یکم/ جولائی
غلام محی الدین وانی	دوپہر ۱-۰۰	یکم/ جولائی
آشا کول	صبح ۷-۱۵ شام ۶-۱۵	اور
	رات ۸-۳۰	۲/ جولائی
آستی ٹکو	صبح ۷-۱۵ دوپہر ۱-۰۰	اور
	رات ۸-۳۰	۳/ جولائی
دلیپ لنگو	دوپہر ۱-۰۰	اور
	شام ۶-۱۰	۳/ جولائی
علی محمد	صبح ۷-۱۵	اور
	شام ۶-۱۰	۴/ جولائی
شمیمہ دیو	صبح ۶-۰۰	اور
	رات ۸-۳۰	۵/ جولائی
نسیم اختر	صبح ۶-۱۰	اور
	رات ۸-۳۰	۶/ جولائی
غلام محمد راہ	صبح ۷-۱۵	اور
	شام ۶-۱۰	۷/ جولائی
ایم کے پنڈتا	صبح ۷-۱۵	اور
	رات ۸-۳۰	۸/ جولائی
ریتا در	دوپہر ۱-۰۰	۸/ جولائی
نرملا دیوی	صبح ۷-۱۵ شام ۶-۱۰	اور
	رات ۸-۳۰	۹/ جولائی
سدھارتھ کول	صبح ۸-۳۰	اور
	دوپہر ۱-۰۰	۱۰/ جولائی
جلال گیلانی	صبح ۷-۱۵ شام ۶-۱۰	اور
	رات ۸-۳۰	۱۱/ جولائی
دنن جے کول	دوپہر ۱-۰۰	۱۲/ جولائی
راہی آگاہ	شام ۶-۱۰	اور
	رات ۸-۳۰	۱۲/ جولائی
نسیم اختر	شام ۶-۱۰	اور
	رات ۸-۳۰	۱۳/ جولائی
آرتی ٹکو	صبح ۷-۱۵ شام ۶-۱۰	اور
	رات ۸-۳۰	۱۴/ جولائی
کرن کول	صبح ۷-۱۵	اور
	رات ۸-۳۰	۱۵/ جولائی
اوا این کول	دوپہر ۱-۰۰	۱۵/ جولائی

ڈوگری سنگیت

شام ساجن	شام ۴-۳۰	یکم جولائی
پرکاش شرما	صبح ۹-۰۵	۲/ جولائی
جیون شرما	شام ۴-۳۰	۸/ جولائی
وشپا دیوی اور ساتھی	صبح ۹-۰۵	۹/ جولائی
جتندر کور	شام ۴-۳۰	۱۵/ جولائی

مہینے کا نغمہ

کلام حبیب ماگرے۔ گلوکارہ۔ سینتا کول
صبح ۹-۰۵ ۶/ اور ۱۲/ جولائی

سنطور صوفیانہ موسیقی

رات ۸-۳۰

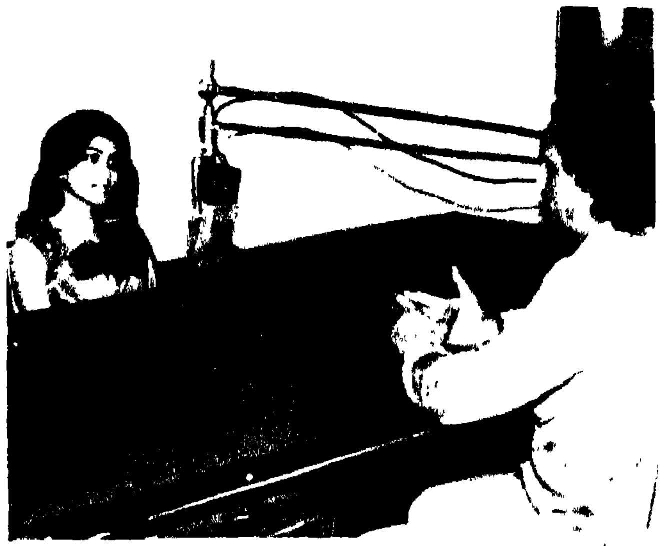
کلام پوربی ۷/ جولائی مقام کوہی ۱۴/ جولائی



صاحبزادہ یعقوب خاں ۔
وزیر خارجہ پاکستان (بائیں)
کے ساتھ
نعیمہ ہاشمی
اردو سروس کے لیے انٹرویو کرتے ہوئے ۔



ڈاکٹر محمود عبدالحیٔ ۔ امریکہ کے مشہور سرجن (بائیں)
کے ساتھ شمیم فاروقی آکاشوانی پٹنہ کے اردو پروگرام میں
انٹرویو کرتے ہوئے ۔



کماری خوشبو ۔ ابھرتی ہوئی فلم اداکارہ
سے کے ساتھ فیاض رفعت (دائیں) آکاشوانی بمبئی کے اردو پروگرام 'بزم' میں
فلموں میں نئے رجحانات کے موضوع پر گفتگو کرتے ہوئے ۔

آل انڈیا ریڈیو ناگپور
کے اسٹوڈیو
میں منعقد
ایک شعری نشست
میں (دائیں سے)
ناظم انصاری، پروفیسر س۔ یونس
او آر نیازی، شاطر حکیمی
ڈاکٹر ایل سی رندھیر
ایم ڈی کی گائیکواڑ اور
نکہت جاں ۔



Regd No. D-(C)39
P N No 14253
PRICE RUPEE 1 00
1st JULY 1985
Licensed (U-23) to post without prepayment at PSO, New Delhi

مشاعرہ
آکاشوانی رامپور

گذشتہ دنوں آکاشوانی رامپور کی جانب سے ایک مشاعرے کا انعقاد کیا گیا۔ پیش ہیں اس مشاعرے کی کچھ جھلکیاں ۔



عمر انصاری



افتخار امام صدیقی



پرکاش جوشی اسٹیشن ڈائریکٹر آکاشوانی رامپور ۔ بعض شعراء و سامعین کا شکریہ ادا کرتے ہوئے ۔



آزاد گلاٹی



نسیم نکہت



منصور حسین زیدی



ناظم مشاعرہ
محمد علی موج ۔ پروگرام ایگزیکٹو (اردو)



محو مشاعرہ — سامعین

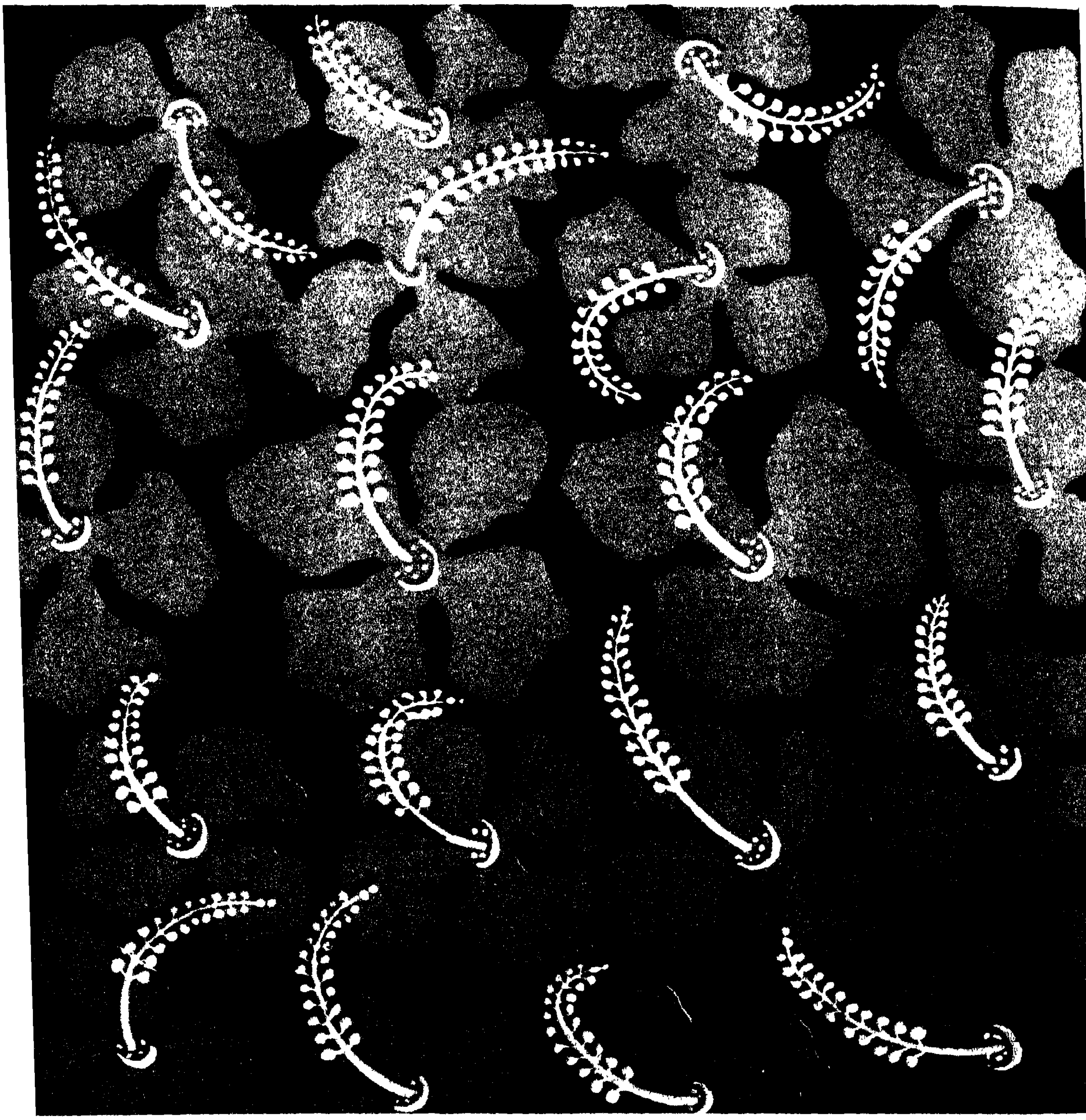
Published by the Director General, All India Radio, at the Office of the Chief Editor, Akashvani Group of Journals, PTI Building, II floor, Sansad Marg, New Delhi-110001.
Printed by the Manager, Govt. of India Photo Litho Press, Faridabad.

۱۶ر سے ۳۱ر جولائی ۱۹۸۵ء
۲۵ر اساڑھ سے ۹ر ساون ۱۹۰۷ شاکا

آواز

اشاعت کا ۵۰ واں سال
قیمت ایک روپیہ

آل انڈیا ریڈیو کے پروگرام، معلوماتی مضامین، دل چسپ افسانے و منظومات



اک بار الٰہ آباد سے غزلیں

فاروق جنوں

سفر کہ اس سے سفر کے سوا کچھ اور نہیں
یہ عہد تو ہے ہنر کے سوا کچھ اور نہیں
نہ کوئی میل نہ سنگ نشاں نہ منزل ہے
سفر برائے سفر کے سوا کچھ اور نہیں
یہ شہر عشق ہے یا شہر غم کہ ہر کوچہ
سیاہ راہ گذر کے سوا کچھ اور نہیں
خطائیں ہوں کی خطاؤں سے بچ نہیں سکتا
بشر بسر ہے بشر کے سوا کچھ اور نہیں
امید و بیم کے مابین یہ جہاں اپنا
بس ایک سوکھے شجر کے سوا کچھ اور نہیں
زمیں کے عشق سے ہم آسماں ہوئے ورنہ
وجود خاک بہ سر کے سوا کچھ اور نہیں
شب فراق مری شب گزیدہ یادوں سے
نگاہ حسن سحر کے سوا کچھ اور نہیں
فساد، لوٹ، بغاوت ہو فلسفہ جس کا
وہ قوم تنگ نظر کے سوا کچھ اور نہیں
جنوں بکار جنوں شاد ہے خرد لیکن
ترا علاج نظر کے سوا کچھ اور نہیں

شمیم اعظمی

رہ حیات میں شرر کے سوا کچھ اور نہیں
کہ ہر قدم پر خطر کے سوا کچھ اور نہیں
نتیجہ غم الفت ارے معاذ اللہ
نمود دیدۂ تر کے سوا کچھ اور نہیں
تلاش منزل الفت میں رہبر کامل
شعور فکر و نظر کے سوا کچھ اور نہیں
خطا معاف یہ جلوہ گری ہر اک شے میں
اک امتحان نظر کے سوا کچھ اور نہیں
جسے سمجھتی ہے دنیا حجاب کا پردہ
ہجوم تار نظر کے سوا کچھ اور نہیں
خبر بھی ہے کہ یہ دنیائے رنگ و بو کیا ہے
ظہور شام و سحر کے سوا کچھ اور نہیں
جمال حسن رخ یار ہے نگاہوں میں
شعاع برق نظر کے سوا کچھ اور نہیں
شمیم دیکھئے میرا مذاق حسن طلب
لطافت گل تر کے سوا کچھ اور نہیں

حباب ہاشمی

بشر کو علم و ہنر کے سوا کچھ اور نہیں
شعور فکر و نظر کے سوا کچھ اور نہیں
مری بساط ہے کیا میری کائنات ہے کیا
متاع درد جگر کے سوا کچھ اور نہیں
یہ زندگی جسے کہتے ہو زندگی یارو!
نمود شام و سحر کے سوا کچھ اور نہیں
بہت حسین ہے دنیائے رنگ و بو لیکن
مگر فریب نظر کے سوا کچھ اور نہیں
مجاہدانہ تری راہ سے گذرتا ہوں
بس ایک کاسۂ سر کے سوا کچھ اور نہیں
ترا جلال ہے کیا اور ترا جمال ہے کیا
ہمارے ذوق نظر کے سوا کچھ اور نہیں
یہ شعر و نغمہ یہ تخیل اور یہ طرز ادا
حباب عرض ہنر کے سوا کچھ اور نہیں

حمید قیصر

ایک سایہ تھا عمر بھر کیسا
میرے سینے میں تھا خنجر کیسا
سارے عالم پہ تھی نظر اُس کی
آدمی تھا وہ بے خبر کیسا
کیا سلگنے لگے ہیں دیدہ و دل
آنسوؤں میں ہے یہ شرر کیسا
اک تمنا تو دل میں رہ جاتی
سونا لگتا ہے آج گھر کیسا
دلّی اُجڑی سی آج لگتی ہے
شہر لگتا ہے بن ظفر کیسا
کیوں فرشتے ادھر نہیں آتے
مرحلہ ہے زمیں پر کیسا
ہر طرف خوشبوؤں کی بارش ہے
آج کرتے ہیں ہم سفر کیسا
دل دھڑکتا ہی رہتا ہے قیصر
اپنے ہونے کا بھی ہے ڈر کیسا

محمد مرسلین شیدا

حیات رقص شرر کے سوا کچھ اور نہیں
تبسم گل تر کے سوا کچھ اور نہیں
رموز عشق سمجھتے ہیں جس کو دیوانے
تمہاری مست نظر کے سوا کچھ اور نہیں
وہ مہرباں ہیں تو منزل ہے اپنے قدموں میں
وگرنہ گرد سفر کے سوا کچھ اور نہیں
زمانہ جس کو سمجھتا ہے جنت الفردوس
وہ تیری راہ گذر کے سوا کچھ اور نہیں
ترا یہ زہد تجھے جس پہ ناز ہے زاہد
اک احتیاط نظر کے سوا کچھ اور نہیں
یہ رنگ و روپ یہ سج دھج یہ زندگی کی بہار
نمود رقص شرر کے سوا کچھ اور نہیں
مریض عشق تجھے کیوں ہے چارہ گر کی تلاش
ترا علاج نظر کے سوا کچھ اور نہیں
قدم قدم پہ ہیں رہزن تو کیا یہاں شیدا
متاع علم و ہنر کے سوا کچھ اور نہیں

کہ افراد معاشرہ کی جذباتی وابستگی جو محرک ہے اطاعت کی ایسی بلند و بالا اور اہم مرکزی شخصیت پر مرکوز ہو جاتی ہے۔ مثال کے طور پر لٹکی کو لیجئے۔ لٹکی میں یہ مرکزی شخصیت "آق ثقال" کہلاتی تھی جس کے معنی سفید ڈاڑھی والے یعنی بزرگ کے ہیں۔ یہ منصب کسی انتخابی تحریک یا مہم کا عطیہ نہ ہوتا تھا بلکہ کسی بھی بزرگ کو اس کی عقل و دانش اور بلند کردار کی بدولت خودبخود حاصل ہو جاتا اور اس طرح وہ اصلاح معاشرہ کا ذمہ دار اور اس کی اعلیٰ اقدار کا محافظ بن جاتا۔ یہ ایک فطری عمل تھا جو بعینہ ہمارے معاشرے میں بھی ظہور پزیر ہوا۔ چنانچہ ہمارے یہاں تقریباً ہر گاؤں قریہ اور شہر کے ہر محلہ اور علاقہ میں کوئی نہ کوئی بزرگ جسے ہم اپنی ہلکی پھلکی اور عام فہم زبان میں "بڑا بوڑھا" بھی کہتے ہیں موجود ہے جس کا اس کی بزرگی کی وجہ سے احترام کیا جاتا ہے۔ آپسی چھوٹے موٹے تنازعے اسی سے فیصل کرائے جاتے ہیں۔ اس کے فیصلوں اور مشوروں کو قابل قبول سمجھا جاتا ہے۔ ہمارے یہ بزرگ اپنے زیر اثر معاشرے کے محافظ ہوتے ہیں اس لئے معاشرہ سقوط و انحطاط کی جانب لے جانے والے شر انگیز عناصر سے پاک رہتا ہے وہ پرانی صحت مند اقدار کو زندہ کرنے کے لئے کوشاں رہتے ہیں۔ اور ان جدید معاشرتی اصولوں کو بھی بے تامل قبول کرتے ہیں جو معاشرہ کی سلامتی اور اسے حسین تر بنانے کے ضامن ہوں۔ البتہ بزرگوں کا ایک طبقہ ایسا بھی ہے جو پرانی فاسد و کاسد روایات سے اس درجہ خوش عقیدہ ہے کہ اسے سینہ سے لگائے ہوئے ہے۔ وہ ایسی ایسی بے سر و پا اور لایعنی رسوم کا محافظ بنا ہوا ہے جو بیّن طور پر اضاعت وقت و مال کا سبب ہیں۔ نئی قدریں خواہ وہ کتنی صحت مند اور تعمیری ہوں ان کے نزدیک بدعت قبیحہ ہیں اور جرم بھی۔ اور دلیل ان کی ان ہی کی زبان میں یہ ہے کہ ہمارے یہاں ایسا ہی ہوتا آیا ہے یا یہ کہ ہمارے یہاں ایسا کبھی نہیں ہوا۔ البتہ ایسا جامد ذہن رکھنے والے قدامت پسند بزرگ اپنی اسی دلیل سے ان پرانی مگر پاکیزہ اقدار و روایات کو بھی زندہ رکھے ہوئے ہیں جنہیں آج کا نوجوان فرسودہ کہکر مسترد کرنے پر تلا ہوا ہے۔

(رام پور سے نشر)

شاکر تقوی۔ جوائنٹ ایڈیٹر۔
سہ ماہی "روشن" بدایوں۔

زہر خورانی
علامات اور علاج

ڈاکٹر رفعت علی شکور

آئے دن اخبارات میں اس طرح کی خبریں پڑھنے کو ملتی ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ زہر خورانی کی وجہ سے کتنی ہی معصوم اور قیمتی جانیں تلف ہو جایا کرتی ہیں۔ کچھ تو ناعقلی کے سبب لیکن زیادہ تر غلطی سے لوگ زہر کا استعمال کر لیتے ہیں۔ اس طرح بڑے [illegible] اسکی پیٹ میں آجاتے ہیں۔

آیئے دیکھیں۔ کون کون سی دوائیاں [illegible] کے استعمال سے جسم میں زہریلے اثرات پیدا ہوتے ہیں؟

نہ صرف دوائیاں بلکہ کئی کیمیائی مادے ہیں جو زہر خورانی کا سبب بن سکتے ہیں۔ ان کی فہرست تو کافی لمبی ہے لیکن آسانی کے لیے ہم انھیں چند گروپ میں بانٹ سکتے ہیں۔

گروپ نمبر ایک — ایسے ادویات جو دماغ کو ماؤف کر دینے کی خواصیت رکھتے ہیں۔ اس گروپ میں آتی ہیں نیند آور دوائیاں جیسے فینو باربٹیل اور پنٹو باربٹیل۔ ذہنی سکون دینے والی دوائیاں جیسے افیون۔ اس کے علاوہ کلو پرومازین وغیرہ بھی دوائیاں اسی زمرہ میں آتی ہیں۔

گروپ نمبر دو — میں ویسے ادویات یا کیمیائی مادے ہیں جنھیں کھیتی کے کام میں استعمال کیا جاتا ہے۔ اس گروپ میں آتی ہیں جراثیم کش دوائیاں جیسے ملاتھیون، پاراتھیون، ٹیپ وغیرہ اور کیڑے مارنے والی دوائیاں جیسے ڈی ڈی ٹی، بیگون، لنڈین، آلڈرین، ڈائیلڈرن وغیرہ۔ تیسرے گروہ میں الکوہل یعنی شراب ہے اور چوتھے گروپ میں ہم رکھ سکتے ہیں تیزاب — جیسے سلفیورک ایسڈ اور الکلی، کراسن تیل، پٹرولیم اور میٹل جیسے مرکری اور تانبا۔

اب دیکھیں وہ کیا علامات ہیں جن سے زہر خورانی کے کیس کو پہچانا جا سکتا ہے؟

اگر گروپ نمبر ایک کی کسی دوا کا استعمال ہوا ہے تو غنودگی، بے ہوشی، ہاتھ پاؤں کا ٹھنڈا ہونا، دھڑکن، اختلاج، بلڈ پریشر کا کم ہونا، اعضا میں کپکپاہٹ آنا، تھرتھراہٹ یا ہچکی ہونا، پیشاب کا رکنا وغیرہ ہو سکتا ہے۔ انہیں دنوں اپنے ملک میں "بھوپال" اسکینڈل کے بارے میں اکثر پڑھنے کو ملتا ہے جس میں درجنوں نہیں بلکہ سینکڑوں کی تعداد میں لوگ ہلاک ہوئے ہیں۔

یہ دراصل میتھانول کی وجہ سے ہوتا ہے جو ایک طرح کا الکوہل ہے اور انڈسٹری وغیرہ میں اس کا استعمال ہوتا ہے۔ اس کی وجہ سے اندھا پن، سانس لینے میں تکلیف اور بے ہوشی ہو سکتی ہے۔ تیزاب پینے سے منہ، حلق اور پیٹ کی دیوار یعنی MUCOSA جل جاتے ہیں اور ان میں سوراخ ہو سکتا ہے۔ اس کے علاوہ خون بہنا اور نمونیا ہونا اکثر دیکھا گیا ہے۔ کراسن تیل پی لینے سے متلی، قے، پھیپھڑوں میں پانی آجانا یا نمونیا اور کبھی کبھی بدن میں تھرتھراہٹ، ہچکی اور بے ہوشی ہو سکتی ہے۔ اسی طرح جراثیم کش اور کیڑے مارنے والی دواؤں سے متلی، دست، پیٹ اور سینے میں درد یا جلن، بخار، پسینہ آنا، دھڑکن، ہچکی، سانس لینے میں تکلیف اور بے ہوشی ہو سکتی ہے۔ اس کے علاوہ آنکھ کی پتلی سکڑ جاتی ہے۔ تانبا کا زہریلا اثر ہونے پر حلق میں جلن اور درد اور بار بار متلی ہوتی ہے۔ متلی ہرے یا نیلے رنگ کا ہوتا ہے۔

زہر کے علاج کے لئے مریض کو اسپتال بھیجنا نہایت ضروری ہے اور یہ جلد از جلد ہونی چاہئے۔ ایک ضروری تدبیر ہے متلی کرانے کی کوشش کرنا۔ اگر مریض ہوش میں ہے تو ایک بڑا چمچہ آئی پیکاک پلاکر ایک گلاس پانی پلا دیا جاتا ہے۔ متلی نہ ہونے کی صورت میں دوبارہ ایک خوراک دیا جا سکتا ہے۔ لیکن اگر مریض ہوش میں نہ ہو یا اگر تیزاب پی لیا ہو تو مریض کو متلی کرانے کی کوشش نہیں کرنی چاہئے۔ کمہار کے چاک پر لٹاکر زور سے گول گول گھمانے سے بھی متلی ہو سکتی ہے۔ ہوش میں نہ ہونے کی صورت میں پیٹ میں ربر کی نلی ڈال کر اور اس کے ذریعہ پانی پہنچا کر پیٹ کی دھلائی کی جاتی ہے۔ لیکن تیزاب کا شک ہو تو یہ بھی نہیں کیا جاتا۔ پیٹ کی دھلائی جسے میڈیکل اصطلاح میں GASTRIC LAVAGE کہتے ہیں۔ اگر زہر خورانی کے چار گھنٹے کے اندر کیا جاتے تو یہ کافی فائدہ مند ہوتا ہے۔ پیٹ میں زہر کو جذب ہونے سے روکنے کے لئے سوکھا دودھ یعنی پاؤڈر دودھ اور چارکول بھی دیا جاتا ہے۔ یہ تو ابتدائی تدابیر ہوتے۔ اس کے بعد جیسی تکلیف ہو اسی کے مطابق علاج کیا جاتا ہے۔ اگر متلی یا دست ہو رہا ہے تو اس کی دوا دی جاتی ہے۔ بخار، تھرتھراہٹ اور ہچکی کا علاج اور بے ہوشی یا شاک کی صورت میں نس کے ذریعہ پانی دیا جاتا ہے۔ بے ہوش مریضوں کا خاص خیال رکھنا ہوتا ہے۔ خون، پیشاب اور اگر متلی ہو گیا ہو تو اسے بھی کیمیائی جانچ کے لیے بھیجا جاتا ہے۔ اگر گروپ نمبر ایک کی دوا کھائی گئی ہے تو پیشاب کرانے کی دوا دی جاتی ہے تاکہ زہریلے مادے کا جلد اخراج ہو سکے۔ زیادہ شراب پیتے ہوئے مریض کو کھانے والا سوڈا دینا چاہئے تاکہ پیشاب میں تیزاب کی زیادتی کو روکا جا سکے۔ شراب پینے کے بعد خون میں چینی کی بھی کمی ہو جاتی ہے اس لیے چینی کا شربت بھی پلانا چاہئے۔ آرسینک کا استعمال کیڑے مارنے والی دواؤں میں پینٹ، وال پیپر، چینی مٹی کے برتن، شیشہ اور افیم وغیرہ میں کیا جاتا ہے۔ آرسینک زہر خورانی کی صورت میں پیٹ کی صفائی کے علاوہ ڈائی مرکیپرول دوا دی جاتی ہے۔ کراسن تیل پی لینے کی صورت میں عام تدابیر کے علاوہ اینٹی بائیوٹک دوائیاں بھی دی جاتی ہیں کیونکہ اس میں نمونیا ہونا عام طور پر پایا گیا ہے۔

(پٹنہ سے نشر)

اردو شاعری میں کرشن لیلا

ڈاکٹر عتیق الرحمٰن خاں

یہ ایک مسلّمہ حقیقت ہے کہ اردو ہندوستانی زبان ہے۔ یہیں اس کا جنم ہوا ہے اور یہیں کے مختلف اقوام خاص طور پر ہندوؤں اور مسلمانوں کے میل ملاپ سے اس کا وجود عمل میں آیا ہے۔ یہ زبان ہند ایرانی خاندان السنہ سے تعلق رکھتی ہے اور ہند ایرانی تہذیب و تمدن کی نمائندگی کرتی ہے۔ ہندو تہذیب اور ہندی سماج کے زیر سایہ پلی اور بڑھی ہے۔ اسی لیے تہذیبی اور مذہبی اشتراک کے عناصر اس میں نمایاں طور پر [illegible] تے ہیں! بقول ڈاکٹر عبدالحق "زبان کا نہ کوئی مذہب ہوتا ہے اور نہ ہی کوئی ذ[illegible] ہوتی ہے اور نہ کوئی وطن ہوتا ہے" یہ بات حرف بہ حرف اردو زبان پر صادق آ[illegible] ہم دیکھتے ہیں کہ اردو کے مشہور معروف اہل قلم اور خاص طور پر شعرا حضرات نے ہندو بزرگان دین اور سماجی اکابرین کے ذکر خیر سے اپنی تخلیقات کو سیکولر روایات کا حامل بنا دیا ہے۔ صلح کل اور قومی یکجہتی و انسان دوستی زبان اردو کے ضمیر میں داخل ہے۔

اردو شاعری میں ہندوستانیت کے عناصر بے حد و بے شمار ہیں۔ جہاں ہمارے شاعروں نے یہاں کے موسموں، پھلوں، تہواروں، میلوں اور ٹھیلوں کا ذکر بڑی اپنائیت کے ساتھ منہ سے کیا ہے وہیں اس دیش کے مذہبی رہنماؤں، درویشوں، سنتوں اوتاروں سے بھی بڑی عقیدت کا اظہار کیا ہے۔ جن قابل احترام مذہبی اکابرین کا خصوصی ذکر ہماری شاعری میں ملتا ہے اس میں شری کرشن جی کو ایک خاص مقام حاصل ہے ان کے حسن کردار جرأت، حوصلہ مندی اور حق گوئی سے متاثر ہو کر کئی اردو شعرا نے ان کی ہستی پر عقیدت کے پھول نچھاور کیے ہیں۔

ہمارے کئی قدیم و جدید شعرا نے کرشن لیلا سے تعلق رکھنے والی مختلف مقبول عام داستانوں اور کرشن جی کے حیات و کردار کے مختلف پہلوؤں پر نہایت کشادہ دلی اور وسیع النظری کے ساتھ روشنی ڈالی ہے۔ اردو شاعری نے ہندوستانی تہذیب کے جو عناصر جذب کر لیے ہیں اس میں کرشن بھکتی یا شری کرشن کے حسین و جمیل کردار کی جھلکیاں بھی نمایاں حیثیت کی حامل ہے۔ دور قدیم کے دکنی شاعر قلی قطب شاہ سے لیکر ولی دکنی اور نظیر اکبرآبادی تک اور دور جدید کے سرخیل و ممتاز شعرا حسرت موہانی و سیماب اکبرآبادی سے لے کر فراق، حفیظ جالندھری اور اختر شیرانی تک کتنے ہی شعرا کے کلام میں کرشن جی کی جادو بھری شخصیت کے جلوے اور ان کی بانسری کی سُریلی وجد آور آواز کی گونج سنائی دیتی ہے۔

متھرا کے اس مایۂ ناز مذہبی اوتار کی اخلاقی تعلیمات اور رنگین مزاجی کی داستان سے اردو شاعری کا دامن بھرا پڑا ہے۔ ولی دکنی جہاں شری رام چندر جی کے پوتر کردار کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

گرچہ لچھمن تر لبے نام دے — اے صنم تو کسی کا رام نہیں

وہیں تلمیحی انداز میں کرشن جی اور ان کی بانسلی یعنی بانسری کا بھی اس طرح ذکر کرتے ہیں

تیرے بن رات دن پھرتا ہوں بن بن کشن کے مانند

دور قدیم کے شعری سرمائے میں ایسی بکثرت نظمیں ملتی ہیں جن میں اس مقدس و مقبول اوتار کو خراج عقیدت پیش کیا گیا ہے۔ اردو کے قدیم عوامی شاعر نظیر اکبرآبادی نے ہندو اوتاروں، ہندو تہواروں، میلوں اور ٹھیلوں پر نہایت سیدھی سادی زبان میں بے شمار نظمیں کہی ہیں۔ انھیں سری کرشن جی سے خصوصی انسیت تھی لہٰذا فرماتے ہیں:۔

یہ لیلا ہے اسی نند للن من موہن جسُ جھیا کی
رکھ دھیان سنو ڈنڈوت کرو جے بولو کرشن کنہیا کی

اور دوسری جگہ کرشن جی کے بچپن کی معصومانہ اداؤں کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

ایسا تھا بانسری کے بجیا کا بالپن — کیا کیا کہوں میں کشن کنہیا کا بالپن

اس کنہیا کے من موہن کردار اور سریلی بانسری کے تعلق سے کتنے ہی شاعروں نے اپنے دلی جذبات کا اظہار نہایت والہانہ انداز میں کیا ہے۔

اردو کے بے باک قلندرانہ مزاج رکھنے والے شاعر حسرت موہانی تو کرشن جی کے دل سے عاشق تھے۔ وہ ان کے پیغام کو جاوداں تصور کرتے ہوئے ان سے والہانہ عقیدت کا اظہار فرماتے ہیں ان کے ہر لفظ میں جذبہ کی صداقت، خلوص، عقیدت اور احترام کار فرما نظر آتا ہے۔ فرماتے ہیں

متھرا کا نگر ہے عاشقی کا — دم بھرتی ہے آرزو اسی کا
ہر ذرۂ سرزمین گوکل — دارا ہے جمال دلبری کا
برسانہ اور نند گاؤں میں بھی — دیکھ آئے ہم جلوہ کسی کا
پیغام حیات جاوداں تھا — ہر نغمہ کرشن بانسری کا
وہ نور سیاہ تھا کہ حسرت — سرچشمہ فروغ آگہی کا

یہی حسرت موہانی دوسری جگہ فرماتے ہیں:

گوکل ڈھونڈا بندرابن ڈھونڈھا — برسانے تک گھوم کے آئے
تن من دھن سب وار کے حسرت — متھرا نگر چلی دھون رمائے

اسی طرح اردو کے استاد شاعر سیماب اکبرآبادی کے کلام میں بھی سری کرشن کی شخصیت اور ان کی دلپذیر تعلیمات کی مدح سرائیاں ملتی ہیں مثلاً فرماتے ہیں۔

ہوا طلوع ستاروں کی دلکشی لیکر — سرور آنکھوں میں نظروں میں زندگی لیکر
فضائے دہر میں گاتا پھرا وہ پریم گیت — نشاط خیز و سکوں ریز بانسری لیکر
جمال حسن کے کافر نکھار سے کھیلا — ریاض عشق کی رنگیں بہار سے کھیلا
پیمبروں کی کبھی رسم کی ادا اس نے — گوالنوں کے کبھی سبزہ زار سے کھیلا
صداقت اور محبت کی اس نے دی تعلیم — اندھیروں میں بھرا نور اپنے نغموں سے
لطافتوں سے کیا ارض ہند کو لبریز — کثافتوں کو کیا دور اپنے نغموں سے

اسی طرح آفاقی شہرت یافتہ حکیم و مفکر علامہ اقبال نے بھی اپنی مثنوی اسرار خودی کے دیباچے میں سری کرشن کے تعلق سے اظہار خیال فرماتے ہوئے لکھا ہے کہ "بنی نوع انسان کی ذہنی تاریخ میں سری کرشن کا نام ہمیشہ ادب و احترام سے لیا جائے گا کہ اسی عظیم الشان انسان نے ایک نہایت دلفریب پیرائے میں اپنے ملک و قوم کی فلسفیانہ روایات کی تنقید کی ہے، عمل کو زندگی کی اساس ٹھہرایا ہے۔"

بڑی خوبی کی بات تو یہ ہے کہ حضرت محسن کاکوروی جیسے ثقہ، اسلامی فکر رکھنے والے نعت گو شاعر نے بھی رسول اکرم کی شان میں جو لامیہ قصیدہ مدیح خیر المرسلین تحریر فرمایا ہے اس کی تشبیب کے ابتدائی اشعار میں کرشن جی کے حالات اور ماحول کا ذکر خاص والہانہ انداز میں فرمایا ہے لکھا ہے۔

سمت کاشی سے چلا جانب متھرا بادل   برق کے کاندھے پہ لائی ہے صبا گنگا جل
گھر میں اشنان کریں سرو قدان گوکل   جا کے گنگا میں نہانا بھی ہے اک طول عمل
خبر اڑتی ہوئی آئی ہے مہابن سے ابھی   کہ چلے آتے ہیں تیرتھ کو ہوا پر بادل
نہ کھلا آٹھ پہر میں کبھی دو چار گھڑی   پندرہ روز ہوئے پانی کو منگل منگل
دیکھیے ہوگا سری کرشن کا کیونکر درشن   سینۂ تنگ میں دل گوپیوں کا ہے بیکل

اور پھر اسی قصیدے میں غزل کے چند اشعار یوں ارشاد فرماتے ہیں:

سمت کاشی سے چلا جانب متھرا بادل   برج میں آج سری کرشن ہے کالا بادل
خوب چھایا ہے سر گوکل و متھرا بادل   رنگ میں آج کنہیا کے ہے ڈوبا بادل
راجہ اندر ہے پری خانے کا پانی   نغمہ زنے کا سری کشن کنہیا بادل

ایسے ہی ایک قدیم کہنہ مشق شاعر نادر کاکوروی نے اپنی نظم "مقدس سرزمین" میں ہندوستان کی عظمتوں کا ذکر کرتے ہوئے سری کرشن جی کو یوں خراج عقیدت پیش کیا ہے۔

مرحبا اے مادر ہندوستاں جنت نشاں
مرحبا اے بھارت اے روحانیت کی سرزمیں
تیرے بندرا بن سے اٹھا پہلے ہو حق کا خروش
کیونکہ دنیا کا وہی پہلا عبادت خانہ تھا
وہ کنہیا وہ تیرا بانسری والا کرشن،
باحشر اٹھا، برگزیدہ تھا، نبی تھا یا نہ تھا

غزلوں کے علاوہ اردو کی بہت سی مثنویوں اور داستانی یا حکایتی نظموں میں بھی کرشن جی سے حسن عقیدت کے بیان ملتے ہیں۔ ساتھ ہی ان کی پیدائش اور بچپن، گوپیوں کے ساتھ کھیل، مذاق اور شغلے نیز بانسری کی مدھرے کا کیف آور تذکرہ نہایت ہی جذباتی اور رومانی انداز میں کیا گیا ہے اور بقول امانت رائے یہاں تک کہہ دیا ہے کہ

اگر داری زباں درکار گویا   کنہیا گو کنہیا گو کنہیا

کرشن لیلا اور بندرا بن کے ماحول کا ذکر منشی بنواری لال شعلہ یوں فرماتے ہیں،

سری جگدیش برندا بن بہاری   سری رادھا رمن مادھو مراری
سری گوبند رادھا کرشن گوپال   مدن موہن سری گھنشام نند لال
تو ہی ہے حسن رخسار حقیقت   تو ہی ہے پردہ بردار حقیقت
تو ہی وحشت فضائے عشق رسوا   تو ہی نقش و نگار حسن زیبا
بت چت چور ماکھن کے لٹیرے   حیات و موت دو نوں کھیل تیرے

بڑی مسرت کی بات ہے کہ ہمارے جدید دور کے شاعروں نے بھی ہندوستان کی اس عظیم ہستی کو موضوع سخن بنا کر بہت کچھ کیا ہے۔ باسط بسوانی جیسے صوفی شاعر نے شری کرشن کی شخصیت کو سراہتے ہوئے ان کے اخلاق کی جیسی عکاسی کی ہے ایسی بہت کم کسی نے کی ہوگی۔

اردو کے صوفی شعرا میں مضطر خیرآبادی کا مقام و مرتبہ بڑا رفیع و اعلیٰ ہے۔ انھوں نے بھی نہایت وسیع القلبی کے ساتھ ہندوستانی لب و لہجہ میں ہندوستان کے اس عظیم الشان انسان کرشن کنہیا کا ذکر عقیدت مندانہ انداز میں کیا ہے، فرماتے ہیں

گوکل کی سی نگری اور متھرا کا سا گاؤں   تم ہو مالک برج کے اور کرشن تمہارا ناؤں

مشہور گیت نگار حفیظ جالندھری نے بھی اپنے رسیلے گیتوں میں بانسری بجیا کے کمال دلجوئی کا اظہار والہانہ انداز میں کیا ہے فرماتے ہیں

پریت میں بسی ہوئی اداؤں سے   گیت میں بسی ہوئی صداؤں سے
برج باسیوں کے جھونپڑے بسائے جا   سنائے جا سنائے جا بنسری بجائے جا

جہاں ساغر نظامی نے یوں فرمایا ہے۔

دہر کے ساز دل کا سوز لیے   کرشن کی شوخ بانسری کا فسوں

وہیں رگھوپتی سہائے فراق گورکھپوری مادر وطن کے لیے یوں مدح سرائی فرماتے ہوئے ذکر کرشن فرماتے ہیں۔

دیار ہند تھا گہوارہ یاد ہے ہمدم   بہت زمانہ ہوا کسی کے کس کے بچپن کا
اسی زمیں پہ کھیلا ہے رام کا بچپن   اسی زمیں پہ ان ننھے ننھے ہاتھوں نے
کسی سمے میں دھنش بان کو سنبھالا تھا
اسی دیار نے دیکھی ہے کرشن کی لیلا   اسی زمیں نے دیکھا تھا بالپن ان کا

اسی طرح ترقی پسند شاعر مخدوم محی الدین کا کلام بھی اس تاریخی ہستی کے ذکر سے خالی نہیں، فرماتے ہیں۔

لاجوردی فرش پر ہے مشتری زہرہ کا رقص   نیل تن کرشن کے پہلو میں مچلتی گوپیاں

طالب چکوالی نے بھی کرشن جی کی رنگین نوائی کا یوں تذکرہ فرمایا ہے

وہ دیکھو شام سندر مرلی بجا رہے ہیں   اس راگ کے کرشمے کیا کیا دکھا رہے ہیں
رنگیں نوائیوں کی گنگا بہا رہے ہیں

جدید شاعر بسمل کرشن اشک کا بھی کلام کرشن لیلا کی نشاندہی کرتا ہے، لکھتے ہیں

ابھی آئے گا شیام بدن کا نیلا، رادھا جسم سجا کر بیٹھی
روپ کی آگ بنا کر بیٹھی، کھلا کر پھول سجیلا
ابھی آئے گا شیام بدن کا نیلا . . . .

اردو شاعروں نے مذہبی رواداری کے تحت بھگوت گیتا کے منظوم ترجمے بھی کئے ہیں اور بعض نے ان نظموں میں سری کرشن کے حالات زندگی، واقعات حیات اور اخلاقی و روحانی تعلیمات والی داستانیں بھی بیان کی ہیں۔ غزل گو شعرا نے بھی اپنی غزلوں کے منفرد اشعار میں گوکل کے کنہیا اور اس کی بانسری کی روحانی اوصاف بڑی خوبی کے ساتھ تحریر کئے ہیں، مثلاً انشاء اللہ خاں انشا فرماتے ہیں:

سانولے پن پر غضب ہے دھج بسنتی شال کی
جی میں ہے کہہ بیٹھے اب جے کنہیا لال کی

پھر ایک مسلسل غزل میں انشا ہی فرماتے ہیں:

بنی ہوئی کہیں رادھا کہیں کنہیا جی   پیتمبر اوڑھے ہوئے سر پہ رکھے مور مکٹ
سہانے دھونے وہی ٹھیک ٹھاک سب پائیں   وہ گوکل اور وہ متھرا نگر وہ جمنا تٹ
وہی ہیں گوپیں ہولہ وہی وہ انکار رو   سبھوں کے ڈول وہی بس وہی ہے گھبراہٹ

مختصر یہ کہ اردو شاعری کی تاریخ میں جناب انشا سے لے کر حضرت منشا تک کئی اہل دل حضرات نے کرشن لیلا سے دلوں کو گرمانے کا سامان فراہم کیا ہے، بقول ڈاکٹر منشا ——

جنگل جنگل کرشن کی لیلا   ندی ندی گھنشام کی لے
اپنے دیش کے ہر گوشے میں   پیار کی خوشبو ملتی ہے

حقیقت تو یہ ہے کہ کرشن لیلا کی مقدس جھلکیوں کے باعث اردو شاعری کا تمام سرمایہ سیکولر روایات کا آئینہ دار بن گیا ہے۔

(ناگپور سے نشر)

میں شاعر بنا

معین اعجاز

خدا ئے بزرگ و برتر کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ شاعر بننے کا میرا کبھی کوئی ارادہ نہ تھا۔ ہاں انسان کبھی کبھی حالات سے مجبور ہو جاتا ہے لہذا ایک بار حالات نے مجھے شاعر بننے پر مجبور کر دیا۔ ہوا یہ کہ اردو ادبیات میں ایم۔ اے پاس کرنے کے بعد حوالے کی کتابوں کی مدد سے دو چار تحقیقی نوعیت کے مضامین مقامی اخباروں کے سنڈے ایڈیشن میں چھپوا کر میں اس زعم میں مبتلا ہو گیا کہ تحقیق و تنقید کے میدان میں کوئی میرا ثانی نہ رہا۔ لیکن اس زعم کے ساتھ ساتھ کچھ پریشانیاں بھی دامن گیر تھیں۔ ماشاء اللہ اب میں جوان اور وہ بھی تعلیم یافتہ جوان تھا لہذا ملازمت کی تلاش برحق تھی اور یہ تو آپ جانتے ہی ہیں کہ ملازمت حاصل کرنا جوئے شیر لانے کے مترادف تو کیا اس سے بھی مشکل کام ہے۔

بہرحال جب حالات نے کچوکے لگائے تو محقق اور نقاد بننے کا زعم داغ مفارقت دے گیا اور خدا خدا کر کے ایک اشاعتی ادارے میں مجھے ملازمت مل گئی۔ اس ادارے سے ایک خالص کاروباری رسالہ شائع ہوتا تھا جس میں کچھ صفحات ادب کے لیے بھی وقف تھے۔ چنانچہ مجھے ان صفحات کی ادارت کا کام سونپ دیا گیا۔ رسالے کے مالک یعنی چیف ایڈیٹر بڑے دلدار واقع ہوئے تھے لہذا مجھے کافی آزادی ملی، ادبی صفحات کے مرتب کی حیثیت سے میرا نام بھی جلی حروف میں چھپنے لگا۔ پھر کیا تھا، میرے پاس ملک بھر سے شاعروں اور ادیبوں کے خطوط آنے شروع ہو گئے۔ ان خطوط میں میری "بلند نگاہی" اور "سخن فہمی" کی قسمیں کھائی جائیں اور یہ امید ظاہر کی جاتی کہ میری نگرانی میں اردو ادب دن دونی اور رات چوگنی ترقی کرے گا۔ شاعروں کی قیمتی اور نادر تخلیقات کے ساتھ جو خطوط موصول ہوتے ان میں اکثر اس قسم کے جملے ہوتے "تخلیق کیسی ہے؟ اس کا فیصلہ تو آپ کی بلند نگاہی کرے گی۔ آپ جیسے ادب شناس اور اہل نظر تو بس انگلیوں پر گنے جا سکتے ہیں۔ آپ کی صحت اور درازی عمر کے لیے خدا سے دعا کرتا ہوں۔ امید ہے کلام پسند آئے گا اور اسے چھاپ کر شکریہ کا موقع دیں گے۔"

جناب محترم۔ یہ خطوط پڑھ کر میں دل ہی دل میں بہت خوش ہوتا اور پھولے نہیں سماتا۔ میری مدیرانہ صلاحیت کے چرچے شہر والوں میں پھیلنے لگے۔

ایک روز جب میں دفتر آیا تو دیکھا کہ میری میز کے قریب ایک صاحب بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں نے جب انھیں اپنا نام بتایا تو بولے "حضور! کیوں شرمندہ کرتے ہیں؟ بھلا آپ کو کون نہیں جانتا۔ مشاعروں میں کئی بار آپ کو سن چکا ہوں۔ سبحان اللہ آپ کے کلام کی کیا تعریف کی جائے۔"

میں نے کہا "بھائی" میرا شاعری سے کیا تعلق؟ میں نے تو کیا میرے خاندان میں کسی شخص نے آج تک شاعری نہیں کی۔"

وہ صاحب مسکرا کر بولے "یہ تو آپ کی انکساری اور اعلیٰ ظرفی ہے۔ میں نے ایک بار خود امروہہ میں آپ کا آٹو گراف لیا تھا۔"

میں اپنے اس اجنبی مداح کی باتیں سن کر ہکا بکا رہ گیا۔ کالج کے زمانے میں میرے دوست میری یادداشت کی قسمیں کھایا کرتے تھے۔ کم از کم اس جنم میں میں نے کبھی شاعری نہیں کی تھی۔ امروہہ جانے اور آٹو گراف دینے کی بات تو دور رہی۔ اس سرزمین پر قدم رکھنے کی سعادت بھی کبھی نصیب نہیں ہوئی تھی۔ ہاں ایک بار ایک دوست کی شادی میں جاتے جاتے رہ گیا تھا۔

بہرحال میں بہت دیر تک سوچتا رہا۔ یہ صاحب اتنے اعتماد سے یہ سب کچھ کہہ گئے کہ مجھے آواگون کا قائل ہونا پڑا۔ دو ہی باتیں ہو سکتی تھیں یا تو یہ میرا دوسرا جنم ہے اور پچھلے جنم میں بھی میرا یہی نام اور یہی شکل رہی ہوگی۔ یا پھر کسی حادثے کے نتیجہ میں اپنی یادداشت کھو بیٹھا اور پچھلی باتیں بھول گیا۔ ابھی میں انھیں خیالات میں ڈوبا ہوا تھا کہ انھوں نے پھر اپنے وجود کا احساس دلاتے ہوئے کہا "آپ کو ایک زحمت دینے کی غرض سے حاضر ہوا ہوں۔" میں نے کہا "فرمائیے کیا خدمت کر سکتا ہوں۔"

"اگلے سنڈے کو ہماری انجمن کی طرف سے ایک مشاعرہ ہے۔ آپ کو بھی اپنا کلام سنانا ہے، ہم دو سو روپے کی حقیر رقم نذر کریں گے۔" انھوں نے کہا۔

میں نے معذرت چاہی لیکن انھوں نے میری بات کاٹ کر کہا "دیکھیے آپ کے آنے سے ہماری عزت افزائی ہوگی ورنہ ہمارا دل ٹوٹ جائے گا۔" اب ہم بھلا کسی کا دل کیونکر توڑتے پھر دو سو روپے کی رقم بھی اُس زمانے میں خاصی پرکشش ہوا کرتی تھی۔ لہذا مشاعرے میں جانے کا میں نے اقرار کر لیا۔

اب مشاعرے کے لیے غزل کہنا تھی کسی صورت سے دو چار شعر گھڑ لیے۔ کسی کو دکھانا مناسب نہیں سمجھا کیونکہ اس سے اپنی پوزیشن پر حرف آنے کا خدشہ تھا۔ لیکن یہ خوف بھی دامن گیر تھا کہ کہیں اس میدان میں نرا اناڑی نہ سمجھ لیا جاؤں۔

بہرحال اسی ذہنی کشمکش کے عالم میں اسٹیج پر قدم رکھا۔ مختصر سے تعارف کے بعد جب مجھے مائک پر بلایا گیا تو میں نے خدا کا نام لے کر مطلع پڑھا۔ اس پر خاطر خواہ داد بھی ملی۔ اس کے بعد میری گھبراہٹ میں کچھ کمی واقع ہوئی اور دوسرا شعر میں نے قدرے اعتماد کے ساتھ پڑھا۔ اس وقت تو میری خوشی کی انتہا نہ رہی جب میں نے دیکھا کہ داد و تحسین کے نعروں سے چھتیں اڑنے لگیں، اگرچہ مشاعرہ کا اسٹیج کھلی فضا میں واقع تھا۔

مشاعرے کے تیسرے دن وہی حضرت پھر دفتر تشریف لائے۔ وہ اپنے ساتھ مشاعرے کی تصویریں اور اپنا کلام بھی لائے تھے۔ میں احسان فراموشی کا قائل نہیں ہوں لہذا تصویریں اور غزلیں رکھ لیں اور اگلے شمارے میں شائع کرنے کا وعدہ کر لیا۔ یہ سلسلہ دن بدن بڑھتا گیا۔ میں لوگوں کے کلام اور افسانے چھاپتا اور لوگ مجھے مشاعروں میں لے جاتے۔ کوئی گھاٹے کا سودا نہ تھا۔ رسالے کے ادبی گوشے کی ادارت کے طفیل میں اچھا خاصا شاعر بن بیٹھا تھا۔

وقت اچھی طرح گزر رہا تھا کہ ایک روز والد بزرگوار کا خط موصول ہوا۔ انھوں نے لکھا تھا کہ فوراً چلے آؤ۔ تمہاری شادی طے ہو چکی ہے۔ تمہارے ہونے والے خسر با اثر آدمی ہیں۔ وہ تمہارے لیے معقول ملازمت کا بھی بندوبست کر دیں گے۔ خط پڑھ کر میں بہت جھلایا۔ سمجھ میں نہیں آیا کہ کیا کروں۔ اگلے ہفتہ ہی ایک آل انڈیا مشاعرہ تھا۔ میں اس میں ضرور شرکت کرنا چاہتا تھا کیونکہ پہلی بار کسی آل انڈیا مشاعرے میں مجھے مدعو کیا گیا تھا۔ میں نے خط کا کوئی جواب نہیں دیا۔

آل انڈیا مشاعرے کے لیے میں نے ایک خوبصورت سی غزل کہی۔ یوں سمجھیے کہ خون جگر نچوڑ کر رکھ دیا تھا۔ جب اسٹیج سکریٹری نے میرے نام کا اعلان کیا تو میں ایک خاص انداز سے قدم بڑھاتا ہوا مائک تک پہنچا۔ اسٹیج پر بیٹھے ہوئے شعراء اور سامنے کرسیوں پر بیٹھے ہوئے سامعین کا جائزہ لیا جن میں خواتین کی تعداد بھی اچھی خاصی تھی۔ اس وقت میں اپنے آپ کو جان کیٹس یا مجاز سے کم مقبول اور محبوب نہیں سمجھ رہا تھا۔

مجمع سے آواز آئی "ارشاد! ذرا جلدی کیجیے۔۔"

میں غزل سنانے لگا۔ ابھی تین ہی شعر پڑھ پایا تھا کہ دو سینئر شعراء کی سرگوشی سنائی دی۔

"اچھا بھلا آدمی تھا۔ نہ جانے کس نے اسے شعر کہنے کا مشورہ دیا تھا۔"

"چھوڑیئے۔ کچھ دیر اور صبر و ضبط سے کام لیجیے۔"

یہ جملے سن کر میرا دل بیٹھ گیا۔ مزید شعر سنانے کی ہمت باقی نہ رہی اور مجبوراً لڑکھڑاتے ہوئے قدموں کے ساتھ مائک چھوڑ کر چلا آیا۔

(انگڑوس سے)

نیتاجی — سبھاش چندر بوس

ڈاکٹر آغا غیاث الرحمٰن

ہندوستانی قومی تحریک کی تاریخ ہندوستانی عوام کی بہادرانہ جدوجہد کی تاریخ ہے۔ اسے آزادی کی منزل پر پہنچنے تک بہت سے پیچ وخم اور ناخوشگوار، پُرخطر گھاٹیوں سے بھی گزرنا پڑا۔ ۱۷۵۷ء تا ۱۸۵۷ء شاذونادر ہی کوئی ایسا سال گزرا ہو جس میں ملک مسلح بغاوتوں سے پاک وصاف رہا ہو۔ چنانچہ پورے ملک میں غیر ملکی راج کے خلاف جدوجہد کی مقامی سرگرمیاں شروع ہوگئیں۔ ان سرگرمیوں کا مجموعی نتیجہ ۱۸۵۷ء میں ایک عظیم دھماکہ کی شکل میں نمودار ہوا جس نے انگریزی اقتدار کی بنیادیں ہلاکر رکھ دیں۔ ان منتشر جماعتوں کا ایک قومی فورم "انڈین نیشنل کانگریس" کی شکل میں وجود میں آیا۔

بیسویں صدی کے شروع میں ہندوستان میں سیاسی شعور عروج پر پہنچ گیا۔ کانگریس کی اعتدال پسند پالیسی کا کوئی خاطر خواہ نتیجہ برآمد نہ ہونے کی وجہ سے ایک "جنگجو" قسم کی قوم پرستی کا پرچار ہوا۔ ایک طرف کانگریس کی تحریکیں عدم تشدد کے اصولوں پر جاری تھیں تو دوسری طرف انقلابیوں کو عدم تشدد پر اعتماد نہ تھا۔ چنانچہ ۱۹۲۸ء تک پورے ملک میں پُرتشدد اور پُرآشوب سرگرمیوں کا ایک زبردست جال پھیل گیا۔ انھیں انقلابی لیڈروں کی فہرست میں ایک نام سبھاش چندر بوس کا بھی ہے۔

سبھاش چندر بوس ایک متمول بنگالی خاندان میں ۲۳ جنوری ۱۸۹۷ء کو بمقام کٹک پیدا ہوئے۔ ان کے والد کا نام جانکی ناتھ اور والدہ کا نام پربھاوتی دیوی تھا۔ سبھاش کو بچپن ہی سے یہ احساس تھا کہ انگریز ہندوستانیوں میں منافرت کا بیج بو رہے ہیں اور اسی لیے انھیں انگریزوں سے شدید نفرت پیدا ہوگئی تھی۔ اسی عرصہ میں ویویکانند کی تصانیف کے مطالعہ نے ان کو بے حد جذباتی بنادیا تھا۔ انھیں دیش سے بے پناہ محبت کے جذبات اور باغیانہ خیالات بھی پیدا ہوچکے تھے۔ جس اسکول میں وہ پڑھتے تھے وہاں ایک انگریز لڑکے کے یہ کہنے پر کہ بنگالی لڑکے بزدل ہوتے ہیں انھوں نے ایک زوردار طمانچہ اس لڑکے کے منھ پر رسید کردیا تھا۔

سبھاش کٹر مذہبی بھی تھے چنانچہ گوتم بدھ کے حالاتِ زندگی سے متاثر ہوکر وہ بھی جنگل میں پہنچ کر سادھوؤں اور سنیاسیوں کے ساتھ دکھ و شکھ سے چھٹکارا پانے کی راہ تلاش کرتے رہے۔ لیکن چند ہی دنوں میں لوٹ آئے اور اپنی تعلیم کا سلسلہ دوبارہ جاری کردیا۔

سبھاش چندر بوس بلا کے ذہین بھی تھے۔ انھوں نے انگلستان میں آئی۔ سی۔ ایس کا امتحان نمایاں کامیابی سے پاس کیا اور سرکاری ملازمت اختیار کرلی۔ لیکن انگریزوں کی غلامی انھیں پسند نہ تھی۔ چنانچہ جلیان والا باغ کے قتلِ عام سے مضطرب، اور گاندھی جی کی تحریک عدم تعاون سے متاثر ہوکر ۱۹۳۱ء میں اپنی ملازمت سے مستعفی ہوگئے۔ اور دیش بندھو کے شریکِ کار ہوکر سیاسی زندگی کا آغاز کردیا۔ تشدد آمیز سرگرمیوں کی وجہ سے ان کو تین سال کے لیے جیل میں نظر بند کردیا گیا۔ رہائی کے بعد اپنی عمر کے چالیس سال پورے ہونے سے قبل ہی وہ صوبائی دستور ساز اسمبلی میں عوامی جماعت کے لیڈر چنے گئے اور بنگالی صوبائی کانگریس کے صدر منتخب ہوئے۔ انھیں پُرسکون زندگی پسند نہ تھی اسی لیے انڈین نیشنل کانگریس کی تحریک آزادی کی پالیسی سے وہ برہم تھے۔ انھوں نے ڈومینین اسٹیٹس کے لیے نہرو کمیٹی کی سفارش کے خلاف "مکمل آزادی" کی وکالت کی۔ گاندھی اِروِن پیکٹ پر سخت غم وغصہ کا اظہار کیا۔ اور انتہا پرست، حریت پسند لیڈر کی حیثیت سے مشہور ہوگئے۔ انقلاب پسند سبھاش کو حکومت نے جلاوطن کردیا۔ داخلہ پر پابندی کے باوجود وہ ہندوستان آگئے اور تری پورہ میں کانگریس کے صدر منتخب ہوئے۔ ۱۹۳۸ء میں انھوں نے نیشنل پلاننگ کمیٹی کی تشکیل کی۔ تری پورہ میں گاندھی جی کے امیدوار پٹابھی سیتا رمیہ کو شکست دے کر دوبارہ صدر منتخب ہوئے۔

جس وقت دنیا پر دوسری جنگِ عظیم کے بادل منڈلا رہے تھے ان کا سیاسی موقف یہ تھا کہ تحریکِ آزادی کی جدوجہد اور تیز کرکے انگریزوں کو فوراً آزادی دینے پر مجبور کیا جائے۔ اس موقف کی بنیاد پر کانگریسی رہنماؤں سے ان کا اختلاف بڑھا۔ اپنے اختیارات میں تخفیف اور سیاسی اختلافات کی بنیاد پر انھوں نے ۱۹۳۹ء میں صدارت سے استعفیٰ دیدیا اور فارورڈ بلاک نام کی ایک ترقی پسند جماعت بناکر رام گڑھ میں اینٹی کمپرومائز کانفرنس منعقد کی۔

انھیں حصولِ آزادی کی خاطر انگریز سرکار سے کسی قسم کا سمجھوتہ گوارا نہ تھا۔ اسی لیے عالمی جنگ چھڑتے ہی انھوں نے انگریزوں کے خلاف اعلانِ جنگ کردیا۔ انھیں دوبارہ جیل میں ڈالدیا گیا۔ اب انکا یقین پختہ ہوچکا تھا کہ آزادی حاصل کرنے کے لیے اگر انگریزوں کی مخالف طاقتوں سے مدد لی جائے تو زیادہ موثر اور فوری نتائج حاصل ہوسکتے ہیں اسی خیال کو عملی شکل دینے کے لیے وہ کسی طرح برلن پہنچ گئے اور وہاں سے دیش واسیوں کو مسلح ہوکر جنگ کرنے کا پیغام دیا۔ جرمنی میں انھوں نے ہندوستانی جنگی قیدیوں کو آزاد کرایا اور انڈین لبریشن آرمی کی بنیاد ڈالی۔ عالمی سیاست میں بدامنی کا ایک اور دور آیا۔ بحرالکاہل میں جنگ کی آگ پھیل گئی۔ جاپان اور انگلستان کا ٹکراؤ تیز تر ہوگیا۔ سبھاش جرمنی سے سنگاپور چلے آئے اور جاپان سے سازباز کرنے کی غرض سے ٹوکیو پہنچے جہاں ان کی ملاقات بھارت کے پرانے دیش بھگت راس بہاری بوس سے ہوئی۔ اور اس طرح انقلابیوں کی یہ دیرینہ آرزو کہ آزادی کے لیے ایک منظم مسلح فوج تیار کی جائے، پوری ہوئی۔ انھوں نے بیس ہزار بھارتی قیدی سپاہیوں کو جاپان کی مدد سے مسلح کرکے متحد کیا۔ یہی آزاد ہند فوج تھی جو ہندوستان کی تاریخ آزادی کا سنہری باب ہے۔ راس بہاری بوس نے آزاد ہند فوج کا کمانڈر سبھاش چندر بوس کو بنایا اور اب سبھاش بابو "نیتاجی" بھی کہلانے لگے۔ نیتاجی نے فوج کو "جے ہند" کا نعرہ دیا۔ اس فوج میں سبھی فرقے کے لوگ شامل تھے اس فوج میں میجر جنرل جگن ناتھ راؤ بھونسلے کے علاوہ سہگل، ڈھلن اور شاہنواز خاں جیسے فوجی عہدیدار تھے۔ اس کی دوسری کانفرنس منعقدہ بنکاک میں یہ قرارداد منظور ہوئی کہ جاپان آزاد ہند فوج کی مدد کرے اور بھارت کی آزادی کا اعلان کرے۔ نیتاجی نے سنگاپور میں خودمختار آزاد ہند حکومت قائم کرلی اور جزائر انڈمان اور نکوبار کے علاقہ پر ایک عارضی حکومت کے قیام کا بھی اعلان کردیا۔ اس موقع پر انھوں نے جو حلف لیا اس میں کہا کہ:

"میں خدا کی قسم کھاتا ہوں کہ میں بھارت
اور اس میں رہنے والے ۳۸ کروڑ لوگوں کی آزادی
کے لیے اپنی تمامتر قوتوں کے ساتھ کوشش کرتا
رہوں گا۔ اور بھارت آزاد ہونے کے بعد بھی بھارت
کے روشن مستقبل کے لیے اپنے آپ کو وقف
کردوں گا۔"

نیتاجی نے کیپٹن لکشمی سوامی ناتھن کی قیادت میں آزاد ہند فوج میں "جھانسی رانی ریجمنٹ" کے نام سے عورتوں کی فوج بھی قائم کردی۔ نیتاجی نے آزاد ہند فوج اور بھارتی عوام کو اس وقت یہ نعرہ دیا۔

"تم مجھے خون دو میں تمھیں آزادی دوں گا۔"

اس وقت سبھاش چندر بوس تمام ہندوستانیوں کے ہردلعزیز نیتا بن چکے تھے۔ عوام ان کے ایک اشارے پر اپنے مال اور جان تک کو قربان کرنے کے لیے تیار تھے۔

۲۳ جنوری ۱۹۹۸ء

ایک موقع پر نیتاجی نے ہندوستانیوں کو دیش کی آزادی کے لیے سب کچھ نچھاور کرنے کی تلقین کی اس پر لوگوں نے مال جمع کرنا شروع کر دیا۔ عورتوں نے اپنے زیورات تک دیدیئے۔ اتنے میں ایک طرف سے آواز آئی نیتاجی مجھ غریب کی بھی ایک بھینٹ سویکار کیجئے میں دودھ بیچنے والی ہوں میرے پاس دولت نہیں ہے ہاں میں اپنا بیٹا بھارت ماتا کی آزادی کے لیے قربان کر سکتی ہوں۔ آپ کی مانگ ہے سب کچھ دیدو۔ یہی لڑکا میرا سب کچھ ہے۔ اس بڑھیا لکشمی کو رکھا کا بیٹا وہی مان بہادر سنگھ ہے جو امپھال کے مورچے پر شہید ہوا۔ بوڑھی لکشمی نے اپنا سب کچھ بیچ کر اپنے شہید بیٹے کے فوٹو کے لیے سونے کا فریم بنوایا۔ اور اپنے گھر میں لگوایا۔ اب سب کچھ اس بوڑھی ماں کا وہ سونے والا فریم تھا۔ نیتاجی کو پھر روپے کی ضرورت پڑی۔ اس کے لیے یہ طے کیا گیا کہ نیتاجی کو سونے میں تولا جائے رنگون میں یہ تقریب منعقد کی گئی تھی، تولنے کے لیے جو سونا اکٹھا کیا گیا وہ نیتاجی کے وزن سے کچھ ہی کم رہا۔ بوڑھی لکشمی یہ برداشت نہ کر سکی۔ دوڑی ہوئی گھر گئی اور اپنے شہید بیٹے کے فوٹو کا سونے والا فریم نکال لائی اور پلڑے میں رکھدی۔ وزن پورا ہو گیا۔ نیتاجی پلڑے سے اتر گئے، بڑھیا سے کہا یہ تو نے کیا کیا ماں! اپنے ویر بچہ کی تصویر کا فریم تو نے توڑ دیا۔ بڑھیا نے جواب دیا۔ یہ سونا میرے بیٹے سے زیادہ قیمتی نہیں۔ ماں کا دل آزادی کے لیے جس بچہ کی قربانی دے سکتا ہے اس ماں کے لیے اس شہید بیٹے کی تصویر کا یہ بے جان فریم کیا حقیقت رکھتا ہے۔

جنوری ۴۴ء میں آزاد ہند فوج "چلو دلی" اور "جے ہند" کے نعرے لگاتے ہوئے اور

قدم قدم بڑھائے جا
خوشی کے گیت گائے جا

کا نغمہ گاتے ہوئے، دیوانہ وار بھارت کی طرف بڑھتی گئی۔ مادر وطن کی سرزمین پر قدم رکھتے ہی اس نے آسام کے سرحدی تھانہ موڈاک اور کوہیما، منی پور، اور وشنو پور پر قبضہ کر لیا۔ لیکن سیاسی حالات کا تقاضہ کچھ اور ہی تھا جس سے مجبور ہو کر یہ مہم واپس لینی پڑی۔ نیتاجی نامعلوم مقام کے لیے روانہ ہوئے فارموسا کے قریب ۱۸ اگست ۱۹۴۵ء کو اس جہاز کو حادثہ پیش آیا اور اسی حادثہ میں نیتاجی کا انتقال ہوا وطن والوں کے لیے ان کا آخری پیغام تھا۔

"میں اپنے وطن کی آزادی کے لیے آخری
دم تک لڑتا رہا۔ اب گاندھی جی کی قیادت میں
اس جنگ کو جاری رکھا جائے۔ بھارت بہت جلد
آزاد ہو کر رہے گا۔"

نیتاجی اور ان کے ساتھیوں نے اپنی جانوں کی بازی لگا کر جرأت و ہمت کی جو بے مثال یادگاریں چھوڑی ہیں وہ تاریخ آزادی کی زریں داستانیں ہیں ان کی شجاعت کے کارنامے اور ان کی سرفروشی کی انہی داستانوں نے برطانوی راج کے خلاف ملک کو متحد اور جوش و جذبہ سے سرشار کر دیا۔

(ناگپور سے نشر)

ڈاکٹر آغا غیاث الرحمن
معرفت ڈاکٹر ایس اے رحیم
اسٹار کی ٹاؤن۔ ناگپور

سینما سینما

بشیر شاہ

فلم آج کی دنیا میں نہ صرف یہ کہ تفریح کا ایک موثر ذریعہ ہے، اظہار کا ایک بہت بڑا وسیلہ بھی ہے۔ ملک کی آبادی کا ایک بہت بڑا حصہ گاؤں میں رہتا ہے اور کون نہیں جانتا کہ شہروں کی نسبت ہمارے گاؤں تفریح کے دوسرے ذرائع سے یکسر محروم ہیں، چنانچہ فلم کی بڑھتی ہوئی مانگ اور ضرورت کے پیش نظر سینما گھروں کی تعداد میں بھی روز افزوں اضافہ ہو رہا ہے جو بحیثیت مجموعی ایک خوش آیند قدم ہے۔ حال ہی میں ہوئے ایک سروے کے بموجب اس وقت ہمارے دیش میں سینما گھروں کی کل تعداد گیارہ ہزار سات سو چھیاسٹھ ہے۔ ان میں سے سات ہزار چونسٹھ سینما گھر مستقل طور پر کام کرتے ہیں۔ مستقل سینما گھروں کی سب سے بڑی تعداد آندھرا پردیش میں ہے جہاں یہ تعداد تیرہ سو بارہ بتائی جاتی ہے۔ گجرات میں چار سو انتیس، کرناٹک میں پانچ سو چونتیس، کیرالا میں تین سو پچانوے اور مہاراشٹر میں سات سو دس سینما گھر کام کرتے ہیں اور اس طرح یونین ٹریٹریز کو ملا کر سینما گھروں کا ایک جال سا پھیل گیا ہے۔ سینما گھروں کی تعداد میں آئے دن اضافہ ہوں تو ایک خوش آیند بات ہے۔ لیکن وقت کی ایک بڑی ضرورت یہ ہے کہ سینما گھروں کو جاذب نظر بنانے کے ساتھ ساتھ فلم بین کے لیے عمدہ اور آرام دہ بھی بنایا جائے۔ چنانچہ ویڈیو کی آمد بلکہ ویڈیائی سیلاب کے مدنظر اس بات کی اہمیت اور ضرورت کچھ اور بڑھ گئی ہے۔ سینما سے وابستہ کچھ دوستوں کا کہنا ہے کہ اگر حکومت تفریحی ٹیکس میں چھوٹ دے تو ٹکٹوں کی شرح میں کمی ہو سکتی ہے۔ اور یہ فلم بین کی دیرینہ مانگ بھی ہے۔ علاوہ ازیں سینما مالکان بھی اپنے فرائض کی طرف متوجہ ہوں تو فلم دیکھنے والوں کی تعداد میں بھی اضافہ ہوگا۔ ایک اندازے کے مطابق بمبئی جیسے شہر میں جہاں فلم صنعت کا بول بالا ہے کتنے ہی سینما گھر مالکان سینما اور منتظمین کی غفلت کا شکار ہو کے رہ گئے ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ سینما گھروں کی مجموعی حالت اور ہیئت کو بہتر کیا جائے سیٹیں آرام دہ ہوں، ایر کنڈیشنر اپنی صحیح حالت میں ہوں، پروجیکشن اور ساونڈ سسٹم کو بہتر اور جدید بنانے کی طرف توجہ ہو، تو سینما گھر قابل کشش ہو سکتے ہیں۔ کچھ شہروں میں بلیک میں ٹکٹیں بیچنے کی وبا بھی عام ہو گئی ہے۔ ضرورت ہے کہ اس کا بھی سدباب کیا جائے۔ ان دنوں جیسا کہ ابھی ابھی ذکر ہوا، ویڈیو کے بھی بڑے چرچے ہیں۔ کچھ لوگوں کا تو یہ بھی خیال ہے کہ ویڈیو سینما نے اپنے قدم ایک طرح سے جما بھی لیتے ہیں، یہی نہیں ویڈیو قزاقی کی خبریں بھی آئے دن اخباروں میں آتی رہتی ہیں اور ان پر اچھی خاصی لے دے بھی ہو رہی ہے۔ ویڈیو کی آمد کا فلم اور فلمی صنعت پر براہ راست کیا اثر ہوگا، اس کے بارے میں ابھی وثوق سے کچھ نہیں کہا جا سکتا لیکن شاہدین خطرے کی سگنل کو برابر محسوس کر رہے ہیں۔ ادھر ایک مکتب فکر کا یہ خیال ہے کہ روایتی ہندی فلم تبھی زندہ رہے گا جب فلم کے سبھی شعبوں کو نظر میں رکھا جائے۔ بحیثیت مجموعی جو فلمیں، بالخصوص ہندی فلمیں بنائی جا رہی ہیں ان کا نہ تو کوئی سر ہوتا ہے اور نہ پیر! کہانی ہم سب جانتے ہیں کہ فلم کی جان ہوتی ہے، اور نہ جانے کیوں ہم فلم کی جان لینے پر تل گئے ہیں۔ سیکس، تشدد، مار دھاڑ اور زفرضی کہانیوں کے سہارے آخر کب تک لوگوں کو بہلایا بلکہ بہکایا جا سکتا ہے۔ شاعری اور موسیقی کا بھی یہی عالم ہے۔ آج کی فلمی شاعری ہو یا موسیقی یہ نہ تو ذہنوں میں ٹھہرتی ہے اور نہ دلوں میں گھر کرتی ہے۔ چوں چوں کا مربہ ہے اور بس۔ بات اصل میں سینما گھر اور سینما بین کے تعلق سے ہو رہی تھی۔ پھر وہی بات کہ جب تک فلم بنانے سے دکھانے تک کے سلسلے کو منظم نہ کیا جائے، فلم بین کی ضروریات اور نفسیات کو مدنظر نہ رکھا جائے۔ فلم کے سبھی شعبوں میں تال میل نہ پیدا کیا جائے، فلم بنانے کا خوبصورت فن کبھی پنپ نہیں سکتا۔

(سرینگر سے نشر)

بہار کا آخری رنگ

کمال احمد

(سلائی مشین چلنے کی آواز)

ممتاز: (اونچی آواز میں) آؤ نا امی۔ مجھے کہانی نہیں سناؤ گی۔

رضیہ: (مشین بند کرکے) میں تمہاری اس عادت سے عاجز آگئی ہوں۔ کہانی سنے بغیر تمہیں نیند ہی نہیں آتی۔ آج یونہی سونے کی کوشش کرلو بیٹے۔ مجھے بہت سے کام کرنے ہیں۔ تمام کپڑے کل ہی دینے ہیں۔

ممتاز: (ضد کرتے ہوئے) نہیں ہیں نہیں سوؤں گی۔ پہلے کہانی سناؤ۔

رضیہ: (غصہ سے) میں نے کہدیا نا آج کوئی کہانی نہیں۔

(قدموں کی آہٹ)

آواز: کیوں رضیہ! آجاؤں؟

رضیہ: ارے سنیتا دیدی آپ، آیئے اندر آیئے نا، اتنی رات گئے؟ خیریت تو ہے؟

سنیتا: (داخل ہوکر) ابھی تو دس ہی بجے ہیں۔

رضیہ: (سرد آہ بھرکر) ہمیں یہ رات بڑی بھاری لگتی ہے۔

سنیتا: (ہنس کر) بقول شاعر "تاریک رات کے بعد سحر بھی تو ہے۔ خیر میں تمہیں ایک خوشخبری سنانے آئی ہوں۔

رضیہ: کیا؟ راکیش کو نوکری مل گئی؟

سنیتا: اوہو! تمہیں اپنے سے زیادہ دوسروں کی چنتا ہے خیر یہ اچھی بات ہے۔ خوشخبری یہ ہے کہ آج مہیلا ایکتا سمیتی کی بیٹھک تھی، اس میں تمہاری درخواست پر غور کیا گیا اور تمہیں یہ سن کر خوشی ہوگی کہ کمیٹی نے تمہیں دس ہزار روپیوں کا قرض دینا منظور کرلیا ہے۔

رضیہ: سچ سنیتا دیدی، اوہ تم بڑی مہان ہو میرے لیے .... اگر تم ......

سنیتا: (بات کاٹ کر) بس بس اور زیادہ مسکہ مت لگا۔ میں نے تو اپنا فرض پورا کیا ہے ہاں تو یہ قرض بلا سود ہوگا اور اس کی ادائیگی چھ ماہ بعد سو روپے ماہوار قسطوں میں کروگی۔ اگر تم نے ٹھیک وقت پر قسطوں کی ادائیگی کی تو کمیٹی تمہارے لیے مزید قرض کے لیے بینک سے سفارش کرے گی۔

رضیہ: (خوش ہوکر) اوہ ہو کس منہ سے تمہارا شکریہ ادا کروں۔

سنیتا: (حیرت سے) کیوں؟ تمہارا منہ کان نہیں ہے کیا؟

(دونوں ہنسنے لگتی ہیں)

رضیہ: (وثوق کے ساتھ) اب میں شرٹ خود بنا کر دیا کروں گی نت نئے ڈیزائن میرے ذہن میں ہیں۔

سنیتا: ہاں جی تمہارے ڈیزائن کی بڑی مانگ ہے۔ اچھا اب میں چلوں گی۔

رضیہ: دیدی چائے پی کر جائیے نا۔

سنیتا: نہیں... پھر کبھی... ابھی مجھے رقیہ کے گھر جانا ہے اور ہاں کیا ہوا تم نے اسے سمجھایا۔ دیکھو اگر تم کہو گی تو زیادہ اثر ہوگا---

رضیہ: میں نے اسے سمجھایا ہے، وہ راضی ہے ... اُنے وعدہ کیا ہے وہ اپنے شوہر سے اجازت لے کر آپریشن کرالے گی۔

سنیتا: سنو.... دیکھو رضیہ تم تو جانتی ہی ہو اس سمیتی کا مقصد یہی ہے کہ ہم عورتوں کو ان کی اہمیت کا اندازہ دلائیں، ان کے اندر خود اعتمادی پیدا کرائیں تاکہ وہ دوسروں کے محتاج نہ رہیں۔ خود اپنے پاؤں پر کھڑا ہونا سیکھیں ..... تاکہ ان پر آج تک جو اتیا چار جاری ہے اس کا خاتمہ ہوسکے۔ ہم عورتیں بھی سماج میں آزادی کے اتنے ہی حقدار ہیں جتنا کہ یہ مرد۔ اور تلک کے نام پر جو عورتیں زندہ جلائی جا رہی ہیں، ان کا روک ہمیں ہی کرنا ہے، اچھا... رضیہ میں چلوں گی اب ... کل پھر آؤں گی۔

رضیہ: اچھا دیدی... شکریہ

(چلی جاتی ہے)

رضیہ: (پیار سے ڈانٹتے ہوئے) ممتاز چلو سو جاؤ۔ راشد، انوری، ساجد سب سو گئے لیکن تمہاری آنکھوں میں ابتک نیند نہیں۔

ساجد: (آنکھیں کھول کر) میں بھی جاگ رہا ہوں امی۔

رضیہ: (ہنس کر) اوہ! شیطان! تو بھی جاگ رہا ہے۔

ممتاز: (ضد کرتے ہوئے) امی ہمیں وہی کہانی سناؤ نا اس ظالم راجہ نے گونگے عوام کے ساتھ کیا سلوک کیا۔

ساجد: نہیں امی نہیں۔ ہم اس ظالم راجہ کی کہانی نہیں سنیں گے۔ تمہاری ہر کہانی کا راجہ ظالم ہوتا ہے۔ ایسا کیوں کیا سبھی راجہ ایسے ہی ہوتے ہیں؟

رضیہ: (سرد آہ بھرکر) ہاں بیٹا سبھی راجہ ایسے ہی ہوتے ہیں، ظلم کرنا راجہ کی فطرت ہے۔

ممتاز: لیکن امی! سلمہ کی نانی اسے رحمدل راجاؤں کی اور پریوں کی کہانیاں سناتی ہے، تمہیں ایسی کوئی کہانی یاد نہیں؟

رضیہ: وہ کہانیاں جھوٹی ہیں بیٹے۔

ممتاز: (حیرت سے) اللہ! سلمیٰ کی نانی جھوٹ بولتی ہیں؟

رضیہ: وہ جھوٹ نہیں بولتیں، ان کی کہانیاں ہمیں آج جھوٹی لگتی ہیں۔

ساجد: تو تم بھی وہی جھوٹی کہانیاں سناؤ نا!

رضیہ: نہیں! جھوٹی کہانیاں سنانے سے مسافر راستہ بھول جاتا ہے۔ وہ خواب وخیال کی دنیا میں بھٹکتا رہتا ہے۔

ممتاز: (بھولے پن سے) اور جیبی سلمہ کے والد اب تک گھر لوٹ کر نہیں آئے۔

ساجد: دھت! انھیں تو پولیس پکڑ لے گئی ہے۔ ہے نا امی؟ بینک میں چوری کی تھی انھوں نے۔

رضیہ: (ڈانٹتے ہوئے) چپ رہو۔ دوسروں کے گھروں کا تذکرہ نہیں کرتے... ٹھہرو... میں آج تمہیں اپنی کہانی سناتی ہوں۔

ممتاز: (بھولے پن سے) کیا تم بھی کسی ملک کی شہزادی تھی امی؟

رضیہ: (کھوئے ہوئے لہجے میں) ہاں... میں بھی شہزادی تھی... اپنے ابا حضور کے لیے... چھوٹی سی حویلی پر ہماری حکومت تھی (سرد آہ بھرکر) وہ بھی کیا دن تھے؟ ذرا.... رکو۔

(ٹرنک کے گھسیٹنے، کھولنے کی آواز)

ممتاز: (حیرت سے) یہ تم کیا نکال رہی ہو امی؟

ساجد: ارے یہ تو البم ہے۔

(ٹرنک بند کرنے کی آواز)

رضیہ: ہاں اس میں میری کہانی ہے۔

ممتاز: ہم ضرور سنیں گے یہ کہانی...

ساجد: (خوش ہوکر) یہ پہلی تصویر نانا جان کی ہے نا امی؟

رضیہ: (کھوئی ہوئی آواز میں) ہاں تمہارے لیے نانا جان (رندھی آواز میں) میرے لیے ابا حضور اور سیتا پور والوں کے لیے نواب اکرم علی خاں.....

(ستار کی جھنجھناہٹ... حویلی کی چہل پہل مست بے فکر جوان سریلی آوازیں، ان آوازوں میں رضیہ کی آواز بھی شامل ہے۔ جو آج اپنی سولھویں سالگرہ پر پھولی نہیں سما رہی ہے... سہیلیوں کے ساتھ

آنگن میں بھاگ دوڑ مچا رہی ہے)

(فلش بیک)

(نواب اکرم علی خاں کی شفیق اور بارعب آواز مردانخانے سے زنانخانے کی طرف آتی ہوئی)

آواز : رضیہ.... رضیہ.... بیٹی

رضیہ : (شوخی سے بھری، ہنسی آمیز، دور سے قریب آتی ہوئی آواز) جی.... آئی ابو ــــ (قریب آکر) کیا ہے ابو ؟

اکرم : دیکھ بیٹی، میں تیرے لئے کیا لایا ہوں؟

رضیہ : (پیکٹ کھولنے کی آواز) اُف کتنا خوبصورت نکلس ہے.... بہت قیمتی ہوگا نا آبا جان ؟

اکرم : تو قیمت کی فکر کیوں کرتی ہے (بھرائی ہوئی آواز میں) آج تیری ماں زندہ ہوتی تو تیرے قدموں پہ.... دنیا کی نعمتیں ڈھیر کر دیتی.... اور پھر تو ہی تو میری زندگی میں بہار کا ایک جھونکا ہے۔

رضیہ : امی مرحومہ کی یاد نہ دلائیں کلیجہ پھٹ جاتا ہے۔

اکرم : (اپنے آپ کو سنبھالتے ہوئے) ہاں وہ بشیرن کہاں ہے ؟.... تمام تیاریاں ہو چکیں تو اسے مردانے میں بھیجو۔

(جاتے ہوئے بھاری قدموں کی آہٹ)

(ورق الٹنے کی آواز)

ساجد : امی ! نانا جان بہت اچھے تھے نا ؟

رضیہ : (ٹھنڈی سانس بھر کر) بہت اچھے تھے.... اچھے دنوں کی طرح.... بگلے کے اُجلے پروں کی طرح صاف اور بے داغ....

(اچانک جیسے رائفل سے گولی چھوٹتی ہے اور پرواز کرتا ہوا بگلا زخمی ہو کر پھڑپھڑاتا ہوا زمین پر آ گرتا ہے)

(فلش بیک)

اکرم : (کمزور آواز تعجب سے بھری ہوئی) یہ... یہ... اندھیرا کیوں.... روشنی کہاں ہے بیٹی ؟

رضیہ : (شمع جلا کر) یہ رہی روشنی ابو.... آپ کچہری سے آگئے؟

اکرم : ہاں ! لیکن یہ موم شمع کیوں.... بجلی کو کیا ہوا ؟

رضیہ : (ٹھہرے ہوئے لہجے میں) بجلی کاٹ دی گئی ہے اب یہ اندھیرا ہی ہمارا مقدر ہے۔

اکرم : (بھرائی ہوئی آواز میں) گھبرا مت بیٹی، ہمیں ہماری حویلی جلد واپس مل جائے گی۔ بہت بڑا وکیل ٹھیک کیا ہے میں نے.... ہائی کورٹ میں کیس داخل ہو چکا ہے۔

رضیہ : ابا جان ! یہ آپ کی خام خیالی ہے حکومت کے ساتھ بھلا کوئی مقدمہ جیت سکا ہے۔ اس لئے حکومت جو معاوضہ دیتی ہے آپ اسے قبول کر لیجئے۔

اکرم : نہیں.... میں اپنے آبا و اجداد کی اس حویلی کو حکومت کی تحویل میں جانے نہیں دوں گا، شہر کی ترقی کے نام پر یہ ہمیں برباد کرنے پر تلے ہیں۔ میں ایسا نہیں ہونے دوں گا ہرگز۔

رضیہ : چلئے دسترخوان چن دیا گیا ہے، آپ کھالیں، تو میں امام باڑے سے ہو آؤں۔

اکرم : (ٹھنڈی سانس بھر کر) ہاں بیٹی، گرتی ہوئی قوم کو امام باڑے کی ہی ضرورت پڑتی ہے۔ لیکن اس سے ہماری مایوسی اور بے عملی میں اضافہ ہی ہوگا۔

(وقفہ... کے دوران غمناک موسیقی ابھرتی ہے)

اکرم : (کھانستے ہوئے... حیرت بھرا لہجہ) یہ.... یہ کیا ہے بیٹی۔ یہ تو وہی نکلس ہے جو میں نے تجھے سالگرہ میں دیا تھا۔

رضیہ : (ٹھنڈے لہجے میں) ہاں یہ وہی نکلس ہے اب اسے بیچ ڈالئے۔

اکرم : نہیں بیٹی نہیں۔ میں اسے نہیں بیچوں گا (کھانستے ہوئے) یہ تیری شادی میں کام آئیں گے۔

رضیہ : ابھی ہمیں اس کی ضرورت نہیں، ابھی آپ کو علاج کی ضرورت ہے اور اس مکان کو روشنی کی۔ ابو کئی دنوں سے میں ایک بات سوچ رہی تھی۔

اکرم : (چونک کر) کیا ہے بیٹی ؟

رضیہ : (ڈرتے ڈرتے) وہ.... ورما کی لڑکی سوما کہہ رہی تھی اس کے اسکول میں ایک ٹیچر کی جگہ خالی ہے۔ اُں... میں... وہ ملازمت... کرلوں۔

اکرم : (غصے سے) پاگل ہوئی ہو کیا... نواب اکرم علی خاں کی لڑکی اور ملازمت کرے... لوگ کیا کہیں گے۔ کتنی بدنامی ہوگی۔

رضیہ : ملازمت میں برائی کیا ہے ابو ! اور پھر سوما کیسے کرتی ہے ؟ ورما جی کے ریٹائر ہونے کے بعد وہی گھر کا خرچ سنبھال رہی ہے۔

اکرم : ان کی بات چھوڑو ــ وہ بیٹی کی کمائی کھاتے ہیں... میں... (کھانسی کا دورہ پڑتا ہے) میں نے اسلئے تمہیں میٹرک نہیں کرایا ہے... کہ تم خاندان کی عزت کو بٹہ لگاؤ...

رضیہ : اچھا آپ ناراض نہ ہوں.... میں پھر کبھی ملازمت کے لیے ضد نہیں کروں گی... یہ لیجئے نکلس اسے بیچ ڈالئے۔

(رضیہ کے جاتے ہوئے قدموں کی آواز)

اکرم : لیکن رضیہ.... اوہ.... (انکا احتجاج کھانسیوں میں ڈوب جاتا ہے)

(وقفہ کے دوران غمناک موسیقی ابھرتی ہے)

اکرم : (ہانپتے ہوئے نقاہت سے) بیٹی اب میری زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں... میں... چاہتا ہوں... تیری... شادی... کر دوں۔

رضیہ : (رندھی آواز میں) آپ پہلے ٹھیک ہو جائیں ابو...

اکرم : (مایوس لہجے میں) میں اور ٹھیک نہیں ہوں گا... بیٹی انکار نہ کر... میرے بعد تیرا اس دنیا میں سوائے مفلسی اور لاچاری کے اور کوئی نہیں...

(رضیہ کی سسکیاں) میں نے.... غلطی کی حکومت کا معاوضہ قبول نہیں کیا اور مقدمے میں بچے کھچے اثاثے بھی لٹا دیئے (ہانپتے ہوئے) میری مان بیٹی شادی کر لے.... میں نے ایک لڑکا دیکھا ہے۔ مولوی بشیر کا لڑکا اختر۔ شریف ہے.... کلکتہ میں چھوٹی سی ملازمت کرتا ہے... تو شادی کر لے تاکہ میں چین سے مر سکوں۔

(شہنائی کی دھیمی موسیقی)

اختر : میں جانتا ہوں تم زمیندار نواب اکرم علی خاں کی اکلوتی لڑکی ہو۔ مگر حالات نے وفا نہ کیا اور تمہیں مجھ جیسے غریب شخص کے ساتھ باندھ دیا گیا.... میرے پاس تین سو روپے کی ملازمت کے سوا کچھ بھی نہیں... لیکن میں پوری کوشش کروں گا تمہیں کسی قسم کی تکلیف نہ ہو۔

(گزرتے وقت کی موسیقی... ایک بچے کا غوں... غاں)

اختر : ہمارا لڑکا، ہمارا مستقبل، ہم اسے ڈاکٹر بنائیں گے تاکہ یہ ڈھیر سارے روپے کما سکے۔

رضیہ : (ہنستے ہوئے) گویا تم اسے ڈاکٹر نہیں منسٹر یا اسمگلر بنانا چاہتے ہو۔

اختر : (چونک کر) وہ کیسے ؟

رضیہ : ڈھیر سارے روپے تو بیچارہ ڈاکٹر کمانے سے رہا۔

اختر : تم آج کل کے ڈاکٹروں کو نہیں جانتیں۔

رضیہ : لیکن میں اپنے بیٹے کو جانتی ہوں اور اس کے رگوں میں بہتے ہوئے لہو کو بھی پہچانتی ہوں (رک کر) لیکن اس کی تعلیم کے لیے ہمیں اپنی آمدنی بڑھانی ہوگی کیوں نہ میں بھی کوئی چھوٹی موٹی ملازمت کر لوں... کسی اسکول میں۔

اختر : (غصے سے) ہرگز نہیں.... میں اپنی آمدنی بڑھاؤں گا... ٹیوشن کروں گا۔

(وقفہ ــ بچوں کا شور ــ رونے لڑنے شور مچانے کی آوازیں ــ ہنگامہ ــ مالک مکان کا تقاضہ)

آواز : اختر صاحب سے تو ملاقات ہی نہیں ہوتی، جب آتا ہوں آپ سے ہی مڈبھیڑ ہوتی ہے... وہ منہ چھپاتے پھر رہے ہیں.... ٹھیک ہے اب قانون کی زبان میں ہی بات کروں گا..... ہونہ کوئی تک ہے چھ ماہ ہو گئے کرایہ دینے کا نام نہیں لیتے۔ میں نے سرائے خانہ کھول رکھا ہے کیا ؟

(دودھ والے کی تکرار)

آواز : بہن جی.... بہت کا بہت دودھ پلایا..... اب نئی جلدی حساب چکتا کر دو ہاں... کل سے دودھ بند پہلی تاریخ کو روپے چکتا کرو تو دودھ چالو ہوگا...

(رضیہ کی سسکیاں، غمناک موسیقی ــ وقفہ)

رضیہ : سنو !

اختر : (اکھڑے لہجے میں) کیا ہے؟

رضیہ : تمہارے لہجے کی مٹھاس اب کہیں گم ہو گئی ہے۔ (روتے ہوئے) میں سب کچھ برداشت کر سکتی ہوں لیکن

آواز

آل انڈیا ریڈیو کے پروگرام

چیف ایڈیٹر وجے بہادر سنہا
ادارت
سراج احمد
ہرمہندر سنگھ روچ
تار کا پتہ LISTENER
ٹیلی فون
۳۸۲۲۴۹
۳۸۲۲۵۴

نئی دہلی	۱۶ جولائی ۱۹۸۵ء	مطابق	۲۵ اساڑھ ۱۹۰۷ شاکا	جلد ۵۰	شمارہ ۱۴

اس شمارے میں

غزلیات

قیمت

فی کاپی ـــــ ایک روپیہ
سالانہ ـــــ ۲۲ روپے
دو سال ـــــ ۳۲ روپے

(ایک سال سے کم کا چندہ قابل قبول نہیں ہوگا۔)

اندرون ملک ڈاک خرچ بذمہ ادارہ

اسٹیج ڈرامہ
تاریخ کے تناظر میں

ڈاکٹر گووند چاتک

تھیٹر کی تاریخ اتنی ہی پرانی ہے جتنی کہ انسانی تاریخ۔ اگر یہ کہا جائے کہ تھیٹر نے انسان کے ساتھ ساتھ ہوش سنبھالا ہے تو بے جا نہ ہوگا۔ جس طرح انسان نے اپنے پیروں پر کھڑا ہونا، چلنا، بولنا، ناچنا اور کھیلنا سیکھا ہے اسی طرح اداکاری بھی سیکھی۔ اس لیے یہ کہنا مشکل ہے کہ تھیٹر کا وجود کس دن ہوا اور اس کا پہلا دن کونسا تھا؟

عام خیال یہ ہے کہ تھیٹر انسانی عادتوں، تہواروں اور خوشی کے موقعوں کی دین ہے۔ اگر ہم انسانی تاریخ پر نظر ڈالیں اور اس دور کا تصور کریں جب انسان جنگلوں میں رہتا تھا اور جنگلی جانوروں کا شکار کرکے اپنا پیٹ بھرتا تھا تو ہمیں اس وقت بھی تھیٹر یا ڈرامے کے نقوش نظر آئیں گے۔

قبیلے کے لوگ دائرہ بناتے آگ کے گرد بیٹھے ہیں، ایک نوجوان شکار کرکے لوٹتا ہے قبیلے کے افراد اس نوجوان کی کامیابی پر خوش ہوتے ہیں اور اس سے پوچھتے ہیں کہ اس نے جانور کا شکار کیسے کیا۔ نوجوان پوری تفصیل سے اور بڑے فخریہ انداز میں انھیں بتاتا ہے کہ کس طرح اس نے شکار کا پیچھا کیا۔ کس طرح شکار اس پر جھپٹا اور کس طرح اس نے بھالا مار کر اپنے شکار کو ڈھیر کر دیا۔

شکار کی داستان بیان کرنے کا نوجوان کا یہ انداز ہی دراصل تھیٹر کی بنیاد بنا اور کسی واقعہ کو دہرانے سے تھیٹر کا جنم ہوا تہواروں کے موقعوں پر عوام و خواص کے جلوس اور عبادت گاہوں میں ناچ گا کر دیوی دیوتاؤں کی پوجا اور ان کی تعریف، یہ انسانی تہذیب کے وہ عناصر ہیں جو تھیٹر کی رگوں میں زندگی کا خون بن کر دوڑتے ہیں اور اس طرح تھیٹر کی نشو و نما میں معاون و مددگار بن جاتے ہیں۔

ہندوستان میں بھی تھیٹر کی تاریخ بہت قدیم ہے۔ بھرت منی نے لکھا ہے کہ ایک دفعہ دیوتا برہما جی کے پاس گئے تو برہما جی نے چاروں ویدوں سے ایک پانچویں وید کی تخلیق کی اور اس کا نام "ناٹیہ وید" رکھا۔ اور اس طرح ہندوستان میں ناٹک یا تھیٹر کو ایک وقار ملا۔

نہ صرف ہندوستان کے عظیم صحیفوں رامائن اور مہابھارت میں بھی ناٹک کھیلنے کے شواہد ملتے ہیں بلکہ ہندوستان کی قدیم ترین زبان سنسکرت نے کئی مشہور ڈرامہ نگار پیدا کئے جن میں کالیداس، بھاس، بھوبھوتی اور شودرک کے نام قابل ذکر ہیں۔ جرمن شاعر گوئٹے نے جب کالیداس کی مشہور تصنیف "شکنتلا" کا مطالعہ کیا تو دنگ رہ گیا۔ اسی طرح شودرک کی تخلیق "مٹی کی گاڑی" آج بھی دنیا کے مختلف ممالک میں مقبول ہے۔

مغرب میں تھیٹر کی ابتدا یونان میں ڈایونیس کی عبادت سے ہوئی۔ پانچویں چھٹی صدی میں ایتھنس کے ایکروپلس پہاڑ کو کاٹ کر ایک نصف دائرہ نما تھیٹر بنایا گیا جس میں سیڑھیوں کی شکل میں ہزاروں تماشائیوں کے بیٹھنے کے لیے جگہ تھی۔ اس تھیٹر میں ہر برس ڈراموں کے مقابلے بھی ہوا کرتے تھے۔ اور جب اسکلس، سوفوکلیز اور یوریپڈیز کے ڈرامے اسٹیج ہوتے تو ایتھنس کے لوگ ان ڈراموں کو دیکھنے کے لیے ٹوٹ پڑتے تھے۔

سوفوکلیز المیہ ڈرامے لکھنے کے لیے مشہور تھا۔ اس نے کئی المیہ ڈرامے لکھے جن میں 'راجہ اوڈیپس' کو کافی مقبولیت ملی۔

یہ اڈیپس کی بدنصیبی تھی کہ اس نے انجانے میں اپنے باپ کا قتل کر کے اپنی ماں سے شادی کر لی۔ پورے ڈرامہ میں شاید اس سے زیادہ المیہ کردار نہیں ہے۔ یہ ڈرامہ اپنی رفتار کی تیزی، سسپنس، اور تجسس سے بھرپور ہے۔

ایتھنس میں یہ ڈرامے مسلسل کئی دن ہوا کرتے تھے اور ڈراموں کے شائقین چھٹیاں لے کر یہ ڈرامے دیکھتے تھے۔

لیکن آہستہ آہستہ ایتھنس کا تھیٹر زوال پذیر ہوتا چلا گیا اور اس کی مقبولیت کا سورج روم کی سرزمین پر طلوع ہونا شروع ہوا۔

یہاں پہلا رومن تھیٹر پومپیائی میں بنا جس میں یونانی تھیٹر کی طرح ہی موسیقی یعنی آرکسٹرا، کورس اور نقلی چہروں کا استعمال ہوتا تھا۔ دوسرے معنی میں کہا جا سکتا ہے کہ روم نے بھی یونانی تھیٹر کی روایات کو اپنایا تھا۔

ڈرامہ کیا، ایک طرح کا تماشہ کہیے۔ چہل پہل، رنگینی تماشائیوں کی بھیڑ — اداکار نقلی چہروں اور بھڑکیلی پوشاکوں میں ملبوس مشعلوں کی روشنی میں فن اداکاری کا مظاہرہ کرتے اور ناظرین سے داد تحسین وصول کرتے۔

اور ایک دن رومن تھیٹر بھی ختم ہو گیا اور جہاں کبھی ڈرامے ہوا کرتے تھے کشتیاں ہونے لگیں۔

ٹھیک اسی زمانے میں جب یورپ میں تھیٹر کے چراغ گل ہو رہے تھے ایشیا میں تھیٹر کی مقبولیت میں اضافہ ہو رہا تھا اُس وقت ہندوستان میں سنسکرت تھیٹر کا بول بالا تھا۔

چین میں روائتی تھیٹر تھا تو جاپان میں نوح اور کابکی اور جاوہ میں کٹھ پتلی۔

قرون وسطیٰ میں پہنچتے پہنچتے تھیٹر گرجا گھروں میں سمٹ گیا یونانی اور رومن تھیٹر اُجڑ گئے۔ انھیں توڑ پھوڑ کر قلعوں میں تبدیل کر دیا گیا اور تھیٹروں کے پتھر دوسری عمارتوں میں لگا دیئے گئے۔

لیکن ایک بار پھر وقت نے کروٹ لی۔ ایک طویل عرصہ کے سکوت کے بعد ایک بار پھر تھیٹر میں زندگی کے آثار نمودار ہوئے۔

۱۵۵۸ء میں جب ملکہ ایلزبیتھ تخت نشین ہوئیں تو انگلستان میں ایک نئے طرز کا ڈرامہ ظہور میں آیا۔ مشہور تھیٹر "گلوب" کی تعمیر ہوئی اور ۱۵۸۸ء کے آس پاس انگلستان کے ایک چھوٹے سے گاؤں کا ایک نوجوان بھٹکتا ہوا تھیٹر کے دروازے تک چلا آیا۔

وہ نوجوان کچھ دن تھیٹر میں ڈرامہ دیکھنے آنے والے رئیسوں کے گھوڑوں کا راسں تھامتا رہا۔

لیکن ایک دن وہی نوجوان انگلستان کا عظیم ڈرامہ نگار اور تھیٹر کا ایک مقبول اداکار بن گیا۔ اور جس کو دنیا شیکسپیئر کے نام سے جانتی ہے۔

تھیٹر مناظر کی تبدیلی اور واقعات کے مجموعہ کا نام ہے۔ کچھ عرصہ انگلستان میں شہرت پیدا کرنے کے بعد تھیٹر نے فرانس کی سرزمین کا انتخاب کیا۔

فرانس میں تھیٹر میں کافی نکھار آیا۔ کارنیل، ریسین، مولیئر، یسنگ، شلر اور پھر گیٹے نے اس کے حسن کو پائیدگی عطا کی۔

اٹھارویں صدی انقلاب کی صدی تھی، اٹھارویں صدی کے اختتام اور ۱۹ویں صدی کی ابتدا کے ساتھ جمہوریت کے نقش نگار ابھرے جس نے تھیٹر میں بھی کچھ نئے رنگ بھر دیئے۔ سائنس کی ترقی اور بجلی کی ایجاد نے اس میں ایک اور رنگ بھرا — وہ رنگ تھا REALISM یعنی حقیقت پسندی کا رنگ۔

اس دور کا ہندوستانی تھیٹر بھی اب نئی جہتوں سے روشناس ہو چکا تھا۔ ہندی میں بھارتیندو ہرش چندر کی سرگرمی میں ڈرامہ میں ایک نئی ابتدا ہوئی۔

پارسی تھیٹر نے تو ہندوستانی ڈرامہ کو مقبولیت کے عروج پر پہنچا دیا۔ یہ ڈرامہ ہندی، اردو، مراٹھی اور بنگلہ غرض مختلف زبانوں میں ہوئے اور مختلف علاقوں میں اسٹیج کیے جاتے لیکن اس کا سب سے زیادہ اثر اردو نے قبول کیا۔

ان تھیٹروں سے پیشہ ور پارسی افراد وابستہ تھے اور انگریزی طرز پر کئی ڈرامہ کمپنیاں وجود میں آ چکی تھیں۔

ڈرامیٹک ہندوکور، وکٹوریہ تھیٹر کمپنی، الیفنسٹن تھیٹر کمپنی، دی بمبئی پارسی اوریجنل اوپیرا کمپنی، نیو الیفرڈ تھیٹریکل کمپنی، اولڈ پارسی تھیٹریکل کمپنی، کورنتھین تھیٹر، جوبلی تھیٹر، الیکزینڈرا کمپنی، کورونیشن ڈرامہ کمپنی، شیکسپیئر تھیٹر کمپنی، ویاکل بھارت ڈرامہ کمپنی، کھتاؤ الیفرڈ کمپنی، سورو جیے ناٹک سماج وغیرہ وغیرہ اور اسی طرح کی بے شمار تھیٹر کمپنیاں اپنا جادو جگا رہی تھیں۔

ان کی تعداد کو دیکھ کر یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں ہے کہ اس زمانے میں ڈرامہ اور تھیٹر عوام میں کس قدر ہر دلعزیز تھا۔

ہر کمپنی کے اپنے ڈرامہ نگار ہوتے تھے جن میں سے کئی ڈرامہ نگاروں نے بے حد مقبولیت حاصل کی۔

کرشن چندر، زیب، مہدی حسن، آرزو، جوالا پرساد برق، طالب، حسینی میاں، نارائن پرساد بیتاب، ہری کرشن جوہر، حسرت، تلسی دت شیدا، رادھے شیام، کتھا واچک اور آغا حشر پارسی تھیٹر کے مشہور ڈرامہ نگار تھے اور عوام ان کے نام پر ٹوٹ پڑتے تھے۔

پارسی تھیٹر میں، ناچ گانوں، تیز طرار مکالموں، عشقیہ داستانوں کے علاوہ حب الوطنی بھی شامل ہوتی تھی۔

مجاہد آزادی پنڈت مدن موہن مالویہ کئی بار رادھے شیام کتھا واچک کے ڈرامے دیکھنے گئے اور اس وقت کے کانگریس کمیٹی کے صدر پنڈت موتی لال نہرو نے کتھا واچک کے مشہور ڈرامہ "ایشور بھگتی" کی رسم افتتاح ادا کی۔

اس بات سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے اس زمانے میں پارسی تھیٹر کی کتنی اہمیت تھی۔ اس زمانے کے کئی ڈرامے آج بھی لوگوں کو یاد ہیں۔ اندر سبھا اور یہودی کی لڑکی — آغا حشر کاشمیری کے مقبول ڈراموں میں سے ہیں۔

ہندوستان میں جس وقت پارسی تھیٹر عوام سے داد حاصل کر رہا تھا یورپی تھیٹر میں بھی کئی اہم موڑ آتے — اور اس نے کئی منزلیں طے کیں۔

ابسن، اسٹرنڈبرگ، ہاؤپٹمان، پرانڈیلو، بریخت، چیخوف، لورکا، جیرادو، سارترے، کامو، آئنیسکو، بیکیٹ وغیرہ کئی ڈرامہ نگاروں نے تھیٹر میں نئے تجربے اور نئے اضافے کیے۔

اسی طرح آپیا، گورڈن کریگ، بارکر، میئر ہولڈ، رینارٹ، رابرٹ ایڈمنڈ جونس، بریخت، استانسلاوسکی وغیرہ تھیٹر کے کئی پروڈیوسرز نے تھیٹر کو نیا انداز اور اسٹائل بخشا۔

اور اسی طرح ہندی اور اردو ڈرامہ عالمی تھیٹر سے پوری طرح اور مسلسل متاثر ہوتا رہا۔

۱۹ویں صدی میں اردو نثر کے ساتھ ساتھ ڈرامہ نے بھی ترقی کی اور ناول کے ساتھ ساتھ ڈرامے بھی لکھے گئے۔

نئے سماجی شعور کے ساتھ ساتھ جس طرح شاعری میں تبدیلیاں آئیں اسی طرح ڈرامہ بھی اس شعور سے اثر پذیر ہوتا رہا۔

جس کا ایک نتیجہ یہ ہوا کہ کئی ادیبوں نے پارسی تھیٹر سے ہٹ کر اور نئے انداز میں ڈرامے لکھے۔

ان ادیبوں میں سید امتیاز علی تاج، عبدالحلیم شرر، منشی پریم چند، شوق قدوائی، عزیز مرزا، جعفر علی خاں، محمد عمر اور نور الٰہی کے نام قابل ذکر ہیں۔

ایک طرف آل انڈیا ریڈیو کے سابق ڈائریکٹر جنرل احمد شاہ بخاری پطرس نے ریڈیو کے لیے مزاحیہ خاکے اور ڈرامے لکھے۔

دوسری طرف سعادت حسن منٹو، کرشن چندر، راجندر سنگھ بیدی، خواجہ احمد عباس جیسے ترقی پسند ادیبوں نے اپنے ڈراموں سے اردو کے سرمائے میں بیش بہا اضافے کیے۔

اسی طرح عابد حسین، کیفی اور محمد حسن نے اردو ڈرامہ کو ایک نیا آہنگ دیا۔

ریڈیائی ڈراموں میں سعادت حسن منٹو اور کرشن چندر کے نام ایک خاص اہمیت کے حامل ہیں۔ منٹو نے زندگی کو اپنی آنکھ سے دیکھا تھا۔ اس لیے وہ اپنی بات نہایت بیباکی سے کہتے تھے۔ اس لیے اگر وہ تنقید کا نشانہ بنے تو ان کو پسند بھی کیا گیا۔

کرشن چندر چونکہ آل انڈیا ریڈیو سے وابستہ رہ چکے تھے اس لیے وہ ریڈیائی ڈرامہ کی تکنیک سے بھی بخوبی واقف تھے۔

ملک کی آزادی کے بعد ہندی اور اردو ڈراموں میں قابل ذکر ترقی ہوئی ہے۔ دہلی میں نیشنل اسکول آف ڈرامہ کا قیام اور اسٹیج پر نئے تجربے سے ڈراموں میں ایک نئی بیداری آئی۔ چونکہ غیر ملکی ڈراموں کو بھی اردو ہندی زبانوں میں ترجمہ کر کے پیش کیا گیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دنیا بھر میں، ڈراموں کے میدان میں رونما ہونے والی نئی تبدیلیوں اور تجربوں سے ہمارے ہمارے ڈرامہ نگاروں کو تحریک ملی اور اس طرح عالمی ڈرامہ اور تھیٹر ایک دوسرے کے قریب تر ہو گیا۔

ساتھ ہی ڈرامہ کے انداز اور اسٹائل میں بھی فرق آیا۔ اوپیرا، منظوم ڈرامہ، فارس، مونولوگ اور اسی قسم کے کئی ڈرامائی روپ ہمیں دیکھنے کو ملنے لگے۔

خود ہندوستان کی دیگر علاقائی زبانوں کے ڈرامے ہندی اور اردو میں، اور اردو ہندی کے ڈرامے علاقائی زبانوں میں منتقل کر کے اسٹیج کرنے کا رواج بڑھا جس سے نہ صرف زبانوں کے درمیان لین دین کی فضا پیدا ہوتی ہے بلکہ قومی یکجہتی کو استحکام بھی ملا ہے۔ (اردو سروس سے)

سلسلہ

شخصیات شعر و ادب

جگر مراد آبادی

فرحت قادری

اردو کی کلاسیکی اور رومانی شاعری کا جب بھی اور جہاں بھی ذکر چھڑے گا، حضرت جگر مراد آبادی صف اوّل کے شاعروں میں نظر آئیں گے — انھیں بجا طور پر شہنشاہ تغزل کا خطاب عطا کیا گیا ہے۔ جس طرح صنف غزل کو اردو شاعری کی آبرو مانا جاتا ہے، اسی طرح جگر مراد آبادی کو غزل کی آبرو سمجھا جاتا ہے — یہ حقیقت ہے کہ غزل کو جو آب و رنگ، غنائیت و موسیقی اور جذبات حسن و عشق کا مسحور کن انداز حضرت جگر نے بخشا ہے، کوئی دوسرا شاعر ہم پلہ نظر نہیں آتا۔

شہنشاہ تغزل حضرت جگر مراد آبادی کا نام علی سکندر اور آبائی وطن دہلی ہے۔ آپ کے مورث اعلیٰ حضرت مولانا عبدالسمیع صاحب، بادشاہ ہند شاہ جہاں کے اتالیق تھے۔ لیکن حوادث و انقلاب نے ترک وطن پر مجبور کر دیا اور مراد آباد میں مستقل سکونت اختیار کر لی۔ یہیں حضرت جگر ۱۸۹۰ء مطابق ۱۳۰۸ھ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم و تربیت قدیم رسم و رواج کے مطابق عمل میں آئی — فارسی کی لیاقت بہت اچھی تھی۔ انگریزی میں ہائی اسکول کا امتحان بھی پاس کیا۔

جگر صاحب چودہ سال کی عمر سے ہی شعر کہنے لگے تھے شاعری آپ کو ورثہ میں ملی تھی۔ آپ کے والد بزرگوار سید علی نظر نظر مراد آبادی صاحب دیوان شاعر تھے۔ جگر صاحب نے اپنے ابتدائی کلام میں انھیں سے اصلاح لی۔ بعد میں آپ نے حضرت رسا رامپوری، استاد داغ دہلوی اور منشی امیر اللہ تسلیم لکھنوی سے رجوع کیا۔ آپ کا ابتدائی کلام داغ کے ہی رنگ میں ہے لیکن آپ کے کلام کا بیشتر حصہ حضرت رسا کی نگاہ نکتہ رس کا مرہون منت ہے۔ تاہم ان تمام حضرات سے جگر صاحب کا اکتساب فن برائے بیت ہی تھا۔ ورنہ واقعہ یہ ہے کہ آپ ایک فطری شاعر تھے۔ شاعر ہی نہیں، بلکہ دنیائے شاعری کے ایک عظیم پیامبر اور انمول گوہر تھے۔ تغزل آپ کی شاعری کا تابندہ عنوان تھا اور تغزل بھی وہ جس پر خود تغزل کو ناز ہے۔ جس کے بعد یا تو نری شاعری ہے یا شاعری کے پردے میں کاریگری۔ آپ کے کلام میں گہرائی اور گیرائی اس وقت آئی جب آپ نے حضرت اصغر گونڈوی جیسے صاحب وجدان و عرفان شاعر سے شرف تلمذ حاصل کیا اور حضرت شاہ عبدالغنی منگلوری سے بیعت ہو گئے۔

جگر مراد آبادی بیسویں صدی کے سب سے زیادہ مقبول اور محبوب شاعر تھے۔ آپ نے نہ صرف قدیم طرز سخن کو زندہ رکھا اور آگے بڑھایا بلکہ شعر پڑھنے کا ایک ایسا انداز اختیار کیا کہ اردو کے مشاعرے ملک کے ہر حصہ میں مقبول ہو گئے اور اس صدی کے اکثر شاعروں نے آپ کی تقلید کو اپنی شہرت اور کامیابی کا عروج قرار دیا۔ لیکن انلائٹسٹ شاعروں سے جگر کی کبھی نہیں بنی۔ فرماتے تھے "جو شاعر خالق فطرت سے بیگانہ ہے اس کی شاعری میں کبھی حسن پیدا نہیں ہو سکتا۔ ایسی شاعری انقلابی تو ہو سکتی ہے مگر حسن و جمال کی مظہر نہیں ہو سکتی۔"

حضرت جگر کی تقریباً تمام کی تمام زندگی حوادث و افکار کا نشانہ بنی رہی۔ آپ نے ہوش سنبھالا تو ملک کے سیاسی اقتصادی اور ثقافتی انقلابات میں خود کو گھرا ہوا پایا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ انہیں حادثوں نے جگر کو جگر بنا دیا جس طرح ۱۸۵۷ء کے واقعات نے غالب کے کلام میں گہرے تاثرات نمایاں کر دیئے تھے۔ ٹھیک اسی طرح ۱۹۴۷ء کے انقلاب نے جگر کی غزلوں کو رنگین سے رنگین تر بنانے میں نمایاں حصہ لیا۔ آپ نے غزل ہی میں اپنے ماحول کی ترجمانی اسی اثر و گداز کے ساتھ کی ہے جس کے لیے دوسرے شعراء کو بڑی نظمیں لکھنی پڑیں۔

جگر صاحب نے غزل کو سنوارا اور نکھارا ہے۔ اس میں خون جگر کی آمیزش کرکے اس چنگاری کو شعلہ بنا دیا۔ آپ کی غزلوں میں غزل کی مکمل روایات نظر آتی ہیں۔ آپ جذبات عشق کی جزئیات کو نئے فکر اور نئے انداز سے اجاگر کرتے ہیں۔ حسن کو آپ پیکر جمیل اور عشق کو عبادت تصور کرتے ہیں۔ حسن آپ کے نزدیک جمال اور عشق اس جمال کی جستجو اور جستجو کی خلش اور اس کی لذتوں کا نام ہے۔ آپ نے اردو غزل کو حسن کی لطافتوں کا گنجینہ اور عشق کی عظمت کا آئینہ بنا دیا۔ آپ نے پورے طور پر غزل کی اصلیت کو اپنی زندگی میں جذب کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ غزل آپ کی ہو کر رہ گئی اور آپ غزل کے ہو گئے۔ آپ کی شاعری حسن و عشق کا حسین امتزاج ہے۔ آپ کے کلام میں وہی سوز، وہی تڑپ اور والہانہ محبت ہے جو ایک وارفتہ مزاج عاشق کا سرمایۂ حیات ہوتا ہے اور حسن کی وہ تمام لطافتیں اور نزاکتیں موجود ہیں جن کے اندر رعنائی و دلکشی پائی جاتی ہے۔

اردو شاعری میں جگر مراد آبادی، حفیظ جالندھری اور محمود دہلوی تین معاصر شاعر ایسے ہوئے ہیں جن کا ترنم شعر کے اثر کو دوبالا کرتا ہے، اور جگر صاحب کا ترنم ان سب میں بہترین تھا۔ ہندوستان اور پاکستان میں مشاعروں کی اسقدر مقبولیت کا سہرا دراصل جگر کے ترنم کے سر ہے۔ مشاعرے نے جگر کو اور جگر نے مشاعرے کو قبول عام کا درجہ عطا کیا اور ان دونوں کی عظمت و مقبولیت میں ترنم نے چار چاند لگا دیئے۔ حسن و محبت کی داستان، نیاز و شوق کا ذکر اور پھر شیریں انداز بیان اور جگر کا ترنم، آپ کا خود مست ہونا اور دوسروں کو مست کرنا۔ سرور و مستی کی عجب کیفیت تمام سامعین پر چھا جاتی اور وہ مستانہ وار جگر کا کلام جگر کی زبان سے سننے کے لیے مشاعروں میں کھنچے چلے آتے ہیں — جگر صاحب اپنی شاعری اور ترنم کی وجہ سے ۲۳-۱۹۲۲ء میں ہی مشاعروں کی جان بننے لگے تھے۔ مضمون غزل کے میدان میں جس طرح آپ کا درجہ مجتہدانہ ہے اسی طرح سامعین کے سامنے اپنے کلام کو اچھوتے اور انفرادی انداز میں خوش الحانی کے ساتھ پیش کرنے میں بھی آپ منفرد تھے۔

جگر صاحب پر ایک بدترین دور مے نوشی کا بھی گزرا ہے جب آپ رند خراباتی تھے، میخانے کا میخانہ لنڈھا جاتے تھے اور اس کے بعد مشاعرے میں اس طرح جھوم جھوم کر مخصوص ترنم میں اپنا کلام پڑھتے کہ بزم آپ کے نغموں سے مدہوش ہو جاتی — لیکن اچانک آپ کی زندگی میں اہم تبدیلی آئی اور آپ نے ایسی توبہ کی کہ پھر زندگی بھر شراب کو ہاتھ نہ لگایا بلکہ شراب کو بھولنے کے لیے آپ قرآن مجید کی تلاوت اور نماز و تہجد میں مشغول رہنے، حتیٰ کہ حج بیت اللہ سے بھی مشرف ہوئے۔

جگر مراد آبادی کے کلام کے تین مجموعے منظر عام پر آچکے ہیں۔ داغ جگر، شعلۂ طور اور آتش گل۔ ان تینوں مجموعوں کے ساتھ آپ کے تین مختلف دور منسلک ہیں۔ پہلا دور لاابالی پن کا ہے جس کا مظہر "داغ جگر" ہے۔ اس میں آپ کے ابتدائی کلام ہیں۔ دوسرا دور رجوانی کی تندی و شوخی اور مے نوشی کا ہے جس کا ترجمان "شعلہ طور" ہے۔ اس مجموعہ میں عشق و محبت کی کیفیت کو بھرپور جذبات اور پورے جوش و خروش کے ساتھ بے جھجک پیش کیا گیا ہے۔ تیسرا اور آپ کی زندگی کا آخری دور انتہائی سلیقہ مندی، میانہ روی اور پاک باطنی کا دور ہے۔ اسی دور کی پیداوار "آتش گل" ہے۔ جس میں حضرت جگر اخلاق و انسانیت کے پیکر، خود دار و غیور شاعر اور ایک وطن پرست مسلمان نظر آتے ہیں۔ داغ جگر ۱۹۲۸ء میں اعظم گڑھ سے شائع ہوا، شعلہ طور ۱۹۳۵ء میں مکتبہ جامعہ سے طبع ہوا، اور آتش گل ۱۹۵۵ء میں لاہور سے اشاعت پذیر ہوا۔ اس ایڈیشن پر ۱۹۵۸ء میں آپ کو ساہتیہ اکیڈمی نے پانچ ہزار روپے کا گراں قدر انعام ۵۷-۵۶-۱۹۵۵ء کی بہترین اردو کتاب قرار دیتے ہوئے دیا۔ دسمبر ۱۹۵۹ء میں مسلم یونیورسٹی علی گڑھ نے جگر صاحب کو ڈی۔ لٹ کی اعزازی ڈگری عطا کی۔ ہندوستان کے وزیر اعظم پنڈت جواہر لال نہرو بھی آپ کے قدر شناسوں میں تھے۔ زندگی کے آخری دور میں آپ کو مرکزی حکومت نے دو سو روپے ماہانہ اور حکومت اتر پردیش نے ڈیڑھ سو روپے ماہانہ کا وظیفہ دیا جو تاحیات ملتا رہا۔

جگر صاحب نے اپنے استاد حضرت اصغر گونڈوی کی بیوہ سے عقد کر لیا تھا اور گونڈہ ہی میں مستقل طور پر سکونت پذیر ہو گئے تھے

(پٹنہ سے نشر)

میرا تخلیقی عمل

شمس الرحمٰن فاروقی

تخلیقی عمل کی نفسیات کے بارے میں تھوڑی بہت معلومات ہمیں حاصل ہیں۔ لیکن یہ معلومات ہمیں شعر کی ماہیت یا شعر کی مفہوم پذیری کے بارے میں کوئی خاص بصیرت نہیں عطا کرتیں۔ جدید زمانے میں تخلیقی عمل پر پہلا اہم کام فرائڈ کا تھا اور قدیم زمانے میں افلاطون اور ارسطو کا۔ افلاطون اور ارسطو نے تخلیقی عمل کو ایک ایسی ذہنی قوت کا اظہار بتایا ہے جو مدہوش مندروں اور دیوانوں میں مشترک ہوتی ہے۔ اس قوت کے نتیجے میں شاعر ہر اس شے یا شخص کی داخلی زندگی اپنے اوپر طاری کر لیتا ہے جس کے بارے میں وہ شعر کہہ رہا ہے۔ یہ بیانات ہمیں اس بات کے بارے میں کوئی معلومات نہیں مہیا کرتے کہ شاعر اس داخلی زندگی کو خود پر طاری کرنے کی صلاحیت کہاں سے حاصل کرتا ہے؟ مشرقی شعریات اور فلسفہ میں تخلیقی عمل سے کوئی خاص دلچسپی کا سراغ نہیں ملتا۔ غالباً اس وجہ سے کہ مشرقی مفکرین اس نکتے سے واقف تھے کہ تخلیقی عمل ہر فنکار کیلئے unique ہوتا ہے۔ لہٰذا اس کے بارے میں خیال آرائی سے کوئی خاص فائدہ نہیں۔ مشرقی افکار میں بس یہی باتیں ملتی ہیں کہ شاعر کو خدا کی طرف سے الہام ہوتا ہے۔ یا یہ کہ شاعر تخیل کے ذریعہ عام اشیا کو نئی ترتیبوں سے پیش کرتا ہے۔ فرائڈ نے البتہ تخلیقی عمل اور لطیفے کا نظریہ وضع کر کے یہ بتایا کہ تخلیقی عمل کی پشت پر انسانی لاشعور اور شعور کے کون سے محرکات کارفرما ہوتے ہیں۔ لیکن جیسا کہ کارل پوپر نے کہا ہے، فرائڈ کے نظریات کچھ اس طرح کے ہیں کہ کوئی انسان جو کچھ بھی کرے، اس کی توجیہ ان نظریات سے نکل سکتی ہے۔ یعنی اگر کوئی کنجوس ہے یا وعدہ خلاف ہے یا تنگ نظر ہے یا فیاض ہے یا ذہنی مریض ہے یا اعلیٰ درجے کا کھلاڑی ہے، جو کچھ بھی ہے، اس سب کی توجیہ تحلیل نفسی کے ذریعہ ممکن ہے۔ لہٰذا بقول پوپر فرائڈ کے نظریات ہر چیز کی توجیہ کر دیتے ہیں، یعنی وہ کسی بھی چیز کی توجیہ نہیں کر پاتے۔ یعنی فرائڈ کے یہاں اس چیز کی کمی ہے جس کی بنا پر ہم باتوں کو رد یا ثابت کر سکتے ہیں یا ان کے بارے میں پیشین گوئی کر سکتے ہیں۔

تخلیقی عمل کی نفسیات کے بارے میں ہماری معلومات کے اس نقص کو دیکھتے ہوئے یہ کہنا مشکل ہے کہ اگر میں اپنے تخلیقی عمل کے بارے میں آپ کو کچھ بتاؤں تو اس سے آپ شاعری یا شاعر یا تخلیقی عمل کے بارے میں کچھ ایسے نتائج نکال سکیں گے۔ جن کا اطلاق اکثر نہیں تو بہت سے شاعروں پر ہو سکے۔ بہرحال، اب جب آپ کی خدمت میں حاضر ہی ہوا ہوں تو کچھ عرض کرنا ضروری ہے۔

سب سے پہلی بات تو یہ کہ میں کسی واقعے یا حادثے یا سانحے یا صورت حال سے متاثر ہو کر شعر نہیں کہہ سکتا۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ ایسے مواقع پر اگر شعر کہنا پڑ جائے تو میں شعر نہ موزوں کر سکوں گا۔ اس کے برخلاف، فرمائشی موقعوں پر میں نے فی البدیہہ اشعار کثرت سے کہے ہیں۔ مثلاً شادی کے سہرے، دوستوں کی ہجو وغیرہ۔ لیکن میں ان کاوشوں کو شاعری نہیں مانتا۔ میں انھیں زیادہ سے زیادہ منظوم کلام اور تفریحی مشق کہہ سکتا ہوں، ایسے اشعار کو شاعری نہ ماننے سے میرا مطلب یہ نہیں کہ میں ان میں شاعرانہ محاسن نہیں دیکھتا۔ بلکہ میرا مطلب یہ ہے کہ میں ایسے کلام کو شاعری ماننے سے قاصر ہوں جسے کسی مخصوص موقع کیلیے لکھا جائے یا جو کسی مخصوص موقع پر ہی استعمال ہو سکے۔

عام طور پر میں نظم یا غزل کا آغاز کسی مصرعے سے کرتا ہوں، کسی خیال یا موضوع سے نہیں۔ یعنی میں کوئی موضوع یا خیال ذہن میں رکھ کر شعر کہنا نہیں شروع کرتا۔ غزل اور رباعی کیلیے تو زمین اکثر ہی نقطۂ آغاز بن جاتی ہے۔ اکثر ایسا ہوا ہے کہ کوئی مصرع بن گیا، لیکن اس کی زمین مجھے پسند نہ آئی، تو میں نے وہ مصرع ترک کر دیا۔ قافیہ پیمائی مجھے بہت اچھی لگتی ہے۔ یعنی ردیف میں جھنکار کتنی ہے اور قافیہ ایسا ہے کہ نہیں کہ جس کے ذریعہ مزید جھنکار حاصل ہو سکے۔ میں اکثر غزل شروع کرنے سے پہلے قافیوں پر غور کر لیتا ہوں کہ زمین اچھے (یعنی میرے مطلب کے) قافیے ہیں کہ نہیں۔ میں یہ جانتا ہوں کہ پرانے استادوں کی زمینوں میں ہزاروں قافیے ایسے ہیں جن کو میں نظم نہیں کر سکتا۔ یعنی ان قافیوں کے ذریعہ شعر کا وہ ماحول اور مزاج نہیں بن سکتا جو میرا مدعا اور مقصود ہے۔ مصرع طرح پر غزل کہنا میرے لیے بے طرح کہنے سے آسان ہوتا ہے۔ یہ بھی ہوتا ہے کہ میں مہینوں شعر نہیں کہتا لیکن اگر کسی دوست سے کسی طرحی مصرعے پر کہنے کا اصرار ہوتا ہے تو میں پانچ سات شعر کہہ سکتا ہوں۔ یہ ضرور ہے کہ لمبی غزل سے مجھے وحشت ہوتی ہے کسی زمین میں چار یا پانچ شعر کہہ لینے کے بعد میرا دل اس سے اچاٹ ہونے لگتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ میری کم غزلیں پانچ اشعار سے زیادہ کی ہیں۔ نو شعر کی شاید ایک غزل میں نے کہی ہے، سات شعر کی دو تین ہوں گی۔

مجھے مصرعے موزوں کرنے میں کوئی مشکل نہیں ہوتی لیکن بہت کم مصرعے ایسے ہیں جنھیں میں نے ان کی پہلی شکل پر قائم رکھا ہو۔ زیادہ تر مصرعے تو موزوں ہوتے ہی مسترد ہو جاتے ہیں ایسے موقعوں پر میں اپنے کو دل میں، اور کبھی کبھی بہ آواز بلند برا بھلا کہتا ہوں کہ کم بخت تجھے شاعر بننے کو کس حکیم نے کہا ہے تو بھلا شاعری کیا کرے گا؟ لہٰذا میرے اکثر شعر کئی کئی بار کی ترمیم، رد و قبول اور غور و فکر کے بعد موجودہ شکل کو پہنچے ہیں۔ بلکہ جو شعر اپنی اصلی شکل پر قائم ہیں ان کے بارے میں شروع شروع میں بہت شک رہتا ہے کہ وہ ٹھیک ہیں بھی کہ نہیں۔ یہ ضروری ہے کہ میں کسی مصرعے یا شعر کو اسی وقت قبول کرتا ہوں جب مجھے وہ خیال آ جاتا ہے جسے انگریزی میں click کرنا کہتے ہیں، یعنی ایسا لگنے لگتا ہے کہ معاملہ اب ٹھیک ہو گیا۔

اکثر ایسا ہوتا ہے کہ میں الفاظ کو اس شعر کا متحمل نہیں پاتا جس کی طرف خیال مجھے لے جاتا ہوا معلوم ہوتا ہے کہ شعر کسی طرف جاتا ہے اور خیال کسی طرف۔ ایسی صورت میں فتح ہمیشہ شعر کی ہوتی ہے۔ چاہے وہ وزن کی مجبوری ہو یا قافیے کی، چاہے آہنگ کی۔ لیکن ایسی مجبوریاں آ پڑتی ہیں جن کی بنا پر میں اس خیال کو نظم نہیں کر پاتا جو شروع شروع میں میرے ذہن میں تھا لیکن چونکہ میں خیال کو چنداں اہمیت نہیں دیتا۔ اس لیے مجھے اس بات پر کوئی تشویش نہیں ہوتی۔ میں اس شعر کو کامیاب سمجھتا ہوں جس کا آہنگ مجھے اچھا معلوم ہو۔ میرا تجربہ یہ ہے کہ جس شعر کا آہنگ اچھا ہوتا ہے اس کے معنی بھی اچھے ہوتے ہیں۔

غزل کی طرح نظم بھی میں کسی خیال کا پابند ہو کر نہیں شروع کرتا۔ میری نظم کا نقطۂ آغاز عام طور پہ کوئی مبہم سا آہنگ یا کوئی پیکر یا کوئی انوکھا احساس ہوتا ہے۔ اس کی متابعت کرتے ہوئے میں کوئی مصرعہ موزوں کر لیتا ہوں۔ پھر نظم کو اس کے چاروں طرف بنتا ہوں، یا بننے کے لیے چھوڑ دیتا ہوں۔ نظم جب پوری ہو جاتی ہے تو میں غور کرنے بیٹھتا ہوں کہ میں نے اس میں کیا کہا ہے۔ کبھی کبھی کوئی بے نام سا احساس میرے لیے نظم کا آغاز بن جاتا ہے۔ ورنہ بنیادی طور پر میری نظم بے سمت ہوتی ہے۔ نظم کہنے کے دوران میں اس میں وہ چیزیں ڈالتا جاتا ہوں جو میرے خیال میں اس نظم میں فٹ ہو سکتی ہیں۔ اگر کچھ چیزیں ایسی ہیں جنھیں میں ڈالنا چاہتا ہوں۔ لیکن وہ نظم میں فٹ نہیں ہو رہی ہیں، تو میں خوشی خوشی ان چیزوں کو نظر انداز کر دیتا ہوں۔ نظم کے ختم ہونے کا احساس مجھے اس طرح ہوتا ہے کہ میں یہ محسوس کرنے لگتا ہوں کہ اب اس نظم میں ڈالنے کے لیے کوئی چیز نہیں ہے، یا اب صرف وہ چیزیں ہیں جو میں نظم میں ڈالنے سے قاصر ہوں۔

میں کم کم یا کثرت سے شعر نہیں کہتا۔ لیکن شعر موزوں ہونے سے پہلے مجھ پر بہت دیر تک، اور اکثر کئی دن تک

ایک گھٹن سی چھائی رہتی ہے۔ ایسا لگتا ہے جیسے میرے سینے میں سانس رُکی پڑی ہے۔ ذہن پر بے نام سا بوجھ محسوس ہوتا ہے۔ ایسی کیفیت جب جاری ہوتی ہے تو میں جان لیتا ہوں کہ اب مجھے شعر کہنا ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ جب جب ایسی کیفیت ہو تو میں شعر کہہ ہی لوں۔ لیکن یہ ضرور ہے کہ ایسی کیفیت کے علاوہ کسی اور کیفیت میں مجھ سے شعر نہیں ہوتا۔ مصرعہ طرح پر غزل کہنے کے لیے بھی میں یہی کرتا ہوں کہ خود سے کہہ دیتا ہوں کہ تمہیں اس طرح میں شعر کہنا ہے۔ پھر ذہن کو آزاد چھوڑ دیتا ہوں۔ کسی نہ کسی وقت وہ گھٹن والی حالت پیدا ہو جاتی ہے اور میں بھلے برے شعر موزوں کر لیتا ہوں۔ سب شعر ایک نشست میں نہیں ہوتے لیکن زیادہ تر شعر چند دنوں کے اندر ہو جاتے ہیں۔ ہاں اگر وقت کی پابندی نہ ہو تو میں ایک ہی مصرعے یا ایک ہی شعر کو کئی کئی ہفتوں بٹھا رہ سکتا ہوں۔

بعض تجربات، واقعات یا مشاہدات کے نتیجے میں میں نے کبھی کبھی شعر کہا ہے۔ لیکن ایک بار کے علاوہ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کسی مشاہدے یا واقعے کو میں نے فوراً یا جلد از جلد نظم یا شعر میں ڈھال دیا ہو۔ عام طور پر تجربے، مشاہدے یا واقعے کے بہت بعد بلکہ کبھی کبھی تو اسے بالکل بھول جانے کے بعد میں اسے کسی نظم کی شکل میں دوبارہ موجود ہوتے ہوئے دیکھتا ہوں۔ میری نظم ہمیشہ کسی اتفاقی پیکر، کسی اچانک سوجھے ہوئے استعارے یا آدھے مصرعے سے شروع ہوتی ہے۔ ایسا کبھی نہیں ہوا کہ میں نے کسی شاعر کی نظم یا شعر سے متاثر ہو کر باقاعدہ کچھ کہنے کی کوشش کی ہو۔ لیکن یہ ضرور ہوا ہے کہ بعض شعرا کی نظموں کے آہنگ نے مجھے اس درجہ متحرک کیا ہے کہ میں نے نظم کہہ دی ہے۔ مثال کے طور پر "نمود پر شکستہ شب" جو شاید میری بہترین نظم ہے، اس کا نقطۂ آغاز [illegible] کی ایک نظم کا آہنگ ہے۔ یہ بالکل الگ بات ہے کہ میری نظم مرادآباد کے المیے کے پس منظر میں وجود میں آئی ہے۔ یہ بھی بالکل الگ بات ہے کہ بظاہر اس نظم میں مرادآباد کے بارے میں ایک لفظ بھی نہیں ہے۔

جانوروں، بچوں اور رات کے مناظر کا ذکر ہمیشہ مجھے بہت اچھا لگتا ہے۔ میرا خیال ہے ہمارے زمانے میں کم شاعر ایسے ہوں گے جنھوں نے جانوروں اور بچوں کا اس کثرت سے ذکر کیا ہو۔ میرے لیے وہ نظم یا شعر سب سے آسانی سے مکمل ہو جاتی ہے جس میں ان میں سے کسی چیز کا ذکر ہو۔ آخر میں ایک رباعی سن لیجیے جس میں رات اور جانور کا تذکرہ ہے۔ لیکن اس پر جو مضمون تعمیر کیا گیا ہے وہ بالکل مختلف ہے۔

جنگل کی گھنی چھاؤں میں خوشبو کی چمک
چشم بے خواب زرد جگنو کی چمک
بستر پہ دراز یار دلجو کی چمک
شب دشت مگر چاندنی آہو کی چمک

(اُردو سروس سے)

ہندوستان اور خلائی تکنیک

اسرار احمد

ایپل، انسیٹ ون اے اور انسیٹ ون بی کی کامیابیوں کے بعد اپریل ۱۹۸۴ء میں ہندوستان کا پہلا خلاباز اپنی مقررہ آٹھ دن کی کامیاب اڑان کے بعد بہ حفاظت واپس آگیا۔ . . . . . جس طرح بھارت نے قلیل مدت میں جدید سائنس اور خلائی تکنیک میں مہارت حاصل کی ہے اس کی مثال مشکل سے ملے گی۔ اپنی خلائی کامیابیوں کی بنیاد پر بھارت میں انتہائی خود اعتمادی کے ساتھ خلائی پروگرام بنائے جا رہے ہیں اور امید ہے کہ آئندہ سالوں میں بھارت دنیا کے خلائی پروگرام والے صف اول کے ممالک کی فہرست میں آجائے گا۔

ہندوستان کا خلائی مصنوعی سیارہ انسیٹ ون بی اس وقت خلائی مدار میں زمین سے ۳۵ ہزار کلومیٹر کی دوری پر واقع ہے۔ اور خلا سے مواصلاتی ترسیل ملک گیر پیمانے پر ٹی وی پروگرام دکھانے اور زمینی تصاویر لینے کا کام بخوبی کر رہا ہے جس کی مدد سے موسمیاتی پیش گوئی کی جاتی ہیں۔ انسیٹ ون۔بی نے اپنی ایک سالہ زندگی میں اپنا نشانہ مکمل کر لیا ہے۔ وزارت اطلاعات و نشریات کے مطابق اس کی ذمہ داری بڑھا کر دوگنی کر دی گئی ہے کیونکہ اس کی کارکردگی انتہائی تسلی بخش پائی گئی ہے۔ ذرائع کے مطابق انسیٹ ون۔بی کو ستمبر ۸۴ تک ایک ہزار آٹھ سو چھیالیس سرکٹ دیئے جا چکے ہیں جن میں دو سو چالیس "ہاٹ اسٹینڈ بائی" سرکٹ ہیں۔ انسیٹ ون۔بی کی قابل ذکر خدمات میں راکیش شرما کا خلائی سفر ملک گیر پیمانے پر دکھانا اور قومی سلسلے کے ٹی۔ وی پروگرام پیش کرنا ہیں۔ ۱۱ فروری ۸۴ء کو آنجہانی محترمہ اندرا گاندھی نے اس سیارے کو قوم کے نام وقف کر دیا تھا۔

اس کے علاوہ اسپیس ایپلی کیشنز سینٹر میں ریموٹ سینسنگ پروجیکٹ کے چیرمین ڈاکٹر پی۔ ڈی۔ بھاوسر نے حال ہی میں انکشاف کیا ہے کہ ہندوستان کا پہلا دور تاثراتی حساس سیارہ آئی آر ایس ون ۱۹۸۶ء کے آغاز میں داغا جائے گا۔ اس سے آبی ذرائع اور وسائل، طوفان۔ سمندری آثار چڑھاؤ، ہواؤں کے جھکڑ، سیلاب اور بخارات وغیرہ کا مکمل جائزہ و مطالعہ کیا جائے گا۔

ڈاکٹر یو آر راؤ، ڈائرکٹر انڈین اسپیس ریسرچ آرگنائزیشن نے حال ہی میں بتایا ہے کہ بھارت ۱۹۹۰ء تک اپنا بنایا ہوا "جیو اسٹیشنری لانچر" آئندہ خلا میں بھیجے جانے والے انسیٹ مصنوعی سیاروں کے داغنے کے لیے استعمال کرے گا اس اہم کام کے لیے حکومت نے قوانین و ضوابط تیار کر کے انسیٹ۔ ٹو مصنوعی سیارے تیار کرنا شروع کر دیئے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ انسیٹ ون سی اور انسیٹ بردار خلائی لانچر بھی ملک ہی میں تیار کیے جائیں گے۔ کیونکہ ابھی تک خلا میں بھیجے جانے والے مصنوعی سیارے کے لیے دیگر ممالک کے خلائی شٹل اور لانچنگ پیڈ استعمال ہوتے رہے ہیں۔

ہندوستان کے پہلے خلائی مسافر اسکواڈرن لیڈر راکیش شرما کے کامیاب خلائی سفر کے بعد ہندوستانی خلائی تحقیقی ادارے نے اب دوسرا خلائی مسافر بھیجنے کا تہیہ کیا ہے۔ جو ایک ڈاکٹر یا سائنسداں ہوگا۔ امریکہ کے قومی ہوا بازی اور خلائی انتظام کے ادارے 'ناسا' نے یہ پیش کش کی ہے کہ ۱۹۸۶ء تک خلا میں جانے والے انسیٹ۔ ون سی کے خلائی شٹل میں ایک ہندوستانی خلائی سائنسداں بھیجا جائے۔ مزید یہ کہ ہندوستان کا قومی خلائی تحقیقی ادارہ اور امریکی خلائی تحقیقی ادارہ مل کر ان تجربات پر کام کریں گے جو ہندوستانی اور امریکی سائنسداں خلا میں کریں گے۔ راکیش شرما جو روسی خلائی کیپسول "سیوز" میں گئے تھے ان کی اڑان سے اس بار کی اڑان بالکل مختلف ہوگی۔ کیونکہ شٹل کا زمین سے اڑنے اور اترنے کا انداز بالکل جہاز کی طرح ہوتا ہے اور اس کیلئے کسی خاص تربیت یا مشق کی ضرورت نہیں ہوگی۔ ہندوستان کے لیے انسیٹ۔ ون سی امریکہ کی فورڈ ایرو اسپیس کمپنی تیار کر رہی ہے۔

ہندوستانی خلائی تکنیک اور اس کی ترقی کے اس مختصر سے جائزے سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ہندوستان اپنے محدود وسائل کے باوجود دنیا کے ترقی یافتہ ممالک سے اس دوڑ میں پیچھے نہیں ہے۔

(رامپور سے نشر)

اسرار احمد
لیکچرر گورنمنٹ حامد انٹر کالج۔ رامپور

ہندی میں نئی کہانی

بادشاہ حسین رضوی

ہندی نئی کہانی پر بات کرتے وقت کہانی سے متعلق ان تمام تحریکوں پر دھیان دینا ہوگا جن سے ہندی کہانی کو گزرنا پڑا ہے۔ ہندی میں نئی کہانی نے ۱۹۶۰ء کے آس پاس تحریک کی شکل اختیار کی۔ اس تحریک کے ساتھ ہی ساتھ سمکالین کہانی آندولن بھی چل رہا تھا۔ اس تحریک کے بعد آ کہانی۔ سچیتن کہانی اور پھر ساٹھ کہانی ابھر کر سامنے آئیں۔ ان تحریکوں کے تحت لکھی جانے والی کہانیوں کے اسلوب، زبان، مواد اور بناوٹ کا بغور جائزہ لیں تو کچھ زیادہ فرق نظر نہیں آتا۔ بات کافی لمبی ہو جائے گی اس لیے اس وقت ہم یہاں ہندی نئی کہانی تحریک کا ہی جائزہ لیں گے۔

ہندی نئی کہانی کی تحریک نئی کہانیاں، میگزین کی اشاعت سے شروع ہوئی۔ اس وقت اس میگزین کے مدیر ہندی کے مشہور و معروف ترقی پسند افسانہ نگار بھیرو پرشاد گپت تھے۔ پھر ان کے بعد اس میگزین کی ادارت کا کام کتھاکار کملیشور نے سنبھالا۔ کملیشور، راجندر یادو اور موہن راکیش یہ تینوں کتھاکار اس تحریک کے روح رواں سمجھے جاتے ہیں۔ نرمل ورما بھی اپنی مخصوص زبان اور اسلوب کی وجہ سے ایک مضبوط ستون کا درجہ رکھتے ہیں۔

آزادی کے بعد لکھی گئی کہانیوں کا مطالعہ کرنے سے یہ واضح ہوتا ہے کہ ہندی کہانی کاروں کے ایک طبقے نے مغربی افسانہ نگاروں کے اسلوب کو اپنی کہانی میں اتارنے کی کوشش کی۔ یہاں اسلوب سے مراد ہے کہانی کا مکمل ڈھانچہ یا اسٹرکچر۔ اپنے سے پہلے کی پیڑھی سے اپنی الگ اور مخصوص پہچان بنانے کے لیے اس وقت ان کتھاروں نے اپنی کہانی کو سمجھانے کے لیے ان پر لمبے لمبے مضامین لکھنے کا سلسلہ شروع کیا۔ یعنی کہانی کار نے قاری کو سمجھانے کی کوشش کی کہ فلاں کہانی کو اس نقطۂ نگاہ سے پڑھا اور سمجھا جائے۔ یہ عمل بھی تخلیقی نظریے کے تحت کم بلکہ شہرت پانے اور اسٹیبلش ہونے کے لیے کیا گیا۔

یہ بہت حد تک صحیح ہے کہ اس عہد کا کہانی کار اپنے سے پہلے کے کہانی کار سے زیادہ پڑھا لکھا اور بالغ النظر رہا ہے اس لیے اس نے مغرب کے ان سبھی وادوں (ازموں) کو پچانے کی کوشش کی جو مغرب میں بہت پہلے ابھر کر تقریباً بس ہو چکے تھے مغرب کا "سا بینیک بگ بودھ" عصری آگہی کوئی چالیس پچاس برسوں کے بعد بطور تحریک رونما ہوا۔ اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ آزادی کے بعد کہانی میں مارکس، فرائڈ کے علاوہ البر تے کامو، ژاں پال سارتر اور کافکا کا نام اور ان کی سوچ و فکر بھی شامل ہو گئی دوسرے لفظوں میں مارکس اور فرائڈ سے آگے اب "استتو واد" یعنی وجودیت کی بات بڑے زور و شور سے کی جانے لگی۔

ایک طرف جہاں نئی کہانی نے پریم چند کی "سمودادی چیتنا" یعنی طبقاتی سمجھ کا اختلاف کیا اور پرانی کہانی کی بگڑی ہوئی صورت کے ردعمل میں رواں دواں زندگی کی سچائیوں سے جڑ چکی ہے وہیں دوسری طرف اس کا اپنا سفر کئی پر پیچ راہوں سے گزرا ہے "منوگت وادی" اور "منو وگیانک" کتھاکاروں کی اشاریت بوجھل علامتوں اور فینٹسی سے ہوتے ہوئے غیر معروف و اچھوتی زمین سے کہانی کی تلاش میں آگے چل کر وجود کا کرب، بے چینی، بے یقینی، فالتو پن، نہ سمجھنے کا درد، الگ تھلگ پڑ جانے اور تنہائی کا احساس

وغیرہ ایسے ہی احساسات سے کہانی خود کو جڑا پاتی ہے۔

نئی کہانی کے متعلق کملیشور نے لکھا ہے: "نئی کہانی پہلے اور مول روپ سے جیون انوبھو ہے۔ اس کے بعد کہانی۔ انھوں نے انوبھوتی پرمانکتا تجربے کی گہرائی اور سچائی کو ہی کہانی کا خاص جزو مانا ہے۔ ان کے مطابق پرانے کہانی کاروں کا راستہ ادب سے زندگی کی طرف جاتا تھا۔ مگر نئی کہانی، زندگی سے ادب کی طرف جانے کا راستہ ہے۔ کملیشور نے نئی کہانی کے آدمی کو بھی [illegible] کرنے کی کوشش کی ہے۔" شاید یہ کم مہتو پورن نہیں ہے کہ ہندو، مسلمان، عیسائی، شیو، ویشنو، ساس، ننند، سوتیلی ماں، شرابی پتی، سوت جیسے دھرم مولک اور پرورتی مولک یا ترون اور ان میل وواہ، ودھوا کی دردشا، ماترہین بچوں کی دکھ بھری کہانی زمینداری کا ہنٹر اور جھوٹے نعرے لگاتے جلوسوں کی سطحی دنیا سے کہانی کو نکال کر نئی کہانی نے ہمیں مانوی سنکٹ، آدمی کی اپنی دنیا اور استتو کے روبرو لا کر کھڑا کر دیا۔"

کملیشور کے اس بیان سے یہ بات بہت واضح ڈھنگ سے سامنے آتی ہے کہ نئی کہانی خود کو کسی روایت سے جڑی ہوئی نہیں پاتی اور یہ آدمی کو اس کی اپنی دنیا کے روبرو لا کر کھڑا کرتی ہے اور اس کے اپنے ہونے اور وجود کا احساس دلاتی ہے۔ اسی سلسلے میں راجندر یادو کا بیان 'نئی کہانی' کو سمجھنے میں ہماری مدد کرتا ہے۔ راجندر یادو لکھتے ہیں:

"شاید یہی کارن ہے کہ ہمارے کتھاکال کی ساری کہانیاں نئے سمبندھوں کے بننے کی کہانیاں نہیں، سمبندھوں کے ٹوٹنے کی کہانیاں ہیں۔ سارے سمبندھوں سے ٹوٹا ہوا ویکتی ادھک سے ادھک اکیلا، اجنبی ہوتا جاتا ہے پچھلی پیڑھی کے پرتی اوشواس، گھر ٹوٹا اور آپس میں آپری چے، اشیچے ہی پتھارتھ نئی کہانی کے مادھیم سے بار بار آیا۔"

موہن راکیش کا کہنا ہے کہ نئی کہانی کا نیا پن روایت سے بغاوت میں ہے راجندر یادو بھی کسی روایت کو نہیں مانتے۔ نرمل ورما نے بھی صاف لفظوں میں پریم چند کو صرف جھایا اور [illegible] مان کر کہانی کی موت کا اعلان کر دیا۔

نئی کہانی کے علمبردار حالانکہ خود کو کسی روایت سے جڑا ہوا نہیں مانتے تاہم یہاں یہ بات غور طلب ہے کہ پریم چند نے اپنے تخلیقی سفر کے اواخر میں پوس کی رات، سوا سیر گیہوں، شطرنج کے کھلاڑی، اور کفن وغیرہ کہانیاں لکھیں جو اپنی الگ پہچان بناتی ہیں۔ ان کہانیوں میں کہانی کا روایتی ڈھانچہ بری طرح ٹوٹتا ہوا نظر آتا ہے ان کہانیوں میں قاری کہانی کے اختتام کی طرف تیزی سے بھاگتا نہیں یا پھر سانس روک کر کلائمکس کا انتظار نہیں کرتا بلکہ کہانی کے ہر موڑ پر ہر نقطہ پر مڑ کر سوچتا ہے۔ شریک ہوتا ہے۔ یہ کلا چیخوف سے ملتی جلتی ہے نئی کہانی کے کتھاکاروں نے اس کی اہمیت کو سمجھا، کہنا غلط نہ ہوگا کہ نئی کہانی نے اسی اسلوب کو اپنایا، خاص کر کفن کہانی کی تکنیک کو۔

اپنی جڑوں اور روایت سے کٹنے کی کوشش نے نئی کہانی کو آگے چل کر، وِدادی کا روادی بھٹکاؤں۔ سیکس، کنٹھا، انتشار، گھٹن، مایوسی، الگاؤ اور بے اصولی کے اندھیرے میں لے جا کر مغربی 'نیا ؤ دھارا' میں الجھا دیا۔

اس عہد کی کچھ کہانیوں پر غور کریں تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ موہن راکیش نے اپنی کہانیوں میں الگاؤ اور اجنبی پن کے بیچ سے انسانی احساس کے نازک اور باریک پہلوؤں کو ابھارا ہے۔ ایک اور زندگی، کہانی کا مرکزی کردار نہ اپنی مطلوبہ زندگی کو اپنا پاتا ہے اور نہ چھوڑی ہوئی زندگی سے ہی سے ناطہ توڑ پاتا ہے۔ نرمل ورما کی 'پرایا شہر' اور 'لندن کی ایک رات' میں نہ تو وہ مقام جہاں وہ پیدا ہوا، اس کا ہے اور نہ وہ شہر کہ جہاں وہ رہ رہا ہے وہ دونوں جگہوں پر پرایا پن، اجنبیت محسوس کرتا ہے کملیشور کی 'کھوئی ہوئی دشائیں' میں یہ احساس اس نقطۂ عروج پر پہنچ جاتا ہے کہ اجنبیت کی ہلکی سی چوٹ اسے اپنے ہونے کے یقین سے بھی ڈگمگا دیتی ہے۔

سماجی تعلقات سے کٹا ہوا آدمی اپنے اندر ایک مسلسل جنگ سے گزرتا رہتا ہے تب وہ پورے سماج میں اپنی جگہ کی تلاش کرتا ہے۔ وہ سوچتا ہے کہ اس کی ضرورت اس سماج میں

کہاں ہے ! یہ سوال صرف سماج میں معاشی نابرابری اور بدحالی کا نہیں ہے یہ سوال اس کے ہونے یا نہ ہونے کا ہے۔ اس کے اپنے وجود کا ہے۔ یہی اجنبیت اور غیریت کا احساس اس کے اندر موت کا خوف پیدا کرتا ہے جس سے وہ بُری طرح پریشان ہو جاتا ہے۔ ودھوناتھ سنگھ کی 'سب ٹھیک ہو جائے گا' اور آئس برگ۔ نرمل ورما کی 'پرندے' اور اوشا پریم ودا کی 'واپسی' ایسی ہی جو حال میں جو ہے سو ہے میں جی رہے ہیں۔ کہیں کہیں ان کی محرومی غصے میں کردار Frustrated ہیں اور اپنے اندر کی کش مکش سے تنگ۔

ایک طرح سے اس دور کی کہانیوں میں ایک طرف خوفزدہ چیخ ہے تو دوسری طرف اکیلے پن کی ٹھنڈی خاموشی۔

فرد کو جوڑنے والی ایک اہم کڑی ہوتی ہے اس کا خاندان، خاندان فرد اور سماج کے بیچ ایک پل کی حیثیت رکھتا ہے۔ خاندان کا یہ روایتی ڈھانچہ پریم چند کے زمانے میں ٹوٹ چلا تھا۔ روٹی روزی کے چکر میں آدمی اپنی جائے ولادت اور خاندان سے چھٹک کر دور چلا گیا تھا۔ . . شہری زندگی کی چمک دمک، سائنسی آسانیاں Materialistic نظریے کو جنم دیتی ہے ایسے کردار نئی کہانی سے پہلے لگتے جتیندر اور یشپال کی کہانیوں میں بھی نظر آجاتے ہیں لیکن ۱۹۶۰ء کے بعد حالات یکدم سے بدل جاتے ہیں۔ ٹوٹتے رشتوں اور بکھراؤ کے اس سلسلے میں سب سے پہلے ماں، باپ کو لے کر نئی نسل کا بدلتا ہوا رُخ دکھائی دیتا ہے ان بزرگوں کی قربانیوں، ان کی محبت شفقت وغیرہ سے بیزاری اور بے یقینی کہانیوں کے موضوع بنے۔ کرم ناشا (شیو پرشاد سنگھ) آردرا (موہن راکیش) دیوا کی ماں (کملیشور) رانی ماں کا چبوترہ (منو بھنڈاری) ایسی بہت سی کہانیاں ہیں جن میں ماں کی ممتا کے چشمے بچوں کے لیے خشک چٹخنی بھٹی بن جاتے ہیں۔ گاؤں میں رہتے ماں باپ، شہروں کے پڑھے لکھے بیٹوں کے لیے بوجھ بن جاتے ہیں۔ وہ اپنے رشتوں کو بتانے میں شرم محسوس کرتے ہیں بھیشم ساہنی کی چیف کی دعوت۔ قاری کو اندر تک مانجھ کر رکھ دیتی ہے۔

مشترکہ خاندان کی ٹوٹتی ہوئی کڑی کا اختتام یہیں پر نہیں ہو جاتا۔ پریم چند کی شنکھ ناد، بڑے گھر کی بیٹی۔ کے کردار بعد میں ایک دوسرے کے گلے ملتے ہیں۔ وہیں حالات کے ہاتھوں کھلونا بن کر، منوہر چوہان کی (گم کھسترا) اور رمیش بخشی کی (شیری) میں ایک دوسرے سے وہ تکلفاً بھی جڑے ہوئے نہیں دکھائی دیتے۔

مرد و عورت کے آپسی رشتوں کو لے کر نئی کہانی کے کہانی کاروں نے مختلف زاویوں سے بہت سی کہانیاں لکھی ہیں۔ ان کے مطابق ٹوٹتے ہوئے اور ناکام آدمی کا فرسٹریشن جنسی کہانیوں کی صورت میں نمودار ہوا۔ کرشن بلدیو وید کی زیادہ تر (دوسروں کے پیر) موہن راکیش (مس پال) رودھناتھ سنگھ (رکت پات) منو بھنڈاری (چھے، اونچائی) راجندر یادو (ٹوٹنا) اوشا پریم ودا (کچھلیاں) وغیرہ مرد و عورت کے جنسی تعلقات پر ہی لکھی گئی ہیں۔ یہ سب اس انداز میں ہوا کہ جیسے مرد و عورت کے درمیان سیکس کے علاوہ زندگی کے دوسرے مسائل نہیں ہو سکتے۔

سیکس سے ہٹ کر بھی ان کہانی کاروں نے حقیقی زندگی کی تصویر بھی پیش کی ہے۔ کملیشور (جو لکھا نہیں جاتا راجہ نربنیا) موہن راکیش (اُپرِ لت) راجندر یادو (ایک کمزور لڑکی کی کہانی، پرانے نالے پر نیا فلیٹ) منو بھنڈاری (یہی سچ ہے، تیسرا آدمی) گیان رنجن (شیش ہوتے ہوتے) ان کہانیوں میں متوسط طبقے کے مرد و عورت کے آپسی تعلقات کے تناؤ اور دکھ کو پیش کرنے کی اچھی کوشش کی گئی ہے۔

آزادی نسواں اور عورت کے تشخص کا سوال جو اس عہد کی ایک جلتی ہوئی سچائی تھی یہ موضوع بھی نئی کہانی نے اپنایا اور اس پر کچھ اچھی کہانیاں لکھی ہیں۔ دیکھا جائے تو جنم جنمانتر سے عورت کے مرد پرست مذہبی تصور میں فرق عورت کی معاشی آزادی، شادی کا جاگیردارانہ طریقہ ایسے بہت سے سوال کہانی کار کو تناؤ کا سامنا کراتے ہیں۔ ایک طرف جہاں مرد کی انا عورت کو اب بھی سامان سے زیادہ اور کچھ ماننے کو تیار نہیں ہے وہیں دوسری طرف عورت کا نیا علم، نئی روشنی جو صرف بھگوان اور بھاگیہ پر بھروسہ نہیں رکھتا۔ ان دونوں باتوں کے آپسی ٹکراؤ پر مرد اور عورت کے آپسی رشتوں نے کئی سوالیہ نشان ٹانک دیئے۔

کرشن بلدیو وید کی (تری کون) مہندر بھلا کی (پتی کے نوٹس) رویندر کالیہ کی (نو سال چھوٹی پتنی) مرد و عورت کے بدلتے رشتوں کی کہانیاں ہیں جہاں آدمی کو بکھرنے کا احساس کرید رہا ہے۔ جہاں ان رشتوں کو بنائے رکھنے میں اُوب ہے محض ایک ناٹک کیے جانے کا احساس ہے۔

تمام رشتوں کے ٹوٹنے اور الگاؤ کے نتیجے میں فطرتاً انسان بے جان اور Abstract چیزوں سے اُنس محسوس کرنے لگتا ہے۔

کملیشور اُٹھتا ہوا مکان میں دھوپ کا ایک ٹکڑا اور لالٹین کی پیلی سی روشنی ہی اپنے پن کے احساس کو سیراب کرتی ہے۔ موہن راکیش (ملبے کا مالک) بوڑھا غنی، خاندان کے تمام لوگوں کے بے رحمانہ قتل کے بعد بھی اسے مکان کے ملبے میں اپنے وجود کی تلاش کرتا ہے۔ دھرم ویر بھارتی (ساوتری نمبر ۲) اپنی زندگی کی آخری گھڑیوں کو گنتے ہوئے گھڑی کی ٹک ٹک سے ہی اپنے وجود کی حفاظت کرنا چاہتی ہے۔ اجنبیت کا یہی کربناک احساس کہ کوئی اسے ٹھیک سے سمجھے اسے کوئی پہچانے، فلسفۂ وجودیت کا اصول ہے۔

اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ نئی کہانی کے زیادہ تر کردار متوسط طبقے کے شہری ماحول میں پلے ہوئے وہ لوگ ہیں جو تمام رشتوں سے کٹ کر فالتوپن، بے معنویت اور بے مقصدیت کے احساس کے مارے ہوتے ہیں۔ یہ الگ الگ اجنبی لوگ ایک ایسی شے کی تلاش میں گھوم رہے ہیں جو انھیں چھو سکے، سہلا سکے۔

ایک طرف جہاں نئی کہانی نے فلسفۂ وجودیت کو بنیاد بنا کر ایک خاص طبقے اور ماحول تک ہی خود محدود کر دیا وہیں وہ بھارتیہ چہرہ جو پریم چند نے کہانی کے ذریعے ابھارا تھا۔ کچھ دنوں کے لیے حاشیے پر چھوٹ گیا۔ اس میں شک نہیں کہ کہانی کو نئی بھاشا دینے کا کام نئی کہانی نے کیا ہے۔ لیکن کہیں کہیں زبان اور اسلوب پر غیر ضروری زور بہت بڑھا ہوا لگتا ہے جو سراسر بناوٹی لگتا ہے۔ نئی کہانی نے بھاشا کی جو مورت تیار کی وہ دھیرے دھیرے اتنی بڑی ہو گئی کہ مواد اسے سجدہ کرنے لگا۔

جس زمانے میں نئی کہانی مغربی نعروں اور وجود کی تلاش میں اٹلانٹک ساگر میں ڈبکیاں لگا رہی تھی اور گہرائی کے نام پر بستر کی سلوٹیں گن رہی تھیں اس زمانے میں بھی امر کانت، مارکنڈے، بھیشم ساہنی، شیکھر جوشی، امرت رائے بھیرو پرشاد گپت اور گیان رنجن وغیرہ زندگی کی سچائیوں سے جڑ کر بہتر سماج کی تشکیل کی تمنا لیکر کافی اچھی کہانیاں لکھ رہے تھے جو پریم چند کی وراثت کی دعویدار ہے اور ان کی صحت مند روایت کو آگے بڑھاتی ہے۔

(آکاشوانی گورکھپور سے نشر)

بادشاہ حسین رضوی
سبزی منڈی، جعفرا بازار
گورکھپور ۱ -- ۲۷۳

خارپشت

اندر سروپ دت نادان

اِس امن کیش، محبت پرست بستی میں
یہ سرخ شعلے، یہ خنجر کہاں سے آئے ہیں
یہ خار پشت، یہ اژدھے کہاں سے آئے ہیں
جنم جنم کی شرافت پرست بستی میں

ہے کس کے ہاتھ کا جادو یہ جشنِ خوں ریزی
یہ آگ کس کی محبت کا شاخسانہ ہے
یہ زہر کس کی شرافت کا شاخسانہ ہے
ہے کس کی ذات کا زیورِ نشانِ چنگیزی

لہو کے دیپ جلاتا ہے کون شام ڈھلے
اور اپنے گھر میں ستاروں کو دفن کرتا ہے
حیات بخش بہاروں کو دفن کرتا ہے
خراج لیتا ہے زخموں سے کون رات گئے

جواب مانگتے ہیں لوگ ان سوالوں کا
ہے کوئی مدعی اِن قتل ہونے والوں کا

(اردو مجلس دہلی سے نشر)

ہمارے بزرگ اور معاشرہ

شاکر نقوی

بزرگوں کا معاشرہ میں بڑا اہم کردار رہا ہے۔

ہمارے ان بزرگوں کو بلحاظ کردار دو طبقوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ ایک طبقہ تو ان مصلحین کا کہ جن کا مزاج ہی اصلاح کرنا ہے۔ اصلاح خواہ نئی نہج پر ہو یا قدیم اصولوں پر وہ اسے بہر حال بروئے کار لاتے ہیں۔ دوسرا طبقہ وہ ہے جو قدیم روایات کو دانتوں سے پکڑے ہوئے ہے۔ نئی اقدار سے اسے للّٰہی بغض ہے۔ گو مطمحِ نظر اس طبقہ کا بھی اصلاح ہی ہوتا ہے۔ مگر قدامت پسندی کا رجحان اس پر فہم کے دروازے بند کر دیتا ہے لہٰذا وہ بعض اوقات شر کو خیر اور خیر کو شر سمجھ کر خود امراض کا جرثومہ بن جاتا ہے۔ ویسے بزرگوں کا ایک طبقہ اور بھی ہوتا ہے جو اپنے اطراف و جوانب سے لاپرواہ صرف اپنے ہی وجود اور اپنی ہی ذات میں گم رہتا ہے وہ معاشرہ کی اچھائی اور برائی سے کوئی سروکار نہیں رکھتا حالانکہ وہ معاشرہ میں محترم اور باوقار ہونے کے سبب اس پوزیشن میں ہوتا ہے کہ معاشرہ میں برائیوں کو در آنے سے روک دے۔ یہ بزرگ نہ صرف یہ کہ اپنے معاشرہ کے مجرم ہوتے ہیں بلکہ اپنے رب کے حضور بھی اپنی اس بے حسی اور لا اعتنائی کے لئے جوابدہ ہوں گے۔

بزرگوں کے اس طبقاتی مگر اجمالی تعارف کے بعد اگر طبقۂ اول کے بزرگوں کے اصلاحی کارناموں کا تاریخی اور آفاقی جائزہ لیا جائے تو ایسے بزرگوں میں پیغمبرِ اسلام کا نام نامی سرِ فہرست نظر آتا ہے۔ اصلاح معاشرہ کے سلسلہ میں آپ کی کوششیں اور ان کے کامیاب نتائج روزِ روشن کی طرح تاباں و درخشاں ہمارے سامنے ہیں۔ اس عظیم مصلح کا ذکر اس لئے ناگزیر ہے کہ وہ نہ صرف ہمارے معاشرہ کے ایک قابلِ ذکر طبقہ کے عظیم ترین برگزیدہ بزرگ ہیں بلکہ اس لئے بھی کہ ان کی اصلاحات آفاقی اور ہمہ گیر ہیں۔ اخلاق و کردار کی ایسی اعلیٰ قدریں جو معاشرہ کے افراد کو ایک دوسرے سے جوڑتی ہیں۔ اسے شکست و ریخت اور انتشار سے محفوظ رکھتی ہیں اور حقیقتاً ایک صحت مند اور مثالی معاشرہ کی اساس ہیں اسی برگزیدہ بزرگ کی عطا کردہ ہیں۔

ہمارے بزرگوں نے تاریخ کے صفحات پر جاری معاشرت کا جو منظر پیش کیا ہے وہ بڑا ہی کربناک ہے ستی کی رسم سماج میں عام تھی۔ بدنصیب بیوہ اپنے پتی کی چتا پر بیٹھ جاتی اور پھر چتا کو آگ لگا دی جاتی۔ اسے پتی بھگتی کا قابل تحسین مظاہرہ سمجھا جاتا۔ بیوہ کی زندگی اتنی اجیرن اور کربناک بنا دی گئی تھی کہ وہ آگ کے بھڑکتے شعلوں میں پناہ لینا سسک سسک کر جینے سے بہتر سمجھتی۔ دوسری شادی کا تصور بھی اس کے لئے مہا پاپ تھا۔ یہ تھی ہمارے سماج کی ناگفتہ بہ حالت جس کا مختصر سا خاکہ میں نے پیش کیا ہے۔ بالآخر چند دردمند بزرگ اٹھے۔ انھوں نے معاشرہ کی ان لرزہ خیز رسوم کے خلاف نعرہ لگایا۔ اور اپنی پیہم جدوجہد سے سماج کو نہ صرف اس کرب سے نجات دلائی بلکہ علم کی روشنی سے اسے تابناک بنایا۔ اس میں راجہ رام موہن رائے اور پنڈت مدن موہن مالویہ خصوصی شہرت رکھتے ہیں۔ ان بزرگ ہستیوں نے سماج و معاشرہ کی تہذیب نو کی۔ وہ اپنے تاریخی اور اصلاحی کارناموں کی بدولت آج بھی زندہ ہیں۔

تاریخ کے چند اوراق مزید الٹئے تو سماجی ناانصافی کا ایک اور کریہہ منظر سامنے آئے گا۔ اونچی ذات والوں کے مظالم اور نیچی ذات والوں کی مظلومیت۔ انتہا یہ کہ پست اقوام کی عزت و ناموس لایعنی شئے تھی۔ ان کی جان و مال اور ان کی بہو بیٹیاں بلا خوف مزاحمت اونچی ذات والوں کے تصرف میں تھیں۔ حصولِ علم اور ترقی کی تمام راہیں ان پر بند کر دی گئی تھیں۔ اس سماجی ناانصافی کے خلاف ہمارے متعدد بزرگوں نے آواز اٹھائی اور اس کی بنیادوں پر تیشہ چلایا۔ ان میں مہاتما گاندھی ممتاز نظر آتے ہیں انھوں نے تحریر و تقریر سے عدم مساوات نابرابری اور ناانصافی پر کاری ضرب لگائی۔ وہ اس ظلم کو کلیتہً تو ختم نہ کر سکے تاہم انھوں نے پست اقوام کے ذہنوں میں علم کی طلب ضرور پیدا کر دی۔ ان کے ذہنوں سے احساس کمتری نکال کر ان کے اندر جذبۂ خودداری اور احساسِ مساوات کی جوت جگا دی۔ مزید برآں یہ کہ ان کے لئے حصولِ علم اور اقتصادی و معاشی ترقی کی راہیں کشادہ اور ہموار کر دیں۔

انیسویں صدی کے اواخر اور بیسویں صدی کی اولین تین دہائیوں میں معاشرے کی اصلاح کے لئے ہمارے چند اور بزرگ میدانِ عمل میں آئے۔ ان میں منشی پریم چند ایک خاص مقام رکھتے ہیں۔ انھوں نے دیہاتی معاشرے میں جاری و ساری ناانصافیوں، عدم مساوات۔ زبردست کے زیر دست پر مظالم، اور بیوہ کی حالت زار وغیرہ کی اپنے ناولوں اور افسانوں میں بڑے ہی مؤثر طرز پر عکاسی کی۔ ان کے علاوہ ڈپٹی نذیر احمد۔ مصورِ غم علامہ راشد الخیری۔ مولانا حالی۔ شاعر مشرق علامہ اقبال۔ سر سید احمد خاں اور حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی کے نام بھی خصوصیت کے ساتھ قابلِ ذکر ہیں جنھوں نے اپنی تحریروں اور تقریروں کے ذریعے معاشرے کے اندر پھیلی ہوئی جہالت کی تاریکیوں کو دور کیا۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ فاسد و کاسد رسمیں جونکوں کی طرح افراد کا خون چوس رہی تھیں اور توہم پرستی جہلا کی زندگیوں کو دیمک کی طرح چاٹ رہی تھی۔ یہ اور ان کے علاوہ متعدد عوامل تھے جنھوں نے ہمارے معاشرہ کے اقتصادی و معاشی ڈھانچہ کو کھوکھلا کر دیا تھا۔ ہر فرد کرب میں مبتلا تھا اور ہر شخص کراہ رہا تھا۔ لیکن رسموں سے عقیدت جو ورثہ میں ملی تھی چھوڑنے کو کوئی تیار نہ تھا۔ ہمارے بزرگ مصلحین نے علم کی مشعلیں روشن کیں تو رسموں اور توہم پرستی کے آسیب نے روشنی سے گھبرا کر اپنی گرفت ڈھیلی کر دی۔

معاشرے کو ترقی پذیر، فعّال اور مثالی بنانے کے لئے ہمارے بزرگوں نے معاشرے کی مختلف برادریوں کو از سرِ نو منظم کیا تاکہ معاشرہ تیزی سے اصلاح پذیر ہو۔ کپڑا بننے والوں کو جمیعتہ الانصار، روئی دھننے والوں کی جمیعتہ المنصور، کپڑا سینے والوں کی جمیعتہ الادریسیہ، قصابوں کی جمیعتہ القریش اور سبزی فروشوں کی جمیعتہ الراعین وغیرہ اسی دور میں عالمِ وجود میں آئیں۔ ہمارے بزرگوں کی ان منظم کوششوں کا یہ نتیجہ نکلا کہ ہر چہار جانب علم کی قندیلیں روشن ہوئیں اور جہالت کے بادل چھٹے۔

دنیا کے ہر معاشرے کو منظم اور مہذب بنانے کے لئے ایک ایسی مرکزی شخصیت ضروری ہے کہ جس کے اعلیٰ اخلاق و کردار کی مقناطیسیت معاشرے کے ہر فرد پر مؤثر ہو کیونکہ ایسی محترم اور دانشور شخصیت فطری طور پر خود ہی معاشرہ کی سربراہ بن جاتی ہے۔ یہاں تک

تمہارا یہ روکھا پن مجھ سے سہا نہیں جاتا۔

اختر : (جھوٹی ہنسی ہنستے ہوئے) رضیہ میں سب سمجھتا ہوں لیکن میں کیا کروں، کہاں تک اداکاری کروں۔ گھر میں باہر، آفس میں دوستوں کے ساتھ ناٹک کرتے کرتے تھک گیا ہوں۔

رضیہ : تم اس طرح ہمت ہار جاؤ گے تو کیسے کام چلے گا اور تم دیکھو ہم اپنی پریشانیوں کے خود ذمہ دار ہیں۔

اختر : (غصے سے) کیا ؟ میں سمجھ گیا تم کیا کہنا چاہتی ہو میں تمہارا آپریشن نہیں کرا سکتا۔ میں اپنی آمدنی بڑھاؤں گا اور زیادہ محنت کروں گا۔

رضیہ : لیکن تمہاری آمدنی سے کہیں زیادہ مہنگائی بڑھے گی اور اس سے بھی زیادہ ہماری مایوسی... دیکھو سمجھنے کی کوشش کرو... کیوں نا۔

اختر : رضیہ ! آئندہ کبھی میرے سامنے اپنی باتیں نہ کرنا (سمجھاتے ہوئے) تم یہ کیوں نہیں سوچتی کہ اللہ نے ہر آنے والے کو دو دو ہاتھ بھی عطا کئے ہیں۔

رضیہ : (تڑپ کر) اور اگر کل یہی دو ہاتھ جیب کترنے لگے لوگوں کا۔ گلا دبانے لگے تو...

اختر : (سوچ میں ڈوب کر) نہیں ایسا نہیں ہوگا... اسکی رگوں میں ہمارا خون ہوگا جو گندا نہیں۔

رضیہ : (طنزاً) خون ! اور یہ ماحول ؟ جس میں یہ پلے گا ؟ جواب دو بولتے کیوں نہیں۔ دیکھو میری مانو...

اختر : (سخت لہجے میں) تم فکر نہ کرو۔ میں نائٹ شفٹ بھی کروں گا۔

(وقفہ — موسیقی)

رضیہ : (حیرت بھرے لہجے میں) یہ تم ہمیں کہاں اٹھا لائے ؟ زندہ ایک تابوت میں کیسے گزارہ ہو گا... ہم۔ ہم ایک گندے ماحول میں کیسے رہ سکیں گے... یہ بستی مجھے اچھی نہیں لگتی... دیکھو یہاں کے لوگ مجھے اچھے نہیں لگتے... ہمارا پچھلا گھر اس سے کہیں اچھا تھا۔

اختر : (سمجھاتے ہوئے) دیکھو رضیہ اس بڑھتی ہوئی مہنگائی میں ہمیں بچت کرنی چاہیے... پچھلے مکان کا کرایہ ۸۰ روپے تھا اور اس کا صرف ۲۵ روپے اس طرح ماہانہ ۵۵ روپے کی بچت ہوگی اس سے کم ازکم ایک لڑکے کی اسکول کی فیس تو نکل آئے گی۔

رضیہ : تمہیں بچت کی سوجھی ہے... ذرا سوچو اس گندی جگہ میں ہمارے بچے کس طرح انسان بنیں گے... کیا تم راشد کو اس بستی میں رکھ کر ڈاکٹر بنا سکو گے۔

اختر : (جیسے کنوئیں سے بول رہا ہو) اب راشد اکیلا نہیں ہمارے چار بچے اور ہیں ان کے لیے بھی سوچنا ہے۔ ان کی پرورش اور اخراجات کہاں سے پورے ہوں گے۔ یہ ہمیں سوچنا ہے۔

رضیہ : ایسا کرو... میں بھی کچھ سلائی کا کام یا بچوں کو گھر پر پڑھانا شروع کر دوں... اس سے کچھ آمدنی بڑھے گی... لیکن خدا کے لیے ہمیں یہاں سے لے چلو۔

اختر : (جھلا کر) خیر یہ بعد میں سوچیں گے۔ فی الحال تو ہمیں یہیں رہنا ہے۔

(فیڈ آوٹ)

ساجد : (جھنجھوڑتے ہوئے) امی اب تم کیا پلٹ رہی ہو ؟ صفحہ تو خالی ہے۔

رضیہ : (چونک کر) ایں... ماں... ہاں بیٹا یہ صفحہ تو خالی ہے۔

ساجد : یہاں کونسی تصویر لگے گی امی ؟

رضیہ : (مایوس لہجے میں) شاید کوئی — معلوم بھی نہیں کیونکہ اسکے آگے اندھیرا ہی اندھیرا ہے۔ اس سیاہ صفحہ کے مانند ہماری زندگی بھی تاریک ہے۔ چلو اب سو جاؤ۔ دیکھو... ممتاز جانے کب سو گئی۔ ... چلو سو جاؤ۔

(وقفہ — قدموں کی آہٹ)

رضیہ : (چونک کر) کون ؟ او تم پھر آ گئے ؟ میں نے کتنی دفعہ کہا ہے۔ یہاں نہ آیا کرو —

اختر : میں اپنے بچوں کو دیکھنے آجاتا ہوں۔

رضیہ : (تلخی سے) تمہارے بچے ؟ شرم نہیں آتی تمہیں ان سے اپنا رشتہ جوڑتے (سرد لہجے میں) ہمارا رشتہ تم سے اس دن ہی ٹوٹ گیا تھا جب تم نے دوسری شادی کر لی تھی۔

اختر : وہ... وہ میری ضرورت تھی۔

رضیہ : (پھٹ پڑتی ہے) ضرورت ؟ جب پیاس سخت تھی تو پینے کے پیسے آنسو چھوڑ گئے کاروبار میں دو پیسے کیا کمالئے کہ وہ خون ہی سفید ہو گیا جس کی دہائی دیتے زبان نہیں تھکتی تھی۔

اختر : (ٹوٹے لہجے میں) اس میں برائی کیا تھی۔ میں نے تو تم سے کہا تھا، تمہیں کوئی کمی نہیں ہوگی... آج بھی کہتا ہوں میرے ساتھ چلی چلو... نیا مکان بڑا اور اچھے محلے میں ہے۔ وہاں ہم سب آرام سے رہیں گے پلیز رضیہ....

رضیہ : مجھے نہیں چاہئے تمہارا مکان.... میں دوسری عورت ہو کر جینا نہیں چاہتی.... چلے جاؤ یہاں سے تم کیا سمجھتے ہو تمہارے بغیر ہم بھوکوں مر جائیں گے ! تم شاید ہمارے ٹوٹنے کا انتظار کر رہے ہو۔ یاد رکھو ہم جب ٹوٹیں گے تو آواز تک نہ ہوگی۔

اختر : (سمجھاتے ہوئے) رضیہ ایک بار پھر سوچ لو.... کیا ہم بچوں کی خاطر ایک ساتھ نہیں رہ سکتے۔

رضیہ : (سانپ کی طرح پھنکارتے ہوئے) ہرگز نہیں.... میں اپنے بچوں پر تمہارا منحوس سایہ تک پڑنے دینا نہیں چاہتی۔ میرے بچے اب تم سے نفرت کرتے ہیں.... شدید نفرت۔

اختر : (غصے سے) اگر میں چاہوں تو عدالت سے بچے حاصل کر سکتا ہوں۔

رضیہ : میں پہلے بھی کہہ چکی ہوں آج بھی سن لو ! جس دن تم نے ایسا کیا میں اپنے پانچوں بچوں کو زہر دے کر خود بھی کھا لوں گی لیکن تمہیں تمہارے مقصد میں کامیاب نہیں ہونے دوں گی۔

اختر : (ہارے ہوئے لہجے میں) تم صرف راشد کو مجھے دیدو، اسے ڈاکٹر بنانا ہم دونوں کا سپنا تھا۔ اس کے اخراجات میں برداشت کر لوں گا۔

رضیہ : کوئی ضرورت نہیں۔ راشد کی تعلیم کے اخراجات حکومت برداشت کرے گی ... اسے ہر سال اسکالرشپ ملتا ہے۔ انشاء اللہ آئندہ بھی ملتا رہے گا... اور پھر تمہیں میرے بچے کی اتنی ضرورت کیا ہے ؟ کیوں وہ تمہاری نئی بیوی کیا بچے جننا نہیں جانتی ؟ چھ سال تو ہو گئے ایک پلہ بھی پیدا نہیں کیا...

اختر : (چیخ کر) رضیہ !

رضیہ : (درشتی سے) چیخو مت... میرے بچے جاگ جائیں گے... تمہیں بچوں کی اتنی ہی ضرورت ہے تو کسی اور کا بچہ گود لے لو یا یتیم خانے سے ہی اٹھا لاؤ۔

اختر : (شکست خوردہ ہو کر) کیا تم مجھے کبھی معاف نہیں کرو گی.... اگر میں اسے طلاق دیدوں تو... ؟

رضیہ : (بات کاٹ کر) کیسے انسان ہو تم ؟ ذرا شرم کرو۔ اسے کسی ایک کا تو ہو کے رہو.... وفا شعاری سیکھنی ہے تو ہم عورتوں سے سیکھو جو اپنی ساری زندگی ایک کا ہو کر گزار دیتی ہیں۔ اس بیچاری کو صرف اس لیے طلاق دینا چاہتے ہو کہ وہ بانجھ ہے۔ تمہارے لیے بچے پیدا نہ کر سکی۔ سچ ہے مرد سے بڑا خود غرض اور درندہ نہیں — میں اپنی خاطر اس بیچاری کا گھر برباد کرنا نہیں چاہتی۔ اس میں اس کا کیا قصور ؟ بانجھ ہونے کی سزا اسے نہ دو۔ سنتے ہو اب چلے جاؤ یہاں سے.. میں بڑی مشکلوں سے تمہیں بھلا پائی ہوں... چلے جاؤ... پلیز چلے جاؤ... چلے جاؤ...

(رونے لگتی ہے... جاتے ہوئے قدموں کی آواز)

ساجد : (قریب آکر لپٹتے ہوئے) امی.... مت روئیے .....مت روئیے .....

رضیہ : (رونا بھول کر اسے بھینچتے ہوئے) میرے بچے تو جاگ گیا ہے...

ساجد : (متانت سے) ہاں امی، نہیں امی۔ تم سچ کہتی ہو کہ سبھی کہانیوں کا راجہ ظالم ہوتا ہے۔

(اختتامیہ موسیقی)

(کلکتہ سے نشر)

کمال احمد
۱۵/۲۴ سرسید روڈ
کلکتہ — ۱۴

جزیرہ

ڈاکٹر مہناز انور

منجو کے پاس اپنے بیٹے کے سوا کوئی دوسری بات ہی نہ تھی۔ جو کوئی بھی ان سے ملنے آتا وہ اپنے بیٹے کی پسند ناپسند، اس کی ذہانت، اس کا سلیقہ لے بیٹھتیں، انھیں اس بات کا بیحد دکھ تھا کہ وہ بیٹے کی اچھی تربیت اور تعلیم کے لیے گھر سے سیکڑوں میل دور دہرہ دون میں رکھے ہوئے تھیں۔

ان کا خیال تھا کہ ماں باپ سے الگ رہ کر بچہ کم عمری سے ہی خود اعتمادی سیکھتا ہے اور اس کی شخصیت میں نکھار پیدا ہوتا ہے۔ زندگی کی دشواری کا اکیلا مقابلہ کرنے کی اس میں ہمت پیدا ہوتی ہے۔

سب ہی کو ان کی ممتا پر ترس آتا جو جدائی کے غم میں ہمیشہ برسا کرتی ہے۔ بیٹا ان سے دور ضرور تھا مگر ایک لمحہ بھی ایسا نہ گزرتا جب اس کی یاد سے ان کا دل نہ تڑپا کرتا ہو۔

اسے آئس کریم بہت پسند ہے، اسے کولڈ ڈرنکس اچھی لگتی ہے، اسے بٹر بہت پسند ہے، وہ کیڈبریز شوق سے کھاتا ہے لہذا ان کا فریج ان چیزوں سے ہمیشہ بھرا رہتا۔

اسے گلاب کے پھول اچھے لگتے ہیں، چمیلی کی بھینی بھینی خوشبو وہ لمبی سانس لے کر سونگھتا ہے شاید اسی لیے منجو کا لان مختلف رنگ برنگے پھولوں سے آراستہ تھا وہ خود صبح اُٹھ کر درختوں کی مرجھائی پتیاں توڑتیں اور شگفتہ پھولوں کو بڑی حسرت سے دیکھتیں۔ ساری کالونی میں خوبصورت درخت پھول سے آراستہ یہ بڑا نفیس صاف ستھرا باغیچہ تھا۔

میز پر کلر پنسل اور ڈرائنگ کا تمام سامان رکھا تھا بیڈ کے دوسری طرف ایک سائڈ ٹیبل پر پیتل کا بڑا خوبصورت ٹیبل لیمپ رکھا تھا۔ اور اس کے ساتھ ہی چھوٹی ٹائم پیس۔ ٹائم پیس کا اتنا چھوٹا سائز میں نے پہلی بار دیکھا تھا۔ ہر چیز پر بڑے ہی خوبصورت اسٹیکرس لگے تھے۔ دیوار پر بے ڈھنگی سی پینٹنگ نہایت سلیقے سے فریم میں لگی تھی۔ جسے وہ اپنے بیٹے کے ہی ہاتھ کا بتلاتی تھیں۔

منجو کا ایک ایک پل اپنے بیٹے کی یاد سے وابستہ تھا۔ کالونی کی ہم تمام عورتیں اس بات کا ذکر کرتے رہتے تھے کہ ہم لوگ بچوں کو ساتھ رکھ کر بھی اتنی کیر نہیں کر پاتے اور یہ بیٹے کو اتنی دور رکھ کر بھی اس کا اتنا خیال رکھتی ہیں۔ سردیاں شروع ہوتیں اور بیٹے کے موسمی کپڑے تیار ہونے لگتے۔ اسے آسمانی رنگ پسند ہے اسی رنگ کا سوئیٹر بنواؤں گی۔ اسی رنگ کے گلوز بھی اچھے رہیں گے، دہرہ دون میں سردیاں بھی یہاں سے زیادہ پڑتی ہیں اور جب موسم کی ٹھنڈک میں کمی آتی تو فوراً اسی حساب سے انکی تیاری کا بھی رُخ بدل جاتا۔ ہم لوگ سمجھتے تھے کہ منجو خالی وقت میں ہی اپنے بیٹے کا ذکر کرتی ہیں مگر ان کی آفس ساتھیوں نے بتایا کہ وہاں بھی کام سے فرصت ملتے ہی ان کی زبان پر بیٹے کا ذکر آجاتا ہے۔

منجو کی زبان بات کرنے میں جتنی تیز چلتی ان کا شوہر اسی قدر خاموش رہتا۔ اس نے ہم لوگوں سے کبھی بات نہیں کی گھر میں کسی کی بھی آمد پر وہ اپنے بیڈ روم میں جا کر کسی کام میں مصروف ہو جاتا۔

بچوں کے امتحان کا زمانہ تھا۔ ہم سب ان کے امتحان کی تیاری میں مصروف تھے۔ اور منجو بیچاری اس فکر میں تھی کہ اس کا بیٹا ہوسٹل میں کس طرح اپنی پڑھائی کرتا ہوگا؟ وہ ہر وقت اس کے اچھے رزلٹ کی دعائیں مانگتیں۔ ایک دن وہ بھی آیا۔ جب منجو نے ساری کالونی میں مٹھائیاں بانٹیں کہ ان کا بیٹا فرسٹ آیا ہے۔ ایک دو دن میں یہ خبر بھی پھیل گئی کہ اپنے بیٹے کو چھٹیوں میں لینے کے لیے وہ دہرہ دون جا رہی تھیں۔ دو چار دن میں ان کے گھر کا تالا ساری کالونی میں سناٹا پھیلا گیا۔

پندرہ دنوں کے بعد ایک دن تھری وہیلر پر سامان کے ساتھ منجو نمودار ہو گئیں۔ سبھی کو ان کے بیٹے سے ملنے کا اشتیاق تھا میں نے بھی آگے بڑھتے ہوئے ان کے اترتے سامان کو دیکھا مگر ان کے ساتھ کوئی نہ تھا اس سے پہلے کہ کوئی ان سے سوال کرتا وہ خود بتانے لگیں۔

وارڈن اور پرنسپل دونوں نے ہی سمجھایا کہ چھٹیوں میں ہم لوگ آئندہ سال کا کورس کراتے ہیں اسی لیے ایسے بچے اپنے کلاس میں آگے رہتے ہیں۔ اگر آپ ساتھ لے جائیں گی تو گھر جاکر آپ لوگوں کے لاڈ پیار میں یہ سیکھا ہوا بھی بھول جائے گا اور پھر ہمیں یہاں کے مینرس سکھانے میں خاصا وقت لگ جاتا ہے مجھے بھی یہ باتیں ٹھیک لگیں۔ اسی لیے اس کے ساتھ پندرہ دن رہ کر واپس آگئی۔

وہ ایک بہت اچھا آدمی بننے میں اپنی ممتا پر قابو پالونگی ہر ماں یہ چاہتی ہے کہ اس کا بیٹا ہر نہار بنے۔ اور پھر مٹھائیاں، بسکٹ، چاکلیٹ اور نہ جانے کیا کیا سامان نکالتے وقت انھوں نے بتایا کہ سب ان کے بیٹے کی شاپنگ ہے۔

منجو کے ہفتے اور مہینے بیٹے کی طرح طرح کی باتوں میں گزر گئے وہ بتاتی رہتیں کہ ابھی ان کا بیٹا صرف دس سال کا ہے مگر غضب کی باتیں کرتا ہے۔ وہ ابھی سے ڈاکٹر بننا چاہتا ہے۔ اس لیے نہیں کہ — ڈاکٹری اعلیٰ تعلیم کی پہچان ہے بلکہ اسلئے کہ وہ لا علاج مرضوں کا علاج تلاش کرے گا۔ اس کی خواہش ہے کہ کوئی بھی دکھی اپنے مرض کو لا علاج نہ سمجھے۔ وہ ابھی سے بہت درد مند دل رکھتا ہے۔ اس نے اپنے کھلونوں میں ڈاکٹری کا سارا سامان رکھا ہے۔ وہ خالی وقت میں ایسے ہی سنجیدہ اور سمجھداری کے کھیل کھیلتا ہے۔ اس بار میں اس سے وعدہ کر کے آئی ہوں کہ ڈاکٹری کا سارا سامان میں اسے باہر سے منگوا کر دوں گی۔ باہر کے کھلونے دیکھنے لائق ہوتے ہیں۔

اور پھر...... وہ وقت رخصت اسکی کیفیت بتانے لگیں۔ میں اسکی جدائی کے غم سے بے قابو ہو کر روئے جا رہی تھی مگر وہ ایسا سمجھدار ہے کہ اس کے دل پر کچھ بھی بیت رہی ہو مگر مجھے سمجھاتے جا رہا تھا کہ اس بار دسہرہ کی چھٹیوں میں وہ ضرور آئے گا اور پھر کچھ دنوں میرے ساتھ رہے گا۔ اتنا کہتے کہتے منجو رونے لگی۔

ماحول ہی سوگوار بن چکا تھا میں بھی خاموش اور اداس ہو گئی۔ منجو کو اس کالونی میں آئے پانچ سال ہو گئے تھے ہر آٹھ اکتوبر کو بیٹے کے بغیر اسکی سالگرہ بڑے دھوم دھام سے منائی جاتی۔ تمام لوگ اکٹھا ہوتے اور کیک کے کٹنے کے ساتھ تالیوں کی آوازیں سارے کمرے میں گونجتیں۔

لوگ کھاتے پیتے، خوشیاں مناتے اور پارٹی کے اختتام پر جب منجو خاموش اور روہانسی ہوتیں تو ہم ہی لوگ انھیں سمجھاتے — پریشان مت ہو۔ اولاد کے لیے لوگ کیا نہیں کرتے۔ اپنی مصروف زندگی میں تم اتنی اچھی طرح اپنے بیٹے کو سنبھال پاتیں، جس طرح وہ وہاں سب کچھ سیکھ رہا ہے وہ خود بہت سمجھدار ہے، یہ جدائی تو وقتی ہے۔ ایک نہ ایک دن ختم ہو جائے گی۔

لیکن بہت سمجھانے کے بعد بھی اس دن منجو بہت دیر تک روتی رہیں۔ یہاں تک کہ بیہوش ہو گئیں اور ہم سب زبانی تسلیاں دیتے ہوئے اپنے اپنے گھر واپس آگئے۔

سالگرہ پارٹی سے واپس آنے کے بعد اسی رات میری بچی کو اچانک بہت تیز بخار آگیا جو کئی دنوں تک کم نہیں ہوا

اور جب ڈاکٹر کے پاس لے گئے تو معلوم ہوا کہ بخار ٹائی فائڈ کی شکل اختیار کرچکا ہے۔

ڈاکٹر ونیجہ ویسے تو میٹرنیٹی ہوم چلا رہی تھیں اور اسی کی اکسپرٹ تھیں لیکن جب سے ان کے ہوم میں میری بچی پیدا ہوئی تھی وہ اسکی خوبصورتی اور وزن سے بہت خوش ہوئی تھیں اور تب ہی سے بچی کے ساتھ ہی ساتھ انھوں نے مجھے بھی اپنی دوست بنا لیا تھا۔ میں نے بچی کے بخار سے پریشان ہوکر ڈاکٹر ونیجہ کو فون کیا کہ آپ کی دوست بیٹی اس حال میں ہے آپ وقت نکال کر فوراً آجائیے۔

ریسور رکھنے کے بعد انھیں میرے گھر تک آنے میں بہت کم وقت لگا۔ آتے ہی اسے اچھی طرح دیکھا اور دوائیں دیتے ہوتے وقت کی پابندی بتانے لگیں ــــ

جب سے بچی بیمار ہوئی تھی سب ہی پڑوسی اسے دیکھنے آیا کرتے تھے۔ منجو دروازہ کھٹکھٹاتے ہوتے کمرہ میں آگئیں۔ ڈاکٹر ونیجہ نے تعجب سے پوچھا ــــ ارے منجو تم یہیں رہتی ہو۔ منجو نے صرف سر ہلا دیا۔ وہ کچھ دیر یونہی خاموش بیٹھی رہیں اور پھر چلی گئیں ــــ ان کے جاتے ہی میں نے ڈاکٹر ونیجہ سے بڑے رازدارانہ انداز میں پوچھا ــــ آپ منجو کو جانتی ہیں ــــ انھوں نے لمبی سانس لیتے ہوتے بڑے دکھ سے کہا ــــ ہاں میں ان کا پچھلے بارہ سال سے علاج کر رہی ہوں اور اب مایوس ہوچکی ہوں۔ منجو ماں بن ہی نہیں سکتی ــــ

مجھے ایسا لگا ــــ ریت سے بنائی گئی عمارت ہوا کے ذرا سے جھونکے سے ڈھیر ہوگئی ہو ــــ

منجو نے اسی ہفتہ اپنا مکان بدل لیا ــــ

(آکاشوانی لکھنؤ سے نشر)

ڈاکٹر مہناز انور
۵۷۔ میر سرائے نئی دہلی ۱۶

سلیم قادری

ترے جور کی شکایت نہ ہوئی نہ ہے نہ ہوگی
مجھے آنسوؤں سے فرصت نہ ہوئی نہ ہے نہ ہوگی
میں سنوار نا رہا ہوں، ترے غم سے زندگی کو
مجھے زندگی سے نفرت، نہ ہوئی نہ ہے نہ ہوگی
ترا آستاں سلامت، یہیں مل گئی خدائی
کسی اور در کی حاجت، نہ ہوئی نہ ہے نہ ہوگی
مرے دل میں شعلہ افگن، ترا حسن کا فزانہ
مجھے طور کی ضرورت، نہ ہوئی نہ ہے نہ ہوگی
مری خامشی پہ آخر تمہیں اضطراب کیوں ہے
مجھے تم سے کچھ شکایت، نہ ہوئی نہ ہے نہ ہوگی
یہ قماشوں کی محفل ہے سلیم آپ سن لیں
یہاں دل کی قدر و قیمت، نہ ہوئی نہ ہے نہ ہوگی

(کلکتہ سے نشر)

عینک ساز، کلارنٹ ماسٹر

احمد یوسف

سلیمان نے جھاڑن سے پچھلے دن کی گرد صاف کی، اور تب لکڑی کے اسٹال کے اندر بیٹھ کر اس نے آس پاس کی دنیا کا جائزہ لیا۔

صبح کے سات بجے تھے۔ سڑک پر چلنے والوں کی تعداد خاصی کم تھی اور فٹ پاتھ پر دکان لگانے والے بھی بس یکا دکا ہی آئے تھے۔

سلیمان آپٹیکل، کے اس اسٹال کی لمبائی اتنی تھی کہ سلیمان اکثر فرصت کے اوقات میں کسی طرح اپنی ٹانگیں سمیٹ کر گٹھری کو لپیٹ لیتا تھا، اور چوڑائی اتنی تھی کہ کسی قدر دقت سے پہلو بدل لیتا تھا۔ اس نے اس اسٹال کو بھرا بھرا رکھنے کے لئے، چند سال پہلے ایک بڑی آپٹیکل شاپ سے کچھ ایسے کارڈ بورڈ کے ڈبے حاصل کئے تھے، جن پر عینک کی تصویریں بنی تھیں۔ ان میں کچھ ڈبوں میں تو ٹوٹے پھوٹے فریم تھے کچھ میں عینک کے شیشے تھے اور کچھ یونہی پڑے تھے۔ پھر اکثر اچھے جانے پہچانے لوگوں کی بڑی دوکانوں سے نئی عینک خرید دانے پر اسے کمیشن بھی ملتا اور ٹین کے ایسے بورڈ بھی مل جاتے جن میں کوئی حسینہ بڑے ناز و انداز سے عینک لگائے کھڑی ہوتی۔ بورڈوں کو وہ اپنی دوکان کے اوپر لگا دیتا۔ ان خوبصورت بورڈوں کے سبب اس کے اپنے بورڈ سلیمان آپٹیکل، اور گلی کی جانب والا، سلیمان کلارینٹ ماسٹر، (کہ یہ اس کی دوسری شخصیت تھی) بڑی مشکل سے نظر آتے تھے۔

سلیمان نے دوکان کے پائے سے لگے ہوئے اس اسٹول کو دیکھا، جسے ابھی اس نے قید سے آزاد کیا تھا۔ ہر رات جب وہ دوکان بند کر کے گھر جانے لگتا، تو اسٹول کو اسی پائے کے ساتھ، جو سڑک کے کنارے اور گلی کے موڑ پر تھا، زنجیر لگا کر مقفل کر دیتا۔

دوکان پر بیشتر عینکوں کی مرمت ہوتی، لیکن کبھی کبھار کوئی ایسا گاہک بھی پھنس جاتا جو بازار میں نکلتا تو نئی عینک خریدنے، لیکن سلیمان کی باتوں میں آکر پرانی عینک خرید کر خوشی خوشی گھر چلا جاتا۔ پرانی عینکوں کے فریم اور شیشے سلیمان کو شہر کے کباڑیوں کے یہاں کوڑیوں کے مول مل جاتے۔

اتنے میں ایک شخص اپنی عینک لے کر پہنچا، عینک کے دونوں پیچ ڈھیلے ہوگئے تھے۔

سلیمان نے کہا "ایک روپیہ ہوگا"

اس پر گاہک نے کہا "ارے بھئی نئی عینک کی دوکانیں ابھی کھلی نہیں ہیں، اسی لئے تمہارے پاس آگیا تھا۔ وہاں تو یہ کام مفت میں ہوجاتا۔ چلو بارہ آنے لے لینا۔

اس طرح دوکان کا کاروبار شروع ہوگیا۔

تب ایک شخص پہنچا جو شہر میں نووارد دکھائی دیتا تھا۔ اس کی عینک کا فریم بیچ سے ٹوٹ گیا تھا، اور اب وہ نیا فریم خریدنا چاہتا تھا۔

سلیمان نے اسے کباڑیوں کے یہاں کے کچھ فریم دکھائے لیکن وہ ہر بار یہ کہتا کہ کوئی نیا فریم دکھاؤ۔ یہ کیا پرانے فریم دکھا رہے ہو۔

اس نے دل میں سوچا ــــ لگتا ہے یہ پرندہ کسی اور ہری بھری شاخ پر جا بیٹھے گا، یہاں پھنستا دکھائی نہیں دیتا جلد ایک آخری فارمولا استعمال کرو ــــ

یہ سوچ کر اس نے گاہک سے کہا ــــ "بھائی صاحب اگر آپ کو پیسے کاٹتے ہوں تو غریبوں کو دے دیجئے، یوں مفت کیوں ضائع کر رہے ہیں" (یہ کہکر سیلمان نے گویا خود کو غریبوں کی برادری سے خارج کر دیا)

گاہک حیرت سے اس کا منھ تکنے لگا، تو اس نے اپنی بات کی وضاحت کرتے ہوئے کہا۔

"کہنے کا مطلب یہ ہے کہ آخر آپ کے اس فریم میں خرابی کیا ہے؟"

"بھئی لگاتا ہوں تو عینک گر جاتا ہے، دوبارہ ایسا ہو چکا ہے، وہ تو کہو کہ شیشے بچ گئے، ورنہ بالکل بیکار ہو جاتی"

"اسے میں ایسا بنا دوں گا کہ آپ کو پتہ بھی نہ چلے گا"

یہ کہکر سلیمان نے گاہک کی رضامندی جانے بغیر ٹوٹی ہوئی جگہ پر دونوں جانب دو چھوٹے چھوٹے چھید کرکے انہیں اچھی طرح تار سے باندھ دیا، اور اسی پر ہلکا سا لاکھ چڑھا دیا۔

اب عینک استعمال کے قابل ہوگئی تھی۔ گاہک خوش ہوگیا، اور اس نے کچھ پوچھے بغیر سلیمان کو دو روپئے پکڑائے اور چلتا بنا۔

سڑک پر دفتر والوں کی بھاگ دوڑ، سواریوں کی ریل پیل، بازار میں خریداروں کی بھیڑ بھاڑ اور ہاکروں کے ہنگامے شروع ہوگئے تھے۔

اتنے میں مرزا جی بھی آگئے اور دوکان سے ملے ہوئے اس اسٹول پر بیٹھ گئے جو ان کے لئے مخصوص تھا۔ اس اسٹول پر کبھی خاں صاحب بیٹھا کرتے تھے۔ کوئی دس سال پہلے ان کا انتقال ہوگیا۔ ان کے انتقال کے بعد ایک عرصے تک یہ اسٹول بیکار پڑا رہا۔ ادھر جب چار پانچ سال پہلے مرزا جی دیوانی عدالت کی پیشکاری سے ریٹائر ہوکر آئے تو یہ اسٹول انھیں مل گیا، اور اب صبح سے شام تک سلیمان کے یہاں حاضری دینا ان کا معمول بن گیا تھا۔ اس طرح اسٹول پر بیٹھے بیٹھے شوق جہاں بینی بھی پورا ہوتا، اور وہ جو پچھلے دن کے اخبار کے مطالعے سے ایک بدہضمی جیسی شکایت ہو جایا کرتی تھی، اس اس کا علاج بھی سلیمان کبھی اپنی "ہوں ہاں" سے کبھی دادِ تحسین سے اور کبھی مرزا جی کے عالمانہ اور چونکا دینے والے انکشافات پر، پورے طور پر ایمان لاکر کر دیتا۔

ایک بار ایک شخص کہ جس کی عینک کے دو تو پیچ کہیں گر گئے تھے، سلیمان کے پاس آیا۔ سلیمان نے عینک دیکھ کر کہا "ڈیڑھ روپئے کے دو پیچ ہوں گے" اور ایک روپیہ مزدوری، گاہک نے کچھ مول تول کیا اور بالآخر سوا دو روپئے پر بات طے ہوگئی۔

سلیمان نے کہا "کل آکر عینک لے جانا"۔

گاہک نے بتایا کہ وہ عینک کے بغیر بیکار ہو رہا ہے، اس لئے اگر سلیمان شام تک عینک دے دے تو بڑی مہربانی ہوگی۔ لیکن سلیمان کا دل کسی طرح نہیں پسیجا۔

"بڑی محنت کا کام ہے، پلک جھپکتے تو ہو نہیں جائیگا"۔ اس طرح سلیمان نے اسے دوسرے دن پر ٹال دیا۔

گاہک چلا گیا تو مرزا جی نے کہا "سلیمان بھائی آج ہی غریب کا کام کر دیتے، آخر وہ عینک کے بغیر کیسے رہے گا"؟

اس پر سلیمان نے ذرا تیز لہجے میں کہا "دیکھو مرزا جی زندگی بھر کچہری میں قلم چلاتے رہے ہو، یہ کاروباری معاملات ہیں ان پہ تم نہ بولا کرو"۔

مرزا جی چپ ہوگئے تو سلیمان نے قدرے توقف کے بعد کہا۔

"اگر میرے پاس پیچ ہوتے تو یہ تو پانچ منٹ کا کام تھا، پیچ بازار سے لانے ہونگے۔ پھر میں نے اس سے یہ بھی تو کہا تھا کہ بڑی محنت کا کام ہے، اگر عینک فوراً بن جاتی تو پھر وہ اپنے دل میں کیا کہتا"۔

"مرزا جی یوں آسانی سے کوئی پیسہ نہیں دیتا ہے۔ بازار میں بیٹھ کر بات فروشی کرنی پڑتی ہے"۔

اتنے میں اسرائیل بینڈ، کا ایک آدمی آیا، اور اس نے سلیمان سے کہا کہ کل ایک سیٹھ کے لڑکے کی بارات جا رہی ہے۔ اسرائیل صاحب نے دن کے دس بجے بلایا ہے۔

چشم زدن میں سلیمان عینک ساز، سلیمان کلارینٹ ماسٹر بن گیا، اور اس نے اس آدمی سے دوسرے دن دس بجے آنے کی حامی بھر لی۔ دوکان بند کرکے جانے لگا تو سلیمان نے مرزا جی کو چابی دیتے ہوئے کہا——"مرزا جی کل ذرا سویرے دوکان کھول لیجئے گا، اور اگر کوئی گاہک آئے تو کہہ دیجئے گا کہ ضروری کام سے گئے ہوئے ہیں، دوپہر تک آجائیں گے۔ تکلیف تو آپ کو ضرور ہوگی، مگر آپ کے علاوہ میرا اور کون ہے"۔

دوسرے دن سویرے جیسے ہی مرزا جی نے دوکان کھولی، وہ گاہک کہ جس کی عینک کے پیچ گر گئے تھے آدھمکا، اور آتے ہی اس نے کہا کہ چونکہ اسے ۱۱ بجے والی گاڑی سے جانا ہے، اس لئے اب وہ عینک لے کر ہی اٹھے گا۔

مرزا جی نے اس سے کہا بھی کہ سلیمان باہر گئے ہوئے ہیں۔ ذرا دیر میں آئیں گے، لیکن وہ تو اسٹول پر جم کر بیٹھ گیا تھا۔

وہ وقفے وقفے پر مرزا جی سے پوچھتا کہ آخر عینک والے کہاں گئے ہیں، اور ہر بار مرزا جی ایک ہی جواب دیتے "بھئی کام سے گئے ہیں۔ مجھ سے بس اتنا ہی کہہ گئے ہیں کہ دیر سے آئیں گے"۔

دس بجتے بجتے اس کی بیقراری اور بڑھی تو اس نے غصے میں دو ایک ملائم باتیں مرزا جی کو سنا دی۔ اس پر بغل کی دوکان والے نے اسے سمجھایا کہ سلیمان کا انتظار کرو، یہ بے چارے مرزا جی کیا کر سکتے ہیں، لیکن اس کی تو گاڑی چھوٹ رہی تھی۔

تب ہی مرزا کو ایک ترکیب سوجھی۔ وہ پاس کی کی دوکان سے دو پن لے آئے۔ ایک ڈبے سے گاہک کی عینک برآمد کی، اوزاروں کے ڈبے سے چھوٹی ہتھوڑی نکالی اور لگے پیچ کی جگہ پن لگانے لیکن ہوا یہ کہ ہتھوڑی ذرا بہک گئی اور ایک تال کے دو ٹکڑے ہوگئے۔ اب تو گاہک کا غصہ آسمان پر تھا۔ اس نے مرزا جی کا گریبان پکڑ لیا اور لگا انھیں بے نقط سنانے۔ آس پاس کے لوگوں نے بیچ بچاؤ کیا اور آخر میں یہ بات طے پائی کہ گاہک سلیمان کا انتظار کرے کہ اب اسی کے آنے پر کچھ ہو سکتا ہے۔

مرزا جی سوچ رہے تھے کہ سلیمان ٹھیک ہی کہتا تھا۔ کچہری میں قلم چلانے والوں کو کاروباری معاملات میں نہیں پڑنا چاہیئے۔

کوئی ڈھائی بجے کے قریب سلیمان آیا تو اس نے دیکھا کہ مرزا جی سر جھکائے بیٹھے ہیں اور گاہک غصے میں بھرا ہوا اکتایا ہوا ان کے اسٹول پر براجمان ہے۔ ایک بار پھر شور اٹھا۔ گاہک سلیمان پر برس رہا ہے "کیسے اناڑی لوگوں کو رکھ چھوڑا ہے۔ مجھے اپنی تال چاہیئے۔ پھر گاڑی چھوٹنے سے جو نقصان ہوا ہے، میں اس کا ہرجانہ لوں گا"۔

ادھر سلیمان مرزا جی پر گرج رہا تھا "زندگی بھر کچہری میں قلم گھستے رہے، آئے تھے عینک بنانے، ہونہہ"۔

مرزا جی سر جھکائے سب کچھ سنتے رہے کہ خاموش رہنے میں بہرحال عافیت تھی۔

کچھ دیر بعد جب ہر دو جانب معاملات ذرا سرد ہوئے تو مرزا جی نے ایک دس روپئے کا نوٹ نکال کر کہا "سلیمان بھائی اس کا نقصان میں پورا کروں گا"۔

سلیمان پھر ایک بار چیخا، "بڑے آئے ہیں پیسے والے۔ مرزا جی یہ کچہری نہیں ہے، جہاں پنکھے کی تیز ہوا میں پیسے اڑ کر جیب میں آجاتے ہیں۔ یہ کڑی دھوپ کی دنیا ہے"۔

مرزا جی نے چپکے سے نوٹ جیب میں رکھ لیا۔ اتنے میں سلیمان نے ٹوٹی ہوئی تال اٹھائی اور گاہک سے کہا——"تھوڑی دیر اور ٹھہر و شام کی گاڑی سے چلے جانا"۔

یہ کہکر وہ ایک طرف کو نکل گیا۔ کوئی آدھ گھنٹے بعد کچھ ادھار اور کچھ نقد دے کر وہ ایک تال اور دو پیچ لے آیا، اور پھر پندرہ منٹ میں وہ عینک تیار کرکے گاہک کو دے دی۔ گاہک سوا دو روپیہ دیتے ہوئے بولا——"میاں جی آج تم نے بڑا نقصان کرایا"۔

سلیمان نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا—— بابو جی وقت وقت کی بات ہوئی ہے۔ کبھی ایسا بھی ہو جاتا ہے۔ معاف کرنا"۔

گاہک کے جانے کے بعد سلیمان نے گھر سے آیا ہوا ناشتہ کا ڈبہ کھولا اور مرزا جی سے کہا——

"مرزا جی آؤ کچھ کھالو"۔

مرزا جی جانے کس دنیا میں گم تھے، چونک کر بولے۔

"نہیں مجھے بھوک نہیں ہے"۔ اور پھر کچھ دیر بعد علیک سلیک کرکے رخصت ہوگئے۔

اتنا کچھ کہنے سننے کے بعد سلیمان سوچ رہا تھا کہ مرزا جی اب ہفتوں ادھر نہیں آئیں گے، لیکن اس عمر میں مرزا جی نئے تعلقات کہاں پیدا کرتے۔ چنانچہ ہوا یہ کہ دوسرے دن ادھر دوکان کھلی ادھر مرزا جی حاضر۔

تھوڑی دیر بعد جب مرزا جی نے بھانپ لیا کہ آج موسم خوشگوار ہے تو انھوں نے گلا صاف کرتے ہوئے کہا "سلیمان بھائی میں کہتا ہوں کل کا نقصان مجھے پورا کرنے دو"۔

سلیمان نے مسکراتے ہوئے کہا "مرزا جی پیسے سنبھال کر رکھو لڑکے کی نئی نئی نوکری ہے، اسے تو ابھی پیسہ کمانے کا ڈھنگ بھی نہیں آیا ہوگا، رہے تم تو تمہاری پنشن بھی کتنا"۔

پھر اس نے تھوڑے وقفے کے بعد کہا "زندگی اونچ نیچ کا نام ہی ہے۔ بہت کما لوں گا، پیسہ تو ہاتھ کا میل ہوتا ہے" اور اب اس نے بے تکلفی کی راہ دیتے ہوئے کہا "مرزا جی ذرا سلیم چائے والے کو دو سنگل کپ کے لئے کہہ دیجئے"۔

مرزا جی کا لڑکا روزانہ دفتر سے واپسی میں مرزا جی

کے لئے اخبار خرید لاتا، جب رات گئے تک مرزا جی چاٹتے رہتے تھے۔"

چائے پی کر مرزا جی ذرا تازہ دم ہوئے تو انھوں نے ایک ٹھنڈی آہ بھری، جو اشارہ تھا اس بات کا کہ اب مرزا جی چھڑنے والے ہیں، اور ضبط کا دامن ان کے ہاتھ سے چھوٹ چکا ہے۔

"سلیمان بھائی تم نے کل کا اخبار پڑھا تھا؟" حالانکہ وہ اچھی طرح جانتے تھے کہ سلیمان کبھی اخبار نہیں پڑھتا ہے۔

"موقع ہی کہاں ملتا ہے مرزا جی۔" سلیمان نے ہمیشہ کی طرح مختصر سا جواب دیا۔ "کیوں کونسی خاص بات ہے؟"

"حالات بڑے خراب ہیں سلیمان بھائی،" مرزا جی نے دوسری بار آہ بھری۔

سلیمان نے دل میں سوچا ——— بچپن سے یہ جملہ سنتا آرہا ہوں، جانے حالات کب اچھے ہوں گے۔

تب ہی مرزا جی نے اپنے اسٹول پر پہلو بدلتے ہوئے کہا۔ "دلی میں بدمعاشوں کا ایک گروہ پیدا ہوا ہے۔ جو اسکوٹر پر گھومتا رہتا ہے، اور سناٹا دیکھ کر عورتوں کے گلے سے ان کے نکلس چھین لیتا ہے۔"

سلیمان نے کہا۔ "میں پوچھتا ہوں مرزا جی یہ عورتیں باہر نکلتی ہی کیوں ہیں۔؟"

مرزا جی بولے۔ "یہ بھی تم ٹھیک کہتے ہو بھائی، سمجھو یہ سب قیامت کی نشانیاں ہیں۔"

"آپ کے جسم میں طاقت ہے، تو آپ چاہیں جس کے گھر میں گھس جائیں۔"

"ہر طرف قتل و غارتگری ——— لوٹ مار"

"بڑے شہروں میں آوارہ کتوں کو کارپوریشن والے بند گاڑیوں میں پکڑ کر شہر کے باہر لے جاتے ہیں، اور انھیں گولیوں سے اڑا دیتے ہیں۔"

"بڑے بُرے دن ہیں۔"

تب ہی اپنے بغل میں کتاب دبائے ایک نوجوان پہنچا۔ اس نے ایک خوبصورت سے کیس سے گولڈن فریم کی عینک نکال کر سلیمان کی طرف بڑھائی۔

"ماسٹر جی اس کی کمان ٹوٹ گئی ہے، بن جائیگی؟"

"بابو جی عینک تو بہت قیمتی ہے کتنے میں لی تھی؟"

"میرے بھائی باہر سے لائے تھے۔"

سلیمان نے کئی بار الٹ پلٹ کر دیکھا اور پھر عینک رکھ کر نوجوان سے مخاطب ہوا۔

"آپ تو چاہیں گے کہ اس میں کوئی عیب بھی نہ رہے۔"

"ظاہر ہے۔" نوجوان نے مختصر سا جواب دیا۔

سلیمان نے کچھ سوچ کر کہا۔ "بن تو جائے گی لیکن ذرا خرچہ زیادہ آئے گا۔"

تب نوجوان کے دریافت کرنے پر سلیمان نے کہا کہ دس روپئے لگیں گے۔

اس پر نوجوان نے کہا۔ "دس روپئے تو بہت ہیں۔"

سلیمان بولا۔ "بابو بالکل نئی جیسی کر دوں گا۔ قیمتی عینک ہے۔ بازار میں دو سو روپئے سے کم کی نہیں ملے گی۔ آخر باہر کی چیز ہے۔"

نوجوان نے کہا۔ "اچھا ٹھیک ہے کب ملے گی؟"

سلیمان نے کہا۔ "کل دوپہر تک آجائیے۔"

شام کو اسرائیل بینڈ، کا آدمی پہنچا۔ "دو دن کا کام ہے جینیوں کے جلوس میں چلنا ہے۔"

سلیمان بازار سے عینک کی ولڈنگ کرالیا تھا اور اس وقت ایک نازک سی ریتی سے دھیرے دھیرے ولڈنگ کی جگہ کو صاف کر رہا تھا۔

"ماسٹر سے کہنا کہ آجاؤں گا۔"

رات کو دکان بند کرنے کے بعد اس نے مرزا جی کو چابی دیتے ہوئے کہا۔

"مرزا جی ذرا سویرے سے دکان کھول کر بیٹھ رہیے گا، بڑی مہربانی ہوگی۔ کوئی گاہک آئے تو کہہ دیجیے گا کہ باہر گئے ہوئے ہیں، دوپہر تک آجائیں گے۔"

"اور یہ کہ ... " مرزا جی سمجھ گئے کہ سلیمان کا تال ٹوٹنے والا واقعہ یاد آگیا۔ انھوں نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ "نہیں نہیں بھائی اطمینان رکھو، مجھے بہت سبق مل چکا۔"

پھر سلیمان نوجوان کی عینک لے کر چلا گیا۔

دوسرے دن دس گیارہ بجے کے قریب وہ نوجوان آیا تو مرزا جی نے اسے یہ کہہکر ٹالا کہ "وہ آپ ہی کے کام سے گئے ہوئے ہیں، نازک کام ہے، ذرا دیر تو لگے ہی گی۔"

اس پر نوجوان بولا۔ "تو پھر آج کا وعدہ کیوں کیا تھا۔"

"اتنی جلدی نہیں ہو سکا، ایسے کاموں میں بڑی کاریگری کی ضرورت ہوتی ہے۔"

نوجوان کچھ دیر کھڑا رہا اور پھر بڑبڑاتا ہوا چلا گیا۔

دوپہر میں سلیمان آیا تو مرزا جی نے اسے بتایا۔

"وہ لڑکا آیا تھا بگڑ رہا تھا۔"

"کل پھر اسے ٹالئے، پرسوں تو میں رہوں گا ہی، بڑی تیز دھوپ ہوتی ہے۔ عینک لگانے سے آنکھ بچی رہتی ہے۔"

دوسرے دن نوجوان پھر اسی وقت پر پہنچا۔

مرزا جی نے اس کے استفسار پر بتایا کہ عینک اب تک نہیں بنی ہے۔

وہ بھڑک اٹھا۔ "نہیں بنوانی ہے عینک، واپس کر دو۔"

مرزا جی نے ڈرتے ڈرتے کہا۔ "بابو جی عینک میرے پاس کہاں ہے۔ وہ تو سلیمان اپنے ساتھ لے گئے ہیں۔"

"تو پھر سچ سچ بتاؤ کہ ماسٹر کہاں گیا ہے ورنہ ..."

مرزا جی نے دیکھا کہ اس کے تیور اچھے نہیں ہیں، کیا پتہ ہاتھ چھوڑ دے، آخر جوان خون ہے بہت کچھ سوچ کر انھوں نے سہمے ہوئے انداز میں کہا۔

"جینیوں کے جلوس میں باجہ بجانے گئے ہیں۔"

"اچھا تو اب میں اس ماسٹر کے بچے کا باجہ بجاؤں گا بدمعاش، لفنگا۔"

بکتا جھکتا وہ وہاں سے چلا گیا۔

شہر کے ایک موڑ پر نوجوان کو جینیوں کا جلوس مل گیا۔ کئی بینڈ پارٹیاں طے کرنے کے بعد، جب وہ اسرائیل بینڈ، تک پہنچا تو اس نے دیکھا کہ سلیمان عینک ساز کلارینٹ بجا رہا ہے۔ اس نے لال پیلی وردی پہن رکھی ہے، پاؤں میں چپل ہے، منہ پھولا ہوا ہے، سر پر پی کیپ ہے، اور آنکھوں پر اس کی عینک چڑھی ہے۔

نوجوان غصے سے کانپ اٹھا۔ ادھر سلیمان نے اسے دیکھتے ہی اپنا دایاں ہاتھ ایک جھٹکے سے لہرایا۔ پھر تو ایسا محسوس ہوا کہ اس نے نوجوان پر سحر کر دیا ہے۔ وہ خاموش تماشائی بنا اس کے پھولے ہوئے گالوں کو دیکھتا رہا۔

تب ہی سلیمان کی شہادت کی انگلی نے نوجوان کو اشارے سے کہا کہ وہ فی الفور مزدوری کی رقم ادا کرے۔

نوجوان نے دس روپئے کا نوٹ اپنی جیب سے نکال کر سلیمان کی طرف بڑھایا، جسے اس نے اپنی جیب میں رکھا، اور پھر بڑے احتیاط سے عینک اتار کر نوجوان کے حوالے کر دی۔

نوجوان نے اسے اچھی طرح دیکھ کر اپنے رومال سے صاف کیا، اور تب عینک لگا کر اس طرح چل کھڑا ہوا جیسے کچھ ہوا ہی نہیں تھا۔ (پٹنہ سے نشر)

اختر عظیم آبادی

ڈھا رہی ہے مسلسل ستم زندگی — کر رہی ہے یہ مجھ پر کرم زندگی
گفتگو کے لیے لفظ ملتے نہیں — کس طرح میں کروں شرحِ غم زندگی
زہر ملتا ہے تریاق کے نام پر — گھٹ رہا ہے مرا آج دم زندگی
اپنی یادوں کی خوشبو ابھی روک لو — ڈھونڈ رہا ہوں میں شامِ الم زندگی
مجھ کو شکوہ نہیں کوئی حالات سے — کھو رہی ہے خود اپنا بھرم زندگی
کیا قیامت ہے تو بھی سہارا نہ دے — کس طرح اٹھے بارِ الم زندگی
تجربے بڑھ رہے ہیں مگر دوستو — ہو رہی ہے شب و روز کم زندگی

بس یہی تو ہے اختر متاعِ ہنر
دے رہی ہے جو احساسِ غم زندگی

(پٹنہ سے نشر)

قیدی

سید احمد قادری

بھولو رمیا اور سومو نے بھی گاؤں کے سب سے امیر کہلانے والے کسان، جن کے باپ دادا کبھی زمیندار تھے، کے بچوں کو صاف ستھرے کپڑے پہنے اسکول جاتے ہوئے یا گاؤں کے لوگوں کو ان کی آؤ بھگت کرتے ہوئے دیکھ کر اپنی اپنی پلکوں پر خواب سجائے تھے۔ لیکن وہ خواب بس خواب ہی رہے۔ اس لیے کہ ان کے ہاتھ کے ساتھ ساتھ ان کے دل دماغ بھی غلام بن چکے تھے۔

رات گئے کارخانہ سے چھٹی ملتی اور دو روٹی اور دال کسی طرح حلق سے اتار کر تینوں سرد زمین پہ ایک ایک بورا ڈالکر لیٹتے تو دن بھر اور نصف شب کے تھکے ماندے ان لڑکوں کو نیند کی دیوی فوراً ہی اپنی آغوش میں لے لیتی۔

حالانکہ ابتدائی دنوں میں جب ان تینوں کو راموناؔئی اغوا کرکے لایا تھا اور قالین کے کارخانہ کے مالک کے ہاتھوں تھوڑے سے روپے کی خاطر، ان کے جسم و جان اور قسمت سونپ گیا تھا۔ ان دنوں یہ لوگ، دن کے اجالے میں تو روتے ہی رہتے، رات کی تاریکیوں میں بھی ان کی آنکھوں سے آنسو بہتے رہتے تھے۔ وہ تینوں اکثر آپس میں ایک دوسرے سے سوال کرتے: "آخر رام نی کا کسور کرنے بالی جو ای سجا ملتے ہیں؟" تینوں دیر تک اس پہلو پر غور و فکر کرتے، لیکن انھیں کوئی جواب نہیں ملتا، تو آخرکار ان میں سے سومو جو ان میں سب سے بڑا تھا، وہ اپنے محدود تجربے کی بنا پر کہتا ــــ "ای سب کا رن ای ہے، ہم نن کے گریب ہووے کے ای زمانہ میں بہت بڑا پاپ ہی گریبی، اکرسے ہم نن کے سجا ملتے ہیں۔"

یہ کہہ کر سومو خاموش ہو جاتا اور رمیا و بھولو کے ساتھ ساتھ بورا پر لیٹے لیٹے ادھڑی ہوئی چھت کو تکنے لگتا، جہاں سے وحشت ہی وحشت ٹپکتی ہوئی نظر آتی ــــ کتنا فرق ہے اس چھت میں اور اپنے گاؤں کے مٹی کے بنے مکان کی پھوس والی چھت میں، کتنا اطمینان اور سکون ملتا تھا اس چھت کے نیچے۔

وہ سب صبح سویرے گاؤں کے بہت سارے بچوں کے ساتھ ساتھ گاؤں کے بڑے کسانوں کی گائے گورو کو لیکر میدانوں میں نکل جاتے، گائے، بیل، بھینس وغیرہ گھاس چرتیں ادھر سومو، رمیا اور بھولو اپنے ہم عمر بچوں کے ساتھ کبھی کبڈی کھیلتے، کبھی کسی پیڑ پر رسی باندھ کر جھولے جھولتے، کبھی گلی ڈنڈا، چوری کھیلتے اور اس کے ساتھ ساتھ موسم کے مطابق ان کے منہ بھی چلتے رہتے، ان کے ہاتھوں میں کبھی امرود، بیر یا آم ہوتے کبھی کھیت سے اکھاڑی ہوئی چنے کی جھنگریاں ہوتیں اور کبھی گنے ہی چباتے۔ اور اس طرح دن کیسے گزر جاتا، اس کا پتہ ہی نہیں چلتا، شام کا دھندلکا جب پھیلنے لگتا تو انھیں گھر کی فکر ہوتی اور جب گھر پہنچتے تو ان کی ماں، بہنیں اور باپ مل کر گرم گرم روٹیاں ساگ اور پیاز کھاتے، کتنا مزہ آتا تھا اس کھانے میں۔

ان کی پیاری پیاری ماں، ان کی بھولی بھالی بہنیں، ان کا کھیت سے واپس آیا ہوا، تھکا ماندہ باپ، کتنا پیار کرتے تھے یہ لوگ۔ کئی سال ہو جائے گا، ان سے بچھڑے ہوئے اور یہ سوچتے سوچتے بے اختیار ان کی آنکھوں میں آنسو آ جاتے جنھیں جلد جلدی اپنی پھٹی پرانی اور بوسیدہ سی گنجی میں جذب کرنے کی کوشش کرتے کہ کہیں کوئی دیکھ نہ لے اور اگر مالک یا اس کے خاص نوکروں نے دیکھ لیا تو پھر ڈنڈوں اور کوڑوں کی بارش شروع ہو جائے گی ان کے جسموں پر۔ ان کے جسم کے انگ انگ پر کوڑوں اور ڈنڈوں کے نشانات پڑ گئے ہیں۔ اب بھی جب کبھی پُروائی چلتی ہے تو ان کے جوڑ جوڑ دکھنے لگتے ہیں، ایسے وقت میں انھیں یاد آتا ہے جب کبھی کھیلتے وقت ان کے پاؤں یا ہاتھ میں موچ آ جاتی تھی تو ان کی ماں کتنی محبت، کتنی شفقت اور کتنے لاڈ پیار سے گرم گرم ہلدی چونا لگاتی اور دوسرے ہی تیسرے دن ان کی تکلیف دور ہو جاتی، لیکن ــــ یہاں ــــ یہاں تو ڈنڈوں اور کوڑوں سے زخم لگائے جاتے اور ان ہی ڈنڈوں اور کوڑوں سے زخموں کو ٹھیک بھی کرنے کی کوشش ہوتی ہے۔

ایسے ظلم اور تشدد کو یہ لوگ بڑی خاموشی سے سہتے کہ اس کے علاوہ اور کوئی چارہ بھی نہ تھا۔ قالین کے اس کارخانے میں پہلے سے غلامی کا طوق پہنے ہوئے لڑکے جب ان لوگوں کو بے حد اداس اور بجھا بجھا سا دیکھتے تو انھیں سمجھانے کی کوشش کرتے کہ اب ان کی یہی قسمت ہے۔ شروع شروع میں ہم لوگ بھی بہت اداس رہا کرتے تھے، اکثر روتے بھی تھے۔ لیکن رونے دھونے اور اداس رہنے کی اتنی بڑا سزا ملتی تھی کہ ہم لوگوں نے آنسوؤں سے رونا بند کر دیا ہے بلکہ اب جب کبھی ہم لوگوں کو اپنے بچھڑے ہوئے ماں باپ بھائی بہن اور اپنے گاؤں کی یاد ستاتی ہے تو دل ہی دل میں روتے ہیں ــــ

اور ــــ اس طرح ان لوگوں نے بھی حالات سے سمجھوتہ کر لیا، کبھی کبھی چپکے سے ان کے دل و دماغ میں فرار یا بغاوت کا جذبہ ضرور سر ابھارتا، تو فوراً ہی اسے جھٹک دیتے کہ ان کیلئے ایسا سوچنا بھی گناہ تھا۔

قالین بنتے وقت، سومو، بھولو اور رمیا کوشش کرکے ایک ساتھ ہی بیٹھتے۔ ایک ایک قالین پر کام کرتے ہوئے انھیں کئی کئی ماہ لگ جاتے اور روز روز ایک ہی قالین پر کام کرتے ہوئے انھیں قالین سے ایک انجانی سی محبت ہو جاتی۔ تکمیل کے مرحلے میں جب قالین ہوتی، اس کی ملائمیت اور نرماہٹ کو یہ لوگ جب ہاتھوں سے چھوتے تو انھیں یہ عمل بڑا اچھا لگتا، کبھی کبھی نو تیار شدہ قالین کے اوپر یہ لیٹ جاتے اور اس پر الٹ پلٹ کرتے ایسے لمحوں میں ان کے اندر ایک انجانی سی تمانیت اور اطمینان کا احساس ہوتا اور انھیں وہ دن یاد آنے لگتے جب وہ چھوٹے تھے اور ان کی ماں انھیں اپنے سینے پر لٹا کر پیار کرتی۔ یہی وجہ تھی کہ تیار قالین کو جب مالک بیچنے کے لیے نوکروں سے اٹھوا کر لے جانے لگتا تو انھیں ایسا محسوس ہوتا کہ یہ لوگ قالین کو نہیں، بلکہ ان کی ماں کو ان سے جدا کر رہے ہیں۔ ان کے قدم قالین کی جانب بڑھنے کے لیے اٹھتے لیکن مجبوری بے کسی اور بے بسی ان کے قدموں میں آہنی زنجیریں ڈال دیتیں۔

یہی مجبوری، بے بسی اور مفلسی، آہنی زنجیر بن کر ان کے دل و دماغ کو جکڑے ہوئی تھیں۔ احساسات و جذبات کچلتے جا رہے تھے اور انھیں اکثر آہنی پنجرے میں قید کسی طوطے کی یاد آتی رہتی فرق بس یہ تھا کہ طوطے کا مالک ذرا چمکار کر طوطے کے سامنے روٹی ڈالتا، لیکن ان کے نصیب میں یہ پیار بھری چمکار بھی نہیں تھی۔

اور ایک دن، جس دن مالک نے گھر کی صفائی کے لیے بلایا تھا اور گھر کی صفائی کرتے ہوئے غلطی سے مالک کے ڈرائنگ روم میں بچھی، ان ہی کے ہاتھوں سے بنی قالین پر پاؤں پڑ گئے تھے اور مالک نے گرجتے ہوئے کہا تھا ــ "سوّر کے بچو! قالین گندہ کر رہا ہے گا"

مالک کے اس جملہ نے ایک زبردست جھٹکا لگایا تھا، ان کے ہاتھوں اور خون پسینہ سے بنی قالین پر ذرا پاؤں پڑنا بھی گناہ ہے؟ اور یہ جھٹکا انھیں بجلی کے اس کرنٹ کی طرح لگا تھا جو چند لمحوں میں ہی انسان کے جسم کا سارا خون نچوڑ کر بے جان کر دیتی ہے۔

اس دن انھیں اپنی مفلسی اور غلامی کا بڑا شدید احساس ہوا تھا، لیکن وہ ــــ وہ تو آہنی پنجرے میں قید طوطے کی طرح تھے۔ ان کی ساری خواہشات، سارے ارمان غلامی کی زنجیروں سے جکڑ کر آہستہ آہستہ دم توڑ رہے تھے اور ان کے خواب اسکول، تعلیم، صاف ستھرے کپڑے، والدین کی محبت، اچھے کھانے آرام اور آزادی سب کے سب قالین کی تہہ در تہہ میں دفن ہو رہے تھے اور وہ انسان کے بجائے کام کرنے والے مشین کے چند پرزے بن گئے تھے۔

(پٹنہ سے لسٹر)

نیا آدمی

انجم جمالی

رات کے پھیلتے ہوئے اندھیرے میں وہ کبھی زمین پر پیٹ کے کچھوے کی طرح رینگتا ہوا، کبھی اکڑوں بیٹھ کے زخم خوردہ پرندے کی طرح گڑ کتا ہوا، کبھی پیچھے مڑ مڑ کر دیکھ کر آگے بڑھتا ہوا، اپنی موت کے تصور سے انتہائی لرزاں، پریشاں وہ ایک گاؤں کے کنارے پہنچ کر ٹھٹک گیا۔ پیچھے موت اس کی تلاش میں تھی، آگے انجانا خطرہ تھا نہ جانے وہ کون سا گاؤں تھا، کیا نام تھا اس کا، کبھی وہ ادھر آیا گیا نہیں تھا۔ اس اطراف سے بالکل ناواقف تھا یکایک گولیوں کی آواز سے فضا تھرتھرا اٹھی اور وہ چونکتا ہوا ایک کے ایک مکان کی دہلیز پر پہنچ گیا۔ ہر مقابلے سے نمٹنے کا سوچ کے اس کے دائیں ہاتھ میں دبے ہوئے پستول پر اس کی انگلیوں کی گرفت سخت ہو گئی۔ اور اس نے اپنے بائیں ہاتھ سے کواڑ کو ہلکے تھپتھپایا۔

"شامو بیٹے"۔ کسی عورت کی نحیف سی آواز کے ساتھ ہی کواڑ کا ایک پٹ کھلا اور وہ بے دھڑک اندر گھس کے جھٹ سے اس نے کواڑ بند کر دیا۔ اور اپنے پستول کا رُخ اس بوڑھی عورت کی طرف کرتے ہوئے انتہائی وحشی پن سے پوچھا۔

"اس وقت اس مکان کے اندر اور کون کون ہیں؟"

"میرے سوا یہاں اور کوئی نہیں بیٹے"۔ بوڑھی عورت نے جواب دیا۔

"میں خطرات سے آنکھیں بند کیے رہنے کا قائل نہیں، چلو میرے ساتھ میں تمہارے گھر کا ہر کونہ دیکھ جھانک لوں"۔

اور اس نے بوڑھی عورت کو اپنے پستول کی زد میں لے کر اس مکان کا چپہ چپہ چھان مارا، وہاں اس بوڑھی عورت کے سوا کوئی دوسرا نہ تھا۔ اطمینان کی سانس لے کر پھر وہ اسی کمرے میں واپس آ گیا۔ کھڑے کھڑے اس نے جلتی ہوئی لالٹین کی روشنی میں اپنی نگاہوں کو چاروں طرف موڑا، گھمایا، کمرے کے وسط میں ایک پرانی چٹائی بچھی ہوئی تھی اور رحل پر رکھی ہوئی رامائن کھلی تھی۔

"بیٹھتے کیوں نہیں بیٹے، کس سوچ میں ڈوبے ہو تم؟"

بوڑھی عورت کی نگاہیں بھوک سے سکڑے ہوئے اس نوجوان کے چہرے کا جائزہ لینے لگیں، ان نگاہوں نے زمانہ دیکھا تھا اور زمانے کے عطا کردہ تجربات نے اچھے بُرے کی پہچان کے نور سے ان نگاہوں کو روشن کر دیا تھا۔ نوجوان کا جائزہ لینے کے بعد وہ سمجھ گئی کہ وہ کوئی فراری مجرم ہے یا ملک دشمن عناصر کا کوئی رُکن، پھر بھی اس بوڑھی عورت کے دل میں ممتا کا درد پنہاں تھا۔ سوچا کہ وہ بھی اس کی ہی طرح کوئی ماں کا بیٹا ہوگا جس نے اپنے بیٹے کا سہارا پانے کی امید میں اپنے دل کے چمن کو سجایا اور سنوارا ہوگا۔ یکایک خود اس کا دل اپنے بیٹے کی یاد میں تڑپ اُٹھا اور اس تڑپ نے اس کے دل کو کچھ اس طرح نچوڑا کہ اس کی رگوں میں بہتا ہوا خون پانی بن کے اس کی آنکھوں کی راہ سے ٹپک کر گرنے لگا۔ اس وقت تک نوجوان بچھی ہوئی پلنگڑی پر بیٹھ چکا تھا لیکن پستول اب بھی اس کے ہاتھ کی گرفت میں اسی طرح تھا۔

"میں تمہاری ماں کے سمان ہوں بتاؤ اس طرح ڈرے سہمے تم کیوں ہو؟"۔ بوڑھی عورت نے اس وقت تک خود پر قابو پا لیا تھا۔

"میری جان کے دشمن، میری تلاش میں لگے ہیں، کیا پتہ وہ یہاں بھی پہنچ جائیں"۔ نوجوان دھیرے سے بولا۔

گھبراؤ نہیں، ماں اپنے بیٹے پر کبھی کوئی آنچ اپنی موجودگی میں آنے نہیں دیتی، اور میں بھی تم پر کوئی آنچ آنے نہ دوں گی"۔

بوڑھی عورت کے اعتماد بھرے دو بول نے نوجوان کے اس سرکش سر کو اس کے آگے جھکا دیا جو پہلے گولیوں کی بوچھاڑ وں پر بھی کبھی نہیں جھکا تھا۔ اس نے پستول کو پلنگڑی پر ایک طرف رکھ دیا اور بے اختیار ہو کے بول پڑا۔

"سچ مچ تم میری ماں ہی جیسی ہو۔"

بوڑھی عورت بھی ممتا کی جوش سے باؤلی ہو اٹھی، بڑھ کے اس نے نوجوان کی پیشانی کو چوم لیا۔ پھر وہ دوسرے کمرے میں جا کے وہاں سے ایک دھوتی اور کرتا لے آئی اور نوجوان کو دیتی ہوئی بولی۔

"یہ پہن لو، پھر تمہیں کوئی آسانی سے پہچان نہیں پائے گا، میں تمہارے لیے دودھ لے آتی ہوں"۔

نیا لباس پہن کے نوجوان کے دل نے بڑا اطمینان محسوس کیا، اور دودھ بھرے گلاس سے جب اس کا خشک حلق تر ہوا، اور جسم میں توانائی کی لہر دوڑی تو اس نے بوڑھی عورت سے سوال کیا۔

"یہ دھوتی اور کرتا کس کے ہیں؟ یہاں تو کوئی ہے نہیں؟"

"یہ میرے شامو کے ہیں بیٹے، پچھلے مہینے وہ جالندھر گیا تھا، وہاں سے ابتک لوٹا نہیں۔ گاؤں کے لوگوں کے ذرائع سے پتہ لگانے کا لاکھ جتن کیا، کسی نے کچھ کہا، کسی نے کچھ، ایشور جانے کیا سچ ہے کیا جھوٹ۔ میں تو روز اس کے آنے کی راہ تک رہی ہوں۔"

نوجوان بالکل خاموش رہا۔ لیکن اس کے دل پر پڑے اثرات نے اس کے چہرے پر کئی رنگ جھلکایا اور وہ رنگ پل بھر میں برسات کے بادلوں کی طرح چھٹ کے صاف ہو گیا۔

"ایک بات تم سے پوچھوں، پر وعدہ کرو کہ تم مجھ سے کچھ چھپاؤ گے نہیں"۔ بوڑھی عورت کی زمانہ شناس نگاہیں نوجوان کے چہرے پر جم گئیں۔

"تمہیں جب میں نے ماں مان لیا تو تم سے کیا چھپانا"۔ بہت دنوں کے بعد آج وہ پہلی بار محبت کے جال میں پھنس کے سچ بولنے پر آمادہ ہو گیا تھا۔

"تمہارے دشمن کون ہیں؟"، بوڑھی عورت نے بڑے پیار سے پوچھا۔

"وہ سب جو میرے خیالات کو میرا پاگل پن سمجھتے ہیں"۔ نوجوان نے کہا۔

"میں سمجھ گئی، آئے دن سن رہی ہوں کہ مٹھی بھر لوگ اپنے مفاد اور اقتدار کی خاطر پھر اس دھرتی کے سینے میں چھرا گھونپ کر اس کے ٹکڑے کرنے کا منصوبہ بنائے ہوئے ہیں، تو سنو بیٹے شاید اس وقت تیرا جنم بھی نہیں ہوا ہوگا، ایک بار پہلے بھی اس دھرتی کے سینے میں چھرا گھونپ کر اس کو دو ٹکڑے کر دیا گیا تھا

نتیجہ جو نکلا تھا وہ بڑا دل ہلا دینے والا تھا۔ اس دھرتی کے سینے سے ابلے ہوئے خون میں، ہزاروں، لاکھوں بے گناہ انسان ڈوب کر مر گئے تھے۔ لیکن اب مذہب کے نام پر، زبان کے فرق کی بنا پر رنگ و نسل کے بھید بھاؤ کے کارن کوئی بھی باشعور انسان وطن کو پھر ٹکڑے ہونے کبھی نہیں دے گا، خواہ اس راہ میں کتنی ہی قیمتی جانوں کی قربانیاں دینی کیوں نہ پڑیں۔ یہ وشال دیش بھارت تو سب کا ہے بیٹے، محمدؐ کے چاہنے والوں کا بھی، یسوع کے ماننے والوں کا بھی، نانک کے اُپدیشوں کی راہ پہ چلنے والوں کا بھی، اور رام کو عقیدت کی نگاہوں سے دیکھنے والوں کا بھی، پھر ایسے چمن میں جہاں رنگ برنگ کے پھول ساتھ ساتھ کھلے ہوں، جدا جدا مہک لیے ہوں۔ اگر ایک پھول کو بھی تم اس چمن سے جدا کر دو تو کیا چمن کا یہ بانکپن برقرار رہ سکے گا؟"

نوجوان سر جھکائے خاموش تھا۔ بوڑھی عورت نے لوہا کو سُرخ دیکھ کر موڑنا چاہا۔

"تم نوجوان ہو، ابھی شعور کے اجالوں سے تمہارا دماغ اتنا روشن نہیں ہوا ہے کہ تم اندھیروں میں لڑھکائے نہ جا سکو اور یہی ہوا ہے بھی تمہارے ساتھ۔ اس اندھیرے سے خود کو نکال لو بیٹے اپنے وطن کی محبت سے اپنے سینے کو بھر لو، جس دل میں اپنے وطن کی محبت نہ ہو وہ دل، دل نہیں پتھر ہے اور ایسے دل کے ساتھ جینے سے کیا حاصل جو خود میں کچھ جذب نہ کر سکے، جو کرب محسوس نہ کر سکے، جو خوشی کا احساس دلا نہ سکے، جیئو تو انسان کا دل رکھ کے جیئو، جو دوسروں کا دکھ دیکھ کے رو پڑے، اور خوشی میں نہال ہو جائے، رات کافی بھیگ چکی ہے، اب تھکن سے تم نڈھال بھی دکھائی دے رہے ہو۔ آرام سے سو جاؤ، صبح ہونے سے پہلے میں تمہیں جگا دوں گی۔"

نوجوان تھکن سے چور تھا ہی، پلنگڑی پر لیٹتے ہی سو گیا۔ پو پھٹنے سے پہلے اس بوڑھی عورت نے اس کو جگا کے ایک تصویر دیتے ہوئے کہا۔

"اس تصویر کو اپنے پاس سنبھال کے رکھ لو، جالندھر جب بھی جانے کا تمہیں موقع ملے اس کا پتہ لگا کے مجھے خبر دینا۔"

نوجوان نے تصویر کو دیکھے بغیر اپنے کرتے کی جیب میں رکھ لیا۔ اور اپنا پستول اسی پلنگڑی پر چھوڑ کے اس مکان سے نکل آیا۔ کچھ دور کا سفر طے کرنے کے بعد جب پوری طرح اجالا پھیل گیا تو اس نے اس تصویر کو اپنی جیب سے نکال کے جیوں ہی دیکھا وہ اس طرح کانپ اٹھا جیسے کہ اس تصویر سے ٹپکے ہوئے خون سے اس کے دونوں ہاتھ یکایک نرم ہو گئے ہوں۔ شاید اس کا خوابیدہ دل اب جاگ چکا تھا اور اب وہ اندھیروں کے سمندر میں ڈبکیاں لگائے جینا نہیں چاہتا تھا۔ سیدھا پولیس چوکی پہنچ کے اس نے اپنے جرم کا اقبال کرتے ہوئے خود کو قانون کے حوالے کر دیا۔ ایک بوڑھی عورت نے ایک گمراہ نوجوان کو نیا آدمی بننے میں اس کی رہنمائی کی تھی، اگر اسی طرح اس دیش کا ہر باشعور انسان ایک گمراہ کو نیا آدمی بنانے کی ٹھان لے تو بہت جلد وہ دن قریب آ جائے جب بھارت کی دھرتی پر فتنہ و فساد کا کوئی طوفان اٹھ نہیں پائے اور اس ملک کا نام ساری دنیا میں درخشاں ستاروں کی طرح چمک اٹھے۔

(پٹنہ سے نشر)

بشیر عارف

لہو کا لمس اور شب کی خموشی
برہنہ رقص اور شب کی خموشی
مجھے کیا حیف تھا مرنا ولیکن
وہ تنہا شخص اور شب کی خموشی
خلاؤں میں مجھے دفنا دیا ہے
بدن کا حبس اور شب کی خموشی
نگاہِ سنگ میں شیشہ بدن ہے
یہ اپنا عکس اور شب کی خموشی

(دو کاشوائی گلبرگہ سے)

پاگل

معین شاھد

پوس کی ٹھٹھرتی ہوئی شام ہولے ہولے رام نگر سے ایک میل دور، زمین کی کوکھ سے نکلنے والی نئی شیلا نہر کے اونچے اونچے ٹیلوں پر اترنے لگی اور جب کچے اور پھوس کی رین بسرا جھونپڑیوں سے دھوئیں کے اٹھتے ہوئے مرغولوں کو آسمان کی پہنائیوں میں جائے اماں نہ ملی تو وہ دھرتی کے سینے سے لگ کر اپنی بے پناہی کا ماتم کرنے لگے کہ آسمان کی فضائیں بوجھل تھیں اور یہ پوری دھرتی، جو ان جھونپڑیوں میں بسنے والے اور شیلا نہر میں کام کرنے والے مزدوروں اور سخت جاں جفاکشوں کے قافلے کے لیے جائے پناہ تھی، دھواں دھواں سی ہو گئی تھی گھٹن اور حبس کی اس فضا میں جیسے ان انسانوں کے ساتھ ساتھ اس دھرتی کا بھی کلیجہ پھنک رہا ہو۔ شیلا نہر جس کی کھدائی پانچ برسوں سے ہو رہی تھی، اب شاید بن کر تیار ہو چکی تھی اسی لیے ان جھونپڑیوں کے مزدور مردوں، عورتوں اور بچوں کے چہرے اداس اداس تھے۔ ان کی آنکھوں میں چٹیل، بنجر زمینوں اور صحراؤں کے سونے پن اور خشکیوں نے ڈیرے ڈال رکھے تھے کہ اب کام بند ہونے والا تھا۔ اور کام کے عوض روٹی ملنے کا سہارا ابھی ٹوٹنے والا تھا۔ اب انھیں دو مٹھی اناج کے لیے نہ جانے کہاں کہاں بھٹکنا پڑے گا۔ اس روح فرسا احساس کی چتا پر ان کا وجود جل رہا تھا دوسری طرف بڑے ٹھیکیدار دیوراج اور اس کے ماتحت کام کرنے والے درجنوں چھوٹے چھوٹے ٹھیکیداروں کے چہرے بشاشت، طمانیت اور کامرانی سے کھل اٹھے تھے کہ شیلا نہر اب بن کر میلوں ناگن کی طرح بل کھاتی ہوئی ان کے سامنے اٹھلا رہی تھی۔ اب ان کے بلوں کے بقایہ روپے کی ادائیگی ہونے والی تھی اور اب اس کا افتتاح پرسوں ہی لیڈروں اور اعلیٰ افسروں کی موجودگی میں ہونے والا تھا۔

آج رام نگر کے پنچایت بھون میں میٹنگ بلائی گئی تھی اور یہ سوال اٹھایا گیا تھا کہ اس شیلا نہر کا افتتاح کس کے ہاتھوں انجام پائے۔ اس میٹنگ میں پرمکھ کے علاوہ اس حلقہ کے ودھائک بھی موجود تھے اور پنچایت کے تمام مکھیاؤں نے بھی شرکت کی تھی۔ کچھ لوگوں کی رائے تھی کہ اس کا افتتاح مرکز کے کسی وزیر سے کرایا جائے تو کچھ لوگ اس خیال کے حق میں تھے کہ اس نہر کا افتتاح راجیہ کے مکھیہ منتری سے کرایا جائے۔ کچھ لوگوں نے اس ڈویژن کے کمشنر صاحب کا نام لیا تو کچھ لوگوں نے ضلع کے کلکٹر صاحب سے اس نہر کے افتتاح کرانے کی رائے دی۔ لیکن بالآخر رحمن پور کے مکھیہ کی یہ رائے سبھوں کو پسند آئی کہ اس نہر کا افتتاح رام نگر کے سب سے بوڑھے، ایماندار اور فریڈم فائٹر اس شخص سے کرایا جائے جس نے اپنا جیون تیاگ اور جن سیوا میں بتایا ہے۔ اس سلسلے میں یک وقت سبھوں کی زبان پر کرمو میاں کا نام آ گیا جن کی عمر ۸۵ سال سے زیادہ تھی اور جو اب چلنے پھرنے سے بھی معذور تھے۔ اس حلقہ کے ودھائک کے علاوہ پرمکھ اور تمام مکھیاؤں نے حامی بھر لی اور پنچایت بھون میں یہ بات طے پائی کہ اس علاقے کے ودھائک اس پنچایت کے پرمکھ، رحمن پور کے مکھیہ اور رام نگر بلاک کے سرکل انسپکٹر، کرمو میاں کے پاس جائیں اور انھیں اس کام کے لیے آمادہ کریں۔

گاؤں کے پورب آخری چھور پر، جہاں کمزور پسماندہ طبقے کے لوگ زیادہ آباد تھے، کرمو میاں کی جھونپڑی تھی جہاں وہ اپنی زندگی کے آخری ایام بڑی تنگدستی اور عسرت سے گزار رہے تھے۔ جب یہ چاروں آدمی کرمو میاں کی جھونپڑی کے چار فٹ اونچے دالان میں سر نیہوڑا کر داخل ہوئے تو مٹی کی بنی اس کوٹھری کے اندر سے کسی بوڑھے کے کھانسنے کی بڑی ہی نحیف آواز نے ان کا خیر مقدم کیا جیسے یہ آواز کسی کی زندگی کی آخری آواز ہو، آخری ہچکی، سانس کا آخری اتار چڑھاؤ ــ جس سے بے بسی، مفلسی اور غربت کا اعلان ہو رہا تھا، یہ کرمو میاں کے کھانسنے کی آواز تھی، جس نے آنے والوں کے ذہنوں کے تاروں کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔ بعض آوازیں جو الفاظ و معنی کے پیراہن سے عاری ہوتی ہیں لیکن اس بے لباسی کے باوجود یہ آوازیں نہ جانے کون سی ایسی طاقت رکھتی ہیں کہ کانوں کے، ذہنوں کے، روح کے، بصیرت اور بصارت کے تمام دروازے یکلخت کھول دیتی ہیں اور انسانوں کی بے حسی کو اپنی ایک ضرب صدا سے ٹھوکریں مار کر جگا دیتی ہیں۔ کرمو میاں کے کھانسنے کی یہ آواز گویا آنے والوں کے لیے صدائے جرس نکلی کہ

وہ اس جھونپڑی کے باہر ایک دوسرے کو ندامت اور معنی خیز نگاہوں سے دیکھنے لگے۔

معاً کوئی بوڑھا جھونپڑی کے اندر سے لاٹھی ٹیکتا ہوا نکلا اور بولا۔

"تم لوگ کون ہو بھائی۔ بیٹھو۔ میں اپنی کٹیا سے کھٹیا لاتا ہوں۔"

"نہیں کرمو بابا تم اتنی تکلیف نہ کرو۔ ہم لوگ تمہارے اسی رام نگر اور رحمن پور گاؤں کے رہنے والے ہیں۔"

مکھیا نے سبھوں کا تعارف کرانا چاہا۔ مگر بیچ ہی میں کرمو میاں "آپ ودھانک جی۔ ہاں یاد آیا۔ کھوں کھوں" کرمو میاں کو کھانسی ستانے لگی۔ انھوں نے سانس پر قابو پاکر پوچھا "بولو کیسے ادھر آگئے؟"

"ہم لوگ ایک ضروری کام سے آئے ہیں کرمو دادا" ودھانک جی بولے۔

"ہم گریبن لوگن سے کون سا کام ہے۔ اب تو ہم کسی کام کے نہیں رہے۔ ہاں جب میں جوان تھا تو دیش کے کام آیا تھا۔"

پھر وہ جیسے کسی سہانے خواب میں کھو گئے، بولے۔

"جو سمے اور جو عمر دیش اور جنتا کی سیوا میں گزر جائے دراصل وہی عمر اور وہی سمے قیمتی ہیں اور یاد رکھے جانے کے قابل ہیں۔" پھر آپ ہی بولے۔ "لیکن بابو جی۔ ان لمحوں کو کون یاد رکھتا ہے اور کون اس کی قدر اور اس کا آدر مان کرتا ہے سب لوگ بھول گئے۔ بھول گئے۔" کرمو میاں جیسے ابل پڑے۔ ایسا معلوم ہوا کہ وہ زمانے سے بولنے کے لیے ترس رہے تھے۔ آدمی کی تلاش میں تھے، جس سے وہ اپنے دل کا حال بیان کریں۔

جھونپڑی کے اندر سے ایک پندرہ سال کا لڑکا اپنے ہاتھ میں کھٹیا اور چٹائی سنبھالے ہوتے نکلا اور اسے مٹی کے فرش پر بچھاتے ہوئے بولے "آپ لوگ بیٹھیے۔" کھٹیا اور چٹائی پر سبھی بیٹھ گئے۔ کرمو میاں چٹائی پر بیٹھتے ہوئے بولنا چاہ رہے تھے کہ مکھیا نے بیچ میں ٹوک دیا۔ "آپ کو کسی قسم کی مدد ملتی ہے یا نہیں؟"

کرمو میاں بہت ہی ڈوبتے ہوئے لہجہ میں بولے "ہم نے اب تک اس دیش اور راشٹر کو دیا ہے اس سے کچھ لیا نہیں ہے۔ اب بھی میرے اس بوڑھے جسم کی رگوں میں تھوڑا بہت جو خون بچا ہوا ہے اسے اپنی اس دھرتی ماں پر نچھاور کر دینا چاہتا ہوں۔ اب آخری عمر میں کیا کسی سے مانگنے جائے اور اس کا حساب اپنے اوپر والے مالک کو کون دے۔ چلو اچھا ہوا کہ اپنی عزت بچی ہوئی ہے۔" ان کے لہجہ میں بڑا تیکھا پن تھا۔ پھر وہ اپنے آپ کو سنبھالتے ہوئے بولے۔ "ویسے بتاؤ۔ کون سے کام سے میرے پاس آئے ہو ــــ؟"

"یہ شیلا نہر بنی ہے نا۔ اس کا ادگھاٹن ہم لوگ آپ ہی سے کرانا چاہتے ہیں۔"

"وہ کیوں۔ مجھ ہی سے کیوں؟"

"اس لیے کہ آپ سے بڑھ کر اور کوئی نہیں جو ہم لوگوں کی نظر میں دیش بھگت مجاہد آزادی بچا ہے۔"

[illegible]

"ہم سے بھی بڑھ کر ایک شخص ہے جسے تم لوگ شاید نہیں جانتے" کرمو میاں نے جواب دیا۔

"اس جوار میں کوئی تو ایسا شخص نہیں ہے جو اس کا اہل ہو۔ جس نے دیش کے لیے قربانیاں دی ہیں۔"

"ہاں ایک شخص اور ہے جسے میں جانتا ہوں۔ اس کے پورے خاندان کو آج سے ۵۰ سال قبل انگریزوں نے اس لیے تباہ و برباد کر دیا تھا کہ وہ شخص جنگ آزادی میں آگے آگے تھا۔ اور ایک گورے کا قتل کر کے فرار ہو گیا تھا۔ اور اس کے خاندان والوں نے اس کا پتہ نہیں بتایا تھا۔" کرمو میاں کو پھر زوروں پر کھانسی اٹھ گئی۔ کھانستے کھانستے ان کی گردن کی رگیں پھول گئیں اور آنکھوں میں جیسے خون اتر آیا۔ کچھ کھانسی تھمی تو وہ سانسوں کے زیر و بم کے درمیان بولے۔

"ان کے خاندان والوں کو بھی اس کا پتہ معلوم نہیں تھا کہ وہ کہاں روپوش ہے۔ وہ بتاتے تو کس طرح بتاتے۔ اور جب ملک آزاد ہوا تو یکایک ہم لوگوں نے اسے اس پچھم والی پہاڑی کی طرف سے آتے ہوئے دیکھا جہاں کبھی انگریزی فوجیوں کی چھاؤنیاں تھیں۔"

"وہ تو اب بھی اس علاقے میں نظر آتا ہے۔ لیکن بابا وہ تو پاگل ہے۔ ایک دم پاگل" پرمکھ نے کہا۔

"ہاں اسی پاگل سے اس نہر کا افتتاح کراؤ۔ اگر تم ہمارے کھیتوں کی سیرابی چاہتے ہو اور ہماری فصلوں کو پانی دینا چاہتے ہو۔ میں اس کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں۔ کچھ بھی نہیں ان آدرشوں کی قدر کرو۔ جنھیں ہم بھول گئے ہیں" کرمو میاں بولتے چلے گئے۔

"تم آزادی کے انھی شہیدوں کی تربت اور سمادھی پر پھول چڑھاتے ہو جنھیں اتہاس کے پنوں نے جگہ دے رکھی ہے۔ آزادی کے ان شہیدوں کو بھی یاد کرو جو بے نام و نشان آزادی کی قربان گاہ پر بھینٹ چڑھ گئے۔ آزادی کے ان جیالوں کی بھی قدر کرو جنھیں آج دنیا قدر کی نگاہوں سے نہیں دیکھتی، اور تم نہیں جانتے کہ ان کے دلوں پر سنگین حالات نے کون سے گہرے زخم لگائے ہیں جنھیں وہ ایک امانت کی طرح اپنے سینوں میں چھپائے پھرتے ہیں۔"

"وہ آدمی کہاں ہو گا؟" سبھوں نے بوڑھے کرمو میاں سے سوال کیا۔

"اسے بچوں سے بہت پیار ہے۔ وہ زیادہ تر بچوں میں کھیلتا ملے گا۔ تم لوگ ندی کے کنارے چلے جاؤ جہاں بچے کھیلتے رہتے ہیں۔"

وہ چاروں کرمو میاں کی جھونپڑی سے نکل آئے۔ دوپہر ہو چکی تھی۔ سردی کے اس موسم میں دھوپ بڑی اجلی اور سہانی معلوم ہو رہی تھی۔ وہ لوگ سیدھے ندی کنارے پہنچ گئے۔ وہاں ان لوگوں نے دور سے دیکھا کہ گاؤں کے کچھ بچے اور بچیاں گڈے گڑیا کا بیاہ رچا رہے ہیں۔ ریت کی ایک مسجد بنائی گئی ہے اور ایک مندر ہے۔ اس کھیل میں ہندو مسلمان اور سکھ عیسائی دونوں طبقے کے بچے اور بچیاں شامل ہیں۔ بارات میں کسی لڑکے کو ٹوپی پہنا رکھی ہے اور کسی لڑکے نے دھوتی پہن رکھی ہے اور ماتھے پر لال ٹیکہ لگا رکھا ہے۔ گڑیا کے گھر باراتیوں کے سواگت کے لیے بچے اور بچیاں لکڑی اور ایک چھوٹے سے ڈھولک پر بیاہ گیت گا رہی ہیں۔ ایک بوڑھا ٹین کا کنستر لیے پیٹ رہا ہے اور ایک لڑکی ہاتھ میں گھنگھرو لیے بجا رہی ہے۔ وہاں پر ایک درخت کے نیچے ایک شخص بیٹھا ہوا ہے جس کے سر اور داڑھی کے بال بے تحاشہ بڑھے ہوئے ہیں۔ ہاتھ اور پاؤں کی انگلیوں کے ناخن نوکیلے اور تیز کٹار جیسے ہوئے ہیں۔ آنکھوں میں کیچ ہے اور منہ سے رال ٹپک رہی ہے۔ جو اس کی داڑھی کو تر کر رہی ہے۔ کپڑوں سے بے نیاز جسم پر میل کی موٹی سی تہہ جمی ہوئی ہے۔ بچوں کے اس کھیل کو دیکھ کر وہ بہت ہی خوش ہو رہا ہے۔ اس کا انگ انگ ناچ رہا ہے۔ اور وہ اپنے آپ میں مست ہے۔

مکھیا نے اپنے ساتھیوں سے کہا "یہی وہ شخص ہے جس کے بارے میں کرمو میاں نے کہا ہے۔"

"لیکن یہ تو سچ مچ پاگل دکھائی دیتا ہے۔" ایک نے تبصرہ کیا۔

"ایسے آدمی کو شیلا نہر کے افتتاح کے لیے کیسے بلایا جا سکتا ہے۔" دوسرا بولا۔

اچانک ندی کے کنارے بچوں کے غول میں شور اٹھا بچے اب دو ٹولیوں میں بٹ گئے اور آپس میں شور مچانے لگے "مارو۔ پکڑو۔" چھوٹے چھوٹے معصوم بچے کاغذوں کی بنی ہوئی مصنوعی تلواریں اور برچھوں سے ایک دوسرے پر حملے کرنے لگے۔ ریت کی بنی ہوئی مسجد ڈھا دی گئی اور مندر کو مسمار کر دیا گیا۔ وہ شخص اس منظر کو نہ دیکھ سکا اور اس کے منہ سے جھاگ نکلنے لگی۔ وہ زور سے چیخا۔

"بچو! یہ کھیل بند کرو کھیل بند کرو۔"

بچے ہنستے، کھیلتے، کودتے اپنے اپنے گھروں کی طرف بھاگنے لگے کہ کھیل ختم ہو گیا تھا اور پاگل انھیں رگید رہا تھا۔

(پٹنہ سے)

معین شاہد
ایڈیٹر آدرشی ہفتہ وار
بنیاد گنج۔ گیا (بہار)

ابرِ نوری

رخسار پر حسین کی کبھی چاندنی کی بات
ہوتی تمام رات رہی آپ ہی کی بات
ان کی تھی چشم مست میں گھولی وہ مستیاں
دیکھا جو میکشوں نے گئی میکشی کی بات
میں کھو گیا تھا ان کے نشیب و فراز میں
ایک جوئے شیر اور تھی تشنہ لبی کی بات
جب سے تمہارے غم کو گلے سے لگا لیا
اچھی نہیں ہے لگتی کوئی اب خوشی کی بات
غم نے مری حیات کو بخشی وہ دلکشی
بے دلکشی سی ہو گئی اب دلکشی کی بات
الجھا تمام عمر رہا اپنے آپ میں
فرصت کہاں تھی ابر کو کرتا کسی کی بات

(پٹنہ سٹی)

زراعت وسائنس
خصوصی صفحہ

تحریر وترتیب: عزیز انصاری

اچھے بیج - زیادہ پیداوار

اچھے بیج پیدا کرنے اور بڑھانے میں نیشنل سیڈس کارپوریشن نے اہم رول ادا کیا ہے

اس کارپوریشن اور اس کے انتظامیہ کے صدر ڈاکٹر کے پی ایس مینن (آئی اے ایس) نے ایک ملاقات میں بتایا کہ سائنٹفک طریقے سے بہتر بیج تیار کرنے کی پہلی کوشش ۱۹۶۳ء میں نیشنل سیڈس کارپوریشن کے انعقاد سے شروع ہوئی۔ یہ کام آسان نہیں تھا۔ اس میں کافی بڑی تعداد میں تعلیم یافتہ اور تجربہ کار سائنسدانوں کی ضرورت تھی ساتھ ہی ان تمام اشیاء کی بھی جن کے استعمال کی بیج سائنس اجازت دیتا ہے جیسے بیج صاف کرنے کی مشینیں، بیج جانچنے کی مشینیں، اور بیج کی خوبی کو دیکھتے ہوئے اسے الگ کرنے کی مشینیں وغیرہ مختلف قسم کی آب وہوا میں لیبارٹریز تیار کرنا۔ بیجوں کے ذخیرہ کے لیے انتظام کرنا، بیجوں پر ریسرچ کے انتظام کی طرف توجہ دینا وغیرہ وغیرہ کئی اہم کاموں کی طرف دھیان دینا بہت ضروری تھا۔ مارچ ۱۹۶۳ء میں بھارت سرکار نے نیشنل سیڈس کارپوریشن لمیٹیڈ (این ایس سی) کا انعقاد کیا اور اسی سال ماہ جولائی سے اس کارپوریشن نے اپنا کام انجام دینا شروع کر دیا۔

اس کارپوریشن کے انعقاد کے مقاصد تھے۔ (۱) ملک میں بہترین قسم کے بیج پیدا کرنا، ان کی حفاظت کرنا اور انہیں تقسیم کرنے کے لیے ملک کے مختلف مقامات پر بھیجنا۔ (۲) بیجوں کی پیداوار اور تقسیم میں دیگر دوسری سوسائٹیوں اور جماعتوں کی مدد کرنا۔ (۳) بیج کی خوبیوں کو قائم رکھنے کے لیے ہر اہم موقع پر جانچ کا انتظام کرنا۔ (۴) زراعت کی ترقی کے لیے عمدہ بیجوں کا ذخیرہ کرنا۔

کارپوریشن کے مقاصد بتلاتے ہوئے ڈاکٹر مینن نے یہ بھی بتایا کہ سب سے پہلے مکا کے بیج پیدا کیے گئے۔ ۱۹۶۴ء میں جوار اور ۱۹۶۵ء میں سنکر باجرہ کے بیجوں کی پیداوار کا کام ہاتھ میں لیا گیا۔ اس کے بعد گیہوں کی نئی قسموں کے بیجوں کی پیداوار پر دھیان دیا گیا۔ ۶۷-۱۹۶۶ء میں چاول کے دو دارت قسم کے بیج پیدا کیے گئے۔ ۱۹۶۸-۱۹۶۷ء میں گیہوں کی زیادہ پیداوار دینے والی قسموں کے بیجوں کی پیداوار کا کام شروع کیا گیا۔ دھیرے دھیرے سبزیوں، ریشے اور چارے کی فصلوں کے بیج بھی پیدا کیے جانے لگے۔

ڈاکٹر مینن نے جانکاری دیتے ہوئے یہ بھی بتایا کہ اس کارپوریشن نے حالانکہ ایک اہم مقام حاصل کرلیا ہے پھر بھی صوبائی سطح پر کام ہونا چاہیے۔ ۷۵-۱۹۷۴ء میں صوبائی سطح پر



ڈاکٹر کے پی اے مینن، چیرمین نیشنل سیڈس کارپوریشن ۔

کام شروع کیا گیا ہے۔ ابتک گیارہ بیج نگم کا قیام عمل میں آچکا ہے۔ جلد ہی سارے صوبوں میں ان نگموں کا قیام عمل میں آجائے گا۔ سوچا یہ گیا تھا کہ ان صوبائی نگموں سے سیڈس کارپوریشن کا کچھ بوجھ کم ہوجائے گا لیکن ایسا ہوا نہیں بلکہ جو تصویر ابھر کر سامنے آئی ہے وہ اس سے بالکل مختلف ہے۔ کئی صوبائی نگم اپنی ذمہ داری پوری طرح سے نہیں نبھا سکے اور ان کے کام کو بھی ہمیں ہی انجام دینا پڑا۔ صوبوں کی مانگ اتنی بڑھ گئی کہ ہمیں اپنے بیجوں کی پیداوار کی مقدار دگنی کر دینا پڑی۔ اسے جلد ہی ہم بڑھا کر ۲ لاکھ ٹن کر دینے والے ہیں۔ یہ مقدار ابھی ملک کیلئے ضروری سرٹیفائڈ بیج کی پیداوار کا مشکل سے ۲۰ فی صد ہوگی۔

ڈاکٹر مینن سے جب یہ پوچھا گیا کہ کل کتنی فصلوں پر اور انکی کون کون سی قسموں کے بیج آپ کے کارپوریشن میں تیار کئے جا رہے ہیں تو بڑے اعتماد سے ڈاکٹر مینن نے فرمایا فصلیں ہیں اناج کی تمام فصلیں۔ مختلف سبزیاں۔ ریشے اور چارے کی کئی فصلیں۔ دال اور تیل کی۔ ۷۰ فصلیں اور انکی قسمیں۔ کل قریب ۲۳۰ قسمیں ایسی ہیں جن کے بیج ہمارا کارپوریشن تیار کر رہا ہے۔

صرف پیداوار ہی نہیں، کسانوں میں زراعتی سائنس کو مقبول بنانے کے لیے بھی کارپوریشن بہت سے کام کر رہا ہے جیسے ملک کے مختلف مقامات پر میلے لگائے جاتے ہیں جن کے ذریعے کسانوں کو بتایا جاتا ہے کہ کھیتی سائنس کو مدنظر رکھ کر کرنا چاہیئے تب ہی اس سے فائدہ ہوسکتا ہے۔ عمدہ بیج کے استعمال سے پیداوار کافی بڑھ جاتی ہے۔ اب کسان اچھے بیج کی اہمیت کو سمجھنے لگے ہیں۔ یہ کارپوریشن کی ۲۱ سالہ محنت کا نتیجہ ہے۔ آخر میں جب میں نے ڈاکٹر مینن سے یہ جاننا چاہا کہ آپ ہمارے کسانوں سے کیا توقع رکھتے ہیں تو انھوں نے بڑے خلوص سے فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ ملک کے تمام کسان بہترین قسم کے بیج کا استعمال کریں اور یہ بہترین قسم کا بیج کسانوں کو ملے اس کے لیے ہمیں اور دیگر کسانوں کو بہبود کے لیے کام کر رہی جماعتوں کو ہر طرح کی کوشش کرنی چاہیئے۔



گیہوں کے بیج کی تیار فصل ۔

آکاشوانی ترونل ویلی

سازندے درکار ہیں

اسٹیشن ڈائریکٹر آل انڈیا ریڈیو ترونل ویلی کو آکاشوانی ترونل ویلی میں سازندوں کے درج ذیل زمروں میں موجود آسامیاں پُر کرنے کے لیے درخواستیں مطلوب ہیں۔

نمبر شمار	ساز کا نام	اسامی کی تعداد
۱	تانپورہ (کرناٹک)	ایک
۲	وائلن (")	ایک
۳	مردنگم (")	ایک
۴	وینا (")	ایک

کام کی نوعیت :

ڈیوٹی چارٹ کے مطابق بطور اکمپنسٹ / انسٹرومنٹلسٹ شفٹ ڈیوٹیز انجام دینا ضرورت پڑنے پر بطور سولو آرٹسٹ پروگرام دینا۔ خصوصی مواقع کے لیے موسیقی کے خصوصی پروگراموں کی ریہرسل اور ریکارڈنگ، موسیقی کے پروگراموں کی ریہرسل اور بیلنسنگ میں مدد دینا۔ جب اور جہاں ضرورت ہو موسیقی کے سازوں کی دیکھ بھال کرنا۔ موسیقی کی علامات اور کتب کی دیکھ بھال۔ موسیقی کے اسباق پیش کرنے میں تعاون اور شرکت کرنا۔ اس کے علاوہ وقتاً فوقتاً سپرد کردہ فرائض کی انجام دہی۔

اہلیت، عمر اور فیس اسکیل وغیرہ سے متعلق تفصیلات درج ذیل ہیں۔

لازمی اہلیت :

(الف) امیدوار کو کلاسیکی موسیقی کے لیے بطور پرفارمنگ آرٹسٹ آل انڈیا ریڈیو کے میوزیکل آڈیشن بورڈ کی جانب سے (اسامی سے متعلق ساز میں) کم از کم بی ہائی گریڈ دیا گیا ہو۔

(ب) کلاسیکی موسیقی میں باقاعدہ اور باضابطہ تربیت۔

(ج) موسیقی کے اجتماعی مظاہرے میں دیگر سازندوں کا ساتھ دینے کی صلاحیت۔

(ح) سنگت دینے / تنہا ساز بجانے کی صلاحیت۔

(د) تامل / ہندی / یا کسی علاقائی زبان میں لکھنے اور پڑھنے کی صلاحیت (کسی مسلمہ پرائمری اسکول سے کم از کم تیسری جماعت پاس کرنے کا ثبوت پیش کرنا ہوگا۔)

پسندیدہ :

تانپورہ بجانے کی صلاحیت اور دیگر فنکاروں کو تانپورہ پر سنگت دینے کی صلاحیت

(تانپورہ فنکار کے لیے "ج" اور "د" میں درج بالا اہلیت کی جگہ لازمی سمجھی جائے گی)۔

عمر :

یکم جولائی ۱۹۸۵ء کو ۱۹ اور ۴۵ برس کے درمیان۔ شیڈول کاسٹ / شیڈول ٹرائب اور آل انڈیا ریڈیو کے اسٹاف آرٹسٹوں کو قواعد کے مطابق رعایت دی جائے گی

۴۔ سازندوں کے لیے فیس اسکیل

اے گریڈ فنکار کے لیے :

۶۵ روپے ماہانہ: اسکیل ۶۵۰۔۳۰۔۷۴۰۔۳۵۔۸۱۰۔ای بی۔۳۵۔۸۸۰۔۴۰۔۱۰۰۰۔ای بی۔۴۰۔۱۲۰۰ روپے اور ساتھ میں وہ بھتے جو آرٹسٹوں کو وقتاً فوقتاً دیے جاتے ہیں۔

بی۔ ہائی گریڈ فنکار کے لیے :

۵۵ روپے ماہانہ: اسکیل ۵۵۰۔۲۵۔۷۵۰۔ای بی۔۳۰۔۹۰۰ روپے اور ساتھ میں وہ بھتے جو آرٹسٹوں کو وقتاً فوقتاً دیے جاتے ہیں۔

تانپورہ نواز کے لیے (خواہ گریڈ کوئی بھی ہو)

۴۵۰۔۱۵۔۵۰۰۔ای بی۔۱۵۔۵۶۰۔۲۰۔۶۴۰۔ای بی۔۲۰۔۷۰۰۔۲۵۔۷۵۰ روپے۔

مذکورہ بالا اسامیوں کے لیے عام ہدایت

۵۔ امیدواروں کو پریکٹیکل ٹسٹ / انٹرویو کے لیے اپنے اخراجات پر آل انڈیا ریڈیو ترونل ویلی پہنچنا ہوگا۔

۶۔ سرکاری ملازمین اپنی درخواستیں اپنے دفتر کے توسط سے ارسال کریں۔

۷۔ منتخب امیدوار کا تبادلہ آل انڈیا ریڈیو کے کسی بھی اسٹیشن پر کیا جا سکتا ہے۔

۸۔ سادہ کاغذ پر درخواست مندرجہ ذیل جدول کی شکل میں تحریر کریں۔ درخواستیں اسٹیشن ڈائریکٹر آل انڈیا ریڈیو ترونل ویلی کے پتے پر ۳۱ جولائی ۱۹۸۵ء تک پہنچ جانی چاہئیں۔

۱۔ امیدوار کا نام اور پتہ
۲۔ والد کا نام
۳۔ تاریخ پیدائش (تحریری ثبوت کے ساتھ)
۴۔ کس آسامی کے لیے درخواست دی گئی۔
۵۔ اہلیت (تعلیمی و پیشہ ورانہ) تحریری ثبوت کے ساتھ موجودہ روزگار۔
۶۔ موسیقی میں تربیت کی تفصیلات۔
۷۔ دیگر سازندوں کے ساتھ سنگت کرنے کا تجربہ۔
۸۔ موجودہ گریڈ (تحریری ثبوت کے ساتھ)
۹۔ اگر امیدوار کا کوئی رشتہ دار آل انڈیا ریڈیو / دوردرشن یا وزارت اطلاعات و نشریات کے کسی اور شعبے میں ملازم ہے تو اس کا ذکر کریں۔

۹۔ منتخب امیدواروں کو ابتدا میں ماہانہ معاہدہ پر تقرری دی جائے گی اور بعد میں مناسب مدت کے بعد سلیکشن بورڈ ان کے ساتھ پانچ سالہ معاہدے کے لیے غور کرے گا۔

۱۰۔ مقررہ تاریخ کے بعد اور نامکمل شکل میں موصول ہونے والی درخواستیں کسی بھی حالت میں قابل قبول نہ ہوں گی۔

ٹسٹ / انٹرویو کے لیے بلاتے وقت زیادہ قابل اور زیادہ تجربہ کار امیدواروں کو ترجیح دی جائے گی۔

۱۔ کسی بھی قسم کے اثر و رسوخ کے استعمال کی کوشش امیدوار کی نااہلیت کا سبب ثابت ہوگی۔

نیشنل پروگرام

ٹی کے مورتی کا مردنگم وادن
اور ماسٹر یو۔ سرینواس کا منڈولن وادن
هفتہ ۲۰ر جولائی رات ساڑھے نو بجے

ٹی کے مورتی کا شمار ملک کے نمایاں مردنگم فنکاروں میں ہوتا ہے۔ انھوں نے سات سال کی عمر میں ہی اپنے فن کا مظاہرہ شروع کر دیا تھا اور اس پہلے مظاہرے میں ان سے متاثر ہو کر ۱۹۳۱ء میں ترا ونکور مہاراجہ چترا نے انھیں طلائی تمغہ دیا تھا۔



بعد میں انھوں نے تنجور ودیا ناتھن ائیر سے تربیت حاصل کی اور ۱۹۳۲ء سے انھوں نے کرناٹک موسیقی کے عظیم ودوانوں کی صحبت میں رہنا شروع کر دیا تھا۔



ماسٹر یو۔ سرینواس نے محض ۱۴ سال کی عمر میں ہی کرناٹک موسیقی کے میدان میں اپنا ایک خاص مقام بنالیا ہے۔

چونکہ ویدیا ناتھا بھاگوتھار کے شاگرد اور گائیک آر۔ سبا راجو نے ماسٹر یو سرینواس کے اندر چھپے فنکار کو پہچانا اور چھ سال کی عمر سے ہی اسے منڈولن وادن کی تربیت دینا شروع کر دی۔ نہ صرف ہندوستان بلکہ کئی غیر ممالک میں بھی ماسٹر یو۔ سرینواس نے اپنے فن سے شائقین موسیقی کے دلوں کو جیتا ہے۔

سی آر ویاس کا گائن
هفتہ ۲۷ر جولائی رات ساڑھے نو بجے

ملک کے نامور گائیک سی آر ویاس کا فن خداداد ہے۔ آپ نہ صرف اچھے گائیک بلکہ ماہر علم موسیقی بھی ہیں۔ موسیقی کی ابتدائی تربیت پنڈت گوندراؤ بھاٹم برکر سے



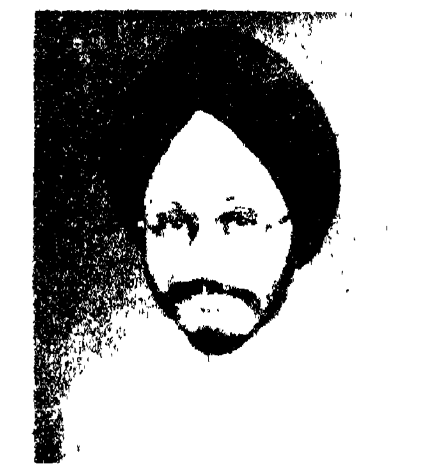
حاصل کی اور اس کے بعد گوالیار گھرانہ کے راجا رام بوا پاردکر اور پنڈت یشونت بوا مراشی سے بھی تعلیم پائی اس کے علاوہ انھوں نے آگرہ گھرانہ کے پنڈت جگن ناتھ بوا پروہت سے رہنمائی پائی۔

اونچی اور پاٹ دار آواز کے مالک شری ویاس نے ملک کے متعدد سنگیت محفلوں میں اپنے فن کا مظاہرہ کیا ہے۔ اس کے علاوہ غیر ممالک میں بھی کئی محفلوں میں شرکت کی ہے۔

منگل شب کی محفل موسیقی

اجیت سنگھ پینٹل کا گائن
۱۶ر جولائی رات دس بجے

اجیت سنگھ پینٹل نے کلاسیکی موسیقی کی تعلیم



آگرہ گھرانہ کے مشہور فنکار ڈاکٹر ایس این رتن جنکر سے حاصل کرنا شروع کی اور بعد میں اندور گھرانہ کے استاد امیر خاں سے علم موسیقی حاصل کیا۔

شیریں آواز کے مالک شری پینٹل کی خیال گائیکی میں منظم بدھت، بخوبی ممونی ہوئی تانیں اور بول تان ملتی ہیں۔

منگلا تیواری کا گائن :
۳۰ر جولائی رات دس بجے

منگلا تیواری نے موسیقی کی ابتدائی تعلیم اپنے نانا مشہور دھرپد گائیک پنڈت شو پرشاد ترپاٹھی گیان آچاریہ سے حاصل کی۔ اس کے بعد اعلیٰ تعلیم پنڈت



مکند وشنو کالونت سے پائی

سری گوبند اڈی کا ستار وادن
۲۳ر جولائی رات دس بجے

ستار وادن کی ابتدائی تربیت سری گوبند اڈی نے اپنے دور کے مشہور فنکار پی کے ڈے سے حاصل کی اور بعد میں مشہور سرود نواز علی اکبر خاں کی شاگردی اختیار کر لی اور اس کے بعد کچھ عرصے تک نکھل بنرجی سے بھی رہنمائی حاصل کی۔



آپ کے ستار وادن میں دھرپدی انداز پایا جاتا ہے۔ آپ کے راگ الاپ اور سور کلپنا میں تخیل کی بلند پروازی ملتی ہے۔ آج کل آپ آکاشوانی کلکتہ سے منسلک ہیں۔

اردو سروس

پہلی مجلس

میڈیم ویو : ۴۲۷٫۳ میٹر (۷۰۲ کلو ہرٹز) ۲۸۰٫۱ میٹر (۱۰۷۱ کلو ہرٹز)

شارٹ ویو : ۴۸٫۴۳ میٹر (۶۱۵۵ کلو ہرٹز)

دوسری مجلس

میڈیم ویو : ۴۲۷٫۳ میٹر (۷۰۲ کلو ہرٹز) ۲۸۰٫۱ میٹر (۱۰۷۱ کلو ہرٹز)

شارٹ ویو : ۳۱٫۰۱ میٹر (۹۶۷۵ کلو ہرٹز)

تیسری مجلس

میڈیم ویو : ۴۲۷٫۳ میٹر (۷۰۲ کلو ہرٹز)

شارٹ ویو : ۱۹٫۰۵ میٹر (۳۲۹۵ کلو ہرٹز)

پہلی مجلس

صبح

۶-۱۰ صبح گاہی

۶-۱۵ [illegible]

۶-۲۵ شہر نامہ

۷-۰۰ شمع فروزاں

۷-۰۵ پرانی فلموں سے

۷-۲۰ ساز سنگیت

۷-۴۵ گذشتہ شب ۹-۰۰ بجے کی مکرر نشریات

۷-۵۵ پروگراموں کا خلاصہ

۸-۰۰ آپ کی فرمائش

۸-۲۰ تاریخ ساز

۸-۲۵ آپ کی فرمائش (جاری)

۹-۰۰ آج کی بات
(بجز جمعہ اور اتوار)
آؤ بچو! (جمعہ اور اتوار)

۹-۰۵ آپ کی فرمائش (جاری)

۹-۱۵ لوک گیت
(بجز جمعہ اور اتوار)
آؤ بچو! (جاری)
جمعہ اور اتوار

۹-۳۰ خبروں کا خلاصہ

۹-۳۲ کلاسیکی موسیقی
(پیر، منگل، بدھ)
ہلکی کلاسیکی موسیقی
(جمعرات اور ہفتہ)
آپ کے خط آپ کے گیت
(جمعہ)
چلتے چلتے (اتوار)

۱۰-۰۰ اختتام

دوسری مجلس

دوپہر

۲-۰۰ پروگراموں کا خلاصہ

۲-۰۲ خبروں کا خلاصہ

۲-۰۷ آپ کا خط ملا (اتوار)
نغمہ و صدا (I پیر)
میری نظریں (II، IV پیر)
نگاہِ انتخاب (III، V پیر)
بھولے گیت (منگل)
سب رس (بدھ)
گیت سے گیت (جمعرات)
مشاعرہ (I جمعہ)
سات سوال (II، IV جمعہ)
ایک ہی فلم سے (III، V جمعہ)
ملے جلے گانے
(I، III، V ہفتہ)
شعر ہمارے گیت آپ کے
(II، IV ہفتہ)

۲-۳۰ فلمی کورس (I اتوار)
محفل (II اتوار)
گیتوں بھری کہانی
(III اتوار)
غیر فلمی غزلیں (V اتوار)
نئی فلموں سے (V اتوار)
نغمہ و صدا (I پیر)
نگاہ انتخاب
(III، V پیر)
ڈرامہ
(تیسری مجلس کے ڈرامہ کے
مکرر نشریات)
(II، IV پیر)
نئی نسل نئی روشنی (منگل)
بزم نوائیں (بدھ اور ہفتہ)
رنگِ نو (I جمعرات)
حرفِ غزل
(II، IV، V جمعرات)
ڈرامہ (III جمعرات)
مشاعرہ (I جمعہ)
فیچر (III، V جمعہ)
فلمی دنیا (II، IV جمعہ)

۳-۰۰ فلمی قوالیاں
(I، III اتوار)
قوالیاں (II، IV، V اتوار)
سازوں پر موسیقی (پیر)
میری پسند (منگل)
رنگا رنگ (مزاحیہ ڈرامہ)
(I، V بدھ)
یاد بن گئیں گیت
(II، IV بدھ)
ایک فنکار (III بدھ)
قوالیاں (I، V جمعرات)
راگ رنگ (II، IV جمعرات)
ڈرامہ (جاری)
(III جمعرات)
گلستاں (جمعہ)
پھر سنیے
(روبرو کی مکرر نشریات)
(ہفتہ)

۳-۳۰ آپ کی پسند

۴-۰۰ جہاں نما
(بجز اتوار اور تعطیل)
آپ کی پسند (جاری)
(اتوار و تعطیل)

۴-۱۰ آپ کی پسند (جاری)

۴-۳۰ تبصرہ / پارلیمانی ہفتہ

۴-۳۵ آپ کی پسند (جاری)

۴-۵۰ خبریں

۵-۰۰ اختتام

تیسری مجلس

رات

۸-۰۰ خبریں

۸-۱۰ پروگراموں کا خلاصہ

۸-۱۵ ہفتہ کا نغمہ

۸-۲۰ جہاں نما (مکرر نشریات)
(سوائے ہفتہ و تعطیل اور اتوار)
سازوں پر موسیقی
(II ہفتہ و تعطیل)
منظر پس منظر
(I، III، V اتوار)
پاکستانی اخباروں سے
(II، IV اتوار)

۸-۳۰ حسنِ غزل

۸-۴۵ فلمی دوگانے

۹-۰۰ کتابوں کی باتیں (اردو)
(I، III اتوار)
کتابوں کی باتیں (دیگر زبانیں)
(II اتوار)
رسائل و جرائد (IV اتوار)
اردو دنیا (V اتوار)
کلام شاعر (پیر)
تقریر (منگل)
شہر نامہ (I، III بدھ)
دلی ڈائری (II، IV بدھ)
شہ پارے (V بدھ)
کھیل کے میدان سے
(جمعرات)
تقریر (جمعہ)
ریڈیو نیوز ریل (ہفتہ)

۹-۱۰ آبشار

۹-۳۰ گجر بن کارے (اتوار بدھ)
پنجابی نغمے (پیر)
علاقائی نغمے (منگل)
ساز اور آواز (جمعرات)
ایک راگ کئی روپ
(I، III، V جمعہ)
کہانی سنگیت کی
(II، IV جمعہ)
نغمات وطن (ہفتہ)

۹-۴۵ خبریں

۹-۵۵ تبصرہ

۱۰-۰۰ ڈرامہ (اتوار)
فیچر (I پیر)
اظہار خیال (II پیر)
نغمہ و تبسم (III پیر)
دریچہ (IV پیر)
شکریے کے ساتھ
(V پیر)
جو آپ کا عرض ہے (I منگل)
سائنس میگزین
(II، V منگل)

کھیل کھلاڑی (III منگل)
مشاعرہ (V منگل)
افسانہ
(I ، III بدھ)
سنعتان صنعت (II بدھ)
ہم سے پوچھیے (IV بدھ)
صدائے رفتہ (V بدھ)
ادبی نشست
(I ، III جمعرات)
آئینہ (II IV جمعرات)
ماضی کے دیار (V جمعرات)
روبرو (جمعہ)
نئی نسل نئی روشنی (ہفتہ)

۱۰-۱۵ خط کے لیے شکریہ
(صرف بدھ)
۱۰-۳۰ تعمیل ارشاد
۱۱-۰۰ خبروں کا خلاصہ
۱۱-۰۵ تعمیل ارشاد (جاری)
۱۱-۲۵ مع فرمائش (دوبارہ)
۱۱-۳۰ بزم موسیقی
۱۲-۰۰ خبریں
۱۲-۰۵ بزم موسیقی (جاری)
۱۲-۳۰ قوالیاں
۱۲-۵۸ آئندہ روز کی تینوں مجالس کے پروگراموں کا خلاصہ
۱-۰۰ اختتام

منگل ۱۶ جولائی

صبح

۶-۲۵ شہر صبا
صلاح الدین احمد : اقبال کا کلام
شانتی ہیرانند : چکبست، مخدوم اور جلیل مانک پوری کا کلام

۷-۳۰ ساز سنگیت
بھگوان داس : سنطور پر سبت کھماری

۹-۳۲ کلاسیکی موسیقی
امرناتھ : خیال

دوپہر

۲-۰۰ بھکتی گیت

رات

۸-۳۰ حسن غزل
شانتی ہیرانند : خمار بارہ بنکوی اور ایم ایل ملہوترہ کا کلام

۱۱-۳۰ بزم موسیقی
امرناتھ : خیال
بھگوان داس : سنطور پر باگیشوری

بدھ ۱۷ جولائی

صبح

۶-۲۵ شہر صبا
شانتا سکسینہ : فراق، آنند نرائن ملّا اور فیض کا کلام

۷-۳۰ ساز سنگیت
بسم اللہ خاں : شہنائی پر دیشکار

۹-۳۲ حفیظ احمد خاں : خیال

دوپہر

۳-۰۰ ایک فنکار

رات

۸-۳۰ حسن غزل
شبیر حسین : خمار بارہ بنکوی اور شمیم جے پوری کا کلام

۹-۰۰ شہرنامہ

۱۱-۳۰ بزم موسیقی
حفیظ احمد خاں : خیال
بسم اللہ خاں : راگ سرملہار

جمعرات ۱۸ جولائی

صبح

۶-۲۵ شہر صبا
تاج احمد : غالب اور داغ کا کلام
ارمیلا ڈھیرہ : مجاز لکھنوی، نذیر بنارسی اور چکبست کا کلام

۷-۳۰ ساز سنگیت
عبدالحلیم جعفر خاں : ستار پر راگ سندھی بھیروی

۹-۳۲ ہلکی کلاسیکی موسیقی
رینا گنگولی : ٹھمری

دوپہر

۲-۰۰ گیت سے گیت

رات

۸-۳۰ حسن غزل
اوشا سیٹھ : مخدوم، شکیل بدایونی اور حسرت موہانی کا کلام

۹-۰۰ کھیل کے میدان سے

۱۰-۰۰ ادبی نشست

۱۱-۳۰ بزم موسیقی
ایل کے پنڈت : خیال ہمیر
عبدالحلیم جعفر خاں : ستار پر چندرکونس

جمعہ ۱۹ جولائی

صبح

۷-۳۰ ساز سنگیت
امجد علی خاں : سرود وادن

۹-۳۲ آپکے خط آپکے گیت

دوپہر

۳-۰۰ کہکشاں

رات

۸-۳۰ حسن غزل
اوشا سیٹھ : کیفی اعظمی اور شکیل کا کلام

۹-۰۰ 'انسانی ذات کا افسانہ' — راجندر سنگھ بیدی، تقریر از شمس الحق عثمانی

۱۰-۰۰ روبرو

۱۱-۳۰ بزم موسیقی
راجن مشرا، ساجن مشرا : خیال
امجد علی خاں : سرود وادن

ہفتہ ۲۰ جولائی

صبح

۶-۲۵ شہر صبا
اوشا ٹنڈن : بیکل اتساہی، جگر اور شمیم فاروقی کا کلام
ولایت حسین ساگر : خمار بارہ بنکوی اور شمیم جے پوری کا کلام

۷-۳۰ ساز سنگیت
شکور خاں : سارنگی پر راگ رام کلی

۹-۳۲ ہلکی کلاسیکی موسیقی
گرجا دیوی : ٹھمری بھیروی، دادرہ بھیروی

دوپہر

۲-۳۰ بزم خواتین

رات

۸-۳۰ حسن غزل
شوبھا گلواڑی : فراق اور شفیق کا کلام

۹-۰۰ ریڈیو نیوز ریل

۱۱-۳۰ بزم موسیقی
مانک ورما : خیال مارو بہاگ
احمد جان تھرکوا : طبلے پر تین تال

اتوار ۲۱ جولائی

صبح

۶-۲۵ شہر صبا
یونس ملک : داغ کا کلام
پریتی چاؤلہ : فیض اور داغ کا کلام

۷-۳۰ ساز سنگیت
احمد جان تھرکوا : طبلے پر آڑہ چوتالہ

۹-۳۲ چلتے چلتے

دوپہر

۲-۰۰ گیتوں بھری کہانی

رات

۸-۳۰ حسن غزل
مہندر پال : جاں نثار اختر اور مخدوم کا کلام

۱۱-۳۰ بزم موسیقی
مالویکا کانن : خیال نائیکی کانہڑہ
احمد جان تھرکوا : طبلے پر تین تال

پیر ۲۲ جولائی

صبح

۶-۲۵ شہر صبا
محمد حسین : ساحر لدھیانوی اور کیفی اعظمی کا کلام

۹-۳۲ کلاسیکی موسیقی
مشکور علی خاں : خیال رام کلی

دوپہر

۲-۰۰ میری نظر میں

رات

۸-۳۰ حسن غزل
محمد حسین : سراج لکھنوی اور جگر کا کلام

۹-۰۰ کلام شاعر : حکیم منظور

۱۰-۰۰ دریچہ

۱۱-۳۰ بزم موسیقی
مشکور علی خاں : خیال کیدار

منگل ۲۳ جولائی

صبح

۶-۲۵ شہر صبا
گھنشیام داس : غزلیں

۹-۳۲ کلاسیکی موسیقی
میرا کھرواڈکر : خیال بیراگی

دوپہر

۲-۰۰ بھکتی گیت

رات

۸-۳۰ حسن غزل
گھنشیام داس : غزلیں

۹-۰۰ 'زندگی کا چلن — غم و غصہ' تقریر

از ابوالکلام قاسمی

۱۰-۰۰ مشاعرہ

۱۱-۳۰ بزم موسیقی
میرا کھرواڈکر ؛ خیال گورکھ کلیان

بدھ ۲۴ جولائی

صبح

۶-۲۵ شہرِ صبا
معین الدین ؛ شکیل بدایونی کا کلام
ملکہ پکھراج ؛ غالب اور اقبال کا کلام

۷-۳۰ ساز سنگیت
سکندر حسین ؛ شہنائی پر راگ جوگیہ

۹-۳۲ کلاسیکی موسیقی
مادھوری مٹو ؛ خیال رام کلی

دوپہر

۲-۰۷ سب رس

رات

۸-۳۰ حسنِ غزل
معین الدین ؛ جگر اور اقبال کا کلام

۹-۰۰ دلی ڈائری از زیڈ۔ آر۔ غوثی

۱۱-۳۰ بزم موسیقی
مادھوری مٹو ؛ خیال میاں کی ملہار
سکندر حسین ؛ شہنائی پر راگ شری

جمعرات ۲۵ جولائی

صبح

۶-۲۵ شہرِ صبا
نیلم ساہنی ؛ غزلیں
احمد حسین ؛ میر اور غالب کا کلام

۷-۳۰ ساز سنگیت
دیبو برت چودھری ؛ ستار وادن

۹-۳۲ ہلکی کلاسیکی موسیقی
ایرن رائے چودھری ؛ ٹھمری بھیروی، دادرا

رات

۸-۳۰ حسنِ غزل
نیلم ساہنی ؛ غزلیں

۹-۰۰ کھیل کے میدان سے

۱۰-۰۰ آئینہ

۱۱-۳۰ بزم موسیقی
للت جے راؤ ؛ خیال راگیشوری
دیبو برت چودھری ؛ ستار وادن

جمعہ ۲۶ جولائی

صبح

۶-۲۵ شہرِ صبا

وندنا واجپئی ؛ شمیم جے پوری اور جگر کا کلام
حسین بخش ؛ خمار بارہ بنکوی کا کلام

۷-۳۰ ساز سنگیت
اشوک رائے ؛ سرود وادن

۹-۳۲ آپ کے خط آپ کے گیت

دوپہر

۲-۰۷ سات سوال

۲-۳۰ فلمی دنیا

۳-۰۰ کہکشاں

رات

۱۰-۰۰ روبرو

۱۱-۳۰ بزم موسیقی
نراین راؤ ویاس ؛ خیال میاں کی ملہار
اشوک رائے ؛ سرود وادن

ہفتہ ۲۷ جولائی

صبح

۶-۲۵ شہرِ صبا
انجلی بوس ؛ شکیل، فراق اور مومن کا کلام
صفدر حسین ؛ غالب کا کلام

۷-۳۰ ساز سنگیت
شوکمار شرما ؛ سنطور پر بھٹیار

۹-۳۲ ہلکی کلاسیکی موسیقی
بیگم اختر ؛ ساون

دوپہر

۲-۰۷ شعر ہمارے گیت آپ کے

۲-۳۰ بزم خواتین

۳-۰۰ بچہ سنیے

رات

۸-۳۰ حسنِ غزل
نینا دیوی ؛ مجاز اور امیر مینائی کا کلام

۹-۰۰ ریڈیو نیوز ریل

۱۱-۳۰ بزم موسیقی
منور علی خاں ؛ خیال مالکونس
شوکمار شرما ؛ سنطور پر راگ کونشک دھونی

اتوار ۲۸ جولائی

صبح

۶-۲۵ شہرِ صبا
بلال احمد ؛ مخدوم محی الدین اور حسن نعیم کا کلام
سیما شرما ؛ داغ اور غالب کا کلام

۷-۳۰ ساز سنگیت
ونکٹ راؤ ؛ بانسری پر راگ بلاول

۹-۳۲ چلتے چلتے

دوپہر

۲-۰۷ آپ کا خط ملا

رات

۸-۳۰ حسنِ غزل
سیما شرما ؛ جاں نثار اختر اور عمر انصاری کا کلام

۹-۰۰ رسائل و جرائد

۱۰-۰۰ ڈرامہ

۱۱-۳۰ بزم موسیقی
نثار حسین خاں ؛ خیال نائیکی کانہڑہ
ونکٹ راؤ ؛ بانسری پر راگ درباری کانہڑہ

پیر ۲۹ جولائی

صبح

۶-۲۵ شہرِ صبا
ستیش بترا ؛ غلام ربانی تاباں، حسن کمال اور فراق کا کلام
شوبھا راؤ ؛ فیض اور فراق کا کلام

۷-۳۰ ساز سنگیت
گوپال کرشنا ؛ وچتر وینا
رامجی لال مشرا ؛ پکھاوج

۹-۳۲ کلاسیکی موسیقی
اپرجیتا گھوش ؛ خیال دیسی

دوپہر

۲-۰۷ نگاہِ انتخاب

رات

۸-۳۰ حسنِ غزل
غلام علی ؛ مومن کا کلام

۹-۰۰ کلامِ شاعر ؛ کیلاش ماہر

۱۰-۰۰ شکریے کے ساتھ

۱۱-۳۰ بزم موسیقی
اپرجیتا گھوش ؛ خیال مالکونس
گوپال کرشنا ؛ وچتر وینا
رامجی لال ؛ پکھاوج

منگل ۳۰ جولائی

صبح

۶-۲۵ شہرِ صبا
راحت علی ؛ عمر قریشی اور مشیر انصاری کا کلام

سری رام ؛ جگر اور داغ کا کلام

۷-۳۰ ساز سنگیت
ایم ایس گوپال کرشنن ؛ وائلن پر گجری توڑی

۹-۳۲ کلاسیکی موسیقی
نیاز احمد، فیاض احمد ؛ خیال للت

دوپہر

۲-۰۷ بھکتی گیت

رات

۸-۳۰ حسنِ غزل
راجندر کاچرو ؛ جاں نثار اختر اور ناصر کاظمی کا کلام

۹-۰۰ مستقبل — واہمہ یا حقیقت ؛ 'خواب اور شکستہ خواب'
تقریر از انور صدیقی

۱۰-۰۰ سائنس میگزین

۱۱-۳۰ بزم موسیقی
نیاز احمد، فیاض احمد ؛ خیال مالکونس
ایم ایس گوپال کرشنن ؛ وائلن پر باگیشوری

بدھ ۳۱ جولائی

صبح

۶-۲۵ شہرِ صبا
اوما گرگ ؛ شکیل بدایونی اور شمیم جے پوری کا کلام
وی ایچ ساگر، عرش ملسیانی اور مجاز کا کلام

۷-۳۰ ساز سنگیت
سروجیت کور ؛ ستار پر اہیر بھیرو

۹-۳۲ کلاسیکی موسیقی
اجیت سنگھ پینٹل ؛ خیال

دوپہر

۲-۰۷ سب رس

۲-۳۰ بزم خواتین

۳-۰۰ رنگا رنگ

رات

۸-۳۰ حسنِ غزل
اوما گرگ ؛ داغ اور ظفر کا کلام

۹-۰۰ شہ پارے

۱۱-۳۰ بزم موسیقی
اجیت سنگھ پینٹل ؛ خیال
سروجیت کور ؛ ستار پر راگ انجوگی

دهلی

میڈیم ویو

دہلی الف ۳۶۶ء۳ میٹر ۸۱۹ کلو ہرٹز
دہلی ب ۵.۰۵ء۴ میٹر ۶۶۶ کلو ہرٹز
دہلی ج ۳ء ۲۱۹ میٹر ۱۳۶۸ کلو ہرٹز
دہلی د ۹ء۲۹۴ میٹر ۱۰۱۷ کلو ہرٹز

شارٹ ویو

صبح ۰۰-۸ تک ۱۵ء۱۹ میٹر ۳۶۵ ۱۵کلو ہرٹز
صبح ۱۵-۸ کے بعد ۴۸ء۴۸ میٹر ۶۱۹۰ کلو ہرٹز
دوپہر ۴۸ء۴۸ میٹر بعد دوپہر ۶۱۹۰ کلو ہرٹز
شام ۴۵-۵ تک ۴۸ء۴۸ میٹر ۶۱۹۰ کلو ہرٹز
شام ۰۰-۶ سے رات تک ۱۵ء۱۹ میٹر ۳۳۶۵ کلو ہرٹز

خبریں

دهلی 'الف'

هندی/انگریزی: صبح ۰۰-۶ (عالمی)
هندی: صبح ۰۰-۸، ۰۰-۱۱ دوپہر ۰۰-۱، ۱۰-۲ شام ۰۰-۵ صوبائی شام ۵-۰۵، ۵۰-۷ (علاقائی)
رات ۴۵-۸، ۰۵-۱۱ (عالمی) انگریزی: دوپہر ۰۰-۱۲
سنسکرت: صبح ۰۰-۷، شام ۱۰-۶ اردو: صبح ۵۰-۸، دوپہر ۵۰-۱ اور رات ۱۵-۹ (خبریں اور تبصرہ) پنجابی: دوپہر ۴۰-۱
دهلی 'ب': هندی: دوپہر ۴۵-۲ (دھیمی رفتار سے)
انگریزی: صبح ۱۰-۸، ۰۰-۱۰ دوپہر ۰۰-۱، ۲۰-۲ (دھیمی رفتار سے) شام ۰۰-۴، ۰۰-۶، ۰۰-۹، ۰۰-۱۱ (عالمی)
پنجابی: صبح ۳۰-۸ شام ۳۰-۷ هندی نیوز لیٹر: صبح ۰۰-۹ بجے
دهلی 'د': هندی: شام ۳۰-۷ انگریزی: رات ۱۵-۹
کھیل کود: شام ۰۰-۷ (ہندی) رات ۰۰-۸ (انگریزی)

مقررہ پروگراموں کے لیے "آواز" شمارہ یکم جولائی دیکھیے

شاستریہ سنگیت

گائن

نذر احمد خاں : صبح ۱۰-۸
۰۲-۱۱ (الف) ۱۶ر جولائی
پروما دیوی : صبح ۳۰-۱۰
شام ۴۰-۵ (الف) ۱۷ر جولائی
کمار گندھرو : صبح ۳۲-۷ (ب) ۱۷ر جولائی
مہندر شرما : رات ۰۰-۱۰ (الف) ۱۷ر جولائی
نانا ڈے : صبح ۳۰-۱۱ (الف) ۱۷ر جولائی
لچھمن داس سندھو : صبح ۱۰-۸، ۰۲-۱۱ اور
رات ۰۰-۹ (الف) ۱۸ر جولائی
اے رمیش کمار : صبح ۳۰-۱۱ اور
شام ۴۰-۵ (الف) ۱۹ر جولائی
سوہن سنگھ : صبح ۳۵-۱۰ (الف) ۱۹ر جولائی

پنڈت امرکانا نٹاکر : صبح ۳۲-۷ (ب) ۱۹ر جولائی



سلوچنا برہسپتی : صبح ۱۰-۸، ۰۲-۱۱ اور
رات ۰۰-۹ (الف) ۲۰ر جولائی
برکت علی خاں : صبح ۳۲-۷ (ب) ۲۰ر جولائی
اومارانی بھٹاچاریہ : صبح ۰۰-۱۰ (الف) ۲۱ر جولائی



پنڈت منی رام جی : رات ۳۰-۹ (الف) ۲۱ر جولائی
حفیظ احمد خاں : صبح ۱۰-۸، ۰۲-۱۱ اور
رات ۰۰-۹ (الف) ۲۲ر جولائی
این جی موگھے : سہ پہر ۳۰-۲ (ب) ۲۲ر جولائی
شانتی ہیرانند : صبح ۱۰-۸، ۰۲-۱۱ اور
رات ۰۰-۹ (الف) ۲۳ر جولائی
مشتری بیگم : صبح ۳۵-۱۰
شام ۴۰-۵ (الف) ۲۴ر جولائی
بیجینتی بھٹاچاریہ : صبح ۳۰-۱۱ (الف)
۳۲-۷ (ب) ۲۴ر جولائی
اسرین رائے چودھری : صبح ۱۰-۸، ۰۲-۱۱ اور
رات ۰۰-۹ (الف) ۲۵ر جولائی
نواب خاں : صبح ۳۵-۱۰
شام ۴۰-۵ (الف) ۲۶ر جولائی
جوہنیدر شتیل : صبح ۳۰-۱۱ (الف)
۳۲-۷ (ب) ۲۶ر جولائی
سی آر ویاس : رات ۳۰-۹ (الف) ۲۷ر جولائی
مادھوری مٹو : صبح ۱۰-۸، ۰۲-۱۱ اور
شام ۴۰-۵ (الف) ۲۷ر جولائی
سوم تیواری : صبح ۰۰-۱۰ (الف) ۲۸ر جولائی
بیناد یوی : صبح ۱۰-۸، ۰۲-۱۱
رات ۰۰-۹ (الف) ۲۹ر جولائی
مبارک علی : صبح ۳۵-۱۰ (الف)
۳۲-۷ (ب) ۳۰ر جولائی
بے نظیر بیگم : صبح ۱۰-۸، ۰۲-۱۱ اور
رات ۰۰-۹ (الف) ۳۱ر جولائی
بیگم اختر : شام ۴۰-۵ (الف) ۳۱ر جولائی

ساز سنگیت

سنطور

جگن داس شرما : صبح ۳۲-۷ (ب)
۳۰-۱۱ (الف) ۱۶ر جولائی

جین کمار جین : صبح ۳۵-۱۰
سہ پہر ۳۰-۳
رات ۰۰-۹ (ب) ۲۷ رجولائی

کلارنٹ

درشن سنگھ : صبح ۳۰-۱۱ (الف)
۳۲-۷ (ب) ۲۲ رجولائی

وچتر وینا

برہم سروپ سنگھ : صبح ۳۰-۱۱ (الف)
۳۲-۷ (ب) ۱۸ رجولائی

شری کرشن شرما : صبح ۳۵-۱۰ (الف)
۳۲-۷ (ب) ۲۵ رجولائی

رودر وینا

شمس الدین دیسائی فریدی: صبح ۱۰-۸ (الف)
سہ پہر ۳۰-۳ ۳۰ رجولائی

ستار

احمد علی خاں : صبح ۳۰-۱۰ (الف)
سہ پہر ۳۰-۳ (ب) ۳۰ رجولائی

دیوبرت چودھری : صبح ۱۰-۹، ۲۰-۱۱ اور
رات ۰-۹ (الف) ۱۹ رجولائی

اندرانی چکرورتی : صبح ۳۰-۱۱
شام ۴۰-۵ (الف) ۱۹ رجولائی

مطلوب حسین خاں : صبح ۳۵-۱۰
رات ۰۰-۹ (الف) ۱۹ رجولائی

سرشٹھا سین : صبح ۱۰-۸، ۲۰-۱۱ اور
رات ۰۰-۹ ۲۲ رجولائی

بلونت رائے ورما : صبح ۳۵-۱۰ اور
شام ۴۰-۵ (الف) ۲۹ رجولائی

وائلن

پی ڈی سیت رشی : صبح ۴۰-۸ (الف)
رات ۰۰-۹ (الف) ۱۷ رجولائی

گوہر علی : صبح ۱۰-۸ اور
۰۲-۱۱ (الف) ۲۴ رجولائی

بانسری

شلیندر کمار : صبح ۳۰-۱۱ (الف) ۲۵ رجولائی
امرناتھ : صبح ۱۰-۸ (الف)
سہ پہر ۳۰-۳ (ب) ۲۸ رجولائی

مہاویر پرساد قمر : صبح ۳۵-۱۰ (الف)
۳۲-۷ (ب) ۳۱ رجولائی

شہنائی

ستیش کمار قمر : صبح ۳۰-۱۰
رات ۰۰-۱۰ (الف) ۱۸ رجولائی

بسم اللہ خان : رات ۳۰-۹ (الف) ۲۸ رجولائی

سرود

ابھیک کمار سرکار : صبح ۳۵-۱۰ (الف)
سہ پہر ۳۰-۳ (ب) ۲۰ رجولائی

نرملا رانی : صبح ۱۰-۸
رات ۰۰-۹ (الف)
سہ پہر ۳۰-۳ (ب) ۲۱ رجولائی

چونی لال اندوریا : صبح ۳۵-۱۰ (الف)
سہ پہر ۳۰-۳ (ب) ۲۲ رجولائی

اشوک کمار رائے : رات ۰۰-۱۰ (الف) ۲۹ رجولائی

راکیش کمار پرسنا : صبح ۳۰-۱۱ (الف) ۳۱ رجولائی

جل ترنگ

گھاسی رام نرمل : صبح ۳۲-۷ (ب)
۳۰-۱۱ (الف) ۲۳ رجولائی

گھنشیام داس پربھاکر : صبح ۳۰-۱۱ (الف)
۳۰-۷ (ب) ۲۹ رجولائی

اسراج

اوم پرکاش : صبح ۳۰-۱۱ (الف)
۳۲-۷ (ب) ۲۷ رجولائی

طبلہ

منموہن سنگھ : صبح ۴۵-۱۱ (الف) ۲۳ رجولائی
دیام علی قادری : صبح ۴۵-۱۱ (الف) ۲۹ رجولائی

سگم سنگیت

۴۵-۶ اور ۴۳-۸ (ب)

اوشا سیٹھ : ۱۶ رجولائی
رویندر گروور : ۱۷ رجولائی
ودیاناتھ سیٹھ : ۱۸ رجولائی
مدن بالا سندھو : ۱۹ رجولائی
محمود نظامی : ۲۱ رجولائی
پریم ناتھ : ۲۲ رجولائی
پریتا بلبیر سنگھ : ۲۳ رجولائی
سرلا کپور : ۲۴ رجولائی
پورنیما داس : ۲۵ رجولائی
اندرا ملنی سکھ : ۲۶ رجولائی
ہیما دیوڑا : ۲۸ رجولائی
انجلی بنرجی : ۲۹ رجولائی
سریندر کور : ۳۰ رجولائی
امرجیت : ۳۱ رجولائی

سائنس پروگرام

وگیان چرچا
صبح ۵۰-۶ (الف)

انسولین: تقریر
ڈاکٹر نریندر کمار : ۱۷ رجولائی
دی گریٹ انڈین بسٹرڈ : تقریر
ڈاکٹر نریندر کمار : ۱۹ رجولائی
ایویرونمینٹ پولوشنگ کیمیکل : تقریر

منوج پٹیریا : ۱۹ رجولائی
آگ : تقریر
سومیتا اگروال : ۲۴ رجولائی
ایچ ۲ ایڈ اے فیول : تقریر ۲۶ رجولائی
ویلڈنگ : تقریر
پروفیسر جی۔ پی ترپاٹھی : ۲۹ رجولائی
سی ویڈز : تقریر
ایس۔ سی ششرما : ۳۱ رجولائی

گیان وگیان : بچوں کے لیے
شام ۰۵-۱ (الف)

وگیان سماچار : رویندر گلیانی : ۱۶ رجولائی
او۔ بی۔ پر مبنی کہانی۔ بتاؤ تو جانیں
ہریشچندر سانسی : ۲۳ رجولائی

وگیان آلوک
۱۵-۸ (الف)

وگیان سماچار برج ابھیلاشی : ۱۷ رجون
انٹرویو پر مبنی فیچر۔ ٹاپیکل سبجیکٹ
انل راول : ۲۴ رجولائی
درشٹی وہینوں کے لیے وگیانک اُپکرن
تقریر: سرج موہن گپتا : ۳۱ رجولائی

گھر وگیان دیہی خواتین کے لیے
دوپہر ۳۰-۱۲ (الف)

بیو ڈیزائن فاگو برگیس پلانٹ : تقریر
ڈاکٹر کے۔ سی کھانڈیلوال : ۱۷ رجولائی
رورل الیکٹری فیکشن : تقریر
آر۔ این گپتا : ۲۴ رجولائی
لو کاسٹ سولر کوکر فار ویلیجز۔
تقریر: موہن لال گپتا : ۳۱ رجولائی

لکھنؤ

میڈیم ویو: لکھنؤ 'الف': ۱۲۶ر۳۰۰ میٹر ۷۴۷ کلوہرٹز لکھنؤ 'ج': ۲۲۳ر۷ میٹر ۱۳۲۸ کلوہرٹز

شارٹ ویو: لکھنؤ 'ب': صبح ۴۵-۷ تک ۹۳ر۶۰ میٹر ۳۲۰۵ کلوہرٹز

صبح ۰۰-۸ بجے کے بعد ۴۸ر۸۲ میٹر ۶۱۶۱ر۷ کلوہرٹز

دوپہر ۳۸ر۴۱ میٹر ۲۵۰ر۷ کلوہرٹز

شام اور رات ۹۳ر۶۰ میٹر ۳۲۰۵ کلوہرٹز

خبریں

ھندی/انگریزی (دلّی) صبح ۶-۰۰ بجے

پرادیشک سماچار (گورکھپور) صبح ۷-۳۰

ھندی (دلّی) صبح ۸-۰۰، دوپہر ۱-۰۰ اور

دوپہر ۲-۱۰، شام ۶-۰۵

شب ۸-۴۵ اور ۱۱-۰۵

انگریزی (دلّی) صبح ۸-۱۰ دوپہر ۱-۰۰

شب ۹-۰۰ اور ۱۱-۰۰

سنسکرت (دلّی) صبح ۷-۰۰، شام ۶-۱۰

اردو (دلی) صبح ۸-۵۰، شب ۹-۱۶

علاقائی (لکھنؤ) دوپہر ۲-۳۰

پرادیشک سماچار (لکھنؤ) شام ۷-۲۰

نیوز لیٹر (ہندی) (دلّی) صبح ۹-۰۰

ضلع کی چٹھی (لکھنؤ) صبح ۹-۰۵

شاستریہ سنگیت

گائن

کیلش پرساد مشرا صبح ۹-۱۰ سہ پہر ۴-۳۰ اور
رات ۱۰-۳۰ ۱۷ر جولائی

امیت مکھرجی صبح ۹-۱۰ اور
رات ۱۰-۳۰ ۱۹ر جولائی

استاد امیر خاں رات ۱۰-۰۰ ۲۱ر جولائی

دھرم ناتھ مشرا صبح ۹-۱۰ رات ۹-۴۵ اور
رات ۱۰-۳۰ ۲۲ر جولائی

ناصر حسین خاں صبح ۹-۱۰ اور
سہ پہر ۴-۳۰ ۲۴ر جولائی

منور علی خاں رات ۱۰-۳۰ ۲۴ر جولائی

دھرم پال ٹیرنگا اور رماکانت پاٹھک
صبح ۹-۱۰ اور
رات ۱۰-۳۰ ۲۶ر جولائی

ہیرا بائی بڑودیکر صبح ۹-۱۰ ۲۸ر جولائی

کشوری امونکر رات ۱۰-۰۰ ۲۸ر جولائی

افضال حسین نظامی صبح ۹-۱۰ اور
رات ۱۰-۳۰ ۲۹ر جولائی

سنیتا تیگرن صبح ۹-۱۰ اور
سہ پہر ۴-۳۰ ۳۱ر جولائی

ساز سنگیت

ستار

مشتاق علی خاں صبح ۹-۱۰ ۱۶ر جولائی

مقصود علی صبح ۹-۱۰ اور
سہ پہر ۴-۳۰ ۲۰ر جولائی

گوپال چندر چکرورتی صبح ۹-۱۰ اور
سہ پہر ۴-۳۰ ۲۷ر جولائی



رئیس خاں

رئیس خاں رات ۹-۴۵ ۲۹ر جولائی

محمود مرزا رات ۱-۳۰ ۳۱ر جولائی

سارنگی

دلاور خاں رات ۱۰-۳۰ ۱۸ر جولائی

سرود

استاد علاء الدین خاں صبح ۹-۱۰ ۲۱ر جولائی

امجد علی خاں صبح ۹-۱۰ ۲۳ر جولائی

شاہد خاں صبح ۹-۱۰ اور
رات ۱۰-۳۰ ۲۵ر جولائی

بانسری

دیویندر مردیشور صبح ۹-۱۰ ۳۰ر جولائی

ہندی تقریر

رات ۸-۰۰

ہم ایک ہیں: بہاری لال ۱۶ر جولائی

سکھشت روزگاروں کی سمسیا: ایک چنوتی
از جگدیش چندر پنت ۱۷ر جولائی

پرکرتی سے میں نے کیا سیکھا
ڈاکٹر ہرونش رائے بچن ۱۸ر جولائی

قانون سے اپنے رشتے: سمسیا سمادھان کاریہ کرم
سمادھان کرتا: راج کمار ۱۹ر جولائی

ہم ایک ہیں: ہریش چندر ۲۳ر جولائی

نئی آیات نریات نیتی: جناب مہیش پرساد ۲۴ر جولائی

فیچر

نئے چھتیج: کل کا بھولشیہ
تحریر و پیشکش: ستیش ماتھر
شام ۷-۳۰ ۱۹ر جولائی

اودیم کی اور: پیشکش سریش بھاردواج
شام ۷-۴۵ ۲۶ر جولائی

ان سے بھی ملیے: ٹیلیفون آپریٹر
پیش کش: تصویر عابدی دوپہر ۱۲-۳۰ ۲۱ر جولائی

اتر پردیش درشن رات ۹-۳۰ ۲۸ر جولائی

ناٹک

شرنکھلا ناٹک: ناٹکوں کا کل ہند پروگرام میں آکاش وانی، سالانہ مقابلہ ۱۹۸۴ کا دوسرا انعام یافتہ 'پورودی قطع'
رات ۱۰-۰۰ ۲۴ر جولائی

'تمکو اور نہ مجھکو ٹھور'
از رما بھوپیش دوپہر ۱-۱۰ ۲۸ر جولائی

اٹھکراؤ ۱۰ (سہ ماہی ڈرامہ) تحریر: آنند کرشن سریواستوا
پیشکش: جے دیو شرما 'کمل'
رات ۱۰-۰۰ ۳۱ر جولائی

رامپور

۳۳۶٫۷ میٹر (۹۱ کلوہرٹز)

خبریں

ہندی/انگریزی : صبح ۰۰ـ ۶ (عالمی) ، ہندی : صبح ۰۰ـ۸ ، دوپہر ۰۵ـ۱ اور ۱۰ـ۲ شام ۰۵ـ۶ رات ۴۵ـ۸
انگریزی : صبح ۱۰ـ۸ دوپہر ۰۰ـ۲ رات ۰۰ـ۹ اردو : صبح ۵۰ـ۸ اور رات ۱۵ـ۹
سماچار پتر ہندی : صبح ۰۰ـ۹ ، ضلع کی چٹھی : صبح ۰۵ـ۹ ، پرادیشک سماچار : شام ۲۰ـ ۷

شاستریہ سنگیت

گائن

شجاعت حسین خان : رات ۱۰ ـ ۸ ۱۷رجولائی
استاد فیاض خان : دوپہر ۴۰ ـ ۱ ۱۹رجولائی
پنڈت اوم کار ناتھ ٹھاکر : صبح ۳۰ ـ ۷ ۲۳رجولائی
رسولن بائی : صبح ۳۰ ـ ۷ ۲۷رجولائی



پربھا اترے : دوپہر ۴۰ ـ ۱ ۲۷رجولائی
بسنت راؤ دیش پانڈے : صبح ۳۰ ـ ۷
دوپہر ۴۰ ـ ۱ ۳۰رجولائی

ساز سنگیت

طبلہ

نثار حسین : صبح ۳۰ ـ ۷ ۱۷رجولائی

شہنائی

بسم اللہ خاں : صبح ۳۰ ـ ۷ ۲۰رجولائی

ستار



بدھادتیہ مکرجی

بدھادتیہ مکرجی : صبح ۳۰ ـ ۷
دوپہر ۴۰ ـ ۱ ۲۲رجولائی

سنتور

شِبو کمار : دوپہر ۴۰ ـ ۱ ۱۱رجولائی

سگم سنگیت

کرشنا کلے : رات ۰۰ ـ ۹ ۱۷رجولائی
شکیل میاں : رات ۰۰ ـ ۸ ۱۹رجولائی
طلعت محمود : صبح ۵۰ ـ ۷ ۲۲رجولائی
دیپا تیواڑی : رات ۰۰ ـ ۸ ۲۴رجولائی
کملا سرشٹا : صبح ۵۰ ـ ۷ ۲۷رجولائی
مہدی حسن : صبح ۵۰ ـ ۷ ۳۰رجولائی

لوک گیت

انجلی چودھری : صبح ۲۱ ـ ۸
دوپہر ۲۰ ـ ۲ ۱۶رجولائی
کرشنا آریہ وسکھیاں : دوپہر ۲۰ ـ ۲ ۲۱رجولائی



طلعت محمود : سگم سنگیت سنیے ۲۲ جولائی کو صبح ۵۰ ـ ۷ بجے

بہادر علی : رات ۳۰ ـ ۹ ۱۲رجولائی
سنتا جوشی : صبح ۲۱ ـ ۸
دوپہر ۲۰ ـ ۲ ۲۶رجولائی
معظم حسین خاں : رات ۳۰ ـ ۹ ۲۸رجولائی
مدھو راکیش : صبح ۲۱ ـ ۸
دوپہر ۲۰ ـ ۲ ۳۱رجولائی

فیچر

گھٹائیں ساون کی
تحریر : اختر رضوی
پیش کش : محمد علی موج : صبح ۳۰ ـ ۸ ۱۹رجولائی

تقریر

اردو کی خاتون افسانہ نگار ــ عصمت چغتائی
از : ذکاء الدین شایاں : رات ۰۰ ـ ۸ ۲۱رجولائی
صنعتی ترقی اور بھارت
نظام الدین صدیقی : رات ۰۰ ـ ۸ ۲۸رجولائی

سائنس نامہ سائنس میگزین

۱۔ ہمارا دماغ اور اسکا طریقہ کار
۲۔ کمپیوٹر اور عام زندگی
۳۔ سائنس کی اہم خبریں
ایڈیٹر : اخلاق احمد خاں : صبح ۳۰ ـ ۸ ۱۸رجولائی

کہانی

از عمر عادل : صبح ۳۰ ـ ۸ ۲۶رجولائی

شملہ

میڈیم ویو : ۳۸۷٫۶ میٹر ۷۷۴ کلو ہرٹز
شارٹ ویو : صبح ۷-۳۰ تک اور شام ۶-۳۰ کے بعد رات تک ۹۳٫۰۹ میٹر ۳۲۲۳ کلو ہرٹز
صبح ۷-۴۵ کے بعد اور دوپہر اور ۴-۴۵ تک اور شام ۵-۰۰ کے بعد ۴۹٫۸۳ میٹر ۶۰۲۰ کلو ہرٹز

خبریں

ہندی : صبح ۸-۰۰ دوپہر ۱-۰۵، ۲-۱۰ شام ۶-۰۵ اور رات ۸-۴۵ انگریزی : صبح ۸-۱۰
دوپہر ۱-۰۰، ۲-۰۰ رات ۹-۰۰ سنسکرت : صبح ۷-۰۰ اردو : صبح ۸-۵۰
ہندی میں علاقائی خبریں : شام ۷-۵۰

روزانہ نشر ہونے والے پروگرام

صبح

۶-۱۵ وندے ماترم : منگل دھونی
۶-۲۰ گیان وندو اور بھکتی سنگیت کا پروگرام وندنا
۶-۴۵ بانسری گان
۶-۵۵ کھیتی باڑی
۷-۰۵ پروگراموں کا خلاصہ
۷-۱۰ کلاسیکی موسیقی / کرناٹک سنگیت / پرارتھنا سبھا
۷-۳۰ ...ایکی
۷-۴۵ پہاڑی سنگیت
۹-۰۰ راجیہ کی پیشی
۹-۰۵ فلمی گانے
۹-۲۰ اختتام

دوپہر

۱۲-۳۰ اسکول براڈکاسٹ
۱۲-۵۰ دلیش گان / فلمی دھن
۱-۱۰ فوجی بھائیوں کے لیے
۲-۲۰ سنہری کرنیں
۲-۴۰ سب رنگ
۳-۰۰ اختتام

شام

۵-۰۰ یووا وانی (منگل، جمعرات)
چنو منو (ہفتہ، پیر)
سرموری پروگرام (بدھ، جمعہ، اتوار)
۵-۲۰ مہاسوی پروگرام (بدھ، جمعہ، اتوار)
چمبا یانگی پروگرام (منگل، جمعرات، ہفتہ)
۵-۴۰ بلاسپوری پروگرام (بدھ، جمعہ، ہفتہ)
کلوی پروگرام (منگل، جمعرات)
۶-۱۰ کانگڑی پروگرام (منگل، جمعرات، ہفتہ)
منڈیالی پروگرام (بدھ، جمعرات، اتوار)
مہلاسمیلن (پیر)
۶-۳۰ کنزی پروگرام (پیر، بدھ، جمعہ)
لاہول سپیتی پروگرام (منگل، جمعرات، ہفتہ، اتوار)
۶-۵۰ پرکاش کرنیں / لاہولی، کنزی گلنے
۷-۰۰ کھیل سماچار
۷-۰۵ گرامین یوواؤں کے لیے
۷-۲۵ کرشی جگت / ریڈیو دیہاتی گوشٹھی
۸-۰۰ روزگار سوچنائیں
۸-۰۵ دھارا رے گیت
۱۰-۳۰ اختتام (منگل، ہفتہ کو ۱۱-۰۵ پر)

شاستریہ سنگیت

گائن

اجیت سنگھ نیٹل	رات ۱۰-۰۰	۱۶/ جولائی
غلام صادق خاں	صبح ۷-۱۰	۲۰/ جولائی
جتیندر ابھشیکی	رات ۸-۲۵	۲۱/ جولائی
باسودیو دیش پانڈے	صبح ۷-۱۰	۲۲/ جولائی
غلام مصطفےٰ خاں	صبح ۷-۱۰	۲۳/ جولائی
راجن مشرا ساجن مشرا	صبح ۷-۱۰	۲۵/ جولائی
کمار مکھرجی	صبح ۷-۱۰	۲۷/ جولائی
دیپالی ناگ	رات ۸-۲۵	۲۸/ جولائی
پوربی مکھرجی	صبح ۷-۱۰	۲۹/ جولائی
منگلا تیواڑی	رات ۱۰-۰۰	۳۰/ جولائی

ٹھمری ادا درا صبح ۸-۲۱

نرملا اردن اور لکشمی شنکر	۱۷/ جولائی
گرجا دیوی	۲۴/ جولائی
مہندر سنگھ	۳۱/ جولائی

ساز سنگیت

ستار

پنڈت روی شنکر	صبح ۷-۱۰	۱۶/ جولائی
رئیس خان	صبح ۷-۱۰	۲۱/ جولائی
گوبند چندر	رات ۱۰-۰۰	۲۳/ جولائی

وائلن

ستیہ دیو پنوار	رات ۸-۱۵	۱۶/ جولائی
این راجن	صبح ۷-۱۰	۲۸/ جولائی

سارنگی

رام نارائن	صبح ۷-۱۰	۱۸/ جولائی

طبلہ

چترلال	رات ۸-۲۵	۱۹/ جولائی
پریم دیو	رات ۸-۲۵	۲۶/ جولائی

شہنائی

جگن ناتھ	رات ۱۰-۰۰	۲۲/ جولائی

جلترنگ

چنتامنی جین	رات ۸-۱۵	۲۳/ جولائی

بانسری

پنالال گھوش	رات ۱۰-۰۰	۲۹/ جولائی

پنجابی گیت رشبد

صبح ۸-۲۱

کلدیپ مانک	۱۸/ جولائی
بھائی تر لوچن سنگھ اور ساتھی	۲۲/ جولائی
ریشما	۲۵/ جولائی
لتا منگیشکر	۲۹/ جولائی

لوک سنگیت

درگا دت شرما	صبح ۷-۴۵	۱۶/ جولائی
رام سرن شرما	رات ۸-۰۵	۱۶/ جولائی
لیلا بھنڈاری	صبح ۷-۴۵	۱۷/ جولائی
بنسی لال ورما	رات ۸-۰۵	۱۷/ جولائی
کرشنا شرما	صبح ۷-۴۵	۱۸/ جولائی
رام داس	رات ۸-۰۵	۱۸/ جولائی
منورما چوہان	صبح ۷-۴۵	۱۹/ جولائی

پریم سنگھ رات ۰۵ — ۸ ۱۹ر جولائی
بہاری لال شرما صبح ۴۵ — ۷ ۲۰ر جولائی
جیوتسنا رات ۰۵ — ۸ ۲۰ر جولائی
گنگو دیوی رات ۰۵ — ۸ ۲۱ر جولائی
کرشنا کپور صبح ۴۵ — ۷ ۲۲ر جولائی
اوم پرکاش رات ۰۵ — ۸ ۲۲ر جولائی
سرلا دیوی چمیال صبح ۴۵ — ۷ ۲۳ر جولائی
منوہر لال رات ۰۵ — ۸ ۲۳ر جولائی
بھونشوری دیوی صبح ۴۵ — ۷ ۲۴ر جولائی
سریش بھاردواج صبح ۴۵ — ۷ ۲۵ر جولائی
لائق رام رات ۰۵ — ۸ ۲۶ر جولائی
بسنتی دیوی صبح ۴۵ — ۷ ۲۶ر جولائی
رندیپ سنگھ تومر رات ۰۵ — ۸ ۲۶ر جولائی
لیکھرام شرما صبح ۴۵ — ۷ ۲۷ر جولائی
جوگندر شرما رات ۰۵ — ۸ ۲۷ر جولائی
رتی رام رات ۰۵ — ۸ ۲۸ر جولائی
مینا شرما صبح ۴۵ — ۷ ۲۹ر جولائی
اوشا شرما رات ۰۵ — ۸ ۲۹ر جولائی
کلی دیوی چوہان صبح ۴۵ — ۷ ۳۰ر جولائی
اگرک شرما صبح ۴۵ — ۷ ۳۱ر جولائی

سگم سنگیت

کرشنا بھیم سین صبح ۲۱ — ۸ ۱۶ر جولائی
عزیز احمد خاں وارثی رات ۲۵ — ۸ ۱۷ر جولائی
رتن لال شرما صبح ۲۱ — ۸ اور
رات ۱۵ — ۸ ۱۹ر جولائی
کرونا ابرول رات ۱۵ — ۸ ۲۳ر جولائی
گھنشیام داس صبح ۲۱ — ۸ اور
رات ۴۵ — ۹ ۲۳ر جولائی
مدھوریا رات ۲۵ — ۸ ۲۴ر جولائی
مکھی رام سیلم صبح ۲۱ — ۸ اور
رات ۲۵ — ۸ ۲۶ر جولائی
نذیر نیر قوال وساتھی رات ۱۵ — ۸ ۲۷ر جولائی

غزلیں رات ۱۵ - ۸

مہندر چوپڑہ : ۱۸ جولائی
پریتی چاولہ : ۲۵ر جولائی

گیان وندو

صبح ۲۰ — ۶

جین دھرم سے : ۱۶ر جولائی
سوامی رام کرشن پرم ہنس : ۱۷ر جولائی
(آگے ص ۴۲ پر)

کلکتہ

کلکتہ ، اے ، ۶۰، ۴۵۶ میٹر ۶۵۷ کلو ہرٹز
کلکتہ ، بی ، ۶۰، ۲۹۷ میٹر ۱۰۰۸ کلو ہرٹز
کلکتہ ، سی ، ۷۰، ۲۲۶ میٹر ۱۳۲۳ کلو ہرٹز
کلکتہ ، ڈی ، ۱۰، ۲۴۵ میٹر ۱۲۲۴ کلو ہرٹز

شاستریہ سنگیت

گائن

نربونی بودا سرناک : صبح ۳۰-۸ (اے)
شام ۳۰-۷ (بی) ۱۶ر جولائی
میرا بنرجی : صبح ۳۰-۹ (بی)
رات ۰۰-۹ (اے) ۱۷ر جولائی
رشی کیش مکھرجی : سہ پہر ۰۰-۳ (اے)
شام ۳۰-۷ (بی) ۱۸ر جولائی
مشکور علی خاں : صبح ۰۵-۷ (بی)
۳۰-۹ (بی)
رات ۰۰-۹ (اے) ۱۹ر جولائی
راما گھوش : صبح ۳۰-۸ (اے)
شام ۳۰-۷ (بی) ۲۰ر جولائی
اوک کمار چٹرجی : صبح ۳۰-۹ (بی)
رات ۰۰-۱ (اے) ۲۱ر جولائی
اپرنا چکرورتی : صبح ۳۰-۸ (اے)
شام ۳۰-۷ (بی) ۲۲ر جولائی
لطافت حسین خان : صبح ۳۰-۹ اور
شام ۳۰-۷ (بی) ۲۳ر جولائی
پرتوشا چودھری : صبح ۱۰-۹ (بی)
سہ پہر ۱۰-۳ (اے) اور
شام ۳۰-۷ (بی) ۲۴ر جولائی
پرسون کمار بنرجی : صبح ۳۰-۸ (اے)
شام ۳۰-۷ اور
رات ۴۰-۹ (بی) ۲۵ر جولائی
فالگونی مترا : صبح ۰۵-۷ (بی)
۳۰-۸ (اے)
شام ۳۰-۷ (بی) ۲۶ر جولائی
وجے کمار کچلو : صبح ۳۰-۹ (بی)
دوپہر ۰۰-۱ (اے)
شام ۲۰-۷ (بی) ۲۷ر جولائی
جگدیش پرساد پنڈت : صبح ۳۰-۹ (بی)
شام ۴۲-۶ (بی)
رات ۰۰-۹ (اے) ۲۸ر جولائی
منور علی خاں : شام ۳۰-۷ (بی)
رات ۰۰-۱۰ (اے) ۲۹ر جولائی
کبیری کار : صبح ۳۰-۸ (اے)
شام ۳۰-۷ (بی) ۳۰ر جولائی
نینا ٹھاکر : صبح ۳۰-۸ (اے)
شام ۳۰-۷ (بی) ۳۱ر جولائی

ساز سنگیت

ستار

مشتاق علی خاں : صبح ۳۰-۸ (اے)
رات ۴۰-۹ (بی) ۱۷ر جولائی
ہرشنکر بھٹا چارجی : دوپہر ۰۰-۱ (اے)
رات ۴۰-۹ (بی) ۱۸ر جولائی
مشکور علی خاں : صبح ۰۵-۷ اور
۳۰-۹ (بی)
رات ۰۰-۹ (اے) ۱۹ر جولائی
اشوک کمار بنرجی : صبح ۳۰-۹ (بی)
دوپہر ۰۰-۱ (اے) ۲۰ر جولائی
سوپن کمار گھوش : صبح ۴۰-۸ (اے)
۱۰-۹ (بی) اور
شام ۳۵-۶ (بی) ۲۱ر جولائی
بمل مکھرجی : صبح ۳۰-۹ (بی) ۲۲ر جولائی
سنتوش کمار بنرجی : رات ۰۰-۹ (اے) ۲۴ر جولائی
گوبند چندرا آڈی : صبح ۳۰-۹ (بی)
شام ۰۰-۹ (اے) ۲۶ر جولائی
گوپال بنرجی : صبح ۳۰-۹ (بی) ۳۰ر جولائی

شہنائی

اصغر حسین اور ساتھی : صبح ۰۵-۷ (بی)
دوپہر ۴۰-۱ (اے)
شام ۲۰-۶ (بی) ۱۶ر جولائی
نیر حسین اور ساتھی : صبح ۲۰-۸ (اے) ۲۳ر جولائی

علی احمد حسین اور ساتھی : صبح ۸-۳۰ (اے) ۲۷ر جولائی

سرود

نریندر ناتھ دھر : صبح ۹-۳۰ (بی)
رات ۹-۰۰ (اے) ۲۵ر جولائی
بہادر خاں : صبح ۱۰-۱۵ (اے) ۲۸ر جولائی

رابندر سنگیت

کالی کنکا ربتا بیرل : صبح ۷-۴۰ (اے)
رات ۹-۵۵ (بی) ۱۶ر جولائی
سپنا گھوشال : صبح ۷-۴۰ (اے)
شام ۶-۵۵ (بی) ۱۷ر جولائی
منجو بنرجی : صبح ۶-۲۰ (بی)
رات ۹-۱۵ (اے)
رات ۹-۳۰ (بی) ۱۸ر جولائی
پردیپ ناگ : صبح ۷-۴۰ (اے)
شام ۶-۴۰ (بی) ۱۹ر جولائی
ریتا دے : صبح ۷-۴۰ (اے)
شام ۶-۵۰ (بی) ۲۰ر جولائی
آدیتی سین گپتا : صبح ۷-۴۰ (اے)
شام ۷-۱۵ (بی) ۲۱ر جولائی
کرشنا بازرہ : صبح ۷-۴۰ (اے)
رات ۹-۴۰ (بی) ۲۲ر جولائی
اگھیا سین : صبح ۷-۴۰ (اے)
رات ۸-۰۵ (بی) ۲۳ر جولائی
راما راتے چودھری : صبح ۷-۴۰ (اے)
شام ۵-۵۵ (بی) ۲۴ر جولائی
میکھالا داس گپتا : صبح ۷-۴۰ (اے)
رات ۹-۳۰ (بی) ۲۵ر جولائی
کبی مزمدار : صبح ۷-۴۰ (اے)
شام ۶-۵۵ (بی) ۲۶ر جولائی
بلبل سین گپتا : صبح ۷-۴۰ (اے)
شام ۷-۰۰ (اے) ۲۷ر جولائی
گورا سر بدھیکاری : صبح ۶-۲۰ (بی)
رات ۱۰-۴۵ (اے) ۲۸ر جولائی
کم کم چیٹرجی : صبح ۷-۴۰ (اے) ۲۹ر جولائی
سریلا سین : صبح ۷-۴۰ (اے)
شام ۷-۱۰ (بی) ۳۰ر جولائی
سریتا گوپ : صبح ۶-۲۰ (بی)
۷-۴۰ (اے) ۳۱ر جولائی

نذرل گیتی

ممتا مکھرجی : صبح ۷-۲۰ (اے) ۱۶ر جولائی
سوشمیتا دتا : صبح ۹-۲۰ (بی) ۱۷ر جولائی
دھیرن بوس : رات ۱۰-۴۰ (اے) ۱۸ر جولائی

انوپ کمار گھوشال : صبح ۹-۲۰ (اے) ۱۹ر جولائی
منی دیپا گھوش : صبح ۹-۲۰ (اے)
شام ۶-۲۵ (بی) ۲۰ر جولائی
اندرانی سین : رات ۱۰-۰۰ (اے) ۲۱ر جولائی
بمل گھوش : صبح ۹-۲۰ (اے) ۲۲ر جولائی
شیامل سین : شام ۷-۱۰ (بی)
۷-۳۰ (اے) ۲۳ر جولائی
انیتا دے : رات ۱۰-۴۰ (اے) ۲۴ر جولائی
سپرا چکرورتی : رات ۸-۴۵ (اے) ۲۵ر جولائی
پٹ منجاری : شام ۶-۳۵ (بی) ۲۶ر جولائی
کاجل ریکھا بنرجی : صبح ۹-۰۵ (بی)
شام ۶-۲۵ (بی) ۲۷ر جولائی
کلیانی سکدار : رات ۱۰-۳۵ (اے) ۲۸ر جولائی
فینی رائے : رات ۸-۴۰ (اے) ۳۰ر جولائی
بناشری سین گپتا : رات ۱۰-۵۰ (اے) ۳۱ر جولائی

لوک گیتی

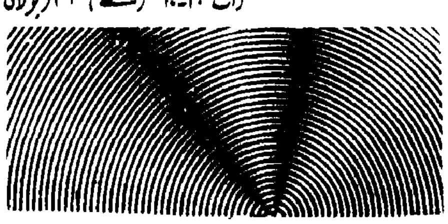
آرتی برمن : صبح ۶-۴۰ (اے) ۱۶ر جولائی
ریکھا رائے : صبح ۶-۴۰ (اے)
شام ۶-۱۵ (بی) ۱۷ر جولائی
سدھیر داس باؤل : صبح ۶-۴۰ (اے)
شام ۶-۱۵ (بی) ۱۸ر جولائی

آوی برمن : صبح ۶-۴۰ (اے)
۸-۴۵ (بی) ۱۹ر جولائی
گوری سرکار : صبح ۶-۴۰ (اے) ۲۰ر جولائی
میودھ رائے : صبح ۶-۴۰ (اے)
شام ۶-۵۵ (بی) ۲۱ر جولائی
ربی بنرجی : صبح ۶-۴۰ (اے)
شام ۷-۰۰ (بی) ۲۲ر جولائی
سندھیا بوس : صبح ۶-۴۰ (اے)
شام ۶-۱۵ (بی) ۲۳ر جولائی
گایتری چٹرجی : صبح ۶-۴۰ (اے)
شام ۶-۱۵ (بی) ۲۴ر جولائی
گوری بھٹا چاریہ : صبح ۶-۴۰ (اے)
شام ۶-۱۵ (بی) ۲۵ر جولائی
بھوانی سامنتا : صبح ۶-۴۰ (اے)
شام ۷-۱۰ (بی) ۲۶ر جولائی
سوپن مکھرجی : صبح ۶-۴۰ (اے)
شام ۶-۱۵ (بی) ۲۷ر جولائی
شیبانی سنہا : صبح ۶-۴۰ (اے)
شام ۶-۵۵ (بی) ۲۸ر جولائی
کلیانی بسواس : صبح ۶-۴۰ (اے)
شام ۶-۱۵ (بی) ۲۹ر جولائی

جھرنا رائے : صبح ۸-۴۵ (بی)
دوپہر ۲-۵۵ (اے)
شام ۶-۱۵ (بی) ۳۰ر جولائی
سندھورانی دھر : صبح ۶-۴۰ (اے)
دوپہر ۲-۵۰ اور
شام ۶-۱۵ (بی) ۳۱ر جولائی

ادھونک

مینو سین گپتا : صبح ۸-۳۰ (بی)
رات ۸-۴۵ (اے)
۹-۴۵ (بی) ۱۶ر جولائی
پربھاتی مکھرجی : صبح ۶-۴۵ (بی)
رات ۱۰-۵۰ (اے) ۱۷ر جولائی
میرا بوس : رات ۱-۵۰ (اے) ۱۸ر جولائی
انوپ کمار گھوشال : رات ۱۰-۱۰ (اے) ۱۹ر جولائی
پنٹو بھٹا چاریہ : صبح ۸-۱۵ (اے)
رات ۷-۰۰ (بی) ۲۰ر جولائی
بسوا ناتھ بوس : صبح ۷-۰۵ اور
دوپہر ۲-۳۵ (بی)
رات ۸-۲۰ (اے) ۲۱ر جولائی
گیتا چکرورتی : صبح ۸-۳۰ (بی)
رات ۱۰-۱۵ (اے) ۲۲ر جولائی
آننت دیپ مکھرجی : صبح ۸-۳۰ (بی)
دوپہر ۱-۵۰ (اے) ۲۳ر جولائی
جتیلیشو مکھرجی : صبح ۸-۳۰ (بی)
رات ۱۰-۵۰ (اے) ۲۴ر جولائی
اشیما مکھرجی : رات ۱۰-۴۰ (اے) ۲۵ر جولائی
بیلی سین : رات ۱۰-۰۰ (اے) ۲۶ر جولائی
مرنیال چکرورتی : صبح ۸-۱۵ (اے)
شام ۶-۵۰ (بی) ۲۷ر جولائی
ساگریکا مزمدار : شام ۵-۵۵ (بی)
رات ۸-۴۰ (اے) ۲۸ر جولائی
ہیمنتی شکلا : رات ۱۰-۵۰ (اے) ۲۹ر جولائی
شیلیندر مکھرجی : صبح ۸-۳۰ اور
شام ۶-۴۵ (بی)
رات ۸-۴۵ (اے) ۳۰ر جولائی
مکھن چکرورتی : صبح ۸-۳۰ (بی)
دوپہر ۱۲-۲۰ اور
رات ۱۰-۲۰ (اے) ۳۱ر جولائی



سرینگر

صبح ۵۵-۶ سے ۰۵-۱۱ تک (اتوار)
ٹرانسمشن اے۔ صبح ۵۵-۶ سے رات ۰۰-۱۰ تک (بدھ)
ٹرانسمشن بی۔ صبح ۳۰-۱۱ سے رات ۳۰-۱۰ تک (پیر، منگل، جمعرات اور جمعہ)
صبح ۳۰-۱۱ سے رات ۰۵-۱۱ تک (بدھ اور ہفتہ)

میڈیم ویو : سرینگر 'الف' : ۶۸۱۶ میٹر ۱۱۶کلوہرٹز۔ سرینگر 'ج' ۲۴۵۱ میٹر ۱۲۲۴ کلوہرٹز
شارٹ ویو 'ب' ۱۰۱ میٹر ۶۱۱۰ کلوہرٹز ۹۱۶۵۰ میٹر ۳۲۷۷ کلوہرٹز
پہلی مجلس : صبح ۳۰-۶ سے صبح ۰۰-۱۰ تک دوسری مجلس: دوپہر ۳۰-۱۱ سے رات ۰۵-۱۱ تک
(اتوار کو صبح ۳۰-۶ سے رات ۰۵-۱۱ تک مسلسل)

خبریں

کشمیری : صبح ۴۵-۷ شام ۲۵-۶ اردو : صبح ۵۰-۸ دوپہر ۵۰-۱ رات ۱۵-۹
ہندی : صبح ۰۰-۹ سنسکرت: صبح ۰۰-۷ انگریزی: صبح ۱۰-۸ دوپہر ۰۰-۲ شام ۰۰-۶ رات ۰۰-۹ اور ۰۰-۱۱

علاقائی خبریں

اردو : صبح ۲۰-۹ دوپہر ۳۰-۱۲، ۰۰-۴ (دھیمی رفتار سے) شام ۴۰-۷ کشمیری: صبح ۲۵-۹ دوپہر ۳۵-۱۲ شام ۳۰-۷

شاستریہ سنگیت

گائن

استاد امیر خاں : دوپہر ۱۰-۲ ۱۴ر جولائی
لکشمی شنکر، نرملا ارون : صبح ۰۵-۹ اور
دوپہر ۱۰-۲ ۱۷ر جولائی
پروین سلطانہ : دوپہر ۱۰-۲ ۱۹ر جولائی
نصیر امیرالدین خاں ڈاگر : دوپہر ۱۰-۲ ۲۳ر جولائی
اومکار ناتھ ٹھاکر : صبح ۰۵-۹ اور
دوپہر ۱۰-۲ ۲۵ر جولائی
سنندا پٹنایک : دوپہر ۱۰-۲ ۲۹ جولائی
ملک ارجن منصور : دوپہر ۱۰-۲ ۳۰ر جولائی

ساز سنگیت

بانسری

پنالال گھوش : صبح ۰۰-۹ اور
دوپہر ۱۰-۲ ۱۸ر جولائی
ہری پرساد چورسیا : دوپہر ۱۰-۲ ۲۷ر جولائی

شہنائی

بسم اللہ خاں : دوپہر ۱۰-۲ ۲۰ جولائی

ستار

رئیس خاں : دوپہر ۱۰-۲ ۲۱ر جولائی
بلرام پاٹھک : صبح ۰۵-۹ اور
دوپہر ۱۰-۲ ۲۴ر جولائی
بدھ دتیہ مکرجی : دوپہر ۱۰-۲ ۲۹ر جولائی
روی شنکر : دوپہر ۱۰-۲ ۳۱ر جولائی

سنتور

اوم پرکاش چورسیا: دوپہر ۱۰-۲ ۲۲ر جولائی

سرود

بدھ داس گپتا : دوپہر ۱۰-۲ ۲۶ر جولائی

صوفیانہ موسیقی

صبح ۳۰-۱۱ اور دوپہر ۳۰-۲

محمد عبداللہ سیتاری اور ساتھی : ۱۶، ۲۵ر جولائی
غلام محمد قالین باف اور ساتھی : ۱۸ر جولائی
غلام محمد ساز نواز اور ساتھی : ۲۰، ۲۷ر جولائی
شیخ عبدالعزیز اور ساتھی : ۲۳، ۳۰ر جولائی

چھکری اور روف

عبدالحی لق کاوا اور ساتھی: دوپہر ۰۰-۱ اور
شام ۱۵-۶ ۱۶ر جولائی

غلام نبی تلہ ملی اور ساتھی : صبح ۳۰-۱۱ اور
دوپہر ۳۰-۲ ۱۷ر جولائی
عبدالغنی اور ساتھی : دوپہر ۰۰-۱ اور
شام ۱۵-۶ ۱۸ر جولائی
غلام احمد چوہان اور ساتھی: صبح ۳۰-۱۱ اور
دوپہر ۳۰-۲ ۱۹ر جولائی
نسیم اختر اور ساتھی : دوپہر ۰۰-۱ ۲۰ر جولائی
غلام محی الدین بلپوری اور ساتھی: شام ۱۵-۶ ۲۱ر جولائی
غلام احمد صوفی اور ساتھی : صبح ۳۰-۱۱، دوپہر ۳۰-۲
اور شام ۱۵-۶ ۲۳ر جولائی
محمد سلطان شیخ اور ساتھی : دوپہر ۰۰-۱ ۲۲ر جولائی
راج بیگم اور ساتھی : دوپہر ۰۰-۱ اور
شام ۱۵-۶ ۲۳ر جولائی
غلام نبی بٹ اور ساتھی : صبح ۳۰-۱۱ اور
دوپہر ۲۰-۲ ۲۴ر جولائی
غلام محی الدین بلپوری و ساتھی : دوپہر ۰۰-۱ اور
شام ۱۵-۶ ۲۵ر جولائی
غلام رسول میر اور ساتھی : صبح ۳۰-۱۱، دوپہر ۳۰-۲
اور شام ۱۵-۶ ۲۶ر جولائی
نسیم اختر اور ساتھی : دوپہر ۰۰-۱ اور
شام ۱۵-۶ ۲۷ر جولائی
عبدالسلام میر اور ساتھی : صبح ۳۰-۱۱ اور
دوپہر ۳۰-۲ ۲۹ر جولائی
عبدالرشید حافظ اور ساتھی : رات ۳۰-۸ ۲۹ر جولائی
غلام قادر لنگو اور ساتھی : دوپہر ۰۰-۱ اور
شام ۱۵-۶ ۳۰ر جولائی
محمد شعبان پرے اور ساتھی : صبح ۳۰-۱۱، دوپہر ۳۰-۲
اور شام ۱۵-۶ ۳۱ر جولائی

غزلیں

غلام محمد میر : صبح ۱۵-۷، شام ۱۰-۶
اور رات ۳۰-۸ ۱۶ر جولائی
آر کے کاچرو : صبح ۱۵-۷، دوپہر ۰۰-۱
اور رات ۳۰-۸ ۱۷ر جولائی
شانتی لال سیدھو : دوپہر ۰۰-۱ اور
شام ۱۰-۶ ۱۷ر جولائی
کسم لتا : صبح ۱۵-۷، شام ۱۰-۶
اور رات ۳۰-۸ ۱۸ر جولائی
راج بیگم : صبح ۱۵-۷ اور
شام ۱۰-۶ ۱۹ر جولائی
شانتی کول : دوپہر ۰۰-۱ اور
رات ۳۰-۸ ۱۹ر جولائی
نسیم اختر : دوپہر ۰۰-۱ ۲۰ر جولائی
رحمت اللہ خاں : شام ۱۰-۶ اور

رات ۸-۳۰ ۲۰ جولائی

ششی چوپڑا : صبح ۱۵-۷ اور
شام ۱۰-۶ ۲۱ جولائی
ریتا کول : صبح ۱۵-۷ ۲۲ جولائی
آرتی تکو : رات ۳۰-۸ ۲۲ جولائی
غلام محمد راہ : صبح ۱۵-۷ ، شام ۱۰-۶
اور رات ۳۰-۸ ۲۳ جولائی
ایم کے پنڈتا : صبح ۱۵-۷ ۲۴ جولائی
ایچ این تو شخانی : دوپہر ۰۰-۱ ۲۴ جولائی
علی محمد : رات ۳۰-۸ ۲۴ جولائی
جی این وگے : شام ۱۰-۶ ۲۴ جولائی
آشا کول : صبح ۱۵-۷ ، شام ۱۰-۶
اور رات ۳۰-۸ ۲۵ جولائی
وجے ملاّ : دوپہر ۰۰-۱ اور
رات ۳۰-۸ ۲۶ جولائی
اجیت کور : شام ۱۰-۶ ۲۶ جولائی
نسیم اختر : دوپہر ۰۰-۱ اور
شام ۱۰-۶ ۲۷ جولائی
غلام حسن صوفی : صبح ۱۵-۷ اور
شام ۱۰-۶ ۲۸ جولائی
نرملا دیوی : صبح ۱۵-۷ اور
دوپہر ۰۰-۱ ۲۹ جولائی
کے کے جالا : دوپہر ۰۰-۱ ۲۹ جولائی
جلال گیلانی : رات ۳۰-۸ ۲۹ جولائی
کرن کول : صبح ۱۵-۷ ، شام ۱۰-۶
اور رات ۳۰-۸ ۳۰ جولائی
غلام نبی شیخ : صبح ۱۵-۷ اور
رات ۳۰-۸ ۳۱ جولائی
عبدالرحیم ریشی : دوپہر ۰۰-۱ ۳۱ جولائی
اسداللہ : دوپہر ۰۰-۱ اور
شام ۱۰-۶ ۳۱ جولائی

ڈوگری موسیقی

انیل کمار : صبح ۰۵-۹ ۱۶ جولائی
سیما شرما : شام ۳۰-۴ ۲۲ جولائی
غلام محمد اور ساتھی : صبح ۰۵-۹ ۲۳ جولائی
مست رام : شام ۳۰-۴ ۲۹ جولائی
سمن بالا : صبح ۰۵-۹ ۳۱ جولائی

مہینے کا نغمہ
صبح ۰۵-۹

کلام حبیب ماگرے
گلوکارہ : شنیتا کول : ۲۰ اور ۲۹ جولائی

بھوپال، رائپور، گوالیار، جبلپور

بھوپال الف ۲۰۲٫۰ میٹر ۱۴۸۵ کلوہرٹز بھوپال ب ۲۲۳٫۳ میٹر ۱۳۳۳ کلوہرٹز

شارٹ ویو
صبح ۴۵-۷ تک ۶۰٫۱۲ میٹر ۳۳۱۵ کلوہرٹز
صبح ۰۰-۸ بجے کے بعد ۵۰٫۰۸ میٹر ۵۹۹۰ کلوہرٹز
دوپہر ۴۱٫۷۸ میٹر ۷۱۸۰ کلوہرٹز
شام اور رات ۶۰٫۱۲ میٹر ۴۳۱۵ کلوہرٹز

رائپور: ۳۰۵٫۹ میٹر ۹۸۱ کلوہرٹز گوالیار: ۲۱۶٫۴ میٹر ۱۳۸۶ کلوہرٹز جبلپور: ۲۵۴٫۲ میٹر ۱۱۷۹ کلوہرٹز

خبریں

ہندی: صبح ۰۰-۸، ۰۵-۹ (پرادیشک) دوپہر ۰۵-۱، ۱۰-۲، ۴۵-۲ شام ۰۵-۶ رات ۴۵-۸ (۰۵-۱۱ صرف ہفتے کو)
انگریزی: صبح ۱۰-۸ دوپہر ۰۰-۱ شام ۰۰-۶ رات ۰۰-۹ (۰۰-۱۱ صرف ہفتے کو)

شاستریہ سنگیت

گائن

پروین سلطانہ صبح ۴۵-۷ ۱۶ جولائی
ضیاء فریدالدین خاں ڈاگر صبح ۳۰-۸ ، دوپہر ۴۰-۱ اور
رات ۰۰-۱۰ ۱۷ جولائی



رام چتر ملک صبح ۳۵-۶ اور
رات ۳۰-۱۰ ۱۸ جولائی
کے ۔ جی ۔ گندھے اور
ایس سی آر بھٹ صبح ۳۵-۶ ۱۹ جولائی
اے ۔ کے ۔ کوگجے صبح ۳۵-۶ ۲۰ جولائی
مادھو گڈی صبح ۳۵-۶ اور
رات ۳۰-۱۰ ۲۲ جولائی
حفیظ احمد صبح ۴۵-۷ ۲۳ جولائی



نوروتی بواسر ناشیک صبح ۳۵-۶ ۲۴ جولائی
پدماوتی شالگرام صبح ۳۵-۶ ۲۵ جولائی
اروند جوشی رات ۳۰-۱۰ ۲۵ جولائی
ارمی داس گپتا رات ۳۰-۱۰ ۲۶ جولائی
بلرام ناگدیو صبح ۳۰-۸ ۲۷ جولائی
پنڈت جسراج صبح ۳۵-۶ ۲۸ جولائی
ایم ۔ آر ۔ گوتم صبح ۳۵-۶ ۲۹ جولائی
وسنت راؤ دیشپانڈے صبح ۴۵-۷ ۳۰ جولائی
آر ۔ اننت کرشنن صبح ۳۰-۸ اور
رات ۰۰-۱۰ ۳۱ جولائی

سازسنگیت

ستار

بلرام ناگدیو   صبح ۳۵-۶   ۱۷ر جولائی
بلرام پاٹھک   رات ۳۰-۱۰   ۱۷ر جولائی
گریراج   صبح ۳۵-۶   ۲۳ر جولائی

سرود

ایس کے داس گپتا   صبح ۳۰-۸، دوپہر ۴۰-۱ اور
رات ۰۰-۱۰   ۸ر جولائی
شاردا پرشاد   دوپہر ۴۰-۱   ۱۹ر جولائی
استاد حافظ علی خاں   صبح ۳۰-۸   ۲۴ر جولائی
بسیرن بندو پادھیائے   صبح ۳۵-۶   ۳۰ر جولائی

رودرو ینا



ضیأ محی الدین خاں ڈاگر   صبح ۳۵-۶   ۲۱ر جولائی

وائلن

بی ڈی سیت رشی   صبح ۳۰-۸   ۲۲ر جولائی
لال گڈی جیادمن   صبح ۳۵-۶   ۳۱ر جولائی

بانسری

پرکاش وڈھیرہ   صبح ۳۵-۶   ۲۷ر جولائی
ہری پرساد چورسیہ   صبح ۳۵-۶   ۳۱ر جولائی

سگم سنگیت

صبح ۲۱-۸ اور دوپہر ۳۰-۱

رنبیر جین   ۱۶ر جولائی
مشتاق حسین   ۱۷ر جولائی
وبھا شرما   ۱۸ر جولائی
وجے رنجن اپادھیائے   ۱۹ر جولائی
تاپیشی ناگراج   ۲۰ر جولائی
نرملا دیولیہ   ۲۶ر جولائی
پرشورام پٹیل   ۲۷ر جولائی

اے۔ جے۔ رضا   ۳۰ر جولائی
رام پرتاپ شرما   ۳۱ر جولائی

صبح ۲۱-۸

منوہالال   ۲۲ر جولائی
اعزاداد حسین   ۲۹ر جولائی

صبح ۲۱-۸ اور دوپہر ۴۰-۱

بہاری لال راؤ   ۲۳ر جولائی
کسم پڑوڈکر   ۲۴ر جولائی

دوپہر ۳۰-۱

اودھیش پرساد ترپاٹھی   ۲۵ر جولائی

لوک سنگیت

صبح ۳۰-۷ اور دوپہر ۳۰-۲

چھوٹے لال پنڈا   ۱۶ر جولائی
دیپ چند شرما   ۱۷ر جولائی
ہری پرساد جگیاسا   ۲۲ر جولائی
گیتا گوسوامی   ۲۳ر جولائی
سدھا ماتھر   ۲۴ر جولائی
کملا شرما   ۲۹ر جولائی
رام مشرا   ۳۰ر جولائی
بابا رام چیرن منکیلے   ۳۱ر جولائی

دوپہر ۳۰-۲

رجنی پروہت   ۱۸ر جولائی
کرن دویدی   ۱۹ر جولائی
شکنتلا تیواری   ۲۰ر جولائی
منی شنکر   ۲۱ر جولائی
چندر کانتا پریہار   ۲۵ر جولائی
ششی شریواستو   ۲۶ر جولائی
ہری رام کشواہا   ۲۷ر جولائی
جسودا بائی گجبریا   ۲۸ر جولائی

آئینہ : اردو پروگرام

صبح ۳۰-۸

بزم زندہ دلاں
۱۔ مزاحیہ خاکہ از مصطفیٰ تاج
۲۔ مزاحیہ کلام از سالک بھوپالی
۳۔ چند لطیفے از ضمیر احمد   ۱۶ر جولائی

۱۔ 'بھوپال کے باغات' گفتگو
ظفر علی خاں، غضنفر علی خاں
۲۔ 'بھوپال کے باورچی' فیچر
تحریر : عظیم الدین   ۲۳ر جولائی

بزم سخن

شرکا : مرزا مشتاق شاہجاپوری، انجم جبلپوری، مضطر صہبائی، اختر علی اختر
رفعت الحسینی، اور شریف شفائی

کہکشاں : اردو پروگرام

رات ۰۰-۸

۱۔ 'اندور کی اہم لائبریریاں' گفتگو
۲۔ 'ہماری جیلیں اور اصلاحات' تقریر
۳۔ بیگم اختر : غالب کا کلام   ۱۹ر جولائی

۱۔ 'اندور میں آج کا نثری ادب' مذاکرہ
شرکا : عزیز اندوری اور طارق شاہین
۲۔ افسانہ از احد پرکاش
۳۔ کلام شاعر   ۲۶ر جولائی

ہندی تقریر

ایستک سمیکشا، کرشن کملیش   رات ۱۵-۸   ۱۶ر جولائی
'اچاریہ رامچندر شکل ۔ نبندھکار کے روپ میں' از
ڈاکٹر کامتا پرساد   رات ۰۰-۸   ۱۸ر جولائی
'چترکلا کے آیام ۔ گرافک کلا'
از جینت اوبے   رات ۱۵-۸   ۲۳ر جولائی
'اتہاس کے واتائن سے ۔ رتن پور'
از شمبھو دیال گرو   رات ۰۰-۸   ۲۵ر جولائی

کویتا

دوپہر ۲۰-۱

پرکاش ڈونگرے   ۱۶ر جولائی
ڈاکٹر دیوبندر دیپک   ۲۰ر جولائی
پورن چند رتھ   ۲۳ر جولائی
پتامبر داس   ۲۷ر جولائی
سوم دت ترپاٹھی   ۳۰ر جولائی
بھگوت راوت   رات ۰۰-۸   ۲۴ر جولائی
گیان رنجن   ۱۷ر جولائی

جھلکی / ناٹک

'یاچک'، شری یدکرشن کولہٹکر کے مراٹھی ناٹک کا ہندی عکس
از میناکشی مشر   رات ۰۰-۱۰   ۲۲ر جولائی
'پنجابی کون، مدراسی کون'
وی پی اکھلندم اکھلن کی کہانی پرمبنی۔
ہندی عکس : ڈاکٹر برہم جیت گوتم
پیشکش : ولنود مہتہ   رات ۳۰-۹   ۲۸ر جولائی
'لوک ناٹیہ'
پیشکش : آر کے پانڈے وساتھی
رات ۰۰-۱۰   ۲۹ر جولائی

دہلی دوردرشن

دہلی I چینل ۴

دہلی II چینل ۷

روزانہ ٹیلی کاسٹ ہونیوالے پروگرام

— دہلی I —

اتوار

صبح

۹ — ۲۰ سرب سانجھی گوروبانی / کارٹون فلم

۹ — ۴۵ فرصت میں : رنگا رنگ پروگرام

۱۱ — ۱۵ سفرنامہ

۱۱ — ۴۰ رجنی (ہندی سیریل)

۱۲ — ۰۵ مسٹر یا مسز (ہندی سیریل)

۱۲ — ۳۰ اسپائیڈر مین (انگریزی سیریل)

۱۲ — ۴۵ پینگ گیسٹ (ہندی سیریل)

دوپہر

۲ — ۰۰ علاقائی زبان میں فیچر فلم

۴ — ۰۰ ورلڈ آف اسپورٹس

شام

۵ — ۳۰ پروگراموں کا خلاصہ اور فلم ڈویژن کی فلم / کمرشل پروگرام

۵ — ۴۵ ہندی فیچر فلم

۷ — ۲۵ کمرشل پروگرام

۷ — ۳۰ مختصر پروگرام / فلم

۷ — ۴۰ کمرشل پروگرام

۷ — ۴۵ ہندی فیچر فلم (جاری)

نیٹ ورک پروگرام

۸ — ۳۰ کوئیز

نیشنل پروگرام

۹ — ۰۰ سماچار (ہندی میں خبریں)

۹ — ۲۰ بھارت کی جنگ آزادی (انقلاب آزادی) / اسٹرگل فار فریڈم

۹ — ۴۵ کوی اور کویتا

۱۰ — ۰۰ دی نیوز (انگریزی میں خبریں)

۱۰ — ۳۰ فوکس

---

۱۱ — ۰۰ شاستریہ سنگیت (گائن / ساز سنگیت)

۱۱ — ۲۵ مختصر خبریں اور اختتام

پیر

شام

۶ — ۰۰ پروگراموں کا خلاصہ اور گمشدہ لوگوں کے بارے میں اعلانات

۶ — ۰۳ کارٹون فلم / پپٹ فلم / سرکس فلم

۶ — ۲۰ روایتی لوک کلا

۶ — ۴۵ جان ہے جہان ہے

۷ — ۰۰ کرشی درشن

۷ — ۳۰ سندھ سماچار / سنگیت

۷ — ۴۰ ہندی ڈرامہ

نیٹ ورک پروگرام

۸ — ۳۰ ہندی سیریل فلم

نیشنل پروگرام

۹ — ۰۰ سماچار (ہندی میں خبریں)

۹ — ۲۰ چترمالا

۹ — ۴۵ سیاحوں کی دلچسپی کے مقامات

۱۰ — ۰۰ دی نیوز

۱۰ — ۲۰ ٹوورڈز پراگرس (ترقی کی اور)

---

۱۰ — ۴۵ سگم سنگیت / پارلیمنٹ نیوز

۱۰ — ۵۵ اسپیکٹرم (انگریزی میں میگزین پروگرام)

۱۱ — ۲۵ مختصر خبریں اور اختتام

منگل

شام

۶ — ۰۰ پروگراموں کا خلاصہ اور گمشدہ لوگوں کے بارے میں اعلانات

۶ — ۰۳ کھیل کھلاڑی

۶ — ۲۰ قانونی صلاح

۶ — ۴۰ آپ کا پریوار

۷ — ۰۰ کرشی درشن

۷ — ۳۰ سندھ سماچار / سنگیت

۷ — ۴۰ پتریکا (ہندی میگزین پروگرام)

۸ — ۱۰ آپ اور ہم (سامعین کے خطوط)

نیٹ ورک پروگرام

۸ — ۳۰ ہم لوگ (ہندی سیریل)

نیشنل پروگرام

۹ — ۰۰ سماچار

۹ — ۲۰ پینورامہ

۹ — ۴۵ کورل میوزک

۱۰ — ۰۰ دی نیوز

۱۰ — ۲۰ نیشنل پروگرام آف ڈانس / ریلے

---

۱۱ — ۰۵ پارلیمنٹ نیوز

۱۱ — ۲۵ مختصر خبریں اور اختتام

بدھ

شام

۶ — ۰۰ پروگراموں کا خلاصہ اور گمشدہ لوگوں کے بارے میں اعلانات

۶ — ۰۳ بچوں کے لیے پروگرام (ہندی)

۶ — ۲۰ مہیلاؤں کے لیے

۶ — ۴۵ آزادی کے دیوانے (فریڈم فائٹرز کے ساتھ انٹرویو) / تحریک آزادی پر مبنی پروگرام

۷ — ۰۰ کرشی درشن

۷ — ۳۰ سندھ سماچار / سنگیت

۷ — ۴۰ ٹی وی ڈاکومینٹری / فلم ڈویژن ڈاکومینٹری

۷ — ۵۰ چترہار

نیٹ ورک پروگرام

۸ — ۳۰ خاندان (سیریل پروگرام)

نیشنل پروگرام

۹ — ۰۰ سماچار

۹ — ۰۰ انگریزی سیریل

۹ — ۴۵ بھارت کی رسمیں اور روایات

۱۰ — ۰۰ دی نیوز

۱۰ — ۲۰ ایشوز اینڈ اپروچز

---

۱۰ — ۴۵ پارلیمنٹ نیوز / فلم ڈویژن ڈاکومینٹری

۱۰ — ۵۵ یوتھ فورم

۱۱ — ۲۵ مختصر خبریں اور اختتام

جمعرات

شام

۶ — ۰۰ پروگراموں کا خلاصہ اور گمشدہ لوگوں کے بارے میں اعلانات

۶ — ۰۳ دیہاتی بچوں کے لیے پروگرام / دیہاتی نوجوانوں کے لیے پروگرام

۶ — ۲۰ وشو درشن

۶ — ۳۰ دوسرے کیندروں سے / آرکائیوز سے

۰۰ — ۷ گھر باہر
۳۰ — ۷ سنسد سماچار
۴۰ — ۷ ٹارگیٹ (انگریزی میں جاسوسی سیریل)

نیٹ ورک پروگرام

۳۰ — ۸ اڑوس پڑوس (سیریل پروگرام)

نیشنل پروگرام

۰۰ — ۹ سماچار
۲۰ — ۹ اسپورٹس کونیر
۴۵ — ۹ ٹیبر آف دی یوتھ
۰۰ — ۱۰ دی نیوز
۲۰ — ۱۰ پریمیئر انسٹی ٹیوشنز آف انڈیا

---

۴۵ — ۱۰ پارلیمنٹ نیوز / بزم (اردو میں ادبی پروگرام)
۱۵ — ۱۱ آور گیسٹ
۲۵ — ۱۱ مختصر خبریں اور اختتام

جمعہ

شام
۰۰ — ۶ پروگراموں کا خلاصہ اور گمشدہ لوگوں کے بارے میں اعلانات
۰۳ — ۶ وکاس کی اور (بیس نکاتی پروگرام)
۲۰ — ۶ گھریلو نسخے
۳۰ — ۶ بچوں کے لیے پروگرام (انگریزی)
ٹیلی فون (بچوں کی دلچسپی کا پروگرام)
۰۰ — ۷ کرشی درشن
۲۰ — ۷ سنگیت / سنسد سماچار
۴۰ — ۷ گیان دیپ
۰۰ — ۸ چترہار

نیٹ ورک پروگرام

۳۰ — ۸ یہ جو ہے زندگی (ہندی سیریل)

نیشنل پروگرام

۰۰ — ۹ سماچار
۲۰ — ۹ انگریزی سیریل
۴۰ — ۹ بھارت کے لوک ساز
۰۰ — ۱۰ دی نیوز
۲۰ — ۱۰ شاستریہ سنگیت کا نیشنل پروگرام

---

۴۵ — ۱۰ پارلیمنٹ نیوز / مرر آف دی ورلڈ
مغربی موسیقی / انگریزی فلم
۲۵ — ۱۱ مختصر خبریں اور اختتام

ہفتہ

شام
۰۰ — ۶ پروگراموں کا خلاصہ اور گمشدہ لوگوں کے بارے میں اعلانات
۰۳ — ۶ جان ہے جہان ہے
۲۰ — ۶ ہندی ڈرامہ
۰۰ — ۸ سپتاہکی

نیٹ ورک پروگرام

۳۰ — ۸ ہم لوگ (ہندی سیریل)

نیشنل پروگرام

۰۰ — ۹ سماچار
۳۰ — ۹ پکش پرتی پکش
۰۰ — ۱۰ دی نیوز
۲۰ — ۱۰ کوی سیلن

---

۲۵ — ۱۱ مختصر خبریں اور اختتام

دہلی — II

اتوار

شام
۳۰ — ۶ سگم سنگیت
۴۵ — ۶ ڈاکومینٹری فلم / فلم ڈویژن کی فلم
۰۰ — ۷ شاستریہ سنگیت
۳۰ — ۷ سماچار
۴۰ — ۷ مغربی موسیقی
۰۵ — ۸ بہورنگ (علاقائی موسیقی کا پروگرام)
۳۰ — ۸ اختتام

پیر

شام
۳۰ — ۶ سگم سنگیت
۴۵ — ۶ چہل پہل
۰۰ — ۷ انگریزی سیریل
۳۰ — ۷ سماچار
۴۰ — ۷ ڈاکومینٹری فلم / علاقائی پروگرام
۰۰ — ۸ شاستریہ سنگیت
۳۰ — ۸ اختتام

منگل

شام
۳۰ — ۶ سگم سنگیت
۴۵ — ۶ یہ دلی ہے (ناگرک سمیا)
۰۰ — ۷ نوودلتے (اسکول کے بچوں کا پیش کردہ)
۳۰ — ۷ سماچار
۴۰ — ۷ انگریزی سیریل
۳۰ — ۸ اختتام

بدھ

صبح
۳۰ — ۶ سگم سنگیت / ساز سنگیت
۴۵ — ۶ یہ دلی ہے (کلا پریکرما)
۰۰ — ۷ یوواؤں کے لیے
۳۰ — ۷ سماچار
۴۰ — ۷ پنجابی میں ملا جلا پروگرام
۰۰ — ۸ شاستریہ سنگیت
۳۰ — ۸ اختتام

جمعرات

شام
۳۰ — ۶ سگم سنگیت
۴۵ — ۶ سماچار
۰۰ — ۷ پوپ میوزک
۳۰ — ۷ سماچار
۴۰ — ۷ پنجابی میں ملا جلا پروگرام
۰۰ — ۸ اسپورٹس راؤنڈ اپ
۳۰ — ۸ اختتام

جمعہ

شام
۳۰ — ۶ قوالیاں
۴۵ — ۶ یہ دلی ہے (ناگرک سمیا)
۰۰ — ۷ فرائی ڈے کونیر
۳۰ — ۷ سماچار
۴۰ — ۷ انگریزی سیریل
۳۰ — ۸ اختتام

ہفتہ

شام
۳۰ — ۶ اگلے ہفتے میں
۴۵ — ۶ یہ دلی ہے (آئینہ)
۰۰ — ۷ شاستریہ سنگیت / رقص
۳۰ — ۷ سماچار
۴۰ — ۷ ڈاکومینٹری
۰۰ — ۸ سگم سنگیت / سگم سنگیت کنسرٹ
۳۰ — ۸ اختتام

گورکھپور

۳۳۳ء۳ میٹر (۹۰۹ کلو ہرٹز)

خبریں

ھندی/انگریزی : صبح ۰۰-۶ (عالمی) ہندی : صبح ۰۰-۸ دوپہر ۰۵-۱ اور ۱۰-۲ بجے
شام ۰۵-۶ اور ۰۵-۷ (کھیل)، رات ۴۵-۸، ۰۵-۱۱ انگریزی : صبح ۱۰-۸، دوپہر ۰۰-۱، رات ۰۰-۱۱
سنسکرت : صبح ۰۰-۷ بجے اردو : صبح ۵۰-۸، دوپہر ۵۰-۱ علاقائی : صبح ۲۰-۷، شام ۲۰-۷
راجیہ کی چِٹھی : صبح ۰۰-۹ ضلع کی چِٹھی : صبح ۰۵-۹ دیہی گتی کے سماچار : دوپہر ۴۵-۲

روزانہ نشر ہونے والے پروگرام

صبح

۶-۰۵ وندنا (بھکتی سنگیت)
۶-۳۰ امروانی / چنتن بندو
۶-۳۵ کھیتی کی باتیں
۶-۴۵ دھرتی گائے (بھوجپوری گیت)
۶-۵۵ پروگراموں کا خلاصہ
۷-۰۵ مانس گان
۷-۱۵ پریگنت جاتی و جن جاتی کے لیے اگرشت پدوں سے سمبندھت سوچنائیں
۷-۳۰ جھروکا (منگل، جمعرات، ہفتہ)
آخر کب تک (پیر اور بدھ)
گاندھی چرچا (جمعہ)
وگیان پتریکا (اتوار I)
کھیل پتریکا (اتوار IV)
۷-۳۰ شاستریہ سنگیت (اتوار II, III)
۷-۴۰ سنگیت پربھا (منگل کے سوا)
سماچار درشن (منگل)
۸-۲۱ سگم سنگیت
۸-۳۰ اردو پروگرام
۹-۱۰ لوک رُچی سماچار (اتوار)
گھر آنگن (دیہاتی عورتوں کے لیے پروگرام) (پیر، جمعرات)
پھلواری (منگل اور جمعہ)
فلمی بھجن (بدھ)
فلمی قوالیاں (ہفتہ)
۹-۱۵ بال سکھا
دوپہر بچوں کا پروگرام (صرف اتوار)
۱۲-۰۰ چترپٹ سے (فلمی گیتوں کا پروگرام)

پرادیشک سنگیت (صرف جمعرات)
۱۲-۱۰ ودھیارتھیوں کے لیے (اتوار کے لیے)
۱۲-۳۰ نیپالی پروگرام
۱-۱۰ ادیکاش کے سُر (اتوار)
گیتانجلی
عورتوں کے پسندیدہ فلمی گیت (پیر)
مہیلا سبھا (منگل، جمعہ)
سواستھ چرچا (جمعرات)
پرانی فلموں سے (بدھ)
۱-۴۰ ساماٹیکی (پچھلے دن کی ریکارڈنگ)
۲-۲۰ کھیتی کسانی
۲-۳۰ لوک رنگ (لوک گیتوں کا پروگرام)

شام

۵-۰۰ بھاشا شکشا
۵-۱۵ دیس ہمارا
۵-۳۰ روزگار سماچار
۵-۳۵ دیہاتی پروگرام
۶-۱۰ کھیتی باڑی
۶-۴۰ آج اور کل : پروگراموں کا خلاصہ
مقامی معلومات
۶-۴۵ لوک گیت
۷-۰۵ سنگیت سُدھا
۷-۳۰ یووا جگت (نوجوانوں کے لیے پروگرام)
۸-۰۰ ہندی پروگرام (اتوار کے سوا)
پتر ملا (اتوار)
۸-۱۵ ریڈیو ڈائری / سگم سنگیت
۸-۲۰ ودھان منڈل سمیکشا
۸-۳۰ سند سمیکشا (اتوار کے سوا)

پرادیشک سماچار درشن
۹-۱۶ نئی کرن (اتوار)
یونیورسٹی کے لیے (پیر)
کھیل کھلاڑی (منگل)
انگریزی تقریر (بدھ)
جینتی و تہوار / سگم سنگیت
(جمعرات، جمعہ اور ہفتہ)
۹-۳۰ ہیم لتا : ہندی ادبی میگزین (اتوار I, III)
ہندی وچار گوشٹھی (اتوار II)
اتر پردیش درشن (اتوار IV)
سنسکرت پتریکا (اتوار V)
نیشنل پروگرام : تقریر (پیر)
اردو پروگرام (منگل)
سنگیت سبھا (بدھ)
دہلی سے پروگرام (جمعرات)
ناٹک (جمعہ)
دہلی سے ریلے (ہفتہ)
۱۰-۰۰ من بھاون (جمعرات)
اندر دھنش (اتوار)
غیر فلمی قوالیاں / فلمی گیت / ٹھمری دادرا
ہاسیہ کوی گوشٹھی (پیر)
دہلی سے ریلے (منگل، بدھ، ہفتہ)
پھر سنیے (جمعہ)

جالندھر چنڈی گڑھ

جالندھر: میڈیم ویو : ۴۲۷٫۳ میٹر ۷۰۲ کلو ہرٹز
۲۲۲٫۲ میٹر ۱۳۵۰ کلو ہرٹز
۳۴۳٫۶ میٹر ۸۷۳ کلو ہرٹز
چنڈی گڑھ : میڈیم ویو: ۲۰۹٫۶ میٹر ۱۴۳۱ کلو ہرٹز

خبریں

ہندی: صبح ۰۰-۸ دوپہر ۰۵-۱، ۱۰-۲، ۴۵-۲ (دھیمی رفتار سے) شام ۰۵-۶، ۲۰-۶ (پرادیشک سماچار)
رات ۴۵-۸، ۰۵-۱۱ پنجابی : صبح ۳۰-۸ دوپہر ۴۰-۱ شام ۱۰-۶ (پرادیشک سماچار)
شام ۳۰-۷ انگریزی : صبح ۱۰-۸ دوپہر ۰۰-۱ رات ۰۰-۹ اور ۰۰-۱۱
اردو : صبح ۵۰-۸ دوپہر ۵۰-۱ رات ۱۵-۹ اور ۲۵-۹ تبصرہ روزگار سماچار : شام ۴۰-۷

شاستریہ سنگیت

گائن

اجیت سنگھ پٹیل رات ۰۰ — ۸ ۱۶ر جولائی
ہری دیو صبح ۰۵ — ۹ اور
رات ۳۰ — ۱۰ ۱۸ر جولائی
شوبھا گرتو رات ۴۵ — ۱۰ ۱۸ر جولائی
بلبیر سیٹھ صبح ۰۵ — ۹ ۱۹ر جولائی
استاد عبدالکریم خاں صبح ۰۵ — ۹ ۲۱ر جولائی
گنیش رام چندر بہرے لوا رات ۳۰ — ۱۰ ۲۱ر جولائی
تیج پال سنگھ اور صبح ۰۵ — ۹ اور
سریندر سنگھ رات ۳۰ — ۱۰ ۲۲ر جولائی
کیشو چندر صبح ۰۵ — ۹ اور
رات ۳۰ — ۱۰ ۲۶ر جولائی
ڈی۔ وی پلسکر صبح ۰۵ — ۹ ۲۸ر جولائی
روشن آرا بیگم رات ۳۰ — ۱۰ ۲۸ر جولائی
سویتا دیوی صبح ۰۵ — ۹ اور
رات ۳۰ — ۱۰ ۲۹ر جولائی
منگلا تیواڑی رات ۳۰ — ۱۰ ۳۰ر جولائی
بھگوان داس سینی صبح ۰۵ — ۹ اور
رات ۳۰ — ۱۰ ۳۱ر جولائی

ساز سنگیت

ستار

جیوتی منٹو : صبح ۰۵-۹ اور
رات ۳۰-۱۰ ۱۸ر جولائی

روی شنکر : صبح ۱۰ - ۹ ۲۳ر جولائی

سرود

علی اکبر خاں : صبح ۱۰ - ۹ ۱۶ر جولائی

سنطور

شیو کمار شرما : صبح ۱۰ - ۹ ۳۰ر جولائی

سگم سنگیت / لوک گیت

راجکماری دوپہر ۳۰ — ۲ ۱۶ر جولائی
امریت سنگھ متیل سہ پہر ۴۵ — ۴ ۱۶ر جولائی
سوہن سنگھ سوہن دوپہر ۳۰ — ۲ ۱۷ر جولائی
رنجنا رات ۱۵ — ۱۰ ۱۸ر جولائی
کلونت سنگھ ویدی دوپہر ۳۰ — ۲ ۱۹ر جولائی
سریندر سنگھ اور ساتھی سہ پہر ۴۵ — ۴ ۱۹ر جولائی
پورن شاہ کوٹی رات ۱۵ — ۱۰ ۱۹ر جولائی
ستیش چندر سہ پہر ۴۵ — ۴ ۲۰ر جولائی
جسویر سنگھ خوشدل سہ پہر ۴۵ — ۴ ۲۱ر جولائی
رویندر سنگھ پردیسی صبح ۲۰ — ۸ ۲۲ر جولائی
اجیت سنگھ دوپہر ۳۰ — ۲ ۲۲ر جولائی
سورن سنگھ ابلا دوپہر ۳۰ - ۲ ۲۳ر جولائی
رمیش سیا لکوٹی شام ۴۵ - ۴ ۲۳ر جولائی
چرن سنگھ چھبیلا دوپہر ۳۰ — ۲ ۲۴ر جولائی
جیدیو سنگھ ہیلا جٹ دوپہر ۳۰ — ۲ ۲۵ر جولائی
منشی خاں دوپہر ۳۰ — ۲ ۲۶ر جولائی
برکت سدھو سہ پہر ۴۵ — ۴ ۲۶ر جولائی
گوردیو سنگھ کومل رات ۰۵ — ۱۰ ۲۶ر جولائی
جگجیت سنگھ زیروی سہ پہر ۴۵ — ۴ ۲۷ر جولائی
ہر بھجن سنگھ نابل اور ساتھی دوپہر ۳۰ — ۲ ۲۸ر جولائی
سچا سنگھ منے پوری دوپہر ۳۰ — ۲ ۲۹ر جولائی
گورمیت کور باوا رات ۱۵ — ۱۰ ۲۹ر جولائی
چندر کانتا کپور دوپہر ۳۰ — ۲ ۳۰ر جولائی
رچھپال سنگھ پال سہ پہر ۴۵ — ۴ ۳۰ر جولائی
ہربنس اروڑہ دوپہر ۳۰ — ۲ ۳۱ر جولائی

شبد

بھائی ہرچند سنگھ راگی صبح ۳۰ — ۷ اور
شام ۴۵ — ۷ ۱۷ر جولائی
بھائی بخشیش سنگھ راگی صبح ۳۰ — ۷ دوپہر ۱۵ — ۱۲
شام ۴۵ — ۷ ۲۴ر جولائی
بھائی چانن سنگھ راگی صبح ۳۰ — ۷ اور
شام ۴۵ — ۷ ۲۶ر جولائی

بھجن

چندر کرن صبح ۲۰ — ۸ ۱۷ر جولائی
کرشنا چیٹرجی صبح ۳۰ — ۷ ۲۶ر جولائی
سیما چوہدری صبح ۲۰ — ۸ ۲۶ر جولائی
میناکشی بھٹاچاریہ صبح ۳۰ — ۷ ۲۷ر جولائی

اردو تقریر

'افواہ سے پناہ' از مہر گیرہ ۱۶ر جولائی
'دوستی کے تقاضے'
از آر۔ ڈی۔ شرما تاثیر رات ۰۰ — ۸ ۲۳ر جولائی
اردو شاعری میں برسات کا ذکر
ڈاکٹر نریش رات ۰۰ — ۸ ۲۳ر جولائی

روہتک

میڈیم ویو : ۲۶۲٫۴ میٹر ، ۱۱۴۳ کلوہرٹز

خبریں

ہندی : صبح ۸-۰۰ دوپہر ۱٫۵۰-۲٫۴۵ (دھیمی رفتار سے) شام ۶-۰۵ رات ۸-۴۵ ، انگریزی: صبح ۸-۱۰ رات ۹-۰۰

روزانہ نشر ہونے والے پروگرام

صبح

۶-۳۰ اور ۵-۰۵ شام بھکتی سنگیت

۶-۵۵ کھیتی باڑی

۷-۰۵ پروگراموں کا خلاصہ

۷-۲۵ ضلع کی چٹھی

۸-۲۱ لوک سنگیت (اتوار کو بچوں کے لیے)

۸-۴۰ سب رس

دوپہر

۱-۱۰ فلمی سنگیت

۱-۴۰ اسکول براڈکاسٹ (سوائے ہفتہ، اتوار اور تعطیلات)

۲-۲۰ لوک سنگیت

شام

۵-۳۰ یووا سنسار

۶-۱۰ علاقائی لوک سنگیت (بدھ کو ننھے منے)

۶-۳۰ کرشی جگت

۷-۰۰ گرامین سنسار

۷-۳۰ روزگار سماچار

۹-۱۶ ایک فلم سے

شاستریہ سنگیت

گائن : صبح ۷-۴۰

پی۔ ایل۔ گوہدکر	۱۶، جولائی
نجیم سین جوشی	۱۷، جولائی
اجیت سنگھ پینٹل	۱۹، جولائی
کندن لال شرما	۲۲، جولائی
حفیظ احمد خاں	۲۳، جولائی
ریتا گنگولی	۲۵، جولائی
سریش جی شری کھانڈے	۲۹، جولائی

سازسنگیت

صبح ۷-۴۰

ستار

دیب برت چودھری	۱۸، جولائی
شیر سنگھ آریہ	۲۰، جولائی
رویندر دیو	۲۴، جولائی
سریش شرما	۲۷، جولائی

سرود

الیس جی رائے چودھری	۳۰، جولائی

شہنائی

بسم اللہ خاں	۳۱، جولائی

سگم سنگیت

صبح ۷-۱۵

رگھونندن	۱۶، جولائی
ترسیم لال شرما	۱۷، جولائی
رمیش چندر دت	۱۸، جولائی
وینا سنیجہ	۱۹، جولائی
بالورام	۲۰، جولائی
معین الدین خاں	۲۱، جولائی
وی ایچ ساگر	۲۲، جولائی
رماکانت شرما	۲۳، جولائی
کمل سدھو	۲۴، جولائی
جگدیش کمار	۲۵، جولائی
راجندر سنگھ	۲۶، جولائی
خوشی رام	۲۷، جولائی
وشنو بھٹناگر	۲۸، جولائی
نرسنگھ داس	۲۹، جولائی
ایم ایل نکرہ	۳۰، جولائی
کیلاش ورما	۳۱، جولائی

رات ۸-۳۰

شمع بانو	۱۶، جولائی
گووند پرشاد	۱۷، جولائی
ستیش ببر	۱۸، جولائی
بیگم اختر	۱۹، جولائی
کرشنا کلے	۲۰، جولائی
وانی جے رام	۲۱، جولائی
طلعت محمود	۲۲، جولائی
سمن کلیانپور	۲۳، جولائی
جمیل احمد	۲۴، جولائی
رادھا سلوجہ	۲۵، جولائی
انوپ جلوٹا	۲۶، جولائی
منیر	۲۷، جولائی
مہندر کپور	۲۸، جولائی
جسپال سنگھ	۲۹، جولائی
آرتی مکھرجی	۳۰، جولائی

ایک فلم سے

رات ۹-۱۶

اماں	۱۶، جولائی
پسند اپنی اپنی	۱۷، جولائی
رسوائی	۱۸، جولائی
آنگن	۱۹، جولائی
سنگم	۲۰، جولائی
تاج محل	۲۱، جولائی
سہاگ	۲۲، جولائی
ہمراہی	۲۳، جولائی
آنکھیں	۲۴، جولائی
کشمیر کی کلی	۲۵، جولائی
کالا بازار	۲۶، جولائی
گیت	۲۷، جولائی
دھرم ویر	۲۸، جولائی
دو گلاب	۲۹، جولائی
بابل	۳۰، جولائی
دو راستے	۳۱، جولائی

ضلع کی چٹھی

صبح ۷-۲۵

جیند	۱۶، اور ۲۸، جولائی
کورکشیتر	۱۷، اور ۲۹، جولائی
مہندر گڑھ	۱۸، اور ۳۰، جولائی
سونی پت	۱۹، اور ۳۱، جولائی
سرسا	۲۰، جولائی
فریدآباد	۲۱، جولائی
روہتک	۲۲، جولائی
حصار	۲۳، جولائی

انبالہ	۲۴ر جولائی
بھوانی	۲۵ر جولائی
کرنال	۲۶ر جولائی
گوڑگاؤں	۲۷ر جولائی

تقریر

صبح ۷-۳۰

'تب کیا ہوا جب کوی بننے کی سوجھی'	۱۷ر جولائی
'سلابیک [illegible] کا آدھار ـــ سماچار پتر'	۱۸ر جولائی
'یہ درشنیہ استھل ـــ اجنتا کی گپھائیں'	۲۰ر جولائی
'سنیوجت وکاس'	۲۲ر جولائی
'تب کیا ہوا جب دفتر دیر سے پہنچے'	۲۴ر جولائی
'بھارتیہ سنویدھان ـــ ایکاتمک یا سنگھاتمک'	۲۵ر جولائی
'یہ درشنیہ استھل ـــ کنیا کماری'	۲۷ر جولائی
'ایکتیرت گرامین وکاس کاریہ کرم'	۲۹ر جولائی
'تب کیا ہوا جب چور گھر میں آیا'	۳۱ر جولائی

'اکیسویں صدی میں ہماری جن سنکھیا اور وکاس'

رات ۸-۰۰ ۱۸ر جولائی

'بھارتیہ راشٹریہ کانگریس کے بارے میں گاندھی جی کے وچار'

صبح ۸-۳۰ ۱۹ر جولائی

'بھارت اور سماج واد پر گاندھی جی کے وچار'

صبح ۸-۳۰ ۲۷ر جولائی

بقیہ: شملہ

قرآن شریف سے	:	۱۸ر جولائی
گنیش شنکر ودیارتھی	:	۱۹ر جولائی
گاندھی جی	:	۲۰ر جولائی
سوامی ویویکانند	:	۲۱ر جولائی
بائبل سے	:	۲۲ر جولائی
سنت گیانیشور	:	۲۳ر جولائی
رام چرت مانس سے	:	۲۴ر جولائی
بدھ دھرم سے	:	۲۵ر جولائی
بھگوت گیتا سے	:	۲۶ر جولائی
ڈاکٹر راجندر پرشاد	:	۲۷ر جولائی
سوامی رام تیرتھ	:	۲۸ر جولائی
گورو ارجن دیو جی کے وچار	:	۲۹ر جولائی
گاندھی جی	:	۳۰ر جولائی
اروند کے وچار	:	۳۱ر جولائی

ڈرامک فیچر

تحریک آزادی پر ایک خصوصی فیچر

	رات ۹-۳۰	۱۸ر جولائی
'بٹھے بابو'	شام ۷-۰۵	۲۱ر جولائی
'اخبار کابل'	رات ۹-۱۶	۲۳ر جولائی
'بھنور جال'	رات ۹-۳۰	۲۶ر جولائی
'منتری جی [illegible]'	[illegible]	۲۸ر جولائی

ناگپور

۵۱۲ء۸ میٹر ۵۸۵ کلو ہرٹز

روزانہ نشر ہونیوالے پروگرام

صبح

۵-۵۵ وندے ماترم، منگل دھونی
۶-۰۵ بھکتی سنگیت
۶-۳۰ آج کا چنتن
۶-۳۵ پروگراموں کا خلاصہ
۶-۴۰ کرشی وانی : موسم کا حال
۶-۴۵ سگم سنگیت / سور منجری
اس ماہ کا گیت (اتوار)
گاندھی سمرتی (جمعہ)
۷-۳۰ پربھات سامیئے
مراٹھی میں پروگرام (ہفتہ)
۷-۴۵ مراٹھی میں تقریر / سور بھارتی
(سنسکرت زبان اور ادب پر مبنی پروگرام)
۸-۲۱ کال چکر (مراٹھی میں مختصر تقریر)
۸-۲۵ ضلع خبرنامہ
۸-۴۰ موسم : روزگار سماچار
۸-۴۵ پرتی بمب : مراٹھی میں فیملی سیریل (اتوار)
مراٹھی اسٹیج گیت (پیر، بدھ، جمعہ)
فلمی گیت (منگل، جمعرات اور ہفتہ)
۹-۰۰ بچوں کے لیے (اتوار)
۹-۰۰ اور ۹-۲۵ اسکول براڈکاسٹ
(اسکول کے دنوں میں)

دوپہر

۱۲-۳۰ خواتین کے لیے (اتوار، جمعرات)
۱-۴۰ اور ۲-۵۰ اسکول براڈکاسٹ
(اسکول کے دنوں میں)

شام

۵-۳۰ نوجوانوں کے لیے / صنعتی ملازمین کے لیے
(بدھ، ہفتہ)
۵-۵۵ مقامی اعلانات
پروگراموں کا خلاصہ اور موسم
۶-۱۵ کیرتن
گرامین کلاکشیتر (صرف چوتھے اتوار کو)
دیہاتی خواتین کے لیے (پیر، جمعہ)
بچوں کے لیے (بدھ)
۶-۴۵ بازار بھاؤ /
صحت سے متعلق پروگرام (اتوار)
۷-۰۰ تعلیم بالغان / میگزین (اتوار) /
دیہاتی بچوں کے لیے (ہفتہ)
۷-۲۰ دیہاتی سامعین کے لیے پروگرام /
کسانوں کے لیے (منگل اور ہفتہ)
۸-۲۵ سماچار پتروں سے (سوائے پیر)
۹-۳۰ اردو پروگرام (بدھ)
۱۰-۳۰ اختتام

شاستریہ سنگیت

گائن

اجیت سنگھ پینٹل	:	رات ۱۰-۰۰	۱۶ر جولائی
پنا بائی کسیکر	:	صبح ۷-۱۵	
		رات ۱۰-۳۰	۱۷ر جولائی
ڈاکٹر نارائن منگرولکر	:	صبح ۷-۱۵	
		رات ۱۰-۳۰	۱۸ر جولائی
کستوریکا امونکر	:	صبح ۷-۱۵	
		رات ۱۰-۳۰	۲۱ر جولائی

پربھاکر کاریکر	:	رات ۱۰-۰۰	۲۱ر جولائی
گجانن راؤ جوشی	:	صبح ۷-۱۵	
		دوپہر ۱۲-۳۰	۲۳ر جولائی
ایم-ایچ تھنکر	:	صبح ۷-۱۵	
		رات ۱۰-۳۰	۲۴ر جولائی
شروستا [illegible]	:	صبح ۷-۱۵	
		رات ۱۰-۰۰	۲۶ر جولائی
پدما [illegible]	:	صبح ۷-۱۵	
		رات ۱۰-۳۰	۲۸ر جولائی
اوناشش سہاسرابدھے	:	صبح ۷-۱۵	
		دوپہر ۱۲-۴۵	۲۹ر جولائی

این۔ پی پروہت : صبح ۱۵ — ۷ ۳۱ر جولائی
پی بے پنڈھارپورکر : رات ۳۰ — ۱۰ ۳۱ر جولائی

ساز سنگیت

وائلن

ایل۔ پی۔ شنڈے : دوپہر ۳۰ — ۱۲ ۱۴ر جولائی
سدھاکر ہانڈے : صبح ۱۵ — ۷
رات ۳۰ — ۱۰ ۲۵ر جولائی
جی۔ ٹی نیشرکر : صبح ۱۵ — ۷
دوپہر ۳۰ — ۱۲ ۳۰ر جولائی

بانسری

ایس۔ جی۔ دیشکار : صبح ۱۵ — ۷
رات ۰۰ — ۱۰ ۱۹ر جولائی
اروند گجندر اگڈکر : صبح ۱۵ — ۷
رات ۳۰ — ۱۰ ۲۲ر جولائی
سوشانت کمار بھٹا چاریہ : صبح ۳۰ — ۷
دوپہر ۳۰ — ۱۲ ۲۹ر جولائی

طبلہ

سریش تلوارلکر : صبح ۳۰ — ۷
رات ۱۵ — ۱۰ ۱۹ر جولائی

دلربا

ڈی۔ این پرگاؤنکر : دوپہر ۳۰ — ۱۲ ۲۰ر جولائی

ہارمونیم

بال ماٹے : دوپہر ۱۰ — ۱
رات ۳۰ — ۸ ۲۱ر جولائی

سندری

سدھورام جادھو اور ساتھی : دوپہر ۳۰ — ۱۲ ۲۲ر جولائی

ستار

گوبند چندر راوٹے : رات ۰۰ — ۱۰ ۲۳ر جولائی

سرود

زرین دارووالا : دوپہر ۳۰ — ۱۲
رات ۳۰ — ۸ ۲۷ر جولائی

شہنائی

ناگور لو گایکوار اور ساتھی : رات ۳۰ — ۱۰ ۲۹ر جولائی

اورنگ آباد، پربھنی

اورنگ آباد : ۱۹۷٫۲ میٹر ۱۵۲۱ کلو ہرٹز
پربھنی : ۲۲۹٫۹ میٹر ۱۳۰۵ کلو ہرٹز

روزانہ نشر ہونے والے پروگرام

صبح

۵-۵۵ وندے ماترم
۶-۰۵ سنسکرت پاٹھ
۶-۱۰ امرت دھارا
۶-۱۵ شیتکاری ساتھی (کسانوں کے لیے)
۶-۲۰ سورانجلی
۶-۴۵ پروگراموں کا خلاصہ
۷-۰۰ جھروکا (اتوار)
وادیہ سنگیت (پیر سے جمعہ تک)
منورنجک گھٹناؤں پر مبنی پروگرام (ہفتہ)
۷-۱۵ سنگیت کا خصوصی پروگرام (ہفتہ)
۷-۳۰ سب رنگ : اردو پروگرام
۸-۲۵ ضلع وارتا پتر
۸-۴۰ مراٹھی سگم سنگیت (پیر)
ناٹیہ سنگیت (منگل)
مراٹھی بھاؤ گیت (جمعہ)
۹-۰۵ اختتام

دوپہر

۱۲-۳۰ مراٹھی فلموں کے گیت (جمعرات)
مشر سنگیت (منگل)
رنگ محفل (غزل اور قوالی) (ہفتہ)
۱-۴۰ ہندی فلموں کے گیت (اتوار/منگل)

سموہ گان (پیر/جمعہ)
مراٹھی لوک سنگیت (جمعرات)

شام

۵-۳۰ یو واوانی
۶-۰۰ استھانک سوچنائیں
۶-۰۵ پروگراموں کا خلاصہ
۶-۳۰ گرامین سامعین کے لیے پروگرام
کامگار جگت (جمعہ)
۷-۱۰ روزگار سماچار
۷-۲۰ پرادیشک لوک سنگیت (پیر)
مراٹھی لوک سنگیت (ہفتہ)
۷-۳۰ آپ کے گھر آپ کے شوار
(کرشکوں کے لیے) (پیر، بدھ، جمعرات، ہفتہ)
بھووانی شیتکاری منڈل (منگل، جمعہ)
۸-۳۰ مدھو گندھ (مراٹھی بھاؤ گیتوں کا پروگرام)
(پیر سے جمعہ)
مراٹھی اسٹیج گیت (ہفتہ)
چترپٹ سنگیت (مراٹھی) (اتوار)
۹-۳۰ سدابہار گیت
پرانے ہندی فلمی گیتوں کا پروگرام
(اتوار)
۱۱-۱۰ اختتام

سگم سنگیت

صبح ۴۵-۶ شام ۱۵-۶

نشی کانت مہاجن : ۱۶ر جولائی
کے۔ ایل جادھو : ۱۷ر جولائی
چندن : ۱۸ر جولائی
نرملا بھیلم : ۲۳ر جولائی
اوشا واٹیکر : ۲۷ر جولائی
شوبھا گرٹو : ۳۰ر جولائی

اردو پروگرام

رات ۳۰-۹

اردو نظم کا سفر؛ اردو میں تقریر
از: ڈاکٹر جاوید احمد ۱۷ر جولائی

افسانہ

از سید احمد خاں ۱۷ر جولائی

تقریر

دیگیتی گت سواستھ: ہندی میں تقریر
از: ڈاکٹر گیتا شاہ : شام ۳۰ — ۵ ۲۶ر جولائی

لوک سنگیت

شام ۳۰-۶

بھال چندر رام چندر پچولکر اور ساتھی ۱۶ر جولائی
پرہلاد کشن اویکے اور ساتھی ۲۰ر جولائی
نتھو گلسو شروتے اور ساتھی ۲۳ر جولائی
کیشورام ڈھوک اور ساتھی ۳۰ر جولائی



جے پور، اجمیر

جے پور (الف) : ۲۰۳/۲ میٹر ۱۴۷۶ کلوہرٹز ؛ جے پور (ب) : ۲۳۶/۴ میٹر ۱۲۶۹ کلوہرٹز
اجمیر : ۴۹۷/۵ میٹر ۶۰۳ کلوہرٹز

شاستریہ سنگیت

گائن

سنگھ بندھو — صبح ۰۵ — ۷ — ۱۶ر جولائی
اے۔ سی۔ پنوار — رات ۳۰ — ۱۰ — ۱۷ر جولائی
نصیر ظہیرالدین ڈاگر — صبح ۰۵ — ۷
نصیر فیاض الدین ڈاگر — رات ۳۰ — ۱۰ — ۱۸ر جولائی
جتیندر ابھی شیکی — دوپہر ۳۰ — ۱ — ۱۹ر جولائی
جگدیش پرساد پنڈت — صبح ۰۵ — ۷ — ۲۰ر جولائی
راجیش کمار بیگو — صبح ۰۵ — ۷ — اور
رات ۳۰ — ۱۰ — ۲۱ر جولائی
مشکور علی خاں — رات ۳۰ — ۱۰ — ۲۲ر جولائی
مانک ورما — صبح ۰۵ — ۷ — ۲۳ر جولائی
رفیق حسین — صبح ۰۵ — ۷ — اور
رات ۳۰ — ۱۰ — ۲۴ر جولائی
کرشنا راؤ پنڈت — رات ۳۰ — ۱۰ — ۲۵ر جولائی
دویا دھرویاس — صبح ۰۵ — ۷ — اور
رات ۳۰ — ۱۰ — ۲۶ر جولائی
لکشمی شنکر — صبح ۰۵ — ۷ — اور
رات ۳۰ — ۱۰ — ۲۷ر جولائی
منور علی — صبح ۴۵ — ۷ — ۲۷ر جولائی
لکشمن بھٹ تیلنگ — صبح ۰۵ — ۷ — اور
رات ۳۰ — ۱۰ — ۲۸ر جولائی
ڈی۔ این۔ پٹوردھن — دوپہر ۳۰ — ۱ — ۲۹ر جولائی
نارائن راؤ ویاس
موہندر سنگھ — صبح ۰۵ — ۷ — ۳۰ر جولائی
آر۔ ایم۔ بسلنگا ونکر — دوپہر ۳۰ — ۱ — اور
رات ۳۰ — ۱۰ — ۳۱ر جولائی

ساز سنگیت

وائلن

ڈی۔ کے۔ داتار — صبح ۰۵ — ۷ — ۱۸ر جولائی

نارائن شرما — صبح ۰۵ — ۷ — اور
رات ۳۰ — ۱۰ — ۲۹ر جولائی

بانسری

وجے راگھو راؤ — دوپہر ۳۰ — ۱ — ۱۸ر جولائی

سرود

بدھ دیو داس گپتا — صبح ۰۵ — ۷ — اور
رات ۳۰ — ۱۰ — ۱۹ر جولائی
امجد علی خاں — دوپہر ۳۰ — ۱ — ۲۷ر جولائی

ستار

شاہد پرویز — صبح ۴۵ — ۷ — ۲۰ر جولائی
رگھو ویر پرساد — صبح ۰۵ — ۷ — ۲۴ر جولائی
روی شنکر — دوپہر ۳۰ — ۱ — ۲۴ر جولائی
اکبر علی خاں (یگل بندی)
امرت حسین خاں — دوپہر ۳۰ — ۱ — ۲۶ر جولائی

وچترا وینا

لکشمی نارائن پنوار — دوپہر ۳۰ — ۱ — ۲۰ر جولائی

تار شہنائی

ایم۔ ایم۔ گوولکر — شام ۳۰ — ۶ — ۲۰ر جولائی

سنتور

شیو کمار شرما — دوپہر ۳۰ — ۱ — ۲۲ر جولائی

سارنگی

گوپال مشر — صبح ۰۵ — ۷ — ۲۵ر جولائی

شہنائی

کرشنا رام اور ساتھی — صبح ۰۵ — ۷ — ۳۱ر جولائی

وگیان: ماضی اور مستقبل
جیو رسائن (پروفیسر پی۔ کے۔ شرما)
صبح ۲۵ — ۷ — ۲۸ر جولائی
کاویہ پاٹھ (بھاگیرتھ بھارگو)
صبح ۲۵ — ۷ — ۳۰ر جولائی

انگریزی وارتا

مائنڈ برین اینڈ ڈرگس
(ڈاکٹر ایف۔ ایس۔ کے۔ برار)
رات ۱۵ — ۸ — ۲۰ر جولائی

مہلا جگت

بڑے گھر کی بیٹی (ناٹک)
منشی پریم چند کی کہانی کا ریڈیو عکس
(بینی پرشاد) — دوپہر ۱۰ — ۱ — ۱۸ر جولائی
کیا کریں: سندرشاریوک گھٹن کے لئے (مذاکرہ)



روی شنکر کا ستار وادن سنیے ۲۴ر جولائی کو دوپہر ۳۰-۱ پر

شرکار : ڈاکٹر سومتی پرمود۔ کنتھا کنج اور شانتا بالی
دوپہر ۱۰—۱ ۲۱ر جولائی
ہائے ڈپتا کی ماری: پڑوسن کی خوشیوں سے (مزاحیہ تقریر)
از بینا بھوپندر دوپہر ۱۰—۱ ۲۵ر جولائی
پیتہ پرچہ: کشور بچے اور ماتا پتا (مذاکرہ)
دوپہر ۰۰—۱۲ ۲۸ر جولائی

راجستھانی سنگیت

رما کانت موہرا	صبح ۲۱—۸	۱۶ر جولائی
مہیش دت شرما	صبح ۲۱—۸	۱۸ر جولائی
علاؤالدین	دوپہر ۱۰—۱	۱۹ر جولائی
بابو رام امیر اور ساتھی	صبح ۲۱—۸	۲۰ر جولائی
گوپال ڈانگی اور ساتھی	دوپہر ۱۰—۱	۲۰ر جولائی
رادھے شیام بنجارا	دوپہر ۱۰—۱	۲۲ر جولائی
سمن ناتھر	صبح ۲۱—۸	۲۳ر جولائی
شیونا رائن ڈگا	دوپہر ۱۰—۱	۲۴ر جولائی
چندر لیکھا شرما	صبح ۲۱—۸	۲۶ر جولائی
رمضان نسان	دوپہر ۱۰—۱	۲۷ر جولائی
ننھی اور ساتھی	دوپہر ۱۰—۱	۲۹ر جولائی
بدھی پرکاش	صبح ۲۱—۸	۳۰ر جولائی
سورج مل اور ساتھی	دوپہر ۱۰—۱	۳۱ر جولائی

راجستھانی پروگرام

راجستھانی کہانی: از چندر پرکاش دیول
صبح ۳۵—۷ ۱۹ر جولائی
کاویہ پاٹھ (ڈاکٹر شکتی دان کویہ)
برکھا باوری: روپک
تحریر و پیش کش: راجندر بوہرا
کاویہ پاٹھ رات ۰۰—۱۰ ۲۱ر جولائی
سامیر دائکتار دکھاتو
وشنو دت شرما صبح ۳۵—۷ ۲۲ر جولائی
برسان سول اونچو برس - ۱۹۳۰
مضمون دیوی شنکر تواڑی صبح ۳۵—۷ ۲۶ر جولائی
کاویہ پاٹھ (پریم بہاری تریودی)
صبح ۳۵—۷ ۲۹ر جولائی

مباحثہ، کویتا پاٹھ، کہانیاں

کاویہ پاٹھ رام ناتھ کملا صبح ۳۵—۷ ۱۶ر جولائی
پیدائش اور پیرش
راجستھان کی پرچین دکاس نیتی (ایچ۔ ایس۔ رمتی)
صبح ۳۵—۷ ۱۸ر جولائی
(آگے ص ۴۶ پر)

بیکانیر

۲۱۵٫۰۰ میٹر ۱۳۹۵ کلو ہرٹز

روزانہ نشر ہونے والے پروگرام

صبح
۳۵-۶ وندنا
۵۵-۶ چنتن
۰۵-۷ کاریہ کرموں کا وِورن
۲۰-۷ مانس گان
۳۰-۷ اور دوپہر ۳۰-۱ شاستریہ سنگیت

شام
۰۵-۵ یوواوانی
۵۵-۵ روزگار سماچار
۰۰-۶ استھانیہ سوچنائیں/ کاریہ کرموں کا وِورن
۰۰-۸ ہندی وارتا (سوائے منگل اور جمعرات)
راجستھانی وارتا (منگل اور جمعرات کو)

جے پور سے ریلے

صبح
۱۰-۷ کرساں ری بات/موسم (سوائے اتوار)
۲۵-۹ ودیالیہ پرسارن (اتوار اور دوسری چھٹیوں کے سوائے)

شام
۲۰-۷ کرشکوں کے لیے

خبریں (جے پور سے)

پرادیشک سماچار (ہندی): صبح ۰۵-۹، شام ۰۵-۷
ضلع کی چٹھی (سوائے اتوار): شام ۱۵-۷
پرادیشک سماچار راجستھانی: شام ۵۰-۷

خبریں

(دہلی سے ریلے)
ہندی: صبح ۰۰-۸ دوپہر ۰۵-۱، ۱۰-۲،
۴۵-۲ (دھیمی رفتار سے)
شام ۰۵-۶، رات ۴۵-۸، ۰۵-۱۱
انگریزی: صبح ۱۰-۸ دوپہر ۰۰-۱، ۰۰-۲
رات ۰۰-۹ اور ۰۰-۱۱
سندھی: صبح ۴۰-۸، شام ۱۵-۶
کھیل کود کی خبریں (ہندی): شام ۰۰-۷
ہندی میں راجیہ کی چٹھی: صبح ۰۰-۹
سنسکرت: صبح ۰۰-۷، شام ۱۰-۶
صبح ۵۰-۸
سامیکی (ایک دن پہلے ریکارڈ کیا گیا کاریہ کرم)

شاستریہ سنگیت

گائن دوپہر ۱۰-۱

کشوری امونکر	:	۱۶ر جولائی
پربھا اترے	:	۱۹ر جولائی
استاد فیاض خاں	:	۲۰ر جولائی
نزاکت علی/سلامت علی	:	۲۲ر جولائی
نیاز احمد/فیاض احمد	:	۲۴ر جولائی
روشن آرا بیگم	:	۲۶ر جولائی
سنندہ پٹنائک	:	۲۷ر جولائی
ملک ارجن منصور	:	۲۹ر جولائی
لکشمی شنکر	:	۳۱ر جولائی

ساز سنگیت

سنطور
شیو کمار شرما : رات ۲۵—۸ ۱۸ر جولائی

گٹار
برج بھوشن کابرا : رات ۲۵—۸ ۱۸ر جولائی

کلارنٹ
خورشید بھوانی : صبح ۳۰—۷ ۲۳ر جولائی

بانسری اور جل ترنگ دوسازہ
ہماشوں وشواس اور
ڈلال رائے : رات ۲۵—۸ ۲۵ر جولائی

سگم سنگیت

صبح ۵۰-۷ اور رات ۱۵-۸

امیش کمار مہندی رتا : ۱۸ر جولائی
کرشنا گوسوامی : ۲۵ر جولائی

راجستھانی لوک سنگیت

صبح ۱۰-۹ اور دوپہر ۳۰-۱/۴۰-۱

غفور خاں : ۱۶ر جولائی
صدیق پارٹی : ۱۷ر جولائی
اسماعیل : ۱۸ر جولائی
نوری دیوی : ۱۹ر جولائی
بھونگر خاں : ۲۰ر جولائی
نتھو خاں میراثی : ۲۲ر جولائی
رجب علی : ۲۳ر جولائی
رام لعل مراسی : ۲۴ر جولائی
شاردا ایچ بھٹناگر : ۲۵ر جولائی
سراج الدین تیجراسر : ۲۶ر جولائی
پنالعل بوہرا : ۲۷ر جولائی
شیر محمد سلکھونیا : ۲۹ر جولائی

کلاوتی گوسوامی پارٹی : ۳۰ر جولائی
علی محمد : ۳۱ر جولائی

ہندی پروگرام

ہندی تقریر

ٹیلیویژن
شریمتی آشا گوسوامی : صبح ۳۰-۷ ۱۸ر جولائی
سوہن کیوں کری کوناری
ڈاکٹر شریمتی پرکاش وتی شرما : دوپہر ۲۰-۱ ۱۸ر جولائی
بڑھتی آبادی سمسّیا سکو
ڈاکٹر سروج تنور : ۲۱ر جولائی
گرمی کے موسم میں بچوں کی عام بیماریاں
ڈاکٹر ریشما تومر : دوپہر ۲۰-۱ ۲۶ر جولائی

ہندی مباحثہ

کام کاجی مہلائیں اور بچے
شرکاء : ارملا تواری، ندیم کالرا،
پشپا چوہان : دوپہر ۰۰-۱۲ ۲۸ر جولائی

ہندی بھینٹ وارتا

پاپڑ بنانے والی مہیلا
رتنا دیوی : دوپہر ۱۰-۱ ۲۵ر جولائی

ہندی کہانی

از: مال چند تواری : صبح ۲۱-۸ ۲۱ر جولائی

ہندی بات چیت

صبح ۲۱-۸

شکشا ایوم راشٹریہ ایکتا
ڈاکٹر مس ایل ہرسشن ملک رام بھنوت : ۱۴ر جولائی

بڑھتی آبادی اور روزگار
ڈاکٹر ایم سی پالیوال، ڈاکٹر ایم ایس منوت : ۲۰ر جولائی
فلمیں اور راشٹریہ ایکتا
پونم چند ویاس، مدھو آچاریہ : ۲۳ر جولائی

ہندی کویتا پاٹھ

جے شری شرما شیتل : دوپہر ۱۰-۱ ۱۸ر جولائی
گریجا شنکر گوبخش : صبح ۲۱-۸ ۲۸ر جولائی

راجستھانی پروگرام

راجستھانی تقریر

شام ۳۰-۶

نیشلا پدارتھ سوں آرتھک سماجک ارسواستھ
ماتے نقصان : ڈاکٹر وشنو پروہت : ۱۶ر جولائی
جن جاگرتی ملائے لوک گیتاں رو مہتو
پرتی راج رتنو : ۲۳ر جولائی
آج رے سمیہ ری پکار سیت پیوار
گوپی بلبھ گوسوامی : ۳۰ر جولائی

راجستھانی کویتا پاٹھ

شام ۳۶-۶

شیوراج چھنگاری : ۱۶ر جولائی
جگسال سنگھ : ۲۳ر جولائی
کانہہ مہارشی : ۳۰ر جولائی

راجستھانی کہانی

شام ۴۴-۶

نانو رام سنسکرتا : ۱۶ر جولائی
نرموہی ویاس : ۲۳ر جولائی
کمل رنگا : ۳۰ر جولائی

یووا وانی

شام ۰۵-۵

آج کے سنگیت کلاکار

کماری سنگیتا گوسوامی (ستار) ۱۸ر جولائی
شوکت ضمیری : لوک گیت ۲۰ر جولائی
کماری انجو چاننا : ستار ۲۵ر جولائی
کماری سریتا اتریہ : لوک سنگیت ۲۷ر جولائی

تقریر

دیش کی اُنتی میں ناری پکش کا یوگدان
شریمتی سروج چوہان ۲۱ر جولائی

کویتا پاٹھ

سریندر کمار اپادھیائے ۲۴ر جولائی

کرشی اور گرہ پروگرام

کھیتی کی باتیں، موسم، گیت صبح ۱۰-۷ روزانہ

کرشی لوک دوپہر ۵۰-۱ روزانہ

کرشی لوک: کرشی او پج منڈیوں سے ہونے والے کسانوں کو لابھ
ایس این ماتھر : دوپہر ۵۰-۱ ۱۶ر جولائی
راجستھان کی بڑھتی خوشحالی کا راز، یہاں کی ہریالی
شریمتی لتا گپتا ۱۷ر جولائی
کرشی لوک : راجستھان کی بڑھتی خوشحالی کا راز
یہاں کی ہریالی : آر ایس گوسوامی ۱۸ر جولائی
استھل ریکارڈنگ پر مبنی پروگرام ۱۹ر جولائی
ایک پرگتی شیل کسان سے بھینٹ
چھگن لال ۲۰ر جولائی
راشٹریہ وکاس میں بینکوں دوارا رچناتمک کاریہ
خورشید احمد ۲۲ر جولائی
چھڑکاؤ مشینوں کا پریوگ اور انکی دیکھ بھال
ایم ایل جاٹ ۲۳ر جولائی
فصل چکر اپنانے سے کسانوں کو لابھ ۲۴ر جولائی
ادھک دودھ اتپادن اور سنتولت آہار
یادویندر شرما ۲۵ر جولائی
استھل ریکارڈنگ پر مبنی پروگرام ۲۶ر جولائی
پشوؤں میں کرتیم گربھا دان سے کیسی نسل سدھار سمبھو
ڈاکٹر سریش سارسوت ۲۷ر جولائی
ہرے چارے کے لیے کون کونسی فصلیں اگائیں ۲۹ر جولائی
مونگ پھلی کے روگ اور ان کی سرکشا
سہدیو راٹھوڑ ۳۰ر جولائی
آنگن باڑی کی سبزیاں اور ان سے لابھ
کرشنا مودی ۳۱ر جولائی

بقیہ: جےپور

گرنتھ گاتھا: کچھ پنتا ولی
ڈاکٹر نریندر بھاناوت صبح ۳۵-۷ ۳۰ر جولائی
راجستھان کے نئے سنگرہالیہ: راجکیہ سنگرہالیہ ہوا محل
از دجے شنکر شری واستو صبح ۳۵-۷ ۲۱ر جولائی
کہانی: دستور بہار وطن صبح ۳۵-۷ ۱۳ر جولائی
سارتھک پریوگ۔ ایکتا کے لئے:
دھارمک سہشنترتا (ایس۔ ایچ۔ چند)
صبح ۳۵-۷ ۲۵ر جولائی
سوتنترتا سینانیوں کے سنسمرن
از سلطان سنگھ ماسٹر
صبح ۳۵-۷ ۲۷ر جولائی



(دائیں سے) بی اے بہادر محشر، احمر گورکھپوری (مائیک پر) اور فہیم بلوری ۔



ریجی بھے کے سنو عنوان کے تحت ایک خصوصی پروگرام کا انعقاد آکاشوانی گورکھپور کی جانب سے کیا گیا۔
اس موقع پر تصویر میں (دائیں سے) عمر قریشی، ایس پی مصرا، ڈاکٹر سلام سندیلوی، ایم ایل پنڈت اور ڈاکٹر غلام رسول کرانی۔

مشاعرہ

آکاشوانی گورکھپور



ریڈیو مشاعرے کے سلسلے میں گذشتہ دنوں
آکاشوانی گورکھپور
کی جانب سے بھی مدعو سامعین کے رو برو
ایک مشاعرے کا اہتمام کیا گیا۔
(دائیں سے)
فضا ابن فیضی
ہندی گورکھپوری اور نور گورکھپوری ۔



'کیا امراض کا تعلق نفسیات سے ہے ؟'
کے زیر عنوان
آکاشوانی پٹنہ کے اردو پروگرام میں
نشر مباحثے کے شرکاء
شمیم فاروقی
پروفیسر کے اے مرزا
ڈاکٹر احمد عبدالحئی
اور
ڈاکٹر آر پی این سنگھ ۔

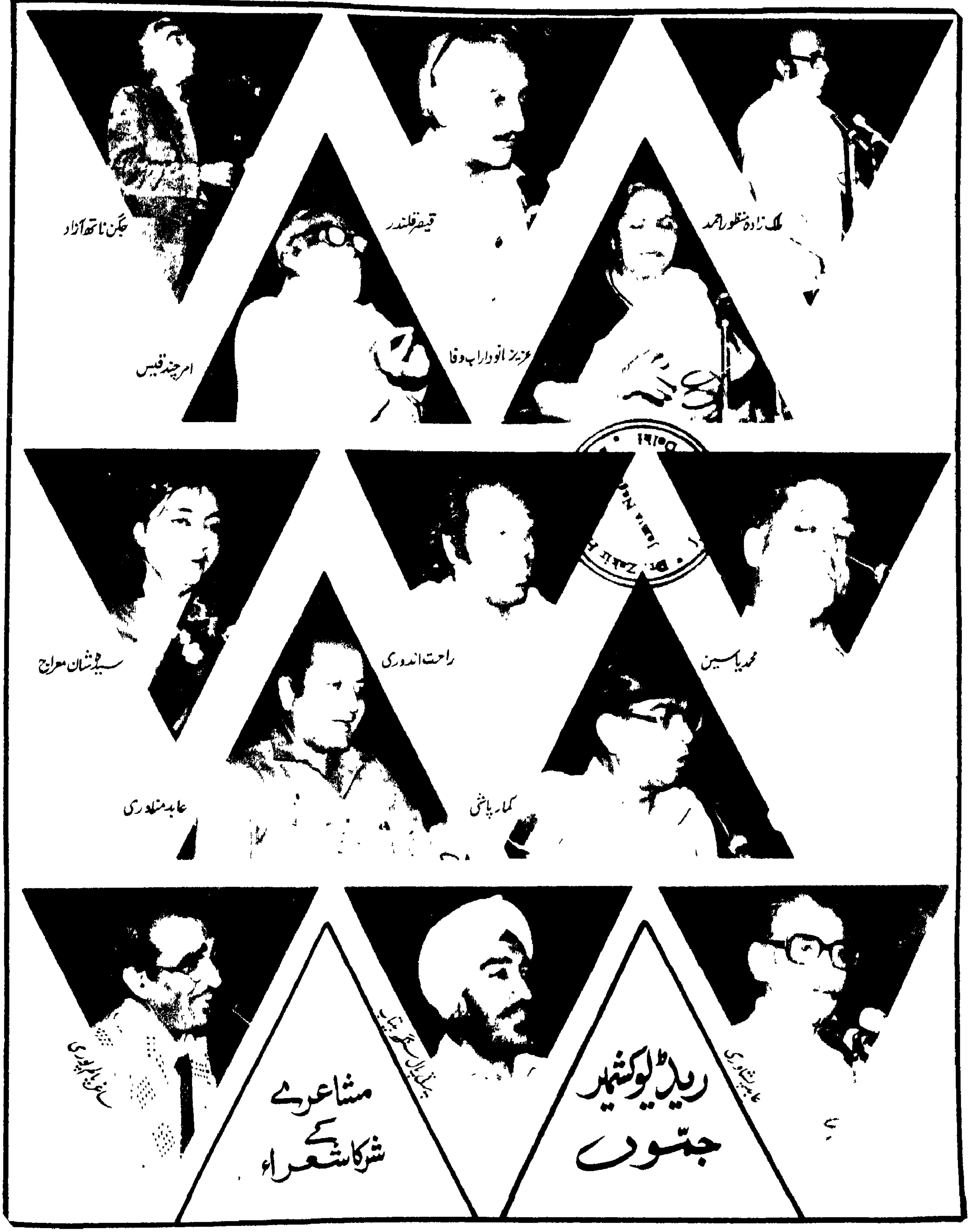
Regd No D-(C)39
R N No 14253

PRICE RUPEE 1 00

AWAZ

16th JULY 1985

Licensed (U 23) to post without prepayment at PSO New Delhi



Published by the Director General, All India Radio at the Office of the Chief Editor Akashvani Group of Journals PTI Building II floor Sansad Marg New Delhi 110001
Printed by the Manager Govt of India Photo Litho Press Faridabad

آواز

یکم سے ۱۵ر اگست ۱۹۸۵ء
۱۰ر سے ۲۴ر ساون ۱۹۰۷ شاکا

اشاعت کا ۵۰ واں سال
قیمت ایک روپیہ

آل انڈیا ریڈیو کے پروگرام، معلوماتی مضامین دلچسپ افسانے و منظومات



اس بار حیدرآباد سے غزلیں

جہاں رکی تھی نظر تیری بارگاہ نہ تھی
قصور دل کا تھا، مجرم مری نگاہ نہ تھی
سلگ سلگ کے تجھے جس نے روشنی دی ہے
مرا ہی گھر تھا کسی شہ کی بارگاہ نہ تھی
تمام عمر وہ منبر کی بن گیا زینت
فقیہ شہر کی قسمت میں خانقاہ نہ تھی
حدودِ غم سے نکل کر کہاں تلک جاتا
تمہارے گھر سے نکلنے کی کوئی راہ نہ تھی
دراز ہوتی گئی جب بھی ظلم کی دیوار
امیرِ شہر کو بھی شہر میں پناہ نہ تھی
رفیقو! حالتِ محفل، فضائے شہرِ وفا
تباہ تھی، مگر اتنی کبھی تباہ نہ تھی

مشکل سے کٹے گی شب آنکھوں میں سحر ہوگی
تصویر وفاؤں کی جب پیشِ نظر ہوگی
خود آؤ گے محفل میں تم لے کے تہی دامن
جب شبنمی پلکوں کی تم کو بھی خبر ہوگی
اک دن نئی منزل تک جانا ہے مجھے لیکن
محسوس کمی تیری دورانِ سفر ہوگی
بارات کب آئے گی اے دوست اجالوں کی
یہ آہِ سحر گاہی کب زیرِ اثر ہوگی
پھر بادِ بہاری کو اس سمت تو آنے دو
مٹی میرے آنگن کی اشکوں سے ہی تر ہوگی
لپٹے ہوئے رہتے ہیں سب لوگ اجالوں سے
اے نازؔ! اندھیرے گھر میں کب تازہ سحر ہوگی

کرم بھی ان کے عذابِ حیات ہوتے ہیں
جو لوگ موجبِ صد حادثات ہوتے ہیں
نظامِ دار و رسن ہو یا نظمِ میخانہ
ہمارے خون کے ہی واقعات ہوتے ہیں
پرندے چھوڑ چلے جب سے آشیانوں کو
چمن میں روز نئے حادثات ہوتے ہیں
چمن میں دوڑتی پھرتی ہے زندگی تنہا
خدا ہی جانے کہ کیا واقعات ہوتے ہیں
یہ کون رہبرِ منزل کے بھیس میں آیا
قدم قدم پہ نئے حادثات ہوتے ہیں
میں لکھ رہا ہوں کہانی اسی کے غم کی خیالؔ
نظارے جس کے پیامِ حیات ہوتے ہیں

قسمت مرے ہمسایہ کی بیدار رہے گی
جب تک کہ مرے ہاتھ میں تلوار رہے گی
تنہائی میں جب میرے قدم اٹھنے نہ پائیں
خوشبو ترے آنگن کی طرفدار رہے گی
امڈے ہوئے بادل کو برس جانے تو دیجے
پھر آپ کے سر پھولوں کی دستار رہے گی
بڑھ جائے گی کچھ اور نعلینوں کی سجاوٹ
جب تشنہ لبی میری سردار رہے گی
اک عمر کو تم چھوڑ کے آئے تو ہو لیکن
تا عمر مجھے حسرتِ دیدار رہے گی
زنبیل فقیروں کی جو خالی ہے تو کیا غم
لٹ جانے پہ بھی دولتِ کردار رہے گی
کس طرح سے ہوگا لب و لہجہ کا یقین
آواز تری جب پسِ دیوار رہے گی
موسم جو بدلتے ہیں تو بدلیں رتیں اخترؔ
ہر رت میں طبیعت تو طرحدار رہے گی

دل گرفتہ حادثے سے آج پھر گزرا ہے کون
اس طرح سے اپنے گھر کو چھوڑ کر جاتا ہے کون
روشنی بن کر یہاں دل والے تب گر تم نہ تھے
شب کے سناٹے میں اکثر رات بھر چلتا ہے کون
گلستاں میں اس ... کی بھی تو پہلے نہ تھی
چلیے دیکھیں! شاخِ گل سے ٹوٹ کر بکھرا ہے کون
بہتے موسم کی ... خوشبو کو لیے
گھر کے دروازے پہ دستک آج پھر دیتا ہے کون
تشنہ لب ... لب تک ہوں گا دوستو
مجھ کو خود میں ڈھونڈنے والا بھلا ایسا ہے کون
دوش پر بادِ صبا کے اڑنے والے دیکھ لے
نقشِ پا بن کر تری راہوں میں اب بیٹھا ہے کون
انتظار کرتے کرتے نیّرؔ ہو گئیں پلکیں سفید
دیکھنا ہے صبح کے ہمراہ گھر آیا ہے کون

جب جھکی ہوں گی نگاہیں چشمِ تر دیکھے گا کون
دل اگر روتا بھی ہو کس کو خبر دیکھے گا کون
ہاتھ تاپے گا زمانہ آگ جلتی دیکھ کر
جل رہا تھا کس کا گھر کس کو خبر دیکھے گا کون
لاشِ پروانہ پہ شمع رات بھر روتی رہی
اب بجھی وقتِ سحر کس کو خبر دیکھے گا کون
طنز کے تیروں سے چھلنی ہو گئے قلب و جگر
تیر لاکھوں ایک جگر کس کو خبر دیکھے گا کون
دشتِ دل کے راستے میں تھا ... ہم سفر
کب گئی وہ چھوڑ کر کس کو خبر دیکھے گا کون
جا رہے ہیں قافلے سوئے ... مگر
کون ہے واں ہم سفر کس کو خبر دیکھے گا کون
... پھول تھے خوش خوش مگر
... کس کو خبر دیکھے گا کون

جو دوست سے جذبات ابھر کر جاگے
اہلِ دل سمجھے کہ اب ان کے مقدر جاگے
جب بھی ... ہنسے میری زبوں حالی پر
میرے افکار پراگندہ تڑپ کر جاگے
جن کو محروم ہی رہنا تھا وہ محروم رہے
جاگنے والوں کے سو طرح مقدر جاگے
ہم کو ہر آن رہا اُن کی محبت کا خیال
وعدۂ وصل کے عنوان پہ اکثر جاگے
جلوۂ دوست کی یہ بھی تو نوازش ہو گی
دل میں سمٹے ہوئے جذبات کے تیور جاگے
میں نے سوچا کہ نئی طرز پہ لکھوں گا غزل
دفن سینے میں روایات کے خنجر جاگے
دلِ غمناک میں جب اس نے اٹھایا طوفاں
تو خیالاتِ جنوں خیز کے لشکر جاگے
دامنِ ضبط میرے ہاتھ سے جب چھوٹ گیا
اشک بہنے لگے، یادوں کے سمندر جاگے
یادِ ماضی کے تصور سے تو سینے میں عظیمؔ
درد اور کرب کے سوئے ہوئے نشتر جاگے

تیری سانسوں سے مجھے ... خوشبو آتی ہے
کس کے ہاتھوں کو ... تو آتی ہے
یوں بھی پاکیزگیِ غم کا بیاں ہوتا ہے
کس کے اشکوں سے مری فکر ... آتی ہے
یہ بھی اک دور ہے ساقی ترے میخانے سے
زندگی لے کے تہی جام و سبو آتی ہے
شب کی تاریک فضاؤں میں کہیں سے اب بھی
صبحِ فردا کے اُجالوں کی مہک آتی ہے
دھڑکنیں تیز ہیں، ہلچل سی ہے شہرِ دل میں
یادِ ایام یہ کیوں گھر ... تو آتی ہے
چھوڑ دے خضر مجھے دور کہیں صحرا میں
میری ہر سانس یہاں رنگِ لہو آتی ہے
آج اس شہر کی گرتی ہوئی دیواروں سے
عظمتِ رفتہ کی بھٹکی ہوئی بو آتی ہے
درد کے چاند، تمناؤں کے سورج ڈوبے
شبِ ظلمات لیے غم کے سبو آتی ہے

آواز

اٰل انڈیا ریڈیو کے پروگرام

چیف ایڈیٹر وجے بہادر سنہا

ادارت

سراج احمد
ہرمہندر سنگھ وج

ٹیلی فون
۳۸۲۲۴۹
۳۸۲۲۵۴

تارکا پتہ LISTENER

نئی دہلی	یکم اگست ۱۹۸۵ء	مطابق	۱۰ ساون ۱۹۰۷ شاکا	جلد ۵۰	شمارہ ۱۵

اس شمارے میں

قیمت

فی کاپی	ایک روپیہ
سالانہ	۲۲ روپے
دو سال	۴۲ روپے

(اندرون ملک ڈاک خرچ بذمہ ادارہ)

وجودیت کیا ہے

رفیق اعظم

وجودیت

یعنی Existentialism انسانی فطرت سے متعلق ایک فلسفیانہ نظریہ ہے جو جرمن فلسفی ہیگل کے نظریہ مطلق العنانی Theory of Absolution کے سیدھے مخالف ہے بلکہ یہ کہنا بہتر ہوگا کہ کھلی بغاوت ہے۔ دوسرے لفظوں میں یہ استدلال یا عقلیت یہ نظریہ کہ علم صحیح کی بنا عقل پر ہے کے خلاف ایک زبردست ردِ عمل ہے۔ ساتھ ساتھ وجودیت دنیاوی ملاحظات اور عقل کی پالیسی کے خلاف بھی ایک شدید احتجاج ہے۔ وجودیت اس نظریہ کو ٹھکراتی ہے کہ فرد تاریخی قوتوں کے ہاتھوں ایک مجبور کھلونا ہے یا قدرتی نظام کے لگاتار بروئے کار رہنے کی وجہ سے فرد کا یقین ہوتا ہے۔

وجودیت کا بانی ڈینش فلسفی کرکیگارڈ ہے۔ کرکیگارڈ سے پہلے فرد کی اہمیت نہ کے برابر تھی۔ ہیگل کے یہاں فرد کا درجہ دوسرا ہے اور خیال کا پہلا یعنی فرد خیال کا طابع ہے۔ کرکیگارڈ نے اس بات کی تضحیک اڑائی۔ اس کے مطابق خیال یا عقل وجود کو سمجھنے کی ایک موہوم کوشش ہے کیونکہ وجود تصور Conceptualization کے گھیرے میں نہیں آتا ہے۔ کرکیگارڈ کے نزدیک وجودیت منفرد وجود کو سمجھنے کی ایک کوشش ہے۔ اس لئے ہیگل کے برعکس پاسکل کی طرح کرکیگارڈ نے دل کی اہمیت پر زور دیا جو اس کے مطابق دماغ سے زیادہ اہم ہے۔ سقراط کی طرح اس کا پیغام ہے Know thyself یعنی خود کو جانو کیونکہ خود شناسی ہی میں عالم کا راز پنہاں ہے جس نے خود کو جانا عالم کو جانا۔ یعنی زندگی کو استبدادیت کے ترجمان کے طور پر نہیں دیکھا جا سکتا ہے۔ زندگی ایک داخلی عمل ہے اس لئے خود بین مفکر سے زیادہ اہم ہے۔ کرکیگارڈ کے مطابق فلسفہ کا اصل مقصد دنیا کی سائنٹفک توضیح کرنا نہیں اور نہ کہ طبعی اور قدرتی سائنس کا مطالعہ کرنا ہے بلکہ داخلیت کے مسائل کو اجاگر کرنا ہے۔ داخلیت سے مراد یہ نظریہ ہے کہ علم محض داخلی چیز ہے اور حقیقت کا کوئی خارجی یا معروضی معیار نہیں ہے۔ یعنی جس میں اشیا اپنی اصلی صورت میں نہیں بلکہ ضاع کے نقطۂ نظر اور ذاتی رجحانات سے پیش کئے جائیں۔ پس وجودیت کا مرکزی اصول ایک بنیادی اور اہم حقیقت کے طور پر فرد کی حقیقی وجود پر اصرار ہے نہ کہ منتزع Abstraction اور نظریات پر اعتماد۔

کرکیگارڈ نے ہیگل کے نظریہ اور وجودیت کے درمیان فرق کو اس طرح بیان کیا ہے:

As a creature open to future and enmeshed in the world and it care, man. Stands beyond himself. And that is why man alone exists.

لفظ وجودیت کا استعمال اس بات پر زور دینے کے لئے بھی کیا جاتا ہے کہ ہر فرد اپنے آپ میں مثالی بے نظیر اور ناقابل توضیح ہے۔ کوئی بھی علم خواہ علم طبعی ہو یا سائنس ہو فرد کی ترجمانی یا وضاحت نہیں کر سکتا۔ خودشناسی کے علاوہ دوسرے

سبھی علم مظہری ہیں اور خیانت کے دائرے میں گردش کرتے ہیں۔ علم ہمیں خوش فہم، نمائشی اور دلچسپ بناتا ہے اور ہمیں فریب کا عکس دیتا ہے۔ کرکیگارڈ کا کہنا ہے کہ مفکرین کا یہ خیال کہ ان کی بات حقیقت سے مطابقت رکھتی ہے فریب کے پس منظر میں رائگاں محنت ہے کیونکہ ہمارا وجود ہی واحد حقیقت ہے! یعنی مفکرین حقیقت کے بارے میں جو کہتے ہیں وہ اسی طرح مایوس کن ہے جس طرح آپ کسی دکان کے باہر سائن بورڈ پائیں جس پر لکھا ہے یہاں استری ہوتی ہے اگر آپ اپنے کپڑے استری کرانے کے لئے لے جاتے ہیں تو آپ بے وقوف بن جائیں گے کیونکہ یہ سائن بورڈ صرف فروخت کے لیے ہے۔

اس کے علاوہ کرکیگارڈ کے مطابق سائنس ایک Closed System ہے اور فرد کی اندرونی جدوجہد کی غمازی کرنے سے قاصر ہے۔ جس طرح سائنس دنیا کا مطالعہ کرتا ہے اور اس وسیع دنیا میں فرد کو حقیر بنا دیتا ہے اس سے داخلیت خارجیت کے طابع ہو جاتی ہے اور فرد کے پاس صحیح انتخاب کے لئے کوئی جگہ نہیں بچتی جب کہ انتخاب کے ذریعہ ہی فرد اپنا اور اپنے مستقبل کا یقین کر سکتا ہے۔ کرکیگارڈ نے لکھا کہ میرے تمام فعل انتخاب کو ظاہر کرتے ہیں۔ اگر میں ظاہراً انتخاب نہ بھی کروں تو میرا فعل ایک پوشیدہ انتخاب کی نشان دہی کرتا ہے۔ اور ساتھ ساتھ میرے فعل کی کوئی بھی نادیدہ وضاحت نہیں دی جا سکتی ہے سارتر نے تو یہاں تک کہا کہ اگر میں نے انتخاب نہیں کیا تو میں نے انتخاب کیا ہے نہیں انتخاب کرنے کا۔

آدمی دنیا میں اپنی آمد کے لئے ذمہ دار نہیں لیکن آمد کے بعد وہ اپنے آپ کو اپنے جال میں گھرا پاتا ہے جو ناگزیر پیچیدہ اور انتشار سے پر مسائل سے بنا ہوتا ہے وہ خود کو حیرت کی دنیا میں پاتا ہے خود کو مضحکہ خیز اور عجیب الخلقت محسوس کرتا [illegible] خطرناک عناصر جیسے آدم خور جانور زہریلے سانپ [illegible] خود کو گھرا پاتا ہے اور قدرتی بلاؤں مثلاً زلزلہ آندھی طوفان آگ سیلاب وغیرہ کے خوف سے ہمیشہ دہشت زدہ رہتا ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اس پر انجانا خوف مسلط ہو جاتا ہے بغیر کسی وجہ کے وہ ڈرا ڈرا سا سہما سہما سا رہتا ہے یہ خوف موت کا ہو سکتا ہے انتشار کا ہو سکتا ہے لاوجود شے کا ہو سکتا ہے۔ اس کو اپنا پورا وجود خطرے میں نظر آتا ہے۔ یہ خوف اس احساس کا نتیجہ ہے کہ وہ اس وسیع دنیا میں آزاد تو ہے مگر تنہا اور غیر محفوظ ہے۔ دنیا اس کے لئے کوئی معنیٰ اور مطلب نہیں پیدا کرتی ہے۔ اس کو ہر چیز بے مقصد اور بے معنیٰ معلوم ہوتی دنیا اس کو مضحکہ خیز نظر آتی ہے۔ کیونکہ وہ دنیا میں کوئی بھی استدلالی پیٹرن نہیں پاتا۔ چونکہ فرد حالت منتظرہ سے دوچار ہوتا ہے اس لئے اشیا کے درمیان کوئی بھی طے شدہ تعلق کسی لمحہ ٹوٹ سکتا ہے۔ ترتیب ایک فریب کن نقاب ہے جو یہ دنیا خاص کر سماجی دنیا زیب تن کئے ہوئے ہے۔ اس لئے فرد دنیا کا سامنا بغیر کسی استدلالی منصوبہ کے کرتا ہے۔ اگر فرد اس پر بھروسہ یا اعتماد کرتا ہے تو وہ دھوکہ کھا جائے گا اور اس کی شکست ہو جائے گی۔ اس لئے اپنے وجود کو ناگہاں خوف سے محفوظ رکھنے کے لیے اور وہ جو ہے اس کو ترتیب دینے کے لئے اسے وقت کے آخری لمحہ تک زندگی کے ڈرامہ میں ہیرو کا رول ادا کرنا ہے۔ وہ محض تماشائی نہیں رہ سکتا ہے اپنی زندگی کی راہ کا تعین اس کو خود کرنا ہے۔ حالانکہ وہ اپنی آمد کے لیے ذمہ دار نہیں لیکن اپنی تکمیل کے لیے پورے طور پر ذمہ دار ہے۔ اس لیے اپنے وجود کے مکمل تکمیل کے لئے وہ انتخاب کرتا ہے اور ساتھ ساتھ سوچتا ہے۔ وہ آزاد ہے۔ وجودیت انسانی آزادی کی علمبردار ہے اور کیونکہ فرد آزاد ہے یہ آزادی اس کے لئے سوہان روح ہے Man is condemned to be free اس لئے بلاوجہ صعوبت اور اذیت کا شکار ہو جاتا ہے۔ اور چونکہ اس کا مستقبل اس کے آزاد انتخاب پر انحصار کرتا ہے اس لئے اس کے بارے میں کوئی پیشین گوئی نہیں کی جا سکتی ہے:-

The systematic idea is the identity of Subject and object, the unity of thought and being. Existentialism, on the other hand is their Sapration. It does not follow by any means that existentialism is thoughtless.

کہنے کا مطلب ہے کہ زندگی کی راہ کتنی ہی پر خار کیوں نہ ہو آدمی کو اس پر چلنا ہے۔ کوئی بھی آدمی ریڈی میڈ Essence جوہر کے ساتھ نہیں پیدا ہوا ہے اور نہ پہلے سے طے شدہ کوئی انسانی فطرت ہے جو انسانی ممکنات کو پہلے سے بنے ہوئے ڈھانچہ میں ڈھال دے۔ اس کے برعکس جو موجود ہے وہ پہلے آتا ہے یعنی آدمی جیتا پہلے ہے اور اپنی تکمیل ان حالات سے کرتا ہے جس میں اس کو ڈھکیل دیا گیا ہے اس لئے وجودیت کا فارمولہ ہے۔ Existence Prec-- des Essence وجودیت جوہر سے مقدم ہوتی ہے۔

پس یہ ظاہر ہوا کہ وجودیت وہ نظریہ ہے جو انسانی حالت کا پورے طور پر سامنا کرتے ہوئے یہ سوال اٹھاتی ہے کہ انسانی تجربہ کے بنیادی عناصر کیا ہیں اور آدمی کس طرح ان عناصر کا تعین کر کے ان عناصر سے اپنے لیے اس بے مقصد نظر آنے والے جہان میں معنیٰ و مطلب تلاش کرتا ہے۔

وجودیت تو ویسے ایک قدیم فلسفہ ہے لیکن اس کی موجودہ ترقی کرکیگارڈ کے بدولت ہے جس نے وجودیت کو اپنے جدید اظہار کے ذریعہ موثر بنایا۔ وجودیت نے ادب کو بھی کافی متاثر کیا ہے۔ ادب کے نقطہ نگاہ سے وجودیت کا اصل ظہور جرمنی میں پہلی جنگ عظیم کے کچھ سالوں بعد ہوا اور بعد میں فرانس اور اٹلی تک پھیل گیا۔ دوسری جنگ عظیم کے فوراً بعد یہ صرف علمی حلقوں تک محدود نہیں رہا بلکہ ادبی ہوٹلوں اور نیم مشہور پریس تک اس کی پہنچ ہو گئی۔ کرکیگارڈ کے علاوہ جو قابل ذکر فلاسفر اس تحریک سے منسلک رہے ہیں ان کے نام ہیدگر، جاسپر، اونالو وغیرہ اس نظریہ کی جھلک دستاوسکی اور کافکا کے ادبی کارناموں میں بھی ملتی ہے۔

۱۹۴۵ء ہی میں یہ ایک ادبی اسکول کی بنیاد بن گئی۔ اس فلسفہ کا اصلی ادبی اثر ۱۹۴۴ء کے بعد سارتر سائمن ڈی بیوور اور ان کے مقتدین کے ساتھ نمودار ہوا خاص کر ان کے ادبی رسالے Les Temps Moderns نے وجودیت کو ادب کے میدان میں عمومی بنانے میں نمایاں رول ادا کیا۔ ان کے ادبی کارنامے مقتدین کی بڑی بھیڑ اور ان کی دلچسپی کو اس نظریہ کی طرف کھینچنے میں کامیاب ہوئے ویسے یہ فلسفہ اپنے طور پر ایسا کرنے میں شاید ہی کامیاب ہوتا۔ کچھ دوسرے مشہور مصنف مثلاً سالروز اور کامو وغیرہ وجودیت سے پوری طرح متاثر ہیں حالانکہ انہوں نے خود کو کبھی اس تحریک کا حصہ نہیں مانا۔ بہر حال وجودیت سے تعلق رکھنے والے تمام مصنف اپنے ادبی کارناموں میں فرد کی اہمیت اور اس کی آزادی کو حق بجانب بتاتے ہیں۔ انسانی فطرت میں آزادی عمل کے مقام پر زور دیتے ہیں۔

مختصر میں وجودیت کا مرکزی نظریہ یہ ہے کہ آدمی خود اپنی تشکیل کرتا ہے۔ خدا، سماج، علم الحیات کے ذریعہ اس کا یقین نہیں ہوتا ہے۔ اسے آزادی عمل حاصل ہے اور ذمہ داری جو اس آزادی کا نتیجہ ہے۔ اگر وہ انتخاب کرنے سے انکار کر دیتا ہے یا باہری قوتوں کو اختیار دیتا ہے کہ اس کا یقین کرے تو وہ نفرت کے قابل ہے اس لئے وجودیت کے ادبی کارنامے عمل پر زور دیتے ہیں جن میں بطور یقین کردہ اشیاء آزادی عمل FREE WILL بھی شامل ہے۔ وجودیت آدمی میں بنیادی عنصر پر زور دیتی ہے جس میں لاشعور کی غیر منطقیت اور تحت الشعور کا عمل بھی شامل ہے۔

وجودیت کے نزدیک زندگی ساکن نہیں بلکہ متحرک ہے اور ہمیشہ تغیر کی حالت میں رہتی ہے زندگی abstraction نہیں بلکہ متواتر لمحات کا ایک سلسلہ ہے۔ امر المنتزع abstract کے بدلے ٹھوس پر ہے اور انسان کا وجود ہی ایک ٹھوس حقیقت ہے۔ اس لئے یہ مصنف انسان کے وجود ہی پر زور دیتے ہیں نہ کہ وجود کے خیال پر چونکہ وجودیت ادب کے بارے میں کوئی نظریہ نہیں بلکہ ایک فلسفیانہ نظریہ حیات ہے اس لئے ادب کے نقطہ نگاہ سے اس کا اپنا کوئی منفرد طرز یا ادبی شکل نہیں ہے۔ دراصل وجودیت ایک فلاسفیکل اسکول ہے جس نے کچھ اعلیٰ اور موثر ادبی شاہکار پیدا کرنے میں مدد دی ہے نہ کہ ایک ادبی اسکول نے۔

بظاہر وجودیت کی دو قسمیں ہیں۔ مذہبی وجودیت جس میں خدا کے وجود کو تسلیم کیا جاتا ہے۔ اور مذہب کی اہمیت برقرار رہتی ہے۔ اس نقطہ نظر کا علمبردار کرکیگارڈ ہے جس کے مطابق عیسائی ہونے کے لیے ضروری ہے کہ بغیر منطق اور استدلال کے اندھیرے میں یقین کی چھلانگ لگائے وجودیت کی دوسری قسم غیر مذہبی یا ملحدانہ ہے جس میں خدا کے وجود سے انکار کیا جاتا ہے۔ اس عقیدہ کے علمبردار سارتر کامو وغیرہ ہیں۔ اسی عقیدہ کی وجہ سے سیاسی وجودیت ظہور میں آئی ہے۔ (پٹنہ سے

رفیق اعظم
شعبۂ انگریزی، راجندر کالج، چھپرہ۔

آزادی کے متوالے شاعر

پنڈت برج نارائن چکبست

ڈاکٹر سید مدبر علی زیدی

پنڈت برج نارائن چکبست کی پیدائش فیض آباد میں ۱۸۸۲ء میں ہوئی اور ۴۴ سال کی قلیل عمر میں آپ کا انتقال ۱۹۲۶ء میں ہوا بارہ برس کی کم عمری سے ہی چکبست نے شعر کہنا شروع کر دیا تھا اس طرح ۳۲ سال تک انھوں نے اپنی شاعری سے ہندوستانی عوام کو فیضیاب کیا۔ بیسویں صدی کے آغاز کے ساتھ ہی ہندوستان میں قومی بیداری اور اصلاحی جذبہ کی ایک نئی لہر پیدا ہوئی۔ لارڈ کرزن کے سخت رویہ نے آگ میں گھی کا کام کیا۔ اس وقت کانگرس کی لیڈرشپ گوپال کرشن گوکھلے کے ہاتھوں میں تھی جو ایک نہایت مدبر اور قابل لیڈر تھے۔ یہ کانگرس کے اعتدال پسند گروہ کے ساتھ تھے اور برٹش حکومت سے نرم رویہ اختیار کرنے کے حامی تھے۔ چکبست بھی اعتدال پسند گروہ کے حامی تھے اور ہندوستان کی داخلی آزادی یعنی ہوم رول کے طرفدار تھے۔ چکبست کے زمانے کا سب سے اہم سیاسی مطالبہ ہوم رول کا تھا۔ اس نعرے نے ہندوستان کے عوام کو جن کا تعلق مذہبوں، زبانوں اور نظریات سے تھا، ایک پلیٹ فارم پر جمع کر دیا۔ چکبست نے قومی آزادی کے دلکش ترانے سنائے اور داخلی خود اختیاری میں وہ ایک نئے دور کا آغاز دیکھ رہے تھے۔ ان کا یہ شعر اسی جذبہ کی عکاسی کرتا ہے۔

وطن کے عشق کا بت بے نقاب نکلا ہے
نئے افق پہ نیا آفتاب نکلا ہے

جلد ہی گوکھلے کا انتقال ہو گیا جس سے ہندوستانی عوام کو اپنے ایک قابل قومی لیڈر سے ہاتھ دھونا پڑا۔ یہ ایک قومی نقصان تھا کیونکہ ہندوستان میں قومیت کی روح پھونکنے میں گوکھلے کا زبردست ہاتھ تھا اس لیے چکبست نے گوکھلے کا مرثیہ لکھا جس میں سچے جذبات نے تاثیر کا جادو بھر دیا ہے گوکھلے کے مرثیہ کا ایک بند نمونتہً پیش ہے۔

وطن کو تو نے سنوارا کس آب و تاب کے ساتھ
سحر کا نور بڑھے جیسے آفتاب کے ساتھ
چنے رفاہ کے گل حسن انتخاب کے ساتھ
شباب قوم کا چمکا ترے شباب کے ساتھ

جو آج نشو و نما کا نیا زمانہ ہے
یہ انقلاب تری عمر کا فسانہ ہے

چکبست کا کلام جہاں قومی آزادی کے جذبات سے لبریز ہے وہاں شعریت کے جملہ عناصر لطافت، بلاغت، فصاحت، روانی اور تاثیر کے اعتبار سے بھی قابل قدر ہے۔ ان کے کلام میں انیس کا رنگ جھلکتا ہے۔ "رامائن کا ایک سین"، گو ایک مذہبی نوعیت کی نظم ہے لیکن اس کا مقصد بھی ہندوستانیوں میں جذبۂ حب الوطنی اور حریت کی روح پھونکنا رہا ہے۔ ماضی کی عظمت کے گیت حالی، اقبال اور اکبر الہ آبادی نے بھی گائے ہیں۔ یہی انداز چکبست نے بھی اختیار کیا۔ "رامائن کا ایک سین" اسی جوش، روانی اور فصاحت کا حامل ہے جو انیس کے کلام کا طرۂ امتیاز ہے۔ اس ایک بند سے اس کا بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے۔

کیا جانے کس خیال میں گم تھی وہ بے گناہ
نور نظر پہ دیدۂ حسرت سے کی نگاہ

جنبش ہوئی لبوں کو بھری ایک سرد آہ
لی گوشہ ہائے چشم سے اشکوں نے رخ کی راہ
چہرہ کا رنگ حالت دل کھولنے لگا
ہر موئے تن زباں کی طرح بولنے لگا

چکبست کے کلام میں ہندوستانی عناصر، تہذیب، معاشرت اور ہندوستانی دیومالا کا گہرا رنگ موجود ہے۔ انھوں نے اپنی نظموں میں ہندوستانی عوام کے اعتقادات اور جذبات کا خاص خیال رکھا ہے۔ قومی خودداری کا تقاضا بھی یہ ہے کہ اپنے ماضی کی روایات کا احترام کیا جائے۔ چکبست نے تلک کا مرثیہ اسی جذبہ کے تحت لکھا۔ اس مرثیہ میں قومی خودداری اور ماضی کی عظمت دونوں کا دلکش امتزاج دیکھنے کو ملتا ہے۔ خصوصاً اس مرثیہ کا یہ بند نہایت دلکش ہے۔

لاش کو تیری سنواریں نہ رقیبان کہن
ہو جبیں کے لیے صندل کی جگہ خاک وطن
تر ہوا ہے جو شہیدوں کے لہو سے دامن
دیں اسی کا تجھے پنجاب کے مظلوم کفن

شور ماتم نہ ہو جھنکار ہو زنجیروں کی
چاہیے قوم کے بھیشم کو چتا تیروں کی

چکبست کو اپنے وطن کے ذرہ ذرہ سے محبت تھی۔ ہندوستان کے حسین مناظر کا ذکر انھوں نے بڑے والہانہ انداز میں کیا ہے۔ چکبست کو ہندوستان کی گنگا جمنی تہذیب پر فخر تھا۔ مختلف مذاہب کے اولیا اور بزرگ اس خاک پاک پروردہ ہوئے اور انھوں نے اسے اپنا وطن بنایا۔ اسے سجانے اور سنوارنے میں اپنی زندگیاں وقف کر دیں چکبست نے اپنی نظموں میں اپنے وطن ہندوستان کی عظمت اور یہاں کے عوام کی انسان دوستی کا اظہار یوں کیا ہے۔

اے خاک ہند تیری عظمت میں کیا گماں ہے
دریائے فیض قدرت تیرے لئے رواں ہے
تیری جبیں سے نور حسن ازل عیاں ہے
اللہ رے زیب و زینت کیا اوج عزّوشاں ہے
ہر صبح ہے یہ خدمت خورشید پر ضیا کی
کرنوں سے گوندھتا ہے چوٹی ہمالیا کی
گوتم نے آبرو دی اس معبد کہن کو
سرمد نے اس زمیں پر صدقے کیا وطن کو
اکبر نے جام الفت بخشا اس انجمن کو
سینچا لہو سے اپنے رانا نے اس چمن کو
سب سور بیر اپنے اس خاک میں نہاں ہیں
ٹوٹے ہوئے کھنڈر ہیں یا ان کی ہڈیاں ہیں

چکبست ہندوستان کی آزادی کے لیے تمام عمر کوشاں رہے۔ اس زمانے میں اعتدال پسند گروہ کا سب سے مقبول نعرہ داخلی خودمختاری تھا۔ ہوم رول کی اس تحریک نے نیا جوش پیدا کر دیا تھا۔ چکبست نے عوام کو اپنے اشعار کے ذریعہ اس بات کے لیے تیار کیا کہ وہ ہوم رول ہر قیمت پر حاصل کریں، چاہے انھیں کتنے ہی دکھ درد برداشت کرنے پڑیں۔ گاندھی جی نے بھی سوراج پر سب سے زیادہ زور دیا۔ چکبست کی نظموں میں ہوم رول کو اس طرح پیش کیا گیا ہے۔ جیسے کوئی عاشق صادق اپنی حسین و جمیل محبوبہ کی تعریفیں کر رہا ہو۔ ہوم رول ہی چکبست کی محبوبہ تھی جسے وہ ہر قیمت پر حاصل کرنا چاہتے تھے۔ وہ لکھتے ہیں:

یہ جوش پاک زمانہ دبا نہیں سکتا
رگوں میں خوں کی حرارت مٹا نہیں سکتا
یہ آگ وہ ہے جو پانی بجھا نہیں سکتا
دلوں میں آ کے یہ ارماں جا نہیں سکتا
طلب فضول ہے کانٹے کی پھول کے بدلے
نہ لیں بہشت بھی ہم ہوم رول کے بدلے
ہمارے واسطے زنجیر و طوق گہنا ہے
وفا کے شوق میں گاندھی نے جس کو پہنا ہے
سمجھ لیا کہ ہمیں رنج و درد سہنا ہے
مگر زبان سے کہیں گے وہی جو کہنا ہے
طلب فضول ہے کانٹے کی پھول کے بدلے
نہ لیں بہشت بھی ہم ہوم رول کے بدلے

چکبست ایک سچے قوم پرست شاعر تھے اور تمام قوم پرست لیڈروں

سے محبت کرتے تھے۔ انھوں نے حب الوطنی کے جوش میں کبھی بھی مذہبی تفریق کو آڑے نہیں آنے دیا۔ سچا قوم پرست لیڈر وہ ہندو ہو یا مسلمان یا عیسائی ان کے لیے واجب الاحترام تھا۔ مسز بیسنٹ کی گرفتاری پر انھوں نے ۱۹۱۷ء میں ایک نظم لکھی جس کا عنوان تھا "مسز بیسنٹ کی خدمت میں قوم کا پیام وفا"۔ اس کے ایک ایک بند سے عقیدت اور اظہار تشکر کا جذبہ قاری کے دل کو اپنی گرفت میں لے لیتا ہے۔ چکبست لکھتے ہیں۔

لہلہاتا ہے محبت کا تری دل میں چمن
ماں کے دامن سے ہے بڑھکر ہمیں ترا دامن
تری تصویر سے ہیں قوم کی آنکھیں روشن
تیرے بالوں کی سپیدی ہے کہ ہے صبح وطن
دل پُر درد کی تصویر ہے صورت تیری
تاج کانٹوں کا ہے پہنے ہوئے مورت تیری

چکبست نے اپنی نظموں کے ذریعہ جنگ آزادی کو جو تقویت پہنچائی اور قوم پرستی کے جذبہ کو جس طرح پُر تاثیر اشعار کے سانچہ میں ڈھال دیا وہ اس بات کو ثابت کرتا ہے کہ ادب اور شاعری صرف عیاشی اور تفریح طبع کا ذریعہ نہیں ہے بلکہ سماجی اور قومی مسائل کو پیش کرنے کا ایک طاقتور آلہ ہے۔ یہاں تک کہ اردو غزل جسے عموماً رومانیت اور حسن و عشق کی داستان بیان کرنے کے لیے شاعروں نے مخصوص کر دیا تھا۔ چکبست نے غزل کو بھی قومی محبت کے اظہار کا وسیلہ بنایا۔ مشاعرے میں جہاں عام طور سے ہلکی پھلکی عشقیہ غزلیں پڑھنے کا رواج تھا۔ چکبست اس طرح کے اشعار پڑھتے تھے۔

ہیں باغباں کے بھیس میں گلچیں فرنگ کے
نکلے ہیں لوٹنے چمن روزگار کو

ان کی غزل کا ایک اور شعر یہ بتاتا ہے کہ ادب میں گل و بلبل کی شاعری کرنے والوں کو وہ پسند نہیں کرتے تھے۔ البتہ گل کو قوم یا ملک کا استعارہ بنایا جائے تو انھیں یہ بھی گوارہ تھا۔ چکبست ایک ایسی بلبل تھے جو "گاتا" ان کا پیارا وطن ہندوستان تھا۔ وہ لکھتے ہیں۔

بلبل کو گل مبارک گل کو چمن مبارک
ہم بیکسوں کو اپنا پیارا وطن مبارک

چکبست کی غزلوں میں بھی وہی روانی اور تاثیر ہے جو ان کی نظموں میں پائی جاتی ہے۔ حُبّ قومی کے جذبہ سے ان کا دل لبریز ہے۔ حُبّ قومی ہی ان کے لیے نقش سلیمانی ہے۔ قوم کے غم کے آگے وہ اپنے ذاتی غم کو بھول جاتے تھے۔ وہ لکھتے ہیں۔

دل کے تسخیر بخشا فیض روحانی مجھے
حُبّ قومی ہو گیا نقش سلیمانی مجھے
قوم کا غم مول لے کر دل کا یہ عالم ہوا
یاد بھی آتی نہیں اپنی پریشانی مجھے

چکبست جیسا شاعر جو حُبّ وطن کی شراب سے سرشار تھا صدیوں کے بعد پیدا ہوتا ہے۔ شاعری اور سیاست، شاعری اور خطابت کا حسین اور دلکش امتزاج پیش کرنا نہایت مشکل ہے لیکن چکبست اس میں مکمل طور پر کامیاب ہوتے۔

(جے پور سے نشر)

ڈاکٹر سید مدبر علی زیدی
شعبہ اردو فارسی، راجستھان یونیورسٹی، جے پور

جنگ آزادی کا ایک اہم مقدمہ

علی پور بم کیس

فیروز عابد

"مجھے آزادی دو یا موت"۔ پیٹرک ہنری نے کہا تھا۔
لیکن
بنگال نے ہر دور میں صرف آزادی کا نعرہ سب سے پہلے بلند کیا تھا، موت کا نہیں۔
آزادی۔ آزادی۔
آزادی کس سے اور کس لئے۔
عوام غلامی سے تنگ آچکے تھے۔

لارڈ کرزن جب گورنر جنرل بنا تو اس نے بنگال میں قومی تحریک کو بہت زیادہ زور پکڑتے دیکھا۔ اس نے بنگال کی اس تحریک کو کمزور بنانے کا ارادہ کیا۔ اس نے سوچا کہ اگر بنگال کی تحریک کچل دی گئی تو ہندوستان کے دوسرے علاقوں کی ابھرتی تحریکیں بھی ختم ہو جائیں گی۔

اس نے کلکتہ یونیورسٹی اور کارپوریشن کی طاقت کم کر دی۔

ان کو سرکاری منتظمین کے ہاتھوں میں دیدیا اور پھر اس نے بنگال کی تقسیم کا اعلان کر دیا۔

جب ہم آزادی کا مطالبہ کرتے ہیں تو ہمارے ذہن میں کسی روک یا بندی کا تصور ہوتا ہے جس سے ہم آزادی چاہتے ہیں۔ یہ روک یا پابندی کسی طرح کی ہو سکتی ہے۔ اخلاقی، سماجی، سیاسی، معاشی اور نفسیاتی — بنگال کی تقسیم — کرزن کے اس اعلان نے بنگال کے عوام کو یہ سوچنے پر مجبور کیا کہ ان پر اخلاقی، سماجی، سیاسی معاشی اور نفسیاتی روک یا پابندی لگائی جا رہی ہے۔ انھیں خانوں میں بانٹا جا رہا ہے۔ احتجاج اور تحریکیں نظر انداز کر دی گئیں اور ۱۶ اکتوبر ۱۹۰۵ء کو بنگال دو حصوں میں تقسیم کر دیا گیا۔

لیکن لارڈ کرزن کی یہ خواہش پوری نہیں ہوئی۔ پورا بنگال کرزن کی اس حرکت پر پُر زور احتجاجی نعروں سے گونج اٹھا۔

سریندر ناتھ بنرجی، بپن چندر پال، اربندو گھوش، آنند موہن بوس، اشونی کمار دت، اور رابندر ناتھ ٹیگور نے بنگال کی اس تقسیم کے خلاف آوازیں بلند کیں اور احتجاجی تحریکوں میں حصہ لیا۔

۱۶ اکتوبر ۱۹۰۵ء میں بنگال کی تقسیم کا اعلان ہوا۔ اسی دن تقریباً پچاس ہزار لوگوں نے کلکتہ میدان میں اس تقسیم کے خلاف جلسہ کیا تھا۔ اس جلسہ کی صدارت عظیم انقلابی رہنما آنند موہن بوس نے کی تھی۔

وہ بہت بیمار تھے پھر بھی اس جلسہ میں وہ شریک ہوئے تھے۔ ان کی تقریر سریندر ناتھ بندو پادھیائے نے پڑھ کر سنائی تھی اور ان کے ایک اعلان کو عظیم شاعر رابندر ناتھ ٹیگور نے حاضرین جلسہ کے سامنے پیش کیا تھا۔

۱۶ اکتوبر کا دن بنگال کا نفرت سے بھرا ہوا دن تھا۔ بنگال کے عوام نے اس دن سارے بنگال میں ہڑتال کی تھی۔ رابندر ناتھ ٹیگور اور دوسرے رہنماؤں نے اس دن کو راکھی بندھن کا دن قرار دیا تھا۔

رابندر ناتھ ٹیگور نے اس موقع کے لیے ایک گیت لکھا تھا۔

بنگال کی مٹی، بنگال کا پانی، بنگال کی ہوا، بنگال کا پھل
پاک ہو، پاک ہو، پاک ہو، اے معبود
بنگالیوں کی زندگی بنگالیوں کا دل، بنگالیوں کے گھر کی بھائی بہن
ایک ہوں، ایک ہوں، ایک ہوں اے معبود

بنگال کی تقسیم کے خلاف جو احتجاج بلند کیا گیا تھا، اس نے سودیشی تحریک کی صورت اختیار کر لی یعنی
(۱) انگریزی سامان کا بائیکاٹ کرنا ہوگا۔
(۲) دیسی چیزوں کو استعمال کرنا ہوگا۔
(۳) سودیشی تعلیم حاصل کرنا ہوگی۔

اس تحریک کا مطلب تھا کہ بدیسی یا غیر ملکیوں کے ساتھ کسی قسم کا بھی رشتہ نہیں رکھا جائے۔ دیسی سامانوں کی کھپت ہو

اور دیسی تعلیم سارے ملک میں جاری ہو۔

یہ سودیشی تحریک تھی۔

بنگال کے گھر گھر میں اس تحریک نے جگہ پائی۔ شہر اور گاؤں کے لوگوں نے، ہندو اور مسلمانوں نے اس تحریک میں حصہ لیا۔ جگہ جگہ جلسے ہوتے اور جلوس نکالے گئے، اسکول اور کالج کے طلبا اور طالبات نے اس تحریک میں حصہ لیا۔ انگریزی سرکار نے اس تحریک کو لاٹھی چلا کر روکنا چاہا مگر کب تک۔

سریندر ناتھ بندو پادھیائے اور بپن چندر پال نے اپنی شعلہ بار اور جوشیلی تقریروں سے سارے ملک میں سودیشی تحریک کے بنیادی نظریئے کو پھیلا دیا۔ اربندو گھوش جو بڑودہ میں سرکاری عہدے پر فائز تھے۔ انھوں نے سرکاری ملازمت چھوڑ دی اور بنگال آگئے۔ اس زمانے میں "بندے ماترم" فارسی میں ایک اخبار نکلتا تھا۔ اربندو گھوش نے اس کی ادارت کا کام اپنے ذمہ لے لیا۔ "بندے ماترم" اخبار نے سودیشی تحریک کو اور زیادہ مضبوط کیا۔ حب الوطنی سے متعلق بہت سارے مضامین خود اربندو گھوش نے لکھے۔

مادر وطن سے محبت کا جذبہ شدید سے شدید تر ہونے لگا۔ انگریزوں سے نفرت بڑھتی ہی گئی۔ حالات بہت زیادہ بگڑ گئے۔ بدیسی مظالم کے خلاف نوجوان صف آرا ہونے لگے۔ ہتھیاروں کا استعمال ہوا۔ بہت سارے ظالم افسران مارے گئے۔

سریندر ناتھ بندو پادھیائے اور بپن چندر پال کی شعلہ بار تقریروں کے ساتھ جب اربندو گھوش کے اخبار "بندے ماترم" نے نوجوان ذہنوں کو انگریزوں کے خلاف صف آرا کرنا شروع کیا اور انگریز افسران مارے جانے لگے تو انگریزی سرکار نے اربندو گھوش کو ان تمام واقعات کا ملزم ٹھہرایا۔ ان کے مکان کی تلاشی لی گئی اور وہاں سے بہت سارے ہتھیار ضبط کیے گئے۔

اس سلسلے میں اربندو گھوش کے بھائی بریندر ناتھ گھوش، کنائی لال دت، اپیندر ناتھ بنرجی، الاسکر دت، سریندر ناتھ بوس اور دوسرے ۳۸ انقلابی نوجوانوں کو گرفتار کیا گیا۔

۱۹۰۸ء میں علی پور جج کورٹ میں اربندو گھوش اور ان کے ساتھ نوجوان انقلابیوں پر مقدمہ شروع ہوا۔ یہ مقدمہ بنگال کی تاریخ کا ایک بہت ہی اہم مقدمہ تھا۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ جنگ آزادی کا ایک اہم مقدمہ تھا تو یقیناً غلط نہ ہوگا۔ اس مقدمہ کو تاریخ میں علی پور بم کیس کا مقدمہ کہا جاتا ہے۔

اربندو گھوش اور ان کے انقلابی ساتھیوں کی طرف سے اس زمانے کے غیر معروف بیرسٹر چترنجن داس نے مقدمہ کی پیروی کی۔ چترنجن داس معاشی طور سے بہت کمزور تھے اور بحیثیت بیرسٹر مشہور بھی نہ تھے لیکن ان کے دل میں ملک اور قوم کی ترقی کا شدید جذبہ تھا ٹھیک فرانس کے نوجوانوں کی طرح جنھوں نے فرانس کی انقلابی تحریک میں اس طرح حصہ لیا کہ ان گنت لہجے میں نعرے لکھے گئے لیکن ان بہت سارے نعروں میں ایک نعرہ پیرس کی دیواروں پر جگہ جگہ دکھائی دیتا تھا۔

تخیل کو قوت حاصل ہو

تخیل طاقت ہے

چترنجن داس بنگالی تھے یعنی پورے ہندوستانی تھے تخیل قوت ہے، یہ بات ان کے ذہن میں پوری طرح رچی بسی تھی۔ باوجود اس کے کہ ان کی معاشی حالت بہتر نہ تھی۔ انھوں نے علی پور بم کیس کے مقدمہ کی پیروی ملزموں کے لیے کی اور بغیر کسی فیس کے کی۔ چترنجن داس کا وہ جذبہ جو قوم اور ملک کے لیے تھا اس پیروی کے دوران اتنا شدید ہو گیا کہ اربندو گھوش اور ان کے سارے انقلابی ساتھی رہا کر دیے گئے۔

شدید الزامات کے زہریلے کانٹوں سے یہ انقلابی نوجوان بچا لیے گئے۔ آزادی کے متوالوں کو ایک نیا حوصلہ ملا۔ جنگ آزادی کا یہ اہم مقدمہ جب اپنے فیصلے کو پہنچا تو علی پور جج کورٹ کا ایک باب بند ہوا لیکن جدوجہد، حوصلہ اور امنگ کا ایک نیا باب انقلابی نوجوانوں نے کھول دیا۔ سودیشی تحریک دن بہ دن زور پکڑنے لگی۔ عورتوں نے اپنی چوڑیاں آگ میں ڈال دیں۔ بدیسی کپڑوں کو نذر آتش کر دیا گیا۔ نئے نئے مل کارخانے قائم ہوتے۔ قومی تعلیمی پریشد قائم ہوا۔

انگریزوں نے بنگال کی تقسیم کے ساتھ ساتھ ہندوؤں اور مسلمانوں میں نفاق اور دشمنی بھی پیدا کرنا چاہی تھی لیکن ان کی یہ خواہش پوری نہیں ہوئی۔ مسلمانوں نے ہندوؤں کے ساتھ کاندھے سے کاندھا ملا کر سودیشی تحریک میں حصہ لیا۔

۱۹۰۵ء میں کلکتہ کے راجہ بازار میں مسلمانوں کے ایک بہت بڑے مجمع میں بیرسٹر رسول نے انگریزوں کے خلاف اور ملک و قوم کی آزادی کی حمایت میں تقریر کی۔ انھوں نے بنگال کی تقسیم کے خلاف مسلمانوں کو ہندوؤں کے ساتھ تحریک میں حصہ لینے کا مشورہ دیا۔

بیرسٹر عبدالرسول کے علاوہ اور بہت سارے مسلم رہنماؤں نے سودیشی تحریک میں حصہ لیا تھا۔ ان رہنماؤں میں مولوی ابوالقاسم، دین محمد، عبدالغفور صدیقی، لیاقت حسین اور عبدالحلیم غزنوی کے نام قابل ذکر ہیں۔ انگریزوں نے تحریک کو دبانے کی ہر طرح کوشش کی لیکن تحریک تیزی سے پھیلتی چلی گئی۔

۱۹۰۸ء میں رام بوس کو انگریزوں نے پھانسی دیدی۔ لوگوں کی گرفتاری عمل میں آنے لگی۔ انگریزوں کا ظلم بڑھ گیا مگر تحریک کی شدت بھی کم نہیں ہوئی۔ آخر کار انگریزوں نے ہندوستانیوں کی اس تحریک سے شکست کھا کر ماہ دسمبر ۱۹۱۱ء کو بنگال کی تقسیم منسوخ کر دی۔

۱۶ اکتوبر ۱۹۰۵ء کو بنگال تقسیم ہوا اور پھر دسمبر ۱۹۱۱ء میں اسکی تقسیم کا قانون منسوخ ہوا اس میں علی پور بم کیس کا بہت بڑا عمل رہا۔ دراصل علی پور بم کیس نے جنگ آزادی کی تحریک کو ایک ایسا حوصلہ دیا جو بعد میں مکمل آزادی میں ڈھل گیا۔

(کلکتہ سے نشر)

ایک سوال

بشیر شاہ

آج کا پیشہ ور کھلاڑی خواہ وہ کسی بھی کھیل سے وابستہ ہو کئی معنوں میں خوش قسمت ہے۔ اس کے پاس اس کا خوش آئند مستقبل ہے۔ وہ پرانے کھلاڑیوں کی طرح نہ تو عدم تحفظ کا شکار ہے اور نہ زندگی کے باقی دن ایڑیاں رگڑ رگڑ کر گزارنے پر مجبور! آج جب نئی اور پرانی پود کے کھلاڑیوں کا موازنہ ہوتا ہے تو نئے کھلاڑی کا آنے والا کل بحیثیت مجموعی روشن نظر آتا ہے۔ آج کے کھلاڑی کو جو سہولیات، جو مراعات حاصل ہیں، کل کا کھلاڑی ان کا تصور بھی نہ کر سکتا تھا — یہ صحیح ہے کہ آج ہم کھیلوں کی اہمیت اور افادیت سے شعوری طور پر آشنا ہیں۔ لیکن غور کیجئے تو کھیلوں کی افادیت اور اہمیت ہر دور میں تھی، ہر زمانے میں تھی! — یہ بات کتنی دلدوز اور دل پذیر ہے کہ آج ہمارے کتنے ہی ممتاز اور مایہ ناز کھلاڑی جنھوں نے اپنے زمانے میں دھاک بٹھا دی اپنی ہنرمندی کا سکہ جمایا، کسمپرسی کی زندگی گزار رہے ہیں۔ ایک تازہ مثال کرکٹ کے مشہور کھلاڑی دھنتو چھڈکر کی ہے۔ دھنتو بڑی بے بسی اور بے چارگی کے عالم میں اس جہان سے اٹھ گئے۔ مرحوم، کرکٹ کی دنیا کا ایک نمائندہ نام تھا لیکن یہ دیکھئے کہ دل کی دھڑکنوں کو چھو لینے والا یہ خوبرو کھلاڑی بالآخر دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر ہم سب سے جدا ہو گیا۔ مرحوم آخری دنوں میں ٹھیک سے اپنا علاج بھی نہ کرا سکا۔ غیرت اور خودداری کے جذبے نے کسی کے آگے دست سوال دراز کرنے کی اجازت نہ دی۔ وزیر اعظم راجیو گاندھی نے علالت کی خبر سنی تو افسوس ظاہر کیا اور خلوص کا مظاہرہ کرتے ہوئے دس ہزار روپے کا چیک بھجوایا۔ لیکن ہمارے کرکٹ بورڈ کے منتظمین کی محبت اور مروت دیکھئے کہ موصوف کی وفات کے بعد ان کی اہلیہ کے پاس یہ پوچھنے گئے کہ "کسی امداد کی ضرورت تو نہیں؟!" سوال کئی ہیں اور کئی طرح کے ہیں لیکن ایک بڑا سوال یہ ہے کہ ایسے کھلاڑیوں کے لیے جنھوں نے اپنے دور میں عوام کے دل جیتے، ملک و قوم کی آبرو میں چار چاند لگائے — آج کھیلوں کی انجمنیں اور ایسوسی ایشنیں کیا کرتی ہیں؟ ایسے تمام کھلاڑیوں اور ان کے بچوں کے مستقبل کو تحفظ دینے اور تابناک بنانے میں ریاستی حکومتوں کا اور اسپورٹس منسٹری کا کیا رول ہے؟ یہ وہ سوال ہے جو ذہن کے دریچوں پہ بار بار دستک دیتا ہے۔

(ریڈیو کشمیر سری نگر سے نشر)

یادش بخیر

پروفیسر جگن ناتھ آزاد

جب میں اپنے گزرے ہوئے دنوں کا تصوّر کرتا ہوں تو آنکھوں کے سامنے ایک ایسی فلم چلنا شروع ہو جاتی ہے جس کی تفصیل لفظوں میں بیان کرنا آسان نہیں۔ میرے لئے یہ بتانا بھی مشکل ہے کہ یہ فلم کتنے رنگوں پر مشتمل ہوتی ہے اور اس رنگ آمیزی میں کیسی کیسی علمی ادبی شخصیتیں، کیسے کیسے حسین اور دلآویز چہرے، کیسے لمحات، کس کس طرح کے دن، کس کس طرح کی راتیں اور کس کس انداز کی صبحیں یا شامیں شامل ہوتی ہیں۔ اس وقت جبکہ میں اپنے ماضی کا تصوّر کر رہا ہوں مجھے اپنی ایک پرانی رُباعی یاد آ رہی ہے۔

ماضی کے نقوش پل رہے ہیں دل میں
کتنے ارماں مچل رہے ہیں دل میں
ہر سمت گھرا ہوا اندھیرا ہے مگر
یادوں کے چراغ جل رہے ہیں دل میں

اور مجھے یہ پتہ نہیں چل رہا ہے کہ میں اپنے ماضی کا ذکر کہاں سے شروع کروں۔

کہیں سے چھیڑ دوں میں اپنا قصہ یہ دردِ فرقت کی داستاں ہے
سناؤں کبھی میں یہ قصۂ غم اگر تو آخر کہاں سے پہلے

اس وقت میری یادوں کا کارواں میری جنم بھومی عیسیٰ خیل میں کبھی بھٹک رہا ہے اور راولپنڈی میں کبھی، لاہور میں کبھی اور دہلی میں کبھی، سری نگر میں کبھی اور جموّں میں کبھی — ان کے علاوہ اور بھی کئی شہر میرے رستے میں آئے ہیں، بھلائے یہ بھی نہیں جا سکتے لیکن میں چونکہ اس وقت الف لیلیٰ کی داستان نہیں چھیڑ سکتا اور اپنی بات چیت کو چند لمحوں ہی میں مجھے پیش کرنا ہے اس لئے میں چاہتا ہوں کہ ان چند لمحوں کو علمی اور ادبی یادوں ہی تک محدود رکھوں۔

میں نے اپنی تعلیم و تربیت کی ابتدائی منزلیں تو اپنے والد محترم پروفیسر تلوک چند محروم ہی کے زیرِ سایہ طے کیں لیکن جب میں راولپنڈی سے لاہور آیا تو مولانا تاجور نجیب آبادی، ڈاکٹر شیخ محمد اقبال، ڈاکٹر سیّد عبداللہ، صوفی غلام مصطفیٰ تبسم، سیّد عابد علی اور پروفیسر علم الدین سالک کے قدموں میں بیٹھنے کا مجھے موقع ملا۔ اور آج میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ اس وقت میں جو کچھ بھی ہوں، اور ظاہر ہے کہ علم اور ادب کی وسیع دنیا میں میری حیثیت ایک ذرّے سے زیادہ نہیں ہے یا شاید اس سے بھی کم ہے لیکن یہ ذرّہ جو کچھ بھی ہے انہی بزرگوں اور علمی اور ادبی شخصیتوں کی جوتیوں کے طفیل ہے جن کا ذکرِ گرامی ابھی ہو چکا ہے۔

میرے والد محترم نے تو باتوں باتوں ہی میں مجھے شعر و ادب کے رموز سے آشنا کیا اور مجھے محسوس ہی نہ ہو سکا کہ میں کوئی درس لے رہا ہوں لیکن مولانا تاجور نجیب آبادی نے مجھے باقاعدہ طور پر درس دیا۔ وہ یونی ورسٹی یا کالج میں میرے اُستاد نہیں تھے، شاعری میں میرے استاد تھے ان کا اصلاح دینے کا طریقہ یہ تھا کہ میرے مصرعے کو کاٹ کے اُس کی جگہ اپنا مصرعہ نہیں چپکا دیتے تھے بلکہ اس کا عیب بیان کر کے کہتے تھے کہ اب یہ مصرع خود دوبارہ کہو اور اس طرح سے کہ یہ عیب اس میں نہ رہے یا یہ خوبی پیدا ہو جائے۔ نظم کے ایک ایک مصرعے پر بھی بحث کرتے تھے اور بحیثیت مجموعی ساری نظم پر بھی۔

اختر شیرانی اور احسان دانش بھی اُن کے شاگرد تھے۔ مجھے نہیں معلوم کہ اُن کے کلام میں مولانا کی اصلاح کا طریقہ کیا تھا لیکن جہاں تک میرے کلام کا تعلق ہے مذکورہ طریقہ بھی زیادہ دیر قائم نہ رہا۔ مجھ سے چند ہی روز کے بعد فرمانے لگے کہ تمہیں کلامِ اقبال زبانی یاد ہے تم میرے لئے "بالِ جبریل" لے کے آؤ میں تمہیں اقبال کے معائب اور محاسن سے آشنا کروں گا۔ اُن کا مقصد مجھے بنیادی طور پر بلند پایہ شاعری کے محاسن اور معائب سے آشنا کرنا تھا۔ اس ضمن میں اقبال سے بہتر مثال اور کیا مل سکتی تھی۔ چنانچہ "بالِ جبریل" میں نے مولانا سے سبقاً سبقاً پڑھی۔

اس درس و تدریس کے دوران میں اقبال کا شعر سامنے آیا۔

ضمیرِ لالہ مئے لعل سے ہوا لبریز
اشارہ پاتے ہی صوفی نے توڑ دی پرہیز

فرمایا پرہیز مذکر ہے اسے مؤنث کبھی نہ باندھنا۔

مدّت سے ہے آوارۂ افلاک مرا فکر
کر دے اسے اب چاند کی غاروں میں نظربند

یہ بھی کہا کہ غار مذکر ہے۔ اقبال نے صحیح نہیں لکھا۔

اس رُباعی پر

یہ نکتہ میں نے سیکھا بوالحسن سے
کہ جاں مرتی نہیں مرگِ بدن سے
چمک سورج میں کیا باقی رہے گی
اگر بیزار ہو اپنی کرن سے

فرمانے لگے کہ جان کا مرنا نہ لغت کی رو سے صحیح ہے نہ روزمرّہ کی رو سے اور نہ محاورے کی رو سے۔ جان کے ساتھ "جانا" کا لفظ ہونا چاہئے۔ جان جاتی ہے مرتی نہیں۔

مذاقِ رنگ و بو کا راز پا جا

پر کہنے لگے کہ "پا جا" مذاقِ سلیم پر گراں گزر رہا ہے۔ یہی بات اس شعر میں "دیر پیوندی" کی ترکیب پہ کہی۔

حجاب اکسیر ہے آوارہ کوئے محبت کو
مری آتش کو بھڑکاتی ہے تیری دیر پیوندی

بولے تم اس مفہوم کو بیان کرو تو "دیر آمیزی" کہنا دیر پیوندی نہ کہنا۔

ایک دن کلام اقبال کے اسی طرح کے معائب کا ذکر کرتے ہوئے نہایت ہی معنیٰ خیز جملے اُن کے منہ سے نکلے جو مجھے قریب قریب انہی کے الفاظ میں یاد ہیں۔

ارشاد فرمایا:

"اقبال کے سیلابِ شعر و سیلابِ فکر و معانی میں یہ خامیاں خس و خاشاک کی طرح بہہ جائیں گی۔ تمہارے کلام میں ہوں گی تو ہر وقت سطح پر تیرتی رہیں گی اور دیکھنے والوں کی نظریں انہی کی طرف اٹھیں گی۔"

لیکن اس کے یہ معنیٰ نہیں کہ انھوں نے مجھے صرف کلامِ اقبال کی خامیوں سے آشنا کیا۔ یہ تو سب کچھ میرے بیان و معنیٰ کی اصلاح کے لیے تھا۔ در اصل انھوں نے کلامِ اقبال کے محاسن کو اس طرح میرے سامنے پیش کیا کہ میرے دل میں عشقِ اقبال کی چنگاری شعلہ بن کر بھڑک اُٹھی۔

یوں تو حضرات، بقول غالب۔

سینہ کہ ہے دفینہ گہر ہائے راز کا

لیکن میں صرف ایک ہی واقعہ اور بیان کروں گا اور اس کا تعلق میرے استاد صوفی غلام مصطفیٰ تبسم کی اس شفقت کے ساتھ ہے جو ہمیشہ اُن کی طرف سے مجھ پر رہی۔

جب میں پنجاب یونی ورسٹی لاہور میں اُن کے قدموں میں بیٹھ کے ایم اے کی تعلیم حاصل کر رہا تھا تو میری کسی شرارت کی بناء پر انہوں نے مجھے کلاس سے نکال دیا تھا۔ انھوں نے انتہائی غصے کے عالم میں کہا تھا۔

"Azad, get out of the Class room"

یہ ۴۳-۱۹۴۲ء کی بات ہے۔ اسے مدت گذر گئی۔

اس کے بعد صوفی صاحب سے کئی بار ملاقات ہوئی، ہندستان

میں بھی اور پاکستان میں بھی۔ ۱۹۷۷ء میں آخری بار ملاقاتیں ہوئیں پاکستان میں پہلی اقبال عالمی کانگرس کا اختتامی اجلاس سیالکوٹ میں منعقد ہوا۔

صوفی صاحب سے یہاں بھی ملاقات ہوئی۔ اس آخری روز اقبال عالمی کانگرس کا ایک پروگرام یہ تھا کہ تمام مندوبین اور دوسرے اہل علم حضرات پر مشتمل ایک جلوس سیالکوٹ کے قلعے سے چل کے علامہ اقبال کے جدی مکان پر پہنچے گا اور وہاں شاعر مشرق کی یاد میں عقیدت کے پھول نچھاور کرے گا۔ منتظمین نے اس جلوس کی رہنمائی کا قرعہ اس ہیچ مدان کے نام ڈالا اور میرے پاس آکر ان الفاظ میں یہ تجویز میرے سامنے رکھی کہ "آزاد صاحب! اس جلوس کی رہنمائی کا حق صرف آپ کو پہنچتا ہے"۔ میرے لیے یہ بہت بڑا اعزاز تھا لیکن میں نے عرض کیا کہ یہ بات نامناسب ہے کیونکہ اس جلوس میں میرے دو اساتذۂ محترم بھی شریک ہیں۔ ایک صوفی غلام مصطفیٰ تبسم اور دوسرے ڈاکٹر سید عبداللہ۔ یہ بات مناسب معلوم نہیں ہوتی کہ میں جلوس کی رہنمائی کروں اور میرے اساتذہ میرے پیچھے چلیں۔ منتظمین میں سے ایک نے کہا کہ "آزاد صاحب! اگر آپ ایسے ہی سعادت مند شاگرد ہیں تو ہم آپ کو آپ کے اساتذہ سے حکم دلواتے ہیں کہ آپ اس جلوس کی رہنمائی کریں"۔ چنانچہ وہ صوفی صاحب اور ڈاکٹر سید محمد عبداللہ کے پاس گئے۔ صوفی صاحب نے مجھ سے کہا کہ جگن ناتھ! اس سے بڑھ کے ہم لوگوں کے لیے خوشی کی اور کیا بات ہو سکتی ہے کہ ہمارا ایک شاگرد دنیا کے انتیس ملکوں سے آئے ہوئے مندوبین کے جلوس کی قیادت کر رہا ہے۔ یہ بات ہمارے لیے فخر کا باعث ہے۔ اُٹھو اور جلوس کی رہنمائی کرو۔ چنانچہ میں نے تعمیل ارشاد کی۔

رات کو سیالکوٹ میں انڈو پاک مشاعرہ تھا۔ اس کی صدارت کا اعزاز بھی اہل پاکستان نے مجھ خاکسار ہی کو دیا۔ میں اپنی بے علمی کی بنا پر شرم سے پانی پانی ہو رہا تھا اور اہل پاکستان تھے کہ محبت کے خزانے مجھ ہیچ مدان پر لٹا رہے تھے۔ اس مشاعرے میں صوفی صاحب بھی شریک تھے۔ یوں تو فیض بھی تھے، احمد ندیم قاسمی بھی، سردار جعفری بھی، جمیل الدین عالی بھی، منیر نیازی بھی، احمد فراز بھی اور اُردو کے بعض اور نامور شعراء بھی لیکن جب میری صدارت کا اعلان ہوا تو میں صوفی صاحب کے پاس گیا اور اُن سے میں نے کہا کہ آپ اجازت دیں تو میں آپ کی صدارت کا اعلان کر دوں۔ میں آپ کی صدارت میں اپنا کلام پڑھوں تو مناسب بات ہے آپ میری صدارت میں کلام پڑھیں تو بات کچھ بنتی نہیں۔ مجھے موجودہ فیصلے سے اُلجھن ہو رہی ہے۔ صوفی صاحب نے میری یہ بات سنتے ہی مجھے ڈانٹ دیا اور کہا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ آئیں بائیں شائیں نہ کرو۔ جاؤ اور کرسئ صدارت سنبھالو۔ مجھے اُن کا چالیس برس پہلے والا لہجہ یاد آ گیا جب انہوں نے کلاس روم میں مجھ سے کہا تھا۔

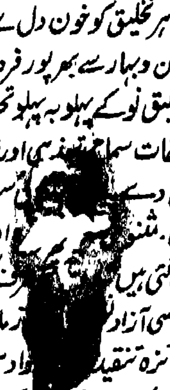
"Azad get out of the class room."

(جنوں سے نثر)

نثری نظم کا مستقبل

ڈاکٹر ندیم صدیقی

امکانات کی دنیا لامتناہی ہے اور انسان اس میں اپنی فردوس گمشدہ کی تلاش میں ہر لمحہ بیتابی سے اپنی ہر تخلیق کو خون دل سے رنگ و تابش دے کر رنگینئ حسن و بہار سے بھرپور فردوسیت دیکھنے کا تمنائی ہے۔ ارتقا تخلیق نو کے پہلو بہ پہلو تخریب فطری کا تسلسل ہے جو تخلیقات سماجی تہذیبی اور معاشی عصری تقاضوں کا ساتھ نہیں دے [illegible] سفر میں بہت پیچھے چھوٹ جاتی ہیں۔ مثنو[illegible] اور کربلائی مرثیہ آج ماضی کی یادگار بن گئی ہیں [illegible] کل تک جو قابل اعتنا نہ تھی آج اسی آزاد [illegible] زمانہ شیدائی ہے



امکانات کا جائزہ تنقید [illegible] وادی ہے جس کی ناہموار اور دھندلی فضاؤں میں لغز[illegible] بھی ہوتی ہیں حالی اور کلیم الدین احمد نے غزل کو مخرب اخلاق ورسوائے زمانہ تصور کیا تھا اور آج وہی آبروئے شاعری ہے

نثری نظم فرانسیسی جدید شاعری کی ارتقاء کی ایک منزل تھی جس کا موجد بودلیر یا خود اس کے مطابق ایک جواں مرگ غریب گمنام شاعر برتراں تھا مغرب کی شاعری کو بہت آزادیاں میسر ہیں بورلیس کا عقیدہ تو یہ ہے کہ ہر وہ تحریر جسے شاعری کی طرح تصور کیا جائے شاعری ہے۔

اہل مغرب کے نزدیک نثری نظم میں شاعری کا سا ارتکاز اور شدت ہونی چاہیئے جسے نثر کی طرح پیراگراف میں لکھا جائے مگر نظم سمجھا جائے اس قدر عروضی آسانیوں کی موجودگی میں نثری شاعری کے لئے کوئی نظریاتی یا عروضی بنیاد قائم کرنا بہت مشکل ہے۔ اصولی طور پر شاعرانہ اظہار کسی ایک طرف کے اسلوب پر لامحالہ مجبور نہیں ہے مگر تعجب تو یہ ہے کہ جب ایلیٹ جیسا باغی شاعر اور اس کے ساٹھ سال بعد اشینلی کنٹز بھی نثری نظم کے ذکر میں خاموش رہا میرا خیال ہے اس خاموشی میں مغرب کی نثری شاعروں کی ڈوبتی نبض کو کسی مسیحا کے نہ ملنے کی داستان پوشیدہ ہے۔

نثری نظم کا چلن ہمارے ہاں مغرب سے آیا اور بہت پہلے آیا نصف صدی سے بھی پہلے مولوی عبدالرحمٰن نے اپنی کتاب "مراۃ الشعر" میں لکھا ہے وہ انشار لطیف اسی کو آج کل جدت پسند تقلیداً شعر منثور کہتے ہیں۔ ۔ ۔ ۔ ۔ میں اس کو شاعرانہ نثر کہتا ہوں شعر ماننے کے لئے تیار نہیں"

علامہ نیاز فتحپوری "گیتانجلی" کا نثری ترجمہ عرض نغمہ کے نام سے ۱۹۱۲ء میں کر چکے تھے میر ناصر کا "خیالات پریشاں" اس سے بہت پہلے شائع ہو چکا تھا جو نثری نظم جیسی تحریروں کا مجموعہ تھا جوش ملیح آبادی کا پہلا مجموعہ کلام "روح ادب" ۱۹۲۰ء میں شائع ہوا تھا اس میں نثری نظمیں بھی شامل ہیں۔ سجاد ظہیر کا نثری نظموں کا مجموعہ پگھلا نیم ۱۹۶۴ء میں شائع ہو چکا ہے اس طرح نئی نویلی لگنے کے باوجود نثری نظم اردو ادب کی عمر رسیدہ صنف ہے۔

نثری نظم ادب لطیف اور آزاد نظم کے خطوط اس قدر غلط ملط ہیں کہ پہچان مشکل ہے۔ نثری نظم کی طرح آزاد نظم کی تعریف اب بھی باقاعدہ متعین نہیں ہو سکتی ہے یہی وجہ کہ والٹ وٹمین کی نظموں کے متعلق آج تک یہ فیصلہ ممکن نہیں ہو سکا کہ وہ آزاد نظمیں ہیں یا نثری نظمیں ادب لطیف کے اقتباسات اور نثری نظم میں یوں بھی معنوی حیثیت سے فرق و امتیاز مشکل ہے۔ اب نئے نثری اسلوب نے ہیئتی اعتبار سے دونوں کو گڈ مڈ کر دیا ہے۔ یوں دیکھا جائے تو نثری نظم نثری اقتباسات کی طرح کل کا جز نہیں

ہوتی بلکہ اس کا مستقل وجود اور علیحدہ معنویت ہوتی ہے اس کا آہنگ نثری ہوتا ہے یہ ناہموار بندوں میں لکھی جاتی ہے اور اس میں مختلف الوزن ٹکڑوں کو ایک ہی شعر یا نظم میں استعمال کیا جاتا ہے بلراج کومل کی ایک نثری نظم "نثرادسنگ" سے سنیئے

میں نے پرانے موزے کو اتار کر نئے پہن لئے
مگر پاؤں کی بدبو ختم نہیں ہوتی
چالیس برس پہلے
میری ماں کو
میرے جسم سے خوشبو آتی تھی
اب میری بیوی کو میرے جسم سے
سڑاند آتی ہے
وہ اپنے گوشت پر صبح و شام
ٹیلکم کی بارش کرتی ہے
اس لیئے میں خاموش رہتا ہوں
یہ بھی ممکن ہے
میری قوتِ شامہ کند ہو چکی ہے

انور سجاد اس دور کے منفرد افسانہ نگار ہیں ان کے ایک نثری اقتباس کو دیکھیئے۔

ہر آنکھ شہزادے کی
خاوندی کا دعویٰ لئے اس کی کوکھ پر ثبت جیسے حجری نقوش
وہ اپنے خاوند کی شناخت کیسے کرے دیوار میں چنی نظریں
وہ سوچتی ہے۔
کیا دیوار میں چنی نظروں کو چھڑانے کے لیئے دیوار کو ڈھا دینا ضروری نہیں؟
تاکہ کوکھ خوابوں سے ہری ہو۔؟
وہ سوچتی ہے ایک بار پھر خوف سے کپکپانے لگتی ہے۔
سارا عذاب یہیں سے شروع ہوتا ہے۔

بلراج کومل کی نثری نظم زبان تخیل شدت اور ارتکاز کی میزان پر انور سجاد کے نثری اقتباسات کے مقابلہ میں کھردری اور سپاٹ محسوس ہوتی ہے۔ اس میں منظم آہنگ کا احساس بھی کم ہوتا ہے جو نثر کو مائل سفر بناتی ہے شعری جمالیاتی سطح پر یہ ہمارے ذوق کی پزیرائی بھی نہیں کرتی بلکہ تہذیبی اور جذباتی قدروں نیز ان کی گراوٹ کی سڑاند کے سے انداز میں عکاسی کرتی ہے۔

عقیل احمد صدیقی کا خیال ہے کہ "جدید صنعتی زندگی نے جو نئے موضوعات دیئے ہیں ان کے بہت سے پہلو یقیناً غیر شاعرانہ ہیں ان کے لئے ایک ایسے اسلوب اظہار کی ضرورت ہوگی۔ جو ان موضوعات سے ہم آہنگ ہو نثری نظم میں اس کے لئے امکان موجود ہے۔ عجب نہیں کہ جدید ترین شاعروں نے نثری نظم کا کھردرا اسلوب اسی ضرورت سے مجبور ہو کر کیا ہو۔ . . . . . . دوسرے یہ کہ صنعتی زندگی نے ہمیں بہت سے ایسے الفاظ دیئے ہیں جس سے ہمارا جذباتی رشتہ کمزور ہے . . . . نثری نظموں میں نثری آہنگ ہونے کے سبب اس قسم کے الفاظ کو برتنے کی گنجائش ہے"

اس رائے سے اتفاق کے باوجود شاعری کے اس غیر جمالیاتی انداز کی تحسین شعری جمالیات کے منافی ہے شاعری یقیناً زندگی اور اس کے بدلتے تقاضوں کی ترجمان ہے۔ مگر یہ فرض تو نثر بھی انجام دے رہی ہے پھر شعری تخلیقات کی کیا ضرورت ہے؟ جمالیاتی حسن و خواب و آگہی کے بغیر کوئی تحریر کچھ بھی ہو سکتی ہے مگر شاعری نہیں ہو سکتی۔

تاریخی نقطۂ نگاہ سے جب کوئی صنف ماہیت ثقہ فنکاروں کے ساتھ ساتھ نئے اور کمزور فنکاروں کو بھی اپنا دیوانہ بنا لیتی ہے تو یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں رہ جاتا کہ کل سارا زمانہ اس کا شیدائی ہو جائے گا۔

فنی حیثیت سے کوئی بھی نیا تجربہ ارتقائی سفر کا کڑا کوس اس وقت تک نہیں کاٹ سکتا جب تک مروجہ اصناف پر اسے کسی پہلو فوقیت حاصل نہ ہو۔ ردیف و قافیہ کی پابندی اظہار کی راہ میں زبردست رکاوٹ تھی جس کو آزاد نظم نے الوداع کہا مگر جمالیاتی قدروں کو اپنائے رکھا آج اس کی ہر دلعزیزی کا سبب شاید اسی راز میں پوشیدہ ہے۔

تہذیبی قدروں کا احترام بھی نئے تجربہ کے انعقاد کی راہیں ہموار کرتا ہے ہر ملک و قوم کی اپنی ایک تہذیب ہوتی ہے جس سے اس کے مزاج کی تشکیل ہوتی ہے اس سے انحراف ممکن نہیں۔ غالب نے اس شعر میں

ہر چند ہو مشاہدۂ حق کی گفتگو
بنتی نہیں [illegible] ساغر کہے بغیر

اسی نکتہ کو اجاگر [illegible] بھی ہو مگر زبان و بیان کو تہذیب کا [illegible] ستاد نہیں [illegible] کوئی بات نہیں بنتی۔

ایک [illegible] سے نثری نظم دھوپ چھاؤں کے دور سے گزر [illegible]، بلراج کومل اور ہیش اور شہریار جیسے چند [illegible] کے اپنانے سے صورت حال میں کوئی فرق نہیں پڑتا ابھی نئے اور کمزور فنکار اس کی طرف التفات اٹھانے کی جرأت نہیں کر رہے ہیں اس میں ارتکاز اور شدت کی کمی محسوس ہو رہی ہے زبان اور بیان میں شعری جمالیات اور تہذیبی رنگ کا فقدان بھی محسوس ہو رہا ہے۔ جدید نئی غزل، آزاد نظم اور نئے نثری اسلوب نے معنی و وسعت کی نئی کروٹیں لی ہیں۔ اور جمالیاتی حسن اور عصری تقاضوں سے ہم آہنگی کا ایسا حسین امتزاج ابھرا ہے کہ نثری نظم ندامت کے دھندلکوں میں منہ چھپاتی محسوس ہوتی ہے اور اگر کوئی معجزہ نہ ہوا تو یہاں بھی اس کا وہی حشر منتظر ہے جس نے موت کی شکل میں اس کے مقدر پر مہر ثبت کی ہے۔

(گورکھپور سے)

ڈاکٹر ندیم صدیقی
سائرہ منزل سول لائنس
توگنج بلستی (اتر پردیش) ہ

نظم

ضمیر حرف

حمید الماس

نصیبِ صبح سے میرے سخن کا رشتہ ہے
کرن کرن سے منور ہے فکر
لفظوں میں گھلی ہوئی ہے صباحت
خیال شبنم ہیں
ملی ہے دل کو لطافت
نظر ہے آسودہ
عطا ہوئی ہے زباں کو لوائے مہر صفت
بساطِ ذہن نہایت ہی صاف ہے جس پر
نہیں ہے گرد
مرا ذہن وہ علاقہ ہے
جہاں حریر نما سبز سبز راہوں میں
گھنے شجر ہیں
ہر اک شاخ ہے ثمر آور
ہوائیں چوم کے جاتی ہیں پتے پتے کو
قدم ملا کے مسافر گذرتے رہتے ہیں
لبوں پہ حرفِ عداوت نہ آنکھ میں سرخی
نہیں ہے وہم و گماں بھی کشادہ سینوں میں۔
ہر اک منظر موجود ہے عزیز بہت
شگفتہ گل کی مہک ہے لہو کی گردش میں
ستارے ڈھونڈتی پھرتی ہے چشم زہرہ شکار
روش روش ہے منور کہ سب ہوں آسودہ
بساطِ ذہن سمندر ہے
جس کی موجوں میں
انوکھے سیپ رواداریوں کے موتی ہیں
چمکتا آب ہے جیسے جمالِ صبح ازل
کنارِ آب پرندے ہیں صف بہ صف جیسے
کھنچی ہوئی ہے مساوات کی لکیر یہاں
سہانی ریت پہ مرقوم دلنوازی ہے
فضا میں رنگِ طرب ہے
کوئی ملول نہیں
بساطِ ذہن کی تابانیوں میں شامل ہے
ہر ایک رنگ
مگر دھوپ ہو کہ بارش ہو
فنا نہ ہوں گے کبھی رنگ
یہ ودیعت ہیں
فرازِ عرش سے اتری ہوئی عنایت ہیں
(بنگلور سے نشر)

خاکہ نگاری

رام لال نابھوی

انسان کے ذہنی ارتقا اور شخصیت کی تعمیر و تشکیل میں انفرادی اور اجتماعی قوتیں کام کرتی ہیں ۔ اس کے شعور پر خارجی اور داخلی اثرات اپنا عکس ڈالتے ہیں ۔ جسمانی اور نفسیاتی عناصر اثر انداز ہوتے ہیں ۔ سماجی حقائق کی سرزمین میں اس کی انفرادیت نشو و نما پاتی ہے۔ آرٹ کے اظہار میں سماجی اثرات ۔ انفرادی محسوسات جذبات و تخیلات اور اختراعی ہنرمندی کی جلوہ گری ہوتی ہے ۔ جبلت اور پیدائشی خصلتیں ۔ تعلیم و تربیت خاندانی ماحول ۔ روایت و ثقافت ۔ شعور ۔ تحت الشعور کا عمل اور ردِ عمل کردار کی تشکیل کرتے ہیں ۔ انسان زمانہ سے اثر قبول کرتا ہے ۔ زمانہ پر اپنے نقش بھی چھوڑتا ہے ۔ علم اور شعور کی مدد سے وہ ایک راستہ بناتا ہے ۔ اسے چھوڑ دیتا ہے ۔ پھر نئے راستے کی تلاش میں سرگرداں ہو جاتا ہے ۔ حالات اور واقعات اس کی فطرت کو بدل دیتے ہیں۔ خیالات و احساسات اس کی دنیا کو ہی بدل ڈالتے ہیں ۔ انسانی فطرت کبھی جذبات کے معمولی جھٹکے سے پاش پاش ہو جاتی ہے اور کبھی بڑے سے بڑے طوفان کا مقابلہ کرنے میں کامیاب ہو جاتی ہے ۔ صناع اپنی جد و جہد اور ریاض سے ایک ایسا پیکر تیار کرتا ہے جو منظم ۔ مربوط ۔ موزوں اور متناسب ہوتا ہے ۔

فن کی استعداد فطری ہوتی ہے فنکارانہ استعداد خدا کی دین ہے ۔ فن میں فنکار کا مقام اس کی تخلیقات سے متعین ہوتا ہے۔ جو اس کی شخصیت کے آئینہ دار ہوتے ہیں ۔ ادیب یا شاعر میں انسانیت بدرجہ اولیٰ ہوتی ہے ۔ کیوں کہ وہ معمارِ حیات ہوتا ہے۔ ایک آدمی میں بہ یک وقت کئی آدمی زندہ ہوتے ہیں ۔ کئی آدمی بہ یک وقت متصادم رہتے ہیں ۔ ایک روشن دماغ میں کئی روشن دماغوں کی صلاحتیں موجود ہوتی ہیں ۔ شخصیت کے سبھی حصوں سے تو ملنا ہو ہی نہیں سکتا ۔

ان شخصیتوں میں جو شخصیت غالب ہوتی ہے وہ اس شخص کی شخصیت بن جاتی ہے ۔ لہٰذا کسی فن کار کا فنی مقام معلوم کرنے کے لیے ضروری ہے کہ اس کے ذہنی ارتقا کا جائزہ لیا جائے اور تب اس کے کارناموں کا مطالعہ ایمانداری سے کیا جائے ۔

خاکہ نگاری دریا کو کوزہ میں بند کرنے کا فن ہے ۔ معیاری سیرت نگاری اسے کہیں گے جو کردار کی افتادِ طبع اور خصائل کی تمام خصوصیات کا احاطہ کر سکے ۔ جن دانشوروں کے قلمی چہرے پیش کئے جا رہے ہیں، ان کی کمزوریاں، شہ زوریاں، کج کلاہیاں ۔ کج ادائیاں بھی جلوہ گر ہوتی ہیں ۔ خاکہ نگاری میں ہنستا بولتا لہجہ اچھا لگتا ہے ۔ اگر خاکہ لطیفہ گوئی کی شکل لے جائے تو خاکہ اڑانے کی حد کو چھو جاتا ہے ۔ طرزِ تحریر سادہ ۔ سریع الفہم، بے ساختہ اور دلچسپ ہونا ضروری ہے ۔ خوبیوں اور خرابیوں کا تناسب، و توازن پڑھنے والے کے نقطۂ نظر میں تبدیلی لاتا جاتا ہے ۔ پوری زندگی کے اہم واقعات کا انتخاب آسان کام نہیں ۔ خاکہ قصیدہ خوانی یا ہجو گوئی دونوں حدوں سے بہت پرے رہتا ہے ۔ خاکہ میں تلخ گوئی یا پھبتی کی شکل نہیں ہوتی ۔

اردو ادب میں خاکہ نگاری کے اولین ہلکے نقوش ہمیں میر کے نکات الشعراء میں ملتے ہیں اور پھر سعادت یار خاں کا تذکرہ خوش معرکہ زیبا " انشا کی دریائے لطافت' اور گل رعنا" میں کہیں کہیں جھلکیاں ملتی ہیں ۔ محمد حسین آزاد نے مختلف شعراء اور ادباء کے خاکے اس طرح پیش کئے ہیں کہ جیتی جاگتی تصویریں چلتی پھرتی نظر آتی ہیں ۔ آزاد کی " دربار اکبری" نیرنگ خیال" اور " آب حیات" میں کرداروں کے مخصوص زاویوں پر اس خوبصورتی سے روشنی ڈالی گئی ہے کہ نقادانِ فن نے سراہا ہے۔ " آب حیات" کے دیباچے میں آزاد خود لکھتے ہیں ۔

" جو حالات ان بزرگوں کے معلوم ہیں یا مختلف تذکروں میں متفرق مذکور ہیں، انہیں جمع کر کے ایک جگہ لکھوں اور جہاں تک ممکن ہو اس طرح لکھوں کہ ان کی زندگی کی بولتی چالتی پھرتی چلتی تصویریں سامنے آن کھڑی ہوں ، اور انہیں حیاتِ جاوداں حاصل ہے "۔

آزاد نے " آب حیات" کو تذکرہ خاکہ نگاری اور انشا پردازی کا باکمال نمونہ بنا کر پیش کیا ۔ رسوا نے " وضع داران لکھنؤ" کے نام سے اور شرر ان کے علاوہ خواجہ حسن نظامی نے دلی کی اکثر بڑی شخصیتوں کی تصویر کشی کی ۔

خاکہ نگاری پر پچاسوں کتابیں لکھی جا چکی ہیں ۔ آج بھی لکھی جا رہی ہیں ۔ مختلف رسالوں ۔ اخباروں کے نمبر اور گوشے سینکڑوں کی تعداد میں چھپ چکے ہیں ۔ آج بھی چھپ رہے ہیں ۔ مقتدر شخصیتوں پر یونیورسٹیوں میں پی ۔ ایچ ۔ ڈی کے لیے مقالے لکھوائے جا رہے ہیں، جن میں کوئی گوشہ تشنہ نہیں رہتا ۔ جوش ملیح آبادی کی زندگی میں ہی " افکار " کا جوش نمبر اور ساقی کا جوش نمبر مجھے ملے یہ ضخیم نمبر تھے ۔ " افکار" نے جوش کی تعریف میں اور ساقی نے جوش کے خلاف مضامین لکھوائے ۔ " نقوش" لاہور اور فن اور شخصیت" بمبئی نے شخصیتوں پر بڑے ضخیم نمبر شائع کئے ۔ اعزازی نشستوں میں مقالے پڑھے جاتے ہیں اور پھر انہیں کتابی شکل دی جاتی ہے ۔ حال ہی میں اردو اکادمی دہلی نے سہ روزہ سیمنار میں دہلی کی شخصیتوں پر خاکے پڑھوائے ۔

رشید احمد صدیقی کے ایک خاکے کا اقتباس ملاحظہ ہو ۔

" وہ غیر معمولی قابلیت کے آدمی نہ تھے، دولتمند نہ تھے، کچھ بہت ذہین بھی نہ تھے ۔ نہ انہیں توڑ جوڑ آتا تھا ۔ نہ خوش پوشاک نہ خوش گفتار ، نہ خوش باش نہ رنگین و رعنا وہ معمولی سے بھی زیادہ معمولی تھے ۔ پھر بھی وہ ایسے تھے کہ اب ہم میں ایسا کوئی نہیں اور نہ اب ڈھونڈنے سے بھی کوئی ایسا ہے ۔ سیاہ فام، چیچک رو، پست قد ، نحیف الجثہ ۔ پہلے پہل کوئی دیکھ لے تو منہ پھیر لے۔ برت لے تو غلام بن جائے ۔ میں بتا نہیں سکتا کہ ایوب کی خوبیوں نے ان کی بدصورتی کو کس درجہ دل آویز بنا دیا تھا "

تذکرے ، سوانح ، آپ بیتی ، خاکے ملک کا ادبی سرمایہ ہیں ۔ آنے والی نسلیں اسی سرمایہ سے بھی فیض اٹھا سکتی ہیں اگر وہ صحیح ہوں اور غیر جانبدارانہ انداز میں شخصیتوں کا مقام متعین کرنے کی کوشش کی گئی ہو ۔

" تو بھی بدل فلک کہ زمانہ بدل گیا" کے مصداق آج خاکہ نگاری نے بزنس کی شکل اختیار کر لی ہے ۔ خاکے لکھے نہیں جاتے ۔ لکھوائے جاتے ہیں ۔ چکر لگائے جاتے ہیں ۔ خوشامدیں کی جاتی ہیں ۔ رسالوں کے نمبر اور گوشے جیب سے رقمیں خرچ کر کے نکلوائے جاتے ہیں ۔ ایسے دانشور بھی بہت ہیں جو خود اپنے خاکے لکھ کر دوسروں کے نام سے چھپواتے ہیں ۔ ان کے اپنے اسلوب کی چھاپ موجود ہوتی ہے اور وہ گرفت میں آ جاتے ہیں۔ بہت سے خاکہ نگار اپنا نام اچھالتے ہیں ۔ ہر کردار میں خود کو نمایاں رکھتے ہیں ۔ واقعات کو بگاڑنا اور حقائق کو مسخ کرنا ان کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے ۔

آج شاعر اور ادیب اپنا ذکر چاہتا ہے اور کوشش میں رہتا ہے کہ اسی کا ذکر بھی ہو ۔ خاکے لکھوائے جاتے ہیں ۔ تبصرے چھپوائے جاتے ہیں اور کتابوں کی فروخت اور تقسیم کے انتظامات کئے جاتے ہیں، تاکہ دنیا دیکھ سکے کہ فلاں شاعر یا ادیب دنیائے ادب میں نمایاں مقام حاصل کر چکا ہے ۔ خود نمائی اور خود ستائی کا یہ عالم ہے کہ ادیب گروہوں میں بٹ گئے ہیں جس سے ادب کو سخت نقصان پہنچ رہا ہے ۔

(اردو مجلس دہلی سے)

جنیٹک انجینیرنگ

ڈاکٹر جلیل الرحمٰن قدوائی

موجودہ صدی نے سائنس اور ٹیکنالوجی میں ترقی کی جو رفتار دیکھی ہے وہ یقیناً حیرت انگیز ہے۔ خصوصاً دوسری عالمی جنگ کے بعد تو سائنس اور ٹیکنالوجی کے کارناموں نے دنیا کی صورت ہی بدل کر رکھ دی۔ خلائی پروازیں، الیکٹرانکس کی جادوگری، انسان کی جگہ لینے کے لیے روبوٹ اور کمپیوٹر کے بڑھتے قدم۔ یہ سب تو ہماری روزمرّہ زندگی کے مشاہدات ہوکر رہ گئے ہیں۔ لیکن سائنس کا وہ میدان جو علم حیوانات و نباتات یا بائیلوجیکل سائنس سے متعلق ہے یعنی جینٹکس۔ اس کے پچھلے چند سالوں کے کارنامے ابھی ہمارے روزمرّہ کے مشاہدات سے نسبتاً دور ہیں۔ آج کل جینٹک میں جو بنیادی تحقیقات ہورہی ہیں ان کا اثر آنے والے زمانے میں اس طرح ہمارے سامنے آنے والا ہے جس کا تصور بھی محال ہے۔

زندگی کیا ہے؟ اس معمّے میں جو پیچیدگیاں ہیں انھیں حل کرنے کے لیے جینٹک ہی نے ہماری راہیں ہموار کی ہیں۔ مشہور شاعر چکبست نے زندگی کی تشریح کرتے ہوئے ایک شعر میں بہت خوبصورت انداز میں اور بڑی سائنٹفک بات کہی تھی ؎

زندگی کیا ہے عناصر میں ظہورِ ترتیب
موت کیا ہے انھیں اجزا کا پریشاں ہونا

تقریباً وہ تمام عناصر جو زندگی سے مرتب کرتے ہیں سائنس دانوں کے علم میں تو بہت پہلے سے ہی ہیں لیکن عناصر کی وہ ترتیب کیا ہے جس سے زندگی کا ظہور ہوتا ہے یہ معمّہ، معمّہ ہی رہا۔

اب جو ٹیکنالوجی ہمارے ہاتھ آئی ہے اس کی مدد سے امید ہے کہ مستقبل قریب میں ہم اس معمّے کو حل کرنے میں کافی کامیابیاں حاصل کر سکیں گے۔ آیئے دیکھیں کہ یہ کیسے ممکن ہے۔ آپ میں بہت سے لوگ غالباً واقف ہوں گے کہ ہر جاندار شے چاہے جانوروں سے متعلق ہو یا پودوں سے، بہت ہی چھوٹے چھوٹے غباروں کی شکل کے Cells سے مل کر بنی ہے بیکٹیریا کا صرف ایک ہی سیل ہوتا ہے۔ یہ سیل اتنے چھوٹے ہوتے ہیں کہ خوردبین کی مدد سے ہی انھیں دیکھا جا سکتا ہے۔ یہی سیل دراصل زندگی کی اکائی ہیں اور زندگی انھیں سیل کے اندر موجود ایک مادّے PROTOPLASM کی خاصیت کا نام ہے۔ سیل کے بیچ میں کروموسوم ہوتے ہیں۔ کروموسوم ایک کیمیائی مرکّب ہے جس کو ہم DESOXYRIBO NUCLEIC ACID یا مختصراً DNA کہتے ہیں۔ دراصل ڈی این اے ہی وہ معمّہ تھا جس کے حل ہوتے ہی ہم نے ظہورِ زندگی کے لیے ترتیب عناصر کو سمجھنے میں بہت تیزی سے منزلیں طے کرنا شروع کر دیں۔ ڈی این اے کی شکل کھنچی ہوئی اسپرنگ کی طرح کے دو ایسے دھاگوں جیسی ہوتی ہے جو آپس میں لپٹے ہوئے ہوں ڈی این اے کے یہ دھاگے اتنے باریک ہوتے ہیں کہ خوردبین کی مدد سے بھی نہیں دیکھے جا سکتے اب الیکٹرون خوردبین کی مدد سے ڈی این اے کی عکس کشی ممکن ہو پائی ہے۔ آپ تعجّب کریں گے لیکن یہ حقیقت ہے کہ انہیں ڈی این اے کے دھاگوں پر ایک جاندار شے کے نشو نما اور خدوخال کی پوری تفصیل درج ہوتی ہے مثلاً انسانی سیل کے ڈی این اے میں اس انسان کے وجود میں آنے کی پہلی منزل سے لے کر موت تک اس کے نشو نما و خدوخال کی پوری تفصیل جیسے قد، رنگ، بدن کا ایک ایک تل اور اس کی جگہ غرضیکہ ہر چیز روزِ اوّل ہی درج ہو جاتی ہے۔ خدوخال کی یہ تفصیل ماں اور باپ سے اولاد میں آنے والے ڈی این اے کی مختلف ترتیبوں کی وجہ سے، اپنی انفرادیت پیدا کرتی ہے۔ اس طرح ڈی این اے مرتا نہیں بلکہ مختلف ڈی این اے کی ملاوٹوں کے ساتھ نسل در نسل منتقل ہوتا رہتا ہے جس کی وجہ سے مختلف شکلوں اور خاصیتوں کی مخلوق وجود میں آتی ہے۔

جیسا کہ میں نے بتایا کہ ڈی این پر نشو و نما اور خدوخال کی تفصیل درج ہوتی ہے ڈی این اے کی اس تحریر کے جملے Genes کہلاتے ہیں ہر جین تحریری جملوں کی طرح اپنا ایک خاص مطلب رکھتا ہے اور ڈی این اے بے شمار جین سے ہی مل کر بنتا ہے۔ کاغذ پر لکھی تحریر اور ڈی این اے کی کیمیائی تحریر میں ایک فرق یہ ہے کہ کاغذ پر لکھی تحریر کے سارے جملے ایک کے بعد ایک بغیر کسی رکاوٹ کے پڑھے جا سکتے ہیں لیکن ڈی این اے کے جین مختلف گروپ میں ہوتے ہیں اور ہر جین کے گروپ کے پہلے ایک کیمیائی سوئچ لگا ہوتا ہے یہ سوئچ "آن" اور "آف" ہو سکتا ہے۔ اگر سوئچ آن ہے تب ہی وہ جین کا گروپ اپنا پیغام سیل کو بتا سکتا ہے ورنہ نہیں اسی طرح زندگی کی مشین کے مختلف پرزے صرف ضرورت کے مطابق ہی بنتے ہیں ورنہ ان کا سوئچ بند رہتا ہے۔

انسان نے اب ڈی این اے کے کیمیائی جملوں یا جین کو پڑھنے کی صلاحیت پیدا کر لی ہے اور وہ کیمیائی حروف بھی اچھی طرح پہچان لیے گئے ہیں جن سے یہ جملے بنتے ہیں۔ اور اس مثال میں قطعی مبالغہ نہیں کہ اب تو سائنسدانوں نے ڈی این اے کے الفاظ کے ہجّے کا ما اور فل اسٹاپ بھی بخوبی پہچان لیے ہیں۔

۱۹۶۸ء میں پروفیسر ہرگوبند کھرانہ نے جو کہ ہندوستان میں پیدا ہوئے لیکن اب امریکن شہری ہیں۔ کیمیائی حروف کو ملا کر ایک جین اپنی تجربہ گاہ میں خود بنایا تھا۔ گویا زندگی کی مشین کا یہ پہلا پرزہ تھا جو انسان نے اس کے عناصر کو ترتیب دے کر بنایا ہو۔ اس عظیم الشان کارنامے پر کھرانہ کو نوبل انعام سے نوازا گیا تھا کھرانا کے اس کارنامے کے بعد ۱۹ سال کے اس عرصے میں سائنسدانوں نے جینٹکس میں غیر معمولی ترقی کی ہے۔ نہ صرف یہ کہ ہم جین کی تحریر کو پڑھنے اور سمجھنے لگے ہیں بلکہ سارے جسمانی نظام کو جین کس طرح قائم رکھتے ہیں اور کنٹرول کرتے ہیں، اس کے بارے میں بھی بہت کچھ معلومات حاصل ہو چکی ہے۔

ابھی میں نے بتایا تھا کہ ڈی این اے مثل ایک تحریر کے ہے اور جین اس تحریر کے جملے ہیں۔ اب اگر آپ تصوّر کریں کہ ڈی این اے کی تحریر سے ایک جملہ یا جین نکال کر اُسے کسی دوسری جاندار شے کے ڈی این اے میں پیوست کر دیا جائے تو گو کہ یہ جملہ نئی تحریر میں بے عمل ہوگا لیکن یہاں بھی اپنے اسی مفہوم کے ساتھ پڑھ لیا جائے گا۔

یہ جو میں نے کہا یہ محض خیالات کی بلند پروازی نہیں ہے بلکہ درحقیقت پچھلے چند سالوں میں انسان نے ڈی این اے کے ٹکڑے کر کے اس میں سے اپنے مطلب کا جین ڈھونڈھ نکالنا سیکھ لیا ہے۔ یہی نہیں بلکہ جین کو مع اس کے سوئچ کے دوسری جاندار شے کے ڈی این اے میں پیوست کرنا بھی بخوبی سیکھ لیا ہے۔ نتیجے کے طور پر ایک جاندار شے کی کوئی خاصیت اب ہم کسی دوسری جاندار شے میں جو اس خاصیت سے محروم ہو، منتقل کر سکتے ہیں اس ٹکنالوجی کو Gene Cloning یا Recombinant DNA یا Genetic Engineering کہتے ہیں۔

اب اگر آپ اپنی خیالی پرواز شروع کریں تو کیا کیا ممکنات آپ کے ذہن میں نہیں آئیں گے۔ مثلاً آپ

سوچیں گے کہ وہ جین جو ذہانت کا ذمہ دار ہے اگر کسی دوسرے انسان کے ڈی این اے میں منتقل کر دیا جائے تو وہ شخص بھی ذہین ہو جائے گا۔ یا یہ کہ آم کے مخصوص ذائقہ والا جین اگر امرود کے ڈی این اے میں پیوست کر دیں تو امرود میں آم کا ذائقہ پیدا کیا جا سکتا ہے۔ اس طرح یہ بھی خارج از امکان نہیں کہ کئی پھلوں اور ترکاریوں کی ملی جلی قسمیں پیدا کی جا سکیں۔ اور جس طرح ایک آرکیٹکٹ مکان کا نقشہ بناتا ہے ہم بھی اپنی پسند کی خاصیتیں لیے ہوئے جانور، پیڑ، پھل اور ترکاری پہلے سے بنائے ہوئے نقشہ کے مطابق پیدا کر سکیں۔

فی الحال یہ سب تو آنے والے زمانے کی باتیں ہیں لیکن جینٹک انجیرنگ کا جو نتیجہ ہمارے سامنے آچکا ہے وہ انسانی انسولین ہے۔ جو کہ انسانی انسولین جین کو بیکٹریا کے ڈی این اے میں پیوست کر کے بیکٹریا کے ذریعہ بنائی جا چکی ہے یہ پچھلے دو سالوں کا کارنامہ ہے امید ہے کہ بہت جلد انسانی انسولین بازار میں آجائے گی اس سے ذیابیطس کے مریضوں کو بہت راحت ملے گی اس طرح بہت سے زندگی بخش ہارمون جو انسان کے بدن کے اندر بنتے ہیں لیکن اور کہیں دستیاب نہیں ان کا جین بھی بیکٹریا کے ڈی این اے میں پیوست کر کے اب انسانی ہارمون کافی مقدار میں اور بہت سستے طریقے پر بیکٹریا کے ذریعہ بنائے جا سکتے ہیں گویا بیکٹریا جس کو آج تک مختلف بیماریوں سے منسوب کرتے رہے ہیں مستقبل قریب میں زندگی اور صحت بخش دواؤں کے کارخانوں کی جگہ لیں گے۔

جینٹک انجیرنگ ہمیں کینسر پر قابو پانے کے سلسلے میں بھی بہت مدد کر رہی ہے۔ حال ہی میں دریافت ہوا ہے کہ کینسر پیدا کرنے کا ذمہ دار بھی جین ہی ہوتا ہے یہ جین ہر انسان کے ڈی این اے میں موجود رہتا ہے چاہے وہ کینسر کا مریض ہو یا نہ ہو۔ کینسر کے جین کو Oncogene کہتے ہیں۔ تندرست انسان کے کینسر جین کے پاس یا تو اس کو "آن" کرنے والا سوئچ نہیں ہوتا یا وہ سوئچ آف [illegible] جب بھی کوئی کینسر پیدا کرنے والی چیز جس کو Carcinogenic [illegible] کہتے ہیں [illegible] تابکاری شعاعیں فضائی آلودگیاں [illegible] کے سوئچ کو آن کر دیتی ہے۔ کینسر کا [illegible] جین کو سوئچ کے ساتھ بیکٹریا کے [illegible] میں پیوست کر کے کینسر کے راز کو معلوم کرنے کی کوشش بہت تیزی سے جاری ہیں۔

جینٹک انجیرنگ کے یہ سارے کارنامے پچھلے ۲، ۳ سالوں کے اندر ہی کے ہیں۔ گویا یہ تو محض معمولی سی شروعات ہے۔ آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا۔

(لکھنؤ سے نشر)

ڈاکٹر جلیل الرحمٰن قدوائی اسسٹنٹ ڈائرکٹر
سنٹرل ڈرگ ریسرچ انسٹی ٹیوٹ۔ لکھنؤ۔

بحری سائنس میں
بھارت کے بڑھتے قدم

اسرار احمد

کتنے تعجب کی بات ہے ۱۹۶۰ تک ہم مختلف ذرائع سے چاند کے بارے میں تو زیادہ معلومات رکھتے تھے لیکن اپنے ملک سے ملے ہوئے تقریباً چھ ہزار کلو میٹر ساحلی علاقہ رکھنے والے سمندر کے بارے میں کم۔ لیکن ہم آج فخر کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ ہمارا ملک دُنیا کے ان چند ممالک میں سے ایک ہے جو بحری سائنس میں دُنیا کی پیشوائی کر رہے ہیں — بھارت میں بحری سائنس دیگر سائنسی شعبوں کے مقابلے میں طفلی حیثیت رکھتی ہے۔ مگر اس میدان میں بھارت نے جس تیزی سے ترقی کی ہے وہ قابل ستائش ہے برطانوی حکومت نے ۱۸۷۳ میں چارلس وائلے تھامسن کی سربراہی میں بحری تحقیق کی مہم "چیلنجر" شروع کی اور بحر ہند کے بارے میں اہم انکشافات کیے۔ اس کے بعد برطانوی حکومت نے بحر ہند کی تحقیق کے لیے ڈاکٹر جے۔ آرمسٹرانگ کی سربراہی میں "انوسٹیگیٹر" اوّل اور پھر دوئم تحقیقی بحری جہاز روانہ کیے۔ لیکن کسی خاص سمت اور مقصد کے بغیر یہ کام ہوتے رہے۔

۱۹۴۷ میں آزادی کے بعد باقاعدہ مرکزی بحری تحقیقی ادارہ اور بحریہ کی طبعیاتی بحری لیبارٹری کا قیام عمل میں لایا گیا۔ اس کام کی اہمیت کو مدِ نظر رکھتے ہوئے قومی سطح پر ایک بورڈ کی تشکیل کی گئی جو بحری تحقیق سے متعلق کاموں کا جائزہ لیتا ہے۔ "گوا" کے بحری سائنسی مرکز میں آج جدید ترین آلات و وسائل موجود ہیں۔ ۱۹۸۱ میں بحری ترقیاتی بورڈ کی تشکیل ہوئی جس کے تحت مختلف بحری وسائل کی ترقی و تحفظ۔ سمندر کی اندرونی سطحوں پر معدنیات کی تلاش۔ بحری توانائی کا حصول اور استعمال اور نئے نئے بحری علاقوں میں تحقیقات و تجربات کا کام کرنا شامل ہے۔

۱۹۷۲ میں قومی بحری سائنسی مرکز نے اپنا پہلا تحقیقی بحری جہاز "گویشنی" حاصل کیا اور کلکتہ میں لائڈس اینڈ شپنگ کارپوریشن آف انڈیا کی نگرانی میں اُس کو جدید ترین آلات سے لیس کیا گیا۔

۱۹۷۶ سے "گویشنی" ہر موسم میں سمندری پانی کا درجۂ حرارت ناپنے گہرائی معلوم کرنے بحری کیمیاوی تجزیات اور نباتاتی و حیواناتی زندگی کے مشاہدات کرنے اور سمندر کی تہہ سے معدنیات نکالنے کا کام بخوبی انجام دے رہا ہے۔ اس کام کے لئے اس جہاز میں چار تجربہ گاہیں ہیں۔ ۲۵ جنوری ۱۹۸۲ کی شام کو "گویشنی" کے جانباز عملے نے بحر ہند کی تہہ سے مختلف ملی جلی دھاتوں کے ٹکڑے برآمد کیے جن میں تقریباً چالیس دھاتیں شامل ہیں اور ان میں کچھ نہایت قیمتی دھاتیں بھی ہیں۔

دوسرا بھارتی تحقیقی جہاز "ساگر کنیا" ہے جو ۱۹۸۱ میں مغربی جرمنی میں تیار ہوا اور ۱۹۸۳ سے بحر ہند میں تحقیقی کام کر رہا ہے۔ "ساگر کنیا" میں تیرہ تحقیقی رسدگاہیں اور کمپیوٹر ہیں۔ یہ تیل اور قدرتی گیس کمیشن کے تحت کام کر رہا ہے۔

تیسرا بحری تحقیقی جہاز "سمندر منتھن" ہے جو جیولاجیکل سروے آف انڈیا کے تحت سمندر کی تہوں میں معدنیاتی ذخائر کی تلاش کر رہا ہے۔

بھارت میں بحری سائنس کا ایک زبردست کارنامہ قطب جنوبی یا انٹارٹیکا کی مہم ہے۔ ۹ جنوری ۱۹۸۲ کو ڈاکٹر سید ظہور قاسم کی سربراہی میں پہلی ٹیم قطب جنوبی کی سرزمین پر اتری اور وہاں تحقیقات کی ابتدا کی اس کے بعد دوسری ۲۸ ممبران کی ٹیم جس میں مختلف اداروں کے بارہ سائنسداں شامل تھے ۲۸ دسمبر ۸۲ کو قطب جنوبی پہونچی اور ۵۶ دن قیام کے بعد ۲۱ مارچ ۱۹۸۳ کو واپس آئی اس کے بعد تیسری ٹیم نے وہاں مستقل تجربات کے لئے بنائے اسٹیشن دکشن گنگوتری میں تحقیقاتی سلسلہ شروع کیا ۲۹ دسمبر ۱۹۸۱ کو چوتھی ٹیم ڈاکٹر بھٹاچاریہ کی سربراہی میں دکشن گنگوتری پہونچی اس ٹیم کو لے جانے کے لیے ۱۱۰ میٹر لمبے اور ۲۰ میٹر چوڑے بحری جہاز فن پولارس کا استعمال کیا گیا ہے جس پر جدید ترین تحقیقی آلات کے علاوہ ۱۸ ٹن کا ایک کرین۔ ۴۰۰ ٹن گیرتج کا سامان۔ ۳۰ ٹن رہائشی انتظام کا سامان اور ۳ ٹن کھانے کا سامان بھی موجود ہے۔

بھارت کی بحری سائنس میں اس ترقی اور دلچسپی کو حالیہ بین الاقوامی بحری سائنس کانفرنس میں سراہا گیا اور ہندوستان کو گہرے سمندروں میں معدنیاتی ذخائر کی کھدائی کرنے اور تجربات کرنے کا حق دے دیا گیا جو اب تک دُنیا کے چند ممالک کو حاصل ہے۔

اس طرح بھارت میں بحری سائنس کا مستقبل روشن اور تابناک ہے اور اس کے قدم آگے ہی بڑھتے رہیں گے۔ لیکن ان کامیابیوں کو دہراتے وقت ہم کو ان جانباز بھارتی سپوتوں کو بھی خراجِ عقیدت پیش کرنا فرض ہے جنہوں نے ان مہمات میں اپنی جانیں گنوائیں تاکہ ملک کا نام روشن ہو۔

(رام پور سے نشر)

اسرار احمد لیکچرر۔ گورنمنٹ حامد انٹر کالج، رام پور۔

آندھرا پردیش میں نرمل کی صنعت

سید معین الدین

آندھرا پردیش میں نرمل کی صنعت رنگوں کی وہ داستان ہے۔ جو پانچ سو سال پہلے سے چلی آ رہی ہے۔ اور جہاں کے مصوّر اجنتا کے مصوّروں کی طرح اپنے رنگ خود ہی بنایا کرتے تھے۔ کہتے ہیں کہ نرمل گاؤں میں جو حیدرآباد سے ۲ سو کلومیٹر دور پر واقع ہے، ایک کارخانہ ہوا کرتا تھا۔ جس میں ہتھیاروں کے علاوہ دوسری نقش و نگار کی چیزیں جیسے لکڑی پر نقاشی اور ڈیزائن پینٹنگ کی جاتی تھی۔ اِس کارخانے کا مالک نُما نایک نامی ایک چودھری تھا۔ جس کے نام پر اس گاؤں کا نام رکھا گیا۔ پہلے پہل نرمل کے کاریگر بندوق، طمنچہ اور تلوار جیسے ہتھیاروں کے دستوں پر نقش و نگار کا کام کرتے تھے۔ رفتہ رفتہ اِن کاریگروں نے بہت سی خوبصورت اور روزمرّہ کام آنے والی چیزیں بنانا شروع کیں۔ جن میں پردے گنجفہ سیٹ، خان چھپے، شطرنج کے مہرے اور بساطیں، مختلف قسم کے پھل اور تمام کی ترکاریوں کی شکلیں، کھلونے اور پان کا سیٹ جس میں پان کے بیڑے، سگریٹ کی ڈبیا، دیا سلائی، جوتری، لونگ، الائچی اور چھالیہ وغیرہ شامل ہیں۔ یہ ساری چیزیں وہ لکڑی سے بناتے اور اُن میں قدرتی رنگ کچھ اِس طرح بھرتے کہ لوگ اُنہیں اصلی سمجھ کر مُنہ میں ڈال لیتے تب اُنہیں اندازہ ہوتا کہ نقل اصل کے کتنے مُشابہ ہے!!

اُن کی صناعی کا طریقہ یہ ہوتا کہ وہ پنکی کی لکڑی جو خاصیت میں بڑی نرم ہے اور جو نرمل کے اطراف کے علاقوں میں کثیر تعداد میں دستیاب ہے اُسے کاٹتے اور سُون سے گھس کر مناسب شکل دیتے۔ اس پر املی کے بیج کی لئی بنا کر اُس پر کپڑا چپکا دیتے۔ اور مزید مُسطح کرنے کے لئے اُس پر ایک قسم کی مٹی لگاتے جسے اُن کی زبان میں سدّاپٹی کہتے ہیں پھر اُس کو ریگ مال سے صاف کرتے اور اُس پر رنگ کرتے۔ ان کے اپنے رنگ بنانے کا طریقہ یہ ہوتا کہ سفید بنانے کے لئے وہ سیپیوں کو بہت باریک پیس کر چھان لیتے اور اس سفوف میں مناسب مقدار میں گوند اور سریش ملا کر برش سے پینٹ کرتے۔ اسی طرح لال، اور پیلا رنگ بنانے کے لئے لال اور پیلے پتھر پیس کر اُن کے رنگ بنایا کرتے۔ کالا رنگ بنانے کے لئے یا تو کالا پتھر یا کوئلے کا استعمال کرتے یا آم کے پتوں کو جلا کر اس سے کالا رنگ اخذ کرتے۔ نرمل کے رنگوں میں نقرئی اور طلائی رنگ بہت اہمیت کے حامل ہیں۔ چاندی کا رنگ بنانے کے لئے قلعی کو سریش میں ملا کر اتنا کوٹتے کہ وہ لئی کی شکل اختیار کر لیتا۔ جسے وہ چاندی کے رنگ کے طور پر استعمال کرتے۔ اور چاندی کے رنگ کو سونے کے رنگ میں تبدیل کرنے کے لئے وہ ایک جوشاندہ استعمال کرتے۔ جس کے بنانے میں گوگل، ایلوہ، السی کے تیل وغیرہ کا استعمال کرتے۔ یہ تھا وہ روائتی طریقہ جو نرمل کے مصوّر استعمال کرتے تھے۔ جیسے جیسے وقت گذرتا گیا۔ اور بنے بنائے رنگ بازار میں مہیا ہونے لگے۔ ویسے ویسے ان کاریگروں نے بھی خود سے رنگ بنانا ترک کر دیا۔ اُس کی ایک وجہ یہ تھی کہ رنگ کے بنانے میں اُن کا کافی وقت خرچ ہو جاتا تھا۔ اور اس کے علاوہ اُن کو بازار میں سستے داموں میں رنگ دستیاب ہونے لگے تھے۔

نرمل کی صنعت صدیوں سے راجاؤں اور بادشاہوں کے زیر سرپرستی پھلتی پھولتی رہی۔ لیکن بیسویں صدی کے چوتھے دہے میں اُس پر ایسا وقت بھی آیا کہ وہ دم توڑ رہی تھی۔ عین ایسے وقت مسز علی حیدر جو مسز اکبر حیدری کی بہو تھیں انہوں نے نرمل آرٹ کی تجدید کا بیڑا اٹھایا۔ اور حکومت کی مدد سے کچھ کاریگروں کو نرمل سے بلوا کر حیدرآباد میں، نرمل پینٹنگس کا اعادہ کیا۔ اور اس طرح حکومت کے زیر نگرانی نرمل انڈسٹری کا وجود ۱۹۵۰ء میں عمل میں آیا۔ یہ انڈسٹری سنہ ۱۹۸۰ء تک محکمہ صنعت و حرفت کے تحت کام کرتی رہی۔ حکومت آندھرا پردیش نے دست کاری کی صنعت کے فروغ کے لئے A.P.H.D.C کا قیام عمل میں لایا۔ اور اب نرمل انڈسٹری اِسی ادارے کے تحت کام کر رہی ہے۔

نرمل انڈسٹری نے بتدریج صناعی کے طریقہ کو اِس طرح بدلا کہ پنکی لکڑی کے بجائے ساگوان کا استعمال شروع کیا۔

اِس سے ایک فائدہ یہ ہوا کہ مختلف خوبصورت اور آرٹسٹک چیزوں کے ساتھ ساتھ پرانی وضع کے فرنیچر جس کو Trade Furniture کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے بنوانا شروع کیا۔ جس میں ڈرائنگ روم، ڈائننگ روم، بیڈ روم اور ڈریسنگ روم کے فرنیچر کے علاوہ وہ ٹیبل پر استعمال کی چیزیں جیسے کشتی، قلمدان، پن ٹرے اور مختلف رنگوں اور ڈزائنوں سے آراستہ کی ہوئی گھڑیاں، ڈبے، ٹیلیفون اسٹینڈ، البم، موم بتی کے اسٹینڈ وغیرہ شامل ہیں۔ ان کے علاوہ نرمل کی پینٹنگس جو ان گنت ڈیزائنوں پر مشتمل ہیں۔ وہ اپنی مثال آپ ہیں۔ ان کو تیار کرنے میں جو طریقہ نرمل انڈسٹری نے اختیار کیا ہے اُس میں Nitro Celallose Paints کا استعمال قابل ذکر ہے۔ جیسے عام طور پر ڈکو پینٹ کہتے ہیں۔ اشیا کارپنٹری سیکشن میں بن جانے کے بعد اُن پر N.C. Premier اور N.C. Putty کا استعمال کیا جاتا ہے جس سے اُسے مسطح کیا جاتا ہے۔ اُن پر ڈیزائن کی مناسبت سے پس منظر کے رنگ لیئے جاتے ہیں۔ اور انہیں خوبصورت ڈیزائن سے آراستہ کرنے کے لئے آرٹ سیکشن بھیجا جاتا ہے۔ مصوّروں کی سہولت کے لئے انڈسٹری چھوٹے اور بڑے ہر ڈیزائن کے سوراخوں والے خاکے تیار کرتی ہے۔ جس کے ذریعہ آرٹسٹ چاک پوڈر کے استعمال سے اس کا نقش حاصل کرتا ہے اور رنگوں کی پرکاری سے اُس کو خوبصورت ڈیزائن میں تبدیل کرتا ہے۔ یہاں ایک بات جو اہمیت کی حامل ہے وہ یہ ہے کہ ساری دُنیا میں پینٹنگس کے لئے یا تو واٹر کلرس استعمال کئے جاتے ہیں یا آئل کلرس نرمل انڈسٹری ہی ایک ایسا ادارہ ہے جس نے تمام ڈیزائن کے پینٹ کرنے کے لئے Nitro Cellalose رنگوں کا استعمال کیا ہے۔ جس کی افادیت یہ ہے کہ جہاں اِن رنگوں سے بنی ہوئی چیزیں شیشے کی طرح صاف ہوتی ہیں۔ وہیں ڈیزائن کی فنشنگ میں کافی نکھار آتا ہے۔ اِس کے علاوہ N.C. Paints کا استعمال پینٹنگس کو دیرپا بنا دیتا ہے۔

نرمل انڈسٹری میں جو ڈیزائن استعمال ہوتے ہیں۔ وہ بنیادی طور پر روایتی ہوتے ہیں۔ جن میں بیشتر ایسے ڈیزائن ہیں جنہیں انڈسٹری کے ڈزائنر روایتی طرز کو پیش نظر رکھ کر تخلیق کرتے ہیں۔ دوسرے وہ ڈیزائن ہیں۔ جو ملک کے مختلف اسکول آف آرٹس سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور جنہیں نرمل انڈسٹری نقل کرتی ہے۔ جن میں مغل اسکول آف آرٹس، اجنتا اسکول آف آرٹس، کانگڑا اسکول آف آرٹس اور دکنی اسکول آف آرٹس وغیرہ کے ڈیزائن شامل ہیں۔

نرمل کے ڈیزائن میں باریک پینٹنگس کی بڑی اہمیت ہے۔ پینٹنگس عام پینٹنگس سے اس طرح مختلف ہیں کہ اِن میں بہت ہی باریک کام کیا جاتا ہے۔ چنانچہ مصوّری کی تفصیلات کو دیکھنے کے لئے محدب عدسہ کی ضرورت پڑتی

ہے حالانکہ مصوّر تصویر کے بناتے وقت عدسہ استعمال نہیں کرتا۔ یہ مصوّر نہ صرف باریک پینٹنگ کرتے ہیں۔ بلکہ اسی ہُنر کو استعمال کرتے ہوئے پورٹریٹ پینٹنگس بھی کرتے ہیں۔ اِن مصوّروں میں آنجہانی شری جی باسا اور موجودہ مصوّروں میں شری سید صدیق قابل ذکر ہیں۔ جنہوں نے اِس فن میں نیشنل اوارڈس حاصل کئے ہیں۔ نرمل کے ایک اور مصوّر شری جی راملو ہیں۔ جنہیں حکومت آندھرا پردیش نے اسٹیٹ ایوارڈ سے نوازہ ہے۔ انڈسٹری کو ابتدائی مراحل میں جن مصوّروں اور اساتذہ نے انڈسٹری کی ترقی کے لئے کارہائے نمایاں انجام دیئے اُن میں آنجہانی سرداشری سوماجی ماسٹر، محمد قاسم ماسٹر اور جی وینکٹ رامیّا قابل ذکر ہیں۔

حکومت آندھرا پردیش نے نرمل کے صنعت کی بقا اور ترقی کے لئے شروع ہی سے مسلسل ٹریننگ اسکیموں کا اہتمام کیا جس کے نتیجہ میں تقریباً (۲۵۰) لڑکے اور لڑکیوں کو خاص طور پر نرمل کے ہُنر میں ٹریننگ دی گئی ہے۔ ٹریننگ کے لئے ایسے ہی لڑکے اور لڑکیوں کو منتخب کیا جاتا ہے جن کو مصوّری سے فطری لگاؤ ہو۔ اور جو نرمل پینٹنگ کو بحیثیت روزگار اپنانا چاہتے ہوں۔ اس ۲ سالہ ٹریننگ کے فوری اختتام پر انڈسٹری بحیثیت مصوّری اُن کی خدمات حاصل کرلیتی ہے۔

نرمل کی بنائی ہوئی پینٹنگس اور مختلف اشیاء کی نکاسی کا انتظام حکومت کے ذریعہ کیا جاتا ہے۔ اس سلسلے میں جس کے دفتر آندھرا پردیش کے ساتھ ساتھ ملک کے دیگر اہم شہروں میں واقع ہیں۔ نرمل کی اشیاء بیرون ملک بھی بھیجی جاتی ہیں۔ جو زرمبادلہ حاصل کرنے میں ممدّد اور معاون ثابت ہوتی ہیں۔

کہتے ہیں کہ رنگ کی اپنی زبان ہوتی ہے۔ اور اس زبان کی خصوصیت یہ ہے کہ بین الاقوامی سطح پر بولی اور سمجھی جاتی ہے۔ نرمل کی صنعت رنگ کی اسی زبان کو استعمال کرتے ہوئے سب کے جمالیاتی ذوق کی تسکین کا سامان فراہم کررہی ہے۔ (حیدر آباد سے)

اجمل اجملی

ترے کرم پہ ستم کا گمان ہوتا ہے
عجب خوشی ہے کہ غم کا گمان ہوتا ہے
نگاہِ یار تری دل نوازیاں نہ سہیں
ملیں تو اب بھی کرم کا گمان ہوتا ہے
خداؤں کی صف میں
خدا اک ایسا بھی پایا صنم کا گمان ہوتا ہے
سر جبیں پہ اپنے وہ تراش خراش
نگاہِ بت کدہ جھک جائے صنم کا گمان ہوتا ہے
وہ سادگی کہ حرم کا گمان ہوتا ہے
(آزاد سروس سے)

گدھوں کی کانفرنس

ہاشم عظیم آبادی

گدھوں کی کانفرنس میں شرکت کے لیے ملک کے کونے کونے سے آتے ہوئے گدھوں سے پورا پنڈال بھرا ہے۔ کانفرنس کی کارروائی شروع ہونے میں ابھی کچھ دیر ہے اس لیے گدھے گھاس چرنے یا گدھیوں پر آوازہ کستے نظر آرہے ہیں۔ اتنے میں مائک پر ڈھینچوں ڈھینچوں کی آواز سن کر سارے گدھے پنڈال کی طرف دوڑ پڑتے ہیں۔ پنڈال میں گدھیوں کے بیٹھنے کا خاص اہتمام ہے۔ جب ہر طرف خاموشی چھا جاتی ہے تو ایک سن رسیدہ گدھا مائک پر آکر خصوصی انداز میں ڈھینچوں ڈھینچوں کرکے کانفرنس کا افتتاح کرتا ہے۔ بعدۂ کانفرنس کی صدارت کے لیے خر جھنجھٹ پوری کا نام پیش کیا جاتا ہے جس کی تائید خر چٹنوی کرتے ہیں۔

کرسی صدارت سنبھالتے ہی خر جھنجھٹ پوری اظہار انکساری کے بعد فرماتے ہیں "حاضرین کانفرنس۔ جب گدھوں کی اس کانفرنس کی صدارت کے لیے مجھ ذرّہ ناچیز کا انتخاب ہی کیا گیا ہے تو یہ بارگراں بہرحال مجھے اٹھانا ہی ہے۔ لیکن مشکل یہ درپیش ہے کہ صبح سے پیٹ میں کافی گرانی محسوس کررہا ہوں۔ بات یہ ہے کہ جھنجھٹ پور سے روانگی کے وقت اسٹیشن پر کافی مقدار میں خربوزہ کے چھلکے کھانے کو مل گئے تھے.... خیر چھوڑیئے ان باتوں کو۔ اب میں کانفرنس کی کارروائی شروع کررہا ہوں۔ لیکن پہلے یہ واضح کردوں کہ مقرر گدھوں کی جو فہرست مجھے دی گئی ہے وہ اس قدر طویل ہے کہ اگر یہ کانفرنس مسلسل دو روز تک بھی چلتی رہے تو بھی سلسلۂ تقریر ختم ہونے کو نہ آئے۔ لہٰذا میں نے یہ طے کیا ہے کہ اس کانفرنس میں فی الحال خر بے دھڑک پوری، خر ڈھینچوی اور خر چٹنوی کی تقاریر کے بعد ریزولیوشن پاس کرکے کانفرنس کی کارروائی ختم کردی جائے۔ .... تو سب سے پہلے میں خر بے دھڑک پوری سے گزارش کروں گا کہ مائک پر تشریف لاکر اظہار خیال فرمائیں۔"

خر بے دھڑک پوری گہر افشانی فرماتے ہیں:۔

صدر محترم، معزز گدھے اور گدھیاں۔ میں اپنی تقریر کو زیادہ طول نہ دے کر صرف کام کی باتوں کی طرف اشارہ کرنے کی کوشش کروں گا .... حاضرین کانفرنس! اس سے بڑھ کر ہماری بدقسمتی اور کیا ہوسکتی ہے کہ ہماری کوئی جماعت نہیں۔ ہمارا کوئی سنگھٹن نہیں اور نہ ہماری زندگی کا ظاہرہ کوئی مقصد ہی ہے۔ یہ تو غنیمت ہے کہ ہمارے دانشوروں نے گدھوں کی یہ کانفرنس بلائی ہے۔ اگر اب بھی ہم گدھے خواب غفلت میں رہے، اپنے حالات سدھارنے اور بہتر بنانے کی کوشش نہ کی، یا ہم نے اپنا کوئی مقصد حیات نہ بنایا تو یاد رکھیں دوستوں کہ ہم گدھے تھے گدھے ہیں اور گدھے ہی رہیں گے۔

بھائیو۔ یہ بھی کوئی زندگی ہے کہ اگر کبھی ہم اپنا من پسند نغمہ سر راہ الاپنا چاہیں تو الاپ نہ سکیں۔ ہمارے نغموں اور ہماری موسیقی کی کبھی ریکارڈنگ نہ ہو۔ کیا صرف انسان ہی کے اندر موسیقار اور گلوکار پیدا ہوتے ہیں۔ کیا صرف انسان ہی کو سڑکوں پر الاپنے اور اپنے بے سرے گانے ریکارڈ کرانے کا حق حاصل ہے اور ہم گدھے گئے چولھے بھاڑ میں۔ کیا اس میں ہم سارے گدھوں کی توہین نہیں۔ کیا ہمارا مقصد حیات صرف یہی ہے کہ دن رات بوجھا ڈھویا کریں۔ ویسے بوجھا ڈھونے میں ہمیں کوئی اعتراض بھی نہیں۔ کیونکہ ہماری قوم محنت و مشقت کی عادی ہے۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہم پر کمر توڑ بوجھ لادا جائے۔ خاص کر یہ دھوبی جن سے عموماً ہمارا سابقہ پڑتا ہے نہایت شقی القلب، ظالم اور بے رحم ہوتے ہیں۔ یہ دھوبی ہم پر کمر توڑ بوجھ لادنے کے بعد خود بھی ہم پر سوار ہوجاتے ہیں۔ اب اگر ناقابل برداشت بوجھ کے باعث ہماری رفتار دھیمی ہوجائے تو ہم پر رحم کھانے کے بدلے الٹا ہم پر ڈنڈے برسائے جاتے ہیں۔ آخر ان دھوبیوں کا ظلم ہماری قوم کب تک برداشت کرتی رہے گی۔ اس ظلم کی انتہا بھی کبھی ہوگی یا یہ چکر یوں ہی چلتا رہے گا۔

میرے دوستو۔ یہاں آنے سے ایک روز قبل کی بات ہے کہ رامو دھوبی مجھ پر بھاری بوجھ لاد کر جب خود بھی میری پیٹھ پر سوار ہونے لگا تو احتجاجاً میں نے دولتی جو جھاڑی تو رامو دھوبی نے مجھ پر اسقدر ڈنڈے برسائے کہ میں بے سدھ ہوگیا۔ اس پٹائی کا اب بھی اسقدر اثر ہے کہ آگے اظہار خیال میں رکاوٹ ہورہی ہے۔ لہٰذا اپنی تقریر ادھوری چھوڑ کر رخصت ہورہا ہوں۔

خر بے دھڑک پوری کے بعد جناب صدر نے خر ڈھینچوی

کو دعوت تقریر دی۔

خر ڈھینچوی نے مائک کے سامنے آتے ہی گہر افشانی فرمائی:۔

جناب صدر اور حاضرین کانفرنس ابھی ابھی خر بے دھڑک پوری نے اپنی دانشمندانہ تقریر کے دوران جن خیالات کا اظہار فرمایا ہے وہ ہمارے ناگفتہ بہ حالات کے صحیح ترجمان ہیں۔ صاحب موصوف نے ابھی ابھی جو رامو دھوبی کے ہاتھوں بے قصور پٹنے کا تذکرہ کیا ہے ویسے حالات سے قریب قریب ہم سبھی گدھے برابر دوچار ہوتے رہتے ہیں۔ بھائیو کبھی کبھی میں یہ سوچنے پہ مجبور ہوتا ہوں کہ کیا ہماری پیدائش کا مطلب ہی تو یہ نہیں کہ خود اپنے اوپر بھی اختیار نہ رہے اور ہماری ساری زندگی انسان کی خدمت گزاری میں گزرے ...... وہ بھی ایسے انسان کی خدمت گزاری میں کہ جس کے نالائق چھوکرے ہمارے ساتھ ایسے ایسے ناروا سلوک روا رکھیں کہ جس کی تفصیل سے شرم آئے ..... ہاں ہم کو اس بات کا فخر ہے کہ ہماری قوم کے ہر گدھے میں گدھا پن بدرجہ اتم رہتا ہے لیکن ہر انسان میں انسانیت نہیں ہوتی۔ اسی انسان کے نالائق لڑکے ہمیں زبردستی پکڑ کر ہم پر سواری کرتے ہیں۔ ہمیں خوب خوب دوڑاتے ہیں ہمارے کان اینٹھتے ہیں۔ صرف یہی نہیں بلکہ اپنی مزید تفریح طبع کے لیے ہماری دُم میں ٹین کا کنستر باندھ کر اس میں پوال رکھ کر آگ لگا دیتے ہیں اور ادھر ہم ہیں کہ بے تحاشہ بھاگتے بھاگتے تنگ آجاتے ہیں۔ ہماری اچھل کود اور بدحواسی پر خوب خوب تالیاں بجائی جاتی ہیں۔

معزز گدھے اور گدھیاں! انسان کے بچے آزادانہ سڑکوں پر کھیل سکتے ہیں۔ دوڑ دھوپ کر سکتے ہیں۔ لیکن اگر ہمارے نونہال بھی سڑکوں پر لوٹنا یا سرِ راہ ڈھینچوں ڈھینچوں کرنا چاہیں تو ان کی تواضع ڈھیلوں سے کی جاتی ہے۔ انسان کے جو بچے کودن غبی اور کند ذہن ہوتے ہیں انھیں ان کے والدین گدھا کہہ کر مخاطب کرتے ہیں اور وہ یہ نہیں سوچتے کہ اس طرح ہماری کس قدر دل آزاری اور دلشکنی ہوتی ہے..... لہٰذا ہم چاہیں گے کہ ایک ایسا ریزولیوشن بھی پاس کیا جائے کہ کوئی انسان اپنے کند ذہن اور غبی لڑکے کو گدھا نہ کہے..... جی ہاں صدر محترم مجھے وقت کی نزاکت کا پورا احساس ہے..... لیجئے میں اپنی تقریر ختم ہی کیے دیتا ہوں۔

اب خر چینٹوی تشریف لائیں، جناب صدر نے پکارا۔ خر چینٹوی نے مائک کے سامنے آتے ہی ڈھینچوں ڈھینچوں کی خوش کن موسیقی کے ساتھ اپنا تازہ کلام سنانا چاہا تو جناب خر جھنجھٹ پوری نے مداخلت کرتے ہوئے فرمایا...... میں نے کانفرنس کی ابتدا ہی میں یہ بات واضح کر دی تھی کہ گدھوں کی یہ کانفرنس اپنے ناگفتہ بہ حالات پر غور کرنے کے لیے بلائی گئی ہے نہ کہ محفل مشاعرہ برپا کرنے کو۔ اگر جناب خر چینٹوی اپنا تازہ کلام سنانے پر مصر ہی ہیں تو تقریر کے بعد غزل سرائی کر سکتے ہیں۔ لیکن ابھی کسی بھی حال میں اس کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔

جناب صدر کے اس اعلان سے برافروختہ ہو کر جناب خر چینٹوی نے اپنا بیاض ہی چبا ڈالا۔ اور پھر دوچار مرتبہ دولتی جھاڑ کر بولے۔

حاضرین مجھے افسوس ہے کہ جناب صدر کی اجازت نہیں ورنہ میں اس وقت ترنم سے ایسی پھڑکتی غزل سناتا کہ شور تحسین سے چھت نہیں تو پنڈال ضرور اڑ جاتا۔ بہرحال... تو اب میں جناب صدر کی توجہ ایک نہایت اہم بات کی طرف مبذول کروں گا۔ جس نے ہماری قوم کی ترقی کی راہیں مسدود کر رکھی ہیں۔ جی ہاں۔ اس سے بڑھ کر اور حسرت ناک بات کیا ہو سکتی ہے بھائیو کہ انسان کی اولاد اسکول اور کالجوں میں تعلیم حاصل کرے اور ہماری اولاد اسکول اور کالج کا منہ دیکھنے کو ترسے میں یہ نہیں کہتا کہ ہمارے بچے انسان کے بچوں کے ساتھ مدارس میں پڑھیں۔ میں تو اسی قدر چاہوں گا کہ انسان ہمیں اس کی چھوٹ دیدیں کہ ہم گدھے بھی اپنا الگ اسکول، الگ کالج اور الگ یونیورسٹیاں قائم کر سکیں۔ یہ تو دراصل تعلیم نہ حاصل کرنے کا ہی نتیجہ ہے کہ روز اول سے جو ہم گدھے ہیں تو اب تک گدھے ہی چلے آرہے ہیں... اور ہاں اس ضمن میں یہ واضح کر دوں کہ اگر انسان ہمیں اس کی اجازت دے بھی دیں کہ ہماری اولاد ان کے اسکول اور کالج میں پڑھیں تو بھی یہ پیش کش ہماری قوم کی طرف سے قابل قبول نہ ہوگی کیونکہ انسان کے یہاں کو ایجوکیشن کا رواج ہے جس سے ہم گدھوں کو سخت بیزاری اور نفرت ہے۔ ہم کسی حال میں یہ گوارہ نہیں کر سکتے کہ ہم گدھوں میں بھی کو ایجوکیشن کا رواج جڑ پکڑے کیونکہ یہ بات تجربہ میں آئی ہے کہ کو ایجوکیشن بہت ساری خرابیوں اور برائیوں کی جڑ ہے۔ کم از کم ہماری قوم اپنے گدھوں کو اس کو ایجوکیشن کی لعنت سے محفوظ رکھنا چاہے گی۔

بھائیو۔ آپ جانتے ہیں کہ آزاد خیالی ہر حیوان کا پیدائشی حق ہے..... تو حیوان ہونے کے ناطے ہم میں اور انسان میں فرق ہی کیا ہے۔ یہی نا کہ وہ حیوان ناطق ہیں اور ہم حیوان مطلق لیکن اس کے باوجود جتنی بھی پابندیاں ہیں وہ ہم گدھوں ہی کے لیے ہیں..... آپ دیکھ لیں کہ ہماری گدھیاں بن سنور کر سڑکوں پر نہیں نکل سکتیں، لپ اسٹک نہیں لگا سکتیں۔ اونچی ایڑی کی سینڈلیں، جمپر اور بڑے پائچوں کا فل پینٹ نہیں پہن سکتیں۔ آخر ہماری قوم کے افراد کے سینے میں بھی تو دل ہے اور دل اندر حسرت و تمنا۔ لیکن ہم گدھے انسان کے شکنجہ میں اس بری طرح کسے ہوئے ہیں کہ اپنی پسندیدہ گدھی سے لو میرج کے بعد ہم ہنی مون منانا چاہیں تو ہنی مون نہیں منا سکتے۔ ہمارے لیے نہ تو کوئی سینما گھر ہے نہ ہوٹل ہے نہ کلب اور نہ ناچ گھر ہی ہے۔ انتہا یہ ہے کہ ہماری حاملہ گدھیوں کے لیے کہیں بھی ڈیلیوری سنٹر نہیں ہے۔

یارو! دنیا جانتی ہے کہ ہماری قوم کے اندر ایک سے ایک خوش فکر شاعر، موسیقار اور گویئے موجود ہیں لیکن کبھی بھی آل انڈیا ریڈیو سے ہم گدھوں میں سے کسی کا پروگرام نشر نہیں ہوتا اور نہ ٹیلی ویژن پہ ہی ہمیں آنے کا موقع دیا جاتا ہے..... لہٰذا میں جناب صدر سے گزارش کروں گا کہ وہ ہمارے سارے جائز مطالبات پر غور فرمائیں تاکہ ہمارے حقوق ہمیں مل سکیں۔ خاص کر دھوبیوں پر یہ پابندی لگائی جائے کہ وہ ہم گدھوں پر دس کیلو سے زیادہ بوجھ نہ لادا کریں۔ اتوار ہماری چھٹی کا دن ہو اور سنیچر کو ہم سے ہاف ڈے ڈیوٹی لی جائے۔ ہماری حاملہ گدھیوں کے لیے ڈیلیوری سنٹر کھولے جائیں۔ ہمارے سیر و تفریح کے لیے جا بجا پارک بنوائے جائیں، اس کے علاوہ ہمارے لیے سینما گھر کھولے جائیں۔

دوستو! ہم گدھے انسان کے ہاتھوں بہت اذیت اٹھا چکے اور اٹھا رہے ہیں لیکن اب امید ہے کہ گدھوں کی اس پہلی کانفرنس کے بعد ہمارے حالات اتنے ناگفتہ بہ نہ رہیں گے جس سے ہم فی الحال دوچار ہیں کیونکہ اب ہماری قوم خواب غفلت سے بیدار ہو چکی ہے..... اور یقین ہے کہ ہم اپنے سارے جائز حقوق منوا کر ہی دم لیں گے..... تو اب تقریر کے اختتام پر میں چاہوں گا کہ اپنی ایک تازہ اور پھڑکتی ہوئی غزل پیش کرنے کی سعادت حاصل کروں۔ اگرچہ تھوڑی دیر ہوئی کہ غصہ میں اپنا بیاض چبا گیا تھا پھر بھی ایک تازہ غزل پیش کر رہا ہوں۔

جناب خر چینٹوی نے غزل کی ابتدا ہی کی تھی کہ واہ واہ اور ڈھینچوں ڈھینچوں کی آواز سے پورا پنڈال گونج اٹھا اور دوسرے شعر پر تو گدھوں کے ساتھ گدھیاں بھی ڈھینچوں ڈھینچوں کرنے لگیں۔ یہ آواز دور دور تک پھیلی تھی کہ وہ دھوبی جو اپنے اپنے گدھوں کی تلاش میں تھے ڈنڈے لے کر دوڑ پڑے۔ انھیں آتا دیکھ کر گدھے ایسا بدحواس ہو کر بھاگے کہ ریزولیوشن پاس کرنے کا بھی ہوش نہ رہا۔

(پٹنہ سے نشر)

عبداللطیف یاور

کیا چاہیے حاضر ہیں دل و جان و جگر بھی
دیوانہ ہتھیلی پہ لیے آیا ہے سر بھی

دل ان کا تمنائی ہے طالب ہے نظر بھی
بھولے سے کبھی کاش وہ آجائیں ادھر بھی

آغاز رہ عشق مبارک تو ہے لیکن
سوچا ہے کبھی آپ نے انجام سفر بھی

منظور مجھے آتش رسوائی میں جلنا
لیکن کوئی شعلہ نہ لپک جائے ادھر بھی

رکھ لیجئے پلکوں پہ نئے خواب سجا کے
آئی ہے اگر شام تو جاگے گی سحر بھی

دیوانگی عشق کہاں لے کے چلی ہے
یہ کون سی منزل ہے نہیں خود کو خبر بھی

غمخوار نہیں کوئی اس شہر ستم میں
دل توڑتے ہیں اب تو وہاں آئینہ گر بھی

خیر اپنی منا، لوگوں کے گھر پھونکنے والے
بارود کی زد میں ترا آجائے نہ گھر بھی

کیا چشم فسوں ساز سے شکوہ کریں یارو
غارت گر ایمان تو ہے دزدیدہ نظر بھی

(ناگپور سے نشر)

ھلچل کے اس پار

نفیس صدیقی

کردار:

سوتیا ــــ نیم پاگل عورت
مسافر ــــ آرٹسٹ
بابا حبیب اللہ ــــ سوتیا کا خاندانی ملازم
سنندا ــــ سوتیا کے نوکر کی لڑکی
امیت ــــ سوتیا کا شوہر

— x — x — x —

(پہلا منظر)

منظر نامہ (طوفانی رات میں مسافر پہاڑی گاؤں میں پناہ کے لیے دربدر بھٹک رہا ہے۔ گاؤں کے سب دروازے بند ہیں صرف ایک دروازے سے مدھم روشنی آرہی ہے۔ مسافر قریب آتا ہے۔ وہ دیکھتا ہے کہ ایک عورت بھگوان کی آرادھنا میں مشغول ہے۔ وہ قریب چلا جاتا ہے۔ عورت شلوک پڑھ رہی ہے۔ بارش گرج، گڑگڑاہٹ میں اس کی آواز ڈوبتی ہے اور ابھرتی ہے)

مسافر: دیوی جی ــ

سوتیا: (چونک کر) کون ہو تم؟ کون ہو تم؟

مسافر: مسافر ہوں۔ صرف ایک رات کی شرن چاہتا ہوں ــ (گڑگڑاہٹ۔ بجلی کی چمک) بہت زور کا طوفان آیا ہوا ہے۔

سوتیا: نہیں۔ یہاں کوئی نہیں ٹھہر سکتا۔ میں ودھوا ہوں۔ کہیں اور جاؤ مسافر ــ

مسافر: گاؤں کے سب دوار بند ہیں دیوی۔ صرف آپ کا دروازہ کھلا تھا۔ ادھر ہی آگیا۔

سوتیا: سب دوار بند ہیں ــ اپنے پاس ہے کہاں جو دوار بند کروں۔ میں کہنا چاہتی ہوں مسافر تم یہاں نہیں ٹھہر سکتے۔ ایک ودھوا کے گھر کوئی پُرش جاتی نہیں ٹھہر سکتا ــ میں ودھوا ہوں مسافر ــ میں ودھوا ہوں۔

مسافر: آپ ودھوا ہیں ــ لیکن میں مسافر ہوں ــ اس طوفان میں جانوروں کو بھی پناہ دی جاتی ہے لیکن آپ ایک مانو جاتی کو بھی شرن نہیں دے سکتیں ــ ٹھیک ہے ٹھیک ہے دیوی جی۔ میں نے آپ کی بھکتی میں بادھا ڈالی۔ چھما کر دینا دیوی۔ اچھا میں چلتا ہوں۔ بھگوان آپ کا بھلا کرے۔

(طوفان ــ سناٹا ــ مسافر دروازے سے باہر نکلتا ہے۔ سوتیا اُٹھ کر آتی ہے اور دروازے پر آکر اسے آواز دیتی ہے)

سوتیا: ٹھہرو ــ کہاں جا رہے ہو ــ طوفان زوروں پر ہے۔ سب ندی نالے امنڈ آئے ہیں۔ اس طوفانی رات میں کہیں ڈوب نہ جاؤ ــ آہ ــ (لمبی چیخ)

مسافر: (پلٹ کر آتا ہے) کیا ہوا دیوی؟ کیا ہوا؟

سوتیا: کچھ نہیں۔ امیت تھا کہیں۔ اوہ! تم ڈوب نہ جاؤ مسافر ڈوب نہ جاؤ۔

مسافر: پھر کیا کروں؟ میں بھی مرنا نہیں چاہتا۔ سب دوار بند ہیں دیوی! کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ اچھا ــ یہاں کوئی مندر تو ہوگا؟

سوتیا: مندر ــ ہاں! مندر تو ہے۔ لیکن وہ بھی بند ہوگا۔ مندر کا پروہت ودوان ہے مسافر۔ وہ بھی اپنی ــ

مسافر: سمجھ گیا پروہت بھی آرام کر رہا ہوگا۔ ٹھیک ہے سب آرام کریں۔ میں چلتا ہوں۔

(طوفان کا تیز شور)

سوتیا: نہیں۔ تم نہ جاؤ مسافر۔ یہ طوفان تمہیں زندہ نہ چھوڑے گا نہ جانے کیوں ــ میں تمہیں ــ امیت کی طرح موت کے حوالے کرنا نہیں چاہتی ــ طوفان ــ بہت تیز طوفان ہے۔ تم ضرور مر جاؤ گے۔

مسافر: پھر کیا کروں؟ میں ٹھنڈ سے تھر تھر کانپ رہا ہوں۔ آپ شرن بھی نہیں دے سکتیں اور طوفان کے حوالے کرنا بھی نہیں چاہتیں ــ پھر کیا کروں دیوی؟

سوتیا: (خیالوں میں) ایسی ہی رات امیت بھی آیا تھا اور میں نے اسے شرن دی تھی۔ اسے شرن دی تھی . . . . .

مسافر: کون امیت؟

سوتیا: اوہ! کوئی نہیں، کوئی نہیں۔ میں بھی پاگل ہوں۔ ایک انجانے مسافر سے بھید کی باتیں کر رہی ہوں۔ تم کیوں جاننا چاہتے ہو؟ میرے من کا بھید لینے آیا۔ پوچھتا ہے (نقل بناتی ہے) کون امیت؟ ہونہہ!

مسافر: آپ کے من میں اس طوفان سے بھی بڑا کوئی طوفان امنڈ رہا ہے۔ بھونچال کی طرح ہلچل ہو رہی ہے۔ آپ ویاکل جان پڑتی ہیں دیوی۔ میں آپ پر وشواس نہیں کر سکتا میں جا رہا ہوں ــ میں جا رہا ہوں۔ میں . . . .

سوتیا: نہیں! اب تم نہیں جاؤ گے ــ تمہیں کیسے پتہ چلا۔ میرے من میں طوفان امنڈ رہا ہے۔ یہ بھید تمہیں کس نے بتایا؟ تم جیوتشی ہو کیا۔ بولتے کیوں نہیں؟

مسافر: مجھے جانے دیجئے دیوی جی۔ میں جیوتشی نہیں۔ ایک سادھارن سا آدمی ہوں۔

سوتیا: ایک سادھارن سے آدمی ہو اور سب کچھ جانتے ہو۔ اسمبھو۔ تم جھوٹے ہو۔ تم امیت کو بھی جانتے ہوگے بولو جانتے ہو نا۔

مسافر: نہیں دیوی، میں نہیں جانتا۔ مجھے جاڑا لگ رہا ہے۔ میں ٹھنڈ سے مر جاؤں گا دیوی۔

سوتیا: چلو۔ اندر چلو۔ اور اندر ــ (قدموں کی آواز) ــ یہ لو چادر۔ اوڑھ لو۔ تمہیں ٹھنڈ لگ رہی ہے۔ سو جاؤ سو جاؤ۔ میں دوار پر بیٹھی ہوں۔ گھبرانا نہیں۔ میں جاگ رہی ہوں مسافر۔ سو جاؤ۔ سو جاؤ۔

(دوسرا منظر)

(سوتیا دروازے پر کھڑی ہے ــ طوفانی شور ــ بجلی کی چمک میں اسے ایک سایہ سا آتا دکھائی دیتا ہے۔ وہ دل ہی دل میں کہتی ہے)

سوتیا: کون آرہا ہے ــ آج کی رات ــ سب ادھر ہی آنے کو رہ گئے ہیں۔ سب کے دوار بند ہیں۔ میرا ہی دروازہ کھلا ہے۔ ہے بھگوان! دیا کر ــ کہیں وہ تو نہیں۔ وہ تو نہیں۔

بابا: (دور سے آتی ہوئی آواز) میں آرہا ہوں بٹیا ــ گھبرانا نہیں۔ میں آگیا سوتیا۔ میں آگیا۔

سوتیا: (دل ہی دل میں) اوہ! بابا ہے۔ اس طوفان میں کہاں سے آگیا۔ اسے بھی چین نہیں آتا۔ میری طرح بے چین ہے بیچارا۔

بابا: (قریب آکر) سوتیا بٹیا! تم یہاں کھڑی ہو میں سوچ رہا تھا تمہیں ڈر لگ رہا ہوگا۔ طوفان بہت زوروں پر ہے بٹیا۔ بڑی مشکل سے راستہ طے کیا ہے۔ نہ جانے

کیا ہوگا آج کی رات — قیامت سے کم نہیں۔ آسمان پھٹ پڑا ہے بٹیا۔ چل اندر چل۔ میں آگیا۔ اب ڈر کی کوئی بات نہیں۔

سونیا : نہیں بابا — تم بیکار کے پریشان ہوئے۔ اس طوفان میں آگئے۔ کہیں ڈوب جاتے تو کیا ہوتا؟

بابا : ہاں بٹیا ! تم بھی پریشان ہو اور میں بھی اس بڑھاپے میں دھکّے کھا رہا ہوں۔ چل اندر چل۔ ارے کون اس عمر میں اکیلا رہتا ہے۔ ایک تو ہی ہے۔ پتھر کی دیوی بنکر جی رہی ہے اور اندر ہی اندر پگھل رہی ہے۔ اندر آجا بیٹی۔ بڑا سخت طوفان ہے۔

سونیا : یہ طوفانی رات — کیسے بھول پاؤں گی بابا تمہیں یاد ہے نا — ایسی ہی تو رات تھی جب امیت —

بابا : بھول جا بیٹی۔ سب خواب تھا۔ دھوکہ تھا۔ چل اندر چل۔

سونیا : اندر؟ نہیں۔ میں اندر نہیں جا سکتی۔ تم لوٹ جاؤ بابا۔ لوٹ جاؤ۔

بابا : کیا بات ہے بٹیا؟ تم گھبرائی ہوئی کیوں ہو؟ کیا ہوا تمہیں۔ بولو۔

سونیا : وہ پھر آگیا۔ اس طوفان میں وہ پھر آگیا مجھے چھلنے کے لیے۔ مسافر کے بھیس میں۔

بابا : کون آگیا بیٹی؟

سونیا : وہی جو کار ریٹ پارک میں آیا تھا۔

بابا : امیت۔ ! کہاں ہے وہ۔ کہاں ہے امیت بیٹی۔

سونیا : اندر سو رہا ہے۔ جگانا نہیں بابا۔ میں بھی چلتی ہوں۔ اگر جاگ گیا تو پھر نہیں آنے گا۔ کبھی نہیں آنے گا۔

بابا : یہ — یہ امیت نہیں بیٹی ! کوئی اور ہے۔ تجھے دھوکہ ہوا ہے بیٹی۔

سونیا : یہ امیت ہے بابا۔ غور سے دیکھو۔ قریب جاؤ — اور قریب — یہ دیکھو ہے نا وہی۔

مسافر : کیا بات ہے؟ اس طرح کیوں گھور رہے ہو تم۔ میں کوئی چور نہیں مسافر ہوں۔

بابا : تم جاگ رہے ہو بیٹا؟

مسافر : ہاں۔ جاگ رہا ہوں۔ اس گھر میں نیند کس کو آسکتی ہے۔ بھگوان جانے کون لوگ ہو تم؟

بابا : بیٹی ! تجھے دھوکہ ہوا ہے۔ یہ بیچارا کوئی مسافر ہے مسافر —

مسافر : جی !

بابا : چلو ! تم میرے گھر چلو۔ وہاں سو جانا۔ بٹیا دھوکہ کھا گئی۔ تمہیں امیت سمجھ بیٹھی۔

سونیا : اس نے بھی دھوکہ دیا۔ یہ بھی دھوکہ باز نکلا (روتی ہے)
جاؤ لے جاؤ اسے — ہا - ہا - ہا
(دیوانوں کی طرح قہقہے لگاتی ہے)

(تیسرا منظر)

(صبح کا وقت ہے۔ ہوائیں تیز چل رہی ہیں۔ بابا حبیب اللہ تانپورہ پر راگ الاپ رہا ہے)

بندے یاد کرلے اپنے خدا کو
نبی جی کا کلمہ تو پڑھ لے
یاد کرلے اپنے مولی کو

مسافر : آپ بہت اچھا گاتے ہیں بابا۔

بابا : تم جاگ گئے بیٹا۔ اب گانا وانا تو سب ختم ہوگیا۔ بس عبادت رہ گئی ہے۔ سُروں کے سہارے کر لیتے ہیں۔ تم آرام سے تو سوئے نا؟

مسافر : ہاں بابا۔ آرام سے سویا۔ بارش بہت تیز ہے کیا؟

بابا : ہاں بیٹا۔ طوفان کا زور تو کم ہوگیا لیکن بارش اب بھی بہت تیز ہے۔ اس علاقے میں جب طوفان آتا ہے تو رکنے کا نام ہی نہیں لیتا . . . . ہر طرف تباہی مچا دیتا ہے۔ لیکن تم ادھر کیسے آگئے بیٹا۔ ادھر تو بہت کم مسافر آتے ہیں۔ کبھی کبھی۔ اور اس موسم میں تو کوئی بھی نہیں آتا۔

مسافر : میں پینٹر ہوں بابا۔ سوچا پہاڑ کے دامن میں بکھری سندرتا بھی دیکھ لوں۔ بڑا اچھا view تھا۔ سوچ ہی رہا تھا کہ کہاں بیٹھ کر تصویر بناؤں — کہ ہوائیں چلنے لگیں اور پھر طوفان بڑھتا ہی گیا۔ گھبرا کر کہیں بھاگ گیا۔ میں گرا تو بے ہوش ہوگیا۔

بابا : اوہ !

مسافر : ہوش آیا تو ادھر چل پڑا۔ بھگوان بھلا کرے دیوی جی کا۔ اگر وہ شرن نہیں دیتیں تو مر ہی جاتا۔

بابا : اب کیسے ہو بیٹا؟

مسافر : اب ٹھیک ہوں بابا۔ رات بھر آرام سے سویا۔

سنندا : (چائے لیے داخل ہوتے) سلام بابا !

بابا : ارے سنندا ! تو آگئی۔ اچھا ہی ہوا۔ تو بیٹھ۔ میں ذرا بٹیا کے پاس جاؤں گا۔ خدا جانے رات کیسی گذری ہو — یہ تیرے ہاتھ میں کیا ہے؟

سنندا : بڑے مشکل سے چائے لائی ہوں۔ سب بھیگ گئی۔ لے مسافر چاپی لے۔ دیوی رانی نے بھیجی ہے۔

مسافر : دیوی رانی ! کون دیوی رانی؟

سنندا : بڑا بھولا ہے رے تو ! دیوی رانی کو نئیں جانتا۔ بول رے۔ رات کہیں ٹھہرا تھا تو؟

مسافر : اوہ ! بہن جی۔ سمجھ گیا۔ بہت اچھی ہیں تمہاری دیوی رانی

سنندا : (نقل بناتی ہے) بہت اچھی ہے تمہاری دیوی رانی ! ہونہہ ! تو کا جانے میری دیوی رانی کو۔ سہارے بچ گیا مورکھ۔ مارا گیا ہوتا۔ تجھے کا پڑی تھی جو طوفان میں ادھر آئے گیا۔ اب پتہ چلے گا تجھے۔ آ تو گیا ہے۔

مسافر : کیا پتہ چلے گا۔ کیا پتہ چلے گا بہن جی؟

سنندا : بہن جی ! کا کہا رے تو نے۔ میرا نام سنندا ہے۔ بہن جی نئیں۔ آیا کہیں کا — بہن جی کہنے والا۔

مسافر : جی سمجھ گیا۔ تو تم دیوی رانی کی —

سنندا : نوکر نائیں — سہیلی ہوں۔ بچپن سے کھیلی ہوں انکے ساتھ۔ کان کھول کر سن لے۔ اب بہن جی مت کہنا۔ سمجھا

مسافر : جی بہت اچھا۔ اب سنندا جی کہوں گا۔

سنندا : ہے بڑا مورکھ۔ دوسروں کا نام بگاڑنے میں تجھے مجا آتا ہے کا۔ میرا نام سنندا ہے سنندا۔ سنندا جی نائیں۔ سمجھا۔

مسافر : سمجھ گیا۔

سنندا : چل چاپی لے۔ ٹھنڈی ہو جائے گی۔ ایسی گرم چا تجھے ملے گی نائیں۔ دیکھ ! چا کے کھاتر سب بھیج گئی چل پی جا —

مسافر : دھنیہ واد ! بہت اچھی چائے ہے۔ ایک بات پوچھوں سنندا۔

سنندا : پوچھ ! کا پوچھے گا؟

مسافر : تمہاری دیوی رانی — ہیں کون — میرا مطلب ہے ودھوا کیسے ہو گئیں۔

سنندا : بس سمجھ گئی۔ گرم چاپی کے تیرا دماگ میں گرم ہو گیا۔ ارے تو اتنا بڑا ہو گیا — ودھوا نائیں جانتا رے۔ تیری سادی ہو گئی رے۔

مسافر : نہیں۔

سنندا : مان لے تیری سادی ہو گئی۔

مسافر : ہوں۔

سنندا : جب تو مر گیا تو تیری لگائی ودھوا ہو گئی۔ ہونہہ ! اتنا بھی نئیں جانتا — چل جلدی چاپی۔ مجھے دیوی رانی کے پاس جانا ہے۔ ابھی انھوں نے کچھ نائیں کھایا ہے — ارے ہاں — دیوی رانی کہہ رئی تھیں کسی چیج کی ضرورت ہو تو پوچھ لینا۔ بول جرورت ہے تجھے؟

مسافر : نہیں — یہ بارش کب رکے گی سنندا؟

سنندا : ابھی سے پریشان ہو گیا رے۔ پتہ نئیں بھائی کبھی کبھی تو بہت دنوں تک ہوتی ہے۔ اچھا میں جاتی ہوں۔
(قدموں کی آواز)

مسافر: بھگوان جانے کہاں پھنس گیا — ودھوا۔ دیوی رانی۔ بابا اور یہ پگلی سنندا۔ نہ جانے کون لوگ ہیں یہ۔ بارش رکنے کا نام نہیں لیتی۔ کیسے جاؤں گا۔

(چوتھا منظر)

بابا : چپ کیوں ہو مسافر تم بھی پریشان ہوگئے۔ بارش تو رک جائے گی بیٹا لیکن راستے بہت دن بعد ٹھیک ہوں گے۔ جب تک تمہیں یہیں ٹھہرنا پڑے گا۔

مسافر: ہاں بابا سنندا بھی یہی کہہ رہی تھی — ٹھہرنا پڑیگا۔ خالی بیٹھے بیٹھے طبیعت پریشان ہوگئی۔

بابا : کچھ الجھے الجھے سے ہو۔ کوئی تکلیف ہے بیٹا؟

مسافر: کیا بتاؤں بابا۔ کچھ عجیب عجیب سا لگتا ہے۔ کئی دن سے میں دیوی جی کے بارے میں سوچ رہا ہوں۔ کون ہیں وہ۔ صورت سے تو دیہاتی نہیں لگتیں۔ باتیں بھی بھلے لوگوں جیسی ہیں۔ آپ۔ دیوی رانی اور سنندا! کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔

بابا : کیا بتاؤں بیٹا؟ وہ دیوی ضرور ہے لیکن ایسی دیوی جو زمانے کا دکھ سہتے سہتے پتھر بن چکی ہے۔ کسی سے کچھ نہیں کہتی۔ اور کہہ کر بھی کیا کرے گی، جب قسمت ہی خراب ہو تو گلہ کیا کریں۔

مسافر: اس وقت جب میں طوفان میں گھر گیا تھا، دیوی نے مجھے پناہ دی تھی۔ خود دروازے پر کھڑی رہیں اور مجھے لٹا دیا تھا۔ مجھے ایسا لگا مانو میں انھیں جانتا ہوں۔ کس جنم میں میرا ساتھ رہا — کہہ نہیں سکتا۔

بابا : جی تو چاہتا ہے کہ تم سے دل کی بات کہدوں۔ پھر سوچتا ہوں کہہ کر بھی کیا ہوگا۔ جو قسمت میں لکھا ہے اسے کون مٹا سکتا ہے۔

مسافر: میرا سوبھاگیہ ہے۔ آپ بھروسہ کرکے کہتے۔ مجھ پر اعتبار کیجئے بابا۔ ہوسکتا ہے میں آپکی کچھ مدد کرسکوں۔

بابا : مجھے ایسا لگتا ہے کہ چھاتی کا بوجھ زیادہ دن تک برداشت نہیں کرپاؤں گا۔ اسلئے کہدینا ہی بہتر ہے۔

مسافر: شکریہ بابا!

بابا : دیوی کا نام سویتا ہے۔ وہ جاگیردار امراؤ سنگھ کی بیٹی ہے اور میں اسکا خاندانی ملازم حبیب اللہ ہوں۔

مسافر: اوہ!

بابا : ہم لوگ بکرم پور میں رہتے تھے کسی زمانے میں امراؤ سنگھ کے باپ وہاں کے راجہ تھے اور میرے دادا ان کے درباری گویے تھے۔ ریاست انگریزوں نے ختم کردی اور امراؤ سنگھ جاگیردار بن کر رہ گئے۔

مسافر: جی ہاں! اس زمانے میں ایسا ہی ہوتا تھا۔ بڑے بڑے راجاؤں کو انگریزوں نے ختم کردیا تھا۔

بابا : سویتا کو گھومنے پھرنے کا بڑا شوق تھا۔ ایک بار وہ نیشنل کاربیٹ پارک میں گھومنے گئی۔ میں اس کے ساتھ تھا۔ ہم لوگ ایک ہٹ میں ٹھہرے ہوئے تھے ایک دن بہت تیز طوفان آیا۔ ایک آدمی سویتا کی ہٹ میں آیا۔ بالکل اسی طرح جیسے تم آئے تھے۔ سویتا نے اسے پناہ دی۔ اسی دن سے دونوں کی دوستی ہوگئی۔ اس کا نام امیت تھا۔

مسافر: اوہ! سمجھ گیا۔

بابا : ایک دن سویتا بہت سے سرخ پھول توڑکر لائی اور انھیں مالائیں گوندھنے لگی۔ میں نے کہا —

فلیش بیک

بابا : یہ کیا کررہی ہے بیٹا؟ اتنے ڈھیر سے پھولوں کا کیا کروگی؟

سویتا : آج ان پھولوں کی اوڑھنی بناکر پہنوں گی۔ کیسا لگتا ہے مجھ پر یہ سرخ جوڑا۔

بابا : بہت اچھا لگ رہا ہے۔ ایک کام کر بیٹی۔ ان پھولوں میں کچھ سفید پھول بھی ملالے۔ اتنے ڈھیر سے سرخ پھول اچھے نہیں ہوتے۔

سویتا: نہیں بابا! سفید پھول ودھوا کی نشانی ہیں، ایک سہاگن سے ان کا کیا سمبندھ۔

بابا : مان لے بیٹی! اتنے ڈھیر سے سرخ پھول سے آگ لگ جاتی ہے۔ کہیں تجھے چندرما کی نظر نہ لگ جائے۔

سویتا : (مسکرا کر) تم بھی خوب ہو بابا۔ بھلا چندرما کی شیتل کرنیں بھی آگ لگاتی ہیں۔ میں ابھی آتی ہوں بابا۔ ذرا چاندنی رات میں گھوم آؤں۔

. . . .

بابا : میں حیرت سے اسے جاتا ہوا دیکھتا رہا۔ وہ چلی گئی میرا دل کسی انجانے خوف سے دھڑکنے لگا۔

مسافر: پھر کیا ہوا بابا۔

بابا : انہونی ہوکر رہی۔ ہم لوگ گھر لوٹ آئے۔ کچھ ہفتے بعد جاگیردار صاحب کو معلوم ہوا کہ بٹیا ماں بننے والی ہے۔ وہ بٹیا کو گولی مارنے پر تیار ہوگئے۔ بٹیا باربار کہتی تھی۔

(فلیش بیک)

سویتا : میں نے امیت سے گندھرو وواہ کیا ہے کوئی پاپ نہیں کیا ہے۔

. . . . . . —

مسافر: امیت کہاں چلا گیا تھا بابا؟

بابا : امیت کلکتے میں رہتا تھا۔ وہ کلکتہ گیا تھا یہ کہہ کر۔

(فلیش بیک)

امیت : تم غم نہ کرنا سویتا۔ میں جلد آجاؤں گا۔

سویتا : امیت! تم جلد آجانا۔ تمہارے آنے پر ہی میں پتاجی سے کہوں گی۔ اور یہ منگل سوتر بھی اسی دن پہنوں گی۔ کہیں دھوکہ نہ . . . .

امیت : اسے! تو رو رہی ہے پگلی! بس میں ماتا پتا کو لیکر جلد آتا ہوں۔ بس دوچار ہی دن کی تو بات ہے۔

سویتا: میں ایک ایک پل تمہاری راہ دیکھوں گی۔ میں ایشور سے پرارتھنا کرتی رہوں گی۔ تم میرے آنگن میں جلد ہی چاند بن کر اترو۔

امیت : سویتا!

سویتا : امیت

— . . . . —

بابا : لیکن وہ نہیں آیا۔ ادھر سویتا ماں بننے والی تھی اسکا زبردستی آپریشن کرادیا گیا۔ وہ بار بار کہتی تھی،

(فلیش بیک)

سویتا : میں وواہت ہوں ڈاکٹر — میرا منگل سوتر دیکھو: میرے بچے کو نہ مارو۔ میرے پیار کی نشانی کا گلہ نہ کاٹو ڈاکٹر — میرے بچے کو۔ آہ۔ آہ۔ آہ —

(بیہوش ہوجاتی ہے)

— . . . —

بابا : لیکن جاگیردار صاحب نے ایک نہ سنی۔ اس آپریشن کے بعد بٹیا کنواری تو بن گئی لیکن پاگل ہوگئی مسافر (روتا ہے) پاگل ہوگئی — ماں پہلے ہی مرچکی تھی۔ اس غم میں جاگیردار صاحب بھی مرگئے۔ جوانی کی ایک بھول سے سب اجڑ گیا بیٹا! سب اجڑ گیا — (روتا ہے) — سویتا کو اس کوٹھی کے درو دیوار سے نفرت ہوگئی۔ زمینیں بک گئیں۔ میں بٹیا کو اس ویران گاؤں میں لے آیا۔ تاکہ اسے کوئی جاننے والا نہ مل سکے۔ اس کے زخموں کو تازہ کرنے والی کوئی نشانی نہ ہو۔ آج وہ خود کو بیوہ مانتی ہے۔ اس نے ساری دنیا سے ناطہ توڑ لیا ہے بیٹا! مجھے بھی الگ رہنا پڑ رہا ہے اور سنندا کو بھی۔

مسافر : وہ لوٹ کر کیوں نہیں آیا بابا؟

بابا : خدا جانے اس پر کیا گزری ہو۔ ہم لوگ تو اس گاؤں میں آگئے۔ اور وہ آکر بھی کیا کرے گا۔ سویتا تو پاگل ہوچکی ہے۔ کون گلے میں ہڈیوں کا ہار ڈالتا ہے بیٹا۔ اب میں بھی — خدا جانے کب تک زندہ رہوں۔ میرے بعد بٹیا کا کیا ہوگا۔ یہ سوچ کر کانپ اٹھتا ہوں۔

مسافر: پریم کے روگی پریم ہی سے ٹھیک ہوتے ہیں بابا۔ میں کوشش کروں گا اس ادھوری تصویر میں رنگ بھرنے کی شاید وہ ٹھیک ہوجائے۔

بابا : اگر ایسا ہوجائے تو مجھ بوڑھے پر بڑا احسان ہوگا بیٹا ایک نمک خوار اپنے آقا کا حق ادا کردے گا۔

مسافر : اور یہ سنندا کون ہے بابا؟

بابا : نام تو اس کا دلارو ہے۔ بٹیا نے بچپن میں اسکا نام سنندا رکھا تھا۔ میری ہی طرح ایک نوکر تھا۔ جھاگن۔ اسی کی بیٹی ہے۔ ہمارے ساتھ ہی آگئی تھی۔ اس کا باپ آج بھی اسی کوٹھی میں رہتا ہے۔

مسافر: اس نے کچھ نہیں بتایا کہ امیت آیا یا نہیں۔

بابا : ایک بار میں گیا تھا — جھاگن نے صرف اتنا ہی کہا کہ کوئی آدمی بٹیا کو پوچھنے آیا تھا۔ اب خدا جانے وہ کون ہو — اچھا بیٹا! کھانا کھالے۔ بہت دیر ہوگئی مجھے بٹیا کے پاس جانا ہے۔ او ہاں! تم کھانا کھاکر بٹیا کے پاس آجانا۔ پتہ نہیں تمہیں کیوں بلایا ہے۔

مسافر: مجھے بلایا ہے! اچھا میں ابھی آتا ہوں۔ آپ جائیے۔

(پانچواں منظر)

مسافر: کیا میں اندر آسکتا ہوں؟

سویتا: آؤ! آؤ!! ایسے پوچھ رہے ہو جیسے انجان ہو۔ تم ڈر کیوں رہے ہو؟ آجاؤ نا۔

مسافر: دھنیہ واد! دیوی کے اُپاسک اسلئے ڈرتے ہیں کہ دیویاں زیادہ ترنشٹھو ہوتی ہیں۔ کون جانے کب ان کی کرپا درشٹی ہو اور کب ناراض ہو جائیں۔

سویتا: میں دیوی نہیں مسافر! یہ سنندا کی بچی مجھے ہمیشہ دیوی رانی کہتی ہے۔ پہلے تو یہ بالکل ٹھیک تھی۔ یہاں آتے ہی دیوی، دیوی کرنے لگی۔ تم چنتا نہ کرو۔ میں بھی تمہاری طرح انسان ہوں۔ ادھر آؤ! اور قریب آجاؤ مسافر!

مسافر: لیکن آپ کو دیوی کیوں کہتی ہے وہ؟

سویتا: پگلی ہے۔ نہ جانے کیا کیا بکتی ہے۔ ارے ہاں یاد آیا۔ بابا کہہ رہا تھا — تم آرٹسٹ ہو۔

مسافر: آپ کو کلا سے کچھ لگاؤ ہے شاید۔

سویتا: ہاں تھا کبھی۔ تم میری ایک پینٹنگ بنا دو نا۔ میرے پاس تو درپن بھی نہیں۔ پتہ نہیں اب میں کیسی لگتی ہوں۔ سب چھوٹ گیا مجھ سے۔ میرا اتیت جانے کہاں کھو گیا مسافر۔ پھولوں پر منڈلاتی تتلیاں، پہاڑوں کے چنچل جھرنے سب میرے متر تھے مسافر۔ اب کوئی بھی نہیں۔ دیکھو نا کچھ ہے یہاں۔ ہائے — سب چھوٹ گئے۔ سب اکیلا چھوڑ کر چلے گئے — امیت کے ساتھ۔

(روتی ہے)

مسافر: وہ آج بھی تمہارے دوست ہیں سویتا۔ اپنے وکیتو کی سیما سے باہر نکل کر دیکھو۔ وہی مسکراتے پھول۔ وہی رنگ برنگی تتلیاں، آکاش میں اُڑتے پرندے اور مچلتے ہوئے جھرنے۔ پرکرتی کبھی بدلتی نہیں۔ وہ سدا مسکراتی ہے۔ ہم ہی اپنی سیما میں خود کو قید کر لیتے ہیں۔

سویتا: تم انتریامی ہو مسافر۔ میری بھاؤناؤں کو تم اس طرح جان لیتے ہو جیسے برسوں میں تمہاری ساتھ رہی ہوں کس جنم میں۔ میں تمہارے ساتھ رہی؟ یاد نہیں۔ تمہیں کئی دن سے نہیں دیکھا تھا — ایسا لگا جیسے میری سگندھ مجھ سے دور ہو گئی ہو۔ طوفان کی تیز ہواؤں میں بھی — میں تمہاری آواز کی اپنائیت کو محسوس کرتی رہی اپنی پتھر کی سونی سیج پر تم کو لٹا کر — خود اپنے ہی دوار پر نہ جانے کس کی پرتیکشا میں کھڑی ہو گئی۔

مسافر: جس کی تم پرتیکشا کرتی ہو — وہ کوئی انجان سوپن نہیں — ایک ساکار واستو کتا ہے۔ وقت نے تم سے دور کر دیا ہے۔ جب راہ کی دھند چھٹ جائے گی، وہ مسافر آن ملے گا۔

سویتا: نہیں — اب مجھے کسی کا انتظار نہیں۔ امیت کو وقت کی گرد میں کھو جانے دو۔

مسافر: اتیت سے کوئی ناطہ نہیں توڑ سکتا، اس کی پرچھائیاں ہمارے ورتمان پر پڑتی رہیں گی۔ کل کی چھایا میں آج زندہ ہے۔ ان رشتوں کو کون توڑ پایا ہے۔ جتنا بھلاؤ گے اتنا ہی یاد آئے گا۔

سویتا: یہی میرا پاگل پن ہے مسافر۔ میں جیون کے اُجالوں کو بھول کر اندھیارے میں اپنی چھایا ڈھونڈ رہی ہوں — اندھیارے میں چھایا کہاں ہو گی۔ کہاں ہو گی مسافر — میں کیوں اجالوں سے دور ہو گئی۔ سویتا سے دیوی بن گئی۔ مانو سے پتھر کی مورتی ہو گئی۔ ہے رام۔ یہ سب کچھ کیوں ہوا! کیوں ہوا؟ (روتی ہے)

مسافر: اگر تم دیوی نہیں — تو مجھے ان آنسوؤں کو پونچھنے کی اجازت دو سویتا —

سویتا: نہیں — تم پر میرا کیا ادھیکار! تم میرا اتیت نہیں۔ اور ورتمان سے میں ناطہ جوڑ نہیں سکتی۔

مسافر: میں تمہارا اتیت نہیں لیکن بھوشیہ ضرور بن سکتا ہوں۔ کل — آج اور کل کے اس تکون میں مجھے بھی کوئی استھان دیدو سویتا۔ مجھے اجازت دو سویتا ان آنسوؤں کو پونچھ ڈالوں۔

سویتا: آہ! جو چاہو کرو لیکن میرے ورتمان کی ایک تصویر بنا دو آؤ میرے قریب آجاؤ مسافر۔

مسافر: دھنیہ واد! آنسو خشک ہو گئے۔ اب مسکرا دو سویتا۔

سویتا: کتنا نادان ہے تو۔ پھول کے چہرے سے شبنم پونچھ کر مسکرانے کی بات کرتے ہو۔ اس کی ان بوندوں سے پھولوں کا جیون ہے مسافر۔ جب انھیں پونچھ دیا تو مسکان کیسی —

مسافر: لیکن مانوتا کا شرنگار یہ آنسو نہیں سویتا۔ یہ تو بے جان پھولوں کا حسن ہیں۔ مانو جاتی سے پھولوں کی اُپما نہیں دی جا سکتی۔

سویتا: کیا؟

مسافر: ہاں سویتا! مانو جاتی کا شرنگار تو اس کے من کا اُتساہ ہے امنگ ہے، جوش ہے، ہمارے سینے میں دھڑکنے والا دل ہے اور من ساگر میں اٹھنے والی آشاؤں کی لہریں ہیں۔ آیئے۔ باہر چلیں کھلے آکاش میں۔

سویتا: کیوں؟

مسافر: وہ سامنے پہاڑی پر گل داؤدی کے کنج میں — تمہیں بٹھا کر — میں تصویر بناؤں گا۔

سویتا: وہاں کیوں مسافر؟

مسافر: اس لیے کہ پرکرتی کی سندرتا کو تمہارے اداس چہرے کی مسکان میں بدل سکوں۔ تمہارے چہرے کی زردی پر سرخ رنگ کی کرنیں بکھیر سکوں۔ اپنے سب رنگوں سے تمہارے وکیتو کو سنوار سکوں۔

سویتا: آہ! لے جا رہے ہو — تو لے جاؤ مسافر۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ پھولوں کی سفیدی میرا کفن بن جائے۔ کہیں رنگین پھولوں میں لے چلو مسافر۔ جہاں بہت سی تتلیاں ہوں۔ چنچل جھرنوں کا سنگیت ہو — نہیں نہیں — طوفانی رات کی گڑگڑاہٹ ہو، بجلیاں گر گر میرا آشیاں پھونکنے کے لیے بیتاب ہوں — اور ایسے میں کوئی مسافر امیت بن کر میرے گھر مہمان بن جائے۔ مجھے ایسی جگہ لے چلو مسافر! (روتی ہے)

بھاگ جا مسافر۔ تو بھاگ جا۔ تو کام دیو بن کر مجھے چھلنے آیا ہے۔ اس پت جھڑ میں تو وسنت رتو (موسم بہار) کی بات نہ کر۔ چلا جا۔ چلا جا (روتی ہے) — تم نہیں گئے۔ ٹھہرنا چاہتے ہو۔ یہ رہا میرا منگل سوتر میرے گندھرو وواہ کی نشانی۔ تمہیں اب بھی وشواس نہیں۔

مسافر: اگر تم ودھوا ہو تو اس منگل سوتر کو وقت کی بہتی ندی میں ڈال دو سویتا۔ ایک ودھوا سے منگل سوتر کا کیا ناطہ؟

سویتا: نہیں۔ ایسا کبھی نہیں ہو سکتا۔ میں اتیت (ماضی) سے ناطہ نہیں توڑ سکتی۔

مسافر: تو پھر تم ودھوا نہیں، سہاگن ہو۔ ایسی سہاگن جو چاندنی کا کفن اوڑھ کر وقت کی چتا میں خود کو جلا رہی ہے جو اتیت کے دھند میں بھٹکتی پھر رہی ہے۔ یہ سب تمہاری بھول ہے۔ دھوکہ ہے۔ اپنے ساتھ، دنیا کے ساتھ —

سویتا: تو چلا جا مسافر۔ تجھے میرا اتیت جاننے کا کوئی ادھیکار نہیں۔ میرے من میں ہلچل نہ ڈال۔ بھاگ جا میں کہتی ہوں بھاگ جا۔ میں کہتی ہوں بھاگ جا۔ نہیں گیا۔

مسافر: میں تو کبھی کا چلا گیا سویتا۔ تمہارے سامنے صرف ایک کلاکار رہ گیا ہے — جو اپنی کلا کو ادھورا چھوڑ کر نہیں جائے گا۔

سویتا: مسافر! (روتی ہے)

مسافر: سویتا!

سویتا: کہاں لے جاؤ گے۔ لے چلو۔ بہت دن بعد انجان راہوں پر چلوں گی۔ کہیں ٹھوکر کھا کر گر نہ پڑوں۔ میرا ہاتھ تھام لے مسافر۔

مسافر: ان راہوں میں ٹھوکر لگنے کا خوف نہیں۔ آؤ میں تمہیں رنگین پھولوں کی وادی میں لے چلوں۔

(چھٹا منظر)

سویتا: کہاں تک جاؤ گے مسافر۔ بیٹھ جاؤ۔ میں تھک چکی ہوں۔

مسافر: لیجئے میرا ہاتھ تھام لیجئے۔

سویتا: اوہ! کتنے گرم ہیں تمہارے ہاتھ۔ میرے شریر میں آگ سی لگنے لگی۔ میرا دل بری طرح دھڑک رہا ہے مسافر۔

مسافر: جب کبھی دل کی دھڑکن سے ناطہ جوڑ دو گی، ایسا ہی ہو گا سویتا۔ آتما۔ آتما سے مل کر خوش ہوتی ہے۔ کرم ہی دھرم ہے سویتا۔ بھگتی میں برف جیسی شانتی کے سوا کچھ بھی نہیں جہاں دھڑکن ہے وہاں ایشور ہے۔

سویتا: کبھی میں بھی بھگت تھی — اب تو دیوی بن چکی ہوں مسافر۔

مسافر: پتھر کی مورتی میں ڈھلنا بہت آسان ہے سویتا۔ مانوتا سے رشتہ جوڑنا بہت کٹھن ہے۔ دیوی بن کر تم بھکتوں کی بنی تو سن سکتی ہو لیکن کسی دکھی پر آنسو نہیں بہا سکتیں۔

سویتا: وہ دیکھو مسافر! اس پیڑ پر کتنا اداس بیٹھا ہے جبل پھولوں کی شاخ پر بھی اداس ہے۔ اس کا ساتھی کہیں دور چلا گیا ہو گا۔ او ہو۔ وہ آ گیا۔ اب کتنا خوش ہے وہ۔

مسافر : سنجوگ خوشی کا نام ہے سوتیا۔ پل بھر کی دوری ہمیں اداس کردیتی ہے ہوسکتا ہے امیت بھی . . . .

سوتیا : بھول جاؤ امیت کو۔ وہ میرا اتیت (ماضی) تھا اور تم ورتمان (حال) ہو۔

مسافر : سوتیا —! کیا کہہ رہی ہو تم۔ کہیں تم . . . .

سوتیا : میں ہوش میں ہوں مسافر۔ بیتے یگ کی پرچھائیاں بڑی مشکل سے دور کر پائی ہوں — انھیں بار بار یاد نہ دلاؤ۔ ورنہ۔ ورنہ میں پھر دیوی بن جاؤں گی۔ ایک ودھوا۔ ایک سادھی۔ مجھے اب سوتیا ہی رہنے دو۔ دیوی نہ کہو مسافر۔

مسافر : سوتیا — کتنا اچھا نام ہے تمہارا۔ اس نام کو بھلا کر۔

سوتیا : میں تو سوتیا ہی رہنا چاہتی ہوں — حالات نے مجھے دیوی بنا دیا — آہ

(مندر کے گھنٹوں کی آواز)

شاید مندر آگیا۔ اسی مندر میں تم اکیلے گئے تھے نا۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ کوئی پُرش مندر میں اکیلا نہیں جاتا۔

مسافر : جی! یہی ہے وہ مندر۔

سوتیا : میرے ساتھ چلو گے — آج میں اپنی سوئی ہوئی آشاؤں کا دھاگا دیوی استنبھ میں باندھوں گی۔ اتیت کا منگل سوتر اتار کر — ورتمان کی چنریاں اوڑھوں گی۔ اب وسنت رتو آگیا ہے نا، پت جھڑ کا موسم وداع ہوگیا۔ سبھی پیڑ نئے نئے کپڑے پہنے ہوئے ہیں۔ دھانی چنریا کا آنچل پرکرتی نے سب طرف پھیلا دیا ہے۔

مسافر : سوتیا —!

(گھنٹوں کی آواز تیز ہوتی ہے)

سوتیا : تم رُک کیوں گئے؟ اندر آؤ۔ دیوی کے پاس۔ یہ پل گزر گیا تو۔ پھر لوٹ کر نہیں آئے گا۔ چلو ہم دونوں کے اس پیار — دیوی کے چرنوں میں سر جھکائیں۔

مسافر : (دل ہی دل میں سوچتا ہے) کیا کروں؟ اگر انکار کر دیا تو سوتیا کا دل ٹوٹ جائے گا۔ بھگوان جانے امیت کو کیا ہوا؟ کہاں رہ گیا۔ سمجھ نہیں آتا کیا کروں۔

سوتیا : چپ کیوں ہو مسافر؟

مسافر : چلئے۔ میں چلتا ہوں۔

سوتیا : تم گھبرا کیوں رہے ہو مسافر۔ یہ ادھر ادھر کیا دیکھ رہے ہو۔

مسافر : نہیں تو۔ میں یونہی دیکھ رہا تھا — (دل ہی دل میں) ہے بھگوان! تو نے موت کے طوفان سے تو بچا لیا۔ اب آنے والے طوفان سے بھی بچا لے۔ میرے سیوا دھرم کو آنے والی آندھیوں سے دور رکھنا پربھو۔ میری رکشا کر۔ میری رکشا کر پربھو۔

(گھنٹیوں کی آواز اور تیز ہو جاتی ہے)

سوتیا : (دیوی کے سامنے سر جھکا کر) ہے دیوی! یگ یگ سے تو نے سب کی آشائیں پوری کی ہیں۔ اپنے وردان سے سوکھی ندیوں میں جل پرواہ کیا ہے — ہے دیوی اتیت کی ابھیلاشا کا منگل سوتر میں تیرے چرنوں میں ارپت کرتی ہوں مجھے وردان دے دیوی! میرا سوہاگ سدا کا رہو مجھے سا کشی مان کر مسافر کا ہاتھ . . . .

امیت : (دور سے آتی ہوئی آواز جو وادی میں گونجتی ہے) سونیا — سوتیا — میں آگیا سونیا! میں آگیا۔

سونیا : (چونک کر) کون ہے یہ؟ میری آرادھنا میں بادھا ڈالنے والا (دل ہی دل میں) یہ آواز مجھے کچھ جانی پہچانی سی لگتی ہے۔

امیت : (مندر میں داخل ہو کر) میں آگیا سوتیا! میں آگیا۔

سوتیا : امیت! تم!!

امیت : کب سے میں تمہارے لئے بھٹک رہا ہوں سوتیا۔ آہ آج تم کو —

سوتیا : نہیں۔ تم — تم چلے جاؤ۔ میں اتیت کا منگل سوتر دیوی کے چرنوں میں ارپت کرچکی ہوں امیت۔

امیت : ایسا نہ کہو سوتیا۔ بڑی مشکل سے تمہیں پایا ہے۔

سوتیا : چلو مسافر! کہیں دور چلیں۔ کہیں اتیت ہمارا پیچھا نہ کرے۔ جلدی چلو۔

مسافر : ٹھہرو سوتیا! تمہارا امیت وقت کی گردش میں کھو گیا تھا۔ راہ سے بیگانہ ہو کر — منزل کی تلاش میں دربدر بھٹک رہا تھا۔ بڑی تلاش کے بعد — میں اسے ڈھونڈ کر لایا ہوں —

سوتیا : تم — تم لائے ہو مسافر۔ یہ تم نے کیا کیا مسافر؟ منزل کے قریب لا کر منہ موڑ رہے ہو۔

مسافر : اسی دن کے لیے — میں دیوی کے پتھر دل میں جیسے اتساہ پیدا کرتا رہا۔ جذبات کی ہلکی ہلکی آنچ دے کر — اندر کی عورت کو جگاتا رہا تاکہ وہ پگھل کر ناری کا روپ بن جائے ادھر آؤ امیت! تمہاری ادھوری تصویر کو ایک کلاکار نے اپنے تمام رنگوں سے پورا کیا ہے۔ اسے گلے لگا لو دوست! اسے گلے لگا لو!

سونیا : ٹھہرو امیت! تمہاری سوتیا اب بدل چکی ہے۔ میری کوکھ سدا کے لیے جل چکی ہے۔ ڈیڈی نے مجھے بانجھ کرا دیا ہے امیت۔ اب میں سوتیا نہیں — ایک بانجھ ناری ہوں۔ قاتل ہوں جس نے تمہارے ونش کی نشانی کو پیدا ہونے سے پہلے ہی قتل کر دیا ہے۔ میں سوتیا نہیں۔ ایک ضدی کلاکار کی تصویر ہوں۔ اب اس شاخ پر کوئی پھول نہ کھل سکے گا امیت (روتی ہے) کوئی بھی پھول نہ کھل سکے گا۔

امیت : مجھے کسی پھول کی آرزو نہیں سوتیا! میں پریم لتا سے لپٹ کر ہی مر جاؤں گا۔ بس یہی میری ابھیلاشا ہے۔ مجھے سویکار کر لو سوتیا۔ سویکار کر لو۔

سوتیا : مسافر! یہ سب . . . . .

مسافر : ایک رات کے مہمان کو اب وداع کرو سوتیا۔ مجھے بہت دور جانا ہے۔ ایک لمبے سفر پر۔

سوتیا : تم پت جھڑ میں بہار بن کر آئے اور وسنت میں پت جھڑ بن کر جا رہے ہو۔ میں تمہیں کیسے بھول پاؤں گی مسافر۔ کیسے بھول پاؤں گی۔

مسافر : غم نہ کرو سوتیا۔ جیون کے کسی نہ کسی موڑ پر میں تم سے پھر آن ملوں گا — ایک لمحہ کی جدائی کو کبھی جیون بھر کا دکھ نہ سمجھنا۔ جب تک پرکرتی مسکراتی ہے۔ تم بھی مسکراتی رہو خوش رہو سوتیا۔

(مندر سے چل دیتا ہے۔ راستے میں سنندا ملتی ہے)

سنندا : پینٹر بابو!

مسافر : سنندا! اچھا ہوا تو مل گئی۔ اب میں جا رہا ہوں سنندا — جا — جا دیوی ماں کے مندر میں دیکھ لے۔ تیری دیوی رانی کتنی خوش ہے۔

سنندا : کیسا مورکھ ہے رے تو؟ جب کھوسی دن آئے تو بھاگا جات ہے۔ دوئی چار دن تو چین سے سوجا۔ کا جاگتا ہی رہے گا جیون بھر؟

مسافر : میں تیری گپتن کو دیوی تال میں نہ نہا سکا۔ مجھے چھما کر دینا سنندا۔

سنندا : میری گپتن کو چھوڑ — اپنی چنتا کر پگلے۔ مارا مارا پھرتا ہے سب کو سلا کر کھود جاگتا ہے۔

مسافر : میرا سیوا دھرم مجھے سونے نہیں دے گا سنندا۔ جب تک زندہ ہوں چلتے ہی رہنا ہے۔ چلتے ہی رہنا ہے۔

سنندا : میرا بھی دھرم سیوا ہے پینٹر بابو۔ ہم دونوں ساجھیدار ہیں۔ دوئی چار دن تو میرے پاس ٹھہر جا۔ میں تجھے کھود نیند سے جگا دوں گی۔ آجا پگلے لوٹ آ۔

مسافر : نہیں — مجھے مت روکو سنندا۔ اگر ایک رات بھی سو گیا تو پھر جاگ نہیں پاؤں گا۔ آ۔ تو بھی میرے ساتھ آجا۔ ہمیں چلتے ہی رہنا ہے۔ چلتے ہی رہنا ہے۔

(آکاشوانی رامپور سے نشر)

نفیس صدیقی
بازار نصر اللہ خاں
رامپور ۲۴۴۹۰۱

انور حسین انور

کیا اتفاق ہے کئی ناموں میں بٹ گیا
بدلی فضا تو آدمی نسلوں میں بٹ گیا
نفرت غرض، گناہ تعصب دغا، فریب
انسان آج کتنے ہی لفظوں میں بٹ گیا
وہ وقت تھا کہ شانہ بہ شانہ تھا قافلہ
یہ وقت ہے کہ کارواں رستوں میں بٹ گیا
احمد، کبیر، نانک و عیسیٰ و رام کرشن
اک نور اُس کا کتنے ہی چہروں میں بٹ گیا
کب کھل سکا ہے پھول تکبر کی ریت میں
مٹی جس میں آگئی وہی ذرّوں میں بٹ گیا
انورؔ ہم اپنے دل پر کریں تبصرہ بھی کیا
سوکھا ہوا شجر تھا ہواؤں میں بٹ گیا

(اُردو مجلس سے نشر)

پیہم رواں

طارق کفایت اللہ

مس اسٹون نے کالج کی ملازمت سے رزائن کر دیا" یہ خبر ایک ہفتہ پرانی ہو چکی تھی مگر ابھی تک پروفیسروں اور طلبار کی گفتگو کا موضوع بنی ہوئی تھی اور ہر کوئی اپنے ہی انداز میں اس پر اظہارِ خیال کر رہا تھا اور استعفیٰ کے ممکنہ اسباب وعوامل کے متعلق اپنی رائے بیان کر رہا تھا۔ انگلش کی لیکچرر مسز نائر کی راہنمائی میں لڑکیوں کے ایک گروپ نے گرلز ہوسٹل میں اُن کے کمرے اور وارڈن آفس پر دھاوا بول دیا مگر اُن کو سخت مایوسی ہوئی۔ دونوں جگہ تالے اُن کا منہ چڑا رہے تھے۔ کوئی سُراغ نہ پاکر اُن پر اور جھنجھلاہٹ سوار ہوئی مگر کرتیں بھی کیا۔ مس اسٹون کا کہیں پتہ نہیں تھا۔ اِدھر یہ تفتیش پر کمر بستہ تھیں۔ تھرڈ ایئر کی طالبہ پرمندر اپنی سمجھ میں بڑی دُور کی کوڑی لائی اور اُس نے ہوسٹل کے مالی ناتھورام کو پکڑا۔ مالی کی ڈیوٹی چوبیس گھنٹے ہوسٹل میں ہی ہوتی تھی مگر وہ بےچارہ بس اس سے زیادہ کچھ نہ بتا سکا کہ اُس نے پچھلے اتوار کو سہ پہر میں مس اسٹون کو سامان اٹھا کر جاتے ہوئے ضرور دیکھا تھا۔ لڑکیوں کے جھرمٹ میں اُس کی بوکھلاہٹ قابلِ دید تھی۔ اچانک اپنی اہمیت غیر معمولی طور پر بڑھ جانے کا احساس اُس کے چہرے کو سُرخ کئے دے رہا تھا۔ سوالات کی بوچھاڑ میں اس نے بتایا کہ مس اسٹون کے ساتھ دو تین اٹیچی کیس ضرور تھے مگر اُس نے یہ سوچ کر کوئی خاص توجہ نہ دی کہ وہ اپنے کسی رشتے دار سے ملاقات کے لئے باہر جا رہی ہوں گی۔ اتوار کو یوں بھی لڑکیاں شہر میں لگی ہوئی اپنے محبوب ہیرو کی فلم کا میٹنی شو دیکھنے چلی گئی تھی۔ کچھ گرمی سے تنگ آکر اپنے کمروں میں فل سپیڈ پر پنکھے چھوڑ کر سو رہی تھیں اور جن کو نیند نہیں آئی تھی وہ کامن روم میں رتی اور کیرم سے اپنا وقت گذار رہی تھیں۔ گویا مس اسٹون سب کو آسانی سے جل دے کر نکل گئی تھیں۔

اڑتالیس سالہ مس اسٹون کا نام اصل میں مس پتھر بخشی تھا مگر اس نام سے اب کوئی واقف تھا تو کالج کے آفس والے حتیٰ کہ حالت یہ تھی کہ خود مس اسٹون بھی کہیں اپنے دستخطوں میں مس اسٹون نہ لکھنے لگ جائیں" مس اسٹون" کس کے ذہن کی تخلیق تھا۔ اِس کی معلومات کسی کو نہ تھیں اور نہ کوئی اس تحقیق میں پڑنا چاہتا تھا۔ البتہ اس نام کی مناسبت کے سبھی معترف تھے۔ مس اسٹون کو گاندھی میموریل کالج میں پروفیسر کے طور پر کام کرتے ہوئے بیس سال سے زیادہ عرصہ ہو چکا تھا۔ اور اس عرصے میں انھوں نے خود کو اس نام کا پوری طرح اہل ثابت کر دکھایا تھا۔ اپنے اصولوں کی سختی کے لئے وہ کالج کیا شہر بھر میں مشہور تھیں۔ اپنی ملازمت کی پوری مدت میں کسی نے اُن کو اپنی بات سے پیچھے ہٹتے نہیں دیکھا تھا۔ وہ مُنہ دیکھ کر اپنے فیصلے بدلنے کی قائل نہ تھیں البتہ وہ بہت کم گو تھیں اور جلدی جلدی اپنی رائے کا اظہار نہ کرتی تھیں۔ ان کے مزاج کے شاید اسی پہلو کو دیکھتے ہوئے کالج والوں نے اُن کو گرلز ہوسٹل کی وارڈن کی ذمہ داری سونپی تھی۔ اُن کی مرضی کے خلاف ہوسٹل میں پرندہ بھی پر نہیں مار سکتا تھا۔ اِسی لئے لڑکیوں کے والدین بھی ہوسٹل میں اُن کی موجودگی سے بہت مطمئن تھے۔

چہرے کی تازگی اور شگفتگی اور اچھی صحت کے باعث مس اسٹون اپنی عمر سے کافی کم نظر آتی تھیں۔ اس میں بھی شاید ان کی اصول پسندی کا دخل رہا ہو کیونکہ جہاں وہ حفظانِ صحت کے اصولوں کی پابندی کرتی تھیں وہیں کبھی کسی نے اُن کے ماتھے پر بل نہیں دیکھا تھا اس کے باوجود کہ وہ اپنے نظریات پر چٹان کی طرح اٹل تھیں۔ وہ ہمیشہ مخاطب سے متبسم انداز میں بات کرتی تھیں یہ اور بات ہے کہ اُس کو ان کا تبسم زہرِ قاتل نظر آتا ہو۔ اُن کے مزاج کے اس تضاد پر لوگ حیران تھے۔ کچھ لوگوں کی روایت تھی کہ مس اسٹون کو جوانی میں ان کے کسی عاشق نے دھوکہ دے دیا تھا۔ جس پر انھیں تمام مردذات سے نفرت ہو گئی اور انہوں نے شادی نہ کرنے کی قسم کھائی اُن کا خیال تھا کہ مس اسٹون کے مزاج کی سختی اُن کے شادی نہ کرنے کے فیصلے کا نفسیاتی ردِ عمل ہے۔ چند دوسروں کا نظریہ یہ تھا کہ مس اسٹون کی شادی اُن کی اِسی اصول پسندی کی بنا پر نہیں ہو سکی۔ کون مائی کا لال اُن کے معیاروں پر پورا اتر سکتا تھا۔ ویسے بھی کوئی بے وقوف ہی ایک مشین سے شادی کر سکتا ہے۔

اِس سب کے باوجود حقیقت یہ تھی کہ بہت تھوڑے عرصے سے پہلے تک مس اسٹون کے لئے پرپوزلز آتے رہے تھے۔ شاید یہ سلسلہ ابھی جاری رہتا اگر مس اسٹون اپنے ساتھی پروفیسروں کے پرپوزلز پر کھلے عام اپنی ناراضگی کا اظہار نہ کرتیں۔ کئی امیدواروں کے ساتھ تو وہ اپنے مزاج کے خلاف نہایت درشتی سے پیش آئی تھیں۔

مگر جس تازہ واقعہ نے اُن کو بد دماغ، بےرحم اور سنگدل اور نہ جانے کیا کیا کچھ مشہور کر دیا تھا اور جس کی وجہ سے وہ اپنے قریبی ساتھیوں کی ہمدردی سے بھی محروم ہو گئی تھیں اور اُن کے خلاف کالج بھر میں ایک نفرت انگیز ماحول ابھر آیا تھا وہ یہ تھا کہ بی، ایس، سی فائینل کی طالبہ مس انجنا ورما ایک شام اُن سے اجازت لیے بغیر اپنے دُور کے ایک کزن کے ساتھ فلم دیکھنے چلی گئی تھی اور رات کو اپنے اُسی کزن کے ساتھ گھر رُک گئی تھی۔ اگرچہ اگلی صبح ہی وہ کلاس میں جانے سے پہلے ہوسٹل میں اپنی حاضری لگوانے کے لیے پہنچ گئی تھی۔ بتانے والوں نے بتایا کہ دراصل اُس کا یہ "کزن" اُس کا بوائے فرینڈ تھا اور یہ بھی کہ" دونوں نے خوب جی بھر کے سیر کی اور فلم میں جانے سے پہلے چائنیز ہوٹل میں ڈنر بھی لیا۔"

یہ بات مس اسٹون کے ڈسپلن کی صریحاً خلاف ورزی تھی۔ جواب طلبی کئے جانے پر مس انجنا نے بتایا کہ اُس کا کزن جب اُسے لینے کے لیے ہوسٹل پہنچا تو فلم شو کا ٹائم کم تھا جس کی وجہ سے وہ اجازت نہ لے سکی۔ مگر جب وہ سینما پہنچے تو اُن کو ٹکٹ پھر بھی نہیں مل سکے اور محض اگلے شو کے انتظار کے لیے وہ ڈنر کے لیے چلے گئے۔ آخری شو ختم ہوا تو اُسے ہوسٹل کا گیٹ کھلوانے کی ہمت نہ ہوئی کیونکہ چوکیدار کو مس اسٹون کا مستقل حکم تھا کہ ساڑھے نو بجے کے بعد کوئی بھی ہو اُن کی اجازت کے بغیر گیٹ نہ کھولا جائے۔ اب اُس کے پاس اپنے رشتہ داروں کے پاس رکنے کے علاوہ کوئی اور چارہ نہ تھا۔ مگر انجنا ورما کا یہ اعتراف مس اسٹون کے فیصلہ کو تبدیل نہ کر سکا اور انہوں نے پرنسپل کو واقعے کی رپورٹ بھیجتے ہوئے طالبہ کو کالج سے رسٹی کیٹ کرنے کی سفارش کی۔ انجنا کی بیوہ والدہ کو دوسرے شہر میں پتہ چلا تو وہ بھاگی ہوئی آئیں اور مس اسٹون کی منت سماجت کی جو بےسُود رہی۔ ہمیں انجنا کی والدہ نے اِس بات کی بھی تصدیق کی کہ مذکورہ نوجوان واقعی اُن کا دُور کا رشتہ دار ہے اور یہ کہ انجنا کے اُس کے گھر ٹھہر جانے میں کوئی قباحت نہیں تھی۔ تو دوہ کزن بھی مس اسٹون سے ذاتی طور پر معافی مانگنے کے لیے پہنچا۔

مگر مس اسٹون کا فیصلہ صادر ہو چکا تھا۔ جس میں تبدیلی ناممکن تھی۔ اُن کا کہنا تھا کہ اُنہیں اِس یتیم لڑکی سے پوری ہمدردی ہے لیکن جہاں تک ہوسٹل ڈسپلن کا سوال

ہے کسی کو بھی غلط روایت قائم کرنے کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔ فیصلے پر نظر ثانی کرنے کی پرنسپل کی ذاتی درخواست بھی اُن کے فیصلہ کا رُخ نہ موڑ سکی۔ اسٹاف میٹنگ ہوئی اور تمام ممبروں نے اُن سے اِس معاملے پر دوبارہ غور کرنے کے لیے کہا تو اُس کے جواب میں مس اسٹون سے صرف اتنا کہا۔

"میری رپورٹ کی حیثیت محض سفارش کی ہے اور پرنسپل صاحب کو اسے منظور کرنے یا رد کرنے کا پورا اختیار ہے۔" لیکن مس اسٹون کی طبیعت کو دیکھتے ہوئے اور کالج کے لیے اُن کی خدمات کے پیشِ نظر اُن کی رپورٹ کو نا منظور کرنے کی ہمت پرنسپل صاحب کو نہ ہوئی اور بالآخر انجنا کو کالج سے خارج کر دیا گیا۔

آج بھی اسٹاف روم میں موضوعِ گفتگو مس اسٹون کی یہی سنگدلی اور پھر اچانک پچھلے ہفتے غائب ہو کر استعفیٰ بھیجنا ہی تھا۔ ہر کوئی استعفیٰ کی توجیہہ اپنے طور پر کر رہا تھا۔ لیکن وثوق کسی کے بیان میں بھی نہ تھا۔ "گھریلو وجوہات" جن کی بنا پر استعفیٰ دیا گیا تھا سب کی سمجھ سے باہر تھیں۔ خود مس اسٹون شہر میں نہ تھیں کہ کوئی اُن سے پوچھ سکتا۔

.... اور اچانک مس اسٹون ایک بنڈل تھامے اسٹاف روم میں داخل ہوتی نظر آئیں اور انہوں نے بنڈل سے کارڈ نکال کر اسٹاف ممبروں کو بانٹنے شروع کئے ـــ

انجنا کی شادی اُس کے اُسی کزن سے ہو رہی تھی اور ریسپشن پارٹی کی میزبان کے طور پر مس اسٹون کا نام درج تھا ـــ

(آل انڈیا ریڈیو جالندھر سے نشر)

شاہکار

ادریس صدر

اور پھر وہ مصوّرِ نامی
فکر و فن کی مہارتیں لے کر
کورے کاغذ پہ رنگ بھرنے لگا
حُسن اور حُسن کا جلال و جمال
ایک فنکار کے تخیل میں
یوں سمٹنے لگا بکھرنے لگا
جیسے کھیتوں میں چاندنی ناچے
جیسے ناگن سی کوئی بل کھائے
جیسے سانچے میں حشر ڈھل جائے
اور پھر شاہکار بن ہی گیا
ایک عورت کا بے لباس بدن
مطلعِ فن پہ یوں چمکنے لگا
جیسے نیرو کا شہر جلتا ہو
جیسے آتش فشاں اُبلتا ہو

(کلکتہ سے نشر)

افسانہ

تماشہ

عائشہ صدیقی

ہوا بہت تیز تھی۔ اس کی تیز آواز کی گونج چاروں طرف سنائی دے رہی تھی جب یہی زناٹے بھرتی ہوا قلعے کی فصیلوں پر سے گذرتی تو ایسا محسوس ہوتا کہ اس کی برجیوں کو اپنے ساتھ اُتار لے جائے گی اور اس بلند عمارت کا سر قلم ہو جائے گا۔ لہریں تڑپ تڑپ کر آگے بڑھ رہی تھیں شاید وہ اس کی بنیاد سے وہ مٹی نوچ لانا چاہتی تھیں جسے اس بہتی گنگا سے کچھ ہاتھوں نے صرف اپنے لئے محفوظ کر لیا تھا۔ گنگا کی ابھرتی پھیلتی لہروں میں قلعہ کا عکس کانپ کانپ کر اپنے بچاؤ کے لئے اِدھر اُدھر سرک رہا تھا۔ عمارت کی جڑیں ہلی جا رہی تھیں محسوس ہوتا تھا بس اب غرقِ آب ہوئیں۔ ہمارے دل دہشت سے کانپ رہے تھے خوف سے ہم نے اپنی نگاہیں پھیر لی تھیں۔ ہم ساکت نظریں لئے اس قلعہ تک جانے والے عارضی پل پر سے گذر رہے تھے جسے لاتعداد لوگوں نے صدیوں کی جدوجہد کے بغیر تعمیر کیا تھا۔ گونجتی ہوئی قہقہوں کی آواز اب بھی ہمارا پیچھا کر رہی تھی۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی تو وہ ہمارے سامنے تھا۔

میوزیم دیکھنے کے لئے جیسے ہی ہم نے ہال میں قدم رکھا تھا ہمیں ٹھٹھک کر رک جانا پڑا۔ بڑے بڑے جنگی گھوڑے اپنے پیر اوپر اٹھائے ہمارا راستہ روکے کھڑے تھے۔ پیچھے جڑا ہوا پُر شکوہ رتھ۔ لگتا تھا کہ ابھی ہمیں روندتا ہوا سر پر سے گزر جائے گا لیکن اچانک ایک آواز نے ہمیں اپنی طرف موڑ لیا۔ ارے ارے ڈر گئے یہ تو مردہ خانہ ہے۔ زندگی تو اپنا سارا رس نچوڑ نجانے کب کی آگے بڑھ گئی۔ اور انہیں کھنڈروں میں قید کر گئی کہ یہ اپنا سوکھا جسم لے کر کہیں بھاگ نہ سکیں۔ ان نگوں اور موتیوں کو بے جھجھک چھو کر دیکھو پریشان کیوں ہوتے ہو یہ دھندلی بے آب آنکھیں نظر ملانے کی طاقت کھو چکی ہیں۔ ان میں روشن جاہ و جلال کی شمعیں گل ہو چکی ہیں۔ دولت کا تیل ختم ہو گیا۔ اب ان کی ساکت لویں کہیں جلا نہیں سکتیں۔ ہاں ہاں آگے بڑھو۔ تم [illegible] لوگ تم تو ٹکٹ خرید کر ان جلتی بجھتی روشنیوں کا تماشہ دیکھنے آئے ہو۔

ہمارے منہ جیسے سِل گئے تھے اور قوتِ گویائی رخصت ہو گئی تھی ہم پھٹی پھٹی آنکھوں سے اس نوجوان کو دیکھ رہے تھے۔ وہ صاف ستھرا معمولی لباس پہنے تھا جس پر بے شمار [illegible] تھیں۔ کئی جگہ پیوند بھی لگے ہوئے تھے۔ پیروں میں جو جوتے اس نے پہن رکھے تھے ان میں جا بجا ٹین مڑھا ہوا تھا۔ ہاتھ میں پھاوڑے سے ملتی جلتی کوئی چیز تھی۔ چہرے سے وحشت برس رہی تھی۔ اس کے انداز میں بڑی کرختگی تھی میں تو ایسی ڈری کہ آنکھ ملانے کی ہمت ہی نہیں ہو رہی تھی اس کی چنگاریاں برساتی دہکتی آنکھوں کو دیکھ کر تو اور دم نکلا جا رہا تھا۔

اس سحر زدہ ماحول میں ہم سب سہمے سہمے سے آگے بڑھے گاڑیوں کی ایک لمبی قطار دور تک ہمارے سامنے چلی گئی تھی ایک سے ایک انوکھی وضع کی سواریاں، ہاتھی دانت سے مڑھی ہوئی بگھی، گنگا جمنی پھولوں کے کام سے سجا ہوا رتھ، مضبوط لوہے کی گاڑیاں اور نقاشی کی ہوئی پالکیاں۔ کسی پر مہین پردے لہرا رہے تھے کہیں مخملی جھالروں کی نرماہٹ تھی۔ لیکن ہر چیز پر موت کا پہرہ تھا۔ ایسا لگتا تھا کہ کوئی طلسم ہے جس نے سب کچھ اپنے حصار میں لے لیا ہے اور اسی کالے جادو کے اثر سے سب کچھ اپنی جگہ تھم گیا ہے۔ رُک گیا ہے۔ گھوڑوں کے پیر جم گئے ہیں گاڑیوں کو زمین نے جکڑ لیا ہے [illegible] جو شروع سے ہی ہمارے ساتھ تھا پھر بار بار ان کی عظمت کے قصے سنا رہا تھا۔

یہ گاڑیاں [illegible] راج کمار کے پرداد کا ہے۔ لو [illegible] یہ گھوڑا [illegible] جنگ کے موقع پر کام آتی تھی۔ موتیوں اور نگوں سے جڑی [illegible] چند [illegible] کو تو اب سراج [illegible] دی تھی چاندی [illegible] پالکی [illegible] مہاراج اور [illegible] کی [illegible] آپ نے دیکھا [illegible] آپ کو دوسرے [illegible]

چیزیں کہ آنکھیں حیرت سے پھٹ جائیں۔ حضور بڑے لوگ تھے۔ جیون کیا بتاتے تھے کھیل کرتے تھے۔ دن رات کیا گزارتے تھے۔ جشن مناتے تھے ابھی آپ نے دیکھا ہی کیا ہے۔ آیئے اس سامنے والے ہال میں آیئے۔ ارے مالک یہ قالین آپ ہی کے لیے بچھے ہیں ان پر پیر رکھ کر ان کی نرمی کا اندازہ تو کیجیے ایسے ایسے نہ جانے کتنے قالین توشہ خانے میں موجود ہیں۔"

"اور ایک دوسرے کے گلے لگے اپنی بے کسی پر آنسو بہا رہے ہیں کیڑوں نے ان میں جگہ جگہ سوراخ کر دیئے ہیں۔" ایک آواز نے ہمیں جیسے پھر سے جگا دیا۔

"آپ سب کے چہروں سے وحشت کیوں برس رہی ہے گھبرایئے نہیں یہ تو مردہ خانہ ہے۔ سب مردوں کا مال ہے کوئی کچھ نہیں بول سکتا۔"

اتنا کہہ کر وہ ایک دم چپ ہو گیا اور کمر نے میں ہاتھ باندھ کر اس طرح کھڑا ہو گیا جیسے وہ بھی کوئی ہو جسے چند لمحوں کے لیے گویائی مل گئی تھی۔ ہمیں محسوس ہونے لگا جیسے بہت سے ہیولے ہمارے آس پاس منڈلا رہے ہیں ہمارے دھول سے اَٹے ہوئے پیروں کو ان قالینوں پر دیکھ کر تڑپ رہے ہیں یہ حسرت بھری نظروں سے ان کپڑوں کو تک رہے ہیں جو ان سے چھین کر شوکیسوں میں بند کر دیئے گئے ہیں۔ گائڈ نے اپنی معلومات کی گٹھڑی پھر کھولی۔ "یہ دوشالہ کشمیری کام کا اعلیٰ نمونہ ہے آج اس کی مثال ملنا مشکل ہے۔"

"تم رکو" وہی شخص پھر بیچ میں بولا۔ "آج کیا اس دوشالہ کی مثال اس وقت بھی ملنا مشکل تھی کیونکہ اس میں اُن کے ساتھ ہزاروں انسانوں کے جسموں کی گرمی شامل ہے۔ یہ باریک چکن اس لئے ٹھنڈا انہیں محسوس ہوتا کہ اس کا کپڑا مہین ہے بلکہ اس کے بنانے میں غریبوں کا پسینہ پانی کی طرح بہا ہے اس میں ان کی آنکھوں کا عرق شامل ہے ارے تم لوگ میرا منھ کیا تک رہے ہو۔ شاید پاگل سمجھ رہے ہو۔ ہا ہا ہا ہا۔ جاؤ انہیں سنی سنائی کہانیوں سے دل بہلاؤ تم نے پیسے دیئے ہیں۔ تماشہ کا ٹکٹ خریدا ہے یہ حکم کا غلام ابھی تمہیں بہت سے کھیل دکھائے گا۔"

توبہ توبہ کیسا وحشت زدہ ماحول ہے۔ اس پاگل سے پیچھا چھڑا کر ہم لوگ آگے بڑھ گئے۔ گائڈ کہہ رہا تھا۔ ان کی باتوں پر نہ جایئے ہاں تو صاحب میں کہہ رہا تھا۔ بڑے لوگوں کی باتیں بڑی۔ صاحب جیون کیا بتاتے تھے کھیل کرتے تھے ہتھیار بندوق تصویریں سب ادھر ہیں آپ میرے ساتھ ساتھ آیئے۔

ہم اصلحہ خانہ میں پہنچ گئے۔ کارتوس بندوقیں اور تلواریں ہم پر سایہ کئے ہوئے منہ پھاڑے کھڑی ہمیں دیکھ رہی تھیں۔ ہم اس کے پاس سے گزرتے ہوئے پکچر گیلری کی طرف چلے گئے اور اس شاہی کارواں کو دیکھنے میں محو ہو گئے جو صدیوں کی رہ گزر پار کرتا ہوا آج ایک انوکھے موڑ پر آ کر رک گیا تھا۔

یہ مہاراج کمار کے دادا چندر بھان سنگھ کی تصویر ہے، تنی ہوئی گردن ماتھے پر خاندانی افتخار کی لکیریں جگمگاتا ہوا روشن چہرہ ایک اور تصویر میں یہی پُر جلال شبیہ خاندان کے کچھ اور لوگوں کے ساتھ نظر آ رہی تھی۔

"آپ لوگوں کو شاید اس چہرے کی چمک متاثر کر رہی ہے۔ انھوں نے چمکتے سورج کے سامنے آنکھیں کھولیں۔ آفتاب کی کرنوں کے سائے میں زندگی گزاری اور جگمگاتی روشنیوں میں ہی آنکھیں موند لیں۔ انہیں کبھی معلوم نہ ہو سکا کہ مایوسیوں کا اندھیرا کیسا ہوتا ہے ناکامی کیسے چہرے کا نور چھینتی ہے۔" اس کی آواز میں لرزش تھی اور جسم کانپ رہا تھا۔ راجاؤں اور راج کماروں کی صورتیں معصومیت اور حیرت سے اس انسان کو تک رہی تھیں۔ گائڈ اس کی باتوں کو نظر انداز کرتا ہوا ایک قدِ آدم قلمی تصویر کے سامنے رک گیا تھا ہاتھ میں تھامی ہوئی چھڑی میں جڑے ہوئے خوبصورت نگینے گلے میں ست لڑا ہار سینے پر لگے تمغے پکار پکار جیسے اعلان کر رہے تھے۔ ہم تمہاری پہنچ سے ہمیشہ بہت دور رہے تم یہ فاصلہ کبھی طے نہیں کر سکے۔

"یہ مہاراجہ اُدے پال سنگھ ہیں۔ ان کے مان دان کے قصے دور دور مشہور ہیں ان کے ساتھ ہمیشہ کھوج میں ہزاروں لوگ بیٹھتے۔ ہر سمے راگ رنگ اور دھوم مچی رہتی تھی اور یہ بائیں طرف جو تصویر ہے اس میں ان کے بیٹے کنور راجیندر پال جی ہیں اور اس کے آگے ... بابا" ارے تم کیسے قصہ سنانے والے ہو تمہیں تو کوئی کہانی بھی پوری یاد نہیں۔ یہ وہی کنور جی ہیں جو اٹھارہ سال کی عمر میں گھر سے نکلے تو آج تک اس اجڑے ہوئے محلے میں واپس آنے کی ہمت نہ کر پائے۔ ٹھہرو میں بتاؤں۔ یہ زیوروں سے لدی ہوئی مہارانی و گراج کنوری چمپا رانی ہیں۔ تم نے اس شہزادی کی کتھا ضرور سنی ہوگی جو چلتی تھی تو سونے چاندی کے ٹکڑوں کی بارش ہوتی۔ جو ہنس کر پھول بکھیرتی اور آنسو بھی موتی کی لڑیوں میں پروتی تھی۔ ایسی ہی مہارانی یہ بھی تھیں بے چاری زندگی بھر اونچی اونچی دیواروں میں قید جیون کو تماشہ کی طرح دیکھتی رہیں۔ دولت کے انبار لگتے رہے ان کو ڈھکتے رہے اور ایک دن یہ اسی میں دفن ہو گئیں۔ یہ جو ایک قطار سامنے چلی گئی ہے یہ سب ایسی ہی بے زبان عورتوں کی تصویروں کی ہے جو کبھی یہ نہ بتا سکیں کہ وہ کیا چاہتی ہیں۔ تم آج ان کا تماشہ دیکھنے آئے ہو یہ سجے سجائے وجود تو ہمیشہ ہی تماشہ بنے رہے اس دور میں بھی جب یہ روشنی کی باراتیں لے کر گزرتے تھے اور لوگ انہیں دیکھ کر رعب سے اپنی گردنیں جھکا لیتے تھے اور آج بھی جب یہ اپنے خاندانی وقار کے دام لگا کر لوگوں کو بلاتے ہیں کہ آؤ ہمارا تماشہ دیکھو۔ ہمیں کہانی سمجھ کر سنو اور ہمارے انجام پر مسکراتے یا آنسو بہاتے چلے جاؤ۔ جوش میں اس کے منھ سے جھاگ نکلنے لگا تھا اور سانس پھولنے لگی تھی ہم اتنی دیر سے ڈرے سہمے چل رہے تھے کئی بار چاہا کہ گائیڈ سے اس پاگل کے بارے میں پوچھیں لیکن ہر بار اس کی غم آلود نظروں نے ہمیں روک دیا۔ ہم پکچر گیلری قریب قریب دیکھ چکے تھے۔ بس ایک تصویر نہ دیکھ سکے کیونکہ اُسے پلٹ دیا گیا تھا یہ موجودہ راج کمار کی تصویر تھی ہم نے گائڈ سے اسے الٹنے کا اصرار کیا لیکن وہ ایسا نہ کر سکا شاید کچھ پیسے لے کر وہ ہماری خواہش پوری بھی کر دیتا لیکن وہی نوجوان جو اتنی دیر سے ہمارے ساتھ تھا پھر کر سامنے آ گیا جیسے ابھی ہمیں قتل کر دے گا۔

"خبردار جو مجھے تماشہ بنایا چند پیسوں کا ٹکٹ خرید کر تم نے صدیوں کا کھیل دیکھ لیا۔ میں تماشہ نہیں آج کا زندہ انسان ہوں میں نے ان کھوکھلی دیواروں سے خود کو آزاد کر لیا ہے جس کے اندر پلنے والے انسان محنت کر کے زندگی کے ثبوت فراہم کرنا نہیں جانتے جو صرف دوسروں کی محنتوں پر زندگی بسر کرنے کو شان سمجھتے ہیں۔ میرے پیر دیکھو ان لوہے کے پیروں کو زمین نہیں پکڑ سکتی میں راہ کا ہر پتھر خود ہٹاؤں گا۔ جاؤ جاؤ تم مجھے تماشہ نہیں بنا سکتے تماشہ ختم ہو گیا جاؤ۔ خبردار جو نظریں میری طرف کیں میں انسان ہوں مداری نہیں کیا سمجھا ہے تم نے مجھے۔ ہا ہا ہا ہا۔ ہا ہا ہا ہا۔" وہ دیوانہ وار قہقہے لگا رہا تھا اس کے قہقہے ہمارا پیچھا کر رہے تھے۔ ہم تیزی سے اس مہاجنی پل پر سے گزرتے ہوئے واپس لوٹ رہے تھے جسے لوگوں نے بڑی جدوجہد کے بعد اس قلعے تک پہنچنے کے لئے تعمیر کیا تھا۔

(آکاشوانی لکھنؤ سے نشر)

عائشہ صدیقی
احاطہ ناظر قنبر ماموں بھانجہ۔ لکھنؤ ۳

خمار فریشی

نمو کی بارش کے موسموں پر عذاب ہوں گے
ہرے بھرے شاخچوں پہ جلتے گلاب ہوں گے

مسافتوں کی یہ سرد راتیں طویل ہوں گی
قدم قدم پر برہنہ سر ماہتاب ہوں گے

ہمیں بھی اپنے نیازمندوں میں گن کے دیکھو
ہمارے دم اور قدم سے جاری ثواب ہوں گے

تمہیں بھی عالم پناہ کہنے کا وقت آیا!
تمہارے کتنے نہ جانے ہم پر عتاب ہوں گے

وہ گرد چہرہ، وہ دھول آنکھیں، وہ دھند منظر
یہ لمحۂ شام ڈھل گیا تو سراب ہوں گے

(آکاشوانی گلبرگہ سے نشر)

کڑوے نیم سے بھی بڑا

آکرم فاروقی

مرحلے کے بعد دوسرا مرحلہ تھا سامان کی **ایک** چیکنگ کا ۔۔۔!!

کسٹم آفس کے سامنے ایسا افراتفری کا عالم تھا کہ جیسے محشر میں سب کو اپنی اپنی پڑی ہو۔ بے اندازہ مسافروں کی بھیڑ، قلیوں کی جھک جھک، بچوں کا شور، عورتوں کی بدحواسیاں، مردوں کی ہنگامہ آرائیاں اور ان سب پر سرکاری عملہ کا ابسا سخت اور روکھا برتاؤ کہ جاڑوں کی دوپہر میں گرمیوں کی صبح کا احساس ہو جائے۔ لیکن ایسے ماحول میں بھی نجمہ کے دلکش ...... سپاٹ شرتی آنکھوں کی نرگسیت اور کندھوں پر جھولتی ...... تراشیدہ بالوں کی لٹیں، ساون کی ...... والی اس بارش کی یاد دلا رہی تھیں جسے کیرالہ میں مینگو شاور کی رم جھم سے منسوب کیا جاتا ہے لیکن اچانک یہ رم جھم اس وقت تھم گئی جب انسپکٹر سرجیت کور نے اسے مشکوک نگاہوں سے دیکھا اور اپنے ساتھ ایک مخصوص کمرے میں لے گئی۔ کچھ دیر کے بعد جب وہ باہر آئی تو اس کے چہرے پر جھینپ کی دھوپ کے وہ سائے چپک کر رہ گئے تھے جو چاندنی کا لہو پی کر اماوس کی راتوں میں سسکیاں لیا کرتے ہیں ۔۔۔

کچھ لمحوں کے بعد وہ کسٹم آفیسر مسٹر صدیقی کے آفس میں تھی ۔۔۔!!

"آپ کا نام نجمہ عزیز ہے ؟"

"جی ہاں ....!!" نجمہ کی آواز میں اعتماد کا فقدان تھا۔

مسٹر صدیقی نے نجمہ کا کچھ ایسی نگاہوں سے جائزہ لیا جیسے اسے پہلے کہیں دیکھا ہو۔ ایک لمحے کے لیے انہوں نے ایک بار پھر اس کی طرف دیکھا اور پھر بلا ارادہ ان کی نگاہیں نجمہ کے کتابی چہرے کے گلابی اوراق پر کسی الف لیلوی تحریر کے نیم معدوم حروف پڑھ رہی ہوں نون .... جیم ..... اے تم نجمہ ۔۔۔۔ ؟؟

کیا تم نے مجھے پہچانا ۔۔۔ ؟؟ اچانک مسٹر صدیقی کی آنکھوں میں کچھ عجیب سے خوابیدہ جذبے جاگ اٹھے اور ہونٹوں پر دل آویز مسکراہٹ کی لکیریں پھیل گئیں۔ جیسے غیر متوقع طور پر ان کی جستجو منزل سے ہمکنار ہو گئی ہو ۔۔۔!!

مسٹر صدیقی اپنی بیگم کے انتقال کے بعد سے بے حد رنجیدہ اور گم صم سے رہتے تھے لیکن اس دن ایک طویل عرصہ کے بعد ان کے چہرے پر مخملی خوابوں کے گلاب ایک ساتھ کھل اٹھے تھے ۔۔۔!!

"وہ .....! آپ ....! کیا نفیس صدیقی ہیں ؟"

نجمہ نے ذہنی الجھن ...... زیر لب تبسم کے ساتھ پوچھا۔

"جی ہاں ....!" مسٹر صدیقی نے کہا۔

دراصل نجمہ بہت دیر سے اپنے ماضی کے دھندلے جزیروں میں بھٹک رہی تھی ...... رہی تھی کہ انھیں کہاں دیکھا ہے؟ اور جب بھولی بسری یادوں کے ...... میل کے ساتھ دل دماغ میں سما گئے تو وہ اچانک دوج کے چاند کی طرح کھل اٹھی جیسے اس کا سارا کھویا ہوا اعتماد لوٹ آیا ہو ۔۔۔!!

"اُف بیس سال کا طویل عرصہ جیسے زمانے بیت گئے ہوں میں نے تو کبھی سوچا بھی نہ تھا کہ کبھی اس طرح آپ سے ملاقات ہو جائے گی لیکن کس قدر بدل گئے ہیں آپ ۔۔۔ ؟" کچھ پل کے لیے نجمہ کی آنکھوں میں ...... کا نور اور ہونٹوں پر مونالیزا کی مسکراہٹ کا وہ ...... جو مسٹر صدیقی کو بے حد عزیز تھا ۔۔۔

"آپ بھی تو بہت بدل گئی ہیں لیکن غیر متوقع طور پر آپ سے مل کر مجھے انتہائی خوشی ہو رہی ہے" مسٹر صدیقی کے لہجے میں جذباتی رچاؤ تھا ۔۔۔

"لیکن آپ کا عملہ بے حد بد اخلاق ہے" نجمہ نے کرسی کی پشت پر سر ٹکاتے ہوئے کہا ۔۔

"میں اپنے عملہ کی طرف سے معذرت خواہ ہوں نجمہ!"

نفیس صدیقی جہاں محکمے بھر میں اپنی اصول پسندی اور سخت گیری کے لیے مشہور تھے وہاں اپنی پاکیزہ و شائستہ گفتگو کے لیے بھی مشہور تھے ٹرن .... ٹرن ....!! نفیس صدیقی نے گھنٹی بجائی۔

"جی حضور ۔۔۔!!"

"کافی اور کچھ کھانے کے لیے بھی ۔۔۔!!" نفیس صدیقی کے لہجے میں بارش کے بعد والی ٹھنڈک تھی جس میں چاہت کی دھیمی دھیمی آنچ ہوتی ہے۔

"آپ اس قدر زحمت نہ کریں ۔۔۔!!" نجمہ کے لہجے میں بھی ساون کی خوشگوار تپش تھی لیکن ایسی تپش جو دل کی بے ربط دھڑکنوں کے بعد پیدا ہوتی ہے۔

"ارے آپ زحمت کو زحمت کہتی ہیں" لگتا تھا جیسے مسٹر صدیقی ایک لمبی نیند کے بعد جاگے ہوں ۔۔

"اور سنائیے! کیا حال چال ہیں؟ یہ طویل عرصہ کہاں گذرا اور کیسا گذرا ۔۔۔؟؟" اس دن مسٹر صدیقی خلاف معمول کچھ زیادہ ہی خوشگوار موڈ میں تھے اور یہ نفسیاتی حقیقت ہے کہ جس کے ساتھ عمر کا بہار آفریں حصہ وابستہ ہوتا ہے اگر وہ اچانک مل جائے تو خزاں رسیدہ چمن بھی جنت بداماں ہو جاتا ہے ۔۔

"جیسا گذرا، بس اچھا ہی گذرا۔ آپ سنائیے اپنے حال چال ۔۔۔!!" نجمہ نے اپنے جذبوں کی کپکپاہٹ پر قابو پاتے ہوئے پہلو بدلا ۔۔

"نجمہ! میرا کیا حال پوچھتی ہو میں تو اس دن بے حال ہو گیا تھا جس دن تمہارے دروازے پر شہنائی گونجی تھی اور ڈھولک کی تھاپ پر بیاہ کے البیلے گیت فضاؤں میں گونجے تھے اور تم نہ چاہتے ہوئے بھی بیاہ کا سرخ جوڑا زیب تن کر کے اسلم کے ساتھ دبئی کے لیے پرواز کر گئی تھیں ۔۔۔!!" نفیس صدیقی کے لہجے کی آنچ دل میں سلگتے ہوئے ماضی کے الاؤ کا پتہ دے رہی تھی ۔۔

"نفیس! میں بہت مجبور تھی" بے تکلفانہ اندازِ تخاطب سے لگتا تھا کہ جیسے نجمہ کے دل کے زخم کا کوئی ٹانکا چٹاخ سے ٹوٹ گیا تھا ۔۔

"وہ وعدے، منصوبے، خاکے اور بے رنگ تصویریں آخر کہاں چلی گئیں نجمہ ؟؟" کسٹم آفیسر مسٹر صدیقی شاید یہ بھول چکے تھے کہ وہ اپنے آفس میں بیٹھے گفتگو کر رہے تھے یا ڈرائنگ روم میں ۔۔۔!! اس دوران دو تین بار ٹیلیفون کی گھنٹی بجی انہوں نے رسمی بات چیت کی اور ریسیور رکھ دیا۔

"آج پھر مجھے ایک بار یہ احساس شدت سے ہو رہا ہے کہ انسان عمر کی کسی منزل میں پہونچ جائے لیکن دل کے زخم کبھی مندمل نہیں ہوتے" نجمہ کی آواز میں صحراؤں کا گہرا سناٹا تھا اور چہرے پر خزاں رسیدہ پتوں کا رنگ ۔۔۔!!

"اسلم صاحب کا تو کچھ حال سناؤ کیا رنگ ڈھنگ ہے ان کا ۔۔۔؟" نفیس صدیقی نے پن کشن سے آل پن نکالتے ہوئے نجمہ کے کتابی چہرے کا گہری نگاہوں سے جائزہ لیا ۔۔

"وہ مجھے چاندی کے بازار میں نیلام کر کے کہیں چلا گیا دس سال سے اس کا کچھ پتا نہیں ۔ میں نے کورٹ سے طلاق حاصل کر لی ہے" ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے نجمہ بول نہ رہی ہو بلکہ آہستہ آہستہ کسی درد سے کراہ رہی ہو ۔۔۔

"اوہ! یہ تو بہت برا ہوا ۔۔۔!!" نفیس صدیقی نجمہ سے گفتگو کر رہے تھے لیکن ذہن ٹیلیفون کی گفتگو میں الجھا ہوا تھا۔!

"نفیس صاحب! کبھی برائی اچھائی میں بدل جاتی ہے اور کبھی اچھائی برائی لگنے لگتی ہے" نجمہ کا لہجہ خاصا فلسفیانہ تھا لیکن چہرے کی رنگت کی تجریدی کہانی کے عنوان کا پتہ دے رہی تھی۔

"اسلم کی کوئی نشانی ۔۔۔؟" نفیس صدیقی نے سرخ پنسل قلم دان میں رکھتے ہوئے پوچھا ۔۔

"... ... ... باکہ میں بے نشان رہی" نجمہ نے
... ... فائل کو اٹھاتے ہوئے دروازے کی طرف
... ... نگاہوں سے دیکھا ۔
"اور آپ ... ؟" نجمہ نے فائل کو پلٹتے ہوئے پوچھا۔
"ماں دو بیٹے ہیں ماں کے میرے پاس ہیں نفیس صدیقی نے
... ... میں کہا ۔
"کیا مطلب ... ؟" نجمہ سراپا سوال بن گئی ۔
"رابعہ شہید ہو گئی تھی دوسرے بچے کی پیدائش کے وقت ...!!" نفیس صدیقی کے لہجے میں درد انگیز مرثیوں کا کرب تھا اور آنکھوں میں ریزہ ریزہ خواب ...!!
"اُف ! یہ تو بہت بڑی ٹریجڈی ہوئی آپ کے ساتھ ۔!!
نجمہ نے اپنی سیمیں پیشانی کے عرق کو رومال میں جذب کرتے ہوئے کہا ۔
"ہاں نجمہ !!" لگتا تھا جیسے مسٹر صدیقی اندر سے کھنڈر کھنڈر ہو چکے تھے ۔
کسٹم آفس کے باہر مسافروں کی بھیڑ تھی چیکنگ کا کام جاری تھا کچھ لوگ کسٹم آفیسر سے ملاقات کے لیے مضطرب تھے لیکن چپراسی ذہین تھا اس نے دنیا دیکھی تھی ۔
"میں صاحب سے ملنا چاہتا ہوں" بھیڑ میں سے ایک کسٹم زدہ مسافر نے چپراسی سے مٹھی بند التجا کے لیے آہستہ سے زبان کھولی ۔
"صاحب بہت سیریس کیس ڈیل کر رہے ہیں وہ اس وقت کسی سے نہیں مل سکتے" آخر پنڈت رام شنکر درجہ چہارم کے ملازمین کا صدر تھا اس لیے ماحول سمجھنے اور بات بنانے میں بہت طاق تھا ۔
"لیکن آپ کے دیش میں تو مہنگائی کا سبب تو وہ لوگ ہیں جو ذخیرہ اندوز ہیں اور اسمگلر ہیں ورنہ ہم خود کفیل ہیں" مسٹر صدیقی نے اپنے آفس میں آویزاں گاندھی جی کی روغنی تصویر دیکھتے ہوئے کہا ۔
"لیکن ایسا لگتا ہے جیسے آپ کی سرکار چور بازاری کو روکنے میں ناکام ہو گئی ہے اس ملک میں پسماندگی ہے" نجمہ نے اپنی جاپانی ساڑی کے پلو کو انگلیوں میں الجھاتے ہوئے کہا ۔
"نہیں ... ہرگز نہیں ...!!" آزادی کے بعد سے چوتھائی صدی میں اتنی ترقی کر لی تھی کہ دوسرے ممالک ایک صدی میں نہیں کر سکتے" مسٹر صدیقی نے اپنی ٹائی کی گرہ درست کرتے ہوئے کچھ غصے اور کچھ فخر کے ساتھ کہا ۔
"لیکن آئے دن یہ فسادات ... ؟؟" شاید نجمہ ہندوستانی شہریت حاصل کرنے کے موضوع پر بہت سنجیدگی سے غور کر رہی تھی بار بار پیچھے مڑ کر بھی دیکھتی جاتی تھی جسے کسٹم آفیسر مسٹر صدیقی اچھی طرح محسوس کر رہے تھے ۔
"یہ فسادات بھی باہر کی چاندی کے سیاہ کارنامے ہیں" مسٹر صدیقی نے ٹیبل کور پر لگے کافی کے دھبے کو رومال سے صاف کرتے ہوئے کہا ۔
"اوہ ! نفیس صاحب معاف کیجئے گا کہ میں آپ کو اتنے اعلیٰ عہدے پر فائز ہونے پر مبارکباد دینا تو بھول ہی گئی"

نجمہ نے اپنے ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے کہا ۔
"شکریہ ! لیکن میں فارملیٹیز کا قائل نہیں" مسٹر صدیقی نے معنی خیز تبسم کے ساتھ کہا ۔
"آپ کے اتنے بڑے عہدے پر ہوتے ہوئے جی چاہتا تھا کہ کوئی اونچا وعدہ کیا جائے ورنہ آپ سے دوستی کا کیا فائدہ ۔؟"
نجمہ نے مسکراتے ہوئے کہا ۔
"لیکن نجمہ ! دوستی کی تجارت بے سود ہوتی ہے ۔"
"بچپن کی دوستی تو بہت پائدار ہوتی ہے" نجمہ نے کتاب ماضی کا ایک اور ورق پلٹتے ہوئے کہا اور ماضی دونوں کے روبرو قدِ آدم آئینے کی طرح آ کر کھڑا ہو گیا ۔
"نجمہ ! تمہیں دادا جان سے میری دوستی یاد ہے"
مسٹر صدیقی معصوم لہجے میں بولے ۔
"ہاں مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ تم دادا جان کو بہت تپاک کے ساتھ آداب کیا کرتے تھے ۔
"اور تم کو یاد ہوگا کہ وہ مجھے کیا دعا دیا کرتے تھے ؟"
مسٹر صدیقی نے پوچھا ۔
"نہیں ... ! مجھے تو یاد نہیں ...!!" نجمہ نے سادگی کے ساتھ کہا ۔
"وہ میرے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا کرتے تھے جیتے رہو ، بہت بڑے بنو ، کڑوے نیم سے بھی بڑے !!
اور پھر بہت دیر تک گنگا جمنی قہقہہ فضاؤں میں گونجتا رہا ۔
نجمہ ! وہ حاجی جی کی بغیا والی املی یاد ہے نا کتنے شوق سے ہم لوگ کنکریں مار مار کر املیاں توڑتے تھے
"اور چھدا جھولے والا بھی تمہیں یاد ہے نا ...!!
"غضب کے چٹ پٹے چھولے ہوتے تھے اس کے ۔!!
چھولوں کا ذائقہ یاد آتے ہی رام پرشاد یاد آ گیا جو ٹھنڈی قلفی کا ٹھیلا لیکر گلی میں آتا تو محلے کے بابو سے لیکر اسی کے پاپا تک اپنی باری کا انتظار کرتے تھے اور پھر یاد آتے آتے وہ سب کچھ یاد آ گیا کہ کس طرح دونوں ایک دوسرے کے قریب آئے تھے اور کس طرح سماج کے بے رحم فیصلے اور بوسیدہ اصولوں کی صلیب پر چڑھا دیا گیا تھا ۔
کسی کے پیروں کی چاپ اندر آتی ہوئی سنائی دی تو وہ دونوں ماضی سے یکبارگی حال لوٹ آئے ۔
"سر ! کیا میں اندر آ سکتی ہوں" انسپکٹر سرجیت کور نے چق اٹھاتے ہوئے پوچھا ۔
"آئیے ... !" کسٹم آفیسر مسٹر صدیقی نے سگریٹ کیس میز پر رکھتے ہوئے کہا ۔
یہ ان دیوی جی کی فائل ہے ان کے پاس سے دو لاکھ روپیہ کا غیر قانونی سامان برآمد ہوا ہے یہ مشہور اسمگلر مہندر کے گروہ سے تعلق رکھتی ہیں" انسپکٹر سرجیت کور نے فائل پیش کرتے ہوئے کہا ۔
"یہ جھوٹ ہے تہمت ہے سراسر غلط ہے" یکایک نجمہ حلق کے بل چیخ اٹھی ۔
لیکن کسٹم آفیسر مسٹر صدیقی کی آنکھوں کا بدلا ہوا رنگ دیکھ کر نجمہ کا چہرہ فق ہو گیا اور اس کے گھٹنے لرزنے لگے ۔
"یہ جھوٹ نہیں سچ ہے دیوی جی !" انسپکٹر کور نے اپنی بند مٹھی کی کوئی چیز اسے دکھائی تو نجمہ کا چہرہ بجھ گیا اور منت و سماجت کی تصویر بنتے ہوئے بولی ۔
نفیس صاحب ! خدا کے لیے مجھ پر رحم کریں بچپن کی دوستی کا واسطہ دیتی ہوں آپ کو ...!!"
یکبارگی کسٹم آفیسر مسٹر صدیقی کی آنکھوں کے سامنے کتنی پیچیدہ سوال آندھی کے بگولے کی طرح ناچنے لگے ۔ بچپن کا وسیع نیل گوں آسمان ؟ محبت کا آتشیں سمندر ، تنہائیوں کے جاں سوز کیکٹس ؟ بچوں کے مستقبل کا صحرا ؟ اور فرائض کا وہ کڑوا نیم جو ہمالیہ سے بھی بلند ہے ...!!

ایک سہما پل

اکرم فاروقی

سنٹرل اسکول ... ترونندرم ... کیرالہ ۶۹۵۰۰۴

افسانہ

ایک سہما پل

آنگن میں بلب کی ڈوری لٹکاتے لٹکاتے ایک دم ماموں کو کچھ خیال آیا ۔ انہوں نے دو روپے نکالتے ہوئے کہا "او فجو اٹھ تو سہی ، نوٹ لے اور جھٹ پٹ للّٰہ کی دوکان سے لگیوں کے لئے رنگ برنگا کاغذ تو لے آ ۔ بارات آنے تک مجھے سب میں لگیاں لگانا ہے" "لیکن ماموں میرا قمیض تو ابھی سوکھا بھی نہیں ہے"
ماموں نے آنکھیں نکالتے ہوئے کہا "تو پاجامہ تو پہنے ہے بالکل ننگا تو نہیں ہے ۔ کچھ تو ڈھکا ہے ۔ بڑی عزت والا ہے جو اس طرح اینٹھ رہا ہے" آخر فجو بادل ناخواستہ اٹھا اور سالہ بیتی ہوئی اماں سے چپلیں گھسیٹ کر اپنے پاؤں میں پہنتے ہوئے للّٰہ والی دوکان کی طرف چل دیا ۔ نیم برہنہ لڑکے کی عزت کیا لیکن عزت کی خواہش نہ جانے کہاں اس کے دل میں چھپی بیٹھی تھی ۔ قمیض نہ سہی ، چپلیں ہی سہی ۔
چاروں طرف آج بڑا جوش و خروش دکھائی پڑ رہا تھا ۔ جہاں چراغ کی لو بھی مندی مندی جلا کرتی تھی ۔ آج وہاں جھما جھم اجالا ہو رہا تھا ۔ ادائیگی کس طرح ہوگی قرض لیتے وقت

فرحت جہاں

انوری کے ابّا نے یہ نہیں سوچا۔
زخمی زندگی کا کرب سہتے سہتے بے حسی کی عادت جو پڑ گئی تھی۔

مہمان بیبیاں آنا شروع ہو گئیں تھیں۔ جیسے ہی بارات کی خبر اڑی اندر باہر شور مچ گیا۔ دھوم نہ دھڑکا، بینڈ نہ باجہ —— بس آٹو رکشا میں بیٹھا ہوا دولہا دو گیس کی لالٹین، آگے۔ پیچھے مرد اور برقعہ پوش عورتیں۔ لیکن یہ ہی کیا کم خوشی کی بات تھی کہ بارات دروازے پہ آ رہی تھی اور عزّت سے شادی ہو رہی تھی۔ چھوٹا سا کمرہ سمدھیانے والیوں سے بھرنا شروع ہوا۔ ایک گوشہ میں جہیز رکھا ہوا تھا۔ جہیز جو بیگم صاحبہ کی نازک مزاجی اور بدلتے ہوئے فیشن کا طفیل تھا۔ شیلا بی بی کی نظروں سے گری ہوئی چیزیں اور کپڑوں کی اترن آج انوری کے جہیز میں کیسی جگ مگ کر رہی تھیں۔ شیلا بی بی کو تو نئے نئے طرز کے کپڑے بنوانے کا جنون تھا۔ لیکن ہائی سرکل میں جب کوئی ان سے بازی لے جاتا تو وہ غصّہ سے جھنجھلا پڑتیں۔

"لے انوری اٹھا یہ کرتا۔ پہن لینا۔ تو بڑی قسمت والی ہے۔ جو اتنے اچھے کپڑے مل جاتے ہیں تجھ کو"

لیکن انوری کے چہرے پہ خوشی کی لہر دوڑتی نظر نہ آئی۔

اس کا دل اندر ہی اندر بیٹھنے لگتا —— میرا بھی ایک نیا جوڑا ہو —— بالکل نیا کسی کی اُترن نہیں —— وہ بار بار کام کرتے میں سوچتی۔ لیکن انوری کی اماں یہ سب کچھ بالکل نہیں سوچتی تھی۔ بلکہ شیلا بی بی اور بیگم صاحبہ کی نظروں سے گری چیزیں اس کے لئے نوازش اور عنایت بن جاتیں۔ اکثر بچا کچھا اور سڑا گلا کھانا خوشی خوشی پوٹلی بنا کر لے جاتی اور کوٹھی کے عقب میں بنے سرونٹ کوارٹر کی کوٹھڑی میں جب جا کر کھولتی تو بچے اس پہ جھپٹ پڑتے "لے انوری تو بھی لے نا۔ تو کیوں نہیں لیتی" ماں جھلا کر بولتی۔

لیکن انوری اس چھینا جھپٹی میں شامل نہ ہوتی۔ ماں کے ہاتھ کی پکی ہوئی موٹی موٹی روٹیاں پانی جیسی دال میں ڈبو ڈبو کر اکڑوں بیٹھی گردن نیچے کئے کھاتی رہتی۔ آخر ماں جل کر بولتی "اس کمبخت کو جھوٹن نہیں چاہئے۔ بہت اونچے مزاج ہیں اس کے۔ آسمان کو مت تاک۔ ورنہ تیرا ستیا ناس ہو جائیگا"

لیکن آج انوری کو کوئی نہیں روک سکتا تھا۔ آج وہ من کے اندھیرے میں نہ جانے کتنے امیدوں کے چراغ جلائے بیٹھی تھی۔ جس سے اس کے من میں اُجالا ہی اجالا ہو رہا تھا۔ تخیّل کا پرندہ حسین فضاؤں میں پرواز کر رہا تھا۔ اس کے چہرے پہ گلابیاں بکھر رہی تھیں۔ اور پھر نہ کسی سے دل لگی ہوئی اور نہ چھیڑ چھاڑ نہ ناز برداری اور نہ شکوے شکایتیں، نہ محبوب بنی نہ عاشق کہلائی۔ کاسۂ دل تو خالی پڑا تھا۔ اس لئے توبہ کا سارا مرکز آنے والے لمحات تھے۔

جیسے ہی سمدھیانے کی طرف سے آیا ہوا بارات کا جوڑا رکھا گیا کہ ہر عورت دیکھنے کے لئے ٹوٹ پڑی۔ بڑے بڑے نیلے رنگ کے پھولوں کا سُرخ ا بروکیٹ کا غرارہ کرتا برقی روشنی میں جھل مل کرنے لگا۔ ٹھپہ اور کرن ٹکی اوڑھنی باریک نکّی سے بندھی ہوئی تھی۔ "جوڑا تو بہت اچھا ہے" عورتیں ایک دوسرے سے تعریف کرنے لگیں۔ لیکن فجّو کی نظر جیسے ہی جوڑے پہ گئی ایسا لگا جیسے وہ کچھ کہنا چاہ رہی ہو۔ پھر کلّو کی ساس کے پاس آ کے بولی "یہ جوڑا تو پہلی بیوی کا ہے۔ ایک سال ہی میں بچّہ پیدا کرنے میں مر گئی تھی بے چاری۔ میں تو خود اس کی شادی میں شریک ہوئی تھی خالہ"

گڑ مڑی نظریں جھکائے پاس بیٹھی انوری کے کان میں جیسے ہی یہ کانا پھُوسی کی بھنک پڑی اس کے چہرے کا رنگ متغیّر ہو گیا جیسے کوئی نوک دار چیز اس کے دل میں اُتر گئی ہو۔ بے ساختہ اس کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ اتنے میں باہر سے نکاحی باپ اور گواہ نکاح کے لئے اندر آ گئے۔

"انوری بیٹی میں تمہیں رشید خاں ولد حنیف کے نکاح میں بہ عوض مہر مبلغ ...۳۰ روپیہ سکّہ رائج الوقت دیتا ہوں۔ تمہیں قبول ہے" فتح دین ماموں نے کہا۔

ایسے نازک وقت میں لڑکیاں بُری طرح رونے لگتی ہیں۔ انوری نے بھی رونا شروع کر دیا وہ کچھ نہ بولی۔ اندر بیٹھی کسی عورت نے ٹہوکا دیا "کہہ دے انوری روؤ مت سب کے لئے یہ وقت آتا ہے" لیکن انوری یہ سُن کر بھی ساکت بیٹھی رہی۔ اس کے لبوں پہ کوئی جنبش نہ ہوئی۔ سب بیبیاں دم سادھے بیٹھی تھیں۔ تیسری بار جیسے ہی نکاحی باپ نے بیان دہرایا۔ انوری کے لبوں کو جنبش ہوئی اور اس کے منہ سے نکل پڑا "نہیں —— نہیں —— نہیں" "ہاں" کے بجائے "نہیں" لفظ جیسے ہی اس کے منہ سے نکلا محفل میں بارود کے گولے کی طرح پھٹا۔ جس نے سب کو حیران و ششدر کر دیا۔ اچانک وہ ہوا جس کی کسی کو امید نہ تھی۔ وہ طوفان اٹھا کہ خدا کی پناہ۔ ہر عورت ناگ کی طرح پھنکار رہی تھی بے حیا، بے غیرت، جس کے ساتھ بھاگنا چاہتی تھی۔ پہلے ہی بھاگ جاتی۔ چوکھٹ پہ بارات کیوں بلوائی۔ انوری نے سہمی سہمی نظروں سے برافروختہ ہجوم کو دیکھا۔ لیکن گھبرا کے نظریں جھکا لیں۔ اس کا وجود طوفان کی زد میں آتے ہوئے پتّہ کی طرح لرزنے لگا۔

"بنا مرض گلے میں ڈھول کیوں ڈال رہی تھیں فجّو کی اماں۔ شکر ہے بجنے سے پہلے ہی پھوٹ گیا چلو واپس چلو" برقعہ اوڑھتے ہوئے دولہا کی بہن بولی۔

انوری کی اماں میں اتنا حوصلہ کہاں تھا کہ وہ کسی کی بات کا جواب دیتی۔ مٹھی میں جکڑی بے بس چڑیا کی طرح نظر آ رہی تھی۔ بس بار بار آنسو پونچھے جاتی۔ ململ کی اوڑھنی جگہ جگہ سے گیلی ہو رہی تھی۔ شرمندگی سے اس نے گھٹنوں میں سر جھکا لیا تھا۔ بیٹی نے تو اس کو کہیں کا نہ رکھا تھا۔ آخر براتی اُس کی چوکھٹ پہ تھوک کر چلے گئے۔

"بول کس کے ساتھ بھاگنا چاہتی تھی" تیری ممانی نے انوری کی کلائی پکڑ لی۔ انوری نے سہمی سہمی نظروں سے دیکھا۔ لیکن کسی نے اس کی اُداس آنکھوں پہ دھیان نہیں دیا۔ "تو نے سب کی عزّت پہ بٹّہ لگایا۔ پیدا ہوتے ہی کیوں نہ مر گئی" وہ چلّا کر بولیں۔ باہر ماموں کی داڑھی پہ آنسو تھر تھرا رہے تھے۔

اس لڑکی نے سب کی آنکھوں میں دھول جھونک کر کس کے ساتھ رنگ رلیاں منائیں بیگم صاحبہ نے دہشت زدہ ہو کر سوچا۔ کہیں —— کچھ شک نے سر اٹھایا۔

اپنے میاں کی نظر بازیوں سے پہلے ہی پریشان رہتی تھیں۔ اب یہ ایک اور گُل کھلا بس پنکھڑیاں مرجھائی نہ ہو۔ پھول ہو، کلی ہو، غنچہ ہو کسی بھی رنگ کا ان کو بھاتا تھا۔

لیکن اس کمبخت نے جس تھالی میں کھایا۔ اسی میں چھید کیا۔ انہوں نے نفرت اور مشتبہ نظروں سے انوری کی طرف دیکھا۔ "کھڑی ہو" وہ بہت کرخت لہجے میں بولیں۔

وہ بے ساختہ کھڑی ہو گئی۔ لیکن اس کے جسم کے نشیب و فراز میں کوئی نمایاں تبدیلی ان کو نظر نہیں آئی لیکن بیگم صاحبہ کے تیور بتا رہے تھے کہ وہ خاموش بیٹھنے والی نہیں ہیں۔ اس راز سے پردہ اٹھا کر دم لیں گی۔ "بول تو نے انکار کیوں کیا"

کچھ کہنے کے لئے انوری نے مُنہ کھولا۔ لیکن آواز حلق میں گھٹ کر رہ گئی۔

پھر انوری کی اماں سے بولیں "تم لوگ یہ کوارٹر خالی کر دو اور دفع ہو جاؤ۔ جہاں تمہارا دل چاہے"

انوری نے نظریں اٹھائیں —— ہونٹ ذرا کھل کر کانپنے لگے۔ جیسے ہوا کا جھونکا پتیوں کو ہلنے پر مجبور کر رہا ہو۔ اس نے ایک دم اپنا چہرہ ماں کے بازوؤں میں چھپا لیا۔ اور بولی۔

"اماں آج بھی میرے لئے اُترن ہی آئی —— میرے سہاگ کا جوڑا پرانا آیا تھا نا۔ میں نے آج تک نیا جوڑا نہیں پہنا۔ آج تو میں نے سوچا تھا کہ میرے لئے نیا جوڑا آئے گا لیکن —— لیکن ——" یہ کہتے کہتے اس کی آواز بھرا گئی وہ ماں کے کندھے پہ سر رکھ کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ انوری کو روتا ہوا دیکھ کر بیگم صاحبہ کا زرد رنگ بحال ہو گیا اور وہ قہقہہ مار کر بولیں "بس اتنی سی بات تھی انوری"

(از: دسمبر سے)

تحریر و ترتیب : عزیز انصاری

باغ باغیچوں کے مسیحا ڈاکٹر چیتن سنگھ

زراعت ہیں اگر کسی چیز کو کم اہمیت ملی ہے تو وہ ہے پھول اور باغ سے متعلق سائنس۔ اِسے ہمیشہ رونق اور عیش پرستی سے جوڑا گیا اس لئے اس طرف توجہ ذرا کم ہی ہوئی۔ لیکن کچھ سالوں سے اِس طرف بھی توجہ دی جانے لگی ہے اور اِس تبدیلی کی وجہ ایسے سائنسداں ہیں جنھوں نے سخت محنت کر کے یہ ثابت کردیا ہے کہ اگر سوجھ بوجھ سے کام لیا جائے تو اس سائنس سے بھی بیش بہا فوائد حاصل کئے جاسکتے ہیں۔

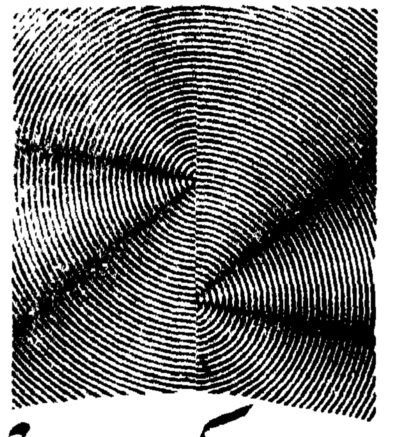
ایسے ہی سائنسدانوں میں سے ایک ہیں ڈاکٹر چیتن سنگھ۔ جنھوں نے بڑے سخت حالات میں نہ صرف بی ایس سی اور ایم ایس سی کی ڈگریاں حاصل کیں بلکہ ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کرنے میں بھی پیچھے نہیں رہے۔ ڈاکٹر چیتن سنگھ اپنی عمر کے پچاس سال پورے کر چکے ہیں اور ان پچاس سالوں میں مختلف مقامات پر مختلف قسم کی کئی نوکریاں بھی کر چکے ہیں۔ آج کل میرٹھ یونیورسٹی میں ہارٹی کلچر محکمہ کے صدر ہیں۔ آپ کا اصول ہے کہ پہلے کسی بھی فصل کی زراعت میں جو خرچ ہوتا ہے اس میں کمی کی جائے اور اس کے طریقوں میں آسانیاں پیدا کی جائیں تاکہ آسانی سے زیادہ فائدہ حاصل کیا جاسکے۔ دوسروں کی زندگی میں پھول کھلانے والے اس سائنسداں کی اپنی زندگی میں قریب ۴۵ سال تک خزاں کی حکمرانی رہی۔ اپنے اقتصادی حالات کو بھول کر یہ ہمیشہ کسانوں کی حالت بہتر بنانے کی دھن میں کام کرتے رہے۔ آپ کا جو پہلا اصول ہے کہ پہلے خرچ کم کریں اور اُس کے بعد زیادہ پیداوار حاصل کی جائے تو دوہرا فائدہ ہوگا اپنے اس اصول پر آپ نے اس طرح عمل کیا کہ یوکلپٹس کی کاشت میں بہت سے مقامات پر جو زائد خرچ ہو رہا تھا اُسے بہت کم کر دیا۔ جیسے پودے پولی تھن کی تھیلیوں میں لگائے جاتے تھے، ڈاکٹر سنگھ نے نرسری بیں لگائے۔ اس سے بہت سی آسانیاں پیدا ہوگئیں۔ ہلکی سی سینچائی کرنے پر پودے آسانی سے نکالے جانے لگے۔ مٹی لگا کر یا گیلے کپڑے میں لپیٹ کر اُن کے بنڈل بنائے جانے لگے۔ اس سے ٹرانسپورٹ اور دیگر کاموں میں بہت آسانی پیدا ہوگئی اور خرچ میں بھی کافی بچت ہوئی اِن پودوں کو برسات کے موسم میں کبھی بھی لگایا جاسکتا ہے۔ اگر کسان کے پاس سینچائی کا انتظام ہے تو نومبر سے فروری تک لگانے میں فائدہ زیادہ ہوتا ہے۔

دوسرا بڑا خرچ گڈھے کھود کر پودے لگائے جانے میں ہوتا تھا اور محنت بھی زیادہ ہوتی تھی۔ ڈاکٹر سنگھ نے ایک لوہے کے سریے کا پلانٹر بنایا جس کی مدد سے ایک آدمی ایک دن میں پانچ سو سے ایک ہزار تک پودے آرام سے زمین میں لگانے لگا۔ اس طرح پولی تھن کی تھیلیوں میں مٹی بھرنے کا خرچ اور محنت انھیں ایک مقام سے دوسرے مقام پر منتقل کرنے میں آسانی اور کم خرچ ہر پودے کے لئے گڈھا کھودنے پر ہونے والا خرچ اور محنت سب کاموں میں کافی کمی ہوئی یہی نہیں ڈاکٹر چیتن سنگھ نے پودے اس طرح تیار کئے کہ ان کی بوآئی پورے سال بھر کی جاسکے اور نتائج بھی اچھے حاصل ہوں۔ ڈاکٹر چیتن سنگھ نے جڑ کے اوپر تنے کا حصہ صرف ایک انچ کے قریب رکھا اور تنے کے باقی حصّہ کو کاٹ دیا گیا۔ جب اس طرح کے پودے زمین میں لگائے گئے تو سَو فیصد کامیابی حاصل ہوئی۔ یہی طریقہ آم، امرود، لیچی اور اسی طرح کے دیگر درختوں میں بھی کامیابی سے آزمایا جاسکتا ہے۔

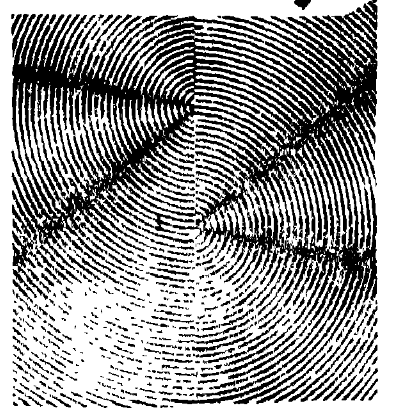
یوکلپٹس کے پودے لگاتے وقت لائن سے لائن اور پودے سے پودے کی دوری تین فٹ رکھنی چاہئے۔ جس مقام پر یہ پودے لگائے جائیں وہاں ہمیشہ رہنے والے پیڑ جیسے شیشم، جامن، نیم، برگد، املی، پیپل وغیرہ ضرور لگا دینا چاہئے۔ کیونکہ ۷ سے ۱۰ سال میں یوکلپٹس کاٹ دیئے جائیں گے لیکن یہ پورے پودے بڑے ہو چکے ہوں گے علاقہ بھی ہرا بھرا رہے گا اور کچھ نہ کچھ آمدنی بھی ہوتی رہے گی۔ یوکلپٹس نہ صرف لکڑی، تیل اور دوا کے لیے کام میں آتا ہے بلکہ اگر اچھی دیکھ بھال کی جائے تو اسی سے سات سے دس سال کے بیچ ایک ایکڑ سے کم از کم چار لاکھ روپے کی آمدنی ہوسکتی ہے۔

ڈاکٹر سنگھ کا کہنا ہے کہ سڑکوں کے کنارے جب بھی پودے لگائے جائیں تو یہ صرف درختوں کے ہی نہ ہوں کچھ جھاڑیوں کے پودے ضرور لگائے جائیں تاکہ زمین کا کٹاؤ رکے اور ان کے پتے گرنے سے زمین کو ضروری اجزا مل سکیں۔ اس سے ماحول صاف اور خوبصورت ہوگا۔ ضروری کام کے لئے لکڑی ملے گی اور درخت کٹنے سے بچ جائیں گے۔

ڈاکٹر سنگھ چاہتے ہیں کہ اس زمانے میں FORESTRY قسم کی کھیتی ہونا چاہئے یعنی ایسی کھیتی جس میں اہم فصلوں کے ساتھ ساتھ ایسے پودے بھی لگائے جائیں جو عام طور سے جنگلوں میں پروان چڑھتے ہیں۔ ایسا کرنے سے آب و ہوا صاف ہوگی لکڑی تیل اور پھل ملیں گے اور بے کار زمین سے بھی ہم کچھ نہ کچھ حاصل کر سکیں گے۔ جہاں کارخانے زیادہ ہوں وہاں اونچے اور چوڑی پتی والے درخت لگائے جائیں۔ ہر گھر میں کچن گارڈن کی سہولیات میسر ہوجائیں تو لوگوں کی صحت اچھی ہو جائے۔ ماحول میں تر و تازگی پیدا ہو جائے کچن گارڈن میں موسمی سبزیوں، طرح طرح کے پھلوں، بیلوں کے ساتھ ہی کم از کم ایک بارہ ماسی پودا بھی ضرور ہونا چاہئے پودے کا انتخاب نیمبو، کروندا، کیلا، کتو، امرود، املی، یا آم وغیرہ میں سے اپنی پسند کے حساب سے کیا جاسکتا ہے۔ جن کے پاس زمین کی کمی ہے وہ ڈرم یا کسی بڑے گملے میں بھی یہ بارہ ماسی قسم کا پودا اُگا سکتے ہیں۔ دھنیا (کوتھمیر) میتھی، پالک بڑی مفید سبزیاں ہیں انھیں لمبے قسم کے لکڑی یا ٹین کے برتن میں بھی اُگایا جاسکتا ہے۔



آپ کی رائے



محترمی تسلیمات

ماہ جون کا دوسرا شمارہ نظر سے گذرا سبھی مضامین دلچسپ و معلوماتی رہے ۔" آپ کی رائے" کے تحت تابندہ نسرین روز تھی ۔ رام پور کا خط بہترین رہا ۔ سبھی منظومات اچھے تھے جس میں علامہ تمیل مظہری پر سلسلۂ شخصیات شعر و ادب بہت اچھا تھا ۔ شاہ عون احمد قادری کا فیچر پھلواری شریف کی اہم شخصیات " اپنی مثال آپ تھا ۔ سرور حسن سرور کی غزل غزلیات میں سرِ فہرست تھی ۔

کشتی ترے ہاتھوں کی دعاؤں سے بچی تھی
طوفان ترے ہاتھوں سے بھنور مانگ رہا تھا

سرور حسن سرور کا یہ شعر بہت ہی پسند آیا ۔

ایسے اچھے مضامین و منظومات شائع کرنے کے لئے آپ لوگ یقیناً مبارکباد کے مستحق ہیں ۔

محمد انور شمسی ۔ رضوی اسٹیٹ بینک روڈ
پورنپور ضلع پیلی بھیت یو پی ۔

میں چند ماہ سے آواز کا پابندی سے مطالعہ کر رہا ہوں اتنی کم قیمت میں اتنا اچھا رسالہ نکالنا واقعی مشکل ہے میں آپ کی رائے میں پہلی مرتبہ شرکت کر رہا ہوں ۱۶ مئی کے شمارے میں خواتین میں خود اعتمادی اور والپسی ڈرامہ بے حد پسند آیا اور آپ سے ایک شکایت ہے کہ آواز کا ہم لوگ بے حد انتظار کرتے ہیں مگر ہم کو آواز بہت لیٹ ملتا ہے ہم لوگ آواز پابندی سے مطالعہ کرتے ہیں کیونکہ ہمیں کافی نصیحت ملتی ہے ۔

ایم اے رشید ، اسد برادرز شاپ
نظام الدین روڈ ، بوکل گوڑا
اورنگ آباد ۴۳۱۰۰۱

آداب و نیاز ۔!!

میں را نچی آئی ہوئی تھی وہیں آپ کا رسالہ "آواز" دیکھنے اور پڑھنے کو ملا ۔ یکم سے ۱۵ جون ۸۵ کا یہ شمارہ میں نے شروع سے آخیر تک پڑھ ڈالا ۔ یہ رسالہ اردو میں بہت ہی کارآمد اور بہترین معلومات کا خزانہ ہے "ایک پھول بھی گلدستہ بن سکتا ہے" از نسیم حیدر رضوی عمدہ مضمون ہے عذرا رضوی کا مضمون " ہم نے کب چاہا اقتدار " دل پر چونکا دینے والا ہے ۔ عزیز انصاری صاحب کا مضمون انڈے محفوظ رکھنے کا طریقہ بے حد مفید ہے ۔ اب میں ان کے بتائے ہوئے طریقہ پر عمل کروں گی ۔ م ۔ م ۔ راجندر صاحب کا افسانہ بھی پسند آیا ۔ یوسف ناظم کا " خدا نہ کرے ہم اسپتال جائیں " پڑھ کر بے اختیار لبوں پر مسکراہٹ نمودار ہو جاتی ہے ۔

کیا آپ آواز کی ایجنسی " جھریا " میں نہیں کھول سکتے ہیں ۔ آواز ہم جیسی طالبات کے لئے بے حد مفید ہے ۔ خدا آواز کو سلامت رکھے ۔

شہناز تبسم صدف بٹو
تھانہ موڑ جھریا ۔
(بہار)

۱۶ جون ۱۹۸۵ء کا شمارہ ہمیشہ کی طرح دو روز دیر سے ملا ۔ کشمیری لال ذاکر کا افسانہ سات سمندر پار بہت پسند آیا مگر یہی افسانہ بیسویں صدی (دہلی) جولائی ۱۹۸۵ء افسانہ نمبر کے صفحہ ۲۹ پر بھی شائع ہوا ہے ۔ یہ بات ٹھیک نہیں ہے ۔

کشمیری لال ذاکر ایک بزرگ اور ذمہ دار افسانہ نگار ہیں ۔ مگر پھر بھی ۔۔۔ !!!

ذکیہ مشہدی کا جہانِ رنگ و بو میں کچھ لوگ اور خورشید اقبال کا درماندہ دریچے بہت خوب ہیں ۔ غزلوں میں اس بار کسی نے متاثر نہیں کیا ہے ۔" آواز" میں صرف اردو میں نشر ہونے والے پروگرام کی ہی تفصیل شائع کیا کریں ۔ اب آپ آواز کا اسپیشل نمبر کب نکال رہے ہیں ۔ مہربانی کر کے اس نمبر کا اعلان کر دیں ۔

خالد پرویز شمسی
آگرہ ۔ ۳

مکرمی تسلیم ۔!!

" آواز" ۱۶ سے ۳۱ مئی کا شمارہ پڑھ کر میرا قلب منور ہوا اور نہ جانے کتنوں کے قلوب منور ہوئے ہوں گے ۔ [illegible] بہت پسند آئی ۔ جس میں خاص کر روزنامہ اور ہماری زندگی ۔ حضرت سید دار [illegible] علی شاہ ، خواتین میں خود اعتمادی ۔ سماج اور طلباء کے فرائض قابل ذکر ہیں آپ کی توجہ [illegible] اردو ادب کے ڈوبتے ہوئے ستارے کو جو روشنی [illegible] لائق ستائش ہے ۔ آپ کا اردو ادب [illegible]

قدوس سے میری التجا ہے کہ پروردگار عالم اس پرچہ کو ترقی کے عروج پر پہنچائے ۔

محمد حیات اللہ انصاری
جلہوری ، [illegible]
(بہار)

آداب !

ہر مرتبہ کی طرح آج بھی میرا ہمدم میرا دوست رسالہ آواز ۱۶ جون سے ۳۰ جون ، میرے ہاتھوں میں ہے اور میں بہت ہی ذوق و شوق کے ساتھ تمام مضامین پڑھ رہا ہوں ۔ جیسا کہ میری عادت ہے کہ رسالہ " آواز " کے حصول کے فوراً بعد سب سے پہلے سرورق اندر کی جانب جو غزلیات شائع کی جاتی ہیں پڑھتا ہوں اور پھر دوسرے اندرونی صفحات پر غزلیات تلاش کرتا ہوں اس کے بعد دوسرے مضامین اور افسانے پڑھتا ہوں اس مرتبہ کی غزلیات زیادہ پسند نہیں آئیں ۔

اس کے علاوہ صفحہ ۵ اپر ریگستانی صاحب کی ایک تحریر آج ہی گھر میں پورا نہ ہوا [illegible] ان کے [illegible] سے پہلے عنوان بہت دلچسپ معلوم ہو رہا تھا مگر [illegible] اور پڑھنے کے ساتھ ہی میرا اندیشہ حقیقت میں بدل [illegible] جس کا مجھے ڈر تھا " کھودا پہاڑ نکلا چوہا " پڑھ کر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ریگستانی صاحب کو شاید مرزا اسد اللہ خاں غالب [illegible] کہ غالب ریگ صاحب کو پسند نہیں ہیں [illegible] ٹھیک ٹھیک نہیں لگا سکتا کہ اصل وجہ کیا ہو سکتی ہے ۔

اس کے علاوہ صفحہ ۲۶ پر عنوان " کیمیکل کے [illegible] " عزیز انصاری صاحب کی تحریر و ترتیب ہے ، اس [illegible] ہوتا ہے کہ محض یہ لوگوں کی معلومات میں اضافہ کرنے کی غرض سے تحریر کی گئی ہے ۔ کیونکہ اس افراتفری کے زمانے میں یہ کام بہت مشکل امر تو نہیں ہے پھر بھی سہل نہیں کہا جا سکتا ہے کیونکہ [illegible] انصاری صاحب نے جو کیمیکل کا نام لکھا ہے وہ عام آدمی کو بآسانی دستیاب نہیں ہو سکتا ۔

ان کے علاوہ تمام مضامین اور افسانے بہت پسند آئے سب سے زیادہ پسند آیا ہے ذکیہ مشہدی کا افسانہ بعنوان " جہانِ رنگ و بو میں کچھ لوگ " بہت پسند آیا [illegible] اس افسانے کا اختتام بہت پسند آیا ۔ ذکیہ مشہدی کو [illegible] طرف سے بہت بہت مبارکباد ۔

آواز کے سلسلے میں اللہ سے میری دعا ہے [illegible] یہ رسالہ آواز ترقی کی راہ پر گامزن ہے اللہ تعالیٰ اس [illegible] اضافہ کرے اور رسالہ آواز دنیا کے [illegible] ہو جائے ۔ آمین ۔

آواز کی لیاقت دیکھ کر [illegible]
[illegible] اللہ سے دعا ہے [illegible]
[illegible] اسی طرح [illegible] ۔ آمین ۔

[illegible]

ہمارا پیارا رسالہ آواز پابندی سے مل رہا ہے۔ ادھر کافی عرصہ اردو سروس سے نشر پروگرام شمع فروزاں نہیں شائع کیا جا رہا ہے براہ کرم دھیان دیں۔ یکم جون کے شمارے میں جناب ابوالکلام عزیزی کا افسانہ تشنہ لبی، دل کو چھو گیا جون کا دوسرا رسالہ دستیاب ہوا۔ جس میں کشمیری لال ذاکر کا افسانہ سات سمندر پار بھی کافی پسند آیا۔ قریب قریب آواز میں شائع ہر چیز قابل ذکر ہوتی ہے۔ اور ایک اپنی خاص اہمیت رکھتی ہے۔ میں خداوند تعالیٰ سے شب و روز یہ دعا کرتا ہوں کہ رسالہ آواز ہمیشہ ہمیشہ سربلند رہے۔ (آمین) میری جانب سے آپ کو اور آواز کے قارئین کو عید کی مبارکباد۔

مرزا اسلیم بیگ
قصبہ نرہواں پوسٹ کردی
ضلع باندا یوپی (۲۱۰۲۰۵)

مکرمی!

آواز "تاخیر سے سہی پر پابندی سے موصول ہو رہا ہے۔ ۱۶ تا ۳۱ مئی کا شمارہ جس پر میں اپنے تاثرات قلم بند کر رہا ہوں ملا۔ سرورق پر لی گئی کلکتہ سے غزلیں اور گیت پسند آئیں خاص کر محمود حسن صاحب کی غزل دل کی گہرائیوں کو چھو گئی۔ جس کے دو شعر درج کر رہا ہوں۔

میں ڈوب ہی گیا آخر وفا کے ساحل پہ
وہ دیکھتا ہی رہا خضر کا خطاب لئے
رواں ہوں آج بھی منزل کی جستجو میں حسن
غم حیات کا ہر سانس میں حساب لئے

روزہ کے مطلق اس شمارے میں صرف ایک مضمون جناب عادل صدیقی کا اور یونس اگاسکری چھوٹی سی تحریر شامل ہے۔ کاش آپ اس بار سرورق پہ غزلیں و گیت کے بجائے نعتیں و ماہ رمضان المبارک پر چند مضامین شامل اشاعت کرتے تو بہتر تھا۔ یوں تو مضامین، افسانے، غزلیں ڈرامے، گیت وغیرہ سال بھر پڑھنے کو ملتے ہی ہیں۔ دو شمارے ۱۶ تا ۳۱ مئی اور ۱ تا ۱۵ جون اگر ماہ رمضان المبارک کے لئے آپ مختص سہی صرف چند نعتوں، حمدوں و مضامین سے اگر انکی اشاعت عمل میں لائی جاتی تو یہ ماہ مبارک کے یادگار شماروں میں شامل کئے جاتے اور ہمارے لئے بھی یہ باعث سعادت بن جاتے۔

زیر نظر شمارے میں تمام مضامین و افسانے قابل مطالعہ ہیں اور غزلیات میں سیدہ شان معراج کی غزل بےحد پسند آئی۔ خاص کر انکے یہ دو شعر بڑے اچھے لگے

یاد کا سنگ گراں روح کی گہرائی میں
ڈوبتا ہے تو کئی زخم ابھر آتے ہیں
غم تو سونے نہیں دیتا ہے مگر وقت کو بھی
تھپکیاں دے کے سلانے کے ہنر آتے ہیں

تمام قلمکاروں و قارئین کرام "آواز" اور آپ تمام حضرات کو تہہ دل سے عید سعید کی مبارکباد پیش کرتا ہوں قبول فرمائیے۔

صادق کرمانی
روضۂ شیخ گلبرگہ (کرناٹکا)

منگل شب کی محفل موسیقی

مرلی کرشن کا ستار وادن

۶ر اگست رات دس بجے

مرلی کرشن کا جنم ۱۹۵۷ء میں بھرت پور (راجستھان) میں ہوا۔ اس ابھرتے ہوئے جواں سال



فنکار نے موسیقی کی تعلیم اپنے پتا گوپال کرشن سے حاصل کی جو وچیتر وینا کے فنکار ہیں۔ مرلی کرشن ملک کی کئی سنگیت محفلوں میں شرکت کر چکے ہیں۔

دلشاد خاں کا گائن

۱۳ر اگست رات دس بجے

ملک کے مایہ ناز گائیک دلشاد خاں کے فن میں موسیقی کے مختلف گھرانوں جیسے پٹیالہ سینیا کرانہ اور رامپور وغیرہ کا حسین امتزاج پایا جاتا ہے۔ موسیقی کی محفلوں کی وہ جان سمجھے جاتے ہیں۔ اور یہ مقبولیت انھیں درون ملک و بیرون ملک دونوں جگہ حاصل ہے۔ گائیکی کے فن میں انھوں نے استاد بڑے غلام علی خاں کی شاگردی کی اور آج بھی استاد کا اثر



ان کی گائیکی میں نمایاں طور پر نظر آتا ہے۔ ان کی تربیت میں این سی چکرورتی، این بنرجی اور جے پی گھوسش جیسے فنکاروں کا ہاتھ ہے اس کے علاوہ خوش قسمتی سے انھیں استاد فیاض احمد خاں اور نیاز احمد خاں جیسے بلند پایہ فنکاروں سے موسیقی کے رموز پانے کا موقع ملا۔ ۱۹۶۵ء سے آپ آل انڈیا ریڈیو سے اپنے فن کا مظاہرہ کرتے آتے رہے ہیں۔ ۱۹۸۰ء میں انھیں ہریانہ سرکار کے ادارے 'پراچین کلا کیندر' نے سنگیت مارتنڈ کے خطاب سے نوازہ تھا۔

برادرم سلام مسنون

کافی عرصہ سے "آواز" کا مطالعہ کر رہا ہوں۔ اور ہر بار آپ کو خط لکھنے کا خیال آیا مگر پھر وہ خیال مصروفیات کی نذر ہو گیا۔

آپ نے جس محنت اور لگن سے آواز کو ایک ادبی پرچے میں تبدیل کر دیا ہے اس کے لئے آپ مبارکباد کے مستحق ہیں۔ ہر شمارے میں کوئی نہ کوئی مضمون، غزل وغیرہ ایسی ملتی ہے جو ایک ادبی قاری کی ادبی تشنگی دور کر دیتی ہے۔

مضامین کا انتخاب، ان کی سیٹنگ وغیرہ انتہائی لاجواب ہوتی ہے۔

اختر رضوی دفتر روزنامہ قومی جنگ
خاص روڈ، رامپور

آواز کا شمارہ نظر نواز ہوا، مطالعہ سے مشرف ہو کر اس نتیجہ پر پہنچا کہ آواز اردو کی ادبی خدمات انجام دینے میں اک اہم رول [illegible] رہا ہے، یہ حقیقت ہے کہ اردو صرف مسلمانوں کی زبان نہیں ہے بلکہ اک مشترک زبان ہے ہماری اس بات کی شاہد عدل آنجہانی وزیراعظم کی وہ تقریر ہے جو انھوں نے ۱۵ر نومبر ۸۳ء میں دہلی میں کی تھی کہ "اردو کو کسی فرقہ یا ریاست سے وابستہ کرنا بالکل غلط ہے میں تو اس زبان کو سارے ہندوستان کی زبان مانتی ہوں، اردو سے قومی یک جہتی کے مشکل ترین کام سے لیکر ٹوٹے ہوئے دل کے رشتوں تک کے جوڑنے کا کام لیا جا سکتا ہے بجا طور پر اس زبان پر فخر کیا جا سکتا ہے۔"

نیز گورنر ریاست بہار شری آر ڈی نے پٹنہ خدا بخش لائبریری میں تعلیمی و ثقافتی نمائش کے موقع پر ۱۶ر نومبر ۸۴ء کو تقریر کرتے ہوئے فرمایا۔

"اردو کسی اک مذہب اور طبقہ کی زبان نہیں اگر کوئی مسلمان یہ کہتا ہے کہ اردو صرف اس کی زبان ہے تو یہ غلط ہے اور اس طرح کوئی ہندو یہ کہے کہ اردو اس کی زبان نہیں تو یہ بھی سراسر غلطی ہے یہ ہندوستان کے تہذیب و تمدن اور مرتب ڈھانچے کی زبان ہے اگر ایسی بات نہ ہوتی تو میں اردو اکیڈمی کا چیرمین نہ ہوتا"، کاش فرقہ پرست تنظیمیں جو کہ اردو کو مٹانے کی کوشش کر رہی ہیں۔ ان کے جملوں پر غور کریں تو اردو سے دشمنی کے بجائے اس کی اشاعت کی کوشش کریں۔

عبدالحق بگڈھرا پوسٹ کاکن
پورنیہ۔ بہار

اردو سروس

پہلی مجلس

میڈیم ویو : ۳۲۷٫۳۱ میٹر (۶۰۲ کلو ہرٹز)، ۲۸۰٫۱۱ میٹر (۱۰۷۱ کلو ہرٹز)

شارٹ ویو : ۴۸٫۷۰ میٹر (۶۱۵۵ کلو ہرٹز)

دوسری مجلس

میڈیم ویو : ۴۲۷٫۱۳ میٹر (۷۰۲ کلو ہرٹز)، ۲۸۰٫۱۱ میٹر (۱۰۷۱ کلو ہرٹز)

شارٹ ویو : ۳۱٫۰۱ میٹر (۹۶۷۵ کلو ہرٹز)

تیسری مجلس

میڈیم ویو : ۴۲۷٫۱۳ میٹر (۷۰۲ کلو ہرٹز)

شارٹ ویو : ۹۱٫۰۵ میٹر (۳۲۹۵ کلو ہرٹز)

مقررہ پروگراموں کے لیے "آواز" شمارہ ۱۶ر جولائی دیکھیے

جمعرات یکم اگست

صبح

۶-۲۵ شہرِ صبا

مدھرشوا : شکیل بدایونی اور جگر کا کلام

جمیل احمد : فیض کا کلام

۷-۳۰ سازسنگیت

اوما شنکر مشرا : ستار پر راگ توڑی

۹-۳۲ ہلکی کلاسیکی موسیقی

بیگم اختر : ساون

دوپہر

۲-۰۷ گیت سے گیت

۳-۰۰ کہکشاں

رات

۸-۳۰ حسنِ غزل

ستیش بترا : امیر قزلباش اور سدرشن فاخر کا کلام

۹-۳۰ کچھ بن کا ہے

لکشمی شنکر : ساون

۱۰-۰۰ ادبی نشست

۱۱-۳۰ بزمِ موسیقی

پنڈت جسراج : میاں کی ملہار

اوما شنکر مشرا : ستار پر پوریا کلیان

جمعہ ۲ر اگست

صبح

۶-۲۵ شہرِ صبا

کرشنا کلے : جاں نثار اختر اور جگر کا کلام

جمیل احمد : غالب کا کلام

۷-۳۰ سازسنگیت

امجد علی خاں : سرود پر راگ للت

۹-۳۲ آپکے خط آپکے گیت

دوپہر

۲-۰۷ مشاعرہ

۳-۰۰ کہکشاں

رات

۸-۳۰ حسنِ غزل

کرشنا کلے : جگر مرادآبادی اور امیر مینائی کا کلام

۱۱-۳۰ بزمِ موسیقی

امیر خاں : راگ جے جے ونتی

امجد علی خاں : سرود پر راگ تلک کاموڈ

ہفتہ ۳ر اگست

صبح

۶-۲۵ شہرِ صبا

گھنشیام داس : اختر شیرانی اور جاں نثار اختر کا کلام

شوبھا راؤ : فراق گورکھپوری اور مومن کا کلام

۷-۳۰ سازسنگیت

حفیظ اللہ خاں : سارنگی وادن

۹-۳۲ ہلکی کلاسیکی موسیقی

پنڈت مہادیو پرساد مشرا : ٹھمری بھیروی اور دادرہ بھیروی

دوپہر

۲-۳۰ بزمِ خواتین

رات

۸-۳۰ حسنِ غزل

شوبھا راؤ : شمیم جے پوری اور جاں نثار اختر کا کلام

۹-۳۰ کچھ بن کا ہے

لکشمن پرساد جے پور والے : ٹھمری، سہا ملہار، سر ملہار، گوڑ ملہار

۱۱-۳۰ بزمِ موسیقی

حفیظ اللہ خاں : سارنگی

اتوار ۴ر اگست

صبح

۶-۲۵ شہرِ صبا

مظہر علی خاں : مومن اور غالب کا کلام

شوبھا جوشی : جگر مرادآبادی اور فیض کا کلام

۷-۳۰ سازسنگیت

ہری پرساد چورسیا : بانسری

۹-۳۲ چلتے چلتے

دوپہر

۲-۰۷ آپ کا خط ملا

رات

۸-۳۰ حسنِ غزل

مقبول حسین : میر اور سودا کا کلام

۹-۰۰ کتابوں کی باتیں (اردو)

۱۱-۳۰ بزمِ موسیقی

استاد عبدالوحید خاں : خیال درباری

ہری پرساد چورسیہ : بانسری

پیر ۵ر اگست

صبح

۶-۲۵ شہرِ صبا

صغیر احمد : حسرت موہانی اور فراق کا کلام

پی۔ نازمسانی : غالب اور مومن کا کلام

۷-۳۰ سازسنگیت

برج بھوشن کابرہ : گٹار پر راگ بلاول

۹-۳۲ کلاسیکی موسیقی

سنگھ بندھو : خیال

دوپہر

۲-۰۷ نغمہ و صدا

رات

۸-۳۰ حسنِ غزل

صغیر احمد : فانی بدایونی اور مخدوم کا کلام

۹-۰۰ کلامِ شاعر

۱۰-۰۰ 'خیاباں' فیچر

تحریر : محمود ہاشمی

۱۱-۳۰ بزمِ موسیقی

سنگھ بندھو : خیال

برج بھوشن کابرہ : گٹار پر راگ امن

منگل ۶ر اگست

صبح

۶-۲۵ شہرِ صبا

محمد یعقوب : غزلیں

رویندر گروور : شکیل اور داغ کا کلام

۹-۳۲ کلاسیکی موسیقی

دیپالی ناگ : خیال للت

دوپہر

۲-۰۷ بھکتی گیت

۳-۰۰ میری پسند

رات

۸-۳۰ حسنِ غزل

محمد یعقوب : غزلیں

۱۰-۰۰ جواباً عرض ہے

۱۱-۳۰ بزمِ موسیقی

دیپالی ناگ : خیال بروا

بدھ ۷ر اگست

صبح

۶-۲۵ شہرِ صبا

سیما سہگل : غزلیں

۹-۳۲ کلاسیکی موسیقی

عنایت حسین نظامی : خیال جونپوری

دوپہر

۲-۰۷ سب رس

۲-۳۰ بزمِ خواتین

۳-۰۰ رنگارنگ

'چوکیداری' ڈرامہ

تحریر : آر۔ کے۔ شرما

پیشکش : پریم ووہرہ

رات

۸-۳۰ حسنِ غزل

سیما سہگل : غزلیں

۹-۰۰ شہرنامہ

۹-۳۰ کچھ بن کا ہے

پنڈت حسن لعل :

۱۱-۳۰ بزمِ موسیقی

عنایت حسین نظامی : خیال پوریا کلیان

جمعرات ۸ اگست

صبح

۶-۲۵ شہرِ صبا
یشپال ؛ فیض اور
داغ دہلوی کا کلام

۷-۳۰ سازسنگیت
امرت حسین خاں ؛ ستار وادن

دوپہر

۲-۰۰ گیت سے گیت
۲-۳۰ حرفِ غزل
۳-۰۰ راگ رنگ

رات

۸-۳۰ حسنِ غزل
پشپا رانی ؛ تریوک چند کوثر اور
شمیم جے پوری کا کلام

۹-۰۰ کھیل کے میدان سے
۱۰-۰۰ آئینہ
۱۱-۳۰ بزمِ موسیقی
امرت حسین خاں ؛ ستار پر راگ جوگ

جمعہ ۹ اگست

صبح

۶-۲۵ شہرِ صبا
مینا کپور ؛ جگر کا کلام
منور حسین جمالی ؛ داغ دہلوی اور
درد کا کلام

۷-۳۰ سازسنگیت
شرن رانی ؛ سرود وادن

۹-۳۲ آپکے خط آپکے گیت

دوپہر

۲-۰۰ سات سوال
۲-۳۰ فلمی دنیا
۳-۰۰ کہکشاں

رات

۸-۳۰ حسنِ غزل
منور حسین جمالی ؛ امیر مینائی اور
مومن کا کلام

۹-۰۰ تقریر
۱۰-۰۰ روبرو
۱۱-۳۰ بزمِ موسیقی
استاد فیاض خاں ؛ خیال بروا
اور راگ کیدارہ میں دھمار
شرن رانی ؛
سرود وادن

ہفتہ ۱۰ اگست

صبح

۶-۲۵ شہرِ صبا
سدھا ملہوترہ ؛ ساحر لدھیانوی، شین فاخر
اور مصحفی کا کلام
صفدر حسین ؛ فیض کا کلام

۷-۳۰ سازسنگیت
ضیاء محی الدین ڈاگر ؛ وینا پر
راگ ابھوگ

۹-۳۲ ہلکی کلاسیکی موسیقی
ستیا دیوی ؛ دادرہ بھیروی اور
ٹپہ

دوپہر

۲-۰۰ شعر ہمارے گیت آپکے
۲-۳۰ بزمِ خواتین
۳-۰۰ پھر سنیئے

رات

۸-۳۰ حسنِ غزل
صفدر حسین ؛ سیماب اکبرآبادی کا کلام

۹-۰۰ ریڈیو نیوز ریل
۹-۳۰ کیرتن کا سے ، ملتانی کافی
۱۰-۰۰ نئی نسل نئی روشنی
۱۱-۳۰ بزمِ موسیقی
گنگوبائی ہنگل ؛ خیال کلاوتی
ضیاء محی الدین ڈاگر ؛ وینا

اتوار ۱۱ اگست

صبح

۶-۲۵ شہرِ صبا
نسیم بانو ؛ جاں نثار اختر اور
شاد عارفی کا کلام
بشیر احمد ؛ حسرت موہانی اور
اقبال کا کلام

۷-۳۰ سازسنگیت
راجندر پرسنا ؛ بانسری پر راگ للت

۹-۳۲ چلتے چلتے

دوپہر

۲-۰۷ آپ کا خط ملا

رات

۸-۳۰ حسنِ غزل
شبیر حسین ؛ بشیر بدر اور
امیر قزلباش کا کلام

۹-۰۰ کتابوں کی باتیں
۱۰-۰۰ ڈرامہ

۱۱-۳۰ بزمِ موسیقی
پربھا اترے ؛ خیال مالکونس
راجندر پرسنا ؛ بانسری پر راگ باگیشوری

پیر ۱۲ اگست

صبح

۶-۲۵ شہرِ صبا
غلام عباس ؛ حسرت موہانی اور
داغ کا کلام
نیلم ساہنی ؛ شمیم جے پوری کا کلام

۷-۳۰ سازسنگیت
محمود مرزا ؛ ستار پر راگ بھیرو

۹-۳۲ کلاسیکی موسیقی
ایل کے پنڈت ؛ خیال

دوپہر

۲-۰۰ میری نظر میں
۳-۰۰ سازوں پر موسیقی

رات

۸-۳۰ حسنِ غزل
نیلم ساہنی ؛ راجیش کمار اوج
اور بشیر بدر کا کلام

۹-۰۰ کلامِ شاعر
۱۰-۰۰ اظہارِ خیال
۱۱-۳۰ بزمِ موسیقی
ایل کے پنڈت ؛ خیال
محمود مرزا ؛ ستار پر شیام کلیان

منگل ۱۳ اگست

صبح

۶-۲۵ شہرِ صبا
اے۔ رمیش کمار ؛ صبا افغانی اور
عزیز وارثی کا کلام
اوما گرگ ؛ سکندر علی وجد اور
بشیر بدر کا کلام

۷-۳۰ سازسنگیت
رمیش پریم ؛ وچترونیا پر بسنت مکھاری

۹-۳۲ کلاسیکی موسیقی
اشتیاق حسین خاں ؛ خیال دیسی توڑی

دوپہر

۲-۰۷ جھلکتے گیت
۳-۰۰ میری پسند

رات

۸-۳۰ حسنِ غزل
اوما گرگ ؛ شکیل بدایونی اور
شمیم جے پوری کا کلام

۱۱-۳۰ بزمِ موسیقی
اشتیاق حسین خاں ؛ خیال مالکونس
رمیش پریم ؛ وچترونیا پر راگ درباری

بدھ ۱۴ اگست

صبح

۶-۲۵ شہرِ صبا
صلاح الدین احمد ؛ غزلیں
مہندر پال، پورنیما داس ؛
بشیر بدر کا کلام

۷-۳۰ سازسنگیت
رئیس خاں ؛ ستار پر بھیروی

۹-۳۲ کلاسیکی موسیقی
ایرن رائے چوہدری ؛ خیال گجری توڑی

دوپہر

۲-۰۷ سب رس
۲-۳۰ بزمِ خواتین

رات

۸-۳۰ حسنِ غزل
صلاح الدین احمد ؛ غزلیں

۹-۰۰ دلی ڈائری
۱۰-۰۰ حفظانِ صحت
۱۱-۳۰ بزمِ موسیقی
ایرن رائے چوہدری ؛ خیال مالکونس
روی شنکر اور علی اکبر خاں ؛
ستار و سرود جگلبندی میں راگ بہاگ

جمعرات ۱۵ اگست

صبح

۶-۲۵ شہرِ صبا
شمیمہ آزاد ؛ غزلیں
اسٹینلے والٹر ؛ مشیر جھنجھانوی،
شکیل بدایونی کا کلام

۷-۳۰ سازسنگیت
دیا شنکر و ساتھی ؛ شہنائی

۹-۳۲ ہلکی کلاسیکی موسیقی
نرملا دیوی ؛ ٹھمری بھیروی، دادرہ بھیرویں

دوپہر

۲-۰۷ گیت سے گیت
۲-۳۰ جشنِ آزادی پر خصوصی فیچر

رات

۹-۰۰ کھیل کے میدان سے
۱۰-۰۰ ادبی نشست
۱۱-۳۰ بزمِ موسیقی
دیا شنکر و ساتھی ؛ شہنائی

دھلی

میڈیم ویو
دہلی الف ۳۶۶ء۳ میٹر ۸۱۹ کلوہرٹز
دہلی ب ۴۵۰ء۴۵ میٹر ۶۶۶ کلوہرٹز
دہلی ج ۲۱۹ء۳ میٹر ۱۳۶۸ کلوہرٹز
دہلی د ۲۹۳ء۱۹ میٹر ۱۰۱۶ کلوہرٹز

شارٹ ویو
صبح ۸-۰۰ تک ۸۹ء۱۵ میٹر ۳۳۶۵ کلوہرٹز
صبح ۸-۱۵ سے ۴۸ء۴۷ میٹر ۶۱۹۰ کلوہرٹز
دوپہر ۴۸ء۴۷ میٹر ۶۱۹۰ کلوہرٹز
شام ۵-۴۵ تک ۴۸ء۴۷ میٹر ۶۱۹۰ کلوہرٹز
شام ۶-۰۰ سے رات تک ۸۹ء۱۵ میٹر ۳۳۶۵ کلوہرٹز

خبریں

دھلی الف
صبح
۶-۰۰ ہندی انگریزی
۷-۰۰ سنسکرت
۸-۰۰ ہندی
۸-۵۰ اردو
۱۱-۰۰ ہندی
۱۲-۰۰ انگریزی
۱-۰۵ ہندی
۱-۴۰ پنجابی
۱-۵۰ اردو
۲-۱۰ ہندی
۵-۰۰ راجیوں سے سماچار
شام
۶-۰۵ ہندی
۶-۱۰ سنسکرت
۷-۳۵ روزگار سماچار
۷-۵۰ پرادیشک سماچار
۸-۴۵ ہندی
۹-۱۶ اردو مع تبصرہ
۱۱-۰۵ ہندی

دھلی 'ب'
صبح
۸-۱۰ انگریزی
۸-۳۰ پنجابی
۱۰-۰۰ انگریزی
۱-۰۰ انگریزی
۴-۰۰ انگریزی
۶-۰۰ انگریزی
۷-۳۰ پنجابی
۷-۴۰ تجارتی (صرف بدھ)
۹-۰۰ انگریزی
۱۱-۰۰ انگریزی

روزانہ نشر ہونیوالے پروگرام

دھلی 'الف'
صبح
۶-۵۵ وندے ماترم ۔ منگل دھونی
۶-۰۵ وندنا
۶-۳۰ کرشی چرچا
۶-۴۰ رام چرت مانس سے
۶-۵۰ سواستھ چرچا (اتوار، منگل، جمعرات، ہفتہ)
وگیان چرچا
سائنس کے موضوع پہ تقریر (پیر، بدھ، جمعہ)
۶-۵۵ سوچنائیں
۷-۰۵ وچار بندو (اتوار کو پرکاش کرن)
۷-۳۰ آج صبح (اتوار، بدھ، جمعہ)
اتہاس کے جھروکے سے (پیر)
سور ویلا (منگل)
بھارت بھارتی (جمعرات)
دوسرے کیندروں سے (ہفتہ I)
سنسکرتک جھلکیاں (ہفتہ II اور IV)
دلی کے آس پاس (ہفتہ III)
اسکٹ / مزاحیہ پروگرام (ہفتہ V)
۷-۴۰ آج صبح (جاری) (اتوار، بدھ، جمعہ)
اپنے دیش کی بات (پیر، جمعرات)
نئی دشائیں (منگل، ہفتہ II اور IV)
۷-۴۵ آج صبح: جاری) (اتوار، بدھ اور جمعہ)
دلی درشن (پیر، منگل، جمعرات اور ہفتہ)
۸-۱۰ شاستریہ سنگیت
۸-۳۰ اردو مجلس
۹-۰۰ اختتام (اتوار کو بال کاریہ کرم)
۱۰-۰۰ اتوار صبح کی محفل موسیقی
۱۰-۱۵ وادیہ وادن (اسکول براڈکاسٹ)
۱۰-۳۵ شاستریہ سنگیت
۱۱-۰۲ شاستریہ سنگیت (اتوار کو یووا وانی سے)
۱۱-۲۰ شاستریہ سنگیت (اتوار کو وادیہ ورند)
۱۱-۳۰ شاستریہ سنگیت (اتوار کو کرناٹک سنگیت)
۱۲-۰۲ لوک بھارتی
۱۲-۱۵ جھلکی (اتوار)
ورندگان (پیر، بدھ، جمعہ)
گیتکا (منگل، جمعرات، ہفتہ)

دوپہر
۱۲-۳۰ بہنوں کا پروگرام (اتوار، منگل، جمعرات، ہفتہ)
گرامین بہنوں کا پروگرام (بدھ، جمعہ)
ہندی ناٹک (دوبارہ براڈکاسٹ) (پیر)
۱-۰۰ بہنوں کا پروگرام (جاری)
(اتوار، منگل، جمعرات، ہفتہ)
گرامین بہنوں کا پروگرام (جاری)
(بدھ، جمعہ)
وادیہ ورند (پیر)
۱-۱۰ سگم سنگیت
۲-۰۰ سگم سنگیت (غیر فلمی)
۲-۲۰ چترپٹ سنگیت
۲-۳۰ موسم اور اختتام (اتوار کو ناٹک)
۳-۳۰ موسم اور اختتام (اتوار)
۴-۵۵ ہندی میں پروگراموں کا خلاصہ
۵-۰۵ ننھی دنیا ننھے گیت (اتوار اور ہفتہ)
چمن من (پیر، بدھ اور جمعہ)
گیان وگیان (منگل)
بھاشا شکشا (جمعرات)
۵-۲۰ بھاشا شکشا (اتوار)
اسکول براڈکاسٹ (پیر تا ہفتہ)
۵-۳۵ کرناٹک سنگیت (اتوار)
اسکول براڈکاسٹ (جاری) (پیر تا ہفتہ)
۵-۴۰ کرناٹک سنگیت (اتوار)
بچوں کے لیے پروگرام (جمعرات)
شاستریہ سنگیت
(پیر، منگل، بدھ، جمعہ، ہفتہ)
۵-۵۵ کرناٹک سنگیت (جاری) (اتوار)
گڑھوالی سنگیت (بدھ، جمعہ)
شاستریہ سنگیت (پیر، منگل، ہفتہ)
بچوں کے لیے پروگرام (جاری) (جمعرات)

شام
۶-۱۵ مقامی اعلانات
۶-۲۰ گرام سنسار
۷-۰۰ کرشی جگت
۷-۳۰ پروگراموں کا خلاصہ اور موسم (ہندی)
۷-۳۵ ساہتکی
۷-۴۵ روزگار سماچار
۸-۰۰ سابھدر سنگیت (اتوار)
سواستھ رکشا (پیر اور ہفتہ)
اُدیوگ منڈل (منگل)
جھلکی (بدھ)
آپ کی چٹھی ملی (جمعرات)
گاندھی چرچا (جمعہ)
۸-۱۵ فلم سنگیت / سگم سنگیت (اتوار، جمعہ)
سنگیت (پیر)
تقریر / بات چیت (منگل، جمعرات)
وگیان آلوک (بدھ)
آج کے ارتھی (ہفتہ)
۸-۳۰ سند ھیکشا / سنگیت
۹-۰۰ شاستریہ سنگیت
۹-۳۰ محفل (اتوار I)
پتریکا (اتوار II)
سنگیت (اتوار III، IV اور V)
نیشنل پروگرام: ہندی تقریر (پیر)
ہندی ناٹک (منگل)
چرچا کا وشیہ ہے (بدھ)
نیشنل پروگرام: پرادیشک سنگیت
(جمعرات I)
نیشنل پروگرام: ہندی فیچر (جمعرات II)
نیشنل پروگرام: اسپورٹس میگزین
(ہندی) (جمعرات III)
نیشنل پروگرام: ناٹک (جمعرات IV)
سنگیت (جمعرات V)
ناٹک (جمعہ)
نیشنل پروگرام: موسیقی (ہفتہ)
۹-۴۵ محفل (اتوار I)
سنگیت پتریکا (اتوار II)
شاستریہ سنگت
(اتوار III، IV، V) (جاری)
سبھدر سنگیت (پیر)
ہندی ناٹک (جاری) (منگل)
چرچا کا وشیہ ہے (جاری) (بدھ)
نیشنل پروگرام: پرادیشک سنگیت
(جاری ۔ جمعرات I)
نیشنل پروگرام: ہندی فیچر
(جاری ۔ جمعرات II)
نیشنل پروگرام: اسپورٹس میگزین
(ہندی) (جاری ۔ جمعرات III)
نیشنل پروگرام: ناٹک (جاری جمعرات IV)
سنگیت (جاری جمعرات V)
ناٹک (جاری ۔ جمعہ)
نیشنل پروگرام: موسیقی (جاری ۔ ہفتہ)
۱۰-۰۰ چیتن (اتوار)
سنگیت سبھا (پیر، منگل، بدھ)
نیشنل پروگرام: پرادیشک سنگیت
(جاری ۔ جمعرات I)
نیشنل پروگرام: ناٹک (جاری ۔ جمعرات IV)
سنگیت (جمعرات II، III اور V)
ناٹک (جاری ۔ جمعہ)
نیشنل پروگرام: موسیقی (جاری ۔ ہفتہ)
۱۰-۳۰ چیتن (اتوار)
سنگیت سبھا (پیر، منگل، بدھ)
کرناٹک سنگیت (جمعرات، جمعہ)
نیشنل پروگرام: موسیقی (جاری ۔ ہفتہ)
۱۱-۰۰ ودیہ ورند (سوائے جمعہ I، IV)
۱۱-۱۰ موسم اور اختتام

دھلی 'ب'
صبح
۶-۵۵ وندے ماترم ۔ منگل دھونی
۷-۰۰ اعلانات
۷-۰۲ ساہتکی (اتوار)
کرنٹ افیئرز (دوبارہ) (پیر)
نیشنل پروگرام: ہندی تقریر
(دوبارہ) (منگل)
نیشنل پروگرام: انگریزی تقریر
(دوبارہ) (بدھ)
چرچا کا وشیہ ہے (دوبارہ) (جمعرات)
یووکن (جمعہ)
نیشنل اسپورٹس میگزین (انگریزی)
(پہلے جمعہ کا دوبارہ براڈکاسٹ) ہفتہ I
نیشنل اسپورٹس میگزین (ہندی)
(تیسرے جمعرات کا دوبارہ براڈکاسٹ) ہفتہ III
موسیقی (بقیہ روز)
۷-۲۰ ساہتکی (اتوار)
کرنٹ افیئرز (دوبارہ براڈکاسٹ، پیر)
ورندگان (منگل، بدھ، جمعہ)
چرچا کا وشیہ ہے (دوبارہ براڈکاسٹ جمعرات)
نیشنل اسپورٹس میگزین (انگریزی)
(پہلے جمعہ کا دوبارہ براڈکاسٹ، ہفتہ I)
نیشنل اسپورٹس میگزین (ہندی)
(تیسرے جمعرات کا دوبارہ براڈکاسٹ)
(ہفتہ III)
۷-۳۰ سنگیت سوربھی (شاستریہ سنگیت)
۷-۵۰ سنگم
۸-۰۰ وادیہ ورند
۸-۲۱ پنجابی پروگرام
۸-۴۰ پنجابی پروگرام
۹-۰۰ راجیہ سے چٹھی
۹-۰۵ کاریہ کرم سوچنائیں
۹-۱۰ لوک روچی سماچار (اتوار)
لوک مادھوری (پیر تا ہفتہ)
۹-۱۵ اپنی نگری (اتوار)
لوک مادھوری (پیر تا ہفتہ)
۹-۳۰ یادیں (اتوار)
سب رس (پیر تا ہفتہ)
۱۰-۰۲ اختتام

دوپہر
۱-۰۵ مغربی موسیقی
۲-۱۰ مغربی موسیقی
۳-۱۰ انگریزی میں موسم کا حال
۳-۱۵ سگم سنگیت
۳-۳۰ شاستریہ سنگیت (اتوار، پیر، منگل، ہفتہ)
کرناٹک سنگیت (بدھ، جمعرات، جمعہ)
۴-۰۲ سگم سنگیت
۴-۱۵ اختتام
۵-۵۰ اخباروں کی رائے
۵-۵۵ انگریزی میں پروگراموں کا خلاصہ اور موسم

شام
۶-۰۵ فوجی بھائیوں کے لیے پروگرام
۶-۴۵ سگم سنگیت
۷-۰۰ پنجابی پروگرام
۷-۴۰ ورندگان (اتوار)
۷-۴۵ اردو مجلس
۸-۱۵ سماچار درشن (اتوار، بدھ، جمعہ)
ریڈیو نیوز ریل (منگل، جمعرات، ہفتہ)
نیوز ریل اسپورٹس (پیر)
۸-۲۵ سماچار پتروں سے
۸-۳۰ پارلیمنٹ میں آج کی کارروائی / سور جھنکار
۸-۴۴ سگم سنگیت
۹-۱۶ اسپاٹ لائٹ
۹-۳۰ کرنٹ افیئرز (اتوار)
انگریزی میں تقریر (پیر، جمعرات)
نیشنل پروگرام: انگریزی تقریر (منگل)
فیچر (بدھ I)
یووا وانی سے انتخاب (بدھ II)
ڈاؤن میموری لین (بدھ III)
آرکائیوز / دوسرے اسٹیشنوں سے انتخاب
(بدھ IV)
نیشنل اسپورٹس میگزین (جمعہ I)
ان پرسپیکٹو (جمعہ II)
نیشنل پروگرام: فیچر انگریزی) (جمعہ IV)
اورگیسٹ ٹو نائٹ (ہفتہ)
۹-۴۵ کرنٹ افیئرز (اتوار)
فوجی بھائیوں کی فرمائش (پیر)
مغربی موسیقی (منگل، جمعرات)
آپ کی فرمائش (بدھ)
اے ڈیٹ ود ھیو (جمعہ II، IV)
ڈانس ٹائم (ہفتہ)
۱۰-۰۰ کنسرٹ آور (اتوار)
فوجی بھائیوں کی فرمائش (پیر)
مغربی موسیقی (منگل، جمعرات)
آپ کی فرمائش (بدھ)
اے ڈیٹ ود ھیو (جمعہ II، IV)
ڈانس ٹائم (ہفتہ)
۱۱-۰۵ موسم اور اختتام

(جمعہ II اور III، ۱۵-۱۱ بجے)

دہلی 'ج'

پُروا وانی

صبح

۶-۵۵ پروگراموں کا خلاصہ
۷-۰۰ یونیورسٹی آف دی ایئر
۸-۰۰ شاستریہ سنگیت (ساز سنگیت)
۸-۱۰ وگیان وودھا
۸-۱۵ شاستریہ سنگیت (گائن) (سوائے ہفتہ)
کرناٹک سنگیت (صرف ہفتہ)
۸-۳۰ پیلے ٹ گول (مغربی موسیقی)
۹-۰۰ اختتام (سوائے اتوار)
ڈرامہ (صرف اتوار)
۹-۳۰ غیر فلمی کمرشل ریکارڈ
(سگم سنگیت ، اتوار)
۱۰-۰۰ اختتام (اتوار)

شام

۶-۵۵ پروگراموں کا خلاصہ
۷-۰۵ محفل
۷-۳۵ کھیل اور کھلاڑی (اتوار)
اسکول کالج کی بات (پیر I)
پیری کرما (پیر II)
گاؤں کی بات (پیر III)
گاؤں کی پیری کرما (پیر IV)
پراوِھوتی (منگل I)

مجھے بھی کچھ کہنا ہے (منگل II)
آیئے سمسیائیں سلجھائیں (منگل III)
دِرشٹی کون (منگل IV)
پندرہ سترہ (بدھ I اور III)
آتا پریچے (بدھ II)
آج کی بات (بدھ IV)
سپچل ہواؤں کی کہانی (جمعرات I)
تب اور اب (جمعرات II)
آمنے سامنے (جمعرات III)
بات چیت (جمعرات IV)
وگیان جگت (جمعہ I، III، V)
ہمارا سواستھ (جمعہ II، IV)
روزگار کے ذریعے (ہفتہ I، III)
وگیان وبھا (ہفتہ II اور IV)
۸-۰۵ ان دی گروو (مغربی موسیقی)
۸-۳۰ سینیتا (اتوار I، II، IV، V)
سائنس ٹوڈے (اتوار II)
آیام (پیر I، III)
گول میز (پیر II)
بھوشیہ کی چنوتی (پیر IV)
اسپورٹس اور اسپورٹس مین (منگل I)
ایکسپریشنز (منگل II)
اوپن ٹینز (منگل III)
کوئز ٹائم (منگل IV)
دی روونگ مائیکروفون (بدھ، جمعہ)
راؤنڈ ٹیبل (جمعرات I)

مسلینی (جمعرات II)
فیچر (جمعرات III)
فائر اینگ لائن (جمعرات IV)
ابھی وینجنی (ہفتہ I)
کوی گوشٹھی (ہفتہ II، IV)
مشاعرہ (ہفتہ III)
۸-۵۰ آپ سے ملئے (پیر I، III، V)
گول میز (پیر II، IV)
۹-۰۰ ترجمہ (موسیقی کا پروگرام)
(سوائے جمعرات اور ہفتہ)
یور ارشٹ ٹو نائٹ (صرف جمعرات)
ہماری ڈاک (صرف ہفتہ)
۹-۲۰ سگم ساز سنگیت (سوائے جمعرات)
میجک مومینٹس (جمعرات)
۹-۳۰ سنڈے ریکویسٹ (اتوار)
کلچرل ایوننگ (پیر)
من بھاون (منگل اور ہفتہ)
ناٹک (جمعرات)
سگم سنگیت (گائن) (جمعہ)
۱۰-۳۰ سگم سنگیت (گائن) (پیر)
شاستریہ سنگیت (گائن) (منگل)
شاستریہ سنگیت
ساز سنگیت (جمعہ اور ہفتہ)
۱۰-۴۰ شاستریہ سنگیت (بدھ)
۱۰-۴۵ شاستریہ سنگیت (گائن) (جمعہ)
۱۱-۰۰ اختتام

شاستریہ سنگیت

گائن

کمل سہگل اور کویتا سہگل : صبح ۳۵-۱۰ (الف) اور
۳۲-۷ (ب) یکم اگست

راجن مشرا اور ساجن مشرا : صبح ۱۰-۸، ۰۲-۱۱ اور
رات ۰۰-۹ (الف) ۲راگست

شفیع احمد : صبح ۳۰-۱۱ اور شام ۴۰-۵ (الف)
صبح ۳۲-۷ (ب) ۳راگست

سوبنا دیوی : صبح ۱۰-۸، رات ۰۰-۹ اور
سہ پہر ۳۰-۳ (ب) ۴راگست

للت جے راؤ : صبح ۱۰-۸، شام ۴۰-۵ اور
رات ۰۰-۹ (الف) ۵راگست

مالنی چاری : صبح ۰۲-۱۱ (الف) ۵راگست

اینتا رامے : صبح ۳۵-۱۰ (الف)
سہ پہر ۳۰-۳ (ب) ۶راگست

غلام تقی خاں : صبح ۱۰-۸، ۰۲-۱۱ اور
رات ۰۰-۹ (الف) ۷راگست

اقبال احمد خاں : صبح ۳۰-۱۱ (الف)
۳۲-۷ (ب) ۸راگست

میرابی دیشپانڈے : صبح ۱۰-۸، ۰۲-۱۱ اور
رات ۰۰-۹ (الف) ۹راگست

اجیت سنگھ پینٹل : صبح ۳۵-۱۰ (الف)
بعد دوپہر (ب) ۱۰راگست

پنڈت اومکار ناتھ ٹھاکر : صبح ۳۲-۷ (ب) ۱۰راگست

ریتا گنگولی : صبح ۱۰-۸، رات ۰۰-۹ اور
سہ پہر ۳۰-۳ (ب) ۱۱راگست

رام چتر ملک : رات ۰۰-۱۰ (الف) ۱۱راگست

این آر شاہ سنے : صبح ۳۰-۱۱ اور
۳۲-۷ (ب) ۱۲راگست

مجاہد حسین خاں : صبح ۳۵-۱۰ اور
شام ۴۰-۵ (الف) ۱۲راگست

سنگھ بندھو : رات ۰۰-۱۰ (الف) ۱۲راگست

برجو مہاراج : صبح ۱۰-۸، ۰۲-۱۱ اور
رات ۰۰-۹ (الف) ۱۳راگست

پرمیلا پوری : صبح ۳۵-۱۰ اور
شام ۴۰-۵ (الف) ۱۴راگست

سابیری سین : صبح ۳۰-۱۱ (الف)
۳۲-۷ (ب) ۱۴راگست

استاد امیر خاں : صبح ۱۰-۸ اور
۰۲-۱۱ (الف) ۱۵راگست

شوبھا گرتو : رات ۰۰-۹ (الف) ۱۵راگست

ساز سنگیت

ستار

این - این گوشش : صبح ۳۵-۱۰ اور
شام ۴۰-۵ (الف) ۲راگست

پارتھا داس : صبح ۰۰-۱۰ (الف) ۴راگست

شکنتلا ڈے : صبح ۳۵-۱۰ (الف)
سہ پہر ۳۰-۳ (ب) ۵راگست

بلرام پاٹھک : صبح ۱۰-۸، ۰۲-۱۱ اور
رات ۰۰-۹ (الف) ۸راگست

اوما شنکر مشرا : صبح ۰۰-۱۰ (الف) ۱۱راگست

شرافت خاں : صبح ۳۵-۱۰ (الف)
سہ پہر ۳۰-۳ (ب) ۱۳راگست

روی شنکر : رات ۰۰-۱۰ (الف) ۱۵راگست

سرود

اتیندر کمار موئترا : صبح ۱۰-۸، ۰۲-۱۱ اور
رات ۰۰-۹ (الف) ۴راگست

چندن رائے : صبح ۳۰-۱۱ (الف)
۳۲-۷ (ب) ۵راگست

کنچن ورما : صبح ۰۲-۱۱ (الف)
۳۲-۷ (ب) ۶راگست

کلیا ناکمرجی : صبح ۳۵-۱۰ اور
شام ۴۰-۵ (الف) ۷راگست

عبدالسمیع خاں : صبح ۱۰-۸، ۰۲-۱۱ اور
رات ۰۰-۹ (الف) ۱۰راگست

علی اکبر خاں : صبح ۳۰-۱۱ (الف) ۱۵راگست

شہنائی

اننت لعل اور ساتھی : صبح ۱۰-۸، ۰۲-۱۱ اور
رات ۰۰-۹ (الف) یکم اگست

وشنو پرسنا اور ساتھی : رات ۰۰-۱۰ (الف) ۵راگست

ہری سنگھ اور ساتھی : صبح ۳۰-۱۱ اور
شام ۴۰-۵ (الف) ۱۰راگست

بسم اللہ خاں اور ساتھی : صبح ۳۵-۱۰ (الف)
۳۲-۷ (ب) ۱۵راگست

وائلن

جوتے شریواستو : صبح ۳۰-۱۱ (الف)
۳۲-۷ (ب) ۲راگست

سرکنا دھر چودھری : صبح ۰۲-۱۱ (الف) ۲راگست

وچتر وینا

اجیت سنگھ : صبح ۱۰-۸، شام ۴۰-۵ اور
رات ۰۰-۹ (الف) ۶راگست

آر-ایس-یکبورج : صبح ۳۰-۱۱ (الف)
۳۲-۷ (ب) ۱۳راگست

گوپال کرشن : رات ۰۰-۱۰ (الف) ۱۴راگست

سارنگی

اندر لعل : صبح ۱۰-۸، رات ۰۰-۹ (الف)
سہ پہر ۳۰-۳ (ب) ۱۲راگست

بانسری

جگدیش برمن : صبح ۳۰-۱۰
رات ۰۰-۱۰ (الف) ۱۴راگست

کلارنٹ

بھیم سنگھ : صبح ۳۰-۱۱ (الف)
۳۲-۷ (ب) ۹راگست

کرناٹک سنگیت

گائن

چمپا لکشمن : سہ پہر ۳۰-۳ (ب) یکم اگست

روبندرناتھ اے۔کے : صبح ۳۰-۱۰ (الف)
سہ پہر ۳۰-۳ (ب) ۲راگست
سیتاراجن : صبح ۳۰-۱۱ اور
شام ۴۵-۵ (الف) ۴راگست
وسنتاگرپالاکرشنن : سہ پہر ۳۰-۳ (ب) ۷راگست
سری رنگم آر۔کانن : صبح ۳۰-۱۱ اور
شام ۴۵-۵ (الف) ۱۲راگست
سرسوتی شیکھر : سہ پہر ۳۰-۳ (ب) ۱۴راگست

کرناٹک ساز سنگیت

کلیانی لکشمی نارائن، وینا : صبح ۳۰-۱۰ (الف)
سہ پہر ۳۰-۳ (ب) ۹راگست
منتھو ویراسوامی اور ساتھی : ناگا سورم : صبح ۳۰-۱۰ (الف)
سہ پہر ۳۰-۳ (ب) ۱۵راگست

لوک علاقائی سنگیت

لوک بھارتی، لوک گیت دوپہر ۲۰-۱۲ (الف)

بنگلہ	:	یکم اور ۱۵راگست
مراٹھی	:	۲راور ۹راگست
گجراتی	:	۳راور ۱۰راگست
تامل	:	۵راگست
اُڑیہ	:	۶راگست
ملیالم	:	۷راگست
کونکنی	:	۸راگست
تیلگو	:	۱۲راگست
اسامی	:	۱۳راگست
کنڑھ	:	۱۴راگست

سنگم گیت (صبح ۵۰-۷ (ب)

مراٹھی	:	یکم ر ۸ ر اور ۱۵راگست
تامل	:	۲راگست
ملیالم	:	۲راگست
اُڑیہ	:	۴راگست
سندھی	:	۵راور ۱۲راگست
بنگلہ	:	۶راور ۱۳راگست
گجراتی	:	۷راور ۱۴راگست
تیلگو	:	۹راگست
کنڑھ	:	۱۰راگست
آسامی	:	۱۱راگست

لوک مادھوری صبح ۱۰-۹ (ب)

برج	:	یکم ر ۸ راور ۱۵راگست
راجستھانی	:	۲راور ۹راگست
کشمیری	:	۳راگست
اودھی	:	۵راگست

اس نصف ماہ کی خصوصی نشریات

کھیل سیوا : شام ۴۰-۶ (بی، ڈی) یکم اگست سے ۱۵راگست
اسپورٹس میگزین کا نیشنل پروگرام : پیش کردہ : آئی ایم سہلئے ، رات ۳۰-۹ (ب) ۷راگست
صدر جمہوریہ ہند کا قوم کے نام پیغام : رات ۱۵-۸ (الف، ب، د) ۱۴راگست
لال قلعہ پر قومی جھنڈا لہرانے کی رسم کا آنکھوں دیکھا حال اور اس کے ساتھ
وزیر اعظم کا قوم کے نام خطاب (ہندی اور انگریزی) : صبح ۰۵-۸ ۱۵راگست
یوم آزادی کے موقع پر خصوصی روپک : رات ۰۰-۸ ۱۵راگست

ہماچلی	:	۶راور ۱۳راگست
ہریانوی	:	۷راگست
گڑھوالی	:	۱۰راگست
بھوجپوری	:	۱۲راگست
چھتیس گڑھی	:	۱۴راگست

ناٹک رفیچر (ہندی)

کشم
منشی پریم چند کی کہانی پر مبنی ناٹک : ریڈیو عکس
کماری ہماسہاشے : دوپہر ۳۰-۱۲ (الف) ۵راگست
اپراجیت
رابندرناتھ ٹھاکر کی کہانی کا ریڈیو عکس
روپاشری کمار : رات ۳۰-۹ (الف) ۶راگست
دو ٹکڑے ستیہ : ناٹک
تحریر: گوبند چاتک : رات ۳۰-۹ (الف) ۹راگست
رات ۰۰-۸ (الف) ۱۱راگست
جب مل بیٹھیں بہنیں: فیچر
تحریر: مدن شرما : دوپہر ۱۵-۱۲ (الف) ۱۱راگست
رات ۰۰-۸ (الف) ۱۴راگست
ایک فاصلہ : سیریل ناٹک
تحریر: بی۔ایس۔بھٹناگر : رات ۳۰-۹ ۱۳راگست

تقریر (ہندی)

بھارت بھارتی
پنجاب کا بھنگڑا نرتیہ : تقریر : صبح ۳۰-۷ (الف) یکم اگست
سنسکرت شکشا
پاٹھ نمبر ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳ : شام ۰۵-۵ (الف) یکم، ۸ اور ۱۵راگست
گاندھی جی کا اسہیوگ اندولن : رات ۱۵-۸ (الف) یکم اگست
اودوکن : انٹرویو پر مبنی پروگرام : صبح ۰۲-۷ (ب) ۲راگست
گاندھی چرچا
گاندھی جی کے پریہ بھجن اور ان کے وچاروں پر مبنی پروگرام
رات ۰۰-۸ (الف) ۲راگست

آج کے آتھتی ، بھینٹ وارتا : رات ۱۵-۸ (الف) ۳راگست
اپنی نگری
انٹرویو پر مبنی پروگرام : صبح ۱۵-۹ (ب) ۴راگست
سنسکرت شکشا
پاٹھ نمبر ۱۴۰ : شام ۲۰-۵ (الف) ۴راگست
تقریروں کا نیشنل پروگرام (ہندی)
کیندر اور راجیوں کے سمبندھ
مباحثہ : رات ۳۰-۹ (الف) ۵راگست
سورو بلا
گمن آنند کی رچناؤں کا سار پاٹھ : صبح ۳۰-۷ (الف) ۶راگست
نیا پرکاش
سیکھشاتمک وارتا : رات ۱۵-۸ (الف) ۶راگست
چیرچا کا وشیہ ہے : رات ۳۰-۹ (الف) ۷راور ۱۴راگست
اودوکن
بھینٹ وارتاؤں پر مبنی پروگرام : صبح ۰۲-۷ (ب) ۹راگست
گاندھی چرچا
گاندھی جی اور بھارت چھوڑو اندولن : رات ۰۰-۸ (الف) ۹راگست
سانسکرتک سیکھشا
راجدھانی کی سانسکرتک گتی ودھیوں کی سیکھشاتمک
وارتا : صبح ۳۰-۷ (الف) ۱۰راگست
آج کے آتھتی : بھینٹ وارتا : رات ۱۵-۸ (الف) ۱۰راگست
ساہتیکی
ساماجک چیتنا میں ہندی کے لوک کتھا کاروں کی بھومیکا
(ہندی) : صبح ۰۲-۷ (ب) ۱۱راگست
تقریروں کا نیشنل پروگرام (ہندی)
سوتنترتا سنگرام میں مہیلاؤں کا یوگ دان
رات ۳۰-۹ (الف) ۱۲راگست
ادیوگ منڈل : شرمکوں کے مادھیم میں
انٹرویو پر مبنی پروگرام : رات ۰۰-۸ (الف) ۱۳راگست
وگیان وارتا
مہانگر اور پرادوشن : رات ۱۵-۸ (الف) ۱۳راگست
سوادھینتا دوس کے اوسر پر وشیش روپک :
رات ۰۰-۸ (الف) ۱۵راگست

لکھنؤ

میڈیم ویو : لکھنؤ 'الف' : ۲۰۱۱۶ء۴ میٹر ۷۴۷ کلو ہرٹز
لکھنؤ 'ج' : ۷ء۲۳۴ میٹر ۱۲۷۸ کلو ہرٹز
لکھنؤ 'ب' : صبح ۴۵-۴/۴۵-۵ سے
۴۵-۷ تک ۹۳۱۶۰ میٹر ۳۲۰۵ کلو ہرٹز
شارٹ ویو : صبح ۴۵-۷ تک ۹۳۱۶۰ میٹر ۳۲۰۵ کلو ہرٹز
صبح ۰۰-۸ بجے کے بعد ۸۲ء۴۸ میٹر ۶۱۷۰ کلو ہرٹز
دوپہر ۱۱۳۸ میٹر ۷۲۵۰ کلو ہرٹز
شام اور رات ۹۳۱۶۰ میٹر ۳۲۰۵ کلو ہرٹز

خبریں

ھندی/انگریزی (دلی) صبح ۰۰-۶ بجے
پرادیشک سماچار (گورکھپور) صبح ۲۰-۷
ھندی (دلی) صبح ۰۰-۸ دوپہر ۰۰-۱۰ اور
دوپہر ۱۰-۲ شام ۰۵-۶
شب ۴۵-۸ اور ۰۵-۱۱
انگریزی (دلی) صبح ۱۰-۸ ، دوپہر ۰۰-۱
شب ۰۰-۹ اور ۰۰-۱۱
سنسکرت (دلی) صبح ۰۰-۷ شام ۱۰-۶
اردو (دلی) صبح ۵۰-۸ شب ۱۶-۹
علاقائی (لکھنؤ) دوپہر ۳۰-۲
پرادیشک (لکھنؤ) شام ۲۰-۷
نیوز لیٹر (ھندی) (دلی) صبح ۰۰-۹
ضلع کی چیٹھی (لکھنؤ) صبح ۰۵-۹

شاستریہ سنگیت

گائن

کمار گندھرو	صبح ۱۰-۹ اور	
	شب ۳۰-۱۰	۲ر اگست
رائے تور پرساد مشر	صبح ۱۰-۹ اور	
	شام ۳۰-۴	۲ر اگست
پرتیما بوس	صبح ۱۰-۹	۴ر اگست
بھیم سین جوشی	شب ۳۰-۱۰	۴ر اگست
وشو ناتھ شری کھنڈے	صبح ۱۰-۹ شب ۴۵-۹ اور	
	۳۰-۱۰	۵ر اگست
بیگم اختر	صبح ۳۰-۷	۶ر اگست
سنتوش ماتھر	صبح ۱۰-۹ اور	
	شب ۳۰-۱۰	۷ر اگست
گنگا دھر راؤ تیلنگ	صبح ۱۰-۹ اور	
	شب ۳۰-۱۰	۹ر اگست
پنڈت جسراج	صبح ۱۰-۹	۱۱ر اگست
پروین سلطانہ	شام ۳۰-۴	۱۱ر اگست
پریم سنگھ کنوٹ	صبح ۱۰-۹ اور	
	شب ۴۵-۹	۱۲ر اگست
غلام مصطفےٰ خاں	شب ۳۰-۱۰	

ساز سنگیت

بانسری، وائلن

ہری موہن سریواستو ، بانسری اور ایم ڈی شرنگی رشی ، وائلن

	صبح ۱۰-۹ اور	
	شب ۳۰-۱۰	یکم اگست

ستار

بُدھ دتیہ مکھرجی	شام ۳۰-۴	۴ر اگست
رئیس خاں	صبح ۱۰-۹	۶ اگست
عبدالحلیم جعفر خاں	شب ۰۰-۱۰	۱۱ر اگست
وِمل مکھرجی	صبح ۱۰-۹	۱۴ر اگست

طبلہ

مدن موہن اپادھیائے	شام ۳۰-۴	۷ر اگست

سارنگی

بہادر خاں	صبح ۱۰-۹ اور	
	شب ۳۰-۱۰	۸ر اگست

بانسری

محمد سمیع منے	صبح ۱۰-۹ اور	
	شام ۳۰-۴	۱۰ر اگست

کلارینٹ

معبود حسین	صبح ۱۰-۹ شام ۳۰-۴ اور	
	شب ۳۰-۱۰	۱۴ر اگست

شہنائی

بسم اللہ خاں اور ساتھی	صبح ۱۰-۹	۱۵ر اگست
سکندر حسین اور ساتھی	دوپہر ۱۰-۱۲ اور	
	شب ۳۰-۱۰	۱۵ر اگست

لوک گیت صبح ۳۱-۸

اڑن ترپاٹھی	یکم اگست
بہار کھرے ، وندنا مشر ، سمن شرما	۲ر اگست
بندے شوری پرشاد اور ساتھی	۳ر اگست
پرتیما شرما اور ساتھی	۴ر اگست
رام کیول اور ساتھی	۵ر اگست
رمیش چندر اور ساتھی	۶ر اگست

(آگے ص ۴۸ پر)

رامپور

۷ء۳۳۶ میٹر (۸۹۱ کلو ہرٹز)

خبریں

ھندی/انگریزی : صبح ۰۰-۶ (عالمی)
ہندی : صبح ۰۰-۸ ، دوپہر ۰۵-۱۰ ، ۱۰-۲
شام ۰۵-۶ اور رات ۴۵-۸
انگریزی : صبح ۱۰-۸ ، دوپہر ۰۰-۲ اور
رات ۰۰-۹
اردو : صبح ۵۰-۸ اور رات ۱۵-۹
سماچار پتر (ہندی) : صبح ۰۰-۹
ضلع کی چیٹھی : صبح ۰۵-۹
پرادیشک : شام ۲۰-۷

شاستریہ سنگیت

گائن

استاد مشتاق حسین خاں :		صبح ۳۰-۷	
		رات ۱۰-۸	یکم اگست
بڑے غلام علی خاں	:	صبح ۳۰-۷	
		رات ۱۰-۸	۳ر اگست
ایم۔ آر۔ گوتم	:	صبح ۳۰-۷ دوپہر ۴۰-۱	۵ر اگست
مالو کا کانن	:	صبح ۲۰-۷	
		دوپہر ۴۰-۱	۸ر اگست
نزاکت علی ، سلامت علی	:	دوپہر ۴۰-۱	
		رات ۱۰-۸	۱۰ر اگست
بیگم اختر	:	دوپہر ۴۰-۱	۱۳ر اگست

ساز سنگیت

وچتر وینا

احمد رضا خاں	:	دوپہر ۴۰-۱	
		رات ۱۰-۸	۲ر اگست

سارنگی

ذاکر خاں	:	دوپہر ۴۰-۱	۶ر اگست

بانسری

رگھوناتھ سیٹھ	:	دوپہر ۴۰-۱	
		رات ۱۰-۸	۹ر اگست

طبلہ

نثار حسین	:	صبح ۳۰-۷	
		دوپہر ۴۰-۱	۱۲ر اگست

ستار

بنڈت روی شنکر : صبح ۳۰-۷
دوپہر ۴۰-۱ ۱۴ر اگست

سُگم سنگیت

شوبھا ماتھر : صبح ۵۰-۷
رات ۰۰-۸ ۳ر اگست
سنیل کمار ملک : صبح ۵۰-۷
رات ۰۰-۸ ۹ر اگست
جمیل احمد : صبح ۲۰-۶ ۱۱ر اگست
پنکج اداس : صبح ۵۰-۷
رات ۰۰-۸ ۱۲ر اگست

لوک گیت

ظہیر احمد خاں اور ساتھی : رات ۳۰-۹ ۴ر اگست
سشما جوشی : صبح ۲۱-۸
دوپہر ۲۰-۲ ۶ر اگست
پرتبھا پال روبے : صبح ۲۱-۸
دوپہر ۲۰-۲ ۸ر اگست
مدھو راکیش : صبح ۲۱-۸
دوپہر ۲۰-۲ ۱۰ر اگست
مسعود حسین اور ساتھی : رات ۳۰-۹ ۱۱ر اگست
اوشا اگروال : صبح ۲۱-۸
دوپہر ۲۰-۲ ۱۲ر اگست
اوشا اپریتی : صبح ۲۱-۸
دوپہر ۲۰-۲ ۱۳ر اگست

اردو تقریر

صبح ۳۰-۸

تحریک آزادی میں مستورات کا حصّہ : رفعت فاطمہ یکم اگست
تعارف - استاد رشید کا فن اور شخصیت
از : حکیم محمد حسن خاں شفا یکم اگست
دکھ میں رام نہ ہوگا ادھار پی ہوگی مجتبیٰ حسین ۹ر اگست

مذاکرہ / فیچر

صبح ۳۰-۸

جرائم اور دہشت پسندی کی روک تھام کیسے ؟
اوشا رشرما، سبطین اور ناظم علی خاں ۲ر اگست
یہ ارض وطن میری : فیچر
پیشکش محمد علی موج ۱۵ر اگست

شعری نشست

رات ۰۰-۸

ستیش کمار نگار، سلیم کیفی، فرید شمسی، منتوش کمار موج،
گووند رشک، احمر کاشی پوری اور اظہر القادری ۵ر اگست
اردو میں شائع شدہ کتابوں پر تبصرہ : ۱۱ر اگست

شملہ

میڈیم ویو : ۳۸۷.۶ میٹر ۷۷۴ کلوہرٹز
شارٹ ویو : صبح ۳۰-۷ تک اور شام ۳۰-۶ کے
بعد رات تک ۹۳.۰۹ میٹر ۳۲۲۳ کلوہرٹز
صبح ۴۵-۷ کے بعد دوپہر ۴۵-۴ تک اور
شام ۰۰-۵ کے بعد ۴۹.۸۳ میٹر ۶۰۲۰ کلوہرٹز

خبریں

ہندی : صبح ۰۰-۸ دوپہر ۰۵-۱، ۱۰-۲
شام ۰۵-۶ اور رات ۴۵-۸
انگریزی : صبح ۱۰-۸ دوپہر ۰۰-۱، ۰۰-۲
اور رات ۰۰-۹
سنسکرت : صبح ۰۰-۷
اردو : صبح ۵۰-۸
علاقائی (ہندی) : شام ۵۰-۷

شاستریہ سنگیت

گائن

سوہن سنگھ : صبح ۳۵-۸ ۲ر اگست
سریندر شنکر اوستھی : صبح ۱۰-۷ ۳ر اگست
پنڈت جسراج : رات ۲۵-۸ ۳ر اگست
گنگا پرساد پاٹھک : صبح ۱۰-۷ ۵ر اگست
پربھو دیو سردار : صبح ۱۰-۷ ۷ر اگست
نثار حسین : صبح ۱۰-۷ ۱۰ر اگست
مالویکا کانن : رات ۲۵-۸ ۱۱ر اگست
پروین سلطانہ : صبح ۱۰-۷ ۱۳ر اگست

ٹھمری / دادرا

بیگم اختر : صبح ۲۱-۸ ۲ر اگست
سدھیشوری دیوی : صبح ۲۱-۸ ۱۴ر اگست

ساز سنگیت

جل ترنگ

سیتا بہاری شرما : صبح ۱۰-۷ یکم اگست

طبلہ

احمد جان : رات ۲۵-۸ ۲ر اگست

سرود

علی اکبر خاں : صبح ۱۰-۷ ۴ر اگست

ستار

عبدالحلیم جعفر خاں : صبح ۱۰-۷ ۶ر اگست

وینا

آر کے سوریہ نارائن : صبح ۱۰-۷ ۸ر اگست

وائلن

ستیہ دیو پوار : رات ۳۵-۸ ۹ر اگست

بانسری

ہری پرساد چورسیہ : صبح ۱۰-۷ ۱۱ر اگست

کلارنٹ

گورداس رام بدھن : صبح ۱۰-۷ ۱۲ر اگست

شہنائی

بسم اللہ خاں : صبح ۱۰-۷ ۱۵ر اگست

پنجابی گیت

پرکاش کور : صبح ۲۱-۸ یکم اگست
اجیت کور : صبح ۲۱-۸ ۸ر اگست

شبد

سریندر سنگھ : صبح ۲۱-۸ ۵ر اگست

غزلیں

مدھو بالا چاولہ : رات ۱۵-۸ یکم اگست
صلاح الدین احمد : رات ۱۵-۸ ۸ر اگست
محمد حسین احمد حسین : رات ۱۵-۸ ۱۵ر اگست

سُگم سنگیت

سیتا رام : صبح ۲۱-۸ ۲ر اگست
ترلوک کپور : رات ۱۵-۸ ۳ر اگست
بھوشن مہتہ : رات ۲۵-۸ ۷ر اگست
ہریش : رات ۱۵-۸ ۱۰ر اگست
ارشاد رحمت قوال اور ساتھی : رات ۴۵-۹ ۱۲ر اگست
سیما شرما : صبح ۲۱-۸ ۱۳ر اگست
آزادی کے گیت : رات ۲۵-۸ ۱۴ر اگست

تقریر / بات چیت

صبح ۲۰-۶

گورو نانک جی کے وچار : یکم اگست
رابندر ناتھ ٹیگور کے وچار : ۲ر اگست
گاندھی جی کے وچار : ۳ر اگست
سوامی ویویکانند کے وچار : ۴ر اگست
مولانا آزاد کے وچار : ۵ر اگست
بائبل سے : ۶ر اگست
سنت وانی : ۷ر اگست
جین دھرم سے : ۸ر اگست
رام چرت مانس سے : ۹ر اگست
مہابھارت سے : ۱۰ر اگست
بالمیکی رامائن سے : ۱۱ر اگست

(آگے ص ۴۸ پر)

روہتک

میڈیم ویو : ۳۶۲،۴۱ میٹر ۸۲۳ ۱۱ کلوہرٹز

خبریں

ہندی : صبح ۸-۰۰ دوپہر ۱-۰۵
شام ۶-۰۵ رات ۸-۴۵
انگریزی : صبح ۸-۱۰ دوپہر ۱-۰۰
شام ۶-۰۰ رات ۹-۰۰

شاستریہ سنگیت

گائن : صبح ۷-۴۰

غلام مصطفےٰ خاں	یکم اگست
منور علی خاں	۵ اگست
گنگا پرساد پاٹھک	۸ اگست
منی رام	۱۱ اگست
کمل سہگل، کویتا سہگل	۱۵ اگست

ساز سنگیت

صبح ۷-۴۰

سرود

علی اکبر خاں	۷ اگست
امجد علی	۹ اگست
ایس جی رائے چودھری	۱۴ اگست

ستار

شمیم احمد	۳ اگست
دیوبرت چودھری	۶ اگست

سگم سنگیت

صبح ۷-۱۵

آشا اگروال	یکم اگست
رمیش کمار	۲ اگست
سورج پرکاش گرور	۳ اگست
گوپال شرما	۴ اگست
[illegible]	۵ اگست
[illegible]	۶ اگست
[illegible]	۷ اگست
[illegible]	۸ اگست
دیپ راجہ جین	۹ اگست
راجیش کمار	۱۰ اگست
آنند بھاردواج	۱۱ اگست
مدن سنگھ عشی	۱۲ اگست
شمیمہ آزاد	۱۳ اگست
ملک راج چاندلہ	۱۴ اگست
جیوتی دلال	۱۵ اگست

ضلع کی چٹھی

صبح ۷-۴۰

سرسا	یکم اور ۱۳ اگست
فریدآباد	۲ اور ۱۴ اگست
روہتک	۳ اور ۱۵ اگست
حصار	۴ اگست
انبالہ	۵ اگست
بھوانی	۶ اگست
کرنال	۷ اگست
گوڑگاؤں	۸ اگست
جلیند	۹ اگست
کوروکشیتر	۱۰ اگست
مہندرگڈھ	۱۱ اگست
سونی پت	۱۲ اگست

تقریر/مباحثہ

صبح ۷-۳۰

' پردوشن — ایک گھاتک بیماری '	یکم اگست
ہریانہ کے اتہاسک قلعے ' مہندرگڈھ کا قلعہ '	۳ اگست
' وکاس شیل دیش اور یونجی نرمان '	۵ اگست
' کٹھپراور لکھوا دیوگ کی آرتھک دیوستھا وکاس میں بھومیکا '	۱۲ اگست
' اچی سنتے ہو '	۱۴ اگست
' راشٹریہ ایکتا میں بادھک تتو — چھوا چھوت '	۱۵ اگست

اسکول براڈکاسٹ

صبح ۸-۴۰

' سوامی دیانند سرسوتی ' پرائمری اسکول کیلئے سبق	۲ اگست
' کیا ہمارا ودیالیہ ودیارتھیوں کو آکرشت کرتا ہے ' ہندی پریچرچا (اساتذہ کیلئے) دوپہر ۱-۴۰	۳ اگست
' بل، بھار اور داب ' چھٹی جماعت کیلئے سائنس کا سبق	۵ اگست
' بھارت اور سنسار '	۶ اگست
' ورکشس ردین ' پرائمری جماعتوں کیلئے پروگرام	۹ اگست
' ہمارے ودیالیوں میں کھیل اپیکشت کیوں ؟ ' ہندی پریچرچا (اساتذہ کیلئے) دوپہر ۱-۴۰	۱۰ اگست
' پدارتھ کی سنرچنا ' چھٹی جماعت کیلئے	۱۲ اگست
' ہمارے راشٹریہ چنہہ '	۱۳ اگست

جالندھر
چنڈی گڑھ

جالندھر : میڈیم ویو : ۴۲۷،۱۳ میٹر ۷۰۲ کلوہرٹز
۲۲۲،۱۲ میٹر ۱۳۵۰ کلوہرٹز
۳۴۳،۶ میٹر ۸۷۳ کلوہرٹز
چنڈی گڑھ : میڈیم ویو : ۲۰۹،۶ میٹر ۱۴۳۱ کلوہرٹز

خبریں

ہندی : صبح ۸-۰۰ دوپہر ۱-۰۵، ۲-۱۰
۲-۴۵ (دھیمی رفتار سے)
شام ۶-۰۵ اور ۶-۲۰ (پرادیشک)
رات ۸-۴۵، ۱۱-۰۵

پنجابی : صبح ۸-۳۰ دوپہر ۱-۴۰
شام ۶-۱۰ (پرادیشک) اور
شام ۷-۳۰

انگریزی : صبح ۸-۱۰ دوپہر ۱-۰۰ اور
رات ۹-۰۰، ۱۱-۰۰

اردو : صبح ۸-۵۰، دوپہر ۱-۵۰
رات ۹-۱۵ (خبریں) ۹-۲۵ تبصرہ

روزگار سماچار : شام ۷-۴۰

شاستریہ سنگیت

گائن

پنڈت جسراج	:	رات ۱۰-۳۰	یکم اگست
مہندر سنگھ	:	صبح ۹-۱۵ اور رات ۱۰-۳۰	۲ اگست
استاد بڑے غلام علی خاں	:	رات ۱۰-۳۰	۴ اگست
استاد امیر خاں	:	صبح ۹-۱۰	۶ اگست
محمد دلشاد خاں	:	رات ۱۰-۴۵	۷ اگست
یشپال	:	صبح ۹-۰۵ اور رات ۱۰-۳۰	۸ اگست
لکشمن داس سندھو	:	صبح ۹-۰۵ اور شام ۴-۳۰	۱۰ اگست
استاد فیاض خاں	:	رات ۱۰-۳۰	۱۱ اگست
بھیم سین جوشی	:	صبح ۹-۱۰	۱۳ اگست

سوریہ کابیکر : صبح ۰۵—۹ اور
رات ۳۰—۱۰ ۱۳ اگست

ساز سنگیت

ستار

ہرمندر کمار : صبح ۰۵—۹ ۵ اگست
مرلی کرشن : رات ۰۰—۱۰ ۶ اگست

کلارنٹ

جوگندر تیکھی : صبح ۰۵—۹ اور
سہ پہر ۳۰—۴ یکم اگست
بہاری لال : رات ۳۰—۱۰ ۹ اگست

بانسری

ہری پرشاد چورسیہ : صبح ۰۵—۹ اور
سہ پہر ۳۰—۴ ۱۳ اگست
رویندر سنگھ : صبح ۰۵—۹
رات ۳۰—۱۰ ۷ اگست

لوک گیت

سعیدہ بانو : دوپہر ۳۰—۲ یکم اگست
گورو دیو سنگھ کوئل : سہ پہر ۴۵—۴ ۲ اگست
سوداگر رام اور ساتھی : دوپہر ۳۰—۲ ۲ اگست
کلدیپ مانک : رات ۱۵—۱۰ ۲ اگست
سورن بابا : صبح ۴۵—۷ ۳ اگست
جیبالارام اور ساتھی : سہ پہر ۴۵—۴ ۴ اگست
جگت سنگھ جگا : سہ پہر ۴۵—۴ ۴ اگست
ملکھی رام : صبح ۲۰—۸ ۵ اگست
رنجیت کور : رات ۱۵—۱۰ ۵ اگست
تیرتھ سنگھ : دوپہر ۳۰—۲ ۶ اگست
رنگا سنگھ مان : دوپہر ۳۰—۲ ۸ اگست
پریم پاٹھک : دوپہر ۳۰—۱۲ ۹ اگست
سرب جیت : سہ پہر ۴۵—۴ ۹ اگست
رنجنا : رات ۱۵—۱۰ ۹ اگست
رنبیر سنگھ رندھاوا : سہ پہر ۴۵—۴ ۱۰ اگست
سریندر چھترا : دوپہر ۳۰—۲ ۱۱ اگست
ستیش چندر : صبح ۲۰—۸ ۱۲ اگست
نریندر چیپا : دوپہر ۳۰—۲ ۱۲ اگست
جگموہن کور : دوپہر ۳۰—۲ ۱۳ اگست
پورن شاہکوٹی : سہ پہر ۴۵—۴ ۱۳ اگست
چمن لال گورو داسپوری : دوپہر ۳۰—۲ ۱۴ اگست
امر سنگھ لچھمن پوری اور ساتھی : دوپہر ۳۰—۲ ۱۵ اگست

شبد

بھائی امرجیت سنگھ اور ساتھی : صبح ۳۰—۷ اور
شام ۴۵—۷ ۷ اگست

(آگے ص۔۴ پر)

اورنگ آباد
پربھنی

اورنگ آباد ۲ء۱۹۷ ۱۵۲۱ کلو ہرٹز
پربھنی ۸ء۲۲۹ ۵ء۱۳۰ کلو ہرٹز

روزانہ نشر ہونے والے پروگرام

صبح

۵۵ — ۵ وندے ماترم۔ شہنائی
۰۵ — ۶ سنسکرت پاٹھ
۱۰ — ۶ امرت دھارا
۱۵ — ۶ بھکتی کاریہ ساتھی
۲۰ — ۶ سوراجلی
۴۵ — ۶ کاریہ کرم کی روپ ریکھا
۳۰ — ۷ سب رنگ : اردو پروگرام
۲۵ — ۸ ضلع وار نامہ
۰۰ — ۹ نیوز لیٹر (ہندی)
۰۵ — ۹ اختتام

شام

۰۰ — ۶ استھانک سوچنائیں
۰۵ — ۶ کاریہ کرم کی روپ ریکھا
۱۰ — ۷ روزگار سماچار
۳۰ — ۷ آپکے گھر آپکے شوار
۱۰ — ۱۱ اختتام

شاستریہ سنگیت

گائن

بھیم سین جوشی : صبح ۰۰—۷
رات ۳۰—۱۰ یکم اگست
استاد بڑے غلام علی خاں : صبح ۴۰—۸ یکم اگست
سنندہ پٹنائک : دوپہر ۰۰—۱ یکم اگست
کنکنا بنیرجی : دوپہر ۰۰—۱ ۲ اگست
منور علی خاں : رات ۳۰—۱۰ ۲ اگست
مادھوری اوک : صبح ۰۰—۷
رات ۰۰—۱۰ ۵ اگست
شیام گوئیکر : صبح ۰۰—۷
رات ۳۰—۱۰ ۷ اگست

پنڈت جسراج اور منی راج : دوپہر ۰۰—۱ ۷ اگست
راسک لال اندھریا : صبح ۰۰—۷ ۸ اگست
سرلا بھڑے : صبح ۴۰—۸ ۸ اگست
بسو راج راجگورو : رات ۳۰—۱۰ ۸ اگست
پروین سلطانہ : صبح ۰۰—۷ ۹ اگست
مالنی راجورکر : دوپہر ۰۰—۱ ۹ اگست
ڈاگر برادرس : رات ۳۰—۱۰ ۹ اگست
راجکما راوتھاولے : صبح ۳۰—۷
رات ۳۰—۱۰ ۱۲ اگست
حسین بخش : صبح ۰۰—۷ ۱۳ اگست
مانک ورما : صبح ۰۰—۷ ۱۴ اگست
پروین سلطانہ اور دلشاد خاں : دوپہر ۰۰—۱ ۱۴ اگست
رمیش کا میلے : رات ۳۰—۱۰ ۱۴ اگست
نیورتی بوا سرنائیک : صبح ۰۰—۷ ۱۵ اگست
شوبھا گرتو : صبح ۴۰—۸ ۱۵ اگست
چھوٹا گندھروا : رات ۰۰—۱۰ ۱۵ اگست

ساز سنگیت

شہنائی

بسم اللہ خاں اور ساتھی : رات ۰۰—۱۰ یکم اگست

سرود

زرین دارو والا : صبح ۰۰—۷ ۲ اگست

ستار

دیبو چودھری : رات ۰۰—۱۰ ۲ اگست
بدھ دتیہ مکرجی : دوپہر ۰۰—۱
رات ۳۰—۱۰ ۴ اگست
پنڈت روی شنکر : دوپہر ۰۰—۱ ۵ اگست
نکھیل بنیرجی : صبح ۰۰—۷ ۶ اگست
پنا لال گھوش : رات ۰۰—۱۰ ۸ اگست
بلرام پاٹھک : دوپہر ۰۰—۱ ۱۲ اگست
منی لال ناگ : دوپہر ۰۰—۱ ۱۵ اگست

سندری

سدھ رام جادھو : رات ۰۰—۱۰ ۹ اگست

سرود

علی اکبر خاں : دوپہر ۰۰—۱
رات ۳۰—۱۰ ۱۱ اگست

بانسری

رگھوناتھ سیٹھ : رات ۳۰—۱۰ [illegible]

سگم سنگیت

پربھاکر دی پوری کر : شام ۱۵—۶ ۴ اگست
چترا دیشپانڈے : صبح ۴۰—[illegible] [illegible] اگست
اناصاحب موے : دوپہر ۱۵—[illegible] [illegible] اگست
گنگادھر شاستری بیڑکر : شام ۱۵—۹ [illegible]

سنجیوتی سالکوڑے : صبح ۸-۴۰ ۱۴ راگست
مانک سنگھانی : دوپہر ۱-۱۵ ۱۵ راگست

پرادیشک رلوک سنگیت

شام ۶-۱۵

نانا صاحب ڈانگے اور ساتھی : یکم اگست
موہن گندھالی اور ساتھی : ۲ راگست
ڈیگر تواٹر اور ساتھی : ۳ راگست
سکھدیو کھومنا اور ساتھی : ۵ راگست
با بودھن سنگھ پوار اور ساتھی : ۶ راگست
مانک سابلے اور ساتھی : ۷ راگست
وجے کمار گوائی اور ساتھی : ۸ راگست
جنا ردھن ندو راٹھو اور ساتھی : ۹ راگست
رتنا کر کلکرنی اور ساتھی : ۱۰ راگست
سری رنگ اجاجی شیکلے : ۱۲ راگست
کسن اجاجی پوار اور ساتھی : ۱۳ راگست
گوتم پی گوائی اور ساتھی : ۱۴ راگست
امبا داس جادھو اور ساتھی : ۱۵ راگست

تقریر

ایسے تھے بال گنگا دھر تلک (مراٹھی میں تقریر)
درگا داس پاٹھک : رات ۸-۱۵ یکم اگست
نئے چراغ لوک مانیہ تلک کی قومی خدمات (اردو میں تقریر)
از : رضا اللہ خاں : صبح ۷-۳۰ یکم اگست
کھیلوں کی دنیا
کھوکھو ایک دلچسپ کھیل (اردو میں تقریر)
از : ریاست علی : صبح ۷-۳۰ ۲ راگست
ہندو ودواہ قاعدہ (مراٹھی میں تقریر)
از : ایڈوکیٹ لتا بھرے : صبح ۷-۱۵ ۴ راگست
سائنس کی دنیا پانی کی آوردگی (اردو میں تقریر)
از : ایم۔ایم۔شیخ : صبح ۷-۳۰ ۴ راگست
میرے تجربات (اردو میں تقریر)
از : ایم۔بی۔خاں : صبح ۷-۳۰ ۵ راگست
نوجوانوں کا سال اور ہم۔ طالب علم (مراٹھی میں تقریر)
از : سینے پاریکھ : شام ۵-۳۰ ۶ راگست
ڈرامہ اور یکجہتی۔ کرسچین ڈرامہ (مراٹھی میں تقریر)
از : بشپ ٹو مینک بیریو : رات ۸-۱۵ ۴ راگست
بھگوان سوائی (مراٹھی میں تقریر)
ترونائی : شام ۵-۳۰ ۷ راگست
لوک سنکھیا شکشن (مراٹھی میں تقریر)
از : کے۔این۔راٹھور : رات ۸-۱۵ ۸ راگست
تندرستی ہزار نعمت ہے
کچھ موسمی بیماریوں کے بارے میں
از : ڈاکٹر مشیر محمد خاں : صبح ۷-۳۰ ۹ راگست
پریورتن کی نئی دشائیں سماجک پریورتن (مراٹھی میں تقریر)

از : رام داس ڈانگے : رات ۸-۱۵ ۱۱ راگست
اکیلے جاترا غرس
بتیس شریلا پچی ناگ پنچمی
از : وسل دیشپانڈے : رات ۹-۰۵ ۱۱ راگست
آج ہوتے سمسکار نوسے (مراٹھی تقریر)
از : راجیش دیشکھ : شام ۵-۳۰ ۱۲ راگست
ہاورن گیلیلا کاسفن (مراٹھی میں تقریر)
از : ویلاس شرف : شام ۵-۳۰ ۱۳ راگست
مہاتما پھرلے مہامنڈلا (مراٹھی میں تقریر)
از : شری کانت جادھے : شام ۵-۳۰ ۱۴ راگست
آزادی ہم نے کیوں حاصل کی (مراٹھی میں تقریر)
از : راجہ رام راٹھور : صبح ۷-۱۵ ۱۵ راگست

ملاقات

حیدرآباد مکتی سنگرام کی یادیں (مراٹھی تقریر)
از : گوبند بھائی شراف : رات ۸-۱۵ ۳ راگست
مینا سنگرا ٹیکر سے ملاقات : دوپہر ۱۲-۴۵ ۶ راگست
میوزیشن اور کامیک
راجہ کانے سے ملاقات : شام ۵-۳۰ ۸ راگست
حیدرآباد مکتی سنگراما تیں آٹھونی (مراٹھی تقریر)
از : ترکاتیرتھ لکشمن شاستری جوشی : رات ۸-۱۵ ۱۰ راگست
ڈاکٹر سے ملاقات
ڈاکٹر ساہورسال : رات ۱۰-۰۰ ۱۱ راگست
منترالے کے دن
انٹرویوز پر مبنی پروگرام : دوپہر ۱۲-۴۵ ۱۳ راگست

ڈرامہ

رات ۹-۳۰

کنفا ایک ریڈیو ناٹک کی (مراٹھی)
تحریر و پیش کش : بھگوان سوائی : ۲ راگست
ایلورہ کا وطن دار (مراٹھی)
تحریر : برہمانند دیشپانڈے
پیش کش : بھگوان سوائی : ۹ راگست

خاکہ

شیرازہ۔ عنوان۔ رشوت
تحریر : ڈاکٹر یوسف عثمانی : صبح ۷-۳۰ ۳ راگست
سیریل پروگرام۔ آدتی بھاوتی
تحریر : سونالی مہاجن : شام ۵-۳۰ ۱۱ اور ۲۴ راگست
جھروکہ
تحریر از : وی۔وی۔سیا نڈی : صبح ۷-۰۰ ۴ اور ۱۱ راگست
آپلے پرونچ
تحریر : گوبند گری دھر : شام ۶-۳۰ ۹ اور ۱۶ راگست

گھریلو موضوعی خاکہ
باتوں باتوں میں
تحریر : ترمبک مہاجن : صبح ۷-۳۰ ۷ اور ۱۴ راگست

فیچر

فیچر از گوپال آوتی : صبح ۷-۰۰ یکم اگست
یاد رفتگاں
شخصیت خواجہ میر درد
تحریر : اختر الزماں ناصر : صبح ۷-۳۰ ۶ راگست
آزادی کے بعد کا نوجوان
تحریر : پنڈت ساونت : شام ۵-۳۰ ۹ راگست
جنرل نالج پروگرام
ارون جوشی اور ساتھی : شام ۵-۳۰ ۱۰ راگست
میرے سپنوں کا بھارت (مراٹھی)
تحریر از : روندر رچنچو بیکر : شام ۵-۳۰ ۱۵ راگست
خصوصی نشریہ
صدسالہ قومی تحریک کے اہم رجحانات
ڈاکٹر معین شاکر : صبح ۷-۳۰ ۱۵ راگست

بقیہ : جالندھر

گوربچن سنگھ بچن : صبح ۸-۳۰ ۱۰ راگست
بھائی دیوندر سنگھ اور ساتھی : صبح ۷-۳۰ اور دوپہر ۱۲-۱۵
شام ۷-۴۵ ۱۴ راگست

بھجن

شانتی داس : صبح ۸-۳۰
شام ۷-۵۰ یکم اگست
ہربھجن لال : صبح ۷-۳۰ ۲ راگست

ڈرامہ

رات ۹-۳۰

پت جھڑ کے پھول (ہندی)
از : سریش سیٹھ : ۲ راگست
سمپتی (پنجابی) ٹیگور کی کہانی سے ماخوذ
از : اندر جوشی : ۵ راگست
چیتنا (ہندی)
از : ریوتی سرن شرما : ۹ راگست
اتھن ویلے (پنجابی)
جے شنکر پرشاد کے اڑیہ ناٹک کا عکس
از : ونود دھیر : ۱۲ راگست

ناگپور

۵۱۲٫۸ میٹر　۵۸۵ کلوہرٹز

روزانہ نشر ہونے والے پروگرام

صبح

۵-۵۵ وندے ماترم ، منگل دھونی
۶-۰۵ بھکتی سنگیت
۶-۳۰ آج کا چنتن
۶-۳۵ پروگراموں کا خلاصہ
۶-۴۰ کرشی وانی : موسم کا حال
۶-۴۵ سگم سنگیت / سور منجری
اس ماہ کا گیت (اتوار)
گاندھی سمرتی (جمعہ)
۷-۳۰ پربھات سامیئے
مراٹھی میں پروگرام (ہفتہ)
۷-۴۵ مراٹھی میں تقریر / سور بھارتی
(سنسکرت زبان اور ادب پر مبنی پروگرام)
۸-۲۱ کال چکر (مراٹھی میں مختصر تقریر)
۸-۲۵ ضلع خبر نامہ
۸-۴۰ موسم : روزگار سماچار
۸-۴۵ پرتی بمب : مراٹھی میں فیملی سیریل (اتوار)
مراٹھی اسٹیج گیت (پیر ، بدھ ، جمعہ)
فلمی گیت (منگل ، جمعرات اور ہفتہ)
۹-۰۰ بچوں کے لیے (اتوار)
۹-۰۰ اور ۹-۲۵ اسکول براڈ کاسٹ
(اسکول کے دنوں میں)

دوپہر

۱۲-۳۰ خواتین کے لیے (اتوار ، جمعرات)
۱-۴۰ اور ۲-۵۰ اسکول براڈ کاسٹ
(اسکول کے دنوں میں)

شام

۵-۳۰ نوجوانوں کے لیے / صنعتی ملازمین کے لیے
(بدھ ، ہفتہ)
۵-۵۵ مقامی اعلانات
پروگراموں کا خلاصہ اور موسم
۶-۱۵ کیرتن
گرامین کلاکشیتر (صرف چوتھے اتوار کو)
دیہاتی خواتین کے لیے (پیر ، جمعہ)
بچوں کے لیے (بدھ)
۶-۴۵ بازار بھاؤ /
صحت سے متعلق پروگرام (اتوار)
۷-۰۰ تعلیم بالغان / میگزین (اتوار) /
دیہاتی بچوں کے لیے (ہفتہ)
۷-۲۰ دیہاتی سامعین کے لیے پروگرام /
کسانوں کے لیے (منگل اور ہفتہ)
۸-۲۵ سماچار پتروں سے (سوائے پیر)
۹-۳۰ اردو پروگرام (بدھ)
۱۰-۳۰ اختتام

شاستریہ سنگیت

گائن

ڈی. بی پانڈے : رات ۱۰-۰۰ یکم اگست
منوہر کسابیکر : دوپہر ۱-۱۰ اور
رات ۱۰-۰۰ ۲ اگست
شوبھا گرتو : رات ۹-۱۴ ۴ اگست
پنڈھاری ناتھ کدم : رات ۱۰-۱۵ ۸ اگست
غلام مصطفیٰ خاں : دوپہر ۱۲-۲۰ ۹ اگست
مندا پاترکنے : دوپہر ۱۲-۳۰ ۱۰ اگست
شمن چودھری : دوپہر ۱-۱۰ اور
رات ۱۰-۰۰ ۱۱ اگست
مدھو مالتی پیہ گاونکر : دوپہر ۱۲-۳۰ اور
رات ۸-۳۰ ۱۲ اگست
دلشاد احمد خاں : رات ۱۰-۰۰ ۱۳ اگست
کے. ایل جادھو : رات ۱۰-۳۰ ۱۴ اگست

ساز سنگیت

بانسری

بی جی کنہرکر : رات ۱۰-۳۰ یکم اگست
دیویندر مردیشور : دوپہر ۱۲-۳۰ اور
رات ۱۰-۳۰ ۷ اگست

شہنائی

نیل کنٹھ پردھان اور ساتھی : دوپہر ۱۲-۲۰ ۱ اگست
بسم اللہ خاں اور ساتھی : دوپہر ۱-۴۰ اور
رات ۱۰-۰۰ ۱۵ اگست

طبلہ

ڈی. ایم. پودھنکر : رات ۱۰-۰۰ ۱۶ اگست

ستار

مرلی کرشن : رات ۱۰-۰۰ ۱۷ اگست

دلربا

شبھدہ پنڈھاکر : دوپہر ۱۲-۲۰ اور
رات ۱۰-۳۰ ۱۲ اگست

وائلن

پربھاکر دھاکڑے : دوپہر ۱۲-۳۰ اور
رات ۱۰-۳۰ ۵ اگست



دی. جی. جوگ دوپہر ۱۲-۳۰ ۱۳ اگست

سارنگی

رحمن خاں : دوپہر ۱۲-۳۰ ۱۰ اگست

سگم سنگیت

پدماکر تلترا پاٹے : صبح ۶-۴۵ اور
: شام ۶-۱۵ یکم اگست
رگھوناتھ مارتنڈ راؤ کردیکر : صبح ۶-۴۵ اور
شام ۶-۱۵ ۳ اگست
سور منجری
مہینے کا گیت : صبح ۶-۲۵ ۴ اگست
کسم تامبے صبح ۶-۴۵ اور
شام ۶-۱۵ ۵ اگست

اردو پروگرام

رات ۹-۳۰

۱- اردو ادب میں نئے تجربے : سانٹ ، تقریر
از ڈاکٹر عبدالقدیر خطیب
۲- مہاراشٹر کے سنتوں کی مذہبی رواداری : شیخ محمد ، تقریر
از سید وحید علی : ۷ اگست

بزم سخن

نذر وطن :
شرکا شعراء : بختیار قیسی ، یونس افسر ، ریاض الرحمٰن شمسی اور
سید صولت حسین قاضی
نظامت : عبیدالرحمٰن نیازی : ۱۴ اگست

بیکانیر

۳۱۵۰۰ میٹر ۱۳۹۵ کلوہرٹز

شاستریہ سنگیت

گائن دوپہر ۱۰-۱

منی رام رپرتاپ نارائن رجبراج : ۲راگست
گرجادیوی : ۳راگست
استاد بڑے غلام علی خاں : ۵راگست
بھیم سین جوشی : ۷راگست
روشن آرا بیگم : ۹راگست
نیاز احمد رفیاض احمد : ۱۰راگست
ابجی بائی کونیکر : ۱۲راگست
بیگم اختر : ۱۴راگست

ساز سنگیت

رات ۲۵-۸

ستار

عبدالحلیم جعفر خاں : یکم اگست

طبلہ

استاد احمد جان تھرکوا : ۸راگست

بانسری

ہری پرساد چورسیہ : ۱۵راگست

لوک سنگیت

صبح ۱۰-۹ اور دوپہر ۴۰ر۳۰-۱

اللہ جلائی بائی : یکم اگست
پشپا سینی : ۲راگست
ہنومان رانا : ۳راگست
بنوماں داس اورساتھی : ۵راگست
نارائن رام نائک : ۶راگست
امرچند ماتھر : ۷راگست
اوم پرکاش سرغرا : ۸راگست
شریمتی فاطمہ : ۹راگست
گیانیشوری شرما : ۱۰راگست
کنج کماری ویاس : ۱۲راگست
بنواری دیوانہ : ۱۳راگست
بہاری لعل کتھک : ۱۴راگست
رامیشور میرا : ۱۵راگست

شگم سنگیت

صبح ۵۰-۷ اور رات ۱۵-۸

نیلم ساہنی : یکم اگست
کیلشو شرما : ۸راگست
جے ہند پرکاش بھٹناگر : ۱۵راگست

ہندی پروگرام

ہندی تقریر

سوتنترتا کی بلیویدی پر نچھاور یہ پھول : سروجنی نائیڈو
از : نرملا آچاریہ : دوپہر ۱۰-۱ یکم اگست
گاندھی وچار
از : پربھاکر ماچوے : صبح ۵۵-۶ ۲راگست
چنتن : ڈاکٹر وِدیا شرما : صبح ۵۵-۶ ۴راور ۱۱راگست
سوتنترتا بلیویدی پر نچھاور یہ پھول : میڈم کاما
شمع شرما : دوپہر ۱۰-۱۲ ۴راگست
مانسک تناؤ اور سواستھیہ
ڈاکٹر ایچ۔ سی سکسینہ : صبح ۳۰-۷ ۶راگست
ملاقات : سوپرسدھ وچارک
ڈاکٹر کانن مہتہ : صبح ۳۰-۷ ۸راگست
مہیلاؤں کی سمسیہ اور قانون : جہیز کا نرواہ قانون
درشنا پاریک : دوپہر ۱۰-۱ ۸راگست
گاندھی وچار
پربھاکر ماچوے : صبح ۵۵-۶ ۹راگست
ماساہاری وینجن
چندن پربھا ڈوگرا : دوپہر ۰۰-۱۲ ۱۱راگست
شہر سے میرا رشتہ
مانگی لعل ماتھر : صبح ۲۱-۸ ۱۳راگست

ہندی مباحثہ

"آزادی ہمیں پرانوں سے پیاری"
شرکاء : کرشنا آچاریہ،
راج مُہلا، وینا گوئیل : دوپہر ۱۰-۱ ۱۵راگست

ہندی کویتا پاٹھ

رکیش جھا : دوپہر ۲۰-۱ یکم اگست
بلاقی شرما : صبح ۲۱-۸ ۱۱راگست
سوریہ مکھی گوسوامی : دوپہر ۳۰-۱ ۱۵راگست

ہندی کہانی

مکھن لتا : صبح ۲۱-۸ ۴راگست
مینو لتا : دوپہر ۱۰-۱۲ ۱۱راگست

ہندی بات چیت

بڑھتی آبادی اور اشکشا
ارچنا گوڑ رشیو رتن تھانوی : شام ۴۰-۶ ۳راگست
سوال ہمارے ڈاکٹر بہن کے جواب
ڈاکٹر مہیجے شری : دوپہر ۰۰-۱۲ ۴راگست

راجستھانی پروگرام

راجستھانی تقریر

ذات پات رو بھید بھاؤ دیش رے وکاس میں بادھک
مکیش راجستھانی : صبح ۲۱-۸ ۲راگست
آج ری شکشا مائیں سدھار ایک آوشیکتا
بابو لال لکھارا : شام ۳۰-۶ ۶راگست
دیش نرمان میں یووکوں ری بھومیکا
رنجیت سنگھ : دوپہر ۳۰-۱ ۱۳راگست

راجستھانی کہانی

جینت نروان : شام ۳۷-۶ ۶راگست
جگوان داس کراڑو : شام ۳۷-۶ ۱۳راگست

راجستھانی کویتا پاٹھ

مول دان دیپاوت : شام ۴۴-۶ ۶راگست
بھیم پانڈیا : شام ۴۴-۶ ۱۳راگست

راجستھانی مزاحیہ تقریر

سانچ کہے جگ روٹھے
از : منی رام راجستھانی : صبح ۲۱-۸ ۹راگست

راجستھانی مباحثہ

آج ری سوادھینتا ویروں ری دین
شرکاء : نانگی لال ماتھر، سوجان سنگھ،
محمد صدیق : رات ۳۰-۹ ۱۵راگست

یووا وانی پروگرام

شام ۰۵-۵

آج کے سنگیت کلاکار

کماری رتن راجپوت (لوک گیت) : ۳راگست
گگن جیت اروڑہ (ستار) : ۸راگست
کماری پریم لتا پڑی (لوک گیت) : ۱۰راگست

تقریر

غریبی کا کارن بڑھتی جن سنکھیا
کلدیپ جن سیوی : ۳راگست
ارشش یا بواسیر روگ
ڈاکٹر بی۔ ایس شرما : ۶راگست
ودیارتھیوں میں انوشاشن ہینتا
راجیو کمار دتیا : ۷راگست
یووا شکتی اور سوامی ویویکانند
برجیندر گوسوامی : ۱۴راگست

کویتا پاٹھ

مدھوسودن شرما : ۱۱راگست

مباحثہ

مہیلا جاگرتی اور اتھان میں یووا سہبھاگیتا
شرکاء : سمن اروڑہ، انیتا چاولا، انجو مینچندا
سروج ملک، ہری موہن گپتا : ۱۴راگست

جے پور اجمیر

انگریزی پروگرام

براڈ کاسٹ فرام ٹرانس میشن ٹیلی ویژن ریسیور
بابو لال موندڑ
بلڈ: ممتا بنرجی
اسٹوڈینٹس پرو بلم ان دی پریذیڈنٹ ایجوکیشن سیٹ اپ
گوبند موہن سکسینہ

کرشی اور گرہ

کھیتی کی باتیں موسم اور گیت صبح ۷-۳۰ (روزانہ)

—— کرشی لوک دوپہر ۱-۰۵ (روزانہ) ——

کرشی لوک: اس ماہ شپودھن کاریہ
ڈاکٹر ایس ۔ کے ملہوترا : یکم اگست
کرشی لوک: اتھل ریکارڈنگ پر مبنی پروگرام ۲ر اگست
پرگتی شیل کسان سے بھینٹ: گوتم را کے ۳ر اگست
اچھی اون کیسے پراپت کریں
ڈاکٹر۔ ایم ایس ماتھر ۵ر اگست
کپاس فصل کو کیڑوں سے سُرکشا
ایچ کے ویاس ۶ر اگست
پریا ورن سنتولن میں درکشوں کی بھومی
وی کے پاٹھک ۷ر اگست
بھیڑوں میں ہونے والے روگ اوران کا نیترن
جے ایس مہاجن ۸ر اگست
استھل ریکارڈنگ پر مبنی ۹ر اگست
کرشی ویکاس میں انوسندھان کیندروں کی رچناتمک بھومیکا
ڈاکٹر وی کے گپتا ۱۰ر اگست
خریف کی کھڑی فصلوں کی دیکھ بھال اور سامیک کرشی کریائیں
رام جی لعل ۱۲ر اگست
برسات کے دنوں میں ہونے والے روگ لکشن اور اپچار
ڈاکٹر بی آر بالانی ۱۳ر اگست
سمیاؤں کا سادھان سیمت پریوار ہی سنبھو
ڈاکٹر شبھ کوچر ۱۴ر اگست
روپک
کرشی وکاس کی بہتی دھارا
لیکھک اور پرستت کرتا: بھوپ سنگھ ۱۵ر اگست

> قلم کار حضرات!
> اپنی تخلیقات ہمیں اشاعت کیلئے ارسال نہ کریں "آواز" میں صرف وہی تخلیقات شائع کی جاتی ہیں جو نشریہ کے بعد ہمیں ریڈیو اسٹیشنوں سے موصول ہوتی ہیں

جے پور (الف)
۲۰۳٫۲ میٹر ۱۴۷۶ کلو ہرٹز

جے پور (ب)
۲۳۶٫۴ میٹر ۱۲۶۹ کلو ہرٹز

اجمیر
۴۹۷٫۵ میٹر ۶۰۳ کلو ہرٹز

شاستریہ سنگیت

—— گائن ——

نصیر احمد خاں : صبح ۷-۰۵ اور
رات ۱۰-۳۰ ۲ر اگست
سویتا دیوی : صبح ۷-۰۵ اور
شام ۶-۳۰ ۳ر اگست
استاد بڑے غلام علی خاں: صبح ۷-۴۵ اور
دوپہر ۱-۳۰ ۳ر اگست
ایل ۔ کے پنڈت : صبح ۷-۰۵ اور
رات ۱۰-۳۰ ۴ر اگست
کشوری امونکر : دوپہر ۱۰-۳۰ ۵ر اگست
غلام مصطفیٰ خاں : رات ۱۰-۳۰ ۵ر اگست
بھیکو بھائی بھوسار : صبح ۷-۰۵ ۶ر اگست
نیاز احمد خاں فیاض احمد خاں: دوپہر ۱-۳۰ ۷ر اگست
نائک بھائی : صبح ۷-۰۵ اور
رات ۱۰-۳۰ ۸ر اگست
فیاض حسین : دوپہر ۱۰-۳۰ اور
رات ۱۰-۳۰ ۹ر اگست
کمل سنگھ : شام ۴-۳۰ ۱۰ر اگست
شکور خاں : صبح ۷-۰۵ اور
رات ۱۰-۳۰ ۱۱ر اگست
نصیر امین الدین ڈاگر : دوپہر ۱-۳۰ ۱۲ر اگست
رسک لال اندھاریہ : صبح ۷-۰۵ ۱۳ر اگست
اے۔ آر۔ شاستری : دوپہر ۱-۳۰ اور
رات ۱۰-۳۰ ۱۴ر اگست

ساز سنگیت

—— ستار ——

دیویندر مشر : صبح ۷-۰۵ اور
: رات ۱۰-۳۰ یکم اگست
رئیس خاں : صبح ۷-۴۵ ۲ر اگست
ششی موہن بھٹ : صبح ۷-۰۵ اور
رات ۱۰-۰۰ ۳ر اگست

—— سرود ——

استاد حافظ علی خاں : دوپہر ۱-۳۰ ۲ر اگست
سنیل مکھرجی : صبح ۷-۰۵ اور
رات ۱۰-۰۰ ۵ر اگست

—— وائلن ——

بجے کمار پنوار : صبح ۷-۰۵ اور
رات ۱۰-۳۰ ۷ر اگست
این ۔ راجن : صبح ۷-۰۵ ۱۳ر اگست

—— طبلہ ——

لطیف احمد خاں : صبح ۷-۰۵ ۹ر اگست

—— بانسری ——

جی۔ اے۔ گرگر : صبح ۷-۰۵ ۱۰ر اگست

—— گٹار ——

برج بھوشن لال کابرا : دوپہر ۱-۳۰ ۱۰ر اگست

—— شہنائی ——

بسم اللہ خاں : رات ۱۰-۳۰ ۱۵ر اگست

سُگم سنگیت صبح ۹-۱۰

تپن بنرجی : یکم اگست
نیلا شرما : ۲ر اگست
راجیو بھٹ : ۳ر اگست
کمد کلکرنی : ۵ر اگست
منی لال بھاٹ : ۶ر اگست
عبدالمجید : ۷ر اگست
پربھا ماتھر : ۸ر اگست
تنیتا بنرجی : ۹ر اگست
اختر بیگم : ۱۲ر اگست
بین دیوانہ : اور رات ۹-۱۶ : ۱۴ر اگست
شکنتلا شرما : ۱۵ر اگست

—— ستار پر دھنیں ——

پربھو مہتہ : صبح ۹-۱۰ ۱۰ر اگست

لوک گیت

گوری دیوی : صبح ۸-۲۱ یکم اگست

گنپت لال ڈانگی اور ساتھی : دوپہر ۱۰ - ۱ ۲ اگست
چرنجی لال : صبح ۲۱ - ۸ ۳ اگست
بھگوان سہائے سین اور ساتھی : دوپہر ۱۰ - ۱ ۵ اگست
پنالال بوہرا اور ساتھی : صبح ۲۱ - ۸ اور
دوپہر ۴۰ - ۱ ۶ اگست
مینوخاں : صبح ۲۱ - ۸ اور
دوپہر ۴۰ - ۱ ۸ اگست
بھنور رسیا : صبح ۲۱ - ۸ اور
دوپہر ۱۰ - ۱ ۹ اگست
لکشمی نارائن : صبح ۲۱ - ۸ اور
دوپہر ۱۰ - ۱ ۱۰ اگست
چھوٹو رام اور ساتھی : صبح ۲۱ - ۸ اور
دوپہر ۴۰ - ۱ ۱۳ اگست
رائے چند کلاکار اور ساتھی : صبح ۲۱ - ۸ اور
دوپہر ۱۰ - ۱ ۱۴ اگست

ساہتیہ سُدھا

سوریہ مل کی نسل بھاسکر سے پاٹھ
صبح ۴۵ - ۷ ۲ اگست
جگناتھ داس رتناکر رچت ادھو شتک سے پاٹھ
کامنی چنگانی : صبح ۴۵ - ۷ ۹ اگست

ہندی تقریر

نئے سنکلپ نئے سوپان، آرتھک درشٹی سے کمزور ورگ کے لئے گرہ نرمان، تقریر : آدرش کشور سکسینہ صبح ۲۵ - ۷ یکم اگست
قانون اور ہم : بجلی آپورتی سے متعلق قوانین
تقریر : آر۔ سی۔ دوبے : صبح ۲۵ - ۷ ۳ اگست
۲۱ ویں صدی کی دہلیز پر سامانیہ جیون : ڈاکٹر منوہر پربھاکر
صبح ۲۵ - ۷ ۴ اگست
یہ دورانگی نظریں : نارد طنز و مزاح۔ شوکمار شکلا :
صبح ۲۵ - ۷ ۸ اگست
پردیش اور پریلن : پراکرتک ویبھو ابھیارن
وی۔ این۔ کاک : صبح ۲۵ - ۷ ۱۰ اگست
راجستھان کا دیش بھگتی ساہتیہ تقریر : شانتا بھانارت
صبح ۴۷ - ۷ ۱۵ اگست
یوم آزادی پر راجیہ کے لوگوں کے نام وزیر اعلیٰ راجستھان کا پیغام : دوپہر ۱۵ - ۲ ۱۵ اگست

تقریر / کویتا پاٹھ / کہانی

آدت کے سسی کے راسرو کاز : نوجوانان سارد : تقریر
ہمت سنگھ زتنو : صبح ۲۵ - ۷ ۲ اگست
ہنسو نوجوانان : بھوتک شکھ پر تقریر : بھنور لال گرگ

صبح ۲۵ - ۷ ۵ اگست
برسال سوں اور پچو برس ۱۹۴۲ء تقریر : رمیش شرما
صبح ۲۵ - ۷ ۹ اگست
کہانی : بی۔ ایل۔ مالی پرشانت
صبح ۲۵ - ۷ ۱۲ اگست

کہکشاں (اردو ادبی پروگرام)

افسانہ مہدی ٹونکی : رات ۳۰ - ۹ ۴ اگست
کلام شاعر
خورشید احمد سحر : رات ۳۰ - ۹ ۸ اگست
منّان راہی : رات ۳۰ - ۹ ۱۱ اگست

بات چیت

مزاحیہ : ہائے سوچا تھا کیا مکان ڈھونڈھنے سے پہلے مضمون
آزاد قاسمی : رات ۲۰ - ۱ ۲ اگست
اردو ادب کے حُریت پسند ادیب : مولانا ابوالکلام آزاد
تقریر۔ ڈاکٹر فیروز احمد : رات ۳۰ - ۹ ۱۱ اگست
ادبی خاکہ : چغل خور ماتحت
شانتا بائی : رات ۳۰ - ۹ ۱۱ اگست

انگریزی تقریر

آرٹ اینڈ انڈین کلچر : از ڈاکٹر ملک راج آنند
رات ۱۵ - ۸ ۲ اگست

مرودھرا (پتریکا کاریہ کرم) ادبیات

(۱) سم کالین کویتا میں نیکتا کے سور
ڈاکٹر سریندر اپادھیائے
(۲) کہانی : ڈاکٹر پربھا سکسینہ
(۳) گیت : کمار شو : رات ۰۰ - ۱۰ ۴ اگست
ادبیات : کہانی
ڈاکٹر نرپت سنگھ سوڈھا : صبح ۲۵ - ۷ ۶ اگست
کاویہ پاٹھ : صبح ۲۵ - ۷ ۱۳ اگست

آکاش وانی وچار گوشٹھی

راجستھانی نوادرات کی حفاظت
شرکاء : سنگرام سنگھ، موہن لال گپت اور
رادھا کرشن : رات ۳۰ - ۹ ۹ اگست

یووا وانی

ہندوستانی جنگ آزادی کی تاریخ ۱۹۴۴ سے ۱۹۴۵ تک تقریر
اشوک بھاردواج : شام ۰۵ - ۵ ۲ اگست
نوجوان ترقی میں حائل : مسئلہ ادب مباحثہ
شام ۰۵ - ۵ ۳ اگست
ہفتہ وار کھیل تبصرہ
مبصر : کپل شرما : شام ۰۵ - ۵ ۵ اگست
سوال جواب (ادب) : شام ۰۵ - ۵ ۶ اگست
گیتوں بھری کہانی : شام ۰۵ - ۵ ۸ اگست
سوالوں کے درمیان : آئی۔ جی۔ پولیس
شام ۰۵ - ۵ ۹ اگست
آئیے ان سے ملیں ایشیائی کھیلوں میں حصّہ لے چکے سائیکل باز
امر سنگھ سے ملاقات : شام ۰۵ - ۵ ۱۲ اگست
اب کوئی گلشن نہ اجڑے : گیتوں بھری کہانی : بیج ناتھ گوتم
شام ۰۵ - ۵

وگیان کاریہ کرم

اکیس ویں صدی کا سائنسی دور تقریر : رمیش کمار شرما
شام ۰۵ - ۵ ۳ اگست
کیا آپ کا پینے کا پانی صاف ہے : بات چیت
دوپہر ۰۰ - ۱۲ ۴ اگست
جسم میں جھانکنے والا آلا : الٹرا ساؤنڈ اسکینر، ڈاکٹر چندر پرکاش سے ملاقات : شام ۰۵ - ۵ ۱۰ اگست
عقل، حدیں اور امکان : تقریر
صبح ۲۵ - ۷ ۱۱ اگست
عجائب خانۂ نباتات : پانی میں رہنے والے پودے
مہاپال : صبح ۱۵ - ۹ ۱۱ اگست

سوربھ (سنسکرت پروگرام)

سنسکرت کی شِکشا پرمپرا : تقریر : کلاناتھ شاستری
صبح ۵۰ - ۸ ۶ اگست
سنسکرت کاویہ میں ورشا ورنن : تقریر
سندھیا بھٹناگر : صبح ۵۰ - ۸ ۱۳ اگست

پھلا جگت

کتھا کُنج : چندر کانتا گکٹر : دوپہر ۱۰ - ۱ یکم اگست
ونود وارتا : ہائے دیبھا کی ماری : بیوٹی پارلر میں
راج رانی پچوریا : دوپہر ۰۰ - ۱۲ ۱ اگست
بات چیت : کیا عورت کے لئے جرائم بڑھ رہے ہیں؟ مجرم کون
شریمتی نوتن گپتا، جی۔ این بھارگو۔ ایس۔ ڈی۔ شرما
رسوئی میں مزے دار کھانے : پنجابی پکوان
مہندر سیچدیوا : دوپہر ۱۰ - ۱ ۸ اگست
ایک نشست یوم آزادی پر : شرکاء : ساوتری پرمار
راجکماری کول، بھاگوتی سچدیوا اور
ساوتری رانکا : دوپہر ۱۰ - ۱ ۱۵ اگست

(آگے ص ۴۵ پر)

بھوپال رائپور گوالیار جبلپور

بھوپال (الف) : ۲۰۲۱۰ میٹر ۱۴۸۵ کلوہرٹز
بھوپال (ب) : ۲۲۴٫۳ میٹر ۱۳۳۳ کلوہرٹز
شارٹ ویو
صبح ۷-۴۵ تک ۶۰٫۱۲ میٹر ۳۳۱۵ کلوہرٹز
صبح ۸-۰۰ کے بعد ۴۱٫۷۸ میٹر ۷۱۸۰ کلوہرٹز
دوپہر ۳۰٫۹۶ میٹر ۹۶۹۰ کلوہرٹز
شام اور رات ۶۰٫۱۲ میٹر ۳۳۱۵ کلوہرٹز

خبریں

ہندی : صبح ۸-۰۰، ۹-۰۵ (پرادیشک)
دوپہر ۱-۰۵، ۲-۱۰، ۲-۴۵
شام ۶-۰۵
رات ۸-۴۵ (۱۱-۰۵ صرف ہفتہ کو)
انگریزی : صبح ۸-۱۰ دوپہر ۱-۰۰ شام ۶-۰۰
رات ۹-۰۰ (۱۱-۰۰ صرف ہفتہ کو)

سگم سنگیت

صبح ۸-۲۱، دوپہر ۱-۳۰

ایل - ایم - موسلے	یکم اگست
سپریہ داس گپتا	۲ اگست
رچھپال ورما	۳ اگست
منجو سکینہ	۶ اگست
منور خاں	۷ اگست
ذوالفقار علی ملک	۹ اگست
اری داس گپتا	۱۰ اگست
امارانی دوبالیہ	۱۳ اگست
گنیش جوشی	۱۴ اگست
ہری ہر دوبے	۱۵ اگست

صبح ۸-۲۱

انامیکا تیواری	۵ اگست
کانتا آنند	۱۲ اگست

دوپہر ۱-۳۰

راگنی روٹھے	۸ اگست

لوک سنگیت

دوپہر ۲-۳۰

پروین کھرے	یکم اگست
دیوی نادان	۲ اگست
پنکج متل	۳ اگست
اتم بالمیک	۴ اگست
سندھیا دوبے	۸ اگست
شری کانت پانڈے	۹ اگست
چترنجن گھوشال	۱۰ اگست
رام چرن کشواہا	۱۱ اگست
رجنی ورما	۱۵ اگست

صبح ۷-۳۰ اور دوپہر ۲-۳۰

رام گوپال یادو	۵ اگست
شیلا شریواستو	۶ اگست
رام نارائن بھوٹیا	۷ اگست
ونود کمار پروہت	۱۲ اگست
رام سیوک پال	۱۳ اگست
ہری رام پروہت	۱۴ اگست

کویتا/کہانی

دوپہر ۱-۲۰

ظہیر قریشی	۳ اگست
ریکھا رائے	۶ اگست
اشوک شریواستو : کہانی	۱۰ اگست
نرملا جوشی	۱۳ اگست

ہندی تقریر

موت کے قدم — 'راسائنک یدھ کے ذریعے'
از ایل ایس پروینیہ رات ۸-۰۰ ۸ اگست
دکھوا میں کاسے کہوں — 'منچ کے کوئی ہونے کا'
وشوموہن ماتھر رات ۸-۱۵ ۱۳ اگست

ناٹک/جھلکی

ترنگ
'کیول دو شبد'
از گوپال شریواستو رات ۱۰-۰۰ ۵ اگست
'نٹی پوجا'، سنسکرت ناٹک رات ۹-۳۰ ۱۱ اگست
'سمادھان'
از نوین جین رات ۱۰-۰۰ ۱۲ اگست

کہکشاں : اردو پروگرام

رات ۸-۰۰

۱۔ 'دکھی سنی'، از اقبال مجید
۲۔ مزاحیہ کلام ۲ اگست

۱۔ باسط بھوپالی کلام کے آئینے میں، بات چیت
۲۔ کتابوں کا خبرنامہ
۳۔ کلام شاعر : کیفی اعظمی ۹ اگست

آئینہ : اردو پروگرام

صبح ۸-۳۰

۱۔ بچوں کی کہانی از منجو سکینہ
۲۔ 'مقامی ادیب اور بچوں کا ادب'، بات چیت
۳۔ 'آج کی عورت'، تقریر ۶ اگست

بقیہ : جے پور

مکل (بچوں کے لئے)

(۱) بال کلاکار، گائن، کلاکار، کمار دی اپرنا بھٹناگر
(۲) لوک کتھا پر مبنی ناٹک، سنتوش شرما
(۳) کہانی آزادی کی : سدھا گپتا
صبح ۹-۱۵ ۴ اگست
سامنی بالیکا : کالی بائی : ناٹک : مصنف : لکشمی نارائن لنگا
پیش کردہ : سنتوش شرما
صبح ۹-۱۵ ۱۱ اگست

ناٹک/جھلکی/روپک

دستک : ناٹک : مصنف : سرتاج ماتھر
پیش کردہ : ممتاز شکیب : رات ۹-۳۰ ۲ اگست
ہیرو کا باپ : جھلکی
مصنف : سمینا صدیقی

پیش کردہ : لتا شرما : دوپہر ۱۲-۲۰ ۴ اگست
نہ مرنے کا دکھ ناٹک : مصنف : اشور چندر
رات ۱۰-۰۰ ۷ اگست
کمپیوٹر جھلکی : مصنف : منی مالا بھٹناگر
پیش کردہ : گھنشیام آچاریہ : دوپہر ۱۲-۲۰ ۱۱ اگست
ایک ہی منزل : ناٹک
پیش کردہ : آنند سیال شام ۵-۰۵ ۱۳ اگست

کلکتہ

کلکتہ 'اے' ۴۶۵۱۶ میٹر — ۶۵۰ کلو ہرٹز
کلکتہ 'بی' ۲۹۷٫۶ میٹر — ۱۰۰۸ کلو ہرٹز
کلکتہ 'سی' ۲۲۶٫۷ میٹر — ۱۳۲۳ کلو ہرٹز
کلکتہ 'ڈی' ۲۴۵۱۱ میٹر — ۱۲۲۴ کلو ہرٹز

شاستریہ سنگیت

گائن

کالیداس سانیال : صبح ۸-۳۰ (اے) یکم اگست
سجن داس موتی لال : صبح ۷-۰۵ اور رات ۹-۳۰ (بی)
سہ پہر ۳-۰۰ (اے) ۲ر اگست
دلیپ کمار گھوش : صبح ۸-۳۰ (اے) ۳ر اگست
نہار رنجن بنرجی : صبح ۹-۳۰ (بی)
رات ۹-۰۰ (اے) ۴ر اگست
سکتی موئے پال : صبح ۸-۳۰ (اے) ۵ر اگست
منجوشری راۓ چودھری : صبح ۸-۳۰ (اے)
شام ۷-۳۰ (بی) ۶ر اگست
باکریتی موہن مجمدار : صبح ۹-۱۰ اور شام ۷-۳۰ (بی)
سہ پہر ۳-۰۰ (اے) ۷ر اگست
یونس حسین خاں : صبح ۹-۳۰ (بی)
رات ۹-۰۰ (اے) ۸ر اگست
پرتیما چٹرجی : صبح ۸-۳۰ (اے)
رات ۹-۳۰ (بی) ۹ر اگست
پورنیما سین : صبح ۹-۳۰ (اے) دوپہر ۱-۰۰ اور
شام ۷-۳۰ (بی) ۱۰ر اگست
ینا گھٹک : صبح ۸-۴۰ (اے) ۱۱ر اگست
مالویکا کانن : صبح ۹-۳۰ اور شام ۷-۳۰ (بی)
رات ۹-۰۰ (اے) ۱۲ر اگست
کمل بوس : صبح ۸-۳۰ (اے)
شام ۷-۳۰ (بی) ۱۳ر اگست
اجے کمار چکرورتی : صبح ۹-۳۰ (بی)
رات ۹-۰۰ (اے) ۱۴ر اگست
امریش چندر چودھری : صبح ۹-۳۰ (بی) ۱۵ر اگست

ساز سنگیت

سرود

شیام گنگولی : صبح ۹-۳۰ (بی)
رات ۹-۰۰ (اے) یکم اگست
کمل ملک : صبح ۹-۳۰ اور
شام ۷-۳۰ (بی)
رات ۹-۰۰ (اے) ۵ر اگست
شیامل ناتھ : صبح ۸-۳۰ (اے)
شام ۷-۳۰ (بی) ۸ر اگست
کستورا ۓ : صبح ۸-۳۰ (اے) ۱۲ر اگست

ستار

دیپک چکرورتی : صبح ۸-۳۰ (اے)
شام ۷-۳۰ (بی) ۲ر اگست
نیتائی بوس : صبح ۹-۳۰ اور
شام ۷-۳۰ (بی)
دوپہر ۱-۰۰ (اے) ۳ر اگست
کیکا مکرجی : صبح ۸-۳۰ (اے)
صبح ۹-۱۰ اور
سہ پہر ۳-۲۵ (بی) ۴ر اگست
راجا راۓ : صبح ۹-۳۰ (بی)
سہ پہر ۳-۰۰ (اے) ۶ر اگست
مایا مترا : صبح ۹-۳۰ (بی)
رات ۹-۰۰ (اے) ۹ر اگست
رجنی کانت چترویدی : صبح ۸-۳۰ (اے) ۱۰ر اگست
امالیندو چودھری : صبح ۹-۳۰ (بی)
سہ پہر ۳-۰۰ (اے) ۱۳ر اگست

رابندر سنگیت

کرشنا گھوش : صبح ۷-۴۰ (اے)
شام ۶-۲۵ (بی) یکم اگست
مایا سین : صبح ۷-۴۰ (اے)
شام ۶-۵۰ (بی) ۲ر اگست
جوتے جینتی : صبح ۷-۴۰ (اے)
شام ۶-۴۵ (بی) ۳ر اگست
سچترا مترا : صبح ۷-۴۰ اور
رات ۱۰-۵۰ (اے)
صبح ۷-۲۰ (بی) ۴ر اگست
ترون بنرجی : صبح ۷-۴۰ (اے) ۵ر اگست
کنیکا مزمدار : صبح ۷-۴۰ (اے)
شام ۵-۵۵ (بی) ۶ر اگست
ریتی چودھری : صبح ۷-۴۰ (اے)
شام ۶-۲۵ (بی) ۷ر اگست
ستیش کنڈو : رات ۱۰-۴۰ (اے) ۸ر اگست
سترا سین : صبح ۷-۴۰ (اے)
شام ۶-۵۰ (بی) ۹ر اگست
پربھات کمار مکرجی : صبح ۶-۲۰ (بی)
رات ۱۰-۰۰ (اے) ۱۰ر اگست
ریتو گوہا : صبح ۶-۲۰ (بی)
رات ۱۰-۴۰ (اے) ۱۱ر اگست
رانو گوہا ٹھاکرتا : صبح ۶-۲۰ (بی)
رات ۱۰-۳۰ (اے) ۱۲ر اگست
ستیہ ناتھ گنگولی : صبح ۷-۴۰ (اے) ۱۳ر اگست
نیلیما سین : شام ۶-۴۵ (بی)
رات ۱۰-۴۰ (اے) ۱۴ر اگست
ربی چھایا : صبح ۶-۲۵ (بی)
رات ۱۰-۰۰ (اے) ۱۵ر اگست

نذرل گیتی

رام کمل چٹرجی : رات ۸-۴۵ (اے) یکم اگست
انورادھا چٹرجی : صبح ۹-۳۰ (اے) ۲ر اگست
نمیتا پال : شام ۷-۰۰ (بی)
شام ۷-۳۰ (اے) ۳ر اگست
سیکھا بنرجی : رات ۸-۴۰ (اے) ۴ر اگست
بانی چکرورتی : رات ۸-۱۰ (اے) ۵ر اگست
شیامل مکرجی : صبح ۹-۲۰ (اے)
رات ۹-۴۰ (بی) ۸ر اگست
سیما بھٹاچاریہ : صبح ۹-۲۰ (اے)
شام ۶-۲۵ (بی) ۹ر اگست
چندرا چٹرجی : صبح ۹-۲۰ (اے)
دوپہر ۲-۴۵ (بی) ۱۰ر اگست
سروج کمار دتہ : رات ۱۰-۲۵ (اے) ۱۱ر اگست
کرشنا یوگی : رات ۱۰-۴۰ (اے) ۱۲ر اگست
نربدا مکرجی : رات ۸-۵۰ (اے) ۱۳ر اگست
منابندرا مکرجی : رات ۱۰-۵۰ (اے) ۱۴ر اگست
پریل بھٹاچاریہ : رات ۹-۲۰ (اے)
رات ۹-۵۰ (بی) ۱۵ر اگست

لوک گیتی

باکھل گیتی سنگھتا : صبح ۶-۴۰ (اے)
رات ۹-۵۰ (بی) یکم اگست
لوک شلپی چکرورتی : صبح ۸-۴۵ اور
شام ۶-۵ (بی)
رات ۱۰-۰۰ (اے) ۲ر اگست
تندرا مزمدار : صبح ۶-۴۰ (اے) ۳ر اگست
کانا بھدرا : صبح ۶-۴۰ (اے)
شام ۶-۱۵ (بی) ۴ر اگست
میرا مجمدار : صبح ۶-۴۰ (اے)
شام ۶-۱۵ (بی) ۵ر اگست
کارتک چندرا ادھیکاری : صبح ۶-۴۰ (اے)
شام ۷-۱۰ (بی) ۶ر اگست

بندنا سرکار : صبح ۶-۴۰ (اے)
شام ۶-۱۵ (بی) ۷ر اگست
ساسن گائن : صبح ۶-۴۰ (اے)
شام ۶-۱۵ (بی) ۸ر اگست
گیتا آچاریہ : صبح ۶-۴۰ (اے)
شام ۶-۱۵ (بی) ۹ر اگست
ہینا مکھرجی : صبح ۶-۴۰ (اے)
شام ۷-۰۰ (بی) ۱۰ر اگست
پورنا چندر داس : شام ۶-۱۵ (بی)
رات ۱۰-۵۰ (اے) ۱۱ر اگست
چارو چکر ب : صبح ۶-۴۰ (اے)
شام ۶-۱۵ (بی) ۱۲ر اگست
ایلا مکھرجی : صبح ۶-۴۰ (اے)
شام ۶-۱۵ (بی) ۱۳ر اگست
بینا گھوش : صبح ۶-۴۰ (اے)
شام ۶-۱۵ (بی) ۱۴ر اگست
پرہلاد برہمچاری : صبح ۶-۴۰ (اے) ۱۵ر اگست

ادھونک

بلبل چکرورتی : صبح ۸-۳۰ (اے)
رات ۱۰-۳۰ (اے) یکم اگست
بیچو مکھرجی : صبح ۸-۱۵ (اے) ۲ر اگست
پردیپ چٹرجی : صبح ۸-۳۰ اور
دوپہر ۲-۵۰ (بی)
رات ۸-۲۰ (اے) ۳ر اگست
پرسنتا بھٹاچاریہ : صبح ۸-۳۰ (بی)
رات ۸-۲۰ (اے) ۴ر اگست
بیچو دتہ : صبح ۸-۳۰ (بی)
شام ۷-۰۰ (بی) ۵ر اگست
انورادھا گھوش : صبح ۷-۰۵ (بی) دوپہر ۱-۴۰ (اے)
رات ۸-۰۵ (بی) ۶ر اگست
ملابیکا بنرجی : صبح ۸-۳۰ (بی)
رات ۸-۲۵ (اے) ۷ر اگست
سنندا باسک : رات ۱۰-۳۰ (اے) ۸ر اگست
سدھن سرکار : صبح ۸-۱۵ (اے)
شام ۶-۴۰ (بی) ۹ر اگست
انجلی رانا : صبح ۸-۳۰ (بی)
شام ۷-۳۰ (اے) ۱۰ر اگست
اتپلا گوسوامی : صبح ۸-۳۰ (بی) ۱۱ر اگست
ساتی ناتھ مکھرجی : صبح ۸-۳۰ (بی)
رات ۱۰-۵۰ (اے) ۱۲ر اگست
ملا بوس : صبح ۸-۱۵ (اے)
رات ۹-۴۵ (بی) ۱۳ر اگست
دیپکا مائے : شام ۷-۳۰ (اے) ۱۴ر اگست
بھاشری گھوش : رات ۸-۴۰ (اے) ۱۵ر اگست

سرینگر

میڈیم ویو
سرینگر (الف) : ۲۶۸٫۸ میٹر ۱۱۱۶ کلوہرٹز
سرینگر (ب) : ۲۴۵٫۱ میٹر ۱۲۲۴ کلوہرٹز
شارٹ ویو : ۴۹٫۱۰ میٹر ۶۱۱۰ کلوہرٹز
۹۱٫۵۰ میٹر ۳۲۷۷ کلوہرٹز
پہلی مجلس : صبح ۶-۳۰ سے ۱۰-۰۰ تک
دوسری مجلس : دوپہر ۱۱-۳۰ سے رات ۱۱-۰۵ تک
(اتوار کو صبح ۶-۳۰ سے رات ۱۱-۰۵)

خبریں

کشمیری : صبح ۷-۴۵ ، شام ۶-۲۵
اردو : صبح ۸-۰۵ ، دوپہر ۱-۵۰ ، رات ۹-۱۵
ہندی : صبح ۹-۰۰
سنسکرت : صبح ۷-۰۰
انگریزی : صبح ۸-۱۰ ، دوپہر ۲-۰۰
شام ۶-۰۰ ، رات ۹-۰۰ اور ۱۱-۰۰

علاقائی خبریں

اردو : صبح ۹-۲۰ دوپہر ۱۲-۳۰ اور
۴-۰۰ (دھیمی رفتار سے) شام ۷-۴۰
کشمیری : صبح ۹-۲۵ ، دوپہر ۱۲-۳۵ اور
شام ۷-۳۰

شاستریہ سنگیت

— گائن —

جگدیش پرشاد پنڈت دوپہر ۲-۱۰ ۲ر اگست
راجن مشرا، ساجن مشرا دوپہر ۲-۱۰ ۴ر اگست
موہن لال مشرا دوپہر ۲-۱۰ ۶ر اگست
بڑے غلام علی خاں صبح ۹-۰۵ اور
دوپہر ۲-۱۰ ۸ر اگست
سجارام تیواڑی دوپہر ۲-۱۰ ۱۰ر اگست
غلام مصطفےٰ خاں دوپہر ۲-۱۰ ۱۳ر اگست
اجیت سنگھ پینٹل صبح ۹-۰۵ اور
دوپہر ۲-۱۰ ۱۴ر اگست

ساز سنگیت

— شہنائی —

بسم اللہ خاں دوپہر ۲-۱۰ ۱۵ر اگست

— سنطور —

بھجن سوپوری صبح ۹-۰۵ یکم اگست

— سرود —

بہادر خاں دوپہر ۲-۱۰ یکم اگست
علی اکبر خاں صبح ۹-۰۵ اور
دوپہر ۲-۱۰ ۷ر اگست

— وائلن —

این راجن دوپہر ۲-۱۰ ۳ر اگست

— ستار —

کارتک کمار دوپہر ۲-۱۰ ۵ر اگست
دیب برت چودھری دوپہر ۲-۱۰ ۹ر اگست
غلام احمد خاں دوپہر ۲-۱۰ ۱۲ر اگست

— سارنگی —

رام نارائن دوپہر ۲-۱۰ ۱۱ر اگست

صوفیانہ موسیقی

محمد عبداللہ سیتاری اور ساتھی۔ صبح ۱۱-۳۰ اور
دوپہر ۲-۳۰ یکم اور ۱۰ر اگست
غلام محمد ساز نواز اور ساتھی صبح ۱۱-۳۰ اور
دوپہر ۲-۳۰ ۳ر اور ۸ر اگست
شیخ عبدالعزیز اور ساتھی صبح ۱۱-۳۰ اور
دوپہر ۲-۳۰ ۶ر اور ۱۳ر اگست

چھکری اور روف

غلام محمد گنائی اور ساتھی دوپہر ۱-۰۰ یکم اگست
غلام رسول ڈار اور ساتھی شام ۶-۱۵ یکم اگست
عبدالغنی شیخ اور ساتھی صبح ۱۱-۳۰ دوپہر اور ۲-۳۰
شام ۶-۱۵ ۲ر اگست
غلام رسول آخون اور ساتھی دوپہر ۱-۰۰ ۳ر اگست
عبدالغنی صوفی اور ساتھی شام ۶-۱۵ ۳ر اگست
غلام محمد بٹ دھبوگ اور ساتھی شام ۶-۱۵ ۴ر اگست
آکاش علی، محمد میر اور ساتھی صبح ۱۱-۳۰ دوپہر ۴-۳۰ اور
شام ۶-۱۵ ۵ر اگست
غلام قادر حافظ اور ساتھی رات ۱۰-۳۰ ۵ر اگست
عبدالاحد گنائی اور ساتھی شام ۶-۱۵ ۶ر اگست
غلام محمد خاں اور ساتھی صبح ۱۱-۳۰ اور
دوپہر ۲-۳۰ ۷ر اگست
الطاف حسین شیخ اور ساتھی دوپہر ۱-۰۰ اور
شام ۶-۱۵ ۸ر اگست
غلام احمد شالا اور ساتھی صبح ۱۱-۳۰ دوپہر ۴-۳۰ اور
شام ۶-۱۵ ۹ر اگست
محمد ایوب بٹ اور ساتھی دوپہر ۱-۰۰ اور
شام ۶-۱۵ ۱۰ر اگست
عبدالغنی شیخ اور ساتھی رات ۹-۳۰ ۱۱ر اگست

محمد اکبر پرے اور ساتھی — صبح ۱۱-۲۰ دوپہر ۲-۲۰ اور شام ۶-۱۵ — ۱۱ر اگست
عبدالخالق کادا اور ساتھی — شام ۶-۱۵ — ۱۳ر اگست
عبدالاحد گنائی اور ساتھی — صبح ۱۱-۲۰ اور دوپہر ۲-۲۰ — ۱۴ر اگست
علی محمد شیخ اور ساتھی — دوپہر ۱۱-۲۰ اور دوپہر ۲-۲۰ — ۱۵ر اگست

غزلیں

آرتی تکو — صبح ۷-۵ شام ۶-۱۰ اور رات ۸-۲۰ — یکم اگست
بنسی لال جوشی — دوپہر ۱-۰۰ — ۲ر اگست
دھنن جے کول — دوپہر ۱-۰۰ — ۲ر اگست
نسیم اختر — شام ۶-۱۰ اور رات ۸-۲۰ — ۲ر اگست
راجندر ناتھ کاچرو — صبح ۷-۱۵ اور رات ۸-۲۰ — ۴ر اگست
ایم کے پنڈتا — صبح ۷-۵ اور رات ۸-۲۰ — ۴ر اگست
سنیتا کول — صبح ۷-۱۵ اور رات ۸-۲۰ — ۵ر اگست
عبدالرحمٰن خاں — دوپہر ۱-۰۰ اور شام ۶-۱۰ — ۵ر اگست
اوشا ہنڈد — دوپہر ۱-۰۰ — ۵ر اگست
آشا کول — صبح ۷-۱۵ شام ۶-۱۰ اور رات ۸-۲۰ — ۶ر اگست
راج بیگم — صبح ۷-۱۵ شام ۶-۱۰ اور رات ۸-۲۰ — ۷ر اگست
علی محمد — دوپہر ۱-۰۰ اور شام ۶-۱۰ — ۷ر اگست
غلام قادر روانی — صبح ۷-۱۵ اور شام ۶-۱۰ — ۸ر اگست
غلام محمد راہ — رات ۸-۲۰ — ۸ر اگست
سے کے جالا — دوپہر ۱-۰۰ شام ۶-۱۰ اور رات ۸-۲۰ — ۹ر اگست
سی ایل دلی — دوپہر ۱-۰۰ — ۹ر اگست
ششی چوپڑا — صبح ۷-۱۵ اور رات ۸-۲۰ — ۱۰ر اگست
شیمہ دیو — صبح ۷-۱۵ اور شام ۶-۱ — ۱۱ر اگست
نسیم اختر — صبح ۷-۱۵ دوپہر ۱-۰۰ اور دوپہر ۲-۲۰ — ۱۲ر اگست
غلام محمد میر — دوپہر ۱-۰۰ اور شام ۶-۱۰ — ۱۲ر اگست

نرملا دیوی — صبح ۷-۱۵ شام ۶-۱۰ اور رات ۸-۲۰ — ۱۳ر اگست
محمد صدیق پانپوری — شام ۶-۱۰ — ۱۴ر اگست

ڈوگری موسیقی

سریش پونچھی — دوپہر ۴-۲۰ — ۵ر اگست
انیتا ڈے — صبح ۹-۵ — ۶ر اگست
کانتا شرما — دوپہر ۴-۲۰ — ۱۳ر اگست
قطب الدین اور ساتھی — صبح ۹-۵ — ۱۳ر اگست

مہینے کا نغمہ

رحمٰن داریل کے نغمے، گلوکار: درشن مہرا
صبح ۹-۵ — ۲ر اور ۱۰ر اگست

سنطور (صوفیانہ پر مبنی پروگرام)

مقام تلنگ — رات ۸-۲۰ — ۴ر اگست
مقام سرت — رات ۸-۲۰ — ۱۱ر اگست

یوم آزادی کے سلسلے میں صدر جمہوریہ ہند کا قوم کے نام پیغام : ۱۴ر اگست

۱۵ر اگست ۱۹۸۵ء یوم آزادی کے سلسلے میں خصوصی نشریات کا پروگرام

۱۔ ماتری وندنا
حب الوطنی کے گیت : صبح ۶-۳۵
۲۔ لال قلعہ پر قومی جھنڈا لہرانے کی رسم کا آنکھوں دیکھا حال اور
وزیر اعظم کا قوم کے نام خطاب : صبح ۸-۰۵
۳۔ اشی تہ گاسش: کشمیری میں بات چیت: صبح ۸-۲۱
۴۔ ریاست جموں و کشمیر کے وزیر اعلیٰ کا
یوم آزادی کے موقع پر پیغام: صبح ۹-۰۰
۵۔ گئی چھاواز سانی : غنائیہ
تحریر: مرغوب بانہالی : صبح ۹-۳۰
۶۔ یوم آزادی کے موقع پر ریاست میں
منعقد تقریبات پر مبنی ریڈیو رپورٹ: دوپہر ۲-۳۰
۷۔ ذرہ ذرہ پرزان آفتاب
غنائیہ از حامدی کاشمیری : دوپہر ۱۲-۰۰
۸۔ محفل موسیقی سے چند اقتباسات : رات ۹-۳۰
۹۔ دیہی ترقی پر دستاویزی فیچر : شام ۶-۱۵
۱۰۔ سٹیڈیو زسے باہر مبنی
پہاڑی پروگرام : شام ۴-۳۰، ۵-۲۵
۱۱۔ حب الوطنی کے گیت : شام ۷-۱۵

بقیہ :- شملہ

بھاگوتا : ۱۲ر اگست
بودھ دھرم سے : ۱۳ر اگست
سوامی رام تیرتھ کے وچار : ۱۴ر اگست
اروند کے وچار : ۱۵ر اگست
گرنتھ گاتھا : رات ۹-۱۶ — ۲ر اگست
پاپن : صبح ۷-۴۰ — ۵ر اگست
رابندر ناتھ ٹیگور کے وچار : صبح ۷-۴۰ — ۷ر اگست
ہماچلی لوک جیون میں ہاس پرہاس : رات ۹-۱۶ — ۱۲ر اگست

ناٹک / فیچر

سنپ سنپ : رات ۹-۳۰ — ۲ر اور ۴ر اگست
وہ ناک سے بولتے ہیں : رات ۹-۳۰ — ۹ر اگست

بقیہ :- لکھنؤ

کمل سکینہ اور ساتھی — ۷ر اگست
کسم گپتا اور ساتھی — ۹ر اگست
رام لکھن ورما اور ساتھی — ۱۰ر اگست
للو باجپئی اور ساتھی — ۱۱ر اگست
ششما سریواستو اور ساتھی — ۱۳ر اگست
منجو موہن، پشپا سیٹھ، اوشا پانڈے — ۱۵ر اگست

(اردو پروگرام — صبح ۸-۲۰)

بولتی تحریریں، کلاسیکی ادب کا پروگرام باغ و بہار سے انتخاب — یکم اگست
میگزین پروگرام، افسانہ از احمد ابراہیم علوی ادبی تراشہ — ۲ر اگست
خواتین کے لیے — ۳ر اگست
بہادر شاہ ظفر، عہد شخصیت اور فن، فیچر — ۴ر اگست

ناٹک / فیچر

جہیز کا مینو، مصنف، چندر پرکاش پاٹھک چندا:
دوپہر ۱-۱۰ — ۴ر اگست
کنارہ، مصنف: ارملا مشر:
شب ۹-۲۰ — ۴ر اگست
چلتے اپنے پاؤں، مصنف، منور ماسریواستو
شب ۱۰-۰۰ — ۷ر اگست
کرسی کی ٹانگ، مصنف: رگھوناتھ دکشت منیو:
دوپہر ۱-۱۰ — ۱۱ر اگست

دوردرشن

نیشنل پروگرام

رات ۰۰-۹ سماچار (ہندی میں خبریں) روزانہ
رات ۰۰-۱۰ دی نیوز (انگریزی میں خبریں) روزانہ

اتوار

رات
۲۰-۹ انڈیاز اسٹرگل فار فریڈم (بھارت کی جنگ آزادی)
۴۵-۹ کوی اور کویتا
۳۰-۱۰ فوکس

پیر

رات
۲۰-۹ چترمالا
۴۵-۹ سیاحوں کی دلچسپی کے مقامات
۲۰-۱۰ ٹوورڈز پروگریس (ترقی کی اور)

منگل

رات
۲۰-۹ پینوراما
۴۵-۹ کورل میوزک
۲۰-۱۰ نیشنل پروگرام آف ڈانس / ریلیے

بدھ

رات
۲۰-۹ انگریزی سیریل
۴۰-۹ بھارت کی رسمیں اور روایات
۲۰-۱۰ اشوز اینڈ اپروچیز

جمعرات

رات
۲۰-۹ اسپورٹس کورنیر
۴۵-۹ تھیٹر آف دی یوتھ
۲۰-۱۰ پریمیئر انسٹی ٹیوشنز آف انڈیا

جمعہ

رات
۲۰-۹ انگریزی سیریل
۴۵-۹ بھارت کے لوک ساز
۳۰-۱۰ شاستریہ سنگیت کا نیشنل پروگرام

ہفتہ

رات
۲۰-۹ پکشی پرتی یکشا
۲۰-۱۰ کورنی شمیلن

نیٹ ورک پروگرام

اتوار : صبح ۳۰-۱۰ سے ۳۰-۱ اسپونسرڈ پروگرام
رات ۳۰-۸ کوئیز
پیر : رات ۳۰-۸ ہندی سیریل فلم

منگل : رات ۳۰-۸ ہم لوگ (ہندی سیریل)
بدھ : رات ۳۰-۸ خاندان (سیریل پروگرام)
جمعرات : رات ۳۰-۸ اڑوس پڑوس (سیریل پروگرام)
جمعہ : رات ۳۰-۸ یہ جو ہے زندگی (ہندی سیریل)
ہفتہ : رات ۳۰-۸ ہم لوگ (ہندی سیریل)

دہلی-۱ چینل ۴

اتوار

صبح
۳۰-۹ سرب سانجھی گروبانی / کارٹون فلم
۴۵-۹ فرصت میں: رنگا رنگ پروگرام
۱۵-۱۱ سفرنامہ
۴۰-۱۱ رجنی (ہندی سیریل)
۰۵-۱۲ مسٹریا مسٹر (ہندی سیریل)
۳۰-۱۲ اسپائیڈر مین (انگریزی سیریل)
۴۵-۱۲ پینگ گیسٹ (ہندی سیریل)

دوپہر
۰۰-۲ علاقائی زبان میں فیچر فلم
۰۰-۴ ورلڈ آف اسپورٹس

شام
۳۰-۵ پروگراموں کا خلاصہ اور فلم ڈویژن کی فلم / کمرشل پروگرام
۴۰-۵ ہندی فیچر فلم
۲۵-۷ کمرشل پروگرام
۳۰-۷ مختصر پروگرام / فلم
۴۰-۷ کمرشل پروگرام
۴۵-۷ ہندی فیچر فلم (جاری)
۰۰-۱۱ شاستریہ سنگیت (گائن / ساز سنگیت)
۲۵-۱۱ مختصر خبریں اور اختتام

پیر

شام
۰۰-۶ پروگراموں کا خلاصہ اور گمشدہ لوگوں کے بارے میں اعلانات
۰۳-۶ کارٹون فلم / پپٹ فلم / سرکس فلم
۲۰-۶ روایتی لوک کلا / ہمارے ادھیکار اور کرتویہ
۴۵-۶ جان ہے جہان ہے
۰۰-۷ کرشی درشن
۳۰-۷ سنسد سماچار / سنگیت
۴۰-۷ ہندی ڈرامہ

رات
۴۵-۱۰ سگم سنگیت / پارلیمنٹ نیوز
۵۵-۱۰ اسپیکٹرم (انگریزی میں میگزین پروگرام)
۲۵-۱۱ مختصر خبریں اور اختتام

منگل

شام
۰۰-۶ پروگراموں کا خلاصہ اور گمشدہ لوگوں کے بارے میں اعلانات
۰۳-۶ کھیل کھلاڑی
۲۰-۶ قانونی صلاح
۴۰-۶ آپ کا پریوار
۰۰-۷ کرشی درشن
۳۰-۷ سنسد سماچار / سنگیت
۴۰-۷ پتریکا (ہندی میگزین پروگرام)
۱۰-۸ آپ اور ہم (سامعین کے خطوط)
۱۵-۱۱ پارلیمنٹ نیوز / انٹرویو / مباحثہ
۲۵-۱۱ مختصر خبریں اور اختتام

بدھ

شام
۰۰-۶ پروگراموں کا خلاصہ اور گمشدہ لوگوں کے بارے میں اعلانات
۰۳-۶ بچوں کے لیے پروگرام (ہندی)
۲۰-۶ مہلاؤں کے لیے
۴۵-۶ آزادی کے دیوانے (فریڈم فائیٹرز کے ساتھ انٹرویو)
تحریک آزادی پر مبنی پروگرام
۰۰-۷ کرشی درشن
۳۰-۷ سنسد سماچار / سنگیت / رقص
۴۰-۷ ٹی وی ڈاکومینٹری / فلم ڈویژن ڈاکومینٹری
۵۰-۷ چترہار (ہندی فلموں کے گیت)
۴۵-۱۰ پارلیمنٹ نیوز / فلم ڈویژن ڈاکومینٹری
۵۵-۱۰ یوتھ فورم (انگریزی)
۲۵-۱۱ مختصر خبریں اور اختتام

جمعرات

شام
۰۰-۶ پروگراموں کا خلاصہ اور گمشدہ لوگوں کے بارے میں اعلانات
۰۳-۶ دیہاتی بچوں کے لیے پروگرام / دیہاتی نوجوانوں کے لیے پروگرام
۲۰-۶ وشو درشن
۳۰-۶ دوسرے کیندروں سے / آرکائیوز سے
۰۰-۷ گھر باہر
۳۰-۷ سنسد سماچار
۴۰-۷ تار گیت (انگریزی میں جاسوسی سیریل)
۴۵-۱۰ پارلیمنٹ نیوز / بزم (اردو میں ادبی پروگرام)
۱۵-۱۱ آور گیسٹ
۲۵-۱۱ مختصر خبریں اور اختتام

جمعہ

شام ۰۰-۶ پروگراموں کا خلاصہ

اور گمشدہ لوگوں کے بارے میں اعلانات

۶-۴۰ دلاس کی اور (بیس نکاتی پروگرام)
۶-۲۰ گھریلو نسخے
۶-۳۰ بچوں کے لیے پروگرام (انگریزی)
ٹیلی فون (بچوں کی دلچسپی کا پروگرام)
۷-۰۰ کرشی درشن
۷-۳۰ سنگیت / سنسد سماچار
۷-۴۰ گیان دیپ
۸-۰۰ چترہار
۱۰-۴۵ پارلیمنٹ نیوز / راؤنڈ آف دی ورلڈ
مغربی موسیقی / انگریزی فلم
۱۱-۲۵ مختصر خبریں اور اختتام

ہفتہ

شام

۶-۰۰ پروگراموں کا خلاصہ اور گمشدہ لوگوں کے بارے میں اعلانات
۶-۰۳ جان ہے جہان ہے
۶-۲۰ ہندی ڈرامہ / بچوں کے لیے
۷-۰۰ توبہ توبہ
۷-۳۰ پھول کھلے ہیں گلشن گلشن
۸-۰۰ سپتاہکی
۱۱-۲۵ مختصر خبریں اور اختتام

دہلی II چینل-۷

اتوار

شام

۶-۳۰ سگم سنگیت
۶-۴۵ ڈوکومینٹری فلم / فلم ڈویژن کی فلم
۷-۰۰ شاستریہ سنگیت
۷-۳۰ سماچار
۷-۴۰ مغربی موسیقی
۸-۰۵ بہو رنگ (علاقائی موسیقی کا پروگرام)
۸-۳۰ اختتام (روزانہ)

پیر

شام

۶-۳۰ سگم سنگیت
۶-۴۵ چہل پہل
۷-۰۰ انگریزی سیریل
۷-۳۰ سماچار
۷-۴۰ ڈوکومینٹری فلم / علاقائی پروگرام
۸-۰۰ شاستریہ سنگیت

منگل

شام

۶-۳۰ سگم سنگیت
۶-۴۵ یہ دلی ہے (ناگرک سمسیا)

۷-۰۰ نو دواتے (اسکول کے بچوں کو پیش کردہ)
۷-۳۰ سماچار
۷-۴۰ انگریزی سیریل

بدھ

صبح

۶-۳۰ سگم سنگیت / ساز سنگیت
۶-۴۵ یہ دلی ہے (کلا پربکرما)
۷-۰۰ یوواؤں کے لیے
۷-۳۴ سماچار
۷-۴۰ پنجابی میں ملا جلا پروگرام / بزم (اردو میں میگزین پروگرام)
۸-۰۰ شاستریہ سنگیت / ساز سنگیت

جمعرات

شام

۶-۳۰ سگم سنگیت
۶-۴۵ سماچار
۷-۰۰ پوپ میوزک
۷-۳۰ سماچار
۷-۴۰ پنجابی میں ملا جلا پروگرام
۸-۰۰ اسپورٹس راؤنڈ اپ

جمعہ

شام

۶-۳۰ قوالیاں
۶-۴۵ یہ دلی ہے (ناگرک سمسیا)
۷-۰۰ فرائی ڈے رکویز
۷-۳۰ سماچار
۷-۴۰ انگریزی سیریل فلم

ہفتہ

شام

۶-۳۰ اگلے ہفتے میں
۶-۴۵ یہ دلی ہے (آئینہ)
۷-۰۰ شاستریہ سنگیت / رقص
۷-۳۰ سماچار
۷-۴۰ ڈوکومینٹری
۸-۰۰ سگم سنگیت / سگم سنگیت کنسرٹ

کلکتہ

اتوار

صبح ۱۰-۲۰ سے ۱-۳۰ اور شام ۴-۰۰ سے رات ۱۰-۴۰

دہلی سے ریلے

پیر

شام

۶-۰۴ بچوں کے لیے
۶-۳۰ سنگیت
۷-۰۰ بجنن ہلا سنگے
۷-۴۰ اسپورٹس راؤنڈ اپ
۸-۰۵ ساہتیہ سنسکرتی

منگل

شام

۶-۰۴ بچوں کے لیے
۶-۳۰ یوتھ ٹائم / سواستھ (صحت سے متعلق پروگرام)
۷-۰۰ فلم ڈویژن، ڈوکیومنٹری
۷-۱۰ سمبد پرابا ہا
۷-۴۰ بنگالی میں ناٹک (سیریل)
۸-۱۵ سنگیت

بدھ

شام

۶-۰۴ گھارے بارے (ہندی پروگرام)
۶-۳۰ پالی کتھا (دیہی پروگرام)
۷-۰۰ رابندر سنگیت
۷-۲۰ سوک سینس
۷-۴۰ درشکار دربارے (ویوورز فورم)
۷-۵۵ چترہار (دہلی سے ریلے)

جمعرات

شام

۵-۳۴ انگریزی فلم سیریل
۶-۳۰ ترو ندر جنیے (بنگالی میں نوجوانوں کے لیے پروگرام)
۷-۰۰ درشٹی کون / ویوز
۷-۴۰ سنگیت / چترمالا بنگالی فلموں سے گیت

جمعہ

شام

۶-۰۴ بچوں کے لیے
۶-۱۴ انڈسٹریل پروگرام
۶-۳۰ اور
۶-۴۰ بچوں کے لیے فلم (ہندی / بنگالی) / ٹیل اسکوپ / بجنن جگناسا
۷-۰۰ جگناسا (بنگالی میں کوئز پروگرام / ایکا تان / بنگالی میں میگزین پروگرام
۷-۱۵ فلم ڈویژن ڈوکومینٹری
۷-۴۰ سنگیت / مزاحیہ پروگرام / کلوز اپ
۷-۵۰ رقص
۸-۰۰ پھول کھلے ہیں گلشن گلشن / سنگیت
۸-۲۰ سنگیت

ہفتہ

۵-۴۵ اور ۵-۵۵ سے بنگالی فیچر فلم
۶-۳۰ ڈولیمٹ اسٹوریز / سکستی اسٹوریز
۷-۴۰ سپتاہکی

مشاعرہ

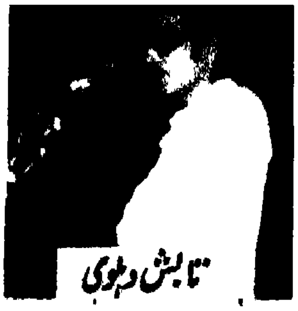
تصویری جھلکیاں



رئیس انولوی



نعیم اشفاق



تابش دہلوی



منور رانا



محبوب انور





سالک لکھنوی



ممتاز عظیم آبادی



فاروق شفق





شور فیض آبادی



کمال احمد صدیقی





رونق نعیم



کنول سیالکوٹی



وحید عرشی





، ر آر خار ، روگرام ایگزیکٹو (اردو) مدعو سامعین اور شعرا کا شکر یہ ادا کرتے ہوئے ۔

Regd. No. D-(C)39
R.N. No. 14253

PRICE RUPEE 1.00

1st. AUGUST 1985

Licensed (U-23) to post without prepayment at PSO New Delhi.

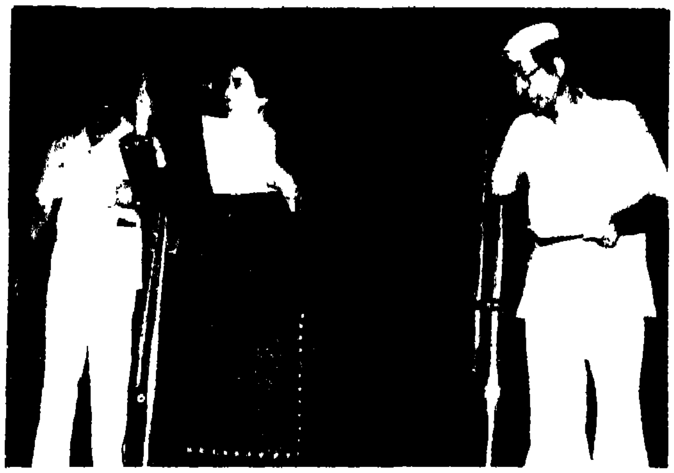




گذشتہ دنوں آکاشوانی بمبئی کی جانب
۲۵ مئی کو
ایک رنگا رنگ پروگرام کا
انعقاد مدعو سامعین کے رو برو کیا گیا
پیش ہیں اس پروگرام کی کچھ جھلکیاں

فلم اداکارہ کامنی کوشل نے اس پروگرام کو کمپیئر کیا





(بائیں سے) برلوک کمار، سنگیتا سنگھ اور
اے این رضوی ایک مزاحیہ جھلکی
پیش کرتے ہوئے ۔

نندلال شرما، ڈی این شیلے اور
بابا اسرانی مدعو سامعین کا
منورنجن کرتے ہوئے ۔



رنگ ترنگ کے شرکا فنکار

Published by the Director General, All India Radio, at the Office of the Chief Editor, Akashvani Group of Journals, PTI Building II floor, Sansad Marg, New Delhi-110001.
Printed by the Manager, Govt. of India Photo Litho Press, Faridabad

۱۶ سے ۳۱ اگست ۱۹۸۵ء
۲۵ ساون سے ۹ بھادوں ۱۹۰۷ شاکا

آواز

اشاعت کا ۵۰ واں سال
قیمت ایک روپیہ

آل انڈیا ریڈیو کے پروگرام، معلوماتی مضامین، دل چسپ افسانے و منظومات



امر چند قیس

زمانے کی روش ؟ یوں کا فرانہ
تیرے ہوتے الٰہی ! یہ زمانہ

تیری ہستی ؟ حقیقت ہی حقیقت
میری ہستی ؟ فسانہ ہی فسانہ

اسے سُنیے تو گوشِ دل سے سُنیے
نظر بھی ہے نوائے عاشقانہ

ہمارا سر ؟ تمہاری ٹھوکروں میں
ہماری ٹھوکروں میں یہ زمانہ

محبت بھی سیاست ہو رہی ہے
وفا بھی ہو رہی ہے تاجرانہ

تیرے وعدے، سرابِ بے کراں سے
تیری نظریں ہمیشہ طائرانہ

میرا مُنہ دیکھ جاؤ وقتِ آخر
پھر اس کے بعد آنا یا نہ آنا

اُڑا کر دل چرا لو گے نگاہیں
کہا تھا ہم نے جو، آخر ہوا نا

میرے ہی دم سے سب زندہ ہیں اے قیس
غزل ہو، مثنوی ہو، یا ترانہ

سیکڑوں غم تھے، مگر راحت کا اک پہلو بھی تھا
یاس کے ظلمت کدے میں آس کا جگنو بھی تھا

زندگی میں سو طرح تو نے نوازا ہے مجھے
یہ بھی کیا کم ہے کہ میرے ناقدوں میں تو بھی تھا

درد کا حد سے گذرنا تھا سکونِ زندگی
یعنی ہر تخریب میں تعمیر کا پہلو بھی تھا

مٹنے والے تو لبوں کی مسکراہٹ پر مٹے
لیکن اُس کی نرم سی پلکوں پہ اک آنسو بھی تھا

اتنی ویرانی پہ بھی اس میں تھے ہنگامے کئی
دل کے صحرا میں کسی کی یاد کا آہو بھی تھا

بحث کا مرکز تھے تیرے ساتھ تیرے خد و خال
گلستاں کی داستاں میں ذکرِ رنگ و بو بھی تھا

رات کی تاریکیاں تھی اور اک اُن کا خیال
ٹمٹماتا اُن اندھیروں میں کوئی جگنو بھی تھا

اُن کو دیکھا تو کسی شے پر نہیں ہے اختیار
آنسوؤں پر دسترس بھی دل پہ کچھ قابو بھی تھا

یہ بھی برحق فکرِ فردا میں تھے غلطاں ذی شعور
یہ بھی سچ ہے میکدے میں شورِ ہاؤ ہو بھی تھا

دیکھتا ہوں آج میں تنہا کھڑا ہوں راہ میں
یاد آتا ہے کہ میری زندگی میں تو بھی تھا

عرش اس کی ہر ادا تھی نت نئے تیور لیے
اس کی اِک اِک بات میں بنگال کا جادو بھی تھا

... وفا شوق تمنا لے کر
ہم تیرے شہر میں آئے بھی تو کیا کیا لے کر

... مسکان حنا شوخ شگفتہ شعلہ
تم بھی آئے تو ہو یہ کیا سرمایا لے کر

زندہ رہنے کے کئی ہوتے ہیں اسباب مگر
جی رہے ہیں تیری یادوں کا سہارا لے کر

ہم تیرے شہر میں آئے تھے تو کچھ ساتھ نہ تھا
اب چلے جاتے ہیں اک حُسن کی دنیا لے کر

کوئی آہٹ کوئی سایہ کوئی خوشبو کوئی لے
دل بہر طور دھڑکتا ہے بہانا لے کر

سلطنت درد کی سرمایہ تیری یاد کا ہے
دوست کیا آئے تسلی کا کھلونا لے کر

دل کے اسرار سے واقف ہے قلندر وہ ہے

دوست بھی سب کھل گئے اغیار بھی جانے گئے
اپنی اپنی گفتگو سے لوگ پہچانے گئے

عشق کی چھلنی میں ساری زندگی چھانے گئے
دردمندانِ وفا تب جا کے پہچانے گئے

پھر نہ دیکھا ہم نے ان کو لوٹ کر آتے ہوئے
انجمن میں شمع کی جانب جو پروانے گئے

ڈھونڈتے ہیں اُن کو آوارہ بگولے چار سو
کون جانے کس طرف صحرا میں دیوانے گئے

اہلِ زر نے ایک ہلکی سی توجہ بھی نہ کی
کچھ سخن ور لے کے جو گیتوں کے نذرانے گئے

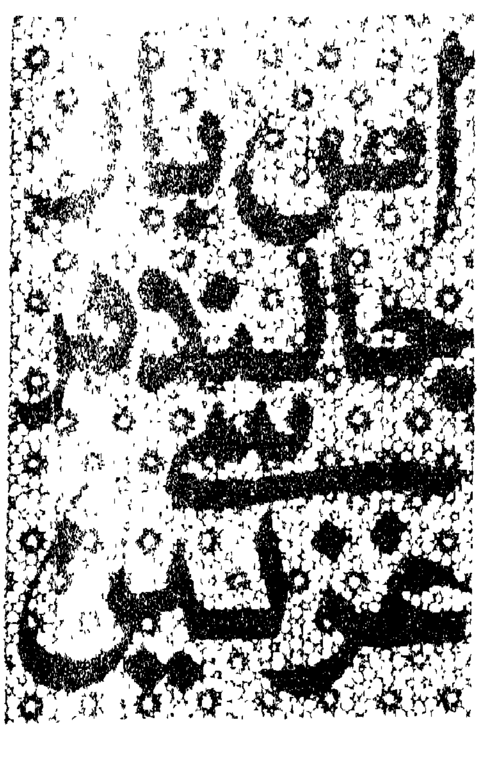
انقلابِ وقت نے ایسا بدل ڈالا ہمیں
آج اپنے آپ سے بھی ہم نہ پہچانے گئے

دے سکے اہلِ خرد کب ساتھ اہلِ عشق کا
دار تک ہمراہ دیوانوں کے دیوانے گئے

احتراماً اٹھ کے رندوں نے لیے ان کے قدم
شیخ صاحب جیسے ہی مسجد سے میخانے گئے

میرے دامن میں کبھی گل تھے، مگر پتھر ہیں اب
وقت کے اچھے بُرے انداز پہچانے گئے

جاننے کو اے ہنر کیا کیا نہیں جانا مگر
آپ کیا ہیں، کون ہیں! اب تک نہیں جانے گئے



محبت چار دن کی ہے، عداوت چار دن کی ہے
زمانے کی حقیقت، در حقیقت چار دن کی ہے

اٹھائی ہیں جہاں والوں نے عالی شان تعمیریں
مگر ان میں ٹھہرنے کی اجازت چار دن کی ہے

جو سیرِ گلشنِ ہستی کو آئے ہو تو سُن رکھو
کہ سیرِ گلشنِ ہستی کی مہلت چار دن کی ہے

ابھی سے کس طرح میں عرضِ دل کا مدعا کر دوں
ابھی اُن سے میری صاحب سلامت چار دن کی ہے

ہر اک تازہ مصیبت پر یہ کہہ کر مسکراتا ہے
یہ آفت چار دن کی اس کی شدت چار دن کی ہے

ہوائے زر میں اے اپنی حقیقت بھولنے والے
یہ حشمت چار دن کی شان و شوکت چار دن کی ہے

رفیقوں کی رفیقانہ ادا ہے دل نشیں لیکن
یہ محفل چار دن کی یہ محبت چار دن کی ہے

نہ دیتے دل نہ بھرتے دم محبت کا کبھی رہبر
اگر یہ جانتے ان کی محبت چار دن کی ہے

آواز

آل انڈیا ریڈیو کے پروگرام

چیف ایڈیٹر وجے بہادر سنہا
ادارت
سراج احمد
تارا مہندر سنگھ وج

ٹیلی فون
۳۱۲۲۴۹
۳۸۲۲۵۴

تار کا پتہ LISTENER

نئی دہلی | ۱۶ اگست ۱۹۸۵ء | بمطابق | ۲۵ ساون ۱۹۰۷ شاکا | جلد ۵۰ شمارہ ۱۶

اس شمارے میں

غزلیات

قیمت

فی پرچہ	[illegible]
سالانہ	[illegible]
دو سال	[illegible]

(ایک سال سے کم کا چندہ قابل قبول نہیں ہوتا)

اندرون ملک ڈاک خرچ بذمہ ادارہ

قربانی

سید شاہ مولانا عزیز احمد حلیمی ابوالعلائی

قربانی درحقیقت خدائی بارگاہ عظمت میں بندوں کے جذبۂ عبودیت کے اظہار کا ایک مقدس طریقہ ہے اور چونکہ بندہ قربانی کے ذریعہ اپنے مال کا ایک حصہ اللہ کے لئے قربان کر دیتا ہے اس لئے اسے تقرب اور اس کے قرب خاص کی منزل میسر ہو جاتی ہے۔ اس لئے اس عبادت کو قربانی کے مقدس لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔

قربانی بظاہر ایک جانور کو جان سے مار دینے کا نام ہے لیکن یاد رکھئے کہ قربانی کا مقصد محض جانوروں کو ذبح کر دینا ہی نہیں بلکہ درحقیقت قربانی کی روح یہ ہے کہ ہم ایک خاص جذبۂ اخلاص سے اپنے قلب و دماغ کو سرشار کرکے اپنے اندر ایثار و فداکاری، ایمانداری و نیکوکاری اور پرہیزگاری کا کمال پیدا کریں۔

قرآن کریم نے صاف اور واضح لفظوں میں قربانی کا مقصد بیان فرمایا ہے کہ اگر چہ خدا کے دربار میں قربانی کا گوشت پہنچتا ہے نہ اس کا خون لیکن ہاں البتہ تمہاری پرہیزگاری وہ اصول نیکوکاری ہے جو بارگاہ الٰہی میں باریاب ہو جاتی ہے۔

جاننا ہے یار کا دل تک ہے رستہ تو اصول
دل سے گزرو تو ہوں راہ میں پیدا ہو حق سے وصول

دوسرے مذاہب میں بھی بلی چڑھانے کی اور قربانی کی رسم ہے۔ مثلاً دیوتاؤں پر بکرے کی بلی چڑھائی جاتی ہے جیسے کہ بکرا بلیدان کرتے ہیں۔ کامکھیا میں رواج ہے جس بکرے کی بھینٹ دی جاتی ہے اس کے ساتھ کے اشٹمی وغیرہ کی بھی بلی ہوتی ہے جس میں ایک بکرا اور بھینسا، کچھوا، مچھلی اور ہنس۔ ایسے ہی مذہبی قربانی دیتے ہیں۔

انسانی زندگی کے تمام شعبوں میں جس کا واضح راستہ اور معیاری ہدایت جامع اور مکمل قانون کا نام اسلام ہے۔

خواہ وہ اقتصادیات و معاشیات ہوں یا فرائض و واجبات اس کا تعلق خواہ عبادات سے ہو یا معاشی و معادی سے۔ غرض مسائل زندگی کا کوئی گوشہ اس کی مضبوط گرفت سے باہر نہیں ہے۔ جہاں پر نفس و قلب کی طہارت ہے وہیں نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ کے ارکان کی تشریح بھی کرتا ہے۔ ان حالات میں کیسے ممکن ہے کہ اسلام میں ان سب کا ذکر نہ ہو جس میں اس کی قانونی حیثیت کی تکمیل ہو جائے۔

لیکن اسلامی تہوار خواہش نفس اور عیش و طرب کا نام نہیں بلکہ عبادت کا نام ہے۔ اس سے مقصود تقویٰ و پرہیزگاری، طہارت و پاکیزگی قلب و نظر کی تطہیر، اور خدا و رسول کی تابعداری اور احکام کی تعمیل ہے۔

عید الاضحیٰ کو اسلامی تقریبات میں کافی اہمیت حاصل ہے۔ اور اس کا تعلق دو جلیل القدر پیغمبروں سے ہے۔ اس کے مراسم کا اگر جائزہ لیا جائے تو اس وقت معلوم ہوگا کہ تہذیب و تمدن تقویٰ و پرہیزگاری اور اخلاقی قدروں کا حصہ کس قدر غالب ہے۔ مثلاً صبح کے وقت غسل کر کے حسب استطاعت بہتر سے بہتر لباس زیب تن کرنا اس کے مراسم میں داخل ہے۔ تاکہ ظاہری عمدگی باطن کی نفاست پر غمازی کرے۔ اور بلند آواز سے اس کی کبریائی بیان کرتے ہوئے آبادی سے باہر نماز پڑھنے کا حکم ہے۔ نماز کے بعد مصافحہ معانقہ کی رسم اس لیے ہے کہ اس میں مساوات و ہمدردی کی فضا قائم ہو۔

اس طرح جملہ مراسم میں کوئی نہ کوئی حکمت اور فلسفہ مضمر رہوگا لیکن اس میں جو خاص رسم ہے وہ قربانی ہے۔ خدا کی رضا جوئی، خوشنودی اور ہزاروں سال پہلے کی اس عظیم یادگار کو تازہ کرنے کے لیے سال میں ایک بار قربانی کی رسم ادا کی جاتی ہے۔ جو فدائیت و جاں نثاری، خلوص و للہیت کا شاہکار اور عشق و محبت کی عظیم داستان ہے۔

بڑی منت و سماجت اور دعا کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کو رب تبارک و تعالیٰ نے کبر سنی میں ایک صالح اور نیک بیٹا عطا فرمایا جس کا نام نامی اسم گرامی اسمٰعیل رکھا گیا۔ لیکن ایک دن وہی باپ جو رو رو کر رَبِّ هَبْ لِي مِنَ الصَّالِحِينَ کی دعائیں مانگا کرتا تھا آج اپنے بیٹے کی گردن پہ چھری چلانے کے لیے آمادہ نظر آ رہا ہے اور بیٹے سے اس طرح مشورہ طلب کر رہا ہے :

جان پدر! میں رب کی خوشنودی کی خاطر تمہیں ذبح کرنا چاہتا ہوں۔ لہٰذا تم اپنی رائے ظاہر کرو۔

تو بیٹے نے گردن جھکاتے ہوئے جواب دیا "ابا جان! آپ کو اپنے رب کی طرف سے جو حکم ہوا ہے بلا تامل آپ اس پر عمل کیجیے۔ انشاءاللہ آپ مجھے ثابت قدم پائیں گے۔"

وہ فیضان نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی
سکھائے کس نے اسمٰعیل کو آداب فرزندی

پھر دیکھنے والوں نے دیکھا کہ ایک طرف باپ اپنے جذبات اپنی تمنا اور اپنے ارمانوں پر چھری چلا رہا ہے تو دوسری طرف بیٹا اپنی جان عزیز بارگاہ رب العزت میں نذر کر رہا ہے۔ مگر خداوند قدوس کو تو ابراہیمؑ کے صبر و ضبط کا امتحان مقصود تھا اس لیے رب العلمین کے حکم سے حضرت جبرئیل امین جنت سے ایک دنبہ لے جا کر اسمٰعیلؑ کی جگہ چھری کے نیچے رکھ دیتے ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے یعنی ابراہیمؑ تم نے اپنا خواب سچ کر دکھایا۔ بے شک ہم بھی محسنوں کو ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں۔

آزمائش ہے نشان بندگان محترم
جانچ ہوتی ہے اسی کی جس پہ ہو لطف و کرم

اللہ اکبر کیسا تھا ایثار و قربانی کا وہ لافانی شاہکار کہ صدہا صدیاں بیت گئیں، زمانے میں ہزاروں انقلابات آئے اور چلے گئے لیکن زمانے کا کوئی انقلاب بھی اس قربانی کی اس محکم حقیقت کو مٹا نہ سکا۔ ہر سال لاکھوں بندگان خدا اس رسم سعید کی یاد کو تازہ کرتے ہیں جس میں حضرت ابراہیم و اسمٰعیل علیہم السلام

عید قرباں کا پیغام

نصر قریشی

عید قرباں کا یہ پیغام سناؤ لوگو ◆ ذہن اور دل کے اندھیروں کو مٹاؤ لوگو
عظمت کعبہ جبینوں پہ سجاؤ لوگو ◆ دل بھی کعبہ ہے، کوئی دل نہ دکھاؤ لوگو
کوئی شئے مرضی مولا سے کبھی بڑھ کے نہیں ◆ جو خدا چاہے، عمل میں وہی لاؤ لوگو
ایک وہ خواب کہ قربان ہوں نیندیں جس پہ ◆ اپنی آنکھوں میں وہی خواب بساؤ لوگو
ایسی اولاد کہ جو لاج پدر کی رکھ لے ◆ آج پھر عہد ذبیح اللہ نبھاؤ لوگو
نار نمرود بھی بن جاتی ہے گلزار خلیل ◆ حق کی آواز میں آواز ملاؤ لوگو
زندگی نام ہے ایثار کا، قربانی کا ◆ سچی قربانی کا احساس جگاؤ لوگو
سچی قربانی ہو مقبول، تو کہلائے حسینؑ ◆ جان بھی راہ صداقت پہ لٹاؤ لوگو
خون قربان گہہ شوق میں بہہ جانے دو ◆ قطرہ قطرہ لہو نورانی بناؤ لوگو
حق کی راہوں میں زر و مال کی قربانی کیا ◆ وقت آجائے تو سر اپنا کٹاؤ لوگو
ہم سے قربانی طلب کرتا ہے یہ رب کریم ◆ نیک اعمال سے باطل کو مٹاؤ لوگو
کوئی بھی نذر ہو، اخلاص سے تابندہ ہے ◆ خود کو اخلاص کا آئینہ بناؤ لوگو
ہر طرف جنگ کے شعلوں میں گھری ہے دنیا ◆ نفرتوں کے یہ الاؤ تو بجھاؤ لوگو
آج شیطان بنا جاتا ہے انسان کا خدا ◆ ایسے شیطانوں سے انسان کو بچاؤ لوگو
پیار مذہب کی صدا، نام نبیؐ، نام خدا ◆ پیار کا نام زمانے میں بڑھاؤ لوگو
ہم اجالوں کے پیمبر کی علامت ہیں یہاں ◆ چاند سورج کی طرح خود کو جلاؤ لوگو
حج کے میدان میں جو خطبہ نبیؐ کا گونجا ◆ سارے عالم کو وہی خطبہ سناؤ لوگو
لب پہ لبیک ہو اور شوق طواف کعبہ ◆ روح کے گھر کو درودوں سے بساؤ لوگو
ہر گھڑی دل میں رہے خلق خدا کی الفت ◆ جام اخلاص کا پیاسوں کو پلاؤ لوگو
عظمت لوح و قلم نصر بڑھا سکے لکھ کر ◆ تم بھی افکار کی توقیر بڑھاؤ لوگو

(الہ آباد سے)

کے جذبات کی سچائی قلب کا خلوص، احساسات، اہمیت اور فکر و نظر کا انتہائی ایثار شامل ہے۔

اصلاح شریعت میں قربانی ایک مالی عبادت کو کہتے ہیں۔ یعنی خاص جانوروں کو مخصوص دنوں میں اللہ کے لیے تقرب کی نیت سے ذبح کرنا۔

قربانی صرف امت محمدیہ ہی پر واجب نہیں بلکہ دیگر امتیں جو اس روئے زمین پر ابھریں اللہ تبارک و تعالیٰ نے انھیں بھی قربانی کا حکم دیا۔

سورۂ حج میں ارشاد خداوندی ہے۔ "اور ہر امت کیلئے ہم نے قربانی مقرر فرمائی کہ اللہ کا نام لیں اس کے دیئے ہوئے چوپایوں پر۔"

اب آپ آئیے ذرا قربانی کی دو بلیغ حکمتیں سماعت فرمائیے رب الارباب نے امت مسلمہ پر قربانی کا حکم فرمایا یہ انسانیت کی فلاح و کامیابی اور دردمندوں کی حاجت برآری کا عظیم مقصد رکھتا ہے۔

قربانی کا گوشت غربا مساکین اور حاجت مندوں کو تقسیم کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اس طرح مسلمان جانوں کا نذرانہ بارگاہ رب العزت میں پیش کر کے تقرب حاصل کرتا ہے۔

(الہ آباد سے نشر)

سید شاہ مولانا عزیز احمد حلیمی ابوالعلائی
سجادہ نشین خانقاہ حلیمیہ ابوالعلائیہ
۱۲۷، چک نیا حجرہ الہ آباد (یوپی)

اقبالؔ جہد و عمل اور سعیِ پیہم کا پیامی

حفیظ بنارسی

علامہ اقبال کی شخصیت ہمہ گیر و ہشت پہلو ہے۔ دنیا کے شعر و ادب میں وہ ایک دیو قامت حیثیت کے مالک ہیں اور جب ہم اس سلسلے میں ان کے ہم عصر یا ان سے پہلے یا بعد کے اردو شعراء کی طرف بہ نظر غائر دیکھتے ہیں تو ان میں سے بیشتر ہم کو بونے سے نظر آتے ہیں۔ اس حقیقت سے تو انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ہر گل را رنگ و بوئے دیگر است مگر اسی کے ساتھ اس سچائی کو بھی تسلیم کرنا پڑے گا کہ گلستان اردو کا وہ پھول جو سب سے زیادہ خوش رنگ اور خوشبو ہے اور جس کی [illegible] آج تک باقی ہے اور آئندہ بھی باقی رہے گی [illegible] اقبال ہے۔ ایسا اس لیے ہے کہ اقبال جہد و عمل کا شاعر ہے۔ نقیب زندگی ہے اور زندگی [illegible] آزادگی اور [illegible] عبارت ہے حرکت و عمل اور جد و جہد پیہم سے۔ اس مختصر سے مقالہ میں علامہ موصوف کی شاعری کا جائزہ اسی نقطۂ نظر سے لیا جائے گا۔

علامہ نے جب میدان شاعری میں قدم رکھا تو اس وقت نواب داغؔ دہلوی کا طوطی بول رہا تھا، انھیں کا سکہ رواں تھا، اور رسمی عشقیہ و غزلیہ شاعری اپنے بام عروج پر تھی۔ داغؔ کا اعلان تھا

اردو ہے جس کا نام ہمیں جانتے ہیں داغؔ
سارے جہاں میں دھوم ہماری زباں کی ہے

زیادہ تر شعراء داغؔ کے تتبع میں شعر کہتے تھے اور لطف زبان اور حسن بیان ہی کو معراج سخن سمجھتے تھے۔ اکبر الہ آبادی، مولانا حالیؔ اور علامہ شبلی نعمانی کی آواز پر لبیک کہنے والے بہت ہی کم تھے۔ اقبالؔ نے داغؔ کی شاگردی قبول کی۔ ان کی ابتدائی غزلوں میں استاد کا رنگ بھی کہیں کہیں بالکل واضح نظر آتا ہے مگر بہت ہی جلد انھوں نے ایک بالکل الگ روش شاعری اختیار کر لی اور اردو غزل کو بھی ایک نیا رنگ و آہنگ عطا فرمایا۔

ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں
ابھی عشق کے امتحاں اور بھی ہیں

اردو غزل کہہ رہی ہے کہ ایک نیا شاعر پیدا ہو چکا ہے جو اپنے موضوع سخن اور انداز بیان ہر دو لحاظ سے اوروں سے مختلف ممتاز و منفرد ہوگا۔

آفتاب تازہ پیدا بطن گیتی سے ہوا
آسماں ڈوبے ہوئے تاروں کا ماتم کب تلک

مندرجہ بالا شعر کا تیور بھی صاف کہہ رہا ہے کہ اقبال کا خورشید سخن ایک نئی روشنی بکھیرنے اور ہماری رگوں میں ایک تازہ حرارت دوڑانے کے لیے ابھرا ہے جس کے سامنے تمام ستاروں کی روشنی ماند پڑ جائے گی۔ ان ستاروں کے غروب ہونے کا ماتم بھی عبث ہوگا اس لیے کہ دنیا کو نہ صرف روشنی بلکہ بہتر اور تازہ تر روشنی درکار ہے۔

اقبال کا مطالعہ اور مشاہدہ بہت ہی وسیع اور متنوع تھا، ان کو مشرقی اور مغربی دونوں مکتبۂ فکر اور علوم و فنون کی برکتیں حاصل تھیں۔ زبانوں دان تو وہ تھے ہی۔ معاشیات اور اقتصادیات کے بھی ماہر تھے اور جیسا کہ اب انکشاف ہو چکا ہے۔ علم الاقتصادیات میں اردو میں انھیں کی کتاب کو پہلی تصنیف کی حیثیت حاصل ہے انھیں دنیا کی کئی عظیم زبانوں کا علم تھا، رفتار زمانہ پر انکی گہری نظر تھی۔ وہ ایک حکیم، ایک فلسفی اور دانشور شاعر کی حیثیت سے ابھرے اور دیکھتے ہی دیکھتے ہماری شاعری کے افق پر یوں چھا گئے کہ ان کے اوپر I came, I saw and I conquered والی بات پوری طرح صادق آتی ہے۔ عظیم انگریزی شاعر ملٹن کی طرح ان کو بھی شروع ہی سے اس بات کا احساس تھا کہ قدرت نے ان کو جو علمی اور ادبی صلاحیتیں بخشی ہیں اور جس متاع سخن سے نوازا ہے انھیں اس کا بہترین مصرف لینا ہے۔ Poets are [illegible] کے مقولے پر ان کا یقین تھا اور وہ شاعر جزویست از پیغمبری کے قائل تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی شاعری میں جگہ جگہ ان کا پیغام ملتا ہے اور یہ پیغام ہے ایک بہتر حیات کے لیے جد و جہد پیہم اور مستقل اور مسلسل حرکت و عمل کا۔

سعی پیہم ہے ترازوئے کم و کیف حیات
تیری میزاں ہے شمار سحر و شام ابھی

ان کے نزدیک زندگی نہ تو دیوانے کا خواب ہے اور نہ کوئی معمہ جو نہ سمجھا جا سکے۔ ان کی نگاہ عارفانہ ہے۔ بصارت کے ساتھ انھیں بصیرت بھی نصیب ہے، اسی لیے وہ خود زندگی کی حقیقتوں کو اور اس کے رازہائے سربستہ کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی سمجھانے کی سعی بلیغ فرماتے ہیں وہ اپنے اس مقصد اور مشن میں خاصے کامیاب نظر آتے ہیں وہ ہمیں بار بار خواب گراں سے جھنجھوڑتے ہیں اور ہمارے جمود اور تعطل کو توڑتے ہیں۔ وہ زندگی کی بڑی اچھی اور حقیقی ترجمانی فرماتے ہیں۔

تو اسے پیمانۂ امروز و فردا سے نہ ناپ
جاوداں، ہر دم رواں، پیہم رواں ہے زندگی

وہ آزادی اور حریت کے نقیب ہیں، اسی لیے کہتے ہیں

بندگی میں گھٹ کے رہ جاتی ہے اک جوئے کم آب
اور آزادی میں بحر بے کراں ہے زندگی

اللہ رب العزت نے آدم خاکی کو عجیب مرتبہ عالی عطا کیا ہے اور تمام مخلوقات پر فوقیت بخشی ہے وہ تخلیق کا شاہکار ہے، [illegible] ہے، اس کے لیے کائنات کی ہر چیز مسخر کر دی گئی ہے۔ انسانی زندگی اپنی قوت تسخیر سے آشکارا اور نمایاں ہے، چنانچہ اقبال فرماتے ہیں۔

آشکارا ہے یہ اپنی قوت تسخیر سے
گرچہ اک مٹی کے پیکر میں نہاں ہے زندگی

ان کا پیغام بیداری بڑا حسین، بڑا لطیف اور حیات پرور ہے۔

اُٹھ کہ خورشید کا سامان سفر تازہ کریں
نفس سوختۂ شام و سحر تازہ کریں

پوری اردو شاعری میں یہ انداز بیان اور زندگی کے لیے یہ گلبانگ، یہ بشارت حیات شاید ہی کہیں اور ملے۔ اقبال رندی اور سرمستی کے شاعر نہیں، وہ کارگاہ حیات میں شمشیر و سناں اول، طاؤس و رباب آخر، کے قائل ہیں۔ ان کے یہاں نہ فانیؔ کی مغموم اور ماتمی فضا ملے گی اور نہ میرؔ کی یاسیت اور قنوطیت۔ وہ حزن و ملال اور آہ و بکا کے شاعر ہرگز نہیں چنانچہ فرماتے ہیں:

شاعر کی نوا ہو کہ مغنی کا نفس ہو
دل جس سے افسردہ ہو

شیلے نے اپنی مشہور نظم Ode to the west wind کے خاتمہ پر کہا تھا: If winter comes, Can spring be far behind?

(اگر خزاں کا موسم آتا ہے تو کیا بہار کے آنے میں دیر لگے گی؟) یہی رجائیت اقبال کے یہاں بھی ملتی ہے اقبال بھی اپنی کشت ویراں سے ناامید نہیں:

نہیں اقبال ناامید اپنی کشت ویراں سے
ذرا نم ہو تو یہ مٹی بہت زرخیز ہے ساقی

غالبؔ عندلیب گلشن ناآفریدہ تھا۔ اس کا انداز بیان بھی اوروں سے مختلف تھا۔ اقبال بھی یقیناً اس سے متاثر ہوئے، مگر غالبؔ کی یک گونہ بے خودی اور رقاقہ مس والی شاعری سے نہیں بلکہ اس کی رجائیت اس کی خودداری اور بلندی فکر سے۔ غالبؔ نے جہاں عالم یاس میں یہ کہا

کوئی صورت نظر نہیں آتی
کوئی امید بر نہیں آتی

وہیں رجائی انداز میں یہ بھی فرمایا

برق سے کرتے ہیں روشن شمع ماتم خانہ ہم

اور پھر یہ بھی کہا

بس ہجوم ناامیدی خاک میں مل جائے گا
یہ جو اک لذت ہماری سعی لاحاصل میں ہے

اور خودداری کو قائم رکھتے ہوئے یوں بھی گویا ہوئے ہیں

ع اٹھتے جو آتے دیکعبہ اگر وا نہ ہوا

غالب کی شاعری کا یہ پہلو اقبال کو خوش نہ آسکا اور اقبال نے اس سے نئے نتیجے برآمد ہوں گے۔ مگر اقبال غالب کی طرح جنت اور دوزخ کو خیالی اور ذہنی شے نہیں تصور کرتے وہ خدا اور فرشتے بھی قائل ہیں اور جزا و سزا کے بھی۔ ان کا ایمان و عقیدہ بڑا صالح ہے وہ دنیا کو دار العمل اور مزرع آخرت سمجھتے ہیں اور اسی لیے عمل انسانی کو بڑی اہمیت دیتے ہیں اور فرماتے ہیں

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

قناعت کی تعلیم ہر مذہب نے دی۔ اسلام اور پیغمبر اسلام نے تو اس پر بہت زیادہ زور دیا ہے۔ مگر اقبال قناعت کے صحیح مفہوم کو سمجھتے ہیں اور اس کی غلط تعبیر نہیں کرتے۔ ان کے نزدیک قناعت ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھے کا نام نہیں ہے۔ وہ چاہتے ہیں کہ انسان کو زندگی کی تمام نعمتیں میسر ہوں اور انسان ان کے حصول کے لیے برابر سعی و کاوش کرتا رہے

تو ہی ناداں چند کلیوں پر قناعت کر گیا
ورنہ گلشن میں علاج تنگیٔ داماں بھی تھا

اگر غور کیا جائے تو اقبال کا شعر نہایت ہی بلیغ اور بے پناہ معنویت کا حامل ہے۔ اقبال کا فلسفۂ جہد و عمل اس زمین کی تصویر کشی سے ساتھ جلوہ افروز ہے۔ انسانی زندگی کامیابی اور سرخروئی میں اس کی ذاتی کوشش اور مخلصانہ سعی و عمل کو بھی بڑا دخل ہے۔ تقدیر کی زنجیروں میں بہت سے دست بریدہ بھی حصہ ہوا کرتا ہے اقبال کا اس پر یقین ہے وہ قرآن پاک کی اس آیت کریمہ کو مشعل راہ مانتے ہیں۔ لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی (انسان کو وہی ملتا ہے جس کی وہ سعی کرتا ہے) وہ چاہتے ہیں کہ انسان بہتر سے بہتر زندگی گزارے۔ اس کی آرزو بھی کرے اور اس کے لیے سعی بھی تگ و دو بھی۔ ان کا پیغام ہے۔

قناعت نہ کر عالم رنگ و بو پر
چمن اور بھی آشیاں اور بھی ہیں

یہ حرص و ہوس کی بات نہیں بلکہ خوب سے خوب تر کی تلاش اور جستجو کا پیغام ہے۔

اقبال چاہتے ہیں کہ انسان کی مرضی کو بھی وزن و وقار حاصل ہو یہ تبھی ممکن ہے جب اس کی خودی بلند ہو۔ اس کا معیار حیات مرتفع ہو۔ خالق تقدیر کو بھی اسی وقت اس پر پیار آئے گا۔ اقبال نے فرمایا

خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے
خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے

یہ اس لائق و فائق بندے کی خودی ہے جس کا علیم و خبیر اور رحیم و کریم آقا اس کی زبان خاموشی کو سمجھتا ہے اور پھر پیار سے اس سے پوچھتا ہے کہ بتا تو کیا چاہتا ہے، تیری اپنی کیا مرضی ہے۔ اقبال کے اسی فلسفہ سے متاثر ہو کر اردو کے ایک اور معتبر شاعر روش صدیقی مرحوم نے کہا تھا۔ ع "جو تیرے دل میں نہیں وہ تیری قسمت میں نہیں" اس مصرعہ پر اقبال کی چھاپ بالکل نمایاں ہے۔

اقبال کا مطالعۂ اسلامیات بڑا گہرا تھا۔ پیغمبر اسلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ آپ کی تعلیمات اور آپ کا اسوۂ حسنہ ان کے سامنے ایک کھلی ہوئی کتاب کی طرح تھا۔ ہمارے آقا نے مدنی نبی رحمت جیسی مرتبت زاہد شب زندہ دار بھی تھے اور وقت پڑنے پر مرد میدان کارزار بھی۔ آپ کی پوری زندگی حسن عمل اور خوبی کردار کی آئینہ دار ہے۔ آپ نے اپنی لخت جگر شہزادی اسلام خاتون جنت حضرت فاطمہ زہرہ کو بھی نیک عمل کی تلقین فرماتے ہوئے کہا اعملو اعملو (عمل کرو، عمل کرو) اے فاطمہ اس دھوکہ میں مت رہنا کہ نبی زادی ہو اور صرف اس نسبت سے تمہاری نجات اور بخشش طے شدہ امر ہے۔ اقبال بھی یہی چاہتے ہیں کہ کوئی اس خود فریبی اور خوش فہمی میں مبتلا نہ رہے کہ محض زبان سے رسمی طور پر کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد الرسول اللہ پڑھ لینے سے دین و دنیا کی سرخروئی مل جائے گی۔ وہ اگر نام نہاد علما اور پیران خانقاہ کے خلاف کچھ لکھتے ہیں تو صرف اس لیے کہ ان حضرات نے مدرسوں اور خانقاہوں کو کھانے کمانے کا ذریعہ بنا رکھا ہے اور وہاں اب عمل کی ترغیب و تشویق نہیں دلائی جاتی جو دین و دنیا دونوں کی فلاح کے لیے از حد ضروری ہے۔ ملاحظہ فرمائیے اس سلسلے میں ان کے یہ اشعار

مدرسوں میں کہیں عنائی افکار بھی ہے
خانقاہوں میں کہیں لذت اسرار بھی ہے

رہا نہ حلقۂ صوفی میں سوز مشتاقی
فسانہ ہائے کرامات رہ گئے باقی
کرے گی داور محشر کو شرمسار اک روز
کتاب صوفی و ملا کی سادہ اوراقی

ان اشعار سے کوئی یہ غلط مطلب ہرگز نہ نکالے کہ اقبال کے دل میں خدا نخواستہ بزرگان دین کی عزت نہیں تھی اس کے ثبوت کے لیے کہ مرحوم بزرگان دین سے بڑی عقیدت رکھتے تھے، ان کی وہ نظم ہی کافی ہے جو انھوں نے محبوب الٰہی حضرت نظام الدین اولیا کی شان میں کہی ہے۔

اقبال کی طبیعت مشکل پسند واقع ہوئی تھی۔ وہ خطرات سے خائف نہیں تھے بلکہ ان سے کھیلنا چاہتے تھے۔ اسی لیے فرماتے ہیں۔

خطر پسند طبیعت کو ساز گار نہیں
وہ گلستاں کہ جہاں گھات میں نہ ہو صیاد

اس سلسلے میں ایک جگہ اور بھی وہ زندگی کی بڑی ہی حسین اور سبق آموز تصویر پیش کرتے ہیں۔

حیات شعلہ مزاج و غیور و شور انگیز
سرشت اس کی ہے مشکل کشی جفا طلبی

وہ سہل پسندی اور آرام طلبی کو ارتقا کے لیے زہر قاتل سمجھتے ہیں وہ منزل رسی کے بعد بھی غفلت کی زندگی کو پسند نہیں کرتے۔ ان کا مندرجہ ذیل شعر عجیب کیفیات کا حامل ہے۔

فریب خوردۂ منزل ہے کارواں ورنہ
زیادہ راحت منزل سے ہے نشاط رحیل

اقبال محنت و مشقت کے ذریعہ زندگی کے تمام شعبوں کو حسین سے حسین تر دیکھنا چاہتے ہیں۔ وہ شیشہ گری اور آئینہ سازی کی جگہ خارہ تراشی اور کوہکنی کے پیامی ہیں۔ ملاحظہ ہو ان کا یہ شعر

اقبال یہ ہے خارہ تراشی کا زمانہ
از ہر چہ بہ آئینہ نمایند بہ پرہیز

یوں تو اقبال نے دنیا کے بہت سے مفکرین کے اعلا خیالات اور حیات آفریں تصورات سے استفادہ کیا ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ ان کی فکر کا سرچشمہ قرآن و حدیث ہے۔ قرآن بار بار ہمیں غور و فکر، تامل و تدبر کی دعوت اور عمل صالح کی ترغیب دیتا ہے، چنانچہ اقبال کا مرد مومن بھی حسن یقین اور حسن عمل کا پیکر ہے۔

اقبال شاعر انسانیت ہیں، اور بنی نوع انسان کو صحیح معنوں میں مخلوق کا شاہکار مانتے ہیں اور اس کو ان اوصاف حمیدہ سے متصف دیکھنا چاہتے ہیں جو خالق کونین کا منشا ہے۔ وہ ظلم اور ناانصافی کے خلاف آواز اٹھاتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ انسان خود انسان کے ہاتھوں کچلا اور روندا نہ جائے۔ وہ غریبی اور امیری کے درمیان حائل خلیج کو پاٹنا چاہتے ہیں۔ کمزوروں اور پسماندہ لوگوں کے استحصال سے ان کو تکلیف پہنچتی ہے اور اسی لیے صدائے احتجاج بلند کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

اٹھو مری دنیا کے غریبوں کو جگا دو
کاخ امرا کے در و دیوار ہلا دو!
جس کھیت سے دہقاں کو میسر نہ ہو روزی
اس کھیت کے ہر خوشۂ گندم کو جلا دو!
سلطانی جمہور کا آتا ہے زمانہ
جو نقش کہن تم کو نظر آئے مٹا دو!

وہ دنیا میں یزیدیت کے مقابلہ میں حسینیت کو سرخرو دیکھنا چاہتے ہیں۔ انھیں مقام شبیری کی عظمت اور حقیقت معلوم ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ عارضی اور وقتی طور پر ظلم و استبداد اور باطل کی قوتیں پہلے ہی کامیاب ہو جائیں مگر دائمی فتح اور حقیقی بلند مندی حسینیت ہی کے لیے مقدر ہے۔ وہ نہیں چاہتے کہ عارضی نام و نمود اور انعام و اکرام کے لیے کوئی حق شعاری اور حق پسندی کو ترک کر دے۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔

حقیقت ابدی ہے مقام شبیری
بدلتے رہتے ہیں انداز کوفی و شامی

انھیں اس بات کا غم اور قلق ہے تو بجا ہے کہ

قافلۂ حجاز میں ایک حسین بھی نہیں
گرچہ ہے تاب دار ابھی گیسوئے دجلہ و فرات

تو باطل سے لڑنے اور اس کے آگے سرنگوں نہ ہونے کا یہ پیغام کوئی معمولی پیغام نہیں ہے۔ آئین جواں مرداں حق گوئی و بیباکی ہے اور اگر اس کی خاطر جان کی بازی بھی لگانی پڑے تو جواں مردوں کو پرواہ نہ ہونی چاہیئے۔ یہ وہ پیغام ہے جو رہتی دنیا تک زندہ و تابندہ رہے گا اور پوری دنیا کے انسانوں کو حوصلۂ حیات بخشتا رہے گا۔ فلسفۂ حرکت و عمل کو اقبال نے مختلف حسین انداز میں پیش کیا ہے۔ مسلسل تگ و دو اور مستقل جد و جہد کے سلسلے میں اقبال کا شاہین بھی ہمارے سامنے ایک زندہ علامت بن کر اپنے پر و بال کی جنبش اور زور بازو کے جلوے پیش کرتا ہے اور درس حیات دیتا ہے۔ اقبال کا شاہین نہ تو کیٹس کا بلبل ہے اور نہ شیلی کا اسکائی لارک، وہ صرف

جوشِ نوائی اور نغمہ پیرائی کو زیادہ اہمیت نہیں دیتے وہ تو بلند پروازی اور حصولِ رزق کے لیے تگ و دو کے پیامی ہیں، ایک محدود مقام اور فضا میں نہیں بلکہ پوری دنیا میں۔ چنانچہ فرماتے ہیں ۔

تو شاہیں ہے، پرواز ہے کام تیرا
ترے سامنے آسماں اور بھی ہیں

وہ پلٹنے، جھپٹنے اور پھر پلٹنے کے عمل سے لہو گرم رکھنے کا پیغام دیتے ہیں اس لیے کہ زمانہ [illegible]

[illegible] کا ہے۔ کمزوروں اور کاہلوں کے لیے یہاں کوئی مقام موزوں نہیں۔ وہ پست ہمتی اور کاہلی کو بالکل برداشت نہیں کرتے، وہ تو چاہتے ہیں کہ نوجوانوں میں بھی شاہین کا جگر پیدا ہو کہ وہ اونچے سے اونچے بھی [illegible] اور بلند مقام حاصل کریں۔ ان کی دلی آرزو ہے اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب انسان اپنے حقوق کے لیے اٹھے، سعی و کوشش سے کام لے۔ اور مشکل سے مشکل حالات میں بھی ہمت نہ ہارے۔ زندگی ان کے نزدیک ایک جہادِ عظیم ہے۔ لفظ جہاد کو انھوں نے بڑی وسعت، ہمہ گیری اور عزت بخشی ہے۔ ان کا جہاد محدود معنی نہیں رکھتا۔ [illegible] جہاد للبقا کے مظاہر ہیں اور ان کا یہ مقام محض مسلمانوں کے لیے نہیں۔ وہ شاعرِ انسان ہیں اور ان کی شاعری آفاقی قدروں کی حامل ہے۔ وہ نوجوانانِ دنیا کو پیغام دیتے ہیں کہ

یقیں محکم، عمل پیہم، محبت فاتحِ عالم
جہادِ زندگانی میں ہیں یہ مردوں کی شمشیریں

یہاں یہ نکتہ بھی بڑا قابلِ غور ہے کہ اگر اقبال چاہتے تو اس جگہ "مردوں کی شمشیریں" نہ کہہ کر "مومن کی شمشیریں" بڑی آسانی سے کہہ سکتے تھے مگر ایسی صورت میں ان کا یہ وزن و وقار میں ہلکا ہو جاتا اور اس کی آفاقیت ختم ہو جاتی۔ اقبال نے امتِ مسلمہ کی تعمیر و ترقی کی فکر ضرور کی ہے مگر وہ صرف مسلمانوں کے شاعر ہرگز نہیں جیسا کہ ان کے متعلق یہ غلط فہمی پھیلائی جا رہی ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ وہ تمام انسانوں کے شاعر ہیں اور بلا امتیاز مذہب و ملت اور بلا تفریق رنگ و نسل سب کے لیے سرمایۂ افتخار۔ ان کی شاعری حرکت و عمل کی شاعری ہے اسی لیے زندۂ جاوید ہے۔ ہمارا فرض ہو جاتا ہے کہ ہم اقبال کے پیغام اور نظریے کو سمجھیں اور اس پر عمل بھی کریں۔ اس دور میں جب کہ نہ صرف ہماری اردو زبان کے بلکہ دنیا کی دوسری زبانوں کے بھی بہت سے شعرا اور ادبا قنوطیت کے شکار ہیں اور زندگی کی محرومی اور نارسائی کا رونا روتے ہیں۔ ہمیں چاہیے کہ ہم زندگی اور اس کی برکتوں کے حصول کے لیے اقبال کے آفاقی پیغامِ جہد و عمل اور سعیِ پیہم کو عام کریں۔

(پٹنہ سے نشر)

اردو مثنوی کے زوال کے سبب

سید تسنیم احمد

آج [illegible] اردو زبان میں مثنوی جیسی قدیم صنفِ سخن کو وہ مقبولیت حاصل نہیں رہ گئی ہے جو اردو شاعری کے دوسرے اصناف کو۔ اردو مثنوی کے زوال اور انحطاط پر ایک علمی بحث کا آغاز کر کے ریڈیو نے سائقین ادب کی توجہ اردو مثنوی کی طرف منعطف کی ہے بلکہ اس مقصد کی وضاحت بھی کر دی ہے کہ [illegible] جہاں [illegible] قصیدوں، مرثیوں اور نظموں سے مالا مال ہے، [illegible] ایسا بیش بہا سرمایہ ہے جس کا [illegible] دور جانے کی سبب [illegible]۔ اگر اہلِ ادب اس صنفِ سخن کی طرف بھی توجہ دیں تو اردو زبان اور شاعری کی ترقی کی [illegible] بھی نکل [illegible] ریسرچ و تحقیق کا کام بھی جاری رکھا جا سکتا ہے۔ اور اردو ادب میں ایک نئے باب کا اضافہ بھی کیا جا سکتا ہے۔

موجودہ دور میں اردو مثنویاں کم [illegible] لکھی جا رہی ہیں [illegible] انحطاط کبھی جا [illegible] اس زوال کے [illegible] اسباب ہو سکتے ہیں۔ اس اہم سوال کے جواب کے لیے ضروری ہے کہ مثنوی کی [illegible] جامع تعریف [illegible] کے مخصوص موضوعات اور اجزائے ترکیبی پر بھی [illegible] دور میں [illegible] ترقی کا ایک امکانی جائزہ بھی [illegible] فیصلہ کیا جا سکتا ہے کہ کیا واقعی بدلتے ہوئے موجودہ حالات اور نئے دور میں اردو مثنوی پنپنے اور پروان چڑھنے کی صورت رکھتی ہے یا اب بھی ہر طرح کے ناسازگار حالات میں اس میں زندہ رہنے کی صلاحیت پائی جاتی ہے۔

مثنوی جو عرصہ دراز تک اردو زبان کی ایک مقبول اور اہم صنفِ سخن سمجھی جاتی رہی ہے اس کی [illegible] تعریف یوں کی جاتی ہے کہ ایک ایسی نظم [illegible] ہے جو شروع سے آخر تک مسلسل بیان رکھتی ہے اور جس میں ہر شعر کے دونوں مصرعے ہم قافیہ ہوتے ہیں جس کا ہر شعر منفصل ہوتا ہے اس کے ساتھ اور اس [illegible] اور ساتھ ہی اس کے اجزائے ترکیبی یا موضوعات [illegible]

مثلاً (۱) حمد و مناجات (۲) نعت و منقبت (۳) مدح حاکم (۴) سبب تالیف (۵) تعریف شعر و سخن (۶) اصل قصہ یا منظوم داستان (۷) پند و نصیحت۔

وضاحت کے لیے کہا جا سکتا ہے کہ اس کے موضوع میں اتنی وسعت و ہمہ گیری ہے کہ اس میں پریوں، دیووں اور جنوں کے واقعات سے لے کر بادشاہوں، شہزادوں اور عام انسانوں کے حسن و عشق کی وارداتیں بھی پائی جاتی ہیں اور اس میں میدانِ کارزار کے ہنگاموں، عیش و نشاط کی محفلوں، رنج و غم کی وارداتوں، تصوف کے مسئلوں اور اخلاقی قصوں کا ذکر بھی پایا جاتا ہے اور اس طرح کسی دور کے سماجی اور سیاسی حالات، رسم و رواج، رہن سہن اور معاشرت سے واقفیت کے لیے اس دور کی مثنویوں کا مطالعہ ضروری ہے۔

چونکہ مثنوی میں نظموں کا تسلسل بیان، غزلوں کی سادگی و سوز و گداز، قصیدوں کا جوش و خروش و شان و شکوہ، ہجو کی ظرافت و مزاح اور مرثیے کا سوز و غم سب کچھ ہوتا ہے اس لیے کہا جا سکتا ہے کہ مثنوی آسمانِ ادب کی وہ قوسِ قزح ہے جس سے بہت رنگ شعاعیں نکلی ہیں یا گلشن اردو کا وہ سدا بہار پودا ہے جس [illegible] قصیدہ [illegible] مسدس، نعت، حمد اور جدید اردو نظم کی مختلف کونپلیں اور شاخیں پھوٹی ہیں اور جو اردو مثنوی ہی کی پیداوار کہی جا سکتی ہیں۔

چونکہ اردو شاعری کی ابتدا دکن میں ہوئی ہے اس لیے اردو مثنویاں بھی سب سے پہلے دکن ہی میں لکھی گئیں۔ اردو شاعری جب دکن سے دہلی پہنچی تو وہاں غزل کے ساتھ شعرا نے دلی سے مثنوی میں بھی طبع آزمائی کی۔

انیسویں صدی کے نصف اول تک مثنوی میں طویل داستان اور مافوق الفطرت واقعات کا رواج رہا۔ اس کے بعد لکھنؤ میں [illegible] دیاشنکر نسیم نے گلزار نسیم لکھی جو عوام اور خواص سب میں ہاتھوں ہاتھ لی گئی [illegible] مثنوی شاعری اور صناعی کا [illegible] سا [illegible]

قصے کے لحاظ سے اس میں جادوگروں اور ساحروں کے کارنامے ضرور ہیں مگر صنائع و بدائع کے برمحل استعمال اور اس کے دور کے سماجی رسوم اور معاشرت کے بیان نے اس میں بڑی ندرت اور تازگی پیدا کر دی ہے۔

پنڈت دیا شنکر نسیم کے بعد شمالی ہند کے نمبر سے اہم مثنوی نگار مرزا شوق ہیں جن کی تین مثنویاں "بہار عشق"، "زہر عشق" اور "فریب عشق" ہیں۔ ان میں زہر عشق کا پلاٹ اصلیت پر مبنی ہے اور جو واقعات اس مثنوی میں بیان کیے گئے ہیں وہ ایک ٹھوس حقیقت رکھتے ہیں۔ "زہر عشق" اپنی جذبات نگاری اور اثر آفرینی کی وجہ سے بہت مشہور ہوئی اور اس کے بہت سے اشعار تو ضرب المثل بن چکے ہیں۔

اس طرح لکھنؤ کے مثنوی نگاروں میں قلق کی مثنوی "طلسم الفت" بھی اپنے اندر انفرادیت رکھتی ہے اور بہت مشہور ہے۔ اودھ کے آخری تاجدار نواب واجد علی شاہ اختر نے بھی بہت سی مثنویاں لکھیں جن میں "حزن اختر" بہت مشہور ہے۔ اس مثنوی میں انھوں نے اپنی داستانِ غم بیان کی ہے جو اُن کے حسب حال ہونے کی وجہ سے بڑی تاثیر رکھتی ہے۔ انیسویں صدی کے آخر میں مثنویاں لکھنے کا رواج کم ہوتا گیا اور اس طرح کی آخری کوشش احمد علی شوق کی مثنوی "ترانۂ شوق" ہے۔

بیسویں صدی کے آغاز میں جب جدید نظموں کا رواج ہوا تو آزاد اور حالی نے مثنویوں سے قومی اور وطنی شاعری کا کام لیا۔ انھوں نے مثنویوں کے پرانے موضوعات کو ختم کر کے حقیقت اور صداقت کو مثنویوں میں داخل کر کے نئے عنوانات اور طرز کی نظموں کی بنیاد ڈالی اور قومی اور ملی نظموں کو فروغ دینے کی کوشش کی۔ آزاد اور حالی سے بھی قبل محسن کاکوروی نے نظمیہ مثنویاں لکھیں جو معیاری ہونے کی وجہ سے بہت مقبول اور مشہور ہوئیں۔

موجودہ زمانہ میں مثنویوں کے باب میں سب سے بڑا کارنامہ اقبال کا "ساقی نامہ" ہے۔ اگرچہ اس کے نعت اور حمد کے عنوانات تو قدیم مثنوی کے ہیں مگر اس میں حالات حاضرہ پر جو تبصرہ پایا جاتا ہے اور قومی اور ملی انحطاط کو دور کرنے کے لیے جو دعا اور دوا دونوں سے کام لیا گیا ہے اس نے اس مثنوی کو ہر لحاظ سے فن پارہ بنا دیا ہے۔ اقبال نے ہمیں یہ راہ دکھائی ہے کہ آج کے اس دور میں مثنویوں سے قوم کی اصلاح کا کام بھی لیا جا سکتا ہے۔ سردار جعفری نے اقبال کی مثنویوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے اپنی مشہور نامہ مثنوی "نئی دنیا کو سلام" کو سیاسی حالات کے اظہار کے لیے استعمال کیا ہے اور مثنوی کے فن کو بڑی کامیابی سے اجاگر کیا ہے۔ اسی طرح دورِ حاضرہ میں حفیظ جالندھری کے "شاہنامہ اسلام" کو ایک معرکۃ الآرا مثنوی کہا جا سکتا ہے جو فردوسی کے "شاہنامہ" کے طرز پر لکھی گئی ہے۔ حفیظ جالندھری کی یہ مثنوی ہر لحاظ سے ایک مکمل اور کامیاب جدید مثنوی ہے۔ اگرچہ مثنویوں کی مقررہ چھوٹی بحروں سے مختلف ہے۔ اس میں ایک بڑی بحر کا استعمال کیا گیا مگر اس سے اس کی مقبولیت اور شہرت پر کوئی فرق یا اثر نہیں پڑا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اردو شاعری میں مثنوی ہی ایک ایسی صنفِ سخن ہے جس میں بڑا لوچ اور لچکیلا پن پایا جاتا ہے۔ اس کو ہم جس طرف جس کام اور جس مقصد کے لیے موڑنا چاہیں آسانی سے موڑ سکتے ہیں۔

اردو مثنوی پر ایک بڑا اعتراض یہ ہے کہ اس میں مافوق الفطرت واقعات اور افراد مثلاً جادو ٹونا، دیو، پری اور جن کو موضوعِ سخن بنایا گیا ہے اور جبکہ اس کے عروج و ارتقا میں ابھی سو برس بھی نہیں گزرے ہیں کہ لوگوں کے خیالات میں ایک زبردست انقلاب آ جانے سے اور وہمی اور خیالی چیزوں پر سے لوگوں کا اعتقاد کم ہونے اور حقیقت پسندی کے رجحان نے ان مثنویوں کی مقبولیت کے طلسم کو توڑ کر رکھ دیا ہے۔ ہمارے معترض اس حقیقت کو کیوں فراموش کر دیتے ہیں کہ وقت اور حالات بدلتے رہتے ہیں اور یہی قدرت کا اصول ہے۔ وہ چیز جو کبھی عیب سمجھی جاتی تھی آج ہنر سمجھی جاتی ہے۔ ناسازگار حالات میں بھی یا بدلتے ہوئے دور میں بھی وہی صنفِ سخن یا وہی فنی شاہکار اگر اپنا انفرادی حسن قائم رکھتی ہے تو وہ کبھی مٹ نہیں سکتی۔ باوجود اس کے کہ مثنوی سحر البیان مافوق الفطرت واقعات کے بیان سے بھری پڑی ہے مگر وہ اسی طرح آج بھی اتنی ہی مقبول ہے جتنی اپنے دورِ تصنیف میں۔ اپنے تسلسل بیان اور جذبات نگاری کے باعث آج بھی اس کی مقبولیت پر کوئی فرق یا اثر نہیں پڑا ہے۔ اسی طرح مثنوی گلزار نسیم اپنے صنائع و بدائع اور لکھنوی رسم و رواج اور معاشرت کی عکاسی کے باعث آج بھی اسی طرح مقبول ہے جس طرح اپنے دورِ تصنیف میں تھی۔ حالانکہ یہ مثنوی بھی مثنوی سحر البیان کی طرح اس قسم کے محیر العقول واقعات سے پُر ہے۔ مرزا شوق کی مثنوی زہر عشق آج سے سو برس قبل لکھی گئی تھی آج بھی لوگوں کے دلوں پر اپنی اثر آفرینی کی وجہ سے گھر کیے ہوئے ہے۔

اُردو مثنوی پر ایک اعتراض یہ بھی کیا جاتا ہے کہ آزادی کی تحریک اور بدلتے ہوئے حالات نے مثنوی کے موضوع کو یکسر بدل کر رکھ دیا ہے۔ موضوع کی تبدیلی کی وجہ سے یہ مثنویاں نہ صرف اپنی مقبولیت کھو رہی ہیں بلکہ ان کی شناخت مشکل ہو گئی ہے اور یہ مثنویاں اب نہیں نظر آتیں۔ جواباً عرض ہے کہ موضوع کی تبدیلی سے بھی اردو مثنوی پر کوئی خراب اثر نہیں پڑا ہے۔ اقبال کا ساقی نامہ اور سردار جعفری کی نظم "نئی دنیا کو سلام" نے یہ واضح کر دیا ہے کہ کوئی صنفِ سخن اگر عصری تقاضوں کے ساتھ ہے یا ان کو پورا کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے تو وہ مٹتی نہیں ہے اور وہ یقیناً خود کو اپنے اندر زندہ رکھنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ دورِ حاضر میں عنوانات کی تبدیلی سے مثنوی کی اصلیت پر کوئی اثر نہیں پڑ سکتا۔ ہاں کسی حد تک اس کا رواج کم تو ہو سکتا ہے ختم نہیں ہو سکتا۔ جیسا کہ اوپر کہا جا چکا ہے کہ عنوان یا موضوع کی تبدیلی سے مثنوی کا زوال یا انحطاط نہیں ہو سکتا۔

دورِ جدید کی جتنی نظمیں یا ان کے اقسام ہیں وہ مثنوی ہی کا اصلی رنگ و روپ ہیں۔ یوں سمجھیے کہ وہ نئی بوتلیں نئے لیبل کے ساتھ ہیں جن میں مثنوی ہی کی شراب کہنہ ڈھالی گئی ہے۔ اس لیے اگر سعی اور محنت شاقہ سے کام لیا جائے تو اس صنفِ سخن کو آج کے دور میں بھی مفید اصلاحات اور اعلیٰ مقاصد کے حصول کے لیے کام میں لایا جا سکتا ہے۔ اس کی افادیت بڑھائی جا سکتی ہے اور اس کی مقبولیت میں اضافہ کیا جا سکتا ہے۔

(آکاشوانی گورکھپور سے نشر)

کولار میں سونے کی کانیں

کولار گولڈ فیلڈز میں سونے کی کان کنی کے کام کا آغاز منظم طور پر ۱۸۸۰ میں شروع ہوا تھا۔ سو سال پرانی سونے کی ان کانوں کا کام اب بھارت سرکار کے ادارے "دی بھارت گولڈ مائنز لمیٹڈ" کے ہاتھ میں ہے، کولار کی کانوں سے اب تک تقریباً ۴۵۰ لاکھ ٹن خام دھات اور ۷۹۰ ٹن سونا نکالا جا چکا ہے۔ اب تک نکالے گئے سونے کی قیمت موجودہ ہندوستانی قدر کے لحاظ سے تقریباً پندرہ ہزار کروڑ روپے ہے۔ کسی زمانے میں ان کانوں کو دنیا بھر میں زرخیز ترین کانیں سمجھا جاتا تھا۔ خام دھات میں ملنے والے سونے کا تناسب بہت زیادہ تھا۔ ابتدائی ۲۰ سال میں ۴۴ گرام سونا فی ٹن ملتا رہا۔ اس کے بعد بھی اس صدی کی پانچویں دہائی تک سونا ملنے کا تناسب بہت اچھا رہا۔ اس کے بعد سے سونے کی پیداوار اچھے درجے کی خام دھات کمیاب ہونے کی وجہ سے بتدریج کم ہوتی جا رہی ہے۔

کولار گولڈ فیلڈز میں سونا تنگ، ڈھلوان اور نیچے کی طرف جاتے ہوئے شگافوں میں ملتا ہے جن کی گہرائی کئی ہزار میٹر تک ہو جاتی ہے۔ یہ شگاف بہت زیادہ دباؤ والی پتھریلی چٹانوں میں ہوتے ہیں۔ یہاں پر کان کنی کے آغاز سے ہی چٹانوں کے دباؤ کی وجہ سے زمین اور چٹانوں کے کھسکنے جیسے مسائل کا سامنا کرنا پڑتا رہا ہے۔ اس کے علاوہ بے پناہ گرمی اور حبس نے بھی کام کے دشوار حالات پیدا کیے ہیں یہ گرمی اور حبس زمین کی اندرونی گرمی اور گہرائی میں جانے کے سبب ہوتا ہے۔

کان کنی کے ابتدائی پچاس سال میں گہری تحقیق اور ترقیاتی کاموں نے کولار گولڈ فیلڈز کی کان کنی کمپنیوں کو سخت چٹانی علاقوں کی گہری کھدائی میں مہارت رکھنے والا صفِ اوّل کا ادارہ بنا دیا تھا۔

پی ڈی گپتا

سونے کی پیداوار میں اور منافع میں ہر سال کمی رسونے کی قیمتوں میں اضافے کی عدم موجودگی نے تحقیقاتی ،ئیاتی سرگرمیوں کو ٹھپ کر دیا اور سونے کی کان کنی پر ‌ِد طاری ہو گیا تھا۔ اسی دور میں کان کنی کی دوسری صنعتیں ‌نیکی طور پر بے پناہ ترقی کر رہی تھیں، آٹھویں دہائی ے آغاز تک سونے کی کان کنی کی صنعت کو معاشی اور تکنیکی ‌ماد بازاری کا سامنا نہ صرف کولار گولڈ فیلڈز بلکہ دنیا بھر ں کرنا پڑا۔

بہر حال طویل عرصے سے درکار بین الاقوامی مارکیٹ ں سونے کی قیمت کے اضافے نے آٹھویں دہائی کے سط سے نہ صرف کولار میں بلکہ اور جگہوں پر بھی سونے ں کان کنی کو منافع بخش سودا بنا دیا، ۱۹۵۰ء اور ۱۹۷۰ کے بیچ میں گذرے بیس سال کے جمود کی کمی کو پورا رنے کے لئے تحقیقی اور ترقیاتی کاموں کے نئے میدان ھونڈے گئے ہیں۔ تاکہ سونے کی کان کنی کی تکنیک اور ن کنی کے چیلنج کا سامنا کرنے کے لئے خود کفالت پیدا ں جا سکے۔

تحقیقی اور ترقیاتی سرگرمیوں سے تکنیکی سدھار کے ئے منتخب میدان درج ذیل ہیں۔

سونے کے نئے ذخائر کی تلاش:

کولار گولڈ فیلڈز میں اور اس کے ارد گرد اور ملک ے دوسرے خطوں میں سونے کے نئے ذخائر کی تلاش ‌ے کام میں نئی ہمہ پہلو تکنیکوں کی مدد سے تیزی لائی ‌ئی ہے۔ کولار گولڈ فیلڈز کے جنوب میں تیس کلومیٹر دور ‌را گنٹا کے مقام پر مستقبل قریب میں سونے کی نئی کان ‌ئے جانے کے امکانات کافی روشن ہیں۔ کانوں اور ‌ئے ڈھونڈے جانے والے سونے کے ذخائر میں سونے ‌مقدار کا تخمینہ لگانے کے لئے تحقیقاتی اور ترقیاتی ‌م کیا جا رہا ہے۔ اس سے کانوں میں ملنے والے سونے کا ‌ی حد تک صحیح اندازہ لگایا جا سکے گا اور اس طرح سونے کی کانوں میں سرمایہ کاری محض ایک جوا نہیں رہے گی۔ اس کام میں ارضیاتی تحقیق کے کمپیوٹر کی مدد لی جا رہی ہے۔ بھارت سرکار کی جانب سے بنائے گئے ‌ٰار سالہ تلاش کے پروگرام کے ایک حصے کے طور پر یہ کمپنی قومی سطح کی منصوبہ بندی میں مصروف ہے۔

چٹانوں کے میکنزم کی تحقیق:

زمین کی پرتوں کی حالت اور کانوں کے دہانوں کی مضبوطی کا اندازہ لگانے کے لئے کولار کانوں میں زلزلہ پیما آلات کا استعمال شروع ہو گیا ہے۔ اس کے نتیجے میں کان کنی کے بہتر طریقے اور کان کی چھتوں کو سہارا دینے کے بہتر طریقے سامنے آئے ہیں۔ کوشش کی جا رہی ہے ایسے حساس آلات بنا لئے جائیں جن سے زلزلہ پیما کی طرح چٹانیں کھسکنے یا پھٹنے کی اطلاع پہلے سے مل جائے اور کانوں میں ہونے والے جانی و مالی نقصان سے بچا جا سکے۔ اگر چٹانیں کھسکنے کی اطلاع پہلے مل جانا حقیقت بن جائے گا تو خطرے سے پہلے کان کنوں کو محفوظ جگہ پر منتقل کیا جا سکے گا۔ اس سلسلے میں ہوئی تحقیقات کو عالمی طور پر تسلیم کیا جا چکا ہے۔

کان کی چھتوں کو کنکریٹ سے سہارا دینے کی تکنیک نے زمین کی سطح سے تین کلومیٹر کی گہرائی تک سے خام دھات نکالنے کو ممکن بنا دیا ہے۔ سہارے کے بہتر طریقوں اور سرنگوں میں اسٹیل کی محرابوں سے کام لینے کے طریقہ کار پر تحقیقی کام ہو رہا ہے۔ کانوں کے نچلے معیار کے علاقوں میں سے زیادہ سے زیادہ خام دھات بحفاظت اور کم خرچ پر نکالنے کے لئے جدید ترین ہائیڈرالک آلات اور نئے طریقوں کا استعمال کیا جا رہا ہے۔

خام دھاتوں سے زیادہ سے زیادہ سونا نکالنے کے لئے نئے طریقے اپنائے جا رہے ہیں۔ ایک نئے طریقے سے نکالے جانے والے سونے کی مقدار میں دس فیصد کا اضافہ ہو جائے گا۔

خام دھات سے سونا نکالنے کی تکنیک میں الیکٹرونک آلات کے استعمال شروع کرنے کی کوشش جاری ہے۔ اس طریقے میں صرف وہی پتھر مل میں توڑنے کے لئے جائیں گے جن میں سونا ہوگا اس طرح پتھر توڑنے پر لاگت میں کمی آئے گی۔

کولار گولڈ فیلڈز کے کان کنی علاقے میں ہوا اور پانی کی آلودگی کو کم کر کے بہتر فضا بنانے میں سدھار لایا گیا ہے۔

دس سے پندرہ میٹر بلند پتھروں کے ڈھیر سینکڑوں ہیکڑ جگہ گھیر لیتے ہیں جس سے بہت دھول مٹی اڑتی ہے۔ ان ڈھیروں پر سبزہ اگانے کا تجربہ بہت کامیاب رہا ہے اور ملبے سے اٹھنے والی دھول مٹی کو نمایاں حد تک کم کر دیا ہے۔ کمپنی کی خالی زمینوں پر جنگل اگانے کے کام میں پیش رفت کے طور پر ۳ لاکھ ۷۵ ہزار درخت لگائے جا چکے ہیں۔ اس کے ساتھ آئندہ پانچ سالوں میں ہر سال کولار گولڈ فیلڈز کی زمینوں میں اور ملبے کے ڈھیر پر پانچ لاکھ درخت لگانے کا پروگرام ہے۔ اس اسکیم سے نہ صرف فضائی آلودگی کم ہوگی بلکہ کانوں میں استعمال کے لئے لکڑی بھی مہیا ہوگی۔ ایسے پلانٹ بھی لگائے جا رہے ہیں جن سے آبی آلودگی کو کم کیا جا سکے۔

ان میدانوں میں ریسرچ اینڈ ڈولپمنٹ یونٹ کی کامیابیوں سے نہایت حوصلہ افزا نتائج برآمد ہوئے ہیں، ان کوششوں سے کولار گولڈ فیلڈ کی آبادی کے لئے صحت مند ماحول پیدا کرنے میں یقیناً مدد ملے گی۔ کان کنی کی بہتر تکنیک اور بہتر طریقہ کار تمام وسائل کے بہتر استعمال اور بیسیوں سال سے زمین کی سطح پر جمع ہونے والے فضلے کے کارآمد استعمال سے توقع ہے کہ سونے کی پیداوار میں اضافہ ہوگا۔

کولار گولڈ فیلڈز کی کانیں دنیا کی سب سے گہری کانیں ہیں، اس سے ٹاٹا انسٹی ٹیوٹ آف فنڈامنٹل ریسرچ کو کاسمک ریز کے تجربات کے لئے انفرادی نوعیت کے مواقع حاصل ہیں، اس کے علاوہ بھابھا اٹامک ریسرچ سینٹر کے سائنسداں بھی وہاں نیوکلیائی فضلے کو ختم کرنے کے تجربات اور مطالعے میں مصروف ہیں۔

آج ہمارا ملک سونے کی کان کنی تکنیک کے میدان میں خود کفیل ہے۔ اس انڈسٹری کے لئے درکار تمام ساز و سامان موجود ہے۔ آزادی کے بعد دریافت سونے کی پہلی کان آندھرا پردیش کے اننت پور ضلع میں راما گری گولڈ فیلڈز ملک میں بے جدید آلات کے ساتھ اب پیداوار کے لئے تیار ہے۔

● یہ پروجیکٹ مکمل طور پر بھارت گولڈ مائنز لمیٹڈ کے عملے نے کولار گولڈ فیلڈز میں بنائے ہوئے آلات اور پلانٹ کی مدد سے پایہ تکمیل کو پہنچایا ہے، اس پروجیکٹ میں ریسرچ اینڈ ڈولپمنٹ ادارے کے کام پر مبنی بہت سی نئی ایجادات شامل ہیں، توقع ہے کہ یہ پروجیکٹ ملک میں سونے کی نئی کانوں کی دریافت کے سلسلے کا پیش خیمہ ثابت ہوگا۔

(آکاشوانی بنگلور سے نشر)

محبوب انور

تبسموں کی ہے راکھ لبوں پر سراب آنکھوں میں روشنی کا
دلوں کو چہروں سے پڑھنے والو یہ کیسا عالم ہے آدمی کا
سوال میری گداگری کا جواب تیری شہنشہی کا
انا کے اوراق کیا الٹنا صحیفہ لکھتا میں کیا خودی کا
وہ زہر دیکر بھی مر رہا ہے میں زہر پی کر بھی جی رہا ہوں
ادھر تقاضہ ہے دشمنی کا ادھر تقاضہ دوستی کا
وہ مجھکو حسرت سے دیکھتی ہے مگر اسے یہ خبر نہیں ہے
میں اس کے کاسے میں دے سکوں گا نہ ایک سکہ بھی زندگی کا

(کلکتہ)

گورو گرنتھ صاحب میں

مساوات کی تعلیم

کورجن سنگھ طالب

مساوات کی بنیاد انسانی ہمدردی، رحم اور انکسار ہے۔ جہاں یہ جذبات موجود ہوں وہاں انسان ایک دوسرے کو برابر کا درجہ دینے پر آمادہ ہوں گے۔ تکبر اور گھمنڈ کے باعث ہمیشہ اونچ نیچ کی تمیز قائم رہتی ہے۔ سو مساوات کی بنیاد رحم، عفو اور انکسار کی تلقین گورو گرنتھ صاحب میں بار بار کی گئی ہے۔ گورو نانک صاحب نے اپنی معروف تصنیف جپ جی صاحب میں فرمایا ہے "دھول دھرم دیا کا پوت" یعنی دھرم اور ایمان وہاں پیدا ہوتے اور پنپتے ہیں جہاں رحم کا جذبہ موجود ہو۔ آسا کی وار میں آیا ہے "اس شخص کو نیک اور سچا جانو جو اپنی ملک میں سے دوسروں کے تئیں کچھ قربان کرے اور دوسروں پر رحم کرے۔" ان مقامات پر رحم کے لیے لفظ دیا کا استعمال کیا گیا ہے جو بھارتی فلسفہ کی معروف اصطلاح ہے۔ عفو کو بھی بلند مقام دیا گیا ہے۔ گورو نانک نے فرمایا ہے "میں نے عفو اور نیک عمل کا راستہ اپنایا ہے۔ اس سے سب خوف مٹ جاتا ہے۔" گورو ارجن دیو کی بانی یا کلام میں آیا ہے "میرا جنگی گرز عجز اور انکسار ہے اور بھالا اپنے آپ کو سب سے نیچا سمجھنا ہے۔" یہ جذبہ ہے جس پر عمل کرنے سے انسان کے دل میں دوسروں کے تئیں احترام پیدا ہوتا ہے اور سب کو برابر کا درجہ دیا جاتا ہے۔ گورو ارجن دیو کی بانی میں آیا ہے "ایک پتا ایکس کے ہم بارک" ہم سب کا باپ خدا ہے اور ہم سب اس کے بچے ہیں۔ گورو نانک صاحب کے کلام میں ہے "سب میں جوت جوت ہے سوئے" خدا خود نور ہے اور تمام مخلوق میں اس کا نور سمایا ہوا ہے۔ یہ سب اقوال انسانی برابری کو اجاگر کرتے ہیں۔

مساوات کا جذبہ کئی پہلوؤں سے دیکھا جا سکتا ہے۔ اس کا ایک پہلو ہے ہمارے سماج میں جو تعصب اور تنگ نظری ہے اس سے گریز کرنا، دوسرا اس کا پہلو سماج میں اونچ نیچ کا تصور جو بالخصوص چھوت چھات کے خیالات پر مبنی ہے اس کو رد کرنا۔ ان دونوں اعتبار سے گورو گرنتھ صاحب کی تعلیم دل اور جذبات کو نورانی کرتی ہے۔

گورو نانک صاحب اوائل عمر میں جب انھی بچوں نے اپنے مشن کا پرچار شروع نہیں کیا تھا ایک بار سلطان پور لودھی کے قریب بہنے والی ندی میں اشنان کر رہے تھے جب باہر نکلے تو بارگاہ الٰہی سے انہیں یہ بشارت ہوئی ... انہوں نے ان الفاظ میں کیا "نہ کوئی ہندو نہ مسلمان" جس کا مطلب یہ ہے کہ ہندو اور مسلمان کی تفریق خدا کی تعلیم کے منافی ہے۔ سب انسان برابر ہیں۔ یہی تعلیم ان کی مذہبی تلقین کا اہم جزو ہے۔ آپ ہندوؤں کے جوگیوں اور مذاہب کے پیروؤں کے مقدس مقامات پر گئے اور وہاں انسانی برادری اور برابری کی تعلیم دی۔ اسی طرح آپ مسلمان صوفیوں کی درگاہوں پر گئے اور اس کے علاوہ اسلام کے اہم مقدس مقامات کی زیارت کی۔ سب جگہ آپ نے مساوات اور انسانوں کے تئیں ہمدردی کی تعلیم دی۔ آپ کے کلام یا بانی میں ایک جگہ آیا ہے دونوں راستے ایک ہی ہیں۔ خدا کی درگاہ میں وہی سرخرو ہوگا جو ان کو یکساں جانے گا۔ جو اس عقیدے کے خلاف آواز اٹھائے گا وہ دوزخ کی آگ میں جلے گا۔ مسلمانوں کے تئیں آپ نے فرمایا، ظاہری اور رسمی ارکان دین پر عمل کافی نہیں سچا مسلمان وہ ہے جس کی مسجد مہر اور شفقت کی ہو، جس کا جا نماز صدق کا ہو اور جس کو قرآن سے حق اور حلال پر قائم رہنے کی تعلیم ہے۔ جس میں یہ جذبات نہ ہوں وہ سچا مسلمان نہیں کہلا سکتا۔ اسی طرح ہندوؤں کے تئیں آپ نے فرمایا کہ جنیؤ یا زنار جو پاکیزگی کی علامت ہے وہ کیسا ہونا چاہیے۔ اس کو دیا یعنی رحم کی کپاس قناعت کے سوت، پاکیزہ زندگی کے گٹ اور سچائی کی گرہ سے بنانا چاہیے۔

ایسا زنار نہ ٹوٹتا ہے نہ میلا ہوتا ہے نہ آگ میں جلتا ہے۔ برہمن سے آپ نے کہا، اگر تمہارے پاس ایسا زنار ہے تو مجھے پہنا دیں ... ظاہر ہے رسوم کے آپ خلاف تھے۔ اس طرح تیرتھوں پر اشنان کرنے کے بارے آپ کی تلقین ہے جن لوگوں کے دل صاف نہیں وہ تیرتھ اشنان کرنے سے پاکیزہ نہیں بن سکتے۔ ان کا اشنان ایسا ہے جیسا لوٹے کو باہر سے دھویا جائے جس میں زہر بھرا ہوا ہو۔ نیک دل شخص کو ایسے اشنان کی ضرورت نہیں۔ اور جو دل سے چور یا بد طینت ہیں وہ تو ایسے ہی رہیں گے۔ سو ان کے نزدیک انسان کا وقار اس کے عمل اور اخلاق پر ہے اور یہی مساوات کی بنیاد ہے۔

ہمارے سماج میں چھوت چھات بہت قبیح رسم ہے۔ اس سے انسان کے درمیان نابرابری کو مذہبی رنگ دے کر اس کو صحیح ثابت کرنے کا جذبہ کارفرما ہوتا ہے۔ گورو نانک صاحب کا رویہ ان لوگوں کے تئیں جنہیں نیچی جاتیوں کا سمجھا جاتا ہے، شفقت اور رحم کا تھا اور جب انہوں نے ان کو صحیح انسانی حقوق دینے پر اصرار کیا۔ آپ نے فرمایا، اچھوت وہی ہے جس کے دل میں خدا کی عبادت کا جذبہ نہ ہو۔ ... کہ وہ جسے چھوٹے نقطہ نظر سے اچھوت کا درجہ دے دیا گیا ہو۔ انہوں نے ایسے لوگوں کے تئیں جو اپنے بھوجن کے چوکے کو پوتر اور پاک رکھنے میں اور کسی کو اس کے اندر آنے نہیں دیتے، یوں مخاطب کیا ہے۔ تمہارے چوکے کے اندر تو کئی اچھوت بیٹھے ہیں، جیسے برے خیالات، بےرحمی، دوسرے کی برائی میں مزہ لینا، دوسروں کے تئیں غضبناک ہونا۔ ان اچھوتوں کے ہوتے ہوئے تم یوں کر اپنے چوکے کو پوتر اور پاک کہہ سکتے ہو۔ بار بار ان کی تعلیم میں آیا ہے خدا کے نزدیک ذات پات کی تمیز نہیں۔ اس کی درگاہ میں ہر شخص اس کا قرب یا اس سے دوری اپنے اعمال کی بنا پر حاصل کرے گا۔ ایک جگہ انہوں نے فرمایا ہے۔ "جہاں نیچوں کا بھی درجہ دو، خدا کی رحمت اس ملک پر ہی برستی ہے جہاں نیچوں پر شفقت کی جائے۔ جن کے دلوں میں گھمنڈ ہے وہ خدا کی نظر میں منظور نہیں ہو سکتے۔"

یہاں تک بھی آپ نے فرمایا، نیچی جاتی والوں میں سے جو کوئی خدا کا پرستار ہو، میرے نزدیک اس کا وقار یہ ہے، کہ خواہ وہ میری چمڑی کی جوتیاں بنا کر پہن لے۔ یہ بلند مقام ہے مساوات کا جو گورو گرنتھ صاحب کی تعلیم میں موجود ہے۔ عورت جس کو مرد کی جوتی یا اس سے نیچی سمجھا جاتا تھا اس کو انسانی حقوق دینے کے لئے بھی گورو صاحب نے آواز اٹھائی۔

گرنتھ صاحب میں جہاں گوروؤں کا کلام درج ہے وہاں مختلف مذاہب اور جاتیوں کے بھگتوں اور سنتوں کے کلام کو بھی احترام سے درج کیا گیا ہے۔ ان میں بابا شیخ فرید، شیخ بھیکن مسلمان ہیں۔ بھگت کبیر، نام دیو اور روی داس نام نہاد نیچی جاتیوں کے ہیں اور ان کے علاوہ اور طبقوں کے بھگت شامل ہیں۔ یہ مساوات کی ایک جیتی جاگتی مثال ہے جس سے اس زمانہ میں بھی ہمیں سبق ملنا چاہیے۔

(آکاشوانی جالندھر سے نشر)

یونانی دوائیاں

حافظ حکیم محمود خان محوی

قدرت ایزدی کے خیابانِ حکمت میں یونانی دوائیاں (جڑی بوٹیاں) قدرت خداوندی دمخلوق کا بے پایاں کرشمہ ہے چونکہ ہندوستان جڑی بوٹیوں یداوار میں خاص ملک ہے ادویاتِ مفردات اور خاص پر جڑی بوٹیوں کو علاج و معالجہ میں جس قدر اہمیت حاصل ہ اطبار سے پوشیدہ نہیں۔ یونانی اور ایورویدک طریقہ علاج میں نباتی ادویہ ہی موثر ثابت ہوتی ہیں۔ نباتی ادویا خیرے کے لحاظ سے ہندوستان ایک بے مثال ملک ہے۔ ہر علاج کے لئے یونانی ادویات جڑی بوٹیاں آسانی ستیاب ہو سکتی ہیں۔ قدرت کی عام فیاضی کا دائرہ در وسیع ہے کہ وہ ہر ملک ہر طبقہ کے اندر ہر ایک موسم قت میں پیدا ہونے والی بیماریوں کے لئے اسی گرد و نواح احول میں اکسیر اثر بوٹیاں پیدا کی ہیں غرضیکہ قدرت الٰہی ان نعمت ہمارے فائدے کے لئے ہر جگہ بکھا ہوا ہے۔ ب یونانی کے لئے مایہ ناز ادویات جڑی بوٹیاں ہیں ہر مرض لاج اپنے ملک کی ادویات سے کر سکتے ہیں بازار میں دستیاب نے والی دوائیں پرانی ہونے کی وجہ سے اکثر ناقص اور ر ہوتی ہے طریقہ علاج میں ناکام رہنے کی زیادہ وجہ یہ ن ہے کہ ہمیں خالص اور تازہ دوائیں نہیں مل سکتیں۔ اس ضروری ادویہ کی بہم رسانی کے واسطے ہمیں ان کی کاشت د و بست کرنا اور ملک کے مختلف مراکز میں ہری نہری ستانی اور پہاڑی بوٹیوں کے جداگانہ باغیچے اور اپنی رمات کی بنا پر ان کے عام تجربات کے دار العمل ضروری ۔ جب ہم ترقی کے ان منازل کو درجہ بدرجہ طے کر کے قابل ہونگے کہ ہمارے پاس ملک میں پیدا ہونے والی جڑی دں کے اجزا، موثرہ کا ذخیرہ موجود ہو تو ہماری طب میں انقلاب عظیم پیدا ہو جائے گا۔

جڑی بوٹیوں میں ہر ایک مرض کو دور کرنے کی طاقت بود ہے جو اپنے غیر معمولی اثرات کی وجہ سے لوہا تا ہیم اور جواہرات تک سے اپنی طاقت کو منوا لیتا ہے اور خطرناک زہروں کے لئے تریاق کا اثر کرتا ہے اور یہ حقیقت ہے کہ جڑی بوٹیاں بھی سانس لیتی اور زندہ رہتی ہیں بلکہ بعض سائنسدانوں نے یہ ثابت کیا ہے کہ نباتات میں چھونے اور سننے کی طاقت موجود ہے جیسا کہ لاجونتی چھوئی موئی بوٹی ہے اگر اس بوٹی کو ہاتھ لگائیں تو یہ چھوتے ہی فوراً سکڑ جائے گی۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ نباتات میں جہاں سننے کی طاقت موجود ہے وہاں دیکھنے کی قوت بھی پائی جاتی ہے جڑی بوٹیوں کی اس قدر زبردست طاقت کے باوجود ہندوستانی طب کی یہ بدقسمتی کہئیے کہ معالجین نے اس طرف زیادہ توجہ نہیں دی اور زیادہ سے زیادہ مغربی دوا سازوں کی ادویات پر ہی قانع ہو کر رہ گئے۔ ہمارے اس جمود و غفلت سے مغربی دوا سازوں نے فائدہ اٹھایا اور ہمارے دیش کی ادویات (جڑی بوٹیوں) کو سائنٹفک طریقہ سے دوسری شکل میں تبدیل کر کے مہنگی قیمت پر فروخت کرنے لگے۔ جماکلگوٹہ جو بکثرت ہندوستان میں ہوتا ہے کروٹن آئل بن کر آجاتا ہے سونٹھ سے ٹنکچر زنجابرس ملیٹھی سے گلیسریز، اسی طرح پودینہ لونگ، سورنجان، سولف ارنڈ وغیرہ سیکڑوں ہندوستانی جڑی بوٹیاں جو ہمارے ملک میں پیدا ہوتی ہیں مغربی دوا ساز ادارے ہماری عدم توجہی سے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔

اسردل بوٹی (سرپ گندھا، راؤالفیا کے نام سے بھی پکارے جاتے ہیں۔ پہاڑی سرد مقامات پر اس بوٹی کے پودے اگتے ہیں۔ میواڑ کے علاقے میں یہ بوٹی بکثرت پائی جاتی ہے اس بوٹی کے تمام حصے کام میں آتے ہیں۔ ہندوستانی پیداوار اس بوٹی سے تمام دنیا فائدہ اٹھا رہی ہے۔ دماغی اور اعصابی بیماریوں کی تسکین کے لئے امریکہ کے دماغی بیماریوں کے دواخانوں میں اس دوا کو کامیابی سے استعمال کیا جاتا ہے۔ سوئٹزرلینڈ میں اس سے سرپاسل نامی دوا تیار کی جو کہ بلڈ پریشر کے عارضہ کے لئے استعمال کی جاتی ہے اس بوٹی سے تیار شدہ سرپیا بھی طبی طبقہ میں مروج ہے۔ راؤالفیا کا استعمال بھی بلڈ پریشر کے لئے عام کیا جا رہا ہے اس بوٹی کو پراچین کال میں سرپ گندھا کے نام سے یاد کیا جاتا تھا اور رشی منی اس سے سانپ کے کاٹے کا علاج کیا کرتے تھے طب یونانی میں اسے اسردل کہا جاتا ہے اور ہندی چھوٹا چندر، (چھوٹی چندن) سے موسوم کیا جاتا ہے یہ بوٹی عرصۂ دراز سے یونانی اور ایورویدک طریقہ علاج میں سانپ کے زہر کے ازالہ کے لئے استعمال کی جا رہی تھی۔ لیکن اب پاگل پن میں دماغی امراض اور بلڈ پریشر میں خاص طور سے مفید پائی گئی ہے۔ خون کے دباؤ کے لئے سرپیانڈ، سرپینا، سرپاسل یہ تمام گولیاں ہائی بلڈ پریشر کے لئے دیسی طب کی مشہور بوٹی اسردل کے جزو ی۔ الکلائیڈ سے تیار کی گئی ہے جو کہ خون کے دباؤ کی زیادتی کے لئے موثر ہوتی ہے۔ یہ مرکزی نظام عصبی کے ان مراکز پر اثر ڈالتی ہے جو خون کے دباؤ کو باقاعدہ رکھتی ہے اسردل بوٹی کے جڑ کا سفوف دس گرین مقدار میں دماغی امراض میں گائے کے دودھ کے ہمراہ بے حد مفید موثر دکارگر ہے۔ اسردل کی جڑ دس گرین مقدار مرچ سیاہ کے ساتھ پیس کر سانپ کاٹے کے مریض کو پلائیں سانپ کا زہر کو دور کرنے میں عجیب الاثر ہے۔ اسردل بوٹی کے جڑ کا سفوف عرق گلاب یا گائے کے دودھ کے ہمراہ مرگی بے خوابی ہسٹریا کے مریضوں کے لئے بے حد مفید و مجرب ہے۔

جڑی بوٹیوں میں یونانی دوا دھماسہ بڑی مفید دوا ہے۔ اس کو قدرت نے گراں قدر شفائی تاثیرات سے نوازا ہے یہ بنیادی طور پر مقوی ہے۔ سوداوی مادہ کو بدن سے خارج کرتی ہے مقوی جگر و معدہ بھی ہے بخاروں کو دور کرتی مصفی خون پھوڑے پھنسیوں کے لئے جراثیم کش دوا ہے سرطان کے علاوہ دیگر سوداوی امراض میں بھی یہ بہت کارگر ہے دھماسہ کو تریاق کی حیثیت حاصل ہے۔

مرض کینسر کا شمار بڑے خوفناک امراض میں کیا جاتا ہے ہر سال لاکھوں افراد اس ہلاکت آفریں مرض کا شکار ہوتے ہیں طب جدید اپنی تمام تر ترقی کے باوجود سرطان کا شافی علاج دریافت کرنے میں ناکام رہا۔ طب مغرب کے بلند پایہ ڈاکٹر اپنی بیچارگی کا اعتراف کرتے ہیں دھماسہ جو کہ ایک معجز نما دوا ہے جس کے حیرت انگیز فوائد سے اطبار ششدر ہیں پنجاب، سندھ، بلوچستان اور وزیرستان میں ملتی ہے بھارت میں پنجاب، ہریانہ، راجستھان اور ہماچل میں عام طور پر دستیاب ہے۔ اس کا سائنسی نام فارگونیا اریبیکا ہے دھماسہ ایک سبز جھاڑی ہے جس پر کانٹے ہوتے ہیں دھماسہ کے بارے میں بعض اطبار غلط فہمی کا شکار ہوتے ہیں اور اسے تنکا ہی بار آور سمجھتے ہیں دھماسہ کے بارے میں یہ خصوصیت قابل ذکر ہے کہ یہ دوا آب و ہوا کا اثر قبول کرتی ہے سندھ اور دیگر خشک علاقوں میں پیدا ہونے والی دوا زیادہ مفید اور سرطان کے لئے اعلیٰ دوا مانی گئی ہے۔ دھماسہ دیگر امراض میں بھی مفید ہے اس کے جوشاندے میں گھی ملا کر پلانے سے فالج اور

بد بانی کو فائدہ ہوتا ہے معدے کی قے اور صفراوی دستوں کے لئے کارگر علاج جگر کی حدت استسقاء پیشاب کی جلن مثانہ کی پتھری کو ریزہ ریزہ کرکے خارج کرتی ہے زائد مادہ جسم سے خارج ہو جاتا ہے۔ طب یونانی کی دوائیں تمام خوبیوں کی جامع ہیں۔ ہمارے ملک میں مدت دراز سے صدیوں کے رواج عام نے ہمیں اس طرح علاج کا عادی بنا دیا ہے۔ اور حقیقت میں یہ ہمارے موافق مزاج اور ہندوستان کی آب و ہوا سے مناسبت رکھتا ہے۔

یہ فن ہمارے آباد اجداد کے صدیوں کی دماغ پاشی کا نتیجہ ہے اس طرح یہ فن ہمارے نزدیک ایک قومی یادگار ہے اس کے علاوہ چونکہ یہ طب صدیوں سے علاج کرنے والوں اور بیماروں کے لئے ہزاروں تجربات کے بعد باعث اطمینان ثابت ہو چکی ہے۔

ہماری طب کی مفید و موثر دواؤں کا ذخیرہ اتنی وسعت و تنہائی رکھتا ہے کہ دوسری دوائیں اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی ہیں اور اس ذخیرے کی معلومات ہمارے قابل ہی واقف ہے جو فی الحقیقت ہمارے بزرگوں کی صد ہا سال کی محنتوں کا نتیجہ ہے۔ ہزار سال کے قبل بقراط کا مقولہ ہے "تم بیماروں کا علاج کرو اپنی ملک کی جڑی بوٹیوں سے" اس اعتبار سے چونکہ ہمارے علاج کی بنیاد ہی ملکی دواؤں پر ہے اس لئے قدرتاً اس طریقہ علاج کی حفاظت ہمارے لئے ضروری ہے یونانی اور ویدک طریقہ علاج کو ہندوستانیوں کے ساتھ نہایت گہرا تعلق ہے ہندوستان ایک ایسا ملک ہے جہاں مختلف الخیال قوموں کی آبادی ہے ویدک اور طب یونانی ایسے علوم ہیں جنکو ہندوستان کی دو بڑی اقوام کے اسلاف کی قابل فخر یادگار کہنا درست ہے۔

(حیدرآباد سے)

ظہیر عالم ناگپوری

خواہشات زندگی کی شاخ پر کوئی نہ تھا
زرد پتے گر چکے تھے اور ثمر کوئی نہ تھا
بال سے باریک تر تھا جس پہ نوں کا پُل صراط
میں اکیلا چل رہا تھا ہمسفر کوئی نہ تھا
سب کے سب الجھے ہوئے تھے کاروبار زیست میں
موت کی سب کو خبر تھی بے خبر کوئی نہ تھا
آنے کو ساون تو آیا تھا ہرے آنچل کے ساتھ
ہر کلی دلہن بنی تھی دیدہ ور کوئی نہ تھا
جز در و دیوار پر کچھ خوں کے چھینٹوں کے سوا
گرتے پڑتے میں جو پہنچا میرے گھر کوئی نہ تھا
عالم ایسی بے بسی میں بھی کٹی ہے زندگی
پوچھنے والا ہماری چشم تر کوئی نہ تھا

(ناگپور سے نشر)

بال سفید کیوں ہوتے ہیں

اسرار احمد

بال سفید کیوں ہوتے ہیں؟ اس سوال کے مختلف جوابات آپ کو ملیں گے۔ حکیم یہ بتائیں گے کہ دائمی نزلہ اس کا سبب ہے اور بالوں کی جڑیں نزلے سے کمزور ہو جاتی ہیں جس کی وجہ سے بال سفید ہونے لگتے ہیں۔ ڈاکٹر اس کا دوسرا کوئی سبب بتائیں گے۔ لیکن اس بحث سے پہلے ہم یہ سمجھ لیں کہ بالوں کی بناوٹ کیسی ہوتی ہے۔

دراصل انسانی جلد کی دو تہیں ہوتی ہیں اوپری تہہ جس میں جلد کے مسامات کھلتے ہیں اس کی موٹائی چند خلیوں کے برابر ہوتی ہے اس میں نیچے سے نئے جلدی خلیے برابر بڑھتے رہتے ہیں۔ اس تہہ کا اوپری حصہ بے جان ہوتا ہے۔

دوسری تہہ جو نیچے کی جانب رہتی ہے اوپری تہہ کے مقابلے دس گنی موٹی ہو سکتی ہے۔ یہ تہہ جاندار اور حساس خلیوں اور نسیجوں سے بنی ہوتی ہے۔ اس میں پسینے اور روغن کے غدود خون کی باریک نسیں اور بالوں کی جڑیں پائی جاتی ہیں۔ بالوں کی جڑیں زیریں جلد کی گہرائی میں رہتی ہیں جہاں جلد کے نیچے چربی کی تہہ ہوتی ہے۔ اور بال کا باقی حصہ جلد کے اوپر نکلا رہتا ہے۔ بال کو غذا خون کی باریک نسوں سے ملتی ہے۔ جلد کے اندر بال کا جو حصہ رہتا ہے اس کو گھیرے ہوئے مخصوص قسم کے غدود ہوتے ہیں جو قدرتی تیل پیدا کرتے ہیں جس کی وجہ سے بال چمکدار اور روغنی معلوم ہوتے ہیں جن لوگوں میں یہ غدود کمزور ہوتے ہیں ان کے بال روکھے دکھائی دیتے ہیں۔۔۔ اب رہا یہ سوال کہ بالوں کا رنگ کالا کیوں ہوتا ہے، دراصل خون میں ایک خاص کیمیاوی جُز "میلانین" (Malanin) پایا جاتا ہے جو نسوں کے ذریعہ مخصوص خلیوں میں پہنچتا رہتا ہے اس کی وجہ سے انسان کی جلد اور اس کے بالوں کا ایک خاص رنگ ہوتا ہے جن لوگوں میں کالا نہ ہو کر بھورا یا لال ہوتا ہے ان کا رنگ اور بالوں کا رنگ اس کے مطابق ہوتا ہے۔ لیکن عام طور پر بالوں میں کالا میلانین ہی پایا جاتا ہے۔ اس لیے بال زیادہ تر کالے ہوتے ہیں۔ جب خون سے یہ جُز بالوں میں آنا بند ہو جاتا ہے تو بالوں کی سیاہی ختم ہو جاتی ہے اور وہ سفید ہو جاتے ہیں، لیکن ایسا کب اور کن حالات میں ہوتا ہے؟ دراصل اس کے کئی اسباب ہو سکتے ہیں۔ آدمی کی غذا کا ایک اہم جز لحمیہ یا پروٹین ہیں جو جسمانی خلیوں کو قوت بخشتے رہتے ہیں۔ بڑھتی ہوئی عمر کے ساتھ ساتھ جسم میں ان لحمیات کی کمی ہونے لگتی ہے جو بالوں کو طاقت پہونچاتے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ میلانین بھی کم ہونے لگتی ہے اور بالوں میں اس کی کافی مقدار نہیں پہونچ پاتی اور بال کے اندر باریک سی جو نلی ہوتی ہے اس میں ہوا داخل ہو جاتی ہے۔ اس طرح بال سفید ہو جاتے ہیں۔۔۔ عمر کے علاوہ آدمی کا مستقل دماغی تناؤ میں رہنا۔ ہائی بلڈ پریشر، فکر و پریشانی بھی اس کا سبب بن سکتی ہے کیونکہ یہ جسمانی نظام پر برا اثر ڈالتی ہیں۔ کبھی کبھی سر کی جلد کی اوپری سطح پر پھپھوندی یا فنگس (Fungus) پیدا ہو جانے سے سر میں خشکی یا روسی پیدا ہو جاتی ہے اور خلیوں میں دوران خون کم ہو جاتا ہے جو بالوں کے سفید ہونے کا سبب بنتا ہے۔

اب ہم یہ سوچیں کہ اس کے لئے کیا احتیاط رکھیں کہ بال وقت سے پہلے سفید نہ ہونے پائیں۔۔۔۔ دراصل باہر سے سر پر روغن وغیرہ کی مالش اس لیے بے سود ہے کہ اس سے بالوں کو کوئی خاص غذائیت نہیں ملتی۔ ہم کو چاہئے کہ سر میں مناسب دوران خون بنائے رکھنے کے لئے روزانہ بالوں میں کچھ دیر برش ضرور کریں۔ ہری سبزیاں جن میں خاص طور پر وٹامن بی اور سی ہوں کھانے میں زیادہ استعمال کریں۔ بالوں کو بار بار صابن وغیرہ سے نہ دھوئیں بلکہ ہفتے میں ایک یا دو بار ہلکے شیمپو یا ریٹھے اور آملے سے دھوئیں بالوں کو زیادہ ڈھک کر نہ رکھیں تاکہ ان کو تازہ ہوا لگتی رہے خوشبودار تیل سر میں لگانے سے پرہیز کریں۔ بالوں کو مستقل تیز دھوپ سے بچائیں۔ اس طرح آپ کے بال وقت سے پہلے سفید ہونے سے محفوظ رہیں گے۔

(رام پور سے نشر)

اسرار احمد
لیکچرر۔ گورنمنٹ حامد انٹر کالج، رام پور۔

ٹھہریئے! یہ آپ کیا کھا رہے ہیں

کے ایس تیواری

کیا آپ نے کبھی سوچا ہے ہر روز صبح آپ جو ڈبل روٹی کھاتے ہیں وہ آپ کو کتنا نقصان پہنچا رہی ہے۔ چمچماتے لیبلوں، رنگ برنگے ڈبوں اور بوتلوں میں بند جیلی، مربے، چٹنی آپ کی غذا کے ذائقے میں اضافہ تو ضرور کرتے ہیں۔ لیکن ہوشیار ان کا مسلسل استعمال آپ کو مہنگا بھی پڑ سکتا ہے۔ گھر آئے مہمان کی خاطر تواضع اگر آپ مٹھائی سے ہی کرنا چاہتے ہیں تو ضرور کیجئے لیکن لال ہری پیلی برفی کھلا کر نہیں۔

کل ہی میں نے بازار کے چوراہے پر دیکھا چاٹ والا مٹر چاٹ کو دلکش بنانے کیلئے رنگین بنا رہا ہے اور کچھ معقول قسم کی خواتین سر بازار اس سے لطف اندوز ہو رہی ہیں۔ اب انھیں کون سمجھائے کہ وہ کیا کھا رہی ہیں۔

ایسا نہیں ہے کہ ماہرین صحت غذائی اشیاء میں رنگ، خوشبو اور ذائقے کے لئے ملائے گئے عناصر کی نقصان دہ خصوصیات سے ناواقف ہیں۔ ایسی نقصان دہ چیزوں کو اشیائے خوردنی میں ملا کر جس طرح لوگوں کی زندگی سے کھیلا جا رہا ہے اسے روکا جانا چاہیئے۔ کھانے کی کسی کسی چیز میں تو پانچ سے دس اور کبھی زائد کیمیاجات محض اس لئے شامل کئے جاتے ہیں وہ چیز خوبصورت نظر آئے اور آسانی سے فروخت ہو سکے۔

آج بازار میں کھانے کی کوئی بھی ایسی چیز ملنا مشکل ہے جس میں نقصان دہ کیمکل نہ شامل ہوں اور یہ کیمکل جسم کے کسی کام نہیں آتے بلکہ نقصان پہنچاتے ہیں دراصل اس طرح کے عناصر کو جو جسمانی نظام میں کسی کام نہیں آتے جسم میں داخل ہی نہیں ہونے دینا چاہئے۔ چمکدار اور دلکش چیز کو کھا کر آپ دوہرا نقصان اٹھاتے ہیں۔ ایک تو آپ ایسی چیز کی زیادہ قیمت ادا کرتے ہیں دوسرے اپنی صحت کو دائمی نقصان پہنچاتے ہیں۔ ہر چمکدار چیز سونا نہیں ہوتی۔ اب یہ فیصلہ آپ کو کرنا ہے کہ آپ کے لئے کیا مناسب ہے۔

بازاروں میں بکنے والے ڈبوں اور بوتلوں میں بند پھلوں کے رس، سبز مٹر کے دانے کچھ کیمیائی عناصر کو ملا کر لمبے عرصے تک تازہ رکھے جاتے ہیں۔ یہ عناصر Reservatives کہلاتے ہیں۔ اس کیمیائی عنصر کا صحت پر اثر پڑتا ہے۔ کولڈ ڈرنکس میں سلفر ڈائی آکسائڈ پری زروٹیو کے طور پر شامل کیا جاتا ہے۔ یہ بھی نقصان دہ ہے۔

سوڈیم ڈائی ایسی ٹیٹ جو پھپھوند کو ختم کرتا ہے، مونو گلسرائیڈ جو نرم بنانے میں کام آتا ہے، مونو بیسک کیلشیم فاسفیٹ جو میدہ کو خراب ہونے سے بچاتا ہے اور کلورائین ڈائی جو رنگ اڑاتا ہے ٹوسٹ اور پاؤ روٹی میں استعمال کیا جاتا ہے اور یہ ساری چیزیں صحت کے لئے مضر ہیں۔

ہائیڈروجن پیرو اکسائڈ ملا کر دودھ اور مکھن کا سفید رنگ بنائے رکھنا ایک عام بات ہے۔ آپ کو جان کر تعجب ہوگا کہ کیلے کی خوشبو والی آئس کریم میں دس سے پندرہ کیمیکلز شامل ہوتے ہیں۔

آج کل مشروب، جیلی، اور ٹھنڈے جمائے ہوئے پھلوں میں مٹھاس پیدا کرنے کے لئے بے شمار کیمیکل کام میں لائے جاتے ہیں۔ ذیابیطس کے مریض اور وزن کم کرنے کے خواہشمند حضرات اس طرح کے مٹھاس پیدا کرنے والے کیمکلز کو چائے اور پانی میں ملاتے ہیں۔

'مشکیرل' نام کا کیمکل نظام ہاضمہ پر برا اثر ڈالتا ہے۔ سکرین تو شکر سے پانچ سو گنا زیادہ میٹھی ہوتی ہے۔ اس کا استعمال بھی ہاضمے کو خراب کرتا ہے۔ اس کا لگاتار استعمال ہاضمے کو کمزور کر دیتا ہے اور دماغ پر بھی اثر ڈالتا ہے۔ بازار میں موجود وٹامن بھی ایسی کیمیائی ملاوٹ سے پاک نہیں ہیں کچھ وٹامنوں میں بھی کیمیائی رنگ اور ان کا وزن بڑھانے کے لیے کچھ کیمکلز ملائے جاتے ہیں۔

گوشت تازہ نظر آئے اس کے لئے گوشت بیچنے والے اس میں نائٹرائٹ اور نائٹریٹ ملا دیتے ہیں جو گوشت کو سرخ بنائے رکھنے اور بیکٹریا سے خراب ہونے سے روکنے میں مددگار ثابت ہوتے ہیں۔ کیمکلز ملا گوشت کھانے سے خون میں موجود ایک کار آمد عنصر ہیموگلوبین ایک نقصان دہ عنصر میٹ ہیموگلوبین میں بدل جاتا ہے۔ اگر جسمانی نظام اس میٹ ہیموگلوبین کو واپس ہیموگلوبین میں نہ بدل سکے تو بہت برا اثر پڑا ہے۔ جسم کو آکسیجن ملنا ممکن نہیں رہتا ایسی حالت میں موت تک ہو سکتی ہے۔ ۱۸ تا ۲۵ گرام سے زائد نائٹرائیٹ کا جسم میں پہنچ جانا جان لیوا ہو سکتا ہے

نائٹرائیٹ کی مدد سے محفوظ کئے گئے کھانے کو مستقلاً کھانے سے دو طرح کے نقصان دیکھے گئے ہیں ایک تو کینسر کے امکانات بڑھ جاتے ہیں دوسرے زندگی کے بنیادی جین کے متاثر ہو جانے سے آئندہ نسل میں خرابی ہو سکتی ہے بانجھ پن ہو سکتا ہے یا معذور بچے پیدا ہو سکتے ہیں۔ غذا میں موجود امی سن، نائٹرائیٹ سے ملکر نائٹروسوین میں بدل جاتے ہیں۔ نائٹروسوین کینسر پیدا کرنے والا عنصر ہوتا ہے۔ بچوں کے تو یہ عنصر اتنا خطرناک ہے کہ انھیں پلائے جانے والا پانی بھی ان عناصر سے پاک ہونا چاہیئے۔

غذائی اشیا کو لمبے عرصے تک محفوظ رکھنے اور ستھرا بنائے رکھنے کے لئے کیرجینن نام کا کیمکل استعمال کیا جاتا ہے اس سے اسٹرنٹوکولائٹس مرض پیدا ہوتا ہے۔ کبھی کبھی تو اس سے کینسر کی رسولی بھی بن جاتی ہے۔

اب آیئے کچھ ایسے کیمکل کا ذکر کریں جو غذائی اشیاء میں نقلی خوشبو پیدا کرتے ہیں۔ یہ کیمکلز بھی بہت نقصان دہ ہوتے ہیں۔

ابھی تک تین سو ایسے کیمکلز معلوم ہیں جن کا استعمال غذائی اشیاء کو خوشبو دار بنانے کے لئے کھلے عام کیا جاتا ہے

ایمل ویلیریٹ اور ایمل بیوٹی ریٹ میں سیب کی خوشبو ہوتی ہے۔ ایمل ایسی ٹیٹ میں کیلے کی مہک، ڈائی ایسٹک اور بیوٹرک کیمکل میں مکھن کی مہک ٹالل ایلڈ ہائیڈ اور لوزی نول میں دارچینی کی، میتھل اینتھرنیلیٹ میں انگور کی اور آئسو ویلیریٹ میں اناناس کی مہک ہوتی ہے۔ تجربے سے پتہ لگایا گیا ہے کہ یہ کیمیکل جگر کا کینسر پیدا کرتے ہیں۔ کیمرن اور ڈائی ہائیڈرو کیمرن نام کے کیمکل خون میں خرابی پیدا کرتے ہیں۔

چین میں گوشت میں مونو سوڈیم گلٹامیٹ کا استعمال بڑے پیمانے پر لیا جاتا تھا لیکن یہ بچوں کے دماغ پر مضر اثرات ڈالتا ہے اس لئے اس کا استعمال قطعاً بند کر دیا گیا ہے۔

دال چاول مٹھائیوں اور سوکھے پاوڈروں کی شکل میں کھائی جانے والی اشیاء میں کئی طرح کے فاسفیٹ اور سلی کیٹ استعمال کئے جاتے ہیں۔ ٹالک اور ٹالکم میگنیم ٹرائی سلیکٹ کو دالوں پر پالش کرنے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ یہ پیٹ اور آنتوں میں کینسر پیدا کر سکتے ہیں۔

پی ایچ۔ ٹی یعنی بیوٹی لیٹیڈ ہائیڈرا کسٹالوین اور بی۔ ایچ۔ اے یعنی بیوٹی لیٹیڈ ہائیڈراکسی اینی سول نظام جسمانی پر خراب اثر ڈالتے ہیں نتیجتاً وزن کم ہو جاتا ہے، گنجاپن بڑھتا ہے حمل میں موجود بچے کی آنکھوں پر تو اس کا بہت ہی مہلک اثر پڑتا ہے سویڈن، رومانیہ اور اسٹریلیا وغیرہ کچھ ملکوں میں تو اس کا استعمال قطعاً منع ہے۔

(آگے ص ۱۵ پر)

دل بدلی

لطیف جدت

"دل بدلی" تو آپ نے سنا ہوگا۔ یہ عادت اکثر سیاسی لیڈروں کو ہوتی ہے۔ آج اس پارٹی میں ہیں تو کل اس پارٹی میں۔ اسی طرح "گھر بدلی" کی عادت نہ سہی، مجبوری سہی، کچھ لوگوں کو ہوتی ضرور ہے۔ اور ایسے لوگوں میں ہمارا نام سرفہرست رکھا جائے تو یقین کیجیے، ہمیں کوئی اعتراض نہیں۔ سچ ملیے، یہ اعزاز پانے کے لیے بڑے پاپڑ بیلنے پڑتے ہیں۔ لیجیے، "آٹھویں درویش" کی طرح ہم بھی اپنی "داستانِ نقلِ مکان" آپ کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔

اس شہر میں جب ہمارا تبادلہ ہوا یعنی "استھان بدل" ہوئی، تو پہلے ہم تنہا ہی وارد شہر ہوئے۔ کیونکہ "متعلقات" کو لانا اس وقت تک ممکن نہیں تھا جب تک ہمیں ایک اچھا سا مکان نہ مل جائے۔ دفتر کے ایک ساتھی نے ہماری یہ مشکل یعنی "نکلنا آٹھویں درویش کا تلاش میں مکان کی" آسان کردی۔ اگرچہ اس آشیانے کا محل وقوع دفتر سے تقریباً ڈیڑھ میل کا فاصلہ تھا، ہم نے "اللہ آمین" کا ورد اور نانی کی موندنی سے بچتے ہوئے فوراً کرایہ کی رقم پیشگی اسی دفتر کے ساتھی سے بھجوادی اور کہہ دیا کہ آج سے وہ مکان ہمارا جس کی تم خبر لائے ہو۔ اور آؤ تاؤ دیکھے بغیر ایک عدد ٹیلی گرام محل مبارک کے نام بھجوا دیا کہ اندرون تین یوم مع ساز و سامان حاضر ہو جائیں۔ محل مبارک یعنی ہماری بیگم نے جو ہمارے غم فراق میں دبلی ہو رہی تھیں، فوراً ہمارے حکم کی تعمیل کی۔ گرہ پردیش کا مہورت بھی اچھا نکلا تھا۔ چہار شنبہ کے ٹھیک چار بجے ہم اس مکان میں داخلے کے لیے پہنچ گئے۔ چابی ہم نے گھر والی کے ہاتھ تھمائی کہ تالا انہیں کے مبارک ہاتھوں سے کھلے۔ تالا تو آسانی سے کھل گیا اور شاید بغیر چابی کے بھی کھل جاتا، لیکن زنجیر اتارنے کے لیے وہ نازک انگلیاں کام نہ آسکیں جن کے لمس نازک سے ہمارے بدن کے تار جھنجھنا اٹھتے تھے۔ لہٰذا ہمیں زور آزمائی کرنی پڑی۔ دروازہ کھلا تو ہمیں اپنی بھول پر افسوس ہوا کہ ہمیں اپنے سامان کے ٹرک کے ساتھ ایک خالی ٹرک بھی لانا چاہیے تھا جس میں اندر جمع شدہ کوڑا کرکٹ لادا جاسکتا۔ مالک مکان نے بتیسی دکھاتے ہوئے کہا، جناب سال بھر سے مکان اس لیے خالی رکھا تھا کہ آپ جیسے شریف آدمی کی تلاش تھی۔ اب ہمیں اپنی شرافت کا ثبوت اس مکان میں رہ کر دینا ضروری ہوگیا۔ اور اس مرحلے پر کوئی دقت بھی پیش نہیں آئی۔ اس لیے کہ بیگم بھی شرافت میں ہم سے دو چار قدم آگے ہی رہا کرتی تھیں۔ مالک مکان نے بھی اپنی سوشل سروس کا مظاہرہ کرتے ہوئے آواز دے کر آس پاس سے چار مزدور صفائی کرنے کے لیے فراہم کر دیے اس شرط پر کہ مزدوری بذمہ کرایہ دار یعنی ہم۔ خیر ہم بھی خوش اور بیگم ہم سے بھی زیادہ خوش کہ چلو یہاں سایۂ دیوار بھی ہے۔ اور سایۂ بام بھی۔ پندرہ دن نہیں گزرے کہ خلاف عملدرآمد سابق، بیگم نے احتجاجی لہجے میں مطالبہ کیا کہ فوراً دوسرا مکان تلاش کیا جائے۔ ہم نے حیرانی سے وجہ پوچھی۔ بتایا گیا کہ انہیں باوثوق ذریعے سے اطلاع ملی ہے کہ اس مکان میں بھوت رہتے ہیں! قریب تھا کہ ہم بھوت کی شان میں باقافیہ کچھ کہہ دیتے، مگر وضاحت نے زبان پکڑ لی۔ ویسے بھی ہم نے زندگی میں کبھی بیگم کی خواہش تک نہیں ٹھکرائی تھی مطالبہ کیسے مسترد کرتے۔ ہم سوچ ہی رہے تھے کہ بیگم نے خود ہی یہ بھی اطلاع دی کہ پاس کے محلے کی تیسری گلی میں ایک مکان خالی ہے اور یہ بھی انہیں اسی بھوت کی خبر دینے والی نے بتایا تھا۔ ہم پتہ نکال کر وہاں پہنچے۔ اور اب ہم نے معائنہ کی زحمت بھی گوارہ کرلی۔ معلوم ہوا کہ چہار دیواروں پر اگر چھت موجود ہو تو اسے مکان ہی کہنا چاہیے۔ باقی تمام چیزیں اضافی ہوتی ہیں۔ خیر ہم یہاں سے وہاں انتقال کر گئے۔ دیکھیے! آپ "اناللہ" نہ پڑھیے! ہم نے گھر بدلی کی بات کہی ہے۔ ہاں تو ہم نے تقریباً دو مہینے اس مکان میں گزار دیے۔ ایک صبح بیگم ہمارے لیے جلدی جلدی ناشتہ بنا رہی تھیں۔ چولہا چبوترے پر بنا ہوا تھا اور اسی کے بازو مسالہ پیسنے کا پتھر رکھا ہوا تھا۔ اتفاقاً دستے کا پتھر لڑھک کر فرش پر آگرا۔ دوسرے ہی منٹ دروازے پر دستک ہوئی۔ مالکِ مکان کی غضب ناک نگاہوں کا سامنا ہوا۔ پوچھا گیا کہ ہم فرش کیوں توڑ پھوڑ رہے ہیں؟ ہم نے معذرت ہی میں خیریت سمجھی۔ چوتھے دن پھر دروازے پر کھٹ کھٹ ہوئی۔ اب کے ہم قصوروار تھے کہ دیوار پر بیگم کی تصویر ٹانگنے کے لیے کیلا ٹھونک رہے تھے اور وہ کیلا دیوار میں نہیں بلکہ مالک مکان کے چھاتی میں اتر رہا تھا۔ ساتویں دن مالک مکان کی چیخ سنائی دی، حکم تھا کہ ریڈیو بند کیا جائے۔ اس لیے کہ رات میں آٹھ بجے بعد کسی قسم کا شور وہ برداشت نہیں کریں گے! اور ہمارے ہوا محل سننے کا مزہ کرکرا ہوگیا۔ اب ہمیں محسوس ہوا کہ مکان کی چار سمتوں میں اگر کہیں مالک مکان خود رہتے ہوں تو وہ مکان نہیں "مقام ادب و احترام" ہوتا ہے اور ایسے مکان میں آزادی سے رہنا حرام ہوتا ہے۔ لیکن جس تنخواہ سے ہم مکان کا کرایہ ادا کرتے تھے وہ تو خالص حلال کی کمائی تھی۔ لہٰذا ہم نے جان لیا کہ اب گھر بدل میں ہی عافیت ہے چنانچہ دوسرے دن ہم یہ شعر گنگناتے ہوئے نکل پڑے ؎

"نہ تو چارہ گر کی تلاش ہے نہ تو ہمسفر کی تلاش ہے
کوئی کر سکے تو مدد کرے، ہمیں ایک گھر کی تلاش ہے"

اور اس مرحلے پر ہماری ملاقات ایسے مہربان سے ہوئی جن کی بیوی کی جگہ گھر میں صرف اس کی تصویر اور یادگار کے طور پر عطا کیے ہوئے دو بچے رہا کرتے تھے۔ انہوں نے پہلے سوال میں دریافت کرلیا کہ ہم شادی شدہ ہیں اور خیر سے چار بچوں کے باپ بھی ہیں۔ اور یہی ان کے لیے ہماری خوشحال زندگی کا معیار تھا۔ چنانچہ انہوں نے فوراً تین سو روپے کرایہ پیشگی قبول فرماکر اپنا ایک خالی مکان ہمارے حوالے کر دیا۔ اس مکان کی معقولیت یہ تھی کہ اس میں پانی کا نل بھی تھا جو آدھ گھنٹے تک خرخرانے کے بعد صرف پندرہ منٹ کے لیے ہمیں سیراب کرتا اور پھر خرخرانے لگتا۔ اس مکان سے متصل حصوں میں تین کرایہ دار ہم جیسے اور بھی تھے۔ اور سب کے لیے یہی ایک نل اور صرف ایک عدد حمام اور بیت الخلا کا اہتمام تھا۔ نل سے سیرابی کے لیے ہر پندرہ منٹ کا حصہ کرایہ دار کے لیے مخصوص تھا۔ ہم نے مکان تو قبول کرلیا لیکن صرف دو مہینوں کے دوران قیام میں محسوس کیا کہ ہماری بیگم کے خون میں متانت کے جراثیم کم ہونے لگے ہیں۔ اور وہ ترکی بہ ترکی جواب دینے میں مہارت حاصل کر چکی ہیں۔ اور یہ دین تھی پڑوسی کرایہ داروں کی جن سے حمام کے استعمال کپڑے دھونے اور بیت الخلا کے غیر معینہ تصرف پر بغیر ہتھیاروں کی جنگ روز کا معمول بن گئی تھی۔ ہم نے دیکھا کہ بیگم اب ہمیں بھی ترکی بہ ترکی سنانے پر آمادہ ہیں تو پھر ایک بار ہمیں گلیوں کی خاک چھاننا پڑی۔ اور ہفتہ بھر کی آوٹ واکنگ کے بعد ہم ایک بار پھر کامیاب ہوگئے۔ اب جو مکان ملا تو ہم بلندی پر پہنچ گئے۔ جی نہیں، یہ پرموشن نوکری کا نہیں تھا۔ بلکہ تیسری منزل پر پہنچنے کے لیے پوری ہاسٹھ سیڑھیاں چڑھنے کی بلندی تھی۔ اس کا فائدہ تو یہ ہوا کہ روز صبح اٹھ کر کمرے میں ہم جو ورزش کیا کرتے تھے اب اس کی ضرورت نہیں رہی۔ لیکن یہ بالا نشینی بھی ہمیں راس نہیں آئی۔ صبح اٹھ کر باہر نکلنے کے لیے گراؤنڈ فلور والوں کے بیدار ہونے کا انتظار کرنا پڑتا کہ وہ صدر دروازے کا تالا کھولیں اور رات کبھی نو بجے بعد گھر

پہنچیں تو دروازہ کھلوانے کے لیے ان کا احسان اٹھانا پڑتا۔ گراؤنڈ فلور والے جلدی سوتے اور دیر سے اٹھو" پر عمل پیرا تھے۔ ہم قید و بند برداشت کر لیتے، مگر جب ایک مرتبہ ہمیں ضروری کام سے سفر پر جانا تھا اور صبح پانچ بجے کی ٹرین ہمارے لیے آٹھ بجے تک لیٹ نہ ہو سکی تو ہمیں اتنی کوفت ہوئی کہ پانچویں مکان کی تلاش ناگزیر ہو گئی۔ تلاش اگر ہمیں ہو تو خدا بھی مل جاتا ہے۔ ہمیں مکان کیوں نہ ملتا؟ مکان تو ملا ضرور لیکن اس مکان کا جغرافیہ کچھ یوں ہے کہ اوپری منزل میں ایک ڈانس ماسٹر رہتے ہیں جن کے دس دس شاگردوں کے تین گروپ روزانہ ہمارے سر پر "تا تھیا" کرتے ہیں۔ دائیں پڑوس میں لوہے کی الماریوں کا کارخانہ ہے جہاں اکثر نائٹ ورک بھی ہوا کرتا ہے بائیں پڑوس میں ایک ریستوران ہے جس میں روزانہ بیس گھنٹے مائک پر فلمی گیت لگتے ہیں اور ہمارے بچوں کو اپنے اسباق سے زیادہ فلمی گیت یاد رہنے لگے ہیں۔ آج صبح بیگم نے ہمارا سر دباتے ہوئے گھر بدلی کا مشورہ دیا اور بچوں کو مدرسے بھیجنے کی تیاری کرنے لگیں۔ ہم آنکھیں بند کر کے سوچ رہے تھے کہ حسب معمول ہمارے چاروں بچے اسکول جانے سے پہلے سلام کرنے حاضر ہوئے اور سلام کے بعد ان سب نے ایک آواز میں سوال کیا: "ڈیڈی ہم اسکول سے واپس کون سے مکان میں آئیں؟"

سامعین باتمکین! ہماری یہ "گھر بدلی کتھا" یقین ہے کہ آپ کے لیے درس عبرت ثابت ہوگی اور آپ ہمارے ان تجربات سے فائدہ نہ اٹھائیں تو گھاٹے میں رہیں گے۔

(وجے واڑہ سے نشر)

لطیف جدت
ریجنل منیجر اردو اکیڈمی آندھرا پردیش
۲۱۹۔ امداد گھر کامپلکس، وجے واڑہ ۵۲۰۰۰۱

بقیہ: یہ آپ کیا کھا رہے ہیں

غذائی اشیا میں رنگ اور خوشبو ملا کر انھیں خوبصورت بنانا تو آجکل ایک عام بات ہو گئی ہے۔ حالانکہ پیڑ پودوں سے حاصل رنگ نقصاندہ نہیں ہوتے لیکن کولتار سے بنے یا نقلی رنگ بہت مضر ہیں۔ ماسکو اور امریکہ کے متعلقہ اداروں نے "امیرینتھ" نام کے لال رنگ کو بے حد نقصاندہ بتایا ہے۔ یہ رنگ حمل میں موجود بچوں پر بہت برا اثر ڈالتا ہے جین میں تبدیلی کر سکتا ہے۔ بچے میں معذوری بھی پیدا ہو سکتی ہے۔

غذائی اشیا میں اس طرح کے کیمکلز کا استعمال کتنا نقصاندہ ہو سکتا ہے یہ مندرجہ بالا مثالوں سے ظاہر ہے۔ اگر صحت کے بارے میں ہوشیار رہنا ہے اور آئندہ نسلوں کی صحتمندی کے ہم خواہشمند ہیں تو ان کیمیکلز کا استعمال ہمیں بہت سوچ سمجھ کر کرنا ہوگا۔

(ریوا سے نشر)

ڈارون

ایس اے حیات

جس طرح کارل مارکس نے انسانی تاریخ میں ارتقا کا اصول دیا اسی طرح چارلس ڈارون نے جانداروں میں ارتقا کے اصول کی دریافت کی۔ ان کے اس عظیم کارنامہ کے لیے انھیں علم حیات کا کولمبس کہا جاتا ہے۔ وہ ارتقا کے اصول کا مورث ہے۔

ڈارون شریوزبری میں ۱۸۰۹ء میں پیدا ہوئے۔ بنیادی تعلیم کے حصول کے بعد اعلیٰ تعلیم کے لیے ان کے والد نے انھیں ایڈنبرگ روانہ کیا۔ ان کے والد ڈارون کو ڈاکٹر بنانا چاہتے تھے مگر افسوس کہ یہ میڈیکل سائنس میں اچھا نہ کر سکے۔ بالآخر ۱۸۲۸ء میں تھیولوجی میں ڈگری لی وہ ابتدا سے ہی سائنسی ذہن رکھتے تھے اور سائنسی تجربات میں لگے رہتے۔ کیپٹن فیزرائے کی دعوت پر ۱۸۵۱ء میں پنج سالہ جہازی سفر پر یہ روانہ ہوئے۔ اس دوران وہ مطالعے میں منہمک رہے۔ یہ اوقات ڈارون کے لیے بڑے سودمند ثابت ہوئے کیونکہ یہی وہ دور تھا جب ڈارون نے صحیح سمت میں اپنے آپ کو گامزن کیا۔ ان کا کیریر متعین ہو سکا۔ وہ سائنسی تحقیقات میں ہر وقت لگے رہے۔ ۱۸۳۶ء میں انھیں جیولوجیکل سوسائٹی کا سکریٹری مقرر کیا گیا۔ ۱۸۴۲ء سے ان کی سائنسی تحقیق کا دوسرا دور شروع ہوتا ہے۔ اس دور میں یہ پرندوں کے مطالعے میں لگے رہے۔ اس دور میں انھیں غیر معمولی کامیابی نصیب ہوئی۔ کامیابی کے نتیجہ میں تحقیق کی جانب ان کا جھکاؤ بڑھتا گیا۔ اپنی تحقیقات کا مختصر نوٹ ڈارون نے ۱۸۴۲ء میں تیار کیا جسے ۱۸۴۴ء میں وسعت دی۔ اس عرصے تک ارتقا کے اصولوں کی دریافت مکمل ہو چکی تھی۔ اپنی تحقیقات کو کتابی شکل میں ۱۸۵۹ء میں شائع کیا۔ ارتقا کے اصولوں کو تفصیل سے اس کتاب میں پیش کیا۔ یہ ڈارون کی ایک بہت بڑی دریافت ہے اور Origin of Species کے نام سے موسوم ہے۔ انھوں نے ۱۸۷۱ء میں ارتقا کے اصولوں پر مبنی ایک دوسری کتاب Descent of Man شائع کی۔ اس میں انھوں نے انسان میں ہوئے ارتقا کو درجہ بدرجہ بڑے واضح انداز میں بیان کیا ہے۔ اس میں انھوں نے بنی نوع انسان کے لیے Natural Selection کے اصول کو لاگو کیا۔ اس کے بعد The Expression of Emotions شائع کی جس میں ارتقا کے اصولوں کو علم نفسیات پر لاگو کیا بعد ازاں Variations of animals and plants under domestication لکھا اور اپنی ان بیش بہا تحقیقات کے پیش نظر Genetics کے مورث بن گئے۔

نیوٹن، مارکس اور فرائڈ کی طرح ڈارون بھی انقلابی تھا۔ انھوں نے سائنس میں کوئی ڈگری حاصل نہیں کی تھی پھر بھی سائنس کی سچی محبت نے انھیں سائنس کے صف اول کے سائنسدانوں میں لا کر کھڑا کر دیا۔ زیادہ محنت کے باعث وہ اکثر علیل رہتے مگر پھر بھی اپنے مشن پر لگے رہے۔ یہ بات قابل دلچسپ ہے کہ اپنے کہنہ مرض میں ۴۵ سال تک وہ قیدی بنے رہے۔ ان کے پرنیک سر فرانسس ڈارون کے مطابق ڈارون کی صحت ہمیشہ خراب رہی۔ تقریباً ۴۵ سال تک وہ اس قدر بیمار پڑتے رہے کہ ایک دن بھی ایک عام انسان کی طرح صحت کا لطف نہ اٹھا سکے۔ اس طرح ان کی پوری زندگی فکر و علالت کے کشمکش میں گزری۔ انھوں نے ایک موقع پر اپنے ایک قریبی دوست کو کہا تھا کہ اگر اس کی صحت اس قدر خراب نہ ہوتی تو شاید وہ اتنا کام نہ کر سکتا۔

ڈارون نے معاشرہ کا گہرا مطالعہ کیا تھا۔ وہ ایک ضابطے کے تحت زندگی گزارتا۔ لکھنے، پڑھنے اور تفریح کے لیے الگ الگ وقت متعین کر دیا تھا۔ وقت کے ہر سیکنڈ کی قدر کرتا تھا اور اسے ضائع نہ ہونے دیتا۔ وہ نرم مزاج اور ملنسار تھا۔ ٹہلنے اور گھوڑ سواری کا وہ بے حد شوقین تھا۔ ناز برداری اسے پسند تھی۔

تجربات میں دن رات منہمک رہنے کی وجہ سے رفتہ رفتہ ان کی صحت خراب ہونے لگی۔ انھوں نے صحت کی جانب کبھی بھی مناسب دھیان نہیں دیا۔ ان کی حالت روز بروز ابتر ہوتی چلی گئی۔ بالآخر اجل کا پیامبر آ گیا اور ۱۹؍اپریل ۱۸۸۲ء کو ڈارون نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ اس عظیم سائنسداں کو ویسٹ منسٹر ایبے میں سپرد خاک کیا گیا۔ دنیا سائنس کے ایک عظیم خادم سے محروم ہو گئی۔ محققین کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں۔

(پٹنہ سے نشر)

ایس اے حیات
سیکریٹری اسٹڈی سینٹر
آبگلہ — منیاد گنج گیا ۸۲۳۰۰۳

لنگڑا سماج

جلیل بازیدپوری

(منظر ــــ مسلم خاں اپنے کمرے میں کرسی پر بیٹھ کر اخبار پڑھ رہا ہے۔ نورخانم بھی کرسی پر بیٹھی ہے، سامنے میز پر چائے دانی ہے جس میں سے گرم گرم چائے کا بھاپ ہلکے سہوں میں باہر نکل رہا ہے۔ پس منظر سے پڑوسی کی آوازیں سنائی دے رہی ہیں۔ آل انڈیا ریڈیو پر پرانا گیت "سوجا راج دلاری سوجا" سنائی دے رہا ہے)

نوین کمار چیٹرجی: (دروازے پر دستک ہوتی ہے) ارے بھئی گھر میں کوئی ہے۔ میں کب سے دروازہ کھٹکھٹا رہا ہوں کوئی سنتا ہی نہیں۔

نورخانم: اجی آپ صبح سے شام تک چھپی کے دنوں میں اخبار کا کیڑا کیوں بنے رہتے ہیں۔ کیا آپ بھی سیاست میں حصہ لے رہے ہیں۔ لیکن آج کی سیاست کا دوسرا نام بردہ فروشی ہے۔ سرفروشی کی تمنا کو چھوڑ کر بردہ فروشی کی تمنا کیوں کر رہے ہیں۔ جب الیکشن میں تو آپ آئندہ سال کھڑے ہوں گے ابھی آپ کھڑے ہو جائیے اور دیکھئے دروازہ کون کھٹکھٹا رہا ہے۔ کہیں آپ کے چاہنے والے تو نہیں آگئے ؟

مسلم خاں: (چلا کر) آرہا ہوں بھئی، دروازہ کھولتا ہوں اتنے زور سے آپ دروازہ کیوں پٹک رہے ہیں۔ (دروازہ چرمرانے کی آواز) ـــ تو آپ ہیں شریمان نوین کمار چیٹرجی! لیجئے بیگم، آپ تو کہہ رہی تھیں کہ آپ کے چاہنے والے آگئے لیکن یہ آپ کے بھی چاہنے والے ہیں ـــ دیور جو ٹھہرے ـــ

نوین کمار: (چٹکی لیتے ہوئے) شادی کے بعد اصل چاہنے والا تو پتنی کا پتی ہی ہوتا ہے باقی دیور اور دوسرے تو فیملی کی بلڈنگ کے فاضل کھمبے ہوتے ہیں جن کی کبھی کبھار ضرورت پڑتی ہے۔

مسلم خاں: اور شادی سے پہلے پتنی کا چاہنے والا کون ہوتا ہے؟

نورخانم: مجھے اس قسم کا مذاق بالکل پسند نہیں۔ میں کوئی ایسی ویسی لڑکی نہیں ہوں۔ میرا ماحول وہ نہیں تھا جس کی طرف آپ کا اشارہ ہے۔ شادی سے پہلے میرے چاہنے والے صرف میرے ماں باپ تھے۔ بس۔

مسلم خاں: بیگم! میں تمہاری بات نہیں کر رہا ہوں۔ آج کے ماحول کی بات کر رہا ہوں۔ آج کے نوجوان بے لگام ہیں، نہ انکے پاؤں میں سماجی زنجیریں ہیں اور نہ اخلاقی ـ! پیار جذبات کی رو میں بہہ کر ہوتا ہے اور ادھر سے کٹتے ہیں اور شادی کہیں اور۔

نورخانم: آپ کو تو بیکار کی باتیں کرنے کی عادت پڑ گئی ہے لیکن نوین بھائی کی بات سمجھ میں نہیں آئی۔ انھوں نے اپنے آپ کو بیکار کھمبا کیسے سمجھ لیا۔ جناب والا آپ کھمبا نہیں ہیں ورنہ یہ چائے کی پیالی آپ کے نام نہ ہوتی۔ کھمبا بھلا چائے پیتا ہے۔ کہئے شکر کتنے چمچے ڈالوں (چائے کی پیالی میں شکر ملانے سے چمچے اور پیالی کی ملی جلی آوازیں)

مسلم خاں: بھئی نوین! اب کام کی باتیں ہو جائیں۔ تم نے انڈی کا پیڑ دیکھا ہے۔ گاؤں میں اکثر گھر کے آنگن میں انڈی کے بہت سارے پیڑ ہوتے ہیں۔ یہ پیڑ بہت تیزی سے بڑھتا ہے جس طرح لڑکیاں اچانک دیکھتے دیکھتے سیانی ہو جاتی ہیں۔

نوین کمار: تو کیا آپ مجھے آج انڈی کے پیڑ کی کہانی سنانے کے موڈ میں ہیں۔

مسلم خاں: نہیں بھئی۔ دراصل میرے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ تم نے بچپن میں میری بیٹی رخسانہ کو تو دیکھا ہوگا، وہ نانی کے گھر گاؤں میں رہتی ہے۔ بس آج کل اسی کی فکر کھائے جا رہی ہے، اس لیے کہ وہ بھی اب میرے لیے دوسرے ماں باپ کی طرح سراسر بوجھ بن گئی ہے۔ غریب جو ہوں۔ عزت ببول کا کانٹا ہے جس پر چلتے چلتے میرے پاؤں لہولہان ہو چکے ہیں۔

نورخانم: اجی! آپ تو پس منظر سنا رہے ہیں ذرا سیدھے سادے ڈھنگ سے کہانی تو سنائیے۔ میرے دیور بیچارے ٹھہرے بنگالی بابو، وہ پس منظر، ماحول اور سچویشن کیا جانیں وہ تو صرف سماجی کارکن ہیں۔

نوین کمار: کمال کرتی ہیں آپ بھی بھابھی۔ شاید آپ نہیں جانتی ہیں کہ میں اردو کے ایک رائٹر کا لنگوٹیا یار ہوں اور میں نے پریسیڈنسی کالج کلکتہ سے سائیکالوجی میں بی اے آنرز کیا ہے۔ ایسے کالج کا میں اسٹوڈنٹ ہوں جس کالج میں ہندوستان کے پہلے راشٹرپتی ڈاکٹر راجندر پرساد پڑھتے تھے اور پوری یونیورسٹی میں وہ فرسٹ ہوئے تھے۔

مسلم خاں: لیکن یار تو سوشل ورکر کیوں بن گیا۔ تجھے تو فلاسفر اور سائیکلوجسٹ بننا چاہئے تھا۔ تو سرسید احمد خاں، راجہ رام موہن رائے اور چترنجن داس کی طرح سماج کو سدھار کیوں رہا ہے ؟

نوین کمار: تو کیا سماج کو بگاڑ دوں۔ بگاڑنے والے تو بگاڑ ہی رہے ہیں جیسے آپ قلم چلا چلا کر بگاڑ رہے ہیں۔ بھابھی سن رہی ہیں آپ، رس گلے وغیرہ منگوائیے۔ ان سے تو کوئی امید نہیں، میرا یار بڑا کنجوس ہوتا جا رہا ہے (آنکھیں مار کر) اتنے دنوں کے بعد آپ کا دیور آپ کے یہاں آیا ہے۔

نورخانم: (کھانستے ہوئے) آپ کے دوست اب ایک عدد بیٹی اور ایک عدد بیٹے کے باپ جو بن چکے ہیں، تو ظاہر ہے کنجوس تو ہوں گے۔ ویسے بنگالی بابو یہ بمبئی ہے بمبئی یہاں رس گلے نہیں ملتے ہیں، یہاں تو تیمہ پاؤ مشہور ہے اور کچومر اس لیے آپ کے دوست کا کچومر نکل چکا ہے چرپاٹی کی بھیل پوری کہئے تو منگوا دوں اور روہو مچھلی کے بجائے پاپلیٹ مچھلی بنتی ہے یہاں کے گھروں میں۔ کہئے تو آج رات کے کھانے میں پاپلیٹ مچھلی ہی بنا دوں ـــ

مسلم خاں: دیکھو بھئی، میں سڑی ہوئی مچھلی کھانے کا عادی نہیں۔ ہاں یہ بنگالی بابو تمہارے دیور جو ہیں صرف خوشبو بھی سونگھ لیں گے تو کھانا ہضم ہو جائے گا۔ رس گلے کیلے، مچھلی بھات ناریل کے لمبے لمبے پیڑ اور لمبے لمبے بالوں والی سانولی سلونی لڑکیوں کا تو بنگال سے بڑا گہرا رشتہ ہے آہا! (گہرا سانس لیتے ہوئے) کلکتے کی کیا رومانی فضا ہوتی ہے اور دوشیزاؤں کی خوشبوؤں کا کیا کہنا۔ تب ہی تو بیچارے شاعر اعظم مرزا غالب وہاں جا کر گھائل ہو گئے تھے۔

نوین کمار: آمی کیچھو جانی نا۔

مسلم خاں: ابے تو مجھے گالی دے رہا ہے اس لیے کہ میں بنگالی زبان بالکل نہیں جانتا ہوں۔ میں ہوں خان دماغ پھر گیا نا تو سنبھالنا مشکل ہو جائے گا۔

نورخانم: نوین بھائی! آپ جانتے ہی ہیں کہ خان لوگ بڑے سرپھرے ہوتے ہیں بات بات پر لاٹھی اور چاقو نکال لیتے ہیں۔ غصہ تو ان کی ناک پر مکھی کی مانند بھنبھناتا رہتا ہے۔ مجھے تو تعجب ہے خان صاحب اور بنگالی بابو کی دوستی کیسے جم گئی ـــ ؟

مسلم خاں: کیا تم نے ہم دونوں کو برف سمجھ رکھا ہے یا دہی، جو جمنے کی بات کر رہی ہو۔ ہم لوگ پہلے انسان ہیں ہندوستانی ہیں بعد میں مسلمان اور ہندو ہیں۔ دونوں کو ایک دوسرے کے دکھ بانٹنے کا شوق ہے تو دوستی جمے گی کیوں نہیں ـــ خیر! تم یہ تو بتاؤ ڈارلنگ! یہ تمہارے چہیتے دیور نے بنگالی زبان میں مجھے گالی تو نہیں دی۔ کیونکہ تم بنگال میں رہ چکی ہو ـــ

نورخانم: آپ بھی بڑے شکی ہیں، اپنے نوین جیسے بھائی اور دوست پر شک کرتے ہیں۔ انھوں نے تو بنگالی زبان میں کہا "میں کچھ نہیں جانتا ہوں"۔

نوین کمار: اچھا بھابھی! ابھی آپ کے پیارے پیارے سوامی جی بیٹی رخسانہ کی بات کر رہے تھے خاں صاحب! تو بیٹی کو بوجھ سمجھ رہے ہیں لیکن بیٹی بوجھ نہیں ہے۔ بس ماں باپ کو چاہیئے کہ بیٹی کو وہ گن دے کہ جہاں جائے اُس جگہ کو سورگ بنا دے ـــــ

نورخانم: کیا بات کہی آپ نے نوین بھائی! آپ جیسے ماں باپ ہوں تو بیٹی بوجھ نہیں بن سکتی ہے وہ تو اپنے پتی اور پتی کے گھر والوں کے لیے دوا بن جائے گی۔ مگر آج کے ماحول کا کیا کیا جائے۔ نہ ایسے ماں باپ ہیں اور نہ اولاد۔

مسلم خان: ماحول کی تخلیق تو ہم جیسے رائٹر کرتے ہیں لیکن عورتوں کے دل جیتنے میں تیرا بھی جواب نہیں ہے یار تیری جو بیوی ہے یعنی میری بھابھی شادی سے پہلے تو نے اس کا دل جیت کر شادی ضرور کی ہے۔ دیکھا میری نگاہیں کہاں تک چلی گئیں۔ کیونکہ عورتوں کی بہت بڑی کمزوری یہ ہے کہ وہ اس وقت ساری شکایت بھول جاتی ہے جب ان کی تعریف کر دو، تعریف کے دو چار پل باندھ دو اسے دیکھ کر مسکرا دو اور بیوی سے ہار جاؤ۔ بس وہ پھولے نہیں سمائیں گی ـــــ

نوین کمار: کیا نہیں سمائیں گی؟

مسلم خان: "پھولے" یعنی وہ بہت خوش ہو جائیں گی۔

نورخانم: عورت بیچاری کرے کیا۔ مرد کی جھوٹی اکڑفوں کے سامنے وہ تو ہمیشہ دبی دبی رہتی ہے۔ حالات سے سمجھوتہ کرنے کا اور کیا طریقہ ہے۔ کم سے کم اپنی تعریف سن کر خوش تو ہو جاتی ہے۔ یہ بیماری مردوں میں بھی ہے مگر کم ہے۔ ویسے خوش ہونا بھی ایک مستقل آرٹ ہے، جیسے افسانہ نگاری ایک آرٹ ہے ـــــ

نوین کمار: روز خوش ہو کر پتی کو اچھے موڈ میں دیکھ کر سینما جانے کے لیے منانا بھی ایک آرٹ ہے اور سینما دیکھنے کے بعد اچھے ہوٹل میں کھانا بھی ایک آرٹ ہے چاہے بیچارے پتی کی پاکٹ کا حال بُرا کیوں نہ ہو جائے اور پاکٹ پھٹ کیوں نہ جائے۔

نورخانم: آپ بھی نوین جی خوب چٹکیاں لیتے ہیں۔ آپ کی بیوی تو آپ سے بہت خوش رہتی ہوں گی۔

نوین کمار: بھابھی جی! ہندو شاستر میں پتی اور پتنی کو اردھانگنی کہا گیا ہے یہ تو ہماری سوسائٹی کی ایک ٹریجڈی ہے کہ شادی بیاہ اور پیار سب کے سب بیوپار ہیں ورنہ پتنی کی مسکراہٹ تو پتی کے لیے ایک واٹر فال ہے جہاں جی بھر کر پتی نہا لے خوشیاں کوئی اوپر کی چیز نہیں ہیں یہ تو دونوں کے انگ انگ سے سورج کی کرنوں کی مانند پھوٹتی ہیں مگر دل پیار ہو تو۔

مسلم خان: یار! ہم لوگ ایک لنگڑے سماج میں سانس لے رہے ہیں۔ میں ٹھہرا بیچ والا آدمی، میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے مسکراہٹ کے سوا اور پیار کے سوا۔ بیٹی جوان ہو گئی ہے تو نیند نہ جانے کہاں چھپ گئی ہے۔ زندگی تو آنکھ مچولی کھیل ہی رہی ہے۔

نوین کمار: کیا کہا بیچ والا۔

مسلم خان: دیکھ یار! کبھی تو سیریس ہو کر بات کیا کر، سر پر پہاڑ آگرا ہے ویسے تم جیسے دوست نے ہمیشہ کچھ نہ کچھ تو ضرور ہٹائے ہیں۔ تمہاری دوستی میں رس گلے کی مٹھاس میں نے محسوس کی ہے۔ رس گلے تمہیں پسند ہیں نا۔

نوین کمار: لیکن آپ نے یہ نہیں بتایا کہ بھابی کے پیار میں کس چیز کی مٹھاس آپ کو نظر آتی ہے۔ ویسے آپ نے میری دوستی میں رس گلے کی مٹھاس پائی ہے مگر ابھی تک تو رس گلے نہیں آئے ہیں (آنکھیں مارتے ہوئے)

مسلم خان: بیوی کے پیار میں میں نے شہد کی مٹھاس محسوس کی ہے (بیوی کی طرف انگلیوں سے اشارہ کرتے ہوئے) رس گلے بات ختم ہونے کے بعد منگواؤں گا ـــــ یا پھر کبھی ـــــ!

نوین کمار: تم رخسانہ کی بات کر رہے تھے نا، شادی ہو جائے گی اس کے لیے زیادہ چنتا کی کیا بات ہے؟

مسلم خان: تم اچھی طرح جانتے ہو کہ آج کے لڑکے بی اے ایم اے کیا کر لیتے ہیں ان کا دماغ، دماغ نہیں آسمان بن جاتا ہے، اور زمین کا رہنے والا انسان آسمان پر اُڑنے لگتا ہے حالانکہ آتا جاتا کچھ بھی نہیں ہے۔

نوین کمار: سرٹیفکٹ سے کیا ہوتا ہے شیکسپیئر کے پاس کونسی ڈگری تھی، کالی داس جنھیں ہندوستانی شیکسپیئر کہا جاتا ہے، ان کے پاس کونسا سرٹیفکٹ تھا۔

مسلم خان: فارسی کے ایک بہت بڑے شاعر حافظ شیرازی کے پاس کوئی ڈگری نہیں تھی۔ ڈگری تو ایک مایا جال ہے آج تو کالجوں میں پڑھنے کا اصل مقصد یہ ہے کہ شادی میں سسرال والوں سے زیادہ سے زیادہ پیسے بٹورے جائیں اور زیادہ سے زیادہ فرمائش کی جائے۔ مفت کے بیل کے دانت کہاں دیکھے جاتے ہیں۔

نورخانم: میں پوچھتی ہوں، وہ بی اے پاس کرتے ہیں تو کونسا احسان کرتے ہیں لڑکی والوں پر، یا سسرال والوں پر، وہ تو بی اے پاس کرتے ہیں نام کے لیے تاکہ لوگ یہ کہیں کہ فلاں کا بیٹا بی اے پاس ہے۔ علم تو ایک روشنی ہے لیکن روشنی سمجھ کر کہاں حاصل کرتے ہیں ورنہ دل میں جہالت کے اندھیرے کیوں ہوتے؟ خود غرضی کے سائے کیوں کپکپاتے؟ آج تو علم صرف روٹی کمانے کے لیے حاصل کرتے ہیں قومی خدمت انسانی خدمت ایک بھولی بسری کہانی بن کر رہ گئی ہے۔

مسلم خان: گاؤں تو جہیز کے معاملے میں شہر سے بہت زیادہ گرا ہوا ہے۔ تیس تیس سال کی لڑکیاں بیچاری کنوارپن کی گٹھریاں سر پہ لیے پھرتی ہیں۔ وہ جو شریف ہوتی ہیں بعض تو شرافت کی دیواریں ڈھا بھی دیتی ہیں اور اس وقت اس لنگڑے سماج کو احساس ہوتا ہے یہ سب کیا ہو گیا کیسے ہو گیا؟

نورخانم: اپنے گاؤں کے اس نوجوان کا قصہ تو آپ نے نوین بھائی کو سنایا نہیں جنھوں نے شادی سے قبل دس ہزار کے ہرے ہرے نوٹ گنوا لیے شادی کے بعد انھیں یہ محسوس ہوا کہ بچی کی عمر چالیس سال ہے، نوجوان نے اسے میکے میں چھوڑ دیا اور دوسری شادی رچالی۔ یہ ہے آج کا سماج جہاں رہتے ہوئے کبھی کبھی اچھے انسانوں کا دم گھٹتا ہے۔ ہمارے پاس احساس نام کی کوئی چیز نہیں ہے ہم چوپائے کی مانند جی رہے ہیں۔

مسلم خان: نوین بھائی! آپ سوشل ورکر ہیں آپ کا واسطہ تو ہر طرح کے لوگوں سے پڑتا رہتا ہے کوئی اچھا سا گھر دیکھ کر اپنی بھتیجی کا رشتہ کیوں نہیں طے کر دیتے ہیں جس گھر میں دور دور تک جہیز کی کہیں گندی مکھیاں نہ بھنبھناتی ہوں۔ آج تو ہر لڑکے کا باپ دلال بنا ہوا ہے۔ میرا تو خیال ہے کہ ایسے نوجوانوں کو بازاری عورتوں کی طرح سج دھج کر کسی مخصوص بازار میں اپنی اپنی قیمت لگا کر کھڑا رہنا چاہیئے جس میں دم ہو خرید کر لے جائے گا۔

نوین کمار: آخر یہ نوجوان اپنے آپ کو بیچنے کے لیے کیوں تیار ہو جاتے ہیں۔ ایجوکیشن میں کھوٹ ضرور ہے یہ تو انسان ہیں، گائے بیل اور بکرا تو نہیں۔ بھابھی کچھ بھی کہیئے لڑکی والوں کا بھی دوش ہے۔

مسلم خان: لڑکی والوں کا یہی قصور ہے کہ وہ لڑکی والے ہیں اپنی بیٹی کو سکھی دیکھنا کون نہیں چاہتا ہے وہ اپنے دل کے ٹکڑے کے لیے بہت کچھ کرنے کو تیار ہو جاتے ہیں۔ اولاد کے لیے ماں باپ کیا کچھ نہیں کرتا ہے اولاد کا جب پیار امنڈتا ہے تو اس پیار کے سیلاب کے سامنے ماں باپ بہہ جاتے ہیں۔

نوین کمار: ہندوؤں میں آج بھی ذات پات اور اونچ نیچ کا بہت بھید بھاؤ ہے ایک دوسرے کے ساتھ ایک تھالی میں بیٹھ کر بعض لوگ کھاتے پیتے تک نہیں شادی بیاہ تو دور کی بات ہے چھوٹی ذات اور بڑی ذات کے ملیے لمبے کھمبے آج بھی کھڑے ہیں۔ ہریجن اور برہمن آج بھی ایک دوسرے سے دور ہیں۔ آج نہ کوئی راجہ رام موہن رائے ہے اور نہ چتیرنجن داس۔ گاؤں میں یہ بیماری آج بھی ہے۔ سماج میں اس بگاڑ کے ذمہ دار وہ لوگ ہیں جو اپنے آپ کو بہت اونچی چیز سمجھتے ہیں۔

مسلم خان: شہر میں ذات پات کے پھر کم بھنبھناتے ہیں کیونکہ یہاں کے لوگوں کے مسائل اور رہنے سہنے کا ڈھنگ گاؤں کے لوگوں سے بالکل الگ ہیں لیکن ایک بیماری تو ساری دنیا میں ہے۔ آپ دس کتابوں کے رائٹر ہیں آپ کی کوئی خاص عزت نہیں، لوگ پوچھیں گے آپ نے کچھ بنایا یا اخلاق یا کردار نہیں پیسے یا نوٹ۔ تو بھئی پیسے تو وہی بنائیں گے جو ہیرا پھیری جانتے ہیں، رائٹر بیچارہ تو صرف اپنا رشتہ عوام کے دکھ سے جوڑتا ہے۔

نورخانم: رائٹر کو کون پوچھتا ہے آپ کے پاس نہ تو ایک اچھا سا فلیٹ ہے نہ کار، نہ ٹی وی اور نہ بینک بیلنس پھر آپ عزت دار شہری کہلانے کا کیا حق ہے۔ اس لیے تو ان کو کہتی ہوں کہ لیڈر بن جائیے لوگ آپ کے تلوے چاٹیں گے۔ آج بھی زمینداری ختم ہونے کے بعد مصاحبی کے کئی انداز ہیں، خوشامد کے کئی نقشے ہیں اور جی حضوری کے کئی پیمانے ہیں جو آج بھی چھلک رہے ہیں۔ سرمایہ دارانہ نظام آج بھی ہے اس کی عمارت کی شکل بدل چکی ہے۔

نوین کمار: آج زندگی کا ناپ تول ٹی وی اور فلیٹ سے ہو رہا ہے اس لیے کہ لوگوں کے جذبات مر چکے ہیں، لوگ مشین بن چکے ہیں، اچھائی بُرائی کا فرق بالکل مٹ چکا ہے جہاں پیسہ ہے وہاں پیار ہے، پیسہ نہ پیار کہاں ـــــ؟

مسلم خان: جب بُرائیاں حد سے زیادہ بڑھ جاتی ہیں تو پھر وہ بُرائیاں نہیں رہ جاتی ہیں۔ نوٹوں کے سامنے لوگ بے بس ہیں آنکھیں رہتے ہوئے بھی وہ اندھے بن جاتے ہیں۔

نورخانم : نوین بھائی! گاؤں ہو یا شہر ہر آدمی اپنے آپ میں کیوں سمٹا جا رہا ہے کوئی کسی کے بارے میں اچھا سوچنے کے لیے تیار نہیں ہے بس ہر آدمی اس چکر میں ہے کہ کسی طرح لکھ پتی بن جاؤ۔ مجھے آپ کے دوست کے گاؤں پر ترس آتا ہے۔ سچ پوچھئے تو اس گاؤں میں رہنے کو جی نہیں چاہتا چغل خوروں اور بدخواہوں کا گاؤں ہے۔ اچھا کرنا تو دور کی بات، لوگ ایک دوسرے کا بُرا چاہتے ہیں۔

مسلم خان : لیکن ڈارلنگ! تم ایک آدمی کو بھول گئی۔ مکھیا کو، ارے وہ تو ہر بچوں کی شادی میں بھی شریک ہو جاتا ہے اور ان کے دکھوں میں کام آتا ہے۔ گاؤں میں انسان کہلانے کا حق صرف وہی رکھتا ہے اس لیے کہ وہ ذات پات کے بھید بھاؤ سے بہت اونچا ہے۔ اس آدمی کی کیا تعریف کی جائے جو دوسروں کے دکھ میں بچھ جاتے دستر خوان کی طرح اور جہیز کی چھوت والی بیماری ان کے گھر میں نہیں ۔

نوین کمار : بھئی ایسے لوگ بہت کم ملتے ہیں۔ ایک بات کہوں بُرا تو نہیں مانو گے۔ رخسانہ کے لیے اپنی شکتی سے بڑھ کر سپنا مت دیکھو۔ اور خاں والی بات اور ڈاکٹر والی بات بھی جانے دو۔ اچھا سا گھر ہو، اچھا پتی ہو کمانے والا ہو تمہارے جیسا رائٹر نہیں ہو ورنہ رخسانہ بیچاری ٹھوکریں مرے گی۔ انجینئر، ڈاکٹر اور وکیل کا سپنا کبھی نہ دیکھو ورنہ ایک دن آپ اپنے آپ کو کوڑوں کے ڈھیر میں پاؤ گے۔ آپ کے پاس ہے ہی کیا کتابوں کے سوا۔

نورخانم : میں بھی یہی چاہتی ہوں، اچھے لوگ ہوں بس بیٹی کو دو وقت کی روٹی مل جائے اور پیار مل جائے۔ ان ہی کے گاؤں میں ایک انجینئر کو چالیس ہزار روپے لیتے ہوئے دیکھا۔ ان کے گاؤں والوں کی گردن بہت زیادہ اونچی ہے جبکہ لوگ بڑے اوچھے قسم کے ہیں اور کارنامے ایسے ایسے جنھیں سننے کے بعد گردن شرم سے جھک جائیں۔

نوین کمار : خاں صاحب کا کوئی کارنامہ ہو تو سنا دیجئے بھابی ویسے آپ نے ٹھیک ہی کہا۔ لڑکا اگر لنگڑا بھی ہو تو اسے جہیز چاہئے۔ منہ پھٹا ہوا، اجڑا بھی ہو تو اس سے کیا لڑکا جو ہے۔

نورخانم : یہی نہیں نوین بھائی! برات میں سو کہہ کر دو سو لے جاتے ہیں۔ رشتے داری سے قبل رشتہ طے ہونے کے بعد کسی نہ کسی بہانے حرام کھانے کے لیے بار بار لڑکی والوں کے گھر پر دھاوا بولتے ہیں۔ بار بار تہواری بھی وصول کرتے ہیں۔ عیدی، بقرعیدی۔

نوین کمار : اس بُرائی کے خلاف ایک ایک آدمی کو لڑنا چاہئے ورنہ یہ بیماری سب کو لے ڈوبے گی۔ جہیز کے سمندر میں ہندوستان کا ہر ماں باپ ڈوب رہا ہے اور اس وقت تک ڈوبتا رہے گا جب تک انسان کا کیریکٹر اونچا نہیں بن جاتا۔

مسلم خان : بمبئی میں لڑکوں کی کمی نہیں ہے لیکن یہاں کا نوجوان طبقہ برائیوں کو فیشن سمجھ کر اپنا رہا ہے اور فٹ پاتھ والے ضرورت سمجھ کر اپنا رہے ہیں اوپر سے یہاں غیر ملکی بہروپیئے اپنے جسموں پر عطر مل مل کر آتے ہیں اور نوٹوں کے بل بوتے پر بے بس لڑکیوں کو خرید رہے ہیں دولتمند شراب اور لڑکی کو اپنے ساتھ ڈھوتے پھرتے ہیں۔ نوٹ ان کی سب سے بڑی طاقت ہے۔

نوین کمار : میری نظر میں ایک ایسا گھر ہے جہاں رخسانہ سکھی رہ سکتی ہے ذات تو نہیں معلوم وہ کیا ہیں، ان کے گھر کا سسٹم یہ ہے کہ وہ نہ جہیز لیتے ہیں اور نہ دیتے ہیں۔ ایک شادی میں میں جا چکا ہوں ـــ ارے ہاں تمہارا بیٹا ارشد کہاں ہے!

مسلم خان : بتاتا ہوں۔ پہلے رخسانہ کی بات تو ختم ہو جائے۔ تم فوراً ان کے پاس جاؤ ذات پات کو میں گندے انڈے کی طرح گلی کے باہر پھینک چکا ہوں ۔

نوین کمار : زمین آسمان ایک کر دوں گا مگر مجھ سے ایک وعدہ کرو۔

مسلم خان : چلو میں نے ایک وعدہ کیا کہو کیسا وعدہ؟

نوین کمار : تمہیں یہ کرنا ہوگا کہ قلم کے راستے سے جہیز کے بارے میں آرٹیکل لکھتے رہو۔ تمہارا قلم قلم نہیں ایک اچھلتا کودتا جھرنا بن جائے۔ انسانیت کے دھرم کی بات لکھو۔ سائنس کی ایجوکیشن کی بات لکھو اور سماجی رشتے کو اپنے قلم کی نوک میں لے آؤ۔ لوگوں کو اس بات کے لیے تیار کرو کہ وہ جہیز کے خلاف ایک ایسوسی ایشن بنائیں جس میں ہر ذات کے لوگ ہوں اچھے لوگ، پڑھے لکھے اور اونچے خیالات والے جن کے پاس دولت بھی ہو اور دل بھی ان کو ممبر بنایا جائے اس ایسوسی ایشن کے ممبر ایسے نوجوان بھی ہوں جو غریب لڑکیوں سے شادی رچانے کے لیے تیار رہے اور جہیز کے خلاف ماں باپ سے بھی لڑنے کے لیے تیار رہے عورتوں اور مردوں کے لیے اچھی لائبریری ہو اچھی کتابیں ہوں جسے پڑھ کر نوجوان جاگ جائیں۔ سوشل ورکر پروفیسر لیڈر اور دھارمک وچار والوں کو اس بات کے لیے تیار کرو کہ وہ اس کے بارے میں ایجی ٹیشن چلائیں ۔

مسلم خان : تم نے بہت اچھا مشورہ دیا ہے میں اس پر ساری عمر عمل کروں گا۔ میں بھی بیٹی کا باپ ہوں۔ اور بیٹی باپ کے لیے ایک تیز تلوار ہے جو ہر وقت سر پر لٹکی رہتی ہے جب تک وہ کنواری ہے ذرا بھی اونچ نیچ ہو گئی تو باپ کی عزت مٹی میں مل جاتی ہے۔

نورخانم : آپ ٹھیک کہتے ہیں۔ میری امی بتا رہی تھیں کہ صوبہ بہار کے بہار شریف کے آسانگر محلے میں جہیز کے ڈر سے ایک باپ نے اپنی بچی کو جھاڑی میں پھینک دیا تھا، ایک خدا ترس بندے نے اس بچی کو پالا پوسا، وہ آج بھی زندہ ہے اور کئی بچوں کی ماں ہے۔

مسلم خان : میرے ابا بھی بتا رہے تھے کہ گوتم بدھ کے شہر گیا میں ایک افسر جس کا نام رضی الدین تھا، جہیز نہ دینے کی وجہ سے جان دے دی۔

نوین کمار : میں نے ایک نیوز پیپر میں پڑھا تھا کہ ہریانہ ضلع کے فرید آباد کے ایک گاؤں الوار میں شادی کی سگائی بہت سادے ڈھنگ سے ہوتی ہے۔ لڑکا مٹھائی کا ایک ڈبہ بستر کی ایک چادر اور ایک روپیہ نقد لڑکی والوں کو دیتا ہے اس کے بعد دیہاتی لڑکا اور لڑکی کو شادی کی بدھائی دیتے ہیں۔ شادی کے دن دولہا دو چار دس آدمیوں کو لے کر برات کے ساتھ ان کے گھر جاتا ہے۔ پریزنٹیشن لینے دینے کے بعد ودائی ہو جاتی ہے۔ یہ گاؤں جاگ چکا ہے۔ ہر گاؤں کو اسی طرح جاگنا چاہئے جب تک جاگے گا نہیں خوشحالی نہیں آئے گی، مگر یہ ریوولیوشن نہیں آئے گا۔

نورخانم : ارے ارشد کی بات بتا دو نا بہت دیر ہو گئی ہے کب تک سماج سے لڑتے رہیے گا۔ نوین بھائی سننے کے لیے بے چین ہیں۔

مسلم خان : بھئی نوین تم تو جانتے ہو آج کے نوجوانوں کو چھوٹ حد سے زیادہ مل رہی ہے اسی چھوٹ کا نتیجہ ہے کہ آج نوجوان بگڑتے جا رہے ہیں۔ میرا بیٹا اپنے دوستوں کے ساتھ گرد پینے کے لیے شکلاجی اسٹریٹ جایا کرتا تھا اور مجھ سے کہتا تھا کہ "میگاؤں اور وکٹوریہ گارڈن اسٹڈی کرنے جا رہا ہوں"۔ اس کا دماغ بالکل ناکارہ ہو چکا ہے اور وہ ہسپتال میں ہے۔

نوین کمار : جو ہونا تھا سو ہو چکا اس کا علاج کسی سائیکاٹرسٹ ڈاکٹر سے کراؤ اور اسے پیار چاہئے دھتکار نہیں ۔

نورخانم : ایک دن اس کے تکئے کے نیچے براؤن رنگ کا پوڈر ملا ڈاکٹر کو دکھانے کے لیے گئی تو انھوں نے بتایا یہ گرد ہے جسے پینے کے بعد آدمی دین دنیا سب بھول جاتا ہے اور اسے کچھ یاد رہتا ہے تو صرف وہ "پڑیا"۔

نوین کمار : یہ رائٹر جو شہر ہے۔ اپنی دنیا میں مست رہتے ہیں بگاڑ کی وجہ خراب سوسائٹی ہے ایک دوسرے کی کاپی ہے۔ اور چھوٹ ہے۔ بچے گندی کتابیں پڑھتے ہیں، گندی فلمیں دیکھتے ہیں، گندے پوسٹر دیکھتے ہیں اور گندے ڈائیلاگ سنتے ہیں۔

مسلم خان : میں بتاؤں آوا کا آوا بگڑ چکا ہے کمہار کا ایک برتن بھی صحیح نہیں ہے ایسے میں سدھار کیسے لایا جائے جیتے جی میرا تو جنازہ نکل ہی چکا ہے بیٹا بھی ہاتھ سے گیا اس کا کرم ہے (آسمان کی طرف انگلی سے اشارہ کرتے ہوئے) کہ بیٹی نانی کے گھر ہے ورنہ یہاں رہ کر وہ بھی بمبئی کی عورتوں کی طرح چھوکری بن جاتی بس یہاں کی عورتوں کو کھاتے رہو، ہوٹل میں کھلاتے رہو خوش رہیں گی کبھی کبھی تو تو میں میں کی نوبت نہیں آئے گی۔ اور سینما دکھاتے رہو تو فرمائش کم کریں گی۔

نورخانم : یہ جملے کہیں مجھ پر تو نہیں کسے جا رہے ہیں۔

مسلم خان : آپ بمبئی والی کہاں ہیں؟

نوین کمار : اچھا بھئی میں چلوں ۔

نورخانم : پاپلیٹ منگوائی ہوں، کھانا کھا کر جاؤ۔

نوین کمار : نہیں جانے دیجئے بھابی! پھر کبھی آج کی رات پاپلیٹ میری طرف سے خاں صاحب کو کھلا دیجئے تاکہ دماغ تیز ہو جائے اور جہیز کے بارے میں خوب لکھیں اور وہ کون سا سماج مسلم بھائی جس کے بارے میں آپ کہہ رہے تھے ـــ اس کے بارے میں بھی آپ خوب لکھیں۔

مسلم خان : " لنگڑا سماج " (سب مل کر ہنستے ہیں)

(آکاشوانی بمبئی سے نشر)

جلیل بازید پوری
نیر شانتی بھون، مقابل راؤ ٹنڈ ٹیمپل ایس وی پی روڈ
بمبئی ۴۰۰۰۰۴

افسانہ

برف کے پھول

عمر مجید

آج بھی جب وہ کام سے گھر لوٹا تو بوڑھے باپ نے حقّے کے دو چار گہرے کش لے کر اس سے کہا ۔۔ "بیٹا ۔۔ مکان بنانے کے لئے اور شادی کے لئے پیسے سب کے پاس موجود نہیں ہوتے ۔ یہ کام جب ہاتھ میں لئے جاتے ہیں تو اللہ ہاتھ بٹاتا ہے ، جب تمہاری اماں سے میری شادی کی بات چلی تھی تو گھر میں دو دن سے چولہا بھی نہ جلا تھا لیکن صرف چھ ماہ بعد شادی ہوئی تو میں نے تمہاری اماں کیلئے دس تولہ چاندی کے زیور اور سات جوڑے کپڑے بھی بنوائے تھے اور ساری برادری کو دعوت کھلائی تھی ۔

اور ۔۔۔۔"

بوڑھا باپ یک لخت خاموش ہوگیا ۔ داڑھی کے بال گھاس کے خشک تنکوں کی طرح اکڑ کے رہ گئے ، شاید اسے یاد آیا تھا کہ دس تولہ چاندی ، سات جوڑے کپڑے اور ساری برادری کو دعوت کھلانے کے عوض اسے اپنی ساری زندگی گروی رکھنا پڑی تھی ۔ پندرہ برس تک سود ادا کرنے کے بعد بھی جب اسے پتہ چلا کہ اصل رقم اپنی جگہ

باقی تھا

میں نہ مکان کی چھت بدلنے کے لئے پیسہ تھا اور نہ احمد کی شادی کے لئے احمد کے ماں باپ گویا سوچوں کے چوراہے پہ کھڑے تھے مکان کی چھت بدلی جائے یا نہ بدلی جائے ؟ احمد کی شادی اسی سال ہونی چاہیئے اور احمد کو یہ دونوں کام ناممکن نظر آ رہے تھے ، حالانکہ یہ دونوں کام ضروری تھے ۔ اگر مکان کی چھت اس برس بھی نہ بدلی جاتی تو سرما کی برف زندگی سے اس کی ساری حرارت چھین لے گی ۔ گذشتہ برس مٹی کے خالی کنستروں کو سیدھا کر کے چھوٹے بڑے سوراخ وقتی طور پر بند کیے گئے تھے لیکن اب وہ بھی سڑ چکے تھے ۔ اس کے علاوہ چھت کو سہارا دینے والی لکڑی کی شہتیریں بھی گل سڑ گئی تھیں ۔ برف کے بوجھ سے چھت کے بیٹھ جانے کا بھی اندیشہ تھا ۔ اور شادی اس لئے ضروری تھی کہ آمنہ کے باپ نے صاف صاف کہہ دیا تھا کہ وہ اب مزید انتظار نہیں کرے گا ۔ شاید اسی لئے احمد خود سے الجھا ہوا تھا اور جب آدمی خود اپنے آپ سے الجھ کر رہ جاتا ہے تو ہر چیز بے معنی سی لگتی ہے ۔ شاید اسی لئے آمنہ بھی اور شاید ایسے ہی موقعوں پر انسان ایک جزیرہ بن کے رہ جاتا ہے ۔ انسانوں کے سمندر میں رہتے ہوئے بھی الگ تھلگ اور تنہا ۔۔۔!

موجود ہے تو وہی ہوا جو ایسے حالات میں ہوتا ہے ۔ مہاجن نے زمین پر قبضہ کر لیا اور آج ۔۔۔ وہ زمین سمٹ کر ایک چھوٹا سا سیاہ دھبہ بن کے رہ گئی تھی ۔۔۔ دل میں کوئی چاند نہ تھا اور مکان کی چھت کے لئے ٹین کی بیس چادریں درکار تھیں ۔۔۔!

بوڑھی ماں نے جو اپنے برسوں پرانے چرخے کے پہیئے سے سر لگائے سو رہی تھی اور نہ جاگ رہی تھی ، کچھ کہنا چاہا ۔ لیکن خاموش رہی ۔ جھیل کے کنول سو کھنے لگے تھے ۔ اس نے بہت پہلے اپنے بچپن میں اپنی ماں سے سنا تھا کہ جب جھیل کے کنول سو کھنے لگتے ہیں تو گرمی کا زمانہ ختم ہو جاتا ہے ۔

" اب چناروں کے مخملیں پتے نارنجی پڑ جائیں گے ۔ پھر درختوں کے سب پتے جھڑ جائیں گے ۔ پھر پہلی ہوا چلے گی اور زمین برف کا کفن اوڑھ لے گی ۔۔۔"

" نہیں ۔۔۔ احمد کی شادی اسی برس برف باری سے پہلے ہو جانی چاہیئے ۔" یکایک وہ بڑبڑائی جیسے کوئی بھیانک خواب دیکھتے دیکھتے جاگ پڑی ہو ۔

" اماں ۔۔۔ میری شادی اتنی ضروری نہیں جتنی مکان کی چھت بدلنا ضروری ہے ۔"

" بیس برس سے جو چھت نہیں بدل سکی وہ اب کیسے بدلی جا سکے گی ۔"

پھر کمرے میں گہری خاموشی چھا گئی ۔ اس خستہ حال ایک منزلہ مکان کے باقی دو کمرے بھی خالی تھے ۔ اور اس کے تیسرے کمرے میں بیٹھے ہوئے تینوں شخص خالی کمروں کی طرح اپنے آپ کو خالی محسوس کرنے لگے ۔ بوڑھے باپ کے سامنے جتنے بھی راستے تھے وہ تھوڑی دور جا کر نا امیدی کی پھیلی ہوئی دھند میں کھو جاتے ۔ بوڑھی ماں کے پاس اپنے بوڑھے چرخے کی گھوں گھوں کے سوا اور کچھ بھی نہ تھا ، اسی لئے احمد اپنے آپ سے الجھتا گیا ۔

رات خواب میں اس نے مکان پر نئی چھت بھی لگتے دیکھی اور آمنہ کو اپنے گھر کے چھوٹے صحن میں جھاڑو لگاتے بھی دیکھا ۔ صبح اس نے اپنے خواب ، کا ذکر کسی سے نہ کیا ۔ لیکن چائے کی دو پیالیاں حلق میں انڈیل دیں ۔ اتنی ہی دیر میں ماں نے تانبے کے پرانے برتن میں جس کی قلعی اکھڑ چکی تھی ، چاول بھر دیئے ، ان کے اوپر ساگ کی تہہ جما دی

پھر برتن کو ایک میلے کچیلے کپڑے میں باندھ کر احمد کے ہاتھ میں تھما دیا ۔

زیر تعمیر سڑک پر بجری بچھائی جانے والی تھی ۔ آکول کے بڑے بڑے ڈراموں کے نیچے آگ سلگاتے ہوئے احمد کو رات کا خواب ایک بار پھر یاد آیا ۔ مٹیالا دھواں سڑک کے کنارے چناروں کے گرد بادلوں کی صورت میں جمع ہونے لگا ۔ اپنے آپ سے جھنجھلا کر اس نے اپنے ایک ساتھی سے پوچھا ۔

" سلام چاچا ۔۔۔ شادی پر کل کتنا خرچ ہوتا ہے ؟"

" یہ سوال مجھ سے تم ہزار بار پوچھ چکے ہو اور میرے پاس اس کا ایک ہی جواب ہے ۔ دنیا کی ساری دولت خرچ کی جائے ، تو کم ہے ۔۔۔ "

" کیا روپے پیسے کے بغیر شادی نہیں ہو سکتی ہے ؟"

" ہاں ۔۔۔ کیوں نہیں ۔۔۔ اس کے لئے تمہیں شہر میں جا کر عدالت میں نکاح پڑھوانا ہو گا ۔۔۔"

احمد ایک بار پھر الجھ کر رہ گیا ۔ کیا آمنہ راضی ہو گی ؟ دنیا کیا کہے گی ! اور مکان کی چھت ۔ شادی بغیر روپے پیسے کے ہو سکتی ہے ، لیکن ٹین کی چادریں ۔۔۔ ان کے لئے کون سی عدالت ہے ۔۔۔ ؟"

شام کو جب ابا نے پھر شادی کی بات چھیڑ دی ، تو اس نے جھنجھلا کر کہا ۔

" ابا ۔۔۔ نہ شادی ہو گی اور نہ چھت بدلے گی ۔ اب ہمارے پاس زمین کا معمولی ٹکڑا بھی نہ رہا ہے اور دو چار دن بعد گھر میں چولہا جلنا بھی بند ہو جائے گا ، کیونکہ سڑک پر اب صرف دو یا تین دن کا کام رہ گیا ہے ۔۔۔"

" بیٹے ۔۔۔ اللہ بڑا کارساز ہے ۔۔۔"

بوڑھے باپ نے جواب دیا اور احمد یہ نہ سمجھ سکا کہ یہ بوڑھے باپ کی زندگی کے تجربوں کا نچوڑ ہے یا اپنی بے بسی کا اعلان ۔۔!

نئی سڑک کی تعمیر کا باقی ماندہ کام تین دن میں مکمل ہوا ، چوتھے روز ایک نہایت صاف ستھرے آدمی نے جو یہاں تک کار میں بیٹھ کر آیا تھا ایک رنگین فیتہ کاٹا اور سڑک ، آمد و رفت کے لئے کھول دی گئی ۔ سڑک پر جن مزدوروں نے کام کیا تھا ۔ انھیں قہوہ پلایا گیا اور مزدوری کے علاوہ دس دس روپے بطور بونس بھی ملے ۔ دس روپے کا بونس پانے کے باوجود احمد ایک بے بس مچھلی کی طرح مایوسی کے جال میں پھنسا ہوا آنے والے کل کے بارے میں سوچ رہا تھا ۔

" اللہ بڑا کارساز ہے ۔۔۔" شام کو بوڑھے باپ نے چلم سلگاتے ہوئے اسے تسلی دی ۔!

" ابا ۔۔۔ پیسہ خود بخود گھر نہیں آتا ۔ اس کے لئے محنت کرنی پڑتی ہے ۔ میں نے شہر جانے کا فیصلہ کیا ہے ۔ میں ادھر گاؤں میں بیٹھا رہا تو فاقوں کی نوبت آئے گی ۔۔۔"

افسانہ

چار دن کی چاندنی

مکان کی چھت پر لگے بستر پر میں تنہا نیم دراز لیٹا نیند کی آمد کا انتظار کر رہا ہوں۔ لیکن شاید نیند مجھ سے کوسوں دور ہے۔ تنہا ویران اور تھکی آنکھیں کچھ ڈھونڈ رہی ہیں آنکھوں کی تلاش جاری ہے ——— آج چودھویں کی رات ہے۔ اور اس کی ٹھنڈی دلخوشنما روشنی اندھیروں پر حاوی ہو رہی ہے شاید میرے دل کے اندھیروں پر بھی میری نگاہیں آسمان پر ٹک گئی ہیں، شاید کسی حسین اور زندہ مجسمہ کی تلاش تھی، وہ کیا ہے ——— اب میری آنکھیں غور سے دیکھ رہی ہیں۔ وہ بھرپور جوان ہے۔ اس کے انگ انگ سے جوانی پھوٹتی نظر آ رہی ہے۔ اس کا بدن نہایت خوبصورت اور سڈول ہے۔ اس کے جبینِ ناز پر عجیب سی چمک تھی جس سے میری آنکھوں کو ٹھنڈک مل رہی ہے۔ لیکن میں جانتا ہوں کہ یہ میری طرح تنہا اور اداس ہے۔ دوسروں کے لئے اپنا جلوہ بکھیر کر چپ چاپ کہیں جا کر چھپ جائے گا۔ ادھر میرے ذہنی خیالات کی رَو اور حسین و دلفریب منظر کا ٹکراؤ، ایسا گڈمڈ ہوا کہ میں حال کی تمام تجلیوں کو بھول گیا ہوں۔ اب میری نظر کے سامنے ایک خوفناک منظر مجھے دہلا رہا ہے ہاں! اب میں دیکھ رہا ہوں کہ ایک دبیز سُرمئی چادر، نامعلوم ہاتھوں کے ذریعے اس کے قریب لائی جا رہی ہے۔ وہ اب مبہوت ایک جگہ معین ہے، اس کی گردشیں تمام ہو چکی ہیں۔ شاید اب اس کا مسکن دوسری جگہ منتقل ہونے والا ہے۔ دبیز سرمئی چادر اس کے قریب ہو چکی ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ آج اس کی زندگی کا آخری دن ہے۔ تین دنوں تک اپنے چاہنے والوں کے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک بنتی رہنے کے بعد اب وہ مجبور ہے پھر اس سرمئی چادر سے اسے ڈھک دیا گیا میں مبہوت لیٹا لیٹا ان تمام مناظر کو دیکھ رہا ہوں۔ اس سے قبل بھی ایسے مناظر دیکھ چکا ہوں۔ آنکھیں نم ہو چکی ہیں اور دل بے چین۔

"بیٹے بے صبر نہ ہو ——— آج نمبردار کہہ رہا تھا کہ نالے پر پشتے باندھنے کا کام اگلے ہفتے سے شروع ہو رہا ہے۔ سال بھر کا کام ہے اور تم شہر نہیں جا سکتے۔ شوال کی دس تاریخ کو تمہاری شادی کا دن مقرر ہوا ہے ———"

بوڑھی ماں کا ہاتھ رک گیا۔ چرخے کا پہیہ رک گیا تو گھوں گھوں بھی بند ہوئی۔

"پر ابا ——— پیسے کے بغیر شادی کیسے ہو سکتی ہے۔ ادھر جاڑا بھی نزدیک آ رہا ہے ———"

"جاڑا ابھی بہت دور ہے ———"

ماں نے نفی میں سر کو جنبش دی۔ جیسے کہنا چاہتی ہو ——— "نہیں نہیں جاڑا دور نہیں ہے۔ میں نے جھیل میں سوکھے کنول دیکھے ہیں۔ اب کل پرسوں چنار ننگے ہو جائیں گے۔ پھر برف کی موٹی سفید چادر جھیل کو ڈھک لے گی۔ کفن کی طرح۔ . . کفن ——— یہ مجھے کیا ہوا ہے۔ یہ کفن بار بار آنکھوں کے سامنے کیوں لہراتا ہے۔ ابھی تو احمد کی شادی بھی نہ ہوئی ہے"

"احمد کی شادی شوال کی دس تاریخ کو مقرر ہوئی ہے!" اس نے اپنے خاوند سے پوچھا۔

"ہاں ———"

"لیکن ابا ——— پیسے ———"

"بیٹے اللہ نے انتظام کر دیا ہے، میں نے نمبردار سے بات کی ہے اس نے وعدہ کیا ہے کہ وہ تمہیں مزدوری کے پیسے ٹھیکدار سے پیشگی دلوا دے گا ———"

"اگر یہ بات ہے تو پھر کیوں نہ پہلے مکان کی چھت بدلی جائے ———"

"نہیں" دونوں میاں بیوی ایک ساتھ بولے جیسے کوئی ان سے ان کا خواب چھیننے کی کوشش کر رہا ہو ———"

سات دن بعد نالے پر پشتے باندھنے کا کام شروع ہوا گاؤں کے نمبردار نے اپنا وعدہ پورا دکھایا۔

شوال کی دس تاریخ کو بوڑھی ماں کی فجر ہونے سے پہلے ہی آنکھ کھل گئی۔ یوں بھی وہ ہر دن فجر کے وقت جاگا کرتی تھی۔ لیکن آج وہ سوئی ہی کہاں تھی؟ جھیل کی پرسکون سطح پر ہلکی ہلکی دھند۔ دودھ کی نرم نرم پونیوں کی طرح چھائی ہوئی تھی۔ پھر مسجد سے اذان بلند ہوئی اور کنول کے بڑے بڑے پتے صاف نظر آنے لگے۔ اس نے جھیل کے کنارے سبز مخمل کی جائے نماز پر فجر کی نماز ادا کی ——— دعا کے لیے ہاتھوں کے کنول کھولے تو دل دھک سے رہ گیا۔ آسمان پر گہرے سیاہ بادل چھائے ہوئے تھے تیز برفیلی ہوا ایک جھونکا اس کے ہاتھوں کے کنول سے ٹکرا گیا۔ اس نے اپنی متوحش آنکھیں آنگن میں کھڑے چنار کی طرف اٹھا دیں۔ اس کی دعا طویل ہوتی گئی ———!

آسمان ابر آلود ہونے کے باوجود گھر میں شادی کا ہنگامہ شروع ہوا۔ پرانہ سہی میٹھا ہی سہی۔ ایک دنبہ ذبح کیا گیا۔ بڑی بڑی دیگوں میں چاول چڑھا دیئے گئے۔ عورتوں نے گیت گانا شروع کئے۔ تیسرے پہر بوندا بوندی شروع ہوگئی۔ بوڑھی ماں کانپ کے رہ گئی۔ ایک بار پھر آسمان کو دیکھا۔

——— "نہیں مالک۔ . . آج نہیں ——— احمد اس بوندا باندی میں دولہا بن کر سفید گھوڑی پر سوار ہوا۔ ایک پٹاخہ داغا گیا۔ گھوڑی اچھل کر رہ گئی۔ احمد کی نظریں مکان کی چھت پر پڑیں جو اتنی ہی دیر میں گیلی ہو چکی تھی ——— چھت پر سایہ کئے ہوئے چنار کے پتوں سے پانی کے قطرے گرتے ہوئے صاف دکھائی دے رہے تھے۔ بوڑھا باپ براتیوں کی بھیڑ میں گم ہو چکا تھا۔ احمد ایک بار پھر اپنے آپ سے الجھتا چلا گیا ———"

واپسی پر ہر کمرے میں بارش کا پانی جمع ہو چکا ہوگا۔ کہیں بیٹھنے کی جگہ نہ ہوگی۔ ماں نے جس کمرے میں دلہن کے بیٹھنے کے لئے برسوں پرانا گبہ بچھایا ہے، وہاں پانی ہی پانی ہوگا۔ دلہن کہاں بیٹھے گی اور رات ——— ابا تم دھوکہ کھا چکے ہو ——— اللہ کارساز ضرور ہے لیکن چھت سڑ چکی ہو۔ اس میں چھوٹے بڑے بے شمار سوراخ ہوں تو اللہ کیا کر سکتا ہے!"

گھوڑی پر بیٹھا ہوا احمد ایک بار پھر گہری سوچوں کا جزیرہ بن گیا۔

عین اس لمحے جب نکاح خوانی ہو رہی تھی، کسی نے اندر آ کر بتایا۔

"برف گرنا شروع ہوگئی ہے"

"اللہ ———!"

"ابھی تو جاڑا دور ہے۔ پھر یہ برف ———!"

"اللہ کی مرضی ——— میں نے اپنے دادا سے سنا ہے کہ ایک مرتبہ ہاڑ میں بھی برف باری ہوئی تھی!"

گرتی ہوئی برف میں دولہن ڈولی میں بٹھا دی گئی برف باری کی وجہ سے ہنگامہ سرد پڑ چکا تھا۔ براتی احمد کے گھر تک جانے کی بجائے آدھے راستے ہی سے واپس ہوتے گئے۔ گھر تک صرف چند ایک قریبی رشتہ داروں نے ساتھ دیا۔

بوڑھی ماں نے بہو کو گلے سے لپٹا لیا۔ اس کے ماتھے کو چوما اور پھر اندر لے گئی۔ اس نے کانگڑیوں میں آگ ڈال کے رکھی تھی۔ اندر کمرے گرم تھے اور بالکل خشک۔

دوسری صبح جب احمد باہر آیا تو برف باری تھم چکی تھی۔ اس نے دیکھا کہ مکان کی چھت پر سایہ کئے ہو چنار پر لاکھوں سفید پھول کھل چکے ہیں ——— برف کے پھول۔ تب احمد نے اپنی جگہ سوچا ——— "ابا ٹھیک ہی کہتے ہیں۔ اللہ واقعی کارساز ہے۔ رات برف کی بجائے بارش ہوئی ہوتی تو سارے کمرے پانی کے تالاب میں بدل گئے ہوتے، لیکن چنار کے پتوں نے برف کو چھت تک پہنچنے ہی نہ دیا۔!"

(ریڈیو کشمیر سرینگر سے نشر)

سلطان آزاد

ماضی کے دریچوں کے اُس پار اب کئی یک مناظر میری
اہوں کے سامنے آہستہ آہستہ آ رہے ہیں ــــــــــ
ٰ دیژن سنٹر کے ٹیلی کاسٹ کے لیے چار امیدوار دں میں
ے اناؤنسر کی حیثیت سے منتخب کیا گیا۔ میں صرف اس
ے منتخب نہیں کیا گیا کی میری آواز ریڈیو اور ٹیلی ویژن
، لئے موزوں تھی۔ بلکہ اس لئے بھی کہ میری تحریر میں
انی اور سلاست موجود تھی۔ شاید میری اس دوہری
لاحیت و خصوصیت کی بنا پر ڈائریکٹر مجھ سے زیادہ
ش رہتے، اور ساتھ ہی مجھ سے قبل والی لیڈی اناؤنسر
ں شہناز بھی۔ وہ کالج سے گریجولیشن کے بعد ٹیلی ویژن
ٹر سے منسلک ہوگئی تھی، کیونکہ اس نے مزید تعلیم کا
ہ ترک کر دیا تھا۔ اپنی خواہش اور ٹیلی ویژن سنٹر سے
سیت کی خاطر اناؤنسر بن گئی۔ چاند سا خوبصورت چہرہ،
لے پتلے ہونٹ، کشادہ پیشانی اور متناسب قد و قامت
ل یہ شوخ لڑکی مجھے پہلے ہی دن نہایت پیاری معلوم
دئی۔ چہرے پر شوخی کے بھڑکتے نقوش نظر آتے۔ بڑی
ی سیاہ، غزالی آنکھیں اس کی ذہانت کی آئینہ دار
تی تھیں۔ لباس و رکھ رکھاؤ اور نفاست میں وہ ہر
اظ سے دوسری لڑکیوں سے منفرد تھی۔

چونکہ ہملوگوں کا ساتھ ایسا ہوگیا تھا جیسے چولی
امن کا۔ میں روزآنہ ٹیلی کاسٹ پروگرام کی فہرست
یار کر کے اسٹنٹ ڈائریکٹر سے صرف نظرثانی کروا لیتا۔
وا اس دن میں پروگرام پیش کروں یا نہیں۔ وہ میری
فریری صلاحیت سے کافی مرعوب ہوئی اس لئے وہ
لثر مجھ سے یہ التجا کرتی کہ آپ کی ڈیوٹی ہو یا نہ ہو از
اہ کرم آپ روزانہ آیا کریں اور میرے لئے فہرست
نیار کر دیا کریں۔ اس طرح سے وہ مجھ سے کافی گھل مل
ئی یہاں تک کہ جب وہ پروگرام پیش کرتی تب بھی اسے
یری موجودگی باعث فخر معلوم ہوتی آہستہ آہستہ مجھے
ھی اس قسم کا روگ لگ گیا۔ اس کی موجودگی میں مجھے
پروگرام پیش کرنے کی عادت سی ہوگئی۔ کبھی کبھی وہ مذاقاً کہتی بھی "لگتا ہے آپ میری عدم موجودگی میں پروگرام نہیں پیش کر سکتے" تو میں جواباً کہتا، "شاید" "شاید کیوں ــــــ؟" وہ پھر پوچھتی۔

"شاید اس لئے کہ یہ پروگرام تو تمہاری عدم موجودگی میں بھی پیش کر دوں گا، لیکن وہ بات یا لطف نہیں آئے گا جو تمہاری موجودگی میں آتا ہے" میرے ان جملوں پر وہ خوب ہنستی اور ہنسی کے دوران ہی یہ بھی کہتی "لگتا ہے اب آپ میرا پیچھا نہیں چھوڑیں گے" "بالکل نہیں" میں جذباتی انداز میں جواب دیتا۔

اس طرح اس قسم کی خوش گپیوں سے ہملوگ برابر لطف اندوز ہوتے رہتے۔

فلم سے اسے نفرت تھی لیکن سیر و تفریح اسے بہت پسند تھا۔ وہ ہندوستان کے بیشتر قابل دید مقامات کی سیر کر چکی تھی، دریا، ندی اور باغ کی طرف اپنے معمول کے مطابق ضرور جاتی۔ یہاں تک کہ جب ڈیوٹی سے فرصت ملتی تو وہ مجھے بھی ان مقامات کی سیر کراتی۔ اگر میں کسی دن ان مقامات پر جانے سے کتراتا یا انکار کی کوشش کرتا تو کبھی وہ ناراض ہو جاتی اور کبھی کافی سنجیدگی کے ساتھ درسی جملوں سے مجبور کر دیتی ــــــ کہ ان خوبصورت اور حسین مناظر سے لطف اندوز ہونا چاہئے۔ یہ دور حسین شئے اور خوبصورت مناظر کے دیدار کا ہے۔ انھیں ضائع نہ کرو، پھر ایسے مواقع نہیں آئیں گے۔ اور اگر آئیں گے بھی تو وہ لطف نہیں آئے گا۔ ملاقاتوں کا سلسلہ جاری رہا۔ ٹی وی سنٹر سے لیکر باہر تک۔ ہر پل ہر وقت ہم دونوں قریب قریب رہتے۔ چند مہینوں کی دوستی اس قدر مضبوط ہوگئی کہ آنے والے وقت کا ہر لمحہ ہمارے گرد خوابوں کے حسین اور سنہری جال بنتا رہا۔ دوران ملاقات اس سے ان گنت باہمی عہد و پیمان بھی ہوئے۔

میری زندگی کا وہ حسین لمحہ جب اس نے ویلنگم پارک میں نہایت والہانہ انداز میں میرے سینے سے لگ کر کہا تھا ــــــ "ریاض! چودھویں کے چاند کی قسم میں تمہاری ہوں۔ تمہارے سوا میری زندگی میں نہ کوئی آیا ہے اور نہ آئے گا۔ تمہیں چھوڑ کر میں کسی اور کی نہیں ہو سکتی"

تب میں نے اس کے نرم و نازک ہاتھ کو اپنے ہونٹوں کے نزدیک لاتے ہوئے جواب دیا تھا۔ شہناز! تم میرے حسین خوابوں کی تعبیر ہو اور قدرت کا عطا کردہ خوبصورت انعام ہو، جس پر میں جتنا ناز کروں کم ہے۔ تمہارا قرب میری جنت ہے اور تمہاری خوشی میری زندگی" ــــــ اس طرح اس نے بے قرار ہو کر میری باہوں میں اپنا سر چھپا لیا تھا۔

پھر ــــــ یکایک اس چاند کو گہن لگ گیا۔ تمام کوششیں، دوائیں اور دعائیں بے اثر ثابت ہوئیں۔

اُف! وہ قیامت خیز منظر ــــــ میں نے دیکھا، اس کی مجبور نگاہیں مجھے ایک ٹک دیکھ رہی ہیں۔ کہ میں مجبور ہوں، بیوفا نہیں۔ اس کے ہونٹوں پہ ایک جنبش سی ہوئی پھر آنکھوں میں ایک عجیب سی چمک اور پھر اس کی تھکی آنکھیں پتھرا گئیں۔ میں مبہوت کھڑا رہا ــــــ میں کچھ نہیں کر سکا اور کچھ کر بھی نہیں سکتا تھا۔ چند لمحوں کے بعد ــــــ چند ہاتھوں کے ذریعے اس کا جسدِ خاکی ایک سُرمئی چادر سے ڈھک دیا گیا۔ جو چاند فرشِ زمین پر روشن تھا، وہ کچھ وقفوں کے بعد ڈھیروں مٹی تلے چھپا دیا گیا۔

اب مجھے نیند آرہی ہے۔ کیونکہ میری کمزور نگاہیں تھک چکی ہیں۔ ان نگاہوں نے نہ جانے کتنے حسین اور خوفناک مناظر دیکھے ہیں۔ لیکن اب بھی میری نگاہوں میں تشنگی باقی ہے۔ شاید اسی لئے جاگتے اور سوتے خوابوں میں بھی ایسے مناظر میرے قریب گھومنے لگتے ہیں اب میری آنکھیں بوجھل ہو چکی ہیں لیکن اب بھی میرے سامنے ایک منظر جو شاید اس پُر درد کہانی کا اختتام ہے، قریب تر ہو رہا ہے۔ ہاں! اس چاند کی کہانی یہیں ختم ہوتی ہے۔ وہ منظر اب میری بوجھل نظروں کے سامنے ہے۔ ہاں! وہ کتبہ جو میری خواہش کے پیشِ نظر اس کے آخری آرام گاہ کے سرہانے لگایا گیا ہے۔ اس کے تمام حروف اور جملے صاف صاف نظر آ رہے ہیں۔ یہ الفاظ میری اظہارِ کیفیت اور خراجِ تحسین کے ہیں، جو اس واقعۂ جانکاہ کی صحیح عکاسی ہے۔

(پٹنہ سے نشر)

نظم — اُلجھن

انور ظہیر

ہم اور تم جب جدا نہیں ہوئے تھے
اپنی راہیں اور منزلیں ایک تھیں
ہم دنیا و مافیہا سے بے خبر جانی پہچانی راہوں پر گامزن تھے
وقت یونہی گزرتا رہا اور فاصلے بھی بڑھتے رہے
لیکن جب ہماری منزل سامنے تھی
اچانک ایک مہیب سایہ گلیوں سے نکل کر
اپنی طرف بڑھتا نظر آیا
اور پھر قہقہوں کی پراسرار آوازیں
میرے کانوں میں اپنی تلخیاں پیوست کرنے لگیں
ہم ایک دوسرے سے بہت دور ہونے لگے
اور آج وہ اجنبی
تمہیں مجھ سے بہت دور
اجنبی راہوں پر لے کر گامزن ہوگیا
اور میں
تمہاری یادوں کے تانے بانے میں اب تک الجھا ہوا ہوں

(اردو سروس سے)

جنگل کا قانون

— [illegible]

اُن [illegible] کے قدم ٹھٹھکے [illegible] عجیب [illegible] سے پُر اسرار [illegible] معلوم ہوئے [illegible]

" میاں ذرا سنبھل کر چلنا۔ [illegible] خطرناک [illegible] ہیں۔ [illegible] چوک ہوئی اور ۔۔۔"

" پتہ نہیں تم کہاں سے کر مجھے آگئے ۔۔۔ میں کہہ رہا تھا :

" آنے کی خواہش تو تمہاری بھی تھی۔ ایک عرصہ سے [illegible] تھے کہ ذرا جنگلوں میں ہم بھی جاتے۔ [illegible] آگئے ورنہ کوئی زبردستی تھوڑی تھی ۔"

" وہ تو ٹھیک ہے۔ لیکن تمہارے [illegible] جنگلوں کا [illegible] نقشہ کھینچ ڈالا تھا کہ میں کیا، کوئی بھی یہاں آنے کو بے تاب ہو جاتا۔"

" یہاں کون سے [illegible] کی کمی نظر آرہی ہے [illegible] یہ سبز سبز حسین وادیاں، یہ خوبصورت پہاڑیاں، ایڈونچر سے بھرپور راستے، جانوروں کی بولیاں، چڑیوں کی چہچہاہٹ [illegible] پُرسکون فضا ۔۔۔ اور دنیا میں چاہئے کیا۔"

" میاں ہم تو یہاں جانوروں کا شکار کرنے آئے ہیں [illegible] چڑیوں کی چہچہاہٹ اور جانوروں کی بولیاں سننے ۔"

" بدذوق ہو یار ۔"

" اتنے میں سامنے سے ہرنوں کا ایک غول قلانچیں مارتا ہوا گزرا۔ تجربہ کار شکاری کی انگلیاں بندوق پر کس گئیں لیکن ناتجربہ کار نے فوراً گولی چلادی۔ ہرن گرا تو کوئی نہیں اور وہ سب کے سب یوں غائب ہوئے کہ دونوں گھنٹوں جھک مارتے پھرے لیکن اُن کا پتہ چلنا تھا نہ چلا۔

تجربہ کار کے چہرے پر تھکاوٹ کی بوندیں تھیں اور ناتجربہ کار کے چہرے پر پشیمانی کی۔

" اب کیا کیا جائے۔ گولی کی آواز سے تو جنگل کے سارے جانور ہوشیار ہو گئے ہوں گے۔ خاص کر یہ ہرنیں تو ۔۔۔"

" تم نے مجھے گولی چلانے سے روکا بھی نہیں ۔"

" روکتا کیسے ۔۔۔۔ تم تو کریڈٹ لے جانے کے چکر میں تھے۔ پتہ نہیں کیا سمجھتے تم میرے منع کرنے سے ۔"

[illegible] تج [illegible] شکاریوں [illegible] کا [illegible]

[illegible]

پتوں میں کچھ کھڑکھڑاہٹ سی ہوئی تو دونوں پھر چوکنا ہو گئے اور دونوں کی انگلیاں اپنی بندوقوں پر مضبوط ہو گئیں۔ لیکن [illegible] کے ناتجربہ کار کچھ زیادہ ہی ہوشیار تھا کہ وہ تجربہ [illegible] اشارے کے بغیر [illegible] چلانے کو بھی تیار نہیں تھا۔ کھڑکھڑاہٹ [illegible] تو [illegible] دوسرا ٹولہ ان کے سامنے آگیا۔ تب چار آدمی تھے۔ سب کے سب بندوق اور شکار کے دوسرے سامان سے لیس۔ دونوں ٹولوں نے ایک دوسرے کو ایسی نگاہوں سے دیکھا جن کا مطلب ایک دوسرے خوب سمجھتے تھے۔ ایک ہی علاقے میں دو مختلف شکاری ایک دوسرے کو اچھی نگاہوں سے نہیں دیکھتے۔ لیکن ایک دوسرے سے منہ پھیرنا بھی اچھا نہیں سمجھا جاتا۔ اس لیے ۔۔۔

" ہیلو "

" ہیلو "

" بھئی ہرنوں کا ایک غول ابھی غائب ہوا ہے، آپ لوگوں نے دیکھا ۔؟"

" ہرنیاں ۔۔۔۔ وہ تو کافی دور نظر آئی تھیں۔ آپ سیدھے چلے جائیے۔ کئی فرلانگ کے بعد دائیں کو ایک راستہ جاتا ہے۔ اُدھر کو ہو لیجئے، پھر بائیں، اُس کے بعد ایک سبز قطعہ ملے گا۔ بس ہرن ہم وہیں چھوڑ آئے ہیں ۔"

" بہت بہت شکریہ ۔۔ کسی چیز کی ضرورت ؟"

" نہیں شکریہ ۔"

شکاری جھاڑیوں میں گم ہو گئے تو ناتجربہ کار شکاری بہت جوش و خروش کے ساتھ بولا۔

" دیکھا ۔۔ میں نہ کہتا تھا کہ ہرنیں آخر کہاں جا سکتی ہیں۔ جنگل کو چھوڑ کر جائیں گی کہاں ۔"

" میاں دھیرج رکھو۔ جنگل [illegible] تجربے سے نہیں فہم سے سیکھا جاتا ہے کہ ایک کے بعد دوسرے تجربے کی نوبت نہیں آتی ۔"

" آپ یوں سمجھئے کہ جنگل میں شہر کے لوگ نہ صحیح راہ جانتے ہیں نہ صحیح راہ بتاتے ہیں۔ اس لئے آپ سب کی سُنئے ضرور، لیکن کیجئے وہی، جو آپ کی سمجھ میں آئے ۔"

ناتجربہ کار شکاری نے اس کی بات غور سے سُنی اور [illegible] میں باندھ لی۔

واقعہ یہ تھا کہ اگرچہ وہ شہر کے معاملے میں [illegible] لیکن اسے جنگل کے تمام مدت اور مصائب کی بالکل خبر نہیں تھی اس لئے وہ اس معاملے میں تجربہ کار شکاری کی [illegible] تسلیم کرنے پر مجبور تھا۔

وہ جنگل میں دیر تک بھٹکتے رہے لیکن کوئی [illegible] شکار [illegible] کر سکے۔ وہ پرندوں پر نشانہ [illegible] کرتے رہے تھے۔ تجربہ کار شکاری کا کہنا تھا کہ جنگل میں آنے کا مقصد صرف یہی نہیں ہوتا کہ کوئی بڑا ہاتھ مار لیا جائے [illegible] جنگل میں [illegible] جنگل سے لطف اندوز ہونا ہوتا ہے اور [illegible] تجربہ کار شکاری کا معاملہ یہ تھا کہ اگر اُسے ذرا بھی پتہ ہو [illegible] بغیر کچھ حاصل کئے بھی جنگل میں لطف اندوز ہوا جا سکتا ہے تو شاید وہ کبھی ادھر کا رُخ نہیں کرتا۔

ناتجربہ کار شکاری کے لئے سب سے [illegible] اپنے آپ کو جھاڑیوں، کانٹوں سے بچانا اور اپنا توازن برقرار رکھنا تھا۔ اس پر اکثر اُسے جانوروں کے [illegible] بھاگنا پڑتا۔ اس کے جسم پر کئی خراشیں پڑ چکی تھیں اور جا بجا سے خون رِس رہا تھا۔ جانور بھی جلاد تھے ایسے جھانسہ دے کر غائب ہو جاتے، اس سے تکلیف میں مزید اضافہ ہوتا۔ دوسری طرف تجربہ کار شکاری نہ تو کہیں سے کچھ زخمی ہوا تھا اور نہ جانوروں کی آنکھ مچولی سے وہ بے مزہ ہی ہوا تھا۔ دونوں کا ساتھ بھی عجیب تھا۔ جب وہ تھک گئے تو ایک چشمے کے پاس انہوں نے اپنا پڑاؤ ڈالا۔ [illegible] پرندے مارے تھے۔ اُنہیں صاف کر کے جمع کی ہوئی لکڑی پر بھونا اور جب وہ انہیں ڈبل روٹی اور اُبلے ہوئے انڈوں کے ساتھ کھا رہے تھے تو ناتجربہ کار شکاری کو محسوس ہوا کہ پتھروں کے زمانے میں جب انسان جنگلوں میں رہا کرتا تھا تو اسی طرح جانوروں اور پرندوں کے گوشت کھایا کرتا ہوگا لیکن کچا۔ کیونکہ آگ تو تہذیب کی نشانی ہے۔ اس عظیم ذہن پر اس کا دل تہذیب کے [illegible] شکر کے جذبات سے معمور ہوا۔ ورنہ آج وہ کچا گوشت کھانے پر مجبور ہوتا۔ کھانے کے بعد وہ چشمے پر نکلے ہوئے پتھر کے چمکیلے اور صاف ستھرے قطعے پر لیٹ گئے۔ تجربہ کار شکاری نے اس وقت قومی سیاست کا مسئلہ چھیڑ دیا۔ اُس کی بے فکری سے یوں لگ رہا تھا جیسے یہ جنگل، یہ مقام ۔۔ اس کے گھر سے بھی سوا ہو، جب کہ ناتجربہ کار شکاری کو لگ رہا تھا کہ باتیں اور آرام تو گھر پر ہو سکتے ہیں۔ یہاں آنے کا مقصد تو دوسرا ہے سو صورتِ حال سے اس کی بددلی نے تجربہ کار شکاری کو مجبور کیا کہ وہ پھر شکار کی تلاش میں نکل پڑیں۔ انہوں نے ابھی ارادہ ہی کیا تھا کہ سامنے سے بارہ سنگھوں کا ایک جوڑا چہل قدمی کرتا ہوا گزرا۔ انہیں دیکھ کر ان کے اندر جیسے بجلی

سی بھر گئی اور وہ بارہ سنگھوں کے پیچھے دوڑ گئے۔ بارہ سنگھوں کو بھی انہیں کن چھوریاں دینے کا شوق تھا کہ وہ صاف چھپتے بھی نہیں، سامنے آتے بھی نہیں کے مصداق اُن سے کھیلنے لگے۔ ایک آدھ بار تو وہ ان کی زد میں بھی آئے اور ناتجربہ کار شکاری نے ان پر گولی چلا ہی دی تھی کہ تجربہ کار شکاری نے اُسے روک دیا۔

"غلطی مت کرنا ـــ شکار اگر زخمی ہو کر بھاگ جائے تو شکاری کے لئے سخت بدشگونی ہے"۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بارہ سنگھے بھی نظروں سے اوجھل ہو گئے۔ جس رُخ پر وہ غائب ہوئے تھے، اُدھر سے محکمہ جنگلات کے کچھ افراد چھولداریاں اور دوسرے سامان لئے ہوئے گزرے۔ انہوں نے اُن سے بارہ سنگھوں کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے بتایا کہ نہ صرف دو، بلکہ کئی درجن بارہ سنگھے، جنگل کے دوسرے کونے پر چشمے کے پاس کھڑے ہیں۔ ناتجربہ کار شکاری بہت خوش ہوا لیکن تجربہ کار شکاری کے قدم جمے رہے۔

"میاں سامنے کی چیز پر نگاہ رکھو ـــ خبریں تو بہت آتی ہیں۔ ان سے اپنے آپ کو بچانا ہی جواں مردی ہے"۔

بارہ سنگھوں کی تلاش میں وہ بہت تھکے، ناتجربہ کار شکاری تو اتنا بد دل ہوا کہ اُس نے سنجیدگی سے واپسی کے بارے میں سوچ لیا۔ اُسے تجربہ کار شکاری کی بے فکری پر تعجب ہو رہا تھا کہ ہاتھ کچھ بھی نہیں آیا تھا لیکن وہ مسرور اور مگن تھا۔ ناتجربہ کار شکاری سمجھ گیا کہ اگر وہ واپس ہوا تو اُسے اکیلا ہی جانا پڑے گا اور یہ اس کے لئے سخت سبکی کی بات ہوتی۔ تب پھر وقت کو بھی موقع مل جاتا کہ وہ اس پر سوار ہو جائے جس کے لیے وہ ہرگز تیار نہیں تھا۔ دراصل وقت سے اُس کا رشتہ بیک وقت محبت اور نفرت کا تھا۔ جب وہ وقت کی لگام تھام لیتا تب پھر وقت اس کے لئے علاؤالدین کا چراغ بن جاتا کہ وہ جو چاہتا، اس سے منوالیتا۔ لیکن وقت اس لمحہ کی تلاش میں ہمیشہ سرگرداں رہتا کہ خود اس کی لگام وقت کے ہاتھوں میں آجائے۔ چنانچہ اس لمحہ کو ٹالنے کے لئے وہ بے دریغ اپنے آپ کو خرچ کر ڈالتا کہ اس حساب میں اُسے ہمیشہ فائدہ نظر آتا۔ اچانک اسے محسوس ہوا کہ وقت کے ہاتھ دھیرے دھیرے اس کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ وہ فوراً ہوشیار ہو گیا۔

"یہاں شیر، چیتے دکھائی نہیں دیتے۔؟"

تجربہ کار شکاری کو ہنسی آگئی۔

"معلوم ہوتا ہے، تم نے جنگل کے بارے میں بہت کچھ سُن رکھا ہے۔ میاں، وہ جنگل، جس میں شیر اور چیتے رہا کرتے تھے، وہ تو شہر میں گم ہو گئے اور ان چھوٹے موٹے جنگلوں کو شیر اور چیتے اپنے شایانِ شان نہیں سمجھتے جس میں ان کے لقمے متحرک ہوں"۔

"تو پھر شیر کہاں گئے۔؟"

"وہ شہر کے جنگلوں میں جا کر بس گئے"۔

ناتجربہ کار شکاری نے ذہن پر بہت زور ڈالا لیکن اس کی سمجھ میں کچھ نہ آیا۔ جب اس نے ہار مان لی تب تجربہ کار شکاری نے اُسے بتایا کہ شہروں میں جو چڑیا خانے ہوتے ہیں، وہ جنگل ہی تو ہیں۔ ناتجربہ کار شکاری نے یوں تو بے چون و چرا یہ بات تسلیم کر لی لیکن اس کا ذہن ماننے پر ہرگز تیار نہیں ہوا۔ یہ گتھیاں اس کی سمجھ سے باہر تھیں۔ وہ شہر میں رہتا تھا لیکن شہر میں جنگل دیکھنے کا بالکل شوقین نہیں تھا۔ وہ جنگل میں آیا تھا مگر یہاں شہر دیکھنے کی تمنا لے کر نہیں۔

دوپہر ڈھل چکی تھی۔ جس وقت وہ یہاں آئے تھے، اس وقت سورج کی کرنوں میں ٹھنڈک تھی دیکھتے دیکھتے ان میں تمازت پیدا ہوئی، پھر شدت آئی، شدت بڑھی۔ اب یہ شدت زوال پذیر تھی۔ وہ جنگل کے ایسے کنارے پر نکل آئے تھے جہاں ایک چھوٹی سی ندی نے ٹھہر کر اور پھیل کر ایک تالاب کی شکل اختیار کر لی تھی۔ اس تالاب میں چند مرغابیاں چہلیں کرتی نظر آئیں۔ مرغابیوں کو دیکھ کر اُن کی ساری تھکن دور ہو گئی۔ تجربہ کار شکاری چاہتا تو ساری مرغابیوں کا شکار کر سکتا تھا لیکن اُسے ناتجربہ کار شکاری کا خیال تھا جس کے بارے میں اُسے یقین ہو گیا تھا کہ اگر وہ خالی ہاتھ جنگل سے واپس گیا تو پھر کبھی جنگل میں آنے کا نام نہ لیگا۔ شکار کا شوقین اور جنگل کا پریمی ہونے کی وجہ سے اُس نے اپنے اوپر یہ لازم کر لیا تھا کہ وہ اس کا دروازہ کسی کے لیے بند نہیں کرے۔ وہ ان لوگوں میں تھا جو شہر میں رہ کر شہر میں جنگل دیکھنے کی تمنا میں مرتے رہتے ہیں اور جب کبھی جنگل میں آتے ہیں تو گویا یہ اُن کی گھر واپسی ہوتی ہے۔

اُس نے ناتجربہ کار شکاری کو شکار کے بارے میں چند موٹی موٹی باتیں بتائیں اور اپنی بندوق نیچے کر لی۔ ناتجربہ کار شکاری نے مرغابیوں پر گولیاں چلائیں۔ چند مرغابیاں زخمی ہو کر تڑپنے لگیں۔ تجربہ کار شکاری نے دوڑ کر انہیں چاقو سے حلال کیا۔ پھر ان دونوں نے شکار کی ہوئی مرغابیوں کی ٹانگوں کو رسّی سے باندھ دیا۔ ناتجربہ کار شکاری بہت مطمئن تھا۔ اب اُسے بالکل یاد نہیں تھا کہ ہرنوں، بارہ سنگھوں اور دوسرے جانوروں کے پیچھے انہوں نے اپنا وقت ضائع کیا ہے اور لاحاصل۔

شام ہو چکی تھی۔ وہ واپسی کے قدم اٹھا چکے تھے کہ اچانک جھاڑیوں سے کچھ چھٹپٹاہٹ سی سُنائی دی۔ تجربہ کار شکاری کے قدم رُک گئے۔ ناتجربہ کار شکاری کو واپسی کی جلدی تھی۔ لیکن تجربہ کار شکاری جھاڑیوں میں کچھ تلاش کرتا پھر رہا تھا۔ ایک مرغابی جھاڑیوں میں پڑی تڑپ رہی تھی اُسے گولی لگ گئی تھی لیکن وہ جان بچا کر بھاگ نکلی تھی۔ ناتجربہ کار شکاری نے چاہا کہ فوراً اُسے حلال کر دے۔ اُسے اچانک ایک اور مرغابی کو دیکھ کر خوشی ہوئی تھی۔ تجربہ کار شکاری نے اُسے روک دیا۔ مرغابی کو اٹھا کر چشمے کے پاس لایا۔ اُس کے زخموں کو دھویا، فرسٹ ایڈ کا بکس نکال کر اُس کی مرہم پٹی کی۔ میوے کے چند دانے اُسے کھلائے۔ اُسے تالاب پر اُبھرے ہوئے پتھر پر حفاظت سے رکھا۔ پھر جانے کیا خیال آیا کہ اس نے مرغابی کو اپنے تھیلے میں رکھ لیا۔ ناتجربہ کار شکاری یہ ساری کارروائی دیکھتا رہا۔ کوئی سوال اِس لئے نہیں کیا کہ وہ جان گیا تھا کہ یہاں جو بات اُس کی سمجھ میں نہیں آئے گی وہ جنگل کا قانون ہو گا جس سے وہ قطعی نابلد ہے۔

وہ چلتے ہوئے جنگل کے اُس حصے میں آگئے جسے کاٹ چھانٹ کر شہر میں شامل کر لیا گیا تھا اور اب وہاں لوہے، پتھر، سیمنٹ اور اینٹوں کا انبار تھا جن سے نئی تعمیرات ہونے والی تھیں۔ وہ آہستہ آہستہ آگے بڑھتے گئے۔ جنگل سے دور اور شہر کے اندر۔ وہ جنگل کے قانون کو جنگل میں چھوڑ کر شہر میں جذب ہو رہے تھے۔

(اردو سروس سے)



نظر برنی

لیڈری کا نہ مجھے خیال کہاں؟
میں کہاں اور یہ وبال کہاں؟

اب طبیعت میں وہ اُبال کہاں؟
اب وہ غصہ کہاں جلال کہاں؟

اب تو ہر دم ہے فکر راشن کی
اب وہ پہلا سا حال چال کہاں؟

میں فکرِ معاش میں غلطاں
ذوقِ نظارۂ جمال کہاں؟

مفلسی سے ہوا ہے یارانہ
شورِ سودائے خط و خال کہاں؟

گھر میں بیگم کی جب حکومت ہو
لب کشائی کی پھر مجال کہاں؟

ہر گھڑی ہے خیال بچوں کا
اب وہ رعنائیِ خیال کہاں؟

تف ہے عاشق کی بے حیائی پر
کھائے جوتے مگر ملال کہاں؟

پیس کر رکھ دیا زمانے نے
دل میں طاقت جگر میں حال کہاں؟

ہو بھی جاؤ کھڑے الیکشن میں
اس میں ٹوٹے گا اب سوال کہاں؟

جب سے ہم نے رچائی ہے شادی
وہ شب و روز و ماہ و سال کہاں؟

یوں تو ہم بھی ہیں لیڈر ایڈوکیٹ
آپ جیسا مگر کمال کہاں؟

کوچۂ مہ وشاں میں کیا جاویں
واں جو جاویں گرہ میں مال کہاں؟

جوتی چٹخاتے پھر رہے ہیں نظر
"وہ فراق اور وہ وصال کہاں؟"

(اردو مجلس دہلی سے)

افسانہ

کیڑہ اور چٹان

خورشید جمال

جلتی سسکتی سانسوں کا بوجھ لیے سادھنا عمر کی اکتالیسویں دہلیز پر کھڑی تھی۔ بوجھل بوجھل زندگی کا لمبا سفر — ہر صبح ہنگامہ خیز، ہر شام کسمساتی، الجھتی سسکتی امنگوں کا شراپ بنتی.... اور ہر رات اُسے ٹکڑوں میں کاٹتی، بانٹتی گزر جاتی۔

سترہ سال پہلے شادی کی وادی میں پاؤں دھرتے ہی وہ تمام پرخلوص رشتوں سے چھوٹ گئی۔ اور چھوٹتی ہی چلی گئی۔ پیچھے مڑ کر دیکھ ہی نہ سکی — کیونکہ اس اجنبی دیار میں، اجنبی لوگوں کے بیچ یکہ و تنہا — سادھنا دا سس بھاؤ سے اتنا باندھ دی گئی تھی کہ اس کی اپنی امنگوں کی رنگین تتلیاں پنکھ پھٹک پھٹک کر بے دم ہوتی ہی گئیں۔

جہیز کی لمبی فہرست اور نقدی کے ساتھ وہ ایم اے بی ایڈ کی ڈگری بھی ساتھ ساتھ لائی تھی، جو اس کے لیے اسٹے لش سمبل کم۔ ہاں اسے کولہو کا بیل ضرور بنا کر رکھ گئی تھی۔

وہ اب تک سمجھ نہ پائی کہ استری جاتی کے لیے اگر سیوا بھاؤ اور چرن داسی کا منصب ہی ازدواجی زندگی کی گاڑی کے لیے تیل پانی جیسا ہے تو پھر یہ اسکولوں کالجوں میں یکساں نصاب تعلیم اسے کن مرحلوں کے خواب دکھاتے ہیں؟ اپنی محنتوں سے اگر کوئی لڑکی انجینئر، ڈاکٹر، ٹیچر اور پروفیسر بن جائے تو شادی کے بعد ادھیکاروں اور کرتویوں کے بٹوارے میں کچھ بھی کاٹ چھانٹ اور پھیر بدل کیوں نہیں ہو سکتی؟

بھگوان وہ ترازو کس اوتار کے ہاتھوں اترے گی؟ اس نے تو ہوش سنبھالتے ہی دیکھا کہ پوتر اگنی کے سات پھیروں کا جادو یوں سر چڑھ کے بولتا ہے کہ پرش کو "من آنگن" اور "گھر آنگن" دونوں میں سنگھاسن پیش کر دیا جاتا ہے۔ اور استری اس کے چرنوں میں ارپت کیا ہوا ایک حقیر سا پھول بن جاتی ہے......... جو دنوں دن سوکھ کر مٹی ہو جاتا ہے۔

اسکول میں پڑھانے کی کڑی محنت سے جب وہ اوب جاتی تو چھٹی کے بعد پہر بھر کو دریا کے کنارے ایک کھڑے پتھر پر بیٹھ کر لہروں کا کھیل دیکھنا اسے بہت پسند تھا۔ جو اوپر سے بالکل اس کی طرح شانت اور سورج کے رنگوں سے چمچماتی دکھائی پڑتیں — اور اندر ہی اندر بے حد پراسرار اور بے چین!

"ارے سادھنا! تم اب تک یہیں بیٹھی ہو۔ گھر نہیں چلنا کیا؟" مس پنٹو نے اسے دور ہی سے دیکھ کر پکارا۔

"ہاں گھر ہی تو چلنا ہے۔ ... گھر! جو میرے لیے چلتا ہی نہیں —" وہ ایک ٹھنڈی سانس کے ساتھ اٹھ کھڑی ہوئی۔ اور تھکے تھکے قدموں سے اپنی اس منزل کی طرف بڑھ چلی جو اس کے ماں باپ نے بڑی دل سوزی اور جاں فشانی کے بعد اپنی کنگالی کے داموں مول لے کر سونپا تھا جہاں سویرے اٹھتے ہی وہ گرہستی کا پہیہ اس کے گھاٹ پر فٹ کرتی۔ اس میں اپنے مردہ ارمانوں کی آہوتی ڈالتی اور اپنا داہنا ہاتھ اسے سونپ کر رسم جنوں نبھائے جاتی۔

اسکول سے گھر جاتے ہی اسے تمام لوگ منتظر ملتے۔ اسے اچک لینے کو تیار — کوئی جھٹ پٹ چائے کی فرمائش کرتا۔ کوئی گرم پانی۔ کسی طرف سے گرم گرم پکوڑے اور چٹنی کی فرمائش ہوتی۔ تو کوئی قمیض کے بٹن لیے سر پر آن موجود ہوتا.... بھرے پرے گھر میں کوئی تو ایسا نہیں جو اس کے دکھتے جسم اور کراہتی روح پر میٹھے بولوں کا مرہم رکھتا۔

وہ سوچتی پپّو اور پنکی میرے وجود کا حصہ ہوتے ہوئے بھی میرے اپنے نہیں لگتے۔ بڑی ہوشیاری سے رمیش کی ماتاجی اور میری نند کویتا نے انھیں اپنے لاڈ بندھن میں جکڑ رکھا ہے۔ مجھ سے تو ان کا پرورش اور سیویکا کا ہی ناطہ باقی بچا ہے۔ کبھی دودھ بنا رہی ہوں کبھی گندے کپڑے دھو رہی ہوں۔ کبھی بستر صاف کر کے گھر بھر کے کپڑوں پر پریس کر رہی ہوں۔ بچے بیمار ہو جائیں تو رات ان کے ساتھ جگنا۔ اور ٹہلانا تو میرے ہی کرموں کا پھل ہو جاتا۔

وہ کچن میں پہونچتی تو گھڑی کی سوئیوں پر بیٹھی جلدی جلدی گھر کے سارے لوگوں کے ناشتے، کھانے اور اسکول ٹفن کی تیاری میں سر کھپائے رہتی.... کہ اتنے میں ماتاجی کی تنتناتی ہوئی آواز آئی! ..... ارے بہو! پپّو کب سے بنٹی گیلی کے لیے گھوم رہا ہے۔ اسے سردی تھام لے گی تو تیرا کیا جائے گا؟ تو تو خود کماؤ ہے۔" دوسرے ہی لمحے رمیش آگ پھانکتا ہوا بولتا — "دیوی جی کو بننے سنورنے سے فرصت ملے تو کسی اور کی چنتا ہو۔ ماتاجی نہ ہوتیں تو پپّو اور پنکی کس کے سہارے زندہ رہتے؟" وہ کچن سے دوڑی دوڑی ادھر چلی آتی کہ یہ کام تو اس کے جنموں کے کوٹے میں لکھا ہے۔ ماتاجی کا راج پورے گھر پر چلتا...... اور وہ بن دام کے غلام جیسی ہر کسی کے آگے مستک جھکائے رہتی جس کے بوجھ اور کرتویہ کا نہ کوئی چھور ہے نہ کوئی انت۔

کویتا چودھویں سالگرہ منا چکی ہے تو رس اور رنگ کے دروازے اس کے لیے کھول دیے گئے ہیں۔ سادھنا کے میک اپ باکس اور ساڑیوں پر اس کا جنم سدھ ادھیکار سدھ ہو چکا ہے۔ ماتاجی اکثر اسے سنا تیں "بھلا جوان لڑکی سجی سنوری نہ رہے تو لوگوں کی نظروں میں کیسے اترے.... ہمیں تو کویتا کے لیے انجینئر لڑکا چاہیے۔"

مگر ان کا اپنا لڑکا رمیش میٹرک پاس ہو کر صرف ٹھیکداری ہی کرتا ہے۔ کبھی سڑکیں مرمت کرانے کا، کبھی نالا بنوانے کا موسمی کام.... گھر کا خرچ اور کویتا کا جہیز جوڑنے کا ذمہ تو سادھنا کو ہی گرہ پرویش کے ساتھ ہی اٹھا لینا پڑا۔ کیونکہ ایم، اے، بی، ایڈ بہو لا کر رمیش اور بھی بے فکر اور مست ہو گیا تھا.... لوگ باگ اور ماتاجی اٹھتے بیٹھتے اسے بس ایک ہی سیکھ دیتیں "دیکھ کماؤ بہو کو سر نہ چڑھانا ورنہ سر پکڑ کر روئے گا۔"

رمیش خود کم خود غرض نہ تھا — وہ پرانے سنسکاروں کا مارا.... کیا کرتا.... پتنی کے ادھکار کا ایک ہی راستہ جانتا تھا۔ جی بھر کے سیوا لینا۔ اسکول کی کڑی ڈیوٹی اور چوکے کا کارخانہ نپٹا کے سادھنا ماتاجی کے سر میں تب تک چمپی کرتی رہتی جب تک ان کی سانسوں میں خراٹے نہ بجنے لگتے۔ جلتی آنکھوں اور دکھتے بدن کے ساتھ جب وہ اپنے کمرے میں داخل ہوتی تو گھنٹوں پتی کے سر پیروں اور کندھوں کی مالش کیے بنا اسے پرلوک کا سکھ کیسے مل پاتا۔

ماتاجی اور رمیش اس کی یہ ٹریننگ اس لیے بھی جاری رکھے ہوئے تھے کہ کہیں وہ پکی نوکری کے کارن اپنے کماؤ پن کی اکڑ میں نہ آجائے۔ رمیش یوں بھی ہر دم جھنجھلایا رہتا۔ اس کی پوری تنخواہ گنوا لینے کے بعد بھی طعنوں کی زبان میں ہی باتیں کرتا — "میم صاحب" "میم صاحب"! اتنے کٹیلے لہجے میں کہتا کہ پیار بھری گالی بھی اس سے بھلی لگے۔ سادھنا کے ہر کام میں غلطی نکالنا اور نام رکھنا تو اس کی عادت بن گئی تھی۔

رمیش اور اس کا گھر سادھنا کو اس طرح کنڈلی مار کر جکڑے ہوئے تھے کہ دنوں دن اسے اپنا دم گھٹتا سا محسوس ہوتا۔ سالوں سے وہ اسکول چھوٹنے کے بعد پہر دو پہر اس نہ دار کالی چٹان پر بیٹھ لہروں کے اس انوکھے کھیل کو سمجھنے کی کوشش کرتی...... جو کسی کو چکروں میں ڈال ڈبو دیتی ہیں اور کسی کو کنارے پر اچھال دیتی ہیں۔ اس کے بالکل سامنے ایک اور ہیبت ناک چٹان کا ٹکڑا سر نکالے کھڑا تھا۔ مگر اس کے تلے میں دبا ایک نازک سا کیڑہ بار بار جھانکتا

گھسٹتا تو سادھنا کی نگاہیں اس پر جم جاتیں - چٹان اور کیڑے کا سمبندھ! ..... اسے یوں محسوس ہوتا جیسے اس کے من کے اندر کہیں کوئی جذبہ گھٹن کے پتھروں سے آزاد ہونا چاہتا ہے -

ادھیکاری - رمیش کا پرانا یار ہے - جب بھی آتا ہے - سادھنا کو عجیب الٹی تیکھی نظروں سے نہارتا رہتا ہے - سادھنا کو وہ کبھی دوست نہ جان پڑتا - کہ اس منافع والے پیشے میں کوئی کسی کا دوست نہیں ہوتا ..... دوستی بھی ان کی منافع کے لئے ہوتی ہے -

ایک دن جب وہ کمرے میں چائے لے کر گئی تو ادھیکاری کہنے لگا "کیا پرسنالٹی پائی ہے بھابھی نے قسم بھگوان کی! کوئی کہہ نہیں سکتا کہ دو بچیوں کی ماں ہے ..... یار رمیش تو کیا بزنس مین بنے گا تجھ میں تو بزنس کی عقل ہی نہیں ہے"

سادھنا ان بے ربط فقروں کو کوئی معنی نہیں پہنا سکی - البتہ اس دن سے اس نے رمیش کے رویے میں بڑی لچک اور نرمی دیکھی - اب وہ کٹیلے جملے بولتے بولتے رک جاتا اور مسکرا مسکرا کر سادھنا کی تعریفیں کرنے کی کوشش کرتا ——— لیکن اس کی آنکھوں میں پریم اور پچھتاوے کی جگہ کوئی پراسرار چمک دکھائی پڑتی ..... ادھیکاری کا گھر پر آنا جانا اب پہلے سے بڑھ گیا تھا - اور ادھر رمیش بھی اس کا بے چینی سے انتظار کیا کرتا - اس کے آتے ہی دونوں دیر تک سر جوڑے کوئی پلان بناتے رہتے -

ایک دن رمیش نے اسے بتایا کہ وہ دونوں مل کر کارپوریشن سے سڑک بنوانے کا ٹھیکہ چاہتے ہیں - "ٹنڈر بھر چکے ہیں مگر کامیابی کی امید بہت کم ہے - یوں کہ ایک سے ایک بڑی پارٹیاں میدان میں ہیں - مقابلہ بڑا سخت ہے - آگے بھگوان کا ہی سہارا ہے - پھر اچانک رمیش نے فلم دکھانے کا پروگرام رکھ دیا - سادھنا اس کایا پلٹ کے لیے حیران حیران کٹھ پتلی جیسی گھوم رہی تھی - یہ ماجرا اس کی سمجھ سے پرے تھا مگر اس رات رمیش نے سوکھتے گلے کے ساتھ سادھنا سے ایک اور بھیک مانگی " مجھے تمہاری مدد کی ضرورت ہے سادھنا! ....

——— وہ ٹک ٹک دیکھا کی!!

....." ادھیکاری کہہ رہا تھا کہ ... بنیا پاس بالکل موم ہے موم - مگر اس موم کو پگھلانے کے لئے بھابھی کی آنچ کی ضرورت ہے" بھگوان قسم تمہاری مدد سے یہ لاکھوں کا ٹھیکہ میری ہی جھولی میں پڑے گا"

سادھنا کو اپنا سر گھومتا ہوا محسوس ہوا الفاظ اس کا ساتھ نہیں دے رہے تھے - مشینی انداز میں اس نے رات گزاری - اسکول میں بھی وہ عجب گم سم سی دکھائیں تھی - ویسی ہی شانت جیسے طوفان سے پہلے کا سمندر - اس کی آنکھوں کے سامنے بس ایک سوال ہے ..... وہ کس امرت کی تلاش میں بھٹک رہی ہے -

سورج پام کے درختوں میں منہ چھپا رہا ہے تو اس

(آگے ص ۲۶ پر)

افسانہ

ادھورے خواب

فاطمہ حسن

بیگم ارم ابراہیم تیز قدموں سے چلتی "بچوں کا گھر" ادارے سے نکل کر باہر رات کے اندھیرے میں گم ہوگئی تھیں - مگر صوفیہ خاں اب بھی اپنی کرسی پر جمی ساکت بیٹھی تھیں اور ادارہ "بچوں کا گھر" کی معمر کرسچین نرس "داودی" نے اپنے سینے پر انگلی سے کراس کا نشان بناتے ہوئے کہا - "او گاڈ اس سے پہلے تو کبھی کبھی بھی ایسا یہاں نہیں دیکھا تھا - پچاس سال کا ہمارا نوکری یہاں ہو گیا -"

"ہوں" صوفیہ خاں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا -

پندرہ سالوں سے اس "بچوں کا گھر" نامی ادارے کی ذمہ داری بحیثیت نگراں کے وہ سنبھالے ہوئے تھیں - رات کے اندھیرے میں کون آتا ہے اور باہر برآمدے میں رکھے ہوئے پالنے میں اپنے گناہ کو آشکار کرنے والے کو ڈال کر کدھر جاتا ہے اس سے انھیں کیا اس "بچوں کا گھر" ادارے کے کسی بھی کارکن کو کوئی سروکار نہیں رہتا کمرے میں لگے سرخ بلب کے جلدی جلدی جلنے بجھنے سے وہ باہر اندھیرے برآمدے میں پڑے پالنے کی طرف دوڑ پڑتے - دروازے کھولتے اور اپنی آمد کا رو رو کر اعلان کرنے والے اس ننھے مہمان کو پالنے سے اٹھا کر بصد شوق و خلوص اندر بچوں کا گھر میں لے آتے خواہ وہ لڑکی ہو یا لڑکا گندے میلے چیتھڑوں میں لپٹا ہو یا رنگین قیمتی نرم گرم کمبل میں - یہاں ان باتوں پر نہ تو کوئی توجہ دی جاتی ہے اور نہ ہی کوئی امتیاز کوئی تفریق کی بیکار محض گھناؤنی اور زہریلی شے سمجھ کر اپنے سے دور اس پالنے میں پھینک جانے والے نہ جانے کیوں "اوم" "سیتا رام" "اللہ" "محمد" تصویر گنڈے نہیں تو کسی کا پرچہ بطور لیبل ضرور رکھ دیتے ان سے صرف اتنا ہوتا کہ بچے کے مذہب کی نشان دہی ہو جاتی اور پرچے میں لکھا ہوا نام ہی بچے کا نام ہو جاتا -

آنے والے بچے کے ساتھ آئے سامان اور پرچوں وغیرہ کو سیل بند کر کے حفاظت سے الماریوں میں بند کر دیا جاتا - ایسے سامان سے لے کر بچے کے آنے کی تاریخ دن اور وقت کا بھی باقاعدہ اندراج رجسٹر میں کیا جاتا ایسے ریکارڈ ادارے کی نگراں کے پاس محفوظ رکھے رہتے تھے -

بہت سے نیک دل گاہے بگاہے اس ادارے کو چھوٹی معمولی چیزیں یا تھوڑی بہت رقم ہدیہ کرتے - کچھ زبانی ہمدردی ہی کرتے کچھ دھواں دھار لیکچر دے کر اس کے منتظمین کی ہمت یا تنا کرتے کچھ نئے سجھاؤ دے کر اپنی ذمہ داری دکھاتے بہرحال اور بہر طور سب کی دلچسپی اس ادارے سے قائم رہتی -

اور آج سہ پہر تو اس ادارے کا بہت بڑا جلسہ ہوا تھا جس کی ہفتوں پہلے سے تیاریاں ہو رہی تھیں - شہر بھر میں چرچے تھے چاروں طرف دھوم مچی تھی کہ بیگم ارم ابراہیم ایک بڑی رقم کا چیک اس ادارے کو بھی ہدیہ کرنے کی غرض سے کلکتہ سے تشریف لائی تھیں - سیٹھ ابراہیم کا بزنس بمبئی کلکتہ مدراس اور باہری ملکوں میں دور دور تک پھیلا تھا مگر وہ بے چارے لاولد تھے ان کی دوسری بیوی بیگم ارم ابراہیم بھی ان کی اس کمی کو پوری نہیں کر سکی تھیں - مختلف شہروں کے ان "بچوں کا گھر" نامی اداروں اور بچوں سے متعلق دیگر تنظیموں کو سیٹھ ابراہیم ان دنوں بڑی بڑی رقمیں اپنی بیگم ارم ابراہیم کے ہاتھ سے خیرات کرا رہے تھے - اس کے لئے مختلف قیاس آرائیاں تھیں خیرات دے کر دراصل وہ خدا سے اپنا دلی مدعا حاصل کر لینے کے طلب گار ہیں - یا پھر کوئی وارث نہ ہونے سے راہِ خدا میں دولت لٹا کر دین و دنیا دونوں بنا رہے ہیں غرضیکہ جتنے منہ اتنی باتیں تھیں -

اشوک کے ہرے بھرے پتوں سے بنائے گئے گیٹ اور جھنڈیوں سے سجے سجائے راستوں سے گزر کر بیگم ارم ابراہیم سوشل ورکروں اور عمائدین شہر کے گھیرے میں شامیانے کے نیچے بنے ڈائس پر آ گئیں چاروں طرف سے اٹھے کیمروں کی روشنی ان پر پڑتی رہی اور بیگم ارم ابراہیم ان سب سے بے نیاز بنی مائک کے سامنے کھڑی فرما رہی تھیں -

"اپنے جگر کے ٹکڑوں کو پھینک جانے والیوں کو ظالم بے درد سخت دل کہہ کر ہم بری الذمہ تو نہیں ہوتے دیکھتے یہ بچے یہ معصوم کلیاں غنچے بننے کے بجائے سماج کا

بوجھ ایک بہت بڑا بوجھ بن جاتے ہیں۔ قابل تعریف ہیں وہ جو ایسا کرتے ہیں اور قابل ستائش ہے یہ ادارہ "بچوں کا گھر"، ہم آپ اسے پورا تعاون دیں ان بچوں کو اپنا ئیں۔"

اودی نرس نے فوراً ہی صوفیہ خاں کے کان میں پھسپھسایا۔ "میں تو جانوں ہمارا کوئی بچہ یہ گود لینا مانگتی ہیں۔"

"ہوں — ہوں" صوفیہ نے حسب عادت کہا۔

"اچھا تم دیکھنا دیکھ لینا" اودی نے کہا۔

تالیوں کی گڑگڑاہٹ اور پھر ان کے عطا فرمائے اس چیک نے ان کی ہر بات کا سچی کھری اور صحیح ہونا ثابت کر دیا تھا اور وہ داد و تحسین لیتی ہنستی مسکراتی وہاں سے چلی گئی تھیں۔

مگر گئی رات تک بیگم ارم ابراہیم کی اس عنایت و عطیہ کے تذکرے "بچوں کا گھر" ادارے سے منسلک ملازمین میں چلتے رہے ماضی سے لے کر حال تک کی مالی دشواریاں اور پھر اس بڑی رقم کے ملنے سے مستقبل میں ان کے حل ہو جانے کے یقین سے سب ہی خوش تھے۔ ان باتوں میں کافی رات گزر گئی تھی۔ جلسہ کی وجہ سے سب ہی تھکے ہوئے تھے مگر سونے کے موڈ میں کوئی بھی نہیں تھا۔ صوفیہ خاں نے گھڑی پر نگاہ ڈال کر کہا۔ "اوہ ایک بج گیا۔"

"لگتا ہے آج رات ہمارا کوئی بھی مہمان نہیں آئے گا" اودی نے کمرے میں لگے سُرخ بلب کی طرف اشارہ کیا۔

یہ کوئی نئی بات نہیں تھی کبھی کبھی کئی راتیں گزر جاتیں اور کبھی بچوں کی آمد کا سلسلہ رات بھر چلتا رہتا۔ صوفیہ خاں نے گردن ہلا کر اودی نرس کی بات کا جواب دیا۔ اور کرسی کی پشت سے سر ٹکا کر آنکھیں بند کر لی تھیں۔ شاید انھیں جھپکی آ گئی تھی دروازہ تھپتھپانے کی آواز سے چونک کر انھوں نے آنکھیں کھول دیں سچ مچ ہاتھ سے مسلسل باہری دروازہ تھپتھپایا جا رہا تھا اودی اور صوفیہ خاں نے ایک دوسرے کو دیکھا تاریک راتوں میں کسی نہ کسی کی مامتا اسے ادھر لے آتی محض ایک نظر اپنے بچے کو دیکھ لینے کے لئے۔ کبھی بسکٹ مٹھائیوں کھلونے اور کپڑوں کے پیکٹ کے ساتھ کبھی صرف نقد روپے کے تحفے کے ساتھ۔ دروازہ بغیر پوچھ گچھ کے کھول دیا جاتا لیکن اکثر غلط قسم کے لوگ بھی راتوں کو اس طرف آنکلتے۔ پہرہ داروں کو بروقت بلا لینے کے لئے احتیاطاً گھنٹی پر انگلیاں جما کر صوفیہ خاں نے اودی کو دروازہ کھولنے کا اشارہ کیا۔ دروازہ کھلتے ہی صوفیہ خاں اور اودی کا سارا خون و ڈر حیرت میں بدل گیا۔ سیاہ چادر لئے بیگم ارم ابراہیم ان کے سامنے کمرے میں کھڑی تھیں۔ صوفیہ خاں کرسی سے اٹھ کھڑی ہوئیں اور اودی خوشی سے چہکی۔

"دیکھا نا میں نے کہا تھا ہمارا کوئی بچہ گود لینے بیگم صاحبہ..."

"نہیں۔ میں اس لئے نہیں آئی ہوں" بڑی سختی سے بیگم نے کہا "آپ بیٹھئے صوفیہ بیگم" اور میز کی دوسری طرف والی کرسی پر وہ خود بیٹھ گئیں۔

"سنئے صوفیہ خاں آپ کے یہاں آنے والے بچوں کے اندراج کا کوئی ریکارڈ ہو تو نکلوائیے۔ یکم مارچ ۱۹۸۱ کو ایک بچی" یہاں جملہ ادھورا چھوڑ کر وہ رک گئیں۔

"جی — جی بہت اچھا" کہہ کر صوفیہ خاں نے میز کی دراز سے کنجیوں کا بڑا سا گچھا نکالا۔

الماری سے موٹا کالی جلد کا رجسٹر نکال کر صوفیہ خاں نے اسی میز کے کنارے رکھ دیا اور وہیں کھڑی ہو کر ورق الٹنے لگیں ایک صفحہ پر ان کی انگلی رک گئی۔

"یہ — یہ ہے یکم مارچ ۱۹۸۱ رات کے تین بجے گلابی کمبل میں لپٹی ہوئی بچی بازو پر کالے دھاگے سے بندھا ایک تعویذ اور ایک پرچہ پر اردو میں لکھا ہوا "غنچہ"۔"

ہاتھ اٹھا کر بیگم نے صوفیہ خاں کو آگے پڑھنے سے روک دیا "بالکل ٹھیک اسی بچی کو دیکھنا ہے مجھے۔"

"آہ وہ — غنچہ وہ سو رہی ہے اندر بڑے ہال کمرے میں" صوفیہ خاں نے کہا تو وہ اٹھ کر اودی اور صوفیہ خاں سے پہلے وہی اس طرف چلتی گئیں۔

سوئی پڑی بچی کی پیشانی بیگم ارم ابراہیم نے چوم لی آنکھوں سے بہتے آنسوؤں کی بوندیں بچی کے چہرے پر گر گئیں۔ اپنی سسکیاں ہاتھ سے دبا کر منہ میں روکتے ہوئے وہ پلنگ سے دور ہٹ کر کھڑی ہو گئیں۔ نیلی گہری آنکھیں امنڈتے آنسوؤں سے سرخ تھیں اور ایک ٹک غنچہ کو تکے جا رہی تھیں پھر وہ اچانک مڑیں اور صوفیہ خاں کے کمرے میں آ گئیں میز پر سر رکھ کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگیں پیچھے کھڑی اودی ان کے سر اور پیٹھ پر بڑی شفقت سے ہاتھ پھیرتی ہوئی اپنے مشورے دیتی رہی۔

"ہمت کیجئے بیگم صاحبہ۔ اس بچی کو لے جا کر دیکھئے تو کوئی کچھ نہیں کہے گا۔"

"نہیں۔ نہیں لے جا سکتی۔" بیگم نے رقت میں ڈوبی آواز میں بمشکل کہا۔

"اوہ بیگم صاحبہ۔ یہ دنیا بہت جلد بھول جاتی ہے خداوند" اودی کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی بیگم بولنے لگیں۔

"غنچہ نام اسی نے دیا تھا بچی کی پیدائش سے چند روز پہلے پھر۔ مجھے نہیں مل سکا وہ تو ایسا گیا پلٹ کر پھر آیا ہی نہیں۔ کچھ نہیں ہو سکا اور اب۔ اب تو میں بیگم ارم ابراہیم ہوں" وہ جیسے خود سے مخاطب تھیں۔

"تو کیا ہوا سیٹھ جی لاولد ہیں آپ انھیں غنچہ کو گود لینے کو تیار کر لیجئے۔"

"نہیں تم نہیں سمجھو گی"، بیگم نے سر اٹھا کر سُرخ آنکھوں سے اودی نرس کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "سیٹھ ابراہیم بہت ہوشیار ہیں ہر بات کی تہہ تک پہونچنا اُن کی عادت ہے — اور پھر وہ اب بھی اولاد کی آس رکھتے ہیں تب ہی تو اتنی بڑی بڑی رقمیں وہ میرے ہاتھ سے خیرات کر رہے ہیں۔ لاوارث بچوں کے لئے قائم ہر ایسے ادارے کو روپے دینا سیٹھ کا خود اپنا فیصلہ ہے۔"

بیگم پھر چپ ہو گئیں اپنی سوچوں میں گم بیٹھی بیٹھی وہ اچانک اٹھ کھڑی ہوئیں تیز قدم اٹھاتی وہ دروازے تک آئیں اور مڑ کر بولیں "میرے آنے کا ذکر تم لوگ کرو گی تو بھی کوئی یقین نہیں کرے گا تکنیکی خرابیوں کی وجہ سے فلائیٹ تین گھنٹوں کے لئے روک دی گئی تھی اس وقت وہاں سب یہی سمجھ رہے ہوں گے کہ میں اسی کمرے میں سوئی پڑی ہوں جہاں میرے آرام کرنے کے خاص طور پر انتظام کیا گیا ہے۔"

کڑے تیوروں سے اپنی بات ختم کر کے بیگم ارم ابراہیم باہر نکل کر اندھیرے میں گم ہو چکی تھیں۔ کافی دیر بعد صوفیہ خان اور اودی نرس بڑے ہال کمرے میں گئیں بے خبری کی گہری نیند میں سوئی پڑی معصوم بچی کے گلابی چہرہ کو بغور دیکھنے لگیں لمبی پلکوں والی محو خواب آنکھوں تک پھیل آئے سُنہرے بالوں کے نیچے بیگم ارم ابراہیم کی آنکھوں سے ٹپکے آنسو سبز بلب کی روشنی میں غنچے پر پڑی شبنم کے قطروں کی طرح چمک رہے تھے۔

(آکاشوانی لکھنؤ سے نشر)

فاطمہ حسن
۶۸۔ گلستان کالونی۔ لکھنؤ۔

بقیہ :- کیڑا اور چٹان

کے دل پر بھی سیاہی کی چادر پھیلتی جا رہی ہے۔ آج وہ اپنا وجود اس چٹان سے الگ نہیں کر پائے گی۔ کیڑے کا آدھا جسم کوشش کر کے باہر نکل آیا تھا۔۔۔ کہ سامنے پھیلتی پھیلتی شفاف لہریں ہی اس کی منزل تھیں۔ نہ جانے کب سے اس کا اپنا منتظر جا رہی تھا۔ وہ کس طرح خود کو اس بے رحم گرہستی کی چٹان سے باہر کھینچے۔ ان اجنبی لوگوں کے دیار میں اپنے وجود کی تکا بوٹی کب تک سہتی رہے۔ کیا وہ اپنی جیون دھارا کا رُخ موڑ سکے گی جیسے ندیاں اپنے راستے بدل دیتی ہیں۔ رمیش نے آج وہ چٹان اس کے دل پر رکھ دی ہے جو اس کی جیون دھارا کی دشا بدل رہی ہے۔ اس نے گرلس ہوسٹل میں رہائش کے لئے درخواست دے دی ہے۔ آج وہ گھر نہیں جائے گی ۔۔۔۔۔۔۔

بے ارادہ اس کی نظریں چٹان کے تلے میں دبے اس رنگین کیڑے کو ڈھونڈنے لگتی ہیں جو نہ جانے کب چٹان کی داب سے نکل چکا ہے۔ صرف وہاں کی مٹی میں ایک گہرا نشان باقی ہے۔

(آکاشوانی گورکھپور سے نشر)

ترتیب : عزیز انصاری

اناج کو محفوظ کیسے رکھیں

ملک کی ترقی میں زراعتی پیداوار کا اہم مقام ہے۔ کسان اپنا پسینہ بہاکر سخت محنت کرنے کے بعد اپنے کھیتوں میں بھرپور پیداوار حاصل کرتا ہے۔ اس پیداوار کا کچھ حصہ غلط طریقے سے ذخیرہ کرنے کی وجہ سے یا یہ کہئے کہ ذخیرہ کرنے کے صحیح طریقوں کا علم نہ ہونے کی وجہ سے ضائع ہو جاتا ہے۔ یہ نقصان صرف کسانوں کا نہیں ہوتا بلکہ اس سے ملک کی اقتصادی حالت پر بھی اثر پڑتا ہے۔

اناج کا ذخیرہ کرنے کے صحیح طریقے جاننے سے پہلے اس بات پر غور کر لینا بہتر ہوگا کہ آخر وہ کونسی چیزیں ہیں جن کی وجہ سے اناج کے ذخیرہ میں خرابی اور کمی ہوتی ہے۔ یہ ہیں نمی، پھپھوند، چوہے اور دیگر کیڑے مکوڑے ـــ نمی۔ اگر اناج سے سرد ہوائیں ٹکراتی ہیں یا اناج کو کسی گیلے مقام پر رکھ دیا گیا ہو تو نمی کا اثر فوراً اناج پر دیکھنے کو ملتا ہے۔ اس سے اناج سیج جاتا ہے اور دھیرے دھیرے اس میں بدبو آنے لگتی ہے۔ اگر نمی کا اثر کچھ زیادہ ہو جائے تو اناج کے ڈھیلے سے بن جاتے ہیں اس میں کیڑے مکوڑے پیدا ہو جاتے ہیں اور پھپھوند بھی لگ جاتی ہے۔ اس لیے ہر کسان کو چاہئے کہ اناج اچھی طرح سکھانے کے بعد ہی ذخیرہ کرے۔ ذخیرہ کرتے وقت اناج میں نمی ہمیشہ ۱۰ فیصد سے کم ہونا چاہئے۔ جہاں بھی اناج کا ذخیرہ کیا جائے وہاں فرش پکا ہو، برسات کا پانی وہاں تک نہیں پہنچتا ہو اور ہوا کا ٹکراؤ بھی اناج سے نہیں ہوتا ہو۔ اگر اناج بورے میں بھر کر رکھا جاتا ہے تو فرش کی اینٹیں رکھ کر اس پر پٹرے رکھ دیئے جائیں اور ان پٹیوں پر بورے رکھے جائیں۔ فرش پر چٹائیاں یا پولیتھین کی چادر بھی بچھائی جا سکتی ہے۔ ہمیں کوشش یہی کرنا چاہئے کہ نمی کا اثر بوروں پر نہیں ہونے پائے وقت ملنے پر اناج کے بوروں کو الٹ پلٹ کرتے رہیں۔ دھوپ میں بھی کچھ دیر رکھ سکیں تو ضرور رکھیں۔ گیلے اور بھیگے ہوئے اناج کو کبھی بھی ذخیرہ میں نہ رکھیں۔

کیڑے مکوڑے

گیہوں، چاول، دالیں، مکا، جوار قریب قریب سبھی فصلوں پر کیڑے مکوڑوں کا اثر ہوتا ہے یہ صرف اناج کو کھاتے ہی نہیں بلکہ برباد بھی کرتے ہیں۔ اناج میں پایا جانے والا ایسا جز جس سے قوت ملتی ہے اسے بھی ضائع کر دیتے ہیں۔ اناج بیج کے طور پر استعمال کرنے کے قابل نہیں رہ جاتا۔ ان کا اثر ہم اناج میں جالے دیکھ کر، مرے ہوئے یا زندہ کیڑا دیکھ کر یا اناج میں پاؤڈر جیسا باریک آٹا دیکھ کر معلوم کر سکتے ہیں۔

چوہے

ذخیرہ میں رکھے اناج کے سب سے بڑے دشمن چوہے ہیں۔ صرف چھ چوہے مل کر ایک دن میں ایک آدمی کا کھانا ہضم کر جاتے ہیں۔ چوہوں کی آبادی بھی کافی تیزی سے بڑھتی ہے۔ چوہوں کا ایک جوڑا ایک سال میں ایک ہزار سے بھی زیادہ چوہے پیدا کر دیتا ہے۔ چوہے اناج کو کھاتے ہی ہیں ساتھ میں برباد بھی کرتے ہیں اور گندگی پھیلاتے ہیں وہ الگ۔ جس سے انسانی صحت کو بہت بڑا خطرہ پیدا ہو جاتا ہے۔

انہیں ختم کرنے کے لیے "زنک فاسفائڈ" نام کی دوا کا استعمال کیا جاتا ہے اس دوا کو چوہوں کی مرغوب غذا میں ملا دیا جاتا ہے یہ مرغوب غذا گیہوں، چنا، جوار، باجرہ کے دانے بھی ہو سکتے ہیں دوا اور دانوں کی مقدار ۴۰ : ۱ کے فرق سے رکھی جاتی ہے یعنی ایک حصہ دوا اور ۴۰ حصہ دانے سرسوں کا تیل پہلے دانے پر لگا دیں اور پھر دوا ان پر چھڑک دیں۔ تیل کی وجہ سے دوا دانوں پر اچھی طرح چپک جائے گی۔ پھر ایک چمچہ کی مدد سے کچھ دانے چوہوں کی بلوں میں ڈال دیں اور بل کے منہ کو بند کر دیں۔ چوہے بہت چالاک اور شکی مزاج کے ہوتے ہیں اس لئے انہیں کچھ دن تک بغیر دوا لگے دانے کھلانا چاہئے ورنہ وہ دوا لگے دانے نہیں کھائیں گے اور ہمیں ہمارے مقصد میں کامیابی نہیں ملے گی۔ اگر فرش پکا ہے تو دوا لگے دانے کسی برتن میں بھی رکھے جا سکتے ہیں۔ دوا رکھنے کے بعد ہاتھوں کو صابن سے اچھی طرح دھو لینا چاہیے۔

اناج کا ذخیرہ کرنے سے پہلے کچھ باتوں پر غور کرنا بہت ضروری ہے۔

- پکا گودام ہمیشہ اچھا ہوتا ہے۔ اس کی چھت دیوار یا فرش پر کہیں بھی کوئی دراڑ یا گڈھا ہو تو اسے بند کر دینا چاہئے۔
- جہاں تک ممکن ہو اناج کو نئی بوریوں میں بھر کر رکھنا چاہئے۔
- اگر بوریاں پرانی ہیں تو انھیں میلاتھیان کے گھول میں کم سے کم دس منٹ تک ڈبوئے رکھنا چاہئے۔
- جس کمرے میں اناج رکھنا ہو اسکی پتائی چونے سے کر دینا چاہئے اور میلاتھیان دوا (ایک حصہ دوا اور ۱۰۰ حصہ پانی) کے حساب سے کمرے میں چھڑک دینا چاہئے۔
- ہمیشہ بوریوں کو دیواروں سے دور رکھیں تاکہ آسانی سے ہر طرف نظر رکھی جا سکے۔
- نیا اناج ہمیشہ الگ رکھا جائے۔ پرانے اناج کے ساتھ نئے اناج کا ذخیرہ کبھی نہ کریں۔
- اناج رکھنے کا کمرہ یا برتن ایسا ہونا چاہئے جس میں باہر کی ہوا اندر نہ جا سکے اور نہ ہی اندر کی ہوا باہر آ سکے۔ ایلومینیم فاسفائیڈ کی گولیاں بازار میں سیلفاس، فاسفیوم یا کوکھام کے نام سے ملتی ہیں۔ ۱۰ کوئنٹل اناج کے لیے ایک یا دو گولیاں کافی ہوتی ہیں۔ اگر کمرہ ایک ہزار مربع فٹ کا ہے تو اس میں دس گولیاں ڈال دینا چاہئے۔ گولیوں کو کسی باریک کپڑے میں باندھ کر کوٹھی یا کمرے میں رکھ دینا چاہئے۔

اگر کسی کے پاس کمرہ یا کوٹھیاں نہیں ہیں تو وہ اناج کے ڈھیر پر ترپال ڈال کر اس کے کناروں پر مٹی چڑھا دے اور اندر اوپر بتائی گئیں دوائیں رکھ دے۔

ایک دوا اور ہے ای ڈی جی۔ اس کی شیشیاں الگ الگ سائز میں ملتی ہیں۔ ایک کوئنٹل اناج کو محفوظ کرنے کے لیے تین ملی لیٹر کی شیشی کافی ہوگی۔ اس دوا کو بھی اناج کے بیچ ڈال کر اچھی طرح سے بند کر دینا چاہئے۔ اگر کوٹھی لمبی ہے تو ایک سیدھی لمبی لکڑی میں شیشی کو باندھ کر اناج میں اتار دیں۔ اناج میں اتارنے سے پہلے شیشی کو کسی پتھر یا لکڑی سے پھوڑ دیں اس سے دوا سارے اناج میں پھیل جائے گی۔

گھریلو استعمال کے لیے لوہے کی کوٹھیاں خریدی جا سکتی ہیں۔ کرشی اڈیوگ نگم اس سلسلے میں کافی مدد کرتا ہے۔ الگ الگ سائز کی کوٹھیاں ملتی ہیں جن کی قیمت بھی الگ الگ ہوتی ہے لیکن نگم کے ذریعے خریدنے سے قیمت میں کافی کمی کر دی جاتی ہے۔

آپ کی رائے

ہم بہر صورت یہ کہہ سکتے ہیں فخر و ناز سے
بڑھ نہیں سکتا " رسالہ "کوئی بھی آواز سے

محترمی! ۱۶ جون سے ۳۰ جون تک شمارہ نظر نواز ہوا۔ شمارہ عید سے منسوب ہے حالانکہ عید پر کوئی مضمون نہیں خوشی کا کوئی پیغام نہیں یہاں تک کہ کوئی نظم بھی نہیں۔ خیر آئندہ اس کی تلافی ممکن ہے۔ شاید ہو ہی جائے۔ خوش فہمی اچھی چیز ہے انسانوں کو خوش فہم ہی ہونا چاہیئے۔ نیز خوش فہمی میں امیدوں کی ایک کرن ہوتی ہے اور امید کے سہارے جینا ہوتا ہے۔

سرورق بہت خوب ہے، بہت ہی خوب ایک گلاب کی کلی جو غنچگی سے قریب ہے، بس ایک رات کی امید پر شاید اسے وہ رات مل جائے جو کلی سے پھول بنا دے۔ یہ کوشش، ذو معنی بھی ہے اور دلکش بھی۔

ویسے اس شمارے کی جو چیزیں (تخلیقات) پسند آئیں وہ یہ ہیں "عوامی سماج" ڈاکٹر قمر رئیس "جمیل مظہری" فصیح اکمل" سراغ رفتگاں" پروفیسر آل احمد سرور۔ اور زبیر گستاخ کا "آج ہی گھر میں بوریا نہ ہوا" ڈرامہ ایک بوند چاندنی" بھی غنیمت ہے ذکیہ مشہدی کا افسانہ " جہان رنگ و بو میں کچھ لوگ" نے کافی متاثر کیا " درماندہ دریچے" خورشید جمال نہ صرف پسند آیا بلکہ ذہن و جسم کو پوری طرح ہلا گیا حقیقت سے بالکل قریب، مجھے ایسا لگتا ہے کہ یہ افسانہ حقیقت پر پوری طرح مبنی ہے۔

ہزار خوبیوں اور کچھ کمیوں کے باوجود ہمیں رسالہ آواز پسند ہے۔ رسالہ وقت پر نہیں نکلتا اس لئے ریڈیو پروگرام بے معنی ہو کر رہ جاتے ہیں۔ ایک چیز اور آکاش وانی کے شاعروں کی روداد بھی شائع کریں اور شاعروں کی تصویریں بھی صرف تصویر وہ مزہ نہیں دیتی جب تک کہ ان کا کلام بھی زیر نظر نہ ہو۔

احمد نثار چنگیزی

بیروا چندن پور گورکھپور

۱۶ جون کا "آواز" اپنی تمام تر رعنائیوں کے ساتھ جلوہ افروز ہوا۔ اتنی کم قیمت میں ایک واحد اردو رسالہ "آواز" ہی ہے جس کے مضامین ہمارے لئے مشعل راہ بن جاتے ہیں۔

زیر نظر شمارے میں ذکیہ مشہدی کی "جہان رنگ و بو میں کچھ لوگ" اور خورشید جمال کے " درماندہ دریچے" افسانے بہت پسند آئے منظور ندیم بالاپوری کی غزل بھی اچھی لگی۔ اس شمارے کے ادبی مضمون اور شعر و ادب بھی پسند آئے۔ ان کے علاوہ سبھی مضمون، غزل اور افسانے قابل تعریف ہیں۔ ان تمام قلمکاروں کو میری طرف سے مبارکباد پیش کر دیجئے اور اللہ سے دعاگو ہوں کہ "آواز" کو دن دونی رات چوگنی کر دے

محمد مظہر حسین بردا ہوی

بی۔اے۔ اردو (آنرس) آر۔ ایس۔ کالج تارا پور مونگیر (بہار)

۱۶ جون کا آواز کا شمارہ باصرہ نواز ہوا بے اختیار نظریں سرورق پر مرکوز ہو کر رہ گئیں۔ گلاب کی ادھ کھلی کلی اور تی سے مزین خوبصورت سرورق نے دھیان فوراً اپنی جانب مبذول کر لیا۔ گلاب مجھے بہت پسند ہے گلاب جو محبت کا امین ہوتے ہیں۔ حیات کے آئینہ دار ہوتے ہیں کانٹوں میں کھلتے ہیں اور پرورش پاتے ہیں امن و آشتی کا درس دیتے ہیں عزم و حوصلہ بڑھاتے ہیں غم و دکھ میں بھی ہنسی خوشی زندگی گزارنے کا پیغام دیتے ہیں۔ اگر آج کے اس بے امن اور ہنگامہ خیز دور میں چاروں جانب فرقہ وارانہ تشدد آمیز واقعات اور شعلے بھڑک اٹھے ہیں امن، شانتی، محبت اور آپسی اتحاد ایسے وقت میں بھیک مانگ رہے ہیں کاش اکہ یہ فرقہ وارانہ عناصر ان پھولوں سے ہی کچھ سبق حاصل کر سکیں.....

بہت سی ادبی اور شعری شخصیتیں جنھیں ہم بہت کم پڑھ پاتے ہیں ان کے بارے میں مفصل روپ سے "آواز" میں پڑھنے کو مل جاتا ہے۔ ۱۶ جون کے شمارے میں سلسلہ "شخصیات شعر و ادب" کے تحت "فصیح اکمل" کی تحریر "علامہ جمیل مظہری" کو پڑھنے کا شرف حاصل ہوا۔ موصوف نے بڑے اچھے ڈھنگ سے علامہ جمیل مظہری کی شخصیت اور ان کی شاعری پر روشنی ڈالی ہے۔ ان کے ہر شعر نے متاثر کیا اور خاص کر ان کی اس غزل نے تو بے حد متاثر کیا۔ ہے

کون اب فریب کھائے فتنہ رنگ آب کا
مل گئی تشنگی کو آنکھ بجھ گیا دل سراب کا

اسی شمارے میں پروفیسر آل احمد سرور کی تحریر سراغ رفتگاں پڑھی جو موصوف کی مختلف شاعروں، مفکروں اور ادیبوں کی یادوں سے بھرپور ہے۔ بہت ہی قابل تحسین اور عمدہ تحریر ہے اس کا اختتام آل احمد سرور صاحب نے بڑے ہی پراثر انداز میں کیا ہے واقعی روپیہ اور پیسے سے کوئی دولت مند نہیں کہلاتا مختلف ادبی اور شاعرانہ عظیم شخصیتوں کی یادیں ان کی محبت، ان کی حرارت ان کے فکر و فن کا رنگ و نور ان کی باتوں کی خوشبو کسی دولت سے کم نہیں ہوا کرتی ہے یہ دولت ہر دم ذہن کے افق پر اپنے انوار کی بارش کرتی رہتی ہے...

نیز اسی شمارے میں کماریاشی کا ڈرامہ "ایک بوند چاندنی" بہت پسند آیا۔ یہ ڈرامہ اردو سروس سے میرا سنا ہوا ہے مگر آواز میں پڑھ کر بہت لطف آیا۔ واقعی محبت کے بنا ہی زندگی ادھوری ہے محبت و پیار کی ایک بوند سے ہی زندگی سیراب ہو سکتی ہے نہ کہ گہنے، کپڑے، عالیشان عمارت فریج اور ٹی وی سے۔ ڈرامہ نے بہت ہی متاثر کیا میری جانب سے مبارک باد۔

رخسانہ الفت عمر دہرہ دون، یو۔پی

۳۰ جون کا شمارہ دیدہ زیب ہے میری جانب سے بھی مبارک باد قبول فرمائیں۔

بھائی اس پرچے میں سب سے زیادہ ٹلجہ راج کا مضمون "یولس" کے عنوان سے بہت پسند آیا۔ کم سے کم میں نے تین بار پڑھا۔ اس مختصر سے مضمون میں ان کو جو کہنا تھا وہ بڑی خوبصورتی سے کہہ گئے۔ میں سمجھتا ہوں کہ محترم نے بالکل نیا موضوع لیا ہے ابھی تک میں نے اس نوعیت کا مضمون نہیں دیکھا۔

ندا فاضلی کی نظم بہت پسند آئی۔ فصیح اکمل صاحب قابل مبارک باد ہیں کہ انھوں نے جمیل مظہری کو یاد کیا میں تو سمجھتا تھا کہ مرنے کے بعد جمیل مظہری صاحب کو کون پوچھے گا۔

میری سمجھ میں ایک بات آج تک نہ آئی کہ آواز میں الہ آباد کے شاعر و ادبا نظر نہیں آتے یا تو الہ آباد ریڈیو اسٹیشن آپ کو مواد نہیں بھیجتے یا آپ شائع کرنے میں کوتاہی کرتے ہوں بہرحال میرے اطمینان کے لئے کوئی سبیل فراہم کریں۔

تنویر سید کوبن ٹولہ۔ الہ آباد

(اطمینان کے لئے دیکھیں آواز ۱۶ جولائی ۸۵ء)

آواز کا یکم جولائی ۸۵ء کا شمارہ پیش نظر ہے۔ شمارہ بہت خوب ہے۔ لوگوں کی رائے کے مطابق آپ نے اب آواز کے سرورق میں تبدیلی لانی شروع کر دی ہے اس تبدیلی سے میں کافی خوش ہوں۔ میری جانب سے مصور صاحب کو مبارکباد آپ نے اس شمارے میں اچھے معلوماتی مضامین، دلچسپ افسانے و منظومات اور بہترین غزلیں شائع کی ہیں سراج انور صاحب کا ریڈیو ڈرامہ" بیوقوفوں کا شہر" کافی پسند آیا سوئی حصہ میں غزلوں نے کافی متاثر کیا۔ میری طرف سے تمام قلم کاروں کو مبارک باد۔

آواز ہندوستان کا واحد رسالہ ہے جو کم قیمت پر بہترین مواد پیش کرتا ہے۔ دعا ہے کہ آواز کی عمر دراز ہو۔ اور رہا آپ سے ایک شکایت ہے۔ آپ رانچی، دربھنگہ اور بھاگلپور کے پروگرام شائع نہیں کرتے رانچی کو تو آپ بالکل فراموش ہی کر چکے ہیں حالانکہ رانچی میں اچھے خاصے ادیبوں کا جمگھٹ ہے۔

محمد راشد انور "حور بانو منزل" اولڈ ہزاری باغ روڈ۔ رانچی ۹ (بہار)

یکم سے ۱۵ جولائی ۱۹۸۵ء کا آواز دستیاب ہوا۔ اور یقیناً وقت پر دستیاب ہو رہے ہیں۔ اس شمارے میں فلمیں اور ان کی سماجی افادیت (ایس جی مسور مٹھ) پولی گراف (ادیب برت لبواس) آنکھوں کی دیکھ بھال (ڈاکٹر ڈی اگروال) قیمتی معلومات سے لبریز رہا۔ اور سبق آموز لکھنو سے غزلیں بہترین ہیں۔ تمام مضامین اپنی جگہ پسند آئے۔ آپ نیشنل پروگرام دیتے ہیں۔ بے حد خوشی ہوتی ہے کیونکہ "اتو وندنم اور اتو سرگم" میں لے اور تال کی مدد سے موسموں کے سلسلے کو اجاگر کیا گیا ہے۔ کہ کس طرح موسم آدمی کے جذبات اور احساسات سے تعلق رکھتے ہیں۔ جمعرات ۴ جولائی رات ساڑھے نو بجے پروگرام سننے کا انتظار رہے گا۔ ایک تمنا ہے کہ دیگر فن کاروں اور شعراء کی تصویریں نظر آتی ہیں۔ لیکن آل انڈیا ریڈیو کی اردو سروس کے

دلبروں کی تصویریں ایک ایک کرکے آواز ہی میں شائع کریں
رایک خواہش ہے کہ ادبی شہپارے اور زریں اقوال
ور شائع کیا کریں - جی۔آئی۔خان ڈی۔ایم۔دھارٹسٹر،
جانیکواڑی (شمال) پیٹھن ضلع اورنگ آباد

"آواز" کا میں پچھلے تین چار ماہ سے مطالعہ کر رہا ہوں۔
صل میں آل انڈیا ریڈیو کا پروگرام شاید ہی کبھی سن پاتا ہوں
یکہ گھر پر بیٹھنے کی فرصت ہی نہیں ملتی۔ اکثر موقعہ ملنے پر اردو
پروگرام سن لیتا ہوں۔ مگر اب آواز پڑھ کر اچھے پروگرام کی خبر
جاتی ہے اور ان پروگراموں کو ضرور سنتا ہوں۔
ویسے جو کہانی اور افسانے نہیں سن پاتا ان کو آواز
پڑھ کر خوشی محسوس کرتا ہوں۔ جیسے کہ دو تین دن پہلے
سول ہوا شمارہ یکم سے ۱۵ر جولائی ۸۵ء میں "خالی مکان"
انہ بہت ہی اچھا لگا۔ پانچواں آدمی و پناہ گاہ دونوں افسانے
پسند آئے۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ ایک روپیہ میں
اچھی میگزین اس مہنگائی کے زمانے میں بہت بڑی بات
۔مگر "آواز" کا سرورق اور خوبصورت بنائیے۔ کوتر جالی
زل بھی پسند آئی۔

ایس۔ بابر علی نقوی
۸۹ احمد گنج۔ الہ آباد۔ ۳

ب دنیاز!
یکم سے ۱۵ جولائی ۱۹۸۵ء کا "آواز" موصول ہوا۔
مضامین دلکش ہیں۔ بالخصوص "گھر کی سجاوٹ" بھی ایک
ہے" اور افسانہ "خالی مکان" اور مزاحیہ ڈرامہ "بیوقوفوں
ہر" خوب سے خوب پسند آئے میری جانب سے ان تمام
کاروں اور آپ کو مبارک باد قبول ہو۔ ساتھ ہی ساتھ آپ
ہری مبارکباد قبول ہو کہ آپ نے اپنی کاوشوں کے ذریعہ
خوبصورت، دیدہ زیب معلوماتی رسالہ بلاناغہ ہمیں ارسال
رہے ہیں۔ گھر کی مصروفیات سے فراغت کے بعد جو کچھ وقت
ہے۔ اسے "آواز" کے لیے مختص کر دیا کرتی ہوں۔ واقع
کا "آواز" ہر نظریہ سے خوب ہے۔ اور فرصتی لمحات کا بہترین
تھی ہے۔

بیگم شہنواز غازی۔ ایم۔ اے
۱۲۶۴ ۱۳اصویں مغربی کراس اشوکا روڈ میسور ۱

ں آداب!
میں پچھلے کئی ماہ سے اپنے کسی امتحان میں مشغول تھا۔
یے خریدنے پر بھی مجھے آواز پڑھنے کا موقعہ نہیں ملتا تھا
بلی ہی فرصت میں "آواز" یکم جولائی کا مطالعہ کر رہا تھا۔
دفعہ گوربچن سنگھ طالب کا مقالہ، ڈاکٹر ٹی آر دال" اور
ن رضوی کا مقالہ ہم کیسے پڑھائیں" "آواز" میں شامل کر
اپ نے اس میں چار چاند لگا دیئے۔ اس طرح کی چیزیں
ل کرنے سے ڈھیر ساری جانکاری ہوتی ہے۔ ڈرامہ میں
وقوفوں کا شہر" بھی میرے تمام دوستوں کو بھی بے حد
مد آیا۔ افسانہ میں "خالی مکان" اور "وہ اجنبی" بالکل واہیات
نی ہے۔ آئندہ سے ایسی چیز شائع کرنے سے پرہیز کریں۔

قمر العارفین رضوی، رضوی روڈ
ہیسورہ۔۔ ۸۲۴۱۲۰۔ اورنگ آباد (بہار)

نیشنل پروگرام

پروین سلطانہ کا گائن
ہفتہ ۱۷ر اگست رات ساڑھے نو بجے

پروین سلطانہ ملک کی نمایاں اور صف اول کی گائیکہ۔ شیریں آواز کی مالک ہیں۔ موسیقی کی ابتدائی تعلیم اپنے والد اکرام الحق سے حاصل کی اور بعد میں کلکتہ کے پنڈت چنموئے لاہری کی شاگردی اختیار کی۔ آج کل آپ دلشاد خاں سے علم موسیقی حاصل کر رہی ہیں جو کہ کرانہ گھرانہ کے نامور گائیک ہیں۔



راگوں کی منظم اٹھان اور تیز تان اور سرگم میں آپ کو خصوصی مہارت حاصل ہے۔ اپنی خیال گائیکی سے وہ سننے والوں پر سحر طاری کر دیتی ہیں۔ ملک کی تمام اہم محفلوں میں شرکت کر چکی ہیں اس کے علاوہ غیر ممالک میں بھی اپنے فن کا مظاہرہ کیا ہے۔ گندھرو کلا ندھی اور پدم شری کے علاوہ بھی انہیں بہت سے خطابات سے نوازا جا چکا ہے۔

مدن شنکر مشرا کا ستار وادن اور چت دیو برمن کا اسراج وادن
۲۴ر اگست رات ساڑھے نو بجے

مدن شنکر مشرا کا تعلق موسیقاروں کے ایک



خاندان سے ہے۔ موسیقی کی تعلیم اپنے پتا ادما شنکر مشرا سے حاصل کی جو کہ ایک مشہور ستار فنکار تھے۔ زیر و بم کی بنیادی روح کو برقرار رکھتے ہوئے راگوں کی خوبصورتی کو اجاگر کرنا ان کے فن کی انفرادی خصوصیت ہے۔ آپ نے ملک کی تمام اہم محافل موسیقی میں شرکت کی ہے۔

چت دیو برمن کا شمار ملک کے نمایاں اسراج فنکاروں میں ہوتا ہے۔ ابتدائی تربیت انل کرشن برمن سے



حاصل کی اور بعد میں اعلیٰ تعلیم موسیقی استاد علاء الدین خاں، علی اکبر خاں اور روی شنکر سے حاصل کی۔

منگل شب کی محفل موسیقی

ایرا مکھرجی کا گائن
۲۷ر اگست رات دس بجے

ایرا مکھرجی نے موسیقی کی تعلیم اپنے پتا کانن کمار مکھرجی اور سسر گوپا اور رحیم فہیم الدین خاں ڈاگر سے



حاصل کی۔ دھرپد کے علاوہ وہ رابندر سنگیت اور نذرل گیتی بھی گاتی ہیں۔

ایس ایل کنڈلا کا وائلن وادن
۲۰ر اگست رات دس بجے



اردو سروس

پہلی مجلس

میڈیم ویو : ۴۲۷٫۳ میٹر (۷۰۲ کلو ہرٹز) ۲۸۰٫۱ میٹر (۱۰۷۱ کلو ہرٹز)

شارٹ ویو : ۴۸٫۷۴ میٹر (۶۱۵۵ کلو ہرٹز)

دوسری مجلس

میڈیم ویو : ۴۲۷٫۳ میٹر (۷۰۲ کلو ہرٹز) ۲۸۰٫۱ میٹر (۱۰۷۱ کلو ہرٹز)

شارٹ ویو : ۳۱٫۰۱ میٹر (۹۶۷۵ کلو ہرٹز)

تیسری مجلس

میڈیم ویو : ۴۲۷٫۳ میٹر (۷۰۲ کلو ہرٹز)

شارٹ ویو : ۱۹٫۰۵ میٹر (۳۲۹۵ کلو ہرٹز)

پہلی مجلس

صبح

۵-۴۵ صبح گاہی

۶-۱۵ خبریں

۶-۲۵ شہر صبا

۷-۰۰ شمع فروزاں

۷-۰۵ پرانی فلموں سے

۷-۲۰ ساز سنگیت

۷-۴۵ گذشتہ شب ۹-۰۰ بجے کی مکرر نشریات

۷-۵۵ پروگراموں کا خلاصہ

۸-۰۰ آپ کی فرمائش

۸-۲۰ تاریخ ساز

۸-۲۵ آپ کی فرمائش (جاری)

۹-۰۰ آج کی بات

(بجز جمعہ اور اتوار)

آؤ بچو! (جمعہ اور اتوار)

۹-۰۵ آپ کی فرمائش (جاری)

۹-۱۵ لوک گیت

(بجز جمعہ اور اتوار)

آؤ بچو! (جاری)

جمعہ اور اتوار

۹-۳۰ خبروں کا خلاصہ

۹-۳۲ کلاسیکی موسیقی

(پیر، منگل، بدھ)

ہلکی کلاسیکی موسیقی

(جمعرات اور ہفتہ)

آپ کے خط آپ کے گیت

(جمعہ)

چلتے چلتے (اتوار)

۱۰-۰۰ اختتام

دوسری مجلس

دوپہر

۲-۰۰ پروگراموں کا خلاصہ

۲-۰۲ خبروں کا خلاصہ

۲-۰۷ آپ کا خط ملا (اتوار)

نغمہ و صدا (I پیر)

میری نظر میں (II، IV پیر)

نگاہِ انتخاب (III، V پیر)

بھگتی گیت (منگل)

سب رس (بدھ)

گیت سے گیت (جمعرات)

مشاعرہ (I جمعہ)

سات سوال (II، IV جمعہ)

ایک ہی فلم سے (III، V جمعہ)

چلتے چلتے گانے

(I، III، V ہفتہ)

شعر ہمارے گیت آپ کے

(II، IV ہفتہ)

۲-۲۰ فلمی کورس (I اتوار)

مجذا (II اتوار)

گیتوں بھری کہانی

(III اتوار)

غیر فلمی غزلیں (IV اتوار)

نئی فلموں سے (V اتوار)

نغمہ و صدا (I پیر)

نگاہِ انتخاب

(III، V پیر)

ڈرامہ

(تیسری مجلس کے ڈرامے کے مکرر نشریات)

(II، IV پیر)

نئی نسل نئی روشنی (منگل)

بزمِ خواتین (بدھ اور ہفتہ)

رنگِ نو (I جمعرات)

حرفِ غزل

(II، IV، V جمعرات)

ڈرامہ (III جمعرات)

مشاعرہ (I جمعہ)

فیچر (III، V جمعہ)

فلمی دنیا (II، IV جمعہ)

۳-۰۰ فلمی قوالیاں

(I، III اتوار)

قوالیاں (II، IV، V اتوار)

سازوں پر موسیقی (پیر)

میری پسند (منگل)

رنگا رنگ (مزاحیہ ڈرامہ)

(I، V بدھ)

یادیں بن گئیں گیت

(II، IV بدھ)

ایک فنکار (III بدھ)

قوالیاں (I، V جمعرات)

راگ رنگ (II، IV جمعرات)

ڈرامہ (جاری)

(III جمعرات)

کہکشاں (جمعہ)

پھر سنیئے

(روبرو کی مکرر نشریات)

(ہفتہ)

۳-۳۰ آپ کی پسند

۴-۰۰ جہاں نما

(بجز اتوار اور تعطیل)

آپ کی پسند (جاری)

(اتوار و تعطیل)

۴-۱۰ آپ کی پسند (جاری)

۴-۳۰ تبصرہ / پارلیمانی ہفتہ

۴-۳۵ آپ کی پسند (جاری)

۴-۵۰ خبریں

۵-۰۰ اختتام

تیسری مجلس

رات

۸-۰۰ خبریں

۸-۱۰ پروگراموں کا خلاصہ

۸-۱۵ ہفتہ کا نغمہ

۸-۲۰ جہاں نما (مکرر نشریات)

(سوائے ہفتہ و تعطیل اور اتوار)

سازوں پر موسیقی

(II ہفتہ و تعطیل)

منظر پس منظر

(I، III، V اتوار)

پاکستانی اخباروں سے

(II، IV اتوار)

۸-۳۰ حسنِ غزل

۸-۴۵ فلمی دوگانے

۹-۰۰ کتابوں کی باتیں (اردو)

(I، III اتوار)

کتابوں کی باتیں (دیگر زبانیں)

(II اتوار)

رسائل و جرائد (IV اتوار)

اردو دنیا (V اتوار)

کلامِ شاعر (پیر)

تقریر (منگل)

شہر نامہ (I، III بدھ)

دلی کی ڈائری (II، IV بدھ)

شہ پارے (V بدھ)

کھیل کے میدان سے

(جمعرات)

تقریر (جمعہ)

ریڈیو نیوز ریل (ہفتہ)

۹-۱۰ آبشار

۹-۳۰ گجر بن کا رے (اتوار بدھ)

پنجابی نغمے (پیر)

علاقائی نغمے (منگل)

ساز اور آواز (جمعرات)

ایک راگ کئی روپ

(I، III، V جمعہ)

کہانی سنگیت کی

(II، IV جمعہ)

نغماتِ وطن (ہفتہ)

۹-۴۵ خبریں

۹-۵۵ تبصرہ

۱۰-۰۰ ڈرامہ (اتوار)

فیچر (I پیر)

اظہارِ خیال (II پیر)

نغمہ و تبسم (III پیر)

دریچہ (IV پیر)

شکریے کے ساتھ

(V پیر)

جواباً عرض ہے (I منگل)

سائنس میگزین

(II، V منگل)

کھیل کھلاڑی (III منگل)
مشاعرہ (IV منگل)
افسانہ
(I ، II بدھ)
حفظانِ صحت (II بدھ)
ہم سے پوچھیے (IV بدھ)
صدائے رفتہ (V بدھ)
ادبی نشست
(I ، III جمعرات)
آئینہ (II ، IV جمعرات)
ماضی کے دیار (V جمعرات)
رو برو (جمعہ)
نئی نسل نئی روشنی (ہفتہ)

۱۰-۱۵ خدا کے لیے شکریہ
(صرف بدھ)
۱۰-۳۰ تعمیل ارشاد
۱۱-۰۰ خبروں کا خلاصہ
۱۱-۰۵ تعمیل ارشاد (جاری)
۱۱-۲۵ شمع فروزاں (دوبارہ)
۱۱-۳۰ بزم موسیقی
۱۲-۰۰ خبریں
۱۲-۰۵ بزم موسیقی (جاری)
۱۲-۳۰ قوالیاں
۱۲-۵۸ آئندہ روز کی تینوں مجالس کے پروگراموں کا خلاصہ
۱-۰۰ اختتام

جمعہ ۱۶ر اگست

صبح

۶-۲۵ شہرِ صبا
ارملا ناگر : سیماب اکبرآبادی اور خمار بارہ بنکوی کا کلام
او۔پی۔کپور : مخدوم محی الدین، جگر اور فیض کا کلام

۷-۳۰ سازسنگیت
سنیل مکرجی : سرود پر راگ نٹ بھیروں

۹-۳۲ آپکے خط آپکے گیت

دوپہر

۲-۰۷ ایک ہی فلم سے
۲-۳۰ 'سرکس کی دنیا' فیچر
تحریر : اقبال مجید
۳-۰۰ کہکشاں : 'فلم لیڈر'
تحریر : اسلم پرویز

رات

۸-۳۰ حسنِ غزل
ارملا ناگر : ایم لے بانی اور بشیر بدر کا کلام
۹-۰۰ 'انسانی ذات کا افسانہ : منٹو'
از وارث علوی
۹-۳۰ ایک راگ کئی روپ
۱۰-۰۰ روبرو
۱۱-۳۰ بزم موسیقی
پنڈت نارائن راو ویاس : خیال میاں کی ملہار
سنیل مکرجی : سرود پر راگ میاں کی ملہار
۱۲-۳۰ قوالیاں

ہفتہ ۱۷ر اگست

صبح

۶-۲۵ شہرِ صبا
نسیم بانو : غالب اور جگر کا کلام

۷-۳۰ سازسنگیت
ضیا محی الدین خاں ڈاگر : سرسوتی وینا پر راگ توڑی

۹-۳۲ ہلکی کلاسیکی موسیقی
کمل سنگھ : ٹھمری بھیروی، دادرہ

دوپہر

۲-۳۰ بزم خواتین

رات

۸-۳۰ حسنِ غزل
نسیم بانو : میر مہدی مجروح اور مومن کا کلام
۹-۰۰ ریڈیو نیوز ریل
۹-۳۰ نغمۂ وطن
۱۱-۳۰ بزم موسیقی
روشن آرا بیگم : خیال مارو بہاگ
ضیا محی الدین خاں ڈاگر : سرسوتی وینا پر راگ میاں کی ملہار

اتوار ۱۸ر اگست

صبح

۶-۲۵ شہرِ صبا
تسنیم سید : امیر خسرو اور مخدوم محی الدین کا کلام
مہندر پال : جاں نثار اختر اور مخدوم کا کلام

۷-۳۰ سازسنگیت
پرکاش وڈھیرہ : بانسری پر جینتی ملہار

دوپہر

۲-۳۰ 'انتظار' گیتوں بھری کہانی
تحریر : ساگر کشمیری

رات

۸-۳۰ حسنِ غزل
تسنیم سید : غالب کا کلام
۹-۳۰ گجرہن کارے
بیگم اختر : کجری
۱۱-۳۰ بزم موسیقی
رام کرشن پواوائے : خیال میاں کی ملہار
پرکاش وڈھیرہ : بانسری پر چندر کونس

پیر ۱۹ر اگست

صبح

۶-۲۵ شہرِ صبا
صلاح الدین احمد : فیض اور جاں نثار اختر کا کلام
وندنا واجپئی : بیخود اور داغ کا کلام

۷-۳۰ سازسنگیت
شری کرشن شرما : گٹار پر چاردکیشی

۹-۳۲ کلاسیکی موسیقی
سمتی مٹاٹکر : خیال لاچاری توڑی

دوپہر

۳-۰۰ سازوں پر موسیقی
پریم جین : گٹار پر راگ دھانی

رات

۸-۳۰ حسنِ غزل
وندنا واجپئی : جگر اور شمیم جے پوری کا کلام
۹-۰۰ کلامِ شاعر : محمد علوی
۱۱-۳۰ بزم موسیقی
سمتی مٹاٹکر : خیال ہمنت
شری کرشن شرما : گٹار پر شیام کلیان

منگل ۲۰ر اگست

صبح

۶-۲۵ شہرِ صبا
حسین بخش : شمیم جے پوری کا کلام
شانتا سکینہ : جگر اور شکیل کا کلام

۷-۳۰ سازسنگیت
پنا لال چورسیہ : وائلن پر بیراگی بھیرو

۹-۳۲ کلاسیکی موسیقی
شیلا دھر : خیال میگھ

رات

۸-۳۰ حسنِ غزل
حسین بخش : حسرت موہانی کا کلام
۹-۰۰ 'مستقبل ۔ واہمہ یا حقیقت'
نظریہ سائنس، تقریر از اے۔ رحمٰن
۱۱-۳۰ بزم موسیقی
شیلا دھر : خیال ہنڈول کونس
پنا لال چورسیا : وائلن پر راگ دیس

بدھ ۲۱ر اگست

صبح

۶-۲۵ شہرِ صبا
پریتی چاولہ : خمار بارہ بنکوی اور سدرشن فاخر کا کلام
بتن دیوانہ : داغ اور جگر کا کلام

۷-۳۰ سازسنگیت
بسم اللہ خاں : شہنائی پر راگ بھیروی

۹-۳۲ کلاسیکی موسیقی
شرافت حسین خاں : خیال بلاسکھانی توڑی

رات

۸-۳۰ حسنِ غزل
پریتی چاولہ : جگر اور فراق کا کلام
۹-۰۰ شہرنامہ : حیدرآباد'
تحریر : عادل صدیقی
۹-۳۰ بینا پانی مشر : دادرہ اور کجری
۱۰-۰۰ افسانہ : محمد یوسف ٹینگ
۱۱-۳۰ بزم موسیقی
شرافت حسین خاں : خیال میگھ ملہار
بسم اللہ خاں : شہنائی پر سر ملہار

جمعرات ۲۲ر اگست

صبح

۶-۲۵ شہرِ صبا
نینا دیوی : مجاز لکھنوی اور امیر مینائی کا کلام
عبدالوحید : میر کا کلام

۷-۳۰ سازسنگیت
مشتاق علی خاں : ستار پر جونپوری

۱۰-۰۰ آئینہ : ادبی میگزین
'سوانح نگاری نمبر'
مدیر : پروفیسر صدیق الرحمٰن قدوائی

۱۱-۳۰ بزم موسیقی
سنگھ بندھو : خیال مدھو کونس
مشتاق علی خاں : ستار پر میاں کی ملہار

جمعہ ۲۳ اگست

صبح

۶-۲۵ شہر صبا
بیلا ساور، غالب اور جگر کا کلام
اقبال قریشی، داغ اور میر کا کلام

۷-۳۰ ساز سنگیت
امجد علی خاں: سرود پر راگ للت

۹-۰۰ آؤ بچو!
'ہمیں شکایت ہے اپنے استاد سے'
تقریر از صفدر حسین نقوی

دوپہر

۲-۳۰ فلمی دنیا
۱۔ اپنی بات (اداریہ)
۲۔ 'شب و روز' از راجیو مرزا
۳۔ تابندہ ستارے: 'شبانہ اعظمی'
تقریر از خسرو متین
۴۔ 'باتیں فلموں کی' از بجن سر واستو

۴-۰۰ کہکشاں
فلم 'قربانی' از نعیم صدیقی

رات

۹-۰۰ 'اشعار غالب نرغہ مزاح میں'
از احمد جمال پاشا

۱۱-۳۰ بزم موسیقی
چھوٹے لاہری: خیال دیس ملہار
امجد علی خاں: سرود پر راگ شاہانہ
اور میاں کی ملہار

ہفتہ ۲۴ اگست

صبح

۶-۲۵ شہر صبا
بیگم اختر، میر اور داغ کا کلام
نثار حسین خاں: غزلیں

۷-۳۰ ساز سنگیت
محمد احمد بنّے خاں، سارنگی پر بھیروی

۹-۳۲ ہلکی کلاسیکی موسیقی
پورنیما چودھری: کجری اور ٹھمری

رات

۸-۳۰ حسن غزل
بیگم اختر: امیر قزلباش کا کلام

۹-۰۰ ریڈیو نیوز ریل

۱۲-۳۰ بزم موسیقی
ڈی وی پلسکر: خیال آنندی، وجے جے ونتی
محمد احمد بنّے خاں، سارنگی پر
راگ دھانی کوشی دھن

اتوار ۲۵ اگست

صبح

۶-۲۵ شہر صبا
کاجل بنرجی، غالب اور جگر کا کلام
پنڈت جسن لال: حسرت موہانی اور
داغ کا کلام

۷-۳۰ ساز سنگیت
پیوش پنوار: سنطور پر راگ اہیر بھیرو

رات

۹-۰۰ رسائل جیسا اللہ
تحریر: ابن کنول

۹-۳۰ کجری کارے
کشوری امونکر: ٹھمری مشر دیش

۱۰-۰۰ 'باپ کا نام' ڈرامہ
تحریر: م۔ک۔ مہتاب

۱۱-۳۰ استاد امیر خاں: خیال و ترانہ میگھ
پیوش پنوار: سنطور پر راگ باگیشوری

پیر ۲۶ اگست

صبح

۶-۲۵ شہر صبا
جمیل احمد: داغ اور فراق کا کلام
مبارک بیگم: اقبال اور فیض کا کلام

۷-۳۰ ساز سنگیت
چنتامنی جین: جلترنگ پر دلیش کار

۹-۳۲ کلاسیکی موسیقی
سلوچنا برہسپتی: گاڑی

دوپہر

۲-۰۰ سازوں پر موسیقی
چنتامنی جین، جلترنگ پر برنداونی سارنگ
وی سی راناڈے، وائلن پر مشر کافی

رات

۸-۳۰ حسن غزل
مبارک بیگم، شکیل اور امیر مینائی کا کلام

۹-۰۰ کلام شاعر: ظہیر صدیقی (پٹنہ)

۱۱-۳۰ بزم موسیقی
سلوچنا برہسپتی: گاڑی
چنتامنی جین، جلترنگ پر امین مالکوس

منگل ۲۷ اگست

صبح

۶-۲۵ شہر صبا
مجدد نیازی، جگر اور شفیق کا کلام
انجلی بنرجی: جگر اور داغ کا کلام

۷-۳۰ ساز سنگیت
ایم ایس گوپال کرشنن: وائلن پر کالنگڑہ

۹-۳۲ کلاسیکی موسیقی
اے۔ کانن: خیال اہیر بھیرو

رات

۸-۳۰ حسن غزل
مجدد نیازی: ساحر بھوپالی کا کلام

۹-۰۰ 'زندگی کا چلن۔ احتجاج' تقریر از
ذہین نقوی

۱۰-۰۰ بزم سخن
شہر کا شعراء: ممتاز مرزا، گلزار زتشی دہلوی
معودہ حیات، بلراج حیرت، امیر قزلباش
اقبال عمر اور سید غلام سمنانی

۱۱-۳۰ بزم موسیقی
اے۔ کانن، خیال شدھ کلیان
ایم ایس گوپال کرشنن: وائلن پر کرواتی

بدھ ۲۸ اگست

صبح

۶-۲۵ شہر صبا
ماسٹر نثار: بیتاب اور آغا حشر کا کلام

۷-۳۰ ساز سنگیت
اننت لال و ہمنوا: شہنائی

۹-۳۲ کلاسیکی موسیقی
استاد بڑے غلام علی خاں: خیال دیس

رات

۸-۳۰ حسن غزل
غلام علی، جگر اور فیض کا کلام

۹-۳۰ کجری کارے
شوبھا گرٹو، سیر دیوی مشر: کجری

۱۱-۳۰ بزم موسیقی
استاد بڑے غلام علی خاں:
خیال راگیشوری اور دادرہ
اننت لال و ساتھی: شہنائی

جمعرات ۲۹ اگست

صبح

۶-۲۵ شہر صبا
مینو پرشوتم، فراق اور درد کا کلام

۷-۳۰ ساز سنگیت
جیا بسواس: ستار پر گن کلی

رات

۱۰-۰۰ ماضی کے دیار
'الہ آباد ماضی کے آئینے میں'
ترتیب: ڈاکٹر علی احمد اعظمی

۱۱-۳۰ بزم موسیقی
اشتیاق حسین خاں، خیال میاں کی ملہار
جیا بسواس، ستار پر چھایا نٹ

جمعہ ۳۰ اگست

صبح

۶-۲۵ شہر صبا
مدھو بالا چاولہ: جگر اور فیض کا کلام

۷-۳۰ ساز سنگیت
استاد حفیظ علی خاں: سرود پر
راگ قصوری بھیروی

۹-۰۰ آؤ بچو!
کہانی سنیں از سراج انور

دوپہر

۲-۳۰ 'بندھن کچے دھاگوں کا' فیچر
تحریر: ڈاکٹر گووند چاتک

۴-۰۰ کہکشاں
'فلم ہمراز'
تحریر: انیس دہلوی

رات

۹-۰۰ 'انسانی ذات کا افسانہ —
احمد ندیم قاسمی'
تقریر از ارتضیٰ کریم

۹-۳۰ ایک راگ کئی روپ

۱۱-۳۰ بزم موسیقی
کشوری امونکر:
خیال و ترانہ ساون نٹ
استاد حفیظ علی خاں:
سرود پر میاں کی ملہار

ہفتہ ۳۱ اگست

صبح

۶-۲۵ شہر صبا
نثار حسین خاں، ظفر کا کلام
پروین سلطانہ: شکیل کا کلام

۷-۳۰ ساز سنگیت
پریم ولبھ اور رامجی لال:
'پکھاوج و طبلہ لگبندی'

۹-۳۲ ہلکی کلاسیکی موسیقی
برجو مہاراج: ٹھمری بھیروی، دادرہ

رات

۱۱-۳۰ بزم موسیقی
لطافت حسین خاں: خیال مالی گورا
پریم ولبھ اور رامجی لال شرما:
'پکھاوج و طبلہ لگبندی'

وودھ بھارتی

ملن یامنی

پریم دیوانی تحریر: ورنشارانی
پیش کش: ایس کے دیپک ۱۰ اگست
دھارداِر تحریر: امرناتھ چترویدی
پیش کش: جی۔پی۔ ماتھر ۲۴ اگست
سیما ریکھا تحریر: ابھیلاش
پیش کش: جی۔پی۔ ماتھر ۳۱ اگست

رس وہار

صبح ہوتی ہے شام ہوتی ہے تحریر: افتخار اعظمی
پیش کش: جی۔پی۔ ماتھر ۱۹ اگست
ٹوٹتی زنجیریں تحریر: ایم۔ایل۔گوڑ
پیش کش: دھاردیکر ۲۶ اگست

ان سے ملیئے

میوزک کمپوزر مرلی منوہر سروپ سے ملاقات
از دیتے چودھری ۲۱/اگست
میوزک ڈائریکٹر جے۔پی کوشک سے ملاقات
۲۸/اگست

پٹارا

ٹیلی فون تحریر: یوسف ناظم
پیش کش: انوررادھا شرما ۲۰/اگست
عیدقربانی تحریر: شاہد بدایونی
پیش کش: ایم احمد ۲۷ اگست

ہوا محل

کھیل کھیل میں تحریر: وجے کشور
پیش کش: انعام دار رائے ۱۶/اگست
دیسی چینے ولایتی دانے تحریر: کے پی سکینہ
پیش کش: راجا منی رائے ۱۷/اگست
مہاوار تحریر اور پیش کش: ایف۔سی۔ ماتھر
۱۸/اگست

تیکتے ستارے تحریر: سوم ناتھ ناگر
پیش کش: کملا ناگر ۱۹ اگست
عینک کا نمبر تحریر: نیلم بانو
پیش کش: جعفر علی خاں ۲۰ اگست
کھڑکی تحریر: رفیعہ منظورالامین
پیش کش: کملا سکینہ ۲۱ اگست
نیا گھر تحریر اور پیش کش: چیرنجیت ۲۲ اگست
آپ کا چور تحریر: حضرت آوارہ
پیش کش: سلامت اللہ ۲۳ اگست
یہ بھی خوب رہی تحریر: ارملا مشر
پیش کش: چندر ریکھا بھٹناگر ۲۴/اگست
جلتی کا پتلا تحریر: راجکمار داغ
پیش کش: دینا ناتھ ۲۵ اگست
چکر دننگ لسٹ کا تحریر: آدرش سکینہ
پیش کش: چندر ریکھا بھٹناگر ۲۶/اگست
سب سے بڑی قربانی تحریر: عظیم رضوی
پیش کش: جی۔پی۔ ماتھر ۲۷/اگست
ضرورت ہے نوکر کی تحریر: ساون فاطمہ
پیش کش جعفر علی خاں ۲۸/اگست
عدالت کی پریتگیا تحریر: ڈی۔ایس۔ دیش مکھ
پیش کش: پی وی داردیکر ۲۹/اگست
راکھی تحریر: شوشنکر وششٹ
پیش کش: مختار احمد ۳۰/اگست
ناٹک کا ناٹک تحریر اور پیش کش: پرکاش جوشی
۳۱/اگست

انورنجنی

پنڈت اونکا ناتھ ٹھاکر: گائن ۱۶/اگست
شمیم احمد
اور بدھ دیو داس گپتا: ستار ۱۷/اگست
کشوری امونکر اور
بھیم سین جوشی: گائن ۱۹/اگست
الیاس یابت، پنڈت رام نرائن: سنطور، سارنگی
۲۰/اگست
پنڈت وی ڈی پلسکر: گائن : ۲۱/اگست
علی احمد حسین: شہنائی ۲۲/اگست
ابے چکرورتی: گائن ۲۳/اگست

علی اکبر خاں: سرود ۲۴/اگست
ڈاکٹر وسنت راؤ دیش پانڈے
اور رسولن بائی: گائن ۲۶/اگست
بدھ دتیہ مکرجی: ستار ۲۷/اگست
گریجا دیوی اور
مشتاق حسین خاں: گائن ۲۸/اگست
شو کمار شرما ۲۹ اگست
مناکشی مکرجی اور لکشمن کرشنا راؤ پنڈت
: گائن ۳۰/اگست
روی شنکر: ستار ۳۱/اگست

سنو کہانی

ڈریمنس تحریر: راجندر سنگھ بیدی
حصہ III ۱۶/اگست
ایک اندر دھنش زبیدہ کے نام تحریر: سوریہ بالا
حصہ I ۲۳/اگست
حصہ II ۳۰ اگست

سنگیت سریتا

مانک ورما کے ساتھ انٹرویو ۱۸/اگست
ہری پرساد چورسیا کے ساتھ انٹرویو ۲۵/اگست

چترشالا

بھارتیہ چترکلا (سیریل) از جیرن شرما ۱۹/اگست
پرمانو اُورجا (سیریل) ڈاکٹر ڈی۔ وی۔ سنگھ
۲۰/اگست
کویتا پاٹھ از وشوناتھ سچدیو ۲۱/اگست
تلسی کی رچناؤں میں یاتھارتھ چترنا ۲۲/اگست
دنو دواتا از اجات شترو ۲۴/اگست
بھارتیہ سنسکرتی اور دھرم از سوامی ادیاتمانند
حصہ I ۲۶/اگست
برسات کے روگ اور اُپچار
از ڈاکٹر جی۔ایس ماتھر ۲۷/اگست
دنو دواتا از شمس الدین ۳۱/اگست

دھلی

میڈیم ویو

دہلی الف ۳۶۶ء۳ میٹر ۸۱۹ کلو ہرٹز
دہلی ب ۵ء۵۰۴ میٹر ۶۶۶ کلو ہرٹز
دہلی ج ۱۳ء۲۱۹ میٹر ۱۳۶۸ کلو ہرٹز
دہلی د ۹ء۲۹۴ میٹر ۱۰۱۷ کلو ہرٹز

شارٹ ویو

صبح ۸-۰۰ تک ۱۵ء۱۹ میٹر ۳۳۶۵ کلو ہرٹز
صبح ۸-۱۵ کے بعد ۴۷ء۴۸ میٹر ۶۱۹۰ کلو ہرٹز
دوپہر ۴۷ء۴۸ میٹر بعد دوپہر ۶۱۹۰ کلو ہرٹز
شام ۵-۴۵ تک ۴۷ء۴۸ میٹر ۶۱۹۰ کلو ہرٹز
شام ۶-۰۰ سے رات تک ۱۵ء۱۹ میٹر ۳۳۶۵ کلو ہرٹز

خبریں

دھلی 'الف'
ھندی/انگریزی: صبح ۶-۰۰ (عالمی)
ھندی: صبح ۸-۰۰، ۱۱-۰۰ دوپہر ۱-۰۰
۲-۱۰ شام ۵-۰۰ صوبائی شام ۵-۰۶، ۵۰-۷
(علاقائی) رات ۸-۴۵، ۵۰-۱۱ (عالمی)
انگریزی: دوپہر ۱۲-۰۰
سنسکرت: صبح ۷-۰۰، شام ۶-۱۰
اردو: صبح ۸-۵۰، دوپہر ۱-۵۰ اور رات ۹-۱۵
(خبریں اور تبصرہ) پنجابی: دوپہر ۱-۴۰
دھلی 'ب': ھندی: دوپہر ۲-۴۵ (دھیمی)
انگریزی: صبح ۸-۱۰، ۱۰-۰۰، دوپہر ۱-۰۰، ۲-۲۰
(دھیمی رفتار سے) شام ۴-۰۰، ۶-۰۰، ۹-۰۰، ۱۱-۰۰ (عالمی)
پنجابی: صبح ۸-۳۰ شام ۷-۳۰
ھندی نیوز لیٹر: صبح ۹-۰۰ بجے
دھلی 'د': ھندی: شام ۷-۳۰
انگریزی: رات ۹-۱۵
کھیل کود: شام ۷-۰۰ (ہندی)
رات ۸-۰۰ (انگریزی)

مقررہ پروگراموں کے لیے
آواز
یکم اگست
دیکھیے

شاستریہ سنگیت

گائن

ایل کے پنڈت — صبح ۱۰-۸، ۰۲-۱۱ اور
رات ۹-۰۰ (الف) ۱۶ اگست

مادھوری ڈانگے — صبح ۱۰-۲۵ اور
شام ۵-۴۰ (الف) ۱۷ اگست

زندہ حسن — صبح ۱۱-۳۰ (الف)
شام ۳-۳۰ (ب) ۱۷ اگست

برکت علی خاں — صبح ۷-۳۲ (ب) ۱۷ اگست

لچھمن داس سندھو — صبح ۸-۱۰، رات ۹-۰۰ (الف)
شام ۳-۳۰ (ب) ۱۸ اگست

واسدیو دیشپانڈے — صبح ۱۱-۳۰ (الف)
صبح ۷-۳۲ (ب) ۱۹ اگست

رسولن بائی — صبح ۱۰-۲۵ (الف) ۱۹ اگست

سمتی متا سکر — رات ۱۰-۰۰ (الف) ۱۹ اگست

رومارانی بھٹاچاریہ — صبح ۸-۱۰، ۰۲-۱۱ اور
رات ۹-۰۰ (الف) ۲۰ اگست

امرناتھ — صبح ۸-۱۰، ۰۲-۱۱ اور
رات ۹-۰۰ (الف) ۲۱ اگست

بی کے کوہلی — صبح ۱۰-۲۵ (الف)
صبح ۷-۳۲ (ب) ۲۲ اگست

دیپالی ناگ — صبح ۸-۱۰ صبح ۱۱-۲۰
رات ۹-۰۰ (الف) ۲۳ اگست

منی پرساد — صبح ۸-۱۰، ۰۲-۱۱ اور
شام ۵-۴۰ (الف) ۲۴ اگست

سلوچنا برہسپتی — صبح ۸-۱۰، رات ۹-۰۰ (الف)
شام ۳-۳۰ (ب) ۲۵ اگست

بیگم اختر (ٹھمری دادرا) — رات ۹-۳۰ (الف) ۲۵ اگست

شبھا مودگلیہ — صبح ۱۰-۲۵ (الف) ۲۶ اگست

آتل دیسائی — صبح ۱۱-۳۰ (الف) ۲۶ اگست

حفیظ احمد خاں — رات ۱۰-۰۰ (الف) ۲۶ اگست

استاد فیاض خاں — صبح ۷-۳۲ (ب) ۲۶ اگست

سعیدالدین ڈاگر — صبح ۱۰-۲۵ (الف)
شام ۳-۳۰ (ب) ۲۷ اگست

فیاض احمد خاں، نیاز احمد خاں
صبح ۷-۳۲ (ب) ۲۷ اگست

سرفراز حسین خاں — صبح ۸-۱۰، ۰۲-۱۱ اور
رات ۹-۰۰ (الف) ۲۸ اگست

رام اوتار — صبح ۱۰-۲۵ (الف)
۷-۳۲ (ب) ۲۹ اگست

وشوناتھ — صبح ۱۱-۳۰ (الف) ۲۹ اگست

الہ بھوک (ٹھمری دادرا) صبح ۸-۱۰، ۰۲-۱۱ اور
رات ۹-۰۰ (الف) ۳۰ اگست

مہندر شرما — صبح ۱۰-۲۵، رات ۹-۰۰ (الف)
شام ۳-۳۰ (ب) ۳۱ اگست

نثار حسین خاں — صبح ۱۱-۳۰ (الف) ۳۱ اگست

جیتندر ابھیشیکی — صبح ۷-۳۲ (ب) ۳۱ اگست

ساز سنگیت

ستار

سعید ظفر خاں — صبح ۱۱-۳۰ اور
شام ۵-۴۰ (الف) ۲۱ اگست

دیوبرت چودھری — رات ۱۰-۰۰ ۲۱ اگست

اندر سنگھ — صبح ۱۰-۲۵ اور
شام ۵-۴۰ (الف) ۲۳ اگست

شرمشٹھا سین — رات ۱۰-۰۰ (الف) ۲۸ اگست

پریتما جیسوال — صبح ۱۱-۳۰ (الف) ۳۰ اگست

سرود

رادھیکا موہن موئترا — صبح ۱۱-۳۰ (الف) ۲۱ اگست

شرن رانی — رات ۱۰-۰۰ (الف) ۲۵ اگست

فردوس احمد — صبح ۱۰-۲۵ اور
شام ۵-۴۰ (الف) ۲۸ اگست

علی اکبر خاں — صبح ۷-۳۲ (ب) ۳۰ اگست

شہنائی

جگن ناتھ اور ساتھی — صبح ۸-۱۰، ۰۲-۱۱ اور
شام ۵-۴۰ (الف) ۳۱ اگست

وائلن

ڈی۔جی۔جوگ — رات ۹-۳۰ (الف) ۱۸ اگست

مہندر بھٹ — شام ۵-۴۰ اور
رات ۹-۰۰ (الف) ۱۹ اگست

سواگت گھوش — صبح ۱۰-۳۰ (الف) اور
شام ۳-۳۰ (ب) ۲۰ اگست

دنیش کمار پربھاکر — صبح ۸-۱۰، ۰۲-۱۱ اور
رات ۹-۰۰ (الف) ۲۲ اگست

ایس۔این۔گلاٹی — صبح ۱۰-۲۵ اور
۵-۴۰ (الف) ۳۰ اگست

وچتر وینا

احمد رضا خاں — صبح ۸-۱۰، ۰۲-۱۱ اور
رات ۹-۰۰ (الف) ۱۷ اگست

مصطفےٰ رضا — صبح ۸-۱۰، ۰۲-۱۱ اور
رات ۹-۰۰ (الف) ۲۶ اگست

اسد علی خاں — صبح ۸-۱۰، ۰۲-۱۱ اور
رات ۹-۰۰ (الف) ۲۹ اگست

بانسری

پرکاش وڈھیرا — صبح ۸-۱۰ اور
۰۲-۱۱ (الف) ۱۹ اگست

وجے کمار — صبح ۳۲ — ۷ (ب) اور
۰۲ — ۱۱ (الف) ۲۳ اگست

نرنجن پرساد — صبح ۳۰ — ۱۰، رات ۰۰ — ۹ (الف)
شام ۳۰ — ۳ (ب) ۲۴ اگست

— کلارنٹ —

درشن سنگھ — صبح ۳۰ — ۱۱ (الف) اور
۳۲ — ۷ (ب) ۲۰ اگست

— سنتور —

سدھیر گوتم — صبح ۳۵ — ۱۰ (الف) اور
۳۲ — ۷ (ب)، ۱۹ اگست

پیوش پوار — صبح ۳۵ — ۱۰ اور
شام ۴۰ — ۵ (الف) ۲۱ اگست

جین کمار جین — صبح ۱۰ — ۸ ۰۲۰ — ۱۱ اور
رات ۰۰ — ۹ (الف) ۲۷ اگست

— جل ترنگ —

بلدیو کرشن — صبح ۳۰ — ۱۱ (الف) ۲۷ اگست

— طبلہ —

منموہن سنگھ — صبح ۴۵ — ۱۱ (الف) ۲۷ اگست

کرناٹک گائن

گومتی راماسبرامنیم — صبح ۳۰ — ۱۱ اور
شام ۳۵ — ۵ (الف) ۱۸ اگست
گومتی شنکرامن — شام ۳۰ — ۳ (ب) ۱۲ اگست
اندرا مورتی — صبح ۳۰ — ۱۰ (الف) اور
شام ۳۰ — ۳ (ب) ۲۲ اگست
میتھلی نرسمہن — شام ۲۰ — ۳ (ب) ۲۸ اگست
کے۔ سدھا — شام ۳۰ — ۳ (ب) ۲۹ اگست
آر۔کے۔ سری کنٹھن (کرناٹک سنگیت سبھا)
رات ۰۰ — ۱۰ (الف) ۲۹ اگست
سرسوتی بالاسبرامنیم — صبح ۳۰ — ۱۰ (الف) اور
شام ۳۰ — ۳ (ب) ۳۰ اگست

کرناٹک ساز سنگیت

سری نواس نرسمہا مورتی : وائلن
صبح ۳۰ — ۱۰، شام ۳۰ — ۳ (ب) ۲۳ اگست
شبھدرا ناگراج (وینا) صبح ۳۰ — ۱۰ (الف) اور
شام ۳۰ — ۳ (ب) ۲۳ اگست
ٹی۔آر۔ مہالنگم (بانسری) صبح ۳۰ — ۱۱ (الف) ۲۴ اگست
تال وادیہ کچہری (ریکارڈ کیسٹ)
اے پریم کمار شام ۳۵ — ۵ (الف) ۲۵ اگست

لوک بھارتی (لوک گیت) دوپہر ۰۲ — ۱۲ (الف)

مراٹھی — ۱۶، ۲۳، اور ۳۰، اگست
گجراتی — ۱۷، ۲۴، اور ۳۱، اگست

تمل — ۱۹، اگست
اڑیہ — ۲۰، اگست
ملیالم — ۲۱، اگست
بنگلا — ۲۲ اور ۲۹ اگست
تیلگو — ۲۶ اگست
آسامیا — ۲۷ اگست
کنڑ — ۲۸ اگست

سنگم صبح ۵۰ — ۷ (ب)

تمل — ۱۶ اور ۲۳ اگست
ملیالم — ۱۷ اور ۳۱ اگست
اڑیہ — ۱۸ اگست
سندھی — ۱۹ اور ۲۶ اگست
بنگلا — ۲۰ اور ۲۷ اگست
گجراتی — ۲۱ اور ۲۸ اگست
مراٹھی — ۲۲ اور ۲۹ اگست
تیلگو — ۲۳ اگست
کنڑ — ۲۴ اگست
آسامیا — ۲۵ اگست

لوک مادھوری۔ صبح ۱۰ — ۹ (ب)

راجستھانی — ۱۶، ۲۳، اور ۳۰ اگست
ڈوگری — ۱۷ اگست
اودھی — ۱۹ اگست
ہماچلی — ۲۰ اور ۲۷ اگست
ہریانوی — ۲۱ اور ۲۸ اگست
برج — ۲۲ اور ۲۹ اگست
گڑھوالی — ۲۴ اگست
بھوجپوری — ۲۶ اگست
کشمیری — ۳۱ اگست

ناٹک

جے پراجیہ : تحریر : گوپی ناتھ دیتھت
رات ۳۰ — ۹ (الف) ۱۶ اگست
دوپہر ۳۰ — ۲ (الف) ۱۸ اگست
شنی وار کی چھٹی : تحریر : سدھیر بھٹناگر
دوپہر ۱۵ — ۱۲ (الف) ۱۸ اگست
رات ۰۰ — ۱۰ (الف) ۲۱ اگست
ایک فیصلہ (سلسلہ وار) بی۔ایس بھٹناگر
دوپہر ۰۲ — ۱۲ (الف) ۱۹ اگست
منتھن : رابین گاندھی کے گجراتی ناٹک کا ہندی ریڈیو عکس
از بکل بے راول رات ۳۰ — ۹ (الف) ۲۰ اگست

دوپہر ۳۰ — ۱۲ (الف) ۲۶ اگست
پریکشا : تحریر : ٹی۔این گوپی ناتھن نیئر
رات ۳۰ — ۹ (الف) ۲۲ اگست
"جمالو دور کھادی"، تحریر : منور ما بھٹناگر
دوپہر ۱۵ — ۱۲ (الف) ۲۵ اگست
رات ۰۰ — ۱۰ (الف) ۲۸ اگست
"ہتیا"، تحریر : سریندر ورما
رات ۳۰ — ۹ (الف) ۳۰ اگست

سائنس پروگرام

وگیان چرچا۔ صبح ۵۰ — ۶ (الف)

انورادھا : تقریر — ۱۶ اگست
پسرائٹ اپیل یوٹیلائزیشن آف ریڈیج (تقریر) — ۱۹ اگست
پیس میکر : تقریر — ۲۱ اگست
پرل ہیرل اینڈ مین میڈ : تقریر — ۲۳ اگست
ہاؤ ڈو وی ٹیسٹ دی سوپل : تقریر — ۲۶ اگست
پیراک : تقریر — ۲۸ اگست
میتھانول پوائزننگ : تقریر — ۳۰ اگست

وگیان آلوک رات ۱۵ — ۸ (الف)

وارمز ڈیسٹ تھرو آن مین : تقریر — ۲۰ اگست
بتاؤ تو جانیں ادبی پر مبنی پہیلی — ۲۰ اگست
وگیان سماچار — ۲۱ اگست
واٹ از سائنس فکشن — ۲۸ اگست

گھر وگیان

دیہاتی خواتین کے لئے دوپہر ۳۰ — ۱۲ (الف)

دائی ڈو دی ہیو ویور : تقریر — ۲۱ اگست
ماں کا دودھ : ویکیانگ ورشتی کون : تقریر — ۲۸ اگست

گھر وگیان

شہری خواتین کے لئے۔ دوپہر ۳۰ — ۱۲ (الف)

ہینگ۔ تقریر : ڈاکٹر ششی کمار — ۲۲ اگست
اے سٹینڈرڈ کلنڈر آف انڈیا — ۲۹ اگست

تقریر (ہندی)

ادیوگن سائنٹیفک وشیے پر بھینٹ وارتاؤں پر مبنی پروگرام
صبح ۰۲ — ۷ (ب)
۱۶، ۲۳، اور ۳۰، اگست

گاندھی چرچا
گاندھی جی کے وچاروں ایوم انکے پریہ بھجنوں پر مبنی پروگرام
رات ۰۰ — ۱۰ (الف)
۱۶، ۲۳، اور ۳۰، اگست

"دلی کا پلٹتا آنچل" شکور بستی کے سمبندھ میں بھینٹ وارتاؤں پر مبنی پروگرام صبح ۳۰ — ۷ (الف) ۱۷، اگست

(ساہتیکی لیٹریری میگزین پروگرام)
صبح ۲۰ — ۷ (ب)
۱۸، اور ۲۵، اگست

اپنی نگری۔ بھینٹ وارتاؤں پر مبنی پروگرام
رات ۱۵ — ۹ (ب)
۱۸، اور ۲۵، اگست

سنسکرت شکشا پاٹھ شام ۲۰ — ۵ (الف) ۱۸، اگست

نیشنل پروگرام گرامین وکاس اور دور سنچار منتری سے بات چیت : رات ۳۰ — ۹ (الف) ۱۹، اگست

رس خان کی ربائیوں کا سسور پاٹھ
صبح ۳۰ — ۷ (الف) ۲۰، اگست

ادیوگ منڈل کارخانہ کے کامگروں کا پروگرام
رات ۰۰ — ۱۰ (الف)
۲۰، اگست اور ۲۷، اگست

سمیا اور وچار ہیئج دو سیہ کاریہ سپتاہ سننے والوں کی فرمائش پر رات ۱۵ — ۸ (الف) ۲۰، اگست

چرچا کا وشیہ ہے۔ رات ۳۰ — ۹ (الف)
۲۱، اور ۲۸، اگست

بھارت بھارتی ہمارے لوک نرتیہ کو مایوں سے : تقریر۔
صبح ۳۰ — ۷ (الف) ۲۲، اگست

سنسکرت شکشا پاٹھ شام ۰۵ — ۵ (الف) ۲۲، اگست

سنسکرت ساہتیہ کی سمردھتا : تقریر : ہری پرساد شاستری
رات ۱۵ — ۸ (الف) ۲۳، اگست

سانسکرتک سمیکشا صبح ۳۰ — ۷ (الف) ۲۴، اگست

آج کے آتیتھی انٹرویو (ہندی)
رات ۱۵ — ۸ (الف)
۱۷، ۲۴، اور ۳۱، اگست

میں اور میری دھرتی۔ مہاراشٹر (ناٹک)
رات ۳۰ — ۹ (الف) ۲۶، اگست

سور دیلا۔ جے شنکر پرساد کی رچناؤں کا سسور پاٹھ
صبح ۳۰ — ۷ (الف) ۲۷، اگست

فلم چرچا رات ۱۵ — ۸ (الف) ۲۷، اگست

بھارت بھارتی۔ ہمارے لوک نرتیہ گڑھوال کے
صبح ۳۰ — ۷ (الف) ۲۹، اگست

سنسکرت شکشا پاٹھ شام ۰۵ — ۵ (الف) ۲۹، اگست

رنگ ترنگ۔ مزاحیہ اسکٹ
صبح ۳۰ — ۷ (الف) ۳۰، اگست

لکھنؤ

میڈیم ویو : لکھنؤ 'الف' : ۴۰۱،۶ میٹر ۷۴۷ کلو ہرٹز
لکھنؤ 'ج' : ۲۳۴،۷ میٹر ۱۲۷۸ کلو ہرٹز
لکھنؤ 'ب' : صبح ۴۵-۵/۴۵-۴ سے
۴۵ - ۷ تک ۹۳،۶۰ میٹر ۳۲۰۵ کلو ہرٹز
شارٹ ویو : صبح ۴۵-۵ تک ۹۳،۶۰ میٹر ۳۲۰۵ کلو ہرٹز
صبح ۰۰-۸ بجے کے بعد ۴۸،۸۲ میٹر ۶۱۷۰ کلو ہرٹز
دوپہر ۴۱،۳۸ میٹر ۷۲۵۰ کلو ہرٹز
شام اور رات ۹۳،۶۰ میٹر ۳۲۰۵ کلو ہرٹز

خبریں

ھندی انگریزی (دلی) صبح ۰۰-۶ بجے
پرادیشک سماچار (گورکھپور) صبح ۲۰-۷
ھندی (دلی) صبح ۰۰-۸ دوپہر ۰۰-۱ اور
دوپہر ۱۰-۲ شام ۰۵-۶
شب ۴۵-۸ اور ۰۵-۱۱
انگریزی (دلی) صبح ۱۰-۸ دوپہر ۰۰-۱
شب ۰۰-۹ اور ۰۰-۱۱
سنسکرت (دلی) صبح ۰۰-۷ شام ۱۰-۶
اردو (دلی) صبح ۵۰-۸ شب ۱۶-۹
علاقائی (لکھنؤ) دوپہر ۳۰-۲
پرادیشک (لکھنؤ) شام ۲۰-۷
نیوز لیٹر (ہندی) (دلی) صبح ۰۰-۹
ضلع کی چیٹھی (لکھنؤ) صبح ۰۵-۹

شاستریہ سنگیت

گائن

کرشن کمار کپور صبح ۱۰ — ۹ اور
شام ۳۰ — ۴ ۱۷، اگست
پردیپ چٹرجی شام ۳۰ — ۴ ۱۸، اگست
استاد بڑے غلام علی خاں صبح ۳۰ — ۷ ۲۰، اگست
گنیش پرساد مشر صبح ۱۰ — ۹ اور
رات ۳۰ — ۱۰ ۲۳، اگست
پنڈت اونکار ناتھ ٹھاکر
صبح ۱۰ — ۹ ۲۵، اگست
بسنت راؤ دیش پانڈے شام ۳۰ — ۴ ۲۵، اگست
سریندر شنکر اودستھی صبح ۱۰ — ۹ رات ۴۵ — ۹ اور
رات ۳۰ — ۱۰ ۲۶، اگست

سدھیشوری دیوی صبح ۳۰ — ۷ ۲۷، اگست
کاشی ناتھ شنکر بودس صبح ۱۰ — ۹ شام ۳۰ — ۴ اور
رات ۳۰ — ۱۰ ۲۸، اگست
دھرم ناتھ مشر صبح ۱۰ — ۹ اور
رات ۳۰ — ۱۰ ۳۰، اگست

ساز سنگیت

ستار

اشوک مالویہ صبح ۱۰ — ۹ اور
رات ۳۰ — ۱۰ ۱۶، اگست
الیاس خاں صبح ۱۰ — ۹ رات ۴۵ — ۹
رات ۳۰ — ۱۰ ۱۹، اگست
ٹی کے سنگیتنگیہ صبح ۱۰ — ۹ اور
دوپہر ۱۰ — ۱۲ ۲۷، اگست

سرود

بہادر خاں صبح ۱۰ — ۹ ۱۸، اگست
مانک بنرجی صبح ۱۰ — ۹ اور
شام ۳۰ — ۴ ۲۴، اگست
استاد علاء الدین خاں رات ۰۰ — ۱۰ ۲۵، اگست
راجیندر ناتھ صبح ۱۰ — ۹ اور
شام ۳۰ — ۴ ۳۱، اگست

تار شہنائی

مدھوکر گولولکر صبح ۱۰ — ۹ ۲۰، اگست

پکھاوج

رام شنکر داس پاگلداس صبح ۱۰ — ۹ شام ۳۰ — ۴ اور
رات ۳۰ — ۱۰ ۲۱، اگست

وائلن

گوپال چندر نندی صبح ۱۰ — ۹ اور
رات ۳۰ — ۱۰ ۲۲، اگست

پکھاوج اور طبلہ جگلبندی

راما کانت پاٹھک۔ پکھاوج، اکبر خاں طبلہ
صبح ۱۰ — ۹ اور
رات ۳۰ — ۱۰ ۲۹، اگست

ہندی پروگرام۔ تقریر/فیچر شب ۰۰ — ۸

تنگ اور ملن بستیاں کب تک رہیں گی۔ تقریر ۱۸، اگست
تلسی جینتی۔ سُر سَر سم سب کہہت کوئی۔ فیچر
تحریر اور پیش کش۔ ڈاکٹر شمر بہادر سنگھ ۲۲، اگست
جیسا میں نے دیکھا۔ آچاریہ رام چندر شکل۔ تقریر
از کرنا پتی ترپاٹھی ۲۴، اگست

(آگے ص ۳۷ پر)

رامپور

۳۳۶٫۷ میٹر (۸۹۱ کلو ہرٹز)

خبریں

ھندی/انگریزی : صبح ۰۰-۶ (عالمی)
ہندی : صبح ۰۰-۸ ، دوپہر ۰۵-۱، ۱۰-۲
شام ۰۵-۶ اور رات ۴۵-۸
انگریزی: صبح ۱۰-۸، دوپہر ۰۰-۲ اور رات ۰۰-۹
اردو : صبح ۵۰-۸ اور رات ۱۵-۹
سماچار پتر (ہندی) : صبح ۰۰-۹
ضلع کی چھٹی : صبح ۰۵-۹
پرادیشک : شام ۳۰-۷

شاستریہ سنگیت

گائن

خان بندھو — دوپہر ۴۰-۱ اور رات ۱۰-۸ — ۱۸ر اگست
نرملا دیوی — صبح ۳۰-۷ — ۱۹ر اگست
پروین سلطانہ — دوپہر ۴۰-۱ اور رات ۱۰-۸ — ۲۱ر اگست
پنڈت جسراج — دوپہر ۴۰-۱ اور رات ۱۰-۸ — ۲۳ر اگست
بھیم سین جوشی — صبح ۳۰-۷، دوپہر ۴۰-۱، رات ۱۰-۸ — ۲۴ر اگست
بیگم اختر — دوپہر ۴۰-۱ — ۲۸ر اگست

ساز سنگیت

بانسری

ہری پرشاد چورسیا — صبح ۳۰-۷ — ۱۸ر اگست

سرود

امجد علی خاں — دوپہر ۴۰-۱ — ۲۰ر اگست

اور وینا

ضیا معین الدین ڈاگر — رات ۱۰-۸ — ۲۲ر اگست

سنتور

شیو کمار شرما — دوپہر ۴۰-۱ — ۲۷ر اگست

طبلہ

منے خاں — صبح ۳۰-۷ — ۲۹ر اگست

سگم سنگیت

افتخار احمد — دوپہر ۳۰-۱۲ — ۲۳ر اگست
مانک آدیتے — صبح ۵۰-۷ اور رات ۰۰-۸ — ۲۶ر اگست
محمد اسلم — صبح ۵۰-۷ — ۲۷ر اگست

لوک گیت

اوشا اسپریتی، گیتا پنت، سروج شریواستو
صبح ۲۱-۸ اور دوپہر ۲۰-۲ — ۲۹ر اگست
سندلیس آریہ، گوپیشوری شرما
ہیرالال — دوپہر ۳۰-۲ — ۳۱ر اگست

چہار بیت

عبدالقیوم — رات ۳۰-۹ — ۱۸ر اگست
کرامت انصاری — رات ۳۰-۹ — ۲۵ر اگست

اردو پروگرام

اردو کی خاتون افسانہ نگار قرۃ العین حیدر
تقریر از آفتاب شمسی رات ۰۰-۸ — ۱۸ر اگست
صدائے رفتہ شاعر : نازش نیازی
بچوں کی تربیت میں گھر کا ماحول اور اسکول۔
انیس الرحمٰن خاں رات ۰۰-۸ — ۲۵ر اگست
سخن فہم
شاعر: نظام رامپوری، گلوکار: جمیل احمد
شرح: عروج زیدی
افسانہ تبسم نشاط صبح ۳۰-۸ — ۲۳ر اگست
سہ ماہی میں شائع ہونے والے اردو کے ادبی رسائل کا جائزہ، گفتگو
شرکاء: مرزا مجید تاباں، پی پی شریواستو، اور آئی ایم شبیر خاں صبح ۳۰-۸ — ۲۳ر اگست

بقیہ: لکھنؤ

نوٹنکی

رکشا بندھن — ۳۰ر اگست

جھلکی دوپہر ۱۰-۱

آج اتوار ہے۔ گرہ ملن۔ تحریر گلاب رانی شرما ۱۸ر اگست
آج اتوار ہے۔ خیال نگر۔ تحریر جعفر عسکری ۲۵ر اگست

گورکھپور

۳۳۳٫۳ میٹر (۹۰۹ کلو ہرٹز)

خبریں

ھندی/انگریزی : صبح ۰۰-۶ (عالمی)
ہندی : صبح ۰۰-۸ دوپہر ۰۵-۱ اور ۱۰-۲ بجے شام ۰۵-۶ اور ۰۵-۷ (کھیل)، رات ۴۵-۸، ۰۵-۱۱
انگریزی : صبح ۱۰-۸، دوپہر ۰۰-۱، رات ۰۰-۱۱
سنسکرت : صبح ۰۰-۷ بجے
اردو : صبح ۵۰-۸، دوپہر ۵۰-۱
علاقائی: صبح ۲۰-۷، شام ۳۰-۷
راجیہ کی چھٹی : صبح ۰۰-۹
ضلع کی چھٹی : صبح ۰۵-۹
دھیمی گتی کے سماچار : دوپہر ۴۵-۲

شاستریہ سنگیت

گائن

سی۔آر۔ویاس — صبح ۴۰-۷ — ۱۸ر اگست
جگدیش پرشاد پنڈت — رات ۳۰-۱۰ — ۱۹ر اگست
پروین سلطانہ — صبح ۴۰-۷ — ۲۱ر اگست
بھیم سین جوشی — رات ۳۰-۱۰ — ۲۱ر اگست
کمار گندھرو — رات ۳۰-۱۰ — ۲۳ر اگست
بسنت راؤ دیش پانڈے — صبح ۴۰-۷ — ۲۴ر اگست
جتیندر ابھیشیکی — صبح ۴۰-۷ — ۲۶ر اگست
استاد مشتاق حسین خاں اور پنڈت جسراج
رات ۳۰-۱۰ — ۲۸ر اگست
روشن آرا بیگم — صبح ۴۰-۷ — ۲۹ر اگست
پربھاکر کیلکر اور کنکنا بنرجی
رات ۳۰-۱۰ — ۲۹ر اگست
استاد امیر خاں — صبح ۴۰-۷ — ۳۱ر اگست

ساز سنگیت

سرود

سکھدیو داس گپتا — رات ۳۰-۱۰ — ۱۶ر اگست

امجد علی خاں رات ۳۰ — ۱۰ ۲۶؍اگست
علی اکبر خاں صبح ۴۰ — ۷ ۱۸؍اگست

شہنائی

بسم اللہ خاں صبح ۴۰ — ۷ ۱۸؍اگست

بانسری

ہمانسو وشواس صبح ۴۰ — ۷ ۱۹؍اگست

ستار

نکھل بنرجی رات ۳۰ — ۱۰ ۲۲؍اگست
دیوبرت چودھری رات ۳۰ — ۱۰ ۳۰؍اگست

وائلن

سسر کنا دھر چودھری صبح ۴۰ — ۷ ۲۵؍اگست

پکھاوج

ارجن سیج وال صبح ۴۰ — ۷ ۲۸؍اگست

لوک گیت دوپہر ۳۰ — ۲ اور شام ۴۵ — ۶

رام پرتاپ اور ساتھی : ۱۶؍اگست
رام گتی ٹھاکر اور ساتھی : ۱۷؍اگست
رام اوتار اور ساتھی : ۱۹؍اگست
ستیندر مشر : ۲۰؍اگست
رام لکھن اور ساتھی : ۲۱؍اگست
جواہر اور ساتھی : ۲۲؍اگست
رام سندر رائے : ۲۳؍اگست
پرتی راج یادو : ۲۴؍اگست
پریم داتیواری : ۲۵؍اگست
سادھو سرن دوبے : ۲۷؍اگست
رام سندر رام اور ساتھی : ۲۸؍اگست
رعاب علی عرف انوپم : ۲۹؍اگست
رام نرائن موریہ اور ساتھی : ۳۰؍اگست

سگم سنگیت

شیفالی سنہا صبح ۴۵ — ۶ ۱۶؍اگست
سیتا سین گپتا صبح ۲۱ — ۸ اور
شام ۰۵ — ۷ ۱۶؍اگست
کاشی ناتھ شکلا صبح ۴۵ — ۶ ۱۷؍اگست
پریم داتیواری صبح ۴۵ — ۶ ۱۸؍اگست
دکھنتی پرشاد صبح ۲۱ — ۸ اور
شام ۰۵ — ۷ ۱۹؍اگست
کماری سنیلا سیٹھ صبح ۲۱ — ۸ اور
شام ۰۵ — ۷ ۲۲؍اگست
شوکت علی صبح ۲۱ — ۸ اور
شام ۰۵ — ۷ ۲۷؍اگست
مدھومالا چکرورتی صبح ۲۱ — ۸ اور
شام ۰۵ — ۷ ۳۱؍اگست

انگریزی تقریر رات ۱۶ — ۹

امیر خسرو۔ کنٹری بیوشن ٹو انڈین کلچر"
سید شہاب الدین رحمان ۲۱؍اگست
اسٹڈیز آف نئر فلاسفی : اے۔سی۔ بنرجی
۲۸؍اگست

انگریزی مباحثہ
دی رول آف آرٹ ان سوشل چینج
مباحثہ : شرکار : ڈاکٹر پرتاپ سنگھ
ڈاکٹر آر۔ کے۔ ترپاٹھی
ڈاکٹر ایس۔ پی۔ ناگیندر
ڈاکٹر ودیا ساگر مشرا رات ۳۰ — ۹ ۳۰؍اگست

نئی کرن رات ۱۶ — ۹

گورکھپور میں الپ بچت یوجنائیں۔ تقریر
از ایس۔ کے۔ وشواس ۱۸؍اگست
گورکھپور کے سنگھن ہتھ کرگھا ادیوگ نگم کی سہولتیں
از سدھیر چندر ۲۵؍اگست

کھیل کھلاڑی رات ۱۶ — ۹

کشتی کلا کے بدلتے سوروپ : راکیش سنگھ ۲۵؍اگست
اس ماس کی کھیل سمیکشا : کیپٹن آر۔ ایس سنگھ ۲۷؍اگست

ہندی تقریر رات ۰۰ — ۸

گیتا میں سنکھیا یوگ : راج بلی ترپاٹھی ۱۶؍اگست
موریہ کالین شیلا لیکھ اور اتہاس کا ادھین
ڈاکٹر شیل ناتھ چترویدی ۱۷؍اگست
پریوار کلیان اور سرکاری ودھیان
ڈاکٹر جی۔ سی۔ ورما ۲۰؍اگست
راشٹریہ چیتنا : ڈاکٹر پرنیما ستدیو ۲۱؍اگست
پستک سمیکشا : ڈاکٹر شیام کیشور مشرا ۲۲؍اگست
آریوویدمیں جڑی بوٹیوں سے روگ نیوارن
شری نواس شرما ۲۳؍اگست
پریاورن کی : ڈاکٹر ایس۔ این سنگھ ۲۴؍اگست
اپنیاسوں کے ادیشر ی نایک۔ بیسر
ڈاکٹر اننت مشرا ۲۷؍اگست
پراچین بھارت میں مورتی کلا
پرمود کمار مشرا ۲۹؍اگست
مجھے ان سے بچائیے "دان چاہیے مہانوں سے"
ڈاکٹر وشوناتھ پانڈے (دبے کٹنک) ۳۱؍اگست

کویتا پاٹھ رات ۰۰ — ۸

ہریش پال ۱۹؍اگست
بھال چندر اپادھیائے ۲۶؍اگست
نونیت مشرا ۳۰؍اگست

ناٹک/جھلکی

سویم ساکشی (ناٹک) تحریر: ڈاکٹر ونے پیش کش : وی۔ پی کشت
رات ۳۰ — ۹ ۱۶؍اگست
بڑے بابو (جھلکی) آر۔ کے۔ شرما : شوشیل بنرجی
دوپہر ۱۰ — ۱ ۱۸؍اگست
نیا سین نئی سیزی (ناٹک)
اَرمل کمار تھپلیال رات ۳۰ — ۹ ۲۳؍اگست
اچھا جوڑا (جھلکی) مصطفےٰ کمال۔ شرد چترویدی
دوپہر ۱۰ — ۱ ۲۵؍اگست
پرکھ (ناٹک)
رام نریش شریواستوا رات ۳۰ — ۹ ۲۹؍اگست

اردو پروگرام
"شوخیٔ گفتار"

فراق کی شاعری میں شوخی : ڈاکٹر افغان اللہ خاں
مزاحیہ کلام : جناب گرگٹ گورکھپوری
صبح ۳۰ — ۸ ۱۶؍اگست
یوم آزادی : ڈاکٹر اختر بستوی
رات ۳۰ — ۹ ۲۰؍اگست
اردو کے ادبی رسالوں اور کتابوں کا قاری کون۔ مباحثہ
شرکاء : نسیم حیدر رضوی، عارف عباسی
صبح ۳۰ — ۸ ۲۳؍اگست

کشکول

ادب کا مطالعہ خواتین کے ذہن کو روشنی بخشتا ہے۔
محترمہ بلقیس فاطمی
کلام شاعر : رام چندر راہی
ایک انشاء پرداز (بات چیت)
غلام یحییٰ انجم رات ۳۰ — ۹ ۲۷؍اگست

تبصرہ

اردو کی چند اہم کتابیں : پروفیسر محمود الٰہی
اردو کی چند اہم ادبی رسالے : ڈاکٹر احمر لاری
صبح ۳۰ — ۸ ۲۹؍اگست

خواتین کے لئے دوپہر ۱۰ — ۱

مہیلا اور دستکلا : شریمتی بینا سنگھ ۲۰؍اگست
سماجک وگھٹن کا پربھاؤ

سندھیا ستری واستوا ۲۰ اگست
پہیلا منڈل اور پرسکشن سوویدھا
رینو بالا سکینہ ۲۳ اگست
تقریر
رام سیوک رائے ۲۳ اگست
خالی سمے کا سدا پیوگ : بینا سنگھ
لوک کتھا : منجو ڈکی ۲۷ اگست
سمے سے شادی سمے سے بچے : گیان وتی آریہ
۲۹ اگست

بال سبھا (بچوں کا کاریہ کرم)
صبح ۱۵-۹

ہمارا بھوجن اور سواستھ : ڈاکٹر سونیلا کریم
پڑھائی میں دنیا : کیریئنگ سروس دو بے
سامودائک گان ۲۵ اگست
سمے کی پکار (ناٹک) جی. آر. سیّد
بال کویتائیں ۱۸ اگست

بقیہ :- روہتک

آ بیل مجھے مار (مزاحیہ) : ۲۱ اگست
دکلانگوں کے ادھیکار : ۲۲ اگست
رکت اور اس سے سمبندھت بیماریاں : ۲۳ اگست
ہریانہ کے پریٹن استھل : سوہنا : ۲۴ اگست
یوجنائیں اور آرتھک سمتا : ۲۶ اگست
آج تو چھٹی کا دن ہے (مزاحیہ) : ۲۸ اگست
سماجک پریورتن کے آدھار
سنچار سادھن : ۲۹ اگست
ہڈی کا ٹوٹنا اور اسکا اُپچار : ۳۰ اگست
ہوائی اُڑان کا وکاس سنہ ۱۹۰۳ تک : ۳۱ اگست

انٹرویو
رات ۳۰-۹
سہارا تیرے نام کا
تیسرے پہر کی دھوپ
انٹرویو پر مبنی پروگرام : ۱۶ اگست

گاندھی جی کے وچار
صبح ۲۰-۸
بھارت اور وشو شانتی پر : ۱۶ اگست
الپ سنکھیکوں کی سمسیاؤں کے وشے پر : ۲۳ اگست
بھارت کی
سنسکرتک وراثت کے وشے پر : ۳۰ اگست

شملہ

میڈیم ویو : ۱۶ ۳۸۷ میٹر ۷۷۴ کلوہرٹز
شارٹ ویو : صبح ۳۰-۷ تک اور شام ۳۰-۶ کے
بعد رات تک ۹۳.۵ میٹر ۳۲۲۳ کلوہرٹز
صبح ۴۵-۷ کے بعد دوپہر ۴۵-۴ تک اور
شام ۰۰-۵ کے بعد ۴۹.۱۸۳ میٹر ۶۰۲۰ کلوہرٹز

خبریں

ہندی : صبح ۰۰-۸ دوپہر ۰۵-۱، ۱۰-۲
شام ۰۵-۶ اور رات ۴۵-۸
انگریزی : صبح ۱۰-۸ دوپہر ۰۰-۱، ۰۰-۲
اور رات ۰۰-۹
سنسکرت : صبح ۰۰-۷
اردو : صبح ۵۰-۸
علاقائی (ہندی) : شام ۵۰-۷

شاستریہ سنگیت

گائن
مانک ورما صبح ۱۰-۷ ۱۸ اگست
استاد رجب علی خاں صبح ۱۰-۷ ۲۰ اگست
بسنت راؤ دیش پانڈے صبح ۱۰-۷ ۲۱ اگست
درگا دھر ویاس صبح ۱۰-۷ ۲۲ اگست
کشوری امونکر رات ۱۵-۸ ۲۵ اگست
شیلا دھر رات ۰۰-۱۰ ۲۶ اگست
حفیظ احمد خاں صبح ۱۰-۷ ۲۷ اگست
سوتیا دیوی صبح ۱۰-۷ ۲۹ اگست
سونندا پٹنائک صبح ۱۰-۷ ۳۱ اگست
سندھیا مکھرجی صبح ۲۱-۸ ۲۱ اگست
ضمیر احمد صبح ۲۱-۸ ۲۸ اگست

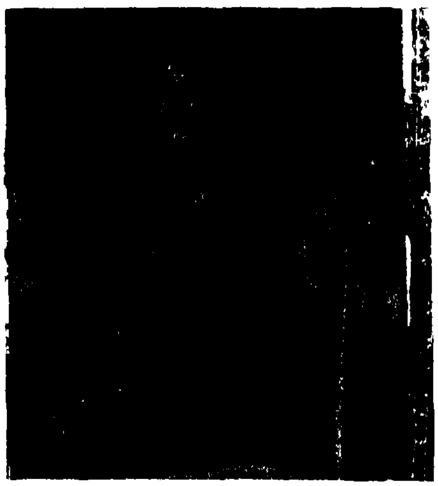
ساز سنگیت

بانسری
سندر لال گندھرو رات ۳۵-۸ ۱۹ اگست
پرکاش وڈھیرا صبح ۱۰-۷ ۲۵ اگست
سارنگی
چھوٹے خاں صبح ۱۰-۷ ۱۷ اگست
گٹار
برج بھوشن کابرا رات ۲۵-۸ ۱۸ اگست

وائلن
سُدرشن شرما صبح ۱۰-۷ اور
رات ۰۰-۱۰ ۱۹ اگست
طبلہ
لکشمن سنگھ سین رات ۰۰-۱۰ ۲۰ اگست
ترلوک سنگھ رات ۲۵-۸ ۲۳ اگست
سرود
کلیان کمار ناتھ صبح ۱۰-۷ اور
رات ۰۰-۱۰ ۲۶ اگست
وینا
رمیش پریم رات ۱۵-۸ ۲۷ اگست
ستار
واچسپتی شرما صبح ۳۵-۸ ۳۰ اگست

سگم سنگیت

شانتی ہیرانند رات ۱۵-۸ ۱۷ اگست



اُرملا ناگر صبح ۲۱-۸ اور
رات ۴۵-۹ ۲۰ اگست
سلیم اقبال رات ۱۵-۸ ۲۴ اگست
شکنتلا صبح ۲۱-۸ اور
رات ۴۵-۹ ۲۷ اگست
بینا کپور رات ۱۵-۸ ۳۱ اگست

غزلیں

لکشمن سنگھ سندھو رات ۱۵-۸ ۲۲ اگست
غلام علی رات ۱۵-۸ ۲۹ اگست

پنجابی گیت

نریندر کور صبح ۲۱-۸ ۲۲ اگست
گردیپ سنگھ کوَل صبح ۲۱-۸ ۲۹ اگست

ڈرامہ / جھلکی / فیچر

پل تو بننا چاہیئے	رات ۳۰–۹	۱۶ راگست
سراج الدولہ	دوپہر ۰۰–۱۱	۱۸ راگست
بڑے بابو	شام ۰۵–۷	۱۸ اگست
خشک ہیں گلایا	شام ۰۵–۷	۱۹ راگست
گھر آنگن	رات ۱۶–۹	۲۱ راگست
ایک گناہ اور کیوں	رات ۳۰–۹	۲۳ راگست
آنل کی بہن	دوپہر ۰۰–۱۱	۲۵ راگست
مون سیوک	رات ۱۶–۹	۲۷ راگست
گھر آنگن	رات ۱۶–۹	۲۸ راگست
پھل دکاس کیندر نونی فیچر	رات ۳۰–۹	۳۰ اگست

گیان وندو صبح ۲۰–۶

نرگن بھگتی۔ سوامی رام کرشن	۱۶ راگست
ایک ایشور وار	۱۷ راگست
دیش سیوا	۱۸ راگست
سیوا کا آدرش : گاندھی جی	۱۹ راگست
وگیان اور دھرم : مولانا آزاد	۲۰ راگست
سنت وانی۔ تکا رام	۲۱ راگست
راشٹر پتا۔ پنڈت مدن موہن مالویہ	۲۲ راگست
دھرم اور ساہتیہ۔ سوامی وویکانند	۲۳ راگست
برہم پراپتی کا مارگ : گورو روی داس جی	۲۴ راگست
شاسک کے گن۔ رام چرت مانس	۲۵ راگست
برہم چریا۔ جین دھرم سے	۲۶ راگست
اخلاق۔ قرآن شریف سے	۲۷ راگست
کرم کا سروپ۔ سوامی وویکانند	۲۸ راگست
کٹرپن۔ مولانا آزاد	۲۹ راگست
سنیہہ سمبندھ	۳۰ راگست

تقریر / بات چیت

بھارت اکسویں صدی کی اور رات ۱۶–۹ ۱۶ راگست

شانتی بھنگ کرنے سمبندھی قانون
رات ۱۶–۹ ۱۸ راگست

دوستوں کی مہربانی چاہیئے رات ۱۶–۹ ۲۳ راگست

راشٹر بھگتی پران۔ ہندی لیکھا کے کرن دھار
صبح ۲۵–۸ ۲۶ راگست

گورو گرنتھ صاحب میں عالمی محبت اور انسانی بھائی چارے کے اصول رات ۳۰–۹ ۲۶ راگست

یہ راشٹر ستھان رات ۱۶–۹ ۳۰ راگست

جالندھر
چنڈی گڑھ

جالندھر : میڈیم ویو : ۴۲۷،۳ میٹر ۷۰۲ کلوہرٹز
۲۲۲،۲ میٹر ۱۳۵۰ کلوہرٹز
۳۴۳،۶ میٹر ۸۷۳ کلوہرٹز
چنڈی گڑھ : میڈیم ویو : ۲۰۹،۶ میٹر ۱۴۳۱ کلوہرٹز

خبریں

ہندی : صبح ۰۰–۸ دوپہر ۰۵–۱، ۱۰–۲
۴۵–۲ (دھیمی رفتار سے)
شام ۰۵–۶ اور ۲۰–۶ (پرادیشک)
رات ۴۵–۸، ۰۵–۱۱

پنجابی : صبح ۳۰–۸ دوپہر ۴۰–۱
شام ۱۰–۶ (پرادیشک) اور
شام ۳۰–۷

انگریزی : صبح ۱۰–۸ دوپہر ۰۰–۱ اور
رات ۰۰–۹، ۰۰–۱۱

اردو : صبح ۵۰–۸، دوپہر ۵۰–۱
رات ۱۵–۹ (خبریں) ۲۵–۹ تبصرہ

روزگار سماچار : شام ۴۰–۷

شاستریہ سنگیت

گائن

سلوچنا برہسپتی	صبح ۰۵–۹	اور
	شام ۳۰–۴	۱۷ راگست
پروین سلطانہ	رات ۳۰–۹	۱۷ راگست
استاد عبدالکریم خاں	صبح ۰۵–۹	۱۸ راگست
استاد مشتاق حسین خاں	رات ۳۰–۱۰	۱۸ راگست
باقر حسین	صبح ۰۵–۹	اور
	رات ۳۰–۱۰	۱۹ راگست
ایل کے پنڈت	صبح ۰۵–۹	۲۱ راگست
گریش	رات ۳۰–۱۰	۲۲ راگست
پریم ناتھ ترکھا	صبح ۰۵–۹	اور
	شام ۳۰–۴	۲۳ راگست
اوپی۔ کپور	صبح ۰۵–۹	اور
	شام ۳۰–۴	۲۴ راگست
ڈی۔ وی۔ پلسکر	رات ۳۰–۱۰	۲۵ راگست
باگیشوری دیوی	صبح ۰۵–۹	اور
	رات ۳۰–۱۰	۲۵ راگست
پنڈت اونکار ناتھ ٹھاکر	صبح ۱۰–۹	۲۷ راگست
ابرا مکرجی	رات ۰۰–۱۰	۲۷ راگست
لکشمی شنکر	رات ۴۵–۱۰	۲۸ راگست
سوہن سنگھ	صبح ۰۵–۹	اور
	رات ۳۰–۱۰	۲۹ راگست
بھیم سین جوشی	رات ۳۰–۱۰	۳۰ راگست
سویتا دیوی	صبح ۰۵–۹	۳۱ راگست

ساز سنگیت

ستار

برکھتہ دتہ مکرجی	رات ۳۰–۱۰	۱۶ راگست
یوگیش شرما	صبح ۰۵–۹	اور
	شام ۳۰–۴	۲۲ راگست
پی۔ این۔ چھبر	صبح ۰۵–۹	اور
	رات ۳۰–۱۰	۲۸ راگست

سنطور

شو کمار شرما	رات ۴۵–۱۰	۱۹ راگست

سرود

علی اکبر خاں	صبح ۱۰–۹	۲۰ راگست
اشوک کمار رائے	شام ۴۵–۷	۲۴ راگست

لوک سنگیت

پرتی بالا	دوپہر ۳۰–۲	۱۶ راگست
جاگیر سنگھ طالب	شام ۴۵–۴	۱۶ راگست
سعیدہ بانو	دوپہر ۳۰–۲	۱۸ راگست
سنت سنگھ بندرا	صبح ۲۰–۸	۱۹ راگست
جسبیر سنگھ خوشدل	رات ۱۵–۱۰	۱۹ راگست
کشمیر سنگھ شمبھو	دوپہر ۳۰–۲	۲۰ راگست
بلدیو سنگھ رندھاوا	شام ۴۵–۴	۲۰ راگست
بلکار سنگھ ماہی	دوپہر ۳۰–۲	۲۱ راگست
جسدیو کمار یملا جٹ	دوپہر ۳۰–۲	۲۲ راگست
گوپال سنگھ پال	شام ۴۵–۴	۲۲ راگست
نریندر بیبا	دوپہر ۳۰–۲	۲۳ راگست
سورن لتا	دوپہر ۳۰–۲	۲۳ راگست
فقیر سنگھ فقیر	شام ۴۵–۴	۲۳ راگست
گوردیپ سنگھ	رات ۱۵–۱۰	۲۳ راگست
لال چند یملا جٹ	شام ۴۵–۴	۲۴ راگست
چھپال سنگھ پال	دوپہر ۳۰–۲	۲۵ راگست

بنارسی پھل دوپہر ۳۰-۲ ۲۶/ اگست
پرتھیپال سنگھ پال دوپہر ۳۰-۲ ۲۸/ اگست
ہنس راج ہنس شام ۴۵-۷ ۲۹/ اگست
گیان سنگھ کنول دوپہر ۳۰-۲ ۲۹/ اگست
منموہن کور دوپہر ۳۰-۱۲ ۳۰/ اگست

شبد

بھائی امریک سنگھ راگی اور ساتھی صبح ۳۰-۷ دوپہر ۱۵-۱۲
شام ۴۵-۷ ۲۱/ اگست
بھائی ہرچند سنگھ راگی اور ساتھی صبح ۳۰-۷ اور
شام ۴۵-۷ ۲۸/ اگست
بھائی اقبال سنگھ راگی اور ساتھی صبح ۲۰-۸ اور
شام ۵۰-۷ ۲۹/ اگست

بھجن

رتنیکا تیواڑی صبح ۳۰-۷ ۲۲/ اگست
گورنجن لال صبح ۲۰-۸ ۲۸/ اگست

ہفت روزہ جھلکیاں

پرتی بمب : جھلکی صبح ۴۵-۷ ۱۸/ اور ۲۵/ اگست
انتی دی راہ تے : ۲۰ نکاتی پروگرام
صبح ۱۵-۷ ۱۹/ اور ۲۵/ اگست
علاقائی سنگیت روپک صبح ۳۰-۷ ۲۰/ اگست
پنڈ دی نہار : پنجاب کے اہم گاؤں کے رہن سہن
اتہاس۔ ادب اور ترقی کی سرگرمیوں پر مبنی پروگرام
صبح ۱۵-۷ ۲۲/ اگست

ڈرامہ رات ۳۰-۹

بات ایک آتما کی : ہندی ڈرامہ
منوہر بھاٹیہ ۱۶/ اگست
ظفرنامہ : پنجابی میں ڈرامہ
ڈاکٹر ہربھجن سنگھ ۱۹/ اگست
پریکھیا : ٹی این : گوپی ناتھن کے ڈرامہ کا پنجابی ترجمہ
از اجیت کمار ۲۲/ اگست
وقت اور انسان : ہندی میں ڈرامہ
از رامپال ۲۳/ اگست
میس فٹ : ہندی میں ناٹک
ٹی لال نرمان ۳۰/ اگست

تقریر

دی رول آف نمبرداری اِن انڈین پالیٹکس : انگریزی میں تقریر
(آگے ص ۴۴ پر)

روہتک

میڈیم ویو : ۴/ ۲۶۲ میٹر ۱۱۴۳ کلوہرٹز

خبریں

ہندی : صبح ۰۰-۸ دوپہر ۰۵-۱
شام ۰۵-۶ رات ۴۵-۸
انگریزی : صبح ۱۰-۸ دوپہر ۰۰-۱
شام ۰۰-۶ رات ۰۰-۹

شاستریہ سنگیت

صبح ۴۰-۷

گائن

راجن مشرا اور ساجن مشرا : ۱۶/ اگست
کرشنا بشٹ اور بھارتی چکرورتی : ۲۳/ اگست
سنگھ بندھو : ۲۶/ اگست
بھیم سین جوشی : ۳۰/ اگست

ساز سنگیت

صبح ۴۰-۷

ستار

نکھل بنرجی : ۱۷/ اگست
ونے کمار : ۲۱/ اگست
اشوک کمار : ۲۴/ اگست
روبیندر دیو : ۲۸/ اگست

طبلہ

احمد جان تھرکوا : ۳۱/ اگست

بانسری

دیال سنگھ رانا : ۱۹/ اگست

گٹار

برج بھوشن کابرا : ۲۰/ اگست

اسراج

اشیش بندوپادھیائے : ۲۲/ اگست

سرود

استاد علاء الدین خاں : ۲۹/ اگست

سگم سنگیت

صبح ۱۵-۷

موتی لال : ۱۶/ اگست
ہرکشن سنگھ : ۱۷/ اگست
اے سی جگا : ۱۸/ اگست
ظفر حسین قوال اور ساتھی : ۱۹/ اگست
سنتوش بنسل : ۲۰/ اگست
مدن لال شرما : ۲۱/ اگست
منجو بترا : ۲۲/ اگست
پرمود مہتہ : ۲۳/ اگست
اسلم خاں : ۲۴/ اگست
وندنا واجپئی : ۲۵/ اگست
وی ایچ ساگر : ۲۶/ اگست
منجو گپتا : ۲۷/ اگست
کرشن لال اروڑا : ۲۸/ اگست
دنکر شرما : ۲۹/ اگست
سنگیتا بھٹناگر : ۳۰/ اگست
شیام ساہوٹا : ۳۱/ اگست

رات ۳۰-۸

پنکج ملک : ۱۶/ اگست
جمیل احمد : ۱۷/ اگست
کمل سیٹھا : ۱۸/ اگست
نورجہاں : ۱۹/ اگست
انور : ۲۰/ اگست
نتن مکیش : ۲۱/ اگست
کنول سدھو : ۲۲/ اگست
اقبال احمد صدیقی : ۲۳/ اگست
رادھا سلوجا : ۲۴/ اگست
وانی جیارام : ۲۵/ اگست
انوپ جلوٹا : ۲۶/ اگست
اسلم خاں : ۲۷/ اگست
منہر : ۲۸/ اگست
شاردا : ۲۹/ اگست
خالد : ۳۰/ اگست
شمع بانو : ۳۱/ اگست

ایک فلم سے

رات ۱۶-۹

سوداگر : ۱۶/ اگست
گھرانا : ۱۷/ اگست
جذبات : ۱۸/ اگست
انامیکا : ۱۹/ اگست
قربانی : ۲۰/ اگست
کتھا : ۲۱/ اگست
عزت : ۲۲/ اگست
نوکر : ۲۳/ اگست
صاحب بہادر : ۲۴/ اگست
کاجل : ۲۵/ اگست
پکار : ۲۶/ اگست
سہاگ : ۲۷/ اگست

درد : ۲۸ر اگست
پیار کا رشتہ : ۲۹ر اگست
کاغذ کے پھول : ۳۰ر اگست
ایک پھول دو مالی : ۳۱ر اگست

لوک سنگیت

دوپہر ۲۰-۲

مان سنگھ سینی : ۱۶ اگست
بلونت سنگھ : ۱۷ر اگست
تارا وتی داہیا اور ساتھی اور مان چند : ۱۸ر اگست
بھوپ سنگھ : ۱۹ر اگست
نرملا دیوی اور وجے لکشمی : ۲۰ر اگست
نین پال سنگھ وسورج مل اور ساتھی : ۲۱ر اگست
چھوٹے اور راجندر کمار : ۲۲ر اگست
رام کمار : ۲۳ر اگست
کاجے سنگھ وساتھی اور
کشن چند وساتھی : ۲۴ر اگست
گلاب سنگھ اور رام سروپ : ۲۵ر اگست
رام پال شرما اور ساتھی : ۲۶ر اگست
وجینتی شرما اور سورگ تا گرو ور : ۲۷ر اگست
تیج پربھاکر اور رام کمار : ۲۸ر اگست
مانگے نیر : ۲۹ر اگست
دھان سنگھ اور ساتھی : ۳۰ر اگست
رام کمار : ۳۱ر اگست

ضلع کی چھٹی

صبح ۲۵-۷

حصار : ۱۶ر، ۲۸ر اگست
انبالہ : ۱۷ر، ۲۹ر اگست
بھوانی : ۱۸ر، ۳۰ر اگست
کرنال : ۱۹ر، ۳۱ر اگست
گوڑگاؤں : ۲۰ر اگست
جیند : ۲۱ر اگست
کوروکشیتر ۲۲ر اگست
مہندر گڑھ ۲۳ر اگست
سونی پت ۲۴ر اگست
سرسہ ۲۵ر اگست
فرید آباد ۲۶ر اگست
روہتک ۲۷ر اگست

ہندی تقریر

صبح ۳۰-۷

کنسر کو پہچانیے : ۱۶ر اگست
یہ درشنیہ استقل ا کھور ا ہو : ۱۷ر اگست
نئے آرتھک کاریہ کرم اور ہریانہ : ۱۹ر اگست

(اگلے ص ۳۹ پر)

ناگپور

۵۱۲٫۸ میٹر ۵۸۵ کلو ہرٹز

روزانہ نشر ہونے والے پروگرام

صبح

۵-۵۵ وندے ماترم، منگل دھونی
۶-۰۵ بھکتی سنگیت
۶-۳۰ آج کا چنتن
۶-۳۵ پروگراموں کا خلاصہ
۶-۴۰ کرشی وانی : موسم کا حال
۶-۴۵ سگم سنگیت / سور منجری
اس ماہ کا گیت (اتوار)
گاندھی سمرتی (جمعہ)
۷-۳۰ پربھات سامیئے
مراٹھی میں پروگرام (ہفتہ)
۷-۴۵ مراٹھی میں تقریر / سور بھارتی
(سنسکرت زبان اور ادب پر مبنی پروگرام)
۸-۲۱ کال چکر (مراٹھی میں مختصر تقریر)
۸-۲۵ ضلع خبر نامہ
۸-۴۰ موسم : روزگار سماچار
۸-۴۵ پرتی بمب : مراٹھی میں فیملی سریئل (اتوار)
مراٹھی اسٹیج گیت (پیر، بدھ، جمعہ)
فلمی گیت (منگل، جمعرات اور ہفتہ)
۹-۰۰ بچوں کے لیے (اتوار)
۹-۰۰ اور ۲۵-۹ اسکول براڈ کاسٹ
(اسکول کے دنوں میں)

دوپہر

۱۲-۳۰ خواتین کے لیے (اتوار، جمعرات)
۱-۴۰ اور ۵۰-۲ اسکول براڈ کاسٹ
(اسکول کے دنوں میں)

شام

۵-۳۰ نوجوانوں کے لیے / صنعتی ملازمین کے لیے
(بدھ، ہفتہ)
۵-۵۵ مقامی اعلانات
پروگراموں کا خلاصہ اور موسم
۶-۱۵ کیرتن
گرامین کلا کشیتر (صرف چوتھے اتوار کو)
دیہاتی خواتین کے لیے (پیر، جمعہ)
بچوں کے لیے (بدھ)
۶-۴۵ بازار بھاؤ /
صحت سے متعلق پروگرام (اتوار)
۷-۰۰ تعلیم بالغان / میگزین (اتوار) /
دیہاتی بچوں کے لیے (ہفتہ)
۷-۲۰ دیہاتی سامعین کے لیے پروگرام /
کسانوں کے لیے (منگل اور ہفتہ)
۸-۲۵ سماچار پتروں سے (سوائے پیر)
۹-۳۰ اردو پروگرام (بدھ)
۱۰-۳۰ اختتام

شاستریہ سنگیت

— گائن —

دنکر راؤ دیش پانڈے : دوپہر ۱۰-۱ اور
رات ۰۰-۱۰ ۱۸ر اگست
نرملا ارون : رات ۱۶-۹ ۱۸ر اگست
کمل بوندھے : دوپہر ۳۰-۱۲ ۱۹ر اگست
اروند ور نیشیکر : دوپہر ۳۰-۱۲ ۲۰ر اگست
اے۔ کے۔ کوگجے : دوپہر ۱۰-۱ اور
رات ۰۰-۱۰ ۲۵ر اگست
انیتا سین : رات ۱۴-۹ ۲۵ر اگست
اوشا منگل مورتی : دوپہر ۳۰-۱۲ اور
رات ۳۰-۱۰ ۲۶ر اگست
ایرا مکرجی : رات ۰۰-۱۰ ۲۷ر اگست
کے ایل جادھو : رات ۱۵-۱۰ ۲۸ر اگست
اوشا پارکھی : رات ۰۰-۱۰ ۲۹ر اگست
کلیانی دیش مکھ : رات ۰۰-۱۰ ۳۰ر اگست

ساز سنگیت

— وائلن —

وسنت جلت : دوپہر ۳۰-۱۲ ۱۷ر اگست
ایس این کندر : رات ۳۰-۱۰ ۲۰ر اگست

— سارنگی —

حمید خاں : رات ۳۰-۱۰ ۲۱ر اگست

— وینا (کرناٹک سنگیت) —

ڈی نارائن آئینگر : رات ۰۰-۱۰ ۲۱ر اگست

— سنطور —

کملیش اگر کر : رات ۰۰-۱۰ ۲۲ر اگست

— شہنائی —

مادھو راؤ کھرڑے اور ساتھی : دوپہر ۳۰-۱۲ ۲۴ر اگست

— تار شہنائی —

وی۔ وی۔ دیش پانڈے : دوپہر ۳۰-۱۲ ۲۷ر اگست

ستار

منو لال ورما : دوپہر ۳۰-۱۲ ۲۷ اگست

سندری

سدھ رام جادھو او ساتھی : دوپہر ۳۰-۱۲ اور
رات ۳۰-۱ ۳۱ اگست

سگم سنگیت

ششی کانت راجا رام مہاجن : صبح ۴۵-۶ اور
شام ۱۵-۶ ۱۶ اگست
کے ایل جادھو : صبح ۴۵-۶ ۱۷ اگست
جہدل : صبح ۴۵-۶ اور
شام ۱۵-۶ ۱۸ اگست
پورلی بنرجی : صبح ۴۵-۶ اور
شام ۱۵-۶ ۲۰ اگست
نرملا بینے : صبح ۴۵-۶ اور
شام ۱۵-۶ ۲۳ اگست
کمل نائیڈو : صبح ۴۵-۶ اور
شام ۱۵-۶ ۲۵ اگست
اوشا وڈوڈکر : صبح ۴۵-۶ اور
شام ۱۵-۶ ۲۷ اگست
شوبھا گھاٹے : صبح ۴۵-۶ اور
شام ۱۵-۶ ۳۰ اگست
رنا کلکرنی : صبح ۴۵-۶ ۳۱ اگست

لوک سنگیت : شام ۳۰-۶

بال چندر رام چندر چیولکر اور ساتھی : ۱۶ اگست
چریلا وستن آئی کے اور ساتھی : ۲۰ اگست
نتھو گلو سو شروٹے اور ساتھی : ۲۳ اگست
آس سنگھ مستانہ اور سریندر کور : ۲۷ اگست

بقیہ: جالندھر

پروفیسر گور بچن سنگھ طالب رات ۰۰-۸ ۱۸ اگست
پنجابی غزل پر اردو کے اثرات
ڈاکٹر رنبیر سنگھ رات ۰۰-۹ ۲۰ اگست
یونٹی آف مین ان دی لائٹ آف وید از
انگریزی میں تقریر : ڈاکٹر بی۔ بی۔ چوبے
رات ۰۰-۸ ۲۵ اگست

نئی کتابوں پر تبصرہ : اردو میں
از پریم کمار رات ۰۰-۹ ۲۷ اگست

بھوپال رائپور گوالیار جبلپور

بھوپال (الف) : ۲۰۲۱۰ میٹر ۱۴۸۵ کلوہرٹز
بھوپال (ب) : ۲۲۴۱۳ میٹر ۱۲۳۳ کلوہرٹز
شارٹ ویو
صبح ۴۵-۵ تک ۶۰۱۲ میٹر ۴۹۱۵ کلوہرٹز
صبح ۰۰-۹ کے بعد ۷۸-۴۱ میٹر ۷۱۱۰ کلوہرٹز
دوپہر ۳۰٫۹۶ میٹر ۹۶۹۰ کلوہرٹز
شام اور رات ۶۰۱۲ میٹر ۴۹۱۵ کلوہرٹز

خبریں

ہندی : صبح ۰۰-۶، ۰۵-۹ (پرادیشک)
دوپہر ۰۵-۱، ۱۰-۲، ۴۵-۲
شام ۰۵-۶
رات ۴۵-۸، ۰۵-۱۱ (صرف ہفتہ کو)
انگریزی : صبح ۱۰-۸ دوپہر ۰۰-۱ شام ۰۰-۶
رات ۰۰-۹، ۰۰-۱۱ (صرف ہفتہ کو)

شاستریہ سنگیت

گائن

سعید خاں	رات ۳۰-۱۰	۱۶ اگست
کمار گندھرو	صبح ۳۵-۶	۱۷ اگست
سیا رام تیواری	صبح ۳۵-۶	۱۸ اگست
این وی پٹوردھن	صبح ۵۰-۶	۱۸ اگست
سنگیتا کنھالے	صبح ۳۰-۸ اور	
	رات ۳۰-۱۰	۱۹ اگست
نرملا اروں	صبح ۴۵-۷	۲۰ اگست
پروین سلطانہ	صبح ۳۰-۸ اور	
	رات ۳۰-۱۰	۲۱ اگست
ڈی وی پلسکر	صبح ۳۵-۶	۲۲ اگست
برجو مہاراج	صبح ۴۵-۷	۲۲ اگست
سمریش چودھری	صبح ۳۵-۶ اور	
	رات ۰۰-۱۰	۲۳ اگست
دیانند دیو گندھرو	صبح ۳۵-۶	۲۴ اگست
سمتی مٹالکر	صبح ۳۵-۶	۲۵ اگست
رام داس مونگرے	صبح ۳۰-۸ اور	
	رات ۳۰-۱۰	۲۶ اگست
گیتا پریما	صبح ۳۵-۶	۲۷ اگست
بسوراج راجگرو	صبح ۴۵-۷	۲۷ اگست
اے۔ کے۔ کوبجے	صبح ۳۵-۶ اور	
	رات ۳۰-۱۰	۲۸ اگست
پوربی مکرجی	صبح ۳۵-۶	۲۹ اگست
جگدیش پرساد	صبح ۴۵-۷	۲۹ اگست
میرا۔ وی۔ رام	رات ۳۰-۱۰	۳۰ اگست
امرناتھ	صبح ۳۰-۹	۳۱ اگست

سازسنگیت

ستار

اوما شنکر مشر	صبح ۳۵-۶	۱۶ اگست



منی لال ناگ	صبح ۳۵-۶	۲۰ اگست
سندر لال سونی	صبح ۳۰-۸	۲۴ اگست
رویندر گرووڑ		

بانسری

	صبح ۳۵-۹	۱۸ اگست
اروند گجیندر گڈکر	صبح ۳۵-۶ اور	
	رات ۱۵-۱۰	۲۶ اگست
پنا لال گھوش	صبح ۳۰-۹	۲۸ اگست

سندری

سدھ رام جادھو	صبح ۳۵-۶ اور	
	رات ۱۵-۱۰	۱۹ اگست

وچترا وینا

رمیش پریم	صبح ۳۵-۶ اور	
	رات ۰۰-۱۰	۲۱ اگست

وائلن

وی آر شولیکر	صبح ۳۰-۸ اور	
	رات ۳۰-۱۰	۲۲ اگست
راجندر ویاس	صبح ۳۰-۸ اور	
	رات ۳۰-۱۰	۲۹ اگست

طبلہ

ثروت حسین	صبح ۳۰-۸	۲۸ اگست

وینا

اجیت سنگھ — صبح ۶-۳۵ — ۳۰ اگست

کلارنیٹ

ایم۔ون۔ شولاپورکر — صبح ۶-۳۵ — ۳۱ اگست

سگم سنگیت

صبح ۸-۲۱ اور دوپہر ۱-۳۰

ششۃ حید کوشاک — ۱۶ اگست
نسیقہ ایشی — ۱۷ اگست
وجے ناشی کمار — ۲۰ اگست
کشن بھٹ — ۲۱ اگست
نرمسا بڈیال — ۲۲ اگست
منگلامنگیش نائیک — ۲۴ اگست
کلینا مپیل کرتے — ۲۷ اگست
مس اسپاسعرابن — ۲۸ اگست
ڈی این ۱۰ بے — ۲۹ اگست
گووپی موہتی — ۳۰ اگست
سندھسبا تانبے — ۳۱ اگست

صبح ۸-۲۱

پدماکر روٹے — ۱۹ اگست
ڈی پی چیٹر جی — ۲۶ اگست

دوپہر ۱-۳۰

میتا بھٹاچاریہ — ۲۲ اگست

لوک سنگیت

دوپہر ۲-۳۰

پریم بائی کشواہا — ۱۶ اگست
کنھیالال کشواہا — ۱۷ اگست
ساونتری پانڈے — ۱۸ اگست
وملا شریواستو — ۲۲ اگست
شیل بالا ترویدی — ۲۳ اگست
گرجیش شریواستو — ۲۴ اگست
سوشیل شرما — ۲۵ اگست
چندرکلا ساہو — ۲۹ اگست
بھیالال پرجاپتی — ۳۰ اگست
رام کشن چندشیرما — ۳۱ اگست

صبح ۷-۳۰ اور دوپہر ۲-۳۰

سدھا شریواستو — ۱۹ اگست
بھگوان داس شرما — ۲۰ اگست
بہاری لال راؤ — ۲۱ اگست
رجنی کھڑگ — ۲۶ اگست
کرن مشرا — ۲۷ اگست
منورما شریواستو — ۲۸ اگست

کہانی/کویتا

دوپہر ۱-۲۰

ڈاکٹر شنکر سونانے : کہانی — ۲۴ اگست
ڈاکٹر رویندر ریگاسے : کویتا — ۲۷ اگست

ہندی تقریر

'چترکلا کے آیام — وینگ چترکلا'
رات ۸-۱۵ — ۲۰ اگست
'لوک ناٹیہ پرمپرا — رہس' رات ۸-۰۰ — ۲۲ اگست
'اچاریہ رامچندر شکل — آلوچک کے روپ میں'
رات ۸-۰۰ — ۲۹ اگست

ناٹک/جھلکی

لوک ناٹیہ : کلا پتھک، ہوشنگ آباد
تحریر و پیشکش : آر۔ این۔ تلنگ و ساتھی
رات ۱۰-۰۰ — ۱۹ اگست
'چاٹکی' از لیلا شریواستو
پیشکش : میناکشی مشر رات ۹-۳۰ — ۲۵ اگست
'ہنسی کا خزانہ'، شری پدکرشن کولہٹکر کے مراٹھی ناٹک سے ماخوذ
ہندی عکس : دلیپ دلیشپانڈے
پیشکش : میناکشی مشر رات ۹-۳۰ — ۲۶ اگست

کہکشاں : اردو پروگرام

رات ۹-۰۰

۱۔ شعر و نغمہ
۲۔ 'سلطان جہاں بیگم کی طرز تحریر' تقریر
۳۔ غزل — ۱۶ اگست

۱۔ افسانہ ۲۔ کلام شاعر
۳۔ 'مومن کی شاعری' تقریر — ۲۳ اگست

۱۔ گھر کے چراغ ۲۔ روشن چراغ
۳۔ 'بھوپال کی ہاکی کا نیا معیار' تقریر — ۳۰ اگست

آئینہ : اردو پروگرام

صبح ۸-۳۰

۱۔ 'گوالیار — تہذیب کے آئینے میں' بات چیت
۲۔ انٹرویو — ۲۰ اگست

۱۔ 'انسانیت اور قربانی' بات چیت
۲۔ قرآن خوانی
۳۔ قوالی — ۲۷ اگست

جے پور اجمیر

جے پور (الف)
۲۰۳۰۴ میٹر ۱۴۷۶ کلوہرٹز

جے پور (ب)
۲۲۶۰۴ میٹر ۱۲۶۱ کلوہرٹز

اجمیر
۴۹۵۰۵ میٹر ۶۰۳ کلوہرٹز

شاستریہ سنگیت

گائن

پنڈت منی رام، پنڈت پرتاپ نارائن، پنڈت جسراج
دوپہر ۱-۳۰ — یکم اگست
ارون بھادوڑی — صبح ۷-۰۵ — ۱۶ اگست
غلام صادق خاں — شام ۶-۳۰ — ۱۷ اگست
شوبھا گرتو — صبح ۷-۰۵ اور
رات ۱۰-۳۰ — ۱۸ اگست
استاد امیر خاں — دوپہر ۱-۲۰ اور
رات ۱۰-۲۰ — ۱۶ اگست
دیپالی ناگ — صبح ۷-۰۴ — ۲۰ اگست
بی۔ این۔ ساگر — دوپہر ۱-۳۰ اور
رات ۱۰-۳۰ — ۲۱ اگست
امیر محمد خاں — صبح ۷-۰۵ اور
رات ۱-۲۰ — ۲۲ اگست
جگدیش نراین پنڈت — صبح ۷-۰۵ — ۲۳ اگست
ہیم لتا ورما — دوپہر ۱-۳۰ اور
رات ۱۰-۳۰ — ۲۳ اگست
ودیادھر دیاس — صبح ۷-۴۵ — ۲۴ اگست
نیاز احمد خاں، فیاض احمد خاں دوپہر ۱-۳۰ — ۲۴ اگست
بی وی رنگے — صبح ۷-۰۵ اور
رات ۱۰-۳۰ — ۲۵ اگست
استاد مشتاق حسین خاں دوپہر ۱-۳۰ — ۲۶ اگست
ہیرا دیوی مشر — صبح ۷-۰۵ اور
رات ۱۰-۳۰ — ۲۸ اگست

رام گوپال ڈانگی صبح ۰۵ — ۷ اور
رات ۳۰ — ۱۰ ۲۹ اگست

پروین سلطانہ، محمد دلشاد خاں
دوپہر ۳۰ — ۱ ۲۰ اگست
سدیشوری دیوی صبح ۰۵ — ۷ ۲۱ اگست
جتیندر ابھی شیکی شام ۲۰ — ۶ ۲۱ اگست

سازسنگیت

— ستار —

پرتاپ سنگھ چوہان صبح ۰۵ — ۷ اور
رات ۳۰ — ۱۰ ۱۶ اگست
عنایت خاں صبح ۴۵ — ۷ ۱۷ اگست
بدھا دیتیہ مکھرجی صبح ۰۵ — ۷ ۲۱ اگست
ہیرا شرما صبح ۰۵ — ۷ اور
شام ۲۰ — ۶ ۲۴ اگست
دیوبرت رائے چودھری صبح ۰۵ — ۷ ۲۷ اگست
شری موہن ماتھر صبح ۱۰ — ۹ ۳۱ اگست

— سرود —

نندلال گھوش صبح ۵۵ — ۷ ۱۷ اگست
علی اکبر خاں دوپہر ۲۰ — ۱ ۱۷ اگست
رادھیکا موہن موئترا صبح ۰۵ — ۷ اور
رات ۰۰ — ۱۰ ۱۹ اگست
امجد علی خاں دوپہر ۲۰ — ۱ ۳۱ اگست

— سارنگی —

معین الدین خاں صبح ۰۵ — ۷ اور
رات ۰۰ — ۱۰ ۲۶ اگست

— بانسری —

ہری پرساد چورسیا دوپہر ۳۰ — ۱ ۲۸ اگست
ایس. این پروہت صبح ۰۵ — ۷ اور
رات ۳۰ — ۱۰ ۳۰ اگست

— کلارینٹ —

نذیر خاں صبح ۴۵ — ۷ ۲۱ اگست

— طبلہ —

استاد احمد جان تھرکوا شام ۵۰ — ۶ ۲۱ اگست

— گیٹار —

وشوموہن بھٹ صبح ۴۵ — ۷ اور
شام ۲۰ — ۶ ۱۸ اگست

لوک گیت

اپنیادداس دوپہر ۱۰ — ۱ ۱۶ اگست
اشوریہ سنگھ کھینچی صبح ۲۱ — ۸ ۱۷ اگست
گووند سنگھ راٹھور دوپہر ۱۰ — ۱ ۱۹ اگست
رام لال بھاٹ صبح ۲۰ — ۸ ۲۱ اگست

سوالال ساتھی صبح ۲۱ — ۸ اور
دوپہر ۴۰ — ۱ ۲۲ اگست
جسراج چاریہ دوپہر ۱۰ — ۱ ۲۳ اگست
مالناتھ اور ساتھی دوپہر ۱۰ — ۱ ۲۶ اگست
سکھ رام گجراتی صبح ۲۱ — ۸ ۲۸ اگست
شری لال کلا دت صبح ۲۱ — ۸ اور
دوپہر ۴۰ — ۱ ۲۹ اگست
سکھ چند اور ساتھی صبح ۲۱ — ۸ ۳۰ اگست

سگم سنگیت (گیت / بھجن / غزل)

کامنی گپتا صبح ۱۰ — ۹ اور
رات ۱۶ — ۹ ۱۶ اگست
اشفاق حسین صبح ۱۰ — ۹ ۱۹ اگست
کملا گوئل صبح ۱۰ — ۹ ۲۰ اگست
حامد حسین صبح ۱۰ — ۹ اور
رات ۱۶ — ۹ ۲۱ اگست
وسودھا کل کرنی صبح ۱۰ — ۹ ۲۲ اگست
اروناشرما صبح ۱۰ — ۹ اور
رات ۱۶ — ۹ ۲۳ اگست
کیسری لال گندھرو شام ۳۰ — ۶ ۲۵ اگست
بالورام ڈانگی صبح ۱۰ — ۹ ۲۶ اگست
منداکنی صبح ۱۰ — ۹ ۲۷ اگست
ایم. ایل کوہلی صبح ۱۰ — ۹ اور
رات ۱۶ — ۹ ۲۸ اگست
رام چندر گوئل صبح ۱۰ — ۹ ۲۹ اگست
پرکاش سندھو شام ۲۰ — ۶ ۲۹ اگست

ساہتیہ سدھا

لسانی گنیش داس ورت دیہ ونود سے سنسور پاٹھ
صبح ۴۵ — ۷ ۱۶ اگست
ڈاکٹر مدن گوپال شرما: سورداس بیت ال ورتنی پدوں سے سنسور پاٹھ صبح ۴۵ — ۷ ۲۳ اگست
شریمتی کنبز بھٹی
سنسور پاٹھ: صبح ۴۵ — ۷ ۳۰ اگست

تقریر (ہندی) صبح ۲۵ — ۷

راجستھان کے نئے سنگرالیہ۔ راجکیہ سنگرالیہ جیسلمیر
وجے کمار ۱۷ اگست
سارتھک پریوگ ایکتا کے لئے بھاشا: شریمتی سدیش بترا
۱۸ اگست
۲۱ ویں صدی کی دہلیز پر دھارمک درشٹی کون
ڈاکٹر ہے کھونا رامنی شرما ۲۲ اگست

میریگ ان کی درشٹی میں: ۲: چانکیہ سریندر کانت
۲۴ اگست
سارتھک پریوگ ایکتا کے لئے: ۲: سنگیت اور لوک کلا
لکشمی کماری چنڈاوت ۲۹ اگست
ادھونک ارتھ شاستری: ۱: جنم دن کالا ڈاکٹر راجکماری کول
۳۱ اگست

راجستھلی: تقریر / کویتا / کہانی: صبح ۲۵ — ۷

پراچین بات شیلی میں ہونے کا ہے بات اچھی لاگے۔
از ستیہ نارائن امن ۱۶ اگست
سرجن رے ساوں سال، نارائن سنگھ مانک لاوسوں
بھینٹ وارتا ۱۹ اگست
کاویہ پاٹھ: شریمتی من موہنی ۲۳ اگست
راجستھانی سنسکرتی سے متعلق پروگرام
از لکشمی نارائن رنگا: ۲۶ اگست
پرانے پرب سوں تو توی امیداں
شریمتی رام پالی بھاٹی ۳۰ اگست

کہکشاں اردو ادبی پروگرام

جدید اردو ادب کا تحقیقی جائزہ ۱: بات چیت
ڈاکٹر ابوالفیض عثمانی: ۲: کلام شاعر۔ راشد ٹونکی: ۳:
اے سوچا تھا کیا بچے ہونے سے پہلے بات چیت۔ ڈاکٹر
محمد علی زیدی رات ۳۰ — ۹ ۱۸ اگست
ہمالہ شتہ کہ تہذیبی ورثہ: ۲: رہن سہن اور زبان۔
شوکت علی خاں: ۲: کلام شاعر۔ راہی شہابی: ۳:
اعلیٰ تدریس سماجی لڑائیوں سے نفرت۔ محمد جمیل الدین
رات ۳۰ — ۹ ۲۵ اگست

ساہتکی

کہانی۔ ڈاکٹر سورج پالی وال
صبح ۲۵ — ۷ ۲۰ اگست
کاویہ پاٹھ: بنکنٹ بہاری پاگل
صبح ۲۵ — ۷ ۲۷ اگست

کوی گوشٹی

شرکاء: یوگیندر کسلے۔ قمر میواڑی۔ جگمندر تائل۔ ڈاکٹر دیے سنگھ نیرج۔ بشیر احمد ستارہ دت نرور ددھ۔ ڈاکٹر سدھاگپتا
منگل سکسینہ رات ۳۰ — ۹ ۲۹ اگست
راجستھانی کوی گوشٹی شرکاء: ہریش بھادانی۔ کاندرن کلیتی کلیان سنگھ راجاوت۔ لکشمی سنگھ رسونت۔ درگادان گوڑ مکٹ منی راج۔ وشوناتھ ولیش۔ بھاگیرتھ سنگھ بھاگیہ۔

رات ۳۰-۹ ۳۰ اگست

یووانی - شام ۵.۰۵ - ۵

پریچرچہ : اکسویں صدی اور یوا ورگ - پربودھ کمار سنگھ چمپا شرما - سنیل بھنڈاری - سدھندر جین - دنیانک ،
۱۶ اگست

پستک سمیکشا - روی سریواستوا : ۲ : گھٹنا چکر - راشٹریہ انترراشٹریہ گھٹناؤں کا لیکھا جوکھا سنینا آئین شرما
۱۷ اگست

ابھرتے سور - ارچنا سکینہ ۱۸ اگست
ساپتاہک کھیل سمیکشا از اتل اروڑا : ۲ : واتا کھیل نیم لان ٹینس - مہاشوحیۃ و بدی - ابھرتے سور - ریا پانڈے
۱۹ اگست

کویتا انگریزی ، اشوک شرما منجری پانڈے - سنجے کوہلی ارادھنا سکینہ سنجا لک سنیل مہرہ ۲۰ اگست

لوک گیت - پروین بھٹ -
روونگ مائیکروفون - کلدیپ کپور - ۲ : لوک گیت لوکیش کمار ویاس - ۲۱ اگست
اپنی دھرتی - تقریر - ۲ : مہاراشٹر از آنندسیال ۲۲ اگست
آمنے سامنے گیت کار تارا پرکاش جوشی یووا کوی ہیمنت شیش
۲۴ اگست
ابھرتے سور - کیول کشن ۲۵ اگست
ساپتاہک کھیل سمیکشا - سمیکشک دنیش نرمل : ۲ : مہان کھلاڑی : ۲ : دلیپ سنگھ تقریر از سنجے دویدی : ۲ : کماری نیلا شرما - ستار ۲۶ اگست
ہنسنے ہنسانے اور گنگنانے : یوگیندر کمار - سکندھا گپتا -
سنیل ماتھر مارک درشن سنبندھی آر - ڈی - مینا -
۲۷ اگست
ایک سانسکرتک شام : مہیلا مہاودیالیہ لونڈ ۲۸ اگست
کاویہ پاٹھ - بال کوی سمیلن ۳۰ اگست
گھٹنا چکر - انتراشٹریہ گھٹناؤں کا لیکھا جوکھا ہری مہارشی : ۲ : لوک گیت - لکشمی نارائن ۳۱ اگست

سائنس پروگرام

خاص فورس اور سواستھیہ : تقریر -
شام ۵.۰۵ - ۵ ۱۷ اگست
بچوں کے وکاس میں منوو گیان - بیزی جیرنیہ
دوپہر ۱۲ - ۱۲ ۱۸ اگست
وگیان اتیت اور بھوشیہ : جیو وگیان
صبح ۳۵ - ۵ ۲۵ اگست
وگیان سماچار : شام ۵.۰۵ - ۵ ۳۱ اگست

سنسکرت پروگرام

کاویہ پاٹھ - ڈاکٹر ہری رام آچاریہ
صبح ۸.۰۵ - ۸ ۲۰ اگست
کالی داس کی اپمائیں - تقریر - نیرج شرما
صبح ۸.۰۵ - ۸ ۲۷ اگست

بچوں کا پروگرام

روپک : ہیرے کی کہانی تحریر اشوک کمار انجان
صبح ۹.۱۵ - ۹ ۱۸ اگست
آگ اگلنے والے پربت : بات چیت : ۲ : ایک ہی آنگن سے مہاراجہ گرلس اسکول جے پور
صبح ۹.۱۵ - ۹ ۲۵ اگست

ناٹک جھلکی روپک

پیاسی ندیا - ناٹک - راجستھان پریما کھیان پر مبنی
رات ۹.۳۰ - ۹
تحریر اور پیشکش - ممتاز شکیب ۱۶ اگست
بیتیگ کیسٹ جھلکی - تحریر محمد علی زیدی
دوپہر ۱۲.۳۰ - ۱۲ ۱۸ اگست
ہندی کا زخم تحریر حمید اللہ
رات ۱۰.۰۰ - ۱۰ ۲۱ اگست
بچہ اسٹینڈ جھلکی
تحریر سیا کمار دوپہر ۱۲.۳۰ - ۱۲ ۲۵ اگست

راجستھانی روپک

آزادی را رکھوالا : سوتنترتا سنگرام سے متعلق گیتوں پر مبنی - روپک از راجندر بوہرہ
رات ۱۰.۰۰ - ۱۰ ۱۹ اگست

سندھی پروگرام

سندھی ادب میں سندھی تہذیب جی نمائندگی - تقریر
صبح ۱۰.۰۰ - ۱۰ ۱۸ اگست
پرو پوئٹی ہیرنندانی : ۲ : سنگیت بھگت کنور رام اور ساتھی : ۱ : شری بندراج دکھیال سے ادبی ملاقات : ۲ : سگم سنگیت ڈھولس راہی -
شام ۶.۳۰ - ۶ ۲۲ اگست
توا ہیمی پسند رات ۹.۳۰ - ۹ ۲۷ اگست
جن پرتی ندھیوں جا عوام سے فرض تقریر کشن موٹوانی
شام ۶.۳۰ - ۶ ۲۹ اگست

بیکانیر

۳۱۵.۰ میٹر ۹۵ ۱۳ کلوہرٹز

شاستریہ سنگیت دوپہر ۱-۱۰

گائن

استاد امیر خاں	:	۱۶ اگست
دلیپ راو ٹھوردھن	:	۱۷ اگست
عبدالکریم خاں	:	۱۹ اگست
پروین سلطانہ / محمد دلشاد خاں	:	۲۱ اگست
سنگھو بندھو	:	۲۳ اگست
کرشن راؤ شنکر پنڈت	:	۲۴ اگست
الطاف حسین خاں	:	۲۶ اگست
ہیرا بائی بڑودیکر / سرسوتی رانے	:	۲۸ اگست
للسمی شنکر	:	۳۰ اگست
سیارام تیواڑی	:	۳۱ اگست

ساز سنگیت

ستار

نکھل بنرجی ۲۲ اگست

وائلن

وی - جی - جوگ ۲۹ اگست

راجستھانی لوک سنگیت صبح ۹-۱۰ دوپہر ۱-۲۰/۳۰

غلام رسول	:	۱۶ اگست
امرچند ستھار	:	۱۷ اگست
عبدالغنی	:	۱۹ اگست
گوپال کرشن ویاس	:	۲۰ اگست
شریمتی فاطمہ	:	۲۱ اگست
امرچند پروہت	:	۲۲ اگست
گنیش ناتھ	:	۲۳ اگست
نوری دیوی	:	۲۴ اگست
علی محمد	:	۲۶ اگست
مہندر کور	:	۲۷ اگست
اسماعیل	:	۲۸ اگست
مالتی پارکھ	:	۲۹ اگست
نثار خاں ضمیری	:	۳۰ اگست

سمال [illegible] ۲۱ اگست

سلم ثقافت صبح [illegible]

[illegible] ۲۲ اگست
[illegible] ۲۹ اگست

[illegible]

[illegible]
[illegible] صبح [illegible] ۱۲۰۱۹۰۶ اگست
[illegible]
صبح ۱۱ — ۱ ۲۰ اگست
[illegible] صبح [illegible] ۲۱ اگست
[illegible]
[illegible] ۱۱ اگست
[illegible] صبح [illegible] ۲۲ اگست
[illegible] ڈاکٹر [illegible]
صبح ۲۱ — ۱ ۲۰ اگست
[illegible]
[illegible] ۲۹ اگست
[illegible]
[illegible] دوپہر ۲۰ — ۱ ۲۹ اگست
[illegible] صبح ۲۱ — ۱ ۱۸ اگست

کویتا پاٹھ

از منصور یوردی صبح ۲۱ — ۸ ۲۵ اگست

بھیٹ وارتا / پریچرچا

ایالن کے سمبندھ میں : شریمتی گری راج کشور دی یو مان
دوپہر ۲۰ — ۱ ۲۲ اگست
[illegible] لے لئے دوشی کون ؟
[illegible] رتن راوت ، پرمیشوری کٹاریہ ، پشپا بھاٹیہ ،
[illegible] کلا دوپہر ۰۰ — ۱۲ ۲۵ اگست

ہندی روپک

[illegible] کے گیتوں پر مبنی پروگرام
ساون" ایل ۔ پی کماری سروج بھٹناگر
دوپہر ۸۵ — ۱۲ ۱۸ اگست
دان" پیش کش لکشمی شنکر واجپائی
صبح ۳۰ — ۶ ۲۴ اگست

یووا وانی

آج کے سنگیت کلاکار ۔ شام [illegible]

کماری درگا بھنوانی شرما : ستار ۱۸ اگست
شریمتی پدماوتی [illegible] : لوک گیت ۲۲ اگست
یوم چند بشٹ ہمالی : بانجو ۲۴ اگست
[illegible] شنکراد تھا [illegible] آرگن ۲۹ اگست
مہندر دوجیاری : گٹار ۳۱ اگست

تقریر

انتظر بزبان بین یووا دان کا یوگدان
کماری منجو گپتا ۱۸ اگست
[illegible] پشوؤں کا [illegible] آیان
کماری اوشا شرما ۲۰ اگست

ردیپک / پرسن منچ

[illegible] کا استھواد ریووا وائتو
پرتنت کرتا : کماری رما ددبے ۲۶ اگست
پرسن منچ : پیش کش سنتوش اگروال ۱۹ اگست

انگریزی پروگرام

این کا ردنگ ہیومن دلیوزان یونھ
شرکا : کماری رجنیش کور ، کماری پینا مارو ، عبدالسلام
اور راج کمار ۲۲ اگست

کرشی اور گرہ پروگرام ۔ دوپہر ۰۵ — ۱

پشوآ ر کے لئے سنتولت پارہ دانہ اور سوکشم تتو : تقریر
ڈاکٹر : کنیت رائے پروہت ۱۶ اگست
استھل ریکارڈنگ پر مبنی ۱۸ اگست
ادنٹ کے پالن پوشن پر سامانیہ جانکاری : تقریر
پریما رام چودھری ۱۹ اگست
اندرا گاندھی نہر پریوجنا کا یوگدان : تقریر
این کے کوشک ۲۰ اگست
بایو گیس سنیتر سے گرامینوں کو لابھ
وی ، پی ، آریہ ۲۱ اگست
فصل بیما یوجنا اور کسان : تقریر
ڈاکٹر : ایس ۔ بی ۔ اگروال ۲۲ اگست
پشوؤں میں کھر و منھ پکا روگ اور علاج
ڈاکٹر : جے ۔ ایس ۔ یادو ۔ ۲۳ اگست
استھل ریکارڈنگ پر مبنی ۲۴ اگست

مرغی پالن شالہ کی پربندھ ویوستھا : تقریر
ڈاکٹر : گوپال سنگھ ۲۶ اگست
مرو دشیتر میں چراگاہ وکاس : تقریر
ڈاکٹر : بھیر سنگھ یادو ۲۷ اگست
بھیڑ وں بکریوں سے ادھک اتپادن لینے کے نسل سدھار اور
پوشک چارہ دانہ ضروری ہے : تقریر ڈاکٹر ۔ سی ٹیناک
۲۸ اگست
گرامین میلاؤں میں پشو روگ اور ان کا نوارن
ڈاکٹر بھیو تسنا اوجھا ۔ تقریر ۲۹ اگست
استھل ریکارڈنگ پر مبنی ۳۰ اگست
ایک پرگتی شیل کسان
شونا ارین سے بھینٹ ۳۱ اگست

راجستھانی پروگرام

راجستھانی تقریر

وکاس ری گیلاں پڑیا پایہ پڑھی بھیڑ ، ڈاکٹر گوپال اچاریہ
صبح ۲۱ — ۸ ۱۶ اگست
سنتان وانی : آج ری ضرورت
ڈاکٹر بدری نارائن پروہت شام ۳۰ — ۶ ۲۰ اگست
مدھومیہ کا ان اور بچاؤ
وبدھ بھنو آچاریہ صبح ۲۱ — ۸ ۲۳ اگست
عیدالاضحیٰ رو مہتو ۔ عبدالقیوم
شام ۳۰ — ۶ ۲۷ اگست
راکھی راجستھان ری ۔ شریمتی مالتی شرما
صبح ۲۱ — ۸ ۳۰ اگست

راجستھانی کویتا پاٹھ

واسو آچاریہ	شام ۳۶ — ۶	۲۰ اگست
نتھو لال کوسی	شام ۲۶ — ۶	۲۸ اگست

راجستھانی کہانی

موہن لال پروہت	شام ۴۴ — ۶	۲۰ اگست
کلیان گوتم	شام ۴۴ — ۶	۲۷ اگست

قلم کار حضرات !
اپنی تخلیقات ہمیں اشاعت کے لیے ارسال نہ کریں ۔ "آواز" میں صرف وہی تخلیقات شائع کی جاتی ہیں جو نشریہ کے بعد ہمیں ریڈیو اسٹیشنوں سے موصول ہوتی ہیں ۔

کلکتہ

کلکتہ 'اے' ۴۶۵۱۶ میٹر — ۶۵۰ کلو ہرٹز
کلکتہ 'بی' ۲۹۰۱۶ میٹر — ۱۰۰۸ کلو ہرٹز
کلکتہ 'سی' ۲۲۶۱۷ میٹر — ۱۳۲۳ کلو ہرٹز
کلکتہ 'ڈی' ۲۴۵۱۱ میٹر — ۱۲۲۴ کلو ہرٹز

شاستریہ سنگیت

گائن

اے دا ؤد — صبح ۳۰ — ۸ اے اور رات ۳۰ — ۹ بی ۱۶ اگست
منوشری بھٹاچاریہ — صبح ۳۰ — ۸ اے ۱۷ اگست
اپتل سرکار — صبح ۴۰ — ۸ اے اور شام ۴۰ — ۶ بی ۱۸ اگست
بچن کمار بوس — صبح ۳۰ — ۹ بی اور رات ۰۰ — ۹ اے ۱۹ اگست
سوواتا مکھرجی — صبح ۳۰ — ۹ بی اور سہپر ۰۰ — ۳ اے ۲۰ اگست
نثار حسین خاں — صبح ۰۵ — ۹ بی اور رات ۰۰ — ۹ اے ۲۱ اگست
بھابنی شنکر مزمدار — دوپہر ۰۰ — ۱ اے اور شام ۳۰ — ۷ بی ۲۲ اگست
شانتی مکھرجی — صبح ۳۰ — ۹ بی اور رات ۰۰ — ۹ اے ۲۳ اگست
سری کانت باکرے — صبح ۳۰ — ۸ اے اور شام ۳۰ — ۷ بی ۲۴ اگست
دینا ناتھ مصرا — صبح ۱۵ — ۱۰ اے ۲۵ اگست
نصیر امین الدین ڈاگر — صبح ۳۰ — ۸ اے اور رات ۴۰ — ۹ بی ۲۶ اگست
پوربی مکھرجی — صبح ۳۰ — ۸ اے شام ۳۰-۷ بی رات ۴۰ — ۹ بی ۲۷ اگست
امیہ رنجن بنرجی — صبح ۳۰ — ۹ بی اور رات ۰۰ — ۹ اے ۲۸ اگست
سمریش چودھری — صبح ۳۰ — ۸ اے شام ۳۰-۷ بی رات ۴۰ — ۹ بی ۲۹ اگست
نیتا ساہا کوٹھی مال — دوپہر ۰۰ — ۳ اے اور شام ۳۰ — ۷ بی ۳۰ اگست
اوشا رنجن مکھرجی — صبح ۳۰ — ۸ اے اور شام ۳۰ — ۷ بی ۳۱ اگست

ساز سنگیت

ستار

ٹنکو چٹرجی — صبح ۳۰ — ۹ بی اور رات ۰۰ — ۹ اے ۱۶ اگست
سریش مشرا — صبح ۳۰ — ۹ بی اور دوپہر ۰۰ — ۱ اے ۱۷ اگست
سنیل کمار چکرورتی — صبح ۳۰ — ۸ اے اور شام ۳۰ — ۷ بی ۱۹ اگست
مدھوسودن بنرجی — صبح ۰۵ — ۹ بی اور دوپہر ۰۰ — ۱ اے ۲۰ اگست
میرا چٹرجی — صبح ۳۰ — ۸ اے اور شام ۳۰ — ۷ بی ۲۳ اگست
ہرتیما چودھری — صبح ۳۰ — ۹ بی اور دوپہر ۰۰ — ۱ اے ۲۴ اگست
پرسنتا کمار — صبح ۴۰ — ۸ اے رات ۱۰-۹ بی صبح ۳۵ — ۸ بی ۲۵ اگست
گوپال بنرجی — دوپہر ۲۰ — ۱۲ اے اور شام ۳۰ — ۷ بی ۲۶ اگست
مشتاق علی خاں — صبح ۳۰ — ۸ اے اور رات ۴۰ — ۹ بی ۲۸ اگست
بمل مکھرجی — صبح ۰۵ — ۷ بی صبح ۳۰-۸ اے رات ۳۰ — ۹ بی ۳۰ اگست

وائلن



وی جی جوگ — صبح ۳۰ — ۹ بی اور رات ۰۰ — ۹ اے ۱۸ اگست
سبرتا رائے چودھری — صبح ۳۰ — ۹ بی اور رات ۰۰ — ۹ اے ۲۲ اگست
ستیہ مجمدار — صبح ۲۱ — ۸ بی دوپہر ۵۵-۱۲ اے شام ۰۰ — ۷ بی ۲۹ اگست
دلیپ رائے — صبح ۲۱ — ۸ بی دوپہر ۴۵-۱۱ اے شام ۳۰ — ۶ بی ۳۱ اگست

سرود

پرنابنگشو مکھرجی — صبح ۳۰ — ۹ بی اور سہپر ۰۰ — ۳ اے ۱۲ اگست

رابندر سنگیت

سانتی دیپ گھوش — صبح ۴۰ — ۷ اے اور شام ۰۰ — ۷ بی ۱۶ اگست
ریتا گھوش — صبح ۴۰ — ۷ اے اور شام ۴۰ — ۶ بی ۱۷ اگست
گیتا گھٹک — صبح ۴۰ — ۷ اے اور رات ۱۵ — ۸ بی ۱۸ اگست
بانی ٹیگور — صبح ۴۰ — ۷ اے اور شام ۴۵ — ۶ بی ۱۹ اگست
سنگھومترا گپتا — صبح ۲۰ — ۶ بی اور صبح ۴۰ — ۷ اے ۲۰ اگست
اروند بسواس — رات ۳۰ — ۱۰ اے ۲۱ اگست
سنتوش ٹھاکر اور ساتھی — صبح ۲۰ — ۶ بی اور رات ۴۰ — ۱۰ اے ۲۲ اگست
بانیا مجمدار — دوپہر ۵۵ — ۲ اے اور صبح ۰۵ — ۹ بی ۲۳ اگست
پرنب گھوش — صبح ۴۰ — ۷ اے ۲۴ اگست
بلینک (گروپ) — صبح ۴۰ — ۷ اے اور رات ۰۵ — ۱۰ اے ۲۵ اگست
آلوک مکھرجی — صبح ۴۰ — ۷ اے اور شام ۲۵ — ۶ بی ۲۶ اگست
پرتیما مکھرجی — صبح ۲۰ — ۶ بی دوپہر ۰۵-۱۲ اے شام ۴۵ — ۶ بی ۲۷ اگست
الینا سین گپتا — صبح ۴۰ — ۷ اے اور شام ۴۵ — ۶ بی ۲۸ اگست
بھارتی مکھرجی — صبح ۴۰ — ۷ اے اور شام ۵۵ — ۵ بی ۲۹ اگست
سپریا رائے چودھری — صبح ۴۰ — ۷ اے اور شام ۲۵ — ۶ بی ۳۰ اگست
سنگھمتا گھوش — صبح ۲۰ — ۶ بی اور صبح ۴۰ — ۷ اے ۳۱ اگست

نذرل گیتی

منجو بوس — صبح ۲۰ — ۹ اے اور شام ۵۰ — ۶ بی ۱۶ اگست
سپنا بھومک — شام ۳۰ — ۷ اے ۱۷ اگست
کرشنا مجمدار — رات ۴۰ — ۱۰ اے ۱۸ اگست
مالا گھوش — رات ۴۰ — ۸ اے ۱۹ اگست
سدھیشوری مکھرجی — رات ۱۵ — ۹ اے ۲۰ اگست
کلیان چٹرجی — شام ۲۵ — ۶ بی ۲۱ اگست
شیتل مکھرجی — رات ۵۰ — ۸ اے ۲۲ اگست

راماینج داس گپتا — رات ۱۰—۰۰ اے ۲۳؍ اگست
دیپیکا چکرورتی — رات ۸—۲۰ اے ۲۴ اگست
انشوا مکھرجی — رات ۱۰—۳۵ اے ۲۵؍ اگست
سجاتا سرکار — رات ۱۰—۰۵ اے ۲۶؍ اگست
تینیش دتہ رائے — شام ۷—۰۰ بی اور
رات ۸—۰۵ اے ۲۷؍ اگست
سپریا دتہ — رات ۱۰—۳۰ اے ۲۸؍ اگست
شیامل دتہ — صبح ۷—۰۵ بی اور
رات ۸—۴۰ اے ۲۹؍ اگست
دیبل مکھرجی — شام ۷—۳۰ اے ۳۱؍ اگست

لوک گیتی

انیما باسو چودھری — صبح ۶—۴۰ اے اور
شام ۶—۱۵ بی ۱۶؍ اگست
جیوتی مکھرجی — صبح ۶—۴۰ اے اور
شام ۶—۱۵ بی ۱۷؍ اگست
نریندو چودھری — شام ۶—۱۵ بی اور
رات ۱۰—۲۵ اے ۱۸؍ اگست
اودے کمار سرکار — صبح ۶—۴۰ اے ۱۹؍ اگست
امل کرشنا چاکی — صبح ۶—۴۰ اے اور
صبح ۸—۴۵ بی ۲۰؍ اگست
لیشب چندر بنرجی — صبح ۶—۴۰ اے صبح ۸—۴۵ بی
شام ۶—۱۵ بی ۲۱؍ اگست
مینو ڈے — صبح ۶—۴۰ اے اور
شام ۶—۱۵ بی ۲۲؍ اگست
نارائن چندر شرما — صبح ۶—۴۰ اے اور
شام ۶—۱۵ بی ۲۳؍ اگست
راکھل داس باؤل — صبح ۶—۴۰ اے اور
شام ۶—۱۵ بی ۲۴؍ اگست
سیکھا گھوش — صبح ۶—۴۰ اے صبح ۸—۴۵ بی
رات ۸—۲۰ اے ۲۵؍ اگست
گیتا سین — صبح ۶—۴۰ اے ۲۶؍ اگست
سوپن رائے — صبح ۶—۴۰ اے اور
رات ۹—۰۵ بی ۲۷؍ اگست
جیوتی پرساد ملک — صبح ۶—۴۰ اے صبح ۸—۴۵ بی
شام ۶—۱۵ بی ۲۸؍ اگست
گوری رانی گھوش — صبح ۶—۴۰ اے اور
شام ۶—۱۵ بی ۲۹؍ اگست
رادھا رامن داس — صبح ۶—۴۰ اے اور
دوپہر ۲—۴۵ بی ۳۰؍ اگست
گورا اندرا — صبح ۶—۴۰ اے اور
شام ۶—۵۵ بی ۳۱؍ اگست

ادھونک

چھندا مکھرجی — صبح ۸—۳۰ بی دوپہر ۲—۵۰ بی
رات ۱۰—۰۰ اے ۱۶ اگست
سوپن کمار — صبح ۸—۱۵ اے اور
شام ۶—۵۰ بی ۱۷ اگست
دوتجن مکھرجی — صبح ۸—۳۰ بی اور
رات ۸—۱۵ اے ۱۸ اگست
گوپال ناگ — صبح ۸—۱۵ اے اور
شام ۵—۵۵ بی ۱۹؍ اگست
سرادیندو داس گپتا — صبح ۸—۱۵ اے اور
رات ۸—۰۵ بی ۲۰ اگست
بلرام داس — صبح ۸—۴۰ اے ۲۱ اگست
سندھا مکھرجی — رات ۱۰—۰۵ اے ۲۲؍ اگست
دیپنکر چٹرجی — شام ۷—۰۰ بی اور
رات ۱۰—۱۰ اے ۲۳؍ اگست
سوکمار مترا — صبح ۸—۳۰ بی اور
رات ۸—۲۵ اے ۲۴؍ اگست
پارتھا مکھرجی — صبح ۸—۳۰ اے اور
رات ۸—۴۰ بی ۲۵؍ اگست
سنگھا مترا چٹرجی — صبح ۸—۳۰ بی اور
رات ۱۰—۰۰ اے ۲۶؍ اگست
پولی چٹرجی — صبح ۸—۳۰ بی اور
رات ۸—۴۰ اے ۲۷ اگست
میتا مکھرجی — صبح ۸—۳۰ بی اور
رات ۸—۴۰ اے ۲۸ اگست
شنکر لال مکھرجی — رات ۱۰—۰۰ اے ۲۹ اگست
دلیپ کمار چکرورتی — صبح ۸—۳۰ بی اور
رات ۱۰—۰۵ اے ۳۰ اگست
کرشنا چٹرجی — صبح ۸—۱۵ اے اور
شام ۶—۳۵ بی ۳۱؍ اگست

اردو پروگرام "انجمن"

عید قرباں کے فضائل: بات چیت: مولانا حکیم زماں حسینی
افسانہ: صدیق عالم
نوائے شاعر: قیام انیس۔ حب الوطنی پر مبنی کلام قوالی:
رات ۹—۳۰ بی ۱۸ اگست
بچوں کی محفل: پیش کش: شو شیلا مصرا
(پریسیڈنسی مسلم ہائی اسکول)
مزاحیہ خاکہ: اے۔ آئی۔ آمرا: ترجمہ قیصر شمیم
رات ۹—۳۰ بی ۲۴؍ اگست
یہ شوخ محاورے۔ کھلّی اڑانا۔ مزاحیہ خاکہ: نصرت جمیل
نوائے شاعر: عقیل ضیائی۔
وطنی ادب: بنگلہ زبان میں: ڈاکٹر شانتی رنجن بھٹاچاریہ
آپ کے خطوط: ساجدہ رحمٰن

سرینگر

میڈیم ویو
سرینگر الف: ۲۶۱٫۰۱ میٹر ۱۱۱۶ کلوہرٹز
سرینگر ب: ۲۴۵٫۰۱ میٹر ۱۲۲۴ کلوہرٹز
شارٹ ویو: ۴۹٫۱۰ میٹر ۶۱۱۰ کلوہرٹز
۹۱٫۵۰ میٹر ۳۲۷۷ کلوہرٹز
پہلی مجلس: صبح ۶-۳۰ سے ۱۰-۰۰ تک
دوسری مجلس: دوپہر ۱۱-۳۰ سے رات ۱۱-۰۵ تک
(اتوار کو صبح ۶-۳۰ سے رات ۱۱-۰۵)

خبریں

کشمیری: صبح ۷-۴۵، شام ۶-۲۵
اردو: صبح ۸-۰۵، دوپہر ۱-۵۰، رات ۹-۱۵
ہندی: صبح ۹-۰۰
سنسکرت: صبح ۷-۰۰
انگریزی: صبح ۸-۱۰، دوپہر ۲-۰۰
شام ۶-۰۰، رات ۹-۰۰ اور ۱۱-۰۰

علاقائی خبریں

اردو: صبح ۹-۲۰ دوپہر ۱۲-۳۰ اور
۴-۰۰ (دھیمی رفتار سے)، شام ۷-۴۰
کشمیری: صبح ۹-۳۵، دوپہر ۱۲-۳۵ اور
شام ۷-۳۰

شاستریہ سنگیت

گائن

نصیر امین الدین خاں ڈاگر	دوپہر ۲—۱۰	۱۶ اگست
کیلو برادران	دوپہر ۲—۱۰	۱۸ اگست
سریش چودھری	دوپہر ۲—۱۰	۲۰ اگست
گرجا دیوی	صبح ۹—۰۵	۲۲ اگست
مالویکا کانن	دوپہر ۲—۱۰	۲۲ اگست
کمار گندھرو	دوپہر ۲—۱۰	۲۴ اگست
ملو جنابر بستی	دوپہر ۲—۱۰	۲۵ اگست
استاد بڑے علی خاں	دوپہر ۲—۱۰	۲۷ اگست
نرملا دیوی لکشمی شنکر	دوپہر ۲—۱۰	۲۸ اگست
پنڈت جسراج	دوپہر ۲—۱۰	۳۱ اگست

ساز سنگیت

بانسری

ہری پرساد چورسیہ — دوپہر ۱۰ — ۲ — ۱۸ اگست
جی ایس سچدیو — صبح ۹ — ۹ — ۲۱ اگست
پنا لال گھوش — دوپہر ۱۰ — ۲ — ۲۲ اگست

وائلن

وی جی جوگ — دوپہر ۱ — ۲ — ۱۹ اگست

...

علی احمد خاں — دوپہر ۱۰ — ۲ — ۲۹ اگست

شہنائی

بسم اللہ خاں — دوپہر ۱۰ — ۲ — ۲۱ اگست
علی احمد خاں — دوپہر ۱ — ۲ — ۲۵ اگست
بسم اللہ خاں — دوپہر ۱۰ — ۲ — ۲۶ اگست

طبلہ

امیر حسین خاں — دوپہر ۱۰ — ۲ — ۳۰ اگست

صوفیانہ موسیقی

غلام محمد قالین باف — صبح ۲ — ۱۱ اور
دوپہر ۲ — ۱ — ۱۸ اگست
عبدالغنی اور ساتھی — صبح ۳۰ — ۱۱ اور
دوپہر ۳۰ — ۲ — ۲۰ اگست
غلام محمد ساز نواز اور ساتھی — صبح ۳ — ۱۱ دوپہر ۳۰ — ۲
رات ۳۰ — ۱۰ — ۲۲ اور ۲۱ اگست
شیخ عبدالعزیز اور ساتھی — رات ۳۰ — ۱۰ — ۲۴ اگست
محمد سلطان میر اور ساتھی — صبح ۳۰ — ۱۱ اور
دوپہر ۳۰ — ۲ — ۲۸ اگست
محمد عبداللہ سنتوری اور ساتھی — صبح ۲ — ۱۱ اور
دوپہر ۳۰ — ۲ — ۲۹ اگست

چھکری اور رؤف

غلام حسن گوجری — صبح ۳۰ — ۱۱ دوپہر ۳۰ — ۲
شام ۱۵ — ۶ — ۱۷ اگست
عبدالاحد کمہار اور ساتھی — دوپہر ۰۰ — ۱ اور
شام ۱۵ — ۶ — ۱۸ اگست
غلام محمد ڈار اور ساتھی — شام ۱۵ — ۶ — ۱۸ اگست
غلام محمد شیخ بانڈہ پوری — رات ۳۰ — ۹ — ۱۸ اگست
غلام محمد شیخ اور ساتھی — صبح ۳۰ — ۱۱ دوپہر ۳۰ — ۲
شام ۱۵ — ۶ — ۱۹ اگست
غلام محی الدین شاہ اور ساتھی دوپہر ۰۰ — ۱ — ۲۰ اگست
نسیم اختر اور ساتھی — شام ۱۵ — ۶ — ۲۰ اگست
محمد ایوب بٹ اور ساتھی — صبح ۳۰ — ۱۱ اور
دوپہر ۳۰ — ۲ — ۲۱ اگست
عبدالغفار بٹ اور ساتھی — دوپہر ۰۰ — ۱ اور
شام ۱۵ — ۶ — ۲۲ اگست
غلام محمد بٹ سالورہ اور ساتھی — صبح ۳۰ — ۱۱ دوپہر ۳۰ — ۲
شام ۱۵ — ۶ — ۲۳ اگست

غلام محمد ڈار، رنگیلی اور ساتھی — دوپہر ۰۰ — ۱ اور
شام ۱۵ — ۶ — ۲۴ اگست
غلام نبی ڈولوال اور ساتھی — رات ۰۰ — ۱۰ — ۲۴ اگست
محمد سلطان میر اور ساتھی — صبح ۳۰ — ۱۱ دوپہر ۳۰ — ۲
شام ۱۵ — ۶ — ۲۶ اگست
نسیم اختر اور ساتھی — شام ۱۵ — ۶ — ۲۰ اگست
محمد عبداللہ ساز نواز اور ساتھی صبح ۳۰ — ۱۱ اور
دوپہر ۳۰ — ۲ — ۲۸ اگست
غلام محمد ڈار اور ساتھی — دوپہر ۰۰ — ۱ اور
شام ۱۵ — ۶ — ۲۹ اگست
محمد سلطان شاہ اور ساتھی صبح ۳۰ — ۱۱ دوپہر ۳۰ — ۲
شام ۱۵ — ۶ — ۳۰ اگست
غلام محمد ڈار اور ساتھی — دوپہر ۰۰ — ۱ اور
شام ۱۵ — ۶ — ۳۱ اگست

غزلیں اور گیت

جگجیت — دوپہر ۰۰ — ۱ — ۱۷ اگست
وجے متّل — دوپہر ۰۰ — ۱ — ۱۷ اگست
اندرا کا چرو — شام ۱۰ — ۶ اور
رات ۳۰ — ۹ — ۱۷ اگست
بینا کول — صبح ۱۵ — ۰ اور
رات ۳۰ — ۹ — ۱۸ اگست
ارن کول — صبح ۱۵ — ۷ اور
شام ۱۰ — ۶ — ۱۸ اگست
حلال گیلانی — صبح ۱۵ — ۷ — ۱۹ اگست
او این کول — دوپہر ۰۰ — ۱ اور
رات ۳۰ — ۹ — ۱۹ اگست
دلیپ لنگو — دوپہر ۰۰ — ۱ اور
شام ۱۰ — ۶ — ۱۹ اگست
آر کے کاچرو — صبح ۱۵ — ۷ شام ۱۰ — ۱
رات ۳۰ — ۸ — ۲ اگست
راج بیگم — صبح ۱۵ — ۷ دوپہر — ۱
رات ۳۰ — ۸ — ۲۱ اگست
نسیم اختر — دوپہر ۰۰ — ۱ اور
شام ۱۰ — ۶ — ۲۱ اگست
علی محمد — صبح ۵۰ — ۷ شام ۱۰ — ۶
رات ۳۰ — ۸ — ۲۲ اگست
اوشا ... — دوپہر ۰۰ — ۱ — ۲۳ اگست
شمیم تاج — شام ۱۰ — ۶ اور
رات ۳۰ — ۸ — ۲۴ اگست
آشا کول — صبح ۱۵ — ۷ اور
رات ۳۰ — ۸ — ۲۴ اگست
غلام حسن صوفی — صبح ۱۵ — ۷ اور
شام ۱۰ — ۶ — ۲۵ اگست
غلام محمد راہ — دوپہر ۰۰ — ۱ اور
رات ۳۰ — ۸ — ۲۶ اگست

آرتی ٹکو — رات ۳۰ — ۸ — ۲۸ اگست
عبدالاحد بٹ — صبح ۱۵ — ۷ شام ۱۰ — ۶
رات ۳۰ — ۸ — ۲۹ اگست
کیلاش مہرہ — صبح ۵۰ — ۹ شام ۱۰ — ۶
رات ۳۰ — ۸ — ۳۰ اگست
ایم کے پنڈتا — صبح ۱۵ — ۷ اور
رات ۳۰ — ۸ — ۳۱ اگست

علاقائی موسیقی (ڈوگری)

کرانتی کانت جوشی — سہ پہر ۳۰ — ۴ — ۱۹ اگست
غلام محمد اور ساتھی — صبح ۵ — ۹ — ۲۰ اگست
پرکاش شرما — سہ پہر ۳۰ — ۴ — ۲۶ اگست
انیل کمار — صبح ۵ — ۹ — ۲۰ اگست

سنتور / صوفیانہ موسیقی

مقام سندھ سوری — رات ۳۰ — ۹ — ۱۹ اگست
مقام بہار — رات ۳۰ — ۹ — ۲۵ اگست

...

صبح ۵۰ — ۹
کلام ... دارلی کلوکارہ ... — ۲۰-۱۲ اگست

... اردو

... کا ... اور عدم ... کا فلسفہ
عبدالغنی ... — صبح ۲۱ — ۹ — ۱۹ اگست
اردو شاعری میں ... و فقہ خانہ ... ضمیمہ
صبح ۲۱ — ۹ — ۲۰ اگست

ڈرامہ رات ۳۰ — ۹

کشمیر کی ... تحریر: محمد یوسف ساپن — ۱۹ اگست
قبرستان (اردو) تحریر: آفاق احمد — ۲۶ اگست

نیا ادب

نظم: ... — صبح ۲۵ — ۹ — ۲۱ اگست
نظم: از مظفر ایرج — صبح ۳۵ — ۹ — ۲۸ اگست

... خواتین کے لئے پروگرام

... کا جنگ آزادی میں حصہ
بات چیت۔ تحریر: اشرا نثار — سہ پہر ۰۰ — ۴ — ۱۸ اگست
"دانتوں کی حفاظت" ... اور ... ڈاکٹر ایم ...
بعث سے انٹرویو — سہ پہر — ۴ — ۲۵ اگست

عید الضحیٰ کے سلسلے میں خصوصی پروگرام ۲۰ اگست

عید روف — صبح ۱۵ — ۷، دوپہر ۰۰ — ۱۲
"نازنیوہ پرتو دلو" عید گیتوں پر مبنی پروگرام
از: انیس ہمدانی — صبح ۳۰ — ۹
غنائیہ: تحریر محی الدین گوہر — رات ۳۰ — ۹





اوپر (دائیں سے) سلکھشنا پنڈت، این دتہ اور
گوری شنکر آکاشوانی بمبئی اے، سے نشریہ کے
لیے اشک جالندھری کا ایک گیت ریکارڈ کراتے ہوئے۔



(اوپر بائیں) رینا گنگولی (کلاسیکی گائیکہ) کے ساتھ
برج بھوشن ساہنی کا ایک انٹرویو دوردرشن بھارتی
کے سنگیت سریتا پروگرام میں نشر ہوا۔

(بائیں) خاندانی منصوبہ بندی کی اہمیت کے موضوع
پر آکاشوانی بیکانیر کے ایک پروگرام میں محو گفتگو
(دائیں) شرافت یار خاں آر این مجیٹھیا ہیلتھ سکریٹری
راجستھان گورنمنٹ اور ایل ایس باجپئی ۔



'سحر' کے عنوان سے
عین راشد کے تحریر و پیش کردہ
اردو فیچر کے شرکار
(دائیں) شہناز قیصر، عین راشد
ستیادتہ گپتا، ساجدہ رحمٰن
انیس رفیع اور
پریتم کھنہ ۔
یہ فیچر آکاشوانی کلکتہ سے نشر ہوا۔



آکاشوانی رامپور سے
'وہیں ملیں گے' عنوان کے تحت نشر
ناٹک کی صدابندی کا ایک منظر
(دائیں سے) رام کمار سکسینہ
کالی پرساد کالی، غلام حقانی راجہ
انوبھا شرما، راشد پرویز
سدھا جین، بلبیر پاٹھک
مینا کپور اور
پردیپ شرما ۔



"ہمارا اگلا قدم — اکیسویں صدی"
کے زیر عنوان
آکاشوانی پٹنہ کے
اردو پروگرام میں
نشر مذاکرے کے شرکا ۔
(بائیں)
عقیل حیدر (ایم ایل اے)
شمیم فاروقی (میزبان)
طارق انور (ممبر پارلیمنٹ)
اور
سرفراز احمد (ممبر پارلیمنٹ)



آکاشوانی نئی دہلی میں
وزیر اطلاعات و نشریات
شری وی این گاڈگل
کی آمد کے
موقع پر
لی گئی تصویر ہیں :
(دائیں سے)
کے کے نیر (ڈی جی)
شری گاڈگل اور
شریمتی گاڈگل ۔

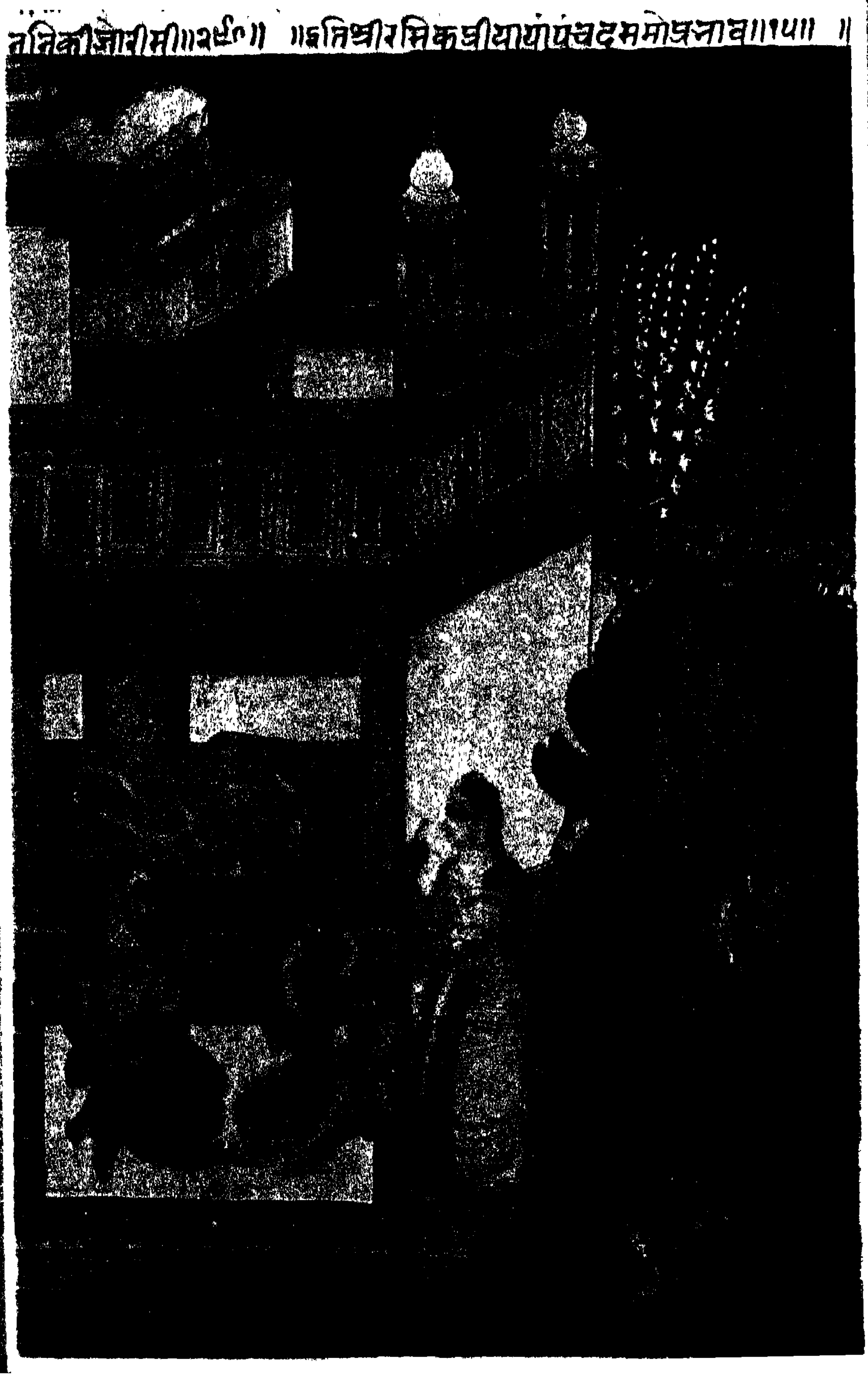


آکاشوانی بمبئی کی یو وانی سروس کے کورل گروپ کی جانب سے مدعو سامعین کے رو برو پیش کردہ ہلکی موسیقی کی محفل کے دوران مہمان خصوصی پنڈت جسراج ، جواں سال فنکاروں کے درمیان ۔



منصور عثمانی —
جن کا کلام گزشتہ دنوں
آکاشوانی رامپور کے
اردو پروگرام میں نشر ہوا ۔

Published by the Director General All India Radio at the Office of the Chief Editor Akashvani Group of Journals PTI Building II floor Sansad Marg New Delhi-110001 Printed by the Manager, Govt of India Photo Litho Press, Faridabad



تابش حیدری

رہبرِ منزل راہ غم مل گئے
مل گئے ان کے نقش قدم مل گئے

میں تیری جستجو میں چلا تھا مگر
راہ میں مجھ کو دیر و حرم مل گئے

کھل گیا شیخ صاحب کا سارا بھرم
آج پیتے ہوئے محترم مل گئے

مسکرانے لگے خیریت پوچھ لی
اتفاقاً اگر ان کو ہم مل گئے

اپنی قسمت پہ شبنم مجھے ناز ہے
ان کے بخشے ہوئے مجھ کو غم مل گئے

نظر کو ذوقِ تماشا جو ساز گار آئے
خزاں رسیدہ چمن میں بھی اک بہار آئے

ہمیں یہ لالہ و گل تو فریب کیا دیتے
مگر وہ خود جو پسِ پردہ بہار آئے

کبھی تو آئے گا اس زندگی میں بھی اے دوست
وہ انقلاب جو انساں کو ساز گار آئے

نظر میں دید کی طاقت نہ ہو تو کیا کیجے
نظر کے سامنے جلوے تو لاکھ بار آئے

جو ان کی بزم میں گزری بتائیں کیا تابش
نہ ہوشیار گئے تھے نہ ہوشیار آئے

جوشِ وحشت تجھے کرنا ہے ابھی کام بہت
سنگ جب ہاتھ نہیں ہے جلوۂ اصنام بہت

ہائے وہ زلف کے سائے میں دمکتے رخسار
یاد آتا ہے ترا حسنِ سرِ شام بہت

دیکھ ہر گام کو شائستہ منزل کر لے
ورنہ اس راہ میں ہیں کشتہ انجام بہت

ہم سے پوچھے کوئی دنیا کا خلوص و ایثار
دانے کی آڑ میں دیکھے ہیں یہاں دام بہت

کچھ توجہ تو ادھر بھی مری نظروں کے فراز
منتظر جلوے ہیں مدت سے لبِ بام بہت

جادۂ شوق میں ہر گام پہ ہشیار اعجاز
دشمنِ اہلِ وفا ہے روشنی عام بہت

آئینے کربِ عکسِ نظر تک جواں رہے
اب قحطِ چہرگی ہے سکندر کہاں رہے

اتنا جلا ہوں اپنے ہی اندر تمام عمر
میری صدا کا دیکھئے کب تک دھواں رہے

لکھا ہوا ہے راہ کے ہر ایک موڑ پر
جو کارواں بنائے وہ بے کارواں رہے

میں اشتہار دفترِ شہرت تھا اس لیے
قاتل کی آستیں پہ لہو کے نشاں رہے

نقشہ بنا ہوا ہے پڑوسی کے ذہن میں
میں فکر مند ہوں مرا کچا مکاں رہے

آؤ حصارِ لفظ و معانی کو توڑ دیں
ایسا نہ ہو کہ قیدِ لغت میں زباں رہے

جھکی جھکی گردن بہتر ہے مت سینے کو تان میاں
مالک کو ناراض کرے گی تیری جھوٹی شان میاں

زرداروں کی دعوت کھا کے بہکے گا ایمان میاں
کھا کر دیکھو دل خوش ہوگا مفلس کا اک پان میاں

پیاس لگی ہے کیوں آئے تھے آ ہی گئے تو ضبط کرو
بے سایہ ہے ریتیلا ہے خدمت کا میدان میاں

پھول اگر پیارے ہیں تم کو کانٹوں سے بھی پیار کرو
محسن کی گالی کو سمجھو کلیوں کی مسکان میاں

ایک بھلے انساں نے مجھ سے کیسی اچھی بات کہی
پہلے جیسا انساں بن جا میرا کہا مان میاں

اپنے بزرگوں کے سائے کو جس نے غنیمت سمجھا ہے
ٹھنڈک ہی ٹھنڈک دیتا ہے اس گھر کا دالان میاں

گالی کھا کر چپ ہو جانا سنت ہے پیغمبر کی
صبر کرو مت بدلہ لینا سمجھے کچھ فرقان میاں

ترا پلکیں اٹھا کر دیکھنا اور میرا مر جانا
کھلتے ہی پلک وہ میری ہستی کا سنور جانا

نظر اٹھی جو آہٹ پر بس خوشبو ہی خوشبو تھی
ہوا کے تیز جھونکے کی طرح تیرا گزر جانا

کہاں پر مات کھائی گردشِ ایام کے ہاتھوں
وہ منزل کا قریب آنا وہ میرے پاؤں بھر جانا

مہکتا جا رہا تھا اس کا دامن سرخ پھولوں سے
ہمارے آنسوؤں کو اس نے کب خونِ جگر جانا

ہماری زندگی کیا ہے چلو اک جان ہے دیدیں
گوارہ کس سے ہوگا تیرے چہرے کا اتر جانا

جنوں کی کون سی منزل ہے اے نجمی ذرا بولو
کبھی پاسِ ادب رکھنا کبھی حد سے گزر جانا

وہ روٹھ جانا اُن کا بات بات میں
گلاب کھل اٹھے تعلقات میں

خود اپنا عزم ہی رفیقِ راہ تھا
کوئی نہ کام آیا مشکلات میں

سُلگ اٹھیں ہیں خواب خواب حسرتیں
یہ کون یاد آیا بھیگی رات میں

دھنک کے ساتوں رنگ دسترس میں ہیں
یہ کس نے حسن بھر دیا حیات میں

نہ جانے آج کیسی چاند رات ہو
کھلی ہوئی ہے دھوپ کائنات میں

وہ شخص امیرِ شہر کا مشیر تھا
تو پھر تھا کس کا ہاتھ حادثات میں

پھر اس پہ پہلا سنگ کون مارتا
تھے کھوئے سب ہی اپنی اپنی ذات میں

دنیا کے ہر امیر کی چادر سفید ہے
یعنی سیاہ رات کا منظر سفید ہے

بے شک اندھیری رات سی کالی ہے یہ سڑک
لیکن ہر ایک میل کا پتھر سفید ہے

آمد نے اس کی گھر کے سبھی عیب ڈھک لیے
ہر شے سہمی سہمی سی ہے بستر سفید ہے

آنکھوں کو اور رنگ جچا ہی نہیں کوئی
سادہ ورق کی طرح مرا گھر سفید ہے

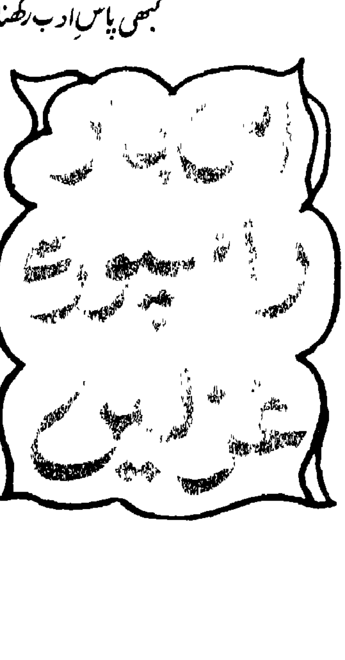
ہے اک سیاہ موت شکاری کے ہاتھ میں
مینار پر مقیم کبوتر سفید ہے

کیوں قہقہہ بہ لب ہو مرے اشک دیکھ کر
سمجھا تمہارا خون سراسر سفید ہے

غم اور خوشی کو کس نے معمہ بنا دیا
تاریخ ہے سیاہ کلنڈر سفید ہے

تہذیب یافتہ ہوں نفاست پسند ہوں
جب تک مری قمیض کا کالر سفید ہے

شاید جہادِ شوق میں شامل نہیں ہو تم
اختر تمہارے ہاتھ کا خنجر سفید ہے



آل انڈیا ریڈیو کے پروگرام

چیف ایڈیٹر وجے بہادر سنہا

ادارت
سراج احمد
ہرمہندر سنگھ وج

ٹیلی فون ۳۸۲۲۴۹
۳۸۲۲۵۴

تار کا پتہ LISTENER

نئی دہلی | یکم ستمبر ۱۹۸۵ء | بتاریخ | ۱۰ بھادوں ۱۹۰۷ شاکا | جلد ۵۰ | شمارہ ۱۷

اس شمارے میں

غزلیات

قیمت

فی کاپی — ایک روپیہ
سالانہ — ۲۲ روپے
دو سال — ۴۲ روپے
(اندرون ملک ڈاک خرچ بذمہ ادارہ)

سرمایہ کی تقسیم کاری

محمد مزمل

سبھی اقتصادی نظام دو مسئلوں کے گرد گھومتے ہیں۔ اوّل پیداوار اور دوسرا تقسیم۔ ہماری قومی معیشت کی ایک نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ پیداوار میں اضافہ کے ساتھ ساتھ اقتصادی نابرابری بڑھتی جا رہی ہے۔ ایک طرف جہاں سماج کا دولت مند اور سرمایہ دار طبقہ عیش و عشرت کی زندگی گزار رہا ہے وہیں دوسری جانب ملک میں غریبی اور مفلسی اس حد تک پائی جاتی ہے کہ کروڑوں لوگوں کو کھانے کے لیے سوکھی روٹی، بدن ڈھکنے کے لیے کپڑا اور رہنے کے لیے ایک جھونپڑی بھی میسر نہیں ہے۔ سرمایہ داروں کے پاس اربوں روپیہ کی دولت جمع ہے، جبکہ عوام کے پاس سرمایہ کے نام پر کچھ بھی نہیں ہے۔ غور طلب بات یہ ہے کہ اقتصادی اور معاشی ترقی کے ساتھ ساتھ سماجی اور اقتصادی نابرابری بجائے کم ہونے کے بڑھتی جا رہی ہے۔ دولت مند طبقہ اور زیادہ دھنی اور غریب طبقہ نسبتاً غریب ہوتا جا رہا ہے۔ منصوبہ بند ترقی کے ۳۴ برس گزر جانے کے بعد بھی ملک کے اندر دولت اور سرمایہ کی تقسیم بہت ناہموار ہے۔ اس کا اندازہ آپ اس بات سے لگا سکتے ہیں کہ ملک کی آبادی کے اوپر کے ۵ فیصد لوگ ۳۸ فیصد سرمایہ پر قابض ہیں۔ جبکہ نیچے کے ۲۰ فیصد لوگوں کے پاس ۵ فیصد سے بھی کم سرمایہ ہے۔ یعنی اس وقت ملک کے اندر جتنا سرمایہ (صرف دولت) موجود ہے اس کا ایک تہائی سے زیادہ حصہ صرف چند لوگوں کے پاس جمع ہے۔ ہم نے معاشی ترقی کے لیے سماجیت کا راستہ اپنایا تھا لیکن حقیقتاً ہم سرمایہ داری بلکہ گھور سرمایہ داری کی طرف بڑھتے جا رہے ہیں۔ اس کا سب سے بڑا نتیجہ یہ برآمد ہوا ہے کہ سماج میں اقتصادی نابرابری بڑھتی جا رہی ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ اقتصادی نابرابری جس نے سرمایہ کی تقسیم کا مسئلہ ابھارا ہے کیسے پیدا ہوئی۔ تمام ممالک کی اقتصادی اور معاشی ترقی کی تاریخ پر نظر ڈالنے سے پتہ چلتا ہے کہ اقتصادی نابرابری، امیری اور غریبی کی شروعات اتنی ہی پرانی ہے جتنی پرانی خود انسان کی تاریخ۔ اقتصادی نابرابری کے وجود اور اس کے مسلسل قائم رہنے بلکہ مزید ناہموار ہونے کے لیے جو وجوہات ذمہ دار رہیں، ان میں سب سے اہم یہ ہے کہ شروع شروع میں جن لوگوں نے زمین جائداد پر کسی طرح قبضہ حاصل کر لیا ہوگا ان کی نسلیں سرمایہ دار بنتی گئیں، دنوں دن اور مضبوط ہوتی گئیں۔ اور وہ لوگ جو دولت جائداد سمیٹنے میں پیچھے رہ گئے ان کے بچے در بدر اور مفلس و کمزور ہوتے گئے اس طرح یہ غریب طبقہ سرمایہ داروں کے زیر اثر آ گیا۔ اب ہوا یہ کہ سرمایہ دار طبقہ ان غریبوں

عوام کو اپنے یہاں کام پر لگا کر ان کی محنت کی اجرت کم دے کر ان سے اپنا فائدہ اور نفع نکالنے لگا۔ اس طرح سماج میں کچھ لوگ سرمایہ دار اور مل مالک بن گئے اور زیادہ لوگ ان کے کارخانے میں کام کرنے والے محنت کش ملازم، کچھ لوگ زمیندار بن گئے اور زیادہ لوگ چھوٹے کسان اور کھیتیہر مزدور۔ کہنے میں تو یہ بات چند الفاظ میں سمٹ گئی لیکن حقیقتاً ایسا ہونے میں صدیاں گزر گئیں یا یوں کہئے کہ پوری اقتصادی تاریخ کا نچوڑ یہی ہے۔

اسی طرح دولت اور آمدنی میں نابرابری کی سب سے خاص وجوہات سرمایہ کی ناہموار تقسیم اور نامعقول وراثتی قوانین رہے ہیں۔ کسی شخص کی آمدنی اس بات پر منحصر ہوتی ہے کہ اس کے پاس سرمایہ کا اسٹاک کتنا ہے۔ جن لوگوں کے پاس سرمایہ زیادہ ہے وہ زیادہ آمدنی حاصل کرتے ہیں اور جن لوگوں کے پاس سرمایہ کم ہے یا بالکل نہیں ہے وہ لوگ پیسہ کمانے میں پیچھے رہ جاتے ہیں۔ یہاں پر میں آپ کی توجہ ایک اور بات پر لانا چاہونگا وہ یہ کہ سرمایہ سے ہماری مراد صرف مادی سرمایہ سے ہی نہیں ہے مثلاً زمین، مکان، کارخانہ، روپیہ پیسہ، سونا چاندی وغیرہ۔ سرمایہ میں ہم انسانی پونجی یا جسمانی سرمایہ بھی شامل کرتے ہیں۔ جس طرح زمین سے پیداوار حاصل ہوتی ہے، مکان سے کرایہ حاصل ہوتا ہے، فیکٹری سے منافع اور روپیہ پر سود ملتا ہے۔ اسی طرح انسان کا جسم بھی اسے آمدنی فراہم کرتا ہے۔ اس طرح یہ واضح ہو گیا کہ آمدنی حاصل کرنے میں مادی پونجی کی ہی طرح انسانی پونجی بھی کام آتی ہے تحقیقات سے پتہ چلا ہے اور یہ بات عام مشاہدے میں بھی ہے کہ انسان کا جسم اسی قدر آمدنی حاصل کرنے میں کامیاب ہو سکتا ہے جس قدر اس میں خوبیاں پیدا کرنے کے لیے معاشی سرمایہ لگا ہو۔ انسان کی صحت تعلیم اور خصوصی ٹریننگ میں دولت صرف ہوتی ہے اور ان میں جس قدر زیادہ دولت لگائی جائے گی اسی قدر انسان زیادہ پیسہ کمانے کے قابل بن سکے گا۔ یہاں پر انسان کی خداداد صلاحیت کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا ہے۔ مگر اس میں بھی نکھار لانے کے لیے دولت کی ضرورت ہوتی ہے۔ ایسا ظاہر ہے کہ اسی انسان کا جسم اس کے لیے بہتر سرمایہ ہو سکتا ہے جس کے بنانے سنوارنے میں کافی دولت لگی ہو۔

اس لیے دولت مند طبقے کے بچے ترقی کر جاتے ہیں جبکہ غریب عوام کی نسلیں پستی اور پسماندگی میں پڑی رہتی ہیں ان کی اس مجبوری سے سرمایہ دار ناجائز فائدہ وصول کرتے ہیں۔

تو آخر جب دھن دولت اور سرمایہ کا اسٹاک اتنا اہم ہے تو اس کی تقسیم کا مسئلہ بھی اتنا ہی اہم اور پیچیدہ ہوگا آئیے دیکھیں کہ ہماری سرکار نے اس جانب کیا کوشش کی ہے اور اس کے نتائج کہاں تک برآمد ہوئے ہیں۔

ہندوستان میں آزادی ملنے کے بعد جب آئین نافذ ہوا تو اسی میں یہ بات شامل کی گئی کہ ملک مستقبل میں سماجی معاشی ترقی کے راستے پر گامزن ہوگا۔ عوام کی اقتصادی حالت کو بہتر کرنے کی بات کہی گئی اور اس کے بعد سرکار نے ایسے کئی اقدامات اٹھائے جن کا مقصد ملک میں سرمایہ کی تقسیم میں مساوات اور برابری قائم کرنا تھا چنانچہ سب سے پہلے دیہی علاقوں میں اقتصادی اور سماجی مساوات حاصل کرنے کی غرض سے زمینداری نظام ختم کیا گیا، چھوٹے اور غریب کسانوں کو جو زمین داروں کی زمین پر کاشت کرتے تھے انھیں زمین کی ملکیت سونپی گئی اور اس کے بعد زمین کی آراضی پر سیلنگ لگا کر اس کی حد متعین کی گئی تاکہ کسی ایک آدمی کے پاس زیادہ زمین نہ رہ سکے اور بقیہ زمین جو ان سے حاصل کی گئی ان لوگوں میں تقسیم کی جا رہی ہے۔ جن کے پاس یا تو بالکل زمین نہیں ہے یا پھر بہت کم۔ کہنے اور سننے میں تو یہ اقدامات ایسے ہیں کہ ان سے دیہی علاقوں میں سرمایہ کی تقسیم کی نابرابری بالکل ختم ہو جانی چاہیئے اور ایک مساوی نظام قائم ہو جانا چاہیئے، مگر حقیقتاً ایسا ہوا نہیں۔

چونکہ دیہی علاقوں میں آمدنی اور دولت حاصل کرنے کا بڑا ذریعہ زمین ہے اس لئے اس پر زیادہ توجہ دی گئی۔ اس کی بہت مخالفت بھی ہوئی زمینداروں کی طرف سے۔ کئی دقتیں پیش آئیں، مختصراً یہ کہ سرکار کی کئی پالیسیوں کے باوجود ابھی بھی ہم ان مقاصد کو حاصل کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکے ہیں، جن کو سامنے رکھ کر زمینداری کا نظام ختم کیا تھا۔ لیکن یہ بات ضرور ہے کہ زرعی اور دیہی علاقوں میں اقتصادی برابری اتنی ناہموار نہیں ہے جتنی کہ غیر زرعی علاقوں میں ہے۔

آئیے اب صنعتی زمرے اور شہری علاقے میں سرمایہ کی تقسیم کے مسئلے پر نظر ڈالیں۔ ۱۹۵۶ء میں ہی سرکار نے پارلیمنٹ میں یہ اعلان کیا تھا کہ ملک میں صنعتی ترقی کی باگ ڈور کچھ ہی ہاتھوں میں مرکوز نہیں ہونے دی جائے گی۔ بڑے بڑے سرمایہ داروں اور پونجی پتیوں پر روک لگانے کی بات کی گئی اور معمولی، چھوٹی صنعت کاروں کو فروغ دینے کا وعدہ کیا گیا جس سے صنعتی زمرے میں اقتصادی مساوات قائم کیا جا سکے سرکاری زمرے کو زیادہ مضبوط کرنے کا اعلان کیا گیا جس سے صنعتی ترقی کے فوائد عوام تک پہنچ سکیں۔ بڑے بڑے سرمایہ داروں اور صنعتی گھرانوں پر سرمایہ کی مزید جمع پر روک لگانے کی غرض سے کئی قوانین بنائے گئے۔ شہری زمین حدبندی قانون نافذ کیا گیا مگر کل ملا کر ابھی بھی ملک کے صنعتی اور شہری علاقوں میں نجی سرمایہ داروں کی گرفت کافی مضبوط ہے۔ اس کا اندازہ آپ اس بات سے لگا سکتے ہیں کہ بڑی سے بڑی مشینوں سے لے کر روزمرہ کے استعمال کی چھوٹی سی چھوٹی اشیاء کی ۴۰ سے ۶۰ فیصد پیداوار صرف چند بڑے صنعتی گھرانوں کے ہاتھوں میں مرکوز ہے۔

دوسری طرف شہروں کا وہ پسماندہ طبقہ ہے جو دن کی دھوپ میں محنت مزدوری کر کے روٹی تلاش کرتا ہے اور رات کھلے آسمان کے نیچے فٹ پاتھ پر گزار دیتا ہے اس طرح شہروں میں امیر اور غریب کا درمیانی فرق دیہی علاقوں کے مقابلہ کہیں زیادہ ہے۔

[illegible] ٹیکس لگا کر سرمایہ کی تقسیم [illegible] کی کوشش کرتی ہے۔ [illegible] دولت [illegible] ٹیکس لگا کر سرمایہ دار [illegible] سے پیسے وصول کرے [illegible] کا فائدہ سماج کے کمزور طبقے کے لوگوں [illegible] آپ کو یہ جان کر تعجب ہوگا کہ ان ٹیکسوں سے جو مالداروں پر لگائے جاتے ہیں، سرکار کی کل ٹیکس آمدنی کا صرف ۲۵ فی صد حاصل ہوتا ہے۔ باقی ۷۵ فیصد آمدنی ان ٹیکسوں سے حاصل ہوتی ہے جو روزمرہ استعمال ہونے والی اشیاء پر لگائے جاتے ہیں اور جن کی ادائیگی عوام کو کرنی پڑتی ہے۔ اس طرح ہمارا ٹیکس کا نظام بھی معاشی برابری لانے کے بجائے اسے مزید ناہموار کرتا ہے۔ بڑے بڑے سرمایہ دار ٹیکس کی چوری کرتے ہیں اور پوری رقم ادا نہیں کرتے اس طرح ان کے سرمایہ میں کوئی کمی نہیں آتی۔

آخر میں یہ عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ ملک میں سرمایہ کی مساوی تقسیم کے لیے جو قوانین و ضوابط بنے ہوتے ہیں وہ کم نہیں ہیں۔ کمی ہے تو صرف ایمانداری کے ساتھ ان کی مکمل عمل درآمد میں —

سرمایہ کی مساوی تقسیم اور اقتصادی برابری نہ صرف غریب عوام کے مفاد میں ہے بلکہ خود سرمایہ داروں کی اپنی بقا کے لیے ضروری ہے۔

(آکاشوانی لکھنؤ سے نشر)

محمد مزمل
اکنامکس ڈپارٹمنٹ
لکھنؤ یونیورسٹی — لکھنؤ

قاضی سلیم

سب ہی خاکے ادھورے پڑے ہیں
بہت کچھ ابھی کاٹنا چھانٹنا ہے
جمانا جُڑانا ہے
ترتیب دینا ہے
اوزار آلات بکھرے پڑے ہیں
ذرا دیر ٹھہرو کہ شاید کوئی بات بن جائے
کوئی کام ایسا جو کچھ کام آئے
آنے والوں کی سانسوں میں دو چار سانسیں ہماری بھی شامل رہیں
اور ہم کچھ قدم
بے سانس بھی چل سکیں
پھر تو ہم خود کہیں گے
چلو ہم کو رستہ دکھاؤ
کہ ہم ساتھ چلتے ہیں
سب کچھ یہیں چھوڑ دیں گے
جیسے بچے کھلونوں کے انبار بکھرے ہوئے چھوڑ کر
نیند میں ڈوب جاتے ہیں
سب کچھ یہیں چھوڑ دیں گے
سب کچھ یہیں چھوڑ دیں گے

(رامپور سے نشر)

اردو کے مزاح نگار

کنہیا لال کپور

نصیر احمد (علیگ) مرادآبادی

طنز و مزاح کسی زبان کا وہ سرمایہ ہے جو لسانی طور پر ترقی کے لیے بنیادی حیثیت رکھتا ہے بلکہ اہل زبان کے تدریجی ذہنی ارتقا کو سمجھنے میں بھی معاون و مددگار ہوتا ہے۔ ادبی ظرافت اور لطیف احساس مزاح ہی کسی قوم کا معیار ادب ہے۔ بلاشبہ مزاح کا وجود تہذیب کے لوازمات میں سے ہے۔ طنز و مزاح کے اجزاء انسانی طرز حیات پر نقد و بصر کا حکم رکھتے ہیں اور ان کے ذریعہ ایک ادیب اپنے ماحول کی بے راہ روی، بے اعتدالی، اور افراط و تفریط پر محتسبانہ نظر ڈالتا ہے۔ جہاں تک خالص تنقید کا تعلق ہے وہ اپنے سنجیدہ اور خشک عناصر کی وجہ سے ایک مخالف ردعمل کو بھی رو بعمل لا سکتی ہے لیکن طنزیہ و مزاحیہ ادب اپنے ریشمیت اور نشتریت کے ایک خوشگوار اور من بھاتے امتزاج کے باعث قابل برداشت ہوتا ہے اور کسی ناگوار ردعمل کو بھی سرزد نہیں ہونے دیتا۔

دنیا کی دوسری ترقی یافتہ زبانوں کی طرح اردو زبان بھی طنزیہ و مزاحیہ ادب سے تہی دامن نہیں اگرچہ اس کی عمر کم ہے اور اس کے عناصر طنز و مزاح کی عمر تو اور بھی کم۔ لیکن اپنی خصوصیات کے باعث اس نے وہ مقام اعلیٰ پا لیا جس کا پانا اس کی بیشتر ہم سن زبانوں کے لیے قابل رشک ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ ایک مزاح نگار قوم کا معمار ہوتا ہے، جو اپنے مضامین کے ذریعہ قوم کی سماجی اور معاشرتی زندگی میں ایک پرسکون انقلاب لاتا ہے۔ اردو زبان کے ہر دور میں مزاح نگاروں کی بڑی حد تک کمی رہی ہے پھر بھی سرزمین ہند میں کچھ ایسے بلند پایہ مزاح نگار ادیب پیدا ہوئے جن کی بیش بہا خدمات کے طفیل ہندوستان کی سماجی اور معاشرتی زندگی میں نمایاں اصلاح و ترقی ہوئی جن پر اردو ادب کو بجا طور پر فخر ہے۔

قدیم ادوار سے قطع نظر اردو ادب کی پچھلی چار دہائیوں میں فن مزاح نگاری کو بام عروج پر پہنچانے میں مرزا فرحت اللہ بیگ، پروفیسر رشید احمد صدیقی، مرزا عظیم بیگ چغتائی، سندباد جہازی، شوکت تھانوی، ملا رموزی، احمد شاہ پطرس بخاری، مرزا عصمت اللہ بیگ، کرشن چندر، اور کنہیا لعل کپور نے نمایاں حصہ لیا۔

کنہیا لعل کپور ۲۷ جون ۱۹۱۰ء کو ضلع لائل پور کے ایک گمنام گاؤں میں پیدا ہوئے۔ انھوں نے انگریزی زبان میں گورنمنٹ کالج لاہور سے ایم اے کی ڈگری حاصل کی اور دوران تعلیم سید احمد شاہ پطرس بخاری کے شاگرد ہونے کی سعادت بھی ان کو ملی کیونکہ پطرس صاحب انگریزی کے پروفیسر تھے تعلیم کے بعد کنہیا لعل کپور نے درس و تدریس کا پیشہ اپنایا اور لکچرار کے عہدے سے ملازمت شروع کر کے موگہ گورنمنٹ کالج کے پرنسپل کی حیثیت پر سبکدوش ہوئے۔

کنہیا لعل کپور کرشن چندر کے ہم عصر تھے اور اردو میں موجودہ صدی کے وسط سے پہلے ترقی پسند ادب کی جو تحریک چلی تھی اس میں یہ دونوں ادیب اپنے اپنے رنگ میں صف اول کے لکھنے والے تسلیم کر لیے گئے تھے۔

درس و تدریس تو کنہیا لعل کپور کا پیشہ ورانہ شغل تھا اس لیے لازمی طور پر ان کی نگارشات میں اصلاحی پہلوؤں کو اُجاگر کرنے کا شعور پایا جاتا ہے۔ طنز ان کے نزدیک ایک قسم کی شگفتہ تنقید ہے اور طنز نگاری ایک مقدس عمل۔ ادب میں وہ افادیت کے وہ قائل ہیں لیکن کسی کی دل آزاری یا دل شکنی ان کو منظور نہیں۔ البتہ ماحول کی ریاکاریوں کو بے نقاب کرنا وہ اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ ان کی نگارشات میں حد درجہ اختصار ہے جو اچھے طنز کا جزو لازم ہے۔ الفاظ کی موزونیت کے لحاظ سے ان کے مضامین میں ایک قسم کی شادابی، سرسبزی اور ایک طرح کا بانکپن اور جاذبیت ہے جس کا مسخرہ پن سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ ان کا طنز تعمیری ہے تخریبی نہیں۔

کنہیا لعل کپور کو اردو ادب میں شہرت ان کی پہلی تصنیف 'سنگ و خشت' سے ملی جو ۱۹۴۲ء میں منظر عام پر آئی۔ اس کتاب میں ایک مضمون ہے جس کا عنوان ہے۔" غالب جدید شعراء کی ایک مجلس میں"۔ اس مضمون میں ادب عالیہ کی اقدار کو جس طرح ترقی پسند شعراء نے ناقابل التفات اور قابل استہزاء بنا دیا تھا۔ کپور نے اس پر نشاط انگیز اور روح پرور انداز میں طنز کیا جس کو پڑھ کر اردو پڑھنے والے چونک پڑے اور ایک تہلکہ مچ گیا۔

کپور کا طنز صرف طنز ہی نہیں تنقید بھی ہے جو ہماری ذہنی، تہذیبی، تمدنی، سماجی اور اقتصادی زندگی کے علاوہ ادب پر بھی وارد ہے۔ ان کے طنز کا دائرہ خاص طور پر وسیع ہے جو زندگی اور سماج کی بہت سی غیر ہمواریوں پر محیط ہے۔

'سنگ و خشت' کی حد درجہ مقبولیت کے بعد ان کی دیگر تصانیف مثلاً شیشہ و تیشہ، چنگ و رباب، نوک نشتر، بال و پر، نرم گرم، گرد کارواں وغیرہ یکے بعد دیگرے منظر عام پر آئیں۔

ایک موقع پر طنز و مزاح کا فرق بتاتے ہوئے کنہیا لعل کپور نے کہا تھا کہ" طنز و مزاح میں وہی فرق ہے جو ایک پھول اور پتھر میں ہوتا ہے یا جو شاخ گل یا تلوار میں ہے۔ مزاح محبت اور طنز نفرت یا غصّہ کے جذبہ سے پیدا ہوتا ہے۔

کپور نے دور حاضر کو پوری طرح سمجھا۔ سماج میں پیدا ہونے والی تبدیلیاں اور ان کے اثرات کپور کے طنز و مزاح کا مرکز ہیں۔ کپور کا طنز شخصیات پر نہیں بلکہ موضوعات اور مسائل پر ہے۔ وہ انسانی فطرت اور خصوصاً ہندوستانی ذہنیت و فطرت سے بخوبی واقف ہیں۔

شاید کنہیا لعل کپور اردو کے اکیلے طنز نگار ہیں جنھوں ہندو مسلم فسادات پر کئی مضمون قلمبند کئے اور آپس کے بے بنیاد اختلافات کو اپنے زہریلے طنز کا نشانہ بنایا۔ 'قومی لباس'، 'اپنے وطن میں سب کچھ ہے پیارے'، 'شن شن ستان' اور 'خارستان' وغیرہ مضامین اس کی روشن دلیل ہیں۔ یہ بھی بلاخوف تردید کہا جا سکتا ہے کہ کنہیا لعل کپور وہ تنہا طنز نگار تھے جنھوں نے زبان اردو کو بھی اپنے مضمون کا عنوان بنایا۔ صرف اپنی کتاب 'نرم گرم' کا انتساب ہی اس نام سے نہیں کیا بلکہ 'برج بانو' جیسا لازوال مضمون بھی لکھ دیا۔ کپور کے یہ جملے عمر دوام لاتے ہیں۔

" تمہارا گھر پاکستان ہے۔ یہ غلط ہے۔ پاکستان میری فتوحات میں سے ہے۔ میرا اصلی اور قدیمی وطن ہندوستان ہے۔ میں دلّی کے قریب ایک گاؤں میں پیدا ہوئی، بچپنا جھونپڑی میں اور شباب لال قلعہ میں بسر ہوا۔ مجھے ہندوستان کے شہنشاہ نے منہ لگایا۔ ایوان عام میں مجھے سب سے اونچی مسند پر بٹھایا گیا اور جس وقت میرا ستارہ عروج پر تھا کوئی بنگالی، گجراتی اور سندھی حسینہ میرے حسن، بھڑک اور طنطنہ کی تاب نہ لا سکی۔ میں ہندوستانی ہوں اور ہندوستان میں رہوں گی۔"

کپور کا طنز صاف اور پُر کیف ہے جس میں سوقیت کا گزر نہیں۔ ان کے یہاں طنز ایک خوبی بن کر آیا ہے خامی نہیں۔ ان کے طنز و مزاح سے زیر لب تبسم یا گل بدامن مسکراہٹیں نہیں بلکہ قہقہہ پھوٹتا ہے۔ کنہیا لعل کپور کا انوکھا، نرالا، شستہ اور حسین طرز اردو کو کنہیا لعل کی دین ہے۔

رشید احمد صدیقی کے بعد اردو طنزیات و مضحکات میں کپور ہی پہلے صاحب فکر ادیب ہیں۔ وہ زندگی سے پر خلوص طور پر ملتے ہیں۔ ان کے چھوٹے چھوٹے فقروں میں وسیع معنی کو بیان کرنے کی صلاحیت نے اردو طنز و ظرافت کو اختصار اور معنویت کے راستے دکھائے ہیں اور ادب کو نئی وسعتیں عطا کی ہیں۔

کنہیا لعل کپور کے طنز و مزاح میں وسیع مشاہدہ، گہرا مطالعہ اور تجربات کی ہمہ گیری بدرجۂ اتم موجود ہے۔ ان کی نگارشات کو بجا طور پر ستم ظریفی کی اعلیٰ مثال کہا جا سکتا ہے جو خود بر داشتہ مزاج کی تعریف میں آتی ہیں۔ کپور خود اپنا مذاق اڑانا بھی جانتے ہیں۔ اپنے آپ پر طنز و مزاح کے انھوں نے وار کیے ہیں جس کی گواہی کے لیے ان کے چند مضامین بعنوان 'پیر و مرشد'، 'میری آپ بیتی' اور 'اپنی یاد میں' پیش کیے جا سکتے ہیں۔

کنہیا لعل کپور صرف نام کے کنہیا تھے۔ اُن کا اپنا بیان ہے کہ "میری زندگی سنسنی خیز واقعات سے یکسر خالی ہے"۔ بے شک! مؤثر کردار سے ہی فنکار ادب، اور سماج میں اپنا مقام بنا سکتا ہے۔ اس محاذ پر نہ پُرگوئی کام آتی ہے، نہ بسیار نویسی!

افسوس! کہ ہزارہا اوصاف کے حامل کنہیا لعل کپور کا طائر روح ۵ رمئی ۱۹۸۰ء کو قفس عنصری سے پرواز کر گیا۔ اور زندگی بھر ہنسانے والے نے بالآخر ایک جہان کو رُلا کے چھوڑا۔

(رام پور سے نشر)

نعیم احمد علیگ
معرفت آر ٹوریم، ٹو بنگلو اسٹریٹ
مراد آباد ۲۴۴۰۰۱

نور پیکر

پہلے دل سے مل [illegible] دلداری ہے
رسماً ہاتھ ملانا کیا ہے، یہ تو فقط عیاری ہے
سچ کو جھوٹ، عدو کو اپنا، مجبوراً ہم کہتے ہیں
شہر میں پل بھر جی لینا بھی ایک بڑی فنکاری ہے
وار پہ وار سہے جانا تو کام ہے ہمارا
ہاتھ عدو کے ہاتھ میں [illegible]
خون کی لذت ہم بھی [illegible]
پہلے اس نے وار کیا تھا اب کے ہماری [illegible]

(کلکتہ سے نشر)

تعلیمی اداروں میں

انسانیت کے درس کی ضرورت

علی حماد عباسی

اقبال کو اپنے زمانے میں خداوندان مکتب سے شکایت تھی کہ وہ شاہین بچوں کو [illegible] کا سبق دیتے ہیں۔ ان کی یہ شکایت [illegible] مروجہ نظام تعلیم [illegible] رد عمل کا حقیقی اور ایک سوچا سمجھا اظہار تھا کیونکہ ہمارے نظام تعلیم میں ایک ایسی صورت خرابی کی پیدا ہوگئی تھی جس سے نجات حاصل کرنا ضروری تھا۔ اقبال کی شکایت ایک احتجاج اور مستقبل کے نظام تعلیم کی سمت متعین کرنے کی ضرورت پر ایک واضح اشارہ بھی تھا۔ اقبال کو بہ حیثیت ایک مفکر اور حساس انسان، اس کا پورا یقین تھا کہ ہمارا نظام تعلیم مغرب کی تقلید اور پیروی میں غلط راہوں میں جا پڑا ہے جس کی وجہ سے انسانی اقدار کے بڑھنے پھلنے پھولنے کے بجائے ان میں ایک طرح کی کم قدری رونما ہو رہی ہے۔ تعلیم کا بنیادی مقصد انسانوں کو بہتر انسان اور انھیں معاشرے کے کارآمد افراد بننے میں مدد دینا اور انھیں علم و آگہی کے نئے امکانات سے متعارف کرانا ہے۔ لیکن ہمارا نظام تعلیم ایسا کرنے میں ناکام رہا۔

اقبال کو خداوندان مکتب سے جو شکایت تھی وہی شکایت کم و بیش آج کے بہت سے ماہرین تعلیم کو بھی ہے۔ آج کے کچھ نئے زاویۂ نظر والے مفکر موجودہ نظام تعلیم سے مایوس ہو کر

'DE-SCHOOLING SOCIETY,

SCHOOL 'S DEAD'

'Teaching as a Subver[illegible] او[illegible]

' [illegible] جیسی کتابیں لکھ کر لوگوں کی توجہ اس تعطل اور بے سمتی کی طرف مبذول کرا رہے ہیں، اور اس یقین کے ساتھ کہ ان کے تعلیم [illegible] سے [illegible]

کیے گئے تھے ختم ہوگیا۔ اس سلسلے میں گیارہویں صدی ایران کے سلجوقی سلطنت کے ایک نامور وزیر اعظم نظام الملک طوسی کے متعلق ایک روایت بیان کی جاتی ہے [illegible] کو اپنی سلطنت میں تعلیمی ادارے قائم کرنے کا بے حد شوق تھا اس نے اپنے اعلا حکام کو نیشاپور میں ایک دارالعلوم قائم کرنے کا حکم دیا۔ حکم کے مطابق دارالعلوم کی تعمیر ہوئی اور اس میں درس و تدریس کا سلسلہ بھی شروع ہوگیا۔ کئی سال گزر جانے کے بعد نظام الملک کو اس دارالعلوم کا خیال آیا اور وہ اس ادارے کے معائنے کے لیے وہاں اچانک پہنچ گیا۔ اس نے طلبا کو اپنے سامنے بلایا اور ان سے سوال کیا کہ وہ تعلیم کس لیے حاصل کر رہے ہیں۔ تقریباً سبھی طلبا نے وزیر اعظم کو بتایا کہ ان کا تعلیم حاصل کرنے کا مقصد دولت و شہرت کا حصول ہے۔ لیکن ان میں ایک طالب علم ایسا بھی [illegible] تعلیم اس لیے حاصل کر رہا ہے کہ تعلیم سے [illegible] خدمت کر سکے۔ اس پر نظام الملک نے کہا کہ اگر اس [illegible] نہ دیا ہوتا تو وہ اس دارالعلوم کو مسمار کرنے کا حکم دے دیتا۔ کہتے ہیں اس طالب علم کا نام عمر خیام تھا۔

مطلب اس کا یہ ہے کہ تعلیمی اداروں میں جس بات پر سب سے زیادہ دھیان دیا جانا چاہیے وہ ہے انسانیت کا درس جس سے طلبا میں انسان کی بہبودی، انسان اور انسان کے باہمی رشتوں کے تقدس کا احساس، انسانوں کے آلام و افکار معاشی اور اجتماعی مسائل کو آپس میں مل بیٹھ کر حل کرنے کا شعور پیدا ہو سکے۔ طلبا میں انسان کے احترام کا جذبہ پیدا کرایا جانا چاہیے جس سے ایک ایسے بین اقوامی انسان کی [illegible] تشکیل ہو سکے اور جس سے ذات پات، رنگ و نسل [illegible] پسماندہ کے سوالوں سے اوپر اٹھ کر [illegible] خاندان کے افراد بنانے کی کوئی [illegible] غربت، جہالت، عصبیت [illegible] طرح ایک بہتر خوشحال اور پر امن دنیا [illegible] کے مواقع ملے۔ یہ کام تعلیمی اداروں

اس طرح تعلیمی اداروں [illegible] پیدا [illegible]

میں انسانیت کے درس کی ضرورت کو عملی جامہ پہنا کر ہی پورا کیا جا سکتا ہے۔

لیکن سوال یہ ہے کہ طلباء کو انسانیت کا درس کس طرح دیا جائے؟ جواب میں مختصراً یہ عرض ہے کہ تعلیمی نصاب میں ایسی بنیادی تبدیلی کی جانی چاہئے جس سے طلبہ کے اندر انسان اور انسانیت کا احترام پیدا ہو اور اقبال کا یہ شعر ؎

آدمیت احترام آدمی
باخبر شد از مقام آدمی

تعلیمی اداروں میں داخل ہونے والے ہر طالب علم کا نصب العین بن جائے۔ اس کے ساتھ دنیا کے مختلف نظام حیات کا احترام بھی طلباء کو ذہن نشین کرایا جانا چاہئے۔ اس طرح مختلف نظریوں کی بنیاد پر جو نظام تعلیم تشکیل پائے گا وہ سب کیلئے قابل قبول ہوگا۔ پھر انسانی تاریخ کی ان تمام اہم شخصیات کے افکار و تعلیمات کی جانکاری بھی طلبا کو ہونی چاہئے۔ مختلف ملکوں کے سائنسدانوں، دانشوروں، فلسفیوں، ادیبوں، شاعروں اور فنکاروں کے عظیم کارناموں اور تصورات سے بھی طلبا کو آگاہی ہونی چاہئے۔ طلبا میں اخلاقی شعور پیدا کرنے کے لیے نصاب میں گنجائش ہونی چاہئے۔ جس سے طلبا دنیا میں سماجی استحصال جبر و ظلم، بے انصافی اور آفاقی مصیبتوں کے خلاف صف آرا ہو سکیں۔

یہ کام تعلیمی اداروں میں صبح کے وقت دعائیہ مجلسوں میں انسان اور انسانیت کی خدمت کے جذبے کی اہمیت پر زور دے کر کیا جا سکتا ہے۔ اس کے علاوہ ایسی درسی کتابیں نصاب تعلیم میں ہونی چاہئے جن سے طلبا میں تنگ نظری کے بجائے وسیع النظری پیدا ہو تاکہ وہ اپنے ملک کے حدود سے نکل کر دنیا کو اپنا گھر اپنا وطن سمجھیں۔ تاریخی کتابیں بھی اسی نظریے سے لکھی جانی چاہئیں جن سے طلباء میں انسانی تاریخ کا صحت مند شعور پیدا ہو۔ تعلیمی اداروں میں انسان اور انسانیت سے متعلق سیمینار اور مذاکروں کے ذریعے بھی یہ کام سرانجام پا سکتا ہے۔ لیکن یہ سب کچھ اسی وقت ممکن ہو سکتا ہے جب ہمارے نصاب تعلیم میں بنیادی تبدیلی ہو۔ فراق نے دنیا کو بدلنے کی ضرورت پر کہا تھا ؎

اگر بدل نہ دیا آدمی نے دنیا کو
تو جان لو کہ یہاں آدمی کی خیر نہیں

تعلیمی اداروں پر یہی بات پوری اترتی ہے۔

(آکاشوانی گورکھپور کے شکریہ کے ساتھ)

تصحیح : 'آواز' ۱۶ اگست ۸۵ء

'اس بار جالندھر سے غزلیں'

میں قیصر قلندر کی غزل کے مقطع کا مصرعہ ثانی تکنیکی غلطی کے سبب اشاعت سے رہ گیا ہے۔ اس کے لیے ادارہ قلندر صاحب اور قارئین سے معذرت خواہ ہے براہ کرم اس شعر کو یوں پڑھیں۔

دل کے اسرار سے واقف ہے قلندر وہ ہے
تم جو آتے ہو کہو کون سا نکتہ لے کر

ہندوستان

عرب دانشوروں کی نظر میں

ڈاکٹر محمد یونس نگرامی

ہندوستان سے عربوں کے تجارتی تعلقات اسلام سے بہت پہلے قائم ہو چکے تھے پھر بعد میں یہی تعلقات علمی، مذہبی و ثقافتی دائروں میں وسیع سے وسیع تر ہوتے چلے گئے۔ شروع میں عرب تاجر کی حیثیت سے آتے تھے اس لئے ان کا تعلق ان ہی علاقوں سے ہوا جہاں بندرگاہیں زیادہ تھیں۔ جنوبی ہند سندھ، گجرات اور بلوچستان کے علاقے خاص طور پر قابل ذکر ہیں بعض مقامات پر ان کی آبادیاں دس ہزار تک تھی جہاں ان کے مذہبی مقامات اور مسجدیں تھیں۔ مقامی آبادی سے انکے تعلقات نہایت خوشگوار تھے مقامی حکمران ان کا بڑا احترام کرتے تھے اور ان کو باعث برکت سمجھتے تھے اور بعض جگہوں پر ان کو خصوصی حقوق و مراعات حاصل تھے۔ عرب ایک تجارت پیشہ اور جہاز راں قوم تھے اس لئے ان کو ہمیشہ سے نئے ملکوں کی حالات سے دلچسپی تھی اسلام کے بعد جب ان کا علمی دور شروع ہوا تو جغرافیہ سے ان کی دلچسپی نے علمی تحقیق و تفتیش کی شکل اختیار کر لی ان میں بڑے بڑے جغرافیہ داں اور سیاح پیدا ہوئے جنھوں نے مختلف ملکوں پر بڑی اہم کتابیں لکھیں ہندوستان سے پرانے تعلقات اور قربت کی بناء قدرتاً دلچسپی زیادہ تھی چنانچہ عرب سیاحوں اور جغرافیہ دانوں نے یہاں کے حالات پر معلوماتی کتابیں لکھیں جن میں یہاں کے رسم و رواج علوم و فنون عادات و اطوار اور مذہب پر بڑا وقیع مواد جمع کر دیا۔ عربی زبان میں جغرافیہ کی سب سے پہلی کتاب جس میں ہندوستان کا کچھ حال ملتا ہے وہ ابن خردازباہ کی کتاب 'المسالک والممالک' ہے۔ نویں صدی عیسوی کے اس عرب دانشور نے اپنی کتاب میں ہندوستان کے برّی اور بحری تجارتی راستوں کی تفصیل بیان کی ہے اور یہاں کی مختلف ذاتوں کا تذکرہ کیا ہے عورتوں کی خوبصورتی کا تذکرہ کرتا ہوا لکھتا ہے کہ ہندوستان میں بیالیس مذاہب پائے جاتے ہیں۔

سلیمان تاجر بھی ایک عرب سیاح تھا اس نے اپنا سفرنامہ تیسری صدی ہجری میں ترتیب دیا تھا جس میں اس نے ہندوستانیوں کی کاریگری اور صناعی کی دل کھول کر تعریف کی ہے جہاز سازی کا خاص طور پر ذکر کیا ہے اس نے یہ بھی لکھا ہے کہ اہل ہند کی تنقیدی نظر دنیا کے معاملات پر بڑی اچھی ہے ہندوستان کے رسم و رواج کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے "یہاں مردے جلائے جاتے ہیں۔ صندل کافور زعفران اس میں ڈالتے ہیں اور اس کی راکھ ہوا میں اڑا دیتے ہیں" رسم ستی کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا۔

"یہاں یہ بھی قاعدہ ہے کہ جب راجہ مرتا ہے تو اس کے ساتھ اس کی سب رانیاں بھی جل کر ستی ہو جاتی ہیں لیکن یہ صرف خواہش پر موقوف ہے کوئی جبر نہیں ہے"

وہ یہ بھی بیان کرتا ہے کہ "یہاں سلطنت موروثی ہے ان کے ولی عہد ہوتے ہیں اسی طرح یہاں جو پیشے اور عہدے ہیں وہ بھی موروثی ہیں" شادی بیاہ کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے "لڑکا اور لڑکی والے پہلے سلام و پیام کرتے ہیں پھر تحفے تحائف بھیجتے ہیں اور جسقدر ممکن ہو دان دیتے ہیں"

"تعزیرات کے سلسلہ میں لکھا ہے "پورے ہندوستان میں بدکاری کی سزا دونوں ملزموں کا قتل ہے اسی طرح چوری کی سزا بھی قتل ہے"

آداب خورد و نوش کے سلسلہ میں اس کا بیان ہے کہ اہل ہند دوپہر کے کھانے سے پہلے نہاتے ہیں مسواک کرتے ہیں بے مسواک کیئے کھانا نہیں کھاتے ہیں۔ ابوزید حسن سیرافی خلیج فارس کا رہنے والا ہے اس کا زمانہ بھی تیسری صدی ہجری ہے اپنے سفرنامہ میں ہندوستان کی ریت و رواج کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے "یہاں بدکاری اور شراب منع ہے تناسخ کا اعتقاد اتنا پختہ ہے کہ لوگ جان دینا معمولی کام سمجھتے ہیں" اس کو سب زیادہ تعجب اس بات پر ہے کہ یہاں

دو آدمی بھی ایک ساتھ مل کر کھانا نہیں کھاتے ہیں اور نہ ہی ایک دسترخوان پر کھاتے ہیں اور اس کو بڑا عیب سمجھتے ہیں "۔ پردہ کے متعلق اس کا مشاہدہ ہے کہ "یہاں کے اکثر راجہ اپنی رانیوں کو پردہ نہیں کراتے ہیں جو بھی انکے دربار میں جائے ان کو دیکھ سکتا ہے "۔

ابن شہریار کی کتاب میں جنوبی ہند اور گجرات کے متفرق واقعات ملتے ہیں ان میں سب سے اہم واقعہ ایک ہندو راجہ کا قرآن کا ہندی میں ترجمہ کرا کر سننا ہے۔

چوتھی صدی ہجری کا مشہور مورخ، جغرافیہ نویس اور سیاح مسعودی گزرا ہے اس نے اپنی عمر کے پچیس برس سیر و سیاحت میں بسر کئے اپنی ایک مشہور کتاب کے مقدمہ میں تمام دنیا کی قوموں کی اجمالی تاریخ لکھی ہے جس میں ہندوستان بھی شامل ہے وہ لکھتا ہے "ہندوستان ایک بڑا اور وسیع ملک ہے وہ خشکی تری اور پہاڑی علاقوں پر مشتمل ہے۔ اہل ہند دانائی و تدبیر سیاست و حکمت مزاج کی درستگی میں ممتاز ہیں وہ شراب نہیں پیتے ہیں اور پینے والوں کو اچھی نظر سے نہیں دیکھتے ہیں۔ ان کے خیال میں شراب عقل کو اصل مقصد سے ہٹا کر بے شعور بنا دیتی ہے ہندوستان کے لوگ فن طب میں بہت آگے بڑھے ہوئے ہیں اور اس فن میں ان کو بڑی مہارت اور کمال حاصل ہے رسم ستی کا بھی تذکرہ کرتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ مرنے والے کی بیوی کی مرضی پر منحصر ہے۔ مسعودی نے بڑی تفصیل سے ہندوستان کے درختوں جانوروں پھل اور اناجوں کا تذکرہ کرتا ہے اور ہندوستان کی تعریف میں رطب اللسان ہے۔

چوتھی صدی ہجری کا ایک دانشور مقدسی بھی گزرا ہے اس نے اپنی کتاب میں ہندوستان کا تذکرہ اس طرح کیا ہے۔

" اہل ہند علم و فن ادب و اخلاق کے اعتبار سے ممتاز ہیں ان میں ریاضی جیوتشی، طبابت، موسیقی، رقص اور جنگی علوم کا چرچا ہے۔ ایک جگہ آب و ہوا کا تذکرہ دلفریب انداز میں کرتا ہے " ہندوستان میں سردی اور گرمی دونوں پڑتی ہیں، دریا چشمے نہریں اور کنویں ہیں۔ قسم قسم کے مویشی، جڑیاں رنگ برنگی غذائیں اور پھل وغیرہ بہت ہیں "

" اصطخری بھی چوتھی صدی ہجری کا جغرافیہ نویس اور سیاح ہے اس کی دو کتابیں 'کتاب الاقالیم' اور 'مسالک الممالیک' بہت اہم اور مشہور ہیں 'مسالک الممالیک' میں وہ ہندوستانی شہروں کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے یہاں کھجور اور گنا تو ہوتا ہے مگر انگور، سیب اور اخروٹ کی پیداوار نہیں ہے یہاں چیزیں بہت سستی ہیں پورے علاقوں میں شادابی اور خوش حالی ہے۔

بشاری مقدسی نے اپنی کتاب احسن التقاسیم فی معرفۃ الاقالیم ۳۷۵ھ میں سندھ کے بارے میں اپنا تجربہ اس طرح لکھتا ہے " سندھ ایک تجارتی ملک ہے یہاں سونا جڑی بوٹیاں، املے، معری، چاول، کیلا، کھجور کثرت سے پایا جاتا ہے۔ یہاں عدل و انصاف بھی ہے اور سیاست و دانائی بھی صنعتی اور تجارتی اعتبار سے بڑا نفع بخش اور قابل فخر ملک ہے، امن و عافیت امانت و دیانت عام ہے قنوج کے بارے میں کہتا ہے " قنوج ایک بڑی سلطنت ہے گہرے چشمے اور تالاب ہیں باغوں سے پورا شہر گھرا ہوا ہے صورتیں حسین پانی عمدہ و شیریں، شہر کشادہ، تجارتیں سودمند غرض ہر چیز عمدہ ہے۔ یہ شہر علماء اور اصحاب فن کا مرکز ہے۔

ابن ندیم کی الفہرست ہندوستان کے بارے میں نہایت قدیم اور مستند کتاب ہے " منکہ ہندی اسحاق بن سلیمان کے درباری لوگوں میں تھا اور سنسکرت سے عربی میں کتابوں کا ترجمہ کیا کرتا تھا۔ کنک نے بھی ہندی کتابوں کا عربی ترجمہ کیا ہے۔ جن میں طب کی کتابیں زیادہ ہیں" اس نے مختلف علوم و فنون کی کتابوں کا تذکرہ کیا ہے جو عربی میں منتقل کی گئی ہیں ساتھ ہی ساتھ مختلف مندروں کا حال بڑے ہی دلچسپ پیرائے میں بیان کیا ہے اور جزئی باتوں کو بھی بڑی تفصیل سے بیان کیا ہے پانچویں صدی ہجری کے مشہور عالم قاضی صاعد اندلسی اپنی 'طبقات الامم' میں ہندوستان کا تذکرہ یوں کرتے ہیں " ہندوستان حکمت و دانش اور عدل و سیاست کا سرچشمہ رہا ہے وہاں کے باشندوں کو سب سے زیادہ عقلمند اور صاحب الرائے سمجھا جاتا ہے۔ وہ ضرب الامثال عجیب لطائف و غریب نتائج والے لوگ ہیں۔ ان کا رنگ اگرچہ سیاہی مائل ہے لیکن اللہ نے انھیں سیہ فاموں کی بدکرداری بدخوئی اور بے وقوفی سے محفوظ رکھا ہے۔ ان کی عقلیں روشن اور ذہن لطیف ہیں انھیں علم ہیئت نجوم اور جملہ علوم ریاضیہ میں دستگاہ اور ید طولیٰ حاصل ہے فن طب میں وہ سب سے زیادہ ماہر اور دواؤں کی تاثیر اور قوت سے سب زیادہ واقف ہیں علم اخلاق اور تہذیب نفس کے موضوع پر ان کی کتاب 'کلیلہ دمنہ' ہم تک پہونچی ہے یہ مفید اور عمدہ مطالب پر مشتمل ہے۔

ابن ابی اصیبعہ ساتویں صدی ہجری کا مشہور طبیب گزرا ہے۔ عیون الانبا فی طبقات الاطباء جس کی دوسری جلد میں ہندوستانی اطباء کے حالات اور ان کے طبی کارناموں کا تذکرہ ملتا ہے اس کا کہنا ہے۔ ہندوستان کے وید اور طبیب اپنے فن میں بڑی مہارت اور قدرت رکھتے ہیں کنکہ ہندی دوائی کی تاثیر مخلوقات کے مزاج و طبائع موجودات کے خواص و افعال میں بھی مہارت رکھتا تھا۔ علم ہیئت ترکیب افلاک اور نجوم کی حرکتوں کا بڑا واقف کار تھا منکہ کے بارے میں اس کا خیال ہے کہ وہ طب و علاج کا ماہر صاحب رائے و تدبیر فلسفی و دانا ہندوستانی علم و فنون میں قابل اعتماد تھا۔

آٹھویں صدی کے مشہور سیاح ابن بطوطہ نے اپنے سفرنامہ میں ہندوستان کے جغرافیائی تمدن معاشرتی اور مذہبی حالات کے علاوہ یہاں کی قومی جماعتوں حیوانات نباتات کے متعلق اس قدر وضاحت اور تفصیل سے لکھا ہے کہ ہندوستان کی معاصر کتابوں میں بھی ان کا تذکرہ اس تفصیل سے نہیں ملتا ہے چونکہ اس کے مشاہدات عینی ہیں اس لئے زیادہ معتبر اور مستند ہیں۔

اسی طرح کتاب الہند کے مصنف البیرونی نے بھی ہندوستان کے بارے میں معلومات و واقفیت کا ایک بڑا ذخیرہ جمع کر دیا ہے جس سے اس زمانے کا ہندوستان تاریخ کی روشنی میں نہا جاتا ہے اور یہاں کی معاشرتی ثقافتی سیاسی زندگی کے ساتھ شہروں اور علماء و فضلاء کے حالات بھی معلوم ہوتے ہیں جن پر ان کے تبصرے بڑے جچے تلے اور بھرپور ہیں اور اس طرح سے عرب دانشوروں ادیبوں اور جغرافیہ نویسوں نے ہندستان سے اپنی محبت و شیفتگی کا بھرپور ثبوت دیا ہے۔

(آکاش وانی لکھنؤ سے نشر)

ڈاکٹر محمد یونس نگرامی
ریڈر شعبہ عربی، لکھنؤ یونیورسٹی
لکھنؤ

راجندر بہادر موج

تیری جستجو میں مرے خدا وہ نصیب کیف دوام ہے — بلا مے پئے ہی سرور ہے مجھے نشہ جام بہ جام ہے
جو ذرا سی پی کے بہک چلیں وہ پئیں بھی گر تو حرام ہے — مے حق کو پینے کے واسطے یہاں اہل ظرف کا کام ہے
کبھی دن ہے اور کبھی رات ہے کبھی صبح ہے کبھی شام ہے — نہیں اک مقام پہ یہ جہاں نہ قیام تھا نہ قیام ہے
ترے عشق ہی سے میں زندہ ہوں تیرے نام ہی کا میں بندہ ہوں — ترا عشق پھر ترا عشق ہے ترا نام پھر ترا نام ہے
نہیں فرق مجھ میں اور تجھ میں اب مجھے تری بھی طلب نہیں — رہ عشق حق کے مسافرو یہ قلندری کا مقام ہے
ترے غم نے خالق دو جہاں مجھے بخش دیں وہ مسرتیں — ترا غم ہے مقصد زندگی ترے غم سے ہی مجھے کام ہے
کہاں موج کشتی زندگی کہاں بحر عشق کی شورشیں
ہے ازل سے تا بہ ابد سفر نہ قیام ہے نہ مقام ہے

(لکھنؤ سے نشر)

شادی

ایک مساوی شراکت داری

پروفیسر اے ایس واسوانی

خاندان

نسل انسانی کا قدیم ترین ادارہ ہے اور شادی خاندان کا ناقابل تقسیم حصہ ہے۔ یہ شادی ہے جو ایسے مرد اور عورت کے درمیان تعلقات کو قائم کرتی، استحکام بخشتی اور اس میں باضابطگی پیدا کرتی ہے جو ساتھ ساتھ رہتے ہیں اور ان کو قانوناً زن و شوہر کا درجہ حاصل ہوتا ہے۔ جنس، بچے اور معاشی حالات یہ وہ عناصر ہیں جو خاندان کو ایک مضبوط اکائی بنائے رکھتے ہیں۔

خاندان کی تشکیل کے بعد پہلا مسئلہ یہ کھڑا ہوتا ہے کہ شوہر اور بیوی میں سے کس کو بالادستی حاصل ہے۔ مادری بالادستی کے سماج میں بیوی یا ماں کو مرکزی حیثیت حاصل ہوتی ہے اور پدری بالادستی والے سماج میں شوہر یا باپ غالب ہوتا ہے۔ اسکیمو، امریکی ایروکیوس اور بہت سے ایشیائی و افریقی قبائل میں عورت کے اختیارات کو چیلنج نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن دنیا میں زیادہ تر باقی سماجوں میں مرد برتر حیثیت رکھتے ہیں۔ یہاں اس بات کا ذکر دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ کم تعلیم یافتہ اور کم مالدار سماجی طبقوں کے درمیان بیوی کو جدید دور تک زیادہ اختیارات حاصل رہے۔ حالیہ دور میں سماج کے اعلیٰ طبقے نے جو اپنے آپ جدید و روشن خیال کہتے ہیں، عورتوں کو بادل نخواستہ چند ہی حقوق دیتے ہیں۔

تمدن کے ابتدائی دور میں جب انسان خانہ بدوشوں کی طرح گھومتا تھا اور اس کی زندگی کا انحصار شکار اور ماہی گیری پر تھا، وہ عورتیں جو ہر حال میں شوہر کا ساتھ دیتی تھیں ان کو مرد کے مساوی اختیارات حاصل تھا۔ لیکن بعد میں جب انسان نے ایک مقام پر رہنا، کھیتی باڑی اور مکان بنانا شروع کیا وہ دولتمند ہونے لگا مزید براں جب شوہر تنہا کماؤ بن گیا اور عورت نے کھانا پکانے بچوں کی دیکھ بھال اور پرورش کی ذمہ داری لے لی تو عورت کے اختیارات میں کمی آنا شروع ہوگئی۔ بظاہر خاندان میں عورت کی حیثیت یا مرد کی حیثیت کے تعین میں معاشی حالات نے اہم کردار ادا کیا ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ رومانس، محبت اور جنسی کشش عورت اور مرد کو شادی کے بندھن میں عام طور پر باندھتے ہیں۔

ایسا لگتا ہے کہ انسانی تہذیب کے انتہائی آغاز سے اب تک کے عرصے کے بڑے حصے میں عورت کو مرد سے کمتر درجہ حاصل رہا بلکہ اس کا استعمال کیا گیا ہے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ایسی روایات بنتی اور مضبوط ہوتی گئیں جنھوں نے لڑکی کو گھر میں تقریباً غلام بنا کر رکھ دیا۔ بنا کسی اعتراض کے اپنے شوہر کے حکم کی تعمیل اس پر لازمی تھی۔ کچھ معاشروں میں تو اپنے شوہر کی موت پر اس کی چتا میں جل مرنا عورت کے لیے قابل تحسین سمجھا جاتا تھا۔ کچھ سماجوں میں بیوہ کی شادی ممنوع تھی اور بیوہ کی شادی کو بے حیائی اور گناہ سمجھا جاتا تھا۔ لیکن شوہر کو تمام بندشوں اور پابندیوں سے آزاد رکھا گیا تھا۔ مرد کی بالادستی والے معاشرے عام ہوتے گئے۔ مرد نے خودغرضی سے کام لیا اور اس عدم توازن کی کیفیت کو اپنے حق میں زیادہ سے زیادہ ہموار کرتا گیا۔ حتیٰ کہ رام چرت مانس جیسی کتاب کا خالق جو رام کی پتنی سیتا کی مداحی کرتا ہے لیکن عورتوں کو بطور ایک طبقے کے مار پیٹ کے قابل سمجھتا ہے۔

انقلاب فرانس (۱۷۸۹ء) نے ہمیں آزادی، مساوات اور اخوت کے مشہور نعرے دیئے۔ اور عورت مرد کی مساوات اسکا ناگزیر نتیجہ ثابت ہوا۔ انسانوں کے درمیان مساوات کیسے ہو سکتی ہے۔ جب عورت اور مرد کے درمیان ہی اس کا وجود نہ ہو؟ مزید براں جدید سائنس کی تحقیقات نے بھی ثابت کر دیا عورت جسمانی یا ذہنی طور پر کسی بھی طرح مرد سے کمتر نہیں ہے۔ ان سے وہ مفروضے ٹوٹ گئے بکھر گئے جو نا معلوم کب سے انسان کے ذہن میں بسے ہوئے تھے۔ اس طرح بیسویں صدی نے زندگی کے ہر میدان میں عورت کو مرد کے شانہ بہ شانہ ابھرتے دیکھا۔ برنارڈ شا جیسے لوگ تو اسقدر متاثر ہوئے کہ انھوں نے عورت کو مرد سے برتر بتایا۔

قانون کی نظر میں یکساں

تقریباً تمام تمدن یافتہ معاشروں میں قانون کی نظر میں عورت مرد برابر ہیں۔ انھیں ووٹ ڈالنے، تعلیم اور ملازمت وغیرہ کے حقوق حاصل ہیں۔ لیکن یہ مساوات اپنے ساتھ کچھ ایسے مسائل بھی لائی ہے جو آجکل گفتگو کا گرم ترین موضوع ہیں۔ کہا جا رہا ہے کہ عورت اور مرد کی مساوات نے خاندان جیسے بندھن کو ختم کر دیا ہے اور شادی ایک کمزور اور فضول شے بن کر رہ گئی ہے۔ طلاق سے متعلق اعداد و شمار سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے کہ شوہر اور بیوی کے تعلقات اس حد تک تباہ ہو چکے ہیں کہ 'سوئیٹ ہوم' کا تصور ماضی کی بات ہو کر رہ گیا ہے۔

ذاتی طور پر اس مایوسانہ نظریے کی تائید نہیں کرسکتا کہ خاندان کا وجود ختم ہونے والا ہے۔ ہاں یہ مانتا ہوں کہ یہ سخت دباؤ کا شکار ہے۔ ہم ایسے دور میں جی رہے ہیں جہاں سیاسی، معاشی اور سماجی قدریں اس قدر تیزی سے بدل رہی ہیں کہ ان میں توازن برقرار رکھنا مشکل ہو گیا ہے۔ یہ نہایت ضروری ہے کہ شوہر اور بیوی دونوں ہی بدلے ہوئے حالات کو سمجھیں اور نہایت احتیاط و سمجھداری سے کام لیں۔ میری نظر میں شادی شدہ زندگی کے درج ذیل حقائق غور و فکر کے قابل ہیں۔

شادی ایک ایسا اشتراک ہے جس میں شوہر اور بیوی پچاس پچاس فیصد کے حصے دار ہیں۔ بالفاظ دیگر شادی دونوں میں سے کسی کو بھی برتر مقام عطا نہیں کرتی ہے۔ یہ ایک ایسا رضاکارانہ معاہدہ ہے جس میں مساوی حیثیت کے دو افراد آپسی مفاد، مسرت اور انسانی خوشحالی کے لیے ساتھ رہنے کا تہیہ کرتے ہیں۔ اگر یہ نظریہ قابل قبول ہوتا ہے تو جہیز کا تصور ہی باطل ہے جو بہت سی شادیوں میں تباہی کا سبب ہے۔ ایک مرد دولت اور قیمتی ساز و سامان کی توقع ایک عزیز لڑکی سے کیوں کرے گا؟

شوہر جو آج تک مرد کی بالادستی والے سماج میں رہا ہے اسے اپنی سوچ کو بدلنا ہوگا۔ اگر مرد اپنے باپ دادا کی فرسودہ روایات پر عمل پیرا ہوگا تو تباہی اس کا مقدر بن جائے گی۔ اسے سمجھنا ہوگا عورت مرد کی مساوات فطری امر ہے جس کا عدم استعمال پچھلے زمانے میں تباہی و بربادی کا سبب بنتا رہا ہے۔ برابری کا سلوک بیوی کا حق ہے یہ محض شوہر کی خیرات یا مہربانی نہیں ہے۔

نئی نئی ملی ہوئی آزادی کا استعمال بیوی کس قدر بیباکی سے کرے یہ کسی حد تک فطری ہے۔ انسانی انا کو کچلا جائے تو وہ اور زیادہ طاقت سے ابھرتی ہے۔ یہی بات نسوانی فطرت پر صادق آتی ہے۔

تھوڑی سوجھ بوجھ، برداشت اور چشم پوشی سے کام لے کر شوہر و بیوی خوشگوار زندگی گزار سکتے ہیں۔ موجودہ دنیا کا مسئلہ ہے کہ وہ لوگ بھی جو اپنی آزادی کے معاملے میں نہایت حساس ہوتے ہیں دوسروں کو غلام بنانے میں نہیں جھجکتے ہیں۔

کچھ مذہبی احکامات اور کچھ ادبی تخیل پردازیوں نے یہ تصور بنا دیا ہے کہ شادی کے بعد شوہر بیوی دو افراد نہیں رہتے ہیں۔ یہ سچ نہیں ہے۔ دو شادی شدہ افراد کی بھی انفرادی شخصیت باقی رہتی ہے۔ دو افراد کا اس طرح ایک ہو جانے کا تصور کہ انکی انفرادی شخصیت ختم ہو جائیں خام خیالی ہے۔ اسی طرح مزاجوں میں فرق اور کچھ حد تک نفسیاتی ٹکراؤ کا ابھرنا بھی غیر معمولی بات نہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ اس فرق اور ٹکراؤ کو ہم کچھ مناسب حدود میں باندھ کر رکھیں اور ان کو اپنی معقول غور و فکر اور سمجھداری پر حاوی نہ ہونے دیں۔

مختصراً اگر شوہر یا بیوی غلام آقا کے تعلقات قائم کرنے کی کوشش کریں گے تو اس کا نتیجہ ٹکراؤ، انتشار، لڑائی جھگڑا اور آخر میں طلاق کی صورت برآمد ہوگا۔ لیکن اگر شادی کو برابر کی شراکت سمجھا جائے تو شادی اور خاندان لازمی طور پر پھلے پھولیں گے، خوشیاں، خوشحالی، سکون ہر متعلقہ فرد کو ملے گا۔

(آکاشوانی بمبئی سے نشر)

عورت

ہندوستانی فلموں میں

سریش کوہلی

ایسی فلمیں ہمارے ملک میں اکثر و بیشتر بنتی رہی ہیں جن میں مرکزی اور نمایاں کردار عورت کا رہا ہو۔ لیکن عورت کو گھر چہار دیواری سے باہر نکلتے ہوئے اور مرد کی بالادستی والے سماج میں اپنے انفرادی مقام کو حاصل کرنے کے لئے جد و جہد کرتے ہوئے گذشتہ چند برسوں میں ہی دکھایا گیا ہے۔ اگر گہرائی سے جائزہ لیا جائے تو یہ بات کو کہ عجیب سہی لیکن معلوم ہوتا ہے کہ عورت خصوصاً بیسویں صدی میں انسانی سرگرمیوں کے کسی بھی میدان میں مرد سے پیچھے نہیں رہی ہے۔ زندگی کے مختلف میدانوں میں اپنی صلاحیتوں کا مظاہرہ کرنے والی ہندوستانی عورت کی مثالیں بے شمار مل جائیں گی۔ درحقیقت دنیا کے کسی بھی ملک کی طرح ہندوستانی عورت نے بھی ثابت کر دیا ہے کہ وہ مرد سے زیادہ طاقتور ہے کیونکہ وہ گھر سے باہر کام کرنے کے ساتھ ساتھ گھر کی اضافی ذمہ داریوں کا بوجھ بھی اٹھاتی ہے۔ پھر بھی نہ معلوم کیوں ہمارے فلم سازوں نے عورت کی نفسیات کو سمجھنے اور سمجھانے کی کوشش نہیں کی ہے۔ ہندوستانی فلموں میں عورت کی تصویر کشی یا تو دیوی کے طور پر یا پھر ویمپ کے طور پر کی ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عورت پر بنائی فلموں میں خواہ وہ شہری پس منظر میں ہی ہوں یا دیہی پس منظر میں کہانی ساس بہو کے تعلقات یا بُری عورت کی بدنصیبی کے گرد گھومتی ہے۔

لیکن گذشتہ چند سالوں میں ہندوستانی فلم سازوں میں بیداری آئی ہے کہ عورت کو محض ایک بے جان شئے سمجھنا ضروری نہیں بلکہ اس کو ایک انسان سمجھا جانا چاہئے جس میں گھریلو کام کرنے کے علاوہ بھی بہت سی صلاحیتیں موجود ہیں۔ اس میں آزادانہ طور پر سمجھنے کی صلاحیت بھی ہے اور وہ اپنی انفرادی شناخت سے بھی آگاہ ہے۔ وہ اب تنہا زندگی گذارنے کے خیال سے شرماتی نہیں ہے خاص طور پر اگر اسے مرد کی انا اور زیادتیوں کا شکار ہونا پڑ رہا ہے۔ وہ اپنے حقوق کا مطالبہ کر سکتی ہے خواہ اس کے لئے اس عدالت کا دروازہ کیوں نہ کھٹکھٹانا پڑے۔ اس طرح کی فلموں میں "مجھے انصاف چاہئے" اور "انصاف کا ترازو" کا نام لیا جا سکتا ہے۔

ونود پانڈے کی "ایک بار پھر" کو اس طرح کی فلموں کا نقطہ آغاز کہا جا سکتا ہے۔ اس فلم کو شہروں میں بہت کامیابی حاصل ہوئی۔ اس کی وجہ شاید یہ تھی کہ اس فلم میں پہلی بار ایک تعلیم یافتہ عورت کو اپنے گھمنڈی اور عیاش شوہر کو چھوڑ کر ایک نئے آدمی کا انتخاب کرتے دکھایا گیا تھا جو ایک مفاہمت پسند مرد ہوتا ہے۔ ونود پانڈے نے اس کرشمے کو "یہ نزدیکیاں" میں دوہرانے کی کوشش لیکن اس بار انہیں زیادہ کامیابی حاصل نہیں ہوئی کیوں کہ اس فلم کو زیادہ کامیاب بنانے کے لئے اس میں کمرشیل قسم کے مسالے شامل کر دیئے تھے جنہوں نے فلم کے مرکزی تھیم کو دھندلا دیا تھا۔ لیکن اس راہ میں جو فلم سنگ میل ثابت ہوئی وہ مہیش بھٹ کی "ارتھ" تھی۔ بظاہر یہ فلم ایک مرد کے ایک غیر عورت کے ساتھ تعلقات پر تھی لیکن اس فلم نے جو مقبولیت خصوصاً خواتین میں پائی اس کی وجہ اس فلم کے آخر میں جرأت مندانہ لمحات تھے۔ اپنی غلطی کا احساس ہو جانے پر جب مرد اپنی بیوی کے پاس واپس آ کر اس سے معافی کا خواستگار ہوتا ہے تو عورت اس کو حقارت سے ٹھکراتے ہوئے پوچھتی ہے وہ غلطی جو تم نے کی ہے اگر میں نے کی ہوتی تو کیا تم مجھے قبول کر لیتے، یہاں آ کر سارا معاملہ کوئی ڈرامائی صورت اختیار کئے بغیر شوہر کے جواب "نہیں" کے ساتھ ختم ہو جاتا ہے۔

اس راہ کی ایک اور سنگ میل جبار پٹیل کی مراٹھی فلم "امبرتھا" ہے جس کو "صبح" کے عنوان سے ہندی میں بھی بنایا گیا۔ اس فلم میں ایک دولتمند گھرانے کی ایک تعلیم یافتہ عورت کی کہانی پیش کی گئی ہے جس کی اکتاہٹ اس حد تک بڑھ جاتی ہے کہ وہ کسی نہ کسی طرح عورتوں کے قید خانے میں سپرنٹنڈنٹ کی نوکری حاصل کر لیتی ہے۔ فلم میں اس طرح کے قید خانوں اور اصلاح خانوں پر گہرا طنز کیا گیا ہے۔ ان حالات میں فلم کی ہیروئن اس سے پہلے کہ وہ پاگل ہو جائے اس حوالات سے نکل بھاگتی ہے۔ گھر پہنچتی ہے تو معلوم ہوتا ہے اس دوران اس کے شوہر نے ایک دوسری عورت سے تعلقات قائم کر لئے ہیں اور چاہتا ہے کہ ایک بیتی اپنے شوہر میں دوسری عورت کو بھی حصہ دار بنا لے۔ لیکن بیتی ایک نئی صبح کی تلاش میں اس گھر سے باہر نکل آتی ہے۔

شیکھر کپور کی "معصوم" میں ایک بچے کے نکتہ نظر سے عورت مرد کے تعلقات کا تجزیہ کیا گیا تھا۔ امریکی فلم MAN, WOMAN AND THE CHILD سے متاثر ہو کر بنائی گئی اس فلم کی ہیروئن ماضی میں رہے شادی کے



کل بھوشن کھربندہ اور شبانہ اعظمی ۔ فلم "ارتھ" میں

عر ایک عورت سے اپنے شوہر کے تعلّقات کو ناپسندیدگی
ی نظر سے دیکھتی ہے اور ایک غیر قانونی بچّے کی ذمّہ داری
ٹھانے کو تیار نہیں ہے۔ ماضی کی ہندوستانی عورت
کے برعکس یہ بیوی اپنے شوہر کی اس غلطی کو معاف کرنے
کے لئے تیار نہیں کیونکہ شوہر نے اس کے اعتماد کو ٹھیس
پہنچائی ہے۔

پردین بھٹ کی "بھاونا" میں عورت اپنے بچّے کے
لئے سب کچھ قربان کردیتی ہے۔ حالانکہ اس کے شوہر نے
دولت کے لئے بیوی کو چھوڑ دیا ہے۔ لیکن پھر بھی بچّے کی
ذمّہ داری نبھاتا ہے۔ وہ کال گرل بن جاتی ہے اور بچے
سے اپنی زندگی کے اس شرمناک رُخ کو پوشیدہ رکھتی ہے۔
اور اس کا نام نہاد شوہر جب اس کے بچے کی زندگی سے
کھیلنے کی کوشش کرتا ہے تو وہ اپنے شوہر کو بھی قتل کردیتی
ہے۔ اس فلم میں مرد پر اعتماد و یقین رکھنے کی عورت کی کمزوری
سے مرد کا ناجائز فائدہ اٹھانے کی ظالمانہ حرکت کو بہت زیادہ
نمایاں کیا گیا ہے۔

ایک حالیہ فلم "درگا" میں بھی مرد کی بے وفائی کی
کہانی کو دہرایا گیا ہے جو پہلے تو عورت کا استحصال کرتا ہے اور
پھر اس کو بے رحم سماج کی ٹھوکریں کھانے کے لئے باہر
دھکیل دیتا ہے۔ لیکن اس فلم کی ہیروئن سر جھکانے کو تیار
نہیں ہے۔ وہ انتقام لیتی ہے۔ وہ اس مرد کو پورے طور پر
تباہ کر دیتی ہے جس نے اس کے عورت پن کو ٹھیس پہنچائی تھی۔
گو کہ یہ فلم تجارتی نکتہ نظر سے بنائی گئی تھی پھر بھی اپنا پیغام
عورت تک پہنچانے میں کامیاب تھی۔

بی آر چوپڑہ کی فلم "طوائف" میں بھی گری ہوئی
عورت پر ایک نئے پہلو سے روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس
میں بتایا گیا ہے موقع دیا جائے تو ایک طوائف بھی اچھی
عورت اور اچھی بیوی ثابت ہو سکتی ہے۔ کوئی بھی عورت
پیدائشی طوائف نہیں ہوتی۔ یہ تو حالات اور مرد کا ظالمانہ
رویّہ عورت کو جسمانی تجارت میں دھکیل دیتے ہیں۔ حالانکہ
یہ کہانی متعدّد بار فلمائی جا چکی ہے لیکن اس فلم میں مسئلے کے
کچھ نئے پہلوؤں کو اجاگر کیا گیا ہے۔

یہ کچھ ایسی ہندی فلموں کی مثالیں تھیں جن میں
ہندوستانی عورت کے بدلتے ہوئے روپ کو دکھایا گیا
تھا۔ اس کے علاوہ کئی ہندوستانی زبانوں میں اس
طرح فلمیں بن چکی ہیں اور بے شمار بن رہی ہیں۔ یہ رجحان
صرف بہتر حال کا ہی عکاس نہیں بلکہ خوش آئند مستقبل
کا بھی آئینہ دار ہے۔ جبّار پٹیل کی "مسافر"، اپرنا سین کی
"پاروما" اور مہیش بھٹ کی "ضامن" اب نمائش کے
لئے آنے والی ہیں اور یقیناً یہ فلمیں ایسی فلموں کے لئے
راہ ہموار کریں گی جس میں اُس 'صنف نازک' کو وقت
اور زمانے کے ساتھ چلتا ہوا دکھایا جائے گا۔

(ایکسٹرنل سروسز سے)

ویڈیو کی آمد

بشیر شاہ

کیا ویڈیو کی آمد موجودہ سینما کی بقا کے لیے ایک خطرہ' ایک چیلنج ہے؟ یہ سوال فلمی دنیا کے اندر اور باہر موضوع خاص بنا ہوا ہے۔ اور کیوں نہ ہو' ویڈیائی سیلاب کا بہاؤ اتنا تیز ہے کہ اگر فوراً ہی باندھ نہ باندھے گئے تو فلمی صنعت کی بلند بانگ عمارت پانی میں نظر آئے گی ــــ ایک تازہ سروے کے بموجب اس وقت ملک میں دس ہزار ویڈیو پارلر اور چالیس ہزار ویڈیو لائبریریاں موجود ہیں۔ یہی نہیں تقریباً بارہ ہزار ویڈیو کوچ ہیں کہ جن میں ویڈیو نصب ہیں۔ اس کے علاوہ لگ بھگ گیارہ ہزار ایسے ہوٹل ہیں جہاں ویڈیو کی سہولیات میسر ہیں۔ اس صورت حال کے پیش نظر فلمی دنیا سے وابستہ ہزاروں بلکہ لاکھوں لوگوں کی تشویش قابل لحاظ ہے۔ ویڈیو تو ویڈیو رنگین ٹی وی کے آنے سے بھی معاملے کی نوعیت کچھ اور نازک ہو گئی ہے ایک دلچسپ بات یہ کہ مدراس' کلکتہ بمبئی اور بنگلور جیسے شہروں میں ویڈیو کلبوں کا قیام بھی عمل میں آیا ہے۔ اس پوری صورتِ حال کا مقابلہ کرنے کے لیے اگرچہ کاپی رائٹ امنڈمنٹ ایکٹ کا نفاذ بروقت ہوا تھا' لیکن ایک اندازے کے مطابق ایکٹ کی موجودگی میں بھی PIRATE جنھیں عرف عام میں ویڈیو قزاق کہا جاتا ہے' قانون کی آنکھوں میں برابر دھول جھونکتے ہیں۔ مشاہدین کا خیال ہے کہ کاپی رائٹ ایکٹ کی سرعام دھجیاں اُڑائی جا رہی ہیں۔ سنیل دت جو بمبئی سے پارلیمنٹ کے نمائندے ہیں سے جب اس بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے بے بسی کے عالم میں موضوع سے دامن چھڑا لیا' چنانچہ انھوں نے یہ دلیل دی کہ آج ملک کو زیادہ سخت اور سنگین مسائل کا سامنا ہے! پچھلے دنوں بمبئی میں فلموں سے وابستہ کچھ افراد سے ویڈیو قزاقی کی بابت پوچھا گیا تو کچھ دلچسپ پہلو سامنے آئے۔ ایک مشہور ریر وڈیو سر نے تصویر کے دوسرے رُخ پر نظر دوڑاتے ہوئے کہا "یہ صحیح ہے کہ صورت حال سنجیدہ ہے' تشویشناک ہے۔ لیکن فلم والوں کی' حکومت کی' اور فلمی کاروبار سے متعلق افراد کی بھی کچھ ذمہ داریاں ہیں۔ حکومت اگر تفریحی ٹیکس میں چھوٹ دے تو زیادہ سے زیادہ لوگ سینما گھروں کی طرف آتے نظر آئیں گے' نہیں تو آج فلم بین کو سینما گھر کی طرف راغب کرنا ایک مسئلہ بن گیا ہے ــــ اندازہ کیجئے گھر سے چلنا' سینما ہاؤس پہنچ جانا جو گھر سے بہت دور بھی ہو سکتا ہے ایک صف میں کھڑا ہو کر (جہاں بڑی دھکم پیل ہے) ٹکٹ کا منتظر رہنا اور کبھی کبھی بغیر ٹکٹ کے لوٹ جانا (اس لیے کہ بلیک میں ٹکٹیں فروخت کرنے کا دھندہ چھوٹے شہروں میں بالخصوص عروج پر ہے) آخر یہ سب جوکھم سینما بین اٹھائے تو کیوں؟ ــــ اور پھر سینما گھروں کے اپنے مسائل الگ' پورے ملک میں کچھ گنے چنے سینما ہالوں سے الگ سینما گھروں کی حالت ناگفتہ بہ ہے۔ کہیں پروجیکشن خراب ہے تو کہیں ساؤنڈ سسٹم ناقص کہیں سیٹیں کٹی پھٹی ہیں تو کہیں ایر کنڈیشننگ کا مسئلہ۔ ایسے میں ویڈیو قزاق اپنے مطلب میں کامیاب کیسے نہ ہوں گے؟!" فلموں کے مشہور ڈسٹری بیوٹر اور فلم ساز گلشن رائے نے اس ضمن میں بتایا "کاپی رائٹ ایکٹ کی عمل آوری کے بعد بھی قزاقی جاری ہے۔ یہ عجیب نہیں تو کیا؟ فلمی کاروبار کو اتنا زبردست دھکا' تاریخ شاہد ہے کبھی نہ لگا۔" فلموں ہی سے وابستہ کچھ مشہور و معروف لوگ ویڈیو کی آمد کو بحیثیت مجموعی نیک فال مانتے ہیں۔ ان کی دانست میں یہ بہتر فلموں کے فروغ کے لیے بہتر ہے اس لیے کہ مقابلے کے احساس سے معیار یقیناً بلند ہو گا' ایک ابھرتے ہوئے ہونہار ہدایت کار اس سلسلے میں کہتے ہیں کہ ویڈیو سے بدظنی کیوں؟ تکنیکی انقلاب کا تو ہمیشہ ہی خیر مقدم ہونا چاہیے۔ امیتابھ بچن کچھ دوسرے انداز سے سوچتے ہیں' ان کے خیال میں ایک چھوٹی سی اسکرین سینما کے پردے کا نعم البدل نہیں ہو سکتی۔ اوم پوری ایسے باصلاحیت اداکار کے خیال میں ہر نئی چیز کا کچھ نہ کچھ اثر تو رہتا ہی ہے۔ اوم ویڈیو کی آمد کو چیلنج تو مانتے ہیں خطرہ نہیں۔ یہ کہ ویڈیو سینما کو ہمیشہ کے لیے ختم کر دے گا اوم کے خیال میں ناقابل یقین ہے۔ ایک دوسرے مشہور اداکار نے ویڈیو کی آمد پر اپنے تاثرات کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ ہمارا ملک ایک غریب ملک ہے۔ ویڈیو سیٹ کی بات تو دور کی بات ہے' ہمارے عوام ابھی ٹیلی ویژن سیٹ خریدنے کی استطاعت بھی نہیں رکھتے۔ بہر صورت بات جو بھی ہو ویڈیو کی آمد نے سوچ و فکر کے دروازے پر دستک بھی دی ہے اور ذہن کی کھڑکیوں کو کھول بھی دیا ہے۔ ضرورت ہے صورت حال کو بہتر طور پر سمجھنے کی اور بروقت اقدام کی تاکہ اصل سینما کا جھنڈا بھی اونچا رہے اور ویڈیو بھی اپنے طور سے پھل پھول سکے۔

(ریڈیو کشمیر سری نگر سے نشر)

اردو شاعری میں کرشن کنہیا

انصاری محمد اسحاق خضر

آج ہمیں یہ جائزہ لینا ہے کہ وشنو کے آٹھویں اوتار شری کرشن جن کے اسمائے صفت کی تعداد ایک سو اٹھارہ ہے، جو غیر معتبر روایات کے مطابق سولہ سو گوپیوں کے منظورِ نظر تھے۔ اور جنھیں تین سو ساٹھ گوپیوں سے خصوصی تعلقِ خاطر تھا۔ انھیں اردو زبان کے شعراء نے کس کس انداز میں خراجِ عقیدت پیش کیا ہے۔ اردو کے سب سے پہلے صاحبِ دیوان شاعر ولی نے اپنی غزلوں کے محبوب کو کہیں سجن اور کہیں موہن باندھ کر سری کرشن جی کے نام کو اس کے صحیح پس منظر میں استعمال کیا ہے جہاں تک سری کرشن جی کے نام اور واقعات کو نظموں اور غزل کے اشعار میں سمونے کا تعلق ہے غالباً ہندو مت کے کسی اور رہنما یا اوتار کو اس والہانہ عقیدت کے ساتھ یاد نہیں کیا گیا ہوگا۔ نصیر دہلوی نے اپنی غزل میں ان کی تین سو ساٹھ منظورِ نظر گوپیوں کا تذکرہ اس طرح کیا ہے۔

گر صنم سے میرے ہم چشمی کا دعویٰ ہو تو لا
گوپیاں تیری کنہیا ہیں کہاں تین سے ساٹھ ؟

یا برہانپور کے ایک استاد شاعر حضرت خیالی غزل کے ایک روائتی مضمون کو برتتے وقت کنہیا کو اس طرح یاد کرتے ہیں۔

حسینانِ جہاں کا ایک میلہ تھا جنازے پر
خبر کیا تھی کہ ہم مر کر کنہیا ہونے والے ہیں

اس طرح کنہیا کو یاد کرنے کا سبب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ رادھا اور کرشن کے معاشقے کو ان روایتی معاشقوں کی قبیل میں شمار کیا جانے لگا جن میں لیلیٰ مجنوں، شیریں فرہاد، قیس و لبنیٰ، نل دمینتی اور ہیر رانجھا کے معاشقے قابلِ ذکر ہیں۔

لیکن ذرا ٹھہریئے، سری کرشن کی حیثیت محض رادھا کے عاشق یا گوپیوں کے منظورِ نظر ہی کی نہیں تھی بلکہ وہ اس سے بھی بہت اعلیٰ مقام پر فائز ایک اوتار کی شخصیت کے حامل تھے چنانچہ متعدد اردو شعراء نے ان کی شان میں جی بھر عقیدت ختم کی ہے اردو کے منفرد اور بے نظیر شاعر نظیر اکبرآبادی نے کرشن کنہیا پر کئی نظمیں قلمبند کی ہیں۔ ان میں "جنم کنہیا جی" اپنے انداز کی بے مثال نظم ہے۔ مسدس کے چوبیس پچیس بندوں پر مشتمل یہ نظم نہ صرف اپنے انفرادی آہنگ کی بنا پر شاہکار قرار دی جا سکتی ہے بلکہ یہ ایک تاریخی دستاویز کی حیثیت رکھتی ہے جس میں تاریخی روایات کو بحسن تمام سمو دیا گیا ہے۔ کنہیا جی کے جنم سے پہلے اور فوراً بعد کے حالات کو نہایت تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ اس نظم کا پہلا اور نواں بند ملاحظہ فرمائیں جن میں انھوں نے بالترتیب جنم کا تذکرہ چھیڑا ہے اور کرشن جی کے کئی ناموں کو نظم کیا ہے ——

ہے ریت جنم کی یوں ہوتی جب گھر میں بالا ہوتا ہے
اس منڈل میں ہر من بھیتر سکھ چین دوبالا ہوتا ہے
سب بات بتھا کی بھولے ہے جب بھولا بھالا ہوتا ہے
آنند مندیلے باجت ہیں نت بھون اجالا ہوتا ہے
یوں نیک نچھتر لیتے ہیں اس دنیا میں سنسار جنم
پر اُن کے اور ہی لچھن ہیں جب لیتے ہیں اوتار جنم

پھر آیا واں اک وقت ایسا جب آئے گرب میں من موہن
گوپال، منوہر، مرلی دھر، سیکشن، کشتور، کنول نین
گھنشام، مراری، بنواری، گردھاری، سندر، شیام برن
پربھوناتھ بہاری، کان لیلا، سکھ دائی، جگ کے دکھ بھنجن
جب ساعت پرگھٹ ہونے کی واں آئی مکٹ دھریا کی
اب آگے بات جنم کی ہے جے بولو کشن کنہیا کی

ایک اور طویل نظم نظیر نے "ہر کی تعریف میں" لکھی ہے۔ پانچ پانچ اشعار کے تیرہ بند کی یہ نظم دراصل نرسی کے واقعے کی تفصیل ہے جس میں کرشن کی کرشمہ سازی کا قصہ نہایت خوبصورت اور پُراثر انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ دونوں نظموں میں نظیر نے کرشن کے متعدد ناموں کو استعمال کیا ہے۔ پہلی نظم کے دو بند آپ نے ملاحظہ فرمائے۔ دوسری نظم کے ایک بند کا آخری شعر بھی دیکھتے چلیے ——

سب ہر کی کرپا رہے بابا جو ہر سے دھیان لگاتے ہیں
وہ ہر کی آس رکھتے ہیں، ہر ان کی آس پُجاتے ہیں

واقعہ یہ ہے کہ نظیر نے ہر کی تعریف کا حق ادا کیا ۔ ۔ ۔ خود ہر کے بھگت ہوں۔ نظم کے آخر میں کہتے ہیں۔

ہیں شاد نظیر اب ہر دم وہ، جو ہر کے نت بلہاری ہیں
سیکشن کہو، سیکشن کہو، سیکشن بڑے اوتاری ہیں

اکبرآباد کی مردم خیز سرزمین کے ایک اور شہرۂ آفاق شاعر علامہ سیماب کو بھی سری کرشن کی نشاط خیز و سکوں ریز بانسری میں خودی کے ہوش اڑانے کا سامان نظر آتا ہے۔ کرشن جی کی آمد ان کے لیے نئے پیمانوں میں صہبائے بیخودی چھلکاتی ہے۔ اپنی نظم "سری کرشن" میں فرماتے ہیں۔

فضائے دہر میں گاتا پھرا وہ پریت کے گیت
نشاط خیز و سکوں ریز بانسری لے کر

آگے فرماتے ہیں۔

جمبروں کی کبھی رسم کی ادا اس نے
گوالہ بن کے کبھی سبزہ زار سے کھیلا
بہادیئے کبھی ٹھوکر سے پریم کے چشمے
کبھی جمن کبھی گنگا کی دھار سے کھیلا

ان کے نزدیک وہ رازہائے سربستہ جو کوشش نطق و زباں بھی آشکار کرنے سے قاصر ہے کرشن کنہیا کی نگاہوں سے حقیقت کی روشنی میں آ گئے۔ اپنی ایک اور نظم "ہندوستان" میں انھوں نے کرشن کو اس طرح یاد کیا ہے کہ قومی یک جہتی کے تصور کو بھی جلا ملتی ہے۔

مسلک بدھ کو تحفظ کا اشارہ مل گیا
کرشن کے مندر کو مسجد کا سہارا مل گیا

انھوں نے "میری ہولی" نظم میں بھی اہلِ ہند کو مشورہ دیتے ہوئے کرشن جی کو بھرپور خراجِ عقیدت پیش کیا ہے۔

کرشن کی از یادِ رفتہ محفلیں زندہ کرو
برج و گوکل کی بجھی شمعوں کو تابندہ کرو

اپنی نظم "سری کرشن" میں تو ان کا دعویٰ ہے کہ

جو مشرب اس کا نہ اس طرح عام ہو جاتا
جہاں سے محو محبت کا نام ہو جاتا

اسے محبت کی کارفرمائی نہیں تو اور کیا کہا جائے کہ حسرت موہانی جیسے سیاسی اور سماجی سرگرمیوں میں گھرے رہنے والے اور چکی کی مشقت کے ساتھ عشقِ سخن سے روحانی غذا کا سامان فراہم کرنے والے شاعر بھی جب برسانہ اور نند گاؤں میں تجلی کرشن دیکھنے کا اہتمام کرتے ہیں تو متھرا انھیں عاشقی کا نگر نظر آتا ہے اور آرزو اسی کا دم بھرنے لگتی ہے۔ وہ کہہ اُٹھتے ہیں۔

ہر ذرۂ سرزمینِ گوکل
دارا ہے جمالِ دلبری کا
پیغامِ حیاتِ جاوداں تھا
ہر نغمہ کرشن کی بانسری کا

ایک حسرت ہی پر کیا موقوف کرشن کی بانسری کا جادو منشی بنواری لال شعلہ کے قلم کو بھی رقص میں لے آیا۔ بیس اشعار کی نہایت رواں اور پُر مغز نظم "سری کرشن" میں انھوں نے اپنی والہانہ عقیدت کا اظہار کیا ہے۔ پہلے چار اشعار میں محض کرشن کے مختلف نام نظم کیے ہیں۔ پھر کرشن کو کہیں حسنِ رخسارِ حقیقت کہا ہے تو کہیں پردہ بردارِ حقیقت گردانا ہے۔ کہیں کاشفِ اسرارِ ازلی کا خطاب دیا ہے تو کہیں رونمائے حسنِ ابدی

کا۔ اس نظم کے دو شعر حاضر ہیں۔

تو ہی لچھمن، تو ہی سیتا، تو ہی رام
تو ہی گوپی، تو ہی رادھا، تو ہی شیام
الگ کب تجھ سے تیری گفتگو ہے
غرض اک تو ہی تو ہے، تو ہی تو ہے

کرشن کی بانسری کا نغمہ نہال سیوہاروی کو بھی وجد میں لاتا ہے لیکن وہ جذبات میں ہوش نہیں کھوتے۔ اکیس اشعار میں سری کرشن پر جس اسلوب سے مشق سخن فرمائی ہے وہ عام روش سے ہٹ کر ایک اچھوتا اسلوب ہے۔ اس نظم میں سری کرشن کی پیدائش سے قبل عالم آب و گل کی کیفیت ان کی تعلیمات اور آخر میں مادر ہند کے ضمیر کو جھنجھوڑنے کا نہایت موثر انداز میں اہتمام کیا گیا ہے۔ چند منتخب اشعار سے میری بات واضح ہو جائے گی۔

قبل پیدائش

انتظار جلوۂ حق میں تھا طور زندگی
دین آدم بھول بیٹھا تھا شعور زندگی

پیدائش

آگیا پھر حسن دنیا ئے احسن آباد پر
زندگی ستھرا سے برس عالم ایجاد پر

تعلیمات

اس نے سمجھایا کہ بحر بیکراں ہے زندگی
عارضی اس کو نہ کہنا جاوداں ہے زندگی

نہال سیوہاروی کے نزدیک ہندوستان مبارک کرشن کا مستحق اس وقت ہوگا جب وہ اس مشورے پر عمل پیرا ہوگا۔

چھوڑ کر ذروں کو موتی رول اے ہندوستاں
سو رہے گا تا چند آنکھیں کھول اے ہندوستاں
بیکراں ہو اپنی ہی موجوں میں بہنا سیکھ لے
سیکھ لے قلزم صفت آزاد رہنا سیکھ لے

محسن کاکوروی نے تو کمال کر دیا۔ ایک قصیدۂ نعتیہ کی تشبیب میں بھی وہ متھرا، کرشن اور گوپیوں کو نہیں بھولے۔ اسکا آغاز ہی انھوں نے "سمت کاشی سے چلا جانب متھرا بادل" سے کیا ہے۔ ایک جگہ سرو قدان گوکل کو جمنا کے بجائے گھر میں اشنان کرنے کا مشورہ دیا ہے۔ پھر کہتے ہیں ابھی ابھی مہابن میں خبر اڑتی ہوئی آئی ہے کہ بادل ہوا پر سوار ہو کر تیرتھ کے لیے آتے ہیں۔

گھر میں اشنان کریں سرو قدان گوکل
جا کے جمنا پہ نہانا بھی ہے اک طول عمل
خبر اڑتی ہوئی آئی ہے مہابن میں ابھی
کہ چلے آتے ہیں تیرتھ کو ہوا پر بادل
دیکھئے ہوگا سری کرشن کا کیونکر درشن
سینۂ تنگ دل گوپیوں کا ہے بے کل

یہاں یہ بات بے محل نہیں ہوگی کہ منور لکھنوی نے گیت گووند کا ترجمہ اس عقیدت اور خلوص کے ساتھ کیا ہے کہ اس پر اصل تخلیق کا گمان ہوتا ہے۔ بلکہ یہ کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا کہ اس ترجمے نے انھیں سری کرشن کو خراج عقیدت پیش کرنے والوں میں ایک امتیازی مقام پر پہنچا دیا ہے۔ "بسنت بہار" "عالم فراق ہے" اور "کرشن اور رادھا کی ملاقات" کے علاوہ بہت ساری نظمیں انھوں نے گیت گووند سے ترجمہ کی ہیں۔ "عالم فراق ہے" ایک رازدار سکھی کے ذریعہ رادھا کی کیفیت جس انداز میں کرشن کے سامنے انھوں نے بیان کی ہے وہ انھیں کا حصہ ہے۔ بالخصوص ترجمے کے سخت اور بے لوچ بندشں سے واردات قلب کو منتقل کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے ــــ ملاحظہ فرمائیں۔

کچھ نہ کچھ سوچتی رہتی ہیں مسلسل رادھے
ہیں غم و فکر کی تصویر مکمل رادھے
دم بدم آپ کی قربت کا گماں ہوتا ہے
یہی رادھا کی اداؤں سے عیاں ہوتا ہے

اسی طرح ایک نظم میں انھوں نے کرشن اور رادھا کی ملاقات کے مناظر کو نہایت فنکارانہ مہارت سے لفظوں کے خوبصورت رچاؤ میں ابھارا ہے۔ گیارہ حصوں پر مشتمل یہ نظم گویا گیارہ تصویروں کا البم ہے جس کی ہر تصویر کرشن اور رادھا کے معاشقے کی بولتی ہوئی تصویر زندگی ہے۔ ایک طرف تو

کرشن کی دل کے تقاضوں سے عجب حالت تھی
جس سے آئینہ بھی ششدر تھا یہ وہ صورت تھی

اور دوسری جانب

رادھکا نے بھی سری کرشن کی جانب دیکھا
جو تھا مغلوب حمیت اسے غالب دیکھا
من ہرن کرشن کی تھی کتنی سلونی مورت
زرد زیور سے بھرے نیل کنول کی صورت
مرکز حسن نظر جان تمنا کے تھے
کرشن اس شان سے اب سامنے رادھا کے تھے

اور ایسی بے شمار کیفیات منور لکھنوی نے "کرشن اور رادھا کی ملاقات" میں رنگ و نور سے سجائی ہیں۔

منشی دوارکا پرشاد افق بھلا کیوں پیچھے رہتے؟ انھوں نے بھی "بسنت اور ہولی کی بہار" میں نہایت دلکش منظر کشی کی ہے اور بسدیو جی کے لال کی جھانکی کا حال اس طرح بیان کیا ہے جیسے وہ سونے کی جڑاؤ بنسی، کمر میں پتامبر کسے ہوئے، کانوں میں چمکتے ہوئے کنڈلوں کے ساتھ مجسم ہمارے سامنے موجود ہوں اور رادھا ان کے چنچل سبھاؤ سے لبھائی جاتی ہوں۔ آخر میں ان کی یہ خواہش کیسی عقیدت مندانہ آرزو کا روپ بھر لیتی ہے کہ

اے کشن ناظرین کو مبارک بسنت ہو
کھیلا جو آپ نے وہ ابد تک بسنت ہو

جمنا جی کو کرشن کنہیا کے پاؤں چھونے کی سعادت اسی وقت نصیب ہو گئی تھی جب کہ ابھی وہ ایک طفل نو زائیدہ ہی تھے۔ ساغر نظامی نے اپنی نظم "جمنا" میں بڑی خوبصورتی سے اس حقیقت کا اظہار کیا ہے۔

کس قدر جادو بھرا تھا شوق پابوسی ترا
تیری بے تابی پہ آخر کرشن کو رحم آگیا

آٹھ اشعار کے اس بند میں شاعر نے کرشن جی کا تذکرہ ہر شعر میں کیا ہے اور بہت خوب انداز میں کیا ہے۔

اس عہد کا ایک اور قدآور شاعر ہے فراق گورکھپوری ــ اس نے اپنے محبوب کی زلف اور اس کے روپ کو کرشن کی زندگی اور ان کے معاشقے کے پس منظر میں دیکھا ہے۔ فراق نے اپنی رباعیوں کو ایک نئی آن دی ہے۔ مادر وطن کی شان میں کہی گئی رباعیوں میں بھی اکثر کرشن کنہیا کو خراج عقیدت پیش کیا ہے۔ نمونے کیلئے صرف دو رباعیاں پیش کرتا ہوں۔

مدھوبن کے بسنت سا سجیلا ہے وہ روپ
برکھا رت کی طرح رسیلا ہے وہ روپ
رادھا کی جھپک، کرشن کی برزوری ہے
گوکل نگری کی راس لیلا ہے وہ روپ

اک نغمہ ہوا اب بھی سنا جاتی ہے
اک آگ سی سینوں میں لگا جاتی ہے
ہاں آج بھی سنسناتی بسواڑیوں سے
بنسی والے کی تان آجاتی ہے

جاں نثار اختر اپنے دھیمے لہجے کے باوجود ترقی پسند شعرا میں ایک معتبر اور محترم مقام پر فائز ہیں۔ گھر آنگن میں رباعی کو انھوں نے جو آہنگ اور مزاج عطا کیا ہے اردو ادب میں ان سے پہلے اس کا تصور بھی ناممکن تھا۔ ان کے بعد بھی گھر آنگن کی زندگی اتنی قریب سے کلک کرنا ہر کسی کے بس کی بات نہیں۔ متوسط طبقے کے گھر میں جہاں بیوی کی محبت کے کلوز اپ میں جاں نثار اختر نے جو جان ڈالی ہے اس کا جواب نہیں۔ وہ بھی رادھا اور کرشن کے عشق سے متاثر ہوتے بغیر نہ رہ سکے۔ مثلاً

وہ پھول بھی چومیں تو کلیجہ مل جائے
کہتی ہے یہ پیار کیوں نہ مجھ کو کھل جائے
ادھروں سے جو مرلی کو لگائے کانہا
کس طرح نہ اپنے من میں رادھا جل جائے

ساڑی کا جو بھولے سے بھی ہو نیلا رنگ
سکھیاں مری کرتی ہیں مجھے کیا کیا تنگ
کہتی ہیں ترے من کا بتا دیں ہم چور؟
خود شیام ملائے ہیں ترے انگ سے انگ

اہل نظر جانتے ہیں کہ اردو کے بے شمار چھوٹے بڑے شعراء نے اپنے اپنے انداز میں کرشن کنہیا کی زندگی کے مختلف پہلوؤں کو موضوع سخن بنایا ہے۔ جے دیو کے گووند گیت کا منظوم ترجمہ ہو یا فلمی نغمات ہر جگہ آپ کو کرشن کے عشق کی گرمیاں اور رادھا کے حسن کی شوخیاں نظر آئیں گی۔ ٹھمریاں تو رادھا اور کرشن کے عشق کو مستقل موضوع بنائے صدیوں سے ٹھمک رہی ہیں۔ سچ پوچھئے تو یہ حکایت ایسی لذیذ ہے کہ اسے دراز تر کہنے ہی میں اس کا حق ادا ہو سکتا ہے۔ لیکن کیا کیجئے کہ ایک طرف موضوع سراپا حسرت بنا پکارتا ہے "کچھ اور چاہیئے وسعت مرے بیاں کے لیے" ــــ اور دوسری طرف وقت متقاضی کہ
" اب ختم کرو یہ افسانہ "

(جلگاؤں سے نشر)

انصاری محمد اسحٰق خضر
صدر مدرس تہذیب ہائی اسکول
مالیگاؤں (ناسک)

صوتی آلودگی

ابو نعیم

آج جہاں انسان کی دسترس چاند ستاروں تک ہے وہاں آلودگی ایک بھیانک رُخ اختیار کر چکی ہے۔ سائنس کی برق رفتار ترقی اگرچہ ہماری زندگیوں میں خوشگوار تبدیلیاں لائی ہے لیکن ساتھ میں صنعتی انقلاب سے فضائی، آبی اور زمینی آلودگی میں بھی غیر معمولی اضافہ ہوا ہے۔ دھواں اگلتی فیکٹری کی چمنیاں، جیٹ طیارے، برقی ریل گاڑیاں، موٹریں اور اسکوٹر، ریڈیو و ٹرانسسٹر گویا سب ہی ماحول کو آلودہ کرنے میں برابر کے شریک ہیں۔

پچھلے کئی برسوں سے جو چین و سکون ہمیں نصیب تھا، اب وہ ختم ہوتا نظر آرہا ہے۔ کیونکہ آلودگی کے زمرہ میں اب صوتی آلودگی یعنی بے ہنگم شور و غل، چیخ و پکار اور مسلسل بے ترتیب آوازیں بھی شامل ہو گئی ہیں۔ بالفاظ دیگر صوتی آلودگی اب ہماری زندگی کا لازم جزو بن چکی ہے۔ لیکن ان تمام بے قاعدگیوں اور پریشان کن حالات سے نمٹنے کی خاطر سائنس و ٹکنالوجی کے ترقیاتی پروگرام کو یک لخت رُک دینا یا پھر کوئی مزاحمت کرنا ایک دانشمندانہ فعل نہیں بلکہ اس کے منفی اثرات یعنی آلودگی وغیرہ سے بچنے کے لیے ہم سب کو مل کر کوشش کرنی چاہیے۔

آیئے ہم صوتی آلودگی اس کے بُرے اثرات اور روک تھام کے بارے میں قدرے تفصیلی جائزہ لیں۔

صوتی آلودگی کا مطلب ہے بے ہنگم آواز، چیخ و پکار اور شور و غل۔ شور و غل کو اکثر "ناپسندیدہ" آوازوں سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ یا پھر اس کو کسی غلط آواز کی غلط جگہ پر اور غلط وقت میں سنائی دینے کا نام بھی دیا جاتا ہے۔ اسی شور و غل کی وجہ سے امریکا میں دوسری جنگ عظیم سے قبل ۲ ملین ڈالر کا بزنس روزانہ متاثر ہوا کرتا تھا، اور اب یہ نقصان یومیہ ۶ ملین ڈالر کی حد تک پہنچ چکا ہے۔

سڑکوں کے حادثات بھی انہی بے ہنگم آوازوں کی بدولت ہوا کرتے ہیں۔

آوازیں دو طرح کی ہوتی ہیں۔ ایک تو قدرتی جیسے ہوا کی سرسراہٹ، بادل کی گرج، پرندوں اور جانوروں کا پکارنا وغیرہ وغیرہ جن سے ہم بے حد مانوس ہیں۔ اور دوسری آواز غیر قدرتی جو کہ انسان کی پیدا کردہ ہے اس قدر تیز اور اونچی ہوتی ہے جو ہماری مصروفیات میں خلل ڈالتی ہے اور ماحول کو آلودہ کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتی۔ ان آوازوں کا منبع ہے شادی بیاہ کا بینڈ باجہ، فیکٹریوں کی مشینیں، اسکوٹریں و موٹر گاڑیاں، ہوائی جہاز، تفریحی آلات جیسے لاؤڈ اسپیکر وغیرہ۔ بینڈ باجے و صنعتی مشینوں کے آوازوں سے شادی کے باراتی اور ملوں کے مزدور ہی متاثر ہوتے ہیں جبکہ کار و ٹرکوں کے ہارن و سائی لینسر کی آواز وسیع رقبے میں پھیل کر شہریوں کا چین و سکون چھین لیتی ہے۔ نیز ہوائی جہاز بھی صوتی آلودگی میں بے پناہ اضافہ کرتے ہیں۔ مستقبل میں اگر سوپر سانک جہاز یعنی آواز سے بھی تیز رفتار جہازوں کا اڑنا شروع ہو جائے تو پھر پوچھتے نہیں، اس کی ہیبت ناک آواز کے دھماکے سے کھڑکیاں ہلیں گی۔ پیالیاں بجیں گی جس سے نہ صرف خلل ہوگا بلکہ انسانی سماعت بھی متاثر ہوگی۔

بلند آواز یعنی LOUDNESS شور و غل کی پہلی خاصیت ہے جو آواز کے ارتعاش یا VIBRATION پر منحصر ہوتی ہے اور اس کی اکائی DECIBEL ہے۔ جب ہم [illegible] تو یہ اکائی ۱۵ تا ۲۰ کے درمیان ہوتی ہے۔ عام [illegible] وقت [illegible] ۶۰ اور ٹیلی فون گفتگو [illegible] ضروری ہے۔ ورنہ بات کا سمجھنا مشکل ہو جاتا ہے۔ [illegible] ۸۰ سے کم ہو تو ہماری بات چیت، کام [illegible] لیکن اس سے زیادہ ہو تو یہ آواز زحمت بن جاتی ہے۔ اس لیے شور و غل کی سطح رہائشی جگہوں پر ۳۰ تا ۴۵، اسکول، کانفرنس و ڈانس ہال میں ۳۰ تا ۴۰ اور دفتروں میں ۳۰ تا ۷۰ ڈیسبل کے بیچ محدود رکھی جاتی ہے۔

ماحولی شور و غل سے انسانی زندگی پر دو قسم کے اثرات پڑتے ہیں جنہیں auditory یعنی سماعتی اور NON auditory یا غیر سماعتی کہا جاتا ہے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ انسان کی قوت سماعت عمر کے ساتھ کم ہوتی جاتی ہے اور یہ بات ۲۵ سال کے بعد ہی رونما ہونے لگتی ہے۔ صوتی آلودگی کی وجہ انسانی قوت سماعت، عارضی یا پھر مستقل طور پر کھو جاتی ہے۔ اگر آواز کا زیر و بم ۴ تا ۶ ہزار سائیکلز فی سکنڈ کے درمیان ہو تو انسان کی قوت سماعت عارضی طور پر متاثر ہوتی ہے اور ۲۴ گھنٹوں کے اندر پھر واپس آجاتی ہے۔ لیکن کوئی شخص مسلسل ۹۰ اکائی والی آواز سننے کا عادی ہو تو ۴۰ سال کی عمر کو پہنچنے پر وہ کانا پھوسی کے قابل بھی نہیں رہتا۔ اور واقعی اگر یہ اکائی ۱۵۰ تک تجاوز کر جائے تو پھر مستقل طور پر بہرہ ہو جانا کوئی تعجب کی بات نہیں۔ عورت کی قوت سماعت مردوں کے مقابل نسبتاً کم متاثر ہوتی ہے اسی لیے ٹیلی فون کے محکمہ میں زیادہ تر عورتوں کو ملازمت دی جاتی ہے۔

غیر سماعتی اثرات میں صوتی آلودگی سے اکثر ہمارے اعصاب اور سماجی رکھ رکھاؤ و طرزِ عمل پر بھی بُرا اثر پڑتا ہے۔ طبی تحقیق سے یہ بات واضح ہوئی ہے کہ مسلسل اونچی اور بے ترتیب آواز کو سننے سے انسانی اعصاب، دماغ، ہاضمہ اور نشو و نما بُری طرح متاثر ہوتے ہیں۔ شور و غل ہماری گفتگو میں مخل ہوتا ہی ہے لیکن ساتھ ہی ہماری طبیعت میں جھنجھلاہٹ، غصہ اور چڑچڑاپن بھی پیدا کرتا ہے۔ انسان کے کام کرنے کی صلاحیت اسی وقت بڑھ سکتی ہے جب غل غپاڑہ کم ہو۔ ورنہ بلڈ پریشر، پسینہ کا آنا، چکر، تھکن سب ہی علامتیں نمودار ہوتی ہیں۔ اس کے علاوہ بے ہنگم آوازیں نیند کو اچاٹ کر دیتی ہیں جس کی وجہ عام صحت گرنے لگتی ہے۔ یہ کہنا غلط ہوگا کہ شور و غل کو ایک طویل عرصہ تک برداشت کرنے کے بعد بھی ہمارا مزاج معمول کے مطابق رہتا ہے۔ حالانکہ ان کی وجہ کام کرنے کی صلاحیتوں میں انحطاط واقع ہوتا ہے۔ اس کے برخلاف ٹائپ رائٹنگ اور مصوری وہ فنون ہیں جن کی کارکردگی آوازوں سے بڑھتی نہ گھٹتی ہیں۔

ماحولی شور و غل یا صوتی آلودگی کا ہماری جدید طرز زندگی سے گہرا تعلق ہے کیونکہ ہم کو مشینی طور و طریق کو اپنانا دشوار نہیں رہا۔ وڈیو، ریڈیو و ٹی وی، سلائی مشین، مکسی، پریشر کوکر، واشنگ مشین، ایر کولر، ایگزاسٹ فین، ٹرانسسٹر وغیرہ ہماری روزمرہ کی زندگی کا لازمی جزو بن چکے ہیں۔ جن کا استعمال صوتی آلودگی کو بڑھاوا دیتا ہے۔ چنانچہ صوتی آلودگی کو ٹیکنکی اعتبار سے روکنے کے لیے ۳ نکات پر غور و عمل کرنا ضروری ہے۔

پہلے نکتہ میں یہ دیکھا جائے کہ آواز کا منبع کہاں ہے عموماً شور مختلف مشینوں یا ذرائع آمد و رفت سے پیدا ہوتا ہے۔ اس لیے شور پیدا کرنے والی مشینوں کو یا تو علیحدہ کر دیا جائے یا پھر ان میں بے ہنگم شوروں کو کم کرنے والے آلات نصب کریں۔ بہرحال یہ کام صنعت کاروں کے تعاون کے بغیر ممکن نہیں۔

دوسرا نکتہ، شوروغل کو منتقل نہ کیے جانے سے متعلق ہے۔ اس ضمن میں اولین کام رہائشی مکانوں کو سڑکوں، ریلوے اسٹیشنوں اور ایرپورٹ سے دور بنانا ہے۔ اور اگر بہ فرض محال ممکن نہ ہو تو عمارتوں کی دیواروں پر ساؤنڈ پروف اشیاء کی موٹی تہہ چڑھادی جائے۔ سائنسدانوں کا خیال ہے کہ کانکریٹ کی سطح پر سے آواز سو فیصد منعکس ہوتی ہے۔ وہ سطح جس پر گھاس کی تہہ چڑھادی گئی ہو نہ صرف آواز کا انعکاس کرتی ہے بلکہ اس کی شکل کو تبدیل بھی کردیتی ہے جس کی وجہ سے جو آواز منبع سے نکل کر سننے والوں تک بالراست پہنچتی ہے نسبتاً کم ہو جاتی ہے۔

تیسرے نکتے میں آواز کی پہنچ کے بارے میں جانکاری رکھنا اہم ہے۔ صنعتی مزدوروں کے لیے ان کے کانوں کا تحفظ ضروری ہے۔ ان مزدوروں کے کان متواتر ۸۵ dB کی قوت کے شوروغل سے دوچار ہوتے رہتے ہیں اس لیے انھیں لازمی ہے کہ کانوں میں روئی ٹھونس کر کام کریں۔

ماحول کا شوروغل ہماری تہذیب سے گوشت و ناخن جیسا جڑا ہے اور جب تک تہذیبی قدریں نہ بدلی جائیں اس وقت تک چیخ و پکار میں کمی ہونے کے کوئی امکانات نہیں۔ ان باتوں کے پیش نظر صوتی آلودگی کی روک تھام کے لیے سماجی و قانونی پابندیوں کا رہنا بھی بے حد ضروری سمجھا گیا۔

مثلاً ہمارے ملک میں لاؤڈ اسپیکر اور پٹاخوں کے استعمال پر پابندی عائد کرنے کی سفارش کی گئی ہے۔ صنعتی مزدوروں کے لیے ان کی سماعت کھو جانے پر معاوضہ دلانے کی گنجائش قانوناً رکھی گئی ہے۔ اس کے علاوہ عوام کو شادی بیاہ، جلسہ و جلوس اور دیگر تقاریب کی وجہ رونما ہونے والی بے ہنگم آوازیں اور ان کے مضر اثرات سے روشناس کرنا بھی اپنی جگہ اہمیت کا حامل ہے۔ صوتی آلودگی میں کمی کرنے کے لیے ہر ملک میں انجمنیں وجود میں آئی ہے جن کے زیر اہتمام اس موضوع پر کئی سیمینار بھی منعقد ہوئے اور کافی بحث و مباحثہ ہوا۔

آج کل برطانیہ میں شوروغل کی ایک اکائی مقرر کی گئی ہے۔ اس اکائی کے تجاوز کر جانے پر عوام، ذرائع آمد و رفت کے حکام سے معاوضہ طلب کر کے اپنے مکانوں کو ساؤنڈ پروف بنا سکتے ہیں۔ اور یہی قانون برٹش ہوائی کمپنی کو کانکرڈ اور کاریوال طیارں کی پرواز پر عوام کو بھاری معاوضہ ادا کرنے کا سبب بنا۔ اور امریکہ میں ۱۹۶۹ء میں جہازوں کے شور اور ۱۹۷۲ء میں فیکٹریوں میں پیدا ہونے والی آواز پر بھی پابندی عائد کردی گئی ہے۔

غرض صوتی آلودگی بنی نوع انسان کے لیے نہایت ہی خطرناک ہے۔ یہ نہ صرف ہمارے شہر کا یا ملک کا مسئلہ ہے بلکہ ساری دنیا اس کے برے اثرات سے گزر رہی ہے اس لیے اس کے ممکنہ مسائل کے حل کے لیے ایک اجتماعی اقدام ہی ہمارے معاشرہ کو صحت مند بنائے رکھنے کا ضامن ہو سکتا ہے۔

(حیدرآباد سے نشر)

کھیل کود کی اہمیّت

تعلیم و تربیت میں

محمد اختر

والدین کا بہترین عطیہ اولاد کی بہترین تعلیم و تربیت ہے! بچہ بلاشبہ اپنے ساتھ بے شمار مسرتیں لاتا ہے اور بچے کی پیدائش پر غیر معمولی مسرت بلاوجہ نہیں ہے۔ یہ مانع حقیقی کا شاہکار اور انمول تحفہ ہے مستقبل میں اس سے طرح طرح کی امیدیں وابستہ ہوتی ہیں مگر مسرتوں کے ساتھ بچہ بے شمار ذمہ داریاں بھی لاتا ہے۔ خوش دلی سے اس کو پالنا، ہمدردی اور دلسوزی سے اسے لکھنا پڑھانا، مہذب طور طریقہ بتانا، صحت و عافیت اور ترقی و کامرانی کی فکر کرنا یہ سب وہ ذمہ داریاں ہیں جو بچہ کے ذہن میں والدین پر عاید ہوتی ہیں۔ شاید ہی کوئی باپ ایسا ہے جسے ان ذمہ داریوں کا احساس نہ ہو، باپ ہی وہ ہستی ہے جو اولاد کو اپنے سے بڑھ چڑھ کر دیکھنا چاہتی ہے۔ لیکن ایسے خوش نصیب کم ہی ہوتے ہیں جن کی یہ تمنا پوری ہوتی ہے اور جو اپنی ذمہ داریوں سے کماحقہٗ عہدا براہو پاتے ہیں۔ کیونکہ تنہا خواہش ہی سے تو سارے کام نہیں بن جاتے، تعلیم و تربیت کے لیے سلیقہ بھی چاہیئے اور غیر معمولی جد و جہد بھی اور جب ان میں کمی ہو تو کسی اچھے نتیجہ کی توقع کیونکر ہو سکتی ہے بچوں کی تعلیم و تربیت میں کیوں ناکامی ہوتی ہے؟ دراصل تعلیم و تربیت بہت ہی صبر آزما اور پتہ ماری کا کام ہے۔ یہ کام جتنی توجہ، دلسوزی اور جد و جہد چاہتا ہے اس کے لیے عملاً کم ہی لوگ آمادہ ہوتے ہیں۔ عام طور پر بچوں کی عمر اور صلاحیتوں سے کہیں زیادہ ان سے تعلقات وابستہ کر لی جاتی ہیں۔ پورا معاشرہ بگڑا ہوا ہے۔ چند اگر سنوارنے کی کوشش کرتے ہیں تو متعدد اسے بگاڑنے کے درپے رہتے ہیں۔ چنانچہ والدین کی معذوری، کوتاہی اور غفلت کی صورت بنی خاندان کے دوسرے افراد اس بار کو برداشت کرنے کے لیے نہ تو خود آمادہ ہوتے ہیں نہ سماج انہیں مجبور کرتا ہے اور نہ سماج ان بچوں کا کوئی معقول انتظام کرتا ہے۔ بچوں کے

مصروف رکھنے اور ان کے فرصت کے اوقات کو کار آ بنانے کے لیے دل چسپ تعمیری مشاغل یا موزوں کھیلو کا کوئی معقول انتظام نہیں ہو پاتا۔ چنانچہ بچوں کی صلاح غلط رخ اختیار کر لیتی ہے اور وہ آوارہ گردی کا شکار ہو ہیں اور طرح طرح کے نازیبا حرکات کرنے لگتے ہیں۔

تعلیم و تربیت سے غفلت نہ صرف افراد ا کنبوں بلکہ ملک و ملت سب کے حق میں انتہائی خطرنا مضر ثابت ہوتی ہے کیونکہ بچے ناکارہ اور نکمے رہ جاتے ان کی پیدائشی قوتیں اور صلاحتیں یا ٹھٹھر جاتی ہیں یا غل اختیار کر لیتی ہیں۔ اس کے برعکس بچوں کی تعلیم و تربیت مناسب توجہ دی جائے تو ان کی صلاحتیں ابھرتی سنور وہ اپنی انفرادی خاندانی اور اجتماعی ذمہ داریوں کے اہل ہو جاتے ہیں تمدن کی ترقی میں ان کی صلاحیتو مدد ملتی ہے۔ غرض صحیح تعلیم و تربیت پر صرف ہوئی محن قوت اور دولت، ہر ایک کے حق میں نفع بخش ثابت

انسان کی شخصیت بڑی پیچیدہ ہے۔ اس متعدد پہلو ہیں مثلاً ذہنی، جسمانی، عملی اور اخلاقی وغیرہ کس نزدیک ایک پہلو اہم ہوتا ہے کسی کے نزدیک دوسرا تعلیم و تربیت کے ذریعے اپنے پسندیدہ پہلو کی نشوو ترقی کو اہمیت دیتا ہے اور اس میں کمی پاتا ہے تو بے ا کا اظہار کرتا ہے مختلف لوگوں نے اپنے تجربات سے تعلیم و تربیت کے مختلف طریقوں کو مفید اور کامیاب چنانچہ آج متعدد طریقہ رائج ہیں۔

تعلیم کے معنی کسی کو کچھ بتانا، پڑھانا یا سکھانا ہے لوگ غلط فہمی ہیں اس کو تدریس کے ہم معنی سمجھتے ہیں یعن کو بعض مضامین میں یا کتب کا درس دینا یا انہیں لکھنا پ اور حساب وغیرہ سکھانا حالانکہ یہ ایک جامع لفظ ہے۔ کے مفہوم میں تدریس کے ساتھ ساتھ تدریب یعنی ف

مہارت پیدا کرنا۔ تادیب یعنی ادب سکھانا اور تربیت یعنی شخصیت کے مختلف پہلوؤں کی ہم آہنگ نشو و نما کرنا بھی شامل ہے۔ تعلیم کا لفظ آتے ہی ذہن عموماً ان منظم کوششوں کی طرف منتقل ہوتا ہے جو طلبا کے لیے تعلیمی ادارے انجام دیتے ہیں۔

بلاشبہ، باضابطہ اور رسمی تعلیم یہی ہے اور اس کے اثرات بہت مدرس ہیں مگر یہ تعلیم کا بہت ہی محدود مفہوم ہے کیونکہ تعلیمی اداروں تو بچے بہت کم وقت گزارتے ہیں۔ جبکہ ان کے جاننے، سیکھنے اور تجربات حاصل کرنے کا عمل پیدائش سے لے کر موت تک برابر جاری رہتا ہے۔ اس طرح تعلیم کے وسیع مفہوم میں وہ تمام معلومات اور تجربات شامل شمار ہوتے ہیں جو گو دسے گو رتک ہر فرد باضابطہ یا بے ضابطہ حاصل کرتا ہے یا اسے کرلئے جاتے ہیں۔

والدین اپنے بچوں کو اسی لیے تعلیم دلاتے ہیں کہ وہ پڑھ لکھ کر کھانے کمانے کے قابل ہو جائیں" تعلیم برائے معاش" ہی انکا معاشی مقصد ہوتا ہے اگرچہ زبان سے اس کا اعتراف کم ہی لوگ کرتے ہیں۔ بلاشبہ کھانا کمانا انسان کی بنیادی ضرورت ہے لیکن انسانیت کا تقاضا صرف یہی تو نہیں ہے کہ تنہا اسی کو تعلیم کا بنیادی مقصد قرار دیں۔ اس طرح بچہ معاشی حیوان تو ضرور بن جائے گا لیکن انسان ہرگز نہ بن سکے گا۔ اسی طرح بیشتر اساتذہ تعلیم کا مقصد زبان سے خواہ کچھ بیان کریں مگر عملاً "تعلیم برائے علمیت" ہی کے قائل نظر آتے وہ چاہتے ہیں کہ طلبا اپنی ساری توجہ لکھنے، پڑھنے اپنی علمی لیاقت اور اچھے نمبروں سے امتحان پاس کرنے پر مرکوز رکھیں شخصیت کے دیگر پہلو مثلاً جسمانی، عملی اخلاقی وغیرہ ان کی نظروں سے عموماً اوجھل رہتے ہیں حالانکہ متوازن اور کامیاب زندگی کے لیے یہ پہلو بھی اتنی ہی بلکہ بسا اوقات اس سے بھی زیادہ توجہ کے محتاج ہوتے ہیں۔ ہمارے آئے دن کا مشاہدہ ہے کہ اچھے خاصے پڑھے لکھے اور اعلیٰ تعلیمی لیاقت رکھنے والے لوگ صحت، اخلاق اور عمل کے اعتبار سے ناقص رہ کر اپنے اور دوسروں کے لیے مفید ہونے کے بجائے انتہائی نکمے اور مضر ثابت ہوتے ہیں۔ دراصل شخصیت کے دوسرے پہلوؤں کو نظرانداز یا علمیت پر قربان کر دینے کے نتائج ہیں۔

کھیل کود بچوں کے نشو و نما میں معاون اور تعلیم و تربیت کا موثر ترین ذریعہ ہے۔ کھیل کود بچوں کا محبوب مشغلہ ہی نہیں بلکہ زندگی کی علامت اور صحت و عافیت کا ضامن ہے۔ اس کے برعکس باقاعدہ یا رسمی تدریس عموماً ان کے بیٹھے بیکار اور ان کے طبع نازک پر گراں بار ہوتی ہے۔ لکھنے پڑھنے جیسے خشک کاموں سے ان کی طبیعت گھبراتی ہے۔ اس لیے چھوٹے بچوں کو کھیل کھیل میں تعلیم دینے اور درس گاہ کے مختلف کاموں میں کھیل کی اسپرٹ پیدا کرنے پر زور دیا جائے اور کھیلوں کو بھی تعلیم و تربیت کا ذریعہ بنایا جائے۔ بچے کھیل کے رسیا ہوتے ہیں، کھیل میں ان کا انہماک دیکھئے تو تن بدن کا بھی ہوش نہیں رہتا۔ سردی ہو گرمی ہو، کیچڑ ہو، پانی ہو ان کا کھیل جاری رہے گا۔ بھاگ دوڑ، کھیل کود، توڑ پھوڑ، شور و شغب یہ سب تو صحت توانائی اور ذہانت و زندگی کی علامت ہیں۔ یہ ساری حرکات ان کی پیدائشی حقوق ہیں ان حقوق سے انھیں محروم نہیں کیا جاسکتا۔ کھیل میں بچوں کا غیر معمولی انہماک اور کھیل میں ان کا والہانہ عشق دراصل اس بات کا ثبوت ہے کہ کھیل ایک زبردست خواہش اور فطری داعیہ ہے جس کی بہرحال جائز حدود میں تکمیل ہونی چاہیے جو لوگ بچوں کو کھیل سے محروم رکھتے ہیں وہ دراصل فطرت سے جنگ کرتے ہیں اور بچوں پر ظلم کرتے ہیں۔ بچوں کی ذہنی، جسمانی، معاشرتی اور اخلاقی نشو و نما کے لیے کھیل ضروری ہے۔ کھیلوں کے ذریعہ بچے اپنے کو مستقبل کے ذمہ داریوں کے لیے تیار کرتے ہیں۔ بچیاں گڑیا کھیل کر امور خانہ داری سے واقفیت حاصل کرتی ہیں اور بچے نقل کے کھیلوں کے ذریعہ مختلف قسم کے فرائض کی انجام دہی کا سلیقہ سیکھتے ہیں بچے بچے کھیل کھیل میں ترقی کے ان مراحل کا اعادہ کرتے ہیں جن سے گزرتے ہوئے نسل انسانی موجودہ مقام پر پہنچی ہے۔

بچوں کا دوڑنا بھاگنا، اچھلنا کودنا پیچھا کرنا، پیڑ پر چڑھنا، غار میں اترنا، شکار کرنا، مچھلیاں پھنسانا، گھ گھروندے بنانا وغیرہ یہ تمام حرکتیں ابتدائی دور کے انسانوں کی یاد تازہ کرتی ہے۔ اس طرح وہ متعدد تجربات اور مہارتیں حاصل کرتے ہیں، بچوں کے کھیل ان کی تخلیقی سرگرمیوں کا مظہر ہیں کھیل ان کی خواہش کی تکمیل کا بہترین ذریعہ ہے۔ بالیدگی اور نشو و نما کے مختلف مراحل پر جسم اور ذہن مختلف قسم کے حرکات کا تقاضا کرتے ہیں۔ بچوں کے مناسب نشو و نما کے لیے کھیل انتہائی ضروری ہے۔ ایک بچہ قسم کا کھیل کھلونے سے دل چسپی لے گا یہ اس کی عمر، جنس، مزاج، ماحول، موسم اور وسائل اور ذرائع پر موقوف ہے۔ ننھے بچے اکیلے کھیلنا پسند کرتے ہیں تو ان سے بڑے ٹولیاں بنا کر، بچوں کو نقل کے کھیلوں میں مزہ آتا ہے تو نوجوانوں کو مقابلہ کے کھیلوں میں لڑکے گیند بلا کھیلنے میں تو لڑکیاں گڑیوں سے دل بہلاتی ہیں۔ کمزور گھریلو کھیلوں میں دل چسپی لیتے ہیں تو قومی میدانی کھیلوں میں، ذہین بچے کھیلتے ہیں، مل کر کھیلتے ہیں یا سوچ بچار والے کھیل پسند کرتے ہیں تو غبی بچے کھیلوں سے دور رہتے ہیں، شہری بچوں کے کھیلوں میں تنوع ہوتا تو دیہاتی بچوں کے کھیل میں سادگی اور یکسانیت ہوتی ہے۔

عنفوان شباب میں داخل ہونے کے بعد بچوں کے کھیل زیادہ منظم ہونے لگتے ہیں۔ سابقت اور مقابلے کی اسپرٹ بڑھ جاتی ہے۔ شور و شغب کم اور حرکت زیادہ ہوتے ہیں۔ ٹیمیں اور کلب بننے لگتے ہیں اور دوسری ٹیموں اور کلبوں سے ٹکر لینے کی فکر ہونے لگتی ہے۔ اب لڑکوں کو فٹ بال والی بال، کرکٹ، ہاکی، رسہ کشی، ہنوٹ، تیراکی وغیرہ میں حصہ لینے کا موقع ملنا چاہیے اور لڑکیوں کو ہوم پکنک، انڈور گیمس اور ہلکے ورزشوں کا رفتہ رفتہ محنت و مشقت اور رفتی مہارت کے کاموں میں کھیل کی اسپرٹ پیدا کر کے لڑکے لڑکے لڑکیوں کو ان کا عادی بنانا چاہیے تاکہ صحت بھی ٹھیک رہے اور ان کا وقت مفید کاموں میں صرف ہے۔ کھیل وہ مشغلہ ہے جس میں غیر ارادی توجہ فطری دل چسپی و آزادی اور مسرت محسوس ہوتی ہے اور بچوں کو حقیقی مسرت نصیب ہوتی ہے۔ ان کا غم غلط ہوتا ہے، ان کے جذبات کی تسکین ہوتی ہے۔ محنت و مشقت کے لیے جسم میں توانائی اور امراض کا مقابلہ کرنے کے لیے قوت مدافعت پیدا ہوتی ہے۔ کھیلوں میں بچوں کو مختلف قسم کے حالات اور طرح طرح کے ہم جولیوں سے سابقہ پیش آتا ہے۔ ان سے نمٹنے کے لیے انہیں سوچنے، سمجھنے اور بر وقت فیصلہ اور اقدام کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ ماحول اور مختلف اشیا کے بارے میں بے شمار معلومات حاصل ہوتی ہے۔ اپنی صلاحیتوں کا ٹھیک ٹھیک اندازہ لگانے کا موقع ملتا ہے۔ تجربات اور مشاہدوں میں اضافہ ہوتا ہے۔ اجتماعی کھیلوں کے ذریعے بچے اپنے ہم جولیوں کے ساتھ تعاون، ہمدردی، قاعدہ اور ضابطوں کی پابندی، مقابلہ اور مسابقت میں اعتدال، ہم جولیوں کا پاس و لحاظ کرنا ذاتی دلچسپیوں کو اجتماعی مفاد قربان کرنا بھی وہ منظم کھیلوں کے ذریعے سیکھتے ہیں۔ کھیلوں کے ذریعے متعدد اخلاقی اوصاف بھی پروان چڑھتے ہیں مثلاً استقلال و پامردی، ضبط و نفس خود اعتمادی، وفاداری و اطاعت شعاری غرض کھیلوں کے بچوں کی ہم آہنگ نشو و نما میں بڑی مدد ملتی ہے۔ ان کی وجہ سے سالم شخصیت پروان چڑھتی ہے۔ حتی الامکان کھیلوں کو بھی بچوں کی تعلیم و تربیت کا ذریعہ بنایا جائے اور کاموں میں بھی کھیل کی اسپرٹ پیدا کر کے رفتہ رفتہ محنت و مشقت اور توجہ و انہماک کا عادی بنایا جائے۔ مقصد بچوں کی تعلیم و تربیت ہے اور کھیل اس کے حصول کا ذریعہ۔

(پٹنہ سے نشر)

زیب غوری

دل کھل اٹھتا ہے کسی کی گفتگو کرتے ہوئے
دیکھنا بستر سے کو، بارش میں نمو کرتے ہوئے
خوش بھی ہو لیتا ہوں میں نقش نوا کو دیکھ کر
درد بھی ہوتا ہے کچھ دل کو لہو کرتے ہوئے
کتنا شاطر ہے کسی پہچان میں آتا نہیں
رکھ گیا آئینہ خود کو روبرو کرتے ہوئے
میں کہاں ہوں اس سے پوچھوں جی میں آتا ہے مگر
شرم بھی آتی ہے اپنی آرزو کرتے ہوئے
روز دریا کے کنارے خود کو وہ پانا مرا
ڈوب جانا پھر گہر کی جستجو کرتے ہوئے
رات میں نے ایک خرقہ پوش کو دیکھا ہے زیب
اپنے چہرے کے اجالے میں رفو کرتے ہوئے

(آکاشوانی لکھنؤ سے)

آئینہ دیکھ

رؤف خوشتر

وہ کونسی شے ہے جس کے مقابل تر بتر ہے سنجیدہ، خوبصورت خواتین نا دیدہ، بدصورت عورتیں رنجیدہ، سفید بالوں والے شرمندہ اور تنتے ہوئے مرد خمیدہ ہو جاتے ہیں؟

جواب ہوگا آئینہ!

آئینہ کے موجد کو اگر علم ہوتا کہ اس کی ایجاد کے آگے ابن آدم یوں گھنٹوں گھٹنے ٹیک کر عجیب عجیب کرتب کرتے ہوئے اپنا وقت عزیز صرف کر دیگا۔ تو وہ کبھی آئینہ نہیں بناتا۔ آخر اسے بھی تو روز محشر میں ایک بہت بڑے آئینے کے روبرو منہ دکھانا ہے۔

آئینہ خلوت میں آپ سے یہ تصدیق کرواتا ہے کہ آپ ڈارون کی تھیوری سے ذرا بھی اتفاق نہ کریں، لیکن آپ کی حرکت آپ کو بندر سے قریب لے جاتی ہیں۔

خود ستائی کے اس دور میں گھر گھر بلکہ فرد فرد آئینہ زدہ ہے۔ آئینہ چونکہ شیشہ کی حساس دیوار ہے اور کہیں عمل ردعمل کے طور پر شکل ردِ شکل کی صورت نمودار نہ ہو اسی لیے بعض لوگ آئینے کے سامنے آنے سے ڈرتے ہیں۔ اس کے برخلاف وہ جو خود انا کے حصار میں مقید ہیں ان کو اگر اس دنیا میں کسی ایک چیز کا انتخاب کرنے کو کہیں تو وہ جھٹ آئینہ لیں گے۔

خلوت ہو، جلوت۔ اب لوگ آئینہ دیکھ دیکھ کر اپنی شخصیت سنوارتے رہتے ہیں اور یوں شخصیت بنانے اور سنوارنے کے لیے ٹیلر اور ڈریسر کے مرہونِ منت ہوتے جارہے ہیں۔

کہتے ہیں آئینہ بعض افراد کے لیے تاریخ کے دھارے کو نہ موڑنے میں معاون ثابت ہوا ہے۔ مصر کی بے حد خوبصورت ملکہ قلوپطرہ روزانہ آئینہ کے روبرو پہروں بیٹھتی اور اپنی ناک پلک سنوارتی۔ ورنہ کہتے ہیں کہ قلوپطرہ کی ناک کے ساتھ تاریخ بھی بدل جاتی۔

اور آئینہ ہی ہمارے دوست کے لیے جدائی کا باعث ہوا۔ یہ دوست اپنے حشرے بشرے کی وجہ سے زندہ طلسمات کی مثالی ٹریڈ مارک لگتے ہیں۔ دلہن کے رشتہ داروں نے جب انھیں دیکھ کر انکار کرنا چاہا تو یہ اپنے آپ کو چھپا گئے۔ یوں انھوں نے رشتہ داروں کو رام کر لیا۔ غرض وہ چیکوں اور ڈرافٹوں کی بارات لیے دلہن کے گھر پہنچے۔ اپنے چہرے کو کامیابی سے گھنے سہرے میں چھپا دیا۔ شام میں آرسی مصحف کے وقت جب دلہن نے دولہے کا چہرہ دیکھا تو چیخ مار کر بے ہوش ہو گئی اور یوں نا شاد ہو کر نوشہ آئینہ پھینک اپنا سا منہ لے کر رہ گئے۔

ہم نے یہ واقعہ دیکھا تو چونک گئے اور کانوں میں ہماری شادی کی شہنائی سے پہلے خطرے کی گھنٹی بجنے لگی۔ اس لئے کہ بنانے والے نے ہماری شکل کو بنانے میں کچھ زیادہ فیاضی سے کام لیا۔ کہیں دلہن سے محروم نہ ہو جائیں اس خیال سے اعلان کر دیا کہ معاشرے کی اصلاح اور اچھی مثال کے طور پر ہم اپنی شادی گھوڑے جوڑے کی رقم اور فضول رسم سے پاک رکھیں گے۔ اور جناب یوں ہم آرسی مصحف کی رسم سے بچتے ہوئے ایک عدد دلہن گھر لائے۔ یہ اور بات ہے کہ بیگم (جو شادی تک بے غم تھیں) نے ہم کو دیکھ کر ایک ٹھنڈی سانس لینے پر ہی اکتفا کر لیا اور بے ہوش ہونے کا پروگرام سردست ملتوی کر دیا۔

آئینہ ہمارے چھپے ہوئے جذبات اور خیالات کے اظہار کا بہترین ذریعہ ہے۔ چنانچہ مشاعرے میں جانے سے پہلے جب ہم اپنے شاعر دوست کے گھر پہنچے تو دیکھا کہ بند کمرے سے آواز آرہی ہے۔ جھانک کر دیکھا کہ شاعر آئینہ کے روبرو بیاض تھامے کہہ رہے ہیں:

"عزت افزائی کا شکریہ۔ یہ شعر صدر جلسہ کے لیے۔ یہ شعر حسب حال ہے۔ اس شعر میں ذات کا غم اور اس شعر میں کائنات کا غم وغیرہ وغیرہ۔" پھر خود کو سنوارتے ہوئے کہہ رہے تھے "غالب نادان تھا جسے ستائش اور صلہ کی پروا نہ تھی، اسے ہم تو ادب کی خدمت اس لیے کر رہے ہیں کہ ہمیں تو ہے ؏

ہاں ستائش کی تمنا ہاں صلہ کی پروا

اب ہم سے رہا نہ گیا اور جواب دیا ؏

گر نہیں ہیں ترے اشعار میں معنی نہ سہی

بعض لوگ آئینے کے طول و عرض کے مطابق اپنی شخصیت بنالتے رہتے ہیں۔ ہمارے ایک پروفیسر دوست جو ہوٹل میں مقیم تھے، ایک دن ہمارے ساتھ ہوٹل سے ٹائی کوٹ اور پاجامے میں نکلے۔ ہم نے آدھا چاند تو دیکھا تھا لیکن شخص نصف لباس نہیں۔ جب ہم نے پروفیسر کو اس نصفی نصفی طور پر مہذب ——— اور غیر مہذب ہونے کی طرف اشارہ کیا تو وہ خود حیران ہو گئے اور ہنستے ہوئے کہنے لگے "تم تو جانتے ہو میں غائب دماغ پروفیسر ہوں۔ چونکہ کمرہ میں چھوٹا آئینہ ہے۔ اسی لیے کوٹ، ٹائی اور قمیص تو پہن لیتا ہوں۔ پتلون پہننا بھول جاتا ہوں۔" یہ سن کر ہم نے ہوٹل والوں سے کہہ کر پروفیسر کے کمرے میں قدآدم آئینہ لگوا دیا اور یوں ان کی شخصیت کی تکمیل کا سامان ہو گیا۔ آئینہ کے بغیر اب زندگی ادھوری سی لگتی ہے۔ لیکن بہ حالت مجبوری ہم اس کے بغیر بھی دن گزار سکتے ہیں۔

سال کے آخری مہینے کے آخری ہفتے میں جب سسر جی کا دیا ہوا شاندار آئینہ ٹوٹ گیا تو ہم سسر جی کا دیا ہوا دائمی تحفہ یعنی بیگم صاحبہ کی جھیل سی آنکھوں سے آئینے کا کام لیتے رہے۔ ان کی آنکھوں کے جھروکے میں ہم اپنی شخصیت سنوارتے رہے۔ اُدھر بیگم بھی ہمیں دیدۂ حیراں لیے مجسمہ بن کر کھڑے ہونے کو کہتیں اور اپنے آرائش خم کاکل سنوارنے میں مصروف ہوتیں اور ہم اندیشۂ دید ور روزگار ہیں۔ یوں ہم نے من و تو کی آنکھوں آنکھوں میں دیکھو دیکھ ازدواجی ہفتہ گزارا۔

یکم جنوری کو جب ہم اُٹھ کر بیگم صاحبہ کو بیڈٹی کے موقع پر رٹا رٹایا جملہ "Happy New Year To you" کہا تو بیگم نے انگریزی بہ انگریزی جواب دیا ـ Happy New Mirror To you ـ ان کے ہاتھ میں نیا آئینہ ہمارا منہ چڑا رہا تھا اور ہم آئینہ دیکھ، اپنا سا منہ لے کر رہ گئے۔

(آکاشوانی گلبرگہ سے نشر)

رؤف خوشتر
۲۵-۴-۸ گورنمنٹ ریٹل کالونی
بیدر ۵۸۵۴۰۱

خمار قریشی

گھر میں کیسا شفقتار، کاسماں تھا پہلے
رنگ در رنگ میں بے خواب جہاں تھا پہلے
کس کھنڈر میں ہمیں محبوس، ہوا لے آئی
شب کے سینے میں بھی محفوظ مکاں تھا پہلے
بادباں، کشتیاں، پھر موج ہوا کی رونق
کون کس حال میں اور کون کہاں تھا پہلے
زینۂ شام پہ رکھا ہے چراغ خستہ
جس کی رگ رگ میں رواں زرد دھواں تھا پہلے
اب طرف تا بہ طرف چھائی ہے بن گمشدگی
استعارہ ہے، علامت ہے، عیاں تھا پہلے

(آکاشوانی گلبرگہ سے نشر)

غم کا الاؤ

ایم کوٹھیاوی راہی

(گجر کے گیارہ بجانے کی آواز۔ اکا دکا مریضوں کی کراہ۔ قدموں کی چاپ)

چندن : (دکھتی ہوئی آواز) فیصل تم اپنا خیال رکھو — میں اب کوئی دم کی مہمان ہوں — میں نہیں چاہتی کہ میرے بعد اپنا ہوش کھو بیٹھو — کیا دیکھ رہے ہو ان آنکھوں میں — مت دیکھو — ہم ہارے نہیں ہیں — ہمارے ارادے ہارے نہیں ہیں — (بیچ بیچ میں فیصل کے سسکنے کی آواز ابھرتی رہتی ہے) فیصل — ! (کچھ رک کر) نریش بھیا آپ دیوتا ہیں، آنے والی نسلیں آپ کی پوجا کریں گی — آپ نے ہمیں آپس میں شادی کرنے کی اجازت دے کر اپنا فرض پورا کیا — آپ سچ مچ دیوتا ہیں — مگر بھیا ! میں خود اس راہ سے ہٹ گئی — کیوں ہٹ گئی فیصل ! میں تمہیں بتاتی ہوں — ہاں ہاں — ابھی — ابھی بتاتی ہوں !

فیصل : نریش بھیا ! ذرا دیکھئے ڈاکٹر صاحب کدھر ہیں ؟

نریش : اچھا — (بجھے بجھے سے) (قدموں کی چاپ)

چندن : آپ نے نریش بھیا کو ہٹا دیا — اچھا کیا فیصل — اچھا کیا — میں ان کے سامنے ایسی باتیں کیسے کر سکتی تھی ذرا قریب ہو جاؤ فیصل — ہاں ذرا اور . . .

فیصل : مایوس نہ ہو چندن ! تم ٹھیک ہو جاؤ گی —

چندن : اپنا حال مجھے معلوم ہے — میں خوب جانتی ہوں اب یہ سانس اکھڑی اکھڑی سی لگ رہی ہے — میرے بدن سے کتنا خون نکل گیا ہے —

فیصل : فکر مت کرو، اس سے کیا ہوتا ہے !

چندن : شاید ٹھیک ہی کہتے ہو، اس سے کیا ہوتا ہے . . . . ہاں ہاں . . . . اب سنو، یہ بھی سنو، نریش بھیا سے تمہاری دوستی کتنی مشہور ہے — تمہیں اس بات کا پورا احساس ہوگا — ایک دوسری بات بھی سنو، ہم خوش نصیب تھے جو غریب پیدا ہوتے — تم بھی غریب، ہم بھی غریب — تم ایک معمولی ٹیکسی ڈرائیور، نریش بھیا ایک غریب میکنک، میں ایک دفتر کی ٹائپسٹ، خوب نبھتی ہماری تمہاری — دولت کی دیوار بھی نہیں تھی ہمارے بیچ — دیوار بنا دھرم (ٹھنڈی سانس) دیوار بنا مذہب — (ہلکی سی خوشی کا احساس) مگر یہ دیوار تم نے اور نریش بھیا نے دیکھتے ہی دیکھتے گرا دی، مگر میں اس راہ سے خود ہی ہٹنا چاہتی تھی فیصل، ایشور نے . . . .

(سرد آہ)

فیصل : ایسی باتیں نہیں کرتے چندن . . .

چندن : میں کہتی ہوں — میں فیصل — ! (کچھ رک کر) یہ بھی ایک بڑی بات ہوئی فیصل کہ اس شام میں تمہارے ساتھ ٹیکسی میں گھومنے گئی — ایکسیڈنٹ ہوا — تم صاف بچ گئے — اگر ایسا نہ ہوتا تو ندی میں چھلانگ لگا کر جان دیدیتی — میں گھائل ہو گئی — میں خوش ہوں فیصل کہ تم پر، تمہاری محبت پر قربان ہو جاؤں گی — جلد ہی — پل دو پل کی بات اور ہے — (لمبی سرد آہ)

فیصل : (گھبراہٹ کا لہجہ) ڈاکٹر شاید سو گیا ہے — نریش بھیا نہیں لوٹے — میں دیکھتا ہوں —

چندن : نہیں تم مت جاؤ — میں تمہیں بتا دینا چاہتی ہوں کہ میں اس راہ سے کیوں ہٹ گئی — سن لو فیصل ! سن لو ! ورنہ میری آتما بے چین پھرے گی (کچھ رک کر لمبی سرد آہ کے ساتھ) برسوں پہلے جب تم میرے گھر آ کر ہمارے مہمان بنے تو پتہ چلا کہ نریش بھیا کے تم بہت پرانے دوست ہو، تم دونوں نے ساتھ ساتھ پڑھا — پھر حالات آڑے آ گئے — تم ایک دوسرے سے بچھڑ گئے — میں دیکھتی تھی، ساری ساری رات تم دونوں کیسی کیسی باتیں کیا کرتے تھے — کیسے کیسے لطیفے سنائے جاتے تھے ایک دوسرے کو — اسی بیچ میں تم سے قریب ہوتی گئی — اور یہ بات جان کر کھل اٹھی کہ تم بھی مجھے دل کی اتھاہ گہرائیوں سے چاہتے ہو — بھیا کو جب خبر ہوئی تو وہ سوچ میں پڑ گئے . . . . .

فیصل : مجھے سب پتہ ہے چندن ! — تم اچھی ہو جاؤ گی چندن ! تم بہت جلد اچھی ہو جاؤ گی —

چندن : . . . . . بھیا کی سوچ کا اور ہی سبب تھا — وہ ایک رات اپنے آپ سے باتیں کر رہے تھے — لوگ کہیں گے ایک غریب بھائی اپنی بہن کو جہیز نہ دے سکا اس لیے اس کا ہاتھ ایک غریب دوست کے ہاتھ میں تھما دیا جو اپنے دھرم کا بھی نہیں — مگر بھیا کا یہ خطرناک احساس بھی ان کے ارادوں کو بدل نہ سکا — مجھے اور تمہیں کسی دور شہر لے جا کر دونوں دھرموں کی رسموں کے ساتھ بیاہ دینے کا ارادہ انھوں نے کر لیا — لیکن یہ بات کانٹا بن کر میرے دل میں چبھتی چلی گئی کہ زندگی بھر ان کو طرح طرح کے طعنے سننے ہوں گے — ان کا جیون جہنم بن جائے گا — میں یہی بات اس شام تم سے کہنے والی تھی جب میں تمہارے ساتھ اس ٹیکسی میں گھومنے نکل تھی جو ایک پیڑ سے ٹکرا کر چور چور ہو گئی اور پھر میرے بدن پر زخموں کے یہ پھول کھل اٹھے — !

فیصل : چندن — ! چندن — ! ! — ڈاکٹر — ڈاکٹر — ! !

چندن : بس یہی تم سے کہنا چاہتی تھی — مجھے معاف کر دینا — کہو . . . کہو . . . وعدہ کرو — وعدہ کرو فیصل — وعدہ کرو — معاف کر دو گے نا اپنی چندن کو — اپنی پھول سی — گڑیا سی — رانی سی چندن کو — فیصل . . . فیصل . . . . . !

(مسلسل ہچکیاں سنائی دیتی ہیں)

فیصل : (چیختی آواز) نریش بھیا — نریش بھیا — ! ! ڈاکٹر — ڈاکٹر — اب ڈاکٹر کو مت بلاؤ، اب نہیں — اب نہیں بھیا — نریش بھیا — ! !

(پھوٹ پھوٹ کر رونے کی آواز)

(سلائی مشین کی آواز برابر ابھرتی ہوئی سنائی دیتی ہے، جو گونجتی رہتی ہے، اسی آواز کی گونج میں صبا کے گنگنانے کی آواز سنائی دیتی ہے)

صبا :
تجھے فضل کرتے نہیں لگتی بار
نہ ہو تجھ سے مایوس امیدوار
تیرا تا ہے دریا میں ڈوبے کو تو
کہ ہر رنج و کلفت میں کافی ہے تو

(فیصل کے زور زور سے کھانسنے کی آواز ابھرتی ہے)

فیصل : (کھانستے ہوتے) یہ مناجات ذرا پاس آ کر صبا — ذرا اور پاس آ کر — !

صبا : آپ سوئے نہیں — ؟

فیصل : سو گیا تھا — آنکھ اچانک کھل گئی — !

صبا : ارے معاف کر دیجئے — مجھ سے بھول ہو گئی، سوچا تھا آپ کو دیکھتی بھی رہوں گی اور یہ کپڑے بھی سیتی رہوں گی — کل صبح ہی بیگم صاحبہ نے مانگا ہے (کچھ رک کر) اچھا آپ سو جیئے میں مشین دوسرے کمرے میں لے جاتی ہوں۔

فیصل : اتنی بھاری مشین کیسے اٹھاؤ گی ؟ ٹھیک ہے یہیں رہو، میری نیند پوری ہو چکی — جو پڑھ رہی تھیں وہی مناجات پھر پڑھو — پھر وہی صبا — (کھانسی کی آواز ابھرتی ہے)

صبا : آج پھر کھانسی آنے لگی — اچھا رکئے میں وہ سیرپ لاتی ہوں، جو چمچے میں آرام آجائے گا !

(اٹھ کر جانے کی آواز)

فیصل: (بڑبڑاتے ہوئے) خدا سلامت رکھے۔ بچاری صبا — پھول سا بدن خاک میں ملا جا رہا ہے! اُف اللہ (کھانسی کی آواز تیز تیز سنائی دینے لگتی ہے)

صبا: اُٹھئے ذرا اسے پی لیجئے — ٹھہریئے — میں سہارا دیتی ہوں (کچھ رُک کر) ہاں اب ٹھیک ہے — بس ایک چمچہ اور ۔ ۔ ۔ ۔

فیصل: خوش رہو صبا! میرا کتنا خیال رکھتی ہو، میں تمہارے لیے کچھ نہ کر سکا، کاش! میں کچھ دنوں کے لیے اچھا ہو جاتا تو ۔ ۔ ۔ ۔ تو ۔ ۔ ۔ ۔ (کھانسی کی آواز)

صبا: آپ میری فکر چھوڑیئے — انشاء اللہ آپ بہت جلد اچھے ہو جائیں گے، ڈاکٹر صاحب ابھی آج ہی کہہ رہے تھے ۔ ۔ ۔ ۔ !

فیصل: (کپکپاتی آواز) مگر مجھے ایسا لگتا ہے — صبا کہ تمہارے لیے کچھ نہیں کر پاؤں گا — کچھ ہی دنوں کا مہمان ہوں — کچھ ہی دنوں کا — !!

صبا: (سسکتی آواز میں) خدانخواستہ ۔ ۔ خدانخواستہ!

فیصل: یہ خوبصورت ہاتھ، یہ نرم و نازک ہاتھ، مہندی سے محروم سونے ہاتھ — میرے لیے — میری دوا، میرے پیٹ کے لیے کام میں لگ گئے — اُف! خدا کو کیا منہ دکھاؤں گا — (کھانسی کی آواز)

صبا: یہ آج کیا ہو گیا ہے آپ کو، کیسی باتیں کرنے لگے ہیں آپ — ! خدا کے لیے ایسا نہ سوچئے، میرے اچھے سرتاج — میری عمر بھی آپ کو لگ جائے ۔ ۔ ۔ ۔ !

فیصل: میں کیا تھا — میں کیا ہوں، میرا وطن میرا گھر کہاں تھا کہاں ہے؟ (کچھ رُک کر) — میں ایک خانہ بدوش ایک بے منزل کا مسافر ہی تو تھا — مجھے نہیں معلوم تھا کہ تم میری دور کی رشتہ دار بھی ہو۔ یہ مجھے تمہارے ابو نے بتایا — اپنے شہر، اپنے گھر کو چھوڑ کر اس شہر میں چلا آیا تھا، کیوں اپنا شہر اپنا گھر چھوڑا میں نے صبا! تم نے کبھی مجھ سے یہ نہیں پوچھا — اور نہ کبھی تمہارے گھر والوں نے یہ پوچھا — انھیں ایک شریف لڑکا چاہئے تھا، بس یہی بہت تھا ان کے لیے — وہ مجھے تمہارے حوالے کر کے اللہ کو پیارے ہو گئے۔

صبا: (بات کاٹ کر) آپ آج کیا کہہ رہے ہیں، کیوں کہہ رہے ہیں، یہ سب چھوڑیئے، آپ بہت جلد اچھے ہو جائیں گے — ہاں اب — اب مجھے اپنا کام کرنے دیجئے۔ صبح تڑکے ہی بیگم صاحبہ نے کپڑے مانگے ہیں — کل آپ کی دوا بھی لانی ہے — کچھ دوسرے ضروری سامان کے لیے بھی پیسوں کی ضرورت ہے۔ مگر آپ فکر نہ کریں — بالکل فکر نہ کریں — بے فکر رہیں — ہاں ہاں بالکل بے فکر — !!

فیصل: (کھانسی کو روکنے کی کوشش کرتے ہوئے) تم بہکنے لگی ہو صبا — پھر کچھ یاد آگیا ہے — پھر کچھ چھپانا چاہتی ہو مجھ سے ۔ ۔ ۔ ۔ !

صبا: نہیں تو — نہیں تو — آپ بے فکر رہئے — آپ بے فکر رہئے — !!!

(سلائی مشین کی آواز اُبھرتی ہوئی سنائی دیتی ہے۔ ساتھ ہی صبا کے گنگنانے کی آواز بھی —!)

تو کرے دم میں غنی محتاج کو
اور کرے پامال شاہی تاج کو
کچھ نہیں ہے لطف سے تیرے بعید
گر کرے تو شام غم کو صبح عید

(دوسرا سین)

(پرندوں کی چہکار کے بیچ مندروں کی گھنٹیاں اور اس کے ساتھ ہی دور سے آتی ہوئی اذان کی آواز)

صبا: میرے اللہ — میرے مالک — میرے مولا — ! مجھے صبر کرنے کی ہمت دے۔ فیصل کو تندرستی دے۔ انھیں عمر خضر عطا کر — اے میرے خدا — اے مریم کے خدا — مجھے اپنے ماضی کو بھلا دینے کا حوصلہ دے — اے میرے رحیم — میرے کریم — رحم کر — کرم کر ۔ ۔ یہ تیری گنہگار بندی تجھ سے شرمسار ہے مالک — ! وہ دن کیسے بھلا دوں ۔ ۔ ۔ ۔ وہ دن — وہ دن — ابھی کل ہی — کل ہی ان ترسی آنکھوں نے ڈسپنسری والی سڑک پر اسے دیکھا ہے — دیدار کیا ہے — اس کا دیدار — اس کا دیدار — جو کبھی میرا سب کچھ رہ چکا ہے ۔ ۔ ۔ اُف میرے معبود! کیسے بھلا دوں — وہ دن، وہ راتیں، وہ شہر، وہ بازار، وہ عمارتیں، وہ لوگ ۔ ۔ ۔ ۔ وہ کار میں بیٹھا کہیں چلا جا رہا تھا — میں نقاب ہٹا کے جھانکی تھی — ذرا بھی نہیں بدلا وہ — ویسا ہی چپ چپ سا۔ لاابالی سا — میں تیزی سے گلی میں مڑ گئی اس نے گاڑی روک دی۔ میں بھاگتی ہوئی یہاں چلی آئی — وہ دور تک میرا تعاقب کرتا رہا — اس نے مجھے آواز بھی دی ۔ ۔ ۔ ۔ شاید گھر بھی دیکھ لیا — میں نے دروازہ اندر سے بند کر لیا — دیر تک پلنگ پر پڑی ہانپتی رہی — اے میرے خدا — اب میں کیا کروں — بے وفا کہوں اس کو — ستم گر کہوں — بے رحم کہوں۔ آخر کیا کہوں — رات ایک پل بھی نہیں سو پائی ہوں — اس کی یاد میں بیتا ہوا ایک ایک پل — ایک ایک گھڑی — پھر اب کیوں وہ یاد آنے لگا ہے مجھے — کیوں، آخر کیوں —؟

(اچانک دروازہ کی کھٹ کھٹ سنائی دیتی ہے)

صبا: (بڑبڑاتے ہوئے) کون —؟ یہ سویرے سویرے کون دستک دے رہا ہے، کہیں وہی نہ ہو، کہیں فیصل کی آنکھ نہ کھل جائے۔ (گھبرائی آواز میں) ٹھہرو — آتی ہوں — کون صاحب ہیں —؟

(دروازہ کھلنے کی آواز کے ساتھ ہی صبا کی گھبرائی آواز)

صبا: ارے آپ — ؟ — تم — بادل!!

بادل: ہاں صبا! بادل — !

صبا: چلے جاؤ — چلے جاؤ — !!

بادل: تم سے کچھ مانگنے نہیں آیا ہوں صبا — ! دو منٹ — صرف دو منٹ — !!

صبا: کہو کہو — جلدی کہو، کیا ہے؟

بادل: کل رات اچانک تم نظر آ گئیں، میری گاڑی تمہارے پیچھے پیچھے چل رہی تھی۔ تمہاری چال سے میں نے تمہیں پہچان لیا۔ اور پھر جب تم نے نقاب ذرا ہٹایا تو — ذرا ہٹایا تو ۔ ۔ ۔

صبا: بس بس، اب بس کرو — جاؤ چلے جاؤ — خدا کے لیے چلے جاؤ بادل — !!

بادل: میں تم سے کچھ لینے نہیں آیا ہوں صبا! تمہارا پرانا نمک خوار ہوں، تم بہت پریشان ہو نا!

صبا: ہاں ہاں! ہوں تو — ہوں تو — اپنے اپنے نصیب کی بات ہے۔ خدا کے لیے چلے جاؤ اب — !

بادل: کسی کے دن یکساں نہیں رہتے صبا! آج میں ایک کامیاب پائلٹ بن چکا ہوں، مگر اس زندگی میں اب کچھ نہیں رہ گیا ہے — وہی دن رات آسمان کا چکر — !

صبا: تم نے مجھے دھوکا دیا — (آنسو پیتی ہوئی) چلے جاؤ — چلے جاؤ — !!

بادل: ہاں صبا! دھوکا دیا تھا — اس کی وجہ تمہیں معلوم ہے؟ خیر — ! فیصل کے ساتھ خوش ہو نا؟

صبا: خوش ہوں، بہت خوش ہوں — بے حد خوش ہوں — وہ میرا سہاگ ہے!

بادل: شاباش! میں تم سے یہی سننا چاہتا تھا، اب ایک احسان کرو مجھ پر — !

صبا: کہو — !

بادل: تمہاری مالی حالت خراب ہے نا صبا؟

صبا: تمہیں اس سے کیا — ؟

بادل: شاید تمہارا فیصل بیمار ہے — بہت — !!

صبا: ہاں — مگر تمہیں اس سے کیا؟

بادل: پرانا نمک خوار ہوں، کچھ کر تو نہیں سکتا تمہارے ساتھ یہ پیکٹ قبول کر لو اور یہ خط بھی — لفافہ میرے جانے کے بعد چاک کرنا اور خط پڑھ کر جلا دینا — !

صبا: پیکٹ میں کیا ہے — ؟

بادل: کچھ روپے ہیں — !

صبا: کس لیے — ؟

بادل: تمہارے لیے — ! تمہارے بیمار کے لیے — !

صبا: میں یہ خیرات قبول نہیں کر سکتی: جاؤ اب جاؤ — فوراً چلے جاؤ — !!

بادل: صبا! صبا!! — سنو تو سہی — سنو تو سہی — !!

(اچانک دروازہ بند ہونے کی آواز)

صبا: (تیز تیز سانسوں کے ساتھ بڑبڑاتے ہوئے) تم نے سارے زخم ہرے کر دیئے، تم کہاں سے آ گئے — کیوں آ گئے — میری یہ الجھن، یہ کشمکش فیصل پر ظاہر نہ ہو جائے — وہ دن — وہ راتیں، وہ شہر — وہ گھر — وہ عمارتیں — وہ باغ — میری ان ویران آنکھوں میں گھومنے لگے ہیں بادل! تب میں کیا تھی — تم کیا تھے — یاد آ رہا ہے — لمحہ لمحہ یاد آ رہا ہے، سب کچھ یاد آ رہا ہے — !

(سسکیاں سنائی دیتی رہتی ہے)

(فلیش بیک)

(ہارمونیم اور ڈھولک کی ملی جلی آوازوں کے ساتھ قوالی کی الاپ سنائی دیتی ہے، جو دھیرے دھیرے دور ہوتی جاتی

ہے —!

بادل: تم پھر بھاگ آئیں —؟

صبا: بور ہوگئی اس محفل میں —!

بادل: کیوں —؟

صبا: تم جانتے ہی ہو بادل! اس طرح کی قوالیوں سے مجھے الرجی ہے — ابا ایسے ہیں کہ جب دیکھو وہی قوالی، وہی بے سری الاپ — کبھی زیادہ موڈ میں آئے تو اپنے قلندر کو لیا اور زہرہ جبیں کا مجرا سننے چلے گئے — وہاں بھی وہی بے سُری الاپ —!

بادل: بے سری الاپ! اپنے اپنے شوق کی باتیں ہیں جان تمہیں فلمی پرچھائیاں پسند ہیں — فلمی گانے پسند ہیں — اور انھیں زندہ جسموں کی لچک — بے سری الاپ —!!

صبا: فلمی گانے نہیں غزلیں — فیض کی غزلیں — فراق کی غزلیں — واہ کیا بات ہے —

ایک اک کر کے ہوئے جاتے ہیں تارے روشن
میری منزل کی طرف ان کے قدم آتے ہیں

بادل: مجھ سے فراق کا ایک شعر سنو!

صبا: بسم اللہ —!

بادل: تم مخاطب بھی ہو قریب بھی ہو
تم کو دیکھوں کہ تم سے بات کروں

صبا: یہ شعر فراق نے کیوں کہا تھا بادل —؟

بادل: اپنے آپ سے پوچھو —! (وقفہ)

صبا: کیا سوچنے لگے بادل —؟

بادل: تم کو دیکھوں کہ تم سے بات کروں —؟

صبا: اچھا! یہ بات ہے —!!

بادل: سمجھ گئیں —؟

صبا: جی ہاں سمجھ گئی — بیٹھئے دیکھئے مگر بات مت کیجئے گا —!!

بادل: اچھی بات ہے —!

صبا: کیا بات ہے؟

بادل: اجازت ہو تو . . . . !

صبا: باغ بھی نظر رکھتا ہے بادل —!

بادل: کیا مطلب —؟

صبا: پھول بولتے بھی ہیں!

بادل: شاید سنتے بھی ہوں گے؟

صبا: ہاں سنتے بھی ہیں —!

بادل: سن رہی ہو نا —!

صبا: کیا —؟

بادل: جو کہہ رہا ہوں —!

صبا: تم پھول ہو —؟

بادل: اور تم کلی —!

صبا: اُف بادل —!

بادل: آؤ یہاں سے چلیں —!

صبا: کہاں —؟

بادل: کہیں بھی —!

صبا: آخر کہاں؟

بادل: جہاں کوئی نہ ہو — نہ پیڑ، نہ باغ، نہ پھول نہ کانٹے۔

صبا: دنیا میں ایسی کوئی جگہ نہیں ہے بادل —! ایسی کوئی جگہ نہیں —!!

(اچانک تیز ہوا چلنے کی آواز آنے لگتی ہے — جھاڑیاں کھڑکھڑانے لگتی ہیں)

بادل: شاید آندھی آ رہی ہے!

صبا: نہیں کوئی جھاڑیوں میں سے آ رہا ہے!

بادل: کون —؟

(دھم کی آواز ابھرتی ہے)

قلندر: آگ محل میں لگی ناقہ ٹلی کھڑا کا

بادل: قلندر — تم؟

قلندر: میں وہ قلندر ہوں جس کا ساز کھو گیا ہے۔

صبا: (قہقہہ) قلندر، تمہارا بندر ابا کی محفل کی زینت بنا ہوا ہے

قلندر: وہ جو تالیاں بجا رہا ہے؟

صبا: ہاں وہی —!

قلندر: وہ میرا بندر نہیں ہے!

بادل: اور کس کا بندر ہے!

قلندر: جو اسے نچا رہا ہے!

بادل: تم کس کو بچاتے ہو؟

قلندر: جو واقعی بندر ہوتا ہے!

صبا: کون واقعی بندر ہوتا ہے؟

قلندر: جو کسی کے عشق میں ناچا کرتا ہے۔

صبا: بادل صاحب ملاحظہ ہو —!

قلندر: میں بادل صاحب کو بندر نہیں —

صبا: کیا تم کوئی نقاد ہو —!

قلندر: محقق بھی مشہور ہونا چاہتا ہوں —

بادل: آخر کون ہے تمہارا بندر؟

قلندر: پہلے صبا صاحبہ کو رخصت کرو تب کچھ عرض کر سکوں گا۔

صبا: لیجئے میں چلی —!

بادل: ارے کہاں چلیں صبا! رکو تو سہی — میں اس مردود قلندر کے ساتھ یہاں کیا کروں گا —؟

قلندر: امرود کھائیں گے —!

صبا: شب بخیر —! اب کل باتیں ہوں گی —!

بادل: ذرا ٹھہرو تو سہی — قلندر کو بھی لیتی جاؤ —!

قلندر: کیوں بھگاتے ہو اس فنکار کو —؟

بادل: آپ فنکار ہیں —؟

قلندر: فنکار ہی نہیں — گلوکار بھی — گلوکار ہی نہیں — سنگیت کار بھی — سنگیت کار ہی نہیں — گیت کار بھی — گیت کار ہی نہیں — کہانی کار بھی — کہانی کار ہی نہیں . . .

بادل: بیکار بھی —!!

قلندر: خوب پہچانا ایک کار نے دوسرے کار کو —!

بادل: تو آپ کار ہیں —؟

قلندر: شاہکار بھی —!

بادل: کیا بکواس ہے — بولو جلدی بولو — بے موقع کیوں آ ٹپکے —؟

قلندر: سید عزت علی رئیس شہر کی محفل قوالاں سے بور ہو کر اس گلشن جاناں میں آیا تھا کہ نظارۂ جمال کروں اور زوال میں آرزو نمائش کمال کروں، مگر خدا کو یہ منظور نہیں تھا۔ اس میں آنجناب کا کوئی قصور نہیں تھا۔ دراصل میں خود اس معاملے میں مشہور نہیں تھا —

بادل: یہ کیا اول فول بکے جا رہے ہو قلندر، کوئی تازہ غزل ہی ہو تو سناؤ —

قلندر: کیا حضور کو یہ معلوم نہیں کہ میں شعر لینا ترک کر چکا ہوں۔

بادل: تو کیا کر رہے ہو آج کل!

قلندر: عبارت سے تنگ آ رہا ہوں۔

بادل: دیکھو قلندر — مذاق اب بند کرو، صاف صاف کہو کیسے آنا ہوا —؟

قلندر: آپ خوب جانتے ہیں میں بے وقت کیوں ٹپک جایا کرتا ہوں۔

بادل: کیوں آخر —؟

قلندر: جب جیب میں پیسے نہیں ہوتے، جب پیٹ میں روٹی نہیں ہوتی، رئیس شہر کے پاس چلا جاتا ہوں مگر اس وقت تو قوالوں نے انھیں اپنا اسیر بنا رکھا ہے — بات نہیں بن پاتی — مجبوراً اس باغ بہشت میں آ نکلا کہ دیکھتا ہوں —

بادل: بس بس — اب بس کرو — (کچھ رک کر) لو یہ دس روپے اور اپنی راہ لو —!

قلندر: شکریہ شکریہ —!!

ہو تیرا کام غریبوں کی حمایت کرنا
اک قلندر کی غریبی سے محبت کرنا

— (تیسرا سین) —

(موسیقی کی گھٹتی بڑھتی آواز کے ساتھ دروازہ کھلنے کی آواز)

نوبت رائے: آداب بیگم صاحبہ! کیسے یاد کیا خادم کو —؟

بیگم صاحبہ: (آہستہ سے) کئی دنوں سے ایک بات کہنا چاہتی تھی منیجر صاحب!

نوبت رائے: فرمائیے — حکم کیجئے!!

بیگم صاحبہ: آپ تو سید صاحب کی مالی حالت سے واقف ہی ہیں — میری سمجھ میں نہیں آتا اسٹیٹ کا کیا ہوگا؟

نوبت رائے: کیا کیا جائے بیگم صاحبہ۔

بیگم صاحبہ: انھوں نے اب بھی زہرہ جبیں کے یہاں جانا نہیں چھوڑا ہے۔

نوبت رائے: مجھے معلوم ہے —!

بیگم صاحبہ: کیا یہ سچ ہے منیجر صاحب! کہ انھوں نے سول لائن والی کوٹھی بھی بیچ ڈالی ہے؟

نوبت رائے: ان سے میرا نام مت لیجئے گا بیگم صاحبہ! آپ کی اطلاع صحیح ہے —!

بیگم صاحبہ: پرسوں بیس ہزار روپے کا چیک انھوں نے زہرہ جبیں کو دیا ہے؟

نوبت رائے: یہ خبریں آپ کو کون دیتا ہے بیگم صاحبہ؟

بیگم صاحبہ: اس خبر کی تصدیق کیجئے —!

نوبت رائے: آپ کی یہ اطلاع بھی صحیح ہے بیگم صاحبہ!

مگر گستاخی معاف ہو، کیا آپ یہ بتانا پسند کریں گی کہ یہ خبریں حضور تک کون پہنچاتا ہے ؟

بیگم صاحبہ : ان کا مصاحب قلندر — !

نوبت رائے : یہ خطرناک خبریں قلندر عوام میں بھی پہنچا رہا ہے بیگم صاحبہ ! (کچھ رک کر) وہ ایک خطرناک آدمی ہے !

بیگم صاحبہ : ذاتی فارم بھی انھوں نے رہن رکھ دیا ہے لاکھوں روپیہ کہاں سے آئے گا جو اسے وہ چھڑائیں گے۔ حکومت کو کیا جواب دیں گے — ؟

نوبت رائے : یہی تو میں بھی سوچا کرتا ہوں بیگم صاحبہ !

بیگم صاحبہ : زہرہ جبیں کی وجہ سے ہی یہ قیامت برپا ہے (کچھ رک کر) ایک مشورہ دیجئے — !

نوبت رائے : فرمائیے بیگم صاحبہ !

بیگم صاحبہ : قلندر کہتا ہے کہ اس کا علاج اس کے پاس ہے۔

نوبت رائے : وہ کیا علاج کرے گا — ؟

بیگم صاحبہ : شہر میں کوئی بہت بڑے عامل آئے ہوئے ہیں، اس کا کہنا ہے دس ہزار میں کام ہو جائے گا، وہ ان سے ایک ترکیب کروائے گا، جس سے زہرہ جبیں پاگل ہو جائے گی — !

نوبت رائے : (ہنس کر) قلندر پوری اسٹیٹ کو بیوقوف بنا رہا ہے، آپ اس کے چکر میں مت پڑیئے، خدا پر بھروسہ کیجئے —

بیگم صاحبہ : ایک اور خاص بات آپ سے کہنی ہے منیجر صاحب ! آپ برا تو نہیں مانیں گے ؟

نوبت رائے : فرمائیے — برا ماننے کی کونسی بات ہے !

بیگم صاحبہ : بادل بہت اچھا لڑکا ہے !

نوبت رائے : دعائیں ہیں آپ کی — !

بیگم صاحبہ : بلا کا ذہین بھی ہے —!

نوبت رائے : سب بھگوان کی مہربانی ہے —

بیگم صاحبہ : میں اسے اپنی ہی اولاد سمجھتی ہوں، اس نے صبا کو پڑھایا بھی ہے، اسی کی وجہ سے صبا ہمیشہ فرسٹ آتی رہی ہے — مگر ایک بات ہے . . . .

نوبت رائے : میں سمجھ گیا — سمجھ گیا۔ (کچھ رک کر) اب آپ ہی بتائیے کیا کروں۔

بیگم صاحبہ : آپ اسٹیٹ سے استعفیٰ دے کر اپنے وطن لوٹ جائیے — آپ جا سکتے ہیں — میں سید صاحب سے بات کروں گی۔ اچھا خدا حافظ۔

نوبت رائے : یہ اپائے میری سمجھ میں بھی آیا تھا — میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں، جلد ہی الگ ہو جاؤں گا —

(نوبت رائے کے جانے کی آواز)

بیگم صاحبہ : (بڑبڑاتے ہوئے) مگر نوبت رائے! آپ کے چلے جانے کے بعد اسٹیٹ کا کیا ہوگا ؟ — میرے اللہ تو ہی کوئی سبیل نکال — !

—— (چوتھا سین) ——

(میوزک کی ہلکی آواز)

صبا : بادل —! بادل —! او بادل —!! اٹھو آنکھیں کھولو حد ہو گئی نحوست کی، دن چڑھ آیا، رات بھر کیا تارے گنتے رہے ہو — ؟

بادل : (جمائی لیتے ہوئے)

تیرے جمال کی رعنائیاں بلاتی ہیں
حسین شام کی تنہائیاں بلاتی ہیں
وہ ڈوبتی ہوئی پرچھائیاں بلاتی ہیں
خیال آتا ہے کیا کیا خیال آتا ہے

صبا : اچھا تو جناب نے خواب میں شاعری فرمائی ہے — !

بادل :

خیال آتا ہے کہا کیا میں کیا لکھوں خط میں
محاذ جنگ — ہے توپوں کی گولہ باری ہے
وہ ساتھ چھوڑ گئے ہیں جو ساتھ آئے تھے
خبر نہیں ہے کہ اب اور کس کی باری ہے
مگر میں آج بھی آگے ہی بڑھتا جاتا ہوں
مرے جلال سے دشمن پہ خوف طاری ہے
لہو بہے گا ابھی اور یہ گماں ہے مجھے
ابھی سحر ہے گراں بار، رات بھاری ہے
خیال آتا ہے کیا کیا خیال آتا ہے

صبا : اب بس بھی کرو۔ بہت ہو چکا — رات اسٹڈی میں کیا کسی کا دیوان رہا ہے ؟

بادل : پڑوسی ملک کا پہلا حملہ — !

صبا : بہت پرانی بات ہے یہ — میں بہت چھوٹی تھی —

بادل : میں نے درخواست بھیج دی ہے صبا ! میں ہوائی جہاز اڑانے کی ٹریننگ لینے والا ہوں — میں پائلٹ بنوں گا میں اب تمہیں فضاؤں کی سیر کراؤں گا — !

صبا : ایک بات کہنے آئی ہوں بادل !

بادل : پھر کوئی اداس خبر لائی ہو — ؟

صبا : امی رات میرے اوپر بہت بگڑی ہیں — اب تم مجھے پڑھانے نہیں آؤ گے — !

بادل : یہ خطرہ مجھے کئی دنوں سے محسوس ہو رہا تھا، رات پتاجی بھی بہت خفا تھے۔ انھیں شاید بیگم صاحبہ نے بلوایا تھا۔

صبا : اب کیا ہوگا بادل — ؟

بادل : تم فکر مت کرو، وہی ہوگا جو ہم چاہیں گے — !

صبا : کیا چاہیں گے — ؟

بادل : نہ تمہارا مذہب بدلے گا نہ میرا دھرم !

صبا : کیا سوچا ہے تم نے ؟

بادل : کچھ سوچنے کی ضرورت نہیں، اب میں تمہاری کوٹھی میں نہیں آؤں گا۔ اب ہم کہیں اور ملا کریں گے۔

صبا : کہاں آخر ؟

بادل : قلندر کے مکان میں —!

صبا : اس کے لیے وہ تیار رہے گا ؟

بادل : میں نے تیار کر لیا ہے — !

صبا : ہم سول میرج کیوں نہ کریں بادل —؟

بادل : جلدبازی کی ضرورت نہیں ہے۔ اب تم یہاں سے چلی جاؤ — شام کو آنا۔

صبا : کہاں ؟

بادل : بیا قلندر کا مکان بھول گئیں — ہوائی اڈے کے پاس والا بھوت خانہ — !!

(دونوں قہقہہ لگاتے ہیں)

—— (پانچواں سین) ——

(مجرے کی گونج ابھرتی ہے)

عزت علی : (ہکلاتی ہوئی بہکتی آواز) زہرہ جبیں . . . ہم نے . . . شراب سے توبہ کر لی تھی . . . لیکن . . . . لیکن . . . کم بخت، تو نے ہماری توبہ کو بھی توڑ ڈالا . . . لے لے . . . . . اب ہمارے دل کو بھی توڑ ڈال . . . ہمیں قتل کر دے . . . وہ دن گئے جب خلیل خاں . . . . فاختہ . . . فاختہ اڑایا کرتے تھے — مگر ہم خلیل خاں نہیں . . . ہم سید عزت علی . . . ایک شاندار اسٹیٹ کے سب کچھ — کسی اودھ کے نواب سے کم نہیں — زہرہ جبیں — تو ہماری ریاست کی ایسی کی تیسی کر دے — ایسی کی تیسی کر دے — تیری ایسی کی تیسی — چھم چھم — چھما چھم — چھم چھم . . . . . .

(طبلے کی تھاپ، گھنگھروؤں کی جھنکار)

زہرہ جبیں : حضور ! اس دستاویز کے لیے شکریہ — ایک جام اور نوش جاں فرمائیں — !!

عزت علی : (ہکلاتی ہوئی بہکتی آواز) ہم نہیں چاہتے کہ . . . ہمارے بعد . . . ہماری جائیداد حرام خوروں کے ہاتھ لگے . . . چپہ چپہ اس ریاست کا نذر کر دیا یاروں کے نام تو میرا نام سید عزت علی نہیں . . . وقف کی گئی یہ اسٹیٹ غریبوں مفلسوں ہی میں تو ہم بانٹ رہے ہیں — بول زہرہ جبیں ! تو ایک غریب ایک یتیم رقاصہ نہیں ہے ؟ — یا وہ — وہ عشقیہ نغمے — معشوقوں کی شان میں کہی گئی قوالیاں گانے والے کسی نواب کسی رئیس کی اولاد تو ہیں نہیں — آخر یتیم ہی تو ہیں بیچارے، ہماری محفلوں میں رات رات بھر گلا پھاڑنے والے یتیم — یا وہ قلندر — جس نے اپنا بندر بھی بیچ کھایا، اسٹیٹ کے پیسے کا مستحق نہیں ہے —؟ غریبوں مفلسوں کے لیے وقف کی گئی لاکھوں، کروڑوں کی جائیداد ہم جو ایک ذرا سے ایمانی کا سہارا لے کر (زیرلب) غریبوں مفلسوں میں بانٹ رہے ہیں تو کسی کے باپ کا سا جھا — ؟ بول بے قلندر تو کدھر ہے ؟

قلندر : طبلے پر حضور !

عزت علی : تو ہی بجا رہا ہے آج طبلہ (کچھ رک کر) زہرہ جبیں او زہرہ جبیں ! تیرا وہ خاندانی طبلچی کدھر گیا ؟

زہرہ جبیں : بیمار پڑ گیا حضور !

عزت علی : افسوس — صد افسوس — ! — وہ بھی غریب — وہ بھی مفلس — ہمیں لے چلو اس کے پاس تاکہ ہم اسے بھی کچھ نذر کر سکیں — ریاست میں اس غریب کا بھی حصہ ہوتا ہے . . . . . !!

قلندر : (بڑبڑاتے ہوئے) کس بیدردی سے خرچ کر رہا ہے آج یہ خبیث !

عزت علی : تو نے کچھ فرمایا ہے کیا ہے — !
زہرہ جبیں: آپ کو قلندر صاحب دعائیں دے رہے ہیں
عزت علی: شاباش ! غریبوں کی دعا میں بڑا اثر ہوتا ہے۔
زہرہ جبیں: کچھ اور سنیں گے آپ — سناؤں کچھ اور ؟
عزت علی : چھکنے کے لیے پوچھتے نہیں بلبل !

(مجرے کی آواز تیز ہوتے ہوتے اچانک تھم جاتی ہے)

زہرہ جبیں: بے ہوش ہو گئے حضور — ؟
قلندر : بے ہوش ہو چکا تو پھر حضور کہنے کی کیا ضرورت ہے — اسے یہیں رہنے دو....
زہرہ جبیں: مجھے اس کے خاندان کی بربادی پر ترس آتا ہے۔
قلندر: کیوں ترس آتا ہے ذرا ہم بھی سنیں ؟
زہرہ جبیں : نمک حرام — !
قلندر: خفا ہو گئیں نا آخر — کتنی حسین لگتی ہو اس رنگ میں!
زہرہ جبیں: یہ دولت کس کام کی ؟
قلندر : کونسی دولت ؟ — وہ جو تمہارے حصے میں آ چکی؟ یا وہ جو میرے حصے میں آنے والی ہے ؟
زہرہ جبیں: تمہارے حصے ؟
قلندر : ہاں! میرے حصے میں۔ دیکھتی جاؤ۔ میرے ابھی کئی داؤ باقی ہیں — ! (قہقہہ لگا کر) صدیوں سے وقف کی جائدادوں پر عیش کرنے والے اس حرام خور خاندان کو خاک میں نہ ملا دوں تو میرا نام قلندر نہیں۔ یہ لوگ ایک طرف عوام کی آنکھوں میں دھول جھونکتے ہیں تو دوسری طرف حکومت کو بھی دھوکا دینے سے باز نہیں آتے۔ ایسے لوگوں کا انجام عبرت ناک ہونا چاہئے زہرہ جبیں — !!
زہرہ جبیں : (ہنسی بھری آواز) اے قلندر ! ذرا ادھر تو دیکھ، یہ اچانک تجھے کیا ہو گیا، پڑھے لکھے لوگوں کی باتیں کیسے کرنے لگا — یہ روپ تیرا میرے لیے بالکل نیا ہے! بہروپیا ہے کیا رے تو — ؟
قلندر : ہم وہ قلندر ہیں جس کا بندر کھو گیا ہے !
زہرہ جبیں: شاباش ! اب آیا اپنے نقلی رنگ میں !
قلندر: تو بھی آ جا جانی اپنے نقلی رنگ میں، تب کچھ آئے مزہ۔ ہم دیکھیں تیری ادا، تو دیکھے ہماری قضا !

(دونوں قہقہہ لگاتے ہیں)

صبا : (گھبرائی آواز میں) کچھ کرو — کچھ کرو بادل — کچھ کرو —!!
بادل: گھبراؤ مت صبا! خود کو حالات کے حوالے کر دو !
صبا : کوٹھی خالی کرنے کا نوٹس آ گیا ہے۔ ابو کے ہوش اڑے ہوئے ہیں۔ کوٹھی چھوڑنے سے پہلے میری شادی کر دینا چاہتے ہیں۔ امی نے ایک لڑکا ڈھونڈ نکالا ہے، ایک غریب خاندانی لڑکا — ایک ٹیکسی ڈرائیور....
بادل: تو کیا ہوا — ؟
صبا : تم میری جدائی برداشت کر لوگے — ؟
بادل : محبت تب بھی بنی رہے گی !
صبا : یہ جھوٹ ہے !
بادل: جدائی میں بھی ایک زندگی ہوتی ہے!
صبا : ہاں ! مگر ایک بے رنگ، ایک بے کیف، ایک اداس زندگی — !!!
بادل : وہی زندگی زندگی ہوتی ہے صبا ! جب کوئی نہیں ہوتا تو خیال ہوتا ہے جب وہ بھی نہیں ہوتا تو خواب ہوتا ہے۔ خواب ہمیشہ ساتھ دیتا ہے۔
صبا : آؤ ہم سول میرج کر لیں !
بادل: جذباتی مت بنو صبا — !
صبا : کہیں ڈوب جائیں — !
بادل: اس سے کیا ہوگا — ؟
صبا : اس زندگی سے نجات مل جائے گی — ہماری روحیں ایک ہو جائیں گی !
بادل : روحیں اس زندگی میں بھی ایک ہو سکتی ہیں۔
صبا : کیسے آخر کیسے — ؟
بادل : اب کیسے بتاؤں !
صبا : میں دیکھ رہی ہوں، محسوس کر رہی ہوں، اندر ہی اندر تم بھی بکھرتے جا رہے ہو، اپنے آپ پر قابو پانے کی کوشش کر رہے ہو — ایک ناکام کوشش...!
بادل: ناکام کوششیں بھی کامیابیوں سے ہمکنار ہو جایا کرتی ہیں —
صبا: بادل! بادل! ایسا نہ کہو، میں نے برسوں — برسوں تمہارا خواب دیکھا ہے — وصل کا خواب ! ملن کا خواب — مسرت کا خواب — ایک نئے ارمان ایک نئے جہان کا خواب — اس خواب کو بربادی سے بچا لو بادل — ! — آؤ — آؤ — ہم کہیں نکل چلیں !!
بادل: کہاں — ؟
صبا : جہاں کوئی نہ ہو — !
بادل: اس دنیا میں ایسی کوئی جگہ نہیں جہاں کوئی نہ ہو، ہر جگہ یہی سماج ہے، ہر جگہ یہی دیواریں ہیں — ہر جگہ یہی پابندیاں ہیں — یہی بندشیں ہیں — کوئی جگہ ایسی نہیں ہے جہاں یہ رکاوٹیں نہ ہوں، یہ جھگڑے نہ ہوں — !!
صبا : تم بزدل ہو بادل ! ڈرپوک ہو (سسکیاں) کیا یہ جھگڑے، یہ رکاوٹیں ہم ختم نہیں کر سکتے ؟
بادل: (لمبی سرد آہ) ضرور کر سکتے ہیں — مجھے سوچنے دو — ذرا مجھے سوچنے دو.....

(اچانک دروازہ کھلنے کی آواز)

قلندر: کیا ہم اپنے گھر میں آ سکتے ہیں — ؟
صبا : کہاں رہ گئے تھے قلندر ! — آؤ — آؤ —
قلندر: کس سوچ میں ہیں آپ دونوں — ؟
بادل : بکواس بند کرو — چپ چاپ بیٹھو —!
قلندر: فرار ہونے کا ارادہ ہے — ؟
صبا : مذاق بند کرو قلندر ! تم پتاجی کو چھوڑ کر گھر سے آ رہے ہو ؟
قلندر: جی ہاں — !
صبا : امی سے کچھ کہا تو نہیں !
قلندر: کہہ دیا کہ ہمیں نہیں معلوم آپ کہاں تشریف لے گئی ہیں!
صبا : شکریہ —! — بہت بہت شکریہ — !!
قلندر: اور جناب آپ کے پتاجی بھی تشریف رکھتے ہیں وہاں — !
بادل: مجھے پوچھا ہوگا — ؟
قلندر : ان سے بھی کہہ دیا ہم نہیں جانتے آپ کہاں ہیں۔ شاید غالب صاحب نے آپ ہی حضرات کے بارے میں کہا تھا ؎

ہم وہاں ہیں جہاں سے ہم کو بھی
کچھ ہماری خبر نہیں آتی

صبا : ابو کچھ کہہ رہے تھے ؟
قلندر: اسٹیٹ کے بارے میں باتیں ہو رہی تھیں، کوٹھی چھوڑنی ہے، کوئی مکان کرایہ پر لیا جانے والا ہے — عشق خانہ خراب نے مارا — !!
بادل: اب کیا خیال ہے صبا — ؟
صبا : ہم اپنا گھر بسائیں گے۔
قلندر: شاباش محترمہ! شاباش !! — زندہ باد اے محبت زندہ باد — !
بادل: صبا — !
صبا : کیا ہے ؟
بادل : کچھ اور سوچ رہی ہو — ؟
قلندر: محبت میں کچھ اور سوچنا محال ہے، محبت کے بغیر زندگی وبال ہے، گیدڑ کے بدن پر شیر کی کھال ہے — ! کیا خوب ہماری چال ہے — !!
صبا : خدا کے لیے یہ مذاق بند کرو قلندر !
قلندر: ارے آپ تو واقعی اداس ہیں — لیجئے مذاق بند کیا، اس زہر ہلاہل کو قند کیا، آپ لوگوں کا جینا دوچند کیا، دو رخمل سے ٹاٹ کا پیوند کیا — اب ہمیں اجازت دیجئے۔ مت اور اپنے آپ کو زحمت دیجئے — ہم پھر باہر ہو رہے ہیں — مابدولت تشریف لے جا رہے ہیں !

(قلندر کے جانے کی آواز)

بادل : تم جذباتی ہوتی جا رہی ہو صبا ! آخر سوچو اس عالم میں ہم کیا کر سکتے ہیں، ہمارے کچھ بھی کرنے سے کوئی بڑا ہنگامہ کھڑا ہو سکتا ہے — کوئی فساد ہو سکتا ہے.....

صبا : کچھ بھی ہو — !
بادل: خیر! جیسی تمہاری مرضی (لمبی سرد آہ) کل رات دس بجے اسٹیشن پر موجود رہنا۔ میں آؤں گا !
صبا : تم کوئی اور فکر مت کرنا — میں اپنے ساتھ — بہت سا روپیہ لاؤں گی — اتنا روپیہ — اتنا روپیہ کہ — پردیس میں ہم کسی کے محتاج نہیں رہیں گے بادل — !
بادل: بہت بہتر — بہت اچھا — اب چلتا ہوں — خدا حافظ — !!
صبا : خدا حافظ — !

ضمیر کی آواز : یہ کیا کر رہے ہو بادل — ایسا مت کرو

— تمہارا یہ قدم — یہ بہکتا قدم — ان پاکیزہ دیواروں کو ڈھا دے گا جن میں پوتر اشلوکوں اور مقدس آیتوں کی آوازیں گونجا کرتی ہیں — ان عمارتوں کو زمین بوس کر دے گا جہاں خدا کی عبادت، بھگوان کی پوجا ہوتی ہے — ان سڑکوں اور گلیوں کو انسانی خون سے رنگ دے گا جن پر امن اور شانتی کے پیکر گزرتے ہیں — باز آؤ بادل — ! اپنے قدموں کو بہکنے مت دو — ایسا نہ کرو — صبا ایک پاگل — ایک نادان — ایک بے وقوف لڑکی ہے — ایک محبت کے لیے ان گنت محبتوں کا قتل نہ ہونے دو بادل —

بادل: (بڑبڑاتے ہوئے) نہیں نہیں ایسا نہیں ہوگا — ہم اپنے مذہب اپنے دھرم پر قائم رہتے ہوئے ایک ہوں گے۔ یہ ایک اچھا شگون ہے۔ انسانیت کے لیے بھائی چارگی کے لیے، ایکتا کے لیے — نئی نسل ہمارے اس اقدام کا سواگت کرے گی — سڑی گلی نسلوں کی ہمیں کوئی پروا نہیں ہے — صبا ایک نئی کائنات، ایک نئی حیات کی علامت بنے گی اور میں اس علامت، اس پاک علامت کی حفاظت کروں گا — میں صبا کو اس شہر سے دور بہت دور کسی نئی کسی؛ جنبی بستی میں لے جاؤں گا کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوگی — ہمارے ایک ہونے سے کوئی بگڑتا ہے، کوئی اجڑتا ہے تو ہمارا کیا جاتا ہے — ہمارا کیا بگڑتا ہے — (قہقہہ — لگاتار — قہقہہ)

آواز: بیوقوف! ناسمجھ! نادان! ہوش میں آ۔ ابھی ہمارے خواب، ہمارے خیالات ماضی کی جکڑ بندیوں سے آزاد نہیں ہوئے ہیں۔ ابھی ہماری سوچوں میں، ہمارے آدرشوں میں اتنا پھیلاؤ نہیں آیا ہے — ابھی ہم محبت کی سچائیوں کو اتنی آسانی سے قبول نہیں کر سکتے۔ ابھی ہمارے دشمن قدم قدم پر ہماری تاک میں ہیں — لوٹ جا — لوٹ جا — ورنہ یہ محبت خون میں نہا جائے گی — بے گناہوں کے خون سے مت کھیل — لوٹ جا — چلا جا — چلا جا یہاں سے . . .

بادل: (بڑبڑاتے ہوئے) تو کیا . . . . تو کیا . . . . مجھے واقعی اس ارادہ سے باز آجانا چاہیئے ؟ میں سچ مچ لوٹ جاؤں؟ . . . . بیوفائی کے بے شمار افسانوں میں ایک

شاندار اضافہ! (قہقہہ) نہیں ہرگز نہیں — تو کیا صبا کو اس کے حال پر رہنے دوں؟ اور خود کہیں چلا جاؤں؟ ٹھیک ہے۔ بہتر ہے۔ اچھا ہے — (قہقہہ) نہیں . . . . نہیں . . . . اس کی آنکھیں — بڑی بڑی معصوم آنکھیں محبت کے ریشمی خوابوں میں ڈوبی ہوئی مخمور آنکھیں — آسانی سے بھلائی نہیں جا سکتیں، لیکن . . . لیکن . . . اُف میں کیا کروں — آخر کیا کروں — ؟ ؟

آواز: کرنا چاہو تو بہت کچھ کر سکتے ہو۔ زندگی کے حوصلوں کو بلند رکھو۔ میں تمہارا ضمیر، تمہاری آتما ہوں، میں جو کہوں وہ کرو۔ دل دشمن ہے اس کی بات نہ مانو — صبا بھی دل کے ہاتھوں مجبور ہے، وقت اسے بھی سب کچھ سکھا دے گا — اور اگر ایسا نہ ہو سکا تو بادل یاد رہے اس دھرتی کا امن و سکون خطرے میں پڑ جائے گا۔ دھرم اور مذہب کے نام پر انسانی خون بہانے کا ایک بہانہ مل جائے گا — دونوں طرف کے درندوں کو — ! تم ایسا نہ ہونے دو — تم اب ایسا کرو — ایسا کرو — کہ — (ہکلائی آواز) کہ — یہ کہانی ایک دوسرے موڑ پر ختم ہو اور . . . . وہ دوسرا موڑ . . . . دوسرا موڑ . . . . .

بادل: (چیختی ہوئی آواز میں بڑبڑاتا ہے) ایسا خطرناک مشورہ مت دو — ایسی راہ نہ دکھاؤ — جس پر چلتے ہی یہ قدم لڑکھڑا جائیں — جس پر نہ کوئی منزل ہو، نہ منزل کا نشان . . . . بھگوان کے لیے اب چپ ہو جاؤ — اور مت بہکاؤ — اور مت بہکاؤ . . . .

آواز: (قہقہے) میرا کام پورا ہو چکا — مجھے یقین ہے کہ اب اس کہانی کو کہانی ہی رہنے دو گے، سچ نہیں بننے دو گے — خون میں نہایا ہوا سچ — آگ میں جلتا ہوا سچ — امن اور شانتی کو خون اور راکھ میں بدلتا ہوا سچ — (قہقہے کی آواز گونجتی ہوئی سنائی دیتی ہے)

(فراٹے بھرتی ہوئی ٹرین کی آواز اور اسی آواز کے بیچ)

بادل: نیند آرہی ہے صبا ؟

صبا: نہیں بادل، ابھی نہیں — ابھی تو یہ آنکھیں گاتے ہوئے ناچتے ہوئے خوابوں میں گم ہیں — !

بادل: شہنائی کی آوازوں میں ڈوبے خواب — ؟

صبا: ہاں بادل! وہاں پہنچ کر ہم سب سے پہلے یہی کام کریں گے نا ؟

بادل: ہاں یہی کام — !

صبا: وہ لوگ تمہارے اپنے لوگ ہیں نا ؟

بادل: ہاں میرے اپنے لوگ — جو تمہارے بھی اپنے لوگ ہو سکتے ہیں — !

صبا: تمہیں اس کا یقین ہے نا ؟

بادل: ہاں یقین ہے !

صبا: وہ خوش ہوں گے ہمارے اس فیصلے پر ؟

بادل: بے انتہا — !

صبا: میری اٹیچی میں بہت سا روپیہ ہے بادل! سونے چاندی کے زیورات بھی بہت سارے ہیں — ہیرے کی دو انگوٹھیاں بھی ہیں — !

بادل: آہستہ بولو — کوئی سن نہ رہا ہو — !

صبا: بھاگتی دوڑتی ٹرین کے اس فرسٹ کلاس کوپے میں ہمارے سوا کون ہے جو سن لے گا یہ باتیں — ؟

بادل: ہم خود ایک دوسرے کے دشمن ہو سکتے ہیں صبا — !

صبا: یہ کیا بک رہے ہو — ؟

بادل: وفا کے ساتھ بے وفائی نہ ہو تو محبت بے مزہ ہو کر رہ جاتی ہے — !

صبا: بے وفائی کا ارادہ ہے — ؟ (ہنسی کی آواز)

بادل: فرض کر لو ہاں — تو پھر کیا خیال ہے تمہارا — ؟

صبا: خدانخواستہ — !

بادل: تم خود بے وفائی کر سکتی ہو !

صبا: ہرگز نہیں !

بادل: فرض کر لو ہاں — تو پھر کیا خیال ہے تمہارا — ؟

صبا: کیوں فرض کر لوں۔ یکایک تم اس طرح کی باتیں کیوں کرنے لگے اب جبکہ ہماری منزل کچھ دور بھی نہیں — اس طرح کی باتیں نہ سوچو — توبہ کرو — توبہ — بُرے خیالوں سے توبہ — ! !

(پہیوں کی گڑگڑاہٹ مدھم پڑنے لگتی ہے)

بادل: یہی اسٹیشن ہے اپنا — !

صبا: یہی — ؟ ارے واہ یہی کیسے ہو سکتا ہے — دلّی دو دن میں پہنچتے ہیں نا ؟

بادل: دلّی دور ہے — !

صبا: ارے! ارے! — یہ اچانک اُٹھ کیوں گئے ؟ سامان کیوں سمیٹ رہے ہو ؟ — کیا بات ہے بادل — ؟

بادل: یہی وہ اٹیچی ہے نا — ؟

صبا: ہاں یہی — مگر بادل — (چیختی آواز) یہ کیا بادل . . . . . یہ کیا . . . . ؟

بادل: گاڑی رُک رہی ہے مگر تم بیٹھ جاؤ — بیٹھ جاؤ — ! (ڈانٹنے کے انداز) خاموش بالکل خاموش ! !

(صبا روتی ہوئی آواز میں چیختی ہے)

بادل: وفا کے ساتھ بے وفائی نہ ہو تو محبت بے مزہ ہو کر رہ جاتی ہے۔ ایمانداری کے ساتھ بے ایمانی نہ ہو تو زندگی ایک انچ بھی آگے نہیں بڑھ سکتی — شب بخیر صبا — ! شب بخیر — ! !

صبا: بادل — ! — بادل — ! (رونے کی آواز)

(پلیٹ فارم کی بھیڑ بھاڑ کی آواز کے بیچ کمپارٹمنٹ میں مسافروں کے چڑھنے کی آواز — اور پھر عزت علی کی اونچی آواز —)

عزت علی: بیٹی صبا — بیٹی صبا — ! تو کہاں جا رہی تھی — ؟

صبا: (سسکتی آواز) کہیں نہیں ابو — !

عزت علی: ہم سے خفا ہو گئی تھی بیٹی جو اس طرح روٹھ کر گھر چھوڑ رہی تھی۔ مجھے سب کچھ معلوم ہو گیا تھا۔ میں نے اس ٹرین کا پیچھا اپنی کار سے کیا ہے — خاندان کی عزت کو نیلام پر نہ چڑھا صبا — ! میری بیٹی ! !

(عزت علی کے پھوٹ پھوٹ کر رونے کی آواز)

صبا: (سسکتے ہوئے) آپ کیوں روتے ہیں ابو ؟ خدا کے لیے چپ ہو جایئے — کوئی دیکھ نہ لے — میں — میں نہیں سمجھی تھی — وہ — وہ — !

عزت علی: کون وہ — ؟

صبا: بادل ابو — بادل — !

عزت علی: اس کے باپ نوبت رائے نے اسٹیٹ کو تباہ کیا اور وہ تجھے تباہ کرنا چاہتا تھا۔ خدا کا شکر ہے تو تباہی سے بچ گئی، چل بیٹی اب اُٹھ، باہر گاڑی موجود ہے۔ اس چھوٹے سے شہر میں ہم نے ایک مکان کرائے پر لے لیا ہے — ! اب اسی مکان میں تیرے ہاتھ بھی پیلے ہوں گے میری بیٹی — !

(فلیش بیک ختم)

صبا: (سسکتی آواز) اب میں ان یادوں کو، ان کڑوی کسیلی یادوں کو کہاں لے جاؤں میرے اللہ — تیری اس دنیا میں اب نہ ابو ہیں نہ امی — نہ وہ اسٹیٹ ہے نہ وہ کاریں نہ وہ کوٹھیاں نہ وہ بنگلے — نہ وہ دن نہ وہ راتیں — اب اداس راتیں ہیں، اداس صبحیں ہیں، اداس مکان — اداس فیصل۔

(فیصل کے مسلسل کھانسنے کی آواز اُبھرتی ہے)

(صبا کی سوچیں رُک جاتی ہیں)

(کھٹ کھٹ کی آواز ابھرتی اور ڈوبتی ہوئی)

صبا: فیصل۔ لو۔ لو . . . دوا لو۔

فیصل: (سرد آہ ڈوبتی ہوئی آواز) چندن اُف چندن! بہت کڑوی ہے۔ اب رہنے بھی دو اسے۔

(کھٹ کھٹ کی آواز ابھرتی ہے)

صبا: (بُڑبُڑاتے ہوئے) چندن — کون چندن — کہاں . . . اُف ایک اور کہانی . . . . . اُداس میں — اُف یہ اداسیاں اور یہ زندگی — ایسے میں ایک بھولے ہوئے، ایک بے وفا، بے رحم، سنگدل کا دبے پاؤں چلے آنا (کراہتی آواز) یہ لفافہ! خط! بادل کا خط . . . اسے چھوڑ گیا؟ کیوں —؟ (کپکپاتی آواز) نہیں۔ نہیں . . . اسے جلا دوں گی . . . نہیں دیکھوں گی۔ نہیں پڑھوں گی . . . . مگر . . . مگر . . . کیا لکھا ہے اس نے . . . آخر کیا لکھا ہے اس نے . . . .

(پورا خط بادل کی آواز میں سُنائی دیتا ہے)

صبا —!

آج میں تم سے مجبوراً مخاطب ہو رہا ہوں —

یقین کرو اس کے بعد نہ مجھے کہیں پاؤ گی نہ میری تحریر کو، دل پر ایک بوجھ ہے جسے ہلکا کرنا چاہتا ہوں — میرے سینے میں ایک الاؤ سا دہک رہا ہے۔ اس طرح کے الاؤ آج بہت سے سینوں میں دہک رہے ہیں، جنھیں اَن گنت ٹھٹھرتے ہوئے ہاتھ، بیشمار کپکپاتی ہوئی صورتیں اور تھرتھراتی ہوئی ہاتھیں تاپتی ہوں گی۔ رات، رات اس امید میں کہ کبھی تو وہ سورج نکلے گا جب دنیا کی بنائی ہوئی یہ پابندیاں ختم ہوں گی، یہ حدیں ٹوٹیں گی، جہاں ہم ایک دوسرے میں گم ہو کر ایک نئی دنیا، ایک نئے سماج، ایک نئے ماحول کو جنم دے سکیں گے — سونے چاندی کے زیورات اور روپیوں سے بھری ہوئی وہ اٹیچی میں نے تمہارے ابو کے حوالے کر دی تھی اور یہ جو کچھ ہوا، اُن کے اور میرے سوتیلے پتا جی کے بنائے ہوئے منصوبے کے تحت ہوا — آج میں پائلٹ بن کر آکاش کی بلندیوں پر گھوم رہا ہوں مگر افسوس تمہارے ساتھ نہیں — تمہاری نہ بھلائی جانے والی معصوم یادوں کے ساتھ —!

(ہوائی جہاز کی آواز سنائی دیتی ہے)

(گورکھپور سے نشر)



تھکن

فخرالدین عارفی

یاس

یاس اور امید کے درمیان جھولتا ہوا ایک ناتواں وجود جو ازل سے طلسمات کے میدان کارزار میں اپنی سانسوں کی سوغات لٹاتا رہا ہے۔ اب تھک سا گیا ہے اور اس کے اعتماد کی شمع لرزنے لگی ہے . .

یاس چاہتی ہے کہ میں فتح حاصل کر لوں، امید کی کوشش ہے کہ میں شکست دے دوں . . . کاش طلسم پاش پاش ہو جاتا اور امید و یاس کی کشمکش ختم ہو کر طبیعت کو یک سوئی حاصل ہو جاتی . . . . . .

اب تو کچھ بھی برداشت نہیں ہو پا رہا ہے، دل کا عجب عالم ہے۔ کاش لفظوں کے سہارے ان کیفیتوں کے اظہار کی ذہانت ہی کوئی ہمیں بخش دیتا . . . . دنیا کا ہر رنگ بے رنگ ہو چکا ہے، بے سمت بے رنگ موسموں کی فضا آفرینی بڑھتی اور پھیلتی جا رہی ہے اور ہر چہرے کو بے چہرگی کی دیمک چاٹ رہی ہے . . بلندیوں کی طرف پرواز کرنے والے سارے پرندوں کے بازو شاید اب شل ہو جانا چاہتے ہیں اور چاند کے منڈیر سے پر بیٹھا ہوا وہ سفید کبوتر بھی جو اپنی تیز اڑان کے لیے سب سے زیادہ مشہور تھا اب زمین کی طرف دیکھنے لگا ہے۔ یوں تو خلاؤں میں اب بھی ہزاروں پرندے ایک ساتھ اڑان بھر رہے ہیں لیکن تھکن سب پر طاری ہو چکی ہے، سب کی آنکھوں میں ایک انجانا خوف سمایا ہوا ہے، اور سب کا درد مشترک ہے . . . . .

خوف . . . . .

خلا . . . . .

دائرہ . . . . . . اور فنا . . . . . .

کیا یہی ہماری زندگی کا حاصل ہے؟

کیا ہم محض کھلونے ہیں اور ہمارا مقدر بھی کھلونے کی مانند ٹوٹ کر ریزے ریزے میں تبدیل ہو جانا ہے . . . ؟؟

اُف ہمارے خدا! ہم کیا کریں؟ کہاں جائیں . . ؟؟

اپنے دل کو کیسے یہ سمجھائیں کہ وہ جو کچھ سوچ رہا ہے غلط، جھوٹ اور بے بنیاد ہے . . . . .

ذہن و دل میں ایک عجیب سی نامعلوم بے چینی کروٹیں لے رہی ہے، اضطراب بڑھتا جا رہا ہے، چبھن تیز ہو رہی ہے جیسے زہریلا ناگ ہر لمحے ہمارے احساسات کے جسم کو چھلنی کر رہا ہو . . . ہر لمحہ زندگی کا تصور بھی اب اپنا دامن بچانے لگا ہے، سانسوں کا بوجھ ہر لمحے بڑھتا ہی جا رہا ہے اور ہماری کمر اس بوجھ سے روز بروز جھکتی چلی جا رہی ہے . . . .

تاحد نظر راستے مسدود ہیں، ہر طرف سے مایوسی، ناامیدی اور حسرت کی یلغار ہو رہی ہے اور زہریلی ہوا ہمارا تعاقب کر رہی ہے . . . . . کیا خبر کب کمزور لمحے ہمارا مقدر بن جائیں اور ہماری سانسوں کے ذریعے زہریلی ہوا ہماری رگوں میں سرایت کر جائے . . . یہ مغلوق سونی اور سال خوردہ عمارت جہاں ہم اپنی سانسوں کی دولت لٹا رہے ہیں آخر کب تک ہماری محافظت کر سکے گی؟ کسی بھی پل ہماری زندگی کا چراغ پاگل ہواؤں کی زد میں آ کر گل ہو سکتا ہے۔ تب ہمارے ساتھ ساتھ یہ سال خوردہ اور کمزور عمارت بھی ہمیشہ ہمیشہ کے لیے تاریکی اور سناٹے کے اتھاہ ساگر میں کہیں گم ہو جائے گی اور تب سب کچھ نگاہوں سے اوجھل ہو جائے گا . . . .

یا پھر شاید کہ ایسا ہو گا کہ ہماری موت کے بعد اس عمارت کو ایک نئی استقامت حاصل ہو جائے گی اور پھر ہماری ہی طرح دوسرے ہزاروں اور لاکھوں لوگ اس بوسیدہ عمارت کے در و بام کو نئے رنگ و روغن سے آراستہ کریں گے اور اس کی بنیادوں کو مضبوط بنائیں گے۔ تب پھر سے یہاں ایک مرتبہ زندگی کے نئے چراغ جلائے جائیں گے، کلیاں مسکرائیں گی اور بہاریں انگڑائیاں لیں گی . . . . . .

لیکن شاید کہ پھر وہی ہو گا جو ہمارے ساتھ ہونے والا ہے یا ہمارے بزرگوں کے ساتھ ہوا ہے . . . .

یہاں کچھ بھی ہو سکتا ہے . . . . یہاں سب کچھ ممکن ہے . . . . .

لیکن یہ "کل" کی باتیں ہیں "کل" جو یقیناً ہمارا نہیں ہو گا . . . دیروز اور فردا دونوں ہمارے اپنے نہیں ہیں، پرائے ہیں۔ اگر ہمارا کوئی اپنا ہے تو وہ "امروز" ہی ہے اور امروز ہمارا اپنا ہو کر بھی اپنا نہیں ہے اور یہی ہمارے وجود کا سب سے بڑا المیہ ہے . . . . . .

توپھر کیوں نہ ہم اپنی بساط کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے ایک ایک پل ہر لمحے کا ساتھ دیں اور قبل اس کے کہ ہماری بساط کی زنجیروں کو وقت ریزہ ریزہ کردے، ہم لمحوں کے سمندر میں ڈوب کر چند آبدار موتی برآمد کرنے کی کوشش کریں؟ کہ اگر ہم یہ بھی نہیں کر سکے تو ہمارے ہاتھ کچھ نہ آئے گا۔۔۔

کل آہستہ آہستہ ہماری طرف رینگ رہا ہے۔ اس کی سرخ زبان ہمارے وجود کی پیاسی ہے۔ ہماری رگوں میں دوڑتا ہوا خون خون کا ایک ایک قطرہ کسی کی امانت ہے جو ہمیں واپس کردینا ہے۔۔۔۔۔۔

پھر بھی ہم بہت کچھ کرنا چاہتے ہیں لیکن ہم بہت مجبور ہیں اور شاید ہم کچھ بھی نہیں کر سکتے ہیں۔۔۔

کتنی عجیب بات ہے کہ شمع کی مانند جل رہے ہیں ہماری ذات سے مختلف رشتوں اور حالات سے۔ لیکن خود ہمارا مقدر تاریکی کی دیوار [illegible] میں بیٹھا ہوا ہے۔۔۔

لیکن یہ کوئی نئی بات بھی تو نہیں ہے۔ شمعیں اسی لیے روشن کی جاتی ہیں کہ وہ رات کے [illegible] دور کریں لیکن وہ شمع جو تاریکی دور کر جاتی ہے اور [illegible] ہی خود تاریکی کی [illegible]۔۔۔

اس حقیقت سے سب واقف ہیں
شمع کی تقدیر کیا ہے [illegible]۔

لیکن اس کے باوجود شمعیں جلتی ہیں، محفلیں آراستہ کی جاتی ہیں، پروانے آتے ہیں اور اپنی جان نثار کرتے ہیں۔۔۔

شمعیں جلتی رہیں گی، محفلیں آراستہ ہوتی رہیں گی اور پروانے اپنی جانیں بھی نثار کرتے رہیں گے۔۔۔

لیکن وہ پروانہ شاید کبھی نہیں آئے گا جو مظلوم شمع کی تقدیر بدل سکے اور تب ایک دن یہ دنیا بھی شمع کی مانند پگھل پگھل کر ختم ہوجائے گی اور شمع و پروانہ کا رشتہ سدا کے لیے ٹوٹ جائے گا۔۔۔

فخر الدین عارفی (پٹنہ سے نشر)
محمد پور، شاہ گنج، پٹنہ

محمد عبد الخالق ارمان

قفس آباد کو نسبت نہیں صحن گلستاں سے
مجھے کیا خاک حاصل ہو خوشی ذکر بہاراں سے
کہاں سے پڑ گیا سایہ تری زلف پریشاں کا
پریشاں ایک عالم ہے مرے حال پریشاں سے
جب اس ناہید الفت کا زباں پر نام آتا ہے
ترنم پھوٹ پڑتا ہے مرے ساز رگ جاں سے
فدائے رنگ و بوئے زندگی تھے ایک دن ہم بھی
گزرنے والے سنتا جا ذرا گور غریباں سے
کچھ اس انداز سے وہ پوچھ بیٹھے حال دل میرا
نکل کر رہ گئے اشک تمنا چشم گریاں سے
گزر ہو ان کے کوچے میں تو لے باد صبا کہنا
رہو گے دور دور آخر کہاں تک اپنے ارماں سے

(ناگپور سے نشر)

اسٹیل والا

شکیلہ اختر

تابش کے جھکنے اور سرسراتے ہوئے پتوں نے اس گھر کے کچھ لوگوں کو گرد و پیش سے بے خبر بنا رکھا تھا۔

ایسی کڑاکے کی سردی میں جب کئی دنوں سے مسلسل بارش ہو رہی ہو تو ایسے وقت میں دروازوں اور دریچوں کو بند کرا کے دبیز پردوں کے پیچھے چھپ کر نرم لحاف اور کمبلوں میں دبکے ہوئے گرم گرم چائے اور کافی پیتے ہوئے — برج اور رمی کھیلنے میں کتنا مزہ آتا ہے۔ بھنے ہوئے کاجو اور گرما گرم خوشبودار پکوڑیاں سوس اور مرچوں کی چٹنی کے ساتھ کیسا مزہ دیتی ہیں اور ایسے برف آلود موسم میں اسی طرح سکڑے اور سمٹے ہوئے رہنے میں بڑا اچھا لگتا ہے۔ دنیا سے بے پروا بس اپنے آپ مگن — تاش کھیلتے کھیلتے نوشین نے ایک ہلکی سی جھرجھری لی۔ "بھئی اب تو حد ہو گئی — پورے تین دن ہو گئے بارش ہوتے ہوئے۔"

"— پھر؟ تمہارا کیا بگڑتا ہے؟ ہیٹر جلائے گرم گرم کافی پیتی ہوئی برج کھیل رہی ہو — اب اور کیا چاہئے۔ محترمہ؟"

"— لو بھئی اور سنو! یہ بھی کوئی بات ہوئی — اپنے گھر سے اتنی دور بیٹھے ہوئے ہیں۔ ہم لوگ تو بس یہی دو چار دنوں کیلئے آئے تھے مگر اس طوفانی بارش نے تمہارا قیدی بنا کر رکھ دیا ہے۔ ایسا لگتا ہے جیسے بادلوں پر ایک دیوانگی سی چھا گئی ہے۔ یہ گرج۔ یہ چمک۔ یہ کڑاکے۔ خدایا — ساری زندگی مفلوج سی ہو کر رہ گئی ہے۔"

سیما زور سے ہنس پڑی "— چلو۔ انجوائے کرو۔ زندگی بار بار تو نہیں ملتی — غالب بیچارے روتے دھوتے ہی دنیا سے یہ کہتے چلے گئے کہ — لوح جہاں میں حرف مکرر نہیں ہوں میں۔

— ارے جناب! برج کا جادو — تو وہ جادو ہوتا ہے جو حواس کو معطل کر دیتا ہے۔ کچھ لوگ تو اس کو ایسا انجوائے کرتے ہیں کہ ہفتوں انھیں اپنے آپ کی بھی خبر نہیں ہوتی۔" نوشین اس موسم سے سخت بیزار ہو رہی تھی۔

"ہائے ہمارے پھولوں پر کیا بیت رہی ہوگی۔ میرے قیمتی گلابوں کی نازک پنکھڑیاں کیسے بکھر بکھر گئی ہوں گی۔۔۔!"

سیما کے زیر پر زیر بنتے جا رہے تھے وہ بہک کر بولی۔ "نیلما رانی پھولوں کے سوا اور بھی کچھ یاد ہے؟ — پھولوں کا دیوتا — گلابوں کا راجہ۔"

نیلما کھلکھلا کر ہنس پڑی "— فون پر ان کی خیریت مل چکی ہے۔ مگر میرے پھولوں کا حال کسی نے نہیں بتایا۔"

"دیکھو بھئی اب ایسی بھی جمائی پارٹی کو مت بگاڑو — کیسی پیاری مجلس لگی ہے۔ بارش تو کسی وقت ختم ہی جائے گی — مگر یہ رونق محفل کہاں ہوگی — اگر اپنے پھولوں کا حال جاننے کو ایسی ہی بے چین ہو رہی ہو — تو ذرا اس دریچے کے پردے کو ہٹا کر نیچے دیکھو۔ بس جو میرے گلستان کا حال ہو رہا ہے وہی تمہارے گلشن پر بھی بیت رہی ہوگی — تاش کی انہی پتیوں میں اب زمین و آسمان کے چکروں کو بھول جاؤ سمجھیں۔"

پانی کی بوچھار کبھی ہلکی اور کبھی تیز پڑ رہی تھی۔ مسلسل بارش نے ہر طرف ایک ویرانہ سا پھیلا رکھا تھا۔ نوکروں کی منڈلی نے کچن میں اپنی مجلس جما رکھی تھی — گرم چائے کے پیالے یہاں بھی چل رہے تھے۔ مگر اس جگہ چہروں پر اداسیاں بھی چھا رہی تھیں۔ آنکھوں میں فکرمندی اور باتوں میں درد و کرب کے اظہار بھی تھے — پتہ نہیں یہ بارشیں کیسی کیسی آفتیں اپنے ساتھ لاتی ہیں۔

دن، دوپہر اور رات تین دنوں سے بس دھندلکوں ہی میں گزرتے چلے گئے تھے۔ چمکتا ہوا آفتاب بادلوں کے ایسے گہرے پردوں میں جا چھپا تھا جیسے اب اس کی صرف ایک یاد ہی باقی رہ گئی تھی۔ شام ہوتے ہوتے ہواؤں کے تیز جھونکے چلنے لگے۔ سردی اور بھی چمک اٹھی تھی۔ مگر آسمان کے کنارے تھوڑے تھوڑے رنگین سے نظر آنے لگے تھے۔ پانی کا زور شاید ٹوٹ

ـا ــ

کمرے کے اندر برج کی پارٹی بھی تھک کر چور ہو چکی تھی
...نے ڈری ڈری مگر ذرا شوخ نگاہوں سے آسمان کو دیکھا اور
...کے چہرے خوشیوں سے کھل اُٹھے۔ بیچارے اپنے کمرے
...میں دنوں سے مقید ہو کر رہ گئے تھے۔ رات بڑی پرسکون تھی
...چمک اور کڑک کے بغیر خاموشی سے گزر گئی۔ دھلی دھلائی صبح
...کی سنہری دھوپ میں بڑی نکھری ہوئی تھی — بچوں نے شور مچا کر
...سین صبح کا خیر مقدم کیا۔ گھونسلوں سے چڑیوں نے بھی بہت
...ہی اسی طرح چہچہاتے ہوئے جگمگاتی ہوئی صبح کو خوش آمدید
...ہوگا — سڑکوں پر زندگی رواں دواں ہو چکی تھی اُجالا جاگ اُٹھا
دھند مٹ چکی تھی — بجھے بجھے چہروں پر سردی سے کانپتے
سے بھی رونقیں آ گئی تھیں۔

درو دیوار بھیگے بھیگے سے ابھی تک سہمے سہمے نظر آ رہے
...درختوں پر ایک حسن اور نکھار آ گیا تھا۔ نشیبی جگہوں پر پانی ایسے
تھا جیسے سیلاب آ گیا ہو۔ جھونپڑیوں پر تو ایک آفت سی آ گئی تھی
...تیز ہواؤں نے ان کی بنیادیں ہلا کر رکھ دی تھیں۔ جیسے ہی
...ھے میں ہلکی سنہری دھوپ نظر آئی سیما اور اس کی سہیلیاں
...کی سب نیچے اتر آئیں — ایسی انمول اور اللہ آمین کی دھوپ
بھی ملازموں نے گارڈن امبریلا لگا دیا تھا — آج تو دھوپ
...کا دن تھا۔ بھلا اس چھتری کے نیچے کون بیٹھے گا۔؟

" کیسی پیاری پیاری دھوپ ہے" شیبنز سچ مچ بارش
...اوب چکی تھی۔

" سیما! ہائے تمہارے یہ بیچارے پھولوں کا کیا حشر
ہے۔ دیکھتی ہو — ہم تو بارش کو انجوائے ہی کرتے رہے اور
...ان بیچاروں پر ایک قیامت گزر گئی" نوشین گلاب کی بکھری
...پنکھڑیوں اور پانی کی بوچھار سے جھکی جھکی ٹیڑھی میڑھی شاخوں کو
...تی ہوئی بولی۔

" اور یہ دیکھو — ڈیلیا کی اتنی بڑی بڑی کلیاں تو اس طرح
...گئی ہیں جیسے کسی نے ان کی گردنیں توڑ دی ہوں" نیلما کے
...میں درد ابھرا تھا۔ سیما نے بڑے دکھ سے اپنے چہیتے پھولوں کے
...روں کی طرف دیکھا جن میں کھلے ہوئے پھولوں کے وہ ہر سال
...ٹ پرائز لیا کرتی تھی۔

" چلو — یہ بھی زندگی کا ایک رخ ہی ہے — اور میں کیا
...تی ہوں۔ پھولوں کی بربادی کا غم برج کھیلنے ہی میں بھلایا
...جا سکتا تھا" سیما میزبانی کے احساس سے سب کے اُداس
...ں کو دیکھتے ہوئے پتے پھینٹنے لگی —

بچوں کے شور اور کھیل کی محویت میں بھی اسٹیل کے
والے کی تیز آواز سامنے سڑک پر پہنچی — " اسٹیل والا"
ملازمہ نے جلدی سے اپنا پتہ میز پر اُلٹ کر رکھ دیا — " ارے۔ بلاؤ
اسٹیل والے کو بلاؤ۔"

نیلما ہنس پڑی " بڑی بے قراری ہے تمہیں۔ کب سے
راہ تک رہی تھیں — ؟"

" کچھ نہ پوچھو بےکار کپڑوں کے ڈھیر لگ گئے ہیں۔ سوچا
...صرف میں لے آؤں — پہلے بہت برباد ہوتے رہے ہیں
ان کو دو — ان کو دو مگر سب نمک حرام — کوئی فائدہ نہیں۔ اب تو
میں نے بہت سے برتن لے لیئے ہیں۔ آج تمہیں دکھاؤں گی۔"

اب تو سارے گھروں میں یہی ہونا ہے کہ جہاں کپڑے
جی سے اتر سے بس سمیٹ کر رکھ دو — چمکتے ہوئے برتنوں میں تبدیل
ہو جاتے ہیں۔"

" لیکن میں اس کے خلاف ہوں۔ جو برتن بازار میں بیس
تیس روپے میں مل جاتے ہیں، یہ پھیری والے کمبخت معمولی دس
پندرہ روپے کے برتنوں پر بھی اچھے خاصے سات آٹھ کپڑے
ضرور لے لیتے ہیں۔ اگر وہی کپڑے کسی کو دیدو۔ تو بیچارے
دو چار سال اپنا وقت کاٹ لیں گے" شینو کو ہمیشہ سے اس
لین دین سے چڑھ رہی تھی۔

اسٹیل والے نے آتے ہی اپنے چمچاتے برتنوں کو
نکال نکال کر پھیلا دیا۔ "یہ ڈونگے ہیں — یہ جگ اور گلاس — یہ
رائس بول، یہ ٹرے — یہ پلیٹیں —"

سیما ایک خوبصورت ڈونگا اٹھا کر بولی۔ "اس میں انڈے
کا حلوہ کتنا اچھا لگے گا؟ کتنے کپڑے لوگے اس کا؟"

" اس کے لیے دس کپڑے لوں گا جناب۔ اس سے
کم نہیں" اسٹیل والے نے ڈونگے کے لیے نگاہوں میں
طلب کی روشنی دیکھتے ہوئے قیمت لگائی "پینٹ، سوئٹر،
کوٹ اسی طرح کے گرم کپڑوں سے بدلتا ہوں۔"

سیما نے ایک ملازم سے بیکار کپڑوں کے گٹھر منگائے
پھر اسے اچانک یاد آیا کہ اوپر کا کام کرنے والی عورت کئی دنوں سے
نہیں آئی ہے اور آج تو خاص صفائی کرنے والا دن تھا۔ اس نے
ملازم سے کہا کہ صفائی کرنے والی عورت کو جلدی سے بُلا
لائے — کہنا بارش میں کام بند تو نہیں ہو جاتے۔

اسٹیل کے کئی برتن پسند کر کے علیٰحدہ رکھے جاتے
رہے۔ کپڑوں کی ڈھیر میں سے اچھے خاصے سوئٹر، قمیص۔ بچوں
کے گرم کوٹ، فراک اور سوئٹریں، بنکلس کی ساڑیاں، پلنگ کی
چادریں چھانٹ چھانٹ کر الگ کی جاتی رہیں۔ کپڑے اتنے اچھے
تھے جنھیں برسوں پہنا جا سکتا تھا — مگر انسان تو رنگا رنگی
چاہتا ہے نا۔

ملازم کے ساتھ ایک سسکتی ہوئی عورت آئی "بیگم صاحب
ہم تو مٹ گئے۔ گھر گر گیا — بیٹی مر گئی — ہجو ٹھنڈا لگ گیا تھا۔
ٹھٹھر کر مر گئی — گرم کپڑا اپنا — تھر تھر کانپنے لگی — اپنے کلیجہ میں
سٹا کر رکھا بیگم صاحب مگر ایسا پانی — ایسا آچھت میں ہم کا کرتے
مہلت کہاں ملا ہجور — اوپر پانی نیچے پانی کوئی بستر ایسا نا تھا
جو بچیا کو پہناتے اڑھاتے — ای ٹھنڈا — ہم لوگن کو مار گیا بیگم صاحب
بہت لڑکن مرا ہے۔ کا کرین بھگوان — ہم ابھاگن تو لٹ گئے کہاں
سے لاتے کوٹ کہاں سے ملتا سوئٹر —؟ سب ختم ہو گیا — گھر
بچہ سب مٹی میں مل گیا — بھگوان —"

آنسوؤں کی اس تڑپتی ہوئی برکھا میں سب کے دل
اُداس ہو گئے۔ اسٹیل والے نے جلدی جلدی کپڑوں کے
گٹھر باندھے — اور گیٹ سے باہر نکل گیا — دور ہوتی ہوئی
اس کی آواز ایک بار پھر گونجی — " اسٹیل والا —"

(پٹنہ سے نشتر)

افسانہ

گیلی ریت پہ تیرا نام

" مجھے اپنی شبیہ کی نہیں، آپ کے گرد حصار کی
فکر ہے۔"

تبسم کے تحریر کردہ اس جملے کی بازگشت دیر تک میرے
ذہن میں گونجتی رہی تھی۔

میں نے ماچس کی تیلیاں جلائیں، بجھائیں — ایک بار،
دوبار — بار بار! سگریٹیں بھی میری انگلیوں کے درمیان سلگتی
رہیں۔ راکھ جھڑ جھڑ کر فرش پر گرتی رہی۔ میرے ہونٹ کانپتے
رہے۔ سر کے اوپر سیلنگ فین کی تیز ناچتی پنکھڑیوں پر نظریں
جمائے رہا —

" اپنی صحت کا خیال رکھئے گا۔ سگریٹیں کم پھونکئے گا۔"
تبسم نے مجھے تاکید کی تھی۔

سگریٹیں میں پھونک کہاں رہا تھا —! میرے ہونٹوں
سے بہت دور میری انگلیوں کے درمیان جلتی ہوئی ہر سگریٹ
ہر بار میرے ہونٹوں کے لمس کو ترس کر رہ جاتی تھی۔

تبسم نے گلاب کی جو سُرخ کلی مجھے بھیجی تھی، اب اس کی
سرخی بتدریج گہری سیاہی میں بدلتی جا رہی تھی، لیکن اس کی خوشبو
اب تک برقرار تھی۔

" سرخ گلاب کی اَدھ کھلی کلیاں مجھے بے حد پسند ہیں...
لیکن یہ معصوم کلیاں مرجھا کیوں جاتی ہیں، آپ بتا سکیں گے بھلا؟"

میں نے اس کے اس جملے کی چبھن دیر تک محسوس کی
تھی۔ خوبصورت شاداب کلیوں کا مقدر پژمردگی کیوں ہے بھلا؟

گلاب کی بظاہر سوکھی ہوئی یہ کلی تو میرے لیے مستقل
ہری بھری تھی۔ اس کی خوشبو میرے لیے اس لیے بھی پُرکشش
تھی کہ اس میں تبسم کے لمس کی خوشبو بھی شامل تھی اسے
چھو کر میں اپنے رگ و پے میں ایسے ہی ارتعاش محسوس کرتا
تھا جیسے کہ تبسم کی انگلیوں، ہتھیلیوں کا لمس مجھے مل گیا ہو۔

اپنی پسند کے اُجلے شفاف بیلے کے چند پھول میں
نے اسے نذر کیے تھے۔ میں نے اندیشہ ظاہر کیا تھا کہ اس کے

عظیم اقبال

پاس پہنچتے پہنچتے یہ پھول یقیناً سوکھ جائیں گے۔

پھول ملے تو کھل اٹھی۔

"بیلے کے یہ پھول سوکھے کہاں ہیں! میرے لیے تو یہ سدا ہی شاداب رہیں گے — اُجلے اشفاف!"

بیلے مجھے پسند ہیں، بے حد و حساب! جب تک بیلے کا موسم رہتا ہے، سرہانے ان کے مہکتے ہوتے ہار رکھ کر بڑی طمانیت کا احساس ہوتا ہے مجھے — انہیں چھو لوں تو لطیف گدگدی ہوتی ہے۔ ان کی خوشبو میری سانسوں کو عطر بیز بنا دیتی ہے۔

پھوار دں بھری ایک رم جھم شام کو تبسم نے مجھے بیلے کے پھول بھجوائے تھے۔

جب سے بیلوں کے لیے آپ کی بے پناہ چاہت کا علم ہوا ہے، مجھے بھی ان سے رغبت ہو گئی ہے۔ اپنے چھوٹے سے آنگن میں چار گملوں میں میں نے بیلے کے پودے لگائے تھے آج دیکھا کہ سب میں بیلے مسکرا رہے ہیں۔ آپ کے لیے کچھ پھول بھیج رہی ہوں — قبول کریں گے۔

ان پھولوں کو دیر تک ہتھیلیوں میں تھامے رہا —

گویا میری ہتھیلیوں میں تبسم کی ہتھیلیاں آپڑی ہوں — نرم گرم سبک!

اس کا ایک نرم و نازک سا ہیولا میری آنکھوں میں بسا ہوا تھا — ایک ادھ کھلی گلاب کی کلی ہو جیسے!

تبسم نے مجھے لکھا تھا۔

آپ سے دور رہ کر بھی آپ کے بہت قریب ہوں میں! ہر پل، ہر گھڑی مجھے محسوس کر کے دیکھیے۔

سچ! میں نے اسے پل پل محسوس کیا تھا — میری تنہائیوں میں وہ میری ہم قدم تھی۔ گھڑی گھڑی ایک مدھم مدھم سی سرگوشی سرسراتی رہتی — گھپ اندھیرے میں یک لخت کسی جگنو کی چمک ابھر آتی۔

میں نے اس سے اپنی چند کمزوریوں کا ذکر کیا تھا — جیسے راتوں کو دیر تک جاگنا، چاندنی راتوں میں ٹہل ٹہل کر چاند کو تکتے رہنا۔

مجھے تو راتوں کو جاگنے کی عادت سی ہو گئی ہے — نیند جانے کہاں گم ہو جاتی ہے! مسلسل کئی بے خواب راتیں گزر جاتی ہیں تو مجبوراً خواب آور گولیاں لیتی ہوں، کچھ دیر کے لیے گرد و پیش سے بے خبر ہو کر سو جاتی ہوں — چاندنی چٹکی ہو تو مجھے نیند کہاں آتی ہے! کھلی چھت پر ٹہلتی رہتی ہوں — کھوئے کھوئے ہوئے من سے چاند کو تکتی رہتی ہوں — کیوں بھلا؟

اس کے اس معلوم سوال پر بے اختیار مسکرا دینے کے سوا میں کر بھی کیا سکتا تھا۔

میرے لیے برسات کی راتیں کبھی جاں فزا نہیں بنیں۔ گھن گرج کے ساتھ ٹوٹ ٹوٹ کر بارش ہو رہی ہو تو میری بے کلی دیکھیے۔ کروٹ بدل بدل کر شب بیداری کر دوں گا — میری کھلی آنکھیں اندھیرے کے جسم کو ٹٹولتی رہیں گی۔

"تیز سرسراتی ہوائیں، ٹوٹتی بارشیں اور ٹھنڈک — کیسا لگتا ہے یہ موسم آپ کو؟ میرا تو دل چاہتا ہے کہ باہر نکل کر خوب بھیگوں۔ بھیگتی رہوں — جب موسم کی ساری شیتلتا میرے من میں سما جائے تب لحاف میں دبک کر بھاپ اڑاتی گرم گرم چائے کا مزہ لیتی، کچھ سوچتی، کچھ لکھتی ساری رین گزار دوں — اور یہ سگریٹ جو آپ کے ہونٹوں کے درمیان ہے اسے چھین کر تلخ دھواں اپنے حلق میں سمیٹ لوں!"

تیز سن سن کرتی ہواؤں کا مجھے احساس ہوا۔

کبھی تو گہرے سناٹے بھی بول اٹھتے ہیں۔ خاموشیوں کی بھی اپنی ایک زبان ہوتی ہے۔ سرد ہوا کے جھونکے کسی دن میرے دل کے دروازے پر دستک دیتے تو دفعتاً میری دھڑکنیں بڑھ جاتیں محسوس ہوتا جیسے اپنی زلفیں کھولے ہوئے تبسم سامنے ہی آکھڑی ہوئی ہو — کچی عمر کی کچی کلی!

"میری قسمت کی ساری خوشیاں ایک ایک کر کے آپ کی جھولی میں بھر جائیں! آپ سدا ہنستے رہیں، مسکراتے رہیں!"

سرکتی، سرسراتی ہواؤں میں کھنکتی سی آواز لہراتی رہی — دیر تک!

اُڑتی پھرتی خوش رنگ اور جاذب نظر تتلیاں مجھے اب بھی لبھاتی ہیں — جی چاہتا ہے پھولوں پر منڈلاتی ان حسین تتلیوں کو بھاگ بھاگ کر پکڑا جائے —

"کوئی رنگ برنگی تتلی اڑتی ہوئی آئے اور میرے چمپئی دوپٹے پر بیٹھ جائے تو میں ساکت ہو جاتی ہوں، سانسیں تک روک لیتی ہوں — کیسی تھرکن سی ہوتی ہے۔"

تبسم کی تھرکن میں نے بھی محسوس کی تھی۔

باغوں میں پھولوں پر منڈلاتی ہوئی تتلیوں کے پیچھے باہم مل جل کر بھاگنے دوڑنے کی تجویز تبسم نے رکھی تو میں نے اس کی تشبیہ کی بات اٹھائی — اس نے میرے حصار کی جانب اشارہ کیا۔

کسی تامل کے بغیر اس نے اپنے ذہن کے نہاں خانے کھول دیئے۔

"... میں لڑوں گی، بے خوف ہو کر ... کچھ کہنے والے کہا کریں ..."

مجھے گمان گزرا کہ تبسم نے کہیں دیپتی نول کی نظم تو نہیں پڑھ ڈالی —؟

"بند ہو تم
گھٹی ہوئی ایک سیپ کے اندر
بس نکلنا ہوگا ...
خود کو اپنی ہی نظروں میں گرانا ہوگا
زندگی کے تجربوں سے بھاگنے سے نہیں چلے گا
کبھی نہیں ..."

پھر میں نے اپنا آخری حربہ استعمال کیا۔

"ایک بات پوچھوں؟ — تم آج سے تیس سال پہلے کیوں نہیں پیدا ہوئیں؟ تبسم!"

اس کی شوخی، تیزی، طراری، ہیں ذہانت کا رنگ نمایاں تھا۔

"میں تیس سال پہلے پیدا ہوئی ہوتی بھی تو کیا ہوتا؟ ہو سکتا ہے تب آپ نہ ملتے مجھے! مجھے تو یہی خوشی ہے کہ میں اس دور میں حیات ہوں اور آپ کا ساتھ مجھے ملا ہے — آپ یہ فرسودہ باتیں کیوں سوچا کرتے ہیں بھلا؟ — کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ عمروں کے چکر کو اٹھا کر بالائے طاق رکھ دیں؟"

سائیں سائیں کرتی ہوائیں چلتی رہیں —

دھندلائی دھندلائی سی اس خشک شام میں پونر گنگا کے کنارے کنارے چلتے ہوئے رک رک کر میں جا بجا ریت پر ایک نام لکھا تھا — برسات کے دن اور راتیں گزر جائیں تو انہیں راستوں پر ایک بار پھر گزرتے ہوئے گیلی ریت پر اپنی ہی تحریر کی تلاش کروں گا۔

"اس ایک نام کی سلامتی کے لیے دعا کرنا تبسم!"

(پٹنہ سے نشر)

مشتاق الرحمن مشتاق

رنج و غم و آلام کا خوگر کوئی مجھ سا
بتلاؤ جو ہو مرد قلندر کوئی مجھ سا

قسمت کے بنائے ہوئے دھنواں ہیں لاکھوں
نردھن ہے مقدر کا سکندر کوئی مجھ سا

گھر خود کا نہیں رہتا ہوں لوگوں کے دلوں میں
گھر والا کوئی ہے نہ ہے بے گھر کوئی مجھ سا

اوروں کیلئے بادل صد پارہ پریشاں
رہتا ہے کہاں بیکل و مضطر کوئی مجھ سا

تعظیم بصد شوق کروں اسکو جو مل جائے
بحر غم ہستی کا شناور کوئی مجھ سا

جوشیلے تو ملتے ہیں بہت رزم جہاں میں
ملتا نہیں جانباز و دلاور کوئی مجھ سا

آئینہ تاریخ میں مشکل سے ملے گا
بے یار و مددگار قدآور کوئی مجھ سا

ہے رنگ جنوں میرا زمانے سے نرالا
ہنس ہنس کے کہاں کھاتا ہے پتھر کوئی مجھ سا

تحریر و ترتیب : عزیز انصاری

سبزیوں کے فائدے

مشہور محاورہ ہے "ایک تندرستی ہزار نعمت" اور اس نعمت کو حاصل کرنے کیلئے لوگ لاکھوں جتن کرتے ہیں۔ کوئی قیمتی دواؤں کا سہارا لیتا ہے تو کوئی اپنی خوراک پہ ضرورت سے زیادہ خرچ کر ڈالتا ہے۔ کچھ لوگ تو اس غلط فہمی میں مبتلا پائے جاتے ہیں کہ عمدہ غذا اور زیادہ کھانا کھانے سے ہی تندرست رہا جاسکتا ہے۔ جبکہ ایسا سوچنا بالکل غلط ہے تندرست رہنے کے لیے ہمیں مناسب غذا کا انتخاب کرنا اور اسکا استعمال کرنا بہت ضروری ہے۔

تمام قسم کی سبزیاں صحت کے لیے مفید ہوتی ہیں لیکن سبز پتّے والی سبزیاں تو بہت ہی مفید ہیں۔ کچھ درختوں کی پتیوں میں بھی یہ خوبی پائی جاتی ہے۔ بچوں کی خوراک میں اگر ان سبزیوں کو شامل نہیں کیا جائے تو ان کی بینائی جلد ہی کمزور ہو جاتی ہے۔ جن بچوں کی خوراک میں ان سبزیوں کو شامل کیا جاتا ہے ان کی بینائی تیز اور آنکھیں چمکدار رہتی ہیں۔

جنوبی پیسیفک میں ایک جزیرہ ہے "تاراوا"۔ یہاں کے زیادہ تر بچوں کو کم دکھائی دینے لگا صبح اور شام کے وقت انھیں دیکھنے میں تکلیف ہونے لگی۔ اندھے پن کی یہ پہلی نشانی سمجھی جاتی ہے۔ اسے نائٹ بلائنڈنس یا رتوندی بھی کہتے ہیں۔

اس کی وجہ یہی معلوم ہوئی کہ ان کی خوراک میں سبز پتے والی سبزیوں کو شامل نہیں کیا گیا تھا۔ آنکھوں کی بینائی کے لیے ایک خاص وٹامن جسے "وٹامن اے" کہا جاتا ہے بہت ضروری ہوتا ہے۔ کچھ لوگ اسے بینائی وٹامن بھی کہتے ہیں۔ اس لیے یہ جانکاری حاصل کرنا ضروری ہو جاتا ہے کہ یہ وٹامن آخر پایا کہاں جاتا ہے۔ اس وٹامن کو ہم الگ سے تو محسوس نہیں کر سکتے کیونکہ نہ تو ہم اسے دیکھ سکتے ہیں اور نہ ہی اسکا ذائقہ بتا سکتے ہیں۔ یہ تو ہماری خوراک کا ہی ایک جزو ہوتا ہے جس کو الگ سے محسوس کرنا بہت مشکل ہے۔

لیکن سائنسدانوں نے یہ بات معلوم کر لی ہے کہ یہ وٹامن کہاں اور کس چیز میں زیادہ مقدار میں موجود ہوتا ہے۔ سب سے زیادہ مقدار میں یہ وٹامن ہرے پتے والی سبزیوں میں ہی موجود ہوتا ہے۔ جب "تاراوا" کے بچوں کو یہ وٹامن ان کی خوراک میں شامل کر کے دیا جانے لگا تو رفتہ رفتہ ان کی آنکھیں پھر تندرست ہو گئیں اور ان کی بینائی بھی لوٹ آئی۔

کچھ اور چیزیں بھی ایسی ہیں جن میں وٹامن اے پایا جاتا ہے۔ جیسے آم۔ گاجر۔ دودھ۔ انڈا وغیرہ۔ مگر یہ چیزیں بہ نسبت سبزیوں کے زیادہ قیمتی ہیں۔ لیکن اپنی حیثیت کو مدنظر رکھتے ہوئے بچوں کی صحت اور بینائی کے لیے ہمیں وٹامن اے کا ان کی خوراک میں شامل کرنا بہت ضروری ہے۔ ہم اسے گھر کے آنگن یا گملوں میں بھی اُگائی جا سکتی ہیں۔

بہت سارے جنگلی پودے اور درختوں کے پتّے بھی ایسے ہوتے ہیں جن میں یہ وٹامن پایا جاتا ہے۔ لیکن جب پوری معلومات حاصل کیے ہمیں کسی ایسی چیز کا استعمال نہیں کرنا چاہئے۔ ویسے اپنے بچوں کی صحت کے لیے سبز پتے والی سبزیوں کا استعمال ضروری ہے۔

جب ہم جسم میں وٹامن اے کی کمی کی وجہ بات پر غور کرتے ہیں تو بچے کی پیدائش سے پہلے ماں کی خوراک پر بھی نظر ڈالنا پڑتی ہے۔ ہمارے ملک میں عام طور سے حاملہ عورتیں ایسی خوراک کا استعمال نہیں کرتیں جن میں وٹامن اے کافی مقدار میں ہوتا ہے۔ نتیجہ یہی ہوتا ہے کہ پیدا ہونے والے بچے کے جسم میں بھی وٹامن اے کی کمی ہو جاتی ہے۔ بچے کی پیدائش کے بعد ماں کے جسم سے جو دودھ نکلتا ہے اس کا رنگ زرد اور کچھ گاڑھا ہوتا ہے۔ اس میں بھی وٹامن اے کافی مقدار میں موجود رہتا ہے لیکن بہت سی برادریوں میں اسے بچے کو نہیں پلایا جاتا۔ بچے کو چھ ماہ کی عمر تک صرف ماں کے دودھ پر منحصر رہنا پڑتا ہے جبکہ ایسی خوراک کا استعمال نہیں کرتی جس میں وٹامن اے کافی مقدار میں ہو۔ تعلیم کی کمی کی وجہ سے بھی مائیں ان چیزوں کی اہمیت کو نہیں سمجھتیں جن میں وٹامن اے پایا جاتا ہے اور جو بچوں کی صحت کے لیے مفید ہوتی ہیں۔

یہ بہت اچھی بات ہے کہ اس وٹامن کو جسم میں محفوظ رکھا جا سکتا ہے۔ انسانی جگر ایک بینک کی طرح یہ کام کرتا ہے اور ضرورت پڑنے پر جسم کو مہیا کرتا رہتا ہے۔

نیشنل انسٹی ٹیوٹ آف نیوٹریشن حیدرآباد نے تحقیق کر کے بتایا ہے کہ اگر منہ کے ذریعے 200,000 IU وٹامن اے کا بچے کو دیا جاتا ہے تو اس کا اثر چھ ماہ تک اس کے جسم میں رہتا ہے اور وٹامن کی کمی جسم میں نہیں ہو پاتی۔ اس لیے یہ ڈوز ہر چھ ماہ میں ایک بار بچے کو ضرور پلا دینا چاہئے۔

بھارت سرکار نے گاؤں گاؤں میں یہ سہولت اپنے پرائمری ہیلتھ سینٹر کے ذریعے پہنچا دی ہے۔ عوام کو چاہئے کہ وہ اس سہولت کا بھرپور فائدہ اٹھائیں اور ہر اس بچے کو جس کی عمر ایک سال سے لے کر پانچ سال تک ہے اسے یہ سولیوشن کا ایک چمچہ جس میں وٹامن اے 200,000 IU ہوتا ہے ہر چھ ماہ میں ایک بار ضرور پلاتے رہیں۔

آپ کی رائے

یکم تا ۱۵ جولائی ۱۹۸۵ء کا شمارہ موصول ہوا۔ سرورق پر بھیگی برسات کی ہریالی میں رقص کا منظر عمدہ انداز سے پیش کیا گیا ہے۔ تمام مضامین قابل ستائش ہیں۔ ایس جی میسو ریکر کے مضمون "فلمیں اور ان کی سماجی افادیت" میں یہ بات صحیح کہی گئی ہے کہ ہر ہدایت کار محض شہرت اور دولت سے مطمئن نہیں ہوسکتا بلکہ وہ عوامی میڈیم کے ذریعہ اپنے ہم وطنوں کی زندگی سدھارنا چاہتا ہے۔ مگر پروڈیوسر اور ہدایت کار عوام کے جذبات کو ٹھیس پہنچانے کی جرأت کرتے ہیں بلکہ غیر معیاری مار دھاڑ کی فلمیں یہ کہہ کر بنا رہے ہیں کہ عوام ان کو پسند کرتی ہے۔ یہی خیال فلمی موسیقی کے بارے میں بھی ہے جبکہ یہ سراسر تہمت ہے۔ ماہ فروری ۱۹۸۵ء میں آل انڈیا ریڈیو کی اردو سروس سے موسیقار نوشاد صاحب کا انٹرویو نشر ہوا تھا جس میں انھوں نے بہت اچھی اور صحیح بات یہ کہی تھی کہ آج کل فلم والے نوجوان نسل پر ڈسکو گیت پسند کرنے کا الزام تھوپ رہے ہیں۔ جبکہ آج بھی نئی نسل ڈسکو گیت سے زیادہ پرانی موسیقی کی دلکشی کو محسوس کرتی ہے اور اس کو سننا پسند کرتی ہے۔

"خالی مکان" افسانے میں آجکل کے کم از کم اسّی فیصد خاندانوں کی کہانی پیش کر دی گئی ہے۔ شمیم انور صاحبہ کا افسانہ "دنیا آپ کی" مرد کی تین تصویروں کو پیش کرنے میں کامیاب رہا۔ سب مردوں میں تو نہیں لیکن زیادہ تر میں یہ تین پہلو پائے جاتے ہیں۔ پہلا یہ کہ وہ عورت کی کامیابی اور شہرت کو ہمیشہ شک کی نظر سے دیکھتا ہے۔ دوسرا یہ کہ عورت کو صرف اپنے عیش کے لیے استعمال کرنا اپنا پیدائشی حق سمجھتا ہے۔ اور تیسرا یہ کہ عورت کے تھوڑے سے جھکاؤ اور بے تکلفی کو وہ صرف عشق سمجھ لیتا ہے۔ البتہ یہ بات بالکل ہی اچھی معلوم نہیں ہوئی کہ افسانہ کی ہیروئن نفیس امام ایک ایسے شخص میں اپنے والد کا عکس دیکھ رہی تھی جس کے ساتھ وہ ساتھی کی حیثیت سے مشاعروں میں شریک ہوتی، سگریٹ اور شراب پیتی اور دوسرے مردوں کے ساتھ بے تکلفانہ سلوک کرتی۔ کیا ایک بیٹی اپنے باپ کے ہمراہ یہ سب کر سکتی ہے؟

دیب برت بسواس نے نہایت دلچسپ انداز میں پولی گراف کے بارے میں معلومات فراہم کیں۔ اس کے علاوہ ڈاکٹر ٹی اگروال نے "آنکھوں کی دیکھ بھال" مضمون کے تحت آنکھوں کے امراض اور اس کے بچاؤ پر نہایت وضاحت اور سادہ الفاظ میں روشنی ڈالی۔ "اردو ادب پر مذہبی اثرات" گوربچن سنگھ طالب کا یہ مضمون اچھا تو لگا لیکن اس میں مرزا غالب کے ایک شعر کا مصرعہ اس طرح لکھا گیا ہے۔ "ہے پرے سرحد ادراک

سے مسجود اپنا" جبکہ یہ مصرعہ اس طرح ہونا چاہیے "۔۔ ہے بر سر مہ صدا در اک سے اپنا مسجود" روز تقی انتا بانہ سرپن
رامپور۔ یوپی

آواز یکم جولائی نظروں سے گزرا۔ یوں تو ہمیشہ ہی یہ رسالہ اپنے انفرادی افسانوں اور مضامین سے قارئین کی توجہ کا مرکز رہا ہے لیکن اس شمارے کے مضامین خاص کر افسانے اپنا کچھ اور ہی رنگ دکھایا ہے۔ اول تو اس شمارے کے تمام ہی افسانے قابل تحسین ہیں جبکہ بہت کم ہی ایسا ہوا کہ بالکلیہ افسانے بہتر رہے ہوں ــــ "ڈرامہ" بیوقوفوں کا تہہ" کافی پسند آیا۔ مزاحیہ ہونے کے باوجود نتیجتہً سبق آموز رہا۔ "دنیا آپکی" سماج پر ایک ضرب ہے۔ "خالی مکان" آج کی نئی نسل کے لیے سبق ہے۔ اس افسانے سے میں اپنے ایک رشتہ دار کو تو توجہ دلانا چاہتا ہوں جس کے والدین چار صاحبزادوں کے ہوتے ہوئے اس دنیا میں اکیلے ہیں اور وہ ایک خالی مکان کا تماشہ دیکھ رہے ہیں، صاحبزادے روپیے تو بھیجتے ہیں لیکن معذور والدین کے لیے روپیہ ہی سب کچھ نہیں ہو سکتا۔ کیا وہی تیمارداری اور خدمت کر سکتا ہے؟ جن ہاتھوں نے ساری زندگی بیٹوں کو خوشیاں دی ہیں وہی ہاتھ آج اپنے بیٹے سے چند سکوں کی بھیک لے کر زندگی بسر کرنے لگے۔ اسی تمام مسئلے کو شمس الحسن فیض آبادی کا یہ شعر بھی ترجمانی کرتا ہے۔

بیٹے اب اپنے گھر کو بھی آتے ہیں اس طرح
جیسے کوئی پڑوس کا آیا چلا گیا

ایم حسن ترنم بالا ساتھوی
دارالعلوم دیوبند

۱۶ جولائی کا شمارہ نظر نواز ہوا۔ خوبصورت افسانوں اور پیاری پیاری غزلوں کو پڑھ کر دل خوش ہو گیا۔ اتنا کچھ ہم لوگوں کو دینے پر ہماری جانب سے دلی مبارکباد قبول فرمائیں۔

زراعت و سائنس کے لیے آپ نے جو صفحہ مخصوص کیا ہے وہ کافی معلوماتی اور خوبصورت اقدام ہے۔ مبارک باد!

شخصیات شعر و ادب اس سلسلے کے تحت جگر مرادآبادی پر فرحت قادری صاحب کی تحریر جامع اور عمدہ رہی۔

اردو شاعری میں کرشن بیلا کو پڑھ کر ہم کافی متاثر ہوئے۔ بہت خوبصورت فیچر رہا۔

معین اعجاز کی ہلکی پھلکی تقریر" میں شاعر بنا" پہلے سنی پھر پڑھی۔ مزہ دوبالا ہو گیا۔

موسم کی مناسبت سے بہار کا آخری رنگ ڈرامہ تو کافی خوبصورت اور دلکش رہا۔

افسانے جزیرہ، قیدی، نیا آدمی، پاگل، سبھی افسانے بہر حال پسند آئے۔ مبارک باد۔

یوں تو اس شمارے میں غزلوں کا انتخاب بھی کافی اچھا تھا لیکن اختر عظیم آبادی کی غزل نے کافی محظوظ کیا۔

اسی شمارے میں" آپ کی رائے" والا کالم غائب تھا ایسا کیوں ہوا۔

شبانہ افروز ۔ رضوان انجم
کمال اسٹریٹ ۔ دیوبند

نیشنل پروگرام

نصیر امین الدین ڈاگر کا گائن

ہفتہ ۷ ستمبر رات ساڑھے نو بجے

دھرپد گائیکی کے نمایاں فنکار نصیر امین الدین ڈاگر کو یہ فن اور صلاحیتیں اپنے والد استاد نصیر الدین خاں ڈاگر سے ورثے میں ملا ہے۔ ابتدائی تعلیم اپنے ماموں استاد ریاض الدین

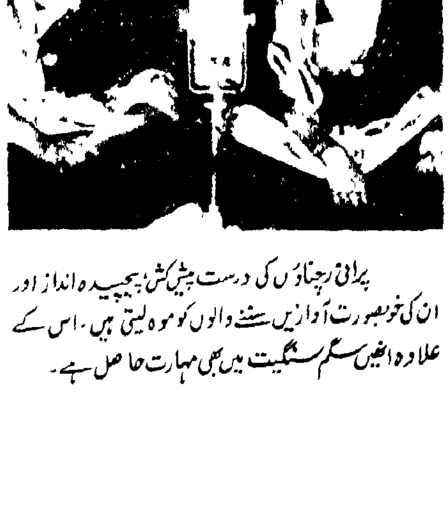


خاں ڈاگر سے بڑودے سے حاصل کی بعد میں اپنے بڑے بھائی نصیر معین الدین ڈاگر سے تربیت حاصل کی۔ آکار، گمک اور مینڈ کے اپنے لامحدود خزانے کی مدد سے اپنی دھرپد اور دھمار گائیکی میں وہ حسن اور متانت کا روایتی انداز پیدا کرتے ہیں۔

ایس پریما اور ایس جیا کا گائن

ہفتہ ۱۴ ستمبر رات ساڑھے نو بجے

دونوں بہنوں نے جو تریچی سسٹرز کے نام سے مشہور ہیں۔ موسیقی کی تعلیم تھمباو سری سنکرن اور سری رنگم ار رنگا ناتھن سے حاصل کی۔ بعد میں ڈاکٹر سیمن گڈی سری نواس ایئر اور تھنجاور شری ٹی ایم تیاگ راجن کی شاگردی اختیار کی۔



پرانی رچناؤں کی درست پیش کش، پیچیدہ انداز اور ان کی خوبصورت آوازیں سننے والوں کو موہ لیتی ہیں۔ اس کے علاوہ انھیں سگم سنگیت میں بھی مہارت حاصل ہے۔

منگل شب کی محفلِ موسیقی

رات دس بجے

کرشن رام چودھری کا شہنائی وادن

۳ ستمبر

شہنائی وادن کی ابتدائی تعلیم اپنے والد پنڈت بدھ لال چودھری سے محض نو سال کی عمر میں ہی حاصل کرنا شروع کر دی تھی۔ بعد میں بنارس گھرانہ کے پنڈت مہادیو مشرا سے مزید تعلیم حاصل کی۔ موسیقی کے عمومی مظاہروں میں وہ بے پناہ



داد تحسین حاصل کر چکے ہیں۔ ۱۹۷۶ء میں ہری داس سنگیت سمیلن (بمبئی) میں انھیں "سرمنی" کے خطاب سے نوازا گیا۔

راج کنور اٹھاورے کا گائن ۱۰ ستمبر

کرانا گھرانہ اور جے پور گھرانہ کی نمایاں فنکارہ جواں نسل کی نمائندہ ہیں۔ ابتدائی تعلیم کرانہ انداز میں وشو ناتھ بواجادھو سے اور بعد میں جے پور گھرانا کے نورد لت بوا سرنائیک سے حاصل کی۔ گزشتہ کئی برسوں سے آپ آل انڈیا ریڈیو سے اپنے فن کا مظاہرہ کرتی چلی آرہی ہیں۔



کرانا اور جے پور گھرانا کا خوبصورت امتزاج، پیشہ ورانہ مہارت ان کی گائیکی کی نمایاں خصوصیات ہیں۔

وودھ بھارتی

سنگیت سریتا

ہارمونیم پلیئر : منوہر چیوتی کے ساتھ انٹرویو : یکم ستمبر
فلمی گیت : از سلکشنا پنڈت (راگ یمن)
نیاز احمد فیاض احمد گائن (راگ یمن) ۲ ستمبر
فلمی گیت از مکیش (راگ یمن)
ہری پرشاد چورسیا (بانسری پر راگ یمن) ۳ ستمبر
فلمی گیت از لتا منگیشکر (راگ یمن)
مدھوبائی کر دیکر : گائن : (راگ یمن) ۴ ستمبر
فلمی گیت : منا ڈے اور کورس (راگ یمن کلیان)
کمار گندھرو : گائن ۔ (راگ یمن کلیان) ۵ ستمبر
فلمی گیت از محمد رفیع (راگ یمن کلیان)
سنگھ بندھو : گائن (راگ یمن کلیان) ۶ ستمبر
فلمی گیت از لتا منگیشکر (راگ یمن کلیان)
ڈنکر کیکنی (راگ یمن کلیان) ۷ ستمبر
کے۔ جی۔ گنڈے کے ساتھ انٹرویو از ڈنکر کیکنی ۸ ستمبر
فلمی گیت از لتا منگیشکر (راگ بھوپالی)
ڈنکر راؤ دیش پانڈے (راگ بھوپالی) ۹ ستمبر
فلمی گیت از لتا منگیشکر (راگ بھوپالی)
کستوری امونکر (راگ بھوپالی) ۱۰ ستمبر
فلمی گیت از منا ڈے، اوشا بھاچاریہ اور
کورس (راگ بھوپالی)
ونائک راؤ پٹوردھن (راگ بھوپالی) ۱۱ ستمبر
فلمی گیت از لتا منگیشکر (راگ شدھ کلیان)
بھیم سین جوشی (راگ شدھ کلیان) ۱۲ ستمبر
فلمی گیت از محمد رفیع (راگ چھایانٹ)
نثار حسین خاں (راگ چھایانٹ) ۱۳ ستمبر
فلمی گیت از لتا منگیشکر (راگ نند)
روی شنکر (راگ نند) ۱۴ ستمبر
کیسر بائی کیکر پر تقریر ۱۵ ستمبر

ہوا محل

بات بے بات تحریر و پیش کش : گنگا پرساد ماتھر ۲ ستمبر
پتی پر درشنی تحریر : ڈاکٹر بالیندر سنگھ تیواری
پیش کش : سریندر کمار اپادھیائے (رانچی) ۳ ستمبر
خزانہ : تحریر و پیش کش : سبودھ نگم (جودھپور)
۴ ستمبر

اپنا اپنا اُلّو تحریر : ہمانشو سری واستو
پیش کش : انعام دار رائے (پٹنہ) ۵ ستمبر
گرو جی کے آنسو تحریر : سلام بن رزاق
پیش کش : گنگا پرساد ماتھر ۸ ستمبر
چوکھٹ سے باہر تحریر : وینا شرما
پیش کش : شکنتلا ورما (لکھنؤ) ۱۳ ستمبر

دیپ شکھا تحریر : پنڈت گریش
پیش کش : اچلا ناگر ۱۴ ستمبر

رس وہار

رینہ : تحریر : بی، ایل، ماتھر
پیش کش : کسم سیٹھ ۲ ستمبر

ملن یامنی

واسو داتا تحریر : جی، این ویاس
پیش کش : گنگا پرساد ماتھر ۱۴ ستمبر

سنو کہانی

پتنگ (حصہ I اور II)
تحریر : جگدمبا پرساد دکشت ۶ اور ۱۳ ستمبر

چتر شالا

بھارتیہ چتر کلا : وکاس کے چرن (سلسلے وار)
از کماری نلنی بھاگوت ۲ ستمبر
پرمانو اُرجا کے شانتی پورن اُدھیوگ
ریڈیو سکریاتوں کا جیون میں اپیوگ
تقریر از ڈاکٹر ڈی، این پانڈے ۳ ستمبر
کویتا پاٹھ : از رویندر ناتھ تیاگی ۴ ستمبر
شکشا کے داینتو : تقریر : از بنسی دھر پانڈے ۵ ستمبر
سکشرتا کا مہتو : انٹرنیشنل لٹریسی ڈے کے موقع
پر تقریر ۷ ستمبر
بھارتیہ سنسکرتی اور دھرم (حصہ II)
از سوامی ادھیاتمانند ۹ ستمبر
دانت کے روگوں کی روک تھام
از ڈاکٹر انل کمار بھادیہ ۱۰ ستمبر
ہندی دوس کے موقع پر تقریر ۱۴ ستمبر

انور نجنی

پنڈت جسراج : گائن : بیگم اختر ٹھمری ۲ ستمبر
بُیا بوس اور ہمانشو بسواس : گائن
برج نرائن : سرود ۳ ستمبر
نورتی بواسیر نائیک : گائن ۔ ۴ ستمبر
بہادر خاں : سرود ۔ ۵ ستمبر
کمار گندھرو : گائن ۔ ۶ ستمبر
روی شنکر : ستار ۷ ستمبر
استاد امیر خاں : گائن ۹ ستمبر
زرین دارو والا : سرود :
پنا لال گھوش ۱۰ ستمبر
حفیظ احمد خاں : گائن ۔
کنکنا بنرجی ۱۱ ستمبر
شیو کمار شرما : سنتور ۱۲ ستمبر
محمد سعید خاں اور محمد رشید خاں
گرجا دیوی : دادرا ۱۳ ستمبر
عبدالحلیم جعفر خاں : ستار ۱۴ ستمبر



سنگھ بندھو
"سنگیت سریتا"
میں راگ ایمن کلیان
پیش کریں گے
۶ ستمبر کو

اردو سروس

پہلی مجلس
میڈیم ویو ۳۲۷٫۳۰ میٹر (۷۰۲ کلوہرٹز) ۲۸۰٫۱۱ میٹر (۱۰۷۱ کلوہرٹز)
شارٹ ویو : ۴۸٫۷۰ میٹر (۶۱۵۵ کلوہرٹز)

دوسری مجلس
میڈیم ویو ۴۲۷٫۳۰ میٹر (۷۰۲ کلوہرٹز) ۲۸۰٫۱۱ میٹر (۱۰۷۱ کلوہرٹز)
شارٹ ویو ۳۱٫۱۰ میٹر (۹۶۴۵ کلوہرٹز)

تیسری مجلس
میڈیم ویو ۴۲۷٫۳۰ میٹر (۷۰۲ کلوہرٹز)
شارٹ ویو ۹۱٫۰۵ میٹر (۳۲۹۵ کلوہرٹز)

مقررہ پروگراموں کے لیے "آواز" شمارہ ۱۶ اگست دیکھیے

اتوار یکم ستمبر

صبح
۵-۰۷ صبح گاہی : نعت ، قوالی اور بھجن
۶-۲۵ شہر صبا : کروز ابر ول : آتش ظفر اور عرش ملسیانی کا کلام
صغیر احمد : غزلیں
۷-۳۰ لطیف احمد : طبلہ
۹-۰۰ آؤ بچو : آؤ کہانی سنائیں از سراج انور، گیت
بچوں کی دنیا ۔ بچوں کے خط

رات
۸-۳۰ حسن غزل
صغیر احمد : غزلیں
۹-۰۰ کتابوں کی باتیں از صلاح الدین
۹-۳۰ گجر بن کارے
سپر البوس : ٹھمری
۱۰-۰۰ ڈرامہ : صلیب
مصنف : سعید سہروردی
۱۱-۳۰ بزم موسیقی
بھیم سین جوشی ، خیال پوریا کلیان
۱۲-۰۵ لطیف احمد : طبلہ وادن

پیر ۲ ستمبر

صبح
۵-۴۵ صبح گاہی : نعت ، قوالی شبد اور بھجن
۶-۲۵ شہر صبا
لکھو ماسٹر محمد عثمان عارف ،
فیض احمد فیض اور جاں نثار اختر

کا کلام
محمد ظفر : فراق گورکھپوری اور مومن کا کلام
۹-۲۲ کلاسیکی موسیقی
بنگارسی بائی اور بڑے غلام علی خاں
خیال دیسی

رات
۸-۳۰ حسن غزل
محمد ظفر ، خمار بارہ بنکوی اور جاں نثار اختر کا کلام
۹-۰۰ کلام شاعر از معین احسن جذبی
۹-۳۰ پنجابی نغمے
۱۰-۰۰ فیچر : بابا شیخ فرید شکر گنج ،
مصنف : ایس ۔ کے ۔ رام پال

پیش کش : پریم ووہرہ
۱۱-۳۰ اور ۱۲-۰۵ بزم موسیقی
بنگارسی بائی ، خیال حسینی کانہڑہ

منگل ۳ ستمبر

صبح
۵-۴۵ صبح گاہی : نعت ، قوالی ، شبد اور بھجن
۶-۲۵ شہر صبا
مدھورانی : غالب اور جگر کا کلام
محمد کابل ، داغ کا کلام
۷-۳۰ ساز سنگیت
۹-۲۲ کلاسیکی موسیقی
پنڈت حسن لال ، خیال بیراگی

رات
۸-۳۰ حسن غزل
مدھورانی : شکیل اور فراق گورکھپوری کا کلام
۹-۰۰ تقریر
مستقبل واہمہ یا حقیقت ، مذہب کے اعتبار سے
از امداد الحسن آزاد فاروقی
۱۱-۳۰ اور ۱۲-۰۵
بزم موسیقی
پنڈت حسن لال ، خیال جوگ کونس

بدھ ۴ ستمبر

صبح
۵-۴۵ صبح گاہی : نعت ، قوالی شبد اور بھجن
۶-۲۵ شہر صبا
منیر خاتون بیگم ، مدہر لکھنوی
سراج لکھنوی اور شکیل بدایونی
کا کلام
مہندر سنگھ ، راج بلدیو راج
اور اختر رضوانی کا کلام
۹-۲۲ کلاسیکی موسیقی
شفیع احمد

دوپہر
۳-۰۰ رنگا رنگ جھلکیاں

رات
۸-۳۰ حسن غزل
منیر خاتون بیگم ، ذوق اور شفیق کا کلام
۹-۳۰ گجر بن کارے
دینا ناتھ
۱۰-۰۰ افسانہ : ایم ۔ ایم راجندر
۱۱-۳۰ اور ۱۲-۰۵
بزم موسیقی : شفیع احمد

جمعرات ۵ ستمبر

صبح
۵-۴۵ صبح گاہی : نعت ، قوالی ، شبد اور بھجن
۶-۲۵ شہر صبا
نسیم بانو ، سودا ، درد اور میر کا کلام
راج کمار رضوی ، محمود شاہی کا کلام
۹-۲۲ ہلکی کلاسیکی موسیقی
برجو مہاراج

رات
۸-۳۰ حسن غـزل
نسیم بانو ، امیر مینائی اور فانی کا کلام
۱۰-۰۰ ادبی نشست
نئی شاعری میں سیاسی و سماجی شعور ؛ مباحثہ شرکاء : ڈاکٹر شمیم حنفی
پروفیسر انور صدیقی ۔ پروفیسر محمد حسن
۱۱-۳۰ اور ۱۲-۰۵
بزم موسیقی
کمار گندھرو ، خیال جے جے ونتی

جمعہ ۶ ستمبر

صبح
۵-۴۵ صبح گاہی : تلاوت کلام پاک معہ تشریح ، نعت و نعتیہ قوالی
۶-۲۵ شہر صبا
ششی لتا ورک : مجاز اور مخدوم محی الدین کا کلام
جمیل احمد : غزلیں
۹-۰۰ آؤ بچو : آؤ ملکر سوچیں ، دن اور رات کیوں ہوتے ہیں ۔
تقریر : ڈاکٹر زیڈ ۔ ایچ زیدی
۹-۲۲ آپ کے خط آپ کے گیت
۲-۰۰ مشاعرہ
۳-۰۰ کہکشاں : فلم اتنا : اسکرپٹ افضل شفیق نیازی

رات
۸-۳۰ حسن غزل
ششی لتا ورک ، ساحر ہوشیارپوری
شہریار ، پرواز اور پریم وار برٹنی
کا کلام
۹-۰۰ تقریر
۱۱-۳۰ اور ۱۲-۰۵
بزم موسیقی
مشتاق حسین خاں ، خیال جے جے ونتی اور ٹھمری
جبھن جھوٹی

ہفتہ ۷ ستمبر

صبح
۵-۴۵ صبح گاہی : نعت ، قوالی

شبد اور بھجن
۶-۲۵ شہر صبا
اوشا سیٹھ، مخدوم محی الدین
کا کلام
شبیر حسین، جگر اور داغ
کا کلام
۹-۲۲ ہلکی کلاسیکی موسیقی
رسولن بائی: کجری اور دادرہ

رات
۸-۳۰ حسن غزل
اوشا سیٹھ، سلام مچھلی شہری
اور غلام ربانی تاباں کا کلام
۹-۰۰ ریڈیو نیوز ریل
۱۱-۳۰ اور ۵-۰۰ - ۱۲
بزم موسیقی
مانک ورما: خیال مارو بہاگ

اتوار ۸ ستمبر

صبح
۵-۴۵ صبح گاہی: نعت، قوالی
شبد اور بھجن
۶-۲۵ شہر صبا
وینا بخشی، فیض احمد فیض
فراق گورکھپوری اور مومن
کا کلام
ولایت حسین ساغر، خمار بارہ بنکوی
اور شمیم جے پوری کا کلام

رات
۸-۳۰ حسن غزل
ولایت حسین ساغر، شاد عظیم آبادی
کا کلام
۹-۳۰ گجرین کارے
پروین سلطانہ: ٹھمری مشرا کھماج
۱۱-۳۰ اور ۵-۰۰ - ۱۲
بزم موسیقی
میرا بنرجی: خیال جے جے ونتی
اور ٹھمری

پیر ۹ ستمبر

صبح
۵-۴۵ صبح گاہی: نعت، قوالی، شبد
اور بھجن
۶-۲۵ شہر صبا
کنول سدھو، جگر مرادآبادی
خمار بارہ بنکوی اور شکیل بدایونی
کا کلام
اسٹیلے والٹر: غزلیں
۹-۲۲ کلاسیکی موسیقی
مالویکا کانن: خیال دیسی توڑی

دوپہر
۲-۳۰ ڈرامہ

رات
۸-۳۰ حسن غزل
اسٹیلے والٹر: غزلیں
۹-۰۰ کلام شاعر: قمر مرادآبادی
۱۰-۰۰ اظہار خیال
۱۱-۳۰ اور ۵-۰۰ - ۱۲
بزم موسیقی
مالویکا کانن: خیال گوڑ ملہار

منگل ۱۰ ستمبر

صبح
۵-۴۵ صبح گاہی: نعت، قوالی، شبد
اور بھجن
۶-۲۵ شہر صبا
پی ناز ساقی: غزلیں
اقبال قریشی، داغ، زیب غوری
اور جگر کا کلام
۹-۲۲ کلاسیکی موسیقی
مرنالنی کالیکر

رات
۸-۳۰ حسن غزل
پی ناز ساقی: غزلیں
۹-۰۰ تقریر
۱۱-۳۰ اور ۵-۰۰ - ۱۲
بزم موسیقی
مرنالنی کالیکر

بدھ ۱۱ ستمبر

صبح
۵-۴۵ صبح گاہی: نعت، قوالی
شبد اور بھجن
۶-۲۵ شہر صبا
انجلی لوس، فیض احمد فیض
اور شکیل بدایونی کا کلام
یونس ملک، داغ اور قیصر قلندر
کا کلام
۹-۲۲ کلاسیکی موسیقی
پرنیما داس

رات
۸-۳۰ حسن غزل
انجلی لوس، ذوقی اور مومن
کا کلام
۹-۰۰ دلی ڈائری
۹-۳۰ گجرین کارے
سریندر سنگھ: ٹھمری تیلنگ
۱۱-۳۰ اور ۵-۰۰ - ۱۲
بزم موسیقی
پی ناز مسانی
جگناتھ اور ساتھی: شہنائی وادن

جمعرات ۱۲ ستمبر

صبح
۵-۴۵ صبح گاہی: نعت، قوالی
شبد اور بھجن
۶-۲۵ شہر صبا
مدن بالا سندھو: غزلیں
اقبال [illegible]، مخدوم محی الدین
اور [illegible] کا پروگرام
۹-۲۲ ہلکی کلاسیکی موسیقی
انکا بوس، ٹھمری بھیروی، دادرہ بھیروی

دوپہر
۲-۳۰ حسن غزل
[illegible] سوئس پروگرام

رات
۸-۳ حسن غزل
مدن بالا سندھو: غزلیں
۱۰-۰۰ زینہ: ادبی میگزین، ن۔م
راشد اور میراں جی کی شعری روایت
ایڈیٹر: ابوالکلام قاسمی
۱۱-۳ اور ۵-۰۰ - ۱۲
بزم موسیقی
محمد حسین سرہنگ: خیال بانگیشری

جمعہ ۱۳ ستمبر

صبح
۵-۴۵ صبح گاہی: تلاوت قرآن مع
تشریح، نعت، نعتیہ کلام
۶-۲۵ شہر صبا
سریندر کور، صبا افغانی کا کلام
محمد حسین، ساحر، صبا لکھنوی
کیفی اعظمی اور سراج لکھنوی
کا کلام

دوپہر
۲-۰۷ سات سوال
۲-۳۰ فلمی دنیا: اپنی بات
اداریہ: سرفراز احمد
چراغ ماضی کے: بمل رائے،
تقریر از ظہیر ناصر
پس پردہ از انیس دہلوی
کسوٹی: نارش انصاری

رات
حسن غزل
سریندر کور، جگر مرادآبادی
اور شکیل کا کلام
۱۱-۳۰ اور ۵-۰۰ - ۱۲
بزم موسیقی
نیاز احمد خاں، فیاض احمد خاں
خیال مالکونس

ہفتہ ۱۴ ستمبر

صبح
۵-۴۵ صبح گاہی: نعت، قوالی
شبد اور بھجن
۶-۲۵ شہر صبا
تسنیم سید، امیر احمد خسرو
مخدوم محی الدین اور غالب کا
کلام
مہندر پال، شاد فدائی اور
بشیر بدر کا کلام
۹-۲۲ ہلکی کلاسیکی موسیقی
مینا دیوی، ٹھمری بھیروی،
دادرہ بھیروی

رات
۸-۳۰ حسن غزل
مہندر پال، مخدوم محی الدین
اور فراق گورکھپوری کا کلام
۱۱-۳۰ اور ۵-۰۰ - ۱۲
بزم موسیقی
ہیرا بائی بڑودیکر، خیال کیدار

اتوار ۱۵ ستمبر

صبح
۵-۴۵ صبح گاہی: نعت، قوالی
شبد اور بھجن
۶-۲۵ شہر صبا
پرمیت چاولہ، خمار بارہ بنکوی
اور سدرشن ناصر کا کلام
(آگے ص ۳۶ پر)

دہلی

میڈیم ویو
دہلی الف ۳۶۶۱۳ میٹر ۸۱۹ کلو ہرٹز
دہلی ب ۱۵ ۴۵ میٹر ۶۶۶ کلو ہرٹز
دہلی ج ۱۳ ۲۱۹ میٹر ۱۳۶۹ کلو ہرٹز
دہلی د ۹ ۲۹۴ میٹر [illegible] کلو ہرٹز

شارٹ ویو
صبح [illegible] ۱۹۱۱۵ میٹر [illegible] کلو ہرٹز
صبح ۵ [illegible] کے بعد ۳۸۱۴۳ میٹر ۴۱۹۰ کلو ہرٹز
دوپہر [illegible] ۴۱۹ کلو ہرٹز
شام ۴۵ [illegible] ۴۱۹ کلو ہرٹز
شام [illegible] ۳۳۶۵ کلو ہرٹز

خبریں

دہلی الف

صبح
[illegible] ہندی [illegible]
[illegible] سنسکرت
۹ [illegible] ہندی
۸-۵ [illegible]
۱۱ ہندی
۱۲ انگریزی

۱-۵ ہندی
۱-۳ پنجابی
۱-۵۰ اردو
۲-۱۰ ہندی
[illegible] علاقائی سماچار

شام
۶-۵ ہندی
۶-۱ سنسکرت

۶-۳۵ [illegible] کا سماچار
۵۰ [illegible] پارلیمنٹ نامہ
۹-۳۵ ہندی
۹-۱۹ اردو مع تبصرہ
۱۱-۵ ہندی

دہلی ب
صبح
۱-۹ انگریزی

۹-۳ پنجابی
۱۰ انگریزی
[illegible] انگریزی
۳ انگریزی
۶ انگریزی
۷-۳ پنجابی
۴ پنجابی [illegible]
۹ انگریزی
۱۱ انگریزی

روزانہ نشر ہونیوالے پروگرام

دہلی الف

[illegible] منگل دھولی
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] (اتوار) [illegible]
[illegible]
[illegible] (پیر، بدھ، جمعہ)
[illegible]
[illegible] (اتوار) [illegible]
آج صبح (اتوار، بدھ، جمعہ)
[illegible]
[illegible] (منگل)
بھارت کہانی (جمعرات)
[illegible] (ہفتہ I)
[illegible] (ہفتہ II اور IV)
[illegible] (ہفتہ III)
[illegible] (ہفتہ V)
آج صبح (جاری) (اتوار، بدھ، جمعہ)
[illegible] (پیر، جمعرات)
[illegible] (منگل، ہفتہ II اور IV)
آج صبح (جاری) (اتوار، بدھ، جمعہ)
[illegible] (پیر، منگل، جمعرات اور ہفتہ)
شاستریہ سنگیت
اردو مجلس
اختتام (اتوار کو [illegible])
اتوار صبح کی محفل موسیقی
وادیہ وادن (اسکول براڈکاسٹ)
شاستریہ سنگیت
شاستریہ سنگیت (اتوار کو [illegible])
شاستریہ سنگیت (اتوار کو [illegible])
شاستریہ سنگیت (اتوار کو کرناٹک سنگیت)
لوک بھارتی
جھلکی (اتوار)
ورندگان (پیر، بدھ، جمعہ)
گیتکا (منگل، جمعرات، ہفتہ)

۱۱ بہنوں کا پروگرام (اتوار، منگل، جمعرات، ہفتہ)
گرامین بہنوں کا پروگرام (بدھ، جمعہ)

[illegible] (دوبارہ براڈکاسٹ) [illegible]
۱-۵ [illegible] (جاری)
[illegible] منگل، جمعرات [illegible]
[illegible] کا پروگرام [illegible]
[illegible]
[illegible]
سگم سنگیت
۲ [illegible]
۲ [illegible]
۳ [illegible]
۳ [illegible]
۳-۳ [illegible]
۳-۵۵ [illegible]
۵-۵ [illegible] (اتوار، [illegible])
[illegible]
[illegible] (منگل)
[illegible]
۵-۳ [illegible] (اتوار)
[illegible]
۵-۲۵ [illegible]
[illegible] (پیر تا ہفتہ)
۵-۳ [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] (پیر، منگل، بدھ، جمعہ)
۵-۵۵ کرناٹک سنگیت (جاری) (اتوار)
گروھوالی سنگیت (بدھ، جمعہ)
[illegible] (پیر، منگل، جمعہ)
[illegible] (جاری) (جمعرات)

شام
۶-۱۵ [illegible]
۶-۲ [illegible]
[illegible]
۶-۳ پروگراموں کا خلاصہ اور موسم (ہندی)
۶-۳۵ [illegible]
۷-۴۵ [illegible] کا سماچار
۸ [illegible] (اتوار)
[illegible] (پیر اور ہفتہ)
[illegible] (منگل)
جھلکی (بدھ)
آپ کی چٹھی ملی (جمعرات)

[illegible] (جمعہ)
۱-۵ [illegible] (اتوار، جمعہ) [illegible]
[illegible]
[illegible] (منگل، جمعرات)
[illegible] (بدھ)
[illegible] (بدھ)
۱-۳۰ [illegible]
۹ [illegible]
۱-۳ [illegible]
[illegible]
[illegible] (IV)
نیشنل پروگرام ہندی تقریر (پیر)
ہندی ناٹک (منگل)
چرچا کا وشے ہے (بدھ)
نیشنل پروگرام: پرادیشک سنگیت
(جمعرات I)
نیشنل پروگرام: ہندی فیچر (جمعرات II)
نیشنل پروگرام: اسپورٹس میگزین
(ہندی) (جمعرات III)
نیشنل پروگرام: ناٹک (جمعرات IV)
سنگیت (جمعرات V)
ناٹک (جمعہ)
نیشنل پروگرام: موسیقی (ہفتہ)
۹-۴۵ محفل (اتوار I)
سنگیت پتریکا (اتوار II)
شاستریہ سنگیت
(اتوار III، IV، V) (جاری)
سدھ سنگیت (پیر)
ہندی ناٹک (جاری) (منگل)
چرچا کا وشے ہے (جاری) (بدھ)
نیشنل پروگرام: پرادیشک سنگیت
(جاری۔ جمعرات I)
نیشنل پروگرام: ہندی فیچر
(جاری۔ جمعرات II)
نیشنل پروگرام: اسپورٹس میگزین
(ہندی) (جاری جمعرات III)
نیشنل پروگرام: ناٹک (جاری۔ جمعرات IV)
سنگیت (جاری جمعرات V)
ناٹک (جاری۔ جمعہ)

نیشنل پروگرام: موسیقی (جاری ہفتہ)
۱۰- جیتن (اتوار)
سنگیت سبھا (پیر، منگل، بدھ)
نیشنل پروگرام: پرادیشک سنگیت
(جاری۔ جمعرات I)
نیشنل پروگرام: ناٹک (جاری۔ جمعرات IV)
سنگیت (جمعرات II، III اور V)
ناٹک (جاری۔ جمعہ)
نیشنل پروگرام: موسیقی (جاری ہفتہ)
۱۰-۳۰ چیتن (اتوار)
سنگیت سبھا (پیر، منگل، بدھ)
کرناٹک سنگیت (جمعرات، جمعہ)
نیشنل پروگرام: موسیقی (جاری۔ ہفتہ)
۱۱ وادیہ ورند (سوائے جمعہ I، IV)
۱۱-۱۰ موسم اور اختتام

دہلی ب

صبح
۶-۵۵ وندے ماترم، منگل دھونی
۷ اعلانات
۷-۲ سانجھی (اتوار)
کرنٹ افیئرز (دوبارہ) (پیر)
نیشنل پروگرام ہندی تقریر
(دوبارہ) (منگل)
نیشنل پروگرام انگریزی تقریر
(دوبارہ) (بدھ)
چرچا کا وشے ہے (دوبارہ) (جمعرات)
اوپوکس (جمعہ)
نیشنل اسپورٹس میگزین (انگریزی)
(پہلے جمعہ کا دوبارہ براڈکاسٹ) ہفتہ I
نیشنل اسپورٹس میگزین (ہندی)
(تیسرے جمعرات کا دوبارہ براڈکاسٹ) ہفتہ III
موسیقی (بقیہ روز)
۷-۲۰ سانجھی (اتوار)
کرنٹ افیئرز (دوبارہ براڈکاسٹ، پیر)
ورندگان (منگل، بدھ، جمعہ)
چرچا کا وشے ہے (دوبارہ براڈکاسٹ، جمعرات)
نیشنل اسپورٹس میگزین (انگریزی)
(پہلے جمعہ کا دوبارہ براڈکاسٹ، ہفتہ)

نیشنل اسپورٹس میگزین (ہندی)
(تیسرے جمعرات کا دوبارہ براڈکاسٹ)
(ہفتہ III)
۷-۳۰ سنگیت سورکھی (شاستریہ سنگیت)
۷-۵۰ سنگم
۸-۰۰ وادیہ ورند
۸-۲۱ پنجابی پروگرام
۸-۴۰ پنجابی پروگرام
۹-۰۰ راجیہ سے چٹھی
۹-۵ کاریہ کرم سوچنائیں
۹-۱۰ لوک روپ کی سماچار (اتوار)
لوک مادھوری (پیر تا ہفتہ)
۹-۱۵ اپنی نگری (اتوار)
لوک مادھوری (پیر تا ہفتہ)
۹-۳۰ یادیں (اتوار)
سب رس (پیر تا ہفتہ)
۱۰-۰۲ اختتام

دوپہر
۱-۰۵ مغربی موسیقی
۲-۱۰ مغربی موسیقی
۳-۱۰ انگریزی میں موسم کا حال

۳-۱۵ سگم سنگیت
۳-۳ شاستریہ سنگیت (اتوار، پیر، منگل، ہفتہ)
کرناٹک سنگیت (بدھ، جمعرات، جمعہ)
۴-۲ سگم سنگیت
۴-۱۵ اختتام
۵-۵۰ اخباروں کی رائے
۵.۵۵ انگریزی میں پروگراموں کا خلاصہ
اور موسم

شام
۶-۵ فوجی بھائیوں کے لیے پروگرام
۶-۴۵ سگم سنگیت
۷ پنجابی پروگرام
۷-۴ ورندگان (اتوار)
۷-۳۵ اردو مجلس
۹-۱۵ سماچار درشن (اتوار، بدھ، جمعہ)
ریڈیو نیوز ریل (منگل، جمعرات، ہفتہ)
سپورٹس ریل اسپورٹس (پیر)
۱-۲۵ سماچار پتروں سے
۱-۳۰ پارلیمنٹ میں آج کی کارروائی / سوتھنکار
۸-۴۴ سگم سنگیت
۹-۱۹ اسپاٹ لائٹ
۹-۳۰ کرنٹ افیئرز (اتوار)
انگریزی میں تقریر (پیر، جمعرات)
نیشنل پروگرام: انگریزی تقریر (منگل)
فیچر (بدھ I)
بووا دادائی سے انتخاب (بدھ II)
ڈاؤن میموری لین (بدھ III)
آرکائیوز / دوسرے اسٹیشنوں سے انتخاب
(بدھ IV)
نیشنل اسپورٹس میگزین (جمعہ I)
ان پرسپیکٹیو (جمعہ II)
نیشنل پروگرام: فیچر (انگریزی) (جمعہ IV)
اور گیسٹ ٹو نائٹ (ہفتہ)
۹-۴۵ کرنٹ افیئرز (اتوار)
فوجی بھائیوں کی فرمائش (پیر)
مغربی موسیقی (منگل، جمعرات)
آپ کی فرمائش (بدھ)
اے ڈیٹ ود ھ یو (جمعہ II، IV)
ڈانس ٹائم (ہفتہ)
۱۰-۰۰ کنسرٹ آور (اتوار)
فوجی بھائیوں کی فرمائش (پیر)
مغربی موسیقی (منگل، جمعرات)
آپ کی فرمائش (بدھ)
اے ڈیٹ ود ھ یو (جمعہ II، IV)

ڈانس ٹائم (ہفتہ)
۱۱-۰۵ موسم اور اختتام

(جمعہ II اور IV ۱۵-۱۱ بجے)

دہلی 'د'

یو وا وانی

صبح

۶-۵۵ پروگراموں کا خلاصہ
۷-۰۰ یو موسیقی آپ کی آ...
۷-۱۰ ساستریہ سنگیت (سار سنگیت)
۸-۱۰ وگیان درشا
۸-۱۵ شاستریہ سنگیت گائن (سوائے جمعہ)
کرناٹک سنگیت (صرف جمعہ)
۸-۳۰ بیٹلز آف گولڈ (مغربی موسیقی)
۹-۰۰ اعتماد (سوائے اتوار)
ڈرامہ (صرف اتوار)
۹-۳۰ جونئیر کرسٹل ریکارڈ
سنگم سنگیت (اتوار)
۱۰-۰۰ اختتام (اتوار)

شام

۶-۵۵ پروگراموں کا خلاصہ
۷-۰۰ محفل
۷-۳۰ کھیل اور کھلاڑی (اتوار)
اسکول کالج کی بات (پیر I)
ری کرما (پیر II)
گاؤں کی بات (پیر III)
گاؤں کی بیٹی کرما (پیر IV)
پیرا دھولی (منگل I)
مجھے بھی کچھ کہنا ہے (منگل II)
آئے سمسیائیں سلجھائیں (منگل III)
سستی کول (منگل IV)
یہ بھی ہے سنسار (بدھ I اور III)
آؤ بات کریں (بدھ II)
آج کی بات (بدھ IV)
سیمل لوواؤں کی کہانی (جمعرات I)
تب اور اب (جمعرات II)
آمنے سامنے (جمعرات III)
بات چیت (جمعرات IV)
وگیان جگت (جمعہ I، III، V)
ہمارا سواستھ (جمعہ II، IV)
روزگار کے ذریعے (ہفتہ I، III)

ملکان وبھا (ہفتہ II اور IV)
۸-۰۵ انادی گروپ (مغربی موسیقی)
۸-۳۰ سپنا (اتوار I، II، IV، V)
لکس ڈوڈے (اتوار II)
آیام (پیر I، III)
گول میز (پیر II)
بھوشیہ کی چنوتی (پیر IV)
اسپورٹس اور اسپورٹس مین (منگل I)
ایکسپریشنز (منگل II)
اورکی نیز (منگل III)
کوز مائز (منگل IV)
دی رووِنگ مائکروفون (بدھ، جمعہ)
راؤنڈ ٹیبل (جمعرات I)
مسلیی (جمعرات II)
فیچر (جمعرات III)
فائر انگ لائن (جمعرات IV)
اسی وچکی (ہفتہ I)
کوی گوسٹھی (ہفتہ II، IV)
مشاعرہ (ہفتہ III)
۸-۰۵ آپ سے ملئے (پیر I، III، V)
گول میز (پیر II، IV)
۹-۰۰ نرتھر (موسیقی کا پروگرام) (سوائے جمعرات اور ہفتہ)
یوروآرٹسٹ ٹو نائٹ (صرف جمعرات)
ہماری ڈاک (صرف ہفتہ)
۹-۲۰ سگم ساز سنگیت (سوائے جمعرات)
میک مومینٹس (جمعرات)
۹-۳۰ سنڈے ریکویسٹ (اتوار)
کلچرل ایوننگ (پیر)
من بھاون (منگل اور ہفتہ)
ناٹک (جمعرات)
... تنگیت گائن (جمعہ)
۱۰-۳۰ سگم سنگیت (گائن) (بدھ)
شاستریہ سنگیت (گائن) (منگل)
شاستریہ سنگیت
ساز سنگیت (جمعہ اور ہفتہ)
۱۰-۴۰ شاستریہ سنگیت (بدھ)
۱۰-۴۵ شاستریہ سنگیت (گائن) (جمعہ)
۱۱-۰۰ اختتام

اتوار یکم ستمبر

الف

صبح

۸-۱۰ نصیر احمد خاں : گائن
۹-۰۰ بال کاریہ کرم
۱۰-۰۰ شنیل مکھرجی : سرود
۱۱-۳۰ ۵-۳۰ رادھا دینکا چلم : کرناٹک گائن

دوپہر

۱۲-۱۵ جھلکی: سمسیا حل کرا لو
تحریر : سوم ناتھ ناگر
۲-۳۰ ناٹک : پریکشا : تحریر: گوپی ناتھن نائیر

شام

۵-۲۰ سنسکرت پاٹھ (۱۴۴)
۸-۰۰ رابندر سنگیت
۸-۱۵ آپ کی فرمائش
۹-۰۰ نصیر احمد خاں : گائن
۹-۳۰ محفل
۱۰-۰۰ چین
شیخ افضل حسین خاں ، گائن

ب

صبح

۷-۰۰ کہانی، کویتائیں اور ساہتک سنسمرن
۷-۳۲ سموہ گائن شکشا
۷-۵۰ سنگم : پریہ گیت
۹-۱۵ اپنی نگری

بعد دوپہر

۳-۱۵ اور ۲-۴۰ : سورمنجوشا اور رس ترنگ
۳-۳۰ نصیر احمد خاں : گائن

شام

۶-۴۵ اور ۸-۴۵ ، ترملا بھنڈاری گیت، بھجن اور غزلیں
۹-۳۰ کرنٹ افیئرز

پیر ۲ ستمبر

الف

صبح

۸-۱۰ شام ۴-۳۰ ، ۵ رات ۹-۰۰
ستیہ دیو پوار : وائلن
۱۰-۲۵ کرشنا لشٹ بھارتی چکرورتی : گائن
۱۱-۰۲ دیویندر مردیشور : بانسری
۱۱-۳۰ دیانند دیو دیشرا : گائن
۱۲-۰۲ لوک بھارتی : تامل لوک گیت

دوپہر

۱۲-۳۰ کرشٹ تو ہو گا کستو : مراٹھی ناٹک سے ماخوذ
تحریر : پرشانت پانڈے

شام

۸-۰۰ سواستھ رکھشا
۸-۱۵ سلسلہ وار ناٹک
۹-۳۰ نیشنل پروگرام : ہندی تقریر
۱۰-۰۰ سنگیت سبھا : شنو کھرانہ : گائن

'ب'

صبح

۷-۳۲ سنگیت سوربھی : ڈی، وی پلسکر گائن
۷-۵۰ سنگم : سندھی گیت
۹-۱۰ لوک مادھوری : اودھی لوک گیت

بعد دوپہر

۳-۳۰ کرشنا لشٹ، بھارتی چکرورتی گائن
۶-۴۵ اور ۸-۴۵ ، سدیش سنہا گیت، بھجن اور غزلیں
۹-۳۰ ہندوستانی زبانوں پر انگریزی کا اثر : بنگالی III : تقریر

منگل ۳ ستمبر

الف

صبح

۸-۱۰ ، ۱۱-۰۲ ، ۹-۰۰
ڈاگر بندھو : گائن
۱۰-۳۵ مختار احمد : سرود
۱۱-۳۰ نریندر پال : کلارنٹ

دوپہر

۱۲-۰۲ لوک بھارتی : اڑیہ لوک گیت

شام

۵-۰۵ گیان وگیان : وگیان سماچار
پونم کتیال
۵-۴۵ سموہ گان شکشا
۸-۰۰ اردو لوگ منڈل
۸-۱۵ نئے پرکاشن
۹-۳۰ ہندی ناٹک
۱۰-۰۰ منگل رات کی سنگیت سبھا
کرشن رام اور ساتھی : شہنائی

ب

صبح

۷-۳۰ سنگیت سوربھی : نکھل بنرجی : ستار
۷-۵۰ سنگم : بنگلہ گیت
۹-۱۰ لوک مادھوری : ہماچلی لوک گیت

بعد دوپہر

۳-۳۰ مختار احمد : سرود
۶-۴۵ اور ۸-۴۵ ، رینو سہدیو۔ گیت بھجن
۹-۳۰ نیشنل پروگرام دی انڈین اوشن I : انگریزی میں تقریر

بدھ ۴ ستمبر

الف

صبح

۸-۱۰ ، ۱۱-۰۲ اور رات ۹-۰۰
راس بہاری دتہ : ستار
۱۰-۲۵ اور ۵-۴۰ شام ، شتروگھن شکلا
ٹھمری، دادرا
۱۱-۳۰ چندر ناتھ : راگ پردھان

دوپہر

۱۲-۰۲ لوک بھارتی : ملیالم گیت
۱۲-۳۰ گرامین بہنوں کے لئے : مہندی
تقریر : سنتوش چوپڑہ

رات

۸-۰۰ جھلکی : سمسیا حل کرا لو
تحریر : سوم ناتھ ناگر
۸-۱۵ وگیان لوک : وگیان سماچار
ریتو آنند
۹-۳۰ چرچا کا وشیہ ہے
۱۰-۰۰ سنگیت سبھا

ب

صبح

۷-۳۰ سنگیت سوربھی : چندر ناتھ
راگ پردھان
۷-۵۰ سنگم : گجراتی گیت
۹-۰۰ لوک مادھوری : ہریانوی لوک گیت

بعد دوپہر

۳-۳۰ پی۔ ایس۔ ارگم اور ساتھی : ناگسورم
۶-۴۵ اور ۸-۴۵ ، مہندر پال : گیت

بھجن اور غزلیں
۳۰ – ۹ انگریزی میں تقریر

جمعرات ۵ ستمبر

الف
صبح
۱۰ – ۸ اور ۰۰ – ۹، چترا رائے: گائن
۳۵ – ۱۰ احمد علی خاں: ستار
۰۲ – ۱۱ منورما آہوجہ: گائن
دوپہر
۳۰ – ۱۱ وی جی جوگ: وائلن
۰۲ – ۱۲ لوک بھارتی: بنگلہ لوک گیت
۱۵ – ۱۲ سلسلہ وار ناٹک
۳۰ – ۱۲ عورتوں کا پروگرام: گھروگیان
روزمرہ استعمال کے گھاتک رسائن
ڈاکٹر۔ ڈی۔ آر۔ شرما
شام
۰۵ – ۵ سنسکرت شکھشا پاٹھ: ۱۴۵
۱۵ – ۸ کل یگ کی مانگ اور شکھشوں
کی بھومیکا: تقریر
۳۰ – ۹ سنگیت کا نیشنل پروگرام
۰۰ – ۱۰ سنیہ نارائن: کرناٹک گائن
ب
صبح
۲۲ – ۷ سنگیت سوربھی: احمد علی خاں
ستار
۵۰ – ۷ سنگم: مراٹھی لوک گیت
۱۰ – ۹ لوک مادھوری: برج لوک گیت
۳۰ – ۳ سیتا نارائن: کرناٹک گائن
۴۵ – ۶ اور ۴۵ – ۸، دینا ناتھ: گیت
بھجن اور غزلیں

جمعہ ۶ ستمبر

الف
صبح
۱۰ – ۸، ۰۲ – ۱۱، رات ۰۰ – ۹
پرکاش این سکسینہ: بانسری
۳۵ – ۱۰ شام ۴۰ – ۵، رادھے راج: گائن
۳۰ – ۱۱ ضمیر احمد: ٹھمری، دادرا
۰۲ – ۱۲ لوک بھارتی: مراٹھی لوک گیت
شام
۵۵ – ۵ گڑھوالی سنگیت
۱۵ – ۸ آپ کی فرمائش
۳۰ – ۹ یوگیراج کرشن: ناٹک
۳۰ – ۱۰ کلپکم بالاسبھرامنیم: گائن (ناٹک)

ب
صبح
۳۰ – ۷ سنگیت سوربھی: ضمیر احمد
ٹھمری، دادرا
۵۰ – ۷ سنگم: تیلگو گیت
۱۰ – ۹ لوک مادھوری: راجستھانی لوک گیت
دوپہر
۳۰ – ۳ کلپکم بالاسبھرامنیم: گائن (کرناٹک)
شام
۴۵ – ۶ اور ۴۵ – ۸، سرنیدر کور
گیت، بھجن
۳۰ – ۹ نیشنل اسپورٹس پروگرام
پیش کردہ: آئی۔ ایم۔ شاہ

ہفتہ ۷ ستمبر

الف
صبح
۱۰ – ۸ اور ۰۰ – ۹، آیترن رائے چودھری
گائن
۳۵ – ۱۰ اور شام ۴۰ – ۵، روبند کمار اداسترا
ستار
۰۲ – ۱۱ سدیشوری دیوی: ٹھمری، دادرا
۳۰ – ۱۱ ابھلک کمار سرکار: سرود
دوپہر
۰۲ – ۱۲ لوک بھارتی: گجراتی لوک گیت
رات
۱۵ – ۸ یگ شبلی کرشن: تقریر
۳۰ – ۹ سنگیت کا نیشنل پروگرام
نصیر امین الدین ڈاگر: گائن
ب
صبح
۲۲ – ۷ سنگیت سوربھی: ابھیک کمار سرکار
سرود
۵۰ – ۷ سنگم: کنڑ گیت
۱۰ – ۹ لوک مادھوری: گڑھوالی لوک گیت
بعد دوپہر
۳۰ – ۳ آیترن رائے چودھری: گائن
۴۵ – ۶ اور ۴۵ – ۸، پریسار گیت
۳۰ – ۹ آور گیسٹ ٹونائیٹ

اتوار ۸ ستمبر

الف
صبح
۱۰ – ۸ اور رات ۰۰ – ۹
دیاشنکر اور ساتھی: شہنائی

۰۰ – ۹ بال کاریہ کرم
۰۰ – ۱۰ نینا دیوی: ٹھمری، دادرا
۳۰ – ۱۱ لکشمی راماسوامی: گائن
دوپہر
۱۵ – ۱۲ جھلکی: بھوشیہ کی بھول بھلیاں
سے نو: نند کمار پاٹھک
۳۰ – ۲ یوگیش راج کرشن
تحریر: دیوراج دنیش
شام
۲۰ – ۵ سنسکرت پاٹھ: ۱۴۵
۲۵ – ۵ لکشمی راماسوامی: گائن
۰۰ – ۸ اندر سنگیت
۱۵ – ۸ آپ کی فرمائش
۳۰ – ۹ سنگیت تری انکا
۰۰ – ۱۰ جین: بدھ دیو داس گپتا: سرود
ب
صبح
۲۲ – ۷ سموہ گان شکھشا
۵۰ – ۷ آسامی گیت
۱۵ – ۹ اپنی نگری
بعد دوپہر
۳۰ – ۳ دیاشنکر اور ساتھی: شہنائی
۴۵ – ۶ اور ۴۵ – ۸، جمیل احمد: غزلیں
۳۰ – ۹ کرنٹ افیئرز

پیر ۹ ستمبر

الف
صبح
۱۰ – ۸ اور رات ۰۰ – ۹
سوم تیواڑی: گائن
۳۵ – ۱۰ اور ۴۰ – ۵ شام، پی۔ ڈی ستّرشی
وائلن
۰۲ – ۱۱ شرن کانت باکرے: گائن
۳۰ – ۱۱ سبط حسن: ستار
دوپہر
۰۲ – ۱۲ لوک بھارتی: تیلگو لوک گیت
شام
۱۵ – ۸ سلسلہ وار ناٹک
۳۰ – ۹ واتاؤں کا اکھل بھارتیہ کاریہ کرم
۰۰ – ۱۰ سنگیت سبھا: یعقوب علی خاں
سرود
ب
صبح
۲۲ – ۷ سنگیت سوربھی: پی۔ ڈی۔
ستّرشی: وائلن

۵۰ – ۷ سنگم: سندھی گیت
۱۰ – ۹ لوک مادھوری: بھوجپوری
لوک گیت
بعد دوپہر
۳۰ – ۳ سوم تیواری: گائن
۴۵ – ۶ اور ۴۵ – ۸، سراکیور: غزلیں
گیت
۳۰ – ۹ دی بائی پاس سسٹم آف ری
پروڈکشن آف پلانٹس
تقریر: ایس۔ ایل۔ گپتا

منگل ۱۰ ستمبر

الف
صبح
۱۰ – ۸، ۰۲ – ۱۱، رات ۰۰ – ۹، اوری کپور
ٹھمری، دادرا
۳۵ – ۱۰ ہرش وردھن: وائلن
۳۰ – ۱۱ ڈی۔ آر۔ پارتھ سارتھی: وچتر وینا
۰۲ – ۱۲ لوک بھارتی: آسامی لوک گیت
شام
۰۵ – ۵ گیان وگیان: آکرشک پودے
تقریر: پرشوتم نیاک
۴۵ – ۵ سموہ گان شکھشا
۰۰ – ۸ ادیوگ منڈل: شہد مکھیوں کے
مدھیہ بیں
۱۵ – ۸ وگیان وارتا: آیوروگیان کی
نئی اپلبدھیاں: تقریر
۳۰ – ۹ منتخب ناٹک: چیتنا
تحریر: ریوتی سرن شرما
۰۰ – ۱۰ منگل شب کی محفل موسیقی
راج کمار اتاوے: گائن
ب
صبح
۳۰ – ۷ برت ہوشن کالیا: گائن
۵۰ – ۷ سنگم: بنگلہ گیت
۱۰ – ۹ لوک مادھوری: ہماچلی لوک گیت
بعد دوپہر
۳۰ – ۳ ہرش وردھن: بانسری
۴۵ – ۶ اور ۴۵ – ۸، ہرمیت کور
گیت، بھجن
۳۰ – ۹ نیشنل پروگرام: انگریزی تقریر

بدھ ۱۱ ستمبر

الف
صبح
۱۰ – ۸، رات ۰۰ – ۹، ظفر احمد خاں: شہنائی

۱۰-۲۵ اور ۵-۴۰ شام، غلام حسین خاں گائن
۱۱-۰۲ ایم، وی، رشولا پورکر: کلارنٹ اور پی، وی، دولاکر: شہنائی
۱۱-۳۰ سمترا گوہا: گائن
دوپہر
۱۲-۰۲ لوک بھارتی: کنڑ لوک گیت
۱۲-۳۰ گرامین بہنوں کے لیے: گل بکاولی
تحریر: ڈاکٹر وی، ایس چوہان
شام
۵-۳۵ گڑھوالی سنگیت
۸-۰۰ جھلکی: بھوشیہ کی بھول بھولیاں میں
تحریر: نند کمار پاٹھک
۸-۱۵ وگیان آلوک: بجلی سے خطرہ
انٹرویو پر مبنی: آر این، گپتا
۹-۳۰ چرچا کا وشیہ ہے
۱۰-۰۰ سنگیت سبھا

ب
صبح
۷-۳۰ سنگیت سوربھی: پنڈت جسراج گائن
۷-۵۰ سنگم گجراتی گیت
۹-۱۰ لوک مادھوری: میتھلی لوک گیت
بعد دوپہر
۳-۳۰ پریما مالتی راجن: وینا وادن کرناٹک
۶-۴۵ اور ۸-۴۵، ادشا سیٹھ: گیت بھجن، غزل
۹-۳۰ ورس اینڈ ڈانس

جمعرات ۱۲ ستمبر

الف
صبح
۸-۱۰، ۱۱-۰۲، رات ۱۰-۰۰، راجن مشرا اور ساجن مشرا: گائن
۱۰-۲۵ پنالال چورسیہ: وائلن
۱۱-۳۰ گوسوامی رادھا کرشن: ستار
دوپہر
۱۲-۰۲ لوک بھارتی: کونکنی لوک گیت
۱۲-۱۵ سلسلہ وار ناٹک
شام
۵-۰۵ سنسکرت پاٹھ: ۱۴۶
۵-۴۰ بال کاریہ کرم
۸-۱۵ ایکتا کے سوپان: دھرم: تقریر
۹-۳۰ نیشنل پروگرام: فیچر

۱۰-۳۰ راجی رگھوپتی: گائن کرناٹک

ب
صبح
۷-۳۲ سنگیت سوربھی: پنالال چورسیہ وائلن
۷-۵۰ سنگم: مراٹھی گیت
۹-۱۰ لوک مادھوری: برج لوک گیت
بعد دوپہر
۳-۳۰ راجی رگھوپتی: گائن کرناٹک
۶-۴۵ اور ۸-۴۵، وِدّیا ناتھ سیٹھ گیت، بھجن، غزلیں
۹-۰۰ ٹاکنگ اباؤٹ بکس

جمعہ ۱۳ ستمبر

الف
صبح
۸-۱۰ اور شام ۵-۴۰، بھجن لال: سرود
۱۰-۲۵، رات ۹-۰۰، مزالنی کھانڈیکر: گائن
۱۱-۰۲ ونے کمار: ستار
۱۱-۳۰ مالتی گلانی: گائن
دوپہر
۱۲-۰۲ لوک بھارتی: مراٹھی لوک گیت
شام
۵-۵۵ گڑھوالی سنگیت
۸-۰۰ گاندھی چرچا
۸-۱۵ آپکی فرمائش
۹-۳۰ ناٹک: مرت و نیکتی، بنگلہ کہانی سے ماخوذ: تحریر: شری لوک ناتھ بھٹاچاریہ
پیش کردہ: شریمتی ورشا داس
۱۰-۳۰ وجے لکشمی مرلی دھر: گائن (کرناٹک)

ب
صبح
۷-۳۰ سنگیت سوربھی: پنڈت اونکار ناتھ ٹھاکر: گائن
۷-۵۰ سنگم: تامل گیت
۹-۱۰ لوک مادھوری: راجستھانی لوک گیت
بعد دوپہر
۳-۳۰ وجے لکشمی مرلی دھر: گائن (کرناٹک)
۶-۴۵ اور ۸-۴۵، آئینہ برلی: غزلیں
۹-۳۰ ان پرس پیکٹو

ہفتہ ۱۴ ستمبر

الف
صبح
۸-۱۰ اور شام ۵-۴۰، وجنتی بھٹاچاریہ گائن
۱۰-۳۵ دنیش کمار: بانسری
۱۱-۰۲ منور علی خاں۔ گائن
۱۱-۳۰ سانتا پرساد: طبلہ
۱۲-۰۲ لوک بھارتی: گجراتی لوک گیت
۱۲-۱۵ گیتکا
۱۲-۳۰ مہلا کاریہ کرم
۲-۰۰ چترپٹ سنگیت
شام
۸-۰۰ سوا ستھ رکھشا
۸-۱۵ دیش و دیش میں ہندی: تقریر
۸-۳۰ سبدھ سنگیت
۹-۳۰ موسیقی کا نیشنل پروگرام
ایس پریما، ایس جیا: گائن

ب
صبح
۷-۳۲ سنگیت سوربھی: احمد جان تھرکوا طبلہ
۷-۵۰ سنگم ملیالم
۹-۱۰ لوک مادھوری: ڈوگری لوک گیت
بعد دوپہر
۳-۱۵ اور ۴-۰۲، سگم سنگیت
۳-۳۰ دنیش کمار: بانسری
شام
۶-۴۵ اور ۸-۴۵، پرسار گیت
۹-۳۰ آور گیسٹ ٹونائیٹ

اتوار ۱۵ ستمبر

الف
صبح
۸-۱۰ اور رات ۹-۰۰، اوما شنکر مشرا ستار
۱۰-۰۰ آپکی فرمائش پر شاستریہ سنگیت
۱۱-۳۰ کے لکشمی نارائن شاستری اور وی، ایس، کے چکرا پانی وائلن، یگل بندی
۱۲-۱۵ جھلکی: نئی بیماری
تحریر: دھنیندر کمار جین
۲-۳۰ ناٹک: بھکت و نیکتی: بنگالی کہانی سے ماخوذ: تحریر: لوک ناتھ بھٹاچاریہ پیش کردہ: ورشا داس
شام
۵-۲۰ سنسکرت پاٹھ: ۱۴۶
۵-۳۵ کے لکشمی شاستری اور وی، ایس، کے، چکرا پانی: گائن
۸-۰۰ رابندر سنگیت
۸-۱۵ آپ کی فرمائش
۹-۳۰ محفل: سنگیت پتریکا
۱۰-۰۰ چین

ب
صبح
۷-۳۲ سموھ گان
۷-۵۰ سنگم: اڑیہ گیت
۹-۱۵ اپنی نگری
شام
۳-۳۰ اوما شنکر مشرا: ستار
۶-۴۵ اور ۸-۴۵ ملکو ماتھر: گیت اور بھجن
۹-۳۰ کرنٹ افیئرز

بقیہ:- اردو سروس

چندن کمار داس، بشیر بدر حفیظ جالندھری اور اقبال کا کلام
دوپہر
۲-۳۰ گیتوں بھری کہانی
اعتبار مصنف: فاروق جعفر
پیشکش: پریم دوہرہ
۸-۳۰ حسن غزل
پریتی چاولہ، جگر مراد آبادی اور فراق گورکھپوری کا کلام
۹-۰۰ کتابوں کی باتیں (اردو)
۹-۳۰ گجر بن کارے
نرملا دیوی اور مادھوری مٹو ٹھمری پیلو
۱۰-۰۰ ڈرامہ
احمقوں کی انجمن
ڈرامہ نگار: سراج انور
۱۱-۳۰ اور ۱۲-۰۵
بزم موسیقی
کرشنا اور شنکر پنڈت خیال مالکونس اور ٹپہ کافی

لکھنؤ

میڈیم ویو : لکھنؤ 'الف' : ۱۶ء۳۰۱ میٹر ۷۴۷ کلوہرٹز
لکھنؤ 'ج' : ۷ء۲۳۴ میٹر ۱۲۷۸ کلوہرٹز
لکھنؤ 'ب' : صبح ۴۵-۴/۴۵-۵ سے
۴۵-۷ تک ۹۳۶۰ء میٹر ۳۲۰۵ کلوہرٹز
شارٹ ویو : صبح ۴۵-۷ تک، ۹۳۶۰ء میٹر ۳۲۰۵ کلوہرٹز
صبح ۰۰-۸ بجے کے بعد ۴۸۱۸۲ میٹر ۶۱۷۰ کلوہرٹز
دوپہر ۱۳۸ء میٹر ۷۲۵۰ کلوہرٹز
شام اور رات ۹۳۶۰ء میٹر ۳۲۰۵ کلوہرٹز

خبریں

ھندی/انگریزی (دلی)، صبح ۰۰-۶ بجے
پرادیشک سماچار (گورکھپور) صبح ۲۰-۷
ھندی (دلی) صبح ۰۰-۸ دوپہر ۰۰-۱ اور
دوپہر ۱۰-۲ شام ۰۵-۶
شب ۴۵-۸ اور ۰۵-۱۱
انگریزی (دلی) صبح ۱۰-۸ دوپہر ۰۰-۱
شب ۰۰-۹ اور ۰۰-۱۱
سنسکرت (دلی) صبح ۰۰-۷ شام ۱۰-۶
اردو (دلی) صبح ۵۰-۸ شب ۱۶-۹
علاقائی (لکھنؤ) دوپہر ۳۰-۲
پرادیشک (لکھنؤ) شام ۲۰-۷
نیوز لیٹر (ھندی) (دلی) صبح ۰۰-۹
ضلع کی چیٹھی (لکھنؤ) صبح ۰۵-۹

شاستریہ سنگیت

گائن

ڈاگر بندھو صبح ۱۰-۹ یکم ستمبر
پدماوتی شالگرام شام ۳۰-۴ یکم ستمبر
کمار گندھرو صبح ۱۰-۹ ۳ ستمبر
ودیا کانگڑے صبح ۱۰-۹ اور
شام ۳۰-۴ ۷ ستمبر
ہیرا بائی بڑودکر رات ۰۰-۱۰ ۸ ستمبر
وشوناتھ شری کھنڈے صبح ۱۰-۹ اور
رات ۳۰-۱۰ ۹ ستمبر
آشارانی شریواستو صبح ۱۰-۹ اور
شام ۳۰-۴ ۱۱ ستمبر

کشوری امونکر رات ۳۰-۱۰ ۱۱ ستمبر
ستیش چندر گپت صبح ۱۰-۹ اور
شام ۳۰-۴ ۱۴ ستمبر

ساز سنگیت

وائلن

جی این گوسوامی صبح ۱۰-۹ اور
رات ۳۰-۱۰ ۴ ستمبر

بانسری

پنالال گھوش رات ۳۰-۱۰ یکم ستمبر
ہری پرساد چورسیا صبح ۱۰-۹ ۸ ستمبر
موہن لال کنور صبح ۱۰-۹ اور
رات ۳۰-۱۰ ۱۳ ستمبر

ستار

ستیش چندر صبح ۱۰-۹ اور
رات ۳۰-۱۰ ۲ ستمبر
بدھ دتیہ مکھرجی شام ۳۰-۴ ۸ ستمبر

سرود

سوپربھات پال صبح ۱۰-۹ اور
رات ۳۰-۱۰ ۶ ستمبر
مکیش بہاری شرما صبح ۱۰-۹ اور
رات ۳۰-۱۰ ۱۲ ستمبر

سنطور

شیو کمار شرما صبح ۱۰-۹ ۱۰ ستمبر

ناٹک/جھلکی

آج اتوار ہے۔ بڑے بابو : مصنف آر۔کے۔شرما
دوپہر ۱۰-۱ یکم اور ۱۵ ستمبر

کٹھ پتلی۔ مصنف قمر ارشاد راہی
رات ۰۰-۱۰ یکم ستمبر
نواب صاحب۔ مصنف شری کرشن آکھنوی
رات ۰۰-۱۰ ۴ ستمبر
آج اتوار ہے : ڈاکٹر انوکھے لال کا دواخانہ
مصنف۔ جگدیش بھٹ دوپہر ۱۰-۱ ۸ ستمبر

فیچر

ان سے ملئے۔ انٹرویو پر مبنی پروگرام۔ پیشکش تصویر عابدی
دوپہر ۳۰-۱۲ یکم، ۸ اور ۱۵ ستمبر

●●●●●●●

رامپور

۳۳۶ء۷ میٹر (۸۹۱ کلوہرٹز)

خبریں

ھندی/انگریزی : صبح ۰۰-۶ (عالمی)
ہندی : صبح ۰۰-۸، دوپہر ۰۵-۱، ۱۰-۲
شام ۰۵-۶ اور رات ۴۵-۸
انگریزی : صبح ۱۰-۸، دوپہر ۰۰-۲ اور
رات ۰۰-۹
اردو : صبح ۵۰-۸ اور رات ۱۵-۹
سماچار پتر (ہندی) : صبح ۰۰-۹
ضلع کی چیٹھی : صبح ۰۵-۹
پرادیشک : شام ۲۰-۷

شاستریہ سنگیت

گائن

پنڈت جسراج دوپہر ۴۰-۱ اور
رات ۱۰-۸ ۲ ستمبر
نزاکت علی اور
سلامت علی دوپہر ۴۰-۱ اور
رات ۱۰-۸ ۵ ستمبر
مالنی راجورکر دوپہر ۴۰-۱ اور
رات ۱۰-۸ ۶ ستمبر
لطافت حسین خاں دوپہر ۴۰-۱ اور
رات ۱۰-۸ ۱۳ ستمبر

ساز سنگیت

ستار

اروند پاریکھ دوپہر ۴۰-۱ اور
رات ۱۰-۸ ۳ ستمبر

شہنائی

بسم اللہ خاں صبح ۳۰-۷ اور
رات ۱۰-۸ ۷ ستمبر

بانسری

ہری پرساد چورسیا صبح ۳۰-۷ ۹ ستمبر

گٹار

سری پرنما متر دوپہر ۴۰-۱ ۱۲ ستمبر

سنطور

شیوکمار شرما رات ۱۰ — ۸ ۱۴ ستمبر

سگم سنگیت

محمد نیازی صبح ۵۰ — ۷ اور
رات ۰۰ — ۸ ۲ ستمبر
غلام صابر و ساتھی دوپہر ۳۰ — ۱۲ ۶ ستمبر
محمد رفیع صبح ۵۰ — ۷ اور
رات ۰۰ — ۸ ۹ ستمبر
پنکج ملک رات ۰۰ — ۸ ۱۱ ستمبر
شیلا گلواڑی صبح ۵۰ — ۷ اور
رات ۰۰ — ۸ ۱۴ ستمبر

لوک گیت

حاجی احمد حسین و ساتھی رات ۲۰ — ۹ یکم ستمبر
رینو نیگی صبح ۲۱ — ۸ اور
دوپہر ۲۰ — ۲ ۴ ستمبر

سرفراز حسین و ساتھی رات ۲۰ — ۹ ۸ ستمبر
تارا رام و ساتھی صبح ۲۱ — ۸ اور
دوپہر ۲۰ — ۲ ۱۰ ستمبر
لیاقت حسین و ساتھی رات ۲۰ — ۹ ۱۵ ستمبر

تقریر

پیڑ لگانا: ستیش چندر اپادھیائے
رات ۳۰ — ۷ یکم ستمبر
ہزیجن اور سماج کلیان و بھاگ
رات ۳۰ — ۷ ۳ ستمبر
پیداوار سہولتیں: سمیر لال، دوائی اور خوشبو کی کھیتی
ڈاکٹر کملا سنگھ رات ۳۰ — ۷ ۸ ستمبر
گرہ میں دام نہ ہونگے اُدھار ہی ہوگی
(رئیس منظر) صبح ۳۰ — ۸ ۱۴ ستمبر

پری چرچا

مزاج کی اہمیت (ادب اور زندگی میں)
حسین مہدی رضوی، فرحت خاتون، اور
ظہیر علی صدیقی صبح ۳۰ — ۸ ۶ ستمبر

جھلکی

مرنے کے بعد: مصنف اظہر ظفر

گورکھپور

۳۳۰۳ میٹر (۹۹ کلو ہرٹز)

شاستریہ سنگیت

گائن

پربھاکر کرکرار صبح ۴۰ — ۷ یکم ستمبر
دینا ناتھ مشرا رات ۳۰ — ۱۰ ۲ ستمبر
ایم آر گوتم رات ۳۰ — ۱۰ ۴ ستمبر
مالینی راجورکر صبح ۴۰ — ۷ ۵ ستمبر
پنڈت جسراج رات ۳۰ — ۱۰ ۶ ستمبر
استاد بڑے غلام علی خاں صبح ۴۰ — ۷ ۷ ستمبر
استاد فیاض احمد اور
نیاز احمد صبح ۴۰ — ۷ ۸ ستمبر
کشوری سرن مشرا صبح ۴۰ — ۷ اور
رات ۳۰ — ۱۰ ۹ ستمبر
جگدیش پرساد پنڈت رات ۰۰ — ۱۰ ۹ ستمبر
بی۔ این سنگھ رات ۳۰ — ۱۰ ۱۱ ستمبر
استاد فیاض خاں صبح ۴۰ — ۷ ۱۲ ستمبر
استاد امیر خاں رات ۳۰ — ۱۰ ۱۲ ستمبر
گرجا دیوی رات ۳۰ — ۱۰ ۱۳ ستمبر
برجو مہاراج صبح ۳۰ — ۷ ۱۵ ستمبر

ساز سنگیت

سنطور

شیوکمار شرما صبح ۴۰ — ۷ ۲ ستمبر

شہنائی

بسم اللہ خاں صبح ۴۰ — ۷ ۴ ستمبر

ستار اور سرود جگلبندی

روی شنکر اور علی اکبر خاں رات ۳۰ — ۱۰ ۵ ستمبر

پیشکش: محمد علی موج رات ۰۰ — ۸ ۸ ستمبر

شعری نشست

ضیا امروہوی: شکیل غوث، خیال کھنہ، انعام صدیقی
نعیم نجمی اور بدر شمسی۔
رات ۰۰ — ۸ یکم ستمبر

وائلن

این راجم صبح ۳۰ — ۷ ۸ ستمبر

گیٹار

برج بھوشن کابرا صبح ۴۰ — ۷ ۱۱ ستمبر

پکھاوج

رما شنکر داس، پاگل داس
صبح ۴۰ — ۷ ۱۴ ستمبر

سرود

علی اکبر خاں صبح ۴۰ — ۷ ۱۵ ستمبر

سگم سنگیت: گیت/بھجن/غزل

جیاشری گپتا شام ۵۰ — ۷ یکم ستمبر
متا ڈے رات ۱۵ — ۸ یکم ستمبر
شمشا کمار اور چندرا بھٹاچاریہ
صبح ۲۱ — ۸ ۲ ستمبر
راحت علی اور ادشا ٹنڈن
شام ۵۰ — ۷ ۲ ستمبر
مینا کپور اور کورس رات ۱۵ — ۸ ۲ ستمبر
شفالی سنہا صبح ۲۱ — ۸ ۳ ستمبر
نور جہاں شام ۵۰ — ۷ ۳ ستمبر
یونس قریشی صبح ۲۱ — ۸ اور
شام ۵۰ — ۷ ۴ ستمبر
مینو پرشوتم صبح ۲۱ — ۸ ۵ ستمبر
سپنا چکرورتی اور
ظفر الحق انصاری صبح ۲۱ — ۸ ۶ ستمبر
مہیندر ناتھ شام ۵۰ — ۷ ۶ ستمبر
شنکر شمبھو رات ۱۵ — ۸ ۶ ستمبر
مالتی پانڈے اور
شمشا کمار صبح ۲۱ — ۸ ۷ ستمبر
کیول کمار اور متھالی چکرورتی
رات ۱۵ — ۸ ۷ ستمبر
غلام علی شام ۵۰ — ۷ ۸ ستمبر
چرن جیت ساہنی اور
پریم پال سنگھ دگل رات ۱۵ — ۸ ۸ ستمبر
کومدی منشی صبح ۲۱ — ۸ ۹ ستمبر
سدھا مدھوک رات ۱۵ — ۸ ۹ ستمبر
وریندر گان صبح ۲۱ — ۸ ۱۰ ستمبر
طلعت عزیز اور
مینا ماسانی شام ۵۰ — ۷ ۱۰ ستمبر
پنکج اداس رات ۱۵ — ۸ ۱۰ ستمبر
متالی مکھرجی صبح ۲۱ — ۸ ۱۱ ستمبر
مہدی حسن شام ۵۰ — ۷ ۱۱ ستمبر
نریندر چنچل رات ۱۵ — ۸ ۱۱ ستمبر
چندر پرکاش مشرا صبح ۲۱ — ۸ ۱۲ ستمبر

انتی ہیرانند رات ۱۵ — ۸ ۱۲ ستمبر
شیا پگندھوری صبح ۲۱ — ۸ ۱۳ ستمبر
ی. دی مہرا، اسکرنا شرما
رالیف اسی، پوار شام ۰۵ — ۷ ۱۳ ستمبر
شی ناتھ شکلا اور
نتا بنرجی صبح ۲۱ — ۸ اور
شام ۰۵ — ۷ ۱۴ ستمبر
جاعت حسین خاں رات ۱۵ — ۸ ۱۴ ستمبر
مد حسین، محمد حسین شام ۰۵ — ۷ ۱۵ ستمبر
ں مکیش رات ۱۵ — ۸ ۱۵ ستمبر

لوک سنگیت

تا یادو اور ساتھی صبح ۴۵ — ۶ یکم ستمبر
مصطفےٰ اور ساتھی صبح ۴۵ — ۶ ۲ ستمبر
چند شرما دوپہر ۳۰ — ۲ اور
شام ۴۵ — ۶ ۲ ستمبر
رد رام اور ساتھی صبح ۴۵ — ۶ ۳ ستمبر
ری سرس کول صبح ۴۵ — ۶ ۴ ستمبر
ملا شکلا دوپہر ۳۰ — ۲ اور
شام ۴۵ — ۶ ۴ ستمبر
لیلاش اور ساتھی صبح ۴۵ — ۶ ۵ ستمبر
کیش چودھری اور
ساتھی دوپہر ۳۰ — ۲ اور
شام ۴۵ — ۶ ۵ ستمبر
زاد خاں وارثی عرف
رتیلی صبح ۴۵ — ۶ ۶ ستمبر
نرائن گپتا دوپہر ۳۰ — ۲ ۶ ستمبر
ن موہن برجباسی شام ۴۵ — ۶ ۶ ستمبر
ری بابو کوشک صبح ۴۵ — ۶ ۷ ستمبر
مصطفےٰ حسین دوپہر ۳۰ — ۲ ۷ ستمبر
ولال اور ساتھی
رلال اور ساتھی شام ۴۵ — ۶ ۷ ستمبر
ی بنرجی صبح ۴۵ — ۶ ۸ ستمبر
شن لتا آدیہ دوپہر ۳۰ — ۲ ۸ ستمبر
راجے دوپہر ۳۰ — ۲ اور
شام ۴۵ — ۶ ۱۰ ستمبر
خلیل اور ساتھی صبح ۴۵ — ۶ ۱۱ ستمبر
پرکاش سنگھ اور
ساتھی دوپہر ۳۰ — ۲ اور
شام ۴۵ — ۶ ۱۱ ستمبر
ر دبھارتی اور
ساتھی صبح ۴۵ — ۶ اور
دوپہر ۳۰ — ۲ ۱۲ ستمبر
یش چندر شرما دوپہر ۳۰ — ۲ اور

شام ۴۵ — ۶ ۱۳ ستمبر
ہری کشن اور ساتھی صبح ۴۵ — ۶ ۱۴ ستمبر
رام سندر رام اور ساتھی دوپہر ۳۰ — ۲ ۱۴ ستمبر
ہیرالال اور ساتھی شام ۴۵ — ۶ ۱۵ ستمبر

ہندی تقریر / مباحثہ

بنتو کیشور دت اور بھارت کا ستنترتا سنگرام
کرشنا لال سریواستو رات ۰۰ — ۸ ۲ ستمبر
شکشا سماج میں ادھیاپکوں کی بھومیکا (مباحثہ)
رات ۳۰ — ۹ ۴ ستمبر
بھارتیہ سنسکرتی کے آدھار: تیرتھوں کی پرسی کرما
ڈاکٹر شوا جیت سنگھ رات ۰۰ — ۸ ۵ ستمبر
بھارتیہ درشن کی انوکھی پستک، سریمد بھاگوت گیتا
رات ۰۰ — ۸ ۶ ستمبر
مجھے ان سے بچائیے، نتھالوں سے: کرشنا کانت اگنی ہوتری
رات ۰۰ — ۸ ۷ ستمبر
آدھونک یوا پیڑھی میں دلیوں کا ہراس کیا ہے: مباحثہ
شرکار: ڈاکٹر اچل نندی سریواستو، اشوک نرائن دھودبے
گیتا دیکھیت اور ڈاکٹر لعل بھمن ترپاٹھی
رات ۳۰ — ۹ ۸ ستمبر
شہید بھگت سنگھ اور ستنترتا سنگرام
شیام نندن سری واستو رات ۰۰ — ۸ ۱۰ ستمبر
الپ گیات وکتتو: رام لوچن بھٹ، پریم چندر سنگھ
رات ۰۰ — ۸ ۱۱ ستمبر
ہمارے آس پاس: گنیشوری پرساد
رات ۰۰ — ۸ ۱۲ ستمبر
بھرت ہری کا نیتی شتک: اچاریہ پورن چندر اپادھیائے
رات ۰۰ — ۸ ۱۳ ستمبر
الپ گیات وکتو۔ پنڈت بلرام پرساد مشرا، پریم چند رمسرا
رات ۰۰ — ۸ ۱۴ ستمبر

ہندی نظمیں

کاویہ پاٹھ: کندریکا نرائن شکلا
رات ۰۰ — ۸ ۲ ستمبر
کاویہ پاٹھ: چنتامنی شکلا رات ۰۰ — ۸ ۹ ستمبر

ایسم تا (ادبی میگزین پروگرام) (ہندی)

کہانی: بادشاہ حسین رضوی
کاویہ پاٹھ: ڈی، کے، بنگامی
ریکھا چترا: ماتا پرساد ترپاٹھی
رات ۳۰ — ۹ یکم ستمبر

ستنترتا اور سماجک دائتو: کنہیا سنگھ
کہانی: ششی بھوشن پرشانت
کاویہ پاٹھ: شیام نراتن پانڈے
رات ۳۰ — ۹ ۱۵ ستمبر

ناٹک / روپک / جھلکی

بڑے بابو حصہ VII
آر، کے، شرما دوپہر ۱۰ — ۱ یکم ستمبر
گلاب اور کلیاں: ناٹک
اوشا سری واستو رات ۳۰ — ۹ ۲ ستمبر
نند کے آنند بھئے: سنگیت روپک
ستیندر بوس رات ۰۰ — ۸ ۶ ستمبر
بج اٹھے مرلی پھر بھارت میں شیام کی: سنگیت روپک
لکشمن ندھی کھرے دوپہر ۳۰ — ۱ ۷ ستمبر

رنگ فروزی: جھلکی
رادھا کرشنا دوپہر ۱۰ — ۱ ۸ ستمبر
ٹکراؤ: ناٹک
آنند کرشن سریواستو رات ۳۰ — ۹ ۱۲ ستمبر
بڑے بابو حصہ VIII
آر، کے، شرما دوپہر ۱۰ — ۱ ۱۵ ستمبر

کھیل کود پروگرام

فٹ بال کے بدلتے پیمان: مباحثہ
شرکار: گریش چندر سریواستو، این، گور، للتا پیار
رات ۱۶ — ۹ ۳ ستمبر
والی بال میں بھارت کی استھتی
سبھاش سریواستو رات ۱.۶ — ۹ ۱۰ ستمبر

اردو پروگرام

شعری نشست: شرکار ڈاکٹر مبارک انصاری
راز اعظمی، فصیح اللہ نقش
رات ۳۰ — ۹ ۲ ستمبر
آئینہ ادراک۔
۱۔ ترقی پسند تحریک اور اردو افسانہ: شکیل احمد
۲۔ نظم: سبز انقلاب
نسیم سلیم پوری صبح ۳۰ — ۸ ۶ ستمبر
کاروانِ ادب
۱۔ مولانا حسرت موہانی: کلیم الحق
۲۔ افسانہ: فہمیدہ ہاشمی
۳۔ کلامِ شاعر: منظور ادیب
رات ۳۰ — ۹ ۱۰ ستمبر

تخلیق ۱۔ افسانہ : خورشید عالم
۲۔ کلام شاعر : فضا ابن فیضی
صبح ۸ — ۳۰ ۱۱ ستمبر

رفتار
۱۔ فضائے آلودگی کے برے اثرات
۲۔ نظم : نسیم سامانی
صبح ۸ — ۳۰ ۱۳ ستمبر

خواتین کے لئے پروگرام دوپہر ۱ — ۱۰

جہیز کا چلن گھٹ رہا ہے یا بڑھ رہا ہے : تقریر
پریتھا دیکھیت اور مینا چیڑجی
مزاحیہ تقریر : سری ناگیشوری دیوی اور
امو لیا کشوری تنشکلا ۳ ستمبر
چتر کلا : کہانی
سبھدرا دھلیا ۶ ستمبر
چھوٹا پریوار سکھی پریوار : گیاتری اپادھیائے
سپھلتا کی کہانی ۱۰ ستمبر
سماج پر فلموں کا پربھاؤ : مباحثہ
شرکاء : گیتا سریواستو، مادھو اگروال، استاسری
۱۳ ستمبر

انگریزی پروگرام
رات ۹ — ۱۶

ری تھنکنگ آن آور ایجوکیشن پالیسی
ڈاکٹر دلامہتہ ۴ ستمبر
ڈیزائنس ان مغل ہینڈی کرافٹ
ڈاکٹر شانتی سروپ ۱۱ ستمبر

حفظان صحت (انٹرویو) دوپہر ۱ — ۱۰

دوشت پریاورن اور پھیپھڑوں کی بیماری
انٹرویو : ڈاکٹر آر، کے، دھون ۵ ستمبر
پیلیا روگ : انٹرویو ڈاکٹر کے، کے، سریواستو ۱۲ ستمبر

بال سکھا پروگرام۔ صبح ۹ — ۱۵

بال کہانی : ریکھا سوامی
کھیل کود : ایتھلیٹک کا اتہاس
سریندر کمار مشرا یکم ستمبر
کھجلی کیوں اور کیسے ؟ ڈاکٹر آر، ایس، نندا
سمودھیاک گیان نشکشا
چرچا — بڑے کا کہنا کیوں مانیں ؟ (اسٹاف) ۸ ستمبر
وگیان جگت۔ گرہن کیسے لگتے ہیں ؟ نصرت حسین زیدی
چرچا۔ خوش رہنا سیکھئے : بال گیت ۱۵ ستمبر

شملہ

میڈیم ویو : ۳۸۷ء۱۶ میٹر ۷۷۴ کلوہرٹز
شارٹ ویو : صبح ۷۔۳۰ تک اور شام ۶۔۳۰ کے
بعد رات تک ۹۳ء۰۹ میٹر ۳۲۲۳ کلوہرٹز
صبح ۷۔۴۵ کے بعد دوپہر ۵۔۴۵ تک اور
شام ۵۔۰۰ کے بعد ۴۹ء۸۳ میٹر ۶۰۲۰ کلوہرٹز

خبریں

ہندی : صبح ۸۔۰۰ دوپہر ۱۰۔۰۵، ۲۔۰۱
شام ۶۔۰۵ اور رات ۸۔۴۵
انگریزی : صبح ۸۔۱۰ دوپہر ۱۔۰۰، ۲۔۰۰
اور رات ۹۔۰۰
سنسکرت : صبح ۷۔۰۰
اردو : صبح ۸۔۰۵
علاقائی (ہندی) : شام ۷۔۰۵

شاستریہ سنگیت

گائن

شری کانت باکرے صبح ۷ — ۱۰ ۲ ستمبر
داسو دیو ریش پانڈے صبح ۷ — ۱۰ ۳ ستمبر
گرجا دیوی صبح ۸ — ۳۵ ۶ ستمبر
مالنی راجورکر صبح ۷ — ۱۰ ۸ ستمبر
بھیم سین شرما صبح ۷ — ۱۰ اور
رات ۱۰ — ۰۰ ۹ ستمبر
استاد امیر خاں صبح ۷ — ۱۰ ۱۲ ستمبر
راجن مشرا ساجن مشرا صبح ۷ — ۱۰ ۱۴ ستمبر

ٹھمری دادرا صبح ۸ — ۲۱

لکشمن سندھو ۴ ستمبر
سویتا دیوی ۱۱ ستمبر

سازسنگیت

سرود

اشوک رائے صبح ۷ — ۱۰ یکم ستمبر
شرن رانی صبح ۷ — ۱۰ ۵ ستمبر

شہنائی

کرشن رام اور ساتھی رات ۱۰ — ۰۰ ۳ ستمبر

شہنائی اور ستار جگلبندی

کلیانی رائے اور
علی احمد حسین رات ۸ — ۲۵ ۸ ستمبر

ستار

مشتاق علی خاں صبح ۷ — ۱۰ ۱۰ ستمبر

بانسری

دیال سنگھ رانا صبح ۷ — ۱۰ ۱۵ ستمبر

سگم سنگیت

بھوشن مہتہ رات ۹ — ۴۵ ۲ ستمبر
جے پرکاش کنڈارا صبح ۸ — ۲۱ اور
رات ۹ — ۴۵ ۳ ستمبر
کرشن لال سہگل صبح ۸ — ۲۱ اور
رات ۸ — ۲۵ ۶ ستمبر
نیل کمل سود صبح ۸ — ۲۱ اور
رات ۹ — ۴۵ ۱۰ ستمبر
مردلا گرگ رات ۸ — ۴۵ ۱۱ ستمبر
عزیز احمد خاں وارثی
قوال اور ساتھی رات ۸ — ۱۵ ۱۴ ستمبر

غزلیں

جگر مرادآبادی کی غزلیں : گلوکار : ڈی۔ایل۔کسوالیہ
رات ۸ — ۱۵ ۵ ستمبر

پنجابی گیت۔ صبح ۸ — ۲۱

گورمیت کور بابا ۵ ستمبر
کلدیپ مانک ۱۲ ستمبر

شبد۔ صبح ۸ — ۲۱

بھائی دیویندر سنگھ اور پارٹی ۲ ستمبر
بالاجی راجندر سنگھ اور پارٹی ۹ ستمبر

ناٹک / جھلکی / روپک

پرکشا دوپہر ۱۱ — ۰۰ یکم ستمبر
بڑے بابو شام ۷ — ۰۵ یکم ستمبر
گھر آنگن رات ۹ — ۱۶ ۴ ستمبر
چھوٹے ٹیلیفون بڑے ٹیلیفون رات ۹ — ۳۰ ۶ ستمبر
بھوک کی دوا دوپہر ۱۱ — ۰۰ ۸ ستمبر

کھرا آن ن — رات ۱۶ — ۹ — ۱۱ ستمبر
ایک فیصلہ — رات ۳۰ — ۹ — ۱۳ ستمبر
سمندر کے پاس — دوپہر ۰۰ — ۱۱ — ۱۵ ستمبر
بڑے بابو — شام ۰۵ — ۷ — ۱۵ ستمبر

گیان وندو صبح ۲۰ — ۶

قرآن شریف سے : یکم ستمبر
دیواریں : ۲ ستمبر
گورو گوبند سنگھ جی کے وچار : ۳ ستمبر
من کا سروپ : ۴ ستمبر
صوفی سنتوں کی وانی : ۵ ستمبر
شری مد بھگوت گیتا سے : ۷ ستمبر
مہابھارت سے : ۸ ستمبر
بالمیکی رامائن سے : ۹ ستمبر
سبھا سنتوں سے : ۱۰ ستمبر
بودھ دھرم سے : ۱۱ ستمبر
سوامی رام کرشن کے وچار : ۱۲ ستمبر
مہارشی رمن : ۱۳ ستمبر
گاندھی جی کے وچار : ۱۴ ستمبر
سوامی وویکانند کے وچار : ۱۵ ستمبر

تقریر / بات چیت

مہانما بدھ : کوشلیا ورما
صبح ۴۰ — ۷ — ۲ ستمبر
جے شنکر پرشاد — صبح ۴۰ — ۷ — ۴ ستمبر
گرنتھ گا تھا — رات ۱۶ — ۹ — ۶ ستمبر
وشنو نارائن بھات کھنڈے کے اُتر بھارتیہ سنگیت میں
یوگ دان — صبح ۱۰ — ۷ — ۸ ستمبر
افلاطون — ۹ ستمبر
ہماچلی لوک جیون میں ہاس پری ہاس
رات ۱۶ — ۹ — ۱۳ ستمبر

جالندھر
چنڈی گڑھ

جالندھر : میڈیم ویو : ۴۲۰.۱۳ میٹر ۷۰۲ کلو ہرٹز
۲۲۲.۱۲ میٹر ۱۳۵۰ کلو ہرٹز
۳۴۳.۱۶ میٹر ۸۷۳ کلو ہرٹز
چنڈی گڑھ : میڈیم ویو : ۲۰۹.۶ میٹر ۱۴۳۱ کلو ہرٹز

خبریں

ہندی : صبح ۰۰ — ۸ دوپہر ۰۵ — ۱، ۱۰ — ۲
۴۵ — ۲ (دھیمی رفتار سے)
شام ۰۵ — ۶ اور ۰۲ — ۶ (پرادیشک)
رات ۴۵ — ۸، ۰۵ — ۱۱
پنجابی : صبح ۳۰ — ۸ دوپہر ۴۰ — ۱
شام ۱۰ — ۶ (پرادیشک) اور
شام ۳۰ — ۷
انگریزی : صبح ۱۰ — ۸ دوپہر ۰۰ — ۱ اور
رات ۰۰ — ۹، ۰۰ — ۱۱
اردو : صبح ۵۰ — ۸، دوپہر ۵۰ — ۱
رات ۱۵ — ۹ (خبریں) ۲۵ — ۹ تبصرہ
روزگار سماچار : شام ۴۰ — ۷

شاستریہ سنگیت

گائن

کیشو چندر بہرے بوا — رات ۳۰ — ۱۰ — یکم ستمبر
استاد امیر خاں — صبح ۱۰ — ۹ — ۳ ستمبر
بلبیر سنگھ کلسی — صبح ۰۵ — ۹ — اور
رات ۳۰ — ۱۰ — ۵ ستمبر
شری کانت باکرے — صبح ۰۵ — ۹ — اور
شام ۳۰ — ۴ — ۷ ستمبر
استاد بڑے غلام علی خاں — صبح ۰۵ — ۹ — اور
رات ۳۰ — ۱۰ — ۸ ستمبر
بھیم سین جوشی — صبح ۱۰ — ۹ — ۱۰ ستمبر
ہری دیو — صبح ۰۵ — ۹ — اور
رات ۳۰ — ۱۰ — ۱۲ ستمبر

بھیم سین شرما — رات ۳۰ — ۱۰ — ۱۳ ستمبر
پریمی اور جیبا — رات ۳۰ — ۹ — ۱۴ ستمبر
استاد فیاض خاں — صبح ۰۵ — ۹ — اور
رات ۳۰ — ۱۰ — ۱۵ ستمبر

ساز سنگیت

ستار

جیوتی مٹو — صبح ۰۵ — ۹ — اور
رات ۳۰ — ۱۰ — ۶ ستمبر
سریندر کمار دتہ — صبح ۰۵ — ۹ — اور
رات ۳۰ — ۱۰ — ۱۱ ستمبر

بانسری

شام لال — صبح ۰۵ — ۹ — اور
رات ۳۰ — ۱۰ — ۲ ستمبر
پرکاش وڈھیرا — صبح ۰۵ — ۹ — اور
رات ۳۰ — ۱۰ — ۹ ستمبر

کلارنٹ

اوم پرکاش — صبح ۰۵ — ۹ — اور
رات ۳۰ — ۱۰ — ۴ ستمبر

سنطور

شو کمار شرما — رات ۴۵ — ۱۰ — ۵ ستمبر

شہنائی

وید پرکاش — صبح ۰۵ — ۹ — اور
شام ۳۰ — ۴ — یکم ستمبر

لوک گیت

سوداگر مل کومل اور ساتھی دوپہر ۳۰ — ۲ — یکم ستمبر
سوہن سنگھ سیتل اور ساتھی شام ۴۵ — ۴ — یکم ستمبر

منوہر سنگھ منوہر — دوپہر ۳۰ — ۲ — ۲ ستمبر
سرب جیت — رات ۱۵ — ۱۰ — ۲ ستمبر
سوداگر رام اور ساتھی — دوپہر ۳۰ — ۲ — ۳ ستمبر
سورن اتا — دوپہر ۳۰ — ۲ — ۴ ستمبر
سلکھن سنگھ ترالا — شام ۴۵ — ۴ — ۳ ستمبر
سوملا اٹوالیا — دوپہر ۳۰ — ۲ — ۵ ستمبر
کلونت سنگھ بیدی — شام ۴۵ — ۴ — ۵ ستمبر
تیرتھ سنگھ — دوپہر ۳۰ — ۲ — ۶ ستمبر
گورمیت کور باوا اور
ساتھی — شام ۴۵ — ۴ — ۶ ستمبر
طفیل نیازی اور جاوید طفیل رات ۱۵ — ۱۰ — ۶ ستمبر
پرتی بالا — صبح ۴۵ — ۷ — ۷ ستمبر
گردھاری لال اور ساتھی شام ۴۵ — ۴ — ۷ ستمبر
مولا سنگھ ڈھاڈی اور ساتھی دوپہر ۳۰ — ۲ — ۸ ستمبر

منوہن کور — صبح ۲۰ — ۸ — ۹ ستمبر
رچھپال سنگھ پال — شام ۴۵ - ۴ — ۹ ستمبر
رچنا — رات ۱۵ — ۱۰ — ۹ ستمبر
جگموہن کور — شام ۴۵ — ۴ — ۱۰ ستمبر
نرنکا سنگھ — دوپہر ۳۰ — ۲ — ۱۰ ستمبر
سعیدہ بانو اور ساتھی — دوپہر ۳۰ — ۲ — ۱۱ ستمبر
پورن شاہ کوٹی — صبح ۴۵ — ۷ — ۱۲ ستمبر
ہربھجن سنگھ اور ساتھی — دوپہر ۳۰ — ۲ — ۱۲ ستمبر
ملیکت سنگھ پندیر اور
ساتھی — شام ۴۵ — ۴ — ۱۳ ستمبر
ہنس راج ہنس — دوپہر ۳۰ — ۲ — ۱۳ ستمبر
امرجیت سنگھ گورداسپوری — شام ۴۵ — ۴ — ۱۳ ستمبر
کوردیپ سنگھ — رات ۱۵ — ۱۰ — ۱۳ ستمبر
سرِندر سوسیا — شام ۴۵ — ۴ — ۱۴ ستمبر
اجیت کور : دوپہر ۳۰ - ۲ — ۱۵ ستمبر
گوردیو سنگھ کول — شام ۴۵ — ۴ — ۱۵ ستمبر

شبد

بھائی اذکار سنگھ — صبح ۳۰ — ۷
اور ساتھی — شام ۴۵ — ۷ — ۴ ستمبر

بھجن

رمیش شرما — صبح ۲۰ — ۸ — ۵ ستمبر
ہربھجن لال — صبح ۳۰ — ۷ — ۱۲ ستمبر

ناٹک رات ۳۰ — ۹

سفید خون : پنجابی ناٹک
بی، ڈی، نکھوترا — ۲ ستمبر
زندہ لاشوں کے تابوت ، ہندی ناٹک
از سریش سیٹھ — ۶ ستمبر
صاحبان : پنجابی ناٹک : سی، ایل، نارنگ — ۹ ستمبر
دو ناک سے بولتے ہیں : سرِندر درما

تقریر

انگریزی میں تقریر : این، ایل، چیمہ
رات ۰۰ — ۸ — یکم ستمبر
انسان کے محافظ پیڑ پودے : اردو میں تقریر
ایس۔ پی۔ بھنڈاری — رات ۰۰ — ۸ — ۳ ستمبر
سوا ستھ اور بھوجن ، ہندی میں تقریر
آچاریہ پرتھوی سنگھ آزاد رات ۰۰ — ۸ — ۶ ستمبر

(آگے ص ۴۵ پر)

روهتک

میڈیم ویو : ۲۶۲۰۱۴ میٹر ۱۱۴۳ کلو ہرٹز

خبریں

ہندی : صبح ۰۰-۱ دوپہر ۰۵-۱
شام ۰۵-۶ رات ۴۵-۱
انگریزی : صبح ۱۰-۱ دوپہر ۰۰-۱
شام ۰۰-۶ رات ۰۰-۹

شاستریہ سنگیت

گائن صبح ۳۰-۷

تاالال سوسلی — ۲ ستمبر
[illegible] علی خاں — ۳ ستمبر
[illegible] — ۶ ستمبر
[illegible] — ۹ ستمبر
[illegible] — ۱۱ ستمبر
مشتاق حسین خاں — ۱۳ ستمبر

[illegible] سنگیت

صبح ۳۰-۷

سرود

ایس، جی، رائے چودھری — ۴ ستمبر
امجد علی خاں — ۱۰ ستمبر

بانسری

ہری پرساد چورسیہ — ۷ ستمبر

شہنائی

ستیش پرساد — ۱۲ ستمبر

ستار

شیر سنگھ — ۱۴ ستمبر

سگم سنگیت

صبح ۱۵-۷

جی کے گپتا — یکم ستمبر
سوبھاگیہ وردھن — ۲ ستمبر
ستیش چندر وتس — ۳ ستمبر
بلبیر سوبتی — ۴ ستمبر
ہربنس لال اسوجہ — ۵ ستمبر
منوشری بنرجی — ۶ ستمبر
مدھوبالا سکسینہ — ۷ ستمبر
بشن داس — ۸ ستمبر
ایم ایل نکرہ — ۹ ستمبر
ہری پرساد تنور — ۱۰ ستمبر
انل بکھیجہ — ۱۱ ستمبر
شکنتلا چوپڑہ — ۱۲ ستمبر
چندر داس — ۱۳ ستمبر
ڈی ایچ ساگر — ۱۴ ستمبر
محمد عارف — ۱۵ ستمبر

رات ۳۰ - ۸

بیگم اختر — یکم ستمبر
شیلا دھیر — ۲ ستمبر
مبارک بیگم — ۳ ستمبر

ملکہ پکھراج — ۴ ستمبر
جسپال سنگھ — ۵ ستمبر
شیلیندر سنگھ — ۶ ستمبر
رونا لیلی — ۷ ستمبر
مہندر کپور — ۸ ستمبر
فریدہ خانم — ۹ ستمبر
محمد رفیع — ۱۰ ستمبر
کنول سدھو — ۱۱ ستمبر
مینو پرشوتم — ۱۲ ستمبر
اے۔ ہری ہرن — ۱۳ ستمبر
طلعت عزیز — ۱۴ ستمبر
ہیمنت کمار — ۱۵ ستمبر

لوک سنگیت

دوپہر ۲۰-۲

بارو سنگھ ، راجکمار — یکم ستمبر
سمیر چند بیلے مومیا — ۲ ستمبر
رتی رام ، رتی دیوی — ۳ ستمبر
رام نواس شرما ، بھیرو ناتھ و ساتھی — ۴ ستمبر
راجبیر سنگھ ، اندر سنگھ — ۵ ستمبر
دیا سنگھ سینی ، نتھو رام — ۶ ستمبر
جے پرکاش مستری اور رادھے شیام — ۷ ستمبر
لکشمی نارائن شرما ، کرتار سنگھ — ۸ ستمبر
کرتار سنگھ ، امرجیت کور — ۹ ستمبر
کرن سنگھ ، سنتوش — ۱۰ ستمبر
رام گوپال ، جے بھگوان — ۱۱ ستمبر
اجیت سنگھ ، چندر لال — ۱۲ ستمبر
رامیشور کوشک ، پریت سنگھ — ۱۳ ستمبر
دلوان سنگھ ، شکنتلا راما — ۱۴ ستمبر
چاند ساتو یرے ، سروپ لال — ۱۵ ستمبر

ایک فلم سے
رات ۱۶ - ۹

حقیقت — یکم ستمبر
میرے غریب نواز — ۲ ستمبر
الو بھو — ۳ ستمبر
الجھن — ۴ ستمبر
بھاگن — ۵ ستمبر
پران جائے پر وچن نہ جائے — ۶ ستمبر
گیت گاتا چل — ۷ ستمبر
کارواں — ۸ ستمبر
اپہار — ۹ ستمبر
آوارہ — ۱۰ ستمبر
پریٹنیہ — ۱۱ ستمبر
دل لگی — ۱۲ ستمبر
ہرے راما ہرے کرشنا — ۱۳ ستمبر
ٹھوکر — ۱۴ ستمبر
آنند — ۱۵ ستمبر

ضلع کی چٹھی
صبح ۲۵ - ۷

گوڑگاؤں — یکم اور ۱۳ ستمبر
جیند — ۲ اور ۱۴ ستمبر
کوروکشیتر — ۳ اور ۱۵ ستمبر
مہندر گڑھ — ۴ ستمبر
سونی پت — ۵ ستمبر
سرسا — ۶ ستمبر
فریدآباد — ۷ ستمبر
روہتک — ۸ ستمبر
حصار — ۹ ستمبر
انبالہ — ۱۰ ستمبر
بھوانی — ۱۱ ستمبر
کرنال — ۱۲ ستمبر

تقریر/مباحثہ
صبح ۳۰ - ۷

'یوجناکی صحیح دشا' — ۲ ستمبر
'آگ لگے زمانے کو' (مزاحیہ) — ۴ ستمبر
'سماجک پریورتن کے آدھار ۔ سماجی جاگرن' — ۵ ستمبر
'تپ دق کا اپچار اور بچاؤ' — ۶ ستمبر
'یہ درشنیہ استھل ۔ سالار جنگ میوزیم' — ۷ ستمبر
'یوجنائیں اور عام آدمی' — ۹ ستمبر
'چیٹھی کوتار سمجھنا' (مزاحیہ) — ۱۱ ستمبر
'سماجک پریورتن کے آدھار ۔ پریتن' — ۱۲ ستمبر
'رکت چاپ میں اتار چڑھاؤ کیوں' — ۱۳ ستمبر
'یہ درشنیہ استھل ۔ بڈھکل' — ۱۴ ستمبر

جے پور
اجمیر

جے پور (الف)
۲۰۳۱۲ میٹر ۱۴۷۶ کلو ہرٹز
جے پور (ب)
۲۳۶۱۴ میٹر ۱۲۶۹ کلو ہرٹز
اجمیر
۵/ ۴۹۷ میٹر ۶۰۳ کلو ہرٹز

شاستریہ سنگیت

گائن

امرناتھ — صبح ۰۵ — ۷ اور
رات ۳۰ — ۱۰ — یکم ستمبر
استاد بڑے غلام علی خاں — دوپہر ۳۰ — ۱ — ۲ ستمبر
ہیرا بھائی بڑودکر — صبح ۰۵ — ۷ — ۳ ستمبر
بیگم اختر — دوپہر ۳۰ — ۱ — ۴ ستمبر
مانِنی راجورکر — صبح ۰۵ — ۷ اور
رات ۳۰ — ۱۰ — ۵ ستمبر
نیاز احمد خاں اور فیاض احمد خاں
دوپہر ۳۰ — ۱ — ۷ ستمبر
لیلاوتی اڈسوے — صبح ۰۵ — ۷ اور
رات ۰۰ — ۱۰ — ۹ ستمبر
راجن مشرا، ساجن مشرا — صبح ۰۵ — ۷ — ۱۱ ستمبر
نرملا دیوی — صبح ۰۵ — ۷ اور
رات ۳۰ — ۱۰ — ۱۲ ستمبر
کمار گندھرو — دوپہر ۳۰ — ۱ — ۱۳ ستمبر
لکشمن بھٹ — صبح ۰۵ — ۷ اور
شام ۳۰ — ۶ — ۱۴ ستمبر

ساز سنگیت

وائلن

سیتہ نرائن شرما — صبح ۰۵ — ۷ اور
رات ۰۰ — ۱۰ — ۲ ستمبر

بانسری

بابولال شرما — صبح ۰۵ — ۷ اور
رات ۳۰ — ۱۰ — ۴ ستمبر
وجے راگھوراؤ — دوپہر ۳۰ — ۱ — ۱۴ ستمبر

سارنگی

سلطان خاں — صبح ۰۵ — ۷ — ۶ ستمبر

ستار

آر. ڈی. ورما — صبح ۰۵ — ۷ — ۶ ستمبر
اوما شنکر مشر — صبح ۰۵ — ۷ — ۱۰ ستمبر
جیوتسنا اجلاگر جیکر — صبح ۰۵ — ۷ اور
رات ۳۰ — ۱۰ — ۱۳ ستمبر
شیش بیج کولیا — صبح ۰۵ — ۷ اور
رات ۳۰ — ۱۰ — ۱۵ ستمبر

طبلہ

ہدایت خاں — صبح ۰۵ — ۷ — ۸ ستمبر

کلارنٹ

عبدالرحمان — صبح ۰۵ — ۷ — ۸ ستمبر

شہنائی

کرشنارام اور ساتھی — رات ۳۰ — ۱۰ — ۸ ستمبر

سرود

استاد علیم الدین خاں — دوپہر ۳۰ — ۱ — ۹ ستمبر
دامودر لال کابرا — رات ۳۰ — ۱۰ — ۹ ستمبر

لوک گیت

چیمپل بہاری ورما — دوپہر ۱۰ — ۱ — ۲ ستمبر
چھوٹو رام اور ساتھی — صبح ۲۱ — ۸ اور
دوپہر ۴۰ — ۱ — ۲ ستمبر
ریحانہ مرزا — صبح ۲۱ — ۸ — ۴ ستمبر
رام چندر
اور ساتھی — دوپہر ۱۰ — ۱ — ۶ ستمبر
اندر کنور — صبح ۲۱ — ۸ اور
دوپہر ۴۰ — ۱ — ۵ ستمبر
کملیش کماری — صبح ۳۰ — ۸ — ۵ ستمبر
گھنشام ڈانگی — صبح ۲۱ — ۸ — ۶ ستمبر
موتی لال لوہر اور ساتھی — دوپہر ۳۰ — ۱ — ۶ ستمبر
دامودر سنگھ اور ساتھی — صبح ۲۱ — ۸ — ۷ ستمبر
مدن سنگھ یادو — دوپہر ۱۰ — ۱ — ۹ ستمبر
رمیش بھوپا اور ساتھی — صبح ۲۱ — ۸ اور
دوپہر ۴۰ — ۱ — ۱۰ ستمبر
سوہن لال — صبح ۲۱ — ۸ — ۱۱ ستمبر
پھلکو بائی اور ساتھی — صبح ۲۱ — ۸ اور
دوپہر ۴۰ — ۱ — ۱۲ ستمبر
سشیل کمار اور ساتھی — صبح ۲۱ — ۸ اور
دوپہر ۱۰ — ۱ — ۱۳ ستمبر

گھاسی رام اور ساتھی صبح ۲۱ — ۹ ۱۴ ستمبر
انو بیگم دوپہر ۱۰ — ۱ ۱۴ ستمبر

سگم سنگیت

احمد حسین صبح ۴۵ — ۷ اور
صبح ۱۰ — ۹ ۲ ستمبر
تیج کرن راؤ صبح ۴۵ — ۷ اور
صبح ۱۰ — ۹ ۳ ستمبر
معین الدین صبح ۱۰ — ۹ اور
رات ۱۶ — ۹ ۴ ستمبر
شبیر حسین صبح ۱۰ — ۹ ۹ ستمبر
محمد حسین صبح ۱۰ — ۹ اور
رات ۱۶ — ۹ ۱۱ ستمبر

گیت بھجن

ارون ماتھر شام ۳۰ — ۶ یکم ستمبر
اندرا رانادت صبح ۱۰ — ۹ اور
رات ۱۶ — ۹ ۴ ستمبر
دیوکی لال شرما شام ۳۰ — ۶ ۸ ستمبر
کملیش کیشپ صبح ۱۰ — ۹ ۱۰ ستمبر
سمن ماتھر صبح ۱۰ — ۹ ۱۲ ستمبر
تریجن کمار صبح ۱۰ — ۹ اور
رات ۱۶ — ۹ ۱۳ ستمبر
رام گوپال مشرا شام ۳۰ — ۶ ۱۵ ستمبر

قوالیاں

شام ۴۵ — ۶ یکم ستمبر
رات ۰۰ — ۱۰ ۸ ستمبر
شام ۴۵ — ۶ ۱۵ ستمبر

سازوں پر دھن

بوسرل گپتا: ستار پر دھن صبح ۴۵ — ۷ یکم ستمبر
ہیمنت کمار: گٹار پر دھن صبح ۴۵ — ۷ ۵ ستمبر
راج پنوار: وائلن پر دھن صبح ۴۵ — ۷ ۱۵ ستمبر

ساہتیہ سدھا

سدھا کماری چوہان
نیرا بجن ۔ کویتا صبح ۴۵ — ۷ ۶ ستمبر
جودھ راج ۔ جمیتر راہو سے پاٹھ صبح ۴۵ — ۷ ۱۳ ستمبر

ہندی تقریر صبح ۳۵ — ۷

نئے سنکلپ ۔ نئے خواب : یکم ستمبر
دھندوں کا وکاس قانون اور ہم : ۵ ستمبر
جنم اشٹمی اور گیتا کا اپدیش : ۷ ستمبر
آدھیاتم اور وگیان : ۸ ستمبر
اکیسویں صدی کی دہلیز پر : ۱۲ ستمبر
گرنتھ گاتھا : ۱۵ ستمبر

راجستھانی کویتا پاٹھ / تقریر / کہانی صبح ۳۵ — ۷

کشن سنگھ شیخاوت ۲ ستمبر
ہنسو تو جانیں : آنکارام شرما
راج کہانی : ڈاکٹر نیرج چودھری ۹ ستمبر

کہکشاں ۔ اردو پروگرام ۔ رات ۳۰ — ۹

افسانہ : مختار الرحمان راہی
کلام شاعر : تبسم رحمانی
نذیر کی عوامی شاعری عبدالحیٔ شمیم یکم ستمبر
ادبی خاکہ ۔ ڈینگ مارنے والے دوست
وحید منصب
کلام شاعر: مولانا محمد ایوب قمر واحدی
ہندی اردو کا تاریخی رشتہ
ابراہیم یوسف قاسمی ۸ ستمبر
اردو ادب کے حریت پسند ادیب
جوش ملیح آبادی، آصف صدیقی
کلام شاعر: عشرت
جدید اردو ادب کا تحقیقی جائزہ
موہر علی زیدی ۱۵ ستمبر

مرو دھرا

ہندی میں ساہت: ڈاکٹر وی۔ این اوپادھیائے
کاویہ پاٹھ : اوتار دیپک
رات ۰۰ — ۱۰ یکم ستمبر
آکاش وانی وچار گوشٹھی
شرکار: راجندر شنکر بھٹ، تلسی رام، ست نرائن سنگھ
شام ۳۰ — ۷ ۱۳ ستمبر

یووا وانی شام ۰۵ — ۵

کھیل ٹیم کرکٹ ۲ ستمبر

سوال و جواب ۳ ستمبر
میری وہ یاترا کہانی ۴ ستمبر
چاندی کا جوتا، گیتوں بھری کہانی ۔ ڈاکٹر زیدی ۵ ستمبر
ہندوستان کی آزادی کی تاریخ
۱۹۴۳ تا ۱۹۴۴ : مباحثہ ۶ ستمبر
کاویہ پاٹھ : راجیو گپتا ۸ ستمبر
آرکسٹرا : سدھا شرما اور ساتھی ۹ ستمبر
روزگار سے متعلق تقریر: ڈاکٹر شرما ۱۰ ستمبر
ناٹک : آنند سپال ۱۱ ستمبر
سوالوں کے بیچ ۱۳ ستمبر
"نشہ کی گرفت میں" تقریر ۔ کہانی ۱۴ ستمبر

وگیان کاریہ کرم

کل کی ارجا سرے سہرہ : اجے جنید
شام ۰۵ — ۵ ۷ ستمبر
بناسپتی کا دہ بھوت سنسار
صبح ۱۵ — ۹ ۸ ستمبر
پلاسٹک سرجن
ڈاکٹر مالتی سے بات چیت دوپہر ۰۰ — ۱۲ ۱۵ ستمبر

سور بھ

سنسکرت کہانی دوپہر — ۱۲ ۳ ستمبر
کاویہ پاٹھ
المیکادت صبح ۵۰ — ۸ ۱۰ ستمبر

راجستھان پتریکا

ریکھا چتر: منوہر سنگھ
کاویہ پاٹھ: المیکادت رات ۰۰ — ۱۰ ۱۵ ستمبر

سندھی پروگرام

ادبی میگزین : اندر بھوجوانی
صبح ۰۰ — ۱۰ یکم ستمبر
تمہاری چٹھی ملی رات ۳۰ — ۹ ۳ ستمبر
نئی روشنی نیا خیال: پروفیسر مرلی رائے سنگھانی
شام ۳۰ — ۶ ۵ ستمبر
مزاحیہ تقریر دشیام داس شام ۳۰ — ۶ ۱۲ ستمبر
قدرت کی طرف ہماری صحت
سگم سنگیت
بھگوتی ناد وانی صبح ۰۰ — ۱۰ ۱۵ ستمبر

(آگے ص ۴۵ پر)

ناگپور

۵۱۲/۸ میٹر ۵۸۵ کلوہرٹز

شاستریہ سنگیت

گائن

غلام مصطفےٰ خاں — دوپہر ۱۰ — ۱ اور رات ۳۰ — ۱۰ — یکم ستمبر
چترموڈک — دوپہر ۳۰ — ۱۲ اور رات ۳۰ — ۱۰ — ۱ستمبر
[illegible] — رات ۳۰ — ۱۰ — ۵ستمبر
[illegible] دمیلا کا فیکر — دوپہر ۳۰ — ۱۲ — ۷ستمبر
[illegible] مالویکا کانن
[illegible] — دوپہر ۴۰ — ۱ — ۸ستمبر
[illegible] ستار — رات ۳۰ — ۱۰ — ۱۱ستمبر
[illegible] — رات ۳۰ — ۱۰ — ۱۲ستمبر
[illegible] — رات ۰۰ — ۱۰ — ۱۳ستمبر
ریش [illegible] — رات ۳۰ — ۱۰ — ۱۵ستمبر

ساز سنگیت

پکھاوج

[illegible] جگتاپ — رات ۱۶ — ۹ — ۲ستمبر

ستار

اردن کمار ورما — دوپہر ۳۰ — ۱۲ — ۳ستمبر
ریش کمار گدکری — دوپہر ۳۰ — ۱۲ اور رات ۰۰ — ۱۰ — ۹ستمبر

سنطور

[illegible] — رات ۳۰ — ۱۰ — ۴ستمبر

وائلن

[illegible] شنڈے — رات ۰۰ — ۱۰ — ۶ستمبر
[illegible] این. ڈکھیڈے — رات ۰۰ — [illegible] — ۱۲ستمبر

بین

[illegible] پاٹھک — رات ۰۰ — ۱۰ — ۸ستمبر

جلترنگ

اننت چودھری — دوپہر ۴۵ — ۱۲ اور رات ۰۰ — ۱۰ — ۹ستمبر

بانسری

آر. بی. ویدیہ — دوپہر ۳۰ — ۱۲ — ۱۰ستمبر

کلارنٹ

روکیو جوزف — دوپہر ۳۴ — ۱۲ — ۱۴ستمبر

طبلہ

ڈی. ایم. بودھنکر — دوپہر ۱۰ — ۱ اور رات ۳۰ — ۸ — ۱۵ستمبر

ہنڈولن پر لوک دھن

وکاس کالے — دوپہر ۴۵ — ۱۲ — ۱۴ستمبر

گٹار

ایس. سی. سنہا — رات ۳۰ — ۸ — ۱۲ستمبر

سگم سنگیت. صبح ۴۵-۶، شام ۱۵-۶

منجری دیشپانڈے : ۵ستمبر
سریش کمار بوکڈے : ۸ستمبر
دمل جموٹے : ۱۰ستمبر
کرن پالی کنڈوار : ۱۲ستمبر

لوک گیت، شام ۳۰ — ۶

غریب داس لکشمن کمہارے — ۳ستمبر
ہیرالال بادد رانکھو اور ساتھی — ۷ستمبر
موتی رام مہادیو بھاکرے اور ساتھی — ۱۰ستمبر
راجو داس جادھو اور ساتھی — ۱۴ستمبر

تقریر، رات ۳۰ — ۹

تنگ آئے ڈینگ مارنے والوں سے: ہندی میں تقریر
گھنشیام اگروال — ۲ستمبر
راشٹریہ ایکتا کے سترو ت: بھارتیہ سنویدھان: ہندی تقریر
از او. ڈی. جین — ۱۰ستمبر

اردو پروگرام، رات ۳۰ — ۹

مہاراشٹر کے سنتوں کی مذہبی رواداری: گاڈگے جی مہاراج
تقریر از ڈاکٹر انور رئیس — ۴ستمبر
ونوبا بھاوے — ایک عظیم مفکر
تقریر از اعظم رضا خاں — ۱۱ستمبر

قلم کار حضرات!
اپنی تخلیقات ہمیں اشاعت کیلئے ارسال نہ کریں "آواز" میں صرف وہی تخلیقات شائع کی جاتی ہیں جو نشریہ کے بعد ہمیں ریڈیو اسٹیشنوں سے موصول ہوتی ہیں

بقیہ:-

جالندھر

پنجابی میں تمثیلی تقریر: ست پال رندیو
صبح ۴۰ — ۸ — ۹ستمبر
انگریزی تقریر: شیر سنگھ شیر
رات ۰۰ — ۸ — ۸ستمبر
پاترو دیچن: شرہ رام: ہندی میں تقریر
ڈاکٹر چندر شیکھر — رات ۰۰ — ۸ — ۹ستمبر
اردو ادب میں انشائیہ: اردو میں تقریر
رات ۰۰ — ۸ — ۱۰ستمبر
کتابوں پر تبصرہ: ڈاکٹر کلدیپ چندر اگنی ہوتری
رات ۰۰ — ۸ — ۱۳ستمبر

ہفت روزہ جھلکیاں

پرتی ہب — صبح ۴۵ — ۷ یکم اور ۸ستمبر
انتی دی راہ تے — صبح ۱۵ — ۷ ۲، اور ۹ستمبر
مٹی دی مہک — صبح ۳۰ — ۷ — ۳ستمبر
جی آئیاں نوں — صبح ۱۵ — ۷ — ۵ستمبر
جاگرت: پریوارک جھلکی
شام ۴۵ — ۷ یکم، ۸ اور ۱۵ستمبر
صبح ۳۰ — ۷ ۲ اور ۹ستمبر

بقیہ:-

جے پور

ناٹک/جھلکی

ہمت کار کو نمسکار: پرپھول سنگھ
دوپہر ۳۰ — ۱۲ — یکم ستمبر
ماتر بھومی: ناٹک مصنف: کلا ناتھ، گھنشیام آچاریہ
رات ۰۰ — ۱۰ — ۴ستمبر
وداع ماتر بھومی: ناٹک
پریم چند گوسوامی — رات ۳۰ — ۹ — ۶ستمبر
نوکری کی تلاش
سدھیش کمار — دوپہر ۳۰ — ۱۲ — ۸ستمبر
مردانہ بیوٹی پارلر: جھلکی
اے. جی. قریشی — دوپہر ۳۰ — ۱۲ — ۱۵ستمبر

ساہتیکی

کاویہ پاٹھ از برجیندر کوشک
صبح ۳۵ — ۷ — ۳ستمبر
کہانی دعالم شاہ خان، صبح ۵۵ — ۷ — ۱۰ستمبر

بیکانیر

[illegible] میٹر ۹۵ میگاہرٹز

شاستریہ سنگیت

گائن: دوپہر ۱-۱۰

نذر علی خاں — ۲ر ستمبر
مارگنڈ بھرو — ۳ر ستمبر
مانی النکر — ۴ر ستمبر
لویکا کاشی — ۷ر ستمبر
شوری املوکر — ۹ر ستمبر
پربھا آترے — ۱۱ر ستمبر
استاد پرویز خاں — ۱۳ر ستمبر
برکت علی، سلامت علی — ۱۴ر ستمبر

ساز سنگیت

طبلہ: رات ۸-۲۵

استاد امیر حسین خاں — ۵ ستمبر

وائلن، بانسری، جگل بندی

کے بی، جوگ اور ہری پرساد چورسیا: رات ۸-۲۵ / ۱۲ستمبر

راجستھانی لوک سنگیت۔ صبح ۹-۱۰ دوپہر ۲-۲۰/۴۰

گوری دیوی — ۲ ستمبر
ہیرا سین — ۳ ستمبر
رام لال مراثی — ۴ ستمبر
مینا لال پوہرا — ۵ر ستمبر
ابھے سنگھ گہلوت — ۶ر ستمبر
کالو ناتھ اور ساتھی — ۷ر ستمبر
اللہ جلائی بائی — ۹ر ستمبر
جگت نارائن گوسوامی — ۱۰ ستمبر
امام الدین خاں — ۱۱ر ستمبر
جگت رام بھوپا اور ساتھی — ۱۲ر ستمبر
نارائن رام نایرد — ۱۳ر ستمبر
نثار خاں ضمیری — ۱۴ر ستمبر

مہیلا جگت دوپہر ۱۲-۰۰/۱-۱۰

دودھ کے ویجن، تقریر: ارچنا مکرجی — یکم ستمبر

سوال ہمارے جواب ڈاکٹر بہن کے
ڈاکٹر اُروشی بہانی — یکم ستمبر
ورشا میں کھادیہ پدارتھوں کی دیکھ بھال کیسے کریں: تقریر
کرشنا شرما: کہانی از ڈاکٹر شانتی پورناگینا — ۸ ستمبر
مہیلاؤں کی سمسیائیں اور قانون وِدواہ ادھنیم: تقریر
دِملا شرولیا۔ جھلکی — ۱۲ ستمبر

بچوں میں ہکلانے کی عادت، تقریر از ڈاکٹر میراں پروہت
بہنوں سے پراپت پتروں کے اُتر — ۱۵ر ستمبر
پریچرچا: مہیلائیں کیا کر سکتی ہیں الپ بچت یوجنا میں
پرتی بھاگی:
اوشا ویاس۔ چاند بانو۔ پریم سولنکی: کویتا پاٹھ
از دیبھا نیلنگ — دوپہر ۱-۱۰ — ۵ ستمبر

یووا وانی: شام ۵-۰۵

تقریر

سائنٹیکس: تقریر، ڈاکٹر وندنا شرما — ۲ ستمبر
دکھوں کا مول دھن: تقریر: کشال چند لکھوٹیا — ۴ ستمبر
جیون میں اسپورٹنگ کا استھان
کماری اندو جین — ۶ ستمبر
یووا پیڑھی کا دیش کی ایکتا اور اکھنڈتا میں یوگدان
کماری سُنیتا شرما — ۷ ستمبر
ایک پتر انسان کے نام: نرمل جین — ۸ر ستمبر
اورجا اور سوریہ میں اس کا اپیوگ
کماری سنگیتا شرما — ۱۰ ستمبر
سادھنوں کا دُر اپیوگ روکنے میں یوواؤں کا بھومیکا
میگھ راج ٹاک — ۱۱ ستمبر
سائنس اینڈ ہیومن ہیپی نیس
رماکانت ترویدی
رول آف یوتھ اِن نیشنل ڈیولپمنٹ
سوریہ پرکاش — ۱۴ر ستمبر

کھیل شتاچار سے ہمارا سمبندھ
سریندر سنگھ سولنکی — ۱۵ر ستمبر

کویتا پاٹھ

لکشمی کانت ڈار — یکم ستمبر
اسرار حسن قادری — ۶ر ستمبر
موہن پریہار — ۷ر ستمبر
مینا ماتھر — ۱۴ر ستمبر

سنگیت کلاکار

سود لیش پانڈیہ	شاستریہ سنگیت	۵ر ستمبر
رجنی پروہت	لوک سنگیت	۷ر ستمبر
ابھوتوش گوسوامی	پنچو وادن	۱۲ر ستمبر
لکشمن پاریکھ	لوک گیت	۱۴ر ستمبر

نو ترنگ

لال شرما — یکم ستمبر
مینا گوگنا — ۸ر ستمبر

پریچرچا

راشٹریہ پرگتی میں یوواؤں کی بھومیکا
شرکاء: ڈاکٹر کے۔ سی۔ ماتھر، اروند ویاس
مدھو ریکا گپتا، رتولا بھوٹانی

پرشن منچ

پرشن کرتا: رجیش چاولہ، وکرم ورما، وجیہ کماری

بھینٹ وارتا

کمل سکینا سے بھینٹ

راجستھانی پروگرام

راجستھانی تقریر

راشٹریہ نرمان ماتے ادھیاپکوں رو یوگدان
شام ۶-۳۰ — ۲ر ستمبر
اپنا چار ماتھے سداچاری جیت: ڈاکٹر ... شرما
صبح ۸-۲۱ — ۹ر ستمبر
انوشاسن ہی دیش نے مہان بنا وے: بھنور سنگھ سامور

راجستھانی کہانی

شام ۶-۳۷

لکشمی نارائن آچاریہ — ۳ ستمبر
بلاقی شرما — ۱۰ر ستمبر

راجستھانی کویتا پاٹھ

شام ۶-۴۴

جنار دھن ویاس — ۳ر ستمبر
شو پانڈیہ بیکانیر — ۱۰ر ستمبر

ہندی پروگرام

راشٹریہ ایکتا کے بند وکرم میں: پرتین استعمال اور راشٹریہ ایکتا
دلیپ بھائی اور الیس کے گوسوامی کے درمیان بات چیت
صبح ۸-۲۱ — ۳ر ستمبر
اس شہر سے میرا رشتہ: تقریر، حسام الدین استی
صبح ۸-۲۱ — ۱۰ر ستمبر
کرنی سنگھ سے ملاقات: از چندر مان چارن
صبح ۷-۳۰ — ۱۲ر ستمبر

ہندی کہانی۔ صبح ۸-۲۱

اروند اوجھا — یکم ستمبر
بھنور سنگھ سامور — ۸ر ستمبر
سمیر سنگھ دیّا — ۱۵ر ستمبر

(آگے ص ۵۰ پر)

بھوپال، رائپور، گوالیار، جبلپور

بھوپال الف ۲۰۲۱ میٹر ۱۴۸۵ کلوہرٹز بھوپال ب ۲۲۳٫۱۳ میٹر ۱۳۴۴ کلوہرٹز

شارٹ ویو

صبح ۵٫۵۰ تا ۷ بجے تک ۹۰٫۱۲ میٹر ۳۳۱۵ کلوہرٹز

صبح ۸٫۰۰ بجے کے بعد ۶۰٫۱۵ میٹر ۴۹۹۹ کلوہرٹز

دوپہر ۴۱٫۱۰ میٹر ۷۱۰۹ کلوہرٹز

شام اور رات ۹۰٫۱۲ میٹر ۳۳۱۵ کلوہرٹز

رائپور ۳۰۵٫۹ میٹر ۹۸۱ کلوہرٹز گوالیار ۲۱۹٫۱ میٹر ۱۳۶۸ کلوہرٹز جبلپور ۲۵۸٫۲ میٹر ۱۱۶۲ کلوہرٹز

خبریں

ھندی: صبح ۶٫۰۵، ۷٫۱۵ ... ۸٫۰۵ ... شام ۶٫۴۵ ... ۸٫۴۵ ... ۱۱٫۰۰ بجے رات

انگریزی: صبح ۷٫۰۰، ۹٫۰۰ ... ۹٫۰۰ ... ۱۱٫۰۰ بجے رات

اتوار یکم ستمبر

صبح

۸٫۲۱ بال سبھا

۹٫۳۵ بلرام پاٹھک: ستار، اجیر بھیرو

دوپہر

...

۸٫۳۰ ...

پیر ۲ ستمبر

صبح

۶٫۳۵ دیا شنکر و ساتھی: شہنائی پر گندی تو ڑی

۷٫۳۰ جگدیش پرساد ترپاٹھی: لوک گیت

۸٫۲۱ مینا سکسینہ: سگم سنگیت

۱۰٫۳۰ کاشی ناتھ شنکر کریم: خیال کومل تنکشا وتنا مرن

دوپہر

...

۱۰٫۳۰ ... خیال ...

منگل ۳ ستمبر

صبح

۶٫۳۵ جگدیو داس گپتا: سرود پر بھیرویں

۷٫۳۰ اور دوپہر ۲٫۰۳ رام سروپ: لوک گیت

۸٫۲۱ وندنا شکلا: سگم سنگیت

دوپہر

۱٫۳۰ کاویہ دھارا

رام لشن پوریا

رات

۱۰٫۰۰ کوشنا رام دھاری: شہنائی

بدھ ۴ ستمبر

صبح

...

...

۸٫۲۱ ... کھڑن دوبے: سگم سنگیت

۱۰٫۳۰ اور دوپہر ...

لال کاموپے ... بانسری ...

دوپہر

۱٫۳۰ ... تنکشا ... لوک گیت

رات

۹٫۰۰ ... ساہنی ...

جمعرات ۵ ستمبر

...

... سگم سنگیت

۱٫۳۰ ...

دوپہر

دوپہر

۱٫۳۰ موہن ساہنی ...

جمعہ ۶ ستمبر

صبح

وکیل احمد: سگم سنگیت

دوپہر

۲٫۳۰ شیام لال برجاتیہ و ساتھی: لوک سنگیت

رات

۸٫۰۰ کہکشاں: ادبی پروگرام ذہنی آسودگی اور ادب، سمپوزیم

ہفتہ ۷ ستمبر

صبح

۶٫۳۵ استاد حافظ علی خاں ...

چندر شیوا

۸٫۲۱ اور دوپہر ۱٫۰۳ کیرتی شرما: سگم سنگیت

دوپہر

۲٫۰۰ ...

...

اتوار ۸ ستمبر

صبح

... جیال ... سبھا

بال سبھا

دوپہر

۲٫۳۰ اتم سنگھ یادو و ساتھی: لوک گیت

رات

۹٫۳۰ ... کا ...

...

...

منگل ۱۰ ستمبر

صبح

۶٫۳۵ سوز نگنی

جگن ناتھ و ساتھی: شہنائی پر اہیری تو ڑی

۷٫۳۰ اور دوپہر ۲٫۰۳ کملا کشور کشواہا و ساتھی: ...

۸٫۴۰ نیلا بوس: بھیروی

۸٫۲۱ اور دوپہر ۱٫۳۰ اما پانڈے ...: سگم سنگیت

دوپہر

۲٫۳۰ ...

رات

۸٫۱۵ ...

۱۰٫۰۰ ... علماء ثقافت ...

...

۸٫۲۱ اور دوپہر ۱٫۰۳ ... سگم سنگیت

۸٫۳۰ ...

شیام ... ستار

۹٫۳۰ ... لوک گیت

رات

۱۰٫۰۰ ...

جمعرات ۱۲ ستمبر

صبح

۶٫۳۵ ...

۷٫۳۵ ... بھیروی ...

۸٫۳۰ اور رات ...

... : سارنگی

دوپہر

۱٫۰۰ ... گوسوامی: سگم سنگیت

رات

۸٫۰۰ ...

جمعہ ۱۳ ستمبر

صبح

۸٫۲۱ اور دوپہر ۱٫۳۰ نکشا گپتا: سگم سنگیت

کلکتہ

کلکتہ 'اے' ۴۶۵۱۶ میٹر — ۶۵۷ کلوہرٹز
کلکتہ 'بی' ۲۹۷۱۶ میٹر — ۱۰۰۸ کلوہرٹز
کلکتہ 'سی' ۲۲۶۱۷ میٹر — ۱۳۲۳ کلوہرٹز
کلکتہ 'ڈی' ۲۴۵۱۱ میٹر — ۱۲۲۴ کلوہرٹز

شاستریہ سنگیت

گائن

سمیر کمار دتہ — صبح ۴۰ — ۸ اے صبح ۱۰ — ۹ بی
شام ۲۵ — ۶ بی یکم ستمبر
مشکور علی خاں — صبح ۳۰ — ۸ اے اور
رات ۲۵ — ۹ بی ۲ ستمبر
کمل ڈے — صبح ۳۰ — ۹ بی ۱۰
دوپہر ۰۰ — ۱ اے ۳ ستمبر
پریتش بھٹاچاریہ — صبح ۳۰ — ۸ اے اور
رات ۴۰ — ۹ بی ۴ ستمبر
میرا بنرجی — صبح ۳۰ — ۹ بی اور
رات ۰۰ — ۹ اے ۵ ستمبر
نیمائی چند بورال — صبح ۰۵ — ۷ بی صبح ۳۰ — ۸ اے
شام ۳۰ — ۷ بی ۶ ستمبر
اے۔ کانن — صبح ۳۰ — ۹ بی دوپہر ۰۰ — ۱۱ اے
شام ۳۰ — ۷ بی ۷ ستمبر
پرسون کمار بنرجی — صبح ۴۰ — ۸ اے اور
شام ۴۰ — ۶ بی ۸ ستمبر
غلام اکبر خاں — صبح ۳۰ — ۹ بی اور
رات ۰۰ — ۹ اے ۹ ستمبر
وجے کمار کچلو — صبح ۳۰ — ۸ اے اور
شام ۳۰ — ۷ بی ۱۰ ستمبر
سریلا بنرجی — صبح ۳۰ — ۹ بی اور
رات ۰۰ — ۹ اے ۱۱ ستمبر
تینما ٹھاکر — صبح ۳۰ — ۹ بی اور
رات ۰۰ — ۹ اے ۱۲ ستمبر
ریتا رائے — صبح ۳۰ — ۸ اے اور
رات ۳۰ — ۹ بی ۱۳ ستمبر
کرشنا داس گپتا — صبح ۳۰ — ۹ بی دوپہر ۰۰ — ۱۱ اے
شام ۳۰ — ۷ بی ۱۴ ستمبر
راناگھوش — صبح ۴۰ — ۸ اے صبح ۰۵ — ۹ بی
شام ۲۵ — ۶ بی ۱۵ ستمبر

سازسنگیت

ستار

اندرانی بھٹاچاریہ — صبح ۳۰ — ۹ بی اور
رات ۰۰ — ۹ اے یکم ستمبر
شیامل کمار چیٹرجی — صبح ۳۰ — ۸ اے اور
شام ۳۰ — ۷ بی ۳ ستمبر
دیبی پرساد چیٹرجی — صبح ۳۰ — ۹ بی اور
رات ۰۰ — ۹ اے ۴ ستمبر
مرینال گوہا ٹھاکرتہ — صبح ۰۵ — ۷ بی دوپہر ۰۰ — ۳ اے
رات ۴۰ — ۹ بی ۵ ستمبر
کاشی ناتھ مکھرجی — صبح ۳۰ — ۹ بی اور
رات ۰۰ — ۹ اے ۶ ستمبر
کلیانی رائے — صبح ۳۰ — ۸ اے شام ۳۰ — ۷ بی
رات ۴۰ — ۹ بی ۹ ستمبر
رنکو رودرا — شام ۲۵ — ۶ بی ۱۰ ستمبر
دیبیکا دیوی — صبح ۳۰ — ۸ اے اور
شام ۳۰ — ۷ بی ۱۱ ستمبر
سومترا لاہیری — صبح ۳۰ — ۸ اے ۱۲ ستمبر
ابرا سرکار — صبح ۳۰ — ۸ اے ۱۴ ستمبر
سوش کمار بنرجی — صبح ۳۰ — ۹ بی اور
رات ۰۰ — ۹ اے ۱۵ ستمبر

سرود

بدھا دیب داس گپتا — صبح ۳۰ — ۹ بی شام ۰۰ — ۷ بی
رات ۰۰ — ۹ اے ۲ ستمبر
سری کمار بنرجی — صبح ۰۵ — ۹ بی اور
دوپہر ۰۰ — ۳ اے ۳ ستمبر
بیریندر ناتھ بنرجی — صبح ۳۰ — ۸ اے ۷ ستمبر
انیما داس — دوپہر ۰۰ — ۳ اے اور
شام ۳۰ — ۷ بی ۱۲ ستمبر

رابندر سنگیت

کرشنا گوہا ٹھاکرتہ — صبح ۴۰ — ۷ اے اور
رات ۱۵ — ۸ بی یکم ستمبر
اشیش کمار بھٹاچاریہ — صبح ۴۰ — ۷ اے اور
دوپہر ۳۵ — ۳ بی ۲ ستمبر
چتا ملک — صبح ۲۰ — ۶ بی اور
رات ۵۰ — ۸ اے ۳ ستمبر
پرساد سین — صبح ۴۰ — ۷ اے اور
شام ۵۵ — ۵ بی ۴ ستمبر
بلبل سین گپتا — صبح ۴۰ — ۷ اے اور
شام ۱۰ — ۷ بی ۵ ستمبر
اشوک تارو بنرجی — صبح ۴۰ — ۷ اے اور
شام ۲۵ — ۶ بی ۶ ستمبر
ریتا ڈے — صبح ۴۰ — ۷ اے اور
شام ۵۵ — ۵ بی ۷ ستمبر
چنموئے چیٹرجی — صبح ۴۰ — ۷ اے اور
شام ۱۵ — ۷ بی ۸ ستمبر
کم کم چیٹرجی — صبح ۴۰ — ۷ اے ۹ ستمبر
کنک شک (گروپ) — صبح ۴۰ — ۷ اے اور
رات ۰۵ — ۸ بی ۱۰ ستمبر
سبنا گھوشال — صبح ۴۰ — ۷ اے اور
رات ۵۰ — ۹ بی ۱۱ ستمبر
بمل بھوشن — صبح ۴۰ — ۷ اے ۱۲ ستمبر
دھیرا مکھرجی — صبح ۴۰ — ۷ اے اور
شام ۲۵ — ۶ بی ۱۳ ستمبر
پردیپ ناگ — صبح ۴۰ — ۷ اے اور
شام ۵۵ — ۵ بی ۱۴ ستمبر
پورب دام — صبح ۲۰ — ۶ بی صبح ۴۰ — ۷ اے
شام ۵۵ — ۵ بی ۱۵ ستمبر

نذرل گیتی

ہیواس کمار منڈل — شام ۰۰ — ۷ بی یکم ستمبر
منجوشری رائے — صبح ۲۰ — ۹ اے اور
شام ۵۵ — ۵ بی ۲ ستمبر
دیبیکا بھٹاچاریہ — صبح ۲۰ — ۹ اے ۳ ستمبر
مادھوری چیٹرجی — رات ۴۰ — ۱۰ اے ۴ ستمبر
سودا چیٹرجی — صبح ۲۰ — ۹ اے اور
دوپہر ۴۵ — ۲ بی ۵ ستمبر
راما چیٹرجی — رات ۰۵ — ۱۰ اے ۶ ستمبر
شیاملی سین — صبح ۲۰ — ۹ اے ۷ ستمبر
پوربی دتہ — رات ۵۰ — ۱۰ اے ۸ ستمبر
ادھیر باگچی — صبح ۲۰ — ۹ اے ۹ ستمبر
اربند چکرورتی — صبح ۲۰ — ۹ اے ۱۰ ستمبر
سومترا دتہ — صبح ۲۰ — ۹ اے اور
رات ۴۰ — ۹ بی ۱۱ ستمبر
بمل بھوشن — رات ۵۰ — ۱۰ اے ۱۲ ستمبر
ممتا مکھرجی — صبح ۲۰ — ۹ اے ۱۴ ستمبر
دھریندر چندر مترا — رات ۵۰ — ۱۰ اے ۱۵ ستمبر

لوک گیتی

ایلا رائے چودھری — صبح ۴۰ — ۶ اے صبح ۴۵ — ۸ بی
رات ۰۰ — ۸ اے یکم ستمبر
للتا دھر چودھری — صبح ۴۰ — ۶ اے ۲ ستمبر
سنتوش کمار گھوش — صبح ۴۰ — ۶ اے اور
شام ۱۵ — ۶ بی ۳ ستمبر

بسوا بنرجی اور ساتھی صبح ۴۰ — ۶ اے ۴ ستمبر
سوکھا بیلاس برما صبح ۱۵ — ۶ بی اور
رات ۴۰ — ۱۰ اے ۵ ستمبر
مایا بخشی صبح ۴۰ — ۶ اے اور
شام ۱۵ — ۶ بی ۶ ستمبر
گوری سرکار صبح ۴۰ — ۶ اے اور
شام ۴۵ — ۶ بی ۷ ستمبر
انیل بھٹاچاریہ اور ساتھی صبح ۴۰ — ۶ اے اور
شام ۱۵ — ۶ بی ۸ ستمبر
اردن رنجن بھٹاچاریہ صبح ۴۰ — ۶ اے اور
شام ۴۵ — ۶ بی ۹ ستمبر
نبیتا بنرجی صبح ۴۰ — ۶ اے اور
شام ۱۵ — ۶ بی ۱۰ ستمبر
ریکھا بوس صبح ۴۰ — ۶ اے اور
شام ۱۵ — ۶ بی ۱۱ ستمبر
نارائن دتہ صبح ۴۰ — ۶ اے اور
شام ۱۵ — ۶ بی ۱۲ ستمبر
ستیبو رمکھرجی صبح ۴۰ — ۶ اے ۱۳ ستمبر
سنیل کمار بیرا صبح ۴۰ — ۶ اے اور
شام ۱۵ — ۶ بی ۱۴ ستمبر
نیتا چکرورتی صبح ۴۰ — ۶ اے ۱۵ ستمبر

ادھونک

پرتاپ رائے صبح ۳۰ — ۸ اے یکم ستمبر
شوشیل ملک رات ۴۵ — ۹ بی ۳ ستمبر
دیپتی چیٹرجی صبح ۳۰ — ۸ بی اور
رات ۴۰ — ۸ اے ۴ ستمبر
منجو بنرجی رات ۳۰ — ۱۰ اے ۵ ستمبر
الوک باگچی صبح ۳۰ — ۸ بی اور
رات ۱۰ — ۱۰ اے ۶ ستمبر
ایلا بوس رات ۲۰ — ۸ اے ۷ ستمبر
اپراجیتا گھوش صبح ۴۰ — ۸ اے ۸ ستمبر
بسوا ناتھ بوس صبح ۱۵ — ۸ اے اور
شام ۵۵ — ۵ بی ۹ ستمبر
شنکر ناتھ گھوشال صبح ۳۰ — ۸ بی اور
رات ۵۰ — ۸ اے ۱۰ ستمبر
سنت کمار سنہا صبح ۱۵ — ۸ اے ۱۱ ستمبر
انوپ کمار گھوشال رات ۰۵ — ۱۰ اے ۱۲ ستمبر
تندرا بوس صبح ۳۰ — ۸ بی شام ۵۰-۶ بی
رات ۲۰ — ۸ اے ۱۴ ستمبر
اوما رودار صبح ۳۰ — ۸ بی اور
شام ۳۰ — ۷ اے ۱۵ ستمبر

oooooooooooooo

سرینگر

میڈیم ویو
سرینگر الف: ۸ء۲۶۸ میٹر ۱۱۱۶ کلوہرٹز
سرینگر ب: ۱ء۲۴۵ میٹر ۱۲۲۴ کلوہرٹز
شارٹ ویو : ۱۰ء۴۹ میٹر ۶۱۱۰ کلوہرٹز
۵۰ء۹۱ میٹر ۳۲۷۷ کلوہرٹز
پہلی مجلس : صبح ۳۰-۶ سے ۰۰-۱۰ تک
دوسری مجلس : دوپہر ۳۰-۱۱ سے رات ۰۵-۱۱ تک
(اتوار کو صبح ۳۰-۶ سے رات ۰۵-۱۱)

خبریں

کشمیری : صبح ۴۵-۷، شام ۲۵-۶
اردو : صبح ۰۵-۸، دوپہر ۵۰-۱، رات ۱۵-۹
ہندی : صبح ۰۰-۹
سنسکرت : صبح ۰۰-۷
انگریزی : صبح ۱۰-۸، دوپہر ۰۰-۲
شام ۰۰-۶، رات ۰۰-۹ اور ۰۰-۱۱

علاقائی خبریں

اردو : صبح ۲۰-۹ دوپہر ۳۰-۱۲ اور
۰۰-۳ (دھیمی رفتار سے)، شام ۴۰-۷
کشمیری : صبح ۲۵-۹، دوپہر ۳۵-۱۲ اور
شام ۳۰-۷

شاستریہ سنگیت

گائن دوپہر ۱۲-۲

اجیت سنگھ ۲ ستمبر
شری کانت باکرے ۴ ستمبر
بھیم سین جوشی ۸ ستمبر
ملک ارحمن منصور ۱۵ ستمبر
استاد برکت علی خاں ۱۴ ستمبر

ساز سنگیت

دوپہر ۱۰-۲

جل ترنگ

سیا بین شرما یکم ستمبر

سنطور

شو کمار شرما ۳ ستمبر

شہنائی

بسم اللہ خاں اور ساتھی ۵ ستمبر

ستار

ایس. این سوپوری ۶ ستمبر
پنڈت روی شنکر ۹ ستمبر
پی این ٹھیٹو ۱۱ ستمبر
نکھل بنرجی ۱۰ ستمبر

سرود

علی اکبر خاں ۷ ستمبر
امجد علی خاں ۱۳ ستمبر

بانسری

پنا لال گھوش ۱۲ ستمبر

صوفیانہ موسیقی دوپہر ۳۰-۱۱ اور ۳-۲

غلام محمد ساز نواز اور ساتھی ۳ ستمبر
شیخ عبدالعزیز اور ساتھی ۵ ستمبر
محمد عبداللہ سیتاری اور ساتھی ۱۰ ستمبر
غلام محمد قالین باف اور ساتھی ۱۲ ستمبر
ایم۔ اے تبت بقال اور ساتھی ۱۴ ستمبر

غزلیں

آرتی ٹکو صبح ۱۵ — ۷، شام ۱۰-۶ یکم ستمبر
راج بیگم صبح ۱۵ — ۷، رات ۳۰-۸ ۲ ستمبر
راہی آغا شام ۱۰ — ۶ ۳ ستمبر
کسم لتا صبح ۱۵ — ۷، شام ۱۰-۶ اور
رات ۳۰ — ۸ ۴ ستمبر

شانتی کول صبح ۱۵ — ۷ دوپہر ۰۰-۱۱
شام ۱۰ — ۶ ۵ ستمبر
کے کے جالا دوپہر ۰۰ — ۱ دوپہر ۳۰-۲ ۶ ستمبر
غلام حسن صوفی صبح ۱۵ — ۷ شام ۱۰-۶
رات ۳۰ — ۸ ۶ ستمبر
علی محمد صبح ۱۵ — ۷، رات ۳۰-۸، ۸ ستمبر
غلام نبی شیخ صبح ۱۵ — ۷، شام ۱۰-۶
رات ۳۰ — ۸ ۹ ستمبر
غلام قادر روانی صبح ۱۵ — ۷، رات ۳۰-۸، ۱۱ ستمبر
اسداللہ دوپہر ۰۰ — ۱ شام ۱۰-۶، ۱۱ ستمبر
غلام محمد راہ صبح ۱۵ — ۷، شام ۱۰-۶
رات ۳۰ — ۸ ۱۲ ستمبر
کرن کول صبح ۱۵ — ۷، شام ۱۰-۶
رات ۳۰ — ۸ ۱۵ ستمبر

ڈوگری موسیقی شام ۳۰-۴

کرشنا کماری اور ساتھی ۲ر ستمبر
سدرشن کور کرتی ۹ر ستمبر

ہی مال (خواتین کے لئے پروگرام، شام ...۴)

جد و جہد آزادی میں عورتوں کا حصّہ
مادام کوما۔ کشمیری میں بات چیت یکم ستمبر
عالمی ناخواندگی پر کشمیری میں بات چیت ۸ر ستمبر
انشورنس کیوں اور کیسے
کشمیری میں بات چیت ۱۵ر ستمبر

ڈرامہ رات ۳۰-۹

کشمیری میں ڈرامہ
تحریر: شوکت علی شہری ۲ر ستمبر
راستے اور منزل (اردو)
تحریر: پروفیسر ہری کرشن کول ۱۰ر ستمبر

پراگاش دوپہر ۴-۱۲

مہی کی سلسلہ وار کہانی یکم ستمبر
تحقیق ایکسرے مشین ۲ر ستمبر
راج ترنگنی سے سلسلہ وار کہانی (گفتگو)
ہمارے قومی وسائل ۵ر ستمبر

بات چیت صبح ۲۱-۸

ہم اور اکیسویں صدی: کشمیری میں بات چیت
مقرر: ریاض پنجابی ۴ر ستمبر
استاد رمضان جو پر بات چیت ۱۱ر ستمبر

سنگرمال (کشمیری میں ادبی پروگرام)، رات ۳۰-۹

آج کا اسٹیج اور کشمیری ڈرامہ: مباحثہ ۲ر ستمبر
جنم اشٹمی پر غنائیہ: تحریر۔ ایم ایل ساقی ۷ر ستمبر

اورنگ آباد
پربھنی

اورنگ آباد ۲ر۱۹۷ ۱۵۲۱ کلو ہرٹز
پربھنی ۲۲۹ر۸ ۱۳۰۵ کلو ہرٹز

روزانہ نشر ہونے والے پروگرام

صبح
۵۵ — ۵ وندے ماترم، سہنائی
۰۰ — ۶ ...
۱۰ — ۶ امرت دھارا
۱۵ — ۶ ... کاریہ سالک
۳۰ — ۶ سوراجلی
۴ — ۶ کاریہ کرم کی روپ ریکھا
۳ — ۷ سب رنگ: اردو پروگرام
۲۵ — ۸ ضلع وار ریاست
— ۹ نیوز (مراٹھی)
۰۵ — ۹ اختتام

شام
۰۰ — ۶ اتہاسک سوچیاں
۰۵ — ۶ کاریہ کرم کی روپ ریکھا
۱۰ — ۷ روزگار
۳۰ — ۷ آپکے ... خوار
۱۰ — ۱۱ اختتام

بقیہ:-
بیکانیر

ہندی کویتا پاٹھ

نئی کویتا: نام کو پراسنگیتا
(۱) ڈاکٹر نند کشور آچاریہ
(۲) ڈاکٹر مدن کیولیا
(۳) ڈاکٹر پرشوتم آشوپا ۵ ستمبر

کرشی اور گرہ پروگرام
دوپہر ۳۰-۱

اس ماہ کے باغبانی کاریہ: پی ایس کودارا ۲ر ستمبر
بھینٹ وارتا سرپنچ سے: پورنا رام ۳ر ستمبر
بھیڑوں کا رکھ رکھاؤ اور ان کی دیکھ بھال
ڈاکٹر موہن ...
خریف کی فصلوں میں بیماری ...
ڈاکٹر جی۔ بی۔ لیلا ۵ ستمبر
ایک دودھ اتپادک سے بھینٹ وارتا
کرشنا راؤ ۷ر ستمبر
پشوؤں میں چرم روگ پربھاؤ اور ان کا اپچار
ڈاکٹر بی، آر نیترا ۹ر ستمبر
گاؤں میں دھواں رہت چولہا کا دیکاس
شانتی پانڈیہ ۱۰ر ستمبر
مرغی پالن تتھا پشو دیکاس کے لئے بینک رن کیسے
پراپت کریں: ڈاکٹر بی، ایس، مہاجن ۱۱ر ستمبر
ایک مرغی پالک مہیلا سے بھینٹ وارتا
گری راج کشوری ۱۳ر ستمبر
استھل ریکارڈنگ پر مبنی پروگرام ۱۴ر ستمبر

بقیہ:- # بھوپال

دوپہر
۳۰-۲ آشا دیوی، لوک گیت

ہفتہ ۱۴ر ستمبر

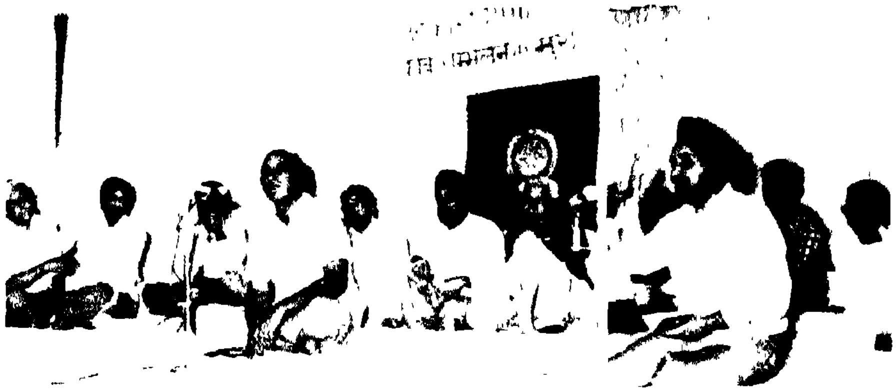
صبح
۲۱-۸ اور دوپہر ۳۰-۱
مدن دھر، سگم سنگیت

دوپہر
۲۰-۱ کہانی از گوپال شری واستو
۳۰-۲ منگو بائی، لوک گیت

اتوار ۱۵ر ستمبر

صبح
۲۱-۸ بال سبھا

دوپہر
۳۰-۲ سدھا شرما، لوک گیت



ڈاکٹر ستنام سنگھ خمار — طلعت عرفانی



منظور ہاشمی — ساجدہ زیدی



افتخار امام صدیقی، مرتضیٰ اظہر رضوی، منشاء الرحمٰن خاں منشا، ساغر خیامی



مخمور سعیدی، ڈاکٹر لطف الرحمٰن، رضا نقوی واہی

Regd No D-(C)39
R N No 14253

PRICE RUPEE 1.00

1st SEPTEMBER 1985

Licensed (U 23) to post without prepayment at PSO, New Delhi





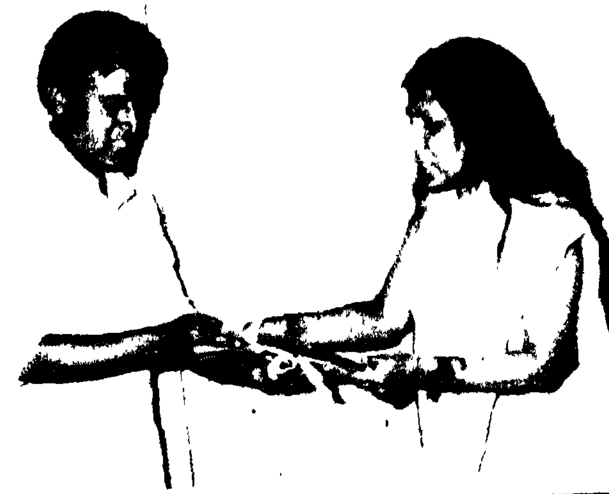
'آزادی اور ... سماجی ذمہ داریاں' کے زیرعنوان آکاشوانی کلکتہ کے اردو پروگرام
میں نشر مباحثے کے شرکا: (دائیں سے) زہرہ بیگم خاں، بیگم قادر نواز، بیگم نسیم خاں اور …

پریہ ٹنڈولکر —
وودھ بھارتی سے مراٹھی فلمی گیتوں کا
پروگرام پیش کرتے ہوئے۔

'فسانۂ آزاد'
آکاشوانی جے پور کے اردو پروگرام میں
نشر فیچر کے شرکار (دائیں سے)
ونود کرشن بھٹ، وریندر پال سنگھ
نندلال شرما، مہندر سود، مونا شرما
ایس این پروہت، لتا گپتا اور
ممتاز شکیب (پروڈیوسر)



ایس کے تنیجہ (بائیں)
جنھوں نے گذشتہ دنوں ڈی اے وی پی
ٹیبل ٹینس چمپین شپ جیتی
ڈی اے وی پی کی ڈائریکٹر مس شہلا حیدر
سے انعام پاتے ہوئے۔





'گھر گھر لئے گھن متوارے' کے عنوان سے آکاشوانی لکھنؤ کی جانب سے مدعو سامعین کے روبرو
منعقد لوک سنگیت کی محفل میں وِمل پنت اور سکھیاں کماؤنی گیت پیش کرتے ہوئے۔

Published by the Director General, All India Radio, at the Office of the Chief Editor Akashvani Group of Journals PTI Building, II floor Sansad Marg, New Delhi-110001
Printed by the Manager Govt of India Photo Litho Press Faridabad

۱۶ ؍ سے ۳۰ ؍ ستمبر ۱۹۸۵ء
۲۵ بھادوں سے ۸ آشون، ۱۹۰۷ شاکا

آواز

اشاعت کا ۵۰ واں سال
قیمت ایک روپیہ

آل انڈیا ریڈیو کے پروگرام، معلوماتی مضامین، دلچسپ افسانے و منظومات



شاذ تمکنت

میں لوٹ آؤں کہیں یہ [illegible] سوچتا ہی نہ ہو
کہ رات [illegible] دیر گئے [illegible] دکھا ہی نہ ہو
نہیں کہ زیست سے کچھ واسطہ [illegible] ہی نہ ہو
میں کیسے مانوں [illegible] کبھی دکھا ہی نہ ہو
[illegible] اس کے [illegible] دیوار و در سے [illegible]
عجب نہیں [illegible] سے وہ اٹھا ہی نہ ہو
نہ جانے کتنے [illegible] کال [illegible]
تو اتنا [illegible] ہی نہ ہو
[illegible] کے [illegible] و فراز دیکھے ہیں
کوئی [illegible] کا [illegible] ہی نہ ہو
وہ [illegible]
کہ شاذ اس سے [illegible] ہی نہ ہو

اعظم عباس شکیل

[illegible] سمجھے تھے
[illegible] سمجھے تھے
[illegible]
[illegible] سمجھے تھے
[illegible]
[illegible] سمجھے تھے
[illegible]
[illegible] سمجھے تھے
[illegible]
[illegible] سمجھے تھے
[illegible]
[illegible] سمجھے تھے
حیات [illegible]
سکون موت [illegible] سمجھے تھے

انور حسین انور

[illegible] تک نہیں پہنچا — عشق معیار تک نہیں پہنچا
[illegible] کا [illegible] — اس کی دیوار تک نہیں پہنچا
اشک بن کر جو بہہ نہ سکا — دامنِ یار تک نہیں پہنچا
[illegible] ہے — درد [illegible] تک نہیں پہنچا
مجھ سے [illegible] — کوئی [illegible] تک نہیں پہنچا
اس [illegible] کی — پھر بھی [illegible] تک نہیں پہنچا
کون [illegible] کا — میرے افکار تک نہیں پہنچا
[illegible] کی رحمت کا نور اے انور
[illegible] تک نہیں پہنچا

ابرار کرت پوری

[illegible] گلستاں [illegible] میں ہوں — [illegible] دورِ خوش گوار میں ہوں
عجیب وقت [illegible] — [illegible] موجود ہوں فضا میں ہوں
وہ مجھ سے [illegible] — [illegible] بھی انتظار میں ہوں
[illegible] لفظ [illegible] کا [illegible] — [illegible] خوش گوار میں ہوں
[illegible] — [illegible] کی بہار میں ہوں
[illegible] — [illegible] احساس کے حصار میں ہوں
[illegible]
[illegible] میں ہوں

واجد تبسم

[illegible] — [illegible] فسانے [illegible] لب پہ آتے آتے
[illegible] — کہ زمانہ ہو گیا ہے غمِ آرزو اٹھاتے
[illegible] — [illegible] جھکاتے یہ نصیب آزماتے
[illegible] زندگی ہماری — کبھی ظلمتوں میں رہتے کبھی روشنی میں آتے
وہ جو [illegible] تبسم تو فضائیں جھوم جاتیں
[illegible] غنچۂ تمنا [illegible] شام مسکراتے

چیف ایڈیٹر وجے بہادر سنہا
ادارت
سراج احمد
ہرمہندر سنگھ راج

ٹیلی فون
۳۸۲۲۴۹
۳۸۲۲۵۴

تار کا پتہ LISTENER

آل انڈیا ریڈیو کے پروگرام

نئی دہلی | ۱۶ر ستمبر ۱۹۸۵ء | مطابق | ۲۵ر بھادوں ۱۹۰۷ شاکا | جلد ۵۰ | شمارہ ۱۸

اس شمارے میں

غزلیات

قیمت

فی کاپی ——— ایک روپیہ
سالانہ ——— ۲۲ روپئے
دو سال ——— ۴۲ روپئے

(ایک سال سے کم کا چندہ قابل قبول نہیں ہوگا ۔)

اندرون ملک ڈاک خرچ بذمہ ادارہ

یوم عاشورہ

ڈاکٹر سید موسی رضا

یوم عاشورہ اس معرکۂ حق و باطل کی یاد دلاتا ہے جو سرزمین کربلا پر برپا ہوا۔ آج دنیا کے گوشے گوشے میں حسینؑ کے ماننے والے اس دن کی یاد منا رہے ہیں۔ اپنی اپنی تہذیب اور اپنے اپنے نقطۂ نظر اور جذب عقیدت کے مطابق ہر حسینی محو غم ہے، کوئی گریباں چاک، برہنہ سر اور برہنہ پا ہوکر اس عظیم انسان کو خراج عقیدت پیش کر رہا ہے جس نے اسلام کے تحفظ کی خاطر اپنا سارا گھر راہِ خدا میں قربان کر دیا۔ اسلام کے قدروں کی حفاظت میں نہ اپنی جان عزیز کی اور نہ اپنے احباب و انصار کی۔ حد ہے کہ اپنے گود کے پالوں کو بھی عزیز نہیں کیا اور انھیں بھی قربان کرکے ایثار و قربانی کی ایک انوکھی مثال قائم کی۔ کچھ لوگ سینہ زنی کرتے ہوئے اپنے جذبات کا اظہار کر رہے ہیں اور کچھ گریہ و بکا کے ذریعے اس غم کی یاد منا رہے ہیں۔ کچھ لوگ اکھاڑے کی تنظیم کرکے اپنے اس جذبِ دل کا اظہار کر رہے ہیں کہ اگر وہ بھی روز عاشورہ کربلا میں ہوتے تو حق شناس امام حسین کی نصرت میں اپنی زندگیاں قربان کر دیتے۔ اور وہ سعادت حاصل کر لیتے جو حسین کے ساتھیوں کو میدان کربلا میں جام شہادت پی کر ملی۔

اس روز عاشورہ کے پہلے شب عاشورہ گزر چکی ہے جو کربلا والوں کے لیے قیامت کی شب تھی، آزمائشوں کی شب تھی اور نصرت حق میں ثابت قدم رہنے کی شب تھی۔ حسین اور ان کے رفقا ساری رات عبادت الٰہی میں بسر کرتے رہے۔ حسین نے اپنے ساتھیوں کے سامنے شب عاشورہ ایک تاریخی خطبہ دیا اپنے اعزہ اور انصار کو مخاطب کرتے ہوئے امام حسین نے یہ فرمایا کہ فوج یزید صرف حسین کے سر کی طالب ہے اس لیے دوسرے ساتھی کیوں اپنی زندگیاں قربان کریں۔ حسین نے انھیں اجازت دی کہ پردۂ شب میں خاموشی سے چلے جائیں۔ چراغ گل کرکے حسین نے تاریکی کر دی تاکہ جانے والوں کو کوئی حجاب نہ ہو۔ لیکن امام کی تقریر کے بعد انصار اور اعزہ کی جانب سے جو جوابی تقریریں ہوئیں انھوں نے یہ ثابت کر دیا کہ امامؑ کے ساتھی کسی مجبوری کے تحت حسین کے ساتھ نہ تھے وہ حسین کے نصب العین کو اتنا قیمتی سمجھ رہے تھے کہ اپنی زندگی کی قربانی دینے میں بھی انھیں کوئی پس و پیش نہ تھا۔ حسین نے ان کی تقریریں سننے کے بعد ان کے جذبۂ ایثار کو سراہتے ہوئے ان کے حق میں کلمات خیر ادا کیے۔

صبح عاشورہ نمودار ہوئی۔ امام کے حکم سے ان کے فرزند علی اکبر نے اذاں کہی، یہ علی اکبر کون تھے حسین کے ۱۸ سالہ کڑیل جوان فرزند جو صورت میں رسول خدا سے مشابہ تھے اور ان کی رفتار و گفتار، رسول اسلام کی رفتار و گفتار سے مماثلت رکھتی تھی۔ لیکن یزیدی فوج کے سپاہیوں نے ہمشکل پیغمبر کو بھی نہ چھوڑا اور ان کے سینہ پر برچھی سے ایسا زبردست وار کیا کہ برچھی کی انی سینۂ علی اکبر میں ٹوٹ کر رہ

گئی اور کڑیل جوان بیٹے نے ۷۵ سالہ ضعیف باپ کی نگاہوں کے سامنے دم توڑ دیا۔ مگر اللہ رے عزم حسین کہ بیٹے کی لاش پر بھی استقامت الالحق کا عدیم المثال مظاہرہ کیا۔ اور شکر کا سجدہ ادا کرتے ہوئے بارگاہ ایزدی میں عرض کی کہ تیرا شکر ہے کہ تونے اسلام کی راہ میں حسین کے اس فدیہ کو قبول کرلیا۔ یہ شان تھی حسین کے ایثار کی کہ انھوں نے جواں فرزند کی شہادت کو مصیبت سمجھ کر مظاہرہ صبر نہیں کیا بلکہ شکر کا سجدہ ادا کرکے یہ ثابت کر دیا کہ وہ اس فدیہ کو شرف قبولیت ملنا اپنے لیے ایک نعمت سمجھ رہے تھے انسانی تاریخ قربانی کی ایسی اعلیٰ مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔

نماز سے فراغت کرکے حسین نے اونٹ پر سوار ہو کر فوج یزیدی کو مخاطب کرتے ہوئے ایک خطبہ ارشاد فرمایا حسین نے جان بوجھ کر گھوڑے کے بدلے اونٹ کی سواری منتخب کی کیونکہ عرب میں اس دور میں اونٹ امن کی سواری اور گھوڑا جنگ کی سواری سمجھا جاتا تھا حسین نے اونٹ پر سوار ہو کر ایک بار پھر فوج یزید کو یہ بتانا چاہا کہ وہ جنگ نہیں چاہتے امن چاہتے ہیں۔ وہ اسلام کے پیرو ہیں اسلامی قدروں کے محافظ ہیں۔ اسلام صلح اور امن کا پیغامبر ہے اس لیے وہ جنگ پسند نہیں کرتے۔ اپنی تقریر میں امام حسین نے یزیدی فوج میں شامل متعدد افراد کو نام بہ نام مخاطب کیا اور یہ سوال کیا کہ "بتاؤ میری کس خطا پر یہ ظلم کر رہے ہو اور اپنے نبی کے نواسے کے قتل پر آمادہ ہو، لیکن فوج مخالف سے جواب میں کچھ کہا نہ جا سکا اور جواب کی شکل میں ادھر سے حسین اور ان کے ساتھیوں کی طرف تیر آنے لگے۔ اب امام نے سمجھ لیا کہ ان سے گفتگو بیکار ہے اتمام حجت ہو چکی اس لیے اپنے ساتھیوں کو دفاعی جنگ کے لیے تیار ہو جانے کا حکم دیا۔ کیسی نرالی جنگ تھی یہ یوم عاشورہ کی۔ ایک طرف ہزاروں سپاہیوں کا لشکر اور دوسری طرف صرف بہتر افراد جن میں ضعیف بھی تھے اور شیر خوار اور کم سن بچے بھی۔ جوان بھی تھے اور ادھیڑ بھی۔ اس طرف ایک سیراب لشکر تھا اور ادھر تین دن کے بھوکوں اور پیاسوں کی مختصر سی جماعت تھی۔ مگر سرفروشی کا کیسا جذبہ تھا، حق پر ثابت قدم رہنے کا کیسا ولولہ تھا، اسلام کی حفاظت کی کیسی لگن تھی۔ اور باطل شکنی کا کیسا حوصلہ تھا کہ یہ مختصر سی جماعت اس بڑے لشکر کو بھی خاطر میں نہ لائی۔ نہ کوئی خوف تھا نہ ہراس، نہ پریشانی تھی اور نہ اپنے موقف پر قائم رہنے سے کوئی پشیمانی۔ بس ایک ہی سودا تھا خدا کی راہ میں جہاد کرتے ہوئے جام شہادت پی لیں اور حسین کا حق رفاقت ادا کر دیں۔ چند گھنٹوں میں یہ معرکہ تمام ہو گیا۔ حسین کے انصار جب تک زندہ رہے عزیزوں کی حفاظت کرتے رہے جب سبھی انصار کام آ چکے تو اب عزیزوں کی باری آئی۔ جب تک ایک بھی عزیز سپاہی یا ساتھی باقی رہا حسین پر فدا رہا لیکن اب وہ وقت آ گیا کہ نہ کوئی عزیز بچا اور نہ ساتھی۔ عصر کے وقت حسین یکہ و تنہا تھے صبح سے عصر تک اپنے ساتھیوں کی لاش پر آتے رہے اعزہ کی لاشیں قتل گاہ سے خیمہ تک لاتے رہے، اس کے علاوہ تین دن کی بھوک اور پیاس کڑیل جوان فرزند اور شیر خوار بیٹے کا غم، ۷۵ سال کی عمر اور فوج کثیر سے مقابلہ۔ لیکن یہ علی کا لال تھا جس نے اس عالم میں بھی دشمنوں سے جنگ کرکے یہ بتا دیا کہ خدا میں یقین کی قوت سبھی قوتوں سے بالاتر ہے اور عزم محکم اور نفس مطمئن کے ساتھ حق کی حمایت کا جوش اور ولولہ مادی وسائل کی کمی سے متاثر نہیں ہوتا۔ حق پرستوں کو نہ تلواریں شکست دے سکتی ہیں اور نہ مصائب کے ہجوم ان کے ثبات قدم میں جنبش لا سکتے ہیں حسین نے اس عالم میں بھی دشمنوں سے مقابلہ کرکے یہ ثابت کر دیا کہ حق پرست، افراد کی کثرت اور مادی وسائل کی فراوانی پر بھروسہ نہیں کرتے انھیں اپنے عزم محکم پر بھروسہ ہوتا ہے مصائب کی آنچ میں تپ کر وہ اور نکھر جاتے ہیں۔ انھیں نہ موت کا خوف ہوتا ہے اور نہ زندگی کی پرواہ۔ وہ ذلت کی زندگی سے عزت کی موت کو بہتر سمجھتے ہیں۔ وہ زندہ رہتے ہیں تو حق کے لیے اور مرتے ہیں تو حق کی آواز بلند کرتے ہوئے وہ نہ فکر و عمل کی بے جا پابندی پر راضی ہو سکتے ہیں اور نہ ضمیر کی آزادی سے دست بردار ہو سکتے ہیں مردان حق پر [illegible] ہوتے ہیں جو وقت آنے پر حق کے لیے سینہ سپر ہو جاتے ہیں۔ اس طرح حسین نے یوم عاشورہ اپنے طرز عمل سے حریت فکر اور آزادی ضمیر کا پیغام دیا اور دنیا کو یہ بتا دیا کہ حقیقی فتح مقصد کی فتح ہوتی ہے۔ یوم عاشورہ کربلا کی جنگ نے یہ ثابت کر دیا کہ حسین کو قتل کرکے بھی یزید ہار گیا اور حسین شہید ہو کے بھی فتح یاب رہے۔ کیونکہ حسین کا مقصد اسلام کی حفاظت تھا جبکہ یزید کا مقصد مفاد پرستی اور حکومت تھا۔ یزیدی حکومت ختم ہو گئی لیکن حسین کا بچایا ہوا اسلام آج بھی زندہ ہے۔

یوم عاشورہ کا وہ قیامت خیز وقت آیا جب پیغمبر اسلام کی آغوش کا پالا حسین دشمنوں میں گھر گیا ہر طرف سے تیر و تبر اور نیزہ و شمشیر کے وار ہونے لگے۔ دور سے پتھر برسائے جانے لگے اور زخموں سے چور حسین سرزمین کربلا پر آئے ان کے جسم کا لہو ریگ زار کربلا پر بہنے لگا لیکن حسین کے خون کا ہر قطرہ انسانیت کی نجات کا پیغام بن گیا اور اللہ کی حقانیت کی دلیل قائم کر گیا۔ بقول اقبال ؎

نقش الا اللہ بر صحرا نوشت
سطر عنوان نجات ما نوشت

گھوڑے سے زمین کربلا پر جب حسین آ چکے تو جلتی ہوئی زمین پر حسین نے اپنی زخمی پیشانی رکھ دی اور اس عالم میں بھی سجدہ حق ادا کرکے اور نعرۂ تکبیر بلند کرکے اسلام کو حیات نو اور ایمان کو تازگی عطا کی اقبال نے اسی حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے یہ تسلیم کیا کہ ؎

تار ما از زخمہ اش لرزاں ہنوز
تازہ از تکبیر او ایماں ہنوز

اس طرح عصر عاشورہ حسین کا یہ سجدہ قیامت کے لیے عظمت معبود کا اعلان کرتا رہے گا اور حق پرستوں کو ذوق عبادت عطا کرتا رہے گا۔ یہ تاریخی سجدہ انسانیت کی آبرو بن گیا، ایمان کی بنیادوں کو مضبوط کر گیا اور متاع اسلام بن گیا۔ یہ ایک ایسا انوکھا سجدہ تھا کہ سجدہ کرنے والے نے زمین پر سر تو رکھا لیکن یہ سر خود نہ اٹھ سکا بلکہ پس گردن سے ذبح کرکے اٹھایا گیا۔ اسی متاع اسلام کا تذکرہ کاوش انبالوی نے اس انداز سے کیا

اسلام کے دامن میں بس اس کے سوا کیا ہے
اک ضرب یداللّٰہی، ایک سجدۂ شبیری

ڈاکٹر سید محی الدین قادری زور

سوانحی لحاظ سے یوں کہا جا سکتا ہے کہ ڈاکٹر زور نے ایسے زمانے میں آنکھ کھولی جبکہ سرسید کے رفقائے کار گیسوئے اردو کی مشاطگی میں منہمک تھے۔ اس میں شک نہیں کہ شبلی اور حالی کا آخری زمانہ زور صاحب کی طالب علمی کا آغاز ہوگا لیکن اردو کے ان مشاہیر محسنوں سے وہ لوگ ضرور متاثر ہوئے، جن کو شروع ہی سے اردو کلچر کی ترقی کا احساس تھا۔ ان مربیوں کے جذبۂ خدمت اور ایثار نے اس دور کے کتنے ہی نوجوانوں میں امنگ، جوش اور اردو کی خدمت کا ولولہ پیدا کیا ہوگا۔ ڈاکٹر زور کا شمار ان ہی چند نوجوانوں میں ہوتا ہے جنھوں نے طالب علمی کے زمانے ہی سے اردو کی خدمت اور اس کی ترویج و فروغ کا بیڑا اٹھایا تھا۔

ڈاکٹر سید محی الدین قادری زور ۲۵ دسمبر ۱۹۰۵ء کو اردو بنیاد شہر فرخندہ آثار حیدرآباد میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ماجد ابوالبرکات حافظ سید غلام محمد شاہ قادری زکم ایک عابد شب بیدار، زاہد مرتاض اور صاحب باطن بزرگ تھے۔ ڈاکٹر زور نے ابتدائی تعلیم دارالعلوم میں پائی۔ ۱۹۲۷ء میں اعزاز کے ساتھ جامعہ عثمانیہ سے بی اے اور پھر ایم اے کے امتحانوں میں کامیابی حاصل کی، حکومت حیدرآباد نے اعلیٰ تعلیم کے لیے یوروپ بھجوایا جہاں آپ نے آریائی زبانوں کی تقابلی لسانیات پر تحقیقاتی مقالہ لکھا اور پی ایچ ڈی کی ڈگری ۱۹۲۹ء میں حاصل کی۔ لسانیات کے مطالعہ کے سلسلے میں صوتیات سے بھی دلچسپی پیدا ہوئی اور پیرس کے "صوتیاتی تحقیقاتی ادارہ" میں صوتیات پر دو سال تک تحقیقاتی کام انجام دیا اور ڈپلوما حاصل کیا۔ اس دوران انگلستان اور پیرس کے کتب خانوں سے دکنیات کے بارے میں کئی نوٹس بھی لیے جن سے بعد کو آپ نے دکنیات پر اپنے گراں قدر کاموں کی بنیاد رکھی۔ انگلستان سے واپسی پر ڈاکٹر زور عثمانیہ یونیورسٹی میں اردو کے پروفیسر مقرر ہوئے اور ۱۹۴۸ء تک صدر شعبۂ اردو کے عہدۂ جلیلہ پر فائز رہے، پھر چادرگھاٹ کالج کی پرنسپلی سے وظیفہ حسن خدمت پایا اور جموں و کشمیر یونیورسٹی کے صدر شعبۂ اردو و فارسی، ڈین فیکلٹی آف آرٹس اینڈ اورینٹل لینگویجز مقرر رہے

وقار خلیل

قریب ۱۶ مہینے کشمیر میں رہے، اور ۲۳ و ۲۴ ستمبر ۱۹۶۲ء کی درمیانی رات حرکت قلب بند ہو جانے کے سبب رحلت فرما گئے اور خانیار شریف کے احاطے میں سپرد خاک کر دیے گئے۔

یہ تھی ڈاکٹر زور کی سوانح حیات کی ایک جھلک، جب کبھی ڈاکٹر زور کی شخصیت کے بارے میں سوچتا ہوں تو شبلی نعمانی کی شخصیت سامنے آجاتی ہے، کام کرنے کا وہی جوش اور ولولہ، دوسروں سے کام لینے کا وہی قرینہ اور ملکہ، زور تحریر اور طرز تقریر کا وہ انداز کہ پڑھنے یا سننے والا ان کی بات مان جائے۔ شبلی نے بھی بہت لکھا اور تیز رفتاری سے لکھا۔ ڈاکٹر زور نے بھی بہت لکھا اور برق رفتاری سے لکھا۔ مرنے سے دو دن پہلے تک بھی وہ لکھتے رہے۔ شبلی نے "دارالمصنفین" کی بنیاد رکھی، جس کی خدمات ناقابل فراموش ہیں، اور ڈاکٹر زور نے بھی "ادارۂ ادبیات اردو" اور "ابو الکلام آزاد اورینٹل ریسرچ انسٹی ٹیوٹ" جیسے ٹھوس علمی، ادبی اور تحقیقاتی اداروں کی بنیاد رکھی اور قلیل مدت میں ان کی سرکردگی میں ادارہ ادبیات اردو نے وہ بیش بہا اور ٹھوس خدمات انجام دی ہیں کہ ادبی تاریخ میں وہ ہمیشہ جاوداں رہیں گے۔

علی گڑھ اور سرسید ایک تصویر کے دو رخ ہیں، اسی طرح ادارۂ ادبیات اردو اور ڈاکٹر زور بھی قدرے مشترک رہے ہیں۔ اور جب تک ادارہ، ایوان اردو، اس کا کتب خانہ اور رسالہ سب رس باقی ہے ڈاکٹر زور یاد کیے جاتے رہیں گے بقول پروفیسر سیدہ جعفر "ایوان اردو ڈاکٹر زور کے لیے سنگ و خشت کی ایک خوبصورت عمارت ہی نہیں بلکہ ان کے خوابوں کی تعبیر، ان کے تخیل کا رنگ محل، ان کی مشقتوں اور آرزوؤں کی جادو نگری اور ان کا شہر آرزو تھا۔" منشی تلوک چند محروم نے کیا خوب کہا ہے:

بنا کر زور نے ایوانِ اردو
بڑھادی ملک بھر میں شانِ اردو

۱۹۳ء میں ڈاکٹر زور نے ادارۂ ادبیات اردو کی بنیاد رکھی تھی اور دیکھتے دیکھتے اپنے حسن عمل، بے لوث جذبے اور قدر شناسی کے مقناطیسی جوہر کے سبب دنیائے ادب میں اس ادارہ کو کیفیت اور کمیت کے لحاظ سے علم و ادب کا روشن ترین مینار بنا دیا، جس سے آنے والی نسلیں صدیوں استفادہ کرتی رہیں گی اور ہر ہر مرحلہ پر ڈاکٹر زور چراغ علم و دانش کی صورت رہنمائی کرتے ملیں گے۔

ادب اور زندگی کے کئی شعبوں میں مولوی عبدالحق اور ڈاکٹر زور یکساں خصوصیات کے حامل رہے ہیں خصوصاً کام لینے اور کام کرنے، انجمن اور ادارے کے قیام و ترقی وغیرہ ایسے کئی موڑ پر اس صدی کے یہ دو مجاہد ہند و پاک کو صدیوں راستہ دکھلاتے رہیں گے۔ جو لوگ بے لوث کام کرتے ہیں، وہ اپنا مقام خود پیدا کر لیتے ہیں۔ ڈاکٹر زور کے تعلقات ہمیشہ وسیع اور عمیق رہے ہیں۔ اس لیے کہ ان کے تعلقات کی بنیاد کبھی بھی ذاتی غرض و غایت نہ رہی اور یہی وجہ ہے کہ لوگوں کی نظروں میں ہمیشہ ان کی قدر و منزلت افزوں ہوتی رہی۔ اردو کے لیے انھوں نے بڑے بڑے امراء کو ہموار کیا۔ اپنے کاموں سے دوسروں کو مرعوب بھی کیا اور متاثر بھی، مگر خود کبھی کسی سے بھی مرعوب نہ ہوئے وہ سب سے ایک ہی انداز میں پیش آتے۔ ان کی بے لوث خدمت ہی ان کی مقبولیت کی ضامن بنی۔ اردو کے معاملے میں ایک طرف نواب سالار جنگ بہادر اور پرنس مکرم جاہ ایسے امیروں کو اپنا ہم خیال بنایا تو دوسری طرف مرکزی اور ریاستی حکومتوں کے وزیروں کے علاوہ مغرب زدہ ذہنیتوں کے عہدہ داروں کو بھی اُردو کی خدمت کے لیے کمربستہ ہونے پر مجبور کیا۔

ڈاکٹر زور میں غیر معمولی جرأت، بے خوفی اور استقامت پائی جاتی تھی۔ سخت محنت پر وہ یقین رکھتے تھے جس کسی کام کو اپنے لیے منتخب کر لیتے اس میں وہ نہایت انہماک اور توجہ کے ساتھ مشغول ہو جاتے۔ جن لوگوں نے ان کے ساتھ جفا کی تھی ان کا ذکر وہ بے دردی کے انداز میں کبھی نہیں کرتے تھے اس سے انکی رفعت نظری اور بلند اخلاقی کا اندازہ ہوتا ہے۔

سونے سے دھول ہٹا کر اس کو چمکانا تو اچھا ہے لیکن جو کسی بھی دھات کو سونا بنا دے تو اس کے کیا کہنے۔ ڈاکٹر زور نے اکثر ادیبوں اور شاعروں کو گمنامی کی تاریکی سے نکالا، اور جادۂ نور پر رواں کر دیا۔ حسن کاروں کے ساتھ انصاف کیا، شاعروں کی قدر و منزلت کی اور انھیں تاج اور خلعت پہنائے، ادیبوں کو ان کا حق دلایا تو کہیں صوفی منش اصحاب کو خلوت سے جلوت میں لانے کی سعی مشکور انجام دی۔ بھولے بسرے لمحوں کو صدیوں کی زندگی بخش دی۔ مدتوں گولکنڈے کی خاک چھانی، مٹی کے ڈھیروں سے گولکنڈے کے ہیروں کو کھوج نکالا، قطب شاہی لیل و نہار کے نقشے کھینچے، دکنی سلطنتوں کی مٹتی ہوئی نشانیوں کے مرقعے پیش کیے۔ دکن کے گوشے گوشے سے صدیوں کے خفتہ بخت ادیبوں، شاعروں، مصنفوں اور باکمالوں کو ڈھونڈ نکالا۔ ان کی یادگاریں قائم کیں، کتبے کندہ کرائے، تاریخیں لکھوائیں، یوم منائے، کلام مرتب کروا کر اردو ادب کی عمر میں چار صدیوں کا اضافہ کر دیا۔ وہ بلاشبہ دبستان دکن کے فرہاد واقعی آخری معلم تھے۔ دکنیات کے معاملے میں ان کا کوئی حریف نہیں۔ دکنی تہذیب اور زبان و ادب کے وہ نہ صرف بہت بڑے پرستار اور قدر شناس تھے بلکہ خود اس عہد کی جیتی جاگتی تصویر اور تاریخ بھی تھے۔ ان کے دل و دماغ، کردار اور گفتار، شخصیت اور لب و لہجہ پر دکن کی گہری چھاپ تھی۔ قطب شاہی تہذیب اور دکنی زبان پر انھیں اتنا ہی فخر تھا جتنا دلی والوں کو اردوئے معلیٰ پر ہو سکتا ہے۔ ڈاکٹر زور کی تصانیف کے بیشتر حصے دکن کی قدیم یادگاروں، دکن کی قدیم زبانوں، حیدرآبادی ثقافت اور روایتوں اور دکنی حکومتوں کے عروج و زوال کے تذکروں سے عبارت ہیں۔ پروفیسر گوپی چند نارنگ نے درست لکھا ہے کہ "موجودہ دور میں اردو والوں کے نزدیک دکن کے بغیر زور اور زور کے بغیر دکن دونوں ادھوری سچائیاں ہیں۔" اردو ان کا اوڑھنا بچھونا تھی، ان کی ایک ایک سانس اردو کے لیے وقف تھی، اور انھوں نے اپنی پوری زندگی اسی کی خدمت میں کھپا دی۔ اگر پچھلے تیس سال کی دکن کی سماجی اور علمی زندگی کی تاریخ مرتب کی جائے تو ڈاکٹر زور کے جذبے کی آنچ قدم قدم پر محسوس کی جا سکے گی۔ اٹھتے بیٹھتے، سوتے جاگتے، انھیں اگر کسی چیز کا خیال تھا تو اردو کا۔ مقصد سے ایسی والہانہ وابستگی کم ہی لوگوں میں نظر آتی ہے۔ حیدرآباد کے دیوانوں میں محمد قلی کے بعد زور صاحب کا نام سب سے زیادہ روشن نظر آتا ہے، وہ صحیح معنوں میں بندۂ عشق تھے۔

ڈاکٹر زور خوش نصیب تھے کہ زندگی ہی میں انھیں شہرت ملی، ناموری ملی، عزت ملی اور دولت بھی ملی۔ لیکن جو کچھ انھیں ملا اس سے کسی کی حق تلفی نہیں ہوئی۔ پہاڑ کی چوٹی پر چڑھنے کے لیے انھوں نے کسی کو دھکیلا نہیں، کسی کے آگے کنواں نہیں کھودا بلکہ انھوں نے دوسروں سے الگ اپنے لیے ایک راہ منتخب کی۔ سنگلاخ، کٹھن اور کٹھور راستے پر وہ رواں دواں رہے۔ انھوں نے قلم یا عمل سے کبھی کسی کی راہ میں روڑے نہیں اٹکائے۔ وہ کشادہ قلب، نورانی فراست کے حامل اور وسیع النظر دانشور تھے، شخصیت بارعب، متین اور پُر وقار تھی، وہ باغ و بہار طبیعت کے مالک تھے اور مجلسی آدمی تھے۔ ذرا کی ذرا میں بادل کی طرح گرجنے اور برسنے لگ جاتے اور جب غصہ ہرن ہو چکتا تو میٹھے قہقہوں کی پھلجھڑیاں چھوڑتے۔ ان کی زندگی جلالی بھی تھی اور جمالی بھی، صاف دل جو ٹھہرے۔ غصہ آیا تو دل کا غبار منہ سے نکال دیا اور پھر ایسے ہو گئے جیسے کہ کچھ ہوا ہی نہیں۔

قدامت پسند اور ترقی پسند ہر دو طبقوں کے نزدیک ڈاکٹر زور ان ہی کی جماعت کے رکن رکین سمجھے جاتے رہے۔ ظاہر کا یہ تضاد ان کے ہمہ گیر ہونے کا ثبوت ہے۔ نقاد، محقق، ماہر لسانیات اور صوتیات مورخ مخطوطات شناس، افسانہ نگار اور شاعر کی حیثیت سے ڈاکٹر زور بلند مرتبہ شخصیت تھے۔ وہ بڑے ادیب ہی نہیں ادیب گر بھی تھے۔ حیدرآباد اور جامعہ عثمانیہ کی ابتدائی نئی نسل میں ادب کا ذوق، تحقیق و تنقید کی لگن اور خود اعتمادی کا جذبہ پیدا کرنے میں ان کا بڑا حصہ رہا ہے۔

ڈاکٹر زور کی طبیعت میں بلا کی جلد بازی بھی تھی۔ وہ چاہتے تھے کہ ہر کام فوراً ہو جائے۔ یہ جذبہ ان کی تحریروں میں بھی کارفرما نظر آتا ہے۔ ادب کی ہر صنف میں زور قلم کے نقوش

آگے ص ۹ پر

طب میں ریسرچ کی اہمیت کیوں؟

تاج الدین

ایک مفکر کا قول ہے کہ مطالعہ مشاہدہ اور تجسس انسان کو ذی علم اور وسیع النظر بناتا ہے جبکہ کم مطالعہ خام مشاہدہ اور بے جا تجسس انسان کو کم علم اور تنگ نظر بناتا ہے۔ طب یونانی کی یہ ستم ظریفی ہے کہ اب تک حاملین طب اس معاملہ میں صرف ایک مقتدی کی طرح نقل نویسی، کورانہ تقلید اور فلسفیانہ موشگافیوں کا اظہار کرتے ہیں اور طب کو ایک مبذول اور غیر متبدل صحیفۂ آسمانی جان کر اس میں جدید تحقیق کے ذریعہ ہونے والے منافع الاعضائی و تشریحی انکشافات و مبنیہ حقائق سے صرف نظر کر کے عملی طور پر فن میں ناگزیر اضافہ کو قبول کرنے سے انکار کر دیتے ہیں جبکہ سائنس اور تحقیق کے تئیں ہمارا یہ مکتب فکر طب کے ان اکابرین او محققین سے نظریات لی عند ہے۔ جو ماضی میں اپنی تحقیق و تفحص میں ہمیشہ دوسرے ہم عصر طبی شعبوں سے بھی استفادہ کیا کرتے تھے۔ عہد عباسی کا دور تراجم اس کی ایک واضح مثال ہے۔

طب جدید کے علمبردار اشخاص بھی طب یونانی کو غیر سائنسی اور روایتی کہتے ہیں جس کی ایک واضح وجہ تو یہ ہے کہ طب یونانی کا سرمایہ علم کلی طور پر عہد وسطی کی مروجہ زبان میں ہے جس کے بنیادی ماخذ تک رسائی اور اس کی صحیح فکر اس زبان سے بیگانگی کی وجہ سے انھیں حاصل نہیں ہو پاتی اور اپنی اسی علمی عجز اور کم مائیگی کی بدولت وہ طب یونانی کو صرف روایتی اور غیر سائنسی طب سمجھتے ہیں دوسرے مطلوبہ وسائل کے فقدان کے باعث یہ طب بدلتے ہوئے حالات کے ساتھ ہم آہنگ نہ رہ سکی۔ اور ریسرچ کے میدان میں بہت پیچھے جا پڑی۔

اس افسوسناک صورت حال کے پیش نظر اب موجودہ ائمہ طب و تجدد پسند رجال فن کا یہ فرض اولین بن جاتا ہے کہ وہ طب کی دستگیری کی خاطر خالص فلسفہ اور منطق کی بنیاد کو چھوڑ کر عصر حاضر کی رائج شدہ سائنسی زبان میں اپنی کاوش فکر کو تختہ مشق بنا کر طب یونانی کی مزید تحقیق تسہیل و تجدید کے ذریعہ تفسیری معلومات کے ساتھ جدید سائنس سے وابستہ افراد تک پہنچائیں اور طب قدیم و طب جدید کے بیچ توافق و تطابق پیدا کر کے علم سینہ کو علم سفینہ بنا کر پیش کریں۔ فن کی ہر ایک شق کا تقابلی مطالعہ کیا جائے اور صحیح طور پر حکیمانہ انداز فکر کے ساتھ نقد و نظر کر کے صحیح معنوں میں فن کو اس دنیا کے سامنے پیش کیا جائے جو فی الاصل عملی اور سائنسی دلائل پر ہر چیز کو پرکھنے کی عادی بن چکی ہے متقدمین کے فلسفیانہ نظریات اور تجربات کو اور زیادہ قابل فہم بنانے کے لیے جدید سائنس کی روشنی میں تحقیق کے پہلو پر عمل کر کے ہی یونانی طب کا تفوق ثابت کیا جا سکتا ہے خاص کر اس بات کو بھی مدنظر رکھتے ہوئے کہ آج کا طب کا طالب علم جو زیادہ سائنسی مضامین کا مطالعہ کرنے کے بعد طب یونانی کی تعلیم کے لیے طبیہ کالجوں میں آتا ہے وہ فلسفیانہ اور منطقی طریقۂ تعلیم کی بنا پر علم طب کے مبادیات کو صحیح طور پر سمجھ نہیں پاتا ہے اور یہی طالب علم جب مستقبل میں معلم یا محقق ہوگا تو اسی نہج پر آگے آنے والی نسل کو بھی تعلیم دے گا اور طب میں چل رہے مختلف النوع ریسرچ پروگراموں کو بھی منفی نظریہ پر مبنی ہی پیش کرنے کے قابل بن سکے گا۔ صحیح بنیادوں پر درس و تدریس و تحقیق نہ ہونے کی وجہ سے ہی طب یونانی کی فلسفیانہ تشریح اور جدید سائنسی تشریح کے بیچ ایک خلا پیدا ہو گیا ہے جو ابھی تک پر نہیں ہو پایا ہے اور اسی بنا پر حاملین طب اپنی ہی دواؤں اور نظریات پر کی گئی جدید تحقیقات کو سمجھ کر ان سے عملی استفادہ نہیں کر پاتے ہیں اور نتیجتاً احساس کمتری میں مبتلا ہو کر فن میں اپنا اعتماد متزلزل کر بیٹھے ہیں۔

یہ باتیں تفکری ذہن رکھنے والے ابنائے طب کیلئے ایک چیلنج کی حیثیت رکھ رہی ہیں جن کا مقابلہ بنا کسی استعمال لیت و لعل کے ہمیشہ جہت تحقیق پر عمل کر کے کرنا ہوگا۔ یہ تحقیق ایک واضح مقصد کے تحت جدید آلات سے آراستہ و پیراستہ تجربہ گاہوں اور طبی تحقیقی اداروں میں قدیم طبی مسلمات اور نظریات کے عین مطابق کی جانی چاہیئے تاکہ قدیم فلسفیانہ نظریات اور معلومات اور جدید انکشافات میں ہم آہنگی پیدا کی جا سکے۔ مثال کے طور پر طب کے ایک اہم شعبہ علم الادویہ کو ہی لے لیجئے۔ دوائی کے پودوں کا تحقیقی مطالعہ طب کی ایک لازمی حد درجہ اہم شاخ کی حیثیت رکھتا ہے۔ جڑی بوٹیاں اور دوائی پودے مختلف نباتی ادویہ کے حصول میں ایک اہم رول ادا کرتے ہیں اور ارتقائے علوم و فنون کے ساتھ ساتھ سوسائٹی کی بدلتی ہوئی ضروریات کے پیش نظر دوائی تحقیق کا ہمیشہ سے ماخذ رہے ہیں۔

درحقیقت آج بھی خود طب جدید یونانی طب کی بتائی ہوئی بہت سی جڑی بوٹیوں سے استفادہ کر رہی ہے اور جدید معالجین بھی ماڈرن دواؤں کے نتائج کی ناکامی کی صورت میں نباتی ادویہ کے استعمال کو ترجیح دیتے ہیں۔ یونانی میں خام دوائیں علاج معالجہ کے لیے استعمال کی جاتی ہیں جو مریض کے لیے ضرر رساں نہیں ہوتیں کیونکہ کسی خام دوا کی دوائی افادیت اس دوا کے اندر پائے جانے والے معالجاتی عمل کے لیے ذمہ دار مختلف جوہروں کے ساتھ ساتھ اس میں موجود ایک مصلح جز پر بھی مشتمل ہوتی ہے۔ اس کے برخلاف ادویہ رائج الوقت جو آئی سولیٹیڈ پرنسپل پر مشتمل ہوتی ہیں۔ عام طور پر فائدہ کے ساتھ ساتھ سائڈ افیکٹ کا بھی باعث بنتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ موجودہ دور کا انسان نباتی دواؤں کو سہل الحصول اور مضرت سے پاک پاکر تیزی سے ان کے استعمال کی طرف راغب ہو رہا ہے۔ عصر حاضر میں اگرچہ نباتی دواؤں کے جوہر فعالیہ کو شناخت کر لیا گیا ہے اور ان کو میکانیکی طریقہ سے الگ کر کے استعمال کیا جاتا ہے لیکن معالجات کے ضمن سے ان کے استعمال کا طریقہ اور مقصد آج بھی وہی ہے جو طب یونانی کے قدیم حاذق اطبا نے متعین کیا تھا۔ اب ہمارا مطمع نظر یہ ہونا چاہیئے کہ ان کے اس علم کو جدید ترقیات اور تجربات کی روشنی میں مدون کریں۔

علم الادویہ میں تحقیقی کام یونانی ادویات کے جدید علم کی روشنی میں تنقیدی مطالعہ پر مبنی ہونا چاہیئے تاکہ یہ باور کرایا جا سکے کہ تجربہ کی بنیاد پر ان ادویات کا ہمارے طب میں استعمال اور ان کے سائنٹفک استعمال میں ایک ربط ہے۔ یہ کاوش یقیناً ہماری طب یونانی کے لیے ہی نہیں بلکہ مختلف امراض میں مبتلا بنی نوع انسان کی فلاح کے لیے بھی ایک متبادل، سستا، موثر، مضر اثر سے پاک اور سہل الحصول علاج فراہم کرنے میں معاون ثابت ہوں گی

یونانی طریقۂ علاج میں جو بے شمار معالجاتی اہمیت کی حامل اشیاء مستعمل ہوتی ہیں ان کا جدید فارمیکالوجی، فارمیکاگنوسی اور فائٹو کیمسٹری کی روشنی میں سائنسی تجربہ کیا جانا چاہیئے۔ ان دواؤں کی شناخت اور معیار بندی جتنی ضروری ہے اتنی ہی ان کی نوعیت عمل کو معلوم کرنا بھی ضروری ہے۔

صحیح دوائیں ہمیں حاصل ہوں اس مقصد کے تحت ادویہ کی کاشت کے لیے مناسب جگہوں پر بوٹانیکل گارڈن قائم کیے جائیں اور یونانی ادویہ کی معالجاتی اہمیت کو مزید اجاگر کرنے کیلئے ماڈرن انویسٹی گیشن کے انداز پر ہسپتالوں میں مریضوں پر ان دواؤں کے کلینیکل ٹرائلز لیے جائیں۔ علاوہ ازیں علم الادویہ کے ایک اہم جز علم الصیدلہ کو بھی جدید بنیادوں پر استوار کیا جانا چاہیئے۔

طب کا دوسرا اہم شعبہ جو حتی الوسیع تحقیق کا متقاضی ہے کلیات طب ہے۔ کلیات کے عنوان کے تحت طب کے مباحث فنیہ جیسے نظریہ حدوث الامراض اور نظریہ اخلاط اربعہ و مزاج الانسان کی مفصل سائنٹفک تشریح کی جانی چاہیئے۔ اس کے لیے جدید سائنس سے استفادہ ناگزیر ہے۔ قدیم اطبا کی مختلف اساسی افکار و آراء کے درمیان محاکمہ کر کے موجودہ سائنسی علوم کی روشنی میں انھیں استدلال اور وزن کے ساتھ پیش کیا جانا چاہیئے۔

اس طرح تحقیق ہی ایک واحد راستہ ہے جس کے ذریعہ ہم طبی ادویات کو زیادہ منفعت بخش بنا سکتے ہیں اور انھیں تفریط سے بچا سکتے ہیں۔ نیز کلیاتی مباحث کا سائنس کی روشنی میں مطالعہ کر کے طب کی برتری اس جدید سائنس کے دور میں بھی ثابت کر سکتے ہیں۔

(آکاشوانی گورکھپور بشکریہ)

اردو مرثیہ اور ہندوستانی رسم و رواج

احمد رضا رضوی

اُردو شاعری میں مرثیہ نگاری اس وقت سے معرض وجود میں آئی ہے جب سے اردو شاعری نے جنم لیا ہے تاہم سودا سے پہلے نہ اس کی شکل متعین ہوئی تھی اور نہ اس کی کوئی ادبی حیثیت قائم ہوئی تھی۔ خاص طور سے لکھنؤ میں شاہان اودھ کی ادب نواز طبیعت نے اس کو کافی فروغ بخشا اور بہ ایں سبب اس کو ایک مستقل حیثیت اردو ادب میں حاصل ہو گئی۔

عام طور سے لوگ مرثیہ کا مطلب محض واقعات کربلا کا بیان ہی سمجھتے ہیں۔ لیکن ایسا سمجھنا ان کی ادبی کوتاہ بینی کا بین ثبوت ہے۔ خوشی اور مسرت کے بیان کے ساتھ رنج و غم اور اپنے عزیز و اقارب کی وفات پر سوگ کا اظہار زندگی کے ساتھ وابستہ ہے۔

شاعرانہ زبان میں رنج و غم کے اظہار کو مرثیہ کہتے ہیں۔ یہ ایک مفید اور کارآمد صنف سخن ہے جس کے ذریعہ شاعر غم انسانی کا شریک بن سکتا ہے اور اپنے پُر اثر کلام سے سامعین اور قارئین کو پابند ماتم بنا سکتا ہے۔ چنانچہ غالب کا مرثیہ عارف و حالی کا مرثیہ' غالب و چکبست کے مراثی، شبلی کا مرثیہ اسحٰق۔ اقبال اور مولانا احسن کا مرثیہ داغ اسی زمرے میں آتے ہیں۔

میر خلیق اور ضمیر کے زمانے میں مذہبی مرثیے ایک مخصوص انداز میں کہے گئے ہیں۔ اور اب مراثی مسدس کی شکل میں نظم ہونے لگے، ان اساتذہ کرام کے بعد خدائے سخن میر انیس اور ناخدائے سخن مرزا دبیر نے اس صنف میں چار چاند لگا دیئے۔ انھوں نے بات ہی بات میں زمین سخن کو آسماں بنا دیا اور خرمن ادب میں مضامین نو کے انبار لگا کر طائران فکر و سخن کو دعوت خوشہ چینی دے دیا۔

دور حاضر میں جوش ملیح آبادی اور حفیظ جالندھری نے عام روش سے ہٹ کر مراثی نظم کیے ہیں۔ جوش ملیح آبادی اپنے کلام میں صرف امام مظلوم کی بیکسی و غریب الوطنی پر ماتم کر کے آنسو نہیں بہاتے بلکہ ان کی خودداری عزم محکم اور بلندی ہمت کے آگے سر عقیدت خم کرتے ہیں۔ وہ حضرت امام حسین کی عظیم الشان قربانی کا واسطہ دے کر حکمراں قوم کے ظلم و تشدد کا مقابلہ کرنے کا پیغام قوم کو دیتے ہیں۔ لیکن ان کے کلام میں ہندوستانی رسم و رواج کی جھلک اتنی موثر نہیں ہے جتنی کہ میر انیس مرحوم کے مراثی میں پائی جاتی ہے۔

حالانکہ ان کے مراثی میں واقعات تو عرب و عجم کے ہیں مگر اس میں ایسے ہندوستانی رسم و رواج پرو دیے گئے ہیں جن سے ہندوستان کی ہر فرد بلاتفریق قوم و ملت بخوبی واقف ہے۔ اسی بنا پر میر انیس کے مرثیے ہندوستانیوں کو خصوصاً اردو داں حضرات کو متاثر کرتے ہیں جہاں تک عوام کو متاثر کرنے کا سوال ہے میر انیس نے اپنے مرثیوں جا بجا ہندوستانی رسم و رواج کا ذکر کر کے کلام کو موثر بنانے میں مرزا دبیر کے مقابلہ میں زیادہ کامیابی حاصل کی ہے۔ مثلاً جب امام حسین کے کڑیل جوان بیٹے جناب علی اکبر جو ابھی غیر شادی شدہ تھے مدینہ سے کربلا کے لیے روانہ ہو رہے ہیں اور ان کی ایک بہن جناب صغریٰ اپنی علالت کے باعث مدینہ ہی میں رُک جا رہی ہیں۔ اسوقت جناب صغریٰ اپنے بھائی سے یوں مخاطب ہیں۔

جلد آن کے بہنا کی خبر لیجیو بھائی
بے میرے کہیں بیاہ نہ کر دیجیو بھائی
لکھنا مجھے نسبت کا اگر ہو کوئی ساماں
حقدار ہوں میں نیگ کا میرا بھی ہے ارماں
اور گر کوئی تیجے تو رہے دل میں یہ ارماں
لے آنا دلہن کو مری تربت پہ میں قرباں
خوشنود میری روح کو کر دیجیو بھائی
حق نیگ کا تم قبر پہ رکھ دیجیو بھائی

بھائی کی شادی کے سلسلہ میں بہن کی موجودگی ہندوستانی رسم کے مطابق بڑی اہمیت رکھتی ہے اور اس سلسلہ میں کئی رسومات ایسی ہیں جن کی تکمیل نوشہ کی بہن کی عدم موجودگی میں نہیں ہو سکتی ہے مثلاً شادی کے دن بارات کی روانگی سے قبل دولہا کے ہاتھوں اور پیروں میں مہندی لگائی جاتی ہے اس کو بہن رچاتی ہے اور جب دولہا اپنی دولہن کو اپنے گھر لاتا ہے تو اس کا استقبال سب سے پہلے بہن کو ہی کرنا لازمی ہے اور اس سلسلہ میں بہن کو بھائی کی طرف سے کچھ رقم دی جاتی ہے جس کو نیگ کہتے ہیں۔ اس نیگ کے حاصل کرنے کا ارماں ہندوستان کی ہر عورت کے دل میں رہتا ہے۔ خواہ وہ اپنے سسرال میں کتنی ہی صاحب ثروت کیوں نہ ہو اور جن عورتوں کے بھائی نہیں ہوتا ہے وہ اس موقع پر دوسری عورتوں کے نیگ حاصل کرتے وقت کبیدہ خاطر ہو جاتی ہیں۔ اسی طرح سے جب حضرت امام حسین کے بیے حضرت قاسم کا عقد امام حسین کی دختر نیک اختر جناب فاطمہ کبریٰ سے شب عاشورہ کربلا میں امام حسین کی وصیت کے مطابق ہو جاتا ہے اور روز عاشورہ حضرت قاسم اپنی ایک شب کی بیاہی دولہن سے رخصت ہو کر میدان جنگ کے لیے روانہ ہوتے ہیں تو جناب فاطمہ کبریٰ فرماتی ہیں۔

کیوں ہائے یہ کنگنا مجھے اماں نے پہنایا
بیٹی کو رنڈاپے کی مصیبت میں پھنسایا
کیا ان کا بگاڑا جو دلہن مجھکو بنایا
مرجانے کی رخصت کے طلبگار ہیں مجھ سے
سونپا تھا جنھیں وہ بھی تو بیزار ہیں مجھ سے

اس موقع پر کنگن کے پہننے اور اتارنے کا ذکر کر کے میر انیس نے ہندوستان کی اس رسم پر روشنی ڈالی ہے جس میں دولہن کے ہاتھ میں کنگن چوڑی پہننا سہاگن ہونے کی علامت اور ان کا اتار دینا یا توڑ دینا ہندوستانی رسم کے مطابق بدشگونی ہے اور رنڈاپے کے مترادف ہے۔ اس طرح میر انیس نے اس بند میں کنگن کا ذکر کر کے اپنے مرثیہ کی فضا میں ہندوستانی رسم و رواج کی چمک دمک پیدا کر دی ہے۔

اسی سلسلہ میں میر انیس کے دو بند اور ملاحظہ فرمائیے۔

یارب دلہن بنے مجھے گزری ہے ایک شب
دولہا جو مر گیا تو مجھے کیا کہیں گے سب
ابتک تو شرم سے نہ ہلائے تھے میں نے لب
پھر کیا کروں کہ اب ہے مری روح پر نقب
شبر کے آفتاب کا وقت غروب ہے
دولہا سے پہلے مجھ کو اٹھائے تو خوب ہے

سہرہ کے پھول بھی ابھی سوکھے نہیں ہیں آہ
جو آگیا پیام رنڈاپے کا یا اللہ
یہ عقد تھا کہ موت تھی ماتم تھا یہ کہ بیاہ
بعد ان کے ہوگا خلق میں کیونکر مرا نباہ
اٹھوں جہاں سے دلبر شبر کے سامنے
عورت کی موت خوب ہے شوہر کے سامنے

ان بندوں میں میر انیس کے ہندوستانی رسم کے مطابق عروس نو کی خاموشی اور شوہر کی حیات میں ہی زوجہ کو اپنی موت کی تمنا کے جذبے کو بڑے پُر اثر انداز میں پیش کیا ہے اور ہندوستانی عورتوں کے اس خیال خام کو پھر بھی منظر عام پر لانے میں کامیابی حاصل کی ہے جس کے تحت نوشہ کے انتقال کا سبب عروس نو کی بدنصیبی تصور کی جاتی ہے۔ اس موقع پر

آگے ص ۱۷ پر

سینما بینی کے سماجی اثرات

محمد اکرام الحق

سُننے، دیکھنے اور پھر سمجھنے میں بڑا فرق ہے۔ یہ فرق عوام الناس خوب جانتے ہیں۔ بڑے تو بڑے اب چھوٹے میاں بھی چشم دید پر یقین کامل رکھتے ہیں اور سُننے کے بہلاوے میں کم ہی پھنستے ہیں۔ اب بچّوں کو لوریوں کی چاہت نہیں رہی اور نہ ہی وہ پریوں کی کہانیوں کو پسند کرتے ہیں، نیند کے ہنڈولوں میں جانے سے پہلے ان کی بس ایک ہی خواہش ہوتی ہے" امّی چلو ٹی وی پر فلم دیکھ آئیں" اگر پاس پڑوس میں ٹی وی نہ ہوا تو سرِ شام کسی سینما گھر میں کوئی اچھی فلم دیکھنے کی ضد ہوتی ہے۔

بڑوں کے لئے بھی دِل چسپی کا اب صرف ایک ہی ذریعہ رہ گیا ہے اور وہ ہے 'سینما بینی' اب گھروں میں ادبی سماجی یا ثقافتی محفلیں خال خال ہی جمتی ہیں دوستوں کی ملاقاتیں بھی سینما گھروں کی زینت بن کر رہ گئی ہیں۔ اکثر اچھی فلم کا ذکر ہم ضرور سنتے ہیں۔ پر اب اچھی بُری میں امتیاز ہی کہاں باقی رہا ہے چونکہ سینما بینی موجودہ سماج کی ایک عادت سی بن گئی ہے، اس لئے کوئی بھی فلم ہو دیکھنا چاہیئے۔ اکثر اچھی فلمیں فلاپ ہو جاتی ہیں اور بڑی فلمیں عوام میں مقبول و مشہور حقیقت یہ ہے کہ اگر فلم میں اذیت رسانی قتل و غارتگری بے راہ روی اور ناجائز تعلقات کے مناظر نہ ہوں تو وہ نظروں کو بھاتی ہی نہیں اب تو لوگوں کا اصرار ہے کہ" نصیحت بہت سنی، کچھ خرابات چاہیئے"

ہم فلم کی خوبیوں اور اس کی زود اثری کے ہرگز منکر نہیں اور نہ گھر میں ٹی وی نصب کرنے کے خلاف ہیں کیونکہ زمانے کے بدلتے ہوئے تیور اور تیکھے چتون کے موثر ہونے میں تو کوئی دو رائے ہو ہی نہیں سکتی۔ اب کوئی فرد کسی صورت گو لر کے کیڑے کی طرح بند اور ابریشم کے کوئے میں مقید رہنا پسند نہیں کرتا۔ لیکن گو لر سے باہر آتے ہی تاک میں لگی چڑیوں کا کھاجا بن جانا کوئی بھی باشعور آدمی پسند تو ہرگز نہیں کرتا، تند آندھی کے زبردست جھکولوں کو دو چار پیڑ تو سہار ہی جاتے ہیں۔

ہمارا سماج آج انھیں تند جھکولوں کے بیچ چرمرا رہا ہے اور سینما بینی کے زبردست جھکڑ سے اس کی جڑیں ہل رہی ہیں ہمارے بچے اور نوجوان شکاری چڑیوں کا من پسند کھاجا بنتے جا رہے ہیں۔

ہمارے ملک میں فلم کی شروعات ان کہانیوں، لوک کتھاؤں اور مذہبی روایتوں کی بنیاد بنا کر کی گئی تھیں جو زبان زدِ خلائق تھیں اور جن کا ایک صاف ستھرا، اخلاقی اور سماجی پس منظر ہوتا تھا۔ روایتی کرداروں کو اپنی آنکھوں سے چلتے پھرتے اور معاملات زندگی کو نبھاتے جب ہم دیکھتے تھے تو خود ویسا ہی بن جانے کی چاہت مچلتی تھی اور اس طرح سماجی قدریں مضبوط ہوتی تھیں اور اپنا ایک ثقافتی رنگ اُبھرتا تھا۔ اب صورتِ حال الٹی ہو گئی ہے سماجی اور اخلاقی طور پر ہم وہ دیکھنا تو نہیں چاہتے جو پردہ سیمیں پر اُبھرتی ہیں پر بطور ذہنی عیاشی اور موجودہ روش اپنانے کے شوق میں ہمیں بھی انھیں دیکھنے اور پھر برتنے کی حد درجہ للک ہوتی ہے جس کا نتیجہ لامحالہ یہ ہوتا ہے کہ ہم سماجی بندھنوں اور ذہنی آزادی کی کشمکش کے شکار ہو جاتے ہیں۔

آج بچوں اور نوجوانوں میں وقت سے پہلے جو انداز بزرگی اور رفتار پختہ کاری دیکھنے کو ملتی ہیں وہ سینما بینی کی ہی مرہون منت ہیں۔ فطری بالیدگی کی جگہ مصنوعی اٹھان نے لے لی ہے اور نوجوانی کی خوشگوار افتادگی نے تڑک بھڑک کو اپنا شیوہ بنا لیا ہے۔ فلموں نے یقین کی جگہ تشکیک کو ہوا دی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نوجوان پیڑھی اور بزرگوں کے درمیان ایک طرح کا زبردست سنگھرش پیدا ہو گیا ہے جوان پیڑھی کا اصرار ہے کہ وہ ترقی یافتہ ہیں اور اپنا اچھا بُرا سمجھنے کی ان میں بھرپور تمیز آگئی ہے جبکہ بوڑھی نسل اپنے روایتی خیالات ان پر تھوپنا چاہتی ہے لامحالہ بزرگوں کو اس پر تاؤ آتا ہے کہ کل کے بچے اُن کے منہ آنے لگے ہیں۔

جرائم اور اخلاق سوز واقعات کا بڑے پیمانے پر ظہور پذیر ہونا اور ان کے نفسیاتی تجزیئے سے یہ بات پورے تعین کے ساتھ کہی جا سکتی ہے کہ فلم ان وجوہات میں سے ایک ہے جو اس طرح کے واقعات کے پھیلانے میں اہم رول ادا کرتی ہیں۔

اکثر یہ دیکھنے میں آیا ہے کہ نیک جذبہ پر شہوانی خواہشات غلبہ حاصل کر لیتے ہیں اور چونکہ اب فلموں کا معیار ہی شہوانی و حیوانی خواہشات کی ترسیل ہوتا جا رہا ہے اس لئے ان کے منفی اثرات سماج پر پڑ رہے ہیں۔

تغیر و تبدیلی زمانے کی ریت رہی ہے لیکن مہمیز ہمیشہ کسی نئے اور انوکھے عمل کا ہی مرہون منّت ہے پہلے بھی گھروں میں میلاد، رامائن کتھائیں اور ست سنگ کے انعقاد کا رواج تھا اور ان محفلوں میں لوگ روحانی سکون اور ذہن آسودگی کے طلبگار ہوتے تھے، پر اب ان محفلوں میں لوگ گویلوں اور پری چہرہ شخصیتوں کو زیادہ پسند کرنے لگے ہیں اب یہاں نعتوں بھجنوں اور روح میں اُترنے والی تقریروں کی اثر پذیری عنقا ہوتی جا رہی ہے بلکہ ان محفلوں میں فلمی دھنوں پر استوار گیتوں، نعتوں اور بھجنوں کا رواج بڑھتا جا رہا ہے یہاں تک کہ مشاعرہ اور کوی سمیلنوں جیسے موقعوں پر بھی سامعین مدھر آواز اور خوبصورت چہروں کو زیادہ پسند کرنے لگے ہیں اور اگر ان کی شکل و صورت کسی ہیرو یا ہیروئن سے ملتی جُلتی ہے تو کیا کہنے! مزہ دوبالا ہو جاتا ہے۔

شادی کی نسبت طے ہونے سے پہلے پہل بَر کی یہ خواہش زبان پر ہوتی ہے کہ اس کی ہونیوالی، فلاں ہیروئن کی طرح ہے یا نہیں اور اگر کسی صورت مماثلت ہو گئی تو دوست یاروں میں بڑے چاؤ سے وہ اس کا تذکرہ کرنا پسند کرتے ہیں یہی صورت حال لڑکیوں کی ہے وہ اپنے من پسند ہیرو کی صورت اپنے میاں میں دیکھنا پسند کرتی ہیں۔

نوجوان جوڑے تو الگ رہے اکثر دو چار بچّوں والی بیبیاں بھی یہ کہتی سُنی گئی ہیں کہ ان کے میاں کی صورت فلاں ہیرو کی طرح ہے۔

موجودہ دور میں فیشن کی زور آوری تو اب ہر فرد محسوس کر رہا ہے پہلے بھی فیشن چلتا تھا پر اب فلموں کے ذریعے یہ دوڑتا ہی نہیں بلکہ ہمارے گھر آنگن میں دندناتا پھر رہا ہے۔ نت نئے جذباتی اشتہارات کی بھرمار ہمیں چین سے بیٹھنے نہیں دیتی بلکہ روز ہی فیشن بدل جاتا ہے اور زمانے کے ساتھ دوڑنے کی ریس میں ہم انھیں بے تحاشہ اپناتے جا رہے ہیں۔

ان فلموں نے ہمارے جسمانی آزار میں بھی اضافے کو ہوا دی ہے ٹی وی اور سینما گھروں کے مسلسل چکر نے آنکھوں کو حد درجہ متاثر کیا ہے اور امراض چشم بڑھتے ہی جا رہے ہیں نارمل روشنی کے بجائے تیز تر روشنی میں گھنٹوں رہنا اور تاک لگائے دیکھتے رہنے سے آنکھوں پر ضرب پڑتی ہے اور اس کے نتیجہ میں مختلف خرابیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔

ان فلموں کے ذریعے سوئے جذبات کا اچانک بیدار ہونا یا ابھرے جذبات کا اچانک دب جانا مختلف نفسیاتی کوفت پیدا کرتا ہے جو آگے چل کر ذہنی بیماری کا باعث ہوتا ہے۔ یہ تو سچ ہے کہ کوئی چیز بذاتِ خود بری نہیں ہوتی بلکہ اس کا استعمال برا ہوتا ہے سینما بینی کے مثبت اثرات بھی بہت زیادہ ہیں ان فلموں نے ملک کے مختلف علاقوں ان کے ریت ورواج زبان اور انداز فکر کو سمجھنے میں مدد دی ہے اور اس طرح قومی یک جہتی کو فروغ ملا ہے جن علوم کی جانکاری کے لئے پہلے ہم برسوں تگ و دو کرتے تھے اب ان فلموں نے آسانی بہم پہنچائی ہے اس سے نہ صرف کہ ملکی طور پر ہم زیادہ باشعور ہوئے ہیں بلکہ بین الاقوامی صورت حال کے سمجھنے میں بھی ہمیں مدد ملی ہے اور اس طرح آفاقی بھائی چارگی کو جو انسانیت کا معراج ہے۔ فروغ ملا ہے۔

اگر ترسیل معلومات کے اس بیش بہا ذریعہ کو بے راہ روی اور انتشار سے بچا لیا گیا تو یقیناً ہمارے لئے یہ باعثِ رحمت ہے، ورنہ زحمت اور فضیحت کو آنے سے ہم روک نہیں سکتے۔

(گورکھپور سے)

بقیہ :-

ڈاکٹر سید محی الدین قادری زور

روشن نظر آتے ہیں۔ تصانیف ان گنت ہیں۔ ستر اسّی کے قریب کتابیں ڈاکٹر زور نے تصنیف یا تالیف کیں، وہ اتنا لکھ چکے ہیں کہ سب تحریروں کو یاد رکھنا بھی تو مشکل ہے۔ روحِ تنقید، اردو شہ پارے، کلیات محمد علی قطب شاہ، مخطوطات ادارۂ ادبیات اردو کی ۵ جلدیں تاریخ ادب اردو کا اہم سرمایہ ہیں۔

اردو زبان کی طرح اردو کے اس چاہنے والے میں بھی ایک خصوصیت یہ تھی کہ وہ ہر چیز کو اپنا لینے کے ہنر سے واقف تھے۔ وہ نہ صرف ہر کام خود بروقت انجام دیتے بلکہ اسٹاف سے بھی بروقت تکمیل کرواتے۔ کھانے پینے، آرام کرنے اور دیگر علمی و ادبی معروفیات میں بھی وہ وقت کی پابندی کو بطور خاص ملحوظ رکھتے اور مجال نہیں کہ معمولات میں سرِ مو فرق آجائے اگر اتفاقاً کسی غیر معمولی وجہ سے ایسا ہو جاتا تو انھیں بڑی بے چینی رہتی۔ وہ لگاتار اور انتھک محنت کے عادی تھے۔ زور صاحب کا شعر یاد آرہا ہے ؎

موت سے بھی مریں گے نہیں زورؔ ہم
زندگی میں جو کچھ کام کر جائیں گے

ڈاکٹر زورؔ سراپا عمل شخصیت تھے اور ایسے لوگ زندۂ جاوید ہوتے ہیں گو وہ ہم میں نہیں ہیں مگر کتابوں اور رسالوں کے اوراق میں ہم سے ملتے اور ہمیں راہ دکھاتے ہیں۔

(حیدرآباد سے نشر)

کھیل اور دماغی توازن

افتخار حسین رضوی

کسی بھی کھیل میں ایک معیار تک پہنچنے کے لیے کھیل کا علم، توانین کی پابندی، تربیت، مشق، ورزش اور ذہانت انتہائی ضروری ہیں۔ مگر ان کے ساتھ ساتھ دماغی توازن بھی ایک اہم کردار ادا کرتا ہے۔ کسی کھیل کو کھیلتے وقت دماغی توازن کو برقرار رکھنا جتنا ضروری ہے اتنی ضروری غالباً کوئی چیز نہیں۔ اس کا قائم رکھنا فتح ہے اور اس کا کھو دینا شکست سے دوچار ہونا ہے۔

ایک ٹیم کی کامیابی کا سہرا ان کھلاڑیوں کے سر ہوتا ہے جو کھیل کے دوران جذبات اور غیر معمولی جوش سے نہیں بلکہ دماغی توازن قائم رکھتے ہوئے کھیلتے ہیں۔ کرکٹ ہو یا ہاکی، فٹ بال ہو یا ٹینس، بیڈمنٹن ہو یا پولو ہر کھیل میں دماغی توازن کی ایک بڑی اہمیت ہے۔ مثلاً ہاکی یا فٹ بال کا گول کیپر مخالف ٹیم کے حملہ کے وقت دماغی توازن سے کام لے کر اچھے گول بچا کر اپنی ٹیم کو کامیابی سے ہمکنار کر سکتا ہے۔ جیسا کہ بھارت کے مشہور ہاکی گول کیپر شنکر لکشمن کیا کرتے تھے۔ دوسری جانب بھارت کے ہاکی فل بیک پرتیپال سنگھ اپنے وقت کے دنیا کے بہترین فل بیک ہوتے ہوئے بھی اکثر دماغی توازن کو کھو بیٹھتے تھے۔ دماغی توازن برقرار نہ رکھتے ہوئے ۱۹۶۰ء کے روم اولمپک میں بھارت کے ہاکی کپتان بھولا نے خالی گول میں گیند نہ ڈال کر بھارت کو ناقابل قبول نقصان پہنچایا تھا۔ اس کے برخلاف دھیان چند جیسے ہاکی کھلاڑی نے کھیلتے وقت ہمیشہ دماغی توازن برقرار رکھا۔ بھارت کے محمد شاہد اور پاکستان کے حسن سردار مخالف گول پر حملہ کرتے وقت آخری لمحہ تک دماغی توازن برقرار رکھتے ہیں۔

فٹ بال کے بادشاہ برازیل کے پیلے کا نام کون نہیں جانتا؟ وہ دماغی توازن قائم رکھنے کی سب سے بڑی مثال ہیں۔ ہمارے ملک میں ٹھنڈے دماغ سے کام لینے والوں میں فٹ بال کھلاڑی جرنیل سنگھ بہت مشہور ہیں۔ جبکہ ہمارے فٹ بال فارورڈ کھلاڑی جیسے حبیب جلد بازی میں گول کرنے کے بہت سے مواقع کھو دیتے ہیں۔

کرکٹ ایک سائنسی کھیل ہے اور اس میں دماغی توازن کی زبردست اہمیت ہے۔ اکثر جب کوئی بلے باز کسی گیند باز کی گیندوں پر زیادہ رن بناتا ہوتا ہے تو گیند باز جوش اور غصہ میں خراب گیندیں پھینکنے لگتا ہے جس سے مخالف بلے باز کو رن بنانے کے زیادہ مواقع فراہم ہوتے ہیں۔

آسٹریلیا کے ڈینس للی دنیا کے بہترین گیند بازوں میں ہوتے ہوئے بھی بہت جلد غصہ میں بھر کر دماغی توازن کھو بیٹھتے تھے جبکہ بھارت کے ونو دمنکڈ بہت صبر و استقلال سے کام لیا کرتے تھے۔ کیسے بھی حالات ہوں یا کیسا بھی ماحول، ایک اچھا کھلاڑی ہمیشہ دماغی توازن برقرار رکھتا ہے۔ کرکٹ میں ایسے مشہور کھلاڑی ہوبز، ہٹن، وورل، بائیکاٹ، گواسکر وغیرہ ہیں جو ہمیشہ استقلال سے کام لیتے رہے ہیں۔ اسی طرح کرکٹ میں ایک مشکل کیچ لیا جانا، یا ایک آسان کیچ چھوڑ دینا شکست کو فتح میں یا فتح کو شکست میں بدل سکتا ہے۔ بیڈمنٹن، ٹینس، ٹیبل ٹینس گولف، شطرنج اور کیرم جیسے انفرادی کھیلوں میں دماغی توازن کی اہمیت اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ ان کھیلوں میں استقلال اور ذہانت قدم بہ قدم چلتے ہیں۔ رومانیہ کے ٹینس کھلاڑی ایلے نتاسے کھیلتے وقت غصہ کرنے اور دماغی توازن کھو بیٹھنے کی دنیا کی ایک مشہور مثال ہیں۔ اسی طرح اس دور کے نامور ٹینس کھلاڑی جان میکنرو کیا کرتے ہیں۔ اس کے برخلاف ہمارے ملک کے مشہور ٹینس کھلاڑی راما ناتھن کرشنن صبر و استقلال، خاموش طبیعت اور مسکراتے لب کی ایک تصویر رہے ہیں۔

بھارت کے مشہور بیڈمنٹن کھلاڑی پرکاش پڈکونے ہمیشہ دماغی توازن برقرار رکھتے ہیں۔ یہی بات ڈینمارک کے بیڈمنٹن کھلاڑیوں کے بارے میں مشہور ہے جبکہ ملیشیا اور انڈونیشیا کے کھلاڑی دماغی توازن پر قابو نہیں رکھ پاتے۔ ایتھلیٹس میں امریکہ کے جیسی اوینز دماغی توازن کا مجسمہ رہے ہیں تاش کے دیگر کھیلوں کے علاوہ پوکر میں ذہنی توازن کی بڑی اہمیت ہے۔

ناخوشگوار ماحول اور مشکل حالات دماغی توازن پر ایک بڑا دباؤ ڈالتے ہیں۔ مثلاً کوئی ٹیم کسی دوسرے ملک میں جاکر وہاں کے تماشائیوں کے سامنے کھیلے تو دباؤ میں ہوگی۔ ایسے حالات میں دماغی توازن برقرار رکھنا بڑے کھلاڑی ہونے کی علامت ہے۔ تماشائیوں کی جانب سے فقرہ بازی کھلاڑیوں کے دماغی توازن پر ایک برا اثر ڈالتی ہے اور قابل ستائش ہیں وہ لوگ جو ایسے ماحول میں بھی دماغی توازن برقرار رکھتے ہیں۔ اس طرح کھیل میں دماغی توازن کی ایک بڑی اہمیت ہے جس پر فتح یا شکست کا انحصار ہے۔

(رام پور سے نشر)

فن طباعت کا ابتدائی دور

محمد ظہیر الدین اظہر

فن طباعت کا باضابطہ آغاز پندرہویں صدی عیسوی سے شروع ہوا۔ یعنی موجودہ دور سے صرف پانچ سو سال پہلے۔ اس سے قبل باضابطہ نظام طباعت کا ثبوت تواریخوں سے نہیں ملتا۔ پندرہویں صدی عیسوی سے پہلے جو عبارتیں بھی طباعت کا درجہ حاصل کر سکیں اسے کامل فن طباعت نہیں کہا جا سکتا بلکہ صرف فن طباعت کی راہ میں ایک مخصوص قدم ہی کہا جا سکتا ہے نیز وہ کوششیں صرف ایک مخصوص زبان اور ایک مخصوص خطے تک ہی محدود رہ گئی تھیں۔

اگر کسی عبارت کو کسی دوسری شئے پر منتقل کرنے کا دوسرا نام طباعت ہو سکتا ہے تو کہنا پڑے گا کہ اس کام کی شروعات سب سے پہلے عراق کے باشندوں نے کی۔ محققین کی تحقیقات سے پتہ چلتا ہے کہ عراق میں دو ہزار سال قبل مسیح مہریں رائج تھیں جسے اینٹوں پر ثبت کرنے کا رواج تھا لیکن یہ ثبوت نہیں ملتا کہ عراق کے باشندے ان مہروں کو اینٹوں کے علاوہ کسی دوسری چیز پر بھی استعمال کرتے تھے یا نہیں؟

اسی طرح بانیٔ اسلام حضرت محمد صلعم کے پاس بھی ایک انگوٹھی تھی جس پر "محمد"، صلعم کا لفظ کندہ تھا۔ اس انگوٹھی کو پیغمبر اسلام صلعم بادشاہوں اور روسائے ملک کے نام بھیجے جانے والے خطوط پر بطور مہر کے ثبت کر دیا کرتے تھے۔ اس زمانے میں اکثر خطوط اونٹ کے جھلیوں پر لکھے جاتے تھے۔ آپؐ کا یہ مبارک عمل ۱۰ عیسوی سے شروع تھا۔ اس بنا پر کہا جا سکتا ہے کہ چھٹی صدی عیسوی میں مہروں کو اینٹوں کے علاوہ اونٹ کی جھلیوں پر ثبت کرنے کا رواج شروع ہو گیا تھا۔

عبارت کو منظر عام پر لانے کے ضمن میں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ عراق میں ہی بابل کے باشندے اور سمیری قوم کے افراد نے عبارات کو کتابی شکل اور تعلیمی مقصد کے پیش نظر ایک کامیاب کوشش کی۔ انھوں نے عبارت کو اینٹوں پر لکھنا شروع کیا۔ یہ لوگ کچی اور گیلی اینٹوں پر عبارتیں لکھ کر انھیں پکا لیتے تھے۔ اسی طرح ان کی تحریریں پائدار ہو جاتی تھیں اس زمانے میں تحصیل علم کا دائرہ کم و بیش ایک نقطے میں محیط تھا اور یہ نقطہ بادشاہ کی ذات تھی۔ بادشاہ ان اینٹوں پر لکھی ہوئی تحریروں کے لئے عمارتیں بنواتے اور انھیں لانے لے جانے کے لئے غلاموں کی فوج رکھتے تھے۔ یعنی ہماری آج کل کی ایک معمولی سی کتاب کے لئے اس زمانے میں ایک وسیع عمارت درکار تھی اور ایک کثیر فوج رکھنا پڑتی تھی۔

اس عمل کو گو طباعتی نظم نہیں کہا جا سکتا لیکن طباعتی نظم کا مقصد ان کے اس عمل سے کسی حد تک ضرور پورا ہو جاتا تھا یعنی کسی علم کو دوسروں تک پہنچانے کا واحد ذریعہ کتابیں یا صحیفے ہی ہو سکتے ہیں جنھیں طباعت کے ذریعہ کتابی شکل دیکر دوسروں تک پہونچا سکتے ہیں۔ اس مقصد کو پورا کرنے کی کوشش عراق میں بابل اور سمیری قوم کے افراد نے اینٹوں پر عبارتیں لکھ کر شروع کی۔

زمانۂ قدیم میں اکثر تحریروں کے فن خطاطی (خوبصورت لکھاوٹ) کے ذریعہ ایک سے زائد نسخے تیار کئے جاتے تھے جو قلمی نسخوں کے نام سے موسوم ہیں۔ وہ تحریریں جانوروں کے چمڑے، جھلیوں، درختوں کی چھال اور پتے۔ بھوج پتر وغیرہ پر لکھی ہوئی ہوتی تھیں۔ جو آج بھی ملک کے مختلف مشہور کتب خانوں میں محفوظ پائی جاتی ہیں۔

فن خطاطی کے ذریعہ تحریروں کو ایک سے زائد نسخوں میں تیار کرنا بہت ہی ہمت کا اور حوصلہ کا کام تھا نیز اس کام کے لئے ایک طویل مدت بھی درکار تھی۔ اور فن خطاطی کے جاننے والے اصحاب کو اس کام سے بے حد ذہنی و جسمانی محنت ایک لمبے عرصے تک کرتے رہنے کے سبب سے ان کی صحت پر بھی اس کا برا اثر پڑتا تھا۔ ظاہر بات ہے کہ ایک ہی کام کو دفعتاً یا سہ بارہ کرنے میں نفسیاتی طور پر اکتاہٹ اور سستی بھی محسوس کی جاتی ہے۔

اس ہمت شکن محنت اور طوالت کے پیش نظر اہل علم طبقے نے تحریروں کو ایک سے زیادہ نسخوں میں تبدیل کرنے کا آسان اور سہل طریقہ تلاش کرنا شروع کر دیا۔ انھوں نے یہ خطرہ بھی محسوس کیا کہ اگر یہ گرانقدر تحریریں کسی آفت ناگہانی یا بے توجہی کے سبب سے ضائع ہو گئیں تو پھر دوبارہ ان کا وجود میں لانا مشکل ہی نہیں ناممکن ثابت ہوگا نیز ان مفید اور قابل قدر تحریروں کو تعلیمی مقصد کے تحت کرۂ ارض کے دوسرے خطوں میں بسنے والوں تک پہونچانا اپنا مذہبی اور اخلاقی فرض تصور کرتے تھے۔ انھیں وجوہات کی بنا پر فن طباعت کی ایجاد عمل میں آئی۔ "ضرورت ایجاد کی ماں ہے" کا مقولہ صادق آیا اور فن طباعت دنیا کے سامنے ظہور پذیر ہوا۔

کہتے ہیں کاغذ کی طرح فن طباعت کی ایجاد کا سہرا بھی چینیوں کے سر ہے۔ ملک چین میں سب سے پہلی کتاب ۸۶۸ء میں چھپی تھی اس کتاب کی طباعت کا طریقہ کیا تھا اس کا صحیح پتہ تواریخوں سے نہیں چلتا لیکن تواریخی شواہد کے بنا پر اس بات کا پتہ ضرور چلتا ہے کہ وہ کتاب بغیر لکڑی یا دھات کے ٹائپوں (حروف) کی مدد سے چھاپی گئی تھی کیونکہ چینی زبان کے لیے لکڑی یا دھات کے ٹائپوں کی ایجاد چین ہی کے پی۔ شانگ نے ۱۰۴۱-۶۱ء میں کی تھی اور زنک دھات کے ٹائپوں کی ایجاد جرمنی والوں نے تقریباً تین سو سال بعد میں کی۔ اس حساب سے لکڑی کے ٹائپوں کی ایجاد سے ۱۷۷ سال قبل اور زنک دھات کے ٹائپوں سے تقریباً تین سو سال پہلے وہ کتاب چھپی تھی تو یقیناً اس کتاب کے چھپنے میں کسی طرح کی ٹائپوں کا کوئی دخل نہیں ہوگا۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر وہ کتاب کس طریقۂ طباعت کے بنا پر چھپی ہوگی۔؟

یونان، مصر اور روم جیسے متمدن اور تواریخی ممالک میں بھی کچھ طبع شدہ یا چربہ شدہ (نقش بندی) کتابوں کا پتہ تواریخوں سے ملتا ہے۔ تحقیق سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ یہ کتابیں بھی آٹھویں اور نویں صدی عیسوی میں طبع کی گئی تھیں یا ان کا چربہ منقش کیا گیا تھا۔

ظاہر بات ہے کہ جو کتابیں یا صحیفے دسویں صدی عیسوی سے پہلے طبع کی گئی تھیں یا ان کا چربہ اتارا گیا ہوگا وہ سب کے سب بغیر ٹائپوں کی مدد کے ہی طبع کی گئی ہونگی۔ کیونکہ لکڑی یا زنک دھات کے ٹائپوں کا وجود سیکڑوں سال بعد ظہور پذیر ہوا

ماہرین فن طباعت اور محققین کافی تجسس اور غور و فکر کے بعد اس نتیجے پر پہونچے کہ دسویں صدی عیسوی سے پہلے جو کتابیں بھی طباعت کا درجہ حاصل کر سکیں وہ سب کے سب

فن طباعت کا اول اور آسان طریقہ طباعت فن لیتھوگرافی کی رہین منت ہو سکتی ہیں کیونکہ لیتھوگرافی فن طباعت ہی ایک ایسا آسان فن طباعت ہے جسے ہر ملک اور ہر خطے میں آسانی کے ساتھ انجام دیا جا سکتا ہے۔

قدیم زمانے کی لیتھوگرافی کے لئے نہ تو کچھ زیادہ سرمایہ کی ضرورت پیش آتی ہے اور نہ زیادہ محنت اور کاوشوں کی اور نہ طباعتی لوازمات کو مہیا کرنے میں دشواریوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

فن لیتھوگرافی کے لئے فن خطاطی کے جاننے والے معمولی جڑی بوٹیاں روزمرہ کے استعمال کی چیزیں مسطح اور چکنے سنگ مرمر کے ٹکڑے اور زیادہ [illegible] اجمال سے بنا ہوا گھٹا و دباؤ دینے والا [illegible] کی ضرورت پیش آتی ہے۔

یہ ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ فن خطاطی کے جاننے والے ہر متمدن ملک اور ہر زمانے میں موجود رہے۔ معمولی قسم کی جڑی بوٹیاں اور روزمرہ کے استعمال میں آنے والی چیزوں کا حاصل ہونا کوئی دشوار امر نہیں ہے۔ زمانہ قدیم میں سنگ مرمر کے ٹکڑوں کی [illegible] ہر ملک اور ہر زمانے میں موجود رہے اس لئے لیتھوگرافی اصول طباعت کے ذریعہ [illegible] نسخوں میں تیار کر لینا کسی بھی متمدن ملک کے لئے کوئی مشکل کام نہ تھا اس لئے فن طباعت کا قدیم اور اول طریقہ طباعت لیتھوگرافی [illegible] "ماں" کہتے ہوئے یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے [illegible] کا ابتدائی دور اس زمانے کے لوگوں [illegible] لیتھوگرافی طریقہ طباعت [illegible] قدیم لیتھوگرافی نظام طباعت میں رفتہ رفتہ ترقی یافتہ تبدیلیاں رونما ہوتی گئیں۔

اس بات کا جان لینا بھی ضروری ہے کہ [illegible] سائنسی دور میں بھی عربی فارسی اور اردو زبانوں میں طبع ہونے والے اخبارات رسائل اور کتابیں اکثر فن خطاطی اور لیتھوگرافی کے رہین منت ہوتے ہیں کیونکہ آج تک کسی سائنسداں نے عربی، فارسی اور اردو زبان کے عام رسم الخط کا ٹائپ ایجاد نہیں کیا ان زبانوں کے رسم الخط کے جو مثل ٹائپ ایجاد کئے گئے وہ "کلکتہ" اردو رسم الخط کے نام سے موسوم ہوئے اور [illegible] آج تک عام مقبولیت کا درجہ حاصل نہ ہو سکا۔

(پٹنہ سے نشر)

محمد ظہیر الدین اظہر
محلہ میرا چک۔ آرہ
(بھوجپور)

جوالامکھی کیا ہے؟

محمد اسحاق صدیقی

جوالامکھی

ان پہاڑوں کو کہتے ہیں جن سے آگ نکلتی ہے۔ فارسی میں انہیں کوہ آتش فشاں اور انگریزی میں (VOLCANO) کہا جاتا ہے۔ ایسے پہاڑوں سے آگ کے علاوہ راکھ گرد و غبار [illegible] ان سے نکلنے والی آگ در اصل پگھلی ہوئی چٹانیں ہوتی ہیں جنہیں انگریزی میں (LAVA) کہتے ہیں۔ لاوے کی گرمی فارن ہائٹ تھرمامیٹر کے لحاظ سے ۲۲۰۰ سے لے کر [illegible] درجہ تک ہوتی ہے [illegible] زمین سے تقریباً ۳۰ میل کی گہرائی پر [illegible] اس سے ظاہر ہوتا ہے [illegible] اس گہرائی سے آتا ہے زمین کے اندر سے باہر آنے والا لاوا اس بات کا ثبوت ہے کہ وہاں اتنی گرمی ہے کہ چٹانیں تک پگھل گئی ہیں۔ اگر یہ کہا جائے کہ جوالامکھی پہاڑ زمین کی سطح پر پائے جانے والے وہ سوراخ ہیں جن سے زمین کے اندر کی [illegible] رہتی ہے تو بیجا ہوگا۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ زمین کی اس اندرونی [illegible] کا سبب کیا ہے؟ سائنسدانوں کا کہنا ہے کہ اب سے اربوں سال پہلے ہماری زمین سورج کا ایک حصہ تھی جو اس سے الگ ہو کر اس کے گرد گھومنے لگا۔ گھومتے گھومتے ہماری زمین گول ہو گئی اور اس کے اوپر کی سطح ٹھنڈی پڑ گئی لیکن اس کے اندر کا حصہ ابھی گرم ہے۔ ہم زمین کا مقابلہ ایک ایسے گول پھل سے کر سکتے ہیں جس کا گودا نرم ہو اور چھلکا سخت۔ زمین کے اوپر جو پتھر کی پتلی پرت ہے اسے انگریزی میں (CRUST) اور اردو میں پوست کہتے ہیں زمین کے اندر جو پگھلا ہوا نرم مادہ ہے اسے (MAGMA) کہتے ہیں باہر والی چٹانوں کے بوجھ یا دباؤ کی وجہ سے اس مادے کو اوپر آنے کا موقع نہیں ملتا لیکن جہاں زمین کی سطح کمزور ہوتی ہے یا چٹانوں کے ٹوٹنے سے دراڑیں پیدا ہو جاتی ہیں وہاں دباؤ کم ہونے کی وجہ سے اندر کا پگھلا ہوا مادہ خالی جگہ پا کر اوپر کی طرف چڑھنے لگتا ہے۔ اس لمبے سفر میں کبھی کبھی وہ راستے میں ٹھنڈا پڑ کر چٹانوں کے درمیان جم جاتا ہے اور کبھی زمین کی سطح کو توڑ کر باہر آ جاتا ہے اس کے اوپر آنے اور ڈھیر کی صورت میں جمع ہونے سے جوالامکھی پہاڑ بن جاتا ہے۔

ہر جوالامکھی کی جڑ میں میگما یعنی پگھلی ہوئی چٹانوں کا خزانہ ہوتا ہے جب اس کے پگھلے ہوئے مادے میں گیسوں کا دباؤ بڑھ جاتا ہے تو وہ باہر آنے کے لئے راستہ ڈھونڈنے لگتا ہے۔ اکثر زمین پر بہنے یا برسنے والا پانی چٹانوں میں پائے جانے والے سوراخوں کے ذریعہ رس رس کر زمین کے اندر اس گہرائی تک پہنچ جاتا ہے جہاں کی چٹانیں پگھلی ہوتی ہیں۔ یہ پانی اندر کی گرمی سے بھاپ بن جاتا ہے اور یہ بھاپ بھی کمزور چٹانوں کو توڑ کر باہر آنے کی کوشش کرتی ہے۔ جب ان گیسوں اور پانی کی بھاپ کو کوئی ایسی جگہ مل جاتی ہے جہاں زمین کا پوست کمزور ہوتا ہے یا چٹانوں کے ٹوٹنے سے کوئی دراڑ پیدا ہو جاتی ہے تو یہ گیسیں بھاپ اور پگھلا ہوا مادہ باہر آنے لگتا ہے۔ جب تک یہ پگھلا ہوا مادہ زمین کے اندر رہتا ہے اسے میگما کہتے ہیں جب وہ زمین کے باہر آ جاتا ہے تب اسے لاوا کہا جاتا ہے۔ لاوا کتنی بلندی تک اچھل کر جائے گا اس کا انحصار گیسوں کے دباؤ اور لاوے کی بناوٹ پر ہوتا ہے۔

لاوے میں ایک قسم کا مادہ پایا جاتا ہے جسے (SILICA) کہتے ہیں۔ جس لاوے میں سلیکا کی تعداد زیادہ ہوتی ہے اُسے (ACID) کہتے ہیں اور جس میں کم ہوتی ہے اُسے (BASIC)۔ جب سلیکا کی مقدار زیادہ ہوتی ہے تو لاوا گاڑھا ہوتا ہے۔ آہستہ بہتا ہے تیزی سے اچھل کر باہر آتا اور زیادہ بلندی تک جاتا ہے اسی لئے اس سے بننے والی چوٹی زیادہ اونچی اور ڈھلوان ہوتی ہے۔ جب لاوے میں سلیکا کی مقدار کم ہوتی ہے تو وہ پتلا ہوتا ہے تیزی سے بہتا ہے اور اس سے بننے والی چوٹی نیچی اور چوڑی ہوتی ہے۔

جب کوئی جوالا مکھی آگ برسانے پر آمادہ ہوتا ہے تو اس سے پہلے آس پاس کے علاقے میں زوردار زلزلے کے جھٹکے محسوس ہوتے ہیں اور کبھی کبھی زمین کے اندر سے گڑگڑاہٹ کی آوازیں آتی ہیں آگ سے پہلے گیسیں پانی کی بھاپ گرد و غبار و راکھ نکلتی ہے جو ہزاروں فٹ یا میلوں بلندی تک پہنچ سکتی ہے۔ گرد، بھاپ اور گیس کے بادل دور سے گھنے درخت یا کُکرمتے کی چھتری جیسے نظر آتے ہیں۔

کبھی جوالا مکھی پہاڑ کے دہانے سے لاوے کے لوندے اچھل کر باہر آتے ہیں اور زمین پر گرنے کے دوران گول یا لمبوترے بن جاتے ہیں۔ لاوے کے ان لوگوں کو (VOLCANIC BOMBS) کہتے ہیں ٹھنڈا ہونے کے [illegible] ان کا قطر چند انچ سے لے کر کئی فٹ تک ہو سکتا ہے۔

کبھی کبھی جوالا مکھی [illegible] آگ کے دریا کی صورت میں بہنے لگتا ہے اس کے راستے میں جو بھی جنگل یا آبادی آتی ہے اسے وہ جلا کر خاک کر دیتا ہے جب آگ کے یہ دریا ٹھنڈے پڑ جاتے ہیں تو ان کا لاوا جم کر سوکھ جاتا ہے۔ لاوے کے بہنے سے میدان ہموار بن جاتے ہیں ان کی سطح پر لاوے کے ٹوٹنے پھوٹنے سے جو مٹی بنتی ہے وہ بہت زرخیز ہوتی ہے کیوں کہ اس میں طرح طرح کے نمک ملے ہوتے ہیں۔

جوالا مکھی کا لاوا زمین کے باہر جس راستے سے آتا ہے اس کی صورت گہرے کنویں جیسی ہوتی ہے اسے انگریزی میں (VENT) کہتے ہیں۔ اس نلکے کے گرد آگ اور راکھ کی بارش سے جو ٹیلا بنتا ہے اسے (CONE) کہتے ہیں اس ٹیلے کے اوپر جو سوراخ ہوتا ہے اسے (CRATER) کہتے ہیں۔ لاوا دہانے سے اس طرح اچھل اچھل کر باہر آتا ہے جیسے آتش بازی کا انار چھوٹتا ہے۔ باہر آنے کے بعد وہ آہستہ آہستہ ٹھنڈا پڑ جاتا ہے بار بار کی آتش فشانی سے اس کی اونچائی اور پھیلاؤ بڑھتا جاتا ہے اس کی بلندی ہزاروں فٹ سے لے کر میلوں تک ہو سکتی ہے۔

جوالا مکھی تبھی آگ برساتا ہے جب اس کے اندر گیسوں کا دباؤ بڑھتا ہے۔ جب گیسوں کا دباؤ کم ہو جاتا ہے تب وہ آگ برسانا بند کر دیتا ہے اکثر ایسا ہوتا ہے کہ جوالا مکھی کے نلکے میں لاوا جم ہو کر ٹھنڈا پڑ جاتا ہے اور دہانہ بند ہو جاتا ہے ایسی صورت میں جب اندر گیسوں کا دباؤ بڑھتا ہے تو لاوا باہر آنے کا راستہ بند پا کر اپنی نکاسی کے لئے جوالا مکھی کے پہلو میں کوئی نیا راستہ نکال لیتا ہے۔ اس طرح جوالا مکھی کے آس پاس نئے دہانے بن جاتے ہیں۔ کبھی کبھی گیسیں پرانے دہانے میں لگے ڈاٹ کو بھک سے اڑا دیتی ہیں اگر ڈاٹ بہت مضبوط ہوتی ہیں اور اندر کا دباؤ بہت زیادہ ہوتا ہے تو پورا پہاڑ یا اس کا بیشتر حصّہ زبردست دھماکے سے اڑ جاتا ہے۔ ایسی صورت میں آسمان پر عرصے تک گرد و غبار چھایا رہتا ہے جس کی وجہ سے سورج کی روشنی پورے طور پر زمین کی سطح تک نہیں پہنچ پاتی اور درجہ حرارت گر جاتا ہے ایسی حالت میں گرمی کے موسم میں جاڑا پڑنے لگتا ہے۔ اور جاڑے کے موسم میں بے حد سردی ہوتی ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ جوالا مکھی پہاڑ زمین کی آب و ہوا پر بھی اثر ڈالتے ہیں۔

عام طور پر جوالا مکھی پہاڑوں کے دہانوں کی صورت بدلتی رہتی ہے اس کی وجہ بار بار کی آتش فشانی ہے۔ جب کوئی جوالا مکھی آگ برسانا بند کر دیتا ہے تو اکثر اس کے دہانے کی دیواریں ٹوٹ ٹوٹ کر اندر کی طرف گر جاتی ہیں اور ایک چوڑا دہانہ بن جاتا ہے جسے (CALDERA) کہتے ہیں۔

اس کے بعد جب پھر کبھی آتش فشانی ہوتی ہے تو اس دہانے کے اندر نئی چوٹی بن جاتی ہے۔ بسا اوقات چوڑے دہانے کے اندر کئی چھوٹے چھوٹے دہانے بن جاتے ہیں اور کبھی ٹھنڈے جوالا مکھی کے دہانے میں بارش کا پانی جمع [illegible] رہنے اور پگھلنے سے میٹھے پانی کی جھیل بن جاتی ہے اس جھیل کو CRATER LAKE کہتے ہیں۔

بسا اوقات اس جھیل کے اندر لاوے کے ابال سے کوئی نئی چوٹی جزیرے کی صورت میں نمودار ہو جاتی ہے۔

ہر جوالا مکھی پہاڑ تین منزلوں سے گزرتا ہے پہلے وہ جوان ہوتا ہے اور خوب آگ برساتا ہے۔ پھر وہ بوڑھا ہو جاتا ہے اور کچھ عرصے تک خاموش رہنے کے بعد کبھی کبھی آگ برساتا ہے اور آخر میں ٹھنڈا پڑ جاتا ہے اور آگ برسانا بالکل بند کر دیتا ہے۔ اس لئے سائنسدانوں نے جوالا مکھی پہاڑوں کو تین قسموں میں بانٹا ہے۔ (ACTIVE) یعنی جاندار (DURMANT) یعنی سوئے ہوئے (DEAD) یعنی مُردہ۔

جاندار جوالا مکھی اس پہاڑ کو کہتے ہیں جس سے اکثر دھواں نکلتا رہتا ہے اور جو رہ رہ کر آگ برساتا ہے۔ انڈونیشیا میں ایسے درجنوں پہاڑ ہیں۔ یورپ میں سسلی جزیرے کا MT ETNA جاندار جوالا مکھی ہے۔

سوئے ہوئے جوالا مکھی پہاڑ کچھ عرصے تک خاموش رہنے کے بعد یکایک بھڑک اٹھتے ہیں اٹلی کا (VESUVIUS) ایران کا (DEMAVEND) اور جاپان کا فیوجی یاما (FUJI YAMA) ایسے ہی پہاڑ ہیں۔ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ اپنی لمبی نیند سے کب جاگ پڑیں گے۔

مردہ جوالا مکھی وہ پہاڑ ہیں جو اپنی گرمی خارج کر کے بالکل ٹھنڈے پڑ گئے ہیں اور جن کے دوبارہ جاگنے کی کوئی امید نہیں ہے۔ افریقہ میں (KILIMANJARO) اور (MT KENYA) ایسے ہی جوالا مکھی ہیں۔

زمین پر تقریباً ایک ہزار جوالا مکھی ہیں جن میں سے دو تہائی بحر پیسیفک کو گھیرے ہوئے ملکوں میں پائے جاتے ہیں اسی لئے اس بحر اعظم کے دو طرفہ ساحل کو (RING OF FIRE) یعنی "آگ کا گھیرا" کہتے ہیں۔ یہاں زلزلے بھی بہت آتے ہیں اس کا سبب یہ ہے کہ یہاں زمین کا پوست کمزور ہے۔

جب کبھی سمندر کے نیچے زمین کا پوست چٹخ جاتا ہے تو لاوا ابل کر باہر آ جاتا ہے۔ لاوے کے بار بار ابال سے چوٹی بن جاتی ہے جو بسا اوقات پانی کی سطح کے اوپر آ جاتی ہے اس طرح ایک نئے جوالا مکھی جزیرے کا جنم ہوتا ہے عام طور پر چھوٹے جزیروں کی عمر تھوڑی ہوتی ہے۔ سمندر کی لہریں ان کے ساحل کو توڑتی پھوڑتی رہتی ہے یہاں تک کہ وہ نیست و نابود ہو جاتے ہیں۔

بعض بڑے بڑے جزیرے مثلاً آئس لینڈ اور نیوزی لینڈ دراصل جوالا مکھی پہاڑ ہیں جو سمندر کی تھاہ سے بلند ہو کر پانی کی سطح سے اونچے ہو گئے ہیں۔ اس طرح ہوائی کے جزیرے پانچ جوالا مکھی پہاڑوں کے ملنے سے بنے ہیں۔ یہ دنیا میں سب سے اونچے جوالا مکھی ہیں جن کی سمندر کی تھاہ سے بلندی تقریباً چھ میل ہے گویا وہ دنیا کی سب سے اونچی چوٹی ماؤنٹ ایورسٹ سے بھی اونچے ہیں۔

(آکاشوانی لکھنؤ سے نشر)

محمد اسحاق صدیقی
۵-اے-گوئن تالاب، لکھنؤ ۱۸

خاموشی کا درد

چندر بھان خیال

ہرنیوں کی آنکھوں میں محو رقص ہے جنگل
اور ان کی آنکھوں میں دور دور تک دلدل
اپنا جال پھیلائے اک پشاچ کی صورت
پھیل پھیل جاتا ہے، قہقہے لگاتا ہے

کانپتا سا اک سایہ جسم جب چراتا ہے
بھیڑیوں کی بستی کو سانپ سونگھ جاتا ہے
وحشیوں کے نتھنوں سے بار بار ٹکرائے
نرم گوشت کی خوشبو پھیل کر فضاؤں میں

اس طرح سلگتی ہے آگ سی قباؤں میں
جیسے کوئی وحشی کینا اُگ رہے بھاؤں میں
قربتوں کی تہ داری اور بھی سمٹتی ہے
سازِ خامشی کو جب چھیڑتی ہے ویرانی

بوند بوند گرتا ہے گرم خون میں پانی
پھر بھی ہے شبستاں میں لذتوں کی طغیانی
آسماں کے چہرے پر پڑ گئیں شکن لاکھوں
کیوں اداس بیٹھا ہے اپنے گھر میں سنیاسی

رات رات بھر ناچے دیوتاؤں کی داسی
اس جہاں کے گُن گائیں اس جہان کے باسی
مندروں میں پھیلا ہے پھر بھی اک سناٹا
جانے کیوں نہیں آئی غیب سے صدا کوئی

(ایکسٹرنل سروس سے)

چادر

رفیعہ منظور الامین

جب اماں نے اجلی دھانی بانی لے کر اس کے سامنے بیٹھی اور دھاگوں کی لچھیاں پھینک کر چلی گئی تو اس کی سہیلیوں نے اسے بہت چھیڑا۔ دس دس بارہ بارہ سال کی ہم عمر والیاں خوب جانتی تھیں کہ پھلکاری کا کام کرتے ہوئے — ہر لڑکی کی ماں ہوتی ہے کہ وہ اپنی بنائی ایک چادر ضرور سسرال ساتھ لے جائے۔ چادر دیتے ہوئے اس کی ماں کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔ جیسی ہر ماں کے ہونٹوں پر ہوتی ہے، جب وہ اپنی کنواری لڑکی کو اپنے خواب سونپتی ہے۔ جس میں بابل کے گیت اور ساون کے جھولے ہوتے ہیں۔ لڑکیوں کو بڑی دیر بعد یہ سمجھا ہے کہ یہ تو بس اماں کی چال تھی — سبز باغ دکھا کے ہم سے دامن چھڑا لیا — ہم وہیں کیا برے تھے؟ کیا لیتے تھے اُن کا؟ کھا دیتے ہی تھے — کبھی پھٹا پرانا بھی پہنا کبھی ایک کی جگہ آدھی ہی کھائی پھر بھی مُنہ سے کبھی سی نہ کیا۔ اب پیٹ بھر بھی ملے تو اماں کی ہنڈیا یاد آتی ہے، جس کی کھرچن بھی نعمت بن کر لگتی تھی۔

اور اب بسنتی نے اپنی چادر بنانی شروع کی تھی سُوئی کی بانکی اہڑ انگلیوں کو زخمی کر دیتی تھی — لیکن زندگی کا تانا بانا اسی طرح تو بنا جاتا ہے۔ انگلیاں زخمی ہو جاتی ہیں تب جاکر بات بنتی ہے۔

کون ہوگا جس کے گھر وہ یہ چادر لے کر جائے گی اُس کی نظروں میں کئی بانکے چھیلے ابھرتے مگر وہ سب تو اسے خاطر میں نہیں لاتے تھے — منی منی کر کے بلاتے تھے۔ اور جو اس کے برابر تھے انہیں گلی ڈنڈے سے ہی فرصت نہیں تھی۔ انہیں ڈھنگ سے تہمد باندھنا بھی نہیں آتا تھا۔ دوڑتے تو لانگ پاؤں میں اُلجھ اُلجھ جاتی۔ ابھی ابھی تو ان کے بازوؤں میں گانٹھیں اُبھرنے لگی تھیں۔ ویسے بھی ان کا تصور رومانٹک بننے ہی نہیں پاتا۔

رفتہ رفتہ اس کی کڑھائی کا چرچا قصبے بھر میں ہونے لگا۔ اچھی اچھی تجربہ کار عورتیں آتیں اور اس کی چادر کو الٹ پلٹ کر دیکھتیں اور اس کے ہنر پر بحث کرتیں۔

جھجریا یوں بھی سیاست کے ساتھ پھلکاری کے لئے مشہور ہوتے جا رہا تھا۔ یہاں، یا تو سیاسی پارٹیاں آکر اپنے ڈنکے بجا جاتیں یا شہر سے بیوپاری آتے اور چھانٹ چھانٹ کر اچھی اچھی چیزیں لے جاتے جنہیں شہری شوقین دس گنا زیادہ دام دے کر خریدتے — اس پیسے سے گاؤں کے کئی چولہوں میں چنگاریاں چٹختیں۔

بسنتی کی عمر کا ایک ایک بڑھتا رنگین پل چادر پر اجاگر ہوتا گیا۔ اس کی انگلیاں اب مشّاق ہو گئی تھیں۔ گھر کا کام دھندا کرنے کے باوجود اس کی چادر تیزی سے مکمل ہو رہی تھی۔ جیسے جیسے اس کی جوانی دبے پاؤں آ رہی تھی ویسے ویسے اماں کے چہرے کی سلوٹیں زیادہ نمایاں اور باپ کے مزاج کا چڑچڑا پن بڑھتا جا رہا تھا۔ کیونکہ کپڑوں میں پیوند زیادہ اور دال میں تیل کا چھونک کم سے کم تر ہونے لگا تھا۔ بسنتی کی تیزی سے چلتی ہوئی انگلیوں نے کتنے ہی میز پوش، تکیوں کے غلاف، اور چادریں کاڑھ کر دام بٹو لیے تھے — لیکن بس وہ ایک چادر تھی جس پر وہ گن گن کر ہی ٹانکے لگایا کرتی تھی۔ اس چادر میں تو ہر ٹانکے کے ساتھ وہ دل کی ایک دھڑکن سموتی تھی — یہ چادر اس کے لڑکپن کے ساتھ شروع ہوئی تھی۔ طفلانہ بے صبری نے اسے یقین دلایا تھا کہ جیسے ہی چادر پوری ہوئی اس کے خوابوں کا شہزادہ آ دھمکا۔ لیکن ابھی تک اس کا ہاتھ مانگنے کوئی نہیں آیا تھا۔ بلکہ زندگی کی کشاکش اور بھی بڑھتی جا رہی تھی۔

غنیمت یہ تھا کہ الیکشن نزدیک آ رہے تھے — سیاسی پارٹیوں کے گرگے اپنی اپنی ڈفلی بجا کر قصبے والوں کو جیتنے کے لئے کبھی پیسے بھی دے جاتے تھے۔ قصبے کے سادہ لوح نوٹ اور ووٹ کا رشتہ سمجھ ہی نہیں پاتے تھے۔ جس نے پیسے دیئے سر ہلا دیا — جیسے جیسے الیکشن نزدیک آ رہے تھے یہ وبال بڑھتا جا رہا تھا۔ پھر بھی موضع کے اہلِ ضمیر کو جتنا ارزاں، خریدا جانا اس پران کی زندگی تو نہیں گزر سکتی تھی — اسی لئے جو کچھ ملتا وہ چپکے سے ہتھیا لیتے اور سب کچھ بھول کر اپنی دستکاری میں لگے رہتے۔

جب بھی گاؤں میں نیا گاہک آتا تو سارے قصبے کو خبر ہو جاتی — سبھی اپنا تیار کیا ہوا مال لے کر چوک پر پہنچ جاتے۔ بہت کچھ بک جاتا — کچھ بچ بھی جاتا۔

آج پھر گاؤں میں ایک نیا گاہک آیا تھا — اور سب اپنا اپنا مال لئے چوک پر پہنچ گئے تھے۔

"بسنتی نہیں آئی؟" — ایک نے پوچھا۔

"وہ کب آتی ہے — اس کی ناک تو اتی اونچی ہے" — دوسری نے مندر کے اونچے کلش کو دکھا کر کہا۔

"نہیں یہ بات نہیں — ان کا باپ آنے نہیں دیتا" تیسری نے بسنتی کی طرف سے صفائی پیش کی۔

اور واقعی، دوسرے مرد عورتیں اپنا سامان لاتے۔ گاہکوں سے مول تول کرتے جبکہ بسنتی کا باپ پیپل والے چبوترے پر چپ چاپ بیٹھا اپنی گڑگڑی پیتا رہتا۔ جب ساری بھیڑ چھٹ جاتی تو وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر گاہک کے پاس جاتا اور کہتا "سائیں، تم نے سب کچھ تو دیکھ لیا، اب میرا مال بھی دیکھ لو"۔

اس کی خود اعتمادی دیکھ کر اکثر گاہک اس کے ساتھ گھر چلے ہی آتے۔

لیکن آج گاؤں میں جو گاہک آیا تھا وہ ہر کڑھائی میں میخ نکال رہا تھا۔ اس کی تنقید ٹھیک بھی تھی۔ پھلکاری کام کی مانگ جتنی بڑھ گئی تھی اتنی ہی وہ مال کاڑھنے والوں کی لاپروائی بھی بڑھ گئی تھی۔ گاہک اسی لئے ہر آئٹم کو دیکھ دیکھ کر رد کرتا جا رہا تھا۔

"تو جاؤ بسنتی کی چادر خرید ونا — ہمارا مال تو برا ہے" تیکھی زبان والی کلاوتی نے اپنا سامان سمیٹتے ہوئے کہا۔

اور آخرکار وہی ہوا — جب بسنتی کا باپ گاہک کو لئے اپنے گھر پہنچا تو وہ کپڑے دھو دھو کر الگنی پر پھیلا رہی تھی — جب آنگن کا دروازہ کھلا اور اس کا باپ گاہک کو لئے اندر داخل ہوا تو پتہ نہیں کیوں بسنتی کو لگا کہ یہ گاہک اوروں کی طرح نہیں تھا — یہ شکل تو اس کے خوابوں سے ملتی جلتی تھی۔ تہمد کے نیچے زردوزی کام والے ناگرے آگے بڑھے اور وہ وہیں پڑی کھٹیا پر بیٹھ گیا۔ بسنتی کے سارے اونگھتے احساسات جاگ پڑے۔ وہ اور گاہکوں کی طرح نہیں تھا۔ جنہیں دیکھنے سے ہی سڑاند کا احساس ہوتا — یہ گاہک کوئی خاص گاہک معلوم ہوتا تھا۔ کیونکہ اس کے باپ نے آج پانی کی بجائے اسے لسّی دینے کے لئے کہا تھا۔ جست کے لمبے گلاس میں جب وہ لسّی نکال رہی تھی تو اُس نے لسّی میں پانی ملا کر گلاس بھرنے کی بجائے اپنے حصّے کی لسّی سے گلاس بھر دیا۔

گلاس پیتے ہوئے گاہک نے بس یونہی ایک نظر اُسے دیکھ لیا تھا۔ مگر بسنتی قسم کھا سکتی تھی کہ وہ نظر بس یونہی ایک نظر نہیں تھی۔

ماں گٹھڑی میں سے اس کی بیاہ کی چیزیں نکالنے لگی تھی، باپ انہیں ایک ایک کر کے کھٹیا پر پھیلاتا جا رہا تھا۔ گاہک کی دلچسپی بڑھی۔ لیکن اس نے کسی بھی کپڑے کو چھو کر نہیں دیکھا۔ رسوئی کے دروازے کے پیچھے چھپی وہ اس کی ہر جنبش کو تکے جا رہی تھی ــــ دوسرے گاہک اس کی بنائی چیزوں کو ہاتھوں ہاتھ خرید لیتے۔ مگر اس گاہک کی کشمکش و پیچ نے اس کے ماں باپ کے لئے اس سودے کو وقار کا مسئلہ بنا دیا۔ اس کے باپ نے اس کی ماں سے چپکے سے کچھ کہا اور وہ کوٹھڑی میں گئی ــ جب وہ واپس آئی تو اس کے ہاتھ میں بسنتی کی اپنی چادر تھی۔ بسنتی چونک [illegible]

سب سے [illegible] ماں نے کبھی [illegible] چادر کو بکاؤ نہیں سمجھا تو [illegible]

تھی۔ اس کے خوابوں کا سوداگر [illegible] دوڑ کر جائے اور اپنی چادر گھسیٹ لائے۔ گاہک لاکھ اس کے خوابوں کا شہزادہ سہی پھر بھی اس کے خوابوں کی تعبیر تو نہیں تھا۔

گاہک نے دیکھتے ہی وہ چادر اس کی ماں کے ہاتھ سے لے لی۔ [illegible] اپنے زانو پر پھیلاتے [illegible] پھیرتا جا رہا تھا۔ اس کے وہ ہاتھ بسنتی کو اپنے بدن [illegible] محسوس ہوئے۔ گاہک کو [illegible] چھونے کا کوئی حق نہیں تھا۔ [illegible] اس کا حق ہوتا بسنتی کو اس کے خوابوں کی تعبیر مل جاتی۔ لیکن پاکیزگی کو وہ دوشیزگی [illegible] اور اس کوری چادر کو آج ایک اجنبی [illegible] کیوں مجبور ہا تھا وہ ــ شدت احساس محض [illegible] حقیقت بنا دیتا ہے۔ وہ اس چادر کو اپنے کنوارے پن کا تعویز سمجھنے لگی تھی۔

" سب ملا کر دو سو اسّی روپے بنے۔" اس کے باپ نے چادر اور کچھ دوسرے بکے ہوئے کپڑوں کا حساب کیا۔

گاہک نے تین سو کے نوٹ نکال کر باپ کے ہاتھ میں تھما دیئے اور ماں بچے ہوئے کپڑے سمیٹ کر کوٹھڑی میں چلی گئی۔

" میرے پاس تو ریزگاری نہیں ہے۔" باپ نے بنی بنڈی میں ہاتھ ڈال کر کہا۔ " تم اپنا سامان سنبھالو میں نوٹ تڑوا لاتا ہوں۔"

باہر الیکشن کے بھونپو چلا رہے تھے، سو کا چلر ملنا مشکل نہیں تھا۔

گاہک اپنی چیزیں تہہ کر کر کے رکھنے لگا ــ سب سے آخر میں جب وہ چادر اٹھانے لگا تو بسنتی تڑپ کر نکل آئی، اور اس نے چادر پر اپنا ہاتھ رکھ دیا۔ گاہک کچھ نہ سمجھ پایا کہ بڑی بڑی آنکھوں اور گدرائے بدن والی اس لڑکی کا کیا منشا ہے۔ وہ اُسے حسین لگی۔ اس نے چادر کو ہلکے سے جھٹکا دیا اور بسنتی کی گرفت اس پر اور بھی مضبوط ہو گئی۔

" تو نہیں چاہتی کہ میں یہ چادر لے جاؤں ؟" گاہک نے

اچھا۔

ا

بسنتی نے سر ہلا دیا ـ " یہ میری ہے۔"

" اور سب چیزیں بھی تو تیری ہیں۔"

" اس چادر کی اور بات ہے۔"

" کیا بات ہے ؟" گاہک نے اچھنبے سے پوچھا۔ اسے بسنتی سے بات کرنے میں مزہ آ رہا تھا۔

" سسرال جاتے وقت دیدی اپنی چادر ساتھ لے گئی تھی، اور بہت سی لڑکیاں بھی اپنی چادریں ساتھ لے جاتی ہیں۔"

" اوہ ــــ سمجھا ۔" گاہک نے بات کی تہہ کو پا کر کہا۔ " یعنی جب تو سسرال ۔۔۔"

" ہٹ ۔۔" بسنتی نے چادر چھوڑ کر آنچل میں چہرہ چھپا لیا۔ [illegible] آپ کو فیصلہ کرنے میں دیر نہیں لگی۔ [illegible] نے اس کی ٹھوڑی پکڑ کر چہرہ پلٹایا اور [illegible] سروں میں بولا " میں ایک مہینے بعد آؤں گا ــــ چادر کو سنبھالے رکھنا ۔" اور جب اس کا باپ واپس آیا تو گاہک بچے ہوئے بیس روپے لئے بغیر ہی دوسری چیزیں لے کر جا چکا تھا۔

آخر الیکشن کا دن آ گیا ــ سارے قصبے میں میلے کی کیفیت تھی۔ لوگ اپنے تئیں بہترین پوشاکیں پہنے قطاروں میں کھڑے تھے۔ بچوں کے گروہ اس تہوار کا چٹخارہ مزہ لے رہے تھے۔ لیکن ابھی ان کی امنگ عروج پر ہی تھی کہ بھگدڑ مچ گئی۔ قصبے والوں سے زیادہ وہ لوگ تھے جو ٹرکوں اور جیپوں میں باہر سے لائے گئے تھے۔ عیاروں کی عیاری نے رنگ دکھایا۔ ہاری ہوئی پارٹی جس نے بھیریا کے باسیوں کو اپنا مکھ جوا سمجھا ہوا تھا چراغ پا تھی ــ انہوں نے اعلان کیا کہ بھیریا کے ایک ایک بندے سے وہ حساب چکا لیں گے ۔ اور اہل بھیریا حیران تھے کہ ایک کاغذ کے پرزے کے لئے یہ قیامت اور بدلے کی قسمیں کیوں تھیں لیکن بہت جلد انھیں پتہ چل گیا جب ایک رات بندوقوں اور مٹی کے تیل کے کنستر لے کر دو تین جیپوں میں مسٹنڈے قصبے میں گھس پڑے جنہوں نے ان میں جن گھروں سے سوندھی سوندھی روٹیوں کی خوشبو مہکتی تھی، آگ کے شعلے امنڈنے لگے۔ چیخ و پکار مچ گئی۔

دو غنڈے بسنتی کے گھر میں بھی گھس آئے۔ ایک نے بسنتی کو دبوچ لیا ــ جب اس کی ماں واویلا کرتی اسے بچانے دوڑی تو بندوق کے بٹ نے اسے فرش کر دیا ــ دوسرے غنڈے نے بسنتی کے باپ کی چھاتی پر بندوق لگا دی اور پوچھا۔

" کس کو دیا تھا ووٹ حرام خور ؟"

" مجھ ... مجھے پتہ نہیں ۔" باپو اپنا خرانٹ پن بھول گیا۔ " وہاں جو لوگ کھڑے تھے انہوں نے جس ڈبے میں کہا میں نے اس میں ڈال دیا ۔"

" ڈول، کہ لٹیا ــــ ؟"

" لٹ ... لٹیا ۔" باپو گھگھیایا۔

" تو نے ڈول کی لٹیا ڈبو دی ہے۔ تم اب تیری لٹیا

ڈبوتے ہیں ۔" اور اس مونچھوں والے مسٹنڈے نے بندوق داغ دی۔

بسنتی چیخ پڑی اور جب اس کی چیخیں سُن کر بھی ماں نہیں جاگی تب اُسے پتہ چلا کہ ماں اب کبھی نہیں جاگے گی۔

اس کے بعد بسنتی کا جو حشر ہونا تھا سو ہوا۔

عورت کی عزّت کانچ کا محل ہے جب تک رہا جگمگاتا رہا ــ ٹوٹا تو چور چور ــــ وہ دن کب آئے گا جب عورت کی عزت مرد کے رحم و کرم کی تابع نہیں ہو گی۔ مغرب میں جب عورت کی عصمت لوٹی جاتی ہے تو وہ زندہ درگور نہیں ہوتی۔ تو پھر میری عورت ــــ میرے مشرق کی عورت Complexes کا شکار کیوں ہے۔ کیوں نہیں وہ پیمانے توڑ دیتی جو اسے محض عورت بنائے رکھتے ہیں۔ انسان کا درجہ کبھی نہیں دیتے۔

جو الیکشن جیت کر گئے وہ پھر نہیں آئے۔ بھیریا کے سسکتے گھر خود اپنے آنسو پونچھتے رہے۔ لیکن قسمت کی سیاہی نے بسنتی کی دونوں آنکھوں پر پہرے بٹھا دیئے تھے۔ صرف قسمت نے ہی نہیں اس کے اپنے قصبے والوں نے بھی اس سے ناطہ توڑ لیا تھا۔ قصوران کا بھی نہیں تھا۔ وہ خود اپنے غم زماں و مکاں سمیٹنے میں لگے تھے۔

قصبے کا مسخ شدہ چہرہ رفتہ رفتہ دوسرا جنم لینے لگا لیکن بسنتی کے شب و روز میں کوئی تبدیلی نہیں آئی۔ اب کسی بھی تبدیلی سے اسے کچھ لینا دینا نہیں تھا۔ چوک میں کبھی اکا دکا گاہک آنے لگے تھے اور جو کچھ تھوڑا بہت مال ملتا کوڑیوں کے مول لے کر چلے جاتے اور بسنتی نے تو اپنا سب کچھ یونہی لٹا دیا تھا۔ اب بیچنے کے لئے اُس کے پاس کچھ نہیں تھا ــ وہ اس سبک لمحے کو بھی بھولنے کی کوشش کرتی تھی جب گاہک سے اس کی نظریں ملی تھیں اسے سوئی دھاگے بلکہ اس چادر سے بھی نفرت ہو گئی تھی۔ وہ اس کے لیے محض ایک امانت تھی جو گاہک کسی دن آ کر لے جانے والا تھا۔

اور گاہک جب حسب وعدہ ایک مہینے بعد واپس آیا۔ لیکن

آج اسے دیکھ کر بسنتی کا دل نہیں دھڑکا نہ اُس نے اپنا سر ڈھانکنے کی کوشش کی۔ اس کی آنکھوں کے صحرا نے گاہک کو بوکھلا دیا۔ کیا یہ وہی شبنمی بوند تھی جو اب ایک خاردار جھاڑی بن گئی تھی۔ وہ اسے دیکھتا رہا اور بسنتی اُسے ــــ پھر وہ اس سے کچھ کہے بنا ہی اندر چلی گئی۔

وہ بسنتی کے بارے میں چوک پر سب کچھ سُن کر ہی آیا تھا ــ پھر بھی اُسے چادر تو لینی ہی تھی ــــ بسنتی بھی جانتی تھی وہ کیوں آیا تھا۔ وہ اندر سے اپنی چادر لے آئی۔

" لے جاؤ اپنی چادر ــ تم جیسی چھوڑ گئے تھے ویسی ہی ہے ۔" بسنتی نے کہا۔

" بسنتی ... تو ...!" گاہک نے کچھ کہنے کی کوشش کی۔

" چلے جاؤ ــ تم کوری چادر کے گاہک تھے وہ ویسی ہی ہے ــ میں وہ نہیں رہی ــ تم نے تو سب کچھ

(آگے ص ۱۸ پر)

افسانہ

کوّا

شوکت حیات

سب کے سب بے حد تھک گئے تھے۔

کئی میلوں کی لمبی مسافت وہ طے کر چکے تھے۔ اور اب بھی طویل مسافت ان کے سامنے بھیانک منہ پھاڑے کھڑی تھی۔ جھاڑیوں کے پاس کچھ کھڑکھڑاہٹ کی آواز سنی گئی۔ وہ سب کے سب سانس روکے زمین سے چپک گئے تھے۔ وہ کوئی چوپایہ بھی ہو سکتا تھا اور سرحدی علاقے میں مقرر فوجی بھی۔

انھوں نے طویل موسلا دھار بارش کے درمیان اپنی جھونپڑیاں ترک کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ روانگی سے پہلے طویل عرصہ انھوں نے بحث و مباحثہ اور تفکرات کے خوفناک سناٹے میں زندگی گزاری تھی۔

نئی جگہ میں ہمارے لیے زمین تنگ نہیں ہوگی — یہ خیال انھیں پریشان کرتا رہا تھا۔ بارش میں ان کے غیر یقینی کام کاج ٹھپ تھے۔ روز کنواں کھودنا اور پانی پینا ان کا طرز حیات تھا۔ کھانے کے سامان کی پہلے ہی کمی نہیں تھی۔ لیکن بارش اور خشکی میں ان پر بھی پھپھوندی جمنی شروع ہو گئی تھی۔

جھاڑیوں کی اوٹ میں پناہ لیے ہوئے اسے یاد آیا — ایسی ہی بارش میں ایک روز منا دہشت اور خوف سے چیختا ہوا آیا تھا۔

"بابا... میں روٹی کھا رہا تھا کہ...!"

"ہاں... ہاں... کیا ہوا بیٹے...؟"

اس نے بیٹے کو پچکارا۔

"میں پہلا لقمہ کھا رہا تھا کہ میں نے دیکھا...!"

منا بے حد ڈرا ہوا تھا۔

"کیا دیکھا بیٹے...؟"

اس نے منے کو گود میں بٹھا کر اس کے سر پر ہاتھ پھیرا۔ منے کا سر گرم تھا۔ اس کی پیشانی پر پسینے کی بوندیں چمک رہی تھیں۔ اس کا پورا جسم کانپ رہا تھا۔

"بتاؤ نا بیٹے...؟ بہادر بچے نہیں ڈرتے...!"

"میں نے دیکھا کہ پہلا لقمہ کھاتے ہی میری روٹی غائب ہو گئی ہے!!!"

اس نے ایک زوردار قہقہہ لگایا۔ دوسرے ہی لمحے اسے محسوس ہوا کہ اس کا قہقہہ بے حد کھوکھلا تھا۔ اپنی حیرانی کو چھپاتے ہوئے اس نے منے کو دلاسہ دیا۔

"اتنی سی بات سے ڈر گئے... ارے تمھیں منی نے تمھاری روٹی لے لی ہوگی... تم بھول گئے دادی اماں والا کھیل... دادی اماں کہتی تھیں... وہ ادھر دیکھو... پیچھے... کوا بیٹھا ہے... تم پیچھے مڑتے تھے اور تمھاری دادی اماں تمھاری روٹی چھپا دیتی تھیں... تم حیرت سے دادی اماں سے پوچھتے تھے کہ دادی اماں کوا کہاں ہے اور پھر تمھاری نظر تھالی پر پڑتی تھی۔ تم روٹی نہ دیکھ کر حیران ہوتے تھے تو دادی اماں کہتی تھیں کہ تم جب پیچھے مڑے تو تمھاری نظر بچاتے ہوئے وہ کوا تمھاری روٹی لے کر اڑ گیا... یاد ہے نا... پھر تم روٹی کے لیے رونے لگتے تھے اور تب دادی اماں ہنستے ہوئے اپنے پیچھے چھپائی ہوئی روٹی تمھارے حوالے کرتی تھیں...!"

"وہ تو یاد ہے بابا! لیکن اب تو دادی اماں نہیں ہیں... اور منی نے کوے کا کھیل مجھ سے کہاں کھیلا!؟"

اس نے منی کو آواز دی۔

"بیٹی... کھیل نہیں کرتے... تمھارے بھیا کو بھوک لگی ہے... اس کی روٹی اسے دے دو...!"

کچھ ہی دیر بعد منی بھی روتی ہوئی آئی۔

"بابا... میں روٹی کھا رہی تھی... اور میری روٹی غائب ہو گئی...!"

اور اسی وقت، اسی لمحے، متوحش سی کیفیت سے گزرتے ہوئے اس نے اس علاقے سے کوچ کر کے سرحد پار جانے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ اور اب یہ لوگ سرحدی علاقے کے گھنے جنگلوں سے گزر رہے تھے۔ گھپ اندھیری رات میں خطرناک علاقہ پار کرنے کا منصوبہ تھا۔ روانگی کے وقت اسے بہت رونا آیا تھا۔ جھونپڑی، درخت، سڑک ان سے بچھڑتے ہوئے اس کی آنکھیں بھیگنے لگی تھیں۔ پل دو پل کے لیے بھی آدمی جہاں اپنی سانسیں درست کرنے کے لیے رک جاتا ہے، وہ جگہ اس کے وجود میں پیوست ہو جاتی ہے۔ پیڑ کا گھنا سایہ ہو، جھونپڑی کا ٹپکتا ہوا چھپر ہو یا پختہ عمارت: الوداع کہتے ہوئے لگتا ہے اپنے وجود میں پیوست کوئی شے کٹ کٹ کر روح کو لہولہان کرتے ہوئے الگ ہو رہی ہے۔

اس قافلے میں بہت سارے لوگ تھے۔ اجنبی آہٹ کے خوف سے سب کے سب زمین سے چپکے ہوئے تھے۔ سرگوشیوں میں انھوں نے ایک دوسرے سے آہٹ کی بابت جاننا چاہا۔ کافی دیر تک سناٹا چھایا رہا۔ دھیرے دھیرے سب کے سب مطمئن ہو گئے۔

"کوئی فوجی نہیں ہے... اگر ہوتا تو اب تک حملہ کر چکا ہوتا...!"

ان میں سے ایک دھیرے سے اٹھا۔ اندھیرے میں اس نے چاروں طرف نظر دوڑانے کے بعد ٹہوکا لگاتے ہوئے سبھوں کو مطمئن ہو کر آگے بڑھنے کا اشارہ کیا۔

"ہمیں رات رہتے ہوئے سرحد پار کر جانا ہے۔ صبح ہو گی تو ہمیں پورا دن اسی طرح جنگل میں چھپ کر گزارنا ہوگا...!"

قافلے کے تمام لوگوں کی آنکھوں میں مستقبل کے غیر یقینی لمحوں کی بجھتی ہوئی چمک تھی۔ نئی جگہ میں کوئی نہ کوئی صورت نکلے گی۔ وہاں زمین شاید اتنی تنگ نہ ہو۔ سب ایک دوسرے سے سرگوشیوں میں کہہ رہے تھے۔

"اگر ہم یہ پل صراط پار کرنے میں کامیاب ہو گئے تو شاید روٹی کے غائب ہونے کے آسیب سے نجات حاصل کریں۔"

"لیکن کسی فوجی کی گولی کا نشانہ بن گئے تو...؟"

"زندگی یوں بھی کیا زندہ نہیں ہے...؟ موت آگئی تو شاید صرف اس بات کا افسوس ہوگا کہ ہم فرار کو ہجرت کا نام دے کر ایک تاریخی بھول کر رہے تھے...!"

اب وہ اپنے اس بھائی کے بارے میں سوچ رہا تھا جو سرحد کے اس پار تھا۔ وہی تو اس کا ٹھکانہ ہو سکتا تھا جہاں وہ اپنی تکان مٹانے کو چند لمحے گزار کر نئے سرے سے زندگی کی ابتدا کر سکتا تھا — اس نے لڑکھڑاتے ہوئے بیٹے کو گود میں اٹھا لیا۔ منے نے پوچھا۔

"بابا! ہم کہاں جا رہے ہیں...؟"

"ہم تمھارے بڑے ابو کے پاس جا رہے ہیں... جہاں کوے تمھاری روٹی غائب نہ کر سکیں...!"

اندھیرے میں قدم اٹھاتے ہوئے وہ پھر خیالوں میں گم ہو گیا۔ اسے اپنے بڑے بھائی کو دیکھے ہوئے ایک زمانہ گزر گیا تھا۔ وہاں کے حالات یقیناً یہاں سے بہتر ہوں گے۔ بہت پہلے اپنوں سے بچھڑنے کے بعد پھر ملنا کہاں نصیب ہوا تھا۔ لمحوں کی تیز رفتاری میں ہانپتے دوڑتے ہوئے وہ سب کچھ بھول گیا تھا۔ جو چھوٹ گئے... سو چھوٹ گئے... ہم ملے ہی تھے بچھڑنے کے لیے... بچھڑنا ہمارا دائمی مقدر ہے۔ یہاں تک کہ کوئی ایک جاں گسل لمحہ ایسا بھی آتا ہے جو پوری سفاکی سے ہمیں اپنے آپ سے بھی الگ کر دیتا ہے۔

۱۷ ستمبر ۱۹۸۵ء

اب وہ سرحدی علاقہ پار کر چکے تھے۔ نومینس لینڈ بہت پیچھے چھوٹ چکا تھا۔ رات اپنی آخری سانسیں لے رہی تھی۔ ریلوے اسٹیشن قریب تھا۔ صبح ہوتے ہوتے انھیں مقامی آدمیوں کی طرح مقامی ٹرینوں کا مسافر بن جانا تھا۔ بے سر صعوبت کے اگلے کانٹے دار لمحوں کی ابتدا ہو ئی تھی۔ قافلے کے لوگ ایک دوسرے کو الوداع کہہ رہے تھے اور اپنی اپنی ٹرینوں کے انتظار میں مختلف پلیٹ فارم کی طرف روانہ ہو رہے تھے۔

" سنو بھائیو! اب بچھڑنے کا وقت قریب آ گیا..... اگر ہم زندہ رہے تو شاید کبھی ملیں..... ویسے خوابوں میں ہم سب ایک دوسرے کو بہت یاد آئیں گے..... سنگلاخ راستوں پر لہولہان ہوتے ہوئے پاؤں اس رفاقت کو نہیں بھولیں گے . . . . الوداع دوستو . . . . الوداع ۔"

سبھوں کی آنکھیں نم تھیں۔ سبھوں کے دل میں ایک ہوک سی اُٹھ رہی تھی۔ مسافت کی یہ قربت انھیں ایک دوسرے کے وجود میں پیوست کر چکی تھی۔ اور بچھڑتے ہوئے انھیں لگ رہا تھا کہ ان کے وجود کے اجزا کٹ کٹ کر گر رہے ہیں اور ان کی روح کو زخموں میں تبدیل کر رہے ہیں۔

طویل مسافت کے بعد وہ بال بچوں کے ساتھ اپنے آبائی علاقے میں داخل ہو چکا تھا۔ یہاں کے شہروں میں تبدیلی آئی تھی لیکن دیہات جوں کے توں تھے۔ یہ حال دیکھ کر اس کے دل کو دھچکا لگا۔ دور ہی سے ایک چھپر پر نظر پڑی تو اس کے تھکے ہوئے قدموں میں تیزی آ گئی۔

" دیکھو بیٹے، وہی ہے ہمارا پُرانا گھر . . . تمہارے بڑے ابو وہیں رہتے ہیں . . . . "!

" بابا بڑے ابو کے مکان کے چھپر پر بھی کوا بیٹھا ہے۔" منّے نے چیختے ہوئے کہا۔

" ارے بیٹا یہ روٹی غائب کرنے والا کوا نہیں ہے . . . یہ تو ہم لوگوں کی آمد کا نقیب ہے .... تمہارے بڑے ابو کو اطلاع دے رہا ہے کہ مہمان آ رہے ہیں . . !" اس نے ہنستے ہوئے منّے کو بتایا۔

بہت دیر تک کنڈی کھٹکھٹانے کے بعد دروازہ کھلا اس کا جی چاہا کہ بھائی سے لپٹ جائے اور جی بھر کر روئے۔ لیکن اجنبی چہرے کو دیکھ کر وہ رُک گیا۔ اس نے پوچھا۔

" رحمت صاحب . . . ؟"

اجنبی سب کچھ سمجھ گیا۔ اس نے کہا۔

" شاید وہ سرحد پار کسی رشتے دار کے ہاں چلے گئے۔ یہاں کے حالات سے وہ بے حد عاجز آ چکے تھے اور سب کچھ اونے پونے بیچ کر چلے گئے.... ہم لوگوں کے بہت منع کرنے پر بھی نہیں رُکے۔"

یہ سب سنتے ہوئے اس کا دل ڈوب رہا تھا اور چھپر سے اُڑ کر اس کے سر پر منڈلاتا ہوا کوا کائیں کائیں کر رہا تھا۔

(پٹنہ سے نشر)

شوکت حیات
ڈاکٹر مہابیر بھون
۱۱ مہندرو۔ پٹنہ ۶

افسانہ

باتوں ھی باتوں میں

ڈاکٹر ریحان غنی

ہر طرف ہنگامہ آرائی تھی شور و غل تھا۔ وحشت سی تھی۔ لوگ بھاگ رہے تھے اور بے تحاشہ بھاگے جا رہے تھے ــــ لیکن یہ کسی کو نہیں معلوم تھا کہ ہوا کیا ہے۔ دوکانیں بھی کھٹا کھٹ بند ہونے لگیں۔ سڑکیں سنسان ہو گئیں مکانوں کے دروازے بند ہو گئے اور مائیں اپنے چھوٹے چھوٹے بچوں کو اپنے آنچلوں میں چھپاتے گھر کے ایک کونے میں جا بیٹھیں۔

اسی سراسیمگی میں دن کی ہلچل بھیانک خاموشی میں اس طرح بدل گئی جیسے کسی سہاگن عورت کے جسم پر اچانک بیوگی کا لباس چڑھ جائے۔ اس کے بعد دن پر رات کی بھیانک سیاہ چادر بھی پھیل گئی۔ آسمان پر بادل چھا گئے۔ بجلی چمکنے لگی ــــ اور آسمان پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ ایک سے دو، دو سے تین، اور سیکڑوں بے تاب اور بے قرار چرندے اور پرندے رات کی تاریکی میں اِدھر سے اُدھر اور اُدھر سے اِدھر اس طرح دوڑ بھاگ کرنے لگے جیسے وہ آسمان سے برستے ہوئے آنسوؤں کا مفہوم سمجھ رہے ہوں ــــ اور آنسو تھا کہ تھمتا ہی نہ تھا۔

" آنسو کب نکلتے ہیں؟" ایک نے دوسرے سے پوچھا۔

" تم ہی بہتر بتاؤ گے بھیا میں تو صرف اتنا جانتا ہوں کہ اس طرح جھڑا جھڑ آنسو تو اس وقت نکلتے ہیں جب دل دُکھتا ہے۔" دوسرے نے کہا۔

" تم ٹھیک کہتے ہو۔" پہلے نے دوسرے کی تائید کی۔

" جانتے ہو آج کیا ہوا ہے ۔"

" کیا ہوا ہے ــــ ؟"

" بہت بُرا ہوا ۔"

" کیا ــــ ؟"

" اشرف المخلوقات کو تم جانتے ہو ؟"

" ہاں اچھی طرح بہت اچھی طرح۔ وہی نا حضرت انسان !"

" ہاں ہاں ــــ وہی ۔"

" پھر کیا ہوا اسے ــــ" ؟

" کیا نہیں ہوا یہ پوچھو۔"

آسمان سے آنسوؤں کی بارش اور تیز ہو گئی۔ سڑکوں اور گلیوں میں پانی بھر گیا۔ پھر پانی نالیوں اور دروازوں سے ہوتا ہوا مکانوں میں داخل ہو گیا۔ سامان پانی میں تیرنے لگے لوگوں میں بھگدڑ مچ گئی اور لوگ پناہ لینے کے لیے کھلے آسمان کے نیچے اپنے اپنے مکانوں کی چھتوں پر آ گئے۔ عورتیں بھی اپنے بچوں کو اسی طرح آنچلوں میں چھپائے چھتوں پر بھاگیں۔ اس بھاگ دوڑ میں کتنے ہی بچے ان کے ہاتھوں سے چھوٹ کر پانی میں گر گئے۔ آہ وزاری اور ماتم کی آوازیں تیز سے تیز تر ہو گئیں۔ کچھ عورتیں اس ڈر سے اپنے بچوں کو لے کر چھتوں پر نہیں گئیں کہ گولی آئے گی اور انھیں اور ان کے بچوں کو چھلنی کرتی ہوئی گزر جائے گی۔ ان عورتوں اور ان کے بچوں کا کیا ہوا یہ کسی کو نہیں معلوم۔ بندوق کی گولیوں کا ڈر لوگوں کی رگ و پے میں داخل ہو گیا تھا۔ آج ایک ہفتے سے اس شہر میں لوگ صرف گولیوں کی آوازیں سن رہے تھے۔ انسان انسان ہی کا دشمن بنا بیٹھا تھا۔ قتل و خون کا بازار گرم تھا۔

آسمان پھوٹ پھوٹ کر رو رہا تھا ـــ اور دونوں کی گفتگو جاری تھی۔

" وہی تو میں پوچھ رہا ہوں، کیا معاملہ ہے۔" پہلے نے متحیر ہو کر کہا۔

" معاملہ کیا ہے۔ کچھ بھی نہیں۔ دو انسان پہلے آپس میں لڑ پڑے۔ ہوتی ہو گی کس بات پر لڑائی۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے گاجر اور مولیوں کی طرح انسان ایک دوسرے کو کاٹنے لگا۔"

" تب تو یہ انسان ہم جانوروں سے بھی بدتر ہو گئے ۔"

" ہاں ـ کیوں نہیں۔ ہم جانوروں نے تو کبھی بھی اس طرح منظم ہو کر کسی کی نسل کشی نہیں کی ۔"

" کبھی نہیں۔" پہلے نے تائید کی۔ " پھر یہ اشرف المخلوقات ہو کر ایسا کیوں کرتے ہیں ۔"

" اسی کا تو دکھ ہے۔" دوسرے نے کہا۔ " ورنہ یہ آسمان کیوں روتا ۔"

دونوں کی گفتگو جاری تھی ــــ اور آسمان پھوٹ پھوٹ کر رو رہا تھا۔

اب بس کرو خدایا۔ اب روک دو پانی بھگوان۔ اے اللہ
تو امان دے۔ اے پربھو تو چھما کر۔ اس ماحول میں جہاں ابھی
کچھ دیر قبل ایک انسان دوسرے انسان کے خون کا پیاسا ہو
رہا تھا وہیں بھجن کیرتن اور اذان کی آوازیں آنے لگی۔ دیوی
دیوتاؤں پر پھول چڑھائے جانے لگے۔ لوگ سجدے میں گر کر
اللہ سے، قیامت برپا کرنے والے اس پانی سے نجات پانے کی
دعائیں کرنے لگے۔ لیکن پانی تھا کہ تھمتا ہی نہ تھا۔ آسمان روتا
چلا جا رہا تھا۔ انسان کی بے بسی دیکھنے کے لائق تھی۔ چرندے
اور پرندے ادھر سے ادھر بھاگ دوڑ کر رہے تھے۔ رات کی تاریکی
اور بھی بڑھ گئی تھی۔ جھینگر اور دوسرے کیڑے مکوڑوں کی آوازوں
نے ماحول کو اور بھی بھیانک بنا کر رکھ دیا تھا۔ بوڑھی عورتیں اللہ
سے امان اور بھگوان سے اپنی اپنی غلطیوں کی چھما مانگتے ہوئے
کہتی جاتی تھیں کہ انھوں نے اپنی عمر میں ایسی بارش کبھی نہیں
دیکھی تھی۔ پورا شہر جل تھل ہو رہا تھا۔ عجیب سماں تھا — اور
اور آسمان پھوٹ پھوٹ کر روئے جا رہا تھا۔ دونوں کی گفتگو
جاری تھی۔

" تب یہ بارش کیسے رکے گی ؟" پہلے نے دوسرے
کی طرف بغور دیکھتے ہوئے کہا۔ " اب تو ہم لوگ بھی خطرے
میں گھرتے جا رہے ہیں !"

" بات تو صحیح ہے لیکن ہم لوگ کر بھی کیا سکتے ہیں۔"
دوسرے نے جواب دیا۔

" ایک بات سمجھ میں آئی ہے،" پہلے نے کہا۔ " وہ یہ کہ
ہم دونوں اپنی اپنی نیکیوں کے طفیل اللہ سے دعا کریں کہ وہ
اشرف المخلوقات کو اس عذاب سے نجات دیدے۔ سنتے
ہیں ایک مرتبہ تین آدمی کہیں جا رہے تھے۔ راستے میں ان لوگوں
نے ایک غار میں پناہ لی۔ اسی دوران پہاڑ سے ایک چٹان گرا
اور غار کا منہ بند ہو گیا۔ تینوں بہت پریشان ہوئے۔ باہر نکلنے
کا راستہ بند ہو گیا تھا اور موت سامنے نظر آ رہی تھی۔ دعا
کے سوا ان لوگوں کے پاس اور کوئی راستہ نہیں تھا۔ دوسری
ہر تدبیر لاحاصل تھی۔ تینوں نے اپنی نیکیاں یاد کیں اور باری باری
اللہ سے ان نیکیوں کے طفیل اس مصیبت سے چھٹکارا دلانے
کی دعا کی۔ چٹان سرک گیا اور غار کا منہ کھل گیا۔ اس طرح
تینوں موت کے منہ میں جانے سے بچ گئے۔"

" ہاں تم ٹھیک کہتے ہو۔ لوگ بہت مصیبت میں ہیں۔
دعا کے سوا ہم لوگوں کے پاس اور کوئی تدبیر نہیں ہے — آؤ
دعا کریں" — اور دونوں اللہ سے دعا کرنے لگے۔

" اے اللہ ! تو اچھی طرح جانتا ہے کہ میں نے آج تک
کسی انسان کو نہیں ستایا۔ ہمیشہ اس کی مدد کی ہے۔ ایک مرتبہ
دو آدمیوں میں شدید جھگڑا ہوا۔ دونوں ایک دوسرے کے
جان کے دشمن ہو گئے۔ ایک دن ان میں سے ایک نے
دوسرے کے گھر میں خاموشی سے ایک بم رکھ دیا۔ اس گھر میں
اس کے خاندان کے تمام لوگ موجود تھے۔ مجھ سے یہ بربریت
دیکھی نہیں گئی۔ میں نے اس بم کو اٹھا کر ایک کنوئیں کے اندر
گرا دیا۔ اس طرح اس گھر کے تمام لوگ موت کے منہ میں
جانے سے بچ گئے۔ اے اللہ اگر میرا یہ کام تیرے
یہاں مقبول ہوا ہو تو تو اس کام کے طفیل اشرف المخلوقات
کو اس بھیانک پانی کے عذاب سے نجات دیدے۔"

بارش قدرے کم ہو گئی۔

پھر دوسرے نے دعا کی۔

" اے اللہ ! تو جانتا ہے کہ میں نے کبھی کوئی ایسا
کام نہیں کیا جس سے تو خفا ہو۔ میں نے ہمیشہ تیرے مخلوق کی
مدد کی ہے۔ یہ تو اچھی طرح جانتا ہے۔ تو یہ بھی جانتا ہے کہ ایک
دن اسی محلے کے ایک کمسن بچے کو کچھ شر پسندوں نے کنوئیں
میں ڈال دیا تھا۔ یہ حرکت کسی نے نہیں دیکھی تھی لیکن میں یہ سب
تماشہ دیکھ رہا تھا۔ مجھ میں طاقت نہیں تھی کہ اس بچے
کو کنوئیں سے نکالتا۔ آخر کار میں کنوئیں کے پاس زور زور
سے بھونکنے لگا۔ لوگ اس طرف متوجہ ہوئے اور بچے کو
کنوئیں سے زندہ سلامت نکال لیا گیا۔ اے اللہ ! تیری نظر
میں اگر میرا یہ کام کسی لائق ہے تو تو اس کام کے طفیل لوگوں
کو اس تباہی سے بچا لے۔"

بارش بتدریج بالکل رک گئی۔

لوگوں نے سکون کی سانس لی۔ ماحول پر سناٹا، بالکل
سناٹا چھا گیا۔ اسی سناٹگی میں سننے والوں نے سنا کہ
کوئی کہہ رہا تھا۔

" تم سے بہتر جانور اور کیڑے مکوڑے ہیں جو کبھی
قتل و غارت گری نہیں کرتے — اور ایک تم ہو کہ باتوں ہی
باتوں میں ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہو جاتے
ہو۔ تمہیں ان جانوروں اور کیڑے مکوڑوں سے معافی مانگنی
ہوگی — معافی۔"

یہ آواز بہت دیر تک فضا میں گونجتی رہی اور شاید
آج بھی گونج رہی ہے — لیکن ... لیکن ... یہ اشرف المخلوقات
— آج بھی ... باتوں ہی باتوں میں .... ؟ .... !!!

(پٹنہ سے نشر)

ڈاکٹر ریحان غنی
دار الغنی۔ شاہ گنج۔
پٹنہ ۸۰۰۰۰۶

محمد احمد علوی

آپ کو دل توڑنے کی اہمیت معلوم ہے — آپ انساں تو ہیں کیا انسانیت معلوم ہے
آپ کا احسان اٹھانے سے تو مر جانا ہی ٹھیک — آپ جیسے دوستوں کی ذہنیت معلوم ہے
میرے دشمن سے ملو میرے تعارف کے لیے — ایک وہ ہے جس کو میری اصلیت معلوم ہے
سنگ پگھلے آنسوؤں سے دل پگھلتا ہی نہیں — چہرے چہرے کی ہمیں معصومیت معلوم ہے
ڈھیر پر بارود کے بیٹھے ہیں چنگاری لیے
ان سیانوں کی بھی کیا کچھ خیریت معلوم ہے

بقیہ :- اردو مرثیہ اور ہندوستانی رسم و رواج

میر انیس کے ایک بند کی بیت ملاحظہ ہو جس میں اردو مرثیہ
میں ہندوستانی رسم و رواج بدرجہ اتم نمایاں ہے۔

یارب بتول پاک کی کھیتی ہری رہے
صندل سے مانگ، بچوں سے گودی بھری رہے

اس بند میں خالص ہندوستانی رسم کے مطابق دعا دی گئی ہے
صندل سے مانگ بھری رہنے کا مفہوم عورت کا سہاگن رہنا ہے
اور بچوں سے گودی بھری رہنے کا مطلب یہ ہے کہ عورت کے
بچے پیدا ہوں اور وہ زندہ و سلامت رہے۔ ہندوستانی رسم
کے مطابق سماج میں وہ عورت خوش نصیب تصور کی جاتی ہے
جس کا شوہر باحیات رہے اور جس کے بچے زندہ و سلامت رہیں۔
اس طرح ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ اردو مراثی میں
ہندوستانی رسم و رواج کی شمولیت نے اس صنف شاعری کو
کامیاب بنانے میں ایک اہم رول ادا کیا ہے۔

(گورکھپور سے نشر)

قمر سنبھلی

دلوں میں اُنس واخوت زیادہ رکھتے تھے
عجیب لوگ تھے ، سینے کشادہ رکھتے تھے
رفاقتوں نے تری رنگ بھر دیئے کیا کیا
کتاب دل کا ورق ہم تو سادہ رکھتے تھے
غبار وقت نے چہرے بدل دیئے ان کے
کبھی جو اپنا لقب شاہزادہ رکھتے تھے
انھیں کے ساتھ گئی منزلوں کی چاہت بھی
ہمیں وہ گرم سفر جادہ جادہ رکھتے تھے
دلوں میں دولت احساس تھی سو اجن کے
بدن پہ زخموں کا رنگین لبادہ رکھتے تھے
انھیں کو دیکھا گیا نامراد منزل بھی
بزعم خویش جو عرفان جادہ رکھتے تھے
وفا رفن کے لیے فکر کی سیاہ تر ا
سخن کے دشت میں ہم پاپیادہ رکھتے تھے

اردو سروس

بقیہ :- چادر

سن لیا ہوگا نا — اب چلے جاؤ " اسے اب دکھاوے کی ہمدردیوں سے نفرت ہوگئی تھی۔

گاہک نے چپ چاپ وہ چادر اٹھالی اور لوٹے دروازے کی طرف چلا گیا۔ پھر اُسے کچھ یاد آیا۔

"بسنتی، وہ میرا ..." وہ ٹھٹکا۔

"ہاں تمہارے بیس روپئے، مگر اب میرے اس بھوٹی کوڑی بھی نہیں ہے" بسنتی سچ کہہ رہی تھی۔ لیکن گاہک اڑا رہا۔

"میں اس قرض کی بات نہیں کر رہا ہوں بسنتی — میں یہ چادر نہیں لے جاؤں گا۔ یہ چادر تیرے بغیر ادھوری ہے بسنتی — یہ تیرے ساتھ ہی جائے گی" اس نے بسنتی کو وہ چادر اوڑھاتے ہوئے کہا۔

(اردو سروس سے)

رفیعہ منظور الدین
بی III ، نوفل نگر روڈ جامعہ ملیہ نئی دلی ۲۵

زراعت وسائنس
خصوصی صفحہ

تحریر و ترتیب : عزیز انصاری



ڈاکٹر سونے لال

انڈین گرین اسٹوریج انسٹی ٹیوٹ ہاپوڑ کے ڈائریکٹر سے گفتگو

انسٹی ٹیوٹ کے موجودہ ڈائریکٹر ہیں ڈاکٹر سونے لال سے میری تین چار ملاقاتیں ہوئیں۔ گزشتہ دنوں جب آپ ریڈیو تشریف لائے تو آپ سے گفتگو کرنے کا کچھ زیادہ وقت مل گیا۔

اترپردیش صوبے کے اٹاوہ ضلع کے ایک چھوٹے سے گاؤں میں آنکھ کھولی۔ گاؤں اور گاؤں کی زندگی سے گہری دلچسپی رہی۔ اسی لیے تعلیم کے لیے بھی زراعت کو ہی مناسب سمجھا۔ نہ صرف ایم ایس سی بلکہ پی ایچ ڈی کی ڈگری بھی حاصل کی۔

۱۹۶۲ء سے مرکزی حکومت کی خدمت انجام دے رہے ہیں۔ پودوں کا تحفظ، اناج کا تحفظ جیسے اہم محکموں میں مختلف عہدوں پر کام کر چکے ہیں۔ اپنی سروس کے اس وقفے میں آپ نیپال اور امریکہ کا دورہ بھی کر چکے ہیں۔

اکتوبر ۱۹۸۳ء سے انڈین گرین اسٹوریج انسٹی ٹیوٹ ہاپوڑ کے ڈائریکٹر کی حیثیت سے خدمات انجام دے رہے ہیں۔ اس انسٹی ٹیوٹ کے انعقاد کا اہم مقصد اپنے اناج کے ذخیروں کے بارے میں تحقیق اور مختلف صوبوں میں کام کر رہے عہدیداروں کو تربیت دینا ہے۔ وقتاً فوقتاً غیر ممالک سے بھی متعلقہ ماہرین بھی یہاں آکر تربیت حاصل کرتے ہیں خصوصاً جنوب مشرقی ایشیائی ممالک کے کئی افسران یہاں ٹریننگ حاصل کر چکے ہیں۔

ذخیرہ کے بارے میں آپ سے دریافت کیا تو جواب ملا ہمارے پاس پچیس ملین ٹن اناج محفوظ رکھنے کے انتظامات ہیں۔ اناج کی پیداوار زیادہ ہو جانے پر غیر سرکاری ذخیروں کو بھی کرایہ پر حاصل کر لیا جاتا ہے۔ تقریباً بیس ملین ٹن اناج تو پکے گوداموں میں اور تقریباً پانچ ملین ٹن اناج پولی تھین سے ڈھانک کر (کیپ اسٹوریج) کے ذریعے محفوظ کیا جاتا ہے۔

ڈاکٹر سونے لال سے گوداموں میں اناج کی بربادی کے بارے میں دریافت کیا تو کہنے لگے اس بارے میں ہمیں بہت بدنام کیا جاتا ہے لیکن آپ کو جان کر تعجب ہوگا کہ صرف ایک فیصد اناج ہمارے ذخیروں میں خراب ہوتا ہے جبکہ گاؤں میں جہاں جدید ترین طریقے نہیں اپنائے جاتے وہاں تقریباً ۱۰ فیصد اناج برباد ہو جاتا ہے۔ آپ نے یہ بھی بتایا کہ سب سے بڑا ذخیرہ گھر جسے سائلو کہا جاتا ہے ۱۹۵۹ء میں ہاپوڑ میں امریکہ کی مدد سے تیار ہوا جس میں دس ہزار ٹن اناج رکھا جا سکتا ہے۔ اس طرح کے سائلو اب کلکتہ، کانپور، مدراس اور کانڈلا (گجرات) میں بھی تیار ہو چکے ہیں۔

ڈاکٹر سونے لال نے یہ بھی بتایا کہ ہماری کوشش اناج کو محفوظ کرنے کی گاؤں کی سطح سے ہی شروع ہو جاتی ہے ہم نے چھوٹے چھوٹے انتیس طرح کے ذخیرے بنائے ہیں۔ اس میں اسٹیل کی کوٹھی، سیمنٹ کی کوٹھی، کچی کوٹھی وغیرہ شامل ہیں۔ گاؤں والوں کے جو اپنے پرانے طریقے ہیں ان میں بھی کافی سدھار کیے گئے ہیں۔ نئے نئے قسم کی دوائیں اور کیمیکلس پر بھی تحقیق ہوتی رہتی ہے اور اس تحقیق کی جانکاری کسانوں کو برابر دی جاتی رہتی ہے۔

چوہے جو اناج کے سب سے بڑے دشمن ہیں ان سے اناج کو محفوظ رکھنے کے لیے نئے نئے طرح کے زہر معلوم کیے جا رہے ہیں۔ کسی طرح کے زہر ملا کر ایک اینٹی کوآگولینٹ بنایا گیا ہے اس کا رنگ بالکل آٹے کی مانند ہوتا ہے۔ اسے کھانے سے چوہا ایکدم نہیں مرتا۔ آہستہ آہستہ قریب ایک ہفتہ میں اس کا کام تمام ہو جاتا ہے۔ اس سے تقریباً ۹۵ فیصد چوہوں کی موت واقع ہو جاتی ہے۔

اناج کی حفاظت کے نئے نئے طریقے ایجاد کرنے اور ان پر تحقیق کرنے کے لیے مرکزی حکومت نے ۸ کروڑ ۱۴ لاکھ روپئے دیئے ہیں۔ ہمارے انسٹی ٹیوٹ میں نئے نئے ڈیزائن اور طریقے ایجاد کرنے کے بعد ان پر پوری تحقیق ہوتی ہے اس کے بعد اس طریقے یا ڈیزائن کو مختلف صوبوں میں ایگرو انڈسٹری کے سپرد کر دیا جاتا ہے یہاں سے کسان اسے اپنے گھر یا ذخیرہ کیلئے حاصل کر سکتے ہیں۔ جہاں مناسب سمجھا جاتا ہے رعایت بھی انھیں دی جاتی ہے۔

اس محکمے کی خدمات کے یہ نتائج سامنے آئے ہیں کہ جہاں دس فیصد اناج برباد ہو جایا کرتا تھا اب وہاں صرف ۳ فیصد ہی برباد ہو رہا ہے۔ ابھی بھی اس خراب ہونے والے اناج کی قیمت ایک ہزار کروڑ سے زیادہ ہے۔ اسے کم کرنے کی ہم پوری پوری کوشش کر رہے ہیں۔ "آن سرکشا ابھیان" اسی کوشش کا نتیجہ ہے۔

آپ کی رائے

مکرمی تسلیم

یکم سے ۱۵ر اگست کا شمارہ نظر سے گزرا حسب روایت یہ شمارہ بھی بہت معیاری لگا۔ ہم مکمل طور پر آپ کی دیانتداری کے قائل ہو گئے ہیں اور یہ خوبی جسے ورثے میں ملی ہو، زندگی کے ہر شعبے میں کامیاب ہے۔ کچھ خار دار جھاڑیاں تو راہ میں ملتی ہی رہتی ہیں۔ بہر کیف! میں آپ کی توجہ ڈاکٹر ندیم صدیقی کے مضمون "نثری نظم کا مستقبل" کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں۔ میرا خیال ہے کہ نثری نظم یا نثری غزل ہنگامے کا نام ہے۔ اس کا یقینی طور پر کوئی مستقبل نہیں ہو سکتا۔ اگر ہوتا تو آج کرشن چندر... آزاد... اور قرۃ العین کے اقتباسات نثری نظم کی خوبصورت مثالیں ہوا کرتے۔ کرشن چندر کے بیشتر افسانوں کی زبان اتنی خوبصورت اور دلچسپ ہے کہ اس پائے کی کوئی بھی نثری نظم آج تک نہیں لکھی گئی۔ "آگ کا دریا" کے سلسلے میں بھی یہی بات کہی جا سکتی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ تخلیقی سطح پر جہاں شاعری دم توڑ تی نظر آتی ہے وہیں سے نثری نظم شروع ہوتی ہے۔ یا پھر جو نیا شاعر ان دنوں غزلیں ر پابند نظمیں ر آزاد نظمیں نہیں تخلیق کر سکتا وہ فوراً قلم اٹھا کر شروع ہو جاتا ہے کہ اس کا شمار بھی بحیثیت شاعر کیا جانے لگے۔ ایسے بھی (شاعروں سے معذرت کے ساتھ) ملک کا ہر تیسرا شخص اب شاعر ہونے ہی لگا ہے۔

افسانوں میں آپ نئے ناموں کو شامل کر کے یقیناً بہت اہم کام کر رہے ہیں کہ آپ کے نزدیک تخلیق کا معیار ہوتا ہے نہ کہ نام کا۔ ایسا ہونا بھی نہیں چاہئے۔ کم از کم رسالے کو دور دور تک پھیلانے کے لیے، ساتھ ہی اچھی تخلیقات پیش کرنے کے لیے ایسا ہی کرنا ہوگا۔ جملۂ معترضہ کے طور پر میں یہاں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ گزشتہ دنوں بہار گیر پیمانے پر خدا بخش لائبریری پٹنہ کے زیر اہتمام سہ روزہ افسانوی سیمینار کا انعقاد کیا گیا جس میں ایک طرف پروفیسر محمد محسن، شکیلہ اختر، شین مظفر پوری، کلام حیدری، احمد یوسف، قمر التوحید، معین شاہد جیسے پرانی نسل کے افسانہ نگار شامل تھے تو دوسری طرف مناظر عاشق ہرگانوی، حسین الحق، عبد الصمد، علی امام، شمیم صادقہ، عبید قمر، اختر واصف، فخر الدین عارفی، لیاقت علی اور قاسم خورشید جیسے نئی نسل کے افسانہ نگاروں کو بھی شامل کیا گیا۔ جس سے اس بات کا اندازہ ہوا کہ ہم نئی نسل پر بھی خاص توجہ دے رہے ہیں، بلکہ جدید تر نسل کی طرف بھی ہماری نگاہ ہے۔

پیش نظر شمارہ میں مضمون "علی پور کیس" کافی معلوماتی لگا۔ شعری حصے میں حمید الماس، اجمل اجملی، حفیظ النساء حزیں، خمار قریشی اور مظفر النساء ناز نے بھی متاثر کیا۔ ویسے سمیہ خسرو کے یہ اشعار بہت پسند آئے۔

تیری سانسوں سے مجھے خون کی بو آتی ہے
کس کے ہاتھوں کو صبا چوم کے تو آتی ہے
آج اس شہر کی گرتی ہوئی دیواروں سے
عظمت رفتہ کی بھٹکی ہوئی بو آتی ہے

قاسم خورشید
ایجوکیشن کیٹیل ویژن
ایس۔ سی۔ ای۔ آر۔ ٹی
مہندرو۔ پٹنہ ۸۰۰۰۰۶

تسلیم و نیاز!!

یکم سے ۱۵ر اگست ۱۹۸۵ء کا شمارہ اتفاقاً ۲۱ر جولائی کی شام ہی کو دستیاب ہو گیا۔ پرچہ دیر سے ملنے کی ساری شکایت دور ہو گئی۔ سرورق دیکھ کر آزادی کی یاد تازہ ہو گئی اور ساتھ ہی آنجہانی اندرا گاندھی کی یاد بھی دل میں کروٹیں لینے لگی۔ کیا ہی اچھا ہوتا اگر آپ دو چار خصوصی مضامین اندرا گاندھی کے متعلق اکتوبر ۱۹۸۵ء کے شمارے میں شائع کرتے۔ اگر ہو سکے تو آپ ابھی سے ہندوستان کے مختلف اسٹیشن ڈائریکٹروں سے ایسے مضامین کے لیے گزارش کریں۔ "یادش بخیر" جگن ناتھ آزاد صاحب نے تفصیل سے اس کا ذکر اپنی کتاب میں پہلے ہی کیا ہے۔ آزاد صاحب سے کچھ اور توقعات وابستہ تھیں مضمون پڑھ کر مایوسی ہوئی۔ رام لعل نابھوی صاحب کا مضمون خاکہ نگاری گرچہ مختصر ہے مگر جامع ہے جینٹک انجنیئرنگ از ڈاکٹر جلیل الرحمٰن قدوائی ایک عمدہ معلوماتی مضمون ہے اور ہاں جناب گدھوں کی کانفرنس کا کیا کہنا۔ ہاشم عظیم آبادی کانفرنس منعقد کرنے میں استاد ہو گئے ہیں۔ اب ان کو چاہئے کو وہ کتوں کی کانفرنس، الوؤں کی کانفرنس، بندروں کی کانفرنس پر کچھ لکھیں۔ ہاشم صاحب کو مبارکباد۔ حیدر آبادی کی غزلیں بھی خوب ہیں۔ شمع فروزاں کی کمی کھٹکتی ہے۔

انوار انصاری
آڈٹ آفیسر۔ اولڈ ہزاری باغ روڈ
رانچی ۹

یکم تا ۱۵ر اگست کا شمارہ میرے مطالعہ میں آیا۔ دو نشست میں سارے مضامین، افسانے پڑھ گیا۔ کچھ غزلوں نے متاثر بھی کیا۔

یوں تو میں آواز کا پرانا قاری ہوں لیکن اپنی گوناگوں مصروفیت کی وجہ سے شمارہ پر تبصرہ نہیں کر پاتا لیکن ابھی فرصت نکال کر اپنے پیارے رسالے کے بارے میں لکھ رہا ہوں۔

اس نئے شمارہ میں حیدر آباد سے نثر غزلیں پسند آئیں وجودیت کیا ہے؟ ہم طالب علموں کے لیے معلوماتی ہے۔ سلسلہ شخصیات شعر و ادب میں "پنڈت برج نارائن چکبست" پر ایک اچھا مقالہ ہے لیکن اتنا مختصر ہے کہ تشنگی باقی رہ جاتی ہے۔ "علی پور کیس" فیروز عابد کا تحریر کردہ ایک نہایت جانکاری والا واقعہ ہے۔ "ایک سوال" جناب بشیر شاہ کا ایک چھوٹا مگر نہایت اہم سوال ہے۔ اس پورے شمارے کی جان پروفیسر جگن ناتھ آزاد کی یادیں بعنوان "یادش بخیر" رہی۔ "جینٹک انجنیئرنگ" بے حد معلوماتی ہے۔ اس کے علاوہ رام لعل نابھوی کی تخلیق "خاکہ نگاری"، "بحری سائنس میں بھارت کے بڑھتے قدم" اسرار احمد کا تحریر کردہ مقالہ بھی پسند آیا۔

ریڈیو ناٹک "ہلچل کے اس پار" کافی پسند آیا۔

اب باری شکایت کی ہے۔ ادھر اچھے افسانوں کی سخت قلت ہے ایک دو اچھے افسانے رہتے ہیں۔ پتہ نہیں اس میں کس کی غلطی ہے میری سمجھ میں غلطی ریڈیو اسٹیشن والوں کی ہے لیکن میں اس کے بعد آپ کو بھی نہیں بخشوں گا کیونکہ آپ پر بھی تو کچھ صحافتی ذمہ داری عاید ہوتی ہے۔ آپ نے بہت حد تک صحافتی ذمہ داری کو نبھایا ہے لیکن میں اتنا ضرور کہوں گا کہ تھوڑی کسر آپ نے ضرور باقی رکھی ہے۔ اللہ کرے آپ اچھے رہیں۔

سعید الزماں سرور
رنگ ساز مسجد، چرچ روڈ۔ رانچی

مکرمی!

یہ شکایت کافی پرانی ہو گئی ہے کہ "آواز" وقت پر نہیں ملتا۔ ساتھ ہی ساتھ خوشی بھی اس لیے کہ پابندی سے ملتا ہے۔ یکم اگست سے ۱۵ر اگست کا شمارہ نظر نواز ہوا۔ زیر نظر پرچے میں یہ دو شعر بہت ہی اچھے لگے۔

میں نے سوچا کہ نئی طرز پہ لکھوں غزل
دفن سینے میں روایات کے خنجر جاگے

عظیم حیدرآبادی

نفرت، غرض، گناہ، تعصب، دغا، فریب
انسان آج کتنے ہی لفظوں میں بٹ گیا

انور حسین انور

ویسے کل ملا کر پرچہ بڑا ہی معیاری ہے۔

اشرف خاں ایم۔ اے
مقام دھوترہ تعلقہ مرتضیٰ پور
ضلع آکولہ (مہاراشٹر)

محترمی! خلوص فراواں!

اگست ۸۵ء کا پہلا شمارہ نظر کے سامنے ہے۔ سرورق پر ترنگے کے بیچ محترمہ اندرا گاندھی مرحومہ کی تصویر دیکھ کر ان کی دلیری یاد آتی ہے کہ ملک کی آزادی و سالمیت کے لیے اپنی جان کی بازی تو لگا گئیں لیکن گھٹنے ٹیکنے پر مجبور نہ ہوئیں۔

افسانوں کا انتخاب بہتر ہے تاہم غزلیں بھی اچھی ہیں لیکن متاثر کن نہیں۔ پروفیسر جگن ناتھ آزاد کے استاد محترم جناب مولانا تاجور نجیب آبادی کا انداز اصلاح انوکھا ہے۔ خوش نصیب ہیں وہ لوگ جن کو ایسے استاد ملتے ہیں۔ دیگر مقالے بھی اچھے ہیں۔ ڈاکٹر چنتن شرما نے بھی نہایت کارآمد اور مفید باتیں بتائی ہیں۔

خالد پرویز شمسی کی شکایت بزرگ اور ذمہ دار افسانہ نگار کشمیری لال ذاکر سے..... پتہ نہیں لوگ اس کا موقع کیوں دیتے ہیں۔

محمد منظر امام
جنرل سکریٹری ینگ مسلم ایجوکیشنل سوسائٹی
مسوڑھی (پٹنہ)

آکاشوانی پٹنہ

سازندے درکار ہیں

اسٹیشن ڈائرکٹر آل انڈیا ریڈیو پٹنہ کو درج ذیل زمروں میں آسامیاں پُر کرنے کے لیے امیدواروں سے درخواستیں مطلوب ہیں۔

نمبر شمار	آسامی کا زمرہ		آسامی کی تعداد
۱۔	سازنواز	(سرود کلاسیکل ۔ ہندوستانی)	۱
۲۔	سازنواز	تانپورہ ۔ کلاسیکل ۔ ہندوستانی	۱

سازنواز کی اسامی کے لیے کام کی نوعیت (سوائے تانپورہ نواز کے)

ڈیوٹی چارٹ کے مطابق بطور اکمپنسٹ / انسٹرومنٹلسٹ شفٹ ڈیوٹیز انجام دینا ضرورت پڑنے پر بطور سولو آرٹسٹ پروگرام دینا۔ خصوصی مواقع کے لیے موسیقی کے خصوصی پروگراموں کی ریہرسل اور ریکارڈنگ، موسیقی کے پروگراموں کی ریہرسل اور بیلنسنگ میں مدد دینا۔ جب اور جہاں ضرورت ہو موسیقی کے سازوں کی دیکھ بھال کرنا۔ موسیقی کی علامات اور کتب کی دیکھ بھال۔ موسیقی کے اسباق پیش کرنے میں تعاون اور شرکت کرنا۔ اس کے علاوہ وقتاً فوقتاً سپرد کردہ فرائض کی انجام دہی۔

تانپورہ نواز کے لیے کام کی نوعیت

ڈیوٹی چارٹ کے مطابق بطور اکمپنسٹ / انسٹرومنٹلسٹ شفٹ ڈیوٹیز انجام دینا ضرورت پڑنے پر بطور سولو فنکار پروگرام دینا۔ موسیقی کے پروگراموں کی ریہرسل اور بیلنسنگ کرنا۔ جب اور جہاں ضرورت ہو موسیقی کے سازوسامان کی دیکھ بھال کرنا۔ موسیقی کی علامات اور کتب کی دیکھ بھال کرنا۔ موسیقی کے اسباق پیش کرنے میں تعاون اور شرکت کرنا اور اس کے علاوہ وقتاً فوقتاً سپرد کردہ فرائض کی انجام دہی۔

سازنواز کے لیے لازمی اہلیت (سوائے تانپورہ نواز کے)

(الف) امیدواروں کو کلاسیکی موسیقی کے لیے بطور پرفارمنگ میوزک آرٹسٹ آل انڈیا ریڈیو کے میوزیکل آڈیشن بورڈ کی جانب سے (اسامی سے متعلق ساز میں) کم از کم بی ہائی گریڈ دیا گیا ہو۔

(ب) کلاسیکی موسیقی میں باقاعدہ اور باضابطہ تربیت۔

(ج) سنگت دینے / تنہا ساز بجانے کی صلاحیت۔

(د) موسیقی کے اجتماعی مظاہرے میں دیگر سازندوں کا ساتھ دینے کی صلاحیت۔

(ھ) ہندی زبان میں لکھنے اور پڑھنے کی صلاحیت (کسی مسلمہ پرائمری اسکول سے کم از کم تیسری جماعت پاس کرنے کا ثبوت پیش کرنا ہوگا۔

پسندیدہ:

تانپورہ بجانے کی صلاحیت اور دیگر فنکاروں کو تانپورہ پر سنگت دینے کی صلاحیت۔

تانپورہ نواز کے لیے لازمی اہلیت

(الف) امیدواروں کو ہندوستانی کلاسیکی موسیقی کے بطور پرفارمنگ میوزک آرٹسٹ آل انڈیا ریڈیو سے 'بی' ہائی گریڈ دیا گیا ہو۔

خصوصی رعایت

نابینا اور معذور آرٹسٹ جنھیں کلاسیکی یا ہلکی موسیقی میں 'بی' گریڈ دیا گیا ہے ان کی درخواستیں بھی قابل غور ہوں گی اگر وہ اپنی درخواستوں کے ساتھ باضابطہ میڈیکل سرٹیفکیٹ ارسال کریں۔

(ب) کلاسیکی موسیقی میں باقاعدہ تربیت

(ج) تانپورہ بجانے کی صلاحیت اور دوسرے فنکاروں کو تانپورہ پر سنگت دینے کی صلاحیت۔

(د) ہندی زبان میں لکھنے اور پڑھنے کی صلاحیت (کسی مسلمہ پرائمری اسکول سے کم از کم تیسری جماعت پاس کرنے کا ثبوت پیش کرنا ہوگا)

عمر:

یکم جولائی ۱۹۸۵ء کو ۱۹ اور ۴۵ برس کے درمیان۔ شیڈول کاسٹ / شیڈول ٹرائب اور آل انڈیا ریڈیو کے اسٹاف آرٹسٹوں کو قواعد کے مطابق رعایت دی جائے گی۔

سازندوں کے لیے فیس اسکیل

اے گریڈ فنکار کے لیے:

اسکیل ۶۵۰۔۳۰۔۷۴۰۔۳۵۔۸۱۰۔ای بی ۳۵، ۸۸۰۔۴۰۔۱۰۰۰۔ای بی ۴۰، ۱۲۰۰ روپے اور ساتھ میں وہ بھتے جو آرٹسٹوں کو وقتاً فوقتاً دیئے جاتے ہیں۔

بی ہائی گریڈ فنکار کے لیے:

اسکیل ۵۵۰۔۲۵۔۷۵۰۔ای بی۔۳۰، ۹۰۰ روپے اور ساتھ میں وہ بھتے جو آرٹسٹوں کو وقتاً فوقتاً دیئے جاتے ہیں۔

تانپورہ نواز کے لیے

۴۲۵۔۱۵۔۵۰۰۔ای بی ۱۵۔۵۶۰۔۲۰۔۶۴۰ ای بی ۲۰۔۷۰۰۔۲۵۔۷۵۰ روپے اور ساتھ میں وہ بھتے جو اسٹاف آرٹسٹوں کو وقتاً فوقتاً دیئے جاتے ہیں۔

مذکورہ بالا اسامیوں کے لیے عام ہدایت

۱۔ امیدواروں کو ٹسٹ / انٹرویو کے لیے اپنے اخراجات پر آل انڈیا ریڈیو پٹنہ پہنچنا ہوگا۔

۲۔ سرکاری ملازمین اپنی درخواستیں اپنے دفتر کے توسط سے ارسال کریں۔

۳۔ منتخب امیدوار کا تبادلہ آل انڈیا ریڈیو کے کسی بھی اسٹیشن پر کیا جا سکتا ہے۔

۴۔ سادہ کاغذ پر درخواست مندرجہ ذیل جدول کی شکل میں تحریر کریں۔ درخواستیں اسٹیشن ڈائرکٹر آل انڈیا ریڈیو پٹنہ کے پتے پر ۳۰ ستمبر ۱۹۸۵ء تک پہنچ جانی چاہئیں۔

۱۔ امیدوار کا نام ۲۔ تاریخ پیدائش (تحریری ثبوت کے ساتھ)

۳۔ کس آسامی کے لیے درخواست دی گئی۔ ۴۔ تعلیمی اہلیت

۵۔ پیشہ ورانہ اہلیت (اگر یڈ کونسا ہے) موجودہ گریڈ (تحریری ثبوت کے ساتھ)

۶۔ تجربہ ۷۔ موجودہ روزگار (تحریری ثبوت کے ساتھ

۸۔ اگر امیدوار کا کوئی رشتہ دار آل انڈیا ریڈیو یا وزارت اطلاعات ونشریات کے کسی اور شعبے میں ملازم ہے تو اس کا ذکر یں۔

۵۔ منتخب امیدواروں کو ابتدا میں ماہانہ معاہدہ پر تقرری دی جائے گی اور بعد میں مناسب مدت کے بعد سلیکشن بورڈ ان کے ساتھ پانچسالہ معاہدے کے لیے غور کرے گا۔

۶۔ مقررہ تاریخ کے بعد اور نامکمل شکل میں موصول ہونے والی درخواستیں کسی بھی حالت میں قابل قبول نہ ہوں گی۔

ٹسٹ / انٹرویو کے لیے بلاتے وقت زیادہ قابل اور زیادہ تجربہ کار امیدواروں کو ترجیح دی جائے گی۔

کسی بھی قسم کے اثر ورسوخ کے استعمال کی کوشش امیدوار کی ناموزونیت کا سبب ثابت ہوں گی۔

اقبال

(الف) درخواست میں درج تمام تفصیلات میرے علم ویقین کے مطابق قطعی اور درست ہیں۔

(ب) اسناد کی ان مصدقہ نقول کی اصل جو اس درخواست کے ساتھ منسلک ہیں میرے قبضے میں ہیں اور طلب کیے جانے پر پیش کر دوں گا۔ (امیدوار کے [illegible]

نیشنل پروگرام

بھبنیشور مشرا کا وائلن وادن

ہفتہ ۲۱ ستمبر رات ساڑھے نو بجے



اپنے پتا اننت مشرا کی حوصلہ افزائی پر بھبنیشور مشرا نے سورگیہ دوارم نرسنگھا راؤ سے اور بعد میں ڈاکٹر دوارم ونکٹیسوا ای نائیڈو سے وائلن وادن کی تعلیم حاصل کی۔ بعد میں ان کا رجحان ہندوستانی موسیقی کی جانب ہوگیا اور اس میں انھوں نے اپنا ایک انفرادی انداز پیدا کیا۔

راگ کو گائیکی انگ میں پیش کرنا ان کے وائلن وادن کی انفرادی خصوصیت ہے، وہ نہ صرف اچھے وائلن نواز بلکہ اچھے میوزک کمپوزر بھی ہیں۔ علاقائی زبان کی فلموں کے علاوہ انھوں نے اڈیسی میوزک کو بھی بہت کچھ دیا ہے۔ ۱۹۷۰ء میں انھیں اڑیسہ سنگیت ناٹک اکیڈمی کی جانب سے ایوارڈ دیا گیا۔ اپنے فن کا مظاہرہ وہ غیر ممالک میں بھی کر چکے ہیں۔

غلام صادق خاں کا گائن

ہفتہ ۲۸ ستمبر رات ساڑھے نو بجے



مشہور گائک غلام صادق خاں کا تعلق رامپور سہسوان گھرانے سے ہے۔ موسیقی کی بنیادی تعلیم انھوں نے اپنے والد غلام جعفر خاں مرحوم سے حاصل کی۔ اس کے بعد رامپور دربار کے مشتاق حسین خاں مرحوم اور ان کے فرزند استاد اشتیاق حسین خاں کی شاگردی میں اعلیٰ تربیت پائی۔ قدرت نے غلام صادق خاں کو نہایت شیریں بلند اور گونجنے والی سریلی آواز عطا کی ہے۔ وہ راگ، تان، مینڈ اور سرگم کی پیچیدہ باریکیوں کو فنکارانہ چابکدستی کے ساتھ پیش کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ خیال گائیکی کے ساتھ ساتھ ٹھمری ترانہ، ٹپہ اور غزل پر بھی انھیں مکمل عبور حاصل ہے۔ ملک اور بیرون ملک میں ان کی سنگیت محفلوں کو بے حد سراہا گیا ہے۔ آجکل وہ دہلی یونیورسٹی کی میوزک فیکلٹی میں لیکچرر کے عہدہ پر فائز ہیں۔

پورنیما تلوالکر کا گائن

۲۴ ستمبر رات دس بجے



نمایاں گائیکہ پورنیما تلوالکر نے موسیقی کی ابتدائی تعلیم سورگیہ گووندراؤ ڈیسائی اور وی آر دیشمکھ سے حاصل کی ←

اور بعد میں سورگیہ پنڈت جگن ناتھ بوا پروہت سے تربیت حاصل کی۔ آجکل آپ سی آر ویاس کی شاگرد ہیں۔

موسیقی کی ایم اے شریمتی تلوالکر کو سُر سنگار سنسد نے اپنی اٹھارویں کانفرنس میں 'سُرمنی' کے خطاب سے نوازا تھا ملک کے مختلف حصوں میں منعقد موسیقی کی محفلوں میں انھیں داد تحسین حاصل ہوتی رہی ہے۔

منگل شب کی محفلِ موسیقی

نظام الدین خاں کا سارنگی وادن

بمل رائے کا طبلہ وادن

۱۷ ستمبر رات دس بجے

نمایاں سارنگی نواز نظام الدین خاں کا تعلق جے پور گھرانے کے ایک سنگیت کار پریوار سے ہے۔ انھوں نے موسیقی کی ابتدائی تعلیم اپنے والد اور چچا سے حاصل کی۔ اس کے بعد استاد لیاقت حسین خاں الور والے، استاد عبدالکریم خاں اور استاد بابو خاں کی شاگردی میں سارنگی بجانے کے فن پر عبور حاصل کر لیا۔ پچھلے ۲۲ برسوں سے وہ آل انڈیا ریڈیو سے اپنے فن کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔ آجکل وہ آکاشوانی احمد آباد سے منسلک ہیں۔

بمل رائے نے موسیقی کی ابتدائی تربیت اپنے والد سورگیہ انل کرشنا رائے اور پنڈت درگا پرساد مشر سے حاصل کی لیکن اپنے گورو شنکر گھوش کی شاگردی میں طبلہ نوازی پر مکمل مہارت حاصل کر لی۔ بول کی وضاحت اور تال کی روانی ان کے فن کی انفرادی خصوصیت ہے۔ بمل رائے کو ملک کے عظیم موسیقاروں کو طبلے پر



سنگت دینے کا شرف حاصل ہے۔ بیرون ملک میں بھی ان کے فن کو بہت سراہا گیا ہے۔ آجکل وہ آکاشوانی کلکتہ سے بطور اسٹاف آرٹسٹ منسلک ہیں۔

اردو سروس

پہلی مجلس

میڈیم ویو : ۴۲۷٫۳ میٹر (۷۰۲ کلو ہرٹز) ۲۸۰٫۱ میٹر (۱۰۷۱ کلو ہرٹز)
شارٹ ویو : ۴۸٫۷۴ میٹر (۶۱۵۵ کلو ہرٹز)

دوسری مجلس

میڈیم ویو : ۴۲۷٫۳ میٹر (۷۰۲ کلو ہرٹز) ۲۸۰٫۱ میٹر (۱۰۷۱ کلو ہرٹز)
شارٹ ویو : ۳۱٫۰۱ میٹر (۹۶۷۵ کلو ہرٹز)

تیسری مجلس

میڈیم ویو : ۴۲۷٫۳ میٹر (۷۰۲ کلو ہرٹز)
شارٹ ویو : ۱۹٫۰۵ میٹر (۲۲۹۵ کلو ہرٹز)

پہلی مجلس

صبح

۵-۴۵ صبح گاہی
۶-۱۵ خبریں
۶-۲۵ شہر صبا
۷-۰۰ شمع فروزاں
۷-۰۵ پرانی فلموں سے
۷-۳۰ سازسنگیت
۷-۴۵ گذشتہ شب ۹-۰۰ بجے کی
مکرر نشریات
۷-۵۵ پروگراموں کا خلاصہ
۸-۰۰ آپ کی فرمائش
۸-۳۰ تاریخ ساز
۸-۳۵ آپ کی فرمائش (جاری)
۹-۰۰ آج کی بات
(بجز جمعہ اور اتوار)
آؤ بچو! (جمعہ اور اتوار)
۹-۰۵ آپ کی فرمائش (جاری)
۹-۱۵ لوک گیت
(بجز جمعہ اور اتوار)
آؤ بچو! (جاری)
جمعہ اور اتوار
۹-۳۰ خبروں کا خلاصہ
۹-۳۲ کلاسیکی موسیقی
پیر، منگل، بدھ)
ہلکی کلاسیکی موسیقی
(جمعرات اور ہفتہ)
آپ کے خط آپ کے گیت
(جمعہ)
چلتے چلتے (اتوار)
۱۰-۰۰ اختتام

دوسری مجلس

دوپہر

۲-۰۰ پروگراموں کا خلاصہ
۲-۰۲ خبروں کا خلاصہ
۲-۰۷ آپ کا خط ملا (اتوار)
نغمہ وصدا (I پیر)
میری نظر میں (II، IV پیر)
نگاہِ انتخاب (III، V پیر)
بھکتی گیت (منگل)
سب رس (بدھ)
گیت سے گیت (جمعرات)
مشاعرہ (I جمعہ)
سات سوال (II، IV جمعہ)
ایک ہی فلم سے (III، V جمعہ)
ملے جلے گانے
(I، III، V ہفتہ)
شعر ہمارے گیت آپ کے
(II، IV ہفتہ)
۲-۳۰ فلمی کورس (I اتوار)
محفل (II اتوار)
گیتوں بھری کہانی
(III اتوار)
غیر فلمی، غزلیں (IV اتوار)
نئی فلموں سے (V اتوار)
نغمہ وصدا (I پیر)
نگاہ انتخاب
(III، V پیر)
ڈرامہ
(تیسری مجلس کے ڈرامہ کے
مکرر نشریات)
(II، IV پیر)
نئی نسل نئی روشنی (منگل)
بزم خواتین (بدھ اور ہفتہ)
رنگ نو (I جمعرات)
حرف غزل
(II، IV، V جمعرات)
ڈرامہ (III جمعرات)
مشاعرہ (I جمعہ)
فیچر (III، V جمعہ)
فلمی دنیا (II، IV جمعہ)
۳-۰۰ فلمی قوالیاں
(I، III اتوار)
قوالیاں (II، IV، V اتوار)
سازوں پر موسیقی (پیر)
میری پسند (منگل)
رنگا رنگ (مزاحیہ ڈرامہ)
(I، V بدھ)
یادیں بن گئیں گیت
(II، IV بدھ)
ایک فنکار (III بدھ)
قوالیاں (I، V جمعرات)
راگ رنگ (II، IV جمعرات)
ڈرامہ (جاری)
(III جمعرات)
کہکشاں (جمعہ)
پھر سنیے
(روبرو کی مکرر نشریات)
(ہفتہ)
۳-۳۰ آپ کی پسند
۴-۰۰ جہاں نما
(بجز اتوار اور تعطیل)
آپ کی پسند (جاری)
(اتوار و تعطیل)
۴-۱۰ آپ کی پسند (جاری)
۴-۳۰ تبصرہ / پارلیمانی ہفتہ
۴-۳۵ آپ کی پسند (جاری)
۴-۵۰ خبریں
۵-۰۰ اختتام

تیسری مجلس

رات

۸-۰۰ خبریں
۸-۱۰ پروگراموں کا خلاصہ
۸-۱۵ ہفتہ کا نغمہ
۸-۲۰ جہاں نما (مکرر نشریات)
(سوائے ہفتہ و تعطیل اور اتوار)
سازوں پر موسیقی
(II ہفتہ و تعطیل)
منظر پس منظر
(I، III، V اتوار)
پاکستانی اخباروں سے
(II، IV اتوار)
۸-۳۰ حسن غزل
۸-۴۵ فلمی دوگانے
۹-۰۰ کتابوں کی باتیں (اردو)
(I، III اتوار)
کتابوں کی باتیں (دیگر زبانیں)
(II اتوار)
رسائل وجرائد (IV اتوار)
اردو دنیا (V اتوار)
کلام شاعر (پیر)
تقریر (منگل)
شہر نامہ (I، III بدھ)
دلی ڈائری (II، IV بدھ)
شہ پارے (V بدھ)
کھیل کے میدان سے
(جمعرات)
تقریر (جمعہ)
ریڈیو نیوز ریل (ہفتہ)
۹-۱۰ آبشار
۹-۳۰ گجر بن کارے (اتوار بدھ)
پنجابی نغمے (پیر)
علاقائی نغمے (منگل)
ساز اور آواز (جمعرات)
ایک راگ کئی روپ
(I، III، V جمعہ)
کہانی سنگیت کی
(II، IV جمعہ)
نغمات وطن (ہفتہ)
۹-۴۵ خبریں
۹-۵۵ تبصرہ
۱۰-۰۰ ڈرامہ (اتوار)
فیچر (I پیر)
اظہار خیال (II پیر)
نغمہ و تبسم (III پیر)
دریچہ (IV پیر)
شکریے کے ساتھ
(V پیر)
جوابا عرض ہے (I منگل)
سائنس میگزین
(II، V منگل)

کھیل کھلاڑی (III منگل)
مشاعرہ (IV منگل)
افسانہ
(I، III بدھ)
حفظانِ صحت (II بدھ)
ہم سے پوچھیے (IV بدھ)
صدائے رفتہ (V بدھ)
ادبی نشست
(I، III جمعرات)
آئینہ (II، IV جمعرات)
ماضی کے دیار (V جمعرات)
روبرو (جمعہ)
نئی نسل نئی روشنی (ہفتہ)

10-15 خط کے لیے شکریہ (صرف بدھ)
10-30 تعمیل ارشاد
11-00 خبروں کا خلاصہ
11-05 تعمیل ارشاد (جاری)
11-25 شمع فروزاں (دوبارہ)
11-30 بزم موسیقی
12-00 خبریں
12-05 بزم موسیقی (جاری)
12-30 قوالیاں
12-58 آئندہ روز کی تینوں مجالس کے پروگراموں کا خلاصہ
1-00 اختتام

پیر ۱۶ ستمبر

صبح

5-45 صبح گاہی، نعت، قوالی، شبد اور بھجن؛ روزانہ سوائے جمعہ
6-25 شہرِ صبا: شوبھا راؤ: غزلیں
شبیر حسین، رضا امروہوی، امیر قزلباش اور بشیر بدر کا کلام
7-30 گوپال سنگھ: ستار پر راگ الہیہ بلاول
9-32 امرناتھ: خیال نٹ بھیرو

دوپہر

3-00 ہریش سچدیوا: ستار پر دھن
عبدالحلیم جعفر: ستار پر مشرا پیلو

رات

8-30 سوبھا راؤ: غزلیں
9-00 کلام شاعر از سیدہ شان معراج (آل انڈیا ریڈیو، لکھنؤ)
10-00 نغمہ و تبسم
11-30 اور 12-05 بزم موسیقی
امرناتھ: خیال راگیشوری
گوپال سنگھ: ستار پر راگ شنکرہ اور اڈانہ
12-30 قوالیاں؛ روزانہ

منگل ۱۷ ستمبر

صبح

5-45 بھجن
6-25 شہرِ صبا
سمن دیوگن: غزلیں
محمد یعقوب، شکیل بدایونی، شمیم جے پوری اور مجاز کا کلام
7-30 این. راجم: وائلن پر ٹھمری بھیروی
9-32 اپراجیتا گھوش: خیال دیسی

دوپہر

2-07 بھگتی گیت
2-30 نئی نسل نئی روشنی
ورائٹی پروگرام
لیڈی شری رام کالج

رات

8-30 سمن دیوگن: غزلیں
9-00 مستقبل واہمہ یا حقیقت: تقریر ڈاکٹر یوسف کمال (آل انڈیا ریڈیو حیدرآباد)
10-00 کھیل کھلاڑی
11-30 اور 12-05
بزم موسیقی
اپراجیتا گھوش: خیال مالکونس
این راجم: وائلن پر راگ بہاگ

بدھ ۱۸ ستمبر

صبح

6-25 شہرِ صبا
سندر پنڈت: سرا رضا امروہوی، بشیر بدر اور فیض احمد فیض کا کلام
راحت علی، عمر قریشی اور بشیر انصاری کا کلام
7-30 جگدیش پرشاد قمر
شہنائی پر راگ اہیر بھیرو
9-32 مشکور علی خاں: خیال رام کلی

دوپہر

2-30 بزم خواتین
3-00 ایک فنکار

رات

8-30 حسن غزل: سندر پنڈت، رمیش چندر نقش اور بشیر جھنجھانوی کا کلام
9-00 شہر نامہ (آل انڈیا ریڈیو سرینگر) از ظفر احمد
10-00 افسانہ: از آمنہ ابوالحسن
11-30 اور 12-05
بزم موسیقی
مشکور علی خاں، خیال کیدار
علی احمد حسین اور ہمنوا: شہنائی پر راگ کلاوتی

جمعرات ۱۹ ستمبر

صبح

6-25 شہرِ صبا
سیما شرما: فیض احمد فیض اور داغ دہلوی کا کلام
اتابھا مشرا، جاں نثار اختر اور بشیر بدر کا کلام
7-30 سروجیت کور: ستار پر راگ دیسی
9-32 الا بھونک: ٹھمری جوگیہ، دادرہ جوگیہ

دوپہر

2-07 گیت سے گیت
2-30 ڈرامہ

رات

8-30 حسن غزل
سیما شرما: بشیر بدر اور حسن نعیم کا کلام
10-00 ادبی نشست
نئے افسانے کے عناصر تبدیلی کی شناخت: مباحثہ: شرکاء انور عظیم، ڈاکٹر شارب ردولوی، شمس الحق عثمانی اور ڈاکٹر مہناز انور
11-30 اور 12-05
بزم موسیقی
ملک ارجن منصور: خیال نند
سروجیت کور: ستار پر راگ بہاگ

جمعہ ۲۰ ستمبر

صبح

5-45 صبح گاہی
تلاوت قرآن معہ تشریح، نعت و نعتیہ قوالی
6-25 شہرِ صبا
امرجیت کور: منیر جھنجھانوی اور شہریار کا کلام
ولایت حسین ساگر، عرش ملسیانی اور مجاز لکھنوی کا کلام
7-30 جوتسنا بھٹاچاریہ: سرود پر راگ جوگیہ
9-31 آپ کے خط آپ کے گیت

دوپہر

2-30 فیچر "حبّہ خاتون"
مصنف: وجے کمار گپتا
پیش کش: پریم ودہرہ
3-00 کہکشاں

رات

حسن غزل
امرجیت، شکیل اور شاذ تمکنت کا کلام
9-00 تقریر: انسانی ذات کا افسانہ (قرۃ العین حیدر) از ڈاکٹر یوسف سرمست
11-30 اور 12-05
پنڈت منی رام اور پنڈت جسراج
خیال درباری
جوتسنا بھٹاچاریہ
سرود پر راگ درباری

ہفتہ ۲۱ ستمبر

صبح

6-25 شہرِ صبا
افروز بانو، پارسہ جے پوری اور جگر کا کلام
رمیش کمار، جاں نثار اختر، بشیر بدر اور امیر مینائی کا کلام
7-30 شمس الدین ڈیسائی فریدی
رودر وینا پر راگ بھیرو
9-32 ہلکی کلاسیکی موسیقی
پرو تما لوس: ٹھمری بھیروی
دادرہ بھیروی
سرسوتی رائے: ٹھمری بھیروی

رات

8-30 حسن غزل

رمیش کمار: داغ دہلوی کا کلام
۹-۰۰ ریڈیو نیوز ریل
۱۰-۰۰ نئی نسل نئی روشنی: تقریر
"دورِ حاضر اور نوجوان" اپنی
منزل کی شناخت" محمود فیاض
کلامِ شاعر از الوک یاتری
اسپورٹس نیوز از راجیش چودھری
۱۱-۳۰ اور ۱۲-۰۵
بزمِ موسیقی
غلام مصطفےٰ خان: خیال باگیشوری
شمس الدین ڈیسائی فریدی
رودرا وینا پر راگ مالکونس

اتوار ۲۲ ستمبر

صبح
۶-۲۵ شہرِ صبا
شمیم آزاد، شکیل بدایونی
اور فیض احمد فیض کا کلام
ستیش بتر، سدرشن فاخر
داغ اور فراق گورکھپوری کا
کلام
۷-۳۰ راجندر پرسنا: بانسری پر راگ
بیراگی

رات
۸-۳۰ حسنِ غزل
ستیش بتر، انجم جے پوری
اور بشیر بدر کا کلام
۹-۰۰ رسائل و جرائد: شہباز حسین
۹-۳۰ گجر بن کارے
سندھیا مکرجی: ٹھمری کھماج
۱۰-۰۰ ڈرامہ: "مرنا نہیں آسان"
ڈرامہ نگار: پرتاپ سہگل
پیش کش: پریم ووہرہ
۱۱-۳۰ اور ۱۲-۰۵
بزمِ موسیقی
مشتاق حسین خاں
خیال چندر کونس
راجندر پرسنا: بانسری پر
راگ باگیشوری

پیر ۲۳ ستمبر

صبح
۶-۲۵ شہرِ صبا
انجنا چوپڑہ، جاں نثار اختر
بیخود دہلوی اور مخمور دہلوی
کا کلام
سلیم اقبال، فیض احمد فیض
اور امیر قزلباش کا کلام
۷-۳۰ کے ایل سود: جل ترنگ
پر راگ الہیہ بلاول
۹-۳۲ بینا پانی مشرا: خیال چاروکیشی

دوپہر
۲-۰۷ میری نظر میں
۲-۳۰ ڈرامہ (گزشتہ شب کی مکرر
نشریات)
۳-۰۰ سازوں پر موسیقی
راجندر پرسنا: بانسری پر پیلو دھن
چنتامنی جین: جل ترنگ پر
راگ برندابنی سارنگ

رات
۸-۳۰ حسنِ غزل
سلیم اقبال، انور فرخ آبادی
اور شکیل بدایونی کا کلام
۹-۰۰ کلامِ شاعر: از منظور ہاشمی
۱۰-۰۰ دریچہ
۱۱-۳۰ اور ۱۲-۰۵
بزمِ موسیقی
بینا پانی مشرا: خیال مل گنجی
کے ایل سود: جل ترنگ پر
راگ جوگ کونس

منگل ۲۴ ستمبر

صبح
۶-۲۵ شہرِ صبا
سیرابوس، میر تقی میر اور
فراق گورکھپوری کا کلام
منور حسین جمالی، مجاز، حسرت موہانی
اور بشیر بدر کا کلام
۷-۳۰ سدھیر گوتم: سنطور پر
راگ اھیر بھیروی
۹-۳۲ کلاسیکی موسیقی
للت جے راؤ: خیال کومل
رشبھ اساوری

دوپہر
۲-۳۰ نئی نسل نئی روشنی
"ادبی کوئز"
۳-۰۰ میری پسند

رات
۸-۳۰ حسنِ غزل
منور حسین جمالی، درد اور
داغ کا کلام
۹-۰۰ زندگی کا چلن؟ احساس جمال:
تقریر از انیس الرحمٰن
۱۰-۰۰ مشاعرہ
شرکاء: حیات لکھنوی، ڈاکٹر
صادق، ڈاکٹر مغیث الدین
زیدی، سید امین اشرف
ڈاکٹر جاوید وششٹ اور
عزیزہ وارثی
۱۱-۳۰ اور ۱۲-۰۵
بزمِ موسیقی
للت جے راؤ: خیال گکیشوری
سدھیر گوتم: سنطور پر راگ
ایمن

بدھ ۲۵ ستمبر

صبح
۶-۲۵ شہرِ صبا
سر بند رکور، داغ، چراغ حسرت
اور غالب کا کلام
شنکر داس گپتا، شمیم جلیسوی
عرش ملسیانی اور ساغر لدھیانوی
کا کلام
۷-۳۰ ستیش پرکاش قمر
شہنائی پر راگ بیراگی
۹-۳۲ کلاسیکی موسیقی
مالنی پانڈے: خیال دیسی

رات
۸-۳۰ حسنِ غزل
شنکر داس گپتا: داغ اور
فراق گورکھپوری کا کلام
۹-۰۰ دلی ڈائری از نصرت ظہیر احمد
۹-۳۰ گجر بن کارے
شانتی ہیرانند: دادرہ
۱۱-۳۰ اور ۱۲-۰۵
بزمِ موسیقی
مالنی پانڈے: خیال کیدارہ
ستیش پرکاش قمر
شہنائی پر راگ باگیشوری

جمعرات ۲۶ ستمبر

صبح
۶-۲۵ شہرِ صبا
مینا دیوی، جگر، فیض احمد فیض
کا کلام
برجو مہاراج، شفیق لکھنوی
اور شمیم جے پوری کا کلام
۷-۳۰ کماری زرین دارو والا
سرود پر راگ شاردا
۹-۳۲ ہلکی کلاسیکی موسیقی

رات
۸-۳۰ حسنِ غزل
مینا دیوی، سودا اور داغ
کا کلام
۹-۰۰ کھیل کے میدان سے
۱۰-۰۰ آئینہ (ادبی میگزین)
۱۱-۳۰ اور ۱۲-۰۵
بزمِ موسیقی
شفیع احمد: خیال نٹ بہاگ
کماری زرین دارو والا
سرود پر راگ جوگ

جمعہ ۲۷ ستمبر

صبح
۵-۴۵ صبح گاہی
تلاوتِ قرآن مع تشریح
نعت اور نعتیہ قوالی
۶-۲۵ شہرِ صبا
جر بخیت کور، نقش لائل پوری
کا کلام
صغیر احمد، فراق گورکھپوری اور
حسرت موہانی کا کلام
۷-۳۰ پرسانت کمار بھانجہ
ستار پر راگ بھیرو
۹-۰۰ آؤ بچو: تقریر "پربتوں کی دنیا"
نینی تال: از ادیلی، عارف

رات
۸-۳۰ حسنِ غزل
جر بخیت کور، ظفر کا کلام
۹-۰۰ تقریر: "اشعار نرغۂ مزاح میں"
مصحفی کا شعر: از یوسف ناظم
(آل انڈیا ریڈیو بمبئی)
۱۱-۳۰ اور ۱۲-۰۵
بزمِ موسیقی
رشید حسین خان: خیال چندر کونس
پرسانت کمار بھانجہ
ستار پر راگ کیدار

ہفتہ ۲۸ ستمبر

صبح ۶-۲۵ شہرِ صبا

ودھ بھارتی

پپیہہ ملک: مجروح سلطانپوری کا
مشیر جھنجھانوی اور جان نثار
اختر کا کلام
شری رام، اخضر برنی کا کلام
۷-۳۰ رمیش پریم: وینا پر راگ رام کلی

رات

۸-۳۰ حسن غزل
پپیہہ ملک: شمیم جے پوری
اور فراق گورکھپوری کا کلام
۹-۰۰ ریڈیو نیوز ریل
۱۰-۰۰ نئی نسل نئی روشنی
یہ بھی ایک عادت ہے
چغل خوری کرنا: گیت
خلوص نامہ
۱۱-۳۰ اور ۰۵-۱۲
بزم موسیقی
رینک لال اندھیریہ
خیال کوشی دھونی، رمیش پریم
وینا پر راگ رگیشوری

اتوار ۲۹ ستمبر

صبح

۶-۲۵ شہر صبا
کرشنا کلے، جان نثار اختر
اور جگر مراد آبادی کا کلام
چندن کمار داس: ساحر بھوپالی
اور امیر قزلباش کا کلام
۷-۳۰ امرناتھ: بانسری پر راگ گجری توڑی

رات

۸-۳۰ حسن غزل
کرشنا کلے: جگر مراد آبادی
اور امیر مینائی کا کلام
۹-۰۰ اردو دنیا: تقریر
ابوالفیض سحر
۱۰-۰۰ ڈرامہ "چڑھتی دھوپ، اترتی دھوپ"
ڈرامہ نگار: رفیعہ منظور الامین
پیش کش: پریم دوہرہ
۱۱-۳۰ اور ۰۵-۱۲
بزم موسیقی
مالنی راجوکر: خیال مالکونس
امرناتھ: بانسری پر راگ
چندر کونس

(آگے ص ۳۱ پر)

سنگیت سریتا صبح ۳۰-۷

---

۱۶ ستمبر
فلمی گیت از لتا منگیشکر اور
منا ڈے: راگ کیدار
حفیظ احمد خاں: راگ کیدار

۱۷ ستمبر
فلمی گیت از یسوع داس
راگ کیدار
علی اکبر خاں: سرود: راگ کیدار

۱۸ ستمبر
فلمی گیت از وانی جیارام اور
کورس: راگ کیدار
بڑے غلام علی خاں: راگ کیدار

۱۹ ستمبر
فلمی گیت از لتا منگیشکر
راگ کاموو
ڈی، وی پلسکر: راگ کاموو

۲۰ ستمبر
گیت از سمن کلیان پور
راگ کاموو
شیام لال: شہنائی پر راگ کاموو

۲۱ ستمبر
فلمی گیت از محمد رفیع: راگ ہمیر
شمیم احمد: راگ ہمیر

۲۲ ستمبر
بانسری نواز رگھوناتھ سیٹھ
کے ساتھ انٹرویو
از شریمتی دیپ شری موہن

۲۳ ستمبر
فلمی گیت از لتا منگیشکر
راگ شدھ سارنگ
پربھو دیو سردار
راگ شدھ سارنگ

۲۴ ستمبر
فلمی گیت از لتا منگیشکر اور
آشا بھونسلے: راگ شدھ سارنگ
بسم اللہ خاں اور ساتھی
شہنائی پر راگ شدھ سارنگ

۲۵ ستمبر
فلمی گیت از لتا منگیشکر اور
محمد رفیع: راگ مارو بہاگ
بھیم سین جوشی
راگ مارو بہاگ

۲۶ ستمبر
فلمی گیت از کشور کمار
راگ مارو بہاگ
روی شنکر
ستار پر راگ مارو بہاگ

۲۷ ستمبر
فلمی گیت از لتا منگیشکر
راگ مارو بہاگ
سلطان خاں اور رگھوناتھ سیٹھ
راگ مارو بہاگ

۲۸ ستمبر
فلمی گیت از لتا منگیشکر
راگ گوڑ سارنگ
پنڈت ڈی، وی پلسکر
راگ گوڑ سارنگ

۲۹ ستمبر
وائلن نواز بھونیشور مشر کے
ساتھ انٹرویو از برج بھوشن
ساہنی

۳۰ ستمبر
فلمی گیت از لتا منگیشکر
راگ گوڑ سارنگ
کارتک کمار
ستار پر راگ گوڑ سارنگ

رس وہار، رات ۱۵-۸

---

۱۶ ستمبر
پیا اور تکرار: تحریر: پربھاکر
منڈوی وکرانی
پیش کش: اندو ساہنی اور
رام - تمہ

۲۷ ستمبر ۲۰-۹
آکھنڈ: تحریر: گوبند مشر

۳۰ ستمبر
یاد: تحریر: بلبیر سنگھ
پیش کش: بی، بی، ساہنی

ملن یامنی، رات ۱۵-۸

---

۲۸ ستمبر
نوپور: تحریر اور پیش کش
آشا بروے

ہوا محل، رات ۱۵-۹

---

۱۶ ستمبر
دماغی ورزش تحریر: چندر موہن
پیش کش: گوپال سکسینہ

۲۱ ستمبر
اٹھی کیس: تحریر: آر کے شرما
پیش کش: ونود دھیر

۲۲ ستمبر
سدھار: تحریر: وویا دھن موگا
پیش کش: مختار احمد

۲۴ ستمبر
رہ گئے اکیلے
تحریر: اشوک مہارشی
پیش کش: شکنتلا ورما

۲۵ ستمبر
ایک کپ چائے: تحریر اور
پیش کش: انل کمار رام

۲۷ ستمبر
وراثت کی بیٹی
تحریر: گوپال شرما
پیش کش: گوپال سکسینہ

۲۸ ستمبر
ملائی والا دہی تحریر: ایم گوبند
پیش کش: پی، وی، درواپیکر

۳۰ ستمبر
کیا مصیبت ہے
تحریر: شبنم قیوم
پیش کش: گنگا پرساد ماتھر

سنو کہانی: رات ۱۵-۸

حصہ I و حصہ II

چترشالا: رات ۱۰–۸

۱۶ر ستمبر
بھارتیہ چترکلا: وکاس کے چرن
دسلسلے وار، جیسے بڑی ہوئی
چترکاری

۱۷ر ستمبر
پرمانو اُرجا کے شانتی پورن
اُپیوگ
ریڈیو سکریاتتوں کا کرشی میں
اُپیوگ

۱۸ر ستمبر
کویتا پاٹھ از ارجن شاد
میرچندانی

۱۹ر ستمبر
راشٹریہ بھاونا کے دوت۔دنکر
تقریر: ڈاکٹر ونود گود سے

۲۱ر ستمبر
وینگ کتھانے: تقریر ہری شنکر
پارسائی

۲۳ر ستمبر
راشٹریہ ایکتا اور پراچین ساہتہ
از لکشمی نارائن ڈوبے

۲۴ر ستمبر
سواستھ کے موضوع پر تقریر

۲۵ر ستمبر
کویتا پاٹھ از ہمانشو رائے
روالی حقیر

۳۰ر ستمبر
بھارتیہ چترکلا: وکاس کے
چرن دسلسلے وار،
راجپوت کالین، ویویکا گورائن

انورنجنی: دوپہر ۱۵–۳

۱۶ر ستمبر
کشوری امونکر۔ راگ پٹ بہاگ
ونائیک راو پٹوردھن۔ راگ
آنند ی کیدار

۱۷ر ستمبر
ڈی، کے، داتار: وائلن پر
راگ بہاگ

۱۸ر ستمبر
پروین سلطانہ: راگ نندکونس
استاد عبدالکریم خاں۔ راگ
پٹ دیپ: ابھوگی کانہڑا

۱۹ر ستمبر
امجد علی خاں: سرود پر راگ
شاہانہ
ہری پرشاد چورسیہ: راگ دیش

۲۰ر ستمبر
سی، آر، ویاس: راگ شُونٹ
بھیرو
گنگو بائی ہنگل: راگ دیوگری
ابھوگی

۲۱ر ستمبر
علی اکبر خاں: سرود پر راگ
سہا توڑی

۲۳ر ستمبر
استاد بڑے غلام علی خاں
راگ گُن کلی

۲۴ر ستمبر
بھونیشور مشر: وائلن پر
راگ گجری توڑی
سرن رانی: سرود پر راگ جوگیا

۲۵ر ستمبر
پنڈت سوائی گندھرو
راگ اساوری، گجری توڑی
تلک کاموراور نٹ ملہار

۲۶ر ستمبر
نکھل بنرجی: ستار پر راگ
ہیم لت

۲۷ر ستمبر
راجن اور ساجن مشر: راگ لت
یسونت بی، جوشی
راگ گوانی، دیس، شیام کلیان
اور میاں ملہار

۲۸ر ستمبر
راجندر پرسنا: بانسری پر راگ
ماروا: نظام الدین خاں
طبلہ سولو: تین تال

۳۰ر ستمبر
شاہد پرویز: ستار پر راگ
گجری توڑی
الیاس بابت: سنطور پر راگ ساگر

دھلی

میڈیم ویو
دہلی الف ۳۶۶۱۳ میٹر ۸۱۹ کلو ہرٹز
دہلی ب ۴۵۰۱۵ میٹر ۶۶۶ کلو ہرٹز
دہلی ج ۲۱۹۱۳ میٹر ۱۳۶۸ کلو ہرٹز
دہلی د ۲۹۳۱۹ میٹر ۱۰۱۶ کلو ہرٹز

شارٹ ویو
صبح ۸۰۰ تک ۱۵۱۹۹ میٹر ۳۲۶۵ کلو ہرٹز
صبح ۸-۱۵ سے ۳۱۲۶ میٹر ۹۶۹۰ کلو ہرٹز
دوپہر ۴۱۱۳ میٹر ... ۷۴۹۰ کلو ہرٹز
شام ۵-۴۵ ... میٹر ۷۴۹۰ کلو ہرٹز
شام ... سے بابتک ۱۵۱۹۱ میٹر ۳۲۶۵ کلو ہرٹز

خبریں

دھلی الف
ہندی/انگریزی: صبح ۶-۰۰ (عالمی)
ہندی: صبح ۸-۰۰، ۱۱-۰۰، دوپہر ۱-۰۰، ۲-۱۰، شام ۵-۰۰ صوبائی شام ۵-۴۰، ۵-۰۰ (علاقائی)
رات ۸-۴۵، ۱۱-۰۵ (عالمی) انگریزی: دوپہر ۱۲-۰۰
سنسکرت: صبح ۷-۰۰، شام ۶-۱۰ اردو: صبح ۸-۵۰، دوپہر ۱-۵۰ اور رات ۹-۱۵ (خبریں
اور تبصرہ) پنجابی: دوپہر ۱-۳۰
دھلی ب: ہندی: دوپہر ۲-۴۵ (دھیمی رفتار سے)
انگریزی: صبح ۸-۱۰، ۱۰-۰۰، دوپہر ۱-۰۰، ۲-۲۰ (دھیمی رفتار سے) شام ۳-۰۰، ۴-۰۰، ۹-۰۰، ۱۱-۰۰ (عالمی)
پنجابی: صبح ۸-۳۰، شام ۷-۳۰ ہندی نیوز لیٹر: صبح ۹-۰۰ بجے
دھلی د: ہندی: شام ۷-۳۰ انگریزی: رات ۹-۱۵
کھیل کود: شام ۷-۰۰ (ہندی) رات ۸-۰۰ (انگریزی)

مقررہ پروگراموں کے لیے "آواز" شمارہ یکم ستمبر دیکھیے

پیر ۱۶ر ستمبر

دلی الف
صبح
۶-۰۵ وگیان چرچہ: ورد یڈز: تقریر
ڈاکٹر آر، کے، کھیتیا پال
۷-۳۰ ہماری کلچائی پرمپرائیں: بھارتیہ
درشن میں کال چنتن: تقریر
۸-۱۰ کمل سہگل اور کویتا سہگل
گائن: یگل بندی
۱۰-۲۵ وشوجیت رائے چودھری: سرود
۱۱-۰۵ گنگو بائی ہنگل: گائن
۱۱-۳۰ ادم پرکاش: الیسراج
دوپہر
۱۲-۰۲ لوک بھارتی: تمل لوک گیت
شام
۵-۴۰ کمل سہگل اور کویتا سہگل: گائن
یگل بندی
رات
۱۰-۰۰ سنگیت سبھا: امرناتھ: گائن
دلی ب
صبح
۷-۳۲ سنگیت سُربھی
رام نارائن: سارنگی
۷-۵۰ گلمپس آف ورلڈ ہسٹری

از پنڈت جواہر لال نہرو
۹-۱۰ لوک مادھوری: اودھی لوک
گیت
دوپہر
۱-۰۵ اور ۱-۳۰
مغربی موسیقی
۳-۱۵ سور منجوشا: ایراوتی بھیر
مراٹھی گیت
شام
۳-۳۰ وشوجیت چودھری: سرود
۴-۰۲ ایراوتی بھیر: غزلیں
۶-۴۵ شانتا سکینہ: بھجن
رات
۹-۳۰ ان فلوئنس آف انگلش
آن انڈین لینگویج لٹریچر
پنجابی: انگریزی تقریر
۹-۴۵ مغربی موسیقی

منگل ۱۷ر ستمبر

دلی الف
صبح
۷-۳۰ سوروبلا: تلسی کی چوپائیوں
کا پاٹھ
۸-۱۰ سمتی مشالکر: گائن

۱۰-۲۵ سعید خاں : ستار

۱۱-۰۵ امرت حسین خان : گائن

دوپہر

۱۲-۰۲ لوک بھارتی : اڑیا لوک گیت

شام

۵-۰۵ وگیان سماچار : پریم الیس بشٹ

۵-۴۰ سموہ گان شکشا

۸-۰۵ سمیا اور وچار : ساما جک اتسووں پر : خرچ کتنا اپیوگی کتنا نرر تھک : سننے والوں کی فرمائش پر

۹-۰۰ سمتی منگیشکر : گائن

۱۰-۰۰ منگل شب کی محفل موسیقی نظام الدین خاں : سارنگی بمل رائے : طبلہ

دلی ب

صبح

۷-۳۰ سنگیت سربھی : سعید خاں ستار

۸-۰۰ سنگم : بنگلا گیت

۹-۱۰ لوک مادھوری : ہماچلی لوک گیت

شام

۱-۰۵ اور ۱۰-۲ مغربی سنگیت

۳-۳۰ سمتی منگیشکر : گائن

۶-۴۵ اور رات ۲½۴-۸ سمن دیوگن : غزلیں

رات

۹-۳۰ نیشنل پروگرام : انگریزی تقریر دی انڈین ادشن (۲)، انڈین ادشن - دی گلوبل پیٹل فیلڈ

۹-۴۵ مغربی موسیقی

بدھ ۱۸ ستمبر

دلی الف

صبح

۶-۵۰ وگیان چرچا : سن فلاور اسکرپٹ ڈاکٹر ایس، بی، بسواس

۸-۱۰ اور ۰۵-۱۱ اور رات ۹-۰۰ اشوک کمار رائے : سرود وادن

۱۰-۳۰ اور شام ۴۰-۵ نواب خاں : گائن

۱۱-۳۰ پروین سلطانہ : گائن

دوپہر

۱۲-۳۰ گھر وگیان : مکانوں میں لکڑی کا اپیوگ : تقریر : جی، سی، ماتھر

رات

۸-۱۵ وگیان سماچار : منترک شرما

۱۰-۰۰ سنگیت سبھا : غلام صادق خاں اور غلام سراج خاں : گائن

دلی ب

دوپہر

۱-۰۵ اور ۱۰-۲ مغربی موسیقی

۳-۳۰ کے پدما : گائن (کرناٹک)

شام

۶-۴۵ اور رات ۲½۴-۸ پشپا رانی : گیت، بھجن اور غزلیں

رات

۹-۳۰ "اے۔ او۔ ہیومے" ہزکنٹری بیوشن ٹو دی تھاٹ آف نیشنلزم ان انڈیا انگریزی تقریر

۹-۴۵ مغربی موسیقی

جمعرات ۱۹ ستمبر

دلی الف

صبح

۷-۳۰ بھارت بھارتی : اڑیا کے لوک نرتیہ

۸-۱۰ اور ۰۵-۱۱ اور رات ۹-۰۰ بے نظیر بیگم : ٹھمری اور دادرا

۱۰-۲۵ کیلاش چندر شرما : بانسری

۱۱-۳۰ سنیل کانت سکینہ : ستار

دوپہر

۱۲-۳۰ گھر وگیان : انسولین : اسکرپٹ ڈاکٹر ہریندر کمار

رات

۸-۰۵ بھارتیندر کے ناٹکوں میں یگین پریھتیاں : تقریر

۹-۳۰ نیشنل اسپورٹس میگزین (ہندی)

۱۰-۳۰ پریماونکیٹیشن : دینا وادن

دلی ب

صبح

۷-۳۲ سنگیت سربھی : کیلاش چندر شرما بانسری

دوپہر

۱-۰۵ مغربی موسیقی

۳-۳۰ پریماونکیٹیشن : دینا وادن

شام

۶-۴۵ اور ۲½۴-۸ راجیندر کمار کا چیرو گیت اور غزل

۹-۳۰ ملیریا دی کلرڈ زیز : تقریر

۱۰-۰۵ مغربی موسیقی

جمعہ ۲۰ ستمبر

دلی الف

صبح

۶-۵۰ وگیان چرچا : ونڈمل : تقریر ایس، پی، استھانہ

۸-۱۰ اور ۵-۱۱ اور رات ۹-۰۰ اجیت سنگھ : وچتر وینا وادن

۱۰-۲۵ اور شام ۲۵-۵ مشتری بیگم : ٹھمری اور دادرا

۱۱-۳۰ پنڈت منی رام : گائن

شام

۸-۱۵ گاندھی چرچا : گاندھی جی کے وچار اور بھجن

۱۰-۳۰ اے، این، شنکر شرما : گائن

دلی ب

صبح

۷-۳۰ سنگیت سربھی : استاد فیاض خاں گائن

دوپہر

۱-۰۵ اور ۱۰-۲ مغربی موسیقی

۳-۳۰ اے، این شنکر شرما : گائن

شام

۶-۴۵ اور ۲½۴-۸ رشمی ماتھر : گیت اور بھجن

۹-۴۵ مغربی موسیقی

ہفتہ ۲۱ ستمبر

دلی الف

صبح

۷-۳۰ دلی کا پھیلتا آنچل : پھگڑی پور اسپاٹ ریکارڈنگ پر مبنی پروگرام

۸-۱۰ سنگھ بندھو : گائن

۱۰-۲۵ جنی لال اندوریا : سرور

۱۱-۰۲ اجے چکرورتی : گائن

۱۱-۳۰ ڈی۔ آر۔ پاروتی کر : دتاتریہ وینا

شام

۵-۴۰ راجیش سہگل : ستار

دلی ب

دوپہر

۱-۰۵ اور ۱۰-۲ مغربی موسیقی

۳-۳۰ سنگھ بندھو : گائن

۶-۴۵ اور ۲½۴-۸ پرسار گیت

۹-۴۵ مغربی موسیقی

اتوار ۲۲ ستمبر

دلی الف

صبح

۸-۱۰ دیوبرت چودھری : ستار

۱۰-۰۰ اتوار صبح کی محفل موسیقی مدھپ، مودگلیہ : گائن

۱۱-۳۰ اور شام ۳۵-۵ گومتی وشوناتھن : گائن (کرناٹک)

رات

۹-۳۰ یشپال : گائن

دلی ب

صبح

۷-۰۲ ساہتکی : پتر پتریکاؤں سے پستک سماچار : دنکر کی رچناؤں میں ناری پریکلپنا : تقریر ہندی

دوپہر

۱-۰۵ اور ۱۰-۲ مغربی موسیقی

شام

۶-۴۵ اور ۲½۴-۸ اندرانلنی سکھ : گیت، بھجن اور غزلیں

۱۰-۰۰ مغربی موسیقی

پیر ۲۳ ستمبر

دلی الف

صبح

۶-۵۰ وگیان چرچا : جولائی اسکرپٹ تقریر : ڈاکٹر آر، ڈی، سنگھ

۷-۳۰ ہماری کلجلاتی پرمپرائیں

بھارتیہ سمندر یا ترائیں: تقریر
۸-۱۰ اور رات ۹-۰۰
ایل، کے، پنڈت: گائن
۱۰-۳۵ گوہر علی: وائلن
۱۱-۰۲ سوہن سنگھ: گائن
۱۱-۳۰ اور شام ۵-۴۰
ستیش پرکاش قمر
شہنائی

رات
۱۰-۰۰ سنگیت سبھا: گوپال کرشن
وچتر وینا

دلی ب
صبح
۷-۳۲ سنگیت سُر بھی: گوہر علی
وائلن

دوپہر
۱-۰۵ ۱-۳۰ اور ۲-۱۰
مغربی موسیقی
۳-۳۰ ایل۔ کے۔ پنڈت: گائن

شام
۶-۴۵ اور ۷-۴۳ — ۸
شری رام: غزلیں
۹-۴۵ مغربی موسیقی

منگل ۲۴ ستمبر

دلی الف
صبح
۸-۱۰ اور رات ۹-۰۰
عبدالسمیع خاں: سرود
۱۰-۳۵ اے۔ رمیش کمار: ٹھمری
اور دادرا
۱۱-۳۰ غلام تقی خاں: گائن

شام
۵-۰۵ گیان وگیان: بے تار کا تار
تقریر: برج موہن گپتا
۸-۰۵ فلم چرچا: تقریر (ہندی)
۱۰-۰۰ منگل شب کی محفل موسیقی
پورنیما تلوالکر: گائن

دلی ب
صبح
۷-۳۰ سنگیت سُر بھی: غلام تقی خاں: گائن

دوپہر
۱-۰۵ اور ۲-۱۰
مغربی موسیقی
۳-۳۰ اے رمیش کمار: ٹھمری اور
دادرا
۸-۴۴ روشن جمیل: غزلیں
۹-۳۰ نیشنل پروگرام: انگریزی
کوٹیشن ٹائم
۱۰-۰۰ مغربی موسیقی

بدھ ۲۵ ستمبر

دلی الف
صبح
۶-۵۰ وگیان چرچا: ایم۲ اینڈ اے فیول
تقریر: بالکرشن
۸-۱۰ اور ۱۱-۰۵ اور رات ۹-۰۰
سویتا دیوی: گائن

رات
۱۰-۳۵ چھوٹے خاں: سارنگی
۱۱-۳۰ گھاسی رام نرمل: جلترنگ

دوپہر
۱۲-۳۰ گھر وگیان: بیمل: اسکرپٹ
ڈاکٹر آر، ڈی، سنگھ

شام
۵-۴۰ بیگم اختر: ٹھمری اور دادرا
۱۰-۰۰ سنگیت سبھا: بلرام پاٹھک
ستار

دلی ب
صبح
۷-۳۰ سنگیت سُر بھی: گھاسی رام نرمل
جلترنگ

دوپہر
۱-۰۵ اور ۲-۱۰
مغربی موسیقی

شام
۳-۴۰ اور ۶-۴۵
پی، کے، وجے کمار: وائلن
۸-۴۴ پشپا ہنس: گیت بھجن اور
غزلیں
۹-۳۰ ووکیشنل ایجوکیشن: تقریر
۹-۴۵ مغربی موسیقی

جمعرات ۲۶ ستمبر

دلی الف
صبح
۷-۳۰ بھارت بھارتی: مہاراشٹر
کا تماشہ: تقریر
۸-۱۰ اور ۱۱-۰۵
چت دیو برمن: گائن
۱۰-۳۵ بلدیوراج ورما: گائن
۱۱-۳۰ کشوری امونکر: گائن

دوپہر
۱۲-۳۰ گھر وگیان: پرلیشر کُکر سے سورکشا
تقریر: دی، کے سکینہ

شام
۸-۰۵ کوا چلا ہنس کی چال: تقریر
طنز و مزاح
۹-۳۰ نیشنل پروگرام: ناٹک
۱۰-۳۰ سما شانتا رام: گائن

دلی ب
صبح
۷-۳۲ سنگیت سُر بھی: بلدیوراج ورما
گائن

دوپہر
۱-۰۵ اور ۲-۱۰
مغربی موسیقی

شام
۳-۳۰ سما شانتا رام: گائن
۶-۴۵ اور ۷-۴۳ — ۸
انجلی بنرجی: غزلیں
۹-۳۰ ٹاکنگ اباؤٹ بکس
انگریزی میں کتابوں پر تبصرہ
۹-۴۵ ایریاز
۱۰-۰۵ مغربی موسیقی

جمعہ ۲۷ ستمبر

دلی الف
صبح
۶-۵۰ وگیان چرچا: تقریر: پروفیسر
ایل، ایس۔ کوٹھاری
۸-۱۰ اور ۱۱-۰۵
میراں۔ پی۔ دیشپانڈے
گائن
۱۰-۳۵ اور شام ۵-۴۰
سو دیپتا شرما: ستار
۱۱-۳۰ بھگوان داس شرما: سنطور

شام
۸-۱۵ گاندھی چرچا: وٹھل بھائی
پٹیل اور گاندھی جی: تقریر
۱۰-۳۰ رادھا کرشنا: گائن

دلی ب
صبح
۷-۳۰ سنگیت سر بھی: بھگوان داس شرما
سنطور

دوپہر
۱-۰۵ اور ۲-۱۰
مغربی موسیقی
۳-۳۰ شریمتی رادھا کرشنا: گائن
۶-۴۵ اور ۷-۴۳ — ۸
اندر نرائن: گیت، بھجن اور
غزلیں
۱۰-۰۰ مغربی موسیقی

ہفتہ ۲۸ ستمبر

دلی الف
صبح
۸-۱۰ اور رات ۹-۰۰
احمد رضا: وچتر وینا
۱۰-۳۵ اور شام ۵-۴۰
لچھمن داس سندھو: ٹھمری
اور دادرا
۱۱-۰۵ اشتیاق حسین خاں
۱۱-۳۰ گائتری مجمدار: گائن

رات
۸-۰۵ سوادھنتا اندولن اور ادسمریہ
سینانی: بھگت سنگھ: تقریر
۹-۳۰ کلاسیکی موسیقی کا نیشنل
پروگرام: غلام صادق خاں
گائن

دلی ب
صبح
۷-۳۰ سنگیت سُر بھی: لچھمن داس
سندھو: ٹھمری اور دادرا

شام
۱-۰۵ اور ۲-۱۰
مغربی موسیقی
۳-۳۰ احمد رضا خاں: گائن
۶-۴۵ اور ۷-۴۳ — ۸
پر سار گیت
۹-۴۵ پروفائیلز فرام اسٹوڈیو

اتوار ۲۹ ستمبر

دلی الف
صبح
۸-۱۰ اور رات ۹-۰۰
امرناتھ: گائن
۱۰-۰۰ وشنو پرستا: شہنائی
۱۱-۳۰ اور شام ۵-۳۵
سی، اے۔ وینکٹا چلم

ویناد کرناٹک)

دلی ب

صبح

۱۰—۷ ساہتکی: رچنا اور رچناکار

۲۳—۷ سموہ گان شکشا

شام

۰۵—۱ اور ۱۰—۲
مغربی موسیقی

۲—۳ امرناتھ: گائن

۴۵—۶ اور ۴۳—۸
ارملا ناگر: گیت، بھجن اور غزلیں

۰۰—۱۰ کنسرٹ آور یہودی مینوہن

پیر ۳۰ ستمبر

دلی الف

صبح

۵۰—۶ وگیان چرچا: میٹل ڈیٹکٹر
تقریر: آنند چند ڈولہ

۴۰—۷ ہماری کلچیائی پرمپرائیں
اتہاس کی بھومیا نیہ بھرانتیاں
تقریر

۱۰—۸ اور رات ۰۰—۹
پرکاش وڈھیرا: بانسری

۳۵—۱۰ اور شام ۴۰—۵
مشتاق حسین خاں: گائن

۰۵—۱۱ ولی محمد خاں: ستار

۳۰—۱۱ مالویکا کانن: گائن

رات

۰۰—۱۰ سنگیت سبھا: للت سے. راؤ
گائن

دلی ب

صبح

۳۲—۷ سنگیت سُربھی
مشتاق حسین خاں: گائن

شام

۰۵—۱ اور ۱۰—۲
مغربی موسیقی

۳۰—۳ پرکاش وڈھیرا: بانسری

۴۵—۶ اور ۴۳—۸
چرنجیت کور: غزلیں

۴۵—۹ مغربی موسیقی

لکھنؤ

[illegible]

خبریں

ہندی/انگریزی (دلی) صبح ۰۰—۶
پرادیشک سماچار (گورکھپور) صبح ۲۱—۷
ہندی (دلی) صبح ۰۰—۸ دوپہر ۱۰—۲ شام ۰۵—۶
شب ۴۵—۸ اور ۰۵—۱۱
انگریزی (دلی) صبح ۱۰—۸ دوپہر ۰۰—۱
شب ۰۰—۹ اور ۰۰—۱۱

سنسکرت (دلی) صبح ۰۰—۷ شام ۱۰—۶
اردو (دلی) صبح ۵۰—۸ شب ۱۶—۹
علاقائی (لکھنؤ) دوپہر ۳۰—۲
پرادیشک (لکھنؤ) شام ۳۰—۷
نیوز ان ہندی (دلی) صبح ۰۰—۹
ضلع کی چٹھی (لکھنؤ) صبح ۰۵—۹

پیر ۱۶ ستمبر

دوپہر

۰۰—۱۲ اور رات ۱۵—۸
سوورنا گھوش: گیت، بھجن

۳۰—۱۲ ملے جلے گانے

۴۰—۲ لوک گیت (اودھی)

رات

۰۰—۸ سماج کا درد۔ بال وِواہ
ہندی تقریر: نیائے مورتی
کیلاش ناتھ گویل

۳۰—۸ چترپٹ سے: فلم سنگیت

۳۰—۹ نیشنل پروگرام (ہندی)
مہیلائیں اور قانون: پریچرچا

۴۵—۹ اور ۳۰—۱۰
شاستریہ سنگیت

منگل ۱۷ ستمبر

صبح

۳۰—۸ اردو پروگرام: میگزین پروگرام
اتر پردیش میں سنگیت
کے مرکز: رام پور: بات چیت
کلام شاعر: رئیس فراز

۰۰—۱۲ اور رات ۱۵—۸
محمد ظفر: غزلیں

۱۰—۱ گرہ لکشمی: خواتین کے لئے
پروگرام

۴۰—۲ سمسائیں گاؤں کی

رات

۳۰—۷ کھیل جگت: انٹرویو

ساپتاہک کھیل سمیکشا

۰۰—۸ شرد چندر چٹو پادھیائے کے
ناولوں میں سماجک چترن
ہندی میں بات چیت
شیو شنکر مشر

۳۰—۹ نیشنل پروگرام: انگریزی تقریر

۴۵—۹ بھارت بھارتی

۰۰—۱۰ منگل شب کی محفل موسیقی
نظام الدین خاں: سارنگی
بمل رائے: طبلہ

بدھ ۱۸ ستمبر

صبح

۳۰—۷ اندر دھنش: نوحہ اور سلام
بیگم اختر

دوپہر

۰۰—۱۲ اور رات ۱۵—۸
رینو سنہا: گیت، بھجن

۳۰—۱۲ ملے جلے گانے

۱۰—۱ آپ کی پسند (لوک گیت)

۴۰—۲ قوالی

شام

۰۰—۸ پانچ سالہ پنچایتی راج: ہندی تقریر

رات

۳۰—۹ انگریزی میں بات چیت

۰۰—۱۰ سوتنترتا سنگرام: فیچر

۳۰—۱۰ شاستریہ سنگیت

جمعرات ۱۹ ستمبر

صبح

۳۰—۷ اندر دھنش: جگناتھ داس
رتناکر کی کویتاؤں کا پاٹھ

۳۰—۸ اردو پروگرام: خط کیلئے شکریہ

دوپہر

[illegible] نرملا کماری: گیت، بھجن

۱۰—۱ آنگن باڑی

۴۰—۲ لوک گیت (کماؤنی، گڑھوالی)

شام

۳۰—۴ تامل شکشا: پاٹھ۔ ۱۹

۳۰—۷ وگیان جگت

رات

۰۰—۸ بھارتیہ سوتنترتا سنگرام
کا اتہاس: سماج واد اور
بھارتیہ راشٹریہ کانگریس
ہندی میں بات چیت: ڈاکٹر
نریندر کرشن ترشی

۱۵—۸ نرملا کماری: غزلیں

۳۰—۹ نیشنل اسپورٹس میگزین
(ہندی)

۰۰—۱۰ گیتانجلی

۳۰—۱۰ شاستریہ سنگیت

جمعہ ۲۰ ستمبر

صبح

۵۰—۶ آلوک: اینی بیسینٹ کے
وچار

۳—۷ اندر دھنش: سگم سنگیت

۴۵—۷ گاندھی چرچا

۳۰—۸ اردو پروگرام: میگزین پروگرام
محرّم اور یکجہتی۔
جسٹس محمد مرتضیٰ حسین کی بات
چیت: ادبی تراشہ

دوپہر

۰۰—۱۲ اور رات ۱۵—۸
انعام اللہ قوال اور ساتھی
قوالی

۳۰—۱۲ ملے جلے گانے

۱۰—۱ گرہ لکشمی۔ خواتین کے لئے
پروگرام

۴۰—۱ جوانوں کے لئے۔ پرانے لوک
پریہ فلمی گانے

۴۰—۲ آپ کا سواستھیہ

شام
۴-۳۰ تامل شکشا۔ پاٹھ ۱۹
۴-۴۵ بال گوپال
۷-۳۰ پتر کے لئے دھنیہ واد۔ سامعین کے خطوط کے جواب
۷-۴۵ ادیوگ کی اور (او۔ پی)
پیش کش: سریش بھاردواج
۸-۰۰ قانون سے اپنے رشتے: سمیا سمادھان پروگرام: پی، این پراشر

رات
۹-۳۰ آپ کی پسند

ہفتہ ۲۱ ستمبر

صبح
۷-۳۰ لکھنؤ درشن۔ فیچر
۸-۳۰ اردو پروگرام: خواتین کیلئے مہندی: فیچر؛ تحریر: فاطمہ حسن

دوپہر
۱۲-۰۰ اور رات ۸-۱۵
رشمی ماتھر: گیت، بھجن
۸-۰۰ کہانی: راج کشور کنوجیا
۹-۳۰ کلاسیکی موسیقی کا نیشنل پروگرام: بھبنیشور مشرا وائلن وادن

اتوار ۲۲ ستمبر

صبح
۷-۳۰ اِندر دھنش: ہندی تقریر
۷-۴۵ دیش گان
۸-۳۰ اردو پروگرام: بچوں کے لیے
میرے بچپن کا محرم: لکھنؤ کے بزرگوں سے ریکارڈ کی گئی بچوں کی باتیں۔

دوپہر
۱۲-۳۰ ان سے بھی ملئے: پیش کش تصویر عابدی
۱-۱۰ آج اتوار ہے جھلکی: مفت کے صلاح کار، مصنف: کے، ایل، یادو

شام
۷-۴۵ سنسکرت پروگرام: وچار گوشٹھی ویشم پرتی یوگ کا نام کرتبیم

رات
۸-۰۰ ساکا صاحب کا الیکٹرو چار سے

بیوپار تک: ہندی تقریر
ویریندر کمار پانڈے
۸-۱۵ غلام مصطفےٰ خان: غزلیں
۹-۳۰ رام دھاری سنگھ دنکر جینتی فیچر
۱۰-۰۰ اتر پردیش درشن: اتر پردیش کی گنتو دھیوں پر مبنی فیچر
ستیش ماتھر

پیر ۲۳ ستمبر

صبح
۷-۳۰ اِندر دھنش: ہندی تقریر
۸-۳۰ اردو پروگرام: بزم مسالمہ
شرکاء: مہندی حیدر زیدی، جرار اکبر آبادی، شارب لکھنوی، عارف نجمی

دوپہر
۱۲-۰۰ اور رات ۸-۱۵
شیل نگم: گیت۔ بھجن
۱۲-۳۰ ملے جلے گانے
۱-۱۰ گھر آنگن: دیہی خواتین کیلئے
۲-۴۰ لوک گیت: اودھی

شام
۴-۳۰ سنسکرت شکشا

رات
۸-۰۰ سماج کا درد اہنسا: ڈاکٹر شیوا نند نوٹیال
۹-۳۰ میں اور میری دھرتی۔ میگھالیہ فیچر

منگل ۲۴ ستمبر

صبح
۸-۳۰ اردو پروگرام: میگزین پروگرام
اتر پردیش میں سنگیت کے مرکز (۴): آگرہ: کلام شاعر

دوپہر
۱۲-۰۰ اور رات ۸-۱۵
سگم سنگیت: سجاتا چکرورتی
گیت، بھجن
۲-۴۰ سمسیائیں گاؤں کی

رات
۸-۰۰ ہم ایک ہیں، ہندی تقریر ڈاکٹر شیو منگل پرساد تیواری
۹-۳۰ تقریروں کا نیشنل پروگرام (انگریزی)

۹-۴۵ بھارت بھارتی
۱۰-۰۰ منگل شب کی محفل موسیقی
پورنیما تلوالکر: گائن

بدھ ۲۵ ستمبر

صبح
۷-۳۰ اندر دھنش: شہادت حسین فیچر

دوپہر
۱۲-۰۰ نعت
۱۲-۳۰ ملے جلے گانے
۱-۱۰ آپ کی پسند: لوک گیت
۱-۴۰ جوانوں کے لئے: فلمی غزلیں
۲-۴۰ قوالی

شام
۷-۴۵ گیتم سنگیتم: کوی ہلنی شکلا
گائیک: دھرم ناتھ مسر

رات
۸-۰۰ ہندی تقریر
۸-۱۵ نعت
۸-۳۰ شب شہادت: بات چیت
ڈاکٹر عروس عابدی: سلام
۹-۳۰ انگریزی بات چیت
۹-۵۰ پریوار کلیان پر شنوتری
۱۰-۰۰ ناٹک

جمعرات ۲۶ ستمبر

صبح
۸-۳۰ اردو پروگرام: یوم عاشور
بات چیت: نوحہ اور مرثیہ

دوپہر
۱۲-۰۰ اور رات ۸-۱۵
ظفر حسین اور پارٹی۔ نعت
۱-۱۰ آنگن باڑی
۲-۴۰ لوک گیت (بھوجپوری)

شام
۴-۳۰ تامل شکشا

رات
۸-۰۰ بھارتیہ سوتنترتا سنگرام کا اتہاس۔ کرانتی کاریوں کے اندولن: پروفیسر ایس، این قانون گو۔
۹-۳۰ نیشنل پروگرام: ناٹک
۱۰-۰۰ مجلس شام غریباں
امام باڑا غفران مآب میں ہوئی

مجلس شام غریباں کی ریڈیو رپورٹ

جمعہ ۲۷ ستمبر

صبح
۷-۳۰ اِندر دھنش: سگم سنگیت
۷-۴۵ گاندھی چرچا
۸-۳۰ اردو پروگرام: میگزین پروگرام
عربی ادب میں ہندوستانی زبان اور ادب کے اثرات
ڈاکٹر شاہ عبدالسلام کی بات چیت: ادبی ترشہ

دوپہر
۱۲-۰۰ اور رات ۸-۱۵
اقبال عالم: گیت اور بھجن
۱۲-۳۰ ملے جلے گانے
۲-۴۰ آپ کا سواستھیہ

شام
۴-۳۰ تامل شکشا
۴-۴۵ بال گوپال
۷-۳۰ نئے چھتیج: فیچر
۸-۰۰ قانون سے اپنے رشتے
وجے وکرم

ہفتہ ۲۸ ستمبر

صبح
۷-۳۰ لکھنؤ درشن
۸-۳۰ اردو پروگرام: ڈرامہ

دوپہر
۱۲-۰۰ سگم سنگیت: سیتارام سنگھ
گیت، بھجن
۱۲-۱۰ سامدائک گان کا پاٹھ
۱-۱۰ گھر آنگن۔ دیہی خواتین کیلئے

شام
۴-۳۰ شاستریہ سنگیت
۴-۴۵ لوک گائن

رات
۸-۰۰ جیسا میں نے دیکھا۔ جے شنکر پرساد
مہادیوی ورما
۸-۱۵ سیتارام سنگھ: غزلیں
۹-۳۰ کلاسیکی موسیقی کا نیشنل پروگرام: غلام صادق خاں
گائن

اتوار ۲۹ ستمبر

صبح

۷-۳۰ اندردھنش: ہندی تقریر

۷-۴۵ سگم سنگیت: دلیش گان

۸-۳۰ اردو پروگرام: یہ بستیاں ہماریاں
قصبہ حسن پور کی تاریخی اور
تہذیبی اہمیت پر وہیں کے
لوگوں سے کی گئی بات چیت
سے ترتیب دیا ہوا فیچر

دوپہر

۱۲-۳۰ ان سے بھی ملئے: پیش کش
تصویر عابدی

رات

۸-۰۰ ہندی تقریر

۸-۱۵ سگم سنگیت: انجلی بنرجی
غزلیں

۹-۳۰ میگھ دوتم

۱۰-۰۰ سیاہ دھوپ کی چھاؤں میں
ناٹک: مصنفہ: نیرو تر پاٹھی

پیر ۳۰ ستمبر

۷-۳۰ اندردھنش: ہندی تقریر

۸-۳۰ اردو پروگرام: ادیب اور
فرقہ وارانہ ہم آہنگی، مذاکرہ

دوپہر

۱۲-۰۰ اور رات ۸-۱۵
چترا بھتا چاریہ، گیت، بھجن

۱۲-۳۰ ملے جلے گانے

۲-۴۰ لوک گیت (داودھی)

شام

۴-۳۰ سنسکرت شکشا

رات

۸-۰۰ ہندی تقریر

۹-۴۵ اور ۱۰-۳۰
شاستریہ سنگیت

۱۰-۰۰ کوی گوشٹھی



رامپور

۳۳۶.۷ میٹر (۸۹۱ کلوہرٹز)

خبریں

ہندی/انگریزی: صبح ۶-۰۰ (عالمی)، ہندی: صبح ۸-۰۰ دوپہر ۱-۰۵ اور ۲-۱۰ شام ۶-۰۵ رات ۸-۴۵ انگریزی: صبح ۸-۱۰ دوپہر ۲-۰۰ رات ۹-۰۰ اردو: صبح ۸-۵۰ اور رات ۹-۱۵

سماچار پتر ہندی: صبح ۹-۰۰، ضلع کی چٹھی: صبح ۹-۰۵

پرادیشک سماچار: شام ۷-۳۰

پیر ۱۶ ستمبر

صبح

۷-۳۰ رام جی لال شرما: پکھاوج

۷-۵۰ اور رات ۸-۰۰
دانی بھرام: غزلیں

۸-۲۱ مدن موہن برجواسی: لوک گیت

۱-۴۰ بھیم سین جوشی: گائن

بدھ ۱۸ ستمبر

دوپہر

۱-۴۰ اور رات ۸-۱۰
کرشنا راؤ پنڈت: گائن

رات

۸-۰۰ مکیش: سگم سنگیت

جمعرات ۱۹ ستمبر

صبح

۸-۲۱ کرشن چندر شرما اور ساتھی: لوک گیت

۱-۴۰ اور رات ۸-۱۰
برج بھوشن کابرا: گٹار وادن

جمعہ ۲۰ ستمبر

صبح

۸-۳۰ یہ راہ کہاں کو جاتی ہے: فیچر
تحریر: خورشید مصطفیٰ رضوی
پیش کش: محمد علی موج

ہفتہ ۲۱ ستمبر

صبح

۷-۳۰ اور رات ۸-۱۰
نثار حسین خاں: گائن

۷-۵۰ اور رات ۸-۰۰
رمیش چندپانڈے، سگم سنگیت

اتوار ۲۲ ستمبر

رات

۹-۳۰ شاکر حسین خاں اور ساتھی: چہاربیت

۸-۰۰ پیڑ پودے اور عام زندگی
تقریر: حسن عباس کاظمی

پیر ۲۳ ستمبر

صبح ۷-۳۰ اور دوپہر ۱-۳۰
بہادر خاں: سرود

۷-۵۰ اور رات ۸-۰۰
مہندر کپور: غزلیں

منگل ۲۴ ستمبر

صبح

۷-۳۰ اور دوپہر ۱-۴۰
پروین سلطانہ: گائن

۸-۲۱ اور دوپہر ۲-۳۰
روی دیورا مائیکی: ماس پرسنگ

بدھ ۲۵ ستمبر

دوپہر

۱-۴۰ جی۔ ایس۔ سچدیو: بانسری

رات

۸-۰۰ سمن کلیانپور: غزلیں

جمعرات ۲۶ ستمبر

دوپہر

۱-۴۰ وی۔ آر۔ دیش پانڈے

جمعہ ۲۷ ستمبر

صبح

۸-۲۱ کرشنا آریہ اور سکھیاں
لوک گیت

۸-۳۰ (۱) افسانہ: اکرم فاروقی
(۲) فسانہ۔ اے۔ آزاد۔ پنڈت
رتن لال سرشار کے ناول کا سلسلہ وار
ریڈیو نشریہ

ہفتہ ۲۸ ستمبر

صبح

۷-۵۰ رات ۸-۰۰
یونس ملک: غزلیں

۱-۴۰ این۔ راجم: وائلن

اتوار ۲۹ ستمبر

صبح

۸-۰۰ تحریک آزادی میں سنبھل کا حصہ
تقریر: روبینہ نشاط

رات

۹-۳۰ صاحبزادہ اور ساتھی: چہاربیت

پیر ۳۰ ستمبر

صبح

۷-۳۰ غلام صادق خاں: گائن

۷-۵۰ اور رات ۸-۰۰
فدا حسین: غزلیں

۸-۲۱ اور دوپہر ۲-۲۰
مراد خاں اور ساتھی: لوک گیت

بقیہ:-

اردو سروس
پیر ۳۰ ستمبر

صبح

۶-۲۵ شہر صبا
بیلا ساور، جگر اور داغ کا کلام
صلاح الدین احمد، شکیل
داغ اور کامل قریشی کا کلام

۷-۳۰ پنڈت سامتا پرساد،
طبلے پر جھپ تال

۹-۳۲ شیلا دھر: خیال بیراگی بھیرو

رات

۸-۳۰ حسن غزل
بیلا ساور، فیض احمد فیض
اور شکیل بدایونی کا کلام

۹-۰۰ کلام شاعر
از پروین کمار اشک (جالندھر)

۱۰-۰۰ شکریے کے ساتھ (ڈرامہ)
"اپنوں کا جنگل"
مصنف: مرینال پانڈے

۱۱-۳۰ اور ۱۲-۰۵
بزم موسیقی: شیلا دھر
خیال شاہانہ، پنڈت سامتا پرساد
طبلے پر تین تال

گورکھپور

میڈیم ویو ۳۳۰.۱۰ میٹر ۹۰۹ کلوہرٹز

خبریں

ہندی/انگریزی: صبح ۶-۰۰ (علاقائی) ہندی: صبح ۸-۰۰ دوپہر ۱-۰۵ اور ۲-۱۰ بجے
شام ۶-۰۰ اور ۷-۰۵ (کھیل)، رات ۸-۴۵، ۹-۰۰، ۱۱-۰۵ انگریزی: صبح ۸-۱۰، دوپہر ۱-۰۰، رات ۱۱-۰۰
سنسکرت: صبح ۷-۰۰ بجے اردو: صبح ۸-۵۰، دوپہر ۱-۵۰ علاقائی: صبح ۷-۳۰، شام ۷-۳۰
راجیہ کی چٹھی: صبح ۹-۰۰ ضلع کی چٹھی: صبح ۹-۰۵ دیہی گتی کے سماچار: دوپہر ۲-۴۵

روزانہ نشر ہونے والے پروگرام

صبح

۶-۰۵ وندنا (بھکتی سنگیت)
۶-۳۰ امردانی چنتن بندو
۶-۳۵ کھیتی کی باتیں
۶-۴۵ دھرتی گائے (بھوجپوری گیت)
۶-۵۵ پروگراموں کا خلاصہ
۷-۰۵ مانس گان
۷-۱۵ پرگتیت جاتی و جن جاتی کے لیے آرکشت پدوں سے سمبندھت سوچنائیں
۷-۳۰ جھروکا (منگل، جمعرات، ہفتہ)
آخر کب تک (پیر اور بدھ)
گاندھی چرچا (جمعہ)
وگیان پتریکا (اتوار I)
کھیل پتریکا (اتوار IV)
۷-۳۰ شاستریہ سنگیت (اتوار II, III)
۷-۴۰ سنگیت پربھا (منگل کے سوا)
سماچار درشن (منگل)
۸-۲۱ سگم سنگیت
۸-۳۰ اردو پروگرام
۹-۱۰ لوک رُچی سماچار (اتوار)
گھر آنگن (دیہاتی عورتوں کے لیے پروگرام)
(پیر، جمعرات)
پھلواری (منگل اور جمعہ)
فلمی بھجن (بدھ)
فلمی قوالیاں (ہفتہ)
۹-۱۵ بال سکھا
دوپہر بچوں کا پروگرام (صرف اتوار)
۱۲-۰۰ چترپٹ سے (فلمی گیتوں کا پروگرام)
پرادیشک سنگیت (صرف جمعرات)
۱۲-۱۰ ودھیارتھیوں کے لیے (اتوار کے لیے)
۱۲-۳۰ نیپالی پروگرام
۱-۱۰ اوکاش کے منچ سے (اتوار)
گیتانجلی
عورتوں کے پسندیدہ فلمی گیت (پیر)
مہیلا سبھا (منگل، جمعہ)
سواستھ چرچا (جمعرات)
پرانی فلموں سے (بدھ)
۱-۴۰ سامانیکی (پچھلے دن کی ریکارڈنگ)
۲-۲۰ کھیتی کسانی
۲-۳۰ لوک رنگ (لوک گیتوں کا پروگرام)

شام

۵-۰۰ بھاشا شکشا
۵-۱۵ دیس ہمارا
۵-۳۰ روزگار سماچار
۵-۴۵ دیہاتی پروگرام
۶-۱۰ کھیتی باڑی
۶-۴۰ آج اور کل: پروگراموں کا خلاصہ
مقامی معلومات
۶-۴۵ لوک گیت
۷-۰۵ سنگیت سُدھا
۷-۳۰ یوا جگت (نوجوانوں کے لیے پروگرام)
۸-۰۰ ہندی پروگرام (اتوار کے سوا)
بیتر طا (اتوار)
۸-۱۵ ریڈیو ڈائری / سگم سنگیت
۸-۲۰ وِدھان منڈل سمیکشا
۸-۳۰ سنسد سمیکشا (اتوار کے سوا)
پرادیشک سماچار درشن
۹-۱۶ نئی کرن (اتوار)
یونیورسٹی کے لیے (پیر)
کھیل کھلاڑی (منگل)
انگریزی تقریر (بدھ)
جینتی و تہوار / سگم سنگیت
(جمعرات، جمعہ اور ہفتہ)
۹-۳۰ ہیم لتا: ہندی ادبی میگزین (اتوار I, III)
ہندی وچار گوشٹھی (اتوار II)
اتر پردیش درشن (اتوار IV)
سنسکرت پتریکا (اتوار V)
نیشنل پروگرام، تقریر (پیر)
اردو پروگرام (منگل)
سنگیت سبھا (بدھ)
دہلی سے پروگرام (جمعرات)
ناٹک (جمعہ)
دہلی سے ریلے (ہفتہ)
۱۰-۰۰ من بھاون (جمعرات)
اندر دھنش (اتوار)
غیر فلمی قوالیاں / فلمی گیت / ٹھمری دادرا / بھاسیہ کوی گوشٹھی (پیر)
دہلی سے ریلے (منگل، بدھ، ہفتہ)
بھر سنیے (جمعہ)

پیر ۱۶ ستمبر

صبح

۵-۵۵ وندے ماترم / پرارمبھک اُدھ گھوشنا / منگل دھونی (روزآنہ)
۶-۰۵ وندنا: روزآنہ
۶-۲۵ کھیتی کی باتیں: روزآنہ
۶-۴۵ دھرتی گائے، پرتھوی پال اور ساتھی
۷-۴۰ اروند گنیندر گڈکر: بانسری پر راگ پربھات بھیروی
۸-۲۱ ایم. ایل. مکرا: سگم سنگیت
۹-۱۰ گھر آنگن: جن سواستھ اور چکتسا گت اُستاد واستو، ڈاکٹر جے. کے شرما

دوپہر

۱-۱۰ گیتانجلی
۲-۳۰ اور شام ۶-۴۵ علاؤالدین احمد اور ساتھی لوک گیت

شام

۵-۰۰ سنسکرت شکشا
۵-۲۵ گرام جگت: ا، ر. شتر پا سوچ یوجنا: تقریر: رام جنم رائے ۲، گیت
۶-۱۰ کھیتی باڑی: ریشے دار پھلوں کا ویوران: تقریر: بی سنگھ ڈاکٹر راجندر رائے
۷-۰۵ سنگیت سدھا: کرشنا سکھے
۸-۰۰ کاویہ سدھا: مہیش اشک
۸-۳۰ گیت منجری
۹-۳۰ نیشنل پروگرام: تقریر
۱۰-۳۰ کرشنا راؤ شنکر پنڈت خیال، راگ پوریا کلیان

منگل ۱۷ ستمبر

صبح

۶-۴۵ دھرتی گائے: سندر رام اور ساتھی
۸-۲۱ بھجن

دوپہر

۱-۱۰ مہیلا سبھا: چھوٹا پریوار سکھی پریوار: گائتری اپادھیائے اپنے کھیتے، بیٹھے ایکڑوے الوبھو رتنا برنوال
۲-۳۰ لوک رنگ: اوما شنکر دیویدی اور ساتھی

شام

۵-۰۰ سنسکرت کاریہ کرم
۶-۱۰ کھیتی باڑی: کھیتی میں اپنا انوبھو رام مورتی سنگھ
۶-۴۵ لوک گیت
۷-۰۵ سنگیت سبھا: جمیل احمد، غزل
۸-۰۰ اُدھم سنگھ اور بھارت کا سوتنترتا سنگرام: ہندی تقریر: راجیندر لال کپور
۹-۱۴ کھیل کھلاڑی: تیراکی میں بھارت کی استھتی: تقریر: اوم پرکاش ورما
۹-۳۰ اردو پروگرام: جانثار اختر کی حیات پر مبنی: فیچر "چند سکے ہیں میرے ہاتھ میں جگنو کی طرح" تحریر: طارق چھتاری
۱۰-۰۰ منگل شب کی محفل موسیقی

بدھ ۱۸ ستمبر

صبح

۶-۴۵ سہنہ گان
۷-۴۰ کشوری امونکر: راگ جونپوری
۸-۲۱ سگم سنگیت: ستیہ پرکاش تیواری، ششما کمار: سگم سنگیت

دوپہر

۲-۳۰ اور شام ۶-۴۵ اندرجیت پرشاد: لوک رنگ، لوک گیت

شام

۵-۰۰ سنسکرت کاریہ کرم
۵-۲۵ گاؤں کی اور: شکشا کے ساتھ شکھشتر بھی ضروری ہیں تقریر: آگیاں رائے
۶-۱۰ کھیتی باڑی: اُسر بھومی کا پربندھ ڈاکٹر: ڈی. پی. شرما
۷-۰۵ سنگیت سدھا: احمد حسن اور محمد حسین، غزل
۸-۰۰ ہندی کاریہ کرم: لوک سنسکرتی کے انگ پرو اور تیوہار، ابھا پتی سنگھ
۸-۳۰ گیت منجری
۹-۱۶ سم تھاٹس آن سیونتھ فائیو ایئر پلان: انگریزی تقریر: ڈاکٹر ایچ. اے. خان
۹-۳۰ سوتنترتا سنگرام: ردیپک مالا
۱۰-۳۰ سمسر کنا دھرچودھری: ستار پر راگ مارو بہاگ

جمعرات ۱۹ ستمبر

صبح

۶-۴۵ دھرتی گائے: چندنا بھٹاچاریہ
۷-۴۰ رما شنکر: شہنائی پر راگ نٹ بھیرو
۸-۲۱ دیپک بھٹاچاریہ: سگم سنگیت
۹-۱۰ گھر آنگن "استریا کارن اور بچاؤ" ڈاکٹر انیتا ویش: بھوجن میں ساگ بھاجی کا مہتو: شریمتی سندھیا رانی مشرا

دوپہر

۱۰ — ۱ سواستھ چرچا "بچوں میں کوڑھ" تقریر : ڈاکٹر جی ، بی ، ماتھر

۳۰ — ۲ لوک رنگ ۔ ڈاکٹر شانتی جین

شام

۳۵ — ۵ کاویہ پاٹھ : سوریہ نارائن اپادھیائے بدری ناتھ رائے "مستانہ" اور مایا رائے

۱۰ — ۶ کھیتی باڑی : بھیڑ تتھا بکری پالن ڈاکٹر ایس ، ایس ، سامنت

۰۵ — ۷ سنگیت سدھا : پنکج اداس اور مناج مسانی : غزل

۰۰ — ۸ لوک سنسکرتی کا چھیتریہ پربھاؤ ہندی تقریر : ہری شنکر مشر

۳۰ — ۸ گیت منجری

۳۰ — ۹ راشٹریہ کھیل پتریکا

۳۰ — ۱۰ وسندھرا کوم کلی : گائن ۔ راگ کیدار

جمعہ ۲۰ ستمبر

صبح

۴۵ — ۶ دھرتی گاتے : مدن موہن جوالی

۴۵ — ۷ بھجن

۲۱ — ۸ سگم سنگیت : ڈاکٹر ششی تیواری

۳۰ — ۸ شوخیٔ گفتار ۔ خاکہ "واثق جونپوری" غلام رضوی گردش مزاحیہ کلام : شاطر گورکھپوری

۱۰ — ۹ پھلوار

دوپہر

۱۰ — ۱ مہیلا سبھا : آنگن باڑی یوجنا کماری ساوتری شریواستوا (۲) ، بال و یواہ کے موضوع پر تقریر از پارس ناتھ مشر

۳۰ — ۲ اور شام ۴۵ — ۶ بھجن لال یادو اور ساتھی لوک گیت

شام

۳۵ — ۵ گاؤں کی اور (۱) ، کھادیہ پدارتھ میں ملاوٹ

۱۰ — ۶ کھیتی باڑی : بارش سے ادھک چارا : بھاسکر مشر

۰۵ — ۷ سنگیت سدھا : پونم شرما

۰۰ — ۸ ہندی کاریہ کرم ۔ رس بھارتی سندیش راس ۔ عبدالرحمان کا کاویہ : سدانند شاہی

۳۰ — ۸ گیت منجری

۳۰ — ۹ ایک چھیتر اسکیچ : ناٹک نرمل ورما کے ناول کا ریڈیو عکس ڈاکٹر گریش رستوگی

۳۰ — ۱۰ امجد علی خاں : سرود ۔ راگ کروانی استاد نثار خاں : شاستریہ گائن

ہفتہ ۲۱ ستمبر

صبح

۴۵ — ۶ دھرتی گاتے : سمن شریواستوا

۴۰ — ۷ کرشنا چکرورتی : ستار راگ گجری توڑی

۲۱ — ۸ ورندگان

۱۰ — ۹ فلمی قوالی

دوپہر

۱۰ — ۱۲ سامودائیک گان شکشا

۱۰ — ۱ آپ کی پسند : فرمائشی کاریہ کرم

۳۰ — ۲ اور شام ۴۵ — ۶ اکبر علی : لوک گیت

شام

۰۰ — ۵ وادیہ ورند

۳۵ — ۵ بال وانی : رنگ ، روپ گندھ اور سواد سے وستو کی پہچان جے پرکاش رائے

۱۰ — ۶ کھیتی باڑی ۔ آلو کی اگیتی کھیتی محمد کریم خاں : گنڈک سمادیس پری یوجنا اور چیک دیکاس یوجنا : آئی بی سنگھ

۰۵ — ۷ سنگیت سدھا : بیگم اختر

۰۰ — ۸ ہندی کاریہ کرم "مجھے ان سے بچائیے" ۔ پڑوسی شاستریہ سنگیتالیہ سے : ڈاکٹر دیورس سنانڈھ

۳۰ — ۸ گیت منجری

۳۰ — ۹ سنگیت کا نیشنل پروگرام

اتوار ۲۲ ستمبر

صبح

۴۵ — ۶ دھرتی گائے : شہزاد خان وارثی عرف چاند پتلی

۴۰ — ۷ سنگیت پربھا : پروین سلطانہ شاستریہ گائن

۲۱ — ۸ گیت سنگیت : شاعر شبنم گورکھپوری : گائیکا : اوشا ٹنڈن ۔ سنگیت : راحت علی

۱۵ — ۹ بال سکھا : بال کہانی : تحریر : جی آر ۔ سید : سامودائیک شکشا : پیڑ لگائیں ۔ چرچا

دوپہر

۰۰ — ۱۲ بھوجپوری فلم سنگیت : آپ کی پسند کاریہ کرم

۱۰ — ۱ اوکاش کے چھنڈ "ایک پیالی چائے" تحریر : ڈاکٹر سرون کمار گوسوامی : پیش کردہ سریندر کمار اپادھیائے

۳۰ — ۲ لوک رنگ : بھوجپوری سنہ گان

شام

۰۰ — ۵ سنسکرت کاریہ کرم

۳۵ — ۵ گرام جگت : تقریر : آر ۔ کے یادو

۱۰ — ۶ کھیتی باڑی : پتراتر : گورکھناتھ تمر

۴۵ — ۶ لوک گیت : ریکھا یادو اور ساتھی

۰۵ — ۷ غزل : کماری روپ جیت کور صغیر خان

۰۰ — ۸ پتر ملا

۳۰ — ۸ پرادیشک سماچار درشن

۱۶ — ۹ نئی کرن

۰۰ — ۱۰ اندر دھنش : فرمائشی پروگرام

پیر ۲۳ ستمبر

صبح

۴۵ — ۶ دھرتی گاتے : کماری سرکھ کول

۴۰ — ۷ سنگیت پربھا : راج مان سنگھ ستار ، راگ بسنت مکھاری

۲۱ — ۸ سگم سنگیت : مینو پرشوتم پشپا یگ دھرے

۱۰ — ۹ گھر آنگن "کسی عادت کی محتاج بنیئے" شریمتی ریکھا بنسل

دوپہر

۳۰ — ۲ اور شام ۴۵ — ۶ لوک گیت : سہہ گان

شام

۰۰ — ۵ سنسکرت کاریہ کرم

۳۵ — ۵ گرام جگت : گھو سینچائی ویوستھا : رمیش چندر شری واستو

۱۰ — ۶ کھیتی باڑی ۔ مٹی کی سمسیا ڈاکٹر گریش پانڈے

۰۵ — ۷ اسلم خاں : غزل

۰۰ — ۸ کاویہ سدھا

۳۰ — ۸ گیت منجری

۱۶ — ۹ یونیورسٹی کے لئے

۳۰ — ۹ نیشنل پروگرام : تقریر

۳۰ — ۱۰ نرگس وارثی : گائن طبلہ پر سنگت منی لال مشرا

منگل ۲۴ ستمبر

صبح

۴۵ — ۶ دھرتی گاتے : سہہ گان

۵۵ — ۷ بھجن

۲۱ — ۸ سگم سنگیت : کیول کمار

۱۰ — ۹ پھلواری

دوپہر

۱۰ — ۱ مہیلا سبھا : چھوا چھوت ایک سماجک ابھیشاپ : آشا رونگٹا مصیبت ہے گھر آئے مہمان " منجو بالا

۳۰ — ۲ لوک رنگ : پریملا تیواری

شام

۰۰ — ۵ سنسکرت کاریہ کرم

۳۵ — ۵ گرام جگت : سمرتھن مولیہ یوجنا جگدیش سنگھ

۱۰ — ۶ کھیتی کسانی : "لاہی اور توریا" ڈاکٹر از ایس ۔ رائے

۴۵ — ۶ لوک گیت : کماری انجلی بنرجی

۰۵ — ۷ سنگیت سدھا : کماری آشا شرما

۰۰ — ۸ یوگی اروند کا درشن : ہندی تقریر

۳۰ — ۸ گیت منجری

۱۶ — ۹ کھیل کھلاڑی "اس ماہ کی کھیل سمیکشا ۔ نیل کمار پانڈے

۳۰ — ۹ اردو پروگرام : "کشکول" تقریر : سماج کی تشکیل میں عورتوں کا حصہ : کماری شگفتہ جبیں "کلام شاعر" ظفر ہاشمی تقریر "شبنم گرنے کا راز" پروین عباسی

۰۰ — ۱۰ سنگیت سبھا

بدھ ۲۵ ستمبر

صبح

۴۵ — ۶ دھرتی گاتے : نیتا چترویدی اور سکھیاں

۴۰ — ۷ غلام تقی خاں : خیال نٹ بھیرو

۲۱ — ۸ منا ڈے : گیت

۳۰ — ۸ اردو پروگرام : شعری نشست عاصم گونڈوی : شبنم گورکھپوری

قرآن انصاری
۱۰ — ۹ فلمی بھجن

دوپہر
۲ — ۳۰ اردو شام ۴۵ — ۶
نذر حسین ، لوک گیت

شام
۵ — ۰۰ سنسکرت کاریہ کرم
۵ — ۲۵ گرام جگت "نو یوک اور آلسی سدبھاؤ" رام ریچھا بھارتی
۶ — ۱۰ کھیتی باڑی "بھارتیہ کسان" امبا چرن اُپادھیائے
۷ — ۰۵ طلعت عزیز : غزل
۸ — ۰۰ "بھوجپوری چھیتر کے ہندی ساہتکار" ہندی تقریر : ڈاکٹر ڈی ، بیمیوس
۸ — ۲۰ گیت منجری
۱۰ — ۳۰ پنڈت جسراج : خیال ۔ راگ پوریا ۔ شدھ نٹ

جمعرات ۲۶ ستمبر

صبح
۶ — ۴۵ دھرتی گاتے : مالا چٹرجی
۷ — ۴۰ سنگیت پربھا : شیو کمار شرما راگ ابیر بھیرو
۸ — ۲۱ سگم سنگیت : انورادھا
۹ — ۱۰ گھر آنگن : بھوجپوری ناٹک دھواں رہیت چولہا : مینا رائے

دوپہر
۱۲ — ۰۰ پرادیشک سنگیت
۱ — ۱۰ سواستھ چرچا ڈاکٹر کے ۔ کے ۔ کپور
۲ — ۳۰ لوک رنگ : محمد خلیل اور ساتھی

شام
۵ — ۲۵ گاؤں کی اور "اب ضروری ہے اپنا کام اپنے ہاتھ" کیدار نائک
۶ — ۱۰ "دودھارو پشو کے سوکھا روگ" ڈاکٹر ایس ، پی ، چودھری
۶ — ۴۵ لوک گیت : سبھہ گان
۷ — ۰۵ سنگیت سدھا : سلمیٰ آغا غزل
۸ — ۰۰ ہندی کاریہ کرم "دو یا ایک جیون میں پوک مہتو" منتو اوپدھ ناتھ
۸ — ۲۰ گیت منجری

۹ — ۳۰ نیشنل پروگرام : ناٹک
۱۰ — ۳۰ اشونی بھندے : گائن راگ یمن ، ملک کاموو

جمعہ ۲۷ ستمبر

صبح
۶ — ۴۵ دھرتی گاتے : نیامت علی اور ساتھی
۷ — ۴۵ بھجن
۸ — ۲۱ سگم سنگیت : پنکج کمار شرما انیتا تلوار
۸ — ۳۰ اردو کا پروگرام : مباحثہ "تعلیم کا ایک ذریعہ ٹیلی ویژن" شرکاء : اقبال احمد مسعودی شوکت علی خاں ، غلام رسول میکش

شام
۵ — ۲۵ گاؤں کی اور "کاویہ پاٹھ" آلوک پریہ درشی ، دھرم دیو سنگھ انور ، ویریندر پتی ترپاٹھی
۶ — ۱۰ کھیتی باڑی "بیٹری گنّے پر یوریا چھڑکاؤ" : درگا پرشاد شری واستوا
۶ — ۴۵ رام پتی تیواری : لوک گیت
۷ — ۰۵ عاشق علی اور ساتھی : قوالی
۸ — ۰۰ ہندی کاریہ کرم "منفوت" ہندی کتھا پاٹھ : رام لکھن سنگھ
۸ — ۲۰ گیت منجری
۹ — ۳۰ ماسک سنکھلا ناٹک "جو بن دیئے جات دغا" کرتار سنگھ دگل
۱۰ — ۳۰ دیو برت چودھری : ستار پر راگ یمن کلیان

ہفتہ ۲۸ ستمبر

صبح
۶ — ۴۵ دھرتی گاتے : بالو کوشک
۷ — ۴۰ سنگیت پربھا : کیسکر گائن راگ بیراگی
۸ — ۲۱ سگم سنگیت
۹ — ۱۰ فلمی قوالی

دوپہر
۱ — ۱۰ مہیلا سبھا : "ہندو ودھوا ایکٹ دیواہ ادھینیم" شری کرشن جی شری واستوا
کہانی : سیتا سومانی

کویتا پاٹھ : سروج گپتا
۲ — ۳۰ لوک رنگ ، سبھہ گان

شام
۵ — ۲۵ بال وانی "پوسٹ مارٹم سے کیا جانکاری ملتی ہے" وارتاکار پی کے سنگھ : مکئے بازی از شری بیرج واسی رائے
۶ — ۱۰ کھیتی باڑی "گنّے و سیمانت کرشک وکاس یوجنا" رام بیر کھو رام
۶ — ۴۵ بھوجپوری سبھہ گان
۷ — ۰۵ غلام علی ، غزل
۸ — ۰۰ "مجھے ان سے بچائیے ، چھوں سے" ہندی تقریر : رام کرشن لال
۸ — ۲۰ گیت منجری
۹ — ۳۰ سنگیت کا نیشنل پروگرام

اتوار ۲۹ ستمبر

صبح
۶ — ۲۵ دھرتی گاتے ۔ راج شری بنرجی
۷ — ۴۰ سنگیت پربھا ۔ استاد امیر خاں خیال راگ للت
۸ — ۲۱ غزل از ہندی گورکھپوری گائیکہ : شمیم بانو
۹ — ۱۵ بال سنگھا "اجنتا کی سیر" وارتاکار دیپو لال دوبے : چرچا فلموں سے لاکھ اور پانی ، بال گیت

دوپہر
۱۲ — ۰۰ بھوجپوری فلم سنگیت
۱ — ۱۰ لکھنؤ ناٹک "بڑے بابو" دھنتہ ۸ تحریر : آر ۔ کے ۔ شرما پیش کش : شوشیل بنرجی
۲ — ۳۰ لوک رنگ : اُرملا شکلا

شام
۵ — ۲۵ گرام جگت : تقریر از

ارجن رائے ، گیت
۶ — ۱۰ کھیتی کسان ۔ پیتر اتر ، گیندا سنگھ گیت
۶ — ۴۵ لوک گیت : مصطفےٰ اور ساتھی
۷ — ۰۵ مبارک بیگم ۔ غزل
۸ — ۰۰ پتر ملا
۹ — ۱۴ انگریزی وارتا "بار کنٹرول آف پالوشن" : رما شنکر سنگھ
۱۰ — ۰۰ اندر دھنش (فرمائشی گیتوں کا کاریہ کرم)

پیر ۳۰ ستمبر

صبح
۶ — ۴۵ دھرتی گاتے : شیفالی سنہا
۷ — ۳۰ سنگیت پربھا
۸ — ۲۱ سگم سنگیت : ظفر الحق انصاری
۹ — ۱۰ گھر آنگن

دوپہر
۲ — ۳۰ اردو شام ۴۵ — ۶
لکشمی شری واستوا : لوک گیت

شام
۵ — ۱۵ دیش ہمارا : بھوجپوری کاریہ کرم
۵ — ۲۵ گرام جگت : آج کے وکاس کھنڈ اور ان کے دوار وکاس کاریہ : فرید حیدر رضوی گیت : لوک گیتوں میں کھڑا پال ساہتہ : ڈاکٹر سام ناتھ لال
۶ — ۱۰ کھیتی باڑی "مکا جوار باجرے میں لگنے والے روگ" رام آسرے رائے
۷ — ۰۵ سنگیت سدھا : ظفر الحق انصاری
۸ — ۰۰ کاویہ سدھا : موتی ، بی ، اے
۹ — ۱۵ نئی کرن
۹ — ۳۰ نیشنل پروگرام : تقریر
۱۰ — ۳۰ کرشنا راؤ شنکر پنڈت خیال راگ پوریا کلیان

آواز کے لیے ترسیل زر کا پتہ
ایک سال ——— ۲۲ روپے
دو سال ——— ۴۲ روپے
چیف ایڈیٹر : آکاشوانی گروپ آف جرنلز
پی ٹی آئی بلڈنگ سکنڈ فلور سنسد مارگ
نئی دہلی ۱۱۰۰۰۱

جالندھر چنڈی گڑھ

جالندھر: میڈیم ویو: ۴۲۶ء۱۳ میٹر ۷۰۲ کلوہرٹز
۲۲۲ء۲ میٹر ۱۳۵۰ کلوہرٹز
۳۶۴ء۶ میٹر ۸۷۳ کلوہرٹز
چنڈی گڑھ: میڈیم ویو: ۲۰۹ء۶ میٹر ۱۴۳۱ کلوہرٹز

خبریں

ہندی: صبح ۶-۰۰، دوپہر ۱-۰۵، ۲-۱۰، ۲-۴۵ (دھیمی رفتار سے)
شام ۶-۰۰، ۶-۲۰ (پرادیشک سماچار) رات ۸-۴۵، ۱۱-۰۵
پنجابی: صبح ۸-۳۰ دوپہر ۱-۴۰ شام ۶-۱۰ (پرادیشک سماچار)
شام ۷-۳۰ انگریزی: صبح ۸-۱۰ دوپہر ۱-۰۰ رات ۹-۰۰ اور ۱۱-۰۰
اردو: صبح ۸-۵۰ دوپہر ۱-۵۰ رات ۹-۱۵ اور ۹-۲۵ تبصرہ
روزگار سماچار: شام ۷-۴۰

پیر ۱۶ ستمبر

صبح
۲-۱۰ سری دربار صاحب امرتسر سے شبد کیرتن ریلے، روزانہ
۸-۲۰ لوک گیت: سریندر سنگھ پردیسی
۸-۴۰ ساہت سدھا: سنسکرت کادیہ میں درنت از مانک موتی: پنجابی میں تمثیلی پروگرام
۹-۰۵ سلوچنا برہسپتی: خیال یمنی بلاول

دوپہر
۱۲-۰۲ تہاڈی پسند: پنجابی گیتوں کا فرمائشی پروگرام
۲-۲۰ غزلیں
۱-۳۰ منشی خاں: لوک گیت

شام
۵-۰۰ سری دربار صاحب امرتسر سے شبد کیرتن ریلے، روزانہ
۷-۴۵ پنجابی گیت

رات
۸-۰۰ سواستھ اور بھوجن: مدھو ہندی میں تقریر از آچاریہ پرتھوی سنگھ آزاد
۹-۲۰ خادمہ: پنجابی ڈرامہ: جے ایس، وردی
۱۰-۰۵ لوک گیت نوراں
۱۰-۳۰ سلوچنا برہسپتی: خیال سنجوگ

منگل ۱۷ ستمبر

صبح
۸-۲۰ پنجابی گیت
۸-۴۰ اخباراں دی رائے: اخبارات کے اداریوں پر مبنی پروگرام
۹-۱۰ نکھل بنرجی: ستار وادن

دوپہر
۱۲-۰۲ نالے گلاں نالے گیت: فلمی گیتوں پر مبنی پروگرام
۲-۳۰ تیرتھ سنگھ: لوک گیت

شام
۴-۴۵ برکت سدھو: لوک گیت

رات
۷-۴۵ نویں آکاش: تعلیم بالغاں تقریر/ملاقات
۸-۰۰ اردو میں تقریر: امرتسر ساسیاں ایک تجارتی مارکیٹ از درگا داس نیتر
۱۰-۰۰ شب منگل کی محفل موسیقی نظام الدین خاں: سارنگی بمل رائے: طبلہ

بدھ ۱۸ ستمبر

صبح
۷-۱۵ قدم قدم پڑا پڑا
۷-۳۰ بھائی دیویندر سنگھ راگی: شبد
۷-۴۵ جیون جوت: ایسے اشخاص پر مبنی پروگرام جنھوں نے زندگی کے کسی خاص شعبے میں نمایاں خوبی حاصل کی
۹-۰۵ سی۔ ایل۔ بھلہ: خیال دیسی
۹-۲۰ برہم سروپ سنگھ راگی: شبد

دوپہر
۲-۲۰ غزلیں
۲-۳۰ جگجیت سنگھ زیری: لوک گیت ڈھولک سنگیت: رونقی رام

رات
۷-۴۵ بھائی دیویندر سنگھ راگی: شبد
۱۰-۲۰ سی۔ این بھلہ: خیال باگیشری
۱۰-۴۵ برہم سروپ سنگھ سبدھ سنگیت

جمعرات ۱۹ ستمبر

صبح
۷-۱۵ جی آیاں نوں: مختلف شعبوں آنے والوں سے ملاقات
۷-۳۰ اجیت کور: پنجابی گیت
۷-۴۵ ستیش چندر: لوک گیت
۸-۴۰ تراشے: اخبارات کے اداریوں پر مبنی اردو پروگرام
۹-۰۵ کستوری لال: دائمن پر راگ بہاگ

دوپہر
۱۲-۰۲ اجیت کور: شبد اور بھجن
۲-۳۰ چانن رام اور ساتھی: بھیٹاں

شام
۴-۲۰ کستوری لال، دائمن پر راگ مدھو ونتی
۱-۱۵ منوہر لال منوہر: لوک گیت

رات
۱۰-۱۵ جسبیر سنگھ خوشدل: لوک گیت
۱۰-۳۰ چترپٹ: مرحوم پنڈت دین ایس بھاٹکھنڈے کی زندگی اور موسیقی کو دین: پیشکش: بلبیر سنگھ کلسی

جمعہ ۲۰ ستمبر

صبح
۷-۱۵ اجیل یاداں: پنجابی میں پروگرام
۷-۳۰ سلیم اقبال: کافی
۹-۰۵ سُمر دھانی جسوال: خیال

دوپہر
۱۲-۱۵ سلیم اقبال
۱۲-۳۰ جاگیر سنگھ طالب: لوک گیت
۲-۳۰ کونت سنگھ بیدن: لوک گیت

شام
۴-۲۰ سردھانی جسوال: خیال مارا
۴-۴۵ ماھی رام: لوک گیت
۷-۴۵ سلیم اقبال: غزلیں

رات
۹-۲۰ "ہری ہر کا کا" لتھلیشور کے ہندی ناول کا ریڈیو عکس از بمل چندر گپتا
۱۰-۱۵ جسدیو کمار یملا جٹ: لوک گیت
۱۰-۳۰ تیج پال سنگھ، سریندر سنگھ خیال شدھ کلیان

ہفتہ ۲۱ ستمبر

صبح
۷-۲۰ ست پال سنگھ: گیت
۷-۱۵ سنت سنگھ بندا: لوک گیت
۸-۲۰ پیارے لال: بھجن
۹-۰۵ سیا بہاری سرن جلترنگ پر گن کلی طبلہ پر سنگت: ہری اوم اتسو
۹-۲۰ اوپی کپور: ٹھمری

دوپہر
۱۲-۱۵ ست پال سنگھ: گیت

شام
۴-۲۰ سیا بہاری سرن: جلترنگ پر ہنس دھونی
۴-۴۵ منموہن سنگھ پٹیالوی لوک گیت
۷-۴۵ سیا بہاری سرن: جلترنگ پر راگ ہنس دھونی

۸-۰۰ پنجابی میں تقریر
۸-۱۰ پنجابی گیت
۸-۲۰ ادھیاپکاں لئی: پنجابی [illegible]
استادوں کے لئے پروگرام
۸-۲۰ پیارے لال: غزلیں

اتوار ۲۲ ستمبر

صبح
۷-۰۵ وید، گیتا اور رامائن سے پاٹھ
۷-۱۵ ساڈا ورثہ: پنجابی میں تقریر
۷-۳۰ شبد
۹-۰۵ استاد عبدالکریم خاں
سبدھ سنگیت

دوپہر
۲-۳۰ رنجیت کور: لوک گیت

شام
۴-۳۰ پنجابی گیت
۴-۴۵ نریندر بیبا: لوک گیت

رات
۷-۴۵ جاگرت: پنجابی میں جھلکی
۸-۰۰ پریزرونگ دا ٹنڈ لائف۔
انگریزی میں تقریر
از کے۔ ایس ڈھلون
۱۰-۰۰ شبد

پیر ۲۳ ستمبر

صبح
۸-۴۰ ساہت سدھا: سنسکرت
کا پروگرام: کالی داس دے
ناٹکاں وچ ویش نیتا
پنجابی میں تمثیلی تقریر: شریمتی
سنتھا شایاد
۹-۰۵ ایل۔ کے۔ پنڈت: خیال

دوپہر
۲-۳۰ سریندر شنڈے اور ساتھی
لوک گیت

شام
۷-۴۵ پنجابی گیت

رات
۸-۰۰ کیوں نہیں آتے سوال اچھے
اچھے: ہندی میں تقریر
دیپک جالندھری
۸-۱۵ غزلیں
۹-۳۰ کوک آزادی دی: پنجابی
میں فیچر

۱۰-۱۵ [illegible]بخشش زنگیلا اور ساتھی
لوک گیت
۱۰-[illegible] ایل۔ کے۔ پنڈت: خیال
چھایا نٹ اور ٹپہ کافی

منگل ۲۴ ستمبر

صبح
۷-۱۵ ہندی کویتا: از جیوتشیر پاٹھک
۷-۲۰ سنگیت ردیک: موسموں پر
۱-۱۰ علی اکبر خاں: سرود پیر پراگی

دوپہر
۱۱-۰۲ نالے گلاں نالے گیت
ایچ۔ ایس۔ کھورانہ
۲-۲۰ غزلیں
۲-۳۰ جگت سنگھ و جگت: لوک گیت

شام
۱-۱۵ پیارا سنگھ جلالپوری
لوک گیت

رات
۹-۰۰ سردرد کی علامت یا مرض
ڈاکٹر آر۔ ایس کوشر
۱۰-۰۰ شب منگل کی محفل موسیقی
پورنیما تلواڑکر: گائن

بدھ ۲۵ ستمبر

صبح
۷-۲۰ بھائی بخشش سنگھ راگی اور
ساتھی: شبد
۱-۰۰ رجبیہ کی چھٹی
۹-۱۵ رام لبھایا
کلارینٹ پر راگ کالنگڑا
۹-۲۰ شندا یو کا لیکر: گائن

دوپہر
۱۲-۱۵ بھائی بخشیش سنگھ راگی
اور ساتھی: شبد
۲-۳۰ بلدیو سنگھ زنگیلا جٹ
لوک گیت

رات
۷-۴۵ بھائی بخشیش سنگھ راگی اور
ساتھی: شبد
۱۰-۳۰ رام لبھایا: کلارنٹ پر راگ
شنکرا
۱۰-۴۵ واسدیو دیش پانڈے
خیال چندر کونس

جمعرات ۲۶ ستمبر

صبح
۷-۱۵ پند دی نہار
۷-۳۰ مہدی حسین: نعتیں
۷-۴۵ پورن شاہکوٹی: لوک گیت
۹-۰۵ باگیشوری دیوی: ٹھمری اور
دادرا

دوپہر
۱۲-۰۲ پنجابی گیت
۱۲-۱۵ سیتا کوہلی: گیت اور غزل
۲-۲۰ غزلیں
۲-۳۰ کشمیر سنگھ سندھو: غزلیں

شام
۴-۱۵ ستیش بیندر: لوک گیت

رات
۹-۳۰ بابل ترا او پڑا: کمار دھیرد
بین یاٹا کے گجراتی ڈرامہ
دا دنے انکن امبانو کا پنجابی
ترجمہ
۱۰-۰۰ پنجابی میں کون در بار
۱۰-۱۵ ہردیو سنگھ نوشدل
لوک گیت
۱۰-۳۰ باگیشوری دیوی: ٹھمری
اور دادرا

جمعہ ۲۷ ستمبر

صبح
۷-۳۰ ارشاد رحمت قوال اور ساتھی
کافی
۸-۴۰ پتا دڑن چھٹی ماں: پنجابی میں
خطوں کے جواب
۱-۰۵ بدھا دتیہ مکرجی: ستار وادن

دوپہر
۱۲-۱۵ ارشاد رحمت قوال اور ساتھی
کافی
۲-۳۰ چمن لال گورداسپوری اور
ساتھی: لوک گیت

شام
۴-۳۰ لچھمن سنگھ: طبلے پر ایک تال
۴-۴۵ لال چند یملا جٹ اور ساتھی
لوک گیت

رات
۷-۴۵ ارشاد رحمت قوال اور ساتھی
غزلیں

۸-۰۰ لکھو کتھا کا بھوشیہ
ہندی میں تقریر
ست پال چڈھا
۹-۳۰ پنکھ اور پتھر: اردو میں ڈرامہ
از کشمیری لال ذاکر
۱۰-۱۵ چندر کانتا کپور: لوک گیت
۱۰-۳۰ بدھادتیہ مکرجی: ستار پر
راگ مالکونس

ہفتہ ۲۸ ستمبر

صبح
۷-۱۵ کتھا لوک
۷-۳۰ روی کانت: بھجن
۷-۴۵ اکبر علی جودھاں: لوک گیت
۸-۲۰ سریندر سنگھ سمن
پنجابی گیت
۹-۰۵ رتن لال دیپک: خیال گوری توڑی

دوپہر
۱۲-۳۰ جھلکی دلنزد مزاح،
از آر۔ کے۔ شرما

شام
۴-۳۰ رتن لال دیپک: خیال بھیم پلاسی
۴-۴۵ گورچرن سنگھ گو لواڑ ڈھاڈی
اور ساتھی: واراں
۷-۴۵ اشوک رائے: سرود
۹-۳۰ موسیقی کا نیشنل پروگرام
غلام صدیقی خاں: گائن

اتوار ۲۹ ستمبر

صبح
۷-۱۵ ساڈا ورثہ
۷-۳۰ شبد
۹-۰۵ ڈی۔ وی۔ پلسکر: کلاسیکی موسیقی

دوپہر
۲-۳۰ گردھاری لال اور ساتھی
بھجن

شام
۴-۴۵ گمدور سنگھ امن اور ساتھی
کافیاں

رات
۸-۳۰ غزلیں
۹-۳۰ کرنٹ افیرز
۱۰-۰۰ شبد

(آگے ص ۳۷ پر)

شملہ

میڈیم ویو ۱۷۰۰.۳۸ میٹر ۷۷۴ کلو ہرٹز
شارٹ ویو صبح ۳۰.۰ تک اور شام ۳۰.۰ کے بعد رات تک ۹۳ میٹر ۳۲۲۳ کلو ہرٹز
صبح ۴۵.۷ کے بعد دوپہر ۴۵.۴ تک اور شام ۵.۰ کے بعد ۴۹.۹۳ میٹر ۶۰۲۰ کلو ہرٹز

خبریں

ہندی: صبح ۸.۰۰ دوپہر ۵-۱۰.۲ شام ۵-۶ اور رات ۸.۴۵
انگریزی: صبح ۸.۱۰ دوپہر ۲.۰۰-۱ اور رات ۹.۰۰
سنسکرت: صبح ۷.۰۰ اردو: صبح ۸.۰۵ ہندی میں علاقائی خبریں ۷.۰۵ شام

شاستریہ سنگیت

صبح ۱۰-۷

گائن

گنیش بائی کیرکر ۱۶ ستمبر
گیانیندر جوشی ۱۷ ستمبر
ایم۔ آر۔ گوتم ۱۹ ستمبر
استاد بڑے غلام علی خاں ۲۲ ستمبر
نیاز احمد خاں اور
فیاض احمد خاں ۲۳ ستمبر
پورنیما تلوالکر ۲۴ ستمبر
غلام مصطفیٰ خان ۲۶ ستمبر
ونائیک راؤ پٹوردھن
اور نارائن راؤ ویاس ۲۹ ستمبر
سریش گوپال شری کھنڈے ۳۰ ستمبر

ٹھمری / دادرا صبح ۸-۲۱

بی۔ آر۔ اتھاوے ۱۸ ستمبر
مہندر سنگھ ۲۵ ستمبر

ساز سنگیت

سرود

امجد علی خاں رات ۱۰-۰۰ ۱۶ ستمبر

گٹار

سمویل راجن رات ۸-۱۵ ۱۷ ستمبر

سارنگی

نظام الدین خاں رات ۱۰-۰۰ ۱۷ ستمبر

طبلہ

بمل رائے رات ۱۰-۰۰ ۱۷ ستمبر
سامتا پرساد رات ۸-۲۵ ۲۲ ستمبر

ستار

ونئے کمار صبح ۱۰-۷ ۲۱ ستمبر

رئیس خاں صبح ۱۰-۷ ۲۹ ستمبر

بانسری

شو رام رات ۱۰-۰۰ ۲۴ ستمبر
رگھوناتھ سیٹھ رات ۸-۲۵ ۲۷ ستمبر

وائلن

سریش گوسوامی صبح ۱۰-۷ ۲۴ ستمبر

ستار اور سرود / جگلبندی

روی شنکر اور
علی اکبر خاں صبح ۱۰-۷ ۲۸ ستمبر

شہنائی

جگن ناتھ اور ساتھی رات ۱۰-۰۰ ۳۰ ستمبر

سگم سنگیت

سریندر سنگھ بیدی
رات ۹-۴۵ ۱۶ ستمبر
رما سین صبح ۸-۲۱ ۲۰ ستمبر
نظیر احمد، نیاز احمد قوال
رات ۸-۲۵ ۲۰ ستمبر
محمد حیات خاں قوال
رات ۹-۴۵ ۲۳ ستمبر
کماری جس نیت کور صبح ۸-۲۱ اور
رات ۹-۴۵ ۲۴ ستمبر
مہندر چوپڑا رات ۸-۲۵ ۲۸ ستمبر
شوبھا گرٹو رات ۹-۴۵ ۳۰ ستمبر

پنجابی گیت

گُلکھن سنگھ نرلا صبح ۸-۲۱ ۱۹ ستمبر
گوردیپ سنگھ صبح ۸-۲۱ ۲۶ ستمبر

غزلیں

گھنشیام داس رات ۸-۱۵ ۱۹ ستمبر

نیلم ساہنی رات ۸-۲۵ ۲۶ ستمبر

ڈرامہ / سکٹ / فیچر

اپنا دکھ مجھے دے دو
رات ۹-۳۰ ۲۰ ستمبر
بدھو کا کانٹا دوپہر ۱۱-۰۰ ۲۲ ستمبر
گھر آنگن رات ۱۹-۱۲ ۲۵ ستمبر
مہ رو پیا رات ۹-۳۰ ۲۷ ستمبر
میگنولیہ کا پھول کمل
رات ۱۱-۰۰ ۲۸ ستمبر
باھو پران دوپہر ۳-۰۰ ۲۹ ستمبر

گیان وندو۔ صبح ۶-۲۰

سوامی رام تیرتھ کے وچار ۱۶ ستمبر
گاندھی جی کے وچار ۱۷ ستمبر
سوامی وویکانند کے وچار ۱۸ ستمبر
مولانا آزاد کے وچار ۱۹ ستمبر
بائبل سے ۲۰ ستمبر
پربھو ۲۱ ستمبر
اروند کے وچار ۲۲ ستمبر
جین دھرم سے ۲۳ ستمبر
رام چرت مانس ۲۴ ستمبر
سونی سنتوں کی وانی ۲۵ ستمبر
قرآن شریف سے ۲۶ ستمبر
مولک بیتا ۲۷ ستمبر
اروند کے وچار ۲۸ ستمبر
جین دھرم سے ۲۹ ستمبر
مہابھارت سے ۳۰ ستمبر

جیون جیوتی صبح ۷-۴۵

شرد چندر منوا پادھیائے ۱۷ ستمبر
استاد فیاض خاں ۱۸ ستمبر
انند کمار سوامی ۲۵ ستمبر
امر سنگھ ۳۰ ستمبر

تقریر / بات چیت

دتاتریہ کے چوبیس گورو
صبح ۸-۳۵ ۱۸ ستمبر
بھارت اکیسویں صدی کی اور
رات ۹-۱۶ ۲۰ ستمبر

بقیہ :- جالندھر

۱۰-۳۰ ڈی۔ وی۔ پلسکر: خیال کمود اور باگیشوری کا نہڑا

پیر ۳۰ ستمبر

صبح

۷-۱۵ اتی دی راہ تے
۸-۴۰ میگھ دوت دا کلاکش
ساہت سدھا پروگرام میں پنجابی میں تمثیلی تقریر: از ڈاکٹر پتمبر پربھا
۹-۰۵ سوہن سنگھ: خیال دیسی

دوپہر

۱۲-۰۲ تہاڈی پسند: پنجابی گیتوں کا فرمائشی پروگرام
۱۲-۳۰ ہندی گیت
۲-۳۰ مدن لال موجی: لوک گیت

رات

۷-۴۵ پنجابی گیت
۸-۰۰ سم کالین ہندی ساہت اور نئی دشا: ہندی میں تقریر از ڈاکٹر پانڈے ششی بھوشن شتانشو
۸-۲۰ سگم سنگیت
۹-۲۰ 'قسم' پنجابی ڈرامہ: کنور سنگھ گھمن
۱۰-۱۵ جگموہن کور: لوک گیت
۱۰-۳۰ سوہن سنگھ: خیال

بیکانیر

۲۱۵٫۸۰ میٹر ۱۳۹۵ کلو ہرٹز

روزانہ نشر ہونے والے پروگرام

صبح

۶-۳۰ وندے ماترم رمنگل واری

۶-۳۵ وندنا

۶-۵۵ چنتن (صرف اتوار کو)

گاندھی وچار (جمعہ)

۷-۱۰ مانس گان

۷-۳۰ شاستریہ سنگیت

(روزانہ سوائے جمعرات)

ساہتیہ کا (جمعرات I)

ملاقات (جمعرات II)

وگیان پتریکا (جمعرات III)

ہاسیہ پتریکا (جمعرات IV)

کرشی پتریکا (جمعرات V)

۸-۲۱ رس دھارا

(سوائے اتوار، منگل اور جمعہ)

میری رچنا (صرف اتوار)

ہندی وارتا (صرف منگل)

راجستھانی وارتا (صرف جمعہ)

۸-۵۰ سائیکی (روزانہ سوائے منگل)

سوربھ (منگل)

۹-۱۰ لوک سنگیت (سوائے اتوار)

۹-۲۵ اور ۲-۲۰ اسکول براڈ کاسٹ

۹-۲۵ مُکل کاریہ کرم (صرف اتوار)

۱۰-۰۰ سندھی کاریہ کرم (صرف اتوار)

دوپہر

۱۲-۰۰ مہیلا جگت (اتوار)

۱۲-۳۰ جھلکی (اتوار)

۱۲-۴۵ غیر فلمی گیت (اتوار)

۱۲-۳۰ فلم سنگیت (روزانہ سوائے اتوار)

۱-۱۰ آپ کے لیے (اتوار)

۱-۱۰ شاستریہ سنگیت

(سوائے اتوار، منگل اور جمعرات)

سہیلیاں ری باڑی (منگل)

مہیلا جگت (جمعرات)

۱-۳۰ لوک سنگیت

(سوائے اتوار، منگل اور جمعہ)

۱-۵۰ کرشی لوک (روزانہ سوائے اتوار)

۲-۲۰ جے جوان (اتوار)

۲-۲۰ اسکول براڈ کاسٹ

۲-۴۰ ایک رنگ (سوائے جمعرات، اتوار)

شام

۴-۳۰ راجستھانی پتریکا مروتھلی (منگل)

۵-۰۵ یوواوانی

۷-۱۵ کرشکوں کے لیے

۸-۱۵ سماچار درشن (بدھ، جمعہ اور اتوار)

۸-۲۵ فلم سنگیت (روزانہ سوائے جمعرات)

۹-۱۴ آپ کا پتر ملا (اتوار)

فلم سنگیت (روزانہ سوائے اتوار)

۱۰-۰۰ آپ کی پسند (اتوار)

پیر ۱۶ ستمبر

صبح

۹-۱۰ اور دوپہر ۱-۳۰

صدیق پارٹی: لوک سنگیت

دوپہر

۱۲-۳۰ ریگل گان

۱-۱۰ روشن آرہ بیگم: خیال کیدار

۱-۵۰ کرشی لوک: کرشن میں لیکھا جوکھار کھنے سے لابھ: مُنرلیش بالی

شام

۵-۰۵ یوواوانی: پرشن منچ: پرشن کرتا راجیش چاولا: شرکاء: جوکرم ورما وجیہ کمار جیجا

۶-۳۰ گودھولی

۸-۲۵ نیوزریل اسپورٹس

۹-۱۴ سماچار ترنگ

۹-۳۰ نیشنل پروگرام: تقریر

۹-۴۵ یرا دیشک سنگیت

۱۰-۰۰ سوموار یہ سنگیت سبھا

منگل ۱۷ ستمبر

صبح

۸-۲۱ ہندی تقریر

۸-۳۰ رس دھارا

۸-۵۰ سوربھ

۹-۱۰ لوک سنگیت: جیہ مالا گوسوامی

دوپہر

۱۲-۳۰ راگ رس

۱-۱۰ سہیلیاں ری باڑی

۱-۲۰ لوک سنگیت، جیہ مالا گوسوامی

۱-۵۰ کرشی لوک: ایک وارکاس ادھیکاری: شری ۔اے۔ ایم مغنی سے بھینٹ وارتا

شام

۵-۰۵ یوواوانی: وگیان کی باتیں پتھر کی روک تھام کے اُپائے گریش جوشی

۶-۳۰ مرو ستھلی: رکت چاپ آیوروید پدھتی سے علاج: وید شری گردھر بھارانی: ۲: کوینا پاٹھ ستیا رام مہرشی: ۳: کہانی رام نواس شرما

۶-۵۰ گیتاں ری لڑی

۸-۱۵ سگم سنگیت

۸-۲۵ ایک ہی فلم سے

۱۰-۰۰ منگل شب کی محفل موسیقی

بدھ ۱۸ ستمبر

صبح

۹-۱۰ لوک سنگیت: بھونگر خاں

دوپہر

۱-۳۰ سورسریتا

۱-۱۰ سُنند ٹینایک: خیال ایم کلی

۱-۳۰ لوک سنگیت: بھونگر خاں

۱-۵۰ کرشی لوک: گرامین وکاس میں یوواورگ کا یوگدان گھنشیام سنگھ

شام

۶-۳۰ آج کی شام

۸-۱۵ سماچار درشن

۸-۲۵ ایک ہی گیت کار

۹-۱۴ فلم سنگیت

۹-۳۰ سوتنترتا سنگرام پر روپک

۱۰-۰۰ شاستریہ سنگیت

جمعرات ۱۹ ستمبر

صبح

۷-۳۰ وگیان پتر کا

۷-۵۰ سگم سنگیت: موتی لال رنگا

۹-۱۰ لوک سنگیت: مدھوکٹاریہ

۹-۲۰ اور دوپہر ۲-۲۰

اسکول براڈ کاسٹ

سامودایک گائن شکشا

دوپہر

۱۲-۳۰ گیت سُدھا

۱-۱۰ مہیلا جگت: کویتا پاٹھ شریمتی اوم وتی سکسینہ غزل، وارتا، چرم روگ اور بچاؤ: ڈاکٹر پروین راجونشی

۱-۴۰ لوک سنگیت: مدھوکٹاریہ

۱-۵۰ کرشی لوک: ہمارا انو پیوگی ایوم لاوارث پشو دھن ڈاکٹر سی، ایس، ماتھر

شام

۵-۰۵ یوواوانی: آج کے سنگیت کلاکار عزیز محمد: لوک سنگیت سندھی کاریہ کرم

۸-۱۵ سگم سنگیت: موتی لال رنگا

۸-۲۵ شیو کمار شرما: سنطور برج بھوشن کابرا: گٹار برراگ باگیشری: جھنجھوری

۹-۱۴ فلم سنگیت

۹-۴۰ کھیل پتریکا

۱۰-۰۰ ہندی پتر چرچا

۱۰-۳۰ رجنی گندھا

جمعہ ۲۰ ستمبر

صبح

۸-۲۱ راجستھانی وارتا: راجستھان ری لوک کلا دا: شری زورا ور سنگھ

۹-۱۰ لوک سنگیت: امرچند ستھار

دوپہر

۱۲-۳۰ بھولے بسرے گیت

۱-۱۰ مالیکارجن: بانسری پر راگ گوڑ ملہار

۱-۳۰ لوک سنگیت: امرچند ستھار

۱-۵۰ کرشی لوک: استعمل ریکارڈنگ پر آدھارت

شام
۰۰-۶ دھرتی راگیت
۰۰-۸ سماچار درشن
۰۰-۸ فلم سنگیت
۰۰-۹ ناٹک
۰۰-۱۰ شاستریہ سنگیت

ہفتہ ۲۱ ستمبر

صبح
۰۰-۹ لوک سنگیت: عبدالغنی

دوپہر
۰۰-۱۲ آپ کی پسند
۰۰-۱ نرملا دیوی، لکشمی شنکر: ٹھمریاں
۰۰-۱ لوک سنگیت: عبدالغنی
۵۰-۱ کرشی لوک: پرگتی شیل کسان
منی رام سے بھینٹ

شام
۰۵-۵ یوواوانی آج کے سنگیت کلاکار
سریش سارسوت: بگم سنگیت
۳۰-۶ آؤ اپنی ڈگر بنائیں
۴۰-۶ غیر فلمی گیت
۱۶-۸ فلم سنگیت
۱۰-۹ شیو رشنک سنگیت
۲۰-۹ شاستریہ سنگیت کا نیشنل
پروگرام

اتوار ۲۲ ستمبر

صبح
۳۰-۷ ساموداِیک گائن شکشا
(۲) لوک سنگیت
۲۱-۸ میری رچنا
۱۵-۹ منگل کاریہ کرم (بچوں کیلئے)
۰۰-۱۰ سندھی کاریہ کرم

دوپہر
۰۰-۱۲ مہیلا جگت: پریچر چا
سنیکت پریوار ور تمان سندربھ
میں: شرکار: گوراشرما، شیلا
سوروپ، رینو کچھاوا، اوشا راوت
(۲) گیت
۳۰-۱۲ جھلکی
۴۵-۱۲ غیر فلمی گیت
۱۰-۱ آپ کے لئے
۲۰-۲ جئے جوان (جوانوں کے لئے)

شام
۳۰-۶ مرودھر گاوے
۱۵-۸ سماچار درشن
۲۵-۸ ایک ہی کلاکار
۱۶-۹ پنر ملا
۳۰-۹ کہکشاں
۰۰-۱۰ آپ کی پسند

پیر ۲۳ ستمبر

صبح
۱۰-۹ لوک سنگیت: سانورلال رنگا

دوپہر
۳۰-۱۲ یکل کان
۱۰-۱ بدھا دتیہ مکھرجی: ستار
۳۰-۱ لوک سنگیت: سانورلال رنگا
۵۰-۱ کرشی لوک: بھومی گت کیڑوں
سے پرتی بھومی کا اُپچار
اے. کے. ماتھر

شام
۳۰-۶ گودھولی
۱۵-۸ نیوز ریل اسپورٹس
۲۵-۸ ایک ہی سنگیت کار
۱۶-۹ سماچار ترنگ
۳۰-۹ نیشنل پروگرام: تقریر
۴۵-۹ پرادیشک سنگیت
۰۰-۱۰ سوموار یہ سنگیت سبھا

منگل ۲۴ ستمبر

صبح
۳۰-۷ شاستریہ سنگیت: رجب علی
۲۱-۸ ہندی وارتا
۵۰-۸ سوریہ
۱۰-۹ لوک سنگیت: اوم پرکاش سرگرا

دوپہر
۳۰-۱۲ راگ رس
۱۰-۱ سہیلیاں ری باڑی
۴۰-۱ لوک سنگیت: اوم پرکاش سرگرا
۵۰-۱ کرشی لوک: ربیع کی ویشن
فصلوں کے لئے اُورکوں کی
راجکیہ سنتوتی: ڈاکٹر جی
ایس ماتھر

شام
۰۵-۵ یوواوانی: یواؤں کے لئے
وگیان کی باتیں: گن سوتروں
کے ابھیولیک: دھرمیش ویاس
۳۰-۶ مروستھلی: گاؤں رے لوگوں ری
سواستھ ری سمسیہ و بیاں رد
۵۰-۶ گلستاں رنگ برنگی
۱۵-۸ سگم سنگیت: سورن لتا شرما
۲۵-۸ ایک ہی فنکار
۱۶-۹ فلم سنگیت
۳۰-۹ سندھی کاریہ کرم
۰۰-۱۰ منگل شب کی محفل موسیقی

بدھ ۲۵ ستمبر

صبح
۱۰-۹ لوک سنگیت: فتح کماری ویاس

دوپہر
۲۰-۱۲ سور سریتا
۱۰-۱ شاستریہ سنگیت: امجد علی خاں
سرود
۳۰-۱ لوک سنگیت
فتح کماری ویاس
۵۰-۱ کرشی لوک: بھینٹ وارتا
گرامین بہنیں اپنا فالتو سمیہ
کن رچناتمک کاریوں میں لگائیں
شریمتی کسم شرما

شام
۳۰-۸ آج کی شام
۱۵-۸ سماچار درشن
۲۵-۸ ایک ہی گیت کار
۱۶-۹ فلم سنگیت
۳۰-۹ چیرچا کا وشیہ ہے
۰۰-۱۰ ناٹک
۳۰-۱۰ شاستریہ سنگیت

جمعرات ۲۶ ستمبر

صبح
۳۰-۷ اسپیتر یکا: مسکان کے پل
۵۰-۷ سگم سنگیت: کیلش داس رنگا
۱۰-۹ لوک سنگیت: شانتا سکینہ
۲۰-۹ اور دوپہر ۲۰-۲
اسکول براڈ کاسٹ
(ساموداِیک گائن شکشا)

دوپہر
۳۰-۱۲ گیت سُدھا
۱۰-۱ مہیلا جگت: وارتا: محترم
شمیم ملک (۲) نعتیہ کلام
(۳) برسات میں تو چار رکھ رکھاؤ
ادما گوگنا
۴۰-۱ لوک سنگیت: شانتا سکینہ
۵۰-۱ کرشی لوک: ساما جک بانیکوں
سے لابھ: بی۔ ایل۔ بوہرا

شام
۰۵-۵ یوواوانی: آج کے سنگیت کلاکار
تنیہ راج سوٹھا: لوک سنگیت
۳۰-۶ سندھی کاریہ کرم
۱۵-۸ سگم سنگیت: گنیش انو رنگا
۲۵-۸ شاستریہ سنگیت: بھاشو دتو وس
دلال رائے: بانسری، جلترنگ
راگ درگا
۱۶-۹ فلم سنگیت
۳۰-۹ نیشنل پروگرام: ناٹک
۳۰-۱۰ رجنی گندھا

جمعہ ۲۷ ستمبر

صبح
۲۱-۸ راجستھانی وارتا: راشٹر کے
نرمان ماتے راجستھان رے
سورویراں رو یوگدان
ستیہ نارائن سوامی
۱۰-۹ لوک سنگیت
جگدیش پرساد کتھک

دوپہر
۳۰-۱۲ بھولے بسرے گیت
۱۰-۱ شاستریہ سنگیت
۳۰-۱ لوک سنگیت
جگدیش پرساد کتھک

شام
۳۰-۶ دھرتی راگیت
۱۵-۸ سماچار درشن
۲۵-۸ فلم سنگیت
۱۶-۹ قوالیاں
۳۰-۹ آنگن کی گونج
۰۰-۱۰ راجستھان درشن
۳۰-۱۰ شاشتریہ سنگیت

ہفتہ ۲۸ ستمبر

صبح
۱۰-۹ لوک سنگیت: سلطان خاں پاتی

دوپہر
۳۰-۱۲ آپ کی پسند
۱۰-۱ شاشتریہ سنگیت
استاد برکت علی خاں: ٹھمریاں
۵۰-۱ کرشی لوک: پرگتی شیل کسان

بھیم سنگھ سے بھینٹ وارتا

شام

۵-۰۵ یووا وانی: آج کے سنگیت کلاکار کماری انورادھا: ستار وادن

۶-۳۰ آؤ اپنی ڈگر بنائیں

۶-۵۰ غیر فلمی گیت

۸-۱۵ فلم سنگیت

۹-۱۶ سنگیت

۹-۳۰ شاستریہ سنگیت کا نیشنل پروگرام

اتوار ۲۹ ستمبر

صبح

۷-۳۰ ساموداِیک گائن شکشا (۲) شاستریہ سنگیت

۸-۲۱ میری رچنا

۹-۱۵ منگل کاریہ کرم

۱۰-۰۰ سندھی کاریہ کرم

دوپہر

۱۲-۰۰ مہیلا جگت ناری پاتر: بجے پرشلو (۱) اُرملا کل سریشٹھ (۲) گیت (۳) ویمنگ وارتا: سوچ کے (۴) پرش کو ناری کا سوتنتر روپ رینو پشپال

۱۲-۳۰ جھلکی

۱۲-۴۵ غیر فلمی گیت

۱-۱۰ آپ کے لئے

۲-۲۰ جے جوان

شام

۶-۳۰ مرودھر کا دے

۸-۱۵ سماچار درشن

۸-۲۵ ایک ہی کلاکار

۹-۱۶ پتر بلا

۹-۳۰ کہکشاں

۱۰-۰۰ آپ کی پسند

پیر ۳۰ ستمبر

صبح

۹-۱۰ لوک سنگیت: شریمتی فاطمہ

دوپہر

۱۲-۳۰ یگل گان

۱-۱۰ شاستریہ سنگیت پروین سلطانہ: گائن

(آگے ص ۴۳ پر)

جے پور، اجمیر

جے پور (الف): ۲۰۳۰۲ میٹر ۱۴۷۶ کلوہرٹز۔۔ جے پور (ب): ۲۳۹۰۳ میٹر ۱۲۴۹ کلوہرٹز

اجمیر: ۲۹۰۰۵ میٹر ۱۰۳۰ کلوہرٹز

پیر ۱۶ ستمبر

صبح

۷-۰۵ وندنا: ادے آلوک

۷-۰۵ راجیش کماری بھو: خیال علیہ بلاول

۷-۲۵ راجستھانی: اُدت کے سی کیرا سروکار: ۴، شکشاں سار ڈاکٹر گوپین سنگھ شیخاوت

۸-۵۰ درپن استعمل ریکارڈنگ پر مبنی پروگرام

۹-۱۰ فیاض خاں: گیت، بھجن

۹-۲۵ اسکول براڈکاسٹ: درجہ ۹ کے لئے وگیان ردیکاتمک پاٹھ: انترکش یاترا سمسیائیں وسمادھان، تحریر: شیام لال سنگھوال (حصہ اول)

دوپہر

۱-۱۰ شکنتلا شرما: لوک گیت

۱-۲۰ کیسر بائی کیرکر: خیال للت توڑی ککبھ بلاول دیسی و بھیروی

شام

۵-۰۵ یووا وانی: ساہتیک کھیل سمیکشا سمیکشک: پرکاش بھنڈاری (۲) ابھرتے سور۔ لوک گیت للتا شرما۔ (۳) پری چرچا۔ یووا پرگتی میں بادھک تتو نتنتر

۶-۲۵ گووند۔ راجستھانی فرمائشی لوک گیتوں کا پروگرام

۹-۱۶ سماچار ترنگ۔ پرادیشک ریڈیو نیوز ریل

۱۰-۰۰ شاستریہ سنگیت سبھا (۱) رجنیش کماری بھو۔ خیال باگیشری (۲) دیپ برت رائے چودھری۔ ستار پر راگ کیدار

منگل ۱۷ ستمبر

صبح

۷-۰۵ بھجدیو داس گپتا۔ سرود پر راگ بھیمر بلاول

۷-۳۵ ساہتیہ کا دیہ پاٹھ: بھوشن شرما

۸-۲۱ بابولال اندولیہ اور ساتھی لوک سنگیت

۹-۱۰ کلیانی دت: گیت، بھجن

۹-۲۵ اسکول براڈکاسٹ۔ سبھی گلتائیں۔ انت یاکشری

دوپہر

۱-۱۰ سہیلیاں ری بارسی

۱-۵۰ کرشی لوک

شام

۵-۰۵ یووا وانی (۱) جرنل نالج: انگریزی میں پروگرام (۲) پرکاش چند شرما وائلن

۷-۱۵ کرشکوں کے لئے

۹-۳۰ سندھی پروگرام۔ لوک کتھا نارائن محبوبانی۔ بھگت کشن اور ساتھی

بدھ ۱۸ ستمبر

صبح

۷-۰۵ ارل داس گپتا: ٹھمری، بھیروی اور دادرا

۹-۱۰ بھاونا ایس لونکر: غزل

۹-۲۵ ودیالیہ پرسارن سبھی گلتائیں پرشن واتر: سنچالن ڈاکٹر شیو پال

دوپہر

۱-۳۰ بی۔ کے۔ شرما: خیال مدھووتی

۲-۴۰ سموہ گان

رات

۵-۰۵ یووا وانی۔ سور انو راگ۔ میرا پریہ پاتر: تقریر کاویہ پاٹھ یوگیندر مشرا

۹-۱۶ بھاونا ایس۔ لونکر: غزل

۱۰-۳۰ بی۔ کے۔ شرما۔ خیال الہ منی

جمعرات ۱۹ ستمبر

صبح

۷-۰۵ اسد علی خاں: رودر وینا پر کول رشبھ آساوری

۷-۲۵ سارتھک پریوگ ایکتاتمک ریتی رواج۔ ہندی تقریر شریمتی سوشیلا شرما

۸-۲۱ گلابی دیوی: لوک گیت

۹-۱۰ ومل کماریا گنی: بھجن بھجن

۹-۲۵ اسکول براڈکاسٹ۔ ساموداِیک گائن پاٹھ

دوپہر

۱-۱۰ مہیلا جگت

۲-۴۰ راجستھانی میں لوک بچاؤ کے سائیتاک سماچار

شام

۵-۰۵ یووا وانی: گیتوں بھری کہانی (۲) گرام دیپ

۱۰-۳۰ اسد علی خاں: رودر وینا پر راگ ابھوگی

جمعہ ۲۰ ستمبر

صبح

۷-۰۵ گنگوبائی ہنگل۔ خیال بلاسخانی توڑی

۷-۲۵ راجستھانی ہنسو تو جانا: ۴: دکھا پیر۔ ڈاکٹر شانتی لال بھاردواج راکیش

۷-۴۵ ساہتیہ سدھا: الیسر داس کرت جماعلہ ری کنڈلیہ سے سسوار پاٹھ

۹-۱۰ امرجیت کور: غزل

۹-۲۵ ودیالیہ پرسارن۔ پراتھمک کلتائیں: سنگیت پاٹھ بھارت ورش ہمارا ہے (حصہ اول)

دوپہر

۱-۱۰ روی پرکاش ناگ: لوک گیت

۱-۳۰ ایل۔ ایم۔ گلیتھ والے: خیال جونپوری

شام

۵-۰۵ یووا وانی۔ پری چرچا۔ سماج

سدھار میں سنچار مادھیموں کی بھومیکا

۶-۲۵ گوربند راجستھانی گیتوں کا فرمائشی پروگرام

۱۰-۳۰ ایل۔ ایم۔ کلیتھ والے خیال بہاگ

ہفتہ ۲۱ ستمبر

صبح

۵-۰۵ رمضان خاں۔ سارنگی پر راگ بھٹیار

۷-۲۵ ادھونک ارتھ شاستر: ہندی تقریر دیواہ کی ورشن گانٹھ کا ازکماری نیلم گپتا

۹-۱۰ جسپال سنگھ: مینڈولن

۹-۲۵ اسکول براڈکاسٹ شکشکوں کے لئے۔ شکشک پراؤدھک کے بڑھتے دائرے: پری چرچا شرکار: آر۔ کے۔ تواڑی آر کے۔ وشواس۔ اور راجیندر موہن بھٹناگر

دوپہر

۱-۱۰ شکھا مکرجی: لوک گیت

۱-۳۰ شیوکمار شرما: سنتور پر راگ سوہنی اور مشر تلنگ

شام

۵-۰۵ یو وادانی۔ سائنس کوز سنچالن چندر پرکاش جیسن لوک گیت۔ لینا کمادت

۶-۳۰ شاستریہ سنگیت۔ رمضان خاں سارنگی پر راگ مالی گوڑا

۸-۱۵ سائنس ٹیکنولوجی اینڈ ڈولپ منٹ: انگریزی تقریر ڈاکٹر جی۔ این آچاریہ

اتوار ۲۲ ستمبر

صبح

۵-۰۵ مشتری بیگم۔ ٹھمری بھیروی اور دادرا

۷-۲۵ وگیان واتیت اور بھوشیہ ہندی تقریر: موسم۔ وگیان وارتا

۷-۴۵ شالنی کیلکر: بھجن

۸-۲۱ سامودایک گاین پاٹھ (مراٹھی)

۹-۱۵ مکل۔ کہانی۔ کاغذ کی: تقریر

شرم کی راہ: روپک: تحریر جی۔ پی۔ نائر

۱۰-۰۰ سندھی پروگرام: ناٹک

دوپہر

۱۲-۰۰ میلا جگت

۲-۲۰ آپ کا سواستھ آپکے پرشن

شام

۵-۰۵ یو وادانی۔ ابھرتے سور رین کرانتے۔ گیت مالا

۷-۱۵ کرشکوں کے لئے

۹-۳۰ کہکشاں۔ اعلیٰ قدریں۔ اچھا کردار۔ شرافت حسین خاں کلام شاعر: عذرا نکہت۔ اردو ادب کے حریت پسند ادیب۔ برداناراتن چکوات: تقریر اختر پروین

۱۰-۳۰ مشتری بیگم۔ ٹھمری مشر کھماج اور دادرا

پیر ۲۳ ستمبر

صبح

۷-۰۵ وشوموہن بھٹ: گٹار پر راگ دیوگیری بلاول

۷-۲۵ راجستھلی۔ راجستھانی کاویہ پاٹھ

۹-۱۰ حمید خان: غزل

۹-۲۵ اسکول براڈکاسٹ۔ درجہ ۹ وگیان روپ کاتمک پاٹھ انترکش یاترا۔ سمسیائیں اور سمادھان (حصہ ۲)

دوپہر

۱-۱۰ شیوانند وششٹ: لوک گیت

۱-۳۰ نیاز احمد خاں۔ فیاض احمد خاں خیال توڑی دبھاس اور ترانہ

شام

۵-۰۵ یو وادانی۔ ساتیاک کھیل سیمکشا سیمیلشنک: گووند کمار چترویدی (۲) مہان کھلاڑی چندوبوڑے۔ گرد دیوپال سنگھ

۶-۲۵ گوربند۔ راجستھانی فرمائشی لوک گیتوں کا پروگرام

۱۰-۰۰ شاستریہ سنگیت سبھا۔ وشوموہن بھٹ: گٹار پر راگ پوریا کلیان، راگیشوری اور ٹھمری کھماج

منگل ۲۴ ستمبر

صبح

۷-۰۵ اے۔ کانن: خیال بیراگی

۷-۳۵ اکا بھٹناگر: کاویہ پاٹھ

۸-۲۱ آر۔ کے۔ وپاس: لوک سنگیت

۸-۵۰ سوربھ سنسکرت کہانی ویکنٹھ ناتھ شاستری

۹-۱۰ کے۔ این۔ پرودہت: گیت اور بھجن

۹-۲۷ اسکول براڈکاسٹ درجہ ۸ انگریزی کا پاٹھ

دوپہر

۱-۱۰ سہیلیاں ری باڑی

۱-۴۰ لوک گیت

شام

۵-۰۵ یو وادانی: ایک سانسکرتک شام صوفیہ کالج اجمیر

۹-۱۶ ساوتری سکینہ: غزل

۱۰-۰۰ تجھیل اور کاتما: ناٹک تحریر: الکشمی ناراتن رنگا اور پروفیسر لتا گپتا

۱۰-۳۰ افضل حسین: ٹھمری۔ دادرا

بدھ ۲۵ ستمبر

صبح

۷-۰۵ افضل حسین: ٹھمری، دادرا

۸-۲۱ سرسوتی دیوی: لوک گیت

۹-۱۰ ساوتری سکینہ: گیت، بھجن

۹-۲۵ اسکول براڈکاسٹ درجہ ۷ انگریزی پاٹھ

دوپہر

۱-۳۰ ہری پرشاد چورسیا: بانسری پر راگ ماروا

شام

۵-۰۵ یو وادانی: چلتے پھرتے یووا ایردہ وجے وردھی (۲)، لوک گیت نرمل مذہب

۹-۰۳ سندھی پروگرام: تو ہانجی پسند

جمعرات ۲۶ ستمبر

صبح

۷-۰۵ شیام گنگولی: سرود پر راگ بسنت مکھاری اور ٹھمری بھیروی

۷-۳۵ ستیہ پتھ کے بلیدانی۔ حسین

ہندی تقریر: اچاریہ دھرمیندر ناتھ

۸-۲۱ اوم پرکاش منشر: لوک گیت

۹-۱۰ بابولال بھٹ: بھجن

دوپہر

۱-۱۰ میلا جگت

۱-۴۰ لوک گیت

شام

۵-۰۵ یو وادانی۔ محفل۔ گرام دیپ

۶-۳۰ سندھی پروگرام۔ وارتا سندھی سنگیت۔ یک جہان ڈاکٹر جیتن کرنانی (۲)، شمع سنگیت: لول چند

۱۰-۳۰ شیام گنگولی: سرود پر راگ پوریا کلیان اور ضلع کافی

جمعہ ۲۷ ستمبر

صبح

۷-۰۵ نشا بھٹ تیلنگ: خیال منی بلاول

۷-۲۵ راجستھلی۔ راجستھانی کہانی تحریر: پرتھوی راج سنگھ

۷-۴۵ ساہتیہ سدھا۔ پرتھوی راج راٹھور رچت بیلی کرشن رکمنی سے سسور پاٹھ۔ ڈاکٹر ارملا شرما

۹-۱۰ سمن مہتا: بھجن

۹-۳۵ اسکول براڈکاسٹ سبھی گنتا ہیں۔ سمواد۔ پتروں کے اتر

دوپہر

۱-۱۰ یوترا کماری: لوک گیت

۱-۳۰ نکھل بنرجی: ستار پر راگ ملوا کلیان اور مشر غارا

شام

۵-۰۵ یو وادانی۔ لگھو روپک۔ اپنی دھرتی۔ گجرات۔ پروفیسر آنند سیل

۹-۱۶ سمن مہتہ: گیت

۹-۳۰ انویشن۔ وگیان پتریکا پروگرام

۱۰-۳۰ نشا بھٹ تیلنگ: خیال شیام کلیان

ہفتہ ۲۸ ستمبر

صبح

۷-۰۵ ستما براولکر: وائلن پر راگ بھٹیار

۷-۳۵ آدھونک ارتھ شاستر: نوکری

میں پرموشن کا: ہندی تقریر

۸-۲۱ رضیہ بانو : لوک گیت

۹-۲۵ اسکول براڈ کاسٹ شکشکوں کے لئے : ہندی شکشن میں اچارن کا مہتو : تقریر پرشوتم تیواڑی

دوپہر

۱-۳۰ پروین سلطانہ : خیال

شام

۵-۰۵ یووا وانی: وگیان سماچار راکیش سنہا : ۲ : آمنے سامنے پرسد سنگی تگیہ دان سنگادہ اور یووا گایک احمد حسین

۶-۳۰ سمتا بڑوالکر - وآمن ہراگ پُریا دھناشری

اتوار ۲۹ ستمبر

صبح

۷-۰۵ گووند پرشاد جے پور والے خیال گوجری توڑی

۷-۲۵ جن سنکھیا وردی اور بھارتی ارتھ ویوستھا : ہندی تقریر از: ڈاکٹر برجیش چند شرما

۷-۱۵ سبحن کمار : ستار

۸-۲۱ سامو دایک گاین پاٹھ (مراٹھی)

۱-۱۰ مکل - گیان ٹنگا - سنچاریکا شرہتی کسم تلواڑ (۲)، نیکتھا پر مبنی ناٹک : سانولا - روپانتر کار

محمد اسماعیل

۱۰-۰۰ سندھی پروگرام: چھاد داہ استری لائے بندھن آ ہے؟ پری چرچا : شرکا: ٹی - سی بھگت - ڈاکٹر جی - ٹی بھٹ کملا کمہت یانی - موہنی کھشلانی (۲) سنگم سنگیت

۱۲-۰۰ مہیلا جگت

۱۲-۲۰ جھلکی

شام

۵-۰۵ یووا وانی - اُبھرتے سور ہمنیت راجور کر : ۲ : گیت مالا

۶-۳۰ جہر تنی لال تنور : گیت، بھجن

۶-۴۵ دلیش بھگتی گان : سمہوہ گان

۹-۳۰ کہکشاں - ظفر غوری : ۲ : فضل متین - اعجاز علی - الکیا شبنم مشاعرہ : شرکا : میکش اجمیری دل الوبی - فرید الوبی - پارسہ کوشکی

۱۰-۳۰ گووند پرشاد جے پور والے خیال

پیر ۳۰ ستمبر

صبح

۷-۰۵ نیاز احمد خاں : ستار پر راگ نٹ بھیرو

۷-۲۵ راجستھلی : راجستھانی کا دیہ پاٹھ دنود پدرج

۱-۱۰ رفیق حسین : غزل

۹-۲۰ اسکول براڈ کاسٹ درجہ ۹ وگیان روپکا : نمک یا نٹھ دروا اور اس کے سبھا یئہ گن تحریر : رادھا رمن شرما

۱-۱۰ ناٹک رام سینی - کیلاش چند شرما لوک گیت

۱-۳۰ نرملا دیوی : ٹھمری پیلو اور بھجن

شام

۵-۰۵ یووا وانی - ساہتیک کھیل سمیکشا - سمیکشک : سنے سند ایچ (۲) وا دیہ وادن - ماؤتھ آرگن مکل سوامی (۳) کوی گوشٹھی

۱۰-۰۰ سنگیت سبھا (۱) نیاز احمد خاں ستار وادن رسک لال اندھاریہ : خیال

بقیہ - بیکانیر

۱-۲۰ لوک سنگیت : فاطمہ

۱-۵۰ کرشی لوک : فصلوں میں سوکشم تتو کب اور کیسے ؟ ڈاکٹر آر - کے - جین

شام

۶-۲۰ گودھولی

۸-۱۵ نیوز ریل اسپورٹس

۸-۲۵ ایک ہی سنگیت کار

۹-۱۶ سماچار ترنگ

۹-۳۰ نیشنل پروگرام : تقریر

۹-۴۵ پرادیشک سنگیت

۱۰-۰۰ سوموار یہ راشٹری کالین سنگیت سبھا

ناگپور

۵۱۲٫۸ میٹر ۵۸۵ کلو ہرٹز

روزانہ نشر ہونیوالے پروگرام

صبح

۵-۵۵ وندے ماترم ، منگل دھونی

۶-۰۵ بھکتی سنگیت

۶-۳۰ آج کا چنتن

۶-۳۵ پروگراموں کا خلاصہ

۶-۴۰ کرشی وانی ، موسم کا حال

۶-۴۵ سگم سنگیت ، سوم سوری اس ماہ کا گیت (اتوار) گاندھی سمرتی (جمعہ)

۷-۳ پربھات سامنے مراٹھی میں پروگرام (ہفتہ)

۷-۴۵ مراٹھی میں تقریر ، سور بھارتی (سنسکرت زبان اور ادب پر مبنی پروگرام)

۸-۲۱ کال چکر (مراٹھی میں مختصر تقریر

۸-۲۵ ضلع خبر نامہ

۸-۴۰ موسم ، روزگار سماچار

۸-۴۵ پرتی بمب مراٹھی میں فیملی سیریل (اتوار) مراٹھی اسٹیج گیت (پیر ، بدھ ، جمعہ) فلمی گیت (منگل، جمعرات اور ہفتہ)

۹-۰۰ بچوں کے لیے (اتوار)

۹-۰۰ اور ۹-۲۵ اسکول براڈ کاسٹ (اسکول کے دنوں میں)

دوپہر

۱۲-۳۰ خواتین کے لیے (اتوار ، جمعرات)

۱-۳۰ اور ۲-۵ اسکول براڈ کاسٹ (اسکول کے دنوں میں)

شام

۵-۳۰ ۱ حوالوں کے لیے / صنعتی ملازمین کے لیے (بدھ ، ہفتہ)

۵-۵۵ مقامی اعلانات پروگراموں کا خلاصہ اور موسم

۶-۱۵ کیرتن گرامین کلا کتیہ (صرف جوبے اوار کو) دیہاتی خواتین کے لیے (منگل ، جمعہ) بچوں کے لیے (بدھ)

۶-۴۵ بازار بھاؤ / صحت سے متعلق پروگرام (اتوار) تعلیم بالغاں / میگزین (اتوار) / دیہاتی بچوں کے لیے (ہفتہ)

۷-۲۰ دیہاتی سامعین کے لیے پروگرام / کسانوں کے لیے (منگل اور ہفتہ)

۸-۲۵ سماچار پتروں سے ، سولئے پیر

۹-۳۰ اردو پروگرام (بدھ)

۱۰-۳۰ اختتام

خصوصی اردو پروگرام 'محفل'

بدھ ۱۸ ستمبر رات ۹-۳۰

"زہرہ جبیں کا افسانہ اور اردو ادب میں نئے تجربے"

گفتگو

از ڈاکٹر رضا اور غیاث الرحمٰن ۱۸ ستمبر

بدھ ۲۵ ستمبر

بزم سخن —

شرکا : شکیل انور ، سید صفدر ، پروفیسر س. یونس ڈاکٹر عبدالرب عرفان او عبیدالرحمٰن نیازی

بقیہ : بھوپال

دوپہر

۲-۳۰ لاکھن لال کنکر اور ساتھی لوک گیت

رات

۸-۱۵ چتر پٹ سنگیت

پیر ۳۰ ستمبر

صبح

۶-۳۵ رات ۵۰-۱۰

کمار بنگل : خیال

۷-۳۰ شیلا شرما اور سہیلیاں : لوک گیت

۸-۲۱ جگدیش سنگھ ٹھاکر : سگم سنگیت

۸-۳۰ اور رات ۱۵-۱۰ مجید خاں : کلارینٹ

دوپہر

۱-۱۰ ورین

۲-۳۰ شیتی شرما اور سہیلیاں لوک گیت

بھوپال، رائپور، گوالیار، جبلپور

بھوپال "الف" ۲۰۲/۰ میٹر ۱۴۸۵ کلوہرٹز
بھوپال "ب" ۲۴۳/۲ میٹر ۱۲۳۳ کلوہرٹز

شارٹ ویو

صبح ۷-۴۵ تک	۶۰/۱۲ میٹر	۳۳۱۵ کلوہرٹز
صبح ۸-۰۰ بجے کے بعد	۵۰/۰۸ میٹر	۵۹۹۰ کلوہرٹز
دوپہر	۴۱/۷۸ میٹر	۷۱۸۰ کلوہرٹز
شام اور رات	۶۰/۱۲ میٹر	۳۳۱۵ کلوہرٹز

رائپور: ۳۰۵/۹۱ میٹر ۹۸۱ کلوہرٹز گوالیار: ۲۱۶/۴ میٹر ۱۳۸۶ کلوہرٹز
جبلپور: ۲۵۴/۲ میٹر ۱۱۷۹ کلوہرٹز

خبریں

ہندی: صبح ۸-۰۰، ۹-۰۵ (پرادیشک) دوپہر ۱-۰۵، ۲-۱۰، ۲-۴۵ شام ۶-۰۵ رات ۸-۴۵ (۱۱-۰۵ صرف ہفتے کو)
انگریزی: صبح ۸-۱۰ دوپہر ۱-۰۰ شام ۶-۰۰ رات ۹-۰۰ (۱۱-۰۰ صرف ہفتے کو)

پیر ۱۶ ستمبر

صبح
۶-۳۵ گیانیش سنگھ: سرود
۷-۳۰ اندر سنگھ دھول اور ساتھی لوک گیت
۸-۲۱ سگم سنگیت
۸-۳۰ اوما رانی: خیال

دوپہر
۱-۱۰ درپن
۲-۳۰ اندر سنگھ مٹھل اور ساتھی لوک گیت

رات
۱۰-۳۰ شاستریہ سنگیت

منگل ۱۷ ستمبر

صبح
۶-۳۵ گری راج: ستار پر لت
۷-۳۰ جگدیش سنگھ اور ساتھی لوک گیت
۷-۴۵ شوبھا کماری آرگا پٹھری بھیروی سگم سنگیت
۸-۲۱
۸-۳۰ اردو پروگرام: آئینہ: تقریر کچھ ماہ محرم کے بارے میں شعر و نغمہ: سلمان حیدر حیدری

دوپہر
۱-۲۰ کاویہ دھارا: پرشوتم چکرورتی
۱-۳۰ سگم سنگیت
۲-۳۰ جگدیش سنگھ چوہان اور ساتھی: لوک گیت

بدھ ۱۸ ستمبر

صبح
۶-۳۵ نصیر امین الدین ڈاگر نصیر فیاض الدین ڈاگر: دھرپد (للت)

دوپہر
۲-۳۰ راجہ رام وشوکرما اور ساتھی لوک گیت

رات
۸-۰۰ مادھیم کہانی از وبھا ڈومل
۱۰-۰۰ وی شیام سندر نائیڈو: ستار
۱۰-۳۰ ڈاگر بندھو: دھرپد (یمن)

جمعرات ۱۹ ستمبر

صبح
۶-۳۵ ہری پرشاد چورسیہ: بانسری
۷-۳۰ ان دنوں: سوا ستھ اور پریوار کلیان پر مبنی پروگرام
۷-۴۵ بیگم اختر: ٹھمری
۸-۲۱ دوپہر ۱-۳۰ منوجا ٹھاکر جی: سگم سنگیت
۸-۳۰ شاردا پرشاد بھٹ (سرود)
۲-۳۰ منجولتا شریواستو: لوک گیت

رات
۸-۰۰ ہندی میں تقریر
۸-۱۵ دیکھی سنی: وگیان سبھا سمکشا
۹-۳۰ کھیل پتریکا نیشنل پروگرام (ہندی)
۱۰-۰۰ شاردا پرشاد بھٹ: گائن
۱۰-۳۰ ہری پرشاد چورسیہ: بانسری پر جوگ

جمعہ ۲۰ ستمبر

صبح
۶-۳۵ ضیا محی الدین خاں ڈاگر: وینا
۷-۳۰ گاندھی چرچا
۸-۲۱ دوپہر ۱-۳۰ انور حسین: سگم سنگیت

دوپہر
۲-۳۰ لالہ رام کارپینٹر: لوک گیت

رات
۸-۰۰ کہکشاں: بات چیت بھوپال کی پرانی بستیوں کے مسائل۔ فیچر: تازیوں کی کاگر از: جلیل انصاری
۱۰-۳۰ عبداللطیف خاں: خیال

ہفتہ ۲۱ ستمبر

صبح
۶-۳۵ سورتر نگنی: گرجا دیوی ٹھمری اور ٹپّہ
۷-۴۵ روی شنکر: ستار
۸-۲۱ دوپہر ۱-۳۰ اوشا شرما: سگم سنگیت

دوپہر
۲-۳۰ نانک رام چورسیہ اور ساتھی لوک گیت

رات
۹-۳۰ موسیقی کا نیشنل پروگرام گیانیشور مشر: وائلن

اتوار ۲۲ ستمبر

صبح
۶-۳۵ رمیش ناڈکرنی (خیال)
۹-۳۵ کمار لال: طبلہ
۹-۵۰ پی منی راہجی: گائن

دوپہر
۲-۳۰ وملا دیوی سکسینہ: لوک گیت

پیر ۲۳ ستمبر

صبح
۶-۳۵ ایم۔ آر۔ گوتم: گائن
۷-۳۰ دوپہر ۲-۳۰ اومیش نندنی: سگم سنگیت اور لوک گیت

رات
۱۰-۱۲ آروند جوشی: ستار

منگل ۲۴ ستمبر

صبح
۶-۳۵ وی۔ جی۔ جوگ: وائلن
۷-۳۰ اور دوپہر ۲-۳۰ رام کلی مشرا اور سہیلیاں لوک گیت
۸-۲۱ اوما درما: سگم سنگیت
۸-۳۰ آئینہ، محفل سلام

دوپہر
۱-۲۰ کاویہ دھارا

رات
۱۰-۰۰ پورنیما تلوالکر: گائن

بدھ ۲۵ ستمبر

صبح
۶-۳۵ شکنتلا پرپھسن: خیال
۸-۲۱ رام کشن سکریتی: سگم سنگیت
۸-۳۰ اور رات ۱۰-۳۰ ایس۔ وی۔ داس گپتا: سرود

دوپہر
۱-۳۰ رام کشن چترویدی: سگم سنگیت
۲-۳۰ کرشنا سلوجا: لوک گیت

رات
۹-۳۰ چرچا کا وشیہ ہے: سوتنترتا اندولن کے اتہاس کے بارے میں: خصوصی ردیک

جمعرات ۲۶ ستمبر

صبح

۶-۳۵ سور ترنگنی: شاستنک کائی ستار

دوپہر

۱-۳۰ جے شری ٹھٹھے: سگم سنگیت

۲-۳۰ امبا بھائی جادھو: لوک گیت

رات

۸-۰۰ ہندی تقریر: تصدق کی کویتائیں

۱۰-۳۰ آدم داس گپتا: گائن

جمعہ ۲۷ ستمبر

صبح

۶-۳۵ اسد علی خاں: سرسوتی وینا

۸-۲۱ دوپہر ۱-۳۰

ثروت حسین: سگم سنگیت

۲-۳۰ ہری داس بینیٹر: لوک گیت

رات

۸-۰۰ اردو پروگرام: کہکشاں

اپ سبھا: انٹرویو: فن اور فنکار

(۲) کلام شاعر سلطانہ حجاب

۱۰-۳۰ شاستریہ سنگیت

ہفتہ ۲۸ ستمبر

صبح

۶-۳۵ اے کانن: خیال

۸-۲۱ شاشتریے یوگی: سگم سنگیت

۸-۳۰ ہرنارائن سونی: بانسری

دوپہر

۱۰-۲۰ کہانی: نئی رچنا، گرجیش پرشاد

۱۰-۳۰ شیلندر یوگی: سگم سنگیت

۱۲-۳۰ سنگیتا چوبے

رات

۹-۳۰ سنگیت کا نیشنل پروگرام

غلام صادق خاں: گائن

اتوار ۲۹ ستمبر

صبح

۶-۳۵ راج نارائن اور راجن میٹھا: خیال

۹-۳۵ ڈی آستا، این اے ایم سکینہ

۹-۵۰ سگم سنگیت

(آگے ص ۴۲ پر)

حیدرآباد

حیدرآباد الف ۵,۶,۴۰۶ میٹر (۷۳۸ کلوہرٹز) حیدرآباد ب ۲۱,۸۱۰ میٹر (۱۳۷۸ کلوہرٹز) حیدرآباد ج ۲۵۶,۴ (۱۱۷۰ کلوہرٹز)

پیر ۱۶ ستمبر

صبح

۸-۴۰ یواوانی: نغموں کی دنیا

شام

۵-۳۰ ترنگ

(۱) کھیلوں پر تبصرہ

(۲) خطوں کے جواب

(۳) فلمی گانے

۹-۳۰ نیرنگ

(۱) حرف تابندہ، حمیدہ شہناز

(۲) شب و روز: تقریر از حمید المظفر

(۳) قہقہے اور گیت

(۴) غزلیں

منگل ۱۷ ستمبر

صبح

۸-۲۵ یواوانی: مزاحیہ کلام

شام

۵-۳۰ ترنگ

آہنگ، ادبی میگزین پروگرام

۹-۳۰ نیرنگ

(۱) حرف تابندہ

تحریر از حمیدہ شہناز

(۲) ان سے ملئے

(۳) اکیسویں صدی۔ سیاست کی نظر

تقریر: بی نرسنگ راؤ

(۴) صدائے عقیدت

محرم کا خصوصی پروگرام

بدھ ۱۸ ستمبر

صبح

۸-۲۵ یواوانی: روزگار نامہ

فلمی گانے

دوپہر

۲-۳۰ اسکول طلباء کے لیے

شام

۵-۳۰ ترنگ: موسیقی

۹-۳۰ نیرنگ

(۱) حرف تابندہ

تحریر از رضی الدین معظم

(۲) جہان کامگاران کان میں کام کرنے والے مزدوروں کے لیے

احتیاطی اقدامات

تقریر از موہن پرساد

(۳) کلام شاعر نظیر علی عدیل

(۴) غزلیں

(۵) صدائے عقیدت

محرم کا خصوصی پروگرام

جمعرات ۱۹ ستمبر

صبح

۸-۲۵ یواوانی: ہفتہ وار فیچر، فلمی گانے

دوپہر

۲-۳۰ اسکول طلبا کے لیے

شام

۵-۳۰ ترنگ: مباحثہ اور فلمی گانے

۹-۳۰ نیرنگ

(۱) حرف تابندہ

تحریر از رضی الدین معظم

(۲) سائنس کی دنیا

ریشم کے کیڑے اور ان کی افادیت

تقریر از ڈاکٹر قیصر جمیل

(۳) کوئلے کے ذخائر

تقریر از محمد عمران

(۴) غزلیں

(۵) صدائے عقیدت

محرم کا خصوصی پروگرام

جمعہ ۲۰ ستمبر

صبح

۶-۴۰ اشہد اللہ: قرأت کلام پاک

نعت شریف

۸-۴۰ یواوانی: کلام شاعر اور فلمی گانے

شام

۵-۳۰ ترنگ: آپ کی پسند (فلمی گانے)

۹-۳۰ (۱) حرف تابندہ

تحریر از محمد آفتاب خاں

(۲) محفل: ستار نواز مصطفیٰ علی خاں سے ملاقات

(۳) قوالیاں

(۴) صدائے عقیدت

محرم کا خصوصی پروگرام

ہفتہ ۲۱ ستمبر

صبح

۸-۲۵ یواوانی: محفل قوالی

شام

۵-۳۰ ترنگ: ڈرامہ اور فلمی گانے

۹-۳۰ نیرنگ

(۱) حرف تابندہ

تحریر از محمد آفتاب خاں

(۲) گھر پریوار: ہم بھی نبرد آزما ہیں طبقاتی کشمکش سے

تقریر از ڈاکٹر ذکیہ سلطانہ

(۳) بزم خطوط: پیشکش رانی

(۴) غزلیں

(۵) صدائے عقیدت

محرم کا خصوصی پروگرام

اتوار ۲۲ ستمبر

صبح

۸-۲۵ یواوانی: گلدستہ

(نوجوانوں کے خطوط اور مضامین

۹-۳۰ بچوں کے لیے

دوپہر

۲-۳۰ بہنوں کے لیے

جن کے قدموں سے جہاں روشن ہے

(حضرت بی بی زینب)

تقریر از نفیس النساء

کام کی باتیں از نورجہاں

نظم خوانی، خطوں کے جواب

شام

۵-۳۰ ترنگ: گل نو

(۱) افسانہ (۲) کلام شاعر

۹-۳۰ نیرنگ: ڈرامہ

صدائے عقیدت

محرم کا خصوصی پروگرام
غزلیں

پیر ۲۳ ستمبر

صبح

۴۰–۸ یوادانی : نغموں کی دنیا

شام

۳۰–۵ ترنگ

(۱) کھیلوں پر تبصرہ
(۲) خطوں کے جواب
(۳) فلمی گانے

۳۰–۹ نیرنگ

(۱) حرف تابندہ
تحریر از مولانا جلال الدین کامل حسانی
(۲) شگوفے ؛ مزاحیہ تقریر
(۳) صدائے عقیدت
محرم کا خصوصی پروگرام
(۴) غزلیں

منگل ۲۴ ستمبر

صبح

۲۵–۸ یوادانی ؛ مزاحیہ کلام

شام

۳۰–۵ ترنگ ؛ آہنگ ادبی میگزین پروگرام
۳۰–۹ نیرنگ ؛ محرم کا خصوصی پروگرام

بدھ ۲۵ ستمبر

صبح

۲۵–۸ یوادانی ؛ روزگار نامہ ـ فلمی گانے

دوپہر

۳۰–۲ اسکول طلبہ کے لیے

شام

۳۰–۵ ترنگ ؛ موسیقی
۳۰–۹ نیرنگ ؛ محرم کا خصوصی پروگرام

جمعرات ۲۶ ستمبر

صبح

۲۵–۸ [redacted] ہفتہ وار فیچر ـ فلمی گانے

دوپہر

۳۰–۲ اسکول طلبا کے لیے

شام

۳۰–۵ ترنگ : مباحثہ اور فلمی گانے
۳۰–۹ نیرنگ : محرم کا خصوصی پروگرام

جمعہ ۲۷ ستمبر

صبح

۴۰–۶ اشورالله : قرأت کلام پاک
نعت شریف
۴۰–۸ یوادانی : کلام شاعر اور فلمی گانے

شام

۳۰–۵ ترنگ : آپ کی پسند
(فلمی گانے)
۳۰–۹ نیرنگ

(۱) حرف تابندہ
تحریر از صغریٰ حسین علی
(۲) شعر و نغمہ : پیشکش عطیہ رحمان
(۳) کہانی از سریندر پرکاش
(۴) قوالیاں

ہفتہ ۲۸ ستمبر

صبح

۲۵–۸ یوادانی : محفل قوالی

شام

۳۰–۵ ترنگ : ڈرامہ اور فلمی گانے
۳۰–۹ نیرنگ

(۱) حرف تابندہ
تحریر از صغریٰ حسین علی
(۲) گھر پریوار
بزرگوں کا وجود رحمت یا زحمت
مباحثہ ـ شرکاء :
سلطانہ شرف الدین، سرفراز علی
مرزا قمر سلطانہ۔
(۳) بزم خطوط
(۴) غزلیں

اتوار ۲۹ ستمبر

صبح

۲۵–۸ یوادانی : گلدستہ
(نوجوانوں کے خطوط اور مضامین)
۳۰–۹ بچوں کے لیے پڑھائی اور امتحان
تقریر از کالیکا پرشاد

دوپہر

۳۰–۲ بہنوں کے لیے
اردو ادب کے نسوانی کردار
مرزا ہادی رسوا کے ناول امراؤ جان
میں خانم ـ تقریر از ڈاکٹر صابرہ سعید

(آگے ص ۴۸ پر)

بمبئی

بمبئی 'الف' : ۲۸۷٫۴۳ میٹر ۱۰۴۴ کلوہرٹز

بزم : اردو پروگرام ؛ شام ۳۰–۷

۱۶ ستمبر
ہندوستان ہمارا : سلسلہ وار پروگرام
تحریر : انیس جاوید
(۲) تعلیمی مسائل
فاطمہ انیس سے بات چیت

۱۷ ستمبر
نوجوانوں کے لئے : خاکہ
تحریر : اقبال نیازی
(۲) روزگار کے مسائل
تقریر : سرفراز آرزو

۱۸ ستمبر
(۱) باتوں باتوں میں : موضوعی خاکہ
تحریر : محمود ایوبی۔ صداکار
سعید راہی۔ نیرہ سورتی
رشید انور
(۲) جنگ آزادی میں عورتوں
کا حصہ : تقریر : سلطانہ جعفری

۱۹ ستمبر
سائنس کی دنیا (۱) ہندوستان
اور خلائی تکنیک : تقریر
اسرار احمد (۲) سائنس کی خبریں
تقریر : محمد اعظم

۲۰ ستمبر
ساتیر ... ایک تعارف
تقریر : عزیز قیسی (۲) کلام
کرشن موہن اور یوسف قادری

۲۱ ستمبر
صوت و صدا : غزلوں کا پروگرام
کمپیئر : سعید راہی

۲۲ ستمبر
تمثیل : اردو ڈرامہ
تحریر : خواجہ احمد عباس

۲۳ ستمبر
(۱) ہندوستان ہمارا
سلسلہ وار نشریہ
تحریر : انیس جاوید
(۲) قومی نغمے

۲۴ ستمبر
(۱) حالات حاضرہ : تقریر از
ہارون رشید (۲) شہادت
کا فلسفہ : تقریر : سید محمد زیدی
(۳) سوز و سلام

۲۵ ستمبر
باتوں باتوں میں : موضوعی خاکہ
تحریر : محمود ایوبی
صداکار : سعید راہی، نیرہ سورتی
رشید انور (۲) سوز و سلام

۲۶ ستمبر
کھلتی کلیاں : بچوں کا پروگرام
ترتیب کار : زیبا خاں اور
ساتھی

۲۷ ستمبر
(۱) راجہ رام موہن رائے اور
ان کے کارنامے
تحریر : سید اقبال (۲)
ہمارے رقص : کتھا کلی
تقریر : ڈاکٹر کنک ریلے

۲۸ ستمبر
صوت و صدا : غزلوں کا پروگرام
کمپیئر : سعید راہی

۲۹ ستمبر
(۱) افسانۂ آزاد : فیچر
تحریر : ستارہ جعفری
(۲) موسیقی کا پروگرام

۳۰ ستمبر
(۱) ہندوستان ہمارا : سلسلہ
وار نشریہ : تحریر : انیس جاوید
(۲) مذہب نہیں سکھاتا آپس
میں بیر رکھنا
تقریر : از جنید احمد

پٹنہ، بھاگلپور، دربھنگہ

میڈیم ویو (الف) ۴۸۳ء۴ میٹر ۶۲۱ کلو ہرٹز
میڈیم ویو (ب) ۱۸۷ء۲ میٹر ۱۶۰۲ کلو ہرٹز

خبریں

علاقائی صبح ۸-۳۰ (رانچی سے ریلے)
دوپہر ۳-۱۰، شام ۷-۳۰

اردو پروگرام: روزانہ صبح ۸-۴۰ سے ۹-۴۵ تک

روزانہ نشر ہونے والے پروگرام

صبح
۶-۲۵ بھگتی سنگیت
۶-۳۰ کھیتی کی بات
۶-۴۵ آج کا چنتن
۷-۱۰ مانس گان
۸-۲۰ سگم سنگیت
۸-۴۰ اردو پروگرام
۹-۴۵ رس منجری ربچوں کا پروگرام
(صرف اتوار)

دوپہر
۱۲-۳۰ خواتین کے لیے ناری جگت
(منگل، جمعرات اور ہفتہ)
۱-۰۰ گیت
۱-۳۰ لوک گیت
۱-۴۵ سامئیکی
۲-۰۰ ملے جلے گانے
۲-۴۰ کمیونیٹی گیت
۳-۱۵ روزگار سماچار

رات
۵-۳۰ میتھلی، بھوجپوری اور ماگدھی پروگرام
(اتوار، پیر اور جمعہ)
۶-۰۰ مقامی اعلانات
۶-۱۵ سگم سنگیت
۶-۳۰ چوپال کھیتی گرہستی
۷-۴۰ ضلع کی چٹھی
۷-۴۵ ہندی پروگرام (اتوار، پیر اور جمعہ)
یونیورسٹی براڈکاسٹ
(منگل اور جمعرات)
۹-۳۰ شاستریہ سنگیت
۱۰-۰۰ لوک گیت۔ بھگتی گیت
۱۱-۱۰ اختتام

اردو پروگرام

صبح ۸-۴۰ سے ۹-۴۵

— مباحثہ —

ہندی اور اردو کا رشتہ
شرکاء: ڈاکٹر سید محفوظ الحسن
ڈاکٹر ملکشن پرشاد سنہا اور محمد حسین آزاد ۶ر ستمبر

— فیچر —

مہندی کا رنگ
(جہیز سے متعلق ملاقاتوں پر مبنی پروگرام)

پیش کش: ایس ایم تنویر الحق ۷ار ستمبر
بڑھتے قدم
(نوجوانوں کی ادبی، سماجی اور ثقافتی سرگرمیوں پر مبنی)
پیش کش: ایس ایس فریدی ۸ار ستمبر
ہیلتھ کٹ
(معاشی پسماندہ افراد سے ملاقاتوں پر مبنی)
پیش کش: کاظم حسنین دیوانہ ۲۱ر اور ۲۸ر ستمبر

— کلام شاعر —

شمیم مرتضیٰ داآمن ۷ار ستمبر

نسیم اعظمی : سید علی نسیم

پھر نئے جذبات لائی میرے درد کی آواز
کیا کہوں کیا بات لائی میرے درد کی آواز
جو سمجھ سکتے، سلجھ سکتے، نہ سمجھے جائیں جو
ایسے ہی حالات لائی میرے درد کی آواز
دوست بھی بچتے پھرے ہیں اب تو اس آواز سے
پُرخطر دن رات لائی میرے درد کی آواز
روح ڈوبی آنسوؤں میں ساتھ دل کے رات کو
شام جب برسات لائی میرے درد کی آواز
موت مسکاتی ہے جب سنتی ہے اس آواز کو
زندگی کی مات لائی میرے درد کی آواز
کچھ کھلونے، کچھ بچھونے، اور اک دو گز زمیں
ہائے کیا سوغات لائی میرے درد کی آواز
آؤ پھر ان خارزاروں میں ہی چلتے ہیں نسیم
یا خدا کیا بات لائی میرے درد کی آواز

(۲۸ر ستمبر ۱۹۹۲)

جمال کیف ۱۸ر ستمبر
بدنام نظر ۲۳ر ستمبر
شگفتہ سہسرامی ۳۰ر ستمبر

— کہانی —

اسلم سلازار ۱۸ر ستمبر
ظفر حبیب ۳۰ر ستمبر

— تقریر انٹرویو —

روشنی کے مینار: حضرت شاہ ارزاں
سید حسین احمد ۲۰ر ستمبر
ڈاکٹر کی رائے: پیچش ایک خطرناک مرض
ڈاکٹر ایس امیتا نامیر ۲۳ر ستمبر
بچوں میں اعصابی تناؤ
ڈاکٹر ایس ایس عثمانی ۲۴ر ستمبر
مجلس عزا
بادشاہ حسین ۲۴ر ستمبر
ذکر اہل بیت: مظفر لواب ۲۵ر ستمبر
عاشورہ کا دن
پروفیسر موسیٰ رضا ۲۶ر ستمبر
روشنی کے مینار: حضرت شاہ محمد سجاد داناپوریؒ
شاہ خالد ابو العلائی : ۲۷ر ستمبر

شہیمگت سنگھ
حبیب الرحمٰن : ۲۸ر ستمبر
کمپیوٹر کے کرشمے
ڈاکٹر محمد ممتاز انصاری : ۲۹ر ستمبر
سائنسی معلومات (سوال و جواب میں)
خورشید صبیح : ۲۹ر ستمبر
رشتے اور جہیز کی نفسیات
ایس نور الحسن : ۳۰ر ستمبر

— محفل سخن (اسٹوڈیو مشاعرہ) —

شرکاء:
نور الاسلام تشنہ، شادان فاروقی، اویس احمد دوراں، ناشاد اورنگ آبادی، ڈاکٹر اسلام عشرت۔
نظامت: ایس ایم مسلم : ۲۲ر ستمبر
نوحہ، مرثیہ، سوز، حدیث : ۲۴ر، ۲۵ر، ۲۶ر ستمبر
پسند اپنی اپنی (فرمائشی نغمے): ۲۱ر، ۲۸ر ستمبر
آپ کے خطوط (سامعین کے خطوں کا جواب)
۲۲/۲۹ر ستمبر

رنگ تغزل
(نغموں پر مبنی پروگرام) ۱۶ر، ۲۳ر، ۳۰ر ستمبر

سرینگر

بیلا الف : ۷۴۹/۸ ... [illegible]
بیلا ب : ۲۲۵/۱۱ میٹر ۱۳۲۴ کلوہرٹز
شارٹ ویو : ۴۵/۱۱ میٹر ۶۱۱۰ کلوہرٹز
۹۱/۵۰ میٹر ۳۲۷۷ کلوہرٹز

پہلی مجلس : صبح [illegible]
دوسری مجلس : دوپہر ۳۰-۱۱ سے [illegible]
اتوار کو صبح [illegible]

خبریں

کشمیری : صبح ۴۵-۷، شام ۲۵-۶
اردو : صبح ۵-۸، دوپہر ۵۰-۱، رات ۱۵-۱۰
ہندی : صبح ۰۰-۹
سنسکرت : صبح ۰۰-۷
انگریزی : صبح ۱۰-۸، دوپہر ۰۰-۲
شام ۰۰-۶، رات ۰۰-۹ اور ۰۰-۱۱

علاقائی خبریں

اردو : صبح ۲۰-۹، دوپہر ۳۰-۳ اور
... (دھیمی رفتار سے) شام ۳۰-۷
کشمیری : صبح ۲۵-۹، دوپہر ۳۵-۱۲
شام [illegible]

پیر ۱۶ ستمبر

صبح

۷—۱۵ غزلیں : سیتا کول
۸—۲۵ نو ادب : تازہ کلام : ایم ایل ساقی
۹—۰۵ زعفران زار : طنز و مزاح
از عبدالاحد فرہاد

دوپہر

۱۲—۰۰ اسکول براڈکاسٹ
"ہمارے جنگلی جانور"
چوتھی اور پانچویں جماعت
کے طلبا کے لئے پروگرام
۱۲—۴۰ پراگاش : غیر نصابی تعلیمی
پروگرام "سون جسم" (ہمارا جسم)، گفتگو
۱—۰۰ عبدالرحمان ریشی اور غلام نبی
وگے : غزلیں
۲—۱۰ شیخ غلام احمد خاں : ستار وادن
۴—۳۰ کیاری : جموں، کشمیر اور
لداخ کی موسیقی، ڈوگری
گیت : کے۔ ایل شرما
گجری لوک سنگیت : پنجابی
لوک سنگیت : پشپا ہنس

رات

۸—۳۰ غزلیں : سیتا کول
۹—۳۰ "الاؤ" کشمیری میں ایک
ڈرامہ : تحریر : رتن لال شانت

منگل ۱۷ ستمبر

صبح

۶—۳۵ گاشر اچھر : برگزیدہ شخصیتوں
کے زریں اقوال
۷—۱۵ کشمیری موسیقی : غلام حسن صوفی
۸—۰۰ "نو ادب" (کشمیری)
۱۰—۱۵ ہونہار : اردو میں بچوں کے
لئے پروگرام
۱۱—۳۰ اور دوپہر ۳۰—۲
غلام محمد ساز نواز اور ساتھی
صوفیانہ موسیقی

دوپہر

۱۲—۰۰ اسکول براڈکاسٹ
"انگلستان کی سیر"
ساتویں جماعت کے لئے اردو
میں پروگرام
از عبدالرحمان پڈر
۲—۱۰ شاستریہ سنگیت

رات

۸—۳۰ غلام حسن صوفی : کشمیری موسیقی
۹—۳۰ "ہم قلم" (اردو میں ادبی
پروگرام)

بدھ ۱۸ ستمبر

صبح

۷—۱۵ کشمیری موسیقی
از غلام محمد میر
۸—۲۱ "ملاقات" ٹی۔ این کول
سے انٹرویو

دوپہر

۱۲—۰۰ اسکول براڈکاسٹ "انگریزوں
کے دور میں زمینی اصلاحات"
آٹھویں جماعت کے طلبا کے
لئے : محمد تقی علی خاں کی بات
چیت
۱۲—۴۰ پراگاش "ساتنی کتھ راج
ترنگنی" راج ترنگنی سے سلسلہ
وار پروگرام : گفتگو
۱—۰۰ غلام محی الدین وانی اور
ساتھی اور ایس۔ این توشخوانی
سگم سنگیت
۲—۱۰ نصیر امیر الدین خاں ڈاگر
گاتن

شام

۶—۱۰ اور رات ۳۰—۸
غلام محمد میر : غزل

رات

۹—۳۰ "سیاسی زندگی میون کار"
مشہور عالم اور مجاہد آزادی
مفتی جلال الدین سے گفتگو

جمعرات ۱۹ ستمبر

صبح

۷—۱۵ ایم۔ کے۔ پنڈتا : کشمیری موسیقی
۱۱—۳۰ اور دوپہر ۳۰—۲
شیخ عبدالعزیز اور ساتھی
صوفیانہ موسیقی

دوپہر

۱۲—۴۰ "پراگاش" "تھکن کتھ تہ کیاز"
ڈاکٹر غلام رسول بٹ سے
گفتگو
۲—۱۰ اے۔ کانن : شاستریہ سنگیت

شام

۶—۱۰ ایم۔ کے۔ پنڈتا : غزل

جمعہ ۲۰ ستمبر

صبح

۷—۱۵ گاندھی کتھا
اور بھگتی سنگیت

دوپہر

۱—۰۰ [illegible] اور محمد یعقوب
۲—۱۰ کمار چندر رصوا : گاتن

شام

۶—۱۰ اور رات ۳۰—۸
راج بیگم : غزل

رات

۹—۳۰ بات چیت : ریاض پنجابی

ہفتہ ۲۱ ستمبر

صبح

۷—۱۵ آشا کول : کشمیری موسیقی
۸—۳۵ "بلیک ہول کتنا کالا"
ہندی بات چیت
ڈاکٹر ہاشمی سید احمد
۹—۰۵ مہینے کا نغمہ : کلام احد زرگر
گلوکار : وی۔ کے۔ ملا
۱۱—۳۰ اور دوپہر ۳۰—۲
محمد عبداللہ سیتاری اور
ساتھی : صوفیانہ موسیقی

دوپہر

۱۲—۴۰ پراگاش یہ یم اسی عظیم چرک،
گفتگو
۲—۱۰ شاہد پرویز : ستار وادن

شام

۶—۱۰ اور رات ۳۰—۸
آشا کول : کشمیری موسیقی

اتوار ۲۲ ستمبر

صبح

۷—۱۵ ششی چوپڑا : کشمیری موسیقی

دوپہر

۱۲—۴۰ "پراگاش" غیر نصابی تعلیمی
پروگرام "تحریک آزادی
منز کتھ" ڈاکٹر ایم۔ کے
ٹینگ سے گفتگو
۲—۱۰ پنڈت جسراج : شاستریہ
سنگیت

شام

۶—۱۰ اور رات ۳۰—۸
ششی چوپڑا : کشمیری موسیقی

پیر ۲۳ ستمبر

صبح

۷—۱۵ سدھارتھ کول : کشمیری موسیقی
[illegible] نو ادب (کشمیری) تازہ کلام
۵ اندر کاشی ناتھ بھوان
۹—۰۵ ملن مار ننڈ : مسودہ

چمن لال چمن

دوپہر

۱۲-۴۰ دوپراگاش "کشیر چھالو ندولی کتھ تہ کیاز" گفتگو از جواہر لال ؤلی

۲-۱۰ سلوچنا ہرسیتی شاستریہ سنگیت

شام

۴-۳۰ دکیاری "دجموں وکشمیر اور لداخ کی موسیقی" لداخی کورس: ڈوگری لوک سنگیت: پرکاش شرما عبدالغنی بٹ اور ساتھی بانسری پر دھن

شام

۶-۱۰ اور رات ۸-۳۰ سدھارتھ کول: کشمیری موسیقی

رات

۹-۳۰ "وارڈ نمبر ۶" انتن چیکوف کے افسانے کا ریڈیو عکس ازبیران کشو۔

منگل ۲۴ ستمبر

صبح

۷-۱۵ نسیم اختر: کشمیری موسیقی

۱۱-۳۰ اور دوپہر ۲-۳۰ شیخ عبدالعزیز اور ساتھی صوفیانہ موسیقی

دوپہر

۲-۱۰ اسد علی خاں: رودر وینا

شام

۶-۱۰ اور رات ۸-۳۰ نسیم اختر: کشمیری موسیقی

رات

۹-۳۰ "سنگرمال" علا افسانہ (کشمیری میں سیمپوزیم) افسانہ: جی، ایم، آزاد تازہ کلام: امین کامل اور تازہ مقالہ: ڈاکٹر ایم زماں آزردہ

بدھ ۲۵ ستمبر

صبح

۷-۱۵ شمیمہ دیو: کشمیری موسیقی

۸-۲۱ ساتنک ونیہ مرینکا لوجی کشیر زبان باتچیت از سنت جی سلطان

دوپہر

۱۲-۵۰ "پراگاش یہ ساتی کنھ راچ ترنکی" سلسلہ وار پروگرام: گفتگو

۲-۱۰ سمریش چودھری: شاستریہ گائن

شام

۶-۱۰ اور رات ۸-۳۰ رحمت اللہ خاں: کشمیری موسیقی

رات

۹-۳۰ "رائے تر ہاتے" "موجودہ تعلیمی معیار تہ ایچ بترائے" مباحثہ شرکاء: ریاست جموں وکشمیر کے وزیر تعلیم علی محمد نائیک پروفیسر سیف الدین سوز ممبر پارلیمنٹ: پروفیسر اے جی مدہوش اور جناب او۔این۔کول (جرنلسٹ)

جمرات ۲۶ ستمبر

صبح

۷-۱۵ آرتی تکو: کشمیری موسیقی

دوپہر

۱۲-۴۰ "پراگاش" "غیر نصابی تعلیمی پروگرام" "سون وطن۔ برہم بتراء پی این کوشا سے گفتگو

۲-۱۰ مشتاق علی خاں: ستار

۱۱-۳۰ صبح اور دوپہر ۲-۳۰ غلام محمد سازنواز اور ساتھی: صوفیانہ موسیقی

شام

۶-۱۰ اور رات ۸-۳۰ آرتی تکو: کشمیری موسیقی

جمعہ ۲۷ ستمبر

صبح

۷-۱۵ گاندھی کتھا: موختہ لرا اور بھکتی سنگیت

دوپہر

۱۰-۰۰ اقبال کول اور آر۔کے کاچرو غزلیں

۲-۱۰ این راجن: گائن

شام

۶-۱۰ اور رات ۸-۳۰ آر۔کے۔کاچرو کشمیری موسیقی

رات

۹-۴۵ آر،کے۔ساک: باتچیت

ھفتہ ۲۸ ستمبر

صبح

۷-۱۵ ریتاکول: کشمیری موسیقی

۸-۳۵ "ہندی بھاشا کا پھیلاؤ" بات چیت: چمن لال سپرو

۹-۰۵ مہینے کا نغمہ: کلام احد زرگر گلوکار۔ وی۔کے، ملا

۱۱-۳۰ اور دوپہر ۲-۳۰ محمد عبداللہ سیتاری اور ساتھی: صوفیانہ موسیقی

دوپہر

۱۲-۴۰ "پراگاش" سانہ تحریکہ آزادی ہنز کتھ (سلسلہ وار کہانی) ڈاکٹر ایم۔کے ٹینگ سے گفتگو

۲-۱۰ پرکاش وڈھیرا: شاستریہ سنگیت

شام

۶-۱۰ اور رات ۸-۳۰ ریتاکول، کشمیری موسیقی

رات

۹-۳۰ بزم شعر: شرکاء: محمد احسان احسن: نشاط انصاری علی محمد مقصدر، جواہر لال سرور آر، این کشور، الیس رضوی اور طاہر صفوی

اتوار ۲۹ ستمبر

صبح

۷-۱۵ کیلاش مہرہ: نعت

دوپہر

"پراگاش" "کلوکٹی تہ چھا حساس آسان" کنیالال رازدان سے گفتگو

۱-۲ کارتک کمار: ستار

شام

۶-۱۰ اور رات ۸-۳۰ وی، کے، ملا اور جی ایچ صوفی غزلیں

پیر ۳۰ ستمبر

صبح

۹-۳۵ نوو ادب (کشمیری) تازہ کلام از۔ غلام نبی خیال اور عبدالرحمٰن آزاد

دوپہر

۱۲-۲۰ اسکول براڈ کاسٹ مہاتما گاندھی، چوتھی اور پانچویں جماعت کے طلبا کے لیے پروگرام: اردو میں بات چیت

۱۲-۴۰ "پراگاش" "مندچھہ تہ چھا کہ کیفیت" ڈاکٹر اے۔ اے بیگ سے گفتگو

۲-۱۰ سیارام تیواڑی: گائن

شام

۴-۳۰ کیاری۔ (جموں وکشمیر اور لداخ کی موسیقی)

۶-۱۰ رات ۸-۳۰ علی محمد: کشمیری موسیقی

۹-۳۰ "یہ اتر کمحہ کور" تحریر راجا بشیر احمد

بقیہ:- حیدرآباد

(۲) کلام شاعر از شاہدہ محبوب
(۳) خطوں کے جواب

شام

۵-۳۰ ترنگ: گل نو

۹-۳۰ نیرنگ: ڈرامہ اور غزلیں

پیر ۳۰ ستمبر

صبح

۸-۴۰ پراوانی: نغموں کی دنیا

شام

۵-۳۰ ترنگ
(۱) کھیلوں پر تبصرہ
(۲) خطوں کے جواب
(۳) فلمی گانے

۹-۳۰ نیرنگ
(۱) حرف تابندہ
مولوی محمد ابراہیم قادری
(۲) ورائٹی پروگرام
پیش کش: بزم اردو
(۳) غزلیں

دُوردَرشن

نیشنل پروگرام

رات

۸-۴۰ سماچار (ہندی میں خبریں) روزانہ

۹-۳۰ دی نیوز (انگریزی میں خبریں) روزانہ

اتوار

رات

۹-۰۰ کوزٹائم

۱۰-۰۰ فوکس

۱۱-۱۰ ڈکیومنٹری

پیر

رات

۹-۰۰ نٹ کھٹ نارد (ہندی سیریل)

۹-۵۰ چترمالا

۱۰-۲۰ بیرسٹر ولود

۱۰-۴۵ نیشنل پروگرام آف ڈانس

منگل

رات

۹-۰۰ ہم لوگ

۹-۵۰ جنوانی

۱۰-۳۰ انگریزی فلم

۱۰-۵۵ ٹوورڈز پراگرس

بدھ

رات

۹-۰۰ خاندان ہندی سیریل

۹-۵۰ بی بی ناتیوں والی (ہندی سیریل)

۱۰-۲۰ انٹرویو

۱۰-۴۵ بھارت کے خصوصی ادارے

جمعرات

رات

۹-۰۰ اڑوس پڑوس (ہندی سیریل

۹-۵ واہٹ از دی گڈ ورڈ

۱۰-۲۰ بنتے بگڑتے (ہندی سیریل)

۱۰-۴۵ موسیقی کا نیشنل پروگرام

جمعہ

رات

۹-۰۰ یہ جو ہے زندگی (ہندی سیریل

۹-۵۰ بستی (ہندی)

۱۰-۴۵ ہاٹ ٹریکس

ہفتہ

رات

۹-۰۰ ہم لوگ (ہندی)

۱۰-۲۰ فیچر فلم

دہلی-I

چینل ۴

صبح

۹-۱۵ کارٹون فلم

۹-۳۰ یوگ اور سواستھ

۹-۴۵ فرستیں: رنگارنگ پروگرام

۱۰-۳۰ اسٹار ٹریک

۱۱-۱۵ باباجی کا بائیسکوپ (ہندی سیریل)

۱۱-۴۰ رجنی (ہندی سیریل)

دوپہر

۱۲-۰۵ مسٹر یا مسز

۱۲-۳۰ درپن

۱۲-۵۵ پینگ گیسٹ (ہندی سیریل)

۱-۲۰ واہ جناب (ہندی سیریل)

۲-۰۰ علاقائی زبان میں فیچر فلم

۴-۰۰ ورلڈ آف اسپورٹس

۵-۴۵ اور ۷-۴۵

ہندی فیچر فلم

۱۱-۴۰ مختصر خبریں اور اختتام

پیر

شام

۶-۰۰ ابتدائی اعلانات اور بچوں کے لیے فلم

۶-۱۵ روائتی لوک کلا رہمارے ادھیکار اور کوتو یہ

۶-۵۵ پروگراموں کا خلاصہ اور گمشدہ لوگوں کے بارے میں اعلانات

۷-۰۰ کرشی درشن

۷-۳۰ سند سماچار رسنگیت

۷-۴۰ ہندی ڈرامہ

رات

۱۰-۴۰ سگم سنگیت رپارلیمنٹ نیوز

۱۰-۵۵ اسپیکٹرم (انگریزی میں میگزین پروگرام)

۱۱-۲۵ مختصر خبریں اور اختتام

منگل

شام

۶-۰۰ ابتدائی اعلانات اور روشو درشن

۶-۱۵ قانونی صلاح

۶-۳۵ کھیل کھلاڑی

۶-۵۵ پروگراموں کا خلاصہ اور گمشدہ لوگوں کے بارے میں اعلانات

۷-۳۰ سند سماچار رسنگیت

۷-۴۰ پتریکا (ہندی میگزین پروگرام)

۸-۱۰ یووامنچ (ہندی)

۱۱-۲۵ پارلیمنٹ نیوز رانٹرویو رمباحثہ

۱۱-۴۵ مختصر خبریں اور اختتام

بدھ

شام

۶-۰۰ ابتدائی اعلانات اور روکاس کی اور

۶-۳۵ مہلاؤں کے لیے

۶-۵۵ پروگراموں کا خلاصہ اور گمشدہ لوگوں کے بارے میں

۷-۰۰ کرشی درشن

۷-۳۰ سند سماچار رسنگیت رقص

۷-۴۰ آپ اور ہم

۸-۰ چترہار (ہندی فلموں سے گیت)

۱۱-۱۵ پارلیمنٹ نیوز رفلم ڈویژن ڈکومینٹری

۱۱-۲۵ مختصر خبریں اور اختتام

جمعرات

شام

۶-۰۰ ابتدائی اعلانات اور گھریلو نسخے

۶-۳۵ فریڈم فائیٹرز کے ساتھ انٹرویو

۶-۵۵ پروگراموں کا خلاصہ اور گمشدہ لوگوں کے بارے میں اعلانات

۷-۰۰ گھر باہر

۷-۳۰ سند سماچار

۷-۴۰ سگم سنگیت

۷-۵۰ انگریزی سیریل فلم

۱۱-۱۵ پارلیمنٹ نیوز ربزم (اردو میں ادبی پروگرام)

۱۱-۲۵ مختصر خبریں اور اختتام

جمعہ

شام

۶-۰۰ ابتدائی اعلانات اور آپکا پریوار

۶-۱۵ بچوں کے لیے پروگرام (انگریزی)

۶-۴۵ پروگراموں کا خلاصہ اور گمشدہ لوگوں کے بارے میں اعلانات

۷-۰۰ کرشی درشن

۷-۳۰ سنگیت رسند سماچار

۷-۴۰ گیان دیپ

۸-۰۰ چترہار

۱۱-۲۵ پارلیمنٹ نیوز رمرر آف دی ورلڈ مغربی موسیقی رانگریزی فلم

۱۱-۴۵ مختصر خبریں اور اختتام

ہفتہ

شام

۶-۰۰ ابتدائی اعلانات اور رجان ہے جہان ہے

۶-۱۵ ہندی ڈرامہ ربچوں کے لیے

۷-۱۰ پھول کھلے ہیں گلشن گلشن

۷-۴۰ توبہ توبہ

۸-۱۰ سپتاہکی

۱۱-۲۵ مختصر خبریں اور اختتام

دہلی-II چینل-۷

اتوار

شام

۶-۳۰ سگم سنگیت

۶-۴۵ ڈکومینٹری فلم رفلم ڈویژن کی فلم

۷-۰۰ شاستریہ سنگیت

۷-۳۰ سماچار
۷-۴۰ آدشک جانکاری
۸-۰۵ بہورنگ (علاقائی موسیقی پروگرام)
۸-۲۰ اختتام (روزانہ)

پیر

شام
۶-۳۰ سگم سنگیت
۶-۴۵ سوری (انگریزی سیریل)
۷-۰۰ چہل پہل
۷-۳۰ سماچار
۷-۴۰ آدشک جانکاری
۸-۰۰ شاستریہ سنگیت

منگل

شام
۶-۳۰ سگم سنگیت
۶-۴۵ نوودائے (اسکول سے بچوں کی پیش کش)
۷-۱۵ یہ دلّی ہے (ناگرک سمیا)
۷-۳۰ سماچار
۷-۴۰ آدشک جانکاری
۷-۴۵ ہندی میں ڈرامہ
۸-۱۵ راک لائن : میوزک پروگرام

بدھ

شام
۶-۳۰ سگم سنگیت / ساز سنگیت
۶-۴۵ یوواؤں کے لیے
۷-۱۵ یہ دلّی ہے (کلا پریکرما)
۷-۳۰ سماچار
آدشک جانکاری
۷-۴۵ دی سیکرٹس آف سی

جمعرات

شام
۶-۳۰ سگم سنگیت
۶-۴۵ کوئز پروگرام
۷-۰۵ سماچار ڈائری
۷-۳۰ سماچار
۷-۴۰ آدشک جانکاری
۷-۴۵ پنجابی میں ملا جلا پروگرام

جمعہ

شام
۶-۳۰ قوالیاں
۶-۴۵ بزم : اردو میں میگزین پروگرام
۷-۱۵ یہ دلّی ہے (ناگرک سمیا)
۷-۰۰ فرائی ڈے کوئز
۷-۳۰ سماچار
۷-۴۰ آدشک جانکاری
۷-۴۵ انگریزی فلم

ہفتہ

شام
۶-۳۰ اگلے ہفتے میں
۶-۴۵ اسپورٹس راؤنڈ اپ
۷-۱۵ یہ دلّی ہے (آئینہ)
۷-۳۰ سماچار
۷-۴۰ آدشک جانکاری
۷-۴۵ شاستریہ سنگیت
۸-۱۵ اے پیپ ان ٹو دی پاسٹ

لکھنؤ

رات
۷-۳۰ سماچار : روزآنہ
۷-۴۰ کل کے پروگرام : روزآنہ
۸-۴۰ نیشنل پروگرام : روزانہ

اتوار

صبح
۹-۱۵ اتوار کی صبح کا ٹرانسمیشن : دہلی سے
دوپہر
۲-۰۰ علاقائی فیچر فلم : دہلی سے
شام
۴-۰۰ ورلڈ آف اسپورٹس : دہلی سے
۵-۳۰ کھوئے ہوئے لوگوں کے بارے میں اطلاعات
۵-۴۵ اندر ۷-۴۵ فیچر فلم : دہلی سے
۷-۲۵ ذرا دھیان دیں تصویریں بولتی ہیں

پیر

شام
۶-۰۰ ننھے منے
۶-۲۰ کارٹون فلم
۶-۳۰ چوپال
۷-۰۰ گھر کی دنیا
۷-۴۵ آج کل : حالات حاضرہ
۸ سرسوتی : ہندی میں ادبی پروگرام
۸-۳۰ ڈاکیومنٹری فلم

منگل

شام
۶-۰۰ کامگار سبھا مزدوروں کے لئے
۶-۲۰ روزگار سماچار
۶-۳۰ چوپال
۷-۰۰ گنجن : سگم سنگیت
۷-۳۵ سلسلے وار ناٹک
رات
۸-۱۵ دنگمر ناگرک / بات اپنی اپنی

بدھ

شام
۶-۰۰ یووا درشن نوجوانوں کے لئے
۸-۳۰ چوپال
۷-۰۰ کوئز
۷-۴۵ آپ کی صحت
رات
۸-۰۵ چترہار : بمبئی سے

جمعرات

صبح
۶-۰۰ گھر چوبارہ دیہی خواتین کے لئے / امرت وانی : سنسکرت پروگرام
۶-۳۰ چوپال
۷-۰۰ ش : ... ایک ثقافتی جھلک / آج کے مہمان
۷-۱۵ کھیل جگت / کلا اور کیرتی
۷-۴۵ ناٹک

جمعہ

شام
۶-۰۰ گرہ اور گیان گھر اور سائنس / وگیان جگت
۶-۱۵ لوک سنگیت / لوک گاتھا
۶-۳۰ چوپال
۷-۰۰ انگریزی فلم : سیریل
۷-۴۵ آپ کی ڈاک
۸-۰۰ اردو ادبی میگزین پروگرام اودھ پنچ
۸-۳۰ امرت دچار

ہفتہ

شام
۵-۳۰ پھلواری بچوں کے لئے
۵-۵۰ سپتاہکی
۶-۰۰ بچوں کی فلم : ہندی / آپ اور قانون
۶-۳۰ بزرگوں کے لئے
۷-۰۰ پھول کھلے ہیں گلشن گلشن / سماچار درشن
۷-۴۵ فن اور فنکار / آپ اور ہم
۸-۱۰ سرگم کلاسیکی موسیقی

قلم کار حضرات ! اپنی تخلیقات ہمیں اشاعت کے لیے ارسال نہ کریں۔ آواز میں صرف وہی تخلیقات شائع کی جاتی ہیں جو نشریہ کے بعد ہمیں ریڈیو اسٹیشنوں سے موصول ہوتی ہیں





اوپر ڈاکٹر اوشا کے ٹوٹھرا انڈین کونسل آف میڈیکل ریسرچ کی
سینئر ڈپٹی ڈائریکٹر جنرل ان کے ساتھ بات چیت کر رہے ہیں
ڈاکٹر ایم اسلم پرویز
یہ انٹرویو گذشتہ دنوں آل انڈیا ریڈیو کی اردو سروس سے سائنس میگزین
پروگرام میں نشر ہوا۔
اوپر دائیں، اسپورٹس اتھارٹی آف انڈیا کے ڈائریکٹر جنرل میجر جنرل رنبیر سنگھ
کے ساتھ بات چیت کر رہے ہیں کے جی گگر
یہ انٹرویو حال ہی میں آل انڈیا ریڈیو کی اردو سروس سے براڈکاسٹ کیا گیا۔



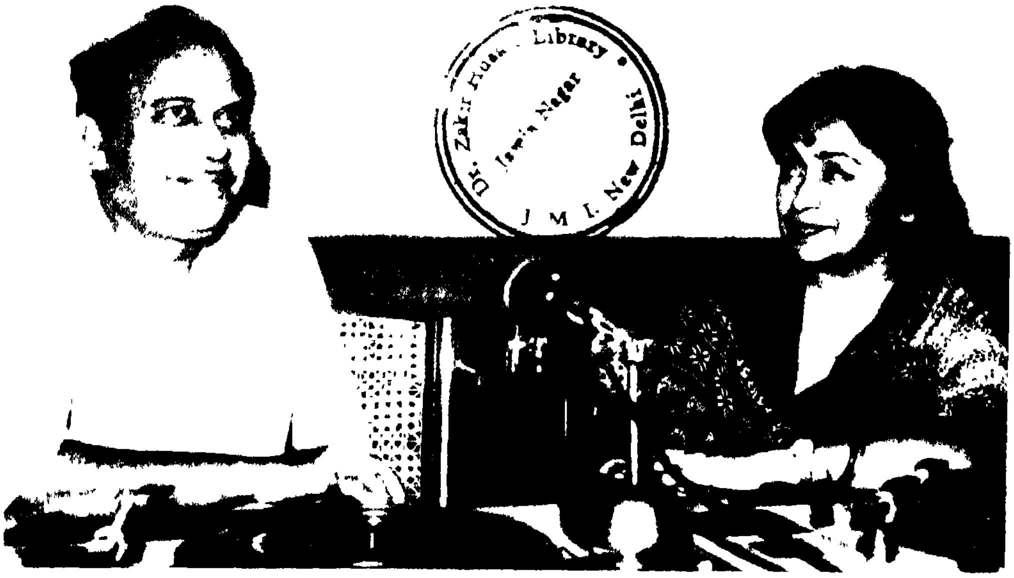
بائیں، آکاشوانی بمبئی سے حال ہی میں نشر سنا بت روپک بہ عنوان
نرالی پوریا کے شاکا فنکار۔
اس روپک کے مصنف تانا ایم منڈگاؤنکر درمیان میں کھڑے ہیں اور دائیں
سنگیت سے سنوالے بھوانند بوگم نے جو تصویر میں ہارمونیم بجا رہے ہیں۔



ماسٹر پی رت پندر نے تین ہزار تصویریں
بنا کر اسٹیٹ ایوارڈ حاصل کیا۔
اس بالک کے ساتھ ایک انٹرویو
حال ہی میں
آکاشوانی حیدرآباد سے ●●●●●
نشر ہوا۔



جمیل احمد
سرگم سنگیت کی کنسرٹ میں
پروگرام پیش کر رہے ہیں ●●●●●
موسیقی کی یہ کنسرٹ
گذشتہ دنوں ماؤلنکر آڈیٹوریم
نئی دہلی میں منعقد کی گئی۔







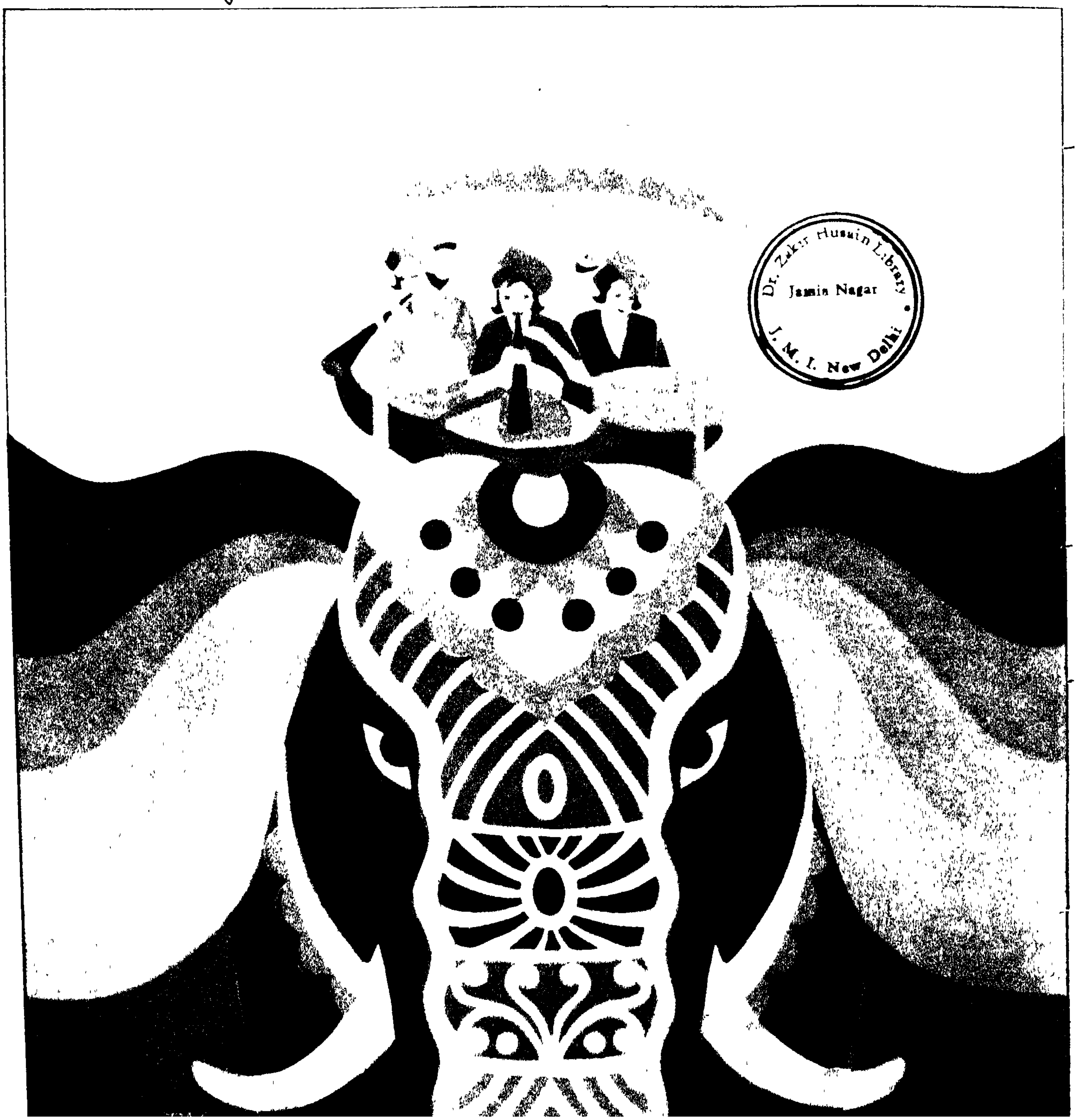
Published by the Director General All India Radio at the Office of the Chief Editor Akashvani Group 1
Journals PTI Building II floor Sansad Marg New Delhi-110001 Printed by the Manager Govt of India Photo Litho Press Faridabad

یکم سے ۱۵؍ اکتوبر ۱۹۸۵ء
۹؍ سے ۲۳ آشون ۱۹۰۷ شاکا

آواز

اشاعت کا ۵۰ واں سال
قیمت ایک روپیہ

آل انڈیا ریڈیو کے پروگرام، معلوماتی مضامین، دل چسپ افسانے و منظومات



نئے موسم نئی رنگت نئی تصویر رہنے دے
قبائے گل پہ جو لکھی ہے وہ تحریر رہنے دے

پرندے کی جسارت آفریں اس وقت ہوتی ہے
پروں سے کام لے لے پاؤں کی زنجیر رہنے دے

ابھی تو ذہن کے پردے پہ ہے تاویل کی دستک
مرے جملے کی باریکی سمجھ تفسیر رہنے دے

نوائے صبح سے ملتے ہیں عزم نور کے تیور بھی
کفن بر دوش ہو جا نالۂ شب گیر رہنے دے

اگر تدبیر کی آنکھوں میں ہے پہچان کی منزل
اٹھا لے وقت کی بے چینیاں تقدیر رہنے دے

ہوا کے رخ پہ چلنے کا سلیقہ بھی نہیں آتا
محافظ ہے قلم اس دور کا شمشیر رہنے دے

کہاں تک مطمئن کرتا رہے گا خود کو اے کمتر
حصار خواب سے باہر نکل تعبیر رہنے دے

سچ کا معیار نہ بدلا ہے نہ بدلا جائے
سچ کی پہچان یہ ہے دار پہ بولا جائے

طور احباب کو بھی ذہن میں رکھا جائے
دل ملے یا نہ ملے ہاتھ ملایا جائے

شہر میں پھر کوئی طوفان اٹھایا جائے
بند ذہنوں کے دریچوں کو بھی کھولا جائے

جھوٹ کو بھی سمجھ لیتے ہیں اہل خلوص
سچ کے لہجے میں اگر جھوٹ بھی بولا جائے

وقت ہے اب بھی سمٹ آیئے ایک مرکز پر
آج کے کام کو اب کل پہ نہ ٹالا جائے

شیشہ گر کو کہاں فرصت کہ وہ شیشہ دیکھے
گا ہے گا ہے اسے آئینہ دکھایا جائے

میرے احباب پریشاں ہیں بہت میرے لیے
کب کہاں کیسے نگاہوں سے گرایا جائے

ہے قلم آپ کا ملت کی امانت انجم
حق ملت ہو ادا جب بھی اٹھایا جائے

نگاہ شوق سے دیوانہ وار دیکھا ہے
تمہاری شوخ ادا میں جو پیار دیکھا ہے

سکون کیا محبت میں چین کیا معنی
قرار آتے ہی دل بیقرار دیکھا ہے

اک آفتاب کے ماتھے پہ چاند کا ٹیکا
کمال قدرت پروردگار دیکھا ہے

نظر جما کے اسے دیکھنے کی حسرت تھی
وہ حسن یار جسے بار بار دیکھا ہے

کبھی کسی نے مری حسرتوں کو پوچھا ہے
کبھی کسی نے مرا حال زار دیکھا ہے

اسی سے پھول اگا ئے ہیں میں نے الفت کے
کھٹکتا پلکوں میں جو خار زار دیکھا ہے

شعور عشق نمایاں ہے اس کی فطرت سے
کنول کو تم نے کبھی سوگوار دیکھا ہے

فاروق شفق

کیسے خبر ہے دل اس کا دکھا نہیں ہوگا
وہ شخص یوں ہی کسی سے خفا نہیں ہوگا

ہنسی کے ساتھ نکل آئے اشک آنکھوں سے
بہت دنوں سے وہ شاید ہنسا نہیں ہوگا

نہ اس کی شکل پریشاں نہ خوف آنکھوں میں
وہ شہر میں کہیں شاید رکا نہیں ہوگا

جھلس گیا ہے کڑی دھوپ میں زمانے کی
دو چار چھینٹوں میں پتہ ہرا نہیں ہوگا

نکل چلو کہ ابھی رت بہت غنیمت ہے
سروں پہ پھر کبھی سایہ گھنا نہیں ہوگا

ہجوم غم میں محبت سے پوچھنے والے
میں جانتا ہوں کوئی دوسرا نہیں ہوگا

کس نے دیکھ لیا پھل تمہارے آنگن میں
بلا سبب یوں ہی پتھر گرا نہیں ہوگا

سیاہ آندھی میں جیسے گھرا ہوا ہوں میں
یہ چاند بھی کبھی ایسے گھرا نہیں ہوگا

لطف ترغیب انتباہ میں تھا
حادثہ جب تری پناہ میں تھا

دوستی توڑ کر ہوا معلوم
زندگی کا مزہ نباہ میں تھا

پھر محبت نہ کر سکا کوئی
یہ ہنر ایک بادشاہ میں تھا

ہم سمجھتے رہے پہاڑ جسے
وہ ہمالہ گرد راہ میں تھا

اپنی پہچان کوئی کھیل نہیں
سارا عالم مری نگاہ میں تھا

صدر پھر ہٹا کے جب دیکھا
آدمی، آدمی کی راہ میں تھا

وہ جو سب کا بڑا چہیتا تھا
کرب کی ساعتوں میں تنہا تھا

جس نے دنیا کو خواب دیکھا تھا
اس کی آنکھوں میں قہقہہ سا تھا

رنج کیا، خواب کے بکھرنے کا
کچھ نہ تھا، ریت کا گھروندا تھا

اس کے آنگن میں روشنی تھی مگر
گھر کے اندر بڑا اندھیرا تھا

وہ بھی پتھرا کے رہ گیا آخر
اس کی آنکھوں میں جو سویرا تھا

ایک پنجرہ، اداس تنہائی!
اس نے کیا کیا خدا سے مانگا تھا

شاخ جھلسی ہوئی تھی اور اس پہ
ایک سہما ہوا پرندہ تھا

قہقہوں کی برات نکلی تھی
درد کی چیخ کون سنتا تھا

پل نہ تھا، اور سامنے اس کے
ایک طوفان بدوش دریا تھا

ایک خوشبو کا بانٹنے والا
گندی بستی کا رہنے والا تھا

دکھ میں آخر یہ گھل گیا قیصر
نام اک مصلحت کا رشتا تھا

اس بار کلکتے سے غزلیں

شہود عالم آفاقی

برسات کا ادھر ہے دماغ آسمان پر
چھپر ادھر نہیں ہے ہمارے مکان پر

مسجد میں اس کو دیکھ کے حیران رہ گیا
تنقید کر رہا تھا جو کل تک اذان پر

جھلسیں جب انگلیاں تو مجھے ہوش آگیا
پانی چھڑک رہا تھا میں جلتے مکان پر

وہ بات سارے شہر میں مشہور ہو گئی
اب تک نہ آسکی جو ہماری زبان پر

اب تک رمق حیات کی پیدا نہ ہو سکی
کیا میں لہو چھڑکتا رہا ہوں چٹان پر

جہل خرد نے توڑ دیں سب بندشیں شہود
ناسخ کا اب اجارہ نہیں ہے زبان پر

ٹیلی فون
۳۸۲۲۴۹
۳۸۲۲۵۴

چیف ایڈیٹر وجے بہادر سنہا
ادارت
سراج احمد
سنگھوریہ

تار کا پتہ LISTENER

آل انڈیا ریڈیو کے پروگرام

نئی دہلی | یکم اکتوبر ۱۹۸۵ء بمطابق | ۹ اشون ۱۹۰۷ شاکا | جلد ۵۰ | شمارہ ۱۹

اس شمارے میں

غزلیات

قیمت

فی کاپی — ایک روپیہ
سالانہ — ۲۲ روپے
دو سال — ۴۲ روپے
(اندرون ملک ڈاک خرچ بذمہ ادارہ)

مستقبل۔ حقیقت یا واہمہ

خواب اور شکست خواب

انور صدیقی

مستقبل کے سلسلے میں قطعیت کے ساتھ ایک ایسے عہد میں جو عدم قطعیت کا عہد ہے کچھ کہنا بظاہر مہملیت کی مشق سے زیادہ کچھ بھی نہیں ہے پھر بھی اس عہد میں مستقبل شناسی Futurology کی حیثیت ایک علم کی سی ہوگئی ہے اور حال کے آئینے میں مستقبل کے خدوخال کا کچھ نہ کچھ اندازہ تو لگایا جا سکتا ہے مگران اندازوں کی حیثیت پیش قیاسی سے زیادہ کچھ نہ ہوگی۔

ادھر چند برسوں سے اکیسویں صدی میں انسان کے داخلے کا بڑا شور ہے۔ کوئی مستقبل کو دہشت خیز سمجھ کر انسان اور اس کی تہذیب کی بقا کے امکانات سے خائف ہے تو کوئی پُر امید۔ سائنس اور صنعت کی مادی فتوحات اور آسائشوں کے فریب میں مبتلا ہونے والے آنے والی صدی میں زیادہ ہمہ گیر جسمانی مسرتوں کے خواب دیکھ رہے ہیں۔ زیادہ پائیدار خوشحالی کے آدرشوں کو سینے سے لگائے ہوئے ہیں۔ سمجھتے ہیں کہ مستقبل میں انسان زیادہ چوکسی سے عناصر پر حکمراں ہوگا اور یہ حکمرانی جہاں ایک طرف اس پُراسرار کائنات کے دروازے وا کرے گی وہیں دوسری طرف متین اس کی زندگی کو حواس کی عیش کوشی کے نئے نئے تجربوں سے ہم کنار کریں گی۔ انسان اور انسانی مقدر کے سلسلے میں پُر امید طبقہ دراصل آج بھی انیسویں صدی اور بیسویں صدی کے اوائل کے عام رویے سے قریب ہے جب سائنس اور صنعت کو نجات دہندہ کی حیثیت سے دیکھا جاتا تھا اور مادی ترقی اس کی ترقی سے ہم رشتہ تھی۔ اس طرح ہم کہہ سکتے ہیں کہ سائنس اور ترقی کی ایک متھ (Myth) بنالی گئی تھی۔ اس متھ کے زیر اثر آج بھی مشرق و مغرب کے رہنے والوں کی اکثریت زندگی گزار رہی ہے۔ دراصل آج کا سارا ماس کلچر اسی متھ کی بنیادوں پر قائم ہے۔ مغرب میں دانشوروں اور فنکاروں کا ایک بڑا طبقہ پہلے بھی اور آج بھی اس متھ کی کوتاہیوں اور نارسائیوں سے نہ صرف آشنا ہے بلکہ اس کے انہدام کی کوشش میں لگا ہوا ہے۔ خود انیسویں صدی میں مغرب میں جب صنعت اور سائنس کی پیدا کردہ ثقافت کا بول بالا تھا ایک حساس اقلیت سائنسی ثقافت کی کثافتوں اور لعنتوں کا احساس رکھتی تھی۔

سائنسی ثقافت کی متھ کا پردہ دو عظیم جنگوں نے فاش کر دیا۔ اشپنگلر نے اپنی کتاب The Decline of the West میں مغربی تہذیب کی موت کا اعلان کر دیا۔ ایچ جی ویلز کا مستقبل بعید کا خیالی مورخ بیسویں صدی کو پریشان خیالی کا عہد کہتا ہے۔ آڈن کے خیال میں یہ اضطراب کا عہد ہے۔ کوئسلر اسے تمنا کا عہد کہتا ہے۔ سوروکن نے اپنی شہرہ آفاق کتاب The Crises of Our Age میں اسے بحران کا عہد قرار دیا ہے۔ کارل مینہیم اسے تعمیر نو کا عہد کہتا ہے۔ ان اقوال سے یہ بات کھل کر سامنے آتی ہے کہ ہمارا عہد دراصل ان خوابوں کی شکست کا عہد ہے جو انسان نے

انیسویں صدی میں دیکھے گئے یہ خواب تھے ایک استحکام یافتہ، شیرازہ بند، جمہوری اقدار پر استوار ایک تہذیب کے خواب — ایک ایسی تہذیب کے خواب جہاں فرد آزاد بھی ہو اور معاشرے سے مربوط بھی، جہاں لبرل اقدار کے فروغ کا موقعہ ہو، جہاں آزادی ہو سیاسی بھی اور معاشی بھی، جہاں عدل بھی ہو اور انصاف بھی۔ ایک ایسے ہی خواب کے سائے میں ایک زمانے تک انسانوں نے زندگی گزاری، مگر یہ خواب رفتہ رفتہ بکھرتے گئے۔ صبح فردا کی منتظر آنکھیں بہت جلد آہن پوش ہوگئیں اور یہ دنیا دیکھتے دیکھتے ایک تاریک سیارے میں بدل گئی۔ باہرس کے مطابق پچھلی صدیوں میں انسانی زندگی اور علم کی وحدت کا سیدھا سادا تصور رکھتا تھا، جن حالات میں وہ زندگی بسر کرتا تھا ان ہی حقیقت نقاب پوش تھی۔ وہ حقیقت کو کسی نہ کسی قدر یا عقیدے کی عینک سے دیکھتا تھا اس کے برعکس ہمارے عہد میں جو دراصل فریب شکستگی یا (Disillusionment) کا عہد ہے انسان حقیقت کو اس شکل میں دیکھنے کا طالب ہے جیسی وہ ہے۔ زندگی اس کیلئے مرتعش اور متزلزل نظر آتی ہے کہ خیال اور ہستی کی ہم آہنگی اس کے لیے ختم ہو چکی ہے۔ پرانے وقتوں میں جو کچھ عظیم خواب حنوط شدہ لاشوں میں تبدیل ہو چکا ہے۔ اور آج کے انسان کی زیارت کا سامان ہے۔ آج کے انسان نے اپنی تہذیب کو ایک زندہ عجائب گھر بنا لیا ہے فطری زندگی کا جوہر مٹتا جا رہا ہے۔ اور اپنی ہی دریافتوں سے بیزاری اور برہمی کا احساس بڑھتا جا رہا ہے۔ اس صورت حال سے جو نتائج برآمد ہوتے ہیں انھیں صرف روشن یا تاریک کہنا غلط ہوگا۔ ان میں امید پرستی بھی ہے اور مایوسی کا اعصاب شکن احساس بھی۔ آج کے انسان کے لیے سب سے اہم مسئلہ اپنی حقیقت اور حقیقت کا ادراک ہے۔ یہی تلاش اسے کبھی وقت کے تسلسل کو پارہ پارہ کرکے کسی ایک سے خود کو مربوط کرنے پر آمادہ کرتی ہے اور کبھی وہ اس مسلسل اور نمو پذیر حقیقت کے اولین اور آخری نقطے کے درمیان اپنی جگہ ڈھونڈتا ہے اور اس کی سمجھ میں یہ نہیں آتا کہ اپنی منزل کا نشان کہاں ثبت کرے، مراجعت، مستقبلیت اور وجودیت کے متوازی میلانات آج کے انسان کی اسی کشمکش کا اشاریہ ہیں۔

پال ٹلچ نے کہا تھا کہ آج سے پہلے انسان خود اپنے لیے اتنا متنازعہ فیہ کبھی نہیں تھا، اس کی وجہ یہ ہے کہ سرمایہ دارانہ جمہوریت، اشتراکی مساوات اور قوم پرستی کے تمام آدرش اس کیلئے بے حقیقت ہو چکے ہیں۔ لبرل ہیومنزم کی تمام قدریں جو ایک عرصے تک اس کے خوابوں کا سرچشمہ تھیں اس کے لیے فریب خیال بن کر رہ گئی ہیں۔ سرمایہ دار ملکوں میں انفرادیت اشتہار بازی اور عقلیت زندگی کی نذر ہوتی جا رہی ہے، اشتراکی ممالک اسے سماجی مقاصد کے لیے قربانی دینے کا تقاضا کرتے ہیں۔ غرضیکہ فرد پر ہر طرف سے یلغار ہے۔ ان حالات میں فرد طرح طرح کی ذہنی اور نفسیاتی الجھنوں کا شکار ہوتا جا رہا ہے۔ جنسی آزادی کا نیا تصور، جاز یا پاپ (Pop) موسیقی، منشیات کا مبالغہ آمیز استعمال، مغرب کے Beats اور ہپی، ہندوستان کی بھوکی پیڑھی یا مجموعی طور پر آواں گارد کے عالمگیر میلانات، تشدد اور جرائم انھیں الجھنوں کا اظہار ہیں۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا یہ صورت بہت دنوں تک باقی رہ سکتی ہے یا اعصاب کی اسی گرانباری کے ساتھ آج کا انسان اکیسویں صدی میں داخل ہوگا۔ کیا شکست خواب کا یہ منظرنامہ جو خاصا تاریک اور الجھا ہوا ہے بہت دنوں تک باقی و برقرار رہے گا۔ کیا انسانی مقدر تاریک سے تاریک تر ہوتا جائے گا، یہ سوالات خاصے ہوشربا اور پریشان کن ہیں، ان سوالوں کے جواب کی تلاش میں آج کا ہر دانشور سرگرداں ہے۔ جان پر نے اپنے ایک مضمون "اندھیرے میں روشنی کی تلاش" میں صنعتی معاشرے سے متعلق سوالات سے بحث کی ہے۔

اس کا خیال ہے کہ انسان کو سائنس کی طرف سے جو اندیشے لاحق ہیں ان میں دو کی شیت مرکزی ہے ایک تو صنعتی معاشرے میں انفرادیت کے زوال کا خوف، دوسرے جدید اسلحوں سے اجتماعی موت کا خوف۔ روح پر بھی یلغار ہے اور جسم پر بھی۔ انفرادی اظہار کے راستے اس لیے مسدود ہیں کہ معاشرہ اجتماعی مقاصد کا غلام ہے۔ اس ذہنی فضا میں تہذیب کے اسی تصور کو قبولیت حاصل ہوتی ہے جس کی بنیادیں مادی ہوں لیکن سوال یہ ہے کہ عہد جدید کے ذہنی اور جذباتی مسائل کا حل مزید صنعتی ترقی اور مادی سہولتوں کے فروغ پر منحصر ہے یا کسی اور وسیلے سے کام لینا ہوگا۔ البرٹ سٹوزر نے اس مسئلے کو ایک اور نقطۂ نظر سے دیکھا ہے اور یہ نقطۂ نظر ایسا ہے جو شکست خواب کے منظرنامے کو بدل سکتا ہے اس کا کہنا ہے کہ تہذیب کے مستقبل کا انحصار اس بات پر ہے کہ ہم مایوسی اور لایقینیت کے احساس پر قابو پائیں۔ جو آج ہماری فکر اور معتقدات کا جزو بنا ہوا ہے اور زندگی سے ایک نئے جذباتی رشتے کے ذریعہ ایک نئی امید تک پہنچیں اور یہ اسی وقت ممکن ہو سکتا ہے جب زندگی کی طرف افراد کا رویہ اثباتی اور اخلاقی ہو۔ دنیا اس وقت جن تباہیوں کی طرف بڑھ رہی ہے اسے روکنے کے لیے یہ طرز فکر ناگزیر ہے۔

مغرب میں یہ طرز فکر مقبول ہو رہا ہے شاید آج کا انسان جو ابدی حال کا اسیر ہے شکستہ خوابوں کے ملبے سے اپنا سر نکال سکے۔

(اردو سروس سے)

شخصیات شعر و ادب

سلسلہ

سرسید ۱۷ر اکتوبر ۱۸۱۷ء کو دہلی میں پیدا ہوئے۔ ان کے آبا و اجداد اکبر کے عہد حکومت میں ہندوستان آئے اور شاہان دہلی کے دربار میں مناصب پر فائز ہوتے رہے۔ ان کے والد صوفی مشرب تھے اور ان کی والدہ کو بچوں کی تربیت میں ملکہ حاصل تھا۔ انھیں کے زیر سایہ سرسید نے تربیت پائی اور اپنے دور کے علوم کی تحصیل دلی کے فاضلوں کی صحبت میں رہ کر حاصل کی۔ ۱۹ سال کی عمر میں وہ دہلی میں صدر امین کے دفتر میں سررشتہ دار مقرر ہوئے۔ اپنی ملازمت کے دوران وہ مختلف عہدوں پر فتحپور سیکری مین پوری، رہتک، دہلی، بجنور، مرادآباد، غازی پور، علی گڑھ اور بنارس رہے۔ ۱۸۷۶ء میں سب جج کے عہدے سے سبکدوش ہوئے۔

سرسید کی درسی تعلیم اگرچہ نامکمل تھی لیکن انھیں حصول علم کا بہت شوق تھا۔ دہلی کے زمانہ قیام میں جبکہ وہ وہاں منصف تھے حالی نے ان کی سوانح عمری حیات جاوید میں ان کے علم سے شوق کا حال ان کے ایک دوست کی زبانی لکھا ہے کہ "جس زمانے میں سرسید دہلی سے رہتک بدل کر گئے میں بھی ان کے ساتھ گیا تھا وہ صبح دس بجے تک مولوی نوازش علی سے سبق پڑھتے تھے بیس بیس بائیس بائیس صفحے وہ شرح جامی کے ہر روز پڑھ لیتے۔ میں بھی ان کے ساتھ پڑھنے کے لیے گیا تھا مگر اس رفتار سے ان کے ساتھ چل نہ سکا اور واپس چلا آیا۔ وہ کچہری سے آکر شام کے کھانے اور نمازوں کے بعد ہمیشہ بلا ناغہ اٹھ بیٹھتے اور صبح تک برابر مطالعہ کرتے۔ یہ اس زمانے کا حال ہے جب سرسید کی عمر ۳۶ برس کی تھی۔ سرسید کا مطالعہ بہت وسیع تھا انھیں لکھنے پڑھنے سے فطری طور پر لگاؤ تھا۔ یہی شوق تھا جس نے آگے چل کر ان کو بہت سی کتابوں کا مصنف بنایا اور ہمارے علم و ادب کی تاریخ میں ان کو ایک ممتاز مقام حاصل ہوا۔

ملازمت کے دوران سرسید نے 'سیرکشی ضلع بجنور'، 'اسباب بغاوت ہند'، 'خطبات احمدیہ' اور 'آثار الصنادید' جیسی کتابیں لکھیں۔ ۱۸۴۷ء میں جب 'آثار الصنادید' شائع ہوئی تو

سرسیّد کی زندگی کے چند گوشے

ڈاکٹر اصغر عباس

علمی حلقوں میں اسے تحسین کی نگاہوں سے دیکھا گیا یہ علم آثار عتیق پر اولین کارنامہ ہے جسے کسی ہندوستانی زبان میں پہلی بار پیش کیا گیا۔ مشہور مستشرق گارساں دتاسی نے اس کا فرانسیسی زبان میں ترجمہ کیا اور سرسید کی اس علمی خدمت کے اعتراف میں انھیں رائل ایشیاٹک سوسائٹی لندن کا فیلو منتخب کیا گیا ملازمت کے دوران سرسید نے تبیین الکلام شائع کی جو مذہب کے تقابلی مطالعے پر اہم کتاب ہے۔ اس کتاب کی تیاری کے سلسلے میں انھیں عبرانی زبان سیکھنے کی ضرورت پیش آئی۔ اس سلسلے میں حالی نے یہ واقعہ لکھا ہے جو سرسید کے علمی شغف اور انسان دوستی کی ایک اچھی مثال ہے۔ حالی لکھتے ہیں۔ سالم نام کا ایک یہودی غازی پور میں سرسید کے پاس آیا اور کہا کہ تمام ہندوستان میں معاش کی تلاش میں پھرا ہوں کہیں کوئی صورت نہیں نکلی۔ سرسید نے پوچھا کیا تنخواہ لوگے اس نے دس یا پندرہ روپے کہے سرسید نے کہا کہ میں تم کو پچیس روپیہ مہینہ دوں گا تم مجھے عبرانی زبان سکھاؤ۔ سرسید کے ایک دوست کہتے تھے کہ اس نے خوشی کے مارے بڑھ کر سرسید کی داڑھی چوم لی اور کہا کہ آج تک مجھے ایسا کوئی شخص نہیں ملا جس نے درخواست سے زیادہ دیا ہو سرسید نے اس کو نوکر رکھ لیا مگر چونکہ وہ فضول خرچ تھا اس لیے اس کو بقدر ضرورت دیتے رہے اور اس کی باقی تنخواہ جمع کرتے رہے اور جب وہ وطن کو جانے لگا تو کئی سو روپیہ جو اس کا تھا حساب کر کے اس کے حوالے کر دیا۔

۱۸۵۷ء میں جب سرسید بجنور میں تھے تو اس واقعہ سے دوچار ہوئے جس نے ہماری تاریخ پر ایک گہرا نقش چھوڑا ہے۔ جب انگریزوں نے غدر کے الزام میں بہت سے ہندوستانی خاندانوں کو حرف غلط کی طرح مٹا دینا چاہا تو سرسید کی مداخلت سے محفوظ رہے۔ ان کی طبیعت اپنے ہم کیشوں کی پستی و بدحالی دیکھ کر سخت آزردہ تھی، اس شدت آزردگی میں انھوں نے وطن سے ہجرت کرنے کا ارادہ کیا لیکن ملک و قوم کی محبت نے انھیں اس اقدام سے باز رکھا ان کی دردمندی تھی جس نے ہم وطنوں کو سخت مصیبت اور آزمائش میں چھوڑ کر اپنے لیے اجنبی ملک کے عیش و راحت کو پسند نہ کیا یہی درد تھا جس میں انھوں نے اصلاح کا مصمم ارادہ کر لیا اس سلسلے میں انھوں نے اسباب بغاوت ہند جیسی کتاب لکھی جس کی وجہ سے بعض انگریزوں نے ان پر بغاوت کا الزام عاید کیا۔ ۱۸۶۲ء میں غازی پور میں انھوں نے ایک علمی انجمن سائنٹفک سوسائٹی قائم کی جس کا مقصد یہ تھا کہ اس کے ذریعہ مشہور یوروپین کتابوں کو اردو کا جامہ پہنایا جائے اور ہندوستانیوں کو جو جدید علوم سے خوفزدہ تھے انھیں ان کتابوں کے ذریعہ نئے علوم سے آشنا کیا جائے۔

سرسید بنارس میں تھے کہ ۱۸۶۹ء میں ان کے بیٹے سید محمود کو اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے ولایت جانے کا وظیفہ ملا، سرسید بھی انگلستان جانے کے لیے تیار ہو گئے ان کے اس سفر کا مقصد یہ تھا کہ وہ خود جا کر وہاں کے نظام تعلیم کا جائزہ لیں اور ہندوستان آ کر جدید مغربی علوم کے ذریعہ ہندوستانیوں اور خصوصاً اپنے ہم کیشوں کی پستی کو دور کریں اس کے علاوہ یوپی کے گورنر سر ولیم میور نے رسول اکرم کی سیرت پر جو کتاب لکھی تھی اور جس میں بہت سے بے بنیاد باتیں شامل کر لی تھیں اس کا تنقیدی جواب لکھیں اس کے لیے انھوں نے اپنے گھر کے برتن تک بیچ کر روپیہ اکٹھا کیا اور اس طرح انگلستان روانہ ہوئے۔ ۱۸۷۰ء میں وہ واپس آئے اور انھوں نے اپنے ہم کیشوں کو نئے علوم کی طرف راغب کرنے کے لیے رسالہ تہذیب الاخلاق نکالا اس رسالے میں انھوں نے اور ان کے ساتھیوں نے ایسے مضامین لکھے جن سے اس دور کے تعصبات پر زد پڑتی تھی چنانچہ ہر طرف سے مخالفت کا طوفان برپا ہو گیا لیکن اس مخالفت کے باوجود تہذیب الاخلاق کا حلقہ اثر وسیع ہوا اور لوگ ساتھ آتے گئے اور کارواں بنتا گیا۔ اسی سال انھوں نے ایک انجمن کی بنا رکھی جس کے ذریعہ مدرستہ العلوم قائم ہوا۔ سرسید نے اپنے ہم کیشوں کو تباہی سے نکلنے کا ایک ہی علاج سوچا تھا اور وہ تھا جدید علوم کا حصول۔ جدید تعلیم کی ترقی کے لیے انھوں نے طرح طرح کی مصیبتوں کو برداشت کیا اور آخر ۲۴ مئی ۱۸۷۵ء کو علی گڑھ میں مدرستہ العلوم کی بنیاد رکھی۔

اس ادارہ میں مسلمانوں کے ساتھ غیر مسلموں کو بھی داخلہ دیا گیا اور ان کے ساتھ بھی وہی توجہ روا رکھی گئی جو مسلم طلبا کیلئے تھی سرسید کالج کے طلبا کو خطاب کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ "اب مجھ کو یہ بتانا ہے کہ تم کو کالج لائف سے کیونکر فائدہ اٹھانا چاہیے، سب سے اول اور تمام برکتوں کی جڑ تمہارا آپس میں سلوک و محبت سے رہنا ہے۔ تمام طالب علم خواہ وہ ہندوستان کے ہوں یا پنجاب کے یا یورپ کے ہوں یا بمبئی کے اتر کے ہوں یا دکھن کے جب وہ سب تمہاری اس عاقل ماں کی گود میں پڑے ہیں تو وہ سب کے سب تمہارے بھائی ہیں اور اگر تم نے ان کے ساتھ مثل بھائی بھائی کے برتاؤ نہ کیا اور برادرانہ محبت ایک دوسرے کے ساتھ نہ برتی تو تم نے اس سے پہلے اس اصول کو کہ تم سب ایک عاقل ماں کے بچے ہو توڑ دیا اور جس طرح ایمان کے لیے پہلا رکن کلمۂ توحید ہے، اسی طرح وحدت پہلا رکن بورڈنگ ہاؤس کی لائف کے لیے ہے اور جس طرح ایمان کا پہلا رکن توڑنے سے آدمی ایمان کے لائق نہیں رہتا۔ اسی لیے تم کو لازم ہے کہ مثل ماں جائے بھائیوں کے آپس میں دوستی اور محبت برتو۔۔۔

سرسید، ایک قد آور شخصیت کے مالک تھے، وہ اردو کے چوٹی کے مصنف تھے۔ اعلیٰ پائے کے مفکر تھے ایک عظیم مصلح اور جرأت مند مدبر تھے ان کی شخصیت ایسی پرکشش تھی جو دوسروں کو اپنا ہم خیال بنا لیتی تھی۔ یہی سبب ہے کہ ان کے رفیقوں اور ساتھیوں میں محسن الملک وقار الملک، چراغ علی، جے کشن داس، حالی، شبلی، نذیر احمد، جی ایف آئی گراہم، عنایت رسول چریا کوٹی، علی بلگرامی، قاضی رضا حسین اور مولوی ذکاء اللہ جیسی ہستیاں شامل تھیں۔ سرسید نے اس وقت قوم و ملک کی اصلاح شروع کی جب اس پر پیغمبری وقت آ پڑا تھا۔ یقیناً سرسید کے کارنامے احسان مندی کے جذبات کے ساتھ ہمیشہ یاد کیے جائیں گے۔

تمہیں کہتا ہے مردہ کون تم زندوں کے زندہ ہو
تمہاری خوبیاں زندہ تمہاری نیکیاں باقی

(گورکھپور سے نشر)

ڈاکٹر اصغر عباس
شعبہ اردو، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

قطعہ

حبیب گونڈیاوی

خوشی وہی جو کسی آدمی کے کام آئے
مزہ تو جب ہے غم بھی خوشی کے کام آئے

اس اہتمام سے کٹ جائے زندگی یارب
چلوں تو سایہ بھی میرا کسی کے کام آئے

(حیدرآباد سے)

حسد کا مادّہ انسان کی پستی کا سبب

عبدالرحمٰن اختر

حسد کا مادہ انسان کو کس حد تک گراد یتا ہے۔ یہ ایک نفسیاتی اور اصلاحی موضوع ہے جس کا چرچا عام ہوتا جا رہا ہے۔

درحقیقت انسان متضاد صفات اور خصوصیات، مختلف جبلتوں اور انواع قسم کی خصلتوں کا مجموعہ ہے۔ اس میں روشنی بھی ہے اور ظلمت بھی اور ظلم و جبر جیسی شدت بھی ہے۔ انسان میں اخوت، ہمدردی، بھائی چارگی، دلداری، عشق و محبت، لطف و عنایت کے جذبات بھی ہیں اور اسی انسان میں بغض و عداوت، نفرت، کینہ، حسد جیسے مادّے بھی ہیں۔

غرض انسان میں خیر و شر کا انوکھا امتزاج ہے۔ یہی انسان جب خیر کی طرف اپنے قدم بڑھاتا ہے تو عروج کی اس منزل پر قدم زن ہوتا ہے جہاں فرشتے بھی دم نہیں مار سکتے اور جب بدی کے دلدل میں پھنستا ہے تو اس حد تک گر جاتا ہے کہ ابلیس بھی اس کی پستی دیکھ کر قہقہے لگاتا ہے۔

غرض انسانی فطرت ایک شمع ہے جو ہر رنگ میں جلتی ہے اور ہر طرح کا جلوہ دکھاتی ہے۔ بہر حال میری اس تمہید و تمثیل کا مطلب یہ ہے کہ انسان اپنی جبلت اور فطرت کے اعتبار سے نیکی اور بدی کی منزلوں کو طے کرتا ہے اور جن خصوصیات کا اس پر غلبہ ہوتا ہے اسی سے وہ یاد کیا جاتا ہے۔ مثلاً ایک انسان میں اگر ہمدردی، محبت، اخلاص، بھائی چارگی، عدل و انصاف کی خوبیاں ہیں اور وہ ان کا عملی اظہار بھی کرتا ہے تو وہ اپنے سماج اور سوسائٹی میں نیک اور اچھے آدمی کی حیثیت سے یاد کیا جاتا ہے اور اگر اس کے برعکس انسان میں اخلاق رذیلہ جیسے خود غرضی، کینہ، دشمنی، ظلم و ناانصافی وغیرہ پائے جاتے ہیں تو وہ ایک برے انسان کے نام سے پکارا جاتا ہے۔

حسد بھی جو آج ہماری بات کا موضوع ہے اخلاق رذیلہ کی ایک بدترین قسم ہے جس میں یہ مادّہ پایا جاتا ہے وہ خود کو برباد کرتا ہے اور اپنے معاشرے اپنے سماج اپنی سوسائٹی اور اپنے ماحول کو بھی تباہ کرتا ہے یہ ایک ایسی بیماری ہے جو دل و دماغ کو جلا دیتی ہے سوچنے سمجھنے کی صلاحیت کو ختم کر دیتی ہے یہ ایک عجیب مادہ ہے جو دوسروں کی خوبیوں، نعمتوں، علم و ہنر، فضل و کمال کو دیکھ کر شعلے کی طرح بھڑک اٹھتا ہے اور ایسے بھیانک مناظر پیش کرتا ہے جس کو دیکھ کر روح کانپ اٹھتی ہے۔ عجیب کیفیت ہے کہ جیسے جیسے اس کو ناکامی ہوتی ہے اس کی شدت میں تیزی آتی جاتی ہے اور ایک دن وہ بھی آتا ہے کہ حاسد خود اپنی اس آگ میں جل کر خاکستر ہو جاتا ہے اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ وہ اپنے مقابل اور اپنے معاشرہ اور سماج کو تباہ کر دیتا ہے۔

قرآن کریم میں اس خصلت سے پناہ مانگی گئی ہے اور اللہ نے اپنے نبیؐ کو یہ نصیحت کی ہے کہ حاسد کے شر سے پناہ مانگو اور خود نبی اکرمؐ نے ارشاد فرمایا ہے کہ "حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جیسے آگ لکڑی کو کھا جاتی ہے۔" تخلیق آدم سے لے کر آج تک اس بدترین جبلت نے سیکڑوں عبرتناک مناظر پیش کئے ہیں۔

جب خدا نے حضرت آدم کو پیدا کیا اور ان کو فضل و کمال، علم و ہنر کے زیور سے آراستہ کیا، فرشتوں اور جنوں کو یہ حکم ہوا کہ وہ آدم کو سجدہ کریں تو سب نے خدا کے حکم کی تعمیل کی مگر ابلیس بغض و حسد کا شعلہ بھڑک اٹھا اور اس نے خدا کی تعمیل حکم سے یکسر انکار کر دیا۔ اور اس نے اپنی زندگی کی ساری عبادت و ریاضت کو حسد جیسی بدترین خصلت کی بدولت ختم کر دیا اور ہمیشہ کے لئے دربار خداوندی سے نکال دیا گیا اور ذلت و رسوائی اس کی قسمت بن گئی۔

دوسری مثال حضرت آدم کے بیٹے قابیل کی ہے جس نے اپنے نیک بھائی ہابیل کو حسد ہی کی وجہ سے قتل کر دیا اور ہمیشہ کے لئے قاتلوں کا سربراہ بن گیا یہ تو تاریخ کی بات تھی۔ ہم آئے دن اپنے ماحول اور اپنے سماج میں حسد کی تباہ کاریوں کو دیکھتے رہتے ہیں اور عبرت حاصل کرتے رہتے ہیں۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر یہ مادّہ کیسے پرورش پاتا ہے اور اس کے ختم کرنے کی کیا صورتیں ہو سکتی ہیں۔

دراصل بہت سی خوبیاں اور بہت سے عادات و فضائل انسان اپنے ماحول اور ورثے میں پاتا ہے جس کی جڑیں بچپن سے لے کر سن شعور تک پہنچتے پہنچتے اتنی پختہ ہو جاتی ہیں جن کو دور کرنا بہت دشوار بھی ہو جاتا ہے، مثلاً جس سوسائٹی اور جس سماج اور معاشرے میں خدا ترسی، قناعت، استغنا، اخوت، ہمدردی، خود اعتمادی، عزم و استقلال کا ماحول رہتا ہے اس سوسائٹی کے افراد میں حسد، کینہ، دشمنی، خود غرضی وغیرہ غیر اخلاقی خصلتیں بہت کم ابھرتی ہیں اور اگر ابھرتی بھی ہیں تو جلدی ہی دب بھی جاتی ہیں اس کے برعکس جس سوسائٹی اور معاشرے میں مادّیت کا غلبہ ہوتا ہے اور آخرت کی جواب دہی کا فقدان ہوتا ہے مال و زر کے حصول کو کامیابی کا آخری زینہ سمجھا جاتا ہے اس سوسائٹی میں انسانیت اور اخلاقی قدروں کا احترام نہیں ہوتا ہے اور اگر کسی حد تک پایا بھی جاتا ہے تو وہ وقتی اور عارضی ہوتا ہے اس طرح کی سوسائٹی اور معاشرے کے افراد حسد وغیرہ جیسی بیماریوں کے شکار عام طور سے ہوتے ہیں۔

ان مثالوں سے ہم سمجھ سکتے ہیں کہ حسد جیسی خصلت جو سوسائٹی کے لئے ایک مہلک مرض ہے وہ کس طرح پروان چڑھتا ہے۔ حسد یا اس طرح کی بداخلاقیوں کا سدّباب یا خاتمہ ضروری نہیں ہے کہ دشمنی اور مقابلے سے کیا جائے بلکہ اس کے خاتمہ کا بہترین طریقہ یہ ہے اخلاقی قدروں کو عام کیا جائے جو لوگ اس طرح کے امراض میں مبتلا ہیں اُن کو نفسیاتی اور اخلاقی عمل سے بدلنے کی کوشش کی جائے اور بدی کا جواب نیکی سے دیا جائے۔

ہمارے سامنے اچھّے اور بڑے لوگوں کی مثالیں موجود ہیں کہ جب ان کے فضل و کمال، علم و ہنر اور مقبولیت کی وجہ سے ان کو ستایا گیا طرح طرح کی اذیتوں میں اُن کو مبتلا کیا گیا تو انہوں نے حسد کا جواب حسد سے نہیں دیا، نفرت کا جواب نفرت سے نہیں دیا بلکہ اُنھوں نے ہمیشہ صبر و تحمل، پیار و محبت اور انسانیت سے دیا۔

ہم سب کو بھی مل کر ایسی سوسائٹی ایسے معاشرے کو پھیلانا چاہئے جس میں پیار ہی پیار ہو، اور ہر شخص کو پھلنے پھولنے کا موقع حاصل ہو۔

رحمت کا ابر بن کر جہاں بھر میں چھائیے
عالم یہ جل رہا ہے برس کر بجھائیے

(گورکھپوری)

عبدالرحمٰن اختر
میاں صاحب اسلامیہ انٹر کالج گورکھپور۔

بیگم اختر
عہد، فن اور شخصیت

صباح الدین عمر



بیگم اختر نام ہے ایک ایسی ہستی کا جس نے لگ بھگ پچاس برس تک سنگیت کی دنیا پر حکمرانی کی اور اپنی تہذیب، خوش اخلاقی، خوش مزاجی، نفاست پسندی اور گل افشانیٔ گفتار سے ہر ملنے والے کے دل کو موہ لیا۔ دس برس ہوئے ۳۰ر اکتوبر ۱۹۷۴ء کو احمد آباد میں ان کا انتقال ہو گیا مگر آج بھی جب ہوا کی لہروں پر ان کی مدھر سنگیت سنائی پڑتی ہے تو دل و دماغ میں ایک سرور پیدا ہو جاتا ہے اور جو لوگ ان سے ایک بار بھی ملے ہیں ان کے ذہن پر ان کی مسحور کن اور دلنواز شخصیت ابھر آتی ہے۔

سچ پوچھیے تو ان کی دو شخصیتیں تھیں، ایک سنگیت کی محفل میں، دوسری رشتے داروں اور دوستوں کی بزم میں۔ سنگیت کی محفلوں میں اگر وہ جانِ محفل ہوتی تھیں تو عزیزوں اور احباب کی بزم میں روحِ بزم۔ ان کا گانا سن کر اگر عوام ان کے شیدائی ہو جاتے تھے تو نجی صحبتوں میں دوست اور عزیز ان کے حسنِ اخلاق کے گرویدہ بن جاتے تھے۔ انھوں نے اپنے مرنے کے بعد اپنے گانوں کے ہزاروں گراموفون اور ریڈیو ریکارڈ، درجنوں شاگرد اور کروڑوں مداح چھوڑے۔

ہندوستان کے دوسرے بڑے سنگیت کاروں کا بھی یہ کارنامہ رہ چکا ہے۔ لیکن میرا خیال ہے کہ جو عظمت اور ہر دلعزیزی بیگم اختر نے حاصل کر لی تھی اور جس محبت اور احترام کی نگاہ سے وہ دیکھی جاتی تھیں شاید ہی کسی سنگیت کار کو دیکھا جاتا ہو۔

بیگم اختر فیض آباد میں پیدا ہوئیں۔ وہیں بچپن میں گھر پر انھیں قرآن مجید اور اردو پڑھائی گئی پھر ایک اسکول میں داخلہ کرا دیا گیا۔ کچھ ہی مدت بعد انھوں نے اسکول جانا ترک کر دیا مگر گھر پر ابتدائی درجات تک انگریزی بھی پڑھ لی۔ اس تعلیم کے ساتھ ساتھ انھیں گھر ہی پر موسیقی کی تعلیم بھی دی جانے لگی۔ ان کے پہلے استاد امداد خاں تھے۔ وہ بیان کرتی تھیں کہ ان کے استاد نے شروع ہی میں ایک مشکل راگ سے ان کی تعلیم کی ابتدا کی تو موسیقی سے فطری رغبت رکھتے ہوئے بھی پکّے گانے سے وہ کچھ گھبرا سی گئیں۔ بہرحال نو دس برس کی تھیں کہ اپنی والدہ کے ساتھ گیا (بہار) چلی گئیں۔ وہاں استاد غلام محمد خاں انھیں موسیقی کی تعلیم دیتے رہے۔ اس کے بعد پٹیالے کے استاد عطا محمد خاں انھیں موسیقی کے استاد مقرر ہوئے۔ بیگم اختر ان کی بڑی تعریف کرتی تھیں اور کہتی تھیں کہ میری آواز سدھارنے میں ان کا بڑا ہاتھ ہے۔ گیا سے وہ کلکتے گئیں مگر استاد محمد عطا محمد خاں بدستور ان کے استاد رہے۔

بہ حیثیت ایک سنگیت کار کے بیگم اختر کی شہرت کا آغاز کلکتے ہی سے ہوا۔ یہیں میگا فون ریکارڈنگ کمپنی نے پہلی مرتبہ ان کے کچھ گانے ریکارڈ کیے اور یہیں پہلی مرتبہ ایک میوزک کانفرنس میں انھوں نے گایا۔ بعد میں کچھ فلموں میں بھی انھوں نے کام کیا اور بعض میں بیک گراؤنڈ میوزک دی۔ مگر وہ فلمی دنیا سے جلد ہی نکل آئیں اور کیرانا گھرانے کے استاد عبدالکریم خاں کے بھائی استاد عبدالوحید خاں سے انھوں نے شاستریہ سنگیت، دھرپد اور خیال کی تعلیم حاصل کی۔ لیکن ان کا رجحان بدستور ملکے شاستریہ سنگیت ٹھمری، دادرا، غزل کی طرف رہا۔ وہ کہتی تھیں کہ عوامی یا لوک گیتوں میں انھیں عوام کے دلوں کی دھڑکنیں سنائی پڑتی تھیں، اور اسی لیے وہ ٹھمری، دادرا اور غزل کی طرف زیادہ مائل رہیں۔

ٹھمری کے دو خاص انگ ہیں، ایک پچھال یا پنجاب انگ۔ دوسرا پورب یا بنارس انگ۔ ہندوستانی موسیقی کو بیگم اختر کی یہ دین ہے کہ انھوں نے ٹھمری میں ان دونوں انگوں کو ملا کر ایک نیا آہنگ دیا جسے لکھنؤ انگ کہیے۔ ٹھمریاں ان کے وقت تک عام طور سے تلک کامود، تلنگ، پہاڑی، کافی، بھیرویں وغیرہ راگوں میں گائی جاتی تھیں۔ بیگم اختر نے انھیں بعض دوسرے راگوں میں بھی مثلاً چندر کونس، کلاوتی، شنکرا، کانگڑا، دیش کار، بھیم پلاسی میں گانا شروع کیا۔ وہ ٹھمری کی رانی کہی جاتی تھیں اور اپنی جگہ یہ ایک حقیقت ہے۔

بیگم اختر شعر و سخن کا بھی نہایت اچھا مذاق رکھتی تھیں اور شعر کا مطلب ہی نہیں سمجھتی تھیں بلکہ اس کی روح تک پہنچ جاتی تھیں۔ اسی لیے جب وہ کوئی غزل گاتی تھیں تو یہ محسوس ہوتا تھا کہ وہ خود بھی شعر کی گہرائیوں میں اتر گئی ہیں اور سننے والوں کے دلوں میں بھی وہ شعر اثر کرتا جا رہا ہے۔ یہ صفت ہر غزل گانے والے میں نہیں پائی جاتی اور اسی لیے انھیں بجا طور پر غزل کی ملکہ بھی کہا جاتا تھا۔ انھوں نے سنگیت کی محفلوں میں غزل کو جسے شاستریہ سنگیت کے ماہرین ایک مدت تک بے وقعتی کی نگاہ سے دیکھتے رہے ایک ممتاز جگہ دلوائی اور غزل سنگیت کو زمین سے آسمان پر پہنچا دیا۔ اس کے ساتھ یہ کہنا بھی صحیح ہوگا کہ میر تقی میر اور سودا سے لے کر جگر مرادآبادی، آنند نرائن ملا اور فیض احمد فیض تک کی غزلوں کو خواص و عوام تک پہنچانے اور اسے مقبول بنانے میں ان کا بہت بڑا کردار رہا ہے۔ مختصر یہ کہ شاستریہ سنگیت اور لائٹ کلاسیکل میوزک کی ایک ممتاز پارکھا اور آل انڈیا ریڈیو لکھنؤ کی سابق پروڈیوسر مسز سوشیلا مشرا کے بقول "بیگم اختر نے غزل گائیکی کے انداز کو موزوں راگوں کے انتخاب کھٹکوں، ترکیبوں اور پیچ سے اور بھی دل کش بنا دیا تھا۔"

اب آیئے بیگم اختر کی دوسری شخصیت کی طرف۔ لکھنؤ کے ایک ممتاز گھرانے کے ایک فرد قانونی اشتیاق احمد عباسی بیرسٹر سے غالباً ۱۹۴۴ء میں شادی کر لینے اور لکھنؤ میں مستقل قیام کے بعد ان کی اس شخصیت میں اور نکھار پیدا ہو گیا۔ پیدا ہوئی تھیں وہ فیض آباد میں مگر لکھنؤ کی تہذیب و نفاست کا مکمل نمونہ تھیں۔ بات میں وہ نرمی اور دل کشی کہ گھنٹوں ان کی باتیں سنتے رہیے اور جی نہ اکتائے، اخلاق ایسا کہ ہر چھوٹے بڑے کو متاثر کر لے، مزاج میں وہ نفاست کہ ڈرائنگ روم یا اپنی کوٹھی کے لان کے سامنے والے برآمدے میں، جہاں وہ اکثر شام کو بیٹھتی تھیں اگر کوئی کرسی یا کوئی اور چیز غلط طریقے سے رکھی ہو تو اٹھ پڑتیں اور حاضرین سے معذرت کر کے اس چیز کو سلیقے سے رکھ دیتیں تب جا کر دوبارہ اپنی نشست پر بیٹھتیں۔ طبیعت میں رحمدلی اور ہمدردی کا وہ جذبہ کہ اگر کسی کو پریشانی میں مبتلا دیکھتیں تو دامے درمے سخنے قدمے ہر طرح اس کی خدمت کرنے پر آمادہ ہو جاتیں۔ طبیعت ایسی شاہانہ کہ اگر ہزاروں روپے بھی پاس ہوتے تو ایک دن میں خرچ کر ڈالتیں اور اگر خرچ نہ کر پاتیں تو ایک الجھن سی رہتی۔ خاطر و تواضع میں ایسی سیر چشمی اور فراخدلی کہ ایک مرتبہ ایک سابق والیٔ ریاست کی، جو لکھنؤ آئی ہوئی تھیں، دعوت کی۔ کھانے کی فہرست تیار کرائی اس میں گوشت کے تیرہ یا گیارہ قسم کا پکوان لکھوایا۔ اس کہنے پر کہ اتنے قسم کے گوشت کے پکوان کوئی کہاں تک کھائے گا، وہ کم کرنے پر تیار ہو گئیں لیکن چار قسمیں کاٹی گئی تھیں کہ یکایک بول اٹھیں "بس، اب نہ کاٹنا یا تو دعوت نہ کرو یا دعوت کرو تو مہمان کے رتبے کا خیال رکھو ...

آرام پسند بھی تھیں۔ اکثر نو دس بجے دن کو سو کر اٹھتیں۔ مگر ضرورت ہو تو چاہے رات کے دو تین بجے سوئی ہوں صبح پانچ بجے اٹھ جاتیں۔ گرمی سے سخت پریشان ہو جاتیں۔ دن رات کمرے میں رہتیں پنکھے اور کولر چلا کرتے یہاں تک کہ بعض اوقات برسات میں بھی باہر نہ نکلتیں سب لوگ ان کے کمرے ہی میں بیٹھتے۔ لیکن اگر کسی پروگرام میں شرکت کرنا ہو تو گرمی سردی کی کوئی پروا نہ کرتیں۔ لو دھوپ سے اسقدر بھاگنے کے باوجود دھن سمائی تو اسی گرمی اور لو میں اپنے چھوٹے سے فارم پسند باغ چلی جاتیں اور دن بھر لو کے تھپیڑوں میں کھڑی ہو کر مزدوروں سے کام لیتیں۔ لکھنؤ میں موسیقی کے ایک بڑے ماہر تھے جنھیں ہم سب لوگ بنّن بھیا کہتے تھے۔ بیگم اختر ان کا بڑا ہی احترام کرتی تھیں۔ بنّن بھیا کا یکایک انتقال ہو گیا۔ ان دنوں بیگم اختر کے دونوں پیروں میں پھوڑے نکلے ہوئے تھے اور پلنگ سے اترنا تک دشوار تھا، بنّن بھیا اپنے مکان کے بالائی حصے پر رہتے تھے اور زینوں کی تعداد بہت تھی۔ بیگم اختر نے جانا چاہا مگر سمجھایا گیا کہ آپ کیسے جا سکتی ہیں۔ اس وقت تو خاموش رہیں مگر شام کو موٹر پر بیٹھ کر قبرستان روانہ ہو گئیں۔ قبر تک پہنچنے میں تقریباً آدھے فرلانگ کا فاصلہ پیدل طے کرنا تھا۔ راستہ بھی ناہموار تھا مگر وہ جوش میں پیدل اسی حالت میں چلی گئیں۔ جب گھر واپس آئیں اور موٹر ایک کمرے کے کنارے لگا دیا گیا تو کہنے لگیں کہ اپنے کمرے تک کیسے پہنچوں۔ کہا گیا جب اتنی دور قبرستان تک چلی گئیں تو کمرے تک بھی جائیے۔ بولیں۔ یہ فرض کی ادائی تھی جیسے بن پڑا گئی اور مجھے جانا چاہئے تھا، مگر اب اترنے اور چلنے کی ہمت نہیں۔ آخر ایک کرسی پر بٹھا کر پلنگ تک پہنچایا گیا — بڑی مذہبی تھیں، دو مرتبہ حج کیا تھا۔ محرم بڑے جوش کے ساتھ مناتیں۔ نماز اور روزے کی بھی پابندی حتی الامکان کرنے لگی تھیں۔ ایک مرتبہ روس اور انگلستان ایک وفد میں گئیں تو جب تک وہاں رہیں گوشت اس خیال سے نہیں کھایا کہ معلوم نہیں ذبیحہ ہے یا نہیں۔ ان کے مذہب میں تعصب یا تنگ نظری کا شائبہ تک نہیں تھا۔ ان کی زیادہ تر شاگرد غیر مسلم خواتین تھیں لیکن وہ ان سب کو بیٹی سمجھتی تھیں اور وہ انھیں امّی کہتی تھیں۔ امّی کہنے سے وہ خوش ہوتی تھیں۔

اکتوبر ۱۹۷۴ء میں احمد آباد وغیرہ اپنے پروگراموں کے سلسلے میں گئیں۔ دو مرتبہ دل کے دورے پڑ چکے تھے۔ ڈاکٹروں نے سخت احتیاط بتائی تھی پھر بھی چلی گئیں۔ احمد آباد ہی میں ایک پروگرام کر کے واپس اپنے ہوٹل آئیں کہ تیسری مرتبہ دورہ پڑا۔ اسپتال لے جائی گئیں مگر تیسرے دن انتقال ہو گیا۔ فارسی کے ایک شاعر عرفی شیرازی نے اپنے ایک شعر میں کہا تھا کہ عرفی آستان محبت پر شہید ہو گیا — بیگم اختر آستان موسیقی پر شہید ہو گئیں!

غرض یہ تھیں بیگم اختر۔ غالباً انھیں کی آواز کے لیے مومن دہلوی کہہ گئے تھے ؏

شعلہ سا لپک جائے ہے آواز تو دیکھو

یہ شعلہ ان کی موسیقی ہی میں نہ تھا ان کی شخصیت میں بھی تھا

(لکھنؤ سے نشر)

مصباح الدین عمر
۱۲ مفت اللہ روڈ امین آباد۔ لکھنؤ

نئے زمانے کی ساس

فاطمہ حسن

ساس کا ذکر کرتے ہوئے۔ نو کچھ کہنے کی ضرورت ہے اور نہ ہی کسی تعارف کی دراصل یہ تذکرے اس قدر عام فہم اور مشہور زمانہ ہیں کہ ان کے محتاج تعارف و بیان ہونے کا کوئی سوال ہی نہیں ہے نہ صرف اپنے ملک میں بلکہ ساری دنیا میں ساس یا خوش دامن کی اپنی ایک الگ بلکہ مخصوص پہچان ہوتی ہے یہی وہ تن و تنہا اور واحد مرتبہ عمدہ رتبہ یا رشتہ ہے جس کے جملہ حقوق بحق خواتین محفوظ ہوتے ہیں جو ملاتہ کتے غیرے انھیں صنفِ نازک سے آہنی یا فولادی کا روپ یا بہروپ بخشتا ہے اس دائرہ عمل میں فنا اور بقا دونوں کی براہِ راست ذمہ داری بھی خواتین ہوتی ہیں۔ یہ بات روزِ اوّل تسلیم ہو چکنے کے بعد آج تک مستند ہے۔

اب تیز گام زندگی کے اس دور میں بھلا کسے انکار ہے کہ اس نے نئے زمانے کی ساس سے آس اور امیدیں نہیں لگا رکھی ہیں بہو کی طرح ساس بھی ملازمت پیشہ ہیں تو کیا مضائقہ؟ صبح اور شام تو ذمہ داریاں ایک سے دو میں تقسیم ہو جاتی ہیں اور اگر خوش قسمتی سے خوش دامن صاحبہ نوکری وو کری کے چکّروں سے پاک ہوئیں تو عین خوش نصیبی۔ بچّوں کی آیا، گھریلو نوکرانی، بازار کے سودا سلف وغیرہ جیسے بیکار کے جھمیلوں سے مکمّل آزادی اور ہر طرح کی بے فکری کیونکہ خوش دامن صاحبہ تو خود ہی ماشاءاللہ تعلیم یافتہ تجربہ کار سمجھدار کھلے دل اور روشن دماغ والی ہیں بچّوں کی تعلیم و تربیت کا بھی مسئلہ درپیش نہیں ہوتا۔ اتنا ہی نہیں دور دراز ملکوں میں رہنے بسنے والی بہو بھی ولادت وغیرہ جیسے موقعوں ورمرحلوں پر ساس کو طلب فرما کر ان کی ایسی ہی فری سروسز سے فیضیاب ہوتی رہتی ہیں۔ پھر بھی نہ جانے کیوں "ساس گلے کی پھانس کہی جاتی ہے" یہ تو نیا زمانہ ہے اور نئے زمانے کی نئی نئی باتیں ہیں اس نئے زمانے کی ساس سے ان کی اٹھلاتی بہو نے کہا "ارے بس چار سال کی بات ہے اس وقت تک فیملی پلاننگ کر لیتے ہیں پھر تو ممی آپ ریٹائر ہو کر ہمارے پاس آجائیں گی اور بچّہ وچّہ سنبھالیں گی"۔

صاف ظاہر ہے نئے زمانے کی ساس ایک ایسا قیمتی کارآمد نایاب و بیش بہا نگینہ ہے جس کو بہو اپنے گھر میں جڑا ہوا دیکھنا چاہتی ہے اور اس مبارک دن کے انتظار میں مدّتوں دن گنا کرتی ہے۔

نئے زمانے کی ساس کا ایک مختصر سا جائزہ بڑی آسانی سے ان الفاظ سے بھی لیا جا سکتا ہے جو ایک لڑکی نے اپنی سہیلی سے کہے "اوہو کیسے بتاؤں کہ وہ کیسا ہے۔ تم نے میری ہونے والی ساس کو دیکھا ہے نا بس سمجھ لو ان کا وہ بیٹا بھی بالکل ویسا ہی خوبصورت اسمارٹ اور اپ ٹو ڈیٹ ہے"

ایسی کتنی ہی باتیں ہیں جو نئے زمانے کی ساس کے گرد حلقہ ڈالے ہر وقت کہی اور سُنی جاتی ہیں۔ بازار میں ٹافی کی دوکان پر ایک بہو کو اپنے ساتھ کام کرنے والی دوسری خاتون سے کہتے سُنا گیا "ہاں ہاں ہمارے بچے تو بس دو ہیں۔ تیسری میری ساس ہیں۔ اسی لئے یہ تین ٹافیاں تین چاکلیٹ اور تین لالی پاپ لئے ہیں۔ انھیں بھی تو بچّوں کی طرح بہلا کر اپنا کام نکالنا ہوتا ہے۔"

اب وہ وقت تو ہے نہیں جب دقیانوسی ناخواندہ اور پردہ نشین خوش دامن کی الٹرا موڈرن تعلیم یافتہ بہوئیں بیاہ کر آتیں اور ساتھ چلتے ہوئے عمر رسیدہ ساس تو برقعے پردے میں ہوتیں اور بہوئیں کھلے عام بے پردہ ہوتیں۔ پہننے اوڑھنے کھانے گھومنے وغیرہ سے ساس از خود دستبردار ہوتیں اور ان کی قائم مقام ان سلسلے

معاملوں میں تو خاصی قربتیں اس نئے زمانے نے ساس اور بہو کے درمیان پیدا کر دی ہیں جیسا کہ ایک بہو نے اپنی ساس سے کہا "ممی آپ کا بیوٹی شن کے یہاں جانا آج ضروری نہ ہو تو کل میرے ساتھ بیوٹی پارلر چلیے۔ آج فلم کے ٹکٹ آگئے ہیں اور سینما دیکھنے کے بعد چاٹ واٹ کھانے کا بھی پروگرام ہے۔"

اور نئے زمانے کی ساس بیوٹی پارلر کے بجائے سینما دیکھنے چلی جاتی ہیں۔ یہ دنیا کے نئے نئے رنگ کی بات ہوئی اور رنگ برنگی دنیا میں کچھ اور بات بھی نظر آتی ہے جس طرح پھل ترکاری یا کپڑے وغیرہ کی قسمیں ہوتی ہیں اسی طرح ساس کی بھی قسمیں ہیں۔ جس میں پہلی قسم ہے بہو کی ساس۔ دوسری داماد کی ساس۔ اور تیسری رشتہ کی ساس۔ نت نئی جدتوں کے ساتھ ساس کی ایک نئی قسم بھی گاہے بگاہے دکھائی دیتی ہے وہ ہے کرائے کی ساس۔ یہ بڑے کام کی ہوتی ہیں۔ اشد ضرورت۔ آڑے وقت میں فوری امداد حاصل کرنے یا آئی بلا ٹالنے کے لئے کرائے پر بآسانی مہیا در دستیاب ہوجاتی ہیں۔ مثال کے طور پر میاں بیوی کو پڑوس یا ملنے جلنے والوں یا پھر لاخیرے دوستوں سے کوئی خطرہ۔ جھگڑا درپیش ہوا یا پھر چھٹکارا پانا ہوا۔ ورنہیں تو پیچھے لگے کسی عاشق یا گلے پڑتی محبوبہ سے پیچھا چھڑانا مقصود ہوا تو جھٹ کرائے کی ایک خوش دامن کو اپنے گھر میں لاکر کھڑا کر دیا جو منٹوں میں اپنی تمام تر ہیبت اور کمال سے کرشمے دکھاکر ساری بلاؤں کو دور بھگا دیتی ہے۔ یہ سارا کھیل پیسوں کا ہوتا ہے اُجرت کی رقم بروقت ادا نہ کرنے کی صورت میں ایک محترمہ کرائے کی ساس نے بڑی صاف گوئی اور ہمت سے کام لیا۔

سنیئے آپ جن سے اپنے مکان کا کرایہ لینے آئے ہیں نا وہ دونوں میاں بیوی اندر کمرے میں چھپے بیٹھے ہیں۔ بہت باز جھگڑالو جھوٹے بے ایمان۔ دیکھئے نا میں کتنی بار آپ کو پھٹکار کر بھگا چکی ہوں مگر اب تک میری اُجرت انھوں نے ادا نہیں کی۔ صبح سے شام تک نہ جانے کون کون آتا ہے اور کیا کیا جھگڑا جھنجھٹ اٹھاتا ہے۔ پچھلے تین دنوں سے میں سب سے نپٹ رہی ہوں مگر وہ کنجوس میرے کام کے پیسے نہیں دیتے روزانہ کی اجرت طے تھی مگر ان دنوں میں مجھے ملا کچھ بھی نہیں۔ پلیز اندر جاکر آپ اپنی بھی رقم وصول لیئے اور میرے بھی پیسے دلوا دیجئے تاکہ میں اپنے گھر جاؤں۔"

اب ایسی ہی ساس کا ایک دوسرا قصہ بھی سُن لیجئے۔ آفس میں کام کرتی محترمہ کو ان کی کرائے پر حاصل کی ہوئی ساس نے جو خود ان کی اصلی ساس کا شکار بن گئی تھیں اپنی روداد فون پر کچھ یوں سُنائی۔

"میڈم وہ آپ کا وہ — تو آیا نہیں۔ ہاں ایک پگلی دیوانی سی عورت گھس آئی اپنے آپ کو وہ کانپور سے آئی آپ کی ساس بتا رہی تھی میں نے اُسے بھگایا مگر اُس نے تو الٹے مجھے ہی نکال باہر کر دیا اور وہ خود گھر کے اندر دروازے بند کئے آپ کے انتظار میں بیٹھی ہے میں کہاں تک باہر کھڑی رہتی اس لئے پڑوسیوں کے یہاں سے فون کر رہی ہوں۔"

ساس کی تیسری قسم کی خوبی یہ ہے کہ اس میں عمر کی کوئی قید نہیں۔ رشتہ کی ساس نوزائیدہ بچی بھی ہوسکتی ہے اور قبر میں پاؤں لٹکائے ضعیفہ بھی جہاں تک اور جس جس سے رشتہ پہنچتا ہے۔ خلیا ساس چچیا ساس یا ممیا ساس اور پھوپھیا ساس وغیرہ وغیرہ ناموں کے لقب چپکائے ساس کے زمرے میں شامل ہوتی جاتی ہیں ان کی اہمیت اور دخل اندازی محض آدب محفل تک اور مراسم دنیاداری تک محدود ہوتے ہیں جو نہایت خوبصورتی اور شائستگی کے ایک مثالی انداز میں رواں دواں رہتے ہیں۔ ایم اے کے ایک شادی شدہ طالب علم نے اپنے دوستوں کا تعارف بی اے سال اوّل کی ایک طالبہ سے کرایا "یہ میری ننیا ساس لگتی ہیں— رشتہ کا لحاظ کرتے ہوئے میں اور میری بیوی اسی لئے اُنھیں وحیدہ نانی کہتے ہیں۔"

اس جان پہچان کے زیر اثر بلامبالغہ یونیورسٹی کے آدھے سے زیادہ طلباء وحیدہ نانی کو دن میں کئی کئی بار بعد احترام سلام عرض کرتے اور خیریت دریافت کرتے ہیں۔ بھلا ساس کے ایسے رشتے کہیں بھولنے والے ہوتے ہیں۔

دوسری قسم کی ساس ہوتی ہیں داماد کی ساس— ایسی خوش دامن کے دامن میں سارے جہاں کی نزاکتیں رشتہ کے ساتھ موجود ہوتی ہیں مگر اس ضمن کی اہلیت روشن کرنے کے لئے ایک کہاوت ہے "داماد تو ڈائن کو بھی بہت پیارا ہوتا ہے" اس سے داماد صاحب اپنے دل کا ہر ارمان پورا کرانے اور ہزاروں چونچلے اور نازبرداریاں و نخرے ساس سے اٹھوا لینے کی گویا سند حاصل کرکے آئے ہوتے ہیں اور پھر پوزیشن کچھ ایسی ہوتی ہے کہ ساس کمزور اور داماد شیر یہی اس رشتہ کا بنیادی اصول ہوا جس کے تحت نئے زمانے کی ساس کو دوہرے تہرے رول ادا کرنے ہوتے ہیں داماد کے منہ پر اس کی ماں اور بہنوں کی تعریف میں زمین آسمان کے قلابے ایسے فطری انداز میں ملانے پڑتے ہیں گویا مُنہ سے پھول جھڑ رہے ہوں۔ اور دوسری طرف بیٹی سے کرید کرید کر سسرال کا حال پوچھنے اور پھر ساس نندوں سے نپٹنے کے اپنے آزمودہ نسخے بڑے ماہرانہ انداز میں سمجھاتے ہوتے ہیں۔ مگر پھر بھی نئے زمانے کی ساس کے مدِمقابل اپنی بیٹی کو پست پڑتے دیکھ کر آخر اس نئے زمانے کی ساس کی زبان سے نکلتا ہے۔ اللہ اگر میں جانتی ایسی ساس نندوں سے واسطہ پڑے گا تو اعلیٰ تعلیم دلانے اور گھر گرہستی سکھانے کے بجائے مارپیٹ اور لڑنے جھگڑنے کی بہترین تربیت اور ٹریننگ اپنی بیٹی کو دلاتی۔"

ساس کی اس دلی کیفیت سے بےخبر بنے بیٹھے داماد صاحب اپنی نئے زمانے کی ساس کی والہانہ محبت کے سامنے بس یہی سوچا کرتے ہیں ارے نہیں میری ساس حرفوں کی بنی تو ہو ہی نہیں سکتی۔

سب سے اچھے اور قابل ذکر ہوتی ہیں بہو کی ساس۔ ایک عالمی شہرت اور اہمیت کی مالک اصلی ساس جس کا ڈر ہوش سنبھالتے ہی ہر لڑکی کے دل میں بٹھا دیا جاتا ہے پھر اس کے اٹھتے بیٹھتے ہر کام اور ہر بات کے لئے ساس کے نام کا تازیانہ کارگر رکھا جاتا ہے مگر اس سب کو بھی نئے زمانے کی ہوا لگ گئی ہے جس سے نئے زمانے کی ساس کا بھی رنگ بدل کر نیا ہو گیا ہے اس کا انداز بہو صاحبہ کی بات سُن کر لگایا جا سکتا ہے جو انہوں نے اپنے ایک عزیز کے بصد اصرار بلاوے کے جواب میں کہے۔

"ہاں ساس تو ہیں مگر وہ سروس کرتی ہیں نا اور پھر ان کی اور بھی تو مصروفیات ہوتی ہیں کبھی پکنک پر چلی گئیں اور کبھی کسی نیشن شو میں۔ نہیں تو پھر سُسر کے ساتھ فلم دیکھنے۔ ہاں اگر اس اتوار وہ گھر میں رہیں تو پھر میں آپ کے یہاں آسکوں گی لیکن ابھی وعدہ نہیں کرسکتی۔"

یہ تو ساس کی غیر حاضری میں کہا تھا مگر نئے زمانے کی ساس کے گرد و پیش روزانہ ہی کچھ نہ کچھ بہو کی زبان سے سُننے کو ملتا ہے۔

"آپ کے ملاقاتی اتنی دیر تک بیٹھتے ہیں ممی! انھیں اپنے گھروں میں کچھ کام نہیں ہوتا جو دوسروں کا وقت خراب کرتے پھرتے ہیں۔"

وقت کی قدر و قیمت پہچاننے والی بہو نے وقت بچانے کے اور بھی نسخے معہ ترکیب استعمال کے نئے زمانے کی ساس کو سمجھائے

"قمیص یا بلاؤز کے ٹوٹے بٹن دیکھ کر آپ فوراً سوئی میں تاگہ ڈالنے لگتی ہیں اس سے آنکھوں پر زور پڑتا ہے اور وقت بھی خراب ہوتا ہے گھر میں دو دو اسٹیپلر پڑے ہیں ایک سکنڈ میں دبایا اور فرصت۔ ستارے ٹانکنے ہوں یا لچکا۔ گوند لگاکر سیدھے چپکا دیجئے نا۔"

یہ نئے وقت یا نئے زمانے کا نہیں در اصل رشتے کا یہ پُرانا گورکھ دھندا ہے جس سے ساس ایک ایسا معمہ بن گئی ہے جو نہ سمجھنے کا ہے اور نہ سمجھانے کا اور جہاں تک نئے زمانے کی ساس ہیں ان کی زبوں حالی تو از خود کہتی ہے "کوئی میرے دل سے پوچھے اور اگر یہ پوچھے تو پھر دیکھے مجھے جو دیدۂ عبرت نگاہ ہو۔"

(آکاشوانی لکھنؤ سے براڈکاسٹ)

فاطمہ حسن
۶۴- گلستاں کالونی۔ لکھنؤ۔

تحریکِ آزادی
اور ضبط شدہ نظمیں

لطیف حسین ادیب

چھپی خاموش آہیں شورِ محشر بن کے نکلی ہیں
دبی چنگاریاں خورشیدِ خاور بن کے نکلی ہیں

خاموش آہیں اور دبی چنگاریاں ۱۸۵۷ء کی پہلی جنگِ آزادی میں شورِ محشر اور خورشیدِ خاور بن کر نکلیں۔ اس جنگِ حریت میں ناکامی ہوئی۔ برٹش سامراج نے ظلم و استبداد کی حد کر دی اور شعراء بھی ظلم کا شکار ہوئے ان کو بغاوت کے جرم میں پھانسی دی گئی، گولی کا نشانہ بنایا گیا، کالا پانی بھیجا گیا، قید میں ڈالا گیا اور ان کی جائدادیں ضبط کی گئیں۔ مگر اس جنگ کی ناکامی میں فتح کی بشارت پوشیدہ تھی۔ آزادی کی تحریک جاری رہی۔ رفتہ رفتہ احساسِ ناکامی رفع ہوا اور اذہان ترقی کی طرف راغب ہوئے۔ تحریکِ آزادی دورِ اصلاح سے گزرنے کے بعد بیسویں صدی عیسوی کی سودیشی بائیکاٹ اور ہوم رول کی تحریکات کی وجہ سے عوامی تحریک بن گئی۔ رولٹ ایکٹ کے خلاف احتجاج، جلیان والا باغ کے حادثے، خلافت کی تحریک، مکمل آزادی کے مطالبے اور ۱۹۴۲ء کے آندولن نے تحریکِ آزادی کو بے حد جذباتی بنا دیا۔ انیسویں صدی عیسوی کے دورِ اصلاح سے لے کر آزادیٔ وطن کے وقت تک اردو شعراء نے قومی جذبات کی ترجمانی کی جس کے نتیجے میں وہ مصائب کا شکار ہوئے۔ ان میں سے بعض کو پھانسی لگی اور کتنے ہی جیل میں قید کیے گئے۔ ان کی کتابیں، اخبارات، رسائل، پریس اور منظومات ضبط کی گئیں۔ تحریکِ آزادی میں شامل ہونے والے شعراء خاصی تعداد میں تھے اور ان منظومات کی فہرست تو کافی طویل ہے جن کو برٹش سرکار نے ضبط کیا۔ قومی نظموں نے بالعموم اور ضبط شدہ نظموں نے بالخصوص عوام کے قومی جذبات ابھارے اور ان میں برٹش سرکار کے خلاف آزادی کی جدوجہد کا حوصلہ پیدا کیا۔ ضبط شدہ نظموں کے مصنف بوڑھے بھی تھے اور جوان بھی، گمنام بھی تھے اور مشہور بھی۔ ان میں قدامت پرست تھے اور جدیدیت کے علمبردار بھی۔ ان میں رومان نگار تھے مگر شاعرِ انقلاب بھی۔ انھوں نے جذبۂ حریت کو ابھارنے کے لیے قومی موضوعات پر لکھا اور یہ چند وہ نظمیں ضبط ہو گئیں مگر ان کا اثر باقی رہا اور وہ جس مقصد کے لیے لکھی گئی تھیں وہ پورا ہو کر رہا یعنی ملک آزاد ہو گیا۔

ہمارے بزرگ شعراء میں برج نرائن چکبست کی نظم "خاکِ ہند" ضبط ہوئی جس کا یہ شعر ضرب المثل بن چکا ہے ؎

گرد و غبار یاں کا خلعت ہے اپنے تن کو
مر کر بھی چاہتے ہیں خاکِ وطن کفن کو

تحریکِ خلافت کے ایام میں مہانپور کے ایک گمنام شاعر مسمّی ... نے چند بندوں پر مشتمل ایک نظم "صداتِ خاتون" تحریر کی جس کو ... محمد علی کی اماں کا پیام اپنے فرزند کے نام ... میں طبع کیا۔ ۱۹۲۲ میں یہ نظم ضبط ہوئی۔ اس نظم کی صدائے بازگشت آج بھی سنائی دیتی ہے۔ ایک بند آپ بھی سماعت کریں ؎

بولی اماں محمد علی کی
جان بیٹا خلافت پہ دے دو
ساتھ تیرے ہے شوکت علی بھی
جان بیٹا خلافت پہ دے دو

شاعرِ انقلاب جوش ملیح آبادی کی کئی نظمیں ضبط ہوئیں جن میں "وفاداران ازلی کا پیام شہنشاہ ہندوستان کے نام" "ایسٹ انڈیا کمپنی کے فرزندوں سے خطاب" "خونی بیڈ" "شکستِ زنداں کا خواب" اور "آثارِ انقلاب" بہت مشہور ہیں۔ ان کا یہ شعر آج بھی مشہور ہے ؎

اک کہانی وقت لکھے گا نئے مضمون کی
جس کی سرخی کو ضرورت ہے تمہارے خون کی

یہ شعر ضرب المثل بن چکا ہے ؎

سرفروشی کی تمنا اب ہمارے دل میں ہے
دیکھنا ہے زور کتنا بازوئے قاتل میں ہے

اشفاق اللہ خاں اشفاق نے لکھا تھا ؎

بھلا جذباتِ الفت بھی کہیں مٹنے سے مٹتے ہیں
عبث ہیں دھمکیاں دار و رسن کی اور زنداں کی

اس وقت کے ایسے شعراء جن کا اوڑھنا بچھونا سیاست تھی مولانا ظفر علی خاں اور فضل الحسن حسرت موہانی بہت معروف ہیں۔ ان کا کافی وقت جیل میں گزرا اور ان کا کلام بھی ضبط ہوا۔ مولانا ظفر علی خاں کی چند نظمیں ضبط ہوئیں جن کے نام ہیں "ہندوستان" "شراب خانہ ساز" "تخت یا تختہ" "طاقتِ ایمانی" "فانوسِ ہند کا شعلہ" اور "آزادی کا بگل"۔ دیگر شعراء جن کی متعدد نظمیں ضبط ہوئیں ان میں ... بہار سنگھ، صابر موہانی اور ٹیکارام سخن پیش پیش ہیں۔

اردو کے وہ شعراء جو انجمن ترقی پسند مصنفین سے نسبت رکھتے تھے یا جو جدید میلانات کے حامل تھے، تحریکِ آزادیٔ وطن سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کی منظومات بھی ضبط ہوئیں۔ اس صف میں جمیل مظہری، علی جواد زیدی، اختر شیرانی، حفیظ جالندھری، احسان دانش، ساغر نظامی، مجاز لکھنوی، معین احسن جذبی، مخدوم محی الدین، جاں نثار اختر، شمیم کرہانی، سردار جعفری، سلام مچھلی شہری، اور ساحر لدھیانوی بہت نمایاں ہیں۔ مجاز لکھنوی کی نظم "ایک جلاوطن کی واپسی" کا آخری شعر ؎

ہندوستاں بلاکش کا سہارا بن جا
اٹھ اور افلاکِ بغاوت کا ستارا بن جا

سردار جعفری کی نظم "بڑھیں گے ابھی اور آگے بڑھیں گے"، معین احسن جذبی کی نظم "دعوتِ جنگ" اور شمیم کرہانی کی نظم "جوانِ عزم ہے" ولولہ انگیز ہیں۔ سلام مچھلی شہری کی نظم "... زنداں" کا یہ شعر آج بھی متاثر کرتا ہے۔ ؎

مجھے نفرت نہیں عشقیہ اشعار سے لیکن
ابھی ان کو غلام آباد میں میں گا نہیں سکتا

قومی شاعری کے سلسلے میں صرف ضبط شدہ منظومات کا مطالعہ کرنے پر نہ صرف ہمارا سر فخر سے اونچا ہو جاتا ہے بلکہ ... اردو کی قسم کھانے کو جی چاہنے لگتا ہے۔

(آکاش وانی رام پور سے نشر)

لطیف حسین ادیب
بھول والاں۔ بریلی

نورالزماں صدیقی نور

میرا چہرہ میرا چہرہ نہیں ہے
کہیں آئینہ تو جھوٹا نہیں ہے
تمھیں کیوں ضد ہے وہ صحرا نہیں ہے
جہاں پانی کا اک قطرہ نہیں ہے
وہ اب اندھا ہے جو اندھا نہیں ہے
وہی بینا ہے جو بینا نہیں ہے
اُجالا مٹ گیا ایسا نہیں ہے
اندھیرا ہے مگر اتنا نہیں ہے
جہاں برسوں کبھی سورج نہ پہنچا
وہاں کوسوں تک اب سایا نہیں ہے
وہ جس کے دم سے ہر محفل گلستاں
وہ اپنے گھر میں کیوں ہنستا نہیں ہے
وہ ہیں لے نورؔ ظلمت کے پجاری
نظر میں جن کی تو اچھا نہیں ہے

(رجوتن سے نشر)

کھلونے بچے کے ذہنی ارتقا میں معاون

ا و۔ شاکرہ

ایک مشہور شعر ہے۔

تمناؤں میں الجھایا گیا ہوں
کھلونے دے کے بہلایا گیا ہوں

یہ شعر کھلونے کے بارے میں تو نہیں کہا گیا ہے اور نہ بچوں کی نفسیات سے متعلق ہے لیکن ضمنی طور پر یہی تصور پیدا کرتا ہے کہ کھلونے دل بہلانے کے لیے ہیں اور عام طور سے بزرگ یہی سوچتے ہیں کہ بچوں کو کھلونوں میں بہلا کر کچھ فرصت کچھ فراغت حاصل کر لیں۔ بچہ کھلونوں میں مشغول ہو جائے تو شرارتوں سے باز رہے گا اور گھر میں امن و سکون کی فضا پیدا ہو گی۔

کیا واقعی کھلونے صرف دل بہلانے کا ذریعہ ہیں یا ان سے کچھ اور کام بھی لیے جا سکتے ہیں؟ کیا یہ بچے کے ذہنی ارتقا میں معاون ہو سکتے ہیں۔ ان سوالوں کے جواب کے لیے ذہنی ارتقا، کھیل اور کھلونوں کی ماہیت و حقیقت معلوم کرنی ہو گی۔

ذہنی ارتقا کیا ہے۔ بچے کی ذہنی ترقی کے لیے یہ لفظ عام طور پر استعمال ہوتا ہے لیکن اس میں نشو و نما اور ترقی دونوں شامل ہیں اور ان دونوں میں بڑا فرق ہے۔ نشو و نما کمیت کی ہم معنی ہے۔ بچہ کے قد و قامت میں اضافہ، جسامت میں زیادتی، عمر کے ساتھ بچہ توانا ہوتا جائے گا، قد کے ساتھ ہاتھ پاؤں بھی بڑھیں گے۔ ساتھ ساتھ اندرونی اعضا جیسے دل و دماغ کے وزن اور جسامت میں بھی اضافہ ہو گا اس کے برخلاف ترقی میں کیفیت بدلتی ہے صلاحیتوں اور خصوصیات میں تبدیلی پیدا ہوتی ہے جن کا اظہار بچہ کی شخصیت میں ہوتا ہے یہ تبدیلیاں آپس میں مربوط ہوتی ہیں اور انھیں کی وجہ سے بچہ بڑھن یا پختگی تک پہنچتا ہے۔ دوسرے الفاظ میں بچہ کی نشو و نما کا پتہ اس کی عمر سے اور ارتقا کا پتہ اس کی پختگی سے لگ سکتا ہے۔ ایک ماہر نفسیات کے الفاظ میں پختگی قد میں انچوں کے اور وزن میں پونڈوں کے اضافہ اور ایک صلاحیت میں دوسری صلاحیت کی جمع بندی کا نام نہیں ہے بلکہ ایک پیچیدہ نوعیت کا عمل ہے جس میں بچے کی جسمانی ساخت اور اس کی صلاحیتیں مل جل کر کارفرما ہوتی ہیں۔

اسی وجہ سے بچہ میں رونما ہونے والی جسمانی اور ذہنی تبدیلی ایک طرف تو اس سے پہلے والی تبدیلی پر منحصر ہوتی ہے تو دوسری طرف آنے والی تبدیلی کی بنیاد بھی بن جاتی ہے اور انھیں تبدیلیوں کے نتیجے میں بچہ عمر کے ساتھ پختگی کی منزل تک پہنچ جاتا ہے۔ پختگی کی اس عمر کی کئی بنیادیں اور منزلیں ہوتی ہیں۔ ضروری نہیں کہ یہ سب اچھی ہی ہوں۔ اچھی اور بری پسندیدہ اور ناپسندیدہ دونوں طرح کی ہو سکتی ہیں اچھی اور پسندیدہ ہیں تو کیا کہنے۔ بری اور ناپسندیدہ ہوں تو شاعر کے الفاظ میں۔

ع میری تعمیر میں مضمر ہے اک صورت خرابی کی

کا پتہ مصداق بن جاتا ہے۔ بچہ کے نشو و نما اور پختگی کے عمل سے واقف ہو کر ہی بزرگ بچوں کی ذہنی ارتقا میں رہنمائی کر سکتے ہیں۔

انسانی صلاحیتوں میں رونما ہونے والی تبدیلیاں سب کی سب ایک ساتھ نمایاں نہیں ہو جاتیں۔ جب کسی ایک تبدیلی کا آغاز ہوتا ہے تو دوسری صلاحیت ابھی ابتدائی منزل ہی میں ہوتی ہے اور کوئی تیسری صلاحیت پختگی کی منزل کی طرف رواں دواں ہوتی ہے۔

بچہ کی نشو و نما اور اس کے ارتقا کی اہم خصوصیات کی تفصیل یوں ہے

- ہر نارمل بچہ میں ارتقا یکساں ہوتا ہے گو اس کی رفتار مختلف بچوں میں مختلف ہو سکتی ہے۔
- ارتقا کے دوران ردعمل عمومی سے خصوصی ہوتا ہے۔
- ارتقا کا عمل مسلسل جاری رہتا ہے۔
- ارتقا کے مختلف منازل میں ایک ربط موجود رہتا ہے۔

ان خصوصیات کے علاوہ ذہنی ارتقا کی کچھ جہتیں ہوتی ہیں جن کا مختلف قابلیتوں کے ذریعے اظہار ہوتا ہے جیسے۔ (۱) جسمانی ارتقا (۲) حرکی ارتقا (۳) بات چیت کا ارتقا (۴) جذباتی ارتقا (۵) سماجی میل ملاپ کی خصوصیات کا ارتقا۔

ارتقا کی ان ساری جہتوں میں چاہے وہ جسمانی ہوں یا ذہنی کھیل کا بڑا حصہ ہوتا ہے۔ کھیل بچہ کی ساری شخصیت کو بنانے سنوارنے میں مددگار ہوتا ہے۔ بے شک یہ بچوں کا دل بہلاوہ بھی ہے مگر ساتھ ساتھ ان کے ذہنی ارتقا میں معاون بھی۔ کھیل کی دنیا بڑی حد تک حقیقی دنیا کی نقل ہی تو ہوتی ہے اس میں کامیابی بچہ کو اس کی آئندہ زندگی میں بھی کامیابی عطا کرتی ہے۔

عام طور سے سمجھا جاتا ہے کہ بچے کے کھیلنے کے لیے کھلونوں کی ضرورت ہے۔ دوسرے الفاظ میں کھیل اس وقت شروع ہوتا ہے جب کھلونے فراہم ہوتے ہیں لیکن دراصل ایسا نہیں ہے۔ دراصل بچہ جب کھیلنا شروع کرتا ہے تو اپنے کھیل کو زیادہ جاندار و حقیقی بنانے کے لیے کھلونوں سے کام لیتا ہے۔ اس لیے نفسیاتی زبان میں کہا جاتا ہے کہ کھلونے کھیل کی نشانیاں ہیں جن بچے اپنے کھیلوں کو ظاہر کرتے ہیں اس لیے کھلونوں کی کارگزاری سے پہلے کھیل کی ماہیت اور افادیت سمجھ لینی چاہیے۔ نفسیات کی زبان میں کھیل ایک ایسی رضاکارانہ مصروفیت ہے جس میں نہ تو مسلسل سوچ نہ استدلال اور نہ جس میں کوئی منطقی ربط۔ اس لیے اس مصروفیت میں ذہنی اور روحانی پھیلاؤ اور خود بخود اپنے مواقع حاصل رہتے ہیں کیونکہ یہاں قاعدہ قانون کے بندھن موجود نہیں رہتے اور نہ کوئی پابندی۔ کوئی احتساب۔ جہاں جب جی چاہے جیسا چاہے کھیل کو شروع یا ختم کیا جا سکتا ہے۔ البتہ کھیلنے والا اپنے من پسند آداب و رسوم تو اپنے پر لاگو کرتا ہے۔

کھیل کی اہمیت کے پیش نظر ایک ماہر نفسیات دان نے کھیل کو انسان کی جملہ دلچسپیوں میں سب سے زیادہ سنجیدہ اور بامعنی مصروفیت کا نام دیا ہے۔

کھیلنے والا بچہ یہ نہیں سوچتا کہ اس کھیل کا مقصد کیا ہے۔ بس اپنے تخیل کے سہارے وہ کہیں سے کہیں جا پہنچتا ہے۔ اس میں اس کا سابقہ تجربہ اور خود اس کی شخصیت کا انوکھا پن بھی شامل ہو جاتے ہیں جس سے بچہ کی ذہنی اور جذباتی تخلیق کا آغاز ہوتا ہے۔ یہی اس کے ذہنی ارتقا کا بھی نقطہ آغاز ہے۔ جیسا کہ ابھی کہا گیا ہے کھلونے کھیل کی نشانیاں ہیں، دلکش دلربا جن پر بچے اپنے کھیلوں کو سجا سنوار کر ڈال دیتے ہیں۔ یہیں سے بچے کے بے معنی الفاظ اس کے جذبات کا اظہار کرنے لگتے ہیں۔ آہستہ آہستہ اس اظہار خیال میں نزاکت اور معنی آفرینی شروع ہوتی ہے۔ کھلونوں کی موجودگی اس ذہنی عمل کو پرکشش بنا دیتی ہے۔ بے حد اہم بات یہ ہے کہ جن بچوں کے پاس روایتی قسم کے بنے بنائے کھلونے نہیں ہوتے وہ بھی ان کھلونوں کو اپنے آس پاس کے ماحول میں بھرے ہوئے خزانوں سے ڈھونڈ لاتے ہیں۔ زمین پر مٹی میں کھینچا گیا دائرہ بچہ کے لیے تھیٹر یا اوپیرا ہاؤس بن جاتا ہے۔ درختوں کی ہری بھری ٹہنیاں اور لچکتی بیلیں اس کا جھولا بن جاتی ہیں۔ امی کی نازک چھتری ہاتھ لگ جائے تو ہوائی جہاز کا پنکھا بن جائیگی تو دادا جان کی لکڑی کل کا گھوڑا یا شکستہ ٹکڑا کشتی یا اس کے پتوار بن کر خیالی سمندر میں تیرنے لگتے ہیں، دھاگہ کی پھرکیاں،

پرانے برش، کارڈ بورڈ کے ڈبے، کپڑوں کی دھجیاں اور پھر ذراسے رنگین کاغذ اور رنی سے بنائی بے ہنگم گڑیاں حسین پریاں بن کر پرستانوں کی سیر کرائی ہیں۔ اس طرح کھیلتے ہوئے بچے کے لیے ہر چیز کھلونہ بن کر اس کے ذہنی ارتقا میں معاون ہو جاتی ہیں۔

سب سے دلکش اور پرکشش جاندار کھلونہ تو ایک بچے کے لیے اس کی ماں ہی ہے۔ ننھی سی جان ماں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتی ہے، کبھی اس کی انگلیوں سے کھیلتی ہے کبھی چوٹی یا پلو کو تھامتی ہے۔ کبھی انگوٹھیوں، چوڑیوں اور دوسری آرائشوں سے کھیلتی ہے۔ اس کی آواز پر چونکتی ہے۔ اس کے چہرہ کو ٹٹولتی ہے۔ اس کے ہاتھوں میں جھول کر خوش ہوتی ہے۔ ذرا سا سمجھدار ہو جائے تو ماں کے ساتھ آنکھ مچولی ہونے لگتی ہے۔ ممی کھو گئیں، ممی کہاں ہیں، ممی مل گئیں۔ یہ تجسس اور کھوج بچوں کی نئی نئی گتھیوں کو سلجھانے میں مدد دیتا ہے۔

کہا جاتا ہے کہ آج کل کمپیوٹر نرسس یا کھلونے کی قائم مقامی کر سکتے ہیں، اور واقعی غیر جذباتی نگران کمپیوٹر یا الیکٹرونک انسان روبوٹ کے لیے کوئی مشکل نہیں مگر اس کے برتاؤ میں محبت کی وہ گرمی کہاں جو ماں کی گود میں بچہ کو ملتی ہے مگر بے چاری ماں کیا کرے کھلونہ بن کر کہاں تک گزارے آخر اسے دنیا کی اور بھی مصروفیتیں ہیں۔ خود بچہ کی ذات سے متعلق بے شمار کام اسے بچے سے الگ رہ کر انجام دینا ہوتے ہیں۔ ماں کے علاوہ نرس، بھائی، بہن، اپنا سارا وقت ننھے کو کیسے دیدیں۔ ان سب کے بجائے ایک حد تک بچوں کی دلبستگی کے لیے کھلونوں سے کام لینا ضروری ہے کھلونے جو بچے کے اپنے ہوتے ہیں۔

یہیں سے بچہ کو ملکیت کے تصور کی مسرت حاصل ہونے لگتی ہے چاہے وہ مٹی کے برتن یا چندی کی گڑیاں ہی کیوں نہ ہوں ملکیت کی مسرت اس بچہ کو کمتر حاصل ہوتی ہے جس کی ممی قیمتی کھلونوں کو خراب ہو جانے کے ڈر سے کہیں چھپا دیتی ہے یا زیادہ سے زیادہ شوکیس میں سجا کے رکھدے۔ جن کو صرف دور سے دیکھا جا سکتا ہے۔ یہ تو ٹھیک ہے کہ کھلونوں کو توڑتے توڑتے بچے کار آمد اشیاء کو بھی توڑ پھوڑ کر رکھ دیتے ہیں۔ لیکن ملکیت کے تصور سے حاصل ہونے والی مسرت بچہ کے ذہنی ارتقا کے لیے ثابت و سالم مگر دور رکھے ہوئے کھلونوں سے زیادہ اہمیت رکھتی ہے۔

یہ بھی دیکھنا چاہیئے کہ کس قسم کے کھلونے بچوں کے ذہنی ارتقا میں معاون ہوں گے۔ بچہ متحرک کھلونے پسند کرتا ہے اور ان کھلونوں سے اس کے ذہن میں ہلچل بھی پیدا ہوتی ہے جو ذہنی ارتقا کے لیے محرک ثابت ہوتی ہے۔ ننھے بچوں کو بھی آواز اور رنگ متوجہ کرتے ہیں۔ رنگین جھنیا اور جھنجھنے دیکھ کر بچہ انھیں تھامتا ہے اور منہ تک لے جاتا ہے۔ یہ اس کی حرکی صلاحیتوں کو تیز کرتے ہیں لیکن رنگوں اور کھلونوں کا بے ضرر ہونا بھی ضروری ہے۔

ایسے کھلونے بھی بچوں کو بہت کچھ سکھاتے ہیں جو حقیقت سے زیادہ سے زیادہ مشابہت رکھتے ہیں۔ اور جن کی حرکت پر بچوں کو پورا کنٹرول رہتا ہے۔ جستجو اور سسپنس پیدا کرنے والے کھلونے بچے کو دیر تک مشغول رکھتے ہیں اور ان سے کھیل کر ذہنی ارتقا کی مختلف صلاحیتوں میں پختگی پیدا ہوتی ہے۔ اس طرح ایسے کھلونے بھی بچے کو متوجہ کر لیتے ہیں جن میں جانی بوجھی دنیا نئے رنگ اور نئے انداز میں دکھلائی دیتی ہے رنگین عینکیں اور سیر بین جن میں کانچ کے ننھے ننھے ٹکڑے بیسیوں رنگ اور شکلیں بدل بدل کر سامنے آتے ہیں۔ بچوں کا بڑا دل بہلاوہ ایسے کھلونے ہیں جن کے ساتھ خود ان کو بھی ہلنے جلنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس سے ان کے ذہن میں بھی حرکت و امنگ پیدا ہوتی ہے۔ چاہے یہ ماں کے ہاتھوں کا جھولا ہو، پالنا ہو یا پھر جھولنے والے جانور Rocking horse قسم کے۔ پھر جھولے کو تو سحر انگیز کھلونا سمجھا جاتا ہے۔ ذرا سی محنت پر جھولا پینگیں لینے لگتا ہے مانو فضاؤں میں اڑا جارہا ہے۔ جسمانی محنت کم مگر جھولے کی حرکتیں جاری اور تخیل کے پروں پر اڑتا ہوا بچہ انوکھی وادیوں اور ملکوں میں گھومنے لگتا ہے۔ اس لیے جھولے کو بچوں کی جسمانی اور ذہنی ورزش کے لیے ضروری سمجھا جاتا ہے۔ گڑیوں کا کھیل بھی ہر زمانہ اور ہر ملک کا کھیل ہے۔ یہ بچوں کی جسمانی شخصیت کو نکھارتا ہے۔

ایسے کھلونے بھی بچوں کے لیے مفید ہوتے ہیں جن میں جزوی تفصیل موجود ہو۔ ان سے معلومات میں اضافہ کے ساتھ حقیقت کے ساتھ تقابل اور باریک بینی کی عادت پیدا ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر کھلونوں کی گاڑیوں میں کھلنے اور بند ہونے والے دروازے اور کھڑکیاں کھلونے کے فرنیچر وغیرہ۔

عام طور سے غیر حرکی کھلونوں میں بچہ کی دلچسپی کم ہوتی ہے۔ انھیں متحرک کر کے ہی بچہ کو چین آتا ہے۔ لکڑی کے آرٹسٹک اور خاموش غیر متحرک کھلونوں کے مقابلے میں پالی تھین کے بے ڈھب مگر آواز کرنے والے کھلونے بچوں کو زیادہ مصروف رکھتے ہیں کہ ان کھلونوں کا باسانی پوسٹ مارٹم ہو سکتا ہے۔ کھلونوں کی قسموں کا اندازہ مشکل ہے۔ اب تو یہ بھی ایک باقاعدہ فن بن گیا ہے اور مختلف صلاحیتوں اور قابلیتوں کی ترقی کا لحاظ کرتے ہوئے کھلونے بنائے جارہے ہیں —

بچوں کے پسندیدہ کھلونوں میں ایسے کھلونے بھی شامل ہوتے ہیں جو ایک مکمل واقعہ ہو سکتے ہیں۔ گھومتے ہوئے لٹو، دوڑنے والے جانور اور گاڑیاں ریل گاڑی لکڑی کے ٹکڑوں سے بنائی جانے والے مینار اور عمارتیں جن کے بنانے اور ڈھا دینے میں بچے خوشی محسوس کرتے ہیں۔

بچہ بڑھتا ہے۔ ساتھ ساتھ اس کا تخیل اور قوت استدلال بھی ترقی کرتی ہے اور چیزوں کی نئی نئی خصوصیات اور استعمال سے اس کو واقفیت ہونے لگتی ہے۔ اب وہ جسمانی کھیلوں سے زیادہ تخیلی کھیلوں میں حصہ لینے لگتا ہے۔ عمر کے ساتھ ساتھ جسمانی اور ذہنی صلاحیتوں کے ارتقا سے ہی بچہ کام کا آدمی بن سکتا ہے۔

دیہات میں رہنے والے بچے قدرتی ماحول سے

مانگے کا سوٹ

صاحب اپن تو قسمت کے ہیٹے ہیں... اس چالیس سال میں کوئی بھی لاٹری ایسی نہیں جسی کہ ایک اچھا سا سوٹ ہی بنا لیتے... قسمت ہی کچھ ایسی ہے کہ اپنی شادی بھی ہوئی تو کٹر ملا کی لڑکی سے جس نے بارات کے جوڑے میں ہمیں شرعی پاجامہ اور مشروع شیروانی دی.... وہ بھی احسان جتاتے ہوئے یہ کہہ کر کہ برخوردار یہ میرے والد بزرگوار کی شیروانی ہے اس کا کپڑا مہ سے دادا مکہ مدینہ سے لائے تھے۔ تو صاحب وہ شیروانی آج چالیس سال سے اسی کارچوبی خوان پوش میں لپٹی رکھی ہوئی ہے جو ہمارے شادی کے جوڑے کے خوان پر ڈھک کر آیا تھا۔ اور ہماری بیوی کو اکثر وہ خوان پوش دیکھ کر اپنی دادی اماں کی یاد آتی ہے جن کو جہیز میں یہ خوان پوش ملا تھا....

ہاں تو صاحب میں کہہ رہا تھا کہ ایک اچھے سوٹ کی حسرت ہمارے دل میں رہ گئی... آج اس سوٹ کی یاد ہمیں یوں آئی کہ ہمارے ایک سرمایہ دار دوست نے اپنی لڑکی کی شادی میں ہمیں خاص طور پر مدعو کیا تھا۔ ہم نے ان کی حیثیت کے مطابق اپنے کپڑے چھانٹنا شروع کر دیئے... جو کپڑا ہم پسند کرتے ہماری بیوی ہمارے ہاتھ سے لے لیکر یہ کہتے ہوئے پھینک دیتیں کہ کیا تھکواؤ گے.... اپنی قلعی کھلواؤ گے... آخر ڈھیرے ڈھیر ہمارے سارے کپڑے کمرے میں بکھر گئے.... اور ہم سر پکڑ کر بیٹھ گئے۔ پھر ہماری ذہین بیوی نے ہمارے اوپر ترس کھا کر ہم کو مشورہ دیا کہ اپنے دوست باسط میاں سے ایک دن کے لئے سوٹ مانگ لو... ان کے پاس بڑا اچھا سوٹ ہے جو ان کو جہیز میں ملا تھا کبھی کبھی عید بقر عید پر پہن کر آتے ہیں بس صاحب ہم دوڑے دوڑے باسط میاں کے گھر پہنچے۔ اور ان کو اپنی ساری مجبوریاں بیان کر کے سوٹ کی فرمائش کر دی — آدمی بڑے بامروت ہیں انکار تو نہیں کر پائے بس گردن ڈال کر سوچنے لگے... پھر آہستہ آہستہ قدم اٹھاتے ہوئے گھر میں داخل ہوئے۔ قریب ایک گھنٹے تک وہ اپنی بیوی کو ہماری پرانی دوستی اور قربانیوں کے قصے سناتے رہے پھر ہماری مجبوریاں بتا کر مدعا بیان کیا۔ کافی حیل و حجت قسمیں وعدوں کے بعد وہ سوٹ لینے میں کامیاب ہوئے

مصطفےٰ تاج

پھر وہ اپنے اکلوتے سوٹ کو تکیے کے غلاف میں رکھ کر باہر لے آئے ... اور لرزتے ہوئے ہاتھوں سے میری طرف بڑھاتے ہوئے کہا ... بھائی صاحب ذرا احتیاط سے استعمال کرنا ... بہت قیمتی ہے ..... ابھی تم لے جاؤ میں تمہارے گھر آکر اس کی احتیاط اور ترکیب استعمال بتا دوں گا .... اور دیکھو جس وقت تک میں نہ آؤں اسے کھولنا نہیں ورنہ ساری پریس ٹوٹ جائے گی۔ میں نے انھیں سوٹ نہ کھولنے کا یقین دلاتے ہوئے احتیاط سے اسے بغل میں دبایا ... ابھی پوری طرح میں اس سوٹ کو بغل میں داب بھی نہ پایا تھا کہ وہ چیتے کی طرح میرے اوپر جھپٹے .. اور سوٹ ہاتھ میں سے چھین لیا اور غصے میں بولے ... ارے یار تم تو بالکل جاہل ہو ... سوٹ پکڑنا بھی نہیں آتا، پہنو گے کیا ... سارا مسل دیا۔ ... ایسے پکڑو۔ یہ کہتے ہوئے وہ سوٹ انھوں نے اس طرح میرے دونوں ہاتھوں پر رکھ دیا۔ جیسے بچے کی لاش کو قبرستان پہنچانے کے لیے ہاتھوں میں رکھتے ہیں۔ میں نے بھی دل میں اشہدان الٰہ الا اللہ پڑھ کر احتیاط سے ہاتھوں میں جھیل لیا ....

پھر انھوں نے کہا بہت احتیاط سے لے جانا کہیں ٹھوکر مت کھانا۔ پھر میری چپل دیکھ کر چونک پڑے اور کہا تم ضرور گرو گے، تمہاری چپل کا ایک تسمہ ٹوٹا ہوا ہے ۔ میں نے لاکھ یقین دلایا کہ یہ تسمہ تو ایک ماہ سے ٹوٹا ہوا ہے اور میں ایک بار بھی نہیں گرا۔ مگر بھلا وہ ماننے والے تھے ۔ بھاگتے ہوئے گھر میں گئے اور اپنے میلے پاجامے کا کمر بند نکال لائے ۔ اور معہ چپل کے میرے پیروں میں پوری طاقت سے کس دیا، پھر کہنے لگے ہاں خاں میاں اب اطمینان ہوا، اب جاؤ لیکن دھیرے دھیرے جانا، کہیں نالی والی میں گر گئے تو سوٹ کا کباڑا ہو جائے گا۔ بُرا مت ماننا یار مجھے سوٹ کا ڈر نہیں دراصل مجھے اپنی بیوی کا ڈر ہے، وہ اس سوٹ سے بہت محبت کرتی ہے کہتی ہیں اس سوٹ کو دیکھ کر مجھے ابو جی کی یاد آجاتی ہے۔ بیچارے نے اس سوٹ کو دو چار سال ہی پہنا تھا۔

خدا خدا کر کے اس سوٹ کی لاش کو آہستہ آہستہ کلمہ پڑھتے ہوئے اپنے گھر تک لائے .... ابھی ہم پوری طرح گھر میں داخل بھی نہیں ہوتے تھے کہ سوٹ کے مالک آدھمکے .... اور گھبرا کر ہم سے پوچھا ۔ کیوں خاں کہیں گرے تو نہیں ۔ میں نے وہ لاش ان کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ دیکھ لو ۔ کہیں خراش بھی نہیں آئی ۔ انھوں نے پیار سے اس لاش پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔ خدا کا شکر ہے، میں تو ڈر ہی گیا تھا ۔ پھر بولے۔ اچھا یہ بتاؤ شادی میں کب جاؤ گے۔ میں نے کہا کل رات کو ... وہ غصے میں بولے ... تو پھر کل ہی لے لیا ہوتا نا اتنی جلدی کیا تھی، خیر احتیاط سے رکھنا کہیں چوہے نہ کاٹ لیں، میں رات کو آؤں گا۔ پھر اس کے پہننے کا طریقہ بتا دوں گا یہ کہہ کر وہ خدا حافظ کہتے ہوئے روانہ ہوئے اور ہم لنگڑاتے ہوئے گھر میں داخل ہوئے۔ ہماری بیوی نے ہمیں اس حالت میں دیکھا تو گھبرا کر پوچھا۔ ارے کیا ہوا ... ہم نے وہ سوٹ ان کے ہاتھ میں تھماتے ہوئے کہا ... بیگم تم کو یاد ہے جب شادی کے دن تم کو گود میں اٹھا کر اپنے گھر میں لائے تھے تو ہمارے پیر میں موچ آگئی تھی ...... بیوی نے غصے میں کہا، ہاں ہاں میں تو ہتھنی ہوں۔ میں نے انھیں سمجھاتے ہوئے کہا، نہیں بیگم یہ بات نہیں ہے۔ تم میں اتنا وزن نہیں تھا بلکہ تمہارے باپ کی شیروانی بہت وزنی تھی ... اور یہ سوٹ اس سے کہیں زیادہ وزنی ہے۔ لو اسے سنبھال کر رکھو، باسط میاں نے کہا ہے جب تک میں نہ آؤں اسے کھولنا نہیں ورنہ یہ مل گجل ہو جائے گا، اور اس کی پریس ٹوٹ جائے گی ۔ بیگم نے غصے میں ہاتھ ہلاتے ہوئے کہا، آ.... ہا ہم نے تو جیسے سوٹ دیکھے ہی نہیں۔ ہمارے چچا بھی ریلوے میں گارڈ تھے۔ ہمیشہ سوٹ ہی پہنتے تھے ۔ پھر سوٹ پلنگ پر پھینکتے ہوئے کہا۔ ہونہہ ننگے کی تیزی گھر دھروں کہ بھیتری ۔ ابھی ہم کھانے سے فارغ بھی نہیں ہو پائے تھے کہ باسط میاں پھر آدھمکے ..... ہم نے پہلے ہی اپنی بیوی کو سمجھا دیا تھا کہ دیکھو غصہ مت کرنا، ایک دن کی ہی تو بات ہے کل ان کا سوٹ واپس کر دیں گے ۔ بیگم وقت کی نزاکت کو سمجھتے ہوئے دوسرے کمرے میں جا کر لیٹ گئیں ۔

پھر ہمارے دوست نے سوٹ کو اٹھاتے ہوئے ہم کو حکم دیا کہ کپڑے اتار دو۔ ہم نے فوراً حکم کی تعمیل کی، سردی کی رات تھی جسم زخمی پرندے کی طرح پھڑپھڑانے لگا۔ لیکن کیا کرتے سوٹ تو پہننا تھا ۔ وہ سوٹ کی تہہ کو اس طرح کھول رہے تھے جیسے غلط چپکے ہوئے ٹکٹ کو لفافے سے نکال رہے ہوں ۔ پہلے انھوں نے پتلون کو آہستہ آہستہ اپنے دونوں ہاتھوں میں اس طرح کھڑا کیا جیسے ایکسرے مشین کے سامنے مریض کو کھڑا کیا جاتا ہے ۔ پھر میرے جسم کو گھورتے ہوئے کہا۔ یار جسم گندہ ہے، پتلون خراب ہو جائے گا، ایسا کرو پاجامہ پہن لو۔ میں نے فوراً پاجامہ پہن لیا، پھر انھوں نے مجھے یہ کہتے ہوئے اسٹول پر کھڑا ہونے کا حکم دیا کہ پینٹ کے پائنچے زمین میں لگنے سے خراب ہو جائیں گے۔ ہم نے اسٹول پہ کھڑے ہو کر جیسے ہی پتلون میں پیر ڈالنے کی کوشش کی تو باسط میاں چیخ پڑے۔ ارے ارے کیا کرتے ہو پیروں کو موڑو نہیں، بالکل سیدھا پیر ڈالو ورنہ پریس ٹوٹ جائے گی۔ بہ مشکل تمام ہم نے اس مریض کی طرح جس کے پیروں پر پلاسٹر چڑھا ہو آہستہ آہستہ پینٹ کو اپنے نچلے دھڑ میں گھسیٹ لیا ...

انھوں نے ہمیں شاباشی دیتے ہوئے بغیر پاؤں موڑے نیچے اترنے کا حکم دیا۔ ہم بھی صاحب آنکھ بند کر کے کھڑے سے کود گئے .... اب کوٹ کی باری تھی۔ پہلے انھوں نے شرٹ پہننے کا حکم دیا۔ پھر اسکول کے بچوں کی طرح پی ٹی کرانا شروع کر دی۔ پہلے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اونچے کرائے خود کرسی پر چڑھے اور کوٹ کی دونوں آستینیں ہمارے ہاتھوں میں ڈال دیں۔ پھر چیل کی طرح بازو پھیلانے کا حکم دیا اور مونڈھے برابر کر دیئے ۔ پھر اٹینشن ہونے کا حکم دیا اور بٹن لگا دیئے پھر خود کرسی پر بیٹھ گئے اور ہم کو چند ہدایتیں دیں۔ ۱ کرسی پر بیٹھنا زمین پر مت بیٹھنا ورنہ پینٹ کے گھٹنے پھول جائیں گے۔ ۲ ہاتھ سیدھے رکھنا سلام کرتے میں بھی زیادہ اوپر مت اٹھانا ورنہ کہنیاں پھول جائیں گی۔ ۳ جیب میں ربڑ کی، بیڑی کا بنڈل ماچس مت رکھنا، ورنہ جیب لٹک جائے گی۔ ۴ دولہا کو گلے مت لگانا نہیں تو سوٹ میں شکنیں پڑ جائیں گی ۔ ہم بھی ساری ہدایتیں اس طرح سن رہے تھے جیسے نیا رنگ روٹ جنگ پر جانے سے پہلے اپنے فوجی افسر کی ہدایتیں سنتا ہے۔

آخر میں انھوں نے سوٹ اتارنے کا حکم دیا، کوٹ خود انھوں نے اپنے ہاتھوں سے اس طرح اتارا جیسے ڈاکٹر زخم سے پٹی اتارتا ہے پینٹ اتارنے کے لیے ہم کو دوبارہ اسٹول پر کھڑا کر دیا ہم نے بڑی احتیاط سے پینٹ کا ایک پائنچا اتارا، دوسرا پائنچا اتارنے کی کوشش کر ہی رہے تھے کہ اسٹول کے پایوں نے ہمارا بوجھ برداشت کرنے سے انکار کر دیا اور ہم اسٹول پر سے معہ پینٹ کے اس طرح پیر کے بل گرے کہ اسٹول کے پائے اور ہمارے پیر کی ہڈی ٹوٹنے کی ایک ہی آواز آئی اور صاحب جب ہمیں ہوش آیا تو ہم اسپتال کے بیڈ پر پڑے ہوئے تھے اور ہماری بیوی بڑی احتیاط سے ہمارا پاجامہ اس طرح بدلوا رہی تھیں جیسے باسط میاں نے ہمیں پینٹ پہنایا تھا۔

(بھوپال سے نشر)

بقیہ : کھلونے

مطابقت کر کے ہی جسمانی طاقت بنا لیتے ہیں۔ ان کے لیے درخت، میدان، پہاڑ، ندی نالے ہی کھلونے بن جاتے ہیں مگر آج کے شہری بچے اس ماحول سے دور ہوتے جا رہے ہیں ۔ اب انھیں ایسے کھلونوں کی ضرورت ہوتی ہے جو اس ماحول میں ان کے جسمانی اور ذہنی ارتقا میں مدد دے سکیں۔ شہر کی سڑکوں اور گلیوں میں ٹرافک کے خطرات بچے کے تجربہ میں مانع آتے ہیں۔ کھیل پارکوں میں بھول بھلیاں، سی سا، گھرائی سیکل، بائیسکل، اسکوٹر اور رولر اسکیٹر سے بچوں کو جسمانی صلاحیت اور ذہنی ارتقا کا ماحول فراہم ہوتا ہے ۔ میکانو سیٹ اور میک سی قسم کے کھلونے کھیل کا کھیل اور تعلیم کی تعلیم ہیں۔ کھلونوں کی دنیا کے اس مقابلے کے بعد یہ فیصلہ دے سکتے ہیں کہ بے جان کھلونے جاندار بچے کے لیے دل کا بہلاوا بھی ہیں اور ذہنی ارتقا کے ساتھی بھی۔

(حیدرآباد سے نشر)

چندولال شاہ

دھرم ویر

۲۵ نومبر ۱۹۷۵ء کی صبح کا ذکر ہے بمبئی کے نانا وتی ہسپتال کے برآمدہ میں ایک سٹریچر پر ایک لاش پڑی تھی۔ ہسپتال کی میلی سی سفید چادر میں لپٹی ہوئی۔ اور پاس ایک بڑھیا کھڑی رو بھی رہی تھی۔ اور ادھر ادھر بھی دیکھ رہی تھی کہ کوئی واقف شخص ملے تو گھر خبر بھیجے یہ خبر کہ وہ شو مین نہیں رہا اور جو گلیمر کی دنیا کا بادشاہ کہلاتا تھا۔ وہ بزنس مین چل بسا جس نے سینکڑوں فلمیں بنائیں جو ہزاروں گھرانوں کی روزی کی سبیل بنیں۔ وہ شخص نہیں رہا جس کا شمار ہندوستان میں فلموں کو مقبول کرنے اور انھیں بچے بچے تک پہنچانے والی ملک کی تین چار سربلند ہستیوں میں تھا۔ وہ شخصیت نہ رہی جس نے ملک میں صنعت فلم سازی کی بنیاد مضبوط کی — وہ تھا پروڈیوسر ڈائریکٹر اسٹوڈیو اونر چندولال شاہ جو عوام کے لیے سیٹھ تھا مگر فلمی دنیا والے سردار کہہ کر ملتے اور پکارتے تھے۔ سردار یعنی رہنما — سردار چندولال شاہ۔

اور وہ بڑھیا تھی اپنے دور کی مشہور اور حسین ترین ایکٹرس مس گوہر — بے حد حسین کہ جس کی ایک جھلک دیکھنے کے لیے اہل دل بیتاب رہتے تھے۔

سیٹھ جی کا پورا نام چندولال جے سنگھ بھائی شاہ تھا اور جام نگر میں ۱۸۹۸ء میں پیدا ہوئے۔ بائیس برس کی عمر میں رائٹر بننے کے شوق میں بمبئی آ گئے۔ یہ خاموش فلموں کے آغاز کے دن تھے۔ بمبئی میں ۱۹۲۵ء میں لکشمی فلم کمپنی میں شامل ہوئے۔ مگر جلد ہی لکھنا چھوڑ کر ڈائرکشن کی طرف توجہ دینے لگے۔ یہاں 'پتی بھگتی' نامی خاموش فلم بنائی اور پھر کوہ نور فلم کمپنی کے لیے کام کرنے لگے۔ یہاں مالتی مادھو گن سندری ستی انسویا۔ ٹائپسٹ گرل اور ایجوکیٹیڈ وائف وغیرہ کئی خاموش فلمیں بنائیں۔ ۱۹۲۹ء میں آپ نے مس گوہر وغیرہ کے اشتراک سے جگدیش فلم کمپنی قائم کی۔ گوہر اب تک ایک اور فلم ساز کمپنی امپیرل سے وابستہ تھی وہ اسے چھوڑ کر ان کے ساتھ آ گئی۔ اس کمپنی کی پہلی فلم وشو موہنی ہے جو آپ نے ڈائرکٹ کی تھی۔ گوہر اس کی ہیروئن تھی اور اس نے تین رول ادا کیے تھے۔ اس کمپنی کی ایک فلم امر کیرتن کی نمائش پر حکومت نے پابندی لگا دی تھی۔ یہ حقیقت موہن سائی نے ڈائرکٹ کی تھی اس کا بیک گراؤنڈ مہاتما گاندھی کی تحریک بارڈولی سے متعلق تھا۔ ۱۹۲۹ء میں آپ نے یہ ساری کمپنیاں چھوڑ کر صرف مس گوہر کی شراکت میں رنجیت فلم کمپنی قائم کی اور گوہر کو لے کر فلم بنانے لگے۔ رنجیت کمپنی کی پہلی فلم ہے 'پتی پتنی' — اس میں مبارک نے کام کیا تھا۔ وہ مبارک جو بعد میں ملک کا سربلند کیرکٹر ایکٹر بنا اور اسی برس ہی ۲۶ جولائی کو فوت ہوا ہے یہ مبارک کی پہلی فلم تھی اور اس کے لیے اسے ۵ سو روپے ملے تھے۔ رنجیت فلم کمپنی کی بنیاد ان دنوں رکھی گئی تھی جب کولہاپور میں پربھات فلم کمپنی قائم ہوئی۔ رنجیت فلم کمپنی کے جھنڈے تلے آپ نے جو بھی فلم بنائی کامیاب رہی اور جلد ہی انھوں نے فلم سازی کے لیے فلم اسٹوڈیو بھی بنا لیا — رنجیت کمپنی میں ابتدا میں خاموش فلمیں ہی بنتی رہیں ابھی متکلم فلموں کا دور شروع بھی نہیں ہوا تھا۔ ان خاموش فلموں میں راجپوتانی رسیلی، رادھا، مدھومتی، جوبن کا جادو، سنہل دیپ کی سندری اہم ہیں۔ ان میں سے بعد میں اکثر متکلم بھی بنائی گئیں۔ رنجیت کی تیار کردہ آخری خاموش فلم کیپٹن آف دی ٹائیگرس ہے — ۱۹۳۲ء میں آپ بولتی فلمیں بنانے لگے۔ رنجیت فلم کمپنی کی پہلی متکلم فلم دیوی دیویانی ہے۔ اس میں گوہر اور بھگوان داس نے کام کیا تھا۔ اور خوب کامیاب رہی۔ پھر تو بولتی فلموں کا سلسلہ ہی شروع ہو گیا اور ہر ایک فلم پسند کی گئی۔ بیرسٹر کی بیوی، اچھوت، سنت تلسی داس، تان سین، شنکر پاربتی، شہنشاہ بابر، جوگن، پاپی، ہم لوگ۔ ان کی تیار کردہ اہم فلمیں ہیں۔

فلم 'اچھوت' چھوت چھات کے خلاف مہاتما گاندھی کی ایما پر تیار کی گئی تھی۔ اس میں مس گوہر نے اچھوت لڑکی کا مرکزی رول ادا کیا تھا۔ اس دور کے مطابق فلم وسیع پیمانے پر تیار کی گئی تھی اور خوب پسند ہوئی — جب سہگل نے کلکتہ چھوڑا اور بمبئی آنے کا فیصلہ کیا تو سیٹھ چندولال شاہ نے اسے خط لکھا کہ رنجیت کے دروازے آپ کے لیے سدا کھلے ہیں یہاں اپنی مرضی اور تسلی کے مطابق فلم بناؤ۔ یہاں سنت تلسی داس اور تان سین میں سہگل نے کام کیا اور گانے گائے۔ تان سین کی ہیروئن خورشید تھی، بہت اچھا گاتی تھی۔ سہگل اور خورشید کے گائے ہوئے گانے بے حد پاپولر ہوئے — 'بھولا شکار' رنجیت کی تیار کردہ ایک اور کامیاب فلم ہے اس میں ہیروئن کا رول مہتاب نے نبھایا تھا مہتاب جس نے بعد میں نامور فلم ساز سہراب مودی سے شادی کر لی تھی اور جھانسی کی رانی بنی — 'بھولا شکار' کا ہیرو ای بلی موریا اور ولن لاہور کا زرگر ہیرا لال تھا۔ مہتاب اس سے قبل دو فلموں میں آ چکی تھی مگر شہرت 'بھولا شکار' سے ہی ملی — مہتاب جب فلم لائن میں آئی تو بچی ہی تھی۔ قد بھی چھوٹا تھا۔ لہذا جب ہیرو کے ساتھ اس کا کلوز اپ لینا ہوتا تو اسے اسٹول پر کھڑا کیا جاتا۔ اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ان دنوں فلم سازی کس طرح کی جاتی تھی۔ خیال رہے کہ فلم ایکٹرس رمولا کا قد بھی چھوٹا تھا اور کلوز اپ کے وقت اس کے لیے بھی اسٹول منگایا جاتا تھا — مس ۱۹۳۳ رنجیت کی مقبول ترین فلموں میں سے ہے اس میں مس گوہر اور ای بلی موریا مرکزی رول میں تھے۔ ایک اور کامیاب فلم 'سوبھاگیہ سندری' میں بھی سلوچنا اور ای بلی موریا تھے 'مسافر' بھی رنجیت کی ایک اہم فلم تھی اسے نور محمد چارلی نے ڈائرکٹ کیا تھا۔ وہ رنجیت کا مشہور کامیڈین تھا اور اس فلم میں مرکزی رول بھی اسی کا تھا یہ ایک مکمل کامیڈی فلم تھی — ان کی ایک اہم فلم ہے شادی جس میں موتی لال اور مادھوری تھے۔ یہ ۱۹۴۱ء میں بنی تھی۔ شادی اس لحاظ سے ہندوستان کی آخری فلم ہے کہ اس میں بوسہ بازی کے مناظر تھے۔ اس کے بعد حکومت نے فلموں میں ایسے سین پیش کرنے کی ممانعت کر دی تھی۔ اس وقت تک کی تیار کردہ فلم خاموش اور متکلم فلموں میں یہ سب کچھ ہوا کرتا تھا۔ رنجیت اس قدر مشہور کمپنی تھی کہ اس دور کے تمام ڈائرکٹر اور آرٹسٹ یہاں کام کرنا باعث فخر سمجھتے تھے۔ یہاں کیدار شرما نے ایک فلم 'گوری' ڈائرکٹ کی تھی اس میں پرتھوی راج کپور نے کام کیا تھا اور ہیروئن تھی بنگال کی مشہور فلمی ایکٹرس مونیکا دیسائی یہاں ایک فلم بنی تھی داداجی جس میں ایک بچی مینا نے کام کیا تھا۔ یہ بعد میں ملک کی مشہور فلم ایکٹرس مینا کماری بن کر سامنے آئی۔ رنجیت نے پنجابی زبان کی ایک فلم بھی بنائی تھی۔ یہ تھی 'مرزا صاحباں' اسے ڈی۔ این۔ مدھوک نے ڈائرکٹ کیا تھا۔ ظہور راجہ اس کا ہیرو تھا۔ دھارمک فلموں میں دھنا جٹ اور شنکر پاروتی بہت مشہور رہیں۔ آخر الذکر فلم میں راجہ سینڈو نے کام کیا تھا تان سین کے علاوہ انھوں نے ایک تاریخی فلم ممتاز محل بھی بنائی تھی — مورتی نامی ایک فلم میں موتی لال اور خورشید نے کام کیا تھا۔ اس کے گانے بہت پاپولر ہوئے۔ چندولال شاہ کی تیار کردہ جوگن بھی ایک اہم فلم ہے۔ یہ ۱۹۵۰ء میں بنی تھی۔ نرگس، دلیپ کمار، پورنیما اور بے بی تبسم نے اس میں کام کیا تھا۔ اسے بھی کیدار شرما نے ڈائرکٹ کیا تھا۔ اس کے سارے گانے میرا بائی کے بھجن ہی تھے اور یہ راجندر کمار کی بھی پہلی فلم ہے۔ آپ کی پروڈیوس کردہ فلموں میں 'ہم لوگ' کو ایک اہم درجہ حاصل ہے۔ اسے ضیا سرحدی نے ڈائرکٹ کیا تھا۔ بلراج ساہنی نے اس میں اہم رول ادا کیا تھا دیگر اداکار تھے نوتن اور شیاما۔ یہ فلم عام ڈگر سے ہٹ کر تیار کی گئی تھی۔

چندولال شاہ کے طریق کار کا اندازہ اس بات سے

لگایا جاسکتا ہے کہ وہ بے حد مصروف ہونے کے باوجود ہر ایک فلم کے ہر ایک شعبہ پر توجہ دیتے تھے اور کوئی بھی چیز انکی منظوری کے بغیر فلم کے لیے فلم بند نہ کی جاسکتی تھی۔

نوشاد جو بعد میں مشہور میوزک ڈائریکٹر بنے اور کئی ایوارڈ حاصل کیے ان کے میوزیکل اسٹاف میں تھے۔ چندولال شاہ نے فلمی اداروں کو تنظیم دینے کے لیے فلم فیڈریشن آف انڈیا قائم کی اور اس کے پہلے صدر بنے۔ کئی برس آپ آل انڈیا پروڈیوسرز ایسوسی ایشن کے بھی صدر رہے اور جب تک زندہ رہے اس ادارہ سے وابستہ رہے۔

چندولال شاہ نے کل ملاکر ۲۶ خاموش اور سوا سو کے قریب متکلم فلمیں بنائیں۔ اور ان کی تقریباً ہر ایک فلم کامیاب رہی۔ مگر وہ بڑی خستہ حالت میں فوت ہوئے۔ اس کی وجہ کچھ اور ہے۔ ان کا اصل کاروبار سونے چاندی اور روئی کا سٹہ تھا۔ فلموں میں کامیاب ہونے کے بعد سٹہ بازار کو اپنایا اور فلمیں محض شغل و تفریح کے لیے بناتے رہے۔ ہندوستان کے مشہور سٹے بازوں میں ان کا نام سر فہرست تھا۔ فلمیں کامیاب ہوتیں اور ان کی آمدنی سٹے میں لگ جاتی۔ اس طرح گاڑی چلتی رہتی۔ مگر ایک بار ایسے خسارے کا سامنا کرنا پڑا کہ اگر کوئی اور ہوتا تو دیوالیہ نکال دیتا۔ ایک ہی سودے میں ۷۵ لاکھ کا خسارہ ہوگیا۔ اور آن برقرار رکھنے کے لیے آپ نے ایک ہی چیک کاٹ کر اس کی ادائیگی کی۔ آن جانے نہیں دی مگر خود ختم ہوگئے۔ ساری جائداد فروخت کرنی پڑی۔ اس وقت ۷۵ لاکھ روپے کی رقم بہت بڑی ہوا کرتی تھی۔ ۳۰-۳۵ ہزار میں تو فلم بن جاتی تھی۔ مگر اب ستارہ گردش میں آگیا۔ پہلے ہر فلم کامیاب ہوتی تھی اب ناکام ہونے لگی۔ راج کپور وغیرہ دوستوں نے سنبھالنے کی کوشش کی۔ فلموں میں مفت کام کرنے کی پیش کش کی۔ ایک فلم پاپی میں راج کپور اور نرگس نے مفت کام بھی کیا مگر کچھ بن نہ سکا۔ فلمیں بنیں مگر حالات سدھر نہ سکے۔ دوست نظریں چرانے لگے۔ اپنے ساتھ چھوڑ گئے۔ ساتھ دیا تو صرف گوہر نے جو ان کی بیوی نہیں تھی مگر ساری عمر ان کے ساتھ رہی۔ اور آخری وقت میں بھی ان کے سرہانے تھی۔ ان کی موت کے بعد کا سارا انتظام بھی کیا۔ ارتھی کے ساتھ محض چند آدمی تھے۔ ان میں فلمی دنیا کا ایک ہی شخص تھا — راج کپور — تب چاہنے والے لاکھوں تھے اب رونے والا کوئی نہیں۔

چندولال شاہ کے بلند کردار کے متعلق شاید یہ واقعہ دلچسپی کا باعث ہو — مدھوبالا ابھی ایکٹرس نہیں بنی تھی۔ اس کی والدہ بیمار ہوگئی۔ رات کا وقت تھا ڈاکٹر نے فوراً ہسپتال لے جانے کا مشورہ دیا۔ غریب شوہر کے پاس پیسے نہیں تھے مایوس ہوکر وہ چندولال شاہ کی کوٹھی پر گیا، مشکل بیان کی اور انھوں نے فوراً پانچ ہزار روپے دے دیئے اور بات ختم ہوگئی۔ چند برس کے بعد جب چندولال شاہ کی حالت خراب ہوگئی تو مدھوبالا مشہور ایکٹرس بن چکی تھی سیٹھ چندولال شاہ نے اس کے والد خاں صاحب کو بلایا اور کہا کہ وہ مدھوبالا کو لے کر فلم بنانا چاہتے ہیں۔ خاں صاحب نے جواب میں کہا کہ ایک نہیں جتنی چاہو فلمیں بناؤ یہ حاضر ہے فوراً کنٹریکٹ فارم بھر لیا گیا۔ فریقین نے دستخط کر دیے۔ اُجرت کا خانہ خالی رہا۔ خاں صاحب نے کہا کہ بعد میں سوچ لیں گے۔ مگر خانہ خالی ہی رہا جب تک فلم بن نہیں گئی۔ ریلیز کے دن چندولال شاہ نے خاں صاحب کو بلایا کہ اجرت لے لیں — خاں صاحب نے جواب دیا کہ ابھی ہمیں وہ پانچ ہزار روپے یاد ہیں جو آپ نے ایک لفظ کہے بغیر دے دیئے تھے۔ اس کے عوض مدھوبالا ایک نہیں آپ کی سینکڑوں فلموں میں کام کرے گی — آج نہ خاں صاحب ہیں نہ سیٹھ چندولال شاہ۔ صرف ان کی عظمتوں کی داستان باقی رہ گئی ہے۔ اور وہ بھی اب بھولتی جارہی ہے۔

(اردو سروس سے)

فٹ بال کی مقبولیت بھارت میں

افتخار حسین رضوی

یوں تو ٹینس اور کرکٹ بھی دنیا کے مقبول ترین کھیلوں میں سمجھے جاتے ہیں، مگر جو مقام فٹ بال کو حاصل ہے دنیا کے کسی دوسرے کھیل کو نہیں۔ عالمی کپ فٹ بال میں حصہ لینے والی ٹیموں کی تعداد ہر دوسرے کھیل کی تعداد سے زیادہ ہوتی ہے۔ فٹ بال کا ایک مشہور پیشہ ور کھلاڑی جتنا روپیہ کماتا ہے کوئی کھلاڑی نہیں کماتا کیونکہ فٹ بال انگلستان کا قومی کھیل ہے۔

بھارت میں آزادی سے پہلے انگریزوں نے فٹ بال کو مقبول بنانے کی بہت کوشش کی مگر ایک زمانے تک یہ کھیل صرف بڑے شہروں خاص طور پر کلکتہ اور فوج کی ٹیموں تک محدود رہا۔

۱۹۴۰ء کے بعد بھارت میں فٹ بال کی مقبولیت میں کافی اضافہ ہوا۔ آزادی کے بعد بھارت کی فٹ بال ٹیم نے ایشیا میں نام پیدا کرنا شروع کر دیا۔ اور فٹ بال مقبول عام ہونے لگی۔

بھارت میں فٹ بال بنگال کا مقبول ترین کھیل ہے اور ہر شہر اور قصبہ میں کھیلا جاتا ہے۔ کلکتہ کی تین مشہور ٹیموں موہن بگان، ایسٹ بنگال اور محمڈن اسپورٹنگ نے نہ صرف بھارت کے تمام بڑے ٹورنامنٹ جیتے ہیں بلکہ ایشیا کے دوسرے ممالک میں بھی شہرت حاصل کی ہے۔

بنگال کے علاوہ گوا، آندھرا پردیش، کیرل، کرناٹک، آسام، بمبئی، دہلی، اتر پردیش اور چند دوسرے صوبوں میں فٹبال کو بڑی مقبولیت حاصل ہے۔

پچھلے دس سال میں پنجاب میں فٹ بال نے بڑی ترقی کی ہے اور پنجاب کی تین بڑی ٹیموں جے سی ٹی ملز پھگواڑا، بی ایس ایف، اور پنجاب پولیس نے بنگال کی ٹیموں سے زبردست مقابلہ لیا ہے۔ گوا، کیرل اور بمبئی کی فٹ بال ٹیمیں پچھلے ۱۵ سال سے اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ چمکتی رہی ہیں۔

کیرالا اور بنگال میں نہ صرف سینئر اور جونیئر فٹ بال ٹیموں کو بلکہ سب جونیئر ٹیموں کو بہت اچھی تربیت دی جاتی ہے۔

۱۹۵۰ء کے بعد بھارتی فٹ بال نے کافی ترقی کی۔ یہاں تک کہ ایشیا اور دنیا کے دوسرے ممالک میں بھارتی فٹ بال کی اہمیت محسوس کی جانے لگی۔ اور ۱۹۵۱ء میں دہلی میں منعقد پہلے ایشیائی کھیلوں میں بھارت کو فٹ بال کا سنہرا تمغہ حاصل ہوا۔ ۱۹۵۶ء میں پہلی بار بھارت کی فٹ بال ٹیم نے ملبورن اولمپک میں حصہ لیا۔ اس کے بعد ۱۹۶۲ء میں جکارتا ایشیائی کھیلوں میں بھارت نے فٹ بال کا سونے کا تمغہ حاصل کیا۔ ایشیا کپ ۱۹۶۳ء اور ملیشیا میں ہونے والے میرڈیکا فٹ بال ۱۹۶۴ء میں بھارت کو چاندی کے تمغے حاصل کرنے کا اعزاز حاصل ہوا۔

اس کے بعد صرف ۱۹۷۰ء میں بنکاک کے ایشیائی کھیلوں میں بھارت کانسہ کا تمغہ حاصل کرنے میں کامیاب ہوسکا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ۱۹۷۰ء کے بعد بھارت میں فٹ بال کا معیار گرتا چلا جارہا ہے مگر اس کی مقبولیت میں کوئی کمی نہیں آئی ہے۔

بھارت میں فٹ بال کی مقبولیت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ بھارت کے کونہ کونہ میں بڑے فٹ بال ٹورنامنٹ ہوتے ہیں۔ سنتوش ٹرافی، قومی فٹ بال چیمپئن شپ بھارت کا سب سے اہم ٹورنامنٹ سمجھا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ فیڈریشن کپ آئی ایف اے شیلڈ کلکتہ، ڈیورنڈ اور ڈی سی ایم فٹ بال ٹورنامنٹ دہلی، روورس کپ بمبئی، شری کرشنا گولڈ کپ پٹنہ، سیٹھ ناگی اور بورڈولی کپ فٹبال بھارت کے بہت بڑے ٹورنامنٹ ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ گوہاٹی، ترویندرم، مدورائی اور حیدرآباد میں بڑے فٹبال ٹورنامنٹ ہوتے ہیں۔ کلکتہ، بمبئی اور دہلی میں بھارت کی تین بڑی لیگ چیمپئن شپ بھی ہوتی ہے۔

پچھلے چار سال سے بھارت میں نہرو گولڈ کپ بین الاقوامی فٹ بال ٹورنامنٹ ہوتا ہے جس میں دنیا کی مشہور ٹیمیں حصہ لیتی ہیں۔ اس نے فٹ بال کو بھارت میں اور بھی زیادہ مقبول بنادیا ہے۔

بھارت میں فٹ بال درمیانی طبقہ اور غریب طبقہ کا کھیل ہے۔ اس لیے بھی یہ بہت مقبول ہے۔ یہاں تک کہ کلکتہ میں بڑے فٹ بال میچوں کو دیکھنے کے لیے میدان کے چاروں جانب ایک لاکھ لوگ جمع ہوجاتے ہیں۔ یہ کھیل کلکتہ سے بمبئی تک اور کشمیر سے کیرالا تک بڑی دلچسپی سے کھیلا جاتا ہے اور بہت مقبول ہے مگر پھر بھی بھارت کی فٹ بال ٹیم کا وہ معیار نہیں جو ہونا چاہیے۔ بین الاقوامی معیار پر کمزور ٹیم ہونے کی وجہ سے بھارت کی فٹ بال ٹیم نہ تو اس وقت ایشیا میں کوئی مقام رکھتی ہے، اور نہ اولمپک فٹ بال یا عالمی کپ فٹبال میں حصہ لے پاتی ہے۔

(رام پور سے نشر)

ریڈیو ناٹک

اپنی اپنی زنجیر

ڈاکٹر شمیم حنفی

(ابتدائی موسیقی۔ طربناک اور رنگین۔ خوشی کے ساتھ ساتھ سخت ترشی کا تاثر۔ فیڈ آؤٹ کے ساتھ ہی چودھری انوارالحق حقے کے لگاتار کش لگاتے ہیں۔ پھر کھانسنے کی آواز)

چودھری صاحب: (پکارتے ہوئے) ارے بھئی کوئی ہے؟ رمضانی! عیدو! شبراتی! اوہ! یہ سب کے سب کہاں ہیں؟

(بھاگتے ہوئے قدموں کی چاپ قریب آتی ہوئی)

عالیہ: جی ماموں جان!

چودھری صاحب: اوہ۔ یہ تم ہو۔ ادھر مت آنا۔ مکرم میاں بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں کہتا ہوں یہ رمضانی، عیدو، شبراتی کہاں ہیں؟ کب سے گلا خشک ہو رہا ہے۔

عالیہ: شربت بھجواؤں؟

چودھری صاحب: شربت نہیں! اچھا ٹھیک ہے۔ مکرم میاں کے لیے شربت بھیج دو۔ میرے لیے سادہ پانی۔ گلا خشک ہو رہا ہے۔

(دوبارہ کھانسنے لگتے ہیں۔ عالیہ اندر جاتی ہے)

عالیہ: یہ لیجئے ماموں جان! اور مکرم میاں کیلئے شربت

(چودھری صاحب اٹھ کر دروازے تک جاتے ہیں۔ پانی اور شربت کے گلاس لے کر آتے ہیں)

چودھری صاحب: یہ لو مکرم میاں شربت پیو۔

مکرم: آپ نے ناحق بٹیا کو زحمت دی۔ مگر یہ شربت! اور اس کا رنگ۔

چودھری صاحب: رنگ ہی نہیں۔ ذرا ذائقہ بھی دیکھو۔ بڑا پرانا نسخہ ہے۔ ابا جان مرحوم کا ایجاد کیا ہوا ہے۔ میں تو بس یہی شربت پسند کرتا ہوں۔ پیتا ہوں تو ابا جان یاد آجاتے ہیں۔ قسم قسم کی چیزیں اس میں ملائی جاتی ہیں۔ جبھی تو اس کا رنگ۔

مکرم: ہاں! عجیب رنگ ہے۔ کچھ زرد زرد، کچھ سبز سبز، کچھ سرخی مائل۔

چودھری صاحب: (خوش ہو کر) اور مزہ!

مکرم: مزہ؟ سبحان اللہ! کچھ ترش ترش، کچھ میٹھا میٹھا۔

چودھری: ارے میاں کھٹ مٹھا کیوں نہیں کہتے! یہی تو خوبی ہے اس میں۔ ہے نا لاجواب؟

مکرم: بے شک!

(پاس آتے ہوئے قدموں کی آواز)

چودھری: کون؟

رمضانی: یہ میں ہوں سرکار۔ رمضانی!

چودھری: (غصے میں) کہاں مر گئے تھے؟

رمضانی: نماز کے لیے گیا تھا۔

چودھری: نماز کے لیے گئے تھے؟ (نرمی سے) اچھا جاؤ

(رمضانی جاتا ہے)

(پاس آتے ہوئے قدموں کی آواز)

چودھری: کون؟

عیدو: یہ میں ہوں سرکار۔ عیدو۔

چودھری: تم کہاں مر گئے تھے؟

عیدو: مم میں۔ نماز کے لیے گیا تھا!

چودھری: (نرمی سے) نماز کے لیے۔ اچھا اندر جاؤ۔

(عیدو اندر جاتا ہے)

(وقفہ — چودھری صاحب حقے کا ایک طویل کش لیتے ہیں)

مکرم: آپ کچھ سوچنے لگے چودھری صاحب!

چودھری: مکرم میاں! آفتاب کب کا سر پر آیا۔ مجھے خبر ہی نہیں ہوئی۔ خیر ابھی ظہر کا وقت ختم نہیں ہوا۔ (حقے کا کش لیتے ہیں)

مکرم: آپ اچانک کسی سوچ میں گم ہو گئے!

چودھری: سوچ۔ نہیں تو۔ ہاں! کل رات ایک عجیب خواب دیکھا۔

مکرم: خواب؟

چودھری: ہاں خواب! وہ بھی ٹھیک فجر کے وقت۔

مکرم: بزرگوں سے سنتے آئے ہیں کہ اس گھڑی جو خواب دیکھا جائے سچ نکلتا ہے۔ بھلا کیا دیکھا آپ نے کوئی ایسی ویسی بات نہ ہو تو میں بھی سنوں۔

چودھری: (سنجیدگی سے) نہیں۔ ایسی ویسی تو کوئی بات نہیں!

مکرم: پھر؟

چودھری: میاں، کیا دیکھتا ہوں کہ ایک لق و دق میدان ہے۔ آدمی نہ آدم زاد۔ اتنے میں مشرق سے ایک سوار نمودار ہوتا ہے۔ چتکبرے گھوڑے پر شان سے بیٹھا ہوا۔ اس کے پیچھے ایک جلوس۔

مکرم: سبحان اللہ! سبحان اللہ!

چودھری: میں غور سے سوار کی طرف دیکھتا ہوں۔ وہ بھی غور سے میری طرف دیکھتا ہے۔

مکرم: سبحان اللہ! سبحان اللہ!

چودھری: آخر کو اسے پہچان جاتا ہوں۔

مکرم: سبحان اللہ!

چودھری: (جھنجھلا کر) ارے میاں! یہ تو پوچھو کہ وہ کون تھا!

مکرم: وہ کون تھا؟

چودھری: وہ کوئی اور نہیں میں تھا۔

(حقے کے تابڑ توڑ کئی کش)

مکرم: سبحان اللہ۔ سبحان اللہ۔ سبحان اللہ! کیا سعادت ہے! کیا نصیب ہے؟

(چودھری صاحب حقے کے کش پر کش لیے جاتے ہیں اس کے ساتھ ساتھ تیز رفتار موسیقی کی ایک لہر)

(فیڈ آؤٹ)

(دروازے پر دستک)

علی: کون؟

عالیہ: یہ میں ہوں بھائی جان!

علی: (دروازہ کھولتے ہوئے) اوہ! عالیہ۔ آؤ آؤ!

(وقفہ)

علی: تم اتنی چپ چپ سی کیوں ہو؟

عالیہ: تم بھی تو چپ چپ سے ہو بھائی جان۔

علی: مم میں۔ نن نہیں تو۔ ایسی تو کوئی بات نہیں (جماہی) رات نیند ذرا دیر سے آئی (جماہی لیتا ہے)

عالیہ: نیند دیر سے آئی؟ تو کیا سونے سے پہلے تم جاگ رہے تھے؟

علی: عجیب سوال ہے!

عالیہ: عجیب سوال ہے؟

علی: (دھیرے سے) ہاں! عجیب سوال ہے۔

عالیہ: تو کیا سونے کے لیے ضروری ہے کہ آنکھیں بند بھی ہوں!

علی: میں کچھ سمجھ نہیں پا رہا ہوں تم آخر کہنا کیا چاہتی ہو؟

عالیہ: (طنزاً) وہی جو تم جانتے ہو لیکن انجان بنے ہوئے ہو۔

علی: افتخار کہاں ہے؟ صبح سویرے گھر سے نکلا تھا۔ اب تک واپس نہیں آیا۔

عالیہ: افتخار بھائی تو روز ہی ایسا کرتے ہیں۔

علی: کک کیوں؟

عالیہ: جاگتے رہتے ہیں۔

علی: کیوں!

عالیہ: کیونکہ سوچتے رہتے ہیں۔

علی: بیمار پڑ جائے گا۔ تم دیکھتی نہیں ہو، اس کی صحت گرتی جا رہی ہے۔

عالیہ : ہاں! میں دیکھتی ہوں اور خوب سمجھتی ہوں! اماں بی بھی سمجھتی ہیں جبھی تو ہر نماز کے بعد دیر دیر تک دعائیں مانگتی رہتی ہیں۔ کیا تم سچ مچ نہیں سمجھتے ؟ یا سمجھ کر بھی سمجھنا نہیں چاہتے۔

(دور کسی پرندے کی چیخ۔ شام کے پانچ بجتے ہیں)

علی : (سگریٹ سلگانے کے لیے ماچس جلاتا ہے) ۔ یہ زوال کا وقت ہے بنّو! دل کو دکھانے والی باتیں نہ کرو۔

عالیہ : چپ رہنے سے دکھ دور تو نہیں ہو جاتے بھائی جان!

علی : ہاں! اتنا تو میں بھی جانتا ہوں۔

عالیہ : بس جانتے رہنے اور سوچتے رہنے سے بھی کچھ نہیں ہوتا بھائی جان!

علی : ہاں! کچھ نہیں ہوتا! کچھ نہ ہوگا۔

عالیہ : (ہنستی ہے) تو تم نجومی بھی ہو گئے بھائی جان!

علی : (تنبیہ آمیز انداز میں) عالیہ۔ (ناراضگی)

عالیہ : (ہنستی ہے) ارے تم تو خفا ہو گئے بھائی جان!

علی : تم میرا مذاق اُڑا رہی ہو۔

عالیہ : (ہنستی ہے) تو ابھی کم سے کم تم اتنا محسوس کر سکتے ہو بھائی جان! یا اللہ تیرا شکر ہے۔ میں تو سمجھی تھی۔

علی : کیا سمجھی تھیں ؟

عالیہ : کہ شاید تم میں محسوس کرنے کی طاقت بھی نہیں رہی۔

(دور سے آتی ہوئی آوازیں۔ ہلکا شور)

علی : (چونک کر) کچھ سنا تم نے ؟

عالیہ : کیا ؟

علی : شور!

(شبراتی بھاگتا ہوا آتا ہے)

عالیہ : (گھبرا کر) کیا ہوا شبراتی ؟ کیا بات ہے ؟

شبراتی : اماں بی ـــ

علی : (گھبرا کر) کیا ہوا اماں بی کو ـــ

شبراتی : مصلے پر بیٹھی دعا مانگ رہی تھی۔ چکر آ گیا۔

(علی اور عالیہ تیزی سے بھاگتے ہیں)

عالیہ : اماں بی! اماں بی!

علی : اماں بی۔ کیا ہوا اماں بی آپ کو ؟ رمضانی!

رمضانی : جی چھوٹے صاحب ؟

علی : پانی لاؤ۔

رمضانی : پانی تو یہ رکھا ہے چھوٹے صاحب۔

علی : بنّو! میں اماں بی کو سنبھالتا ہوں، تم پانی پلاؤ۔

عالیہ : مگر ـــ اس پانی میں تو عجیب سی مہک ہے۔

علی : دیکھوں تو ـــ ہونہہ! ہاں عجیب سی مہک ہے (گھبراہٹ میں گلاس پھینک دیتا ہے۔) دوسرا پانی لاؤ۔ اماں بی۔ اماں بی۔۔۔۔

(رمضانی جاتا ہے پھر آتا ہے)

رمضانی : لیجئے!

عالیہ : اس پانی میں بھی وہی مہک ہے۔

علی : اوہ! لگتا ہے ان دونوں گلاسوں میں ماموں جان والا شربت۔ ہونہہ۔ گلاس دھو کر پانی لاؤ۔

(رمضانی جاتا ہے پھر آتا ہے)

علی : اماں بی۔ آنکھیں تو کھولئے اماں بی۔

اماں بی : (بھرائی ہوئی آواز) ہم۔ مجھے کچھ بھی نہیں ہوا بیٹی! بس چکر سا آ گیا تھا۔ تم دونوں فکر نہ کرو۔ اٹھاؤ مجھے ـــ سہارا دو۔ ٹھیک ہے۔ اب ٹھیک ہے۔

علی : آپ چل کر لیٹ جائیے اماں بی۔۔۔

(اماں بی کراہتی ہوئی۔ لڑکھڑاتے قدموں سے آگے بڑھتی ہیں ـــ ملے جلے قدموں کی چاپ، دھیرے دھیرے دور ہوتی جاتی ہے ـــ اس کے ساتھ ساتھ موسیقی کی ایک لہر)

(فیڈ آؤٹ)

(فیڈ ان)

(باورچی خانے کی کھٹ پٹ)

ممانی جان : (بڑبڑاتے ہوئے) توبہ ہے۔ لکڑیاں موئی ایسی گیلی ہیں کہ جلنا محال۔ کتنا کہتی ہوں گیس کا چولھا منگوا لو۔ مگر وہی مرغے کی ایک ٹانگ۔ یہ ضد کہ گیس پر جو کھانا پکتا ہے بے مزہ ہوتا ہے۔ خیر ہو گا مجھے کیا ؟ کچا پکا جو ہو سکے گا سامنے دھر دوں گی۔ ارے بیٹی سعدیہ! او سعدیہ!

سعدیہ : (دور سے) آئی ممانی جان۔ (آتی ہے)

ممانی جان : بٹیا ذرا دیکھو تو۔ آج تیسرا دن ہے۔ ایک روز کا کہہ کے گئی تھی جمیلن! ابھی تک غائب ہے، نمک حرام کہیں کی۔

(سعدیہ ہنستی ہے)

ممانی جان : (چڑ کر) ارے! تم تو لگیں ٹھٹھا لگانے۔ میں نے ایسی کون سی بات کہی تھی۔ تمیز تہذیب دنیا سے رخصت ہو گئی۔

سعدیہ : (ہنستے ہوئے) جمیلن کو نمک حرام تو نہ کہئے ممانی جان!

ممانی جان : کیوں نہ کہوں ؟ بھلا مجھے کون سا ڈر ہے۔

سعدیہ : (ہنستے ہوئے) وہ تو ٹھیک ہے۔ مگر ہمارے گھر کھانا جو بے نمک کا پکتا ہے۔

ممانی جان : اے بی بی کچھ تو سوچ سمجھ کر بولا کرو۔ تمہارے بھلے کی بھی جو بات تھی وہ بُری ہو گئی۔

(سعدیہ ہنستی ہے)

ممانی جان : نمک موا خون میں فساد پیدا کرتا ہے۔ وہ کہتے ہیں۔ نمک کھانے سے آدمی مر جاتا ہے۔ دل کی بیماری آ دبوچے ہے۔

سعدیہ : اور یہ جو دنیا میں لاکھوں لوگ نمک۔۔۔۔

ممانی جان : اے بی بی! دوسروں کی بات پر نہ جاؤ۔ دنیا میں تو لوگ حرام چیزیں بھی کھا پی کر بھی جئے جاتے ہیں۔ تو کیا ہم بھی سب کی لیک پر چلنے لگیں ؟ اللہ نے ہمیں بھی تو عقل دی ہے۔ اپنے اچھے بُرے کا فیصلہ دوسروں کے کہے پر کرنا کہاں کی عقل مندی ہے ؟ خدا انھیں سلامت رکھے۔ کہتے ہیں آدمی منہ کے مزے کا غلام ہوا کہ کام سے گیا۔ بڑے بڑے صوفی بزرگ پانی میں جَو کی روٹی بھگو کر حلق سے اتار لیتے تھے۔ آج دنیا ان کے نام کی مالا جپتی ہے۔ ہمیں دنیا سے کیا لینا۔ ہم تو وہی کریں گے جو ہمارے لیے اچھا ہو۔

سعدیہ : اور ہمارے لیے یہی اچھا ہے کہ بے نمک کی غذا کھائیں جس سے خون میں فساد نہ پیدا ہو۔

ممانی جان : اور نہیں تو کیا ؟ خدا سلامت رکھے۔ اللہ نے انھیں جو مرتبہ دیا ہے تو یوں ہی نہیں دیا۔ کوئی تو بات ان میں ایسی دیکھی ہو گی جو ـــ

سعدیہ : (ہنستے ہوئے) ممانی جان! یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں!

ممانی جان : (برتن میں کفگیر چلاتے ہوئے) خیر چھوڑو بی بی! تم سے بحث کون کرے۔ لکڑیاں موئی جلنے کا نام نہیں لیتیں، دھواں آنکھوں میں سوئی کی طرح چبھتا ہے۔ کتنا کہتی ہوں کہ گیس کا چولہا۔۔۔۔

سعدیہ : ارے رے رے رے ممانی جان! یہ بھی تو سوچئے کہ گیس کے چولہے پر جو کھانا پکتا ہے بے مزہ ہوتا ہے۔ ہے کہ نہیں!

ممانی : (زچ ہو کر) سو تو ہے۔ مگر آسانی بہت ہوتی ہے بیٹی!

سعدیہ : آسانی ؟ آسانی کیوں ؟ اس کی فکر آپ کاہے کو کرنے لگیں۔ اگر آسانیاں ہوں زندگی دشوار ہو جائے۔ ہے کہ نہیں ؟

ممانی جان : مگر یہ جمیلن کہاں گئی ؟

سعدیہ : اپنے گاؤں چلی گئی ہو گی۔ کہتی تھی یہاں دم گھٹتا ہے۔

ممانی جان : دم گھٹتا ہے۔ کیوں ؟

سعدیہ : (طنزاً) اب یہ نہ پوچھئے۔ وہ چلی گئی۔ اس لیے کہ اسے کوئی روکنے والا نہ تھا۔ ہم نہیں جا سکتے کیونکہ۔

ممانی جان : ہاں! ہاں! کہو۔ رُک کیوں گئیں ؟

سعدیہ : کیونکہ بہت سی زنجیریں ہیں۔

ممانی جان : سعدیہ

سعدیہ : بہت سی زنجیریں ہیں۔ دنیا کا ڈر اپنی بربادی کا ڈر، اللہ کا ڈر۔

ممانی جان : سعدیہ

سعدیہ : ہم سب ڈر کی ڈوریں بندھے ہوئے ہیں۔ جسے زنجیر سمجھ رہے ہیں کچا دھاگہ ہے۔ یہ دھاگہ جس روز ٹوٹا۔

ممانی جان : سعدیہ!

سعدیہ : جس روز یہ دھاگہ ٹوٹا، سب کچھ بکھر جائے گا۔ کچھ بھی باقی نہ رہے گا۔ خون میں فساد پیدا کرنے کے لیے نمک کے علاوہ بھی بہت سی چیزیں ہوتی ہیں۔ فساد ـــ (رُک جاتی ہے)

(پاس آتی ہوئی قدموں کی چاپ)

اماں بی : سعدیہ! تم یہ کیا بک رہی تھیں ؟

سعدیہ : اماں بی! (رونے لگتی ہے)

اماں بی : مت بھولو کہ دیواریں اونچی ہوں اور دروازے بند تو سر پر ایک کمزور سی چھت کا سایہ بھی بڑا سہارا ہوتا ہے۔

سعدیہ : اماں بی! (رونے لگتی ہے)

ممانی جان : باجی!

اماں بی : ہاں۔ سن رہی ہوں تم لوگوں کی باتیں۔ بہت دیر سے سن رہی ہوں اور اب جو کچھ کہہ رہی ہوں، چاہتی ہوں کہ تم بھی سُن لو۔

(سعدیہ کے رونے کی آواز)

اماں بی : یہ چھت ٹوٹ بھی گئی تو تم یہ کیوں سمجھتی ہو کہ آزاد ہو جاؤ گی اور ایسا ہو بھی جائے تو کہاں جاؤ گی ؟ کبھی یہ بھی سوچا

ہے؟ کبھی یہ بھی سوچا ہے کہ گھر کے باہر کتنی گھٹن ہے؟ کیا تم سمجھتی ہو کہ یہ چھت ٹوٹ گئی تو ٹھنڈی ہوا کے جھونکے آنے لگیں گے۔

سعدیہ: اماں بی!

اماں بی: (گلوگیر ہوکر) میں بس اتنا چاہتی ہوں کہ زندگی کے جو دن بھی باقی ہیں خموشی سے گزر جائیں۔ اندر بہت شور ہے باہر بھی بہت شور ہے۔ اس شور سے ڈرو۔ سمجھیں یا نہیں! بہت شور ہے۔ اس شور سے میرا دماغ پھٹا جا رہا ہے۔

(ہیجان خیز موسیقی کی ایک لہر)

(فیڈ آؤٹ)

(حقے کی مسلسل گڑگڑی)

مکرم: (باہر سے) ارے جناب چودھری صاحب! چودھری انوارالحق صاحب!

(چودھری صاحب کھانسنے لگتے ہیں)

چودھری: (پھنسی پھنسی آوازمیں) کون؟ کون صاحب ہیں؟

مکرم: یہ میں ہوں آپ کا نیازمند۔ مکرم علی!

محمد طفیل: اور یہ خادم محمد طفیل بھی حاضر ہوا ہے۔ اجازت ہو باریابی کی تو ہم اندر آجائیں۔

(چودھری صاحب حقے کا ایک لمبا کش لیتے ہیں)

مکرم: کیا یہ اندر آسکتے ہیں؟

چودھری: اجازت ہے۔ ارے میں نے کہا آیئے آیئے آپ لوگ آجایئے۔ بیٹھ جایئے۔ بیٹھ جایئے۔ کچھ سنایئے۔ کچھ سنایئے۔

(دونوں اندر آتے ہیں۔ کرسیاں گھسیٹ کر بیٹھ جاتے ہیں۔ چودھری صاحب حقے کے لگاتار کش لیتے ہیں)

مکرم: (گلا صاف کرتے ہوئے) میں نے کہا حضرت!

چودھری: مکرم میاں! تم جو کچھ کہنا چاہتے ہو میں سمجھ گیا۔ (حقے کا ایک طویل کش لیتے ہوئے)

محمد طفیل: (حیرت سے) واللہ! کیا واقعی؟

مکرم: اے سبحان اللہ! اے سبحان اللہ!

محمد طفیل: کیا دیدہ دری ہے۔ کیا صاحب نظری ہے۔

چودھری: (آہ بھر کر) اسی کا تو غم ہے عزیزو۔ تم یہی کہنا چاہتے تھے کہ آج گھر میں بہت سناٹا ہے۔ ہے نا؟

مکرم: قسم غیب کا حال جاننے والے کی۔ ایکدم یہی بات دماغ میں آئی تھی۔

چودھری: (اترا کر) ہم سمجھ گئے تھے مکرم میاں۔ سمجھ گئے تھے۔

محمد طفیل: حضور والا کہنے کو بندہ بشر ہیں۔ مگر اہل خبر ہیں۔ ہیں کہ نہیں۔

چودھری: اسے دبے ہوئے زخموں کو نہ کریدو محمد طفیل! تمہیں پتہ ہے۔ دولہا بھائی کی وفات کے بعد میں نے اس گھرانے کو تباہی سے بچانے کے لیے اپنے آپ کو وقف کر دیا تھا۔ جو دعا کی اس گھر کے مکینوں کی خوشی کے لیے بہتری کے لیے۔ ترقی کے لیے۔

مکرم۔ طفیل: (ایک ساتھ) بے شک! بے شک! حضور کی نیک اندیشی اپنی جگہ مسلم ہے۔

چودھری: (ڈپٹ کر) لیکن — دیکھ لیا اس کا نتیجہ؟ گھر خالی ہوتا جا رہا ہے۔ افتخار چلا گیا۔ علی میاں بھی پر تول رہے ہیں۔ سب کہتے ہیں یہاں دم گھٹتا ہے۔

مکرم: دم گھٹتا ہے؟ کیوں؟

چودھری: (اداس لہجے میں) انھیں اس بات کا غم ہے کہ مکرم میاں! کہ گھر میں دم گھٹتا ہے۔ سوچو! میں نے دولہا بھائی مرحوم کی اولاد کو اپنی اولاد سمجھا۔ ہر بات کی آزادی دی۔ دن رات عبادت کریں۔ اپنی صحت بنائیں۔ ہر بات کی آزادی دی لیکن — اور تو اور انھیں وہ شربت بھی اچھا نہیں لگتا جس کا نسخہ ابا مرحوم کی بیاض سے ملا تھا۔ میں نے اپنے آپ کو مٹا دیا ان سب کے لیے۔

مکرم: (لہک کر) مٹا دے اپنی ہستی کو اگر کچھ مرتبہ چاہے

محمد طفیل: (جلدی سے) کہ دانہ خاک میں مل کر گل گلزار ہوتا ہے

چودھری: (اداسی سے) ہونہہ — مرتبہ —؟ مرتبہ سمجھنے سے ہوتا ہے اور یہ سب کے سب ناسمجھ ہیں۔ اب یہی دیکھو۔ کل رات کوئی تین بجے آنکھ لگی — اب اللہ جانے وہ خواب تھا کہ بیداری، ہم نے ایک عجیب منظر دیکھا۔

محمد طفیل: (حیرت سے) یند ر دیکھا؟

مکرم: کیا دیکھا؟

چودھری: منظر دیکھا۔ عجیب منظر دیکھا۔ دیکھا کہ ایک ویران بستی ہے۔ ہو کا عالم، آدم نہ آدم زاد۔ چرند پرند تک نہیں۔ سب کواڑ بند۔ سب کھڑکیاں بند۔ ہر دروازے پر قفل۔ اتنے میں ایک آواز آئی۔

(فلش بیک)

(ہوا کا شور)

آواز: ان سب کے مقدر کی کلید تیرے پاس ہے۔ اے بندے، خود کو پہچان، یہ مہمان سرائے بدبختان ہے، بن جا ان کا نگہبان۔

(ہوا کا شور)

آواز: اے مرد خرد کے گاہ۔ دکھا دے اس بستی کو نجات کی راہ۔ منہ سے کچھ بول۔ بند دروازے کھول۔ ہر گھر تیرا ہے۔ تجھے بھلا کس کا ڈر ہے۔ یہ تخت و تاج تیرا ہے۔ کل تیرا تھا۔ آج تیرا ہے۔

(ہوا کا شور)

مکرم: سبحان اللہ! سبحان اللہ!

محمد طفیل: ماشاءاللہ! ماشاءاللہ! پروردگار تیرا شکر ہے۔

چودھری: عزیزو! تم شکر ادا کرتے ہو اس کی عطا کا مگر یہ سب کے سب ناشکرے ہیں۔ سنو! پھر کیا ہوا —

مکرم: کیا ہوا حضرت، کیا ہوا؟

چودھری: کیا دیکھتا ہوں مکرم میاں کہ ایک بڑی سی چابی کسی نورانی دھات کی بنی ہوئی۔ جس کا مٹھ تلوار کے دستے سے مماثل تھا۔ یکایک کہیں سے میری جیب میں آگئی۔ میں نے اس چابی سے ایک گھر کے دروازے پر پڑا قفل کھولا۔ دروازہ کھلتے ہی ایک تاج زریں نظر پڑا۔ میں حیرت سے اسے تکتا تھا کہ اچانک وہ تاج اڑا اور میرے سر پر آپڑا۔

مکرم: سبحان اللہ!

محمد طفیل: بشارت۔ اے حضور بشارت!

چودھری: تاج بھاری تھا۔ میرا سر چکرا گیا۔ آنکھ کھل گئی کیا دیکھتا ہوں کہ سرہانے تپائی پر رکھی صراحی لڑھک کر میرے بستر پر آگری ہے۔ توشک بھیگ گئی۔

مکرم: ہے ہے۔ کیا بشارت ہے۔ توشک بھیگ گئی۔

چودھری: ہاں توشک بھیگ گئی — لیکن!

محمد طفیل: لیکن — کیا حضور!

چودھری: (ٹھنڈی سانس بھر کر) اس بھید کو نہ تو تم سمجھو گے میاں مکرم، نہ طفیل میاں سمجھیں گے — توشک بھیگ گئی لیکن میرے لباس پر ایک قطرہ بھی نہیں پڑا۔

مکرم: حضرت! آپ مانیں نہ مانیں۔ یہ سراسر کرامت ہے!

چودھری: مگر اس گھر میں تو قیامت ہے۔ افتخار کہیں چلا گیا۔ علی بھی چلا جائے گا۔

محمد طفیل: (پرخیال انداز سے) آج وہ، کل ہماری باری ہے۔

چودھری: (گلوگیر ہوکر) آپا — اور عالیہ — اور سعدیہ — کوئی کچھ نہیں سمجھتا۔ (کھانسنے لگتے ہیں) شبراتی۔ عیدو۔ رمضانی۔ ارے کہاں ہو تم سب۔

رمضانی: (دور سے) آیا صاحب (آتا ہے)

چودھری: (کھانستے ہوئے) پپ پانی۔

رمضانی: پانی کہ شربت؟

چودھری: میرے لیے پانی۔ مکرم میاں اور طفیل میاں کے لیے شربت۔

(وقفہ — موسیقی کی لہر)

(رمضانی آتا ہے)

چودھری: (چونک کر) ایں! یہ کیا لائے ہو؟

رمضانی: شربت کی بوتل پھوٹ گئی۔

چودھری: تو دوسری تیار ہو جاتی۔ مجھ سے بتایا کیوں نہیں۔ ایں —؟

رمضانی: بڑی بی بی نے یہی کوکاکولا منگوا کے بھیج دیا۔

چودھری: سب کے سب گمراہ ہوتے جا رہے ہیں۔ کسی کو کچھ لحاظ نہیں۔ بزرگوں کے چلن کا۔ سب کے سب اپنے انجام سے بے خبر ہیں۔

مکرم: اے صاحب نظر! انھیں ان کے حال پر چھوڑیئے۔

محمد طفیل: گلا خشک ہو رہا ہے۔ اجازت ہو تو میں اسی ناپسندیدہ مشروب سے —

چودھری: (بیزاری سے) پی لو۔ پی لو۔ میرا کیا بگڑے گا۔

(اچانک بادل گرجتے ہیں۔ ہوا کا شور)

چودھری: رک جاؤ (ہانپتے ہوئے) میاں محمد طفیل رک جاؤ۔ یہ اشارہ سمجھنے کی کوشش کرو! بادل کی گرج! بجلی کی لپک! ہوا کا شور۔ طوفان کا زور! یہ زبان غیب ہے۔

(بادل گرجتے ہیں۔ اچانک ہوا۔ طوفانی ہو جاتی ہے لرزہ خیز موسیقی کی ایک لہر)

(اماں بی کی سسکیاں)

علی: (بھاری آواز میں، ضبط کی کوشش کرتے ہوئے)

آپ سمجھتیں کیوں نہیں اماں بی !
(اماں بی کی سسکیاں تیز ہو جاتی ہیں)

عالیہ: اماں بی! اماں بی!

اماں بی: سب کچھ سمجھتی ہوں۔ سب کچھ سمجھتی ہوں۔ لیکن۔ دل ٹوٹ جائے گا انوار کا۔ وہ بیچارہ۔

علی: ماموں جان اور بے چارے۔

عالیہ: (تنبیہ کے انداز میں) بھائی جان!

علی: اب پانی سر سے اوپر اٹھتا جا رہا ہے۔ افتخار کی گمشدگی کو آج تیسرا دن ہے۔

عالیہ: (روہانسی ہو کر) بھائی جان!

علی: (اسی انداز میں) سعدیہ اپنا بیشتر وقت گھر سے باہر گزارتی ہے، اماں بی کی صحت گرتی جا رہی ہے۔

(اچانک پاس آتے ہوئے قدموں کی چاپ، ممانی جان اندر آتی ہیں)

عالیہ: چپ ہو جاؤ بھائی جان! چپ ہو جاؤ!

علی: اور تم سب اندر ہی اندر اسی طرح گھلتی رہو کھولتی رہو۔ ابلتی رہو۔ ذرا آئینے میں اپنی صورت تو دیکھو۔

ممانی جان: اے لو بھیا ساری کرنی گئی بھاڑ میں۔ میں تو پہلے ہی کہتی تھی کہ یہ چکر نہ پالو!

علی: مگر کچھ لوگوں کو پالتو جانوروں کا شوق ہوتا ہے۔

اماں بی: (کپکپاتی ہوئی آواز میں) علی!

علی: اور جب انسانوں کا ریوڑ مل جائے تو۔

عالیہ: (چیخ کر) بھائی جان ——

(اماں بی کی سسکیاں)

ممانی جان: غضب خدا کا۔ دنیا سے چھوٹے بڑے کا لحاظ اٹھ گیا۔ میں کہتی ہوں کیا ملا اتنا کچھ کر کے۔ دولہا بھائی مرحوم کی آنکھ بند ہوتے ہی انھیں یہ رٹ لگ گئی تھی —— جیسے بھی ہو اس گھرانے کو ان مرحوم کی امیدوں کے مطابق پروان چڑھانا ہے۔ ہے ہے۔ ان کے ساتھ میری بھی مت الٹ گئی تھی۔ یہ بچی جان نچھاور کیے کا بدلہ ہے۔ دولہا بھائی مرحوم کی روح ——

علی: ممانی جان! آپ ابا جان مرحوم کی روح کو اس معاملے کے بیچ نہ لاتیے۔

اماں بی: (کپکپاتی ہوئی آواز میں) علی بیٹے۔ علی۔

علی: کہہ دیجیے کہ ہمیں ہمارے حال پر چھوڑ دیں۔ ہمارے لیے اتنا ایثار نہ کریں۔ ہم معمولی لوگ ہیں۔ اتنی نیکیوں کا بوجھ نہیں سہار سکتے۔

ممانی جان: (اچھل کر کھڑی ہو جاتی ہیں) میں جاتی ہوں ابھی جاتی ہوں۔ اب اس گھر کا پانی بھی مجھ پر حرام ہے۔

علی: (طنزاً) اور وہ شربت۔

عالیہ: (چیخ کر) بھائی جان۔ چلے جاؤ یہاں سے چلے جاؤ خدا کے لیے چلے جاؤ۔

علی: گیا تو پھر لوٹ کر نہیں آؤں گا۔

ممانی جان: تم کاہے کو جاتے ہو۔ گھر تمہارا۔ در تمہارا۔ ہمارا کیا ہے۔ ہم چلے جاتے ہیں۔

(جانے لگتی ہے)

عالیہ: (پکارتے ہوئے) ممانی جان! ممانی جان!

ممانی جان: (دور سے) اے بٹیا اتنا کچھ سن لیا اب اور سننے کی تاب نہیں ہے۔

(دور جاتے ہوئے قدموں کی چاپ)

اماں بی: برا کیا تم نے علی۔ بہت برا کیا۔ (رونے لگتی ہیں)

عالیہ: (گھبرا کر) ارے! اماں بی کو چکر آ گیا (پکارتے ہوئے) عیدو۔ شبراتی۔ رمضانی — سعدیہ۔

علی: (جھنجھوڑتے ہوئے) اماں بی۔ اماں بی۔

(پاس آتے ہوئے قدموں کی چاپ)

عالیہ: سعدیہ! (رونے لگتی ہے)

سعدیہ: (گھبرا کر) کیا ہوا؟ کیا ہوا اماں بی کو؟

علی: اماں بی! اماں بی!

عالیہ: خدا جانے یہ سب کہاں چلے گئے۔ عیدو۔ شبراتی۔ پانی لاؤ جلدی سے۔

(پاس آتے ہوئے قدموں کی چاپ)

رمضانی: ہم آتے رہے ہیں بی بی۔ کا ہوا؟

علی: (چیخ کر) اب تک کہاں سو رہے تھے؟

رمضانی: بڑے سرکار نے حکیم اچھے صاحب کے پاس بھیجا تھا۔ کچھ جڑی بوٹی منگوائی تھی۔

علی: جڑی بوٹی؟

رمضانی: ہاں! شربت ختم ہوئی گیا تھا نا۔

علی: (چیخ کر) نکل جاؤ یہاں سے! بھاگ جاؤ! دفعان ہو جاؤ (چلا جاتا ہے)

اماں بی: (بھرائی ہوئی آواز) کتنا شور ہے بیٹے۔ بہت شور ہے۔

سعدیہ: (جذباتی لہجے میں) اماں بی! اماں بی!

اماں بی: (ڈوبتی ہوئی آواز) م۔ میں۔ میں یہ کیا دیکھ رہی ہوں! تم سب۔ تم سب میرے پاس رہو۔ اور افتخار۔ ابھی تک نہیں آیا۔ (ہچکیاں بندھ جاتی ہیں)

(پس منظر سے ہوا کا شور۔ اچانک بادل گرجتے ہیں جیسے دور کہیں بجلی گری ہو)

سعدیہ: (چیخ کر) بھائی جان!

عالیہ: (چیخ کر) اماں بی ——

علی: (بوکھلا کر) اماں بی؟

(لرزہ خیز موسیقی۔ سعدیہ اور عالیہ کی سسکیاں)

(فیڈ آؤٹ)

(شام کا وقت۔ سناٹا۔ دور سے آتی ہوئی اذان کی آواز —— اللہ اکبر — اللہ اکبر ——)

مکرم: طفیل میاں! کمال ہو گیا۔ لگتا ہے سب کے سب سر شام ہی سو گئے۔

محمد طفیل: تمہارا بھی جواب نہیں مکرم میاں! سنا نہیں مغرب کی اذان ہو رہی تھی۔ ہو سکتا ہے سب کے سب نماز کے لیے گئے ہوں۔

مکرم: نماز کے لیے؟ اماں عقل گھاس چرنے تو نہیں چلی گئی۔ آخر مستورات تو ہوں گی گھر میں۔

محمد طفیل: ہاں! ہوں گی۔

مکرم: مگر یہاں تو ایک دم سناٹا ہے۔ پھر یہ بھی تو دیکھو کہ دروازہ اندر سے بند ہے۔ کوئی نہ کوئی تو موجود ہو گا۔

(دروازہ پر دستک دیتے ہیں)

چودھری: (دور سے) آ رہا ہوں۔ آ رہا ہوں۔

(پاس آتے قدموں کی چاپ۔ دروازہ کھلتا ہے)

مکرم: السلام علیکم چودھری صاحب۔ حضرت! مزاج تو اچھے ہیں؟

محمد طفیل: یہ خادم بھی آداب بجا لاتا ہے۔

چودھری: (بجھی ہوئی آواز میں) اوہ آپ ہیں۔ آیئے مکرم میاں! آؤ بھائی محمد طفیل۔ آؤ آؤ! وعلیکم السلام اندر آ جائیے آپ لوگ۔

(دونوں اندر جاتے ہیں اور کرسیاں گھسیٹ کر بیٹھ جاتے ہیں)

(وقفہ)

مکرم: یہ ہم کیا دیکھ رہے ہیں چودھری صاحب؟ نصیب دشمناں آپ کا مزاج —— ؟

چودھری: ٹھیک ہوں۔ ٹھیک ہوں!

محمد طفیل: حضور والا! کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے! ماتھے پر سلوٹیں۔ آنکھوں میں یہ ویرانی۔ ہونٹوں پر یہ بجھی بجھی سی مسکراہٹ۔

چودھری: (جمائی لے کر) ٹھیک کہتے ہو عزیزو! اس ناچیز کی تربیت نے تمہیں بھی قیافہ شناس بنا دیا ہے۔

مکرم: حضرت! مناسب سمجھیں تو کچھ تفصیل بتائیں۔

چودھری: کیا بتائیں بھائی۔ آپا کے انتقال نے یہ گھر ہی ویران کر دیا۔ افتخار کا حال تم جانتے ہی ہو۔ آپا کے سوئم کے روز عالیہ۔ سعدیہ اور علی بھی رخصت ہو گئے۔ کہاں گئے۔ واللہ اعلم۔ رمضانی۔ عیدو۔ شبراتی کو اس نابکار لونڈے نے پہلے ہی نکال دیا تھا۔ اور تو اور، میری شریک حیات بھی۔ یہ سب اسی نابکار لونڈے کا کیا دھرا ہے۔

محمد طفیل: نابکار؟ لونڈا؟

چودھری: ارے سارا ہنگامہ اسی کا برپا کیا ہوا ہے۔ میں نے سب سے زیادہ توجہ اس کی تربیت پر کی۔ لیکن خود کیا سدھرتا، دوسروں کا دماغ بھی خراب کر دیا۔

محمد طفیل: چچ چچ، ناشکرا پن اسی کو کہتے ہیں۔

مکرم: چچ چچ، ناقدردانی اسی کو کہتے ہیں۔

چودھری: عزیزو! میں نے اپنا فرض پورا کر دیا۔ اس سے زیادہ کی مجھ میں سکت نہیں تھی۔

(بھاری قدموں کی چاپ قریب آتی ہوئی)

چودھری: (چونک کر) ارے! تم ہو (خوفزدہ لہجے میں) تم پھر آ گئے۔ میں تو سمجھتا تھا (کپکپاتی آواز میں) میں تو سمجھتا تھا تم ہمیشہ کے لیے دفعان ہو گئے یہاں سے۔

علی: میں اتنی آسانی سے کب چلا جاتا ہوں۔ ہونہہ!

مکرم: علی میاں!

محمد طفیل: (خوشامدانہ لہجے میں) چھوٹے صاحب! چھوٹے صاحب!

چودھری: (کانپتی ہوئی آواز میں) تت۔ تم۔ تم جاؤ۔ تمہیں ہم نے۔ ہم نے آج سے آزاد کیا۔ جاؤ۔ چلے جاؤ۔ نہیں تو یہ گھر بھی ڈھے جائے گا۔ جاؤ۔

علی: وہ لوگ جن کی روحیں ڈھے چکی تھیں۔ یہاں سے رخصت ہوئے۔ (سرکش لہجے میں) چودھری صاحب! اب ہم آپ کو بھی یہاں سے لے چلتے ہیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ در و دیوار ڈھے جائیں اور آپ۔ آپ بھی اس ملبے کا حصہ بن جائیں۔

چودھری: (گھبرا کر) بچاؤ، بچاؤ، یہ چھت اب گرنے والی ہے۔

(علی کا طویل قہقہہ)

مکرم: علی میاں! علی میاں!

محمد طفیل: چھوٹے صاحب۔ چھوٹے صاحب!

چودھری: (بڑبڑاتے ہوئے) چھت گری، گری، گری، نن نہیں گری، نہیں گری۔ نہیں گری۔ گر گر گر گر گر۔ مت گر مت گر مت گر مت گر (گلا پھنس جاتا ہے۔ کھانسنے لگتے ہیں)

مکرم: چودھری صاحب! چودھری صاحب! وہ شربت کی بوتل کہاں رکھی ہے؟ فرمائیے۔ فرمائیے۔

چودھری: گری گری گری گری گری۔ نہیں گری نہیں گری نہیں گری۔

(ایک طویل قہقہہ — لرزہ خیز موسیقی)

فیڈ آؤٹ

(اردو سروس سے نشر)

معین احسن جذبی

کیا جانے ذوق و شوق کے بازار کیا ہوئے
یوسف پکارتا ہے خریدار کیا ہوئے
گستاخیٔ نگاہِ تمنا کدھر گئی
تعزیرِ درد کے وہ سزاوار کیا ہوئے
صبر آزما وہ شوقِ نظارہ کہاں گیا
آسودگانِ سایۂ دیوار کیا ہوئے
ہر سانس بوئے بادہ، نہ ہر گام لغزشیں
جانے وہ محتسب کے گنہگار کیا ہوئے
تھا جن کے پاس زخم کا مرہم کہاں گئے
جو دل کو جوڑتے تھے وہ معمار کیا ہوئے
ڈھونڈو تو کچھ ستارے ابھی ہوں گے عرش پر
دیکھو تو وہ حریفِ شبِ تار کیا ہوئے
دھوکا نہ تھا نظر کا تو پھر اے شبِ دراز
وہ ہلکے ہلکے صبح کے آثار کیا ہوئے
جذبیؔ کہاں گئیں وہ تری دلفروزیاں
ڈوبے ہوئے وہ سوز میں اشعار کیا ہوئے

(اردو سروس سے)

افسانہ

کڑی دھوپ کا سایہ

ڈاکٹر صبیحہ انور

چپلیں اتار کر جب میں نے زردی مائل سفید پتھروں والے فرش پر قدم رکھا تو ایک عجیب سی ٹھنڈک سراپا میں اترتی ہوئی محسوس ہوئی۔ بچے مجھ سے آگے نکل چکے تھے میں ابھی پچھلی سیڑھیوں پر ہی کھڑی گرد و پیش کے سحر میں کھوئی ہوئی تھی۔

بدھم شرنم، گچھامی۔ نودم۔ نودم گچھامی کی پُر اسرار آوازوں سے سارا ماحول بوجھل تھا۔ اونچے درختوں سے گھری سیڑھیوں پر چڑھتے ہوئے میں نے پیچھے گھوم کر دیکھا۔ دور پھاٹک پہ نیلے رنگ کی موٹر کھڑی تھی۔ میں اور میرے دونوں بچے گوتم بدھ کی آخری آرام گاہ کی سیر کا اشتیاق لیے زبردستی یہاں اتر پڑے تھے۔ ہم لوگ ایک لمبے سفر سے گھر واپس آ رہے تھے میرے شوہر کو بیچ سفر میں ایسی غیر سنجیدہ اور طویل باتیں قطعی پسند نہیں ہیں۔ گاڑی کے سفر اور خراب موسم نے یونہی ان کا موڈ خراب کر رکھا تھا۔ اسی لیے اس وقت میں بچوں کو گائیڈ کر رہی تھی اور وہ گاڑی میں بیٹھے سگریٹ پی پی کر ہماری واپسی کا انتظار کر رہے تھے۔ پھاٹک سے استوپا تک کافی لمبا راستہ ہے ہم لوگ راستے میں نصب پیلے بورڈوں کو پڑھتے ہوئے یہاں تک پہنچے تھے جن پر کالی عبارت میں گوتم بدھ کی زندگی کی تفصیلات درج تھیں، گوتم بدھ کی زندگی میں تین درختوں کا ذکر نمایاں طور پر ملتا ہے۔ پہلا درخت وہ تھا جس کے نیچے میکے جاتے وقت سفر میں سدھارتھ کی ماں نے انھیں جنم دیا تھا۔ دوسرا وہ اہم درخت تھا جس کے نیچے انھیں حقیقت کی روشنی ملی تھی اور تیسرے درخت کے سائے میں ہی انھیں زندگی کی فکروں، بیماری، بڑھاپے اور موت سے نجات مل گئی تھی۔ میں نے غور سے ایک بورڈ پڑھا۔ اس درخت کا نام نہیں تھا جس کا نام "کلپ ترو" تھا۔ کلپ ترو دیومالا کا وہ درخت تھا جو سمندر منتھن سے نکلا تھا اور اس کے پھولوں سے اپنی مرضی کے مطابق کوئی بھی خوشبو سونگھی جا سکتی تھی — اور جس کے نیچے کی گئی ہر خواہش پوری ہو جاتی ہے۔

میں نے پنجوں کے بل اونچے ہو کر دیکھا نیچے ترائی میں دور تک جنگل سیڑھیاں اترتا چلا گیا تھا ہر طرف سبز اندھیرا جھک آیا تھا کہیں کہیں ہریالی کی آنکھ بچا کر زمین کا کوئی ٹکڑا جھانک لیتا تھا۔ درخت پتوں سے ارمانوں کی طرح لدے ہوئے کھڑے تھے۔ جنگل سے آنے والی تیز ہوا کی کھٹی کھٹی خوشبو عجیب سا پیام لا رہی تھی مگر "کلپ ترو" کون سا ہے۔ کیا یہ مہک کلپ ترو کی ہے۔ مجھے بتلانے والا کوئی نہ تھا۔ زندگی کے ہرے بھرے گھنے جنگل میں کسی ایک کی تلاش بھی عجیب سی ہے۔ ساری عمر زندگی کے جنگل میں بن باس بھوگتے رہو۔ آرزوؤں کی چٹیل دھوپ میں یادوں کے چھالے پاؤں میں لیے ہوئے مگر "کلپ ترو" کی پہچان بڑی مشکل ہے۔

ایک تندرست سا بھکشو گلے میں مالا منکے ڈالے عنابی رنگ کی عبا پہنے استوپا کے دروازے پہ پالتی مارے بیٹھا تھا۔ سر پر عنابی پیالی نما ٹوپی لگائے مجھے اور اپنے گرد و پیش سے بے خبر معلوم ہوا میں اس کے پاس سے گزرتی ہوئی معبد کے اندر چلی گئی۔ وہ ٹکٹی باندھے خلا کو تک رہا تھا۔

معبد کے اندر کی فضا بڑی گمبھیر تھی۔ عود اور لوبان کے دھوئیں میں بہتی ہوئی بدھم شرنم کی آوازیں جیسے بل کھا کھا کر اوپر اٹھ رہی تھیں۔ سامنے تین فٹ اونچے چبوترے پر ملکوتی مسکان ہونٹوں پر سجائے بائیں کروٹ کی مدرا میں گوتم بدھ کی مورتی تھی۔ مورتی کے چہرے سے وہی جانا پہچانا سکون اور طمانیت برس رہی تھی، جو گوتم بدھ نے صرف اپنے لیے مخصوص کر لی ہے۔ کانوں کی لمبی لو کے اوپر بہت سے دائروں میں سمٹے ہوئے گھنگھرالے بالوں سے ٹپکنے والی بے پناہ آسودگی میری بے چینی کے تلوؤں میں دستک بن کر کانٹے کی طرح چبھ گئی۔

آرزوؤں اور تمناؤں سے منہ موڑ کر کون اس طرح مسکرا سکتا ہے۔ چبوترے کے بالمقابل لوبان اور اگربتیوں کی قطار کے بعد چٹائی پر بدھ بھکشوؤں اور راہباؤں کا ایک گروہ آنکھیں بند کیے دعاؤں میں مصروف تھا۔ دعائیں، آرزوئیں ارمان

اور خواہش جو ازل سے انسان کا مقدر ہیں۔ یہی خواہشیں کبھی اظہار کا قالب بن کر دل دکھاتی ہیں کبھی دھڑکن بن کر چپکے چپکے دل ہی دل میں دھڑکتی رہتی ہیں۔ راہباؤں کے اونچے جوڑے اور لمبی لمبی سفید انگلیوں میں دبی ایک اجنبی رسم الخط میں لکھی دعاؤں کی کتاب دیکھ کر پتہ نہیں کیوں مجھے ایسا لگا جیسے یہ منظر میرے لیے نیا نہ ہو۔ بے خواب راتوں میں جانماز پر سر جھکائے ہوئے جانے کتنی سرد آہیں اور آنسو میری نظروں میں جھلملا اُٹھے معصوم اور سادہ تمنائیں جن کی فہرست بہت طویل تھی۔ اتنی طویل کہ دہرانے کا بھی اب میرے پاس وقت نہ تھا۔ میں کسی معمول کی طرح بچوں کے پیچھے پیچھے چل رہی تھی۔ دونوں بچے مورتی کا چکر کاٹتے ہوئے اس کے پیچھے کی طرف جا چکے تھے پتہ نہیں یہ فضا پر چھائے ہوئے تقدس کا احترام تھا یا گوتم سدھارتھ کی نیند ٹوٹ جانے کا لحاظ کہ وہ آپس میں بہت چپکے چپکے بات کرتے تھے اور ایک ٹورسٹ سے کچھ سوال بھی کر رہے تھے۔ سوال جستجو۔ بے چینی؟ ان کے سوالات شاید ان گول پنکھوں سے متعلق تھے جو کپڑے کے بہت سے ٹکڑوں کو جوڑ کر بنائے گئے تھے کہ ان کی رنگا رنگی پر نگاہ نہیں ٹھہر رہی تھی جیسے موہوم وعدے محدود لمحے مجبور جذبے ہوں مگر جب مل کر جھلملاتے ہیں تو نظر بن خیرہ ہو جاتی ہیں اور آنکھوں کے آگے دھند چھا جاتی ہے۔

میں نے نظر بھر کر ان پنکھوں کو دیکھا کپڑے کے پھول پتیوں اور موتیوں کی جھالروں سے سجے ہوئے پنکھے جن میں حسن تو تھا ہی مگر ساتھ ساتھ پروئی ہوئی عقیدت اور وابستگی جیسے منہ سے بول رہی تھی لیکن سننے والا کوئی نہ تھا جیسے آنکھیں ہی نہیں کان بھی بند ہوں۔ دبیز تاریکی چادر جس پر ستاروں سے تین پنکھڑی والے پھول بنے تھے، اوڑھے ہوئے ابدی نیند میں ڈوبی ہوئی مورتی اور کورس میں گاتی ہوئی راہباؤں کی ٹولی اور ماحول پر طاری ایک گہری اداسی۔ میری آنکھوں کے لیے بہت پرانا منظر تھا۔ امید اور آرزو کا کھیل میں نے بارہا دیکھا ہے۔ خواہشات اور چاہتوں میں جکڑا ہوا انسان فنا اور بقا کی کشاکش میں گرفتار سچ اور جھوٹ کی صلیب پر تڑپتی ہوئی یہ مخلوق۔

سر پر امید و بیم کی لٹکی ہوئی تلوار کے ساتھ جینے والا یہ جاں نثار دعائیں، امیدیں، سسکیاں، پسیجی ہوئی ہتھیلیوں میں دبے دھاگوں کے بے ترتیب سرے جو کسی محراب کی جالی میں بندھے ہوئے اپنی رہائی کی آس میں اپنی پہچان بھی بھول جاتے ہیں۔ وقت اپنی سرعت میں بجلی سے بھی تیز ہے مجھے ایسا لگا جیسے بھیڑ سے الگ ہو کر میرے پیچھے کوئی اپنی جیبیں ٹٹول رہا ہو۔ شرارت سے مسکراتی ہوئی آنکھیں اس کے دل کی بات کہہ دیتی ہیں ”کوئی دھاگہ ہوگا تمہارے پاس۔ لاؤ باندھا جائے۔ سب کو تو آزما چکے ذرا ان کو بھی آزمائیں“ اور میں نے گھبرا کر دوپٹے سے ایک پتلی سی دھجی پھاڑی تھی۔ فیروزی رنگ کی وہ چٹ کیا اب بھی وہیں بندھی ہوگی۔ کیا اپنا رنگ و روپ کھو کر وہ اب بھی میری منتظر ہوگی؟

ابھی کچھ ہی روز گزرے میں اپنے شوہر اور بچوں کے ساتھ ایک بار وہاں گئی تھی۔ مگر باوجود تمام وعدوں سے آزاد ہونے کے مزار کے قریب جا کر اس گرہ کو کھول دینے کی ہمت میں نہ کر سکی تھی۔ کیونکہ کبھی کبھی انتظار میں بھی ایک تعلق ہوتا ہے اور کسی کو اپنا منتظر رکھنا بھی بھلا لگتا ہے۔ مجھے معلوم ہے کہ انتظار کا دوسرا نام زندگی ہے۔

ظہور کا، تکمیل کا، اور پھر فنا کا انتظار کسی کے انتظار میں ہمیشہ کھلی رہ جانے والی آنکھیں جن میں خواہش بھی ہوتی ہے ارمان بھی بے چینی بھی اور جستجو بھی۔ اس انتظار اور ہجر کی جان لیوا تڑپ کا اندازہ راج محل میں سونے کے چھپر کھٹ پر نیند میں بے خبر اس راجکماری کو ہو سکتا ہے جس کا محبوب اس کے پہلو کو ٹھکرا کر اندھیری رات میں اسے تنہا چھوڑ گیا تھا کسی ان دیکھی سچائی اور نامعلوم نروان کی تلاش میں لیکن کیا سچ سے بڑھ کر بھی دنیا کی کوئی سچائی ہے۔ حقیقت جو جاگتی آنکھوں کا منظر ہے جو سامنے ہے وہی سچ ہے اور سچائی تو یہ بھی ہے کہ میں اپنی گرہستی میں مشغول اور مصروف عورت ہوں۔ میرا شوہر اور میرے بچے میری زندگی کا محور ہیں مگر سچائی یہ بھی ہے کہ میرا معصوم دل اپنے حالات کے خول میں پنجرے کے پنچھی کی طرح پھڑپھڑاتا رہتا ہے۔ مجھے سوال کرتا ہے مجھے بے چین کرتا ہے۔ سدھارتھ نے مادی سکھوں کو تیاگ کر نروان کی تلاش کی تھی مگر میں مادی خوشیوں میں گلے گلے اتر کر ایک ایسے نروان کو تلاش کر رہی ہوں جو مجھے کبھی نہیں ملے گا۔ مجھے معلوم ہے کہ وہ گھنا بت کا درخت میری زندگی کے راستے میں نہیں ہے جس کے سائے میں سکون نروان کی دولت بن کر مجھ پر برس سکتا ہے اور میری بے خواب آنکھوں پر نیند سے بوجھل پلکوں کے پرسکون غلاف ہوتے۔

لیکن شاید نروان کی یہ دولت صرف راج کماروں کو ہی نصیب ہوتی ہے۔ لذتوں سے کنارہ کشی کے لیے پہلے اس میں ڈوبنا بھی لازمی ہے۔ لذتوں کے لیے بوند بوند ترسنے والا لذت سے کنارہ کشی کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ میں اس حقیقت سے بخوبی واقف ہوں کہ گرتی ہوئی دیواروں کے سائے میں آنکھیں کھولنے والے سنہری چھتوں کے سپنے آسانی سے توڑ نہیں پاتے اسی لیے اپنی بے خواب راتوں کا ذمہ دار میں نے تمہیں کبھی نہیں ٹھہرایا۔ قصور تمہارا نہیں ہے تم اپنی محبت کا محل اور محبوب کا پہلو ٹھکرا کر رات کے اندھیرے میں نہیں بلکہ دن کے اجالے میں اس لیے پرواز کر گئے تھے کہ تمہاری رفیق سفر کی شکل میں ایک آرام دہ زندگی تمہاری منتظر تھی۔ تم جاتے وقت دبے پاؤں بھی نہیں گئے تھے تم نے پہریداروں کے سو جانے کا انتظار بھی نہیں کیا تھا۔ میں نے تمہاری اداس آنکھوں میں وہ تمام سمجھوتے پڑھ لیے تھے جو تمہاری مجبوری تھے۔ اچھی زندگی گزارنے کی خواہش ماں باپ کے خوابوں کی تکمیل اور بھائی بہنوں کا مستقبل۔ تمہارے چہرے سے صاف عیاں تھا۔ اگر زندگی خواہشوں کی تکمیل کا نام ہے تو میں بھی ایک مکمل زندگی کی مالک ہوں میں نے تمہارے ہجر میں کون سے تنکے چنے۔ بظاہر تو میں بھی اپنی جگہ پر اتنی ہی پرسکون ہوں جتنے تم اپنے ایرکنڈیشنڈ گھر میں ہو گئے۔ ہم دونوں ہی سنہری چھتوں کے نیچے نہیں پیدا ہوئے تھے شاید اسی لیے ملنے والے ستاروں کو نہ ٹھکرا سکے۔ پتہ نہیں ہم کتنے غلط تھے اور کتنے صحیح۔

زندگی کے سربستہ رازوں کے انکشاف کے لیے بے چین رہنے والے گوتم سدھارتھ کو گہری نیند میں سوتے دیکھ کر دل چاہا کہ پوچھوں — سدھارتھ تم نے تو صرف ایک بڑھاپا دیکھا تھا اور زندگی کے بوجھ سے گھبرا گئے کاش تم نے مجبور اور معذور آنکھوں کی وہ تھکن دیکھی ہوتی جہاں زندگی ایک بوجھ ہے اور موت ایک محبت بھری تھپکی۔ اندھیرے سے اجالے کی سمت ایک جست۔ گوتم سدھارتھ کے چہرے سے سکون یقین بن کر جھلک رہا ہے۔ مگر سدھارتھ میں تم سے یہ سوال کیسے نہ پوچھوں؟ کہ تم تو صرف ایک بیمار کو دیکھ کر کراہ اُٹھے تھے؟ تم خوش قسمت تھے کہ تم نے ایڑیاں رگڑتے موت کی بھیک مانگتے اور مارفیا اور پتھڈین کے سمندر میں ڈبکیاں کھاتے اور نلکیوں کے سہارے زندگی کی آس میں موت کی طرف تل تل کھسکتے انسانی ڈھانچے نہیں دیکھے۔ محفوظ اور مامون راج محل کے کسی جھروکے سے اداس کاندھوں پر رکھا ہوا ایک جنازہ دیکھ کر تم زندگی کے اس روپ کی تاب نہ لا سکے۔ اچھا ہوا کہ ایٹمی دھماکے جنگ اور قحط سالی کی وہ تصویریں تم نے نہیں دیکھیں جن کو دیکھنے کی ہماری آنکھیں تو عادی ہیں۔ گوتم سدھارتھ کتنے سادہ لوح تھے تم اور کتنی معصوم تھیں تمہاری آنکھیں۔

بہت سی بے چین آتمائیں۔ بدھم شرنم گچھامی کی آوازیں تکونی جھنڈیوں، زیر لب دعائیں اور منکوں کی غیر محسوس گردش میں تمہارے ذریعہ موکش کی منتظر ہیں کیونکہ مجھے معلوم ہے کبھی کبھی کسی کو اپنا منتظر رکھنا بھی بھلا لگتا ہے۔

سنہری پھولوں سے لدی زرد چادر میں لپٹے ہوئے اس راج کمار سے کاش میں پوچھ سکتی کہ تم نے ان منتظر آنکھوں بے قرار سانسوں اور پر امید صداؤں اور سنجیدہ لہجوں سے بھی موکش پایا ہے ورنہ تمہاری گھونگھرالی زلفوں کی ترتیب دار حلقے اور آگہی کے بوجھ سے جھکے ہوئے کانوں کی بے خبری ہونٹوں کی مسکراہٹ اور آنکھوں میں نیند کیسے ممکن ہوئی۔ مگر میرے پاس سوال کے جواب پانے کا وقت ہی کہاں بچا تھا۔ کیونکہ وقت ہی اٹل حقیقت ہے۔ میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا ٹورسٹوں کی ایک بڑی ٹولی استوپا کے اندر داخل ہو رہی تھی خاموش اور مؤدب۔

میرے بچے معبد سے نکل کر میرے منتظر تھے۔ باہر تیز ہوا کسی طوفان کی آمد کا پتہ دے رہی تھی۔ جنگل سے آنے والی خوشبو بھولی بسری یادوں کی طرح دل کے دروازوں کو چھوتی ہوئی گزر رہی تھی۔ عنابی عبا اور گول ٹوپی والا بھکشو بڑی تیزی سے پھاٹک کی طرف جا رہا تھا جیسے اسے کوئی ضروری بات یاد آ گئی ہو لمبے لمبے ڈگوں سے بودھ وہار کی اونچی نیچی دیواروں کو پھلانگتا ہوا۔ بچوں کے ساتھ ساتھ میں خاموشی سے استوپا کے چاروں طرف بنی کشادہ سڑک پر چلتی ہوئی باہر آ گئی جہاں ڈرائیور کے ساتھ میرے شوہر میرے منتظر تھے۔

زندگی کے ہرے بھرے جنگل میں کل تیرو کی تلاش بے سود ہے۔ گوتم بدھ کی لازوال مسکراہٹ جیون گیان بانٹ رہی تھی۔

(آکاشوانی لکھنؤ سے نشر)

ڈاکٹر صبیحہ انور
نامی پریس بلڈنگ۔ نخاس۔ لکھنؤ ۳۔۰۰۶ ۲۲۶

افسانہ

بت شکن

علی محمد لون

چنڈی گام میں لوٹ مچی ہے۔

میرے ذہن میں ایک پیڑ اُگ آیا ہے۔ ہرے بھرے کومل پتوں، نازک لچکیلی شاخوں اور سڈول تنے والا ایک سدا بہار پیڑ۔ اس پیڑ کی جڑیں میری زندگی کی جڑوں میں پیوست ہو کر میرے چشمۂ حیوان کا پانی پیتی ہیں۔ میری زندگی کا آبِ حیات جو اندھیرے ساگروں کے پرے نہیں، میرے دِل کے اُجالوں میں پل رہا ہے۔ چھل چھل بہہ رہا ہے۔ کھُن کھُن اُبل رہا ہے۔ دھک دھک گرج رہا ہے۔

حالات کی تیز دُھوپ، ماحول کی گرم لو، اور میری داخلی گھٹن کی بادِ سموم میں یہ پیڑ میری' زندگی پر اپنا سایہ کرتا ہے اور لوُ اور زہریلی ہواؤں سے لڑ جھگڑ کر میرے زخموں پر اپنے کومل اور ہرے بھرے پتوں کا مرہم رکھ دیتا ہے۔ پھر زندگی خُنک، حسین، اور زندہ رہنے کے قابل بن جاتی ہے۔ زخم مندمل ہوتے ہیں اور میرا ذہن اس پیڑ کے آگے اپنا ماتھا جھکا لیتا ہے۔

میرے دیوتا!
تیرا شکریہ!!
بہت بہت شکریہ!!!

میں روحوں کا قائل نہیں، لیکن میرے اس پیڑ کی ایک روح ہے یونانی اساطیر کی ون سُندری۔ ڈرائڈ۔

آؤ سب مل کر پیڑ اُگائیں، بچے جوان اور بوڑھے۔ ہاں پیڑ اُگانے کے لئے کوئی بھی عمر موزوں ہو سکتی ہے۔

نوشیروان کی آواز وقت کے دھاروں پر مُڑ کر واپس آرہی ہے، اور اُس عمر رسیدہ بزرگ کا سُنہری قول وقت کی قید سے آزاد ہو کر ہمارے کانوں کے پردوں سے ٹکرا رہا ہے۔

یہ وہی بزرگ ہے جو عمر کی آخری سرحد پر آکر ایک پیڑ لگا رہا تھا اور جس نے نوشیرواں کو ایک درس دیا تھا۔

"پیڑ اُگاؤ۔ تم نہ سہی۔ تمہاری آنے والی نسلیں اُس کا پھل کھائیں گی"

چنڈی گام لولاب وادی کا سب سے خوبصورت حصہ ہے۔

پانی تیرے چشموں کا تڑپتا ہوا سیماب
اے وادیٔ لولاب

"عظیم لوگوں کی زندگیاں ہمیں ہمیشہ یاد دلاتی ہیں۔
اور ہم اپنی زندگیوں کو اعلیٰ اور ارفع بناتے ہیں"

یونان کی دیومالا دم توڑ رہی ہے۔ نوشیرواں کی آواز گُھٹ رہی ہے۔ عمر رسیدہ بزرگ کا قول دھندلا پڑتا جا رہا ہے۔ اقبال کا خراج ڈھول میں اُڑ رہا ہے اور میرے ذہن میں اُگا ہوا پیڑ ایک خطرناک آندھی کے خوف سے تھر تھر کانپ رہا ہے۔

"کلہاڑے چل رہے ہیں۔
"آریاں چل رہی ہیں۔
"سڑکوں پر ٹرک دوڑ رہے ہیں۔
"جنگل کٹ رہے ہیں"

"لولاب آئے ہو تو یہاں کا چکن ضرور کھاؤ"

لولاب کا چکن۔ خوبصورت اور لذیذ یہاں کا بن مرغا کہیں ہاتھ آئے تو بات بنے۔ کشمیری اُسے سونہ چچُر کہتے ہیں۔ تم نے اسے کبھی دیکھا ہے؟ بڑے ہی خوبصورت پروں والا مُرغا ہے یہ۔ سُنہری پر، زمُردین پر، لال پیلے پر، ایسے کہ موروں کو رشک آئے۔ شان اور تمکنت ایسی کہ حوروں کو غش آئے۔ چال ڈھال ایسی کہ ہرنیاں شرمندہ ہوں، اور رفتار ایسی کہ چکور مُنہ چھپائے۔ اور اڑان ایسی۔ اڑان؟ نہیں یہ میری کلپنا کی اڑان ہے۔ بن مرغا اُڑتا نہیں، ہاں اچھل کر دوڑ بھاگتا ہے۔ ذرا سا اُڑ کر پیڑوں اور جھاڑیوں میں چھپ جاتا ہے اور شکاری اپنا سا منہ لے کر رہ جاتا ہے۔

یہ پیڑ آسمانوں سے باتیں کرتے ہوئے پیڑ نہ ہوں، تو یہ مُرغا کبھی نہ بچے کہیں نہ رہے۔

"خان تم نے اپنی زندگی میں کوئی پیڑ اُگایا ہے۔؟"
بھئی نہیں تو۔
کیوں نہیں؟
یہاں تو پیڑ ہی پیڑ ہیں۔ پھر نئے پیڑ اُگانے کی ضرورت کیا ہے؟۔

'اچھا اُگائے نہ سہی۔ کاٹے تو ہوں گے؟'
'کچھ یاد نہیں۔ بیسیوں بلکہ سینکڑوں کاٹے ہوں گے۔
'اوہ تمہیں ان پیڑوں سے پیار نہیں ہے کیا؟'
'ہے کیوں نہیں؟'
'پھر انہیں کاٹ کر تمہیں تکلیف نہیں ہوتی؟

نہیں۔ مجھے مُرغا ذبح کرتے وقت بھی تکلیف نہیں ہوتی۔ کیونکہ مُرغا نہ ملے تو آپ جیسے سیلانی چنڈی گام کے اس ریسٹ ہاؤس میں کیوں آنے لگے؟ ریسٹ ہاؤس ویران ہوگا اور پھر اس وادی کا نظارہ کرنے کے لئے کوئی بھی نہیں آئے گا۔

نہ آئے تو اچھا ہو۔ مجھے بھی نہیں آنا چاہئے تھا۔ اٹھاؤ یہ سب پلیٹیں میرے سامنے سے۔ میری بھوک مِٹ رہی ہے۔ میری ساری خوشی مٹ رہی ہے میں آج ہی واپس جاؤں گا۔ ایک بار پھر شہر کے اُس گھٹے ہوئے گردآلود اور بدبودار ماحول میں چلا جاؤں گا۔ میں اس قابل نہیں کہ ان کھلی اور صحت مند ہواؤں میں سانس لے سکوں۔ ان نظاروں سے لطف اندوز ہوں۔ اور ان سیمابی پانی کے چشموں کا پانی پی سکوں۔

پانی تیرے چشموں کا تڑپتا ہوا سیماب
اے وادی لولاب

"میرے دل میں باغ کی سیر کرنے کی ہوس جاگ رہی ہے۔
دھیرے دھیرے بہار آرہی ہے!"
چنار نے اپنے ودھاتا سے عرض کیا۔
میں چنار ہوں، لیکن میری شاخوں پر پھل کیوں نہیں لگتے؟
جب کہ میرے سائے میں ساری دنیا آرام کرتی ہے۔
دھیرے دھیرے بہار آرہی ہے"

دھان کے کھیتوں کے طبقات پہاڑ کے دامن میں بنے ہوئے ہیں اور کسان پنیری لگا رہے ہیں، گا رہے ہیں۔ ان کے گیتوں میں بھی پیڑ ہی پیڑ اُگ آئے ہیں۔ بالکل اسی طرح جس طرح میرے ذہن میں پیڑ اُگ آیا ہے۔

بچہ.... پیڑ سے پھل اتارتا ہے۔
لڑکا.... اس کی شاخوں سے جھولتا ہے۔
نوجوان.... اس لکڑی سے مکان بناتا ہے۔
جوان.... اس لکڑی سے ناؤ بناتا ہے۔
بوڑھا.... اس کے تنے سے ٹیک لگا کر بیٹھتا ہے۔

اور انسان۔ اس کے تابوت میں آخری سفر پر روانہ ہوتا ہے۔ جانے یہ کہانی میں نے کہاں پڑھی تھی؟ اور جانے کیوں یاد آرہی ہے؟۔

چنڈی گام میں لوٹ مچی ہے۔
کلہاڑے چل رہے ہیں۔
آریاں دانت تیز کر رہی ہیں۔
ٹرک دوڑ رہے ہیں۔
تخریب اور فنا کی جبلت اپنے عروج پر نظر آرہی ہے۔

تعمیر اور بقا کے پرخچے اڑ رہے ہیں۔
دس پیڑ گرائے جاتے ہیں۔
ایک پودا نہیں اُگایا جا رہا۔
دس جوان دم توڑتے ہیں۔
ایک بچّہ جنم نہیں لیتا۔
پھر۔ زندگی کیسے چلے گی؟ ماحول کا توازن؟
اوہ گاڈ!

میں اپنی یہ سیر کیوں بھنگ کردوں؟ چنڈی گام کا یہ خوبصورت دِن اپنی اس بُری جذباتیت کی نذر کیوں کروں؟ وہ دیکھو دُور اُدھر پورب کی اور۔ دُور اُن سرسبز پہاڑوں کے دامن میں اُجلے بادل کا ایک ٹکڑا منجمد ہو رہا ہے۔

نہیں یہ تمہاری نظر کا دھوکہ ہے۔ اوپٹکل الیوژن۔ بادل کا یہ ٹکڑا پھیل رہا ہے اور دھیرے دھیرے زمین کی طرف لے جا رہا ہے۔ ہاں وہاں بارش ہو رہی ہوگی۔ وہ بادل گرجنے کی آواز سُنی؟ کیوں نہیں سُنی ساری وادی میں اس کی گونج سُنائی دی۔ ایک بادل کڑکا۔ اور سارے پہاڑوں اور پہاڑوں سے چپکے ہوئے جنگلوں اور چھوٹی چھوٹی ساری وادیوں نے اس کی آواز سُنی، اپنے دِلوں کی دھڑکنیں ملا دیں۔ بادل برسے تو جھاڑیوں میں لگی ہوئی آگ بُجھ جائے، آرے رُک جائیں۔ کلہاڑیاں رُک جائیں۔ تخریب اور فنا کا ہاتھ تھوڑی دیر کے لیے رُک تو جائے۔

"خان یہاں بارشوں کا کیا حال ہے؟"
"بس رب کا فضل ہی سمجھو۔"
"کیا مطلب؟"

مطلب یہ کہ پہلے ذرا سی گرمی بڑھ جاتی، تو فوراً بارش آتی تھی۔ اب دم بھی گھٹ جائے گرمی سے بارش نہیں آتی۔

"کیوں نہیں آتی بارش؟"

"جانے کیوں سب گڑبڑ ہو رہا ہے۔ وہ کسان دھان کی پنیریاں لگا رہے ہیں۔ گا رہے ہیں، لیکن کیا معلوم اس سال بھی ان کے کھیت پانی کے ایک ایک قطرے کو ترستے ہی رہ جائیں۔"

"اُف یہ آواز کیسی آئی؟"
"کسی نے پیڑ گرا دیا۔"

"خان میرے والد صاحب یہاں آتے ہیں، تو کیا وہ بھی میری طرح باتیں کرتے ہیں؟"
"ہاں وہ بھی بس پیڑوں ہی کی بات کرتے ہیں۔"
"کیسی باتیں؟"
"یہی کہ مزدوروں نے بے ایمانی کی۔ صرف بیس پیڑ کاٹے۔"
"کیا وہ پیڑ لگانے کی باتیں کرتے ہیں؟"
"ہر آذر کے گھر ایک ابراہیم پیدا ہو۔ تو؟
بٹ اینڈ سنز، فارسٹ لیسیز

بٹ پیڑوں کا بیری۔
اینڈ سن؟
بیٹا — ایک جذباتی گریجویٹ۔ پیڑوں کا پریمی۔
آذر اور ابراہیم
آذر وقت کا بہت بڑا بُت تراش
ابراہیم وقت کا بہت بڑا بُت شکن۔
بٹ ایک حقیقت ہے، سچائی ہے۔ ٹھوس وجود ہے۔
اور بیٹا۔
خالی خولی سوچوں میں گم۔ بے کار خیالوں کا قیدی،
جذباتی چھوکرا۔

'خان یہ جو سامنے اخروٹ کا پیڑ ہے۔ کس نے لگوایا تھا؟'
'میرے دادا نے۔'
'اس کا پھل کون کھاتا ہے؟'
'ہم سب کھاتے ہیں۔ ابھی فصل لگا نہیں۔'
'جب لگ جائے، تو میرے گھر بھی بھجوانا۔'
بٹ منزل!

وہ جیل خانہ، جس کا آنگن تک کنکریٹ کا بنا ہوا ہے۔

ہائے ننگے پاؤں کھلی اور نرم زمین پر چلنا ایک لگژری ہے۔

آنگن میں ایک سایہ دار پیڑ ہو، تو اس کی چھاؤں میں آرام کرسی ڈال کر پڑھنا ایک لکشری ہے۔ پیڑ پر پرندوں کی چہکار سُننا ایک لکشری ہے۔
کنکریٹ کا آنگن۔
قیدخانہ۔

گھر کہاں ہے؟
میرا گھر بھی میرے خیالوں میں بس رہا ہے۔
ایک چھوٹا سا ہٹ۔ پیڑوں میں گھرا ہوا۔ کھُلی نرم زمین کا آنگن۔
پیڑ کی چھاؤں۔ آرام کرسی، کھُلی ہوئی کتاب۔ اور کھلے ہوئے ورق پر گری ہوئی بیٹ۔
(ریڈیو کشمیر سرینگر سے)

نیشنل پروگرام

کمل ملک کا سرود وادن

۵ر اکتوبر رات ساڑھے نو بجے

کمل ملک کا شمار ملک کے صف اول کے سرود فنکاروں میں کیا جاتا ہے۔ اپنے پتا ستیہ چرن ملک سے پریرنا ملنے پر انھوں نے مشہور سرود نواز پروفیسر شیام گنگوپادھیائے سے سرود وادن کی تعلیم حاصل کرنا شروع کیا اور بعد میں



استاد علی اکبر خاں جیسے فنکار سے بھی رہنمائی حاصل کی۔ کمل ملک کے سرود وادن میں غنائی اور جذباتی احساس نمایاں نظر آتا ہے پے چیدہ تالوں کو بھی وہ بہت خوبصورتی اور عمدہ انداز میں پیش کرتے ہیں۔

سامتا پرساد کا طبلہ وادن

۵ر اکتوبر رات ساڑھے نو بجے

ملک کے نمایاں طبلہ نواز سامتا پرساد کا تعلق موسیقاروں کے نمایاں خاندان سے ہے جن میں طبلے کی روایت بہت قدیم ہے۔

ابتدائی تعلیم اپنے پتا پنڈت بچا مہاراج سے حاصل کی اس کے بعد ان کی ماں نے ان کو موسیقی میں تربیت دی۔
نفاست، وضاحت ان کی فنکاری کی انفرادی خصوصیات ہیں۔

ٹی این کرشنن کا وائلن وادن

ہفتہ ۱۲ر اکتوبر رات ساڑھے نو بجے

ٹی این کرشنن کا تعلق موسیقاروں کے ایک نمایاں خاندان سے ہے۔ نہایت کم عمری میں ہی انھوں نے وائلن پر عبور حاصل کر لیا تھا۔ اپنے فن کا سو لو مظاہرہ وہ ہندوستان اور بیرونی ممالک میں متعدد مقامات پر کر چکے ہیں۔
ان کے فن کی عظمت کے اعتراف میں انھیں بہت سے اعزازات وخطابات سے نوازا جا چکا ہے۔

آپ کی رائے

مکرمی تسلیم

"آواز" کا مطالعہ عرصہ سے کر رہی ہوں۔ آپ بلاشبہ مبارکباد کے مستحق ہیں، اتنی کم قیمت میں ادبی اور معلوماتی مضامین پر مشتمل رسالہ نکالنا بڑی بات ہے۔ تازہ شمارہ ایسے وقت (یکم اگست) میں دستیاب ہوا ہے جب فرصت ہی فرصت تھی سوچا ذرا شعری حصہ کا جائزہ گہری نظر سے لیا جائے اور اس کے نتیجے میں جو تاثرات ظاہر ہوئے انھیں آپ کی نذر کر رہی ہوں۔

رئیس اختر کی غزل کے آخری شعر کا پہلا مصرعہ وزن سے خارج ہے مصرعہ اس طرح ہوتا تو بات بن جاتی "کس طرح سے لہجہ کا یقیں آئے گا مجھ کو" یا "کیسے لب و لہجہ کا یقیں آئے گا مجھ کو" حفیظ النساء حریں لفظ "شمع" کی ترکیب سے ناواقف ہیں کیا وہ یہ بتانے کی زحمت گوارا فرمائیں گی کہ ان کی غزل میں ردیف کیا ہے اور قافیہ کیا؟ خصوصاً مطلع پر غور فرمائیے۔ فیض الحسن خیال کے دوسرے شعر میں "ہی" کی جگہ "ہے" استعمال ہونا چاہیے تھا۔ صلاح الدین ہبرکی غزل اچھی ہے لیکن آخری شعر کے مصرعۂ ثانی میں "مٹھا" کی جگہ "ابھرا" ہونا چاہیے عظیم حیدرآبادی کے ساتویں شعر کا پہلا مصرعہ "تو" کی وجہ سے مارا گیا مقطع کے پہلے مصرعہ کا بھی یہی حال ہے۔ "سننے" کے بعد کچھ کمی رہ گئی ہے غالباً "لے" یا "گا" ہونا چاہیے۔ عبداللطیف یاور کی غزل کے ساتویں شعر میں "بھی" چھوٹ گیا ہے دوسرے مصرعے میں لفظ "وہاں بھی" کھٹکتا ہے۔ آٹھویں شعر کا مصرعۂ ثانی ذرا سی کوشش سے سنور سکتا تھا "آجائے نہ بارود کی زد میں ترا گھر بھی" مقطع کے ثانی میں "تو" زائد ہے۔ اجمل اجملی کا آخری شعر بہت خوب ہے۔

نثری تخلیقات بہتر ہیں کڑوے نیم سے بھی بڑا جون ۸۵ء کے ماہ رخ میں چھپ چکا ہے۔

رمیضا خانم
پٹھان ٹولی سہسرام ۸۲۱۱۱۵

محترمی!

اس وقت یکم اگست ۸۵ء کا شمارہ زیر مطالعہ ہے 'آواز' کی میں ساڑھے پانچ سالہ پرانی قاری ہوں اس میں آل انڈیا ریڈیو سے نشر شدہ تمام معلوماتی مضامین، دلچسپ افسانے و منظومات بہت پسند آتے ہیں۔ البتہ کبھی کبھی کچھ افسانے بوریت کا سبب بنتے ہیں۔ پچھلے چند شماروں میں کچھ مضامین بہت ہی پسند آئے وہ یہ ہیں۔ جینٹک انجینئرنگ، وجود، انتقام کیوں، دنیا آپ کی، گدھوں کی کانفرنس، ہندوستان اور خلائی ٹکنیک، ایک سوال اور بے وفا وغیرہ۔ ریڈیو ناٹک ''ہیجل کے اس پار'' اور "بہار کا آخری رنگ" بھی ٹھیک تھا۔

چونکہ میں آل انڈیا ریڈیو کی اردو سروس کے علاوہ بیرون ملک کی شعبۂ اردو کی نشریات بھی پابندی سے سنتی ہوں ساتھ ہی پروگراموں میں حصہ لینے کے علاوہ اپنے مشورے و تنقید بھی لکھتی ہوں۔ اسی تعلق سے یکم جولائی کے شمارے میں "آپ کی رائے" کالم کے تحت "شمع فروزاں" کے تعلق سے ایک مشورہ نارون احمد انصاری (صدر لورس انٹرنیشنل ریڈیو لسنرس کلب مالیگاؤں) کا نظروں سے گزرا۔ اسی خط میں ایک جملہ غلط چھپ گیا وہ یہ ہے: "ہمارے شہر میں 'آواز' تاخیر سے اور پابندی سے نہیں آتا۔" البتہ "شمع فروزاں" کے تعلق سے جو مشورہ دیا بالکل درست ہے۔ کیونکہ چند دنوں سے آپ نے اسے چھاپنا بند کر دیا۔ اس بارے میں میرا بھی یہی خیال ہے کہ شمع فروزاں کے لیے آدھا صفحہ مخصوص کر دیا جائے تو بہتر ہے گا۔ یہی گزارش آل انڈیا ریڈیو اردو سروس کے انچارج سے بھی ہے کہ اس پروگرام کو کبھی بند نہ کریں۔ کیونکہ اس ۴-۵ منٹ کے پروگرام میں سامعین بہت کچھ باتیں سیکھ لیتے ہیں جس سے معلومات میں ڈھیر سارا اضافہ ہوتا ہے۔

مسماۃ نجم خاں
محمد ہارون
مظفر پورہ۔ روبرو فرقانیہ مدرسہ
امراؤتی بستی ۴۴۴۶۰۱ (مہاراشٹر)

اگست کا پہلا شمارہ ہاتھ میں ہے۔ ہر دفعہ کی طرح اس بار بھی تمام مضامین، غزلیں اور افسانے بہت پسند آئے۔ نفیس صدیقی کا ریڈیو ناٹک "ہیجل کے اس پار" اور ہاشم عظیم آبادی کا "گدھوں کی کانفرنس" بہت اچھا لگا۔

سرورق کا تعلق شمارہ کے مضامین سے ضرور ہونا چاہئے لیکن کئی دفعہ دیکھنے کو ملتا ہے کہ سرورق کے متعلق کوئی مضامین ہے ہی نہیں۔ یہی حال اگست کے شمارہ کا بھی ہے۔ سرورق آزادی کی یاد دلاتا ہے لیکن کسی مضامین میں آزادی کا کوئی ذکر ہی نہیں ہے۔

اگر شمارہ میں آپ کی رائے ہو تب اسے فہرست میں بھی رہنا چاہئے۔ امید ہے ناچیز کی رائے آپ ضرور شامل کریں گے۔

محمد غفار الحسن انجم
چمن باغ گورڈیہہ
لکھی سرائے (مونگیر)

مکرمی!

"آواز" کے شمارے پچھلے پانچ چھ ماہ سے برابر ملتے رہے ہیں، کبھی کوئی شمارہ ڈاک کی نذر ہو جاتا ہے یا بہت تاخیر سے ملتا ہے اس کا ہمارے ملک میں کوئی علاج ابھی تک نظر نہیں آیا۔

جالندھر کے مشاعرے میں جو غزل پڑھی تھی اس میں دو غلطیاں چھپ گئی ہیں۔ اول یہ کہ دوسرے شعر میں کیسا کی جگہ کیا لکھا گیا ہے جس سے شعر کے معانی نہیں الٹ جاتے بلکہ وزن سے گر جاتا ہے۔ دوئم یہ کہ مقطع کا مصرعۂ ثانی سرے ہی سے غائب ہے! وہ مصرعہ یوں ہے۔ ع تم بھی آئے ہو کہو کون سا نکتہ لیکر

پورا شعر یہ ہے ع

دل کے اسرار سے واقف ہے قلندر وہ ہے
تم بھی آئے ہو کہو کون سا نکتہ لے کر

نصیحت کی اسد ضرورت ہے!

جہاں "آواز" کی صوری و معنوی ہیئت کا تعلق ہے۔ یہ ایک ایسا ادبی جریدہ بن گیا ہے اور اس میں جامع فکر انگیز مواد ہوتا ہے۔ اس کی خواہش میں اس وقت بھی ظاہر کرتا تھا جب سارے رسالے کا ادارہ میرے ساتھ وابستہ تھا۔ اللہ کا شکر ہے کہ وہ خواب پورا ہوتا نظر آتا ہے۔ آپ کی محنت و کاوش قابل داد ہیں۔

قمر قلندر
سابق ڈپٹی ڈائریکٹر جنرل آل انڈیا ریڈیو
۸/۱۹ خواجہ کا [illegible] گمرہ ۱۴

آواز ۱۶ اگست کا شمارہ موصول ہوا سکے۔ میں آواز کا پرانا قاری ہوں اس سے آواز میں کسی کوتاہی اور کمی کو دیکھ کر میرا دل افسردہ ہو جاتا ہے۔ قمر قلندر صاحب کے مقطع کا دوسرا مصرعہ شائع ہی نہیں ہوا ہے۔ برائے مہربانی پروف ریڈنگ کی طرف آپ توجہ دیں۔ مدیہ کہ سرورق دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ برسات کا موسم آگیا مگر آپ نے برسات کے موضوع پر نہ کوئی نظم ہی شامل کی ہے نہ کوئی مضمون ہی۔ اور ہاں "شمع فروزاں" کا سلسلہ آپ نے کیوں بند کر دیا۔ یہ سلسلہ جاری رکھئے۔ میں نے ایک بار آپ کو لکھا تھا کہ آپ سال میں کم از کم کسی خاص موضوع پر کوئی نمبر نکالئے تاکہ تشنگان ادب کی پیاس بجھتی اور آواز کی مقبولیت میں اضافہ ہوتا مگر آپ نے طنز و مزاح نمبر نکالنے کے بعد خاموشی اختیار کر لی ہے۔ مجھے اعتراف ہے کہ آپ ہر قاری کی خواہش کی تکمیل نہیں کر سکتے مگر پھر بھی آواز کو مزید بہتر بنا سکتے ہیں اور سنوار سکتے ہیں عزیز الصاری صاحب کا مضمون "اناج کو کیسے محفوظ رکھیں" صرف کسانوں کے لئے مفید ہے نہ کہ عام قارئین آواز کے لئے۔ ڈارون پر مضمون بھی قابل تشنہ ہے براہ کرم ایسے مضامین کو آواز میں شامل نہ کریں امید ہے آپ میری باتوں سے خفا نہ ہوں گے اس شعر کے ساتھ اجازت چاہتا ہوں

میرے دامن میں کبھی گل تھے مگر ہیچ ہیں اب
وقت کے اچھے برے انداز پہچانے گئے

محمد خالد انور
اولڈ ہزاری باغ روڈ رانچی نمبر ۹

آواز کا ۱۶ تا ۳۱ اگست کا شمارہ ملا۔ سرورق دیکھ کر موسم برسات کی یاد تازہ ہو گئی۔ اگر آپ نے اس شمارے میں برسات کے متعلق نظم، غزل یا مضامین وغیرہ شائع کیا ہوتا تو شمارے اور دلکش و حسین ہو جاتا پھر بھی شمارہ معلوماتی مضامین سے پر ہے۔ "بال سفید کیوں ہو جاتے ہیں" از اسرار احمد "ٹھہریئے آپ کیا کھا رہے ہیں" از کے ایس تیواری "دل بدلی" از لطیف حدت، اور "اناج کو کیسے محفوظ رکھیں" از عزیز الصاری پسند آئے۔ یہ سبھی مضامین معلومات سے بھرپور ہیں۔ آپ نے افسانوں کا انتخاب بھی خوب کیا ہے۔ "برف کے پھول" از عمر مجید "چار دن کی چاندنی" از سلطان آزاد، اور "ادھورے خواب" از فاطمہ حسن نے متاثر کیا غزلیات میں کسی نے خاص متاثر نہیں کیا۔ ہاں مضامین میں اقبال جید عملی اور رسمی ہیہم کا پیامی، اردو مثنوی کے زوال کے اسباب بہت خوب ہیں۔

آپ ہر شمارے میں کسی خاص تہوار یا کسی خاص موضوع پر مضامین شائع کیا کرتے ہیں یہ آپ ہی کی مہربانی کا نتیجہ ہے کہ ہر ماہ نئے نئے تہواروں اور خاص چیزوں کے بارے میں معلوماتی اضافہ ہوتا ہے۔ آپ کی اس مہربانی کا میں احسان مند ہوں۔ امسال آپ نے سال کے شروع میں ایک "طنز و مزاح" نمبر شائع کیا تھا جو مجھے کافی پسند آیا ہے۔ آپ تو ایسے اس شمارے میں سبھی طرح کے مواد پیش کرتے ہیں۔ لیکن طنز و مزاح کی کمی ہر بار ستاتی ہے۔ کتنا ہی اچھا ہوتا اگر آپ ہر شمارے میں دو تین مزاحیہ مضامین بھی شائع کیا کرتے تاکہ دلچسپی کے ساتھ آواز کا مطالعہ کیا کرتا۔

محمد راشد انور متعلم آئی۔ اے نور بانو منزل
اولڈ ہزاری باغ روڈ۔
رانچی نمبر ۹ (بہار)

تسلیم!

"آواز" ۱۶ اگست موصول ہوا سرورق پر جالندھر کی گئیں غزلیں تمام دل کی گہرائیوں کو چھو گئیں۔ مضامین و افسانے قابل مطالعہ ہیں۔ جلیل اریدپوری کا ریڈیو ناٹک "لنگڑا سماج" دور جدید کے انسان سماج رہبروں پر ایک ہلکی سی چوٹ ہے۔ یہ سچ ہے کہ آج لڑکی طوائف کی طرح سرعام نہ سہی گھر کی چہار دیواری میں بک رہی ہے۔ اور وہ جو نہ صرف منہ مانگی رقم بلکہ ڈھیر سارا جہیز لیتے ہوئے یہ تک نہیں سوچتے کہ شادی کر رہے یا حوالی کا سودا۔ خیر اس طرح کے ڈرامے، مضامین، افسانے مسلسل لکھیں جائیں اور سماج کے بے رحم سینے پر ہتھوڑے کے مانند برستے رہیں تو کچھ بات ضرور بنے گی میری اور میرے تمام دوستوں کی جانب سے جلیل اریدپوری صاحب کو آواز کے توسط سے دلی مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ اور ان تمام فنکاروں کو مبارکباد دیتا ہوں جنھوں نے لنگڑے سماج کی سدھار کے لئے اپنے قلم کو وقف کر دیا ہے۔

صادق کرمانی
۹-۶-۷ روضہ شیخ، گلبرگہ

مکرمی تسلیمات

"آواز" ۱۶ اگست کا شمارہ دستیاب ہوا جس چیز نے مجھے قلم اٹھانے پر مجبور کیا ہے وہ اقبال پر جناب حفیظ بنارسی صاحب کا مضمون ہے۔ بہت دنوں بعد اقبال پر اتنا فکر انگیز مقالہ پڑھنے کو ملا ہے مجھے تو یہ مضمون اتنا جامع لگا کہ میں نے اسے دوبارہ پڑھ ڈالا حفیظ بنارسی صاحب کی یہ کاوش قابل ستائش ہے۔ میری طرف سے موصوف کو مبارکباد اتفاق سے اس شمارے میں بڑے اچھے اچھے مضامین یکجا ہو گئے ہیں۔ جالندھر سے نشر غزلیں بھی اچھی ہیں۔

ایک بات کی طرف میں آپ کی توجہ خاص طور سے مبذول کرانا چاہتا ہوں۔ حالانکہ یہ ذمہ داری ریڈیو اسٹیشن والوں کی ہے۔ نئے قلمکاروں کی رہنمائی کے لئے ریڈیو اسٹیشن کے اصول و ضوابط اور ضروری ہدایات، مضامین کی نوعیت اور حوصلہ افزائی کے لئے محنتانہ وغیرہ کی تفصیل "آواز" میں دیئے جائیں تاکہ نئے لکھنے والوں کو ادھر ادھر بھٹکنا نہ پڑے۔

سہیل اعظم
تھانہ روڈ، رام نگر ۸۴۵۱۰۶
چمپارن (بہار)

آواز شمارہ ۱۶ اگست دیر سے دستیاب ہوا لیکن ملتے ہی دل باغ باغ ہو گیا۔ صفحہ اول تقریر کا مضمون قربانی دل کو بھا گیا۔ عمر مجید کا افسانہ برف کے پھول پسند آیا۔ میرا مشورہ ہے آپ اردو سروس کے سبھی اناؤنسرز کی تصویر چھاپنے کی مہربانی کریں۔ اور آکاشوانی نجیب آباد۔ آکاشوانی چھترپور آکاشوانی ریوا کے بھی پروگرام شائع کیا کریں۔ مہربانی ہوگی کیونکہ یہی ۲-۴ اسٹیشن ہمارے اس علاقے میں صاف سنائی دیتے ہیں۔ جب کہ آپ ہندی کی آکاشوانی پتریکا میں شاید سبھی اسٹیشنوں کے پروگرام شائع کرتے ہیں آخر آواز میں کیوں نہیں شائع ہوتے۔ اور میں آپ کا شکر گزار ہوں کہ آواز رسالے سے میں ٹوٹی پھوٹی اردو جان گیا۔

مرزا سلیم بیگ
قصبہ ترہواں پوسٹ کرڈی
ضلع باندہ۔ یوپی

ترقی اُردو بیورو کی نئی مطبوعات

قیمت	مصنف/مترجم	کتاب کا نام
۱۱—۵۰ روپے	پروفیسر قمر رئیس	۱- پریم چند
۱۸—۰۰ روپے	ڈاکٹر نثار احمد فاروقی	۲- میر تقی میرؔ
۴۵—۰۰ روپے	محب الحسن/مسرور علی ہاشمی	۳- ہندوستانی دورِ وسطیٰ کے مورخین
۳۸—۰۰ روپے	محمد محمود فیض/محسن علی جعفری	۴- فرہنگ سیاسیات
۴۸—۰۰ روپے	پروفیسر محمد حسن	۵- کلیاتِ سودا جلد اوّل
۳۵—۰۰ روپے	ایچ سی گپتا/رجی پرشاد	۶- مجرد جیومیٹری
۱۶—۰۰ روپے	ڈاکٹر اقتدار حسین خان	۷- اُردو صرف و نحو
۴۷—۰۰ روپے	ڈاکٹر ہاشم قدوائی	۸- جدید ہندوستان کے سیاسی اور سماجی افکار
۵۰—۰۰ روپے	ولف گانگ/رکساہنج پینی فسکی اور میلبا فلیس/ای ہاسکینہ	۹- کلاسیکی برق و مقناطیسیت
۲۲—۰۰ روپے	حکیم محمد ستان	۱۰- علم الادویہ
۲۷—۰۰ روپے	الیف-یم- اوزن/ذکیہ مشہدی	۱۱- ابنارمل نفسیات
۱۶—۰۰ روپے	اے-پی نصابی کتاب	۱۲- تجارت و بین الاقوامی مبادلات خارجہ
۳۵—۰۰ روپے	لیڈی اِروِن کالج/طاہرہ عابدین	۱۳- گھریلو سائنس
۹۵—۰۰ روپے	مترجم عبداللہ ولی بخش قادری	۱۴- تعلیم کی نفسیاتی اساس
۲۸—۰۰ روپے	محمد اطہر علی	۱۵- اورنگ زیب کے عہد میں مغل امرا
۴۴—۰۰ روپے	رفیق ذکریا	۱۶- ہندوستانی سیاست میں مسلمانوں کا عروج

ان کے علاوہ مندرجہ ذیل کتابیں دوبارہ شائع ہوگئی ہیں

۱—۸۵ روپے	اطہر پرویز	۱- ادب کسے کہتے ہیں؟
۱۴—۰۰ روپے	بنارسی پرساد/اعجاز حسین	۲- تاریخ شاہجہاں
۱۸—۷۵ روپے	بینی پرساد/رحم علی الہاشمی	۳- تاریخ جہانگیر
۱۴—۷۵ روپے	خواجہ غلام السیدین/ایم ابوبکر	۴- تعلیمی تشکیلِ نو کے مسائل
۸—۲۵ روپے	ایس ایم جعفر/سعید انصاری	۵- تعلیم ہندوستان کے مسلم عہدِ حکومت میں
۲—۵۰ روپے	جگن ناتھ آزاد	۶- اقبال کی کہانی
۹—۶۰ روپے	ڈاکٹر عابد حسین	۷- قومی تہذیب کا مسئلہ
۱۰—۰۰ روپے	رضیہ نظامی	۸- اصول معاشیات
۵—۲۵ روپے	ارسطو/شمس الرحمٰن فاروقی	۹- شعریات
۱۲—۵۰ روپے	حسین فاروقی	۱۰- تیمارداری

بیورو کی کارکردگی اور کتابوں سے متعلق ضروری معلومات بیورو کے سہ ماہی خبرنامے "اُردو دنیا" میں درج کی جاتی ہیں جسے مفت حاصل کیا جا سکتا ہے۔

بیورو کی تمام کتابیں ملک کے تمام کتب فروشوں سے حاصل کی جا سکتی ہیں۔

شعبۂ فروخت و نمائش، ترقی اُردو بیورو، ویسٹ بلاک ۸، آر۔کے۔ پورم نئی دہلی-۱۱۰۰۶۶

وودھ بھارتی

سنگیت سریتا صبح ۷-۳۰

منگل یکم اکتوبر
راگ بھیرو: امانت خاں: سرود
راگ بھیروی: علی حسین اور
ساتھی: شہنائی

بدھ ۲ / اکتوبر
راگ الہیہ بلاول جےجے ونتی
اور درباری: سیا رام
تیواری: دھروپد
ٹھمری: کشوری امونکر

جمعرات ۳ / اکتوبر
راگ اہیر بھیرو، بھیروی بہار
مارو بہا اور باگیشری
دیب برت چودھری: ستار
راگ اڈانا اور بہیر: زرین
دارو والا: سرود

جمعہ ۴ / اکتوبر
راگ میاں ملہار: آسکرن شرما

ہفتہ ۵ / اکتوبر
راگ للت، بہاس، بھٹیار
اور گوڑ سارنگ
کارتک کمار
راگ پہاڑی دھن
ونائیک وورہرہ: تار شہنائی

پیر ۷ / اکتوبر
راگ بھوپالی: استاد امانت علی خاں
اور فتح علی خاں
راگ شہبارہ: استاد
امیر خاں

منگل ۸ / اکتوبر
راگ اہیر بھیروی: الاس بابیت
سنطور
راگ جوگ: وجے شنکر چیٹرجی
اسراج

بدھ ۹ / اکتوبر
راگ نند اور بہار: کمار گندھرو
راگ ... : یمن احمد شنکرو
...

جمعرات ۱۰ / اکتوبر
راگ نٹ بھیروی
شاہد پرویز: ستار
راگ چوتال: ارجن شہجوال
پکھاوج

جمعہ ۱۱ / اکتوبر
راگ توڑی گن کلی اور ہیم
امرناتھ
راگ میگھ: پروین سلطانہ

ہفتہ ۱۲ / اکتوبر
راگ برندابنی سارنگ اور
دیس: دیویندر مردیشور
بانسری
راگ شری، مالکونس اشنکرہ
اور نند، سری رام: ستار

پیر ۱۴ / اکتوبر
راگ گوڑ سارنگ اور
ہنس دھونی: کنکنا بنرجی: ترانہ
راگ سور ملہار: بھیم سین جوشی

منگل ۱۵ / اکتوبر
راگ اہیر بھیروی، بھیم پلاسی
اور ہیمنت: ظہور احمد: وائلن
راگ درباری: پنالال گھوش
بانسری

چترشالا

یکم اکتوبر	کینسر روگ پر تقریر
۲ / اکتوبر	سماجک کرتیاں
	تقریر از سدھا آپٹے
۳ / اکتوبر	منغل ادھیان کلا
	تقریر ساوتری سریواستو
۵ / اکتوبر	ونود وارتا: منموہن سرل
۷ / اکتوبر	جاتک کتھا سنسار: تقریر
	گرجا شنکر ترویدی
۸ / اکتوبر	ناک کان اور گلے کی بیماریاں
	تقریر
۹ / اکتوبر	کویتا پاٹھ از آل ویرار دڑہ
۱۰ / اکتوبر	سورکشا سے سمردھی

تقریر از آر بی مشر

۱۴ / اکتوبر	ونود وارتا: کشوری رمن ٹنڈن
۱۵ / اکتوبر	چرم روگ پر تقریر

پٹارہ

منگل یکم اکتوبر
رام راج: تحریر: ایم ایل گوڑ
پیش کش: پی، ڈی، وارد ہمر

منگل ۸ / اکتوبر
ٹیلی فون: تحریر: یوسف ناظم
پیش کش: انورادھا شرما

منگل ۱۵ / اکتوبر
نوک جھونک: تحریر: پریم کشور
پیش کش: وی پی زکشست
ٹنک

اِن سے ملئے

بدھ ۲ / اکتوبر
ڈائریکٹر پروڈیوسر وجے
بھٹ سے ملاقات
از شبیہ عباس

بدھ ۹ / اکتوبر
پلے بیک سنگر چندرانی مکرجی
سے ملاقات: کشن شرما

سنو کہانی

اتوار ۶ / اکتوبر
صرف ایک آدمی
از مہرالنسا پرویز

اتوار ۱۳ / اکتوبر
برف: از وید راہی

ملن یامنی

ہفتہ ۵ / اکتوبر
اندھیرے سے اجالے تک
تحریر: گنگا پرساد ماتھر

ہفتہ ۱۲ / اکتوبر
اجنبی: تحریر: یو، ایس، تالیکر
پیش کش: انوپ سیٹھی

پیر ۱۴ / اکتوبر
جے مہابابا
تحریر: شنوناراتن سنگھ
پیش کش: برج بھوشن ساہنی

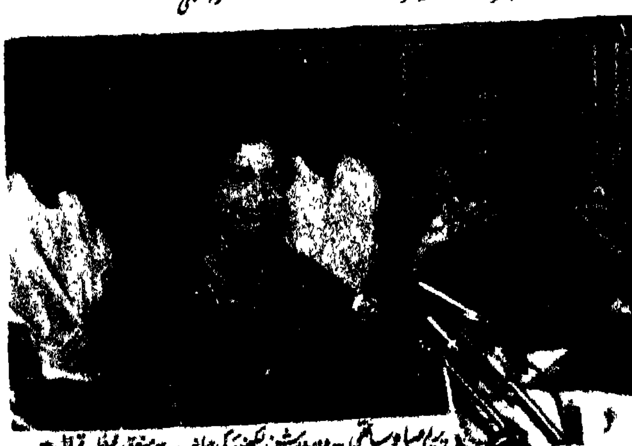
ہوا محل

بدھ ۲ / اکتوبر
لہو کا رنگ: تحریر: آغا عثمان
ٹھمری: پیش کش: گنگا پرساد
ماتھر

جمعہ ۴ / اکتوبر
حادثے کے بعد: تحریر اور
پیش کش: وشنو دت جوشی

پیر ۷ / اکتوبر
دو استاد
تحریر: سمیر سین گپتا
پیش کش: جنار دن رائے

پیر ۱۴ / اکتوبر
میوزک ماسٹر بھولا شنکر
تحریر اور پیش کش: گنپت لال
ڈانگی



... پریم صبا و ساتھی ۔ وودھ بھارتی لکھنؤ کی جانب سے منعقدہ محفل قوالی میں۔

اردو سروس

پہلی مجلس
میڈیم ویو : ۳۷۶٫۱۳ میٹر (۷۰۲ کلوہرٹز) ۲۸٫۰۴ میٹر (۱۰۷۱ کلوہرٹز)
شارٹ ویو : ۳۲٫۸۷ میٹر (۹۱۵۵ کلوہرٹز)

دوسری مجلس
میڈیم ویو : ۳۷۶٫۱۳ میٹر (۷۰۲ کلوہرٹز) ۲۸٫۰۴ میٹر (۱۰۷۱ کلوہرٹز)
شارٹ ویو : ۳۱٫۰۰۸ میٹر (۹۶۷۵ کلوہرٹز)

تیسری مجلس
میڈیم ویو : ۳۷۶٫۱۳ میٹر (۷۰۲ کلوہرٹز)
شارٹ ویو : ۹۱٫۰۵ میٹر (۳۲۹۵ کلوہرٹز)

منگل یکم اکتوبر

صبح

۵-۴۵ صبح گاہی
نعت، قوالی، شبد اور بھجن
سوائے جمعہ روزانہ

۶-۲۵ شہر صبا
امیتا ملواتر: شکیل بدایونی، شمیم جے پوری اور جگر مرادآبادی کا کلام
افضل حسین نگینہ اور فراق گورکھپوری کا کلام

۷-۳۰ شو کمار شرما: سنطور پر راگ بھٹیار

۹-۳۲ استاد امیر خاں: خیال اور ترانہ اور بھٹیار

رات

۸-۳۰ حسن غزل
افضل حسین نگینہ: مومن کا کلام

۱۰-۰۰ جواب عرض ہے

۱۱-۳۰ اور ۰۵-۱۲
بزم موسیقی
استاد امیر خاں: خیال درباری
شو کمار شرما: سنطور پر راگ کوشک دھونی

۱۲-۳۰ قوالیاں: روزانہ

بدھ ۲؍اکتوبر

صبح

۶-۲۵ شہر صبا
وندنا واجپئی: شاد عارفی اور جگدیش ہمت کا کلام
جمیل احمد: جاں نثار اختر
امیر قزلباش اور حسرت موہانی کا کلام

۷-۳۰ وشنو پرستا اور ساتھی
شہنائی پر راگ گجری توڑی

۹-۳۲ اے۔ کانن: خیال اہیر بھیرو

دوپہر

۲-۳۰ بزم خواتین

۳-۰۰ فیچر: پیڑھ پرائی
گاندھی جی کے یوم پیدائش کے موقعہ پر خصوصی پروگرام
مصنف: اجمل اجملی
پیش کش: پریم دوہرہ

رات

۸-۳۰ حسن غزل
وندنا واجپئی: بشیر بدر اور محمد عثمان عارف کا کلام

۹-۰۰ شہر نامہ (فرید آباد)
از صابر ابوہری

۹-۳۰ گجرہن کا رے
محمد یعقوب: ٹھمری کھماج

۱۰-۰۰ افسانہ از بلراج ورما

۱۱-۳۰ اور ۰۵-۱۲
بزم موسیقی
اے کانن: خیال شدھ کلیان
وشنو پرستا اور ہمنوا
شہنائی پر راگ مدھیکونس

جمعرات ۳؍اکتوبر

صبح

۶-۲۵ شہر صبا
شانتا نگینہ، ساحر ہوشیار پوری [illegible]
[illegible]
[illegible]
اور ساحر ہوشیار پوری کا کلام

۷-۳۰ بل رام پاٹھک
ستار پر راگ بھیروی

۹-۳۲ مہادیو پرساد مشرا
ٹھمری بھیروی، دادرہ بھیروی

دوپہر

۲-۳۰ رنگ نو

۳-۰۰ غیر فلمی قوالیاں

رات

۸-۳۰ حسن غزل
شری رام، جگر مرادآبادی اور داغ کا کلام

۱۰-۰۰ ادبی نشست: افسانہ از جوگندر پال، کلام شاعر از شہریار، تنقید نگار شریف احمد اور صدیق الرحمٰن قدوائی

۱۱-۳۰ اور ۰۵-۱۲
بزم موسیقی
استاد بڑے غلام علی خاں
خیال جے جے ونتی اور
بل رام پاٹھک
ستار پر راگ ایمن

جمعہ ۴؍اکتوبر

صبح

۵-۴۵ صبح گاہی
تلاوت قرآن معہ تشریح
نعت و نعتیہ قوالی

۶-۲۵ شہر صبا
انجلی بنرجی، جگر اور فراق گورکھپوری کا کلام
اقبال احمد صدیقی، عمر انصاری اور اختر شیرانی کا کلام

۷-۳۰ رادھیکا موہن موئترا
ستار پر راگ کھٹ توڑی

دوپہر

۲-۰۷ مشاعرہ

رات

۸-۳۰ حسن غزل
اقبال احمد صدیقی: مشفق سلطانپوری اور داغ کا کلام

۹-۰۰ تقریر
[illegible]
پریم چند کے ناولوں پر تقریر از پروفیسر قمر رئیس

۱۱-۳۰ اور ۰۵-۱۲
بزم موسیقی
خیال پوریا کلیان
رادھیکا موہن موئترا
ستار پر راگ چھایا

ہفتہ ۵؍اکتوبر

صبح

۶-۲۵ شہر صبا
بیلا ساور، غالب اور جگر کا کلام
افضل حسین، داغ کا کلام

۷-۳۰ ڈی۔ آر۔ پروتیکر، دتا تریا
وینا پر راگ دیش کار

۹-۳۲ پورنیما چودھری: دادرہ بھیروی

رات

۸-۳۰ حسن غزل
بیلا ساور، مجاز اور فیض قلندر کا کلام

۹-۰۰ ریڈیو نیوز ریل

۱۱-۳۰ اور ۰۵-۱۲
بزم موسیقی
گنیش رام چندر بہرولوا
خیال ملوا کیدار
ڈی۔ آر۔ پروتیکر، دتا تریا
وینا پر راگ چکوری للت

اتوار ۶؍اکتوبر

صبح

۶-۲۵ شہر صبا
اندرا لکشمی سکسینہ، اصغر اور فانی کا کلام
بلال احمد خاں، میر تقی میر، سودا اور غالب کا کلام

۷-۳۰ دنیش کمار: بانسری پر راگ بیراگی

رات

۸-۳۰ حسن غزل
بلال احمد خاں، اقبال کا کلام

۹-۰۰ کتابوں کی باتیں (اردو)
از شہباز حسین

۹-۳۰ بجربن کارے
پدماوتی گوکھلے: ٹھمری کافی
۱۰-۰۰ ڈرامہ
جو بن دیئے جات دغا
مصنف: کے۔ایس۔ دگل
۱۱-۳۰ اور ۱۲-۰۵
بزم موسیقی
غلام مصطفےٰ خاں
خیال مالکونس
دنیش کمار: بانسری پر
راگ باگیشوری

پیر ۷ر اکتوبر

صبح

۶-۲۵ شہر صبا
نسیم بانو، فانی، خمار بارہ بنکوی
کا کلام
اندر نرائن، فیض احمد فیض
اور کمال احمد صدیقی کا کلام
۷-۳۰ چنتامنی جین: جلترنگ پر
راگ بھیرو
۹-۳۲ غلام تقی خاں: خیال دیسی
توڑی

دوپہر

۳-۰۰ دیا شنکر اور ہمنوا
شہنائی پر دھن
یعقوب علی خاں: سرود پر
راگ مدھو مدھ سارنگ

رات

۸-۳۰ حسن غزل
اندر نرائن، غلام ربانی تاباں
اور خمار بارہ بنکوی کا کلام
۹-۰۰ کلام شاعر
از جگر جالندھری
۹-۳۰ پنجابی نغمے
۱۰-۰۰ فیچر: جامعہ ملیہ اسلامیہ
مصنف: ڈاکٹر انیس الرحمان
پیش کش: پریم ووہرہ
۱۱-۳۰ اور ۱۲-۰۵
بزم موسیقی
غلام تقی خاں: خیال چندر کونس
چنتامنی جین: راگ یمن اور
راگ مالکونس

منگل ۸ر اکتوبر

صبح

۶-۲۵ شہر صبا
مینو پرشوتم، فراق گورکھپوری
اور درد کا کلام
اقبال قریشی، زبیر رضوی
اور شاذ تمکنت کا کلام
۷-۳۰ وی، جی، جوگ: وائلن پر
راگ اھیر بھیرو
۹-۳۲ ہیرا بائی بڑودیکر: خیال للت

رات

۸-۳۰ حسن غزل
اقبال قریشی، داغ اور
میر تقی میر کا کلام
۹-۰۰ بھولائے نہ بنے
"ڈیولپرز ڈیسائیپل آف جی بی شاہ"
تقریر: از پروفیسر انور صدیقی
۱۰-۰۰ سائنس میگزین
۱۱-۳۰ اور ۱۲-۰۵
بزم موسیقی
ہیرا بائی بڑودیکر
خیال باگیشوری اور ٹھمری
تلک کامود
وی۔جی۔جوگ: وائلن پر
راگ جھن جھوٹی

بدھ ۹ر اکتوبر

صبح

۶-۲۵ شہر صبا
ریتا گنگولی، جاں نثار اختر
اور امیر قزلباش کا کلام
نصیر احمد، فراق گورکھپوری
اور داغ کا کلام
۷-۳۰ ستیش پرکاش قمر: شہنائی
پر راگ بیراگی
۹-۳۲ حسین بخش: خیال گن کلی

رات

۸-۳۰ حسن غزل
ریتا گنگولی، ساحر لدھیانوی
غلام ربانی تاباں اور مظہر امام
کا کلام
۹-۰۰ دلی ڈائری
دہلی کی ادبی و ثقافتی سرگرمیاں،
از سمیع حسن صدیقی
۹-۳۰ بجربن کارے
رسولن بائی: ٹھمری تلنگ
۱۰-۰۰ حفظانِ صحت
۱۱-۳۰ اور ۱۲-۰۵
بزم موسیقی
حسین بخش: خیال راگیشوری
ستیش پرکاش قمر
شہنائی پر راگ باگیشوری

جمعرات ۱۰ر اکتوبر

صبح

۶-۲۵ شہر صبا
مبارک بیگم، اقبال اور
فیض احمد فیض کا کلام
بشیر احمد، آتش اور میر کا
کلام
۷-۳۰ محمد شریف پونچھ والے
ستار پر راگ اہیر بھیرو
۹-۳۲ سویتا دیوی: ٹھمری جوگیا
دادرہ بھیروی

رات

۸-۳۰ حسن غزل
بشیر احمد، غلام ربانی تاباں
اور سراج الدین ظفر کا کلام
۹-۰۰ کھیل کے میدان سے
۱۰-۰۰ آئینہ: (ادبی میگزین)
ذکراس پری وش کا (اردو شاعری
اور شہر دلی)
ایڈیٹر: معین اعجاز
۱۱-۳۰ اور ۱۲-۰۵
بزم موسیقی
ہلال احمد خاں، نثار احمد خاں
خیال بہار باری
محمد شریف پونچھ والے
ستار پر راگ کیروانی

جمعہ ۱۱ر اکتوبر

صبح

۵-۴۵ صبح گاہی
تلاوت قرآن۔ نعت اور
نعتیہ قوالی
۶-۲۵ شہر صبا
مدھو رانی، غالب، شکیل
اور فراق گورکھپوری کا کلام
محمد اسماعیل اور داغ کا کلام
۷-۳۰ اشوک راتے: سرود پر
راگ بسنت مکھاری
۹-۳۲ آپ نے خط آپ کے گیت

رات

۸-۳۰ حسن غزل
مدھو رانی، غالب کا کلام
۹-۰۰ تقریر: "نہیں کھیل ہے کرائے
کا مکان لینا"
تقریر از فکر تونسوی
۹-۳۰ کہانی سنگیت کی
۱۱-۳۰ اور ۱۲-۰۵
بزم موسیقی
جیوتسنا بھولے
خیال مالکونس
اشوک راتے: سرود پر
راگ چندر نندن،

ہفتہ ۱۲ر اکتوبر

صبح

۶-۲۵ شہر صبا
مدھو بالا چاولہ، جگر اور
فیض احمد فیض کا کلام
سریندر کمار، عزیز وارثی
رام کشن مضطر اور خمار
بارہ بنکوی کا کلام
۷-۳۰ گوپال مشرا
سارنگی پر راگ گن کلی
۹-۳۲ صفدر حسین: ٹھمری کالنگڑہ
دادرہ کالنگڑہ، دادرہ بھیروی

دوپہر

۲-۰۷ شعر ہمارے گیت آپکے
۲-۳۰ بزم خواتین

رات

۸-۳۰ حسن غزل
سریندر کمار، اثر اور
جگر کا کلام
۹-۰۰ ریڈیو نیوز ریل
۹-۳۰ نغمۂ وطن
۱۱-۳۰ اور ۱۲-۰۵
بزم موسیقی
کشوری امونکر: خیال اور
ترانہ تلک کامود
گوپال مشرا، سارنگی پر

راگ مارو بہاگ

اتوار ۱۳ر اکتوبر

صبح

۶-۲۵ شہرِ صبا
بیگم اختر، جگناتھ آزاد
عرش ملسیانی اور فانی کا
کلام
امبر کمار دی [illegible] داغ کا کلام

۷-۳۰ پرکاش وڈھیرہ: بانسری
پر راگ بھیرو

رات

۸-۳۰ حسنِ غزل
بیگم اختر: شمیم جیپوری
کا کلام

۹-۰۰ کتابوں کی باتیں
د پنجابی کتابیں، دیویندر سنگھ

۹-۳۰ گجر بن کارے
در گیش نندنی: ٹھمری تلنگ

۱۰-۰۰ ڈرامہ "الٹی ہو گئیں سب
تدبیریں"
مصنف: ڈاکٹر شمیم حنفی
پیش کش: پریم ودہرہ

۱۱-۳۰ اور ۰۵-۱۲
بزمِ موسیقی
کمار گندھرو: خیال جے جے ونتی
پرکاش وڈھیرہ: بانسری
پر راگ درباری

پیر ۱۴ر اکتوبر

صبح

۶-۲۵ شہرِ صبا
روزنا لیلی، ظفر، فیض اور داغ
کا کلام
ستیش بھوٹانی: صبا
افغانی کا کلام

۷-۳۰ طبلے پر روپک تال

۹-۴۴ کرشنا لشٹ اور بھارتی
چکرورتی: خیال شوبھا وری

دوپہر

۲-۳۰ ڈرامہ: گزشتہ شب کی
مکرر نشریات

۳-۰۰ ہریش سچدیوا
ستار پر دھن

عبدالحلیم جعفر خاں
ستار پر مشر پیلو

رات

۸-۳۰ حسنِ غزل
روزنا لیلی: فیض احمد فیض
کا کلام

۹-۰۰ کلامِ شاعر
از بشیر بدر

۹-۳۰ پنجابی نغمے

۱۰-۰۰ اظہارِ خیال

۱۱-۳۰ اور ۰۵-۱۲
بزمِ موسیقی
کرشنا لشٹ اور
بھارتی چکرورتی
خیال راگیشوری

منگل ۱۵ر اکتوبر

صبح

۶-۲۵ شہرِ صبا
سراکپور، سودا اور
شکیل کا کلام
سعادت بن اشرف، داغ
جیالال وسنت اور صبا افغانی
کا کلام

۷-۳۰ پیوش پوار: سنطور پر
راگ اھیر بھیرو

۹-۴۲ لکشمی شنکر: خیال بھٹیار

رات

۸-۳۰ حسنِ غزل
سعادت بن اشرف
فیض کا کلام

۹-۰۰ بھولائے نہ بنے
"کیمتی آف الیسٹ آف ایڈن
بائی جے ای سٹین بیک"
تقریر: سید غلام سمنانی

۱۰-۰۰ کھیل کھلاڑی

۱۱-۳۰ اور ۰۵-۱۲
بزمِ موسیقی
لکشمی شنکر: خیال مارو
بہاگ
پیوش پوار: سنطور
پر راگ باگیشوری

دھلی

میڈیم ویو

دہلی الف	۳۲۳ر۳۶۶ میٹر ۸۱۹ کلوہرٹز
دہلی ب	۵۰ر۴۵۰ میٹر ۶۶۶ کلوہرٹز
دہلی ج	۳ر۲۱۹ میٹر ۱۳۶۸ کلوہرٹز
دہلی د	۹ر۲۹۴ میٹر ۱۰۱۷ کلوہرٹز

شارٹ ویو

صبح ۰۰-۸ تک ۱۵ر ۸۹ میٹر ۳۳۶۵ کلوہرٹز
صبح ۱۵-۸ کے بعد ۴۷ر ۴۸ میٹر ۶۱۹۰ کلوہرٹز
دوپہر ۴۷ر ۴۸ میٹر ۶۱۹۰ کلوہرٹز
شام ۴۵-۵ تک ۴۷ر ۴۸ میٹر ۶۱۹۰ کلوہرٹز
شام ۰۰-۶ سے رات تک ۱۵ر ۸۹ میٹر ۳۳۶۵ کلوہرٹز

خبریں

دھلی الف

ہندی / انگریزی: صبح ۰۰-۶ (عالمی)
ہندی: صبح ۰۰-۸، ۰۰-۱۱، دوپہر ۰۵-۱، ۱۰-۲، شام ۰۵-۶، رات ۴۵-۸
اور رات ۰۵-۱۱ سنسکرت: صبح ۰۰-۷، شام ۱۰-۶
اردو: صبح ۵۰-۸ دوپہر ۵۰-۱ اردو مع تبصرہ: رات ۱۶-۹
انگریزی: دوپہر ۰۰-۱۲ پنجابی: دوپہر ۴۰-۱، راجیوں سے سماچار: شام ۰۰-۵
روزگار سماچار: شام ۵۰-۷ پرادیشک سماچار: شام ۵۰-۷

دھلی ب

انگریزی: صبح ۱۰-۸، ۰۰-۱۰، دوپہر ۰۰-۱، سہ پہر ۰۰-۴، شام ۰۰-۶، رات ۰۰-۹ اور
رات ۰۰-۱۱، پنجابی: صبح ۳۰-۸، شام ۳۰-۷، تجارتی (صرف بدھ) ۴۰-۷

منگل یکم اکتوبر

دہلی الف
صبح

۸-۱۰ اور رات ۰۰-۹
حفیظ احمد خاں: گائن

۱۰-۳۵ مہندر بھٹ: وائلن

۱۱-۰۵ اوما ڈے: گائن

۱۱-۳۰ بلجیت سنگھ: دلربا

دوپہر

۱۲-۰۵ لوک بھارتی

شام

۵-۰۵ گیان وگیان: وگیان سماچار
تقریر: ایشور دت

دہلی ب
صبح

۷-۳۰ سنگیت سوربھی
مہندر بھٹ: وائلن

۸-۰۰ سنگم

۹-۲۵ لوک مادھوری

شام

۶-۴۵ اور رات ۴۵-۸
کمل ہنس پال
گیت، بھجن اور غزلیں

بعد دوپہر

۳-۳۰ حفیظ احمد خاں: گائن

۹-۳۰ نیشنل پروگرام: انگریزی
گاندھی جی اینڈ دی کلٹ
آف نان وائلنس سمپوزیم

بدھ ۲ر اکتوبر

دہلی الف
صبح

۸-۱۰ اور رات ۰۰-۹
مادھوری ڈانڈگے: گائن

۱۰-۲۵ اور شام ۴۰-۵
الویم مہاجن: ستار

۱۱-۰۵ پنڈت جسراج: گائن

دوپہر

۱۲-۰۵ لوک بھارتی

۱۲-۳۰ گھر وگیان
تقریر: ڈی، پی، اگروال

شام

۵-۵۵ گرڈھوالی سنگیت
۸-۱۵ وگیان سماچار: ڈی، پی اگروال

دہلی ب
صبح

۷-۳۰ بسم اللہ خاں: شہنائی

شام

۶-۴۵ اور رات ۸-۴۵
چندر کانت گندھرو: بھجن

جمعرات ۳ راکتوبر

دہلی الف
صبح

۸-۱۰ ۱۱-۰۵ اور رات ۹-۰۰
اینندر کار موتیرے: سرود
۱۰-۳۵ این۔ آر۔ شاہانے: گائن
۱۱-۳۰ بھیم سین شرما: گائن

دوپہر

۱۲-۰۵ لوک بھارتی
۱۲-۳۰ مہیلا کاریہ کرم: گھر وگیان
چائے پتی: تقریر، اپشپا سینی

شام

۵-۰۵ سنسکرت شکشا پاٹھ
۵-۴۰ بال کاریہ کرم

دہلی ب
صبح

۷-۳۲ این۔ آر۔ شاہانے: گائن

شام

۶-۴۵ اور رات ۸-۴۳
سنگلے واٹر: گیت بھجن اور غزل
۹-۳۰ ٹاکنگ اباؤٹ بکس
۱۱-۱۰ کشور راتے شنکر پنڈت گائن

جمعہ ۴ راکتوبر

دہلی الف
صبح

۸-۱۰ ۱۱-۰۰ اور رات ۹-۰۰
نینا دیوی: ٹھمری دادرا
[illegible] اور شام ۵-۴۰
[illegible] پرشاد: بانسری
[illegible]

شام

۵-۵۵ گرڈھوالی سنگیت
۸-۱۵ گاندھی چرچا
گاندھی جی کے وچاروں اور پریہ بھجنوں پر مبنی پروگرام
۹-۳۰ ناٹک
۱۰-۳۰ کرناٹک سنگیت

دہلی ب
صبح

۷-۳۰ جگدیش موہن: جلترنگ

شام

۶-۴۵ اور رات ۸-۴۵
رویندر رگرو ورز: گیت بھجن اور غزلیں
۹-۳۰ نیشنل اسپورٹس میگزین
۱۱-۱۰ حسین بخش: گائن
نرملا دیوی اور لکشمی شنکر

ہفتہ ۵ راکتوبر

دہلی الف
صبح

۸-۱۰ ۱۱-۰۵ اور رات ۹-۰۰
مادھوری مٹو: گائن
۱۰-۳۵ اور شام ۵-۴۰
شری کرشن شرما: گٹار
۱۱-۳۰ درشن سنگھ: کلارنٹ

دوپہر

۱۲-۰۵ لوک بھارتی

رات

۸-۱۵ سواستھ رکھشا
۹-۳۰ سنگیت کا نیشنل پروگرام
کمل ملک: سرود
ساماتا پرساد: طبلہ سولو

دہلی ب
صبح

۷-۳۰ درشن سنگھ: کلارنٹ

اتوار ۶ راکتوبر

دہلی الف
صبح

۸-۱۰ اور رات ۹-۰۰
دیوبرت چودھری: ستار
[illegible]
[illegible] گائن

شام

۵-۲۰ سنسکرت شکشا پاٹھ
۵-۲۵ کرناٹک سنگیت
۸-۰۵ ہندی میں تقریر
۸-۳۰ سنگیت
۹-۳۰ محفل
۱۰-۰۰ چین: دیگر اسٹیشنوں سے انتخاب

دہلی ب
صبح

۷-۳۰ سنگیت سوربھی
سموہ گائن شکشا
۸-۰۰ سنگم
۹-۲۰ لوک روچی سماچار

بعد دوپہر

۳-۳۰ دیوبرت چودھری: ستار

شام

۶-۴۵ اور رات ۸-۴۵
نریندر کور: گیت

رات

۹-۳۰ کرنٹ افیرز

پیر ۷ راکتوبر

دہلی الف
صبح

۸-۱۰ شام ۵-۴۰ اور رات ۹-۰۰
شانتی ہیرانند: ٹھمری دادرا
۱۰-۳۵ سواگتا گھوش: وائلن
۱۱-۰۵ بیگم اختر: ٹھمری دادرا
۱۱-۳۰ برہم سروپ سنگھ: وچتروینا

دوپہر

۱۲-۰۵ لوک بھارتی
۱۲-۳۰ ناٹک

رات

۸-۰۵ سواستھ رکھشا
۹-۳۰ نیشنل پروگرام: تقریر
۱۰-۰۰ سنگیت سبھا
نرنجن پرساد: بانسری

دہلی ب
صبح

۷-۳۲ برہم سروپ سنگھ: وچتروینا
۸-۰۰ سنگم
۹-۴۰ لوک مادھوری
[illegible] سواگتا گھوش: وائلن

شام

۶-۴۵ اور رات ۸-۴۵
ترلوک کپور: گیت بھجن غزلیں
۹-۳۰ انگریزی میں تقریر

منگل ۸ راکتوبر

دہلی الف
صبح

۸-۱۰ ۱۱-۰۵ اور رات ۹-۰۰
شرن رانی: سرود
۱۰-۳۵ دیپک کمار چٹرجی: گائن
۱۱-۳۰ مجاہد حسین خاں: گائن

شام

۵-۰۵ گیان وگیان: ہم انترکش میں کیا کر رہے ہیں: تقریر ڈاکٹر کے۔ کے۔ ٹکرڑ
۵-۴۰ سموہ گان شکشا

رات

۸-۰۵ ہندی میں تقریر
۸-۱۵ ادیوگ منڈل
۹-۳۰ ناٹک
۱۰-۰۰ منگل شب کی محفل موسیقی

دہلی ب
صبح

۷-۳۰ سنگیت سوربھی
مجاہد حسین خاں: گائن
۸-۰۰ سنگم
۹-۲۰ لوک مادھوری

بعد دوپہر

۳-۳۰ دیپک کمار چٹرجی: گائن

شام

۶-۴۵ اور رات ۸-۴۵
وی۔ ایچ۔ رساگر: گیت اور غزلیں

رات

۹-۳۰ نیشنل پروگرام
کمیونیکیشن پالیسی فار رورل انڈیا: تقریر

بدھ ۹ راکتوبر

دہلی الف
صبح

۸-۱۰ اور [illegible] ۹
سرفراز حسین خاں: گائن

۱۰-۳۵ اور شام ۴۰-۵
آر۔ ایس کمبوج: وچتر وینا
۱۱-۰۵ سرفراز حسین خاں: گائن
۱۱-۳۰ سنگیت
دوپہر
۱۲-۰۵ لوک بھارتی
۱۲-۳۰ گرامین بہنوں کا کاریہ کرم
گھر وگیان: تقریر ڈاکٹر
ایس۔ بی۔ بسواس
شام
۵-۵۵ گڑھوالی سنگیت
رات
۸-۱۵ وگیان آلوک: آیو وگیان
ڈاکٹر ایس۔ کے سرین سے
بھینٹ وارتا
بھینٹ کرتا: ڈاکٹر نیلما ہرجال
۹-۳۰ چرچا کا وشیہ ہے
۱۰-۰۰ سنگیت سبھا: اننت لال اور
ساتھی: شہنائی

دہلی ب
صبح
۷-۳۰ سنگیت سوربھی
۸-۰۰ سنگم
۹-۲۰ لوک مادھوری
بعد دوپہر
۳-۳۰ کرناٹک سنگیت
شام
۶-۴۵ اور رات ۴۵-۸
امیتاب مشرا: گیت، بھجن
غزلیں
رات
۹-۳۰ یو۔ این۔ پرس پیکٹو

جمعرات ۱۰ اکتوبر

دہلی الف
صبح
۸-۱۰ اور ۰۵-۱۱
مدن شنکر مشرا: ستار
۱۰-۳۵ اور رات ۰۰-۹
پریا دیوی: ٹھمری دادرا
۱۱-۳۰ سابیری سین: گائن
دوپہر
۱۲-۰۵ لوک بھارتی
۱۲-۳۰ گھر وگیان: [illegible]
[illegible]

شام
۵-۰۵ سنسکرت شکشا پاٹھ
۵-۴۰ بال کاریہ کرم
رات
۹-۳۰ نیشنل پروگرام، فیچر
۱۰-۳۰ کرناٹک سنگیت
دہلی ب
صبح
۷-۳۲ سابیری سین: گائن
۸-۰۰ گائن
۹-۲۰ لوک مادھوری
بعد دوپہر
۳-۳۰ کرناٹک سنگیت
شام
۶-۴۵ اور رات ۴۵-۸
صلاح الدین: غزلیں
رات
۹-۳۰ ٹاکنگ ابوٹ بکس
۱۰-۱۱ منور علی خاں: گائن

جمعہ ۱۱ اکتوبر

دہلی الف
صبح
۸-۱۰ ۰۵-۱۱ اور رات ۰۰-۹
دیپالی ناگ: گائن
۱۰-۳۵ اور شام ۴۰-۵
کنچن ورما: سرود
۱۱-۳۰ پیوش پوار: سنطور
دوپہر
۱۲-۰۵ لوک مادھوری
۵-۵۵ گڑھوالی سنگیت
رات
۸-۱۵ گاندھی چرچا: گاندھی جی
کے وچاروں اور پریہ جنوں
پر مبنی پروگرام
۹-۳۰ ناٹک
۱۰-۳۰ کرناٹک سنگیت
دہلی ب
صبح
۷-۳۰ سنگیت سوربھی
پیوش پوار: سنطور
۸-۰۰ سنگم
۹-۲۰ لوک مادھوری
بعد دوپہر
۳-۳۰ کرناٹک سنگیت

شام
۶-۴۵ اور رات ۴۵-۸
نیلم ساہنی: گیت، بھجن اور
غزلیں
۹-۳۰ ان پرس پیکٹو
۱۰-۱۱ رسولن بائی، شوبھا گرتو

ہفتہ ۱۲ اکتوبر

دہلی الف
صبح
۸-۱۰ شام ۴۰-۵ اور رات ۰۰-۹
روما رانی بھٹاچاریہ: گائن
۱۰-۳۵ ایس۔ این۔ گھوش: ستار
۱۱-۰۵ سرٹو کالیلکر: گائن
۱۱-۳۰ گھنشیام داس پربھاکر: جلترنگ
دوپہر
۱۲-۰۵ لوک بھارتی
رات
۸-۱۵ سواستھ رکھشا
۹-۳۰ سنگیت کا نیشنل پروگرام
ٹی۔ این۔ کرشنن: وائلن
دہلی ب
صبح
۷-۳۰ سنگیت سوربھی
گھنشیام داس پربھاکر: جلترنگ
۸-۰۰ سنگم
۹-۲۰ لوک مادھوری
بعد دوپہر
۳-۳۰ این۔ این۔ گھوش: ستار
شام
۶-۴۵ اور رات ۴۵-۸
پرسار گیت
رات
۹-۳۰ آور گیسٹ ٹونائیٹ

اتوار ۱۳ اکتوبر

دہلی الف
صبح
۸-۱۰ اور رات ۰۰-۹
راجندر پرسنا: بانسری
۹-۰۰ بال کاریہ کرم
۱۰-۰۰ ڈاگر بندھو: گائن
۱۱-۰۵ اپنی نگری: اسپاٹ ریکارڈنگ
پر مبنی
۱۱-۳۰ کرناٹک سنگیت

دوپہر
۱۲-۱۵ ناٹک
۲-۳۰ ناٹک
شام
۵-۲۰ سنسکرت شکشا پاٹھ
۵-۳۵ کرناٹک سنگیت
رات
۸-۰۵ ہندی میں تقریر
۸-۱۵ راشٹر سنگیت
۹-۳۰ سنگیت پتریکا
۱۰-۰۰ چین: دوسرے اسٹیشنوں سے
دہلی ب
صبح
۷-۳۰ سنگیت سوربھی
سموہ گان شکشا
۸-۲۰ سنگم
۹-۲۰ لوک رچی سماچار
بعد دوپہر
۳-۳۰ راجیندر پرسنا: بانسری
شام
۶-۴۵ اور رات ۴۵-۸
گھنشیام داس: گیت
اور غزلیں
رات
۹-۳۰ کرنٹ افیرز

پیر ۱۴ اکتوبر

دہلی الف
صبح
۸-۱۰ اور رات ۰۰-۹
الابھو نک: گائن
۱۰-۳۵ اور شام ۴۰-۵
چندن رائے: سرود
۱۱-۰۵ بالکرشن سواردھی: گائن
۱۱-۳۰ روی شنکر: وائلن
دوپہر
۱۲-۰۵ لوک بھارتی
۱۲-۳۰ ناٹک
رات
۸-۰۵ سواستھ رکھشا
۹-۳۰ نیشنل پروگرام: تقریر
۱۰-۰۰ سنگیت سبھا
سید ظفر خاں: ستار
دہلی ب
صبح

۷ — ۳۲ سنگیت سوربھی
ڈی، وی، پلسکر : بھجن
۸ — ۰۰ سنگم
۹ — ۲۰ لوک مادھوری
بعد دوپہر
۳ — ۳۰ الاپھونک : گائن
شام
۶ — ۴۵ اور رات ۸ — ۴۵
رمیش کمار : غزلیں
رات
۹ — ۲۰ تقریر : انگریزی میں

منگل ۱۵ اکتوبر

دہلی الف
صبح
۸ — ۱۰ ۱۱ — ۰۵ اور رات ۹ — ۰۰
کرشنا بشٹ : گائن
۱۰ — ۲۵ سدھیر گوتم : سنطور
۱۱ — ۲۰ منجو بخشی : ستار
دوپہر
۱۲ — ۰۵ لوک بھارتی
شام
۵ — ۰۵ گیان وگیان : وگیان سماچار
۵ — ۴۰ سموہ گان شکشا
رات
۸ — ۰۵ ہندی میں تقریر
۸ — ۱۵ ادیوگ منڈل
۹ — ۳۰ ناٹک
۱۰ — ۰۰ منگل شب کی محفل موسیقی
نرسمہالا و دیارتی : کلارنٹ
گوپال شرما : طبلہ

دہلی ب
صبح
۷ — ۳۰ استاد علاؤالدین خاں : سرود
۸ — ۰۰ سنگم
۹ — ۲۰ لوک مادھوری
بعد دوپہر
۳ — ۳۰ سدھیر گوتم : سنطور
شام
۶ — ۴۵ اور رات ۸ — ۴۵
گیت، بھجن، غزلیں
رات
۹ — ۳۰ نیشنل پروگرام
انگریزی کی تقریر

لکھنؤ

میڈیم ویو : لکھنؤ 'الف' اور 'ج'
لکھنؤ 'الف' ۲۶،۴۰۱ میٹر ۷۴۷ کلوہرٹز
لکھنؤ 'ج' ۲۷،۲۳۴ میٹر ۱۲۷۸ کلوہرٹز

شارٹ ویو : لکھنؤ 'ب'
صبح ۷ — ۴۵ تک ۹۲،۶۰ میٹر ۳۲۰۵ کلوہرٹز
۸ — ۰۰ بجے کے بعد ۴۸،۶۲ میٹر ۶۱۷۰ کلوہرٹز
دوپہر ۴۱،۳۸ میٹر ۷۲۵۰ کلوہرٹز
شام اور رات ۹۳،۶۰ میٹر ۳۲۰۵ کلوہرٹز

خبریں

ہندی / انگریزی : (دلی) صبح ۶ — ۰۰ پرادیشک سماچار (گورکھپور) صبح ۷ — ۲۰
ہندی (دلی) صبح ۸ — ۱۰ دوپہر ۱ — ۰۰ اور شب ۸ — ۴۵ اور ۱۱ — ۰۵
انگریزی (دلی) صبح ۸ — ۱۰ دوپہر ۱ — ۰۰ شب ۹ — ۰۰ اور ۱۱ — ۰۰
سنسکرت (دلی) صبح ۷ — ۰۰ شام ۶ — ۱۰ اردو (دلی) صبح ۸ — ۵۰ شب ۹ — ۱۶
علاقائی (لکھنؤ) دوپہر ۲ — ۳۰ پرادیشک (لکھنؤ) شام ۷ — ۲۰ نیوز لیٹر ہندی (دلی) صبح ۹ — ۰۰
ضلع کی چٹھی (لکھنؤ) صبح ۶ — ۰۵

منگل یکم اکتوبر

صبح
۷ — ۳۰ اندردھنش : رگھوناتھ پانی گرہی
اشٹپدی
۹ — ۱۵ سنگھ بندھو : خیال

بدھ ۲ اکتوبر

صبح
۹ — ۱۵ جگناتھ اور ساتھی : شہنائی
دوپہر
۱۲ — ۱۰ اور رات ۱۰ — ۳۰
سکندر حسین اور ساتھی : شہنائی
شام
۴ — ۳۰ میرا کھروڑکر : خیال
۱۰ — ۰۰ "ایک پھول بہتا ہوا" : ناٹک
مصنف : کماری بینا رستوگی

جمعرات ۳ اکتوبر

صبح
۹ — ۱۵ اور رات ۱۰ — ۳۰
سنتو شہاتر : خیال
دوپہر
۱ — ۱۰ آنگن باڑی

جمعہ ۴ اکتوبر

۹ — ۱۵ اور رات ۱۰ — ۳۰
ہری موہن سریواستو : بانسری

ہفتہ ۵ اکتوبر

صبح
۷ — ۳۰ لکھنؤ درشن : فیچر
۹ — ۱۵ اور شام ۴ — ۳۰
کملا سریواستو : خیال

اتوار ۶ اکتوبر

صبح
۹ — ۱۵ لکشمن پرساد جے پور والے
خیال
شام
۴ — ۳۰ پروین سلطانہ : ٹھمری
۶ — ۴۰ ناٹک : رگھو ونشم (حصہ I)
مہاکوی کالیداس
ترجمہ : شری رام جی شاستری
۱۰ — ۰۰ مالنی راجورکر : خیال

پیر ۷ اکتوبر

صبح
۹ — ۱۵ اور رات ۱۰ — ۳۰
افضال حسین نظامی : ٹھمری

منگل ۸ اکتوبر

صبح
۷ — ۳۰ اندردھنش : استاد فیاض خاں
خیال
۹ — ۱۵ منی لال ناگ : ستار

بدھ ۹ اکتوبر

صبح
۹ — ۱۵، شام ۴ — ۳۰ اور شب ۱۰ — ۳۰
وشوناتھ شری کھنڈے : خیال
رات
۱۰ — ۰۰ "سندیشوں کی اڑان" : فیچر
پیش کش : ستیش ماتھر

جمعرات ۱۰ اکتوبر

صبح
۹ — ۱۵ اور رات ۱۰ — ۳۰
کرشن کمار مشر : سارنگی
رات
۱۰ — ۰۰ گیتانجلی

جمعہ ۱۱ اکتوبر

صبح
۷ — ۴۵ گاندھی چرچا
۹ — ۱۵ اور رات ۱۰ — ۳۰
گنگادھر راؤ تیلنگ : خیال
رات
۹ — ۳۰ آپ کی پسند

ہفتہ ۱۲ اکتوبر

صبح
۷ — ۳۰ لکھنؤ درشن : فیچر
پیش کش : تصویر عابدی
۹ — ۱۵ اور شام ۴ — ۳۰
آر۔ پی۔ سکسینہ : کلارنیٹ

اتوار ۱۳ اکتوبر

صبح
۹ — ۱۵ استاد حبیب علی خاں : خیال
شام
۴ — ۳۰ استاد برکت علی خاں : ٹھمری
۹ — ۳۰ رگھو ونشم : ناٹک (حصہ ۲)
۱۰ — ۰۰ علی اکبر خاں : سرود
(باقی صفحہ ۳۵ پر)

الٰہ آباد

الٰہ آباد (الف) ۲۹۲٫۴ میٹر ۱۰۲۶ کلوہرٹز
الٰہ آباد (ب) ۲۰۲٫۰ میٹر ۱۴۸۵ کلوہرٹز

منگل : یکم اکتوبر

صبح

۳۰ — ۷ وینا پانی مشر : خیال - اہیر بھیرو
۳۰ — ۹ چندر شیکھر چکرورتی : سگم سنگیت

دوپہر

۱۰ — ۱ چندر شیکھر چکرورتی : سگم سنگیت
۲۰ — ۱ دھیانیش خاں : سرود : بلاس خانی توڑی

شام

۴۵ — ۶ مدریکا : کویتا پاٹھ : ندیش رائے
۴۵ — ۷ چندر شیکھر چکرورتی : سگم سنگیت

رات

۱۵ — ۸ بعد دتیہ مکھرجی : ستار پریوریا
۳۰ — ۸ اور ۴۵ — ۸ کرن کھرے : سگم سنگیت

بدھ : ۲ اکتوبر

صبح

۳۰ — ۷ اوشا پاریکھ : خیال رام کلی
۱۵ — ۹ لال بہادر شاستری جینتی : شاستری جی کے انترنگ سنسمرن از : مہاویر پرشاد شکل

دوپہر

۱۰ — ۱ شانتا سکسینہ : بھجن

شام

۳۰ — ۵ یووا وانی
(۱) نویتا رانی : بھجن گیت
(۲) سوہن کمار : وائلن

۰۰ — ۸ (۱) گاندھی جی - ایک یُگ ایک پرتیک
تقریر : ٹھاکر پرساد سنگھ
(۲) باپو کے پرتی کاویانجلی
سوہن لال دویدی اور نریندر شرما

۳۰ — ۸ شانتا سکسینہ : سگم سنگیت
۳۰ — ۱۰ اوشا پاریکھ : خیال

جمعرات : ۳ اکتوبر

صبح

۴۵ — ۶ لال بہادر شاستری کے وچار

دوپہر

۱۰ — ۱ آلوک گنگولی : سگم سنگیت
۲۰ — ۱ نارائن لچھمن گُنّے : خیال

شام

۴۵ — ۶ مدریکا
راسٹریہ ایکتا اور مہیلاؤں کی ذمہ داری
تقریر : ڈاکٹر سُدھا جھینگرن
۴۵ — ۷ آلوک گنگولی : سگم سنگیت
۰۰ — ۸ سورویلا کویتا پاٹھ
وِدیاوتی اور نریش مہتہ
۱۵ — ۸ اور ۳۰ — ۱۰
نارائن لچھمن گُنّے : خیال
۳۰ — ۸ محمد یونس : غزلیں

جمعہ : ۴ اکتوبر

صبح

۴۵ — ۶ گاندھی چرچا : باپو کے پرارتھنا وچار اور پرَوچن
۳۰ — ۷ کملا بوس : خیال
۱۰ — ۹ توہنا پال : سگم سنگیت

دوپہر

۱۰ — ۱ توہنا پال : سگم سنگیت
۲۰ — ۱ اور
۱۵ — ۸ کملا بوس : خیال

شام

۳۰ — ۵ وندنا ورما : شاستریہ گائن
۳۰ — ۸ سعادت بن اشرف : سگم سنگیت

ہفتہ : ۵ اکتوبر

صبح

۴۵ — ۶ آچاریہ ونوبا بھاوے کے وچار
۳۰ — ۷ راجیو جناردن : ستار پر راگ للت
۱۰ — ۱ اور رات ۴۵ — ۷
شوبھا گپتا : سگم سنگیت

شام

۱۵ — ۶ پنچایت گھر
اندھے پن کا روک تھام اور آپکی مدد
ڈاکٹر سے - این - پانڈیہ
۴۵ — ۶ مدریکا : کھووارتا
دُرگا مہروترا
۱۵ — ۸ میرا بنرجی : خیال - کیدار اور ٹھمری

اتوار : ۶ اکتوبر

صبح

۴۵ — ۶ گورو گرنتھوں سے
بھرت ہری کے نیتی شتک سے پاٹھ
۰۰ — ۱۱ (۱) شرن رانی - سرود : راگ اہیر بھیرو جوگیہ اور للت
(۲) سنندا پٹنائک : خیال جونپوری

دوپہر

۲۵ — ۱ گونگی تصویریں گونجتی آوازیں

شام

۰۰ — ۸ پنچرنگ : نیتردان : جاننے کی باتیں
بھینٹ وارتا : ڈاکٹر آر - این مشر
۰۰ — ۱۰ غلام علی : شاستریہ سنگیت

پیر : ۷ اکتوبر

صبح

۱۵ — ۹ سنسکرت بھاشا شکشا

دوپہر

۳۰ — ۱۲ گرہ لکشمی
کیا آپ نیتر دان کرنا چاہتی ہیں ؟
ڈاکٹر وی بن بہاری
۱۰ — ۱ پرومتا سیوایہ : سگم سنگیت
۲۰ — ۱ نرمل کمار رائے چودھری ستار وادن

شام

۳۰ — ۵ رگھویندر پرساد مشر : بانسری وادن
۱۵ — ۸ نرمل کمار رائے چودھری : ستار
۳۰ — ۸ پرومتا سیوایہ : سگم سنگیت
۴۵ — ۹ اور ۳۰ — ۱۰
نزاکت علی خاں ، سلامت علی خاں
ٹھمری
۰۰ — ۱۰ شری کیدار ناتھ اگروال سے ان کی کویتا یاترا کے سندربھ میں
بھینٹ وارتا -
بھینٹ کرتا ، نندیشور اپادھیائے

منگل : ۸ اکتوبر

صبح

۴۵ — ۶ وچار وندو
منشی پریم چند کے وچار
۳۰ — ۷ پریم جین : گٹار وادن
کیدار ناتھ : طبلہ
۳۰ — ۹ سمیر کمار رائے : سگم سنگیت

دوپہر

۳۰ — ۱۲ پنگھٹ : ان سے ملئے
بھینٹ وارتا
۱۰ — ۱ سمیر کمار رائے : سگم سنگیت
۲۰ — ۱ پریم جین : گٹار
کیدار ناتھ : طبلہ

شام

۱۵ — ۶ چوپال کی باتیں : بھینٹ وارتا
۴۵ — ۷ اور ۳۰ — ۸
محمد ظفر : غزلیں
۱۵ — ۸ پریم چند کے پریوارک سنسمرن
سورگیہ شریمتی شیورانی دیوی پریم چند
۴۵ — ۹ رامچندر : بھجن

بدھ : ۹ اکتوبر

صبح

۴۵ — ۶ چندر شیکھر دنکٹ رمن کے وچار
۳۰ — ۷ رمضان خان : بانسری
۱۵ — ۹ سنسکرت شکشا

دوپہر

۱۰ — ۱ ششی کلا مشر : بھجن گیت

شام

۳۰ — ۵ (۱) ابھجیت کمار سنہا : بھجن گیت
(۲) میناکشی موہن : ستار
۴۵ — ۶ مدریکا : کویتا پاٹھ
بھولا ناتھ کشواہا
۱۵ — ۸ رمضان خاں : بانسری وادن
۳۰ — ۸ ششی کلا مشر : سگم سنگیت
۳۰ — ۱۰ سدھیشوری دیوی : خیال
مالکونس اور دادرا

جمعرات : ۱۰ اکتوبر

صبح

۴۵ — ۶ جان رسکن کے وچار
۱۵ — ۹ کنٹر شکشا

دوپہر

۱۰ — ۱ اور شام ۴۵ — ۷
مونیکا مکھرجی : سگم سنگیت
۲۰ — ۱ اور رات ۱۵ — ۸
ریشما سریواستو : ستار وادن

رات

۳۰ — ۸ شری جے پرکاش نارائن کی جینتی

"مجھے پرکاش جیسا میں نہ دیکھا"
از : سریش رام بھائی
۱۰ — ۳۰ پربھا اترے: خیال

جمعہ: ۱۱ر اکتوبر

صبح
۶ — ۳۵ گاندھی چرچا: باپو کے پرارتھنا
وچار اور پروچن
۷ — ۳۰ رو بیندر ناتھ پانڈیہ : سنتور وادن
طبلہ سنگت : شلیندر کمار مشرا
۹ — ۱۰ سگم سنگیت : اندر گپتا
دوپہر
۱ — ۱۰ اندر گپتا : سگم سنگیت
۱ — ۲۰ اور رات ۸ — ۱۵
مٹھائی لال : ٹھمری دادرا
شام
۵ — ۳۰ سنگیتا رلتے : شاستریہ گائن
۸ — ۰۰ سنسکرت کاریہ کرم
سوداہرن سنسکرت وارتا
ڈاکٹر: کپل دیو دویدی
سنسکرت کویتا پاٹھ
ڈاکٹر سرجو اسن رتھ
۸ — ۳۰ شنکر کمبھو : سگم سنگیت
۱۰ — ۳۰ رو بیندر ناتھ پانڈیہ: سنتور
شلندر کمار مشر : طبلہ

ہفتہ : ۱۲ر اکتوبر

صبح
۶ — ۴۵ سوامی وویکانند کے وچار
۷ — ۳۰ سیارام تیواری
۹ — ۱۵ کنڈرشکشا
دوپہر
۱ — ۱۰ برہم دیو نارائن سنگھ : سگم سنگیت
شام
۶ — ۱۵ پنچایت گھر : کہانی
سریش ورت رائے
۶ — ۴۵ پریوار کلیان سٹیویر، گھروارتا
چندر بلی اپادھیائے
۸ — ۱۵ لطیف احمد خاں : طبلہ وادن
۸ — ۳۰ برہم دیو نارائن : بھجن

اتوار: ۱۳ر اکتوبر

صبح
۶ — ۴۵ گورو گرنتھوں سے

۱۱ — ۰۰ بھولاناتھ اور گوری شنکر
بانسری اور کلارنٹ پرساگ نٹ بھیرویں
شام
۸ — ۰۰ پریوار کلیان کاریہ کرم : مرزا پور
۸ — ۱۵ ڈی۔ وی۔ پلوسکر : خیال
۱۰ — ۰۰ بھیم سنگھ جوشی : خیال

پیر : ۱۴ر اکتوبر

صبح
۴ — ۲۵ اسپیشل ڈان پروگرام
مہیشا سور مردنی
۶ — ۴۵ وچار وندو
مہیشا سور مردنی کی مہیا کے سندربھ
میں۔ پنڈت بابو راؤ وشنو
پراڑکر کے وچار
دوپہر
۱ — ۱۰ اور رات ۸ — ۳۰
محمد خلیل اور ساتھی : قوالی
۱ — ۲۰ ، اور رات ۸ — ۱۰ ، ۱۰ — ۳۰
بھولاناتھ : بانسری وادن
شام
۶ — ۴۵ اشتیاق حسین : غزلیں
۹ — ۴۵ سندھیا مکھرجی : ٹھمری

منگل : ۱۵ر اکتوبر

صبح
۶ — ۴۵ مہاپران نرالا کے وچار
۷ — ۳۰ ذنیش دیوناتھ : ستار وادن
۹ — ۱۰ وانی جے رام : بھجن
دوپہر
۱۲ — ۳۰ ان سے ملئے : بھینٹ وارتا
۱ — ۱۰ اور شام ۷ — ۴۵
گوپال مکھرجی : غزلیں
۱ — ۲۰ ذنیش دیوناتھ : ستار
ونیے کمار سریواستو : طبلہ
شام
۶ — ۱۵ پنچایت گھر
چوپال کی باتیں : بھینٹ وارتا
۸ — ۳۰ نرالا کے انترنگ سنسمرن
مہادیوی ورما
۹ — ۱۵ شامن راؤ : سگم سنگیت

رامپور

۳۳۶٫۷ میٹر ۸۹۱ کلو ہرٹز

ہندی / انگریزی : صبح ۶ — ۰۰ (عالمی)
ہندی : صبح ۸ — ۰۰ ، دوپہر ۱ — ۰۵ ، ۲ — ۱۰ شام ۶ — ۰۵ اور رات ۸ — ۴۵
انگریزی: صبح ۸ — ۱۰ ، دوپہر ۲ — ۰۰ اور رات ۹ — ۰۰
اردو : صبح ۸ — ۰۵ اور رات ۹ — ۱۵ سماچار پتر : صبح ۹ — ۰۰
ضلع کی چٹھی : صبح ۹ — ۰۵ پرادیشک : شام ۷ — ۲۰

منگل یکم اکتوبر

صبح
۷ — ۳۰ اور دوپہر ۱ — ۳۰
ایم۔ آر۔ گوتم : شاستریہ گائن

بدھ ۲ر اکتوبر

صبح
۷ — ۳۰ بسم اللہ خاں : شہنائی
۸ — ۲۱ شوبھا رمیش، گوبیشوری شرما
اور گیتا پنت : لوک گیت

جمعہ ۴ر اکتوبر

صبح
۷ — ۵۰ اور دوپہر ۱۲ — ۳۰
جعفر حسین اور ساتھی
نعت۔ قوالی
۸ — ۳۰ آزادی اور قومیات کا تصور
مباحثہ : ریاست حسین تاباں
نقوی اور نسیم احمد

ہفتہ ۵ر اکتوبر

صبح
۷ — ۳۰ پنڈت جسراج : شاستریہ گائن

اتوار ۶ر اکتوبر

رات
۹ — ۳۰ عبدالغفور اور ساتھی
چہار بیت

پیر ۷ر اکتوبر

صبح ۷ — ۵۰ اور رات ۸ — ۰۰
وانی جے رام : سگم سنگیت
دوپہر
۱ — ۳۰ احمد رضا : وچتر وینا

منگل ۸ر اکتوبر

صبح
۸ — ۲۱ انوپم شریواستوا : لوک گیت
رات
۸ — ۱۰ محمد سعید خاں اور محمد رشید خاں
شاستریہ گائن

جمعرات ۱۰ر اکتوبر

صبح
۷ — ۳۰ منے خاں : طبلہ
شام
۸ — ۰۰ مینا کشی شریواستوا
سگم سنگیت

جمعہ ۱۱ر اکتوبر

صبح
۸ — ۳۰ فسانہ آزاد
شرکاء: جاوید رضا، رئیس
رام پوری اور نسرین تبسم
پیش کش : محمد علی موج
رات
۸ — ۱۰ جگدیش پرساد : خیال

ہفتہ ۱۲ر اکتوبر

صبح
۷ — ۳۰ [illegible]
[illegible]
۷ — ۵۰ [illegible]

دوپہر
۱—۱۰ سواستھ سندیش

اتوار ۱۳؍اکتوبر

دوپہر
۱—۱۰ پریوار جگت
رات
۹—۳۰ ببو خاں اور ساتھی
چہار بیت

پیر ۱۴؍اکتوبر

صبح
۷—۳۰ روی شنکر: ستار
۷—۵۰ پنکج اداس: غزلیں
دوپہر
۱—۱۰ بندیا: شہری عورتوں کیلئے پروگرام
۱—۴۰ روی شنکر: ستار

منگل ۱۵؍اکتوبر

صبح
۷—۳۰ استاد فیاض خاں
شاستریہ گائن
۷—۵۰ ہیمنت کمار: گیت
۸—۲۱ پریگ شیل بھٹاکر
لوک گیت
شام
۵—۰۵ قانونی مدد

بقیہ: لکھنؤ

پیر ۱۴؍اکتوبر

صبح
۹—۱۵ اور رات ۱۰—۳۰
سیتا سرن سنگھ: خیال
رات
۱۰—۰۰ پریچرچا

منگل ۱۵؍اکتوبر

صبح
۷—۳۰ اندر دھنش: شاستریہ سنگیت
۹—۱۵ استاد احمد جان تھرکوا
طبلہ سولو
رات
۱۰—۰۰ منگل شب کی محفل موسیقی

گورکھپور

۳۳۰.۶۰ میٹر ۹۰۹ کلو ہرٹز

منگل یکم اکتوبر

صبح
۶—۴۵ دھرتی گائے: رام کیلاش اور ساتھی
۸—۲۱ اشیش کمار چٹرجی
سگم سنگیت
دوپہر
۱—۱۰ مہیلا سبھا: سوتنترتا اندولن میں مہیلائیں: تقریر سوشری انجولا تر پاٹھی
سنگیت کے چھیتر میں مہیلائیں
تقریر
شام
۵—۲۵ گرام جگت: کاویہ پاٹھ
رام پرتاپ سنگھ
لکشمی کانت دیویدی رس گر
۶—۱۰ کھیتی باڑی: اس ماس کے کرشی کاریہ: تقریر: ایس۔ پی سری واستوا
۷—۱۰ سنگیت سدھا
اشیش کمار چٹرجی
۸—۰۵ ہندی کاریہ کرم: کتھا شہر کی
بلیا: دشرتھ یادو
۹—۱۶ کھیل کھلاڑی: ایکی ہیسا میں
کھیلا: صاحب شرن
۹—۳۰ اردو پروگرام: شعری نشست
شرکا: سالک گورکھپوری
غبار وارثی، پرویز انجم اور راشد صدیقی

بدھ ۲؍اکتوبر

صبح
۷—۴۰ سنگیت پربھا: پکھاوج پر
چوتال: ارجن شیجوال
دوپہر
۲—۳۰ لوک رنگ
جئے نارائن شرما اور ساتھی

شام
۵—۲۵ گاؤں کی اور: کویتا پاٹھ
ہری شنکر پرساد دوبے
۶—۱۰ کھیتی باڑی
بیگن کی پراجاتیاں
تقریر: رما نند رائے
۷—۳۰ یووا جگت: ریڈیو پتریکا "آنکر"
۸—۰۵ مہاتما گاندھی کا سماجک درشن
تقریر: جی۔ بی۔ سہائے
۱۰—۳۰ وی۔ جی۔ جوگ
وائلن پر جھنجھوٹی اور اڈانا

جمعرات ۳؍اکتوبر

صبح
۶—۴۵ دھرتی گائے: شہزاد علی وارثی
۷—۴۰ سنگیت پربھا: سدیپ مترا
گٹار وادن
دوپہر
۱—۱۵ گھر آنگن: جھلکی دبھوجپوری
درگا پرساد سریواستوا
۲—۳۰ لوک رنگ: کماری پشپا
شام
۵—۲۵ گاؤں کی اور: کہانی
سکھ کے کرن
بیاس منی ترپاٹھی
۶—۱۰ کھیتی باڑی: چرچا
سنگر گاتیوں کے پیٹ میں
پرجیوی کیڑے
تقریر: ڈاکٹر کے۔ کے۔ ٹھاکر
۷—۳۰ یووا جگت: گیت سندھیا
۸—۰۵ ہندی کاریہ کرم
پوروانچل کی وبھوتیاں
مجنوں گورکھپوری، اور
ایم کو ٹھیا وی راہی
۱۰—۳۰ سدیپ مترا: گٹار وادن

جمعہ ۴؍اکتوبر

صبح
۶—۴۵ دھرتی گائے
محمد خلیل اور ساتھی
۸—۳۰ اردو پروگرام: آئینہ ادراک
تقریر: اعلیٰ تعلیم کے فائدے
ڈاکٹر مطیع اللہ عباسی
کلامِ شاعر: اسلم گورکھپوری
دوپہر
۱—۱۰ مہیلا سبھا
گھر کے شانتی کے کارن آپسی سمجھداری
تقریر: اچل نندی شریواستوا
اندھ لوارن سپتاہ
ڈاکٹر منورما اگروال
۲—۳۰ لوک رنگ
گھنشیام اپدھیایہ اور ساتھی
شام
۵—۲۵ گاؤں کی اور: بھوجپوری کہانی: وشجیت سنگھ
۶—۱۰ کھیتی باڑی: چرچا
نئی فصل با کلا: امرناتھ سنگھ
۸—۰۵ ان سے ملئے: چترکار
کردنا سیتو
۹—۳۰ بدلے کی آگ: ناٹک
ازبلقیس فاطمی
۱۰—۳۰ کمار گندھرو: خیال راگ
شری کلیان ؍ پوریا دھناشری

ہفتہ ۵؍اکتوبر

صبح
۶—۴۵ دھرتی گائے: امادرما
۷—۴۰ پربھاکر کارے کر
خیال بیراگی بھیرو
۸—۲۱ رینا بھٹاچاریہ: سگم سنگیت
دوپہر
۲—۳۰ لوک رنگ: ددھادھر دوبے
شام
۵—۲۵ بال واڑی: بال چرچا
ایکتا ہمارا سنکلپ
بلرام منی ترپاٹھی
۶—۱۰ کھیتی باڑی: اناج بھنڈارن
چرچا: تطہیر حسین
۷—۱۰ سنگیت سدھا: ریتا بھٹاچاریہ
۸—۰۵ کھٹے میٹھے الو بھو
مزاحیہ تقریر: بی۔ کیو۔ رضوی

اتوار ۶ر اکتوبر

صبح
۷-۴۰ راجھان سنگھ
ستار پروسنت بکھاری
۸-۲۱ سیما شرما: سگم سنگیت
۹-۲۵ بال سکھا: کہانی
شریمتی آبھا مشرا
آؤ کھیل کھیلیں
مشتاق علی صدیقی

دوپہر
۲-۳۰ لوک رنگ: پرسورام پرساد
اور ساتھی

شام
۵-۳۵ گرام جگت: کاویہ پاٹھ
ہری ونش پانڈے پریاسی
رام نول مشرا ترلوکی ناتھ
۶-۱۰ کھیتی باڑی: پھلونتر کرشی
شری پرکاش سنگھ
۷-۱۰ سنگیت سدھا
جے شری گپتا اور نیلم ساہنی
۷-۳۰ یووا جگت
سامودایک گان شکشا
۹-۳۰ بیم لتا: کاویہ پاٹھ
ستانند
کہانی از بادشاہ حسین رضوی
۱۰-۳۰ راج سبھان سنگھ
ستار پر جوگ کونس

پیر ۷ر اکتوبر

صبح
۶-۴۵ دھرتی گاتے: سہگان
۷-۱۰ سندھیا نکھرجی
خیال کوئل رشبھ آساوری
۸-۳۰ چندر پرکاش مشرا
سگم سنگیت
۹-۱۵ گھر آنگن: اور جا سنکٹ
ایندھن بچایئے
تقریر: کماری سنیہ لتا سریواستو

دوپہر
۱۲-۱۰ طلبا کے لئے
۲-۳۰ لوک رنگ: لیلا داس

شام
۵-۳۵ گرام جگت: سودا ہاڑ دارتا
پڑھوتی: وجے شنکر دویدی
۶-۱۰ کھیتی باڑی: مدھو مکھی پالن
تقریر: جیوتی شنکر شکلا
رام دلار رام
۷-۱۰ یونس قریشی: غزلیں
۷-۳۰ یووا جگت: آج کی شام
آپ کے نام
۸-۰۵ کاویہ پرسنہ: بسنت شرن
سریواستوا
۱۰-۳۰ ملنی نیلا جکیہ: خیال کوشک
رنجنی اور ٹپا کھماج

منگل ۸ر اکتوبر

صبح
۶-۴۵ دھرتی گاتے
سہگان
۷-۵۰ متھیلیشن تیواری اور سنشا کمار
بھجن
۸-۲۱ روذا لیلا: سگم سنگیت

دوپہر
۱۰-۱۰ مہیلا سبھا
(۱) پریم چند پر مباحثہ
(۲) ہری چرچا: کام کاجی مہیلاؤں
کی سمسیائیں: سوشری آشا
مہیشوری، آبھا مشرا، آبھا نیت
(۳) چھوا چھوت نوارن پر تقریر
شریمتی منجو سنگھ
۲-۳۰ لوک رنگ: دیپ چند اور
ساتھی

شام
۵-۴۵ گرام جگت: کہانی "توکل بینا"
سریندر ناتھ وشکرما
۶-۱۰ کھیتی باڑی: چرچا
گیہوں کی پرجاتیاں
ڈاکٹر وی۔ ایم۔ موریہ
۷-۱۰ روپ جیت کور اور صفیر خاں
غزلیں
۷-۳۰ یووا جگت
پریم چند کے ساہتیہ میں سامایک
چیتنا: سنگیت: پشکل سریواستو
بانسری وادن
ہماری وایو سینا کے بڑھتے قدم
۸-۰۵ اپنیا سوں کے اوسمرنیہ آنیک
جالپا دگبن،
ڈاکٹر لال بابو سریواستو
۹-۱۶ کھیل کھلاڑی
آج کے کرکٹ کا بدلتا روپ
تقریر گجیندر تیواری
۹-۳۰ اردو پروگرام: کاروان ادب
تقریر: پریم چند کی زندگی کے
آخری ایام
محترمہ درخشاں تاجور
آزاد نظم: ڈاکٹر صوفیہ آشی
کہانی: فضیل احمد
۱۰-۰۰ منگل شب کی محفل موسیقی

بدھ ۹ر اکتوبر

صبح
۶-۴۵ دھرتی گاتے
بدن موہن ہر تیواری
۷-۴۰ شہنائی پر راگ بھٹیار دھن
علی احمد حسین
۸-۲۱ آشوتوش دیال سنہا
سگم سنگیت
۸-۳۰ اردو پروگرام: تخلیق
فن خاکہ نگاری: ڈاکٹر منور انجم
کلام شاعر: بندری گورکھپوری

دوپہر
۲-۳۰ لوک رنگ
کماری ریمی سریواستو

شام
۵-۲۵ گاؤں کی اور: بات چیت
یووا شکتی اور وشو پری ورتن
بھوپیندر ناتھ پانڈے
۶-۱۰ کھیتی باڑی: چرچا
گاجر کی انت کھیتی تقریر
د۔ ہ۔ بندر سنگھ
ڈاکٹر جگدمبا دیاشت
۷-۱۰ آشوتوش دیال سنہا
سنگیت سدھا
۷-۳۰ یووا جگت: ریڈیو پتریکا "انکر"
کما از: تمہیں تو میری پوجا ہو
سندیش ساہنت
کاویہ پاٹھ: سمن پانڈے
وارتا: سور کاویہ میں شرنگار
ورنن: ہری شنکر پرساد
دوبے
۹-۱۶ وی کنٹرول آف ہیپیوسی
انگریزی تقریر: ڈاکٹر
جی۔ ایس۔ نندا
۱۰-۳۰ شیو کمار شرما
سنتور پر راگ پہاڑی اور
بشر شیو رنجنی

جمعرات ۱۰ر اکتوبر

صبح
۶-۴۵ دھرتی گاتے: سہگان
۷-۴۰ بدھ دت نکھرجی
ستار پر اہیر بھیرو
۸-۲۱ پشپا پنیدھر: سگم سنگیت
۹-۱۵ گھر آنگن: چرچا
ادھک انیہ اتپادن میں مہیلاؤں
کا یوگیہ دان: مالتی مشرا

دوپہر
۱۲-۱۰ طلبا کے لئے
۲-۳۰ لوک رنگ
نواری سنگھ آزاد و ساتھی

شام
۶-۱۰ کھیتی باڑی: چرچا
پشو پالن کی سمسیائیں و سمادھان
تقریر: ڈاکٹر مراری لال گپتا
۷-۱۰ سنگیت سدھا
راحت علی اور اوشا منڈن
۷-۳۰ یووا جگت
چرچا بچے پرکاش نرائن
گیت سندھیا
۸-۰۵ ہندی کاویہ کرم
مجھے یاد ہے سب وہ ذرا ذرا
دیویندر کمار بنگالی
۱۰-۳۰ ڈاکٹر پرہلاد ناتھ: بانسری

جمعہ ۱۱ر اکتوبر

صبح
۶-۴۵ دھرتی گاتے: گان
۷-۴۵ اس ماہ کے گیت
۷-۵۰ سور لہری
۸-۲۱ جے شری گپتا، نیلم ساہنی
سگم سنگیت
۸-۳۰ اردو پروگرام: رفتار
تقریر: ملک ترقی کے راہ پر
گامزن: محمد امین الفاری
تقریر: درد سر
ڈاکٹر نقیب اسلام

دوپہر
۱۲-۳۰ طلبا کے لئے

۱-۱۰ مہیلا سبھا
بھاوی ماں کے لئے گن کاری
باتیں: ڈاکٹر راکا رانی سنگھ
بھینٹ کرتا: عزیا کامل
پریوار کلیان پر گیت
کاویہ پاٹھ: انیتا سنگھ
۲-۲۰ کھیتی کسانی
۲-۳۰ لوک رنگ: عباس علی گورکھپوری

شام

۶-۱۰ کھیتی باڑی
گیہوں کی بارانی کھیتی: تقریر
نریندر کمار
دھان کا پوشک مہتو تمعاگن
تقریر: از ڈاکٹر پدماکر ترپاٹھی
ڈاکٹر ایم۔ کے۔ سریواستو
۷-۱۰ یوا جگت: بھارت کے آلوک
استمبھ: مہرشی اروند
راما شریہ اپادھائے
سنگیت: ارچنا سریواستو
لوک گیت
تعریف (مزاحیہ تقریر)
کماری ریکھا شریواستو
۸-۰۵ ہندی کاریہ کرم
اتہاس کے پرسنگوں سے
پنڈت رام پرساد بسمل
گھنشیام شریواستو
۹-۳۰ ٹیلی فون کا چکر: ناٹک
ہرشس پربھا
۱۰-۳۰ جگدیش پرساد: خیال
داچسپتی اور ٹھمری

ہفتہ ۱۲ر اکتوبر

صبح

۶-۴۵ دھرتی گائے: سمن سریواستو
۷-۲۰ جھروکھا
۷-۴۰ اسپرا بوس: ٹھمری
۸-۲۱ نریندر شرما، گوپال سنہا
اور انخا چٹرجی: سگم سنگیت

دوپہر

۲-۱۰ ساموداِیک گاتن: شکشا
۲-۲۰ کھیتی کسانی
۲-۳۰ لوک رنگ
مدن پرساد رائے و ساتھی

شام

۵-۳۵ بال وانی

بالک کرودھی نہ بننے پاتے
تقریر: ستیہ برت تیواری
۶-۱۰ کھیتی باڑی: چرچا
ضلع میں اولشک بستوؤں کا
وترن: تقریر: پارس ناتھ تیواری
۷-۱۰ طلعت عزیز: غزلیں
۷-۳۰ یوا جگت: پریہ چرچا
نیتک اومولیہ کا ذمہ دار کون
شرکار: کماری رینو اروڑا
کاری مدھو یادو
سنجے پتی ترپاٹھی
کرشن موہن مشرا
۸-۰۵ ایک چراغ کافی ہے روشنی
کے لئے: پرماتما پرساد مشر

اتوار ۱۳ر اکتوبر

صبح

۶-۴۵ دھرتی گائے: سہہ گان
۷-۳۰ وگیان آلوک
۷-۴۰ استاد امیر خاں: خیال للت
۸-۲۱ گیت سنگیت
ڈاکٹر بشیر بدر: غزل
گائیکا: متھلیش تیواری
۹-۱۵ دیش گان
۹-۲۵ بال سکھا (بچوں کا پروگرام)
بچوں کے مکھ سے
ساموداِیک گان شکشا
"ہم کیسے بتائیں" مانوائیتی پر مبنی
تقریر: انیتا منی ترپاٹھی

دوپہر

۱-۱۰ اوکاش کے چمن: جھلکی
بڑے بابو: آٹھواں حصہ
تحریر: آر۔ کے۔ شرما
پیش کش: سوشیل بنرجی
۲-۲۰ کھیتی کسانی
۲-۳۰ لوک رنگ
شریمتی آنند سریواستو

شام

۵-۳۸ گرام جگت: بھوجپوری ناٹک
"مہمان" تحریر: راجیندر ناتھ
مدھوکر، پیش کش: برج بھوشن
شرما
۶-۱۰ کھیتی باڑی: تیز تر د کرشی،
مٹی کی جانچ
تقریر: وائی۔ ڈی۔ تیواری

۷-۱۰ غلام علی: غزلیں
۷-۱۰ یووا جگت: ناٹک
سنگیت: کماری نشاط انجم
۹-۲۰ ہیم لتا: جن سنکھیا وسپھوٹ
اور سمادھان: پریہ چرچا
شرکار: ڈاکٹر ایس۔ بی۔ نگیندر
ڈاکٹر اے۔ کے۔ بنرجی
محمد اشرف عالم خان اور
ارملا گرگ
۱۰-۰۰ اندر دھنش
گیتوں کا فرمائشی پروگرام

پیر ۱۴ر اکتوبر

صبح

۶-۴۵ دھرتی گائے: شیفالی سنہا
۷-۳۰ آخر کب تک؟
۷-۴۰ روی شنکر
ستار پر نٹ بھیرو
۸-۲۱ صغیر احمد خاں: سگم سنگیت
۹-۱۵ گھر آنگن: شراب کتنی خراب
چرچا: شریمتی نرملا شکلا

دوپہر

۱۲-۱۰ طلبا کے لئے
۲-۲۰ کھیتی کسانی
۲-۳۰ لوک رنگ
اماشنکر دیوی اور ساتھی

شام

۵-۲۵ گرام جگت: کاویہ پاٹھ
شیوپوجن پانڈے: سوریہ
سیہ نراین مشر
پردیسی پرساد داس
۶-۱۰ کھیتی باڑی: گورکھپور میں
ریشم کیٹ پالن کا کاریہ
تقریر: ڈاکٹر جگدیش سنگھ
۷-۱۰ سنگیت سدھا: صغیر احمد خاں
۷-۳۰ یوا جگت
آج کی شام آپ کے نام
۸-۰۵ کاویہ پاٹھ
گنگا پرساد بھٹ
۹-۳۰ نیشنل پروگرام: تقریر
۱۰-۰۰ ہاسیہ کوی گوشٹھی
۱۰-۳۰ برجو مہاراج: ٹھمری اور
دادرا

منگل ۱۵ر اکتوبر

صبح

۶-۴۸ دھرتی گاتے: جے رام دیویدی
۷-۳۰ جھروکھا
۷-۵۰ بھجن: کشوری امونکر
۸-۲۱ پرکاش پارنیکر: سگم سنگیت
۹-۱۵ پھلواری

دوپہر

۱۲-۱۰ طلبا کے لئے
۱-۱۰ مہیلا سبھا: پارٹیاں اور
شکشا چاریہ: تقریر
جھلکی: گیت
۲-۲۰ کھیتی کسانی
۲-۳۰ لوک رنگ: رام راؤ

شام

۵-۲۵ گرام جگت
اودشدھی روپ میں سونٹھ
تقریر از ڈاکٹر چندر دھر
ترپاٹھی "گمبھیر"
۶-۱۰ کھیتی باری: چرچا
جَو کی پیدا جاتیاں: تقریر
شری رام شکلا
۷-۱۰ پی نازناسانی: غزلیں
۷-۳۰ یوا جگت: نرالا کی شکتی پوجا
تقریر: سورت نراین ترپاٹھی
کاویہ پاٹھ: سنیل کمار گھوانیاں
کہانی: وشواش کے گھیرے میں
نیچو۔ بی۔ اے
۸-۰۵ یاترا کتھا
ڈاکٹر وِش ناتھ پرساد تیواری
۹-۱۶ کھیل کھلاڑی
وشو کشتی میں بھارت کی بھومیکا
دنیش سنگھ
۹-۳۰ کہتے ہیں آج ذوق جہاں سے گزر
گیا: فیچر: تحریر
ایم کو ٹھیا دی راہی
۱۰-۰۰ منگل شب کی محفلِ موسیقی

اپ گرہ دوردرشن کیندر حیدرآباد

لائٹنگ اسسٹنٹ درکار ہے

ڈائریکٹر اپ گرہ دوردرشن کیندر سوماجی گڈا حیدرآباد کو اپ گرہ دوردرشن کیندر حیدرآباد میں لائیٹنگ اسسٹنٹ اسٹاف آرٹسٹ کی اسامی پُر کرنے کے لیے امیدواروں سے درخواستیں مطلوب ہیں۔

لائیٹنگ اسسٹنٹ : ایک اسامی شیڈول ٹرائب امیدواروں کے لیے مخصوص۔

کام کی نوعیت : مختلف اقسام کی لائیٹنگ آلو جنس کا علم جو ٹی وی کو ریج اور آؤٹ ڈور لوکیشن کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں۔ علاوہ اس کے ٹی وی لائیٹنگ کے لیے الیکٹریکل ڈیٹا کی جانکاری۔ وقتاً فوقتاً کام سے متعلق سپرد کردہ فرائض کی انجام دہی۔ ۱۶ ایم ایم فلموں کے لیے لائٹنگ آلات کو استعمال کرنے کی صلاحیت۔ کیمرہ مین کی مدد کرنا۔ چارج میں دیے گئے متعلقہ آلات و ساز و سامان کی دیکھ بھال، حفاظت اور سنبھال۔

لازمی اہلیت:- (۱) میٹرک یا اس کے مساوی

(۲) لائیٹنگ کے کام کا اسٹیج، فلم یا ٹیلی ویژن میں دو سالہ تجربہ

فیس اسکیل :- ۳۳۰ — ۸ — ۳۷۰ — ۱۰ — ۴۰۰ — ای بی — ۱۰ — ۴۸۰ اور ساتھ میں وہ بھتے جو دوردرشن اسٹاف آرٹسٹوں کو وقتاً فوقتاً دیے جاتے ہیں۔

عمر کی حد :- یکم جنوری ۱۹۸۶ء کو ۲۱ اور ۳۰ سال کے درمیان۔ بھرتی کا مجاز افسر دوردرشن کے اسٹاف آرٹسٹوں کو عمر کی بالائی حد میں رعایت دے سکتا ہے۔ یہ رعایت میڈیا یونٹوں میں ان کی منظور شدہ ملازمت بحیثیت اسٹاف آرٹسٹ کے عرصے کے مساوی دی جا سکتی ہے۔ اس کے علاوہ شیڈول کاسٹ، شیڈول ٹرائب اور دیگر خصوصی زمروں کے امیدواروں کو مرکزی سرکار کی جانب سے سول آسامیوں کے لیے جاری کردہ ہدایات کے مطابق عمر کی حد میں رعایت دی جا سکتی ہے۔

ٹسٹ انٹرویو کے لیے بلائے جانے والے امیدواروں کو اپنے اخراجات پر حیدرآباد آنا ہوگا۔ لیکن شیڈول کاسٹ/ٹرائب امیدواروں کو قواعد کے مطابق سفر بھتہ دیا جائے گا۔

سرکاری ملازمین اپنی درخواستیں اپنے دفتر کے توسط سے ارسال کریں۔ سرکاری ملازم کے انتخاب کی صورت میں اس کو دوردرشن میں تقرری سے قبل اپنی ملازمت سے استعفیٰ دینا ہوگا۔

منتخب امیدواروں کا تقرر/تبادلہ کسی بھی دوردرشن کیندر/اپ گرہ دوردرشن کیندر پر کیا جا سکتا ہے۔

تمام ضروری کارروائیوں کی تکمیل سے قبل منتخب امیدواروں کا تقرر ابتدا میں ماہانہ قابل تجدید معاہدے کی بنا پر کیا جائے گا۔ اس کے بعد اسٹاف آرٹسٹ کی حیثیت سے مقررہ فیس اسکیل میں تین سال کے معاہدے پر تقرری دی جائے گی اور ان سے دو سال کی مدت آزمائشی تمام کی جائے گی۔ آزمائشی مدت کی کامیاب تکمیل پر ان کے ساتھ طویل المدت معاہدہ کیا جائے گا جو امیدوار کی ۵۸ برس کی عمر تک چلے گا۔

امیدوار اپنی درخواست سادہ کاغذ پر دیں اور اس میں پورا نام اور پتہ عمر بمعہ تاریخ پیدائش، جس آسامی کے لیے درخواست دی ہے اس کا نام، تعلیمی اور پیشہ وارانہ قابلیتیں، کیا امیدوار شیڈول کاسٹ/ٹرائب ہے، تجربہ، موجودہ روزگار وغیرہ سے متعلق تفصیلات درج کریں اور ساتھ میں تائیدی اسناد کی صرف مصدقہ نقول منسلک کریں۔ اس کے علاوہ اگر امیدوار نے پہلے بھی دوردرشن میں کسی اسامی یا اسامیوں کے لیے درخواست دی ہے، یا اس کا کوئی رشتہ دار دوردرشن، آل انڈیا ریڈیو، وزارت اطلاعات و نشریات کے کسی اور دفتر میں ملازم ہے تو اس سے متعلق تفصیلات بھی درخواست میں درج کریں۔ درخواستیں ڈائریکٹر اپ گرہ دوردرشن کیندر سوماجی گڈا حیدرآباد ۵۰۰۴۸۲ کے پاس ۳۰ اکتوبر ۱۹۸۵ء تک پہنچ جانا چاہئے۔

درخواستیں موصول ہونے کی مقررہ آخری تاریخ کے بعد ملنے والی، نامکمل، اسناد کی مصدقہ نقول کے بغیر اور دفتر کے توسط سے نہ آنے والی درخواستیں کسی بھی حالت میں قابل قبول نہ ہوں گی۔ ٹیسٹ/انٹرویو کے لیے بلاتے وقت زیادہ تجربہ کار اور زیادہ قابلیت رکھنے والے امیدواروں کو ترجیح دی جائے گی۔

امیدوار کے انتخاب سے قبل یا بعد میں یہ انکشاف ہوا کہ اس نے جان بوجھ کر ضروری معلومات کو پوشیدہ کیا ہے تو اس کا تقرر منسوخ کر دیا جائے گا۔

کسی بھی قسم کے اثر و رسوخ کے استعمال کی کوشش امیدوار کی نا موزونیت کا سبب ثابت ہوگی۔

نجیب آباد

۳۱۴٫۴ میٹر ۹۵۴ کلو ہرٹز

منگل : یکم اکتوبر

صبح

۸ — ۳۰ منور علی خاں، مالوکیا کانن، گوری توڑی : بیراگی

دوپہر

۱ — ۱۰ لیاقت علی خاں، سارنگی۔ پٹ دیپ

دوپہر

۱ — ۱۰ بیگم اختر : ٹھمری

بدھ : ۲ اکتوبر

صبح

۷ — ۳۰ گاندھی جی کی یہ سرن، ہمارے گاؤں از، منوج جی۔ ایس۔ ہنگا

۸ — ۳۰ حافظ علی خاں ۔۔۔ [illegible]

۱ — ۱۰ شنکر شمبھو قوال، قوالی

شام

۱۰ — ۰۰ آنوجکوں کے بیچ
کہانی نویس بھاش منت
آنوچک۔
ڈاکٹر بی۔ ڈی۔ کانڈپال
ڈاکٹر ہری پرساد تھپلیال
ڈاکٹر سدھاکر تیواری

جمعرات : ۳ اکتوبر

صبح

۸ — ۳۰ گنگا پرساد پاٹھک : توڑی

جمعہ : ۴ اکتوبر

صبح

۷ — ۳۰ کہانی از ارملا جین

۸ — ۳۰ اجیت سنگھ، وچترو بینا : بیراگی

۱ — ۱۰ عبدالوحید خاں، ہمانی پٹ دیپ

شام

۱۰ — ۰۰ سنیل جیندر، سر بواسنو، ستار

ہفتہ : ۵ اکتوبر

صبح

۸ — ۳۰ [illegible]
بڑے غلام علی خاں، گائن

اتوار : ۶ اکتوبر

صبح

۷ — ۳۰ گلدستہ : کاویہ پاٹھ
وہیں بہاری سُمن

۱ — ۱۰ شیام گوپی راتے چودھری
سر: [illegible] سارنگ

شام

۸ — ۰۰ سماج ساہیتیہ شاستر کی کسوٹی پر (ہندی نثر یہ)

از : ڈاکٹر وشنودت راکیش
۱۶ — ۹ محمد حسین۔ احمد حسین : غزلیں

پیر : ۷ راکتوبر

صبح
۳۰ — ۸ کشوری امونکر : جونپوری
ٹھمری بھیروی

دوپہر
۳۰ — ۱۲ سُدھا ملہوترا : بھجن
۴۵ — ۱۲ سواستھ چرچا
نوجات بچوں کی دیکھ بھال
ڈاکٹر اوشا ریولا
۱۰ — ۱ جیوتسنا بھولے : گوڑ سارنگ

شام
۰۰ — ۱۰ وناٹک راؤ پٹوردھن : ٹھمری
آنندی کیدار

منگل : ۸ راکتوبر

صبح
۳۰ — ۸ ایم۔ آر۔ گوتم : رام کلی
جگدیش پرساد پنڈت
گوجری ٹوڈی

دوپہر
۳۰ — ۱۲ اقبال احمد صدیقی : غزلیں
۱۰ — ۱ شمشیر سنگھ : سرود اجبہ پلاس

بدھ : ۹ راکتوبر

صبح
۳۰ — ۷ ہندی فلموں میں شاستریہ سنگیت
ہندی تقریر : چندر کانتا شرما
۳۰ — ۸ اور دوپہر ۱۰ - ۱
غلام صادق خاں : گائن

جمعرات : ۱۰ راکتوبر

صبح
۳۰ — ۸ سنگھ بندھو : راگ بیراگی
حافظ احمد خاں : راگ بسنت
۱۰ — ۱ نزاکت علی و سلامت علی : ٹھمری

جمعہ : ۱۱ راکتوبر

صبح
۳۰ — ۷ کتھا کنج : کہانی :
درجے سینی دہرادون
۳۰ — ۸ مشتاق حسین خاں
شاستریہ سنگیت

گنیش پرساد مشر : بیراگی

دوپہر
۱۰ — ۱ ہیرا بائی بڑودکر : ملتانی

شام
۰۰ — ۱۰ اشوک رائے : سرود
کوشی کانہڑہ

ہفتہ : ۱۲ راکتوبر

صبح
۳۰ — ۸ سوہن سنگھ : رام کلی

دوپہر
۱۰ — ۱ بلّو خاں : ایک تال
ضمیر احمد : تین تال

اتوار : ۱۳ راکتوبر

شام
۰۰ — ۸ سماج سیکھو ساہتیہ شاستر کی
کسوٹی پر — ہندی تقریر
ڈاکٹر رام سروپ آریہ

پیر : ۱۴ راکتوبر

صبح
۳۰ — ۸ واسودیو دیشپانڈے : آساوری

دوپہر
۴۵ — ۱۲ جھنکا : ہندی فلموں میں شاستریہ سنگیت
از : چندر کانتا شرما
۱۰ — ۱ چندن رائے : سرود
وِرنداونی سارنگ

شام
۴۵ — ۷ نرالا جی پر تقریر
گیا پرساد شکل
۱۶ — ۹ گیت : نیتین مکیش
۰۰ — ۱۰ واسودیو دیشپانڈے : راگیشری

منگل : ۱۵ راکتوبر

صبح
۳۰ — ۸ ملک ارجن منصور
شاستریہ سنگیت

دوپہر
۱۰ — ۱ سرود پر شدھ سارنگ

رات
۱۶ — ۹ محمد ظفر اور ساتھی : قوالی

شملہ

میڈیم ویو : ۶ ر ۳۸۷ میٹر ۷۷۴ کلوہرٹز
شارٹ ویو : صبح ۳۰۔۷ تک اور شام ۳۰۔۶ کے بعد رات تک ۹ر۹۲ میٹر ۳۲۲۳ کلوہرٹز
صبح ۴۵۔۷ کے بعد دوپہر ۴۵۔۴ تک اور شام ۰۰۔۵ کے بعد
۸۳ر۴۹ میٹر ۶۰۲۰ کلوہرٹز

منگل یکم اکتوبر

صبح
۲۰ — ۶ گیان وندنا اور وندنا
روزآنہ
۵۵ — ۶ کھیتی باڑی اور موسم کی اطلاع
روزآنہ
۱۰ — ۷ کلاسیکی موسیقی
بدھ، جمعرات کے علاوہ روزآنہ
۳۰ — ۷ بانس گان
۴۵ — ۷ پہاڑی سنگیت روزآنہ
۲۱ — ۸ سگم سنگیت
۱۵ — ۹ راگ چھایا

دوپہر
۳۰ — ۱۲ اسکول براڈکاسٹ
۱۰ — ۱ فوجی بھائیوں کیلئے : روزآنہ
۲۰ — ۲ سنہری کرنیں
جمعرات کے علاوہ روزآنہ

شام
۰۰ — ۵ یووا وانی : روزآنہ
۲۰ — ۵ چمبا پانگی پروگرام
۲۰ — ۵ کلوی پروگرام
۱۰ — ۶ منڈیالی پروگرام
۳۰ — ۶ لاہول سپتی پروگرام
۰۵ — ۷ گرامین یووان کے لئے
۲۰ — ۷ ریڈیو دیہاتی گوشٹھی
ہر منگل، جمعرات
۰۵ — ۸ دھارا رے گیت : روزآنہ
۱۵ — ۸ ساز سنگیت
ستیہ دیو پنوار : وائلن
۱۵ — ۹ تعلیمی تقریر
۰۰ — ۱۰ منگل شب کی محفلِ موسیقی
سشانک کٹھی : ستار

بدھ ۲ راکتوبر

صبح
۱۰ — ۷ کرناٹک سنگیت : وائلن
۴۰ — ۷ جیون جیوتی : مہاتما گاندھی
۲۱ — ۸ گرجا دیوی : ٹھمری
۲۵ — ۸ امر بھارتی
۱۵ — ۹ ایک فلم کے گیت

شام
۰۰ — ۵ سرموری پروگرام
۲۰ — ۵ مہاسوی پروگرام
۴۰ — ۵ بلاسپوری پروگرام

۱۰ — ۶ کانگڑی پروگرام
۳۰ — ۶ کنٹری پروگرام
۲۰ — ۷ کرشی جگت
منگل، جمعرات کے علاوہ روزآنہ
۲۵ — ۸ کاجل بنرجی : سگم سنگیت
۳۵ — ۸ ساز سنگیت
۱۶ — ۹ گھر آنگن : سلسلہ وار ڈرامہ
۳۰ — ۹ چرچا کا وشیہ ہے
۰۰ — ۱۰ آپ کے آنورودھ پر
نئی فلموں سے فرمائشی گانے

جمعرات ۳ راکتوبر

صبح
۲۱ — ۸ سورن لتا : پنجابی گیت
۳۵ — ۸ ریڈیو ڈاکٹر
۰۵ — ۹ مسکان

شام
۲۰ — ۵ چمبا پانگی پروگرام
۴۰ — ۵ کلوی پروگرام
۱۰ — ۶ منڈیالی پروگرام
۳۰ — ۶ لاہول سپتی پروگرام
۱۵ — ۸ بیگم اختر : غزلیں

۹-۱۶ آپ کا پتر ملا
خطوں کے جواب

جمعہ ۴ر اکتوبر

صبح

۷-۱۰ پرارتھنا سبھا
۸-۲۱ سگم سنگیت
۸-۲۵ واسودیو دیش پانڈے
گائن
۹-۰۵ محفل

دوپہر

۲-۲۰ مہیلا سملین

شام

۵-۰۰ سرموری پروگرام
۵-۲۰ مہاسوی پروگرام
۵-۴۰ بلاسپوری پروگرام
۶-۱۰ کانگڑی پروگرام
۶-۲۰ کنزی پروگرام
۸-۲۵ گیان راؤ جوشی: وائلن
۹-۱۶ ہندی تقریر
۹-۲۰ ہندی ڈرامہ
۱۰-۰۰ من بھاون: پرانی فلموں
سے فرمائشی گیت

ہفتہ ۵ر اکتوبر

صبح

۸-۲۱ راجستھانی گیت
۹-۰۵ بھترکن

شام

۵-۲۰ چمبا یانگی پروگرام
۵-۴۰ کلوی پروگرام
۶-۱۰ منڈیالی پروگرام
۶-۲۰ لاہول سپیتی پروگرام
۶-۵۵ ضلع کی چھٹی
۸-۱۵ سگم سنگیت
۹-۱۶ ہم درشن: ریڈیو نیوز ریل
۹-۲۰ موسیقی کا نیشنل پروگرام
کمل ملک: سرود

اتوار ۶ر اکتوبر

صبح

۶-۲۵ گیان وندو اور وندنا
روزانہ ۶ر اکتوبر سے
۷-۱۰ کلاسیکی موسیقی
بدھ / جمعرات کے علاوہ روزانہ

۸-۲۱ آپ کی چھٹی آپ کی فرمائش
۹-۲۰ نذرانہ: غزلوں پر مبنی پروگرام
۱۰-۰۰ یووادانی

دوپہر

۱۲-۲۰ بال گوپال
۳-۰۰ ونیتا منڈل

شام

۵-۰۰ سرموری پروگرام
۵-۲۰ مہاسوی پروگرام
۵-۴۰ بلاسپوری پروگرام
۶-۱۰ کانگڑی پروگرام
۶-۲۰ لاہول سپیتی پروگرام
۶-۵۰ پرکاش کرنیں
۷-۰۵ ایک رنگ
۸-۲۵ ڈی، وی، پلسکر: گائن
۹-۲۰ گیت پہاڑا دے
پہاڑی گیتوں کا فرمائشی پروگرام

پیر ۷ر اکتوبر

صبح

۷-۴۰ جیون جیوتی
۸-۲۱ شبد
۹-۰۵ پرانی فلموں سے

شام

۵-۰۰ چنو منو پروگرام
۵-۲۰ ہم رنگ: ملا جلا ہماچلی پروگرام
۶-۱۰ مہیلا سملین
۶-۲۰ کنزی پروگرام
۷-۰۵ گرامین یووان کے لئے
شنکر یں گلایا: سلسلہ وار ناٹک
۹-۱۶ جگیاسا
۹-۴۵ شانتی ہیرانند: سگم سنگیت

منگل ۸ر اکتوبر

صبح

۷-۴۵ سنگیت
۸-۲۱ سگم سنگیت
۹-۰۵ راگ چھایا

شام

۵-۲۰ چمبا یانگی پروگرام
۵-۴۰ کلوی پروگرام
۶-۱۰ منڈیالی پروگرام
۶-۴۰ لاہول سپیتی پروگرام
۷-۲۰ ریڈیو دیہاتی گوشٹھی
۸-۱۵ سندر لال گندھرو: بانسری

۸-۲۵ سب رس
۱۰-۰۰ منگل شب کی محفل موسیقی
سریش جی شری کھنڈے
گائن

بدھ ۹ر اکتوبر

صبح

۷-۱۰ ایم۔ ایس۔ سبھا لکشمی
کرناٹک سنگیت
۷-۴۰ جیون جیوتی: یامنی رائے
۸-۲۱ ونود کمار: دادرا
۸-۲۵ امر بھارتی
۹-۰۵ ایک فلم کے گیت

شام

۵-۰۰ سرموری پروگرام
۵-۲۰ مہاسوی پروگرام
۵-۴۰ بلاسپوری پروگرام
۶-۱۰ کانگڑی پروگرام
۶-۲۰ کنزی پروگرام
۶-۵۵ ضلع کی چھٹی
۹-۱۶ گھر آنگن: سلسلہ وار ناٹک
۹-۲۰ چرچا کا وشیہ ہے

۱۰-۰۰ آپ کے انو رودھ پر: نئی فلموں
سے فرمائشی گیت

جمعرات ۱۰ر اکتوبر

صبح

۸-۲۱ ششو پال جو پڑا: پنجابی گیت
۹-۰۰ مسکان: فلمی گیت

شام

۵-۲۰ چمبا یانگی پروگرام
۵-۴۰ کلوی پروگرام
۶-۱۰ منڈیالی پروگرام
۶-۲۰ لاہول سپیتی پروگرام
۸-۱۵ مدھو بالا چاولا: غزلیں
۹-۱۶ آپ کا پتر ملا: خطوں کے جواب

جمعہ ۱۱ر اکتوبر

صبح

۷-۱۰ پرارتھنا سبھا
۸-۲۱ سگم سنگیت
۸-۲۵ سیاحوں کے لئے
۹-۰۵ محفل: فلمی گانے

شام

۵-۰۰ سرموری پروگرام
۵-۲۰ مہاسوی پروگرام
۵-۴۰ بلاسپوری پروگرام
۶-۱۰ کانگڑی پروگرام
۶-۲۰ کنزی پروگرام
۷-۲۰ ریڈیو دیہاتی گوشٹھی
۸-۲۵ ساز سنگیت: جل ترنگ
۹-۱۶ ہندی تقریر
۹-۲۰ ہندی ڈرامہ
۱۰-۰۰ من بھاون
پرانی فلموں سے فرمائشی گانے

ہفتہ ۱۲ر اکتوبر

صبح

۸-۲۵ پرادیشک سنگیت
ہریانوی گانے
۹-۰۵ بھترکن

شام

۵-۲۰ چمبا یانگی پروگرام
۵-۴۰ کلوی پروگرام
۶-۱۰ منڈیالی پروگرام
۶-۲۰ لاہول سپیتی پروگرام
۹-۱۶ ہم درشن: ریڈیو نیوز ریل

اتوار ۱۳ر اکتوبر

صبح

۷-۴۰ بھارت بھارتی
۸-۲۱ آپ کی چھٹی آپ کی فرمائش
۹-۱۵ نذرانہ: غزلوں پر مبنی
پروگرام
۱۱-۲۰ آپ کے چٹکلے آپ کے گیت

شام

۳-۰۰ ونیتا منڈل
۵-۰۰ سرموری پروگرام
۵-۲۰ مہاسوی پروگرام
۵-۴۰ بلاسپوری پروگرام
۶-۱۰ کانگڑی پروگرام
۶-۴۰ لاہول سپیتی پروگرام
۶-۵۰ پرکاش کرنیں
۶-۵۵ اس ماس کا گیت
۷-۰۵ ایک رنگ
۸-۲۵ کلاسیکی موسیقی
کشوری امونکر: گائن

۹-۳۰ گیت بہار ارت
فرمائشی پہاڑی گانوں کا
پروگرام

پیر ۱۴ر اکتوبر

صبح

۷-۴۵ جیون جیوتی
۸-۲۱ شبد
۸-۲۵ ساہتیہ ویلا
۹-۰۵ پرانی فلموں سے

شام

۵-۰۰ چنو منو پروگرام
۵-۲۰ ہم رنگ
بلا جلا ہماچلی پروگرام
۶-۱۰ مہیلا سملین
۶-۳۰ کنزی پروگرام
۸-۲۵ بھگتی سنگیت
۹-۱۶ ہم ترنگنی
ہماچل کا بست شلب
۹-۴۵ سگم سنگیت
۱۰-۰۰ مرنال سین گپتا : سرود

منگل ۱۵ر اکتوبر

صبح

۷-۴۰ سنگیت
۸-۲۱ سگم سنگیت
۹-۰۵ راگ چھایا

شام

۵-۲۰ چمبا یانگی پروگرام
۵-۴۰ کلوی پروگرام
۶-۱۰ منڈیالی پروگرام
۶-۳۰ لاہول سپتی پروگرام
۸-۱۵ ساز سنگیت
اندرنیل بھٹاچاریہ : ستار
۹-۱۶ ہماری وکاس یاترا
۱۰-۰۰ منگل شب کی محفل موسیقی

آواز قیمت
فی کاپی ——— ایک روپیہ
سالانہ ——— ۲۲ روپے
دو سال ——— ۴۲ روپے

ترسیل زر کا پتہ
چیف ایڈیٹر
آکاشوانی گروپ آف جرنلز، آل انڈیا ریڈیو
۵ فلور، پی ٹی آئی بلڈنگ، سنسد مارگ، نئی دہلی ۱

جالندھر، چنڈی گڑھ

جالندھر: میڈیم ویو : ۲۲۴ر۳ میٹر ۷۰۲ کلوہرٹز ۲۲۲ر۲ میٹر ۱۲۵۰ کلوہرٹز
۳۴۳ر۶ میٹر ۸۷۳ کلوہرٹز
چنڈی گڑھ: میڈیم ویو : ۲۰۹ر۶ میٹر ۱۴۳۱ کلوہرٹز

خبریں

ہندی : صبح ۸-۰۰ دوپہر ۱-۰۵، ۲-۱۰، ۲-۴۵ (دھیمی رفتار سے)
شام ۶-۰۵ اور ۶-۲۰ (پرادیشک) رات ۸-۴۵، ۱۱-۰۵
پنجابی : صبح ۸-۳۰ دوپہر ۱-۴۰ شام ۶-۱۰ (پرادیشک) اور شام ۷-۳۰
انگریزی: صبح ۸-۱۰ دوپہر ۱-۰۰ اور رات ۹-۰۰ ۱۱-۰۰
اردو : صبح ۸-۵۰ دوپہر ۱-۵۰ رات ۹-۱۵ (خبریں) ۹-۲۵ (تبصرہ)
روزگار سماچار : شام ۷-۴۰

منگل یکم اکتوبر

صبح

۷-۳۰ مٹی دی مہک : سماجی رسم و
رواج پر سنگیت روپک
۹-۱۰ نصیر امین الدین ڈاگر
الاپ اور دھرپد بھیرو اور
الاپ اور دھمار بھیرو

دوپہر

۲-۳۰ جاگیر چہل ساڑے والیا اور
ساتھی : لوک گیت
۴-۴۵ بچن سنگھ بچن
لوک گیت

بدھ ۲ر اکتوبر

صبح

۹-۰۵ شری کانت باکرے
خیال اہیر للت

دوپہر

۲-۳۰ جسونت رائے بیگانہ و ساتھی
بھجن

رات

۱۰-۳۰ شری کانت باکرے
خیال درگا

جمعرات ۳ر اکتوبر

صبح

۷-۴۵ لوک گیت : سورن بابا
۸-۲۰ ڈاکٹر جاگیر سنگھ اور ساتھی
شبد
۹-۰۵ جوگندر سنگھ : کلارینٹ پر
بھیروی : طبلہ پر سنگت
دیوندر پال سنگھ

دوپہر

۱۲-۱۵ لکھبیر سنگھ : غزلیں
۲-۳۰ سودا گر رام اور ساتھی
لوک گیت

شام

۴-۴۵ کرنیل سنگھ سانگھا
لوک گیت

رات

۹-۳۰ علاقائی موسیقی کا نیشنل
پروگرام
پنت کویوں کے بھگتی سنگیت
نرسی مہتہ اور دیارام
۱۰-۳۰ جوگندر سنگھ : کلارنٹ پر
مالکونس : طبلہ پر سنگت
دیوندر پال سنگھ

جمعہ ۴ر اکتوبر

صبح

۷-۳۰ محمد شریف قوال اور ساتھی
کافی
۸-۲۰ مالا پوری : شبد
۹-۰۵ یش پال : خیال

دوپہر

۱۲-۳۰ طفیل نیازی اور جاوید طفیل
لوک گیت
۲-۳۰ تیرتھ سنگھ : لوک گیت

شام

۴-۳۰ کے۔ ایل۔ سود
جل ترنگ پر بھوپالی
۴-۴۵ مہندر باڑے والا : لوک گیت
۷-۴۵ محمد شریف قوال اور ساتھی : کافی

رات

۹-۳۰ بھروسہ : اردو میں ڈرامہ
۱۰-۳۰ یش پال : خیال جلدھر کیدار

ہفتہ ۵ر اکتوبر

صبح

۷-۱۵ پرتھی پال سنگھ : شبد
۷-۴۵ محمد سلیم قوال اور ساتھی : کافی
۹-۰۵ جگموہن سہگل ستار

شام

۴-۳۰ جگموہن سہگل
ستار پر پوریا دھنا شری
۴-۴۵ نیلم بھاٹیہ اور ساتھی
لوک سنگیت
۷-۴۵ ایس۔ ایس اوستھی : خیال

اتوار ۶ر اکتوبر

صبح

۷-۴۵ پرتی مب : فیچر
از : اے۔ ایل پال
۹-۰۵ روی شنکر : ستار

دوپہر

۲-۳۰ ہنس راج اور ساتھی
بھیٹاں

شام

۴-۴۵ سوہن سنگھ سینتل ڈھاڈی
اور ساتھی : واراں
۱۰-۳۰ استاد علاء الدین خاں
سرود پر راگ پرج

پیر ۷ر اکتوبر

صبح

۷-۱۵ انتی دی راہ تے

۲۰ نکاتی پروگرام پر مبنی
۸—۲۰ منموہن کور: لوک گیت
۹—۰۵ سویتا دیوی: ٹھمری، جوگیا اور ٹپہ
رات
۹—۳۰ پلن دی بیڑی: ڈرامہ
بلونت گارگی
۱۰—۱۵ لوک گیت: پریم پاٹھک
۱۰—۳۰ سوبینا دیوی: خیال جوگ

منگل ۸ر اکتوبر

صبح
۹—۱۰ مالک ورما: خیال بھٹیار
اور ٹھمری بھیروی
دوپہر
۲—۳۰ جگجیت کور: لوک گیت
شام
۴—۱۵ ہردیو سنگھ خوشدل: لوک گیت
ڈھولک: للتا پرشاد

بدھ ۹ر اکتوبر

صبح
۷—۳۰ بھائی اجیت سنگھ راگی
اور ساتھی: شبد
۸—۲۱ کرتار سندھو: گیت
۹—۰۵ رویندر سنگھ
بانسری پر جونپوری
دوپہر
۲—۳۰ رجنی دیوی: لوک گیت
رات
۱۰—۳۰ رویندر سنگھ
بانسری پر پوریا کلیان

جمعرات ۱۰ر اکتوبر

صبح
۷—۱۵ پنڈ دی نہار
پنجاب کے اہم دیہات کی ترقیاتی
سرگرمیاں
۷—۴۵ ستیش چندر: لوک گیت
۹—۰۵ مہندر سنگھ: ٹھمری اور
دادرا
دوپہر
۱۰ شبد
گیت
رنگی پر پوریا

دھناشری
رات
۸—۰۰ تخلیق: اردو میں ادبی پروگرام
۱۰—۱۵ نوراں: لوک گیت
۱۰—۳۰ مہندر سنگھ
ٹھمری اور دادرا
۱۰—۴۵ رفیق احمد
سارنگی پر چندر کونس

جمعہ ۱۱ر اکتوبر

صبح
۷—۱۵ اجل یاداں
نہ مٹنے والی یادیں
۸—۲۰ ایل۔ ڈی۔ پردیسی: غزلیں
۹—۰۵ ہروندر کمار: ستار پر راگ
للت
دوپہر
۱۲—۳۰ سعیدہ بانو: لوک گیت
۲—۳۰ منگل سنگھ گمان پوری اور
ساتھی: لوک گیت
شام
۴—۳۰ مالویکا کانن: ٹھمری
۴—۴۵ پر ملا پمی: لوک گیت
رات
۷—۴۵ بھائی ہمنت سنگھ راگی اور
ساتھی: شبد
۹—۳۰ ایک فاصلہ: ہندی میں ڈرامہ
ایس۔ بی بھٹناگر
۱۰—۱۵ رنجنا: لوک گیت
۱۰—۳۰ ہروندر کمار
ستار پر راگ درباری

ہفتہ ۱۲ر اکتوبر

صبح
۷—۴۵ شوکت علی: کافی
۹—۰۵ سلوچنا چوان
خیال ایمنی بلاول
شام
۴—۳۰ سلوچنا چوان: خیال پوروی
۴—۴۵ لوک گیت: سرب جیت
رات
۹—۳۰ موسیقی کا نیشنل پروگرام

اتوار ۱۳ر اکتوبر

صبح

۷—۴۵ پرتی بمب: فیچر
چیر نجیت سنگھ
سیمی گیت
۸—۲۰ استاد بڑے غلام علی خاں
ٹھمری
۹—۴۵ بال جگت
بچوں کے لئے پروگرام
۱۰—۳۰ تہاڈی فرمائش
دوپہر
۲—۳۰ جیون سنگھ چندن اور
ساتھی: لوک گیت
شام
۴—۴۵ گوردیپ سنگھ: لوک گیت
رات
۱۰—۳۰ استاد بڑے غلام علی خاں
خیال باگیشری

پیر ۱۴ر اکتوبر

صبح
۷—۱۵ اتھی دی راہ تے
۲۰ نکاتی پروگرام پر مبنی فیچر
۷—۴۵ اکیسویں صدی ول
۲۱ ویں صدی کی طرف
بلدیو سنگھ کلسی
۸—۲۰ کلدیپ مانک: لوک گیت
۹—۰۵ لچھمن داس سندھو
ٹھمری اور دادرا
دوپہر
۲—۳۰ چندر شیکھر: لوک گیت
شام
۴—۳۰ بالواڑی: دیہاتی بچوں کے
لئے پروگرام
رات
۹—۳۰ پرچھاواں: پنجابی میں ڈرامہ
بی۔ ڈی۔ کھوسلہ
۱۰—۱۵ ہنس راج ہنس: لوک گیت
۱۰—۳۰ لچھمن داس سندھو
ٹھمری دادرا اور کافیاں

منگل ۱۵ر اکتوبر

صبح
۷—۱۵ کاویہ دھارا
پنجابی میں شعر خوانی
۹—۱۰ منور علی خاں: خیال دیسی
اور گجری

منگل یکم اکتوبر

صبح
۷—۱۵ اور رات ۷—۴۵
انوپ جلوٹا: سگم سنگیت
۷—۲۵ فرید آباد ضلع کی چٹھی
۷—۳۰ ہندی کویتا پاٹھ
۷—۴۰ جگدیش پرساد: گائن
دوپہر
۱—۴۰ شیر شاہ سوری
ساتویں جماعت کے لئے
سوشل اسٹڈی کا سبق
رات
۸—۳۰ بیگم اختر: سگم سنگیت
۹—۱۶ ایک فلم سے: فلم نگینہ
۹—۳۰ ہندی میں مباحثہ
۱۰—۰۰ پرانی فلموں سے

بدھ ۲ر اکتوبر

صبح
۷—۱۵ اور رات ۷—۴۵
نیرا شرما۔ سگم سنگیت
۷—۲۵ روہتک ضلع کی چٹھی
۷—۳۰ تب کیا ہوا جب جیب کٹ
گئی: مزاحیہ تقریر
۷—۴۰ دیال سنگھ رانا: بانسری
۸—۳۰ خالدہ: سگم سنگیت
۹—۱۶ ایک فلم سے: فلم بانورا
۱۰—۰۰ دیال سنگھ رانا: بانسری

جمعرات ۳ر اکتوبر

صبح
۷—۱۵ اور رات ۷—۱۵

دوپہر
۱۲—۳۰ ترنجن: دیہاتی مستورات
کے لئے پروگرام
۲—۳۰ کلدیپ سنگھ پردیسی
لوک گیت
شام
۴—۴۵ پورن چند وڈالی اور ساتھی)
لوک گیت
رات
۷—۴۵ نویں آکاش: تعلیم بالغاں
۱۰—۰۰ منگل شب کی محفل موسیقی

5135

روہتک

میڈیم ویو ۲۶۲/۴ میٹر ۱۱۴۳ کلوہرٹز

خبریں

ہندی: صبح ۸-۰۰ دوپہر ۱-۰۵ شام ۶-۰۵ رات ۸-۴۵
انگریزی: صبح ۸-۱۰ دوپہر ۱-۰۰ شام ۶-۰۰ رات ۹-۰۰

سبھاش چند رسینی: سگم سنگیت
۷-۲۱ حصار ضلع کی چھٹی
۷-۳ بدلتے مانویہ مولیے: ہندی تقریر
۷-۴ شنکر راؤ اور انیھقونی میتھیو
ستارا ور وائلن

دوپہر
۱-۴ اسکول براڈ کاسٹ
دنویں جماعت کے لئے انگریزی
سبق)

رات
۸-۰ دو نچوں میں انتر کیسے
ہندی میں تقریر
۸-۳ نور جہاں: سگم سنگیت
۹-۱۰ ایک فلم سے
فلم میری دوستی تیرا پیار

جمعہ ۴ اکتوبر

صبح
۷-۱۵ اور رات ۷-۴۵
شانتا سکینہ: سگم سنگیت
۷-۲۵ امبالہ ضلع کی چھٹی
۷-۳۰ دتمہ لکشمن وا بچار
ہندی میں انٹرویو
۷-۴۰ استاد امیر خاں: گائن
۸-۲۰ ساسپردائیک ایکتا پر گاندھی
جی کے وچار: ملا جلا پروگرام

دوپہر
۱-۴۰ جھانسی کی رانی لکشمی بائی
(پرائمری کلاسوں کے لئے سبق)

رات
۸-۳۰ طلعت محمود: سگم سنگیت
۹-۱۶ ایک فلم سے: فلم میرا جیون
۹-۳۰ قوالیاں

ہفتہ ۵ اکتوبر

صبح
۷-۱۵ اور رات ۷-۴۵
سریش چندر شرما
سگم سنگیت
۷-۲۵ بھوانی ضلع کی چھٹی
۷-۳۰ ہریانہ کے پراکرتک سوندریہ
استھل: ہندی میں تقریر
۷-۴۰ ہری پرساد چورسیہ: بانسری

رات
۸-۳۰ شیلا دھر: سگم سنگیت
۹-۱۶ ایک فلم سے: فلم اناڑی
۹-۳۰ موسیقی کا نیشنل پروگرام

اتوار ۶ اکتوبر

صبح
۷-۱۵ اور رات ۷-۴۵
اجیت کور: سگم سنگیت
۷-۲۵ کرنال ضلع کی چھٹی
۷-۳۰ چلتے چلتے

رات
۸-۳۰ مبارک بیگم: سگم سنگیت
۹-۱۶ ایک فلم سے: فلم قیمت
۱۰-۰۰ پرانی فلموں سے

پیر ۷ اکتوبر

صبح
۷-۱۵ اور رات ۷-۴۵
اوشا اگروال: سگم سنگیت
۷-۲۵ گوڑگاؤں ضلع کی چھٹی
۷-۴۰ شری کانت باکرے: گائن

دوپہر
۱-۴۰ چھٹی جماعت کے لئے سائنس
کا سبق

رات
۸-۳۰ انور: سگم سنگیت
۹-۱۶ ایک فلم سے: فلم پتھر کے صنم
۹-۳۰ نیشنل پروگرام
ہندی میں تقریر
۱۰-۰۰ شری کانت باکرے: گائن

منگل ۸ اکتوبر

صبح
۷-۱۵ اور رات ۷-۴۵
مانک لال ورما
سگم سنگیت
۷-۴۵ جیند ضلع کی چھٹی
۷-۰۰ اردو میں نظم خوانی
۷-۴۰ سسر کنا دھر چودھری
وائلن

دوپہر
۱-۱۰ ساتویں جماعت کے لئے
کوئیز پروگرام

رات
۸-۳۰ ملکہ پکھراج: سگم سنگیت
۹-۱۶ ایک فلم سے: فلم دس نمبری
۹-۳۰ ہندی کی نئی کویتا میں سماجکتا
ہندی میں تقریر

بدھ ۹ اکتوبر

صبح
۷-۱۵ اور رات ۷-۴۵
ششی کالیہ: سگم سنگیت
۷-۲۵ کوروکشیتر ضلع کی چھٹی
۷-۳۰ تب کیا ہوا جب سچ بولنا شروع
کیا: مزاحیہ تقریر
۷-۴۰ اجیت سنگھ مینٹل: گائن

رات
۸-۳۰ شلیندر سنگھ: سگم سنگیت
۹-۱۶ ایک فلم سے: فلم دوسری سیتا
۱۰-۰۰ اجیت سنگھ مینٹل: گائن

جمعرات ۱۰ اکتوبر

صبح
۷-۱۵ اور رات ۷-۴۵
مدن سنگھ: سگم سنگیت
۷-۲۵ مہندر گڑھ ضلع کی چھٹی
۷-۳۰ ہندی میں تقریر
۷-۴۰ ٹھاسی رام ترمل: جل ترنگ

دوپہر
۱-۴۰ نویں جماعت کے لئے انگریزی
سبق

رات
۸-۰۰ ہیلتھ اور فیملی ویلفیئر پروگرام
۸-۳۰ ردنا لیلی: سگم سنگیت
۹-۱۶ ایک فلم سے: فلم پاپ اور پنیہ
۱۰-۰۰ پرانی فلموں سے

جمعہ ۱۱ اکتوبر

صبح
۷-۱۵ اور رات ۷-۴۵
نیلم ساہنی: سگم سنگیت
۷-۲۵ سونی پت ضلع کی چھٹی
۷-۳۰ پیلیا روگ
لکشن اور اپچار (ہندی)
۷-۴۰ غلام مصطفیٰ خاں: گائن
۸-۲۱ اہنسا کے رشتے میں گاندھی جی
کے وچار: ہندی میں ملا جلا
پروگرام

دوپہر
۱-۴۰ ملیریا۔ پرائمری جماعتوں کے
لئے سبق

رات
۸-۳۰ جونیکا رائے: سگم سنگیت
۹-۱۶ ایک فلم سے: فلم پارس
۹-۳۰ فیچر
۱۰-۰۰ غلام مصطفیٰ خاں: گائن

ہفتہ ۱۲ اکتوبر

صبح
۷-۱۵ اور رات ۷-۴۵
مدھو بالا بھارگو: سگم سنگیت
۷-۲۵ سرسہ ضلع کی چھٹی
۷-۳۰ بھارت میں ودیشی یاتری
مارکو پولو: ہندی میں تقریر
۷-۴۰ شریف احمد خاں: طبلہ

دوپہر
۱-۴۰ ہندی میں مباحثہ

رات
۸-۳۰ مہندر کپور: سگم سنگیت
۹-۱۶ ایک فلم سے: فلم دھرما

۲۰ — ۹ موسیقی کا نیشنل پروگرام

اتوار ۱۳ر اکتوبر

صبح

۱۵ — ۷ اور رات ڈھ ۴ — ۔
ایمنا بہنی : سگم سنگیت
۲۵ — ۷ فریدآباد ضلع کی جھلکی
۳۰ — ۷ چلتے چلتے

شام

۱۰ — ۶ پنجابی گیت

رات

۰۰ — ۸ آج اتوار ہے
۳۰ — ۸ کیشں : سگم سنگیت
۱۶ — ۹ ایک فلم سے : فلم تانگے والا

پیر ۱۴ر اکتوبر

صبح

۱۵ — ۷ اور رات ڈھ ۴ — ۔
کمل منس پال : سگم سنگیت
۲۵ — ۷ روہتک ضلع کی جھلکی
۳۰ — ۷ کالا بازاری اور تسکری سے
دیش کی ارتھ ویوستھا پر
دُشں پربھاؤ : ہندی میں تقریر
۴۰ — ۷ پی۔ ایل۔ گوہدکر : گائن

دوپہر

۴۰ — ۱ اُورجا : چھٹی جماعت کے لئے
سائنس کا سبق

شام

۱۰ — ۶ سندھی گیت

رات

۳۰ — ۸ لتا منگیشکر : سگم سنگیت
۱۶ — ۹ ایک فلم سے : فلم بدلہ
۰۰ — ۱۰ پی ایل گوہدکر : گائن

منگل ۱۵ر اکتوبر

صبح

۱۵ — ۷ اور رات ۵ ۴ — ۔
سہیل کمار شرما : سگم سنگیت
۲۵ — ۷ حصار ضلع کی جھلکی
۳۰ — ۷ پنجابی کویتا پاٹھ
۴۰ — ۷ علی اکبر خاں : سرود

رات

۳۰ — ۸ فریدہ خانم : سگم سنگیت
۱۶ — ۹ ایک فلم سے
دھوپ کی لکیر

جے پور، اجمیر

جے پور (الف) : ۲۰۳/۲ میٹر ۱۴۷۶ کلوہرٹز
جے پور (ب) : ۲۳۶/۴ میٹر ۱۲۶۹ کلوہرٹز
اجمیر : ۴۹۷/۵ میٹر ۶۰۳ کلوہرٹز

منگل یکم اکتوبر

صبح

۰۵ — ۷ ایل کے پنڈت : خیال جونپوری
۳۵ — ۷ ساہتیہ کی : کاویہ پاٹھ
جوالہ پرساد شرما ویل
۵۰ — ۸ سوربھ : راجستھان کے راج گھرانوں
کی سنسکرت سیوا (۱) جے پور
تقریر : ڈاکٹر جے نارائن پانڈے
۲۵ — ۹ اسکول براڈ کاسٹ کلاس ۸

دوپہر

۰۵ — ۱۲ ریڈیو پراوجک پری یوجنا کاریہ کرم
سہیوگ کا مہتو تحریر مدھوپنت

شام

۳۰ — ۹ سندھی کاریہ کرم

بدھ ۲ر اکتوبر

صبح

۳۵ — ۷ آئینہ
۱۵ — ۹ سگم سنگیت

دوپہر

۱۵ — ۱۲ ریڈیو پراوجک پری یوجنا کاریہ کرم
مہاتما گاندھی،
تحریر : ڈاکٹر سمترا
۳۰ — ۱ رویندر رائے : خیال گوڑ سارنگ

شام

۳۰ — ۶ ادیوگ جگت : پری چرچہ
گاندھی جی اور ادیوگ
شرکاء، جنار دھن سنگھ گہلوت،
کے ایل کمل، کانتا آہوجا، راجندر شنکر بھٹ
۰۰ — ۱۰ سامعین کے روبرو منعقدہ بھگتی
سنگیت سبھا کی ریکارڈنگ سے
اقتباسات

جمعرات ۳ر اکتوبر

صبح

۰۵ — ۷ روی موہن بھٹ
وائلن پر راگ جوگیا
۳۵ — ۷ راجستھان کے ون جیو
ہندی تقریر از راج پال
۲۱ — ۸ لوک گیت : رمیش ناتھ جوگی
۳۵ — ۹ اسکول براڈ کاسٹ
سبھی ککشاؤں کے لیے
سامو دائک گائن پاٹھ

دوپہر

۰۵ — ۱۲ جیسا بوؤ گے ویسا کاٹو گے
تحریر : رامائن دشوبند
۱۰ — ۱ میلا جگت پر
کاکا صاحب کالیکر۔ ایک جیون پریچے
ہندی تقریر : چندرا بھاول

شام

۳۰ — ۶ سندھی کاریہ کرم
۳۰ — ۱۰ روی موہن بھٹ
وائلن پر راگ چندر نندن

جمعہ ۴ر اکتوبر

صبح

۰۵ — ۷ بی آر اٹھاولے
خیال بلاسکھانی توڑی
۳۵ — ۷ [illegible]
راشٹریہ ایکتا اور راشٹر ایکتا کا مہاتما
تقریر : ڈاکٹر کرشن بہاری سہل
۴۵ — ۷ ساہتیہ سدھا
ایشر داس رچیت دیوالی سے سور پاٹھ
رام پرساد مدھوکر
۲۱ — ۸ پربھو دیال : لوک گیت
۲۵ — ۹ اسکول براڈ کاسٹ

پراتھمک سکشا ہیتو : سنگیت پاٹھ
بھارت دیش ہمارا ہے (حصہ ۲)
از ڈی وی مہرا

دوپہر

۱۵ — ۱۲ پنسل یوسف پاپا
۱۰ — ۱ لوک گیت : رامچندر اور ساتھی
۳۰ — ۱ عشرت حسین خاں
ستار پر راگ دیس

شام

۲۵ — ۶ گورنندہ
راجستھانی گیتوں کا فرمائشی کاریہ کرم
۰۰ — ۱۰ اسکند گپت : ناٹک
تحریر : جے شنکر پرشاد
ریڈیو عکس : یوگیش چند شرما
۳۰ — ۱۰ وی آر اٹھاولے
خیال نٹ بہاگ

ہفتہ ۵ر اکتوبر

صبح

۰۵ — ۷ سندر لال گندھو
بانسری پر راگ اہیری توڑی
۳۵ — ۷ گرنتھ گاتھا : دلیپ وکاس گرنتھ
۴۸اویں شتابدی (ہندی تقریر)
پرکاش چندر بھارگو

۲۱ — ۸ لوک گیت : پرشوتم
۲۵ — ۹ اسکول براڈ کاسٹ
پری چرچہ پاٹھ کرم کی رکتنا : شرکاء
اشوک مشوری۔ واسدیو چترویدی
روپ نارائن کابرا۔ چندرا بھٹناگر

دوپہر

۱۵ — ۱۲ ریڈیو پراوجک پری یوجنا کاریہ کرم
بھاشا کھیل مدھوپنت
۱۰ — ۱ لوک گیت : نندلال گندھرو
۳۰ — ۱ غلام علی : ٹھمری

شام

۳۰ — ۶ ملیکا رجن منصور : خیال پوربی
۱۶ — ۹ کملا آکاشں

اتوار ۶ر اکتوبر

صبح

۳۵ — ۷ ۲۱ ویں صدی کی [illegible]
[illegible]

دوپہر
۱۲ — ۰۰ مہیلا جگت
یوگ سادھنا اور ناری
بھینٹ وارتا پر مبنی۔ سنتوش شرما
۱۲ — ۳۰ جھلکی: "نکلنا خلد سے"
تحریر: لطیف فہمی
شام
۱۰ — ۰۰ مرود هرا: تیرتھا کاریکرم ساہتیہ کی
ریکھا چتر وجے چتر ویدی
کاویہ پاٹھ: ہرجندر کوشک

پیر ۷ راکتوبر
صبح
۷ — ۰۵ راجندر وشنو: خیال بیراگی بھیرو
۷ — ۲۵ راج استھلی: راجستھانی کاویہ پاٹھ
پریم راج سونی
۹ — ۲۵ اسکول براڈ کاسٹ۔ آجکل
سماچار سمیکشا۔ آرسی بیراٹھی
دوپہر
۱۲ — ۱۵ پشو چکتسا۔ ڈاکٹر ڈی پی مشر
۱ — ۱۰ رامیشور پرشاد ساہو: لوک گیت
۱ — ۳۰ علی اکبر خاں: سرود پر راگ مادھوی
شام
۶ — ۲۵ گوربندھا
راجستھانی لوک گیتوں کا فرمائشی کاریکرم
۱۰ — ۰۰ راجندر وشنو۔ خیال کامود
منی لال ناگ: ستار پر راگ باگیشری

منگل ۸ راکتوبر
صبح
۷ — ۰۵ شنو کھرانہ: ٹھمری بھیرویں اور ٹپہ
۷ — ۳۵ ساہتیہ کی
کہانی شاجی نندر اپادھیائے
۸ — ۲۱ رام نواس اور ساتھی: لوک سنگیت
۸ — ۵۰ سوربھ وارتا مالا
راجستھان کے راج گھرانوں کی سنسکرت
سیوا۔ (۲) جودھپور۔
ڈاکٹر جی ڈی بھٹ
۹ — ۲۵ اسکول براڈ کاسٹ کلاس ۸
انگلش کا سبق
دوپہر
۱۲ — ۱۵ پشو چکتسا۔ ڈاکٹر بی پی مشر
شام
۹ — ۳۰ سندھی کاریہ کرم

بدھ ۹ راکتوبر
صبح
۷ — ۰۵ جے کمار نوار
وائلن پر راگ گن کلی
۹ — ۲۵ اسکول براڈ کاسٹ
ودیالیہ کے پراگن سے
استھل ریکارڈنگ
دوپہر
۱۲ — ۱۵ رینگنا، اڑنا، چلنا
ہیاسہاسے (ایکھک)
۱ — ۳۰ اونکارناتھ ٹھاکر: خیال دیسی توڑی
شام
۶ — ۳۰ ادیوگ جگت: شرم قانون
بونس بھگتان ادھی نیم
وارتاکار: مہیش کمار جین
راجستھان کے شلپکار محمد حنیف
سے بھینٹ
۱۰ — ۳۰ جے کمار نوار:
وائلن پر راگ مدھوکونس

جمعرات ۱۰ راکتوبر
صبح
۷ — ۰۵ اوشا چپل کٹی: خیال دیوگری بلاول
۷ — ۳۵ اولوکن: پتی پتنی کے رشتے
ہندی تقریر از شمیم اختر
۸ — ۲۱ لوک گیت: مہیش چندر شرما اور ساتھی
۹ — ۲۵ اسکول براڈ کاسٹ
سامودائک گائن پاٹھ
دوپہر
۱ — ۳۰ مہیلا جگت: گیا کنج
شریمتی من موہنی جین
شام
۶ — ۳۰ سندھی کاریہ کرم
۱۰ — ۳۰ اوشا چپل کٹی: خیال
کامود اور کافی میں سفید

جمعہ ۱۱ راکتوبر
صبح
۷ — ۰۵ وشنو گوپال شاستری
جل ترنگ پر راگ جونپوری
۷ — ۳۵ راج استھلی: واتا گھری سکھرو
ڈاکٹراں ری تقریر ڈاکٹر سنتوش گل
۷ — ۴۵ ساہتیہ سدھا:
راوت سرسوت
۸ — ۲۱ ہنومان پرساد: لوک گیت
۹ — ۲۵ اسکول براڈ کاسٹ
پراتھمک کلاس: سنگیت پاٹھ ۲
بھارت دیش ہمارا ہے۔ حصہ ۳
دوپہر
۱۲ — ۱۵ جیسا بوؤ گے ویسا کاٹو گے
تحریر: رام پھل بندرو
۱ — ۳۰ وشنو گوپال شاستری
جل ترنگ پر راگ ملتانی
شام
۶ — ۲۵ گوربند
راجستھانی گیتوں کا فرمائشی کاریکرم
۹ — ۳۰ آکاشوانی وچار گوشٹھی
گاؤں سے شہر کی اور
شرکار: پروفیسر ایم کے ست
ڈاکٹر پرشن چندر شرما
راجندر شنکر بھٹ
مہیندر مشرا
۱۰ — ۳۰ کرشن راؤ شنکر پنڈت
خیال جے جے ونتی

ہفتہ ۱۲ راکتوبر
صبح
۷ — ۰۵ نصیر امین الدین ڈاگر:
الاپ دھروپد راگ آساوری
۷ — ۳۵ قانون اور ہم
درگھٹناؤں کے معاوضہ سمبندھ
قانون: ہندی تقریر
از گوبندرام بنسل
۹ — ۲۵ اسکول براڈ کاسٹ۔ شکشکوں کیلئے
سروجنینی پراتھمک شکشا کرپا وتن
اور اپلبدھی۔ پری چرچا۔ بی پی آریہ۔
اندرراج۔ شورتن
دوپہر
۱۲ — ۱۵ بھاشا کھیل
تحریر: منو ماتھر
۱ — ۱۰ بال مکند شرما: لوک گیت
۱ — ۳۰ شنکر ناد مرچودھری
وائلن پر راگ کوشک بھیروی
۶ — ۵۰ رام نارائن
سارنگی پر راگ پٹدیپ اور رتی

اتوار ۱۳ راکتوبر
صبح
۷ — ۰۵ بین دیوانہ: خیال
دوپہر
۱۲ — ۳۰ جھلکی: خزانے کی تلاش
تحریر: سدھا چودھری
رات
۱۰ — ۳۰ بین دیوانہ: خیال شاہانہ

پیر ۱۴ راکتوبر
صبح
۷ — ۰۵ ششی موہن بھٹ
ستار پر راگ یمنی بلاول
۷ — ۲۵ راج استھلی: پراچین بات شیلی میں
ہنکارے بات اچھی لاگے
ستیہ نارائن امن
دوپہر
۱۲ — ۳۰ بھیم سین جوشی
خیال برنداہنی سارنگ
رات
۱۰ — ۰۰ ششی موہن بھٹ
ستار پر راگ ہیمنت اور تلک شیام

منگل ۱۵ راکتوبر
صبح
۷ — ۰۵ پنڈت نارائن راؤ ویاس
خیال جونپوری
۷ — ۳۵ کاویہ پاٹھ: ڈاکٹر جے سنگھ نیرج
۸ — ۵۰ سوربھ: وارتا مالا
راجستھان کے راج گھرانوں میں
سنسکرت سیوا (۳) اودے پور
تقریر: نارائن شاستری کنکر
۹ — ۲۵ اسکول براڈ کاسٹ کلاس ۸
انگلش کا سبق
دوپہر
۱۲ — ۰۵ مہینوں کے نام
تحریر: ایچ۔ این سیٹھ
شام
۶ — ۳۰ سوپان۔ پریوار کلیان
استھل ریکارڈنگ پر آدھارت
۹ — ۳۰ سندھی کاریہ کرم

بیکانیر

۳۱۵،۰ میٹر ۹۵ ۱۳ کلو ہرٹز

منگل یکم اکتوبر

صبح

۷-۳۰ شاستریہ سنگیت
روزآنہ سوائے جمعرات

۸-۲۱ راشٹریہ ایکتا کے بندو کرم میں
کھان پان تمتھا راشٹریہ ایکتا
ہندی تقریر: جانکی نارائن شریمالی

۸-۳۰ رس دھارا (ہر منگل)

۸-۵۰ سور بھ

۹-۱۰ عبدالکریم: لوک سنگیت

۹-۲۵ اسکول براڈ کاسٹ
روزآنہ سوائے اتوار

دوپہر

۱۲-۳۰ راگ رس

۱-۱۰ سہیلیاں ری باڑی

۱-۴۰ عبدالکریم: لوک سنگیت

۱-۵۰ کرشی لوک
دن اور ونیہ پرانی سرکشن
آجکی آوشیکتا: ایس۔سی۔ماتھر

۲-۲۰ اسکول براڈ کاسٹ
روزآنہ سوائے اتوار

شام

۵-۰۵ یووا وانی (روزآنہ)

۶-۳۰ مرو ستھلی
ستیہ اہنسہ کے پجاری مہاتما
گاندھی: تقریر: ڈاکٹر
ایس۔سی۔جھنگانی
کویتا پاٹھ: دھنن جیہ ورما
کہانی: وکاس کی یاترا

۷-۵۰ گیتاں ری لڑی

۸-۰۵ سگم سنگیت

۸-۲۵ ایک ہی فلم سے

۱۰-۰۰ منگل شب کی محفل موسیقی

بدھ ۲ر اکتوبر

صبح

۸-۲۱ رس دھارا

سوائے اتوار روزآنہ

۸-۵۰ سائیکی
سوائے منگل و اتوار روزآنہ

۹-۱۵ لوک سنگیت

دوپہر

۱۲-۳۰ سور سریتا

۱-۱۰ شاستریہ سنگیت
پروین سلطانہ: گائن

۱-۳۰ لوک سنگیت: افروز بانو

۱-۵۰ کرشی لوک
مہاپرشوں کے پدچنھوں پر
تحریر اور پیش کش: بھوپ سنگھ

شام

۵-۰۵ یووا وانی
جیہ جوان جیہ کسان
تقریر: سعود حسن قادری

۶-۳۰ آج کی شام

۸-۱۵ سماچار درشن

۹-۱۶ فلم سنگیت

۱۰-۰۰ شاستریہ سنگیت

جمعرات ۳ر اکتوبر

صبح

۷-۳۰ ساہتیہ کی اپنیاس لیکھن سکا
بھوشیہ: ڈاکٹر وید شرما
ڈاکٹر پرشوتم آسیپا اور
ہردرشن سہگل

۷-۵۰ کرشنا ویاس
سگم سنگیت

۹-۱۰ عبدالغنی: لوک سنگیت

دوپہر

۱۲-۳۰ گیت سدھا

۱-۱۰ مہیلا جگت

۱-۴۰ عبدالغنی: لوک سنگیت

۱-۵۰ کرشی لوک
پشوؤں کے سنتولت چارہ
دانہ گرامین اپنے استر پر کیسے
تیار کریں: تقریر: ڈاکٹر
ایس۔پی۔کھوکھر

۲-۲۰ اسکول براڈ کاسٹ
(سامودایک گاین) شکشا

شام

۵-۰۵ یووا وانی
آج کے سنگیت کلاکار
سورج موہن جوشی
کھادی گرام ادھیوگ بے
روزگاری دور کرنے میں
سہایک
تقریر: گوند پرساد شکلا

۶-۳۰ سندھی کاریہ کرم

۸-۱۵ کرشنا ویاس
سگم سنگیت

۸-۲۵ پنڈت روی شنکر: ستار

۹-۱۶ فلم سنگیت

جمعہ ۴ر اکتوبر

صبح

۷-۳۰ بیروزگاری ری سمسیہ و
گھو کٹیر ادھیوگ

۸-۲۱ راجستھانی تقریر
از جگل کشور جھنگانی

۹-۱۵ اللہ جلائی بائی: لوک سنگیت

دوپہر

۱۲-۳۰ بھولے بسرے گیت

۱-۱۰ لکشمی شنکر: گائن

۱-۳۰ اللہ جلائی بائی: لوک سنگیت

۱-۵۰ کرشی لوک
ونیہ جیووں کا ایک سنسار
بھینٹ وارتا: ٹیکمک اور
پرستت کرتا: بھوپ سنگھ

شام

۵-۰۵ یووا وانی
لوہا، گر ۔دیس ہین کیوں؟
تقریر: سنیل سنگھ
کویتا پاٹھ: کرشن لال وشنوئی

۶-۳۰ دھرتی راگیت

۸-۱۵ سماچار درشن

۸-۲۵ فلم سنگیت

۹-۳۰ ناٹک

۱۰-۳۰ شاستریہ سنگیت

ہفتہ ۵ر اکتوبر

صبح

۹-۱۰ گوری دیوی: لوک سنگیت

دوپہر

۱۲-۳۰ آپکی پسند

۱-۱۰ استاد امیر خاں: گائن

۱-۳۰ گوری دیوی: لوک سنگیت

۱-۵۰ اناج کے کیڑوں سے سرکشا
کیسے کریں: بھینٹ وارتا

شام

۵-۰۵ یووا وانی
آج کے سنگیت کلاکار
کماری چیتنا پروہت
سگم سنگیت

۶-۳۰ آؤ اپنی ڈگر بنائیں
ابھ صتونوارن: بات چیت
جی۔سی۔جین
ڈاکٹر یو۔کے ستنگی

۶-۴۵ غیر فلمی گیت

۲-۱۵ اور ۹-۳۰
فلم سنگیت

۹-۳۰ شاستریہ سنگیت کا نیشنل
پروگرام

اتوار ۶ر اکتوبر

صبح

۷-۳۰ سامودایک گائن شکشا
شاستریہ سنگیت

۸-۲۱ میری رچنا: کویتا پاٹھ
رام کشن ساحل

۹-۱۵ منگل کاریہ کرم بچوں کیلئے

۱۰-۰۰ سندھی کاریہ کرم

دوپہر

۱۲-۰۰ مہیلا جگت

۱۲-۳۰ جھلکی

۱۲-۴۵ غیر فلمی گیت

۱-۱۰ آپ کے لئے

۲-۲۰ جے جوان: کسانوں کے لئے

شام

۵-۰۵ یووا وانی: کویتا پاٹھ
انی اودھ سنگھ امٹھ

۶-۳۰ مرو دھر گاوے

۸-۱۵ سماچار درشن

۸—۱۵ ایک ہی کلاکار
۹—۱۶ پتر بلا
۹—۳۰ کہکشاں
۱۰—۰۰ آپ کی پسند

پیر ۷ر اکتوبر

صبح
۷—۳۰ مام الدین خاں
شاستریہ سنگیت
۹—۱۰ شیر محمد سلکھنیا
لوک سنگیت

دوپہر
۱۲—۳۰ یگل گان
۱—۱۰ منور علی خاں : گائن
۱—۱۰ شیر محمد سلکھنیا
لوک سنگیت
۱—۵۰ کرشی لوک: پھلوں سے لابھ
تقریر: وید کل سر سیٹھ

شام
۵—۰۵ یووا وانی: ان سے ملیئے
ایل کمار بنرجی سے بھینٹ
۶—۳۰ گودھولی
۸—۱۵ نیوز ریل اسپورٹس
۸—۲۵ ایک ہی سنگیت کار
۹—۱۶ سماچار ترنگ
۹—۳۰ نیشنل پروگرام: تقریر
۹—۴۵ پرادیشک سنگیت
۱۰—۰۰ سوموار یہ سنگیت سبھا

منگل ۸ر اکتوبر

صبح
۷—۳۰ شاستریہ سنگیت
امام الدین خاں
۸—۲۱ سماجک ابھیشاپ اسپرشیا
ہندی تقریر: پریم سکھ شرما
دان پرستی
۸—۵۰ سور بھ
۹—۱۵ کلاوتی گوسوامی
لوک سنگیت

دوپہر
۱۲—۳۰ راگ رس
۱—۱۰ سہیلیاں ری باڑی
۱—۴۰ کلاوتی گوسوامی
لوک سنگیت
۱—۵۰ کرشی لوک

پشوؤں میں نسل سدھار
کیوں اور کیسے؟
ڈاکٹر پریم چند تھاپن

شام
۶—۳۰ مرو ستعلی
لوک بناسب سوناجگ میں
تقریر: ڈاکٹر اوم آچاریہ
کویتا پاٹھ: راؤ دیال شرما
کہانی: شنکر لال ہرش
۶—۵۰ گیتاں ری لڑی
۸—۱۵ سگم سنگیت
۸—۲۵ ایک ہی فلم سے
۹—۱۶ فلم سنگیت
۹—۳۰ سندھی کاریہ کرم
۱۰—۰۰ منگل شب کی محفل موسیقی

بدھ ۹ر اکتوبر

صبح
۹—۱۵ نتھو خاں مراثی: لوک سنگیت

دوپہر
۱۲—۳۰ سور سریتا
۱—۱۰ استاد برکت علی خاں: ٹھمریاں
۱—۳۰ نتھو خاں مراثی: لوک سنگیت
۱—۵۰ کرشی لوک: کرشی شودھ
پردرشنیوں میلوں ایوم
بھرمنوں میں کسان کیسے لابھ
اٹھائے
تقریر: ایم۔ ایل۔ شیخاوت

شام
۶—۳۰ آج کی شام
۸—۱۵ سماچار درشن
۸—۲۵ ایک ہی گیت کار
۹—۱۶ فلم سنگیت
۹—۳۰ چرچہ کا وشیہ
۱۰—۰۰ ناٹک
۱۰—۳۰ شاستریہ سنگیت

جمعرات ۱۰ر اکتوبر

صبح
۷—۳۰ ملاقات: راوت مل کوچر
سے بھینٹ وارتا
۷—۵۰ سگم سنگیت
اُمیش کمار مہندی رتا
۹—۱۰ سراج الدین تیجراسر
لوک سنگیت

دوپہر
۱۲—۳۰ گیت سدھا
۱—۱۰ مہیلا جگت
۱—۴۰ سراج الدین تیجراسر
لوک سنگیت
۱—۵۰ کرشی لوک
ایک پرگتی شیل کسان سے
بھینٹ: اندر چند لوتھرا

شام
۵—۰۵ یووا وانی
آج کے سنگیت کلاکار
لوکیش گوسوامی بنجووا دن
۶—۳۰ سندھی کاریہ کرم
۸—۱۵ اومیش کمار مہندی رتا
سگم سنگیت
۸—۲۵ علی اکبر خاں : سرود
۹—۱۶ فلم سنگیت
۹—۳۰ نیشنل پروگرام: روپک
۱۰—۳۰ رجنی گندھا

جمعہ ۱۱ر اکتوبر

صبح
۸—۲۱ راجستھانی تقریر
پرسدھ بیڈمنٹن کھلاڑی
مہیش رنگا سے
بھینٹ وارتا
۹—۱۵ فتح کماری ویاس
لوک سنگیت

دوپہر
۱۲—۳۰ بھولے بسرے گیت
۱—۱۰ نزاکت علی، سلامت علی
گائن
۱—۳۰ فتح کماری ویاس
لوک سنگیت
۱—۵۰ کرشی لوک
خشک شیتروں میں بارانی
کھیتی: آر۔ پی۔ ایس یادو

شام
۵—۰۵ یووا وانی
دی ہائی لیبر فیکٹری آف
کماری الکا شرما
ایکنس نیوکا ٹیرس: تقریر
سرت مہتا
۶—۳۰ دھرتی رانگیت
۸—۱۵ سماچار درشن
۸—۲۵ فلم سنگیت
۹—۱۶ فلمی قوالیاں

ہفتہ ۱۲ر اکتوبر

صبح
۹—۱۰ ہنومان داس اور ساتھی
لوک سنگیت

دوپہر
۱۲—۳۰ آپ کی پسند
۱—۱۰ نیاز احمد، فیاض احمد: گائن
۱—۳۰ ہنومان داس اور ساتھی
لوک سنگیت
۱—۵۰ کرشی لوک
گرامین پریویش میں بال وکاس
کی خاص خاص باتیں
بھینٹ وارتا: وینا اجانی

شام
۵—۰۵ یووا وانی
آج کے سنگیت کلاکار

کماری رچنا جین: لوک سنگیت
۶—۳۰ آؤ اپنی ڈگر بنائیں
بیکانیر ضلع میں وکاس کاریہ کرم
آر۔ این۔ مینا
۶—۴۵ غیر فلمی گیت
۸—۱۵ اور ۱۶—۹
فلم سنگیت
۹—۳۰ شاستریہ سنگیت کا نیشنل
پروگرام

اتوار ۱۳ر اکتوبر

صبح
۷—۳۰ سامو دایک گاین شکستا
شاستریہ سنگیت
۸—۲۱ میری رچنا: کویتا پاٹھ
رام دیو آچاریہ
۸—۳۰ رس دھارا
۹—۱۵ موکل کاریہ کاریہ کرم
۱۰—۰۰ سندھی کاریہ کرم

دوپہر
۱۲—۰۰ مہیلا جگت
۱۲—۳۰ جھلکی
۱۲—۴۵ غیر فلمی گیت
۱—۱۰ آپ کے لئے
۲—۲۰ یُوجوان

شام

۶-۳۰ سرودھر گاوے
۸-۱۵ سماچار درشن
۸-۲۵ ایک ہی کلاکار
۹-۱۶ پتر بلا
۹-۳۰ کہکشاں
۱۰-۰۰ آپ کی پسند

پیر ۱۴ر اکتوبر

صبح

۹-۱۵ ہاری لال کنھک
لوک سنگیت

دوپہر

۱۲-۳۰ یگل گان
۱-۱۰ گرجا دیوی : گائن
۱-۳۰ ہاری لال کنتھک
لوک سنگیت
۱-۵۰ کرشی لوک : اور سول ڈیری
ایوم دودھ اور سینل کیندوں
سے گرامین کیسے لابھ اٹھائیں
تقریر: ڈی۔ ایم۔ پہل

شام

۵-۰۵ یووا دانی
راشٹر نرمان میں اسکاؤٹنگ
ایوم گائیڈنگ کا یوگدان
پریچرچا : شرکار : کماری اینتاکیتا
کماری گیتا اروڑا
کماری دیپہ ورما، انل ماتھر
۶-۲۰ گودلیو لی
۸-۱۵ نیوزریل اسپورٹس

۸-۲۵ ایک ہی سنگیت کار
۹-۱۶ سماچار ترنگ
۹-۳۰ نیشنل پروگرام ؛ تقریر
۹-۴۵ پرادیشک سنگیت
۱۰-۰۰ سوموار یہ راتری کاین سبھا

منگل ۱۵ر اکتوبر

صبح

۸-۲۱ کیسے پہونچتا ہے منی آرڈر
ہندی تقریر : جے، پی، گرگ
۸-۵۰ سوربھ
۹-۱۵ احمد خاں؛ لوک سنگیت

دوپہر

۱۲-۳۰ راگ رس
۱-۱۰ سہیلیاں ری باڑی
۱-۴۰ احمد خاں؛ لوک سنگیت
۱-۵۰ کرشی لوک : ایک لوک پرمکھ
سے بھینٹ وارتا
جیٹھارام ڈوڈی

شام

۶-۳۰ مروستھلی
جن چیتنا میں ساہتیہ رو یوگدان
تقریر: کرشن شنکر پاریک
کویتا : راجیندر آتھا
کہانی : لچھمن لال ویاس
۶-۵۰ گیتاں ری لڑی
۸-۱۵ سگم سنگیت
۸-۲۵ ایک ہی فلم سے
۱۰-۰۰ منگل وار یہ سنگیت سبھا



آکاشوانی کورل گروپ، ناگپور
کے فنکار پروڈیوسر وسنت انعدارے کے ساتھ صدابندی میں مصروف

پٹنہ، بھاگلپور، دربھنگہ

میڈیم ویو (الف) ۴۸۳۱ء۲ میٹر / ۶۲۱ کلوہرٹز
میڈیم ویو (ب) ۱۸۷ء۲۲ میٹر / ۱۶۰۲ کلوہرٹز

خبریں

علاقائی : صبح ۸-۳۰ (رانچی سے پہلے) دوپہر ۳-۱۰، شام ۷-۳۰

روزانہ نشر ہونے والے پروگرام

صبح

۶-۲۵ بھگتی سنگیت
۶-۳۰ کھیتی کی بات
۶-۳۵ آج کا چنتن
۷-۱۰ مانس گان
۸-۳۰ سگم سنگیت
۸-۴۰ اردو پروگرام
۹-۴۵ رس منجری ر بچوں کا پروگرام
(صرف اتوار کو)

دوپہر

۱۲-۳۰ خواتین کے لیے ناری جگت
(منگل جمعرات اور ہفتہ)
۱-۰۰ گیت
۱-۳۰ لوک گیت
۱-۴۵ سامنیکی
۲-۰۰ ملے جلے گانے

۲-۴۰ کمیونیٹی گیت
۳-۱۵ روزگار سماچار

رات

۵-۳۰ متیھلی، بھوجپوری اور مگدھی پروگرام
(اتوار، پیر اور جمعہ)
۶-۰۰ مقامی اعلانات
۶-۱۵ سگم سنگیت
۶-۳۰ چوپال کھیتی گرہستی
۷-۴۰ ضلعے کی چٹھی
۷-۴۵ ہندی پروگرام (اتوار، پیر اور جمعہ)
یونیورسٹی براڈکاسٹ
(منگل اور جمعرات)
۹-۳۰ شاستریہ سنگیت
۱۰-۰۰ لوک گیت۔ بھگتی گیت
۱۱-۱۰ اختتام

اردو پروگرام
صبح ۸-۴۰ سے ۹-۴۵ کے درمیان

مباحثہ ۷ر اکتوبر
معاشرے کا تاریک گوشہ
ذات پات اور چھوا چھوت
شرکاء : نعیٔ رحیم غلام سرور، امین اعجازی

کلام شاعر

رضوان احمد خاں	:	یکم اکتوبر
قمر شکاروی	:	۷ر اکتوبر
شبیر حسن شبیر	:	۸ر اکتوبر
خورشید انور	:	۹ ر اکتوبر

— محفل سخن : اسٹوڈیو مشاعرہ —
شرکاء : ظہیر حسن خاں شمشیری، فرحت قادری،
شمیم پھلواروی، رفعت قادری
فراہیم احمد شارب : ۶ر اکتوبر

— کہانی —

انل کمار سنہا	:	۲ر اکتوبر
عبدالصمد	:	۸ ر اکتوبر
لیاقت علی	:	۹ ر اکتوبر
رضوان احمد	:	۱۴ر اکتوبر
مسعود عالم ملک	:	۱۵ر اکتوبر

— تقریر / انٹرویو —

جنگلی جانوروں کا تحفظ

ڈاکٹر جی۔ ایم۔ یزدانی : یکم اکتوبر

مہاتما گاندھی کی مذہبی رواداری

عامر سبحانی : ۲ / اکتوبر

عظیم سیاح : ابن بطوطہ

محمد عالم تمشی : ۳ / اکتوبر

تعلیم بالغاں اور کتب خانہ

ہمل حسین آرزو : ۳ / اکتوبر

روشنی کے مینار : حضرت شاہ عمادالدین قلندر

سید شاہ فریدالحق : ۴ / اکتوبر

روشنی کے مینار : حضرت پیر مجیب

شاہ عون احمد قادری : ۱۱ / اکتوبر

منشی پریم چند

ڈاکٹر ممتاز احمد : ۸ اکتوبر

ادبی تنقید کے مسائل

ایس اقبال احمد : ۹ / اکتوبر

انٹارکٹیکا : جغرافیائی دریافت کے مرحلے

ایس ایم کریمی : ۱۳ / اکتوبر

سائنسی معلومات

سعادت شمیم : ۱۳ / اکتوبر

ہندی کا عظیم شاعر — نرالا

طیب حسین : ۱۴ / اکتوبر

عصمت چغتائی کے افسانوں میں گھریلو مسائل

مناظر عاشق ہرگانوی : ۱۵ / اکتوبر

— ڈرامہ —

خون کی مہندی

شمس منظفرپوری : ۳ / اکتوبر

موت بلاتی ہے

قاسم خورشید : ۱۰ / اکتوبر

— فیچر —

گھر خاندان

(ملاقاتوں پر مبنی پروگرام) : یکم / ۸ / اور ۱۵ / اکتوبر

بڑھتے قدم : (نوجوانوں کی ادبی، سماجی اور ثقافتی سرگرمیوں پر مبنی پروگرام)

۲ / اور ۹ / اکتوبر

یہ محنت کش (معاشی پسماندہ افراد سے ملاقاتوں پر مبنی : ۵ / اور ۱۲ / اکتوبر

پسند اپنی اپنی : ۵ / اور ۱۲ / اکتوبر

آپ کے خطوط

(سامعین کے خطوط کا جواب) : ۶ / اور ۱۳ / اکتوبر

رنگ تغزل : ۷ / اور ۱۴ / اکتوبر

ناگپور

۵۱۲/۸ میٹر ۵۸۵ کلوہرٹز

منگل یکم اکتوبر

صبح

۵ – ۶ ارچنا : بھگتی گیت روزانہ

۶ – ۱۵ اور شام ۱۵ – ۶

ہری سناکر : سگم سنگیت

۷ – ۱۵ سوگندھ : ناٹیہ گیت

دوپہر

ہندی سبق اور دیش بھگتی گیت

شام

۵ – ۳۰ یوواوانی : روزانہ

رات

۱۰ – ۰۰ منگل شب کی محفل موسیقی

سستانک گپتی : ستار

بدھ ۲ / اکتوبر

صبح سوگندھ : چترپٹ سنگیت

دوپہر

۱۲ – ۳۰ غزلیں

رات

۸ – ۳۰ ڈی، وی، پلسکر

خیال اور بھجن

۹ – ۳۰ محفل اردو پروگرام

قومی یکجہتی اور مہاتما

ساز و نغمہ

جمعرات ۳ / اکتوبر

صبح

۶ – ۴۵ اور شام ۱۵ – ۶

رگھوناتھ سداشیو بوبڑے

سگم سنگیت

۸ – ۴۵ چترپٹ سنگیت

دوپہر

۱ – ۱۰ ہندی سبق اور دیش بھگتی گیت

رات

۸ – ۳۰ شرافت حسین خاں : خیال

۹ – ۱۶ کہانی : آئی۔ این۔ گپتا

۹ – ۳۰ علاقائی موسیقی کا نیشنل پروگرام

جمعہ ۴ / اکتوبر

صبح

۶ – ۴۵ سگم سنگیت

۸ – ۴۵ رنگ بھومی

رات

۸ – ۳۰ مدھومالتی پرگاونکر : خیال

ہفتہ ۵ / اکتوبر

صبح

۶ – ۴۵ اور شام ۱۵ – ۶

اے۔ ایل۔ ماہولکر

سگم سنگیت

۷ – ۱۵ سوگندھ : سگم سنگیت

۷ – ۴۵ سنسکرت منداکنی

۸ – ۴۵ چترپٹ سنگیت

۸ – ۳۰ کے۔ ایل۔ جادھو اور ساتھی

الاپ اور دھرپد کورس اگنشری

۹ – ۳۰ موسیقی کا نیشنل پروگرام

کمل ملک : سرود

سامتا پرساد : طبلہ سولو

اتوار ۶ / اکتوبر

دوپہر

۱ – ۱۰ اور رات ۳۰ – ۸

نکھل بنرجی : ستار

رات

۹ – ۱۶ رسولن بائی : ٹھمری

۱۰ – ۰۰ اے۔ کے۔ کوگجے

خیال اور ٹھمری

پیر ۷ / اکتوبر

صبح

۶ – ۴۵ شیلنی شاستری

سگم سنگیت

دوپہر

۱۲ – ۳۰ اور رات ۳۰ – ۱۰

پنڈھاری ناتھ کدم : خیال

۱ – ۱۰ ہندی سبق اور دیش بھگتی گیت

شام

۵ – ۳۰ یوواوانی : سورسادھنا

غزل گیان

یوسف جمال : شاستریہ گائن

رات

۸ – ۳۰ کنکرے بزتی : خیال

۹ – ۱۶ سبدھ سنگیت

سدھاکر پانڈے : وائلن

راگ درگا اور دیس

منگل ۸ / اکتوبر

صبح

۶ – ۴۵ اور شام ۱۵ – ۶

جے شری سمدرا : سگم سنگیت

۸ – ۲۱ کھامنگا : اسکٹ

تحریر : ایم۔ آر۔ دکشن داس

دوپہر

۱۲ – ۳۰ سبھدا پنڈھارکر : دلربا وادن

۱ – ۱۰ ہندی سبق اور دیش بھگتی گیت

رات

۸ – ۳۰ شاستریہ سنگیت

۹ – ۳۰ ہندی پروگرام

۱۰ – ۰۰ منگل شب کی محفل موسیقی

سریش جی شری کھنڈے

گائن

بدھ ۹ / اکتوبر

صبح

۶ – ۴۵ سگم سنگیت

۷ – ۴۵ سوربھارتی، سنسکرت پروگرام

تقریر

۸ – ۴۵ رنگ بھومی

دوپہر

۱۲ – ۳۰ غزلیں

۱ – ۱۰ ہندی سبق اور دیش بھگتی گیت

شام

۶ – ۱۵ بال وچار : بچوں کے لئے

رات

۹ – ۳۰ محفل : اردو پروگرام

۱۵-۱۰ کملیش اگارکر : سنطور

جمعرات ۱۰ر اکتوبر

صبح

۴۵-۶ ونائیک بھسے: سگم سنگیت
۴۵-۸ چترپٹ سنگیت

دوپہر

۱۰-۱ ہندی سبق اور دیش بھگتی گیت

رات

۳۰-۸ بسوراج راجگرو: ٹھمری
۰۰-۱۰ بسوراج راجگرو خیال شدھ کلیان اور نائیکی کانہڑا

جمعہ ۱۱ر اکتوبر

صبح

۴۵-۶ سگم سنگیت
۴۵-۷ گاندھی سمرتی: ہندی
۴۵-۸ رنگ بھومی

رات

۳۰-۸ ملکارجن منصور: خیال
۳۰-۹ ہندی میں ڈرامہ

ہفتہ ۱۲ر اکتوبر

صبح

۴۵-۶ سگم سنگیت
۴۵-۷ سنسکرت منداکنی

دوپہر

۳۰-۱۲ رحیمو خاں : سارنگی وادن
۱۰-۱ شنبل بھارتی قوال اور ساتھی : قوالی

شام

۰۰-۷ گوکل : دیہاتی بچوں کے لئے

رات

۳۰-۸ استاد رحیم الدین خاں ڈاگر دھرپد اور دھمار
۳۰-۹ موسیقی کا نیشنل پروگرام ٹی۔این۔کرشنن: وائلن

اتوار ۱۳ر اکتوبر

صبح

۴۵-۶ سورمنجری
- مہینے کا نغمہ

۴۵-۷ مہاراشٹراسٹیٹ کے سلور جوبلی جشن کے موقع پر خصوصی پروگرام
۰۰-۹ بال وہار : بچوں کے لئے

دوپہر

۱۰-۱ آکاشوانی وادیہ ورند
۱۶-۹ ریتاگنگولی : ٹھمری

۳۰-۱۰ جتندرابھیشکی: خیال اور بھکتی گیت

پیر ۱۴ر اکتوبر

صبح

۴۵-۶ بلونت واسودیو کالے سگم سنگیت
۱۵-۷ سورگندھ : سگم سنگیت
۴۵-۸ رنگ بھومی

دوپہر

۳۰-۱۲ شوبھنگی دیش پانڈے ستار
۱۰-۱ ہندی سبق اور دیش بھگتی گیت

رات

۱۶-۹ ونکرراؤ دیش پانڈے خیال ہنس دھونی اور سوہنی
۳۰-۹ نیشنل پروگرام : ہندی تقریر
۳۰-۱۰ اوشا پارکھی : خیال

منگل ۱۵ر اکتوبر

صبح

۴۵-۶ شیام سندر نوا بھوجڑے سگم سنگیت
۱۵-۷ اور ۴۵-۸ چترپٹ سنگیت

دوپہر

۳۰-۱۲ ایس، جی، دیشکار : بانسری
۱۰-۱ ہندی سبق

شام

۳۰-۵ یوواوانی : گپ شپ

رات

۳۰-۹ ہندی پروگرام
۰۰-۱۰ منگل شب کی محفل موسیقی نرسمہالا ودیادتی : کلارنٹ گوپال مشر : طبلہ

اورنگ آباد، پربھنی

اورنگ آباد ——— ۲ر ۱۹۷ میٹر یعنی ۱۵۲۱ کلو ہرٹز
پربھنی ——— ۰ر ۲۲۹ میٹر یعنی ۱۳۰۵ کلو ہرٹز

خبریں

ہندی خبریں : صبح ۰۰-۶، ۵۹-۷، دوپہر ۰۵-۱، شام ۰۵-۶، رات ۴۵-۸، ۰۵-۱۱
مراٹھی : صبح ۵۰-۶، ۳۰-۸، دوپہر ۳۰-۱ شام ۰۰-۷، رات ۰۵-۸
انگریزی : صبح ۱۰-۸، دوپہر ۰۰-۱، رات ۰۰-۸ (اسپورٹ) ۰۰-۹، ۰۰-۱۱
اردو : دوپہر ۵۰-۱، رات ۱۶-۹ سنسکرت : شام ۱۰-۶

روزانہ نشر ہونے والے پروگرام

صبح

۵۵-۵ وندے ماترم اور شہنائی
۰۵-۶ سنسکرت پاٹھ
۱۰-۶ امرت دھارا
۱۵-۶ کسانوں کے لیے مراٹھی میں پروگرام
۲۰-۶ سورانجلی
۴۵-۶ پروگرام کا خلاصہ
۳۰-۷ سب رنگ: اردو پروگرام

شام

۳۰-۵ یوواوانی نوجوانوں کیلئے مراٹھی میں پروگرام
۳۰-۶ دیہاتیوں کے لیے پروگرام (مراٹھی)
۱۰-۷ روزگار سماچار
۱۵-۷ بازار بھاؤ — گیان جیوتی (صرف اتوار کو)
۳۰-۷ آپکے گھر آپکے شوار
۳۰-۸ مدھوگندھ / سنسد سمیکشا

منگل یکم اکتوبر

صبح

۰۰-۷ نکھل بنرجی : ستار
۴۰-۸ نائیہ سنگیت
۱۰-۹ تعلیمی نشریہ

شام

۳۰-۵ نوجوانوں کا سال اور ہم۔ نوجوانی تقریر: بدھا پادھیائے
۱۵-۸ کرنے گیا ایک — پریم مراٹھی تقریر از وسنت کلکرنی
۳۰-۸ مدھوگندھ
۳۰-۹ پراگ وادبی پروگرام مراٹھی، کویتا: سہاسنی ارلیکر کہانی: پشپا دیش مکھ
۰۰-۱۰ منگل شب کی محفل موسیقی

بدھ ۲ر اکتوبر

صبح

۰۰-۷ مدھوسدن بھاوے : گائن
۳۰-۷ سب رنگ : سلسلہ وار گھریلو موضوعی خاکہ : باتوں باتوں میں
۴۰-۸ یشونت شو ساگر سگم سنگیت

دوپہر

۴۰-۱ ولایت خاں اور بسم اللہ خاں ستار اور شہنائی پر جگلبندی

شام

۳۰-۵ نوجوان ہندوستان : فیچر از پردیپ
۳۰-۱۰ مدھوسدن بھاوے: گائن

جمعرات ۳ راکتوبر

صبح
۰۰-۷ بھیم سین جوشی: گائن
۳۰-۷ نئے چراغ
نوجوانوں کے لئے اردو پروگرام
۴۰-۸ استاد بڑے غلام علی خاں
ٹھمری اور دادرا

رات
۰۰-۱۰ بسم اللہ خاں: شہنائی
۳۰-۱۰ بھیم سین جوشی: گائن

جمعہ ۴ راکتوبر

صبح
۰۰-۷ زرین دارو والا: سرود

دوپہر
۴۰-۱ گنگا بنرجی: گائن

شام
۳۰-۵ کویتا: جی کے بسورے
کہانی: مدھوکر بھارے
نظمیں: سریش سنگھڈے
۳۰-۶ آیلا سیر تیج: مراٹھی میں گھریلو موضوعی خاکہ
تحریر: پدماکر لیلا کاؤنکر
۱۵-۸ مراٹھی میں خطوط کے جواب
۳۰-۹ سنگھرش: ڈرامہ: مراٹھی
تحریر: اجیت
پیشکش: بھگوان سوائی
۰۰-۱۰ دیب برت چودھری: ستار
۳۰-۱۰ منوّر علی خاں: گائن

ہفتہ ۵ راکتوبر

صبح
۳۰-۷ چلتے پھرتے: عام لوگوں کی زندگی پر مبنی اردو فیچر

دوپہر
۳۰-۱۲ اقبال حسین اور پارٹی

اتوار ۶ راکتوبر

دوپہر
۳۰-۱ بدھادیتہ مکرجی: ستار

شام
۱۵-۶ کرتن: کملاکر بوا اور ساتھی
۰۰-۱۰ الیاس کاشلکر: گائن
۳۰-۱۰ بدھادیتہ مکرجی: ستار

پیر ۷ راکتوبر

صبح
۰۰-۷ شبھانگی موگھے: گائن
۴۰-۸ سور سومانے

دوپہر
۳۰-۱ راوی شنکر: ستار

شام
۲۰-۷ علاقائی لوک سنگیت

رات
۳۰-۸ مدھوگندھ
۰۰-۱۰ گیت اور غزل
۳۰-۱۰ یشونت راؤ پروہیت

منگل ۸ راکتوبر

صبح
۰۰-۷ حسین بخش: گائن

دوپہر
۴۵-۱۲ خواتین کے لئے پروگرام

رات
۱۵-۸ مراٹھی میں تقریر
۳۰-۹ مراٹھی میں مباحثہ
۰۰-۱۰ منگل شب کی محفل موسیقی

بدھ ۹ راکتوبر

صبح
۰۰-۷ ناصر حسین خاں
۲۰-۷ باتوں باتوں میں سلسلہ وار گھریلو موضوعی خاکہ (اردو)
۴۰-۸ فلمی گانے

دوپہر
۴۰-۱ سلامت علی اور نصرت علی جگلبندی

رات
۳۰-۸ مدھوگندھ
۳۰-۹ چرچے کاوشے تے
۳۰-۱۰ اروند پارکھ: ستار

جمعرات ۱۰ راکتوبر

صبح
۰۰-۷ رسک لال اندھاریہ: گائن
۳۰-۷ نوجوانوں کے لئے خصوصی نشریہ: نئے چراغ
۴۰-۸ سرلا بھڑے: ٹھمری دادرا

دوپہر
۱۵-۱ راجہ کالے: سُگم سنگیت

رات
۱۵-۸ گیان جیوتی
۳۰-۸ مدھوگندھ
۳۰-۹ نیشنل پروگرام: فیچر
۰۰-۱۰ پنّالال گھوش: بانسری
بسوا راج راج گرو: گائن

جمعہ ۱۱ راکتوبر

صبح
۰۰-۷ پروین سلطانہ: سُگم سنگیت
۳۰-۷ آپ اور ہم
سامعین کے خطوط پر مبنی اردو میں پروگرام: نورالحسین

دوپہر
۱۰-۱ مالنی راجکماری: گائن

شام
۳۰-۶ کامگار جگت

رات
۱۵-۸ پریم نمسکار: مراٹھی میں خطوط کے جوابات
۳۰-۸ مدھوگندھ
۳۰-۹ سائنس فکشن: یشونت دیشپانڈے
۰۰-۱۰ سدھا رام جادھو: سندری
۳۰-۱۰ ڈاکٹر بدھو: گائن

ہفتہ ۱۲ راکتوبر

صبح
۴۰-۸ چترپٹ سنگیت

دوپہر
۱۰-۱ رنگ محفل
محمد حامد خاں اور ساتھی

رات
۱۵-۸ مراٹھی میں تقریر: ڈاکٹر ایس کدرتے سورتی
۳۰-۸ ناٹیہ رنجن

اتوار ۱۳ راکتوبر

صبح
۰۰-۷ جھروکہ: گھریلو موضوعی خاکہ
۱۵-۷ سور شلپ
۰۵-۹ بال سبھا: مراٹھی میں بچوں کے لئے پروگرام
۳۰-۹ ہندی پروگرام

دوپہر
۳۰-۱۲ آپلی آوڑ
۱۰-۱ علی اکبر خاں: سرود
۴۰-۱ فلمی گانے

شام
۱۵-۶ شری پد کانے: کرتن
۱۵-۷ گیان جیوتی

رات
۳۰-۸ چترنجن
۳۰-۹ صدا بہار گیت
۰۰-۱۰ جھوٹ: فیچر
از: بھگوان سوائی
۳۰-۱۰ آپلی آوڑ

پیر ۱۴ راکتوبر

صبح
۰۰-۷ رام مراٹھے: گائن
۳۰-۷ آفتاب تازہ
معلوماتی، تفریحی، موسیقی نشریہ
تحریر و پیشکش: نورالحسین
۴۰-۸ شوبدا گرودھے

دوپہر
۳۰-۱۲ فلمی گانے
۱۰-۱ بلرام پاٹھک: ستار

شام
۲۰-۷ علاقائی فوک میوزک

رات
۳۰-۸ مدھوگندھ
۳۰-۹ نیشنل پروگرام: تقریر
۳۰-۱۰ ونائک راؤ پٹوردھن: گائن

منگل ۱۵ راکتوبر

صبح
۰۰-۷ وشنو داک: کلارینٹ

دوپہر
۲۰-۱۱ چترپٹ سنگیت
۴۵-۱۲ سکھی منڈل: عورتوں کے لئے پروگرام

رات
۰۰-۱۰ منگل شب کی محفل موسیقی

حیدرآباد

حیدرآباد الف: ۲۵ء۴۰۷ میٹر ۷۳۸ کلوہرٹز حیدرآباد ب: ۸ء۲۱ ۷۷ء۱۳ کلوہرٹز
حیدرآباد ج: ۴ء۲۵۶ میٹر ۱۱۷۰ کلوہرٹز

منگل : یکم اکتوبر

صبح

۸-۲۵ یوواوانی
مزاحیہ پروگرام
پیش کش : شبیر خاں

شام

۵-۳۰ ترنگ
آہنگ : ادبی میگزین پروگرام
پیش کش : شعور ادب کے اراکین

۸-۴۵ نیرنگ
(۱) گاندھی جی اور عہد جدید : (مذاکرہ)
شرکاء : بدھ دیو۔ ملک محمد علی خاں۔
شیام لال پنچ پوتی
(۲) زرعی تحقیقات : تقریر
از کرن پرتاپ ماتھر
(۳) گیت اور غزلیں

بدھ : ۲ اکتوبر

صبح

۸-۵۲ یوواوانی
باپوجی کا پیغام نوجوانوں کے نام
از اسلم فرشوری

دوپہر

۲-۳۰ اسکولی طلبا کے لیے

شام

۵-۳۰ ترنگ
موسیقی کا پروگرام
پیش کش : اشار کلچرل ایسوسی ایشن

۹-۳۰ نیرنگ
(۱) حرف تابندہ : تحریر ریحانہ اسحٰق
(۲) جہان کامگاران ساتویں پنجسالہ
منصوبہ میں مزدوروں سے متعلق
پالیسی ــ تقریر از بادگیر یادو
(۳) کلام شاعر از رؤف خیر
(۴) غزلیں

جمعرات : ۳ اکتوبر

صبح

۸-۲۵ یوواواز
پودیش ہے سب کا : فیچر
از تراب الدین غزالہ

دوپہر

۲-۳۰ اسکولی طلبا کے لیے

شام

۵-۳ ترنگ
صرف ایک منٹ : مباحثہ
پیش کش : اعزہ جونیر کالج
فلمی گانے

۹-۳۰ نیرنگ
(۱) حرف تابندہ : تحریر : ریحانہ اسحٰق
(۲) سائنس کی دنیا
کاربن اور اس کا استعمال
تقریر از ابونعیم
سائنس کی خبریں : از یوسف قادری
(۳) غزلیں

جمعہ : ۴ اکتوبر

صبح

۶-۴۰ اشوراسر
قرأت کلام پاک۔ نعت شریف

۸-۴۰ یوواوانی
قومی املاک کی بربادی کیوں؟
از ساجد جمیل

شام

۵-۳۰ ترنگ
آپ کی پسند (فلمی گانے)
پیشکش کلیم فاروقی

۹-۳۰ نیرنگ
(۱) حرف تابندہ
(۲) کہانی از اکرام جاوید
(۳) میری تحقیق از بیگ احساس
(۴) قوالیاں

ہفتہ : ۵ اکتوبر

صبح

۸-۲۵ یوواوانی : محفل قوالی

شام

۵-۳۰ ڈرامہ : بزم تمثیل
تحریر : کلیم افتخار
پیش کش : اسٹوک آرٹس اکیڈیمی

۹-۳۰ نیرنگ
(۱) حرف تابندہ
(۲) گھر پریوار
فیملی ویلفیر پروگرام انٹرویو
از ڈاکٹر مقصود نواز خاں
(۳) بزم خطوط
(۴) غزلیں

اتوار : ۶ اکتوبر

صبح

۸-۲۵ یوواوانی : گلدستہ
(نوجوانوں کے خطوط اور مضامین)

۹-۳۰ بچوں کے لیے

دوپہر

۲-۳۰ بہنوں کے لیے
(۱) تقریر
(۲) کام کی باتیں
(۳) ڈھولک کے گیت

شام

۵-۳۰ ترنگ
گل نوافسانہ : جاوید اختر سلاریہ

۹-۳۰ نیرنگ : ڈرامہ اور غزلیں

پیر : ۷ اکتوبر

صبح

۸-۴۰ یوواوانی
نغموں کی دنیا : از کماری امینہ بیگم

شام

۵-۳ ترنگ
(۱) کھیلوں پر تبصرہ : از سرفراز یوسف
(۲) خطوں کے جواب
(۳) فلمی گانے

۹-۳۰ نیرنگ
(۱) حرف تابندہ
(۲) شب و روز از باسط قادری
(۳) قہقہہ اور گیت
(۴) غزلیں

منگل : ۸ اکتوبر

صبح

۸-۲۵ یوواوانی
ذرا مسکرائیے : مزاحیہ کلام
از : غلام مرتضیٰ علی مجنوں

شام

۵-۳۰ ترنگ : آہنگ
ادبی میگزین پروگرام
عظیہ یوتھ ویلفیر ایسوسی ایشن

۸-۴۵ نیرنگ
(۱) حرف تابندہ
(۲) ان سے ملیے
وائس چانسلر عثمانیہ یونیورسٹی
از تو نیت وار
(۳) مشترکہ تہذیب کی جھلکیاں گجرا
پردیش میں
تقریر از ڈاکٹر دھرمیندر پرساد
(۴) گیت اور غزلیں

بدھ : ۹ اکتوبر

صبح

۸-۲۵ یوواوانی
نے معمار از نصرت جہاں
فلمی گانے

دوپہر

۲-۳۰ اسکولی طلبا کے لیے

شام

۵-۳۰ ترنگ
موسیقی پروگرام : امر کلانکیتن

۶-۳۰ نیرنگ
(۱) حرف تابندہ
(۲) کھیلوں کی دنیا
انٹرویو از محی الدین جیلانی
(۳) کلام شاعر
از مصحف اقبال توسیفی
(۴) غزلیں

جمعرات : ۱۰ اکتوبر

صبح

۸-۲۵ یوواوانی
مل کے چلو : فیچر از منظور الحق
فلمی گانے

دوپہر

۲-۳۰ اسکولی طلبا کے لیے

شام
۵-۳۰ ترنگ
صرف ایک منٹ (مباحثہ)
جونیر کالج حسینی علم
فلمی گانے
۱۰-۰۰ بزم سخن
شرکاء: اثر غوری، نعیم راہی،
قطب سرشار، ناصر کونولی، شجاع فاروقی

جمعہ : ۱۱ر اکتوبر

صبح
۶-۴۰ البشورالله
قرأت کلام پاک، نعت شریف
۸-۴۰ یوواوانی
کالج الکشن کا مقصد
از: شجاعت علی
فلمی گانے
شام
۵-۳۰ ترنگ
آپ کی پسند: فلمی گانے
از کماری مہر حسین خان
۹-۳۰ نیرنگ
(۱) حرف تابندہ
(۲) ادب عالیہ سے امیر خسرو۔ فیچر
از ڈاکٹر اشرف رفیع
(۳) شعر و نغمہ از عطیہ بدر
(۴) قوالیاں

ہفتہ : ۱۲ر اکتوبر

صبح
۸-۲۵ یوواوانی : فلمی قوالیاں
شام
۵-۳۰ ترنگ
ڈرامہ : تحریر: عفی اہنو
پیش کش: نوینگ کلا نکیتن
۹-۳۰ نیرنگ
(۱) حرف تابندہ
(۲) گھر پریوار
ذرا آواز دیجئے بی جمالو کو
تقریر از ڈاکٹر زینت ساجدہ

اتوار : ۱۳ر اکتوبر

صبح
۸-۲۵ یوواوانی: گلدستہ
نوجوانوں کے خطوط اور مضامین

۹-۳۰ بچوں کے لیے
دوپہر
۲-۳۰ بہنوں کے لیے
ڈاکٹر سے ملاقات
غزلیں۔ خطوط کے جواب
شام
۵-۳۰ ترنگ : گل نو
افسانہ: از سید احمد صابر
کلام شاعر: شیخ ابراہیم رہبر حیدرآبادی
۹-۳۰ نیرنگ
'وفا کی تہذیب' (ڈرامہ) عظمت بانو
غزلیں

پیر : ۱۴ر اکتوبر

صبح
۸-۴۰ یوواوانی: نغموں کی دنیا
از: ایم اے غفار شریف
شام
۵-۳۰ ترنگ
(۱) کھیلوں پر تبصرہ، محفل گل ریز
(۲) خطوں کے جواب
(۳) فلمی گانے
۹-۳۰ نیرنگ
(۱) حرف تابندہ
(۲) یہ بھی ایک فن ہے۔ طغریٰ نویسی
از اسلم فرشوری
(۳) شگوفے از داور رفیق

منگل : ۱۵ر اکتوبر

صبح
۸-۲۵ یوواوانی
ذرا مسکرائیے: مزاحیہ خاکہ
از: احمد اشفاق علی قریشی
شام
۵-۳۰ ترنگ:
آہنگ: ادبی میگزین پروگرام
مغل پورہ گرلز ایسوسی ایشن
۸-۴۵ نیرنگ
(۱) حرف تابندہ
(۲) ادب کے بدلتے اسالیب اور رجحانات
(مذاکرہ)
شرکاء: حسن فرخ، علی ظہیر،
حامد مجاز
(۳) معالجاتی سائنس میں نئی تحقیقات
تقریر: از ڈاکٹر اطہر حسین

اندور

اندور (الف) : ۴۶۲۱۹ : میٹر ۶۴۸ کلوہرٹز
اندور (ب) : ۱۸۹٫۳ میٹر ۱۵۸۴ کلوہرٹز

روزانہ نشر ہونیوالے پروگرام

صبح
۶-۳۰ پروگراموں کا اعلان / منگل دھونی / وندے ماترم
۶-۳۵ آج کھیتی کے لیے
۶-۴۰ وندنا
۷-۰۵ پروگراموں کا خلاصہ
۷-۱۵ دیش وندنا
۷-۳۰ وگیان جگت (بدھ)
۷-۴۵ گاندھی چرچا (جمعہ)
۹-۳۰ اختتام
اتوار کے پروگرام
۹-۲۰ بچوں کے لیے پروگرام
۱۰-۰۰ سندھی پروگرام (بھوپال سے)
۱۰-۳۰ اختتام
دوپہر
۱۲-۳۰ مہیلا کاریہ کرم
۲-۰۰ شاستریہ سنگیت
۲-۳۰ لوک گیت
اتوار کے پروگرام
۱۲-۰۰ مراٹھی پروگرام
شام
۵-۰۵ یوواوانی
۶-۲۱ سگم سنگیت
۶-۴۰ شریک جگت
۷-۱۵ کھیتی گرہستی
۸-۰۰ وگیان جگت وارتا (ہفتہ III)
۹-۱۶ نگر اور ناگرک (جمعہ)
۱۰-۳۰ اختتام
منگل اور ہفتے
۱۰-۰۰ سنگیت کا اکھل بھارتیہ کاریکرم
۱۰-۱۱ اختتام

منگل یکم اکتوبر

صبح
۷-۰۵ ایس۔ بالچندر : وینا
۸-۲۱ امجد حسین: سگم سنگیت
دوپہر
۲-۰۰ ایس رویندرن : وینا
۲-۳۰ سندر لال وشکرما اور ساتھی
لوک گیت
شام
۵-۰۵ اوما شنکر بڈودیا : سگم گائن
راجیندر کالی داس پنت آنگلے:
طبلہ
۵-۵۰ روی شنکر اور یہودی مینوہن
ستار اور وائلن
۶-۲۰ امجد حسین : سگم سنگیت
۸-۱۵ امجد حسین : سگم سنگیت
۸-۳۰ محمد حسین خاں: سارنگی

بدھ : ۲ر اکتوبر

صبح
۷-۰۵ استاد امیر خاں : گائن
۸-۳۰ دیا شنکر اور ساتھی: شہنائی
دوپہر
۱۲-۳۰ بہنوں کے لیے باپو کے سندیش
تقریر از سروج ترویدی
۲-۳۰ سدھیشور سین اور ساتھی
لوک گیت'
شام
۵-۰۵ یوواوانی
۵-۵۰ لتا منگیشکر : بھجن
۶-۳۰ سدھیشور سین اور ساتھی
لوک گیت
۶-۴۰ نئی بستی نئے لوگ (روپک)
تحریر: چندر پرکاش گپتا
۸-۳۰ استاد امیر خاں : گائن

جمعرات : ۳ اکتوبر

صبح

۰۵ — ۷ کمل کمار کا میلے : وائلن
۲۱ — ۸ سندرا جوشی : سگم سنگیت
۳۰ — ۸ غلام صادق خاں : گائن

دوپہر

۰۰ — ۲ کمل کمار کا میلے : وائلن
۳۰ — ۲ مدھوسودن بھاٹیہ : لوک گیت

شام

۰۵ — ۵ سماچار ڈائری
دارا سیمانت سوبیر
۵۰ — ۵ کمل کمار کا میلے : وائلن
۲۰ — ۶ کندرا جوشی : سگم سنگیت
۳۰ — ۶ مدھوسودن بھاٹیہ ، لوک گیت
۳۰ — ۸ غلام صادق خان : گائن

جمعہ : ۴ اکتوبر

صبح

۰۵ — ۷ ایم۔جی۔جوشی : گائن
۲۱ — ۸ اور شام ۲۰-۶
اقبال حسین خاں حیدرآبادی
سگم سنگیت

ہفتہ : ۵ اکتوبر

صبح

۰۵ — ۷ راما کانت مکھر : گائن
۲۱ — ۸ سیتارام سنگھ : سگم سنگیت

دوپہر

۱۰ — ۱ راما کانت مکھر : گائن
۰۰ — ۲ سید ستار علی : سگم سنگیت
۳۰ — ۲ ستیہ نارائن باریٹ : لوک گیت

شام

۰۵ — ۵ کویتا۔ اکھلیش نیمی
۵۰ — ۵ راما کانت مکھر : گائن
۲۰ — ۶ سید ستار علی : سگم سنگیت
۳۰ — ۶ ستیہ نارائن باریٹ : سگم سنگیت
۴۰ — ۶ ادھیوگک سماچار ، آلیکھ
رام اوتار شرما
۱۵ — ۸ سیتارام سنگھ : سگم سنگیت
۳۰ — ۸ راما کانت مکھر : گائن

اتوار : ۶ اکتوبر

صبح

۰۵ — ۷ بسم اللہ خاں اور ساتھی : شہنائی
بی۔جی۔جوگ : وائلن

دوپہر

۰۰ — ۱۲ اندھواچی کارن اور اُپچار
وارتاکار : ایم وی شر ڈھونکر
۳۰ — ۲ کانتا جوشی : لوک گیت
۵۰ — ۵ بسم اللہ خاں اور ساتھی : شہنائی
۳۰ — ۶ کانتا جوشی : لوک گیت

پیر : ۷ اکتوبر

صبح

۲۱ — ۸ چندر بالا روال : گیت بھجن
۳۰ — ۸ کمار گندھرو : گائن
۱۰ — ۹ مدن مشرا : طبلہ

دوپہر

۳۰ — ۱۲ پریم چندر جی کے مشہور ناول
نرملا کا بہن (حصہ I)
۰۰ — ۲ مدن مشرا : طبلہ
۳۰ — ۲ بابوراؤ کدم : لوک گیت

شام

۵۰ — ۵ غلام علی : سگم سنگیت
۲۰ — ۶ چندر بالا روال : سگم سنگیت
۳۰ — ۶ بابوراؤ کدم : لوک گیت
۴۰ — ۶ ادھیوگک وکاس کے آدھار
"شرم شکتی"
وارتاکار ، رنجیت سنگھ
۳۰ — ۸ کمار گندھرو : گائن
۱۶ — ۹ یاتایات کے آدھونک سادھن
وارتاکار : ڈاکٹر آر۔ ایس سریواستو

منگل : ۸ اکتوبر

صبح

۲۱ — ۸ نیازی نہار خاں : قوالی
۱۰ — ۹ سُدھا بھنڈاری : گائن

دوپہر

۰۰ — ۲ سُدھا بھنڈاری : گائن
۲۰ — ۲ گجراتی لوک گیت

شام

۰۵ — ۵ کوی گوشٹھی (۲)
راکیش دتہ تریا : طبلہ
۵۰ — ۵ سُدھا بھنڈاری : گائن
۲۰ — ۶ نیازی نہار خاں : قوالی
۳۰ — ۶ ہرش کمار للوانی : سندھی گیت
۴۰ — ۶ ویاوسایک بیماریاں "کارن اور
اپچار ۔کپڑا ادھیوگ میں ۔"
وارتاکار : اسے کے ہانڈا
۱۵ — ۸ سدھا ملہوترا : سگم سنگیت

بدھ : ۹ اکتوبر

صبح

۲۱ — ۸ میناکپور : سگم سنگیت
۳۰ — ۸ جگدیش پرساد پنڈت : گائن
۱۰ — ۹ بہادر خاں : سرود

دوپہر

۳۰ — ۱۲ لگھو نائیکا
تحریر : پرم جیت کور کھوجا
۰۰ — ۲ جگدیش پرساد پنڈت : گائن
۳۰ — ۲ چمپالال پٹیل اور ساتھی
لوک گیت

شام

۰۵ — ۵ ویشوا نہاس کی جھلک سے
۵۰ — ۵ منہر : سگم سنگیت
۲۰ — ۶ میناکپور : سگم سنگیت
۳۰ — ۶ چمپالال پٹیل اور ساتھی
لوک گیت
۴۰ — ۶ پریوار کلیان۔ گناتمک جیون کیسے
وارتاکار : جیوتی وناری
۱۵ — ۷ گرامین کرشی وستار ادھیکاری سے بھینٹ
۰۰ — ۱۰ جگدیش پرساد پنڈت : گائن

جمعرات : ۱۰ اکتوبر

صبح

۲۱ — ۸ مکند ویاس : سگم سنگیت
۳۰ — ۸ رام نارائن : سارنگی
۱۰ — ۹ منور علی خاں : گائن

دوپہر

۳۰ — ۱۲ سے چوکی پوتی کا پچھتانے
وارتاکار : سدھا تیواری
۳۰ — ۲ ستیہ نارائن پاٹھک اور ساتھی
لوک گیت

شام

۰۵ — ۵ دانتوں کی سرکشا
وارتاکار : ڈاکٹر ایس دکشت
۵۰ — رام نارائن : سارنگی
۲۰ — ۶ ستیہ نارائن پاٹھک اور ساتھی
لوک گیت
۰۰ — ۱۰ رام نارائن : سارنگی

جمعہ : ۱۱ اکتوبر

صبح

۲۱ — ۸ مالا کلاوت : سگم سنگیت
۳۰ — ۸ شبھا جوشی : گائن
۱۰ — ۹ گوسوامی دیو کی نندن جی مہاراج
پکھاوج

دوپہر

۳۰ — ۱۲ گھریلو اپچار
دید راجیندر جوشی
۰۰ — ۲ گوسوامی دیو کی نندن جی مہاراج
پکھاوج

شام

۵۰ — ۵ انوپ جلوٹا
۲۰ — ۶ مالا کلاوت : سگم سنگیت
۴۰ — ۶ اب یہ دیش بس ہی بنتے ہیں —
بجلی کے بھاری اپکرن
وارتاکار : مہیش چترویدی
۰۰ — ۱۰ شبھا جوشی : گائن

ہفتہ : ۱۲ اکتوبر

صبح

۲۱ — ۸ معین الدین خاں : غزلیں
۳۰ — ۸ اوما شنکر مشر : ستار
۱۰ — ۹ پروین سلطانہ : گائن

دوپہر

۱۰ — ۱ اوما شنکر مشر : ستار
۰۰ — ۲ اوشا پاٹھک
۳۰ — ۲ رام چرن مراڈے اور ساتھی
لوک گیت

شام

۰۵ — ۵ کہانی : طوفان لوٹ گیا
تحریر : رضیہ شاہین
۲۰ — ۶ اوشا پاٹھک : سگم سنگیت
۳۰ — ۶ رام چرن مراڈے اور ساتھی
لوک گیت
۴۰ — ۶ یونس کی سیما ور دھی ، وچار منچ
رتن لال جین ، راجکشور کپور اور
گیادین موریہ
۱۵ — ۷ اپنے قانون جانئے
۱۵ — ۸ معین الدین خاں : غزلیں

اتوار : ۱۳ اکتوبر

صبح

۱۰ — ۹ کشن مہاراج : طبلہ
۲۵ — ۹ وبر بالک حصہ (۲) ناٹک
تحریر : شیو نارائن یادو

دوپہر

۰۰ — ۱۲ کویتا داچن ، ثنا نارو کے
۳۰ — ۱۲ ساہتیہ کی کچھ شکشت پد لگھو کتھائیں

جیا بین شکل

شام

۵ — ۵۰ شوبھا گرٹو : گائن

۶ — ۳۰ انوسویا بورلیا : لوک گیت

پیر ۱۴ اکتوبر

صبح

۸ — ۲۱ سنجیو شرما : سگم سنگیت

۸ — ۳۰ بھیم شنکر راؤ . گائن

۹ — ۱۰ رگھوناتھ سیٹھ : بانسری

دوپہر

۱۲ — ۳۰ روپک : گھر چھپا گھر موگرا

تحریر : کے۔کے۔ دوبے

۲ — ۰۰ بھیم شنکر راؤ : گائن

۲ — ۳۰ سیما چورسے : لوک گیت

شام

۵ — ۵۰ طلعت عزیز : سگم سنگیت

۶ — ۲۰ سنجیو شرما : سگم سنگیت

۶ — ۳۰ سیما چورسے : لوک گیت

۶ — ۴۰ ادھیوگک پر دوشن اور اس کی روک تھام — اخباری کاغذ ادھیوگ میں

وارتاکار : درشن سنگھ

۹ — ۱۶ نیوٹن کے جیون کے کچھ روچک پہلو — وارتاکار بی کے نیلو سے

۱۰ — ۰۰ بھیم شنکر راؤ : گائن

منگل ۱۵ اکتوبر

صبح

۸ — ۲۱ عبداللطیف اور ساتھی : قوالی

۹ — ۱۰ کشوری لال امونکر : گائن

دوپہر

۲ — ۰۰ کشوری لال امونکر : گائن

شام

۵ — ۰۵ سنیل مونگو : گائن

بدری لال بارود : ہارمونیم

شنکر لال : طبلہ

۵ — ۵۰ کشوری لال امونکر : گائن

۶ — ۲۰ عبداللطیف اور ساتھی : سگم سنگیت

۶ — ۳۰ ست رام : سندھی گیت

۶ — ۴۰ ہم اور ہمارے کرتویہ ادھیوگوں کے پرتی

واتاکار : پربھو لال بینڈوال

۸ — ۱۵ عبداللطیف اور ساتھی : قوالی

بھوپال، رائپور، گوالیار، جبلپور

بھوپال (الف) ۲۰۲.۲۰ میٹر ۱۴۸۵ کلوہرٹز بھوپال (ب) ۲۴۳.۲ میٹر ۱۲۳۳ کلوہرٹز

شارٹ ویو:

صبح : ۵-۴۵ سے ۷ تک ۹۰.۵۰ میٹر ۳۳۱۵ کلوہرٹز ۸-۰۰ کے بعد ۵۰.۱۰ میٹر ۵۹۹۰ کلوہرٹز

دوپہر : ۴۱.۸۷ میٹر ۷۱۸۰ کلوہرٹز شام اور رات ۹۰.۵۰ میٹر ۳۳۱۵ کلوہرٹز

خبریں

ہندی : صبح ۸-۰۰، ۹-۰۵ (پرادیشک) دوپہر ۱-۰۵، ۲-۱۰، ۲-۴۵ شام ۶-۰۵

رات ۸-۴۵ (۱۱-۰۵ صرف ہفتہ کو)

انگریزی : صبح ۸-۱۰ دوپہر ۱-۰۰ شام ۶-۰۰ رات ۹-۰۰ (۱۱-۰۰ صرف ہفتہ کو)

منگل یکم اکتوبر

صبح

۸ — ۳۰ اردو پروگرام : آئینہ میں بزم سخن

شرکا : صابر نیازی، نوبہار یاس، صابر اندوری، وحید علی بنگے، اے۔ جی۔ راجہ رامپوری، صبا بلگرامی

دوپہر

۱ — ۲۰ انل گوئل : کاویہ دھارا

رات

۸ — ۱۵ گاندھی واد — ایک جیون درشن

ہندی تقریر : داؤ لال

بدھ ۲ اکتوبر

صبح

۷ — ۴۵ سمے کے ساتھ — اسپتھیا سماجک برائی

تقریر از بھارت سکسینہ

۸ — ۳۰ اور رات ۱۰ — ۰۰

عبداللطیف خاں : سارنگی

رات

۸ — ۰۰ مادھیم — کہانی : اوم پرکاش مہرا

۱۰ — ۳۰ ایم۔ آر۔ گوتم : خیال

جمعرات ۳ اکتوبر

صبح

۸ — ۳۰ سدھ رام سوامی کوردار : خیال

رات

۸ — ۰۰ ڈاکٹر شنکر شیش کی ناٹیہ شیلی

ہندی تقریر

ڈاکٹر سوشیل تریدی

۱۰ — ۳۰ سدھ رام سوامی کوردار : خیال

جمعہ ۴ اکتوبر

رات

۸ — ۰۰ اردو پروگرام : کہکشاں

(۱) کچھ فارسی حکایتیں

ڈاکٹر نوا عباس

(۲) انٹرویو

غیر ملکی زبانوں کے طالب علم

مشرف حسین

ہفتہ ۵ اکتوبر

صبح

۷ — ۴۵ کرشنا دیوی پاٹھک : گائن

دوپہر

۱ — ۲۰ نئی رچنا — کاویہ پاٹھ : اوشا سونی

اتوار ۶ اکتوبر

صبح

۷ — ۱۰ مدن گوپال چانڈک : کاویہ دھارا

۹ — ۵۰ سجن لال برہم بھٹ : خیال

رات

۹ — ۳۰ سجن لال برہم بھٹ : خیال ٹپا

پیر ۷ اکتوبر

صبح

۷ — ۱۰ وچار جگت کے دیپ ستمبھ

ہندی تقریر : خلیل جبران

رمیش چندر شاہ

۸ — ۳۰ کسم نگربا : ستار پر بھیروی

منگل ۸ اکتوبر

صبح

۸ — ۳۰ اردو پروگرام : آئینہ

(۱) بات چیت — ہمارے زمانے کا بھائی چارہ :

شریف الرحمٰن، اسرار مسعود

(۲) پان اور بھوپال : تقریر

بیگم خورشید

(۳) سیماب کا کمال اور سہگل کی گائیکی — متین سعید

بدھ ۹ اکتوبر

صبح

۷ — ۱۰ سوم دت : کاویہ پاٹھ

۸ — ۳۰ رحمت علی خاں : سرود

رات

۱۰ — ۰۰ رحمت علی خاں : سرود

۱۰ — ۳۰ پنڈت جسراج : خیال بوریا

جمعرات ۱۰ اکتوبر

صبح

۷ — ۱۰ نئی رچنا — کہانی : کانتی ورما

۸ — ۳۰ اوم پرکاش چورسیا : سنطور

رات

۱۰ — ۰۰ اوم پرکاش چورسیا : سنطور

۱۰ — ۳۰ نرملا — ایس۔ ریکی : خیال

جمعہ ۱۱ اکتوبر

صبح

۷ — ۱۰ پری چرچا : گاندھی واد اور وگیانک درشٹی کون

۸ — ۳۰ اردو پروگرام : کہکشاں

(۱) افسانہ : نعیم کوثر

(۲) کلام شاعر : اختر نجمی

(۳) اقبال کا فارسی کلام (بات چیت)

ممنون حسن خاں، قاسم نیازی

رات

۹ — ۳۰ کاویہ گوشٹھی

ہفتہ ۱۲ اکتوبر

صبح

۸ — ۳۰ سگم سنگیت

رات

۹ — ۳۰ سنگیت کا اکھل بھارتیہ کاریہ کرم

(آگے ص ۵۸ پر)

سرینگر

میڈیم ویو:
سرینگر (الف): ۲۶۸٫۸ میٹر ۱۱۱۶ کلوہرٹز سرینگر (ج) ۲۴۵٫۱ میٹر ۱۲۲۴ کلوہرٹز
سرینگر (د) ۱۹۹٫۶ میٹر ۱۵۳۰ کلوہرٹز
شارٹ ویو: سرینگر (ب): ۴۹٫۱۰ میٹر ۶۱۱۰ کلوہرٹز ۹۱٫۵۰ میٹر ۳۲۷۷ کلوہرٹز
پہلی مجلس: صبح ۳۰-۶ سے ۰۰-۱۰ تک، دوسری مجلس: دوپہر ۳۰-۱۱ سے رات ۰۵-۱۱ تک
(اتوار کو صبح ۳۰-۶ سے رات ۰۵-۱۱)

خبریں

کشمیری: صبح ۴۵-۷، شام ۲۵-۶ اردو: صبح ۵۰-۸، دوپہر ۵۰-۱، رات ۱۵-۹
ہندی: صبح ۰۰-۹ سنسکرت: صبح ۰۰-۷
انگریزی: صبح ۱۰-۸، دوپہر ۰۰-۲، شام ۰۰-۶، رات ۰۰-۹ اور ۰۰-۱۱

علاقائی خبریں

اردو: صبح ۲۰-۹، دوپہر ۳۰-۱۲ اور ۰۰-۴ (دھیمی رفتار سے) شام ۴۰-۷
کشمیری: صبح ۲۵-۹، دوپہر ۳۵-۱۲ اور شام ۳۰-۷

منگل یکم اکتوبر

صبح
۷-۱۵ ڈوگری سنگیت: سرش چمپی
۱۱-۳۰ اور دوپہر ۳۰-۲
محمد عبداللہ ستیار کی اور ساتھی
صوفیانہ موسیقی
دوپہر
۲-۱۰ استاد عبدالوحید خاں: گائن
شام
۶-۱۰ اور رات ۳۰-۸
آرتی ٹکو: غزل

بدھ ۲ اکتوبر

صبح
۷-۱۵ مہمان
دوپہر
۱-۰۵ راج بیگم اور آر، کے، کاچرو
کشمیری موسیقی
۲-۱۰ امیر حسین خاں: طبلہ
شام
۶-۱۰ آر، کے، کاچرو: غزل
۸-۳۰ آر، کے، کاچرو اور راج بیگم
کشمیری موسیقی

جمعرات ۳ اکتوبر

صبح
۷-۱۵ مہینے کا نغمہ: کلام عبدالرحیم وارثی
گلوکار: رحمت اللہ خاں
۱۱-۳۰ اور دوپہر ۳۰-۲
شیخ عبدالعزیز اور ساتھی
صوفیانہ موسیقی
دوپہر
۲-۱۰ استاد امیر خاں: گائن
رات
۸-۳۰ ڈی، کے، ملا: غزل کشمیری،
۹-۳۰ علاقائی سنگیت کا نیشنل
پروگرام: روایتی اور بھگتی
گیت: از دیا رام

جمعہ ۴ اکتوبر

دوپہر
۱-۰۵ سی، ایل، ولی اور یونس ملک
غزل (اردو)
۲-۱۰ علاؤالدین خاں: سرود
شام
۶-۱۰ اور رات ۳۰-۸
غزل: شمیمہ دیو

ہفتہ ۵ اکتوبر

صبح
۱۱-۳۰ اور دوپہر ۳۰-۲
غلام محمد ساز نواز اور ساتھی
صوفیانہ موسیقی
محمد یعقوب شیخ: سنطور
دوپہر
۲-۱۰ استاد اللہ رکھا: طبلہ
شام
۶-۱۰ اور رات ۳۰-۸
محمد علی: غزل

اتوار ۶ اکتوبر

دوپہر
۲-۱۰ عبدالحلیم جعفر خاں: ستار
شام
۶-۱۰ اور رات ۳۰-۱۰
کیلاش مہرہ: غزل

پیر ۷ اکتوبر

صبح
۷-۱۵ زعفران زار
مزاحیہ نظم
از او ایں شعبان
دوپہر
۱-۰۵ اندرا کاچرو اور عبدالرحمٰن خاں
کشمیری موسیقی
۲-۱۰ علی اکبر خاں: سرود
شام
۶-۱۰ اور رات ۳۰-۸
عبدالرحمان خاں اور غلام حسن
صوفی: غزل

منگل ۸ اکتوبر

صبح
۷-۱۵ کانتا شرما: ڈوگری سنگیت
۱۱-۳۰ اور دوپہر ۳۰-۲
صوفیانہ موسیقی
دوپہر
۲-۱۰ عبدالکریم خاں: شاستریہ گائن
شام
۶-۱۰ اور رات ۳۰-۸
آشا کول: غزل

بدھ ۹ اکتوبر

دوپہر
۱-۰۵ او، این، کول اور جی کیسوانی
کشمیری موسیقی
۲-۱۰ امجد علی خاں: سرود
شام
۶-۱۰ اور رات ۳۰-۸
غلام قادر روانی اور او، این،
کول: غزل

جمعرات ۱۰ اکتوبر

صبح
۷-۱۵ مہینے کا نغمہ کلام عبدالرحیم وارثی
گلوکار: رحمت اللہ خاں
۱۱-۳۰ اور دوپہر ۳۰-۲
شیخ عبدالعزیز اور ساتھی
صوفیانہ موسیقی
دوپہر
۲-۱۰ برکت علی خاں: گائن
شام
۶-۱۰ اور رات ۳۰-۸
نسیم اختر: غزل

جمعہ ۱۱ اکتوبر

دوپہر
۱-۰۵ غزلیں (اردو)، ایم، ایل، ولی
اور محمد یعقوب
۲-۱۰ بسم اللہ خاں: شہنائی
شام
۶-۱۰ اور رات ۳۰-۸
کے، ایل، جالا: غزل

ہفتہ ۱۲ اکتوبر

دوپہر
۲-۱۰ بھیم سین جوشی
شاستریہ گائن
صبح
۱۱-۳ اور دوپہر ۳۰-
عبدالخالق اور ساتھی
صوفیانہ موسیقی

شام
۶-۱۰ اور رات ۸-۳۰
راج بیگم : غزلیں

اتوار ۱۳ر اکتوبر

دوپہر
۱۰-۲ بلرام پاٹھک : ستار
شام
۶-۱۰ اور رات ۸-۳۰
جی، این، شیخ : غزلیں

پیر ۱۴ر اکتوبر

دوپہر
۱-۰۵ ایچ، این، توشخوانی اور
رہبر آغا : کشمیری موسیقی
۲-۱۰ راج بھوشن کا بیرہ : گیٹار
شام
۶-۱۰ اور رات ۸-۳۰
ایچ، این توشخوانی اور
غلام محمد راہ : غزل

منگل ۱۵ر اکتوبر

صبح
۷-۱۵ کے، کے جالا : ڈوگری سنگیت
۱۱-۳۰ اور دوپہر ۲-۳۰
غلام محمد ساز نواز اور ساتھی
صوفیانہ موسیقی
عبد الغنی ساز نواز : ستار
دوپہر
۲-۱۰ بڑے غلام علی خاں : گائن
شام
۶-۱۰ اور رات ۸-۳۰
نرملا دیوی : غزلیں

جموں

جموں (الف) : ۳۰۳.۰۱ میٹر ۹۹۰ کلو ہرٹز
جموں (ب) : ۲۷۵.۴۸ میٹر ۱۰۱۹ کلو ہرٹز

منگل یکم اکتوبر

صبح
۷-۴۵ مست رام : سینا کوہلی
ڈوگری سنگیت
۹-۰۵ یہ بستیاں یہ لوگ
ہندی میں فیچر

بدھ ۲ر اکتوبر

صبح
۷-۴۵ جتنا تھا اور ساتھی، اندو بالا
ڈوگری سنگیت
۹-۰۵ سائنس میگزین: موسم کا بدلنا
کمپیوٹر اور ہم
رات
۸-۰۰ آج کتنا سارتھک ہے
گاندھی جی دا آنسا واد
ڈوگری میں مذاکرہ
۹-۳۰ تعمیر: فیچر

جمعرات ۳ر اکتوبر

صبح
۷-۴۵ کرشن لال پریمی جٹ
کلپنا کیسر : ڈوگری سنگیت
۹-۰۵ لوگ کہتے ہیں
عام آدمیوں سے ملاقات پر
مبنی پروگرام

جمعہ ۴ر اکتوبر

صبح
۷-۴۵ شام ساجن اور شمیمہ دیو
ڈوگری سنگیت
۹-۰۵ باپو نے کہا تھا
گاندھی جی کے قول اور پریہ
بھجن

رات
۱۰-۰۰ آپ کا پتہ اور فرمائش

ہفتہ ۵ر اکتوبر

صبح
۷-۱۵ قطب الدین اور ساتھی
امیدا دے : ڈوگری سنگیت

اتوار ۶ر اکتوبر

صبح
۷-۴۵ موہن مشرا، انوپما شرما
ڈوگری سنگیت
رات
۸-۱۵ الاپ کلاسیکل
شاستریہ سنگیت
۱۰-۰۰ دھارا دھارا : ڈوگری سنگیت
کا خصوصی پروگرام

پیر ۷ر اکتوبر

صبح
۷-۴۵ پریتی چاولا، پردمن سنگھ
ڈوگری سنگیت
۹-۰۵ اشوک گوسوامی : وائلن

منگل ۸ر اکتوبر

صبح
۷-۴۵ پرکاش شرما، امیتا شرما
ڈوگری سنگیت
۹-۰۵ آئینہ : کلچرل پروگرام

بدھ ۹ر اکتوبر

صبح
۷-۴۵ انل کار، اوشا نندن
ڈوگری سنگیت

جمعرات ۱۰ر اکتوبر

صبح
۷-۴۵ نریندر چنچل، سرلا کپور
ڈوگری سنگیت
۹-۰۵ آج کی ناٹیکا : ہندی
رات
۱۰-۳۰ شوکمار : سنتور

جمعہ ۱۱ر اکتوبر

صبح
۷-۴۵ لکشمی کانت بھوشن اور
کرشنا کماری
ڈوگری سنگیت
دوپہر
۱۲-۳۰ بزم قوالی : شنکر شمبھو
قوال اور ساتھی

ہفتہ ۱۲ر اکتوبر

صبح
۷-۴۵ منموہن پہاڑی اور نیلم ساہنی
ڈوگری سنگیت

اتوار ۱۳ر اکتوبر

صبح
۷-۴۵ بلبیر سنگھ، مہندر کور
ڈوگری سنگیت
رات
۸-۱۵ این، ڈی پٹوردھن
شاستریہ گائن
۱۰-۳۰ این راجم : وائلن

پیر ۱۴ر اکتوبر

صبح
۷-۴۵ غلام محمد اور ساتھی
رام کمار شنکر : ڈوگری سنگیت
۹-۰۵ بالا صاحب پوچھوالے
شاستریہ گائن

منگل ۱۵ر اکتوبر

صبح
۷-۴۵ بھوپندر، کیلاش مہرہ
ڈوگری سنگیت
۹-۰۵ پریورتن
فیملی ویلفیئر پروگرام

لیہہ

میڈیم ویو: ۲۸۴٫۹ میٹر ۱۰۵۳ کلوہرٹز

منگل یکم اکتوبر

دوپہر
۲-۳۰ اور شام ۵-۳۰ کنگالو بزنگ: لوک گیت
۸-۰۰ الفا الفا بیج کا بہتر طریقہ
اسکرپٹ: جی۔ ایل۔ کول
۸-۳۰ لداخی میں اسٹیج ڈرامہ پروڈیوس کرنے کا آرٹ: انٹرویو
۱۰-۳۰ لوبزنگ فنٹسوگ
لوک گیت

بدھ ۲ اکتوبر

دوپہر
۲-۲۰ اور شام ۵-۳۰، رات ۸-۰۰ صونم تاشی: لوک گیت
رات
۸-۰۰ ایضاً: لداخی میں تقریر

جمعرات ۳ اکتوبر

دوپہر
۲-۳۰ اور شام ۵-۳۰، رات ۸-۰۰ ایسے لنڈول: لوک گیت
رات
۸-۰۰ آکاشوانی گاؤں میں
شبرا گاؤں، ہاؤ بی پروگرام

جمعہ ۴ اکتوبر

دوپہر
۲-۲۰ شام ۵-۳۰ اور رات ۸-۰۰ تاشی ونگیال: لوک گیت
رات
۸-۰۰ شادی کے لئے عمر
لداخی میں تقریر

ہفتہ ۵ اکتوبر

دوپہر ۲-۳۰ اور رات ۸-۰۰
کونچوک دورجے: لوک گیت
شام
۵-۳۰ اینیمی ڈاوری ایکٹ
محمد شفیع لاسو کے ساتھ انٹرویو
۷-۳۰ ایگریرین ریفارم ایکٹ اور اس کے کمزور طبقے کے لوگوں کو فائدے: انٹرویو
از سوانگ دورجے
رات
۸-۰۰ ہوریٹی کلچر میں میرے تجربے
انٹرویو

اتوار ۶ اکتوبر

صبح
۹-۰۰ گورنمنٹ ہائی اسکول چوشات کے طلباء کا پیش کردہ پروگرام
دوپہر
۲-۲۰ اور شام ۵-۳۰ منڈوپ وانگیال: لوک گیت
شام
۶-۱۵ فیلڈ ریسرچ لیبارٹری کا نیوز لیٹر
اسکرپٹ: میجر رندھاوا
۷-۳۰ لداخ ترقی کی راہ پر (حصہ ا)، دور دراز علاقوں کی ترقی میں بینکوں کا حصہ
اردو میں تقریر
رات
۹-۳۰ لداخی میں مباحثہ

پیر ۷ اکتوبر

دوپہر
۲-۲۰، شام ۵-۳۰ اور ۶-۱۵
سٹنڈپ دورجے: لوک گیت
شام
۶-۱۵ تقریر از ڈاکٹر دین محمد

منگل ۸ اکتوبر

دوپہر
۲-۲۰ شام ۵-۳۰ اور ۶-۱۵
پالڈن ٹیشوانگ: لوک گیت
شام
۶-۱۵ لوگوں کا بڑے پیمانے پر دیہی علاقوں سے لیہہ میں بسنا
اسسٹنٹ لیبر کمشنر کے ساتھ انٹرویو
رات
۸-۳۰ نارلپو — انکی زندگی اور دین
تقریر از لوبزنگ ٹیشوانگ

جمعرات ۱۰ اکتوبر

دوپہر
۲-۲۰ اور شام ۵-۳۰ - ۶-۱۵
سٹرنگ نوانگمیال: لوک گیت
شام
۶-۱۵ لیہہ میں سبزیوں کی موثر فروخت
اسکرپٹ: گرجیت سنگھ
چیف ایگریکلچرل آفیسر

جمعہ ۱۱ اکتوبر

دوپہر
۲-۲۰ شام ۵-۳۰ اور ۶-۱۵
تاشی پالمو: لوک سنگیت
شام
۶-۱۵ فیلڈ ریسرچ لیبارٹری پر
دستاویزی فیچر
رات
۹-۳۰ لداخی میں مشاعرہ

ہفتہ ۱۲ اکتوبر

دوپہر
۲-۲۰ شام ۵-۳۰ اور ۶-۱۵
ڈیچن ڈونکر: لوک سنگیت

اتوار ۱۳ اکتوبر

صبح
۹-۰۰ آؤ سیر کریں
اپچی گونپا پر مبنی فیچر
دوپہر
۲-۲۰ شام ۵-۳۰ اور ۶-۱۵
شیوانگ ڈولما: لوک گیت
رات
۸-۲۰ لداخ ترقی کی راہ پر (حصہ II)
۹-۳۰ پہاڑوں پر چڑھنے کے فن پر کوئیز پروگرام
از ایوریسٹ ہیرو سونام پالجور

پیر ۱۴ اکتوبر

دوپہر
۲-۲۰ شام ۵-۳۰ اور ۶-۱۵
ٹسرنگ گیومٹ: لوک گیت
شام
۶-۱۵ لداخ میں پیٹ کا کینسر ہو جانے کی وجوہات
لداخی میں تقریر

بقیہ:

بھوپال

اتوار ۱۳ اکتوبر

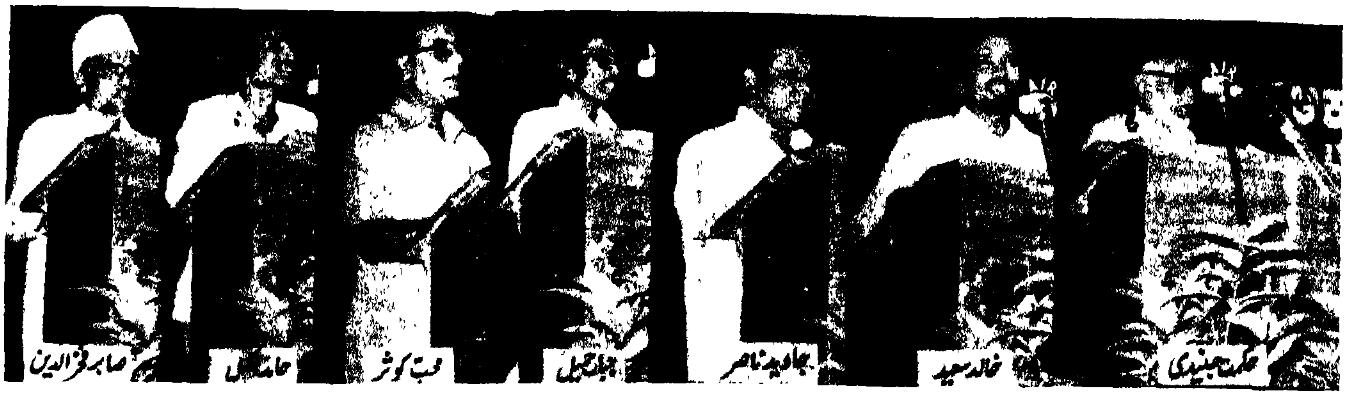
صبح
۷-۱۰ جنی کانت ورما: کاویہ دھارا
۹-۵۰ رام کشن چندیشری: گائن
رات
۹-۳۰ رام کشن چندیشری: گائن
اسمٰعیل داود خاں: طبلہ

پیر ۱۴ اکتوبر

صبح
۷-۱۰ اس شبد لوک میں ـ
کوی مکانت بٹھا چار یہ
(ہندی تقریر) راجیش جوشی
۸-۳۰ شننک بھلے راؤ: ستار

منگل ۱۵ اکتوبر

صبح
۸-۳۰ اردو پروگرام: آئینہ میں بزم سخن
شرکاء: منصور عرفان، موسیٰ بھائی، نسیم بھوپالی، شجاع فاروقی، انور صادقی، کامل واجدی







آکاشوانی گلبرگہ
مشاعرہ





مدعو سامعین ◆ بشیر عارف (پروگرام ایگزیکیٹو) نظامت کے فرائض انجام دیتے ہوئے

Regd. No. D (C)39
R.N. No. 14253
PRICE RUPEE 1.00
1st OCTOBER 1985
Licensed (U 23) to post without prepayment at PSO New Delhi



مبارک زبیر — خصوصی جے مالا پروگرام پیش کرتے ہوئے



پنکج اداس — خصوصی جے مالا پروگرام پیش کرتے ہوئے

وودھ بھارتی



موسیقار محمد دلشاد خاں کا سنگیت سریتا پروگرام کے لیے انٹرویو کر رہی ہیں نرمیتی سی کے گپتا۔



مراٹھی اسٹیج اور فلم ایکٹرس ریما لاگو — وودھ بھارتی کی تجارتی سروس میں پروگرام پیش کرتے ہوئے۔



استاد عبدالحلیم جعفر خاں — انور بجنی پروگرام میں ستار وادن پیش کرتے ہوئے۔

Published by the Director General All India Radio, at the Office of the Chief Editor Akashvani Group of Journals PTI Building II floor Sansad Marg New Delhi-110001
Printed by the Manager Govt of India Photo Litho Press Faridabad

۱۶ ؍ سے ۳۱ ؍ اکتوبر ۱۹۸۵ء
۲۴ ؍ آشون سے ۹ ؍ کارتک ۱۹۰۷ ؍ شاکا

آواز

اشاعت کا ۵۰ واں سال
قیمت — ایک روپیہ

آل انڈیا ریڈیو کے پروگرام، معلوماتی مضامین، دل چسپ افسانے و منظومات



فصیح اکمل

دور تک سلسلۂ حزن والم ہے یارو   یہ بھی اک مرحلۂ تیغ ستم ہے یارو
چشمِ احساس و دفا خون سے نم ہے یارو   تم کو معلوم تو ہے کس کا یہ غم ہے یارو
الاماں سینکڑوں بار ایسے ستم گاروں سے
دن کا آغاز کیا خون کے فواروں سے

خون بھی کس کا جسے ہند کی تقدیر کہیں   سر سے پا تک جسے اک جذبۂ تعمیر کہیں
عشق کی جوت کہیں پیار کی تنویر کہیں   وقت کے ساتھ نکھرتی ہوئی تصویر کہیں
اپنی تدبیروں سے تقدیر بنانے والی
پرچمِ ہند کو اونچا وہ اُڑانے والی

جس کی تعمیر میں کشمیر بہاروں کی طرح   جسم کا رنگ تھا تابندہ چناروں کی طرح
روح کا حسن تھا سنگم کے نظاروں کی طرح   وسعتِ دل تھی سمندر کے کناروں کی طرح
گلستاں میں وہ رہی پھول کی خوشبو کی طرح
روشنی بانٹتی تھی گاندھی و نہرو کی طرح

خواب آنکھوں میں ابھی تھے نئے ارمانوں کے   دن بدلنا تھے ابھی کتنے ہی ویرانوں کے
موڑنا تھے ابھی رُخ کتنے ہی طوفانوں کے   آزمانا تھے ابھی حوصلے دیوانوں کے
وقت کے تیر پہ کچھ دیر بھی قابو نہ رہا
سننے والے تو ہیں آواز کا جادو نہ رہا

گاندھی و نہرو کی آواز ہوئی ہے رخصت   اپنی اک ہمدم و دمساز ہوئی ہے رخصت
کیا کہوں صاحبِ اعجاز ہوئی ہے رخصت   اصل میں وقت کی ہم راز ہوئی ہے رخصت
اس کا چھوڑا ہوا ہر کام رہے گا زندہ
اندرا گاندھی کا پیغام رہے گا زندہ

رحمٰن جامی

ترا وجود تھا اک آگہی کا پیمانہ
حقیقتوں نے بنا ڈالا تجھ کو افسانہ
خود اپنی قوم نے تجھ سے لیا ہے ہرجانہ
کہ تجھ کو دینا پڑا زندگی کا نذرانہ
مثالی ہے ترا ہر کام اندرا گاندھی
امر ہے جگ میں ترا نام اندرا گاندھی

ہمیشہ تونے تہی دست کی اعانت کی
ہمیشہ تونے فقط امن کی حمایت کی
کہ تونے تیسری دنیا کی بھی قیادت کی
مثال کوئی نہیں تیرے قد و قامت کی
ترے وجود سے دنیا میں اک اُجالا تھا
ترے سبب سے ترقی کا بول بالا تھا

جو تھا کٹھن وہ تھا آسان کام تیرے لیے
برائے قوم سکوں تھا حرام تیرے لیے
عمل کا نام تھے یہ صبح و شام تیرے لیے
دلوں میں آج بھی ہے احترام تیرے لیے
مری صدی کو دیا امن کا سبق تونے
ادا کیا ہے زمانے میں اپنا حق تونے

حصارِ سرد میں بھی گرم تھا لہو تجھ میں
قیامِ امن کی ہر دم تھی آرزو تجھ میں
زمیں سے لے کے فلک تک تھی جستجو تجھ میں
سمٹ گئی کئی ملکوں کی آبرو تجھ میں
بڑھا عروج کی جانب ترا ہر ایک قدم
زمانہ ساز رہی تیری زندگی ہر دم

گردش میں ہے قرنوں سے یہی خون کہ جس سے
قشقہ ہے برہمن کا مسلماں کا وضو ہے
ٹپکا ہے وہی آج ترے پاک بدن سے
قاتل یہ سمجھتا ہے کہ یہ تیرا لہو ہے

داغ اس کا چھپائے نہ چھپے لوحِ جبیں سے
شعلے میں لپیٹیں کہ تہہ خاک دبائیں
نیزے پہ شقاوت کے اچھالا ہے جب اس کو
تب اس کے ہر اک بوند نے دی ہیں یہ صدائیں

پھر میری نوا چرخ پہ روشن ہوئی آؤ
سورج کو بجھا سکتے ہو لوگو تو بجھاؤ
جب یوں ہے تو اے ماں ترے فرزند سلامت
چن کر یہ تری خاک سے سب پھول وطن کے
اس طرح بکھیریں گے سرِ عرصۂ عالم
موسم ہی بدل جائیں گے سب تیغ و کفن کے
تو چین سے سو جا کہ ہمیں اس کی خبر ہے
پوشیدہ ترے بام کے نیچے بھی ہے کوئی
قاتل کے اٹھے ہاتھ یہ سایہ ہے کسی کا
سایہ یہی کہتا ہے کہ پیچھے بھی ہے کوئی
کوئی بھی ہو کیا غم ہے کہ اے مادرِ عالم
ہم لے کے اٹھیں گے تری آواز کا پرچم

لبوں سے روٹھ گئی ہے ہنسی بغیر ترے
بدل گئی ہے اب بھی خوشی بغیر ترے
جو لطف و کیف تھے تیرے وجود میں دل کو
کہاں سے لاؤں میں وہ دلکشی بغیر ترے
یہ چاند اور یہ ستارے ملول خاطر ہیں
اُداس اُداس ہے یہ چاندنی بغیر ترے
زباں پہ مُہرِ خموشی ہے رنج و غم دل میں
بہت اداس ہے یہ چاندنی بغیر ترے
بدل گئی ہیں عالی سماج کی نظریں
بنا ہوا ہوں اک اجنبی بغیر ترے
قضا کی گود میں سویا ہے اب ہمیشہ کو
وہ جس کو نیند نہ آئی کبھی بغیر ترے
کہاں گذار دی اے شمس ساری شب تونے
تمام بزم تھی بے نور سی بغیر ترے

(الہ آباد سے)



آواز

آل انڈیا ریڈیو کے پروگرام

چیف ایڈیٹر وج بہادر سنہا

ادارت

سراج احمد
[illegible]

تارکاپتہ LISTENER

ٹیلی فون
۳۸۲۲۴۹
۳۸۲۲۵۴

نئی دہلی	۱۶ر اکتوبر ۱۹۸۵ء	مطابق	۲۵ر اشون ۱۹۰۷ شاکا	جلد ۵۰	شمارہ ۲۰

اس شمارے میں

قیمت

فی کاپی ــــ ایک روپیہ
سالانہ ــــ ۲۲ روپے
دو سال ــــ ۴۲ روپے

(ایک سال سے کم کا چندہ قابل قبول نہیں ہوگا۔)

اندرون ملک ڈاک خرچ بذمہ ادارہ

اندرا گاندھی سے چند ملاقاتیں

خواجہ احمد عباس

اندرا گاندھی سے چند ملاقاتیں یادگار رہیں گی۔ ۱۹۴۲ء موسم خشک اور ٹھنڈا تھا۔

الہ آباد ریلوے اسٹیشن پر ہنگامہ تھا۔ مسافر، قلی، ٹکٹ بابو سب بوکھلائے ہوئے تھے اس ہنگامے نے کلکتہ میل کے آتے ہی ہنگامہ زیادہ ہی کر دیا۔ پلیٹ فارم پر قلی اپنے اپنے مسافروں کو لئے اِدھر اُدھر جا رہے تھے۔ مسافر تھرڈ کلاس میں تو بھیڑ بکریوں کی طرح لدے ہوئے تھے۔ جہاں تین مسافر الہ آباد پر اُتر گئے وہاں چار ان کی جگہ چڑھ گئے۔

میں مشہور چینی رائیٹر ڈاکٹر لن یوتانگ کے ساتھ سفر کر رہا تھا۔ ڈاکٹر لن نے مجھ سے معاہدہ کیا تھا کہ وہ میری کتاب "And One did not Come back" پر مقدمہ لکھ دیں گے اگر میں کلکتہ سے الہ آباد تک ان کے ساتھ سفر کروں اور ان کی مدد کروں اندرا گاندھی سے ملاقات کرانے میں ــــ کیوں کہ انھوں نے اندرا کو اس سے پہلے کبھی دیکھا نہیں تھا۔

الہ آباد اسٹیشن کے پلیٹ فارم پر اندرا موجود تھیں اور انتظار کر رہی تھیں۔

اندرا اپنے شوہر کو ساتھ لائی تھیں اور تجسس کی آنکھوں سے اِدھر اُدھر وہ ڈاکٹر لن کو ڈھونڈ رہی تھیں مجھے بھی وہ اس وقت نہ جانتی تھیں۔ مگر میں نے اندرا گاندھی کی تصویریں دیکھی تھیں۔ اُس وقت وہ کھدر کی شلوار اور ایک کرتا پہنے ہوئے تھیں ایک سفید کھدر کا دوپٹہ ان کے کندھوں پر جھول رہا تھا۔ فیروز گاندھی کھدر کے کرتے پاجامے پر ایک بھورے رنگ کی جواہر جیکٹ پہنے ہوئے تھے۔ جب ریل ٹھہرنے کے لئے آہستہ ہوگئی تو میں نے اندرا گاندھی سے کہہ دیا۔ "آپ کے چینی مہمان یہاں ہیں" اس کے بعد چند منٹ اور لگے ان کو پہچاننے میں۔ میں نے ان کا تعارف ایک دوسرے سے کرا دیا۔ "ڈاکٹر لن یوتانگ یہ ہیں مسٹر فیروز گاندھی اور ان کے ساتھ ہیں مسز فیروز گاندھی"

"آپ کہاں ٹھہریں گے؟" اندرا گاندھی نے اپنے شوہر سے کھسر پھسر کرنے کے بعد کہا۔

"میں تو ویٹنگ روم میں نہا دھو کر سنگم دیکھنے جاؤں گا۔ اور شام کی ٹرین جو بمبئی جائے گی اس میں جاؤں گا۔"

"بمبئی کی ٹرین تو کل صبح سویرے جائے گی جب تک آپ ہمارے ہاں ڈاکٹر لن کے ساتھ ٹھہریئے۔ شام کو ہم آپ کو سنگم کی سیر بھی کرا دیں گے۔" غرض اس طرح آنند بھون کو میں نے پہلی بار دیکھا جب کہ جواہر لال نہرو جیل میں تھے۔ اندرا اور اُن کی دو کزن لڑکیاں اس میں رہتی تھیں۔ لن یوتانگ اس گھر کو دیکھنا چاہتے تھے۔ جس میں جواہر لال نہرو نے اپنی زندگی کے دن بتائے تھے۔ لائبریری میری اور لن یوتانگ کی توجہ کا مرکز تھی۔ کتابوں میں لن یوتانگ

نے اپنی کتابیں Wisdom of India اور Wisdom of China ڈھونڈ نکالیں۔ میں نے بھی اپنی پہلی کتاب Out Side India جان گنتھر کی Inside Asia اور Inside Europe کے ساتھ رکھی دیکھی۔

باقی بہت سے شیلف ... پوچھنے پر اندرا نے بتایا کہ یہ کتابیں باپو نے ... ئی ہیں۔ "آپ کے پاس ان کے ... ے رہتے ہیں جس میں دنیا کا اتہاس آپ کو سکھا رہے ہیں۔"

"میرا نام تو انہوں نے ایسے ہی استعمال کیا ہے میں ان سب کو فائل میں رکھتی جا رہی ہوں۔ جب جیل سے باہر آئیں گے وہ سب ایک پبلشر کو دے دیں گے۔"

شام کو ہمیں سنگم کی سیر کرائی گئی۔ میں نے اشتیاق سے پوچھا کہ "وہ تیسرا دریا کہاں ہے جس کی وجہ سے یہ تروینی سنگم کہلاتا ہے؟"

"وہ سرسوتی زمین کے اندر ہے۔ کم سے کم روایت یہی ہے۔" اندرا نے جواب دیا۔ "آپ اُسے فرضی دریا سمجھ سکتے ہیں۔"

دوسرے دن ڈرائیور نے مجھے پانچ بجے جگایا۔ "پانی تیار ہے۔" اس نے کہا۔ "آپ نہا دھو کر چائے پی لیجئے میں آپ کو اسٹیشن چھوڑ آتا ہوں۔"

"ارے بھائی تم نے یہ تکلیف کیوں کی۔" میں نے اس سے کہا۔

"نہیں صاحب اندرا جی نے خاص طور سے رات مجھے سمجھایا تھا کہ آپ کو وقت پر اسٹیشن چھوڑ آؤں۔"

ایک معمولی جرنلسٹ کا اتنا خیال! یہ تو میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ یہ دُبلی پتلی لڑکی ایک دن اپنے ملک کی پرائم منسٹر ہوگی۔ اور ہر شخص کی دیکھ بھال اُس کے ذمہ ہوگی۔

میں نے ۱۹۵۳ء میں ایک فلم بنائی تھی اس کا نام تھا "مُنّا" اس میں کوئی گانا نہیں تھا۔ اس فلم کو میں جواہر لال نہرو کو دکھانا چاہتا تھا۔ میں نے خط لکھا پنڈت جی کو۔ جواب میں تار آیا کہ فلاں رات کو راشٹرپتی بھون میں وہ فلم دیکھیں گے۔ ہمارے سارے یونٹ میں کھلبلی پڑ گئی ہر شخص دلی جانا چاہتا تھا۔ مگر ہر ایک کو لے جانے کے لئے جیب میں پیسے نہیں تھے۔ اس لئے ہم نے بڑی مشکل سے ایک فہرست تیار کی کہ کون کون لوگ جائیں گے۔ کیمرہ مین رامچندر۔ ایکٹروں میں من موہن کرشن، اچلا، ہیرو چھوٹا بچہ رومی۔

بیک گراؤنڈ میوزک کے میوزک ڈائرکٹر کو شک اور دو ایک لوگ۔

میرے ایسوسی ایٹ پروڈیوسر وسنت ساٹھے اور میرے دوست من موہن۔ بس اتنے آدمیوں کو لے جانے کی گنجائش تھی۔

شو راشٹرپتی بھون میں ہوا۔ پنڈت جی نے آتے ہی میرے یونٹ کے لوگوں سے ہاتھ ملایا۔ اور مجھ سے (بعد میں یہ معلوم ہوا کہ مذاق تھا) کہا۔ "عباس اگر تمہاری فلم میں مجھے نیند آئی تو میں اُسی وقت اُٹھ کر چلا جاؤں گا۔" اندرا گاندھی جو ان کے ساتھ تھیں۔ مجھے الگ بُلا کر کہا کہ "باپو تو مذاق میں کہہ رہے ہیں۔"

مگر میں نے احتیاط کے طور پر ننھے رومی کو پنڈت جی کے پیروں کے قریب قالین پر بٹھا دیا تھا کہ اگر پنڈت جی اُٹھنے یا جانے کا سوچیں بھی تو تم ان کے پیروں سے اُلجھ جانا اور اُٹھنے نہ دینا۔

غرض انھوں نے اور اندرا جی نے شروع سے لے کر آخیر تک پوری فلم دیکھی۔ میں پنڈت جی اور اندرا جی کے بیچ میں بیٹھا ہوا ان کے چہروں پر اپنی پکچر کا اُتار چڑھاؤ دیکھ رہا تھا۔ پنڈت جی بالکل بور نہیں ہوئے۔ جہاں من موہن اپنے بچوں سے پوچھتا ہے کہ "ہندوستان کا راشٹرپتی کون ہے؟" اور سب بچے ڈاکٹر رادھا کشن کے بجائے "پنڈت جواہر لال نہرو" چلا کر کہتے ہیں تو اس پر بے اختیار پنڈت جی اور اندرا جی کھلکھلا کر ہنس پڑے۔ میں نے ٹھنڈی سانس بھری۔

دونوں یعنی پنڈت جی کو اور اندرا جی کو بچہ بہت پسند آئی خاص کر بچے رُومی کا کام۔ اس سے پوچھنے لگے۔ "کل تم کہاں جا رہے ہو۔" اس نے جواب دیا۔ "کل ہم لال قلعہ، جامع مسجد اور گاندھی جی کی سمادھی دیکھیں گے۔" کہنے لگے کہ "ہمارا گھر نہیں دیکھو گے؟" اُس نے ہوشیاری سے کہا، "ضرور دیکھیں گے اگر ہمیں وہاں آپ نے بلایا۔" پنڈت جی نے مجھ سے کہا۔ "تو بھئی تم اس بچے کو لے کر صبح ناشتے پر آجاؤ۔" اس پر میں نے کہا کہ "یہاں تو آپ کے ہم سب بچے ہیں۔ دس کے دس"، تو پنڈت جی نے کہا۔ "تب تو اندرا سے پوچھنا پڑے گا۔" پھر اندرا کی طرف دیکھ کر کہا۔ "کیوں بھئی ان سب کے لئے انڈوں کا انتظام کر سکتی ہو۔" "ضرور۔" اندرا جی نے ہنس کر کہا۔ "ضرور کر سکتی ہوں۔"

میں نے بعد میں اندرا جی سے پوچھا تو انھوں نے کہا۔ "بھئی پرائم منسٹر کا گھر چلانا بڑا مشکل کام ہے۔ باپو تو بیس بیس آدمیوں کو ایک وقت میں بلا لیتے ہیں۔"

ایک بار میں ان کا انٹرویو کر رہا تھا۔

بات گاندھی کی ہو رہی تھی۔

دفعتاً انہوں نے کہا، "گاندھی جی کی موت بھی عجیب تھی۔

'ہے رام'، کہا اور ہمیشہ کے لئے مون ہو گئے۔

میں بھگوان سے پرارتھنا کرتی ہوں مجھے بھی ایسی Quick موت ملے۔"

مگر ساتھ ہی انہوں نے مجھے ہدایت کر دی کہ میں یہ اپنے انٹرویو میں شامل نہ کروں ورنہ لوگ خواہ مخواہ کہیں گے کہ مہاتما گاندھی سے اپنا مقابلہ کرتی ہے۔

(بمبئی سے نشر)

اندرا جی کی یادیں

علی سردار جعفری

جس طرح ہر لمحے اور ہر جگہ اندرا گاندھی کا نام آئیگا اُس طرح بعض ایسی باتیں بھی بار بار دہرائی جائیں گی جن کا دہرایا جانا ضروری ہے، اور میں بھی بعض ایسی باتیں کہوں گا جو میں اس سے پہلے ٹیلیویژن اور فلم ڈویژن پر کہہ چکا ہوں اور وہ یہ ہے کہ اب اندرا گاندھی کا نام شکتی، شانتی اور قربانی ان تین لفظوں کا ہم معنی ہو گیا ہے، اُنھوں نے اپنی جان جس بہادری سے دی ہے اور جس مقصد کے لئے دی ہے وہ اتنا بڑا مقصد ہے جس کو ہم صرف ہندوستانیوں کا نہیں بلکہ سارے عالم انسانیت کا مقصد کہہ سکتے ہیں۔

میں چند باتیں اندرا گاندھی کے بارے میں ایسی کہوں گا، جو بہت ذاتی ہیں کہ میں پہلی بار اُن سے کب ملا کیسے ملا، پہلی بار میں اُن سے اُس وقت ملا جب ہندوستان کی آزادی کی تحریک چل رہی تھی اور انگلستان سے واپس آئی تھیں تو اسٹوڈنٹس فیڈریشن کے کسی جلسہ میں وہ آگئی تھیں اُس وقت وہ بھی طالب علم تھیں اور کبھی کسی کو گمان بھی نہیں تھا کہ ایک وقت وہ آئے گا کہ وہ ہندوستان کی وزیر اعظم ہوں گی اور اتنی بڑی وزیر اعظم ہوں گی کہ جن کا درجہ ساری دنیا کے بلند ترین اور عظیم ترین رہنماؤں میں ہوگا، اس کے بعد میری ملاقات اُن سے اُس وقت ہوئی جب وہ شاستری جی کی کیبنٹ میں منسٹر بنیں براڈکاسٹنگ اور انفارمیشن کی، نہیں اس سے پہلے بھی ایک ملاقات ہوئی اور وہ ملاقات اُس وقت ہوئی تھی جب پنڈت جواہر لال نہرو کے انتقال سے چند ماہ پہلے تین مورتی بھون میں پنڈت جی کی تفریح کے لئے ایک مشاعرہ انھیں کی مرضی کے مطابق اور انھیں کی خواہش کے مطابق ہوا تھا، مجھے ابھی تک یاد ہے کہ مسز گاندھی آخری صف میں ایک کرسی پر بیٹھی ہوئی تھیں، اور سامنے کی صف میں پنڈت جی تھے، شاستری جی تھے، ہمارے فراق گورکھپوری تھے، ہم لوگ تھے کچھ شعراء تھے سامنے ایک چھوٹا سا اسٹیج بنا ہوا تھا اور ہمیں بتا دیا گیا تھا کہ پنڈت جی کی طبیعت اچھی نہیں ہے، آپ لوگ تھوڑا تھوڑا کلام سُنائیں تاکہ ذرا سا ان کا دل خوش ہو اور اُس کے بعد یہ محفل برخاست ہو جائے، لیکن بار بار مسز گاندھی پنڈت جی کے پاس آکر کچھ کہتی تھیں اور پنڈت جی خاموشی سے کچھ جواب دے دیتے تھے، اور یہ مشاعرہ کئی گھنٹے جاری رہا، اس کے بعد میری ملاقات اُس وقت اُن سے ہوئی جب وہ ہماری گورنمنٹ میں آئیں اور ہندوستان کی وزیر بنیں منسٹری آف انفارمیشن اور براڈکاسٹنگ میں اور ایک

مشاورتی کمیٹی کے جلسہ میں اُن سے ملاقات ہوئی اور اُس وقت ان کو دیکھ کر کوئی یہ کہہ نہیں سکتا تھا، میں اپنے بارے میں یقین سے یہ کہہ رہا ہوں کہ میں بالکل یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ یہ کتنی بڑی شخصیت ہے، یہ ایک بیج ہے جس کے اندر ایک بہت بڑا تناور درخت چھپا ہوا ہے۔

اور شاستری جی کے انتقال کے بعد جس وقت وہ وزیر اعظم بنیں معلوم نہیں کتنے لوگوں کا خیال اُن کے بارے میں کیا کیا تھا، کون لوگ سمجھتے تھے کہ یہ اس ملک کو سنبھال سکیں گی یا نہیں سنبھال سکیں گی لیکن انہوں نے جس طریقہ سے اس ملک کو سنبھالا اور اتنے بڑے ملک کو سنبھالنا کوئی آسان کام نہیں ہے، وہ ایک اتنا بڑا کارنامہ ہے جو ان کو ہمیشہ زندہ جاوید بنا دے گا۔

اس سے پہلے ہم یہ نہیں کہہ سکتے تھے کہ پنڈت جواہر لال نہرو اور مہاتما گاندھی کے نام کے ساتھ ایک تیسرا نام اندرا گاندھی کا بھی شامل ہو جائے گا، لیکن اب یقیناً یہ تیسرا نام ہے جو اس میں شامل ہو گیا ہے، ہندوستان کے اس عہد کی عظیم ترین شخصیتوں میں اس کے بعد اُن سے ایک ایسی ملاقات ہوئی جو اس اعتبار سے بڑی اہم ہے کہ اس کا رشتہ اُردو کے مسئلہ سے ہے۔

میں پنڈت آنند نرائن ملا کے ساتھ ان کے پاس ۱۹۶۱ء میں گیا تھا اور اس وقت ہم اردو کے معاملات پر اُن سے بات کر رہے تھے تو انھوں نے ساری ہمدردیاں اُردو کے بارے میں دکھائیں، ساری باتیں کہیں اور یہ بھی کہا کہ میں تو خود اردو بولتی ہوں میرے گھر میں بھی اردو بولی جاتی ہے اردو بڑی خوبصورت زبان ہے، میں سب کچھ کرنے کو تیار ہوں لیکن حالات کا بھی اُنھوں نے ذکر کیا اور ہمیں اِن حالات کی پیچیدگی کا اندازہ ہے جو ہمارے ملک میں تقسیم کے بعد پیدا ہوئے، اور ابھی ابھی سوویت یونین سے ایک اسکالر آئی تھی اُس نے مجھے بہت دلچسپ واقعہ سنایا مسز گاندھی سے ملنے کا اور غالباً میں پہلی بار اس واقعہ کو بیان کر رہا ہوں، کہ جب وہ ان سے ملنے کے لئے گئی اُس کا نام "اُنا سفرووا" ہے جو اردو پر ریسرچ کر رہی ہے اور بہت اچھی اردو بولتی ہے تو مسز گاندھی اُس سے انگریزی میں باتیں کر رہی تھیں، لیکن جب اُن کو یہ معلوم ہوا کہ "اُنا سفرووا" اردو کی طالب علم ہے اور اردو میں تحقیق کرنے آئی ہے تو مسز گاندھی نے انگریزی بولنا بند کر دی اور اس سے ہنس کے کہا کہ پہلے کیوں نہیں بتایا میں تو اردو بول لیتی ہوں، اور اردو سمجھتی بھی ہوں، اور اردو ہماری زبان ہے اور اس سے آخر وقت تک وہ بیٹھ کر اردو میں باتیں کرتی رہیں۔

میں مسز گاندھی کے پاس ایک بار گیا اس خیال سے جس کے بارے میں سب لوگ مشکوک تھے کہ علامہ اقبال کا سو سالہ جشن منایا جائے، اور یہ بات ۱۹۷۴ء کی ہے، جشن ہم نے ۱۹۷۷ء میں منایا، یہ بات ۷۳ء یا ۷۴ء کی ہے، علی گڑھ کے سیمنار سے میں آیا اور میں نے مسز گاندھی سے ملنے کی خواہش ظاہر کی، میں اُن کے پاس گیا اور میں نے کہا کہ ہم لوگ علامہ اقبال کا صد سالہ جشن منانا چاہتے ہیں جنھوں نے ہندوستان کو ترانۂ ہندی دیا ہے، تو انھوں نے بغیر ذرا سا وقت لئے بھی کہا کہ بہت اچھا خیال ہے ضرور جشن منایئے، میں نے کہا کہ میں آپ کے پاس یہ درخواست لے کر آیا ہوں کہ آپ اس کی سرپرستی قبول کر لیجئے، تو ہنس کے کہنے لگیں کہ نہیں سرپرستی کے چکر میں اور جھگڑے میں مجھے نہ ڈالئے لیکن حکومت پوری امداد کرے گی، اور آپ جشن کی تیاریاں کیجئے۔

ڈاکٹر نور الحسن اس وقت وزیر تعلیم تھے، اور وزارت تعلیم کے ذریعہ وہ ساری امداد ملی اور مجھے جو میں اس کا سکریٹری تھا اور اب بھی ہوں مجھے کسی قسم کی کسی موقع پر کوئی دشواری نہیں ہوئی، اور ہندوستان نے نہایت شاندار بین الاقوامی سیمنار اقبال پر کیا، نومبر ۱۹۷۷ء میں اور یہ سیمنار پاکستان کے اقبال سیمنار سے پہلے ہوا تھا، اور یہ بہت بڑا سیمنار تھا لیکن یہ سیمنار جس وقت ہوا ہے اُس وقت اندرا گاندھی کی حکومت ختم ہو چکی تھی اور جنتا گورنمنٹ کی حکومت تھی، لیکن جنتا گورنمنٹ کی اس حکومت کے زمانے میں ہم نے جس روپیہ سے یہ سیمنار کیا وہ وہ روپیہ تھا جس کی گرانٹ ہم کو مسز اندرا گاندھی کے زمانے میں ملی تھی، ڈاکٹر نور الحسن کی وزارت سے ملی تھی اور یہ شاندار جشن ہو گیا، ایک فلم بھی بنی، اس کا بھی سیکشن اُسی زمانے میں ہوا تھا اور وہ فلم اقبال پر ہندوستان و پاکستان میں سب سے اچھی فلم ہے اور اُس کا پہلا پرنٹ جنرل ضیاء الحق صاحب کو ہندوستان کی حکومت کی جانب سے پیش بھی کیا گیا تھا" جو وہاں موجود ہے۔ اور اس کے بعد جب ان کی حکومت واپس آگئی اتفاق ہے یہ یادگار اقبال والیوم جو اس سیمنار کے مقالات پر مشتمل ہے، اس کے جشن اجرا کی بات تھی تو میں نے مسز گاندھی کو خط لکھا کہ میری خواہش یہ ہے اور ہماری پوری کمیٹی کی خواہش ہے کہ آپ اس کتاب کا اجرا فرما دیں تو اس کا جواب میرے پاس آیا غالباً دھون صاحب نے جواب دیا تھا کہ فلاں تاریخ کو صبح کے وقت اِسی گھر میں اکبر روڈ، نمبر ۱ صفدر جنگ پر مسز گاندھی اس کا اجرا کر دیں گی، میں یہاں سے دہلی گیا اور میں دھون صاحب سے مِلا بھی اُن کو ایک کتاب پیش کی اور میں نے ایک کتاب مسز گاندھی کے پاس بھی بھیجی اور میں نے اُن سے کہا کہ صاحب اِس قسم کا اجرا جو ہے میں نہیں چاہتا میں اِس سے بڑا چاہتا ہوں، اُنھوں نے پوچھا کیا ہے؟ تو میں نے اُن سے کہا کہ دیکھئے یہ ہم ایک بڑے ہال میں کریں گے جس میں ہم پاکستان کے سفیر کو بھی مدعو کریں گے سوویت سفیر کو بھی مدعو کریں گے اور ہزار دو ہزار آدمیوں کو مدعو کریں گے اور ہم چاہتے ہیں کہ اس کا اجرا وہاں ہو تو انھوں نے کہا کہ اس کے بارے میں تو ہم کو مسز گاندھی سے پوچھنا پڑے گا۔ میں نے کہا آپ پوچھ لیجئے گا، پوچھ کے مجھے بتا دیجئے گا، لیکن دوسرے دِن صبح وہ جو عام وقت ہے اُن سے ملنے کا لوگوں کا میں صبح ۸ بجے وہاں چلا گیا اور جب وہ مسز گاندھی آئیں تو مجھے دیکھتے ہی پوچھنے لگیں کہ کیا بات ہے؟ تو میں نے کہا کہ آپ نے اُس کا اجرا کا جو وقت دیا ہے وہ ہمارے لئے مناسب نہیں ہے تو وہ کہنے لگیں کون سا وقت چاہئے، میں نے اُن سے کہا کہ مجھ کو تو ایک گھنٹہ چاہئے اور وہ بھی یہاں اکبر روڈ پر نہیں بلکہ ہال میں بڑے ہال میں چاہئے تو وہ کہنے لگیں کہ کتنا وقت لگیگا میں نے کہا وقت تو مجھے ایک گھنٹہ چاہئے، آپ آدھا گھنٹہ دے دیں تو وہ بھی بہت ہے تو کہنے لگیں کہ آپ اتنا بڑا کیوں کرنا چاہتے ہیں میں نے کہا کہ میں اِس لئے کرنا چاہتا ہوں کہ یہ جشن کی جتنی بھی تقریبات ہوئی ہیں سب نہایت شاندار تقریبات تھیں اور اتفاق سے جس جشن کو آپ نے جس کی ابتدا کی تھی اُس کی انتہا اگر آپ کے ہاتھ سے ہو تو بہت اچھی بات ہے، اور وہ بھی اُتنا ہی شاندار ہونا چاہئے، تو ہنس پڑیں اور کہنے لگیں کہ اچھا فلاں تاریخ میں آپ کو دیتی ہوں، اور اُس کے دوسرے دن میرے پاس کس کا ٹیلیفون آیا مجھکو یاد نہیں اُنھوں نے کہا کہ ابھی میری مسز گاندھی سے ملاقات نہیں ہوسکی ہے، تو میں نے اُن سے کہا کہ میں کل گیٹ کریش کر چکا ہوں اور میں اُن سے وقت لے آیا ہوں، یہ وقت ہے اور چنانچہ وہ اس جشن میں آئیں اور انھوں نے نہایت شاندار طریقہ سے اس کتاب کا افتتاح کیا اور اُس میں ہمارے سوویت یونین کے بھی سفیر شریک تھے اور پاکستان کے سفیر بھی شریک تھے اور وہاں بھی اردو کی بات نکلی اس لئے میں نے اِس قصہ کو اتنی تفصیل سے بتایا اور اس لئے بھی بتانا چاہتا ہوں کہ اقبال کے سلسلہ کی بات ہے جن کو غلطی سے ہندوستان کا نہ معلوم کیا سمجھا جاتا ہے، حالانکہ ان کا "سارے جہاں سے اچھا ہندوستاں ہمارا" CONSTITUENT اسمبلی میں بھی گایا گیا جس وقت کہ ہندوستان آزاد ہوا ہے، اور جب راکیش وہاں پر تھا فضا میں اور مسز گاندھی سے بات ہوئی تو اُس نے وہاں سے بھی کہا، سارے جہاں سے اچھا ہندوستاں ہمارا۔ تو اس اعتبار سے میں نے بات کی کہ میں بیٹھا ہوا تھا پاکستان کے سفیر کے قریب اُن کے بعد مسز گاندھی تھیں تو جب مسز گاندھی اُٹھیں تقریر کرنے کے لئے تو ذرا سی رُکیں اور رُک کے مجھ سے کہا کہ آج میں اُردو میں تقریر کروں گی، تو میں نے کہا کہ اُردو تو آپ کی زبان ہے اور مادری زبان ہے آپ ضرور تقریر کیجئے، نہایت خوبصورت اُردو میں انھوں نے تقریر کی، پاکستان کے سفیر نے مجھ سے مسکرا کے کہا کہ آپ لوگ بڑی بے تکلفی سے اپنے پرائم منسٹر سے بات کر لیتے ہیں، میں نے اُن سے اُسی طرح مُسکرا کر کہا' ہمارا جمہوری ملک ہے، اور اس لئے آج جب ہم اندرا گاندھی کو اس طرح سے محبت سے یاد کر رہے ہیں تو اس کی جمہوریت کو برقرار رکھنا اندرا گاندھی کے لئے ہمارا سب سے بڑا خراج محبت اور عقیدت ہوگا۔

(بمبئی سے نشر)

ساحرلدھیانوی

خلیل انجم

فن کار کا احساس ایک عام آدمی سے زیادہ وقت کا نباض ہوتا ہے۔ اسے اپنی ذمہ داری ہوتا ہے۔ وہ ہر حادثہ اور ہنگامہ کا بغور مطالعہ کرتا ہے اور جائزہ لیتا ہے اور نہ صرف اس کو اپنے خوبصورت الفاظ کا جامہ پہنا کر شعر کے پیکر میں ڈھالتا ہے بلکہ اس کے اچھے اور برے نتائج سے بھی آگاہ اور خبردار کرتا ہے۔ ساحر لدھیانوی ایک ایسے ہی شاعر کا نام ہے جس نے تجربات وحوادث کا بغور مطالعہ کیا ہے اور اپنی شاعری کے ذریعے انھیں پیش کیا ہے —— جنگ ہمیشہ سے انسانیت اور امن عالم کے لئے ایک عظیم خطرہ بنی رہی ہے۔ حالانکہ جنگ امن عالم کی سلامتی کے لئے ہی لڑی جاتی ہے لیکن اس کے نتائج بڑے بھیانک اور خطرناک نکلتے ہیں۔ آج ایٹمی توانائیوں کا زمانہ ہے۔ مہلک سے مہلک ہتھیار ایجاد کئے جا رہے ہیں جن کی حصول یابی کے لئے زور شور سے دوڑ دھوپ جاری ہے۔ پہلی اور دوسری جنگ عظیم کے نتائج ہمارے سامنے ابھی بھی موجود ہیں۔ دوسری جنگ عظیم میں ایک ہی ایٹم بم میں دیکھتے ہی دیکھتے جاپان کا خوبصورت شہر ہیروشیما تباہ ہو چکا تھا۔ اس ایٹم بم کے جراثیم سے متاثر زدہ لوگ آج بھی ہیروشیما کے ہسپتالوں میں موت کا انتظار کر رہے ہیں۔

جنگ کے مہلک اور خطرناک نتائج کو مدِ نظر رکھتے ہوئے "پرچھائیاں" کے عنوان سے ساحر لدھیانوی نے ایک طویل نظم لکھی ہے جس کا حاصل یہ ہے عالم انسانیت کی بقا اور تحفظ کے لئے جنگ کے شعلوں کو بھڑکنے سے روکا جائے کیونکہ شاعر کی نظر میں ؎

جنگ تو خود ہی ایک مسئلہ ہے
جنگ کیا مسئلوں کا حل دے گی
آج بخشے گی خون اور آنسو
بھوک اور احتیاج کل دے گی

جنگ ایک ایسا سنگین موضوع ہے جو آج بین الاقوامی سطح پر اخباروں کی سب سے اہم اور نمایاں سرخی بن کر رہ گیا ہے آج جبکہ کوئی بھی ملک جنگ وجدل کے اندیشوں سے محفوظ نہیں ہے، ساحر لدھیانوی کی نظم "پرچھائیاں" ایک ایسی بھرپور کوشش ہے جو جنگ جیسے سنگین مسئلہ کے حل کو پیش کرتی ہے۔ ساحر جذبات کا بادشاہ ہے اور وہ کائنات کے ہر ذرّے کو پرستش کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور اس کی فنا وبربادی کا تصور بھی اپنے ذہن کے کسی گوشہ میں رکھنا کفر سمجھتا ہے اسی لئے وہ امن وانسانیت کا پیغام سنا کر ذہنوں سے جنگ کے تصور کو بھی مٹا دینا چاہتا ہے —— زندگی امن چاہتی ہے انتشار نہیں۔ ساحر کے دل ودماغ میں انتشار کا تصور وخیال برپا ہو کر اُسے بے چین کئے ہوئے ہے۔ زندگی امن ہے اور اس کے سوا کچھ بھی نہیں۔ اس کا ثبوت اس کی نظم "پرچھائیاں" سے نمایاں ہے۔ آیئے! ہم پرچھائیوں کا جائزہ لے کر اندازہ لگا سکیں کہ وہ کہاں تک اپنے مقصد میں کامیاب ہے۔

نظم کے آغاز میں شاعر قدرتی مناظر اور قدرتی جلوہ سامانیوں سے اپنی الفت اور لگاؤ کا ذکر یوں کرتا ہے ؎

جوان رات کے سینے پہ دودھیا آنچل
مچل رہا ہے کسی خوابِ مرمریں کی طرح
حسین پھول حسین پتّیاں حسیں شاخیں
لچک رہی ہیں کسی جسمِ نازنیں کی طرح

آگے شاعر اپنی محبت کو یاد کرتے ہوئے کہتا ہے ؎

وہ پیڑ جن کے تلے ہم پناہ لیتے تھے
کھڑے ہیں آج بھی ساکت کسی امیں کی طرح

یہ شاعر کے تصوّرات کی وہ پرچھائیاں ہیں جن کے دریچوں سے شاعر کو اپنی محبت کا زمانہ یاد آتا ہے۔ اُسے اپنی محبوبہ کی یاد آتی ہے جس کی زلفوں کے سائے میں اس نے اپنی جوانی کے چند رومان پرور حسین لمحے خوبصورت اور شاداب وادیوں میں گزارے تھے۔ اسے یاد آتا ہے کہ اس کی محبوبہ کس طرح زمانے کی نظروں سے چھپ کر اپنے بدن کو چرائے اور کچھ شرمائی ہوئی اس سے ملا کرتی تھی۔ یہ سارے لمحے شاعر کے لئے متاعِ حیات سے کم نہیں۔ اس کا اعتراف کرتے ہوئے وہ کہتا ہے ؎

وہ لمحے کتنے دلکش تھے وہ گھڑیاں کتنی پیاری تھیں
وہ سہرے کتنے نازک تھے وہ لڑیاں کتنی پیاری تھیں
بستی کی ہر اک شاداب گلی خوابوں کا جزیرہ تھی گویا
ہر موجِ نفس ہر موجِ صبا نغموں کا ذخیرہ تھی گویا

پھر اچانک ایک انقلاب آتا ہے۔ بارود کی بو لئے تیز ہوائیں مغرب سے اٹھیں۔ کھیتوں سے ٹاپوں کی آوازیں آنے لگیں۔ مغرب کے خود ساختہ مہذّب ملکوں سے مغرور مدہوش باوردی فوجیں دندناتی ہوئی چلی آئیں اور پھر ؎

خاموش زمیں کے سینوں میں خیموں کی طنابیں گڑنے لگیں
مکھن سی ملائم راہوں پر بوٹوں کی خراشیں پڑنے لگیں
فوجوں کے بھیانک بینڈ تلے چرخوں کی صدائیں ڈوب گئیں
جیپوں کی سلگتی دھول تلے پھولوں کی قبائیں ڈوب گئیں

اس کے نتائج بڑے خراب برآمد ہوئے۔ ایک طرف مہنگائی اتنی بڑھی کہ اشیاء کے دام آکاش کو چھونے لگے اور دوسری طرف انسان کی قدر وقیمت میں اتنی گراوٹ آئی کہ پاتال تک —— پہونچ گئی۔ گاؤں کی چوپالوں پر اب فوجی بھرتی کے دفتروں نے لے لی۔ گاؤں کے سجیلے اور بانکے نوجوان جنگ کے محاذ پر گئے تو پھر لوٹ کر نہیں آئے۔ غرض سارا گاؤں کنگال ہو گیا۔ اتنا ہی نہیں ہوا بلکہ ؎

چرواہیاں رستہ بھول گئیں پنہاریاں پنگھٹ چھوڑ گئیں
کتنی ہی کنواری ابلائیں ماں باپ کی چوکھٹ چھوڑ گئیں

اتنا ہی کہہ دینا کافی نہیں ہوگا۔ یہ کہنا بھی ضروری ہوگا کہ مادّی، روحانی، اخلاقی، ہر طرح کا زوال رونما ہوا۔ بھوک سے پریشان کسانوں کے گھر کے سارے سامان فروخت ہو گئے۔ ظالم پیٹ کی خاطر سرِعام جسموں کے سودے ہونے لگے۔ ان میں شاعر کی محبوبہ بھی ہے۔ شاعر حالات سے نمٹنے کے لئے شہر کا رُخ کرتا ہے لیکن وہاں بھی اس کے علم وفن کا کوئی مول نہیں۔ ہر موڑ پر اُسے رُسوائی کے سوا اور کچھ ہاتھ نہیں آتا ؎

نہ دوستی نہ تکلف نہ دلبری نہ خلوص
کسی کا کوئی نہیں آج سب اکیلے ہیں

اور جب اس کی محبوبہ کے چہرے کی سہمی ہوئی آخری مسکان کا بھی سودا ہو جاتا ہے تو شاعر پر جو کیفیت گزرتی ہے اسے یوں بیان کرتا ہے ؎

اس شام مجھے معلوم ہوا جب باپ کی کھیتی چھن جائے
ممتا کے سنہرے خوابوں کی انمول نشانی بکتی ہے
اس شام مجھے معلوم ہوا جب بھائی جنگ میں کام آئیں
سرمائے کے قحبہ خانوں میں بہنوں کی جوانی بکتی ہے

شاعر چپ چاپ خون کے آنسو بہاتا ہوا یہ سب دیکھتا رہتا ہے اور اپنی نامرادی کے لئے اپنی محبوبہ کو ذمہ دار نہیں ٹھہراتا۔ شاعر مایوس ہونے کے باوجود زندگی سے سمجھوتہ کر لیتا ہے اور جب ایک مدت بعد دو پرچھائیوں کو ملتے ہوئے دیکھتا ہے تو اسے اپنا ماضی یاد آجاتا ہے۔ گرچہ آج بھی جنگ کے بادل منڈلا رہے ہیں تاہم اس نوجوان جوڑے کی محبت کی بقا کے لئے خلوصِ دل سے دُعائیں دیتے ہوئے کہتا ہے ؎

ہمارا پیار حوادث کی تاب لا نہ سکا
مگر انھیں تو مرادوں کی رات مل جائے
ہمیں تو کشمکشِ مرگِ بے اماں ہی ملی
انھیں تو جھومتی گاتی حیات مل جائے

شاعر آگے چل کر کہتا ہے کہ یہ جنگیں سیاستدانوں کا محبوب مشغلہ ہیں۔ جنگ کے بغیر سیاست کا مقصد حل ہو نہیں پاتا۔ اس سستے سے مشغلے سے دور دراز کے ممالک میں اناج کی نہیں قحط کی کھیتی ہوتی ہے ؎

بہت دنوں سے ہے یہ مشغلہ سیاست کا
کہ جب جوان ہوں بچّے تو قتل ہو جائیں
بہت دنوں سے ہے یہ خبط حکمرانوں کو
کہ دور دور کے ملکوں میں قحط بو جائیں

پھر شاعر کمر بستہ ہو کر عوام سے اپیل کرتا ہے ؎

چلو کہ چل کے سیاسی مقامروں سے کہیں
کہ ہم کو جنگ و جدل کے چلن سے نفرت ہے
جسے لہو کے سوا کوئی رنگ راس نہ آئے
ہمیں حیات کے اس پیرہن سے نفرت ہے

جو لوگ پہلی اور دوسری جنگِ عظیم کے مہلک اور خطرناک نتائج سے آشنا ہیں وہ کبھی نہیں چاہیں گے کہ تیسری جنگِ عظیم بھی ہو۔ جوہری اسلحہ کے لئے جو دوڑ دھوپ کی جا رہی ہے اس سے اندیشہ ہو چلا ہے کہ اہلِ سیاست خاص طور سے بڑے ممالک تیسری جنگِ عظیم کا بہانہ تلاش کر رہے ہیں۔ شاعر بھی اسی اندیشہ کا شکار نظر آتا ہے لہٰذا جوشِ جنوں میں کہہ رہا ہے ؎

کہو کہ آج بھی ہم سب اگر خموش رہے
تو اس دمکتے ہوئے خاکداں کی خیر نہیں
جنوں کی ڈھالی ہوئی ایٹمی بلاؤں سے
زمیں کی خیر نہیں آسماں کی خیر نہیں

خیال کیا جاتا ہے کہ اگر تیسری جنگِ عظیم ہوئی تو زمین پر کوئی بھی فرد سلامت نہیں رہے گا۔ ہر طرف راکھ اور چنگاریاں بکھری نظر آئیں گی۔ کھیتیاں اور ندیاں سوکھ جائیں گی۔ پہاڑ روئی کے گالے بن جائیں گے۔ شاعر کی خواہش ہے کہ ایک ایسی مہم چلائی جائے کہ تیسری جنگ کا امکان ہی ختم ہو جائے کیوں کہ اس کے نتائج پہلے سے بھی زیادہ بھیانک اور ہولناک نکلیں گے۔ اس لئے شاعر کہتا ہے ؎

گزشتہ جنگ میں گھر ہی جلے مگر اس بار
عجب نہیں کہ یہ تنہائیاں بھی جل جائیں

گزشتہ جنگ میں پیکر جلے مگر اس بار
عجب نہیں کہ یہ پرچھائیاں بھی جل جائیں

تاہم "پرچھائیاں" کا مطالعہ کرنے کے بعد ہمارے ذہن میں ایک سوال بھی ابھرتا ہے۔ وہ یہ کہ کیا ساحر جنگ سے خوف زدہ ہے؟ لیکن جب دوسرے ہی لمحے ہم ساحر کی ایک اور نظم کے اس شعر پر کہ ؎

ہم امن چاہتے ہیں مگر ظلم کے خلاف
گر جنگ لازمی ہے تو پھر جنگ ہی سہی

غور کرتے ہیں تو اس کا جواب نہ صرف نفی میں ملتا ہے بلکہ ساحر کی جرأت مندی، بہادری اور حب الوطنی کی بھی تعریف کرنی پڑتی ہے۔

بہرکیف! ساحر لدھیانوی کی یہ نظمیں ہمیں امن و آشتی کا پیغام دیتی ہیں۔ ساحر نہ صرف اپنے ملک کو بلکہ پوری دنیا کو جنگ کے خطروں سے بچانا چاہتے ہیں۔ ساحر لدھیانوی کی ایک مشہور نظم "اے شریف انسانو" کا ابتدائی اور آخری بند پیش کرتے ہوئے میں اپنی بات ختم کرتا ہوں۔ ؎

خون اپنا ہو یا پرایا ہو
نسلِ آدم کا خون ہے آخر
جنگ مشرق میں ہو کہ مغرب میں
امنِ عالم کا خون ہے آخر

یہ نظم بہت ہی خوبصورت موڑ لے کر اس طرح ختم ہوتی ہے۔ ؎

اس لئے اے شریف انسانو
جنگ ٹلتی رہے تو بہتر ہے
آپ اور ہم سبھی کے آنگن میں
شمع جلتی رہے تو بہتر ہے

(ناگپور سے نشر)

خلیل انجم
آرڈیننس فیکٹری امبا جھری ناگپور ۴۴۰۰۲۱ -

منظور ندیم بالاپوری

سخن کے سحر سے مسحور کر گیا ساحر
پیامِ زیست ہمیں دے کے مر گیا ساحر

گزر گیا ہے وہ خوشبو کے موسموں کی طرح
اب اس کی یاد کی "پرچھائیاں" سی باقی ہیں
مٹھاس لہجے کی لے کر چلا گیا لیکن
کتابی شکل میں کچھ "تلخیاں" سی باقی ہیں

نہ جانے کتنے دلوں میں اتر گیا ساحر
پیامِ زیست ہمیں دے کے مر گیا ساحر

وہ چاہتا تھا کہ شاعر نئے زمانے کے
نئی ادا سے نئی فکر کے گلاب چنیں
حقیقتوں سے الجھتا رہا اک عمر مگر
پکارتا رہا "آؤ کہ کوئی خواب بنیں"

یہ کہہ رہی ہے ہر اک چشمِ تر "گیا ساحر"
پیامِ زیست ہمیں دے کے مر گیا ساحر

وہ دل جو قوم کی مظلومیت پہ روتا تھا
وہ دل جو جذبۂ حُبِ وطن سے تھا سرشار
وہ دل، دلوں کو دھڑکنے کی دی ادا جس نے
وہ دل ہی کر گیا حرکت سے یک بیک انکار

خود اپنے دل ہی کے ہاتھوں بکھر گیا ساحر
پیامِ زیست ہمیں دے کے مر گیا ساحر

امر ہے اس کی غزل، فن بھی تو اس کا زندہ ہے
بلا سے راس نہیں آئی زندگی اس کو
دیئے ہیں اس نے زمانے کو گیت لافانی
ندیم مدتوں روئے گی شاعری اس کو

ادب کی آنکھ میں کچھ اشک بھر گیا ساحر
پیامِ زیست ہمیں دے کے مر گیا ساحر

(ناگپور سے)

دوستی کے تقاضے

آر ڈی شرما تاثیر

دوستی اور محبت اردو زبان کے دو خوبصورت ترین الفاظ ہیں اور یہ دونوں ہم معنی بھی ہیں تو لازم و ملزوم بھی۔ کیونکہ بے لوث محبت کے بغیر دوستی کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ دوست اور دوستی کی تعریف میں مفکروں شاعروں، دانشوروں نے بہت کچھ کہا ہے۔ مثلاً استاد ذوق کا یہ شعر ضرب المثل کا درجہ حاصل کر چکا ہے کیونکہ یہ حقیقت حال کا ترجمان ہے۔ ؎

اے ذوق کسی ہمدم دیرینہ کا ملنا
بہتر ہے ملاقات مسیحا و خضر سے

مولانا حالی نے دوست کا درجہ بھائی سے ارفع بتایا ہے اُن کا شعر ہے۔ ؎

آ رہی ہے چاہِ بابل سے صدا
دوست تھوڑے ہیں یہاں بھائی بہت

یوسف کو اُس کے بھائیوں نے مصر کے شہر بابل کے کنویں میں پھینک دیا تھا۔ یہ شعر اُس کے دل کی پکار ہے۔ بھائیوں کی خود غرضی اور مکاری سے نجات کا ایک ہی ذریعہ کاش کوئی سچا دوست پاس ہوتا تو وہ یوں بے یار و مددگار محسوس نہ کرتا۔

مرزا غالب کا شعر ؎

اُن کے دیکھے سے جو آ جاتی ہے مُنہ پہ رونق
وہ سمجھتے ہیں کہ بیمار کا حال اچھا ہے

جہاں انسانی نفسیات کا صحیح عکاس ہے وہاں ایک دوست ایک محبوب کو بہترین انداز میں خراج عقیدت بھی پیش کرتا ہے۔ بے لوث محبت ہی کی طرح دوستی بھی نایاب چیز ہے۔ اسی لیے اُس شخص کو دنیا کا خوش نصیب ترین شخص کہا جاتا ہے جسے ایک بھی سچا دوست نصیب ہو گیا ہو۔ دوستی کا شمار دُنیا کے عزیز ترین رشتوں میں ہوتا ہے۔ مہا کوی گوسوامی تلسی داس جی کا دوہا ہے۔

دھیرج، دھرم، متر اَنرُ ناری
آپد کال پرکھیے چاری

یعنی مصیبت کے موقعہ پر انسان کے حوصلے، ایمان، دوست اور رفیقہ حیات کی پرکھ پہچان ہوتی ہے۔ انگریزی کے شہرۂ آفاق ناول نگار جناب ای۔ ایم۔ فاسٹر دوست کے تئیں وفاداری کو ملک کے تئیں وفاداری سے ارفع مانتے ہیں۔

اس رشتے کی فوقیت کے پیش نظر اس معاملے میں تھوڑی سی کوتاہی، ذرا سی لغزش بھی ناقابل معافی سمجھی جاتی ہے۔ دوست کی طرف سے بے وفائی یا دھوکے کو دُنیا کا معیوب ترین فعل قرار دیا گیا ہے۔

دُنیا کے تمام گناہ معاف کئے جا سکتے ہیں۔ لیکن دوستی میں دھوکے کے پاپ کو یکسر طور پر ناقابل معافی مانا گیا ہے۔ شیکسپیئر کے مشہور ڈرامے جولیس سیزر میں سیزر پر اُس کے مخالف قاتلانہ حملہ کرتے ہیں تو وہ قدرتی طور پر اپنے بہترین دوست بروٹس کی جانب بڑھتا ہے اس بات سے بے بہرہ کہ درپردہ بروٹس بھی قاتلوں کی سازش میں شریک ہو چکا ہے۔ لہٰذا بروٹس بھی اس پر وار کرتا ہے۔ دوست کا یہ وار ناقابل یقین ہے اور ناقابل برداشت بھی۔ لہٰذا سیزر گر پڑتا ہے۔ آخری دم تک اُسے یقین نہیں آتا کہ بروٹس بھی ایسا کر سکتا ہے۔ اس کی زبان سے جو آخری الفاظ نکلتے ہیں "ET TU - BRUTUS" وہ دو الفاظ دوست کی غداری و مکاری کے غماز دو لفظ انگریزی زبان جاننے اور سمجھنے والوں کی سائیکی کا حصہ بن چکے ہیں اور جناب ای۔ ایم۔ فاسٹر نے اس ضمن میں اس بات کا خاص طور پر ذکر کیا ہے کہ دانتے نے اپنی عظیم ترین شعری تصنیف ڈوائن کامیڈی میں بروٹس کو دوزخ کے بدترین گوشے میں مقیم دکھایا ہے دوست سے غداری کا یہی صلہ ہو سکتا تھا۔ ورنہ بروٹس بے نظیر انسان ایسا انسان جس کے بارے میں اس کے مخالف، اُس کے جانی دشمن انٹونی نے بھی تسلیم کیا ہے کہ رُوم میں وہ افضل ترین انسان تھا۔ لیکن اُس فوق البشر کے کردار پر دوست سے غداری کا بدنما دھبہ ہے جسے ساتوں سمندر بھی نہ دھو سکیں۔ جس کا پرائشچت ممکن ہی نہیں۔ اردو شاعری میں دوستوں کے منفی رویئے سے متعلق شکایات کے بے شمار اشعار ہیں۔

حفیظ جالندھری صاحب فرماتے ہیں۔ ؎

دیکھا جو تیر کھا کے کمین گاہ کی طرف
اپنے ہی دوستوں سے ملاقات ہو گئی

پنڈت ہری چند اختر صاحب کا یہ شعر بھی زبانِ زدِ عام ہے۔

؎ ہمیں بھی آ پڑا ہے دوستوں سے کام کچھ یعنی
ہمارے دوستوں کے بے وفا ہونے کا وقت آیا

جناب جوش ملسیانی صاحب کا یہ شعر بھی اسی پہلو کی طرف اشارہ کر رہا ہے۔

؎ کیوں میرے احباب نے پوچھا پریشانی کا حال
پوچھ کر تو اور بھی مجھ کو پریشاں کر دیا

حضرات! آپ نے دیکھا کہ دوستی کا رشتہ کتنا مقدس کتنا عظیم اور کتنا اہم ہے۔ اسی لئے سچا دوست نایاب ہے۔ اس رشتے کی تشکیل و تکمیل میں جان و دل فدا کرنے پڑتے ہیں من و تُو کی تمیز باقی نہ رہے تو سچی دوستی ورنہ کچھ اور اسی لئے دانشوروں نے سیانے لوگوں نے بار بار اس بات پر زور دیا ہے کہ دوست کا انتخاب کرتے ہوئے بے حد محتاط رہنے کی ضرورت ہے۔ یہاں جلد بازی کی قطعاً گنجائش نہیں چہ جائیکہ عمر بھر کا پچھتاوا مول لے لیا جائے کوئی بھی شخص بے شمار دوست نہیں بنا سکتا۔ اچھے تعلقات دوستانہ مراسم آپ سب سے رکھئے لیکن اپنا دوست اپنا رفیق اپنا رازداں صرف اُس شخص کو بنایئے جو سچے معنوں میں اس کا حقدار ہو۔

آپ پر خدا کی رحمت ہو۔ آپ خوشحال و فارغ البال ہوں تو کتنے ہی فصلی دوست آپ کے گرد اکٹھے ہو جائیں گے۔ لیکن جوں ہی حالات نے ذرا سی کروٹ لی یہ لوگ یوں غائب ہو جائیں گے جیسے گدھے کے سر سے سینگ اور آپ محسوس کریں گے کہ ایسے لوگوں کو دوست سمجھنا کتنی بڑی بھول تھی۔ چکنی چپڑی باتیں کرنے والے یہ دوست بے وقت دوستی جتانے والے یہ مکار لوگ اصل میں کچی مٹی کے گھڑے تھے جو طوفان کا ایک تھپیڑہ بھی نہ سہہ سکے۔ اُن کی دوستی اُن کی رفاقت تو محض آپ کی دولت آپ کے اثر و رسوخ یا آپ کے عہدے کی شان و شوکت کی مرہونِ منت تھی آج کل ایسے لوگوں کی یوں بھی فراوانی ہے۔ ایسے دوستوں سے محتاط رہیں جن کا ذکر اس قطع میں ہے۔

مجھ سے اُلفت بہت جتاتا ہے
بھائی اپنا مجھے بتاتا ہے

یوُں توکوئی کمی نہیں اُس میں
وقت پر ساتھ چھوڑ جاتا ہے

سامعین کرام! یہ رشتہ ہی ایسا ہے۔ بڑا نازک، بےحد انوکھا اور اچھوتا۔ دُنیا میں ہم لوگ بے شمار دوسرے رشتوں میں بندھے ہیں۔ اپنے والدین سے، اپنے بھائی بہنوں سے، اپنے بیوی بچّوں اور دیگر سگے سمبندھیوں سے یہ رشتے قدرت کے تشکیل کردہ ہیں۔ یہ ہمارے خون میں رچے بسے ہوتے ہیں۔ لہٰذا ان میں ایک مجبوری کا عنصر بھی شامل ہوتا ہے۔ لیکن دوستی کا رشتہ! سُبحان اللّٰہ!!

کسی مبارک دِن کے کسی نایاب لمحے کے دوران کوئی ایسا شخص جو اُن بے شمار لوگوں سے جو ہر روز آپ سے ملتے ہیں یکسر الگ ایک دم جُدا ہوتا ہے آوارہ ہوتا ہے اور یوں آپ کے دِل و دماغ کو اپنی گرفت میں لے لیتا ہے جیسے آپ کو اُس کا ہی انتظار تھا جیسے وہ آپ کی کسی نفسیاتی پُکار کسی قدرتی ضرورت کا جواب وجوار تھا۔ آپ کی باطنی شخصیت کے کسی خلا کو پُر کرنے کے لئے ایسی ہستی کی ضرورت تھی۔ اِس رشتے کا ایک نہایت دِل پذیر پہلو یہ بھی ہے کہ وہ بندھن جو بیک وقت اِنسانوں کو آپس میں جوڑتے ہیں اور جُدا بھی کرتے ہیں مثلاً مذہب و ملّت، ملک و قوم، نسل و رنگ وغیرہ۔ دوستی کا رشتہ اُن سے مُبرّا ہوتا ہے۔ یہ باتیں اس راہ میں حائل نہیں ہوتیں یہ دو دِلوں کا ملاپ ہے، بے ساختہ یہ دِلوں کے سودے ہیں جس کا تجزیہ یا تشریح نہیں ہو پاتی کیونکہ پنجابی شاعر سُلطان باھُو کے مطابق۔

دِل دریا سمندروں ڈونگے کون دِلاں دیاں جانے

اِس پیار میں غرض کا شائبہ تک نہیں ہونا چاہیئے۔ اِس رشتے کی مضبوطی و استحکام کا راز اِس بات میں مضمر ہے کہ اِس میں کوئی بناوٹ، کوئی تکلّف، کوئی پردہ داری نہیں ہوتی۔ کسی قسم کے شک کا سایہ بھی اِس پر نہیں پڑنا چاہیئے۔ یہ جذبہ یک طرفہ نہیں ہوسکتا کیونکہ یہ دو دِلوں کے مکمّل طور پر ہم آہنگ ہوجانے کا نام ہے۔ دوستی کا ایک ہی تقاضہ ہے مکمّل اعتماد یا وفاداری بشرط استواری جسے غالبؔ اصل ایمان کہتے ہیں۔ ایسے رشتے کو نباہ پانا جہاں کچھ لینے کی توقع کرنا بلکہ اُس کے بارے میں سوچنا بھی غلط ہے مشکل ہے۔ یہ وہ ذہنی کیفیت ہے جب دو دِلوں کے درمیان کسی قسم کا فاصلہ باقی نہیں رہتا۔ وہی حالت جسے عظیم صوفی فقیر بُلّھے شاہ نے یوُں بیان کیا ہے۔

رانجھا رانجھا کردی میں آپے رانجھا ہوئی۔

اُس حالت کو پالینا آسان نہیں۔ لیکن دوستی کی معراج تو یہی ہے۔ اِس سفر کی منزل تو یہیں پہنچ کر میسّر ہوتی ہے۔

(جالندھر سے نشر)

نصیرالدین شاہ

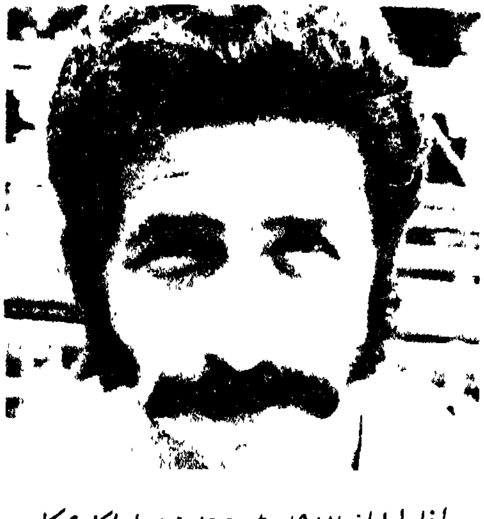
سرور یوسف

گذشتہ چند برسوں میں جو اداکار پوری طرح اُبھر کر سامنے آئے ہیں اُن میں ایک نام نصیرالدین شاہ کا بھی ہے۔ نصیرالدین شاہ اُن گنے چُنے اداکاروں میں سے ایک ہیں جو نہ صرف ہند میں بلکہ پوری دُنیا میں ایک عظیم فن کار کے روپ میں پہچانے جاتے ہیں اس وقت ہندوستان میں بننے والی ساٹھ فیصد آرٹ فلموں کے اداکار نصیرالدین شاہ ہیں یہی نہیں دُنیا کے زیادہ تر ملکوں میں ہونے والے فلم فیسٹیول یا فلمی میلوں میں دکھائی جانے والی فلموں میں بھی ہند کی جانب سے شامل ہونے والی فلموں میں اکثریت اُنھیں کی فلموں کی ہے۔

اس دور میں صحیح معنوں میں نصیر ہی ایسے فن کار ہیں جو اداکاری کرتے ہوئے اپنے کردار میں پوری طرح سما جاتے ہیں۔ وہ چاہے فلم 'جُنون' کے باغی پٹھان مجاہد آزادی کا کردار ہو یا 'گودھولی' کے گئو رکھشا کے لئے لڑنے والے برہمن کا رول، 'البرٹ پنٹو کو غصّہ کیوں آتا ہے' کے البرٹ کا روپ ہو یا 'بازار' کے 'انقلابی' شاعر اور ناکام عاشق کا کردار، نصیر اپنے رول کو اس ڈھنگ سے ادا کرتے ہیں جیسے انھوں نے اُسی ماحول میں پرورش پائی ہو۔

وہ کبھی فلم "امراؤ جان"، اور "منڈی" کے لالچی دلال بن جاتے ہیں، کبھی "چکّر"، کے بدمعاش، کبھی پنٹو کی شکل میں سماج سے لڑتے ہوئے نوجوان اور کبھی "آکروش" کا ایک نیا وکیل جو ظلم و ستم کے خلاف آواز تو اٹھانا چاہتا ہے لیکن خود بہت کمزور ہے۔ "ہم پانچ" میں بھی نصیر کا کردار کچھ ایسا ہی ہے۔

نصیرالدین شاہ یو، پی کے ضلع میرٹھ کے قصبہ سردھنہ میں پیدا ہوئے۔ ہندوستان کی علمی تہذیب کی آئینہ دار علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے انھوں نے تعلیم حاصل کی۔ کالج کے زمانے میں ہی نصیر نے ڈراموں میں کام کرنا شروع کردیا تھا انھوں نے ڈراموں میں کئی انعامات حاصل کئے ان کے شوق کو جِلا ملی وہ تعلیم پوری کرنے کے بعد نیشنل اسکول آف ڈرامہ سے وابستہ ہوگئے پھر انھوں نے پونہ انسٹی ٹیوٹ میں



داخلہ لے لیا۔ ۱۹۷۶ء میں وہ پونہ سے اداکاری کا کورس مکمّل کرکے بمبئی آگئے۔

نصیرالدین شاہ ایک اچھے اداکار ہی نہیں ایک اچھے انسان بھی ہیں اُن کے پرانے دوست آج بھی اُن کی تعریف کرتے نظر آتے ہیں، نصیر دوست نواز بھی ہیں۔ انھوں نے آج تک نہ جانے کتنے فلمسازوں کی فلمیں مفت کی ہیں وہ صرف اس لئے کہ نئے لوگوں کی حوصلہ افزائی ہو اور عوام اچھی فلمیں دیکھ سکیں وہ اکثر کہتے ہیں کہ موضوع اچھا ہو تو میں کسی کے ساتھ بھی کام کرنے کو تیار ہوں۔ نصیر آرٹ کے قدردان ہیں وہ چاہتے ہیں کہ فلم بینوں تک معیاری فلمیں پہنچیں۔

ایسا نہیں ہے کہ نصیرالدین شاہ صرف آرٹ فلموں تک محدود ہوکر رہ گئے ہیں یا انھوں نے کمرشیل فلموں کا

بائیکاٹ کر رکھا ہو۔ انھوں نے اپنے کیریئر کے شروعات میں شکتی سامنت کی "خواب"، راج شری والوں کی "سینا" اور "ہم پانچ"، جیسی کمرشیل فلموں میں کام کیا تھا یہ فلمیں تجارتی نظریئے سے بھلے ہی ناکام رہی ہوں لیکن نصیر کی اداکاری کی تعریف ہوتی رہی جب کسی کمرشیل سیٹ اپ میں ان کا نام جڑتا تو تقسیم کاروں کی ناک بھوئیں سکڑ جاتیں کہ نصیر تو آرٹ فلموں کا ہیرو ہے، ادھر جب سے نصیر کو وینس فلم فیسٹیول میں بہترین اداکار کا ایوارڈ حاصل ہوا ہے اُنھیں کمرشیل فلموں میں بھی ایک الگ نگاہ سے دیکھا جانے لگا ہے۔

نصیر الدین شاہ کا اپنا ایک الگ انداز، ایک الگ معیار ہے وہ پرانے فن کاروں کی کاپی کرنے میں یقین نہیں رکھتے وہ نقل کرتے ہیں تو ان عام انسانوں کی جن کا کردار اُنھیں سونپا جاتا ہے وہ اُس رول کے ہر پہلو پر غور کرتے ہیں اُس کردار کے عام لوگوں کا باریک بینی سے مطالعہ کرتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ ہر فلم میں ان کا انداز پچھلی فلم سے جُدا ہوتا ہے۔ ہیرو ہو یا ویلن یا کامیڈی نصیر ہر کردار میں پھول میں خوشبو کی طرح سما جاتے ہیں۔ چاہے وہ فلم "سینا" کے غریب عاشق یا "شاید" کے بیمار شوہر یا "بے زبان" کے بلیک میلر فوٹوگرافر ان کا ہر رول ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔

حقیقت میں نصیر الدین شاہ فلم انڈسٹری کے وہ واحد فن کار ہیں جن پر ہندوستان فخر کر سکتا ہے۔ وہ آج اس مقام پر پہنچنے کے باوجود بھی یہ نہیں سوچتے کہ یہ رول ہیرو کا ہے یا نیگیٹیو اور اس کردار کی وجہ سے ان کا کیریئر متاثر تو نہیں ہوگا۔ شاید اسی لئے وہ آج تک کسی امیج کے دائرے میں قید نہیں ہوئے اگر وہ "چکر" کے کوڑھی بنے ہیں تو ان کا چلنا پھرنا بات بات پر کراہنا دیکھ کر یہ گمان ہوتا ہے کہ ہم پردے پر جُذام میں مبتلا کسی بیمار کو دیکھ رہے ہیں۔

نصیر الدین شاہ آج اداکاری کے اُس مقام پر پہنچ چکے ہیں جہاں بہت کم خوش نصیب پہنچ پاتے ہیں۔ انھیں اب ہر سال بہترین اداکاری کے کئی کئی اعزازات اور انعامات حاصل ہوتے ہیں کئی سال سے یہ سلسلہ جاری ہے۔ اسی سال فلم "پار" میں بہترین اداکاری کے لئے انھیں وینس فلم فیسٹیول کا ایوارڈ حاصل ہوا اور صدر جمہوریہ ہند کی جانب سے پدم شری کے ایوارڈ سے نوازہ گیا۔ اس کے باوجود اگر دیکھا جائے تو نصیر کو ابھی تک ان کی اداکاری کا صلہ نہیں ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ ان کے پاس آرٹ ہے اور وہ اپنے فن سے ایک دن ہندوستان کے عام لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کر لیں گے۔ ویسے اس سال اُن کی ریلیز ہونے والی کمرشیل فلموں میں "مان مریادا" "کرما"، ایسی فلمیں ہیں جن میں ان کی شخصیت ان کے رول کے برخلاف ہیں۔ نصیر آرٹ اور کمرشیل فلموں میں زیادہ فرق نہیں مانتے ان کے خیال میں ہر فلم آرٹ فلم ہوتی ہے اور کلا صرف کلا ہے یہ بات الگ ہے کہ آرٹسٹ اُسے کس طرح ادا کرتا ہے۔

نصیر الدین شاہ میں ایک اور بھی خوبی ہے وہ ہر وقت ہر چیلنج قبول کرنے کو تیار رہتے ہیں۔ اداکار و فلم ساز اکبر خان کی فلم "حادثہ" میں کام کرنا بھی ایک "چنوتی" تھی کیونکہ جو رول امجد خاں کرنے والے تھے اسے نصیر نے صرف ادا ہی نہیں کیا بلکہ اس نے یہ ثابت کر دیا کہ وہ بھی ایک کامیاب ویلن بن سکتا ہے، ایسا ہی دوسرا چیلنج انھوں نے سبھاش گھئی کی فلم "کرما" سائن کر کے قبول کیا ہے جس میں ان کا سامنا شہنشاہ جذبات دلیپ کمار سے ہے۔

حال ہی میں نصیر کی ایک فلم "غلامی" مکمل ہوئی ہے جس میں وہ پولیس انسپکٹر کا کردار نبھا رہے ہیں یہ رول اینگری ینگ مین ٹائپ کا ہے۔ فلم "سُرخیاں" اور "لوری" میں اُنھیں ایک بار پھر ظلم کے خلاف جنگ کرنے والے وکیل کے روپ میں دیکھا جا سکتا ہے مگر سعید مرزا کی "موہن جوشی حاضر ہو" میں وہ غریبوں کو لوٹنے والے وکیل کے کردار میں قطعی مختلف دکھائی دیتے ہیں۔ فلم "پارٹی" میں وہ باغی نوجوان بنے ہیں، گلزار کی "لباس" میں وہ ایک صلح پسند شوہر ہیں انھوں نے اپنی ہر فلم میں فنکارانہ صلاحیتوں کا لوہا منوایا ہے۔

اسپرش میں "نابینا" کا کردار دیکھ کر نہیں لگتا کہ ہم پردے پر کسی نابینا شخص کو دیکھ رہے ہیں بلکہ حقیقت کا گماں ہوتا ہے۔ اسپرش، کے نابینا کے رول کے بارے میں نصیر کا کہنا ہے کہ اندھے لوگوں کے عادات و اطوار سیکھنے کے لئے وہ کئی دنوں تک اِن کے درمیان رہے۔

نصیر الدین شاہ آج بھی بے شمار نئے نئے موضوعات کی فلموں میں مختلف کردار ادا کر رہے ہیں۔ اداکار فلم ساز اور ہدایت کار منوج کمار کی فلم "کلرک" میں وہ پاکستانی فن کار محمد علی اور زیبا کے ساتھ منفرد رول نبھا رہے ہیں۔ فلمی دنیا کے آرٹسٹوں کو شکایت رہتی ہے کہ اچھی کہانیاں اور اچھے کردار اُن کو نہیں ملے لیکن نصیر کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اچھی کہانیاں خود اُن کی تلاش میں رہتی ہے۔

نصیر الدین شاہ نے جو فلمی زندگی "تنشانت" سے شروع کی تھی آج بھی وہ اس کی عظمت اور شان کو برقرار رکھنے کے لئے کوشاں ہیں۔

(اردو سروس سے)

ترسیل زر کا پتہ
چیف ایڈیٹر
اکاشوانی گروپ آف جرنلز، آل انڈیا ریڈیو
۵ فلور، پی ٹی آئی بلڈنگ، سنسد مارگ، نئی دہلی ۱

نیم کا درخت

ہندوستان بنیادی طور پر ایک زرعی معیشت ہے۔ زرعی تہذیب و تمدن کی جھلکیاں یہاں کی زندگی کے ہر پہلو میں نمایاں ہیں۔ اسی تہذیب کا ایک اہم عنصر نیم کا درخت ہے۔ زمانہ قدیم سے نیم ایک متبرک کار آمد اور طبی فوائد کا حامل درخت سمجھا جاتا ہے۔ یہ ایک سدا بہار درخت ہے۔ جو کبھی پتوں سے خالی نہیں رہتا۔ اس کی چھاؤں گھنی اور صحت کے لئے مفید سمجھی جاتی ہے۔ مغل بادشاہوں نے جب اپنی وسیع سلطنتوں میں سڑکیں تعمیر کیں تو ان کے کنارے اکثر نیم کے درخت لگوائے تھے۔

نیم ہر قسم کی زمین میں نشو و نما پا سکتا ہے۔ یہ گرمی اور سردی کی شدت کو بخوبی برداشت کر لیتا ہے۔

آیورویدک، خصوصاً یونانی طب میں نیم اور اس کے مختلف اجزاء کو اہم مقام حاصل ہے۔ اس کے تمام اجزاء یعنی پتے، چھال، پھول، پھل اور بیج بطور دوا مستعمل ہیں۔ اطبّا اس کو مصفّی خون، دافع تعفن یعنی Antiseptic جراثیم کُش، اور کرم کش مانتے ہیں۔ نیم کا کڑوا مزہ ضرب المثل ہے۔

ہندوستان میں چند تہواروں کے موقع پر نیم کے پھول اور پتوں کا استعمال عام ہے۔ علاقہ تلنگانہ میں اس کے پتے بوتالو تہوار میں استعمال ہوتے ہیں۔

موجودہ زمانے میں سائنسی تحقیق نے نیم کے حقیقی فوائد کو دریافت کیا ہے۔ ان جدید دریافتوں کی روشنی میں نیم ایک نہایت اہم درخت سمجھا جانے لگا ہے۔ بلکہ یہ اپنی گوناگوں خصوصیات کی وجہ ایک عجوبہ سے کم نہیں۔

نیم کا نباتاتی نام Azadirachta Indica ہے یا اسکو Melia Azadirachta کہتے ہیں۔ اس کی درجہ بندی Meliaceae خاندان میں ہوتی ہے۔ جس میں مہاگنی اور توُن جیسے لکڑی پیدا کرنے والے درخت شامل ہیں۔

ایک کارآمد شے

نشاط خالص

نیم کی لکڑی میں Tannins کیلشیم، پوٹاشیم اور لوہا جیسے اجزار پائے جاتے ہیں۔ نیم کی نرم ٹہنیاں مسواک کے کام آتی ہیں۔

پتوں میں Ascorbic Acid, Amino Acid, essential Oil اور کڑوے اجزا پائے جاتے ہیں۔ ان پتوں میں کیڑوں کو بھگانے اور دفع کرنے کی خصوصیات بھی پائی جاتی ہیں۔ ان کے دھنویں سے مچھر دور بھاگتے ہیں۔ ان پتوں کے سفوف سے اگربتیاں بنائی جاتی ہیں اور پتوں یا سفوف کو کتابوں اور کپڑوں میں رکھنے کے لئے بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ نیم کے پتوں اور چھال کو پانی میں اُبال کر استعمال کرنے سے اکثر جلدی بیماریاں ختم ہو جاتی ہیں۔

نیم کے تنے کی اور جڑوں کی چھال کارآمد ہوتی ہے۔ چھال میں Alkalide Margosine Essential Oil, Phenols اور کڑوے اجزار موجود ہوتے ہیں۔ چھال کا استعمال دافع بخار دواؤں میں ہوتا ہے۔

نیم کا پھل بیش قیمت اجزار کا ایک خزانہ ہے۔ اس کے اجزار کا زراعت کے مختلف شعبوں میں استعمال دن بدن بڑھتا جا رہا ہے۔ کیونکہ سائنسی تحقیق ہر روز اس کے نئے فوائد دریافت کر رہی ہے۔

نیم کا بیج ہی وہ جزو ہے جو سائنسدانوں کا مرکز توجہ بنا ہوا ہے اس کے مغز سے چالیس پیتالیس فیصد تیل حاصل ہوتا ہے۔ بیج کا ذخیرہ بھی کیا جا سکتا ہے۔ بیج کا تیل گہرا سبز مائل بھورے رنگ کا ہوتا ہے۔ اس کو جلانے پر تیز تیکھا دھواں پیدا ہوتا ہے۔ اس کا تجزیہ کیا جائے تو اس میں fatty acids کی کافی مقدار پائی جاتی ہے۔ جن میں Oleic acid اور Stearic acid زیادہ اہم ہیں۔

تیل میں جو کڑوے اجزا پائے جاتے ہیں ان کو Nimbin, Nimbedin اور Nimbidin کہتے ہیں۔ Nimbinin بہت زیادہ کڑوا ہوتا ہے اور اس میں سلفر پائی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ Azadirachtin Terpinoid بھی حاصل کیا جاتا ہے۔ ان سب اجزار کی موجودگی کیڑوں کو دور رکھتی ہے۔ اور ان کی حقیقی قدر و قیمت بہت زیادہ ہے۔

نیم کے تیل کو صاف کرنے سے یہ ایک کارآمد تیل بن جاتا ہے۔ اگرچہ اس کے کڑوے اجزار بڑی حد تک علیحدہ کر دیئے جاتے ہیں۔ پھر بھی اس کا کڑواپن برقرار رہتا ہے۔ صاف کئے ہوئے تیل کو صابن سازی، ٹوتھ پیسٹ، مختلف رنگ و روغن اور دواؤں میں بکثرت استعمال کیا جاتا ہے۔

اس تیل سے جو دوائیں تیار کی جاتی ہیں۔ ان میں جوؤں کو مارنے والی دوائیں۔ زخموں کے مرہم، جلدی بیماریوں اور جوڑوں کے درد کی دوائیں عام ہیں۔ اُس کی اینٹی سیپٹک خصوصیات کی وجہ سے مرض جذام میں اس کا استعمال ہوتا ہے۔ اور دافع بخار کے طور پر اس کو قلیل مقدار میں استعمال کیا جاتا ہے۔ اسی غرض سے نیم کے بیج اچار میں بھی ملائے جاتے ہیں۔

نیم کا تیل Larvicidal ہوتا ہے۔ اس کو مچھر روکنے کے لئے پانی میں چھڑکا جاتا ہے۔

تیل نکالنے کے بعد جو نیم بیج رہتا ہے وہ ایک بیش قیمت کھاد ہے۔ زراعت میں اس کی زبردست مانگ بھی ہے۔ اس میں نائٹروجن، فاسفورس اور پوٹاشیم کافی مقداروں میں موجود ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ کاربن بھی زیادہ ہوتی ہے۔ خصوصاً نائٹروجن کی مقدار عام کھادوں کے مقابلہ میں بہت زیادہ ہوتی ہے۔ اس کھاد کو گنا، تمباکو، جوار اور دیگر تلہن کی کاشت میں استعمال کیا جاتا ہے۔ اس کو یوریا کے ساتھ استعمال کرنے سے Nitrification کا عمل بہت پُر اثر ہوتا ہے۔ اس کھاد کا ایک اور اہم فائدہ یہ ہے کہ Fungi سے پیدا ہونے والے مختلف Root Borne اور Diseases کی روک تھام بھی ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ چند کیڑے جو زمین میں نشو و نما پا کر جڑوں اور تنوں کو نقصان پہنچاتے ہیں۔ اُن سے بھی فصلیں بڑی حد تک محفوظ رہتی ہے

حالیہ برسوں میں نیم پر مزید تحقیق نے زراعت کے میدان میں ایک انقلاب پیدا کر دیا ہے۔ جس سے نقصان رساں کیڑوں پر قابو پانے کے کچھ نئے طریقے دریافت ہوئے ہیں۔ نیم سے حاصل شدہ مرکبات کو Antifeedants کا نام دیا گیا ہے۔ ان کے استعمال سے کیڑے پودوں کو نہیں کھا سکتے۔ اگر ان کو فصل پر چھڑک دیا جائے یہ فوراً کام کرنی ہیں۔ Antifeedants کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ ان میں کوئی زہریلا عنصر شامل نہیں ہوتا اور یہ کیڑ[ے] کو نہیں مارتیں۔ کیڑے یا تو دور رہتے ہیں۔ یا ان پودوں کو مزید کھانے کی رغبت نہیں رہتی۔

اس نئی تحقیق سے DDT اور [E]ndrine جیسی زہریلی اور مضر ادویات سے بڑی حد تک نجا[ت] ملی ہے۔ جو نہ صرف ماحول کو آلودہ کرتی ہیں۔ بلکہ اُن[کا] اثر دوسرے کیڑوں، جانوروں پرندوں اور انسا[نوں] پر بھی ہوتا ہے۔

اس سلسلہ میں Desert Locust کا ذ[کر] ضروری ہے جو ٹڈی دل کی شکل میں نہ صرف ہندوستان بلکہ دنیا کے مختلف حصوں میں غذائی پیداو[ار] کے لئے ایک آفت بنے ہوئے ہیں۔ جو کچھ ہی دیر میں پتوں کو کھا کر فصلوں کا صفایا کر دیتی ہیں۔ نیم سے حاصل کردہ Antifeedants ان کو روکنے [میں] بہت کامیاب ثابت ہوئے ہیں۔

اسی طرح کئی مضر کیڑوں پر ان دواؤں [کا] تجربہ کیا جا چکا ہے۔

غرض کہ مسواک سے لے کر صابن تک اور ایک متبرک درخت سے لے کر Antifeedants تک نیم کے درخت نے بے شمار منزلیں طے کی ہیں۔ ہر منزل پر انسان نے نیم کو اپنے لئے زیادہ سے زیادہ فائدہ مند ہی پایا۔ نیم پر جدید تحقیق ہو سکت[ا] ہے آنے والی تہذیبی قدروں پر بھی اثر انداز ہو۔

(حیدر آباد سے نشر)

رہبر جونپوری

اے خدا اک صاحبِ غیرت کو رسوائی نہ دے
یوسفی دامن تو دے دستِ زلیخائی نہ دے

میں سمندر ہوں تو پھر یارب تلاطم سے نواز
مجھ کو تو کم ظرف دریاؤں کی گہرائی نہ دے

اے پرستارِ تشدد آشتی کے نام پر
صُور سے نسبت جو رکھتی ہے وہ شہنائی نہ دے

ہر سزا منظور ہے مجھ کو مگر اے زندگی
جو گھروں میں ہی پنپتی ہے وہ تنہائی نہ دے

ٹوٹ جاتے تیرے ہر عزم و عمل کا سلسلہ
میرا نقشِ پا جو رہبر تجھ کو بینائی نہ دے

(بھوپال سے)

قینچی کے کارنامے

یوسف ناظم

یہ زمانہ تھا یعنی یہی کوئی دو ڈھائی سو برس پہلے کا زمانہ جب اہل وطن محاورے بنایا کرتے تھے۔ لوگوں کو فرصت ہی فرصت تھی، اور وہ نہ صرف اپنے بچوں کی نگہداشت اور پرورش کر سکتے تھے بلکہ محاوروں کی تخلیق بھی کر سکتے تھے۔ ان لوگوں کو معلوم تھا کہ محاوروں کے بغیر زبان ایسی ہی ہے جیسے دستے کے بغیر چکی۔ اس لیے ہر شخص کی کوشش یہ ہوتی تھی کہ وہ عمر بھر میں کم سے کم ایک محاورہ تو اردو زبان کو دے۔ یہی وجہ ہے کہ اردو میں محاوروں کی قلت نہیں ہے (قلت تو صرف اجناس کی ہے) وہ لوگ جب کسی معزز شخص یا کسی مُعتبر کی زبان کی بارے میں اظہار خیال کرنا چاہتے تو یہ محاورہ اردو میں یہ فرماتے کہ ان کی زبان تو قینچی کی طرح چلتی ہے۔ گویا اس زمانے میں قینچی ہی سب سے زیادہ تیز رفتار چیز تھی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے قینچی اور زبان کا یہ محاورہ بڑی گھبراہٹ کے عالم میں تخلیق کیا گیا مثال غلط ہو گئی۔ ہم تو سمجھتے ہیں یہ کہنا کہ ان کی زبان قینچی کی طرح چلتی ہے ایک اہل زبان کی بے حرمتی کرنا ہے۔ اس محاورے کی تخلیق کے وقت معلوم نہیں کون سی قینچی ان کے زیرتصور تھی ہو سکتا ہے وہ کسی ماہر فن بزاز کی قینچی ہو۔ یہ ضرور تیز چلتی تھی۔ خاص طور پر اس وقت تو کافی تیز چلتی تھی جب کپڑا مقررہ ناپ سے دو چار گرہ کم کاٹنا ہو (یہ بچارہ گرہ کپڑا بعد میں عاشق کے گریباں کے کام آتا تھا) لیکن بہرحال یہ قینچی بھی اتنی تیز تو نہیں چلتی تھی کہ رفتار میں کسی شخص کی گفتار کا مقابلہ کرے۔ قینچی اور زبان کا ذکر ایک ساتھ اگر ہو سکتا ہے تو صرف اس وقت جب بات قطع کلام کی ہو اور بیچارہ شوہر کچھ کہنے کے لیے ترستا رہ جائے (جیسے شاید دل مسوس کر رہ جانا بھی کہتے ہیں) قرض کی مذمت میں بھی قینچی کا استعمال ہوا ہے اور کہا گیا ہے کہ قرض مقراض محبت ہے۔ یہ بھی کوئی درست بات نہیں تھی۔ ہمیں اچھی طرح یاد ہے کہ ہم نے کئی سال پہلے ایک کہانی پڑھی تھی (یہ اس زمانے کی کہانی ہے جب ہر کہانی میں ایک بادشاہ اور اس کی سات یا پانچ بیٹیاں ہوتی تھیں جن میں سب سے چھوٹی بیٹی بے حد عقلمند، بے حد خوبصورت اور بہت زیادہ تندرست ہوا کرتی تھی) لیکن ہم جس کہانی کا ذکر کر رہے ہیں اس میں دو دوستوں کا ذکر تھا اور بیان کیا گیا تھا کہ رات کے ۲ بجے، یا ممکن ہے ۳ بھی بجے ہوں کسی گھر کے دروازے کو کھٹکھٹایا گیا۔ صاحب خانہ شاید دروازے سے لگ کر ہی سو رہے تھے فوراً ہڑبڑا کر جاگ پڑے۔ مطلق نہیں ڈرے اور اونچی آواز سے پوچھا کون ہے؟ جواب ملا تمہارا دوست اشرف! آواز میں کپکپاہٹ تھی۔ صاحب خانہ نے کہا اچھا آتا ہوں۔ پندرہ منٹ ہو گئے یعنی سوا دو بج گئے (ہو سکتا ہے سوا تین بجے ہوں) اور صاحب خانہ نے دروازہ نہیں کھولا۔ اشرف صاحب پریشان ہو گئے (تشویش ہونی ہی چاہیے تھی) لیکن صاحب خانہ باہر آئے تو ان کے ایک ہاتھ میں تلوار اور ایک ہاتھ میں روپوں کی تھیلی تھی۔ (تھیلی اس لیے کہ اس زمانے میں جعلی چیکوں کا رواج نہیں تھا) اس زمانے میں ہر صاحب خانہ، اور اہل خانہ کے علاوہ ایک تلوار ضرور رکھتا تھا اور روپوں کی تھیلی تو گھر میں ہوتی ہی تھی کیونکہ اس وقت تک بینک قائم نہیں ہوئے تھے۔ ڈاکوؤں کو بڑی تکلیف تھی انھیں گھر گھر ڈاکے ڈالنے پڑتے تھے، اب انھیں صرف بینک پر ڈالنا پڑتا ہے۔ جو کہانی ہم نے سنائی اس کے بارے میں فائدے کے کام میں بتایا گیا تھا کہ دوست ہو تو ایسا کہ دوست کی خاطر تلوار چلانے سے بھی دریغ نہ کرے خواہ رات کے ۲ ہی کیوں نہ بجے ہوں اور اگر تلوار سے کام نہ بن سکے تو روپوں کی تھیلی کو روبہ عمل لائے۔ ہمارے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ اس وقت بھی قرض مقراض محبت نہیں تھا بلکہ وہ مقیاس المحبت تھا۔ دو دوست جو ایک دوسرے کو قرض دیتے ہیں زیادہ گہرے دوست ہوتے ہیں اور صورت سے ہی شریف النفس نظر آتے ہیں۔ دو دوستوں میں تبادلۂ خیال کے ساتھ ساتھ تبادلۂ زر و مال بھی ضروری ہے۔ دوستی کی جڑ مضبوط ہو جاتی ہے اور جڑ جتنی مضبوط ہوگی درخت اتنا ہی تناور ہوگا۔ یہ نباتات کا مسلمہ اصول ہے۔ اور اب تو ممالک ایک دوسرے کو قرض دینے لگے ہیں۔ ان میں مفاہمت ہم آہنگی اور خیرسگالی کی بنیاد ہی قرض ہے ورنہ بے غرض اور بے لوث محبت کی کس ملک کو فرصت ہے۔ قرض تو اب اتنی معروف اور مقبول چیز ہے کہ بعض دولت مند ملک دوسرے نادار ملکوں سے صرف اس لیے ناراض ہو جاتے ہیں کہ انھوں نے ہم سے قرض کیوں نہیں لیا۔ اس لیے قرض مقراض محبت کیسے ہوا۔ نہ تو انفرادی سطح پر نہ عالمی سطح پر۔ قینچی کے تعلق سے یہ دوسرا غلط محاورہ تھا۔

قینچی یعنی محاورے کی نہیں بلکہ اصل قینچی ان دنوں زیادہ مستعمل ہے اور ان قینچیوں کے نئے نئے ماڈل بھی تیار ہونے لگے ہیں لیکن قینچی چونکہ منظر میں نہیں آتی اس لیے اس پر کسی موٹر کار کی طرح سنہ پیدائش کی چٹھی نہیں لگی ہوتی ہے۔ ویسے قینچی کو موٹر کار پر اس لیے فوقیت حاصل ہے کہ اس کے پرانے ماڈل کی کی مانگ زیادہ ہوتی ہے۔ وہ خواتین جنھیں کپڑا سینے کا ذوق اور شوق نہیں ہوتا، طرح طرح کی قینچیاں خرید کر اپنے ہاں رکھتی ہیں، کہیں باہر جاتی ہیں۔ باہر سے مراد کینیڈا وغیرہ، تو واپس آتے وقت ایک قینچی ضرور ساتھ لاتی ہیں۔ ان قینچی میں خوبی یہ ہوتی ہے کہ اگر اسے استعمال نہ کیا جائے تو یہ برسوں کام دیتی ہے۔ اسے دھوپ اور پانی سے بھی بچا کر رکھنا پڑتا ہے۔ آج کل عورتوں سے زیادہ مردوں کو قینچی کی زیادہ ضرورت پیش آتی ہے۔ خاص طور پر وہ مرد جو چھوٹی چھوٹی مونچھیں رکھتے ہیں قینچی کے بغیر زندگی نہیں گذار سکتے۔ یہ روزانہ اپنی ان چھوٹی چھوٹی مونچھوں کو اس قینچی سے تراش کر دو برابر کے مصرعے بنانا چاہتے ہیں لیکن کبھی دائیں طرف کے مصرعے میں اور کبھی بائیں طرف کے مصرعے میں عروض کی غلطی ہو ہی جاتی ہے۔ قینچی میں خرابی یہ ہوتی ہے کہ وہ مونچھیں کاٹ تو سکتی ہے لیکن انھیں دو حصوں میں بانٹ نہیں سکتی۔

آج کل قینچیوں میں سب سے زیادہ استعمال کی جانے والی وہ قینچی ہے جو فیتے کاٹنے کے دلچسپ اور دیدہ زیب کام میں استعمال کی جاتی ہے۔ اس وقت دنیا میں جتنے بھی بڑے آدمی ہیں ان میں سے ہر کسی نے کسی نہ کسی موقعے پہ قینچی ضرور چلائی ہے۔ ڈاکٹروں کو تو اپنی پیشہ ورانہ مجبوری کی وجہ سے قینچی استعمال کرنی ہی پڑتی ہے لیکن مشہور یہ ہے کہ ڈاکٹروں کے ہاتھ میں وہ صفائی نہیں ہوتی جو کسی بڑے آدمی کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ ان کا ہاتھ زیادہ صاف ہوتا ہے اور کسی ولادت خانے کی عمارت کے افتتاح کے وقت جس چابکدستی کا مظاہرہ وہ کرتے ہیں اس انداز کی چابک دستی ان لیڈی ڈاکٹروں کو بھی نصیب نہیں جو اس ولادت خانے کے اغراض و مقاصد کی تکمیل کے لیے مامور کی جاتی ہیں یہ بھی مشہور ہے کہ اب وہ تمام بڑے لوگ جنھیں بار بار فیتہ کاٹنے کا کام انجام دینا پڑتا ہے اپنی ذاتی قینچیاں ساتھ رکھنے لگے ہیں (ان قینچیوں کی دھار بہت تیز ہوتی ہے) ایک مخصوص قینچی رکھنے کا خیال انھیں اس لیے آیا کہ ٹینس اور بیڈمنٹن کے کھلاڑی اپنے مخصوص ریکٹ سے اپنے فن کا اظہار کرتے ہیں۔ ہاکی کے کھلاڑی بھی ایک مقررہ وزن کی اسٹک لے کر میدان میں اترتے ہیں کھیلوں کے علاوہ دنیا کے دوسرے مشاغل میں بھی ہر شخص اپنا مخصوص اوزار استعمال کرتا ہے۔ شکاری ہو یا سیکوریٹی گارڈ وہ بھی بندوق استعمال کرے گا تو اپنی کرے گا۔ صرف ادیب لوگ ہیں جو کسی مخصوص قلم کے پابند نہیں ہوتے اور اس کی وجہ شاید یہ ہے کہ وہ جب بھی کچھ لکھتے ہیں قلم توڑ دیتے ہیں۔ جب سارے ماہرین فن اور اہل کمال اپنی ذاتی اور مخصوص چیز استعمال کرنے کے عادی ہیں تو ان افتتاح کاروں کو بھی اپنی اپنی قینچیاں رکھنے کی اجازت ہونی چاہیے تاکہ عین موقعہ پر قینچی کا نشانہ خطا نہ ہو جائے البتہ سنگ بنیاد کا معاملہ جداگانہ ہے۔ اس میں خصوصیت کا اہتمام نہیں کیا جا سکتا

اکثر صورتوں میں ایسا بھی ہوا ہے کہ بڑے لوگوں کے ہاتھوں سے رکھے ہوئے سنگ بنیاد عمارت کے کتبے کا پتھر بن گئے ہیں۔ یہ ایسی عمارتوں کے سنگ بنیاد تھے جو بن کھلے مرجھا گئیں۔

افتتاح کی کچھ تقریبات ایسی ہوتی ہیں جن میں فیتے اور قینچی کی ضرورت پیش نہیں آتی مثلاً موسیقی کی محفل یا فٹ بال ٹورنامنٹ کے افتتاح کی تقریب میں قینچی کا استعمال نثری نظم کی طرح لایعنی ہے۔ ان تقریبات کے افتتاح کے موقع پر افتتاح کے عادی مجرمین کو دعوت نہیں دی جا سکتی، کسی شریف آدمی کی تلاش کرنی پڑتی ہے جو کافی مشکل کام ہوتا ہے۔ خلوص اور تندہی کے ساتھ شریف آدمی کی تلاش کی جائے تو وہ بھی کبھی کبھی مل جاتا ہے۔ غلطی سے ایک فٹ بال ٹورنامنٹ کے افتتاح کی رسم انجام دینے کے لیے حسب معمول ایک بڑے آدمی کو بلایا گیا تھا اور انھیں فٹ بال کو کک مارنی تھی، (بڑے آدمیوں کو اس کی عادت ہوتی ہے نہ) لیکن جونہی ان کی خدمت میں فٹ بال پیش کیا گیا انھوں نے نہایت پھرتی کے ساتھ اپنے کرتے کی داہنی جیب سے اپنی مخصوص تیز دھار والی قینچی نکالی اور وہ ڈوری کاٹ دی جو فٹ بال کے منہ پر بندھی تھی۔ یہ حادثہ اتنا اچانک تھا کہ چشم زدن میں سب کی ہوا نکل گئی —— صاحب افتتاح اپنی عادت سے مجبور تھے۔ اچھا ہوا کہ انھیں کسی موسیقی کی محفل میں افتتاح پر مامور نہیں کیا گیا۔ وہاں پہنچ جاتے تو کسی استاد کے ستار یا سرود کا شہید ہونا یقینی ہو جاتا۔ کسی ساز کا کم سے کم ایک تار تو کاٹ ہی دیتے۔

افتتاح کے کاموں میں کام آنے والی قینچی جس کثرت سے استعمال کی جاتی ہے اتنی ہی خست سے سنسر کی قینچی استعمال کی جاتی ہے بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ یہ قینچی استعمال ہی نہیں کی جاتی۔ جس کسی کے ہاتھ یہ قینچی دی جاتی ہے وہ یا تو اپنے ہاتھ اوپر اٹھا دیتا ہے یا دست بستہ اس کا احترام کرتا ہے۔ ڈرتا ہے کہ اگر اسے چھوا بھی تو اس کا رنگ و روغن بگڑ جائے گا۔ بہرحال کثرت نا استعمال سے قینچی کا رنگ زنگ میں تبدیل ہو جاتا ہے۔

جن ملکوں میں سیکس کی تعلیم اسکولوں اور کالجوں میں شریک نصاب نہیں ہے وہاں سنسر کی قینچی کا استعمال مناسب بھی نہیں معلوم ہوتا۔ کالج کے لیکچر ہال میں جو مضمون نہ پڑھایا جا سکے اسے کسی پکچر ہال میں پڑھنے کی اجازت تو ہونی چاہیے۔ نوجوانوں کا کسی نہ کسی طور پر پوری تعلیم حاصل کرنا ضروری ہے۔

سنسر کی قینچی بھی کافی عرصے تک استعمال میں رہی ہے جب تک یہ سمجھا گیا کہ ملک میں جرائم ان فلموں کی وجہ سے فروغ پاتے ہیں، یہ قینچی چلی لیکن جب تحقیق کرنے پر یہ معلوم ہو گیا کہ معاملہ برعکس ہے اور دراصل واقعہ یہ ہے کہ فلموں میں وہی مناظر پیش کیے جاتے ہیں جو دن کے اجالے میں شارع عام پر نظر آتے ہیں تو سنسر کی یہ قینچی کولڈ اسٹوریج میں رکھ دی گئی جہاں پہلے سے اور بھی کئی چیزیں رکھی ہوئی ہیں۔

(ریڈیو پر تقریر سننے کے بعد ناظم صاحب کو
یہ احساس ضرور رہا ہوگا کہ ان کی تقریر کا کچھ حصہ
پروڈیوسر کی قینچی کی نظر ہو گیا —— مدیر)

(اردو سروس سے)

اکیسویں صدی

معاشیات کی نظر میں

خواجہ ناصرالدین

ہندوستانی معیشت جب اپنے نویں پنچسالہ منصوبہ کی تکمیل کر رہی ہوگی تو وہیں سے اکیسویں صدی کا آغاز بھی ہو رہا ہوگا۔ آنے والی صدی وہ ہے جس کا خواب ہندوستان کے پہلے وزیر اعظم آنجہانی پنڈت جواہر لال نہرو نے دیکھا تھا اور یہ کہا تھا کہ آزادی منزل مقصود نہیں ہوتی بلکہ منزل مقصود کو حاصل کرنے کا ایک ذریعہ ہوتی ہے۔ اس منزل کو وہ ایک معاشی طور پر خوشحال ملک کی صورت میں دیکھنا چاہتے تھے۔ آزادی کے بعد ہندوستانیوں کے لیے ایک صبر آزما مرحلہ سامنے آیا۔ بنیادی تعلیم سے محرومی، معاشی طور پر پسماندہ معاشرہ، غربت و نکبت، مفلسی و فاقہ کشی کو اپنی تقدیر سمجھتا تھا اور اس ایقان سے محروم تھا کہ انسان اپنی تقدیر کا آپ خالق ہے وہ اپنی جد و جہد اور محنت کے ذریعہ ایک خوشحال سماج کی بنیاد رکھ سکتا ہے۔

اسی لیے جب ملک میں معاشی ترقی کے لیے منصوبہ بندی کو اپنایا گیا اس کا پہلا مقصد یہی تھا کہ ملک معاشی طور پر خود مکتفی ہو جائے۔ جب دوسرے پنچسالہ منصوبہ میں بڑی صنعتوں کے قیام اور ڈیم کی تعمیر کو اولیت دی گئی تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ منصوبہ ساز ذہنوں نے اکیسویں صدی کے استقبال کی تیاریاں شروع کر دی تھیں۔ اکیسویں صدی کا آغاز دراصل ہندوستان میں منصوبہ بند ترقی کی جد و جہد کے پچاس سالوں کی تکمیل کا اعلان بھی ہوگا جہاں ہم کو اس بات کا محاسبہ کرنا پڑے گا کہ ہندوستان کے دستور میں بغیر کسی خاص معاشی نظام کی طرف جھکاؤ کے اظہار کے تین اہم اصولوں کو اپنے مقاصد میں شامل رکھا تاکہ سماجی انصاف کا حصول ممکن ہو سکے۔ جن میں پہلا معاشی وسائل کا چند ہاتھوں میں مرکوز ہونے سے روکنا اور استحصال کے مواقعوں کو ختم کرنا ہے۔ دوسرا معاشی عدم مساوات کو ختم کر کے دولت کی مساویانہ تقسیم کے مواقع فراہم کرنا اور تیسرے ملک کے تمام افراد کی بنیادی ضروریات کی تکمیل کر کے ان کا معیار زندگی بلند کیا جائے۔

کسی ترقی کرنے والی معیشت کے لیے یہ سوچ بنیادی اہمیت کی حامل ہوتی ہے ان مقاصد کی تکمیل ہندوستان جیسے جمہوری ملک کے لیے ناممکن نہیں ہے کیونکہ ان مسائل کے حل کا انحصار عوامی شعور اور تعاون پر ضرور ہوتا ہے اس لیے امید کی کرن نظر آتی ہے جب ہم حال کے آئینہ میں ماضی کی تصویریں دیکھتے ہیں تو مستقبل کے نقشے کی تیاری میں اس سے بڑی مدد ملتی ہے۔ انگریزوں نے جب ہندوستان کو چھوڑا تھا اس وقت ملک کی معاشی حالت انتہائی پست تھی اس کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے کہ اس وقت قومی آمدنی میں اضافہ کی شرح ۱۵ء۱ فی صد تھی آبادی میں شرح اضافہ ۷۶ء۰ اور فی کس آمدنی کی شرح اضافہ ۵ء۰ فی صد تھی اس کے علاوہ شرح بچت ۵ فیصد تھی جس کا بڑا حصہ غیر پیداواری امور پر خرچ ہوتا تھا۔ اس طرح ہندوستانی معیشت کی ترقی کے راستے میں بڑی رکاوٹیں کھڑی تھیں۔ باوجود ان مشکلات کے آزادی کے بعد معاشی ترقی کے ابتدائی رجحانات کافی امید افزا تھے یعنی ۱۹۵۰–۵۱ سے ۱۹۷۸–۷۹ تک قومی آمدنی میں شرح اضافہ ۳٫۵ فیصد ہو چکا تھا فی کس آمدنی کی شرح ۱٫۳ ہو چکی تھی زراعت اور صنعتوں میں شرح پیداوار بالترتیب ۲٫۵ فیصد اور ۶٫۱ فیصد تھا جو پہلے سے کہیں زیادہ اور معیشت کی ترقی کی طرف گامزن ہونے کی نشاندہی کرتا ہے چھٹے منصوبہ میں بھی ملک سے غریبی دور کرنے کو اولیت دی گئی لیکن خود مکتفی معیشت کے حصول کے نشانے کی طرح غریبی دور کرنے کا مقصد بھی طویل مدت میں ہی حل کیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ معیشت میں افراط زر کی صورتحال اہم صنعتوں کی غیر اطمینان بخش کارکردگی زرعی پیداوار میں خاطر خواہ اضافہ نہ ہونا اس جانب ایک رکاوٹ ہے جس کو طویل مدت میں ہی قابو میں لایا جا سکتا ہے۔ چھٹے منصوبہ کے دوران یہ اندازہ لگایا گیا تھا ۴۸ء۴۴ فیصد لوگ غریبی سے کمتر معیار پر زندگی گزار رہے ہیں اور اس منصوبہ کے ختم تک اس تعداد کو ۳۰ فیصد تک محدود کرنا طے پایا۔ ساتویں منصوبہ میں بھی غریبی دور کرنے کے مقصد کو اولیت دی گئی اور آنے والے دہے میں یعنی ۱۹۹۵ء تک خط غربت سے نیچے زندگی بسر کرنے والوں کی تعداد کو ۱۰ فیصد سے بھی کم کرنا طے پایا۔ اس سے یہ اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ہندوستان نے معاشی ترقی کے حصول میں ایک متحرک رُخ اختیار کیا ہے جس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ اکیسویں صدی کے پہلے دہے کے اختتام تک کوئی ہندوستانی خط غربت سے نیچے نہیں رہے گا۔

اب یہ بات بنیادی اہمیت کی حامل نظر آتی ہے کہ

...ں صدی اپنے امکانات کی روشنی میں اتنی امید افزا کیوں ہے جبکہ ملک کی آدھی سے زیادہ آبادی آج بھی غریب ہے یہاں ہم اس بات کو بھولتے ہیں کہ ہماری معیشت کی بعض مشکلات بہت قدیم ہیں۔ اس وقت کی ہیں جبکہ ان کو ختم کرنے کے لیے معیشت کا بنیادی ڈھانچہ تیار نہیں کیا گیا تھا لیکن اب ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ ملک زرعی پیداوار کے لحاظ سے خود مکتفی ہو چکا ہے اور معاشی ترقی کے لیے اور معیشت کو عصر حاضر سے مطابقت پیدا کرنے کے لیے جس بنیادی صنعتی ڈھانچہ کی ضرورت تھی وہ بڑی حد تک مہیا کیا جا چکا ہے۔ ساتویں منصوبے کے ختم تک معیشت شرح بچت ۲۶ فیصد سے زیادہ ہو جائے گی جبکہ آٹھویں اور نویں منصوبہ کی متوقع سرمایہ کاری ۴ لاکھ کروڑ اور ۵ لاکھ کروڑ کے درمیان ہوگی جس سے ستر سے اسی ملین افراد کو روزگار فراہم ہو سکے گا۔ ساتویں منصوبہ کے ختم تک ۴۰ ملین افراد کو روزگار کے مواقع حاصل ہو سکیں گے جس سے معیشت کے تمام شعبوں کی پیداوار میں اضافہ ہوگا اور یہ پیداوار خود نئے روزگار کے مواقعوں کی نشاندہی کرے گی۔

اس کے علاوہ یہ توقع کی جا سکتی ہے کہ نئی تعلیمی پالیسی ۸۷-۱۹۸۶ء کے تعلیمی سال سے روبۂ عمل لائی جائے گی۔ جس سے تعلیم کے ذریعہ معیشت کی ترقی میں تعاون حاصل کیا جائے گا اس نئی تعلیمی پالیسی کا مقصد ڈگری یافتہ بے روزگاروں سے چھٹکارا پانا اور تعلیم یافتہ کارکرد افراد کی تعداد میں اضافہ کرنا ہے جو اپنی فنی اہلیت کی بنیاد پر معاشی ترقی حاصل کرنے میں موثر کردار ادا کر سکیں ایسی تعلیمی پالیسی جو دیہی سطح پر خواندگی کی شرح میں اضافہ کر سکے۔ کیونکہ تعلیم اور ضروری تربیت کی فراہمی سے سماجی و معاشی مسائل زیادہ آسانی سے حل ہو سکتے ہیں اس لیے ضروری ہے کہ آنے والے پندرہ سالوں میں ایسے تعلیم یافتہ افراد کی تعداد میں اضافہ ہو جس سے اندازہ ہو سکے کہ مختلف شعبوں میں انسانی وسائل کا استعمال بھی منصوبہ بند طریقے سے ہو رہا ہے۔ ٹیلی ویژن اور مواصلات کے ذرائع میں موجودہ ترقی کو دیکھ کر اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اکیسویں صدی میں ہمارے ملک کے لوگ زیادہ باشعور ہوں گے جو بدلتی ہوئی تعلیمی و تکنیکی قدروں سے مستفید ہوں گے اور ملک کی ترقی میں زیادہ معاون ثابت ہوں گے۔

ہندوستان قدرتی وسائل سے مالا مال ملک ہے۔ بہتر انسانی وسائل بھی یہاں موجود ہے۔ آج کے دور کی تکنیکی جانکاری میں ہندوستان تمام ترقی پذیر ملکوں سے آگے ہے۔ نیوکلیر توانائی کا پُرامن اور ترقیاتی کاموں میں استعمال کیا جانے لگا ہے یہ وہ چھپی ہوئی صلاحیتیں ہیں جو کسی بھی معیشت کی تیز رفتار ترقی کے لیے درکار ہوتے ہیں۔

اس صنعتی دور میں جہاں سائنس کا عمل دخل بہت بڑھ چکا ہے ہندوستانی معیشت کے انسانی وسائل بہتر تکنیکی صلاحیتوں اور سائنسی رجحانات کی وجہ سے اب تیسرے نمبر پر شمار کیے جاتے ہیں۔ ملک کی صنعتیں اتنی اہم ہو گئی ہیں کہ کئی ممالک ان صنعتوں سے تعاون سے اپنی معاشی ترقی کی کوشش کر رہے ہیں۔ اس کے علاوہ خود ہندوستان کا اپنا ترقیاتی ڈھانچہ کافی طاقتور مانا جانے لگا ہے جس میں آب پاشی، توانائی کی پیداوار، حمل و نقل کے ذرائع اور مواصلات کا نظام، معیشت کی ترقی کیلئے جٹے ہوئے ہیں۔ سائنٹفک ریسرچ کے مسئلہ میں بھی ملک اس حد تک ترقی کر چکا ہے کہ اس کا شمار ترقی پذیر ممالک کے ترقی یافتہ ملک کی حیثیت سے کیا جانے لگا ہے۔ زراعت اور مویشیوں کی افزائش کے لحاظ سے ہندوستان "سبز و سفید انقلاب"، کا نقیب بن چکا ہے اور زرعی پیداوار میں خود مکتفی ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ آنے والے دہوں میں ایک صنعتی انقلاب دیکھنے میں آئے گا جو اپنے نتائج میں متوازن اور ترقی کے لحاظ سے حیرت انگیز ہوگا۔ موجودہ ترقی کو دیکھ کر اس رجحان کا اندازہ بھی ہوتا ہے کہ ملک کی ترقی دو شعبوں پر محیط ہوگی ایک روایتی شعبہ ہوگا جو اشیا ضروری کی پیداوار میں مدد کرے گا جہاں غیر فنی محنت کا استعمال ہوگا۔ دوسرا شعبہ انتہائی جدید تکنیکی صلاحیتوں کو استعمال کرنے والا ہوگا جو آنے والے دو دہوں میں اپنی کارکردگی دکھائے گا جس سے پیداوار میں اضافہ ہوگا اور معیشت حقیقی معنوں میں خود تخلیقی ہوگی دوسری طرف قومی آمدنی میں اضافہ سے ایک بہتر معیار زندگی کا حصول آسان ہو جائے گا۔

ہندوستان کی بڑھتی ہوئی آبادی کو چھوڑ کر معاشی ترقی کے تمام دوسرے عوامل ملک کی ترقی میں اپنا حصہ ادا کر رہے ہیں۔ بڑھتی ہوئی آبادی اکیسویں صدی کے لیے اس ملک کا سب سے بڑا چیلنج ثابت ہوگی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اراضی اور فرد کا تناسب تیزی سے گھٹ رہا ہے غیر پیداواری لیکن ضروری امور پر سرمایہ کاری میں اضافہ کرنا بڑھتی ہوئی آبادی کی وجہ سے ضروری ہو گیا ہے۔ بچوں کے ہیلتھ سینٹر، اسکول، کتابیں، دوائیں اور دوسری طرف روزگار کے مواقعوں کی فراہمی جیسے مسائل سے نمٹنا مشکل ہو گیا ہے نقل مقام کی وجہ سے شہری آبادی میں خطرناک حد تک اضافہ ہو گیا ہے جہاں مکان اور پینے کے پانی کی سہولتوں کی فراہمی بلدی سہولتوں پر ہونے والے اخراجات ناگزیر ہوتے جاتے ہیں لیکن ان اخراجات سے ملک کی ترقی یا اشیا و خدمات کی پیدائش سے زیادہ تعلق نہیں ہوتا اسلئے بڑھتی ہوئی آبادی کو روکنا اور شرح پیدائش کو ۱۱ فی صد سے بھی کم کرنا از حد ضروری ہے کیونکہ ایک مستقل شرح آبادی کی صورت میں پیداوار کے تمام ذرائع بہتر معیار زندگی اور معاشی خوشحالی کی ضمانت بن جاتے ہیں۔ مستقبل قریب میں یہ ضروری ہے کہ آبادی پر کنٹرول کی موثر پالیسی بنائی جائے جس کے بغیر خوشحالی کا کوئی منصوبہ تکمیل کو نہیں پہنچتا۔

اکیسویں صدی جس مثبت رجحان کی علامت بن رہی ہے اور خوشحالی کا جو تصور دیا جا رہا ہے اس کو حاصل کرنے کے لیے سخت محنت اور جد و جہد کی ضرورت ہے ایک مکمل تبدیلی کی ضرورت ہے جس کا اثر معاشی اور سماجی خوشحالی پر محسوس کیا جا سکے آنے والی صدی کے ابتدائی دور میں اگر ان مسائل کا حل تلاش کر لیا جائے تب یہ یقین سے کہا جا سکتا ہے کہ دیہات ہوں یا شہر اکیسویں صدی تمام کے لیے فائدہ مند ثابت ہوگی۔ ان عوامل میں سب سے پہلے غریبی کو کم کرنا ہے جس کی طرف توجہ دوسرے منصوبہ سے ہی دی جانے لگی ہے اگر ۹۵-۱۹۹۴ء تک خط غربت کو مزید کم کرنا ہے تو خود روزگار اسکیموں کی عمل آوری کے لیے غریب طبقات میں چھوٹے چھوٹے روزگار کے ذرائعوں سے مستفید ہونے کے لیے سرمایہ کی فراہمی پروگرام کو مزید موثر اور کارگر بنانا چاہیئے۔

دوسرا مسئلہ روزگار کا ہے اور خوش آئند مستقبل کا کوئی تصور ملک میں بہتر روزگار کے مواقعوں کے بغیر تکمیل کو نہیں پہنچتا۔ دیہاتوں میں بے زمین محنت کشوں کے روزگار کا مسئلہ، موسمی بے روزگاری کا مسئلہ تعلیم یافتہ بے روزگار اور خواتین کے روزگار کے مسائل ایسے ہیں جن کا حل ہونا ضروری ہے۔ اس کی طرف بہتر قدم ہوگا اگر محنت کرنے والوں کی پیداواری صلاحیتوں میں اضافہ کیا جائے جس سے ملک میں اجتماعی اصل میں مدد ملے گی۔ مہارت میں اضافے سے ان افراد کی آمدنی میں مسلسل اضافہ ہوگا۔

تیسرا اہم مسئلہ دیہی ترقی کا ہے اس سلسلہ میں موجودہ پروگراموں کی ہی موثر عمل آوری ہو اور ان کی بہتر انداز میں تنظیم کی جائے تو معیشت کے لیے مزید سودمند ثابت ہو سکتے ہیں۔ ان پروگراموں میں رورل لینڈلیس ایمپلائمنٹ پروگرام، نیشنل رورل ایمپلائمنٹ پروگرام ٹرائبل باز آبادکاری کی اسکیمات اور عوامی شعبہ کی تقسیم کے نظام کے تحت غذائی اجناس کی فراہمی کو بہتر بنایا جائے۔ یہ عوام کے معیار زندگی پر بہتر انداز میں اثر انداز ہوں گے۔

چوتھا قابل غور مسئلہ آبادی کی پالیسی کا ہے جس کو موثر بنائے بغیر ملک معاشی ترقی کے ابتدائی دور میں بھی داخل نہیں ہو سکا اور مستقبل کے لیے بھی یہ ایک اہم مسئلہ کی صورت میں موجود ہے اس کے حل کے لیے خواتین کی تعلیم اور ان کی بہبودی کی اسکیمات کو زیادہ اہمیت دی جانی چاہیئے خاندانی منصوبہ بندی کو اپنانے کے نئے منصوبہ اور رعایتوں کو متعارف کروایا جانا چاہیئے۔ ۱۹۹۰ء تک ملک کی جملہ آبادی ۸۰۲ ملین ہو جائے گی اور نئے مسائل سامنے آئیں گے۔

آخر میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ جس انداز میں گزشتہ نصف صدی میں معاشی ترقی رجحانات کو مثبت بنانے کی کوشش کی گئی ہے اور اکیسویں صدی جن روشن امکانات کی طرح ہمارے سامنے ہے وہ ایسے معاشرے کی ضرورت محسوس کرتی ہے جس میں معاشی خوشحالی، تعلیمی ترقی اور قومی یک جہتی کو حاصل کرنے کی دل گہرائیوں سے خواہش مندی اور اپنی اس خواہش کی تکمیل کے لیے بے پناہ محنت کے لیے تیار ہو۔ اگر اکیسویں صدی کی شروعات معاشی ترقی کے حصول کے لیے حقیقی خواہش پر مبنی ہو تو معاشیات کے نقطۂ نظر سے آنے والی صدی ہندوستانیوں کو ایک نئی زمین اور نئے آسمان سے روشناس کرائے گی۔

(حیدرآباد سے نشر)

خواجہ ناصر الدین
لیکچرار معاشیات انوار العلوم کالج حیدرآباد۔

ریڈیو ناٹک

پت جھڑ کے بعد

مسرت ابراہیم

(جاڑے کی ایک ٹھٹھرتی شام.... ہوا کی شائیں شائیں، کتوں کے بھونکنے کی اور گھڑیاں کی ٹن ٹن سے پہلا منظر شروع ہوتا ہے۔ کتوں کے بھونکنے اور کچھ قدموں کی آواز قریب آتی ہے۔ اُتل اپنے کمرے میں بیٹھا پڑھ رہا ہے کہ دروازے پر دستک ہوتی ہے)

(پہلا منظر)

اُتل: (خود سے بڑبڑاتے ہوئے) اوہ! اس سردی میں کون آگیا (زور سے) آرہا ہوں۔ (دروازہ کھلنے کی آواز) (پہچانتے ہوئے) آ.... پ.... شیلا جی.... اتنی سردی میں.... کیوں کیا کام آپڑا آپ کو.... آیئے اندر چلی آیئے.... یہاں تو بہت ٹھنڈ ہے۔
(قدموں کی آواز)

شیلا: کیوں کیا اس وقت مجھے یہاں نہیں آنا چاہیئے تھا؟

اتل: نہ.... نہیں تو.... میں نے ایسا کب کہا.... اچھا بیٹھیے میں آپ کے لیے چائے بناتا ہوں۔ کڑاکے کی ٹھنڈ پڑ رہی ہے (کرسی کھینچنے کی آواز)

شیلا: نہیں اتل رہنے دیں میں چائے نہیں پیتی....

اتل: آپ چائے تو پیتی ہیں لیکن اس گھٹیا کمرے میں ٹوٹی ہوئی کرسی پر بیٹھ کر آپ کو چائے پینا اچھا نہیں لگے گا.... (آہ بھر کر) لیکن کیا کیا جائے مجبوری ہے۔

شیلا: نہیں اتل میرے کہنے کا یہ مطلب نہیں کہ... میں اس کمرے میں بیٹھ کر چائے پینا نہیں چاہتی بلکہ....
(بات کٹ جاتی ہے۔)

اتل: آپ جو کچھ چاہتی ہیں میں سمجھ گیا ہوں۔

شیلا: اوہ اتل آپ تو نہ جانے کیا سمجھ رہے ہیں، میرے کہنے کا مطلب ہے کہ.... کہ....

اتل: کہہ دیجیئے شیلا ہم بُرا نہیں مانیں گے....

شیلا: جی.... میرا مطلب تھا کہ.... آپ.... ایک غریب انسان ہیں اپنا نہ جانے کس طرح پورا کرتے ہوں گے۔ پھر میں ایک پیالہ چائے کے لیے آپ پر بوجھ کیوں بنوں....؟

اتل: (آہ بھر کر) بوجھ کوئی کسی پر نہیں ہوتا شیلا.... یہ صحیح ہے کہ میں بہت غریب ہوں۔ لیکن میرا دل تو غریب نہیں ایک پیالی چائے کی کیا اوقات.... ویسے بھی اس وقت سردی کچھ زیادہ ہی پڑ رہی ہے......
(اسٹوو جلنے کی آواز)

شیلا: جی سردی تو بہت زیادہ پڑ رہی ہے.... میرا بھی بدن کانپ رہا ہے.... اور آپ صرف ہاف میں ہیں.... کچھ اور پہنا ہوتا نہ آپ نے.... اس طرح تو آپ کو ٹھنڈ لگ جائے گی۔ بیمار بھی ہوسکتے ہیں...

اتل: اور کیا پہنوں شیلا، میرے پاس جو کچھ تھا سبھی تو پہن لیا ہے۔ (آہ بھر کر)

شیلا: اتل آپ کی آواز میں کتنا درد ہے۔ کتنا بڑا سچ آپ نے کتنی آسانی سے بول دیا....

اتل: آپ نے میری آواز کے درد کو تو محسوس کرلیا شیلا لیکن قطرہ قطرہ ٹپکنے والی میری زندگی کے درد کو نہیں سمجھا۔

شیلا: مجھے آپ کے ہر درد کا احساس ہے اتل... آج میں آپ کے سارے درد اپنی زندگی میں سمیٹنے آئی ہوں۔

اتل: نہیں شیلا.... میں غریب اس قابل کہاں کہ کوئی دیوی میرے درد سمیٹے۔ کہانیوں کی بات مت کیجئے.... لیجئے چائے پیجئے.... (ہنستے ہوئے) ذرا چینی کم تھی اس لیے چائے پھیکی ہوگی....

شیلا: کوئی بات نہیں اتل میں میٹھا کم ہی پیتی ہوں.... (سپ کرتے ہوئے)

اتل: خیر اب بتایئے اتنی سردی میں کیسے تکلیف کی۔

شیلا: (جھجکتے ہوئے) جی، تکلیف کی کیا بات ہے وہ... وہ دیکھیئے کہ میرے بھیا نے مجھے کتابوں کا ایک سیٹ لاکر دیا تھا جبکہ ایک سیٹ میرے پاس پہلے ہی تھا ایک سیٹ تو میرے پاس بیکار ہی پڑا رہتا ہے اس لیے ایک سیٹ آپ رکھ لیں.... شاید آپ کے پاس.... (رُک جاتی ہے)

اتل: ہاں شیلا! یہ سچ ہے کہ میرے پاس کتابیں نہیں ہیں۔ لیکن میں آپ سے یہ کتابیں نہیں لے سکتا۔ اتنا ہی کیا کم ہے کہ آپ مجھ غریب سے ملتی ہیں.... میں جانتا ہوں کہ آپ یہ کتابیں کیوں لائی ہیں۔ دیکھو ٹیچر کا تو کام ہی غلط بات پر ڈانٹنا ہوتا ہے۔ میرے پاس کتابیں نہیں تھیں اس لیے مجھ پہ ڈانٹ پڑی۔ اپنے تو نصیب میں ڈانٹ لکھی ہے پھر شکایت کیسی....

شیلا: نہیں اتل پلیز کتابیں واپس نہ کرو دیکھو میں ہاتھ جوڑ کر بنتی کر رہی ہوں، تمہیں میری قسم (سسکتے ہوئے) اور اور اپنی آنکھوں کے آنسو پونچھ دیجئے۔ مردوں کی آنکھوں میں آنسو شوبھا نہیں دیتے.....

اتل: نہیں شیلا ہاتھ جوڑ کر مجھے اور شرمندہ مت کرو میں یہ کتابیں رکھے لیتا ہوں اور کوئی سیوا ہو تو کہیئے۔

شیلا: سیوا کرنے تو میں آئی ہوں اتل.... اپنے سپنوں کو ساکار کرنے....

اتل: (چونکتے ہوئے) کونسے سپنوں کی بات کر رہی ہو شیلا؟

شیلا: دیکھو اتل برسوں پہلے سے میرا ایک سپنا ہے کہ مجھے آپ جیسا جیون ساتھی ملے.... آج میرا سپنا ساکار ہوگیا.... اتل مجھے سویکار کرلو میں تمہارے چرنوں میں آگئی ہوں....

اتل: (گھبراتے ہوئے) یہ.... یہ کیا کہہ رہی ہیں... کہیں آپ کی طبیعت تو خراب نہیں؟

شیلا: نہیں اتل میں بالکل ٹھیک ہوں تم سے سہارا مانگنے آئی ہوں....

اتل: شیلا... کہاں میں بے سہارا غریب اور کہاں تم.... لوگ سنیں گے تو کیا کہیں گے۔

شیلا: مجھے لوگوں کی پرواہ نہیں۔ لوگ تو آج بھی ہم دونوں پر انگلیاں اٹھاتے ہیں۔ اور اتل امیر غریب کا فرق وہ محسوس کرتے ہیں جن کے ذہن گندے ہوتے ہیں۔ میں امیر غریب میں بھید بھاؤ نہیں رکھتی۔ میں تو صرف اتنا ہی جانتی ہوں کہ تم میرے دیوتا ہو اور.... اور میں... میں تمہاری پجارن....

اتل: (کانپتے ہوئے) ش.... ی.... ل... ا...

شیلا: (ویسے ہی) ا... ت... ل... صرف پجارن...

(دوسرا منظر)

(شیلا کے گھر کا ڈرائنگ روم)

(شیلا کے پاپا رائے بہادر غصے میں کھڑے ہیں... اس کی ماں شانتی دیوی سامنے صوفے پر بیٹھی ہے....)

رائے بہادر: (غصے سے چیختے ہوئے) سن رہی ہو شیلا کی ماں اپنی لاڈلی کے کرتوت.... تمہاری بیٹی ہاسٹل میں رہ کر کیا کیا گل کھلا رہی ہے.....

شانتی دیوی: (گھبراکر) کیوں کیا کیا ہے میری بچی نے...

آپ تو ہر وقت اسی کے پیچھے پڑے رہتے ہیں۔ میرے بیٹے کو تو ٹوک ٹوک کر آپ نے ڈال ہی دیا نا اسپتال کے بستر پر۔ اب میری بیٹی کے پیچھے بھی پڑ گئے۔ کیا کر دیا اس نے ؟

رائے بہادر: میں اس کے پیچھے نہیں پڑا ہوں۔ یہ خط آیا ہے اس کے پرنسپل کے پاس سے۔ لکھا ہے آپ کی بیٹی کالج کی سیما لانگھ کر کسی اور سیما میں پرویش کر چکی ہے اگر جلدی ہی نہ روکا گیا تو بات بہت آگے بڑھ سکتی ہے.....

شانتی دیوی: (چیخ کر) نہیں یہ سچ نہیں ہے.... ضرور کسی دشمن نے آپ کو یہ خط بھیجا ہوگا۔ میری بچی ایسا نہیں کر سکتی....

رائے بہادر: تمہاری بچی نے ایسا ہی کیا ہے... ضرور اسے کسی دو ٹکے کے چھوکرے نے پھنسایا ہوگا اس کی دولت دیکھ کر.....

شانتی دیوی: دولت۔ دولت۔ دولت آپ کو ہر وقت اپنی دولت کا ہی خیال رہتا ہے۔ کبھی انسانوں کی بھاؤنا کا بھی خیال کیا ہے آپ نے .....؟

رائے بہادر: میں انسانوں کی بھاونا کو اچھی طرح سمجھتا ہوں۔ مجھے سیکھ مت دو .... بس ہو چکی اس کی پڑھائی.... میں اسے ابھی واپس لے کر آ رہا ہوں۔ میں دیکھوں گا کہ بات کیسے آگے بڑھے گی.....

شانتی دیوی: دیکھئے آپ جا تو رہے ہیں لیکن بھگوان کے لیے اسے مارنا یا ڈانٹنا نہیں .... کبھی میرے انل کی طرح وہ بھی گردے کی مریض بن کر اسپتال میں جا کر نہ پڑ جائے....

رائے بہادر: ٹھیک ہے تم کہتی ہو تو کچھ نہیں کہوں گا... لیکن اسے لاؤں گا ضرور... چاہے کچھ بھی ہو...

(کار کے انجن کی آواز)

(تیسرا منظر)

(کالج کا پارک۔ اتل اور شیلا پارک میں بیٹھے باتیں کر رہے ہیں)

اتل: دیکھو شیلا دور اس پیڑ پر دو پرندے آپس میں کیسی کلیلیں کر رہے ہیں.... اس سہانے واتاورن میں تمہیں کیسا لگ رہا ہے....

شیلا: ہاں اتل اس سہانے واتاورن میں تمہارے پاس بیٹھے رہنا بہت ہی رومانچک لگ رہا ہے اتل.... مجھے یونہی اپنے کندھے سے لگا رہنے دو۔

(تبھی شیلا کے پاپا پرنسپل صاحب کے ساتھ وہاں آ جاتے ہیں۔ شیلا اور اتل گھبرا جاتے ہیں)

شیلا: (گھبراتے ہوئے) پا... پا.... پاپا.... آپ....؟

رائے بہادر: ہاں میں.... کیوں کیا اس وقت میرا یہاں آنا اچھا نہیں لگا....

شیلا: (ہکلاتے ہوئے).... نہیں تو پاپا.... وہ.... وہ... آپ....

رائے بہادر: (چانٹا مارتے ہوئے) تو یہ گل کھلائے جا رہے ہیں یہاں پر.... میں نے تو یہ کبھی خواب میں بھی نہ سوچا تھا کہ اس طرح میرے منہ پر بدنامی کا داغ لگائے گی....

شیلا: (سسکتے ہوئے) پاپا.... میں نے ایسا کوئی کام نہیں کیا جس سے آپ کی بدنامی ہوتی ہو... پریم کرنا کوئی پاپ تو نہیں....

رائے بہادر: بدتمیز لڑکی زبان چلاتی ہے.... اپنے پریم کی کہانی اپنے باپ کو سنا رہی ہے.... ذرا بھی شرم نہیں رہی تجھ میں...

شیلا: پاپا.... میں نے اتل سے صرف پریم کیا ہے اور کچھ نہیں.....

رائے بہادر: (سمجھاتے ہوئے) دیکھو بیٹی میں پریم کی پری بھاشا کو اچھی طرح سے جانتا ہوں.... جس کے ساتھ تو پریم کی پینگیں بڑھا رہی ہے..... وہ ایک سودے باز کے سوا کچھ بھی نہیں .... ایسے لوگ دولت کے لیے پریم کا ناٹک کھیلتے ہیں... چلو واپس گھر چلو بہت ہو چکی پڑھائی......

شیلا: (روتے ہوئے) نہیں پاپا مجھے گھر مت لے جائیے میں گھر نہیں جانا چاہتی....

رائے بہادر: نہیں جانا چاہتی تو کیا اس سودے باز کے ساتھ ہی سر پٹک پٹک کر مر جانا چاہتی ہے... دیکھ بیٹی یہ انسان بہت گھٹیا... معلوم ہوتا ہے... اسے تیری دولت سے زیادہ پیار ہے، تجھ سے نہیں...

شیلا: نہیں پاپا اتل ایسا نہیں ہے وہ تو دیوتا ہے پاپا... دیوتا.....

رائے بہادر: آج کے دور میں صرف پیسہ ہی سب سے بڑا دیوتا ہوتا ہے... بس اب بکواس بند کر دو، گھر چلو.... (اتل سے) اور سنو مسٹر اتل اگر آئندہ تم نے میری بیٹی کے بارے میں کچھ سوچا تو اچھا نہیں ہوگا سمجھے .... ہونہہ .... بھول گئے اپنی اوقات... چلے ہیں عشق لڑانے..... سودے باز کہیں کا...

اتل: نہیں انکل اتنی گندی گالی مت دیجئے۔ میں اپنی اوقات نہیں بھولا ہوں.... لیکن میں سودے باز بھی نہیں...

رائے بہادر: ہم تم سے یہاں بحث کرنے نہیں آئے ہیں، ہم اپنی بیٹی کو لینے آئے ہیں.... چلو ڈرائیور یہاں سے جلدی چلو... یہاں کی فضا میں ہمارا دم گھٹ رہا ہے۔

(شیلا کے رونے اور کار کے انجن کی آواز)

(چوتھا منظر)

(شیلا کا کمرہ۔ قدموں کی آواز کے ساتھ رائے بہادر کا داخلہ)

رائے بہادر: ارے شیلا بیٹی.... یہ کیا حلیہ بنا رکھا ہے تو نے .... سارا کمرہ اجاڑ پڑا ہے.....

شیلا: (اداسی سے) جن کی زندگی اجڑ جاتی ہے پاپا انہیں کمرے اجڑنے کا کیا غم..... آج میری یاد کیسے آ گئی ... آپ کو.... ؟

رائے بہادر: (سمجھاتے ہوئے) بیٹی اب تم بچی نہیں ہو جو تمہیں سمجھایا جائے..... اپنا بھلا برا تم خود سمجھ سکتی ہو.... وہ غریب لڑکا تمہارے اسٹنڈرڈ کا نہیں میں نے اس کی انکوائری کرالی ہے .... غریب ہونے کے ساتھ ساتھ وہ بدچلن بھی ہے میں پیسے سے تمہارے لیے ایک ایسا بر خریدوں گا جو تمہارے اسٹنڈرڈ کا ہوگا....

شیلا: پاپا.... اتل صرف غریب ہے بدچلن نہیں.... آپ پیسے سے میرے لیے کفن تو خرید سکتے ہیں بر نہیں خرید سکتے..... بر خریدے نہیں جاتے پاپا....

رائے بہادر: میں پیسے سے سب کچھ خرید سکتا ہوں بیٹی۔

شیلا: (روتے ہوئے) ٹھیک ہے پاپا اگر آپ دولت سے سب کچھ خرید سکتے ہیں تو اسپتال میں پڑے ہوئے میرے بھیا کے لیے جیون بھی خرید لیجئے....

رائے بہادر: (گھمنڈ سے) ہاں انل کا جیون بھی میں دولت سے خرید سکتا ہوں... اس بات کا تو مجھے خیال ہی نہیں رہا تھا کہ دولت سے جیون بھی خریدا جا سکتا ہے ... میں آج ہی دیش کے سارے اخباروں میں انل کے لیے گردے کا وگیاپن دوں گا چاہے کتنا بھی خرچ کرنا پڑے .... لیکن میں اپنے بیٹے کیلئے گردہ خریدوں گا ضرور....

شیلا: (روتے ہوئے) نہیں پاپا آپ دولت سے بھیا کا جیون نہیں خرید سکتے .... آپ دیکھ لینا پیسے سے خریدی گئی کڈنی سے بھیا کا جیون نہیں بچ سکے گا... مجھے ڈر ہے پاپا کہیں آپ کا یہ گھمنڈ بھیا کی جان ہی نہ لے لے....

(روتی ہے اور رائے بہادر پاؤں پٹکتے ہوئے چلے جاتے ہیں)

(پانچواں منظر)

(ریلوے پلیٹ فارم)

(چائے گرم.... پاپڑ والا.... آج کی تازہ خبر .... پیپر والا.... پیپر والا..... آج کی تازہ خبر....)

پیپر والا: (اتل سے) پیپر لو گے صاحب... آج کی تازہ خبر...

اتل: دے دو بھائی جب پوچھ ہی رہے ہو تو... ویسے جیب میں صرف پانچ روپئے ساٹھ پیسے ہی پڑے ہیں، ساٹھ پیسے تم لے لو۔ اپنا کیا ہے؟

پیپر والا: جیو بابو جی (دور ہوتی آواز) پیپر والا... پیپر والا...

اتل: (آہ بھر کر) جینے کی دعا مت دو بھائی (پیپر پلٹنے کی آواز) ارے یہ کیا.... ؟ گردے کی ضرورت ہے.... کون بدنصیب ہے جسے گردے کی ضرورت ہے ....؟ قیمت بھی منہ مانگی ملے گی (خود سے) تو اب گردے بھی بکنے لگے..... چلو اتل ایک گردہ ہی بیچ ڈالو۔ کچھ دن تو کٹیں گے .... لیکن نہیں میں اپنے گردے کا مول نہیں لگاؤں گا۔ میں اپنے گردے کو بیچ کر زندگی اور موت کے بیچ دولت کی دیوار نہیں کھڑی کروں گا... مجھے اسی ٹرین سے ابھی ہی جانا

چاہتے۔ ہاں ابھی اسی ٹرین سے ہی۔۔۔۔
(ٹرین کے چلنے کی آواز)

(چھٹا منظر)

(اسپتال میں ڈاکٹر کا کیبن)

اتل: نمستے ڈاکٹر صاحب (ہاتھ جوڑکر)

ڈاکٹرگپتا: نمستے۔۔۔ آئیے۔۔۔ کہئے کیا شکایت ہے آپکو؟

اتل: جی شکایت تو کچھ بھی نہیں۔۔۔ اسس پیپر میں وگیاپن دیکھا تھا۔۔۔۔۔۔

ڈاکٹرگپتا: (بات کاٹتے ہوئے) اچھا وہ گردے والا۔۔۔

اتل: جی ڈاکٹر صاحب میں اپنی کڈنی اسس دکھیارے کو ایہار سوروپ دینا چاہتا ہوں۔۔۔ مجھے قیمت نہیں چاہئے

ڈاکٹرگپتا: (حیرت سے) آپ اپنا گردہ مفت میں دینا چاہتے ہیں۔۔۔ سوچ لیجئے۔ ویسے اس کے بدلے آپ کو اچھی قیمت بھی مل سکتی ہے۔

اتل: میرے ایک گردے سے اگر اسس دکھیارے کی زندگی بچ سکتی ہے تو اس کی زندگی ہی میری قیمت ہے۔۔۔۔۔۔

ڈاکٹرگپتا: شاباشس نوجوان۔۔۔ آج تم جیسے نوجوانوں کی دیش کو بہت ضرورت ہے۔ تمہارا نام کیا ہے دوست؟

اتل: مجھے اتل شرما کہتے ہیں۔۔۔۔ پر ڈاکٹر صاحب میری ایک شرط ہے کہ یہ بات کسی کو بھی پتہ نہیں چلے کہ یہ کڈنی میں نے دی ہے۔ میرا نام نہیں آنا چاہئے۔

ڈاکٹرگپتا: تعجب ہے۔ خیر جیسی تمہاری مرضی۔۔۔۔۔

(ساتواں منظر)

(تالیوں کی گڑگڑاہٹ اور بہت ساری کھسر پھسر کی آوازیں۔۔۔۔ آوازوں کے بیچ ڈاکٹر گپتا کی مائک پر آواز ابھرتی ہے)

ڈاکٹرگپتا: حاضرین! جیساکہ آپ سب کو معلوم ہے کہ آج اس وارڈ کا ادگھاٹن سمارو ہ ہے۔۔۔۔ یہاں بہت سارے وششٹ ویکتی موجود ہیں۔ مسٹر رائے بہادر بھی اپنے پریوار کے ساتھ موجود ہیں تو آج میں سبھی کے سامنے اپنے ایک جھوٹ کا اقبال کرتا ہوں۔۔ جو میں مسٹر رائے بہادر سے بولا تھا۔۔۔ (کھسر پھسر)

رائے بہادر: (چونک کر) یہ کیا کہہ رہے ہیں ڈاکٹر صاحب آپ۔۔۔۔ آپ نے کونسا جھوٹ بولا ہے مجھ سے؟

ڈاکٹرگپتا: مسٹر رائے بہادر۔۔۔۔ میں ڈاکٹر گپتا جس نے اپنی زندگی میں کسی کے ساتھ دھوکا نہیں کیا۔۔۔ کسی سے جھوٹ نہیں بولا۔۔۔ لیکن آپ سے میں نے جھوٹ بولا کہ دو لاکھ روپیوں میں میں نے آپ کے بیٹے کے لیے کڈنی خریدی ہے۔ لیکن واستو میں میں نے کڈنی خریدی نہیں تھی۔ کڈنی تو ایک فرشتہ آپ کے بیٹے کو اپہار سوروپ ہی دے گیا تھا۔۔۔۔ لیکن آپ سے جھوٹ بول کر دو لاکھ روپے لینے کی وجہ یہ تھی کہ مجھے اسس وارڈ کو بنوانے کے لیے پیسہ چاہئے تھا۔۔۔ دوسرے میں نے یہ بھی سوچا کہ اس طرح شاید آپ کا گھمنڈ بھی ٹوٹ جائے گا۔

رائے بہادر: (کانپتے ہوئے) یہ کیا کہہ دیا ڈاکٹر صاحب آپ نے۔۔۔ میری آنکھیں کھول دیں۔۔۔ وہ فرشتہ کون تھا جس نے اپنے لہو کا تیل دے کر میرے گھر کے چراغ کو بجھنے سے بچا لیا۔۔۔ کہاں ہے وہ۔۔۔۔ کیا نام ہے اسس کا۔۔۔؟

ڈاکٹرگپتا: اس کا نام اتل شرما تھا۔۔۔۔ اب وہ اس دنیا میں نہیں ــــ (کھسر پھسر) ــــ نہ جانے کونسا دکھ تھا اسے جس نے اسس کی جان لے لی۔۔۔۔ آج اسی فرشتے کے نام پر اس وارڈ کا نام اتل وارڈ رکھتا ہوں۔۔۔

(تالیوں کی گڑگڑاہٹ)

شیلا: (روتے ہوئے) دیکھا پاپا میں نہ کہتی تھی کہ آپ پیسے سے سب کچھ خرید سکتے ہیں لیکن مانوتا نہیں خرید سکتے۔۔۔۔ جس اتل کو آپ نے غریب سمجھ کر ٹھکرا دیا۔ آج اسس کی غریبی آپ کی دولت کے سامنے مانوتا کی مینار بن کر کھڑی ہوگئی ہے۔۔۔۔ ایک ایسی مینار جسے آپ کی ساری دولت بھی نہیں جھکا سکتی۔

رائے بہادر: ہاں بیٹی اتل حقیقت میں ہی مانوتا کا مینار تھا۔۔۔ مجھے دکھ ہے کہ میں نے اتل کو نیچا سمجھا۔ مجھے چھما کر دو بیٹی۔۔۔

شیلا: ہاں پاپا۔۔۔۔ چھما ہی آپ کے پاپوں کا پرایشچت ہے۔۔۔۔ چھما ہی آپ کے پاپوں کا پرایشچت ہے پاپوں کا پرایشچت ہے۔

(رامپور سے نشر)

مسرت ابراہیم
مدرسہ کہنہ
محل شاہ بی بی رامپور ۲۴۴۹۰۱

روشنی

ابدال مہجور

زندگی خوب اور خوبصورت اس لئے ہوگئی ہے کہ اس کی راہوں میں اہلِ دانش نے وقتاً فوقتاً علم اور عقل کے چراغ روشن کئے۔ سماجیات کا میدان ہو یا نفسیات کا۔ اقتصادیات کا شعبہ ہو یا دینیات کا مذہب کی بات ہو یا اخلاقیات کی۔ ہر دور اور ہر زمانے میں کچھ ایسی شخصیات سامنے آئی ہیں کہ جنھوں نے روشنی کے مینار کی طرح اندھیروں کو جگمگایا ہے۔ کچھ چھوٹی چھوٹی باتیں ہیں جو بظاہر چھوٹی نظر آتی ہیں، لیکن غور کیجئے تو ان باتوں کے بطن میں کئی خوبصورت راز پنہاں ملیں گے۔ اصل میں ایک کامیاب زندگی گذارنے کے لئے ذہنی آسودگی اور اطمینان بے حد ضروری ہیں جس شخص کے یہاں ذہنی سکون نہیں، اطمینانِ قلب نہیں اُس کی مثال صحرا کے اُس مسافر کی سی ہے جو بے وجہ ہی بھٹکتا پھرتا ہے۔ مہاتما بدھ نے کہا تھا کہ بے اطمینانی جہاں انسان کے لئے دُکھ کا باعث بنتی ہے وہاں اطمینان اُس کی زندگی میں سُکھ کا ساگر لے آتا ہے اور اسی لئے انسان کو ہمیشہ ہی اطمینان حاصل کرنے کی بھرپور کوشش کرنی چاہئے۔ اصل میں بے اطمینانی کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ انسان اپنے پچھلے زمانے سے اور حالات سے کبھی مطمئن نظر نہیں آتا اور غالباً یہی احساس اُسے اُس کے مستقبل کی طرف مایوس کر دیتا ہے۔ لیکن تصویر کا ایک دوسرا رُخ بھی ہے۔ ایک ماہرِ نفسیات کی نظر میں بے اطمینانی ایک ایسی ذہنی کیفیت ہے جو انسان کو آنے والے دِنوں میں کچھ کرنے پر آمادہ کرتی ہے۔ مستقبل سنوارنے کی تحریک بخشتی ہے۔ ایک بزرگ اور دانشور اس بارے میں کچھ اور طرح سے سوچتا ہے۔ ان کی دانست میں اطمینان کی کُنجی قناعت کے تالے میں بند ہے جو شخص قناعت پسند ہوتا ہے، چادر دیکھ کر ہی پاؤں پھیلاتا ہے۔ ضروریات سے زیادہ مانگنے کی عادت نہیں رکھتا۔ اُسے یقیناً ذہنی آسودگی بھی حاصل ہوتی ہے اور اطمینانِ قلب بھی۔

(سری نگر سے نشر)

ایک کہانی اور

ڈاکٹر مہناز انور

ابھی سورج نکلا ہی تھا کہ اچانک پھرسے آسمان کی بے پناہ وسعتوں میں نہ جانے کہاں گم ہوگیا ---- سارا شہر، سارا ملک، اور ساری دُنیا سیاہی کی گہری چادر اوڑھ کر گھٹا ٹوپ، اندھیرے میں گم ہوگئی ---- کوئی دکھائی نہ دیتا تھا، کچھ نظر نہ آتا تھا، بس ایک اُداسی، ایک خموشی ہر طرف پھیلی تھی نہ جانے کتنی جھلملاتی ہوئی شمعیں گل ہونے لگیں ----

ننھا بچّہ بے چینی سے کروٹیں بدل رہا تھا ---- آج اس کے بستر پر نہ جانے کس نے چادر کی جگہ کانٹے بچھا دیئے تھے جس کی چبھن اس کے لئے ناقابلِ برداشت تھی ---- وہ کراہنا چاہتا تھا، مگر اس کے کانوں میں بسی آوازیں اسے کراہنے بھی نہ دیتی تھیں ---- سیاہی کے امنڈتے ہوئے بادل ہر طرف پھیل رہے تھے۔ اور پہاڑوں کے سینے میں ایک جوالا مکھی پھوٹنے والا تھا۔ دُکھوں کے راستہ پر ہر طرح کی پریشانیاں جھیل کر سچائی کا دامن تھامے رہنے کی تلقین راہل کو اپنی ماں سے ملی تھی۔ مگر یہ کیسا دکھ تھا جس کی اذیت ناک تکلیفیں آج اس سے بھی نہ سہی جا رہی تھیں۔

اسے ایک ایک کر کے گذری ہوئی تمام راتیں یاد آنے لگیں اور ہر رات کی کوئی اہم کہانی سُناتے ہوئے اس کی ماں کی آوازیں سارے کمرے میں گونجنے لگیں اُسے وہ تمام عظیم شخصیتیں یاد آنے لگیں جن کے بارے میں وہ اپنی ماں سے سُن چکا تھا ----

ایک کہانی ---- ایک بچّہ تھا جس کا نام سدھارتھ تھا۔ ابھی اس کی عمر صرف آٹھ برس کی تھی جب اس نے کسی کی کندھے پر اُٹھی ارتھی کو دیکھا تھا، دُکھی، بیمار اور مجبور لوگوں کو دیکھ کر زندگی کی رنگینیوں سے اس کا جی اوب گیا تھا ---- اور آخرکار وہ حقیقت کی کھوج میں گھر سے باہر نکل پڑا تھا اپنے گھربار کے سارے آرام کو چھوڑ کر جنگل بیابان میں موسم کی تکلیفیں اس نے برداشت کیں ---- اور آخرکار سچ کی حقیقت اس نے جان لی ---- تمام دکھی انسانوں کا درد اس نے اپنے سینے میں محسوس کیا تھا۔ جب سدھارتھ اس دنیا سے گیا تو گوتم بدھ بن چکا تھا۔ ایک عظیم شخصیت، جس کی پیروی میں ایک پوری قوم اس کے بتائے ہوئے راستوں پر چل پڑی ----

دوسری کہانی ---- ایک اور مہان ہستی اس دُنیا میں گذری ہے جس کا نام عیسٰی تھا۔ عیسٰی مسیح ----

جن کی ساری زندگی، سچائی، ایمانداری آپسی بھائی چارہ محبّت، صلح اور امن کی تبلیغ میں صرف ہوئی ---- وہ بھٹکے ہوئے لوگوں کو سیدھا راستہ دِکھانا چاہتے تھے وہ تمام انسانوں کو امن کا پیغام دیا کرتے تھے ---- ہر غم زدہ کے ہونٹوں پر تبسّم دیکھنا چاہتے تھے مگر افسوس لوگوں نے ان کو نہیں پہچانا اور زندگی کے اِس مسیحا کو لوگوں نے اس کے سارے جسم میں کیلیں ٹھونک کر ختم کر دیا ---- بچّوں کو اس کہانی کے ساتھ اپنے ذہن میں اٹھنے والے وہ سوال بھی یاد آنے لگے جو اس نے اپنی ماں سے کئے تھے ---- ماں! عیسٰی مسیح جب ہر ایک کا بھلا چاہتے تھے۔ پھر ایسا کیوں ہوا؟ اُنہیں کے لوگوں نے ان کے ساتھ ایسا سُلوک کیوں کیا؟ جواب میں پھر اسے اپنی ماں کی آواز گونجتی سُنائی دینے لگی ---- بیٹے! تمام عظیم انسانوں کے ساتھ اکثر ایسا ہی کیا گیا ہے ---- اس دُنیا میں اچھے اور سچّے لوگ کم پیدا ہوتے ہیں۔ اور لوگ اُنہیں پہچاننے میں بہت دیر کر دیتے ہیں ---- ان کے مرنے کے بعد ان کی اچھائیاں جب سب کے سامنے آتی ہیں۔ تو وہ لوگ ہاتھ ملتے رہ جاتے ہیں ---- عیسٰی مسیح کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا تھا ---- مگر یاد رکھو میرے بیٹے ---- سچّائی اور ایمانداری کبھی نہیں مرتی وہ ہمیشہ زندہ رہتی ہے ---- عیسٰی مسیح ایک پیغمبر کے روپ میں ہمیشہ یاد رکھے جائیں گے ---- ان کی بتائی ہوئی تمام باتیں کبھی نہیں بھلائی جا سکتیں ----

تیسری کہانی ---- ایک اور رات کی کہانی راہل کو یاد آنے لگی جب اس کی ماں نے اُسے بتایا تھا کہ جب بھی کوئی مہان آتما انسان کا روپ لے کر اس دُنیا میں آتی ہے تو اُسے اچھی باتیں پھیلانے میں بہت دُکھوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ لوگ اسے بُرا کہتے ہیں اسے سچّائی کے راستہ سے ہٹانے کے لئے ہر طرح کی کوششیں کرتے ہیں۔ مگر ایسے لوگ ہمیشہ ثابت قدم رہتے ہیں اور دنیا میں برائیوں کا اندھیرا دور کرنے کے لئے بغیر کسی ڈر کے اپنے راستہ پر گامزن رہتے ہیں۔ اُنہیں مرنے کا ڈر نہیں ہوتا۔ وہ چاہے اپنی موت مریں یا کوئی اُنھیں مار ڈالے ---- ہر حال میں وہ اچھائیوں اور سچائی کی روشنی دنیا میں پھیلا کر ہی جاتے ہیں ---- ایسی ہی ایک عظیم ہستی حضرت محمدؐ کی بھی تھی۔ جو برائی کا خاتمہ کرنے آئے تھے۔ ان کو بھی دُنیا میں بڑے دُکھ جھیلنا پڑے لوگوں نے اُنھیں بہت ستایا۔ بُرا بھلا کہا۔ مگر انہوں نے کسی کی بات کا بُرا نہیں مانا اور وہ لوگوں کو برابر اچھی باتیں بتاتے رہے ---- انھوں نے بدلا سب سے یہی کہا۔ جھوٹ بولنا غلط ہے ---- آپس میں میل ملاپ سے رہو۔ ہر ایک کے دُکھ درد میں شریک رہو ---- پڑوسیوں کے ساتھ اچھا سُلوک کرو ---- راہل کو حضرت محمدؐ کی زندگی کا ایک اور واقعہ یاد آنے لگا جو اِس کو اس کی ماں نے سُنایا تھا ----

ایک بوڑھی عورت حضرت محمدؐ سے بہت خفا رہتی تھی ---- اور جب بھی وہ اس کے گھر کے سامنے سے گزرتے وہ عورت ان پر کوڑا پھینک دیا کرتی۔ اس کے جواب میں حضرت محمدؐ صرف مسکرا دیا کرتے اور سر پر سے کوڑا جھاڑتے ہوئے گزر جاتے ---- ایسا روز ہوا کرتا ---- اور وہ ذرا بھی خفا نہ ہوتے ---- ایک دن ---- حضرت محمدؐ جب اس بوڑھی عورت کے گھر کے سامنے سے گزرے تو اُن پر کوڑا نہیں گرا ---- انھوں نے لوگوں سے پوچھا ---- کہ ایک عورت روز میرے ساتھ ایسا سُلوک کرتی تھی مگر آج نہیں ہوا؟ کسی نے بتایا کہ آج وہ عورت بہت بیمار ہے اور پلنگ سے اٹھ بھی نہیں سکتی ---- تب وہ اُسے دیکھنے گئے اس کی تیمارداری کی۔ اور بڑی محبت سے اُس کی مزاج پُرسی کی ---- اس دن سے وہ عورت انہیں پیغمبر ماننے لگی اور ان کی ہر بات کا احترام کرنے لگی۔ اُن کی بتائی ہوئی تمام باتیں آج تک لوگوں کے لئے مشعلِ راہ ہیں۔ اور ہمیشہ زندہ رہیں گی ----

ایک اور رات کی کہانی ---- آج سے تقریباً پانچ سو سال پہلے ایک اور مہان گورو کا جنم اسی دھرتی پر ہوا تھا ---- جن کا نام گرونانک تھا ---- ان کا سب سے بڑا پیغام ذات پات کا بھید بھاؤ مٹانا اور آپس میں مِل بیٹھنے کا تھا ---- انھوں نے بتایا کہ دُنیا کے تمام انسان بھائی بھائی ہیں اور پوری دُنیا ایک پریوار ہے۔ انھوں نے ساری زندگی دوستی اور شانتی کا پیغام دیا۔ ان کی باتوں میں ایسا اثر تھا کہ جہاں کہیں انھوں نے لوگوں کو سمجھایا وہاں لوگ ان کو گورو ماننے لگے ---- ایسا کہنا، وہ صرف سکھ دھرم کے گورو تھے ٹھیک نہیں ---- وہ تمام لوگوں کے گورو تھے۔ اچھی اور عظیم شخصیتیں کسی ایک گروہ یا مذہب کی نہیں ہوتیں ---- ایسے بزرگ کبھی نہیں مرتے وہ ہمیشہ زندہ رہتے ہیں ----

آخری کہانی ---- وہ رات بھی تو کبھی نہیں بھلا سکتا۔ جب اس کی ماں نے مہاتما گاندھی

کے بارے میں اسے تفصیل سے بتایا تھا ــــ راشٹرپتا پیدا ہی اس لئے ہوئے تھے کہ ملک میں ہر آدمی آزادی سے جی سکے ــــ کوئی مجبور کمزور اور دُکھی نہ رہے۔ اس کے لئے سب سے پہلے تو انھوں نے انگریزوں کی غلامی نہ کرنے کا فیصلہ کیا وہ اہنسا کے ماننے والے تھے۔ آزادی چاہتے تھے مگر بغیر ہتھیار کے ــــ انھوں نے اپنے رات دن کا آرام ملک کو آزاد کرانے کے لئے وقف کر دیا۔ ان کی ان تھک کوششیں کام آئیں۔ اور ایک دن وہ آیا جب غیر ملکی بھارت سے نکل گئے اور ہندوستان نے آزادی کا سانس لیا ــــ تمام کمزور اور بے سہارا لوگوں کو انھوں نے سہارا دیا ــــ لیکن نہ جانے لوگوں کی آنکھوں میں کیسا اندھیرا چھا گیا کہ ایسے نیتا، ایسی مہان ہستی اور ایسی بزرگ شخصیت کو خود ہم میں سے ایک نے اپنے ہاتھوں سے مار ڈالا ــــ بتو کو اپنی ماں کی بھرائی ہوئی درد میں ڈوبی ہوئی آواز جیسے پھر سے سُنائی دینے لگی۔ اس کے سامنے پھر سے عیسیٰ مسیح کی زندگی گھومنے لگی ــــ لیکن اب شائد بتو کی سمجھ میں یہ بات آنے لگی تھی کہ ایسی عظیم اور بزرگ ہستیوں کی شہادت کوئی عجوبہ بات نہیں۔ لہٰذا مہاتما گاندھی کا قتل بھی اب اسے زیادہ عبرت زدہ نہ کر سکا۔

اور ایک دِن پھر یہی حادثہ خود بتو کے اپنے ہی گھر میں دہرایا گیا ــــ غریب، کمزور، بے سہارا لوگوں کے دُکھ درد میں شریک خود اس کی اپنی ماں، جس کے دل میں ہر انسان کا درد تھا۔ جس کی زندگی صرف بتو تک ہی محدود نہ تھی بلکہ پوری قوم اور ملک کی خدمت کے لئے وقف تھی۔ اُسے بھی کسی کے ناپاک ہاتھوں نے گولیوں کا نشانہ بنا دیا ــــ اور دیکھتے ہی دیکھتے اس کی ماں کا جسم اپنی آنکھوں میں بے پناہ نور لئے قدرت کی بے پناہ وسعتوں میں تحلیل ہونے لگا۔ بتو رو بھی نہیں سکتا تھا۔ کیوں کہ اُسے اپنی ماں سے صبر کی تعلیم ملی تھی۔ اُسے غم برداشت کرنے کی نصیحت کی گئی تھی۔

اسے گذری ہوئی تمام راتیں یاد آنے لگیں ــــ جن میں سے ہر رات اس کی ماں نے کسی نہ کسی عظیم ہستی کی زندگی کے بارے میں اُسے بتایا تھا۔

بتو اپنی ماں کے قاتل کے بارے میں ابھی کوئی فیصلہ نہیں کر پا رہا تھا کہ اس کا ذہن اسکول میں پڑھائی گئی تاریخ کی ایک کتاب کے صفحہ پر رینگنے لگا ــــ ابھی کچھ ہی دنوں پہلے اس نے پڑھا تھا کہ سمراٹ اشوک اپنی حکومت کی سرحدیں بڑھانے میں اندھا ہو رہا تھا۔ ان گنت لوگوں کا خون بہتا چلا جا رہا تھا۔ لاشوں کا ڈھیر لگ گیا تھا۔ کہ اچانک گوتم بدھ کے فلسفۂ حیات و موت نے اس کی آنکھوں کو روشن کر دیا۔ اور تب اس نے پیش قدمی روک دی۔ اور مفتوحہ علاقوں کو بھی اُس نے واپس کر دیا ــــ ان گنت بے گناہ لوگوں کے خون میں اسے اپنے ہاتھ رنگے نظر آنے لگے۔ اس نے اپنی شرمسار آنکھوں کو آسمان کی طرف اٹھاتے ہوئے آئندہ کسی کی جان نہ لینے کی قسم کھائی اور تمام زندگی نیکی اور عدم تشدد کے راستے پر چل کر گذار دی ــــ

ننھے بتو کو پھر وہی قاتل یاد آنے لگا۔ اور وہ سوچنے لگا ــــ شائد میری معصوم، نیک اور بے گناہ ماں کا قتل، گنہگار قاتل کو نیکی کا راستہ دکھائے!! ایسا سوچتے سوچتے فرشتوں کی طرح پاک اور نورانی چمک اس کی آنکھوں میں نمودار ہونے لگی۔ اور ایک نئے ولولے کے ساتھ وہ اپنی ماں کی ارتھی کو کاندھے پر اٹھائے شمشان گھاٹ کی طرف چل پڑا۔

(اردو سروس سے نشر)

بن دیوی

ڈاکٹر ایل سی رندھیر

پربت کی گود میں وہ حسین شبنمی سحر
انگڑائی جیسے لے کوئی پھولوں کی سیج پر

وادی کے چاروں اور تھیں رنگیں پہاڑیاں
نکھریں دُلہن کے روپ میں پھولوں کی جھاڑیاں

چشمے اُبل رہے تھے چٹانوں سے نور کے
جلوے نظر کے سامنے کوہِ طور کے

جھرجھر اُتر رہے تھے شعاؤں کے آبشار
سونا بکھر رہا تھا فضاؤں میں تار تار

نغمے چھیڑے ہوئے تھے عروسِ بہار کے
سُر گونجنے لگے تھے فضا میں ستار کے

جھرنے کا راگ تھا کہ چھیڑے تھے رباب و چنگ
چمکیلے پتھروں پہ بجے جیسے جلترنگ

شاخوں پہ پنچھیوں کے طربناک چہچہے
میٹھے سروں میں بس گئے پھولوں کے قہقہے

ہر سمت نغمگی کا ہواؤں میں سُرور تھا
ذروں میں خاک کے بھی ستاروں کا نور تھا

جھرنے کے پاس اک بڑے پتھر پہ بیٹھ کر
گانے لگی وہ اپسرا موجوں کی تال پر

لب سے پہاڑی گیت کا سوتا رواں ہوا
پربت سے جیسے نور کا چشمہ رواں ہوا

جھرنے کے تان پورے سے جو سُر ملا دیے
پنچم گرام کھرج کے دھارے بنا دیے

سنگیت تھا کہ روح میں شعلے اُتر گئے
تصویرِ نغمگی کے حسیں رُخ اُبھر گئے

گویا زبانِ دِل کو ملی پوچھنے لگا
دیوی بتا ہے کون تیرے من کا دیوتا

ہونٹوں پہ کس کی یاد میں جھنجھوٹی آ گئی
ہر تان کیف بن کے فضاؤں پہ چھا گئی

پھر آنے کے وچن سے بتا کون پھر گیا
کیا ہے کسی دشینت کی تو بھی شکنتلا

دل میں چبھن ہے درد ہے برہا کا تیر ہے
کیا تو اے نازنیں کسی رانجھے کی ہیر ہے

آہٹ سے بہرے پاؤں کی گھبرا کے وہ اٹھی
جھٹکے سے دب کے رہ گئی ہونٹوں پہ راگنی

پتھر سے یوں تڑپ کے وہ شعلہ بدن اٹھی
جنبش میں جس طرح کوئی سرشارِ بے خودی

کاکل کے پیچ و تاب سے چندری ڈھلک گئی
اٹھ کر مُڑی تو نور کی گاگر چھلک گئی

چہرے پہ جو پڑی تو وہیں رک گئی نظر
مجھ کو جھکا کے ناز سے پھر جھک گئی نظر

رُخ پر نگاہیں پیار کی تحریر بن گئیں
حیرت میں دل کی دھڑکنیں تصویر بن گئیں

اس حُسنِ دلفریب کی معصومیاں نہ پوچھ
محرومِ جلوہ آنکھ کی محرومیاں نہ پوچھ

آغوشِ رنگ و بو میں ہو جیسے پلی ہوئی
خود حُسنِ کائنات کا مرکز بنی ہوئی

ڈھیلے لباس میں وہ دُھلا مرمریں بدن
ہیرے کی کان حُسن کا ساگر حسیں بدن

ابرو پہ کام دیوتا پیکاں لیے ہوئے
چتون میں اہلِ دل کے دل و جاں لیے ہوئے

ماتھا وہ چندرلوک کی رونق لیے ہوئے
نتھنے ہیں چور نین کنول بِن پیے ہوئے

رُخ پر ہوائے سرد سے گر مار رہا تھا حُسن
خود اپنے ہی شباب سے شرمار ہا تھا حُسن

گالوں کی نرم اوٹ میں دیپک جلے ہوئے
آنکھوں میں کوٹ کوٹ کے موتی بھرے ہوئے

اِک چادرِ حیا تھی بدن پر تنی ہوئی
اُس چادرِ حیا سے ادائیں چھنی ہوئی

سانچے میں کسی نے حُسن کی تقدیر ڈھال دی
تصویرِ کائنات میں اِک جان ڈال دی

وہ پیکرِ جمیل میں شانِ جمال تھی
اِک حُسنِ بے مثال کی زندہ مثال تھی

اللہ رے نگاہ کی وہ وضع داریاں
اس حُسنِ شرمسار کی وہ شرمساریاں

رنگین قبا شباب کا طوفاں لیے ہوئے
برفانی چوٹیاں ترِ داماں لیے ہوئے

کافر ادائیں عشق کا ایماں لیے ہوئے
پاکیزگی میں کفر کے ساماں لیے ہوئے

طوفانِ زہد حُسن کی دنیا پہ چھا گیا
دیکھا جو اس صنم کو خدا یاد آ گیا

ادھورا آدمی

سعید احمد خاں

"دو ہاف لگا بھائی ——" کریم پھٹی ہوئی آواز میں چلّایا۔

"دو ہاف ہشتا بھیّا —" سامنے کی بھٹی پر سے ہی وہاب نے آواز لگائی۔

"بولنا بھیّا —— یہ صاحب کے سموسے۔"

"چار کباب لانا کریم"

"یہ چار کباب —!" کریم نے فوراً کباب وہاں لاکر رکھ دیئے۔ "اور بولو صاحب!"

وہ ان تینوں سے مخاطب ہوا جو کھاپی کر سیاسی باتوں میں مشغول تھے۔

"ڈیڑھ پتیل۔" ان میں سے ایک بولا، اور کریم نے وہیں سے آواز لگائی۔ "ڈیڑھ پتیل بنانا بھیا۔ ڈیڑھ پتیل۔"

گیارہ بج رہے تھے اور ہوٹل دل بہار، شباب پر تھا کاؤنٹر پر ایک کمسن لڑکا بیٹھا تھا۔ ایک آدمی جو پرانے اور کالے رنگ کے میلے کوٹ میں تھا۔ خاکی رنگ کی ڈھیلے پائنچوں والی پتلون میں آہستہ آہستہ قدم رکھتا ہوا ہوٹل میں داخل ہوا۔ اسے دیکھ کر ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے وہ اپنے آپ کو ٹھٹھرتا ہوا محسوس کر رہا ہو۔ چہرے پر ایسی مستقل قسم کی مردنی تھی جو عام طور پر ٹی بی یا کینسر کے مریضوں پر ہوا کرتی ہے۔ زیادہ غور سے دیکھنے پر اس کی پیٹھ میں ہلکا سا کبڑ بھی نظر آتا تھا۔ وہ دیوار سے لگی ہوئی ایک بنچ کے آخری سرے پر بیٹھ گیا۔

"بولو وحید خاں،" کریم اس پر ایک نظر پھینکتا ہوا بولا اور اس کے سامنے سے وہ کپ اٹھالیا جس پر مکھیاں بھنبھنا رہی تھیں۔

وحید خاں نے دوسری مرتبہ اس کے قریب آنے کا انتظار کیا اور جب کریم پاس سے گزرا تو آہستہ سے بولے "ایک ہاف لانا۔" پتہ نہیں کریم نے سنا یا نہیں لیکن دوسرے چکر میں اس نے ایک ہاف ان کے سامنے پٹک دی۔

وحید خاں نے چائے ختم کی۔ اِدھر اُدھر دیکھا اور کوٹ کی جیب ٹٹولنے لگے۔ اس میں ایک ٹوٹی ہوئی بیڑی پڑی تھی۔ اسے نکال کر انھوں نے اسے ہاتھوں ہی میں چھپا ہوا رہنے دیا کریم جب اِدھر سے ان کی طرف دیکھتا ہوا گزرا تو انھوں نے سر ہلا کر اشارہ کیا جس کا مطلب تھا 'یہ پیسے رہیں گے' پھر چہرے پر اطمینان پیدا کرتے ہوئے باہر نکل آئے۔

"وحید خاں کے تیس پیسے لکھنا منا۔" کریم نے کاؤنٹر پر بیٹھے ہوئے کمسن لڑکے سے کہا اور اس نے فوراً قلم سنبھالی۔

ٹھیک اسی وقت بائیں طرف کے داخلی دروازے سے ایک موٹا تازہ آدمی ڈکار لیتا ہوا اندر داخل ہوا۔ اسے دیکھ کر لڑکا کاؤنٹر پر کی کرسی سے اتر کر بازو کے اسٹول پر بیٹھ گیا اور اپنی معصوم نگاہیں سامنے کی دیوار پر لگے ہوئے کعبہ شریف کے کیلنڈر پر گاڑ دیں۔ کاؤنٹر پر بیٹھنے والا موٹا تازہ شخص غالباً لڑکے کا باپ تھا۔ دانتوں میں خلال کرتے ہوئے اس نے کریم کو پکارا اور دوسرے ہاتھ سے تختی دیکھنے لگا۔

کریم قریب آکر کھڑا ہوا تو اس نے کہا "دو سگریٹ لاؤ" پھر کاؤنٹر کی دراز سے ایک لمبی ڈائری نکال کر تختی پر کا لکھا ہوا اس میں نقل کرنے لگا۔ ایک جگہ وہ رُک گیا۔ ٹھیک اسی وقت کریم سگریٹ لے کر آیا۔

"ارے یہ وحید خاں پیسے ویسے دیتا —— ایک روپیہ اسی پیسے ہوگئے نا!؟"

اس نے کریم سے کہا اور سگریٹ سلگانے لگا۔ کریم وہاں سے ہٹ گیا۔

"السلام علیکم۔" ایک تھرتھراتی ہوئی آواز ہوٹل میں گونجی اور چند ایک کے منہ سے بے ساختہ 'وعلیکم السلام' نکل گیا۔

وعلیکم السلام۔ وعلیکم السلام، عبدالقادر کرسی سے اٹھتا ہوا مسکراتے ہوئے آنے والے شخص سے مصافحہ کرتا ہوا بولا۔ اسٹول پر بیٹھا ہوا لڑکا ان کی طرف غور سے دیکھنے لگا۔ آنے والے کا ڈیل ڈول عبدالقادر سے کچھ ہی کم رہا ہوگا۔ بلکہ کالی داڑھی اور آنکھوں پر عینک ہونے کے باعث وہ کافی پروقار بھی لگ رہا تھا۔

"بیٹھیے نا۔" عبدالقادر نے اپنی کرسی کھسکا کر انھیں پیش کی۔

"میرے ساتھ دو صاحبان اور بھی ہیں۔ وہ باہر کھڑے ہیں!" انھوں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"آپ بھی کمال کرتے ہیں۔" عبدالقادر باہر نکلتا ہوا بولا۔ باہر دو ادھیڑ عمر کے آدمی آپس میں باتیں کرتے کھڑے تھے۔ عبدالقادر کو آتا دیکھ کر اس کی طرف متوجہ ہوگئے۔

"چلئے چلئے — اندر چلئے —" عبدالقادر نے ہاتھ کے اشارے سے ہوٹل کی طرف اشارہ کیا۔ دونوں آگے بڑھے اور عبدالقادر کے نزدیک پہنچ کر اسے سلام کیا۔ عبدالقادر نے مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھایا۔

کریم نے معاملہ سمجھ کر کاؤنٹر کے سامنے ایک میز لاکر رکھ دی۔ جس پر پہلے آنے والا شخص بیٹھ چکا تھا۔ دونوں بھی اسی میز پر بیٹھ گئے۔ عبدالقادر کاؤنٹر کی کرسی کو ان کی طرف کھسکا کر بیٹھ گیا۔ بچے کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا تو وہ اسٹول پر سے اتر گیا۔ اور تینوں کو باری باری حیرت سے دیکھنے لگا۔

"بہت دنوں بعد تشریف لائے علیم صاحب۔" قادر کالی داڑھی والے شخص سے مخاطب ہوا۔

"ہاں بھئی۔ آپ لوگوں کی محبت کھینچ لاتی ہے۔ ورنہ روزی کی فکر میں زندگی بیتی جا رہی ہے۔" علیم صاحب نے کہا۔ پھر انھوں نے اپنے دونوں ساتھیوں کا تعارف کروایا جو ان کے ساتھ ہی بنگلور سے یہاں آئے تھے۔

کچھ دیر اِدھر اُدھر کی باتیں چلتی رہیں۔ ہوٹل میں گاہک ان لوگوں کی میز سے کتراتے ہوئے کاؤنٹر پر پیسے رکھ دیتے تھے اور ہٹ جاتے تھے۔

قادر نے اشارے سے کریم کو چائے لانے کو کہا۔ بچہ ایک دوسری میز پر بیٹھ کر اردو اخبار میں فلموں کے اشتہارات دیکھ رہا تھا۔

"فرید خاں صاحب کے لڑکے کے کیا حال ہیں؟" علیم صاحب نے پوچھا۔

"فرید خاں ——!" قادر ذہن پر زور دیتا ہوا بولا "ہاں — ہاں — ایک لڑکا ہے ان کا وحید خاں۔"

"کیا کرتا کراتا ہے؟"

"کچھ نہیں — بالکل کچھ نہیں۔"

"ہاں اسے کیا فکر — فرید خاں صاحب کی جائداد بھی تو کافی ہوگی۔"

"کیا کہہ رہے ہیں آپ!؟" قادر نہایت تعجب سے بولا۔ "صرف دو کھولیاں ہیں جن کے کرائے سے وحید خاں کا پیٹ بھی نہیں بھر سکتا۔"

"نہیں جی —! درجنوں مرتبہ ان کے گھر جا چکا ہوں ریڈیو۔ پنکھا اور نہ جانے کیا کیا الابلا تھیں ان کے گھر —

بے تحاشہ انکم تھی ۔"

"میں کیا بتاؤں آپ سے — درحقیقت فرید خاں کو بے تحاشہ انکم تھی۔ لیکن روپیہ کے بے جا اور بے مقصد خرچ نے انھیں کہیں کا نہ رکھا تھا۔ رشتہ داروں سے کٹ کر رہتے تھے — میاں۔ بیوی اور ایک لڑکا — ان کی آنکھوں پر ایسی غفلت کا پردہ پڑا تھا کہ بچے کی زندگی کا خیال تو نہیں آیا انھیں!"

"کچھ اُلٹے سیدھے شوق تھے کیا ؟"

"یہ تو میں نہیں جانتا — لیکن خدا معاف کرے 'وہ تھے بڑے بے وقوف۔ ہمیشہ پانچ کی جگہ دس خرچ کیا کرتے تھے۔ آخر آخر میں جو دھندہ ٹھپ ہوا تو سب کچھ ختم ہو گیا۔ شباب کے وقت کچھ خیال کرتے تو چھ بلڈنگیں ہوتی تھیں محلہ میں ان کی !"

"میرے خدا میں تو کچھ اور سمجھا تھا۔ پھر میں بارہ برس کے بعد آرہا ہوں۔ کتنا کچھ تبدیل ہو گیا ہے ۔"

قادر جواب میں کچھ نہیں بولا۔

"پھر بھی میں ان کے لڑکے سے ضرور ملوں گا۔" علیم صاحب نے اچانک کہا۔ قادر چونک کر انھیں دیکھنے لگا۔

"کیا نام بتایا آپ نے اس کا ؟"

" وحید خاں — !" قادر خلاء میں نظریں گاڑتا ہوا بولا۔ اسے بھی آج بہت دنوں کے بعد اس وحید خاں کے وجود کا احساس ہوا تھا جو فرید خاں کا لڑکا تھا۔ جس پر اس کے ایک روپیہ اسی پیسے قرض تھے ۔

چند منٹوں تک رسمی بات چیت چلتی رہی۔ علیم صاحب سب کے ساتھ صرف وقت ضرورت ہنستے یا مسکرا دیتے تھے ۔ یا ان کے منہ سے ہاں ہاں یا اچھا اچھا نکلتا تھا۔

علیم صاحب نے جب جانے کی اجازت چاہی تو قادر نے انھیں رات کے کھانے پر مدعو کیا۔ جس میں ان کے ساتھ دونوں ساتھی بھی شامل تھے ۔

علیم صاحب جب ان کے ساتھیوں کے ساتھ باہر نکلے تو ان کے ذہن میں وحید خاں سے ملنے کا خیال تھا۔ فرید خاں کا گھر ان کا دیکھا بھالا تھا۔ 'دل بہار ہوٹل' کے سامنے بمشکل بیس فٹ کے فاصلے پر جو گلی تھی اس کے نکڑ پر وہ گھر تھا۔

اپنے دونوں ساتھیوں کو بھی انھوں نے وہیں سے رخصت کر دیا اور فرید خاں کی گلی میں مڑ گئے ۔ بارہ سال کے بعد اس گلی میں سے گزرتے ہوئے انھیں کچھ عجیب سا لگ رہا تھا۔ انھوں نے دائیں بائیں جانب نظریں دوڑائیں دونوں طرف پکے مکانات بنتے چلے گئے تھے ۔ بلکہ کہیں کہیں تو دو دو اور تین تین منزلہ عمارتیں بھی بن گئی تھیں۔

بارہ سال پہلے تو یہ کچھ بھی نہیں تھا۔ گلی کے دونوں طرف مٹی کے مکانات تھے۔ جن پر ٹاٹ کے پردے لٹکے رہتے تھے ۔ یکایک انھوں نے دائیں طرف نکڑ پر نظر ڈالی۔ ان کا کلیجہ دھک سے رہ گیا۔ پوری گلی میں شاید یہی ایک مکان مٹی کا رہا ہوگا۔ جو فرید خاں کا تھا۔

ان کے قدم بے ساختہ تیز ہو گئے ۔

ایک زمانے میں خود علیم صاحب نے فرید خاں کے مکان پر تنقید کی تھی اور کہا تھا کہ اتنا کماتے ہو۔ فضول خرچ کرتے ہو لیکن مکان پر توجہ نہیں دیتے۔ اس نے کہا تھا وہ جلد ہی مکان بنانے والا ہے — پھر یہ کیا !؟

وہ فرید خاں کے گھر کے سامنے کھڑے تھے۔ وہی دروازہ تھا۔ بارہ برس بلکہ اس سے بھی زیادہ پُرانا ایک ہی کیواڑ تھا۔ سنکلی لگی ہوئی تھی ۔

" وحید خاں — بیٹا وحید خاں ۔" علیم صاحب نے آواز دی ۔

کر۔ ر۔ ر۔ کرتا ہوا دروازہ کھلا۔ پھر اس شکایتی آواز کے بعد ایک سایہ دروازہ میں آکھڑا ہوا۔

علیم صاحب نے غور سے آنے والے کو دیکھا اور چونک گئے ۔ " نہیں نہیں یہ وحید خاں نہیں ہو سکتا ۔"

" ہاں! میں وحید خاں ہوں۔" وحید خاں نے اس طرح سے کہا جیسے یہ جواب سن کر سوال کرنے والا چلا جائے گا ۔

علیم صاحب کے دل میں ایک عجیب سی دھڑکن پیدا ہوئی۔ یہ وحید خاں ہے ؟ کیسا گورا چٹا لڑکا تھا لڑکپن میں ہمیشہ خاموش خاموش اور خیالوں میں کھوئے رہنے والا — یہ وحید خاں ہے !؟

" بیٹا ذرا نیچے آنا — !" انھوں نے کہا اور محسوس کیا کہ ان کے ہونٹ سوکھ گئے ہیں۔

وحید خاں چند لمحے دروازے میں کھڑا رہا۔ پھر نیچے اتر کر اس نے علیم صاحب کو دیکھا اور ایک ہی لمحہ میں پہچان گیا " علیم چچا" کہتا ہوا وہ بے ساختہ ان کی طرف بڑھا اور علیم چچا نے اسے اپنی آغوش میں سنبھال لیا ۔

زندگی میں ایسا بہت کم ہوتا ہے کہ کسی کو گلے لگانے کی خواہش رہے اور مقابل کو بھی گلے لگنے کی ۔ اور زندگی میں ایسا اتفاق ہو جائے ۔

علیم صاحب نے وحید خاں کی پشت تھپتھپاتے ہوئے انھیں الگ کیا۔ وحید خاں آسمان کی طرف دیکھنے لگے انھیں اپنی آنکھوں سے گرم گرم بھاپیں نکلتی محسوس ہو رہی تھیں ۔

"یہ سب کیا — کیا ہو گیا بیٹا ۔ !؟" علیم صاحب نے رندھی ہوئی آواز میں مکان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ۔

" میں — بس — کیا —" وحید خاں نے مہمل سا جواب دیا ۔

اور وہ اتنے بڑے سوال کا جواب اتنی آسانی سے کیسے دے سکتے تھے ۔ اس سوال میں بارہ سال بند تھے۔ اُلجھے اُلجھے ادھورے ادھورے بارہ سال ۔ ادھورے ماں باپ کا ادھورا بیٹا وحید خاں بھلا اس سوال کا کیا جواب دے سکتا تھا ؟

چند لمحے علیم صاحب کھڑے کچھ سوچتے رہے اور وحید خاں اِدھر اُدھر دیکھ کر آنسوؤں کو پی جانے کی کوشش کرنے لگے۔ علیم صاحب سے گلے لگ کر ان کا سارا جسم جھنجھنا اٹھا تھا ۔

" گھر میں نہیں بٹھاؤ گے بیٹا ! " علیم صاحب نے کہا اور آگے بڑھ کر وحید خاں سے پہلے مکان کی چوکھٹ پر چڑھ گئے ۔ مکان کی پشت کی جانب جو کھڑکی تھی اس کی وجہ سے کالی اُجالا تھا۔ وہ مکان سے زیادہ کسی کباڑی کی دوکان لگ رہا تھا۔ پتنگ بنانے کے رنگ برنگے کاغذات کمرے میں چاروں طرف بکھرے ہوئے تھے ۔ بانس کی کھپچیاں بھی جا بجا پڑی ہوئی تھیں ۔

علیم صاحب نے ایک کپڑے سے کرسی صاف کی اور کمرے کا بغور مطالعہ کرنے لگے۔ وحید خاں ایک تپائی پر اس طرح بیٹھے تھے جیسے علیم صاحب ان کے لیے اجنبی رہے ہوں ۔

بارہ سال بیت گئے تھے لیکن کمرے میں ایک لمحہ کی بھی تبدیلی نہیں ہوئی تھی۔ ایسا لگتا تھا جیسے یہاں کا مکین ابھی تک نیند لے رہا ہو۔ کمرے کا سارا سامان قیمتی تھا لیکن اس پر کی گرد تک صاف نہیں کی گئی تھی ۔ ایک ٹیبل فین اوندھا پڑا تھا اور اس پر کچھ دینی کتابیں رکھی ہوئی تھیں۔ کمرے کے وسط میں لٹکنے والے بلب تک پر دھول جمی ہوئی تھی۔

زندگی میں کبھی کبھی ایسا بھی اسٹیج آتا ہے جب آدمی کو سامنے کی بات سجھائی نہیں دیتی اور وہ کسی ہمیشہ نشہ میں ڈوبے رہنے والے شخص کی طرح زندگی کے دن پورے کر لیتا ہے ۔

یک بیک علیم صاحب کرسی پر سے اُٹھ کھڑے ہوئے وحید خاں نے انھیں ترچھی نگاہوں سے دیکھا۔ انھوں نے ایک کپڑا اٹھا کر کمرے کی گرد صاف کرنا شروع کر دیا ۔

"ارے۔ ارے کیا کرتے ہیں آپ !؟ وحید خاں کھڑا ہو کر بولا۔

"تم بھی ہاتھ بٹاؤ — تم ادھر کا کمرہ صاف کرو۔" علیم صاحب نے کہا اور وحید خاں خالی الذہن کے عالم میں دوسرے کمرے میں داخل ہو گیا ۔

علیم صاحب کمرے کی ایک ایک شے پر سے دھول جھٹکتے رہے اور ان کو یہی محسوس ہوتا رہا جیسے زمانہ دھیرے دھیرے پیچھے کی طرف کھسکتا جا رہا ہو۔ ان کے سارے کپڑے دھول سے اٹ گئے ۔ ان کی عینک پر بھی گرد جم گئی۔ ٹوپی پر چڑیوں کے گھونسلوں کے تنکے اور مکڑی کے جالے چپٹ گئے تھے ۔

علیم صاحب اور وحید خاں کی لگاتار دو گھنٹوں کی محنت سے وہ بارہ سال پہلے کے فرید خاں کے گھر میں بیٹھے تھے ۔ وحید خاں نے ایک نیا رومال نکال کر علیم صاحب کے کپڑے جھٹکے ۔ ان کی ٹوپی اور چشمہ صاف کیا۔ علیم صاحب نے گھڑے کے باسی پانی سے منہ ہاتھ دھویا۔ پھر اسی رومال کو جھٹک کر انھوں نے منہ ہاتھ پونچھا اور رومال کو وحید خاں کی طرف پھینکتے ہوئے بولے "تم بھی منہ ہاتھ دھو لو" اور وہ کرسی پر بیٹھ کر مکان کا جائزہ لینے

لگے۔ کمرے کی ہر شے جیسے ان کی طرف تمسخر آمیز نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

"کھاتے پیتے کہاں ہو؟"

"ہوٹل میں!" وحید خاں نے سر جھکا کر جواب دیا۔

"تم کچھ نہیں کرتے ——— کیوں!؟" علیم صاحب نے عینک لگاتے ہوئے پوچھا۔

"مجھے کچھ آتا ہی نہیں، کیا کروں!"

"تم کو کیا آئے گا ——— ؟" علیم صاحب دوبارہ تنک کر بولے "سارا قصور تیرے ماں باپ کا ہے۔ مجھے معلوم ہے انھوں نے تمہیں کچھ نہیں سکھایا۔ بس تمہارا اور تمہاری ماں کا نا سمجھی کچھ ایسا تھا۔"

وحید خاں سر جھکا کر ان کی باتیں سنتے رہے۔ اس طرح زندگی میں کسی نے ان کو باتیں بھی تو نہیں سنائی تھیں۔

"تمہارا کوئی قصور نہیں ہے بیٹا ——— تمہاری تربیت کا قصور ہے۔ مجھے یاد ہے جب تم ایک بار کوئی چھوٹے سے حوض میں تیرنے گئے تھے تو تمہارے والد نے تمہیں کتنا مارا تھا۔ اور دو روز تک تمہاری والدہ روتی رہی تھیں۔ اپنی دنیا کے باہر انھیں کچھ نظر نہیں آتا تھا۔ وہ خود تو انتقال کر گئے لیکن تمہیں بھی کسی مردے سے بدتر بنا دیا۔" علیم صاحب ذرا تھکے۔

وحید خاں خواہ مخواہ ادھر ادھر دیکھنے لگے۔

دفعتاً علیم صاحب کی نظر کمرے کے وسطائی ٹانڈ پر پڑی اس میں ایک کیل سے دو تین بڑی بڑی پتنگیں لٹکی ہوئی تھیں جو ہوا کے جھونکوں سے پھڑ پھڑا رہی تھیں۔

علیم صاحب کرسی سے اٹھے اور پتنگوں کو غور سے دیکھنے لگے۔

"تم نے بنایا ہے انھیں۔"

"جی ہاں" وحید خاں نے کسی بچے کی طرح جواب دیا۔

"ذرا نکالنا انھیں" علیم صاحب عینک صاف کرتے ہوئے بولے۔

وحید خاں نے تینوں پتنگیں نکال کر ان کے ہاتھ دیں۔ علیم صاحب نے بڑی باریکی سے انھیں دیکھا۔ دو تین کاغذوں کو بڑی خوبصورتی سے جوڑ کر ان پر کاغذ کے پھول وغیرہ بھی چپکائے گئے تھے۔ بانس کی کھپچیاں بھی بڑی نفاست سے چھیلی گئی تھیں۔

"پتنگیں تو بڑی اچھی بنا لیتے ہو تم!" علیم صاحب نے کچھ سوچتے ہوئے کہا "آجکل تو اس کا سیزن ہے تم پتنگ بنا کر بیچتے کیوں نہیں؟"

"جی مجھے بھی خیال آیا تھا۔ لیکن اچھا نہیں محسوس ہوتا۔"

"اوہ! اچھا میرے ساتھ چلو ——— یہ پتنگیں بھی ہاتھ میں رکھ لو۔"

علیم صاحب اسے ایسی دو تین دکانوں پر لے گئے جہاں پتنگیں بکتی تھیں۔ ایک دکان پر ان کا سودا طے ہو گیا دکاندار کو وہ پتنگیں بہت پسند آئیں جو وہ ساتھ لے گئے تھے۔ اس سائز کی سو پتنگیں وحید خاں کو ہر ہفتہ وہاں پہنچانا طے ہوا۔ علیم صاحب نے بھاؤ کچھ اس طرح طے کیا تھا کہ وحید خاں کو اس میں ہر ہفتہ ۳۵ - ۴۰ روپیے آسانی سے بچنے تھے۔

دکاندار شاید علیم صاحب کو پہچانتا تھا۔ کیونکہ اس نے بطور ایڈوانس ۲۰ روپے بھی دے دیئے۔ علیم صاحب نے روپے وحید خاں کے ہاتھ میں تھما دیئے۔

وحید خاں کے بدن میں ایک تھرتھری سی دوڑ گئی ان کو زندگی میں ملنے والی یہ پہلی رقم تھی جو کسی وجود کے ذی منفعت ہونے کا اعلان ہوا کرتی ہے۔

بعد میں علیم صاحب وحید خاں کو کاغذوں کی دکان پر لے گئے۔ وہاں سے ایک ہفتہ کے کوٹے کے کاغذات خریدے گئے۔ بانس تو گھر پر ہی پڑے ہوئے تھے۔

علیم صاحب کی عمر اسی تنگ وہ دو کی نذر ہو گئی ——— وحید خاں کو گلی میں چھوڑتے ہوئے انھوں نے صرف اتنا کہا "تم ہرد ہو جہاں ٹھوکر مارو گے وہیں پانی نکلے گا۔ پتنگیں سال بھر بکنے والی نہیں۔ اور یہ کہ جب تک زندہ رہو زمانے سے اپنی قیمت وصول کرنا مت بھولو۔" اور وحید خاں سے مصافحہ کر کے رخصت ہوئے۔

ان کے جاتے ہی وحید خاں کو اپنے اکیلے پن کا زبردست احساس ہوا۔ لیکن پھر انھوں نے اپنے ہاتھ میں کاغذات کی طرف دیکھا تو انھیں کچھ ڈھارس سی ہوئی۔ ان کے قدم تیزی سے اپنے گھر کی طرف اٹھنے لگے۔

(ناگپور سے نشر)

سعید احمد خاں
سعید منزل
ہمایوں روڈ۔ آکولہ ۴۴۴۰۰۱

روشنی

بشیر شاہ

کسی دانشور کا قول ہے "وہ جو راہ راست پر چلتا ہے اور راست گوئی کو اپنا شعار بنا لیتا ہے، اس سپاہی کی طرح ہے جو میدان جنگ میں بہترین ہتھیاروں سے لیس ہے!" راست گوئی صحیح معنوں میں انسان کو عطا ہونے والا ایک ایسا حربہ ہے جس کے ذریعے وہ بدی کی طاقتوں سے نبرد آزما ہوتا ہے۔ گورو گوبند سنگھ نے کہا تھا "سچائی کا دامن تھامے رہنا اور سچ کی راہ میں مرجانا ایک عظیم موت ہے۔" لیکن اس کا کیا کیجئے کہ آج کا انسان بزرگوں سے حاصل کی ہوئی ان ساری اخلاقی قدروں کو پامال کرنے میں پیش پیش ہے کہ جو کبھی ہماری پہچان تھی اب ان قدروں کا ذکر ہمارے ہونٹوں تک محدود ہو گیا ہے۔ ادھر قول و فعل میں خلیج بڑھتی ہی جا رہی ہے ——— بدقسمتی سے ہم نے حرف کو اس کے معنی اور مفہوم سے جدا کر دیا۔ ہمارے اسلاف کی شناخت یہی تو تھی کہ اس میں راست گوئی کا چلن تھا۔ معلموں نے بار بار یہی درس دیا کہ ہمارے پاس کچھ اگر ہے تو وہ ہے حرف کی سچائی۔ اور مقدس صحیفوں نے بھی صبح کی پاکیزہ فضاؤں مندروں، گوردواروں، مسجدوں اور گرجا گھروں سے بلند ہوتی ہوئی صداؤں نے ہم سے کہا۔ "تم راستی پر چلنے کی کوشش کرو، خدا تمہیں غیب سے رزق دے گا۔" ہمیں اپنے مقدس صحیفوں سے ملا ہوا سبق یاد تو ہے لیکن مادی آلائشوں اور آلودگیوں نے ہم سے ہماری جرأت گفتار چھین لی ہے۔ حقیقتوں سے اظہار سے گریز کرنے کا ہنر سکھایا ہے ——— سچائی اور راست گوئی کو اپنانے سے ہو ——— اب ہم یہ سوچتے ہیں کہ ہمارے اردگرد بکھری پڑی لغزشیں، ہمارے احباب اور ہم نشین ہم سے ناراض نہ ہو جائیں۔ ذہنی مفتورے اور مصلحتیں، ریاکاری اور عیاری، خوشامد اور تصنع ہماری زندگی کا اوڑھنا بچھونا ہو گئے ہیں: ان سب نے مل کر حرفوں کی صداقت چھین لی ہے۔ حرف جو سچائی کی کوکھ سے جنم لیتے ہیں۔ انجیل مقدس میں آیا ہے۔ مبارک ہیں وہ جو راستی کے سبب ستائے گئے کیونکہ آسمانوں کی بادشاہت انہی کے لیے ہے۔ بھگوت گیتا میں ان ہونٹوں کو مبارک کہا گیا ہے جو سچ بولنے کے عادی ہیں۔ تاریخ شاہد ہے اور زمانہ گواہ ہے کہ بڑی اور بلند مرتبت شخصیات نے زندگی کے کسی بھی موڑ پر راستی کا اور راست گوئی کا دامن ہاتھ سے جانے نہ دیا ——— یہ سچ ہے کہ سچ کے راستے میں کانٹے بوئے گئے منزل کی راہوں میں پتھر بچھا دیئے گئے لیکن وہ حق کے سفر میں کوئی سودا نہیں کرتے وہ جو زندگی کا ایک واضح نظریہ رکھتے ہیں، ان کے پائے استقلال میں کبھی لغزش نہیں آتی! تاریخ کے اوراق ایسی کئی شخصیات کے کارناموں سے بھرے پڑے ہیں یہ وہ بلند مرتبت ہستیاں ہیں، تاریخ جنھیں ہر زمانے میں اور ہر زمانے میں سنہری حروف سے یاد کرتی ہے۔

(سری نگر سے)

ترتیب : عزیز انصاری

ہریانہ میں ربیع کی تیاری

ربیع کا موسم شروع ہونے میں ابھی قریب ماہ کا وقفہ ہے لیکن ہریانہ صوبے میں اس موسم کا بھرپور فائدہ اٹھانے کے لئے ابھی سے جدّوجہد شروع ہوگئی ہے۔ اس موسم میں ہر طرح کی فصلوں کی بہترین اور زیادہ سے زیادہ پیداوار حاصل کرنے کی کوششوں میں ہریانہ سرکار اور ہریانہ ایگریکلچر یونیورسٹی برابر حصّہ لے رہی ہیں۔

اسی سلسلہ میں ۱۱، ۱۲ اور ۱۳ ستمبر کو اس یونیورسٹی میں ایک ورکشاپ، سیمنار کا انعقاد ہوا جس میں نہ صرف یونیورسٹی کے سائنسدانوں نے بلکہ صوبے میں کام کر رہے ایگریکلچر کے سرکاری افسران نے بھی بڑی تعداد میں حصّہ لیا۔ ۱۱ ستمبر کو تمام سرکاری افسران کو یونیورسٹی کے مختلف کھیتوں پر لے جاکر وہاں کئے جا رہے تجربات دکھائے اور سمجھائے گئے۔ افسران نے نہایت غور سے ان تجربات کا معائنہ کیا اور سائنسدانوں سے طرح طرح کے سوالات اپنی تسلّی کے لئے کئے۔

۱۲ ستمبر کو صبح قریب دس بجے ایگریکلچر کالج کے خوبصورت اور وسیع آڈیٹوریم میں تمام سائنسدان اور افسران پھر جمع ہوئے افسران کو کسانوں کے کھیتوں پر فصلوں کی صحت اور پیداوار کے سلسلے میں جو مسائل پیش آئے وہ انھوں نے سائنسدانوں کو بتائے۔ سائنسدانوں نے ان کی وجوہات اور مناسب حل کے بارے میں اپنی رائے دی۔ بہت ہی اچھے ماحول میں بحث مباحثہ کا یہ دور قریب ایک گھنٹہ چلتا رہا گیہوں، چنا، مونگ پھلی، گنّا اور سبزیاں وغیرہ ایسی فصلیں تھیں جن کے بارے میں کافی بحث ہوئی۔

اس کے بعد افتتاحی مجلس کا آغاز ہوا۔ اس کی صدارت یونیورسٹی کے وائس چانسلر ایل۔ کے کٹاریہ صاحب نے فرمائی۔ آپ کے ساتھ اسٹیج پر ہریانہ صوبے کے ڈائریکٹر، ایگریکلچر نسیم احمد یونیورسٹی کے ڈائریکٹر ایکسٹینشن ڈاکٹر ڈی۔ ایس بھٹی، ڈائریکٹر ریسرچ ڈاکٹر آر پی ایس تیاگی اور ڈاکٹر آر کے گروور، ڈین ایگریکلچر کالج بھی جلوہ افروز ہوئے۔

ڈاکٹر بھٹی نے جناب صدر اور دیگر حاضرین جلسہ کا استقبال کرتے ہوئے اس جلسے کی نظامت کے فرائض بھی انجام دیئے۔ ساتھ ہی ڈاکٹر بھٹی نے یونیورسٹی کا وہ کام جس میں کسانوں کے کھیتوں پر سائنسداں جاکر انھیں رائے مشورہ دیتے ہیں حاضرین کو بتایا۔ آپ نے بتایا کہ کرشی گیان کیندر صوبے کے مختلف ضلعوں میں قائم کئے گئے ہیں جہاں سے تعلیم یافتہ اور تجربہ کار سائنسدانوں کی خدمات کسانوں کو حاصل ہوتی ہیں۔ آپ نے ان مقامات کے بارے میں بھی جانکاری دی جہاں یہ مراکز خدمات انجام دے رہے ہیں جیسے سہارا، سرسا، بھوانی، پلول، سونی پت، جیند، کرنال وغیرہ۔

ڈاکٹر آر پی ایس تیاگی نے یونیورسٹی میں ہو رہی تحقیق کی جانکاری دی۔ آپ نے یہ بھی بتایا کہ ہریانہ نے اس سال ملک کو اچھے قسم کا گیہوں ۵۰ ۶ ۷ لاکھ ٹن سے زیادہ دیا ہے اس کے ساتھ ہی آپ نے مختلف فصلوں کے رقبے اور اُن سے حاصل پیداوار کی جانکاری بھی دی۔ باجرا، گیہوں، کپاس، دالیں، گنّا، جو، چنا، تلہن، مکّا، آلو اور دیگر سبزیاں۔ پھلوں میں انگور، سنترہ، موسمی، لیموں، امرود، آم اور بیر پر ہو رہی تحقیق پر بھی آپ نے تفصیل سے جانکاری دیتے ہوئے یونیورسٹی کے ذریعے تحقیق کی جا رہی نئی نئی نسلوں کے بارے میں بتایا۔ خوشبو اور دوا کے لئے اُگائے جا رہے پودوں اور فصلوں کی جانکاری دی۔ مختلف فصلوں سے زیادہ پیداوار حاصل کرنے کے لئے اپنائے جا رہے نئے نئے طریقوں پر بھی آپ نے روشنی ڈالی۔

کچھ ایسی باتوں پر افسوس بھی ظاہر کیا جن پر زیادہ توجہ نہیں دی جاسکی ہے۔ جیسے زراعت میں کام آنے والے اوزار، مشین اور دیگر آلات، سوشل فاریسٹری وغیرہ۔

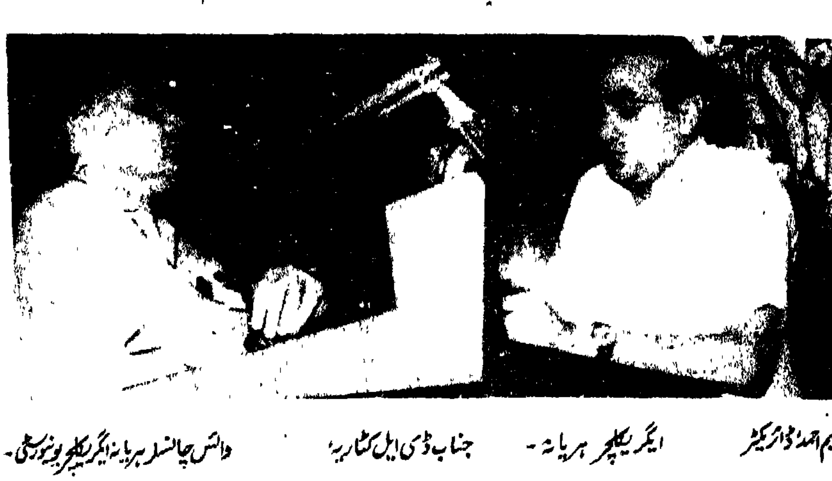
ڈی ایل کٹاریہ نے اپنے خطبۂ صدارت میں سب کا شکریہ ادا کرتے ہوئے فرمایا کہ ہریانہ نے زراعت کی پیداوار حاصل کرنے میں جو نام کمایا ہے وہ سائنسدانوں اور کھیت کھیت گھوم کر کسانوں کی خدمات انجام دینے والے افسران کی ملی جلی محنت کا نتیجہ ہے۔ ہریانہ میں چھوٹے چھوٹے مقامات پر جو کرشی کیندر قائم کئے گئے ہیں اُن میں بہترین تجربہ کار اور تعلیم یافتہ لوگوں کو رکھا گیا ہے۔ اس سے کسانوں کو اپنی مشکلات کو حل کرنے میں آسانی ہوئی ہے۔ سرکاری محکمۂ زراعت اور ایگریکلچر یونیورسٹی کے نمائندوں نے بھی مل جل کر کام کیا ہے اور آئندہ بھی اسی طرح لگن اور محنت سے کام کرتے رہنا ہے تبھی ہم اپنے کھیتوں سے عمدہ پیداوار حاصل کرتے رہنے میں کامیاب ہوتے رہیں گے۔

آپ نے ایسی باتوں کی طرف بھی اشارہ کیا جنھیں دور کرنا ضروری ہے۔ یونیورسٹی کو مستقبل قریب میں ملنے والی نئی سہولیات کا ذکر کرتے ہوئے حصار میں انجینئرنگ کالج کی شروعات کے بارے میں بتایا۔ سرکار اور کاؤنسل آف ایگریکلچر سے ملنے والی دیگر سہولتوں کے بارے میں بھی آپ نے جانکاری دی۔ سب کا شکریہ ادا کرتے ہوئے اپنی تقریر کا اختتام کیا۔

ڈاکٹر بھٹی کے ذریعے اب ہریانہ کے ڈائریکٹر آف ایگریکلچر جناب نسیم احمد آئی اے ایس کا نام نامی پکارا گیا۔ آپ کو جناب صدر اور دیگر حاضرین جلسہ کا شکریہ ادا کرنے کے لیے زحمت دی گئی۔

نسیم احمد نے اپنی مختصر مگر جامع تقریر میں جناب کٹاریہ کی مختلف خوبیوں کا ذکر کیا اور امید ظاہر کی کہ ایسے قابل اور تجربہ کار افسران کی نمائندگی میں یونیورسٹی دن دونی اور رات چوگنی ترقی کرے گی اور یہ ترقی صوبے کی پیداوار سے سیدھی متعلق ہوگی۔ کسانوں کے مسائل حل کرنے میں، نئی نئی تکنیک کے بارے میں، نئی نئی نسلوں کے بارے میں جو علم یونیورسٹی سے کھیتوں تک پہنچ رہا ہے اس کا نتیجہ عمدہ اور زیادہ پیداوار کی شکل میں ہمیں مل رہا ہے۔ اخیر میں آپ نے جناب صدر کے ساتھ ہی ہر اس فرد کا شکریہ ادا کیا جس نے کسی بھی شکل میں اس ورکشاپ کو کامیاب بنانے میں مدد کی تھی۔

اس جلسے کے اختتام کے بعد دوپہر کے کھانے کے لئے وقفہ اور اُس کے بعد پھر مسائل اور ان کے حل کے لئے جدّوجہد کا سلسلہ شروع ہوا جو وقتی طور سے ۱۳ ستمبر ۸۵ء کو ختم ہوا۔



جناب نسیم احمد ڈائریکٹر ایگریکلچر ہریانہ۔ جناب ڈی ایل کٹاریہ وائس چانسلر ہریانہ ایگریکلچر یونیورسٹی۔

دور درشن بمبئی

فلور اسسٹنٹ، لائٹنگ اسسٹنٹ کارپینٹر اور پروڈکشن اسسٹنٹ درکار ہیں

ڈپٹی ڈائریکٹر جنرل، دوردرشن کیندر بمبئی کو دوردرشن کیندر بمبئی میں کانٹریکٹ اسٹاف کی درج ذیل اسامیاں پُر کرنے کے لیے درخواستیں مطلوب ہیں۔ توقع ہے کہ اسامیاں سول اسامیوں میں تبدیل ہو جائیں گی۔ کام کی نوعیت، فیس اسکیل، قابلیت اور عمر کی حدود سے متعلق تفصیلات بھی ذیل میں درج ہیں۔ فیس اسکیل میں وہ بھتے شامل نہیں جو وقتاً فوقتاً دیئے جاتے ہیں۔ عمر یکم جولائی ۱۹۸۶ء کو مقررہ حد کے اندر ہونی چاہیئے۔

(۱) فلور اسسٹنٹ: ۱۴ اسامیاں (مخصوص)۔ شیڈول کاسٹ:۔ ۳
شیڈول ٹرائب: ۱
غیر مخصوص: ۱۰

کام کی نوعیت:۔
فلور منیجر کی مدد کرنا، اسٹوڈیو یا آؤٹ ڈور لوکیشن پر جہاں ضرورت ہو سیٹ کی تنصیب اور اکھاڑنے میں بطور اسٹیج ہینڈ جسمانی طور پر مدد کرنا۔ کیپشن کارڈ تبدیل کرنے جیسے سہل کام کرنا اور جب اور جہاں دیگر متعلقہ فرائض کی انجام دہی

قابلیت (لازمی):۔
۱۔ میٹرک یا اس کے مساوی۔
۲۔ اسٹیج، فلم یا ٹیلی ویژن میں سیٹوں کی تنصیب کا تین سالہ تجربہ
۳۔ اچھی جسمانی صحت کے کام انجام دینے کی صلاحیت

فیس اسکیل:۔ ۳۳۰-۸-۳۷۰، ۱۰-۴۰۰-ای بی-۱۰-۴۸۰ روپے
اور ساتھ میں وہ بھتے جو دوردرشن اسٹاف کو وقتاً فوقتاً دیئے جاتے ہیں۔

(۲) لائٹنگ اسسٹنٹ: ۲ اسامیاں (ایک اسامی شیڈول کاسٹ کے لیے مخصوص اور ایک غیر مخصوص)

کام کی نوعیت:
ٹی وی کنورژن اور آؤٹ ڈور لوکیشن میں استعمال ہونے والے مختلف اقسام کے لائٹنگ آلات کا علم، اور ٹی وی فلم سے متعلق دیگر الیکٹریکل ڈاٹا کا علم۔ سپرد کردہ فرائض کی انجام دہی۔ ۱۶ ایم ایم کی فلموں کے لیے استعمال ہونے والی لائٹنگ سے متعلق جانکاری کیمرہ مین کو تعاون اور سپرد کردہ آلات کی اسٹوریج اور سنبھال۔

قابلیت (لازمی):۔
۱۔ میٹرک یا اس کے مساوی
۲۔ اسٹیج، فلم یا ٹیلی ویژن میں لائٹنگ کا دو سالہ تجربہ

فیس اسکیل: ۳۳۰-۸-۳۷۰-۱۰-۴۰۰-ای بی-۱۰-۴۸۰ روپے
اور ساتھ میں وہ بھتے جو دوردرشن اسٹاف کو وقتاً فوقتاً دیئے جاتے ہیں۔

(۳) کارپینٹر: ۲ اسامیاں (ایک اسامی شیڈول ٹرائب کے لیے مخصوص اور ایک غیر مخصوص)

کام کی نوعیت:
ٹی وی پروڈکشن میں درکار سیٹوں پر بڑھئی کا کام کرنا۔

قابلیت (لازمی):
۱۔ مڈل اسکول/آٹھویں کلاس
۲۔ کارپینٹری میں کسی مسلّمہ ادارے سے ڈپلوما یا سرٹیفکیٹ۔
یا
فلموں یا کسی سرکاری ادارے میں لکڑی کے کام کا ۳ سالہ تجربہ۔
پسندیدہ: فلم اسٹیج یا ٹی وی میں سیٹ کی تعمیر کا تجربہ۔

فیس اسکیل:۔ ۳۳۰-۸-۳۷۰، ۱۰-۴۰۰-ای بی-۱۰-۴۸۰ روپے
اور ساتھ میں بھتے جو دوردرشن اسٹاف کو وقتاً فوقتاً دیئے جاتے ہیں۔

(۴) پروڈکشن اسسٹنٹ: ۳ اسامیاں (غیر مخصوص)

کام کی نوعیت:
پروڈیوسر کی ہدایت کے مطابق ہر ایک پروڈکشن کے لیے اخراجاتی تخمینہ تیار کرنا۔ ہر پروگرام کی ضرورت کے مطابق اسٹوڈیو اوقات، ریہرسل اور ریکارڈنگ جیسی سہولیات کا انتظام کرنا۔ آرٹسٹوں کو اسکرپٹ، ڈرائنگ اور ریہرسل چارٹ بھیجنا، کاسٹ لسٹ، آرڈر، سینری پروف، کاسٹیوم میوزک اور فوٹو سیشن کا انتظام کرنا۔ فلور منیجر، ڈزائنر (وارڈروب) لائٹنگ ایکسپرٹ اور انجینئرز کے ساتھ پلاننگ میٹنگ کا انتظام کرنا۔ ساونڈ ریکارڈنگ، ڈریسنگ روم اور ٹرانسپورٹ جیسی سہولیات کا انتظام کرنا۔ سکشن کے روزمرہ کے کام کی نگرانی اور تمام اقسام کے ریکارڈ کی دیکھ بھال۔

قابلیت (لازمی)
۱۔ کسی مسلّمہ یونیورسٹی سے ڈگری
یا
۲۔ امیدوار نے میٹرک کا امتحان اسامی سے متعلق زبان بطور ایک مضمون لے کر پاس کیا ہو یا یہ زبان ذریعہ تعلیم رہی ہو (اس اسامی کے لیے مراٹھی اور گجراتی)
۳۔ متعلقہ علاقے کے تمدن اور ادب سے واقفیت
۴۔ اسامی سے متعلق ڈسپلن سے واقفیت

فیس اسکیل: ۴۲۵-۱۵، ۵۰۰-ای بی-۱۵-۵۶۰-۲۰-۶۴۰-ای بی-۲۰-۷۰۰-۲۵-۷۵۰ روپے اور ساتھ میں وہ بھتے جو دوردرشن کے اسٹاف آرٹسٹوں کو وقتاً فوقتاً دیئے جاتے ہیں۔

عمر:
مذکورہ بالا تمام اسامیوں کے لیے یکم جولائی ۱۹۸۶ء کو ۲۱ اور ۳۰ سال کے درمیان۔
(شیڈول کاسٹ/شیڈول ٹرائب امیدواروں کو ۵ سال کی رعایت

امیدواروں کے لیے عام ہدایات:۔

۱۔ امیدواروں کو اپنے اخراجات پر انٹرویو کے لیے دوردرشن کیندر بمبئی پہنچنا ہوگا۔
۲۔ سرکاری ملازمین اپنی درخواستیں اپنے دفتر کے توسط سے ارسال کریں۔ سرکاری ملازم کے انتخاب کی صورت میں اس کو دوردرشن میں تقرری سے قبل اپنی موجودہ ملازمت سے استعفیٰ دینا ہوگا۔
۳۔ منتخب امیدوار کا تبادلہ دوردرشن کے کسی بھی کیندر/سٹیلائٹ ٹی وی بیس پروڈکشن یونٹ میں کیا جا سکتا ہے۔
۴۔ تمام ضروری کارروائیوں کی تکمیل سے قبل منتخب امیدوار کو ابتدا میں عارضی ماہانہ قابل تجدید معاہدے پر تقرری دی جائے گی۔ اس کے بعد ان کو بطور اسٹاف آرٹسٹ مقررہ فیس اسکیل میں تین سالہ معاہدے پر رکھا جائے گا جس میں سے دو سال کی ابتدائی مدت آزمائشی شمار کی جائے گی۔ آزمائشی مدت کی کامیاب تکمیل پر ان کو طویل المدت معاہدے کے لیے قابل غور سمجھا جائے گا جو امیدوار کی ۵۸ برس کی عمر ہونے تک چلے گا پھر بھی ان اسامیوں کے سول پوسٹ میں بدل جانے کا امکان ہے۔

۵۔ درخواست سادہ کاغذ پر دیں جس میں امیدوار کا پورا نام، پتہ، تاریخ پیدائش، کس اسامی کے لیے درخواست دی، تعلیمی قابلیت، تجربہ، موجودہ روزگار وغیرہ سے متعلق تفصیلات کا اندراج ہو۔ ساتھ میں تائیدی اسناد کی صرف مصدقہ نقول منسلک کریں۔ اگر اس سے قبل کسی اسامی کے لیے درخواست دی ہو تو اس کی تفصیلات اور اگر کوئی رشتہ دار آل انڈیا ریڈیو دوردرشن یا وزارت اطلاعات ونشریات کے کسی شعبے میں ملازم ہو تو اس سے متعلق تفصیلات درج کریں۔ درخواستیں ڈپٹی ڈائریکٹر جنرل دوردرشن کیندر بمبئی ۴۰۰۰۲۵ کے پتے پر ۱۴ر اکتوبر ۱۹۸۵ء تک پہنچ جانی چاہئیں۔

۶۔ امیدوار کے انتخاب سے قبل یا بعد میں یہ انکشاف ہوا کہ اس نے عمداً غلط بیانی سے کام لیا ہے یا معلومات کو پوشیدہ رکھا ہے تو اس کا تقرر منسوخ کر دیا جائے گا۔

۷۔ مقررہ آخری تاریخ کے بعد موصول ہونے والی درخواستیں کسی بھی حالت میں قابل قبول نہیں ہوں گی۔ ٹسٹ / انٹرویو کے لیے بلاتے وقت زیادہ قابل اور زیادہ تجربہ کار امیدواروں کو ترجیح دی جائے گی۔

۸۔ کسی بھی قسم کے اثر ورسوخ کے استعمال کی کوشش امیدوار کی ناموزونیت کا سبب ثابت ہوگی۔

۹۔ ہمارے اشتہار (آکاشوانی یکم اگست ۱۹۸۵ء) کے جواب میں جو امیدوار درخواستیں ارسال کر چکے ہیں انھیں دوبارہ درخواست بھیجنے کی ضرورت نہیں۔

آکاشوانی متھرا

سازندے درکار ہیں

اسٹیشن ڈائریکٹر آل انڈیا ریڈیو متھرا کو درج ذیل زمروں میں آسامیاں پُر کرنے کے لیے امیدواروں سے درخواستیں مطلوب ہیں۔

نمبر شمار	آسامی کا زمرہ	آسامی کی تعداد
۱۔	ستار نواز	۱ اسامی
۲۔	وائلن نواز	۱ اسامی

کام کی نوعیت

ڈیوٹی چارٹ کے مطابق بطور اکمپنسٹ / رانسٹر ومنٹلسٹ شفٹ ڈیوٹیز انجام دینا ضرورت پڑنے پر بطور سولو آرٹسٹ پروگرام دینا۔ خصوصی مواقع کے لیے موسیقی کے خصوصی پروگراموں کی ریہرسل اور ریکارڈنگ، موسیقی کے پروگراموں کی ریہرسل اور ریلنسنگ میں مدد دینا۔ جب اور جہاں ضرورت ہو موسیقی کے سازوں کی دیکھ بھال کرنا۔ موسیقی کی علامات اور کتب کی دیکھ بھال۔ موسیقی کے اسباق پیش کرنے میں تعاون اور شرکت کرنا۔ اس کے علاوہ وقتاً فوقتاً سپرد کردہ فرائض کی انجام دہی۔

لازمی اہلیت

(الف) امیدواروں کو کلاسیکی موسیقی کے لیے بطور پرفارمنگ میوزک آرٹسٹ آل انڈیا ریڈیو کے میوزیکل آڈیشن بورڈ کی جانب سے (اسامی سے متعلق ساز میں) کم از کم بی ہائی گریڈ دیا گیا ہو۔

(ب) کلاسیکی موسیقی میں باقاعدہ اور باضابطہ تربیت۔

(ج) سنگیت دینے / تنہا ساز بجانے کی صلاحیت۔

(د) موسیقی کے اجتماعی مظاہرے میں دیگر سازندوں کا ساتھ دینے کی صلاحیت۔

(ہ) ہندی یا انگریزی زبان میں لکھنے اور پڑھنے کی صلاحیت (کسی مسلمہ پرائمری اسکول سے کم از کم تیسری جماعت پاس کرنے کا ثبوت پیش کرنا ہوگا۔

پسندیدہ:

تانپورہ بجانے کی صلاحیت اور دیگر فنکاروں کو تانپورہ پر سنگت دینے کی صلاحیت۔

یکم جولائی ۱۹۸۵ء کو ۱۹ اور ۴۵ برس کے درمیان۔ شیڈول کاسٹ / شیڈول ٹرائب اور آل انڈیا ریڈیو کے اسٹاف آرٹسٹوں کو قواعد کے مطابق رعایت دی جائے گی۔

فیس اسکیل

اے گریڈ فنکار کے لیے:

اسکیل ۶۵۰-۳۰-۷۴۰-۳۵-۸۱۰-ای بی ۳۵، ۸۸۰-۴۰-۱۰۰۰-ای بی ۴۰، ۱۲۰۰ روپے اور ساتھ میں وہ بھتے جو آرٹسٹوں کو وقتاً فوقتاً دیے جاتے ہیں۔

بی ہائی گریڈ فنکار کے لیے:

اسکیل ۵۵۰-۲۵-۷۵۰-ای بی-۳۰، ۹۰۰ روپے اور ساتھ میں وہ بھتے جو آرٹسٹوں کو وقتاً فوقتاً دیئے جاتے ہیں۔

مذکورہ بالا اسامیوں کے لیے عام ہدایتں

۱۔ امیدواروں کو ٹسٹ / انٹرویو کے لیے اپنے اخراجات پر آل انڈیا ریڈیو متھرا پہنچنا ہوگا۔

۲۔ سرکاری ملازمین اپنی درخواستیں اپنے دفتر کے توسط سے ارسال کریں۔

۳۔ منتخب امیدوار کا تبادلہ آل انڈیا ریڈیو کے کسی بھی اسٹیشن پر کیا جا سکتا ہے۔

۴۔ سادہ کاغذ پر درخواست مندرجہ ذیل جدول کی شکل میں تحریر کریں۔ درخواستیں اسٹیشن ڈائریکٹر آل انڈیا ریڈیو متھرا کے پتے پر ۳۱ اکتوبر ۱۹۸۵ء تک پہنچ جانی چاہئیں۔

۱۔ امیدوار کا نام ۲۔ تاریخ پیدائش (تحریری ثبوت کے ساتھ)

۳۔ کس آسامی کے لیے درخواست دی گئی۔ ۴۔ تعلیمی اہلیت

۵۔ پیشہ ورانہ اہلیت (گریڈ کونسا ہے) موجودہ گریڈ (تحریری ثبوت کے ساتھ)

۶۔ تجربہ ۷۔ موجودہ روزگار (تحریری ثبوت کے ساتھ

۸۔ اگر امیدوار کا کوئی رشتہ دار آل انڈیا ریڈیو یا وزارت اطلاعات ونشریات کے کسی اور شعبے میں ملازم ہے تو اس کا ذکر کریں۔

۵۔ منتخب امیدواروں کو ابتدا میں ماہانہ معاہدہ پر تقرری دی جائے گی اور بعد میں مناسب مدت کے بعد سیلکشن بورڈ ان کے ساتھ پانچسالہ معاہدے کے لیے غور کرے گا۔

۶۔ مقررہ تاریخ کے بعد اور نامکمل شکل میں موصول ہونے والی درخواستیں کسی بھی حالت میں قابل قبول نہ ہوں گی۔

ٹسٹ / انٹرویو کے لیے بلاتے وقت زیادہ قابل اور زیادہ تجربہ کار امیدواروں کو ترجیح دی جائے گی۔

کسی بھی قسم کے اثر ورسوخ کے استعمال کی کوشش امیدوار کی ناموزونیت کا سبب ثابت ہوں گی۔

اقبال

(الف) درخواست میں درج تمام تفصیلات میرے علم ویقین کے مطابق قطعی اور درست ہیں۔

(ب) اسناد کی ان مصدقہ نقول کی اصل جو اس درخواست کے ساتھ منسلک ہیں میرے قبضے میں ہیں اور طلب کیے جانے پر پیش کروں گا۔

تمام عملی ٹسٹ اور انٹرویو، اسٹیشن ڈائریکٹر، آکاشوانی متھرا کے دفتر میں ہوں گے۔ اور اس کے لیے کسی قسم کا سفر خرچ وغیرہ نہیں دیا جائے گا۔

آکاشوانی نئی دہلی

سازندے درکار ہیں

اسٹیشن ڈائریکٹر آل انڈیا ریڈیو نئی دہلی کو آکاشوانی دہلی میں سازندوں کے درج ذیل زمروں میں موجود اسامیاں پُر کرنے کے لیے درخواستیں مطلوب ہیں۔

اسامی کی تعداد	ساز کا نام
۳	۱۔ سارنگی نواز
۱	۲۔ بانسری نواز (کرناٹک)
۱	۳۔ گھٹم / کنجیرا نواز
۱	۴۔ دلربا نواز
۱	۵۔ کلارینٹ نواز
۱	۶۔ وینا (کرناٹک)
۱	۷۔ ستار نواز

کام کی نوعیت:

ڈیوٹی چارٹ کے مطابق بطور اکمپنسٹ / انسٹرو منٹلسٹ شفٹ ڈیوٹیز انجام دینا ضرورت پڑنے پر بطور سولو آرٹسٹ پروگرام دینا خصوصی مواقع کے لیے موسیقی کے خصوصی پروگراموں کی ریہرسل اور ریکارڈنگ، موسیقی کے پروگراموں کی ریہرسل اور پلاننگ میں مدد دینا۔ جب اور جہاں ضرورت ہو موسیقی کے سازوں کی دیکھ بھال کرنا۔ موسیقی کی علامات اور کتب کی دیکھ بھال۔ موسیقی کے اسباق پیش کرنے میں تعاون اور شرکت کرنا۔ اس کے علاوہ وقتاً فوقتاً سپرد کردہ فرائض کی انجام دہی۔

اہلیت، عمر اور فیس اسکیل وغیرہ سے متعلق تفصیلات درج ذیل ہیں۔

لازمی اہلیت:

(الف) امیدوار کو کلاسیکی موسیقی کے لیے بطور پرفارمنگ آرٹسٹ آل انڈیا ریڈیو کے میوزیکل آڈیشن بورڈ کی جانب سے (اسامی سے متعلق ساز میں) کم از کم بی ہائی گریڈ دیا گیا ہو۔

(ب) کلاسیکی موسیقی میں باقاعدہ اور باضابطہ تربیت۔

(ج) موسیقی کے اجتماعی مظاہرے میں دیگر سازندوں کا ساتھ دینے کی صلاحیت۔

(د) سنگت دینے / تنہا ساز بجانے کی صلاحیت۔

(ہ) ہندی / یا کسی علاقائی زبان میں لکھنے اور پڑھنے کی صلاحیت (کسی مسلمہ پرائمری اسکول سے کم از کم تیسری جماعت پاس کرنے کا ثبوت پیش کرنا ہوگا۔)

پسندیدہ:

تانپورہ بجانے کی صلاحیت اور دیگر فنکاروں کو تانپورہ پر سنگت دینے کی صلاحیت۔

عمر:

یکم جولائی ۱۹۸۵ء کو ۱۹ اور ۳۵ برس کے درمیان۔ شیڈول کاسٹ / شیڈول ٹرائب اور آل انڈیا ریڈیو کے اسٹاف آرٹسٹوں کو قواعد کے مطابق رعایت دی جائے گی

سازندوں کے لیے فیس اسکیل

اے گریڈ فنکار کے لیے:

۶۵ روپے ماہانہ: اسکیل ۶۵۰-۳۰-۷۴۰-۳۵-۸۱۰-ای بی-۳۵-۸۸۰-۴۰-۱۰۰۰-ای بی-۴۰-۱۲۰۰ روپے اور ساتھ میں وہ بھتے جو آرٹسٹوں کو وقتاً فوقتاً دیے جاتے ہیں۔

بی۔ ہائی گریڈ فنکار کے لیے:

۵۵ روپے ماہانہ: اسکیل ۵۵۰-۲۵-۷۵۰-ای بی-۳۰-۹۰۰ روپے اور ساتھ میں وہ بھتے جو آرٹسٹوں کو وقتاً فوقتاً دیے جاتے ہیں۔

مذکورہ بالا اسامیوں کے لیے عام ہدایت

۱۔ امیدواروں کو پریکٹیکل ٹسٹ / انٹرویو کے لیے اپنے اخراجات پر آل انڈیا ریڈیو نئی دہلی پہنچنا ہوگا۔

۲۔ سرکاری ملازمین اپنی درخواستیں اپنے دفتر کے توسط سے ارسال کریں۔

۳۔ منتخب امیدوار کا تبادلہ آل انڈیا ریڈیو کے کسی بھی اسٹیشن پر کیا جا سکتا ہے۔

۴۔ منتخب امیدواروں کو ابتدا میں ماہانہ معاہدہ پر تقرری دی جائے گی اور بعد میں مناسب مدت کے بعد سلیکشن بورڈ ان کے ساتھ پانچ سالہ معاہدے کے لیے غور کرے گا۔

۵۔ ہمارے پچھلے اشتہار (آواز ۱۶ / فروری ۸۵) کے جواب میں پہلے سے موصول درخواستیں قابل غور سمجھی جائیں گی۔

۶۔ سادہ کاغذ پر درخواست مندرجہ ذیل جدول کی شکل میں تحریر کریں۔ درخواستیں اسٹیشن ڈائریکٹر آل انڈیا ریڈیو نئی دہلی کے پتے پر ۱۵ / نومبر ۸۵ء تک پہنچ جانی چاہئیں۔

۱۔ امیدوار کا نام اور پتہ

۲۔ والد کا نام

۳۔ تاریخ پیدائش (تحریری ثبوت کے ساتھ)

۴۔ اہلیت (تعلیمی و پیشہ ورانہ) تحریری ثبوت کے ساتھ

۵۔ موسیقی میں تربیت کی تفصیلات۔

۶۔ دیگر سازندوں کے ساتھ سنگت کرنے کا تجربہ۔

۷۔ موجودہ گریڈ (تحریری ثبوت کے ساتھ)

۸۔ اگر امیدوار کا کوئی رشتہ دار آل انڈیا ریڈیو / دوردرشن یا وزارت اطلاعات و نشریات کے کسی اور شعبے میں ملازم ہے تو اس کا ذکر کریں۔

مقررہ تاریخ کے بعد اور نامکمل شکل میں موصول ہونے والی درخواستیں کسی بھی حالت میں قابل قبول نہ ہوں گی۔

کسی بھی قسم کے اثر و رسوخ کے استعمال کی کوشش امیدوار کی نااہلیت کا سبب ثابت ہوگی۔

نیشنل پروگرام

یونس حسین خاں کا گائن

ہفتہ ۱۹ ر اکتوبر رات ساڑھے نو بجے

دورِ حاضر کے ملک کے نمایاں ترین گائیک یونس حسین خاں کا تعلق آگرہ گھرانہ سے ہے ۔ موسیقی کی تعلیم انہوں نے اپنے والد ولایت حسین خاں اور چچا فیاض خاں اور عظمت حسین خاں سے حاصل کی ۔ اپنی گمک دار



اور اونچی آواز کی مدد سے وہ آگرہ گائیکی، اس کے بنیادی خصوصیات کے ساتھ پیش کرتے ہیں ۔

وہ ملک کی زیادہ تر محفلوں میں اپنے فن کا مظاہرہ کر چکے ہیں ۔

پورن درداس پر خصوصی میوزیکل فیچر

ہفتہ ۲۶ ر اکتوبر رات ساڑھے نو بجے

شری پورن درداس کو کرناٹک موسیقی کا بابا آدم سمجھا جاتا ہے انھوں نے موسیقی کی تعلیم کے طریقوں کو باضابطہ ترتیب دی جو آج تک مستعمل ہیں ۔ ایک عظیم سنت، فلاسفر، شاعر سماجی مصلح، ماہر خطیب کا مجموعہ ان کی شخصیت تھی پورن درداس نے بھت کو خدا تک پہنچنے کا وسیلہ بتایا اور اس کی تبلیغ کی ۔ پورن درداس کے کچھ گیتوں پر مبنی ایک میوزیکل فیچر نیشنل پروگرام میں پیش کیا جا رہا ہے ۔ ان گیتوں کو بھیم سین جوشی، ایم ایل وسنت کماری، ایم کے نراسمہا اور سی سرو جا دسی للیتا پیش کریں گے ۔

اس پروگرام کو کرناٹک موسیقی کے

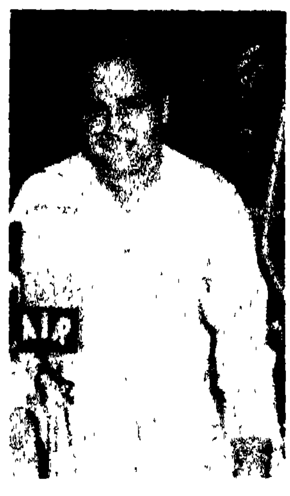
چیف پروڈیوسر شری ڈی کے گووند راؤ نے ترتیب دیا ہے ۔

منگل شیکر محفلِ موسیقی

الہاس کشلکر کا گائن

۲۲ ر اکتوبر رات دس بجے

جواں سال ابھرتے ہوئے فنکار الہاس کشلکر نے موسیقی کی ابتدائی تعلیم اپنے پتا این ڈی کشلکر سے حاصل کی اسکے بعد انھوں نے مراٹھی رنگ منچ کے نامور سنگیت کار اور جے پور آگرہ گھرانہ کے خوبصورت



امتزاج کے فنکار شری رام مراٹھے کی شاگردی اختیار کی ۔ اور آج کل وہ گجانن راؤ جوشی سے سنگیت کی اعلیٰ تعلیم حاصل کر رہے ہیں ۔

شری الہاس نے نہایت کم عمری میں ہی شائقین موسیقی کے دلوں میں اپنا مقام بنالیا تھا ۔

اس موسیقی ریز پروگرام میں وہ راگ چھایا نٹ، راگ پربھا اور راگ کھماج پیش کریں گے ۔ طبلے پر شری سریش تلوالکر اور ہارمونیم پر اپا جلگاؤنکر سنگت کریں گے ۔

اردو سروس

پہلی مجلس
میڈیم ویو : ۳۰۶ء۱۳ میٹر (۱۰۲۰ کلوہرٹز) ۲۹۰۰۱ میٹر (۱۰۴۱ کلوہرٹز)
شارٹ ویو : ۴۸۷۰ میٹر (۶۱۵۵ کلوہرٹز)

دوسری مجلس
میڈیم ویو : ۳۰۶ء۱۳ میٹر (۱۰۲۰ کلوہرٹز) ۲۸۰۰۱ میٹر (۱۰۷۱ کلوہرٹز)
شارٹ ویو : ۳۱۰۱ میٹر (۹۶۷۵ کلوہرٹز)

تیسری مجلس
میڈیم ویو : ۳۰۶ء۱۳ میٹر (۱۰۲۰ کلوہرٹز)
شارٹ ویو : ۹۱ء۰۵ میٹر (۳۲۹۵ کلوہرٹز)

مقررہ پروگراموں کے لیے "آواز" ۱۶ ر ستمبر دیکھیے

بدھ ۱۶ ر اکتوبر

صبح

۶-۲۵ شبنم صبا
نیلم ساہنی : غزلیں
تاج احمد، مجروح اور مجاز کا کلام

۷-۳۰ ساز سنگیت
سکندر حسین اور ساتھی
شہنائی پر راگ جوگیہ

۹-۲۲ کلاسیکی موسیقی
امر ناتھ : گائن

رات

۸-۳۰ حسنِ غزل
نیلم ساہنی : غزلیں

۹-۳۰ نجر بن کارے
حفیظ احمد خاں
ٹھمری تلک کامود

۱۰-۰۰ افسانہ : از جیلانی بانو
(آل انڈیا ریڈیو حیدرآباد)

۱۱-۳۰ اور ۱۲-۰۵ بزم موسیقی
امر ناتھ : غزلیں
سکندر حسین اور ساتھی
شہنائی پر راگ شری

جمعرات ۱۷ ر اکتوبر

صبح

۶-۲۵ شبنم صبا
سیما انل سہگل : غزلیں
صغیر احمد، فراق گورکھپوری
اور حسرت موہانی کا کلام

۷-۳۰ ساز سنگیت
شمیم احمد : ستار پر راگ الہیہ بلاول

۹-۲۲ ہلکی کلاسیکی موسیقی
نینا دیوی : ٹھمری، دادرا

دوپہر

۲-۳۰ "زیب النساء"
تحریر : سلام مچھلی شہری

رات

۸-۳۰ حسنِ غزل
سیما انل سہگل : غزلیں

۱۰-۰۰ ادبی نشست
"بیسویں صدی کی فلسفیانہ تحریکیں اور جدید اردو ادب"
مباحثہ : شرکاء : پروفیسر محمد حسن، پروفیسر ثریا حسین شمس الرحمن فاروقی اور عمیق حنفی

۱۱-۳۰ اور ۱۲-۰۵ بزم موسیقی
نینا دیوی
ہلکی کلاسیکی موسیقی، گائن
شمیم احمد
ستار پر راگ جمن کلیان

جمعہ ۱۸ ر اکتوبر

صبح

۵-۲۵ صبح گاہی
تلاوتِ قرآن معہ تشریح

نعت، نعتیہ کلام

۶-۲۵ شہر صبا
آر ملا ڈوھیرہ، شمیم جلپوری
سیماب اکبرآبادی اور
مہیش چندر نقش کا کلام
مہندر پال، جاں نثار اختر اور
مخدوم محی الدین کا کلام

۷-۳۰ ساز سنگیت
امجد علی خاں : سرود وادن

دوپہر

۲-۳۰ مت ڈھونڈئیے اور بھول جائیے ناٹک
مصنف : اقبال مجید

رات

۸-۳۰ حسن غزل
مہندر پال، سدرشن
اور فیض احمد فیض کا کلام

۱۱-۳۰ اور ۰۵—۱۲
بزم موسیقی
موجود حسین خاں
خیال جے جے ونتی
امجد علی خاں : سرود وادن

۱۲-۳۰ محمد حیات خاں قوال اور ساتھی
قوالیاں

ہفتہ ۱۹ر اکتوبر

صبح

۶-۲۵ شہر صبا
اوشا ٹنڈن، جگر، فیروز نظامی
اور راز الہ آبادی کا کلام
احمد حسین، فانی بدایونی اور
ظفر کا کلام

۷-۳۰ ساز سنگیت
رادھیکا موہن موئیترا
سرود پر راگ اہیر بھیرو

۹-۳۲ ہلکی کلاسیکی موسیقی
کمل سنگھ : ٹھمری بھیروی
دادرہ بھیری

رات

۸-۳۰ حسن غزل
احمد حسین، میر تقی میر اور
غالب کا کلام

۱۱-۳۰ اور ۰۵—۱۲
بزم موسیقی
مالویکا کانن : خیال نائیکی
کانہڑہ

رادھیکا موہن موئیترا
سرود پر راگ چھایا

اتوار ۲۰ر اکتوبر

صبح

۶-۲۵ شہر صبا
نسیم بانو، جگر، میر مہدی
مجروح کا کلام
او، پی، کپور، فیض احمد فیض
مخدوم محی الدین اور جگر کا
کلام

۷-۳۰ ساز سنگیت
پرکاش، این، سکسینہ
بانسری پر راگ نٹ بھیرو

رات

۸-۳۰ حسن غزل
نسیم بانو، داغ، اور
راز الہ آبادی کا کلام

۹-۳۰ کجر بن کارے
مادھوری منٹو : گری شرادیش

۱۰-۰۰ "کروٹ"، ڈرامہ
تحریر : سعادت حسن منٹو

۱۱-۳۰ اور ۰۵—۱۲
بزم موسیقی
روشن آرا بیگم
خیال مارو بہاگ
پرکاش، این، سکسینہ
بانسری پر راگ جوگ

پیر ۲۱ر اکتوبر

صبح

۶-۲۵ شہر صبا
وینا بخشی، فراق گورکھپوری
مومن اور میر حسن کا کلام
ولایت حسین ساگر، خمار
بارہ بنکوی اور شمیم جے پوری
کا کلام

۷-۳۰ ساز سنگیت : چت دیو برمن
اسراج پر راگ بیراگی

۹-۳۲ کلاسیکی موسیقی
راجن مشرا، ساجن مشرا
گائن

رات

۸-۳۰ حسن غزل
ولایت حسین ساگر

شاد عظیم آبادی کا کلام

۹-۰۰ کلام شاعر
آزاد گلاٹی (آل انڈیا ریڈیو
جالندھر)

۹-۳۰ پنجابی نغمے

۱۱-۳۰ اور ۰۵—۱۲
بزم موسیقی
راجن مشرا، ساجن مشرا : گائن
چت دیو برمن : اسراج پر
راگ ابھوگی کانہڑہ

منگل ۲۲ر اکتوبر

صبح

۶-۲۵ شہر صبا
ارملا ناگر، مخدوم محی الدین
اور سردار جعفری کا کلام
اقبال قریشی، داغ اور
زبیر رضوی کا کلام

۷-۳۰ ساز سنگیت
بھجن سوپوری : سنتور پر
راگ بسنت مکھاری

۹-۳۲ کلاسیکی موسیقی
شنو کھورانہ : خیال گجری توڑی

رات

۸-۳۰ حسن غزل
ارملا ناگر، آتش اور
مجروح کا کلام

۱۰-۰۰ مشاعرہ : شعراء
کرشن مراری، ساجدہ زیدی
مخمور سعیدی، حکیم منظور
عتیق اللہ، قمر سنبھلی اور
مشیر جھنجھانوی

۱۱-۳۰ اور ۰۵—۱۲
بزم موسیقی
شنو کھورانہ : خیال [illegible]
بھجن سوپوری : سنتور پر
راگ کروانی

بدھ ۲۳ر اکتوبر

صبح

۶-۲۵ شہر صبا
قمر جہاں، جاں نثار اختر اور
شاذ تمکنت کا کلام
ایم، ایل، ناگرہ، مجروح
سلطان پوری، اختر شیرانی

اور داغ کا کلام

۷-۳۰ ساز سنگیت
جگناتھ اور ہمنوا : وائلن
اور شہنائی پر جگل بندی
راگ منگل بھیرو

۹-۳۲ کلاسیکی موسیقی
سمتی مٹا لکر : گائن

رات

۸-۳۰ حسن غزل
قمر جہاں، امیر احمد خسرو
اور شاذ تمکنت کا کلام

۹-۰۰ دلی ڈائری

۹-۳۰ کجر بن کارے
کشوری اموکر : گائن

۱۱-۳۰ اور ۰۵—۱۲
بزم موسیقی
سمتی مٹا لکر : گائن
جگناتھ اور ہمنوا اور ایل، این
کلاوشٹی : شہنائی اور وائلن
پر جگل بندی (راگ مارو
بیہاگ)

جمعرات ۲۴ر اکتوبر

صبح

۶-۲۵ شہر صبا
انجلی بوس : فیض اور
شکیل بدایونی کا کلام
محمد حسین، ساحر لدھیانوی
کیفی اعظمی اور سراج لکھنوی
کا کلام

۷-۳۰ ساز سنگیت
دیب برت چودھری
ستار وادن

۹-۳۲ ہلکی کلاسیکی موسیقی
پریما دیوی : ٹھمری بھیروی
دادرہ بھیروی

رات

۸-۳۰ حسن غزل
انجلی بوس : ذوق اور مومن
کا کلام

۱۰-۰۰ آئینہ (ادبی میگزین)
اردو میں داستانوی ادب نمبر
ایڈیٹر : ڈاکٹر صلاح الدین

۱۱-۳۰ اور ۰۵—۱۲
بزم موسیقی

شرافت حسین خاں: خیال یمن
دیب برت چودھری
ستار وادن

جمعہ ۲۵ر اکتوبر

صبح

۶-۲۵ شہر صبا
وندنا باجپئی، بیخود دہلوی
اور داغ کا کلام
بلال احمد، حسن نعیم،
مخدوم محی الدین اور
فیض احمد فیض کا کلام

۷-۳۰ ساز سنگیت
یعقوب علی خاں
سرود پر راگ جوگیہ

رات

۸-۳۰ حسن غزل
وندنا واجپئی: جگر مرادآبادی
اور شمیم جے پوری کا کلام

۱۱-۳۰ اور ۵۰-۱۲
بزم موسیقی
سلامت حسین: راگ کھماج
میں آلاپ اور دھرپد
یعقوب علی خاں: سرود
پر راگ باگیشوری

۱۲-۳ پربھا بھارتی اور ساتھی
قوالیاں

ہفتہ ۲۶ر اکتوبر

صبح

۶-۲۵ شہر صبا
اقبال بانو، داغ اور
فانی بدایونی کا کلام
ستیش بتر، داغ اور
غلام ربانی تاباں کا کلام

۷-۳ ساز سنگیت
احمد رضا: وچتر وینا

رات

۸-۲ حسن غزل
ستیش بتر: حسن کمال
اور فراق گورکھپوری کا کلام

۱۱-۱ اور ۵۰-۱۲
بزم موسیقی
شیلا دھر: خیال ہنڈولی
کونس

احمد رضا: وچتر وینا

اتوار ۲۷ر اکتوبر

صبح

۶-۲۵ شہر صبا
پریتی چاولہ، خمار بارہ بنکوی
اور سدرشن فاکر کا کلام
حسین بخش، حسرت موہانی
اور شمیم جے پوری کا کلام

۷-۳۰ ساز سنگیت
امرناتھ: بانسری پر راگ
مجری توڑی

رات

۸-۳۰ حسن غزل
پریتی چاولہ، جگر مرادآبادی
اور فراق گورکھپوری کا کلام

۹-۳۰ گجر بن کا رے
شرافت حسین خاں
ٹھمری کھماج

۱۱-۳۰ اور ۵۰-۱۲
بزم موسیقی
مشکور علی خاں
خیال چندر پربھا
امرناتھ: بانسری پر راگ
چندر کونس

پیر ۲۸ر اکتوبر

صبح

۶-۲۵ شہر صبا
ریتا گنگولی: غزلیں
یونس ملک، داغ کا کلام

۷-۳۰ ساز سنگیت
چنتامنی جین
جل ترنگ پر راگ دیش کار

۹-۳۲ کلاسیکی موسیقی
رومارانی بھٹاچاریہ
خیال رام کلی

رات

۹-۰۰ کلام شاعر
عبدالرحیم نشتر
(آل انڈیا ریڈیو ناگپور)

۱۱-۳۰ اور ۵۰-۱۲
بزم موسیقی
رومارانی بھٹاچاریہ
خیال جے جے ونتی

چنتامنی جین: جل ترنگ پر
راگ یمن و مالکونس

منگل ۲۹ر اکتوبر

صبح

۶-۲۵ شہر صبا: سیما شرما
جاں نثار اختر، عمر انصاری
اور مخمور دہلوی کا کلام
احمد حسین، محمد حسین، ممتاز مرزا
اور عمیق حنفی کا کلام

۷-۳۰ ساز سنگیت
وی سی رانا ڈے
وائلن پر راگ نٹ بھیرو

۹-۳۲ رشید حسین خاں
خیال توڑی

رات

۸-۳۰ حسن غزل
سیما شرما، اشک دہلوی
اور شمیم جے پوری کا کلام

۱۱-۳۰ اور ۵۰-۱۲
رشید حسین خاں
خیال چندر کونس
وی۔ سی۔ رانا ڈے
وائلن پر راگ جوگ

بدھ ۳۰ر اکتوبر

صبح

۵-۴۵ صبح گاہی
نعت، قوالی، شبد اور
بھجن

۶-۲۵ شہر صبا
سریندر کور، صبا افغانی کا کلام
محمد یعقوب، پارسا جے پوری
خمار بارہ بنکوی اور میر تقی میر
کا کلام

۷-۳۰ ساز سنگیت
دیا شنکر اور ہمنوا
شہنائی پر راگ رام کلی

۹-۳۲ کلاسیکی موسیقی
غلام صادق خاں اور غلام
تقی خاں: گائن

دوپہر

۲-۰۷ سب رس
۲-۳۰ بزم خواتین
۳-۰۰ رنگا رنگ: ڈرامہ

"احمقوں کی انجمن"
ڈرامہ نگار: سراج انور

رات

۸-۳۰ حسن غزل
سریندر کور، جگر مرادآبادی
اور شکیل کا کلام

۹-۰۰ شہ پارے
"امانت کی واسوخت": پیش کش
ڈاکٹر جاوید وششٹ

۱۱-۳۰ اور ۵۰-۱۲
بزم موسیقی
غلام صادق خاں اور
غلام تقی خاں
دیا شنکر اور ساتھی
شہنائی پر راگیشوری

جمعرات ۳۱ر اکتوبر

صبح

۵-۴۵ صبح گاہی
نعت، قوالی، شبد اور
بھجن

۶-۲۵ شہر صبا
اوشا سیٹھ، سلام مچھلی شہری
غلام ربانی تاباں اور مجروح
سلطان پوری کا کلام
معین الدین، شکیل بدایونی
کا کلام

۷-۳۰ ساز سنگیت
کلیانی رائے: ستار پر
راگ جون پوری

رات

۸-۳۰ حسن غزل
اوشا سیٹھ، مخدوم محی الدین
کا کلام

۱۰-۰۰ ماضی کے دیار
"دہلی ماضی کے آئینے میں"
ترتیب: ڈاکٹر عبدالمغنی

۱۱-۳۰ اور ۵۰-۱۲
بزم موسیقی
پنڈت سنی پرساد
خیال کوشک دھونی
کلیانی رائے: ستار پر
راگ مالکونس

دھلی

میڈیم ویو
دہلی الف ۳۶۶/۳ میٹر ۸۱۹ کلو ہرٹز
دہلی ب ۴۵۰/۵ میٹر ۶۶۶ کلو ہرٹز
دہلی ج ۲۱۹/۳ میٹر ۱۳۶۸ کلو ہرٹز
دہلی د ۲۹۴/۹ میٹر ۱۰۱۷ کلو ہرٹز

شارٹ ویو
صبح ۰۰-۸ تک ۱۹/۱۵ میٹر ۱۵۳۶۵ کلو ہرٹز
صبح ۸-۱۵ کے بعد ۴۱/۴۸ میٹر ۷۱۹۰ کلو ہرٹز
دوپہر ۴۱/۴۸ میٹر ۷۱۹۰ کلو ہرٹز
شام ۴۵-۵ تک ۴۱/۴۸ میٹر ۷۱۹۰ کلو ہرٹز
شام ۰۰-۶ سے رات تک ۱۹/۸۵ میٹر ۱۵۳۶۵ کلو ہرٹز

خبریں

دھلی الف
صبح
۶-۰۰ ہندی انگریزی
۷-۰۰ سنسکرت
۸-۰۰ ہندی
۸-۵۰ اردو
۱۱-۰۰ ہندی
۱۲-۳۰ انگریزی
۱-۰۵ ہندی
۱-۳۰ پنجابی
۱-۵۰ اردو
۲-۱۰ ہندی
۵-۰۰ راجیوں سے سماچار
شام
۶-۰۵ ہندی
۶-۱۰ سنسکرت
۷-۴۵ روزگار سماچار
۷-۵۰ پرادیشک سماچار
۸-۴۵ ہندی
۹-۱۶ اردو مع تبصرہ
۱۱-۰۵ ہندی
دھلی 'ب'
صبح
۸-۱۰ انگریزی
۸-۰۳ پنجابی
۱۰-۰۰ انگریزی
۱-۰۰ انگریزی
۴-۰۰ انگریزی
۶-۰۰ انگریزی
۷-۳۰ پنجابی
۷-۴۰ تجارتی (صرف ہفتہ)
۹-۰۰ انگریزی
۱۱- انگریزی

روزانہ نشر ہونیوالے پروگرام

دھلی 'الف'

صبح
۶-۵۵ وندے ماترم : منگل دھونی
۶-۰۵ وندنا
۶-۳۰ کرشی چرچا
۶-۴۰ رام چرت مانس سے
۶-۵۰ سواستھ چرچا (اتوار، منگل، جمعرات، ہفتہ)
وگیان چرچا
سائنس کے موضوع پر تقریر (پیر، بدھ، جمعہ)
۶-۵۵ سوچنائیں
۷-۰۵ وچار بندو (اتوار کو پرکاش کرن)
۷-۳۰ آج صبح (اتوار، بدھ، جمعہ)
اتہاس کے جھروکے سے (پیر)
سور ویلا (منگل)
بھارت بھارتی (جمعرات)
دوسرے کیندروں سے (ہفتہ I)
سنسکرتک جھلکیاں (ہفتہ II اور IV)
دلی کے آس پاس (ہفتہ III)
اسکٹ / مزاحیہ پروگرام (ہفتہ V)
۷-۴۰ آج صبح (جاری) (اتوار، بدھ، جمعہ)
اپنے دیش کی بات (پیر، جمعرات)
نئی دشائیں (منگل، ہفتہ II اور IV)
۷-۴۵ آج صبح (جاری) (اتوار، بدھ اور جمعہ)
دلی درشن (پیر، منگل، جمعرات اور ہفتہ)
۸-۱۰ شاستریہ سنگیت
۸-۴۰ اردو مجلس
۹-۰۰ اختتام (اتوار کو بال کاریہ کرم)
۱۰-۰۰ اتوار صبح کی محفل موسیقی
۱۰-۱۵ وادیہ وادن (اسکول براڈکاسٹ)
۱۰-۳۵ شاستریہ سنگیت
۱۱-۰۲ شاستریہ سنگیت (اتوار کو یووا وانی سے)
۱۱-۲۰ شاستریہ سنگیت (اتوار کو وادیہ ورند)
۱۱-۳۰ شاستریہ سنگیت (اتوار کو کرناٹک سنگیت)
۱۲-۰۲ لوک بھارتی
۱۲-۰۵ جھلکی (اتوار)
ورندگان (پیر، بدھ، جمعہ)
گیتکا (منگل، جمعرات، ہفتہ)
دوپہر
۱۲-۳۰ بہنوں کا پروگرام (اتوار، منگل، جمعرات، ہفتہ)
گرامین بہنوں کا پروگرام (بدھ، جمعہ)
ہندی ناٹک (دوبارہ براڈکاسٹ) (پیر)
۱-۰۰ بہنوں کا پروگرام (جاری)
(اتوار، منگل، جمعرات، ہفتہ)
گرامین بہنوں کا پروگرام (جاری)
(بدھ، جمعہ)
وادیہ ورند (پیر)
۱-۱۰ سگم سنگیت
۲-۰۰ سگم سنگیت (غیر فلمی)
۲-۲۰ چترپٹ سنگیت
۲-۳۰ موسم اور اختتام (اتوار کو ناٹک)
۳-۳۰ موسم اور اختتام (اتوار)
۴-۵۵ ہندی میں پروگراموں کا خلاصہ
۵-۰۵ ننھی دنیا ننھے گیت (اتوار اور ہفتہ)
بچن من (پیر، بدھ اور جمعہ)
گیان وگیان (منگل)
بھاشا شکشا (جمعرات)
۵-۲۰ بھاشا شکشا (اتوار)
اسکول براڈکاسٹ (پیر تا ہفتہ)
۵-۳۵ کرناٹک سنگیت (اتوار)
اسکول براڈکاسٹ (جاری) (پیر تا ہفتہ)
۵-۴۰ کرناٹک سنگیت (اتوار)
بچوں کے لیے پروگرام (جمعرات)
شاستریہ سنگیت
(پیر، منگل، بدھ، جمعہ، ہفتہ)
۵-۵۵ کرناٹک سنگیت (جاری) (اتوار)
گڑھوالی سنگیت (بدھ، جمعہ)
شاستریہ سنگیت (پیر، منگل، ہفتہ)
بچوں کے لیے پروگرام (جاری) (جمعرات)
شام
۶-۱۵ مقامی اعلانات
۶-۲۰ گرام سنسار
۷-۰۰ کرشی جگت
۷-۳۰ پروگراموں کا خلاصہ اور موسم (ہندی)
۷-۳۵ سامئیکی
۷-۴۵ روزگار سماچار
۸-۰۰ رابندر سنگیت (اتوار)
سواستھ رکھشا (پیر اور ہفتہ)
ادیوگ منڈل (منگل)
جھلکی (بدھ)
آپ کی چٹھی ملی (جمعرات)
گاندھی چرچا (جمعہ)
۸-۱۵ فلم سنگیت / سگم سنگیت (اتوار، جمعہ)
سنگیت (پیر)
تقریر / بات چیت (منگل، جمعرات)
وگیان آلوک (بدھ)
آج کے اتھتی (ہفتہ)
۸-۳۰ سنسد سمیکشا / سنگیت
۹-۰۰ شاستریہ سنگیت
۹-۳۰ محفل (اتوار I)
پتریکا (اتوار II)
سنگیت (اتوار III، IV اور V)
نیشنل پروگرام : ہندی تقریر (پیر)
ہندی ناٹک (منگل)
چرچا کا وشے ہے (بدھ)
نیشنل پروگرام : پرادیشک سنگیت
(جمعرات I)
نیشنل پروگرام : ہندی فیچر (جمعرات II)
نیشنل پروگرام : اسپورٹس میگزین
(ہندی) (جمعرات III)
نیشنل پروگرام : ناٹک (جمعرات IV)
سنگیت (جمعرات V)
ناٹک (جمعہ)
نیشنل پروگرام : موسیقی (ہفتہ)
۹-۴۵ محفل (اتوار I)
سنگیت پتریکا (اتوار II)
شاستریہ سنگیت
(اتوار III، IV، V) (جاری)
سدھو سنگیت (پیر)
ہندی ناٹک (جاری) (منگل)
چرچا کا وشے ہے (جاری) (بدھ)
نیشنل پروگرام : پرادیشک سنگیت
(جاری - جمعرات I)
نیشنل پروگرام : ہندی فیچر
(جاری - جمعرات II)
نیشنل پروگرام : اسپورٹس میگزین
(ہندی) (جاری - جمعرات III)
نیشنل پروگرام : ناٹک (جاری جمعرات IV)
سنگیت (جاری جمعرات V)
ناٹک (جاری - جمعہ)
نیشنل پروگرام : موسیقی (جاری - ہفتہ)
۱۰-۰۰ چینن (اتوار)
سنگیت سبھا (پیر، منگل، بدھ)
نیشنل پروگرام : پرادیشک سنگیت
(جاری - جمعرات I)
نیشنل پروگرام : ناٹک (جاری - جمعرات IV)
سنگیت (جمعرات II، III اور V)
ناٹک (جاری - جمعہ)
نیشنل پروگرام : موسیقی (جاری - ہفتہ)
۱۰-۳۰ چینن (اتوار)
سنگیت سبھا (پیر، منگل، بدھ)
کرناٹک سنگیت (جمعرات، جمعہ)
نیشنل پروگرام : موسیقی (جاری - ہفتہ)
۱۱-۰۰ وادیہ ورند (سوائے جمعہ I، IV)
۱۱-۱۰ موسم اور اختتام

دھلی 'ب'

صبح
۶-۵۵ وندے ماترم ، منگل دھونی
۷-۰۰ اعلانات
۷-۰۲ ساہتکی (اتوار)
کرنٹ افیرز (دوبارہ) (پیر)
نیشنل پروگرام : ہندی تقریر
(دوبارہ) (منگل)
نیشنل پروگرام : انگریزی تقریر
(دوبارہ) (بدھ)
چرچا کا وشے ہے (دوبارہ) (جمعرات)
اولوکن (جمعہ)
نیشنل اسپورٹس میگزین (انگریزی)
(پہلے جمعہ کا دوبارہ براڈکاسٹ) ہفتہ I
نیشنل اسپورٹس میگزین (ہندی)
(تیسرے جمعرات کا دوبارہ براڈکاسٹ) ہفتہ III
موسیقی (بقیہ روز)
۷-۲۰ ساہتکی (اتوار)
کرنٹ افیرز (دوبارہ براڈکاسٹ، پیر)
ورندگان (منگل، بدھ، جمعہ)
چرچا کا وشے ہے (دوبارہ براڈکاسٹ، جمعرات)
نیشنل اسپورٹس میگزین (انگریزی)
(پہلے جمعہ کا دوبارہ براڈکاسٹ ، ہفتہ I)
نیشنل اسپورٹس میگزین (ہندی)
(تیسرے جمعرات کا دوبارہ براڈکاسٹ)
(ہفتہ III)
۷-۳۰ سنگیت سوربھی (شاستریہ سنگیت)
۷-۵۰ سنگم
۸-۰۶ وادیہ ورند
۸-۲۱ پنجابی پروگرام
۸-۴۰ پنجابی پروگرام
۹-۰۰ راجیہ سے چٹھی
۹-۰۵ کاریہ کرم سوچنائیں
۹-۱۰ لوک روچی سماچار (اتوار)
لوک مادھوری (پیر تا ہفتہ)
۹-۱۵ اپنی نگری (اتوار)
لوک مادھوری (پیر تا ہفتہ)
۹-۳۰ یادیں (اتوار)
سب رس (پیر تا ہفتہ)
۱۰-۰۲ اختتام
دوپہر
۱-۰۰ مغربی موسیقی
۲-۱۰ مغربی موسیقی
۳-۱۰ انگریزی میں موسم کا حال
۳-۱۵ سگم سنگیت
۳-۳۰ شاستریہ سنگیت (اتوار، پیر، منگل، ہفتہ)
کرناٹک سنگیت (بدھ، جمعرات، جمعہ)
۴-۰۲ سگم سنگیت
۴-۱۵ اختتام
۵-۵۰ اخباروں کی رائے
۵-۵۵ انگریزی میں پروگراموں کا خلاصہ
اور موسم
شام
۶-۰۵ فوجی بھائیوں کے لیے پروگرام
۶-۴۵ سگم سنگیت
۷-۰۰ پنجابی پروگرام
۷-۴۰ ورندگان (اتوار)
۷-۴۵ اردو مجلس
۸-۱۵ سماچار درشن (اتوار، بدھ، جمعہ)
ریڈیو نیوز ریل (منگل، جمعرات، ہفتہ)
نیوز ریل اسپورٹس (پیر)
۸-۲۵ سماچار پتروں سے
۸-۳۰ پارلیمنٹ میں آج کی کارروائی /
سور جھنکار
۸-۴۴ سگم سنگیت
۹-۱۶ اسپاٹ لائٹ
۹-۳۰ کرنٹ افیرز (اتوار)
انگریزی میں تقریر (پیر، جمعرات)
نیشنل پروگرام : انگریزی تقریر (منگل)
فیچر (بدھ I)
یوواوانی سے انتخاب (بدھ II)
ڈاؤن میموری لین (بدھ III)
آرکائیوز / دوسرے اسٹیشنوں سے انتخاب
(بدھ IV)
نیشنل اسپورٹس میگزین (جمعہ I)
ان پرسپیکٹو (جمعہ II)
نیشنل پروگرام : فیچر (انگریزی) (جمعہ IV)
آور گیسٹ ٹو نائٹ (ہفتہ)
۹-۴۵ کرنٹ افیرز (اتوار)
فوجی بھائیوں کی فرمائش (پیر)
مغربی موسیقی (منگل، جمعرات)
آپ کی فرمائش (بدھ)
اے ڈیٹ ود ھیو (جمعہ II، IV)
ڈانس ٹائیم (ہفتہ)
۱۰-۰۰ کنسرٹ آور (اتوار)
فوجی بھائیوں کی فرمائش (پیر)
مغربی موسیقی (منگل، جمعرات)
آپ کی فرمائش (بدھ)
اے ڈیٹ ود ھیو (جمعہ II، IV)
ڈانس ٹائیم (ہفتہ)
۱۱-۰۵ موسم اور اختتام

(جمعہ II اور IV ۱۵-۱۱ بجے)

دہلی 'د'

یوواوانی

صبح

۶-۵۵ پروگراموں کا خلاصہ
۷-۰۰ یونیورسٹی آف دی ایئر
۸-۰۰ شاستریہ سنگیت (ساز سنگیت)
۸-۱۰ وگیان وودھا
۸-۱۵ شاستریہ سنگیت (گائن) (سوائے ہفتہ)
کرناٹک سنگیت (صرف ہفتہ)
۸-۳۰ پلے اٹ کول (مغربی موسیقی)
۹-۰۰ اختتام (سوائے اتوار)
ڈرامہ (صرف اتوار)
۹-۳۰ غیر فلمی کمرشل ریکارڈ
(سگم سنگیت ، اتوار)
۱۰-۰۰ اختتام (اتوار)

شام

۶-۵۵ پروگراموں کا خلاصہ
۷-۰۵ فضل
۷-۳۵ کھیل اور کھلاڑی (اتوار)
اسکول کالج کی بات (پیر I)
پری کرما (پیر II)
گاؤں کی بات (پیر III)
گاؤں کی پری کرما (پیر IV)
پرادھونی (منگل I)
مجھے بھی کچھ کہنا ہے (منگل II)
آیئے سمسیائیں سلجھائیں (منگل III)
دیشٹی کون (منگل IV)
پندرہ سے سترہ (بدھ I اور III)
آتا پریچے (بدھ II)
آج کی بات (بدھ IV)
سپیشل یوواؤں کی کہانی (جمعرات I)
تب اور اب (جمعرات II)
آمنے سامنے (جمعرات III)
بات چیت (جمعرات IV)
وگیان جگت (جمعہ I، III، V)
ہمارا سواستھ (جمعہ II، IV)
روزگار کے ذریعے (ہفتہ I، III)

وگیان وبھا (ہفتہ II اور IV)
۸-۰۵ ان دی گروو (مغربی موسیقی)
۸-۳۰ سینیتا (اتوار I، II، IV، V)
سائنس ٹوڈے (اتوار II)
آیام (پیر I، III)
گول میز (پیر II)
بھوشیہ کی چنوتی (پیر IV)
اسپورٹس اور اسپورٹس مین (منگل I)
ایکسپریشنز (منگل II)
اوپن ینز (منگل III)
کوز تائم (منگل IV)
دی روونگ مائیکروفون (بدھ، جمعہ)
راؤنڈ ٹیبل (جمعرات I)
ریلینی (جمعرات II)
فیچر (جمعرات III)
فائر انگ لائن (جمعرات IV)
ابھی دیکھئے (ہفتہ I)
کوی گوشٹھی (ہفتہ II، IV)
مشاعرہ (ہفتہ III)
۸-۵۰ آپ سے ملئے (پیر I، III، V)
گول میز (پیر II، IV)
۹-۰۰ نرجھر (موسیقی کا پروگرام)
(سوائے جمعرات اور ہفتہ)
یور آرٹسٹ ٹو نائٹ (صرف جمعرات)
ہماری ڈاک (صرف ہفتہ)
۹-۲۰ سگم ساز سنگیت (سوائے جمعرات)
میجک مومینٹس (جمعرات)
۹-۳۰ سنڈے ریکویسٹ (اتوار)
کلچرل ایوننگ (پیر)
من بھاون (منگل اور ہفتہ)
ناٹک (جمعرات)
سگم سنگیت (گائن) (جمعہ)
۱۰-۳۰ سگم سنگیت (گائن) (پیر)
شاستریہ سنگیت (گائن) (منگل)
شاستریہ سنگیت
ساز سنگیت (جمعہ اور ہفتہ)
۱۰-۴۰ شاستریہ سنگیت (بدھ)
۱۰-۱۵ شاستریہ سنگیت (گائن) (جمعہ)
۱۱-۰۰ اختتام

بدھ ۱۶ اکتوبر

دہلی الف

صبح

۶-۴۵ وگیان چرچا 'وویشع'،
تقریر: وی۔ بی۔ شرما
۸-۱۰ اور رات ۹-۰۰
سنیل مکرجی: سرود
۱۰-۲۵ اور شام ۵-۴۰
اجیت سنگھ پنیتل: گائن
۱۱-۰۵ جگدیپ سنگھ بیدی: ستار
۱۱-۳۰ انیتا رائے: گائن

دہلی ب

صبح

۷-۳۰ انیتا رائے: گائن

دوپہر

۱۲-۳۰ گھر وگیان: "چھنکڑی"
تقریر: چندر کانت وتید

رات

۱۰-۰۰ ریتا گنگولی
ٹھمری اور دادرا

دہلی الف

صبح

۷-۵۰ گلمپسیز آف ورلڈ ہسٹری
پنڈت جواہر لال نہرو کی سوانح
عمری پر مبنی (روزانہ)
ہندی

دوپہر

۳-۱۵ اور شام ۵-۰۵
منور حسین جمالی: غزلیں
۳-۳۰ جانکی راماسین
کرناٹک گائن

شام

۶-۴۵ آسا سنگھ مستانہ
سگم سنگیت

جمعرات ۱۷ اکتوبر

دہلی الف

صبح

۸-۱۰ اور ۱۱-۰۵
اقبال احمد خاں: گائن
۱۰-۲۵ جین کمار جین: سنطور
۱۱-۳۰ رفیع احمد: سرود

دوپہر

۱۲-۳۰ 'مہاسے'
تقریر از نیرج بھٹ
۱-۳۰ این راما مورتی
گائن (کرناٹک)
۱۱-۱۰ کنکنا بنرجی: گائن

دہلی ب

صبح

۷-۲۲ سنگیت سرسبھی
جین کمار جین: سنطور

دوپہر

۳-۳۰ این راما مورتی
گائن (کرناٹک)
۶-۴۵ اور رات ۸-۴۴
کاجل بنرجی: گیت، بھجن
اور غزلیں

رات

۹-۳۰ 'دی کاک ٹیل سرکٹ'،
ہلکی مزاحیہ تقریر

جمعہ ۱۸ اکتوبر

دہلی الف

صبح

۶-۴۵ وگیان چرچا: توچا کا بال
تقریر: ڈاکٹر رائے کے شرما
۸-۱۰ اور ۱۱-۰۵
ہری سنگھ اور ساتھی
شہنائی
۱۰-۲۵ اور شام ۵-۴۰
واسدیو دیشپانڈے
گائن
۱۱-۳۰ رام اوتار: گائن

رات

۹-۳۰ 'اندھایگ': ناٹک
دھرم ویر بھارتی
۱۰-۳۰ یشودھرا سری نواس
گائن (کرناٹک)
۱۱-۱۰ پریتما بوس: گائن

دہلی ب

صبح

۷-۳۰ رام اوتار: گائن

دوپہر

۳-۱۵ اور ۵-۰۵
اے۔ کے۔ دتا: گیت
۳-۳۰ یشودھرا سری نواسن
گائن

شام

۶-۴۵ اور رات ۸-۴۴
مہندر پال: گیت، بھجن
اور غزلیں
۹-۴۵ پکھی سنگیت

ہفتہ ۱۹ اکتوبر

دہلی الف

صبح

۸-۱۰ بھوپندر سیتل: گائن
۱۰-۲۵ اور شام ۵-۴۰
اندرانی چکرورتی: ستار
۱۱-۰۵ سنندا پٹنائیک: گائن
۱۱-۳۰ نریندر پال: کلارنٹ

رات

۹-۳۰ یونس حسین خاں: گائن

دہلی ب

صبح

۷-۳۰ نریندر پال: کلارنٹ

شام

۳-۱۵ اور ۵-۰۵
بندنا باگچی: بھجن
۳-۳۰ بھوپندر سیتل: گائن

اتوار ۲۰ اکتوبر

دہلی الف

صبح

۸-۱۰ اور رات ۹-۰۰
پارتھا داس: ستار
۱۱-۳۰ اور شام ۵-۳۵
ایس۔ آر۔ چندرو
کرناٹک گائن

دہلی ب

دوپہر

۳-۳۰ اور ۴—۰۵
وشوموہن اور شری موہن
بھجن

شام
۶-۴۵ اور رات ۸—۴۴
کروناابرول : بھجن

پیر ۲۱ر اکتوبر

دہلی الف

صبح
۶-۴۵ وگیان چرچا
تقریر از ڈاکٹر ایم۔ بی سنگھ
۸—۱۰ اور رات ۹—۰۰
شانتی ہیرانند : ٹھمری دادرا
۱۱—۰۵ ونکر کینکنی : گائن
۱۱—۳۰ وی۔ جی۔ جوگ : وائلن

دوپہر
۱۲—۳۰ " ٹوٹے پنکھ " ڈرامہ
از شریمتی کانتی دیو

رات
۱۰—۰۰ سنگیت سبھا
امجد علی خاں : سرود

دہلی ب
صبح
۷—۳۲ دیا شنکر اور ساتھی
شہنائی

دوپہر
۳—۱۵ اور ۴—۰۵
رجنی دوبے : بھجن

شام
۶-۴۵ اور رات ۸—۴۴
ایرا نگم : گیت اور بھجن

رات
۹—۳۰ ' دسہرہ '، فیچر (انگریزی)

منگل ۲۲ر اکتوبر

دہلی الف
صبح
۸—۱۰ اور رات ۹—۰۰
روی شنکر : ستار
۱۰—۲۵ شنو کھرانہ : گائن
۱۱—۰۵ ڈی۔ آر۔ پاروتی کر
دتا تریہ وینا
۱۱—۳۰ سجیم سین جوشی : گائن

شام
۵—۰۵ ' بتاؤ تو جانے '
او۔ بی پر مبنی کیوز پروگرام
پیش کش : مہیش پرساد
۵—۴۰ سموہہ گان شکشا
۹—۳۰ ' راون ودھ ' ڈرامہ
ڈاکٹر رام ورما
۱۰—۰۰ منگل شب کی محفل موسیقی
ویبھر کیسلکر : گائن

دہلی ب

صبح
۷—۳۰ اور شام ۳—۳۰
شنو کھرانہ : گائن

شام
۳—۲۵ اور ۴—۰۵
شکنتلا آئینگر اور ساتھی
عمل گیت
۶-۴۵ اور رات ۸—۴۳
منموہن پہاڑ سی : بھجن

رات
۹-۳۰ نیشنل پروگرام : مینجمینٹ
ڈولپمینٹ اینڈ دی چیلنج آف
21 سنچری
انگریزی تقریر

بدھ ۲۳ر اکتوبر

دہلی الف
صبح
۶-۴۵ وگیان چرچا
تقریر : آر۔ کے مہروترا
۸—۱۰ اور رات ۹—۰۰
ایرین رائے چودھری
گائن
۱۰-۲۵ اور شام ۵—۴۰
اتیندر کمار سرکار : سرود
۱۱—۳۰ چھوٹے خان : سارنگی

رات
۸—۱۵ وگیان آلوک
' سائنس ان دی فیلڈ آف
کرائیم انوسٹیگیشن '
تقریر : وی۔ این۔ سہگل
۱۰—۰۰ سنگیت سبھا
جگن ناتھ اور ساتھی
شہنائی

دہلی ب
صبح
۷—۳۰ سنگیت سُربھی
کمار گندھرو : گائن

شام
۳—۱۵ اور ۴—۰۵
اوشا بھٹ
بھوجپوری لوک گیت
۳—۳۰ کے جیا نتھی (کرناٹک
گائن)
۶-۴۵ اور رات ۸—۴۳
وینا ناتھ

گیت، بھجن اور غزلیں

جمعرات ۲۴ر اکتوبر

دہلی الف
صبح
۸—۱۰ اور ۱۱—۰۵
مصطفٰے رضا : وچترووینا
۱۰-۲۵ زندہ حسن : ٹھمری دادرا

رات
۹—۳۰ نیشنل پروگرام : ناٹک
فرش میں اُگا ورکش
پنجابی ناٹک کا ہندی ریڈیو
عکس
پنجابی ناٹک از آتم جیت
۱۰—۳۰ ے۔ ایس۔ لاگھو ن : گائن
۱۱—۱۰ نیاز احمد خاں : گائن

دہلی ب
صبح
۷—۳۲ سنگیت سُربھی
زندہ حسن : ٹھمری دادرا

شام
۳—۳۰ اے۔ ایس۔ راگھون : گائن
۶—۴۵ اور رات ۸—۴۴
سندر پنڈیر : غزلیں
۹—۳۰ ' ڈبلیو۔ این۔ ڈے '
تقریر (انگریزی)

جمعہ ۲۵ر اکتوبر

دہلی الف
صبح
۶-۴۵ ' بائیلوجیکل کلاک ' : تقریر
از ڈاکٹر ومل ستھریچہ
۱۰ ـــ ۸ اور ۱۱—۰۵
مہندر شرما : گائن
۱۰-۲۵ اور شام ۵—۴۰
شکتی ڈے : ستار
۱۱—۳۰ کیشو آر۔ ٹیلی گاونکر : گٹار

رات
۹—۳۰ ' دلہن کا دام ' : ڈرامہ
لومیر داتی کے اسمیا ناٹک کا
ہندی ریڈیو عکس
از آرتی داس بیراگی
۱۰—۳۰ درگا بالا سُبرامنیم
گائن (کرناٹک)
۱۱—۱۰ پنّا دیوی : گائن

دہلی ب
صبح
۷—۳۰ کیشو۔ آر۔ ٹیلی گاؤنکر : گٹار

دوپہر
۳—۳۰ درگا بالا سُبرامنیم : گائن (کرناٹک)
۶—۴۵ اور رات ۸—۴۴
سرِیندر کور : بھجن

ہفتہ ۲۶ر اکتوبر

دہلی الف
صبح
۱۰—۸ شام ۵—۴۰ اور رات ۹—۰۰
یعقوب علی خاں : سرود
۱۰—۲۵
پی۔ کے۔ کوہلی : گائن
۱۱—۰۵ ولی محمد خان : ستار
۱۱—۳۰ این۔ جی۔ موگھے : گائن

دہلی ب
صبح
۷—۳۰ ڈی۔ وی۔ پلسکر : گائن

دوپہر
۱—۰۵ اور ۱—۱۲ رات ۹—۴۵
پنچھمی سنگیت
۳—۱۵ اور ۴—۰۵
چندر رمنی چودھری : غزلیں
اور ملتانی کافی
۳—۳۰ پی۔ کے۔ کوہلی : گائن
۶—۴۵ اور رات ۸—۴۴
پرسار گیت
۹—۴۵ پنچھمی سنگیت

اتوار ۲۷ اکتوبر

دہلی الف
صبح

۸-۱۰ ایل۔کے۔ پنڈت : گائن
۱۰-۰۰ اتوار صبح کی محفل موسیقی
پرکاش وڈھیرا : بانسری
۱۱-۳۰ اور ۵-۳۵
کے۔ واگیش : گائن

دوپہر
۲-۱۵ لوہا سنگھ : ڈرامہ بھوجپوری
از رامیشور سنگھ
۲-۳۰ 'دلہن کا دام' : ڈرامہ
تومیر داتی کے اسپیا ناٹک کا

ریڈیو عکس
آرتی داس بیراگی
۹-۰۰ عبدالکریم خاں : گائن

دہلی ب
دوپہر
۳-۳۰ ایل۔کے۔ پنڈت : گائن
۶-۴۵ اور رات ۸-۴۴
سرلا کپور : گیت اور غزلیں

پیر ۲۸ اکتوبر

دہلی الف
صبح

۶-۴۵ وگیان چرچا
'اسٹینلیس اسٹیل' : تقریر
پروفیسر اے کے شرما استوا
۸-۱۰ شر مشتھا سین : ستار
۱۰-۳۵ اور شام ۵-۴۰
ہیمنتی بھٹاچاریہ : گائن
۱۱-۰۵ حمید خاں : سارنگی
۱۱-۳۰ ودیادھر ویاس : گائن

دوپہر
۱۲-۳۰ 'وڈیسل کے نمبر' : ڈرامہ
ڈاکٹر چندر شیکھر

رات
۹-۰۰ شرافت احمد خاں : طبلہ
۱۰-۰۰ شفیع احمد : گائن

دہلی ب
صبح
۷-۳۲ شرافت احمد خاں : طبلہ

دوپہر
۲-۱۵ انوج مہرا اور ساتھی : بھجن
۲-۳۰ شر مشتھا سین : ستار
۶-۴۵ اور رات ۸-۴۳
کملا شری واستو : بھجن

رات
۹-۳۰ سردار پٹیل میموریل لیکچر
کمیونیکیشن اینڈ نیشن
بلڈنگ پرسپیکٹیو اینڈ پالیسی
از پروفیسر پی۔سی۔ جوشی

منگل ۲۹ اکتوبر

دہلی الف
صبح

۸-۱۰ اور ۱۱-۰۵ رات ۹-۰۰
سنگھ بندھو : گائن
۱۰-۳۵ اما شرما : ستار
۱۱-۳۰ شیلندر کمار : بانسری

شام
۵-۰۰ 'برش : آکار اور پرکار'
وی۔کے۔ دوبے سے انٹرویو
از ڈاکٹر نیلما سرجائی

رات
۹-۳۰ 'ایک سلامی' : ڈرامہ
از انل کپور
۱۰-۰۰ منگل شب کی محفل موسیقی
ششی کانت گولانی : وائلن

دہلی ب
صبح
۷-۳۰ پنڈت اونکار ناتھ ٹھاکر
گائن

دوپہر
۳-۱۵ اور ۴-۰۵
انل چودھری : گیت، بھجن
اور غزلیں
۴-۳۰ اما شرما : ستار
۶-۴۵ اور رات ۸-۴۴
انجنا چوپڑہ : غزلیں

رات
۹-۳۰ نیشنل پروگرام : انگریزی تقریر
سردار پٹیل میموریل لیکچر (II)
کمیونیکیشن اور نیشن
بلڈنگ پرسپیکٹیو اینڈ پالیسی
از پروفیسر پی۔سی۔ جوشی

بدھ ۳۰ اکتوبر

دہلی الف
صبح

۶-۴۵ 'سیلین سینڈ' : تقریر
ڈاکٹر سریندر مونگا
۸-۱۰ ۱۱-۰۵ اور رات ۹-۰۰
شمس الدین فریدی لیماتی
رودر وینا
۱۰-۳۵ چترا رائے : گائن
۱۱-۰۰ مبارک علی : گائن

رات
۸-۱۵ آر کی ٹیکیٹ : سستیا گھوش
سے ملاقات

دہلی ب
صبح
۷-۳۰ مبارک علی : گائن

دوپہر
۳-۳۰ اُشا لکشمی کرشنن : گائن

شام
۶-۴۵ اور رات ۸-۴۴
پیپا ملک : غزلیں

جمعرات ۳۱ اکتوبر

دہلی الف
صبح

۸-۱۰ استاد بڑے غلام علی خاں
گائن
۱۰-۳۵ اور رات ۹-۰۰
فردوس احمد خاں : سرود
۱۱-۰۵ مادھو اُمیدکر : گائن
۱۱-۳۰ رمیش پریم : وچترا وینا

رات
۱۰-۰۰ کرناٹک سنگیت سبھا
ایمنی شنکر شاستری : وینا

دہلی ب
صبح
۷-۳۲ رام نرائن : سارنگی

شام
۳-۱۵ ارچنا شری دھر : بھجن
۳-۳۰ این۔کیسی : بانسری
۶-۴۵ اور رات ۸-۴۴
مدن بالا سندھو
گیت اور غزلیں

رات
۹-۳۰ 'اندرا گاندھی دی تھنکر' تقریر

لکھنؤ

میڈیم ویو : لکھنؤ 'الف' اور 'ج'
لکھنؤ 'الف' ۲۶۱ء۴۰۱ میٹر ۷۴۷ کلوہرٹز
لکھنؤ 'ج' ۲۳۴ء۲۷ میٹر ۱۲۷۸ کلوہرٹز

شارٹ ویو : لکھنؤ 'ب'
صبح ۵۴-۷ تک ۹۲ء۶۰ میٹر ۳۲۰۵ کلوہرٹز
۰۰-۸ بجے کے بعد ۴۸ء۴۳ میٹر ۶۱۷۰ کلوہرٹز
دوپہر ۳۸ء۴۱ میٹر ۷۲۵۰ کلوہرٹز
شام اور رات ۹۳ء۶۰ میٹر ۳۲۰۵ کلوہرٹز

خبریں

ہندی/انگریزی : (دلی) صبح ۰۰-۶ پرادیشک سماچار (گورکھپور) صبح ۲۰-۷
ہندی (دلی) صبح ۱۰-۸ دوپہر ۰۰-۱ اور شب ۴۵-۸ اور ۰۵-۱۱
انگریزی (دلی) صبح ۱۰-۸، دوپہر ۰۰-۱ شب ۰۰-۹ اور ۰۰-۱۱
سنسکرت (دلی) صبح ۰۰-۷ شام ۱۰-۶ اردو (دلی) صبح ۵۰-۸ شب ۱۶-۹
علاقائی (لکھنو) دوپہر ۳۰-۲ پرادیشک (لکھنو) شام ۲۰-۷ نیوزلیٹر ہندی (دلی) صبح ۰۰-۹
ضلع کی چٹھی (لکھنو) صبح ۰۵-۹

بدھ ۱۶ر اکتوبر

صبح
۱۵-۹ دھرم ناتھ مشر : ٹھمری
رات
۳۰-۱۰ دھرم ناتھ مشر : ٹھمری، دادرا

جمعرات ۱۷ر اکتوبر

صبح
۱۵-۹ اور رات ۳۰-۱۰
گوری شنکر
کلارینٹ وادن

جمعہ ۱۸ر اکتوبر

صبح
۱۵-۹ اور رات ۳۰-۱۰
وی۔ وی۔ مہادانے : خیال

ہفتہ ۱۹ر اکتوبر

صبح
۱۵-۹ نوین چندر پنت
ستار وادن

اتوار ۲۰ر اکتوبر

صبح
۱۵-۹ بدھ دیو داس گپت
سرود وادن
دوپہر
۱۰-۱ 'بکھرتے موتی' : جھلکی
تحریر : بھانو پرتاپ سنگھ
شام
۳۰-۴ پنّا لال گھوش : بانسری وادن

پیر ۲۱ر اکتوبر

صبح
۱۵-۹ دوپہر ۱۰-۱۲ اور رات ۳۰-۱۰
الیاس خاں : ستار

منگل ۲۲ر اکتوبر

صبح
۱۰-۹ بسم اللہ خاں اور ساتھی
شہنائی

بدھ ۲۳ر اکتوبر

صبح
۱۵-۹ شام ۳۰-۴ اور رات ۳۰-۱۰
کاشی ناتھ شنکر بوڈس
خیال

جمعرات ۲۴ر اکتوبر

صبح
۱۵-۹ اور رات ۳۰-۱۰
رام شنکر داس پاگلداس
پکھاوج

جمعہ ۲۵ر اکتوبر

صبح
۱۵-۹ اور رات ۳۰-۱۰
گوپال چندر نندی
وائلن

ہفتہ ۲۶ر اکتوبر

صبح
۱۵-۹ ڈی۔ وی۔ پلسکر
شاستریہ سنگیت
شام
۳۰-۷ وگیان جگت

اتوار ۲۷ر اکتوبر

صبح
۴۵-۷ دیش گان
۱۵-۹ استاد عبدالکریم خاں
گائن
دوپہر
۱۰-۱ 'ہائے رام کشتری اڑ گئی' :
جھلکی ; تحریر : جیتندر ناتھ
بھارتی
شام
۳۰-۴ سامتا پرساد : طبلہ سولو
رات
۰۰-۱۰ 'ماتر پرولیش ورشن' : فیچر
تحریر : یوگیش پروین
پیش کش : ستیش ماتھر

پیر ۲۸ر اکتوبر

صبح
۴۵-۹ اور رات ۳۰-۱۰
معبود حسین : کلارینٹ
شام
۴۵-۷ گیت منجری

منگل ۲۹ر اکتوبر

صبح
۱۵-۹ ہری پرساد چورسیا : بانسری

بدھ ۳۰ر اکتوبر

صبح
۱۵-۹ سنتوش کمار مشر : سارنگی
رات
۰۰-۱۰ 'کلنگ دھجے' : ناٹک
تحریر : پرسورنا نند ورما
۳۰-۱۰ سنتوش کمار مشر : سارنگی

جمعرات ۳۱ر اکتوبر

صبح
۱۵-۹ جگدیش پرساد : ٹھمری
شب
۳۰-۱۰ رسک لال اندھاریا : گائن

رامپور

۳۳۶٫۷ میٹر (۸۹۱ کلو ہرٹز)

خبریں

ہندی/انگریزی: صبح ۶-۰۰ (عالمی)، ہندی: صبح ۸-۰۰ دوپہر ۱-۰۵ اور ۲-۱۰ شام ۶-۰۵ رات ۸-۴۵ انگریزی: صبح ۸-۱۰ دوپہر ۲-۰۰ رات ۹-۰۰ اردو: صبح ۸-۵۰ اور رات ۹-۱۵
سماچار پتر ہندی: صبح ۹-۰۰، ضلع کی چٹھی: صبح ۹-۰۵
پرادیشک سماچار: شام ۷-۳۰

بدھ ۱۶ر اکتوبر

صبح

۷-۳۰ رام جی لال شرما، نثار حسین پکھاوج، طبلہ یگلبندی

۸-۲۱ اور دوپہر ۲-۲۰ سروج ماتھر: لوک گیت

رات

۸-۰۰ جمیل احمد: غزلیں

جمعرات ۱۷ر اکتوبر

صبح

۷-۳۰ معبود حسین: کلارنٹ وادن

۸-۲۱ مدن موہن برجواسی لوک گیت

۸-۳۰ آہنگ: اردو پروگرام سائنس نامہ تحریر اور ادارت: ابرار احمد

رات

۸-۰۰ شوبھا ماتھر: سگم سنگیت

جمعہ ۱۸ر اکتوبر

صبح

۷-۳۰ بی۔ ایل۔ شکلا: بھجن گیت

۸-۳۰ آہنگ اردو پروگرام "جب قید ہوئی تھیں تحریریں" تحریکِ آزادی کے ضبط شدہ نظموں پر فیچر تحریر: ڈاکٹر لطیف حسین ادیب پیش کش: محمد علی متوج

دوپہر

۱-۴۰ ذاکر خاں: سارنگی

رات

۸-۰۰ سخاوت حسین خاں: غزلیں

ہفتہ ۱۹ر اکتوبر

صبح

۷-۳۰ استاد امیر خاں: گائن

۷-۵۰ مجدّد نیازی: غزلیں

دوپہر

۱-۳۰ جوانوں کے لئے

اتوار ۲۰ر اکتوبر

دوپہر

۱-۴۰ سموہ گان شکشا

رات

۸-۰۰ 'آہنگ': اردو کے کچھ ڈرامہ نگار: آغا حشر کاشمیری تقریر: نظام عاطف

۹-۳۰ نظام الدین اور ساتھی چہار بیت

پیر ۲۱ر اکتوبر

صبح

۷-۳۰ راجیش چندرا: سگم سنگیت

۸-۲۱ چندر سنگھ کمایونی لوک گیت

رات

۸-۰۰ نبی جان خاں: کلارنٹ وادن

منگل ۲۲ر اکتوبر

صبح

۷-۳۰ بڑے غلام علی خاں: گائن

۷-۵۰ مانک ادتیہ: غزلیں

۸-۲۱ ومل پنت: لوک گیت

دوپہر

۲-۲۰ اوشا اگروال: لوک گیت

بدھ ۲۳ر اکتوبر

صبح

۷-۴۵ درپن

دوپہر

۱-۴۰ ہری پرساد چورسیہ بانسری وادن

جمعرات ۲۴ر اکتوبر

صبح

۷-۳۰ دیوی رام ادیہ: ستار وادن

۸-۲۱ کو پیشوری شرما اور سکھیاں لوک گیت

دوپہر

۱۲-۳۰ آپ کی پسند

جمعہ ۲۵ر اکتوبر

صبح

۷-۵۰ کانتا دھون: سگم سنگیت

۸-۲۱ نیامت علی: لوک گیت

۸-۳۰ آہنگ: 'فسانۂ آزاد' (ساتویں قسط) صداکار رئیس رام پوری، جاوید رضا سریش چندر راجن

ہفتہ ۲۶ر اکتوبر

صبح

۷-۳۰ نثار حسین: طبلہ

۷-۵۰ خورشید علی خاں: غزلیں

۸-۲۱ سشما جوشی: لوک گیت

اتوار ۲۷ر اکتوبر

رات

۸-۰۰ آہنگ: "دیہی نوجوانوں کے لئے نئی روزگار کے مواقع" تقریر از ایس۔ بی۔ ایس سکینہ

پیر ۲۸ر اکتوبر

صبح

۷-۳۰ شجاعت حسین خاں: گائن

دوپہر

۱-۱۰ بندیا: شہری عورتوں کے لئے کاریہ کرم

منگل ۲۹ر اکتوبر

صبح

۷-۳۰ شاہد پرویز: ستار

۷-۵۰ ونود کمار شرما: سگم سنگیت

۸-۲۱ مدھو راکیش: لوک گیت

بدھ ۳۰ر اکتوبر

صبح

۷-۳۰ کیسر بائی کیرکر: گائن

۷-۴۵ درپن

دوپہر

۱-۱۰ آنچل: گرامین عورتوں کیلئے

جمعرات ۳۱ر اکتوبر

رات

۹-۳۰ یادوں کے جھروکے: سورگیہ بیگم اختر کی برسی پر ان کے نزدیکی سازندے لئیق خاں طبلہ نواز سے ایک ملاقات از پرکاش جوشی

آواز: قیمت
فی کاپی ——— ایک روپیہ
سالانہ ——— ۲۲ روپے
دو سال ——— ۴۲ روپے

ترسیلِ زر کا پتہ
چیف ایڈیٹر
آکاشوانی گروپ آف جرنلز، آل انڈیا ریڈیو
II فلور، پی ٹی آئی بلڈنگ، سنسد مارگ، نئی دہلی ۱

گورکھپور

میڈیم ویو ۳۳۰.۰ میٹر ۹۰۹ کلو ہرٹز

روزانہ نشر ہونے والے پروگرام

صبح

۵-۵۵ وندے ماترم
۶-۰۵ وندنا
۶-۳۰ امروانی رچنتن بندو
۶-۳۵ کھیتی کی باتیں
۶-۴۵ دھرتی گائے
۶-۵۰ پروگراموں کا خلاصہ
۷-۰۵ مانس گان (لکھنؤ سے نشر)
۷-۱۵ روزگار سماچار
۷-۲۰ علاقائی خبریں (ہندی)
۷-۳۰ جبھرو کا (منگل، جمعرات اور ہفتہ) /
آخر کب تک ؟ (پیر، بدھ) /
گاندھی چرچا (جمعہ) /
وگیان آلوک (اتوار)
۷-۴۰ سنگیت پربھا (منگل کے سوا) /
سماچار درشن (منگل)
۷-۴۵ اس مہینے کا گیت (جمعہ)
۷-۵۰ بھجن (منگل / سورہری (جمعہ)
۸-۲۱ گیت سنگیت (اتوار کے سوا) /
اردو پروگرام
۹-۱۵ گھر آنگن (پیر، جمعرات) /
فلمی بھجن (بدھ) /
پھلواری (منگل اور جمعہ) /
فلمی قوالیاں (ہفتہ) /
دیش گان (اتوار)
۹-۲۵ بال سکھا (بچوں کا پروگرام)
(صرف اتوار)

دوپہر

۱۲-۰۵ بھوجپوری فلمی گیتوں کا فرمائشی پروگرام
(اتوار) /
پرادیشک سنگیت (جمعرات) /
چترپٹ سے : فلمی دھنیں
۱۲-۱۰ سامودایک گان شکشا (ہفتہ) /
تعلیمی نشریہ (بقیہ روز)
۱۲-۳۰ نیپالی پروگرام (دہلی سے نشر)
۱-۱۰ اوکاش کے جھن (اتوار) /
گیتانجلی (فرمائشی فلمی گیت) (پیر) /
سواستھ چرچا (جمعرات)
مہیلا سبھا (منگل اور جمعہ)
۱-۴۰ آج کا سنگیت کار (منگل)
آج کا گیت کار (جمعرات)
آج کا کلاکار (جمعہ)
۲-۲۰ کھیتی کسانی
۲-۳۰ لوک رنگ

شام

۵-۰۵ فلمی گیت
۵-۱۵ سنسکرت پروگرام (اتوار اور بدھ)
بھاشا شکشا (ہفتہ، اتوار کے علاوہ)
۵-۳۰ انوپ چارک شکشا (ہفتہ)
۵-۳۵ روزگار سماچار / گرام جگت
(اتوار / پیر اور منگل)
گاؤں کی اور (بدھ، جمعرات، جمعہ)
۶-۱۰ بال واڑی (ہفتہ)
کھیتی باڑی
۶-۴۰ پروگراموں کا خلاصہ /
مقامی خبریں /
گمشدہ لوگوں کے لیے اطلاعیں
۶-۴۵ دیش ہمارا (بھوجپوری پروگرام)
۷-۱۰ سنگیت سدھا
۷-۲۰ علاقائی خبریں (ہندی)
۷-۳۰ یووا جگت (نوجوانوں کیلئے پروگرام)
۸-۰۵ ہندی پروگرام (اتوار کے علاوہ)
پتر ملا (خطوں کے جوابات) (اتوار)
۸-۱۵ ریڈیو ڈائری (اتوار کے علاوہ)
۸-۲۰ دھان منڈل سمیکشا (لکھنؤ سے نشر)
۸-۳۰ سنسد سمیکشا (دہلی سے نشر)
گیت منجری
(جب سنسد سمیکشا نہ ہو)
۹-۱۶ ترقیاتی گفتگو (اتوار)
یونیورسٹی کے لیے (پیر)
کھیل کھلاڑی (منگل)
انگریزی بات چیت (بدھ)
سگم سنگیت (باقی دنوں میں)
۹-۳۰ ہم لتا (اتوار I، III)
اردو پروگرام (منگل)
من بھاون
(لوک گیتوں کا فرمائشی پروگرام)
(بدھ I، IV)
لوک گیت (بدھ II، IV)
ڈرامہ (جمعہ II، III)
۱۰-۰۰ اندر دھنش
(فلمی گیتوں کا فرمائشی پروگرام)
(صرف اتوار کو)
۱۰-۳۰ کلاسیکی موسیقی
(پیر اور بدھ)
سامعین کے روبرو موسیقی پروگرام
(منگل اور جمعرات)

بدھ ۱۶ اکتوبر

صبح

۶-۴۵ دھرتی گائے : روز آنہ
وندنا بھشا چاریہ
۷-۴۰ غلام تقی خاں
خیال راگ نٹ بھیرو
۸-۲۱ اور شام ۷-۱۰
چرن سنگھ ساہنی
سگم سنگیت

دوپہر

۲-۳۰ اور رات ۸-۱۵
بیمن پرساد اور ساتھی
لوک گیت

شام

۶-۱۰ کھیتی باڑی : سبزی والی مٹر
کی کھیتی : تقریر
جے۔ این سنگھ
۷-۳۰ یووا جگت
سیٹھ گووند داس کی ساہتیک
سیوائیں : تقریر : کماری رینو شرما
کاویہ پاٹھ : کماری سمن پانڈے
"ڈھونگ" کہانی
از بلدا ؤ کمار سریواستو

رات

۸-۰۵ قانون میں شہریوں کا سنرکشن
تقریر : سرجو پرساد پانڈے
۱۰-۳۰ پنڈت جسراج خیال

جمعرات ۱۷ اکتوبر

صبح

۷-۴۰ علی اکبر خاں : سرود پر
راگ میاں کی توڑی
۸-۲۱ آشا بھوسلے : گیت

دوپہر

۲-۴۰ اور رات ۸-۱۵
بھگوان داس : لوک گیت

شام

۶-۱۰ کھیتی باڑی
اس ماہ میں پشو پالن کے سامیک
کاریہ : تقریر
ڈاکٹر انجنی سریواستو
۷-۱۰ طلعت محمود : غزل
۸-۰۵ پستک سمیکشا : سمیکشک
ڈاکٹر گنیش شکل
۱۰-۳۰ آشوتی بھندے : راگ یمن
اور تلک کامود

جمعہ ۱۸ اکتوبر

صبح

۷-۴۵ اس ماہ کے گیت
رینا بھشا چاریہ
۸-۲۱ اما ترش : بھجن
۸-۳۰ شوخی گفتار : اردو پروگرام
کفایت شعاری بشرط جانسپاری
تقریر : جالب نعمانی
مزاحیہ کلام : بیباک جوگی

دوپہر

۱-۱۰ مہیلا سبھا
کاش! میں پتی ہوتی : مزاحیہ تقریر
از سروج رائے زادہ
کہانی : انیتا ڈبڑے والی
۲-۳۰ اور رات ۸-۱۵
بچن رام اور ساتھی
لوک گیت

شام

۶-۱۰ کھیتی باڑی : تلہنی فصلوں کا
بیج شودھن
تقریر : ڈاکٹر رام بیلاس سنگھ
۷-۱۰ جے شری بنرجی و ہلہ ماگڈوالی
بھکتی گیت
۸-۰۵ ان سے ملئے : پریم کے چھتر
میں سیوا دھری سمپادک
مزاحیہ تقریر

۹-۳۰ "بھنی راون کی" ناٹک: تحریر
ڈاکٹر گوپی ناتھ تیواری
پیش کش: حسن رضوی

۱۰-۳۰ دیوبرت چودھری: ستار
پر راگ یمن کلیان

ہفتہ ۱۹ راکتوبر

صبح

۷-۳۰ پربھاکر کیرکر: گائن راگ بیراگی

۸-۲۱ روشن علی: سگم سنگیت

دوپہر

۲-۳۰ اور رات ۸-۱۵
ویریندر چوبے: لوک گیت

شام

۶-۱۰ کھیتی باڑی
آلو کی اودھک پیداوار
ڈاکٹر آر۔ ایس۔ چوہان

۷-۱۰ روشن علی: سنگیت سدھا

۷-۳۰ یوواجگت: کوی گوشٹھی
شرکاء: کماری رشم چوہان
کماری ستیہ بھان ترپاٹھی
اجیہ کمار سریواستو اور
وشوجیت کمار مشر

۸-۰۵ منجوشا: کاویہ پاٹھ
برجیش کمار راہی

اتوار ۲۰ راکتوبر

صبح

۷-۳۰ استاد امیر خاں: گائن
راگ للت
این راجم: وائلن پر بھیروی

۸-۲۱ گیت سنگیت: مانی اوستھی
عمر قریشی کا کلام

۹-۲۵ بال سبھا: ڈاک ٹکٹوں کی کہانی،
تقریر: سورن لتا پانڈے
"سنگھرش" ناٹک
تحریر: منجل اگروال

دوپہر

۱-۱۰ اوکاش کے چھن: جھلکی
چر کماری سبھا
تحریر اور پیش کش: ونود رستوگی

۲-۳۰ کماری راگنی سریواستو
لوک گیت

شام

۶-۱۰ کھیتی باڑی: نقد والی فصل

ستھنی: بات چیت
رام دلارے

۷-۱۰ کیول کمار: غزل

پیر ۲۱ راکتوبر

صبح

۷-۳۰ رماشنکر: شہنائی پر
راگ نٹ بھیرو

دوپہر

۲-۳۰ اور رات ۸-۱۵
اوم پرکاش پاٹھک
لوک گیت

شام

۶-۱۰ کھیتی باڑی: ربیع مکا کی کھیتی
تقریر: پارس ناتھ سنگھ

۸-۰۵ کاویہ سدھا: گنیش تیواری

۱۰-۳۰ نکھل بنرجی: ستار پر راگ
پوریا کلیان اور طوا کلیان

منگل ۲۲ راکتوبر

صبح

۷-۵۰ لتا منگیشکر: بھجن

۸-۲۱ سی۔ ایچ آتما: گیت

دوپہر

۱-۱۰ مہیلا سبھا
"آدرش ناری سیتا"
تقریر: کماری پورنما ساڈھیہ

۲-۳۰ اور رات ۸-۱۵
دمینتی سریواستو: لوک گیت

شام

۵-۲۵ گرام جگت
جن مانس کے پرتی ندھی تکو
چنترن میں پریم چند: تقریر
گیا پرساد لال

۶-۱۰ کھیتی باڑی
دھان کی فصل میں فصل سورکشا
تقریر: اودھ بیرسنی ترپاٹھی

۷-۳۰ یوواجگت
ہماری پرگتی کا اوردھ
جنسنکھیا وسپھوٹ: تقریر
کماری سادھنا پانڈے

۸-۰۵ "وجے پرو کا سنسکرتک مہتو"
تقریر: ڈاکٹر بھگوتی پرساد سنگھ

۹-۱۶ کھیل کھلاڑی
سری لنکا کرکٹ دورے کی

ایلبد میاں،
تقریر: ستیش چندر مشر

۹-۳۰ کشکول: اردو پروگرام
"قومی یکجہتی": تقریر سید
عشرت علی عشرت
کلام شاعر
ڈاکٹر منظر العالم فیضی
امتحان کا موسم
مقرر ڈاکٹر ندیم صدیقی

۱۰-۰۰ سنگیت روپک
"جئے جگدیشوری جئے شری رام"
تحریر: ماتا پرساد ترپاٹھی

بدھ ۲۳ راکتوبر

صبح

۷-۳۰ راحت علی: ٹھمری ودادرا

۸-۲۱ نیلم ساہنی: غزل

۸-۳۰ اردو پروگرام
شعری نشست
شرکاء: جوہر وارثی، کنہیا لال
منظر، علیم حسرت

دوپہر

۲-۳۰ اور رات ۸-۱۵
ہریش ترپاٹھی: لوک گیت

شام

۵-۲۵ ڈایمنڈ کی جڑی بوٹیاں،
تقریر: چندر شیکھر مشر

۶-۱۰ کھیتی باڑی
پھول گوبھی کی اُنّت کھیتی
تقریر: سریندر بہادر سنگھ

۷-۱۰ احمد حسین محمد حسین: غزل

۷-۳۰ یوواجگت
"انکور، ریڈیو میگزین
تمہارے لئے": کہانی
از جگدیش کمار
کاویہ پاٹھ: دیویندر پانڈے
تلاش نوکری: مزاحیہ تقریر
سنجے سریواستو

۸-۰۵ "آکاس کے قدم۔ آعظم گڑھ"
تقریر: اشوک پریہ درشی

۱۰-۰۰ "منگھر کیرز": روپک
تحریر: دیویندر کمار
پیش کش: رویندر سریواستو

جمعرات ۲۴ راکتوبر

صبح

۶-۲۵ دھرتی گاتے: محمد خلیل

۷-۳۰ سی۔ آر۔ ویاس: خیال راگ
شیومت بھیرو

۸-۲۱ شفالی سنہا: گیت

۹-۱۵ گھر آنگن: بایوگیس سینٹر کی
دیکھ بھال: تقریر سروج شکلا

دوپہر

۲-۳۰ اور رات ۸-۱۵
بلرام یادو اور ساتھی
لوک گیت

شام

۵-۲۵ ہماری گاؤں پنچایت
تقریر: گریش دت پانڈے

۷-۱۰ غلام علی: غزل

۸-۰۵ آدھونک پریپریکش میں راشٹر
سنگھ کی بھومیکا
رام درشن ترپاٹھی

۱۰-۳۰ مہدی حسن: ٹھمری

جمعہ ۲۵ راکتوبر

صبح

۶-۲۵ دھرتی گاتے: ہیرا لال و ساتھی

۷-۲۵ اس ماس کے گیت
رینا بھٹیا چاریہ

۷-۵۰ سورلہری: وادیہ ورند

۸-۲۱ اور شام ۷-۱۰
جیوتسنا فرنا ڈیز
گیت اور بھجن

۸-۳۰ اردو پروگرام
"نئے افسانے کی سمت اور
امکانات" مباحثہ
شرکاء: بادشاہ حسین رضوی
مدن موہن اور رام لکھن سنگھ

دوپہر

۱-۱۰ مہیلا سبھا
منہگائی اور آپ کا بجٹ
پریچرچا: شرکاء: آشا تیواری
اوشا مشرا اور سپنا گپتا

۲-۳۰ اور رات ۸-۱۵
اندر جیت پرساد فرماسٹ
لوک گیت

شام

٥-٣٥ گاؤں کی اور: "زور نمک کا"
کہانی: از جی-ایم دوبے
٦-١٠ کھیتی باڑی: چرچا
ربیع کی فصلوں میں بھومی جل
پربندھ: تقریر
لکشمی شنکر سنگھ
٧-٣٠ یووا جگت: سواستھ کی باتیں
مانسک تناؤ کے موضوع پر
ڈاکٹر ایس.پی اگروال سے
بھینٹ وارتا.
٨-٠٥ 'لوگیت اور راس کی سیمائیں'
ڈاکٹر پربھاکر مسر
١٠-٣٠ نایاب علی: سارنگی

ہفتہ ٢٦ر اکتوبر

صبح
٦-٤٥ دھرتی گائے
شہزاد خاں وارثی عرف
چاند پتلی
٧-٤٠ برج بھوشن کابرا
گٹار: راگ الہیا بلاول
٨-٢١ جمیل احمد: غزل
دوپہر
٢-٣٠ اور رات ٨-١٥
کملا دیوی گپتا: لوک گیت
شام
٥-٣٥ بال واڑی "کہانی پتنگ کی"
تقریر، ڈاکٹر جے.این. رائے
٦-١٠ کھیتی باڑی
اتت کھیتی کے لئے پتر پترکائیں
ڈاکٹر مسافر مسر
٧-١٠ مہدی حسن: غزل
٧-٣٠ یووا جگت
آمنے سامنے. کمزور ورگ
اور انوسوچت جاتیوں کے
پرشکشن کی سویدھائیں
ایس.کے. سنگھ
چنڈیل سے بھینٹ وارتا
٨-٠٥ کھٹے میٹھے انوبھو: مزاحیہ تقریر
سونڈ فیض آبادی

اتوار ٢٧ر اکتوبر

صبح
٧-٤٠ راجن مشر ساجن مشر
خیال للت

٩-٢٥ بال سبھا
'دن رات کیسے ہوتے ہیں'
روپک، تحریر: انجنا مجمدار
دوپہر
١-١٠ اوکاش کے چھن: جھلکی
'بڑے بابو' تحریر: آر.کے. شرما
٢-٣٠ اور رات ٨-١٥
نارائن یادو اور ساتھی
لوک گیت

پیر ٢٨ر اکتوبر

صبح
٧-٤٠ وجے راگھو راج: بانسری
راگ میاں کی توڑی
٨-٢١ وانی جے رام: غزل
٩-١٥ گھر آنگن: گاؤں کی باتیں
گاؤں کے گیت
تقریر: کملا تیواری
دوپہر
٢-٣٠ اور رات ٨-١٥
کماری کانا ملھوترا: لوک گیت
شام
٥-٣٥ گرام جگت: "بچوں کو اسکول
کب بھیجیں؟"
تقریر، ڈاکٹر جی کے. رائے
٦-١٠ کھیتی باڑی: نئی فصل
"بھوسا" تقریر
ڈاکٹر دینیش گوپال شاہی
٧-١٠ بھوپیندر: غزل
٨-٠٥ کاویہ سدھا: سنت سرن
١٠-٣٠ پریم شنکر: طبلہ

منگل ٢٩ر اکتوبر

صبح
٨-٢١ روپ جیت کور: سگم سنگیت
دوپہر
١-١٠ مہیلا سبھا
پرشنسا پانے کی کلا
تقریر: مینا ترپاٹھی
کاویہ پاٹھ: کماری رنجنی
٢-٣٠ اور رات ٨-١٥
گومتی یادو: لوک گیت
شام
٥-٣٥ گرام جگت: کاویہ پاٹھ
رمانند رائے اور کرشن

مراری شکل'
٦-١٠ کھیتی باڑی: نئی فصل بچاؤ
تقریر: برج کشور پانڈے
٧-١٠ روپ جیت کور: غزل
٧-٣٠ یووا جگت
ہماری راشٹریہ ایکتا
تقریر: پرکاش ترپاٹھی
گیت: شیام سندر تیواری
'بھارت میں پراچین مدرا کا
آرمبھک سروپ'
تقریر: رن وجے سنگھ
٨-٠٥ اتہاس کے پنوں سے: 'بیگم
زینت محل' تقریر: ڈاکٹر
ہری شنکر سریواستو
٩-١٦ کھیل کھلاڑی
'بیڈمنٹن کے چھیتر میں بھارت
کی استھتی'
تقریر: راکیش سنگھ
٩-٣٠ شاہکار: اردو پروگرام
فسانۂ آزاد کے اقتباسات
پیش کش: حسن رضوی
مثنوی سحرالبیان
پیش کش: راحت علی

بدھ ٣٠ر اکتوبر

صبح
٧-٤٠ سندھیا مکھرجی: گائن
راگ کوشل رشبھ اساوری اور
بھٹیار
٨-٢١ ایم.ایل. بکرا: گیت
دوپہر
٢-٣٠ اور رات ٨-١٥
من بھرن راج بھر
لوک گیت
شام
٥-٢٥ گاؤں کی اور
'بھارتیہ کھادیہ نگم سے سمبندھت
جانکاری'
تقریر: ڈاکٹر ڈی.ایم. سنہا
٦-١٠ کھیتی باڑی
پات گوبھی کی اتت کھیتی
تقریر: این.سی. گوتم
٧-١٠ ارونا کنڈنانی اور صابر خاں
غزل
٧-٣٠ یووا جگت

دنکر کی رچناؤں میں راشٹریہ
چیتنا: تقریر: "...تا ترپی منی
کاویہ پاٹھ: کرشنا نندن شکل

کہانی: "رزلٹ"
کماری سادھنا سریواستو
١٠-٣٠ متھلیش تیواری
سگم سنگیت

جمعرات ٣١ر اکتوبر

صبح
٦-٤٥ دھرتی گائے
رام کیلاش اور ساتھی
٧-٤٠ سدھیشوری دیوی: ٹھمری
اور دادرا
٨-٢١ وجے سنگھ: گیت
٩-١٥ گھر آنگن: 'گھریلو تناؤ اور
مانسک بیماریاں'
تقریر: ڈاکٹر سدھا اگروال
دوپہر
٢-٣٠ اور رات ٨-١٥
حوصلہ پانڈے اور ساتھی
لوک گیت
شام
٥-٣٥ گاؤں کی اور
'بھارتیہ بن نگم' تقریر
رام نینا سنگھ
٦-١٠ کھیتی باڑی: پشو پالن کی
سمسیا اور سمادھان
تقریر: ڈاکٹر جے.پی.ایس
سنگھ
٧-١٠ رانو مکھرجی: غزل
رات
٧-٣٠ یووا جگت
"ان کی یادیں ان کی باتیں"
سورگیہ شریمتی اندرا گاندھی
کی پونیہ تیتھی کے موقع پر
خصوصی پروگرام
٨-٠٥ شانتی اور ایکتا کی دوت
سورگیہ شریمتی اندرا گاندھی
تقریر: برج موہن سونکر
٩-٣٠ بیگم حضرت محل: ناٹک
تحریر: یوگیش پروین
١٠-٣٠ نرملا دیوی اور لکشمی شنکر
ٹھمری

نجیب آباد

۳۱۴٫۴ میٹر   ۹۵۴ کلوہرٹز

بدھ ۱۶ اکتوبر

صبح

۷-۰۲ ہندی فلموں میں دیش کی سنسکرتی: ہندی تقریر
از چندرمنی رگھو ونشی

۸-۰۲ شِو کمار شرما: سنطور پر گجری توڑی
جے سریواستو: وائلن پر بھیروی

دوپہر

۱-۰۱ عزیز میاں قوال اور ساتھی: قوالی

رات

۱۰-۰۰ پتریکا: ہندی میں ادبی پروگرام
کہانی از گنیش سنگھ ادھیکاری
کویتا از للت مینڈولا
ریکھاچتر
از رمیش کمار مشر سندیش

جمعرات ۱۷ اکتوبر

دوپہر

۱-۱۰ برکت علی خاں: ٹھمری

شام

۷-۴۵ سوامی رام تیرتھ کی سماجک بھومیکا
ہندی تقریر: سچیدانند پنیولی

جمعہ ۱۸ اکتوبر

صبح

۷-۳۰ کتھا کنج: ویبھا چودھری

۸-۳۰ استاد بسم اللہ خاں
شہنائی پر توڑی للت

دوپہر

۱-۰۱ بلّو خاں اور گیان پرکاش گھوش
شاستریہ سنگیت

ہفتہ ۱۹ اکتوبر

صبح

۸-۳۰ کمل سہگل، کویتا سہگل
بھٹیار گیلاش پنسار توڑی

دوپہر

۱-۱۰ بھیم سین جوشی: خیال برندابنی سارنگ

اتوار ۲۰ اکتوبر

صبح

۷-۳۰ گلدستہ
کہانی از مکھنی کریس

رات

۸-۰۰ سماج ساپکش ساہتیہ شاستر کی کسوٹی پر ناٹک
ہندی تقریر از ڈاکٹر کیدار ناتھ دویدی

پیر ۲۱ اکتوبر

صبح

۸-۳۰ استاد امیر خاں: بلاس خانی توڑی

دوپہر

۱۲-۴۵ سواستھ چرچا
پہاڑی علاقوں کی اہم بیماریاں
تقریر ڈاکٹر ایس سنگھ

۱-۱۰ اندر لال: سارنگی پر میگھ ملہار

شام

۷-۴۵ الموڑا کا دسہرہ
تقریر از بھوبیش بھٹ

منگل ۲۲ اکتوبر

صبح

۸-۳۰ میناکشی داس: خیال نٹ بھیرو

دوپہر

۱-۱۰ سمترکنا دھر چودھری
وائلن پر راگ ملتانی

رات

۹-۱۶ اقبال سلیم قوال: قوالی

بدھ ۲۳ اکتوبر

صبح

۷-۳۰ ہندی فلموں میں سماج کے دکھ درد: ہندی تقریر
از ستیہ راج

۸-۳۰ بہادر خاں
سرود پر میاں کی توڑی بیراگی

دوپہر

۱-۱۰ صابری برادران قوال: قوالی

جمعرات ۲۴ اکتوبر

صبح

۸-۳۰ پنڈت جسراج: حجاز بھیرو

دوپہر

۱۲-۴۵ سمنا رائے: گیت

۱-۱۰ غلام مصطفےٰ خاں: راگ سرسوتی

شام

۷-۴۵ دسنیوکت راشٹر سنگھ دیوس
تیسرے وشو یدھ کا خطرہ اور سنیوکت راشٹر سنگھ
تقریر از نوین دھولیا

۹-۱۶ غلام علی: غزلیں

جمعہ ۲۵ اکتوبر

صبح

۷-۳۰ کتھا کنج
کہانی: شنکر کشیم

۸-۳۰ اور رات ۱۰-۰۵
مقصود حسین خاں: سارنگی

دوپہر

۱-۱۰ رام جی لال شرما: پکھاوج

ہفتہ ۲۶ اکتوبر

صبح

۸-۳۰ مشتاق علی خاں: ستار پر دیسی

دوپہر

۱-۱۰ حسین خاں: ٹھمری

اتوار ۲۷ اکتوبر

صبح

۷-۳۰ گلدستہ: کاویہ پاٹھ
ڈاکٹر پرمانند چوبے

۸-۰۰ سماج ساپکش ساہتیہ شاستر کی کسوٹی پر اپنیاس
ہندی تقریر: ڈاکٹر پریم چند جین

پیر ۲۸ اکتوبر

صبح

۸-۳۰ اور دوپہر ۱-۱۰
روی شنکر
ستار: اہیر للت بھیرو اور مدھوونتی

دوپہر

۱۲-۳۰ پرشوتم داس جلوٹا: بھجن

شام

۷-۴۵ بالمیکی جینتی
بالمیکی رامائن اور دوسرے رام کاویہ
تقریر آدتیہ رام دویدی

۹-۱۶ لتا منگیشکر: گیت

۱۰-۰۵ فرحت جہاں: شاستریہ سنگیت

منگل ۲۹ اکتوبر

صبح

۸-۳۰ راجندر سنگھ: راگ وبھاس

دوپہر

۱۲-۳۰ راجکماری رضوی، اندرانی رضوی
غزلیں

۱-۱۰ شوبھا گرٹو: ٹھمری

رات

۹-۱۶ جمیل شمسی اور ساتھی: قوالی

بدھ ۳۰ اکتوبر

صبح

۷-۳۰ اکیسویں صدی میں اُرجا کے ستوت
ہندی تقریر: ڈاکٹر مدن لال

۸-۳۰ شروتی سڈولکر: گجری توڑی

دوپہر

۱-۱۰ عزیز میاں قوال: قوالی

رات

۱۰-۰۵ ہندی پروگرام
۱- کہانی: موہن لال گُلکریتی
۲- کویتا پاٹھ
کماری میناکشی گوئل
۳- ہندی میں وگیان وارتائیں
ڈاکٹر سبھاش شرما

جمعرات ۳۱ اکتوبر

صبح

۸-۳۰ وِمل مکھرجی: ستار پر نٹ بھیرو

دوپہر

۱-۱۰ این جی موگھے: راگ ملتانی

رات

۹-۱۶ نیتن مکیش: غزلیں

روہتک

میڈیم ویو: ۲۶۲/۴۲ میٹر ۱۱۴۳ کلوہرٹز

خبریں

ہندی: صبح ۰۰-۸ دوپہر ۰۵-۱ شام ۰۵-۶ رات ۴۵-۸
انگریزی: صبح ۱۰-۸ دوپہر ۰۰-۱ شام ۰۰-۶ رات ۰۰-۹

بدھ ۱۶ اکتوبر

صبح

۱۵-۷ اور شام ۴۵-۷
طلعت عزیز: سگم سنگیت
۲۵-۷ انبالہ ضلع کی چٹھی
۳۰-۷ 'تب کیا ہوا جب شریمتی جی مائیکے گئیں'، مزاحیہ تقریر
۴۰-۷ اور رات ۰۵-۱۰
کرشنا بشٹ، بھارتی چکرورتی گائن
۲۱-۸ رام کمار شرما: لوک سنگیت

دوپہر

۳۰-۱۲ بچوں میں اچھی عادتیں

رات

۳۰-۸ شیلا دھر: سگم سنگیت
۱۶-۹ ایک فلم سے 'دو پھول'

جمعرات ۱۷ اکتوبر

صبح

۱۵-۷ اور شام ۴۵-۷
شیام سندر شرما
سگم سنگیت
۲۵-۷ بھوانی ضلع کی چٹھی
۳۰-۷ 'قانون کی نگاہ میں سارو جنک استھانوں کی سوچھتا اور نگر پالیکا کا داتو'، ہندی تقریر
۴۰-۷ ستیش پرکاش قمر: شہنائی
۲۱-۸ رام سروپ اور ساتھی
لوک سنگیت

دوپہر

۲۰-۲ رل سنگھ: لوک سنگیت

رات

۳۰-۸ جسپال سنگھ: سگم سنگیت
۱۶-۹ ایک فلم سے 'پتنگا'

جمعہ ۱۸ اکتوبر

صبح

۱۵-۷ اور شام ۴۵-۷
راگھو نندن وگ: سگم سنگیت
۲۵-۷ کرنال ضلع کی چٹھی
۴۰-۷ مشتاق حسین خاں: گائن

دوپہر

۳۰-۲ مان سنگھ بھٹ
لوک سنگیت

رات

۳۰-۸ شلیندر سنگھ: سگم سنگیت
۱۶-۹ ایک فلم سے
'گاؤں ہمارا شہر تمہارا'

ہفتہ ۱۹ اکتوبر

صبح

۱۵-۷ اور شام ۴۵-۷
ترسیم لال شرما
سگم سنگیت
۲۵-۷ گوڑگاؤں ضلع کی چٹھی
۳۰-۷ یہ درشنیہ استھل 'گوالیار کا قلعہ'
۲۱-۸ کرن سنگھ اور ساتھی
لوک سنگیت

دوپہر

۲۰-۲ اوم پرکاش ناگر: لوک سنگیت

رات

۳۰-۸ انور: سگم سنگیت
۱۶-۹ 'برہمچاری کا نام داڑھی'

اتوار ۲۰ اکتوبر

صبح

۱۵-۷ اور شام ۴۵-۷
رمیش چندر دت
سگم سنگیت
۲۵-۷ جیند ضلع کی چٹھی
۲۱-۸ دھرم ویر اور امیر سنگھ
لوک سنگیت

رات

۳۰-۸ رونا لیلیٰ: سگم سنگیت
۱۶-۹ ایک فلم سے 'تری مورتی'
۳۰-۹ 'کرپا بہت پر بھوتیری' ناٹک

پیر ۲۱ اکتوبر

صبح

۱۵-۷ اور شام ۴۵-۷
ورین یخہ: سگم سنگیت
۲۵-۷ کورکشیتر ضلع کی چٹھی
۳۰-۷ 'آرتھک سمانتا' تقریر
۴۰-۷ ایس۔ جی۔ رائے چودھری
سرود
۲۱-۸ مہاویر چوپڑہ وساتھی اور سورج بھان سانگی
لوک سنگیت

رات

۳۰-۸ آشا بھونسلے: سگم سنگیت
۱۶-۹ ایک فلم سے: 'سارے گاما پا'

منگل ۲۲ اکتوبر

صبح

۱۵-۷ اور شام ۴۵-۷
بابو رام: سگم سنگیت
۲۵-۷ مہندر گڑھ ضلع کی چٹھی
۴۰-۷ جگت بھوشن چوہان: گائن
۲۰-۸ شیام لال سانگی اور ساتھی
لوک سنگیت

رات

۳۰-۸ لتا منگیشکر: سگم سنگیت
۱۶-۹ ایک فلم سے 'پیسے کی گڑیا'

بدھ ۲۳ اکتوبر

صبح

۱۵-۷ اور شام ۴۵-۷
وی۔ ایچ ساگر: سگم سنگیت
۲۵-۷ سونی پت ضلع کی چٹھی
۳۰-۷ 'تب کیا ہوا جب بیمار پڑے'
ہندی تقریر
۴۰-۷ وزیر حسین خاں: سارنگی
۲۱-۸ اور دوپہر ۲۰-۲
رتن لال اور لکھپت رائے
لوک سنگیت

دوپہر

۳۰-۱۲ 'کھانے کی پوشٹکتا کو بنائے رکھنا'، ہندی بات چیت
۴۰-۱ 'ہریانہ کی پراچین سنسکرتی'، آٹھویں جماعت کے لئے

رات

۳۰-۸ کملا ستا: سگم سنگیت
۱۶-۹ ایک فلم سے 'پڑوسی'

جمعرات ۲۴ اکتوبر

صبح

۱۵-۷ اور شام ۴۵-۷
رماکانت شرما
۲۵-۷ سرسہ ضلع کی چٹھی
۳۰-۷ قانون کی نگاہ میں
'مالک مکان اور کرائے دار کے ادھیکار'، تقریر
۴۰-۷ اشوک کمار: ستار
۲۰-۸ سمیر سنگھ یادو: لوک سنگیت

دوپہر

۲۰-۲ مچھمن لال ملک: لوک سنگیت

رات

۳۰-۸ مکیش: سگم سنگیت
۱۶-۹ ایک فلم سے 'ادھیکار'

جمعہ ۲۵ اکتوبر

صبح

۱۵-۷ اور شام ۴۵-۷
سیتا واجپائی: سگم سنگیت
۲۵-۷ فرید آباد ضلع کی چٹھی
۴۰-۷ پنا لال سولنکی: گائن

دوپہر

۴۰-۱ ہریانہ کے درشنیہ استھل
پرائمری کلاسوں کیلئے سبق
۲۰-۲ جگدیش چندر شرما
لوک سنگیت

رات

۳۰-۸ محمد رفیع: سگم سنگیت

۹-۱۶ ایک فلم سے 'ناگن'

ہفتہ ۲۶ اکتوبر

صبح
۷-۱۵ اور شام ۷-۴۵
جگدیش کمار
سگم سنگیت
۷-۲۵ روہتک ضلع کی چٹھی
۷-۳۰ 'آشار کرنیکا ابھیان اور بھارت'
ہندی تقریر
۷-۴۰ رمیش کمار شرما: ستار
۸-۲۰ راج کشن: لوک سنگیت
دوپہر
۲-۲۰ مدن لال: لوک سنگیت
رات
۸-۳۰ کنول سدھو: سگم سنگیت
۹-۱۶ ایک فلم سے: 'بیس سال بعد'

اتوار ۲۷ اکتوبر

صبح
۷-۱۵ اور شام ۷-۴۵
ایم-ایل-نکرہ: سگم سنگیت
۷-۲۵ حصار ضلع کی چٹھی
۸-۲۱ اور دوپہر ۲-۲۰
گلاب سنگھ اور بر دھیان سنگھ
لوک سنگیت
رات
۸-۳۰ میگو پرشوتم: سگم سنگیت

پیر ۲۸ اکتوبر

صبح
۷-۱۵ اور شام ۷-۴۵
رمیش کمار: سگم سنگیت
۷-۲۵ انبالہ ضلع کی چٹھی
۷-۳۰ 'مولیہ نسترن سے سمیا اور سمادھان': ہندی تقریر
۷-۴۰ اور رات ۱۰-۰۵
راجن مشرا، ساجن مشرا: گائن
۸-۲۱ امیر سنگھ: لوک سنگیت
دوپہر
۲-۲۰ کرم ویر سنگھ: لوک سنگیت
رات
۸-۳۰ انوپ جلوٹا: سگم سنگیت
۹-۱۶ ایک فلم سے: 'پیاسا'

منگل ۲۹ اکتوبر

صبح
۷-۱۵ اور شام ۷-۴۵
راجندر سنگھ: سگم سنگیت
۷-۲۵ بھوانی ضلع کی چٹھی
۷-۴۰ اکرام حسین خاں: طبلہ
دوپہر
۱-۴۰ 'ہمارے مول ادھیکار'
ساتویں کلاس کے لئے سبق
۲-۲۰ رام بائی: لوک سنگیت
رات
۸-۳۰ اے ہری ہرن: سگم سنگیت
۹-۱۶ ایک فلم سے: 'گومتی کے کنارے'
۹-۳۰ کوی دربار

بدھ ۳۰ اکتوبر

صبح
۷-۱۵ اور شام ۷-۴۵
خوشی رام کوشل: سگم سنگیت
۷-۲۵ کرنال ضلع کی چٹھی
۷-۳۰ 'کسی کو کچھ بنانا نہیں' تقریر
۷-۴۰ سنگھ بندھو: گائن
۸-۲۱ مانگے رام مراثی: لوک سنگیت
دوپہر
۲-۳۰ ظہور میر: لوک سنگیت
رات
۸-۳۰ غلام علی: غزلیں
۹-۱۶ ایک فلم سے: 'ہمراہی'

جمعرات ۳۱ اکتوبر

صبح
۷-۱۵ اور شام ۷-۴۵
وشنو بھٹناگر
سگم سنگیت
۷-۲۵ گوڑگاؤں ضلع کی چٹھی
۷-۳۰ 'بھارت اور گٹ نرپیکشتا'
ہندی تقریر
۷-۴۰ رام نارائن: سارنگی وادن
۸-۲۰ اور دوپہر ۲-۲۰
رام مہر سنگھ اور دھرم پال سنگھ
لوک سنگیت
رات
۸-۳۰ ستیش ببر: سگم سنگیت
۹-۱۶ ایک فلم سے: 'شہزادہ'

جالندھر، چنڈی گڑھ

جالندھر: میڈیم ویو: ۴۲۷ء۳ میٹر ۷۰۲ کلوہرٹز ۲۲۲ء۲ میٹر ۱۲۵۰ کلوہرٹز
۳۴۳ء۶ میٹر ۸۷۳ کلوہرٹز
چنڈی گڑھ: میڈیم ویو: ۲۰۹ء۶ میٹر ۱۴۳۱ کلوہرٹز

خبریں

ہندی: صبح ۸-۰۰ دوپہر ۱-۰۵، ۱۰-۲، ۲-۵۰، ۲-۴۰ (دھیمی رفتار سے)
شام ۶-۰۵ اور ۶-۲۰ (پرادیشک) رات ۸-۴۵، ۱۱-۰۵
پنجابی: صبح ۸-۳۰ دوپہر ۱-۴۰ شام ۶-۱۰ (پرادیشک) اور شام ۷-۳۰
انگریزی: صبح ۸-۱۰ دوپہر ۱-۰۰ اور رات ۹-۰۰، ۱۱-۰۰
اردو: صبح ۸-۰۵ دوپہر ۱-۵۰ رات ۹-۱۵ (خبریں) ۹-۲۵ (تبصرہ)
روزگار سماچار: شام ۷-۴۰

بدھ ۱۶ اکتوبر

صبح
۷-۳۰ اور رات ۷-۴۵
بھائی باوا سنگھ اور ساتھی
شبد
۷-۴۵ جیون جوت
۸-۲۰ ہرجندر کور کوہلی: گیت
۹-۴۵ بہاری لال
کلارنٹ پر بھیرو
دوپہر
۲-۳۰ گوربچن داس پردیسی
لوک گیت
شام
۴-۳۰ پھلجھڑی
چھوٹے بچوں کے لئے پروگرام
رات
۹-۳۰ تہاڈی فرمائش

جمعرات ۱۷ اکتوبر

صبح
۷-۱۵ جی آیاں نوں
مختلف شعبوں سے آنیوالوں سے ملاقات
۷-۳۰ سدھیر کوشل: غزلیں
۸-۲۰ چاندرا: گیت
۹-۰۵ اور رات ۱۰-۳۰
شرایو کا لیکر
خیال بھوپالی توڑی اور جے جے ونتی
شام
۴-۳۰ لچھمن سنگھ: طبلے پر تین تال
۴-۴۵ لوک گیت
پورن شاہکوٹی
رات
۸-۰۰ سر جنا
پنجابی میں ادبی پروگرام
۱۰-۱۵ لوک گیت
چند کانتا کپور

جمعہ ۱۸ اکتوبر

صبح
۷-۳۰ پریم جگیاسو: گیت
۸-۲۰ سوہن سنگھ راگی اور ساتھی
شبد
دوپہر
۲-۳۰ بھوپندر سنگھ اور ساتھی
لوک گیت
رات
۸-۰۰ یہ بھی ایک کلا ہے: رشتے کروانا
تقریر (ہندی)؛ ادم او ستھی
۹-۳۰ کل جگی راون: ہندی ...

ڈرامہ : ٹی۔ایل بنرمان
۱۰-۱۵ گوربیت کور باوا اور ساتھی
لوک گیت
۱۰-۳۰ بھیم سین شرما : خیال پوریا

ہفتہ ۱۹ راکتوبر

صبح
۷-۳۰ اور دوپہر ۱۵-۱۲
ہرچند سنگھ راگی اور ساتھی
شبد
۸-۲۰ اور رات ۳۰-۸
اندرجیت سنگھ راہی: غزلیں
۹-۰۵ اور شام ۳۰-۴
بلبیر سیٹھ
خیال دیوگری بلاول اور
ایمن کلیان
شام
۴-۴۵ گوربال سنگھ بھنڈر
لوک گیت
رات
۷-۴۵ پرکاش وڈھیرا : بانسری

اتوار ۲۰ راکتوبر

صبح
۷-۴۵ پرتی بمب : فیچر
از ونود دھیر
۸-۲۰ مسیحی بھجن
۹-۰۵ استاد عبدالکریم خاں
سبدھ سنگیت
۹-۱۵ بال جگت : بچوں کے لئے
پروگرام
دوپہر
۲-۳۰ اکبر علی بودھان : لوک گیت
شام
۴-۴۵ اجیت کور : لوک گیت
۱۰-۳۰ استاد امیر خاں : خیال درباری

پیر ۲۱ راکتوبر

صبح
۷-۱۵ انتی دی راہ تے : ۲۰ نکاتی
پروگرام پر مبنی فیچر
۹-۲۰ لوک گیت : امریک سنگھ
۹-۰۵ سیارام تیواڑی : الاپ
اور دھرپد راگ الہیہ بلاول
اور بھجن

دوپہر
۱۲-۰۵ تہاڈی فرمائش (پنجابی گیت)
۲-۳۰ مراری لال اور ساتھی
بھینٹاں
شام
۴-۳۰ بالواڑی : دیہاتی بچوں کے لئے
پروگرام
رات
۸-۰۰ راون اور رامائن: ہندی میں
تقریر : دھرم پال مانی
۹-۳۰ مہک : پنجابی میں ڈرامہ
بھوشن انبھوش
۱۰-۱۵ سریندر کور : لوک گیت
۱۰-۳۰ سیارام تیواری : الاپ
اور دھرپد راگ باگیشوری
اور ٹھمری پیلو

منگل ۲۲ راکتوبر

صبح
۷-۳۰ ساڈا دیش ساڈی سبھیتا: فیچر
۹-۱۰ بسم اللہ خاں : شہنائی
دوپہر
۲-۳۰ امرجیت سنگھ گورداسپوری
لوک گیت
شام
۴-۴۵ گردھاری لال اور ساتھی
بھینٹاں
رات
۸-۰۰ جمہوری نظام کے تقاضے
اردو میں تقریر
محمد کفایت اللہ
۱۰-۰۰ الیاس کا لیکر : گائن

بدھ ۲۳ راکتوبر

صبح
۷-۳۰ اور رات ۴۵-۷
گوردیال سنگھ راگی اور ساتھی
شبد
۸-۲۰ رچھپال کور : گیت
۹-۰۵ کیشو چندر : خیال اہیر بھیرو
دوپہر
۲-۳۰ مختار سنگھ عدلی والا : لوک گیت
شام
۴-۳۰ پھلجھڑی
چھوٹے بچوں کے لئے

رات
۹-۳۰ تہاڈی فرمائش
۱۰-۴۵ برہم سروپ سنگھ : وچتروینا

جمعرات ۲۴ راکتوبر

صبح
۷-۳۰ مادھوریما : بھجن
۷-۴۵ برکت سدھو : سلطان باہو
۹-۰۵ اور رات ۳۰-۱۰
بھگوان داس سینی
خیال دیسی اور چھایا نٹ
دوپہر
۲-۳۰ لوک گیت
امریک سنگھ ہرگووندپوری
شام
۴-۳۰ امرجیت سنگھ بالی
وائلن پر ملتانی
۴-۴۵ بشیر خاں : لوک گیت
رات
۹-۳۰ فرش وچ اگیار کھ : پنجابی
ڈرامہ : آتم جیت
۱۰-۱۵ برکت سدھو : لوک گیت

جمعہ ۲۵ راکتوبر

صبح
۷-۳۰ سلیم اقبال : نعتیں
۹-۰۵ اور رات ۳۰-۱۰
باقر حسین : خیال کومل رشب
آساوری اور جیت
دوپہر
۲-۳۰ بنارسی بھل : لوک گیت
شام
۴-۴۵ نرمل سنگھ نما : لوک گیت
رات
۷-۴۵ سلیم اقبال : کافی
۸-۰۰ ہندی میں تقریر : بسیلی مجیت
۹-۳۰ کمار سوامی : ہندی میں ڈرامہ
شریمتی نوبندر بہل
۱۰-۱۵ ہردیو سنگھ خوشدل
لوک گیت

ہفتہ ۲۶ راکتوبر

صبح
۷-۳۰ اور رات ۳۰-۸
ارشاد رحمت قوال اور ساتھی

نانی
۷-۴۵ لوک گیت
جسبیر سنگھ خوشدل
۹-۰۵ اور شام ۳۰-۴
بلدیو کرشن شرما : ستار
پررام کلی اور مدھوونتی
شام
۴-۴۵ ہردیال سنگھ پروانہ
لوک گیت

اتوار ۲۷ راکتوبر

صبح
۷-۴۵ پرتی بمب : فیچر: آرکے دوہرا
۹-۰۵ اور رات ۳۰-۱۰
ڈی۔ وی۔ پلسکر : خیال
۱۰-۳۰ تہاڈی فرمائش
دوپہر
۲-۳۰ سجان سنگھ ماہی : لوک گیت
شام
۴-۴۵ ہربھجن سنگھ نابل اور ساتھی
لوک گیت
رات
۸-۰۰ ریلیجن اینڈ پالیٹکس
انگریزی میں تقریر
ڈاکٹر ایس ایس۔ ونکھو

پیر ۲۸ راکتوبر

صبح
۷-۱۵ انتی دی راہ تے
۲۰ نکاتی اقتصادی پروگرام
پر مبنی فیچر
۸-۲۰ جگموہن کور : لوک گیت
۹-۰۵ باگیشوری دیوی
ٹھمری اور دادرا
دوپہر
۱۲-۰۵ تساڈی پسند : پنجابی گیت
۲-۳۰ گوربخش سنگھ کوریشر اور
ساتھی : کویشری
شام
۴-۳۰ بالواڑی : دیہاتی بچوں کے
لئے پروگرام
رات
۸-۰۰ مہارشی بالمیکی
ہندی میں تقریر

شملہ

میڈیم ویو: ۲ء ۳۸۷ میٹر ۷۷۴ کلوہرٹز
شارٹ ویو: صبح ۳۰-۷ تک اور شام ۳۰-۶ کے بعد رات تک ۹۳۲ء۹ میٹر ۳۲۲۳ کلوہرٹز
● صبح ۴۵-۷ کے بعد دوپہر ۴۵-۴ تک اور شام ۰۰-۵ کے بعد ۸۳ء۴۹ میٹر ۶۰۲۰ کلوہرٹز

بدھ ۱۶ اکتوبر

صبح
۱۰-۷ آر۔کے۔ سوریہ نارائن
وینا (کرناٹک)
۲۱-۸ نرملا ارون اور لکشمی شنکر
ٹھمری، دادرا
رات
۲۵-۸ سگم سنگیت
محمد حیات اور ساتھی

جمعرات ۱۷ اکتوبر

صبح
۲۱-۸ پنجابی گیت: اجیت کور
رات
۲۵-۸ بھگتی سنگیت
۱۶-۹ آپ کا پتر ملا

جمعہ ۱۸ اکتوبر

صبح
۲۱-۸ رتن لال شرما: سگم سنگیت
رات
۱۶-۹ 'بھارت اکیسویں صدی کی اور' تقریر

ہفتہ ۱۹ اکتوبر

صبح
۲۱-۸ پرادیشک سنگیت
بہار کے لوک گیت
۰۵-۹ تھرکن

اتوار ۲۰ اکتوبر

صبح
۱۰-۷ کلاسیکی موسیقی
مالنی راجورکر: گائن
۳۰-۹ ندراللہ: غزلوں پر مبنی پروگرام
رات
۲۵-۸ ساز سنگیت: اروند پارکھ
ستار

پیر ۲۱ اکتوبر

صبح
۴۰-۷ جیون جیوتی: ٹیپو سلطان
تقریر
۲۱-۸ بھائی گوپال سنگھ اور ساتھی
شبد
رات
۴۵-۹ ظفر حسین قوال اور ساتھی
سگم سنگیت
۰۰-۱۰ سوم دت بٹو: گائن

منگل ۲۲ اکتوبر

صبح
۴۰-۷ اور ۲۱-۸
پنا گھوش: سگم سنگیت
۱۵-۸ ساز سنگیت: نرلوک سنگھ
طبلہ

بدھ ۲۳ اکتوبر

صبح
۲۱-۸ نینا دیوی: ٹھمری
رات
۳۰-۱ چرچہ کا وشیہ ہے

جمعرات ۲۴ اکتوبر

صبح
۲۱-۸ سیتا کوہلی اور آسا سنگھ مستانہ
پنجابی گیت
۰۵-۹ مسکان: فلمی گیت
رات
۲۵-۸ حفیظ احمد: غزلیں
۱۶-۹ آپ کا پتر ملا: خطوں کے جواب

جمعہ ۲۵ اکتوبر

صبح
۲۱-۸ رام رتن: سگم سنگیت
رات
۲۵-۸ ساز سنگیت
رگھوناتھ سیٹھ: بانسری

ہفتہ ۲۶ اکتوبر

صبح
۲۱-۸ پرادیشک سنگیت
ناگالینڈ کے لوک گیت
رات
۱۵-۸ ارشاد رحمت قوال اور ساتھی
سگم سنگیت

اتوار ۲۷ اکتوبر

صبح
۴۰-۷ بھارت بھارتی
۲۱-۸ آپ کی چھٹی آپ کی فرمائش
۳۰-۹ ندرانہ
غزلوں پر مبنی پروگرام
شام
۵۰-۶ پرکاش کرنیں
رات
۲۰-۷ کرشی جگت
۲۵-۸ ڈاگر بندھو: گائن

پیر ۲۸ اکتوبر

صبح
۴۰-۷ جیون جیوتی
آدی گورو بالمیکی جی
۲۱-۸ دیویندر سنگھ اور انگد سنگھ
شبد
۲۵-۸ ساہتیہ دیلا: پستک سمیکشا
رات
۴۵-۹ کمل ہنس پال: سگم سنگیت
۰۰-۱۰ شو دیال: کلارنٹ
ساز سنگیت
(آگے ص ۴۴ پر)

از رن بہادر سنگھ
۰۵-۱۰ جگجیت سنگھ زیروی
لوک گیت

منگل ۲۹ اکتوبر

صبح
۱۰-۹ بھیم سین جوشی
خیال للت بھٹیار
دوپہر
۳۰-۲ باغ سنگھ: لوک گیت
شام
۲۵-۴ لال چند یملا جٹ اور ساتھی
لوک گیت
رات
۴۵-۷ نویں آکاش: تعلیم بالغاں
۰۰-۱۰ ششی کانت گنڈانی
وائلن

بدھ ۳۰ اکتوبر

صبح
۳۰-۷ اور رات ۴۵-۷،
بھائی بخشش سنگھ راگی
اور ساتھی: شبد
۰۵-۹ اور رات ۳۰-۱۰
شیام لال: شہنائی پر
راگ بیراگی اور مارو بہاگ
دوپہر
۳۰-۲ کریم چند: لوک گیت
شام
۳۰-۴ پھلجھڑی: چھوٹے بچوں کیلئے

جمعرات ۳۱ اکتوبر

صبح
۴۵-۷ جگت سنگھ جگا: لوک گیت
۰۵-۹ اور رات ۳۰-۱۰
سوہن سنگھ: خیال بلاس
خانی توڑی اور بیروا
دوپہر
۳۰-۲ جاگیر سنگھ طالب: لوک گیت
شام
۳۰-۴ کالے رام: طبلے پر جھپ تال
۴۵-۴ لوک گیت: ہنس راج ہنس
رات
۱۵-۱۰ کلدیپ مانک: لوک گیت

پٹنہ، بھاگلپور، دربھنگہ

میڈیم ویو (الف) ۱۲۳۸۴ میٹر / ۶۲۱ کلوہرٹز
میڈیم ویو (ب) ۲۲؍۱۸۷ میٹر / ۱۶۰۲ کلوہرٹز

خبریں

علاقائی : صبح ۳۰-۸ (رانچی سے پہلے) دوپہر ۱۰-۳، شام ۳۰-۷

روزانہ نشر ہونے والے پروگرام

صبح

۲۵-۶ بھگتی سنگیت
۳۰-۶ کھیتی کی بات
۳۵-۶ آج کا چنتن
۰۱-۷ مانس گان
۲۰-۸ سگم سنگیت
۴۰-۸ اردو پروگرام
۴۵-۹ رس منجری ربچوں کا پروگرام (صرف اتوار کو)

دوپہر

۳۰-۱۲ خواتین کے لیے ناری جگت (منگل جمعرات اور ہفتہ)
۰۰-۱ گیت
۳۰-۱ لوک گیت
۴۵-۱ سامنیکی
۰۰-۲ ملے جلے گانے
۴۰-۲ کیسو دیعی گیت
۱۵-۳ روزگار سماچار

رات

۲۰-۵ میتھلی، بھوجپوری اور مگدھی پروگرام (اتوار، پیر اور جمعہ)
۰۰-۶ مقامی اعلانات
۱۵-۶ سگم سنگیت
۳۰-۶ چوپال کھیتی گرہستی
۴۰-۷ ضلعی چٹھی
۴۵-۷ ہندی پروگرام (اتوار، پیر اور جمعہ) یونیورسٹی براڈکاسٹ (منگل اور جمعرات)
۳۰-۹ شاستریہ سنگیت
۰۰-۱۰ لوک گیت، بھگتی گیت
۱۰-۱۱ اختتام

اردو پروگرام
صبح ۴۰-۸ سے ۴۵-۹ کے درمیان

تقریر/انٹرویو/مذاکرہ

'طنز و مزاح کے شاعر: اکبر الہ آبادی'
از اعجاز بن ضیا اوگانوی : ۱۱ر اکتوبر
'روشنی کے مینار، حضرت شاہ نجف قادری'
از مولانا حسن رضا : ۱۸ر اکتوبر
'روشنی کے مینار، حضرت پیر دمریا'
از شاہ اصغر حسین : ۲۵ر اکتوبر
'دسہرہ'
بات چیت از قیوم خضر : ۲۰ر اکتوبر
'خانہ جنگی ایک جائزہ'
از خواجہ امین : ۲۰ر اکتوبر
'جنگ آزادی اور آزاد ہند فوج'
کرنل محبوب احمد سے انٹرویو : ۲۱ر اکتوبر
'ہمارے نوجوان اور قانون'
از سادھو شرن یادو : ۲۳ر اکتوبر
'خاندان کو محدود کرنا کیوں ضروری ہے'
از ڈاکٹر اچیوتا نند سنہا : ۲۶ر اکتوبر
'سائنسی معلومات' از محمد افتخار عالم : ۲۷ر اکتوبر
'ہمارا سماج اور قانون'
از ایم۔ ٹی۔ خاں : ۲۸ر اکتوبر
'غزل گائیکی اور بیگم اختر'
از ذاکر حسین : ۳۰ر اکتوبر
'عظیم سیاسی رہنما : اندرا گاندھی'
از شمائل نبی : ۳۱ر اکتوبر
بڑھتے قدم (نوجوانوں کی ادبی، سماجی اور ثقافتی سرگرمیوں پر مبنی) ۱۶، ۲۳، ۳۰ر اکتوبر
بہ محنت کش (معاشی پسماندہ افراد سے ملاقاتوں پر مبنی : ۱۹، ۲۶ر اکتوبر
گھر خاندان (ملاقاتوں پر مبنی پروگرام) : ۲۲، ۲۹ر اکتوبر



آکاشوانی پٹنہ سے نشر "سماجی شعور اور اس کی افادیت" مذاکرے کے شرکاء (دائیں سے) حافظ یونس مشہدی، شمشاد حسین، شان الرحمٰن اور جمال الدین ساحل۔

—— کلام شاعر ——

منظر اعجاز : ۱۶ر اکتوبر
رضا نقوی واہی : ۱۷ر اکتوبر
شاہد احمد شعیب : ۲۰ر اکتوبر
فردوس گیاوی : ۲۲ر اکتوبر
نین کمار نین : ۲۳ر اکتوبر
نسیم مظفر پوری : ۲۸ر اکتوبر
خورشید انور بیتھوی : ۳۰ر اکتوبر

—— کہانی ——

رحمان شاہی : ۱۶ر اکتوبر
کلام حیدری : ۲۰ر اکتوبر
نجمہ شاد : ۲۲ر اکتوبر
رفعت شیریں جہاں : ۲۳ر اکتوبر
ذکیہ مشہدی : ۲۹ر اکتوبر
خورشید حیات : ۳۰ر اکتوبر

بقیہ : شملہ

منگل ۲۹ر اکتوبر

صبح

۲۱-۸ سگم سنگیت
۰۰-۹ راگ چھایا

رات

۲۰-۰ ریڈیو دیہاتی گوشٹھی

بدھ ۳۰ر اکتوبر

صبح

۰۱-۰ کرناٹک سنگیت
ٹی۔ آر۔ مہالنگم : بانسری
۳۰-۰ جیون جیوتی : گورو رام داس جی
۲۱-۹ ضمیر احمد خاں : ٹھمری، دادرا

جمعرات ۳۱ر اکتوبر

صبح

۲۱-۸ بلبیر سنگھ : پنجابی گیت

رات

۳۰-۹ وگیان پرتکا
۰۰-۱۰ آوان پرسوان

حیدرآباد

حیدرآباد 'الف': ۴۰۶۲۵ میٹر ۷۳۸ کلوہرٹز   حیدرآباد 'ب': ۲۱۷/۸   ۱۳۷۷ کلوہرٹز
حیدرآباد 'ج': ۲۵۶/۴ میٹر ۱۱۷۰ کلوہرٹز

اردو پروگرام

بدھ ۱۶ر اکتوبر

صبح

۸-۲۵ یوادانی: 'نئے معمار'
رحمت یوسف

شام

۵-۳۰ ترنگ
موسیقی کا پروگرام
حیدرآباد سنگیت ودیالیہ کی
پیش کش

رات

۹-۳۰ نیرنگ
(۲) جہان کامگاران' کارخانوں
میں ضابطگی
تقریر از ہنس راج سکینہ
(۳) کلام شاعر: راشد انور

جمعرات ۱۷ر اکتوبر

صبح

۸-۲۵ یوادانی: اقبال کی حب الوطنی
تقریر از عتیق الرحمان ظفر

شام

۵-۳۰ ترنگ
'صرف ایک منٹ': مباحثہ
گورنمنٹ جونیر کالج چنچل گوڑہ

۹-۳۰ نیرنگ
(۲) سائنس کی دنیا: فوٹوگرافی
میں جدید تکنیکس': تقریر
از معید حسن

جمعہ ۱۸ر اکتوبر

صبح

۶-۴۰ الشور اللہ
قرات کلام پاک، نعت

۸-۴۰ یوادانی: کلام شاعر
اپنی دنیا آپ بناؤ
از شجاعت جمیل

رات

۹-۳۰ نیرنگ
(۲) محفل غزل گلوکار امیر محمد خاں
سے ملاقات

ہفتہ ۱۹ر اکتوبر

صبح

۸-۲۵ یوادانی: فلمی قوالیاں

شام

۵-۳۰ ترنگ
بزم تمثیل: ڈرامہ
از ایم۔ اے۔ ساجد
پیش کش: سونی آرٹس اکیڈمی

۹-۳۰ نیرنگ
(۲) گھر پریوار: فالج کیوں ہوتا ہے
حکیم بشیر الدین سے بات چیت

اتوار ۲۰ر اکتوبر

صبح

۸-۲۵ یوادانی: گلدستہ نوجوانوں
کے خطوط اور مضامین

۹-۳۰ بچوں کے لئے

دوپہر

۲-۳۰ بہنوں کے لئے: کام کی باتیں
ڈھولک کے گیت: خطوں
کے جواب

شام

۵-۳۰ ترنگ
گل نو: افسانہ: از قیصر فاطمہ
کلام شاعر: قدیر الفاری

پیر ۲۱ر اکتوبر

صبح

۸-۴۰ یوادانی: نغموں کی دنیا

شام

۵-۳۰ ترنگ
(۱) کھیلوں پر تبصرہ
از سید ظہیر حسین
(۲) خطوں کے جواب
(۳) فلمی گانے

۹-۳۰ نیرنگ
(۱) حرف تابندہ
(۲) شب و روز
از ذہانت علی بیگ
(۳) قہقہے اور گیت
(۴) غزلیں

منگل ۲۲ر اکتوبر

صبح

۸-۲۵ یوادانی: ذرا مسکرا لیجئے
شاہد عدیلی

شام

۵-۳۰ ترنگ
آہنگ: ادبی میگزین
پیش کش: ینگ رائٹرز
اکیڈمی

۹-۳۰ نیرنگ
(۲) ان سے ملئے: انور سوداگر
مینجنگ ڈائریکٹر فینانشل کار
پوریشن
(۳) مشترکہ تہذیب کی جھلکیاں
جموں اور کشمیر: تقریر بہادر سنگھ

بدھ ۲۳ر اکتوبر

صبح

۸-۲۵ یوادانی: نئے معمار
از آسیہ بانو

شام

۵-۳۰ ترنگ
موسیقی کا پروگرام
پیشکش: نور غزل اکیڈمی

۹-۳۰ نیرنگ
(۱) حرف تابندہ
(۲) کھیلوں کی دنیا
رفیق احمد سے انٹرویو
(۳) کلام شاعر
(۴) غزلیں

جمعرات ۲۴ر اکتوبر

صبح

۸-۲۵ یوادانی: اپنا روزگار آپ
فیچر از طارق زبیدی

شام

۵-۳۰ ترنگ
صرف ایک منٹ: مباحثہ
از دھرما ونت: گونیر کالج

۹-۳۰ نیرنگ
نیشنل پروگرام: ڈرامہ

جمعہ ۲۵ر اکتوبر

صبح

۶-۴۰ الشور اللہ
قرات کلام پاک، نعت شریف

۸-۴۰ یوادانی: لمحۂ فکر
گھر ایک جنت ہے: از سید
مصطفٰے پاشا قادری رضوان

قلم کار حضرات!
اپنی تخلیقات ہمیں اشاعت کے لیے ارسال نہ کریں۔
"آواز" میں صرف وہی تخلیقات شائع کی جاتی ہیں جو نشریہ کے بعد ہمیں ریڈیو اسٹیشنوں سے موصول ہوتی ہیں۔

فلمی گانے

شام

۳۰-۵ ترنگ: آپکی پسند فلمی گانے
احمد اشفاق علی قریشی

۳۰-۹ نیرنگ
(۱) حرف تابندہ
(۲) میری تحقیق: تقریر
از اکرم فاروقی
(۳) شعر و نغمہ از عطیہ رحمن
(۴) قوالیاں

ہفتہ ۲۶ راکتوبر

صبح

۲۵-۸ یووادانی

شام

۳۰-۵ ترنگ: ڈرامہ
از محبوب عادل
پیش کش: نیو ڈرامہ کلب گروپ

۳۰-۹ نیرنگ
(۱) حرف تابندہ
(۲) گھر پریوار: ذرا آواز دیجئے کہانی سنانے والی دادی کو
تقریر از ڈاکٹر لئیق صلاح

اتوار ۲۷ راکتوبر

صبح

۲۵-۸ یووادانی: گلدستہ: نوجوانوں کے خطوط اور مضامین

۳۰-۹ بچوں کے لئے

دوپہر

۳۰-۲ بہنوں کے لئے
ماں اور بچے کی صحت
ڈاکٹر سدھا کشور سے بات چیت
گیت اور غزلیں: پکوان
خطوں کے جواب

شام

۳۰-۵ ترنگ: گل نو: افسانہ
از مہ جبیں
کلام شاعر: فرخ شہریار

پیر ۲۸ راکتوبر

صبح

۳۰-۸ یووادانی: ننھوں کی دنیا
غلام نبی

شام

ترنگ
(۱) کھیلوں پر تبصرہ
از عبدالرزاق
(۲) خطوں کے جواب
(۳) فلمی گانے

۳۰-۹ نیرنگ
(۱) حرف تابندہ
(۲) ورائٹی پروگرام
(۳) شگوفے: مزاحیہ کلام
از سرپٹ حیدرآبادی
(۴) غزلیں

منگل ۲۹ راکتوبر

صبح

۲۵-۸ یووادانی: ذرا مسکرائیے
مزاحیہ خاکہ: از عزیز پیرمی

شام

۳۰-۵ ترنگ
آہنگ: ادبی میگزین پروگرام
پیش کش: معین الدولہ کلب

۳۰-۹ سائنس شعور: فائدہ اور نقصان، مذاکرہ: شرکار
ڈاکٹر سعید نقوی، ڈاکٹر صفی حسین جعفری، ڈاکٹر تاجور بیگ سلمانی
(۲) مشترکہ تہذیب کی جھلکیاں کرناٹک میں، تقریر خالد سعید

بدھ ۳۰ راکتوبر

صبح

۲۵-۸ یووادانی
نئے معمار: شعر فرحان

شام

۳۰-۵ ترنگ: موسیقی کا ورائٹی پروگرام
پیش کش: سنگم سنگیت سوسائٹی

۳۰-۹ نیرنگ
(۲) جہان کارگران و کمیشن ایکٹ، تقریر: محمد لطیف الدین
(۳) کلام شاعر

جمعرات ۳۱ راکتوبر

صبح

۲۵-۸ یووادانی: جہیز کی آگ: فیچر
از شمیم نفیس

شام

۳۰-۵ ترنگ: صرف ایک منٹ: مباحثہ
ایمپرہنسیر کالج آف ایجوکیشن

۳۰-۹ نیرنگ
(۲) سائنس کی دنیا
(۱) ایٹمی فزیکس: تقریر
از ڈاکٹر آنندراج ورما
(۳) سائنس کی خبریں
از رشید افسر صابری

ناگپور

۵۱۲/۸ میٹر ۵۸۵ کلو ہرٹز

روزانہ نشر ہونیوالے پروگرام

صبح

۵۵-۵ وندے ماترم، منگل دھونی
۰۵-۶ بھکتی سنگیت
۳۰-۶ آج کا چنتن
۳۵-۶ پروگراموں کا خلاصہ
۴۰-۶ کرشی وانی: موسم کا حال
۴۵-۶ سگم سنگیت / سور منجری
اس ماہ کا گیت (اتوار)
گاندھی سمرتی (جمعہ)
۳۰-۷ پربھات سایئے
مراٹھی میں پروگرام (ہفتہ)
۴۵-۷ مراٹھی میں تقریر / سور بھارتی
(سنسکرت زبان اور ادب پرمبنی پروگرام)
۲۱-۸ کال چکر (مراٹھی میں مختصر تقریر)
۲۵-۸ ضلع خبرنامہ
۴۰-۸ موسم، روزگار سماچار
۴۵-۸ پرتی بمب: مراٹھی میں فلمی سریل (اتوار)
مراٹھی اسٹیج گیت (پیر، بدھ، جمعہ)
فلمی گیت (منگل، جمعرات اور ہفتہ)
۰۰-۹ بچوں کے لیے (اتوار)
۰۰-۹ اور ۲۵-۹ اسکول براڈ کاسٹ
(اسکول کے دنوں میں)

دوپہر

۳۰-۱۲ خواتین کے لیے (اتوار، جمعرات)
۴۰-۱ اور ۵۰-۲ اسکول براڈ کاسٹ
(اسکول کے دنوں میں)

شام

۳۰-۵ نوجوانوں کے لیے / صنعتی ملازمین کے لیے
(بدھ، ہفتہ)
۵۵-۵ مقامی اعلانات
پروگراموں کا خلاصہ اور موسم
۱۵-۶ کیرتن
گرامین کا کشیتر (صرف چوتھے اتوار کو)
دیہاتی خواتین کے لیے (پیر، جمعہ)
بچوں کے لیے (بدھ)
۴۵-۶ بازار بھاؤ /
صحت سے متعلق پروگرام (اتوار)
۰۰-۷ تعلیم بالغان / میگزین (اتوار) /
دیہاتی بچوں کے لیے (ہفتہ)
۲۰-۷ دیہاتی سامعین کے لیے پروگرام /
کسانوں کے لیے (منگل اور ہفتہ)
۲۵-۸ سماچار پتروں سے (سوائے پیر)
۳۰-۹ اردو پروگرام (بدھ)
۳۰-۱۰ اختتام

خصوصی اردو پروگرام "محفل"

رات ۳۰-۹

بدھ ۱۶ راکتوبر

شگوفے: مزاحیہ تقریر
از اسداللہ
"نوجوانوں میں انتشار"
تقریر از انظار محمد خاں
ساز و نغمہ

فیچر: تحریر: خضر حیات
پیش کش: عبید نیازی
ساز و نغمہ

جمعرات ۱۳ راکتوبر

بزم سخن
شرکا شعرا: اقبال اظہر
جلیل پاشا، نور خاں ندیم
ضامن سجاد اور کیف
نوگانوی
نظامت: عبید نیازی

بدھ ۲۳ راکتوبر

رنگ افسانہ
افسانہ از شگفتہ عارف
"انداز غزل کلام غالب میں"

اورنگ آباد، پربھنی

اورنگ آباد ——— ۲۰ر۱۹۷ میٹریبن ۱۵۲۱ کلوہرٹز
پربھنی ——— ۲۰ر۲۲۹ میٹریبن ۱۴۰۵ کلوہرٹز

خبریں

ہندی خبریں : صبح ۶-۰۰، ۷-۵۹، دوپہر ۱-۰۵، شام ۶-۰۵، رات ۸-۴۵، ۱۱-۰۵
مراٹھی : صبح ۶-۵۰، ۸-۳۰، دوپہر ۱-۳۰، شام ۷-۰۰، رات ۸-۰۵
انگریزی : صبح ۸-۱۰، دوپہر ۱-۰۰، رات ۸-۰۰ (اسپورٹ) ۹-۰۰، ۱۱-۰۰
اردو : دوپہر ۱-۰۵، رات ۹-۱۶ سنسکرت : شام ۶-۱۰

روزانہ نشر ہونے والے پروگرام

صبح

۵-۵۵ وندے ماترم اور شہنائی
۶-۰۵ سنسکرت پاٹھ
۶-۱۰ امرت دھارا
۶-۱۵ کسانوں کے لیے مراٹھی میں پروگرام
۶-۲۰ سورانجلی
۶-۴۵ پروگرام کا خلاصہ
۷-۳۰ سب رنگ: اردو پروگرام

شام

۵-۳۰ یوواوانی
نوجوانوں کیلئے مراٹھی میں پروگرام
۶-۳۰ دیہاتیوں کے لیے پروگرام (مراٹھی)
۷-۱۰ روزگار سماچار
۷-۱۵ بازار بھاؤ — گیان جیوتی (صرف اتوار کو)
۷-۳۰ آپکے گھر آپکے دوار
۸-۳۰ مدھوگندھ / سنند سمیکتا

بدھ ۱۶ اکتوبر

صبح
۷-۳۰ سب رنگ
'باتوں باتوں میں، گھریلو موضوعی خاکہ
۸-۴۰ سگم سنگیت: کملاکر پرلیکر
شام
۵-۳۰ 'نوجوانوں کا سال اور ہم'
چترکار، تقریر
از چندر کانت ساویکر
رات
۸-۱۵ گاندھی جی اور گرام ادھیوگ
اردو تقریر: خواجہ حبیب الدین

جمعرات ۱۷ اکتوبر

دوپہر
۱-۱۰ سگم سنگیت: نالینی راجندر

جمعہ ۱۸ اکتوبر

صبح
۷-۰۰ سمباندھ سنگیت
۷-۳۰ سب رنگ: آپ اور ہم
خطوط کے جواب
از نورالحسین
شام
۶-۳۰ کامگار جگت

ہفتہ ۱۹ اکتوبر

دوپہر
۱۲-۳۰ رنگ محفل: اقبال حسین اور پارٹی
شام
۵-۳۰ یوواوانی: گیت چھایا
از ریتا بندیکر

اتوار ۲۰ اکتوبر

صبح
۷-۱۵ ہلکی پھلکی موسیقی کا خصوصی پروگرام
شام
۶-۱۵ کرتن: گوپال شنکر کانیشکر
رات
۱۰-۰۰ مشہور شاعر
لکشمن تامبول سے ملاقات

پیر ۲۱ اکتوبر

صبح
۸-۴۰ سورسمن
دوپہر
۱-۱۰ شاستریہ سنگیت
شام
۶-۱۵ لوک سنگیت
رات
۸-۱۵ دصولی چتر
۸-۳۰ مدھوگندھ
۱۰-۰۰ گیت غزل

منگل ۲۲ اکتوبر

صبح
۸-۴۰ ناٹیہ سنگیت
دوپہر
۱۲-۳۰ بھگنی منڈل،
عورتوں کا پروگرام
۱-۱۰ مشر سنگیت
رات
۸-۳۰ مدھوگندھ
۹-۳۰ 'دسہرہ'، فیچر

بدھ ۲۳ اکتوبر

صبح
۷-۳۰ سب رنگ: باتوں باتوں میں
گھریلو موضوعی خاکہ
دوپہر
۱-۱۰ جنگل بندی
۱-۴۰ وادیہ لہری
رات
۸-۳۰ مدھوگندھ
۱۰-۳۰ شاستریہ سنگیت

جمعرات ۲۴ اکتوبر

صبح
۷-۳۰ سب رنگ : نئے چراغ
نوجوانوں کے لئے پروگرام
۸-۴۰ ٹھمری دادرا
دوپہر
۱-۱۰ شیاملا بھوگے
سگم سنگیت
رات
۸-۱۵ گیان جیوتی
۸-۳۰ مدھوگندھ
۱۰-۳۰ شاستریہ سنگیت

جمعہ ۲۵ اکتوبر

صبح
۷-۳۰ سب رنگ
آپ اور ہم : سامعین کے خطوط
کے جواب : نورالحسن
دوپہر
۲-۱۰ شاستریہ سنگیت
شام
۶-۳۰ کامگار جگت
۸-۳۰ اور ۹-۳۰
ناٹیہ نرجن آورتا
(مراٹھی ناٹک)
تحریر : داتا بھگت
پیشکش : دلت تھیٹر اورنگ آباد

ہفتہ ۲۶ اکتوبر

صبح
۷-۰۰ پربھات کرنیں
۸-۴۰ چترپٹ سنگیت
دوپہر
۱۲-۳۰ رنگ محفل
مجیدالرشید : غزل
۱-۱۰ راگ سرتیا
۱-۴۰ وادیہ سنگیت
رات
۸-۳۰ ناٹیہ نرجن

اتوار ۲۷ اکتوبر

صبح
۷-۰۰ جھروکہ : مراٹھی میں گھریلو
موضوعی خاکہ : تحریر

ایل .ڈی . پاٹنے

۷-۱۵ سورشلب
۹-۰۵ بال سبھا

دوپہر
۱-۱۰ شاستریہ سنگیت
۱-۴۰ ہیگل گان

شام
۵-۳۰ یووادانی
۶-۱۵ کیرتن : گنپت مہاراج

رات
۷-۱۵ گیان جیوتی
۸-۳۰ چتر بھن
۹-۳۰ کوجاگری پورنیما

پیر ۲۸ر اکتوبر

صبح
۷-۳۰ سب رنگ
آفتاب تازہ : معلوماتی تفریحی
موسیقی ریز نشریہ
تحریر و پیش کش : نورالحسین

دوپہر
۱-۱۰ شاستریہ سنگیت

شام
۵-۳۰ یو وا وانی : مراٹھی میں نوجوانوں
کا پروگرام

ادتی بھاوتی : گھریلو موضوعی
خاکہ

رات
۸-۳۰ مدھوگندھ
۱۰-۳۰ شاستریہ سنگیت

منگل ۲۹ر اکتوبر

صبح
۷-۳۰ سب رنگ
۸-۴۰ ناٹیہ سنگیت

دوپہر
۱۲-۳۰ بھگینی منڈل
۱-۱۰ منشر سنگیت

شام
۵-۳۰ یووادانی : خطوط کے جواب

رات
۸-۱۵ کتابوں پر تبصرہ

بمبئی

بمبئی 'الف' : ۲۸۷٫۰۳ میٹر ۱۰۴۴ کلوہرٹز

بزم : اردو پروگرام : شام ۷-۳۰

بدھ ۱۶ر اکتوبر

موضوعی خاکہ : باتوں باتوں میں
اسکرپٹ : علی امام نقوی
خط لکھیں گے : بات چیت
فاطمہ سیف اللہ

جمعرات ۱۷ر اکتوبر

خدا بچائے قرض مانگنے والوں سے
بات چیت : از شاہد ندیم
سرسید : فیچر : فیاض رفعت

جمعہ ۱۸ر اکتوبر

علاقائی ادب ـ مراٹھی ادب
اے ستار دلوی
حرف حرف : ناصر کاظمی کی غزل
کی تشریح ـ فصیح اکمل

ہفتہ ۱۹ر اکتوبر

صوت و صدا : غزلیں
پیش کش : سعید راہی

اتوار ۲۰ر اکتوبر

"دھرتی کے سپوت"
فیروز شاہ مہتہ : بات چیت
از عبدالمجید ماٹکا
دستور ہند کی نمایاں خصوصیات

پروفیسر عبدالماجد : کلام شاعر
بیحس الہ آبادی

پیر ۲۱ر اکتوبر

ہندوستان ہمارا
مکالماتی پروگرام : تحریر
اسلم پرویز : روشنی
اقوال زریں : تحریر : فیاض رفعت

منگل ۲۲ر اکتوبر

سماجی علوم ۔ آجکل عمرانیات
بات چیت : از باقر مہدی
خبرنامہ : محمد مجیب خاں
موسیقی

بدھ ۲۳ر اکتوبر

موضوعی خاکہ باتوں باتوں میں
تحریر : علی امام نقوی

گھر کا بجٹ : زہرہ جمال سے
بات چیت : موسیقی

جمعرات ۲۴ر اکتوبر

ادبی پروگرام
کہانی از سلمیٰ صدیقی
کلام : عبداللہ کمال
تبصرے : محمد ایوب واقف

جمعہ ۲۵ر اکتوبر

ملاقات : مشہور سماجی شخصیات سے

ہفتہ ۲۶ر اکتوبر

صوت و صدا : غزلیں
محمد عزیز بسنئے کلاکار نا انٹرویو

اتوار ۲۷ر اکتوبر

حالات حاضرہ : بات چیت
از دیویندر موہن
کھیل اور کھلاڑی
راج سنگھ ڈونگر پور کے ساتھ
گفتگو ، شریک گفتگو
فیاض رفعت

پیر ۲۸ر اکتوبر

ہندوستان ہمارا
قومی یکجہتی پر مکالمہ : تحریر
اسلم پرویز : زرد صحافت
مباحثہ : شرکاء : غلش جعفری
منظر مہدی اور خلیل زاہد

منگل ۲۹ر اکتوبر

علاقائی ادب : گجراتی
از محمد علوی : خبرنامہ
خامہ اقبال صدیقی

بدھ ۳۰ر اکتوبر

موضوعی خاکہ : باتوں باتوں میں
تحریر : علی امام نقوی ۔
مشہور گائکہ بیگم اختر پر
غنائیہ : سعید راہی

۹-۳۰ سور تال ۔ موسیقی کا خصوصی
پروگرام

بدھ ۳۰ر اکتوبر

صبح
۷-۳۰ سب رنگ
سلسلہ وار گھریلو موضوعی خاکہ
۸-۴۰ سگم سنگیت

دوپہر
۱-۴۰ وادیہ لہری

۸-۳۰ مدھوگندھ
۹-۳۰ چیر چا کا دشتہ ہے
۱۰-۳۰ شاستریہ سنگیت

جمعرات ۳۱ر اکتوبر

صبح
۷-۳۰ سب رنگ : نئے چراغ
نوجوانوں کا پروگرام
۸-۴۰ ٹھمری دادرا

دوپہر
۱۲-۳۰ چترپٹ سنگیت
۱-۱۰ انگھا تعمیقے : سگم سنگیت
۱-۴۰ لوک سنگیت

رات
۸-۱۵ گیان جیوتی
۸-۳۰ مدھوگندھ
۹-۳۰ مدھو مدھرا

بیکانیر

۲۱۵٫۰ میٹر　　۱۳۹۵ کلو ہرٹز

بدھ ۱۶ر اکتوبر

صبح

۱۵—۹ اور دوپہر ۳۰—۱
محمد علی: لوک سنگیت

دوپہر

۱۰—۱ جگدیش پرساد : گائن
۵۰—۱ کرشی لوک
دشو کھادیہ دِوس منانے
کا مہتو
ڈاکٹر بی۔آر۔ چودھری

جمعرات ۱۷ر اکتوبر

صبح

۵۰—۷ اور رات ۱۵—۸
مہندر کور: سُگم سنگیت
۱۵—۹ اور دوپہر ۳۰—۱
سریتا گوسوامی: لوک سنگیت

دوپہر

۱۰—۱ مہیلا جگت : کویتا پاٹھ
وِدیا شرما : غزل
فضول خرچی روکنے کھادیہ
پدارتھوں کی
مباحثہ: شرکا: بھگوتی سوامی
کسم شرما
۵۰—۱ 'آرتھک وکاس کے لئے ادھیوگ
دھندھوں کا مہتو'؛ تقریر
ڈاکٹر بلو بیر سنگھ

شام

۰۵—۵ کماری لتا منی: سُگم سنگیت

رات

۲۶—۸ نِکھل بنرجی : ستار
۰۰—۱۰ 'بیکانیر کا اودھیوگک وکاس'
ہندی پریچرچا

جمعہ ۱۸ر اکتوبر

صبح

۱۵—۹ اور دوپہر ۳۰—۱
فاطمہ: لوک سنگیت

دوپہر

۱۰—۱ سنگھ بندھو : گائن
۵۰—۱ 'بھومی گت کیٹ اور ان کی
روک تھام': تقریر
رندھیر سنگھ چودھری

ہفتہ ۱۹ر اکتوبر

صبح

۱۵—۹ اور دوپہر ۳۰—۱
نوری بائی: لوک سنگیت

دوپہر

۱۰—۱ روشن آرا بیگم　خیال
۵۰—۱ کھال سمیہ میں گرہ ادھیوگ
سدیتا پایل

شام

۰۵—۷ کماری درگا شرما　گٹار

اتوار ۲۰ر اکتوبر

صبح

۲۱—۸ کہانی از کرشن وشنوئی

دوپہر

۳۰—۱۲ جھلکی
۲۰—۲ جیہ جوان (جوانوں کے لئے)

پیر ۲۱ر اکتوبر

صبح

۱۵—۹ اور دوپہر ۳۰—۱
غلام رسول: لوک سنگیت

دوپہر

۱۰—۱ سنندہ پٹنایک : گائن
۵۰—۱ 'سماجک وانی کی گرام واسیوں
تتھا پنچایتوں کو لابھ کیسے'؛
تقریر: وی۔کے۔ پاٹھک

شام

۰۵—۵ یوواوانی: پرشن منچ
پرشن کرتا: یوگراج سنگھ
شرکار: یوگیش چندویاس
انل کمار وجیہ، سوشیل کمار شرما

منگل ۲۲ر اکتوبر

صبح

۳۰—۷ رجب علی : سارنگی
۲۱—۸ 'سنتولِت آہار اور سواستھیہ'
ہندی تقریر: ڈاکٹر مہندر سنگھ
۱۵—۹ اور دوپہر ۳۰—۱
اسماعیل: لوک سنگیت

دوپہر

۵۰—۱ 'گرامین شیتروں دوگدھ اتپادن'
ایل۔ کے۔ کوشک

شام

۳۰—۶ مرو ستھان
گرامین جن چیتنا و مہاپرو
'وجیہ دسویں'، تقریر از
گردھر پروہت
کویتا: موہن سنگھ راٹھوڑ
کہانی: رام لیلا ہیرا لال رنگا

بدھ ۲۳ر اکتوبر

دوپہر

۱۰—۱ شِو کمار شرما : برج بھوشن کابرا
سنطور اور گٹار پر باگیشری
جھنجھوٹی
۳۰—۱ پشپا سینی: لوک سنگیت
۵۰—۱ 'سمنک گرامین دیکاس کاریہ کرم
سے لوگ کیسے لابھ اٹھا سکتے ہیں'؛
از جی۔ پی۔ ماتھر

جمعرات ۲۴ر اکتوبر

صبح

۳۰—۷ ہاسیہ تریکا: مسکان کے پتر
ہاسیہ گیت، ہاسیہ کویتا اور
کلھو پہیلیں
۵۰—۷ اوستاد منظور، راحت علی
سُگم سنگیت
۱۵—۹ اور دوپہر ۳۰—۱
گیانیشوری شرما
لوک سنگیت
۲۵—۹ وِدیالیہ پرسارن
دسا مو دایک شکشا گائن،
دوپہر مہیلا جگت
۱۰—۱ 'شکشت مہیلاؤں کا اشکشت
مہیلاؤں کے پرتی کرتویہ'،
مباحثہ: شرکار: پرکاش وتی شرما
انیتا آہوجا، ڈاکٹر رنجن جین
پرتیما پاٹھک
۵۰—۱ 'گرامین بینکوں سے رن سویدھا
ہیں کن کن کاریہ ایوم ادھیوگ
دھندھوں کے لئے'،
از خورشید احمد

شام

۰۵—۵ پرمجیت کور: بھجن

رات

۱۵—۸ اوستاد منظور، راحت علی
سُگم سنگیت

جمعہ ۲۵ر اکتوبر

صبح

۲۱—۸ 'گاؤں ری سمیہ واں اور بیاں
را نوارن'؛ راجستھانی تقریر
رام کرشن اچاریہ
۱۵—۹ اور دوپہر ۳۰—۱
ہنومان رانا: لوک سنگیت
۱۰—۱ شاستریہ سنگیت
پربھا آترے
خیال مارو بہاگ

شام

۰۵—۵ یوواوانی
'رول آف یوتھ ان ریموونگ
وائلینس'؛ انگریزی بات چیت
شرکار: سو دیش راگھو
سنیل منگوانا

ہفتہ ۲۶ر اکتوبر

صبح

۱۵—۹ اور دوپہر ۳۰—۱
امرچندر ستھار
لوک سنگیت

دوپہر

۱۰—۱ مال ویکا کانن : خیال
۵۰—۱ کرشی لوک
'ایک بیگھ سے بوند بوند
کر گھڑا بھرتا ہے': وِملا

شام

۰۵—۵ نائب صاحب جی
سُگم سنگیت
۳۰—۶ 'چورو جن سمسیائیں اور
نوارن'؛ حمیدہ بانو

اتوار ۲۷ر اکتوبر

صبح

۸-۲۱ اوم کیولیا : کویتا پاٹھ

شام

۵-۰۵ 'موایہ وردھی کا سنکٹ و سمادھان'،
تقریر : نندلال تینجا

پیر ۲۸ر اکتوبر

صبح

۹-۱۵ اور دوپہر ۱-۴۰
گنیش ناتھ : لوک سنگیت

دوپہر

۱-۱۰ پنڈت جسراج : گائن
۱-۵۰ 'مشرت کھیتی آرتھک
دیکاس کے لئے آوشیک ہے'
جے . ڈی . سنگھ

شام

۵-۰۵ یوواپرکرن وبھن وشیوں
پر مولک وچار کی ابھیوکتی
سنجیوکشیپ
سماج سیوا : منجوشا گویل
نیتکتا : اوما ایرن
سنسکرتی : نیرج : راشٹریہ ایکتا
پون شرما : داینوجن سیوا
کملا دیدھ : ساmپردایک سوہرد
دیپکا اروڑا : چکتسا شیستر
من پریت کور بندرا
دھارک سمنویہ : پرینا گوسوامی
شکشا : دھرم پرکاش شرما
ساہتیہ : مکیش ویاس
یودا اپیوگتا : ارچنا شرما
مہیلا سکریتا : روپک : بھاوی
راشٹر نرماتا : نوینہ شکنشت
روپک : پیش کش : راکیش
شیتر پال

منگل ۲۹ر اکتوبر

صبح

۸-۲۱ 'روپے آئے کہاں سے روپے
جائیں کہاں رے'
ہندی تقریر : ایل ۔ سی اڈوانی
۹-۱۵ اور دوپہر ۱-۴۰
شاردا بھٹناگر : لوک سنگیت

دوپہر

۱-۵۰ 'دودھ کے بنے وبھنہ پریوگ
اپوم پدارتھ گرامین پرستھتیوں
میں'، از گنجید رماتھر

شام

۶-۳۰ تقریر : ویدھ متن لال شرما
کویتا : سوہن دان سنگھ
کہانی : درگا دت درگیش

بدھ ۳۰ر اکتوبر

صبح

۹-۱۵ اور دوپہر ۱-۴۰
پنالال بوہرا : لوک سنگیت

دوپہر

۱-۱۰ بھیم سین جوشی : گائن
۱-۵۰ 'کھجور کے روگ اور اس کی
روک تھام' : ایل ۔ سی بھٹناگر

شام

۵-۰۵ 'وہ سور وہ شبد'
از ڈاکٹر شیل کانت

جمعرات ۳۱ر اکتوبر

صبح

۷-۵۰ کرشنا گوسوامی
سگم سنگیت
۹-۱۵ اور دوپہر ۱-۴۰
احمد حسین، محمد حسین
لوک سنگیت

دوپہر

۱-۱۰ مہیلا جگت
اندرا گاندھی کی برسی پر
خصوصی روپک
بڑے شوق سے سن رہا تھا زمانہ
تم ہی سو گئے داستاں کہتے کہتے
تحریر اور پیش کش
سروج بھٹناگر

شام

۵-۰۵ کماری پربھا بوترا
سگم سنگیت

رات

۸-۱۵ کرشنا گوسوامی
سگم سنگیت
۸-۲۵ وی ۔ جی جوگ ، ہری پرساد
چورسیہ : وائلن بانسری
پرمہنس دھونی، مشرکانی

بھوپال، رائپور، گوالیار، جبلپور

بھوپال (الف) ۲۰۲/۲۰ میٹر ۱۴۸۵ کلوہرٹز بھوپال (ب) ۲۴۳/۲۴ میٹر ۱۲۳۳ کلوہرٹز
شارٹ ویو:
صبح : ۷-۴۵ تک ۹۰/۵۰ میٹر ۳۳۱۵ کلوہرٹز ۸-۰۰ کے بعد ۵۰/۰۸ میٹر ۵۹۹۰ کلوہرٹز
دوپہر : ۴۱/۸۷ میٹر ۷۱۸۰ کلوہرٹز شام اور رات ۹۰/۵۰ میٹر ۳۳۱۵ کلوہرٹز

خبریں

ہندی : صبح ۸-۰۰، ۹-۰۵ (پہاڑی دیشک) دوپہر ۱-۰۵، ۲-۱۰، ۲-۴۵ شام ۶-۰۵
رات ۸-۴۵ (۱۱-۰۵ صرف ہفتہ کو)
انگریزی : صبح ۸-۱۰ دوپہر ۱-۰۰ شام ۶-۰۰ رات ۹-۰۰ (۱۱-۰۰ صرف ہفتہ کو)

بدھ ۱۶ر اکتوبر

صبح

۷-۱۰ کہانی : از منگلا رام چندرن
۸-۳۰ اور رات ۱۰-۰۰
عبدالصمد خاں : سارنگی

رات

۹-۳۰ سوتنترتا آندولن کے اتہاس
کے بارے میں وشیش روپک
۱۰-۳۰ رسک لال اندھاریہ : خیال

جمعرات ۱۷ر اکتوبر

صبح

۸-۳۰ اور رات ۱۰-۰۰
مشتاق حسین خاں : خیال

دوپہر

۱-۱۰ چترپٹ سنگیت

شام

۷-۱۵ گرام لکشمی
۸-۳۰ سگم سنگیت

جمعہ ۱۸ر اکتوبر

صبح

۸-۳۰ کہکشاں : اردو پروگرام
علم کے خزانے سے
'جمہوریت میں فرائض' تقریر
جعفر حسین بدایونی : قوالی

رات

۱۰-۳۰ راگ مرالھی : خیال

ہفتہ ۱۹ر اکتوبر

صبح

۷-۴۵ اپ شاستریہ سنگیت

دوپہر

۲-۳۰ مہیلا سبھا

شام

۷-۴۵ کھلا آکاش

اتوار ۲۰ر اکتوبر

صبح

۷-۱۰ کوی دھارا : سنجیون مانک

رات

۹-۳۰ شاستریہ سنگیت

پیر ۲۱ر اکتوبر

صبح

۷-۱۰ 'ریہ بیماریاں'،
تقریر : ڈاکٹر جی کے آیوربال
۸-۳۰ وائلن وادن

دوپہر

۱-۱۰ درپن

منگل ۲۲ر اکتوبر

صبح

۸-۳۰ آئینہ : اردو پروگرام
اچھی اردو صحافت
انگریزی کے بغیر کتنی ممکن -
مباحثہ

رات

۸-۰۰ 'وقت کی آواز' : روپک

بدھ ۲۳ اکتوبر

صبح

۷-۱۰ کاویہ پاٹھ: کرشن کانت نلوسے

۸-۳۰ اور رات ۱۰-۰۰
رام داس مونگرے: گائن

جمعرات ۲۴ اکتوبر

صبح

۷-۱۰ کاویہ پاٹھ

۸-۳۰ اور رات ۱۰-۰۰
شمیم احمد: ستار

جمعہ ۲۵ اکتوبر

صبح

۸-۲۰ کہکشاں: اردو پروگرام
'کسانوں کی باتیں'
از نعمان خاں
شعر و نغمہ ، بات چیت

ہفتہ ۲۶ اکتوبر

صبح

۷-۱۰ شرادھا عک پریوارک روپک

۸-۳۰ راجدھانی کی ڈائری

دوپہر

۱۲-۲۰ مہیلا سبھا

شام

۸-۲۵ سماچار پتروں سے

اتوار ۲۷ اکتوبر

صبح

۷-۱۰ کاویہ دھارا: نربدا پرشاد ترپاٹھی

۸-۲۰ بال سبھا

رات

۱۰-۰۰ ثروت حسین: طبلہ وادن

پیر ۲۸ اکتوبر

صبح

۷-۱۰ اتہاس کے وساتین سے 'بھرپور': تقریر

۸-۳۰ سعید خاں: اُپ شاستریہ گائن

منگل ۲۹ اکتوبر

صبح

۸-۳۰ آئینہ: اردو پروگرام: فیچر
محوی صدیقی فن اور زندگی'

بدھ ۳۰ اکتوبر

صبح

۷-۱۰ کہانی: پربھوناتھ سنگھ اعظمی

۸-۳۰ اور رات ۱۰-۰۰
راجیندر ویاس: وائلن

رات

۱۰-۳۰ غلام مصطفےٰ خاں: خیال

جمعرات ۳۱ اکتوبر

صبح

۷-۱۵ کہانی: از کاشی گوپال شریواستو

۸-۳۰ اور رات ۱۰-۳۰
آر۔آنند کرشن: خیال

اندور

اندور (الف): ۴۶۲۱۹ میٹر ۶۴۸ کلوہرٹز
اندور (ب): ۱۸۹۳ میٹر ۱۵۸۴ کلوہرٹز

بدھ ۱۶ اکتوبر

صبح

۷-۳۰ 'آئزک نیوٹن کے جیون کے کچھ روچک پہلو' تقریر از بی کے نلوسے

۸-۲۰ اور شام ۶-۲۰
لکشمی کانت جوشی، سگم سنگیت

۸-۳۰ اور رات ۱۰-۰۰
ایس ایل کنڈارہ، وائلن

۹-۱۵ واسدیو پانڈے، خیال

دوپہر

۱۲-۳۰ لگھو ناٹک
تحریر: اندو کول

۲-۳۰ اور شام ۶-۳۰
بدھی لال مالویہ: لوک سنگیت

۵-۵۰ پرشوتم داس جلوٹا، سگم سنگیت

شام

۶-۴۰ گلدستہ

تقریر از رمیش چندر ساتپوتے

۸-۰۰ برج کے کنگوروں سے
'پشوپتی ناتھ (مندسور) کا قلعہ'
تقریر از منگل مہتہ

جمعرات ۱۷ اکتوبر

صبح

۷-۳۰ 'دستکاری تک لکشیہ اور اپلبدھیاں'
تقریر از ونود گپتا

۸-۲۱ اور شام ۶-۲۰
اقبال صدیقی: سگم سنگیت

۸-۳۰، دوپہر ۲-۰۰ اور ۵-۵۰
۹-۱۵ علی حسین و ساتھی: شہنائی

دوپہر

۱۲-۳۰ 'دھرتی وندنا کا پرو' نوراتری'
تقریر از سشیلا مشرا راج

۲-۳۰ اور شام ۶-۳۰
سمیر سنگھ سمن، لوک گیت

شام

۷-۱۵ 'دلہنی اور تلہنی فصلوں کی کاشت'
تقریر از وی پی پنڈت

۸-۰۰ 'شکشا پرنالی میں بدلاؤ - سمسیایا سمادھان'، مباحثہ
شرکا: اوم پرکاش راول، کے سی شرما
سی کے شریواستو، آئی اے ایس مہتہ

۹-۱۶ کہانی از شہناز قریشی

جمعہ ۱۸ اکتوبر

صبح

۸-۲۱ اور شام ۶-۲۰
بندو خاں، غزلیں

۸-۳۰ اور دوپہر ۲-۰۰
برج بھوشن کابرہ، گٹار

۹-۱۵ اور رات ۱۰-۰۰
وی ایس کھیر، گائن

دوپہر

۱۲-۳۰ گھریلو اپچار

از وید سری شنکر شرما

۵-۵۰ چندن داس، سگم سنگیت

شام

۶-۴۰ ایک تندرستی ہزار نعمت
'شیت کال میں ہونے والی بیماریاں - کارن اور اپچار' تقریر از کے سی کھرے

۷-۱۵ 'سدھری نسل کے پشوؤں کی دیکھ بھال کیسے کریں' تقریر
او۔ پی۔ تارنگ

ہفتہ ۱۹ اکتوبر

دوپہر

۱۲-۳۰ 'گربھ اوستھا اس کے بعد مہلاؤں کی دیکھ بھال' تقریر

۲-۰۰ اور شام ۶-۱۰
نند کشور گندھرو: بھجن

۲-۳۰ اور شام ۶-۳۰
آنند بابو خیالا، لوک گیت

۵-۰۵ 'ہندی ساہتیہ میں شکتی پوجا'، تقریر

۵-۵۰ رمیش تانگڑے، وائلن

شام

۷-۱۵ دھار کے ضلع ادھیکش سنیل کمار کے ساتھ گفتگو۔

۸-۰۰ 'کیٹ ناشی - شاپ یا وردان'
تقریر از وی این بھٹناگر

۸-۱۵ مدھوسدن شاستری، سگم سنگیت

اتوار ۲۰ اکتوبر

صبح

۹-۱۵ 'ویر بالک'، ناٹک (تیسرا حصہ)
تحریر: شیو نارائن یادو

دوپہر

۱۲-۳۰ 'سنسکرتک مہاکاویوں میں پاریوارک سندھرب'، تقریر از کیدار ناتھ جوشی

۲-۳۰ اور شام ۶-۳۰
سنیہ لتا بھٹورے: لوک گیت

شام

۷-۱۵ 'گرامین یووا کاسیں میں نہرو یووک کیندروں کی بھومیکا'، تقریر

پیر ۲۱ اکتوبر

صبح

۷-۳۰ انہیں معمولی نہ سمجھیں

'منہ میں بدبو و دانتوں سے خون کا آنا'
تقریر از بی-ایم شریواستو
۸ - ۲۱ پرکاش پارنیکر ؛ سگم سنگیت
۸ - ۳۰ رسک لال اندھریا ؛ گائن
۹ - ۱۵ اور دوپہر ۲ - ۰۰
پرشوتم راج وید ؛ پکھاوج

دوپہر
۱۲ - ۳۰ 'دیوی کے روپ انیک' تقریر
از وینا جوہری
۲ - ۳۰ اور شام ۶ - ۳۰
گھاسی رام گوپال جی ؛ لوک گیت
۵ - ۵۰ گوپال شرما ؛ سگم سنگیت
شام
۶ - ۲۰ پرکاش پارنیکر ؛ سگم سنگیت
۷ - ۱۵ 'گراموں میں چرم ادیوگ' تقریر
از ایس جی سوہنی
۱۰ - ۰۰ رسک لال اندھریا ؛ گائن

منگل ۲۲ر اکتوبر

صبح
۸ - ۲۰ ، شام ۶ - ۴۵ اور ۸ - ۱۵
انوپ جلوٹا ؛ سگم سنگیت
۹ - ۱۵ اور دوپہر ۲ - ۰۰
امتیاز احمد ؛ گائن

دوپہر
۲ - ۳۰ اور شام ۶ - ۳۰
سیتارام ورما ؛ لوک گیت

شام
۶ - ۴۰ اپنے شرم قانون جانیں
'پردوشن بچاؤ اور روک تھام ایکٹ ۱۹۸۱ء' تقریر از
آر - ایم - چوکسے
۷ - ۱۵ 'شردکالین گنا فصل کی اہم کاشت'
تقریر

بدھ ۲۳ر اکتوبر

صبح
۷ - ۳۰ 'آیورویدکا اسادھیہ روگوں میں اپیوگ'
تقریر از جگدیش جوشی
۸ - ۲۱ اور شام ۶ - ۲۰
مدھوپرمار ؛ سگم سنگیت
۸ - ۳۰ اور رات ۱۰ - ۰۰
راجا کالے ؛ گائن
۹ - ۱۵ بدھ دتیہ مکرجی ؛ ستار وادن

دوپہر
۲ - ۰۰ چمن بابا ؛ مینڈولن
۲ - ۳۰ اور شام ۶ - ۳۰
رادھے شیام سولنکی ؛ لوک گیت
۵ - ۵۰ متا ڈسے ؛ سگم سنگیت
شام
۶ - ۴۰ آپکے بچے کا سواستھ
'بچوں کے دنت روگ - کارن و سرکشا'
تقریر از آر کے شرما

جمعرات ۲۴ر اکتوبر

صبح
۷ - ۳۰ 'مانو اتہاس کے درپن میں —
مہارانی اہلیہ بائی کی نیائے پدھتی'
تقریر از ہیرالال شرما
۸ - ۲۱ اور شام ۶ - ۲۰
اسرار احمد ؛ سگم سنگیت
۸ - ۳۰ اور شام دوپہر ۲ - ۰۰
معین الدین خاں ؛ سارنگی
۹ - ۱۵ اور رات ۱۰ - ۰۰
ملک ارجن منصور ؛ گائن

دوپہر
۱۲ - ۳۰ 'بدلتے موسم میں سواستھ سا وادھانی'
تقریر
۲ - ۳۰ اور شام ۶ - ۳۰
ہیم لتا اپادھیائے ؛ لوک گیت

رات
۸ - ۰۰ کہانی ؛ ہری موہن ودھولیا
کویتا ؛ ہرش نارائن نیرج

جمعہ ۲۵ر اکتوبر

صبح
۸ - ۲۱ اور شام ۶ - ۲۰
شمیم خاں ؛ سگم سنگیت

دوپہر
۱۲ - ۳۰ گھریلو اپچار
از وید ہری شنکر شرما
۵ - ۵۰ انور ؛ سگم سنگیت
شام
۶ - ۴۰ کہاوت ہے
'مول سے بیاج پیارہ ہوتا ہے'
تقریر از سیما تیواری
۷ - ۱۵ 'سنچائی ینتروں کی دیکھ بھال'
از کے این دوبے

ہفتہ ۲۶ر اکتوبر

صبح
۷ - ۳۰ نئی پرتبھا
کویتا پاٹھ ؛ ستیش منڈلوئی
۸ - ۲۱ اور رات ۸ - ۱۵
پرتبھا ترویدی ؛ سگم سنگیت

دوپہر
۲ - ۰۰ اور شام ۶ - ۲۰
محمد من راگی ؛ سگم سنگیت
۲ - ۳۰ اور شام ۶ - ۳۰
لکشمن گوپال ؛ لوک گیت
۵ - ۰۵ دنیش تیواری ؛ کویتائیں
شام
۶ - ۴۰ کہانی ادیوگوں کی
'بھارت ہیوی الیکٹریکلز' روپک
تحریر ؛ ہرلیش تیواری

اتوار ۲۷ر اکتوبر

صبح
۹ - ۱۵ 'ویربالک' ناٹک (حصہ ۴)
دوپہر
۱۲ - ۰۰ 'بے بی' ناٹک
تحریر ؛ الہاس پورانک
۲ - ۳۰ اور شام ۶ - ۳۰
مانگی لال باروٹ ؛ لوک گیت
رات
۸ - ۰۰ کویتا پاٹھ ؛ بلیش منڈلوئی

پیر ۲۸ر اکتوبر

صبح
۸ - ۲۱ اور شام ۶ - ۳۰
اشوک شریواستو ؛ سگم سنگیت

دوپہر
۱۲ - ۳۰ 'گھر چمپا، گھر موگرا' فیچر
تحریر ؛ کے کے دوبے
۲ - ۳۰ اور شام ۶ - ۳۰
پکھراج پانڈے ؛ لوک گیت
۵ - ۵۰ متالی مکھرجی ؛ سگم سنگیت
شام
۶ - ۴۰ انکے بارے میں بھی جانیے
'انڈین انسٹی ٹیوٹ آف منجمنٹ'
تقریر از دامودر پرساد ویاس
۷ - ۱۵ 'سرکشا ادھی نیم' تقریر
از پی - پروہت

منگل ۲۹ر اکتوبر

صبح
۸ - ۲۱ اور شام ۶ - ۲۰
مدھو تیواری ؛ سگم سنگیت

دوپہر
۲ - ۳۰ شوبھا پاٹی دار ؛ لوک گیت
۵ - ۰۵ ابھرتے کلاکار
اجے کمار امرولیہ ؛ طبلہ وادن
نشچلتا مہیشوری ؛ گائن

شام
۶ - ۳۰ ہرلیش للوانی ؛ سندھی گیت
۶ - ۴۰ 'ندیوں پر ادیوگک پردوشن پربھاؤ'
تقریر از ایم ایل گنگوال
۸ - ۱۵ سیمنت کمار ؛ سگم سنگیت

بدھ ۳۰ر اکتوبر

صبح
۷ - ۳۰ 'وگیان بھی کلا بھی' تقریر از
سبھاش بنسل
۸ - ۲۱ اور شام ۶ - ۲۰
پنالال ؛ سگم سنگیت

دوپہر
۲ - ۳۰ اور شام ۶ - ۳۰
لکشمن پرساد رسک ؛ لوک گیت
۵ - ۵۰ سرلیش واڈیکر ؛ سگم سنگیت
شام
۶ - ۴۰ شرم سنگٹھن اور ان کا دائتو ؛
'اتپادکتا شکشا'
تقریر از مانگی لال جوشی
۷ - ۱۵ 'بھارتیہ سوتنترتا سنگرام میں
مالوی تتھا مانڈوی انچل کا یوگدان'

جمعرات ۳۱ر اکتوبر

صبح
۷ - ۳۰ جیوت پرمپرائیں
'مالوے کا ماچ' تقریر از
پی کے بھٹاچاریہ

دوپہر
۱۲ - ۳۰ 'گاؤں کی اُنتی میں اندراجی کا یوگ'
تقریر از ستیشوری سکسینہ

رات
۹ - ۳۰ کوی گوشٹھی
شرکا: شری کانت جوشی، دنکر سونولکر،
رام ولاس شرما، گنیش دت ترپاٹھی،
راجکمار کیسو اور چندر کانت دیوتالے

سرینگر

میڈیم ویو:
سرینگر (الف): ۲۶۸٫۸ میٹر ۱۱۱۶ کلوہرٹز سرینگر (ج) ۲۴۵٫۱ میٹر ۱۲۲۴ کلوہرٹز
سرینگر (د) ۱۹۹٫۲ میٹر ۱۵۳۰ کلو ہرٹز
شارٹ ویو : سرینگر (ب) ۲۹٫۱۰ میٹر ۱۰۱۴۰ کلوہرٹز ۹۱٫۵۰ میٹر ۳۲۷۷ کلوہرٹز
پہلی مجلس: صبح ۳۰-۶ سے ۰۰-۱۰ تک، دوسری مجلس: دوپہر ۳۰-۱۱ سے رات ۰۵-۱۱ تک
(اتوار کو صبح ۳۰-۶ سے رات ۰۵-۱۱)

خبریں

کشمیری: صبح ۴۵-۷، شام ۲۵-۶ اردو: صبح ۵۰-۸، دوپہر ۵۰-۱ رات ۱۵-۹
ہندی: صبح ۰۰-۹ سنسکرت: صبح ۰۰-۷
انگریزی: صبح ۱۰-۸، دوپہر ۰۰-۲، شام ۰۰-۶، رات ۰۰-۹ اور ۰۰-۱۱

علاقائی خبریں

اردو: صبح ۲۰-۹، دوپہر ۳۰-۱۲ اور ۰۰-۴ (دھیمی رفتار سے)، شام ۴۰-۷
کشمیری: صبح ۳۵-۹، دوپہر ۳۵-۱۲ اور شام ۳۰-۷

بدھ ۱۶ر اکتوبر

دوپہر
۰۵-۱ عبدالرحمان ریشی اور اوشا ہنڈو
کشمیری موسیقی
۱۰-۲ ایس۔ این۔ سوپوری
ستار وادن
شام
۱۰-۶ عبدالرحمٰن ریشی اور اوشا ہنڈو
غزل
رات
۳۰-۸ غلام محمد میر: غزل

جمعرات ۱۷ر اکتوبر

صبح
۱۵-۷ مہینے کا نغمہ: کلام عبدالرحیم وارثی: گلوکار رحمت اللہ خاں
دوپہر
۳۰-۱۱ اور ۳۰-۲
محمد عبداللہ سیتاری اور ساتھی
صوفیانہ موسیقی
۱۰-۲ ہری پرساد چورسیہ
بانسری وادن
شام
۱۰-۶ اور رات ۳۰-۸
نسیم اختر: غزل

جمعہ ۱۸ر اکتوبر

دوپہر
۰۵-۱ پریم ناتھ رینہ اور ردھن جی کول
غزلیں
۱۰-۲ غلام مصطفےٰ خاں: گائن
شام
۱۰-۶ اور رات ۳۰-۸
راج بیگم: غزلیں

ہفتہ ۱۹ر اکتوبر

دوپہر
۳۰-۱۱ اور ۳۰-۲
شیخ عبدالعزیز اور ساتھی
صوفیانہ موسیقی
۱۰-۲ پی۔ این۔ چھتو: ستار وادن
شام
۱۰-۶ اور رات ۳۰-۸
ششی چوپڑا: غزلیں

اتوار ۲۰ر اکتوبر

دوپہر
۱۰-۲ لکشمی شنکر: گائن
شام
۱۰-۶ اور رات ۳۰-۸
ریتا کول: غزلیں

پیر ۲۱ر اکتوبر

دوپہر
۰۵-۱ سدھارتھ کول اور آرتی تکو
کشمیری موسیقی
۱۰-۲ پنا لال گھوش: بانسری وادن
شام
۱۰-۶ اور رات ۳۰-۸
سدھارتھ کول آرتی تکو
غزلیں

منگل ۲۲ر اکتوبر

صبح
۱۵-۷ کرشنا کار: ڈوگری سنگیت
۳۰-۱۱ اور دوپہر ۳۰-۲
محمد عبداللہ تبت بقال اور
ساتھی: صوفیانہ موسیقی
دوپہر
۱۰-۲ نکھل بنرجی: ستار وادن
شام
۱۰-۶ اور رات ۳۰-۸
نسیم اختر: غزلیں

بدھ ۲۳ر اکتوبر

دوپہر
۰۵-۱ اسداللہ اور نرملا دیوی
کشمیری موسیقی
۱۰-۲ اومکار ناتھ ٹھاکر: گائن
شام
۱۰-۶ اور رات ۳۰-۸
اسداللہ اور نرملا دیوی
غزلیں

جمعرات ۲۴ر اکتوبر

صبح
۱۵-۷ مہینے کا نغمہ
کلام عبدالرحیم وارثی: گلوکار
رحمت اللہ خاں
۳۰-۱۱ اور دوپہر ۳۰-۲
غلام محمد ساز نواز اور ساتھی
صوفیانہ موسیقی
دوپہر
۱۰-۲ غلام احمد خاں: ستار وادن
شام
۱۰-۶ اور رات ۳۰-۸
سینا کول: غزلیں

جمعہ ۲۵ر اکتوبر

دوپہر
۰۵-۱ بی۔ ایل۔ جوشی اور سدھارتھ کول
غزلیں
۱۰-۲ پرکاش وڈیرا
بانسری وادن
شام
۱۰-۶ اور رات ۳۰-۸
جی۔ ایچ۔ صوفی: غزلیں

ہفتہ ۲۶ر اکتوبر

دوپہر
۳۰-۱۱ اور ۳۰-۲
غلام محمد قالین باف اور ساتھی
صوفیانہ موسیقی
۱۰-۲ پروین سلطانہ: گائن
شام
۱۰-۶ اور رات ۳۰-۸
کیلاش مہرہ: غزلیں

اتوار ۲۷ر اکتوبر

دوپہر
۱۰-۲ شیو کمار شرما: سنطور وادن
شام
۱۰-۶ آرتی تکو: غزلیں

پیر ۲۸ر اکتوبر

دوپہر
۰۵-۱ غلام نبی وگے اور راج بیگم
کشمیری موسیقی
۱۰-۲ وی۔ جی۔ جوگ: وائلن
شام
۱۰-۶ اور رات ۳۰-۸
غلام نبی وگے اور راج بیگم
غزلیں

منگل ۲۹ ...

صبح
۷-۱۵ انیل کول: ڈوگری سنگیت

دوپہر
۱۱-۳۰ اور ۳۰-۲
استاد رمضان جو اور ساتھی
صوفیانہ موسیقی
۱۰-۲ شرن رانی: گائن

شام
۱۰-۶ اور رات ۳۰-۸
راہی آغا: غزلیں

بدھ ۳۰ر اکتوبر

دوپہر
۰۵-۱ بی۔ ایل قاضی اور محمد صدیق
پانپوری: کشمیری موسیقی
۱۰-۲ شجاعت خاں: ستار وادن

شام
۱۰-۶ اور رات ۳۰-۸
محمد صدیق پانپوری اور ایم
کے پنڈتا: غزلیں

جمعرات ۳۱ر اکتوبر

صبح
۱۵-۷ مہینے کا نغمہ: کلام عبدالرحیم
[illegible]
گلوکار: رحمت اللہ خاں

دوپہر
۳۰-۱۱ [illegible] ۳۰-۲
[illegible] بٹ اور ساتھی
صوفیانہ موسیقی
۱۰-۲ روی شنکر: ستار وادن

شام
۱۰-۶ اور رات ۳۰-۸
کرن کول: غزلیں

خط و کتابت کرتے وقت اپنا
پتہ صاف و خوشخط
تحریر کیجئے۔

جموں

جموں (الف): ۳۰۳۱۰ میٹر ۹۹۰ کلوہرٹز
جموں (ب): ۲۷۵۱۴ میٹر ۱۰۸۹ کلوہرٹز

بدھ ۱۶ر اکتوبر

صبح
۴۵-۷ دیویندر سنگھ، جتیندر سنگھ
ڈوگری سنگیت

دوپہر
۰۰-۱۲ ”پلاننگ آف روز بش“
انگریزی تقریر

جمعرات ۱۷ر اکتوبر

صبح
۴۵-۷ نریندر گپتا، سروجیت
ڈوگری سنگیت

دوپہر
۰۰-۱۲ ”دہلی سلطنت میں عوام کی
زندگی“ تقریر

جمعہ ۱۸ر اکتوبر

صبح
۴۵-۷ کرشن لال پریمی جٹ اور
شیلا بالا جگی
ڈوگری سنگیت

دوپہر
۳۰-۱۲ ارشاد رحمت قوال و ساتھی
قوالی

ہفتہ ۱۹ر اکتوبر

صبح
۴۵-۷ سریندر پال وردی
اندو بالا: ڈوگری سنگیت

اتوار ۲۰ر اکتوبر

صبح
۴۵-۷ جیون شرما، سیتا کوہلی
ڈوگری سنگیت

دوپہر
۰۰-۱۲ ”ٹیچنگ آف میتھمیٹکس“ تقریر

رات
۰۰-۸ شہادہ پنڈارکر: دلرباوادن
۳۰-۱۰ سنگھو بندھو: گائن

پیر ۲۱ر اکتوبر

صبح
۴۵-۷ شام ساجن، کلپنا کیسر
ڈوگری سنگیت

۰۵-۹ اے۔ رمیش کمار: ٹھمری

منگل ۲۲ر اکتوبر

صبح
۴۵-۷ ست رام، رنجنا
ڈوگری سنگیت

بدھ ۲۳ر اکتوبر

صبح
۴۵-۷ مہندر کپور، شمیمہ دیو
ڈوگری سنگیت

دوپہر
۰۰-۱۲ ’دسہرہ‘، فیچر

جمعرات ۲۴ر اکتوبر

صبح
۴۵-۷ پردمن سنگھ، شانتی بشٹ
ڈوگری سنگیت

دوپہر
۰۰-۱۲ ’شاہ جہاں دی گریٹ آر کی
ٹیکٹ‘: سوشل اسٹڈی
پروگرام

رات
۳۰-۱۰ کمار گندھرو: گائن

جمعہ ۲۵ر اکتوبر

صبح
۴۵-۷ سریندر کوہلی، مدھر شو
ڈوگری سنگیت

دوپہر
۳۰-۱۲ نیاز احمد قوال و ساتھی: قوالی

ہفتہ ۲۶ر اکتوبر

صبح
۴۵-۷ سر بجن لال، سورن لتا
ڈوگری سنگیت

اتوار ۲۷ر اکتوبر

صبح
۴۵-۷ محمد حسین، سیما، انل سہگل
ڈوگری سنگیت

رات
۳۰-۱۰ ایس۔ این۔ سوپوری
ستار وادن

پیر ۲۸ر اکتوبر

صبح
۴۵-۷ موہن مشرا، پریم جگیاسو
ڈوگری سنگیت
۰۵-۹ احمد جان تھرکوا: طبلہ

منگل ۲۹ر اکتوبر

صبح
۴۵-۷ پرکاش شرما، پشپا دیوی
و سکھیاں: ڈوگری سنگیت

بدھ ۳۰ر اکتوبر

صبح
۴۵-۷ لکشمی کانت جوشی، پشپا ہنس
ڈوگری سنگیت

جمعرات ۳۱ر اکتوبر

صبح
۴۵-۷ انل کمار، انوپما شرما
ڈوگری سنگیت

دوپہر
۰۰-۱۲ ’مہاراج کرشن دیو رائے‘
سوشل اسٹڈی پروگرام





▲ اسکن شرما اور پنڈت جسراج ، آکاشوانی اورنگ آباد کی جانب سے منعقد محفل موسیقی میں ۔
◄ مدعو سامعین کے رو برو آکاشوانی وارانسی کی جانب سے منعقد پروگرام میں کماری رکمنی مشر رقص پیش کرتے ہوئے۔







(اوپر) ریشماں — مشہور پاکستانی گلوکارہ
کے ساتھ آکاشوانی بھوپال کے اردو پروگرام
میں محو گفتگو اقبال مجید ۔

(اوپر بائیں) ۱۹۹۰ء بھارتی کے سنگیت رتنا
پروگرام میں
کلاسیکل گائیک جیش ناتھ کرنی کے ساتھ
مدن لال ویاس کی گفتگو گذشتہ دنوں نشر کی گئی ۔

(بائیں) آکاشوانی دہلی
کی جانب سے
مدعو سامعین کے رو برو منعقد سگم سنگیت کی محفل میں
مینو پرشوتم سامعین کا منورنجن
کرتے ہوئے ۔

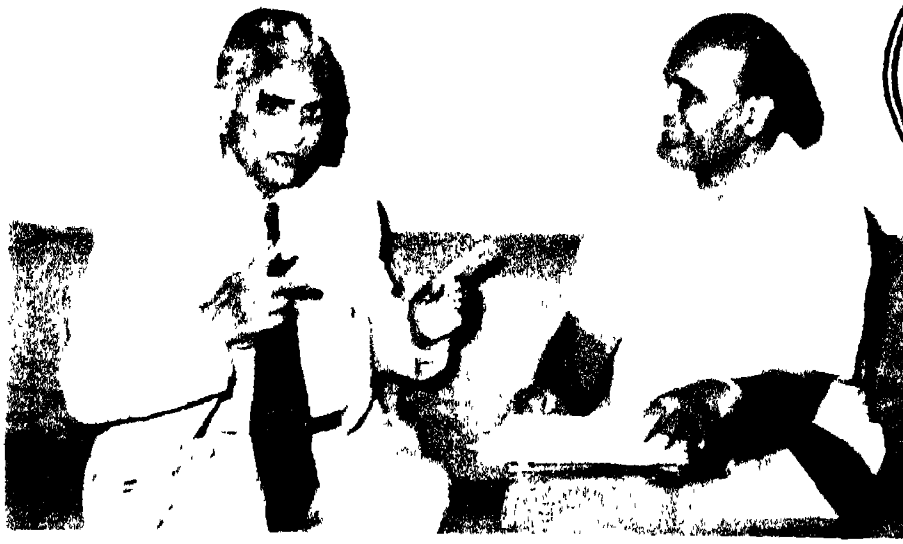
Regd. No. D (C)39
R.N. No. 14253
PRICE RUPEE 1.00
Awaz
16th OCTOBER 1985
(Licence No. 23) to post without prepayment at PSO New Delhi





▲ شری نارائن دت تیواری ــــ
کی ایک تقریر گذشتہ دنوں آکاشوانی لکھنؤ سے نشر ہوئی ۔

▲ شری ضیاء الرحمٰن انصاری، وزیر ٹرانسپورٹ کی ایک تقریر
'آزادی اور جمہوری تجربہ' کے عنوان سے [illegible] سے نشر ہوئی ۔



پروفیسر محمد شفیع
کے ساتھ
ڈاکٹر اقبال محی الدین
کی بات چیت گذشتہ دنوں
اردو سروس کے سائنس میگزین ◄
پروگرام میں نشر کی گئی ۔

آکاشوانی رامپور کے
اردو پروگرام میں نشر ایک شعری نشست کے شرکا شعراء
(دائیں سے) نوشاہ امروہوی، اظہر القادری، فرید شمسی
تسنیم صدیقی، سنتوش کمار موج، گووندر شک
ستیش کمار گیتا فگار، اخلاق سہسوانی اور
پروگرام ایگزیکیٹو محمد علی موج ▼



Published by the Director General All India Radio at the Office of the Chief Editor Akashvani Group of Journals PTI Building II floor Sansad Marg New Delhi-110001 Printed by the Manager Govt of India Photo Litho Press Faridabad

آواز

6 NOV 1985

ریڈیو سنگیت سمیلن ۸۵ء

نشریات



اس بار غزلیں جموں سے

محمد یٰسین

جانے کس وحشت کا اثر تھا
سارا عالم خاک بسر تھا

یاد کے طائر دور گئے تھے
دل تنہا ویران شجر تھا

سب اپنے خیموں میں پڑے تھے
میرے لیے بس حکم سفر تھا

صحراؤں میں دھوپ کھلی تھی
شہر کا موسم تنگ نظر تھا

اپنی اپنی محرومی تھی
اپنا اپنا داغ جگر تھا

سبھی صحیفے پڑھ کر بھی میں
وہم و گماں کی سولی پر تھا

چوراہے پر خواب کھڑے تھے
اگلے موڑ پہ میرا گھر تھا

قاتل کا انجام نہ پوچھو
اپنے لہو میں خود ہی تر تھا

میں نے بھی اک بات کہی تھی
نیزے پر میرا بھی سر تھا

عابد مناوری

سچ تو یہ ہے پہلے بھی وعدہ نبھایا کون سا
آج لیکن وہ نیا ئے گا بہانا کون سا

کہکشاں در کہکشاں کب سے ہوں محو جستجو
ان میں ہے میرے مقدر کا ستارا کون سا

نیلگوں آکاش کی اجلی فضا کو دیکھ کر
پھڑپھڑاتا ہے مرے اندر پرندا کون سا

آپ اپنا سامنا کرتے ہوئے ڈرتا ہوں کیوں
مجھ سے سرزد ہو گیا ہے جرم ایسا کون سا

ساحر ...یا ہی بڑا مستقر اطاکو
میں نے کس تیج لوں کر العام پایا کون سا

آئینے میں خود کو جب دیکھا کھلا مجھ پہ یہ راز
چہرہ در چہرہ نہیں جو ہے وہ چہرا کون سا

شہر کے ...ہے ...ہوں دیدہ حیرت لیے
میرے گاؤں کی طرف جاتا ہے رستا کون سا

کیوں نہ اس کے عابد تصور کی گود میں سو جاؤں میں
پار کرنا ہے مجھے اب اور دریا کون سا

ملک زادہ منظور احمد

کچھ غم جاناں، کچھ غم دوراں، دونوں میری ذات کے نام
ایک غزل منسوب ہے تجھ سے ایک غزل حالات کے نام

موج بلا دیوار شہر پہ اب تک جو کچھ لکھتی رہی
میری کتاب زیست کو پڑھیے درج ہیں سب صدمات کے نام

صحرا، زنداں، طوق، سلاسل، آتش، زہر اور دار و رسن
کیا کیا ہم نے دے رکھے ہیں آپ کے احسانات کے نام

اس کی گلی سے مقتل جاں تک مسجد سے میخانے تک
الجھن، پیاس، خلش، تنہائی، کرب زدہ لمحات کے نام

گرتے خیمے، جلتی طنابیں، آگ کا دریا، خون کی نہر
ایسے منظر منصوبوں کو دوں کیسے آفات کے نام

روشن چہرہ، بھیگی زلفیں، دوں کس کو کس پر ترجیح
ایک قصیدہ دھوپ کا لکھوں، ایک غزل برسات کے نام

جن کے لیے مر مر کے جیے ہم کیا پایا ان سے منظور
کچھ بدنامی، کچھ رسوائی، ہم کو ملی سوغات کے نام

سیدہ شان معراج

حال موسم کا ہی پوچھے گا وہ جب پوچھے گا
مجھ سے کب میری اداسی کا سبب پوچھے گا

اس سے ملنے پہ خوشی کیسے چھپائی جائے
کیا بتائیں گے وہ جب وجہ طرب پوچھے گا

میری بستی میں سبھی شام سے سو جاتے ہیں
کون مجھ سے سبب نالۂ شب پوچھے گا

ڈال لو چہرۂ غمگیں پہ ہنسی کا آنچل
کون اس حال میں رونے کا سبب پوچھے گا

کوچۂ عشق میں کیا عزت سادات کا غم
شان کوئی نہ یہاں نام و نسب پوچھے گا

قیصر قلندر

کس بستی میں سورج اترا میں کیا جانوں
درد کا چاند کہاں سے ابھرا میں کیا جانوں

پیرہنوں کے رنگ ہوا میں لہرائے ہیں
رنگ ہوا کا کس نے دیکھا میں کیا جانوں

کلیوں نے رنگ اچھالے ساری فضا پر
کس کے دل سے کون سا ابھرا میں کیا جانوں

سوت ہوا لے آئی خوشبو کس کے بدن کی
دھیان میں یہ کہرام ہے کیسا میں کیا جانوں

آنکھوں میں مسکان تھی تری کلیوں جیسی
من میں کون سا پھول کھلا تھا میں کیا جانوں

کیدل ...کی گاتے ہیں بستی والے
شہر نوا کا اب کیا ہوگا میں کیا جانوں

کس کے پیار کی خوشبو پھیلی نگری نگری
کس نے دیکھا خواب سہانا میں کیا جانوں

وقت نے ایک اور سال کا موتی نگل لیا ہے
سالگرہ کا جشن یہ کیسا میں کیا جانوں

لمحوں کے بندے بکھرتے ہیں چپکے چپکے
کس کس کو احساس ہے اس کا میں کیا جانوں

دھیان میں ہے جلوے کا اک دوشیزۂ نظر
قیصر کا ہے یہ سرمایا میں کیا جانوں

ڈاکٹر عابد پیشاوری

کوئی خار، کوئی کلی، کوئی پھول
تہی دامنوں کو ملے جو، قبول

نظر میں جو کھٹکے تو گل خار ہے
اتر جائے دل میں تو کانٹا بھی پھول

کتابوں میں سب نیکیاں، خوبیاں
دلوں میں غبار اور آنکھوں میں دھول

عجب سرزمیں ہے عجیب لوگ ہیں
زباں زہر، دل سنگ، ہاتھوں میں پھول

زمانے میں جو ہر شناس اب کہاں
کھلایا کریں آپ صحرا میں پھول

منافق زمانے میں صدق و صفا
ہے عابد تو بے شک ظلوم و جہول

ساغر بالمپوری

اب کیا بتائیں کیا ہوئے چڑیوں کے گھونسلے
طوفاں کی نذر ہو گئے چڑیوں کے گھونسلے

شاید ہوئے ہیں سوکھے سے کھلیان بے اناج
لگنے ہیں پھر اداس سے چڑیوں کے گھونسلے

ہر گھر کے ہی دریچوں چھتوں میں چھپے ہیں اب
محفوظ اب نہیں رہے چڑیوں کے گھونسلے

پت جھڑ میں کچھ گئے تو کچھ اجڑے بہار میں
بازو کے محل ہو گئے چڑیوں کے گھونسلے

بڑھتا ہی جا رہا ہے جو دھرتی پہ دن بدن
اس شور و غل میں کھو گئے چڑیوں کے گھونسلے

تاریخ ہے گواہ کہ پھولے پھلے بہت
جو آندھیوں سے بچ رہے چڑیوں کے گھونسلے

بننے لگے ہیں جب سے مکاں کنکریٹ کے
ہیں تب سے در بدر ہوئے چڑیوں کے گھونسلے

پیپل کے اس درخت کے کٹنے کی دیر تھی
آباد پھر نہ ہو سکے چڑیوں کے گھونسلے

جونہی بجا شہر کی کسی مل کا سائرن
پھر ہم کو یاد آ گئے چڑیوں کے گھونسلے

عزیز بانو داراب وفا

اپنی بیتی ہوئی رنگین جوانی دے گا
مجھ کو تصویر بھی دے گا تو پرانی دے گا

چھوڑ جائے گا مرے جسم میں بکھرا کے مجھے
کل وہ پیغام ہواؤں کی زبانی دے گا

عادتیں ملتی ہیں سورج سے بہت کچھ اس کی
وقت رخصت بھی وہ اک شام سہانی دے گا

عمر بھر میں کوئی جادو کی چھڑی ڈھونڈوں گی
میری ہر رات کو پریوں کی کہانی دے گا

ہم سفر میل کا پتھر نظر آئے گا کوئی
فاصلہ پھر مجھے اس شخص کا ثانی دے گا

میرے ماتھے کی لکیروں میں اضافہ کر کے
وہ بھی ماضی کی طرح اپنی نشانی دے گا

برف ہو جائے گا جب میرے لہو کا دریا
تب کہیں جا کے وہ موجوں کو روانی دے گا

میں نے یہ سوچ کے بوئے نہیں خوابوں کے درخت
کون جنگل میں لگے پیڑ کو پانی دے گا

سنگیت سمیلن ۸۵ء

آل انڈیا ریڈیو کے سنگیت سمیلن کا آغاز ۱۹۵۴ء میں ہوا تھا۔ تب سے آج تک اس سمیلن کی مقبولیت اور اہمیت میں اضافہ ہوتا آرہا ہے کسی بھی فنکار کیلئے اس میں شرکت قابل فخر ہوتی ہے۔
ریڈیو سنگیت سمیلن کے توسط سے شائقین موسیقی کے سامنے باصلاحیت نمایاں اور صف اول کے فنکاروں کو پیش کیا جاتا ہے۔ کلاسیکی گائکی کی مختلف اصناف کے علاوہ اس سمیلن میں بہت سے سازوں پر بھی کلاسیکی موسیقی پیش کی جاتی ہے۔ یہ سنگیت سمیلن ہمیشہ سے موسیقی کی دو طرز دن ہندوستانی اور کرناٹک موسیقی کا اہم اتصال رہا ہے اس کے سبب شمالی ہندوستان کے سامعین میں کرناٹک موسیقی کے لیے اور جنوبی ہند کے سامعین میں ہندوستانی موسیقی کے لیے کشش پیدا ہوتی ہے۔
ہر سال کے مانند اس بار بھی ۵ اور ۶ اکتوبر کو ملک کے مختلف مراکز پر سنگیت سمیلن کی محفلیں منعقد کی گئیں ان محفلوں کی ریکارڈنگس ہم اپنے سامعین کے لیے ۲ نومبر سے یکم دسمبر تک پیش کریں گے۔

ہفتہ ۲ نومبر

رات ۳۰-۹ سے ۰۰-۱۱



عبدالحلیم جعفر خاں : ستار
کشن مہاراج : طبلہ
(۵ اکتوبر کو دہلی میں منعقد محفل موسیقی کی ریکارڈنگ)

اتوار ۳ نومبر

صبح ۰۰-۱۰ سے ۰۰-۱۱



گوپال کرشن : وچتر وینا
سوراج بھٹاچارجی : طبلہ

صبح ۰۰-۱۱ سے دوپہر ۰۰-۱۲

پربھا کاریکر : گائن
اروند تھتے : ہارمونیم
اومکار گلواڑی : طبلہ
(۶ اکتوبر کو گوا میں منعقد محفل موسیقی کی ریکارڈنگ)



رات ۰۰-۱۰ سے ۰۰-۱۱



رادھا اور جے لکشمی : دوگانہ
کے ایس ایلا گری سوامی : وائلن
کے آر وی ایئر : مردنگم
کے ناگا راجا راؤ : گھاٹم
(۶ اکتوبر کو کلکتہ میں منعقد محفل موسیقی کی ریکارڈنگ)

پیر ۴ نومبر

رات ۰۰-۱۰ سے ۰۰-۱۱



ماۓ چند بورال : گائن
ہنومان پرساد مشرا : سارنگی
چھتر پتی سنگھ : پکھاوج
دھور جی : ہارمونیم
(۵ اکتوبر کو اودے پور میں منعقد محفل موسیقی کی ریکارڈنگ)

منگل ۵ نومبر

رات ۰۰-۱۰ سے ۰۰-۱۱



ایس پی نٹراجن : بانسری
ایم ایس گوپال کرشنن : وائلن
ایم اے کائن : مردنگم
(۶ اکتوبر کو بمبئی میں منعقد محفل موسیقی کی ریکارڈنگ)

بدھ ۶ نومبر

رات ۰۰-۱۰ سے ۰۰-۱۱



وشوموہن بھٹ : گٹار
نندن مہتہ : طبلہ
(۶ اکتوبر کو دہلی میں منعقد محفل موسیقی کی ریکارڈنگ)

جمعرات ۷ نومبر

رات ۰۰-۱۰ سے ۰۰-۱۱



وی وینکٹیشورلو : گائن

دوارام درگا پرساد راؤ : وائلن
وی کے راؤ : مردنگم
(۶ اکتوبر کو بمبئی میں منعقد محفل موسیقی کی ریکارڈنگ)

جمعہ ۸ نومبر

رات ۰۰-۱۰ سے ۰۰-۱۱



سویتا دیوی : گائن
اندر لال : سارنگی
منموہن سنگھ : طبلہ
(۵ اکتوبر کو دہلی میں منعقد محفل موسیقی کی ریکارڈنگ)

ہفتہ ۹ نومبر

رات ۳۰-۹ سے ۰۰-۱۱



این کے کرشنن : ناگا سورم
ٹی پی اے کلاموتی : تاویل
یو انگو سوامی : تاویل
(۵ اکتوبر کو وشاکھاپٹنم میں منعقد محفل موسیقی کی ریکارڈنگ)

اتوار ۱۰ نومبر

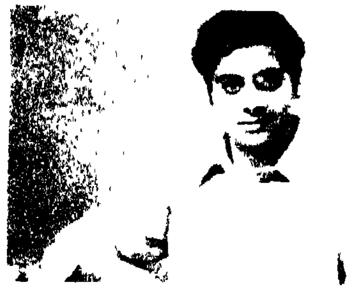
صبح ۰۰-۱۰ سے ۰۰-۱۱



آر کے سوریہ نارائن : وینا

ٹی اے ایس منی : مردنگم
آر اے راجا گوپال : گھاٹم
(۶ اکتوبر کو کلکتہ میں منعقد محفل موسیقی کی ریکارڈنگ)

صبح ۰۰-۱۱ سے دوپہر ۰۰-۱۲



ٹی این شیشا گوپالن : گائن
این مرلی دھرن : وائلن
کے منی : مردنگم
پی ایس مہادیون : مورسنگ
(۶ اکتوبر کو دہلی میں منعقد محفل موسیقی کی ریکارڈنگ)

رات ۰۰-۱۰ سے ۰۰-۱۱



وجے راگھو راؤ : بانسری
گردھر پرساد جے پور والے : طبلہ
(۶ اکتوبر کو مدراس میں منعقد محفل موسیقی کی ریکارڈنگ)

پیر ۱۱ نومبر



راجن مشرا، ساجن مشرا : دوگانہ
بجالال مشرا : سارنگی
سوہن لال مشرا : طبلہ
کانتا پرساد : ہارمونیم
(۵ اکتوبر کو دھارواڑ میں منعقد محفل موسیقی کی ریکارڈنگ)

منگل ۱۲ نومبر

رات ۰۰-۱۰ سے ۰۰-۱۱



ڈی کے جیا رمن : گائن
ٹی جی بدری نارائن : سنگت گائن
وی سیتو رمیا : وائلن
آر رمیش : مردنگم
(۵ اکتوبر کو وشاکھاپٹنم میں منعقد محفل موسیقی کی ریکارڈنگ)

بدھ ۱۳ نومبر

رات ۰۰-۱۰ سے ۰۰-۱۱



رمیش پریم : وچتر وینا
شریف احمد : طبلہ
(۵ اکتوبر کو وارانسی میں منعقد محفل موسیقی کی ریکارڈنگ)

جمعرات ۱۴ نومبر

رات ۰۰-۱۰ سے ۰۰-۱۱



وی کے وینکٹا راما نجم : وائلن
پالگھاٹ رگھو : مردنگم
ٹی آر ایئر : گھاٹم
(۵ اکتوبر کو تریوندرم میں منعقد محفل موسیقی کی ریکارڈنگ)

ٹیلی فون ۳۸۲۲۴۹

چیف ایڈیٹر وجے بہادر سنہا

ادارت

احمد [illegible]

۳۸۲۲۵۴

تار کا پتہ LISTENER

آواز

آل انڈیا ریڈیو کے پروگرام

نئی دہلی | یکم نومبر ۱۹۸۵ء بمطابق ۱۰ کارتک ۱۹۰۷ شاکا | جلد ۵۰ | شمارہ ۲۱

اس شمارے میں

وقت کا تقاضا
جذبہ ایثار

عبدالرحمٰن

ہندوستان میں جتنی بھی قومیں آئیں انھوں نے اسے اپنا وطن بنالیا اور یہیں بود و باش اختیار کرکے ہندوستانی کہلانے لگیں۔ آریوں کے کارواں سے لے کر مسلمانوں کے قافلے تک سب نے بھارت کی دھرتی کو اپنا وطن بنالیا اور اسی دھرتی پر رہنا سہنا شروع کر دیا اور سب بھارت باسی بن گئے۔ انگریزوں کی قوم ہی ایک ایسی قوم تھی جو اس دیس میں بدیس سے تجارت کرنے آئی اور تجارتی کوٹھیاں قائم کرکے اس نے یہاں بیوپار کرنا شروع کر دیا۔ یہ قوم اس ملک میں بیوپار کرتی تھی اور جو کچھ کماتی تھی وہ اپنے ملک انگلستان میں لے جاتی تھی — ہوتے ہوتے اس نے ہندوستانی قوم کی کمزوری سے فائدہ اٹھانا شروع کر دیا۔ اس نے اس ملک کی سیاست اور نظام حکمرانی میں دخل دینا شروع کر دیا اور بنگال او بہار کی دیوانی سے لے کر جنوبی ہند، اودھ اور پھر شمالی ہند پر قبضہ کر لیا اور آخر کار پورے ملک پر قبضہ کر لیا اور اس کی حکومت کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لے لی۔ اس میں شک نہیں کہ حکومت پر قبضہ کرتے ہوئے اسے سخت مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا لیکن قوم کی اقتصادی، سیاسی اور سماجی حالت کی کمزوری کے باعث اس کے ہاتھ میں پورے ملک کا اقتدار اور اس کی حکمرانی آگئی۔ ہندوستانی قوم کی پسپائی اور ہزیمت کو ہندوستان کا ہر فرد بشر محسوس کرتا تھا اور قوم کی غلامی پر رونے والے آٹھ آٹھ آنسو روتے تھے لیکن کمزوری اور بے بسی کی حالت میں کوئی کوشش نتیجہ خیز نہ ہوتی تھی تاہم اس حالت کو ہندوستانیوں نے ٹھنڈے دل سے برداشت نہ کیا۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے اپنی تعلیم و تربیت اور درس قرآن و حدیث کے ذریعہ مسلمانوں میں مذہبی، اخلاقی اور سماجی اصلاح کی داغ بیل ڈال دی تھی، اور ان کے فرزند رشید سراج الہند حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے اس سے آگے قدم بڑھایا۔ انھوں نے ۱۷۹۳ء میں اپنا مشہور فتویٰ یا مذہبی حکم نامہ جاری کیا جو ایسٹ انڈیا کمپنی کی حکومت کے خلاف تھا اور اس میں ہدایت کی گئی تھی کہ کمپنی بہادر کی حکومت سے عدم تعاون کیا جائے۔ اس کا اثر تھا کہ ان کے شاگرد اور مرید سید احمد شہید جو اتر پردیش رائے بریلی کے رہنے والے تھے کی امارت او سرداری میں شاہ ولی اللہ کے پوتے اور شاہ عبدالعزیز کے بھتیجے شاہ اسمٰعیل شہید اور ان کے داماد مولانا عبدالحئی برہانوی نے مجاہدین کی جماعت منظم کی جنھوں نے سرحد پہنچ کر

جمعہ ۱۵ر نومبر

رات ۱۰۔۰۰ سے ۱۱۔۰۰



سلوچنا برہسپتی	:	گائن
مسیت خاں	:	سارنگی
مقبول حسین خاں	:	طبلہ

(۵ر اکتوبر کو بمبئی میں منعقد محفل موسیقی کی ریکارڈنگ)

آئندہ نشریات

ملک ارجن منصور	گائن	۱۶ نومبر
امرناتھ	بانسری	۱۷ نومبر
سہاسنی کورٹکر	گائن	۱۷ر نومبر
سگندھ کلا میگم	گائن	۱۷ر نومبر
سنیل مکرجی	سرود	۱۸ر نومبر
اے کنیا کماری	وائلن	۱۹ر نومبر
ڈنکر کیکنی	گائن	۲۰ر نومبر
ٹی وی شنکر نارائنا	گائن	۲۱ر نومبر
وجے شنکر چٹرجی	اسراج	۲۲ر نومبر
این رمنی	بانسری	۲۳ر نومبر
دیبی پرساد چٹرجی	ستار	۲۴ر نومبر
کرشنا ہنگل	گائن	۲۴ر نومبر
غلام مصطفیٰ خاں	گائن	۲۴ر نومبر
سسر کنا دھر چودھری	وائلن	۲۵ر نومبر
جی این ناگ منی سری ناتھ	گائن	۲۶ر نومبر
شانتی ہیرانند	گائن	۲۷ر نومبر
آر پچھومنی	وینا	۲۸ر نومبر
نرنجن پرساد	بانسری	۲۹ر نومبر
پربھودیو سردار	گائن	۳۰ر نومبر
پی جی آر مینن	گائن	یکم دسمبر
اے کے سی نٹراجن	کلارینٹ	یکم دسمبر
سوریہ کانت کھاڈیلکر	سندری	یکم دسمبر

مزید تفصیلات آواز ۱۶ر نومبر میں ملاحظہ فرمائیں

اپنا مرکز بنایا اور انگریز سے ہندوستان کو خالی کرانے کا پروگرام بنایا۔ سید احمد شہید اور ان کی جماعت کے ساتھ ہندو راؤ ہلکر اور ٹونک کے نواب وزیر الدولہ کا تعاون اور ہمدردی شامل تھی اور اس جماعت کا رخ فرقہ وارانہ نہیں تھا جیسا کہ ڈاکٹر ہوٹر اور دوسرے مورخین نے اعتراف کیا ہے۔ انگریز نے اس تحریک کو "وہابی" کا نام دیا اور اس کو مسلمانوں میں بدنام کرنے کی انتہائی کوشش کی۔ حکومت نے اپنے ایجنٹ چھوڑ رکھے تھے جو اس تحریک اور اس کے رہنماؤں کے متعلق پروپگنڈہ کرتے تھے اور آج بھی انگریز کے پٹھو اس تحریک کو بدنام کرنے سے باز نہیں آتے۔ آئے دن لٹریچر یا دوسرے ذرائع سے اس تحریک کو آج بھی بدنام کرنے کی مہم جاری ہے۔ اس مہم کو مذہبی طور پر مسلمانوں میں بدنام کرنے کا مقصد انگریز کے اقتدار کو مضبوط کرنا تھا لیکن اس کے لیے مذہبی حربہ اختیار کیا گیا۔ لیکن اس تحریک کے مجاہدین کی جائداد کی ضبطی، انڈمان کی نظر بندیوں اور پھانسی کے خطروں کے باوجود اپنی جدوجہد میں مصروف رہے۔ یہاں تک کہ انگریز کے اقتدار کا خاتمہ ہوگیا اور ملک آزاد ہوا۔

اسی طرح دوسری حریت پسند جماعتیں بھی ہندوستان کی آزادی کے لیے اندر ہی اندر کچھ نہ کچھ اپنے جذبات کا اظہار کرتی رہیں۔ آخر کار ۱۸۸۵ء میں انڈین نیشنل کانگریس قائم ہوئی۔ کانگریس نے اصلاحات سے کام کا آغاز کر کے مہاتما گاندھی کی قیادت میں عدم تشدد کا راستہ اختیار کیا اور جدوجہد آزادی کی مہم زور شور سے شروع کی۔ آخر کار اصلاحات کے مطالبہ کو چھوڑ کر ۱۹۲۹ء میں پنڈت جواہر لال نہرو نے کامل آزادی کا ریزولیوشن پیش کیا اور پاس کرایا۔ یہ تاریخی ریزولیوشن لاہور میں دریائے راوی کے کنارے پاس ہوا اور اس وقت کانگریس نے مہاتما گاندھی کی قیادت میں مکمل آزادی کی جدوجہد شروع کر دی۔ کانگریس کی جدوجہد کا آغاز چند مطالبات سے ہوا جس کے جواب میں کچھ اصلاحات کے ذریعہ بہلا دیا جاتا تھا لیکن اس عرصے میں ہندوستانی قوم کا شعور بہت بیدار ہو چکا تھا۔ تعلیم کی ترقی، ترسیل و رسائل اور حمل و نقل کے ذرائع کی وسعت اور دوسرے بہت سے اسباب نے قومیت کا ایک شعور پیدا کر دیا تھا۔ اس کے ساتھ انگلستان میں جمہوریت کے فروغ، انقلاب فرانس اور صنعتی انقلاب وغیرہ قسم کی تحریکوں نے ہندوستانی قوم کو اپنے جمہوری حقوق کی مانگ کے لیے پورا تیار کر دیا تھا اور یہ قوم جمہوریت کے لیے ہر قسم کی قربانی کے لیے تیار تھی۔ لوگوں میں ولولہ تھا، جذبہ تھا اور ایثار تھا اس لیے یہ قوم اب ریفارمز کے بہلاوے میں آنے کو تیار نہ تھی۔ منٹو مارلے چیمسفورڈ ریفارمز کا جو ردعمل اس قوم نے دکھایا اس سے انگریز خود واقف تھا۔ ۱۹۰۹ء سے ۱۹۱۹ء تک یہی معاملہ چلتا رہا۔ اسی دوران عدم تعاون کی تحریک اور خلافت کی تحریک بڑے زور شور سے چلی۔ انگریزی مال کا بائیکاٹ کیا گیا۔ تعلیمی اداروں کو چھوڑا گیا، ملازمتیں ترک کر دی گئیں خطاب واپس کیے گئے اور قوم نے مل کر، ہندوؤں نے مسلمانوں نے اور ہندوستان کے بسنے والے تمام مذاہب کے ماننے والوں نے اس قومی شعور کا آغاز کیا اور اس کے لیے قید و بند کی مصیبتیں جھیلیں، جرمانے ادا کیے، لاٹھیاں کھائیں، گولیوں نے سینوں کو چھلنی کیا، عزت و ناموس کی قربانی کی لیکن آزادی کا مطالبہ نہیں چھوڑا۔ اسی عرصے میں راشٹر پتا مہاتما گاندھی نے قوم کو تعمیری کام میں لگایا۔ سودیشی کی تحریک چلی اور دیسی چیزوں کو اپنانے اور ان کو استعمال کرنے کا جذبہ پیدا ہوا۔ سودیشی کی اس تحریک سے برطانیہ کی اقتصادی حالت پر جو اثرات پڑے اور ان کے کارخانوں کی جو حالت ہوئی وہ سب کو معلوم ہے۔ اس کے ساتھ عدم تشدد کا ایک بڑا کارگر ہتھیار تھا جو مہاتما گاندھی کی قیادت نے ہمیں دیا۔ تحریک عدم تعاون، سودیشی کی تحریک، انگریزی مال کے بائیکاٹ، اور اہنسا نے آزادی کی منزل کو اتنا قریب کر دیا جو تشدد پسندی، مسلح بغاوت اور بم سازی سے بھی نہیں ہو سکا تھا۔ حکومت برطانیہ نے حکومت خود اختیاری کا آغاز میونسپل کمیٹیوں، ڈسٹرکٹ بورڈوں اور پھر صوبائی اسمبلیوں کے ذریعے سے کر دیا۔ لیکن اب ہندوستان کے باشندوں کا قومی شعور اس حد تک پختہ ہو چکا تھا کہ وہ مکمل آزادی یا پورن سوراج سے کم کسی پر قناعت کرنے کو تیار نہیں تھے۔

نہ ہو قناعت شعار گلچیں اسی سے ہے شان قائم تیری
وفور گل ہو اگر چمن میں تو اور دامن دراز ہو جا

۱۹۱۹ء سے ۱۹۳۵ء تک کا زمانہ اسی طرح گزرا اور یہی وہ دور ہے جس میں پورن سوراج یا مکمل آزادی کا مطالبہ ۱۹۲۹ء میں راوی کے کنارے پنڈت جواہر لال جی کی قیادت میں کیا گیا۔ اسی کے بعد ۱۹۳۵ء کا ایکٹ بنا اور کانگریس نے صوبوں میں حکومتیں سنبھال لیں لیکن ان صوبائی حکومتوں میں گورنروں کی مداخلت باقی تھی۔ اس لیے کانگریس نے بڑی جرات اور دلیری کے ساتھ ان حکومتوں کو خیرباد کہا۔ اس کے بعد ہندوستان چھوڑو کی تحریک چلی جس کے پہلے سربراہ شری آچاریہ ونوبا بھاوے مقرر ہوئے اور اس طرح سے ہندوستان کے گوشے گوشے میں یہ تحریک پھیل گئی۔ حکومت کے تیغ ستم کا کوئی وار ایسا نہ تھا جو اس نے نہ آزمایا ہو۔ اور ان کے ترکش کا کوئی تیر ایسا نہ تھا جس نے ہندوستان کے سپوتوں کے سینوں کو چھلنی نہ کیا ہو، جان و مال کی کوئی قربانی نہ تھی جس سے مادر ہند کے سپوتوں نے دریغ کیا ہو۔ خواتین نے بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور جیلوں کی کوٹھریاں آباد کر دیں۔ بے شمار جانیں تلف ہوئیں، عصمتیں لٹیں، بچے شہید ہوئے لیکن آزادی کا یہ نشہ بڑھتا ہی گیا۔ تحریک کے قائد مہاتما گاندھی کو آغا خاں کے محل میں نظر بند کر دیا گیا، صدر کانگریس امام الہند حضرت مولانا ابوالکلام آزاد اور کانگریس ورکنگ کمیٹی کے معزز اراکین کو قلعہ احمد نگر میں نظر بند کر دیا گیا۔ شروع میں تو یہ بھی معلوم نہ تھا کہ ہمارے رہنما کہاں ہیں کبھی کہا جاتا تھا Some where in India اور کبھی افواہیں اڑتی تھیں کہ کسی دوسرے ملک میں لے جایا گیا ہے۔ نظر بندی کی حالت میں ان کی اپنے رشتہ داروں اور عزیزوں سے خط و کتابت بند تھی اور نامہ و پیام کا کوئی سلسلہ نہ تھی اور نہ ان کے عزیزوں کو یہ معلوم تھا کہ کہاں ہیں۔ مولانا ابوالکلام آزاد کی بیگم کی رحلت ان کے اسی زمانہ اسیری میں ہوئی اور وہ ان کی تجہیز و تکفین سے محروم رہے۔ غرضیکہ کون سے انسانی جذبات تھے جن کا خون نہ ہوا ہو۔ کونسی ایسی قربانی تھی جو آزادی کیلئے نہ دی گئی ہو۔ جائدادیں تباہ ہوئیں، اثاثے لٹے، جانیں تلف ہوئیں لیکن آزادی کا جذبہ جوان ہوتا گیا اور آخر قوم اور قوم کے رہنماؤں کی قربانیاں، ان کا جذبہ ایثار اور ان کی جان کی بازی نے ہمیں لیلائے آزادی سے ہمکنار کیا اور آزادی کی دیوی کے درشن ہمیں نصیب ہوئے۔

آزادی ہر انسان کا پیدائشی حق ہے اور ہر قوم کا بھی پیدائشی حق ہے۔ آزادی ایک نعمت ہے اور یہ جب کسی قوم کی غفلت، کمزوری، اقتصادی بدحالی، اخلاقی گراوٹ یا سیاسی بے شعوری کے باعث چھن جاتی ہے تو اس کو حاصل کرنے کے لیے قوم کو بڑی صبر آزما آزمائشوں سے گزرنا پڑتا ہے۔ جو قوم بھی آزادی کے لیے کوشش کرے گی اس کو آلام و محن اور مصائب و مشکلات کا سامنا پڑتا اور ان مصائب و مشکلات کے مقابلہ میں صبر و استقامت اور پامردی و ہمت سے کام لینا پڑتا ہے۔ صبر کی یہ منزل آزادی کی راہ میں ہر قوم کو گزرنی پڑتی ہے لیکن حصول آزادی کے بعد اس نعمت کی قدر کرنا ہر قوم کا فرض ہوتا ہے اور نعمت کی قدر کرنے ہی کا نام شکر ہے۔ شکر یا نعمت کی قدردانی یہ ہے کہ اس نعمت کی حفاظت زبان سے، دل سے اور ہاتھ پاؤں سے کی جائے۔ قوم کا یہ احساس بیدار رکھا جائے کہ آزادی ایک نعمت ہے اور کتنی بڑی نعمت ہے۔ اس کی ہمیں قدر کرنی چاہئے۔ اور اپنے جی جان سے اس کی حفاظت کرنی چاہئے۔ ہمیں سیاسی آزادی حاصل ہے اور ہمیں اقتصادی آزادی کے لیے جتن کرنا چاہئے۔ اقتصادی آزادی کے لیے پانچسالہ منصوبے جو ہماری حکومت بناتی ہے ان سے تعاون کرنا ہے اور انھیں کامیاب بنانے کی پوری کوشش کرنی چاہئے۔ ہمیں اپنی سماجی آزادی کی بھی قدر کرنی چاہئے اور اس کے ساتھ انفرادی آزادی جو ایک فرد کا فطری حق ہے اس کی حفاظت کرنی چاہئے اور کوشش کرنی چاہئے کہ ہمارے آئین نے ہمیں جو فرد کی آزادی کا حق دیا ہے وہ برقرار رہے اور ہر فرد کو ضمیر کی آزادی، اظہار خیال کی آزادی اور مجلس بنانے کی جو آزادی دی گئی اس کی حفاظت کی جائے لیکن فرد کی آزاد سماج کے مفاد کے خلاف نہ ہو۔ سماج کے مفاد کو اس سے نقصان نہ پہنچے بلکہ فرد کی آزادی سے سماج کو بھی فائدہ پہنچے۔ ہر ہندوستانی میں یہ شعور بیدار رہنا چاہئے کہ آزادی ایک نعمت ہے۔ اور اس کی ہمیں ہر قیمت پر اور ہر طرح کی قربانی دے کر حفاظت کرنی ہے۔

(پٹنہ سے نشر)

ہوش عظیم آبادی

ڈاکٹر اعجاز علی ارشد

داغ فراق صحبت شب کی جلی ہوئی ایک اور شمع خاموش ہوگئی۔ تاریکی کچھ اور بڑھی۔ محفل عظیم آباد کا ایک اور چراغ گل ہوگیا۔ راسخ اور شاد کی روایتوں کے امین سید ارتضیٰ حسین ہوش عظیم آبادی نے بھی دامن قضا میں منہ چھپالیا۔

ہوش عظیم آبادی سے میں پہلی بار کب متعارف ہوا، یہ تو اب یاد نہیں مگر اپنی یادداشت اور حافظے کے آئینے میں جس قدر پیچھے کی طرف دیکھتا ہوں، ہوش کہیں نہ کہیں ضرور دکھائی دیتے ہیں۔ کبھی شگفتہ مزاجوں کو اپنے مرثیوں سے خون کے آنسو رلاتے ہوئے، کبھی کسی سنجیدہ بزم کو اپنے برجستہ فقروں سے لالہ زار بناتے ہوئے اور کبھی اپنی مخصوص بھرائی ہوئی آواز عظیم آباد کی ادبی محفلوں میں شعر وسخن کا جادو جگاتے ہوئے میرے والد سے ان کے برادرانہ مراسم رہے اس لیے اکثر چھٹیوں میں وہ میرے گھر بھی تشریف لاتے۔ گھنٹوں بیٹھتے اور ادب کے علاوہ دیگر موضوعات پر بھی گفتگو کرتے۔ ابتدا میں تو میری حیثیت عام طور پر سامع کی رہتی تھی مگر پھر یوں ہوا کہ مجھ سے بھی ان کی گفتگو کا سلسلہ دراز ہونے لگا۔ اور پچھلے پندرہ بیس سالوں کے دوران تو یہ کیفیت رہی کہ ایک دو ہفتہ ان سے ملاقات نہ ہوتی تو میں خود ہی ان کے گھر پہنچ جاتا۔ کبھی چند لوگ پہلے سے موجود ہوتے، کبھی میرے پہنچنے کے بعد آتے۔ عظیم آباد کی قدیم ادبی محفلوں کا ذکر چھڑتا۔ ہوش اساتذہ کے ایک سے ایک اشعار سناتے اور ہر شعر کے فنی رموز ونکات بھی واضح کرتے جاتے۔ یہ حقیقت مجھ پر بہت بعد میں کھلی کہ انھیں ملاقاتوں نے مجھ میں اور میرے جیسے کئی اور لوگوں میں شعر گوئی کا ذوق پیدا کیا۔ خیر یہ تو فنی تربیت کا معاملہ تھا، ان کی عنایت کا سلسلہ بھی کچھ کم نہ تھا اکثر ایسے لوگ بھی ان کے پاس آتے جو دو چار منٹ کچھ دھیمے دھیمے لہجے میں ان سے گفتگو کرتے۔ پھر کاغذ قلم سنبھالتے، پانچ سات یا دس شعر سلام یا نوحے کے لکھتے اور رخصت ہو جاتے۔ کچھ لوگوں کو گاؤ تکیے کے نیچے سے لکھا ہوا کاغذ نکال کر مل جاتا اور وہ اپنے قلم کو جنبش دیے بغیر صرف سر کی جنبش سے شکریہ ادا کر کے رخصت ہو جاتے۔ کسی کو غزل لکھ کر دیتے ہوئے میں نے کبھی نہیں دیکھا لیکن سلام، قصیدے اور نوحے وغیرہ وہ اکثر تقسیم کیا کرتے۔ لوگ اپنا حق سمجھ کر ان سے یہ کام کرواتے اور ہوش صاحب بالکل فرض سمجھ کر یہ کام کر دیتے۔

بات طویل ہوگئی لیکن اسی بات کے سلسلے میں ہوش کی زندگی کا یہ پہلو بھی میرے سامنے ابھرا کہ ان کی یہ فیاضی اور دریادلی شاید ان خاندانی حالات کا نتیجہ تھی جن میں ہوش نے پرورش پائی تھی۔ ۵ر جنوری ۱۹۲۱ء کو ہوش نے منین گھاٹ پٹنہ سیٹی کے جس گھرانے میں آنکھیں کھولی تھیں وہ خاندانی رئیسوں کا گھرانہ تھا۔ ان کے والد نواب سید وارث حسین خود بھی ایک خوشحال اور سخی رئیس تھے۔ گرچہ ان کی بے انتہا سادگی اور معصومیت کے سبب آبائی جائداد کا کثیر حصہ برباد ہوگیا۔ اس کے باوجود ہوش کی ابتدائی زندگی بہت آسودہ حالی کے ساتھ گزری۔ انکسار، خوش اخلاقی، ملنساری اور فیاضی کی جو خوبیاں ہوش میں پائی جاتی تھیں ان میں سے بیشتر ان کے والد اور دادا کے زیر سایہ ہونے والی ابتدائی تعلیم وتربیت کا نتیجہ کہی جاسکتی ہیں۔ دوستوں سے وہ بے حد کھل کر ملتے اور انتہائی پرلطف گفتگو کرتے تھے۔ زندگی کے آخری دنوں میں مستقل بیمار رہنے کے سبب بہت کمزور ہوگئے تھے۔ پھر بھی کوئی ملاقاتی آجاتا تو اس سے ضرور ملتے اور جہاں تک ممکن ہوتا اپنے غم کو چھپا کر زندہ دلی کا مظاہرہ کرتے۔ اس قدر مضبوط اعصاب کے آدمی تھے کہ ڈاکٹروں کے جواب دیدینے اور سرحد جسم وجاں پر موت کی آہٹیں محسوس کرنے کے باوجود آخری دم تک کسی افسردگی یا پریشانی کا اظہار نہیں کیا۔

جہاں تک شاعری کا تعلق ہے، ہوش نے تقریباً تمام اصناف سخن پر طبع آزمائی کی ہے۔ یہاں موقع نہیں کہ ان کی شاعری کے مختلف پہلوؤں پر کھل کر گفتگو کی جائے لیکن یہ بتادینا مناسب ہوگا کہ شاعری کا آغاز انھوں نے روایتی انداز سے غزلوں سے کیا۔ اور اس میں شک نہیں کہ بڑی خوبصورت غزلیں کہیں۔ اس سلسلے میں خود انھوں نے اپنی غزلوں پر شاد کے اثرات کا ذکر کیا ہے۔ زار عظیم آبادی سے تو خیر وہ مشورہ سخن ہی کرتے رہے تھے۔ لیکن میرا خیال ہے کہ وہ ذہنی طور پر غالب کے خاصے قریب رہے ہیں۔ میں غالب کی زمین میں کہی گئی ان کی ایک غزل کے چار اشعار بطور مثال پیش کر دیتا ہوں ؎

ہمدم شوق اگر وہ گل تر ہو جائے
کتنی شاداب محبت کی نظر ہو جائے
چھن نہ جائے مرے ہونٹوں سے تبسم اے دوست
ہیں اس کی نہ زمانے کو خبر ہو جائے
ہو جو وحشت تو بیاباں سے بدتر گھر ہے
دل بہل جائے بیاباں میں تو گھر ہو جائے
نارسائی میں ملے لذت فریاد تو پھر
کون چاہے گا کہ نالوں میں اثر ہو جائے

اس میں شک نہیں کہ غزل گوئی میں بھی وہ خاصے کامیاب ہیں مگر غزل گوئی ان کا خاص میدان نہیں ہے۔ انھوں نے ایک سلام کے مطلع میں کہا تھا ؎

کربلا تم پہ فدا شام سے آنے والو
قبر شبیر کو سینے سے لگانے والو

میرا خیال ہے کہ شاید وہ بھی غم شبیر کو دنیا کے سامنے ایک نئے انداز میں پیش کرنے کے لیے پیدا ہوئے تھے اور ان کی سخنوری دراصل ماتم اہلبیت کا ایک بہانہ تھی۔ واقعات کربلا کے تعلق سے یہ اشعار دیکھئے کس قدر عقیدت، رجائیت، برجستگی، شعریت اور درد ان میں پوشیدہ ہے۔

؎ مراد کن فیکون ہیں حسین ابن علی
یہ کائنات تو ہے بس داستاں کیلئے

؎ یہ بہشت ارض وسما فیضیاب ہوتے ہیں
حیات دیتی ہے یہ وہ حسین ہوتے ہیں

اور یہ ہم شکل مصطفیٰ حضرت علی اکبر کی شان میں کہا گیا ایک شعر ہے ؎ اگر نہ بند نبوت کا باب ہو جاتا
تو یہ جواں بھی رسالت مآب ہو جاتا

حقیقت یہ ہے کہ ہوش کا خاص میدان مرثیہ نگاری ہے "غزل و وجدان" کے عنوان سے کربلا کی پیاس پر لکھا گیا ان کا ایک مرثیہ جو اسی (۸۰) بندوں پر مشتمل ہے، خاصے کی چیز ہے۔ ایک مرثیے کی ابتدا میں انھوں نے عظیم آباد کی ادبی تاریخ بیان کرنے کے بعد گریز شروع کیا ہے۔ مرثیے کی صنف میں انھوں نے بعض نادر تجربے بھی کیے ہیں جن کا بیان تفصیل کا متقاضی ہے۔ غرض یہ کہ وزنہ آبا سخنوری نہ ہونے کے باوجود انھوں نے شبیر کی مداحی کے ایسے نمونے پیش کیے ہیں جن میں زور بیان بھی ہے اور لطف بیان بھی۔

ہوش کے بارے میں اور کیا کیا لکھوں اور کیسے لکھوں۔ انھیں میں نے اتنی صورتوں میں دیکھا ہے کہ سب کا بیان ناممکن ہے اور ان کی ذات سے اتنی یادیں وابستہ ہیں کہ سب کو الفاظ کے پیکر میں سمیٹنا مشکل ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ لفظوں کی مفلسی میرے جذبات وخیالات کا گلا گھونٹ رہی ہے۔ اس لیے اپنی بات ہوش ہی کے ایک شعر پر ختم کر دیتا ہوں ؎

اس سے بجھنے کا جگر سوز نظارہ بھی کیا
ہائے جس شمع کو دیکھا فروزاں ہم نے

(پٹنہ سے نشر)

اعجاز علی ارشد فلاور کالج باغ پٹو۔ پٹنہ ۸

استاد فیاض خاں

عہد فن اور شخصیت

ٹھاکر جے دیو سنگھ

استاد فیاض خاں سے میری پہلی ملاقات ۱۹۲۶ء میں لکھنؤ میں ہوئی جب وہ آل انڈیا میوزک کانفرنس میں تشریف لائے تھے۔

ان کا لحیم و شحیم جسم تھا۔ تنی ہوئی بڑی مونچھ تھی۔ آنکھوں میں ہلکا سا سرمہ لگا ہوا تھا۔ وہ بہت ہی ہنس مکھ تھے۔ وہ بڑے مسکین صورت تھے ان کی شخصیت ایسی پرکشش تھی کہ ہر ایک شخص ان کی طرف متوجہ ہو جاتا تھا۔

اپنی عاجزی کے باوجود ان کو اپنے فن پر فخر تھا اور کسی کے سامنے جھکنے کے لیے وہ کبھی بھی تیار نہ ہوتے۔ جناب اسے ناتھ سنیال نے اپنی بنگلہ زبان میں لکھی ہوئی کتاب اسم ترا تلے میں ان کی اس خصوصیت کا ایک بہت ہی اچھا نمونہ پیش کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ کلکتے میں وہ شیام لال بابو کے گھر میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں ملکہ جان بھی جناب فیاض خاں کے ساتھ وہاں پہنچ گئیں۔ بابو شیام لال کا گھر موسیقی کے فن کاروں کا اڈہ تھا۔ تھوڑی ہی دیر میں گوہر جان بھی وہاں تشریف لائیں۔ گوہر جان اکثر جب کوئی مشہور گانے بجانے والا کلکتے میں آتا تو اس کی محفل اپنے گھر پر کرتیں اور کافی خاطر تواضع کرتیں۔ گوہر نے فیاض خاں صاحب سے منت کی کہ میں چاہتی ہوں کہ میرے گھر پر آپ کی ایک محفل ہو جائے۔ فیاض خاں نے ان سے تو کچھ نہیں کہا۔ بابو شیام لال کی طرف مخاطب ہو کر انھوں نے کہا: "میری بے ادبی معاف کی جائے، آپ ان کو سمجھا دیجئے کہ ہمارے یہاں کا یہ طریقہ نہیں ہے کہ بغل میں تمبورا دبا کر اِدھر اُدھر گا کر اپنے کو ظاہر کریں۔ اگر ان کی طبیعت ہو تو تکلیف گوارا کریں اور آگرہ آ کر ہمارے گھرانے کی گائیکی کا تجربہ حاصل کریں۔ میں کلکتے گانے کے لیے نہیں آیا ہوں۔"

اپنے نام کے مطابق وہ سچ مچ بہت فیاض تھے۔ دو مثالیں کافی ہوں گی۔ ایک بار میں بڑودہ گیا تھا۔ میں خاں صاحب سے ملنے گیا۔ وہ کافی مشہور ہو چکے تھے۔ بڑودہ دربار کے گائک تھے۔ جب میں ملنے گیا تو اسی وقت ایک گائک آیا تھا، جو ان سے کہہ رہا تھا کہ حضور کو اپنا گانا سنانا چاہتا ہوں، کوئی وقت بتائیے تاکہ میں حاضر ہوں۔ پہلے تو خاں صاحب نے ٹالنے کی کوشش کی لیکن جب اس نے ضد کی تو خاں صاحب نے کہا: "اچھا کل آٹھ بجے رات کو آئیے گا۔ گانا تو آپ کا ہو گا ہی کھانا بھی یہیں ہو گا۔" خاں صاحب نے مجھ سے کہا کہ آپ بھی مہربانی کر کے آئیے گا۔

میں بھی دوسرے دن عین وقت پر ان کے یہاں پہنچا۔ گویا معمولی تھا، مگر خاں صاحب نے اس سے کہا "ماشاءاللہ آپ نے اچھی محنت کی ہے۔ تانوں میں تھوڑی سی ریاض کی ضرورت ہے۔" اس کے بعد کھانا شروع ہوا۔ جب گانے والا چلنے لگا تو خاں صاحب نے اس کی جیب میں پچاس روپے کے نوٹ ڈال دیے۔ وہ بے چارہ بھونچکا ہو گیا اور کہنے لگا "حضور یہ کیا کر رہے ہیں۔ آپ کی یہی بڑی عنایت ہے کہ آپ نے اس ناچیز کا گانا سنا۔ آپ ان روپیوں کو دے کر مجھے کیوں شرمندہ کر رہے ہیں۔" خاں صاحب نے اس سے کہا "بھائی جان، آپ پیشہ ور گانے والے ہیں، پیشہ ور گانے والے کے لیے یہ ٹھیک نہیں سمجھا جاتا کہ کسی کے یہاں گا کر وہ خالی ہاتھ جائے۔ میں نے آپ کی فیس تھوڑے ہی دی ہے۔ یہ تو صرف آپ کے پان کھانے کے لیے ہے۔" وہ بے چارہ بہت گڑگڑاتا رہا مگر خاں صاحب نے اسے لینے کے لیے مجبور کر دیا۔

ان کی دریا دلی کی ایک دوسری مثال ہے جو اس سے کہیں زیادہ حیرت انگیز ہے۔ ایک اسٹیشن ماسٹر تھے، ان کے لڑکے کا جنیو تھا۔ انکو دھن لگی کہ میں اپنے لڑکے کے جنیو میں استاد فیاض خاں کا گانا کراؤں گا وہ میرے پاس آئے اور کہا کہ میرے لڑکے کے جنیو میں استاد فیاض خاں کا گانا ٹھیک کر دیجئے۔ میں نے ان کو سمجھایا کہ استاد بہت پکا گاتے ہیں، آپ کے سننے والوں میں بہت کم ایسے ہوں گے جو ان کے فن کو سمجھ سکیں کسی بھجن گانے والے کو بلا لیجئے۔ جنیو کے موقع پر اس کا گانا کافی ہو گا۔

لیکن انھوں نے ضد ٹھان لی۔ میں نے ان سے کہا کہ خاں صاحب اکیلے تو آئیں گے نہیں ان کے آنے جانے کے لیے دو فرسٹ کلاس کا کرایہ دینا ہو گا، ایک گھنٹے کے لیے ان کو کم سے کم پانچ سو روپے دینے پڑیں گے۔ انھوں نے کہا کہ ریل کرایے کے لیے مجھے فکر نہیں ہے۔ میں پاس بنوا لوں گا۔ رہ گئی فیس کی بات میں خوشی سے پانچ سو روپے دے دوں گا۔

میں نے خاں صاحب کو خط لکھا پہلے تو انھوں نے انکار کر دیا۔ بڑی مشکل سے میں نے ان کو راضی کیا۔ وہ آئے۔ گاتے وقت انھوں نے دیکھا کہ جتنے لوگ جنیو کے موقع پر آئے سب لوگوں نے لڑکے کو کچھ نذر کیا۔

خاں صاحب نے مجھے الگ لے جا کر پوچھا کہ اس اسٹیشن ماسٹر کی تنخواہ کیا ہو گی۔ میں نے کہا کہ شاید ۷۵ سے ۸۰ روپے ماہوار ہو گی۔

خاں صاحب نے کہا اُف غضب ہو گیا، ایک تو لڑکے کے لیے سبھی نذر لے کر آئے۔ میں نے دینے کے بجائے الٹے فیس لی۔ دوسرے اسٹیشن ماسٹر کی تنخواہ بہت کم ہے اس کے لیے تو پانچ سو روپے خرچ کرنا مشکل ہی ہو گا۔

جب اسٹیشن ماسٹر نے استاد کو پانچ سو روپے دیے تو استاد نے اسے لے کر ڈیڑھ سو روپیہ اپنے پاس سے ملا کر اسٹیشن ماسٹر سے کہا کہ یہ میری طرف سے لڑکے کے لیے ہے۔ اسٹیشن ماسٹر بہت گڑگڑاتا رہا کہ میں اسے خوشی سے دے رہا ہوں آپ اسے منظور کیجیے استاد نے کہا میں نے تو منظور کر ہی لیا ہے۔ مگر لڑکے کو دینے کا میرا بھی تو حق ہے۔ یہ رقم میں آپ کو نہیں دے رہا ہوں، اس لڑکے کو دے رہا ہوں جس کا جنیو ہوا ہے، مجھے آپ ریل کا پاس دے دیجئے یہی کافی ہے۔

اپنی لمبی زندگی میں ایک پیشہ ور فنکار کی ایسی دریا دلی آج تک میں نے نہیں دیکھی۔

ان کے فن کے بارے میں جو کچھ کہا جائے وہ تھوڑا ہی ہو گا وہ گاتے نہیں تھے، جادو کرتے تھے۔ ان کی آواز موٹی تھی لیکن سب سے تعجب کی بات یہ ہے کہ اس موٹی سی آواز میں اتنا درد تھا کہ سننے والا تڑپتا رہ جائے۔

اکثر خیال گانے والے چیز سے الگ الاپ نہیں کرتے لیکن یہ پہلے راگ کا نوم توم میں الاپ کرتے تھے تب بندشیں گاتے تھے۔ میں نے ان سے ملتانی رام کلی جے جے ونتی درباری توڑی بھیرو وغیرہ راگوں میں الاپ سنا ہے۔ ان کے الاپ میں دھرپد کی سنجیدگی اور خیال کی نفاست اور لطافت کا بہت ہی خوبصورت میل سننے کو ملتا ہے۔ کسی سر کو ایک ملائم سا جھٹکا دے کر عجیب سا رنگ پیدا کرتے تھے کھٹکا تو ان کے گلے کا خدا داد وصف تھا۔

فن دو طرح کے ہوتے ہیں۔ انولگن اور پورولگن، انولگن فن تو زیادہ تر گانے، بجانے والوں سے سننے کو ملتا ہے لیکن پورولگن تو میں نے صرف انھیں سے سنا ہے۔ ایسا لگتا تھا کہ پنچم اچک کر دھیوت کو پکڑنے جا رہا ہے لیکن دھیوت اپنا ایک میٹھا سا گھونٹ اسے پلا کر الگ ہی رکھتا ہے۔

چکر دار مینڈ بھی انھیں سے سننے کو ملتی ہے۔ پلاوت انست اور گمک تو وہ ایسی خوبصورتی سے ادا کرتے تھے کہ ویسا اور کہیں سننے کو نہیں ملا۔

کسی کسی سُر پر جب وہ دیر تک ٹھہراؤ کرتے تھے تب معلوم ہوتا تھا کہ جنت کا نور سُر کا جامہ پہن کر کھڑا ہوا ہے۔

الاپ کے بعد وہ اسی راگ میں ایک ولمبت خیال گاتے تھے اور اس کے بعد ایک مدھیہ لے کا خیال۔ جتنے وہ سُر کے پکے تھے اتنے ہی لے کے بھی۔ ولمبت میں وہ بول تان سبھی بڑی خوبصورتی

سے ادا کرتے تھے۔ مدھیہ لے کے خیال میں وہ استھائی بھنی کا اتنا لے دار بانٹ کرتے تھے کہ لگتا تھا کہ بول ایک خاص لے میں ناچ رہے ہیں۔

تانوں میں سُر لگاتار ایک دوسرے کے بعد لے میں ملے ہوئے اس ڈھنگ سے تھرکتے ہوئے آتے تھے کہ لگتا تھا کہ اندر لوک سے سروں کے پھول برس رہے ہیں۔

مدھیہ لے کے خیال میں وہ اکثر سم کی جگہ بدل دیتے تھے جس کو وہ مکھڑا بندی کہتے تھے۔ یہ انھیں کی خصوصیت تھی۔

ان کی ساری گائکی میں سُر اور آواز کا لگاؤ لے کی چمک دمک اور پیچ اور جذبات کا اظہار یہ خاص صفت تھی۔ موسیقی کا ایسا رنگیلا فنکار میں نے اپنی زندگی میں نہیں سنا۔

"بہار عمر کی ایک یادگار رہاتی ہے"

(آکاش وانی لکھنؤ سے نشر)

تعلیم بالغان

ڈاکٹر منور انجم

تعلیم چاہے کسی بھی نوعیت کی ہو یا کسی بھی معیار کی ہو، ایک ایسی روشنی ہے جو نہ صرف جہالت کی تاریکی کو دور کرتی ہے بلکہ انسانی عقل و شعور کو وسعت اور کشادگی عطا کرتی ہے۔ ماہرین تعلیمات کے مطابق علم ایک ایسی دولت ہے جس کی بدولت دنیا کے ممالک اور اقوام 'ترقی یافتہ'، 'مہذب' اور 'متمدن' کہلاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ یہ تعلیمی تحریک نہ صرف ملکی پیمانے پر عوام کی جہالت و ناخواندگی کو مٹا رہی ہے بلکہ عالمی پیمانے پر نوع انسانی کی تہذیبی و معاشرتی ترقی کے سلسلے میں گراں مایہ خدمات انجام دے رہی ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ ہمارے وطن ہندوستان پر برطانیہ کے تسلط کی بنیادی وجہ ہمارے ہموطنوں کی جہالت اور ناعاقبت اندیشی تھی۔ اسی لیے ہمارے قومی رہنماؤں نے عوامی تعلیم کی اہمیت اور افادیت کو حصول آزادی سے قبل ہی بڑی شدت سے محسوس کیا اور ہندوستانی عوام کی بے پناہ غربت و افلاس کو ملک میں پھیلی ہوئی جہالت سے منسوب کیا اور اس طرح انھوں نے اپنے سیاسی و سماجی منصوبوں میں عوامی تعلیم کو لازمی قرار دیا۔ اس سلسلے میں ملک کے ہر گوشے میں بے شمار اسکول اور کالج کھولے گئے۔ عوامی جہالت کو دور کرنے کے لیے خاص طور پر تعلیم بالغان کے مراکز کھولے گئے لیکن برطانوی حکومت کے عدم تعاون اور سیاسی کشیدگی کی وجہ سے اس تعلیمی منصوبہ کو کچھ زیادہ کامیابی نہیں مل سکی پھر بھی یہ تحریک کسی نہ کسی طرح آگے بڑھتی رہی — حصول آزادی کے بعد اس تعلیمی تحریک کو عوامی سطح پر لانے کے لیے بے پناہ جد و جہد کی گئی لیکن اس کے باوجود کوئی نتیجہ خیز کامیابی حاصل نہ ہو سکی۔ شاید اس کی وجہ اس کے تنظیمی ڈھانچہ کی کمزوری اور مناسب منصوبہ بندی کی کمی تھی کیونکہ ۱۹۷۱ء میں ملکی پیمانے پر مردم شماری ہوئی اس کے مطابق پورے ملک میں صرف ۴۵ء۲۹ افراد تعلیم یافتہ تھے۔ جمہوریت کی کامیابی اور سماجی و معاشی ترقی کے پیش نظر عوامی تعلیم کی ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے گورنمنٹ آف انڈیا نے ۲ر اکتوبر ۱۹۷۸ء کو نیشنل اڈلٹ ایجوکیشن پروگرام کی بنیاد رکھی کیونکہ یہ بات اب عالمی پیمانے پر شدت سے محسوس کی جا رہی ہے کہ کسی ملک کی ترقی و پسماندگی اس ملک کی تعلیمی و تہذیبی ترقی و تنزلی پر منحصر ہے۔ اس سلسلے میں تعلیم بالغان کی تحریک کی کامیابی کے لیے عالمی تنظیم سے بڑے پیمانے پر امداد فراہم کی جا رہی ہے ہمارے وطن ہندوستان میں اس تعلیمی پروگرام کی کامیابی و استحکام کے لیے ایک مضبوط تنظیمی ڈھانچہ کا وجود بھی عمل میں لایا گیا ہے اور اس منصوبہ کے تحت ایک خطیر رقم مرکزی حکومت سے صوبائی حکومت کو مل رہی ہے۔

ہمارے ملک میں تعلیم بالغان کے اس منصوبہ کے تحت ۶۰-۱۹۵۸ء کے درمیان یونین منسٹری آف ایجوکیشن کی مدد سے تقریباً پچاس اسکول دہلی، بمبئی، میسور، کلکتہ، لکھنؤ، حیدرآباد جیسے بڑے شہروں میں مختلف علاقائی زبانوں میں کھولے گئے۔ ان اسکولوں کا قیام کا مقصد ان لوگوں کو تعلیم دینا ہے جن کے بچپن میں کسی مجبوری یا کسی دوسری وجہ سے تعلیمی سلسلہ منقطع ہو گیا تھا یا جو تعلیم یافتہ ہونے کے باوجود اپنی تعلیمی صلاحیت میں مزید اضافہ کرنا چاہتے ہیں۔

موجودہ دور میں ہماری گورنمنٹ جہالت و ناخواندگی کو مٹانے کی ہر ممکن جد و جہد کر رہی ہے۔ اس سلسلے میں اپنا بھرپور تعاون دے رہی ہے۔ بالخصوص بالغوں کی تعلیم کے لیے نئے نئے پروگرام چلائے جا رہے ہیں۔ جدید علوم و فنون مثلاً سائنس و ٹیکنالوجی کے جدید انکشافات سے عوام کو روشناس کرایا جا رہا ہے۔ ریڈیو اور ٹیلی ویژن کے پروگراموں سے ان کی معلومات میں اضافہ کیا جا رہا ہے علاوہ ازیں ان کی پڑھائی لکھائی کے لیے شہروں اور گاؤں میں جگہ جگہ نائٹ اسکول چلائے جا رہے ہیں۔

ان اسکولوں سے وہ لوگ بخوبی فائدہ اٹھا سکتے ہیں جنھیں دن میں کام کاج سے فرصت نہیں ملتی جو بارزگار ہیں، نوکری پیشہ ہیں، کسان و مزدور ہیں یا چوتھے درجے کے ملازم ہیں۔ اس سلسلے میں نیشنل ایجوکیشن بورڈ نئی دہلی نے ایک نیا قدم اٹھایا ہے وہ قدم "اوپن اسکول ایجوکیشن سسٹم" کا قیام ہے۔ اس طریقۂ تعلیم میں حصول تعلیم کے لیے کسی اسکولی عمارت کی ضرورت نہیں اور نہ حاضری کی کوئی قید ہے۔ خاص طور پر وہ لوگ جو اسکول اور کالج کو خیرباد کہہ چکے ہیں اور اپنی کسی مصروفیت یا مجبوری کی وجہ سے اسکول یا کالج اٹینڈ کیے بغیر اپنی تعلیمی صلاحیت میں اضافہ کرنا چاہتے ہیں ان کے لیے یہ سنہرا موقع ہے انھیں اس نظام تعلیم سے پورا پورا فائدہ حاصل ہو سکتا ہے۔

تعلیم بالغان کا سب سے خاص اور اہم مقصد مردوں کے ساتھ ساتھ عورتوں کی جہالت و ناخواندگی کو دور کرنا ہے اور انھیں زمانے کے نئے علوم و فنون سے روشناس کرانا ہے اس لیے کہ ملکی و سماجی زندگی کی تعمیر و ترقی میں تعلیم نسواں یعنی عورتوں کی تعلیم کا بہت اہم رول ہوتا ہے۔ خصوصاً دیہاتی سماج اور گاؤں کے ماحول میں بچوں کی پرورش و پرداخت اور عوامی زندگی پر عورتوں کی ناخواندگی اور جہالت کا بہت بُرا اثر پڑتا ہے کیونکہ انھیں اپنے فرائض اور حقوق کا بخوبی علم نہیں ہوتا اور وہ پرانی و فرسودہ روایات کی اندھی تقلید میں اپنی ساری عمر گنوا دیتی ہیں۔ تعلیم بالغاں کی تحریک سے ان میں نہ صرف لکھنے پڑھنے کا شعور بیدار ہوتا ہے بلکہ ان کے اندر بھلے بُرے کی پہچان، قومی بیداری، سماجی ترقی، خاندانی منصوبہ بندی، بچوں کی دیکھ بھال صفائی وغیرہ کے سلسلے میں معلومات فراہم ہوتی ہیں۔

اس مختصر گفتگو کے آخر میں یہ کہنا بیجا نہ ہوگا کہ اگر تعلیم بالغاں کے منصوبہ کے تحت مروجہ جدید علوم و فنون سے فائدہ اٹھایا جائے اور اپنی علمی و ادبی، سیاسی و سماجی، تہذیبی و تمدنی معاشرتی و اقتصادی زندگی ان سے کام لیا جائے تو قومی ترقی اور ملکی خوشحالی کے سلسلے میں بہتر سے بہتر خدمات انجام دی جا سکتی ہیں۔ اور وطن کے قدرتی وسائل و ذرائع کو بروئے کار لاکر سرزمین ہند کو "رشک فردوس" بنایا جا سکتا ہے۔

(گورکھپور سے نشر)

انسانی ذات کا افسانہ

احمد ندیم قاسمی

ارتضیٰ کریم

انسانی ذات کا افسانہ جس قدر دلچسپ ہے اتنا ہی پیچیدہ بھی۔ چنانچہ اس "افسانہ خوانی" میں اور اس کی "تفہیم و تفہیم" میں مورخین اپنے نقطۂ نظر سے ماہرین نفسیات اپنے طور پر، تہذیبی ارتقا پر نظر رکھنے والے اپنے انداز سے، دانشور اور مفکرین اپنے اعتبار سے مسلسل کوشاں اور سرگرداں ہیں۔ انھیں کے ساتھ فنکار، ادیب اور شاعر بھی انسانی حیات کے ظاہر و باطن میں جھانکنے کی کوشش میں مصروف رہتا ہے۔

اردو ادب جس کا قدیم افسانوی سرمایہ طلسماتی کہانیوں پر مشتمل ہے۔ جہاں حقائق سے چشم پوشی ملتی ہے اور زندگی سے فرار کی کیفیت ــــ لیکن بعض فنکاروں نے محسوس کیا کہ ہمیں ایسی کہانیاں لکھنی چاہئیے جن میں ہمارے اردگرد کے انسانوں کے مسائل، ان کے شب و روز کا بیان ہو۔ یوں تو اس نوع کی کوشش نذیر احمد کے ناولوں سے قبل بھی ملتی ہے لیکن آہستہ آہستہ اس کی واضح شکل ۱۹۳۶ء کے بعد سامنے آئی۔ جب انجمن ترقی پسند مصنفین کے صدارتی خطبے میں پریم چند نے کہا کہ "ہمیں ایسا ادب چاہیئے جو ہمیں سُلائے نہیں، کیونکہ اب زیادہ سونا ہمارے لیے موت کے مترادف ہوگا۔"

پریم چند نے اپنے افسانوں میں سامنے کے انسان کے مسائل کو پیش کیا۔ انھوں نے ہندوستان کے دیہی زندگی کو عموماً اور یوپی کے کسانوں کو خصوصاً اپنے افسانوں میں جگہ دی بعد میں ان کی بنائی ہوئی راہ پر اردو کے کئی دوسرے اہم افسانہ نگار بھی چلے ــــ ان میں سدرشن، اختر اورینوی، سہیل عظیم آبادی، اور احمد ندیم قاسمی کے اسماء اہم ہیں۔ لیکن ان افسانہ نگاروں کی اپنی الگ الگ خصوصیات بھی ہیں، چنانچہ انھیں پریم چند کا مقلد نہیں کہہ سکتے۔

یہ سچ ہے کہ اگر پریم چند نے پہلی بار دیہات کی زندگی سے ہمیں متعارف کرایا تو احمد ندیم قاسمی نے پنجاب کے دیہات کو اپنا موضوع بنایا۔ صرف اسی بنا پر بعض حضرات جو احمد ندیم قاسمی کو پنجاب کا پریم چند کہتے ہیں، میرے خیال سے زیادہ صحیح نہیں۔ ندیم اور پریم چند میں ہر حد تک مماثلت اور مشابہت تو ہے کہ دونوں نے دیہی زندگی پر قلم اٹھایا۔ لیکن اس کے علاوہ دوسری اور کوئی بات ان میں مشترک نہیں۔

احمد ندیم قاسمی کے افسانوں کا مطالعہ اور بہ نظر غائر مطالعہ کرنے والے اہل نظر میری اس بات سے اتفاق کریں گے کہ ندیم پر سب سے زیادہ اثر کرشن چندر کا ہے۔ کرشن چندر کی طرح ان کے یہاں بھی رومان اور حقیقت نگاری کا رجحان ملتا ہے۔ جسے "رومانوی حقیقت نگاری" بھی کہا جا سکتا ہے۔ رومان کے بغیر ان کے افسانوں کا تصور ہی ممکن نہیں۔ ان کے اولین افسانے "بدنصیب بت تراش" اور پہلے افسانوی مجموعہ "چوپال" سے لے کر "نیلا پتھر" تک، تمام افسانوں میں سماجی، معاشی، ثقافتی، تہذیبی مسائل کے ساتھ رومان کی آمیزش ملتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے یہاں روشنی، محبت اور اندھیرے کی تثلیث ملتی ہے۔ محبت سے روشنی ملتی ہے اور اندھیرے نفرت کی پیداوار ہیں۔ ان کا پورا افسانوی سرمایہ محبت کی تبلیغ اور انسانیت کی ترویج سے عبارت ہے۔ ان کے نزدیک محبت تمام نفرت، انتقام اور جنگ کی آگ سرد کر دیتی ہے۔ اس کی مثال ان کے افسانے "جوانی کا جنازہ" میں بھی مل جاتی ہے۔ غوثا اپنی بہادری، طاقت اور غصہ کے لیے پورے علاقے میں مشہور تھا۔ بیل کو گھونسہ مارتا تو بیل اپنی جگہ اکڑ کر رہ جاتا۔ جس نے عطا کی پٹائی معمولی بات پر کر دی تھی۔ لیکن یہی غوثا جب مہتاب کی محبت میں گرفتار ہوتا ہے تو زندگی کی معنویت کا اندازہ ہوتا ہے۔ چنانچہ جب عطا اسے پتھر سے زخمی کر دیتا ہے تو ٹھیک ہونے کے بعد اس سے انتقام بھی نہیں ملتا۔

ایک اور افسانہ "طلوع و غروب" میں بھی یہی کیفیت ملتی ہے۔ غضنفر جو شہر کا رئیس ہے اور شکار کی غرض سے سنبل کے گاؤں میں خود سنبل کے یہاں قیام پذیر ہے۔ لیکن شہر کا یہ رئیس اس کی معشوقہ پر ڈورے ڈالتا ہے اور نرگس بھی غضنفر کو چاہنے لگتی ہے تو غریب سنبل اس راز کو جاننے کے باوجود کہتا ہے کہ ــــ "غضنفر اگر تمھیں نرگس پیار کرتی ہے تو اس میں کوئی برائی نہیں۔ میں اپنی محبت سے زیادہ دوسروں کی محبت کو پھلتا پھولتا دیکھنا چاہتا ہوں۔" جہاں محبت میں یہ جذبہ نہایت غیر معمولی ہے۔ اس کی جتنی بھی قدر کی جائے کم ہے۔ لیکن پنجاب کے اس دیہی سادہ لوح انسان کی شرافت اور نیکی کے بدلے میں نرگس غضنفر کی ہوس کاری کا شکار ہو کر عصمت فروشی پر مجبور ہو جاتی ہے۔ شہر اور دیہات کے کردار، ایک کی سادہ لوحی اور دوسرے کی عیاری اور تصنع کو افسانے میں بیان کیا گیا ہے۔

"کفارہ" ان کی طویل کہانی ہے، لیکن تاثیر سے بھرپور یہاں بھی محبت کا المیہ پیش کیا گیا ہے مگر "طلوع و غروب" سے قدرے مختلف طور پر۔ وہاں سنبل کی محبت کو شہر کے ایک رئیس کی نظر بد کھا گئی، تو یہاں سماج کے رسوم اور طبقاتی تنازعے نے اسے پروان نہ چڑھنے دیا ــــ پیرو یعنی پیر محمد زمیندار کا بیٹا تھا لیکن باپ کے انتقال کے بعد حالات بدل گئے تھے۔ پیرو کا کردار دراصل زوال پذیر زمیندار کی نمائندگی کرتا ہے۔ جب پیرو اپنا مکان فروخت کر کے دو بیل خریدتا ہے اور اپنی تھوڑی سی زمین کے جوتنے میں لگ جاتا ہے۔ راتیں جس کی آسمان کے نیچے گزر جاتی ہیں۔ لیکن اسے اپنے "سفیدے" کی فکر ہوتی ہے۔ ان کی حفاظت کی خاطر وہ اپنے دھوبی کے گھر میں رہنا شروع کر دیتا ہے۔ وہاں دھوبی کی بیوی بڑھیا، بڑھیا کی بیٹی کموں، اور بیٹا میرا بھی تھے۔ ان کے خلوص اور ان کی محبت میں وہ اس قدر بھیگ چکا تھا کہ کہانی جہاں ختم ہوتی ہے قاری ششدر اور انگشت بدنداں رہ جاتا ہے۔ محبت اور انسانیت کا پیغام اس افسانے میں بھی اسی شدت کے ساتھ ملتا ہے پیرو صرف محبت کے سہارے اس گھر میں رہتا ہے۔ گاؤں کے لوگوں کی اچھی بری باتیں برداشت کرتا ہے۔ مگر جب گاؤں کے ایک نوجوان نے کموں کے متعلق نازیبا بات کی تو اسے بھری محفل میں چانٹا رسید کر تلہے اور "دھوبیوں کے پاس رہنا ہی گاؤں کے زمینداروں کے نزدیک پیرو کا ناقابل معافی جرم تھا۔ اب ایک ہم مرتبہ نوجوان کے منہ پر چانٹا جلتی پر تیل بن کر گرا اور پیرو گاؤں بھر میں اچھوت بن گیا۔" حالانکہ اس کی پیش گوئی افسانہ نگار نے بڑھیا کی زبانی شروع میں ہی کر دی تھی۔ یہ گفتگو ملاحظہ ہو۔ جس میں ایک تہذیب کی شکست جھلکتی ہے۔

"بڑھیا بولی ــ میرے بیٹے، بات یہ ہے کہ یہ بڑی عجیب سی بات ہے، ایک زمیندار ایک دھوبی کے گھر میں رہے۔ لوگ باتیں بنائیں گے ... وقت وقت کی بات ہے، کل گاؤں بھر میں تم ہی تم تھے، اور آج تم دو بیلوں کے ٹھور ٹھکانے کے لیے اپنے غریب دھوبیوں کے یہاں آئے ہو۔ خوش رہو، آنکھوں میں بسو، مگر دیکھو ہم کوڑی کوڑی کے محتاج ہیں، بکریوں کا دودھ بیچ کر گزارہ کرتے ہیں، تم زمینداروں کی تو ننھی ننھی باتیں بڑی بڑی دشمنیوں میں بدل جاتی ہے، کہیں ایسا نہ ہو کہ گیہوں کے ساتھ گھن بھی پس جائے۔"

اور پیرو یہ سب سن سن کر سوچا کرتا تھا "آخر انسانوں میں جماعت بندیاں کیوں ہیں وہ کموں کو چاہتا تھا" اور شاید کموں کو بھی

اس چاہت پر اعتراض نہ ہو، پھر اس کی ماں اور اس کا گاؤں اور اسکا سماج کیوں اس کی راہ میں حائل ہونے لگتے ہیں۔"

کیا پیرو کے مقابلے میں ایک بھی کردار اردو فکشن نگاروں نے پیش کیے ہیں؟ ایک زمیندار کردار نے کبھی اس نہج سے سوچا ہے؟ اور پیرو کہانی کے اختتام تک نفس اور ضمیر کی جنگ لڑتا رہا۔ اور آخر کار نفس کی شکست ہوئی۔ اس نے اپنی محبت کی قربانی دی۔ اور کموں کی شادی پر توڑا جوڑا سب کچھ دینے کے لیے اپنی جان سے پیارے "سفیدے" کو فروخت کرنے کیلئے تیار ہو گیا۔ وہ آخری بار ان بیلوں سے اپنے کھیت جوت لینا چاہتا تھا۔ ایسی صورت میں جبکہ سرکار کی طرف سے کھیت میں ہل ڈالنا قانونی جرم تھا۔ لیکن کسان کی اپنی نفسیات ہوتی ہے اس نے رات کا وقت اس کام کے لیے انتخاب کیا۔ جب وہ کھیت میں ہل چلا رہا تھا عین اسی وقت تھانیدار آ جاتا ہے اور اسے گرفتار کر لیتا ہے۔ اس عالم میں بھی اسے اپنی فکر نہیں ہوتی۔ خیال آتا ہے تو کموں کا، جس کی شادی رک جائے گی۔ اور وہ اسے جوڑا توڑا نہ دے سکے گا۔ اسی لیے وہ ان سے گزارش کرتا ہے اور گڑگڑا کر کہتا ہے کہ تم میری بوٹیاں نوچ ڈالو لیکن سفیدے کو چھوڑ دو۔ اس لیے کہ سفیدے فروخت نہیں ہونگے تو اس کی کموں کی شادی پھیکی پڑ جائے گی۔ وہ کہتا ہے:

"یہ صرف دو بیل نہیں، یہ ایک گھر کی آبرو ہیں یہ ایک معصوم جان کی خوشیوں کا اکلوتا سرمایہ ہیں۔ سفیدے کو گاؤں واپس بھگا دو اور مجھے ساتھ لے چلو، میں تمہارے ساتھ چلونگا سفیدے نہیں آئیں گے، کہہ دو کہ سفیدے نہیں آئیں گے۔"

اس افسانے میں طبقاتی کش مکش کے ساتھ محبت کی شہادت کو جس المناکی سے بیان کیا گیا ہے، پیرو کو جس شکل میں اپنی محبت کا کفارہ ادا کرنا پڑا ہے، وہ اپنی مثال آپ ہے۔

قاسمی کا دل انسانیت کے زوال پر روتا ہے اور محبت کی فتح پر باغ باغ ہو جاتا ہے۔ محبت اس کے یہاں تمام قدروں کی اساس ہے۔ اردو کے معتبر ناقد پروفیسر قمر رئیس ان کی کہانیوں کا تجزیہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

اس نے اپنی ہر نئی کہانی میں انسان کی اس ازلی معصومیت، آسودگی، مسرت اور محبت کو تلاش کیا ہے۔ جس کے لیے خود اس کی روح تڑپ رہی ہے۔ اس کی پچھلی کہانیوں کے کردار اگلی کہانیوں میں جنم لیتے اور اس ابدی تلاش کو جاری رکھتے ہیں۔ بدلتے ہوئے پیچیدہ حالات اور حقائق میں ان کے جذبہ و احساس اور شعور کی کائنات بھی بدلتی اور زیادہ تہ دار ہوتی جاتی ہے۔ "چوپال" اور "بگولے" میں ندیم نے جو کردار تخلیق کیے ہیں وہ معصوم، سادہ، جذباتی اور جنون پرور ہیں۔ وہ زندگی کے حشر خیز تضادات کا احساس رکھتے ہیں۔ لیکن ان کا ذہن زندگی کے اس مقدس شعور سے محروم ہے جو احساس کو عمل اور کشاکش کی راہ دکھاتا ہے۔ وہ جاگیرداروں اور تھانیداروں کے روزافزوں مظالم اس طرح گوارہ کرتے ہیں جیسے وہ ناگزیر ہیں ..... ان کے عمل کا محرک، منزل اور جائے پناہ عشق ہے۔ "طلائی مہر" کا فیض اپنی محبت اور سونی کی مسرت کے لیے کیسی کیسی اذیتیں سہتا ہے۔ بھوت کا ولی محمد ایک چمارن کی خاموش محبت میں خود کو فنا کر دیتا ہے۔ ہیرا رانجھا کی امامی پیار کی تندو تیز مد و راپی کر ہیر بن جاتی ہے۔ بچپنا کا 'میں' عشق کے بھنور میں ڈوب کر ابھرا تو سسکتا ہوا اپنی ماں کے ممتا بھرے گرم آغوش میں پناہ لیتا ہے۔ ماں کے گلابو اپنے بچے کی محبت کے لیے دنیا کی ہر خطرے یہاں تک کہ بیمار شوہر کی فکر سے بھی بے نیاز ہو گزر جاتی ہے۔ "بچہ" میں زندگی کی جو گھما گھمی ہے اس کا محور بھی محبت ہے۔ ماں کی مامتا اور باپ کی محبت۔ بھونڈے، کالے، گندے، روتے، بسورتے، چپٹی ناک والے بچوں کی محبت۔ محبت یہ زندگی کی علامت ہے۔ اس کا سرچشمہ اس کی محافظ ہے۔ ان افسانوں میں اسی محبت کی ساری نرمی، شدت، لطافت اور حلاوت سمٹ آئی ہے۔

.... یہ محبت ماورائی یا سماوی نہیں، ارضی او حقیقی ہر ایک طبقاتی سماج کی معذور، مجبور، مجروح اور گھٹی گھٹی محبت جو انسان کی معصومیت اور بشریت کا جوہر ہے۔"

اس اقتباس میں بھی ناقد نے ندیم کے افسانوں میں محبت کی پیش کش کو ہی دریافت کیا ہے۔ دراصل احمد ندیم قاسمی ذہنی، فکری اور نظریاتی اعتبار سے ترقی پسندی پر یقین رکھتے ہیں۔ زندگی کی بنیادی سچائیوں کو تسلیم کرتے ہیں۔ وہ زندگی کو ان سچائیوں سے الگ کر کے دیکھنا نہیں چاہتے۔ بلکہ وہ ان سے نبرد آزما ہونے کی تعلیم دیتے ہیں۔ "پکا مکان" کا یارو زندگی کے متعلق یوں سوچتا ہے۔ "جانتے ہو زندگی کیا ہے؟ زندگی چند سانسوں سے بنی ہوئی ایک گیند ہے، جو تقدیر کے شریر بچے کے ہاتھوں میں اچھلتی ہے۔ لڑھکتی ہے۔ ناچتی ہے اور جانتے ہو یہ گیند کی قسمت میں گھسنا اور پھٹنا لکھا ہے۔ اگر تم اس گیند کو تقدیر کے ہاتھوں سے چھین کر اپنے بس میں کر لو تو تمہارا جینا سچا جینا ہے۔"

یہ خیالات یارو کے نہیں، خود افسانہ نگار کے ذہنی رویہ کی نشاندہی کرتے ہیں کہ وہ زندگی سے متعلق کس طرح سوچتا ہے۔ اپنے پورے افسانوی سرمایہ میں انھوں نے زندگی کی اس گیند کو بس میں کرنے اور "سچے جینے" کی ترغیب دی ہے۔ اسی لیے ندیم نے ادب برائے ادب یا ادب برائے زندگی جیسی اصطلاحوں سے بلند ہو کر غریب اور محنت کش طبقوں کے افراد کے احساسات و جذبات کو زبان دی ہے۔

ان کے افسانوں میں انسانی ذات کا درد سمٹ آیا ہے۔ ان میں ایک تہذیب و تمدن کے زوال کی تصویر اور آنے والے انقلاب اور تبدیلیوں کی چاپ صاف سنائی دیتی ہے۔ "ووٹ" ان کی ایسی ہی کہانی ہے۔ جس میں ملک صاحب ایک مٹتی ہوئی تہذیب کی نمائندگی کرتے ہیں اور گاؤں کے افراد آنے والے انقلاب، سیاسی و سماجی شعور کی بیداری کا پتہ دیتے ہیں۔ اس میں بھی طبقاتی کش مکش کو پیش کیا گیا ہے۔ ملک صاحب جو ووٹ حاصل کرنے کے لیے طرح طرح کے حربے استعمال کرنا جانتے ہیں اور کسانوں کو ڈرا دھمکا کر یا ان کی لڑکیاں اٹھوا کر ان کو خوف زدہ کرنا چاہتے ہیں۔ مگر اب یہ کسان نئی تبدیلیوں سے آشنا ہو چکے ہیں۔ وہ اب ظلم کو کسی بھی قیمت پر برداشت نہیں کر سکتے۔ چنانچہ کسان کی لڑکی کو وہ کوٹھے پر قید کر لیتے ہیں۔ لیکن محسوس کرتے ہیں کہ: "وہ بھی کیا کسان عورتیں تھیں۔ بے چاریاں بالکل بھیڑیں، سیدھی، سادی، ڈری ڈری، سہمی سہمی، بات بات پر جی جی کی رٹ اور یہ نئی کسان لڑکی دیکھو۔ ایسی دلیر اور بہادر شہزادیاں ضرور گزری ہیں مگر کسان ماؤں نے ایسی بیٹیاں کہاں جنی تھیں۔"

احمد ندیم قاسمی، پریم چند سے اسی مقام پر بالکل الگ کھڑے نظر آتے ہیں۔ پریم چند نے اپنی کسی بھی کہانی میں نسوانی کردار کو ترقی پسند یا باغی نہیں دکھایا ہے۔ جبکہ ندیم قاسمی کی اکثر کہانیوں میں ترقی پسند نسوانی کردار نظر آتے ہیں۔ مثلاً "میرا دیس" کی سونی کسان کی جوان بیٹی ہے اور زرخرید لونڈی کی طرح زمیندار کی خدمت کرتی ہے لیکن یہی سونی "ووٹ" میں کسان کی غیرت مند اور سرکش لڑکی حلیماں اور "کہانی لکھی جا رہی ہے" کی فاطمہ بن جاتی ہے۔ جس کا یقین ہے کہ "اب ہمارا وقت ہے اور ہم تم سے اپنا حق مانگیں گے نہیں، چھین لیں گے، جھپٹ لیں گے۔" اور یہی باغی لڑکی بعد میں "ست بھرائی" بن کر اپنی دنیا آپ پیدا کرتی ہے۔ اس طرح ندیم کے افسانوں کے یہ نسوانی کردار مائل بہ ارتقا نظر آتے ہیں۔ ان کی سادگی اور معصومیت میں خود اعتمادی، ہوشمندی اور ذہنی بیداری کے عناصر پیدا ہو جاتے ہیں۔ یہ ندیم کے افسانوں کی بڑی نمایاں خصوصیت ہے جو انہیں اردو کے تمام افسانہ نگاروں میں ممتاز کر دیتی ہے۔

احمد ندیم قاسمی کے یہاں انسان دوستی کا رجحان بالکل واضح ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ زندگی کی مثبت قدروں پر یقین رکھتے ہیں۔ ان کا ذہن پوری طرح مشرقی تہذیب کا تربیت یافتہ ہے۔ وہ زندگی کے مصور بھی ہیں، مفسر بھی اور ناقد بھی۔

میں اپنی بات "آنچل" کے دیباچے کے اس عبارت پر ختم کرنا چاہوں گا جس میں "میں افسانہ کیوں لکھتا ہوں؟" کے تحت انھوں نے بڑی اہم بات کہی ہے کہ:

"میں پھولوں کے انبار کو پسند کرتا..... میں انسانوں کے ہجوم کو پسند نہیں کرتا..... مجھے ایک پھول، ایک ستارہ، ایک انسان چاہیئے اور اس وحدت کو صرف افسانہ ہی سہارا دے سکتا ہے ..... میں ایک انسان کو اپنے فن کا مرکز بناؤں گا تو ہبوط آدم سے لے کر موجودہ دور تک کا انسانی سفرنامہ سامنے آ جائے گا۔ مجھے وحدت سے محبت ہے ..... مجھے ایک خدا چاہیئے۔ ایک کائنات اور ایک انسان .... متفق اور مجتمع ....."

اور یہ حقیقت ہے کہ انھوں نے اپنے افسانوں میں "انسانی سفرنامے" کو نہایت فنکاری سے پیش کیا ہے۔

ارتضیٰ کریم
۳۹، ۳/۲۲ اے ذاکر نگر
نئی دہلی ۲۵-۱۱۰۰

(اردو سروس سے)

شیر دل خاتون

لکشمی بائی

ڈاکٹر قیام الدین

۱۸۵۷-۵۸ء کی جنگ آزادی کے دوران جن رہنماؤں نے ایثار وقربانی اور جرأت وجانبازی کی عمدہ مثالیں پیش کیں ان میں جھانسی کی رانی لکشمی بائی کا نام ایک اونچا مقام رکھتا ہے۔ یہ بات ان کی شخصیت کو اور زیادہ منفرد بنا دیتی ہے کہ وہ ایک نسبتاً کم عمر بیوہ خاتون تھیں اور ان کا زمانہ وہ تھا جب عورتوں کا دائرہ عمل عموماً گھروں کی چہار دیواری تک محدود تھا۔

لکشمی بائی کی پیدائش ۱۸۲۷ء میں کاشی میں ہوئی تھی۔ ان کا پیدائشی نام منی کرنیکا تھا اور ان کے والدین کا نام بلونت راؤ تانبے اور بھاگیسرتھی بائی تھا۔ ان کا تعلق مہاراشٹر کے ستارہ ضلع کے ایک برہمن خاندان سے تھا۔ وہ ایک مراٹھا سردار چمناجی اپا کی معیت میں کاشی آکر بس گئے تھے۔ اپنے سرپرست کے ختم ہو جانے کے بعد بلونت راؤ کانپور کے نزدیک واقع بیٹھور چلے گئے تھے جو نانا صاحب کا مرکز تھا، لکشمی بائی کا بچپن ایک ایسے سیاسی ماحول میں گذرا جس میں برطانوی حکومت سے بے اطمینانی ایک اہم عنصر تھا۔ بیٹھور میں رہنے کے دوران انہیں نانا صاحب اور تانتیا ٹوپے جیسے متقدر مراٹھا سرداروں کی قربت حاصل رہی۔ ان کی تعلیم وتربیت روائتی طرز پر ہوئی تھی اور انہیں فوجی تعلیم بھی دی گئی تھی۔ شہسواری اور بندوق چلانے میں انہیں مہارت حاصل تھی۔

لکشمی بائی کی شادی ۱۸۴۲ء میں جھانسی کے مہاراجہ گنگادھر راؤ سے ہوئی تھی۔ اور اس کے بعد ہی انہیں لکشمی بائی کا خطاب ملا تھا جس نام سے وہ آج تک یاد کی جاتی ہیں۔ مغلیہ سلطنت کے زوال کے عہد میں بندیل کھنڈ کا علاقہ مرہٹوں کے زیر اختیار آگیا تھا۔ یہ ایک وسیع علاقہ تھا جس کا رقبہ ۱۶۰۰ مربع میل تھا اور آبادی ۲½ لاکھ، جھانسی اس کا صدر مقام تھا۔ اس علاقہ میں اور بھی ریاستیں تھیں مثلاً ایوا، اورچھ، وغیرہ۔ پیشوا کے زوال کے بعد جھانسی کا علاقہ انگریزوں کے اختیار میں آگیا تھا اور انہوں نے رام چندر راؤ نامی ایک سردار کو اپنی ماتحتی میں یہ ریاست عطا کر دی تھی۔ ۱۸۳۳ء میں اس کو راجہ کا خطاب بھی دیا گیا۔ کچھ عرصہ کے لئے یہ ریاست مالی بحران کا شکار رہی اور انگریزوں نے اس کا انتظام خود سنبھال لیا۔ اور پھر بعد میں گنگادھر راؤ کو راجہ مقرر کیا گیا۔

گنگادھر راؤ اور لکشمی بائی کا بیٹا بچپن ہی میں مر گیا تھا اور اس کے بعد انہوں نے دامودر راؤ نامی ایک ۵ سالہ بچہ کو گود لیا تھا۔ اپنی موت کے کچھ عرصہ قبل گنگادھر نے لکشمی بائی کو ریاست کا مدارالمہام یا Regent مقرر کیا تھا۔

یہ زمانہ لارڈ ڈلہوزی کی گورنر جنرلی کا تھا جس نے ہندوستانی راجاؤں اور نوابوں کی جانب ایک سخت اور جارحانہ رویہ اپنا رکھا تھا۔ اس نے Doctorine of Lapse نام کی ایک پالیسی چلا رکھی تھی جس کے تحت ہندوستانی ریاستوں کو بدانتظامی یا براہ راست وارث نہ ہونے کی صورت میں کمپنی کے قبضہ میں لے لیا جا سکتا تھا۔ یہ ایک نامنصفانہ اقدام تھا اور اس پر عمل بھی غلط اور من مانے ڈھنگ سے کیا گیا۔ سب سے بڑا ستم یہ تھا کہ کسی ریاست کی انتظامیہ کے متعلق اچھے یا برے ہونے کا فیصلہ خود گورنر جنرل کی رائے پر منحصر تھا اور اس معاملہ میں متعلقہ ریاست کے حکمراں یا اکابرین کی منظوری تو دور رہی، مشورہ اور اطلاع کی بھی کوئی ضرورت نہ تھی، گود لینے کا رواج جو ایک قدیم اور مسلمہ طریقہ تھا اسے بھی غیر قانونی مان لیا گیا۔

چنانچہ اسی ضبطی کی پالیسی کے تحت گنگادھر راؤ کے مرنے کے بعد جھانسی کی ریاست کو ۱۸۵۴ء میں کمپنی کے زیر اختیار کر لیا گیا۔ کمپنی کے حکام کی طرف سے اور بھی زیادتیاں کی گئیں۔ مندروں کو عطا شدہ جاگیریں ضبط کر لی گئیں اور خود لکشمی بائی کو محل سے علیحدہ ہو جانے پر مجبور کیا گیا اور چھ ہزار روپئے سالانہ کی پنشن مقرر کر دی گئی۔ لکشمی بائی نے پرانے معاہدوں کا حوالہ دے کر اور کمپنی کی خاطر خواہ گذشتہ خدمات کا ذکر کر کے بہت کوشش کی کہ اس کے بیٹے کا حق نہ چھینا جائے مگر اس کی یہ تمام کوششیں بے کار ثابت ہوئیں۔ اس نامنصفانہ رویہ کا لکشمی بائی پر بہت گہرا اثر ہوا اور وہ اپنے بیٹے کے تلف شدہ حق کی بحالی کے لیے کوشاں ہو گئیں۔ ۱۸۵۴ء سے ۱۸۵۷ء کے دوران انہوں نے بہت سادہ بلکہ جانفشانہ زندگی گذار کر اور اپنے مذہبی رویہ اور حسن انتظام کی وجہ سے بہت مقبولیت حاصل کی۔

جب مئی ۱۸۵۷ء میں جنگ آزادی کے شعلے سارے ملک میں بھڑک اٹھے تو جھانسی کی ریاست بھی ان کی لپٹوں سے محفوظ نہ رہ سکی۔ ۴ جون کو لچھمن راؤ کی قیادت میں مقامی سپاہیوں نے بغاوت کر دی اور کچھ انگریزی فوجی افسران اور دیگر حکام مارے گئے۔ باغی سپاہیوں کے دہلی روانہ ہونے کے بعد لکشمی بائی نے امور ریاست اپنے ہاتھوں میں لے لیے اور خود کو جھانسی رانی اعلان کر کے انگریزوں کے خلاف جنگ شروع کر دی۔ آس پاس کی چند حکومت موافق ریاستوں نے، مثلاً دسنہ اور اورچھ نے مزاحمت کی مگر ان کو پسپا کر دیا گیا۔ لکشمی بائی کا یہ اقدام محض ذاتی انتقام اور بازیابی ریاست کے لیے نہ تھا۔ فوجی چھاؤنیوں میں بغاوت کے کافی قبل سے سارے ملک میں حکومت کے خلاف بے اطمینانی کے جو بیج بوئے گئے تھے ان کی جڑیں بہت دور دور تک پہونچ چکی تھیں اور حکومت کے مخالف ان عناصر سے لکشمی بائی کا رابطہ قبل سے تھا۔

ہزیمت اور اضطراب کے پہلے دور کے بعد جب انگریزی فوجوں نے جوابی اقدام کیے تو جھانسی پر حملہ کیا گیا۔ لکشمی بائی کی قیادت میں اس کا زبردست مقابلہ کیا گیا جس میں خواتین نے بھی حصہ لیا۔ خود انگریزی مآخذ سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ جنگ کے دوران عورتیں اسلحے تقسیم کر رہی تھیں اور توپیں سر کرنے میں مدد کر رہی تھیں۔ مگر سرکاری فوجوں کی بالادستی کا اثر ہوا اور جھانسی پر انگریزوں کا قبضہ ہو گیا۔ لکشمی بائی بچ کر نکل آئیں اور چند رفقاء کے ساتھ اپنے چھوٹے بچے کو پیٹھ پر باندھ کر گھوڑے پر سوار ہو کر کالپی جا پہونچیں۔ اور پھر تانتیا ٹوپے کے ساتھ مل کر گوالیار کے مستحکم اور دشوار گذار قلعہ پر حملہ کر دیا۔ وہاں کے راجہ سندھیا نے مزاحمت کی مگر اس کے زیادہ تر سپاہی رانی کے ساتھ ہو گئے۔ گوالیار کی فتح میں رانی کے وفادار افغان محافظ دستوں نے اہم رول ادا کیا تھا۔ یہ ایک بہت شاندار فوجی کارنامہ تھا اور اسے رانی کی جنگی کارروائیوں کا نقطۂ عروج کہا جا سکتا ہے۔

گوالیار پر لکشمی بائی کا قبضہ زیادہ دنوں تک نہ رہ سکا۔ جون ۱۸۵۸ء میں انگریزی فوجوں نے قلعہ کا محاصرہ کیا۔ رانی نے ایک بار پھر جرأت مندانہ مقابلہ کیا۔ جنگ کے دوران وہ فوجی وردی میں ملبوس مختلف مقامات پر دفاعی کوششوں کی نگرانی کرتی رہیں مگر بالآخر قلعہ پر

(آگے ص ۱۳ پر)

ہاکی

کے۔ ڈی سنگھ بابو سے ظفر اقبال تک

محمد عمر خاں

بین الاقوامی سطح پر اگر کسی اسپورٹس نے ہندوستان کا نام اونچا کیا ہے تو وہ ہاکی ہے جسے بجا طور پر قومی گیم قرار دیا گیا ہے۔ مگر یہ بھی بڑی حیرت کی بات ہے کہ پچھلے دس برسوں میں ہماری ہاکی ٹیم کوئی نمایاں کارنامہ انجام نہیں دے سکی۔ ہاں آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس دوران ہم لوگوں نے ماسکو اولمپک میں گولڈ میڈل حاصل کیا مگر تمام لوگوں کو معلوم ہے کہ سیاسی تنازعہ کی بنا پر مغربی ممالک اور ان کے حلیفوں نے ماسکو اولمپک کا بائیکاٹ کیا تھا۔ اور اس میں ہالینڈ، انگلینڈ، مغربی جرمنی، آسٹریلیا اور پاکستان جیسی مضبوط ٹیموں نے حصہ نہیں لیا تھا اس وجہ سے ہماری یہ کامیابی خوش آئند سہی مگر تشفی بخش نہیں کہی جاسکتی۔

ایسی حالت میں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا ہاکی میں ہمارا معیار گر رہا ہے؟ اس سوال کا جواب دینے سے قبل آئیے ہم اپنی ہاکی ٹیم کا جائزہ لیں۔

یوں تو ہماری ہاکی ٹیم کی کامیابی کی کہانی ایمسٹرڈم اولمپک ۱۹۲۸ء سے شروع ہوتی ہے مگر ایک آزاد قوم کی حیثیت سے ہم ۱۹۴۸ء کے لندن اولمپک سے جائزہ لیں تو زیادہ بہتر ہوگا۔ یہ سال یوں بھی اہم ہے کہ جہاں آزادی حاصل کرنے کے بعد ہماری ٹیم پہلی بار حصہ لے رہی تھی وہاں یہ بات بھی قابل افسوس ہے کہ تقسیم ملک نے ہمارے ہاکی کھلاڑیوں کا بھی بٹوارہ کر دیا۔ انڈین ٹیم میں کوئی بھی ایسا کھلاڑی موجود نہیں تھا جسے پچھلے اولمپک گیم کا تجربہ ہو۔ کشن لال کی قیادت میں انگلینڈ کو فائنل میں ۴ گول نل سے شکست دے کر انڈیا نے چوتھی بار گولڈ میڈل حاصل کیا۔ جادوگر کھلاڑی دھیان چند کے بعد ہاکی کی دنیا میں ایک نیا کھلاڑی اسٹار بن کر ابھرا۔ میری مراد ہندوستان کے نامور کھلاڑی کے۔ ڈی سنگھ بابو سے ہے۔ لندن اولمپک میں وہ نائب کپتان تھے۔

وہ بھی کیا زمانہ تھا۔ ہندوستانی ٹیم ستاروں سے جڑی ٹیم کہلانے کی مستحق تھی۔ فرانسس گول میں، جینٹل اور جانسن بیک میں، کیشب دت، امیرل کلاڈیس ہاف میں، کشن لال رائٹ آؤٹ، محمد لطیف لفٹ آؤٹ، کے۔ ڈی سنگھ بابو رائٹ ان اور سنٹر فارورڈ میں بلبیر سنگھ۔

کے۔ ڈی سنگھ بابو ایک ذہین محرک تھے جن کی تحریک پر بلبیر سنگھ نے ان گنت گول کئے ہیں۔ ۱۹۵۲ء ہیلسنکی اولمپک کے لیے انھیں کپتان چنا گیا اور فائنل میں ہالینڈ کو ۱-۶ گول سے شکست دے کر انڈیا کی فتح کا سلسلہ انھوں نے جاری رکھا۔ اسی اولمپک میں انھیں دنیا کا بہترین کھلاڑی قرار دیا گیا۔

ہندوستان کے سر پر ہاکی کا تاج جگمگاتا رہا۔ مگر ۱۹۵۶ء میں پہلی بار ہندوستان کو زبردست چیلنج کا سامنا کرنا پڑا۔ جب فائنل میں پاکستان نے زبردست مقابلہ کیا اور بڑی مشکل سے پنالٹی کارنر کے ذریعہ آر۔ ایس جینٹل کے دیئے ہوئے گول کی بدولت انڈیا اپنا اعزاز برقرار رکھنے میں کامیاب ہوگیا۔

۱۹۶۰ء کے روم اولمپک میں بہرحال پاکستان نے ایک گول نل سے شکست دے کر ہاکی کی دنیا میں ہندوستان کی ۳۲ سالہ ان بیٹن حکمرانی کا خاتمہ کر دیا۔ ۱۹۶۴ء کے ٹوکیو اولمپک میں ہندوستان نے اپنا کھویا ہوا تاج پھر واپس پایا مگر ۱۹۶۴ء سے ۱۹۷۴ء تک ہماری ٹیم کوئی بھی ٹرافی حاصل نہیں کر سکی گرچہ اس دوران بھی کئی عمدہ کھلاڑی آسمان شہرت پر ستارہ بن کر چمکے۔ ان میں پرتھی پال سنگھ، وی جی پیٹر، جسونت سنگھ، جوگندر سنگھ، گوروبخش سنگھ اور انعام الرحمٰن کے نام قابل ذکر ہیں۔ جہاں تک اشک درک کا تعلق ہے دھیان چند اور کے ڈی سنگھ بابو کے بعد انعام الرحمٰن کا نام شامل رہنے کے باوجود اسے نہیں کھلایا گیا اور ۴۰ سال میں پہلی بار ہندوستان فائنل میں نہیں داخل ہو سکا۔ سیمی فائنل میں آسٹریلیا سے ۳-۱ گول سے ہار کر ٹیم ٹورنامنٹ سے باہر ہوگئی۔

بہرحال ۱۹۷۵ء میں کوالالمپور میں ورلڈ کپ جیت کر ہندوستان نے اپنی ساکھ دوبارہ قائم کر لی مگر پچھلے دس برسوں میں ہماری ٹیم کی کارکردگی تشفی بخش نہیں رہی ہے ظاہر ہے کہ اس کی کچھ خاص وجوہات بھی ہیں۔

ہاکی کا کھیل ایک تکنیکی کھیل سمجھا جاتا تھا مگر اب یہ پاور گیم ہوتا جا رہا ہے۔ کلائی اور اسٹک کی جادوگری اور فنکارانہ صلاحیت کے بجائے طاقت کا استعمال اب ناگزیر ہو گیا ہے۔ کیونکہ ہاکی کے قوانین میں جو تبدیلیاں لائی گئی ہیں وہ یوروپی اقوام کی موافقت میں ہیں۔

دوسری اہم وجہ یہ بھی ہے کہ ہم اپنی تکنیک چھوڑ کر یوروپ کی تکنیک اپنانے کی کوشش کر رہے ہیں جو سراسر ہماری غلطی ہے۔ اس کے برعکس یوروپ کے اقوام نے ہماری تکنیک اپنالی ہے۔

تیسری اہم چیز یہ ہے کہ اگر ہم اپنے ہاکی کا معیار بلند کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں کھلاڑیوں کے انتخاب میں پوری غیر جانبداری کے ساتھ انصاف برتنا ہوگا۔ نیز صحیح تربیت کا انتظام کرنا ہوگا۔

یوپی اور پنجاب میں اسپورٹس ہاسٹل کے قیام سے کھلاڑیوں کی اچھی کھیپ تیار ہو رہی ہے نیز اس وقت انڈیا کو کئی عمدہ کھلاڑی بھی مل گئے ہیں۔ ان میں ظفر اقبال، محمد شاہد، میروین فرنانڈیز کے علاوہ نئے دریافت سنٹر فارورڈ محمد نعیم اور سنٹر ہاف ہردیپ سنگھ ہیں۔ انڈیا اگر اپنے دفاعی کھلاڑیوں کا مسئلہ حل کر لیتا ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ ہم اپنا کھویا ہوا وقار ایک بار پھر حاصل کر سکیں۔

(کلکتہ سے نشر)

محمد عمر خاں
ٹینٹ، محمڈن اسپورٹنگ کلب
دھرم تلہ میدان۔ کلکتہ ۷۰۰۰۰۱

بقیہ: لکشمی بائی

انگریزی فوجوں کا قبضہ ہو گیا اور لکشمی بائی ایک انگریز فوجی کے ہاتھوں قتل ہو گئیں۔ اس وقت وہ فوجی وردی میں تھیں اور اس انگریز سپاہی کو یہ بات معلوم نہ تھی کہ وہ لکشمی بائی تھیں۔ ان کی لاش کے ساتھ ان کی ایک وفادار مسلم سہیلی کی لاش بھی پائی گئی۔ بعد میں رانی کے ساتھیوں نے ان کی لاش کو انگریزوں کے قبضہ میں نہ جانے کے خیال سے نزدیکی ایک باغ میں نذر آتش کر دیا۔ اس طرح ملک کی اس نامور اور شیر دل خاتون نے ملک کی تاریخ کے صفحات پر اپنے ایثار و قربانی کی مہر ثبت کر دی۔ آزادی کے حصول کے بعد اس مقام پر جہاں رانی کی لاش کو نذر آتش کیا گیا تھا وہاں پر ایک یادگار تعمیر کرا دی گئی۔

ہندوستان کی تاریخ میں اس کے پہلے بھی ایسی مثالیں ملتی ہیں کہ حوصلہ مند خواتین نے اپنے حق کے اصول کے لئے اور جارحانہ فوجی اقدام کے خلاف مردانہ وار مقابلہ کیا ہے۔ جھانسی کی رانی لکشمی بائی کی شخصیت اس سلسلے کی ایک کڑی ہے، ایک ایسی مضبوط کڑی جس کے سہارے یہ سلسلہ آگے چلتا رہا ہے۔ (پٹنہ سے نشر)

مزہ ہی تو ہے خیالوں کی دنیا بسانے میں

رضیہ وحیدی

غالب کا ایک شعر ہے۔

جی ڈھونڈتا ہے پھر وہی فرصت کہ رات دن
بیٹھے رہیں تصورِ جاناں کیے ہوئے

یعنی مرزا اس شعر میں کئی باتیں کہہ گئے ہیں اور اسی کو کہتے ہیں بڑی شاعری۔ چھوٹے لفظ مگر بات بہت بڑی پہلی بات یہ کہ تصور کرنے، خیالی پلاؤ پکانے، خیالی افسانے بننے، خیالی قلعہ بنانے اور خیالوں کی دنیا بسانے کے لیے دن رات کی کوئی قید نہیں۔ بلکہ نہ زماں ہے نہ مکاں لا الٰہ الا اللہ۔ دوسری یہ کہ یہ عمل بہت مزے دار بلکہ چٹخارے دار جس کے کرنے کو بہت جی چاہتا ہے۔ جیسے بہت سی عورتوں کو املی کھانے یا بہت سے مردوں کو رس گلے کھانے کا جی چاہتا ہے تیسری بات یہ کہ ایسا زمانہ بھی مرزا پر گزرا بلکہ سبھی پر گزرتا ہے جب اس عمل کے لئے خاصی فرصت ہوتی ہے نہ کسی مکتی زندگی نہ گھر پلو جھنجھٹ نہ آٹے دال کا بھاؤ معلوم نہ نون تیل لکڑی کی فکر، نہ فکرِ معاش نہ عشقِ بتاں بس خیالوں کی دنیا بسانے، بنا کر بگاڑنے اور مٹا مٹا کر بسانے کا ایسا چسکا پڑ جاتا ہے کہ دلی کیا بسی اور مٹی ہوگی۔ چوتھی چیز مرزا نے یہ بھی کہی کہ محبوب کا تصور کر کے بیٹھے رہنے میں جو مزہ ہے وہ کسی اور کروٹ نہیں۔ اللہ تعالیٰ مرزا صاحب کو کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے مومن کا یہ شعر اپنے دیوان کے بدلے اسی لیے لینا چاہتے تھے کہ اس میں بھی خیالی دنیا بسانے کا ایک پہلو جگ مگ جگ مگ کر رہا ہے۔

تم مرے پاس ہوتے ہو گویا
جب کوئی دوسرا نہیں ہوتا

خیالوں کی دنیا بسانے کی دو قسمیں ہیں اور وہ دونوں مثبت بھی ہیں اور منفی بھی۔ پہلی قسم تو یہ ہے کہ ایسی دنیا بسائی جائے اور دوسری یہ کہ خود بخود بستی جائے۔ جیسے بعض شہر یا محلے پلاننگ کے تحت بستے ہیں اور ساتھ میں جھگی جھونپڑیاں بھی بستی جاتی ہیں۔ مثبت یہ ہے کہ اچھی دنیا بسائی جائے یا آپ سے آپ بس رہی ہے تو گل و گلزار طریقے سے بسے منفی یہ کہ غلط سوچا جائے یا سوچ کی رو ایک سے دوسرے تک اس طرح پہنچے کہ اس کے عیب ہی نظر آئیں مثلاً یہ کہ ایک بار جو ہم نے آنکھ بند کی ویسے آنکھ بند کرنے کی کوئی قید نہیں جاگتی آنکھوں اور کھلے کانوں کی حالت میں بھی یہ دنیا بسائی جا سکتی ہے مگر بہر حال ہم نے آنکھ بند کی تو شعر کے اس مصرعہ کے مصداق آنکھ بند کرتے ہی سارے در و دیوار آنکھوں کے سامنے تھے۔ یاد آیا کہ پیں میں ماچس تو ہے ہی نہیں معلوم ہوا کہ پڑوسن لے گئی ہیں۔ آنکھوں کے سامنے مسز دانی پورے ٹھسے کے ساتھ گھوم گئیں۔ کیا عورت ہے عمر سے تو چالیس سے اوپر کی لگتی ہے مگر بنتی ہے بیس سال کی سی تولی۔ دکھاوا بہت ہے۔ چاہے جیسی سڑی گلی تقریب ہو اس میں اس طرح سولہ سنگار کر کے بن ٹھن کے جائے گی جیسے گو۔۔ی چلے پیا کے دیس، اور پھر کس طرح وہ مسز کھوبرگڑے کی برائی کرتی ہے۔ اور یہ مسز کھوبرگڑے۔ اللہ اس سے بچائے جان کو آجاتی ہے۔ آج بازار چلنے کو کہا تھا۔ دیکھ آتی بھی ہے کہ نہیں۔ بازار سے یاد آیا کہ مسز گپتا بھی کہیں باہر گھومنے گئی ہیں۔ بڑی گھمکڑ عورت ہے اور مسز شرما ادیہ اللہ دیدوں کا پانی اس طرح غایب ہے جیسے ریگستان سے سبزی۔ کس طرح ہر ایک کو گھورتی ہے۔ وہ جو کسی شاعر نے کہا ہے۔ منہ تکا ہی کرے ہے جس تس کا؟ سبزی منڈی گئی تو وہاں بھی۔ جھانکتا تاکتا نہ گیا، اس بار سبزی منڈی سے ڈھیر ساری سبزی لاؤں گی۔ اب تو سنا رے راستے پکے ہو گئے ہیں۔ مگر پکے ہوئے آم خدا کی پناہ۔ کیا غضب کی مہنگائی ہے۔ جھنگی تو پوری بھی ہے۔ اور یہ مسز پوری۔ اللہ اللہ۔ آیا مرا خیال جھنجلا کے رہ گئی۔ چھوٹے بچے نے چلا کے کہا ممی۔ بسی بسائی دنیا خاک میں مل گئی۔ بھلا

ع گردشِ فلک کی چین دیتی ہے کسے انشا

ایک مرتبہ ستاروں سے آگے کے جہاں کو شیشے میں اتارنے کی کوشش کی۔ سوچا کہ ایک سرسبز وادی ہے۔ ہرے بھرے پیڑ۔ شمشاد و صنوبر۔ ہر طرح کے پھول، گلشن ہی گلشن۔ ایک چھوٹا سا چشمہ، نہایت صاف ستھرا، پانی ٹھنڈا یخ۔ چاروں طرف چڑیا چہچہا رہی ہیں مور پپیہے، بلبل، کوئل، قمری، بیڑ، چکور اور معلوم نہیں کتنے خوبصورت پرندے۔ حیرت کی بات یہ کہ آس پاس نہیں بھی کوے، گدھ اور چیل نہیں۔ گلشن کے بیچوں بیچ ایک خوبصورت سا، صاف ستھرا، شیشے کی طرح دمکتا ہوا لکڑی اور پتھر کا بنا گھر ہے۔ نہایت سجا سجایا قالین، غالیچے، صوفے، کونوں میں گلدستے گلدستوں میں جوہی، چمپا، موگرے، نیلوفر، لالہ، گلاب اور یاسمن گچھے سجے ہوئے۔ جی چاہے کہ بس یہیں مر رہے۔ دیکھتی کیا ہوں کہ ایک نہایت خوبصورت شہزادہ گھوڑے پر سوار آیا۔ اور پھر معلوم ہوا کہ زلزلہ آ گیا ہے شہزادہ صاحب گھوڑے پر بیٹھے ان کو گھوڑی نہیں مل رہی تھی۔ افسوس۔ ع

ظالم زمانہ ہم کو ستاتا ہے کس لیے

ایک بار اسی طرح فلموں کی دنیا میں پہنچ گئی جو بنگلوں اور سرمایہ داروں کے بڑے بڑے محل دکھائے جاتے ہیں اسی طرح کے ایک محل میں بیسیوں کمرے، سجے سجائے نوکر چاکر، شوفر، دربان، سیکرٹری اور معلوم نہیں کتنے لوگ زیورات سے لدی، بہترین مرصع کپڑے۔ دو انگلیوں کے پوروں سے غرارے کا دامن نزاکت سے پکڑے ہوئے ہونٹوں کی مسکراہٹ خوبصورت سا زاویہ بنائے ہوئے ہولے ہولے سیڑھیوں سے اتر رہی ہوں کہ اس بیچ مسز کھوبرگڑے دکھائی دیں۔ معلوم ہوا کہ دروازے پر کھڑی زاویہ منحرجہ کے انداز میں مسکرا رہی ہیں۔ مسکرا کیا رہی ہیں منہ چڑا رہی ہیں۔ توبہ توبہ۔

اصل میں خیالوں کی دنیا بسانے کا سبب جو سمجھ میں آتا ہے یہ ہے کہ ہماری بہت سی خواہشیں اور امیدیں ہوتی ہیں جو پوری تو ہوتی نہیں۔ اس لیے تصورات کی دنیا میں جا بیٹھی ہیں اور ہمیں بھی وہیں گھسیٹ لے جاتی ہیں۔ وہ جو مرزا صاحب نے کہا ہے کہ

ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے
بہت نکلے مرے ارمان لیکن پھر بھی کم نکلے

اب اس زمانے میں خصوصاً اس مشینی زمانے میں جہاں زیادہ تر خواہشوں اور تمناؤں کے گلے گھونٹ دیے جاتے ہیں آدمی اپنے خوابوں کو اسی طرح سنوار سجا کر دو چار پل کی خوشی اپنے دامن میں بٹور لینا چاہتا ہے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ خواب تو ہمیشہ خواب ہی رہتے ہیں اور زندگی کے حقائق زندگی کے حقائق۔ نہ ہم ساری خوشیاں پاتے ہیں اور نہ سارے دکھ ہمیشہ باقی رہتے ہیں۔ زندگی اور غم کا چولی دامن کا ساتھ ہے "موت سے پہلے آدمی غم سے نجات پائے کیوں" اور پھر یہ بھی حقیقت

(آگے ص ۱۶ پر)

تعریف

محمد اسد اللہ

ہر انسان ایک دانہ ہے جس کا مغز دل ہے اور تعریف دلوں کو جیتنے کا ایک فن ہے یہ بظاہر لفظوں کا گورکھ دھندا ہے اور بباطن ایک تجربہ ——— مثلاً اگر سماج نے آپ کو شریف آدمی کہہ کر پکارا ہے تو یہ آپ کی Damage ہوئی۔ اس پر بلیوں اچھلنے کی ضرورت نہیں، دراصل آپ کو ایک پنجرہ مہیا کیا گیا ہے کہ اب اسی میں رہو باہر آکر غیر شریفانہ حرکتیں کرنے کی آزادی ختم ہوئی لیکن آدمی "اور تجھے کے گھر تیتر کبھی باہر کبھی بھیتر" کی مصداق ان پنجروں کے اندر اور باہر آمد و رفت جاری رکھتا ہے۔ ہم اپنے اوپر لگا تعریف کا ایک لیبل نکال پھینکتے ہیں تو دوسرا چسپاں کر دیا جاتا ہے۔

ہم نے جب لفظ تعریف کی شان میں چند کلمات خیر ادا کرنے کا ارادہ کیا تو دیکھا کہ مارے خوشی کے لفظوں کے بھی ہاتھ پاؤں پھولنے لگتے ہیں۔ اپنی تعریف سن کر اچھے اچھوں کا یہی حال ہو جاتا ہے۔

سنا ہے گردش دوراں بھی خدائے بزرگ و برتر کی حمد و ثنا کے طفیل قائم ہے۔ ایک وہ دن بھی ہوگا کہ جب ——— "تعریف اس خدا کی جس نے جہاں بنایا" کہنے والا آدمی بھی دنیا میں باقی نہ رہے گا۔ بات جی کو لگتی ہے کہ بھلا اتنی ترقی یافتہ دنیا میں ایسے لوگوں کو جینے کا کیا حق ہے جن کی عام معلومات اس قدر ناقص ہوں کہ وہ دنیا کے بنانے والے کا نام تک نہ بتا سکیں۔ شاعروں ادیبوں اور تخلیق کاروں کو اپنی تعریف سننے کا بڑا ارمان ہوا کرتا ہے ان کے نزدیک اس کا سب سے بڑا جواز یہ ہے کہ خالق کائنات بھی اپنی تعریف پسند فرماتا ہے۔ بہر حال اس کا تو یہ حق ہے کہ ہم اس کی حمد و ثنا کریں۔ ہماری نظر سے تو ایسے شعرا بھی گزرے جو سائنس کے ذریعے آکسیجن کے بجائے "واہ واہ" اپنے اندر داخل کرتے ہیں اور سانس چھوڑتے ہوئے کاربن ڈائی آکسائڈ خارج کرنے کے بجائے ایک سرد آہ بھر کر ادھر ادھر دیکھتے ہیں بالکل اسی طرح جیسے مشاعرے میں مطلع عرض کرنے کے بعد سامعین کو داد طلب نظروں سے دیکھنا شروع کر دیتے ہیں۔

تعریف وہ سکۂ رائج الوقت ہے جس کی قوت خرید ہر زمانے میں عام سکوں سے بہت زیادہ رہی ہے یہی وجہ ہے کہ ازدواجی زندگی کے ابتدائی حصے میں دلہنیا کا مہر اسی کے ذریعے ادا کیا جاتا ہے۔ تعریفی حملے کے بعد حاصل ہونے والا سارا مال غنیمت عام طور پر تعریف کرنے والے کے ہی ہاتھ لگتا ہے۔ تعریف سننے والا بھلا آدمی ہوا تو غبارے کی طرح پھولنے کے بعد جس شخص نے تعریفی کلمات ادا کرنے کے لئے زبان چلائی ہے اس کے لئے ہاتھ پاؤں ضرور ہلاتا ہے۔ کسی شخص کو عدم تشدد کی بنیاد پر متحرک کرنے کا اس سے بہتر طریقہ ابھی ایجاد نہیں ہوا ہے۔ ہمارے چھوٹے سے وجود میں عام طور پر اتنی جگہ نہیں ہوتی کہ کسی دوسرے کی خواہشات کے لئے نرم گوشہ پیدا ہو سکے۔ ہوتا یہ ہے کہ جب کسی نے تعریف کی پھونک سے ہمارے دل و دماغ کے غبارے میں ہوا بھرنی شروع کی تو پھونکتے پھونکتے خود بنفس نفیس اس غبارے کے اندر اتر گیا۔ اب تعریف سننے والا بندۂ بے دام ہے بلکہ الٰہ دین کا چراغ ہے جو حکم کیا جائے تعمیل میں کمی نہ کرے گا۔ تعریف کے اگلے سرے پر جو دوسرا طبقہ آباد ہے اس کا تعلق گل محمد کے قبیلے سے ہے۔ وہی گل محمد جس کے متعلق مشہور ہے۔

زمیں جنبد فلک جنبد نہ جنبد گل محمد، یہ وہ مخلوق ہے جو اپنی تعریف سن کر لٹو کی طرح اپنی کیل پر گھوم کر رہ جاتے ہیں۔ بہرحال میاں گل محمد کو اس علت سے بھی مبارک [illegible]

تعریف دراصل وہ [illegible] جہاں آدمی کی خودی بکھرنے لگتی ہے۔ کوئی شخص بزعم ہمالیہ پہاڑ سے اونچا ہے تو اس کے دماغ پر جمی ہوئی [illegible] تعریف کی تیز شعاعوں کے ذریعے پگھلائی جا سکتی ہے تاکہ وہاں سے جو گنگا بہے تو ہر کوئی ہاتھ دھو سکے۔ ترکیب ملاحظہ فرمائیے۔ جب تعریف سننے والا اکڑنے لگے تب تعریف کو چاک کمہار کی طرح مسلسل چلائے جائیے حتیٰ کہ وہ دماغ کے ٹھیکرے میں ڈھل جائے۔ پڑنے والا سارا پانی چھلک چھلک کر باہر گر جائے۔ فوراً اپنی تھالی پر لپکئے اور تعریف کی ندی کے [illegible] سے گونجتے ہوئے اس بدقسمتی کے مال پر چھوڑ [illegible] تعریف [illegible] کا سارا پانی ختم ہو جاتا ہے [illegible] مبہم [illegible] ہے کہ کنکر [illegible] جاتے مگر پانی [illegible] کا نام [illegible] یہ ہے کہ وہ [illegible] کو قتل کرکے خون بہا وصول کرتی ہے [illegible] آدمی تعریف کی شکل میں خون بہا وصول کرنے اس حسرت سے [illegible] کہ کاش [illegible] اس شکر سمیت اپنی تعریف پر فدا ہو جاتا۔ [illegible] زندگانی میں شمشیر سے تسخیر تک سارے قافیے ساتھ تلے [illegible] ہیں۔ تعریف کے پانی سے مخالفین کی زمین زرخیز ہو جاتی ہے بلکہ [illegible] بھی ذرا کھلا کھلا سا ہو جاتا ہے۔

پھلوں کے چھلکوں ہی کی طرح تعریف وافر مقدار میں وٹامن پائے جاتے ہیں۔ اتفاق کہ مغز آدمی کھاتا ہے اور چھلکے گدھوں کے [illegible] جاتے ہیں۔ تعریف کے باقاعدہ استعمال سے صحت اچھی رہتی ہے البتہ اس کی زیادتی سے [illegible] کا ہاضمہ بگڑ جاتا ہے۔ یوں تو ازل ہی سے [illegible] کی صحت ناساز چلی آ رہی ہے۔ لیکن آپ کی تعریف آتے ہی اسے ہیضہ لاحق ہو جاتا ہے۔ اس بیماری کی روک تھام، مریضوں کی درازئ عمر اور [illegible] کے لئے ضروری ہے کہ آدمی اپنی تعریف سے خود آپ کو بچائے رکھے۔ کیوں کہ عام طور پر تعریف قطب مینار پر چڑھنے والا یا تو خودکشی کر کے یا اہل زمیں اسے ٹانگوں کے بل گھسیٹ کر اس دور کرا دیتے ہیں کہ وہ عرش کے مکینوں میں نہ زمین ہی میں سے ہے فقط اپنی اوقات بھول گیا۔

تعریف مثبت بھی ہوا کرتی ہے اور منفی [illegible] دوستوں سے پیچھا چھڑانے کے لئے منفی تعریف کارآمد ثابت ہو سکتی ہے۔ ان دونوں کے بیچ ساکت قسم کی تعریف ہے جو کچھ لوگوں کو [illegible]

لئے کی جاتی ہے اس کے برعکس متحرک قسم کی تعریفیں بھی ہیں جو لوگوں کو منجمد کرنے کی غرض سے کی جاتی ہیں اپنے منہ میاں مٹھو بننے والا اس آدمی کی طرح قابلِ رحم ہے جسے اجرت پر بھی رونے والے میسر نہ ہوئے تو اس نے سوچا چلو! یہ نیک کام میں خود ہی نمٹاتا چلوں۔ ٹیچرس اور والدین جب اپنے بچوں اور طالب علموں کی تعریف کرتے ہیں تو کسی کے ہاتھوں اپنی پیٹھ تھپتھپائے جانے کی لذت سے لطف اندوز ہوتے ہیں کیونکہ بچوں کی تعریف میں ان کا حصّہ دراصل مشیر کا حصّہ ہوتا ہے۔

کوئی شخص مثبت تعریف کرتا ہوا ہمالیہ پہاڑ پر چڑھ جاتے تو وہ چمچہ کہلاتا ہے اور منفی پہلو بیان کرے تو چھری یا کانٹا بن جاتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ تعریف کا پیٹ سے بہت گہرا تعلق ہے۔ چمچہ، چھری اور کانٹا درمیانی منزلیں ہیں۔ البتہ یہ پیٹ کمبخت ہے ہی ایسی چیز کہ کھانے سے بھرا جاتے یا تعریف سے پر کیا جاتے اگلے دن پھر خالی ہوجاتا ہے۔ اور تعریف کے پل کوئی روز روز تو باندھتا نہیں ہے۔

(ناگپور سے نشر)

محمد اسد اللہ
ایورسٹ ہارڈویر اسٹور
ورود (امراوتی) ۴۴۴۹۰۶

بقیہ :- مزہ ہی تو ہے ...

ہے کہ خوشی کا احساس غم سے زیادہ ہوتا ہے۔ بقول غالبؔ "نہ ہو مرنا تو جینے کا مزہ کیا" زندگی ہے تو امیدیں اسی طرح ٹوٹیں گی۔ خواہشیں اسی طرح پوری نہیں ہوں گی اور آدمی اسی طرح اپنی اس پیاس کو خوابوں اور خیالوں کی دنیائیں بسا کر پورا کرتا رہے گا۔ خیالوں کی دنیا بسانا قدرتی امر ہے۔ جیسے موت برحق ہے۔ بس چاہیئے یہ کہ آدمی اپنے خوابوں اور خیالوں کو ہمیشہ سیدھے راستے پر رکھے۔ مثبت اور خوبصورت طریقے سے سوچے۔ منفی سوچ منفی دنیاؤں کو جنم دیتی ہے اور منفی سوچ ہر طرح سے نقصان دہ ہوتی ہے۔ اور یہ دنیا میں کبھی خوبصورت نہیں ہوتیں۔ اب دیکھئے ادب لطیف والوں نے کیا خوبصورت دنیائیں بسائی ہیں۔ رنگین وادیاں، شعر و نغمہ، جذبات ہی جذبات، حسین شہزادیاں، مست محفلیں۔ ترقی پسندوں نے حقیقت پسندی کا آئینہ دکھایا۔ زندگی کی اصل صورت سامنے آئی۔ مگر سچی بات یہ ہے کہ مزہ تو انھیں کے یہاں تھا اور اپنی ساری کمزوریوں کے باوجود حقیقت یہی ہے کہ خیالوں کی دنیا بسانے میں مزہ ہی مزہ ہے۔

(جموں سے)

رامپور کے قدیم دیسی کھیل

زیڈ یو خاں

رامپور روہیل کھنڈ میں ایک باوقار اور خودکفیل روہیلہ پٹھانوں کی ریاست تھی جس کی بنیاد پنج ہزاری نواب علی محمد خاں نے ڈالی تھی اور آزادیٔ ہند کے بعد یہ ہندوستان کی سب سے پہلی ریاست تھی جس کے آخری نواب رضا علی خاں تھے جنھوں نے ہندوستان سے الحاق کر کے ریاست کا نظم و نسق دہلی کے سپرد کردیا۔ لہٰذا ریاست کا سلسلہ ختم ہوا اور رامپور ایک ضلع میں تبدیل ہوگیا، جو اب اُترپردیش کا ایک انگ ہے۔ اس مضمون میں اُس چھوٹی سی ریاست کے عوام کا دیسی کھیلوں میں دلچسپی سے متعلق ذکر کرنا مقصود ہے۔

عام طور سے پٹھانوں کا پیشہ فنِ سپاہ گری تھا۔ اسی اعتبار سے ان کے تفریح طبع کے مختلف مشاغل تھے جن میں عام طور پر شمشیر زنی، شہسواری، نیزہ بازی بیٹا، گتکا پھری، پہلوانی اور تیراکی عام مشاغل تھے اور ان فنون کو حاصل کرنے کے پورے مواقع میسّر تھے۔ تیر کا شکار، جنگلی ہاتھی، گینڈا۔ جھانک، چیتل، نیلا واژدہے وغیرہ خوب شکار کرتے تھے۔ جہاں تک شکار میں گینڈے کا ذکر ہے وہ آج رامپور کے اطراف میں نہیں، لیکن تاریخ میں اس کا ذکر ہے۔ ہوسکتا ہے اُس زمانہ میں نیپال وغیرہ کی طرف سے آجاتے ہوں۔ نوابوں میں ان مشاغل میں سب سے زائد وقت نواب احمد علی خاں نے گذارا۔ وہ جنگل اور بن کی زندگی کو بہت عزیز سمجھتے تھے۔ اسی لئے شکار کا بہت شوق تھا۔ کتّوں سے شکار کرنے کا شوق بھی قدیم شوق تھا جو آج بھی خال خال موجود ہے خاص طور سے سُوّر، خرگوش اور جبتل کا شکار کتّوں سے ہوتا تھا۔ یہ شکار بہت دلچسپ اور تفریح کے لیے خاص مشغلہ تھا۔ اس شکار کو جرنیل عظیم الدین خان کے عہد میں بہت عروج ملا۔ جھیل اور تالابوں میں سرخاب، مُرغابی، قاز، گُنج، چینوٹا، گھڑیال، اود بلاؤ مگر مچھ کا شکار کرتے تھے یہ مجملہ شوق اور تفریحی مشاغل نہایت صحت مند اور مُفید تھے۔

شہر میں مختلف اُستادوں سے منسوب اکھاڑے تھے، جہاں ورزش اور کشتی کا فن سکھایا جاتا تھا۔ ہر جمعہ کو مختلف علاقوں میں دنگل ہوتے تھے۔ میلوں اور تیوہاروں پر بھی لوگ دنگل میں ذوق و شوق سے حصّہ لیتے تھے۔ ان اکھاڑوں میں محلّوں کے بزرگ اس فن کی ترقی کے لیے جوانوں کو ترغیب دیتے تھے۔ سن بلوغت کے تقاضوں یعنی سیکس کی تعلیم کے لیے یہ ادارے اور مرکز بڑے مفید تھے یہ لوگ کچھ حقیقت پر مبنی کچھ افسانوں کے ذریعہ ایسے واقعات نوجوانوں کے گوش گذار کراتے جس میں فحاشی، بدچلنی، شراب خوری، جُوا، چور چکاری کے بُرے اثرات اور تباہی سے روکنے کے سبق دیتے تھے جو آج کے معاشرے میں مفقود ہیں۔ اکھاڑوں میں بڑے بڑے کھٹے پڑے ہوتے، حقّے کا دور پرمنٹ چلتا رہتا۔ بدن پر مالشئے تیل کی مالش کرتے۔ بادام کی ٹھنڈائی، دودھ دہی لسّی گھی کا خوب استعمال ہوتا۔ آج سے پچاس سال قبل تک ان اکھاڑوں کا بہت رواج تھا۔ جن میں چند اکھاڑے بہت مشہور تھے۔ مثلاً اُستاد تفضل حسین و اُستاد سہراب خاں۔ اُستاد علی خاں اکھاڑہ نجف خان۔ اُستاد اچھّن خان و چنن خان وغیرہ۔ ان اکھاڑوں کے کشتی گیر کانٹے کی کشتی کرتے تھے۔ استاد سہراب خاں اور ان کے والد اپنے فن کے سقراط مانے جاتے تھے۔ انھیں علم طبّ میں بھی تھوڑا دخل تھا اور بدن کے ڈھانچے اس کی بناوٹ اور سجاوٹ کا بھی علم تھا۔ انہوں نے بہت سی ورزشیں بیماروں اور اپاہج و مفلوجوں کے لیے بھی رائج کی تھی جس سے اکثر ایسے لوگوں کو بہت فائدہ ہوتا تھا۔ اُستاد صدّیق خان ابھی حال ہی میں فوت ہوئے جنھوں نے پنجاب میں رستم ہندگاما اور امام بخش سے مہاراجہ پٹیالہ کے یہاں کشتی کا فن سیکھا جو اپنے عہد کے ہندوستان کے حسین ترین جوانوں میں شمار کئے جاتے تھے۔ دنیا کے مشہور طاقتور اور دلیری کے فنون میں جس طرح بُز کشی و سانڈ کی لڑائی ہے اُسی طرح رامپور کا نام بھی ایک کھیل میں سرِ فہرست تھا اس کھیل کا نام سانٹ ماری تھا۔ یہ کھیل سانڈ کی لڑائی کی ہی طرح بند اکھاڑے میں ہوتا تھا جس کو موت کے کنوئیں سے تشبیہ دے سکتے ہیں۔ اسی اکھاڑہ میں ایک مست ہاتھی کو شراب اور بھنگ وغیرہ کے لڈو کھلا کر چھوڑ دیا جاتا تھا۔ دوسری طرف ایک دروازے سے

سانٹ مار اکھاڑے میں داخل ہوتا جو تیل میں پوری طرح نہایا ہوا ہوتا۔ ہاتھی اُسے دیکھ کر مستی کے عالم میں حملہ کرتا سانٹ مار اپنے کرتب اور فن سے ہاتھی کو اپنے پر قبضہ نہیں دیتا۔ ہاتھی مزید غصہ کرتا اور حملہ تیز کر دیتا، اکثر سانٹ مار ہاتھی کی سونڈ میں آجاتا مگر اسی میں سے پھسل جاتا کبھی کبھی سانٹ مار بالکل گھر جاتا اور اس کی جان خطرے میں ہوتی تو اکھاڑے کی دیواریں جگہ جگہ پتلی پتلی جھریاں ہوتیں جن میں آدمی گھس سکتا ہو، اس میں چھپ جاتا ہاتھی غصہ میں آکر دیوار پر حملہ کرتا اور اپنا مستک دیوار سے مارتا، سانٹ مار پھر دوسری جھری سے اکھاڑے میں داخل ہوتا، ہاتھی کو آواز دیتا ہاتھی ان حملوں سے تھک کر چور ہو جاتا۔ یہ کھیل اسی مقام پر ہوتا تھا جہاں آج کل شاہ آباد دروازہ عید گاہ بنی ہوئی ہے۔

متموّل گھرانوں کے لوگوں کو مُرغ بازی کا بہت شوق تھا۔ اصیل مُرغ پالے جاتے تھے۔ ان مُرغوں کی بہت قسمیں اور نسلیں تھیں مگر مُرغ کی لڑائی کے لئے دو نسلیں بہت مشہور تھیں۔ ایک کا نام لاکھا تھا اور دوسری کا جاوا۔ لاکھا کانٹا مارنے اور حملہ کرنے میں بہت تیز تھا اور جاوا دم دار اور مار کھانے میں بہت مضبوط ہوتا تھا۔ یہ دونوں قسمیں آج بھی کہیں کہیں شوقینوں کے پاس ملتی ہیں ان مُرغوں کو کافی محنت اور مشقت سے پال پوس کر تیار کیا جاتا تھا جب پوری تیاری ہو جاتی تو دوسرے رئیسوں کے مرغوں سے مقابلہ ہوتا اس مقابلہ کو "پالا" کہتے تھے۔ مُرغ لڑتے لڑتے لہولہان ہو جاتے، زخمی ہو کر گردن زمین پر ڈال دیتے پھر اُٹھتے۔ پھر مارنے پھر بیٹھتے۔ ایک شور بپا ہوتا لوگ جوق در جوق ان پالوں کو دیکھنے آتے اور اکثر محلّوں کے کھٹوں، چوپالوں، لکڑی کی ٹالوں اور دکانوں پر ان پالوں کا ذکر ہفتوں چلتا اور لوگ اپنے اپنے انداز اور تجربہ سے ان پر تنقید کرتے۔ اُن کی دیکھ بھال اور تیاری کے لئے لوگ تعینات ہوتے تھے ان کی دوا دارو سکائی مالش، کھانا پینا یہ سب سہل کام نہ تھا مگر شوق کے لئے سب کچھ کیا جاتا تھا۔ اسی طرح تیتر اور بٹیر کی لڑائی کا فن بھی بہت عروج پر رہا۔ لوگ محلّوں، گلی کوچوں، بازاروں میں بازو میں کانچ لٹکائے، ہاتھ میں چنگ لیے سارے کاروبار کرتے پھرتے تھے۔ تیتر اور بٹیر کے پالے گدڑی میں ہوتے تھے جہاں آج کل سبزی منڈی ہے۔ لوگ دور دور سے یہ مقابلے گدڑی میں شام کے چار بجے سے دیکھنے آتے تھے۔

موسم سرما شروع ہوتے ہی کبوتر بازی کا شوق محلّے در محلّے شروع ہو جاتا تھا۔ ہر گلی کوچے میں دو ایک اُستاد کبوتر باز رہتے تھے۔ گھر گھر کبوتروں کی چھتریاں لگی ہوتی تھیں جس طرح آج ٹی وی کے انٹینا ہر گھر پر لگے ہیں۔ صبح سے شام تک کبوتروں کو آزاد کر کے آسمان کی طرف ٹکٹکی لگائے آ، آ کرتے رہتے نہ کھانے کا ہوش نہ پانی کا اس کے مقابلے بھی سارے موسم سرما چلتے اور بہت دلچسپ ہوتے تھے۔ مختلف نسلوں کے کبوتر پالے جاتے تھے، ان کی تیاری دیکھ بھال دانہ پانی میں بھی ہُنر سے کام لیا جاتا تھا۔ ایک ایک کبوتر کی قیمت ہوتی تھی۔ ان میں مشہور کبوتر اس طرح تھے کل سرے۔ لال ہرے، گجرے، سفید شیشم والے، ہرے کالے۔ لال سُرخ، لال کبرے، ان میں کل سرے بہت مشہور تھے۔ جنھیں جندہ خانی بھی کہتے تھے۔ یہ نسل ایرانی ہے اور اکبر اعظم کے عہد میں ہندوستان آئی۔

پتنگ بازی کا شوق آج بھی لوگوں میں موجود ہے مگر آج سے پچاس ساٹھ سال پیشتر اس کا بھی خاص اسپورٹس میں شمار تھا۔ بڑی بڑی خوبصورت پتنگیں تیار کی جاتی تھیں۔ خوبصورت بڑی بڑی چرخیوں پر ڈی وِن کی سادی ڈور چڑھی ہوتی۔ بریلی، لکھنؤ، الٰہ آباد، اور بنارس کے مانجھوں کی چرخیاں بھری دیوان خانوں، اور نشستگاہوں میں ٹنگی رہتیں۔ اکثر شہر کی گلیوں میں مانجھے سونتے جاتے۔ جس میں شیشے کا پاوڈر گہلوار کا لیس اور دوسری ضروری اشیاء سے لگدی تیار کر کے گھنٹوں محنت کر کے تیار کرتے۔ پتنگوں کے بڑے مقابلے شہر کے باہر زیادہ ہوتے تھے۔ جہاں سے دُور تک بغیر کسی رکاوٹ کے پتنگیں آسمان پر دیکھی جا سکتیں۔ طرح طرح کی پتنگیں ہوتیں، چپ، مانگ دار، چاند تارہ، منہ دار، چرباق، سلائی دار اور نالدار وغیرہ وغیرہ پتنگیں مختلف رنگوں کی اس لیے تیار کی جاتی تھیں کہ پینچ بہت لمبے لڑتے تھے۔ لوگ ان پر بازیاں لگاتے تھے۔ اس لئے مختلف قسم کی پتنگیں اُنھیں آسمان میں یاد رہتی تھیں کہ کون اپنی ہے اور کون سی مخالف کی۔ لوگوں کو گھوڑے پالنے، کُتے رکھنے، مینڈھے پالنے اور لڑانے کا شوق بھی خاصہ تھا۔ رامپور ہاونڈ، دُنیا بھر میں مشہور ہے۔ اس کی نسل آج بھی موجود ہے۔

گھوڑ دوڑ کا بھی لوگوں کو شوق تھا۔ بعد میں ریڑی کا رواج ہوا تو اس کی دوڑ عام طور پر ۶۵ فٹ پر ہوتی تھی۔ راہِ رضا کو اس وقت لوگ اسی نام سے پکارتے تھے۔ موجودہ نام ۱۹۴۷ء کے قریب دیا گیا۔ کسی زمانہ میں رامپور روہیلہ رسالہ میں پولو بھی کھیلی جاتی تھی۔ مگر اس کو اسپورٹس میں کوئی خاص یا اہم مقام حاصل نہ تھا۔ کاٹھیا واری اور سرگودھا نسل کے گھوڑے کافی مشہور تھے۔

گیڑی کا کھیل ہندوستان میں شاید کہیں اور ہوتا ہو مگر رامپور میں بہت مقبول تھا۔ یہ کھیل بھی موسم سرما میں ہر گلی کوچے میں بچّے کھیلتے اور تفریح حاصل کرتے تھے۔ بچوں کے علاوہ جوان و کڑیل لوگ بھی کھیلتے تھے۔ گیڑی درخت کی شاخوں اور گدّوں سے بنائی جاتی تھیں، ان میں مُنیاں، شتکے، ٹلوا، بلنچوٹہ، منگوا گیڑی کے نام ہوتے تھے۔ یہ گیڑی دو من وزن تک ہوتی تھی، جس کو دو تین آدمی کاندھوں پر چڑھاتے تھے۔ کھلاڑی دس یا پانچ قدم چل کر لکیر پر ٹھہری ہوئی گیڑی پر چوٹ مارتے تھے۔ اس کی ضرب سے زمین پر پڑی ہوئی گیڑی چار چھ انچ اگر لکیر کو پار کر لیتی تو جیتی ہوئی خیال کی جاتی تھی۔ اس کھیل کے بھی الگ قواعد و ضوابط تھے۔ منصف، ثالث، اور پنچ مقرر ہوتے۔ ان کا فیصلہ قطعی سمجھا جاتا تھا۔ میں نے اپنے بچپن میں یہ مقابلہ بڑھیا کی دکان کے قریب دیکھا تھا، ہو سکتا ہے کہ وہ آخری مقابلہ ہو، اس وقت کے مشہور چیمپئن چھوٹے خاں خٹک تھے، جو چیٹن خان خٹک کے بیٹے اور حیدر علی خاں کے بھتیجے تھے۔ اُن کا قد ۶ فٹ تین انچ تھا اور مضبوط قویٰ کے انسان تھے۔

ان کھیلوں کے علاوہ گلی ڈنڈا بھی بہت مقبول عام کھیل تھا۔ اس کو اگر آج کل کے کھیل گالف سے تشبیہ دی جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ اس کھیل میں جہاں سے کھیل شروع، وہاں سے چار میل تک دوڑتے ہوئے نکل جاتے تھے اور جہاں جیتنے والی ٹیم کے سب کھلاڑی آؤٹ ہو جاتے وہاں سے گچھی تک ہارنے والی ٹیم جیتنے والی ٹیم کے ایک ایک کھلاڑی کو کاندھوں پر سوار کر کے لاتی۔ اس کھیل میں بہت طاقت اور محنت کی ضرورت ہے۔ شمشیر زنی، اور گتکا پھری، بنوٹ وغیرہ کا بھی رواج تھا۔ محرم، عید، بے ساکھی اور دیگر میلوں میں بھی ان کے مقابلے ہوتے جو قابلِ دید ہوتے تھے۔ ایک کھیل جو آج کل قطعی مفقود ہے وہ تھا چکی پھرانا۔ یہ چکی لکڑی کی بنی ہوتی تھی جس میں تین چار گز کا دھاگہ لگا ہوتا جس کو مختلف زاویوں سے چلاتے اور یہ سلسلہ بغیر رُکے گھنٹوں جاری رہتا۔

لکڑی کے بھنگو پھرانے کا شوق بھی عام تھا۔ یہ بھنگو ۸ ــ ۱۰ انچ قطر کے ہوتے اسے TOP بھی کہتے تھے، اس کی ڈوری خاص قسم کے دھاگے سے بنائی جاتی۔ ایک ایک بھنگو بیس اور پچیس منٹ تک گھومتا تھا، جو بھنگو زیادہ دیر چلتا وہی جیتا ہوا مانا جاتا۔ اس کے علاوہ کئی اور کھیل بھی مشہور تھے جس میں لبادا اس جو پیڑوں پر کھیلا جاتا تھا، بہت سخت کھیل تھا۔ دوسرا امبرجی کی گھوڑی وغیرہ وغیرہ۔ اس کے علاوہ مینڈھوں کی لڑائی بھی بہت دلچسپ ہوتی تھی۔ لڑائی کے لئے چھوٹے سے بچے کی تربیت شروع ہو جاتی تھی۔ اِن کے سینگ خصوصیت سے ایسے بڑھائے جاتے تھے جن میں ایسا خم ہو کہ لڑائی کے دوران سینگ کی نوک دوسرے مینڈھے کو زخمی نہ کرے، البتہ سینگ سے زور کر کے دوسرے مینڈھے کو گرانا جائز تھا۔ یہ مینڈھے بہت تندرست اور بھاری ہوتے تھے۔ سینگ سے سینگ جوڑ کر کافی دیر تک زور کرتے، لوگوں کا ہجوم جمع ہوتا۔ ان پر مثل گھوڑوں کی دوڑ کے جُوا کھیلا جاتا تھا۔ ہزاروں روپئے کا لوٹ پھیر ہو جاتا تھا۔ اس کھیل کے قواعد بھی دوسرے کھیلوں کی طرح ہوتے تھے اور منصف کا فیصلہ قطعی ہوتا تھا۔

(سرینگر سے نشر)

اور پھر بیان اپنا

کمال احمد

(ابتدائی موسیقی)

زاھد: اخاہ! بے تجھ سے کیا کہوں تو بیہ ... یہ لڑکی کیا ہے بس پٹاخہ ہے پٹاخہ ... [illegible] کی ادھر دھماکہ

توصیف: (چونک کر) یعنی اتنی بھیانک آواز ہے اس کی؟

زاھد: (جلدی سے) ارے نہیں یار! اتنی [illegible] سیلو سیو اتنی سیکسی ہے کہ بس ... مختصر یہ لڑکی بے مثال ہے، باکمال ہے، شائستہ ہے، نیک سیرت ....

توصیف: (ٹوکتے ہوئے) بس بس اب مزید [illegible] لگا۔ میں نے تجھ سے پہلے ہی کہہ دیا کہ مجھے شادی نہیں کرنی ہے۔ نہیں کرنی ہے۔

زاھد: (جھلاکر) آخر کیوں نہیں کرنی ہے۔ دیکھ تو ایک دن پچھتائے گا جب تیرے یہ بال چاندی کی طرح سفید ہو جائیں گے اور ....

توصیف: (بات کاٹ کر) سفید کیلئے ہی ہو جائیں لیکن سر پر موجود تو ہوں گے تیری طرح مجھے گنجا نہیں ہونا ہے۔

زاھد: (عاجز آکر) تو احمق ہے اتنی دیر سے سمجھا رہا ہوں اور یہ بات تیری کھوپڑی میں آتی ہی نہیں کہ شادی اور موت برحق ہے۔

توصیف: (فیصلہ کن لہجے میں) شادی ہی موت ہے۔ دیکھ زاہد تیری تمام کوششیں بیکار ہیں کیونکہ میں نے تہیہ کرلیا ہے کہ میں شادی نہیں کروں گا نہیں کروں گا۔

زاھد: اس کی وجہ؟ کیا کسی لڑکی نے تجھے دھوکہ دیا ہے؟

توصیف: (ہنستے ہوئے) اگر دھوکہ ہی دیا ہوتا تو میری اس سے شادی نہ ہوگئی ہوتی۔

زاھد: تو پھر کیا بات ہے؟

توصیف: بس تم لوگوں کی حالت دیکھ کر۔

زاھد: (حیرت سے) ہم لوگوں کی حالت دیکھ کر؟ کیا خرابی ہے ہم میں؟ اچھے خاصے تو ہیں .... اپنا گھر ہے اور گھر بیوی بچے سے ہی بنتا ہے۔ پکی پکائی کھانے کو ملتی ہے۔ آفس سے گھر جاتا ہوں تو دروازے پر کوئی انتظار کرتا ہوا ملتا ہے۔

توصیف: (ہنس کر) کون ... وہ دال [illegible]

زاھد: (جھلاکر) ایسے [illegible] کہہ ... [illegible] کرتی ہے آیا ... [illegible] تھکان دور کردیتی ہے۔

توصیف: ہونہہ یہی ... [illegible] لگی ہوگی۔

زاھد: یہی تو ... [illegible]

توصیف: [illegible] ... تو لوگوں سے [illegible] گھر دیکھو ... [illegible] زندگی گزارنا چاہتا ہوں آزاد ... [illegible]

زاھد: ایسے بھی کوئی زندگی ہے [illegible] بیلی یار ... [illegible] ہنگامہ .... اچھا یہ آخر تو کس کے لئے جی رہا ہے

توصیف: اپنے لئے جی رہا ہوں ... یہ بیان ہے؟

زاھد: غلط ... جیا نہیں کرتے۔ دیکھ تو اپنے آپ کو دھوکہ دے رہا ہے .... اس چھوٹی سی کھولی میں کیا تیرا دم نہیں گھٹتا؟ ایں .... کیا تیری یہ خواہش نہیں ہوتی کہ تیرا بھی دو کمرے کا فلیٹ ہو۔ اس چار فٹ کی چارپائی پر تجھے پاؤں پسار کر ٹھیک سے نیند بھی نہیں آتی ہوگی ... کیا تیرا دل یہ نہیں چاہتا کہ چھ فٹ کا نرم گدیلا بستر ہو .... ایں .... یہ تیرے ہاتھ ... ان ہاتھوں میں کھانے پکا پکا کر چھالے پڑ گئے ہیں۔ دن بھر آفس کرنے کے بعد خود کھانا پکانا کیا کسی بدنامی سے کم ہے؟ کیا تیری یہ خواہش نہیں ہوتی کہ کوئی تجھے اپنے نرم و نازک ہاتھوں سے لذیذ کھانے پکا کر کھلائے۔

توصیف: (کھو کر) ہاں کبھی کبھی ... ہوتی ہے ... لیکن

زاھد: (جلدی سے) میں جانتا ہوں تو اپنی کم آمدنی سے مجبور ہے اور احساس کمتری کا شکار ہے .... لیکن دوست تیرے پاس ابھی بھی ایک چیز باقی ہے جس سے تو یہ سب آسانی سے حاصل [illegible] ہے .... ہاں

توصیف: (چونک کر) کون سی چیز ہے وہ [illegible]

زاھد: (سرگوشی کے انداز میں) تیرا یہ لنوا[illegible] تیری شرافت .... تیرا صاف اور [illegible] .... ارے اچھے لڑکے ملتے کہاں [illegible] بس تو ایک بار ہاں کہہ دے۔ صرف ایک [illegible]

توصیف: (اشتیاق سے) کیا کرے گا تو [illegible] کھلائے گا مجھے۔

زاھد: (جھلاکر) دشمن تیرے کی .... [illegible] شادی کراؤں گا ... شادی [illegible] میرے ہاتھ میں ایک بہت اچھی لڑکی [illegible]

توصیف: (بھولے پن سے) کہاں دیکھوں [illegible]

زاھد: تجھے مذاق کی سوجھی ہے۔

توصیف: تو بھی کمال کرتا ہے .... میری [illegible] لے ۵۰۰ روپے میں میرا ہی گزارہ مشکل [illegible] ہے اور اسے کہاں سے کھلاؤں گا [illegible] شادی کے بعد فلیٹ چاہیے .... کیا [illegible] کھولی میں لاکر رکھوں گا۔

زاھد: او ہو .... تو یہ سب مجھ پر چھوڑ دے [illegible] کے باپ کا تین منزلہ اپنا مکان ہے۔ [illegible] فلیٹ تجھے بھی ملے گا اس مکان [illegible] انھوں نے اپنے دامادوں کے لئے [illegible] ہیں۔

توصیف: اوہ یعنی جہیز میں فلیٹ ... [illegible] میرے اصول کے خلاف ہے۔

زاھد: (سمجھاتے ہوئے) وہ فلیٹ تجھے [illegible] لینا ہے بابا وہ تو اپنی لڑکی کو دیں گے [illegible] ان کی لڑکی کے ساتھ رہنا ہے بس۔

توصیف: (چونک کر) ایں ... میں لڑکی کے [illegible] یعنی خانہ داماد ... ابے یہ تو اور بھی بری بات [illegible]

زاھد: سب چلتا ہے یار ... آخر میں کس طرح [illegible] سسر کے فلیٹ میں رہتا ہوں۔

توصیف: تو بے غیرت ہے، میں نہیں۔

زاھد: اچھا تو غیرت مند سہی ... تیری جب [illegible] ہو جائے، آمدنی بڑھ جائے تب اپنا فلیٹ لے لینا اور اسے چھوڑ دینا۔ ارے اسے سوشل ایڈجسٹمنٹ کہتے ہیں یار سوشل ایڈجسٹمنٹ۔

توصیف: (سوچتے ہوئے) ہوں ... اور لڑکی کیسی ہے؟

زاھد: ہزاروں میں ایک ہے (رازدارانہ لہجے میں) میری بیوی کی خالہ زاد بہن ہے۔

توصیف: اوہ یعنی تیرے رشتے کی سالی۔

زاھد: ہاں ہم دونوں رشتہ دار بھی ہو جائیں گے اور پڑوسی بھی۔ ان کا مکان ہمارے گھر کے سامنے ہی تو ہے۔

توصیف: (یاد آتے ہوئے) اچھا اچھا ... وہ مکان تو نہیں جو پارک کے قریب ہے اور جس کی بالکنی...

زاھد: (جملہ پورا کرتے ہوئے) پارک کی طرف کھلتی ہے۔ ہاں وہی وہی... ہے نا اچھا ؟

توصیف: ہاں بہت اچھا ہے۔ روزانہ آفس جاتے وقت بڑی حسرت سے وہ مکان دیکھتا ہوں... (سرد آہ بھر کر) آہ کتنا خوبصورت مکان ہے.... اور.... وہ بالکنی۔

زاھد: بس سمجھ لے اس میں ایک فلیٹ تیرا.... تو خود اپنی زندگی میں تو ویسا فلیٹ بنا نہیں سکے گا... کیا مضائقہ ہے اگر اسی طرح....

توصیف: (بات کاٹ کر) اچھا یہ بتا لڑکی کیسی ہے ؟ اس کا مزاج کیسا ہے ؟

زاھد: لڑکیوں کے مزاج کا کیا پوچھنا۔ ان کے یہاں سب کچھ ملتا ہے صرف مزاج ہی نہیں ملتا... ایں یعنی محاورہ.... ہاں جس لڑکی کے بارے میں میں کہہ رہا ہوں، بڑی خوش مزاج، ہنس مکھ اور ٹھنڈے دماغ کی ہے۔

توصیف: یعنی سر پر برف جمی ہے۔

زاھد: برف تو پگھل بھی سکتی ہے.... خیر تو کہے تو میں اس کی تصویر دکھا دوں گا لیکن پہلے تجھے وعدہ کرنا ہوگا کہ تو شادی کرے گا۔

توصیف: (ٹالتے ہوئے) اچھی بات ہے سوچونگا۔

زاھد: (خوش ہوکر) اچھا اب میں چلوں۔ اگلے اتوار کو ملتے ہیں۔ اس وقت تک فیصلہ کر لینا (جاتے جاتے واپس آتے ہوئے) اور ہاں جو بھی فیصلہ کرنا فلیٹ کو مدنظر رکھتے ہوئے کرنا... ہا ہا ہا... (ہنستے ہوئے نکل جاتا ہے)

توصیف (خود کلامی) لگتا ہے کم بخت نے شادی کرانے کا ٹھیکہ لے رکھا ہے۔ چھ ماہ سے مسلسل ہو کئے جا رہا ہے... مگر آج تو اس نے کسی قدر قائل کر ہی دیا.... اکیلا پن اب کھلنے لگا ہے — (ٹھنڈی سانس بھر کر) ہاں کوئی فیصلہ تو کرنا ہی ہوگا یا ادھر یا فلیٹ......

(موسیقی) —— (وقفہ)

زاھد: (پُرجوش لہجے میں) اخاہ ! اب تجھ سے کیا کہوں توصیف.... یار لڑکی کیا ہے بس پٹاخہ ہے پٹاخہ ادھر تو نے....

توصیف: (بات کاٹتے ہوئے) بس بس بند بھی کر یہ بکواس ہونہہ پٹاخہ ہے اور اگر ایسی پٹاخہ ہوئی جو نہ جلتی ہو نہ بجھتی ہو اور جس کے قریب جانے میں ڈر لگے کہ کب پھٹ پڑے تو.....

زاھد: ابے نیا اسٹاک ہے۔ سراپا بارود ہے۔ یعنی اتنی ایکسپلوسو، اتنی سیکسی کہ

توصیف: (جھلاکر) بکواس بند کرو... (لہجہ بدل کر) اچھا اس کے والد کیا کرتے ہیں ؟

زاھد: ہاں اب آئے ہو راستے میں... انکا اپنا کاروبار ہے۔

توصیف: کاروبار ؟ کس چیز کا ؟

زاھد: فائر آرمس کا —

توصیف: (چونک کر) FIRE ARMS ؟ یعنی پٹاخے کا.... اور اسی لیے ان کی لڑکیاں بھی...

زاھد: ہاں خاصا دھماکہ خیز... پورے شہر میں آگ لگا رکھی ہے۔ دیوالی اور شب برات میں تو پوچھو مت.... اتنی ایکسپلوسو اتنی سیکسی کہ... لیکن تو کیا سوچ رہا ہے ؟

توصیف: (چونک کر) ایں... آں... کچھ نہیں... ہوں.... تو اسی لیے انھوں نے اپنی عمارت کا نام "دھماکہ" رکھا ہے۔

زاھد: تو تو اس بلڈنگ کا طواف کر چکا ہے ؟

توصیف: (جھینپ کر) ارے.... وہ کیا ہوا کہ یونہی ایک دن....

زاھد: (بات کاٹ کر) کوئی بات نہیں... کوئی بات نہیں... اس میں شرمانے کی کیا بات ہے ؟ کتنا خوبصورت مکان ہے وہ.... ہے نا... ایں.... اور وہ بالکنی

توصیف: (کھو کر) ہاں.... وہ بالکنی ... (یاد آکر) اچھا زاہد تو نے تصویر کا وعدہ کیا تھا نا ؟

زاھد: تصویر.... آں.... ہاں ہاں ... یہ رہی تصویر (تصویر نکالنے کی آواز)

توصیف: اور اس کا دوسرا رُخ ؟

زاھد: (تعجب سے) دوسرا رُخ ؟ میں سمجھا نہیں۔

توصیف: وہ محاورہ ہے نا

زاھد: اوہ.... ہاں.... (دونوں ہنستے ہیں)

توصیف: (تصویر مختلف زاویے سے دیکھتے ہوئے) یار اس کو تو ناک ہے ہی نہیں۔ کہیں اس نے ناک کٹوا تو نہیں دی ؟

زاھد: ناک کٹواتی تو اپنے ماں باپ کی... اپنی ناک کیوں کٹواتی ؟ تو محاورہ بھی نہیں سمجھتا۔

توصیف: لیکن اس کی ناک نظر نہیں آ رہی ہے ؟

زاھد: اوہو.... یہ کیا ہے ؟ یہ ہے نا ناک... ذرا غور سے دیکھ.... ٹھہر اسے روشنی میں لا... ہاں.... یہ.... یہ .... دیکھ ناک .... یہ رہی۔ نظر آئی ؟

توصیف: کہاں ؟.... اوہ ہاں، اتنے غور سے دیکھنے کے بعد نظر آئی جیسے پہلے دن کا چاند۔

زاھد: چاند ہی تو ہے... کتنی خوبصورت ہے... ہے نا؟

توصیف: ہونہہ خوبصورت.... تو اسے خوبصورت کہہ رہا ہے؟

زاھد: (جلدی سے) اسے نہیں.... وہ فلیٹ۔

توصیف: ہاں وہ فلیٹ، اور اس کی آنکھیں آڑی ترچھی کیوں ہیں ؟ بھینگی ہے کیا ؟ کسے دیکھ رہی ہے بول تو.... تجھے یا مجھے ؟

زاھد: یہ تو بتانا مشکل ہے کہ اس کی نظر کہاں ہے ؟ لیکن لیکن تیری نظر صرف اس فلیٹ پر ہونی چاہئے۔

توصیف: (بھولے سے) ہوں... (پژمردہ لہجے میں) اور اس کا رنگ ؟

زاھد: بس بس اس بلڈنگ کے رنگ سے کچھ گہرا۔

توصیف: اوہ... تو میں بھی کیا اپنی تصویر دے دوں۔

زاھد: نہیں نہیں اس کی کوئی ضرورت نہیں۔ مرد کی تصویر نہیں دیکھی جاتی بلکہ اس کا دوسرا رُخ یعنی اس کی شوہرانہ صلاحیتیں دیکھی جاتی ہیں اور وہ تجھ میں بدرجۂ اتم موجود ہیں۔ اچھا بائی دے وے ... یہ تو بتا تو کھانا وغیرہ بنا لیتا ہے نا ؟

توصیف: (بری طرح چونک کر) کیوں ؟

زاھد: کچھ نہیں.... یونہی پوچھ بیٹھا... اگر کبھی وہ بیمار پڑ جائے تو....

توصیف: (جلدی سے) ہوٹل سے منگوا لیں گے۔

زاھد: ایں.... ہاں ہوٹل سے... اچھا تو میں اب چلوں... تو یہ رشتہ پکا ؟

توصیف: (توقف سے) اور.... شادی کے دوسرے اخراجات ؟

زاھد: اوہ ! تو اس کی فکر نہ کر میں تجھے دس ہزار روپے ایڈوانس دلا دوں گا۔ تمام تیاریاں کر لینا.. (ہنس کر) اور اس نقدی کے علاوہ سجا سجایا فلیٹ الگ.... ٹھیک ہے ؟

توصیف: (مطمئن ہوکر) ہاں ٹھیک ہے۔

توصیف: اچھا اب تو مسکرا... کہ مسکرانے کے دن تھوڑے ہیں.... اچھا میں چلا.... خدا حافظ (چلا جاتا ہے)

(موسیقی)

(وقفہ)

(گزرتے وقت کی موسیقی)

توصیف: (گڑگڑاتے ہوئے) اب غصہ تھوک بھی دو نجمہ۔

نجمہ: (غصیلی آواز میں) تمہارا منہ اس لائق بھی نہیں۔

توصیف: (غصے سے) تم میری بے عزتی پر تلی ہو.... میں کہتا ہوں.... مان جاؤ ورنہ (غصے سے کانپتے ہوئے) ورنہ....

نجمہ: (ڈھٹائی سے) ورنہ کیا ؟ کیا کرو گے تم میرا ؟

توصیف: (ہکلاتے ہوئے) ورنہ... ورنہ میں...

نجمہ: (چیخ کر) ہاں ہاں ورنہ کیا ؟ بولتے کیوں نہیں کیا کرو گے ؟

توصیف: (آہستگی سے) معافی مانگ لوں گا۔

نجمہ: (نقل اتارتے ہوئے) ہونہہ۔ معافی مانگ لوں گا... روزانہ معافی مانگتے ہو اور حرکتیں وہی کرتے ہو۔

توصیف: (ملتجیانہ لہجے میں) دیکھو باس کھانے پہ آ رہے

ہیں تمہیں اس طرح منہ پھلائے دیکھ کر وہ کیا سوچیں گے کہ میری بیوی اتنی پھوہڑ، بدسلیقہ، بدمزاج اور گنوار ہے کہ

نجمہ: (بات کاٹ کر) وہ یہ سب نہیں سوچیں گے۔ تم اپنے دل کی بھڑاس نکال رہے ہو۔

توصیف: (گھبرا کر) ایسا نہیں... دیکھو پلیز منہ ہاتھ دھو کر تیار ہو جاؤ... اگر وہ خوش ہو گئے تو میری ترقی کے امکانات روشن ہو جائیں گے۔ دیکھو سات بج گئے ہیں، وہ آٹھ بجے تک آ جائیں گے۔

نجمہ: (لاپرواہی سے) وہ آئیں تو ہوٹل لے جانا۔

توصیف: اور میں نے جو اتنے ڈھیر سارے کھانے پکائے ہیں وہ...

نجمہ: کتے کھائیں گے۔

توصیف: (بھولے پن سے) تم اکیلی اتنا کھا لو گی؟

نجمہ: (چونک کر) کیا کہا؟

توصیف: اوہ... کچھ نہیں... بڑی محنت سے میں نے پکائے ہیں یونہی برباد ہو جائیں کیا اچھا لگے گا؟ اور پھر کھا کر تو وہ تمہاری تعریف کریں گے۔ انہیں کیسے پتہ چلے گا کہ کھانا تم نے نہیں... میں نے بنایا ہے؟

نجمہ: دیکھو کھانا ٹھیک بنایا ہے نا؟ ایسا نہ ہو میری بدنامی ہو۔

توصیف: نہیں... نہیں... ایسا نہیں ہوگا۔

نجمہ: تو ٹھیک ہے جاؤ... تیل کنگھی لے آؤ... میری زلف سنوار دو۔

توصیف: (خوش ہو کر) اوہ تھینک یو نجمہ... رئیلی یو آر اے گریٹ وائف۔ میں ابھی آیا تیل کنگھی لے کر...

(میوزک)

(وقفہ)

(چھناک چھناک فرش پر گر کر پلیٹیں ٹوٹنے کی آوازیں)

نجمہ: (غصے میں) یہ پلیٹیں تم نے صاف کی ہیں؟ چکناہٹ بدستور جمی ہے (پلیٹ ٹوٹنے کی آواز)

توصیف: ارے ارے یہ کیا کر رہی ہو؟ تمام پلیٹیں توڑے ڈال رہی ہو۔

نجمہ: (چیخ کر) توڑوں گی ضرور توڑوں گی... اپنے باپ کی چیزیں توڑ رہی ہوں، تمہاری نہیں (پلیٹ ٹوٹنے کی آواز) یہ پلیٹیں صاف کی ہیں تم نے؟

توصیف: (عاجزی سے) ادھر تو... میری بھی سنو... کل دوبارہ دھو دوں گا۔

نجمہ: (جھلا کر) کل نہیں... آج... ابھی اور اسی وقت۔

توصیف: (حیرت سے) ابھی... اتنی رات گئے (چھینکتا ہے) مجھے یوں بھی راتوں میں کپڑے دھو دھو کر سردی لگ گئی ہے۔

نجمہ: (پاؤں پٹک کر) میں کچھ سننا نہیں چاہتی... ابھی دھونا ہوگا۔

توصیف: (جھلا کر) افوہ تم بڑی ضدی ہو۔

نجمہ: (غصے سے) کیا کہا میں ضدی ہوں؟ اور تم کتنے پھوہڑ ہو، کپڑے دھوتے ہو ویسے ہی میل بدستور جمی ہوتی ہے (روتے ہوئے) اللہ میری تو قسمت ہی پھوٹ گئی۔ زاہد دولہا بھائی نے کہاں پھنسا دیا... آپا سے کہا نرگس کا بڑا محنتی ہے سلیقہ مند ہے۔ کپڑے خود دھو لیتا ہے۔ کھانے طرح طرح کے پکا لیتا ہے (سسکتے ہوئے) جھوٹ سب جھوٹ تمہارے ہاتھ کی کوئی ڈش اچھی نہیں ہوتی۔

توصیف: قسمت تمہاری نہیں میری پھوٹی ہے میری... کم بخت زاہد کے بچے نے مجھے پھنسا دیا... برباد کر دیا مجھے۔

نجمہ: (رونا بھول کر) کیا کہا؟ تمہیں پھنسا دیا؟ بھول گئے اپنی حیثیت جب چھوٹی سی کھولی میں زندگی کی آخری گھڑیاں گن رہے تھے۔ میرے ابا نے تم میں نئی روح پھونکی۔ اس کھولی سے اس شاندار فلیٹ میں اٹھا لائے... اپنے ذرائع استعمال کر کے تمہیں لوئر ڈویژن کلرک سے ... پرچیز آفیسر بنا دیا اور تم ناشکرے...

توصیف: (بات کاٹتے ہوئے) دیکھو نجمہ بہت ہو چکا... میری غیرت کو اور مت للکارو... ورنہ... میں... (غصے میں کانپتے ہوئے)

نجمہ: ہاں ہاں... کیا کر لو گے تم؟

توصیف: گھر چھوڑ دوں گا۔ تمہیں اپنے اس فلیٹ پر بہت ناز ہے نا؟ تو ٹھیک ہے میں آج ہی... ابھی... اسی وقت... یہ فلیٹ چھوڑ دیتا ہوں۔ رات کہیں بھی گزار لوں گا... کہیں نہیں تو... وہ... اس پارک میں جا کر سو رہوں گا لیکن اس فلیٹ میں اب ایک منٹ بھی نہیں رکوں گا۔

نجمہ: (طنزاً) ہاں ہاں تو پھر دیر کس بات کی ہے جاؤ... جاؤ نا... میونسپلٹی والوں نے پارک تو تمہیں لوگوں کے لیے بنایا ہے، جاؤ۔

توصیف: (غصے سے) ٹھیک ہے جاتا ہوں (خود کلامی) روکتی بھی نہیں کم بخت... آں... یہ چادر اور یہ تکیہ کافی ہیں، کم از کم پرسکون نیند تو آئے گی۔

نجمہ: ہاں جاؤ جب سردی مزاج پوچھے گی تو دوڑے چلے آؤ گے۔

توصیف: (جاتے جاتے رک کر) ہرگز نہیں آؤں گا... (نکل جاتا ہے)

(موسیقی)

(وقفہ)

توصیف: (دانت کٹکٹاتے ہوئے) او... ہو... ہو... اس پارک میں بڑی سردی ہے اش... اش... اش یہ... او ہو ہو... اگر غلطی ہی کی تو مجھے صبح فلیٹ چھوڑنا چاہئے تھا...

(غصے میں دانت کٹکٹانا بھول جاتا ہے) نہیں... ٹھیک کیا میں نے، کیا سمجھتی ہے اپنے آپ کو، جب دیکھو فلیٹ کا طعنہ دیتی ہے... مرد میں اتنی غیرت تو ہونی چاہئے جتنی مجھ میں ہے... آں... کہاں سویا جائے... ہاں وہ چبوترہ ٹھیک رہے گا... اس پر چھاؤں بھی ہے۔

آواز: (دور سے آتی ہوئی) توصیف... اے توصیف۔

توصیف: (چونک کر) کون ہے جو اتنی رات کو اس پارک میں مجھے آواز دے رہا ہے۔

آواز: ادھر... توصیف... اس چھاؤں میں آؤ... میں ہوں زاہد۔

توصیف: (غصے سے) زاہد... کمبخت... نالائق... مجھے ڈبو کر خود یہاں کیا کر رہا ہے... اوہ شاید میری بربادی کا تماشہ دیکھنے آیا ہے... لیکن اتنی رات گئے؟ دیکھوں تو (قریب آ کر) تم اتنی رات گئے یہاں کیا کر رہے ہو... اس... میری بربادی کا تماشہ صبح بھی دیکھ سکتے تھے۔

زاہد: (ہنس کر) بتاتا ہوں بتاتا ہوں... پہلے تو بیٹھو تو سہی۔

توصیف: (ناراضگی سے) میں تمہارے پاس بھی نہیں پھٹکوں گا... تم نے میری زندگی برباد کر دی... اچھا خاصا کنوارہ زندگی بسر کر رہا تھا۔ تم نے فلیٹ کا لالچ دے کر کہیں کا نہ رکھا (خود کلامی) اس پارک کا کر دیا ہے۔

زاہد: بس بس صرف مجھے الزام کیوں دے رہے ہو۔ اس میں کیا تمہاری لالچ شامل نہیں تھی؟ اچھی زندگی گزارنے کی تمنا کسے نہیں؟ اور ظاہر ہے اچھی زندگی لاٹری میں نہیں مل سکتی تھی۔ اس لیے تم نے قربانی دی اپنے اصول کی... اپنے کنوارے پن کو کیش کرایا... تمہاری بربادی کا ذمہ دار صرف میں نہیں۔

توصیف: (قائل ہو کر) ہاں یار... یہ بھی ٹھیک ہے۔

زاہد: چلو بیٹھو... یہاں میرے قریب اپنا بستر لگا دو۔

توصیف: (حیرانگی سے) اوہ... تو تم بھی یہیں سوتے ہو؟

زاہد: ہاں پچھلے ایک سال سے یہاں سوتا ہوں، میں اکیلے بور ہو گیا تھا... اب خوب گزرے گی جو مل بیٹھیں گے دیوانے دو۔

توصیف: (چونک کر) ایں... یعنی؟

زاہد: (ٹھنڈی سانس بھر کر) ہاں یار... یہ پارک دراصل تمنا کا دوسرا قدم ہے۔

توصیف: اچھا! وہ کس طرح؟

زاہد: میں بھی تمہاری طرح تمناؤں کا مارا ہوں۔

توصیف: اوہ

زاہد: تمہیں شادی پر ورغلانے میں دراصل میری

خودغرضی بھی شامل ہے۔ اس ہاؤس میں اکیلا سوچ کر بور ہو گیا تھا اس لیے سوچا ایک ساتھی مل جائے۔

توصیف: ... تم ... دھوکے باز

زاھد: ناراض نہ ہو ... اس فلیٹ سے یہاں نیند اچھی آئے گی دلاؤ بستر لگا دوں۔ آپ دو بستر ٹھیک کی آواز) چلو لیٹ جاؤ ... یہ میری رضائی لو ...

توصیف: (جماہی لیتے ہوئے) آ ... آ ... ہا ...

زاھد: نیند دیکھو ... یہ جھکے لوریاں دے رہی ہے (رک کر) ارے ہاں ... اچھا توصیف تمہارے ساتھیوں نے کیوں کنوارا رکھا ہے؟

توصیف: (چونک کر) اوہ ... ہاں ... وہ افضل ہے نا۔ اس نے ابھی تک شادی نہیں کی ہے۔

زاھد: ٹھیک ہے ... کیوں نہ تمہارے بستر کے قریب ہی اس کا بستر بھی لگا دیا جائے۔ ہاہاہا ... کل سے ہی کوشش کرتا ہوں۔

توصیف: (مایوس ہو کر) اونہوں ... بہت چالاک ہے نہیں پھنسے گا۔

زاھد: (وثوق کے ساتھ) ارے کیسے نہیں پھنسے گا؟ میاں جب میرا ہو اور وہ تمناؤں کا مارا ہو ... تو پھر (نقل اتارتے ہوئے) اب تجھ سے کیا کہوں افضل یار لڑکی کیا ہے پٹاخہ ...

توصیف: (ہنس کر) ادھر تو نے دیکھا نہیں کہ ادھر دھماکہ ہاہاہا۔ ہاہا۔

(دونوں ہنسنے لگتے ہیں۔ ان کی ہنسی ہزاروں لوگوں کی ہنسی میں مل جاتی ہے اور اس ہنسی کی مسلسل بازگشت میں موسیقی ابھرتی ہے)

(کلکتہ سے نشر)

کمال احمد
ڈی ار ۲۴ سر سید احمد روڈ کلکتہ ۱۴ ...

عزیز اندوری

جب ساقی تری یادوں کی پرچھائیں چلے گی
شب رنگ حیات اپنی اجالوں میں ڈھلے گی
حالات یکایک یہ ابھر آئیں گی شکنیں
جب عزم کے آغوش میں ہمالی پلے گی
گلچیں کی شاخوں سے اڑے سارے پرندے
معلوم نہ تھا کہ ہوا ایسی چلے گی
ہم مشکل مہ و مہر جہاں ہم سے پلے گا
ہاں مشعل خورشید وفا ہم سے جلے گی
ہم وقت کی رفتار سے آگے ہی چلیں گے
سیماب صفت گردش غم ہاتھ ملے گی
ہم مثل مہ و مہر جہاں تاب رہیں گے
سایے کی طرح اپنی جوانی نہ ڈھلے گی

(اردو سروس سے)

افسانہ

پوسٹر

قاسم خورشید

وہ جاڑے کی کانپتی ہوئی بے پناہ سرد رات تھی میرا چھوٹا سا شہر مکمل طور پر تخت کہرے میں ڈوب چکا تھا۔ ہم تین افراد اپنے اپنے جسم کو گرم کپڑوں سے ڈھک کر شہر کی سڑکوں پر گھومتے ہوئے آس پاس کی دیواروں کو دیکھ رہے تھے جہاں کوئی مناسب جگہ نظر آتی پوسٹر چپکانے کے لیے وہاں تک پہنچ جاتے۔ پوسٹر چپکانے کا کام ہمیں رات ہی کرنا پڑتا تھا۔

اس چھوٹے سے شہر میں یوں تو ڈراموں کا کوئی خاص اسکوپ نہ تھا لیکن پیار نے ہم لوگوں کی پہچان ضرور بنی تھی۔ دنیا بھر سے دلچسپی کی اور بھی کئی وجہیں تھیں جیسے فلموں یا ٹیلی ویژن کا خواب ... عام لوگوں کے دلوں میں ہمدردی کا جذبہ ... تنظیم کی طرف سے بڑے بڑے شہروں اور بیرون ممالک کی سیر ... خوبصورت کیریئر ... انجینئرنگ کلاس میں داخلہ ... یہ سب ہم لوگ انقلاب یا کرانتی کے نام پر آسانی سے کر لیتے تھے۔

اس رات کئی مقامات پر پوسٹر چپکانے کے بعد ہم سب رات کے لگ بھگ دو بجے ریلوے پلیٹ فارم کے پاس پہنچے کہرا کسی حد تک کم ہو گیا تھا لیکن رات اور بھی سرد ہو چکی تھی ... کتے لگاتار بھونک رہے تھے۔ پھر ہم نے دیکھا کہ ریلوے لائن کے پاس ہی ایک پیڑ کے نیچے کچھ لوگ الاؤ کے چاروں طرف بیٹھے آگ اپنی ہتھیلیوں میں جذب کر رہے تھے۔ میرا ایک دوست جو سردی سے بہت کانپ رہا تھا الاؤ کے پاس جا کر بیٹھ گیا۔ اس جگہ کئی مزدور بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ ہمیں اور بھی کئی جگہوں پر جانا تھا اس لیے میں نے اپنے ہاتھ میں لیئی کا بڑا سا ڈبہ اٹھایا اور اپنے دوسرے دوست کو پوسٹر دیتے ہوئے بولا کہ اس بیچ ہم دونوں پلیٹ فارم والا کام پورا کریں۔ یہی طے پایا اور پہلے پاس میں پڑی ہوئی ایک ٹوٹی پھوٹی پرانی بوگی پر پوسٹر چپکایا اور پھر پلیٹ فارم کی طرف بڑھنے لگا۔

پلیٹ فارم بہت بڑا تو نہیں تھا ... پھر بھی فرسٹ کلاس اور سکنڈ کلاس ویٹنگ روم کا انتظام تھا۔ فرسٹ کلاس ویٹنگ روم کے دروازے سے ہو کر بان ہوا آرہا جو ساری رات سوتا رہتا۔ اس روز بھی وہ ہے کمبل میں لپٹا ہوا غالباً سو چکا تھا۔ پلیٹ فارم پر کہیں ٹیوب لائٹ کی روشنی تیز تھی کہیں مدھم اور کہیں اندھیرا بھی تھا ... کچھ لوگ دن بھر کام کرنے کے بعد معمول کے مطابق چھت کے نیچے سوتے ہوئے نظر آتے۔ ان کے لیے موسم کی قید نہ تھی ... پلیٹ فارم کے تاریک حصے میں ہم دونوں پارٹی کی مدد سے پوسٹر چپکانے لگے اسی وقت ایک خارش زدہ کتا لیئی کے ڈبے کی طرف بڑھا تو میں نے جوتے سے اسے پرے کیا اور وہ اندھیرے میں گم ہو گیا۔ کچھ مخصوص جگہوں پر ہی ہمیں پوسٹر چپکانے کی اجازت تھی۔ اس لیے ان جگہوں پر خاص نگاہ تھی۔ پلیٹ فارم کے تاریک حصے میں کئی پوسٹرس لگانے کے بعد میرے دوسرے دوست کو بھی شدید ٹھنڈک کا احساس ہوا جبکہ اس کے جسم پر بھی اوور کوٹ ... سوئٹر ... گرم پینٹ ... اونی شال۔ سب کچھ تھا۔ اس نے مجھے بھی کچھ دیر کے لیے الاؤ کی طرف چلنے کو کہا۔ میں نے اسے جانے کی اجازت دیدی اور تنہا پوسٹر پر لیئی لگاتا رہا۔ اور اسے جگہ جگہ چپکاتا بھی رہا۔ میرا دوسرا دوست بھی الاؤ کے پاس بیٹھ چکا تھا۔ تنہا ہونے سے مجھے پوسٹر لگانے میں دیر ہو جاتی اور اسی دوران جب میں پاس والی دیوار پر پوسٹر لگا کر لوٹا تو لیئی کا ڈبہ غائب تھا ... ٹارچ کی روشنی میں ادھر اُدھر دیکھا کہیں ڈبہ نظر نہیں آیا تو میں نے سوچا ممکن ہے دوستوں نے جان بوجھ کر پریشان کرنے کے لیے غائب کر دیا ہو لیکن وہ الاؤ کے پاس انہیں بیٹھے ہوئے دیکھا تو یقین ہو گیا کہ لیئی کا ڈبہ یہاں سے کوئی اور اٹھا کر لے گیا ہو گا۔ میں ٹارچ کی روشنی میں پلیٹ فارم کے تاریک حصے میں ڈبہ تلاش کرنے لگا۔ جس خارش زدہ کتے کو کچھ دیر پہلے ہم نے اس جگہ دیکھا تھا اچانک پھر اس پر نظر پڑی، وہ ایک سرد چولہے کے اندر بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے اپنے جوتے سے اسے ٹھوکر دے کر باہر نکالا لیکن اس جگہ بھی لیئی کا ڈبہ موجود نہیں تھا تب مجھے تشویش ہوئی۔ پلیٹ فارم کے روشن حصے میں بڑھا ... اس جگہ بھی ناکامی ہوئی۔ تب اندھیرے میں پڑے ہوئے بقیہ

پوسٹر کو اٹھانے کے لیے پہنچا ہی تھا کہ ٹارچ کی روشنی ایک گوشے میں پھسل گئی۔ اس جگہ ایک بہت نحیف سا بچہ جس کی عمر لگ بھگ سات سال رہی ہوگی جسم پر کوئی کپڑا نہیں... سیاہ رنگت..... وہ بُری طرح کانپ رہا تھا اور لیئی کا ڈبہ اسی کے ہاتھ میں تھا — وہ مجھے دیکھ کر بالکل سہم گیا۔ ٹارچ کی روشنی اس بچے کے اور قریب پہنچ گئی۔ اس کا دونوں ہاتھ ڈبے کے اندر تھا۔ میں بالکل خاموش رہا۔ وہ کسی بھی حال میں ڈبہ مجھے واپس کرنا نہیں چاہتا تھا۔ تب میں ٹارچ کا رُخ دوسری طرف موڑ کر دیر تک وہیں پر کھڑا رہا... محسوس کیا کہ بچہ تیزی کے ساتھ اس ڈبے سے لیئی نکال کر اپنی بھوک مٹانے کی کوشش کرنے لگا تھا کچھ دیر بعد ساری لیئی وہ اپنے حلق میں اتار چکا تو ٹارچ کی روشنی نے ایک بار پھر اسے چھونے کی کوشش کی اس بار وہ بہت سہما ہوا نہیں تھا بلکہ ڈبے کے اندرونی حصے میں جمی ہوئی لیئی کو بھی انگلیوں سے نکالنے میں مشغول تھا لیکن وہ سردی سے بدستور کانپ رہا تھا... میں نے سوچا کہ اپنی شال اس کے جسم پر..... تب ہی مجھے بھی سردی کا احساس اور شدید ہوگیا پھر میں نے اپنی فکر کو مصلحت کی زبان دی اور دھیرے دھیرے وہاں سے بڑھتا ہوا اس جگہ پر آیا جہاں پوسٹر لگے ہوئے تھے۔ ٹارچ کی روشنی میں اپنے ناٹک کا خوبصورت پوسٹر دیکھا اور من ہی من آرٹسٹ کی تعریف کرنے لگا...

تب ہی..... دھیرے..... دھیرے.... فضا میں بوٹوں کی ٹاپ گونجنے لگی۔ ٹاپ میرے لیے نئی نہیں تھی۔ پھر بھی گھنے اندھیرے سے ابھرنے والے اس شخص سے ملنا چاہتا تھا... آواز قریب آتی گئی..... بوٹوں کی ٹاپ والا آدمی پھر بھی نظر نہیں آیا۔ لیکن پلیٹ فارم پر خاص تبدیلیاں رونما ہونے لگیں..... خارش زدہ کتا آؤٹر سگنل کی طرف بھاگا۔ مسافر سنبھل کر بیٹھ گئے..... ایک بوڑھی عورت پھلوں کی ٹوکری اٹھا کر ریلوے لائن کے اس پار جانے لگی..... چھت کے نیچے غیر قانونی طور پر سوئے ہوئے لوگ جب بھاگنے لگے تو اسی وقت وہ شخص نمودار ہوا... بھاگنے والوں کا پیچھا کرکے انہیں گندی گالیوں کے ساتھ پیٹتا رہا..... تھوڑی دیر کے لیے خاموشی کا سہاگ اجڑ گیا... بوٹوں کی ٹاپ والے آدمی سے میں اچھی طرح مل چکا تھا کہ اس وقت وہ ڈیوٹی پر کم اور نشے میں زیادہ ہوا کرتا تھا.... وہ شخص تیزی سے اب میری طرف آرہا تھا... بالکل قریب پہنچ گیا... ٹارچ کی روشنی میں میرا چہرہ دیکھا اور مسکراتے ہوئے بولا۔

"کیوں بھیا پھر کوئی نیا ناٹک ہے کیا ؟"

"ہاں پرسوں اسٹیج ہونے والا ہے۔ گیٹ پاس آپ کیلئے بھجوا دوں گا۔"

"بہت محنت کرتے ہو بھیا.... خود ہی ناٹک کھیلو بھی اور خود ہی پوسٹر بھی لگاؤ... بہت لگن سے کام کرتے ہو۔"

"محنت سے ہی سب کچھ ہوتا ہے نا..."

"فلم ولم میں چلے جاؤ تو ہم کو بھی چانس دینا ذرا... ہے ہے ہے.... تمہارا اور دوست لوگ کدھر ہے؟"

"وہ سامنے الاؤ کے پاس۔"

پھر بوٹوں کی ٹاپ والا آدمی اِدھر اُدھر کچھ ڈھونڈتا ہوا آگے بڑھنے لگا۔ تب ہی اس کی نگاہ سردی سے کانپتے ہوئے اس بچے پر پڑی جو کچھ دیر پہلے لیئی سے اپنی بھوک مٹا رہا تھا بچے نے اس شخص کو دیکھا تو اور بھی کانپنے لگا۔ شاید وہ رونا چاہتا تھا..... وہ اس شخص سے بخوبی واقف ہونے کی وجہ سے زمین پر رینگتے ہوئے بھاگنا چاہتا تھا۔ لیکن بوٹ سے ٹھوکر دینے کے بعد وہ شخص معمول کے مطابق اسے بھاری بھرکم گالیوں کے ساتھ پیٹنے لگا۔ وہ جب بھی اس اذیت سے نجات حاصل کرنا چاہتا بوٹ کی ٹھوکر اسے قید کر لیتی۔ بچے کو جب بہت پیٹ دیا گیا تو میں آہستہ آہستہ بوٹوں کی ٹاپ والے آدمی کی طرف بڑھنے لگا، سوچا کہ پاس والا پتھر اٹھا کر اس کے سر پر دے ماروں لیکن اس کی کرخت آواز نے مجھے روک دیا۔ وہ بچے پر اور بھی تیزی سے برسنے لگا تھا —

"آج کے بعد اگر تیرے کو پھر ادھر دیکھ لیا تو جان نہیں بچے گی..... سالا مسافروں کا مال چرانے کے لیے ادھر اندھیرے میں بیٹھا رہتا ہے.... بچا کہیں کا.... تب نا یہ حال ہے... چل بھاگ یہاں سے چور کی اولاد....."

میرے دوسرے دوست الاؤ کے پاس بیٹھے اونگھ رہے تھے..... میں بھی اس جگہ پر بیٹھ گیا۔ باقی مزدور شاید سو چکے تھے.... ہاں بوٹوں کی ٹاپ والے آدمی کی آواز اب بھی خلا میں گونج رہی تھی۔ خارش زدہ کتا بہت دور سے ہی اس پر بھونک رہا تھا.... پھر ریلوے لائن سے الگ ٹوٹی پھوٹی اس پرانی بوگی کو میں غور سے دیکھنے لگا جو اس اسٹیشن کی خاص پہچان تھی اسے کبھی انجن کے ساتھ نہیں جوڑا جا سکتا تھا — اچانک ہوا کا سرد جھونکا میرے وجود پر حاوی ہوگیا تب الاؤ کو مزید روشن کرتے ہوئے میں سوچنے لگا۔ آج سے لگ بھگ آٹھ سال پہلے بوٹوں کی ٹاپ والے آدمی کو میں نے جانا تھا — وہ بھی ایسی ہی سرد رات تھی۔ ہم اس پرانی بوگی پر پوسٹر چپکا رہے تھے۔ اندر سے سرگوشیاں ابھریں۔ دور سے آتی ہوئی روشنی میں انہیں جھانک کر دیکھا۔ بوٹوں کی ٹاپ والے اس آدمی کے ساتھ اور بھی دو اشخاص وہاں موجود تھے۔ دن میں ریلوے لائن کے آس پاس کوئلہ چننے والی ایک جوان عورت ان کی گرفت میں تھی — لوگ اپنی اپنی سطح پر اسے نوچنے کی کوشش کر رہے تھے — بوٹوں کی ٹاپ والا آدمی عورت سے بار بار یہی کہہ رہا تھا کہ تمہیں جتنا کوئلہ چاہیئے میں دوں گا... عورت ان سے خود کو کسی طرح الگ کرنا چاہتی تو پیٹ بھی دی جاتی.... پھر دیر تک اسے منانے کا سلسلہ قائم رہتا اور اکثر وہ خوش بھی ہو جاتی۔ کبھی کبھی ان کی چھیڑ چھاڑ سے دیر تک ہنستی رہتی — دوسرے دن بازار میں کوئلہ بیچنے سے اس کی خاصی آمدنی ہو جاتی یہ سلسلہ اسی طرح قائم رہا عورت رات کے کسی حصے میں اس بوگی میں جاتی... پھر کھلکھلانے، چیخنے اور سسکنے کی آوازیں ملتیں۔ عورت جب نڈھال اس بوگی سے باہر آتی تو بوٹوں کی ٹاپ والی آدمی کا بھی نشہ اتر چکا ہوتا —

دو سال پہلے ریلوے لائن پر کوئلہ چننے والی وہ عورت حادثے کا شکار ہوگئی تو دیر تک نعش کے پاس تنہا اس کا ننھا بالک رو رہا تھا۔

بوٹوں کی ٹاپ والے آدمی نے ابھی سے کچھ دیر پہلے جس بچے کو بری طرح پیٹا.... مجھے لگا... یہ وہی بچہ تھا۔ اسی وقت میں نے محسوس کیا کہ بچہ دھیرے دھیرے رینگتا ہوا آؤٹر سگنل کے پاس جا رہا تھا جہاں اس کی ماں حادثے کا شکار ہوئی تھی۔ وہ ٹھیک اسی مقام پر پہنچا اور زور زور سے رونے لگا... پاس ہی میں کھڑا خارش زدہ کتا بھی بہت اداس تھا... لیکن دوسرے کتوں نے اس پر بھونکنا شروع کر دیا۔ رات کی خاموشی میں پھر تھوڑی دیر بعد بچے کے رونے کی آواز ملتی..... ٹھنڈک سے کانپتے ہوئے جسم میں گرمی لانے کے لیے اس نے خارش زدہ کتے کو زور سے دبوچ لیا تھا۔ شاید وہ اسی میں کوئی شفقت بھی تلاش کر رہا تھا... یہ سلسلہ بہت دیر تک جاری رہا..... جب کوئی تیز رفتار ٹرین گزرنے لگتی تو اس کے رونے کی آواز اور تیز ہو جاتی... ٹرین گزر جانے کے بعد نہ جانے کیوں وہ دیر تک پٹری پر ہاتھ رکھتا... اسے محسوس کرتا اور دیر تک اپنی انگلیوں کو پھسلنے دیتا.... پھر رونے کا سلسلہ شروع ہو جاتا..... اب وہ کسی شدید درد سے کراہ بھی رہا تھا —

میرے دل میں ڈھیر سارے خیالات ابھرتے رہے۔ زندگی کا ایسا روپ شاید میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا... ان لمحوں نے میرے ذہن کو بوجھل بنا دیا.... الاؤ کی گرمی بہت بھلی معلوم ہو رہی تھی..... نیند کی دیوی میرے وجود کو بھی چھونے لگی تب اونگھنے والوں میں میں بھی شامل ہو گیا۔

الاؤ سرد ہونے پر کسی نے مجھے جگایا... صبح ہونے میں کچھ ہی دیر تھی شاید۔ صبح کے آثار نظر آنے پر بھی ایک ہو کا عالم تھا۔ ہم تینوں دوست ایک دوسرے کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر سامنے والی پرانی بوگی پر لگے ہوئے اپنے نئے پوسٹر کو دیکھ کر بہت خوش تھے کہ بوٹوں کی ٹاپ والے آدمی نے چنگھاڑ کر سرد الاؤ کے پاس بیٹھے ہوئے مزدوروں سے مخاطب ہوا۔

"ارے بدھنا... رگھوا... موتیا... دیکھ آؤٹر سگنل کے پاس حرامی بچے کی نعش پڑی ہے..... سردی سے اکڑ کر مر گیا سسرا..... پاس والے دریا میں اٹھا کر پھینک دے اسے.... نہیں تو گندگی پھیل جائے گی... چل جلدی سے نمٹا یہ کام....."

تینوں مزدور اس نعش کو اٹھا کر دریا کی طرف بڑھنے لگے۔ خارش زدہ کتا ان کے پیچھے پیچھے تھا.... نعش دریا میں پھینک دی گئی — تب میں کچھ بولنا ہی چاہ رہا تھا کہ پوسٹر سامنے آگیا۔

بچے کی نعش آج بھی موجوں کے ساتھ نہ جانے کس سفر پر ہے۔

(پٹنہ سے نشر)

قاسم خورشید
ایجوکیشنل ٹیلی ویژن
ایس سی ای آر ٹی۔ مہندرو۔ پٹنہ ۸۰۰۰۰۶

بیٹوں کی طرح

م.م. راجندر

بنسی نو دس بجے بھینسوں کا کام کرنے کے بعد چارپائی باہر ڈال لیتا اور دن بھر اُسی پر بیٹھا رہتا حتیٰ کہ شام ہو جاتی اور وہ پھر بھینسوں کی سانی وغیرہ پر لگ جاتا۔ وہ ہمیشہ اپنے سیلٹی رنگ کے میلے کرتے اور میلی دھوتی میں نظر آتا۔ اگرچہ بنسی کی عمر پچاس سے زیادہ ہو گئی تھی مگر وہ بلا کا محنتی تھا اور بھینسوں کو نہلانے، ان کی سانی کرنے اور دودھ دُہنے اور گاہکوں کو ناپ کر دینے میں وہ ماہر تھا۔ وہ دن میں بالکل نہیں سوتا تھا اور گرمی ہو یا سردی وہ اپنی ڈیری کے باہر چارپائی ڈالے بیٹھا رہتا اور ہاتھ میں چلم لئے صافی کو بھگوتا اور الٹتا پلٹتا رہتا۔ تمباکو لینے جانے اور روٹی کھانے کے علاوہ وہ اپنی جگہ کو نہ چھوڑتا۔ اس چارپائی پر اکثر اس کا ساتھ اس کی چلم دیتی یا گلی کا کتا موتی جس کا یہ نام اس نے خود ہی رکھا تھا۔ موتی کو وہ کبھی کبھی روٹی کا ٹکڑا ڈال دیا کرتا تھا۔

بنسی بیس سال سے اس ڈیری پر نوکر تھا۔ اس کے گاؤں میں سوکھا پڑ گیا تھا اور وہ صرف ایک کھیت کے مزدور کے طور پر کام کرتا تھا۔ جب کھیتی ہی نہیں ہوئی تو اس کا کام کیسے لگتا۔ آگے پیچھے کوئی تھا نہیں اس لئے اس شہر کا رُخ کیا۔ یہ ڈیری آبادی کے بڑھ جانے کی وجہ سے وجود میں نہیں آئی تھی بلکہ اس وقت سے موجود تھی جب یہاں آبادی برائے نام تھی اور یہ صرف ایک بھینس کی ڈیری تھی اور اس کے گاہک صرف دو تین تھے۔ بنسی کی آنکھوں کی پتلیوں میں اس وقت سے لے کر اب تک کا سارا زمانہ موجود تھا۔ وہ گاؤں سے چلا تھا تو مجبوری میں ایک کسان کی گائے کھول کر لے آیا تھا۔ بلاشبہ یہ چوری تھی مگر وہ کیا کرتا۔ اس نے شہر میں آ کر وہ گائے ایک بنئے کو پینتیس روپے میں بیچ دی تھی۔ گائے کی قیمت سے زیادہ یہ ضروری تھا کہ اس کے ہاتھ میں کچھ پیسے ہوں اور وہ اپنے پیٹ کی بھوک مٹا سکے۔ اس کے علاوہ گائے اس کی اپنی نہیں تھی اور چوری کی گائے کا جو بھی مل جائے ٹھیک تھا۔ دو ایک دن اس نے اِدھر اُدھر پڑ کر کام کی تلاش میں گزار دیئے۔ اگرچہ وہ تیس سال کا جوان آدمی تھا مگر اسے کسی نے کوئی نوکری نہیں دی۔ پھر وہ اس ڈیری کی طرف آ گیا۔ یہ ڈیری ایک امیر بیوہ لالی کی تھی اور لالی اس وقت وہاں کھڑی تھی۔ لالی نے اسے ایک روپیہ روز اور روٹی پر، بھینس کی سانی کرنے، اسے نہلانے، دودھ دُہنے اور گاہکوں کو ناپ کر دینے پر نوکر رکھ لیا۔ اس روز سے آج تک بنسی اسی ڈیری پر ملازم تھا اور یہ ایک طویل بیس برس کا عرصہ تھا۔ اسے اس ڈیری پر روٹی، تمباکو وغیرہ کسی چیز کی بھی تنگی نہیں ہوئی، ان دنوں ایک روپیہ روز میں اس کی بنیادی ضرورتیں پوری ہو جاتی تھیں اور روٹی اسے لالی دیتی ہی تھی۔ کبھی کبھی کوئی پھٹا پرانا کرتہ بھی وہ اپنے لڑکے سے مانگ کر بنسی کو دے دیتی تھی۔ جوتا اُس نے آج تک نہیں پہنا تھا اور جب کبھی اسے کوئی اس بارے میں کہہ دیتا تو وہ مسکرا کر کہتا کہ میں کوئی بابو ہوں۔

بنسی جب گیارہ سال کا ہی تھا تو اس دُنیا میں اس کا آخری رشتے دار، ایک بھائی مر گیا تھا۔ اپنے گاؤں سے اس کا ناطہ اب صرف اپنے آپ کو پالنے کا ہی رہ گیا تھا اور اس کے لئے اسے بڑے پاپڑ بیلنے پڑے تھے۔ پھر جب وہ جوان ہو گیا تو کھیتوں پر مزدوری کرنے لگا مگر اسے کبھی کسی نے مناسب اجرت نہیں دی۔ ایسے آدمی سے جس کا آگے پیچھے بھی کوئی نہیں تھا کون اپنی لڑکی بیاہ دیتا۔ اس کی جوانی شادی کے خوش آگیں تصورات کے بغیر ہی گزر گئی۔ اب یہ ڈیری ہی اس کی تمام کائنات تھی۔

لالی بنسی سے عمر میں دس سال بڑی تھی۔ اس کا خاوند بیس پچیس ہزار روپے چھوڑ کر مرا تھا۔ جب بنسی اس کے پاس آیا تھا تو وہ اپنے اور اپنے تین لڑکوں کے گزارے کی ترکیبیں سوچ رہی تھی کیونکہ اسے بیوہ ہوئے چھ سات مہینے ہی ہوئے تھے۔ کوئی سات آٹھ ہزار روپے تو اُس کے خاوند کے ہی دیئے ہوئے محلے میں سود پر چڑھ رہے تھے جو اس نے واپس نہیں لئے اور پانچ ہزار روپے کی یہ دو سو مربع گز زمین اس نے خرید لی تھی جس کا بھاؤ اب بہت بڑھ گیا تھا۔ اس زمین پر لالی کی ڈیری شروع ہو گئی تھی۔ آج اس ڈیری میں بارہ بھینسیں تھیں اور اگرچہ اس کے اردگرد عالیشان عمارتیں تعمیر ہو گئی تھیں مگر لالی کی ڈیری لالی اور بنسی کے ساتھ جوں کی توں موجود تھی۔ اس کی زمین کے بہت اچھے دام ملتے رہے مگر لالی نے اپنے کام کو ختم نہیں کیا اور آج تو یہ ڈیری اس کی، اس کے بیٹے کی بہو کی اور بنسی کی سب سے زیادہ سرگرمی کا مرکز تھی۔ اگرچہ لالی ساٹھ برس کی ہو گئی تھی مگر اس کی صحت غضب کی تھی اور بڑھاپے کے باوجود دودھ بھری بالٹیاں اِدھر اُدھر رکھتی، دودھ ناپتی اور بنسی کو بُرا بھلا کہتی رہتی تھی۔

ان بیس برسوں میں لالی کی بھینسوں کے دودھ نے اسے بہت روپیہ دیا تھا۔ اس کے علاوہ اس کا سود پر روپے دینے کا کام بھی بہت اچھا چل رہا تھا۔ لالی کی خوشحالی کے لئے بہت مدت تک بنسی کی محنت اور اس کے دل میں لالی کے فائدے کا خیال بھی ذمہ دار تھا۔ وہ ڈیری میں بالکل اس طرح کام کرتا تھا جیسے وہ نوکر نہیں مالک تھا۔ وہ بھینسوں کا دُودھ دوہتا بھی اور گاہکوں کو ناپ کر دیتا بھی۔ اس کی کسی نہ کسی گاہک سے ہر روز جھڑپ ہوتی کیونکہ اس کی کوشش زیادہ سے زیادہ جھاگ ڈالنے پر ہوتی اور وہ ناپ کا برتن کچھ اس انداز سے بھرتا کہ دودھ صرف گردن تک آتا۔ وہ گاہکوں کی باتیں سنتا، بحث کرتا مگر اس نے جھاگ ڈالنا چھوڑا نہ کم تولنا!۔

اگرچہ لالی نے ان بیس برسوں میں خوشحالی کے میدان میں چھلانگیں لگائی تھیں مگر بنسی بالکل کچھوے کی چال چلا تھا۔ وہ ایک روپیہ روز اور روٹی پر ملازم ہوا تھا اور آج بیس برس بعد دو روپے روز اور روٹی پر تھا۔ لالی کے اگرچہ بیشتر گاہک ماہانہ تھے مگر کچھ لوگ ہر روز نقد بھی لے جاتے تھے۔ اسی نقدی میں سے ہر روز شام کو لالی دو روپے بنسی کی ہتھیلی پر رکھ دیتی تھی۔ بنسی کا کوئی صندوق نہیں تھا اور اس کی دھوتی کا پلّہ اس کے بٹوے کا کام دیتا تھا اور شاید ہی کبھی اس کے پاس دس پندرہ روپے سے زیادہ اکٹھے ہوئے ہوں۔ مہنگائی بڑھ رہی تھی اور اب اس کا تمباکو کا خرچ ہی بارہ آنے روز کا تھا۔ آٹھ آنے روز کا خرچ موتی کا بندھ گیا تھا جس کے لئے وہ دو روٹی ہر روز دوپہر کو ڈھابے سے لیتا تھا۔ ان مستقل خرچوں کے علاوہ بنسی کے کئی وقتی خرچ بھی تھے۔ اس کے سر میں سخت درد ہوتا یا بخار آ جاتا تو دوا بھی اِن ہی پیسوں میں سے آتی۔ کبھی وہ کوئی چیز یا کیلا وغیرہ بھی کھا لیتا۔ کبھی کبھار حلوائی کی دُکان پر دودھ بھی پی لیتا۔ اس نے آج تک لالی کی ڈیری سے ایک قطرہ دودھ بھی نہیں لیا تھا۔

اس ڈیری سے کچھ ہی دور پر ایک اور ڈیری بھی کھل گئی تھی جس میں دودھ دینے والے نوکر موجی کو بنسی بھی جانتا تھا۔ یہ ڈیری بھی کافی بڑی تھی اور اس میں موجی کو بیٹھ کھانے کے دو سو روپے ماہوار ملتے تھے۔ موجی اپنی روٹی خود بنا لیتا تھا اور اس کا کھانے کا خرچ پچاس روپے ماہوار سے زیادہ نہیں آتا تھا۔ کوئی نہ کوئی پرانا کپڑا پہننے کے لئے مالک دے دیتا تھا۔ کئی روز سے موجی بنسی کے کان میں یہ بات ڈال رہا تھا کہ وہ لالی کے یہاں بہت کام کرتا تھا اور لالی اسے بہت کم تنخواہ دے رہی تھی۔ لالی اسے دو موٹی خشک روٹیاں دال یا کدو کے ساتھ دیدیتی تھی اور کبھی صرف چٹنی ہوتی تھی۔ ایسے کھانے کی لاگت موجی کے حساب سے زیادہ سے زیادہ تیس پینتیس روپے تھی۔ لالی کو اسے چار یا پانچ روپے روز دینے چاہئیں۔ بنسی نے شروع میں تو موجی کی بات پر دھیان نہیں دیا مگر اب جب کبھی لالی سے نوک جھونک ہوتی تو وہ اسے صاف سنا دیتا کہ اس کی تنخواہ بہت کم تھی اور اس کی محنت کو دیکھتے ہوئے لالی کو اسے پانچ روپے روز دینے چاہئیں اور وہ جھٹ موجی کی مثال دے دیتا جسے دو سو روپے ماہوار مل رہے تھے۔

اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ لالی کو بنسی کا بڑا آرام تھا۔ بارہ بھینسوں کو ہر روز نہلانا، ان کی صاف کرنا اور انہیں دوہنا اور گاہکوں کو دودھ ناپ کر بھی دینا کوئی معمولی کام نہیں تھا۔ مگر بیس سال تک اس قسم کا کام کرتے کرتے بنسی ایک مشین بن چکا تھا۔ پھر بھی بوڑھے اعضا پر کام کا بوجھ تو تھا ہی۔ لالی اور اس کی بہو بھی کام کرتی تھیں مگر لالی ایک آدھ بھینس کا دودھ نکال کر تھک جاتی اور گاہکوں کو دودھ دینے لگتی۔ اس کی بہو صرف ایک کاٹھ کے تخت پر بیٹھی پیسے لیتی رہتی یا لالی اور بنسی مصروف ہوتے تو دودھ گاہکوں کے برتن میں ڈال دیتی۔ بنسی سے اتنے فائدے اور اس کی لمبی ملازمت کے باوجود پیسے کے معاملے میں لالی کا رویہ ایک سخت مالک کا تھا۔ وہ اسے ٹوکتی بھی رہتی اور اسے ایک پیسہ بھی فالتو کبھی نہ دیتی۔ جوں جوں لالی کے پاس پیسہ زیادہ ہوتا جا رہا تھا توں توں وہ زیادہ کنجوس اور سخت ہوتی جا رہی تھی۔ بنسی کے ایک روپے سے دو روپے روز بھی دو تین دفعہ کی تکرار سے ہی بڑھے تھے۔

بنسی کو کچھ عرصے سے کھانسی زیادہ رہنے لگی تھی اور زیادہ تنگ رہنے لگا تھا۔ دوا کا خرچ بھی اب کافی رہتا تھا۔ ساتھ ہی اس کا یہ احساس بھی مضبوط ہو گیا تھا کہ وہ زیادہ اُجرت کا مستحق ہے۔ ایک روز جب لالی ابھی نہیں آئی تھی، اس نے اس کی بہو سے اسی بات کا ذکر کر دیا اور جب لالی آئی تو اس نے بھی کہہ دیا کہ لالی میں کے اب پانچ روپے روز کر دے۔ لالی اس بات پر بڑی تلملائی۔ اس نے صاف کہہ دیا کہ صرف صبح شام کے کام کے وہ اس سے زیادہ نہیں دے سکتی۔ بنسی کچھ بولا تو لالی تیز ہو گئی اور اس نے تیس برس پہلے اس دن کا ذکر کیا جب وہ بھوکا مرتا آیا تھا اور اس نے اسے ترس کھا کر رکھ لیا تھا!۔

بنسی کام بدستور کرتا رہا مگر اب وہ کافی سوچتا تھا۔ اُسے دو روپے روز سے زیادہ کی ضرورت تھی اور لالی نے اس کی اُجرت بڑھانے سے صاف انکار کر دیا تھا۔ اس کے شوق اور جوش کو دھکا لگا تھا اور اس نے فیصلہ کیا کہ وہ بھی اپنی جان کیوں مارے۔ چنانچہ اس نے بھینسوں کو دونوں وقت نہلانے کی بجائے ایک وقت نہلانا شروع کر دیا اور ایک وقت میں ایک کام کرتا اور سنی ان سنی کر دیتا۔ اس نے دودھ بھی گاہکوں کو پورا تولنا شروع کر دیا بلکہ اوپر سے بھی ڈال دیتا تھا۔ اس کی سستی، بے دلی اور ناراضگی صاف ظاہر تھی اور جب اس نے ایک روز بہت زیادہ کام کی شکایت کی اور لالی کو ایک اور نوکر رکھنے کو کہا تو لالی جھنجھلا گئی اور زور سے بولی۔

"رکھ دے بالٹی یہیں۔ اگر تجھ سے کام نہیں ہوتا تو جا اپنا رستہ ناپ۔ میں کئی دن سے دیکھ رہی ہوں۔ تیرے اب بڑے پر لگ گئے ہیں۔ کھانے کو ملنے لگا ہے نا"

اور لالی نے آگے بڑھ کر بنسی کے ہاتھ سے بالٹی چھین لی اور غصے سے بولی۔

"چل یہاں سے اور جا جہاں تیری مرضی ہو۔ میرے پاس آدمیوں کا کال نہیں ہے"

بہو نے بنسی کو کچھ کہنا چاہا تو لالی نے اسے روک دیا اور بولی۔

"جانے دے اس کو۔ مت بات کر اس سے۔ کل سے بھورا آجائے گا"

بنسی بھی غصے میں آگیا اور ہاتھ دھوتا ہوا بولا۔

"میں تو کب سے کہہ رہا ہوں کہ جو ملتا ہو لگا لے۔ میرے پاس بھی نوکری کا کال نہیں"

اور بنسی نے اپنے اس روز کے دو روپے بھی نہیں لئے اور چلم اور تمباکو کی پوٹلی اٹھا کر باہر نکل گیا۔ سڑک پر پہنچتے ہی اس نے ادھر اُدھر دیکھا۔ موتی کھمبے کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ بنسی کو دیکھ کر لپکا اور دم ہلانے لگا۔ بنسی ایک طرف کو چلتا گیا اور موتی کو پچکارتا ہوا اپنے پیچھے لے آیا۔ موتی تھوڑی دور تک تو چلا مگر بازار کے آتے ہی جب کچھ کتے اس پر جھپٹے تو بھاگ کر واپس آگیا۔ بنسی کا کوئی

ٹھکانہ نہیں تھا اور ان بیس سالوں تک یہی ڈیری اور اس کی دہلیز اس کا گھونسلہ رہی تھی۔ اس کے ذہن میں خیالات گڈمڈ ہو رہے تھے جن میں اداسی کا عنصر سب سے زیادہ تھا۔ وہ بازار کا ایک بے مقصد چکر لگا کر موجی کی ڈیری کی طرف لوٹ آیا اور وہ رات اس نے وہیں کاٹی۔

اگلے روز بنسی کو نوکری کی فکر ہوئی۔ موجی کی ڈیری میں کسی اور آدمی کے رکھے جانے کی گنجائش نہیں تھی۔ وہ ایک دو اور ڈیریوں میں گھوما مگر سب جگہ مالکوں کے اپنے آدمی لگے ہوئے تھے۔ ایک ڈیری میں رات کو گائے بھینسوں کی رکھوالی کے لئے آدمی کی ضرورت تھی مگر اس نے بغیر کسی واقفیت کے جانوروں کے معاملے میں بنسی جیسے انجان آدمی کو رکھنے سے صاف انکار کر دیا اور بنسی لالی کا حوالہ دینا نہیں چاہتا تھا۔ دو تین روز اور گزر گئے اور اُسے کہیں کوئی کام نہیں ملا۔ وہ گھبرا گیا کہ بغیر نوکری کے وہ کیا کرے گا۔ گاؤں سے نکلے ہوئے تو اسے ایک مدت ہو گئی تھی اور وہاں تو شاید اسے اب کوئی پہچانے گا بھی نہیں۔ پھر اس کا اپنا آدمی تو وہاں تھا کون تھا۔ اس کے علاوہ اسے بھینسوں کا دودھ نکالنے، سانی کرنے اور انہیں نہلانے کے سوا اور آتا بھی کیا تھا۔ لالی کے یہاں اسے بڑا نخرہ تھا اور وہ اپنے آپ کو ایک اہم آدمی سمجھتا تھا مگر وہ یہ جان کر حیران رہ گیا کہ اس کی "دستکاری" یا ہنر کی تو کوئی مانگ نہیں تھی!

بنسی کی پریشانی بڑھتی جا رہی تھی۔ ایک روز جب وہ بے کار میں موجی کی جگہ اس کی سانی کر رہا تھا تو لالی کا بڑا لڑکا چھنا آیا اور بنسی سے بولا۔

"بنسی جس بڑھیا نے بیس سال سے تجھے بیٹوں کی طرح رکھا، اُسی کو چھوڑ آیا۔ شرم نہیں آئی تجھے؟ وہ بچاری دن رات ہاتھ توڑ رہی ہے۔ بھینسیں بھورا کے ہاتھ نہیں لگتیں اور وہ تیرے والی بھینس نے تو اس روز سے دودھ ہی نہیں دیا۔ چل یہاں سے اور سنبھال اپنی۔ بڑھیا کل تیرا ذکر کر کے رو رہی تھی اور تو یہاں ایسے پڑا ہوا ہے جیسے وہاں کبھی رہا ہی نہیں۔"

بنسی نے اپنے ہاتھ روک دیئے اور ٹکٹکی باندھ کر لالی کے لڑکے کی طرف دیکھتا رہا۔ چھنا کی یہ بات تو بالکل غلط تھی کہ لالی نے اسے بیٹوں کی طرح رکھا تھا مگر بنسی کو تو یہ بھی نہیں پتہ تھا کہ بیٹوں کو کیسے رکھا جاتا ہے ہاں وہ ایک لاچار آدمی ضرور تھا۔ اس کی نظروں کے سامنے وہ دن گھوم گیا جب وہ پہلے پہل لالی کے پاس پہنچا تھا اور اس نے ڈیری کی دہلیز کی پہلی سیڑھی پر بیٹھ کر اپنے پیٹ کو بھرا تھا۔ کتنا عرصہ ہو گیا تھا اس بات کو۔ لالی کے گھر میں وہ جوان سے بوڑھا ہو گیا تھا۔ پھر وہ گاؤں کا رہنے والا تھا اور صرف سادگی اور محنت کی دنیا ہی اس نے دیکھی تھی۔

بنسی نے اپنے ہاتھ دھوئے اور لالی کے لڑکے کے ساتھ ہی ہو لیا۔ وہ ڈیری میں سر جھکا کر ایک مجرم کی طرح داخل ہوا۔ لالی دودھ کی بالٹی کو پانی سے دھو رہی تھی۔ کوئی دوسرا نوکر وہاں نہیں تھا۔ اپنے لڑکے کے ساتھ

بنسی کو دیکھ کر وہ بڑی خوش ہوئی اور مسکرا کر بولی۔

"آ گیا دھکے کھا کر۔ چل کر کام اور جو ہوا سو ہوا مگر آئندہ سے میرے سے پیسوں پہ تکرار نہ کیجیو"

اور بنسی نے بالٹی اٹھائی اور اسے مٹی سے رگڑ رگڑ کر دھویا اور پھر بھینسوں کو جو بغیر نہلائے کھڑی تھیں ہاتھ سے مل مل کر نہلانے لگا۔ انہیں نہلا چکا تو وہ ایک خالی صاف بالٹی اٹھا کر ایک بھینس کے نیچے بیٹھ گیا جہاں اس کے ہاتھ تھنوں پر مشین کی طرح چل رہے تھے!

(ایمو سروس سے)

افسانہ

دھواں بھرا گھر

قطب اللہ

کسی نے آکر کہا کہ پردھان نے تھانے خبر بھجوائی ہے۔ بس پولیس آتی ہی ہو گی، پولیس کا نام سُن کر سناٹا چھا گیا، آنگن میں کھُسر پھُسر ہونے لگی کچھ لوگ اِدھر اُدھر کھسکنے لگے لیکن رام رتی پر اس کا کوئی اثر نہیں ہوا۔ وہ اب بھی کوٹھری میں خاموش بیٹھی ہوئی پھٹی پھٹی نظروں سے اس جلی ہوئی لاش کو دیکھ رہی تھی جس کا گوشت جگہ جگہ سے پھٹ گیا تھا۔ جلے اور بھُنے ہوئے گوشت سے بہنے والے رقیق مادے سے عجیب بُو آرہی تھی۔

آنگن میں گاؤں کی عورتوں کا اژدہام تھا۔ مرد اکا دُکا آکر دور سے لاش پر ایک نظر ڈالتے، آنکھوں میں نمی اور ہونٹوں پر افسوس کے کلمات سجا کر چلے جاتے۔ ماتا پرساد کی ماں کٹولی والی موسی اور بہنیں پچھاڑیں کھا رہی تھیں، زور زور سے رو کر سینے کا گلا بیٹھا لیا تھا۔ جوان کماؤ پوت کی لاش دیکھ کر باپ کئی بار بے ہوش ہو چکا تھا۔ لیکن ان سب کا اگر کسی پر کوئی اثر نہ تھا تو وہ ماتا پرساد کی جوان بیوی رام رتی تھی جس کی شادی ہوئے ابھی ڈیڑھ دو برس ہی گزرے تھے اس واقعہ سے وہ بالکل بے نیاز نظر آرہی تھی۔ اس کی آنکھوں میں کسی نے نمی تک نہیں دیکھی۔ بس پہلی بار پتی کی لاش کو جب دیکھا تھا ایک چیخ ماری تھی اس کے بعد پھر زبان گنگ ہو گئی۔ ساس سسر موسی اور بہنیں جتنا ماتا پرساد کی موت پر بین کر کے رو رہی تھیں اس سے کہیں زیادہ رام رتی کو گالیاں دے دے کر کوس رہی تھیں۔ کٹولی والی موسی کی زبان پر تو بس ایک ہی رٹ تھی، مار ڈالو اس کلموہی کو چھنال کہیں کی، اپنا سہاگ لوٹتے اسے ڈر بھی نہیں لگا۔ بہنیں اس کی بدچلنی کی تصدیق کر رہی تھیں۔ ماتا پرساد کی ماں کو جب پتہ چلا کہ رام رتی تو گھر کے باہر بیلوں کی ناند کے پاس پڑی سو رہی تھی تو چہرے کا رنگ اڑ گیا اور اپنے سامنے اسے موجود پا کر وہ تقریباً چیخ پڑی تھی۔ لگتا تھا کہ انھوں نے کوئی بھوت دیکھ لیا ہو پھر غصے سے دانت پیس کر ہاتھ میں لیے ہوئے لوٹے سے دو کرارے وار اس کی پیٹھ پر کر دیئے رام رتی درد سے دوہری ہو گئی لیکن منہ سے اف نہیں نکلا اس کی آنکھوں میں سے اب بھی حیرت جھانک رہی تھی۔

لوگوں نے اس سے بہت پوچھا دھمکایا لیکن وہ گونگی بنی رہی تب اس کا سسر بولا تھا، رہنے دو سُسری کو ابھی دارو غا جی آتے ہیں تب منہ لے گی۔

رام رتی کو چپ دیکھ کر گاؤں کی عورتوں کو حیرت تھی۔ بوڑھی تجربہ کار عورتیں ٹھوڑی پر انگلی رکھ کر کہتیں، ہائے دیا ایسی ڈھیٹ مہریا نا ہیں دیکھا، باپ رے باپ غضب کر ڈالا دیکھو تو بھلا ٹس سے مس نہیں ہو رہی ہے۔

رام رتی سب کچھ دیکھ رہی، سُن اور سمجھ رہی تھی اس کے ذہن پر شدید جھٹکا لگا تھا، آخر یہ سب کیسے ہوا پھر وہ واقعات کی ایک ایک کڑی ملا کر حقیقت کی تہہ میں اترنے کی کوشش کرنے لگی۔

لوگوں کی بھیڑ بڑھتی جارہی تھی ہر طرف سے سوالات کی بوچھار اور اپنے پر کیے جانے والے وار سے اسے اپنا وجود تحلیل ہوتا نظر آرہا تھا، لیکن ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ بس چند لمحے بعد وہ پگھل کر ختم ہو جائے گی یا ہوا میں معلق اس کا وجود ابھی زمین پر گر کر ایک دھماکے سے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا۔ وہ بولتی تو کیا بولتی دانتوں کے حصار میں قید زبان میں کوئی حرکت نہیں تھی ہونٹ سِلے ہوئے تھے۔

ماتا پرساد کی جلی ہوئی لاش کتنی بھیانک لگ رہی تھی دیکھنے والوں کو وحشت ہو رہی تھی کمزور دل و دماغ والوں کی ہمت نہیں پڑ رہی تھی کہ ادھر ایک نظر ڈال لیں۔ گاؤں والے بچوں کو گھر کے اندر جانے نہیں دے رہے تھے۔ کوٹھری میں رام رتی بیٹھی ٹکر ٹکر لاش کو دیکھ رہی تھی۔

یہ جسم تو اس کا اپنا جسم تھا اس جلے ہوئے گوشت پر اسی کا ادھیکار ہے اُن کیسی چیز اندر سے اُٹھ رہی تھی اس سے لیکن رام رتی اس سے بے پرواہ پہلے کی طرح اس وقت بھی اس جسم کی بھینی بھینی خوشبو محسوس کر رہی تھی، اس کے محنت کش کڑیل پتی کے پسینے کی بو اب بھی اس کے نتھنوں میں بسی ہوئی تھی۔ اُسے کب معلوم تھا کہ ماتا پرساد اس کے ساتھ اتنی بڑی دغابازی کر جائے گا۔

ہاں اس نے گھر والوں کے رویئے کی شکایت کی تھی اس ماحول سے دم گھٹنے کا شکوہ کیا تھا وہ سخت بیزار تھا لیکن سماج اور ماحول کے خوف سے وہ کھل کر بغاوت بھی نہیں کر سکتا تھا وہ نہیں چاہتا تھا کہ گاؤں کے دوسرے لوگوں کی طرح اس کے ماں باپ کی ہنسی اڑائی جائے کہ ایک بہو بھی نہیں سنبھال پائے، یا لوگ کہتے پھریں کہ بیوی کو پا کر اکلوتی اولاد اپنے ماں باپ کو بھول بیٹھا ان کو دھتکار کر الگ ہو گیا، جوان بہنیں گھر میں بیٹھی ہیں دیکھو تو بھلا بیوی کو لے کر الگ ہو گیا۔

ماتا پرساد جب بھی گھر والوں سے بیزاری کی بات کرتا تو رام رتی اسے ضرور ٹوکتی کہتی، تو کیا ہوا ماں باپ دو لفظ اگر کہہ دیتے ہیں تو کیا فرق پڑ جاتا ہے، ایسی بات مت ذہن میں لاؤ۔ میں ان کی سیوا کر کے اس احساس کو ختم کر دوں گی۔

ماتا پرساد کی شادی کے ۳ ماہ بعد جب کٹولی والی موسی آئیں تو انھوں نے رام رتی کو دیکھ کر منہ دوسری جانب پھیر لیا تھا انہیں اس کا وجود کسی طرح بھی گوارا نہیں تھا۔ رام نگر سے جب رشتہ آیا تھا تو اسی وقت موسی نے منع کیا تھا ان کی نند کو رام رتی کے سگے پھوپھا نے گھر سے نکلوایا تھا۔ اس لیے کٹولی والے اس رشتے سے ناخوش تھے۔ لیکن شادی جھٹ پٹ اس لئے ہو گئی کیونکہ ماتا کو پنجاب جانا تھا وقت بالکل نہیں تھا دھان کی بوائی شروع ہو گئی تھی۔ دوسری بات اگر یہ ساعت نکل جاتی تو پھر دو برس تک شادی ناممکن تھی۔ کیونکہ پنڈت جی نے ستاروں کی گردش دیکھ لی تھی۔

رام رتی بیاہ کر آ گئی امید تھی اس کے چار چار کماؤ بھائی جہیز سے لاد دیں گے لیکن سب اپنی بیوی بچوں کے نرغے میں گلے گلے تک ڈوبے ہوئے تھے معمولی سی کھیتی اور کچھ بٹائی جوت کر سال بھر تک کھانے کا غلہ جٹا پاتے تھے بہن کو کیا دے دیتے۔

خالی ہاتھ دلہن آئی تو گاؤں والوں نے نیو کم

لیکن کٹولی والوں نے بڑی کھلی اڑائی پتاجی کو بھی جس نقدی کی امید تھی نہیں ملی۔ بارات جب واپس آئی تو انھوں نے چارپائی جا لیا انہیں کوئی خوشی نہیں تھی۔ موسی نے تو دلہن کو کوٹھری میں داخل ہونے سے پہلے ہی میکے واپس بھجوانے کا مشورہ دیا تھا۔ ماتاجی کو بھی بڑا غصہ تھا۔ کمبختوں نے اکلوتے بیٹے کو مفت میں شکار کر لیا دلہن ایک دھیلا بھی نہیں لائی مجھے تو اپنی لڑکیوں کی شادی کرنی ہے۔

ہفتے بھر بعد ماتاپرساد مزدوروں کو لے کر پنجاب چلا گیا وہاں وہ دھان گیہوں بوانے کٹانے اور گاہنے کا کام ٹھیکے پر کرتا تھا۔ اس کے جانے کے بعد رام رتی سسرال میں تنہا رہ گئی گھر گرہستی کا کام اس نے سنبھال لیا تھا لیکن کوئی اس سے خوش نہیں تھا بات بات پر ڈانٹ پڑتی تھی کبھی کسی نے سیدھے مُنہ اس سے بات نہیں کی ایک دو بار نندوں نے اس کی پٹائی بھی کی۔

ماتاپرساد جب پنجاب سے پیسے اور کپڑے لے کر واپس آیا تو رام رتی کو دیکھ سناٹے میں رہ گیا پہچانی نہیں جا رہی تھی سوکھ کر کانٹا ہو گئی تھی۔

جب وہ دوبارہ پنجاب روانہ ہوا تو گھر والوں نے کہا تھا کہ جانے سے پہلے اپنی دلہن کو طلاق دے کر اس کے گھر چھوڑ آ۔ یہ بنجر زمین ہے اب تک ایک بچّہ بھی نہیں پیدا کر سکی۔ ماتاپرساد غصے سے دانت پیس کر رہ گیا تھا۔ صرف اتنا بولا ماں ابھی شادی ہوئے آٹھ مہینے بھی تو نہیں ہوئے۔

یہ سُن کر ماں باپ نے آسمان سر پر اٹھا لیا سب نے ماتاپرساد کو بہت ڈانٹا۔ لعن طعن کیا، سسر اجورو کا غلام ہو گیا ہے۔ صرف اسی پر بس نہیں کیا بلکہ رام رتی کو بھی آڑے ہاتھوں لیا تھا۔

کیوں ری کمینی، آوارہ، سُور کی بچی کر دیا نا میرے بیٹے پر جادو کھلا دیا اُسے سوکھا والا لڈو، پلادی اسے میاں صاحب کی تعویز لگا دیا نا موہنی کا جل۔

ارے تو کیا ہوا تیری ایک نہ چلے گی، متوا کرے گا وہی جو میں چاہوں گی، ماں نے کہا تھا۔

"پنجاب سے اس بار ماتاپرساد جلد واپس آگیا تھا پتاجی نے طنز سے ہنستے ہوئے کہا تھا مہریا کا مُنہ دیکھنے آیا ہے نکما کہیں کا، میں کہتا ہوں کرے گا نہیں تو کھائے گا کیا؟"

اس نے پتاجی کو سمجھانے کی کوشش کی پنجاب میں بڑی گڑبڑی ہے وہاں کے حالات اچھے نہیں ہیں سب مزدور بھاگ رہے ہیں دیکھتے نہیں ٹرینوں کی چھتوں پر بھی جگہ نہیں ملتی ہے لیکن کوئی یہ ماننے کو تیار نہیں تھا — کہتے کہ بہانا کر رہا ہے۔

اسی دوران موسی بھی کٹولی سے آدھمکیں انھوں نے موقع اچھا دیکھ کر ماتا سے کہا۔ ارے میں تو کہتی ہوں کہ تو میری بات مان لے تو یہ تیرا پنجاب بھاگ بھاگ کر جانے کا چکر ختم ہو جائے۔ تو رم دئیا کو چھوڑ کیوں نہیں دیتا ہے رے۔ کوئی لڑکیوں کی کمی ہے کیا؟ تیرا بیاہ تو کٹولی میں ہی رام آسرے سرپنچ کے یہاں کراؤں گی — ان کے آگے پیچھے ہے کون جہیز میں گھر بار گائے بیل کے علاوہ پورے ۲۵ بیگھا زمین بھی ملے گی۔

مجھے زمین جائداد نہیں چاہئے موسی۔ ماتاپرساد نے کہا۔ ہاں ہاں تجھے زمین کی کیا ضرورت ہے؟ تیرے بُڈھے تو تعلقہ چھوڑ کر مرے ہیں نا۔ اسی لئے آرام سے گھر بیٹھ کر پیٹ بھر تھالی بھات کھا رہا ہے۔ ارے اس چڑیل نے جادو جو کر رکھا ہے اب تو کام کاج بھی کچھ نہیں کرتا ہے۔ تجھے بہنوں کی شادی کی بھی فکر نہیں؟ ماں نے چیخ چیخ کر گھر سر پر اٹھا لیا تھا۔

رات گئے جب وہ برہاسن کر گھر میں داخل ہوا اور دبے پاؤں اپنی کوٹھری کی طرف جا رہا تھا تو دوسری کوٹھری سے کچھ کُھسر پُھسر سن کر وہ ٹھٹھک گیا۔ موسی اور ماں باتیں کر رہی تھیں۔ ہاں۔۔۔ اب یہی علاج رہ گیا ہے متوا تو اب کسی طرح اب ماننے والا نہیں اس چڑیل کو مٹی کا تیل چھڑک کر بھسم کر دیا جائے۔ لیکن کب۔۔۔؟

ارے بس پنجاب جانے والا ہے اس کے ہٹتے ہی یہ کام ہو جائے گا پر دھیان اپنے آدمی ہیں کچھ نہ ہوگا کہہ دیں گے کہ وہ ماتاپرساد کو پنجاب جانے نہیں دینا چاہتی تھی اسی بات پر دونوں میں جھگڑا ہوا تھا لیکن متوا مانا نہیں چلا گیا تو بہو نے خودکشی کر لی۔ اور اسے اپنی گود خالی ہونے کا بھی تو بڑا دکھ تھا — اور جب ماتاپرساد آئے گا تو۔۔۔؟

کہہ دیں گے تمہاری جدائی برداشت نہ کر سکی اس لئے —!

ہوں۔۔۔ ن۔۔۔ ن۔۔۔!

اس زوردار ہوں پر ماتا کا جسم کانپ اٹھا تھا سردی کا مہینہ تھا لیکن وہ پسینے میں بھیگ چکا تھا۔

پنجاب میں ہنگامے اور تیز ہو گئے تھے اس لئے ماتاپرساد کو پورے ایک سیزن گھر پر رہنا پڑا لیکن برسات کی بوند تھمتے ہی ایک دن آسمان میں کرّا کل غول نظر آئے پٹوں پٹوں کی آواز سے فضا مترنم ہو گئی تو لوگوں نے کہا کہ برسات ختم اس دوران لکھا سنگھ کی چٹھی آگئی۔ لکھا تھا پنجاب میں اب حالات معمول پر آ گئے ہیں سرکار نے اچھا بندوبست کر رکھا ہے اب کوئی ڈر کی بات نہیں ہے تم خط کو تار سمجھو اپنے مزدوروں کو لے کر فوراً یہاں آجاؤ۔ دھان کی کٹائی اور گیہوں کی بوائی شروع ہونے والی ہے۔

پتاجی نے چٹھی ماتاپرساد کو تھماتے ہوئے کہا کہ تم جانے کی تیاری کرو، سفر کا نام سُن کر وہ کانپ اٹھا موسی اور ماں کی گفتگو اس کے دماغ پر ہتوڑے برسانے لگی اس نے نہ جانے کیا بیان کیا بولا یہ لکھا سنگھ جھوٹ بولتا ہے۔ کام کرانے کے لئے اسے تو آدمی چاہئے۔ ہتو کا لڑکا اخبار پڑھتا ہے وہ کہہ رہا تھا حالات ٹھیک نہیں ہیں۔

پتاجی چڑھ گئے بولے لگ گئی ہے حرام کی نا؛ ہو گیا سسرا پورا مہرا، بیوی کو چھوڑ کر کہیں کھسکنے کا نام نہیں لیتا ہے۔ ماں نے رام رتی کو کوسنا شروع کر دیا اور اس کے سامنے لا کر دو بہنوں کی بارات کھڑی کر دی بول کیا اب بھی نہیں جائے گا پنجاب؟

دوسرے دن جانوروں کی بازار میں ٹہلتا ہوا گیا وہاں رام رتی کے بڑے بھائی سے ملاقات ہو گئی اس سے کہا کہ رام رتی کو کچھ دن کے لئے اپنے یہاں بلا لو مجھے پنجاب جانا ہے۔ سالے نے جواب دیا بلانے میں کوئی ہرج تو نہیں تھا لیکن جب سے ہمارے بھائیوں میں بٹوارہ ہوا ہے میری حالت اچھی نہیں ہے اور اس برس سیلاب سے وہ تباہی مچائی ہے کہ غلّہ کھانے بھر بھی نہیں ہے۔ چار ماہ بعد اسے لاؤں گا۔

چار مہینہ — اف۔۔۔ اس کے بعد رام رتی ملے گی کہاں؟ وہ سیدھے گھر گیا اور پنجاب جانے کا اعلان کر دیا اس خبر سے گھر میں خوشی کی لہر دوڑ گئی، خبر پاکر کٹولی والی موسی بھی آگئیں۔ انھیں دیکھ کر ماتاپرساد کا دل تیز تیز دھڑکا تھا۔ لیکن جی کڑا کر کے امرتسر والی ٹرین پکڑنے کے لئے سہ پہر کو ہی اسٹیشن روانہ ہو گیا۔

رام رتی بہت روئی چلائی اس شام اس نے کھانا نہیں کھایا اس کے حلق سے نیچے پانی بھی نہیں اُتر رہا تھا۔ کوٹھری میں جا کر کھٹیا پر پڑ رہی، بڑی دیر بعد نیند آئی لیکن کسی کے چھو جانے سے وہ گھبرا کر جاگ گئی اس سے پہلے کہ اس کے مُنہ سے آواز نکلتی اس سے سٹ کر بیٹھے ہوئے سائے نے ایک ہاتھ سے اس کا منہ بند کر دیا۔

رام رتی اس ہاتھ کے لمس کو پہچان گئی اور اس کی خوشبو پاکر خوش ہو کر اس سے لپٹ گئی۔ ماتاپرساد اسے لے کر چپکے سے گھر کے باہر بیلوں کی ناند کے پاس چرنی میں لے کر چلا گیا اور وہیں دونوں بانس کی کھٹیا پر بیٹھ کر دھیرے دھیرے باتیں کرنے لگے۔ رام رتی نے کہا بُرا کیا جو چلے آئے صبح ہوتے سب برس پڑیں گے مجھے کوسیں گے۔ آپ کو بُرا بھلا کہیں گے۔

کیا کروں رے۔ جب سب مزدور ہی نہیں آئے تو میں اکیلا جا کر وہاں کیا کرتا۔ ماتاپرساد نے کہا۔

رام رتی ماتاپرساد کی چھاتی سے لگی سمٹی پڑی رہی دن بھر کے تھکے ہوئے جسم کو سکون ملا تو بہت جلد نیند کی وادی میں اترتی چلی گئی۔

جب وہ خرّاٹے لینے لگی تو ماتا نے اسے وہیں چھوڑ کر خود دبے پاؤں کوٹھری میں گیا اور چادر اوڑھ

(آگے ص ۲۸ پر)

درد بھری ایک صبح

ابوالکلام عزیزی

پورے گھر میں کہرام مچا ہوا تھا۔ منّا دو دنوں سے غائب تھا۔

صوفیہ پلنگ پر لیٹی، ہچکیاں لے لے کر رو رہی تھی۔ آنسوؤں کا آبشار تھا کہ رُکنا ہی نہیں تھا، بغل میں بیٹھا گڈّو جس کی عمر دو سال ہوگی، اپنی ماں کو بڑے غور سے دیکھ رہا تھا۔ اس کے چہرے پر حیرانی اور اُداسی کی جھلک عیاں تھی۔ پھر یکا یک وہ بھی پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا صوفیہ نے اٹھ کر گڈّو کو گود میں لے لیا اور اُسے اپنے سینے سے بھینچ کر پیار کرنے لگی۔ پیار کے ساگر میں ڈوب کر اس کے چہرے پر بشاشت کی لہر دوڑنے لگی، ماں کی گود سے اُتر کر وہ کھیلنے لگا، کمرے کے باہر برآمدے میں تخت پر اس کی دادی غم اور اداسی کا مجسمہ بنی خلاؤں کو گھور رہی تھی۔ گڈّو اپنی دادی سے بہت مانوس تھا جب وہ اس کے قریب گیا تو وہاں بھی اُس نے دادی کو روتے دیکھا۔ وہ اُسے غور سے دیکھنے لگا جیسے سوال کر رہا ہو۔

”کیوں دادی، آج مجھے پیار نہیں کرتیں، مجھے گود میں لے کر لوریاں نہیں سُناتیں؟“

گڈّو کو قریب دیکھ کر اچانک جیسے اس کو ہوش آگیا اور لپک کر گود میں اٹھا لیا۔

”جگ جگ جیو میرے لال! تمہیں میری عمر لگ جائے۔ یا خدا میرے منّے کو سلامت رکھیو، میرا منّا جہاں بھی ہو سلامت ہو اور جلد واپس آجائے۔“ پھر اُس نے صوفیہ کو آواز دی۔

”بیٹی کیا ابھی تک وسیم گھر نہیں آیا؟“

”نہیں ماں،“ صوفیہ نے دھیرے سے جواب دیا۔

”بے چارا کس قدر پریشان ہے۔ کچھ کھایا پیا بھی نہیں، بیٹی تو ذرا جا کر اس کے لئے کچھ تیار کر دے، خدا نے چاہا تو منّا بھی وسیم کے ساتھ ہی آجائے گا۔“

صوفیہ پلّو سے آنکھیں پونچھتی ہوئی باورچی خانہ چلی گئی۔

رات ہو چکی تھی۔ آسمان نے سیاہ چادر اوڑھ لی تھی۔ فضا خاموش، اور راہیں سنسان ہو چکی تھیں۔ ویسے بھی یہ علاقہ بہت کنارے آباد تھا۔ اور یہاں دور تک آفیسر کوارٹرز کا سلسلہ تھا۔ رات ہوتے ہی سب اپنے اپنے دروازے بند کر لیتے۔ آئے دن چوری اور ڈکیتی کے واقعات نے لوگوں کو اور بھی ہراساں کر دیا تھا۔ وسیم کو یہاں آئے ہوئے زیادہ دن نہیں ہوئے تھے۔ دوسرے کوارٹر کے لوگوں سے اتنی جان پہچان بھی نہیں ہوئی تھی، لوگوں نے بتایا تھا کہ یہاں بہت محتاط رہنے کی ضرورت ہے اور بچّوں کو زیادہ دیر باہر نہیں رہنے دینا چاہیے۔ کیونکہ یہاں اکثر بچّوں کا اغوا بھی ہو جایا کرتا ہے۔ لیکن وسیم کو کیا پتہ تھا کہ یہاں آتے ہی اس کے بچّے کا اغوا ہو جائے گا۔ اُس نے ایک ہفتہ پہلے اپنے چار سالہ منّا کا داخلہ ایک نرسری اسکول میں کرا دیا تھا۔ یہ اسکول اس کے کوارٹر سے زیادہ دور نہیں تھا، پھر بھی اس نے اس کے لئے رکشہ ٹھیک کر رکھا تھا، وہ ہر روز اسی سے آتا جاتا تھا، مگر پرسوں جب زیادہ دیر ہوگئی تو وہ خود ہی اسکول چلا گیا، وہاں منّے کا کوئی پتہ نہیں تھا، ایک لڑکے نے بتایا کہ اس کا رکشہ نہیں آیا تھا وہ سڑک پر کھڑا اور رہا تھا۔

اتنے میں ایک آدمی وہاں پہنچا اور اس نے گڈّو کو گود میں اٹھا لیا اور کہا کہ چلو میں تمہیں گھر پہنچا دیتا ہوں۔ اُس نے اسے مٹھائی بھی دی تھی۔ یہ اطلاع ملتے ہی وسیم پر جیسے سکتہ طاری ہوگیا۔ اُس نے قریبی تھانے میں رپورٹ درج کرائی اور خود شہر کی خاک چھانتا رہا۔ ریلوے اسٹیشن، بس اسٹینڈ اور ہر ایسی جگہوں پر جہاں شبہ تھا دیکھ آیا مگر منّے کا کہیں پتہ نہیں چل سکا۔

آج بھی وہ آفس سے چھٹی لے کر سویرے سے منّے کی تلاش میں نکلا ہوا تھا مگر خالی ہاتھ گھر لوٹا۔ اس نے دستک دی تو صوفیہ دوڑتی ہوئی دروازہ کھولنے آئی، مگر وسیم کو اکیلا دیکھ کر چیخ کر رونے لگی اور اس کا گریبان پکڑ کر جھول گئی، وسیم نے سہارا دے کر اُسے اوپر اٹھایا۔

”کیا ہوا میرے بچّے کا؟“ اُس نے چلّا کر وسیم سے سوال کیا۔

وسیم خاموش رہا۔ پھر اُس نے کہا۔

”ذرا صبر سے کام لو خدا نے چاہا تو بہت جلد منّا واپس آجائے گا، میں نے پولیس کو خبر کر دی ہے اور وہ حرکت میں ہے۔“

”دو دن ہوگئے اور اب تک میرے لال کی کوئی خبر نہیں مل سکی پتہ نہیں وہ کہاں اور کس حال میں ہے۔ کیا پتہ تھا کہ اِس شہر میں تبادلہ ہوتے ہی ہم پر یہ آفت ٹوٹ پڑے گی۔ میں کہتی ہوں کہ یہاں سے اپنا تبادلہ جلد سے جلد کرا لیجئے۔ یہ شہر ہم لوگوں کے لئے بہت ہی منحوس ثابت ہوا۔“ صوفیہ نے رو رو کر وسیم سے کہا۔

”صوفیہ! یہ سب تو وہم کی باتیں ہیں۔ کیا پتہ کہ دوسری جگہ اس سے بھی زیادہ بُری ثابت ہو۔“ وسیم نے سمجھایا۔

”اب اس سے زیادہ بُرا ہمارے لئے کیا ہوگا کہ میرا منّا.....“ صوفیہ کی آواز گلے میں پھنس کر رہ گئی۔

”تم ٹھیک کہتی ہو، اس سے زیادہ برا کیا ہوگا۔“ وسیم نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

”آپ نے صبح سے کچھ نہیں کھایا ہے، کھا لیجئے۔“

وسیم ہاتھ منھ دھو کر کھانا زہر مار کرتا رہا۔ پھر اس نے صوفیہ سے کہا۔

”تم نے بھی تو کچھ نہیں کھایا ہوگا۔ آؤ میرے ساتھ کھا لو۔“

”نہیں آپ کھائیے، مجھے بھوک نہیں ہے۔“

”بھوک تو مجھے بھی نہیں ہے، اس پریشانی نے سب کا بُرا حال کر دیا ہے۔“

وسیم کے اصرار پر صوفیہ نے بھی تھوڑا سا کھا لیا۔

رات آنکھوں ہی آنکھوں میں کٹ گئی۔ طرح طرح کے خیالات اور وسوسوں نے نیند حرام کر دی تھی۔ صبح ہوتے ہی وسیم منّے کی تلاش میں پھر نکل پڑا۔ دن بھر کی سرگردانی کے بعد رات کو پھر اکیلا ہی واپس آیا۔ ہفتوں یہی سلسلہ لگا رہا۔ مسلسل پریشانیوں اور دوڑ دھوپ نے اس کی کمر توڑ دی تھی۔ جوں جوں امید کا چراغ جھلملا رہا تھا دل کی بے کلی اور کلیجے کی ہُوک بڑھتی جا رہی تھی۔ اِن زخمی لمحات میں گڈّو ہی تسکین کا سہارا رہ گیا تھا۔

— اور ایک سال گذر جانے پر بھی منّے کا کوئی سُراغ نہیں مل سکا۔ گھائل ممتا کے لئے وقت کا مرہم اپنا کام کر رہا تھا۔ اِس اُجڑے چمن میں گڈّو کی ہریالی نے کچھ سجایا ورنہ میاں بیوی گھُل گھُل کے زندہ درگور ہو جاتے۔

انھیں اس شہر میں آئے چھ سال گذر چکے تھے۔ اب

وہ لوگ یہاں کی زندگی اور ماحول سے مانوس ہو چلے تھے۔ دوسرے کوارٹرز کے لوگوں سے جان پہچان بڑھ چکی تھی شادی بیاہ اور دوسرے موقعوں پر اکثر آنا جانا ہوتا۔ گڈو کی سالگرہ کے موقع پر کافی دھوم دھام ہوتی اور ڈھیر سارے تحائف جمع ہو جاتے۔ گڈو اب آٹھ سال کا ہو چکا تھا۔ وہ تحفے دیکھ کر خوشی سے پھولے نہیں سماتا۔ اس کے دوست احباب اس کی سالگرہ کے موقع پر خوب خوشیاں مناتے اور دھوم مچاتے۔

ایک دن وسیم نے صوفیہ کو اطلاع دی کہ اس کا تبادلہ بمبئی ہو گیا ہے اور جلد ہی ہم لوگ یہاں سے بمبئی چلے جائیں گے۔

صوفیہ کے ذہن میں پچھلا واقعہ جیسے بجلی بن کر گونج اٹھا اور رونے لگی۔

"نہیں نہیں اب ہم یہاں سے کہیں نہیں جائیں گے۔ میں گڈو کو ہرگز کھونے نہیں دوں گی۔"

"صوفیہ یہ تم کیسی بدشگونی کی باتیں کرتی ہو جب تبادلہ ہو گیا ہے تو جانا ہی پڑے گا۔"

"جب اس شہر میں آئی تو منا کھو گیا، گڈو نے ہمیں جینے کا حوصلہ دیا اب جب کہ ہم لوگ یہاں کی زندگی اور ماحول سے مانوس ہو چکے تو ٹرانسفر ہو گیا۔ نہ جانے کیوں میرے دل پر یہ خوف مسلط ہو چکا ہے کہ تبادلہ ہمیں کبھی راس نہیں آئے گا۔"

"صوفیہ یہ سب اُلٹے خیالات دل سے نکال دو ہم مجبور ہیں اور یہاں وقت سے زیادہ رہ چکے ہیں اس لئے ٹرانسفر کو ٹالنا ممکن نہیں۔ پھر بمبئی اچھی جگہ ہے۔ وہاں ہم لوگ سیٹ کر جائیں گے۔"

صوفیہ وسیم کے سمجھانے سے مطمئن نہ ہو سکی اس کے چہرے پر کرب کی لکیریں برقرار رہیں۔

دوسرے دن وسیم بمبئی جانے کی تیاریوں میں مصروف تھا۔ سامان اکٹھا ہو رہا تھا۔ وزنی سامانوں کو ریلوے سے بک کرانا تھا۔ صوفیہ بھی بادلِ نخواستہ وسیم کا ہاتھ بٹا رہی تھی۔ گڈو بہت خوش تھا۔ اُس کو خوش دیکھ کر صوفیہ نے اطمینان کی سانس لی۔

وسیم کو بمبئی میں بھی کوارٹر مل گیا تھا۔ یہاں کی فضا صوفیہ کو پسند آئی اور ماحول بھی اچھا لگا۔ بڑی رونق اور چہل پہل تھی۔ حدِ نگاہ تک بڑے قرینے اور سلیقے سے کوارٹروں کا سلسلہ تھا۔ وسیم نے صوفیہ سے پوچھا۔

"کیسی لگی تم کو یہ جگہ؟"

"پہلے سے اچھی ہے، وہاں تو شام ہوتے ہی سناٹا چھا جاتا تھا۔ جبکہ یہاں کافی رات تک چہل پہل رہتی ہے۔"

"مجھے بھی بمبئی بہت پسند آیا۔ اب ذرا اطمینان ہو تو شہر گھوم لیں گے۔"

"گڈو کا داخلہ بھی کرانا ہے کوئی اچھا سا اسکول دیکھ کر ایڈمیشن کروا دیں۔" اور اس کے ساتھ ہی صوفیہ کے دل کو ایک ہلکا سا دھچکا لگا۔ بچھو کے ڈنک جیسا کوئی احساس اس کو چھو گیا۔

"ہاں بھئی ہاں! کل ہی کسی اسکول کا پتہ چلاتا ہوں۔"

دوسرے دن وسیم اسکول کا پتہ لگانے نکلا۔ وہ بھنڈی بازار سے گذر رہا تھا کہ سڑک پار کرتے ہوئے اس کی نظر ایک بھکاری لڑکے پر پڑی جس کی دونوں آنکھوں کے دیدے غائب تھے اور ان کی جگہ دو گڈھے تھے، ہاتھ میں ٹیڑھا میڑھا المونیم کا ایک پیالہ تھا۔ اس کے کپڑے بوسیدہ اور جا بجا پھٹے ہوئے تھے۔ وہ صدائیں لگا رہا تھا۔

"دے اللہ کے نام پر خدا بھلا کرے گا۔"

وسیم پھٹی پھٹی آنکھوں سے اُسے دیکھنے لگا۔ اپنے جسم میں ایک جھرجھری سی محسوس کی اور دماغ میں ہلچل ہونے لگی، پھر اپنے ذہن سے ان وسوسوں کو جھٹک کر آگے بڑھ گیا۔ مگر ایک نامعلوم سی خلش اس کے دل پر وار کرتی رہی۔ وہ گھر آیا تو پریشان رہا اور اس کے ذہن میں اس بھکاری بچے کی صدائیں گونجتی رہیں۔

کچھ دنوں بعد جب وہ اسی راہ سے گذر رہا تھا تو پھر اسی بچے کی صدا اس کے کان میں پڑی، اس کے قدم یکایک رُک گئے۔ آگے بڑھ کر اس سے کچھ پوچھنا چاہا مگر ایک انجانا سا خوف اس کے دل پر طاری ہو گیا۔ اسی کشمکش میں تھا کہ وہ بچہ بھیڑ میں گم ہو گیا۔ وہ کچھ دیر رُکا اور پھر آگے بڑھ گیا۔ لیکن اس کی صدائیں مستقل اس کا پیچھا کرتی رہیں۔ اور اسے ایسا محسوس ہوا جیسے یہ صدائیں اس کے وجود کو چھلنی کر رہی ہیں۔ وہ بے چین ہو گیا۔ اُسے کچھ یاد آنے لگا تھا۔ مگر وہ یاد کرنا نہیں چاہتا تھا۔

صوفیہ اس کی پریشانی کو محسوس کر رہی تھی اور ایک دن اُس نے سوال کر ہی دیا۔

"ان دنوں آپ بہت پریشان دکھائی دیتے ہیں خیر تو ہے؟"

وسیم نے جب صوفیہ کو پوری بات بتائی تو وہ خوف و مسرت کے ملے جلے جذبے سے بے چین ہو گئی اور اسی دن اس نے بچے کو دیکھنے کی خواہش ظاہر کی۔

جب دونوں اس جگہ پہنچے تو وہ بچہ وہاں نہیں تھا۔ رات کافی ہو چکی تھی۔ ٹریفک کم تھی۔ اکّا دکّا لوگ نظر آ رہے تھے۔ ایک گلی سے ہوتے ہوئے جب دونوں آگے بڑھے تو انہوں نے دو ہٹے کٹے نوجوانوں کو اس بچے کے قریب دیکھا جو اس سے پیسے وصول کر رہے تھے، وسیم کو سارا ماجرا سمجھ میں آ گیا لیکن موقع کی نزاکت کو سمجھتے ہوئے اُسے چھیڑنا مناسب نہیں سمجھا۔ صوفیہ تو [illegible] ہو رہی تھی مگر وسیم نے اسے سمجھا [illegible] روشنی میں بچے کا چہرہ صاف دکھائی نہیں دے رہا تھا اس لئے صوفیہ اُسے شناخت نہیں کر سکی۔

صبح سویرے وہ دونوں پھر اسی جگہ پہنچے۔ بچے کو وہاں موجود نہ پا کر ایک پان کی دکان پر گئے اور دوکاندار سے اس کے متعلق پوچھا۔

دوکاندار نے پان لگاتے ہوئے کہا۔

"کیا اُس اندھے بھکاری لڑکے کے بارے میں پوچھنا چاہتے ہیں؟"

"ہاں ہاں وہی،" دونوں نے بیک زبان کہا۔ اور اس کے ساتھ ہی دوکاندار کے چہرے پر ایک اُداسی کی جھلک نمودار ہوئی اور اس کا ہاتھ رُک گیا۔

"ہاں صاحب رات وہ اسی سڑک کو پار کر رہا تھا کہ ایک ٹرک......"

ابھی وہ اتنا ہی کہہ پایا تھا کہ صوفیہ کی چیخ نکل گئی ممتا کا سراپا اس کی آنکھوں میں جھلملانے لگا اور پھر وسیم کے کاندھے پر اپنا سر ٹیک کر سسک سسک کر رونے لگی۔ دوکاندار حیرت سے اس منظر کو دیکھ رہا تھا۔

(پٹنہ سے نشر)

ابوالکلام عزیزی
بہار اردو اکادمی۔ پٹنہ ۸۰۰۰۰۱

بقیہ: دھواں بھرا گھر

چارپائی پر سمٹ کر سو گیا۔ اس کے بعد پھر صبح صبح ایک کہرام مچا ہوا تھا۔

لوگوں کی زبان پر تھا کہ رام رتی نے سوتے میں اپنے پتی پر مٹی کا تیل چھڑک کر مار ڈالا ظالم نے آگ لگانے کے بعد باہر سے دروازے کی کنڈی چڑھا دی تھی۔ ارے باپ رے ---- اور خود باہر اپنے کسی یار کے ساتھ چرنی میں سوتی ہوئی ملی۔

رام رتی سب سُن رہی تھی خاموش تھی۔ پولیس کی خبر سُن کر جب سناٹا چھایا تو ساس اور کٹولی والی موسی کے چہرے خوف سے کالے پڑ گئے موسی جلدی سے اٹھیں اور پلّے سے بندھی ہوئی اپنی گٹھری سر پر رکھ کر بولیں مجھے کٹولی فوراً جانا ہے مردوں کو خبر دینی ہے اور ان کی طبیعت بھی خراب ہے چار دن سے کھانسی آ رہی ہے۔ موسی کو جاتے ہوئے دیکھ کر ماں کے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگیں اور بڑی بے چارگی سے ان کی طرف دیکھا --- رام رتی کو کڑی مل گئی تھی اس نے تہہ سے اوپر ابھارا اور ایک جھٹکے سے کھڑی ہوئی دوڑ کر آنگن میں گئی اور کٹولی والی موسی کی گٹھری چھین کر ہاتھ پکڑ کر اندر گھسیٹ لائی۔

سب حیرت زدہ تھے یہ کیا ہو رہا ہے۔ پہلی بار رام رتی نے منہ کھولا تھا بولی ارے موسی ٹھہریئے کہاں جا رہی ہیں آپ ابھی پولیس آ رہی ہے میری جوگت بنے گی وہ منظر بھی تو دیکھتی جایئے۔

(آکاشوانی لکھنؤ سے نشر)

قطب اللہ
قومی آواز۔ لکھنؤ۔

افسانہ

عجیب بات ہے

ظفر ہاشمی

تینوں سبز پوشش گردن جھکائے بڑی دیر سے چپ چاپ بیٹھے تھے۔ آخر کار ان میں سے ایک نے خاموشی توڑی۔

"عجیب بات ہے۔"

دوسرے نے اپنی گردن موڑتے ہوئے اسے سوالیہ نگاہوں سے دیکھا پھر پوچھا۔

"کیا عجیب بات ہے؟"

اس پر پہلا بولا۔

"عجیب بات یہ ہے کہ پورے شہر میں قیامت بپا ہے، جدھر دیکھو قتل و غارت گری، آتش زدگی، لوٹ مار اور وہ سب کچھ جو تہذیب و انسانیت کی نفی ہے، جاری ہے مگر عجیب بات یہ ہے کہ کوئی نہیں جانتا کہ کون کس کو مار رہا ہے، کس کی املاک لوٹی جا رہی ہے اور کیوں اور لٹیرا کون ہے، گھر کس کا جل رہا ہے اور جلانے والا کون ہے۔"

پہلے کی بات سن کر تیسرے نے کہا

"یہ سوال تو میرے دل میں بھی تھا۔"

اس پر پہلے نے تیسرے کو خفگی سے دیکھا "تمہارے دل میں تو سوال ہی سوال ہوتا ہے مگر جواب ایک بھی نہیں ہوتا۔ بتاؤ یہ ہنگامہ کون کر رہا ہے؟"

تیسرے کو جواب نہ ذہن پڑا تو وہ سر کھجلانے لگا۔ اس پر دوسرا بولا۔

"بات واقعی عجیب ہے۔ ہمیں اب اندازہ ہوا کہ کسی کو پتہ ہی نہیں کہ کون کس کا دشمن ہے اور کیوں ہے؟"

اتنی بات ہو چکی تو تینوں پر خاموش ہو گئے اور بڑی دیر تک سر نہوڑائے اپنے دل کی دھڑکنیں سنتے رہے۔ اسی اثنا میں ایک دھماکہ ہوا تو تینوں نے چونک کر اپنی اپنی گردنیں اٹھائیں۔

"یہ آواز کیسی ہے؟" تیسرے نے پوچھا۔

اس پر دوسرے نے اسے جھڑک دیا۔

"اتنے دنوں سے یہ آوازیں سن رہے ہو پھر بھی پوچھتے ہو کہ یہ آواز کیسی ہے۔"

"تو یہ وہی آوازیں ہیں جن کے سننے کے ہمارے کان عادی ہو چکے ہیں۔" تیسرے نے گویا سمجھتے ہوئے کہا۔

"اور کیا۔"

"مگر یہ شور۔" تیسرے نے پھر پوچھا

باقی دونوں نے بھی کان کھڑے کر لیے۔

"شاید گھر جلائے جا رہے ہیں اور انسان مارے جا رہے ہیں۔" پہلے نے اپنے خیال کا اظہار کیا۔ "یہ آوازیں بھی مانوس ہوتی جا رہی ہیں۔"

"ہم جو اتنے دنوں سے سن رہے ہیں اجنبیت جاتی رہی ہے۔" دوسرے نے پہلے کی ہاں میں ہاں ملائی ——

"مگر کون کس کا گھر جلا رہا ہے۔" اس نے پوچھا۔ اس پر پہلا بولا۔

"یہی بات تو عجیب ہے۔"

اتنا کہہ کر اس نے گھور کر تیسرے کو دیکھا جو ڈر کے مارے کانپ رہا تھا۔

"لیکن تو کیوں مرا جا رہا ہے۔" اس نے تیسرے کو ڈانٹا۔ اس پر تیسرے نے منمناتے ہوئے کہا۔

"آج یہ آوازیں قریب سے آ رہی ہیں۔ مجھے ڈر ہے کہ کہیں یہ ہماری بغلوں سے نہ آنے لگیں۔"

"مگر ہمیں کس کا ڈر۔" دوسرا پُر اعتماد لہجہ میں بولا —— "سامنے والے سرخ پوشوں سے تو ہمارے گہرے مراسم ہیں۔ صدیوں سے ان کے پرکھوں نے ہمارے اجداد کی پلیٹوں میں ایک ساتھ کھانا کھایا ہے اور ہم نے ان کی بہو بیٹیوں کے آنچلوں کی نگہبانی کی ہے۔ پھر ہمیں اپنی بغلوں سے ڈر کیسا۔"

"لیکن جہاں سے آوازیں آ رہی ہیں کیا وہ لوگ تاریخ سے نابلد ہیں۔" تیسرے نے بڑی تلخی سے پوچھا۔

"پتہ نہیں۔" دوسرا کچھ سا ہو کر رہ گیا جیسے غبارے سے ہوا نکل گئی ہو۔ اس پر پہلا بڑبڑایا "عجیب بات ہے۔"

تیسرے نے پہلے کو غور سے دیکھا۔ بولا

"اور اسی لیے مجھے اپنی بغلوں سے خوف محسوس ہونے لگا ہے کہ کہیں ان میں سے خنجر نہ نکل آئے یا آتشیں گولے نہ برآمد ہو جائیں۔ اب وقت آ گیا ہے کہ ہمیں اپنے آپ سے ڈرنا چاہئے کیونکہ پتہ نہیں کب ہم اپنے آپ کو قتل کر دیں یا اپنی ماں بہنوں کی عزت لوٹ لیں۔"

تیسرے کی بات سن کر دوسرے کا لہجہ دوبارہ سخت ہو گیا۔

"تم بزدل ہو اور اتنا ہی نہیں، تم انسانی قدروں کے منکر بھی ہو۔"

"یہ سچ ہے کہ میرا اعتماد متزلزل ہو گیا ہے۔" تیسرے نے دوسرے کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا ۔"لیکن تمہیں اپنی بغلوں پر واقعی بھروسہ ہے؟"

تیسرے کا سوال دوسرے کے سینے میں پیوست ہو گیا اور اس کے ہونٹ ایک دوسرے سے چپک گئے۔ شاید وہ ہاں اور نا کے درمیان مصلوب ہو گیا تھا۔ اس پر پہلا پھر بڑبڑایا۔

"عجیب بات ہے۔"

اس کے بعد تینوں اپنی اپنی سوچوں کے قیدی بن گئے۔

دور سے بچاؤ، مارو، جلاؤ کی آوازیں ایک ساتھ آتی رہیں۔ فضا دھماکوں سے دہلتی رہی اور آگ کے شعلے لپکتے رہے۔ دھوئیں کے مرغولے اوپر ہی اوپر اٹھ کر ستاروں کی آنکھیں بند کرتے رہے۔ اس وقت "ٹھائیں" کی آواز آئی۔

تینوں نے چونک کر اپنی جھکی ہوئی گردنیں اوپر اٹھائیں۔

"یہ آواز تو بہت قریب سے آئی ہے۔" تیسرا گھبرا کر کھڑا ہو گیا اور دوسرے پر نظریں جماتے ہوئے تلخی سے بولا۔

"شاید سرخ پوشوں نے اس پلیٹ میں سوراخ کر دیا جس میں ان کے پرکھوں نے ہمارے اجداد کے ساتھ کھانا کھاتے ہوئے حسین شامیں گزاری تھیں۔"

"مگر یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے۔ مجھے تو اب بھی یقین نہیں آتا ——" دوسرے کے لہجے میں گھبراہٹ کے ساتھ ساتھ حیرت بھی تھی۔

"تمہیں تو مرنے کے بعد بھی اپنی موت کا یقین نہ ہو گا۔" تیسرے نے نفرت سے کہا۔

"میں کیسے یقین کر لوں کہ سرخ پوشوں نے حملہ ...."

اسی وقت بندوقوں کے دھڑا دھڑ چھوٹنے کی آواز بالکل پاس سے آنے لگی تو دوسرے کی آواز اندر ہی اندر گھٹ کر مر گئی۔

تیسرا چلّایا۔

"بھاگو۔ سرخ پوشوں نے حملہ کر دیا۔"

تمام گھروں کے دروازے کھٹاکھٹ بند ہونے لگے اور تھوڑی ہی دیر میں ان میں سے دھواں اور شعلے ساتھ ساتھ اٹھنے لگے۔ کچھ بلندی تک دونوں کا ساتھ رہا پھر دھوئیں نے اوپر اٹھ کر ساتوں آسمانوں کے دروازوں کو بند کر دیا اور ان کا رشتہ زمین سے منقطع کر دیا —— جلتے ہوئے مکانوں، سامانوں اور املاک کی چٹاخ چٹاخ اور بھنتے ہوئے جسموں کی چرچراہٹ، چیختے چلاتے اور بلبلاتے ہوئے انسانوں کی وحشت ناک فریادیں زمین پر ہی گونجتی رہ گئیں اوپر جا ہی نہ سکیں اور جب جلے ہوئے گوشت کی چراند سے ہوائیں اچھی طرح بوجھل ہو گئیں اور مکانوں کی حدیں ٹوٹ گئیں، آسمانوں میں دھواں تحلیل ہوتے

زراعت و سائنس
خصوصی صفحہ

تحریر و ترتیب : عزیز انصاری

الو کی قدر

پرندوں میں الو ایک ایسا پرندہ ہے جس بیچارے کی کبھی قدر نہیں ہوئی۔ لیکن دن سبھی کے بدلتے ہیں۔ آج کل اُلو کی بھی قدر ہونے لگی ہے۔ میں بات ہندوستان کی نہیں ملیشیا کی کر رہا ہوں۔ یہاں آئل پام (تیل تاڑ) کے باغات میں خاص طور سے الو بسائے جا رہے ہیں۔ ان باغات میں الوؤں کا خیر مقدم اس لیے کیا جا رہا ہے کہ یہ یہاں آباد ہوں اور ان باغات میں پائے جانے والے چوہوں کا خاتمہ کریں۔ ملیشیا میں الوؤں کی آبادی ذرا کم ہے اس لیے انھیں تھائی لینڈ، انڈونیشیا اور جاوا سے بلوایا جا رہا ہے۔ یہی نہیں ان کی حفاظت اور تندرستی کی دیکھ بھال کرنے کے لیے ان ممالک سے الوؤں کے سائنسداں بھی ملیشیا بلوائے جا رہے ہیں۔ ملیشیا کے باغات کے مالکوں کا کہنا ہے کہ جتنے زیادہ الو ہوں گے باغوں میں چوہے اتنے ہی کم ہوں گے۔

فصلوں کے دشمن

فصلوں کے دشمن صرف چوہے ہی نہیں کیڑے مکوڑے بھی ہیں۔ ہمارے ملک میں لگ بھگ پانچ سو کروڑ روپے کی فصل ان کیڑے مکوڑوں کی وجہ سے ہر سال برباد ہو جاتی ہے انھیں مارنے والی کئی دوائیں ہیں لیکن ان کے استعمال سے نہ صرف خرچ زیادہ ہوتا ہے بلکہ انسانی زندگی کو خطرہ بھی پیدا ہو جاتا ہے۔ اس لیے نہ صرف ہندوستان بلکہ دنیا کے دیگر ممالک میں بھی سائنسداں اس تحقیق میں لگے ہوئے ہیں کہ کس طرح قدرتی طریقوں سے ہی ان کیڑے مکوڑوں کو ختم کیا جائے۔

امریکہ میں اس کام کے لیے مکڑیوں کا استعمال کیا جا رہا ہے۔ چین کی مختلف اقسام سے قریب ۱۳۰ قسم کی مکڑیاں اکٹھا کی گئی ہیں۔ یہ مکڑیاں باغوں میں کیڑے مکوڑوں کو اپنے جال میں پھنسا کر مار ڈالتی ہیں۔ کپاس کی فصل کے کیڑوں کو بھی یہ مکڑیاں ختم کر دیتی ہیں۔

اب صرف باغوں میں نہیں گھروں میں بھی مکڑیاں اور چھپکلیاں پالنے کا رواج چل پڑا ہے۔ پچھلے دنوں ہزاروں کی تعداد میں چین سے انھیں فرانس بھیجا گیا۔ اب ولایت میں فیشن پرست عورتیں بڑی بڑی مکڑیوں اور چتکبری چھپکلیوں میں زیادہ دلچسپی لے رہی ہیں۔ مینڈک، جھینگا اور بندروں کا استعمال تو تحقیق کے لیے ہو ہی رہا تھا۔ اب مکڑیوں اور چھپکلیوں کو پال کر انھیں ولایت بھیجا جا سکتا ہے اور ہزاروں ڈالر کمائے جا سکتے ہیں۔

لگا اور چھتوں کے بڑے بڑے سوراخوں سے آسمان نظر آنے لگا اور کہیں کہیں ستارے بھی ڈرے سہمے دکھائی دینے لگے اور آتش کدہ ٹھنڈا ہونے لگا۔ تو پہلے نے اپنی قبر سے جھانک کر آواز دی۔

"ارے کوئی ہے۔"

دوسرا اپنی پناہ گاہ سے اٹھا "میں یہاں ہوں"

تیسرا بھی بول پڑا "میں بھی تمہارے پاس ہوں گو کہ معدوم ہوں۔"

پہلا اپنی قبر سے باہر نکل آیا اور ان دونوں کو مخاطب کرتے ہوئے بولا۔

"چلو اچھا ہوا کہ ہم تینوں بچ گئے کہ تاریخ میں ایک حیرت ناک باب کا اضافہ ہو سکے کہ ہماری رہائش گاہوں پر جن کے چھجوں پر سفید کبوتر رہا کرتے تھے جن لوگوں نے حملہ کیا تھا وہ سرخ پوش نہ تھے۔ وہ تو اپنی پناہ گاہوں میں مشرق کی طرف منہ کر کے امن کی دعائیں مانگ رہے تھے۔"

"پھر وہ کون لوگ تھے؟" دوسرے اور تیسرے نے اپنی پناہ گاہوں سے نکلتے ہوئے ایک ساتھ پوچھا۔

"وہ خاک پوش تھے۔" پہلے نے بتایا۔

اس انکشاف پر وہ دونوں سناٹے میں آگئے۔ ان کی سٹی ہی گم ہو گئی۔ چند لمحوں تک وہ تینوں اپنی اپنی جگہوں پر ساکت کھڑے رہے۔ پھر پہلا بولا

"اب چلو اپنے گھروں کی راکھ کریدیں۔ اگر کچھ ہڈیاں بچ گئی ہوں تو انھیں احترام کے ساتھ دفن کر دیں اور داہنے بازوؤں پر زیتون کے تیل کی مالش کریں کہ ہم نے [illegible] ہوں سے بازوؤں کو فصل کھاتے ہوئے دیکھ لیا ہے اور اب ہمیں بات عجیب نہیں لگتی۔ (اُردو مجلس آکاشوانی احمد آباد سے نشر)

ظفر ہاشمی مینیجنگ ایڈیٹر گل بو'
۱۶۹/۲۰ جی - ایچ - بی کالونی - شاہ عالم - احمد آباد ۲۸ ۰۰۲۸ ۳۸

آپ کی رائے

۱۷ ستمبر ۸۵ء کا شمارہ ملا۔ یوم عاشورہ پر مضمون اچھا ہے۔ محترمہ رفیعہ منظور الامین کا افسانہ "چادر" بہت جاندار ہے مگر یہ افسانہ پہلے ہی کسی میگزین میں چھپ چکا ہے۔ شوکت حیات صاحب کا "کوّا" علامتی افسانہ ہے اور ہجرت کے کرب کو پوری طرح قارئین تک پہونچاتا ہے۔ اسی طرح کے افسانے "آواز" کے معیار کو بڑھا سکتے ہیں۔ شمع فروزاں کی کمی بہت زیادہ محسوس ہوتی ہے۔ "اردو مرثیہ اور ہندوستانی رسم و رواج" بہت جامع اور معلوماتی ہے۔ شاذ تمکنت پر کب تک خاص نمبر نکال رہے ہیں۔ آپ کی رائے کا ذکر فہرست میں کیوں نہیں ہوتا ہے۔؟ خالد پرویز شمسی
۲۵/۲۴ آگرہ - ۳

۱۶ سے ۳۰ ستمبر کا شمارہ پڑھا۔ اگر یہ کہا جائے کہ "آواز" کا یہ شمارہ بہت اچھا ہے تو یہ "آواز" کے ساتھ ناانصافی ہوگی۔ اس لئے کہ آواز کا ہر شمارہ بہت اچھا ہوتا ہے۔

یوم عاشورہ پر مضمون جہاں اصلیت سے روشناس کراتا ہے اور "حوالہ لکھی کیا ہے" اہم معلومات فراہم کراتا ہے وہیں رفیعہ منظور الامین کا افسانہ چادر پڑھنے کے بعد یہ احساس ہوتا ہے کہ ادیب صرف لیبل (LABEL) بدل کر پرانا مال سپلائی کرتے رہتے ہیں۔ اس سے پہلے بھی ان کا افسانہ بیسویں صدی کے سالنامہ ماہ جنوری ۱۹۸۴ء جلد نمبر ۴۸ شمارہ نمبر ا میں "سودا" کے نام سے شائع ہو چکا ہے جس کا صرف عنوان بدل کر آواز کے اس شمارہ میں شائع ہوا۔ میری اپنی رائے میں اس افسانہ کا عنوان "سودا" "چادر" سے بہت اچھا ہے۔

اعظم عباس شکیل کے دو شعر بہت پسند آئے

برستی دھوپ میں وہ اک ابر آوارہ
ہماری بھول اسے سائباں سمجھتے تھے
ہماری ماں نے دعا دی تھی ہاتھ اٹھا کے ہمیں
ہم اس دعا کو خدا کی اماں سمجھتے تھے

نیاز مند
وقار احمد۔ ہما کلاتھ ہاوس۔ کانٹھ (مراد آباد)

مکرمی تسلیم

۱۶ ا سے ۲۰ ستمبر کا شمارہ ملا۔ بیحد خوشی ہوئی۔ رق پلٹتے ہی " اس بار اردو سروس سے غزلیں " دیکھنے اور ایک ہی سانس میں پڑھ گیا۔ واجدہ تبسم اور تمکنت کی غزلیں بیحد پسند آئی۔ اتنی اچھی غزلیں کرنے پر ہماری طرف سے مبارک باد قبول فرمایئے۔

آپ سے گذارش ہے کہ اردو سروس سے نشر ے والے پروگرام زیادہ سے زیادہ شائع کریں چونکہ سروس وہ واحد نشریاتی ادارہ ہے جہاں سے نہ ف ہندوستان میں بلکہ پورے برصغیر میں پروگرام جاتے ہیں۔ اور پسند کیئے جاتے ہیں۔ اگر آپ ہر ے میں شمع فروزاں جیسا مقبول پروگرام کوجگہ دے تو اور بھی مزا آجائے۔

ایم۔ رشید خاں

ملا مسجد، چورو (راجستھان)

۱۶ ستمبر ۸۵ء کا آواز تلسی پور (گونڈہ) کے ایک اسٹال سے خرید کر اول تا آخر پڑھ گیا۔ مضامین دلچسپ معلوماتی ہیں۔ مضمون نگاروں اور شاعروں کو میرا مبارک باد۔

کاش ریڈیو اسٹیشنوں سے نشر شدہ تخلیقات علاوہ بھی کچھ باہری تخلیقات بھی آواز میں جگہ پاتے۔ سے جہاں ان کی خصوصاً نئے قلمکاروں کی حوصلہ افزائی ی وہیں ریڈیو اسٹیشن کو بھی ان قلمکاروں سے بط کا موقعہ فراہم ہوگا۔

آخر میں آپ کو اتنے اچھے رسالہ کی اشاعت کے مبارک باد پیش کرتے ہوئے۔

کامل انصاری جرنلسٹ

۱۳۴۔ علمی منزل نوسہرا

بلرامپور۔ ۲۷۱۲۰۱ (یوپی)

میں رسمی طور پر تعریف کا قائل نہیں لیکن حقدار کو س کا حق نہیں دینا سراسر ناانصافی ہوگی، شوکت حیات افسانے نے اس درجہ متاثر کیا کہ بے ساختہ انکو مبارکباد ینے کا دل چاہا، میں کوئی ناقد تو نہیں لیکن ایسی کوئی بھی خلیق جو دل کو چھو جائے جذبات کو جھنجھوڑ دے، اعصاب پر اثر انداز ہوجائے یقیناً اپنا مقام رکھتی ہے۔

حسنین قادری ادبرا

مرزا پور

" آواز " کا یکم ستمبر ۸۵ء کا شمارہ پیش نظر ہے۔ اس شمارے کا سرورق اتنا خوب صورت اور جاذب نظر ہے کہ لفظوں میں اس کے حسن کا اظہار شاید ممکن ہی نہیں ہے۔ " آواز " روز بروز زیادہ سے زیادہ معیاری اور مقبول ہوتا جارہا ہے، خدا کرے یہ رسالہ ترقی کرے اور بھی زینے طے کرے۔

اس شمارے میں شامل یوں تو ساری تخلیقات ہی معیاری ہیں لیکن مجھے سب سے زیادہ فخرالدین عارفی کا افسانہ " تھکن " پسند آیا۔ اس افسانے کا موضوع بہت اہم اور آفاقی ہے۔ یہ کتنی تلخ حقیقت ہے کہ ایک طرف انسان ترقی کی انتہائی بلندیوں کو چھو رہا ہے تو دوسری طرف خوف اور ڈر کا یہ عالم ہے کہ ہر انسان آج سہما ہوا اور خوف زدہ دکھائی دیتا ہے۔ آج ہر طرف ہمیں موت اپنے سروں پر منڈلاتی ہوئی نظر آرہی ہے اور فنا کا احساس ہر لمحے ہمارے وجود کو ناگ بن کر ڈس رہا ہے۔ کاش فنا ہمارا مقدر نہیں ہوتا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کاش ہر لمحے موت کا سایہ ہمارے تعاقب میں نہیں ہوتا تو انسان اور بھی ترقی کرتا اور تب دنیا کا نقشہ ہی کچھ اور ہوتا اور دنیا بہت حسین ہوتی۔

" آواز " کو وقت پر شائع کرنے کی کوشش کیجئے۔ ادھر کے شمارے کچھ تاخیر سے شائع ہونے لگے ہیں۔

نیاز مند

محمد نسیم احمد آفس اسسٹنٹ

انجمن ترقی اردو بہار

بالائی منزل، گورنمنٹ اردو

لائبریری، چوہٹہ، پٹنہ ۴

مکرمی آداب

۱۶ تا ۳۱ اگست کا " آواز " میرے سامنے موجود ہے اور اس کی تحریروں نے مجھے کچھ لکھنے پر اکسایا ہے اس لئے اپنی عادت کے مطابق سلسلہ وار عرض کر رہا ہوں۔

" قربانی " سید شاہ مولانا عزیز احمد حلیمی ابوالعلائی کا مضمون نصیحت آمیز اور لفظ " قربانی " کا کم سے کم لفظوں میں دلکش احاطہ کیا ہے۔ " عید قرباں کا پیغام " نصر قریشی صاحب نے محنت کیا ہے۔ اس لئے بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا ہے۔

بہ عنوان اقبال جہد و عمل اور سعیٔ پیہم کا پیامی میں محترم جناب حفیظ بنارسی صاحب نے بہت خوبصورت تحریر سے ہمیں نوازہ ہے۔ مختصراً جتنا بھی تعریف کی جائے کم ہے بلاشبہ اقبال بے مثال شاعر مفکر اور فلسفی ہے۔

سید تسنیم احمد کا (اردو مثنوی کے زوال کے سبب) معلوماتی مضمون لگا۔

کولار میں سونے کی کانیں کے تحت پی۔ ڈی۔ گپتا کا مضمون بھی قاری کے معلومات میں اضافے کا سبب کہا جاسکتا ہے۔

محبوب انور کی غزل میں اس شعر نے جان ڈالی ہے

وہ زہر دے کر بھی مر رہا ہے میں زہر پی کر بھی جی رہا ہوں

ادھر تقاضہ ہے دشمنی کا ادھر تقاضہ ہے دوستی کا

گرو گرنتھ صاحب میں مساوات کی تعلیم کے عنوان سے گوربچن سنگھ طالب نے بہت ہی حسین اور بہت ہی نصیحت آموز نکتہ نظر کو پیش کیا ہے۔ خاص کر مضمون کا یہ جملہ تو اس دھرم کے ٹھیکہ داروں اور بگڑے ہوئے مذہبی رجحانات کے لئے تو سبق آموز اور راہ مستقیم تک جانے کا بہتر ذریعہ بن سکتا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ جن لوگوں کے دل صاف نہیں وہ تیرتھ اشنان کرنے سے پاکیزہ نہیں بن سکتے۔ ان کا شعار ایسا ہے جیسا کہ لوٹے کو باہر سے دھویا جائے جس میں زہر بھرا ہوا ہو۔ نیک دل شخص کو ایسے اشنان کی ضرورت نہیں اور جو دل سے چور یا بدطینت ہیں وہ تو ایسے ہی رہیں گے۔ سو انکے نزدیک انسان کا وقار اس کے عمل اور اخلاق پر منحصر ہے۔ اور یہی مساوات کی بنیاد ہے۔

(یونانی دوائیاں) کے تحت حافظ حکیم محمود خاں صاحب نے بیشک قاری کو معلوماتی مضمون سے نوازہ ہے

ظہیر عالم ناگپوری صاحب کی غزل ٹھیک ٹھیک سی ہے زیادہ کچھ نہیں کہا جا سکتا۔

بال سفید کیوں ہوتے ہیں۔ اسرار احمد صاحب نے انسانی زندگی کے ایک اہم نکتۂ نظر کی طرف توجہ مبذول کرائی ہے جسے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا اور نظر انداز کرنا ذرا دشوار ہے

(ٹھہریئے! یہ آپ کیا کھا رہے ہیں) کے۔ ایس نیواری نے بہت معمولی لیکن اہم باتوں کی طرف توجہ مبذول کرائی ہے۔ دیکھنے میں یہ تو معمولی باتیں ہیں مگر اس پر توجہ دی جائے تو صحت انسانی کے لئے بڑی بات ثابت ہو۔

لطیف جدت صاحب نے دل بدلی کے عنوان سے جو انشائیہ لکھنے کی کوشش کی ہے وہ بہت پھیکی پھیکی سی رہی۔

ڈاروِن کے بارے میں ایس۔ اے حیات صاحب نے مختصر مگر معلومات سے بھرپور مضمون دیا ہے۔

جلیل بازید پوری کا ناٹک " لنگڑا سماج " ایک اصلاحی ناٹک کہا جا سکتا ہے۔ اس سے زیادہ اور کچھ نہیں۔

(برف کے پھول) عمر مجید صاحب نے عام زندگی کی ایک تصویر کو پیش کیا ہے۔

(چار دن کی چاندنی) کے عنوان سے سلطان آزاد صاحب نے نہ خوش کیا نہ متاثر بس یونہی سے رہ گئے۔

نظم " الجھن " انور ظہیر صاحب کی کچھ اچھا تخلیق نہیں کہی جا سکتی ہے۔

" جنگل کا قانون " عبدالصمد صاحب نے ایک بہت ہی نئے انداز میں اتنی بڑی بات کو پیش کیا ہے جس کے لئے مبارک باد۔

نظر برنی صاحب کی تخلیق بس عام فہم سی ہے۔

" کیڑا اور چیتان " خورشید جمال صاحب کا افسانہ کا ایک اہم کردار سار ہنا بلاشبہ آج کی جیتی جاگتی سماج میں تڑپتی ہوئی تصویر ہے اگر سادھنا جیسی بہویں چاہیں تو بہت کچھ کر سکتی ہیں اور اس لنگڑے لولے سماج کے منھ پر طمانچہ مار سکتی ہیں!

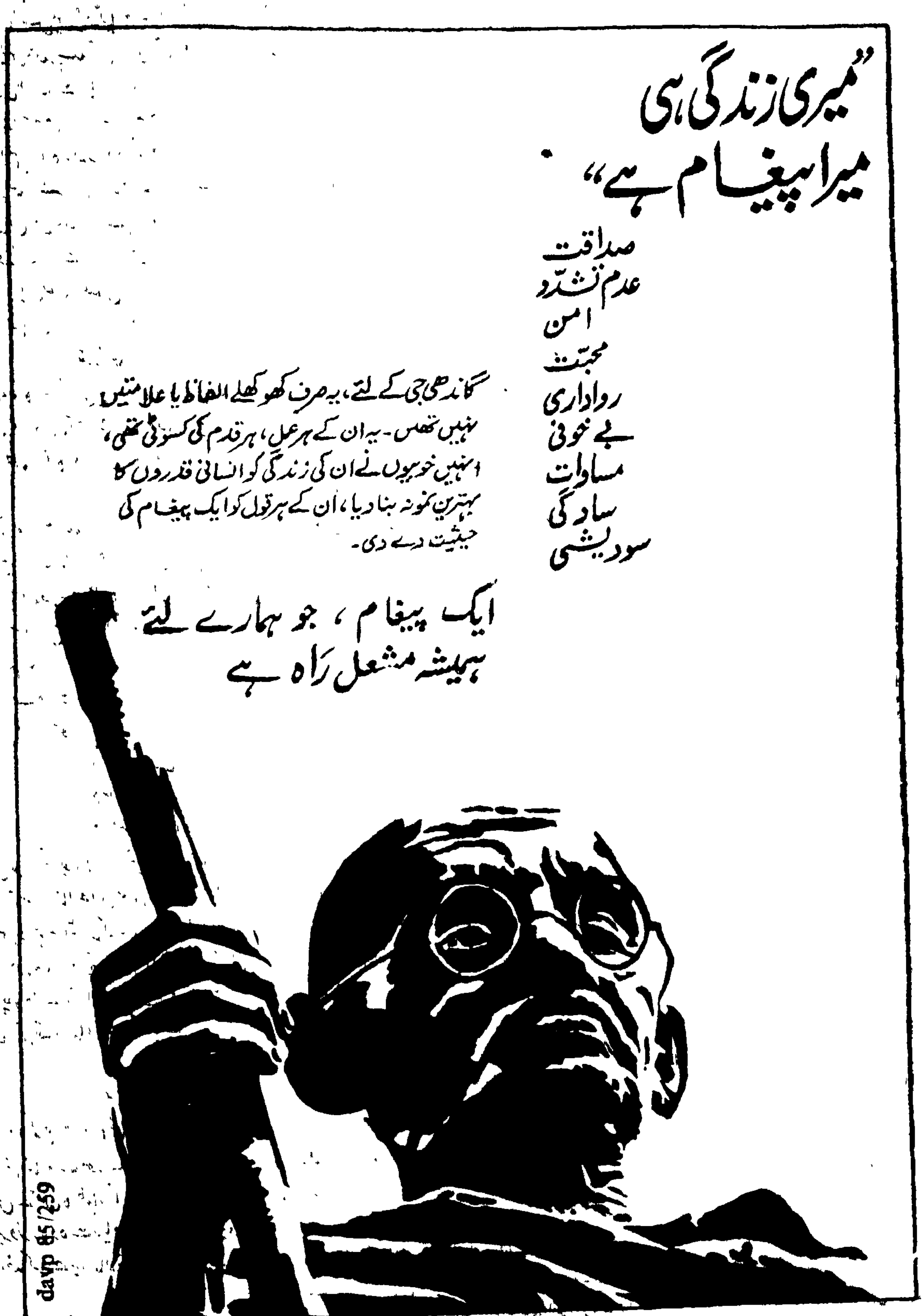
" ادھورے خواب " فاطمہ حسن صاحبہ نے بہت خوبصورت افسانہ قاری کو دیا ہے۔ بڑے ہی ڈرامائی انداز میں انھوں نے افسانہ کا اختتام کیا۔

- " اناج کو محفوظ کیسے رکھیں " کے عنوان سے عزیز انصاری صاحب نے معلوماتی مضمون دیا ہے جس سے ایک عام کسان فائدہ بخوبی اٹھا سکتا ہے۔

اور جالندھر سے غزلیں اس بار ٹھیک ہیں پسند آئیں۔ ۔ ۔ ۔

احتشام انجم

ڈالٹن گنج پلاموں (بہار)


"میری زندگی ہی
میرا پیغام ہے"
صداقت
عدم تشدد
امن
محبت
رواداری
بے خوفی
مساوات
سادگی
سودیشی
گاندھی جی کے لئے، یہ صرف کھوکھلے الفاظ یا علامتیں نہیں تھیں۔ یہ ان کے ہر عمل، ہر قدم کی کسوٹی تھی، انہیں خوبیوں نے ان کی زندگی کو انسانی قدروں کا بہترین نمونہ بنا دیا، اُن کے ہر قول کو ایک پیغام کی حیثیت دے دی۔
ایک پیغام، جو ہمارے لئے
ہمیشہ مشعل راہ ہے
davp 95/259

اردو سروس

پہلی مجلس

میڈیم ویو : ۴۲۷٫۳ میٹر (۷۰۲ کلوہرٹز) ۲۸۰٫۱ میٹر (۱۰۷۱ کلوہرٹز)

شارٹ ویو : ۴۸٫۷۴ میٹر (۶۱۵۵ کلو ہرٹز)

دوسری مجلس

میڈیم ویو : ۴۲۷٫۳ میٹر (۷۰۲ کلوہرٹز) ۲۸۰٫۱ میٹر (۱۰۷۱ کلوہرٹز)

شارٹ ویو : ۳۱٫۰۱ میٹر (۹۶۷۵ کلوہرٹز)

تیسری مجلس

میڈیم ویو : ۴۲۷٫۳ میٹر (۷۰۲ کلوہرٹز)

شارٹ ویو : ۱۹٫۰۵ میٹر (۳۲۹۵ کلوہرٹز)

پہلی مجلس دوسری مجلس

جمعہ یکم نومبر

صبح

۶-۲۵ شبہر صبا
شانتی ہیرانند: حسرت موہانی
فراق گورکھپوری کا کلام
راحت علی، عمر قریشی، مشیر
انصاری اور حسرت موہانی کا
کلام

۷-۲۵ شرن رانی: جگدیش سہگل
سرود پر راگ اہیر بھیروی

۲-۰۰ فلم "جنگلی" کی کہانی و نغمے"
تحریر : خالد حسین

رات

۸-۳۰ حسن غزل: شانتی ہیرانند
فانی بدایونی اور امراؤ جان ادا
کا کلام

۱۱-۳۰ اور ۱۲-۰۵
بزم موسیقی
بھیم سین جوشی
خیال پوریا کلیاں
شرن رانی: سرود پر راگ
سوہنی

۱۲-۳۰ قوالیاں (روزانہ)

ہفتہ ۲ نومبر

صبح

۶-۲۵ شبہر صبا
سندر بھندیر، مہیش چندر نقش
اور مشیر جھنجھانوی کا کلام
جمیل احمد: قمر جلالآبادی اور
بشیر بدر اور اصغر گونڈوی
کا کلام

۷-۲۵ اسد علی خاں : وینا

۹-۲۲ الابھونک : ٹھمری جوگیا اور
دادرہ جوگیہ

دوپہر

۲-۳۰ بزم خواتین
افسانہ از مہناز انور

رات

۸-۳۰ حسن غزل
سندر بھندیر
انور مرزا اور رضا امروہوی کا
کلام

۱۱-۳۰ اور ۱۲-۰۵
ڈی. وی. پلسکر
خیال آنندی اور خیال جے جے ونتی
اسد علی خاں : وینا

اتوار ۳ نومبر

صبح

۶-۲۵ شبہر صبا
مدن بالا سندھو: رضا امروہوی
مخمور دہلوی اور داغ کا کلام
غلام ربانی تاباں اور مشیر جھنجھانوی
کا کلام

۷-۰۵ دنکر راؤ : بانسری پر راگ
بلاول

رات

۸-۳۰ حسن غزل
جگدیش سہگل: شاد فدائی
اور بشیر بدر کا کلام

۹-۰۰ کتابوں کی باتیں (اردو)

۹-۲۰ گجرہن کارے
لکشمی شنکر: ٹھمری پہاڑی

۱۱-۳۰ اور ۱۲-۰۵
بزم موسیقی
گنگو بائی ہنگل: خیال کلاوتی
دنکر راؤ : بانسری پر راگ
درباری کانہڑہ راگ ہنس دھونی

پیر ۴ نومبر

صبح

۶-۲۵ شبہر صبا
اوما گرگ : شکیل بدایونی
داغ دہلوی اور ظفر کا کلام
محمد ابراہیم صدیقی: جاں نثار اختر
اور غالب کا کلام

۷-۰۵ سدھ رام جادھو
سندری پر راگ بھیروی

۹-۲۲ حفیظ احمد خاں : گائن

دوپہر

۲-۰۰ سازوں پر موسیقی
شمیم احمد : ستار پر راگ
مشرا پیلو
زرین دارو والا : سرود
پر راگ شدھ سارنگ

رات

۸-۳۰ حسن غزل: اوما گرگ
شمیم جے پوری اور بشیر بدر کا کلام

۱۱-۳۰ اور ۱۲-۰۵
بزم موسیقی
حفیظ احمد خاں : گائن
سدھ رام جادھو اور رہنوا
سندری پر راگ مالکونس ودھن

منگل ۵ نومبر

صبح

۶-۲۵ شبہر صبا
پرتیا بلبیر سنگھ: فراق اور
عرش ملسیانی کا کلام
ولایت حسین ساگر: خمار بارہ بنکوی
راجیش کمار اوج اور عرش ملسیانی
کا کلام

۷-۰۵ ایم. ایس. گوپال کرشنن
وائلن پر راگ کانہڑہ

۹-۲۲ سریندر سنگھ، تیج پال سنگھ
گائن

رات

۸-۳۰ حسن غزل
پرتیا بلبیر سنگھ: شمیم جے پوری
اور داغ کا کلام

۱۱-۳۰ اور ۱۲-۰۵
سریندر سنگھ و تیج پال سنگھ: گائن
ایم. ایس. گوپال کرشنن
وائلن پر راگ کیروانی

بدھ ۶ نومبر

صبح

۶-۲۵ شبہر صبا
امرجیت : مشیر جھنجھانوی اور
شہریار کا کلام
اندر نرائن : مخمور دہلوی اور
جگر کا کلام

۷-۰۵ ہری سنگھ اور ساتھی
شہنائی پر راگ بیراگی

۹-۲۲ عنایت حسین نظامی
خیال جونپوری

دوپہر

۲-۳۰ بزم خواتین
"خواتین شعبۂ صحافت میں"
تقریر از نورجہاں ثروت

۳-۰۰ رنگارنگ
لاٹری "ڈرامہ"
مصنف : آر. کے. شرما

رات

۸-۳۰ حسن غزل
امرجیت : شکیل اور شاذ
تمکنت کا کلام

۹-۳۰ گجرہن کارے
نثار حسین خاں : ٹھمری

۱۰-۰۰ افسانہ

۱۱-۳۰ اور ۱۲-۰۵
بزم موسیقی
عنایت حسین نظامی
پوریا کلیان
ہری سنگھ اور ساتھی
شہنائی پر راگ مارو بہاگ

جمعرات ۷ نومبر

صبح

۶-۲۵ شہرِ صبا
کمل ہنس پال، کے۔کے۔ نیّر
امیر قزلباش کا کلام

۷-۰۵ اوما شنکر مشرا : ستار

۹-۲۲ نینا دیوی : ٹھمری بھیروی
دادرا بھیروی

رات

۸-۳۰ حسنِ غزل
گھنشیام داس، خمار بارہ بنکوی
اور جاں نثار اختر کا کلام

۱۱-۳۰ اور ۰۵-۱۲
بزمِ موسیقی
گنگا پرساد پاٹھک
خیال کیدار
اوما شنکر مشرا : ستار

جمعہ ۸ نومبر

صبح

۶-۲۵ شہرِ صبا
افروز بانو: پارسا جے پوری
اور جگر کا کلام
ستیش بترا، امیر قزلباش
سدرشن فاخر اور داغ کا کلام

۷-۰۵ جوتن بھٹاچاریہ
سرود پر راگ جوگیہ

دوپہر

۲-۰۰ فلم "دلاری" کی کہانی و نغمے
اسکرپٹ : محمود احمد

رات

۸-۳۰ حسنِ غزل
ستیش بترا: کیفی بھوپالی
اور بشیر بدر کا کلام

۱۱-۳۰ اور ۰۵-۱۲
بزمِ موسیقی
گنیش رام چندر بہرہ بوا
خیال بہو ہا کیدار
جوتن بھٹاچاریہ
سرود پر راگ درباری کانہرہ

ہفتہ ۹ نومبر

صبح

۶-۲۵ شہرِ صبا
دیپا شری موہن: فیض اور
شوکت پردیسی کا کلام
منور حسین جمالی: درد اور
داغ کا کلام

۷-۰۵ رمیش پریم: وچتر وینا پر راگ
بسنت مکھاری

۹-۲۲ بینا دلوی: ٹھمری بھیروی
دادرا بھیروی

دوپہر

۲-۳۰ بزمِ خواتین
"صفائی کی ضرورت" تقریر
از سعیدہ روشن صدیقی

رات

۸-۳۰ حسنِ غزل
منور حسین جمالی: بشیر بدر اور
امیر قزلباش کا کلام

۱۱-۳۰ اور ۰۵-۱۲
بزمِ موسیقی
پنڈت حسن لال
خیال جوگ کونس
رمیش پریم: وچتر وینا پر
راگ کوسی کانہرہ

اتوار ۱۰ نومبر

صبح

۶-۲۵ شہرِ صبا
ششی لتا ورک: مخدوم دہلوی
فراق گورکھپوری کا کلام
محمد یعقوب: مجاز اور حسرت
موہانی کا کلام

۷-۳۰ راجندر پرسنا : بانسری

رات

۸-۳۰ حسنِ غزل
ششی لتا ورک: خمار بارہ بنکوی
اور شفق لکھنوی کا کلام

۹-۳۰ گجرہن کارے
سدھیشوری دیوی
دادرہ کھماج

۱۱-۳۰ اور ۰۵-۱۲
بزمِ موسیقی
ہلال احمد خاں، نصیر احمد خاں
خیال درباری
راجندر پرسنا : بانسری پر
راگ باگیشوری

پیر ۱۱ نومبر

صبح

۶-۲۵ شہرِ صبا
نسیم بانو: جاں نثار اختر
شاد عارفی اور حسرت موہانی
کا کلام
غلام عباس: غالب کا کلام

۷-۳۰ کے۔ایل۔ سود: جلترنگ پر
راگ الہیہ بلاول

۹-۲۲ استاد چاند خاں
خیال جونپوری

دوپہر

۳-۰۰ بسم اللہ خاں اور ساتھی
شہنائی پر پوربی دھن
احمد رضا: وچتر وینا پر راگ
بھیم پلاسی

رات

۸-۳۰ حسنِ غزل
غلام عباس: حسرت موہانی
اور داغ کا کلام

۱۱-۳۰ اور ۰۵-۱۲
بزمِ موسیقی
استاد چاند خاں
خیال درباری
کے۔ایل۔ سود: جلترنگ پر
راگ جوگ کونس

منگل ۱۲ نومبر

صبح

۵-۴۵ صبح گاہی
نعت، قوالی، شبد اور بھجن

۶-۲۵ شہرِ صبا
امینہ برنی: مخدوم اور جگر
کا کلام
چندن کمار داس: ساحر بھوپالی
اور امیر قزلباش کا کلام

۷-۳۰ دیا شنکر اور ساتھی: شہنائی

۹-۲۲ گرجا دیوی : خیال دیسی

رات

حسنِ غزل
امینہ برنی: آتش اور
مجاز کا کلام

۱۱-۳۰ اور ۰۵-۱۲
بزمِ موسیقی
گرجا دیوی: خیال
دیا شنکر اور ساتھی
شہنائی وادن

بدھ ۱۳ نومبر

صبح

۶-۲۵ شہرِ صبا
سپرا بوس: میر اور فراق
کا کلام
صغیر احمد: آرزو لکھنوی
میر درد اور مومن کا کلام

۷-۳۰ اننت لال اور ساتھی
شہنائی پر راگ بھیروی

۹-۲۲ بنگاری بائی : خیال دیسی

دوپہر

۲-۳۰ بزمِ خواتین: "حسد"
تقریر از زلیخا آفاق

رات

۸-۳۰ حسنِ غزل
صغیر احمد: فراق گورکھپوری
اور حسرت موہانی کا کلام

۹-۳۰ گجرہن کارے
سندھیا مکرجی
ٹھمری کھماج

۱۱-۳۰ اور ۰۵-۱۲
بزمِ موسیقی
بنگاری بائی
خیال حسینی کانہرہ
اننت لال اور ساتھی
شہنائی پر راگ مدھو کونس

جمعرات ۱۴ نومبر

صبح

۶-۲۵ شہرِ صبا
شوبھا جوشی: جگر کا کلام
مقبول حسین: سودا، مومن
اور غالب کا کلام

۷-۳۰ محمود مرزا : ستار

۹-۲۲ او۔پی۔ کپور: ہلکی کلاسیکی موسیقی

رات

۸-۳۰ حسنِ غزل
شوبھا جوشی: فیض اور
شمیم جے پوری کا کلام

۱۱-۳۰ اور ۰۵-۱۲
بزمِ موسیقی

(آگے ص ۴۳ پر)

دہلی

میڈیم ویو

دہلی الف ۳۶۶٫۳ میٹر ۸۱۹ کلوہرٹز
دہلی ب ۴۵۰٫۵ میٹر ۶۶۶ کلوہرٹز
دہلی ج ۲۱۹٫۳ میٹر ۱۳۶۸ کلوہرٹز
دہلی د ۲۹۳٫۹ میٹر ۱۰۱۷ کلوہرٹز

شارٹ ویو

صبح ۰۰-۸ تک ۸۹٫۱۵ میٹر ۳۳۶۵ کلوہرٹز
صبح ۱۵-۸ کے بعد ۴۸٫۴۷ میٹر ۶۱۹۰ کلوہرٹز
دوپہر ۴۸٫۴۷ میٹر ۶۱۹۰ کلوہرٹز
شام ۴۵-۵ تک ۴۸٫۴۷ میٹر ۶۱۹۰ کلوہرٹز
شام ۰۰-۱۱ سے رات تک ۸۹٫۱۵ میٹر ۳۳۶۵ کلوہرٹز

خبریں

۱ دہلی الف

ہندی / انگریزی: صبح ۰۰-۶ (علمی)
ہندی: صبح ۰۰-۸، ۰۰-۱۱، دوپہر ۰۵-۱، ۰۰-۲، شام ۰۵-۶، رات ۴۵-۸
اور رات ۰۵-۱۱۔ سنسکرت: صبح ۰۰-۷، شام ۱۰-۶
اردو: صبح ۵۰-۸ دوپہر ۵۰-۱ اردو مع تبصرہ: رات ۱۶-۹
انگریزی: دوپہر ۰۰-۱۲ پنجابی: دوپہر ۴۰-۱، راجیوں سے سماچار: شام ۰۰-۵
روزگار سماچار: شام ۵۰-۷ پرادیشک سماچار۔ شام ۵۰-۷

دہلی بی

انگریزی: صبح ۱۰-۸، ۰۰-۱۰، دوپہر ۰۰-۱، سہ پہر ۰۰-۴، شام ۰۰-۶، رات ۰۰-۹ اور
رات ۰۰-۱۱، پنجابی: صبح ۳۰-۸، شام ۳۰-۷، تجارتی (صرف بدھ) ۴۰-۷

جمعہ یکم نومبر

دہلی الف
صبح
۸-۱۰ اور ۰۵-۱۱
نواب خاں: گائن
۱۰-۲۵ اور شام ۴۰-۵
بھجن لال: سرود
۱۱-۳۰ احمد علی خاں: ستار
شام
۵-۵۵ گڑھوالی سنگیت
۹-۰۰ اور ۱۰-۱۱
بےنظیر بیگم: ٹھمری اور دادرا
۹-۳۰ شیام سندھیا
ملیالم ناٹک سے ماخوذ
تحریر: ٹی۔این گوپی ناتھن
مترجم: ابھے۔ ڈیو
۱۰-۳۰ دکرناٹک، وشالم وینکٹا چلم (وینا)
دہلی ب
صبح
۷-۳۰ سنگیت سوربھی
احمد علی خاں: ستار
۸-۰۰ سنگم: تیلگو گیت
۳-۳۰ وشالم وینکٹا چلم
وینا وادن (کرناٹک)

ہفتہ ۲ نومبر

دہلی الف
صبح
۸-۱۰ اور رات ۰۰-۹
غلام صادق خاں: گائن
۱۰-۲۵ اور شام ۴۰-۵
ستیش پرکاش قمر: شہنائی
۱۱-۰۵ مالنی چاری: گائن
۱۱-۳۰ چت دیو برمن: اسراج
دہلی ب
صبح
۷-۳۰ چت دیو برمن: اسراج
۸-۰۰ سنگم: کنٹرہ گیت
دوپہر
۳-۳۰ غلام صادق خاں: گائن

اتوار ۳ نومبر

دہلی الف
صبح
۸-۱۰ اور رات ۰۰-۹
اجیت سنگھ: وچتر وینا
۱۱-۳۰ 'ہائے ہائے ظالم زمانہ': ناٹک
تحریر: ارونا کپور
دوپہر
۲-۳۰ 'فرش میں اگا پیڑ'
پنجابی ناٹک سے ماخوذ
از آتم جیت سنگھ
۵-۲۵ ٹی۔آر۔ سبھرامنیم: گائن
(ناٹک)
دہلی ب
دوپہر
۲-۳۰ اجیت سنگھ: وچتر وینا

پیر ۴ نومبر

دہلی الف
صبح
۸-۱۰ اور رات ۰۰-۹
او۔پی۔ کپور: ٹھمری دادرا
۱۰-۲۵ اور شام ۴۰-۵
مرلی کرشن: ستار
۱۱-۰۵ شوبھا مودگلے: گائن
۱۱-۳۰ جگدیش برمن: بانسری
دوپہر
۱۲-۰۵ لوک بھارتی: تیلگو لوک گیت
۱۲-۳۰ 'ایک سلامی'
تحریر: انل کپور
دہلی ب
صبح
۷-۳۲ جگدیش برمن: بانسری
دوپہر
۳-۳۰ او۔پی۔ کپور: ٹھمری دادرا

منگل ۵ نومبر

دہلی الف
صبح
۸-۱۰ اور ۰۵-۱۱
علاؤالدین خاں: اسراج
۱۰-۲۵ مرنالنی کھانڈیکر: گائن
۱۱-۳۰ کرشنا راؤ شنکر پنڈت
گائن
شام
۵-۰۵ وگیان سماچار
از کے۔سی۔ ملہوترہ
۹-۳۰ روپک
'آج کا مراٹھی رنگ منچ'
دہلی ب
صبح
۷-۳۰ استاد فیاض خاں: گائن
دوپہر
۳-۳۰ مرنالنی کھانڈیکر: گائن

بدھ ۶ نومبر

دہلی الف
صبح
۸-۱۰ ۰۵-۱۱ اور رات ۰۰-۹
میرا پی۔ ونیش پانڈے: گائن
۱۰-۲۵ اور شام ۴۰-۵
مختار احمد: سرود
۱۱-۳۰ کرت خان: ستار
دوپہر
۱۲-۰۵ لوک بھارتی
کنڑہ لوک گیت
۱۲-۳۰ گرامین بہنوں کا کاریہ کرم
وگیان: سیندور
تقریر از سبھاس کے۔ ہری
شام
۵-۵۵ وگیان سماچار: از منوج پٹیریہ
دہلی ب
صبح
۷-۳۰ برکت علی خاں: گائن
دوپہر
۳-۳۰ ایس سرسوتی: گائن (ناٹک)
رات
۹-۳۰ جیون تن داس پنٹر کے ساتھ
انگریزی میں انٹرویو

جمعرات ۷ نومبر

دہلی الف
صبح
۸-۱۰ ۰۵-۱۱ رات ۰۰-۹
دنیش کمار پربھاکر: وائلن
۱۰-۲۵ چندر ناتھ چیٹرجی
راگ پردھان
۱۱-۳۰ کشوری امونکر: گائن
دوپہر

۱۲-۳۰ "سمیں یس": تقریر
پروفیسر اے۔ کے۔ شریواستوا

رات

۱۱-۱۰ جگدیش پرساد : گائن

دہلی ب

صبح

۷-۲۲ سنگیت سوربھی
چندر ناتھ چترجی
راگ پردھان

سہ پہر

۳-۳۰ اندرا وینکٹا رتنم : گائن

جمعہ ۸ نومبر

دہلی الف

صبح

۸-۱۰ ۰۵-۱۱ شام ۴۰-۵
مہندر شرما : گائن

۱۰-۳۵ اور رات ۰۰-۹
ہری سنگھ : شہنائی

۱۱-۳۰ شرافت خاں : ستار

شام

۵-۵۵ گڑھوالی سنگیت

۹-۳۰ "بت": ناٹک
تحریر: ونود ورما

دہلی ب

صبح

۷-۳۰ شرافت خاں: ستار

۸-۰۰ سنگم : تامل گیت

سہ پہر

۳-۳۰ ٹی۔ ایس۔ وشوناتھن : گائن

ہفتہ ۹ نومبر

دہلی الف

صبح

۸-۱۰ شام ۴۰-۵ رات ۰۰-۹
للت جے۔ راؤ : گائن

۱۰-۲۵ اوم پرکاش : دلربا

۱۱-۰۵ اجے چکرورتی : گائن

۱۱-۳۰ وشوجیت رائے چودھری
سرود

دہلی ب

صبح

۷-۳۰ وشوجیت رائے چودھری: سرود

۸-۰۰ سنگم: ملیالم گیت

بعد دوپہر

۳-۳۰ شری کرشن شرما: وچتر وینا

اتوار ۱۰ نومبر

دہلی الف

صبح

۸-۱۰ اور ۰۰-۹
غلام دستگیر خاں : ستار

۱۱-۰۰ مادھوری۔ ٹی۔ این شیش گوپالن
گائن

دوپہر

۱۲-۱۵ "اکیاون روپے": ناٹک
تحریر: امرت کیشپ

۲-۳۰ "وہ لوٹ کر نہیں آئے": ناٹک
تحریر: رما پرنند
انوار: شنکر لال

شام

۵-۳۵ ویداولی راماسوامی: وائلن

دہلی ب

بعد دوپہر

۲-۰۰ غلام دستگیر خاں : ستار

پیر ۱۱ نومبر

دہلی الف

صبح

۸-۱۰ ۰۵-۱۱ رات ۰۰-۹
عبدالسمیع خاں : سرود

۱۰-۲۵ ضمیر احمد خاں : ٹھمری دادرا

۱۱-۳۰ اور شام ۴۰-۵
کمل سہگل اور کویتا سہگل
گائن

دوپہر

۱۲-۰۵ لوک بھارتی: تامل لوک گیت

دہلی ب

صبح

۷-۲۲ سنگیت سوربھی
ضمیر احمد : ٹھمری دادرا

بعد دوپہر

۳-۳۰ ارکی مکھرجی : گائن

رات

۹-۳۰ سائنس بیل (انگریزی)

منگل ۱۲ نومبر

دہلی الف

صبح

۸-۱۰ اور ۰۵-۱۱
غلام تقی خاں : گائن

۱۰-۲۵ اور رات ۰۰-۹
سعید خاں : ستار

۱۱-۳۰ پنا لال چورسیہ : وائلن

شام

۵-۰۵ گیان وگیان
"آؤ تپاکیوں کی بات کریں"
تقریر: این۔ کے۔ شرما

۹-۳۰ "آستھائیں اپنی اپنی": ناٹک
تحریر: ستیندر شرت

دہلی ب

صبح

۷-۳۰ سنگیت سوربھی
پنا لال چورسیہ : وائلن

بعد دوپہر

۳-۳۰ غلام تقی خاں : گائن

بدھ ۱۳ نومبر

دہلی الف

صبح

۸-۱۰ اور رات ۰۰-۹
غلام حسین خاں : گائن

۱۰-۲۵ اور شام ۴۰-۵
وجے کمار : بانسری

۱۱-۰۵ سرسوتی رانی : گائن

۱۱-۳۰ چنی لال اندوریہ : سرود

دوپہر

۱۲-۰۵ لوک بھارتی
ملیالم لوک گیت

۱۲-۳۰ گھر وگیان: "مائی"
تحریر: ڈاکٹر ونے

دہلی ب

صبح

۷-۳۰ سنگیت سوربھی
چنی لال اندوریہ : سرود

بعد دوپہر

۳-۳۰ بھامارا چندرن : وینا
مرانگ

رات

۹-۳۰ "فرام پنچ شیل ٹو نام۔ رول آف جواہر لال نہرو": تقریر

جمعرات ۱۴ نومبر

دہلی الف

صبح

۸-۱۰ اور ۰۰-۹
سعید الدین ڈاگر : گائن

۱۰-۳۵ وشنو پرسنا اور ساتھی
شہنائی

۱۱-۰۵ حفیظ احمد خاں : گائن

۱۱-۳۰ سامتا پرساد : طبلہ

دوپہر

۱۲-۳۰ گھر وگیان: "روم ہیٹس": تقریر
اشوک اگروحی

رات

۱۱-۰۰ حفیظ احمد خاں : گائن

دہلی ب

صبح

۷-۲۲ سنگیت سوربھی
وشنو پرسنا اور ساتھی: شہنائی

بعد دوپہر

۳-۳۰ مادھوری راجگوپالن : گائن

جمعہ ۱۵ نومبر

دہلی الف

صبح

۸-۱۰ راس بہاری دتہ : ستار

۱۰-۲۵ اور شام ۴۰-۵
سرجو کلیکر : گائن

شام

۵-۵۵ گڑھوالی سنگیت

۹-۳۰ "راستہ یہ بھی ہے": ناٹک
تحریر: گوپال کرشن کول

دہلی ب

صبح

۷-۳۰ سنگیت سوربھی
شانتی ہیرانند : گائن

۸-۰۰ سنگم: تیلگو گیت

بعد دوپہر

۳-۳۰ اکھلا کرشنن : گائن

لکھنؤ

میڈیم ویو : لکھنؤ ''الف'' اور ''ج''
لکھنؤ ''الف'' ۶ر۴۰۱ میٹر ۷۴۷ کلو ہرٹز
لکھنؤ ''ج'' ۷ر۲۲۴ میٹر ۱۲۷۸ کلو ہرٹز

شارٹ ویو : لکھنؤ ''ب''
صبح ۷-۴۵ تک ۶۰ر۹۲ میٹر ۳۲۰۵ کلو ہرٹز
۸-۰۰ بجے کے بعد ۴۸ر۴۳ میٹر ۶۱۷۰ کلو ہرٹز
دوپہر ۳۸ر۴۱ میٹر ۷۲۵۰ کلو ہرٹز
شام اور رات ۶۰ر۹۳ میٹر ۳۲۰۵ کلو ہرٹز

جمعہ یکم نومبر

صبح
۹—۱۰ سہ سازہ
انتخاب عالم : شہنائی
موہن لال کنور : بانسری
اشوک گوسوامی : وائلن

ہفتہ ۲ر نومبر

صبح
۹—۱۰ لکشمی شنکر : ٹھمری
رات
۹—۳۰ عبدالحلیم جعفر خاں : ستار

اتوار ۳ر نومبر

صبح
۹—۱۰ روی شنکر : ستار
دوپہر
۱—۱۰ آج اتوار ہے: ''تین اِکّے'' جھلکی
تحریر: شنکر سلطان پوری
شام
۴—۳۰ استاد ولایت حسین خاں: خیال

پیر ۴ر نومبر

صبح
۹—۱۵ اور شام ۴—۳۰
سبھاش مشر : وائلن

منگل ۵ر نومبر

صبح
۹—۱۰ استاد فیاض خاں : گائن

بدھ ۶ر نومبر

صبح
۹—۱۵ اور شام ۴—۳۰

مجھونوڈے : گائن

جمعرات ۷ر نومبر

صبح
۹—۱۵ شمشیر سنگھ : سرود

جمعہ ۸ر نومبر

صبح
۹—۱۵ سنگھ بندھو : خیال

ہفتہ ۹ر نومبر

صبح
۹—۱۵ دیویندر مردیشور
بانسری وادن

اتوار ۱۰ر نومبر

صبح
۹—۱۵ پنڈت جسراج : گائن
دوپہر
۱—۱۰ آج اتوار ہے: ''منڈیروں کے چراغ'' جھلکی
تحریر : کے۔ ایل یادو
شام
۴—۳۰ رسولن بائی : ٹھمری

پیر ۱۱ر نومبر

صبح
۹—۱۵ اور شام ۴—۳۰
ودیادھر پرساد مشر: خیال

منگل ۱۲ر نومبر

صبح
۹—۱۵ سراج الدین خاں
ستار وادن
(آگے ص ۳۸ پر)

(آگے ص ۳۸ پر)

نجیب آباد

۴ر۳۱۴ میٹر ۹۵۴ کلو ہرٹز

جمعہ یکم نومبر

صبح
۷—۳۰ کتھا کنج : دلبیر سنگھ راوت
۸—۳۰ اشوک رائے : سرود
دوپہر
۱—۱۰ امرت حسین خاں : ستار

ہفتہ ۲ر نومبر

صبح
۸—۳۰ لکشمی شنکر گنگلی
سندھو بھیروی
دوپہر
۱—۱۰ واسدیو دیشپانڈے
برندا بنی سارنگ

اتوار ۳ر نومبر

صبح
۷—۳۰ گلدستہ : کاویہ پاٹھ
وشو پرکاش گکریتی
دوپہر
۱—۱۰ عبدالوحید خاں
راگ پٹ دیپ ملتانی
شام
۸—۰۰ 'بدلتے سمے میں پستکالیہ کی بھومیکا'
تقریر از ودّیا انکا

پیر ۴ر نومبر

صبح
۸—۳۰ بسم اللہ خاں : شہنائی پر
جونپوری، بھیروی اور دھن
دوپہر
۱۲—۴۰ ونشنس۔ کارن اور بچاؤ'
۱—۰۰ روی شنکر: ستار پر مدھوونتی
رات
۹—۱۶ منّا ڈے : گیت
۱—۰۰ بسم اللہ خاں: شہنائی

منگل ۵ر نومبر

صبح
۸—۳۰ صابری خاں : سارنگی پر
بسنت مکھاری اور بلاسخانی
دوپہر
۱—۱۰ ہیرا بائی بڑوڈکر : گائن

بدھ ۶ر نومبر

صبح
۷—۳۰ 'بدلتے سمے میں شکشا کا سروپ'
ہندی تقریر از بی۔ کے لکھیڑا
۸—۳۰ پربھا اترے : ٹھمری بھیروی
نصیر احمد خاں : للت
دوپہر
۱—۱۰ شنکر شمبھو : قوالی

جمعرات ۷ر نومبر

صبح
۸—۳۰ پرکاش وڈھیرہ : بانسری
دوپہر
۱—۱۰ مالویکا کانن : گائن
شام
۷—۴۵ 'مہارشی دیانند کی سماجک کرانتی': تقریر از ڈاکٹر نندلال پانڈے

جمعہ ۸ر نومبر

صبح
۷—۳۰ کتھا کنج کہانی از ہری دت بھٹ شیلیش
۸—۳۰ اور رات ۱۰—۰۰
پنڈت اونکار ناتھ ٹھاکر
گائن

ہفتہ ۹ر نومبر

صبح
۸—۳۰ سروجیت
ستار پر اہیر بھیرو

راس بہاری دتہ: ستار
پر بھیروی

دوپہر

۱—۱۰ لطافت حسین: بٹ دیپکا

اتوار ۱۰ر نومبر

صبح

۷—۳۰ گلدستہ: کاویہ پاٹھ
ازشیام ونود طالب

دوپہر

۱—۱۰ لیاقت حسین خاں
سارنگی پر شدھ سارنگ

رات

۸—۰۰ 'پچھمی دیشوں میں وارسٹنگ
چنتن کا سروپ'
ہندی تقریر از ڈاکٹر گر پرساد

۹—۱۶ مہدی حسن: غزلیں

پیر ۱۱ر نومبر

صبح

۸—۳۰ اور رات ۱۰—۰۰
ستیش چندر شریواستو: ستار

دوپہر

۱۲—۳۰ اے. ایس. سبالکشمی: بھجن
۱—۱۰ رتن کمار سنہا: سرود

منگل ۱۲ر نومبر

صبح

۸—۳۰ اور دوپہر ۱—۱۰
اجیت سنگھ: وچتر وینا

دوپہر

۱۲—۳۰ ملکہ پکھراج: غزل

بدھ ۱۳ر نومبر

صبح

۷—۳۰ 'کیسے کیسے پڑوس میں'
ہندی تقریر از راج نرائن رائے
۸—۳۰ شمشیر سنگھ: سرود پر
جونپوری جوگیہ

دوپہر

۱—۱۰ اقبال آزاد قوال: قوالی

شام

۷—۴۵ 'بھارتیہ سوتنترتا آندولن
میں بجنور کی بھومیکا'
تقریر از ڈاکٹر سروج سسودیہ

جمعرات ۱۴ر نومبر

صبح

۶—۳۰ پنڈت نہرو کے وچار
۸—۳۰ دبیر خاں: بین پر اہیر للت

دوپہر

۱—۱۰ اندر لال: سارنگی پر
مدھو مد سارنگ

شام

۷—۴۵ نہرو جینتی
'آج کی راج نیتی میں پنچ
شیل' تقریر از ڈاکٹر
ستیش رستوگی

جمعہ ۱۵ر نومبر

صبح

۷—۳۰ کتھا کنج
کہانی از کرشن کمار رستوگی
۸—۳۰ اور رات ۱۰—۰۰
سندر لال گندھرو: بانسری

دوپہر

۱—۱۰ جیوتسنا بھولے
گوڑ سارنگ

بقیہ: لکھنؤ

بدھ ۱۳ر نومبر

صبح

۹—۱۵ اور شام ۴—۳۰
شبھا شنی: گائن

دوپہر

۲—۴۰ قوالی

جمعرات ۱۴ر نومبر

صبح

۹—۱۵ اکبر حسین خاں: طبلہ سولو

دوپہر

۲—۴۰ لوک گیت (بھوجپوری)

جمعہ ۱۵ر نومبر

صبح

۹—۱۵ برجو مہاراج: ٹھمری

دوپہر

۲—۴۰ آپ کا سواستھیہ

رامپور

۳۳۶٫۷ میٹر ۸۹۱ کلوہرٹز

ہندی ر انگریزی: صبح ۶—۰۰ (عالمی)
ہندی: صبح ۸—۰۰، دوپہر ۱—۰۵، ۲—۱۰، شام ۶—۰۵ اور رات ۸—۴۵
انگریزی: صبح ۸—۱۰، دوپہر ۲—۰۰ اور رات ۹—۰۰
اردو: صبح ۸—۵۰ اور رات ۹—۱۵ سماچار تیر: صبح ۹—۰۰
ضلع کی چٹھی: صبح ۹—۰۵ پرادیشک: شام ۷—۲۰

جمعہ یکم نومبر

صبح

۷—۵۰ پردومن شرما: غزلیں
۸—۱۱ جھونگر خاں لوک گیت

دوپہر

۱—۴۰ بدھ دیو داس گپتا: سرود

رات

۸—۰۰ محمد رفیع: گیت

ہفتہ ۲ نومبر

صبح

۷—۳۰ دیوی رام آریہ: ستار
۷—۵۰ ہیمنت کمار: سگم سنگیت

اتوار ۳ نومبر

رات

۸—۰۰ شعری نشست: انشا طابیلی بھیتی
نزہت انظار، ساگر جیلانی
نظیر عثمانی، سلطان میاں
جاوید رشیدی، عامر اور
سجاد اللہ خاں بنگی وسیم بریلوی

۹—۳۰ منو خاں بہار بیت

پیر ۴ر نومبر

صبح

۷—۳۰ پربھاکر کیلکر: گائن
۷—۵۰ بیلا ساویر: سگم سنگیت

رات

۸—۰۰ آلوک گنگولی: سگم سنگیت

منگل ۵ر نومبر

صبح

۷—۳۰ اور دوپہر ۱—۴۰
ارجن شیجوال: پکھاوج
۷—۵۰ رینا شرما: سگم سنگیت

شام

۸—۰۰ استاد امیر خاں: گائن

بدھ ۶ر نومبر

صبح

۷—۳۰ احمد رضا خاں: وچتر وینا وادن
۸—۲۱ نرمل سادھنا لوک گیت

دوپہر

۱—۴۰ پربھا اترے: گائن

رات

۸—۰۰ کرشنا کلے: سگم سنگیت

جمعرات ۷ر نومبر

صبح

۷—۳۰ استاد عبدالکریم خاں: گائن
۸—۳۰ آہنگ: اردو پروگرام
پس دیوار: فیچر: تحریر
اور پیش کش: محمد علی موج

دوپہر

۱—۴۰ رگھوناتھ سیٹھ: بانسری وادن

رات

۸—۰۰ شیلا گل واڑی
سگم سنگیت

جمعہ ۸ر نومبر

صبح

۷—۳۰ طلعت محمود: سگم سنگیت
۸—۳۰ آہنگ: اردو پروگرام
فسانۂ آزاد: پنڈت رتن
ناتھ سرشار کے ناول کا
ڈراماتی عکس: فنکار
جاوید رضا، رئیس رامپوری

اور نسرین تبسم

رات

۱۰-۰۰ کمیش : سگم سنگیت

ہفتہ ۹ر نومبر

صبح

۶-۳۰ پروین سلطانہ : گائن

۶-۵۰ انوپ جلوٹا : بھجن

رات

۸-۰۰ سی۔ ایچ۔ آتما : سگم سنگیت

اتوار ۱۰ر نومبر

رات

۱۰-۰۰ اردو کی نئی شائع شدہ کتابوں پر تبصرہ
از ڈاکٹر ظہیر علی صدیقی

پیر ۱۱ر نومبر

صبح

۶-۳۰ استاد بڑے غلام علی خاں گائن

۶-۵۰ اشوک : غزلیں

دوپہر

۱-۴۰ لکشمی شنکر : گائن

رات

۸-۰۰ فدا حسین : غزلیں

منگل ۱۲ر نومبر

صبح

۷-۳۰ بھیم سین جوشی : گائن

۷-۵۰ بیگم اختر : غزلیں

دوپہر

۱-۴۰ امرت حسین خاں : ستار وادن

بدھ ۱۳ر نومبر

صبح

۷-۳۰ سانتا پرساد : طبلہ وادن

دوپہر

۱-۴۰ غلام مصطفےٰ خاں : گائن

رات

۸-۰۰ محمد دنیا زی : غزلیں

جمعرات ۱۴ر نومبر

صبح

۷-۳۰ بسم اللہ خاں : شہنائی وادن

(آگے ص ۴۰ پر)

وودھ بھارتی

رس وہار : پیر رات ۱۵-۹

'دنیا' : تحریر : شونارائن سنگھ
پیش کش : کبتن مرزا ۴ نومبر
'جو سچ تھا وہ اب جھوٹ ہے'
تحریر : کملیش شری واستو
پیشکش : ڈاکٹر مدھو دنتی مراشی

انو رنجنی : سہ پہر ۱۵-۲

نیاز احمد خاں، فیاض احمد خاں
راگ توڑی
سدھیشوری دیوی : ٹھمری : یکم نومبر
پنڈت دیو داس جوشی : وائلن
شاہد پرویز : ستار ۲ر نومبر
روشن آرا بیگم : راگ شنکرہ
استاد نزاکت علی اور سلامت علی خاں
راگ گاوتی ۴ر نومبر
استاد فیاض خاں کی برسی پر خصوصی
پروگرام ۵ر نومبر
پربھاکر کاریکر : راگ بیراگی
مانک ورما : راگ بھٹیار ۶ر نومبر
شوکمار شرما : سنتور پر راگ مدھو ونتی
رئیس خاں : ستار پر تلک کاموڈ
۷ر نومبر
حفیظ احمد خاں : راگ گوڑ سارنگ
گرجا دیوی : دادرا ۸ر نومبر
علی احمد حسین : شہنائی پر بھٹیار
دیب برت چودھری : ستار پر پیلو
۹ر نومبر
بھیم سین جوشی : راگ مارو بہاگ
پربھا اترے : راگ کلاوتی ۱۱ر نومبر
برج بھوشن کابرہ : گٹار پر شو رنجنی
زرین دارو والا : سرود پر بھٹیار
۱۲ر نومبر
پردیپ چٹرجی : راگ ہنس دھونی
ہیرا بائی بروڈکر : راگ ملتانی
۱۳ر نومبر
ہری پرساد چورسیہ : بانسری
روی شنکر : ستار پر راگ جوگیشوری
۱۴ر نومبر
لکشمی شنکر، استاد نزاکت علی خاں اور
استاد سلامت علی خاں۔
۱۵ر نومبر

چترشالہ : رات ۱۰-۸

مزاحیہ تقریر از سشیلا گپتا : ۲ نومبر
'ہماری ویشش بھوشا ۔ مہاراشٹر کے
پہناوے' ۴ نومبر
'سردیوں میں ہونے والے روگ'
از ڈاکٹر آشا ٹھاکر ۵ر نومبر
کاویہ پاٹھ از اوم بوے : ۶ نومبر
ڈاکٹر سی۔ وی۔ رمن کے یوم پیدائش
پر تقریر : از ڈاکٹر شوراج : ۷ نومبر
مزاحیہ تقریر : از اوما شنکلا : ۹ر نومبر
'ہماری ویشش بھوشا ۔ کیرل کے پہناوے'
۱۱ر نومبر
'آنکھوں کی بیماریاں اور انکی روک تھام'
۱۲ نومبر
کاویہ پاٹھ : از شار دار نجن
۱۳ر نومبر
'پنڈت نہرو کے یوم پیدائش پر تقریر'
از ڈاکٹر وشو دیو شرما : ۱۴ر نومبر

ہوا محل : رات ۱۵-۹

'نئی صبح'
تحریر و پیش کش : مہیش چندر کشتوریہ
یکم نومبر
'الفاف' : تحریر : کاما چندر
پیش کش : پی جی ماتھر : ۲ر نومبر
'سمادھان' : تحریر : نین جین
پیش کش : مقبول حسن : ۳ر نومبر
'اکھل بھارتیہ ساس سمیلن' : تحریر
بملا لوتھرا ؛ پیش کش : سلامت اللہ
۴ر نومبر
'سودھن' : تحریر : شیام موہن استھانہ
پیش کش : جناردھن رائے : ۵ر نومبر
'بھائی ہم تے تو سنا ہے' : تحریر : برج بھوشن
پیش کش : مختار احمد : ۶ر نومبر
'تم کو اور نہ مجھ کو دھوکہ'
تحریر : راما بھوپیش : پیش کش
چندر پربھا بھٹناگر ۷ر نومبر
'واہ رے ہی فطرت' : تحریر : ہرکش دکشت
پیش کش : پی۔ ڈی۔ دارو ہیکر
۸ نومبر
'کیول دو شبد'
تحریر : گوپال شری واستو
پیش کش : کملا سکینہ : ۹ر نومبر
'پچھتاوے'
تحریر و پیش کش : گنگا پرساد ماتھر
۱۰ر نومبر
'جیون دیپ' : تحریر : نند لال پاٹھک
پیش کش : گنگا پرساد ماتھر : ۱۱ نومبر
دیوالی پر خصوصی پروگرام
پیش کش : انوپ سیٹھی : ۱۲ر نومبر
'منشی اتواری لال' : تحریر : نریش مشر
پیش کش : ونود رستوگی : ۱۳ر نومبر
پنڈت نہرو کے پیدائش پر خصوصی پروگرام
۱۴ر نومبر
'ثقافت الفاف' : تحریر : یو ایم آنند
پیش کش : ست دیو شرما کمل
۱۵ر نومبر

سنو کہانی : جمعہ رات ۱۵-۸

'سہاگن' : از دویش ٹھاکر : یکم نومبر
'ڈبیری کا کھیل' : حصہ اول : ۸ر نومبر
تحریر : نرمل ورما
حصہ دوم ۱۵ر نومبر

ملن یامنی : ہفتہ رات ۱۵-۸

'کیسے کیسے چور'
تحریر : سلام بن رزاق
پیش کش : گنگا پرساد ماتھر
۲ر نومبر
'پنر ملن'
تحریر و پیش کش : بی۔ آر مہتہ
۹ر نومبر

سنگیت سریتا : صبح ۳۰-۷

راگ اساوری
شا منگیشکر ۔ گنگو بائی ہنگل : یکم نومبر
محمد رفیع و آشا بھونسلے اور سوائی گندھرو
۲ر نومبر
راگ جونپوری
آشا بھونسلے ۔ نکھل بنرجی (ستار)

۴ رنومبر
محمد رفیع - پروین سلطانہ: ۵ رنومبر
ثریا - کلیانی رائے دستار ۶ رنومبر
آشا بھونسلے، کشوری امونکر
۹ رنومبر
راگ درباری کانہڑہ
منا ڈے - استاد بڑے غلام علی خاں
۸ رنومبر
لتا منگیشکر - رئیس خاں (ستار)
۹ رنومبر
وائلن نواز ڈی کے داتار کے ساتھ
انٹرویو
۱۰ رنومبر
محمد رفیع - عبدالعزیز خاں (وچترد ینا)
۱۱ رنومبر
راگ اڈانہ
محمد رفیع، سمن کلیان پور، پنڈت منی رام
۱۲ رنومبر
امیر خاں اور ساتھی، نکھل بنرجی (ستار)
۱۳ رنومبر
کھماج ٹھاٹ
لتا منگیشکر، کشور کمار - برکت علی خاں
۱۴ رنومبر
راگ کھماج
لتا منگیشکر - شمیم احمد (ستار)
۱۵ رنومبر

بقیہ :- رامپور

دوپہر
۱-۴۰ پنڈت جسراج : گائن
شام
۸-۰۰ ماسٹر مدن : غزلیں

جمعہ ۱۵ رنومبر

صبح
۷-۵۰ رنجن بورا : سگم سنگیت
۸-۳۰ آہنگ: اردو پروگرام
'یہ بنجارے لوگ'، فیچر
پروگرام: تحریر اور پیشکش
محمد علی موج

دوپہر
۱-۴۰ مالویکا کانن : گائن
رات
۸-۰۰ پنکج اُدھاس: سگم سنگیت

گورکھپور

۳۳۰.۰ میٹر ۹۰۹ کلو ہرٹز

جمعہ یکم نومبر

صبح
۷-۴۵ اس ماس کا گیت : کیول کمار
۸-۲۱ دیپا ٹھاکر جی اور تر بھون ناتھ شرما
گیت
۸-۳۰ آئینہ ادراک : اردو پروگرام
عورتوں کو آزادی کس حد تک
ملے : تقریر : از حفاظت فاطمہ
کلام شاعر گنیش بہاری پیام

دوپہر
۱-۱۰ 'مہیلا سبھا'
'گھر کی اشانتی کے کارن
من شیلتا کا ابھاؤ': تقریر
از پریم دئی اوجھا
ڈاکٹر امبیڈکر کی پتنی تعقیم پیر کرپا
۲-۳۰ سنت بلی لوک گیت
شام
۵-۳۵ 'ہومیوپیتھ اور ہمارے نا کا رو'
تقریر : از ڈاکٹر ایم او یادھیائے
۶-۱۰ بات چیت
آر ایس - دکشت اور
ڈاکٹر ڈی پی شرما
۷-۱۰ غزل : جمیل احمد
۸-۰۵ اِن سے ملیے
سوتنترتا سینانی، مدن پانڈے
سے ملاقات
۸-۱۵ سنت بلی لوک گیت
۹-۳۰ 'تین سائے' : ناٹک
تحریر : کمال احمد صدیقی
۱۰-۳۰ ششر کنا دھر چودھری
وائلن پر راگ مارو بہاگ

ہفتہ ۲ رنومبر

صبح
۶-۴۵ رام کیلاش لوک سنگیت
۷-۴۰ غلام تقی خاں خیال

دوپہر
۲-۲۰ رتن سرن : لوک گیت
شام
۵-۳۵ تقریر، ڈاکٹر اوما کانت رائے
۶-۱۰ کھیتی باڑی : تقریر
علاؤالدین خاں
۷-۱۰ بیگم اختر : غزل
۸-۰۵ 'وتھے میٹھے انوبھو' ہزاحیہ تقریر
از ڈاکٹر وشوناتھ پانڈے
بے کھٹک مرزاپوری
۸-۱۵ رتن سرن، لوک گیت

اتوار ۳ رنومبر

صبح
۶-۴۵ رکشا یادو : لوک سنگیت
۷-۴۰ کرشنا چکرورتی
ستار پر راگ گوجری توڑی
۸-۲۱ گیت سنگیت
لوی رام راؤ
گائیک : رام درش شرما
۹-۲۵ بال سبھا
آؤ کھیلیں کھیل : باسکٹ بال
کماری رینو ترپاٹھی

دوپہر
۱-۱۰ 'یہ کیا ہوا' : جھلکی
تحریر اور پیشکش : حسن رضوی
۲-۳۰ رکشا یادو لوک گیت
شام
۷-۱۰ غلام علی : غزل

پیر ۴ رنومبر

صبح
۶-۴۵ محمد خلیل : لوک گیت
۷-۴۰ ہر چرن سنگھ : وائلن
۸-۲۱ جے شری گپتا : گیت بھجن
۹-۱۵ 'یون روگ تتھا پراتھمک اپچار'
تقریر : ڈاکٹر بھونیشوری شرما

دوپہر
۲-۳۰ رام ستن اور ساتھی
لوک گیت
شام
۵-۳۵ گرام جگت
'شیوال اور مالو میون' : تقریر
پریم ادھار اپادھیائے
'مہارشی دیانند اور تت کالین
سماج' : تقریر : رام بدن دوبے
۶-۱۰ کھیتی باڑی : رسم کی کھیتی
تقریر : ڈاکٹر ایم - پی گپتا
۷-۱۰ ستیش ببر : غزل
۸-۰۵ کاویہ سدھا : دیاشنکر ترپاٹھی
"مانس مرال"
۸-۱۵ رام ستن اور ساتھی
لوک گیت

منگل ۵ رنومبر

صبح
۶-۴۵ رام سندر رام اور ساتھی
لوک گیت
۷-۵۰ بھجن
۸-۲۱ جوتھیکا رائے : گیت
دوپہر
۱-۱۰ مہیلا سبھا : 'مانک تناؤ'
کا لولی رائے سے ملاقات
'اُونی دستروں کے دھلائی میں
ساودھانیاں' : مباحثہ
شرکار : اندرا گوئل
ششی بالا چترویدی اور
ششی مشر
۲-۳۰ برج راج منی ترپاٹھی
لوک گیت
شام
۵-۳۵ گرام جگت
"ہمارا سمبندھ ہمارے سماج
سے" : تقریر
نگیندر ناتھ پانڈے
۶-۱۰ 'چنا کی پرجاتیاں ایوم کھیتی'
تقریر : راجیندر پرتاپ سنگھ
۷-۱۰ طلعت محمود : غزل
۸-۰۵ 'کتھا شہر کی : گورکھپور'
تقریر : ڈاکٹر شیل ناتھ چترویدی
۹-۳۰ اردو پروگرام
شعری نشست : شرکاء
مجرم عابدی محمد آبادی

مہیش اشک، حکیم عبدالباقی
نامی اور محمد رشید شوق

بدھ ۶ نومبر

صبح

۶-۴۵ دھرتی گاتے : اوما درما
۷-۴۰ آر۔ آر۔ گوتم : خیال راگ بنڈول
۸-۲۱ لتا منگیشکر : گیت

دوپہر

۲-۳۰ اشوک کمار چورسیا۔ لوک گیت

شام

۵-۲۵ گاؤں کی اور
ونہرو یووک کیندر گور کھپور،
تقریر: سیتارام پرساد
۶-۱۰ مسوری پر جاتیاں ایوم کھیتی
تقریر: آر۔ ایم۔ ترپاٹھی
گانٹھ گوبھی کی انت کھیتی
تقریر: عبدالکریم
۷-۱۰ امانت علی : غزل
۸-۰۵ 'پریوار نیوجن کی بڑھتی لوک پریتیا' : تقریر
ڈاکٹر مادھوری مشرا
۹-۱۵ اشوک کمار چورسیا
لوک گیت

جمعرات ۷ نومبر

صبح

۷-۴۰ دینا ناتھ مشر : خیال راگ
بسنت مادھوری
۹-۱۵ 'مہیلا پریوار نیوجن تھا پرگتی'
تقریر: ویملا رائے

دوپہر

۲-۳۰ سکھ راج یادو اور ساتھی
لوک گیت

شام

۵-۲۵ بھومی ہینوں کے لئے آواس
یوجنا : تقریر: سیتارام پانڈے
۶-۱۰ 'پشوؤں میں سرّا کی بیماری'
تقریر: ڈاکٹر راجیش تیواری
'بکری پالن ہیتو وکاس کی یوجنائیں' : تقریر: ڈاکٹر
شوبھا ناتھ سنگھ
۶-۴۵ دلیش بہار
بھوجپوری کاریہ کرم

یکم نومبر ۱۹۸۵ء

۸-۰۵ 'مجھے یاد ہے سب وہ ذرا ذرا'
تقریر: ڈاکٹر راج کمار پانڈے
۸-۱۵ سکھ راج یادو لوک گیت

جمعہ ۸ نومبر

صبح

۷-۲۵ اِس ماس کا گیت : کیول کمار
۸-۲۱ جگدیش ترپاٹھی
گیت، بھجن
۸-۳۰ اردو پروگرام
'گھر میں ہینڈ لوم صنعتیں'
نظیر الحسن انصاری
کبیر کی دھرتی" گھر"
نظم از سردار شریف

دوپہر

۱-۱۰ مہیلا سبھا :
'انتر جاتی ویواہ۔ کتنا سپھل اور کتنا اسپھل؟' : مباحثہ
شرکاء : سیما گپتا، گیان پربھا
اور اندو بالا ترپاٹھی
۲-۳۰ راج منگل سنگھ : لوک گیت

شام

۶-۱۰ 'ندی کے کنارے بور ودھان کی کھیتی'
تقریر : ڈاکٹر سی۔ ایچ۔ مشرا
۷-۱۰ جگدیش ترپاٹھی : گیت
۸-۰۵ اِن سے ملئے
'ریل سمسیائیں اور ان کا پربندھ'
وائی۔ وی۔ ایل ماتھر، مہا پربندھک پروتر ریلوے
سے ملاقات
۸-۱۵ راج منگل سنگھ
لوک گیت
۹-۳۰ 'پوسٹ ماسٹر' (ناٹک)
رویندر ناتھ ٹھاکر کی بنگلا
کہانی کا ریڈیو عکس
از پرویز چندر اگروال
پیش کش : محسن رضوی

ہفتہ ۹ نومبر

صبح

۷-۴۰ مہدی حسن : ٹھمری
۸-۲۱ دیپک بھٹاچاریہ : گیت

دوپہر

۲-۳۰ اور رات ۸-۱۵

راجندر یادو اور ساتھی
لوک گیت

شام

۵-۳۵ طرح طرح کے بیرومیٹر
تقریر از کملا کرشنا مُراری لال
۶-۱۰ آمرپالی : آم کی نئی پرجاتی
از ڈاکٹر رام کرپال پاٹھک
۷-۱۰ اُشا ترمکھی : غزل
۸-۰۵ پُوروانچل کی وبھوتیاں
بابا راگھو داس
تقریر از پرم ہنس شکلا

اتوار ۱۰ نومبر

صبح

۶-۴۵ اور دوپہر ۲-۳۰
بین بہاری پاٹھک اور ساتھی
بھوجپوری گیت، لوک گیت
۷-۴۰ علی اکبر خاں
سرود پر راگ شبھا توڑی
۸-۳۰ روپ جیت کور
مسلم انصاری کا کلام
(گیت سنگیت)
۹-۲۵ دیپاولی پر فیچر
از ہری دیو چورسیا

دوپہر

۱-۱۰ بڑے بابو : جھلکی
تحریر : آر۔ کے۔ شرما
پیش کش : سوشیل بنرجی

شام

۵-۳۵ مانو یہ سمیا کا سمادھان کھادی ہے
تقریر از راج کشور شکلا
۶-۱۰ پتر و اُتر : کرشی
تقریر از سوریہ ناتھ دکشت
۷-۱۰ منہر اور پنکج ادھاس : غزل

پیر ۱۱ نومبر

صبح

۶-۴۰ نعمت علی اور ساتھی
بھوجپوری گیت
۷-۴۰ پنا لال مشر : خیال
۸-۲۱ منا ڈے : گیت
۹-۱۵ گھر آنگن : کاویہ پاٹھ
میناوتی دیوی شری واستوا

دوپہر

۲-۳۰ لعل بہاری سنگھ اور ساتھی
لوک گیت

شام

۵-۲۵ گرام جگت : کویتا پاٹھ
رام ورکیش داوا دھیائے اور
ویریندر تیواری اور کیلاش
چند دوبے : "چنچل"
۶-۱۰ 'بالک کی کھیتی'
تقریر : اندرپتی سنگھ
۷-۱۰ مکیش : غزل
۸-۰۵ کاویہ سدھا
ویریندر کمار ہمدم
۹-۱۵ لال بہاری سنگھ اور ساتھی
لوک گیت

منگل ۱۲ نومبر

صبح

۶-۴۵ جے رام دویدی
بھوجپوری گیت
۷-۰۵ اوشا ٹنڈن : بھجن
۸-۲۱ نرجن : دیوالی کے گیت

دوپہر

۱-۱۰ مہیلا سبھا
'ناری گرہ لکشمی کے روپ میں'
مباحثہ : شرکاء : امراوتی مشر
ششی پربھا سنگھ اور
ششی بالا اگروال
۲-۳۰ نبی کریم عرف بچہ : لوک گیت

شام

۵-۲۵ گرام جگت : 'اپنی دھرتی'
تقریر : راجندر پردیسی
۶-۱۰ کھیتی باڑی
مسالے کی کھیتی 'میتھی'
تقریر : ڈاکٹر آر۔ کے۔ سنگھ
۸-۱۵ نبی کریم عرف بچہ
لوک گیت
۹-۱۶ کھیل کھلاڑی : 'ہاکی اور ہم'
مباحثہ : شرکاء : جے۔ ایم۔ شرما
ایس۔ کے۔ رضوی اور راودھ
نریش
۹-۳۰ اردو پروگرام : کاروانِ ادب
'میر کا تصورِ غم' : تقریر
از رفیع الحسن، 'منظر'
'دیوالی کی سائنسی اہمیت'

تقریر: تارا شنکر ناشاد

بدھ ۱۳ ر نومبر

صبح

۶-۴۵ مالا چٹرجی: بھوجپوری گیت

۷-۴۰ ہمانشو وشواس: سنطور پر راگ گجری توڑی اور دھن

۸-۲۱ ہرجیت سنگھ پیاسا: بھجن

۸-۳۰ اردو پروگرام: تخلیق
ایک تعارف: مولانا آزاد سبحانی: تقریر: حامد علی
'پنڈت جواہر لال نہرو' نظم: احمر گورکھپوری

دوپہر

۲-۳۰ شری ناتھ اور ساتھی لوک گیت

شام

۵-۲۵ گاؤں کی اور
بھوجپوری علاقے کے سادھو سنت۔ ڈاکٹر لچھمی شنکر ترویدی

۶-۱۰ 'ندی کی تلہٹی میں سبزیوں کی کھیتی': تقریر: از ڈاکٹر سدا شنکر سنگھ

۷-۱۰ ہرجیت سنگھ پیاسا: بھجن

۸-۰۵ وکاس کے قدم: دیوریا'
ہرمہندر سنگھ: ضلع ادھیکاری دیوریا سے بات چیت

۸-۱۵ شری ناتھ اور ساتھی لوک گیت

۹-۱۶ 'ٹیکس ایویزن': انگریزی تقریر ڈی۔ کے۔ چٹرجی

جمعرات ۱۴ ر نومبر

صبح

۶-۴۵ رام نرائن موریہ اور ساتھی بھوجپوری گیت

۷-۴۰ روشن آرا بیگم خیال، راگ للت اور بھٹیار

۸-۲۱ رونا لیلیٰ: گیت

۹-۱۵ گھر آنگن
مہیلا گرام پردھان شری متی لاچی سنگھ سے انٹرویو

دوپہر

۱۲-۰۵ بنگلا گیت

۲-۳۰ صابر علی اور ان: لوک گیت

شام

۵-۲۵ گاؤں کی اور
بھوجپوری کہانی
از ڈاکٹر رام دیو شکل

۶-۱۰ کھیتی باڑی
مرغیوں کے پرجیوی کیڑے
تقریر: ڈاکٹر پی۔ پی رائے

۷-۱۰ پرویز مہدی: غزل

۸-۰۵ پرجاتنتر کے پرکاش استمبھ 'پنڈت نہرو'
تقریر: ہرجیت سنگھ مجیٹھیا

۸-۱۵ صابر علی اور ان: لوک گیت

جمعہ ۱۵ ر نومبر

صبح

۶-۴۵ من جل مشر: بھوجپوری گیت

۷-۴۵ وادیہ وِرند

۸-۲۱ کماری انو بھادھر: سُگم سنگیت

۸-۳۰ شوخیٔ گفتار: اردو پروگرام
اکبر کی مزاحیہ شاعری
تقریر: احمد بخش
مزاحیہ کلام: شاطر گورکھپوری

دوپہر

۱-۱۰ مہیلا سبھا
'سردیوں میں توچا کی رکشا'
تقریر: نتی شری واستوا
'دلو بابھاوے کی بہنیہ تمقی'
مذاکرہ

۲-۳۰ چندربھان اور ساتھی لوک گیت

شام

۵-۲۵ گاؤں کی اور
'آواس وکاس پریشد گورکھپور ایک جانکاری'
تقریر: آر۔ پی تیواری

۶-۱۰ بات چیت: 'ربیع میں بھومی ایوم جل پربندھ'

۷-۱۰ کماری انو بھادھر: سُگم سنگیت

۸-۰۵ بات چیت: 'اُپنیاسوں کے اوسمٹریہ ناٹک بھون'
تقریر: راجندر رنجن

۸-۱۵ چندربھان اور ساتھی لوک سنگیت

شملہ

میڈیم ویو: ۲۶ ۳۸۷ میٹر ۷۷۴ کلوہرٹز
شارٹ ویو: صبح ۳۰-۷ تک اور شام ۳۰-۶ کے بعد رات تک ۹۲۲۰۹ میٹر ۳۲۲۳ کلوہرٹز
صبح ۴۵-۷ کے بعد دوپہر ۴۵-۴ تک اور شام ۰۰-۵ کے بعد
۴۹۲۸۳ میٹر ۶۰۲۰ کلوہرٹز

جمعہ یکم نومبر

صبح

۶-۳۵ "دیش سیوا" نِشکامتا و ساتھی

۸-۲۱ للت ابھیک: سُگم سنگیت

۸-۴۵ وی۔ جی۔ جوگ: وائلن

رات

۹-۲۵ بھوپیش متہ: سُگم سنگیت

۸-۴۵ سبھاش زدان: وائلن

ہفتہ ۲ نومبر

صبح

۶-۳۵ گیان وندو: ڈاکٹر [illegible]

۷-۱۰ ایم۔ آر۔ گوتم: گائن

اتوار ۳ نومبر

صبح

۶-۳۵ گیان وندو: 'سنکلپ' مہاتما گاندھی

۷-۱۰ روی شنکر: ستار

۹-۳۰ ندرانہ: غزلوں کا پروگرام

رات

۷-۰۵ ایک رنگ

۸-۲۵ کلاسیکل گائن

پیر ۴ ر نومبر

صبح

۶-۳۵ گیان وندو: جگت کا سروپ
سوامی وویکا نند

۷-۱۰ پروین سلطانہ: گائن

۷-۴۰ جیون جیوتی: دیش بندھو چترنجن داس

۸-۲۱ بھائی ترلوچن سنگھ اور ساتھی شبد

رات

۹-۴۵ اوشا منڈن: سُگم سنگیت

منگل ۵ ر نومبر

صبح

۶-۳۵ گیان وندو
'سب کی سیوا، بائیبل سے'

۷-۱۰ شرن رانی: سرود

۸-۲۱ اور رات ۴۵-۹
مکند لال کنڈا: سُگم سنگیت

بدھ ۶ نومبر

صبح

۶-۲۵ گیان وندو: قرآن شریف سے

۷-۱۰ ایم۔ ایل۔ وسنتا کمار کرناٹک گائن

۸-۲۱ ٹھمری۔ دادرا

جمعرات ۷ ر نومبر

صبح

۶-۳۵ گیان وندو، انندو کے وچار

۷-۱۰ شو کمار شرما: سنطور

۸-۲۱ پرکاش کور: پنجابی گیت

رات

۸-۱۵ شوبھا گورٹو: غزلیں

جمعہ ۸ ر نومبر

صبح

۶-۳۵ گیان وندو، جین دھرم سے

۸-۲۱ اور رات ۲۵-۸
کرشنا بھیم سین
سُگم سنگیت

رات

۸-۳۵ جین کمار جین: جل ترنگ

ہفتہ ۹ ر نومبر

صبح ۶-۳۵ گیان وندو

صوفی سنتوں کی وانی : بھگتی
۱۰ — ۷ سنگھ بندھو : گائن
دوپہر
۲ — ۴۰ لوک گاتھا

اتوار ۱۰ر نومبر

صبح
۶ — ۲۵ گیان وندو، مہابھارت سے
۷ — ۱۰ کلاسیکی موسیقی
رام نارائن : سارنگی
رات
۸ — ۲۵ پربھا آترے : گائن

پیر ۱۱ر نومبر

صبح
۶ — ۲۵ گیان وندو، جیون درشن
بالمیکی رامائن سے
۷ — ۱۰ کلاسیکی موسیقی
سوبتا دیوی : گائن
۸ — ۲۱ لتا منگیشکر : شبد
رات
۹ — ۴۵ نیلم ساہنی : سگم سنگیت

منگل ۱۲ر نومبر

صبح
۷ — ۱۰ کلاسیکی موسیقی
رئیس خاں : ستار
رات
۸ — ۱۵ سدھ رام یادو
سندری وادن
۹ — ۱۶ دگیان جگت

بدھ ۱۳ر نومبر

صبح
۶ — ۲۵ گیان وندو
بودھ دھرم سے - برہم
۷ — ۴۰ جیون جیوتی
مہاراجہ رنجیت سنگھ
۸ — ۲۱ نرملا اردن : گائن
رات
۸ — ۲۵ عزیز احمد خاں وارثی : قوالی

جمعرات ۱۴ر نومبر

صبح
۶ — ۲۵ گیان وندو

سوامی رام کرشن پدم ہنس
۷ — ۱۰ بسنت راؤ دیش پانڈے : گائن
۸ — ۲۱ گرمیت کور باوا : پنجابی گیت
رات
۹ — ۱۶ آپ کا پتر ملا

جمعہ ۱۵ر نومبر

صبح
۶ — ۲۵ گیان وندو
شرمد بھگوت گیتا سے
۸ — ۲۱ سگم سنگیت
رات
۹ — ۱۶ بھارت اکیسوی صدی کی اور
ہندی تقریر

بقیہ :- اردو سروس

کرشنا راؤ شنکر پنڈت
خیال مالکونس
محمود مرزا : ستار

جمعہ ۱۵ر نومبر

صبح
۶ — ۲۵ شہر صبا
پی ناز سانی : شمیم جے پوری
ممتاز مرزا اور مومن خاں
مومن کا کلام
غلام نبی شیخ : داغ کا کلام
۷ — ۳۰ نندلال گھوش
سرود پر راگ توڑی
۹ — ۰۰ آؤ بچو
۹ — ۲۲ آپ کے خط آپکے گیت
رات
۸ — ۳۰ حسنِ غزل
پی ناز سانی
غالب اور مومن کا کلام
۱۱ — ۳۰ اور ۰۵ — ۱۲
بزمِ موسیقی
کرشنا راؤ جادھو
راگ اڈانہ میں دھار اور دھر پد
نندلال گھوش
سرود پر راگ درباری

جالندھر چنڈی گڑھ

جالندھر : میڈیم ویو : ۴۳ر ۴۲۷ میٹر ۷۰۲ کلو ہرٹز ۲۲ر ۲۲۲ میٹر ۱۳۵۰ کلو ہرٹز
۳۴۳ر ۶ میٹر ۸۷۳ کلو ہرٹز
چنڈی گڑھ : میڈیم ویو : ۲۰۹ر ۶ میٹر ۱۴۳۱ کلو ہرٹز

خبریں

ہندی : صبح ۰۰ — ۸ دوپہر ۰۵ — ۱، ۱۰ — ۲، ۴۵ — ۲ (دھیمی رفتار سے)
شام ۰۵ — ۶ اور ۲۰ — ۶ (پرادیشک) رات ۴۵ — ۸، ۰۵ — ۱۱
پنجابی : صبح ۳۰ — ۸ دوپہر ۴۰ — ۱ شام ۱۰ — ۶ (پرادیشک) اور شام ۳۰ — ۷
انگریزی : صبح ۱۰ — ۸ دوپہر ۰۰ — ۱ اور رات ۰۰ — ۹ — ۰۰ — ۱۱
اردو : صبح ۰۵ — ۸ دوپہر ۵۰ — ۱ رات ۱۵ — ۹ (خبریں) ۲۵ — ۹ (تبصرہ)
روزگار سماچار : شام ۴۰ — ۷

جمعہ یکم نومبر

صبح
۷ — ۳۰ دوپہر ۱۵ — ۱۲ اور شام ۴۵ — ۵
برجموہن لال : کافی گیت غزل
۹ — ۰۵ اور رات ۳۰ — ۱۰
سریندر کمار دتہ
ستار وادن
دوپہر
۱۲ — ۳۰ طفیل نیازی اور جاوید طفیل
لوک گیت
۲ — ۳۰ تیرتھ سنگھ : لوک گیت
شام
۴ — ۳۰ پورن کمار ورما : طبلے پر
جھپ تال
۴ — ۴۵ محمد صدیق : لوک گیت
۹ — ۳۰ سمیتی : ٹیگور کی کہانی پر مبنی ڈرامہ
اندر جوشی
۴ — ۳۰ پریم ناتھ ترکھا : خیال شری
۴ — ۴۵ امریک سنگھ : لوک گیت
۷ — ۴۵ کے ایل سود : جلترنگ پر
بھوپالی
۹ — ۳۰ عبدالحلیم جعفر خاں
ستار وادن

اتوار ۳ر نومبر

صبح
۹ — ۰۵ استاد بڑے غلام علی خاں
ٹھمری
۹ — ۱۵ بال جگت : بچوں کیلئے پروگرام
دوپہر
۲ — ۳۰ سریندر شنڈا : لوک گیت
شام
۴ — ۴۵ سوہن سنگھ سیتل ڈھاڈی
اور ساتھی : واراں

ہفتہ ۲ر نومبر

صبح
۷ — ۳۰ اور دوپہر ۱۵ — ۱۲
پریتی بالا : گیت
۷ — ۴۵ سورن باوا : لوک گیت
۹ — ۰۵ پریم ناتھ ترکھا
خیال الہیا بلاول
شام

پیر ۴ر نومبر

صبح
۸ — ۲۰ پریم پاٹھک : لوک گیت
۹ — ۰۵ این راجن : وائلن پر راگ دیسی
رات
۹ — ۳۰ حرص کوالی : پنجابی ڈرامہ
از گورو دیال سنگھ پھل

منگل ۵ر نومبر

صبح

9-10 'پریم پیا': مرحوم استاد فیاض خاں کی زندگی اور موسیقی کو ان کی دین پر مبنی پروگرام
بلبیر سنگھ کلسی

دوپہر

2-30 نریندر بیبا: لوک گیت

شام

6-15 سردارا: لوک گیت

بدھ ۶ رنومبر

صبح

7-30 اور دوپہر 12-15
بھائی گیان سنگھ جوگی اور ساتھی: شبد

9-05 ادم پرکاش: سیکسوفون پر بلاس خانی توڑی

دوپہر

2-30 کرتار چند جوگی: بھیٹاں

جمعرات ۷ رنومبر

صبح

8-20 اور شام 7-05
اجیت کور: گیت / غزل

9-05 اور شام 4-30
یش پال: خیال

دوپہر

2-30 منموہن کور: لوک گیت

شام

4-45 سنت سنگھ بندرا
لوک گیت

جمعہ ۸ رنومبر

صبح

7-30 اور شام 7-45
مہندر پال سنگھ نگینہ: گیت

8-20 اور دوپہر 12-15
یش پال: گیت

9-05 جیوتی مٹو: ستار پر بھیروی

دوپہر

12-30 رمیش رنگیلا اور ساتھی
لوک گیت

2-30 ملکھی رام: لوک گیت

شام

4-45 سورن لتا: لوک گیت

9-20 'یتنا': ہندی ڈرامہ
از ریوتی سرن شرما

ہفتہ ۹ رنومبر

صبح

7-45 پرتی بالا: گیت

9-05 اور سہ پہر 4-30
سویتا دیوی: ٹھمری جوگیا اور ٹپہ دادرا

شام

4-45 رچھپال سنگھ پال: لوک گیت

اتوار ۱۰ رنومبر

صبح

9-05 استاد عبدالکریم خاں
سبدھ سنگیت

11-00 ٹی۔ این پیشا گوپالن: گاتن

دوپہر

2-30 پورن شاہکوٹی: لوک گیت

شام

4-45 جسد یوکمار یملا جٹ
لوک گیت

پیر ۱۱ نومبر

صبح

8-20 نوراں: لوک گیت

9-05 اشوک رائے
سرود پر بسنت مکھاری

دوپہر

2-30 سوبندر سنگھ پردیسی
لوک گیت

شام

4-30 'حرص کوالی': پنجابی ڈرامہ
ڈاکٹر گوردیال سنگھ پُھل

منگل ۱۲ رنومبر

صبح

9-10 بسم اللہ خاں: شہنائی وادن

دوپہر

2-30 امریک سنگھ غازی ننگل
لوک گیت

شام

4-45 سوداگر مل کومل اور ساتھی
بھیٹاں

(آگے ص ۴۵ پر)

بیکانیر

۳۱۵،۰۰ میٹر ۱۳۹۵ کلوہرٹز

جمعہ یکم نومبر

صبح

9-21 دہنہ پرتھانے ختم کرن رستہ ماتے
مہیلاؤں ر دلوگ دان
پھوال کماری راجباوت

9-15 اور دوپہر 1-30
بھونگر خاں: لوک گیت

دوپہر

1-10 اطافت حسن خاں: پیال پردیپ

1-50 'وُمب ستے کی آنے والی فصلیں
اور ان کی خاص خاص باتیں'
مہ دلیپ سنگھ نطانی

ہفتہ ۲ نومبر

دوپہر

1-10 'فیضا احمد خاں خیال

1-30 اُھیے سنگھ گہلوت
لوک سنگیت

1-50 دُور دراز علاقوں میں مونیا بند
ایک بھیانک روگ: بکشن
اور ایک بار نمارن منجولا

شام

5-05 کماری سمتر ورما: لوک سنگیت

اتوار ۳ رنومبر

دوپہر

12-00 'مہیلا جگت
سوا ستھیہ پرشن اتری
سوال آپ کے جواب ڈاکٹر
بہن کے: ڈاکٹر دھیہ لکشمی
گیت: ان سے ملئے: مرغی
' سمبندھ میں: اودیا داس

پیر ۴ رنومبر

صبح

9-15 اور دوپہر 1-30
لوک سنگیت: کالوناتھ و ساتھی

دوپہر

1-10 اشیش بندھوا پا دھیائے
الیسراج پر وہاگ ر دھن

1-50 بمب درگیہ ایوم انیہ قلم لگے
پودوں میں کرشی کاریہ
پی۔ ایس گودارا

منگل ۵ رنومبر

9-15 اور دوپہر 1-30
لوک گیت، دھیرا سین

دوپہر

1-50 'پرتھوی کی سبزیاں اور ان کی دیکھ بھال'
تقریر: پی۔ ایس۔ شرما

شام

5-05 'آنکھوں کی دیکھ بھال'
از مدن جین

بدھ ۶ رنومبر

صبح

9-15 اور دوپہر 1-30
لوک سنگیت: گورا دیوی

دوپہر

1-10 اسد علی خاں: وینا پر دیش

1-50 'گرامین دیش میں پنیتی سماجک سمسیاؤں ایوم وشمتاؤں کو کیسے دور کریں'
راجہ رام شاستری

جمعرات ۷ رنومبر

صبح

7-50 کیشو شرما: سگم سنگیت

9-15 اور دوپہر 1-30
سانگی دان دماسی
لوک سنگیت

دوپہر

1-10 مہیلا جگت: کویتا پاٹھ
پرمیلا گنگل: غزل

۷ — ۱ پریسنواد: یہ کھٹے میٹھے رشتے
نند بھوجائی : میرا گپتا
کرشی لوک : پرگتی شیل کسان
سے بھینٹ : گیان پرکاش

جمعہ ۸ ر نومبر

صبح
۸ — راجستھانی وارتا
روز کار اِمکھ سکھائے واسطے
آج ری شکشا ماتے امول
پریورتن ری ایک اوشیکتا،
تقریر: پونم چند کھر گادت
۹ — اور دوپہر ۳۰ — ۱
رام لال مراثی: لوک سنگیت

دوپہر
۱ — ۱ شاستریہ سنگیت
مال ویکا کانن: خیال دیراگی

شام
۵ — یوواوانی : وارتا : اسٹریس
اینڈ سلومن: سودیش راگھو
کیسو ٹرا یجوکیشن این ایمپورٹنٹ
ایجوکیشن : کرتی کمار بوہرا

ھفتہ ۹ ر نومبر

دوپہر
۱ — ۱ کرشی لوک
’گاؤں کے وکاس میں بادھک
سمسیائیں اور ان کا نراکرن‘
انڈ ودیا بھارتی

اتوار ۱۰ ر نومبر

دوپہر
۱۲ — مہیلا جگت
’مِتوِیَنی بنئے فضول خرچی روکئے‘
بات چیت : اندا ہرش
اندو سکینہ، شکیلہ بیگم
گیت

شام
۵ — یوواوانی : نوترنگ
دیپک کمار شرما

پیر ۱۱ ر نومبر

صبح
۹ — ۱ اور ۳۰ — ۱ دوپہر
اللہ جلائی بائی: لوک سنگیت

دوپہر
۱۰ — ۱ شاستریہ سنگیت
نزاکت علی، سلامت علی: گائن
۳۰ — ۱ لوک سنگیت: اللہ جلائی بائی
۵۰ — ۱ کرشی لوک : کرتم گربھا
دھان سے لابھ
ڈاکٹر این . کے . بیران

شام
۵ — ۵ یوواوانی : پریچرچا
یووا ورگ کی اپیوگتا تھا داشتو
بودھ : بھاگ لینے والے
کماری سنیتا اگروال، سدھا
راجپوت ، منو بھارگوا اور
بھاگ چند سونی

منگل ۱۲ ر نومبر

صبح
۱۵ — ۹ اور دوپہر ۴۰ — ۱
بنواری دیوانہ : لوک سنگیت

دوپہر
۵۰ — ۱ کرشی لوک : دیپاولی ایک
ہرش واﷲس پر یرک پرو
اینا گپتا

شام
۵ — ۵ یوواوانی : دگیان کی باتیں
’پیٹ کے کیڑے‘
رتیش کمار گپتا
۳۰ — ۶ مرد ستھلی : دیپاولی منانے کا
سماجک مہتو : ودیا آچاریہ
کویتا پاٹھ : گووند سونی
کہانی : دیپوں کی
نانو رام سنسکرتا
۱۵ — ۸ سگم سنگیت
جیہ ہند پرکاش بھٹناگر

بدھ ۱۳ ر نومبر

صبح
۴۵ — ۹ اور دوپہر ۳۰ — ۱
لوک سنگیت
پشپا سینی

دوپہر
۱۰ — ۱ شاستریہ سنگیت: گرجا دیوی ٹھمری دادرا
۳۰ — ۱ لوک سنگیت : پشپا سینی
۵۰ — ۱ کرشی لوک
مرو شیتر میں ہرے چارے
کی ویوستھا
ڈاکٹر رمیہ سنگھ چوہان

جمعرات ۱۴ ر نومبر

صبح
۵۰ — ۷ سگم سنگیت : سریتا گوسوامی
۱۰ — ۸ اور دوپہر ۴۰ — ۱۰
مالتی وساتھیاں

دوپہر
۱۰ — ۱ مہیلا جگت : اسنیہہ سمندھوں
کا انو ٹھا پرو : بھیا دوج
اندرا گرگ : غزل
بات چیت : مہیلا مان سنستائیں
بدلاو نہ ہو رہی ہے وکیپانک
درشٹی کون سے پرتی
گارگی رائے چودھری
۵۰ — ۱ کرشی لوک
آدھونک کرشی وکاس کی دین
پنڈت نہرو کی دورودر شیتا
رام سروپ جوشی

شام
۵ — ۵ یوواوانی
اوپکا رمک کاریہ کرم: یگ پرش
پنڈت جواہر لال نہرو
رام ولاس پاریک
۱۵ — ۸ سگم سنگیت: سریتا گوسوامی
۲۵ — ۸ بسم اللہ خاں : شہنائی
وی جی جوگ : وائلن
راگ درگا

جمعہ ۱۵ ر نومبر

صبح
۲۱ — ۸ راشٹریہ وکاس رے واسطے
سہکاریتا ایک اوشیکتا‘
رام پرتاپ چودھری
۱۵ — ۹ اور دوپہر ۳۰ — ۱
لوک سنگیت
امر چند ستھار

دوپہر
۱۰ — ۱ شاستریہ سنگیت
ونایک راؤ پٹ وردھن
خیال ہمیر
۵۰ — ۱ ’آپسی سدبھاؤ سے ہی اپنی
اور راشٹر کی اونتی‘
سریندر سنگھ تامور

بقیہ :- جالندھر

بدھ ۱۳ نومبر

صبح
۳۰ — ۷ اور دوپہر ۱۵ — ۱۲ اور شام ۴۵ — ۵
بھائی دیویندر سنگھ راگی شبد
۰۵ — ۹ پرکاش وڈھیرا
بانسری پر راگ بیراگی

دوپہر
۳۰ — ۲ اجیت سنگھ ناز: لوک گیت

شام
۳۰ — ۴ پھلواڑی : چھوٹے بچوں کے لئے
پروگرام

جمعرات ۱۴ نومبر

صبح
۳۰ — ۷ رام آپی داس نرموہی: گیت
۰۵ — ۹ اور سہ پہر ۳۰ — ۴
ہربنس دیو : خیال

دوپہر
۱۵ — ۱۲ روپ بندرجیتی : غزلیں
۳۰ — ۲ رنکا سنگھ دمان: لوک گیت

شام
۴۵ — ۴ تیتیش چندر : لوک گیت

جمعہ ۱۵ ر نومبر

صبح
۳۰ — ۷ محمد انور خاں : غزلیں
۲۰ — ۸ بھائی چانن سنگھ مجبور
شبد

دوپہر
۳۰ — ۱۲ پورن چند وڈالی اور ساتھی
لوک گیت
۳۰ — ۲ کلونت سنگھ بیدی
لوک گیت

شام
۳۰ — ۴ راجن ونایک کلکرنی
سرود پر تلنگ
۴۵ — ۴ سعیدہ بانو اور ساتھی
لوک گیت

پٹنہ، بھاگلپور، دربھنگہ

میڈیم ویو (الف) ۱۳۸۴ میٹر / ۶۲۱ کلو ہرٹز
میڈیم ویو (ب) ۲۳۲ء۱۸۷ میٹر / ۱۶۰۲ کلو ہرٹز

خبریں

علاقائی: صبح ۳۰-۸ (رانچی سے پہلے) دوپہر ۱-۳، شام ۳۰-۷

روزانہ نشر ہونے والے پروگرام

صبح

۲۵-۶ بھگتی سنگیت
۳۰-۶ کھیتی کی بات
۳۵-۶ آج کا چنتن
۱۰-۷ مانس گان
۲۰-۸ سگم سنگیت
۴۰-۸ اردو پروگرام
۴۵-۹ رس منجری / بچوں کا پروگرام (صرف اتوار کو)

دوپہر

۳۰-۱۲ خواتین کے لیے ناری جگت (منگل جمعرات اور ہفتہ)
۰۰-۱ گیت
۳۰-۱ لوک گیت
۴۵-۱ سامئیکی
۰۰-۲ ملے جلے گانے
۴۰-۲ کمیونیٹی گیت
۱۵-۳ روزگار سماچار

رات

۲۰-۵ میتھلی، بھوجپوری اور مگدھی پروگرام (اتوار، پیر اور جمعہ)
۰۰-۶ مقامی اعلانات
۱۵-۶ سگم سنگیت
۳۰-۶ چوپال کھیتی گرہستی
۴۰-۷ ضلعے کی چٹھی
۴۵-۷ ہندی پروگرام (اتوار، پیر اور جمعہ) یونیورسٹی براڈکاسٹ (منگل اور جمعرات)
۳۰-۹ شاستریہ سنگیت
۰۰-۱۰ لوک گیت - بھگتی گیت
۱۰-۱۱ اختتام

اردو پروگرام

صبح ۴۰-۸ سے ۴۵-۹ کے درمیان

محفل سخن

(اسٹوڈیو مشاعرہ)
شرکاء: ظہیر صدیقی، سلطان اختر
شاہد کلیم، طاہر رضوی، برقی اور کوثر سیوانی
۳ نومبر

تقریر / انٹرویو

روشنی کے مینار: قاضی سید شاہ منظاہر امام چشتی: از نجم امام منعمی
یکم نومبر
روشنی کے مینار: سید شاہ سلیمان
از سید شاہ حسین الحق
۸ نومبر

روشنی کے مینار: حضرت بی بی کمال
از مولانا ایس۔ ایم۔ اسماعیل
۱۵ نومبر
شہر نامہ: سسرام: از عین تابش
۲ نومبر
میری نظر میں: استاد فیاض خاں
از: رضا رمن
۵ نومبر
شہر نامہ: گیا: از: تاج انور
۹ نومبر
پودوں میں رسم شادی: از ناطق قادری
۱۰ نومبر

شمسی توانائی کا استعمال: ڈاکٹر محمد یسین
۱۰ نومبر
عظیم سیاسی رہنما: مولانا ابوالکلام آزاد
از شاہد رام نگری
۱۱ نومبر
پنڈت نہرو اور بچے: جاوید اختر
۱۴ نومبر
قندیل: مختصر بات چیت (جمعہ)
یکم، ۸ اور ۱۵ نومبر
یہ محنت کش (معاشی پسماندہ افراد سے ملاقاتوں پر مبنی)
۲ اور ۹ نومبر
بڑھتے قدم (نوجوانوں کی ادبی، سماجی اور ثقافتی سرگرمیوں پر مبنی)
۱۳ نومبر
گھر خاندان (ملاقاتوں پر مبنی پروگرام)
۵ اور ۱۲ نومبر
پسند اپنی اپنی (فرمائشی فلمی نغمے)
۲ اور ۹ نومبر
آپ کے خطوط (خطوں کا جواب)
۳ اور ۱۰ نومبر
محفل سماع: یکم، ۸ اور ۱۵ نومبر

جہلم کا خصوصی پروگرام

مرثیہ: از [illegible] حسین
سوز: از ذاکر حسین
نوحہ: از [illegible] امداد
شبو بانو اور سیف [illegible]
۴ نومبر

کہانی

ایک معنی تم: از مشتاق احمد نوری
۵ نومبر
شکوہ: از نوشاد انور ۶ نومبر
کہانی: از شوکت حیات: ۱۱ نومبر
کہانی: از اختر واصف، ۱۳ نومبر
دیوالی کا خصوصی پروگرام
روشنی ہی روشنی: بات چیت
از: اوتار ناتھ شرن واستو
دیوالی: نظم: از رمز عظیم آبادی
۱۲ نومبر
جمیل ۱۳۱ [illegible] بانسری میں: فیچر
[illegible] احمد یوسف
پیشکش: جمال الدین ساحل
شرکاء: شان الرحمن اور سعیدہ وارثی
معاون: ایس۔ ایم۔ مسلم
۱۴ نومبر

کلام شاعر

نئی آواز: صغیر احمد صغیر ۷ نومبر
نئی آواز: عالم خورشید ۱۴ نومبر

ڈرامہ

تین سائے: تحریر: کمال احمد صدیقی
۷ نومبر
رنگ غزل: (غزلوں پر مبنی پروگرام)
۱۱ نومبر

بقیہ:- اورنگ آباد

گھریلو موضوعی خاکہ
۳۰-۸ وِلاس پرِیاگ

دوپہر

۱۰-۱ سنگھ بندھو: گائن
۴۰-۱ وادیہ لہری

شام

۳۰-۵ یووا وانی
مراٹھی میں نوجوانوں کے لئے پروگرام
۲۰-۷ لوک سنگیت
۳۰-۸ مدھو گندھ

جمعرات ۱۴ نومبر

صبح

۰۰-۷ جگناتھ درسانتھی: شسنمانی
۳۰-۷ سب رنگ، اردو پروگرام
نئے چراغ (نوجوانوں کے لئے پروگرام)
۴۰-۸ کھڑی دادرا

دوپہر

۳۰-۱۲ چترپٹ سنگیت
۱۰-۱ سگم سنگیت

شام

۲۰-۷ چترپٹ سنگیت

جمعہ ۱۵ نومبر

صبح

۰۰-۷ بانسری وادن
۳۰-۷ سب رنگ، اردو پروگرام
آپ اور ہم: نور الحسین
۴۰-۸ بھاؤ سرگیتا

دوپہر

۱۰-۱ سوائی گندھرو: گائن
۴۰-۱ سموہ گان

اورنگ آباد پربھنی

اورنگ آباد ——— ۲۰۸/۱۹۷ میٹر یعنی ۱۵۲۱ کلو ہرٹز
پربھنی ——— ۲۲۹/۴۰۰ میٹر یعنی ۱۳۰۵ کلو ہرٹز

خبریں

ہندی خبریں: صبح ۰۰-۶، ۵۹-۷، دوپہر ۰۵-۱، شام ۰۵-۶، رات ۴۵-۸، ۰۵-۱۱
مراٹھی: صبح ۵۰-۶، ۳۰-۸، دوپہر ۳۰-۱، شام ۰۰-۷، رات ۰۵-۸
انگریزی: صبح ۱۰-۸، دوپہر ۰۰-۱، رات ۰۰-۸ (اسپورٹ) ۰۰-۹، ۰۰-۱۱
اردو: دوپہر ۰۵-۱، رات ۱۶-۹   سنسکرت: شام ۱۰-۶

روزانہ نشر ہونے والے پروگرام

صبح

۵۵-۵ وندے ماترم اور شہنائی
۰۵-۶ سنسکرت پاٹھ
۱۰-۶ امرت دھارا
۱۵-۶ کسانوں کے لیے مراٹھی میں پروگرام
۲۰-۶ سوراانجلی
۴۵-۶ پروگرام کا خلاصہ
۳۰-۷ سب رنگ: اردو پروگرام

شام

۳۰-۵ یووادانی نوجوانوں کیلئے مراٹھی میں پروگرام
۳۰-۶ دیہاتیوں کے لیے پروگرام (مراٹھی)
۱۰-۷ روزگار سماچار
۱۵-۷ بازار بھاؤ — گیان جیوتی (صرف اتوار کو)
۳۰-۷ آپکے گھر آپکے شوار
۳۰-۸ مدھوگندھ / سنسد سمیکشا

جمعہ یکم نومبر

صبح

۰۰-۷ رئیس خاں: ستار
۳۰-۷ سب رنگ: اردو پروگرام آپ اور ہم: سامعین کے خطوط پر مبنی پروگرام از نورالحسین

دوپہر

۱۰-۱ بھیم سین جوشی: گائن

ہفتہ ۲ نومبر

صبح

۳۰-۷ سب رنگ: اردو پروگرام
۴۰-۸ چترپٹ سنگیت

اتوار ۳ نومبر

صبح

۰۰-۷ جھروکہ: فیملی سیریل
تحریر: دیواکر دیشمکھ
۱۵-۷ سور شلپ

دوپہر

۱۰-۱ بسم اللہ خاں: شہنائی

شام

۱۵-۷ گیان جیوتی
۱۵-۸ ڈرامہ اور کیھتی: مراٹھی تقریر
۳۰-۸ چترنجن
۳۰-۹ سدا بہار گیت

پیر ۴ نومبر

صبح

۰۰-۷ مدھوسودن بھاوے: گائن
۳۰-۷ سب رنگ

دوپہر

۱۰-۱ مدھوسودن بھاوے: گائن

رات

۲۰-۷ راجستھانی لوک سنگیت
۳۰-۸ مدھوگندھ

منگل ۵ نومبر

صبح

۰۰-۷ الہاس کیشلکر: گائن
۳۰-۷ سب رنگ: اردو پروگرام
۴۰-۸ ناٹیہ سنگیت

رات

۳۰-۹ فیچر: تحریر: ڈاکٹر ارون دیلاؤکر

بدھ ۶ نومبر

صبح

۰۰-۷ کرونا دیشپانڈے: گائن
۳۰-۷ سب رنگ، اردو پروگرام "باتوں باتوں میں" گھریلو موضوعی خاکہ

دوپہر

۱۰-۱ ڈی بی جوگ اور بسم اللہ خاں وائلن شہنائی: جگلبندی

جمعرات ۷ نومبر

صبح

۰۰-۷ نرائن راؤ: سرود
۳۰-۷ سب رنگ، اردو پروگرام نوجوانوں کے لئے خصوصی نشریہ نئے چراغ
۴۰-۸ بیگم اختر: ٹھمری دادرا

رات

۱۵-۸ گیان جیوتی

جمعہ ۸ نومبر

صبح

۰۰-۷ کے جی شنڈے: گائن
۳۰-۷ سب رنگ، اردو پروگرام آپ اور ہم: نورالحسین

دوپہر

۱۰-۱ روی شنکر: ستار

رات

۳۰-۸ مدھوگندھ
۳۰-۹ آئی آئی۔ دیوالی آئی: ڈرامہ تحریر: گلشن دیشپانڈے

ہفتہ ۹ نومبر

صبح

۰۰-۷ پربھات کرنیں

دوپہر

۳۰-۱۲ رنگ و فل
۱۰-۱ راگ سریتا

رات

۳۰-۸ ناٹیہ رنگ

اتوار ۱۰ نومبر

دوپہر

۱۰-۱ پربھودیو سردار: گائن
۴۰-۱ سنگل کان

شام

۱۵-۶ بنے کمار جین: کیرتن
۱۵-۷ گیان جیوتی

پیر ۱۱ نومبر

صبح

۰۰-۷ برج بھوشن کابڑہ: گٹار
۳۰-۷ سب رنگ: آفتاب تازہ، پیش کش: نورالحسین

دوپہر

۱۰-۱ پروین سلطانہ: گائن

شام

۳۰-۵ یووا وانی مراٹھی میں نوجوانوں کا پروگرام
۲۰-۷ پنجاب کا لوک سنگیت
۳۰-۸ مدھوگندھ

منگل ۱۲ نومبر

صبح

۰۰-۷ رسیک لال اندھاریا: گائن
۳۰-۷ سب رنگ، اردو پروگرام
۴۰-۸ ناٹیہ سنگیت

دوپہر

۴۰-۱ فلمی گانے

شام

۳۰-۵ یووا وانی: مراٹھی میں نوجوانوں کے لئے پروگرام
۳۰-۹ دیوالی پر فیچر

بدھ ۱۳ نومبر

صبح

۰۰-۷ کارتک کمار: ستار
۳۰-۷ سب رنگ، اردو پروگرام باتوں باتوں میں

(آگے دیکھیں ۴۶ پر)

حیدرآباد

حیدرآباد 'الف': ۴۰۶۲۵ میٹر ۳۸ء۷ کلوہرٹز　حیدرآباد 'ب': ۸ء۲۱۷ ۷۷ ۱۳ کلوہرٹز
حیدرآباد 'ج': ۲۵۶ء۴ میٹر ۱۱۷۰ کلوہرٹز

روزانہ نشر ہونے والے اردو پروگرام

صبح

۶-۴۰ ایشور الله

قرأت کلام پاک اور نعت شریف (صرف جمعہ)

۸-۲۵ یو وا وانی (سوائے جمعہ)

نغموں کی دنیا (پیر)

مزاحیہ کلام (منگل)

روزگار نامہ اور فلمی گانے (بدھ)

فلمی گانے اور فیچر (جمعرات)

محفل قوالی (ہفتہ)

گلدستہ: نوجوانوں کے خطوط اور مضامین پر مبنی (اتوار)

۸-۴۰ یو وا وانی

کلام شاعر اور فلمی گانے (صرف جمعہ)

۹-۳۰ بچوں کے لئے (صرف اتوار)

دوپہر

۲-۳۰ بہنوں کے لئے (صرف اتوار)

اسکول طلبا کے لئے (بدھ اور جمعرات)

شام

۵-۲ ترنگ (روزانہ)

کھیلوں پہ تبصرہ، خطوں کے جواب اور فلمی گانے (پیر)

آہنگ: ادبی میگزین (منگل)

موسیقی کا پروگرام (بدھ)

مباحثہ (جمعرات)

آپ کی پسند: فلمی گانے (جمعہ)

ڈرامہ (ہفتہ)

گل نو (اتوار)

رات

۹-۳۰ نیرنگ

حرف تابندہ (روزانہ)

(۱) شب و روز حیدرآباد کی ڈائری

(۲) قہقہے اور گیت

(۳) غزلیں (پیر)

(۱) ان سے ملئے

(۲) تقریر مذاکرہ

(۳) گیت، غزل (منگل)

(۱) جہاں کارگراں

(۲) کلام شاعر

(۳) غزلیں (بدھ)

(۱) سائنس کی دنیا

(۲) غزلیں (جمعرات)

(۱) شعر و نغمہ

(۲) فیچر

(۳) قوالیاں (جمعہ)

(۱) گھر پریوار

(۲) بزم خطوط

(۳) غزلیں (ہفتہ)

(۱) انٹرویوز پر مبنی پروگرام

(۲) شگوفے: مزاحیہ پروگرام

(۳) غزلیں (اتوار)

جمعہ یکم نومبر

صبح

۹-۳۰ کہانی اللہ تعدیہ زمانی

ہفتہ ۲ نومبر

رات

۹-۳۰ (۲) گھر پروار: 'دانتوں کی بیماریاں'

انٹرویو: ڈاکٹر ظہیر اقبال

اتوار ۳ نومبر

دوپہر

۲-۳۰ (۱) بدلتی قدریں: 'پرانے رشتے، ساس بہو کا رشتہ' تقریر از توفیق فاطمہ

(۲) کلام شاعر: حنا شاہدی

پیر ۴ نومبر

رات

۹-۳۰ (۲) شب و روز حیدرآباد کی ڈائری

تقریر از محمد شکیل

منگل ۵ نومبر

رات

۹-۳۰ (۲) 'مشترکہ تہذیب کی جھلکیاں بنگال میں': تقریر از شانتی رنجن بھٹاچاریہ

بدھ ۶ نومبر

رات

۹-۳۰ جہان کارگران 'کارخانوں میں حادثے'

تقریر از خالد کسیری

جمعرات ۷ نومبر

رات

۹-۳۰ سائنس کی دنیا

'سمندر میں تیل کی کھوج'

تقریر از ڈاکٹر آنند راج ورما

سائنس کی خبریں

جمعہ ۸ نومبر

رات

۹-۳۰ شعر و نغمہ

پیش کش: بدر رحمان

ادب عالیہ سے فیچر 'مثنوی سحر البیان': از ڈاکٹر محمد علی اثر

ہفتہ ۹ نومبر

رات

۹-۳۰ گھر پروار: 'لڑکیوں کی پیدائش پر غم کیوں؟' مباحثہ

شرکا: محترمہ خدیجہ عالم خوندمیری: رابعہ، اور ریاست خانم

اتوار ۱۰ نومبر

دوپہر

۲-۳۰ 'دکن کی مشاہیر خواتین' تقریر: جہاں بانو نقوی

نئی کہانی از قمر تہنیت

پیر ۱۱ نومبر

رات

۹-۳۰ 'یہ بھی ایک فن ہے جیا وا دانے پر'

انٹرویو پر مبنی پروگرام

شگوفے: مزاحیہ تقریر

از محترمہ شفیقہ فرحت

منگل ۱۲ نومبر

رات

۹-۳۰ 'بیسویں صدی کا درشہ ہے': مذاکرہ

شرکا: یوسف اعظمی، سراج الدین، فصیح الدین

بدھ ۱۳ نومبر

رات

۹-۳۰ کھیلوں کی دنیا: 'باسکٹ بال'

انٹرویو: عبدالباسط صدیقی

کلام شاعر از غیاث متین

جمعرات ۱۴ نومبر

رات

۹-۳۰ سائنس کی دنیا: 'ہندوستان میں پٹرولیم مصنوعات کی ترقی'

از خلیل اکمل

جمعہ ۱۵ نومبر

رات

۹-۳۰ جلترنگ آرٹسٹ جناب حسن محمد خان سے ملاقات

سرینگر

میڈیم ویو:
سرینگر (الف): ۲۶۸٫۸ میٹر ۱۱۱۶ کلوہرٹز سرینگر (ج) ۲۴۵٫۱ میٹر ۱۲۲۴ کلوہرٹز
سرینگر (د) ۱۹۹٫۲ میٹر ۱۵۳۰ کلوہرٹز
شارٹ ویو: سرینگر (ب) ۴۹٫۱۰ میٹر ۶۱۱۰ کلوہرٹز ۹۱٫۵۰ میٹر ۳۲۷۷ کلوہرٹز
پہلی مجلس: صبح ۳۰-۶ سے ۰۰-۱۰ تک، دوسری مجلس: دوپہر ۳۰-۱۱ سے رات ۰۵-۱۱ تک
(اتوار کو صبح ۳۰-۶ سے رات ۰۵-۱۱)

خبریں

کشمیری: صبح ۴۵-۷، شام ۲۵-۶ اردو: صبح ۵۰-۸، دوپہر ۵۰-۱، رات ۱۵-۹
ہندی: صبح ۰۰-۹ سنسکرت: صبح ۰۰-۷
انگریزی: صبح ۱۰-۸، دوپہر ۰۰-۲، شام ۰۰-۶، رات ۰۰-۹ اور ۰۰-۱۱

علاقائی خبریں

اردو: صبح ۲۰-۹، دوپہر ۳۰-۱۲ اور ۰۰-۴ (دھیمی رفتار سے) شام ۴۰-۷
کشمیری: صبح ۲۵-۹، دوپہر ۳۵-۱۲ اور شام ۳۰-۷

روزانہ نشر ہونے والے پروگرام

صبح

۰۵-۷ صبح گاہی اور اس کے بعد روشنی
اور کاشر اچھر (روزآنہ)
۳۰-۷ بجائی بندسنز
کسانوں کے لئے: سوائے جمعہ ہر روز
گاندھی کتھا۔ (جمعہ)
۲۱-۸ گھرانوں کے لئے (ہر اتوار)
رنگ ا۔ (ریڈیو ڈائجسٹ
(ہر پیر)
بیٹھک: عمر رسیدہ لوگوں کے
لئے پروگرام (پہلی منگل)
سائنس میگزین
(دوسری اور چوتھی منگل)
ثقافت: کلچرل میگزین
(تیسری منگل)
کشمیر میں بات چیت (بدھ)
سب رنگ (جمعرات)
گھر بار خاطر (جمعہ)
زعفران زار (پہلا اور تیسرا ہفتہ)
ذات مبترات
(دوسرا اور چوتھا ہفتہ)

۳۵-۸ ہیلتھ فورم (بدھ)
کاشر ناول (ہر ہفتہ)
۰۰-۹ سرساگر (پہلا، تیسرا اور
پانچواں اتوار)
نیا ادب (ہندی)
(دوسرا اور چوتھا اتوار)
اردو میں بات چیت
(پیر)
نو ادب (کشمیری)
(منگل اور جمعرات)
نیا ادب (اردو) (بدھ)
ہندی میں بات چیت (ہر جمعہ)
انگریزی میں بات چیت
(ہر ہفتہ)
۳۰-۹ زونہ ڈب (روزآنہ سوائے
ہفتہ)
ریڈیو نیوز ریل
(اتوار اور منگل)
۴۵-۹ تو ہنز فرمائش
(جمعرات اور ہفتہ)
پھلیہ ون (پیر، بدھ، جمعہ)

۱۵-۱۰ نونہار: (بچوں کے لئے اردو
میں پروگرام۔ (ہر اتوار)
۰۰-۱۱ نو بہ نو: یووا وانی سے انتخاب
(پہلا اور تیسرا اتوار)
گلستان: یووا وانی سے انتخاب
(دوسرا اتوار)
فلم میگزین (چوتھا اتوار)

دوپہر

۳۰-۱۲ پراگاش: غیر نصابی تعلیمی پروگرام
(روزآنہ سوائے منگل اور
جمعہ)
۰۵-۱ مغربی موسیقی (اتوار)
۳۰-۲ ٹیچرس فورم (اتوار)
۳۰-۱ اور ۱۰-۳
فوجی بھائیوں کے لئے پروگرام
(روزآنہ)
۰۰-۴ ہی مال: کشمیری میں خواتین کے
لئے پروگرام: اتوار: مغربی موسیقی
(روزآنہ سوائے اتوار)
۳۰-۴ پنجابی پروگرام
(اتوار، منگل اور جمعہ)
کیاری (جموں کشمیر اور
لداخ کی موسیقی)
پوشہ مال (دیہی خواتین کے
لئے (ہر بدھ)
پہاڑی پروگرام (جمعرات)
پھولوانی ٹوری: کشمیری
میں بچوں کے لئے پروگرام
۰۰-۵ گوجری پروگرام
(جموں سے ریلے)
۳۵-۵ گوجری پروگرام (سرینگر
سے برائے جموں ریلے)

شام

۱۰-۶ رنگ تصوف (ہر پیر)
نونہال (ننھے منے بچوں کے
لئے پروگرام (منگل)
خوشحال گھر: ہوم سائنس
پروگرام (ہر بدھ)
کھیلوں پر تبصرہ (جمعرات)
ٹن من: اردو میں ننھوں منوں
کے لئے پروگرام (ہر جمعہ)
سائنز لکہ باتھ
موسیقی کا پروگرام (پہلا، تیسرا
اور پانچواں ہفتہ)
ابھرتے فنکار (موسیقی کا پروگرام)
(دوسرا اور چوتھا ہفتہ)
۴۰-۶ مہینے کا نغمہ (ہر اتوار)
ضلع نامہ (ہر پیر)

۴۵-۶ دیہاتی پروگرام (روزآنہ)
۰۰-۸ وادی کی آواز (روزآنہ)
۵۵-۷ روزگار سماچار (روزآنہ)

رات

۳۰-۱ سلسلہ وار کھیل (اتوار)
کشمیری: اردو میں کھیل (پیر)
دودھا: (ہندی ادبی پروگرام
پہلا منگل
سنگرمال کشمیری ادبی پروگرام
دوسرا اور چوتھا منگل
ہم قلم۔ اردو ادبی پروگرام
تیسرا منگل
تصویر (سماجی، کلچرل اور
ترقیاتی سرگرمیاں) پہلا بدھ
سام (بیس نکاتی اقتصادی
پروگرام (دوسرا بدھ)
رائے ترائے (گفتگو، چوتھا بدھ
علاقائی موسیقی کا نیشنل پروگرام
(پہلی جمعرات)
فیچروں کا نیشنل پروگرام
(دوسری جمعرات)
میانی زندگی میون کار (گفتگو
تیسری جمعرات)
ڈراموں کا نیشنل پروگرام
(چوتھی جمعرات)
محفل: اردو میں گفتگو کا پروگرام
(پانچویں جمعرات)
کو یز پروگرام (جمعہ)
گفتگو: مباحثہ (پہلا ہفتہ)
بزم سامعین (دوسرا ہفتہ)
بزم شعر (مشاعرہ کشمیری)
تیسرا ہفتہ
میں اور میری دھرتی
چوتھا ہفتہ
۰۰-۱۰ آپ کی فرمائش (اتوار)
خط کے لئے شکریہ اور آپ
کی فرمائش (بدھ)
میانی پسند (پہلا منگل)
گاش رکھ (تیسرا منگل)
داستان (جمعہ)
تو ہنز چھٹی واژتہ تو ہنز فرمائش

جمعہ یکم نومبر

دوپہر

۱-۰۵ شانتی کول اور ایس کے کاک
غزلیں

۲-۱۰ عبدالوحید خاں : گائن

شام

۶-۱۰ اور رات ۸-۳۰
راج بیگم غزلیں

ہفتہ ۲ نومبر

صبح

۱۱-۳۰ اور دوپہر ۱-۳۰
محمد عبداللہ سیتاری اور ساتھی
صوفیانہ موسیقی

دوپہر

۱-۰۵ محمد علی بٹ اور ساتھی
لوک سنگیت

۲-۱۰ امیر حسن خاں : طبلہ وادن

شام

۶-۱ اور ۸-۳۰
نسیم اختر : غزلیں

اتوار ۳ نومبر

صبح

۷-۵۵ وی کے ملا : غزل

دوپہر

۲-۱۰ استاد امیر خاں : گائن

شام

۶-۴۵ اور رات ۸-۳۰
وی کے ملا : غزلیں

پیر ۴ نومبر

صبح

۷-۴۰ اور ۷-۵۵
آرتی تکو : غزلیں

دوپہر

۱-۰۵ آرتی تکو، عبدالرحمان ریشی
کشمیری موسیقی

۲-۱۰ استاد اللہ رکھا: طبلہ وادن

۴-۳۰ کیاری : جموں، کشمیر اور لداخ کی موسیقی
پرکاش مہرہ

شام

۶-۴۵ عبدالرحمان ریشی : غزل

منگل ۵ نومبر

صبح

۷-۴۰ اور ۷-۵۵
آر کے کاچرو : غزلیں

۱۱-۳۰ اور دوپہر ۲-۳۰
غلام محمد ساز نواز اور ساتھی
صوفیانہ موسیقی

دوپہر

۲-۱۰ آچاریہ اللہ دین خاں
سرود

شام

۶-۴۰ آر کے کاچرو : غزلیں

بدھ ۶ نومبر

صبح

۷-۴۰ اور ۷-۵۵
کیلاش مہرہ : غزلیں

دوپہر

۱-۰۵ کیلاش مہرہ اور [illegible]
کشمیری موسیقی

۲-۱۰ [illegible]

شام

۶-۴۵ اور رات ۸-۳۰
کیلاش مہرہ : غزلیں

جمعرات ۷ نومبر

صبح

۷-۴۰ اور ۷-۵۵
کرن کول : غزلیں

۱۱-۳۰ اور دوپہر ۲-۳۰
شیخ عبدالعزیز اور ساتھی
صوفیانہ موسیقی

دوپہر

۲-۱۰ احمد جان تھرکوا : طبلہ وادن

شام

۶-۴۰ اور ۶-۴۵
کرن کول : غزلیں

جمعہ ۸ نومبر

صبح

۷-۴۰ اور ۷-۴۵
علی محمد : غزلیں

دوپہر

۱-۰۵ سدھارتھ کول، مشتاق حسین
غزلیں

۲-۱۰ عبدالکریم خاں : گائن

شام

۶-۴۵ اور رات ۸-۳۰
علی محمد : غزلیں

ہفتہ ۹ نومبر

صبح

۷-۴۰ اور ۷-۵۵
شمیمہ دیو : غزلیں

دوپہر

۱۱-۳۰ اور ۲-۳۰
محمد عبداللہ تبت بقال اور ساتھی : صوفیانہ موسیقی

۲-۱۰ امجد علی خاں : سرود وادن

شام

۶-۴۰ اور رات ۸-۳۰
شمیمہ دیو : غزلیں

اتوار ۱۰ نومبر

صبح

۷-۴۰ اور ۷-۵۵
آشا کول : غزلیں

دوپہر

۲-۱۰ برکت علی خاں : گائن

شام

۶-۴۵ اور رات ۸-۳۰
آشا کول : غزلیں

پیر ۱۱ نومبر

صبح

۷-۴۰ اور ۷-۵۵
غلام محمد میر : غزلیں

دوپہر

۱-۰۵ غلام محمد میر اور اسداللہ
کشمیری موسیقی

۲-۱۰ ایس۔ این۔ سوپوری
ستار وادن

شام

۶-۴۵ اور رات ۸-۳۰
غلام محمد میر : غزلیں

منگل ۱۲ نومبر

صبح

۷-۴۰ اور ۷-۵۵
سیتا کول : غزلیں

دوپہر

۱-۳۰ اور ۲-۳۰
غلام محمد ساز نواز اور ساتھی
صوفیانہ موسیقی

۲-۱۰ بسم اللہ خاں : شہنائی وادن

شام

۶-۴۰ اور رات ۸-۳۰
سیتا کول : غزلیں

بدھ ۱۳ نومبر

صبح

۷-۴۰ اور ۷-۵۵
غلام حسن صوفی : غزلیں

دوپہر

۱-۰۵ عبدالرحمان خاں اور ریتا در
کشمیری موسیقی

۲-۱۰ بھیم سین جوشی : گائن

شام

۶-۴۵ اور رات ۸-۳۰
ریتا در اور غلام حسن صوفی : غزلیں

جمعرات ۱۴ نومبر

صبح

۷-۴۰ اور ۷-۵۵
ریتا کول : غزل

دوپہر

۱۱-۳۰ اور ۲-۳۰
محمد عبداللہ سیتاری اور ساتھی : صوفیانہ موسیقی

۲-۱۰ بلرام پاٹھک : ستار وادن

شام

۶-۴۰ اور رات ۸-۳۰
ریتا کول : غزلیں

جمعہ ۱۵ نومبر

صبح

۷-۵۵ راج بیگم : غزل

دوپہر

۱-۰۵ سی۔ ایل۔ ولی اور محمد یعقوب
غزلیں

۲-۱۰ برج بھوشن کابرا : ستار

شام

۶-۴۵ اور رات ۸-۳۰
راج بیگم : غزلیں





(اوپر) شری جے این چترویدی
سابق ڈائریکٹر جنرل پولس، اتر پردیش (بائیں)
کے ساتھ پرکاش جوشی اسٹیشن ڈائریکٹر آکاشوانی رامپور
کی ملاقات گذشتہ دنوں نشر ہوئی۔

(اوپر بائیں) ابھرتے ہوئے گلوکار جنید اختر کے ساتھ
راشد پرویز کی ملاقات یووا وانی پروگرام میں نشر ہوئی۔



(بائیں) اردو پروگرام میں نشر شعری نشست کے شرکا شعرا
(دائیں سے) ضیا امروہوی، تصور علی خاں تصور، نعیم نجمی
بدر شمسی، ظفر سنبھلی، خیال کھنڈوی، انعام صدیقی اور شکیل غوث۔



(بائیں) یووا وانی پروگرام میں نشر ناٹک
"احساس" کی صدا بندی میں مصروف فنکار
(دائیں سے) پنہا تیواری، سوشیل شریواستو، سید محمد عادل
پنکج اگروال، شہاب تنویر (مصنف)، منظور شمسی
راج دیپ شرما، فرید انور، عمران جلیل اور
رام کمار سکسینہ (ڈائریکٹر)

(نیچے) ناٹک "لال ڈورا" کے شرکا فنکار
(دائیں سے) سشما کپور، رنجنا ٹنڈن، اندرا گپتا
وجے مہروترہ، اوم پرکاش گپتا، سریش چند راجن
بی کے شرما اور زبیر شاہ خاں۔

رامپور کی جھلکیاں



Regd No D-(C)39
R.N. No 14253

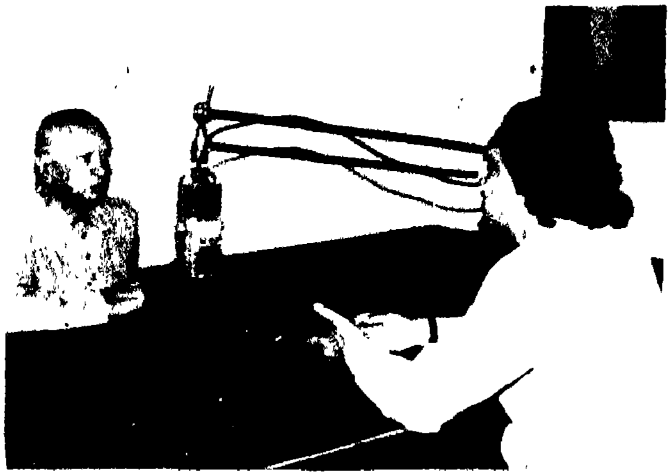
PRICE RUPEE 1.00

1st. NOVEMBER 1985

Licensed (U-23) to post without prepayment at PSO New Delhi



پروفیسر جاوید خاں، وزیر مملکت برائے تعلیم، مہاراشٹر کے ساتھ
عبدالرحمٰن نیازی (دائیں) کا انٹرویو آکاشوانی ناگپور سے نشر ہوا۔



ڈاکٹر ملک راج آنند کے ساتھ آکاشوانی بمبئی کی 'بزم اردو' میں ترقی پسند تحریک کی
گولڈن جبلی کے موضوع پر گفتگو کرتے ہوئے فیاض رفعت (دائیں)



آکاشوانی الہ آباد سے
نشر ایک اردو بات چیت کی
صدا بندی میں مصروف
(دائیں سے) نصر قریشی
حافظ محمد مشیرالدین اور
زاہد فاخری ۔



سرفراز احمد
ممبر پارلیمنٹ (دائیں سے دوسرے)
کے ساتھ
آکاشوانی پٹنہ کے
اردو پروگرام میں ملاقات کرتے ہوئے
شمیم فاروقی ۔
ساتھ میں اسٹیشن ڈائریکٹر ڈی کے سنہا
اور
اسٹیشن انجینیر مرزا ساجد حسین بیگ
کو بھی دیکھا جا سکتا ہے۔

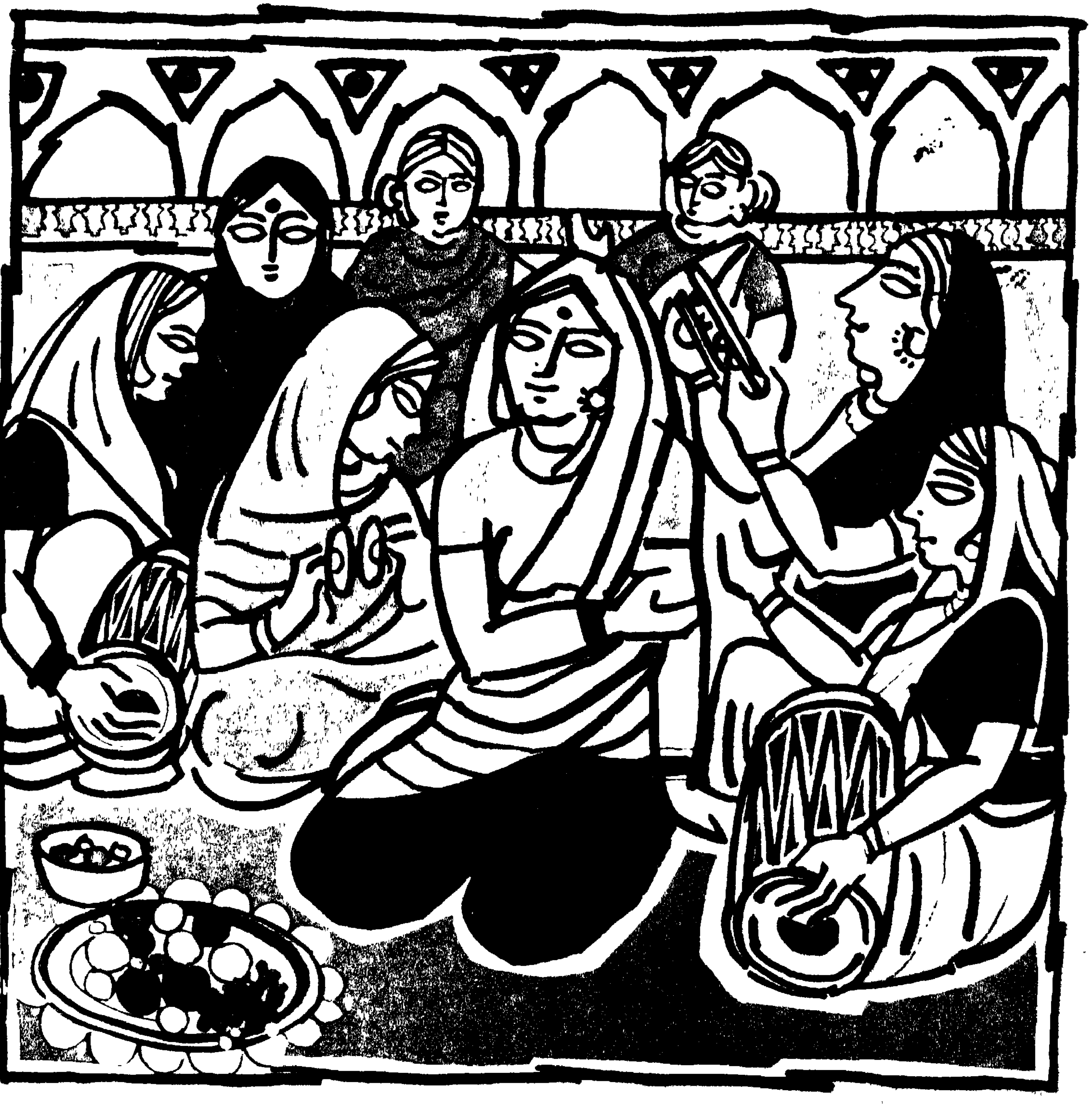
Published by the Director General All India Radio at the Office of the Chief Editor Akashvani Group of Journals PTI Building II floor Sansad Marg New Delhi 110001
Printed by the Manager Govt. of India Photo Litho Press Faridabad

۱۶ر سے ۳۰ر نومبر ۱۹۸۵ء
۲۵ر کارتک سے ۹ر ماگھ، ۱۹۰۷ شاکا

آواز

اشاعت کا ۵۰ واں سال
قیمت ایک روپیہ

آل انڈیا ریڈیو کے پروگرام، معلوماتی مضامین، دل چسپ افسانے و منظومات



شارق جمال

اپنے وجود سے میں ہوا باخبر کہاں
اُترا مرا لبادۂ ہستی، مگر کہاں

یہ زیست صرف آخری اک سنگِ میل ہے
پھر اس کے بعد ہم سفرو! ہے سفر کہاں

نکلی کہاں بہار بھی اب کے نتیجہ خیز
شاخوں پہ پتیاں تو ہیں، لیکن ثمر کہاں

صحرا میں ڈھونڈتا ہوں گلوں کی لطافتیں
مجھ سا کوئی بہار میں شوریدہ سر کہاں

مانا جنوں میں رہتا نہیں ہوش راہ کا
لیکن خرد کی راہبری معتبر کہاں

کچھ اور آگے دیکھ رہی ہے مری نظر
پرواز کی حدوں میں ہے میری نظر کہاں

شارق میں کیسے وعدہ پہ ہو جاؤں مطمئن
سورج کسی نے لاکے رکھا ہاتھ پر کہاں

محمد عبدالخالق ارمان

ہر قدم پر دل کو اک امید اکساتی رہی
کارواں بڑھتا رہا منزل قریب آتی رہی

یوں تو بحرِ عشق میں طوفان اٹھتے ہی رہے
کشتیٔ دل ساحلِ مقصد سے ٹکراتی رہی

ایک ایسا وقت بھی آیا ہے راہِ عشق میں
روح احساسِ غمِ پنہاں سے گھبراتی رہی

لوٹ کے عمرِ گذشتہ کو نہ دیکھا آج تک
ہر خزاں کے بعد گلشن میں بہار آتی رہی

یاد ہیں وہ دن کہ ارماں سر تھا پائے یار پر
حسرتِ دیدار پھر بھی دل کو تڑپاتی رہی

طالب شادانی

تم کو جینا ہے سلیقے سے تو آؤ لوگو
میری آواز میں آواز ملاؤ لوگو

شیشۂ دل پہ جمی گرد ہٹاؤ لوگو
اپنے اخلاص کی تصویر دکھاؤ لوگو

دست و بازو کی حقیقت کو سمجھنا ہے اگر
دشمنی تُند ہواؤں سے نبھاؤ لوگو

اپنے احساس کے تپتے ہوئے صحرا میں کبھی
غم کے شعلوں پہ ذرا چل کے دکھاؤ لوگو

دل کی دہلیز پہ خاموش کھڑا ہے طالب
تم جو چاہو تو سر آنکھوں پہ بٹھاؤ لوگو

قصرِ امید تو قائم سرِ افلاک نہ کر
بے سبب حسنِ تخیل کو تہِ خاک نہ کر

آنکھوں آنکھوں میں ہی اظہارِ تمنا کر دے
جنبشِ لب سے گریبانِ سخن چاک نہ کر

ہائے دزدیدہ نگاہی کا وہ انداز نہ بھول
اپنی محجوب نگاہوں کو تو بے باک نہ کر

چند تنکے جو نشیمن کے بچے ہیں وہ سنبھال
اپنے سرمایہ کو نذرِ خس و خاشاک نہ کر

جس میں ہر لمحہ رہے موجِ تبسم رقصاں
وقت پڑنے پہ بھی اس چشم کو نمناک نہ کر

فکر و احساس کے سانچے میں جو ڈھل جاتی ہے
اپنی اس کیفیتِ درد کا ادراک نہ کر

جس سے کچھ دردِ محبت میں کمی ہو جوہر
آنکھ کو جذبۂ اظہار سے نمناک نہ کر

حیرت سے تک رہا ہے ہر اک آئینا مجھے
کیا واقعی وفا کا صلہ مل گیا مجھے

ہستی ہے بے ثبات تو بے حد ہو التفات
کم التفاتیوں کا ہے گلا مجھے

میرے تصورات میں ہے تیری بزمِ ناز
تنہائیوں کا ہجر میں اب خوف کیا مجھے

رازِ وفا چھپا نہ سکا تو بھی ضبطِ غم
تیری خموشیوں نے ہی رسوا کیا مجھے

گزرا ہوا ہوں وقت، نہیں موسمِ بہار
وہ قدر ناشناس پکارا کیا مجھے

ابرِ وفا چٹان پہ برسا یونہی سہی
نادم نہ کر زیادہ تو اب اے وفا مجھے

جب مصلحت کی سُوئی سے سب ہونٹ سی چکے
حق گوئیوں نے دار پہ پہنچا دیا مجھے

راغب تمام عمر اکیلا رہا ہوں میں
یہ بھی مشاہدات نے سمجھا دیا مجھے

رنج و غم و آلام کا پیکر کوئی مجھ سا
دکھلاؤ جو ہو مردِ قلندر کوئی مجھ سا

اوروں کے لیے بادلِ صد پارہ پریشاں
رہتا ہے کہاں بے کل و مضطر کوئی مجھ سا

ہر قسم کے ہیں لوگ مگر رزمِ جہاں میں
جانباز ہے کوئی نہ دلاور کوئی مجھ سا

ہیں پاس مرے زخم سے بھرپور خزانے
دنیا میں ملے گا نہ تونگر کوئی مجھ سا

دھن والے ہیں قسمت کے دھنی یوں تو ہزاروں
زردھن ہے مقدر کا سکندر کوئی مجھ سا

گھر خود کا نہیں، رہتا ہوں لوگوں کے دلوں میں
گھر والا ہے مجھ سا نہ ہے بے گھر کوئی مجھ سا

ہے رنگِ جنوں میرا زمانے سے نرالا
ہنس ہنس کے کہاں کھاتا ہے پتھر کوئی مجھ سا

خطروں میں جو گھرتا ہوں تو ہوتا ہوں بہت خوش
آپ اپنے ہی حق میں ہے ستمگر کوئی مجھ سا

آلام میں بھی منشا میں رہتا ہوں غزل خواں
مشکل ہے جو مل جائے سخنور کوئی مجھ سا

خشک تھا مضمونِ غم عرصہ ہوا لکھے ہوئے
آج تک کیا جانے کیوں سب حرف ہیں بھیگے ہوئے

اپنے چہرے کا مجھے لینا ہے بارِ دو جائزہ
ایک مدت ہو چکی ہے آئینہ دیکھے ہوئے

آفتیں ہیں جستجو میں جاؤں میں بچ کر کہاں
ہر طرف سے حادثے ہیں راستہ روکے ہوئے

بادِ صرصر کا نہیں اے باغباں کوئی قصور
شاخ سے خود جھڑ گئے جو پھول تھے سوکھے ہوئے

روشنی کے رُخ پہ تاریکی مسلط ہو گئی
تاب جن چہروں میں تھی بے آب وہ چہرے ہوئے

ہونے والا ہے چمن میں منعقد جشنِ بہار
پیرہن پھولوں کا آئی ہے صبا پہنے ہوئے

چاہیے حُسنِ عمل بھی کوششِ پیہم کے ساتھ
خود سنور جائیں گے اک دن مسئلے الجھے ہوئے

اس طرف سے اے اثر گذرا ہے کوئی گلبدن
دُور تک ہیں راستے لپکے ہوئے مہکے ہوئے

ہم منتظر ہیں جلتی ہوئی شب میں اوس کے
پانی بھرا پڑا ہے کنویں میں پڑوس کے

دامن اسی گلاب کے کانٹوں میں پھنس گیا
میں نے بڑا کیا تھا جسے پال پوس کے

اس گھر میں تو چراغ جلا ہی نہیں کبھی
گھر جن سے جل گیا وہ دیے تھے پڑوس کے

پیتے تھے جامِ عیش جو دیتے ہوئے دعا
پانی پلا رہے ہیں مجھے کوس کوس کے

اس بیج ہی میں کوئی نمو کی ادا نہ تھی
کیوں رہ گئی زمین کلیجہ مسوس کے

اس بار غزلیں ناگپور سے

سنگیت سمیلن

نشریات

ہفتہ ۱۶ر نومبر

رات ۳۰-۹ سے ۰۰-۱۱



ملک ارجن منصور : گائن
راجا شیکھر منصور : سنگت گائن
بتن منجریکر : ہارمونیم
آفاق حسین خاں : طبلہ
(۵ر اکتوبر کو کلکتہ میں منعقد محفل موسیقی کی ریکارڈنگ)

اتوار ۱۷ر نومبر

صبح ۰۰-۱۰ سے ۰۰-۱۱



امر ناتھ : بانسری
گلڈ دین چارلس : طبلہ

صبح ۰۰-۱۱ سے دوپہر ۱۲



سہاسنی کورٹکر : گائن
سری رام شاپاپورکر : ہارمونیم
ونائیک پاٹھک : طبلہ
(۶ر اکتوبر کو پناجی میں منعقد محفل موسیقی کی ریکارڈنگ)

رات ۰۰-۱۰ سے ۰۰-۱۱



سگندھ کلامیگم : گائن
وی وی روی : وائلن
ایس وی راجا راؤ : مردنگم
آر ایس کرستا مورتی راؤ : گھاٹم

پیر ۱۸ر نومبر

رات ۰۰-۱۰ سے ۰۰-۱۱



سنیل مکرجی : سرود
لطیف احمد : طبلہ
(۵ر اکتوبر کو کلکتہ میں منعقد محفل موسیقی کی ریکارڈنگ)

منگل ۱۹ر نومبر

رات ۰۰-۱۰ سے ۰۰-۱۱



اے کنیا کماری : وائلن
ٹی بھکتا وتسلم : مردنگم
ٹی ایچ ایس چندرن : گھاٹم
(۵ر اکتوبر کو میسور میں منعقد محفل موسیقی کی ریکارڈنگ)

بدھ ۲۰ر نومبر

رات ۰۰-۱۰ سے ۰۰-۱۱



دنکر کیکنی : گائن
اننت کنٹے : سارنگی
بالا کرشنا ائیر : طبلہ
تلسی داس بورکر : ہارمونیم
(۶ر اکتوبر کو مدراس میں منعقد محفل موسیقی کی ریکارڈنگ)

جمعرات ۲۱ر نومبر

رات ۰۰-۱۰ سے ۰۰-۱۱



ٹی وی سنکر نارائنا : گائن
ایم چندر شیکھرن : وائلن
ٹی کے مورتی : مردنگم
(۶ر اکتوبر کو ترویندرم میں منعقد محفل موسیقی کی ریکارڈنگ)

جمعہ ۲۲ر نومبر

رات ۰۰-۱۰ سے ۰۰-۱۱



وجے شنکر چٹرجی : ایسراج
وشوناتھ مشرا : طبلہ
(۶ر اکتوبر کو اودے پور میں منعقد محفل موسیقی کی ریکارڈنگ)

ہفتہ ۲۳ر نومبر

رات ۳۰-۹ سے ۰۰-۱۱



ابن رمنی : بانسری
وی وی سبرامنیم : وائلن
تنجورا پیندرن : مردنگم
کے ایم ویدیا ناتھن : گھاٹم
(۶ راکتوبر کو دہلی میں منعقد محفل موسیقی کی ریکارڈنگ)

اتوار ۲۴ رنومبر

صبح ۰۰-۱۰ سے ۰۰-۱۱



دیبی پرساد چٹرجی : ستار
انیندو چٹرجی : طبلہ

صبح ۰۰-۱۱ سے دوپہر ۰۰-۱۲



کرشنا ناگپال : گائن
مدھوکر گھاڈگر : سارنگی
ایس کے ہنگل : طبلہ
سدھاشی کلکرنی : ہارمونیم
(۶ راکتوبر کو پونے میں منعقد محفل موسیقی کی ریکارڈنگ)

رات ۰۰-۱۰ سے ۰۰-۱۱



غلام مصطفیٰ خاں : گائن

نظیر خاں : سارنگی
آفتاب احمد : طبلہ
مشکور حسین خاں : ہارمونیم
(۵ راکتوبر کو وارانسی میں منعقد محفل موسیقی کی ریکارڈنگ)

پیر ۲۵ رنومبر

رات ۰۰-۱۰ سے ۰۰-۱۱



سسر کنا دھر چودھری : وائلن
مہاپرش مشرا : طبلہ
(۵ راکتوبر کو بمبئی میں منعقد محفل موسیقی کی ریکارڈنگ)

منگل ۲۶ رنومبر

رات ۰۰-۱۰ سے ۰۰-۱۱



جی این ناگ منی سری ناتھ : گائن
ایم ناگا راج : وائلن
وی ایس راجا گوپال : مردنگم
ایم اے کرشنا مورتی : گھاٹم
(۵ راکتوبر کو کوئمبٹور میں منعقد محفل موسیقی کی ریکارڈنگ)

بدھ ۲۷ رنومبر

رات ۰۰-۱۰ سے ۰۰-۱۱



شانتی ہیرانند : گائن
غلام صابر : سارنگی
رمضان خاں : طبلہ

محمود دھولپوری : ہارمونیم
(۵ راکتوبر کو جلپائی گوڑی میں منعقد محفل موسیقی کی ریکارڈنگ)

جمعرات ۲۸ رنومبر

رات ۰۰-۱۰ سے ۰۰-۱۱



آر پچھومنی : وینا
پی وشوناتھن : مردنگم
پی وی اے سندرم : گھاٹم
(۵ راکتوبر کو کوئمبٹور میں منعقد محفل موسیقی کی ریکارڈنگ)

جمعہ ۲۹ رنومبر

رات ۰۰-۱۰ سے ۰۰-۱۱



نرنجن پرساد : بانسری
نانک چند : طبلہ
(۵ راکتوبر کو جلپائی گوڑی میں منعقد محفل موسیقی کی ریکارڈنگ)

ہفتہ ۳۰ رنومبر

رات ۳۰-۹ سے ۰۰-۱۱



پربھودیو سردار : گائن
صابری خاں : سارنگی
دیپک نمبورکر : طبلہ
وشوناتھ پندھارکر : ہارمونیم
(۶ راکتوبر کو دہلی میں منعقد محفل موسیقی کی ریکارڈنگ)

آواز

آل انڈیا ریڈیو کے پروگرام

چیف ایڈیٹر ایس کے سندر

ادارت

سراج احمد

ہربندر سنگھ سروج

ٹیلی فون
۳۸۲۲۴۹
۳۸۲۲۵۴

تار کا پتہ LISTENER

نئی دہلی	۱۶ر نومبر ۱۹۸۵ء	مطابق	۲۵ر کارتک ۱۹۰۷شاکا	جلد ۵۰	شمارہ ۲۲

اس شمارے میں

قیمت

فی کاپی ——— ایک روپیہ
سالانہ ——— ۲۲ روپے
دو سال ——— ۴۲ روپے

(ایک سال سے کم کا چندہ قابل قبول نہیں ہو گا۔)

اندرون ملک ڈاک خرچ بذمہ ادارہ

تعلیمات نبوی کے آبدار موتی

حضرت مولانا حکیم محمد زماں حسینی

نبی رحمت

آقائے دوعالم جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اور ولادت وبعثت تمام کائنات عالم کے لیے رحمت خداوندی کے اترنے کی آخری آماجگاہ ہے۔ آپ ہی مہبط وحی وقرآن ہیں آپ ہی وما ارسلنٰک الا رحمۃ للعٰلمین کے مصداق ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی باتوں اور آپ کے روزمرہ کے کاموں کا مختصر عنوان ہے "سیرۃ نبویہ"۔ یہ عنوان حاوی ہے۔ آنحضرت کی پاک زندگی کے ان حصوں کو جو قبل از اعلان نبوت چالیس سالہ طویل مدت پر پھیلے ہوئے ہیں۔ جس طرح یہ حاوی ہے زندگی کے ان کارناموں کو جو آغاز بعثت سے تا وفات ۲۳ سالہ مدت میں برابر پیش آتے رہے۔ اسی بنا پر یہ اسلامی عقیدہ ہے کہ آنحضرت کا کارنامہ حیات از ولادت تا وفات حیات انسانی کے چھوٹے بڑے تمام گوشوں کو روشن وتابناک بنانے کے لیے "سراج منیر" ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن حکیم میں آپ کا ایک پاک نام "سراج منیر"۔ روشنی بخش چراغ — مذکور ہے۔

حضرت کی ۶۳ سالہ حیات طیبہ اور اس کے نقوش زریں یعنی قول وعمل مسلسل ومربوط ہیں، اس باہمی ربط وارتباط کی بنا پر یہ سلسلہ ایک ایسی سنہری زنجیر ہے جس کی آبدار کڑیاں اور چمکدار حلقے ایک دوسرے میں نہایت مضبوطی سے پیوست ہیں۔ کوئی مخالف قوت اس کو نہ توڑ سکتی ہے اور نہ منتشر کر سکتی ہے اور نہ اس کی ہمہ گیری کو کسی قسم کا صدمہ پہنچا سکتی ہے۔

یہ سلسلۃ الذہب حیات انسانی کی تمام گوشوں پر اس طرح محیط ہے کہ اس کی ہر کڑی اپنی تابناکی سے حیات انسانی کے ہر گوشے کو منور و روشن بنا دیتی ہے۔ اسی نورانی تاثیر نے عہد رسالت کے قبل کے بگڑے معاشرے میں انقلاب عظیم بپا کیا۔ اور اسکی بدولت اس معاشرے میں اچھے انسانوں کی کردار سازی اور بناوٹ ہوئی اور ہوتی رہی، اس سعادت عظمیٰ کا دائرہ دھیرے دھیرے عالمگیر پیمانے پر وسیع تر ہوتا گیا، نتیجہ کے طور پر ہر انسانی بستی میں اچھے اچھے انسان دکھائی پڑنے لگے اور مری ہوئی انسانیت کو آب حیات محمدی کا ایسا جام ابدی میسر آگیا جس کی سرورِ آفرینی دائمی اور عالمی ہے۔

جس عہد میں آنحضرت کی بعثت ہوئی اس میں مظالم وبربریت کا دور دورہ تھا آنحضرت نے اس کو درست وصالح بنانے کے لیے چھوٹے بڑے حسب ضرورت مختلف ایسے اقدامات فرمائے جن سے ان مظالم وبربریت کا خاتمہ ہوجائے۔ خاص طور پر خواتین اور غلاموں اور

باندیوں، مزدوروں، کاشت کاروں، بیواؤں، یتیموں کو لوگ اپنی ہوسناکیوں کا شکار بناتے تھے۔ یہی لوگ بے حد بےکس و مجبور تھے۔ اور نشانۂ ظلم و حیوانیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو صحیح مقام دلانے اور ان کے درجے بڑھا کر برابر لا کھڑا کرنے کے لیے پورے معاشرے کے مزاج میں ایسی حیرت انگیز اور سبق آموز تبدیلیاں فرمادیں کہ پوری دنیا ششدر رہ گئی اور آج بھی حیران ہے۔

ایک سفر کا واقعہ ہے کہ کچھ خواتین اونٹ پر کجاوے میں بیٹھی سفر فرما رہی ہیں کہ ساربان اور پیشرو صحابی حضرت عنبہ کو آنحضرتؐ ہدایت فرماتے ہیں کہ "یا عنبہ! رفقاً بالقواریر"۔ اے عنبہ آہستہ روی اختیار کرو، جلدی مت کرو، تمہیں معلوم ہے؟ یہ سواریاں نازک آبگینہ جیسی ہیں، اونٹ کی بے قاعدہ تیز روی اور غیر متوازن حرکت سے مبادا شکست و ریخت کی نذر ہو جائیں، بھئی دھیرے دھیرے چلو! اس موقع پر آپؐ نے خواتین کی فطری نزاکت روح و بدن کی کیسی رعایت کرنے کی ہدایت دی ہے اور ان لوگوں کو راحت رسانی کا بندوبست فرمایا ہے۔ سبحان اللہ

عبادت خداوندی میں مردوں کی برابری سے یہ خواتین محروم تھیں مگر آپ نے اس سلسلہ میں بھی مساوات کی ہدایتیں دیں نماز، روزے، زکوٰۃ و صدقات اور جملہ امور خیر میں عورتیں بھی وہی حقوق رکھتی ہیں جو مرد رکھتے ہیں، مردوں کے برابر حصہ دار ان کو بھی بنا دیا۔ ہر خاتون مرد ہی کی طرح اپنے مال کی مالکہ ہے۔ خرید و فروخت نکاح و بیاہ، تعمیر و ترقی و حیات کے جملہ امور میں ان کے حقوق کو آنحضرتؐ نے مستقل وجود عطا فرمادیا۔ حد و قصاص، دیت و تاوان ارث و توارث میں ان کے حقوق و درجات کا تعین فرما کر ان کی عزت افزائی کی۔ "ھن لباس لکم وانتم لباس لھن" کا پیغام حق سنا کر لباس عصمت و عفت اور محبت و مودت میں برابر کا ساجھے دار بنا دیا۔ اسی طرح آپؐ نے فرمایا کہ "اے مردو! تم میں شریف تر آدمی وہی ہے جو اپنی بیوی کے لیے شریف تر ثابت ہو۔ بیوی پر ظلم و زیادتی روا نہ رکھو۔

آنحضرتؐ کو اس صنف نازک کے حقوق کی رعایت اور ان کو پامالی سے محفوظ رکھنے کی اسقدر برابر فکر دامن گیر رہتی تھی کہ دم وفات جن چند امور کی آپ نے وصیت کی ان میں ایک خواتین کے حقوق کی رعایت بھی کی تھی۔ فرماتے ہیں "استوصوا بالنساء" میں تم لوگوں کو باصرار حکم دیتا ہوں کہ عورتوں کے ساتھ حسن سلوک کرنا۔

یتیموں کے بارے میں لوگوں کو متنبہ فرمایا کہ جو لوگ بے جا طریقے سے ان کے مال ہڑپ کر جاتے ہیں وہ اپنے شکموں کو جہنم کی آگ سے بھرتے ہیں۔ اور فرمایا کہ "یتیم کے سر پر جس کسی بندے نے دست شفقت رکھا تو اس کو ان بالوں کی تعداد کے برابر اجر ملے گا جتنے اس کی ہتھیلی کے نیچے آگئے ہیں"۔ فرمایا "یتیم جنت میں میرے قریب تر ہوگا"

ایک غلام کو ایک مرتبہ ایک صحابی نے تحاشہ مار پیٹ رہے تھے کہ اچانک آپؐ کا گزر ہوا، فرمایا "اے فلاں! تمہیں اپنے اس مالک کا خیال نہیں ہے جس کے ہاتھ میں تیری اور تیرے غلام کی گردنیں ہیں۔ وہ تمہاری جفاکاری دیکھ رہا ہے"۔ بس کیا تھا؟ فوراً ہاتھ رک گئے اور پورے جسم لرز اٹھا۔ فوراً اس غلام کو آزادی کا اعلان کر کے دارو گیر خداوندی سے اپنی نجات کی راہ نکالی۔

مزدوروں کے بارے میں لوگوں کو حکم دیا کہ مزدور کی مزدوری دینے میں اتنی جلدی کرو کہ اس کے پسینے ابھی خشک نہ ہوئے ہوں۔

اجیر کے سلسلے میں ہدایت کی کہ اجرت پر کام کرنے سے پہلے اجرت طے کر لینا ضروری ہے۔ اجرت نامعلوم رکھنی ممنوع ہے تاکہ کام ختم ہونے پر کوئی تنازعہ کھڑا ہو۔

حیوانات کی کتنی آپ نے رعایت فرمائی اندازہ کیجیے سنئے:۔ ایک سفر کے موقع پر ایک کنوئیں پر آپ تشریف لے گئے وہ اونٹ جو رہٹ میں جتا ہوا تھا اس نے اپنا سر آنحضرت کے قدموں پر رکھ کر بلبلانا شروع کیا، آپ نے مالک کو بلا کر ہدایت کی کہ تم اس سے اس کی قوت و تحمل سے زیادہ کام لینے پر جو سے اس نے شکایت کی ہے یہ ظلم ہے اس سے بچو!

ایک موقع پر ہدایت کی کہ کسی جانور کی پیٹھ کو تخت کی طرح مت استعمال کرو کہ ہر دم اس پر براجمان رہو اور اس کی سہولت و راحت کا خیال نہ کرو۔

آپ نے ان جیسے ہزاروں تعلیمات آبدار موتی عالم میں بکھیر دیے، اب یہ آدمیوں کا اپنا فرض ہے کہ اپنے دامن مراد کو ان آبدار موتیوں سے پُر کرے اور اپنی پاکیزہ سیرت و کردار کی بناؤ میں ان کو جڑلے!

صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ اجمعین

(کلکتہ سے نشر)

محمد زماں حسینی ۸۰، کولوٹولہ اسٹریٹ کلکتہ ۷۳ ۷۰۰۰

شخصیات شعر و ادب

سلسلہ

حمید ناگپوری

اُردو شاعری میں غزل کے مقام و مرتبہ سے کسی کافر ہی کو انکار کی جرأت ہو سکتی ہے۔ موجودہ دور میں اردو غزل کی مقبولیت نے لسانی و علاقائی حدود کو توڑ کر جو آفاقیت اور جہانگیری حاصل کی ہے وہ شاید دنیا کی کسی دوسری زبان کی کسی دوسری صنفِ سخن کو بھی حاصل نہیں ہے۔ غزل مشکل ترین صنفِ سخن ہوتے ہوئے بھی ہر جگہ غزل گو شعرا کی اچھی خاصی بھیڑ نظر آتی ہے لیکن اس بھیڑ میں قد آور شعرا کی تعداد انگلیوں پر گنی جا سکتی ہے۔ درحقیقت غزل انسانی زندگی کی طرح سادہ و پُرکار ہوتے ہوئے پیچیدہ اور وسیع بھی ہے۔ اور اسی لیے غزل کا برتنا مشکل بھی ہے اور آسان بھی۔ جینے کو ہر کوئی جیتا ہے لیکن کتنے ہیں جو رمز آشنائے حیات کہے جانے کے مستحق ٹھہرتے ہیں۔

ڈاکٹر سید عبداللہ نے غزل کی خصوصیات کا ذکر کرتے ہوئے ایک جگہ لکھا ہے کہ غزل اپنی تعمیر و ترکیب کے لحاظ سے نہایت خوشگوار امتزاج کی متقاضی ہے۔ لفظ و معنی کا حسین و لطیف پیوند، جذبے کی سچائی اور غنائی کیفیت، خونِ جگر اور لطفِ نظر کا امتزاج اور ایک خاص قسم کی نغمگی اور موسیقیت غزل کے اجزائے ترکیبی کہے جا سکتے ہیں۔ حمید ناگپوری کی غزلوں میں یہ اجزائے ترکیبی بڑے ہی بھرپور انداز میں موجود نظر آتے ہیں اور اس طرح غزل گو شعرا کی صف میں حمید ناگپوری کا مقام ممتاز اور منفرد ہے۔

حمید ناگپوری کا مختصر سا مجموعۂ کلام "حرفِ خاموش" کے نام سے ۱۹۶۱ء میں اشاعت پذیر ہوا۔ اس مجموعہ میں کل ساٹھ غزلوں کے علاوہ کچھ نظمیں، قطعات اور رباعیات بھی شامل ہیں لیکن بحیثیت مجموعی وہ ایک کامیاب غزل گو شاعر کے روپ میں ہمارے پردۂ ذہن پر ابھرتے ہیں۔ ان کے کلام کا سرسری مطالعہ بھی قاری کو ان کی درد آمیز شخصیت کی جھلک دکھا

نعت

زیب غوری

اس قدر ہوش اُسے چاہنے والے رکھنا — دیکھنا اس کو تو کچھ پردے بھی ڈالے رکھنا
وہ حرم تھا، وہاں گنجائش مستی تھی بہت — یہ مدینہ ہے یہاں خود کو سنبھالے رکھنا
اے مدینے کی مہکتی ہوئی روشن گلیو — یاد اس پیکرِ خوبی کے حوالے رکھنا
اس پہ سجتی تھی بہت شانِ کریمی اس کی — ہونٹوں پر حرفِ دعا، پاؤں میں چھالے رکھنا
اس کے قدموں میں گرے ریت کی دیوار سے وہ — سہل تھا جن پہ، پہاڑوں کو سنبھالے رکھنا
وہ پشیمانوں پہ جولانیٔ رحمت اس کی — درگزر کے کسی پہلو کو نکالے رکھنا
خرقہ پوشی میں بھی وہ سطوتِ شاہی تھی عجب — تاجِ زریں نہ کوئی شال دوشالے رکھنا
اس نے مٹی سے تعلق نہیں توڑا اپنا — سونے چاندی کے کٹورے نہ پیالے رکھنا
اس سے سیراب ہوا خشک زمینوں کا جگر — اس کا وہ دشت میں دریاؤں کو پالے رکھنا
پھولوں نے فیض رسانی کی ادا سیکھی تھی — اس سے سیکھا ہے چراغوں نے اجالے رکھنا
ہاتھ رکھنا وہ تہی دستوں کے سر پر اس کا — ہیں صحراؤں میں چشمے کہیں لا لے رکھنا
کام آجائیں یہی اشکِ ندامت شاید — یہ گہر دل کے کسی کونے میں ڈالے رکھنا
اس کے ایمان کی رونق بھی اسی کفر سے ہے — یونہی آباد یہ مندر، یہ شوالے رکھنا

عرش سی پاک زمینوں پہ قدم رکھو گے
زیبؔ یہ سوئے ادب ہے اسے ٹالے رکھنا

(لکھنؤ)

محمد خضر حیات

دیتا ہے۔ ان کے کلام میں گہری یاسیت کی جو زیریں نہر پائی جاتی ہے وہ درحقیقت زندگی کے حقائق کے گہرے عرفان کا نتیجہ ہے۔ حمیدؔ نے اپنے زجاجِ حیات کو حریفِ سنگِ حوادث بنانے کے لیے بڑی خاموشی سے محنت کی ہے اور اس میں شک نہیں کہ انھوں نے اس میں کامیابی بھی حاصل کی ہے۔

حمید ناگپوری کی زندگی جس طرح دکھوں اور غموں کے ساغر میں ڈوبتے ابھلتے گزرتی ہے اس میں عام انسان ہوش و حواس کھو بیٹھتے ہیں اور قسمت کا رونا رو کر مایوسی و غم کے اندھیروں میں کہیں اس طرح گم ہو جاتے ہیں کہ دور دور تک نام و نشان تک نہیں ملتا۔ لیکن بڑا فنکار عام انسانوں سے اس طرح مختلف ہوتا ہے کہ وہ آلامِ روزگار کو غمِ جاناں بنا کر آسانی سے انھیں جھیل لیتا ہے۔ سوزِ جاناں کو دل میں سوزِ دیگراں بنا کر غم کو آرامِ جاں بنانے کا عرفان حاصل کرنا بڑی فنکاری، مہارت اور ریاضت کا متقاضی ہے۔ حمید ناگپوری کے یہاں ہمیں یہ معرفت اور بصیرت اپنی پوری وسعتوں اور رعنائیوں کے ساتھ جلوہ گر ملتی ہے۔

کسی نے کہا ہے کہ فن اور فنکار کی شخصیت کو جدا نہیں کیا جا سکتا۔ اسی فن میں تازگی، حسن اور زندگی ہوتی ہے جس میں فنکار کی اپنی شخصیت اپنی پوری وسعتوں کے ساتھ نمایاں ہو اور حمید کی زندگی ہمیں ان کے فن میں سانس لیتی نظر آتی ہے اور فن کے آئینے میں ان کی زندگی کے نقوش بڑی وضاحت کے ساتھ دکھائی دیتے ہیں۔ انھوں نے شعر کو سخن کا پردہ ٹھہرایا جو آخر کو ان کا فن ٹھہرا۔ یہ بڑی بات ہے جو ایک عمر گزرنے کے بعد ہی حاصل ہوتی ہے۔

پروفیسر کلیم الدین احمد کے قول کے مطابق شاعر اپنے زمانے میں ادراک کے بلند ترین مقام پر ہوتا ہے۔ یعنی اپنی

سنجیدگی، بالغ النظری اور سوجھ بوجھ کے ذریعے جذبات و احساسات کی حقیقی تصویر اس انداز سے کھینچتا ہے کہ جو سنتا ہے اسے اپنی سرگزشت معلوم ہوتی ہے۔ حمیدؔ ناگپوری کے کلام کا مطالعہ کرتے ہوئے قدم قدم پر ہمیں شاعر کے ادراک کی بلندی کا احساس ہوتا ہے۔

حمیدؔ کی ذاتی زندگی جس طرح ناکامی و حسرت و یاس کا مرقع نظر آتی ہے اس کا تقاضا تو یہ تھا کہ وہ قنوطیت کا شکار ہو جاتے لیکن اس کے برعکس وہ غم کی حقیقت سے آگہی حاصل کر کے کہہ اٹھتے ہیں کہ ؂

غم کے اشکوں سے جلا پاتا ہے انساں کا ضمیر
زندگی درد و مصائب میں نکھر جاتی ہے

حادثاتِ عالم سے گھبرا کر مایوسی کا شکار ہونے کی بجائے حمیدؔ حوصلہ جواں رکھنے کی نصیحت کرتے نظر آتے ہیں ؂

حادثاتِ عالم کا غم نہیں حمیدؔ اس کو
آدمی اگر رکھے حوصلہ جواں اپنا

وہ طوفانِ بلا کو تقدیر ساز کہہ کر جھیل لیتے ہیں ؂

یہ طوفانِ بلا تقدیر سازِ اہلِ ہمت ہے
کوئی حق آشنا کہہ دے سبکسارانِ ساحل سے

حمیدؔ کی زندگی تلخیٔ حالات کا جس طرح شکار رہی اور جس انداز سے انھوں نے اس تلخی کو غزل کی مئے دو آتشہ میں ڈھالا ہے اس کا اظہار پوری صداقت کے ساتھ انھوں نے جگہ جگہ کیا ہے ؂

سرخوشی بن نہ سکی زہرِ الم کا تریاق
زندگی تلخیٔ حالات سے آگے نہ بڑھی

اور ؂

میری سرشت ہے ہنس ہنس کے زخمِ غم کھانا
کہ حادثات میں پل کر جواں ہوا ہوں میں

اس کے باوجود وہ خوشی کی فنا پذیری اور غم کی حیاتِ دائمی سے واقف ہو کر کہہ اٹھتے ہیں کہ ؂

جو میسر ہو کاوشِ غم سے
ایسی نادر خوشی کا کیا کہنا

مہاتما گوتم بدھ نے بھی خوشی اور نشاط کو کربِ معکوس سے تعبیر کیا تھا اور اس حقیقت کا ادراک انھیں جس ریاضتِ شاقہ اور نفس کشی کے بعد حاصل ہوا ہے اسے بتانے کی ضرورت یہاں نہیں ہے۔

میر تقی میرؔ نے بھی قنوطیت کے روغن سے رجائیت کے چراغ جلائے ہیں۔ انھوں نے ایک جگہ کہا ہے ؂

خوش رہا جب تلک رہا جیتا
میرؔ معلوم ہے قلندر تھا

اور قلندر کی صفت چاندنی کی طرح حمیدؔ کے کلام میں چھائی ہوئی ہے۔ غموں کی چلچلاتی دھوپ میں خوش رہنے کا فن حمیدؔ نے جس طرح برتا ہے اس کی مثالیں کم ہی ملتی ہیں۔ شمعِ سخن کے فروغ کے لیے غالبؔ نے دل گداختہ کی شرط لگائی تھی اور دل گداختہ کی دولت سے مالا مال ہو کر حمیدؔ نے شمعِ سخن کو جو ضیا بخشی ہے اس نے ان کے کلام کو غم کی طرح آفاقی اور ابدی بنا دیا ہے۔

حمیدؔ کا کمالِ شاعری یہ بھی ہے کہ انھوں نے اپنی محبت کو زمینی و مکانی ہی رکھا ہے۔ بلاوجہ کھینچ تان کر اسے ماورائے ارض اور لامکانی نہیں بنایا ہے۔ اسی لیے ان کی غزل میں شانِ محبوبیت اور دل آویزی پیدا ہو گئی ہے۔ غم کی ہلکی ہلکی کسک ہمارے دل کے تاروں کو چھو لیتی ہے۔ احساس کی لطافت اور بیان کی سلاست مل کر ہمیں تاثر کی انتہائی بلندی پر پہنچ جاتے ہیں۔ غزل کی آفاقی قدروں کے حامل یہ اشعار حمیدؔ کی زبان سے سنیے ؂

سکون و ضبط کی سب کوششیں بے کار جاتی ہیں
نظر آتے ہو اک لمحہ تو پہروں دل دھڑکتا ہے

دھڑک رہا تھا میرے ہر نفس میں دل ان کا
سنی قریب سے آواز دور کی میں نے

اے برق و باد و طوفاں اب کیا بتاؤں تم کو
لایا تھا ہائے چن کر تنکے کہاں کہاں سے

ضبطِ گریہ سے آنکھ میں آنسو
بے بسی کی ہنسی کا کیا کہنا

درحقیقت حمید کے مختصر مجموعۂ کلام میں اس قسم کے اشعار کی کمی نہیں ہے اور جب بھی ہم کسی کو پڑھتے سنتے ہیں دیر تلک سر دھنتے رہتے ہیں۔

حمید کی وضعداری عشق کی بے آبروئی سے خوفزدہ رہتی ہے اور اسی لیے وہ وفورِ غم میں اپنے آپ کو سمجھاتے ہوئے اس طرح بھی کہتے ہیں ؂

یہ نہ ہوا اے شدتِ طوفانِ غم
عاشقی بے آبرو ہونے لگے
دل پہ جو چاہے گزر جائے مگر غیرتِ غم
وہ نظر موردِ الزام نہ ہونے پائے

بایں ہمہ ناکامی و نامرادی اس نظر کی پاسداری حمیدؔ جیسے وضعدار شاعر ہی کا حصہ ہے۔

حمیدؔ ناگپوری اردو کے وہ وضعدار بانکے شاعر تھے جنھوں نے غم کی لازوال قدروں کو غزل کے وسیع کینواس پر اتار کر شاعرانہ جذبات کا کامیاب اظہار کیا۔ اپنی خودی اور غیر خودی کے درمیان مکمل ہم آہنگی پیدا کر کے انھوں نے فن کی بلندیوں کو چھوا، خود بھی عظمت حاصل کی اور غزل کو بھی عظمت بخشی ؂

نزاکتِ حسنِ شاعری ہے لطیف احساسِ غم کا حامل
حمیدؔ اشکوں میں مسکراتے ہیں میرے جذباتِ شاعرانہ

(ناگپور سے نشر)

محمد خضر حیات (ایم اے بی ایڈ)
مومن پورہ، ناگپور - ۱۸

ادب میں تخلیقی زبان کا کردار

ڈاکٹر قدوس جاوید

کسی بھی شاعر یا نثر نگار کی سب سے بڑی قوت اس کی وہ منفرد تخلیقی زبان ہوتی ہے جسے وہ اپنی زمین، اپنے علمی و ثقافتی ورثے اور روایات سے جڑی ہوئی زبان کے حروف و الفاظ کی مدد سے اپنے تخلیقی اظہار کے لیے تراشتا ہے۔ اسی لیے کسی شاعر یا نثر نگار کی اہمیت اور معنویت کی شناخت و بازیافت کا انحصار اس پر بھی ہوتا ہے کہ وہ تخلیقی اظہار کے لیے ایک منفرد "تخلیقی زبان" کی تشکیل و تعمیر میں کس حد تک کامیاب ہے۔

منفرد تخلیقی زبان کی تشکیل و تعمیر میں کامیابی و ناکامی پر ہی شعر و ادب کے پائیدار نادر و جدید اور ناپائیدار عمومی و روایتی ہونے کا انحصار ہوتا ہے۔ ناکامی نقالی اور فیشن پرستی کی شکل میں ظاہر ہوتی ہے اور کامیابی انفرادیت اور جدت کی صورت میں۔ اور جب کسی تخلیق میں "زبان" کو پہلے سے موجود طرز یا گھسے پٹے انداز میں محض وسیلہ اظہار کے طور پر برتا جاتا ہے تو موضوع یا مضمون اعلیٰ ہونے کے باوجود وہ تخلیق روایتی اور دوسرے درجے کی ہوتی ہے لیکن جب کسی تخلیق میں زبان کو محض وسیلۂ اظہار ہی نہیں ایک عوامی ترسیلی نظام اور اس سے بھی زیادہ اپنے وجود کے اقرار و اعتراف اور شناخت و بازیافت کا ذریعہ کے طور پر برتا جاتا ہے تو وہ تخلیق مزاج اور معیار ہر اعتبار سے منفرد اور جدید ہوتی ہے۔

ولی اور فائز میں، میر انیس اور مرزا دبیر میں، غالب اور ذوق میں، اقبال اور حفیظ جالندھری میں جو فرق ہے وہ زبان کے تئیں ان کے تخلیقی رویے میں فرق کی وجہ سے بھی ہے۔ یوں کسی کے طرز یا "رنگ" میں تخلیق فن کرنا بھی قیامت ہے لیکن اردو میں انیس اور غالب، اقبال اور جوش، فیض اور ناصر کاظمی کے رنگ، زبان اور انداز میں اشعار کہے گئے اور کہے جا رہے ہیں۔ اسی طرح پریم چند، منٹو، کرشن چندر، بیدی، قرۃ العین حیدر اور انتظار حسین کے انداز میں افسانے لکھے گئے اور لکھے جا رہے ہیں۔ لیکن ان میں بہر حال رنگ تو ہے خوشبو نہیں ہے۔ جسم تو ہے جان نہیں کیونکہ ان فنکاروں نے نقالی (یا پیروی) تو ضرور کی لیکن اپنی تخلیق کے لیے منفرد تخلیقی زبان کی تشکیل نہیں کر سکے جو ان کے وجود کی شناخت و بازیافت کا ذریعہ بن سکے۔

واقعہ یہ ہے کہ ہر لکھنے والا اپنی تخلیق (یا تخلیقات) کے لیے منفرد تخلیقی زبان کی تشکیل و تعمیر کر بھی نہیں سکتا کیونکہ یہ ایک انتہائی دشوار گزار عمل ہے اس سے عہدہ برآ ہونے کے لیے شاعر یا نثر نگار کو زبان کی روایت، الفاظ کی قوت، موضوع یا فکر و خیال کی اہمیت اور ہمہ گیری اور اظہار کا سلیقہ۔ ب کا نہ صرف خیال رکھنا پڑتا ہے بلکہ انھیں کچھ اس طور پر برتنا پڑتا ہے کہ اس کی تخلیق کی زبان، زبان کے امکانات کی توسیع کا سبب بھی بنے اور خود اس کے وجود اور اس کی تخلیق کو زندہ اور متحرک رکھنے کا ذریعہ بھی۔ ظاہر ہے یہ چیز پختہ تخلیقی شعور، دانش وری، دیدہ وری و جرأت مندی کی متقاضی ہے جو ہر کس و ناکس میں نہیں ہو سکتی۔ یہی وجہ ہے کہ تخلیق فن کا محض شوق یا ہوس رکھنے والے افراد فیشن پرستی، نقالی اور تقلید میں ہی گم ہو کر رہ جاتے ہیں لیکن جو واقعی جینوین فنکار ہوتے ہیں وہ ان صعوبتوں کو جھیلتے ہیں اور تخلیق فن کے عمل کے ان تمام دشوار گزار مراحل سے جرأتمندانہ گزرتے ہیں جن مراحل سے گزرنے کے بعد ہی کوئی تخلیق صحیح معنوں میں معیاری فنی تخلیق کہلاتی ہے۔ دراصل شاعر یا ادیب کا ذہن جب تخلیق فن کی جانب راغب ہوتا ہے تو وہ اپنے خیالات و افکار کو غزل یا شعر یا افسانہ (یا کسی بھی دوسری صنف) کے قالب میں ڈھالنے کے لیے موزوں و مناسب الفاظ، استعارات اور علائم کا انتخاب شروع کرتا ہے، اس موقع پر شاعر یا افسانہ نگار اپنے فکر و شعور، جذبۂ و احساس، عقل و دانش، قوتِ اختراع اور طبیعت کی موزونیت کو بروئے کار لاتا ہے یا اقبال کے لفظوں میں ان میں اپنا خونِ جگر شامل کرتا ہے۔ اگر ایسا نہ کرے تو اس کی تخلیق ادبی تخلیق ہی نہیں ہوگی اور اگر بدقت تمام ہوگی بھی تو اس میں فنی اور جمالیاتی اعتبار سے وہ بلندی، معنویت اور جاذبیت نہ ہوگی جو فن کو فن بناتی ہے۔

یوں تو منفرد تخلیقی زبان کی اہمیت شاعری اور نثر دونوں کے لیے ہے لیکن شاعری میں اس کی اہمیت قدرے زیادہ ہی ہے کیونکہ شعر کی زبان یا الفاظ پر ہی شعر کی معنویت، انفرادیت، تاثر اور ترسیل کا انحصار ہوتا ہے۔ شمس الرحمٰن فاروقی نے بھی شعر کی ہیئت سے بحث کرتے ہوئے شعر میں زبان کی اہمیت کی کچھ اسی انداز میں وضاحت کی ہے:

"شعر کی زبان یا الفاظ اس کی ہیئت کا سب سے جاندار حصہ ہوتے ہیں کیونکہ الفاظ کا ردعمل سننے والے کے جذبات، احساس اور تخئیل پر ہوتا ہے جبکہ دوسرے عناصر کا فوری اثر قوتِ سامعہ پر۔ شعر کا آہنگ زبان سے کم دیرپا اثر رکھتا ہے۔ کوئی لفظ یا استعارہ تخئیل کی آنکھ پر جتنا رنگین عکس چھوڑ جاتا ہے وہ صرف آہنگ کے بس کی بات نہیں اسی لیے ٹینی سن یا سوئن برن کی شاعری کے نقوش دیر تک قائم نہیں رہتے۔ اقبال کی شاعری اسی لیے زیادہ اثر انداز ہوئی کہ گرچہ اس کی تمام ہیئت روایتی تھی لیکن اس کے استعارے کی ہیئت نئی تھی۔"

یہ بات بڑی فرسودہ معلوم ہوگی لیکن سلسلہ ملائیے تو معلوم ہوگا کہ آتش نے بندش الفاظ کو نگوں کے جڑنے سے تشبیہ دیتے ہوئے شاعری کو مرصع سازی ٹھہرا کر یا انیس نے "ہر سخن موقع و ہر نکتہ مقامے دارد" کہہ کر واقعتاً شاعری میں منفرد تخلیقی زبان کی اہمیت کو ہی واضح کیا ہے۔ اساتذہ نے اسے حتی المقدور برتا بھی ہے چنانچہ اردو شاعری کی تاریخ میں ایک ایک موزوں و مناسب لفظ کی تلاش میں شعرا کے رت جگوں کی جو داستانیں بکھری پڑی ہیں وہ یوں ہی بے معنی نہیں۔ دراصل شعر و ادب جاننے کی چیز نہیں جینے کی چیز ہے اس لیے شعر و ادب میں استعمال محض معنویت پیدا کرنے یا معلومات فراہم کرنے کے لیے نہیں ہوتا بلکہ ان سے زیادہ ذہنی تصویریں اور جذباتی کیفیتیں پیدا کرنے کے لیے ہوتا ہے۔ ادب میں کوئی لفظ کسی مفہوم کے بغیر نہیں ہوتا اور کوئی مفہوم کسی لفظ، استعارہ یا علامت کی مدد لیے بغیر تحریری طور پر ظاہر نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن اظہار میں مناسب و موزوں مفہوم اور کیفیت پیدا کرنے کے لیے مناسب و موزوں لفظ کا استعمال نہ کیا جائے تو فن کو بلندی نہیں حاصل ہو سکتی۔ مولانا شبلی نے شاعری میں تناسب و توازن کے ساتھ زبان کے استعمال پر جو زور دیا ہے اسے ایک بار پھر یاد کرنے کی ضرورت ہے:

"جب کسی مصرعہ یا شعر کے تمام الفاظ میں ایک خاص قسم کا تناسب، توازن اور توافق پایا جاتا ہے۔ اس کے ساتھ وہ تمام الفاظ بجائے خود بھی فصیح ہوتے ہیں تو وہ پورا مصرعہ یا شعر فصیح کہا جاتا ہے۔ اور یہی چیز ہے جس کو بندش کی صفائی، نشست کی خوبی، ترکیب کی دل آویزی، برجستگی، سلاست اور روانی سے تعبیر کرتے ہیں۔"

ہر چند کہ شبلی کے پیش نظر مسئلہ بنیادی طور پر شعر کی

فصاحت کا تھا، شعر کی زبان کے توسط سے شاعر کے وجود کی شناخت اور بازیافت کا نہیں۔ پھر بھی شعر کے تجزیے کے اس معیار اور پیمانے کو آپ خواہ فرسودہ اور روایتی ہی کیوں نہ قرار دیں یہ ماننا پڑے گا کہ زبان کے تعلق سے ان خصوصیات سے مبرّا کسی شعری تخلیق کو اعلیٰ اور معیاری شعری تخلیق قرار دینا بے حد دشوار ہے کیونکہ موضوعاتی اعتبار سے شعر میں خواہ عصری حسیت کے زیر سایہ زندگی کی ٹھوس حقیقتوں کا وضاحتی بیان ہو یا داخلی کیفیات کا علامتی و تجریدی اظہار، شعر کی روایتی لطافت اور شیرینی کو ملحوظ رکھا جائے یا انھیں نظر انداز کرکے درشت اور بے چین اسلوب اختیار کیا جائے۔ زبان کے باب میں شبلی کے کلیے کی کسی حد تک پیروی کرنی ہی پڑتی ہے۔ تناسب، توازن اور توافق کو ہر حال میں برتنا پڑتا ہے، اس کے بغیر اپنے عہد کی زندگی زمانہ اور عام حالات کو اپنی شخصیت میں جذب کرکے انھیں شعری تجربہ بنانا اور ان کے اظہار کے لیے زبان کے طلسماتی پیکر وجود میں لانا ممکن نہیں۔ اس طرح شعر میں جس زبان کی تشکیل ہوتی ہے وہ جذباتی، تجرباتی، احتسابی اور جمالیاتی اعتبار سے عام زبان سے مختلف ہوتی ہے اس لیے اسے تخلیقی زبان کہتے ہیں۔ اسی تخلیقی زبان کو سامنے رکھ کر عہد حاضر کے ماہرین لسانیات تحریری تخلیق یعنی کسی زبان کے سانچے میں ڈھل کر سامنے آنے والی ادبی تخلیق کا تجزیہ کرتے ہوئے یہاں تک کہتے ہیں کہ زبان بھی اپنے آپ میں ایک زندہ اور متحرک تجربہ اور احساس ہے۔ ادبی تخلیق کی زبان صحیح معنوں میں ایک ایسا سیال ہے جس کی سیالیت میں عالم حقیقی کی ثقالت بھی موم کی مانند پگھل جاتی ہے یہی وجہ ہے کہ شعر میں (اور نثر میں بھی) کسی بھی نوع کے جذبہ یا خیال، تجربہ یا احساس، واقعہ یا کیفیت کو زبان ہی کے سہارے کسی بھی "رنگ" میں باندھا اور پیش کیا جا سکتا ہے۔ ہاں اس ضمن میں یہ ضروری ہے کہ تخلیقی اظہار کے لیے جو زبان تشکیل دی جائے وہ اپنے عہد کی زندگی اور زمانے کے مطابق عام زبان سے مطابقت رکھتی ہو۔ حد درجہ ذاتی، اجنبی نو تراشیدہ الفاظ، استعارات اور علامات کا حد درجہ داخلیت پسندانہ استعمال بہرحال شعر و ادب کو مبہم بلکہ بعض اوقات مہمل بھی بنا دیتا ہے۔ اسی لیے اکثر و بیشتر نقادوں اور فن کاروں نے شعر و ادب کے لیے عام انسانوں کی زبان کے استعمال پر زور دیا ہے۔ ورڈزورتھ نے بھی جہاں شاعری کو عقل و دانش اور وجدان و احساس کے امتزاج کا نتیجہ قرار دیا ہے وہاں شاعر کی زبان اور اظہار و ابلاغ کی پابندیوں کا ذکر کرتے ہوئے یہ بھی کہا ہے کہ چونکہ شاعر کے جذبات و احساسات عام انسانی جذبات و احساسات ہوتے ہیں جو ہماری زندگی کے لیل و نہار کے نتیجے میں پیدا ہوتے ہیں لہٰذا اس کی زبان بھی وہی ہونی چاہیے جو عام انسانوں کی زبان ہے۔ شاعر محض اپنے لیے یا دوسرے شعرا کے لیے تخلیق شعر نہیں کرتا بلکہ عام انسانوں کے لیے کرتا ہے اسی لیے اس کی زبان "سادہ" اور "عام فہم" ہونی چاہیے۔ یہاں پر "سادہ اور عام فہم" جیسے الفاظ گمراہ کن بھی ثابت ہو سکتے ہیں، اگر ان پر گہرائی سے غور نہ کیا جائے۔ شاعری میں سادہ اور عام فہم زبان کا مطلب ہرگز یہ نہیں، شاعری میں وہی زبان استعمال کی جائے جو شاعری میں ایک عرصے سے ہوتی رہی ہے۔ یا جو عام لوگ اپنی روزمرہ کی بول چال میں عام اور سیدھے سادے انداز میں استعمال کرتے ہیں۔ بلکہ اس سے مراد ایسے الفاظ، استعارات اور علامات کے استعمال سے ہے جو اپنے عہد کی زندگی اور زمانہ کے حالات اور کروٹوں کے ٹھوس اظہار کی پوری صلاحیت رکھتے ہیں۔ دراصل ہر عہد زندہ، رواں اور متحرک زندگی اور زمانہ کے حالات اور تقاضوں کے مطابق ایک مخصوص لفظیات کو بھی جنم دیتا ہے۔ اس نئی لفظیات کے شعر و ادب میں استعمال عام ہو جانے کی وجہ سے ہی پرانی لفظیات کے اکثر و بیشتر الفاظ، استعارات اور علائم فرسودہ، پیش پا افتادہ اور آخر کار متروک ہو جاتے ہیں۔ اسی لیے ہر عہد میں ہر جینوئن شاعر اور ادیب اپنے ہی عہد کی نئی ڈکشن سے الفاظ، استعارات، پیکر اور علائم وغیرہ لے کر اپنے تخلیقی اظہار کے لیے ایک نئی تخلیقی زبان کی تشکیل کرتا ہے اسی لیے ایسے شاعروں اور ادیبوں کے یہاں اپنے عہد کے تقاضوں کے اعتبار سے جدت اور جدیدیت کے نام پر کرتب بازی نہیں ہوتی۔ ان کے یہاں ٹھوس لسانی تجربے تو ہوتے ہیں الفاظ کا بیجا اصراف نہیں ہوتا۔ مثال کے طور پر اردو میں جدت اور جدیدیت کے ابتدائی دنوں میں احمد ہمیش، عادل منصوری، محمد علوی، ظفر اقبال وغیرہ آج کے اہم شعرا اور سریندر پرکاش (تلقارمس)، بلراج مین را (پورٹریٹ ان بلیک اینڈ بلڈ)، احمد ہمیش (کہرو لہ، مکھی) اور ظفر اوگانوی (انشر امور آئیں) وغیرہ آج کے اہم افسانہ نگاروں نے اپنی تخلیقات میں حد درجہ شخصی، اجنبی اور نو تراشیدہ الفاظ، اصطلاحات، استعارات، پیکر، علائم کو اس طرح برتا کہ عام قارئین کا تو ذکر ہی نہیں، ہر طرح کے ادبی اسالیب، تجربات، تحریکات اور رجحانات پر گہری نظر رکھنے والے فنکار اور نقاد بھی انھیں سمجھنے سے قاصر رہے یا پھر کسی حد تک سمجھ کر بھی ان "تحریری کوششوں" کو جدید ادبی و اخلاقی ضابطوں کے پیش نظر بھی ادبی تخلیقات کے طور پر قبول کرنے پر خود کو آمادہ نہیں کر سکے۔ (چنانچہ

شمس الرحمٰن فاروقی کے "ترسیل کی ناکامی کا المیہ" کے بارعب سائبان میں پناہ لینے کے باوجود مذکورہ بالا شاعروں اور ادیبوں کی شروع کی کئی تخلیقات ادبی تخلیقات کا درجہ حاصل نہیں کر سکیں)۔ اس کی ایک اہم وجہ یہ بھی تھی کہ انھوں نے اپنی تخلیقات پیش کرتے وقت اس بات کا خیال نہیں رکھا کہ شعر و ادب میں تخلیقی زبان کی کیا اہمیت ہوتی ہے۔ اسی لیے ان لوگوں نے اپنے عہد کی لفظیات سے زندہ اور متحرک الفاظ، استعارات، اصطلاحات، علائم اور پیکر لے کر ایک زندہ اور فعال تخلیقی زبان کی تشکیل کی کوشش نہیں کی جو عام لوگوں یا کم از کم ادب کا گہرا شعور رکھنے والے سنجیدہ قارئین، فن کاروں اور نقادوں کے لیے ہی قابل فہم اور قابل قبول ہو۔ اگر ان کی اور ان جیسے سیکڑوں نام نہاد شاعروں اور افسانہ نگاروں کی تخلیقات کی زبان ان کے وجود کا اقرار اور اعتراف بن کر خارجی ماحول اور اشیا کے ساتھ ان کا رشتہ جوڑ پاتی تو ان کی تخلیقات کو قبول کیا جا سکتا تھا۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ ان کی شروع کی تخلیقات کی زبان تخلیقی زبان نہیں بلکہ یا تو ان کے وجود کی لایعنی "چیخ" ہے یا پھر الفاظ کا بیجا اصراف۔ لیکن جیسے جیسے یہ ادیب زبان کے تخلیقی استعمال پر قادر ہوتے گئے ویسے ویسے ان کی تخلیقات بھی معیار کے اعتبار سے بہتر سے بہتر ہوتی چلی گئی۔ دراصل شعر و ادب میں صرف و محض ٹھوس حقیقتوں کا ٹھوس اظہار ادب نہیں بلکہ حقائق کا شعری و ادبی حقائق کے طور پر اظہار ادب ہے۔ اور ٹھوس حقیقت کو شعری و ادبی حقیقت کا جامہ پہنا کر پیش کرنے کا ذریعہ تخلیقی زبان ہی ہے ——— شعر و ادب میں تخلیقی زبان کی جو اپنی ایک مخصوص حقیقت ہوتی ہے۔ اسی کو شعری حقیقت کہتے ہیں۔ شعری و ادبی حقیقت، آس پاس بکھری ہوئی ٹھوس حقیقت سے مختلف ہوتی ہے کیونکہ شعری حقیقت کا عرفان عقل سے زیادہ وجدان کی مدد سے حاصل ہوتا ہے اور اس وجدانی حقیقت کی رہبری تخلیقی زبان کرتی ہے۔ دوسرے لفظوں میں اپنی تخلیق کو معیار و وقار بخشنے کے لیے شاعر و ادیب کو زبان کے منصب، الفاظ کی قوت، مفہوم کی بلندی، فکر و خیال کی ہمہ گیری، ترسیل و ابلاغ کی آسانی اور اپنے عہد کی لفظیات سب کا نہ صرف خیال رکھنا پڑتا ہے بلکہ انھیں کچھ اس طرح تخلیقی شان کے ساتھ برتنا پڑتا ہے کہ زبان کے امکانات بھی وسیع سے وسیع تر ہوں اور تخلیق کے توسط سے اپنی اور قاری کی ایک ایک حس کو خارجی اشیا میں داخل کرنے اور خارجی اشیا کو اپنی اور قاری کی ایک ایک حس میں جذب کرنے کی صورت بھی نکل آئے۔ اردو میں جدیدیت کے دور اول میں ہی لسانی کرتب بازیوں اور ہیئتی شعبدہ بازیوں کے شور شرابے کے درمیان بھی ایسے جینوئن شاعروں اور ادیبوں کی ایک اچھی خاصی تعداد نظر آتی ہے جن کی تخلیقات ہر اعتبار سے جدید بھی تھیں اور شعر و ادب کا عمدہ نمونہ بھی۔ اور اس کی سب سے بڑی وجہ یہی تھی کہ ان شاعروں اور افسانہ نگاروں کو اور باتوں کے علاوہ شعر و ادب میں تخلیقی زبان کی اہمیت کا بھی پورا پورا احساس اور علم تھا۔ حسن نعیم، مغنی تبسم کی شاعری شہاب جعفری، بانی، عمیق حنفی، شہریار، مظہر امام، شاذ تمکنت، بلراج کومل، شاہد احمد شعیب، سلطان اختر، باقر مہدی، بشر نواز، پرکاش فکری، قاضی سلیم، ظہیر صدیقی وغیرہ کی شاعری اور غیاث احمد گدی، جوگندر پال، اقبال مجید، جیلانی بانو، عابد سہیل، رام لعل، اقبال متین، احمد یوسف، کلام حیدری وغیرہ کے افسانوں کو آپ کوشش کے باوجود ۶۵-۱۹۶۰ کے آس پاس کی جدیدیت سے متعلق تشریحات و توضیحات کی روشنی میں بھی، غیر جدید قرار نہیں دے سکتے۔ کیونکہ ان کی شاعری، ان کے افسانے، جدیدیت کے حقیقی اور بنیادی تقاضوں کو تمام تر فنی خوبیوں کے ساتھ پورا کرتے ہوئے اچھی شاعری اور عمدہ افسانے کی قابل لحاظ مثالیں ہیں۔ ہاں یہ صحیح ہے کہ ان شاعروں اور افسانہ نگاروں کے یہاں بھی معمولی، دوسرے درجے کی بلکہ بعض اوقات گھٹیا درجے کی تحریریں بھی کم نہیں۔ اور ایسا غالباً خود احتسابی کی صلاحیت اور جرأت کی کمی کے سبب ہے،

یا پھر ضرورتاً محض فرمائش پر یا نیوز میں رہنے کے جذبے کے تحت لکھی گئی ان تحریروں میں منفرد تخلیقی شان پیدا ہونے سے رہ گئی ہے۔ لیکن غور کریں تو معلوم ہوگا کہ بڑے سے بڑے ادیب و شاعر کے یہاں بھی معمولی، ناقابلِ اعتنا تحریریں کم یا زیادہ ملتی ہی ہیں۔ مثلاً میرؔ، غالبؔ، اقبالؔ، شادؔ، جوشؔ، فیضؔ، فراقؔ، ناصرؔ کاظمی، اور خلیل الرحمٰن اعظمی جیسے عظیم، بڑے اور اچھے شاعروں کے یہاں بھی دوسرے درجے کے اشعار اچھی خاصی تعداد میں ملتے ہیں۔ اسی طرح پریم چند، منٹو، بیدی، قرۃ العین حیدر اور انتظار حسین کے یہاں بھی معمولی بلکہ گھٹیا افسانوں کی کمی نہیں۔ لیکن حسن نعیم اور قاضی سلیم جیسے شعرا اور غیاث احمد گدی اور اقبال مجید جیسے افسانہ نگاروں نے اپنے اپنے ژرف مطالعہ، تجربہ، وجدان، جذبہ، احساس، تخیل، انفرادی صلاحیت اور فنی شعور و سلیقہ کے مطابق اپنے اپنے طرز پر اپنی اپنی نمائندہ اور قابلِ ذکر تخلیقات میں تخلیقی زبان کو جس طرح برتا ہے، اس برتاؤ کی وجہ سے ان کی تخلیقات کی زبان ان کے اپنے وجود کے اقرار و اعتراف اور شناخت و بازیافت کا ذریعہ بن کر تو سامنے آئی ہی ہے ساتھ ہی اس سے یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ ان شاعروں اور افسانہ نگاروں نے اپنی ذات کا اپنی تحریروں کی تخلیقی زبان کے وسیلے سے خارجی ماحول اور اشیا کے ساتھ گہرا رشتہ جوڑ کر اپنی اور قاری کی ایک ایک حس میں جذب کرنے کی صورت بھی نکالی ہے۔ اسی لیے ان کی شاعری اگرچہ غالب اور میر کی شاعری کی طرح بڑی شاعری اور ان کے افسانے پریم چند، منٹو اور بیدی کے افسانوں کی طرح بڑے افسانے تو نہیں لیکن اچھی شاعری اور کامیاب افسانے ضرور ہیں۔ جنھیں سامنے رکھ کر بعد میں آنے والے شاعر اور افسانہ نگار مزید عمدہ شاعری اور کامیاب افسانے لکھنے کی کوشش کر سکتے ہیں بشرطیکہ بعد میں آنے والے فن کار تخلیق فن کے باب میں تخلیقی زبان کی اہمیت پر سنجیدگی سے غور کریں۔

(پٹنہ سے نشر)

محمد اختیار الحق اختر

مل کے بیٹھو گے تو کچھ اور نکھر جاؤ گے
ورنہ تنکوں کی طرح خود ہی بکھر جاؤ گے
ہر طرف گھات میں بیٹھے ہوئے رہزن ہوں گے
لے کے اب گوہرِ احساس کدھر جاؤ گے
گل ہیں پژمردہ، کلی سوختہ، غنچے پامال
یہ روش عام ہے گلشن میں جدھر جاؤ گے
تم ہو فاران کی چوٹی سے گذرنے والے
آبلہ پا ہی سہی، پار اتر جاؤ گے
ہو چکی شمع کی لو تیز ذرا صبر کرو
ہے ابھی رات بہت وقت سحر جاؤ گے
ساعتِ حشر مقرر نہیں اس نگری میں
اک قیامت ہی قیامت ہے جدھر جاؤ گے
ہے ابھی گہر میں لپٹا ہوا ماحول اختر
دھوپ نکلے گی تو پھر لوٹ کے گھر جاؤ گے

سرطان

طب کا مسئلہ

مظفر بلخی

علمِ طب کو انسان کی زندگی میں ہمیشہ سے اہم مقام حاصل ہے۔ قدیم اطبا کی نظر میں مرض و علاج کی حیثیت الہامی تھی۔ مرض کی تحقیق اور اس کے علاج کے متعلق خیال تھا کہ یہ خدائے تعالیٰ کی طرف سے پیغمبروں کے ذریعہ ملا ہے۔ علمی و فکری تبدیلی کے ساتھ صحت کی دیویاں بھی قرار دی گئیں۔ آج بھی ایک کثرت الاستعمال یونانی لفظ ہائیجن (Hygiene) بمعنی صحت ایک صحت کی دیوی ہائیجیا (Hygeia) کی نشاندہی کرتا ہے۔ علم طب میں صحت کی جو تعریف کی جاتی ہے اس پر انسانی صحت صادق نہیں آتی۔ انفرادی طور پر ہر انسان کسی نہ کسی موروثی یا کسبی مرض کا شکار ہے۔ پھر سنگین صورتحال اس وقت پیش آتی ہے جب مرض پھیلنے لگے یا وبائی شکل اختیار کرے۔ اس وقت انسان کی ساری توجہات ہر طرف سے ہٹ کر مرض کے سدِ باب پر لگ جاتی ہے۔

مرض سرطان بھی کچھ ایسی ہی شکل اختیار کر چکا ہے۔ یہ مرض ایسا نہیں ہے جو پہلے وقتوں میں نہ تھا بلکہ تمام قدیم تر کتابوں میں اس کا ذکر علاج ادویہ کے ساتھ ملتا ہے۔ یونانی طریقۂ علاج میں سرطان ایک ایسا ورم ہے جو جلے ہوئے سودا سے پیدا ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ خالص صفراوی مادے یا جلے ہوئے بلغم سے بھی ہوتا ہے جس میں جلا ہوا صفراوی مادہ ملا ہو۔ لیکن خالص صفراوی مادے یا جلے ہوئے بلغم سے بھی ہوتا ہے جس میں جلا ہوا صفراوی مادہ ملا ہو۔ لیکن خالص سوداوی مادہ جس کا مزاج سرد و خشک ہے اس سے جو سرطان پیدا ہوتا ہے وہ نہایت موذی اور المناک ہے۔ احتراق شدہ سودا جب کسی عضو میں جمع ہو جاتا ہے اور عضوِ مخصوص کے آس پاس کی رگیں پھول جاتی ہیں تو اس کی شکل سرطان (کیکڑے) کے جیسی ہوتی ہے۔ ورم کا درمیانی حصہ سرطان کے جسم سے اور ارد گرد کی پھولی ہوئی رگیں سرطان کے پیروں سے مشابہ ہوتی ہیں۔ اسی نسبت سے آج تک اس مرض کا نام سرطان ہے۔ انگریزی میں بھی Cancer لاطینی لفظ ہے جسے کیکڑے کے تئیں استعمال کیا جاتا ہے۔ آیورویدک طریقۂ علاج میں "کارکارا" دس پیر والے کیکڑے کو کہتے ہیں اسی مناسبت سے مرض کا بھی نام ہے۔ مدت گذرنے کے بعد آج بھی مرض کی ماہیت اور علامتیں وہی ہیں جو پہلے تھیں لیکن اسباب اور علاج شدید مسئلے کی حیثیت سے ساری دنیا کے لئے قابلِ غور ہیں۔ ان کی تحقیق میں عالمی سطح پر زیادہ سے زیادہ کوششیں ہو رہی ہیں۔

سرطان بالعموم ان ممالک میں زیادہ ہے جو ترقی یافتہ کہے جاتے ہیں۔ جہاں ذہنی اور روحانی سکون کے لئے خالص مادی ذرائع کی تلاش ہے۔ وہ قومیں جنہیں طبی اور تکنیکی تحقیقات میں قیادت کا مرتبہ حاصل ہے۔ امریکہ، اسرائیل، برطانیہ، چین اور جاپان جیسے ملکوں میں مختلف قسموں کے سرطان نے سنگین صورتحال اختیار کر لی ہے۔ ہندوستان جہاں ان ملکوں کے مقابلہ سرطانی مریضوں کی تعداد بہت ہی کم ہے یہاں بھی ہر آٹھواں شخص کسی نہ کسی طرح کے سرطان کا مریض ہے۔ اس سے ان ملکوں کی سنگینی کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے جو اس مرض میں سرِ فہرست ہیں۔ امریکہ میں صدر وریہ (سینہ) کا سرطان بہت زیادہ ہے۔ برطانیہ اور جاپان میں معدے کا سرطان، چین، سیام اور دوسرے بودھسٹ ممالک میں اعضاء تناسل کا سرطان عام ہے۔ یہودی اور مسلم قوموں میں یہ سرطان ختنہ کے سبب نہیں ہوتا۔ اس کے علاوہ دوسرے اقسام

رطان بہت کثرت سے ہو رہے ہیں۔ دنیا بھر میں ہر سال یک لاکھ باشندوں میں ۲۷۵ اس مرض میں مبتلا ہوئے۔ دران میں ۱۵۵ لقمۂ اجل ہو جاتے ہیں۔ عالمی ادارۂ صحت (WHO) کی طرف سے ساری دنیا میں اس موذی مرض کے سدباب کی ہمہ گیر کوششیں ہو رہی ہیں۔ چنانچہ یہ دارہ ہر طریقۂ علاج سے رجوع کرتا ہے نیشنل کینسر نسٹی ٹیوٹ آف امریکہ کے ڈائرکٹر، آرتھر سی، آپٹن نے دنیا بھر کے تعاون و اشتراک کو خوش آمدید کہا ہے اور یہ امید ظاہر کی ہے کہ ہم جلد اس کہانی کا آخری باب پڑھیں یہی صورتحال دنیا کے ہر ترقی یافتہ ملک کو درپیش ہے۔

امراض کے باب میں جتنی بحثیں سرطان سے متعلق آج ہو رہی ہیں وہ دوسرے امراض کے مقابلہ بہت زیادہ ہے اس کی وجہ یہی ہے کہ علم طب اپنی تمام ترقیوں کے باوجود ایک معمولی ورم کے علاج میں ناکام ہے۔ تمام تشخیصی آلات اور جدید معالجاتی تکنیکیں بھی اس مرض کے روک تھام میں بے بس ہو چکی ہیں۔ صدیوں پہلے بھی اطباء اس مرض کو جانتے تھے۔ عام بثور و اورام اور سرطانی اورام کے درمیان فرق کو سمجھ کر اسے لاعلاج ہی سمجھتے تھے مگر مگر اس کے باوجود یہ مرض اتنا ہولناک نہیں تھا جتنا آج ہے۔ بڑھتے ہوئے مرض کی وجہ جاننے کے لئے سرطان پیدا کرنے والے بے شمار اسباب میں سے چند اسباب زیادہ قابل توجہ ہیں جو دنیائے طب کے لئے موضوع بحث بن چکے ہیں۔

<u>اسباب</u> : سرطان کے اسباب سے متعلق فیصلہ کن رائے اب تک قائم نہیں کی جا سکی ہے اسباب بہت ہیں اور ایک دوسرے سے متضاد بھی۔ ماہرین طب یا ایسے ادارے جو مرض کے اسباب دریافت کرنے میں سرگرم عمل ہیں انہوں نے بے شمار وجہیں پیش کی ہیں۔ ایک امریکی پروفیسر لی کے قول پر ہم اپنی تحقیق کو قیاس کر سکتے ہیں۔ پروفیسر لی کے مطابق "کسی چیز کے بارے میں اگر نظریات کی کثرت ہو تو یہ سمجھنا چاہئے کہ ہماری معلومات اس کے متعلق بہت کم ہے۔" ہم سرطان سے متعلق معلومات کا انکار بھی نہیں کر سکتے کیونکہ کسی فیصلہ کن دریافت کے بعد ہی ہمارے مفروضے ختم ہو سکتے ہیں۔ ابھی تو تحقیق و تفتیش کی ساری کوششیں ان نظریات کو حقیقت مان کر ہی کی جا رہی ہیں۔ عام طور پر قبولیت مرض کے جو دو ذریعے ہیں سرطان کے اسباب میں بھی وہی ہیں موروثی اور اکتسابی۔

<u>موروثی</u> : اگر سرطان کا سبب موروثی مان لیا جائے تو تجربہ کے بعد یہ ثابت ہو چکا ہے کہ بہت سے سرطانی والدین کی اولاد کو یہ مرض نہیں ہوا۔ بعض قسم کے سرطان والدین کی طرف سے اولاد کو منتقل ہوئے ہیں سرطانی وائرس یا مادّے مرد کے کرم منی اور عورت کے بیضۂ منویہ میں بھی موجود ہوتے ہیں جو اولاد کی طرف منتقل ہو سکیں۔ اس کے باوجود یقین کے ساتھ یہ بات نہیں کہی جا سکتی کہ یہ مرض موروثی ہے کیونکہ دو مختلف نتیجوں کا ایک ہی تجربہ سامنے ہے۔

<u>اکتسابی</u> : کہا جاتا ہے کہ پان، سگریٹ اور شراب کے کثرت الاستعمال سے یہ مرض لاحق ہوتا ہے تو پھر ایسے لوگ بھی موجود ہیں جو ان چیزوں کو کثرت سے تاعمر استعمال کرتے رہے مگر مرض کا شکار نہیں ہوئے۔ جسم کے کسی ایک حصہ پر مسلسل ضرب اور خراش لگنے سے بھی خلیات میں تبدیلی شروع ہوتی ہے۔ کبھی خلیات کی تعداد میں غیر معمولی اضافہ ہوتا ہے۔ کبھی خلیہ اپنے طبعی جسامت سے چھوٹا اور کبھی غیر معمولی بڑا ہوتا ہے۔ اس کا نشوونما بھی غیر متعین ہوتا ہے۔ ہر قسم کے سرطان میں یہی غیر طبعی تبدیلی جسم کی ساخت بن جاتی ہے۔ مثال کے لئے بار بار چھالیہ استعمال کرنے پر اس کی نوکدار رگڑوں سے بھی اس قسم کے غیر طبعی خلیات منہ میں ابھر کر سرطان بن سکتے ہیں۔ سرد مقامات میں جہاں سردی سے بچنے کے لئے لوگ کپڑوں کے اندر سینہ کے قریب انگیٹھیاں استعمال کرتے ہیں وہاں سینہ کا سرطان دیکھا گیا ہے مصنوعی دانت کے بار بار استعمال سے مسوڑھوں کا سرطان ہوتا ہے۔ اس کے برعکس دوسرے مشاہدات بھی ہیں۔ ایک کھلاڑی کو ایک ہی جگہ پر بار بار چوٹ آتی ہیں۔ سپاہی بار بار ایک مقام پر زخم کھاتا ہے۔ مگر سرطان نہیں ہوتا۔

بہت سے استعمال میں لائی جانے والی روزمرہ کی اشیاء جیسے نائیلون، پلاسٹک وغیرہ کے استعمال سے سرطان کا امکان ہے۔ گہرا سرخ رنگ، مکھن میں ملائی جانے والی زردی سے سرطان ہوتا ہے۔ اندرون جسم ٹینک ایسڈ کے استعمال سے جگر کا سرطان ہوتا ہے۔ برطانوی سائنس دانوں نے ابھی حال میں ایک کیمیائی مادہ ۳، ۴ بینز پائیرین (3,4 - Benzpyrene) کا پتہ لگایا ہے۔ یہ مادہ تارکول اور بہت سے تیلوں کی قسموں میں پایا جاتا ہے خصوصیت سے یہ اس وقت پیدا ہوتا ہے جب نباتی چیزیں نامکمل طور پر جلتی ہیں۔ اس مادے کو اگر چوہیا کے جسم پر لگا دیا جائے تو سرطان ہو جائے گا۔ لیکن غور طلب بات یہ ہے کہ اسی خاصیت کے دوسرے کیمیے سے سرطان نہیں ہوتا۔ اس دریافت سے بھی سرطان کے اسباب و عوامل کا پتہ نہیں چلتا البتہ مزید دریافت کی طرف کچھ راہیں کھلتی نظر آتی ہیں۔

ایک مدت سے یہ موضوع بھی زیر بحث ہے کہ سرطان مختلف قسم کے غدود کے نقص فعل کے سبب بھی ہو سکتے ہیں جن سے ضروری ہارمونوں کی افزائش ہوتی ہے اور جسم نشوونما پاتا ہے۔ اس سلسلے میں چند غدود کے نام بھی لئے جاتے ہیں۔ ممکن ہے ان ہارمونوں کی کمی سے مرض قبول کرنے کی استعداد زیادہ ہو جاتی ہو۔ سرطان کے اسباب میں انسان کے اندر قوت مناعت (Immunity) کی کمی اور سرطانی وائرسوں کی بھی بحث آتی ہے۔ ماہرین طب کے پیش نظر اس کا قوی امکان ہے کہ بہت سے سرطان خاص قسم کے وائرسوں سے ہوتے ہیں۔ اگر یہ ثابت ہو جائے تو تحفظاتی ٹیکوں کی ایجاد میں مدد مل سکتی ہے

<u>علامتیں</u> : سرطانی ورم تین مرحلوں سے گذرتا ہوا علاماتی زندگی پوری کرتا ہے۔ شروع میں سرطان کا ورم نہایت چھوٹا ہوتا ہے۔ پھر کثرت مادہ کے سبب ورم بڑھتا جاتا ہے اس کے چاروں طرف کی رگیں مادّے سے بھر جاتی ہیں۔ ورم سخت ہو جاتا ہے۔ پورے ورم کے رنگ اور شکل میں یکسانیت ہوتی ہے۔ ورم جب مزید بڑا ہوتا ہے تو رگیں بالکل نمایاں ہو جاتی ہیں بعض رگوں کا رنگ سُرخ اور بعض کا سبز ہوتا ہے۔ سُرخ رگیں صاف خون کو ظاہر کرتی ہیں اور سبز رگیں سودا آمیز خون کو۔ رگوں کی شکل بالکل سرطان کے پیر کے جیسی ہوتی ہے۔ درمیانی حصہ سرطان کے جسم سے مشابہ ہوتا ہے۔ یہ ورم ایسا ہے جو نہ تحلیل ہوتا ہے اور نہ اس میں حرکت ہوتی ہے۔ ایک حال پر قائم رہتا ہے۔ اور یہی حالت برابر کے لئے باقی رہ جاتی ہے۔ سرطانی مادّہ جب پرانا اور غلیظ ہو جاتا ہے تو اس سے ردّی پیپ بہنے لگتی ہے۔ ورم کے بعض حصوں میں شدّت حرارت سے تناؤ اور بعض حصوں میں تعفن پیدا ہو جاتا ہے۔ طبیب کے لئے اب علاج انتہائی دقّت طلب ہے کیوں کہ اکثر دوائیں ورم کو تحلیل کرنے سے عاجز ہوتی ہیں۔ اگر ورم جراحت کے دائرے میں آئے تو اسے کاٹ کر الگ کرنا بھی غیر ممکن ہے اس لئے کہ سرطان کی رگیں ہر چہار طرف اندر تک پیوست ہوتی ہیں جسے مطلق اکھاڑ دینا ناممکن ہے۔ اگر سرطان جسم کے اہم عضو میں ہو تو اس میں مداخلت کرنا بھی خطرناک ہے کیوں کہ عضو کے دیر تک فعل معطل رہنے سے مہلک پیچیدگیاں پیدا ہو سکتی ہیں۔ سرطانی ورم کی جراحت کے بعد بھی اطمینان نہیں ہے۔ باقی ماندہ حصہ پھر خبیث ورم کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ بار بار جراحت نہ صرف یہ کہ مریض کے لئے ایذا رساں بلکہ ہلاکت خیز ہے۔ سرطانی ورم کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس کی سرائتیں ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوتی ہیں۔ اسے اصطلاحاً Metastasis کہتے ہیں۔ سرطان کا علاج ابتدائی ایام میں ہی ممکن ہے۔ اگر مادۃ الدم کے ذریعہ مادہ جسم کے دوسرے حصوں میں سرایت کر جائے تو پھر مریض کی جان خطرے میں ہوتی ہے۔ اس لئے علاج ایک مدّت کے اندر ہی ہو سکتا ہے۔

<u>علاج</u> : جدید طبّی اصول علاج کے تحت سرطان کے علاج میں پانچ طریقے اختیار کئے جاتے ہیں پہلا جراحتی طریقہ ہے جس میں سرطان کے تمام ممکنہ

حدود کو کاٹ کر علیحدہ کر لیا جاتا ہے اس جراحت کو Radical کہتے ہیں۔ دوسرا طریقہ ریڈیائی علاج کا ہے۔ جس میں ریڈیم اور گہرے لا۔ شعاعی طریقے اپنائے جاتے ہیں۔ مگر اس طریقۂ علاج میں اچھے خلیات بھی متاثر ہوتے ہیں۔ تیسرا طریقہ کیمیائی علاج کا ہے جس پر کوششیں زیادہ صرف کی جا رہی ہیں۔ اس طریقے میں ایسے مرکبات کا استعمال ہوتا ہے جس سے ورم سرطان مندمل ہو جائے۔ چار قسم کی کیمیائی دوائیں بازار میں دستیاب ہیں وہ بھی چند ہی قسم سرطان کے ابتدائی حالت میں کارگر ہیں۔ بقیہ تمام دوسرے سرطان میں کسی درجہ کے لئے فائدہ مند نہیں ہیں۔ اطبا اس مسئلہ میں انتہائی سنجیدہ ہیں کہ سرطان کے علاج میں کیمیائی ادویہ کے بجائے انسانی مزاج سے قریب تر نباتی ادویہ ہی کی تلاش کی جائے۔ برطانوی اطبا نے حال ہی میں اس خیال کا اظہار لندن میں واقع ایک کینسر ہاسپٹل میں کیا ہے۔ اس سے قبل ۱۹۷۰ء میں بھی امریکہ میں واقع انسٹی ٹیوٹ آف کینسر منعقدہ بوسٹن کے ایک سیمنار میں کیمیائی کوششوں کو لاحاصل سمجھا جا چکا تھا۔ مزید چوتھے طریقہ علاج میں ہارمونوں کی کمی دور کر کے اور پانچویں طریقۂ علاج میں مناعت میں اضافہ کر کے مرض دور کیا جاتا ہے۔ جدید علم طب نے آج حیرت انگیز ترقیاں کی ہیں مگر اس کے باوجود تمام تشخیصی آلات اور معالجاتی تکنکیں سرطان کے علاج میں ناکام ہیں۔ تعجب اس پر ہے کہ کل بھی جب یہ مرض موذی اور دائمی تصور کیا جاتا تھا علاج کے لئے زیادہ گراں باری نہ تھی۔ اطبائے قدیم فصد و اسہال سے مواد ردّیہ یا خلیات خبیثہ کو ختم کرتے۔ داخلی اور خارجی مبردات کا استعمال کرتے۔ عصارات دیتے یا منضج مواد دواؤں کے استعمال کے بعد استفراغ مادّہ کراتے۔ سرطان سے متعلق خصوصی دواؤں کا بھی ذکر ان کتابوں میں ملتا ہے۔ جو دوا سرطان کے لئے تجویز ہوتی وہ مزاج ادویہ اور مزاج مرض کا لحاظ رکھ کر ہوتی اب مزید سہولتوں نیز خرد اجسام کی معلومات کے باوجود سرطان زیادہ سنگین مسئلہ بن چکا ہے۔ اس کا دائرہ اثر دن بدن پھیلتا ہی جاتا ہے۔

اس کی ذمہ دار طب نہیں ہے۔ طب تو انسانی خدمت سے وابستہ ہے اس کی ذمہ دار ہماری معاشرتی زندگی ہے جس کے بدلنے سے ہی طریقۂ علاج بدلتا ہے۔ آج اس مادّہ پرستانہ طرز زندگی میں انسان کی طبعی قوت گھٹ چکی ہے۔ قوت مدافعت کمزور ہو چکی۔ مرض سے مقابلہ کی استعداد باقی نہیں رہی۔ بدلتے ہوئے انسانی مزاج پر دوائیں کارگر نہیں ہوتیں اور اگر ہوتی بھی ہیں تو بہت تیز تر دوائیں جس سے قوت مناعت اور بھی گھٹ جائے۔ دوائی تدبیریں کم ہیں اور غیر دوائی تدبیریں زیادہ۔ انسان غیر قدرتی تفکرات کا شکار ہے۔ یقیناً فکر و تردد انسانی فطرت کا جزو ہے۔ انسان ہر مشکل حالت میں فکر مند ہوتا ہے مگر فکر کی جس قسم سے آج ہماری معاشرت دوچار ہے وہ طبیعت پر راست نہیں آتی۔ یہ غیر طبعی تفکرات ہیں جسے انسان کا مزاج ہمیشہ دفع کرنا چاہتا ہے۔ ہماری تہذیبی زندگی میں بناوٹ اور ملاوٹ کا لفظ ہر شخص کی زبان پر عام ہے۔ اس زندگی سے انسانی طبیعت ہم آہنگ نہیں ہونا چاہتی۔ اسی لئے انسانی صحت بھی متاثر ہے کسی فرد کا متاثر ہوئے بغیر رہنا بھی آسان نہیں ہے اس لئے کہ انسان معاشرتی زندگی کا ہی پابند ہے۔ جس غیر فطری تفکرات میں انسانی آبادی گرفتار ہے طب کے نقطۂ نگاہ سے صحت کی یہاں کوئی ضمانت نہیں۔ اس کا نتیجہ اعصابی کمزوریاں، خون میں احتراق اور احتراق کی وجہ سے نقص الدم، قلت الدم اور خون کا سرطان، ابیاض الدم (Leukaemia) بہت عام ہے۔ تفکرات سے جسم میں سوداویت بھی غالب آتی ہے اور سرطان کی سب سے موذی قسم سوداوی مادّے ہی سے پیدا ہوتی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ کل سرطان کا دائرہ اثر بہت محدود تھا۔ انسان کی قوت مدافعت اتنی کمزور نہ تھی جتنی آج ہے۔ اس لئے طبیبوں کو علاج میں اتنی دشواری پیش نہیں آتی تھی آج انسان کی حساسیت کمزور ہو چکی ہے۔ سرطان کے درد میں ایسپائیرین، اینلجین، کوڈین اور مورفین جیسی دافع درد دوائیں تکلیف کا ازالہ نہیں کرتیں۔ مریض درد سے چیختا اور بستر مرگ پر تڑپتا اس تکلیف پر اپنی موت کو ترجیح دیتا ہے۔ سرطانی درد کے لئے LASER نام کی ایک نئی دوا لائی گئی ہے۔ وہ قوی مسکن درد ہے درد وقتی طور پر دفع ہو جاتا ہے مگر دوا کے دوسرے انتہائی مضر اثرات ہیں۔ اس سے قوت مناعت بھی کمزور ہوتی جاتی ہے۔ ایسے بھی انسان اتنا کمزور ہو چکا ہے کہ اگر کسی شخص پر سرطان کا حملہ ہو تو یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اس کی قوت مناعت اسے دفع بھی کر سکے گی۔ ہماری کوششیں سرطانی وائرس کی تحقیق پر ہیں تو ان وائرسوں پر نگاہ ہونی چاہئے جو موجودہ معاشرتی زندگی کے تمام رگ و ریشے میں تیر رہے ہیں۔ جن وائرسوں سے ہماری فطری طبیعت متاثر ہے۔ ہماری قدرتی صلاحیت ان کے دفاع سے عاجز ہو چکی ہے اگر ہم ان پر قابو پا سکتے ہیں تو پھر سرطان ہی نہیں تمام موذی بیماریوں کے مقابل ہماری کامیابی ہے بیماری کا آسان علاج بھی ممکن ہے اور قبل از وقت تحفظ بھی۔

(پٹنہ سے نشر)

مظفر بلخی
عالم گنج پٹنہ ۶

ریٹائرمنٹ

عہدہ بڑا ہو یا چھوٹا ہر ایک کے ساتھ چند مخصوص ذمہ داریاں وابستہ ہوتی ہیں اور کچھ خصوصی حقوق بھی۔ ان کے استعمال سے عہدہ دار صرف ذاتی طور پر مستفید نہیں ہوتا۔ ان کی بدولت اسے دوسروں کی غرض پوری کرنے کی صلاحیت بھی ہوتی ہے۔ ہر دفتر یا تنظیم میں مختلف منصب ہوتے ہیں۔ ان کے مدارج بھی جداگانہ ہوتے ہیں۔ اس طرح منصب کے اعتبار سے دوسروں کی مطلب برآری کی صلاحیت میں بھی کافی فرق ہوتا ہے عہدہ جتنا بڑا ہوتا ہے، عہدہ دار اپنی پوزیشن سے دوسروں کو فائدہ پہونچانے کا اتنا ہی اہل ہوتا ہے۔ اپنی اپنی غرض لے کر بڑے بڑے عہدوں اور منصبوں پر فائز لوگ اس کے در دولت پر حاضری دیتے رہتے ہیں اور اس طرح اسے اپنی ذاتی اہمیت اور خصوصی امتیاز کے خمار آلود احساس سے سرشار ہونے کا موقع دیتے ہیں۔

دفتر کے اندر بھی منصب کے اعتبار سے مدارج اقتدار کا ایک دستور بنا ہوتا ہے۔ دفتر کے سربراہ کی دفتر کے سارے اہل کار پر حکومت ہوتی ہے۔ یہ سلسلہ اقتدار زینہ بزینہ نیچے اُترتا ہوا کرانی کی ذات تک پہونچتا ہے۔ اس کی حکومت کا سکہ سب سے نیچے درجے کے ملازمین پر چلتا ہے۔ اقتدار کا احساس دوسروں پر اپنی حکومت کا تصور بذات خود تسکین و طمانیت کا سرمایہ ہوتا ہے۔

ریٹائرمنٹ کے بعد ہر عہدہ دار کو اپنے عہدے سے ہی نہیں بلکہ اپنے اقتدار اور غرضمندوں کی حاجت روائی کی صلاحیت سے دست بردار ہو جانا پڑتا ہے۔ چنانچہ اس کی ذاتی اہمیت کے احساس پر پانی پھر جاتا ہے۔ جہاں آدمی اپنی حیاتی اور حفاظتی ضرورتوں کی تکمیل کے لئے ہاتھ پاؤں چلاتا رہتا ہے وہیں دوسروں کی نگاہ میں اپنی اہمیت اور اپنے وقار کے نشانات کا متلاشی رہتا ہے۔ دوسروں کے آئینے میں اپنی قدر و منزلت کی جھلکیاں اس کے عزت نفس کے بڑھاوے کا وسیلہ بن جاتی ہیں۔ آدمی کی

ایک نفسیاتی سانحہ

ڈاکٹر محمد محسن

بہت ساری کارکردگیوں کی تحریک اور اس کے اظہار میں عزتِ نفس اور ذاتی اہمیت کے تقاضوں کا دخل ہوتا ہے۔ اس لئے اپنی اہمیت کا احساس اور دوسروں کی نگاہ میں اپنی قدرشناسی کا تصور ہی شخص کے لئے لذّت آفریں اور تسکین بخش ہوتا ہے۔ اس کے برخلاف ناقدری کا احساس اُسے دل شکستہ اور غمناک بنادیتا ہے۔ عہدے سے سبک دوشی کے بعد ہر عہدہ دار کو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جس زمین پر وہ قدم جمائے ہوئے تھا اس کے پاؤں کے نیچے سے دفعتاً سرکا دی گئی ہے۔ اُس کے در دولت پر حاضری دینے والوں کا سلسلہ جلدی ختم ہوجاتا ہے اور خانہ ویرانی اور علیحدگی کی گھٹن اُسے بے چین کرنے لگتی ہے۔

شخصیت کی تشکیل میں داخلی محرکات اور خصوصیات کے ساتھ ماحولی اثرات کی کارفرمائی بھی ہوتی ہے۔ چنانچہ شخصیت کی نہج اور اس کے اظہار کا ہر فرد کے ذاتی منصب سے خاص تعلق ہوتا ہے۔ داخلی اوصاف کی رو بکاری کا طور بڑی حد تک منصب اور اس کی ذمہ داریاں حقوق اور شخصی اور غیر شخصی ماحول پر منحصر ہوتا ہے۔ چنانچہ جب ملازمت سے سبک دوشی کے بعد آدمی کے رتبے میں کایا پلٹ ہوجاتی ہے تو اس کا اثر اس کی شخصیت پر بھی پڑتا ہے۔ اس کے خاندان کے افراد اور ملنے جلنے والوں کو اس کی شخصیت میں نمایاں فرق معلوم ہونے لگتا ہے۔ انہیں ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جس شخص کے ساتھ ان کی ایک زمانے سے راہ و رسم تھی اس کا ڈھانچہ جیسے بدل دیا گیا ہو۔ اور اب اس کے ساتھ برتاؤ میں بھی اُنہیں اپنا رویّہ بدلنا پڑے گا۔ چنانچہ اس کے بے غرض احباب بھی رفتہ رفتہ اس سے کنارہ کشی پر مجبور ہوجاتے ہیں اور اس کے اعزا بھی اس کے پاس پھٹکنے سے احتراز کرنے لگتے ہیں۔

کچھ لوگ ملازمت سے سبک دوشی کے بعد مذہبی انہماک اور غلو کے ذریعہ اپنی اہمیت سے محرومی کے احساس سے نجات حاصل کرنے میں لگ جاتے ہیں۔ وِرد و وظائف کی مشغولیت انہیں خلوت نشین بنادیتی ہے۔ جن صحبتوں میں وہ پہلے شرکت کیا کرتے تھے ان سے کنارہ کش ہوجاتے ہیں۔ ان کی غیر معمولی گوشہ نشینی ان کے جاننے والوں کے لئے ایک سوالیہ نشان بن جاتی ہے۔ ان کی عبادات گذاری کا چرچا ہونے لگتا ہے۔ ان کے شب و روز میں اس تغیر پر لوگ انہیں مبارکباد دینے لگتے ہیں۔ بظاہر وہ اپنے کو اس کے قابل نہیں سمجھتے لیکن بہ باطن اسے خوش دلی سے قبول کرلیتے ہیں۔ مذہبی معمولات سے شغف انہیں ذاتی اہمیت اور امتیاز کی کھوئی ہوئی دولت سے ہمکنار کردیتا ہے۔

کچھ لوگ ملازمت سے سبک دوشی کے بعد حال اور مستقبل سے آنکھیں چراکر اپنے ماضی کے کارناموں کو توجہ کا مرکز بنالیتے ہیں۔ دور ملازمت کے وہ واقعات اور کارکردگیاں جن کی بدولت انہیں خصوصی اعزاز حاصل ہوا تھا یا جن کا خاص طور سے اعتراف کیا گیا تھا ان کی یاد تازہ کرکے وہ حال کی محرومی اور کلفت سے نجات حاصل کرنے کا سامان کرلیتے ہیں۔ اپنے اعزا اور احباب سے ملاقات کے موقعوں پر وہ اپنی داستان ملازمت کے تابناک گوشوں کی تفصیلات سے اُنہیں روشناس کرنے میں کبھی چوکتے نہیں ہیں۔ کبھی کبھی ان کی گفتگو کی طوالت مخاطب کو ان سے نظر بچا کر بار بار گھڑی پر توجہ مبذول کرنے پر مجبور کردیتی ہے۔ جس واقعہ کی تفصیل اُسے گوش گذار کی جارہی ہوتی ہے اس کے انجام کا وہ پوری اکتاہٹ کے ساتھ منتظر رہتا ہے۔ چونکہ بعض واقعات کی تفصیل کچھ ایسی پیچیدہ ہوتی ہے کہ اس کے بیان میں کسی دوسرے واقعہ کا بیان ناگزیر ہوجاتا ہے۔ اس لئے ایک طرفہ گفتگو کا دور چلتا رہتا ہے۔ مخاطب پاس خاطر کے لئے ہوں ہاں کرتا جاتا ہے۔ دوران ملازمت کی سرگذشت ہی گفتگو کا مرکز ہوتی ہے اور اس دور کی شاندار روداد یں اتنی کثیر نہیں ہوتیں کہ ان کا لامتناہی سلسلہ ہو۔ چنانچہ کبھی کبھی کسی ایک ہی مخاطب کو ایک ہی واقعہ مختلف ملاقاتوں کے موقعہ پر سننا نصیب ہوتا ہے۔

کچھ لوگوں کا اپنا گھر ملازمت سے سبک دوشی کے بعد دفتر کی جگہ لے لیتا ہے۔ گھر کے سارے لوگ عمر کے اعتبار سے کمتر درجے کے ہوتے ہیں۔ اور دفتر کے مدارج اقتدار کا نمونہ گھر میں بھی دکھائی دینے لگتا ہے۔ گھر والوں پر اپنی حکومت کا سکہ بٹھانے کا سودا سر پر سوار ہوجاتا ہے۔ ملازمت کے زمانے میں زیادہ وقت دفتر میں گذرتا تھا۔ گھر واپس آنے پر ملاقاتیوں کی آمد شروع ہوجاتی تھی گھر والوں کے ساتھ مل بیٹھنے کا موقعہ کم ہی ملتا تھا۔ گھر میں کوئی کیا کرتا ہے اس پر مشکل سے نگاہ پڑتی تھی۔ گھر کا ہر فرد اپنی من مانی کرنے کے لئے نسبتاً آزاد تھا۔ لیکن ملازمت سے سبک دوشی کے بعد سارا دن گھر میں گذارنا پڑتا ہے۔ ملاقاتیوں کی بھیڑ بھی آہستہ آہستہ چھٹتی چلی جاتی ہے۔ نگاہ کے سامنے بس گھر اور گھر والے رہ جاتے ہیں۔ ان کا طریقہ، رہن سہن، اٹھنا بیٹھنا اب سب کچھ نظر کے سا... ہوتا ہے۔ دو پیڑھیوں کے درمیان کی خلیج کبھی پاٹی نہ جاسکتی۔ ہر پیڑھی اپنے لئے ایک نئی راہ نکالتی ہے جو پر... پیڑھی والے کو عجیب سی لگتی ہے۔ وہ اسے قبول کر... بہ آسانی تیار نہیں ہوتا۔ چنانچہ ملازمت سے سبک دوشی... بعد دماغ اعتراضات کی آماجگاہ بن جاتا ہے۔ جس... بوچھار گھر والوں پر پڑنے لگتی ہے۔ اعتراضات کی گولیاں آسانی سے گھونٹی نہیں جاسکتیں حلق میں... منہ کا مزہ بگاڑنے لگتی ہیں۔ گھر والوں کی جان ضیق پڑجاتی ہے۔ آئے دن دانتا کل کل کا سلسلہ جار... ہوجاتا ہے۔ ملازمت سے سبک دوشی گھر کے انتشار اور بیزاری کا پیش خیمہ بن جاتی ہے۔ اقتد... مدارج کا شیرازہ رفتہ رفتہ بکھرنے لگتا ہے اور ملاز... سے سبک دوشی خودکشی کی ترغیب دینے لگتی ہے

ملازمت سے سبک دوشی کے بعد شخصیت... کایا پلٹ کی نہایت حسرتناک مثال کبھی کبھی اس شخ... کی ہوتی ہے جو کسی بلند منصب پر فائز ہوتا ہے۔ ... کے دوران میں اپنی ذاتی اہمیت کا احساس اُسے... لوگوں کے قریب کردیتا ہے جو اس کی نگاہ میں ا... کے حامل ہوتے ہیں۔ وہ ان سے اپنا موازنہ کرکے ذاتی اہمیت کا اندازہ کرتا ہے اور خود کو ان کا ہم پلہ... ان کے ساتھ یگانگت اور خلوص برتتا ہے۔ وہ... اس کے دوست احباب کے زمرے میں داخل ہ... ہیں، جب وہ خود ملازمت سے سبک دوش ہو... امتیازی حیثیت سے محروم ہوجاتا ہے لیکن ا... دوستوں کی اہمیت و وقار کا سکہ جما رہتا ہے ... ایک عجیب سی کڑھن سی ہونے لگتی ہے۔ جس کے س... اسے خود بھی شعور نہیں ہوتا۔ ان کا ہم پلہ باقی نہیں پر اس کے اندر شدید کمتری کا احساس پیدا ہونے اور ان کی برتری اس کی نگاہ میں کھٹکنے لگتی ہے۔ دوستو... ساتھ خلوص کی جگہ ظاہرداری کو مل جاتی ہے۔ اس... برتاؤ میں تغیر کی جھلکیاں اس کے دوستوں کی نگ... اوجھل نہیں رہتیں۔ انہیں محسوس ہونے لگتا ہے... سوسائٹی میں ان کی پوچھ کچھ، ان کی قدر افزا... اس کے چہرے پر مسرت کی تابانی کی جگہ رشک کا تا... کرنے لگتا ہے۔ انہیں اس کی خوش نیتی اور خلوص... شبہ ہونے لگتا ہے جو رفتہ رفتہ یقین کی سنگینی... کرکے دوستی کے نازک رشتے کو نذر آتش کرد... رشک و رقابت کی آگ کبھی کبھی دوستوں کے علا... اعزا کو بھی اپنے لپیٹ میں لے لیتی ہے جو کسی نہ ک... سے اہمیت و وقار کے مالک ہوتے ہیں۔

عام طور پر لوگ اپنے دفتری منصب کو ا... کچھ سمجھتے ہیں۔ اور دفتر کی زندگی کے علاوہ انہیں... دوسرے مشغلے کی رغبت نہیں ہوتی۔ لیکن کچھ لو...

یسے بھی ہوتے ہیں جو دفتر کی زندگی کو اپنی شخصیت
تکمیل کا وسیلہ نہیں بناتے، دفتری فرائض سے پوری
ہ داری کے ساتھ عہدہ برآ ہوتے ہوتے بھی وہ
ظہار ذات کے لئے اپنے کسی ذاتی جوہر کو پروان چڑھانے
ں غفلت نہیں برتتے اور ملازمت سے سبک دوشی کے
بعد اسے اپنی پوری توجہ کا مرکز بنا لیتے ہیں علمی یا ادبی
صنف، تالیف، تخلیق کے لئے کچھ نہ کچھ وقت دورِ ملازمت
ں بھی نکال لیا کرتے ہیں یا فرصت کے اوقات رفاہ عام یا
دمت خلق کے لئے وقف کر دیتے ہیں۔ ملازمت سے
سبک دوشی کے بعد ان کی یہ غیر دفتری دلچسپیاں شب و روز
مشغلہ بن جاتی ہیں۔ ان کی پوچھ گچھ اور قدر شناسی کا
ائرہ وسیع ہوتا جاتا ہے۔ جس سے ان کی اہمیت اور
قار میں چار چاند لگتے جاتے ہیں۔ یہ سوچ کر کہ اب تو
ہیں فرصت ہی فرصت ہے لوگ انہیں نت نئی ذمہ داریاں
ول کرنے پر مجبور کرتے رہتے ہیں۔ اور اس طرح انہیں
ب عجیب مخمصے میں ڈال دیتے ہیں۔ سب کی فرمائشیں
ری کرنی ان کے بس سے باہر ہوتی ہے۔ انکار یا اقرار
ی صورت میں انہیں چین نہیں ملتا۔ یہ سمجھ کر کہ اب ان کے
ں وقت کی کمی تو ہے نہیں، ان کے انکار کو بہانہ
ازی پر محمول کیا جاتا ہے۔ اگر اقرار کرتے ہیں تو
یم الفرصتی اس نئی ذمہ داری کو سنبھالنے کی اجازت
ہیں دیتی۔ مصروفیتوں کی یورش انہی بیوی بچوں تک
خبر گیری کی مہلت نہیں دیتی۔ ان کی شکایتوں
بھی زہر مار کرنا پڑتا ہے۔ چنانچہ ملازمت سے
ک دوشی ان کے لئے بھی مان کا سودا بن جاتی
ہے۔

القصہ ملازمت سے سبک دوشی آدمی کو اک طرفہ
شہ بنا دیتی ہے۔ جس سے مفر نہیں لوگوں کو حاصل ہے
ول نے کسی آزاد پیشے کو ملازمت پر ترجیح دی ہے۔
(پٹنہ سے نشر)

الاعلان

شفیقہ فرحت

خدا کی اس خدائی کی ساری عقلمند اور سمجھدار مخلوق ہر چیز سنبھال کے رکھتی ہے۔ اس لیے ان کی ہر بات راز کے درجے تک پہنچ جاتی ہے۔ یہاں نہ یہ سلیقہ۔ نہ سگھڑاپا۔ نہ عقل نہ شعور۔ اور نہ کسی راز گھانسوی سے دوستی نہ کسی راز دھانسوی کا کلام یاد۔ لہٰذا راز سے ہم بے نیاز۔ ہمارا ہر کام علی الاعلان اور بہ بانگ دہل ہوتا ہے۔ اور ہمارے تمام پروگراموں کے سلسلے میں ہم سے زیادہ ہمارے دوست احباب اور سگے ہمسائے معتبر ثابت ہوتے ہیں۔ دیگر امور کے علاوہ ہمارا ٹور پروگرام لوگوں کو کچھ اس طرح ازبر ہو جاتا ہے کہ بڑے بڑے وزیروں کا ان کے پی اے کو نہ ہوتا ہوگا۔ ادھر ہم نے بہ تقریب سفر محمل باندھا نہیں کہ مشوروں اور فرمائشوں کی یلغار شروع ہو گئی۔ کاش کبھی کسی نے زادِ راہ کی طرف بھی اسی خلوص سے توجہ دی ہوتی۔

ویسے تو ہماری غائب دماغی اور تہی دامنی ہمیں ہر رد و بلا سے محفوظ رکھتی ہے۔ لیکن پچھلے سفر میں ہم مصیبت میں گرفتار ہو ہی گئے۔ کہ پاسبانِ عقل بے عقلی کے بھیس میں کب تک حفاظت کرتا!

بفضل ربی اور بہ کرم دور درشن، دلی نہ اب دور ہے نہ عجیب و غریب۔ لہٰذا اب فرمائشوں کا سلسلہ نہ دراز ہوتا ہے نہ پریشان کن۔ سو ہم خوش خوش جانے کی تیاری کر رہے تھے۔ اتفاقاً ایک کرم فرما تشریف لے آئے۔ عادتاً انھیں بھی سفر کی اطلاع دیدی — فرمایا۔

"آپ دلی جا رہے ہیں تو فلاں فلاں صاحب کے گھر ضرور جائیے۔" پوچھا "کوئی خاص کام ہے آپ کا؟" جواب ملا "کام وام کچھ نہیں بس مل لیجئے۔"

"مگر ہم تو انھیں بالکل نہیں جانتے۔"

"بڑے خلیق اور ملنسار ہیں۔"

"شہر دلی میں ہزاروں ملنسار ہوں گے تو کیا ہم سب سے ملتے پھریں گے؟"

"بھئی ان سے ہماری کہیں Side ways سے رشتہ داری ہوتی ہے۔ اور بیگم تو خاصی قریبی سالی ہیں۔ بجید طرحدار اور زندہ دل —"

ان خاتون کی زندہ دلی تو نہیں۔ البتہ طرحداری کے تصور سے موصوف کے چہرے پر جو رنگ و روغن چڑھا اسنے ہم سے ملاقات کا وعدہ لے ہی لیا۔

قیام دہلی کا روزِ اوّل بخیر و عافیت گزر گیا۔ دوسرے دن سرسری طور پر اپنے میزبان سے ان کے متعلق دریافت کیا۔ واضح ہو کہ اس وقت تک پورا نام ذہن سے غائب ہو چکا تھا۔ صرف نصف بہتر کے جو بد تر ثابت ہوا، یاد رہ گیا تھا۔

میزبان چونکے! "آپ ان کو کیسے جانتی ہیں؟"

"ان کے ایک عزیز ہمارے دوست ہیں۔ ان کا گھر آپ کو معلوم ہے؟"

"لیجئے ان کا گھر کون نہیں جانتا۔ وہ یہاں کے وائس چانسلر ہیں۔"

"وی سی؟" اب چونکنے کی باری ہماری تھی! مگر انھوں نے تو وی سی تو نہیں، البتہ پروفیسر وغیرہ کچھ بتایا تھا۔"

"ابھی ابھی ہوئے ہیں۔"

واقعی، وی سی ایسا عہدہ ہے کہ خود عہدیدار کو نہ ابتدا کی خبر ہوتی ہے نہ انتہا معلوم۔ صبح جاگیں تو پتہ چلے آپ وی سی بن گئے۔ اور ابھی آپ نے اپنا کاغذی سکہ چلایا بھی نہیں کہ عہدہ غائب۔ لہٰذا اس عہدے سے وابستگی پر سوائے شرمندگی کے کچھ ہاتھ نہیں آتا۔ اسی لیے وہ بھی چھپ گئے ہوں گے خیر وی سی ہی سہی۔ انھیں سے مل بس گئے۔"

تو صبح سویرے ہنستے مسکراتے، اکڑتے، دندناتے ہم چلے سوئے منزل — پہلا چوراہا پار نہ کیا تھا کہ نونہالان ملک و ملت کمزور سی آواز میں "وی سی ہائے ہائے" کے نعرے لگاتے اپنی عبرتناک تعداد کو جلوس کی شکل دینے کی کوشش کر رہے تھے۔

انھیں اسی چوراہے پر روک دیا گیا اور ہمیں بنگلہ کے گیٹ پر کہ وی سی صاحب حالات حاضرہ سے نمٹنے کی خاطر عالی افسران سے محو گفتگو تھے۔ مگر ہماری نظروں میں وی سی

صاحب نہیں وہ طرحدار حسینہ گھوم رہی تھیں۔ لہٰذا ہمیں ڈرائنگ روم میں بٹھا دیا گیا۔

تھوڑی دیر کے انتظار کے بعد تو صاحبہ ہاتھ میں ہمارا کارڈ لیے برآمد ہوئیں وہ واقعی حسینہ بھی تھیں اور طرحدار بھی شوخ اور ہنس مکھ بھی۔ کارڈ کو الٹ پلٹ کر دیکھتے ہوئے قدرے حیرت سے پوچھا — "فرمائیے ؟"

ہم نے اپنے دوست اور ان کی کزنی تعلقات کی ساری بے تکلفی یکجا کر کے کہا — وہ رشید امجد صاحب نے بیحد اصرار کیا تھا کہ آپ سے ملے بغیر واپس نہ آؤں سو حاضر ہو گئی۔

"کون رشید امجد۔"

"او ہو آپ کو پہچاننے میں اس لیے دقت ہو رہی ہے کہ وہ آج کل بھوپال میں ہیں۔ دراصل رہتے وہ ریوا میں ہیں۔"

"ریوا — ؟"

"مگر اصل وطن ان کا الٰہ آباد ہے۔"

"جی —" وہ بوکھلائیں اور ہکلائیں — اور بار بار مڑ مڑ کے چور نظروں سے اس برآمدے کی طرف دیکھتی تھیں جہاں ان کے شوہر نامدار کسی سے محو گفتگو تھے کہ ایک آدھ لفظ بھولے بھٹکے ان کے کان میں بھی پڑ سکتا تھا۔

"وہ تو کہہ رہے تھے آپ کی ان سے باقاعدہ خط و کتابت رہتی ہے۔"

"خط و کتابت !"

"جی ہاں! اور آپ نے انھیں بھوپال کے پتہ پر حال ہی میں لکھا ہے کہ مکان بیچ کے سارا پیسہ لے کر آپ کے پاس آ جائیں۔ اور یہیں رہیں۔"

"دلی میں ہمارے پاس رہیں۔" ان کے چہرے کا رنگ سرخ سے سفید اور سفید سے زرد ہوتا جا رہا تھا۔

"آپ کو غالباً انھوں نے بتا دیا تھا کہ مکان چار پانچ لاکھ میں جلد ہی بکنے والا ہے۔" ہم اپنے یقین کامل کے سہارے حالات کی نزاکت کو محسوس کیے بغیر بولے جا رہے تھے۔

"چار پانچ لاکھ —" اب ان کی آواز میں کپکپاہٹ پیدا ہو چکی تھی۔

"یہ کس سے لاکھوں کے سودے ہو رہے ہیں بیگم ؟" ڈی سی صاحب نے اندر آتے ہوئے کہا۔ ہم پہ ایک غیر متعلق سی نظر ڈالی۔ بیگم سے آہستہ سے کچھ کہا۔ اور دفتر کے لیے روانہ —

اور ہمیں یقین ہو گیا کہ اگر حالات سازگار ہوتے تو ہماری گفتگو کا ایک ایک لفظ ان کے کانوں میں پڑ چکا ہوتا۔

اب بیگم صاحبہ کے اڑتے ہوئے ہوش اور کھوئی ہوئی ہمت کی واپسی ہو چکی تھی۔ اور غالباً انھیں ہماری نیت پہ شبہ ہونے لگا تھا۔ اور انھیں ایسے تمام واقعات یاد آنے لگے ہوں گے جہاں بنی ٹھنی اسمارٹ عورتیں حیلے بہانوں سے گھر میں گھس کر بہت کچھ کر جاتی ہیں۔ مگر وہ تھیں مہذب اور غالباً ہمارے اندر بھی انھیں کچھ شرافت اور مسکینیت کے آثار نظر آ رہے ہوں گے۔ لہٰذا دربان سے دھکے دے کر نکلوانے کے بجائے انھوں نے چائے کے لیے کہا۔ اور ہم سے تمسخرانہ انداز میں فرمایا۔

"دیکھیے آپ کا اپنا کوئی کام ہو تو فرمائیے۔ ان صاحب کے تعلق اور حوالے کے بغیر۔ کیونکہ ان کا ہم لوگوں سے کوئی واسطہ نہیں۔ ضرور آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے۔"

ان حالات میں کیسی چائے اور کہاں کا شربت۔ ہم پہ تو اس خشک سالی کے باوجود گھڑوں اور بالٹیوں پانی پڑ چکا تھا۔ اور ہم اپنی ساری تیز طراری اور بے تکلفی بھول چکے تھے۔ اور اس سے پہلے کہ وہ اپنی خوش مزاجی سے قطع تعلق کر لیں ہم معذرت کر کے بھاگے۔

بھوپال پہنچ کر جب اپنے دوست سے اس کی جو واردات بنتے بنتے رہ گیا شکایت کی تو انھوں نے ہمیں قصوروار ٹھہرایا۔ کہ انھوں نے مرغوب امجد کہا تھا پہنچا دیا گیا تھا علی امجد کے گھر۔

کہ بڑے ناموں کی چکا چوند میں چھوٹے نام طرح چھپ جاتے ہیں۔

ویسے بھی غیروں کو الزام دینا غلط تھا کہ قصور اپنا ہی تھا۔ از روئے انصاف بھی اور از روئے روا بھلا اپنے ہر پروگرام کا ڈھنڈورا پیٹنے کی ضرورت کیا

(اردو سروس سے

روشنی

بشیر شاہ

"میں اس شخص کو شفیق رکھتا ہوں جو اپنے تجربوں اور مشاہدوں کی روشنی دوسروں میں بانٹتا ہے!" یہ بات مش جرمن مفکر نیٹشے نے کہی ہے۔ واقعی یہ کائنات اتنی بسیط اور اتنی عریض ہے کہ ہم اگر چاہیں تو اس کی وسعتوں میں کچھ وسعتیں پیدا کر سکتے ہیں۔ بشرطیکہ ہم اپنی ذات کے حصار کو توڑ ڈالیں۔ تلاش و جستجو کی تازہ ہواؤں کو اپنی سانسوں بسا لیں۔ ہمارے درمیان بدقسمتی سے ایسے بے شمار لوگ موجود ہیں کہ جو زندگی کا صرف تاریک پہلو ہی دیکھتے ہیں۔ ز کے روشن اطراف سے چشم پوشی ان کے لیے عادتِ ثانی سی بن گئی ہے! بات اصل میں رویّوں کی بھی ہے، ہمیں زندگ اس شخص کی طرح سے لینا چاہیے جس کے سامنے پانی کا ادھ بھرا گلاس رکھا گیا اور پوچھنے پر اس نے بتایا کہ صرف آدھا خالی جب کہ پاس ہی بیٹھے ایک دوسرے شخص نے بتایا کہ صرف آدھا گلاس بھرا ہوا ہے! چنانچہ زندگی کا جامد تصور، حرکت و حیا شب خون مارتا ہے، ہم سے ہمارے من کی موج اور دل کی ترنگ چھین لیتا ہے! ۔ وہ جو ایک گہرا شعور رکھتے ہیں، جانتے ہیں زندگی کا ہر روز، روزِ اولیں ہے اور ہر دن، زندگی کی پیشانی پر ایک نئی کہانی لکھتا ہے! بزرگوں کا کہنا ہے کہ ہمیں اپنی ہر کا آغاز اس آرزو سے اور اس اعتماد کے ساتھ کرنا چاہیے کہ زندگی سے کچھ اخذ کرنا ہے۔ تجربات کی اونچی نیچی راہوں سے گز کچھ پانا ہے اور یہ کہ زندگی کو، ضرورت پڑنے پر کچھ لوٹانا بھی ہے! ایک دانشور نے کہا تھا ——— "پیچھے مڑ کر نہ دیکھو اس۔ وہاں صرف تمھارے قدموں کے دھندلے سے نشان ہیں اور بس۔ آنے والے دنوں کے سینے میں جھانک کہ اس کی طاق پر امید کے نئی جھلمل جھلمل دیے رقصاں ہیں!" ——— ہمیں یہ بات گرہ میں باندھ لینی چاہیے کہ زندگی ہم سے وسیع النظری کے ساتھ وسیع القلبی کا تقاضا بھی کرتی ہے۔ اس لیے کہ بغیر ان کے تعمیر کے سارے راستے بند ہو جاتے ہیں۔ عقلمندی کا تقاضا بھی ہے ک صرف اپنی ہی آواز سننے کے عادی نہ ہوں، باہر کی اور بیرون کی آوازیں بھی ہمیں اپنے اندر جذب کرنا ہوں گی! اپنی ذا صحرا میں بھٹکنے سے ہزار بہتر ہے کہ ہم اس دنیا سے رشتہ استوار کر لیں کہ جو ہم پر رنگ و معانی کے نئے افق، نئے آف روشن کرتی ہے! باہر کی دنیا سے بنا رشتہ توڑ کر ہم اپنے گرد، ممکن ہے ایک خوشنما حصار قائم کرنے میں کامیاب ہوں حقیقت یہ ہے کہ ایسا کر کے ہم اپنے آپ کو بہت محدود کرتے ہیں، ہمارے تجربوں کی دنیا سمٹ جاتی ہے۔ ہمارے مشاہ آنکھ دھندلا جاتی ہے! ۔ مہاتما گاندھی نے بھی معاشرتی زندگی میں کھڑکی دروازے کھلا رکھنے کی تلقین کی تھی تاکہ ان صاف و شفاف ہواؤں کا گزر ہو! ۔ زندگی ہم سے نہ صرف نغمے کی مانند آواز کا حسن طلب کرتی ہے رنگ و آہنگ حسین سانچوں میں ڈھل جانے کی تحریک بھی دیتی ہے۔ انتشار سے پُر زندگی ٹیگور کی نظر میں بے پتوار کی کشتی ہے ہم ساحل تک لے جانے کی کوشش تو کرتے ہیں لیکن بالعموم یہ کوشش کوشش ناتمام ثابت ہوتی ہے۔ ایک مشہو اور شاعر کہتا ہے:- "زندگی کو قوسِ قزح کے رنگوں سے سجانا سنوارنا ہو تو اپنے آپ میں ایک نظم پیدا کرنا ضروری۔" ایک دوسرے دانشور نے اس سلسلے میں ایک دوسری بات کہی ہے۔ "زندگی کو صراطِ مستقیم سمجھ کر کچھ لوگ مم منزل تک پہنچ بھی جائیں لیکن ایسے لوگ گلشن حیات میں انفرادیت کے پھول کھلانے سے قاصر رہتے ہیں۔

(سرینگر سے ن

خواتین کی ترقی میں رکاوٹیں

شمس النساء قمر پٹیل

مضمون کا عنوان ہمہ گیر ترقی کی راہ پر گامزن دنیا کے تمام ممالک کی خواتین کے لئے تو لمحۂ فکریہ کی حیثیت رکھتا ہی ہے مگر خصوصاً ہندوستان کی خواتین کے لئے مسلسل ایک مسئلہ بنا ہوا ہے کیونکہ سماجی اور معاشرتی اعتبار سے ہندوستان کا معیار دیگر ممالک کی بہ نسبت بہت علیحدہ ہے۔ جہاں دیگر ممالک کی خواتین ترقی کی دوڑ میں مردوں کے شانہ بہ شانہ شریک ہیں وہیں ہندوستان کی خواتین کا محض اس دوڑ میں شرکت ہی کر لینا جوئے شیر لانے کے مترادف ہے۔

ہندوستانی خواتین کی ترقی میں جو رکاوٹیں حائل ہیں انھیں تین حصّوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ ایک تو گھریلو رکاوٹیں۔ دوسرے سماجی رکاوٹیں اور آخری اور بعد اہم باہری رکاوٹیں۔ اور پھر چھوٹی موٹی رکاوٹیں تو بے شمار ہی ہیں۔

گھریلو رکاوٹیں تو اسی روز سے پیدا ہو جاتی ہیں جس روز سے کسی بھی ہندوستانی خاندان میں لڑکی پیدا ہوتی ہے۔ ایک مکمل مردِ حاکم سماجی ڈھانچے میں لڑکی کو پورے طور سے خاندان پر ایک بوجھ مان لیا جاتا ہے اور یہ حد باندھ لی جاتی ہے کہ فوری طور سے پرورش ایک حد تک محض ابتدائی حد تک تعلیم، گھریلو تربیت، اور شادی کر کے سر کا بوجھ ہلکا کر لینا، چنانچہ اسی ذہن کے ساتھ لڑکیوں کی پرورش کا دور شروع ہوتا ہے۔ ایسی صورت میں والدین یہ خیال ہرگز نہیں کرتے کہ زمانہ کا تقاضہ کیا ہے۔ تعلیم کا معیار کیا ہونا چاہیئے اور ترقی کے اصل معنی کیا ہیں؟

لڑکیوں کی ذہنی تربیت کس طرح سے کرنی چاہیئے وغیرہ ہر وہ چیز جو تعلیم اور ہمہ گیر ترقی کے لئے ضروری ہے لڑکیوں کے لئے مانع قرار دے دی جاتی ہے۔ قدامت پسند والدین لڑکیوں کی جسمانی ورزش تک کو ناپسندیدہ سمجھتے ہیں اور اسی ذہنیت کے زیر اثر معمولی سی تعلیم ہی لڑکیوں کو دینے پر اکتفا کرتے ہیں۔ اگر کہیں والدین نے تھوڑی سی فراخ دلی دکھائی تو خاندان کے دوسرے رشتہ دار لڑکی اور اس کے والدین کو نکّو بنا کر ہی چھوڑتے ہیں۔

عموماً جس گھر میں لڑکے اور لڑکیاں دونوں ہوں وہاں لڑکوں کی تعلیم پر پورا زور دیا جاتا ہے اور لڑکی کے لئے تعلیم وغیرہ دلانے کی حیثیت قطعی طور سے ثانوی ہو جاتی ہے۔ ہمہ وقت اسے احساس دلایا جاتا ہے کہ کیونکہ وہ صنفِ نازک سے تعلق رکھتی ہے اس لئے اسے ہمیشہ چولہا۔ چکی سنبھالنا ہے اور اسی طرف متوجہ رہنا چاہیئے۔ شادی ہو جانے کے بعد تو کسی بھی قسم کی کارگزاری کا تصور ہی محال ہے۔ ذمہ داریوں کا بوجھ دوہرا ہو جاتا ہے۔ اوقات کی پابندی۔ گھریلو کام کاج سسرال والوں کے آرام کا خیال۔ شوہر کی ناز برداری۔ بچّوں کی پرورش ایک جان کے پیچھے ہزار جنجال اور پھر ہر چند کہ شوہر اور بیوی دونوں ہی کام کرتے ہوں شوہر ہرگز فراخدلی کے ساتھ گھریلو ذمہ داریوں کا بوجھ نہیں بانٹے گا۔ نہ تو شوہر گھریلو کام کاج سے کوئی غرض، نہ تو بچّوں کی تربیت میں کوئی حصّہ داری او۔ نہ ہی گھریلو رکھ رکھاؤ سے کوئی مطلب، الصبح سویرے بیڈ ٹی، شیو اور غسل کے پانی سے لیکر شام کو ذہنی تفریح تک کے لئے عورت کو ہی اپنی پوری انرجی صرف کرنا پڑتی ہے چاہے وہ خود مرد کی بہ نسبت زیادہ کام کر کے آئی ہو۔ چنانچہ اب اگر اسے اپنا مشغلہ جاری رکھنا ہو تو وہ مسلسل جدوجہد اور آزار سے گزرتی رہے ورنہ فتنہ ختم۔

دوسری رکاوٹ جو خواتین کی ترقی کی راہ میں ہے وہ سماجی رکاوٹ ہے جسے قطعی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا سب سے پہلے کسی بھی عمل کا ردِ عمل سماجی طور سے ہی ظاہر ہوتا ہے مثال کے طور سے آزادیٔ ہند سے قبل جب سر سید احمد خاں نے انگریزی تعلیم کی داغ بیل ڈالی تو سماجی طور سے اس کا اتنا شدید ردِ عمل تھا کہ اس وقت کے مشہور طنز و مزاح نگار شاعر اکبر الہ آبادی کے اکثر اشعار اسی موضوع پر نظر آتے تھے۔ خواتین کے انگریزی تعلیم کی شدید مخالفت میں اکبر الہ آبادی نے اس طرح کے شعر کہے کہ

حامدہ چمکی نہ تھی انگلش سے جب بیگانہ تھی
اب ہے شمعِ انجمن پہلے چراغِ خانہ تھی

تب سے اب تک، حالانکہ رفتہ رفتہ سماج میں کافی حد تک تبدیلی آئی ہے لیکن ابھی بھی ہندوستانی معاشرہ پورے طور سے خواتین کو ترقی کی راہ پر گامزن نہیں ہونے دے رہا ہے۔ نوکری پیشہ خواتین۔ فنکار سیاستداں وغیرہ کی صف میں آنے والی خواتین پر ہندوستانی معاشرہ کی نگاہ بہت تنگ ہے۔ موجودہ دور کے ہی ایک طنز نگار شاعر دلاور فگار کا ردِّ عمل یوں ہے کہ

مرغ کا تو کام ہی ہے بانگِ ہنگامِ سحر
مرغیوں کو کیا ہوا یہ کیوں اذاں دینے لگیں

نکتہ چینوں کی بھیڑ میں خود خواتین بھی پیش پیش ہوتی ہیں لیکن اس کو ان کی کم علمی پر محمول کیا جا سکتا ہے۔

وہ خاص رکاوٹ جسے ہم باہری رکاوٹ کہہ سکتے ہیں وہ بہت ہی اہم رکاوٹ ہے۔ تعلیمی ادارہ میں جہاں پر مخلوط تعلیم کا رواج ہے وہاں کبھی کبھی ایسے عناصر ہوتے ہیں جن کی بنا پر لڑکیوں کو اعلیٰ تعلیم دلانے کا حوصلہ رکھنے والے والدین کے بھی حوصلے پست ہو جاتے ہیں۔ حالانکہ تعلیمی اداروں میں دی جانے والی تعلیم کو ذہنوں میں کشادگی اور وسعت پیدا کرنی چاہیئے لیکن نامکمل تربیت اور غیر سماجی عناصر کا شر مل جل کر خواتین کی ترقی کی سب سے بڑی رکاوٹ بن جاتا ہے چنانچہ آئے دن کبھی ریگنگ، کبھی زنا بالجبر اور خواتین پر مختلف قسم کے خوفناک مظالم کے لرزہ خیز واقعات سننے میں آتے ہیں۔ وجہ وہی ہے کہ دنیا کے سب سے بڑے سورما کو پیدا کرنے والی عورت حفاظتِ خود اختیاری کی تعلیم سے محروم ہے۔

اکیسویں صدی تک دنیا برق رفتاری سے ترقی کے بے شمار منازل پار کر چکی ہوگی۔ آثار و قرائن تو یہی کہہ رہے ہیں کہ ہندوستان کی خواتین کو بھی اس رفتار میں شامل ہونا چاہیئے پھر بھی اس کے لئے ہندوستان کے سماجی ڈھانچہ میں ایک نمایاں تبدیلی کی ضرورت ہوگی۔

خواتین کے لئے محض کلرکی۔ مدرّسی یا اسی طرح کی نوکریاں کر لینا ہی ترقی کی معراج نہیں ہے۔ خواتین گھر آنگن، خاندان، سماج اور ماحول کی گردشوں سے نکلیں بقول علاّمہ اقبال کے۔

اسی روز و شب میں الجھ کر نہ رہ جا
کہ تیرے زماں و مکاں اور بھی ہیں

ایٹمی توانائی۔ خلائی ترقی اور کمپیوٹرز کے تکنیکی دور میں خواتین کی ترقی کی رفتار بہت تیز ہونی چاہیئے۔ شداد افلاطون کو توڑنے والی شخصیت ترقی کی راہ میں آنے والی ہر رکاوٹ کو دور کرنے کی صلاحیت پیدا کرے وہ سہولتیں جو تعلیم کی شکل میں مہیا کی جا رہی ہیں اس کو بروئے کار لائے۔ خواتین تعلیمِ بالغاں کے منصوبہ سے مستفید ہوں اور اپنی منزلِ مقصود کی طرف رواں دواں ہوں تو وہ دن دور نہیں جب ہندوستان کی خواتین دنیا کی دوسری خواتین کی صف میں بھی آگے ہوں گی۔

نہیں ناامید اقبال اپنی کشتِ ویراں سے
ذرا نم ہو تو یہ مٹی بہت زرخیز ہے ساقی

(ناگپور سے نشر)

شمس النساء قمر پٹیل
بھان کھنڈا، ہندوستان روڈ مومن پورہ، ناگپور

فضول خرچی کے نتائج

احمد رضا رضوی

عام ذہنوں میں فضول خرچی کا مفہوم صرف ذاتی مال و دولت کو بیکار کاموں میں رنا ہے۔ فضول خرچی کا عمل انسان کی دولت تک اور ملت بیجا سے تلخ اور ناگوار نتائج اس انسان کی ذات ـ محدود ہیں۔ لیکن فضول خرچی کے معنی اور نتائج پر گاہ ڈالنے پر اس حقیقت کا انکشاف ہو جاتا ہے کہ خرچی صرف مال و زر کے غلط و بیجا استعمال ہی کا یں ہے بلکہ اس ذیل میں وقت کی فضول خرچی، جسمانی خرچی، لسانی فضول خرچی اور ذہنی فضول خرچی بھی لہ میرے خیال میں فضول خرچی سے زیادہ تلخ اور ـ نتائج کے حامل ہیں۔ کیونکہ مالی فضول خرچی کا اثر خرچ کی ذات پر براہِ راست پڑتا ہے اور پھر ایک ے بعد اس کے بُرے نتائج ملک و قوم پر اثر انداز ہوتے بن وقت کی فضول خرچی براہِ راست ملک کی نشو و نما قیاتی منصوبہ بندی کی راہ میں مخل ہو کر انسانی معاشرہ ـ کو برباد کر دیتے ہیں۔

تمام تجربوں سے یہ ثابت ہوا ہے کہ کسی ملک کی خوبی اور قدر و منزلت زیادہ تر اس ملک کی رعایا کے چال چلن، و عادات، تہذیب و شائستگی پر منحصر ہے کیونکہ قوم ـ ناموں کا مجموعہ ہے اور ایک قوم کی تہذیب درحقیقت ـ، عورت اور بچوں کی شخصی ترقی پر منحصر ہے جس سے وہ ـتی ہے۔ قوم ترقی کا مجموعہ ہے شخصی محنت، شخصی عزت، ـ ایمانداری، شخصی ہمدردی اور شخصی کفایت شعاری کا۔ ـ برعکس قومی تنزل مجموعہ ہے شخصی خود غرضی، شخصی عیش طلبی، ـ بدچلنی اور شخصی فضول خرچی کا اس لیے جب تک لوگوں کے ـ میں یہ خیال موجود رہے گا کہ ہماری اصلاح و ترقی گورنمنٹ ـ سے ہے اس وقت تک کوئی مستقل مفید نتیجہ اصلاح و ترقی ـم قوم میں پیدا ہی نہیں ہو سکتا ہے خواہ کیسی ہی عمدہ ـاں سرکاری نظام میں کیوں نہ لائی جائیں۔ کیونکہ ہر قسم کی ـیاں مانوس خیال سے کچھ زیادہ حیثیت نہیں رکھتی ہیں۔ ـ طرح طرح کی تصویریں پھرتی ہوئی دکھائی دیتی ہیں ـب دیکھو تو کچھ بھی نہیں۔

جہاں تک مالی فضول خرچی کا تعلق انسان کی ذات محض سے ہے اس کے نتیجے میں فضول خرچ انسان ہمیشہ مفلس رہتا ہے۔ اور دوسروں کے سامنے دستِ سوال دراز کرنے میں اس کی خود داری بے حس نظر آتی ہے۔ اور اس کا ضمیر مردہ سا ہو جاتا ہے۔ گداگری اس کا شیوۂ حیات بن جاتا ہے۔ لیکن جب اس پر بھی اس کی فضول خرچی کی پیاس نہیں بجھتی ہے تو وہ جرائم کا مرتکب بن جاتا ہے۔ یعنی چوری، رہزنی، فریب کاری اور دغا بازی کی دلفریب مگر زہریلی آغوش میں پناہ گزیں ہو جاتا ہے۔ اس طرح ایک فضول خرچ انسان انواع واقسام کی بداعمالیوں کے شکنجے میں پھنس کر اپنی خاندانی قدر و منزلت کو تو کھو ہی دیتا ہے اس کے ساتھ ہی ساتھ وہ ملک و قوم کے لیے مسئلہ بن جاتا ہے۔ جس کے لیے عوام اور حکومت کے عمّال متفکر ہو جاتے ہیں، گویا فضول خرچی کے نتیجے میں ذاتی عزت ملک کے اندر اور ملکی و قومی وقار ملک کے باہر کھو جاتے ہیں۔

وقت کی فضول خرچی کا منظر آپ کو تعلیمی اداروں میں زیادہ دیکھنے کو ملے گا جہاں سے اس کی ابتدا ہوتی ہے اور جہاں اس کے نتائج انسان کی آئندہ زندگی اور ملک کی ترقی پر بیک وقت اثر انداز ہوتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ ایک محدود وقت میں طلبا اور اساتذہ کی مشترکہ کاوشوں سے ایک مقررہ نصابِ علم پورا کرنا ہے لیکن اکثر و بیشتر یہ دیکھا جاتا ہے کہ طلبا اور اساتذہ وقت کو تحصیلِ علم میں صرف کرنے کے بجائے ان کاموں میں خرچ کرتے ہیں جن کا تعلق نہ تو انسانی کردار کو سنوارنے میں ہے اور نہ ملک و قوم کی صورت بہتر بنانے میں ہے۔ اور ایسے مواقع پر وقت کی فضول خرچی ایسی مہلک و خطرناک ہے جس کی تلافی ممکن نہیں ہے۔ کیونکہ جو وقت گزر جاتا ہے وہ پھر واپس نہیں آتا ہے۔ اس کے علاوہ دورانِ طالب علمی وقت کی فضول خرچی کی بری عادت آگے چل کر معاشرہ اور ملک کے لیے اور بھی زیادہ مضرت رساں ثابت ہوتی ہے جبکہ یہی وقت کا فضول خرچ انسان اگر بدقسمتی سے ملک کا رہنما، لیڈر یا نیتا بن کر حکومت کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لے لے تو وقت سے کسی کام کا نپٹانا اپنی شان کے خلاف سمجھے گا اور ملک کی آن کی پرواہ نہیں کرے گا۔ اس سلسلے میں لسانی فضول خرچی اہم رول ادا کرتی ہے۔

جہاں تک قومی ملکیت اور وسائل زندگی کا تعلق ہے، فضول خرچ انسان پانی جیسی اہم مگر کم قیمت چیز کو بھی اور انسانوں کے لیے نایاب بنا رہتا ہے اور اس سلسلے میں ذہنی فضول خرچی کار فرما نظر آتی ہے۔ یعنی بجائے یہ سوچنے کے کہ پانی سب کے استعمال میں رہ کر بقائے حیات کا ضامن ہے وہ صرف یہ سوچتا ہے کہ مجھے جب تصرف کا حق حاصل ہے تو اس میں جا و بے جا کی تفریق نہیں ہے۔ چنانچہ آپ اکثر دیکھتے ہوں گے کہ ریلوے اسٹیشن یا بس اسٹیشن پر حکومت کی طرف سے لگائی گئی پانی پینے کی ٹونٹیاں کھلی ہی رہ جاتی ہیں اور پانی بیکار بہتا رہتا ہے۔ کیا یہ ذہنی فضول خرچی کے نتیجے میں قومی ملکیت پر ایک ضرب کاری نہیں ہے؟ کچھ مقامات ایسے بھی ہیں جہاں پانی کی قلت فطری طور پر ہے۔ وہاں پر گورنمنٹ کی طرف سے واٹر ورکس کے ذریعہ پانی عوام کو سپلائی کیا جاتا ہے۔ ایسے مقامات پر پانی کی فضول خرچی سیکڑوں اور ہزاروں انسانوں اور جانوروں کے رشتۂ حیات کو منقطع کرنے کی ذمہ دار ہو جاتی ہے۔

عصرِ حاضر میں بجلی کا استعمال ہر نفسِ حیات کے لیے مفید و معاون ہے۔ کھیت میں کام کرنے والا کسان، کارخانہ میں محنت کش مزدور، شفاخانوں میں مریض، ہر ایک کا بقائے حیات بجلی پر منحصر ہے۔ ایک ترقی پذیر ملک کے لیے بجلی کی اہمیت کارخانوں کے چلانے کے لیے سب سے زیادہ ہے۔ ہمارے ملک میں اکثر و بیشتر شہروں کا یہ عالم ہے کہ جہاں نہ تو کنویں ہیں اور نہ ہینڈ پمپ۔ ایسے مقامات میں شہریوں کو پینے کا پانی بجلی کے ذریعے ہی سپلائی کیا جاتا ہے۔ اسی لیے جب بجلی رہتی ہے تب ہی پانی میسر ہوتا ہے۔ اور پانی بھی ایک محدود مقدار میں سپلائی کیا جاتا ہے۔ اس لیے اس بات کی ضرورت ہے کہ بجلی کا استعمال ضروریاتِ زندگی کے پورا کرنے میں مناسب طور پر کیا جائے۔ لیکن افسوس کی بات ہے کہ بجلی کی فضول خرچی جتنی ہمارے ملک میں ہوتی ہے اتنی کسی ملک میں نہیں ہے۔ میں نے گزشتہ سال اپنے دورانِ سفر کویت، عراق و سعودی عرب اس بات پر خاص طور سے غور کیا ہے اور اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ ہمارے ملک میں شادی بیاہ کے مواقع پر بجلی کی فضول خرچی بہت ہوتی ہے جبکہ مذکورہ بالا دیگر ممالک میں بجلی کا استعمال انسانی زندگی کو بہتر بنانے میں کیا جاتا ہے۔ ہمارے ملک میں اکثر و بیشتر یہ دیکھنے میں آتا ہے کہ شادی بیاہ کے موقع پر آلاتِ موسیقی کے استعمال اور بیجا آرائش و سجاوٹ کے سلسلے میں بجلی اتنی صرف کی جاتی ہے کہ کارخانوں کو خاطر خواہ مقدار میں فراہم نہیں کی جا سکتی ہے جس کے نتیجے میں صنعتی پیداوار میں کمی آ جاتی ہے۔ اس طرح انفرادی فضول خرچی ملک کے لیے نقصان دہ ثابت ہوتی ہے۔ حکومت کسی قانون کے ذریعہ اس فضول خرچی کو روکنے میں مکمل طور سے کامیاب نہیں ہو سکتی ہے۔ اس کو تو ہر شہری کو خود سوچنا چاہیے اور خود غرضی کو بالائے طاق رکھ کر قومی و ملکی ترقی کو اہمیت دینا چاہیے۔

غرضیکہ فضول خرچی ایک ایسی برائی ہے جس کی جڑ انفرادی ہوتے ہوئے پورے معاشرہ قوم و ملک کو اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہے۔ اس لیے اس سے ہر شخص کو بچنا چاہیے۔

(گورکھپور سے)

قرۃ العین حیدر

آفتاب احمد شمسی

اردو کے مشہور افسانہ نویس غلام عباس اور عزیز احمد کی طرح قرۃ العین حیدر بھی اپنے افسانوں میں کسی مخصوص نظریے یا فلسفے کی تبلیغ نہیں کرتیں۔ ان کے بیشتر افسانے عزیز احمد کے افسانوں کی طرح اعلیٰ طبقے کی زندگی کے کھوکھلے پن کو بے نقاب کرتے ہیں۔

چند ناقدین کی رائے کے مطابق قرۃ العین حیدر رومانی ذہن رکھتی ہیں۔ سجاد حیدر یلدرم کے تعلق سے ان پر رومانیت کے جو موروثی اثرات ہیں وہ ان کے بیشتر افسانوں میں حقیقت کے صحیح خد و خال نمایاں نہیں ہونے دیتے۔ ان کے کردار، حالات اور ماحول کے دھاروں میں بہہ جانے والے کمزور انسان ہیں جن میں نہ تو گہرائی کے ساتھ غور و فکر کرنے کی صلاحیت ہے اور نہ وہ قوتِ عمل ہے جو مشینوں کی کلائی مروڑنے کا حوصلہ رکھتی ہیں لیکن ان کے برعکس بعض ناقدین کا اصرار ہے کہ وہ قرۃ العین حیدر کا فن فیشن اور فارم کا اسیر نہیں ان کے افسانے اردو میں ایک نئے انداز کے حامل ہیں جن میں بلا کی کشش اور تازہ کاری ہے اور غالباً یہی وہ انداز ہے جو انھیں سجاد حیدر یلدرم اور حجاب امتیاز علی سے بجا طور پر علیحدہ کرکے ان کی پہچان کو واضح کرتا ہے۔ جزئیات نگاری پر انھیں فن کا راز دسترس حاصل ہے اس کے ذریعہ وہ اپنے افسانوں کے کرداروں اور کرداروں سے زیادہ اس ماحول کو جس میں وہ زندگی گزارتے ہیں بڑی کامیابی سے پیش کرتی ہیں۔ ان کے افسانوں اور کرداروں میں خود ان کی شخصیت بھی اسی طرح شامل رہتی ہے کہ ہر افسانہ ان کی اپنی زندگی کا کوئی واقعہ معلوم ہوتا ہے۔

"ستاروں سے آگے" اور "شیشے کے گھر" ان کے افسانوی مجموعے ہیں۔ آخر الذکر افسانوی مجموعہ میں آزادی اور تقسیم وطن کے بعد کی تبدیلیوں کے اثرات واضح طور پر دکھائی دیتے ہیں۔ اس مجموعے میں "جلا وطن" ایک ایسا افسانہ ہے جو پہلی مرتبہ ان کے فن کے رومانوی خول کو توڑ کر حقیقت پسندی سے رشتہ جوڑتا ہے۔ تقسیم ہند کے سانحے نے قرۃ العین حیدر کے افسانوں میں ایک تہذیبی المیے کی حیثیت اختیار کر لی ہے۔

قرۃ العین حیدر کو اتر پردیش کی اس تہذیب سے والہانہ عشق ہے جو ہندوؤں اور مسلمانوں کا مشترک سرمایہ تھی اور ان کے سیکڑوں سال کے اتحاد و اتفاق کا نتیجہ تھی جہاں ہندو اور مسلمان نہ صرف ایک دوسرے کے دکھ درد میں شریک ہوتے تھے بلکہ مذہبی رسوم اور تہواروں میں بھی دل کھول کر حصہ لیتے تھے مسلمان ہولی، دیوالی اور رام لیلا جیسے تہواروں میں دل و جان سے شریک ہوتے اور ہندو محرم کے زمانے میں سبیلیں لگاتے تھے یہاں مسلمان شاعروں نے کرشن بھگتی کے گیت لکھے اور ہندو شعرا نے حمد، نعت اور منقبت کے اشعار عقیدت و احترام کے ساتھ تخلیق کیے۔

قرۃ العین حیدر کی افسانہ نگاری کا آغاز اس عہد میں ہوا جب بیسویں صدی کی دنیا کئی ذہنی اور سیاسی انقلابات سے گزر چکی تھی۔ پرانی بنیادوں پر قائم حقیقتیں لڑکھڑا رہی تھیں اور تخلیقی ذہن نئے سوالات اور نئی حسیت سے روشناس ہو رہا تھا۔ دو عظیم جنگوں کی لعنت کے علاوہ ملکی اور بین الاقوامی سیاست نے انسانی زندگی کی تمام بنیادیں کھوکھلی کر دی تھیں۔ انسان کی انفرادیت ریزہ ریزہ ہو رہی تھی موت کا سا سناٹا تھا یا زندگی کے متعلق انتہائی اضطراب زدہ سوالات تھے۔ قرۃ العین حیدر نے اپنے افسانوں کو ان ہی سوالات کا محور بنایا اور اس تخلیقی رویّہ کی تشکیل کی جو حقائق کے اثبات کے بجائے باطنی صداقتوں کی جستجو کا سرچشمہ ہے یہ نئے سوالات اور یہ نیا تخلیقی رویّہ اظہار کی نئی جہتوں کا باعث بنا جس کے نتیجے میں وہ اسالیب وجود میں آئے جو اردو میں جدید افسانے کی سب سے پہلی شناخت کہے جا سکتے ہیں۔

قرۃ العین حیدر کے پہلے افسانوی مجموعے "ستاروں سے آگے" کو ہم جدید افسانے کا نقطۂ آغاز کہہ سکتے ہیں اس مجموعے کے افسانے پہلی مرتبہ اُس ریاضیاتی منطق کو توڑتے ہیں جو واقعات اور کرداروں کو خطِ مستقیم میں سفر کرنے پر مجبور کرتی تھی اُن کے ان افسانوں میں نثر کے تخلیقی استعمال کے ابتدائی نقوش نمایاں ہیں اور ایسے کردار تخلیق کیے گئے ہیں جو اپنی شخصیت کے دریچے سے دنیا پر نظر ڈالتے ہیں اور ان اشیاء کو ذہن اور تخلیق کا منظر نامہ بنا لیتے ہیں جن میں الفاظ اور اشیاء کے درمیان کوئی فاصلہ نہیں رہتا مثلاً ان کا ایک افسانہ "جہاں کارواں ٹھہرا تھا" اس طرح شروع ہوتا ہے "اس سنسان اُجلی روش پر، نرگس کی پتیوں کا سایہ جھک گیا۔ بیکراں رات کی خاموشی میں چھوٹے چھوٹے خداؤں کی سرگوشیاں منڈلا رہی تھیں پیانو آہستہ آہستہ بجتا رہا اور اسے ایسا لگا جیسے ساری کائنات ایک ذرے کے برابر بھی نہیں ہے اور اس وسیع خلا میں صرف اس کا خیال اس کی یاد اور اس کا تصور لرزاں ہے"۔

قرۃ العین حیدر کے افسانوں میں اگر چند بہترین افسانوں کا انتخاب کرنا ہو تو "جلا وطن" اور "ہاؤسنگ سوسائٹی" کو معاشرتی دستاویز کا نام دینا غلط نہ ہوگا "سیتا ہرن" اور "اگلے جنم موہے بٹیا نہ کیجو" کو عورت کے المیے کی داستان کہنا درست ہوگا۔ ان کے علاوہ "یاد کی اک دھنک جلے" "ڈالن والا" "قلندر" "فوٹو گرافر" اور "حسب نسب" بھی ان کے بہترین افسانے ہیں ان میں سے ہر افسانے کا اسلوب جدا تکنیک الگ اور موضوع کو برتنے کا سلیقہ منفرد ہے عام طور پر ناقدین اس خیال کے حامی ہیں کہ قرۃ العین کا اسلوب ہر تحریر میں یکساں ہوتا ہے اور یہ بھی کہ یہ اسلوب جو رومانی نثر کا نیا اسلوب ہے، جدید عہد کے پیچیدہ مسائل کے اظہار کے لیے موزوں نہیں ہے لیکن ان کے افسانوں کے غائر مطالعے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ "دلربا" اور "اگلے جنم موہے بٹیا نہ کیجو" کا اسلوب ان کے تاریخی اور تخیئلی افسانوں سے یکسر مختلف ہے "جلا وطن" اور "ہاؤسنگ سوسائٹی" کی فضا میں بھی نمایاں فرق ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ قرۃ العین حیدر کا رویّہ کہیں کہیں رومانی ہو جاتا ہے لیکن موضوعات کو برتنے کا انداز کئی مقامات پر نہ صرف حقیقت پسندانہ ہے بلکہ رومانی انداز و آہنگ کا مخالف بھی ہے زبان پر عالمانہ قدرت موضوع سے غیر معمولی واقفیت اور تاریخ و تہذیب کے وسیع مطالعے نے ان کے اسلوب کو توانائی بخشی ہے تجربہ اور مشاہدہ تخلیق میں بنیادی اہمیت کے حامل سہی لیکن مطالعے کی وسعت نے ان کی شخصیت کی جس طرح تکمیل کی ہے اس کا ثبوت ان کے افسانے ہیں ان افسانوں پر کس قسم کا نظریاتی لیبل چسپاں کرنا مناسب نہ ہوگا، یہ جدید بھی ہیں اور ان میں کہانی پن بھی ہے سماجی آگہی بھی ہے اور تاریخی بصیرت بھی۔ ان میں سے بیشتر افسانے ہمارے ادب کے شہکار ہیں۔

اس مختصر اظہار خیال کے اختتام پر قرۃ العین حیدر کے اسلوب کی اس خوبی کا بھی اعتراف ضروری ہے کہ انھوں نے افسانے کی زبان کو عمیق فلسفیانہ تصورات اور پیچیدہ نفسیاتی مسائل کے تخلیقی اظہار کے قابل بنا دیا ہے۔

(پروفیسر) آفتاب احمد شمسی (رام پور سے نشر)
صدر شعبۂ اردو، گورنمنٹ رضا پوسٹ گریجویٹ کالج
رام پور - ۲۴۴۹۰۱

ریڈیو ناٹک

چڑھتی دھوپ اترتی دھوپ

رفیعہ منظور الامین

کردار —

سلیمہ خاتون —— ادیب کامل پاس دوشیزہ

اماں بی —— سلیمہ خاتون کی بیوہ والدہ

تحسین احمد نزع —— بزرگ شاعر

نسیبن —— نزع صاحب کی خادمہ

مرادمیاں —— نزاع صاحب کا نیا نوجوان شاگرد پیشے سے سیلوان

اس کے علاوہ ایک اور کردار میر صاحب ہیں جن کے دور سے سنائی دینے والے صرف دو جملے ہیں۔ ان کا کردار ڈرامہ کے دو مرد کرداروں میں سے کوئی بھی ادا کر سکتا ہے۔

(موسیقی)

سلیمہ خاتون : اماں بی، یہ ابو مرحوم کا دیوان ہے نا؟

اماں : (ٹھنڈی سانس) بس اب یہی تو رہ گیا ہے۔ کیا کیا ہیرے موتی بٹورتے تھے وہ ہر شعر قاتل ہوتا تھا۔

سلیمہ : اماں بی! ابو نیکسالائٹ تھے؟

اماں : مجھے نہیں معلوم یہ نیکسل پیکسل کیا بلا ہوتی ہے میں تو تمہارے ابو مرحوم کی شاعری کی بات کر رہی ہوں۔ کتنے چاؤ سے یہ دیوان چھپایا تھا۔ میرے بندے تک بک گئے تھے۔

سلیمہ : آپ کے بندے کیوں بکے؟

اماں : اور کیا کرتے۔ کوئی پاجی چھاپنے کو تیار نہیں ہوتا تھا۔ خود چھپانا پڑا۔

سلیمہ : پھر تو ابو کے دیوان کو لوگوں نے ہاتھوں ہاتھ لیا ہوگا۔

اماں : خاک لیا ہوگا۔

سلیمہ : پھر ساری کتابیں بکیں کیسے؟

اماں : اللہ انھیں کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے۔ وہ کرتے یہ تھے کہ کرانے والے منشی صاحب کے پاس سے کرانہ لے آتے اور جب انھوں نے پیسوں کا تقاضہ کیا تو اتنی قیمت کی کتابیں ان کے ہاں ڈال آئے۔

سلیمہ : اچھا تو منشی چاچا کرانے کے بدلے میں ابو کی کتابیں لے لیتے تھے۔

اماں : اسے لیتے کیسے نہیں۔ تمہارے ابو کی ساکھ ہی ایسی تھی۔ دونوں بار انھوں نے اپنا منافع دیکھا ہوگا۔ اس لیے چپ چاپ کتابیں اٹھوالیں۔

سلیمہ : ہاں یاد آیا۔ ایک بار میں نے بھی ہلدی زیرے کی پڑیا کھولی تھی تو وہ ابا کی کتاب کے ورقوں میں بندھی تھی

اماں : اس کے بعد ان کی دکان ہی بند ہوگئی۔ وہ بڑا کف افسوس ملتے اور بار بار تمہارے ابو سے خبر لیتے کہ قبلہ ساری کتابیں بک گئیں یا اور باقی ہیں —— اور جب تمہارے ابو نے بتایا کہ کتابیں ختم ہوگئیں تو انھوں نے بڑی بے دلی سے دکان کھولی۔

سلیمہ : اور کس کس نے ابا کے دیوان کی قدر کی اماں؟

اماں : خالدمیاں ان کے بڑے قدر دان تھے۔

سلیمہ : وہی جن کی جوتوں کی دکان ہے؟

اماں : ہاں وہی۔ پہلے بڑا سعادت مند لڑکا تھا۔ مگر اسے بڑی بدخصلت بیوی ملی ہے۔ اچھا ہوا۔

سلیمہ : اونہہ! دیوان کی بات کرونا اماں۔ اگر انھوں نے مجھ سے شادی کرنے کے لیے ابو کا کہنا نہ مانا تو کیا ہوا۔

اماں : اے ہٹو۔ ہم کیوں جوتے والوں کو اپنی لڑکی دینے لگے۔ اس نے ہی ہم سے یاد اللہ بند کر دی۔

سلیمہ : ہوا کیا تھا؟

اماں : ہوا یہ کہ تمہارے ابو نے خالدمیاں کو اپنا دیوان ہدیا کر دیا۔ خالدمیاں کو اتنی عزت کون دیتا تھا بھلا۔ ان کا تو شین قاف بھی درست نہیں ہے۔

سلیمہ : پھر کیا ہوا؟

اماں : خالدمیاں نے سر آنکھوں سے لگا کر دیوان رکھ لیا۔ تمہارے ابو کو جوتے کی ضرورت تھی جوتا لے لیا اور آگئے۔

سلیمہ : چلو قصہ ختم ہوا۔

اماں : ختم کہاں ہوا۔ خالدمیاں تو بڑے نامعقول نکلے رشتے داری کا بھی پاس نہیں کیا۔

سلیمہ : کیا کیا انھوں نے؟

اماں : ہوا یہ کہ ایک دن تمہارے ابا سودا سلف کے لیے گئے ان کے پاس پیسے کم پڑ گئے۔ خالدمیاں کی دکان پاس ہی تھی۔ وہ ان کے پاس گئے اور کہا میاں پانچ روپے دے دو۔ خالدمیاں نے پانچ روپے دے تو دیے لیکن کان کھجا کر بولے مولانا وہ جوتے کے پیسے؟ تمہارے ابو جب بپھرتے تھے تو انھیں سنبھالنا مشکل ہو جاتا تھا۔

سلیمہ : یعنی ابو بپھر گئے۔ کیوں؟

اماں : انھوں نے کہا برخوردار ہوش میں ہو کہ نہیں یہ پانچ روپے تو میرے تم پر ادھار رہتے تھے جو میں وصول کر رہا ہوں۔ خالدمیاں نے پوچھا کیسے؟ وہ ذرا کند ذہن تھے، انگریزی اسکول میں پڑھے تھا نا۔ تمہارے ابو نے بڑی داشت سے کام لے کر انھیں سمجھایا کہ میاں جوتا تو دس روپے کا تھا اور میری کتاب پندرہ روپے کی۔ اس طرح تم پر میرے پانچ روپے ادھار رہے کہ نہیں۔

سلیمہ : (ٹھنڈی سانس) ابو ضرور جنت میں ہوں گے اماں اللہ نے ضرور ان کو پسند کیا ہوگا۔

اماں : (رو کر) خود تو چلے گئے اپنی نشانی یہ دیوان چھوڑ گئے۔ آج کو زندہ ہوتے تو ایسے ایسے کئی دیوان چھپتے تمہاری اماں بھی مشہور شاعر کی بیوی کہلاتیں۔

سلیمہ : میری اماں مت رو۔ تمہیں میری قسم۔ میں جو ہوں۔ میں ابو کا نام روشن کروں گی۔ میں خود شاعری سیکھ کر موٹے موٹے دیوان چھپواؤں گی۔ تمہیں مشہور شاعر کی بیگم نہ سہی مشہور شاعرہ سلیمہ خاتون کی ماں تو لوگ کہیں گے ہی۔

اماں : ہاں ان کی بھی یہ آرزو تھی۔ مگر اب تو مجھے تیری شادی کی فکر ہے۔

سلیمہ : (ٹھنک کر) لڑکا کہاں ہے اماں! اور اب تو میں تمہاری خواہش پوری کر کے ہی چین لوں گی۔ تمہارے دل سے یہ غم نکال کر ہی دم لوں گی کہ ابو کے باقی دیوان نامراد کباڑیا لے گیا۔

اماں : مگر تو کس سے اصلاح لے گی۔ کون سکھائے گا تجھے شاعری تو لوہے کے چنے ہیں بیٹی۔ جو چبائے وہی جانے۔

سلیمہ : تم بھول رہی ہو اماں کہ میں اس شاعر کی بیٹی ہوں جس کے نام کا ڈنکا پٹتے پٹتے رہ گیا۔ تھوڑا بہت تو یوں بھی میں لکھ ہی لیتی ہوں۔

بلبل ناشاد نے کچھ اس طرح فریاد کی
روتے روتے آنکھ پھوٹی کمبخت صیاد کی

اماں : سبحان اللہ۔ کمبخت کہہ کر تو نے اس پاجی کا جنازہ ہی نکال دیا۔ واہ واہ عمر دراز۔

سلیمہ: بندگی اماں۔ میں کس قابل ہوں۔ ہاں تو میں کہہ رہی تھی کیوں نہ نزع صاحب سے صلاح لے لوں۔

اماں: اے موا جو خود لب گور بیٹھا ہو وہ تجھے کیا سکھائیگا۔

سلیمہ: اماں وہ نزع کے عالم میں نہیں ہیں۔ نزع ان کا تخلص ہے تحسین احمد نزع۔

اماں: یہ کون ہیں ؟

سلیمہ: اے وہی نکڑ پر تو رہتے ہیں۔ جن کے گھر میں بچپن میں چمیلی کی کلیاں توڑنے جایا کرتی تھی۔

اماں: اچھا اچھا۔ تمہارے ابو ان کا ذکر کرتے تھے بلکہ مشاعروں میں انھیں پچھاڑ دیا کرتے تھے۔ وہ کہاں رہتے ہیں کیا کرتے ہیں میں کیا جانوں۔ میں تو باہر جاتی نہیں تو نے بچپن ان گلیوں میں گذارا ہے تو جانتی ہے تمہارے ابو کہتے تھے کھاتے پیتے آدمی ہیں۔

سلیمہ: وہ بڑے مشہور شاعر ہیں اماں۔ کبھی جب ان کے گھر کے سامنے سے گزرتی ہوں واہ واہ۔ واہ واہ کا شور سُنائی دیتا ہے۔ یا پھر (ناک کھینچ کر) اچھے اچھے پکوانوں کی خوشبو آتی ہے۔

اماں: اے جورو نہ جاتا اللہ میاں سے ناطہ۔ بزرگوں کا پیسہ ہے اُڑاتے ہوں گے۔

سلیمہ: تو میں ان کے پاس جایا کروں۔

اماں: ہاں ہاں جا بزرگ آدمی ہیں۔ لیکن سلیمہ خاتون خبردار سر سے دوپٹہ نہ کھسکنے پائے۔ تمہیں ہم نے برقعہ نہیں پہنایا۔ آزادی دی لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ تم مردوں سے ٹھٹھا کرو۔ خیال رہے کہ وہاں اور بھی لوگ آتے ہیں۔

سلیمہ: توبہ کرو اماں بی۔ ایسا ہو سکتا ہے۔ ابھی تو میں نے جانا بھی شروع نہیں کیا اور تم ڈرنے لگیں۔

(موسیقی)

نزع: میاں کہو مزاج
اون ہوں مجاز نہیں مزاج
لاحول ولا قوۃ۔ میاں یہ شاعری۔ یہ ردیف قافیہ تمہارے بس کی بات نہیں ہے۔ خواہ مخواہ کیوں میرا اور اپنا وقت برباد کر رہے ہو۔ جاؤ اور دھڑلے سے آزاد شاعری شروع کر دو۔ کس کی مجال ہے کہ تمہیں روک لے۔ جاؤ جاؤ — نصیبن! ان صاحبزادے کو باہر چھوڑ آؤ۔

نصیبن: روکے رکھنا میں آ رہی ہوں۔ (دور سے)

نزع: تم ٹھہرو میاں ابھی۔ نصیبن کو آنے دو۔ فاعلاتن۔ فاعلان۔ فاعلن — آ بھی چکو نصیبن۔

نصیبن: (آکر) آ تو رہی ہوں۔ اس لنگڑی ٹانگ کو کیا کروں۔ پلٹو میاں جیبیں دکھاؤ۔ سر پر سے ٹوپی کھسکاؤ۔ ہاں ٹھیک ہے۔ سدھارو۔ (قدموں کی جانے کی آواز) میں تو کہتی ہوں یہ استادی اور شاگردی کا سلسلہ اب ختم کیجئے۔ یہ نگوڑے لونڈے کچھ سیکھنے دیکھنے نہیں یونہی بھیجا چاٹ جاتے ہیں۔ دنیا جہان کے ہکڑ تر نوالہ کھانے چلے آتے ہیں۔ ایک تو کھا پی کر پانی پینے کا کٹورہ بے اُڑا تھا۔

نزع: تو تم سمجھتی ہو یہ ہماری شاعری کے دیوانے نہیں تمہارے کبابوں پر رال ٹپکانے چلے آتے ہیں۔

نصیبن: اور نہیں تو کیا۔ اس روز وہ تتلی نما مونچھوں والے جن کی کسی کسی اچکن رہتی ہے۔ کیسے بے چین ہو گئے تھے۔ آپ کی شاعری تو چل رہی تھی ایک طرف وہ بار بار باورچی خانے کی طرف دیکھ رہے تھے کہ کباب آئیں اور کھا کر چھٹی کریں۔

نزع: تم سمجھتی ہو حکیم نزاب علی کی گردن ہمارے شعروں پر واہ واہ کرتے نہیں بلکہ یوں ہی اکڑ گئی تھی۔

نصیبن: اے چھوڑیئے سرکار۔ وہ جاتے جاتے مجھ سے کہہ گئے تھے کہ اگر میں خاتون نہ ہوتی تو وہ میرے ہاتھ چوم لیتے جو ایسے آسمانی کباب بناتے ہیں۔ ایں وہ تو صاف کہہ رہے تھے کہ انھیں تو یہاں میرے کباب کھینچ لاتے ہیں۔

نزع: کم نظر — کبابیے کی اولاد! آپ کی بار جب وہ آئے تو صرف مونگ کی پھیکی دال بناؤ۔

نصیبن: ایسے تو سب غٹرغوں کرنے والے کبوتر اُڑ جائیں گے۔ واہ واہ کس سے سنیئے گا۔ مگر اچھا — میں خود بھی نہیں چاہتی کہ یہ سارے لنگر باز انگلیاں چاٹو بلڑ کریں۔

نزع: نصیبن! ہم کسے آنے دیں اور کسے نہیں۔ یہ ہماری مرضی ہے۔ تم یہ مت بھولو کہ تم اس گھر کی پرانی خادمہ ہو۔

نصیبن: تبھی تو اس گھر کو بھاڑ میں جاتے نہیں دیکھ سکتی۔ بی بی ماں جب اللہ کو پیاری ہوئیں تو چھوٹے بھیا اتنے اتنے سے تھے۔ میرے انہی ہاتھوں میں نوجوان ہوئے۔

نزع: ان نامعقولوں کا نام بھی مت لو میں نے انھیں لکھایا پڑھایا شادیاں کیں اور شادی ہوتے ہی وہ اپنی دلہنوں کو لے کر انگلینڈ، امریکہ چمپت ہو گئے۔ میرے آنگن کو پوتا پوتی کی چہلوں سے آشنا بھی نہ ہونے دیا۔

نصیبن: ایک میں ہی ہوں جو اس چوکھٹ سے چمٹی پڑی ہوں آپ کو تو خیر ہی نہیں ہوتی۔ آمدنی کم، خرچہ زیادہ۔ میرا ہی دل جانتا ہے میں گھر کیسے چلاتی ہوں۔

نزع: کمبخت نے دماغ چاٹ لیا۔ سر دکھ رہا ہے۔

نصیبن: کون — میں؟

نزع: نہیں۔ اس مردود نے جو ابھی ابھی گیا ہے۔ میں نے اپنا کلیجہ نکال رکھ دیا کہ مرد خدا! مزاج کو مزاج کہو مجاز نہیں — لیکن آدھے گھنٹے میں ایک دفعہ بھی اس ظالم کو مجھ پر رحم نہیں آیا۔

نصیبن: اے جھاڑو پھرے ان پر۔ لایئے میں سر پر روغن بادام کی مالش کر دوں۔

نزع: ہاں کر دو نصیبن۔

(موسیقی)

سلیمہ خاتون: میں اندر آ سکتی ہوں؟

نزع: ایں — یہ کس کی آواز ہے؟

نصیبن: سلیمہ خاتون ہیں۔ کل بھی آئی تھیں۔

نزع: کک... کون سلیمہ خاتون؟

نصیبن: اے سرکار آپ بھی بھول جاتے ہیں۔ سلیمہ چھوٹی سی تھیں اپنے یہاں چمیلی کی کلیاں توڑنے آتی تھیں — آ جاؤ بی بی اندر۔

سلیمہ خاتون: بندگی عرض کرتی ہوں۔

نزع: ب.... بندگی.... بندگی۔ معاذاللہ تم تو کہتی تھی چھوٹی سی... مگر یہ... یہ سبحان اللہ۔

نصیبن: میں تو دس بارہ سال پہلے کی بات کر رہی تھی۔ آپ کیا ابھی تک ان سے انگوٹھا چسوائیں گے۔ ؟

نزع: بس نصیبن! تمہاری یہی بات بری ہے۔ ذرا ذرا سی بات پر الجھنے لگتی ہو۔ بس چھوڑو میرا سر۔ کیا کھوپڑی تلعی کرتی ہے۔

نصیبن: لو بند کر دیتی ہوں۔ میرا کیا ہے سر میں روز روغن بادام کی مالش کرتے کرتے میری ہتھیلیاں بھی گھس کر پان ہو جاتی ہیں۔

نزع: اب کیا یہیں کھڑی باتیں بناؤ گی۔ جاؤ شربت لے آؤ — ارے آپ کھڑی کیوں ہیں بیٹھیے نا

نصیبن: (جاتے ہوئے) اُئی سی بٹیا۔ آپ آپ کیسے جا رہے ہیں۔

نزع: اب فرمایئے کیسے آنا ہوا؟

سلیمہ: جی مجھے بچپن ہی سے شاعری کا شوق ہے۔ آپ اگر مجھے اپنی شاگردی میں قبول کر لیں۔ تو اسے میں اپنی خوش قسمتی سمجھوں گی۔

نزع: آپ شاعری سیکھیں گی؟ اور مجھے استاد بنانا چاہتی ہیں؟

سلیمہ: جی یہی سوچا ہے بشرطیکہ آپ راضی ہوں۔

نزع: میں بسر و چشم حاضر ہوں۔

سلیمہ: جی!

نزع: میرا مطلب ہے کہ میرا بس چلے تو ساری دنیا میں شاعری کی شمعیں جلا دوں۔ اسی لیے جو بھی مجھ سے شاعری سیکھنے کے لیے آتا ہے۔ اسے میں دل و جان سے سکھاتا ہوں۔ تو کب سے شروع کیجئے گا؟

سلیمہ: آپ کو اعتراض نہ ہو تو آج ہی سے۔

نزع: بہت خوب۔ بہت خوب۔ نیک فال ہے۔ اچھا اب یہ بتایئے کہ کیا آپ کو میری کوئی غزل یاد ہے؟

سلیمہ: بیسیوں۔

نزع: واللہ! فی الحال ایک ہی سنایئے۔

سلیمہ: عرض کرتی ہوں۔
یاالٰہی مٹ نہ جائے دردِ دل

نزع: نہیں نہیں ایسے نہیں، ترنم سے پڑھئے۔

سلیمہ: (گاکر) یاالٰہی مٹ نہ جائے دردِ دل

نزع: (تقطیع کرکے) فاعلاتن۔ فاعلاتن، فاعلن۔ واہ کیا گلا پایا ہے۔

نصیبن : (غصے سے) لیجئے شربت۔ بی بی تم پیوگی تو گلا خراب ہو جائے گا۔

نزع : کوئی گلا ولا خراب نہیں ہوگا۔ اور نصیبن جب تک ہم سلیمہ خاتون کو سبق دیتے رہیں تم بیچ میں مت آیا کرو۔

سلیمہ : نہیں نصیبن بوا۔ اب میں چلوں گی۔ اماں سے کہنا ہے کہ نزع صاحب نے مجھے اپنی شاگردی میں قبول کر لیا۔

نزع : ارے اتنی جلدی چلی جائیں گی آپ؟ ابھی تو ایک شعر بھی پورا نہیں ہوا۔

نصیبن : (دانت پیس کر) ابھی تو مردار غزل پوری کرنی ہے انھیں۔

سلیمہ : آج اماں کے لیے دوائی لینے جا رہی ہوں۔ کل سے پابندی کروں گی۔ اچھا بندگی۔ اچھا بندگی۔

(موسیقی)

نصیبن : حضور۔ نہ وقت دیکھتے ہیں نہ موقع میر امانت علی اور رحمان صاحب آئے ہیں۔

نزع : (جھلا کر) بس چلے آتے ہیں۔ کہدو میں مصروف ہوں۔

نصیبن : ایسا تو کبھی نہیں ہوا (آواز دبا کر) اجی حضور یہی دونوں تو سب سے زیادہ آپ کی واہ واہ کرتے ہیں۔

نزع : تو ایسا کرو فی الحال انھیں ٹال دو۔ کہنا میں گھر میں نہیں ہوں۔ شام کو آئیں۔

نصیبن : آپ تو بہت زیادہ اس وقت گھر میں ہیں۔ چاندنی کا فرش بدلوایا ہے۔ اگر بتیوں سے کمرے میں خوشبو کروائی ہے۔ یہ سب تو انہی کے لیے کیا ہوگا۔

نزع : میں کسی کے لیے کچھ نہیں کرتا۔ جو کچھ تم سے کہا ہے وہی کرو۔

میر صاحب : (پکار کر) اماں نزع صاحب!

نصیبن : میاں گھر میں نہیں ہیں، شام کو آیئے گا۔

میر صاحب : ٹھیک ہے ہم شام کو آتے ہیں۔ لیکن نصیبن بوا شام کو خیال رہے۔ میں مرچ کچھ کم کھاتا ہوں۔

نصیبن : ہاں جایئے جایئے۔ مجھے یاد رہے گا۔ (آواز دبا کر) موئے ہمیشہ منہ پھاڑے ہی آتے ہیں۔

نزع : چلو دفعان ہوا۔

نصیبن : میاں یہ رہی آپ کی اچکن اور یہ ٹوپی۔

نزع : اچکن اور ٹوپی۔ کیا کروں ان کا؟

نصیبن : بازار جایئے اور چینی لا دیجئے۔

نزع : اور اب جو سلیمہ خاتون آئیں گی تو کیا درس تم دو گی انھیں؟

نصیبن : (لمبا کر کے) اچھا۔۔۔۔ تو یہ بات تھی (نزع سے)

آج سلیمہ خاتون نہیں آئیں گی سنا آپ نے۔

نزع : کیا؟ کیوں نہیں آئیں گی؟

نصیبن : آج ان کے گھر کچھ مہمان آنے والے ہیں۔ انھیں اپنی ماں کی مدد کرنی ہے۔ اس لیے۔

نزع : اتنا ضروری کام چھوڑ کر وہ اپنی والدہ کی مدد کے بہانے رک گئیں۔ لاحول ولا قوۃ۔ لاؤ ادھر دو اچکن اور ٹوپی۔

نصیبن : ارے تو چھینے کیوں لیتے ہیں حضور! دے تو رہی ہوں۔

(جانے کی آواز)

(موسیقی)

سلیمہ : سلام نصیبن بوا

نصیبن : آگئی فتنہ فساد کی جڑ ـــــ تم تو آج نہیں آنے والی تھیں کیسے آگئیں؟

سلیمہ : مہمانوں نے کہلوا دیا آج نہیں آئیں گے۔ میں نے سوچا چلی چلوں۔

نصیبن : وہ تمہارے استاد تو نہیں ہیں بازار گئے ہیں۔

سلیمہ : میں آج شاعری سیکھنے کہاں آئی ہوں نصیبن بوا۔

نصیبن : تو اور کیوں آئی ہو۔ کیا کام ہے۔

سلیمہ : تم نے کل کہا تھا گھٹنے میں درد ہے۔ میں نے لہسن تیل میں گرم کر کے اماں کی مالش کی تو انھیں آرام ہوا۔ سوچا تمہاری بھی کر دوں۔

نصیبن : اے بی بی صدقے جاؤں۔ تم میرے لیے آئی ہو۔ مجھ نصیبوں جلی کے لیے۔

سلیمہ : بوا تم خود کو نصیبوں جلی کیوں کہتی ہو۔ یہ گھر تمہارے ہی دم سے تو چل رہا ہے۔

نصیبن : (ٹھنڈی سانس) بی بی یہ تو دنیا کا چلن ہے۔ جوتی نہ ہو تو پاؤں چھلنی ہو جائیں۔ پھر بھی جوتی جوتی ہی رہے گی۔ اور پھر اب تو وہ اپنا سارا کام تم ہی سے لینے لگے ہیں۔ سر میں روغن بادام کی مالش بھی تم ہی کرتی ہو۔

سلیمہ : یہ تو میں بوا کچھ تمہاری خاطر ہی کرتی ہوں تاکہ تمہارا کام کچھ ہلکا ہو۔ دوسرے وہ بزرگ ہیں میرے استاد ہیں۔ اماں نے بچپن سے گھٹی میں ادب لحاظ بھر دیا ہے۔ اس لیے جب وہ کوئی کام کہتے ہیں تو نا نہیں کر سکتی۔ مگر ایک بات ہے بوا۔۔۔۔

نصیبن : کیا بات ہے؟

سلیمہ : کچھ نہیں۔ رہنے دو۔

نصیبن : کہو نا مجھ سے کیا پردہ۔

سلیمہ : تمہیں برا لگے گا۔

نصیبن : تمہیں خدا کا واسطہ۔ کہو۔

سلیمہ : بوا مجھے ان کے سر میں تیل گھستے ہیک آتی ہے۔

نصیبن : یا اللہ تیرا لاکھ لاکھ شکر ہے۔ ایسے نہ کہو بیٹی وہ تمہارے ابا جیسے نہیں۔

سلیمہ : میں بھی دل کو لاکھ یہی سمجھاتی ہوں بوا۔ کہ ہاتھوں کے نیچے ابو کا سر ہے لیکن دل چاہتا ہے ان کے سر پر تیل کی ندیاں بہتی چھوڑ کر بھاگ جاؤں۔

نصیبن : وہ تمہارے استاد نہیں بی بی۔

سلیمہ : بوا کیا سارے استاد اپنے شاگردوں سے سر پر روغن بادام گھسوایا کرتے ہیں۔

نصیبن : اور کیا ـــ اور یہ تو استادوں کے استاد ہیں۔

سلیمہ : یہی سوچ کر خدمت کرتی ہوں کہ وہ بھی مجھ پر شفقت کرتے ہیں۔

نصیبن : (طنزاً) ہاں بی بی بڑی شفقت کرتے ہیں۔

سلیمہ : باتیں تو ہوتی ہی رہیں گی بوا۔ لاؤ میں تمہاری مالش کر دوں۔

نصیبن : بی بی اللہ تم کو دوجہاں کی نعمتوں سے سرفراز کرے سہرے کے پھولوں کھیلیں دودھوں نہاؤ۔ پھولو پھلو اب تم ذرا بھی دل میلا نہ کرنا۔ میں سب سنبھال لوں گی۔

نزع : نصیبن! او نصیبن!!

نصیبن : لو وہ آگئے (جیسے چونک کر) اوئے میرے پروردگا یہ کیا ہوا آپ کو؟

نزع : کیوں کیا ہوا۔ کیوں آنکھیں پھاڑ رہی ہو؟

نصیبن : میاں یہ کیسے جوانی اچانک سر پر چڑھ کر ناچ رہی ہے یہ بالوں کو کیا ہوا؟

نزع : کک۔۔۔۔ کیا ہوا؟ کیا ہوا؟

نصیبن : اچھے بھلے بزرگی لے کر گئے تھے۔ واپس آئے بال رنگوا آئے۔

نزع : تو پھر تم سے کیا؟ حجام نے کہا کہ حضور آپ کے بال تو وقت سے پہلے سفید ہو گئے ہیں۔ کہئے تو رنگ د میں نے اس کا دل رکھنے کے لیے ہاں کر دی۔

نصیبن : اس جنم جلے سے کہتے کہ ۶۵ سال سے بال کٹوا ہوں۔ پہلے تیرا باپ کاٹتا تھا۔ وہ بوڑھا ہو کر سدھا تو اب تو کاٹ رہا ہے۔ اور پھر بھی کہتا ہے کہ وقت سے پہلے سفید ہوئے ہیں۔ اچھا کیا حضور اچھا کیا۔ لا چینی دیدیجئے۔ چائے بنا دوں۔

نزع : چینی نہیں لاتے ہم۔

نصیبن : توبہ میری۔ پھر کیا لائے؟

نزع : یہ رکھدو وہاں طاقچے میں۔

نصیبن : عطر کی شیشی شاید سلیمہ بی بی کے لیے ہے۔

نزع : تم اپنے کام سے کام رکھو جی۔

نصیبن : تو میاں میں بھی کہے دیتی ہوں کہ گھر کا خرچہ اب مجھ سے نہیں چلتا۔ میرا کیا ہے۔ میں تو کھرچن بلی ہوں۔ آپ اپنی فکر کیجئے۔

نزع : تمہاری یہی عادت بری ہے۔ ہمارے باہر سے آتے ہی بیری کے جھاڑ کی طرح لپٹ پڑتی ہو۔

نصیبن : لو اب میں بیری کی جھاڑ ہو گئی۔

نزع : میں اندر جا رہا ہوں کچھ دیر قیلولہ کروں گا۔

(موسیقی)

(دروازے کی گھنٹی بجتی ہے)

۱۶ نومبر ۱۹۸۵ء

نصیبن : کون ہے (دروازہ کھولتی ہے) کون ہو میاں تم؟

مراد : میرا نام مراد ہے۔

نصیبن : مراد ہے تو کیا مراد لے کے آئے ہو۔ وہ بھی تو کہو۔

مراد : واہ بوا تم بھی شاعرہ ہو۔ اور ہونا بھی چاہئے۔ اتنے بڑے شاعر کے گھر کے برتن بھانڈے بھی شاعری کرتے ہوں گے۔

نصیبن : آگ لگے شاعری کو (دھم سے) یہ بھی موا اڑھائی دیوانہ نکلا۔ (زور سے) تو تم بھی شاعری سیکھنے آئے ہو۔

مراد : بوا تم روشن ضمیر بھی ہو۔ ہاں میں نے سنا نزع صاحب بے چون وچرا شاگرد بنا تے ہیں اس لیے ادھر کا رُخ کیا۔

نصیبن : تم جانتے ہو موا گیدڑ شہر کا رُخ کب کرتا ہے۔

مراد : میں گیدڑ نہیں ہوں بوا، شاعری کا سچا عاشق ہوں۔ دنیا میں نام کمانا چاہتا ہوں۔ شاعری سیکھوں گا اور ہجو لکھ کر مستا پہلوان کو چت کر دوں گا۔

نصیبن : ہائے اللہ۔ دور پار — ہٹ باہر نکل۔ مشٹنڈے تو پہلوان ہے۔

مراد : (ٹھنڈی سانس) پہلوان ہوں نہیں بوا۔ پہلوان تھا — خدا کی مرضی تھی مستا سے ہار گیا۔ اس کمینے نے کسی سے میری ہجو لکھوائی اور لونڈوں لپاڑیوں کو سکھا کر میرے پیچھے لگا دیا۔ اب میں منہ چھپاتا پھرتا ہوں۔

نصیبن : ہمارے زمانے میں تو ہارنے والے کا منہ کالا کر کے گدھے پر بٹھایا جاتا تھا۔ تم سستے چھوٹے بچو۔

مراد : شکر ہے زمانہ بدل گیا بوا۔ ورنہ میں کہیں کا نہ ہوتا۔

نصیبن : تمہارے حال پر مجھے ترس آتا ہے۔ مگر کیا کروں پہلوان۔ میاں نے شاگردی بند کر دی ہے۔

مراد : ایسا نہ کہو بوا۔ ان سے میری سفارش تو کرو۔

نصیبن : جب جاؤ گے تو پانی پینے کا کٹورہ تو چرا کر نہیں لے جاؤ گے۔

مراد : نہیں — لیکن لوٹے کی نہیں کہہ سکتا۔

نصیبن : میاں کی ٹوپی تو نہیں مار لے جاؤ گے۔

مراد : نہیں — لیکن بنیان کی نہیں کہہ سکتا۔

نصیبن : جب تمہاری اوقات ہی اتنی ہے تو ہار و گے نہیں تو کیا ہو گا — ایک بات اور ہے۔

مراد : دس باتیں پوچھئے۔

نصیبن : دس نہیں۔ بس ایک۔ اسے سن کر ٹھہرو تو تمہاری شاگردی پکی ورنہ اپنا راستہ پکڑو۔

مراد : بتاؤ کیا حکم ہے؟

نصیبن : سرکار اب شاگردی کے پورے سو روپیہ مہینہ لیتے ہیں۔

مراد : سو روپے؟ یہ تو بہت زیادہ ہیں۔ اس سے اچھا تو یہ ہے کہ کسی اور شاعر کو پانچ روپے دے کر ہجو لکھوا لوں۔

نصیبن : اب تمہاری مرضی۔

مراد : ہونہہ — پھر شرط یہ بھی کہ لوٹا اور بنیان جیسی معمولی چیزوں کی چوری تک کی اجازت نہیں۔ نا بابا۔ میں چلا۔

سلیمہ : بوا مولانا کی نسوار کی ڈبیہ کہاں رکھی ہے؟

(موسیقی)

مراد : اُف۔ بجلی سی گری۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ اس معجون مرکب کی اتنی مفرح بیٹی بھی ہے۔

نصیبن : ہوش کی دوا کرو پہلوان۔ یہ ان کی بیٹی نہیں۔ سلیمہ خاتون ہیں۔

مراد : اچھا اچھا سلیمہ خاتون ہیں۔ ایسی ہوتی ہیں۔ جو کوئی بھی ہو۔ بوا مجھے منظور ہے۔ میں سو روپے دوں گا۔ اور چوری بھی نہیں کروں گا۔

(موسیقی)

نزع : یہ تم نے میرے پیچھے کیا آفت لگا دی۔ یہ پہلوان تو میری شاعری کا کس بل نکالے دے رہا ہے۔

نصیبن : وہ سیکھے کہ نا سیکھے میاں آپ کو اس سے کیا۔ ہر مہینے سو روپے تو دے دیتا ہے۔

نزع : مگر وہ اتنا ہنستا کیوں ہے؟ ایں۔ میں رقت میں ڈوبا ہوا شعر سناتا ہوں اور وہ کھیسیں نکال دیتا ہے۔ خدا کی قسم دل چاہتا ہے پھانسی لے کر مرجاؤں۔

نصیبن : اے دشمنوں کا منہ کالا۔ اسے کیوں نہ پھانسی دے دیں۔

نزع : (بیچارگی) نہیں دے سکتا۔ اور وہ سلیمہ خانون وہ سیکھ چکیں شاعری۔ یہ منحوس ایسا گھر میں گھسا ہے کہ وہ بھی سب سیکھا سکھایا بھول رہی ہیں میرے سامنے تو سر سے پلو نہیں کھسکتا تھا۔ اب اس کم بخت سے ہنس ہنس کر باتیں ہوتی ہیں۔

نصیبن : بچے ہیں میاں ان کے ہنسنے کھیلنے کے دن ہیں۔

نزع : خوب کھیل ہو رہا ہے۔ نظروں کے داؤں پیچ چل رہے ہیں۔ میں سب دیکھتا ہوں۔ میں نے بھی اس پہلوان کو چت نہ کیا تو نزع تخلص بدل دوں گا — کہاں ہیں وہ دونوں؟

نصیبن : باورچی خانے میں۔

نزع : باورچی خانہ کیا اس کے باوا کا ہے؟ ہر وقت وہاں کیوں گھسا رہتا ہے۔

نصیبن : میں نے حلوہ بنایا تھا۔ چوں سے میاں نے ہی کہا چکھ لیں۔

نزع : میں نے کیا لنگر کھولا ہے گھر میں۔ تم نے آخر میرے گھر کو سمجھا کیا ہے؟ کل ہی میں نے جھانک کر دیکھا تھا وہ ایک دوسرے کے منہ میں کیا ٹھونس رہے تھے۔ میرا ماتھا پہلے ہی ٹھنکا تھا۔ اس بھگوڑے پہلوان کو دیکھ کر۔

نصیبن : مگر میاں ہے بڑا گبرو۔

نزع : ابھی پیٹ پیٹ کر اس گبرو کے گردے نکال دیتا ہوں۔ (پکار کر) مراد! اے او نامراد!

مراد : (منہ میں کچھ بھرا ہوا ہے) جی استاد

نزع : یہ کوئی دنگل ہے نہ میں تیرا استاد ہوں۔ اس وقت تو نکل جا یہاں سے۔

مراد : حضور اتنے بڑے شاعر کے منہ سے یہ ردیف قافیہ بھلا نہیں لگتا۔

نزع : جانتا ہے کہ حقے کے نیچوان سے ٹکا دوں دو چار۔

مراد : مجھے غصہ نہ دلاؤ استاد ورنہ مجھے بھی ہجو تم پر ہی لکھ دوں گا۔

نزع : ارے تو کیا ہجو لکھے گا بھگوڑے۔ میں نے خود تیرا مرثیہ لکھنا شروع کر دیا ہے۔

مراد : استاد ہارے ہوئے تو تم لگ رہے ہو میں نہیں۔

نزع : نکلتا ہے کہ ..... کدھر ہے میرا نیچوان۔

مراد : نیچوان۔ لو یہ رہا ... یہ رہا .... یہ رہا۔ (جیسے توڑ توڑ کر ٹکڑے کر رہا ہو) میں جا رہا ہوں۔

- - - - -

نصیبن : بیکار آپ نے اس گینڈے سے جھگڑا مول لیا۔ میاں اب تو حقے سے بھی گئے۔

نزع : چپ رہو تم — سلیمہ خاتون کیا آج ہمارے سر میں چمپی نہیں ہو گی؟

سلیمہ : جی ابھی آئی۔

(موسیقی)

نزع : (سانس) آج چار دن ہو گئے ہیں نصیبن۔ وہ خبیث پہلوان تو گیا۔ مگر اس دن سے سلیمہ خاتون بھی کیوں نہیں آئیں؟

نصیبن : مجھے کیا معلوم۔ آپ سو رہے تھے ایک لڑکا یہ چٹھی دے گیا ہے۔

نزع : کیسی چٹھی؟ کس کی چٹھی؟

نصیبن : اب مجھے پڑھنا آتا تو بتاتی۔

نزع : لاؤ اِدھر لاؤ — (چٹھی پڑھتا ہے) "شاعر اعظم مولوی نحسین احمد نزع صاحب" کس کا خط ہے؟ (جیسے نیچے والا حصہ پڑھتا ہے) راقم الحروف والدہ سلیمہ خاتون۔

عشرت قادری

مُرتعش ذہن پہ ہیں آئینہ خانے کتنے
تجھ سے بچھڑے ہیں تو یاد آئے زمانے کتنے
تیری آہٹ، تری خوشبو، ترا پہلو، ترا لمس
صبح نے توڑ دیئے خواب سہانے کتنے
ٹوٹ کر جو مری پلکوں سے بکھر جاتے ہیں
رات لکھ جاتی ہے دامن پہ فسانے کتنے
تیرے آنے کی خوشی، تیری محبت کے سوا
زندگی کے لیے ہیں اور بہانے کتنے

(بھوپال سے)

بیبن : اسے۔ انھیں کیا پڑی تھی جو آپ کو چٹھی لکھی؟
مزع : اب تم مجھے پڑھنے بھی دوگی یا یہیں کھپے جاؤگی!
بیبن : لو میں جاتی ہوں یہاں سے۔
مزع : آگے لکھتی ہیں :۔ میں تاحیات آپ کا احسان مانوں تو بھی کم ہے کہ آپ نے لڑکی مسماۃ سلیمہ خاتون کو شاعری جیسی بیش بہا زیور سے مزین کر دیا۔ نہ صرف یہ بلکہ اس کے لیے مراد احمد جیسا خوبرو اور صالح نوجوان ڈھونڈ دیا۔ ایسا داماد میں غریب چراغ لے کر بھی ڈھونڈتی تو نہ ملتا۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آپ کے ان احسانات کا بدلہ . . . . ہونہہ . . . احسانات کا بدلہ ــــ شاعری، خوبصورت نیک نوجوان ــــ (پکار کر) نصیبن ــ نصیبن! اور نہ جانے کہاں مرجاتی ہو۔
نصیبن : آتو رہی ہوں میاں ــ کیا بات ہے؟
مزع : تم سے اتنا بھی نہیں ہوتا کہ میرے سر میں روغن بادام کی مالش کر دو۔
نصیبن : روغن بادام کی مالش ــ میں تو آپ کے لیے خضاب کی ڈبیہ لائی تھی۔
مزع : خضاب؟ نہیں رہنے دو (ٹھنڈا سانس) اب اس کی کیا ضرورت ہے۔ روغن بادام ہی ٹھیک ہے۔
نصیبن : روغن بادام ــ ابھی لائی سرکار۔

(اردو سروس)

نصیر پرواز

گھٹے گھٹے گھر کے موسم کو کھلی ہوئی انگنائی دے
جسم وہ آئینہ ہو جس میں پیاسی روح دکھائی دے
بہتے دریا کے سینے پر جو تحریریں زندہ ہیں
ان پر اپنا چہرہ رکھ کر لفظوں کو سچائی دے
آتے جاتے ٹکراتا ہے اندھی محرومی کا سر
گھر کے بوسیدہ چھپر کو تھوڑی سی اونچائی دے
سانسیں پہنا دے سانسوں کو سرگوشی کو جسم بنا
سہمے سہمے سناٹوں کو کچھ تو درد سنائی دے
دھوپ کڑی ہے اپنا سایا رکھ جلتی چٹانوں پر
یگ یگ کے پیاسے لمحوں کو بوند بوند رسوائی دے
مکتی دے اجلے سپنوں سے پنکھ کھول دے کر آزاد
قرض چکا پائل سانسوں کا واپس پائی پائی دے
لب پر سوز سخن مہکا کر اپنی ہی تخلیق کروں
غم خودی الزام بنا کر یارب مجھے خدائی دے
بے حس اور اپاہج لہجہ اپنا چہرہ دیکھ سکے
ورق ورق احساس پھونک دے حرف حرف بینائی دے
ایسی بھی اک ساعت آئے شہر تمنا میں پرواز
وحشت اوڑھ کے در در بھٹکوں دعا مجھے دانائی دے

(بھوپال سے)

ھوائی گھوڑا

محمد صدیق عالم

وہ سب وے کے اندر بیٹھا اپنی بے ہنگم آواز میں اکتارے پر بھجن گایا کرتا۔ اس کے اکتارے کی آواز سب وے کی سنگین دیواروں سے ٹکرا کر اور بھی بیکھی ہو جاتی اور راہگیر جب تک سب وے سے باہر نہ آجاتے انھیں یوں لگتا جیسے بھکاری کی آواز کسی زہریلے سانپ کی طرح ان کا پیچھا کر رہی ہو۔

سب وے کی زندگی معمول کے مطابق چلتی رہی۔ فٹ پاتھ پر پڑے گلے پھل بیچنے والے مہاجر، موٹی اور بدصورت طوائفیں، جوتے پالش کرنے والے لڑکے اور غیر ملکی کرنسی بیچنے والے بڈھے، سب اسے برداشت کرتے آ رہے تھے۔ دراصل وہ سب وے کے جس حصے میں بیٹھا کرتا، وہ بہت زیادہ راہگیروں کے استعمال میں نہ آتا تھا اور جو دو ایک بھکاری وہاں بیٹھ کر بھیک مانگا کرتے وہ اس جگہ سے نالاں تھے اور جگہ بدلنے کی سوچ رہے تھے۔ مگر ہر بار کوئی نہ کوئی بھکاری خالی جگہ کو پُر کرنے کے لیے مل جاتا۔

وہ اپنی کٹی ہوئی ٹانگ کے اوپر دوسری ٹانگ رکھے، دیوار سے ٹیک لگائے یہ سب کچھ دیکھتا آ رہا تھا۔ کبھی جب اس کا جی اکتارا بجانے میں نہ لگتا تو وہ اسے اپنی بیساکھی کی مانند ہی پاس کی دیوار سے لگا کر کھڑا کر دیتا اور کوئی ادھ جلی بیڑی سلگا کر اپنی دھندلی آنکھوں سے سب وے سے باہر کی دنیا کی طرف تاکا کرتا جہاں آسمان نیلا تھا۔ وہ کب پیدا ہوا اور کیوں بڑا ہوا اسے کچھ بھی معلوم نہ تھا۔ وہ یہ تک بھول چکا تھا کہ وہ کب سب وے میں آیا۔ اور اب تو اسے یوں لگتا جیسے وہ ہمیشہ سے اس نیم روشن دنیا میں رہتا آیا ہو۔ بلکہ اس اڑان پل سے پہلے خود اس کا اپنا وجود بھی سمنٹ اور سنگ ریزوں کا ڈھیر رہ چکا ہو۔

"میری عمر بھی اتنی ہی ہے جتنی اس اڑان پل کی ہوگی۔" وہ اپنے آپ سے کہتا۔ "اور جب میں مر جاؤں گا اس دن یہ اڑان پل بھی ختم ہو جائے گا۔"

اڑان پل کے دونوں کنارے اونچی اونچی عمارتیں تھیں۔ گرجے کے مینار تھے اور بڑے بڑے اشتہارات جو سورج کی ترچھی کرنوں میں جل اٹھتے۔ سب وے کے اندر بیٹھا وہ اپنے سر کے اوپر پہیوں کے دوڑنے کی آواز سے پتہ چلا لیتا کہ اوپر کون سی گاڑی گزر رہی ہے۔ وہ ٹرام کی گڑگڑاہٹ اور ڈبل ڈیکر میں کسی دبی دبی آواز کے فرق سے واقف تھا اور جب کوئی ٹرک کسی بھاری مشین کے ساتھ اس کے سر کے اوپر سے گزرتا تو وہ دیوار کی تھرتھراہٹ سے یہ اندازہ لگانے کی کوشش کرتا کہ اس پر کون سی مشین رکھی ہوگی۔ برسوں اس اڑان پل کے نیچے رہتے رہتے اب اسے یوں محسوس ہونے لگا تھا جیسے وہ اس کا رپار دیکھ سکتا، اس کی کراہ کو محسوس کر سکتا ہو۔ اس کی تھرتھراہٹ میں اس کی کمزوری کو جان سکتا ہو۔ اسے یہ ایک ایسے بوڑھے کی مانند نظر آتا جو ایک بھاری بھرکم بوجھ اپنے کندھے پر اٹھائے ہو جسے وہ اس ڈر سے پھینک بھی نہ سکے کہ اس کوشش میں کہیں وہ خود ہی اس کی زد میں نہ آجائے۔

وہ اس اڑان پل کے سلسلے میں اپنے تاثرات کا اظہار کرنا چاہتا تھا۔ مگر وہ بھکاری جو وہاں بیٹھا کرتے شاید اسے سمجھ نہ پاتے۔ اس لیے کبھی کبھی وہ اپنے اکتارے کو ہم راز بنا لیتا اور ایسے لمحوں میں سب وے سے گزرنے والے حیرت سے اس کی طرف تاکا کرتے اور اکتارے کی آواز سب وے کی سنگین دیواروں سے سر پھوڑتی رہتی۔

مگر ایک دن بڑے ہی پُراسرار طور پر اسے اپنے تاثرات کے اظہار کا موقع مل گیا۔ اس دن صبح سے بارش

ہو رہی تھی۔ مگر دوپہر کے وقت آسمان برس کر کھل گیا تھا۔ بارش تھوڑی دیر کے لیے شہر کی سڑاندھ بہا کر لے جا چکی تھی۔ کچھ پرندے سب وے کے باہر ریلنگ کے اوپر اور اس کے نیچے کچرے کے ڈھیروں پر چل ہی رہے تھے ایسے میں ایک سایہ سب وے کے اندر داخل ہوا۔ یہ ایک ادھیڑ عمر کا آدمی تھا جسنے شاید دو ہفتے سے شیونگ نہیں کی تھی۔ وہ اس سے تھوڑی دور بیٹھ گیا اور پیکٹ سے سگریٹ نکالنے لگا۔

"ایک سگریٹ ہمیں بھی دو گے بابو" اس نے ٹوکا۔

اس کی آواز پر اجنبی نے سر موڑ کر دیکھا، پھر مسکرا کر ایک سگریٹ اس کی طرف بڑھا دیا۔ اور دیا سلائی کی ڈبیا بھی۔

"نہیں میرے پاس ہے" اس نے ڈبیا لینے کی بجائے نمسکار کرتے ہوئے کہا۔

"کتنے دنوں سے یہاں رہتے آ رہے ہو؟" اجنبی نے سگریٹ سلگاتے ہوئے کہا۔ شاید وہ اس کی گدڑیوں سے پتہ چلا چکا تھا کہ وہ اپنا بسیرا وہیں بنائے ہوئے تھا۔

"جب سے یہ اڑان پل بنا ہے۔"

"چلو اس اڑان پل کے بننے سے کہیں کم از کم اپنے سر کے اوپر ایک چھت تو مل گئی۔"

دونوں سگریٹ پینے لگے جیسے دونوں کے پاس کہنے کے لیے کچھ بھی نہ بچا ہو۔

"اچھا بابو آپ کو یہ اڑان پل کیسا لگتا ہے؟"

"بالکل بکواس۔" آدمی نے کہا۔ اور اس کا چہرہ نفرت کی تلخی میں جل اٹھا۔

"اوپر کی صفائی ایک جھوٹ ہے۔ یہ نیچے کی غلاظت سے پیچھا چھڑانے کا ایک آسان نسخہ ہے۔"

اس کے دل کو ایک دھچکا سا لگا۔

"یوں بھی مجھے اس اڑان پل سے کیا لینا ہے"۔ وہ آدمی گویا اپنے آپ سے کہہ رہا تھا۔ "میں تو ایک راہگیر ہوں، مجھے اپنا راستہ دیکھنا ہے۔ تم سناؤ اپنے اس شیش محل کے بارے میں۔"

"یہ اڑان پل شیش محل نہ سہی بابو۔ مگر میرے لیے اس سے کم بھی نہیں ہے" اس نے فخر کے ساتھ کہا۔ "یہ مجھے برسات کے پانی سے بچاتا ہے اور سورج کی کڑی دھوپ سے میری حفاظت کرتا ہے اور میں جہاں پر سوتا ہوں وہاں جاڑے کی راتوں میں ٹھنڈی ہوا بھی نہیں آتی۔"

"کبھی تم اس اڑان پل کے اوپر گئے ہو؟"

"میں ٹھہرا لنگڑا آدمی۔ اور پھر اس کی ضرورت بھی کیا ہے۔"

"شاید تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ تمہارا اوپر نہ جانا ہی بہتر ہے ورنہ تمہارا یہ سپنا ٹوٹ سکتا ہے۔"

اس آدمی کے جانے کے بعد دیر تک وہ بیٹھا سوچتا رہ گیا۔ اسے اجنبی کی باتیں عجیب لگیں۔ کیا ہے اس اڑان پل کے اوپر، صرف دوڑتی ہوئی گاڑیاں یا پھر ایک گہرا سناٹا اور اس کے دونوں سرے پر وردی ڈالے ہوئے پولیس کے آدمی، جو پیدل چلنے والوں کو اوپر جانے سے روکتے ہیں۔ یقیناً وہاں کچھ بھی نہ ہوگا، ورنہ قانون وہاں لوگوں کے جانے پر پابندی کیوں لگاتا۔

پھر بھی جانے کیوں، رات جب گہری ہو گئی، اور سب وے اور اس کے آس پاس کے علاقے سنسان پڑ گئے تو وہ اپنی جگہ سے اٹھا اور بیساکھیاں سنبھالتا ہوا اس سمت چل پڑا جہاں سب وے کا دہانہ اسپتال کے داخلے پر کھلتا تھا۔ سڑک پار سینما ہال کے باہر سناٹا طاری تھا۔ شاید آخری شو انٹرویل سے گزر چکا تھا۔ اڑان پل کے سنتری غائب تھے اور اڑان پل کے نیچے شاذ و نادر ہی کہیں کوئی دکان کھلی تھی۔ وہ اڑان پل پر داخل ہو گیا اور اپنی بیساکھیوں کے سہارے اس کے وسطی حصے کی طرف بڑھنے لگا جہاں کولتار کی سطح دودھیا برقی قمقموں کی تیز پیلی روشنی میں سونے کی طرح دمک رہی تھی۔ اڑان پل کے درمیانی حصے پر پہنچ کر وہ ٹھہر گیا۔ یہاں ہوا تیز چل رہی تھی اور تاروں جڑا آسمان کچھ اونچا نظر آ رہا تھا۔ جیسے وہ اپنا اور اس بھکاری کے درمیان کا فاصلہ ایک انچ بھی کم کرنے کے حق میں نہ ہو۔ اڑان پل کے داہنی طرف قدیم طرز کی فلک بوس عمارتوں کی قطار تھی جس کی کھڑکیوں کے بیشتر چوکور خانے تاریک تھے۔ مگر جو خانے روشن تھے وہ بالکل ہی تابناک نظر آ رہے تھے۔ پھر اس نے اپنی بائیں جانب نظر ڈالی جہاں سب وے کے بازو کا علاقہ تاریک پڑا تھا جیسے کوئی گہرا کنواں ہو۔ اس تاریکی میں کہیں کہیں ایک دو الاؤ کی روشنی نظر آ رہی تھی جو کسی بھکاری کا چہرہ نمایاں کر رہی تھی۔ مہاسوں میں ڈوبا ہوا، زندگی سے ہارا ہوا چہرہ۔ تبھی اسے سامنے کے گرجے سے آرگن کی آواز سنائی دی۔ شاید توجہ نہ دینے کے سبب ابھی تک وہ اسے سن نہ پایا تھا۔ اس نے سر موڑ کر دیکھا، چاند گرجے کے دونوں میناروں کے درمیان چمک رہا تھا۔ یہاں سے عمارتوں کی بھیڑ میں وہ صرف دونوں مینار ہی دیکھ سکتا تھا۔ دور اسٹیشن میں کوئی ٹرین روانگی سے قبل کوک بھر رہی تھی۔ ابھی وہ کوک ختم بھی نہ ہو پائی تھی کہ سامان سے لدی ایک لاری چنگھاڑتی ہوئی اس کے عقب سے گزری اور اس نے چونک کر دیکھا۔ اڑان پل کو آسمان سے قریب ہوتے دیکھتا رہا۔ دیکھتے دیکھتے اڑان پل آسمان سے جا لگا اور بیشمار تارے اس کی منڈیروں سے ٹکرانے لگے۔ اس نے ڈرتے ڈرتے منڈیر سے سر باہر نکال کر دیکھا۔ شہر نیچے، بہت نیچے دھند کی چادر میں لپٹا سو رہا تھا۔ یکایک ایک بے نام سی خوشی اس کے رگ رگ میں دوران خون کی طرح دوڑنے لگی اس نے اپنی بیساکھیاں پل سے نیچے کی طرف پھینک دی کیونکہ اس کی ٹانگ تندرست ہو چکی تھی اور وہ اڑان پل کے کنارے کنارے بھاگنے لگا۔ مگر اسے خود بھی معلوم نہ تھا کہ وہ کدھر اور کیوں بھاگ رہا تھا۔ آخر کار اسے اپنے اس تعاقب کا پتہ چل گیا۔ ایک جگہ منڈیر کے نیچے اس کا اکتارا پڑا تھا اور بہت سارے ستارے اس کے اوپر چمک رہے تھے، ابھی وہ اسے جھک کر اٹھا بھی نہ پایا تھا کہ اسے ایک جھٹکا لگا۔

"سور کا بچہ، یہاں مرنے کے لیے چلا آیا ہے۔ جبکہ یہاں آنے کی سخت ممانعت ہے،" اسے ایک سنتری کے گالی دینے کی آواز سنائی دی۔ اسے بیساکھیاں اپنے کندھوں کے نیچے سے نکلتی محسوس ہوئیں۔ دو کانسٹبل اسے گھسیٹتے ہوئے فلائی اوور سے باہر لے جا رہے تھے۔ اسپتال کے داخلہ پر وہ لوگ اسے اس کی بیساکھیوں سمیت پھینک کر واپس چلے گئے۔

اس رات اسے اپنی گدڑیوں میں نیند نہیں آئی۔ اسے سب وے خالی خالی کسی سرنگ کی طرح تاریک اور غیر مانوس نظر آ رہا تھا۔ اسے ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ اپنے آپ کو اوپر اڑان پل پر چھوڑ آیا ہو۔ دوسرے روز سارا دن وہ چپ چاپ اسی جگہ بیٹھا رہا۔ اس نے نہ اکتارا بجایا نہ بھیک مانگی۔ سارا وقت وہ اوپر اڑان پل پر کھڑا اپنے آپ کو پکارتا رہا۔ اسے سب وے کے باہر ریلنگ سے لٹکتے ہوئے کنگال بچوں کا شور کھل رہا تھا۔ اس کا جی چاہ رہا تھا کہ وہ اپنی بیساکھیاں ان کے ننھے ننھے بدصورت سروں پر دے مارے۔ دن ایک بار پھر ڈوب گیا اور جانے کب رات گہری ہو گئی۔ اتنی گہری کہ جب وہ اسپتال کے داخلے پر پہنچا تو کتے تک بھونکنا بند کر کے سو چکے تھے۔ معمول کے مطابق پل کے سنتری غائب تھے۔ وہ سہما سہما سا اکتارے کو گردن سے جھلائے۔ بیساکھیوں سے حتی المقدور کم شور پیدا کرتے ہوئے اڑان پل کے اندر داخل ہو گیا۔ کبھی کبھی وہ ڈر کر اپنے پیچھے کی طرف تاک لیتا۔ یہ خوف اسے بری طرح گھیرے ہوئے تھا کہ اسے پتہ بھی نہ چلا کہ وہ کب اڑان پل کے بیچوں بیچ اس جگہ پہنچ گیا جہاں گزشتہ رات وہ کھڑا تھا۔ پھر اسے چاند دکھائی دے گیا جو معمول کے مطابق گرجے کے دونوں میناروں کے درمیان چمک رہا تھا۔ اس نے اپنی بیساکھیاں منڈیر سے لگا کر کھڑی کر دیں اور خود اس سے پیٹھ لگا کر بیٹھ گیا۔ اب وہ آسمان کی طرف تاک رہا تھا جو تاروں سے روشن تھا۔ تھوڑی دیر بعد اس نے اکتارا کو سینے سے لگا لیا اور آنکھیں بند کر لیں۔

اس نے خواب میں دیکھا، اڑان پل آسمان میں تاروں کے درمیان اڑ رہا تھا اور وہ اپنے پیروں پر کھڑا اکتارا بجا رہا تھا۔ اڑان پل کے سنتری اس کا پیچھا کر رہے تھے۔ مگر وہ ان سے خوفزدہ نہ تھا۔ وہ آزادی سے اڑان پل کے اوپر چل رہا تھا۔ سنتری سیٹی بجا رہے تھے، اسے پکڑنے کے لیے ایک دوسرے کو اشارے کر رہے تھے، مگر وہ اس تک پہنچ نہیں پا رہے تھے۔ کیونکہ بے شمار تارے اس کے اور سنتریوں کے درمیان حائل تھے۔ تارے جو بڑے بڑے غباروں کی مانند آپس میں ٹکرا رہے تھے۔ کبھی کبھی کسی تارے سے چنگاریاں پھوٹ کر کسی سنتری کو اپنی لپیٹ میں لے لیتیں تو کوئی تارا کسی سنتری کو ڈھکیلتا ہوا منڈیر سے ٹکرا دیتا۔

آخری بار اس نے سنتریوں کو اس وقت دیکھا جب وہ اپنے ایک ساتھی کا جسم اٹھائے ہوئے اڑان پل سے باہر جا رہے تھے شاید وہ سنتری کسی کی زد میں آ کر کچل گیا تھا۔

(کلکتہ سے نشر)

اترے ہوئے چہرے

اکرم فاروقی

نرگس تصویرِ الم بنی بیٹھی ہے۔ اس کے دمکتے ہونٹ مرجھا گئے ہیں نرگسی آنکھیں روتے رونے سوج گئی ہیں۔ اس کے کندن سے بدن پر ہلدی کا رنگ چھا گیا ہے۔

لوگ ابھی پرویز کو منوں مٹی کے بوجھ تلے دفن کرکے لوٹے ہیں۔ گھر کے سوگوار لوگوں کے ہاتھ مٹی سے آلودہ ہیں۔ آنکھوں میں نمی ہے اور چہروں پر گہرا سناٹا۔ ہر شخص چاہتا ہے کہ وہ نرگس کے آنسو اپنے آنچل میں سموئے، اس کے درد کو بانٹ لے اس کی سسکیوں کو روک دے اور اس کے گہرے زخم پر مرہم رکھ دے لیکن جو شخص اسے تسلی دینا چاہتا ہے وہ اس سے مل کر اس طرح پھوٹ پھوٹ کر روتا ہے کہ کلیجہ کٹ جاتا ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ یہ غم سہار نہ سکے اور پاگل ہو جائے۔ یہ وسوسہ کئی ذہنوں میں تیر کی انی کی طرح چبھ رہا ہے۔

آخر وہ کیوں نہ روئے، آہ و زاری نہ کرے۔ اس کا سہاگ اجڑ گیا ہے اس کی دنیا لٹ گئی ہے اس کے خوابوں کے پھول بکھر کر بکھری ہوا، فضاؤں میں بکھر گئے ہیں ابھی ایک سال پہلے ہی تو اس نے منگنی میں آئی ہیرے کی انگوٹھی پہنی تھی اس کے ہاتھوں میں مہندی رچی تھی اس کی سکھی سہیلیوں نے ڈھولک کی تھاپ پر بیاہ کے گیت لہک لہک کر گائے تھے اس کے دل آویز پرشہنائی بجی تھی اور وہ سرخ جوڑے میں ملبوس ہو کر پرویز کے آنگن میں بہاروں کی طرح اتری تھی نئے گھر میں اس کا شاندار استقبال ہوا تھا چاروں طرف قہقہے تھے گدگدیاں تھیں سرگوشیاں تھیں لگتا تھا جیسے کہکشاں زمین پر اتر آئی ہو۔

"ستاروں کے جھرمٹ میں یہ نیا چاند" نسیم بھائی نے رونمائی کی پہل کی تھی۔

"ماشاءاللہ چندے آفتاب چندے ماہتاب" چچا میاں شاعرانہ مزاج رکھتے تھے۔

"دیکھو! کہیں بہو کو نظر نہ لگ جائے!!" باجی منہ دکھائی میں اپنا حصہ بانٹنے کی فکر میں تھی۔

اس دن زمانے بھر کی ساری خوشیاں سمٹ کر پرویز کے صحن میں پریوں کی طرح رقصاں تھیں اور وہ بھی اس طرح خوش تھا جیسے اس کے تمام فردوسی خوابوں نے تعبیر پالی ہوں اس کے سارے سپنے ساکار ہو گئے ہوں اور اس کی وہ ساری مرادیں بر آگئی ہوں جس کے لیے اس نے دیواروں پر کئی دلکش کلینڈر ایک ساتھ چڑھائے اور اتارے تھے۔

"ہائے میری دنیا لٹ گئی باجی، انھیں بلا لاؤ" نرگس باجی سے چمٹ کر دردانگیز لہجے میں بین کر رہی تھی۔ اور جس وقت زاہدہ پھوپھی نے نرگس کی نرم کلائیوں میں پڑی سبک چوڑیاں چٹخائیں، ناک سے لونگ نکالی اور سر سے گلابی جارجٹ کا دوپٹہ اتار کر بیوگی کا سفید دوپٹہ اڑھایا تو اس وقت گھر میں بس ایک قیامت ہی آگئی تھی ——

"سلمیٰ! دیکھ کہیں نرگس ہی انگوٹھی کا نگ نہ چاٹ لے" شاہدہ بوبو چلائیں۔ سلمیٰ نے دوڑ کر انگوٹھی کو نرگس کے ہونٹوں سے الگ کر دیا۔

"خیریت ہوئی ہیرے کا نگ ہے یہ۔" شاہدہ بوبو نے انگوٹھی اپنے دوپٹے کے پلو میں باندھتے ہوئے کہا۔

نرگس نے اپنے بال نوچ لیے سینہ کوٹ لیا اور اس زور سے اپنا سر دالان کے تھملے پر مارا کہ خون کی بوندوں سے اسکا دوپٹہ رنگ گیا۔

"کہیں یہ لڑکی خودکشی نہ کرلے۔" نانے میاں نرگس کی حالتِ زار سے پریشان تھے۔

"میرے گھر کو آپا یہ کس کی نظر کھا گئی؟ اب میرا کیا ہوگا باجی ——؟! میں بھی ان کے ساتھ چلی جاتی تو اچھا ہوتا —— !!" یہ کہتے ہوئے اس نے بجلی کے ننگے تاروں کو پکڑنا چاہا لیکن اسے روک دیا گیا۔

اس کی یہ حالت دیکھ کر گھر کا ہر فرد پریشان تھا دراصل وہ ایسے کرب انگیز لہجے میں رو رہی تھی کہ زمین دہل رہی تھی اور آسمان کا کلیجہ شق ہو رہا تھا۔

"بہو! چپ ہو جاؤ۔ صبر کرو۔ اللہ کی مرضی ایسی ہی تھی۔" سہروری خالہ نرگس سے گلے مل کر رو بھی رہی تھیں اور اسے دلاسہ بھی دے رہی تھیں۔

"ہائے اس نے وہی گلاب توڑ لیا جس کی خوشبو سارے آنگن میں تھی۔" سیما آنٹی نرگس کے گداز ہاتھوں کو اپنے سینے سے لگا کر سسکنے لگیں۔

"اس کو جو چیز عزیز ہوتی ہے وہ اسی کو لے لیتا ہے۔" ملانی جی نے اس کے سر پر ہاتھ رکھا اور زیرِ لب کوئی وظیفہ پڑھنے لگیں۔

"ہائے ....! ہائے ....! کیسی بالی عمر میں بیوہ ہوگئی بیچاری۔" نانی جان ہاتھ مل مل کے ماتم کناں تھیں۔

"ابھی بیچاری نے دنیا میں دیکھا ہی کیا تھا" اختری بھابھی کے چہرے پر دکھ کی سیاہ پرچھائیاں لرزاں تھیں۔

"ہائے بیچارہ پرویز —— !!" بڑے ماموں آبدیدہ ہو کر رونے لگے۔

اس دن گھر کا ماحول بیحد سوگوار تھا۔ لگتا تھا جیسے دنیا کے سارے غموں نے نرگس کے صحن میں اپنے سیاہ ڈیروں کی طنابیں گاڑی ہوں۔ گھر کے در و دیوار پر راکھ کی سیاہ پرچھائیاں لرزاں تھیں گھر کی ہر شے مغموم تھی ذرہ ذرہ اداس تھا، ہواؤں میں نرگس کی دردیلی سسکیاں گھل گئی تھیں۔ کیاری کے سارے پھول شام سے پہلے ہی مرجھا گئے تھے۔

پرویز جل نگم میں جونیئر انجینئر تھا اور اپنی بہتر کارکردگی خوش لباسی اور خوش کلامی کے لیے سارے محکمے میں مشہور تھا ڈیوٹی کو ڈیوٹی سمجھ کر کرتا۔ افسر کو افسر مانتا اور محکمے کے قواعد و ضوابط کی اس طرح پابندی کرتا جیسے وہ اس کے ایمان کا جزو ہوں۔ اس کے کردار کی یہ ایسی خوبیاں تھیں کہ فورتھ کلاس ملازمین سے لے کر کلاس ون آفیسر تک اس کا لوہا مانتے تھے۔

دفتری اور گھریلو ذمہ داریوں کو اس طرح پورا کرنا کہ کبھی گھر کو دفتر اور دفتر کو گھر نہیں بننے دیتا۔ دفتر سے آف ہوتا تو سیدھا گھر کا رخ کرتا جہاں نرگس پلکیں بچھائے اسکی راہ تکا کرتی تھی۔

"آج آپ نے بہت دیر کردی۔" نرگس تبسم چہرے کے ساتھ دلنواز لہجے میں جب شکایت کرتی تو دفتر کی ساری تکان دروازے کے باہر اس طرح رہ جاتی جس طرح جوتوں کی گرد ——

"معلوم ہوتا ہے آج آپ بہت تھک گئے ہیں، شاید سر میں درد ہو رہا ہے، لائیے سر دبا دوں —— !" نرگس چائے کا کپ تھما کر جب پرویز کی کشادہ پیشانی کو اپنی نرم نرم انگلیوں سے دباتی تو وہ اس طرح قہقہہ مار کر ہنس دیتا جیسے اس نے اپنے صاحب سے کئی ارتقائی اسکیموں پر ایک ساتھ دستخط کرا لیے ہوں۔ دراصل اس کی خواہش تھی کہ وہ اپنے محکمے کا فیض عام کرے تاکہ عام آدمی بھی راحت کی زندگی گزار سکے۔ دفتر اور عوام میں اس کی مقبولیت کا ایک راز یہی تھا کہ وہ معاوضے اور انعام

سے بے نیاز ہوکر اپنے فرائض انجام دیتا۔ حرام خوری اور آمد بالائی جیسے مکروہ الفاظ کا گذر اس کی ڈکشنری میں نہ تھا۔

"نرگس! تیار رہنا آج پکچر چلیں گے۔" وہ کبھی دفتر جاتے ہوئے کہتا اور کبھی کہتا "آج شاپنگ کے لیے چلنا ہے۔ کل میچ دیکھنے چلوگی، اور ہاں کل راجپوت ہاؤس میں تو رتنی کا کیبرے ہے۔ چلوگی نا ـــ ؟"

اور کبھی اس سے پوچھتا "نرگس! میں نے ٹی۔ وی خریدنے کا ارادہ کیا ہے تمہاری کیا رائے ہے ؟؟"

"جب میں آپ کی ہمسفر ہوں تو ہم رائے بھی۔" نرگس اس کی ٹائی پر پریس کرتے ہوئے کہتی۔

"گریما کی شادی میں ایک سو ایک سے کم مت دینا۔ وہ تمہاری کلاس فیلو رہی ہے نا ـ ؟" پرویز سماجی ذمہ داریوں کو بھی خوب نبھاتا۔ گریما کے پتاجی ہمارے کالج کے پرنسپل تھے۔ بہت شریف آدمی تھے وہ۔ نرگس پرنسپل اوستھی جی کی شرافت کو اکثر یاد کرتی اور سراہتی تھی۔

یکبارگی روتے روتے نرگس چپ ہوگئی تھی اور خلاؤں میں اس طرح دیکھ رہی تھی جیسے دھندلکوں میں اپنے مستقبل کو ڈھونڈ رہی ہو۔

لیکن کچھ دیر بعد نرگس ہچکیاں باندھ کر پھر رونے لگی۔ شاید محلے کی کوئی بزرگ خاتون ابھی آئی تھیں اور اس سے گلے مل کر رو رہی تھیں غالباً انھیں اپنے مرحوم شوہر دفعتاً یاد آگئے تھے اور ان کا ساتھ دینے کے لیے کچھ عورتیں اس تکلیف دہ تصور کے باعث رونے لگی تھیں کہ کہیں ان کو ایک دن بیوگی سے دوچار نہ ہونا پڑے۔

"چپ ہو جاؤ نرگس! بس اب صبر کرو کہ صبر کرنے والوں کے ساتھ خدا ہوتا ہے۔"

"مرضی مولیٰ از ہمہ اولیٰ۔"

"نہ عدہ کم نہ زیادہ۔"

"جو آیا ہے اسے ایک دن جانا ضرور ہے۔"

"دراصل ہر نفس کو موت کا ذائقہ چکھنا ہے!"

صبح سے شام ہوگئی پاس پڑوس کی عورتیں تعزیتی جملے ادا کرنے آرہی تھیں اور دور دراز رشتہ دار خواتین بھی۔ وہ سب سے مل مل کر رو رہی تھی سب کے پُرسے اور ہمدردیاں قبول کر رہی تھیں لیکن جب شام کے سرمئی سائے رات کی تاریکیوں میں جذب ہونے لگے تو وہ ساری ہمدردیوں تسلیوں اور دلاسوں کے مخصوص الفاظ سے اوب گئی اسے لگا جیسے غم گساروں کے ہونٹوں کو حقیقی جنبش نہ ہو رہی ہو بلکہ ٹیپ ریکارڈ بج رہے ہوں۔ ایک جیسے الفاظ، ایک جیسا انداز اور ایک جیسے اترتے ہوئے چہرے ـ!!

وہ ماحول کی اس یکسانیت سے یکبارگی اوب گئی اور تیزی کے ساتھ صحن سے اٹھی اور اپنے ڈرائنگ روم میں جاکر ریکارڈ پلیئر پر اس نغمے کی لطیف دھن لگا دی جو اس نے پہلے پہل شب عروسی کو سنی تھی ـ!!

(رامپور سے نشر)

مختصر افسانہ

نیک شگون

شین مظفرپوری

لڑکا نہایت ناکارہ اور آوارہ نکل گیا۔ کس کس مشکل سے میٹرک پاس کرکے ادھ کچرا رہ گیا تھا۔ میٹرک بھی دو بار فیل کرکے تیسری بار تھرڈ ڈویژن سے پاس کیا۔ اور وہ بھی چوری کرکے۔ وہ سمجھتا تھا کہ میٹرک پاس کرکے اس نے دراصل ماں اور باپ دونوں پر احسان کیا تھا۔ کیونکہ اس نے خود ہرگز یہ تمنا نہیں کی تھی کہ میٹرک پاس کرکے پڑھا لکھا آدمی کہلائے۔ یہ تو اس نے اپنے بے وقوف والدین کی ضد پوری کی تھی۔ ورنہ جتنے سال اس نے میٹرک پاس کرنے کے چکر میں برباد کیے اتنے دن اگر اس نے کچھ اور کیا ہوتا تو اب تک کام کا آدمی بن جاتا۔

میٹرک کر لینے کے بعد ماں باپ نے بہت چاہا کہ وہ کسی کام سے لگ جائے مگر کوئی کام اس کو جچتا ہی نہ تھا۔ باپ نے کوئی ہنر سیکھ لینے پر زور دیا تو اس سے بھی کترا گیا۔ چھوٹی موٹی دکانداری میں لگانا چاہا تو یہ بھی اس کو پسند نہیں تھا۔ ماں نے ایک بار گڑگڑا کر کہا کہ بیٹا کچھ نہ کچھ تو تجھے کرنا ہی ہے۔ کہیں کوئی نوکری ہی کر لے۔ لمبا چوڑا بدن ہے۔ پولیس یا فوج ہی میں بھرتی ہو جا۔

لڑکے نے ہنس کر کہا "ماں، تم یہ کیا چھوٹی چھوٹی باتیں کرتی ہو۔ میں کوئی بڑا کام کروں گا۔ دیکھ لینا۔"

مگر اس کے بعد بھی وہ ناکارہ اور آوارہ ہی پھرتا رہا۔ گھر کا آٹا گیلا کرتا رہا۔ باپ بے چارہ پریشان تھا کہ بیٹا اس کے جیتے جی خوش حالی کا کوئی راستہ پکڑ لے۔ وہ اپنے بیٹے کی خداداد صلاحیتوں کی جھلک دیکھ رہا تھا۔ اس لیے اس کو یقین تھا کہ بیٹے کے جوہر آگے چل کر کھلیں گے۔ مگر وقت برباد ہو رہا تھا۔ اور ماں تنگ کیا کرتی تھی کہ لڑکے کو کسی راستے سے لگاؤ۔

آخر ایک ایک دن باپ کو خیال آیا کہ لڑکے کے مستقبل کا فال نکال کر دیکھنا چاہیے۔ باپ نے ایک جہاندیدہ سیاسی گورو سے مشورہ کیا۔ گورو جی نے اس کو ایک نسخہ بتایا اور کہا "لڑکے کا جو رنگ ڈھنگ اور چلن ہے یہ نسخہ اس کے مطابق ہے۔ آزما کر دیکھو مستقبل کا فال خود بخود نکل جائے گا۔"

گورو جی کی ہدایت کے مطابق باپ نے بیٹے کے کمرے میں تین چھوٹی چھوٹی میزیں لگا دیں۔ ایک میز پر شراب کی بند بوتل رکھ دی۔ دوسری میز پر کرنسی نوٹوں کی گڈی اور تیسری میز پر مذہبی کتاب۔ اور رکھمات لگا کر بیٹھ گیا کہ دیکھیں بیٹے کو تینوں میں سے چیز لبھاتی ہے۔

ذرا دیر بعد بیٹا اپنے لاابالی موڈ میں گنگناتا ہوا آیا۔ تینوں چیزوں کو حیرت سے دیکھا۔ ایک لمحہ کے لیے کچھ سوچا اور غور کیا۔ ذرا مسکرایا۔ پھر بڑھ کر نوٹوں کی گڈی جیب میں ڈالی۔ ایک ہاتھ میں شراب کی بوتل اور دوسرے ہاتھ میں مقدس مذہبی کتاب اٹھالی اور جھومتا ہوا دوسرے کمرے میں جا بیٹھا۔ بوتل کی کاگ اڑا کر چوم لیا۔ جام بھرا، چسکی لی۔ دوسرے ہاتھ سے مقدس کتاب کھولی، اس کو بھی چوما۔ چسکی لیتا رہا۔ ورق گردانی کرتا رہا۔

اس نظارے پر باپ خوشی سے اچھل پڑا۔ گورو جی کا خیال ٹھیک نکلا۔ وہ بیوی کی طرف لپک کر گیا اور بشارت دی "دیکھو میں نہ کہتا تھا کہ بیٹا آگے چل کر ہونہار نکلے گا۔ آج شگون نکل آیا ہے۔ اس کا مستقبل روشن ہے۔ وہ ایسا پیشہ اختیار کرے گا جس میں دین، دنیا اور نفس تینوں کے ساتھ بیک وقت انصاف کرے گا۔ اس نیک شگون پر مٹھائی بانٹو۔"

ماں سکتے میں آگئی۔

باپ نے بیٹے کے پاس جاکر شفقت سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے اپنا پہلا اور آخری مشورہ دیا۔ "میرے لال تو ضرور میرا نام روشن کرے گا۔ آج ہی محلہ سدھار کمیٹی کا دھندا چالو کر دے۔ اور یہیں سے اپنے مقدس سفر کا آغاز کر دے۔"

بیٹے کی آنکھیں چمک اٹھیں۔ ماں کی آنکھیں حیرت اور وحشت سے پھیل گئیں۔ اسی لمحہ کہیں سے سیاست کے نادیدہ موجد کی آواز آئی۔ "اے ہونہار بیٹے کے خوش نصیب باپ اپنا فرض پورا کر چکے۔ آگے آپ کو زحمت کرنے کی ضرورت نہیں آج سے وہ میری سرپرستی اور شاگردی میں آگیا۔ بلکہ میں خود ہی اس کے پرائیوٹ سکریٹری کے فرائض بھی انجام دوں گا۔"

باپ نے دعا دی "لو بیٹے اب تم کو گائیڈ بھی مل ہی گیا۔ پھولو پھلو، شاد و آباد رہو۔"

مگر ماں کا دل کسی کرب سے چیخ اٹھا "دھرتی کے سینے پر ایک اور پھوڑا!" (کلکتہ سے نشر)

شین مظفرپوری مراد پور لاج، مراد پور، پٹنہ

زراعت وسائنس
خصوصی صفحہ
مرتب: عزیز انصاری

نسیم احمد، ڈائریکٹر ایگریکلچر ہریانہ سے ایک ملاقات

عام طور سے دیکھنے میں آتا ہے کہ اعلیٰ افسران کسی جلسے کا آغاز کر کے، جلسے کی تمام ذمہ داریاں اپنے ماتحت افسران کے سپرد کر کے کسی دوسرے کام میں مشغول ہو جاتے ہیں لیکن ہریانہ کے ضلع حصار میں ربیع موسم سے بھرپور فوائد حاصل کرنے کے سلسلے میں (۱۱-۱۳ ستمبر) جو سیمینار ہوا اس میں ایک اعلیٰ افسر برابر موجود رہے۔ فصلوں کے معائنے کے سلسلے میں کھیت کھیت تمام افسران اور سائنسداں گھومتے رہتے۔ دن میں گھنٹوں بحث مباحثہ کا سلسلہ چلتا مگر ہر پروگرام میں سب سے پہلے آپ ہی حاضر ہوتے تھے اور آخر تک موجود رہتے۔ ان کی دلچسپی اور لگن کو دیکھتے ہوئے ان کے بارے میں لوگوں سے دریافت کرنا شروع کر دیا۔

معلوم ہوا آپ ہریانہ صوبہ کی زراعت کے ڈائرکٹر ہیں اور زراعت سے متعلق ہر پروگرام میں اسی طرح کی دلچسپی لیتے ہیں۔ یونیورسٹی کے افسران نے یہ بھی بتایا کہ کمیونٹی سینٹر میں نسیم صاحب کا قیام ہے۔ دوسرے دن نسیم صاحب سے ملاقات ہوئی۔ ۳۰ جنوری ۱۹۸۳ء سے آپ یہ عہدہ سنبھالے ہوئے ہیں۔ اس سے پہلے بھی کئی اہم عہدوں پر آپ قریب دس سال تک خدمات انجام دے چکے ہیں۔ مثلاً اسکولی تعلیم کے ڈائرکٹر، ڈپٹی کمشنر، ڈپٹی سکریٹری (زراعت)، سب ڈویژنل مجسٹریٹ، ہریانہ اسٹیٹ اسمال انڈسٹری اور ایکسپورٹ کارپوریشن کے مینیجنگ ڈائرکٹر وغیرہ۔

آئی اے ایس کرنے سے پہلے اتر پردیش میں آپ قریب ڈیڑھ سال تک منصف اور اس سے پہلے علی گڑھ یونیورسٹی میں ریسرچ فیلو رہے۔ بی ایس سی کرنے کے بعد لوگ ایم ایس سی کرتے ہیں لیکن آپ نے ایل ایل بی اور پھر ایل ایل ایم کرنا زیادہ مناسب سمجھا۔

آپ کی تعلیم اور تجربے کے بعد جب میں نے زراعت سے متعلق گفتگو کا آغاز کیا تو فرمانے لگے صوبے میں ترقی تو بہت پہلے شروع ہو گئی تھی لیکن وہ دائمی نہیں تھی، کبھی زیادہ پیداوار ہو جاتی تھی لیکن موسم کے مزاج بگڑتے ہی پیداوار بھی کم ہو جایا کرتی تھی۔ اب ایسا نہیں ہے، اب ہم ہر موسم میں اور ہر طرح کے حالات میں اچھی پیداوار حاصل کرتے ہیں۔ ہم نے اپنا ایکسٹینشن سسٹم بہت مضبوط اور جدید بنا لیا ہے۔ اب ہم صرف ایک قسم کی فصل نہیں اگاتے۔ ۸۵-۱۹۸۴ء میں خشک سالی رہی لیکن ہم نے ربیع میں تلہن فصلوں کا رقبہ ۲ لاکھ ۱۲ ہزار ہیکٹر سے بڑھا کر تین لاکھ ۲۶ ہزار ہیکٹر کر دیا۔ ان فصلوں میں پانی کی ضرورت بہت کم ہوتی ہے۔ بجائے چار پانچ سینچائی کے دو ڈھائی سینچائی میں عمدہ پیداوار حاصل ہو جاتی ہے۔ گیہوں کی فصل میں بھی ہم نے وقت سے سینچائی کی نتیجہ یہ ہوا کہ گزشتہ سالوں کی بہ نسبت اوسطاً ایک کوئنٹل پیداوار فی ہیکٹر زیادہ حاصل ہوئی۔

اس سال بھی بارش کی حالت کو مدنظر رکھتے ہوئے گیہوں کے بیج کو صوبے میں ایک لاکھ تیس ہزار کوئنٹل سے کم کر کے ایک لاکھ پانچ سو کوئنٹل کر دیا گیا ہے لیکن تلہن فصلوں کے بیج کی مقدار ۱۷ سو کوئنٹل سے بڑھا کر ۲۵ سو کوئنٹل کر دی گئی ہے۔ نئی کھاد کے دیے جانے کے طریقے اور ان کے استعمال پر بھی زیادہ دھیان نہیں دیا گیا تھا۔ ہم اس اہم مسئلہ پر بھی دھیان دے رہے ہیں۔ پہلے نائٹروجن اور دیگر کھاد کا اوسط ۸/۱ تھا اب اسے کم کر کے ۴/۱ پر لے آیا گیا ہے۔ اگلے دو سالوں میں یہ اوسط ۳/۱ پر آ جائے گا۔ لیکن ہماری کوشش اسے اور کم کر کے ۲/۱ پر لانے کی رہے گی۔

ہریانہ ایک چھوٹا سا صوبہ ہے۔ اس میں باغبانی پر زیادہ کام نہیں ہوا تھا۔ ہم نے پچھلے دو سالوں میں تین ہزار ہیکٹر رقبہ میں مختلف پھلوں کے پودے لگا دیے ہیں جیسے آم، سنترہ، موسمی، چیکو، بیر، لیچی وغیرہ۔ انگور بھی صوبے میں بہت مقبول ہو رہا ہے۔ ہم ایک ایکڑ میں انگور لگانے کے لیے کسانوں کو ۴۰ ہزار روپے تک کا قرض دلا رہے ہیں۔ یہ قرض ہم Nabard سے مہیا کرواتے ہیں۔ سرسہ ضلع کے کچھ کسان تین چار سال میں ایک ایکڑ سے ۴۰-۴۵ ہزار روپے کا فائدہ اٹھا چکے ہیں۔

صوبہ میں چار لاکھ پانچ ہزار ہیکٹر رقبہ سیلائن یا الکلائن ہے۔ ہم قریب ۵۰ ہزار ہیکٹر رقبہ کو زراعت کے قابل بنا چکے ہیں۔ جپسم جس سے اس طرح کی زمین کو ٹھیک کیا جا رہا ہے، چھوٹے کسانوں کو ۷۵٪، سبسڈی پر اور دیگر کسانوں کو ۵۰٪ سبسڈی پر مہیا کرائی جاتی ہے۔ جپسم کسانوں کو وقت پر آسانی سے مہیا ہو جائے اس کے لیے الگ سے ایک کارپوریشن بنا دیا گیا ہے جس کا نام ہے ہریانہ لینڈ ریکلیمیشن اینڈ ڈیولپمنٹ کارپوریشن۔

پانی کی حفاظت اور بچت کے لیے ہم نے سینچائی کے نئے طریقے "فوارہ سینچائی" پر زیادہ زور دیا ہے۔ سینچائی میں استعمال ہونے والے ان فواروں کے سولہ ہزار سیٹ صوبے میں لگائے جا چکے ہیں۔ اس سال ڈھائی ہزار سیٹ اور تقسیم کیے جائیں گے اس کے لیے بھی ہم کسانوں کو بینک سے قرض اور تجربہ کار افسروں کی خدمات مہیا کراتے ہیں۔ سینچائی کے اس طریقے پر سب سے زیادہ کام ہریانہ میں ہوا ہے۔ راجستھان اور دیگر صوبوں میں اب اس کی شروعات ہو رہی ہے۔ ان ہی تمام وجوہات سے ہریانہ میں پیداوار ۱۹۶۶ء کی بہ نسبت ۸۴-۱۹۸۳ء میں ۲۵ لاکھ ٹن سے بڑھ کر ۷۰ لاکھ ٹن ہو گئی ہے۔ ہریانہ عمدہ بیج مہیا کرنے میں بھی پیچھے نہیں ہے۔ اپنی ضرورت کو پورا کرنے کے بعد ہم دیگر صوبوں کو بھی عمدہ بیج فروخت کرتے ہیں۔ کسانوں کے کھیت جو مختلف مقامات پر تھے انھیں ایک مقام پر کھیتی کے لیے اتنی ہی زمین دینا۔ زمین کے نیچے کا پانی ٹیوب ویل کی مدد سے استعمال کرنا وغیرہ مندرجہ بالا کچھ ایسی باتیں ہیں جن سے ہریانہ صوبے میں زراعت کی پیداوار مسلسل بڑھتی جا رہی ہے۔

صوبے میں ٹیوب ویلوں کی تعداد ۲۷ ہزار سے بڑھ کر ۴ لاکھ تیس ہزار ہو چکی ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ ہریانہ کا کسان جسے اپنی زمین سے بے حد لگاؤ ہے اور جو بڑی محنت اور لگن سے کھیتی کرتا ہے۔ کھیتی کے نئے طور طریقوں کو اپنانے میں بھی پیچھے نہیں ہے۔

آپ کی رائے

محترمی تسلیمات
یکم تا ۱۵ ستمبر کا آواز ملا بہت بہت شکریہ۔ جناب یکی میں تو یہ رسالہ پابندی سے موصول ضرور ہوتا ہے۔ مگر کافی دوڑ دھوپ اور پریشانیوں کے بعد۔ برائے مہربانی اس معاملے میں میری مدد کریں کیونکہ آواز مجھے بہت پیارا لگتا ہے اور اس کا انتظار مجھے بہت شدت کے ساتھ ہوتا ہے۔

یوں تو شمارہ کافی جاندار اور دلچسپ ہے مگر پھر بھی آپ سے ایک شکایت ہے۔ آپ نے زراعت و سائنس کا خصوصی صفحہ اضافہ کر کے واقعی قابلِ تعریف کارنامہ انجام دیا ہے۔ اس سے ہم جیسے طالب علموں کی علمی لیاقت میں اضافہ ہوتا ہے۔ مگر میرے خیال سے 'آپ کی رائے' کالم کو آپ نے مختصر کر کے مناسب نہیں کیا۔ کبھی کبھی تو آپ اسے شائع ہی نہیں کیا کرتے اور اب اسے آپ نے مختصر کر دیا ہے۔ اگر آپ برائے مہربانی ہر شمارے میں پابندی کے ساتھ آپ کی رائے اور زراعت و سائنس کا خصوصی صفحہ شائع کیا کریں تو میں آپ کا بے حد مشکور و ممنون ہوں گا۔

سبھی مضامین افسانے اور غزلیں پسند آئے۔ ریڈیو ڈرامہ "غم کا الاؤ" ایم کوٹھیاوی راہی بے حد اچھا لگا۔ میری طرف سے تمام قلم کاروں کو مبارکباد

محمد راشد انور
حور بانو منزل، اولڈ ہزاریباغ روڈ
رانچی ۔ ۹

آواز کا یکم تا ۱۵ ستمبر کا شمارہ موصول ہوا شکریہ۔ اس شمارے میں کنہیا لال کپور صاحب کے متعلق مقالہ "شخصیات شعر و ادب کے سلسلے" میں پڑھا۔ یہ مقالہ بہت ہی تشنہ ہے۔ کپور صاحب کے متعلق مزید معلومات قاری کو فراہم کرنا ضروری تھا۔ کپور صاحب اردو ادب کے ایک باوقار طنز و مزاح نگار تھے۔

"کھیل کود کی اہمیت" ایک عمدہ معلوماتی مضمون ہے۔ "آئینہ دیکھ" از رؤف خوشتر صاحب پسند نہیں آیا۔ نہ تو اس میں مزاح ہی کی جھلک ملتی ہے اور نہ ہی اچھے طنز کی۔

'ہندوستان عرب دانشوروں کی نظر میں' بہترین مضمون ہے۔ اس سے عام قاری کو ہندوستان کے متعلق بہت سی نئی معلومات ہوتی ہیں۔ برائے مہربانی ایسے مضامین جو عام فہم ہوں آواز میں برابر شائع کریں۔

'تھکن' اور 'گیلی ریت پہ تیرا نام' یہ دونوں افسانے اچھے ہیں اس میں سماج کی پوشیدہ برائیوں کو نئے ڈھنگ سے پیش کیا گیا ہے۔ دونوں افسانے قاری کو سوچنے پر مجبور کرتے ہیں۔

رامپور کی غزلوں میں فرقان احمد خاں عزم کی غزل بہت پسند آئی۔ ان کا یہ مطلع ؎

جھکی جھکی گردن بہتر ہے مت سینے کو تان میاں
مالک کو ناراض کرے تیری جھوٹی شان میاں

آواز کے کچھ صفحے بڑھائیے آپ کم قیمت پر عمدہ مواد پیش کرتے ہیں، یہ آپ کا اردو ادب پر بڑا احسان ہے۔

انوار انصاری آڈٹ آفیسر، اولڈ ہزاریباغ روڈ
رانچی ۔ ۹

آج کل 'آواز' میں مجھے کچھ کمی سی محسوس ہو رہی ہے ایک تو یہ کہ آواز کے صفحات میں آپ نے کمی کر دی ہے۔ دوسرے آج کل جو آپ آواز میں تصویریں شائع کر رہے ہیں وہ صرف دوردرشن کے پروگراموں اور مشاعروں کی جھلکیوں تک ہی محدود ہو کر رہ گئی ہیں۔ "شمع فروزاں" اب آواز سے بالکل ہی غائب ہے خیر اس کے لیے میں آپ کو خطاوار نہیں ٹھہراؤں گی یہ اردو سروس کا عدم تعاون کا سبب ہے مگر کیا آپ کوئی اس کے لیے کوئی ٹھوس قدم نہیں اٹھا سکتے؟ تاریخ ساز پروگرام بھی شائع ہونا بند ہے۔ آخر کیوں؟۔

اب اکثر ایسا ہوتا ہے کہ آپ کسی تیوہار یا کسی موضوع سے متعلق سرورق پر تصویر دیتے ہیں مگر اندرونی صفحات پر اس سے متعلق کوئی مضمون نہیں ہوتا۔ خدارا! ایسا نہ کریں

۱۶ ستمبر کے شمارے میں آپ نے اردو سروس سے نشر شدہ افسانہ "چادر" شائع کیا تھا جو کہ رفیعہ منظور الامین کا تحریر کردہ ہے۔ سماج کے گھناؤنے روپ کو اور معاشرے کے تاریک پہلو کو اجاگر کرنے والی محترمہ رفیعہ منظور الامین آج کے دور کی بہترین قلمکار ہیں۔ ان کی ہر تحریر بہت ہی جامع معیاری اور سبق آموز ہوتی ہے "چادر" بے حد پسند آیا اس افسانہ میں انھوں نے ہمارے معاشرے کے تاریک پہلو پر روشنی ڈالی ہے مشرقی عورتوں اور لڑکیوں کے ساتھ ہوئے ظالمانہ رویوں اور واقعات کا جو انھوں نے اس افسانے میں ذکر کیا ہے وہ بہت خوب ہے اور ساتھ ہی غور طلب بھی۔ آخر کب تک مشرقی عورت اور لڑکی یہ رویے برداشت کرے گی جبکہ اس سماج کے یہ وحشی درندے نما انسان ہی اس کے آنچل کو داغدار کر دیتے ہیں اور پھر یہی اسے "عورت" کے دائرے سے خارج کر دیتے ہیں اور وہ چپ چاپ سب سہن کرتی ہے جبکہ مغربی عورت سب کچھ کر کے بھی "عورت" کہلانے کی حقدار رہے اسے پورا پورا حق حاصل ہے۔ آخر ایسا کیوں ہے؟ اور پھر سماج کے جو انسان اس کے آنچل کو داغدار بنا دیتے ہیں وہ ہی پھر اسے گلے لگانے سے کتراتے ہیں افسانہ چادر کی مصنفہ کو میری بہت بہت مبارکباد۔

یکم اکتوبر کے شمارے میں ڈاکٹر اصغر عباس کا مضمون "سرسید کی زندگی کے چند گوشے" پڑھا بہت معیاری اور جامع مضمون ہے۔ انہوں نے ملک و قوم کی بھلائی کے لیے اپنی زندگی وقف کر دی یقیناً سرسید جیسی ہستیوں کے کارنامے احسان مندی کے جذبات کے ساتھ ہمیشہ یاد کیے جاتے رہیں گے۔

"آواز" کے ہی ذریعہ صباح الدین عمر کی تحریر جو بیگم اختر کی شخصیت ان کے عہد اور فن پر مبنی ہے یقین مانیے بے حد پسند آئی۔ بیگم اختر کے بارے میں مفصل روپ سے پڑھنے کو ملا ان کی زندگی کے دونوں پہلو موصوف نے بڑی اچھی طرح سے اور بہایت خوش اسلوبی سے اجاگر کئے ہیں۔ آج جب بھی ہواؤں کی لہروں پر ان کی مدھر اور میٹھی آواز پردۂ سماعت سے ٹکراتی ہے تو دل و ذہن پر ہی نہیں بلکہ فضاؤں میں بھی سحر چھا جاتا ہے اک سرور سا پیدا ہو جاتا ہے۔ انھوں نے ہزاروں شعرا کے کلام کو اپنی مترنم آواز کا جادو عطا کیا اور لگ بھگ

پچاس برس تک موسیقی کی دنیا پر حکمرانی کی۔ آج وہ ہمارے درمیان نہیں ہیں مگر ان کی مدھر آواز اور ان کا فن ہمیشہ ہمیشہ ہمارے درمیان زندہ و تابندہ رہے گا۔

یکم اکتوبر کے شمارے میں ہی فلم کے موضوع پر جناب دھرم ویر کی تحریر جو فلم پروڈیوسر ڈائریکٹر جناب چندولال شاہ پر مبنی ہے آواز کے ذریعہ پڑھنے کا اتفاق حاصل ہوا ان کے بارے میں بہت سی معلومات بھی حاصل ہوئیں۔ آج چندولال شاہ جیسی فلم ساز ہستیاں کہاں نہ وہ مشہور ہستیاں رہیں اور نہ وہ زمانے رہے اب تو بس یادیں ہی باقی ہیں۔

بہت دنوں سے آپ نے آواز کا کوئی خصوصی شمارہ شائع ہی نہیں کیا جیسے افسانہ نمبر یا غزل نمبر۔ بس مزاحیہ نمبر شائع کر کے ہی خاموشی اختیار کر لی ازراہ کرم اس درخشاں روایت کو آگے بڑھائیے یہ کیا آپ نے بیچ میں ہی چھوڑ دیا۔ امید ہے کہ غور کریں گے۔ یہ میری آپ سے گذارش ہی نہیں بلکہ ایک بہت بڑی خواہش ہے کوئی مخصوص شمارہ شائع کریں۔ عین نوازش ہوگی۔

رخسانہ الفت عمر
دہرادون (یوپی)

اردو سروس

پہلی مجلس
میڈیم ویو ۴۲۷ء۰۳ میٹر (۷۰۲ کلوہرٹز)، ۲۸۰ء۱۱ میٹر (۱۰۷۱ کلوہرٹز)
شارٹ ویو ۴۸ء۱۰ میٹر (۶۱۵۵ کلوہرٹز)

دوسری مجلس
میڈیم ویو ۴۲۷ء۳۰ میٹر (۷۰۲ کلوہرٹز)، ۲۸۰ء۱۱ میٹر (۱۰۷۱ کلوہرٹز)
شارٹ ویو ۳۱ء۰۱ میٹر (۹۴۷۵ کلوہرٹز)

تیسری مجلس
میڈیم ویو ۴۲۷ء۳۰ میٹر (۷۰۲ کلوہرٹز)
شارٹ ویو ۹۱ء۵۰ میٹر (۳۲۹۵ کلوہرٹز)

ہفتہ ۱۶ نومبر

صبح
۶-۱۵ شہرِ صبا
شانتی ماتھر: ساحر ہوشیارپوری اور عرش ملسیانی کا کلام
شبیر حسین: جگر اور داغ کا کلام
۷-۳۰ ساز سنگیت: اسد علی خاں
سرسوتی وینا پر راگ میاں کی توڑی
۹-۲۲ ہلکی کلاسیکی موسیقی۔ الکا دیو
ٹھمری بھیروی۔ دادرہ بھیروی

دوپہر
۲-۳۰ بزمِ خواتین
'خواتین کی فنکارانہ انفرادیت'
ساجدہ زیدی؛ تقریر: عقیل احمد
غزل؛ خطوں کے جواب

رات
۸-۳۰ حسنِ غزل: شبیر حسین
غالب اور داغ کا کلام
۱۱-۳۰ بزمِ موسیقی
بی۔ آر۔ دیودھر: خیال مارو بہاگ
اور خیال مالکونس
اسد علی خاں
سرسوتی وینا پر راگ دیس

اتوار ۱۷ نومبر

صبح
۶-۲۵ شہرِ صبا
ششی لتا درک: ظفر، فانی اور فیض کا کلام
سعادت بن اشرف: ریاض خیرآبادی اور فیض کا کلام
۷-۳۰ ساز سنگیت
بھگوان داس: سنطور پر راگ
بسنت مکھاری

دوپہر
۲-۳۰ 'قربانی': گیتوں بھری کہانی
تحریر: رئیس صدیقی
پیش کش: پریم ودہرہ

رات
۸-۳۰ حسنِ غزل
ساحر ہوشیارپوری، شہریار پرواز اور پریم وار برٹنی کا کلام
۹-۳۰ گجرین کارے
اسکرن شرما: ٹھمری مشرا اور جھن جھوٹی
۱۰-۰۰ 'جنگل اداس': ڈرامہ
تحریر: اسد زیدی
۱۱-۳۰ بزمِ موسیقی
ہیرا بائی بڑودیکر: خیال کیدار
بھگوان داس
سنطور پر راگ باگیشوری

پیر ۱۸ نومبر

صبح
۶-۲۵ شہرِ صبا
ارملا ناگر: مومن، سیماب اور خمار بارہ بنکوی کا کلام
۷-۳۰ ساز سنگیت: کرشن شرما
گٹار پر راگ چاروکیشی

٩-١ کلاسیکی موسیقی
سرفراز حسین خاں : گائن

سہ پہر
٣- ساز وں پر موسیقی
شری کرتن شرما
گٹار پر راگ شری
کے . ایل . سود
جل ترنگ پر راگ شدھ سارنگ

رات
٨-٢ حسن غزل
ارملا ناگر : فیض، ساغر نظامی
اور مجروح کا کلام
٩-٠٠ کلام شاعر از کرشن کمار طور
(آل انڈیا ریڈیو شملہ)
١١-٣٠ بزم موسیقی
سرفراز حسین خاں : گائن
شری کرشن شرما : گٹار پر
راگ امن کلیان

منگل ١٩ نومبر

صبح
٦-٢٥ شہر صبا
افروز بانو : شمیم جے پوری
اور داغ کا کلام
اسکرن شرما : مجاز اور داغ
کا کلام
٧-٣٠ ساز سنگیت : این راجم
وائلن پر راگ دیوگری بلاول
٩-٢٢ کلاسیکی موسیقی
نواب خاں : گائن

رات
٨-٣٠ حسن غزل
امروز بانو : خمار بارہ بنکوی
اور پارسہ جے پوری کا کلام
١٠-٠٠ کھیل کھلاڑی
ترتیب : کے . جی . لکڑ
١١-٣٠ بزم موسیقی
نواب خاں : گائن
این . راجم : وائلن پر راگ بہاگ

بدھ ٢٠ نومبر

صبح
٦-٢٥ شہر صبا
انجلی بنرجی : کامل قریشی

مومن اور جگر کا کلام



ولایت حسین ساگر : خمار
بارہ بنکوی اور راجیش کمار
اوج کا کلام
٧-٣٠ ساز سنگیت
دیا شنکر اور رہنوا
شہنائی پر راگ رام کلی
٩-٢٢ کلاسیکی موسیقی
امتیاز علی خاں ریاض خاں
خیال اور ترانہ میاں کی ٹوڑی

دوپہر
٢-٣٠ بزم خواتین
' بوڑھی گھوڑی لال لگام '
تقریر : از نکہت شکیل
گیت : کام کی باتیں

رات
٨-٣٠ حسن غزل
عرش ملسیانی اور مجاز لکھنوی
کا کلام
٩-٣٠ گجر بن کارے
اسد امانت علی خاں : ملتانی
کافی
١٠-٠٠ افسانہ : رضوان احمد (پٹنہ)
١١-٣٠ بزم موسیقی
امتیاز علی خاں ریاض خاں
خیال اور ترانہ مدھیہ کلیان
دیا شنکر اور ساتھی
شہنائی پر راگ راگیشوری

جمعرات ٢١ نومبر

صبح
٦-٢٥ شہر صبا
شیلا گلوادی : جاں نثار اختر
فیض احمد فیض کا کلام
احمد حسین : فراق گورکھپوری
جاں نثار اختر اور اعجاز وارثی
کا کلام
٧-٣٠ ساز سنگیت
مشتاق علی خاں
ستار پر راگ جون پوری
٩-٢١ ہلکی کلاسیکی موسیقی
بیگم اختر : ٹھمری بھیرویں اور
دادرہ بھیرویں

رات
٨-٢٠ حسن غزل
شیلا گلوادی : جگر اور شفق
کا کلام
١٠-٠٠ ادبی نشست
افسانہ : از کنور سین
نظم : از چندر بھان خیال
دیگر شعرا کرام : کمار پاشی
راج نرائن راز
١١-٣٠ بزم موسیقی
گنگا بنرجی : خیال مالکونس
مشتاق علی خاں : ستار پر
راگ کیدار

جمعہ ٢٢ نومبر

صبح
٦-٢٥ شہر صبا
شیلا دھر : مخدوم محی الدین
فیض احمد فیض اور میر کا کلام
ستیش بھوٹانی : اقبال، غالب
اور داغ کا کلام
٧-٣٠ ساز سنگیت
امجد علی خاں
سرود پر راگ للت

رات
٨-٣٠ حسن غزل
مومن اور غالب کا کلام
١١-٣٠ بزم موسیقی
مشتاق حسین خاں
خیال جے جے ونتی اور ٹھمری چمن
جھولا
امجد علی خاں : سرود پر راگ
تلک کامود

ہفتہ ٢٣ نومبر

صبح
٦-٢٥ شہر صبا
اوشا منڈن : جگر، فیروز نظامی
اور راز الہ آبادی کا کلام
تاج احمد : مجروح اور مجاز کا
کلام
٧-٣٠ ساز سنگیت
عبدالغنی : سارنگی پر راگ
اہیر بھیرو
٩-٢٢ ہلکی کلاسیکی موسیقی
برجو مہاراج : ٹھمری بھیرویں،
ٹھمری مشرا پیلو

دوپہر
٢-٣٠ بزم خواتین
ان سے ملیئے : غزل، خطوط،
کے جواب

رات
٨-٣٠ حسن غزل
اوشا منڈن : بیکل اتساہی،
شمیم فاروقی اور جگر کا کلام
١٠-٠٠ نئی نسل نئی روشنی : انتخاب
مشکل ہے : طرز زندگی کا مباحثہ
١١-٣٠ بزم موسیقی
مانک ورما :
خیال مارو بہاگ
عبدالغنی
سارنگی پر راگ امن کلیان

اتوار ٢٤ نومبر

صبح
٦-٢٥ شہر صبا
تسنیم سید : امیر خسرو اور
مخدوم محی الدین کا کلام
او . پی . کپور : فیض، مخدوم
اور جگر کا کلام
٧-٣٠ ساز سنگیت
پریم بلبھ اور رام جی لال شرما
طبلہ اور پکھاوج : جگلبندی

رات
٨-٣٠ حسن غزل
تسنیم سید : غالب کا کلام
٩-٣٠ گجر بن کارے
نرملا دیوی اور مدھوری ماتو

ٹھمری پہاڑی
۱-۰۰ 'اندر کچھ اور باہر کچھ': ڈرامہ
تحریر: پریم پاٹھک
۱۱-۳۰ بزم موسیقی
میرا بینرجی: خیال جے جے ونتی
اور ٹھمری
پریم بلبھ اور رام جی لال شرما
طبلے اور پکھاوج پر جگلبندی

پیر ۲۵ نومبر

صبح
۶-۲۵ شہر صبا
کمل سدھو: شمیم جے پوری
اختر شیرانی اور نشور واحدی
کا کلام
ہلال احمد: فیض احمد فیض اور
حسن نعیم کا کلام
۷-۲۰ ساز سنگیت
گوپال سنگھ
گٹار پر راگ توڑی
۹-۲۲ کلاسیکی موسیقی
اقبال احمد: خیال گجری توڑی

دوپہر
۲-۳۰ 'اندر کچھ باہر کچھ': ڈرامہ
تحریر: پریم پاٹھک
۳-۰۰ سازوں پر موسیقی
عبدالحلیم جعفر
ستار پر راگ پیلو
اننت لال اور ساتھی
شہنائی پر دھن

رات
۸-۳۰ حسن غزل
کمل سدھو: اقبال اور داغ
کا کلام
۹-۰۰ کلام شاعر از قیصر قلندر
(سری نگر)
۱۱-۳۰ بزم موسیقی
اقبال احمد: خیال پوریاں
گوپال سنگھ: گٹار پر راگ
شنکرہ اور راگ اڈانہ

منگل ۲۶ نومبر

صبح
۶-۲۵ شہر صبا
رونِدر گرِدور: شکیل بدایونی
اور مشیر جھنجھانوی کا کلام
اقبال قریشی: داغ، زبیر رضوی
اور جگر کا کلام
۷-۳۰ ساز سنگیت
پی۔ ڈی۔ سپت رشی
وائلن پر راگ جون پوری
۹-۳۲ کلاسیکی موسیقی
پنڈت جسراج: خیال مجاز بھیرو

دوپہر
۲-۳۰ نئی نسل نئی روشنی
نعتیہ مشاعرہ

رات
۸-۳۰ حسن غزل
رونِدر گرِدور: داغ کا کلام
۱۰-۰۰ مشاعرہ (ریڈیو کشمیر سری نگر
ریکارڈنگ)
۱۱-۲۰ بزم موسیقی
پنڈت جسراج
خیال پوریاں کلیان
پی۔ ڈی۔ سپت رشی
وائلن پر راگ درباری

بدھ ۲۷ نومبر

صبح
۶-۲۵ شہر صبا
انجلی بوس: فیض، اور
شکیل کا کلام
ایم۔ ایل۔ ناکڑہ: مجروح
سلطان پوری، اختر شیرانی
اور داغ کا کلام
۷-۳۰ ساز سنگیت
بسم اللہ خاں اور ساتھی
شہنائی پر راگ دیش کار
۹-۳۲ کلاسیکی موسیقی
جمیل خسرو: خیال بیراگی

دوپہر
۲-۳۰ بزم خواتین: "جہیز اور خاتون"
مباحثہ: شرکاء: مزمل صدیقی
گیت: دسترخوان: کمل مشرا
پرمیلا مہرہ

رات
۸-۳۰ حسن غزل
انجلی بوس: ذوق اور مومن
کا کلام
۹-۳۰ کجرا بن کارے
نجب علی اور چراغ علی
ملتانی کافی
۱۱-۳۰ بزم موسیقی
جمیل خسرو: خیال ہیم کلیان
بسم اللہ خاں اور ساتھی
شہنائی پر راگ کیدار

جمعرات ۲۸ نومبر

صبح
۶-۲۵ شہر صبا
پشپا رانی: حسرت موہانی
اور فانی کا کلام
مہندر پال: شاد فدائی
بشیر بدر اور مخمور دہلوی کا کلام
۷-۳۰ ساز سنگیت
سروجیت کور: پروین سلطانہ
ٹھمری بھیرویں: ٹھمری مشرا
کھماج

رات
۸-۳۰ حسن غزل
مہندر پال: جاں نثار اختر
اور مخدوم محی الدین کا کلام
۱۰-۰۰ آئینہ (ادبی میگزین)
طنز و مزاح نمبر



: ایڈیٹر: رام لال نابھوی

۱۱-۳۰ بزم موسیقی
استاد نثار حسین خاں
خیال نائیکی کانہڑہ
سروجیت:
ستار پر راگ غارہ

جمعہ ۲۹ نومبر

صبح
۶-۲۵ شہر صبا
شانتی ہیرانند: تدبیر لکھنوی
اور امیر مینائی کا کلام
حسین بخش: خمار بارہ بنکوی
اور جگر کا کلام
۷-۳۰ ساز سنگیت
بدھ دیو داس گپتا
سرود پر راگ بھیرو بہار

دوپہر
۲-۳۰ عبدالحلیم شرر کی تصنیف
گزشتہ لکھنؤ پر مبنی ایک فیچر

رات
۱۱-۳۰ بزم موسیقی
ولایت حسین خاں
خیال جے جے ونتی
بدھ دیو داس گپتا
سرود پر راگ چھایا

ہفتہ ۳۰ نومبر

صبح
۶-۲۵ شہر صبا
وینا بخشی: فراق گورکھپوری
مومن اور میر حسن کا کلام
ستیش بتر: داغ دہلوی اور
غلام ربانی تاباں کا کلام
۷-۳۰ ساز سنگیت
ضیا محی الدین خاں ڈاگر
سرسوتی وینا پر راگ اعیکلت
۹-۲۲ ہلکی کلاسیکی موسیقی
سونیا دیوی: ٹھمری جوگیہ
دادرہ بھیری

دوپہر
۲-۳۰ بزم خواتین
خواتین کا مشاعرہ

رات
۸-۳۰ حسن غزل
ستیش بتر: حسن کمال اور
فراق گورکھپوری کا کلام
۱۱-۳۰ بزم موسیقی
یش پال، خیال باگیشوری
ضیاء الدین خاں ڈاگر
راگ نند کیشوری

وودھ بھارتی

رس وہار

۱۸ر نومبر 'اپنے اپنے رستے'
تحریر: شرد رنجن شرد
پیش کش: انوپ سیٹھی
۲۵ر نومبر 'بت تراش'
تحریر: آغا عثمان تلہری
پیش کش: گنگا پرساد ماتھر

انور نجنی

۱۶ر نومبر استاد بسم اللہ خاں
وی، جی، جوگ
شہنائی و وائلن پر راگ درگا
۱۸ر نومبر جیتندر ابھیشکی
راگ بلاسکھانی توڑی
عبدالحلیم خاں جعفر
۱۹ر نومبر ستار پر مہاوتی
" " سامتا پرساد: طبلے پر تین
تال رویک
۲۰ر نومبر استاد امانت علی اور فتح علی
پیلو ٹھمری
" " مالنی راجورکر: کوشک رنجنی
۲۱ر نومبر پنالال گھوش
بانسری پر راگ کوشک
۲۲ر نومبر استاد امیر خاں: راگ شہانہ
" " استاد بڑے غلام علی خاں
بھیروی ٹھمری
۲۳ر نومبر شرن رانی
سرود پر جوگیا للت
" " رگھوناتھ سیٹھ، سلطان خاں
بانسری
۲۴ر نومبر بھیم سین جوشی
راگ جے جے ونتی
۲۵ر نومبر کشوری امونکر
راگ پٹ بہاگ
۲۶ر نومبر شاہد پرویز
ستار پر بھیرویں توڑی
" " بدھ دیو داس گپتا
سرود پر راگ دیش
۲۷ر نومبر نصیر امین الدین ڈاگر
راگ دھرپد، الاپ اور
بھیروی
" " منور علی خاں: ٹھمری کھماج
۲۸ر نومبر برج بھوشن کابرہ
گٹار پر مارو بہاگ
۲۸ر نومبر بدھ دتیہ مکرجی: راگ شری
۲۹ر نومبر غلام مصطفےٰ خاں
کوشک دھونی
" " بیگم اختر: ٹھمری "ملنگ
داد را
۳۰ر نومبر پنڈت رام نارائن: سارنگی
پر پوریا دھناشری

چترشالا

۱۶ر نومبر مزاحیہ تقریر: سروج ساہنی
۱۸ر نومبر ہماری دیش بھوشا
'راجستھان کے پہناوے'
۱۹ر نومبر سورگیہ اندرا گاندھی کے
یوم پیدائش پر تقریر
۲۰ر نومبر نظم از مطرب نظامی
۲۱ر نومبر 'ابھی بھی بندھی ہوئی مانوتا'
۲۳ر نومبر مزاحیہ تقریر از اوشا مہارشی
۲۵ر نومبر 'ہماری دیش بھوشا: پنجاب
کے پہناوے'
تقریر از کملا سوری
۲۶ر نومبر 'موسمی بخار': ڈاکٹر دیوبکر
۲۷ر نومبر گرونانک کے یوم پیدائش
پر تقریر: از ڈاکٹر
جلجیت سنگھ
۲۸ر نومبر 'کتنا اچھا ہوتا یدی ہم تھوڑے
ہوتے': ڈاکٹر آپٹے
۳۰ر نومبر مزاحیہ تقریر: از نارنگ

ہوا محل

۱۶ر نومبر 'ایک دن قیامت کا'
تحریر: انل پاٹل
پیش کش: سنتوش جوشی
۱۷ر نومبر 'ہینڈز آن ہائر'
از دنیش بھارتی
پیش کش: ستیش ماتھر
۱۸ر نومبر 'چور کا ناٹک' از ملاّ دی
وشوناتھ کوی راج
ڈرامائی عکس: ڈنڈ مودی
مہادھر: پیش کش: ستیندر شرت
۱۹ر نومبر سورگیہ اندرا گاندھی کے
یوم پیدائش پر خصوصی
پروگرام: پیش کش
انوپ سیٹھی

۲۰ر نومبر 'ہم کسی سے کم نہیں'
تحریر: چندر کرن سونیکشا
پیش کش: چندر پربھا بھٹناگر
۲۱ر نومبر 'ساچی کہی' (لوک ناٹیہ)
پیش کش: میناکشی مشرا
۲۲ر نومبر 'جان بچی اور لاکھوں پائے'
تحریر: رتنا بھٹاچاریہ
پیش کش: انامدار رائے
۲۳ر نومبر 'پڑھائی کی دوکان'
تحریر: ڈاکٹر راجیش اگروال
پیش کش: ستیہ پرکاش ہردوالا
۲۴ر نومبر 'کہیں دال نہ گل جائے'
تحریر و پیشکش: انیس رفیع
۲۵ر نومبر 'استری کا چکر'
تحریر: چینتا سدرشن
پیش کش: مکل گوسوامی
۲۶ر نومبر 'چھوٹی شان'
تحریر: سلیمہ خورشید
پیش کش: گنگا پرساد ماتھر
۲۷ر نومبر 'گرونانک دیو'
تحریر: شوشنکر وششٹ
پیش کش: گنگا پرساد ماتھر
۲۸ر نومبر 'جات نہ پوچھے کوئے'
پیش کش: میناکشی مشرا
۲۹ر نومبر 'موسم اتفاق کا'
تحریر: ہریش دکشت
پیش کش: شلیندر شرت
۳۰ر نومبر 'ایک نئی کہانی'
تحریر: رعنا سحری
پیش کش: انوپ سیٹھی

ملن یامنی

۱۶ر نومبر 'بیت جھڑ': سمن سرین
پیش کش: انوپ سیٹھی
۲۳ر نومبر 'پنگھٹ'
از شوشنکر وششٹ
پیش کش: گنگا پرساد ماتھر
۳۰ر نومبر 'چندا': وجے وششٹ
پیش کش: گنگا پرساد ماتھر

سنگیت سریتا

۱۶ر نومبر آشا بھونسلے
راگ کھماج
۱۷ر نومبر علی اکبر خاں: سرود
۱۸ر نومبر لتا منگیشکر: راگ کھماج
۱۹ر نومبر لتا منگیشکر: راگ تلنگ
۲۰ر نومبر بیگم اختر: گائن
لتا منگیشکر، محمد رفیع
راگ تلنگ
استاد عبدالکریم خاں
تلنگ ٹھمری
۲۱ر نومبر آشا بھونسلے: راگ دیس
مینا بنرجی: گائن
۲۲ر نومبر محمد رفیع، آشا بھونسلے
راگ دیس
وی، جی، جوگ: وائلن
۲۳ر نومبر کے، ایل، سہگل: راگ دیس
ہری پرساد چورسیہ: بانسری
۲۴ر نومبر طبلہ نواز نرائن راؤ اندورکر
کے ساتھ انٹرویو
۲۵ر نومبر لتا منگیشکر: راگ دیس
ریتا گنگولی: ٹھمری
۲۶ر نومبر استاد بڑے غلام علی خاں
راگیشری
امرت حسین خاں: ستار
۲۷ر نومبر آشا بھونسلے: راگیشری
۲۸ر نومبر لتا منگیشکر: تلک کامود
استاد بڑے غلام علی خاں
تلک کامود ٹھمری
۲۹ر نومبر لتا منگیشکر: تلک کامود
بدھ دیو داس گپتا: سرود
۳۰ر نومبر محمد رفیع: راگ غارہ
بھیم سین جوشی: گائن

دھلی

میڈیم ویو
دہلی الف ۳۶۶٫۳ میٹر ۸۱۹ کلوہرٹز
دہلی ب ۴۵۰٫۵ میٹر ۶۶۶ کلوہرٹز
دہلی ج ۲۱۹٫۳ میٹر ۱۳۶۸ کلوہرٹز
دہلی د ۲۹۴٫۹ میٹر ۱۰۱۷ کلوہرٹز

شارٹ ویو
صبح ۸- تک ۸۹٫۱۵ میٹر ۳۳۶۵ کلوہرٹز
صبح ۸-۱۵ کے بعد ۴۸٫۳۸ میٹر ۶۱۹۰ کلوہرٹز
دوپہر ۴۸٫۴۸ میٹر ۶۱۹۰ کلوہرٹز
شام ۵-۴۵ تک ۴۸٫۴۸ میٹر ۶۱۹۰ کلوہرٹز
شام ۶-۰۰ سے رات تک ۸۹٫۱۵ میٹر ۳۳۶۵ کلوہرٹز

خبریں

دہلی الف
صبح
۶ ہندی انگریزی
۷ سنسکرت
۸-۰۰ ہندی
۸-۵۰ اردو
۱۰-۰۰ ہندی
۱۲-۰۰ انگریزی
۱-۵ ہندی
۱-۴ پنجابی
۱-۵۰ اردو
۲-۱ ہندی
۵-۰۰ راجیوں سے سماچار
شام
۶-۵ ہندی
۶-۱ سنسکرت
۷-۴۵ روزگار سماچار
۸-۵ پرادیشک سماچار
۸-۴۵ ہندی
۹-۱۴ اردو مع تبصرہ
۱۰-۵ ہندی

دہلی ب
صبح
۸-۱ انگریزی
۹-۳ سنتالی
۱- انگریزی
۱- انگریزی
۲-۰۰ انگریزی
۴- انگریزی
۴-۳ سنتالی
۴- [illegible]
۹- انگریزی
۱۱- انگریزی

روزانہ نشر ہونیوالے پروگرام

دہلی الف

صبح
۶-۵۵ وندے ماترم ۔ منگل دھونی
۶-۰۵ وندنا
۶-۳ کرشی چرچا
۶-۴۰ رام چرت مانس سے
۶-۵۰ سواستھ چرچا (اتوار، منگل، جمعرات، ہفتہ)
وگیان چرچا
سائنس کے موضوع پر تقریر (پیر، بدھ، جمعہ)
۶-۵۵ سوچنائیں
۷-۵ وچار بندو (اتوار کو پرکاش کرن)
۷-۳۰ آج صبح (اتوار، بدھ، جمعہ)
اتہاس کے جھروکے سے (پیر)
سوردیلا (منگل)
بھارت بھارتی (جمعرات)
دوسرے کیندروں سے (ہفتہ I)
سنسکرتک میکتا (ہفتہ II اور IV)
دلی کے آس پاس (ہفتہ III)
اسکٹ/مزاحیہ پروگرام (ہفتہ V)
۷-۴۰ آج صبح (جاری) (اتوار، بدھ، جمعہ)
اپنے دیش کی بات (پیر، جمعرات)
نئی دشائیں (منگل، ہفتہ II اور IV)
۷-۴۵ آج صبح (جاری) (اتوار، بدھ اور جمعہ)
دل درشن (پیر، منگل، جمعرات اور ہفتہ)
۸-۱ شاستریہ سنگیت
۸-۴ اردو مجلس
۹-۰۰ اختتام (اتوار کو بال کاریہ کرم)
۱۰۰ اتوار صبح کی محفل موسیقی
۱۰-۱۵ وادیہ وادن (اسکول براڈکاسٹ)
۱۰-۳۵ شاستریہ سنگیت
۱۱-۰۲ شاستریہ سنگیت (اتوار کو لوواوالی سے)
۱۱-۲۰ شاستریہ سنگیت (اتوار کو وادیہ وربند)
۱۱-۳۰ شاستریہ سنگیت (اتوار کو کرناٹک سنگیت)
۱۲-۰۲ لوک بھارتی
۱۲-۱۵ جھلکی (اتوار)
ورندگان (پیر، بدھ، جمعہ)
گیتکا (منگل، جمعرات، ہفتہ)

دوپہر
۱۲-۳۰ بہنوں کا پروگرام (اتوار، منگل، جمعرات، ہفتہ)
گرامین بہنوں کا پروگرام (بدھ، جمعہ)

ہندی ناٹک (دوبارہ براڈکاسٹ، پیر)
۱-۰۰ بہنوں کا پروگرام (جاری)
(اتوار، منگل، جمعرات، ہفتہ)
گرامین بہنوں کا پروگرام (جاری)
(بدھ، جمعہ)
وادیہ وربند (پیر)
۱-۱ سگم سنگیت
۲- سگم سنگیت (غیر فلمی)
۲-۲۰ علاقائی سنگیت
۲-۳ موسم اور اختتام (اتوار و ناٹک)
۳-۳۰ موسم اور اختتام (اتوار)
۴ ۵۵ ہندی میں پروگراموں کا خلاصہ
۵-۵ بچوں کا سنسار؟ (اتوار اور ہفتہ)
جن من (پیر، بدھ اور جمعہ)
گیان وگیان (منگل)
کھاس سکسا (جمعرات)
۵-۳ کھاس سکسا (اتوار)
اسکول براڈکاسٹ (پیر تا جمعہ)
۵-۳۵ کرناٹک سنگیت (اتوار)
اسکول براڈکاسٹ (جاری) (پیر تا ہفتہ)
۵-۴ کرناٹک سنگیت (اتوار)
جوانوں کے لیے پروگرام (جمعرات)
شاستریہ سنگیت
(پیر، منگل، بدھ، جمعہ، ہفتہ)
۵-۵۵ کرناٹک سنگیت (جاری) (اتوار)
گردھوانی سنگیت (بدھ، جمعہ)
شاستریہ سنگیت (پیر، منگل، ہفتہ)
یُوکوں کے لیے پروگرام (جاری) (جمعرات)

شام
۶-۱۵ مقامی اعلانات
۶-۲۰ گرام سنسار
۷-۰۰ کرشی جگت
۷-۳۰ پروگراموں کا خلاصہ اور موسم (ہندی)
۷-۳۵ سامسکی
۷-۴۵ روزگار سماچار
۸-۰۰ بانسری سنگیت (اتوار)
سواستھ رکھشا (پیر اور ہفتہ)
اُدیوگ منڈل (منگل)
جھلکی (بدھ)
آپ کی چٹھی ملی (جمعرات)

گلدستہ (جمعہ)
۸-۱۵ فارمولہ سگم سنگیت (اتوار، جمعہ)
سنگیت (پیر)
تقریر/بات چیت (منگل، جمعرات)
وگیان آلوک (بدھ)
آج کے اتھتی (ہفتہ)
۸-۳ سمدھسیلی سنگیت
۹- سماچار بھارتی
۹-۳۰ محفل (اتوار I)
سنگیت ایکا (اتوار II)
سماچار (اتوار III، IV، V)
نیشنل پروگرام ہندی تقریر (پیر)
ہندی ناٹک (منگل)
چرچا کا وشے ہے (بدھ)
نیشنل پروگرام پرادیشک سنگیت
(جمعرات I)
نیشنل پروگرام ہندی فیچر (جمعرات II)
نیشنل پروگرام اسپورٹس میگزین
(ہندی) (جمعرات III)
نیشنل پروگرام ناٹک (جمعرات IV)
سنگیت (جمعرات V)
ناٹک (جمعہ)
نیشنل پروگرام موسیقی (ہفتہ)
۹-۴۵ محفل (اتوار I)
سنگیت ایکا (اتوار II)
شاستریہ سنگیت
(اتوار III، IV، V) (جاری)
سدھ سنگیت (پیر)
ہندی ناٹک (جاری) (منگل)
چرچا کا وشے ہے (جاری) (بدھ)
نیشنل پروگرام پرادیشک سنگیت
(جاری۔ جمعرات I)
نیشنل پروگرام ہندی فیچر
(جاری۔ جمعرات II)
نیشنل پروگرام اسپورٹس میگزین
(ہندی) (جاری جمعرات III)
نیشنل پروگرام ناٹک (جاری جمعرات IV)
سنگیت (جاری، جمعرات V)
ناٹک (جاری جمعہ)

نیشنل پروگرام موسیقی (جاری۔ ہفتہ)
۱۰-۰۰ جیتیں (اتوار)
سنگیت سبھا (پیر، منگل، بدھ)
نیشنل پروگرام پرادیشک سنگیت
(جاری جمعرات I)
نیشنل پروگرام ناٹک (جاری جمعرات IV)
سنگیت (جمعرات II، III اور V)
ناٹک (جاری جمعہ)
نیشنل پروگرام موسیقی (جاری ہفتہ)
۱۰-۳۰ جیتیں (اتوار)
سنگیت سبھا (پیر، منگل، بدھ)
کرناٹک سنگیت (جمعرات، جمعہ)
نیشنل پروگرام موسیقی (جاری۔ ہفتہ)
۱۱-۰۰ وادیہ وربند (سوائے جمعہ I، IV)
۱۱-۱۰ موسم اور اختتام

دہلی ب

صبح
۶-۵۵ وندے ماترم، منگل دھونی
۷-۰۰ اعلانات
۷-۲ سانجھی (اتوار)
کرنٹ افیئرز (دوبارہ) (پیر)
نیشنل پروگرام ہندی تقریر
(دوبارہ) (منگل)
نیشنل پروگرام: انگریزی تقریر
(دوبارہ) (بدھ)
چرچا کا وشے ہے (دوبارہ) (جمعرات)
اولکس (جمعہ)
نیشنل اسپورٹس میگزین (انگریزی)
(پہلے جمعہ کا دوبارہ براڈکاسٹ) ہفتہ I
نیشنل اسپورٹس میگزین (ہندی)
(تیسرے جمعرات کا دوبارہ براڈکاسٹ) ہفتہ III
موسیقی (بقیہ روز)
۷-۲۰ سانجھی (اتوار)
کرنٹ افیئرز (دوبارہ براڈکاسٹ، پیر)
ورندگان (منگل، بدھ، جمعہ)
چرچا کا وشے ہے (دوبارہ براڈکاسٹ جمعرات)
نیشنل اسپورٹس میگزین (انگریزی)
(پہلے جمعہ کا دوبارہ براڈکاسٹ، ہفتہ I)
نیشنل اسپورٹس میگزین (ہندی)
(تیسرے جمعرات کا دوبارہ براڈکاسٹ،
ہفتہ III)
۷-۳۰ سنگیت سوربھی (شاستریہ سنگیت)
۷-۵۰ سنگم
۸-۰۰ وادیہ وربند
۸-۲۱ پنجابی پروگرام
۸-۴۰ پنجابی پروگرام
۹-۰۰ راجیہ سے چٹھی
۹-۰۵ کاریہ کرم سوچنائیں
۹-۱۰ لوک رہچی سماچار (اتوار)
لوک مادھوری (پیر تا ہفتہ)
۹-۱۵ اپنی نگری (اتوار)
لوک مادھوری (پیر تا ہفتہ)
۹-۳۰ یادیں (اتوار)
سپ رس (پیر تا ہفتہ)
۱۰-۰۲ اختتام

دوپہر
۱-۰۵ مغربی موسیقی
۲-۱۰ مغربی موسیقی
۳-۱۰ انگریزی میں موسم کا حال
۳-۱۵ سگم سنگیت
۳-۳۰ شاستریہ سنگیت (اتوار، پیر، منگل، ہفتہ)
کرناٹک سنگیت (بدھ، جمعرات، جمعہ)
۴-۰۲ سگم سنگیت
۴-۱۵ اختتام
۵-۵۰ اخباروں کی رائے
۵-۵۵ انگریزی میں پروگراموں کا خلاصہ
اور موسم

شام
۶-۵ فوجی بھائیوں کے لیے پروگرام
۶-۲۵ سگم سنگیت
۷- یووانی پروگرام
۷-۴ ویگان (اتوار)
۷-۴۵ اردو مجلس
۸-۱۵ سماچار درشن (اتوار، بدھ، جمعہ)
ریڈیو سوریل (منگل، جمعرات، ہفتہ)
سوریل اسپورٹس (پیر)
۸-۲۵ سماچار پتروں سے
۸-۳۰ پارلیمنٹ میں آج کی کارروائی/
سور جھنکار
۸-۴۴ سگم سنگیت
۹-۱۶ اسپاٹ لائٹ
۹-۳ کرنٹ افیئرز (اتوار)
انگریزی میں تقریر (پیر، جمعرات)
نیشنل پروگرام انگریزی تقریر (منگل)
فیچر (بدھ I)
یووانی سے انتخاب (بدھ II)
ڈاون میموری لین (بدھ III)
آرکائیوز/دوسرے اسٹیشنوں سے انتخاب
(بدھ IV)
نیشنل اسپورٹس میگزین (جمعہ I)
ان پرسپکٹیو (جمعہ II)
نیشنل پروگرام، فیچر (انگریزی) (جمعہ)
آوگسٹ ٹونائٹ (ہفتہ)
۹-۴۵ کرنٹ افیئرز (اتوار)
فوجی بھائیوں کی فرمائش (پیر)
مغربی موسیقی (منگل، جمعرات)
آپ کی فرمائش (بدھ)
اسے ڈیٹ ودھ یو (جمعہ II، IV)
ڈانس ٹائم (ہفتہ)
۱۰-۰۰ کنسرٹ آور (اتوار)
فوجی بھائیوں کی فرمائش (پیر)
مغربی موسیقی (منگل، جمعرات)
آپ کی فرمائش (بدھ)
اسے ڈیٹ ودھ یو (جمعہ II، IV)
ڈانس ٹائم (ہفتہ)
۱۱-۰۵ موسم اور اختتام

(جمعہ II اور IV ۱۵-۱۱ بجے)

دہلی 'د'

وِودھ بھارتی

صبح

۶-۵۵ پروگراموں کا خلاصہ
۷-۰۰ یونیورسٹی آف دی ایئر
۸-۰۰ شاستریہ سنگیت (ساز سنگیت)
۸-۱۰ وگیان وِودھا
۸-۱۵ شاستریہ سنگیت (گائن) (سوائے ہفتہ)
کرناٹک سنگیت (صرف ہفتہ)
۸-۳۰ بیلے اٹ گول (مغربی موسیقی)
۹-۰۰ اختتام (سوائے اتوار)
ڈراما (صرف اتوار)
۹-۳۰ غیر فلمی کرسٹل ریکارڈ
سُگم سنگیت (اتوار)
۱۰-۰۰ اختتام (اتوار)

شام

۶-۵۵ پروگراموں کا خلاصہ
۷-۰۵ محفل
۷-۳۵ کھیل اور کھلاڑی (اتوار)
اسکول کالج کی بات (پیر I)
پری کرما (پیر II)
گاؤں کی بات (پیر III)
گاؤں کی پری کرما (پیر IV)
پرادھولی (منگل I)
مجھے بھی کچھ کہنا ہے (منگل II)
آیئے سمسیائیں سلجھائیں (منگل III)
درشٹی کون (منگل IV)
سمسیہ سے سمتاہ (بدھ I اور III)
آتما پریچے (بدھ II)
آج کی بات (بدھ IV)
سیمل یوواؤں کی کہانی (جمعرات I)
تب اور اب (جمعرات II)
آمنے سامنے (جمعرات III)
بات چیت (جمعرات IV)
وگیان جگت (جمعہ I، III، V)
ہمارا سواستھ (جمعہ II، IV)
روزگار کے ذریعے (ہفتہ I، III)

وگیان وبھا (ہفتہ II اور IV)
۸-۰۵ ان دی گروو (مغربی موسیقی)
۸-۳۰ سنیپتا (اتوار I، II، IV، V)
سائنس ٹوڈے (اتوار III)
آیام (پیر I، III)
گول میز (پیر II)
بھوشیہ کی چنوتی (پیر IV)
اسپورٹس اور اسپورٹس مین (منگل I)
ایکسپریشنز (منگل II)
اوپن ہینڈ (منگل III)
کوئز ٹائم (منگل IV)
دی روونگ مائیکروفون (بدھ، جمعہ)
آمنے سامنے (جمعرات I)
مسلینی (جمعرات II)
فیچر (جمعرات III)
فائر اِنگ لائن (جمعرات IV)
ابھی دیکھی (ہفتہ I)
کوئی گوشہ (ہفتہ II، IV)
مشاعرہ (ہفتہ III)
۹-۰۵ آپ سے ملئے (پیر I، III، V)
گول میز (پیر II، IV)
۹-۰۰ ترنگ (موسیقی کا پروگرام)
(سوائے جمعرات اور ہفتہ)
پورٹریٹ ٹو نائٹ (صرف جمعرات)
ہماری ڈاک (صرف ہفتہ)
۹-۲۰ سُگم ساز سنگیت (سوائے جمعرات)
میجک مومینٹس (جمعرات)
۹-۳۰ سنڈے کولسٹ (اتوار)
کلچرل ایوننگ (پیر)
من بھاون (منگل اور ہفتہ)
ناٹک (جمعرات)
سُگم سنگیت (گائن) (جمعہ)
۱۰-۳۰ سُگم سنگیت (گائن) (بدھ)
شاستریہ سنگیت (گائن) (منگل)
شاستریہ سنگیت
ساز سنگیت (جمعہ اور ہفتہ)
۱۰-۴۰ شاستریہ سنگیت (بدھ)
۱۰-۴۵ شاستریہ سنگیت (گائن) (جمعہ)
۱۱-۰۰ اختتام

ہفتہ ۱۶ نومبر

دہلی الف

صبح

۷-۳۰ 'یہ کوچے یہ گلیاں'
اسپاٹ ریکارڈنگ پر مبنی پروگرام
۸-۱۰ اور رات ۹-۰۰
اشوک کمار رائے: سرود
۱۱-۰۵ اور شام ۵-۴۰
بلدیو راج ورما: گائن
۱۱-۳۰ جوئے شری واستو: وائلن

دہلی ب

صبح

۷-۰۰ پنڈت جسراج: گائن
۸-۰۰ سنگم: کنسرٹ گیت

اتوار ۱۷ نومبر

دہلی الف

صبح

۸-۱۰ اور رات ۹-۰۰
مادھوری مٹو: گائن

دوپہر

۱۲-۱۵ بابو بٹو رام: جھلکی
از آر. کے. شرما
۲-۳۰ آج کی شکنتلا: ڈراما (ہندی)
رنگا چاریہ کے ڈرامے کا ریڈیو عکس: از بی. ایس. بھٹناگر

شام

۵-۲۵ ٹی کے. گووندا راؤ
(کرناٹک گائن)
۸-۰۵ 'پنجاب کیسری لالہ لاجپت رائے'
تقریر

دہلی ب

شام

۳-۳۰ مادھوری مٹو: گائن
۶-۴۵ اور رات ۸-۴۴
چترسین: گیت، بھجن
اور غزل

پیر ۱۱ نومبر

دہلی الف

صبح

۷-۳۰ ہماری کالجائی پر
چاروں دھام کی پری کلپنا
تقریر (ہندی)
۸-۱۰ شام ۵-۴۰ اور رات ۹-۰۰
سنگھو مادھو: گائن
۱۱-۰۵ بلونت رائے ورما: ستار
۱۱-۳۰ اُما دت: گائن

دوپہر

۱۲-۰۵ تیلگو لوک گیت
۱۲-۳۰ "آستھائیں اپنی اپنی"
ناٹک: از ستیندر شرت

دہلی ب

صبح

۷-۲۲ برج بھوشن کابرا: گٹار

شام

۳-۳۰ بلونت رائے ورما: ستار
۶-۴۵ اور ۸-۴۴
بدیا بھٹاچاریہ: گیت

منگل ۱۹ نومبر

دہلی الف

صبح

۷-۳۰ سورو یلا، مرجا، کمار ماتھر
۸-۱۰ ۱۱-۳۰ اور رات ۹-۰۰
نینا دیوی: ٹھمری، دادرا
۱۱-۰۵ ہرش وردھن: بانسری وادن

شام

۵-۰۵ 'اندراجی کی ویگیانک چیتنا'
تقریر از رنبیر سنگھ
۸-۰۵ 'جن جن کی منترا: سورگیہ شریمتی اندرا گاندھی'
خاص فیچر
۹-۳۰ 'مکھوٹے': ناٹک
از ڈاکٹر وِنے

دہلی ب

صبح

۷-۳۰ علاؤالدین خاں: سرود

دوپہر

۳-۱۵ اور ۴-۰۵
ایراوتی بھیر: بھجن

شام

۶-۴۵ اور ۸-۴۴
چندر کانت گندھرو
۹-۳۰ اے بریو سو لجزان انڈیا سروس
فیچر، از چترا نرائن

بدھ ۲۰ نومبر

دہلی الف

صبح

۶-۴۵ وگیان چرچا "آرٹیفیشل رین"
تقریر: ڈاکٹر سربندر کور
۸-۱۰ ۱۱-۳۰ اور رات ۹-۰۰
بلرام پاٹھک: ستار
۱۱-۰۵ اور شام ۵-۰۱
ستری بیگم: ٹھمری دادرا

دوپہر

۱۲-۰۵ لوک بھارتی: کنڑ لوک گیت
۱۲-۳۰ گھر وگیان: نیند کی آوشیکتا کیوں؟ تقریر:
ڈاکٹر السکا ڈھال

رات

۸-۰۵ 'سوا سمہت وبھوتیاں۔ کرشنا سدا شیولاتے' تقریر

دہلی ب

صبح

۷-۳۰ سنگیت سربھی
گرجا دیوی: گائن

دوپہر

۳-۱۵ ۴-۰۵
نرمل چینانی: سندھی گیت
۳-۳۰ وتیدیہی راجیندرن
کرناٹک گائن

شام

۶-۴۵ اور رات ۸-۴۴
محمد حیات خاں اور ساتھی
قوالیاں
۹-۴۵ بیچھی سنگیت

جمعرات ۲۱ نومبر

دہلی الف

صبح

۷-۳۰ بھارت بھارتی
آدھونک ڈوگری ساہتیہ
تقریر

۸-۱۰ اور رات ۱۰-۱۱
انننت لال اور ساتھی
شہنائی
۱۱-۳۰ راکیش کمار پرسنّا : سرود
دوپہر
۱۲-۳۰ گھر وگیان: "دو لیٹیج"
از سی، پی، شرما
رات
۹-۰۰ دائم علی قادری : طبلہ
دہلی ب
صبح
۷-۲۲ مدھپ مودگلیہ : گائن
دوپہر
۳-۳۰ کے، آر، جے رام آئیر
(کرناٹک گائن)
شام
۶-۴۵ اور رات ۸-۴۴
انجلی بنرجی : غزلیں
رات
۹-۳۰ میکنگ دی ڈیزرٹس گرین
تقریر : از جی، اشوتھانرائن

جمعہ ۲۲ نومبر

دہلی الف
صبح
۶-۴۵ وگیان چرچا "میتھی" : تقریر
از ڈاکٹر ششی کمار
۸-۱۰ اور ۱۱-۳۰ رات ۹-۰۰
سمتی مٹاکر : گائن
۱۱-۰۵ اور شام ۵-۴۰
وشوجت چودھری : سرود
دہلی ب
صبح
۷-۳۰ وجے راگھوراؤ : بانسری
دوپہر
۳-۳۰ وی، جی، سبرمینم
وینا (کرناٹک)
شام
۶-۴۵ ۸-۴۴
اُما گرگ : گیت / بھجن

ہفتہ ۲۳ نومبر

دہلی الف
صبح
۸-۱۰ اور شام ۵-۴۰
ڈاگر بندھو : گائن
۱۱-۰۵ جین کمار جین : سنطور
دہلی ب
صبح
۷-۳۰ روی شنکر : ستار
۸-۰۰ سنگم : ملیالم گیت
دوپہر
۳-۳۰ جین کمار جین : سنطور

اتوار ۲۴ نومبر

دہلی الف
صبح
۸-۱۰ اور شام ۹-۰۰
سرن رانی سرود
دوپہر
۱۲-۱۵ چچا چھکن : تبلی
تحریر : بابو سنگھ چوہان
شام
۵-۳۵ سیتھا سندر راجن : گائن
۸-۰۵ "نئے سماجک پیشے، آندولن
اور پریدرشن کروانا"
مزاحیہ تقریر
۹-۳۰ نثار حسین : گائن
دہلی ب
دوپہر
۳-۳۰ شرن رانی : سرود

پیر ۲۵ نومبر

دہلی الف
صبح
۷-۳۰ "ہماری کلچائی پرمپرائیں، پراچین
بھارت میں مدراؤں کا پرچلن"
تقریر
۸-۱۰ شام ۵-۴۰، رات ۹-۰۰
امرناتھ : گائن
۱۱-۰۵ درشن سنگھ : کلارنٹ
۱۱-۳۰ استاد بڑے غلام علی خاں : گائن
دوپہر
۱۲-۰۵ لوک بھارتی
تمل لوک گیت
۱۲-۳۰ مکھوٹے : ناٹک
تحریر : ڈاکٹر دوے
دہلی ب
صبح
۷-۲۲ نکھل بنرجی : ستار
دوپہر
۳-۳۰ درشن سنگھ : کلارنٹ
شام
۶-۴۵ اور ۹-۴۴
شوبھا اڈو : گیت، بھجن
اور غزلیں
۹-۳۰ رپورٹ آن ورکنگ گرل
ہوسٹلز

منگل ۲۶ نومبر

دہلی الف
صبح
۸-۱۰ اور رات ۹-۰۰
احمد رضا خاں : وچتر وینا
۱۱-۰۵ اور شام ۵-۴۰
مادھوری ڈانڈگے : گائن
۱۱-۳۰ دیویندر داشور : بانسری
رات
۸-۰۵ [illegible] : تقریر
۸-۱۵ "ادیوگ منڈل سترک اور
ادیوگ، ادیوگوں میں شرمکوں
کی بھاگیداری" : تقریر
۹-۰۰ [illegible] : ناٹک
تحریر : بھشیم ساہنی
دہلی ب
صبح
۷-۳ مالنی راجورکر : گائن
دوپہر
۳-۳۰ احمد رضا خاں وچتر وینا
شام
۶-۴۵ اور ۹-۴۴
کلونت کور : گیت اور بھجن

بدھ ۲۷ نومبر

دہلی الف
صبح
۶-۴۵ وگیان چرچا
"انڈیا کنٹری بیوشن ان دی
فیلڈ آف آسٹرونمی" : تقریر
از پروفیسر جے، این، منڈن
۸-۱۰ ۱۱-۳۰ اور رات ۹-۰۰
اماشنکر مشرا : ستار
۱۱-۰۵ اور شام ۵-۴۰
این، آر، شاہانے : گائن
دوپہر
۱۲-۰۵ ملیالم لوک گیت
شام
۸-۰۵ "قدرت کے سب بندے"
تقریر
دہلی ب
صبح
۷-۳۰ پروین سلطانہ : گائن
دوپہر
۳-۳۰ ٹی، ایس، شنکرن
بانسری (کرناٹک)
شام
۶-۴۵ اور ۹-۴۴
رینو سپیدیوا : بھجن

جمعرات ۲۸ نومبر

دہلی الف
صبح
۷-۳۰ بھارت بھارتی : "آدھونک
سندھی ساہتیہ" : تقریر
۸-۱۰ اور رات ۱۰-۱۱
ایل، کے، پنڈت : گائن
۱۱-۰۵ اور رات ۹-۰۰
گھاسی رام نرمل : جلترنگ
۱۱-۳۰ یش پال : گائن
دوپہر
۱۲-۳۰ گھر وگیان : "پیاز" : تقریر
سنتوش جوہرہ
شام
۸-۰۵ "کون ادھن بجھائے بھگے
یادوں کولوریا سناؤں" : تقریر
دہلی ب
صبح
۷-۲۲ گھاسی رام نرمل : جلترنگ
دوپہر
۳-۳۰ سری رنگم آر (کرناٹک)
شام
۶-۱۵ اور ۸-۴۱
جگدیش سہگل
گیت، بھجن اور غزلیں

جمعہ ۲۹ نومبر

دہلی الف
صبح
۶-۴۵ وگیان چرچا

٭ سولر ایرکنڈیشننگ، تقریر
از ڈاکٹر کے سی، کھنڈیلوال

۸-۱۰ اور رات ۹-۰۰ — ۱۱-۳۰
مشتاق حسین خاں: گائن

۱۱-۰۵ اور شام ۵-۴۰
گوہر علی: وائلن

۹-۰۰ پریم ولبھ: طبلہ

۹-۳۰ ٭ ویک اینڈ، ناٹک
از نرمل ورما

۱۱-۱۰ الہ بھویک: ٹھمری اور دادرا

دہلی ب
صبح

۷-۳۰ علی اکبر خاں: سرود

۸-۰۰ تیلگو گیت

دوپہر

۲-۳۰ سرسوتی راجگو پالن، وینا (کرناٹک)

شام

۶-۴۷ اور ۸-۴۴
ہرمیت کور: گیت، بھجن اور غزلیں

۹-۳۰ ٭ مہادیوی ورما: دی فریڈم فائیٹر، تقریر

ہفتہ ۳۰ ؍ نومبر

دہلی الف
صبح

۷-۳۰ رنگ ترنگ: مزاحیہ پروگرام

۸-۱۰ اور رات ۹-۰۰ — ۱۱-۲۰
دیو برت چودھری: ستار

۱۱-۰۵ اور شام ۵-۴۰
کرشنا بشٹ بھارتی چکرورتی
گائن

دہلی ب
صبح

۷-۳۰ بسنت راؤ دیشپانڈے: گائن

۸-۰۰ کنڑ گیت

دوپہر

۲-۳۰ ڈی، آر، پارونیکر: ناترنگ وینا

لکھنؤ

میڈیم ویو: لکھنؤ 'الف' اور 'ج'
لکھنؤ 'الف' ۴۰۱٫۶ میٹر — ۷۴۷ کلوہرٹز
لکھنؤ 'ج' ۲۳۴٫۷ میٹر ۱۲۷۸ کلوہرٹز

شارٹ ویو: لکھنؤ 'ب'
صبح ۶-۴۵ تک ۹۳٫۶۰ میٹر ۳۲۰۵ کلوہرٹز
۸-۰۰ بجے کے بعد ۴۸٫۶۲ میٹر ۶۱۷۰ کلوہرٹز
دوپہر ۴۱٫۳۸ میٹر ۷۲۵۰ کلوہرٹز
شام اور رات ۹۳٫۶۰ میٹر ۳۲۰۵ کلوہرٹز

خبریں

ہندی/انگریزی: (دلی) صبح ۶-۰۰ پرادیشک سماچار (گورکھپور) صبح ۷-۲۰
ہندی (دلی) صبح ۸-۱۰ دوپہر ۱-۰۰ اور شب ۸-۴۵ اور ۱۱-۰۵
انگریزی (دلی) صبح ۸-۱۰ دوپہر ۱-۰۰ شب ۹-۰۰ اور ۱۱-۰۰
سنسکرت (دلی) صبح ۷-۰۰ شام ۶-۱۰ اردو (دلی) صبح ۸-۵۰ شب ۹-۱۶
علاقائی (لکھنؤ) دوپہر ۲-۳۰ پرادیشک (لکھنؤ) شام ۲۰- نیوزلیٹر ہندی (دلی) صبح ۱-۰۰
ضلع کی چٹھی (لکھنؤ) صبح ۶-۰۵

روزانہ نشر ہونے والے پروگرام

صبح

۵-۵۵ وندے ماترم: منگل دھونی

۶-۰۵ کرشی چرچا: موسم کا حال

۶-۲۰ ریل سوچنا: وندنا

۶-۴۵ آلوک

۶-۵۰ آج کا کاریہ کرم اور موسم کا حال

۷-۰۵ مالس گان

۷-۱۵ روزگار سماچار

۷-۲۰ اندرا دھنش (سوائے ہفتہ روزانہ)
لکھنؤ درشن (سنیچر)

۷-۴۵ سگم سنگیت (جمعہ کے علاوہ)
گاندھی چرچا (جمعہ)

۸-۲۱ لوک گیت

۸-۳۰ اردو پروگرام

۹-۱۵ شاستریہ سنگیت

۹-۳۰ سگم سنگیت (اتوار)
اختتام (اتوار کے علاوہ)

۹-۴۵ بال جگت (اتوار)

۱۰-۳۰ سامدائک گان (اتوار)

۱۱-۰۰ ٭ پھر سنیئے (اتوار)

دوپہر

۱۲-۰۰ مل بیٹھے ہیں (اتوار)
سگم سنگیت (اتوار کے علاوہ)

۱۲-۱۰ دیہاتیوں کے لئے
(اتوار اور چھٹیوں کو چھوڑ کر)

۱۲-۲۰ ان سے بھی ملئے (اتوار)
چترپٹ سے
(منگل، جمعرات، سنیچر)
ملے جلے گانے (پیر، بدھ، جمعہ)

۱۲-۴۰ چترپٹ سے (اتوار)

۱-۱۰ آج اتوار ہے (جھلکی) (اتوار)
گھر آنگن (پیر، سنیچر)
گرہ لکشمی (منگل، جمعہ)
آپ کی پسند (لوک گیت) (بدھ)
انگن باڑی (جمعرات)

۱-۲۵ کاریہ شیل مہیلاؤں کے لئے (اتوار)

۱-۴۰ جوانوں کے لئے

۲-۲۰ وگیان اور کسان

۲-۳۵ آج کے کاریہ کرم اور موسم کا حال

۲-۴۰ چترپٹ سے (اتوار)
لوک گیت (اودھی) (پیر)
سمسیائیں گاؤں کی (منگل)
قوالی (بدھ)
لوک گیت (کماؤنی + گڑھوالی)
(I، III، V جمعرات)
لوک گیت (بھوجپوری)
(II، IV جمعرات)
آپ کا سواستھیہ (جمعہ)
چترپٹ سے (سنیچر)

۳-۰۰ موسم کا حال اور اختتام

شام

۴-۳۰ شاستریہ سنگیت
(اتوار، پیر، بدھ)
پرادیشک سنگیت (منگل)
بھاشا شکشا (جمعرات، جمعہ)
چترپٹ سے (سنیچر)

۴-۴۵ لوکائتن (اتوار، پیر، منگل اور سنیچر)
آؤ بچو (بدھ)
بال گوپال (جمعہ)

۵-۱۵ یو وا وانی

۶-۰۰ گم شدہ افراد سے متعلق اطلاعات
سوچنائیں

۶-۱۵ مزدور منڈل

۶-۴۵ آج اور کل کے کاریہ کرم
موسم کا حال

۶-۵۰ کسانوں کے لئے

۷-۲۰ لوک گیت (اتوار)
سنسکرت شکشا (پیر، جمعرات)
کھیل جگت (منگل)
چترپٹ سے (بدھ)
وگیان جگت (سنیچر)
پتر کے لئے دھنیہ واد
(سامعین کے خطوط کے جواب) (جمعہ)

۷-۴۵ سنسکرت پروگرام
(اتوار، بدھ)
نئے چھتیج، فیچر پروگرام (جمعہ)
گیت منجری
(I، II، III، V جمعرات)
انگریزی تقریر (IV جمعرات)

شب

۸-۰۰ ہندی وارتا
(اتوار، پیر، بدھ، جمعرات)
ہم ایک ہیں (منگل)
سامدائک پرسنگ (جمعہ)
یاترا کتھا (سنیچر I، V)
کاویہ پاٹھ (سنیچر II)
کہانی (سنیچر III)
ساہتک سنمرن (سنیچر IV)

۸-۱۵ سگم سنگیت

۸-۳۰ سماچار درشن (اتوار)
چتر پٹ سے (اتوار کے علاوہ)
۹-۳۰ ناٹک (I اتوار)
ساہتکی (II اتوار)، فیچر (III اتوار)
اتر پردیش درشن (اتوار IV)
تقریروں کا قومی پروگرام
(ہندی)، (پیر)
تقریروں کا قومی پروگرام
(انگریزی)۔ (منگل)
چرچا کا وشئے (بدھ)
پرادیشک سنگیت کا قومی
پروگرام (I جمعرات)
فیچر کا قومی پروگرام (II جمعرات)
میگزین کا قومی پروگرام (ہندی)
(III جمعرات)
ڈرامہ کا قومی پروگرام
(IV جمعرات)
شاستریہ سنگیت
(V جمعرات)
آپ کی پسند: فلم سنگیت
(جمعہ)

کلاسیکی موسیقی کا قومی پروگرام
(سنیچر)
۹-۴۵ شاستریہ سنگیت (پیر)
بھارت بھارتی (منگل)
وادیہ سنگیت (بدھ)
۹-۵۰ پریوار کلیان پرشنوتری (بدھ)
۱۰-۰۰ یووا سور (II اتوار)
ناٹک (III اتوار)
شاستریہ سنگیت (IV اتوار)
پریچرچا (پیر)
منگل شب کی محفل موسیقی (منگل)
ناٹک (I بدھ) فیچر (II بدھ)
شر نکھلا ناٹک (III بدھ)
وندے ماترم (IV بدھ)
کوارٹرلی پلے (V بدھ)
نرجھری (II جمعرات)
گیتانجلی (III جمعرات)
۱۰-۳۰ شاستریہ سنگیت
(منگل کے علاوہ)
۱۱-۳۰ موسم کا حال اور اختتام

ہفتہ ۱۶ نومبر

صبح

۸-۳۰ اردو پروگرام: خواتین کیلئے
یہ نہ سوچئے: لوگ کیا کہیں
گے اگر جہیز نہ دیا
قدسیہ ہاشمی کی بات چیت
شاعرہ کا کلام
۹-۱۵ گوری شنکر: کلارینٹ وادن

اتوار ۱۷ نومبر

صبح

۸-۳۰ اردو پروگرام
'سعادت حسن منٹو فن اور
شخصیت'، فیچر
۹-۱۵ علی اکبر خاں، سرود وادن

دوپہر

۱-۱۰ 'میلہ'، جھلکی:
مصنف: کلپناتھ سنگھ

شام

۴-۳۰ بدھادتیہ مکھرجی: ستار وادن

پیر ۱۸ نومبر

صبح

۸-۳۰ اردو پروگرام
'سائنسی ایجادات اور انسانی
فلاح': مذاکرہ
شرکاء: عثمان غنی، ڈاکٹر
جلیل الرحمان قدوائی اور
ڈاکٹر فریدہ صدیقی
۹-۱۰ اور شام ۳۰-۴
کنہیا لال مشر: سارنگی وادن

منگل ۱۹ نومبر

صبح

۸-۳۰ اردو پروگرام
'صحت مند اور خوشگوار
جمہوریت کی علامت'،
'اندرا گاندھی'، بات چیت
۹-۱۵ پروین سلطانہ: خیال

بدھ ۲۰ نومبر

صبح

۹-۱۰ اور شام ۳۰-۴
سنیش چندر: ستار وادن

جمعرات ۲۱ نومبر

صبح

۹-۱۵ اور دوپہر ۱۰-۱۲
منورما سریواستو: خیال

شام

۷-۴۵ گیت منجری

جمعہ ۲۱ نومبر

صبح

۸-۳۰ اردو میگزین پروگرام
افسانہ از عابد سہیل
ادبی تراشہ
۹-۱۵ اور دوپہر ۱۰-۱۲
اوما کانت پاٹھک
بانسری وادن

ہفتہ ۲۳ نومبر

صبح

۸-۳۰ اردو پروگرام
شعری نشست
شرکاء: عزیز بانو داراب وفا
تصور حسین زیدی، حسن عزیز
اور نیر مجیدی
۹-۱۵ سویتا دیوی: ٹھمری

اتوار ۲۴ نومبر

صبح

۸-۳۰ اردو پروگرام: 'مرد حق آگاہ'
گرونانک کے یوم ولادت
پر خصوصی پروگرام
۹-۱۵ نکھل بنرجی: ستار وادن

دوپہر

۱-۱۰ 'رڈکشن سیل': جھلکی
تحریر: اینتا نگم

شام

۴-۳۰ بسنت راؤ دیشپانڈے: خیال

پیر ۲۵ نومبر

صبح

۸-۳۰ اردو پروگرام: ملاقات
ڈاکٹر سلطان علی شیدا
سے بات چیت
۹-۱۵ اور شام ۳۰-۴
سدھ ناتھ مشر: سنتور وادن

منگل ۲۶ نومبر

صبح

۸-۳۰ اردو پروگرام: عید میلاد النبی
تلاوت قرآن شریف
قاری محمد وسیم خاں

پیغمبر اسلام کی اخلاقی تعلیم
بات چیت: سلام
۹-۱۵ نعیم سین جوشی: خیال

رات

۸-۱۵ عید میلاد النبی؛ 'محمد صاحب
اور اسلام': فیچر: تحریر
بشمبھر ناتھ پانڈے
پیش کش: شفاعت علی

بدھ ۲۷ نومبر

صبح

۷-۳۰ اندر دھنش: اردو پروگرام
'رحمت عالم': فیچر
۹-۱۵ دوپہر ۱۰-۱۲ اور شام ۳۰-۴
امت کمار بنرجی: رودر وینا

جمعرات ۲۸ نومبر

صبح

۸-۳۰ اردو گرام: بولتی تحریریں
کلاسیکی ادب سے ترتیب
دیا ہوا پروگرام
۹-۱۵ تینما ٹھاکر: خیال

جمعہ ۲۹ نومبر

صبح

۸-۳۰ اردو پروگرام: 'مزاحیہ خاکہ'
از عطیہ پروین
۹-۱۵ تال وادیہ کچہری

ہفتہ ۳۰ نومبر

صبح

۸-۳۰ اردو پروگرام: یہ بستیاں
ہماریاں، قصبہ جائس کی
تاریخی ادبی اور تہذیبی
اہمیت پر ترتیب دیا ہوا
پروگرام
پیش کش: شفاعت علی
۹-۱۵ سیارام تیواری: دھرپد

رامپور

۳۳۶٫۷ میٹر (۸۹۱ کلوہرٹز)

خبریں

ہندی/انگریزی: صبح ۶-۰۰ (عالمی)، ہندی: صبح ۸-۰۰، دوپہر ۱-۰۵
اور ۲-۱۰ شام ۶-۰۵ رات ۸-۴۵ انگریزی: صبح ۸-۱۰ دوپہر ۲-۰۰
رات ۹-۰۰ اردو: صبح ۸-۵۰ اور رات ۹-۱۵
سماچار پتر ہندی: صبح ۹-۰۰، ضلع کی چٹھی: صبح ۹-۰۵
پرادیشک سماچار: شام ۷-۲۰

ہفتہ ۱۶ نومبر

صبح

۷-۳۰ نثار حسین خاں: گائن
۷-۵۰ اجیش چندرا: سگم سنگیت
۸-۲۱ دل پنت: لوک گیت

دوپہر

۱-۳۰ جوانوں کے لئے

اتوار ۱۷ نومبر

شام

۸-۰۰ روہیل کھنڈ کے تہذیبی آثار
عاشق لائبریری: سنبھل
بات چیت: سعادت علی صدیقی
۹-۳۰ محمد عمر اور ساتھی: چہار بیت

پیر ۱۸ نومبر

صبح

۷-۳۰ علی اکبر خاں: سرود
۷-۵۰ شوبھا ماتھر: سگم سنگیت
۸-۲۱ چندر سنگھ کارکی
کمایونی لوک گیت

دوپہر

۱-۴۰ بڑے غلام علی خاں: گائن

شام

۶-۲۵ 'شکشا کے آیام': تقریر
۸-۰۰ جمیل احمد: غزلیں

منگل ۱۹ نومبر

صبح

۷-۲۰ پنڈت جسراج: گائن
۸-۲۱ پربھا پردوے: لوک گیت

دوپہر

۱-۴۰ شجاعت حسین خاں: گائن

بدھ ۲۰ نومبر

صبح

۷-۲۰ دیوی رام آریہ: ستار وادن
۸-۲۱ مدھو راکیش: لوک گیت

دوپہر

۱-۴۰ نبی جان خاں: کلارینٹ وادن

شام

۶-۲۵ 'انترا شٹری یوا ورش میری نظر میں
چنوتیاں اور اپلبدھیاں'
۸-۰۰ ونود کمار شرما: سگم سنگیت

جمعرات ۲۱ نومبر

صبح

۷-۲۰ ذاکر خاں: سارنگی وادن
۸-۲۱ مدن موہن برجواسی
لوک گیت
۸-۳۰ 'تحریک آزادی میں بدایوں کا حصہ'
تقریر از محمد ضیا علی خاں
تعارف: کیف مراد آبادی
فن اور شخصیت: عشرت شاد

رات

۸-۰۰ نیلم ساہنی: سگم سنگیت

جمعہ ۲۲ نومبر

صبح

۷-۵۰ حبیب ولی محمد: سگم سنگیت
۸-۲۱ سشما جوشی: لوک گیت
۸-۳۰ فسانۂ آزاد
پنڈت رتن ناتھ سرشار کے
ناول کا ڈرامائی روپ

دوپہر

۱-۴۰ موتی بیگم: ٹھمری دادرا

رات

۸-۰۰ روزا لیلا: سگم سنگیت

ہفتہ ۲۳ نومبر

صبح

۷-۵۰ منوہر سوروپ: سگم سنگیت
۸-۲۱ رامیہ وترا: لوک گیت

دوپہر

۱-۳۰ جوانوں کے لئے

اتوار ۲۴ نومبر

صبح

۷-۳۰ آج اتوار ہے

رات

۸-۰۰ "پانی کی آلودگی اور عام زندگی"
ڈاکٹر مشرف علی صدیقی
سخن فہم
۹-۳۰ احمد شمیم اور ساتھی
چہار بیت

پیر ۲۵ نومبر

صبح

۷-۲۰ جی. ایس. سچدیو: بانسری
۷-۵۰ شیام موہن: سگم سنگیت
۸-۲۱ انیتا ناتھ: لوک گیت

دوپہر

۱-۴۰ اروند پارکھ: ستار وادن

رات

۸-۰۰ شیام موہن: سگم سنگیت

منگل ۲۶ نومبر

صبح

۷-۳۰ عطا حسین خاں: طبلا وادن
۸-۲۱ بینا شرما: لوک گیت

دوپہر

۱-۴۰ استاد مشتاق حسین خاں: گائن

شام

۶-۲۵ پریکرما

بدھ ۲۷ نومبر

صبح

۷-۳۰ بسم اللہ خاں: شہنائی وادن
۸-۲۱ مادھوری شرما: لوک گیت

شام

۶-۲۵ میں سپھل کیسے ہوا: آئی.اے.
ایس اور پی.سی.ایس
افسروں سے ملاقات
۸-۰۰ جے شری گپتا: غزلیں

جمعرات ۲۸ نومبر

صبح

۷-۳۰ استاد عبدالکریم خاں: گائن
۸-۲۱ نیامت علی: لوک گیت

دوپہر

۱-۴۰ اسعد علی خاں
رودر وینا وادن

جمعہ ۲۹ نومبر

صبح

۸-۳۰ 'سہ ماہی میں شائع ہونے والے
ادبی رسائل کا جائزہ'، مذاکرہ
شرکاء: نظام طاطف، انور مسعود
اور الیاس رشید الیاس

دوپہر

۱-۴۰ جیوتسنائی مکھرجی: گائن

شام

۸-۰۰ سمن کلیان پور: سگم سنگیت

ہفتہ ۳۰ نومبر

صبح

۷-۵۰ آلوک گانگولی: سگم سنگیت

رات

۸-۰۰ مہدی حسین: غزلیں

گورکھپور

میڈیم ویو ۳۳۰٫۰ میٹر ۹۰۹ کلوہرٹز

روزانہ نشر ہونے والے پروگرام

صبح

۵-۵۵ وندے ماترم
۶-۰۵ وندنا
۶-۳۰ امرت وانی / چنتن بندو
۶-۳۵ کھیتی کی باتیں
۶-۴۵ دھرتی گائے
۶-۵۰ پروگراموں کا خلاصہ
۷-۰۵ مانس گان (لکھنؤ سے نشر)
۷-۱۵ روزگار سماچار
۷-۲۰ علاقائی خبریں (ہندی)
۷-۳۰ جھروکا (منگل، جمعرات اور ہفتہ) / آخر کب تک؟ (پیر، بدھ) / گاندھی چرچا (جمعہ) / وگیان آلوک (اتوار)
۷-۴۰ سنگیت پربھا (منگل کے سوا) / سماچار درشن (منگل)
۷-۴۵ اس مہینے کا گیت (جمعہ)
۷-۵۰ بھجن (منگل / سوریری (جمعہ)
۸-۲۱ گیت سنگیت (اتوار کے سوا) / اردو پروگرام
۹-۱۵ گھر آنگن (پیر، جمعرات) / فلمی بھجن (بدھ) / پھلواری (منگل اور جمعہ) / فلمی قوالیاں (ہفتہ) / دیش گان (اتوار)
۹-۲۵ بال سکھا (بچوں کا پروگرام) (صرف اتوار)

دوپہر

۱۲-۰۵ بھوجپوری فلمی گیتوں کا فرمائشی پروگرام (اتوار) / پرادیشک سنگیت (جمعرات) / چترپٹ سے: فلمی دھنیں
۱۲-۱۰ سامودایک گان شکشا (ہفتہ) / تعلیمی نشریہ (بقیہ روز)
۱۲-۲۰ نیپالی پروگرام (دہلی سے نشر)
۱-۱۰ اوکاش کے جھن (اتوار) / گیتانجلی (فرمائشی فلمی گیت) (پیر) / سواستھ چرچا (جمعرات) / مہیلا سبھا (منگل اور جمعہ)
۱-۴۰ آج کا سنگیت کار (منگل) / آج کا گیت کار (جمعرات) / آج کا کلاکار (جمعہ)
۲-۲۰ کھیتی کسانی
۲-۳۰ لوک رنگ

شام

۵-۰۵ فلمی گیت
۵-۱۵ سنسکرت پروگرام (اتوار اور بدھ) / بھاشا شکشا (ہفتہ، اتوار کے علاوہ)
۵-۳۰ انوپ چارک شکشا (ہفتہ)
۵-۳۵ روزگار سماچار / گرام جگت (اتوار / پیر اور منگل) / گاؤں کی اور (بدھ، جمعرات، جمعہ)
۶-۱۰ بال واٹی (ہفتہ) / کھیتی باڑی
۶-۴۰ پروگراموں کا خلاصہ / مقامی خبریں / گمشدہ لوگوں کے لیے اطلاعیں
۶-۴۵ دیش ہمارا (بھوجپوری پروگرام)
۷-۱۰ سنگیت سدھا
۷-۲۰ علاقائی خبریں (ہندی)
۷-۳۰ یووا جگت (نوجوانوں کیلئے پروگرام)
۸-۰۵ ہندی پروگرام (اتوار کے علاوہ) / پتر ملا (خطوں کے جوابات) (اتوار)
۸-۱۵ ریڈیو ڈائری (اتوار کے علاوہ)
۸-۲۰ دھان منڈل سمیکشا (لکھنؤ سے نشر)
۸-۳۰ سنسد سمیکشا (دہلی سے نشر) / گیت منجری (جب سنسد سمیکشا نہ ہو)
۹-۱۶ ترقیاتی گفتگو (اتوار) / یونیورسٹی کے لیے (پیر) / کھیل کھلاڑی (منگل) / انگریزی بات چیت (بدھ) / سگم سنگیت (باقی دنوں میں)
۹-۳۰ ہیم لتا (اتوار I، III) / اردو پروگرام (منگل) / من بھادن (لوک گیتوں کا فرمائشی پروگرام) (بدھ I، IV) / لوک گیت (بدھ II، V) / ڈرامہ (جمعہ II، III) / (فلمی گیتوں کا فرمائشی پروگرام) (صرف اتوار کو)
۱۰-۰۰ اندر دھنش
۱۰-۳۰ کلاسیکی موسیقی (پیر اور بدھ) / سامعین کے روبرو موسیقی پروگرام (منگل اور جمعرات)

ہفتہ ۱۶ نومبر

صبح

۷-۴۰ نلنی راجورکر: راگ بھوپال توڑی
۸-۲۱ ایف سی یادو، مہیندر بھٹ اور شانتی ورما: گیت

شام

۵-۳۵ بال واٹی: 'ایورسٹ کی ساہسک یاترا' تقریر: ڈاکٹر ہیرالال
۶-۱۰ کھیتی باڑی: 'پشوؤں سے منوشیوں میں پھیلنے والے روگ' وارتا کار: ڈاکٹر آر۔ این سنگھ
۷-۱۰ لتا منگیشکر: غزل
۸-۰۵ ہندی کہانی پٹھن: شیو مورتی

اتوار ۱۷ نومبر

صبح

۷-۴۵ گرجا دیوی: ٹھمری کھاج
۸-۲۱ گیت سنگیت گائک: پریت پال سنگھ دگل
۹-۲۱ بال سکھا کہانی کار: کماری اکادمی
۱۱-۰۰ سہاسنی کورٹر کر: گائن

دوپہر

۱۲-۰۵ بھوجپوری فلم سنگیت
۱-۱۰ 'دل کی بات': بی۔ایم۔ آنند پرین
۲-۳۰ شیو پوجن اور ساتھی: لوک گیت ونود استوگی

شام

۵-۳۵ گرام جگت: 'سماج میں سنتن کے اپدیش' از ترلوکی ناتھ ترپاٹھی
۷-۱۰ محمد رفیع: غزل

پیر ۱۸ نومبر

صبح

۷-۴۰ موہن لال مشرا: سارنگی وادن
۸-۲۱ مراری لال سریواستو سگم سنگیت
۹-۱۵ گھر آنگن: کہانی: للیتا سنگھ

دوپہر

۲-۳۰ اور رات ۸-۱۵ سوہن لال اور ساتھی لوک گیت

شام

۵-۲۵ کہانی۔ از رام بچن ترپاٹھی
۶-۱۰ کھیتی باڑی 'حال والی فصلوں میں فصل سرکشا' ڈاکٹر اے ایم اے رضوی
۷-۱۰ سنگیت سدھا مراری لال سریواستو
۸-۰۵ کاویہ پاٹھ ڈاکٹر نرسنگھ سریواستو

منگل ۱۹ نومبر

صبح

۷-۵۰ جگجیت سنگھ: بھجن
۸-۲۱ سریش گپتا: گیت و بھجن

دوپہر

۱-۱۰ مہیلا سبھا 'مہیلا دشک کی اپلبدھیاں' (پریچرچا) شرکار: شاردا سنگھ اور نرملا دیوی چڈھا اور کماری پونم سریواستو 'مہیلاؤں کے اتھان میں اندرا گاندھی کا یوگدان'
۲-۳۰ طوفانی پاسی اور ساتھی لوک گیت

شام

۵-۳۵ گرام جگت 'اندرا گاندھی دوارا گرامین وکاس کے کاریہ' تقریر: از کارت تلسی رام گوڑ
۶-۱۰ کھیتی باڑی: گیہوں تتھا جو

میں کرشی سرکشا کاریہ کرم
تقریر، ڈاکٹر سوریہ پرتاپ سنگھ
۷—۱۰ آشا بھونسلے : غزل
۷—۳۰ 'اندرا گاندھی۔ بیکتیتو ایوم کرتیتو' : تقریر
۸—۱۵ طوفانی پاس اور ساتھی
لوک گیت
۹—۳۰ اردو پروگرام
کرشن چندر (فیچر)
از ڈاکٹر افغان اللہ خاں
'اندرا گاندھی ایک رہنما'
مقرر حافظ عبدالرحمان
۹—۱۶ کھیل کھلاڑی: 'کشتی کلا اور ہم' (پریچرچا) شرکا رہبشری
پیتے لال اور راکیش سنگھ

بدھ ۲۰ر نومبر

صبح
۷—۳۰ دینا ناتھ مشر
گائن۔ راگ بسنت مکھاری

دوپہر
۲—۳۰ سیتہ پرساد اور ساتھی
لوک گیت

شام
۵—۳۵ گاؤں کی اور : یووک وکاس دل ایوم یوا کلیان ایوم وکاس دل : تقریر : بھولن پرساد سنگھ
۶—۱۰ 'مولی کی پراجاتیاں ایوم کھیتی' تقریر : آدیا پرساد سنگھ
۷—۱۰ کیلاش : غزل
۸—۰۵ 'بیس سوتری کاریہ کرم اور کمزور ورگ' : این روی شنکر
۸—۱۵ سیتو ہر پرساد اور ساتھی
لوک گیت
۹—۱۶ انیتھیا : تقریر : اے اے گپتا

جمعرات ۲۱ر نومبر

صبح
۶—۴۵ دھرتی گائے : موہنی دیوی
۷—۳۰ سکندر حسین اور ساتھی
شہنائی پر راگ بیراگی بھیورو
۸—۲۱ شانتا سکسینہ: گیت
۹—۱۵ گھر آنگن
'کیا ہیں جنگل کے اپکار ؟'

تقریر از کنچن لتا سربواستو

دوپہر
۱۲—۰۵ بنگلہ گیت
۲—۳۰ بنشی دھر اور ساتھی
لوک گیت

شام
۵—۳۵ گاؤں کی اور
'بستی چنید میں ۲۰ سوتری کاریہ کرم' : تقریر : ادیناش چندر رائے
۶—۱۰ کھیتی باڑی : 'اچھا برائیلر مرغی پالن' ، ڈاکٹر ایس ایس سامنٹ
۸—۱۵ بنشی دھر اور ساتھی
لوک گیت

جمعہ ۲۲ر نومبر

صبح
۶—۴۵ نکرند کمار : بھوجپوری گیت
۷—۴۵ اس ماس کے گیت
گائک : کیول کمار
۸—۲۱ کماری مالا چیٹرجی : سگم سنگیت
۸—۳۰ اردو پروگرام
'ادب میں کون اہم۔ سماج یا فرد' ؟ : مباحثہ
شرکا : پروفیسر محمود الہیٰ ، ڈاکٹر پرمانند سریواستو اور ڈاکٹر غلام رسول مکرانی

دوپہر
۱—۱۰ مہیلا سبھا
'خریداری کرتے سمے کیا ساودھانی برتیں' : تقریر : آشا دلوی
۲—۳۰ رام بندھو : لوک گیت

شام
۶—۱۰ کھیتی باڑی : 'پتیوں پر چھڑکاؤ۔ نئی جانکاری' : تقریر از کے جی لال
۷—۱۰ کماری مالا چیٹرجی : سنگیت سدھا
۸—۰۵ بیس سوتری کاریہ کرم سے بھاگوت بیکتیوں سے بھینٹ وارتا
۸—۱۵ بندھو رام : لوک گیت
۹—۳۰ نئی سنکلپ (ناٹک)
ڈاکٹر گریش رستوگی
پیش کش : حسن رضوی

ہفتہ ۲۳ر نومبر

صبح
۷—۳۰ ایم ایس گوپال کرشنن
(وائلن پر راگ گجری توڑی)
۸—۲۱ گیت : ایم تیاری

دوپہر
۲—۳۰ سریش یادو اور ساتھی
لوک گیت

شام
۵—۳۵ بالواڑی : بالیوگی پستکیں
تقریر : چندر شیکھر دوبے
'بھگت سنگھ۔ اتہاس بولتا ہے'
تقریر : پرشورام منی ترپاٹھی
۷—۱۰ مہدی حسن : غزل
۸—۱۵ سریش یادو اور ساتھی
لوک گیت

اتوار ۲۴ر نومبر

صبح
۶—۴۵ دھرتی گائے
شاہ عالم انصاری اور ساتھی
۷—۳۰ کلیانی رائے
ستار پر راگ توڑی
۸—۲۱ گیت سنگیت : نواب حسن
۹—۲۵ بال سبھا : 'گرونانک دیو' ، تقریر : پر تبھا پنت

دوپہر
۱—۱۰ 'بڑے بابو' : جھلکی : تحریر آر۔ کے۔ شرما
۲—۳۰ شاہ عالم انصاری : لوک گیت

شام
۵—۳۵ 'ہمارے سنسکار۔ ہمارے پریدھان' : جے رام پانڈے
۷—۱۰ جگموہن : غزل

پیر ۲۵ر نومبر

صبح
۶—۴۵ دھرتی گائے : رماسین
۷—۳۰ نرگس وارثی : ٹھمری
۸—۲۱ کومدی منشی : گیت

دوپہر
۲—۳۰ رام ادودھیا دو لوک گیت

شام
۵—۳۵ بھوجپوری کہانی

از ونود رائے
۶—۱۰ کھیتی باڑی
'تلہن والی فصلوں میں فصل سرکشا' : تقریر از شری اماشنکر پانڈے
۷—۱۰ مبارک بیگم : غزل
۸—۰۵ کاویہ پاٹھ : شیام لال یادو
۸—۱۵ رام اودھ اور ساتھی
لوک گیت

منگل ۲۶ر نومبر

صبح
۶—۴۵ دھرتی گائے
اوشا اگروال و سکھیاں
۷—۵۰ انوپ جلوٹا : بھجن
۸—۲۱ سدھا ملہوترا : بھجن و گیت

دوپہر
۱—۱۰ مہیلا سبھا : 'سوندریہ بنانے کے لئے گھریلو نسخے' ، تقریر از انیتا سنگھ
۲—۳۰ ڈاکٹر شانتی جین
لوک گیت

شام
۵—۳۵ 'لوک ساہتیہ میں کلیہ کلام کی سربیا بکتا' تقریر از تردیتی دتیہ ترپاٹھی
۷—۱۰ خالدہ : غزل
۸—۰۵ اتہاس کے پنّوں سے
سوتنتر تا سینانی چنتو پانڈے
تقریر : نگیند ربھٹ
۹—۱۶ کھیل کھلاڑی
'کبڈی اور ہم' : تقریر از وشنکر ما دیوی
۹—۳۰ اردو پروگرام : کشادل
پکاسوں کی نئی نئی راہیں
ظہیر الور واحدی
کلام شاعر : عارف عباسی
عید میلاد النبیؐ
ضیاالدین انصاری اصلاحی
۱۰—۰۰ ریڈیو سنگیت سمیلن

بدھ ۲۷ر نومبر

صبح
۶—۴۵ دھرتی گائے : جے رام دویدی
۷—۴۰ ایم۔ آر۔ گوتم

گائن راگ ہنڈول
۸-۲۱ شجاعت حسین خاں
گیت اور بھجن
۸-۳۰ اردو پروگرام
شعری نشست: موضوع
"گرو نانک"
شرکاء: اقبال احمد صدیقی
رمضان وارثی، ثنا اللہ ثنار
اور خاطر حفیظی

دوپہر
۲-۳۰ شیام سندر پرساد و ساتھی
لوک گیت

شام
۵-۲۵ گاؤں کی اور: 'متو کا ہنقہ
کر گھا ادیوگ ادیم وستار'
تقریر: کے ایس، یادو
۶-۱۰ کھیتی باڑی: 'چقندر اوم شلجم
کی کھیتی': تقریر: دھرم دیو
پانڈے
۷-۱۰ کرشنا کلے: غزل
۸-۰۵ 'گرو نانک دیو۔ دیش کی
اکھنڈتا کے سمرتھک'
تقریر: سرجیت سنگھ
۸-۱۵ شیام سندر پرساد ساتھی
لوک گیت
۹-۱۶ 'سبھاش چندر بوس': انگریزی
تقریر: آر۔ آبن پسنیال

جمعرات ۲۸ر نومبر

صبح
۶-۴۵ دھرتی گاتے
ہری کرشن اور ساتھی
۷-۴۰ پروین سلطانہ: خیال اور
ٹھمری راگ بھیرو
۸-۲۰ پدما گڈوانی: بھجن

دوپہر
۱۲-۰۵ ایس، ایم سبھ لکشمی
ملیالم گیت
۲-۳۰ شنکر تیواری اور ساتھی
لوک گیت

شام
۵-۲۵ 'لوک گیتوں کی بانگی': تقریر
از کملا کانت ترپاٹھی
۶-۱۰ 'مریضوں کے لئے آہار دیو ستھا'
(آگے ص ۵۲ پر)

نجیب آباد

۳۱۴ء۴ میٹر ۹۵۴ کلو ہرٹز

ہفتہ ۱۶ر نومبر

صبح
۸-۳۰ راجندر سنگھ: گائن

دوپہر
۱-۱۰ غلام صادق خاں: گائن

اتوار ۱۷ر نومبر

صبح
۷-۳۰ کاویہ پاٹھ: الیاس ہنوار

دوپہر
۱-۱۰ شیام گوپی رائے چودھری
سرود پر مدھو دنتی

رات
۸-۰۰ 'پنڈت رودر دت شرما اور
سوتنتر تا سنگرام'
تقریر از بابو سنگھ چوہان
۹-۱۶ طلعت محمود: غزلیں

پیر ۱۸ر نومبر

صبح
۸-۳۰ اور دوپہر ۱-۱۰
شمشیر سنگھ: سرود پر
جوگیا جونپوری/بھیم پلاسی

دوپہر
۱۲-۴۵ 'آتی سردی سے بچاؤ'
تقریر از ڈاکٹر اے کے جین

رات
۱۰-۰۵ بسنت راؤ دیشپانڈے
راج کلیان دادرہ
شو بھاگرٹو ٹھمری دادرہ

منگل ۱۹ر نومبر

صبح
۸-۳۰ بالا صاحب پونچھوالے: گائن

دوپہر
۱-۱۰ بھیم سین جوشی برندابنی
۷-۴۵ 'پرنبوں کی بیٹی۔ اندرا گاندھی'

بدھ ۲۰ر نومبر

صبح
۷-۳۰ 'کیسے کیسے لوگ۔ دفتر میں'
۸-۳۰ بمل مکرجی: ستار

دوپہر
۱-۱۰ صابری برادران: قوالی

رات
۱۰-۰۵ ہندی پتریکا
کہانی از دلاور سنگھ چوہان
کاویہ پاٹھ: پدم سنگھ پدم
'اگرو عوال کی ساہتک یاترہ'
تقریر از ڈاکٹر پاربتھا سارتھی

جمعرات ۲۱ر نومبر

صبح
۸-۳۰ اور دوپہر ۱-۱۰
پروین سلطانہ: گائن

جمعہ ۲۲ر نومبر

صبح
۷-۳۰ کتھا کنج
از دنیش چندر دھیانی
۸-۳۰ ہری پرساد چورسیا
بانسری وادن

دوپہر
۱-۱۰ سسر کنا دھر چودھری
وائلن پر ملتانی

ہفتہ ۲۳ر نومبر

دوپہر
۱-۱۰ چندن رائے
سرود پر برندابنی سارنگ

اتوار ۲۴ر نومبر

صبح
۷-۳۰ گلدستہ: کاری کملا انجم

دوپہر
۱-۱۰ ہری کرشن ساہا
ستار پر برندابنی سارنگ

رات
۸-۰۰ 'بھارت میں دارشنک چنتن
کا سروپ': ہندی تقریر
ڈاکٹر گرجا شنکر ترویدی

پیر ۲۵ر نومبر

صبح
۸-۳۰ دامودر لال کابرہ
سرود پر الہیا بلاول

منگل ۲۶ر نومبر

صبح
۸-۳۰ گھاسی رام نرمل: جلترنگ

دوپہر
۱-۱۰ برکت علی خاں: گائن

بدھ ۲۷ر نومبر

صبح
۷-۳۰ 'کیسے کیسے لوگ دوستوں میں'
۸-۳۰ استاد امیر خاں: بلاس خانی

دوپہر
۱-۱۰ عزیز میاں قوال: قوالی

جمعرات ۲۸ر نومبر

صبح
۸-۳۰ گریجا دیوی: دیسی توڑی

دوپہر
۱-۱۰ گریجا دیوی: ٹھمری

جمعہ ۲۹ر نومبر

صبح
۷-۳۰ کتھا کنج: اندر کمار ککڑ
۸-۳۰ بھگوان داس مشر
سارنگی پر بیراگی

رات
۱۰-۰۵ ڈی کے داتار: وائلن

ہفتہ ۳۰ر نومبر

صبح
۸-۳۰ رسک لال اندھریا: بھٹیار

دوپہر
۱-۱۰ ہیرا بائی بڑودکر: ملتانی

شام
۷-۴۵ کھیل سمیکشا
از شرو بجے ودیارتھی

پٹنہ، بھاگلپور، دربھنگہ

میڈیم ویو (الف) ۲۱-۴۳۸ میٹر / ۶۲۱ کلوہرٹز
میڈیم ویو (ب) ۲۲-۱۸۷ میٹر / ۱۶۰۲ کلوہرٹز

خبریں

علاقائی: صبح ۳۰-۸ (رانچی سے پہلے) دوپہر ۱۰-۳، شام ۳۰-۷

روزانہ نشر ہونے والے پروگرام

صبح

۲۰-۶ بھگتی سنگیت
۳۰-۶ کھیتی کی بات
۳۵-۶ آج کا چنتن
۱۰-۷ مانس گان
۲۰-۸ سگم سنگیت
۴۰-۸ اردو پروگرام
۴۵-۹ رس منجری / بچوں کا پروگرام
(صرف اتوار کو)

دوپہر

۳۰-۱۲ خواتین کے لیے ناری جگت
(منگل، جمعرات اور ہفتہ)
۰۰-۱ گیت
۳۰-۱ لوک گیت
۴۵-۱ سامئیکی
۰۰-۲ ملے جلے گانے
۴۰-۲ کمیونیٹی گیت
۱۵-۳ روزگار سماچار

رات

۲۰-۵ میتھلی، بھوجپوری اور مگدھی پروگرام
(اتوار، پیر اور جمعہ)
۰۰-۶ مقامی اعلانات
۱۵-۶ سگم سنگیت
۳۰-۶ چوپال کھیتی گرہستی
۴۰-۷ ملنے کی چیٹھی
۴۵-۷ ہندی پروگرام (اتوار، پیر اور جمعہ)
یونیورسٹی براڈکاسٹ
(منگل اور جمعرات)
۳۰-۹ شاستریہ سنگیت
۰۰-۱۰ لوک گیت - بھگتی گیت
۱۰-۱۱ اختتام

اردو پروگرام صبح ۴۰-۸ سے ۴۵-۹ کے درمیان

تقریر / انٹرویو

۱۶ نومبر شہرنامہ: 'چمپارن'
اشرف قادری
۱۷ نومبر ادب کا تعمیری مقصد
پروفیسر عبدالمغنی
۱۸ نومبر ڈاکٹر کی رائے: 'کان کی بیماری'
ڈاکٹر آر-بی- تیواری
۲۳ نومبر روشنی کے مینار
حضرت مخدوم شاہ
دولت شاہ رحمۃ اللہ
۲۹ نومبر روشنی کے مینار
حضرت سید محمد قادری الجہری
مولانا اویس احمد قادری
۲۸ نومبر مزاحیہ بات چیت
تمنا مظفرپوری
۳۰ نومبر شہرنامہ: اورنگ آباد
ریاض الدین نیر

کہانی

۱۷ نومبر ابو اللیث جاوید
۲۰ نومبر فخرالدین عارفی

ڈرامہ / فیچر / خاکہ

۱۹ نومبر لہو کا رنگ ایک ہے
(قومی ایکتا پر مبنی فیچر)
تحریر: ایس - زین الحق
۲۱ نومبر گوداوری کی گود میں: ڈرامہ
تحریر: ڈاکٹر محمد قمر التوحید
۲۷ نومبر قصہ ایک شاعر کا
مزاحیہ خاکہ
تحریر: سلطان آزاد

کلام شاعر

۱۷ نومبر تاج پیامی
۱۸ نومبر حق اعظمی
۲۰ نومبر شمیم قاسمی
۲۱ نومبر شاداب رضی
۲۷ نومبر شوکت صبا کیفی

مباحثہ

۲۴ نومبر کھیل کود کے ذریعے فرقہ واریت کو شکست دے سکتے ہیں؟
شرکار: ایس اعجاز حسین
پریم کمار، عنایت کریم
مہتمم: مناظر احسن فرید
۲۵ نومبر قومی ایکتا: وقت کا اہم تقاضہ
شرکار: میجر بلبیر سنگھ، فادر پال جیکسن، قیوم خضر اور آچاریہ دیویندر ناتھ شرما
عید میلادالنبیؐ پر خصوصی پروگرام
۲۶ نومبر تلاوت کلام پاک
قاری اصغر علی خاں
عید میلاد: بات چیت
مولانا شاہ معظم حسین قاسمی
نعت شریف: رشید عارف
قوالی
۱۶، ۲۳ اور ۳۰ نومبر یہ محنت کش (معاشی پسماندہ افراد سے ملاقاتوں پر مبنی)
۱۶/ ۲۳/ اور ۳۰ نومبر
پسند اپنی اپنی (فرمائشی نغمے)
۱۷ اور ۲۴ نومبر آپ کے خطوط
۱۸، ۲۵ نومبر رنگ تغزل
۱۹ نومبر گھر خاندان
۲۰، ۲۷ نومبر بڑھتے قدم (نوجوانوں کی سرگرمیوں پر مبنی)

سگم سنگیت

صبح ۲۱-۸ اور شام ۱۵-۶

۱۷ نومبر کمد اکھوری
۱۸ نومبر سمیلا رائے چودھری
۱۹ نومبر پرسورام شرما
۲۰ نومبر شانتی جین
۲۱ نومبر شرمشٹھا چٹرجی
صبح ۲۱-۸ اور شام ۱۵-۵
۲۲ نومبر جیتندر کمار
۲۴ نومبر برہمدیو نارائن سنگھ
۲۵ نومبر مہیشور پرساد
۲۶ نومبر الکا پرکاش
۲۷ نومبر گوروبچن سنگھ (شبد)
۲۸ نومبر محمد انعام الدین
۲۹ نومبر ششی بھوشن سہائے

شاستریہ سنگیت (گائن)

۱۷ نومبر صبح ۳۰-۷ اور رات ۳۰-۱۰
رام چتر ملک
۱۸ نومبر صبح ۳۰-۷ اور رات ۳۰-۱۲
شیو پوجن مشر
۲۰ نومبر صبح ۳۰-۷ اور رات ۳۰-۱۰
کامیشور پاٹھک
۲۱ نومبر صبح ۳۰-۷
نرگیش مشر
۲۲ نومبر صبح ۳۰-۷ اور دوپہر ۳۰-۱۲
ذاکر حسین
۲۶ نومبر صبح ۳۰-۷، راگنی چٹرجی
۲۸ نومبر صبح ۳۰-۷، کملا بوس
۲۹ نومبر صبح ۳۰-۷ اور دوپہر ۳۰-۱۲
ارملا دیوی، وجن خاں

ساز سنگیت (ستار)

۱۶ نومبر صبح ۳۰-۷، محمود مرزا
۱۹ نومبر صبح ۳۰-۷، لوک ناتھ
ڈی-ایم- پٹنائک (وائلن)
۲۴ نومبر صبح ۳۰-۷ اور رات ۳۰-۱۰
صابری خاں (سارنگی)
۳۰ نومبر صبح ۳۰-۷
ہری پد چودھری (بانسری)
۲۷ نومبر صبح ۳۰-۷
اندرانیل بھٹاچاریہ
۲۰ نومبر طبلہ صبح ۳۰-۷ اور رات ۳۰-۱۰
چندیشور پرساد
۲۱ نومبر صبح ۳۰-۷
چندر پال سنگھ
۲۵ نومبر صبح ۳۰-۷ اور دوپہر ۳۰-۱۲
شمشیر بہادر سنگھ
۲۹ نومبر صبح ۳۰-۷
گریندر چندر پاٹھک

جالندھر، چنڈی گڑھ

جالندھر: میڈیم ویو: ۴۲۷ء۳ میٹر ۷۰۲ کلوہرٹز ۲۲۲ء۲ میٹر ۱۳۵۰ کلوہرٹز
۳۴۳ء۶ میٹر ۸۷۳ کلوہرٹز
چنڈی گڑھ: میڈیم ویو: ۲۰۹ء۶ میٹر ۱۴۳۱ کلوہرٹز

خبریں

ہندی: صبح ۸-۰۰ دوپہر ۱-۰۵، ۲-۱۰، ۲-۴۵ (دھیمی رفتار سے)
شام ۶-۰۵ اور ۶-۲۰ (پرادیشک) رات ۸-۴۵، ۱۱-۰۵
پنجابی: صبح ۸-۳۰ دوپہر ۱-۴۰ شام ۶-۱۰ (پرادیشک) اور شام ۷-۳۰
انگریزی: صبح ۸-۱۰ دوپہر ۱-۰۰ اور رات ۹-۰۰، ۱۱-۰۰
اردو: صبح ۸-۰۵ دوپہر ۱-۵۰ رات ۹-۱۵ (خبریں) ۹-۲۵ (تبصرہ)
روزگار سماچار: شام ۷-۴۰

ہفتہ ۱۶ نومبر

صبح
۴-۳۰ اور سپیہرے ۵
سری دربار صاحب امرتسر سے شبد کیرتن ریلے (روزانہ)
۷-۴۵ شوکت علی: لوک گیت
۹-۰۵ غلام مصطفےٰ خاں: خیال یمن کلی
شام
۴-۳۰ غلام مصطفےٰ خاں
خیال پوریا دھناشری
۴-۴۵ لوک گیت: امرجیت سنگھ
گورداس پوری
۷-۴۵ غلام مصطفےٰ خاں: ٹھمری بھیلو

اتوار ۱۷ نومبر

صبح
۸-۲۰ مسیحی بھجن
۹-۰۵ ڈی۔وی۔ پالسکر: سبدھ سنگیت
دوپہر
۲-۳۰ رنجیت کور: لوک گیت
شام
۴-۴۵ موہن سنگھ ڈھاڈی اور ساتھی: وادرا
۸-۰۰ منشی پریم چند کی ادبی تصانیف میں حب الوطنی: تقریر

پیر ۱۸ نومبر

صبح
۸-۲۰ کلدیپ مانک: لوک گیت
۹-۰۵ بدھادیتہ مکرجی
ستار پر للت
دوپہر
۲-۳۰ برکت سندھو: لوک گیت
رات
۹-۰۰ پنجابی ڈرامہ: طلبگار
از گوردیال سنگھ پھل

منگل ۱۹ نومبر

صبح
۹-۱۰ استاد امیر خاں خیال
دوپہر
۲-۳۰ کلدیپ سنگھ پردیسی
لوک گیت
شام
۴-۴۵ گردھاری لال بیٹھاں
۸-۰۰ 'لباس اور پوشاک' اردو
تقریر از عطر سنگھ طلبگار

بدھ ۲۰ نومبر

صبح
۷-۳۰ بھائی ہرچند سنگھ راگی اور ساتھی

شبد
۸-۲۰ برہم سنگھ: گیت
۹-۰۵ کستوری لال وائلن
دوپہر
۲-۳۰ جگجیت زیروی: لوک گیت

جمعرات ۲۱ نومبر

صبح
۷-۴۵ محمد سلیم قوال کافیاں
۹-۰۵ شری کانت باہرے
خیال اہیر للت
دوپہر
۲-۳۰ موہن سنگھ جھنڈر اور ساتھی
لوک گیت
شام
۴-۳۰ شری کانت باہرے: خیال
۴-۴۵ گورمیت کور باوا اور ساتھی
پنجابی گیت

جمعہ ۲۲ نومبر

صبح
۹-۰۵ پریم ناتھ چھبڑ: ستار
دوپہر
۱۲-۳۰ لوک سنگیت:
کشمیر سنگھ شمبھو
۲-۳۰ راجندر سنگھ راج اور ساتھی
لوک گیت
شام
۴-۳۰ پریم ناتھ چھبڑ
ستار پر راگ دھانی
۴-۴۵ صورت سنگھ زخمی
لوک گیت
۹-۳۰ 'رتناولی' سنسکرت ڈرامہ
از آر۔ اے۔ شرما

ہفتہ ۲۳ نومبر

صبح
۷-۱۵ کتھا لوک
منتخب کہانی کا ڈرامائی روپ
۹-۰۵ شری لوکالیکر: خیال ماروا
شام
۴-۳۰ شری لوکالیکر: خیال مارو
۴-۴۵ بسچا سنگھ مانبوری
۷-۴۵ شری لوکالیکر: خیال بہیر

اتوار ۲۴ نومبر

صبح
۷-۴۵ غزل کلی: اردو میں منتخب
غزلوں کا پروگرام
۸-۲۰ مسیحی بھجن
۹-۰۵ پنڈت اونکار ناتھ ٹھاکر
گائن
دوپہر
۱۲-۲۰ گوردیو سنگھ کومل لوک گیت
۲-۳۰ جسبیر سنگھ: لوک گیت
شام
۴-۴۵ جیون سنگھ چندن اور ساتھی
لوک گیت
۸-۰۰ 'انسانی دماغ پر شاعری کا اثر'
تقریر

پیر ۲۵ نومبر

صبح
۹-۰۵ لچھمن داس سندھو
ٹھمری اور دادرا
دوپہر
۲-۳۰ کے۔ دیپ: لوک گیت
شام
۹-۳۰ 'لوک آزادی دی'
جدوجہد آزادی پر فیچر پروگرام
از شری موہن لال

منگل ۲۶ نومبر

صبح
۹-۱۰ روی شنکر: ستار وادن
دوپہر
۲-۳۰ ہربھجن سنگھ نابل اور ساتھی
لوک گیت
شام
۴-۴۵ جگت سنگھ جگا: لوک گیت
۸-۰۰ عید میلاد النبی: اردو تقریر
از منشی فضل الرحمٰن

بدھ ۲۷ نومبر

صبح
۹-۰۵ سلوچنا برہسپتی خیال
دوپہر
۲-۳۰ جوگا سنگھ جوگی اور ساتھی
گو شری گورونانک دیو

جمعرات ۲۸ نومبر

صبح

۷-۰۰ پنڈ دی نہار: پنجاب کے اہم دیہات کے تاریخی، ثقافتی اور ترقیاتی سرگرمیوں پر مبنی پروگرام

۷-۴۰ ہردیو سنگھ خوشدل لوک گیت

۹-۰۰ راجندر سنگھ گورنگ بانسری پر گن کلی

دوپہر

۲-۲ ہنس راج ہنس: لوک گیت

شام

۴-۳۰ راجندر سنگھ گورنگ بانسری پر بھیم پلاسی

۴-۴۵ صورت سنگھ زخمی لوک گیت

جمعہ ۲۹ نومبر

صبح

۹-۰۵ سوہن سنگھ: خیال للت

دوپہر

۱۲-۳۰ غم ددر سنگھ امن اور ساتھی کافیاں

۲-۳۰ گیان سنگھ کنول: لوک گیت

شام

۴-۳۰ سوہن سنگھ: خیال پوردی

۴-۴۵ لال چند یملا جٹ اور ساتھی لوک گیت

۹-۳۰ 'در کا درپن'، ہندی ڈرامہ از سریش سیٹھ

ہفتہ ۳۰ نومبر

صبح

۷-۴۵ گوردیپ سنگھ: لوک گیت

۹-۰۵ بہاری سرن جلترنگ پر گجری توڑی

۹-۲۰ اجیت سنگھ پینٹل: گائن

شام

۴-۳۰ ۷-۴۵

سیا بہاری سرن جلترنگ

۴-۴۵ مول چند بھٹی: لوک گیت

حیدرآباد

حیدرآباد 'الف': ۴۰۶/۵ میٹر ۷۳۸ کلوہرٹز حیدرآباد 'ب': ۲۱۷/۱ ۱۳۸۰ کلوہرٹز

حیدرآباد 'ج': ۲۵۶/۴ میٹر ۱۱۷۰ کلوہرٹز

اردو پروگرام

ہفتہ ۱۶ نومبر

صبح

۸-۲۵ یودا دانی: محفل قوالی

رات

۹-۳۰ حرف تابندہ تحریر: شیام راؤ بینج پوتی گھر پروار: 'لڑکیوں کی پیدائش پر غم کیوں'، مباحثہ شرکاء: محترمہ خدیجہ عالم خوند میری، رابعہ برلی، اور ریاست خانم

اتوار ۱۷ نومبر

رات

۹-۳۰ ڈرامہ 'آخری تحفہ' صابر حسین

پیر ۱۸ نومبر

رات

۹-۳۰ حرف تابندہ از شیام راؤ بینج پوتی شب و روز: تقریر: از طاہر ارمانی

منگل ۱۹ نومبر

رات

۹-۳۰ حرف تابندہ: تحریر: نجمہ عبدالخالق: ان سے ملئے محترمہ امر یشوری سے ملاقات 'مشترکہ تہذیب کی جھلکیاں بہاریں': تقریر از جناب ظہیر صدیقی

بدھ ۲۰ نومبر

رات

۹-۳۰ جہان کامگاران 'خواتین مزدوروں کیلئے خصوصی قوانین': تقریر از محترمہ کلثوم عباس کلام شاعر جناب خیرات ندیم

جمعرات ۲۱ نومبر

رات

۹-۳۰ حرف تابندہ تحریر: عبدالحفیظ ساکت 'سائنس کی خبریں'

تقریر از: محسن جواد

جمعہ ۲۲ نومبر

رات

۹-۳۰ حرف تابندہ تحریر: عبدالحفیظ ساکت کہانی: محترمہ ہادیہ شبنم

ہفتہ ۲۳ نومبر

رات

۹-۳۰ حرف تابندہ تحریر: سعادت جہاں رضوی

اتوار ۲۴ نومبر

رات

۹-۳۰ ڈرامہ:

تحریر از جیلانی بانو

پیر ۲۵ نومبر

رات

۹-۳۰ حرف تابندہ تحریر: سعادت جہاں رضوی ورائٹی پروگرام پیش کش: بزم ادب پی ایف

منگل ۲۶ نومبر

رات

۹-۳۰ حرف تابندہ تحریر: سید اکرام حسین ان سے ملئے مذاکرہ 'ڈسیکولرازم اور تہوار' شرکاء: ڈاکٹر پی ایس سکسینہ اطہر افسر، عابدہ صدیقی 'گھریلو صنعتوں میں ترقی' تقریر حسین نواز خاں گیت اور غزلیں

بدھ ۲۷ نومبر

رات

۹-۳۰ حرف تابندہ تحریر: سید اکرام حسین 'کھیلوں کی دنیا' انٹرویو از ہری ناتھ کلام شاعر: حامد اکمل

جمعہ ۲۹ نومبر

رات

۹-۳۰ حرف تابندہ تحریر از انوار اللہ فریس فلموں کی باتیں: 'ماضی کے ستارے': کانن دیوی' تقریر: جلیل جاوید نئی کتابوں پر تبصرہ وقار خلیل

ہفتہ ۳۰ نومبر

رات

۹-۳۰ شب نیرنگ: حرف تابندہ تحریر: انوار اللہ فریس گھر پریوار: 'خاندان کی بہنوں اور خواتین کی ذمہ داری' مباحثہ: عائشہ ارشاد میمونہ بانو کانتا دیوی سکسینہ

شملہ

میڈیم ویو: ۳۸۷٫۶ میٹر ۷۷۴ کلوہرٹز
شارٹ ویو: صبح ۳۰-۷ تک اور شام ۳۰-۸ کے بعد رات تک ۹۳٫۰۹ میٹر ۳۲۲۳ کلوہرٹز
صبح ۴۵-۷ کے بعد دوپہر ۴۵-۴ تک اور شام ۰۰-۵ کے بعد
۴۹٫۸۳ میٹر ۶۰۲۰ کلوہرٹز

ہفتہ ۱۶ نومبر

صبح

۲۵-۶ گیان وندو۔ گوروارجن دیو جی کے وچار
۱۰-۷ پرکاش وڈھیرا: بانسری
۴۵-۷ پہاڑی سنگیت (روزانہ)
۲۱-۸ پیرادیشک سنگیت
۱۵-۹ نترکن

دوپہر

۳۰-۱ اسکول براڈ کاسٹ (سوائے اتوار روزانہ)

شام

۰۰-۵ یووادانی (سوائے اتوار روزانہ)
۲۰-۵ چمبہ یانگی پروگرام (پیر، منگل، جمعرات، ہفتہ)
۴۰-۵ کلوی پروگرام (پیر، منگل، جمعرات، ہفتہ)
۱۰-۶ منڈیالی پروگرام (پیر، منگل، جمعرات، ہفتہ)
۳۰-۶ لاہول سپتی پروگرام (سوائے منگل و جمعہ روزانہ) ریڈیو دیہاتی گوشٹھی (صرف منگل اور جمعہ)
۰۵-۸ دھارا رے گیت (روزانہ)
۱۵-۸ سگم سنگیت
۱۶-۹ ہم درشن: علاقائی ریڈیو نیوز ریل
۳۰-۹ کلاسیکی موسیقی کا نیشنل پروگرام: ملک ارجن منصور

اتوار ۱۷ نومبر

صبح

۲۵-۶ گیان وندو: سیوا کا آدرش۔ گاندھی جی
۱۰-۷ غلام صادق خاں کلاسیکی موسیقی
۲۱-۸ آپ کی چھٹی آپ کی فرمائش
۳۰-۹ نذرانہ

دوپہر

۳۰-۱۲ بال گوپال
۰۰-۳ ونیتا منڈل

شام

۰۰-۵ سرموری پروگرام (اتوار، بدھ، جمعہ)
۲۰-۵ مہاسوی پروگرام (اتوار، بدھ، جمعہ)
۴۰-۵ بلاسپوری پروگرام (اتوار، بدھ، جمعہ)
۱۰-۶ کانگڑی پروگرام (اتوار، بدھ، جمعہ)
۳۰-۶ لاہول سپتی پروگرام
۰۵-۷ ایک رنگ
۲۵-۸ بلرام پاٹھک کلاسیکی موسیقی
۳۰-۹ گیت پہاڑا رے فرمائشی ہماچلی لوک گیتوں کا پروگرام

پیر ۱۸ نومبر

صبح

۲۵-۶ گیان وندو: بھارت کا سروپ سوامی رام تیرتھ
۱۰-۷ جے۔ آر۔ پاروتی کر دتا ترییہ وینا
۴۰-۷ جیون جیوتی شریمتی اندرا گاندھی
۲۱-۸ بالاجی راجندر سنگھ اور ساتھی: شبد
۱۵-۹ پرانی فلموں سے

شام

۰۵-۵
۲۰-۵ ہم رنگ
بلا جلا ہماچلی پروگرام
۱۰-۶ مہیلا سمیلن
۰۵-۷ گرامین یووان کے لئے
۱۶-۹ جگیاسا
۳۰-۹ نیشنل پروگرام: تقریر
۴۵-۹ اجیت کور: سگم سنگیت

منگل ۱۹ نومبر

صبح

۲۵-۶ گیان وندو: راشٹر پریمی کا کرتویہ: سوامی رام تیرتھ
۱۰-۷ دیپالی ناگ: کلاسیکی موسیقی
۲۱-۸ اور رات ۴۵-۹ درباری لال کسوالیہ سگم سنگیت

بدھ ۲۰ نومبر

صبح

۲۵-۶ گیان وندو: ایک ایشورواد
۱۰-۷ کمدنی ودیاناتھن کرناٹک سنگیت
۲۱-۸ گرجا دیوی: ٹھمری دادرا
۱۵-۹ ایک فلم کے گیت

دوپہر

۳۰-۱۲ اسکول براڈ کاسٹ

رات

۱۶-۹ گھر آنگن: سلسلہ وار ڈرامہ
۰۰-۱۰ آپ کے انورودھ پر: نئی فلموں سے فرمائشی گیت

جمعرات ۲۱ نومبر

صبح

۲۵-۶ گیان وندو: من اور آتما مہارشی رمن
۱۰-۷ اشوک رائے: موسیقی کلاسیکی
۲۱-۸ لچھمن داس سندھو پنجابی گیت
۱۵-۶ مسکان

رات

۱۵-۸ گھنشیام داس: غزلیں
۱۶-۹ آپ کا پتر ملا (خطوط کے جواب)

جمعہ ۲۲ نومبر

صبح

۲۵-۶ گیان وندو: ویشن سیوا گنیش شنکر اور ساتھی
۱۰-۷ پیرارتھنا سبھا
۲۱-۸ اور رات ۲۵-۸ سانتا بھاسکر: سگم سنگیت

شام

۳۰-۶ کنزی پروگرام
۳۵-۸ محبوب خاں: ساز سنگیت
۱۶-۹ ہندی تقریر
۳۰-۹ ہندی ڈرامہ
۰۰-۱۰ پرانی فلموں سے فرمائشی گیت

ہفتہ ۲۳ نومبر

صبح

۲۵-۶ گیان وندو رابندرناتھ
۱۰-۷ این راجن: شاستریہ سنگیت
۲۱-۸ گڑھوالی لوک گیت

شام

۰۵-۷ یچرس پروگرام
۲۵-۸ فلمی سنگیت
۱۶-۹ ہم درشن علاقائی ریڈیو نیوز ریل
۳۰-۹ کلاسیکی موسیقی نیشنل پروگرام

اتوار ۲۴ نومبر

صبح

۲۵-۶ گیان وندو: دھرم اور سنسکرتی سوامی وویکانند
۱۰-۷ راجن مشرا، ساجن مشرا کلاسیکی موسیقی
۲۱-۸ آپ کی چھٹی آپ کی فرمائش
۰۵-۱۱ ناناجی مر گئے: ہندی ڈرامہ
۳۰-۱۱ کوی گوشٹھی

رات

۲۵-۸ جی۔ ایس۔ سچدیو کلاسیکی موسیقی
۱۶-۹ قانون اور ذکی

۹-۳۰ گیت بہار رے
ہماچلی گیتوں کا فرمائشی
پروگرام

پیر ۲۵ر نومبر

صبح

۶-۳۵ گیان وندو: برہم پراپتی کا
مارگ: گورو روی داس
۷-۱۰ بسم اللہ خاں: شہنائی
۸-۲۱ بھائی پریم سنگھ: شبد

شام

۵-۰۰ چنو منو
۵-۲۰ ہم رنگ: ملاجلا ہماچلی
پروگرام
۶-۱۰ میلا سمیلن
۸-۲۰ بھگتی سنگیت
۹-۱۶ انگریزی تقریر
۹-۳۰ نیشنل پروگرام: تقریر
۹-۴۵ سرلا کپور: سگم سنگیت

منگل ۲۶ر نومبر

صبح

۶-۳۵ گیان وندو

گرونانک جی کے دچار
۷-۱۰ ملک ورما: کلاسیکی موسیقی
۸-۲۱ جے پرکاش کنڈارا
سگم سنگیت

شام

۷-۲۰ ریڈیو دیہاتی گوشٹھی
۸-۱۵ ترلوک سنگھ: طبلہ
۹-۱۶ جھلکی
۱۰-۰۰ منگل شب کی محفل موسیقی

بدھ ۲۷ر نومبر

صبح

۶-۳۵ گیان وندو: برھم دھرم
کا ارتھ: گاندھی جی
۷-۱۰ ایس۔ پال چندر: کرناٹک سنگیت
۸-۲۱ مہندر سنگھ: ٹھمری/دادرا

دوپہر

۲-۴۰ سب رنگ

رات

۸-۲۵ نرملا ارون: سگم سنگیت
۹-۱۶ گھر آنگن: بسلسلہ وار ڈرامہ

۹-۳۰ چرچا کا وشیہ ہے
۱۰-۰۰ آپ کے آنور ودھ پر
نئی فلموں سے فرمائشی گیت

جمعرات ۲۸ر نومبر

صبح

۶-۳۵ گیان وندو: دھرم
سوامی وویکانند
۷-۱۰ ایل۔ کے۔ پنڈت
کلاسیکی موسیقی
۸-۲۱ پنجابی گیت

رات

۹-۱۶ آپ کا پتر ملا
(خطوں کے جواب)
۹-۳۰ نیشنل پروگرام: ڈرامہ

جمعہ ۲۹ر نومبر

صبح

۶-۳۵ گیان وند: گیان اور دھرم
مولانا آزاد
۷-۱۰ پرارتھنا سبھا
۸-۲۱ اور رات ۸-۲۵
سیتارام: سگم سنگیت
۹-۱۶ یہ راشٹریہ سنستھان

ہندی تقریر
۱۰-۰۰ پرانی فلموں سے فرمائشی گیت

ہفتہ ۳۰ر نومبر

صبح

۶-۳۵ گیان وند: بھگتی
سنت تکارام
۷-۱۰ علاؤالدین خاں
کلاسیکی موسیقی
۸-۲۱ ہریانوی لوک گیت
۹-۱۶ ہم درشن
علاقائی ریڈیو نیوز ریل
۹-۳۰ کلاسیکی موسیقی کا نیشنل
پروگرام

اندور

اندور (الف): ۴۶۲٫۹ میٹر ۶۴۸ کلوہرٹز
اندور (ب): ۱۸۹٫۳ میٹر ۱۵۸۴ کلوہرٹز

ہفتہ ۱۶ر نومبر

صبح

۷-۳۰ کہانی از اشوک وکت
۸-۲۱ اور رات ۸-۱۵
ایس ڈی املاکر، سگم سنگیت
۹-۱۵ اور دوپہر ۱-۱۰
سمن دانیکر: گائن

دوپہر

۱۲-۳۰ 'سویابین کے وینجن'، تقریراز
ساوتری گوسوامی
۲-۰۰ اور شام ۶-۲۰
سدھا کلکرنی: سگم سنگیت
۲-۳۰ اور شام ۶-۳۰
رجنی ماتھر: لوک گیت
۵-۰۵ 'آج کا ساہتیہ اور آدمی'
تقریراز سیما شرما
۵-۵۰ اور رات ۸-۳۰
کالی داس پنت لگلے، پکھاوج

شام

۷-۲۰ 'اجین کے ضلع ادھیش سے بھینٹ'

اتوار ۱۷ر نومبر

صبح

۹-۱۵ 'وہ بچپن جو پرپرناداتی تھا'، روپک
تحریر، شیام سندر دیاس

دوپہر

۱۲-۳۰ 'پاریوارک سکھ کے سچے سوتر'
تقریراز کرشن شاستری کانیٹکر
۵-۵۰ اور رات ۸-۳۰
سدھیشوری دیوی: گائن

شام

۷-۲۰ 'گرامین یو وا کن ماد ھیموں سے ملے
جانکاری حاصل کریں'، پریچرچا
ڈاکٹر نوین جین اور یو۔ ایس ٹھاکر

پیر ۱۸ر نومبر

صبح

۷-۳۰ 'شریمتی اندرا گاندھی کا مانو وادی
درشٹی کون'، تقریر
۸-۲۱ اور شام ۶-۲۰
مینو پرشوتم، سگم سنگیت
۸-۳۰ اور دوپہر ۲-۰۰
وی۔ آر۔ ولی واڈیکر: گھٹا
۷-۱۵ اور رات ۸-۳۰
مالبیکا کانن، گائن

دوپہر

۱۲-۳۰ 'ایک اجلا ونیکتو'، روپک
تحریر، رنویر سکسینہ
۲-۳۰ رامیشور یادو: لوک گیت
۵-۵۰ مکیش، سگم سنگیت

شام

۶-۳۰ رامیشور یادو: لوک گیت
۶-۴۰ 'پربندھکوں کا دائتو شرم سمیاؤں کے
پرتی ـــ ادار درشٹی کون'
تقریراز ایس کے اگروال

منگل ۱۹ر نومبر

صبح

۷-۳۰ کویتا پاٹھ
چندر کرن گپتا، وید سما نشو
۸-۲۱ سیرانند دانیور، سگم سنگیت
۹-۱۵، دوپہر ۱۲-۰۰ اور رات ۸-۳۰
سلطان خاں، سارنگی

دوپہر

۱۲-۳۰ 'گرامین مہیلائیں اور اندرا گاندھی'
پریچرچا
۵-۰۵ 'اندرا گاندھی اور انکی سانسکرتک
کرم شلیتا'، تقریر
۵-۵۰ ارمی داس گپتا، گائن

شام

۶-۴۰ اپنے شرم قانون جانیں
'گریجویٹی بھگتان ادھی نیم'
از اے کے سنگھ

۷ اندرا گاندھی کے جنم دِوس پر روپک
۸ 'مکان' جھلکی
تحریر : رمیش منوہرہ
۸ سدھا ہوما : سگم سنگیت

بدھ ۲۰ نومبر

صبح
۷ 'جاڑے میں بچوں کو ہونیوالی بیماریاں
— ساؤدھانی اور اپچار'
از ایس ڈی سنگھ
۸ اور شام ۶-۲۰
برہمدیو نارائن سنگھ : سگم سنگیت
۸ اور دوپہر ۲-۰۰
اے . آر . سیٹھوردھن : گائن
۹ وسنت رانا ڈے : وائلن
دوپہر
۲ اور شام ۶-۳۰
ہیرالال بھولا جی وساکھی :
لوک گیت
۵ محمد رفیع : سگم سنگیت
شام
۷ 'پیٹ روگ کا آیورویدک اپچار'
تقریر از انوپ چند ناگر

جمعرات ۲۱ نومبر

صبح
۸ اور شام ۶-۲۰
املیندر چکورتی : سگم سنگیت
۸ اور رات ۸-۳۰
شمیم احمد : ستار
۹ ، دوپہر ۲-۰۰ اور ۵-۵۰
پدمجا وو ریکر : گائن
سہ پہر
۲ اور شام ۶-۳۰
مدن بھارتی : لوک گیت
شام
۷ 'پچھیتی آلو کی کاشت میں ساودھانی'
تقریر از اے . کے . سنگھ
۹ کہانی از پریہ لتا پانڈیہ

جمعہ ۲۲ نومبر

صبح
۸ اور شام ۶-۲۰
وسندھرا کومکلی : سگم سنگیت
۸-۳۰ اور رات ۸-۳۰
گوسوامی گوکلاتسو مہاراج :
گائن
۹-۱۵ سلیمان خاں : طبلہ
دوپہر
۱۲-۳۰ گھریلو اپچار
وید کرشن دیوی پراشر
۵-۵۰ مہندر کپور : سگم سنگیت
شام
۶-۴۰ کہاوت ہے
'سر دیا اوکھلی میں تو موسلوں سے کیا ڈرنا'
تقریر از آشا پاٹھک
۷-۲۰ 'ڈریکٹر کا رکھ رکھاؤ'
تقریر از این سی شریواستو

ہفتہ ۲۳ نومبر

صبح
۷-۲۰ کہانی : باپو پربار
کویتا پاٹھ : سریش شرما
۸-۲۱ اور شام ۶-۲۰
اوِیناش رانگیکر : سگم سنگیت
۸-۳۰ عبدالسلام نوشاد : کلارنٹ
۹-۱۵ اور دوپہر ۱-۱۰
رماکانت دوبے : گائن
دوپہر
۲-۰۰ کے . ایل . سہگل : سگم سنگیت
۲-۳۰ اور شام ۶-۳۰
بدھیا مالواڑ : لوک گیت
۵-۵۰ کویتا : شفاالله خاں شفا
شام
۶-۴۰ 'کہانی اڈیوگوں کی' روپک
شری سندھو ٹکس ، اجین
پیشکش : سریش تیواڑی
۹-۱۶ رتلام کی کھیل گتی ودھیوں پر تبصرہ
از سبیر سنگھ کشواہا

اتوار ۲۴ نومبر

صبح
۹-۱۵ 'دھوم کیتو کیا ہے ؟'
تقریر از رام . ایس . سریواستو
دوپہر
۱۲-۰۰ 'بزنیٹے' ناٹک
تحریر : وسودھا دولیکر
۱۲-۳۰ 'پریواروں میں لوک سنسکار —
ہمارا دائیتو' تقریر از
ستیش کمار
۵-۵۰ سپن چودھری : طبلہ
رات
۹-۳۰ 'جیٹراؤ' ناٹک
تحریر : دیو ورت جوشی

پیر ۲۵ نومبر

صبح
۸-۲۱ ، ۵-۵۰ اور شام ۶-۲۰
محمد حسین ، احمد حسین : سگم سنگیت
۸-۳۰ اور دوپہر ۱۲-۰۰
پربھا اترے : گائن
۹-۱۵ ڈبلو . جی . جوگ : وائلن
دوپہر
۱۲-۳۰ 'گھر چمپا ، گھر موگرا' روپک
تحریر : کے . کے . دوبے
۲-۳۰ اور شام ۶-۳۰
امبارام سورداس : لوک گیت
شام
۶-۴۰ انکے بارے میں بھی جانیے
'کیندریہ بھوشیہ ندھی سنگٹھن'
تقریر از ایم ایل پال
۷-۲۰ 'ون وستار سوویدھائیں'
تقریر از ایس ایس پراشر

منگل ۲۶ نومبر

صبح
۸-۲۱ ، شام ۶-۲۰ اور ۸-۱۵
اسلم صابری : سگم سنگیت
۹-۱۵ اور سہ پہر ۵-۵۰
شمبھو پرساد : گائن
دوپہر
۱۲-۳۰ 'میلاؤں میں شکشا ضروری کیوں ؟'
تقریر از اے . دلتے
۵-۰۵ وجے کمار شرما : قوالی
شام
۷-۲۰ 'کپاس جنائی میں ساودھانی'
تقریر اے . ایل . پرمار
۸-۰۰ 'لوٹتی ہوئی بہار' جھلکی
تحریر : دلیپ نیما

بدھ ۲۷ نومبر

صبح
۸-۲۱ اور شام ۶-۲۰
شیلا ورما : سگم سنگیت
۸-۳۰ اور دوپہر ۲-۰۰
جے شری پارکر : گائن
۹-۱۵ اور رات ۸-۳۰
تنسکرلال : سارنگی
شام
۵-۵۰ انوپ جلوٹا : سگم سنگیت
۶-۴۰ 'کام کاجی مہیلائیں اور سماجک درشٹی
کون' تقریر از ہیم کمار بھٹ

جمعرات ۲۸ نومبر

صبح
۸-۲۱ اور شام ۶-۲۰
روپالی مکرجی : سگم سنگیت
۸-۳۰ اور سہ پہر ۵-۵۰
دواکر سند سوڑے : بانسری
۹-۱۵ اور دوپہر ۲-۰۰
منور علی خاں : گائن
دوپہر
۲-۳۰ اور شام ۶-۳۰
منوہرلال مالی : لوک گیت
شام
۷-۲۰ سمسیا اور سجھاؤ
'دگیانک کرشی میں بڑھتی کٹھنائیاں
تتھا سمادھان' پریچرچا
شرکا : ڈاکٹر وی این شراف ، اسنداشو
پاٹیدار اور بسنت کمار سکسینہ
۸-۰۰ کہانی از اروند نیما
کویتا : ڈاکٹر رامیشورم

جمعہ ۲۹ نومبر

صبح
۸-۲۱ اور شام ۶-۲۰
مہیش چندر : سگم سنگیت
۸-۳۰ لیلا اڈسلے : گائن
۹-۱۵ ، دوپہر ۲-۰۰ اور رات ۸-۳۰
ایم ڈی اگیش : وائلن
دوپہر
۱۲-۳۰ گھریلو اپچار
از وید کرن دوبے
۵-۵۰ سمن کلیانپور : سگم سنگیت
شام
۶-۴۰ 'کمپیوٹر شکشا اور اسکا مہتو'
تقریر از کے کے کھامیا
۷-۲۰ 'آنگن باڑی میں لگی سبزیوں کی دیکھ
بھال' تقریر ایس اے سپرے
(آگے ص ۴۵ پر)

بھوپال، رائپور، گوالیار، جبلپور

بھوپال (الف) ۲۰۲/۰ میٹر ۱۴۸۵ کلوہرٹز بھوپال (ب) ۲۴۳/۲ میٹر ۱۲۳۳ کلوہرٹز
شارٹ ویو:
صبح: ۴۵-۷ تک ۹۰/۵۰ میٹر ۳۳۱۵ کلوہرٹز ۰۰-۸ کے بعد ۵۰/۰۰ میٹر ۵۹۹۰ کلوہرٹز
دوپہر: ۸۷/۱۴ میٹر ۱۷۱۰ کلوہرٹز شام اور رات ۹۰/۵۰ میٹر ۳۳۱۵ کلوہرٹز

خبریں

ہندی: صبح ۰۰-۸، ۰۵-۹ (پرادیشک) دوپہر ۰۵-۱، ۱۰-۲، ۴۵-۲ شام ۰۵-۶
رات ۴۵-۸ (۰۵-۱۱ صرف ہفتہ کو)
انگریزی: صبح ۱۰-۸ دوپہر ۰۰-۱ شام ۰۰-۶ رات ۰۰-۹ (۰۰-۱۱ صرف ہفتہ کو)

شکنتلا بھوسر

ہفتہ ۱۶ر نومبر

صبح
۸-۲۰ اور رات ۳۰-۸
رکشپال ورما: سگم سنگیت

دوپہر
۲-۳۰ مُری شنکر: لوک سنگیت

اتوار ۱۷ر نومبر

صبح
۷-۱۰ کاویہ دھارا: سویتا برجی

دوپہر
۲-۳۰ ششی شریواستو
لوک گیت

رات
۸-۲۰ وکاس یاترا سنچائی ویوستھا
کے سندھرب میں: ہندی تقریر

پیر ۱۸ر نومبر

صبح
۸-۲۵ اور رات ۳۰-۸
دیپک پاٹھک: سگم سنگیت
۸-۳۰ بی شیام سندر نائڈو:
ستار

دوپہر
۱-۱۰ درپن: پتریکا
۲-۳۰ چندر کانتا پریہار اور سکھیاں
لوک گیت،

رات
۱۰-۰۰ 'مہا بلیدان': ناٹک

منگل ۱۹ر نومبر

صبح
۷-۱۰ ترنگ: لوک ناٹیہ
وسنت کمار اور ساتھی
پیش کش: میناکشی مشر
۷-۳۰ ہندی تقریر: از ڈاکٹر
شنکر دیو دوبے
۷-۴۵ اور دوپہر ۱۰-۲
رما مشرا: لوک گیت
۸-۲۰ سندھیا نائر: سگم سنگیت
۸-۳۰ اردو پروگرام: آئینہ
بزم سخن

رات
۸-۲۵ سندھیا نائر: سگم سنگیت

بدھ ۲۰ر نومبر

صبح
۷-۱۰ کہانی: از لیلا شریواستو
۷-۴۵ اور دوپہر ۳۰-۲
کملا بائی مشرا: لوک گیت
۸-۲۰ اور رات ۳۰-۸
جیئے راج سوٹوانی
۸-۳۰ شاردا پرشاد بھٹ
سرود وادن

دوپہر
۲-۳۰ لوک گیت

رات
۹-۳۰ سوتنترتا آندولن کے
انہہاس کے بارے میں ایک
روپک
۱۰-۰۰ شاردہ پرشاد بھٹ
اپ شاستریئے گائن
۱۰-۳۰ رمیش پریم: وچتر وینا

جمعرات ۲۱ نومبر

صبح
۷-۱۰ کہانی: شیام چورسیہ
۷-۴۵ اور دوپہر ۳۰-۲
رام بابو شری واستو
لوک گیت
۸-۲۵ اور رات ۳۰-۸
اوشا نائر: سگم سنگیت
۸-۳۰ اور رات ۰۰-۱۰
نصیر ظہیر الدین ڈاگر، نصیر
فیاض الدین ڈاگر
دھرپد للت

رات
۱۰-۳۰ ڈاکٹر این راجم: وائلن

جمعہ ۲۲ر نومبر

صبح
۷-۱۰ 'بال وکاس اور سماجک دائتو'
مباحثہ: شرکاء: ڈاکٹر
شفیقہ فرحت
کرشن کملیش، ایل ایس ہردینیہ
۸-۳۰ کہکشاں: اردو پروگرام
افسانہ: کلام شاعر

دوپہر
۲-۳۰ لکشمی بائی شاکیا اور سہیلیاں
لوک گیت

رات
۸-۳۰ ایم، وی، ویاس
سگم سنگیت
۱۰-۰۰ سمریش چودھری: خیال
۱۰-۳۰ اوما شنکر مشر: ستار

ہفتہ ۲۳ر نومبر

صبح
۸-۲۰ اور رات ۳۰-۸
وجئے لکشمی کمار
سگم سنگیت

دوپہر
۲-۳۰ جسودا بائی گجریا
لوک سنگیت

اتوار ۲۴ر نومبر

صبح
۷-۱۰ کاویہ دھارا: کرشن بخشی

دوپہر
۲-۳۰ کوشل بائی: لوک گیت

رات
۱۰-۰۰ اے۔ کانن: خیال انگیشری

پیر ۲۵ر نومبر

صبح
۷-۱۰ 'گرو نانک کا جیون درشن'
ہندی تقریر: رامیشور سنگیت
۸-۲۰ اور رات ۳۰-۸
چندر کوشک
سگم سنگیت
۸-۳۰ ارمیلا اس گپتا: ٹھمری دادرا

دوپہر
۲-۳۰ سیتا رام تیواری
لوک گیت

رات
۱۰-۰۰ 'جالا بنتی مکڑی': ناٹک
تحریر:
پیش کش: مقبول حسن

منگل ۲۶ر نومبر

صبح
۷-۱۰ ترنگ: 'ہنسی کا خزانہ'

تحریر:
پیش کش: میناکشی مشرا
۷-۳۰ ایس نارائن جوشی: ہندی
۷-۴۵ اور دوپہر ۳۰-۲
تیج رام بھارتی: لوک گیت
۸-۲۰ اور رات ۳۰-۸
سگم سنگیت
جگدیش سنگھ ٹھاکر
۸-۲۰ اردو پروگرام: روپک
عید میلاد: ڈاکٹر حامد حسین

بدھ ۲۷ر نومبر

صبح
۷-۱۰ کاویہ پاٹھ: از رمیش یاد

۷-۴۵ اور دوپہر ۲-۳۰
رجنی پروہت: لوک گیت
۸-۲۰ اور رات ۸-۳۰
رمیش کمار بہل
سگم سنگیت
۸-۳۰ اور رات ۱۰-۳۰
میرا وی راؤ: خیال للت

جمعرات ۲۸ نومبر

صبح
۷-۱۰ کاویہ پاٹھ: بھرت لال ساگر
۸-۲۰ اور رات ۸-۳۰
رام کشن چندریشری
سگم سنگیت
۸-۳۰ اور رات ۱۰-۳۰
ایس کے داس گپتا: سرود

دوپہر
۲-۳۰ گیتا گوسوامی: لوک گیت

جمعہ ۲۹ نومبر

صبح
۸-۳۰ کہکشاں: اردو پروگرام
"ہماری خلائی کوششیں" تقریر

دوپہر
۲-۳۰ راجیش شرما: لوک گیت

رات
۸-۳۰ مینا بھٹاچاریہ: سگم سنگیت
۱۰-۳۰ جی۔ این۔ ڈنتاے: خیال

ہفتہ ۳۰ نومبر

صبح
۸-۲۰ اور رات ۸-۰۰
سپریہ داس گپتا: سگم سنگیت

دوپہر
۲-۳۰ رتن لال کشواہا: لوک گیت

بیکانیر

۲۱۵٫۰ میٹر ۱۳۹۵ کلو ہرٹز

ہفتہ ۱۶ نومبر

صبح
۹-۱۰ اور دوپہر ۱-۳۰
گیانیشوری شرما
لوک سنگیت

دوپہر
۱-۱۰ ہری پرساد چورسیا: بانسری
۱-۵۰ "ون اوران کی اپیوگتا"
از دکپر بھا پاٹھک

شام
۵-۰۵ کشمیر چند: شاستریہ گائن

اتوار ۱۷ نومبر

صبح
۸-۲۱ شری لال وشارد: کویتا پاٹھ

دوپہر
۱۲-۰۰ چھوٹا پریوار ہی کیوں؟
بات چیت: ڈاکٹر اسنیہ لتا

شام
۵-۰۵ یوواوانی: نوترنگ
کماری مونا موگن: تقریر
"مہیلا جاگرتی اور اتھان کی اور" از کماری ریتا ٹھلیانی

پیر ۱۸ نومبر

صبح
۹-۱۰ اور دوپہر ۱-۳۰
فاطمہ: لوک سنگیت

دوپہر
۱۲-۱۰ نرملا دیوی، لکشمی شنکر
ٹھمریاں

شام
۵-۰۵ یوواوانی: پرشن منچ
پرشن کرتا: چندر پرکاش
شرکار: شری کرشن ہری ورما
اندر سنگھ راٹھور
سنجیو راج ونشی، پون کمار

باٹھلا: شریمتی اندرا گاندھی
ایک سمیتی وکتتو: تقریر از
کماری شاردا گوسوامی

منگل ۱۹ نومبر

صبح
۸-۲۱ "راشٹریہ ایکتا کے سندرکرم میں
سوادھینتا سنگرام اور راشٹریہ
ایکتا": تقریر از ڈاکٹر پربھا بھارگو
۹-۱۵ اور دوپہر ۱-۴۰
سلطان خاں و ساتھی اور کشن
لال: لوک سنگیت اور
ڈھولک وادن
۱-۵۰ "کرشی کرانتی کی اگر دوت ـ
شریمتی اندرا گاندھی"
تقریر: شری دیپ چند پنڈوا

شام
۵-۰۵ "شانیتہ ایکتا کی امر سادھیکا:
شریمتی اندرا گاندھی" روپک
پیش کش: سوشیل کانت سنہا
۶-۳۰ تقریر: شری مدن کیولیا
کویتا پاٹھ: مہادیو پرساد
سارسوت
کہانی: چھگن لال ویاس

بدھ ۲۰ نومبر

صبح
۷-۳۰ شاستریہ سنگیت
۹-۱۵ اور دوپہر ۱-۳۰
نوری دیوی: لوک سنگیت

دوپہر
۱-۱۰ کمار بھرو: گائن
۱-۵۰ "مرو شیتر میں پشو پالن کے
ساتھ کرشی وکاس": تقریر
رام جس جاکھڑ

جمعرات ۲۱ نومبر

صبح
۷-۳۰ وگیان لوک: "کیسے بچاتے ہیں
دودھ کو پھٹنے سے"
دماغ کی کاریہ پرنالی: از ڈاکٹر
آر۔ ایس اگروال
۷-۵۰ اور رات ۹-۰۱
انور احمد: سگم سنگیت
۹-۱۰ اور دوپہر ۱-۴۰
مالتی و سکھیاں: لوک سنگیت

دوپہر
۱-۱۰ مہیلا جگت: کمبیرنگ
وارتا: سردی کے موسم میں
پھیلنے والے روگ، ڈاکٹر
رشمی تومر: بھجن: کویتا پاٹھ
سوشری شاردا بھٹناگر
۱-۵۰ ایک پرگتی شیل کسان
چودھری رام پرتاپ سے
بھینٹ

شام
۵-۰۵ آج کے سنگیت کلاکار
کماری رشیم جین: ستار وادن

جمعہ ۲۲ نومبر

صبح
۸-۲۱ خون کی کمی سوں پنپتے روگ
لکشن اور بیان رو فوارن
راجستھانی تقریر
از وید بھنور آچاریہ
۹-۱۰ اور دوپہر ۱-۳۰
علی محمد: لوک سنگیت

دوپہر
۱-۱۰ عبدالکریم خاں: گائن

ہفتہ ۲۳ نومبر

صبح
۹-۱۵ اور دوپہر ۱-۳۰
جگدیش پرساد کتھک
لوک سنگیت

دوپہر
۱-۱۰ استاد برکت علی خاں: ٹھمریاں
۱-۵۰ "گرامین شیتر میں انتری
پرورش ایوم بچوں کے پنپتے
روگ اور ان کا اپچار"
ڈاکٹر سوشری منیتھا سے

بھینٹ

شام

۵-۰۵ تازہ جین اور سکھیاں
لوک گیت

۶-۳۰ آؤ اپنی ڈگر بنائیں: گرہ
نرمان منڈل کی آواس یوجنائیں
ایس۔ پی تھانوی

اتوار ۲۴ر نومبر

صبح

۸-۲۱ کہانی: اندو گیندر یوگی

دوپہر

۱۲-۰۰ مہیلا جگت: کہانی؛ وینا گپتا
غزل: بھینٹ وارتا: بنائی
کلا آئے کا سروت
سرے کنول

شام

۵-۰۵ نوترنگ: اجیہ کمار لھونرہ
وارتا: کویتا پاٹھ

پیر ۲۵ر نومبر

صبح

۹-۱۵ اور دوپہر ۳۰-۱
نتھو خاں مراسی: لوک سنگیت

دوپہر

۱-۱۰ سنور علی خاں: خیال درباگ

۱-۵۰ گرامین وکاس میں آیو دیکی
کرن کا پربھاؤ: شیو نام سنگھ
سے بھینٹ

منگل ۲۶ر نومبر

صبح

۷-۲۵ خورشید بہانی: کلارینٹ

۹-۱۵ اور دوپہر ۴۰-۱
رجب علی: لوک سنگیت

دوپہر

۱-۵۰ درسرکاری سنستاؤں کا کرشی
وکاس یوگدان': تقریر از
ہنس راج سارمجھ

شام

۵-۰۵ وگیان کی باتیں: رکت کے
وبھن سموہ: کماری ارچنا گھو

۶-۳۰ 'بیکانیر ری پراتن کا مین دھروہر'
یگیہ سنگھ: کویتا پاٹھ
دوارکا پرساد پروہت

کہانی: بھنور لال ستھار (پرمر)

بدھ ۲۷ر نومبر

صبح

۹-۱۵ اور دوپہر ۳۰-۱
سانور لال رنگا
لوک سنگیت

دوپہر

۱-۱۰ سنگھ بندھو: خیال کلاوتی

۱-۵۰ 'بھیڑوں کا رکھ رکھاؤ اور
ان کا چارہ دانہ': تقریر از
ڈاکٹر موہن سنگھ سینی

جمعرات ۲۸ر نومبر

صبح

۷-۳۰ مسکان کے پل۔ ہاسیہ کویتا
اے۔ وی۔ کمل

۷-۵۰ اور رات ۱۰-۸
لکشمی نارائن سونی
سگم سنگیت

۹-۱۰ اور دوپہر ۴۰-۱
امام الدین: لوک سنگیت

دوپہر

۱-۱۰ 'بڑھتے قدم منزل کی اور'،
روپک: تحریر: پریما سکسینہ

۱-۵۰ پرگتی شیل کسان کمہارام
سے ملاقات

شام

۵-۰۵ کماری روڑی رانی شریواستو
شاستریہ سنگیت

جمعہ ۲۹ر نومبر

صبح

۸-۲۱ 'راجستھان ری ویر بھومی را
مہیلا واں': راجستھانی تقریر۔
کویتا مہتا

۹-۱۰ اور دوپہر ۴۰-۱
گنیش ناتھ: لوک سنگیت

دوپہر

۱-۱۰ پنڈت جگدیش پرشاد
خیال باگیشوری

ہفتہ ۳۰ر نومبر

صبح

۹-۱۵ اور دوپہر ۳۰-۱

جے پور، اجمیر

جے پور (الف): ۲۰۳/۲ میٹر ۱۴۷۶ کلو ہرٹز
جے پور (ب): ۲۳۶/۴ میٹر ۱۲۶۹ کلو ہرٹز
اجمیر : ۴۹۷/۵ میٹر ۶۰۳ کلو ہرٹز

ہفتہ ۱۶ر نومبر

صبح

۷-۰۵ نیرا شرما: ستار پر راگ بسنت

۸-۲۱ انجنا ماتھر: لوک گیت

۹-۱۵ رام گوپال مشرا: گیت، بھجن

دوپہر

۱-۱۰ ببلی دیوی: لوک گیت

۱-۳۰ استاد بڑے غلام علی خاں
خیال شدھ سارنگ

شام

۵-۰۵ یوواوانی: 'وگیان جگت میں
سہایک بن سن اکشکا'
سویتا آنند سے بھینٹ
بھینٹ کرتا: منوج ناگیا د
رینا شرما

۶-۳۰ نیرا شرما: ستار پر راگ ماروا

اتوار ۱۷ر نومبر

صبح

۷-۴۵ جس پال سنگھ: منڈولن

غلام رسول: لوک سنگیت

دوپہر

۱-۱۰ بسنت رادیش پانڈے
خیال کلیان/ دادرا

۱-۳۰ 'گرامین کے لئے رن سویدھائیں'
منجولا ڈاورے سے ملاقات

شام

۷-۰۵ کماری رتن راجپوت
لوک گیت

۶-۳۰ 'ونگر وکاس نیاس کی وکاس
یوجنائیں': تقریر
بھوانی شنکر شرما

دوپہر

۱۲-۰۰ مہیلا جگت
'جب ہم نے رسوئی گھر سنبھالا'
مزاحیہ تقریر، رماکانت شکل
'گھٹا ہے اپنا بجلی کا بل'
بات چیت اسریش مہرشی

۱۲-۳۰ 'مونگ کی دال': جھلکی
سرتاج ماتھر: پیش کش
ممتاز شکیب

شام

۶-۴۵ احمد نور دسانغی: قوالی

۹-۳۰ کہکشاں: اردو پروگرام
'اعلیٰ قدریں، صفائی اور
پاکیزگی': تقریر از منظور احمد
ادیب: کلام شاعر: انعام شرر
'راجستھان میں پینے کے پانی
کی سہولیات': تقریر از
ضمیر احمد خاں

پیر ۱۸ر نومبر

صبح

۷-۰۵ لکشن بھٹ تیلنگ
آلاپ دھمار راگ کومل رشبھ
آساوری: پکھاوج سنگیت
رام کشور داس

۹-۱۵ وسودھا کل کرنی: بھجن

دوپہر

۱۲-۱۵ ریڈیو پرایوگک پری یوجنا
پروگرام: 'سورج چاند اور
ستارے'

۱-۱۰ لوک گیت: بابو لال گایک
اور ساتھی

۱-۳۰ لکشمن بھٹ تیلنگ
آلاپ دھرپد راگ دیس کا
پکھاوج سنگت
رام کشور داس

منگل ۱۹ نومبر

صبح

۸-۲۱ بستی رام: لوک سنگیت
۸-۵۰ بھارت کی پراچین وگیانک
پرمپرا: برہم گپت
تقریر: ڈاکٹر رام کمار آچاریہ

رات

۹-۳۰ سندھی پروگرام: بھارتیہ
تہوار، تقریر: پرو لیکھ
ہیرانندانی: بھگت
پرتاپ رائے و ساتھی

بدھ ۲۰ نومبر

صبح

۷-۰۵ دیویندر مصر: ستار پر راگ
سندھو بھیروی
۸-۲۱ چھوٹو لال: لوک گیت

دوپہر

۱-۱۰ دھن شیام ڈانگی
لوک گیت
۱-۲۰ دیویندر مصر: ستار پر راگ
بھیم پلاسی

شام

۶-۳۰ ادھوگ جگت
'ان سے بچئے سکھ سے رہیے'
اندھ وشواس سے'
تقریر: مدھو سیتا: کہانی از
نریندر نرموہی
۹-۱۶ اندرا راماوت: غزل

جمعرات ۲۱ نومبر

صبح

۸-۲۱ گووند سنگھ راٹھور
لوک گیت
۹-۱۵ اپندرا رائے: گیت، بھجن

دوپہر

۱۲-۱۵ ریڈیو پرایوگک پری یوجنا
پروگرام: 'دو گھڑی'
۱-۱۰ مہیلا جگت: 'بڑھتی مہنگائی
میں تہوار اور گھر کا بجٹ'
پریچرچا: شرکا: آشا عثمانی،
راج ڈاکٹر حمیدہ بانو
۱-۳۰ گووند سنگھ راٹھور
لوک گیت

شام

۶-۳۰ سندھی پروگرام
'گل ترن جی گلکاری': کہانی
ڈھولنا راہی: چاچا نہرو
تقریر: رجنی ملوانی

جمعہ ۲۲ نومبر

صبح

۷-۰۵ الیس۔ این۔ پروہت
بانسری پر راگ گوجری توڑی
۸-۲۱ اندر کمار شرما: لوک گیت

دوپہر

۱۲-۱۵ ریڈیو پرایوگک پری یوجنا
پروگرام: 'بہار'
۱-۱۰ کنہیا لال پرما اور ساتھی
لوک گیت
۱-۳۰ الیس۔ این۔ پروہت
بانسری پر راگ گوڑ سارنگ

رات

۹-۱۶ ارونا شرما: گیت

ہفتہ ۲۳ نومبر

صبح

۷-۰۵ راجیش کماری بتو
خیال گن کلی
۸-۲۱ کشوری دیوی: لوک گیت
۹-۱۵ بنواری لال: گیت، بھجن

دوپہر

۱۲-۱۵ ریڈیو پرایوگک پری یوجنا
پروگرام: 'بھاشا کھیل'
۱-۱۰ موہن لال گوہیا اور ساتھی
لوک گیت
۱-۳۰ راجیش کماری بتو
خیال ملتانی

شام

۵-۰۵ یووا وانی: 'بہلی دھوم کیتو'
تقریر: ڈاکٹر کانتی بالا شرما

اتوار ۲۴ نومبر

صبح

۷-۲۵ اکیسویں شتابدی میں وگیان
رسائن وگیان: ہندی تقریر
از آر۔ سی۔ مہروترا
۹-۱۵ منگل ونستی کا دیکھو بھوت
سنسار، پیڑ پودھے ہیں کیا

دیتے ہیں، بات چیت
از ڈاکٹر میناکشی آریہ

دوپہر

۱۲-۰۰ مہیلا جگت
'گھر سات گھنٹے کا': انٹرویوز
پرمبنی پروگرام: پیش کش
سنتوش شرما: کہانی
از کانتا مار وا
۱۲-۳۰ جھلکی
'پچور کا بھائی گرہ کٹ': جھلکی
تحریر: راجیش ماتھر
پیش کش: ممتاز شکیب

رات

۹-۳۰ کہکشاں: کاروان ادب
اقبال کی شاعری میں گل وبلبل
کا ذکر: تقریر: حسین رضا خاں
کلام شاعر: منان راہی

پیر ۲۵ نومبر

صبح

۷-۰۵ نیاز احمد خاں: ستار پر
راگ رام کلی
۷-۳۵ کاویہ پاٹھ
سمپت سنگھ شیکھاوت
۹-۱۵ گری راج کمار: گیت، بھجن

دوپہر

۱۲-۱۵ ریڈیو پرایوگک پری یوجنا
پروگرام: 'گرونانک پر خصوصی
پروگرام'
۱-۱۰ سریندر کمار شرما
لوک گیت
۱-۲۰ نیاز احمد خاں
ستار پر راگ شدھ سارنگ

منگل ۲۶ نومبر

صبح

۸-۲۱ اوم پرکاش و ساتھی
لوک سنگیت
۸-۵۰ 'بھارت کی پراچین وگیانک
پرمپرا': 'بھاسکراچاریہ'
تقریر: کرشن کانت شاستری
۹-۱۵ منگلا چوہان: گیت، بھجن

دوپہر

۱-۴۰ اوم پرکاش اور ساتھی
راجستھانی سنگیت

رات

۹-۳۰ سندھی پروگرام
گرونانک دیو: تقریر
توہاجی پسند

بدھ ۲۷ نومبر

صبح

۸-۲۱ پنّا رام بھوپا اور ساتھی
لوک گیت

دوپہر

۱-۱۰ پریم نارائن اور ساتھی
لوک گیت

شام

۶-۳۰ ادھوگ جگت
'ان سے بچئے۔ سکھ سے رہیے
آتشبازی سے': از مہیندر مصر
۹-۱۶ آر۔ کے۔ شرما: غزل

جمعرات ۲۸ نومبر

صبح

۸-۲۱ روپ نارائن مینا و ساتھی
لوک گیت
۹-۱۵ پنّا لال بوہرا: گیت، بھجن

دوپہر

۱۲-۱۵ ریڈیو پرایوگک پری یوجنا
پروگرام: 'پشپ سمن
پرسون'
۱-۱۰ مہیلا جگت
'میں ہوں رسوئی کا مسالدان'
تقریر: شیلا بھارگو

شام

۶-۳۰ سندھی پروگرام
قانون اے ساماجک نیاتے
اندر سین ایس
رانی سے ملاقات
کوشلیا کرپلانی: بھگم سنگیت

جمعہ ۲۹ نومبر

صبح

۷-۰۵ ہری ہر شرن: ستار پر
راگ و بھاس، کشور پنوار
طبلہ پر سنگیت
۷-۳۵ راجستھلی: راجستھانی کہانی
از سوائی سنگھ شیکھاوت
(آگے ص ۵۴ پر)

اورنگ آباد، پربھنی

اورنگ آباد ——— ۱۹۷ر۲ میٹر یعنی ۱۵۲۱ کلوہرٹز
پربھنی ——— ۲۱۹ر۰۰ میٹر یعنی ۱۳۰۵ کلوہرٹز

خبریں

ہندی خبریں : صبح ۶-۰۰، ۷-۵۹، دوپہر ۱-۰۵، شام ۶-۰۵، رات ۸-۴۵، ۱۱-۰۵
مراٹھی : صبح ۶-۵۰، ۸-۳۰، دوپہر ۱-۳۰، شام ۷-۰۰، رات ۸-۰۵
انگریزی : صبح ۸-۱۰، دوپہر ۱-۰۰، رات ۸-۰۰ (اسپورٹس)، ۹-۰۰، ۱۱-۰۰
اردو : دوپہر ۱-۵۰، رات ۹-۱۶ سنسکرت : شام ۶-۱۰

روزانہ نشر ہونے والے پروگرام

صبح

۵-۵۵ وندے ماترم اور شہنائی
۶-۰۵ سنسکرت پاٹھ
۶-۱۰ امرت دھارا
۶-۱۵ کسانوں کے لیے مراٹھی میں پروگرام
۶-۳۰ سوراانجلی
۶-۴۵ پروگرام کا خلاصہ
۷-۳۰ سب رنگ: اردو پروگرام

شام

۵-۳۰ یوواوانی
نوجوانوں کیلئے مراٹھی میں پروگرام
۶-۳۰ دیہاتیوں کے لیے پروگرام (مراٹھی)
۷-۱۰ روزگار سماچار
۷-۱۵ بازار بھاؤ — گیان جیوتی (صرف اتوار کو)
۷-۳۰ آپکے گھر آپکے شوار
۸-۳۰ مدھوگندھ / سنسد سمیکشا

هفتہ ۱۶ر نومبر

صبح
۷-۳۰ سب رنگ: اردو پروگرام
دوپہر
۱۲-۳۰ رنگ محفل
محمد حیات خاں اور ساتھی
رات
۸-۱۵ ہندوستانی راجیہ گھٹنا
تقریر از وسودھا پاٹل

اتوار ۱۷ر نومبر

صبح
۷-۳۰ سب رنگ
بچوں کے لئے اردو پروگرام
۹-۳۰ ہندی کویتا پاٹھ
از انگناتھ تیواری

شام
۶-۱۵ کرتن : دتا بھاؤ ڈولے اور ساتھی

پیر ۱۸ر نومبر

صبح
۷-۰۰ اور دوپہر ۱-۱۰
راجکمار اٹھوالے : گائن
شام
۵-۳۰ مراٹھی میں نوجوانوں کے لئے پروگرام، سامعین کے خطوط کے جواب
رات
۸-۱۵ دھونی چتر

منگل ۱۹ر نومبر

صبح
۷-۰۰ بدھانیا مکرجی : ستار
دوپہر
۱-۱۰ مشرا سنگیت
شام
۵-۳۰ یوواوانی : مراٹھی میں نوجوانوں کے لئے پروگرام
۶-۳۰ مراٹھی میں تقریر
از بھال چندر نامترے
۸-۳۰ کویتا پاٹھ : لکشمی کانت تامبولی

بدھ ۲۰ر نومبر

صبح
۷-۰۰ استاد امیر خاں : گائن
۷-۳۰ سب رنگ
باتوں باتوں میں : گھریلو موضوعی خاکہ، تحریر از بھگوان داس ورما
۸-۳۰ چترا دیشپانڈے: سگم سنگیت

جمعرات ۲۱ نومبر

صبح
۷-۳۰ سب رنگ: نئے چراغ، اردو پروگرام: نوجوانوں کے لئے
۸-۴۰ گرجا دیوی : گائن
دوپہر
۱-۴۰ لوک سنگیت

جمعہ ۲۲ر نومبر

صبح
۷-۳۰ سب رنگ: آپ اور ہم
سامعین کے خطوط پر مبنی پروگرام : نورالحسین
۸-۴۰ بھاؤ سرگیتا
دوپہر
۱-۱۰ عبدالحلیم جعفر خاں: ستار
شام
۶-۱۵ لوک سنگیت

هفتہ ۲۳ر نومبر

دوپہر
۱۲-۳۰ رنگ محفل
عبدالرب چاؤس و ساتھی
۱-۱۰ راگ سرگیتا

اتوار ۲۴ر نومبر

صبح
۷-۳۰ سب رنگ: اردو پروگرام
کھلتی کلیاں: بچوں کے لئے
دوپہر
۱-۱۰ شمیم احمد : ستار

پیر ۲۵ر نومبر

صبح
۷-۰۰ کملا پرلیکر : گائن
۷-۳۰ سب رنگ: اردو پروگرام
آفتاب تازہ
معلوماتی، تفریحی اور موسیقی
ریڈیو نشریہ : پیش کش نورالحسین
دوپہر
۱-۱۰ بلرام پاٹھک : ستار
شام
۵-۳۰ یوواوانی
مراٹھی میں نوجوانوں کے لئے پروگرام
۷-۳۰ کشمیری گیت

منگل ۲۶ر نومبر

صبح
۷-۰۰ پربھاکر کاریکر : گائن
شام
۶-۱۵ لوک سنگیت

بدھ ۲۷ر نومبر

صبح
۷-۰۰ جگدیش پرساد پنڈت: گائن
۷-۳۰ سب رنگ : اردو پروگرام
باتوں باتوں میں : گھریلو موضوعی خاکہ : تحریر بھگوان داس ورما
۸-۳۰ سگم سنگیت
دوپہر
۱-۱۰ ہیمنیو شاہ و شواس
شام
۶-۳۰ لوک سنگیت
۹-۳۰ میوزیکل فیچر

جمعرات ۲۸ر نومبر

صبح

۱۶ر نومبر ۱۹۸۵ء

۸-۳۰ سٹھری/دادرا

دوپہر

۱۰-۱ سگم سنگیت

۴۰-۱ لوک سنگیت

رات

۳۰-۸ مدھوگندھ

جمعہ ۲۹ر نومبر

صبح

۳۰-۷ سب رنگ: اردو پروگرام
سامعین کے خطوط پر مبنی پروگرام
آپ اور ہم: نورالمبین

دوپہر

۱۰-۱ جیتندر ابھیشیکی: گائن

رات

۳۰-۸ مدھوگندھ

ہفتہ ۳۰ر نومبر

صبح

۳۰-۷ سب رنگ: اردو پروگرام

۴۰-۸ چترپٹ سنگیت

دوپہر

۳۰-۱۲ رنگ محفل:
اقبال حسین و ساتھی

۴۰-۱ راگ سرپیتا

رات

۳۰-۸ ناٹیہ رنگ

۳۰-۸ اردو پروگرام: تبصرہ
'اس سال کی چند کتابیں'
ڈاکٹر محمد عرفان

'اردو کے ادبی رسالے اور ان
کا مستقبل'
مقرر ڈاکٹر اختر بستوی

دوپہر

۱۰-۱ شادی و بیاہ کی فضول خرچی کیسے
روکی جائے؟ (بیسہ چرچا)
شرکار: شوبھا مسرا، مریم خاتون
اور نسرین جمال

۳۰-۲ رام رسا رنگ کے
لوک گیت

شام

۳۵-۵ 'ہمارے گرامین یوک'
تقریر: راجیندر پرساد رائے

۱۰-۶ 'سرسوں سے ادھک اپج'
تقریر از ڈی۔ ایس۔ رائے

۰۵-۸ 'پاروارک وگھٹن اور سماجک
سمسیائیں': تقریر ڈاکٹر
پریم شنکر پانڈے

۱۵-۸ رام جھلک پاٹھک
لوک گیت

ہفتہ ۳۰ر نومبر

صبح

۴۵-۶ دھرتی گائے: اُرملا شکلا

۴۰-۷ بھیم سین جوشی: گائن
راگ میاں کی توڑی

۲۱-۸ شمیم بانو: غزل

دوپہر

۳۰-۲ رام جیت گپتا اور ساتھی

شام

۳۵-۵ 'انوشاسن ایوم کرتیہ پرایتنا'
تقریر: اقبال رائے

۱۰-۶ کھیتی باڑی: 'پشو پالن کی
نئی نیتی': تقریر از ڈاکٹر
سرتاج سنگھ

۱۰-۷ شمیم بانو: غزل

۰۵-۸ 'ہمارا سماج اور مہیلا اتھان'
وارتا کار: ڈاکٹر نیتا سریواستو

۱۵-۸ رام جیت گپتا اور ساتھی
لوک گیت

بقیہ:- گورکھپور

تقریر از ڈاکٹر وائی۔ جی سنگھ

۱۰-۷ یونس ملک: غزل

۰۵-۸ ریکھا چتر: 'میرا گاؤں'
تقریر از وجے کمار مسر

۱۵-۸ لوک گیت
شنکر تیواری اور ساتھی

جمعہ ۲۹ر نومبر

صبح

۴۵-۶ دھرتی گائے
راجیہ شری بنرجی

۴۵-۷ اس ماس کا گیت
کیول کمار

۲۱-۸ شاہد خاں: سگم سنگیت

سرینگر

میڈیم ویو:
سرینگر (الف): ۲۶۸٫۸ میٹر ۱۱۱۶ کلوہرٹز سرینگر (ج) ۲۴۵٫۱ میٹر ۱۲۲۴ کلوہرٹز
سرینگر (د) ۱۹۶٫۱ میٹر ۱۵۳۰ کلوہرٹز
شارٹ ویو: سرینگر (ب) ۴۹٫۱۰ میٹر ۶۱۱۰ کلوہرٹز ۹۱٫۵۰ میٹر ۳۲۷۷ کلوہرٹز
پہلی مجلس: صبح ۳۰-۶ سے ۰۰-۱۰ تک، دوسری مجلس: دوپہر ۳۰-۱۱ سے رات ۰۵-۱۱ تک
(اتوار کو صبح ۳۰-۶ سے رات ۰۵-۱۱)

خبریں

کشمیری: صبح ۴۵-۷، شام ۲۵-۶ اردو: صبح ۵۰-۸، دوپہر ۵۰-۱، رات ۱۵-۹
ہندی: صبح ۰۰-۹ سنسکرت: صبح ۰۰-۷
انگریزی: صبح ۱۰-۸، دوپہر ۰۰-۲، شام ۰۰-۶، رات ۰۰-۹ اور ۰۰-۱۱

علاقائی خبریں

اردو: صبح ۲۰-۹، دوپہر ۳۰-۱۲ اور ۰۰-۴ (دھیمی رفتار سے) شام ۴۰-۷
کشمیری: صبح ۲۵-۹، دوپہر ۳۵-۱۲ اور شام ۳۰-۷

ہفتہ ۱۶ر نومبر

صبح

۴۰-۷ ۵۵-۷ اور شام ۴۰-۶
نسیم اختر: غزل

۳۵-۸ کاشر ناول
(مسودہ۔ پران کشور)

۳۰-۱۱ اور دوپہر ۳۰-۲
کمال بٹ اور ساتھی
صوفیانہ موسیقی

دوپہر

۱۰-۲ ڈی۔ وی۔ پلسکر: گائن

رات

۳۰-۹ بزم شعر

اتوار ۱۷ر نومبر

صبح

۴۰-۷ اور ۵۵-۷
غلام محمد راہ: غزل

دوپہر

۱۰-۲ امجد علی خاں: سرود

شام

۴۵-۵ اور ۳۰-۸
کشمیری موسیقی
غلام محمد راہ

پیر ۱۸ر نومبر

صبح

۴۰-۷ اور ۴۵-۷
راہی آغا: غزل

۲۱-۸ رنگہار (ڈائجسٹ پروگرام)
از: اے۔ کے رہبر

دوپہر

۵۰-۱ جی۔ این۔ وگے اور پی۔ این
توشخوانی: گائن (کشمیری)

۱۰-۲ از پی۔ این۔ چھٹو
ستار پر دھن

شام

۴۵-۶ اور رات ۳۰-۸
کشمیری موسیقی
جلال گیلانی

منگل ۱۹ر نومبر

صبح

۴۰-۷ اور ۵۵-۷

ششی چوپڑا : غزل
۹-۰۰ نوادب (کشمیری)
تازہ کلام : از محی الدین گوہر
۱۱-۳۰ اور دوپہر ۲-۳۰
صوفیانہ موسیقی
شیخ عبدالعزیز اور ساتھی

دوپہر
۲-۱۰ امجد علی خان : سرود
شام
۶-۴۵ اور رات ۸-۳۰
ششی چوپڑا : غزل

بدھ ۲۰ر نومبر

صبح
۷-۴۰ اور ۷-۵۵
رحمت اللہ خاں : غزل
۸-۲۱ سائنٹک دنیا : کشمیری میں
بات چیت
ڈاکٹر اے۔کے۔خان

دوپہر
۲-۱۰ لکشمی شنکر : گائن
شام
۶-۴۵ اور رات ۸-۳۰
راہی آغا : غزل (کشمیری)

جمعرات ۲۱ نومبر

صبح
۷-۴۰ ۵۵-۷ اور شام ۶-۴۵، ۸-۳۰
آر کے کا پیرد : غزل
۹-۰۰ نوادب (کشمیری)
تازہ افسانہ : بشیر اختر
۱۱-۳۰ اور دوپہر ۲-۳۰
غلام محمد سازنواز اور ساتھی
صوفیانہ موسیقی

دوپہر
۲-۱۰ غلام احمد خاں : ستار
رات
۹-۳۰ "محفل" : معروف افسانہ
نگار اور ڈرامہ نویس
ایچ کے بھارتی سے گفتگو

جمعہ ۲۲ر نومبر

صبح
۷-۵۵ نرملا دیوی : غزل
دوپہر
۲-۱۰ مشتاق حسین خاں : گائن
شام
۶-۴۵ اور رات ۸-۳۰
نرملا دیوی : غزل

ہفتہ ۲۳ر نومبر

صبح
۷-۴۰ ۵۵-۷، شام ۶-۴۵ ، رات ۸-۳۰
وی۔کے۔ ملا : غزل
۱۱-۳۰ اور دوپہر ۲-۳۰
محمد عبداللہ ستاری و ساتھی
صوفیانہ موسیقی

دوپہر
۲-۱۰ جی۔ایس۔ سچدیو : بانسری

اتوار ۲۴ر نومبر

صبح
۷-۴۰ ۵۵-۷، شام ۶-۴۵، رات ۸-۳۰
راج بیگم : غزل

دوپہر
۲-۱۰ غلام مصطفےٰ خاں : گائن

پیر ۲۵ر نومبر

صبح
۷-۴۰ اور ۷-۵۵
ایم کے پنڈتا : غزل

دوپہر
۱-۰۵ محمد صدیق پانپوری اور
حمزہ داس : کشمیری موسیقی
۲-۱۰ ہری پرشاد چورسیہ : بانسری
۴-۳۰ گیاری : ڈوگری اور
گوجری سنگیت
شام
۶-۴۵ اور رات ۸-۳۰
غلام نبی شیخ : غزل

منگل ۲۶ر نومبر

صبح
۷-۴۰ اور ۷-۵۵
راج بیگم : غزل
۹-۰۰ نوادب (کشمیری)
تازہ کلام : نشاط انصاری
۱۱-۳۰ اور دوپہر ۲-۳۰
استاد رمضان جو اور ساتھی
صوفیانہ موسیقی
(آگے ص ۵۴ پر)

جموں

جموں (الف) : ۳۰۳.۱۰ میٹر ۹۹۰ کلوہرٹز
جموں (ب) : ۲۷۵.۴ میٹر ۱۰۱۹ کلوہرٹز

ہفتہ ۱۶ر نومبر

صبح
۷-۴۵ انل کمار، پشپانس :
ڈوگری سنگیت

دوپہر
۱۲-۲۰ تیج رام و ساتھی : ڈوگری لوک گیت

اتوار ۱۷ر نومبر

صبح
۷-۴۵ پردمن سنگھ، شانتی بشٹ :
ڈوگری سنگیت

دوپہر
۱۲-۰۰ 'جیوگرافی میوزیم' تقریر
شام
۷-۳۰ اور ۷-۵۵
سدرشن شرما : ڈوگری لوک گیت

پیر ۱۸ر نومبر

صبح
۷-۴۵ پرکاش شرما، سورن لتا :
ڈوگری سنگیت

دوپہر
۱۲-۰۰ 'شری رامچندر'
پانچویں جماعت کے طلبا کیلئے

منگل ۱۹ر نومبر

صبح
۷-۴۵ لکشمی کانت جوشی، شمیمہ آزاد :
ڈوگری سنگیت

دوپہر
۱۲-۲۰ پرکاش ناتھ و ساتھی :
ڈوگری لوک گیت

بدھ ۲۰ر نومبر

صبح
۷-۴۵ موہن مشرا، پشپا دیوی و سکھیاں
ڈوگری سنگیت

دوپہر
۱۲-۲۰ پارس رام و ساتھی : بھجن

جمعرات ۲۱ر نومبر

صبح
۷-۴۵ ہربھجن لال، سرلا کپور :
ڈوگری سنگیت

دوپہر
۱۲-۰۰ 'یونائیٹیڈ اسٹیٹس آف امریکہ' :
سوشل اسٹڈیز پروگرام
۱۲-۲۰ پارس رام و ساتھی : ڈوگری لوک گیت

جمعہ ۲۲ر نومبر

صبح
۷-۴۵ مہندر کپور، انیتا شرما :
ڈوگری لوک سنگیت
۹-۲۱ راجندر سنگھ راگی : شبد

دوپہر
۱۲-۰۰ 'بگ نیشنز آف ویسٹرن یوروپ'
سوشل اسٹڈی پروگرام
۱۲-۲۰ پشپا دیوی : بھجن

ہفتہ ۲۳ر نومبر

صبح
۷-۴۰ محمد حسین، امیتا ڈے : ڈوگری سنگیت

دوپہر
۱۲-۲۰ فجو رام و ساتھی : کارکن اور بارن

اتوار ۲۴ر نومبر

صبح
۷-۴۵ قطب الدین و ساتھی اور
پریتی چاولہ : ڈوگری سنگیت

دوپہر
۱۲-۰۰ 'رول آف اسکول ان کمیونٹی ڈولپمنٹ'
انگریزی تقریر

رات

۱۰-۳۰ او۔این۔ رینا : ستار وادن

پیر ۲۵ نومبر

صبح

۷-۴۵ مست رام ،مینا کپور : ڈوگری سنگیت

۹-۰۵ پی۔این۔ رینا ، گائن

دوپہر

۱۲-۰۰ 'لارڈ کرشنا'
پانچویں جماعت کے طلبا کیلئے

۱۲-۴۵ گرمیت سنگھ ، رام راکھا :
پنجابی لوک گیت

منگل ۲۶ نومبر

صبح

۷-۴۵ رام کمار تنکر، اوشا ٹنڈن :
ڈوگری سنگرت

دوپہر

۱۲-۲۰ اوم پرکاش وساتھی : ڈوگری لوک گیت

بدھ ۲۷ نومبر

صبح

۷-۴۵ نوین کمار ، کرشنا کماری :
ڈوگری سنگیت

دوپہر

۱۲-۰۰ 'گورونانک برتھ ڈے'
انگریزی تقریر

۱۲-۲۰ کوری : ڈوگری لوک گیت

جمعرات ۲۸ نومبر

صبح

۷-۴۵ نرسیدر چنچل ، سدرشن کیتھر :
ڈوگری سنگیت

دوپہر

۱۲-۰۰ 'ایشیا سفیر'
سوشل اسٹڈی پروگرام

۱۲-۲۰ دیوان چند رینا ، لوک سنگیت

شام

۷-۵۵ گوپال داس ، ڈوگری لوک گیت

جمعہ ۲۹ نومبر

صبح

۷-۴۵ غنی محمد ، سمن بالا ، اوشا درما ،
ڈوگری سنگیت

دوپہر

۱۲-۰۰ 'یونائیٹڈ کنگڈم'
سوشل اسٹڈی پروگرام

۱۲-۲۰ بدری ناتھ شرما ، لوک سنگیت

ہفتہ ۳۰ نومبر

صبح

۷-۴۵ منموہن پہاڑی ، برج بالا ٹھاکر :
ڈوگری سنگیت

دوپہر

۱۲-۰۰ 'فادر ولیم'

۱۲-۲۰ اور شام ۷-۵۵
قطب الدین وساتھی ،
ڈوگری لوک گیت

بقیہ :۔ سرینگر

دوپہر

۲-۱۰ عبدالحلیم جعفر خاں : ستار

شام

۶-۴۵ اور رات ۸-۳۰
شانتی کول : غزل

بدھ ۲۷ نومبر

صبح

۷-۴۰ اور ۷-۵۵
او۔این۔ کول : غزل

۸-۲۱ عکس : ات چیت (کشمیری)
از پی۔این۔ رینہ

۱۱-۳۰ اور دوپہر ۲-۳۰
شیخ عبدالعزیز وساتھی
صوفیانہ موسیقی

دوپہر

۱-۰۵ او۔این۔ کول اور غلام محی الدین
دانی : کشمیری موسیقی

۲-۱۰ پنڈت جسراج : گائن

شام

۶-۱۵ اور رات ۸-۳۰
او۔این۔ کول اور غلام محی الدین
غزل

رات

۱۰-۳۰ راتے ترانے

جمعرات ۲۸ نومبر

صبح

۷-۴۰ اور ۷-۵۵
کے۔کے۔ جالا : غزل

۹-۰۰ نوادب (کشمیری)
تازہ کلام : رحمٰن راہی

۱۱-۳۰ اور دوپہر ۲-۳۰
محمد عبداللہ سیتاری وساتھی
صوفیانہ موسیقی

دوپہر

۲-۱۰ امرت حسین خاں : ستار

شام

۶-۴۰ اور رات ۸-۳۰
کے۔کے۔ جالا : غزل

جمعہ ۲۹ نومبر

صبح

۷-۴۰ اور ۷-۵۵
نسیم اختر : غزل

دوپہر

۲-۰۵ بی۔ ایل۔ جوشی اور وی
پی۔ در : غزلیں

۲-۱۰ کمار چودھری : گائن

شام

۶-۴۵ اور رات ۸-۳۰
نسیم اختر : غزل

ہفتہ ۳۰ نومبر

صبح

۷-۵۵ راج بیگم : غزل

۱۱-۳۰ اور دوپہر ۲-۳۰
غلام محمد قالین باف وساتھی
صوفیانہ موسیقی

دوپہر

۲-۱۰ کشوری امونکر : گائن

شام

۶-۴۰ اور رات ۸-۳۰
راج بیگم : غزلیں

بقیہ :۔ جے پور

۸-۲۱ رام کمار سونڈا : لوک گیت

دوپہر

۱۲-۱۵ ریڈیو پرایوگک پری یوجنا
پروگرام : 'گھڑی'

۱-۱۰ سونیتا سے چندیل
لوک گیت

۱-۳۰ ہری سرشرن
ستار پر راگ مدھو دنتی
کشور پنوار : طبلہ سنگیت

رات

۹-۱۶ کملا کیشوانی : گیت

ہفتہ ۳۰ نومبر

صبح

۷-۰۵ وشوموہن بھٹ
گٹار پر راگ بیراگی

۸-۲۱ شیلا راؤ : لوک گیت

۹-۱۵ یامین خاں : غزل

دوپہر

۱۲-۱۵ ریڈیو پرایوگک پری یوجنا
پروگرام : 'درگی سرن'

شام

۶-۲۰ وشوموہن بھٹ
گٹار پر راگ ملتانی

بقیہ :۔ اندور

۹-۳۰ بزم سخن ۔ مشاعرہ
شرکا : کامل شفائی ، اقبال حسین اقبال
ناصر اندوری ، مستان صدیقی ، شریف
گریکی ، عبدالحکیم مظہر ، دانش علی گڑھی

ہفتہ ۳۰ نومبر

صبح

۸-۲۱ اور شام ۶-۲۰
منوہر شانڈلیہ ، سگم سنگیت

۸-۳۰ ، دوپہر ۱-۱۰ اور ۵-۳۰
علی اکبر خاں : سرود

۹-۱۵ پدماکر ککلرنی ، گائن

دوپہر

۲-۰۰ اور رات ۸-۱۵
بیگم اختر : سگم سنگیت

۲-۳۰ تنکر لال پٹیل ، لوک گیت

شام

۶-۳۰ 'ماٹی کرنا کیسے کریں' ، تقریر از
یمت دیو



ویداوتی پربھاکرراؤ اور کے بی کے موہن راجو
آکاشوانی حیدرآباد کی جانب سے
رویندر بھارتی
میں مدعوسامعین کے روبرومنعقد سگم سنگیت کی
محفل میں، سری پی وشوناتھم کی زیر ہدایت
دوگانہ پیش کرتے ہوئے

سید حسن عسکری، نامور مورخ (دائیں)
کے ساتھ
ڈاکٹر قیام الدین احمد
کی گفتگو
آکاشوانی پٹنہ کے
'اور گیسٹ ٹو نائٹ' پروگرام
میں نشر ہوئی







(اوپر بائیں)
راجارام راچندر کرم گوندھالی
مشہور لوک سنگیت فنکار
اور سنگیت ناٹک اکیڈمی ایوارڈ (۸۴) یافتہ
آکاشوانی اورنگ آباد کے اسٹوڈیوز میں
ساتھ ہیں لکشمن دیشپانڈے
جے بی شندے اور
بھگوان سوائے۔

عالمی یوم موسیقی (یکم اکتوبر)
کے سلسلے میں آکاشوانی کلکتہ
کے فنکاروں کی جانب سے
ایک پروگرام
آشوتوش سنٹرری ہال، کلکتہ میں
مدعوسامعین کے روبرو پیش کیا گیا۔

اس بار کلکتہ سے غزلیں

کمال عظیم آبادی

کانٹوں پہ ننگے پاؤں ہوا کس شخص کا گذر
پھولوں کا بھی لباس ملاخوں میں تر بتر
دل میں شگاف ڈالنے والی یہ بات ہے
پتھر کو بھی کرید کے رکھ دیتی ہے منظر
اعلان خود ہی کر رہا تھا شب کا حادثہ
ٹوٹی پڑی تھیں چوڑیاں کمرے کے فرش پر
بن ہی گئی دلیل مرے اقتباس کی
آوارگی کے ساتھ ٹھہرتی ہوئی منظر
شاید کہیں قریب ہی منزل دکھائی دے
پہلے کچل کے دیکھئے مجبوریوں کا سر
اب کے برس بھی دریا بہا لے گیا اسے
گاؤں میں جو بنایا تھا چھوٹا سا ایک گھر
کمتر سراب ہی میں بھٹکتی نہ کیسے پیاس
صحرائے جستجو میں بگولے تھے ہمسفر

پروین انجم

کوئی دیوار نہ روزن نہ تو در ہوتا ہے
لوگ رہ لیتے ہیں ایسا بھی تو گھر ہوتا ہے
بولی فنکار کے جب فن کی ہے بولی جاتی
گھٹ کے مرجاتا ہے جو اہل ہنر ہوتا ہے
وقت بدلا ہے تو ہم کو بھی بدلنا ہوگا
موسم زرد کا پتوں پہ اثر ہوتا ہے
دونوں ہوتے ہیں مصیبت میں برابر کے شریک
دل تڑپتا ہے تو مجروح جگر ہوتا ہے
ایک مرکز پہ سمٹ آؤ اگر جینا ہے
قاتلوں پر کہیں آہوں کا اثر ہوتا ہے
عقل حیراں ہے احسان خداوندی پر
طے بس ایک لمحے میں صدیوں کا سفر ہوتا ہے
ڈھل کے سانچے میں تبسم کے جو نکلے انجم
اس کو آنسو نہ کہو وہ تو گہر ہوتا ہے

قیصر شمیم

سامنا سرد ہوا کا ہوگا — دھوپ اوڑھے ہوئے چلنا ہوگا
ناؤ ٹوٹی ہے تو تختہ لے لے — راہ میں پھر کوئی دریا ہوگا
چھاؤں بادل کی بھلا کیا ہوگی — دو گھڑی کا کوئی سایا ہوگا
ایک ہی دور کے مصلوب ہیں ہم — حال اس کا مرے جیسا ہوگا
ایک ایک لمحہ نہ جانے کیا کیا — اس کے چہرے پہ بھی لکھتا ہوگا
میرے اشکوں کی خبر ہے اس کو — وہ بھی چھپ کے کہیں روتا ہوگا
شہر والوں سے ملا ہے وہ شخص — اپنے سائے سے بھی ڈرتا ہوگا
کھل گیا ساری پناہوں کا بھرم — اب کہاں رین بسیرا ہوگا

زندگی ان دنوں کیا ہے قیصر
جھیلنے والا سمجھتا ہوگا

نور پیکر

کوئی دستِ محبت زخم کا مرہم نہیں ہوتا
یہاں میری تباہی پر کسی کو غم نہیں ہوتا
کسی کے حال دل پہ کیسے روؤں کوئی سمجھا دے
مرے اشکوں سے جب میرا ہی چہرہ نم نہیں ہوتا
تم اپنی بچیوں کو گاؤں سے شہروں میں مت لانا
یہاں پھل پھول آنے کا کوئی موسم نہیں ہوتا
ابھی تم مفلسی کی موج سے واقف نہیں شاید
یہ وہ دریا ہے جس دریا کا پانی کم نہیں ہوتا
گھڑی مشکل کی جب آئے مجھے تم یاد کر لینا
اندھیرا ہو تو مٹی کا دیا بھی کم نہیں ہوتا
وہی سر قابل تکریم ہے میری نگاہوں میں
جو گردن سے جدا ہوتا ہے لیکن خم نہیں ہوتا
مجھے اس جنگ میں کچھ بھی مزہ آتا نہیں پیکر
عدو کے ہاتھ میں جب تیغ یا پرچم نہیں ہوتا

ساز [illegible]

برائے زیست جز لازمی نہیں ملتا — بہت تلاش کیا آدمی نہیں ملتا
سنواروں کیسے نظام بشر جو درہم ہے — ترا مزاج ہی ہے برہمی نہیں ملتا
ہیں بے حساب گہر دامن چمن میں مگر — کسی کو ایک دُرِ شبنمی نہیں ملتا
کسی کو اطلس و دیبا ملے کسی کو حریر — کسی کو تار بھی اک ریشمی نہیں ملتا
ہو جس کو ذائقۂ موت شہد سے شیریں — کہیں وہ حسن ظن قاسمی نہیں ملتا
مری تلاش کا حاصل بھی تو یہی نکلا — کہ دیوتا تو ملے آدمی نہیں ملتا

ہر ایک بندۂ افکار ہے جہاں میں ساز
غرض کہ جس میں ہو کوئی کمی نہیں ملتا

تابش دہلوی

خدا کے سامنے میرا تمہارا فیصلہ ہوگا
بس اتنی بات ہے جس کے لیے محشر بپا ہوگا
دکھاتا پھر رہا ہوں ہاتھ اپنا ہر نجومی کو
مری تقدیر کے صفحوں پہ شاید تو لکھا ہوگا
ارے بس چار تنکے ہی تو جاگیر نشیمن تھے
بتاؤ کیا جلا ہوگا بتاؤ کیا بچا ہوگا
بنا رکھا ہے میں نے شیخ اور پنڈت کو یار اپنا
کہ ان دونوں میں کوئی تو حقیقت آشنا ہوگا
غزل محفل میں جس دم آپ تابش پڑھ رہے ہونگے
تعجب کیا وہ پردہ ہٹا کر دیکھتا ہوگا
قیامت میں بھی تابش ایک محشر سا بپا ہوگا
ہمارا اور ان کا جب وہاں پر سامنا ہوگا

منظر عظیم آبادی

اب کے لکھا تو لکھا بار دگر مت لکھنا — جس کو جھکنا نہیں آتا اسے سر مت لکھنا
اتنا کھل کر بھی حکایات بشر مت لکھنا — ساری تہذیب کو مجموعۂ شر مت لکھنا
ہم اسی خبط میں مارے گئے لیکن تم سب — رات کے آخری حصے کو سحر مت لکھنا
عشق کی راہ پہ چلنا تو پھر ایسا کرنا — عبرت انگیزی انجام سفر مت لکھنا

شہر کا گاؤں سے جیسا بھی ہے رشتہ مفقود
کون محتاج ہے کس کا یہ مگر مت لکھنا

[illegible] سنگھ مدہوش

بدلے ہیں خونخوار سیاست نے تیور انسانوں کے
ایسے لوگوں کے چہرے پر چہرے ہیں بیگانوں کے
انسانوں کا خون بہت ہے پینے اور پلانے کو
ساقی کر لے بند خوشی سے دروازے میخانے کے
پیار محبت اور ملت کا اب اللہ ہی والی ہے
دانشور بھی پاگل پن میں کام کریں نادانوں کے
کچھ کعبہ میں اور کچھ جا کے بیٹھ گئے بتخانوں میں
خود کو سرپھرے سمجھیں لوگ یہ پاگل خانوں کے
غافل تیرے گھر کی دولت اب لٹنے ہی والی ہے
آج ارادے نیک نہیں ہیں گھر آئے مہمانوں کے

آواز

اٰل انڈیا ریڈیو کے پروگرام

چیف ایڈیٹر ایس کے سندر

ادارت
سراج احمد
مہندر سنگھ وج

ٹیلی فون
۳۸۲۲۴۹
۳۸۲۲۵۴

تارکا پتہ LISTENER

نئی دھلی | یکم دسمبر ۱۹۸۵ء مطابق | ۱۰ ماگھ ۱۹۰۷ شاکا | جلد ۵۰ | شمارہ ۲۳

اس شمارے میں

غزلیات

قیمت

فی کاپی	ایک روپیہ
سالانہ	۲۲ روپے
دو سال	۴۲ روپے

(اندرون ملک ڈاک خرچ بذمہ ادارہ)

زندگی کا چلن

احساس جمال

ڈاکٹر انیس الرحمٰن

یوں تو گزرنے کو ہر لمحہ گزر جاتا ہے اور لمحہ لمحہ جوڑ کر ساری زندگی گزر جاتی ہے لیکن جس طرح سارے لمحے ایک سے نہیں ہوتے، اسی طرح ساری زندگیاں ایک سی نہیں ہوتیں۔ لوگ ایک دوسرے سے مختلف ہوتے ہیں ـــ آداب و اطوار میں، فکر و نظر میں، زبان و بیان میں، رویّوں اور رجحانات میں۔ یہ اختلاف محض افراد میں نہیں ہے، مختلف اقوام میں بھی ہے اور یہی ایک فرد کی بنیادی شناخت کا وسیلہ ہے، ایک قوم سے دوسرے قوم کے امتیاز کا ذریعہ ہے۔ اس گفتگو سے یہ مقصود نہیں کہ کسی فرد یا قوم کے نشانات کا تعین کیا جائے۔ مقصد صرف یہ ہے کہ زندگی کے چلن پر دو باتیں کی جائیں۔ اور یہ کہ گزرنے کو تو لمحہ لمحہ جوڑ کر ساری زندگی گزر جاتی ہے لیکن اگر زندگی گزارنے کا ہنر ہو تو یہی زندگی بامعنی، بے کراں اور خوبصورت بن جاتی ہے۔

زندگی جو ترتیب عناصر سے ظہور میں آتی ہے اپنے جلو میں رنگوں، آوازوں، پیکروں، استعاروں اور علامتوں کی رنگا رنگ دنیا بھی رکھتی ہے۔ اس منظر نامے میں کیا کچھ نہیں :

السائی ہوئی رُت ساون کی　　کچھ سوندھی خوشبو آنگن کی
اک ٹوٹی رسّی جھولے کی　　اک چوٹ کسکتی کوٹھے کی
کچھ چاندنی راتیں گرمی کی　　اک لب پر باتیں نرمی کی
کچھ روپ حسیں کاشانوں کا
کچھ رنگ بھرے سیدانوں کا

یہ سارے مناظر دیکھنے والی آنکھوں سے بڑے دعوے کرتے ہیں۔ خوش نظری کے دعوے، خوش ذوقی کے دعوے، خوش اعتباری کے دعوے، عرفان و کمال اور احساس جمال کے دعوے۔ کسی کا قول ہے کہ زندگی کا مقصد صرف یہ ہے کہ اسے خوب سے خوب تر بنایا جائے اور لمحہ لمحہ اس کا فیض اٹھایا جائے۔ لیکن یہ قول ہمیں زندگی کے صرف ایک طور، اس کے محض ایک چلن سے آشنا کرتے ہیں۔ ورنہ کہنے کو تو یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ ضروری نہیں کہ ہم زندگی کے معنی اور سمت کا تعین کریں کہ زندگی اس منزل پر بہتر گزرتی ہے

جب اس کی لامعنویت اور لاسمتیت کی قدروں کا عرفان حاصل ہو۔ یہ فلسفیانہ فکر بھی شاید گہری بصیرت کا دعویدار ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ فکر ونظر کی یہ منزل زندگی کے منکروں کی راہ میں یوں آسانی سے نہیں آتی کہ لامعنویت کی منزل سے پہلے بھرے پُرے رموز واسرار کی دنیا آباد ہے جس سے گزرنے کا تجربہ زندگی کے بڑے تجربوں میں شامل ہے اور یہ سلیقہ بھی اسے میسّر ہے جسے زندگی کے کمال کا عرفان اور جمال کا احساس ہو، ورنہ وہ خط امتیاز دھندلی پڑجاتی ہے جو انسانوں کو وحشیوں سے الگ کرتی ہے۔

لمحے، گھنٹے، روز اور شب — ماہ اور سال کے ابدی تسلسل پر زندگی کی بساط اپنی تمام تر رنگکارنگیوں کے ساتھ آباد ہے۔ اس کے جلو میں دلوں کو خوش کرنے والے جلوے بھی ہیں اور اداس کرجانے والے مناظر بھی۔ زندگی کے حقایق کی مکمل آگاہی ان دونوں مظاہر سے یکساں یگانگت کی دعویدار ہے اور یہ منزل بھی احساسِ جمال کی ایک اعلیٰ منزل ہے جس میں غموں کی کیفیات میں نشاط کے عکس نظر آتے ہیں۔ یہ احساس باقی اور زندہ ہو تو پھلوں اور پھولوں کے موسموں کے گزرنے کا غم بھی شاق نہ گزرے کہ دیکھنے والی آنکھوں کے لیے اجڑے موسموں کے جلو میں آنے والے زمانوں کے جلوے پنہاں ہوتے ہیں۔ سچ یہ ہے کہ حقیقت خوبصورت ہے اور خوبصورتی حقیقت۔ زمین انھیں حقایق کا آئینہ خانہ ہے اور ہمارے عرفان و احساس پر دعوے کرتا ہے کہ "آؤ اے دیکھنے والی آنکھوں! ہمارے دامن میں ایک جہاں آباد ہے — دیکھو، تمھیں کون سی دنیا چاہیے۔"

ہمارے زمانے کی نئی جمالیات پرانے وقتوں کی جمالیات سے یوں مختلف ہے کہ اس نے "حسن" کے معنی یکسر تبدیل کردیے ہیں۔ اب ان پیکروں میں بھی حسن کے پرتو نظر آتے ہیں جنھیں اب تک ایک زمانہ ناقابلِ اعتنا جانتا تھا۔ اب ہر پیکر حقیقت کا ایک عکس ہے اور حقیقت خوبصورت ہے۔ کرخت اور بے سُری آوازوں میں حسینِ معنی کے آبشار بہتے ہیں۔ کریہہ اور بدنما منظر خوبصورت زندگی کی ہمہ جہتی اور معنویت میں اضافہ کرتے ہیں نئے شعروادب اور فنونِ لطیفہ نے اس بھاگتی دوڑتی زندگی کو نئے اور خوبصورت معنی پہنانے کی کوشش کی ہے اور ان کے پس منظر میں ہمارے زمانے کا وہ جمالیاتی ادراک ہے جس نے اس زمین کو اور بھی قابلِ رشک بنادیا ہے۔ اب شعروں میں محض دل کو لبھانے والے مناظر نہیں، خاک میں لتھڑے ہوئے اور خون میں نہلائے ہوئے مناظر بھی ہیں اور یہ حقیقت کا وہ اظہار ہیں جو زندگی کو ایک طور بخشتے ہیں۔ اب ساز ونغمہ میں محض دلوں کے تار چھیڑ دینے والی دھنیں نہیں، سیاہ راتوں میں درد کی کاسنی پازیب کی دھنیں اور بین کرتی ہوئی، گاتی ہوئی آوازیں ہیں، جو ایک نئے احساسِ جمال سے خانۂ دل کو منوّر کرتی ہیں۔ زندہ لوگوں کی لمحہ لمحہ بدلتی ہوئی زندگیوں میں رنج وراحت کے سارے لمحے اسی احساسِ جمال سے جلا پاتے ہیں۔ یہی طرزِ حیات زندہ لوگوں کی نشانی ہے کہ جب قومیں انحطاط پذیر ہوتی ہیں تو ان کا یہ احساس ان سے رخصت ہوجاتا ہے۔ وہ علم ودانش کی ان خشک اور سنگلاخ زمینوں پر سفر کرتے ہیں جہاں دور تک روح کی شادابی اور نگاہوں کی سیرابی کا کوئی منظر نہیں ہوتا۔ اس منظرِ بے آب وگیاہ کے طویل تر سفر میں جسموں کا ساتھ تو ہوتا ہے، جذبوں کی رفاقت نہیں ہوتی۔ سارا معاملہ سطحِ نظر کا ہوتا ہے کہ اسی سے روح بالیدہ اور حیات بے کراں ہوتی ہے ورنہ ایک جوئے کم آب کی طرح تنک ہوکر رہ جاتی ہے۔ گھروں کے اندر اور گھروں کے باہر ایک ایک منظر اور ایک ایک لمحہ سب ہم پر دعوے کرتے ہیں۔ سارے منظر دلوں کو خوش کریں۔ اور سارے لمحے دلوں کو برمائیں اگر ریت میں وہ احساسِ جمال پیدا ہو جس کی ہر زمانے نے پیروی کی ہے اور جسے ہر زمانے نے اپنے طور پر اعتبار بخشا ہے۔ زمانے کی تبدیلیوں کے ساتھ ہمارا انداز بدلتا ہے اور ہر عہد اپنے جمالیات کی ازسرِنو تشکیل کرتا ہے۔ ان میں ضمنی فرق تو ہوتا ہے لیکن بنیادی مسائل سے بے اعتنائی کہیں نظر نہیں آتی۔ کبھی عقل کی دلالت پر بھروسہ کیا جاتا ہے، کبھی جذبوں کی فراوانی پر اعتبار ہوتا ہے لیکن جمالیات کی حدیں کبھی مسخ نہیں ہوتیں بلکہ انھیں ہر بار بیش از بیش قابلِ قدر بنانے کی کوشش ہوتی ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ جمالیات کے اصول کی یہ تمام تر تشکیلی کوششیں بھی بنیادی طور پر ایک احساسِ جمال ہی کی دلالت کرتی ہیں۔ شاید یہی وجہ ہے کہ انسانی حیات کی یہ گوناگوں رنگینیاں ہر دور میں قائم ہیں۔ ہر دور اپنے جینے کے نئے ساز وسامان فراہم کرتا ہے۔ زندگی کو خوب سے خوب تر بنانے کا عمل جاری ہے، نگاہوں کے سامنے رنگارنگ مناظر ہیں۔ ان میں پیغام ہے زندگی کے ایک انوکھے چلن کا۔ سارے مظاہر ایک ایک کرکے ابھرتے جاتے ہیں۔ ان مظاہر میں کیا کچھ نہیں

کچھ آنسو چھلکے چھلکے سے
کچھ موتی ڈھلکے ڈھلکے سے
کچھ نقش یہ حیراں حیراں سے
کچھ عکس یہ لرزاں لرزاں سے
کچھ اجڑی اجڑی دنیائیں
کچھ بھٹکی بھٹکی آشائیں
کچھ بکھرے بکھرے سپنے ہیں
یہ غیر نہیں سب اپنے ہیں
مت روکو انھیں پاس آنے دو

(اردو سروس سے نشر)

شاد عارفی

آئینہ شفق زار کریں تو سو چیں
شاخوں کو ثمربار کریں تو سو چیں
اب تک تو دہانے پہ کھڑے ہیں ہم لوگ
یہ اندھی گپھا پار کریں تو سو چیں

بے نور چراغوں میں دھواں باقی تھا
صحرا میں بگولوں کا سماں باقی تھا
آنکھوں میں چبھن چبھلے پہر کی تھی مگر
دل میں ترے آنے کا گماں باقی تھا

(محسن)

شخصیات شعر و ادب

سلسلہ

شاد عارفی

شاد عارفی جن کا نام احمد علی خاں تھا ۱۹۰۰ء میں بہ مقام ریاست لوہارو بطنِ مادر سے اس عالمِ رنگ وبو میں آیا اور تمام عمر رامپور میں گزار دی اور ۱۹۶۴ء میں بعمر ۶۴ سال یہیں رامپور کی خاک میں خود کو ملاکر آسودہ ہوگیا۔ یہ شاعر بے بدل صرف تخلص کا شاد تھا ورنہ تا یوم آخر ناشاد ہی رہا۔ بیسویں صدی کے قدم سے قدم ملاکر ساتھ چلنے والا شاد عارفی اپنے ماحول سے ہمیشہ دست وگریباں رہا، افغانی پٹھان ہونے کا طنطنہ اس شاعر کا طرۂ امتیاز تھا۔ اپنی نسلی برتری اور فوقیت کے جذبہ سے اس فنکار کا دل سرشار اور کاسۂ سر نسبی تمکنت سے لبریز تھا۔ اس کی غیرت و خودداری کے ڈانڈے تکبر وسرکشی کی حدود سے ملتے تھے۔ شدید مصائب کی کالی گھٹا اور آفاتِ ارضی وسماوی کی شب دیجور میں بھی اس غیور پٹھان نے بے بس ہوکر کسی کے سامنے کبھی ... بارِ خم اور دستِ سوال دراز نہیں کیا اور اپنی آن بان کی ... کہ ایک حرف نہیں آنے دیا۔ اندرونی طور پر والد بزرگوار کے انتقال پر عزیزوں کی دراز دستی اور لوٹ کھسوٹ نے اسکے اندر باغیانہ جراثیم پیدا کردیے تھے اور بیرونی طور پر ریاست میں حق گوئی، صداقت شعاری اور خودداری کا فقدان اس کے مزاج سے کوئی میل نہیں کھاتا تھا۔ اور پھر گرد وپیش کے واقعات نے اس حساس شاعر پر اپنے تیرِ ستم کی مشق سیاست جاری رکھی۔ نئے نئے ستم ایجاد کیے گئے۔ فقیر کا لوسٹ کہا گیا، گمنام خطوط کے ذریعہ جیل بھجوانے کی کوششیں بھی ہوئیں اور مختلف طریقوں سے ذلیل کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی گئی۔ طرفہ ستم کہ اس کامیاب وکامران شاعر کو عشق میں دوبار ناکامی ہوئی جس نے دل ودماغ کی چولیں ہلادیں۔ تیسری بار شادی بھی ہوگئی مگر رفیقۂ حیات ڈیڑھ سال بعد ہی راہی ملکِ عدم ہوگئیں۔ عشق کی ناکامیوں میں معاشرہ کے قائم کردہ اصول کام کررہے تھے اور آخری ناکامی میں قدرتِ ربانی کارفرما تھی۔ شاد اپنی تمام پریشانیوں کا ذمہ دار سوسائٹی کو سمجھ کر اس کے غازہ ورخسار کا جائزہ لینے پر کمربستہ ہوگیا۔ مشکلات ومصائب کے ان طوفانوں میں جن میں انسان کا جگر چھلنی اور پتّا پانی ہوجائیں، اس غیور شاعر نے اپنی طبیعت اور مزاج کے خلاف بربنائے مصلحت بھی کبھی ایک بات سننا بھی گوارا نہ کی۔ شاد عارفی صرف اس خیال کو لے کر زندگی بھر جیا کہ اس کی رگوں میں ایک اعلیٰ خاندانی خون گردش کررہا ہے۔ اس خیال کے علاوہ اس کی حیات میں دوسرا کوئی خیالی سرمایہ بھی نہ تھا۔ اس کی ایک جانِ ناتواں اور اس پر چو طرفہ

نصیر احمد (علیگ) مرادآبادی

تیروں کی بوچھار دو ہی صورتیں پیدا کر سکتی تھی کہ یا تو وہ شکست تسلیم کر لے یا پھر میدان میں ڈٹ جائیں۔ پہلی صورت کو اختیار کرنے کی بجائے اس کو مرنا عزیز تھا اور دوسری صورت پر قائم رہنا خون کی تاثیر تھی۔

معاندین کی زیادتیوں کے جواب میں وہ اپنے طنز کے تیروں سے مسلح ہو کر جب میدان میں کودا تو پرے کے پرے صاف کر دیئے اور مخالفین کو راہ فرار میں عافیت ملی۔ جان و مال کے خوف سے بے نیاز ہو کر جرأت مندانہ طور پر بات کہہ گزرنے کا سلیقہ جتنا شاد عارفی کو تھا۔ اردو ادب کے فنکاروں میں اس کی دوسری مثال نہیں ملتی۔ اس کے طنزیہ کلام

میں بالکل جداگانہ طرز موجود ہے جس کا موجد بھی وہ خود ہی ہے حقیقت یہ ہے کہ آرٹ میں صداقت اس وقت تک پیدا نہیں ہو سکتی جب تک کہ فنکار زندگی کی تلخیوں سے ذاتی طور پر آشنا نہ ہو جائیں۔ شاد عارفی کے طنز میں اکبرالہ آبادی کی طرح ظرافت نام کو بھی نہیں ہے بلکہ تلخی اور صرف تلخی ہے جس میں اصلاحی عنصر بہت کم اور اپنے مخالفین پیدا کر لینے والا مواد بہت زیادہ ہے۔

ہماری شاعری میں یہ کے دو ہی شاعر ہیں ایک شاد عارفی اور دوسرا یگانہ چنگیزی جن کی آوازیں دور سے پہچان میں آتی ہیں۔ البتہ سماجی مقصدیت اور متنوع موضوعات اور بالغ نظری کے لحاظ سے شاد عارفی کو فوق حاصل ہے۔

شاعری میں الفاظ کے ساتھ شاد عارفی کا برتاؤ جمہوری ہے جس کی مثال میں دوسرا نام نظیر اکبرآبادی کا لیا جا سکتا ہے۔ شاد عارفی کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ وہ آپ بیتی کو جگ بیتی کی شکل میں پیش کرنے میں ید طولیٰ رکھتا ہے۔ اس کی عشقیہ غزلوں میں گھریلو محبت اور درمیانی سوسائٹی کے جیتے جاگتے عاشق و معشوق نظر آتے ہیں۔ روایات سے بغاوت کرتے ہوئے وہ اپنے ذاتی تجربات اور مشاہدات سے غزل کو سنوارتا ہے۔
صحت مند، پاکیزہ اور طہارت و تقدس سے لبریز عشقیہ غزلیں اردو میں شاد عارفی کی بخشش ہے۔ اس راہ میں کچھ دور تک ساتھ چلنے والے ہمسفر حسرت اور آتش نظر آتے ہیں۔ لیکن کیفیت و کمیت کے اعتبار سے آتش بھی شاد عارفی کے بلند معیار کو نہ چھو سکے۔ شاد عارفی کی عشقیہ غزلوں کا مواد اور اسلوب روایتی رنگ تغزل سے کس درجہ مختلف ہے۔ اس سلسلہ میں اس کے چند متفرق اشعار ملاحظہ فرمائیں۔

کہتے ہیں پوچھا گیا جب چھپ کے رونے کا سبب
درد دل کا کام اس نے دردِ سر سے لے لیا

دوسرا شعر سنئے:—

لائے ہیں تشریف نکیوں پر دُلائی ڈال کر
حسن اور اس درجہ بے خوف و خطر تیرے لیے

تیسرا شعر بھی حقیقت کا منظر پیش کر رہا ہے۔

آپ یا میں سوچئے الفت جتاتا کون ہے
انجمن میں آنکھ ملتے ہی لجاتا کون ہے

چوتھے شعر میں جو بے ساختگی ہے وہ داد کے قابل ہے۔

حسیں ہو تم آپ کی بلا سے ہی ہو تم آپ کی دعا سے
جواب ملتا ہے سخت لہجے میں ان سے جو پوچھتا ہوں

دیکھنے کی بات یہ ہے کہ شاد عارفی نے مطہر اور پاکیزہ عشق اور بوالہوسی اور خواہش نفسانی میں بیّن امتیاز کیا ہے کردار کی بلندی کا اندازہ اس شعر سے ہوتا ہے ؎

احترام جلوہ چینی یہ بھی کچھ تھوڑا نہیں
آنکھوں نے جس پھول کو دیکھا اسے توڑا نہیں

سچ بولتی غزل حسرت کے علاوہ شاد عارفی کے ہاں ملے گی اور اس خوبی کے ساتھ کہ شاد عارفی کی چونکہ طبیعت حسرت کی طرح مسکین نہیں تھی اس وجہ سے طمطراق بھی شاد کے یہاں موجود ہے مزید یہ کہ شاد عارفی کی محبوبہ عام گھریلو دوشیزہ ہے جو شوخ و چنچل اور ذہین ہے اور اٹھکھیلیاں کرنے والی اداؤں کی مالک ہے یہاں شاد کے دو اشعار اس دلیل میں موجود ہیں۔ سماعت فرمائیں۔

مجھ پہ اس حیا خو کی ہر نظر ادھوری ہے
پھر بھی مدعا کامل پھر بھی بات ادھوری ہے

دوسرا شعر:—

نگاہ اشتیاق میں وہ زلف و رُخ کے زاویے
کبھی سلام ہو گیا کبھی پیام مل گیا

انگریزی ادب میں جس طرح کیٹس لمسیاتی شاعری کے لیے معروف ہے۔ شاد عارفی کے ہاں بھی لمسیت کی مثالیں موجود ہیں۔ شعر ملاحظہ فرمائیں ؎

انگلیاں اس کی مرے ہاتھ میں ہیں جام کے ساتھ
ہاتھ کھینچے نہ بنے، جام گرائے نہ بنے

دوسرا شعر دیکھیں ؎

شب مہتاب وہ پھولوں کا زیور منتشر زلفیں
بقول راز داں کیا خوشنما منظر رہا ہوگا

تیسرے شعر میں کیا نازک تشبیہ ہے ملاحظہ فرمائیں ؎

جیسے کسی حسین کے ہونٹوں پہ سرد آہ
پھولوں کی پتیوں پہ کرشمے ہوا کے دیکھ

شاد عارفی جیسا غیور اور خود دار شاعر کاروبار عشق میں کسی طرح اپنی قیمت نہیں گراتا۔ اس سلسلہ میں ایک شعر سماعت فرمائیں۔

جھٹک کے ہاتھ سے دامن کو جانے والے بس
تیرے خیال کا دامن بھی چھوڑتا ہوں میں

شاد عارفی کی شاعرانہ زندگی باعتبار موضوعات اور اسالیب دو ادوار میں منقسم ہے۔ ایک دور وہ ہے جس کو رنگین توانائی کا دور کہا جاتا ہے اور دوسرا دور شعلہ بیانی کا دور ہے جیسا کہ اس شعر سے ظاہر ہے۔

وہ رنگین نوائی یہ شعلہ بیانی
کئی موڑ آئے مری شاعری میں

سال ۱۹۴۲ء کو حدِ فاصل تسلیم کر کے یہ تقسیم کر لینا قرین قیاس ہے۔ شعلہ بیانی کے دور کی غزلیں وہ ہیں جن کی بنیاد خالص طنز پر ہے اور طنز بھی کیسا جس کا ہر تیر زہر میں بجھا ہوا ہے۔ بقول ڈاکٹر وزیر آغا:—

"جب میر کو زندگی کا سامنا ہوا تو انھوں نے اپنا سر جھکا دیا۔ غالب مسکرا دیا، فانی رو پڑا اور یگانہ اکڑ گیا۔ اس طرح شاد زندگی کے مقابلہ میں پینترہ بدل کر کھڑے ہو گئے۔ انھوں نے نہ صرف قلم کو ڈھال بنایا بلکہ اس سے تلوار کا کام بھی لیا—"

اس کی تائید میں شاد کا ایک شعر سنئے ؎

اس نے جب سو تیر چلائے
میں نے ایک غزل چپکا دی

ان کے دم خم کا اندازہ اس شعر سے کریں۔

پئے تحسین وطن طنز ہمارا فن ہے
ہم کسی خانہ برانداز سے ڈرتے ہی نہیں

ان کا اعتراف اس شعر سے بالکل عیاں ہے۔

جیسے میٹھا زہر، ہلکا نشہ، سہتی ترشیاں
سادہ سادہ کہہ گزرتا ہوں کہے جانے کی بات

شاد اپنے ذاتی تجربات اور مشاہدات کو شعر کے بھیس میں آفاقی بنا کر پیش کرتا ہے۔ سماج میں پھیلی ہوئی ہر برائی اور ناہمواری کو اپنی نگاہوں سے اس زود رنج اور مغلوب الغضب شاعر نے دیکھا اور پرکھا اور اس کے خلاف اپنا فتویٰ صادر کر دیا۔ بے راہ روی کو دیکھ کر برداشت کر لینا اس سپاٹ شاعر کے بس کی بات نہ تھی اور اس میں مستثنیٰ کوئی نہ رہ سکا خواہ عوام ہوں یا خواص، غریب ہوں یا صاحبان اقتدار شاد عارفی کی زد سے کوئی نہ بچ سکا۔ شاعر زمانے سے چڑ کا کھا کر کہتا ہے۔

؎ دیکھ لینا ہر ستم کا نام
عدل ہوگا کسی زمانے میں

اور یہ کہ ؎

ناجائز پیسے کی اُجلی تعمیروں کے ماتھے پر
آپ نے لکھا دیکھا ہوگا یہ سب فضل باری ہے

اپنی طنزیہ شاعری کے بارے میں خود شاد کے الفاظ یہ ہیں۔
"برہنہ اطوار کی مذمت میں برہنہ تلوار بھی بن جاتا ہوں۔"
شاعرانہ فکر کا مقصد اس کے نزدیک زندگی کو اعلیٰ قدروں کی روشنی میں پرکھ کر سنوارنا تھا اور بس۔ اس عظیم شاعر کی زندگی کی ناکامیوں کا آئینہ دار اس کے جنازہ کا جلوس تھا جس میں شرکت کرنے والوں کی تعداد ایک ہاتھ کی انگلیوں پر شمار کی جا سکتی ہے۔ (رام پور سے نشر)

نصیر احمد (علیگ)، مرادآبادی
معرفت آرٹوریم۔ ٹوبیکو اسٹریٹ، مرادآباد

خاندانی بہبود کے لیے نئے منصوبے



محسنہ قدوائی

جب سے بھارت آزاد ہوا تب سے ہمارے سامنے ایک نہیں انیک چنوتیاں آئی ہیں۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ حصول آزادی سے پہلے ہمارے سامنے چنوتیاں ہی نہیں تھیں۔ اس وقت ہم سب کے سامنے ایک اہم سوال تھا دیش کی آزادی کا۔ انگریزی سلطنت کا جُوا اتار پھینکنے کا۔ اس وقت معاشی، سماجی یا دوسرے میدانوں میں ترقی کا سوال جب بھی سامنے آتا تھا تو اس کا ایک ہی جواب ہوتا کہ پہلے غلامی کی زنجیروں میں جکڑی ہوئی مادر وطن کو آزاد کرائیں۔ ہمارے مسائل کا ایک ہی حل ہے۔ وہ ہے دیش کی آزادی۔ . . .

آزادی حاصل کرنے کے بعد جہاں یہ فطری امر تھا کہ ہم دیش کی چومکھی ترقی کی بات سوچتے وہاں اتنا ہی ضروری تھا کہ انگریز سرکار کے چھوڑے ہوئے دیش کے دم توڑتے معاشی نظام میں ترقی کے ہمارے سپنے ہمیں بھاری چنوتیوں جیسے لگیں۔ ہم نے ان چنوتیوں کو قبول ہی نہیں کیا بلکہ ان کا ہمت اور عزم سے ڈٹ کر مقابلہ کیا اور بڑی حد تک کامیابی بھی حاصل کی۔

اس میں دو رائے نہیں کہ معاشی ترقی، زرعی پیداوار میں اضافہ، روزگار کے مواقع، صنعت اور سائنس میں ترقی، صحت عامہ میں سدھار جیسے میدانوں میں ہم نے نمایاں کامیابی حاصل کی، بہت سے میدانوں میں ہم خود کفیل ہوئے، نہ صرف خود کفیل بلکہ بھارت کا بنایا ہوا سامان دوسرے ملکوں میں جانے لگا۔ اگر ہر میدان کا الگ الگ تجزیہ کریں تو بھارت میں ایک کونے سے دوسرے کونے تک پہلے کے مقابلے میں ترقی ہی ترقی نظر آئے گی اور اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ بھارت نے حصول آزادی کے بعد اتنے کم وقت میں زبردست ترقی کی ہے جو دنیا میں اپنی مثال آپ ہے۔ لیکن جب ہم اپنی اس ترقی کو کسی کسوٹی کے ترازو پر تولتے ہیں تو لگتا ہے کہ یہ ساری ترقی اور خود کفالت آبادی کے بڑھتے ہوئے سمندر میں کھو گئی۔

۱۹۵۱ میں جہاں ہماری آبادی ۳۶ کروڑ کے آس پاس تھی وہ بڑھ کر اب ۷۴ کروڑ سے بھی زیادہ ہو گئی ہے دوگنے سے بھی زیادہ۔ اس سے کیا ظاہر ہوتا ہے؟ یہی کہ اگر ہم نے اس آبادی کو بڑھنے سے نہ روکا تو ڈر یہ ہے کہ یہ ہنستا کھیلتا اور پھلتا پھولتا دیش غریبی اور کمزوری کی طرف بڑھے گا۔

اب سوال یہ ہے کہ کیا ہم اس آبادی کو اسی طرح بڑھنے دیں گے؟ میں سمجھتی ہوں کہ ہر ذمہ دار شہری کا جواب ہوگا ’نہیں۔ ہرگز نہیں۔ اکثر دیکھا گیا ہے سرکاری پروگراموں کو پورا کرنے کی جب بات آتی ہے تو کچھ لوگ فرض کر لیتے ہیں کہ یہ کام صرف سرکار کا ہے اور اسی کے فائدے کے لیے ہے اس لیے سرکار کو ہی کرنا چاہیے لیکن وہ لوگ شاید بھول جاتے ہیں کہ بھارت ایک جمہوریت ہے اور جمہوریت میں عوام کی سرکار ہوتی ہے۔ خاندانی بہبود کے کاموں پر تو یہ بات زیادہ لاگو ہوتی ہے کیونکہ اس پروگرام کا مقصد ایک ہی ہے وہ یہ کہ عام لوگوں کے معیار زندگی کو اوپر اٹھانا۔ ان کو وہ سہولیات مہیا کرانا جن کے وہ آزاد بھارت میں حقدار ہیں۔ لیکن یہ سب تبھی ممکن ہے جب ان پر خاندانی ذمہ داریوں کا بوجھ کم ہو۔ اور کنبہ محدود ہو۔

بہت جلدی جلدی بچوں کی پیدائش سے ماں کی صحت تو بگڑتی ہی ہے ساتھ ہی جنم لینے والے بچے کی صحت پر بھی بہت برا اثر پڑتا ہے۔ بچے دیش کی دولت ہیں۔ اس سے کون انکار کر سکتا ہے۔ دیش کی یہ دولت جب ہی محفوظ رہ سکتی ہے جب بچے تندرست اور صحت مند ہوں۔ اور ان کی تعلیم کا صحیح انتظام ہو سکے۔ اور یہ سب جب ہی ممکن ہے جب کنبہ میں بچوں کی تعداد اتنی ہو کہ والدین ان کی ضرورتوں کو آسانی سے پورے طور پر پورا کر سکیں۔ اس طرح آپ دیکھیں تو چھوٹا کنبہ نہ صرف دیش کے لیے بلکہ ہر خاندان کے لیے فائدہ مند ہے۔ اسی لیے ہمارے پردھان منتری شری راجیو گاندھی نے واضح الفاظ میں کہا ہے کہ:

”دراصل ہمارا مقصد آبادی کی ایک ایسی ٹھوس نیتی اپنانا ہے جس سے دیش کا ہر ناگرک اپنی ہمت کا پورا پورا وکاس کرنے کی استھتی میں آجائے“

۱۹۷۷ سے ۱۹۸۰ کے درمیان اس پروگرام کو کافی دھکا لگا، لیکن ہماری سورگیہ پردھان منتری شریمتی اندرا گاندھی نے ۱۹۸۰ میں پروگرام کو ایک نیا جیون اور گتی دی اور تب سے یہ مسلسل آگے بڑھتا جا رہا ہے۔ جہاں کسی وقت خاندانی منصوبہ بندی کے طریقے اپنانے والوں کی تعداد ایک کروڑ ۶۰ لاکھ تھی وہاں اس وقت لگ بھگ ۳ کروڑ جوڑے خاندانی منصوبہ بندی کے طریقوں کو اپنانے لگے ہیں۔ امید ہے کہ آئندہ پانچ برس میں یہ تعداد بڑھ کر ۶ کروڑ تک ضرور پہنچ جائے گی۔

آئیے اب میں آپ کو یہ بتاؤں کہ سرکار اس پروگرام میں کیا کر رہی ہے اور کیا کرنا چاہتی ہے یعنی ہماری پالیسی کیا ہے۔

پریوار کلیان کی اہم بات ہے دو بچوں والے پریوار کے اصول کو اپنانا، یہ دو بچے چاہے بیٹے ہوں یا بیٹیاں — پروگرام میں یہ بھی واضح ہے کہ خاندانی منصوبہ بندی کا کام پوری طرح لوگوں کی خواہش، خوشی اور رضامندی سے آگے بڑھایا جائے گا۔ اور اس میں ان کی پوری پوری ساجھیداری رہے گی۔

اس کے لیے بیاہ کی عمر سے متعلق قانون پر عمل کیا جائے۔ کم عمری کی شادیاں روکی جائیں۔ ہونے والے نقصانات کو روکا جائے۔ شادی کی عمر تو قانون کی بات ہے ایک سے دوسرے بچے کے جنم میں مناسب وقفہ رکھنے پر بھی زور دیا ہے تاکہ ماں اور بچے کی صحت اچھی رہے اور درمیانی وقفہ پہلے بچے کی دیکھ ریکھ پر زیادہ صرف ہو۔ دو بچوں کے جنم کے بعد جو میاں بیوی نس بندی جیسا مستقل ذریعہ پسند کریں انھیں ایسا کرنے میں پورا پورا تعاون دیا جائے۔

پالیسی یہ اپنائی جا رہی ہے کہ اس پروگرام میں لوگوں کو ساجھے دار بنا کر ان میں مانع حمل یعنی بچے کم پیدا کرنے کا رجحان اور بڑھایا جائے تاکہ عام لوگوں تک آسانی سے یہ چیزیں پہنچائی جا سکیں۔ اس پروگرام کے لیے نئے نئے مانع حمل ذرائع جٹانے کے لیے تحقیق کا کام بھی بہت تیزی سے بڑھایا جا رہا ہے۔ عوام کے چنے ہوئے نمائندے خاندانی منصوبہ بندی کے پروگرام کو تیز رفتار کرنے میں ایک اہم کردار ادا کر سکتے ہیں رضاکار ادارے اس کام میں بہت بڑا رول ادا کر سکتے ہیں۔ اس پروگرام کی کامیابی جب ہی ممکن ہے جب عوام خاندانی منصوبہ بندی کے پروگرام کو اپنی زندگی کا لازمی حصہ بنا لیں۔

ہماری وزارت غور کر رہی ہے کہ گاؤں کی سطح سے لے کر ضلعی سطح تک کچھ ایسی کمیٹیوں کی تشکیل دی جائے جو اس پروگرام کی کامیابی کے لیے نئے نئے خیالات، سجھاؤ اور کام کرنے کے ڈھنگ لے کر آگے آئیں۔ ان کمیٹیوں کے

توسط سے یہ آندولن نیچے تک پھیل سکے۔ اور یہ کمیٹیاں سوچیں کہ ان کے میدان میں کیا کیا کام کیے جانے چاہئیں۔ کیسے اس پروگرام کو آگے بڑھایا جائے۔ عوام میں یہ احساس جاگے کہ دیش کی ترقی اور ہر ایک کنبہ کی خوشحالی کے لیے آبادی کو بڑھنے سے روکنا اس وقت تک ہمارا سب سے بڑا فرض ہے۔ عوام میں لگن اور جوش سے کام کرنے والوں کی کوئی کمی نہیں ہے۔ کمی ہے تو ان سیواؤں کا صحیح استعمال کرنے میں۔

منصوبہ بندی کا پیغام ہر آدمی تک پہنچ سکے اس کے لیے ہم اپنی ابلاغ عامہ پالیسی کو بھی نیا روپ دے رہے ہیں۔ خاندانی منصوبہ بندی کی باتیں لوگوں تک پہنچانا آسان کام نہیں ہے۔ یہ انسان کے نرم دل اور جذبات کو چھو لینے والی باتیں ہوتی ہیں۔ ضروری یہ ہے کہ اس پیغام کو پہنچانے کے لیے ایسے اداروں کا تعاون لیا جائے۔ جو سماج میں اثر و رسوخ رکھتے ہوں۔

ماؤں اور بچوں کی صحت کی دیکھ ریکھ خاندانی بہبود پروگرام کا ایک اہم حصہ ہے۔ ہم محسوس کرتے ہیں کہ لوگ کم بچے پیدا کرنے کی بات پر تبھی راضی ہوں گے جب انھیں یہ یقین اور بھروسہ ہو جائے کہ ان کے موجودہ بچوں کی عمریں لمبی ہوں گی اور وہ صحت مند رہیں گے۔ اس بارے میں ہماری یوجنا ہے کہ INFANT MOTALITY RATE یعنی نئے پیدا شدہ بچوں کی شرح اموات جو ۱۱۰ فی ہزار ہے اس کو گھٹا کر اگلے پانچ برس میں ۸۰ فی ہزار تک لے آئیں۔ اس کے لیے ہم نے ایک مکمل یوجنا تیار کی ہے جس کے تحت ہر حاملہ ماں اور ایک دن سے ۲ سال کی عمر کے بچوں کو کالی کھانسی، ڈپتھیریا، ٹی ٹی نس، خسرہ، پولیو، تپ دق کی بیماریوں سے بچانے کے لیے ٹیکے لگائے جائیں گے اور یہ یوجنا ۱۹۹۰ تک پوری کی جائے گی۔ فی الحال ۳۰ ضلعوں میں ٹیکے لگانے کا کام ایک سال کے اندر پورا کیا جائے گا اور رفتہ رفتہ پورے دیش میں اس کام کو بڑھایا جائے گا تاکہ ۱۹۹۰ تک یہ اہم پروگرام پورا کیا جا سکے۔ دیش کی پریہ نیتا سورگیہ شریمتی اندرا گاندھی کی یاد میں ۱۹ نومبر ۱۹۸۵ سے عوامی سطح پر ٹیکا لگائے جانے کی مہم اس عظیم نیتا کے نام سے معنون ہے۔ اس پروگرام کی کامیابی کے لیے بہنوں کے تعاون کی بڑی ضرورت ہے۔ اپنی بہنوں سے میری گزارش ہے کہ وہ اس کام میں ہمارا ہاتھ بٹائیں اور خود سے اپنے بچوں کو ہیلتھ سینٹروں پر لائیں اور ان کو ٹیکے لگوائیں۔ تاکہ ان کے بچے لمبی عمر پائیں اور صحت مند رہیں۔

بچوں کی ایک اور خطرناک بیماری ڈائریا کو روکنے کے لیے اورل ری ہائیڈریشن تھریپی کا استعمال خاص طور سے شامل کیا جائے گا۔

صحت اور پریوار نیوجن پروگرام کے لیے ہم نے ایک مضبوط بنیادی ڈھانچہ بنایا ہے اور ہماری یہ کوشش ہے کہ ہم پُرعمل آوری میں سدھار کر کے اس ڈھانچے کی مدد سے زیادہ سے زیادہ بہتر نتیجے حاصل کریں اور خدمات کو بہتر طریقہ پر کارآمد بنائیں۔

، اکتوبر سے ۷ نومبر ۱۹۸۵ تک ہم ایک خاندانی منصوبہ بندی مہینہ منا رہے ہیں۔ اس مہینے میں ہماری کوشش ہوگی کہ ہم پریوار نیوجن کے پیغام اور خدمات کو زیادہ سے زیادہ لوگوں تک پہنچا دیں۔ اس مہم کے دوران اس پروگرام کی جو رفتار رہے گی ہمیں یقین ہے کہ وہ آنے والے سردیوں کے مہینوں میں اور بھی زور پکڑے گی۔ یہ پروگرام بنیادی طور پر ریاستی سرکاروں کے ذریعے چلایا جا رہا ہے۔ ہم نے ریاستوں سے خصوصی درخواست کی ہے کہ وہ بڑھتی ہوئی آبادی کے اس مسئلے کو حل کرنے کے لیے کام میں پورے جوش اور لگن کے ساتھ جٹ جائیں۔

سرکار کا یہ کام ہے کہ وہ عوام کو محدود خاندان کے فائدوں کی جانکاری دے۔ ذرائع مہیا کرائے۔ لیکن ان ذرائع کا صحیح استعمال کرنا اور اس سے فائدہ اٹھانا اور چھوٹے خاندان کی اہمیت کو سمجھنا تو آپ کا فرض ہے۔

اس موقع پر دیش کے ہر شہری سے، عوام میاں بیویوں سے گزارش کروں گی کہ وہ چھوٹے خاندان کی معنویت کو سمجھیں، دو بچوں والے خاندان کے اصول کو اپنائیں اور یہ پیغام گھر گھر پہنچائیں اور اسے زندگی کا حصہ بنائیں۔

میں اس موقع پر اپنے تمام بھائیوں سے بھی اپیل کروں گی جو ایک لمبے عرصے تک وطن کی خدمت کرنے کے بعد اپنے اپنے گاؤں یا قصبوں میں بس گئے ہیں کہ وہ پریوار نیوجن اور پریوار کلیان اور کنبے کی اہمیت کو گھر گھر پہنچانے میں ہماری مدد کریں ان کی شکشا اور تجربہ پریوار نیوجن کی کامیابی کے لیے اور عوامی تحریک میں بڑا یوگ دان ہوگا۔ آخر میں پھر سے زور دے کر کہنا چاہوں گی کہ پریوار نیوجن کاریہ کرم محض سرکاری پروگرام نہیں ہے۔ ہماری سورگیہ پردھان منتری شریمتی اندرا گاندھی کے الفاظ میں یہ پروگرام عوام کا ہے۔

عوام کے ذریعے ——— اور عوام کے لیے ہے۔!!!

جے ہند

(آکاشوانی دہلی سے نشر ہندی تقریر کا متن)

روشنی

بشیر شاہ

"زندگی موم بتی نہیں ایک بہت بڑی قندیل ہے۔ آپ اسے دوسروں سے قرض نہیں لے سکتے، ہاں چاہیں تو اپنی روح کے اندر روشن کر سکتے ہیں!" یہ الفاظ ایک ایسے مفکر اور قلم کار کے ہیں جنھیں دنیائے ادب برنارڈ شا کے نام سے جانتی ہے۔ یہ سچ بھی ہے کہ انسان اس دنیا میں تنہا نہیں رہ سکتا اور نہ تنہا رہ کر خوش رہ سکتا ہے۔ اجتماعی زندگی کا مقصد بھی تو یہی ہے کہ ہم اپنے گرد ایک حلقہ، ایک انجمن قایم کر لیتے ہیں۔ دوستوں اور عزیزوں کے اس حلقے ہی میں ہم زندگی گزارتے ہیں، اپنوں اور شناساؤں کا یہ حلقہ ہی تو ہے جو جب سمٹتا ہے تو گھریلو زندگی کی جگہ لے لیتا ہے۔ سماجیات کے ماہرین کا بھی خیال ہے کہ معاشرتی گروہوں میں گھر ہی وہ معاشرتی وحدت ہے جو حقیقی ہے اور جس کا وجود فطری ہے۔ گھر کا وجود اس لیے بھی فطری ہے کہ جب انسان پیدا ہوتا ہے تو اپنے آپ کو ایک گھر میں پاتا ہے اور یہ گھر ہی تو ہے جو زندگی بھر اس کے ساتھ رہتا ہے۔ جو شخص انفرادی طور پر اس قدرتی دائرے میں کامیابی سے زندگی بسر نہیں کر سکتا اس سے یہ امید نہیں کی جا سکتی کہ اجتماعی زندگی کامیابی سے گزار سکے گا۔! گھریلو زندگی اور اس سے وابستہ افراد گو ایک دوسرے سے متعاون کرتے رہیں، اپنی ذمہ داریوں کو پہچانتے ہیں۔ جذباتی اور خونی رشتوں کی پاکیزگی کو برقرار رکھتے ہیں تو گھریلو زندگی کا شیرازہ بکھرنے کا کبھی نام نہ لے گا! کسی نے ٹھیک ہی کہا ہے کہ یہ گھریلو زندگی کا حسن ہی تو ہے جو زندگی کے خاکوں میں قوس قزح کے رنگ بھر دیتا ہے۔ آج کی زندگی جیسا کہ ہم سب جانتے ہیں بڑی تیز رفتار ہے۔ چیزوں میں ایک میکانکیت سی پیدا ہو گئی ہے۔ آدمی اور آدمی کے درمیان مقابلے اور تصادم کی ایسی زہریلی فضا قائم ہو گئی ہے کہ بقول شاعر ؎

زندگی آ تجھے قاتل کے حوالے کر دوں ؛ مجھ سے اب خونِ تمنا نہیں دیکھا جاتا

چنانچہ کچھ لوگ شرافتوں اور اونچی قدروں کا لباس پھینک کر آسائشوں کا لباس زیب تن کر لینا چاہتے ہیں! حضرت علیؓ نے فرمایا تھا کہ علم اور بردباری کا تقاضا یہ ہے کہ ہم اپنی خوشیوں میں دوسروں کو بلا تاخیر شامل کر لیں۔ تنگ نظری اور تنگ ظرفی سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے منہ موڑ لیں۔ مادی آسائشوں کی حصولیابی کے بعد دوسروں کو بھی اپنی زندگی اور مسرتوں میں شامل کر لیں۔ مقدس وید ہوں یا قرآن پاک کی تعلیمات سب میں یہی آیا ہے کہ جبر و تشدد اور کبر و نخوت کا لبادہ اتارنے کے بعد ہی روحانی خوشی کے دروازے وا ہوتے ہیں۔ یہی نہیں زندگی کو کامیاب و کامراں بنانا ہو، اسے ایک خوبصورت گیت میں ڈھالنا ہو تو نظم و نسق کا دامن تھامنا ضروری ہوگا۔ رسکن نے انسان کو زندگی کے صحیح مفہوم سے آگاہ کرتے ہوئے کہا تھا ——— "زندگی کے راستے طے کرتے ہوئے یا تو فطرت کی کل آوازوں کو نغمے میں ڈھال لو یا پھر اس کی شفقت کو ٹھکرا کر اسے ایک خوفناک خاموشی میں تبدیل کر لو۔

(ریڈیو کشمیر سرینگر سے نشر)

گیتا اردو ادب میں

سلطان احمد صدیقی

مذاہب عالم کی مقدس ترین کتابوں میں گیتا کا شمار ہوتا ہے۔ جن کا کروڑوں لوگ مطالعہ رتے ہیں۔ اس کی تحریر (شلوکوں) پر غور و تدبر کرتے ہیں۔ اس ے بتلائے ہوئے راستوں پر چلنے کی کوشش کرکے روحانی تسکین ر راہ نجات حاصل کرتے ہیں۔ شریمد بھگوت گیتا جزو ہے اس ماہکار نظم "مہابھارت" کا جسے مہارشی وید ویاس جی نے پنج ہزار سال قبل مسیح میں نظم کیا تھا۔ اس نظم میں اس خونریز نگ عظیم کا حال بیان کیا گیا جو کوروں پانڈو کے درمیان روکشیتر کے میدان میں اٹھارہ دنوں تک لڑی گئی تھی۔ اس ظم میں جا بجا معرفت کے بہت سے رنگین پھول گوندھے گئے یں۔ تقریباً دو ہزار سال قبل کسی شاعر نے اس طویل نظم میں ے ایسے سات سو پھول (شلوک) چن کر ایسی مالا پرو دی س کا نام "گیتا" ہے۔ یہ خوبصورت مالا کروڑوں انسانوں ے ہاتھوں میں پہنچ چکی ہے۔ اس کے پھولوں کی تازگی اور وشبو، ان کے موتیوں کی تابندگی اور نفاست میں کوئی فرق ہیں آیا ہے۔ جو مشام جاں کو معطر، دماغ کو طراوت دیتے یں۔ یہ پھول آب حیات سے سینچے گئے ہیں اور ان کی خوشبو ں عجیب تاثیر ہے۔ یہ دل و دماغ پر لاہوتی تاثرات پیدا رتے ہیں۔ کائنات کے ذرّہ ذرّہ میں جلوۂ ربّانی نظر آنے لگتا ہے۔ انسان کا خاکی جسم نور کی مورت بن جاتا ہے۔ دل کو روحانی سکون ملتا ہے۔ محبوب حقیقی سے راز و نیاز کی باتیں ہوتی ہیں۔ خدا کیا ہے؟ دنیا کیا ہے؟ اس کے بنانے کی غرض و غایت کیا ہے؟ موت کیا ہے؟ اعمال کی جزا و سزا کا کیا قانون ہے؟ ن سب باتوں کا جواب مقدس گیتا میں ملتا ہے۔ ارجن سوال رتے ہیں اور شری کرشن مہاراج اس کا جواب دیتے ہیں۔ مگر ان کا یہ پیغام ساری دنیا کے لیے ہے۔

گیتا سنسکرت زبان میں ہے اس میں اٹھارہ ادھیائے یعنی باب ہیں۔ اس لافانی شاہکار گیتا کے دنیا کی تمام بڑی زبانوں میں سینکڑوں ترجمے ہو چکے ہیں۔ شہنشاہ اکبر کے حکم سے ملک الشعراء علامہ فیضی نے فارسی نظم میں اس کا ترجمہ کیا تھا۔ لندن کی انڈیا آفس لائبریری میں اس کے دو قلمی نسخے موجود ہیں۔ یہ ترجمہ درحقیقت لفظی ترجمہ نہیں ہے بلکہ ہر باب کے نفس مضمون کو ذہن نشیں کرکے آزاد خیالی سے اشعار قلم بند کیے گئے ہیں۔

اردو زبان میں اس کے پچاس ترجمے راقم کو معلوم ہوئے ہیں۔ اس میں پانچ چھ نثر میں باقی سب منظوم ہیں۔ جن میں اردو شعرائے کرام نے اپنی طبع کے جوہر دکھلائے ہیں اور فصاحت و بلاغت کے دریا بہائے ہیں۔ اردو میں پہلا مطبوعہ ترجمہ الکھ دھاری ۱۸۵۰ء اور دوسرا گیان پرکاش ہے جو ۱۸۶۳ میں گیانی پریس اکبرآباد (آگرہ) سے شائع ہوا ہے۔ اس کے بعد سخاوت مرزا، سید متیں، نگار سان وتاسی، منشی سندر لال، خوشتر لکھنوی، لچھمی نارائن صدر، دیبی پرشاد، دینا ناتھ مدن قہر دہلوی، جانکی ناتھ، یوگی راج نظر سیوہاروی، جگن ناتھ پرشاد عاشق، امرناتھ ساحر، دوارکا پرکاش افق، ہیرالال وکیل اجنبی، منور لکھنوی،

خواجہ دل محمد، روشن لال، جعفر علی خاں اثر لکھنوی، شنکر دیال، خلیفہ عبدالحکیم، الم مظفر نگری، حسن احمد، اجمل خاں، جگن ناتھ عارف، برج موہن اخقر، ونوبا بھاوے، مہتاب رتن منڈرکی وغیرہ ہیں۔

گیتا کی تشریح مختلف لوگوں نے کی ہے۔ منشی سورج نارائن مہر دہلوی یوں فرماتے ہیں:

"کروکشیتر مگیان کے ادھکاری (یعنی انسان) کا جسم خاکی ہے۔ جن میں "مہابھارت" کی لڑائی گھٹ گھٹ میں ہوتی ہے۔ "ارجن" جیو کا نام ہے جو "راج" کھو بیٹھا ہے۔ راج سچینانند سروپ موکش" ہے۔ دھرت راشٹر اندھے گیان کے بیٹے دریودھن نے چھین لیا ہے۔ جو دنیا کو دھوکوں میں پھنسانے والا ہے۔ "تامسی اہنکار" یا نفس امارہ پر مشکل سے غلبہ حاصل کیا جا سکتا ہے۔ اس کی پشت پر لاتعداد فوج ہے۔ یہ فوج دل میں ایسی کیفیات نفسانی پیدا کرتی ہیں جو آدمی کی آتما (روح) کو غافل کرنے والی ہے۔

"جیو" کے معاونین کی تعداد بڑی ہے۔ ان میں سے چار انت کرن، ساتوک من، چت بدھی اور اہنکار ہیں۔ ان سے مراد ارجن کے چار بھائی بھیم، یدھشٹر، نکل اور سہدیو ہیں شری کرشن بھگوان، گرو روپ (استاد) پر بدھ آتما ہیں جو پرم دیا کر یا سے ادھیکاری جیو ارجن کی رہنمائی کرتے ہیں ان کا کام صرف رہنمائی یا ادھیکاری کو خطروں سے آگاہ کرنا ہے۔ رتھ بان ہو کر بیٹھتے ہیں لڑتے اور ہتھیار نہیں اٹھاتے۔ تمام جدوجہد ادھیکاری کو کرنا پڑتی ہے۔ یہ روحانیت کا "سرّ خفی" ہے۔ گرو راستہ بتاتا ہے۔ آغوش محبت میں لے کر خود طے نہیں کرتا۔ گرو اول بیرونی شکل میں ملتا ہے اور اپدیش کرتا ہے۔ جوں جوں آدمی کا گیان بڑھتا ہے۔ اس کے مدارج بڑھتے ہیں۔ گرو کی صورت آئیڈیل ہو جاتی ہے۔ وہ ساکشات درشن دیتا ہے۔ دھرم کی لڑائی میں فتح و ظفر کے طریقے بتاتا ہے۔ جس پر کاربند ہو کر جیو لڑائی جیتتا ہے اور "موکش راج" کا مالک بنتا ہے۔ یعنی آتما پرماتما میں مل جاتی ہے یعنی واصل بحق ہو جاتی ہے۔

اس طرح گیتا کی تعلیم دراصل روحانیت کی تعلیم ہے جس سے سالک کو نفس امارہ جیسی سرکش طاقتور قوت پر غلبہ حاصل کرکے ذات حقیقی میں محو ہونے کا راستہ دکھایا گیا ہے۔ شاید ہمارا تصوف بھی اسی آدھیاتمک تعلیم کا خوشہ چیں ہے۔

پرماتما، خدائی فطرت، آتما (روح)، جیو پر مختلف شلوکوں میں تشریح کی گئی ہے۔ گیتا تناسخ آواگون کی قائل ہے انسان مرنے کے بعد چولا بدل لیتا ہے ؎

جس طرح سے ہے بشر کا دستور
کرتا ہے لباس کہنہ کو دور
پوشاک نئی بدلتا ہے اور
ہے جاں کا طریقہ بھی اسی طور

اسلام، عیسائیت اور دوسرے مذاہب اس نظریے سے متفق نہیں ہیں گیتا "وحدت الوجود" یعنی ایک خدا کی قائل ہے۔

ستوگن، رجوگن، تموگن کی صفات انسان میں پائی جاتی ہیں۔ ستوگن صفات علوی، رجوگن دنیاداری جدوجہد اور تموگن سے صفات سفلی کا مظاہرہ ہوتا ہے۔ نجات کے تین راستے ہیں۔ کرم مارگ یعنی عمل۔ بھگتی مارگ یعنی عبادت، گیان مارگ یعنی راہِ عرفان۔ انھیں پر چل کر انسان آواگون کے

چکر سے نکل کر نجات حاصل کر سکتا ہے۔

اجین میں منشی ہیرالال وکیل آنجہانی نے ۱۹۳۵ء میں گیتا کا منظوم کیا تھا جسے راقم الحروف نے مرتب کر کے مدھیہ پردیش اردو اکادمی کو اشاعت کے لیے بھیجا ہے۔ وہ اردو کے اب تک مطبوعہ ترجموں سے بہتر ایک شاہکار ہے۔ ایک شلوک اور اس کے ترجمے سنیے ۔

कर्मण्येवाधिकारस्ते मा फलेषु कदाचन

نش کام کرم کرو پھل کی امید نہ رکھو۔ علامہ فیضی نے اس کا ترجمہ یوں کیا ہے ۔

ز اعمال ہرگز نتائج مخواہ
بکن محو خود را بذاتِ الٰہ
گر از نخل کردار خواہی ثمر
شوی خوار در چشم اہلِ ہنر

خواجہ دل محمد کہتے ہیں ۔

تجھے کام کرنا ہے اے مردِ کار
نہیں اس کے پھل پر تجھے اختیار
کیے جا عمل اور نہ ڈھونڈ اس کا پھل
عمل کر عمل کر نہ ہو بے عمل

وکیل صاحب فرماتے ہیں ۔

اعمال کا ہی تو ہے مختار — واجب نہیں اے حق سے انکار
دل ثمرہ کے واسطے نہ کر چور — قابو سے تری نتیجہ ہے دور
خواہش نہ کر عمل کی تکمیل — کر فرض سمجھ کے دل سے تعمیل

اردو ادب میں گیتا کے جتنے منظوم ترجمے کیے گئے ہیں اتنے کسی اور کتاب کے نہیں کیے گئے۔ یہ شاہکار لافانی نظم ادب کی دنیا میں بڑے اعلیٰ مقام کی حامل ہے۔ اردو ادب میں مقدس گیتا کو بڑی قدر و منزلت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے اور اسے اردو ادب میں بڑی مقبولیت حاصل ہے۔

(اندور سے نشر)

عرفان انصاری

بددعا بھی دعا تو ہوتی ہے
فطرتاً التجا تو ہوتی ہے
خواہ کچھ ہو خیال نیک و بد
فکر یومِ جزا تو ہوتی ہے
حسن ہی حسن ہو خمیر میں جب
وہ نظر پارسا تو ہوتی ہے
رحم کی انتہا نہ ہو پھر بھی
ظلم کی انتہا تو ہوتی ہے
روح آلائشوں سے پاک رہے
موت پھر اک دوا تو ہوتی ہے
جب حوادث میں آسرا نہ ملے
زندگی بے مزا تو ہوتی ہے
ہم کو عرفان کچھ ملے نہ ملے
سر بسجدہ دعا تو ہوتی ہے

(بھوپال سے)

سراغِ رفتگاں

اوپندرناتھ اشک

رفتگاں کا سراغ لگانے بیٹھا ہوں تو چہروں کا ایک ہجوم ہے جو یاد کے پردے پر یورش کر رہا ہے ۔ اختر شیرانی، حفیظ جالندھری، مجید ملک، ڈاکٹر تاثیر، میراجی، منٹو، ن م راشد، مہندر ناتھ، بلراج ساہنی، کرشن چندر، اور فیض احمد فیض ...... لیکن ایک اور چہرہ ہے، جو ان سب کو پیچھے ہٹا کر دماغ پر تسلط جمائے جا رہا ہے۔ یہ اس دوست کا چہرہ ہے، جو گزشتہ برس ہی رفتگاں میں شامل ہوا ہے۔ کینسر سے بیار بستر مرگ پر لیٹے ہوئے، چلنے بولنے سے لاچار، جسے اظہار کے لیے میں نے بے طرح کسمساتے دیکھا۔ میرا اشارہ اپنے پچاس برس کے پرانے دوست اردو کے مشہور افسانہ نگار راجندر سنگھ بیدی کی طرف ہے۔ میں گزشتہ برس ستمبر میں ان کی عیادت کو گیا تھا۔ مجھ سے پہلے میری بیوی اسے دیکھنے بمبئی گئی تھی۔ ایک مہینہ وہاں رہی تھی تب بیدی نے اس سے گھنٹوں باتیں کی تھیں۔ میں الہ آباد کے مافیا کے چکر میں پھنسا تھا ان کا دباؤ کم ہوتے ہی میں بمبئی گیا تو چند ہی دن پہلے بیدی کو بخار آنے لگا تھا۔ ڈاکٹروں نے معائنے کے لیے اسے لنکنگ روڈ کے سینٹ زیویرز سلور کلنک میں منتقل کر دیا تھا۔ ان کا خیال تھا کہ اگر بخار کسی بھی دوسری وجہ سے ہوا تو علاج ہو سکتا ہے۔ لیکن اگر کینسر کی وجہ سے ہوا تو مشکل ہے۔ بیدی کے چھوٹے بھائی ریٹائرڈ ایگزیکٹو افسر ہربنس سنگھ کو تار دیا گیا۔ وہ اپنی بیوی کے ساتھ آ گئے۔ اور بیدی کے مختلف ٹیسٹ ہونے لگے۔ میں بیدی کے بستر کے پاس کرسی پر بیٹھا گھنٹوں اسے دیکھتا اور اس کی تکلیف کو محسوس کرتا رہتا۔

میں بیس دن بمبئی رہا۔ دن دن بھر اس کے بستر کے پاس بیٹھا لیکن اس تمام عرصے میں صاف سمجھ میں آنے والے صرف ڈھائی فقرے اس نے کہے۔ لیکن اظہار کی تڑپ میں جو مبہم اور غیر مبہم چند الفاظ اس کے منہ سے نکلے میں انہی کا ذکر کرنا چاہوں گا۔ ان میں دو تو میری سمجھ میں آ گئے اور باقی اس کی اور اپنی تمام کوششوں کے باوجود میں سمجھنے سے قاصر رہا۔

شاید دوسرے ہی دن کی بات ہے ہربنس سنگھ کے کندھے کا سہارا لیتے اپنی فالج زدہ دائیں ٹانگ کو گھسیٹتا ہوا وہ کلنک کے گلیارے میں دو چکر لگا آیا تھا، ہربنس نے اسے ناشتہ کرا دیا تھا اور احتیاط سے تکیوں کے سہارے بستر پر لٹا دیا تھا اور مجھے اس کے پاس بٹھا کر خود ناشتہ کرنے چلا گیا تھا۔ کچھ لمحے بیدی خاموشی سے لیٹا رہا۔ پھر وہ بستر پر اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اس نے میری طرف دیکھ کر الہ آباد کے مافیا گنگ کا نام لیا، جس کے گرگے مجھے پریشان کیے ہوئے تھے، بھوئیں اوپر اٹھائیں اور اشارے سے پوچھا کہ اس کا کیا ہوا۔

میں نے اسے تفصیل سے سارا قصہ سنایا۔ اس خط کا ذکر کیا جو یو پی کے مکھیہ منتری اور بھارت کی پردھان منتری کو لکھا تھا اور کہا کہ ایک بنگلہ میں نے ان لوگوں کے چنگل سے آزاد کرا لیا ہے۔ دوسرے کا معاملہ ابھی نہیں نمٹا، اگرچہ ان کا دباؤ کم ہو گیا ہے۔ اسی لیے آ بھی پایا ہوں۔

بیدی نے کہا "کوشلیا!!" .. اور اس نے سر کو انکار میں ہلاتے ہوئے دائیں ہاتھ کو الٹا پلٹا کہ کوشلیا نے تو اس سلسلے میں کچھ نہیں بتایا۔

میں نے کہا ۔ کوشلیا شائستہ عورت ہے، تمہاری طبیعت اچھی نہیں۔ تمہیں وہ سب بتا کر زیادہ پریشان نہیں کرنا چاہتی تھی ۔

اس سلسلے میں مَیں نے اسے جو خط لکھا تھا۔ اسے پڑھ کر اس نے کوشلیا سے کہا تھا ۔" اشک بہت چالاک آدمی ہے "۔ میں نہیں جانتا، میں نے اپنی پریشانیوں کا جو قصہ اسے سنایا، اس پر اسے یقین آیا یا نہیں، کیونکہ اپنے آخری دنوں میں بیدی بہت شکی ہو گیا تھا۔ لیکن میری بات سن کر وہ لیٹ گیا اور اس نے آنکھیں بند کر لیں۔

پھر ایک دوپہر میں اس وقت کلنک پہنچا جب بیدی کا چھوٹا بھائی اور اس کی پوتی تنو اسے کھانا کھلا رہے تھے۔ بیدی کو کھانے کی قطعاً خواہش نہیں تھی۔ لیکن ڈاکٹروں کی ہدایت کے مطابق ہربنس نے اسے سوپ پلایا۔ ایک ڈیڑھ چپاتی کھلائی۔ سیب کا آدھا ٹکڑا دیا اور موسمی کی چند پھانکیں کھلائیں پھر چونکہ

میں پہنچ گیا تھا۔ اسے آرام سے لٹاکر وہ خود لنچ لینے چلے گئے۔

بیدی اپنے بستر پر آنکھیں بند کئے پڑا تھا اور میں کمرے کے دوسرے بیڈ کے ساتھ ٹیک لگائے ایک انگریزی رسالہ دیکھ رہا تھا، جو بنو وہاں چھوڑ گئی تھی کہ بیدی نے آنکھیں کھولیں اور مجھے اپنے نزدیک ایک کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

میں کرسی پر جا بیٹھا تو وہ بستر پر اُٹھ کر بیٹھ گیا اور بڑی مشکل سے اس نے ایک لفظ منہ سے نکالا — سنجائی!

میری سمجھ میں کچھ نہیں آیا۔ "سنجائی — سنجائی کیا؟" میں نے پوچھا۔

بیدی نے اسی طرح پھر وہی لفظ دوہرایا اور بیڈ کے ساتھ لگی سائڈ ٹیبل کی طرف نگاہ دوڑائی۔

میں نے بھی سائڈ ٹیبل کی طرف دیکھا۔ وہاں شیشے کے ایک گلدان میں پھول لگے تھے۔ دواؤں کی چند شیشیاں تھیں۔ سنجائی کے لیے وہاں کیا تھا۔

مجھے احمقوں کی طرح سائڈ ٹیبل کی طرف دیکھتے پاکر بیدی نے دونوں ہاتھ بیڈ پر ٹکاتے اور پائنتے کی طرف سرک کر اپنی فالج زدہ دائیں ٹانگ قدرے دقت کے ساتھ پلنگ کے نیچے کھسکائی، ٹانگ نیچے کرکے بائیں پاؤں کو سائڈ ٹیبل کے ساتھ ٹکاکر اس نے سائڈ ٹیبل کا پٹ کھولا۔ اس میں سے ایک ادھ جلا سگرٹ نکالا۔ پھر بائیں ٹانگ اس نے آسانی کے ساتھ پلنگ کے اوپر کرلی۔ دائیں کو اوپر لے جانے میں اسے دقت ہو رہی تھی۔ میں نے اس کی ٹانگ کو سہارا دے کر اسے پلنگ کے اوپر کر دیا۔ بیدی نے سگرٹ ہونٹوں میں رکھا۔ میں نے سائڈ ٹیبل کے اسی خانے سے دیا سلائی کی ڈبیا نکال کر اس کا سگرٹ سلگا دیا۔

بیدی نے اطمینان سے ایک کش لیا اور دھواں چھوڑتے ہوئے بولا ' سنجائی ' اور اس نے میری طرف دیکھا، جیسے کہہ رہا ہو — سمجھ گئے نا۔

دو ایک کش لگاکر اس نے سگرٹ کھڑکی کے باہر پھینک دیا پھر اسی طرح بستر پر دونوں ہاتھ ٹکاکر پیچھے کی طرف سرک، تکیوں پر ڈھے گیا۔ اور اس نے آنکھیں بند کرلیں۔

سنجائی کا مطلب میں سمجھ گیا۔ اس کی پیاسی روح نکوٹین کے نشے سے سیراب ہونا چاہتی تھی۔ تبھی مجھے خیال آیا۔ اگر میرے بجائے اس کا چھوٹا بھائی، اس کی بہو، اس کا پوتا یا پوتی ہوتے تو کیا وہ اسی ٹیڑھے طریق سے اپنی طلب کا اظہار کرتا۔ وہ یقیناً سیدھے سگرٹ مانگتا۔ لیکن چونکہ میں بیٹھا تھا — اس کا ہم عصر افسانہ نگار — اس لئے اس چھوٹے سے ایک لفظ کے ذریعے شاید وہ مجھے جتانا چاہتا تھا کہ اس کا دماغ ابھی تک حاضر ہے۔ اور اسی بلاغت اور نزاکت سے بات کہنے کی قدرت رکھتا ہے جس سے کام لے کر وہ اپنی کہانیوں میں گہرے معانی چھپا دیتا تھا اور اس کے قارئین کو اس کا عندیہ پانے کے لیے اس کے افسانے کو قدرے دھیان سے پڑھنا پڑتا ہے۔

لیکن پھر ایک دن اس نے مجھے کچھ ایسی نازک اور بلیغ بات کہنے کی کوشش کی کہ لاکھ جتن کرنے پر بھی میں اس کا عندیہ نہیں پاسکا۔

شاید چوتھے یا پانچویں دن کی بات ہے۔ دوپہر کے وقت کلنک میں میں اکیلا اس کے پاس کرسی پر بیٹھا تھا۔ نرمن اور بنو کھانا کھلاکر جا چکے تھے کہ اچانک بیدی اٹھ کر بیٹھ گیا اس نے اندر جانے کیا تکلیف تھی۔ وہ بہت دیر تک لیٹا نہیں رہ سکتا تھا۔ بار بار اٹھتا بیٹھتا تھا۔

اس نے مجھے اور قریب ہونے کا اشارہ کیا۔ میں نے کرسی اس کے بیڈ کے قریب کھسکا لی۔

بیدی نے دونوں ہاتھوں سے خلا میں ایک بڑی سی مستطیل سی بنائی۔ اور بولا — "اِک وڈی سلیٹ ہوندی اے نا۔ فیر اِک 'اس توں چھوٹی' (اس نے دائیں طرف کو قدرے ہٹ کر خلا میں اسی طرح ایک چھوٹی مستطیل کا خاکہ بنایا) فیر اِک ہور چھوٹی (اور اس نے ذرا سا ہٹ کر ایک تیسری سلیٹ بنائی) پھر دایاں ہاتھ الٹ کر بولا " ایداں ای ہوندی ہوندی اے "۔

(یعنی ایک بڑی سلیٹ ہوتی ہے۔ پھر ایک اس سے چھوٹی، پھر ایک اس سے بھی چھوٹی۔ ایسے ہی ہوتی ہوتی ہے)

خلا میں تینوں سلیٹوں کے خاکے بناکر اور ہاتھ الٹ کر 'ایداں ای ہوندی ہوندی اے' کہتے ہوئے اس نے میری طرف دیکھا کہ میں اس کی بات سمجھ پایا ہوں یا نہیں۔

لیکن ہوتی کیا ایسے بھی ہوتی ہے اور ان تینوں سلیٹوں کا اس سے کیا تعلق ہے، بیدی اس استعارے کی وساطت سے کیا کہنا چاہتا ہے۔ لاکھ سوچنے پر بھی میں کوئی تسلی بخش اندازہ نہیں لگا پایا۔

میری کند ذہنی کی وجہ سے لحظہ بھر کے لیے بیدی کے ہونٹوں پر سردیوں کی زرد پیلی دھوپ سی ایک نہایت باریک اور درد بھری مسکراہٹ پھیلی اور پھر سر کو ذرا سا ہلاتے ہوئے اس نے کہا — "نہیں سمجھ پائے نا"

جب میں نے انکار میں سر ہلایا تو اس نے کاغذ قلم مانگا۔ میں باہر کاؤنٹر پر جاکر کاغذ کا ایک صفحہ اور بال پین لے آیا۔ بیدی نے بال پین سے کاغذ پر تین بڑی چھوٹی مستطیل بنائیں اور ان میں سیدھی لکیریں کھینچ دی۔ اور میری طرف دیکھا — کہ اب بھی نہیں سمجھے۔

میری آنکھوں میں فہم و فراست کا یکسر فقدان دیکھ کر وہ مایوس ہوگیا اور چپ چاپ پیچھے تکیوں پر لڑھک گیا، اور اس نے آنکھیں بند کرلیں۔

بیدی آنکھیں بند کئے چپ چاپ لیٹا تھا اور اس کے وہ مبہم اور غیر مبہم الفاظ میرے دماغ میں کھلبلی مچاتے تھے نہ جانے اس کے دل کو کون سے شکوک گھیرے تھے کہ میری سچی پریشانی کا بھی اسے یقین نہیں آرہا تھا۔ سگرٹ کی طلب تو اس نے ایک لفظ سے ظاہر کردی تھی۔ لیکن وہ تو روز پینے بھی لگا تھا۔ اور رمن کے عشق میں اس نے اپنا گھر ہی نہیں اپنے آپکو بھی تباہ کرلیا تھا۔ کیا انگور کی بیٹی اور انسان کی بیٹی کے پیار کی چاہ اسے پریشان نہ کرتی ہوگی۔ پھر وہ ان تین سلیٹوں کے سمبل سے کونسا نادر خیال مجھ پر واضح کرنا چاہتا تھا۔ وہ نہایت گہری تھیمز پر کہانیاں لکھتا تھا۔ کنہیا لال کپور نے اسے ایک بار تھیم کا بادشاہ کہا تھا۔ اس کے دل میں نہ جانے کیسے نادر اور انوکھے خیال اظہار کے لیے تڑپ رہے تھے۔

بیدی آنکھیں بند کئے لیٹا تھا، اور میرے دماغ میں اس کے ساتھ گزاری گئی نصف صدی کی زندگی، اس کے لطیفے چٹکلے، اس کے خطوط کے مزاحیہ فقرے، اس کے طنز، پھبتیاں اور ٹریجک خطوں میں بھی طنز و مزاح کا پہلو پیدا کر دینے والے جملے گھوم رہے تھے، بے ساختہ میر کا ایک شعر میرے ذہن میں کوند گیا —

دیدنی ہے شکستگی دل کی
کیا عمارت غموں نے ڈھائی ہے

بیدی آنکھیں بند کئے لیٹا تھا، میں اس کی طرف دیکھ رہا تھا اور میرے من میں بار بار وہی مصرعہ آرہا تھا۔ کیا عمارت غموں نے ڈھائی ہے.... کیا عمارت غموں نے ڈھائی ہے

(اردو سروس سے)

شاذ تمکنت

دور تک پیچ و خم رنگ نظر پڑتے ہیں
درد کی جھیل میں یادوں کے بھنور پڑتے ہیں

ہم وہ موتی ہیں، ہنگام سحر گلشن میں
جب پروئے نہیں جلتے بکھر پڑتے ہیں

بستیاں جاگ رہی ہیں یہ غنیمت جانو
آگے اس راہ میں سنسان نگر پڑتے ہیں

ہم نے کی سیر جہاں، راہ میں دیکھا یہ سماں
جن کے دروازے نہیں ہوتے وہ گھر پڑتے ہیں

صرف پرچھائیاں ہیں کس کے خد و خال کہیں
اِدھر آئینے ہیں اور عکس اُدھر پڑتے ہیں

ان تھکے ہارے پرندوں کا خیال آتا ہے
جو کسی بام پہ ناچار اتر پڑتے ہیں

شاذ درپیش ہے صدیوں کا سفر لمحوں میں
گرد جادہ کی طرح شام و سحر پڑتے ہیں

(اردو سروس سے)

تعلیم پذیر معاشرے میں اساتذہ کا رول

ڈاکٹر افغان اللہ خاں

ہر معاشرے میں، چاہے وہ تعلیم پذیر ہو یا ترقی پذیر، اساتذہ کا رول اوروں کے مقابلے میں کہیں زیادہ مشکل اور دشوار ہوا کرتا ہے۔ اور ساتھ ہی ساتھ اہم۔ چونکہ یہ طبقہ سماج کا دانشور طبقہ کہلاتا ہے، اس لیے اس کی ذمہ داریاں دوسروں کے مقابلے میں زیادہ ہوا کرتی ہیں۔ نئی نسل کی آبیاری اور کردار سازی اسی طبقے کے ذمے ہوا کرتی ہے۔ بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ پہلے سے ترتیب دیا ہوا یا طے شدہ نصاب پڑھا دینے کے بعد اساتذہ کی ذمے داریاں ختم ہو جاتی ہیں۔ غلط ہے۔ یہ تعلیم کا کم تر مقصد ہے۔ دراصل تعلیم کا بلند ترین مقصد یہ ہوتا ہے کہ وہ ذہنوں کو غور و فکر کی طرف متوجہ کر سکے۔ اور فرد کے اندر دروں بیں تجسس کی کیفیت پیدا کر سکے، اور کسی نتیجے اور فیصلے پر پہنچنے میں معاون ہو سکے، میرے کہنے کا مطلب صرف یہ ہے کہ اگر کوئی استاد اپنے طالب علم کے ذہنوں میں تجسس کی وہ کیفیت پیدا نہیں کر سکا جو غور و فکر کو دعوت دیتی یا ذوق پیدا کرتی ہے تو تعلیم کا بنیادی مقصد فوت ہو جاتا ہے۔ اگر طالب علموں کے اندر یہ مادہ پیدا نہیں ہوا تو ان کی صلاحیتیں کند ہو کر رہ جائیں گی اور تعلیم کے کوئی معنی نہیں رہ جائیں گے۔ اسی بات کو اگر ہم ایک مثال کے ذریعے سمجھیں تو بات آسانی سے سمجھ میں آ جائے گی۔ اردو کے تین بڑے شعرا کو لیجیے، جو اپنے اپنے عہد کے عظیم اور اہم شاعر تھے اور جو اردو کے اعلیٰ تعلیم کے نصاب میں شامل ہیں — میر، غالب اور فراق — اب اگر مروجہ تعلیم کے اصولوں اور طریقوں کے لحاظ سے تعلیم دی جائے۔ یعنی طالب علموں کو ان شعرا سے متعلق بنیادی اور اہم کتابوں کے نام اور حوالے دے دیے جائیں، مشکل اشعار کے معنی سمجھا دیے جائیں اور ان شعرا پر الگ الگ نوٹس دیے جائیں تو ممکن ہے ان کی مدد سے طالب علم اچھے نمبر حاصل کرے، اور کامیاب ہو جائے، لیکن بنیادی سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ تعلیم کا یہ طریقہ صحیح ہے، کیا یہی تعلیم کا مقصد ہے؟ میرا خیال ہے کہ نہیں — یہیں سے علم کی عظیم عمارت کی دیواروں میں رخنے پڑنے شروع ہو جاتے ہیں۔ اگر اشعار اپنے طالب علموں کے ذہنوں میں موضوع کے متعلق استعجاب پیدا نہیں کر سکا، ایک سوالیہ نشان اس کے ذہنوں میں نہیں ابھار سکا۔ یعنی طالب علم کے ذہن میں نہ صرف یہ سوال پیدا ہو کہ فلاں شاعر یا ادیب عظیم ہے تو کیوں ہے؟ کیا صرف وہی وجہیں جو اساتذہ نے بتائی ہیں۔ یہ کتابوں میں نہیں لکھی ہوئی ہیں۔ یا اس کا خود کا ذہن بھی کسی کو عظیم تسلیم کرتا اور کسی کو کمتر۔ جب وہ اس کا اہل ہو جائے گا کہ وہ خود فیصلہ کر سکے، اور اس فیصلے پر پہنچنے کے بعد اس کے اظہار کے لیے — اس کے پاس اپنی زبان ہو گی، یعنی وہ اپنی بات اپنی زبان میں کہنے کا اہل ہو جائے گا تو یہیں سے تخلیق کے دروازے کھلیں گے، نئی تنقید سامنے آئے گی۔ نیا انسان وجود میں آئے گا۔ اور نیا شاعر جنم لے گا۔ جس کی اپنی بات ہو گی اور زبان بقول ایک نقاد کے اس دور کا یا اس نسل کا سب سے بڑا المیہ یہ ہے کہ اس کے پاس اپنی کوئی زبان نہیں ہے۔ اس کو اپنے فیصلوں اور تجربات کے بیان کے لیے مصنوعی زبان کا سہارا لینا پڑتا ہے اس لیے اساتذہ کا یہ فرض ہونا چاہیے کہ وہ اپنے طلبا کو اس انداز سے تعلیم دیں کہ جب وہ درس گاہوں سے نکل کر جائیں تو سماجی اور اخلاقی مسائل پر خود سوچ سکیں، غور و فکر کر سکیں اور کسی نتیجہ پر پہنچ سکیں۔ اور ساتھ ہی ساتھ اس کے اظہار کے لیے ان کے پاس ان کا اپنا قلم ہو اور اپنی زبان۔

میں نے شروع شروع میں ایک بات کہی تھی وہ یہ کہ اساتذہ کی ذمہ داریاں اوروں کے مقابلے میں کہیں زیادہ اہم ہوتی ہیں وہ اس لیے کہ نئی نسلوں کی کردار سازی بھی اس کے ذمے ہوا کرتی ہے۔ نئی نسل تعلیم حاصل کرنے کے بعد عملی دنیا میں قدم رکھتی ہے۔ وہ دنیا کتابوں کی دنیا سے یکسر مختلف ہوا کرتی ہے۔ اس دنیا میں پہنچنے کے بعد جب یہ نسل حقائق سے نظریں ملاتی ہے تو کتابی باتیں کبھی کبھی جھوٹی اور فرضی معلوم ہونے لگتی ہیں۔ صحت مند اور صالح قدروں سے ایمان اٹھنے لگتا ہے۔ کم تر غرض حاصل کرنے کی غرض سے اعلیٰ تعلیم کے فیصلے پیچھے رہ جاتے ہیں۔ اخلاقی اور سماجی قدروں کے مقابلے میں وہ راہیں زیادہ خوبصورت لگتی ہیں جن پر چل کر تن آسانیاں زیادہ آسانی سے میسر آجاتی ہیں۔ یہیں سے فرد کے اندر زوال شروع ہوتا ہے اور سماج انتشار کا شکار ہو جاتا ہے۔ یہی وقت اصل امتحان کا ہوا کرتا ہے۔ اگر نو وارد کی کردار سازی ایسی ہوئی ہے۔ ذہن ایسا ترتیب دیا گیا ہے جو صحیح اور غلط کا فیصلہ کر سکے۔ تو یقین کیجیے۔ فتح صالح قدروں کی ہو گی۔

موجودہ دور مادہ پرستی کا دور ہے۔ جدید معاشی تعلیم اور فلسفوں نے پرانے معاشی نظام کو پارہ پارہ کر کے رکھ دیا ہے۔ آرام و آسائش اور تن آسانیوں کو حاصل کرنے کے لیے نئے نئے فارمولے وجود میں آ رہے ہیں۔ انسانی ارتقا کے مختلف نظریات اور سائنسی تجربات نے روحانی اور مذہبی قدروں پر بھرپور حملہ کر رکھا ہے۔ لیکن ان مختلف نظریات کو سمیٹ کر ایک اکائی کی شکل میں دیکھیں تو نتیجہ صرف یہ نکلتا ہے کہ کسی بھی صورت سے وہ کچھ حاصل کر لیا جائے جس سے تن آسانیاں میسر ہو سکیں۔ اس کے لیے کوئی بھی طریقہ اختیار کیا جائے۔ ظاہر ہے جب پورا سماج اسی انداز سے سوچنے لگ جائے تو نتیجہ کیا ہو گا؟ انتشار، زوال۔ جب وہ تمام قدریں چاہے وہ مذہبی ہوں، سماجی ہوں یا اخلاقی — اپنی افادیت کھو دیں گی تو سماج پر قابو کس طرح رکھا جا سکے گا۔ کیا صرف حکومت اس کی ذمہ دار ہے —؟ میرا خیال ہے کہ نہیں، اس کی ذمہ داری پورے سماج کی ہوتی ہے۔ اور سماج فرد سے مل کر بنتا ہے، ہمیں سے بنتا ہے۔ اور ہم ایک نسل کے نمائندے ہوتے ہیں۔ ہمارا ہی دوسرا نام سماج ہوتا ہے۔ تو پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہمیں کون سماج دیتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں سماج کا ذہن کون دیتا ہے۔ اس کا کردار کون ترتیب دیتا ہے۔ اس کا جواب بہت آسان ہے۔ یہ خاندان۔ یا وہ جس نے ہمارے ذہنوں کو ترتیب دیا ہے یا کسی صورت سے متاثر کیا ہے، ظاہر ہے اس ترتیب اور کردار سازی میں اساتذہ کا رول اوروں کے مقابلے میں کہیں زیادہ اہم ہوا کرتا ہے۔ اس لیے اگر صحیح سماج ترتیب دینا ہے تو اساتذہ کو چاہیے کہ وہ ذہنوں کی تربیت میں خصوصی دلچسپی لیں اور ایسا ذہن ترتیب دیں جو صحیح معنوں میں علمی ہو۔ ورنہ ترقی پذیر یا تعلیم پذیر معاشرہ اس قدر حاوی ہو جائے گا کہ تمام صالح قدریں ختم ہو جائیں گی اور مادہ پرستی حاوی ہو جائے گی۔ اور سماج انتشار کا شکار ہو کر رہ جائے گا۔

(آکاشوانی گورکھپور سے نشر)

ڈاکٹر افغان اللہ خاں
لکچرار شعبۂ اردو گورکھپور یونیورسٹی، گورکھپور

بور

احمد جمال پاشا

ہمارے سماج میں اکثریت ایسے لوگوں کی ہے جو زندگی کی دوڑ میں تھک کر بیٹھ چکے ہیں۔ وہ تو اب گردِ پسِ کارواں ہیں۔ حال سے ان کا رشتہ کٹ چکا ہے۔ اب وہ ماضی کی خوشنما وادی میں اسیر ہیں؟ وہ تو بس ماضی کی قدروں کو سینے سے لگائے گزرے ہوئے لمحات کا چلتا پھرتا قصیدہ ہیں۔ وہ تو اُس دنیا کے باسی ہیں۔ جس میں بہت تھوڑی آبادی تھی۔ سب ایک دوسرے کی سات پشتوں کی خبر رکھتے۔ ساتھ جیتے اور مرتے بچے جیبوں میں کشمش، بادام اور چلغوزے بھرے پھرتے۔ بزرگ شطرنج اور چوسر کی بازیوں میں مصروف زمانے کی قیامت کی چال سے بے پروا شہہ دیتے اور مات کھانے میں مصروف رہتے۔ بھری پُری جوانیاں ایک ہوک، ایک گھر، ایک گاؤں یا محلے میں فصل کی طرح کٹ جاتیں۔ محلے یا گاؤں پر سے اگر ہوائی جہاز گزر جاتا تو ہفتوں حسبِ توفیق قیاس و پرواز میں گزر جاتے۔ جب لوگ کنویں کے مینڈک ہوا کرتے۔ گھروں میں پکوان پکتے۔ ڈیوڑھیوں اور چبوتروں پر بیٹھکیں جما کرتیں۔ اگر کسی کو شہر جانا ہوتا تو وہ با چشمِ نم سب سے قصور معاف کرا لیتا۔ جانے والے پر لوگ فاتحہ پڑھ کر پھر اپنی دنیا میں مست ہو جاتے۔ خوشی یا غمی جو کچھ بھی ہوتی، ہوتی بڑی زبردست۔ ہر بزرگ ولیِ کامل اور ہر لٹیا چور سلطانہ ڈاکو ہوا کرتا۔ ہر شدنی و ناشدنی واقعہ وقت کی ربڑ کے ساتھ کھینچ کر موقع و مناسبت سے بڑھتا گھٹتا رہتا۔

اس خوش نما ماضی کے امین آج بھی ہمارے اردگرد بکھرے ہوئے روزانہ ہمارے تعاقب میں مصروف رہتے ہیں۔ ایسے تمام لوگ مجھے اس لیے عزیز ہیں کہ یہ ہمارے ماضی کی چلتی پھرتی ہنستی بولتی دستاویز ہیں۔ انھیں تو آپ ماضی کی روشن کتاب کی طرح کہیں سے بھی کھول کر پڑھ سکتے ہیں۔ آپ کو شاید اس کی بھی ضرورت نہ پڑے۔ یہ تو خود بخود شروع ہو جائیں گے۔

گراموفون یا ریکارڈ پلیئر پر فلمی گانوں کے ریکارڈ سننے کا تو آپ کو کبھی شوق ہوگا؟ تو پھر آپ کو یہ بھی تجربہ ہوگا کہ اگر گانا ہو رہا ہے ؎

پیا ملن کو جانا ہے۔

اس گھسے پٹے ریکارڈ پر کہیں گراموفون کی سوئی پھنس گئی تو بس اسی کو ریکارڈ دہراتا ہے۔

"جانا ہے .... جانا ہے .... جانا ہے ..

... جانا ہے .... جانا ہے ......"

یہاں تک کہ آپ سوئی اٹھا کر آگے بڑھا دیں گے اور تکرار ختم ہو جائے گی۔ اسی طرح اگر آپ اپنے دادا جان مرحوم کے کسی زندہ دوست سے ملنے جائیں اور وہ غلطی سے آپ کو "بلاقی" کے بجائے "خیراتی" کا پوتا سمجھ لیں اور جب آپ انھیں سمجھا کر اتہ پتہ بتا دیں اور اپنی پوزیشن صاف کر لیں کہ آپ خیراتی نہیں بلاقی کے پوتے ہیں۔ تو پھر انشاء اللہ جب تک آپ کے دادا جان کے دوست زندہ رہیں گے وہ ہر بار آپ کو اسی تفصیل کے ساتھ بتا کر معذرت خواہ ہوں گے کہ وہ غلطی سے آپ کو خیراتی کا پوتا سمجھتے تھے۔ اسی طرح میں ایک قبر رسیدہ بزرگ کی عیادت کے لیے گیا تو وہ بڑی دیر تک مجھے اپنا پرائیویٹ سکریٹری سمجھ کر مجھ سے راز و نیاز میں مصروف رہے۔ ایک صاحب کی مداخلت پر جب انھیں معلوم ہوا کہ وہ مجھے پہچان نہیں سکے تھے کہ میں ان کا پرائیویٹ سکریٹری نہیں ہوں بلکہ مداخلت کرنے والے خود ان کے پرائیویٹ سکریٹری ہیں تو انھوں نے مجھ سے بڑی معذرت کی اور راز و نیاز کو سربستہ رکھنے پر زور دیا۔ اس کے بعد جب بھی میرا، ان کا سامنا ہوتا تو وہ سلام کا جواب اس معذرت کے ساتھ دیتے کہ "معاف کیجیے گا میں اس دن آپ کو پہچان نہ سکا۔ غضب خدا کا میں آپ کو اپنا پرائیویٹ سکریٹری سمجھ بیٹھا!" یہ سلسلہ انھوں نے آخری سانس تک جاری رکھا۔

اسی لیے میں کسی بھی بور سے بور نہیں ہوتا۔ بور تو میرے نزدیک ایک قابلِ رحم انسان ہے۔ جو آپ سے ایک چٹکی وقت کی بھیک مانگتا ہے تاکہ وہ آپ کو یقین دلا سکے کہ وہ ایسا بھی گیا گزرا نہیں جیسا کہ آپ اسے دیکھ یا سمجھ رہے ہیں۔ وہ تو ماضیِ بعید کے شاندار دور کا ہیرو ہے۔ گزرا ہوا وقت تو تاریخ ہے۔ جب آپ کو تاریخ عزیز ہے گزشتہ تہذیب و تمدن میں دلچسپی ہے۔ تو آخر اس تاریخ پارے کو اپنے سینے سے کیوں نہیں لگا لیتے؟ یہ بھی تو ماضی کے صحیفے کا ریکارڈ ہے۔ جس کی سوئی پھنسنے پر آپ باآسانی سوئی اٹھا کر موضوع تبدیل کر سکتے ہیں۔

تکرار تو اس رنگا رنگ زندگی میں پھیکا پن اور اکتاہٹ پیدا کر کے آپ کو بور کر دیتی ہے۔ لیکن آپ اس سے بچ نہیں سکتے۔ کیونکہ اس دنیا کو تو آپ کو جھیلنے کے لیے بھیجا گیا ہے۔ کہاں کہاں بچیے گا؟ اگر آپ کا باس آپ کو ہر بار اپنا پسندیدہ لطیفہ سنائے تو آپ کو اس پر نہ صرف قہقہہ لگانا ہوگا بلکہ چہرے اور حرکات و سکنات سے بھی ظاہر کرنا ہوگا کہ آپ بے حد محظوظ ہوئے ہیں۔ بور تو وہ ہے جو سُنائے اور رونے نہ دے۔ جبکہ یہ تو صرف سُنانے کے لیے جان بخشی کا طالب ہے۔ اس کی بے رنگی میں تو آپ ہی کو کیف و سرور پیدا کرنا ہے۔

میں اس وقت بے تحاشہ ادھر ادھر چھپنے کی کوشش کرتا ہوں۔ جب کوئی فدوی قسم کا انسان میرے سامنے آکر اس طرح مؤدب کھڑا ہو جاتا ہے۔ جیسے میں کوئی دیوتا ہوں۔ وہ اثبات کا پیکر بن کر اپنی ذات کی اس طور پر مسلسل اپنے عمل سے نفی کرتا ہے کہ میں اپنے آپ کو بے بس محسوس کرنے لگتا ہوں۔ ہاں میں ہاں ملانے کا سلسلہ وہ کچھ اس طور پر شروع کرتا ہے جیسے مکڑی اپنا جال بنتی ہے۔ میں اپنے آپ کو ایک بے بس پتنگا محسوس کرتا ہوں جیسے وہ آخر شکار کر ہی لے گی۔ مکمل سپردگی کے اس عمل سے میری انا کو ناقابلِ یقین حد تک تسکین پہنچتی ہے اور ایسے ہی کسی مسحور کن لمحے میں وہ اپنا کام نکال کر چلتا بنتا ہے۔ فدوی تو اپنی خاکساری سے بور کرتا ہے۔ یہ تو ایک ایسا شکاری ہے جس کا حربہ سپردگی ہے۔ وہ تو بس خوشامد سے کام نکالتا ہے۔ سارے قاعدے قانون، اصول ضابطے سب اس کی فدویت کے آگے ہتھیار ڈال دیتے ہیں۔ میں کن باتوں سے خوش ہوتا ہوں؟ میری کیا پسند ہے؟ میری کیا کمزوریاں ہیں۔؟ وہ سب کچھ جان لیتا ہے۔ فدویت تو ایک ایسی کتاب ہے جس میں سب کچھ لکھا ہوا ہے۔ وہ کتاب میرا چہرہ ہے جسے وہ بآسانی پڑھ لیتا ہے۔ میرے ہر اشارے اور ارادے وہ سمجھ لیتا ہے۔ اس کی فدویت کے آگے میرا سارا رعب و دبدبہ، ساری سوجھ بوجھ، خفگی و ناراضگی سب اس کے ایک ہی منتر میں بھوت کی طرح غائب ہو جاتے ہیں۔ میں اس کی خاطر تواضع اور ناز برداری میں مصروف ہو جاتا ہوں۔ یہاں تک کہ وہ شاد کام و شادماں مؤدب رخصت ہو جاتا ہے۔

بور تو جمود کی علامت ہے۔ جب کبھی مجھ پر کوئی بور مسلّط ہوتا ہے تو میں اپنے اندر ایک شدید گھٹن محسوس کرنے لگتا ہوں۔ میرے دماغ میں فکر کی لہریں ساکت ہونے لگتی ہیں۔ ایک ایسی اندرونی الجھن جیسے دل میں پنکھے لگ گئے ہوں۔ جو گھبراہٹ کی ہوا کو تیز تر کرنے میں مصروف ہوں۔ اس کی بوریت کا جواب میری جانب سے اس روایتی خوش اخلاقی سے دیا جاتا ہے جو میری داخلی بزدلی کا نچوڑ ہوتی ہے۔ جیسے کہ میں صدیوں کا دبا اور کچلا ہوا انسان ہوں جو صدائے احتجاج کی قوت سے محروم ہو چکا ہو۔ جب میں اس سے کھل کر کہہ دینا چاہتا ہوں کہ "آپ بے وقت کیوں تشریف لائے۔؟" تو میرے مُنہ سے نکلتا ہے کہ "آپ ٹھنڈے سے شوق فرمائیں گے یا گرم سے۔؟" اور میں اندر ہی اندر گھٹ کر رہ جاتا ہوں کیونکہ بیرونی خطرات سے بچانے والی جبلتیں دماغی روک تھام کے ذریعے مجھے کسی بھی

نئے خطرے کو مول لینے سے روکتی رہتی ہیں اور بور میرے قیمتی وقت پر ڈاکہ ڈال کر رخصت ہو جاتا ہے۔

بور کو انگیز کرنا عین شرافت ہے۔ ایسی نیکی جس میں مروت بھی شامل ہو۔ اگر مروت دنیا سے رخصت ہو جائے تو ہم کسی کو بور کرنے کی جرأت بھی نہ کر سکیں اس کے دم سے اعلا انسانی قدریں قائم ہیں۔ بور کو برداشت کرنا سب سے بڑی نفس کشی ہے۔ جو ایسا کرتے ہیں وہ صوفی ہیں۔ ترکِ لذات کی منزل پر ہیں۔ ترک کے ترک کی راہ پر گامزن ہیں۔ اگر کسی گھر میں آپ کو کوئی بور نظر آئے تو پھر اس گھر کے مکینوں کی شرافت کی قسم کھا سکتے ہیں۔ میرا تجربہ ہے کہ میں نے ہمیشہ بھلے مانسوں کے درمیان ہی بور کو پایا۔ بور کو تو اگر شبہ بھی ہو جائے کہ آپ معقول اور فرشتہ صفت نہیں ہیں تو وہ اپنا سایہ بھی آپ کی طرف سے نہ گزرنے دے۔ بور تو اس بات کی علامت ہے کہ ابھی یہ دنیا رہنے کے لائق ہے۔ ابھی اس میں نیکی اور نیک لوگ موجود ہیں۔ خراب آدمی تو ایک منٹ بھی اسے انگیز نہیں کر سکتا۔ کیونکہ وہ قوتِ برداشت سے محروم ہوتا ہے۔ وہ تو ایک کاروبار کا انسان ہوتا ہے۔ دانش اور حکمت سے محروم جس کی نظریں تعلقات کے تناظر میں نفع و نقصان کے ترازو پر رہتی ہیں۔ وہ تو گھاٹے کے ہر سودے پر ڈنڈی مار دیتا ہے۔

ہر انسان کو فطری طور پر دنیا جہاں کی خبروں میں دلچسپی ہوا کرتی ہے۔ اس سے بھی زیادہ تیری میری باتوں میں جس کے لیے آدمی اخبار اور رسالے پڑھتا ہے۔ ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر خبریں سنتا ہے لیکن بہت سی خبریں پھر بھی فراہم نہیں ہو پاتیں خصوصاً پاس پڑوس کی خبریں۔ جن کا ٹھیکہ بور لے لیتا ہے۔ یہ اس کی مہربانی ہے کہ آپ کو گھر بیٹھے معلوم ہو جاتا ہے کہ پڑوسن اگر دال نہ جلاتی اس کے یہاں کھانے پر جھگڑا نہ ہوتا۔ محلے کے تازہ ترین اسکینڈل اور گرما گرم خبریں۔ بور تو میرے نزدیک سب سے بڑا صحافی ہے۔ جو اس چھوٹی سی دنیا کی خبروں کو فلیش کرتا رہتا ہے اور دباتا ہے جس میں ہم سانس لیتے ہیں۔ وہ تو محلے کا ریڈیو اور ہمسایہ کا ٹیلی ویژن ہے۔ اگر بور نہ ہو تو ہم اپنے ماحول سے کٹ جائیں۔ اپنے گرد کے لیے اجنبی ہو جائیں ہم کو وہاں کی خبر ہی نہ رہے جہاں ہم ہوں۔ مجھے تو ہمیشہ یہ محسوس ہوتا ہے کہ ہم سماج کے جس طبقہ سے بھی تعلق رکھتے ہوں، زندگی کے جس میدان سے بھی وابستہ ہوں اس سے ہمیں کوئی نہ کوئی بور جوڑے ہوئے ہے۔ اور آؤٹ سائڈ ہونے سے روک رہا ہے۔ ہمیں اپنی دنیا کی شہریت عطا کر رہا ہے۔ اور نہایت ہی باخبر شہری بنا رہا ہے۔

بور کرنا تو ایک فن ہے جس کے بغیر ابلاغ کا عمل مکمل نہیں ہو سکتا۔ اپنی بات دوسروں تک پہنچانے کے لیے یہ انسان کتنے چولے بدلتا ہے۔ کبھی لیڈر کی شکل میں ہمارے سامنے آتا ہے کبھی شعلہ بیان مقرر کی صورت میں۔ کبھی ادیب یا دانشور کا روپ دھار کر نمودار ہوتا ہے۔ مگر بور نہ کوئی نقلی چہرہ لگاتا ہے نہ کوئی پالیسی یا پروگرام بناتا ہے۔ وہ تو بے ساختہ فطری انداز سے قوتِ اظہار صرف کر کے اڑن چھو ہو جاتا ہے۔ اس لیے میرے نزدیک بور سب سے بڑا فنکار ہے۔ (پٹنہ سے نشر)

فٹ بال

محمد علی

جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو اس وقت بھی اس کے ہاتھ پاؤں حرکت کرتے ہیں۔ یہی حرکت اس میں کھیل کود کی نشاندہی کرتی ہے۔ جو بچپن سے انسان کے اندر خود بخود پیدا ہوتا ہے۔ اس بنیاد پر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ کھیل تو انسان کے مزاج اور فطرت میں رچا بسا ہوا ہے۔ چونکہ حرکت ہی سے انسان زندہ تصور کیا جاتا ہے۔ اس لیے اپنے آپ کو حرکت میں رکھنے کے لیے انسان نے طرح طرح کے کھیل کھیلنا شروع کیا۔ اور اس طرح دنیا میں کئی قسم کے کھیلوں کا وجود عمل میں آیا۔ آج ہم دنیا کے قدیم ترین کھیل فٹ بال کے بارے میں بات چیت کریں گے۔

زمانۂ قدیم میں جب گیند عالم وجود میں نہیں آئی تھی تو اس وقت مردہ جانوروں کے پیٹ سے بلیڈر نکال کر اس میں ہوا بھر کر گول گیند کی شکل یعنی ربڑ کی گیند کے مانند بنائی جاتی تھی کھلاڑی دو حصوں میں منقسم ہو کر دو ٹیموں کی شکل میں ایک گیند کے پیچھے دوڑتے تھے۔ قدیم یونان کے علاوہ قدیم روم میں بھی اس کھیل کا رواج تھا۔ چیسٹر نامی شہر میں یہ کھیل منگل کے دن مذہبی تہوار کے موقع پر کھیلا جاتا تھا۔ رفتہ رفتہ یہ کھیل اتنا مقبول ہوا کہ لوگ اسے عام دنوں میں بھی کھیلنے لگے۔

رومنوں نے جب یونان کو فتح کیا تو اس کھیل کو بھی اپنے ہمراہ یونان لے گئے۔ پھر بھی اس کھیل کی شروعات کب ہوئی اس کے متعلق یقینی طور پر نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن اتنا ضرور ہے کہ یہ کھیل ۵۰۰ ق م یونان کے اسپارٹا نامی شہر میں کھیلا جاتا تھا۔ یونانی لوگ اس کھیل کو SPISKIAES کہتے تھے۔ اٹلی میں یہ کھیل نوس کے نام سے مشہور تھا۔ مصر کے آثار قدیمہ کا جائزہ لیں تو اس بات کی نشاندہی ہوتی ہے کہ وہاں پر بھی قدیم زمانے میں یہ کھیل کھیلا جاتا تھا۔ انگلستان میں اس کھیل کو لوگ بطور تفریح کھیلتے تھے۔ میدان کی لمبائی چوڑائی کی کوئی پابندی نہیں تھی۔ راستے سے گزرنے والے لوگ بھی دو چار شاٹ مار کر اپنا شوق پورا کر لیتے تھے۔ لہٰذا گیند میلوں تک دوڑتی چلی جاتی تھی۔

وقت کے ساتھ ساتھ اس کھیل کے قوانین میں بھی تبدیلیاں آتی رہیں۔ ۱۸۴۸ء میں انگلستان میں کیمبرج یونیورسٹی کے کچھ ماہرین نے فٹ بال کے قواعد مرتب کیے۔ پھر آہستہ آہستہ اس کے کئی کلب بن گئے۔ ان ہی کلبوں کو ملا کر ۱۹۰۸ء میں فٹ بال ایسوسی ایشن کا قیام عمل میں آیا۔ ۱۹۰۴ء میں پہلی مرتبہ فٹ بال کو اولمپک کے کھیلوں میں شامل کیا گیا۔ ایسٹ انڈیا کمپنی جہاں اپنے دامن میں بہت ساری چیزیں لائی وہیں ہندستانی عوام کو بطور تحفہ یہ کھیل بھی پیش کیا۔ ہندوستان میں پہلا فٹ بال میچ فورٹ ولیم میں کھیلا گیا۔ اس طرح ۱۸۸۸ء میں پہلی مکمل ہندوستانی ٹیم کمہارٹولی کی بنیاد شمالی کلکتہ میں ڈالی گئی۔ ۱۸۹۴ء میں چارلس میلر کے ذریعے فٹ بال برازیل تک پہنچا جو آج دنیائے فٹ بال کے چوٹی کے ممالک میں شامل ہے۔ اور اس طرح یہ کھیل آہستہ آہستہ ساری دنیا میں پھیل گیا۔

بلاشبہ انسان پیدائشی طور پر کھلاڑی ہے لیکن کوئی بھی کھلاڑی شکم مادر سے فن کا شعور لے کر پیدا نہیں ہوتا۔ اسے تربیت حاصل کرنا پڑتی ہے۔ ہر فن میں کھلاڑی کی ذاتی صلاحیتوں کے علاوہ تربیت بھی بہت ضروری ہے۔ اگر تربیت صحیح ڈھنگ سے دی جائے تو کھلاڑی بہت اونچے مقام تک پہنچ سکتا ہے۔ دنیائے فٹ بال کی جتنی چوٹی کی ٹیمیں ہیں۔ اگر ان کی کامیابی کا جائزہ لیں تو سب سے پہلے نمایاں جو شے نظر آئے گی وہ ہے اس ٹیم کے کوچ کی صلاحیت اور تربیت، کوچ جتنا باصلاحیت اور تربیت یافتہ ہوگا اتنی ہی کامیابی سے وہ اپنی ٹیم کو آگے بڑھائے گا۔ اس لیے یہ کہا جا سکتا ہے کہ فٹ بال میں کوچ کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔

وقتاً فوقتاً فٹ بال کے قواعد میں تبدیلی آتی رہی۔ پہلے پہل ہر کھلاڑی کے لیے ایک جگہ مقرر ہوتی تھی۔ وہ اگر اپنی جگہ سے گیند لے کر آگے بڑھتا بھی تو پاس کر کے دوبارہ پھر اپنی جگہ پر واپس آجاتا تھا۔ لیکن موجودہ کھیل میں ہر کھلاڑی بال لے کر آگے بڑھ سکتا ہے۔ جب ایک کھلاڑی اپنی جگہ چھوڑ کر آگے بڑھتا ہے تو دوسرا کھلاڑی اس کی جگہ پر آجاتا ہے۔ اس طرح ہر کھلاڑی کو اپنا فن دکھانے کا موقع ملتا ہے۔

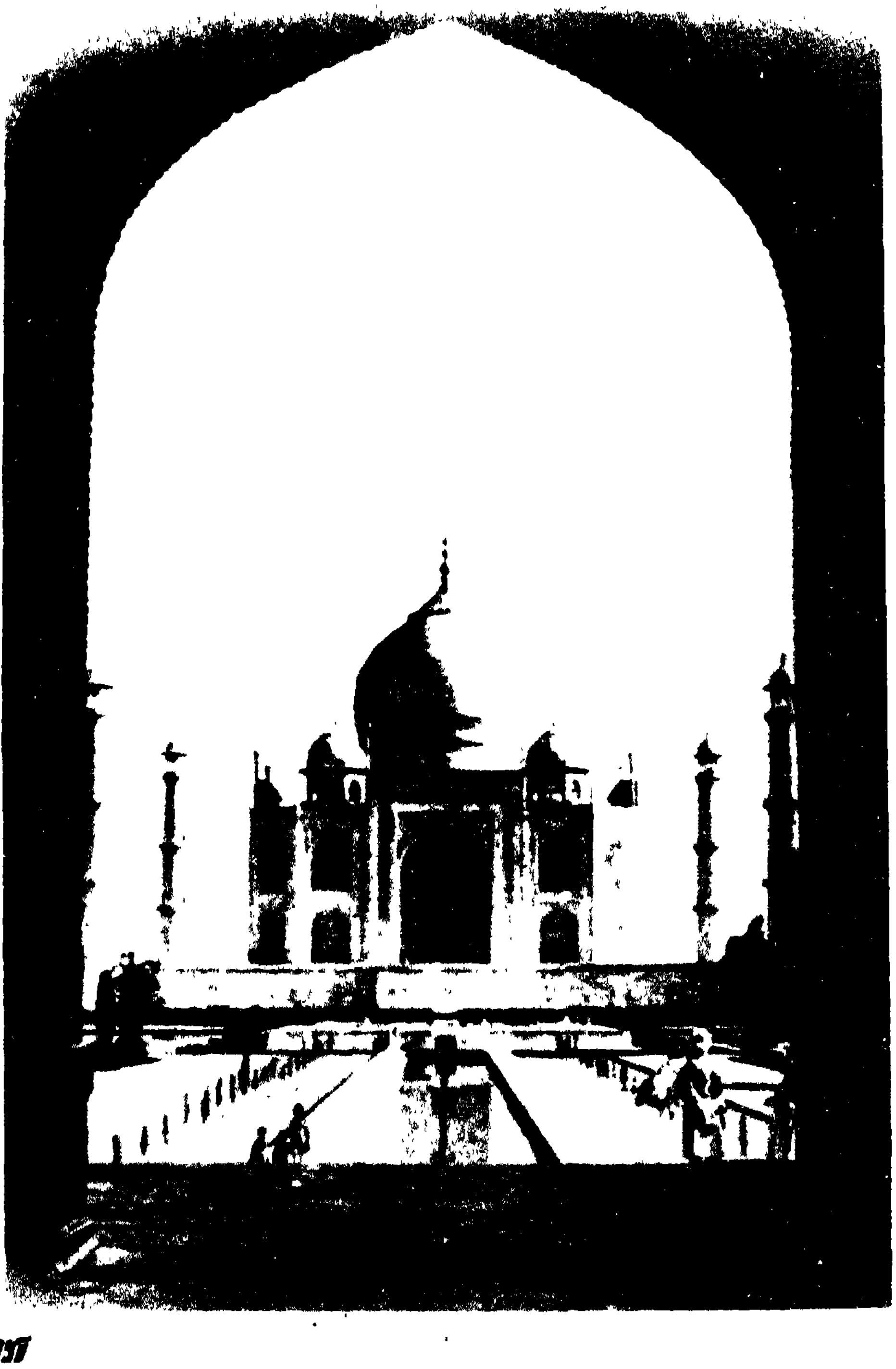
ایک اچھے فٹ بالر کے لیے ضروری ہے کہ اس میں تیزی، پھرتی، طاقت اور دم ہو۔ یعنی ہر فٹ بال کھلاڑی کے لیے بجلی کی سی سرعت بال کنٹرول اور کافی دم کی موجودگی ہونی چاہیے اگر ایک کھلاڑی بہت تیز دوڑتا ہے لیکن اس میں دم کی کمی ہے تو اس کی تیز رفتاری کی اہمیت صفر کے برابر ہے۔ دو مخالف کھلاڑیوں کے درمیان سے پاس وصول کرنا، گیند پر کنٹرول رکھ کر برق رفتاری سے آگے بڑھنا ہی ایک اچھے کھلاڑی کی پہچان ہے۔ ایک فٹ بالر کو اس کے علاوہ بھی چھلانگ اور ریکارڈ دوڑ میں بھی تھوڑا بہت حصہ لینا چاہیے۔ تیراکی بھی اس کے لیے فائدہ مند ہے۔ کسی بھی اسپورٹس مین کے لیے سیزن کبھی ختم نہیں ہوتا بلکہ فٹ بالر کو فٹ بال کے بعد والی بال، باسکٹ بال، بیڈمنٹن اور ہاکی وغیرہ سے بھی دلچسپی لینی چاہیے۔ ایک ٹیم کی کامیابی کی ضمانت اس ٹیم میں اچھے کھلاڑیوں کی موجودگی ہے۔ جہاں ایک کھلاڑی کو روزانہ دوڑنے کی مشق ضروری ہے وہیں اسے گیند کے ساتھ ساتھ بھی دوڑنا ضروری ہے اور اسے ہر طرح سے اپنے پاؤں پر مکمل کنٹرول ہونا چاہیے اس لیے فٹ بال کے متعلق برنارڈ شا نے ایک مرتبہ کہا تھا کہ "ایک فٹ بالر دماغ کے بجائے اپنے پاؤں سے سوچتا ہے"

محمد علی (فٹ بالر) وارث پورہ کامٹی (ناگپور سے نشر)

تاج محل

ایک حقیقت ایک افسانہ

راحت عزمی



ہر حقیقت احساس و ادراک کی حدوں میں رہ کر اس وقت افسانہ ہو جاتی ہے جب اس کے گرد حیرت و محویت استعجاب و استغراق کا ایک ہالہ سا بن جاتا ہے تاج محل ایسی ہی ایک حقیقت ہے جس کے گرد آغاز تعمیر ہی سے حیرت اور محویت کا ہالہ بنتا چلا گیا ہے۔ عام آدمیوں سے لے کر بڑے بڑے دانشور تاج کو دیکھتے ہیں تو پہلی ہی نظر میں یک لخت گم سم ہو جاتے ہیں۔ جب تک دیکھتے رہتے ہیں۔ وقت کا ہر لمحہ ان کی نگاہوں کے سامنے کتنے ہی مرمریں خواب بنتا جاتا ہے اس بے خبری کے حلقہ سے باہر آتے ہیں تو یہ سوچنے لگتے ہیں کہ انھوں نے تاج کو خواب میں دیکھا تھا یا بیداری میں۔

کسی محفل میں تاج کا ذکر کیجیے تو سننے والوں کے تاثرات کچھ اور ہی ہوتے ہیں۔ لوگ اس انہماک سے تاج کو سنتے ہیں جیسے ان کے آگے طلسم ہوش ربا کا کوئی ورق پڑھا جا رہا ہے۔ سنگ مرمر کے اس تاثر پارے میں ایسی وجدانی کیفیتیں جمع ہو گئی ہیں جو ہر ناظر اور سامع کو مسحور کر دیتی ہیں۔ ہوش آتا ہے تو کوئی شخص یہ باور کرنے کے لیے آمادہ ہی نہیں ہوتا کہ انسانی ہاتھ ایسی عمارت بھی بنا سکتے ہیں جس پر جنت کے گھر کا گمان ہوتا ہو۔ لیکن اس کو کیا کیا جائے کہ تاج ہے ہی ایسی حقیقت جس کا ذکر ایک افسانہ معلوم ہوتا ہے۔ یہی وہ دشواری تھی جس سے پریشان ہو کر فن تاریخ کے مستند مورخ فرگیوسن نے نے کہا تھا کہ

"جن لوگوں نے تاج کو نہیں دیکھا ہے ان تک
اس کے حسین تخیل کو پہنچانا ناممکن ہے۔"

فن تعمیر کی تاریخ ساز عمارتوں میں تاج محل وہ حسین تاثر پارہ ہے جو آپ اپنی مثال ہے۔ بشپ نے سچ کہا ہے کہ تاج کا حسن حسن کے ہر بلند ترین تصور سے بلند ہے۔ کسی شے کے حسن کا عروج اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتا ہے کہ وہ حقیقت ہوتے ہوئے بھی افسانہ بن جائے۔

تاج محل ایک محبت بھرے دل کی آخری تمنا ہے جس کو دوسرے تڑپتے ہوئے دل نے اخلاص کی انتہا پر پہنچ کر پورا کیا ہے۔ ممتاز محل نے اپنی زندگی کے آخری لمحوں میں دو وصیتیں کی تھیں جن میں سے ایک یہ تھی کہ اس کے لیے ایسا نایاب، کمال لطیف اور عجیب و غریب مقبرہ تیار کروا دیا جائے کہ منقہ ظہور پر اس کے مقابل کوئی دوسرا مقبرہ نہ ہو۔ شاہجہاں نے ممتاز کی اس تمنا کو دل و جان سے قبول کیا۔

شاہجہاں خود بھی آرکٹیکٹ بادشاہ تھا۔ ممتاز محل کی یہ آرزو اس کے ذوق کے عین مطابق تھی۔ اس نے روضہ ممتاز محل کو کمال لطیف اور عجیب و غریب بنانے کے لیے وہ سارے جتن کیے جو ایک شہنشاہ سے ممکن تھے۔

ممتاز محل کا انتقال برہانپور کے قلعہ میں، ۷ر جون ۱۶۳۱ء کو ہوا۔ شاہجہاں نے اس کو زین آباد کے باغ میں عارضی طور پر دفن کیا اور خود آگرے چلا آیا۔ یہ غم شاہجہاں کے لیے بہت شاق تھا۔ وہ ایک لمحہ کے لیے بھی ممتاز محل سے جدا ہو کر زندہ نہیں رہ سکتا تھا۔ اس کی وصیت کی تکمیل ہی وہ ذریعہ تھی جس کے سہارے وہ ممتاز کے قریب رہ سکتا تھا۔ شاہجہاں

آگرہ پہنچتے ہی مقبرے کی تعمیر کی طرف متوجہ ہوگیا۔

تاج محل کی تعمیر میں ابتدائی دو مرحلے بہت مشکل تھے۔ ایک مسئلہ نقشہ کا تھا جو بےنظیر ہو اور وصیت کے مطابق ہو۔ دوسرا مشکل مسئلہ زمین کی دستیابی کا تھا جو شاہجہاں کی آرزو اور تعمیر کے فنی تقاضوں کو پورا کرسکتی ہو۔ یہ دونوں مرحلے افسانوی انداز میں طے ہوگئے۔ استاد احمد لاہوری نے نقشہ تیار کردیا اور راجہ مان سنگھ کے پڑپوتے راجہ جے سنگھ کا جمنا کے کنارے والا باغ تاج کے لیے موزوں ثابت ہوا۔

نقشہ منظور ہونے میں اس کا چوبی نمونہ تیار ہوا جس پر تزئین کا آخری مرحلہ طے کردیا گیا تاکہ آئندہ کوئی تغیر و تبدل کا امکان باقی نہ رہے۔ بیس ہزار مزدوروں نے بائیس سال لگاتار محنت کرکے تاج کی تخلیق کی اور دنیا کی تمام خوبصورت عماتوں کا سرتاج بنا دیا۔ تاج محل پر بے دریغ روپیہ صرف کیا گیا۔ چار کروڑ روپیہ سے یہ عمارت تیار ہوئی۔ شاہجہاں نے فنکاروں سے لے کر معمولی مزدوروں تک سب کو منہ مانگی تنخواہیں اور اجرتیں دی ہیں۔ وہ فطرتاً بانٹ کر خوش ہونے والا شہنشاہ تھا۔

تاج محل کی تعمیر کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ سارے فنکاروں نے اس کو سنگ مرمر کا لباس پہنانے اور زر و جواہر سے سنگھار کرنے میں اتحادِ عمل کو آخر تک برقرار رکھا۔ سب فنکار ایک وسیع اکائی بن گئے تھے، شاہجہاں کی آرزو ان سب کی آرزو بن گئی تھی۔ جو انہماک تاج کی تعمیر میں نظر آتا ہے وہ آپ اپنی نظیر ہے۔

دوسری خصوصیت یہ ہے کہ تمام فنکاروں نے اپنے فن کا مظاہرہ اس کی آخری بلندی پر پہنچ کر کیا گیا ہے۔ یہ بات اسی وقت ممکن ہوتی ہے جب اہل ہنر اپنے مفوضہ کام کو اپنا ذاتی کام سمجھیں۔ تاج کے معماروں اور فنکاروں نے عمارت کو ماورائی حسن عطا کرنے، نایاب کمال لطیف اور عجیب و غریب بنانے میں اسی تڑپ کا مظاہرہ کیا ہے جو تڑپ شہنشاہ کے دل میں تھی۔

تاج کی نسوانی پیکر تراشی استاد احمد کا سب سے عظیم کارنامہ ہے۔ استاد احمد نے طول عرض اور بلندی کے ابعاد میں ایسا تناسب رکھا ہے کہ عمارت نسوانی جسم میں ڈھل گئی ہے۔ دنیا میں کوئی ایسا مقبرہ نہیں ہے جس میں ایک خاتون دفن ہو اور مقبرہ سے نسائیت ٹپکے۔ یہ بات صرف تاج محل کو حاصل ہے۔

تاج محل جوں جوں تکمیل کے مراحل طے کرتا جا رہا تھا اس کا حُسن، حُسن کے بلند ترین تصور سے بلند ہوتا جا رہا تھا۔ جب مکمل ہوا تو حسن کچھ اس انداز سے ماورائی ہوگیا کہ اس کا ذکر حُسن و عشق کی داستان کے ساتھ ساتھ ہر ادب کا شہکار انشائیہ بنتا چلا گیا۔ ٹیگور نے کہا:

"تاج وقت کے رخسار پر آنسو کا دمکتا موتی ہے۔"

شیلر نے کہا:

"تاج اتنا خوبصورت اتنا مکمل اور اتنا نازک ہے کہ میں اس کے نزدیک جانے سے ڈرتا ہوں، کہیں یہ قربت اسے مجروح نہ کردے۔"

امرناتھ نے کہا:

تاج ایک نظم ہے جو شاہجہاں کے غم محبت میں ڈوب کر سنگ مرمر میں جذب ہوگئی ہے۔"

ٹینس نے کہا:

"تاج ہر انداز اظہار سے ماورا ہے۔ وہ انسانی ہاتھوں کا تخلیق کردہ پاکیزہ ترین مقدس پیکر ہے۔ اے فرشتو! اس کو شیشہ کے فانوس سے ڈھانک دو، کہیں فضا کی سانس اسے صدمہ نہ پہنچا دے۔"

تاج محل وہ پہلی عمارت ہے جو دور سے بھی حسین ہے اور نزدیک سے بھی خوبصورت ہے۔ تاج سحر کے وقت خوابیدہ نظر آتا ہے۔ دوپہر کو اس کی چمک خیرگی بداماں ہوجاتی ہے۔ سرِ مغرب زرد گلاب بن جاتا ہے۔ چاندنی میں اس کے حسن کے اظہار کے لیے کوئی تشبیہ نہیں ملتی۔ پس منظر کے بدلنے کے ساتھ ساتھ تاج کے حسن میں بھی نئی رنگینی پیدا ہوتی چلی جاتی ہے۔ وہ ایک حسن کا بہتا ہوا دریا اور سنگیت کا امڈا ساگر بن جاتا ہے۔

تاج ملہار کا گیت اور بھیرویں کی کومل تان ہے۔ تاج سنگ مرمر کا کھلتا ہوا کنول ہے۔ برگ گل سے تراشے ہوئے ہیرے کا محل ہے۔ عارض ممتاز پر ڈھلکا ہوا آنسو ہے۔ آغوش عشق میں سویا ہوا حسن ہے۔

تاج کی بات جب بھی چلتی ہے سب کچھ کہہ کر بھی آخر میں ہر ایک کی زبان پر یہی ہوتا ہے کہ خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا، جو سنا افسانہ تھا۔ (حیدرآباد سے نشر)

تاج محل

عِشق اور عقل کی آغوش کا پالا ہے تاج شمع اخلاص و محبت کا اجالا ہے تاج
تاج ہے چاند تو جمنا کا کنارا ہالہ تاج سے ہند کا ہے نام جہاں میں بالا
انجم و کاہکشاں کوکب و مہتاب ہے تاج جام تسلیم و رضا بادۂ آداب ہے تاج
تاج اک درس محبت ہے زمانے کے لیے تاج ایک پیکرِ الفت ہے زمانے کے لیے
حسن اور عشق کی رنگین کہانی ہے تاج ایک افسانۂ الفاظ و معنی ہے تاج
تاج کو سازِ تمنا کا ترانہ کہیے کہیے کہیے اسے عاشق کا فسانہ کہیے

وادیٔ تاج سے تابش جو ہوا آتی ہے
روح لہراتی ہے نغموں کی صدا آتی ہے

تابش عظیم آبادی

(کلکتہ سے نشر)

(نظم)

زندگی اور تاج محل

رعنا سحری

چودھویں شب میں دیکھ تاج محل
چاندنی کا لباس اوڑھے ہوئے
بھیگی بھیگی خنک فضاؤں میں
کس بلا کا حسین لگتا تھا

جیسے نسریں، یاسمین، چمپا
صبح دم اوس میں نہائے ہوئے
جیسے جگنو ہوں سبز شاخوں پر
ہنس جیسے ہوں پر بچھائے ہوئے

زندگی بھی تو ایک نغمہ ہے
گیت ہے مطربہ کے ہونٹوں کا
سلسلہ آتے، جاتے لمحوں کا
زندگی، ساز آبشاروں کا
زندگی، آئینہ بہاروں کا

جان لیکن دیارِ الفت کی
خامشی اور کچھ بھی کہتی ہے
جیسے گمنام سی کوئی فریاد
ان مناروں میں قید رہتی ہے
سنگ مرمر کے فرش پر جیسے
شب گئے کوئی لکھنے آتا ہے
بے بسی کی کہانیاں اکثر
اور اس عالیشان گنبد میں
گونجتی ہیں اداسیاں اکثر
ان دریچوں سے ان جھروکوں سے
یوں ابھرتا ہے آہٹوں کا غبار
شاہجہاں کے مزار پر جیسے
سسکیاں لے رہا ہو اک فنکار

اور یہ زندگی بھی کچھ یوں ہی
اکثر اوقات مجھ کو لگتی ہے
بکھری بکھری سی ٹھہری ٹھہری سی
ہنستے گاتے حسین لمحوں کا
کوئی مقصد نظر نہیں آتا
زندگی، دشت کا نگر جیسے
ایک ویران رہگزر جیسے
ایک بے مدعا سفر جیسے
اکثر اوقات مجھ کو لگتا ہے

(اردو سروس سے)

تم میری زندگی ہو

نسرین تبسم

(موسم کی خوشگواری کا سنگیت)

نعمان: باسو، آج کا موسم کتنا خوشگوار ہے اور یہ شام کتنی خوبصورت ہے نا۔

وسیم: ہاں بے حد خوبصورت (ہلکی سی ادا کے ساتھ) اور اپنے بے حد عزیز دوست کی قربت میں یہ شام اور زیادہ ہی حسین لگتی ہے۔ (ہنستا ہے)

نعمان: مسکا لگا رہے ہو یار۔ . . .

وسیم: نہیں، اصلیت بیان کر رہا ہوں۔

نعمان: اچھا باسو، اب تمھارا کیا کرنے کا ارادہ ہے۔

وسیم: بس یہیں پر کچھ چھوٹا موٹا بزنس کر لوں گا، نہ جانے نومی کیوں اپنا وطن اتنا پیارا لگتا ہے کہ آکر جانے کو جی نہیں چاہتا ہے۔

نعمان: ویسے . . . وسیم تم اپنے گھر کے بارے میں پتہ کیوں نہیں لگاتے۔

وسیم: گھر . . . کس کا گھر وہ گھر جہاں مجھے نفرتوں کے سوا کچھ نہ ملا جہاں کی ہوا میں بھی سوتیلا پن گھل چکا تھا . . . ہونہوں . . . مجھے تو وہاں سانس لینا بھی دشوار لگتا تھا نومی مجھے . . . . مجھے لگتا تھا میرا دم وہاں گھٹ جائے گا۔ (تلخی سے)

نعمان: اچھا باسو تم اپنی بہن پنکی کے بارے میں کہا کرتے تھے نا . . . .

وسیم: ہاں نومی ایک پنکی تو ہے جس کا پیار مجھے ایک بار پھر وطن کھینچ لایا ہے سوچتا ہوں ایک بار لکھنؤ جاکر دیکھوں پنکی کا کیا حال ہے۔ وہ کیسی ہے (لہجے میں دکھ ہے)

نعمان: ارے یار . . . تم تو اداس ہوگئے۔ اچھا چھوڑو اس ٹاپک کو کسی دن نرسنگ ہوم آؤ، اکیلے بور ہوتے ہوگے۔

وسیم: ہاں ہاں ضرور آؤں گا یہاں پلاسٹک فیکٹری ڈال رہا ہوں بس اسی میں ذرا مصروف ہوں، وقت ملتے ہی آؤں گا (کچھ یاد کرکے) ارے ہاں نومی اس دن تم اپنی پیشنٹ کے بارے میں بتا رہے تھے اب کیا حال ہیں اس کے . . .

نعمان: ہاں . . . عجیب لڑکی ہے۔ میری سمجھ میں تو بالکل نہیں آتی ایسی بُری بیماری ہے لیکن ایسے ہی ہنسی رہتی ہے کہ بس . . . . چوبیس گھنٹے اوٹ پٹانگ گانے سنتی رہتی ہے۔

وسیم: تم اسے سمجھاتے نہیں . . . . .

نعمان: ارے یار کافی سمجھاتا ہوں لیکن بات ہنس کر ٹال دیتی ہے۔ کبھی کبھی سوچتا ہوں ایسی ہنس مکھ لڑکی کو ایسی بری بیماری ہوئی تو کیوں جبکہ اسے کسی بات کی تکلیف نہیں ہے! باسو پہلے دن تو مجھے اس قدر تعجب ہوا جب کچھ امیر آدمی عرشی کو نرسنگ ہوم میں چھوڑ گئے۔

باسو: پھر . . . . ؟

نعمان: میں سوچتا ہی رہ گیا اتنے امیر لوگ پھر کیا اس مرض نے اس معصوم لڑکی کو انتخاب کیا۔ اور جب وہ سب چلے گئے تو وہ ذرا بھی اداس نہیں ہوئی، بلکہ بڑے اطمینان سے کھڑی مسکراتی رہی اور کمرے میں آتے ہی اس نے ہینڈ ایر بیگ میں سے ٹیپ ریکارڈر نکال کر کیسٹ لگا دیا اور تمھیں تعجب ہوگا اس کے بڑے سے ایر بیگ میں کیسٹ اور میگزین کے علاوہ کچھ بھی نہیں تھا۔

وسیم: حیرت ہے . . . . .

نعمان: ہاں سچ مچ جب تم نرسنگ ہوم آؤگے تو میں اس سے ملواؤں گا۔ اچھا تو میں چلوں، کافی ٹائم ہوگیا۔ بائے . . . . .

وسیم: بائے . . . . . .

(منظر کی تبدیلی کی موسیقی)

(دور سے آتی آتی قدموں کی آواز جو آہستہ آہستہ قریب آجاتی ہے۔ گانے کی آواز جو دھیرے دھیرے تیز ہوتی ہے، گانا بج رہا ہے اور عرشی ساتھ ساتھ گا رہی ہے)

نعمان: ہیلو . . . . ہیلو عرشی۔

عرشی: ہائے . . . ہائے ڈاکٹر جی . . . (خوش ہوکر) اوہو معاف کرنا میری آنکھیں بند تھیں نا اس لیے آپ کو دیکھ نہ سکی بیٹھیے۔

(گانا اسی اسپیڈ پر بج رہا ہے)

نعمان: پہلے اسے بند کریں۔ (غصے سے)

عرشی: اوہ ساری . . . . (گانا بند کرتی ہے) بس . . . (ہنس کر)

نعمان: مس عرشی، آپ بالکل آرام نہیں کرتیں جبکہ میں آپ کو آرام کی مستقل تاکید کرتا رہتا ہوں ـــ ایسے اوٹ پٹانگ گانے سننے سے آپ کو ذہنی تھکان ہوجائے گی جس کی وجہ سے آپ کی طبیعت خراب ہوسکتی ہے۔ سمجھیں آپ . . . . .

عرشی: (ہلکے سے) اللہ اتنا لمبا لکچر، ان کو تو پروفیسر ہونا چاہیے تھا۔

نعمان: کیا کہہ رہی ہیں آپ . . . . . .

عرشی: (گھبرا کر) کچھ نہیں، میں کہہ رہی تھی ڈاکٹر جی، میں گانے سنے بنا نہیں رہ سکتی۔

نعمان: ٹھیک ہے گانے سنیے ہیں تو سیدھے سادھے سنا کریں یہ ڈسکو سنگیت تو دماغ خراب کر دیتے ہیں ویسے بھی آپ کو آرام کی سخت ضرورت ہے۔

عرشی: اُف پھر وہی بات ـــ آرام۔ آرام، توبہ کتنا بور لفظ ہے، یہی بات گھر پر ممی ڈیڈی سے سننا پڑتی ہے۔ اور . . . . . .

نعمان: اچھا اب ختم، اپنا ہاتھ دیجیے۔

عرشی: یہ لیجیے . . . . (فوراً ہی)

نعمان: (ہنستا ہے)

عرشی: اوہ ڈاکٹر جی آپ ہنستے ہوئے کتنے بھلے لگتے ہیں اور ڈانٹتے ہوئے کتنے بیکار . . . .

نعمان: جی ہاں وہ تو بُرا لگوں گا ہی کیونکہ آپ کو نصیحتیں جو کرتا ہوں۔ (ہنس کر)

عرشی: ویسے ڈاکٹر جی۔ ایک بات ہے۔

نعمان: کیا مطلب . . . .

عرشی: آپ مجھے کسی میڈیکل کالج کے اسٹوڈنٹ لگتے ہیں۔ ایک دم اتنے چھوٹے . . . . (ہنستی ہے)

نعمان: اتنے چھوٹے . . . . ارے ٦ فٹ سے زیادہ کا میرا قد ہے اور آپ کہتی ہیں اتنا چھوٹا . . . (چڑھ کر)

عرشی: ہاں وہ تو ہے پر . . . . .

نعمان: اچھا اب باتیں ختم کام کی بات سنیں۔ یہ دوائیں کھائی ہیں ابھی . . . . . سات بجے ڈاکٹر شو راج آپ کو چیک کریں گے۔ شام میں انجکشن لگے گا۔ آپ ذہن پر بوجھ نہیں ڈالیں گی بس مکمل آرام۔

عرشی: آرام . . . . . .

(دونوں دھیرے سے ہنستے ہیں)

(موسیقی)

نعمان: ہیلو . . . .

عرشی: ہائے ڈاکٹر جی

نعمان: کیا حال ہے۔

عرشی: ایک دم ٹھیک . . . .

نعمان: کیا بات ہے! آج آپ گانے نہیں سن رہی ہیں۔

عرشی: کیوں نہیں، سن تو رہی تھی اور ہاں سنیں ڈاکٹر جی میں نے آپ کی بات بھی مان لی۔

نعمان: ہوں۔ کون سی بات؟

عرشی: وہ یہ کہ۔ میں ڈسکو نہیں بلکہ ایک دم سیدھے سادھے گانے سن رہی تھی یہ دیکھیے . . . . .

(گانا بجتا ہے)

بمبئی سے آیا میرا دوست۔
رام دلاری میکہ گئی۔
بمبئی سے آیا میرا دوست۔
موٹر چلی پم پم . . . . .

عرشی: اچھا ہے نا . . . . (خوش ہو کر)

نعمان: لاحول ولاقوۃ . . . . . میرا دل چاہ رہا ہے آپ کی اس پسند پر میں اپنا سر پیٹ لوں۔

عرشی: کیوں کیا ہوا؟ یہ گانا بھی آپ کو پسند نہیں آیا۔

نعمان: لیکن عرشی صاحبہ۔ آپ اس کی جگہ کوئی غزل سنتیں تو . . . .

عرشی: (بات کاٹ کر) پلیز۔ پلیز ڈاکٹر جی آپ غزل کا نام نہ لیں۔ مجھے غزل اور عاشقی ان دونوں سے چڑھ ہے۔

نعمان: کمال ہے۔

عرشی: وہ ہے نا دلاور خاں . . . . .

نعمان: کون دلاور خاں (حیرت سے)

عرشی: ارے آپ دلاور خاں کو نہیں جانتے (زور سے ہنستی ہے) میں تو سچ مچ اتنی مزیدار بات آپ کو بتانا ہی بھول گئی بس یہ سمجھیے بیسویں صدی کے مجنوں ہیں۔ جناب! دل ناداں ہوا کیا ہے وغیرہ وغیرہ . . . عشق عاشقی۔ یہ سب غزل میں ہوتا ہے اس لیے تو مجھے غزل سے الرجی ہے۔

نعمان: لیکن . . . لیکن دلاور خاں سے آپ کا کیا رشتہ!

عرشی: (آرام سے) وہ میرا منگیتر ہے۔

نعمان: (حیرت سے) کیا . . . .

عرشی: (بھولے پن سے) ارے اس میں اتنا حیران ہونے کی کیا بات ہے۔ دلاور بڑا ہی مزے دار آدمی ہے کسی کے بھی سامنے آ کر ہنسنے پر مجبور کر دیتا ہے (کھل کھلا کر ہنستی ہے)

نعمان: کیوں اسے دیکھ کر ہنسی کیوں آتی ہے۔

عرشی: اس لیے ڈاکٹر جی اس زمانے میں سر پر پگڑی باندھے خاصے کا کھڑکھڑاتا کرتا پائجامہ پہنے آنکھوں میں سرمے کی پوری شیشی ڈالے جب کوئی آپ کے سامنے آئے تو کیا آپ کو ہنسی نہیں آئے گی۔ (تالی بجا کر ہنستی ہے) ڈاکٹر جی قسم سے بڑا جوکر ہے اس کی شکل ہی ایک کارٹون ہے کارٹون (پھر ہنستی ہے)

نعمان: کیا وہ اب نارمل ہے۔

عرشی: ارے نہیں، دراصل وہ بچپن سے ہی گاؤں میں رہا ہے۔

نعمان: اچھا عرشیا ایک بات بتاؤ کیا تم اس سے شادی کرو گی۔

عرشی: ابھی میں نے اس بارے میں سوچا نہیں۔ ٹھہریے . . . آپ گانے سنیے . . . .

نعمان: ارے نہیں پلیز۔ گانے مت لگائیے مجھے ایسے اوٹ پٹانگ گانوں سے چڑھ ہے۔

عرشی: اور مجھے غزلوں سے چڑ ہے۔

نعمان: اچھا غزل نہ سہی لائٹ میوزک کے گانے ہی سنا کریں۔

عرشی: وہ کیسے ہوتے ہیں بھلا۔

نعمان: وہ کل بتاؤں گا . . . . اور اب تم آرام کرنا. سمجھیں۔

عرشی: اللہ ڈاکٹر جی۔ جب آپ مجھے "تم" کہہ کر پکارتے ہو تو مجھے بے حد اچھا لگتا ہے۔ آپ مجھے تم کہہ کر مخاطب کیا کریں۔

نعمان: لیکن ایک شرط پر، تم بھی مجھے ڈاکٹر نہ کہہ کر نعمان کہا کرو گی۔

عرشی: ہاں . . . . ہاں بالکل، . . . ارے سنیے کل اپنی پسند کا گانا ضرور لانا۔

(موسیقی)

وسیم: ہیلو نعمان۔ ارے کہاں کھوئے ہوئے ہو یار۔

نعمان: ارے تم، . . . آؤ . . . . آؤ بیٹھو۔

وسیم: یہ بتاؤ کیا سوچ رہے تھے۔

نعمان: تم بیٹھو تو بتاتا ہوں۔

وسیم: (بیٹھتے ہوئے) ہاں ــــ اب بولو۔

نعمان: پہلے تم یہ بتاؤ کہ اتنے دن بعد اچانک تمھیں ہماری یاد کیسے آ گئی۔

وسیم: بس ادھر سے گزر رہا تھا سوچا کھڑے کھڑے تم سے بھی ملتا چلوں کافی دن سے تمھیں دیکھا بھی نہیں تھا۔

نعمان: چلو یہ تو بہت اچھا کیا۔

وسیم: لیکن تم اس قدر سنجیدہ کیوں ہو رہے ہو، کوئی پرابلم۔

نعمان: نہیں یار باسو۔ بس اپنی پیشنٹ عرشی کے بارے میں ہی سوچ رہا تھا۔

وسیم: کیوں کیا ہوا کوئی نئی بات۔

نعمان: ہاں باسو یہ لڑکی میرے لیے اچھا خاصا ایک معمہ بن گئی ہے۔ جتنا اس کے بارے میں سوچتا ہوں اتنا الجھتا جاتا ہوں، سمجھ نہیں پاتا وہ کون سا غم ہے جو اس لڑکی کو اندر ہی اندر کھائے جا رہا ہے جبکہ وہ انتہائی شوخ قسم کی لڑکی نظر آتی ہے پھر کیوں اس موذی مرض میں گرفتار ہو گئی۔

وسیم: تمھاری پریشانی سمجھتا ہوں نومی! لیکن جب تم ہی اس قدر سنجیدہ ہو جاؤ گے تو پھر وہ تو پیشنٹ ہے۔

نعمان: لیکن باسو اس کی صحت بہتر ہونے کے بجائے دن بدن گرتی جا رہی ہے۔ کبھی کبھی ڈر لگتا ہے بیماری کی سیکنڈ اسٹیج نہ شروع ہو جائے۔

باسو: فکر نہ کرو . . . . سب ٹھیک ہو جائے گا۔

نعمان: سوچتا ہوں اس کے والدین سے مل کر اس کے بارے میں بات کروں۔

باسو: ہاں۔ ہاں کیا حرج ہے اس طرح تمھیں اسے سمجھنے میں کافی سہولت ہو گی۔

نعمان: چلو تمھیں اس سے ملواؤں۔

باسو: نہیں نومی۔ اس وقت تو میں جلدی میں ہوں پھر کبھی سہی۔

نعمان: اچھا۔

(موسیقی)

(تیز ہوائیں، دردناک سی موسیقی)

نعمان: ارے۔ یہاں کھڑکی سے ٹیک لگائے کیا کر رہی ہو۔

عرشی: (اداسی سے) ڈاکٹر گرمی کی دوپہر کتنی سونی اور بے رنگ ہوتی ہے۔ یہ سوکھے پتے اور یہ تیز تیز چلتی ہوئی ہوائیں اُف کتنی اداس اور بے رنگ (ٹھنڈی سانس لیتی ہے)۔

نعمان: (ہنس کر) اے عرشی کیا ہوا تمھیں۔

عرشی: (ایک دم ہنس کر) کچھ نہیں ڈاکٹر . . . . .

نعمان: (ٹوک کر) پھر ڈاکٹر . . . . . . دیکھو عرشی اپنا وعدہ تم نہیں نبھا رہی ہو۔

عرشی: ساری . . . . (ہنس کر) نعمان . . . . .

نعمان: اچھا بتاؤ کیا سوچ رہی تھیں۔

عرشی: کوئی خاص بات نہیں! ہاں . . . . . مجھے کچھ شاپنگ کرنے بازار جانا ہے۔

نعمان: شاپنگ کرنے، نہیں عرشی آپ کو بازار کا شور غل برا لگے گا آپ تھک بھی جائیں گی، آپ صرف آرام کریں . . . . . .

عرشی: پلیز نعمان میں یہاں لیٹے لیٹے بور ہو جاتی ہوں. مجھے لگتا ہے میں سچ مچ زبردست قسم کی بیمار

ہوں۔ جو . . . . .

نعمان: نہیں۔ نہیں ایسی تو کوئی بات نہیں، خیر تم کہتی ہو تو ٹھیک ہے چلو چلتے ہیں۔

(موسیقی)

(کار کے چلنے کی آواز)

نعمان: عرشی ایک بات بتاؤ۔

عرشی: کیا۔

نعمان: تم کہتی ہو تمھارے گھر والے تمھیں بے حد چاہتے ہیں۔

عرشی: ہاں وہ تو ہے مجھے سب اس قدر چاہتے ہیں کہ بس کیا بتاؤں وہ لوگ تو میری سانسوں کا حساب رکھیں گے کہ میں نے کسی منٹ کوئی سانس زیادہ یا کم تو نہیں لے لی (ہنستی ہے)

نعمان: لیکن اس کے باوجود بھی تمھیں ابھی تک گھر سے کوئی دیکھنے نہیں آیا۔

عرشی: (دردناک سانسکیت) (ہنس کر) ارے نہیں نعمان۔ وہ دراصل پاپا تو بمبئی گئے ہیں آج کل۔ اور ممی تو مجھے کئی بار دیکھنے آ چکی ہیں۔

نعمان: (گہری سانس لے کر) عرشی . . . . اس بار تمھاری ممی آئیں تو مجھے ضرور ملوانا اُن سے۔

عرشی: آخر آپ کیوں ملنا چاہتے ہیں ان سے۔

نعمان: کچھ نہیں بس ذرا بات کرنی ہے ان سے۔

عرشی: آپ کو ان سے کیا بات کرنی ہے نعمان۔

نعمان: کوئی خاص نہیں . . . . لیکن تم کیوں گھبرا رہی ہو۔ (ہنس کر)

عرشی: نہ . . . . نہیں . . . . نہیں تو . . . میں تو ایسے ہی پوچھ رہی تھی۔

(نعمان کی سیٹی کی آواز، کار کے رکنے کی آواز، بازار کا ماحول)

نعمان: جائیے کر آئیے شاپنگ۔

عرشی: اور آپ . . . . . .

نعمان: میں یہیں بیٹھا ہوں۔

عرشی: اوکے . . . . . .

(موسیقی)

(ٹیلی فون کی گھنٹی کی آواز)

نعمان: ہیلو . . . . . .

وسیم: ہیلو نعمان میں وسیم بول رہا ہوں۔

نعمان: اوہو کیسے ہو یار اس دن کے بعد تو تم آئے ہی نہیں، میں نے سوچا تھا تمھارے پاس جاؤں لیکن میں بھی نہیں آ پایا کیونکہ عرشی والے کیس میں کافی ڈسٹرب رہا۔

وسیم: کوئی نئی بات ہے کیا . . .

نعمان: ہاں باسودہ ہنستی مسکراتی لڑکی مجھے خطرناک حد تک اداس لگنے لگتی ہے کہ اس کی شخصیت پُراسرار کیوں ہے۔

وسیم: تم ایسا کیوں سمجھتے ہو نومی۔

نعمان: کیوں کہ میرے بار بار کہنے پر بھی اس نے آج تک اپنی ممی سے مجھے نہیں ملوایا جب کہ وہ کہتی ہے کہ اس کی ممی اس سے اکثر ملنے آتی ہے وہ سارے پردے جو وہ اپنی شخصیت کے اردگرد تانے ہوئے ہے میں یہ سارے کے سارے ہٹا دینا چاہتا ہوں، میں جاننا چاہتا ہوں کہ حقیقت کیا ہے۔

وسیم: خدا تمھیں تمھارے مقصد میں کامیاب کرے۔ اچھا میں بھی ایک دو دن میں تمھارے پاس آؤں گا۔

نعمان: اوکے، بائے . . . .

(موسیقی)

نعمان: میں ڈاکٹر نعمان ہوں اور آپ غالباً رحمٰن صاحب ہیں۔

رحمان: جی ہاں ٹھیک پہچانا آپ نے تشریف رکھیے۔ میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں۔

نعمان: آپ کی بیٹی مس عرشیا رحمٰن کا کیس میرے پاس ہے میں آپ سے ان کے بارے میں کچھ بات کرنا چاہتا ہوں۔

(تب ہی ایک آواز)

شیبا: کیا یہی کافی نہیں کہ وہ عرشیا رحمٰن ہے، رحمان صاحب کی بیٹی!

نعمان: آپ . . . . ؟

رحمان: یہ میری بیوی ہے رابعہ رحمان۔

نعمان: اوہو۔ رحمان صاحب بظاہر تو عرشیا رحمٰن کافی زندہ دل اور خوش مزاج ہے لیکن آخر کیا بات ہے جو اس مرض نے اس کا انتخاب کیا۔

شیبا: (تلخی سے) یہ بات آپ خدا سے پوچھیے تو زیادہ بہتر ہو گا۔

نعمان: پلیز میں رحمان صاحب سے بات کر رہا ہوں، میرے کہنے کا مطلب ہے کہ بے انتہا سہولتوں، اچھی دوائیں ان سب کے باوجود اس کی صحت دن بدن گرتی جا رہی ہے۔ اگر بیماری کی سیکنڈ اسٹیج شروع ہو گئی تو . .

رحمان: ڈاکٹر صاحب۔ ہم کیا کر سکتے ہیں ہم علاج میں، پیسہ میں کوئی کسر نہیں چھوڑ رہے ہیں، مہنگی سے مہنگی دوا ہم نے منگا کر دی ہے۔

نعمان: صرف دوائیں ہی اس کی بیماری کا علاج نہیں ہیں۔

رحمان: ان کو پیار کی بھی سخت ضرورت ہے جو شاید آپ لوگ . . . . .

شیبا: ڈاکٹر نعمان اب ہم اس کو گود میں لٹا کر لوریاں دیتے سے رہے جو ہم سے بن پڑ رہا ہے ہم کر رہے ہیں۔

نعمان: آپ لوگوں سے میں پہلے بھی ملنا چاہ رہا تھا میں نے عرشیا سے کئی بار کہا کہ وہ آپ سے مجھے ملوائے پر . . .

رحمان: ہاں بزنس ٹور اور پارٹیوں کی وجہ سے ہم لوگ اس سے مل نہیں پائے۔

نعمان: (حیرت سے) پارٹی آپ لوگ ابھی تک . . . . آپ کے بزنس ٹور عرشیا رحمان کی زندگی اور صحت سے زیادہ ہیں (غصے سے)

شیبا: آپ کو ہمارے ذاتی معاملے میں دخل دینے کا کوئی حق نہیں۔

نعمان: مجھے اپنی پیشنٹ عرشیا رحمان کے ذاتی معاملے میں دخل دینے کا پورا حق ہے اور ان کا تعلق آپ لوگوں سے ہے! میں . . . مجھے حیرت ہے کہ . . .

شیبا: مسٹر نعمان . . . .

نعمان: مسز رحمان میں آپ سے بات نہیں کر رہا ہوں۔ (غصے سے) رحمان صاحب آپ مجھے بتائیں۔

شیبا: رحمان صاحب آپ ڈاکٹر نعمان سے کہہ دیجیے ہمیں ان کے کسی بھی فالتو سوال کا جواب نہیں دینا۔

رحمان: ڈاکٹر نعمان پلیز آپ یہاں سے چلے جائیے — (دھیرے سے) میں نہیں چاہتا بات آگے بڑھے۔

نعمان: (غصے سے) او۔ کے۔

(تیز قدموں چلا جاتا ہے)

(موسیقی)

(رات کا وقت ساتھ ہی ۱۲ کا گھنٹہ بجتا ہے اور دھیرے دھیرے قدموں کی آواز، گانے اور سسکیوں کی ملی جلی آواز۔

ہمیں غم ملا ہمیشہ صورت بدل بدل کے
گزری ہے عمر ساری تنہائیوں میں جل کے)

(تب دھیرے سے دروازہ کھلنے کی آواز آتی ہے)

نعمان: عرشی۔ عرشی۔

عرشی: اوہ نعمان آپ . . . . . اچانک . . . . اس وقت (کھسیانی ہنسی) دیکھیے نہ آج میں آپ کی پسند کا گانا سن رہی تھی لا . . . . لائٹ میوزک۔

نعمان: (سنجیدگی سے) اور ساتھ میں رو بھی رہی تھیں کیوں . . . . . ؟

عرشی: (ہنس کر) اصل میں نعمان مجھے ایسے گانوں سے اسی لیے تو چڑ ہے کیونکہ ایسے گانے اچھے بھلے کو اداس کر دیتے ہیں (ہنسی) اب دیکھیے نہ آپ نے ہی ایسا گانا سُنا اور مجھ جیسی لڑکی کی بھی آنکھوں میں آنسو آ گئے (پھر ہنسی)

نعمان: عرشی . . . . . اب یہ ناٹک ختم کرو۔

عرشی: (حیرت سے) ناٹک . . . . کیسا ناٹک؟ (ہنس کر) ارے نومی جی کیوں مذاق کرتے ہیں آپ)

نعمان: یہ مذاق نہیں ہے عرشی تم جو اپنے اوپر اتنے ڈھیر سارے پردے چڑھائی ہوئی ہو آج وہ سارے کے سارے گر گئے ہیں سبھی . . . .

عرشی: ناٹک . . . . پردے یہ آج آپ کو کیا ہو گیا ہے کیسی بہکی بہکی باتیں کر رہے ہیں۔ آ . . . آپ کو ضرور کوئی غلط فہمی ہو گئی ہے کمال ہے (ہنستی ہے)

نعمان : ہاں آج تک سچ مچ مجھے غلط فہمی تھی میں دھوکے میں تھا لیکن آج نہیں ہوں۔

عرشی : (کانپتے لہجے میں) آج تمھیں کیا ہو گیا ہے نعمان۔

نعمان : تم اپنے آپ کو کتنا بھی چھپا لو عرشی۔ لیکن حقیقت تمھارے کانپتے ہوئے ہاتھ کھول رہے ہیں (سنگیت) اور سنو عرشی میں تمھارے گھر گیا تھا ' وہاں سے مجھے سب کچھ پتہ چل گیا ہے۔ پھول اور پھل تم چوکیدار سے منگا کر ہمیشہ مجھے دھوکا دیتی رہیں کہ تمھاری ممی لائی ہیں لیکن سچ تو یہ تھا تمھارے گھر سے تمھیں دیکھنے کبھی کوئی نہ آیا اب بولو کیا سچ ہے تمھارا رویہ یا یہ باتیں (دکھ سے) عرشی تم نے یہ ساری باتیں ایک بار کہہ کر تو دیکھی ہوتیں، میں زندگی کی ساری خوشیاں تمھاری جھولی میں ڈال دیتا لیکن تم نے مجھے ہمیشہ غیر سمجھا عرشی میں خود تنہا ہوں، میں جانتا ہوں تنہائی کا زہر انسان کو کس طرح مار ڈالتا ہے۔

عرشی : نہیں . . . نہیں نومی ایسا نہیں ہے (رو کر) میں اپنی زندگی سے بہت خوش ہوں آپ جو کچھ کہہ رہے ہیں وہ سب غلط ہے سب جھوٹ ہے ایسا نہیں ہے ایسا کچھ بھی نہیں ہے (سسکتی ہے)

نعمان : (بے چین ہو کر) عرشی عاشی پلیز روؤ نہیں، آج سارے ناٹک بند کر دو سارے پردے اتار کر پھینک دو اور . . . مجھ سے اپنا درد بانٹ لو۔ اور . . . مجھ سے اپنا درد بانٹ لو تم . . . تم جانتی ہو نہ دکھ درد بانٹ لینے سے درد کم ہو جاتا ہے۔

عرشی : (چیخ کر) نہیں نومی میں تمھیں اپنی زندگی کے اندھیرے میں نہیں کھینچوں گی آج . . . آج جب تم سب کچھ جان ہی گئے ہو تو میں تمھیں سب کچھ بتاؤں گی (سنگیت) (گہری سانس لے کر) میرے پاپا میری ممی کو بے حد چاہتے تھے اور جب میرا بھائی بنٹی دنیا میں آیا تو میرے پاپا اتنے خوش ہوئے کہ بڑی شاندار پارٹی دے ڈالی اور اسی پارٹی میں ممی کی بے حد عزیز دوست رابعہ بیگم بھی آئی جو لاکھوں کی جائداد کی تنہا مالک تھیں لیکن ان کی شادی نہیں ہوئی تھی انھوں نے ممی کو ڈھیر ساری مبارک باد دی پھر ہماری ممی نے ان کو پاپا سے بھی ملوایا اور تب ہی ہماری بدنصیبی کی ابتدا ہوئی (سانس لے کر) رابعہ بیگم اکثر ہمارے گھر آنے لگیں اور جب میں دنیا میں آئی تو میرے بھائی بنٹی نے پیار سے میرا نام بنکی رکھا۔

نعمان : (ہولے سے) بنکی . . . . !

عرشی : ہاں . . . لیکن اچانک ایک دن

(فلش بیک)

رحمان : غضب ہو گیا صوفیا . . . (گھبرا کر)

صوفیہ : کیا ہوا آپ . . . آپ اتنے پریشان کیوں ہیں۔

رحمان : صوفیہ میری . . . میری نوکری چھوٹ گئی۔ اب کیا ہوگا ؟

صوفیہ : نوکری چھوٹ گئی اچانک لیکن کیوں کس جرم میں۔

رحمان : میں کچھ نہیں جانتا۔ بس آج باس نے مجھے آفس میں بلا کر میرے ہاتھ میں نوٹس دے دیا۔ اب کیا ہوگا صوفیہ ہمارے ننھے ننھے بچے ہیں۔ ہماری دنیا ہے میری تو کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا ہے۔

صوفیہ : آپ پریشان نہ ہوں سب ٹھیک ہو جائے گا۔

رحمان : کیسے فکر نہ کروں آج کل کے زمانہ میں نوکری کہاں ملتی ہے۔

صوفیہ : جب آپ ہی حوصلہ چھوڑ دیں گے تو ہم لوگوں کا کیا ہوگا۔

(موسیقی)

صوفیہ : کیوں کیا ہوا ؟

رحمان : (بہکی آواز میں) کچھ نہیں صوفی آج بھی کہیں نوکری نہ ملی (ٹھنڈی سانس لے کر) میری سمجھ میں نہیں آتا یہ اچانک لگی لگائی نوکری چھوٹ گئی کس کی نظر لگ گئی ہماری چھوٹی سی دنیا کو۔

صوفیہ : اوہو رحمان آپ تو اتنی جلدی ہمت ہار دیتے ہیں خدا جو کرتا ہے بہتر کرتا ہے۔ آج رابعہ آئی تھی اس نے اپنی فرم میں آپ کو نوکری دینے کو کہا ہے۔ اب خدا سب ٹھیک کر دے گا۔

رحمان : تم سچ کہہ رہی ہو صوفیہ (خوش ہو کر)

صوفیہ : ہاں ایک دم سچ . . . . . . اب جلدی سے اٹھ کر منہ ہاتھ دھو کر کھانا کھا لیجیے۔

(موسیقی)

عرشی : اور پھر پاپا کی نوکری رابعہ بیگم کی فرم میں لگ گئی ہم سب کی زندگی ایک بار پھر مطمئن ہو گئی ہم اپنی چھوٹی سی دنیا میں بڑے سکون سے اور بہت خوش تھے لیکن ایک دن ممی پر پہاڑ ٹوٹ پڑا، جب پاپا رابعہ بیگم کو ہماری چھوٹی ماں بنا کر بنگلے میں لے آئے۔

(فلش بیک)

صوفیہ : یہ . . . یہ سب کچھ کیا ہے رحمان ؟

رحمان : یہ سب کچھ میں نے تمھارے اور ان بچوں کے لیے کیا ہے۔

صوفیہ : تم اتنا کر گزرو گے رحمان یہ میں نے کبھی سوچا بھی نہ تھا (دکھی ہو کر)

رحمان : میں جانتا ہوں تمھیں بہت برا لگا ہوگا لیکن تم فکر نہ کرنا، تمھارا حق تمھارا پیار تم سے کبھی نہیں چھنے گا، میں تمھارے لیے وہی رحمان ہوں اور ان بچوں کا وہی پاپا جو آج سے پہلے تھا۔

صوفیہ : بہت مشکل ہے رحمان بہت مشکل، تمھارا اتنی دور جا کر واپس آنا یا پھر میرے لیے وہی پرانا رحمان رہنا لیکن تم فکر نہ کرو میں تم سے کبھی شکایت نہیں کروں گی زندگی کے اتنے بڑے مذاق کو برداشت کرنے کا حوصلہ ہے مجھ میں (اداس آواز میں)

(موسیقی)

صوفیہ : (حیرت سے) رحمان یہ سامان کہاں جا رہا ہے۔

رحمان : رابعہ کا اس بنگلہ میں دم گھٹتا ہے وہ یہاں سے اپنی کوٹھی میں جانا چاہتی ہے۔ صوفیہ! میں نے بہت منع کیا مگر اس نے ایک نہ مانی۔

صوفیہ : لیکن سوچو رحمان جب بچے مجھ سے یہ سب پوچھیں گے تو میں کیا جواب دوں گی۔

رحمان : میں آتا رہوں گا بلکہ روز آؤں گا۔

صوفیہ : تم روز آؤ گے تو کیا ہوا لیکن ان معصوم بچوں کی آنکھوں میں ابھرتے سوالوں کو میں کب تک نظر انداز کروں گی، خدا کے لیے رحمان میری خاطر نہیں لیکن ان بچوں کے لیے یہ گھر نہ چھوڑو (سسکتی ہے)

رحمان : (جھنجھلا کر) میں بھی کیا کروں تم سب کے لیے تو میں یہ سب کر رہا ہوں تاکہ تم لوگ اچھی زندگی گزار سکو تمھیں کسی کا منہ نہ تکنا پڑے۔

صوفیہ : رحمان پیسہ ہی انسان کی زندگی میں سب کچھ نہیں ہوتا تمھارا پیسہ ان معصوموں کی زندگی میں تمھاری کمی کو، تمھارے پیار کی کمی کو پورا نہیں کر سکتا۔

رحمان : (جھنجھلا کر) تو پھر بتاؤ تو کیا کروں، حالات نے مجھے ایسے دوراہے پر لا کر کھڑا کر دیا ہے جہاں سے نہ پلٹ سکتا ہوں نہ آگے جا سکتا ہوں۔

(موسیقی)

عرشی : اس کے بعد پاپا بنگلہ چھوڑ کر ہمیشہ کے لیے رابعہ بیگم کے ساتھ ان کی کوٹھی پر چلے گئے۔ ممی دن بھر ان کی راہ دیکھتیں اور وہ چار پانچ دن کے بعد ایک گھنٹے کے لیے آ جاتے۔ ممی گھٹ کر رہ جاتی۔ پاپا ممی کے بس نام کے شوہر تھے جب آتے ڈھیر سے کھلونے لے آتے، میں اور بنٹی پاپا کو پہچانتے تھے مگر ان کے پیار سے ناآشنا تھے، وقت کی پے در پے چوٹ نے ممی کو بیمار کر دیا، کوئی بھی نہ تھا جس سے وہ اپنے دل کا بوجھ ہلکا کر لیتی۔ میں اکثر انھیں روتی دیکھتی تھی (روتی ہے) اور ایک دن ممی ہمیں پاپا کے ہاتھوں سونپ کر خدا کے پاس چلی گئیں (سسکتی ہے)

نعمان : پھر . . . . . .

عرشی : (سنبھل کر) پاپا بنٹی کو اور مجھے لے کر کوٹھی چلے گئے میں بہت چھوٹی تھی اس لیے کچھ بھی نہیں سمجھ پائی تھی لیکن بنٹی بہت حساس تھے۔ چھوٹی ماں کا ہمارے ساتھ بہت برا تھا اور ایک دن جب بنٹی بھیا نے چھوٹی ماں کو جواب دے دیا تو پاپا کا زوردار تھپڑ بھیا کے گال پر پڑا وہ مجھے چھوڑ کر ہمیشہ کے لیے چلے گئے (روتی ہے) میں روز بھیا کا

انتظار کرتی لیکن وہ نہ آئے۔

مان: عرشی......

رشی: میں نے بھی سوچ لیا تھا میں اپنا دکھ کسی سے نہیں کہوں گی بھلے ہی گھٹ گھٹ کر مر جاؤں اور پھر ہسپتال سے نکل کر میں اس نرسنگ ہوم میں آگئی لیکن نومی مجھے آج بھی باسو بھیّا کا انتظار ہے وہ ایک دن ضرور آئیں گے اور مجھے اپنے ساتھ لے جائیں گے (روتی ہے)

مان: باسو —— تم —— تم بتاتی تھیں تمھارے بھیّا کا نام بنٹی ہے۔

رشی: ان کا بڑا نام وسیم رحمان تھا۔

مان: وسیم رحمان ہاں... کیا.... اوہ.... میں .... میں ابھی آیا۔

(موسیقی)

مان: وسیم اسے دیکھو بچپن میں تم جسے چھوڑ کر چلے گئے تھے یہ تمھاری وہی بہن پنکی ہے۔

سیم: نعمان (حیرت سے)

مان: ہاں باسو... اور عرشی یہ تمھارا وہی بھیّا بنٹی ہے جس کی تمھیں تلاش ہے۔

رشی: کیا بھ.... بھیا... بھیا.... (روتی ہے) تم مجھے چھوڑ کر کیوں چلے گئے تھے اپنی بہن کو، اپنی پنکی کو بولو بھیّا.... (روتی ہے)

سیم: (بھرائی ہوئی آواز میں) میں شرمندہ ہوں میری بہن، بے حد شرمندہ ہوں لیکن تم یہاں.... تمھاری یہ حالت کیسے ہوگئی۔ پنکی میں تو چلا گیا تھا مگر سوتیلے پن نے تمھیں اپنی سوغات دے ہی دی (جوش سے) آج مجھے سارا حساب چکانا ہے پنکی، اپنی زندگی کا تمھاری زندگی کا۔

رشی: نہیں بھیا.... اب مجھے کچھ نہیں چاہیے۔ اب تم آگئے ہو نا مجھے سب کچھ مل گیا ہے۔

سیم: نہیں پنکی اب میں .....

رشی: (بات کاٹ کر) نہیں بھیّا نہیں.... تمھیں میری قسم..... ہاں بھیّا اب ہم یہاں سے دور چلے جائیں گے۔ جہاں پر سوتیلے پن کا سایہ بھی نہ ہوگا۔

سیم: جہاں جھوٹی ماں نہ ہوگی اور نہ ہوں گی بہتے ہوئے رشتوں کی یادیں۔

(موسیقی)

رشی: نعمان تم میری زندگی ہو یہ سچ ہے بھیّا ہم بھول بھی نہیں سکتے بھیّا، ایک بات تو سچ ہے کہ ڈاکٹر ہماری زندگی ہے ہاں بھیّا کیسے بھول سکتے ہیں۔ ان کی دی ہوئی زندگی بھی تو ان ہی کی ہے!

(آکاش وانی رام پور سے نشر)

چوتھی سمت

مسرور جہاں

"تم نے کچھ آوازیں سنیں؟"

"کیسی آوازیں۔؟ میں نے تو کوئی آواز نہیں سنی۔"

"پھر —— یہ کیا میرا وہم بھی ہو سکتا ہے اور تمھارے لاشعور کا کرشمہ بھی۔"

"اُف! پتہ نہیں تمھیں کیا ہو گیا ہے۔ لگتا ہے کہ ان ہولناک منظروں نے تمھاری قوتِ سماعت اور بصارت دونوں کو مجروح کر دیا ہے۔"

"ہو سکتا ہے کہ تمھارا خیال صحیح ہو لیکن ——"

"لیکن ویکن کچھ نہیں۔"

"تمھیں تو فضا میں بسی ہوئی وہ بو بھی محسوس نہیں ہوتی جس نے چار روز سے میری نیندیں حرام کر رکھی ہیں۔ مجھے خوف ہے کہ تمھاری قوت شامہ بھی جواب دے گئی ہے —— ورنہ میری طرح تم بھی وہ سب کیوں نہیں محسوس کرتے۔ اور کیوں نہیں دیکھتے سنتے۔"

"مجھے ڈر ہے کہ تم اپنے ہوش و حواس کھو چکے ہو۔ اور تمھاری بہکی بہکی باتیں سُن کر میں بھی پاگل ہوا جا رہا ہوں۔"

"یہی تو میں بھی سوچ رہا ہوں کہ اب میرا تمھارا نباہ ناممکن ہے اس لیے میں جا رہا ہوں۔"

"مجھے چھوڑ کر۔"

"تم میرے ساتھ تھے ہی کب؟ میں تو ازل سے ہی اکیلا ہوں۔ پھر اب تو ہم نے ساتھ دیکھنا، سننا اور محسوس کرنا بھی چھوڑ دیا ہے۔ اس لیے ہمارا ساتھ رہنا نہ رہنا برابر ہے۔"

"دیکھو! ہمیں ایسے موقع پر ایک دوسرے کا ساتھ نہ چھوڑنا چاہیے۔ جبکہ چاروں طرف نفسا نفسی کا عالم ہے اور ہر بشر دوسرے بشر کو پہچانتا تک نہیں۔ ایسے میں تمھارا یہ فیصلہ درست نہیں ہے۔"

"معاف کرنا! ہم تو اپنے آپ کو بھی نہیں پہچانتے اور پھر پہچان بھی کیسے سکتے ہیں۔ جبکہ دراصل ہم جو ہیں۔ وہ نہیں ہیں۔ اور جو نہیں ہیں۔ وہ ہیں۔ اس لیے بہتر یہی ہے کہ ہم جُدا ہو جائیں۔"

"جب تمھیں تمھاری کھوئی ہوئی قوتیں واپس مل جائیں تب بے شک میرے پاس آجانا۔ میں تمھارا انتظار کروں گا۔"

اور وہ پیچھے مڑ کر دیکھے بغیر اس پائپ سے باہر آگیا۔ جس کے اندر وہ کئی روز و شب اندھیروں اور اجالوں کا حساب لگاتا رہا تھا۔ کبھی اجالوں کا جسم زیادہ ہو جاتا۔ اور کبھی اندھیروں کا رقبہ کئی گنا بڑھ جاتا۔ اور وہ اندھیرے اجالے کے جال میں بُری طرح جکڑا رہتا۔ پی ڈبلو ڈی والے عادتاً اپنا کام ادھورا چھوڑ کر چلے گئے تھے۔ خوف و دہشت نے جب اس کو اپنی گرفت میں لیا تو وہ پائپ اس کی پناہ گاہ بن گئے۔ لیکن جلد ہی وہ اس پناہ گاہ سے اکتا گیا باہر نکلا تو اندھیرے اجالے کا کھیل بھی ختم ہو گیا اب نہ اندھیرا تھا۔ نہ اجالا۔ بس ایک کیفیت تھی اور اسے کوئی نام دینا مشکل تھا۔

چلتے چلتے وہ ایسی جگہ جا پہنچا۔ جہاں ایک چوراہا بیچوں بیچ میدان میں اُگا تھا۔ اور اس سے پھوٹتے ہوئے چار راستے بھی چار مختلف سمتوں کو جاتے نظر آ رہے تھے۔ جیسا کہ ہر چوراہے کا دستور ہوتا ہے۔ حالانکہ اسے اچھی طرح یاد تھا کہ روز و شب کا حساب کرنے سے پہلے یہاں نہ کوئی چوراہا تھا۔ اور نہ ہی راستے۔ بس ایک مسطح میدان تھا۔ یہ چوراہا زمین کی کوکھ سے کب پیدا ہوا اور اس کے بے جان پتھر جسم سے ان راستوں نے کب ہاتھ پاؤں نکالے۔ اسے کچھ علم نہیں۔ وہ ان کے وجود پر بس حیرت ہی کر سکا کیونکہ وہ حیرت کرنے کا عادی تھا۔ چوراہے پر کھڑے کھڑے اس نے سوچا کہ اسے کس سمت جانا چاہیے۔ لیکن اس کے کچھ سوچنے اور فیصلہ کرنے سے پہلے ہی۔ داہنا پیر داہنی سمت والے راستے پر اٹھ گیا۔ تو اس نے بایاں پیر بھی اسی طرف بڑھا دیا۔ وہ کافی فاصلہ طے کر چکا تھا کہ اس نے کچھ لوگوں کو عجلت میں ایک طرف بھاگتے دیکھا۔ لیکا لیک وہ بھی اس سمت ہو لیا۔ بھاگنے والے تھمے تو وہ بھی رُک گیا۔ اور تب اس نے انھیں ایک الاؤ کے گرد بیٹھے دیکھا وہ بھی ان کے قریب پہنچ گیا۔ اور ٹھٹھک کر کھڑا ہو گیا۔

عجیب و غریب شکلوں والے لوگ تھے اور ان کی آنکھوں

سے جو ٹھنڈی بو نکل رہی تھی وہ اس کی ریڑھ کی ہڈی میں برف کی سلاخ بن کر اتری جارہی تھی۔

"کون ہو تم ——؟"

ایک نے پاس پڑا ہوا دیو ہیکل دروازہ درمیان میں سلگتے ہوئے الاؤ میں جھونک کر سوال کیا۔

"مم —— میں مسافر ہوں۔"

"مسافر تو ایسے نہیں ہوتے۔ جیسے کہ تم ہو۔ زادِ راہ کے بغیر سفر ایسا ہی ہے۔ جیسے کشکول کے بغیر بھکاری۔"

"میں نے زادِ راہ کے بغیر بھی سفر کیے ہیں۔" اس نے کہا

"ٹھیک ہے تم اپنا سفر جاری رکھ سکتے ہو۔ تم کہو تو ہم تمھیں زادِ راہ بھی مہیا کر دیں۔"

"تم کیا دینا چاہتے ہو؟"

"وہ خواب جو ان دروازوں کے پیچھے دیکھے گئے۔ اور جن کی تعبیر یہ دہکتا ہوا الاؤ ہے۔ ہم تمھیں وہ خواب سونپتے ہیں۔"

"مجھے خواب نہیں وہ آنکھیں چاہیے۔ جن میں خواب سجتے ہیں۔" وہ سہم کر بولا۔

سب نے اپنے چہرے اس کے سامنے کر دیے۔ ہر چہرے پر دو دو گڑھے تھے۔ اور ان سے ڈھیلے غائب تھے۔

"یا خدا! ان کی آنکھیں کون لے گیا اور صرف خواب چھوڑ گیا۔ اب یہ اپنے خواب دوسروں کو سونپنے کے لیے مجبور ہیں۔" اس نے اپنے دونوں ہاتھ اپنی آنکھوں پر رکھ لیے اور ان کی سمت دیکھے بغیر خود کلامی کے انداز میں بڑبڑایا۔

"میں خواب نہ دیکھنے کی قسم کھاتا ہوں۔"

پھر وہ اونچی آواز میں چلّایا۔

"تم لوگ گواہ رہنا۔ ہاں —— تم لوگ اس قسم کے گواہ رہنا۔"

"ہم بھی گواہیاں دینے کے جرم میں زادِ راہ سے محروم کیے گئے ہیں۔ ہم نے قسم کھائی ہے کہ اب کبھی بھی گواہیاں نہیں دیں گے۔" اور وہ سب دہکتے ہوئے الاؤ پر جھک گئے۔

ایک بار پھر چوراہا اس کے قدموں میں تھا۔ شعلے معصومیت سے اسے تک رہے تھے۔ لیکن اس معصومیت کے پردے میں کیسے کیسے اسرار پوشیدہ ہیں۔ یہ تو کوئی دیدۂ بینا ہی بتا سکتی ہے کہ دیکھنا بھی ہر آنکھ کا کام نہیں ہے۔

اس بار اس نے دوسری راہ کا انتخاب کیا۔ اور وہ قدم بہ قدم آگے بڑھنے لگا۔ اس کے آگے انسانوں کا ایک ہجوم بھی آگے ہی آگے رواں تھا۔ وہ سب زور زور سے فضا میں مکّے تان رہے تھے۔ جوش میں ہاتھ ہلا رہے تھے۔ اور کچھ نعرے بھی لگا رہے تھے۔ گو کہ سُنائی نہیں دے رہا تھا کہ وہ کیا کہہ رہے ہیں۔ اس نے ہجوم میں گھس کر ایک آدمی کا کندھا ہلایا۔

"کیوں جناب۔ کیا آپ کسی پر حملہ کرنے جا رہے ہیں۔ یا کوئی دشمن آپ سے مقابلے پر آمادہ ہے۔"

"نہ ہم کسی پر حملہ کر رہے ہیں۔ اور نہ کوئی ہم پر حملہ آور ہے۔ ہم تو بڑے پُرامن طریقے پر اپنا جلوس نکال رہے ہیں۔"

"کیا آپ لوگ تشدّد میں یقین نہیں رکھتے۔"

"نہیں۔ ہرگز نہیں۔ ہم تو امن کے علمبردار ہیں۔" وہ شخص بڑے جوش سے بولا۔

"یہ تو بڑی اچھی بات ہے۔ میں بھی آپ کے ساتھ ہوں۔"

وہ ان کے ساتھ ہو لیا۔ ابھی وہ تھوڑی ہی دور آگے بڑھے ہوں گے کہ اس ہجوم پر تڑتڑاہٹ کے بادل گرجے اور آنِ واحد میں امن کے علمبردار سُرخ گرم سیال میں ڈوب گئے۔ وہ ایک دیوار کی آڑ سے اپنے ہی سائے سے چمٹا کھڑا تھا۔ سائے کا دھڑ تو سلامت تھا۔ سر غائب تھا۔ اس نے باری باری دونوں کو ٹٹولا۔ لیکن دو جسموں پر ایک بھی سر نہ تھا۔ اور وہ بے سر کا جسم لیے کھڑا تھا۔ یوں تو کئی سر اس کے قدموں میں پڑے تھے۔ لیکن ان میں اس کا سر کون سا تھا یہ وہ کیسے پہچانتا۔ وہ تو اپنی شناخت کھو چکا تھا۔ تن سے جدا ہونے والے سروں کو ان کے اصل تن سے جوڑنا ایک مشکل کام تھا اس لیے وہ بے سر کے آگے بڑھ گیا۔

اب اس نے تیسرا راستہ اختیار کیا کہ اس پر جائے بغیر چوتھی سمت کا سفر ناگزیر تھا تھوڑی دور جا کر سڑک خود بخود ایک طرف مڑ گئی۔ کچھ موڑ خوشگوار ہوتے ہیں لیکن یہ موڑ ایک ناگوار بو لے کر آیا۔ وہ اس بو کو اچھی طرح پہچانتا تھا۔ سامنے سے آگے ہوئے ایک نیم پاگل شخص کو روک کر اس نے پوچھا۔

"کیوں جناب۔ کیا آپ کو یہاں تازہ جلے ہوئے گوشت کی بو محسوس ہو رہی ہے۔"

"جی نہیں۔"

"کیا آپ کو خون کی بساندھ بھی محسوس نہیں ہو رہی ہے۔"

"قطعی نہیں جناب۔"

"وہ شخص اس کو عجیب سی نظروں سے دیکھتا ہوا آگے بڑھ گیا اور وہ اس بُو کا عقدہ حل کرنے کے لیے ایک طرف چلنے لگا۔ دفعتاً اس کے قدموں کو ٹھوکر لگی بو کا عقدہ اس ٹھوکر سے حل ہو گیا تھا۔ سُرخ گاڑھے سیال سے لبالب بھرا ہوا وہ حوض ہی اس بو کا مخرج تھا۔

"اوغ۔ اوغ۔" اس نے دونوں ہاتھوں سے مُنہ کو دبا کر ابکائی کو روکا۔ لیکن اندر کے سارے اعضا مُنہ کے راستے باہر نکلنے کو بے چین ہو رہے تھے اور اس کے اندر دباہر ایک تباہی سی مچی تھی۔ وہ وہاں سے بے تحاشا بھاگا تو چوراہے پر آ کر رُکا۔

اب صرف ایک ہی راستہ بچا تھا۔

"چوتھا راستہ۔"

یہ وہی راستہ تھا جس کے لیے ملک سمرقند کے شہزادے سے لمبی لمبی سفید پلکوں اور زیرِ ناف تک لٹکتی سفید دودھ جیسی داڑھی اور سفید براق بالوں والے بزرگ نے نصیحت کی تھی کہ تم اپنا گوہرِ مقصود پانے کے لیے تین میں سے کسی بھی ایک راستے کا انتخاب کر سکتے ہو۔ یہ راستے طویل ضرور ہیں لیکن آفات و خطرات سے پاک ہیں۔ البتہ شہزادے تم بھولے سے بھی چوتھا راستہ اختیار نہ کرنا۔ یہ راستہ بلاؤں سے بھرا پڑا ہے۔ یہاں قدم قدم پر خوفناک عفریت تمھاری راہ کھوٹی کرنے کو تیار ملیں گے۔ اور ایک مقام ایسا بھی آئے گا جب تم کو اپنی پشت پر بھیانک آوازیں سنائی دیں گی اور تم کو ایسا لگے گا جیسے ہزاروں دشمن پشت سے تم پر حملہ آور ہو رہے ہیں۔ لیکن یہ سب دھوکہ فریب اور سحر ہوگا۔ اور تم جیسے ہی خوفزدہ ہو کر پیچھے پلٹ کر دیکھوگے۔ پتھر کے ہو جاؤ گے۔ اس لیے اے شہزادے میری نصیحت کو یاد رکھنا۔ اور زنہار چوتھے راستے پر مت جانا۔

شہزادے نے فقیر کی نصیحت پر کان نہ دھرا۔ اور چوتھا راستہ اختیار کیا۔ راستے کی صعوبتیں اسی کا مقدر جو ٹھہریں۔ اب وہی چوتھا راستہ اس کے قدموں کو تھامے تھا اور یہ وہی پُراسرار راستہ تھا جس کے خطرات سے اسے صدیوں سے ڈرایا جا رہا تھا۔ متوقع خطروں کی پیشین گوئی کے باوجود وہ چوتھی سمت چل پڑا۔ خوفزدہ ہونا بیکار تھا۔ جبکہ حقیقت یہ تھی کہ اس کے پتھر بننے کا عمل تو کبھی کا شروع ہو چکا تھا اور سچ یہ تھا کہ ان تین راستوں پر چلتے ہوئے اس کو اس عمل کا ادراک ہو چکا تھا۔ اب تک وہ خود ہی اس سچائی سے آنکھیں چرا تا رہا تھا۔

جب کوئی تجربہ۔ عمل کے دور سے گزرتا ہے تو اس کا مثبت یا منفی انجام بھی یقینی ہوتا ہے وہ بھی ایک تجربہ تھا۔ جو عمل کے بعد والے انجام سے ہراساں اور مطمئن تھا کہ یقین پر اس کا ایمان کامل تھا۔

ابھی وہ اس راستے پر چند ہی قدم چلا ہوگا کہ اسے اپنے قریب وہی مانوس آواز سُنائی دی جسے وہ راستوں کے جنگل میں اُلجھ کر بھول سا گیا تھا۔

"کیا میں بھی تمھارے ساتھ چلوں؟" وہ پوچھ رہا تھا۔

"ہاں کیوں نہیں کہ ہم نے کرب کا ہر لمحہ ساتھ ہی بھگتا ہے۔"

"کیا یہ چوتھا راستہ ہمارے کرب کا اختتام ثابت ہوگا۔"

"شاید۔ لیکن دیکھو اگر میں پتھر کا بن جاؤں تو تم میرا پتھر کا جسم لے کر اس چوراہے پر نصب کر دینا۔ تاکہ میرے بعد میں آنے والے اس راہ کے خطروں سے آگاہ ہو جائیں۔"

"لیکن میں ایسا ہرگز نہیں کروں گا۔

"کیوں ——؟"

"کیوں کہ اس سے سب میں بے چینی اور اضطراب پھیل جائے گا اور ان کے یقین کے پاؤں قلم ہو جائیں گے اور سارے راستے سنسان ہو جائیں گے۔ چوتھی سمت کا خوف انھیں ہر راہ پر جانے سے روکے گا۔ اس لیے ہمیں سفید بالوں اور سفید پلکوں والے بزرگ کا کردار ادا کرنے کے بجائے اپنے بعد میں آنے والوں کو نصیحتوں کے جال سے آزاد کر دینا چاہیے۔ وہ اپنی راہ کا انتخاب خود کریں گے۔"

"ہاں یہ ٹھیک ہے۔"

"چلو۔ ہم آگے بڑھیں۔ کہ مسافت طویل اور راہ کڑی ہے۔ اور ہر پتھر ایک سنگ میل۔ جس کا آخری پتھر چوتھی سمت کا اختتام بھی ہو سکتا ہے اور منزل بھی۔" اور وہ آگے بڑھ گئے۔ زمین پر قدموں کے نشان بتا رہے تھے کہ وہ اپنے وجود میں تنہا تھا۔ اور وہی چوتھی سمت کا مسافر تھا۔

سرور جہاں (آکاش وانی لکھنؤ سے نشر)
کراؤن گیٹ، جگت نرائن روڈ، لکھنؤ

یہ رشتے یہ موڑ

بانو سرتاج

ایک چھناکے کی آواز کے ساتھ کرچیاں فرش پر بکھر گئیں۔ الماری میں سے دوا کی شیشی اٹھاکر لیبل پڑھتی ہوئیں اماں کے ہاتھ سے دوا کی شیشی چھوٹ پڑی تھی شاید۔ ایسی بے دھیانی اماں سے شاذ ہی سرزد ہوتی ہے اس لیے کتاب پڑھنا چھوڑ کر تجسس سے میں اماں کو جھانک کر دیکھتی ہوں۔ مگر نظر کے دائرے میں پہلے بھیا آجاتے ہیں وہ سوٹ کیس ہاتھ میں لیے گھر میں داخل ہونے ہی کو تھے.... میں سمجھ گئی کہ اماں نے کھڑکی میں سے ہی بھیا کو تانگے سے اترتے دیکھ لیا ہوگا۔ امید کی کس کر تھامی ہوئی ڈوری کا سرا ایک مرتبہ پھر انہیں ہاتھوں سے چھوٹتا ہوا محسوس ہوا ہوگا۔ نتیجتاً شیشی ہاتھ سے چھوٹ گئی ہوگی۔

چند لمحوں تک خالی الذہن کی کیفیت میں میں بیٹھی رہی میری سمجھ میں نہیں آیا کہ پہلے سفر سے آئے ہوئے بھیا کا استقبال کروں یا فرش پر سے کانچ کے ٹکڑوں کو چنتی اماں کو سنبھالوں۔ یقینی طور پر کچھ طے نہیں کر پائی تو دونوں فرائض ایک ساتھ نبھانے کی فضول سی کوشش کرنے لگی۔ اماں کے سلسلے میں میری یہ کوشش احمقانہ ہی تھی کیونکہ جو اندر سے ٹوٹ کر ٹکڑے ٹکڑے بٹ کر بھی دوسروں کے لیے مکمل نظر آنے کی کوشش کرتا ہو..... اپنے دل میں جوالا مکھی کو چھپا کر بھی پرسکون نظر آنے کا حوصلہ رکھتا ہو اسے سنبھالنا کیا؟ ٹوٹنے سے بچانا کیا؟ بکھرنے سے روکنا کیا؟

اماں کے پاس پہنچ کر میں کہتی ہوں.... اماں تنہا کیا کیا کریں گی؟ کچھ دوسروں کے لیے بھی چھوڑیئے۔ کانچ کے ٹکڑے میں چنتی ہوں۔ آپ بھیا سے ملیں وہ آپ کو آداب کر رہے ہیں۔

بہت سی باتیں انسان چاہ کر بھی نہیں کہہ پاتا حقیقتاً کہنا تو میں یہ چاہتی تھی کہ اماں.... بچوں کے لیے امرت کی تلاش کرتے کرتے خود زہر ہو جانا کہاں تک مناسب ہے؟ مگر کہا نہیں۔ ضبط کر گئی.... ظاہر میں تو اماں کے لیے.. مگر بباطن اپنے لیے.... اماں کے شیشے جیسے نازک دل کو ٹھیس پہنچا کر کسی بھی طرح اپنے آپ کو گنہگار نہیں بنانا چاہتی تھی

بھیا کے سلام کے جواب میں اماں نے دعائیں دیں پھر پوچھا "کیسے ہو بیٹا! سفر میں کوئی تکلیف تو نہیں ہوئی۔؟"

اماں کے چہرے پر شفقت بھری مسکراہٹ تھی۔ آواز کی وہ لرزش تھی یا الفاظ کا وہ بھیگا پن جسے محسوس کر کے بھیا اپنی صفائی میں کچھ کہنے کی کوشش کرتے، قطعی مفقود تھے.... چہرے پر کسی قسم کا ناگوار تاثر نہ تھا.... میں یقین کے ساتھ کہہ سکتی ہوں کہ اماں کی آواز ذرا بھی نہیں کانپی تھی... بس یہی بات مجھے کھل گئی۔ اب ایسی بھی کیا قوت برداشت کہ کوئی زخموں پر نمک چھڑکتا جائے اور آپ مسکرائے جائیں... مسکرائے جائیں۔

میں نے دل میں ابھرتے سوال کو فوراً الفاظ کا جامہ پہنا دیا حالانکہ میں خوب جانتی تھی کہ جواب اس سے مختلف نہیں ہوگا جو بھیا گزشتہ کئی سالوں سے دیتے آرہے ہیں۔ بھیا کچھ کہتے اس سے پہلے وہاں سے چلی گئیں۔ میں نے ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے اپنا سوال دہرایا "ابھی کیسے آگئے بھیا؟"

"کل کا بائلوجی کا پیپر بگڑ گیا شمو!" بھیا نے ہر چند کہ اپنی آواز کو رقت آمیز بنانے کی کوشش کی تھی..... مجھ پر ذرا اثر نہ ہوا۔ میں نے نہایت سنگدلی سے کہا...

"بہت اچھا کیا۔ آپ سے اور امید بھی کیا کی جا سکتی تھی۔"

"شمو! سلمان کو چائے بنا کر دے..." اماں نے اندر کے کمرے سے پکار کر کہا تو میں کچن کی طرف چلی آئی۔ میں بھیا پر برس نہ پڑوں اس خوف سے اماں نے مجھے وہاں سے ہٹا دینا ہی مناسب سمجھا ہوگا۔

واقعی میرا جی چاہ رہا تھا خوب خبر لوں بھیا کی۔ خوب کھری کھوٹی سناؤں.... چیخ چیخ کر کہوں.... بھیا.... آپ اماں کے اکلوتے بیٹے ہیں مگر آپ نے اماں کو جیتے جی صلیب پر ٹانگ رکھا ہے..... ایک ایک کر کے کیلیں ٹھونک رہے ہیں... آپ نے گزشتہ سال بھی ایسا ہی کیا تھا.... امتحان ادھورا چھوڑ کر چلے آئے تھے.... جنگ میں جانے والا سپاہی کوئی خاص معرکہ چاہے نہ سر کرے، جنگ میں بحیثیت ایک سپاہی کے... شامل ہونا ہی اس کی بہادری پر مہر ثبت کرنے کے لیے کافی ہے۔ میدان جنگ سے پیٹھ پھیر کر بھاگ آنے والے سپاہی کا استقبال اس دیش میں کس ماں، کس بہن نے کیا ہے، جو ہم کریں۔ اماں کی بات اور ہے وہ منہ سے بول کر نہیں بتاتیں تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ آپ کے اس اقدام کو سراہتی ہیں... مگر میں تو بول سکتی ہوں نا.... بول ہی رہی ہوں کہ کیوں آپ اماں سے کہہ نہیں دیتے کہ نہیں ہوتی آپ سے سائنس کی پڑھائی۔ نہیں بن سکتے آپ زندگی بھر ڈاکٹر۔ ایک بار ہی دل مضبوط کر کے اماں اپنی خواہش، اپنے خواب کو آپ کی مجبوری کا کفن پہنا کر دفن کر دیں گی.... پھر چاہے ہی روزانہ ان پر آنسوؤں کے پھول چڑھانے کو اپنا مقصد سمجھ لیں.... ایک ماں کی، اپنے بچوں کو کچھ بنانے کی خواہش چھوٹے بچے کے ہاتھ میں پکڑی ہوئی پتنگ جیسی ہوتی ہے۔ بچہ پتنگ کو اوپر بس اوپر لے جانا چاہتا ہے۔ ماں بھی اپنے بچوں کے مستقبل کو کامیاب اور تابناک بنانے کے لیے کوشاں رہتی ہے.... فرق البتہ وہاں ہو جاتا ہے جہاں پتنگ کٹتی ہے.... خواب ٹوٹتے ہیں.... خواہشیں سسک سسک کر دم توڑتی ہیں.... بچہ زمین پر لوٹ لوٹ کر... پاؤں پٹک پٹک کر روتا ہے ماں سب کچھ دھرتی کی طرح اپنے سینے میں جذب کر لیتی ہے۔

بڑے ماموں نے اماں کو بیرنگ لفافے سے تشبیہ دی تھی۔ کہا تھا.. "جس طرح پتہ مکمل نہ ہونے یا ٹکٹ ناکافی ہونے کی بنا پر بیرنگ لفافہ جہاں سے چلا ہوتا ہے وہیں لوٹ آتا ہے اسی طرح محبت کی شادی کرنے پر سسرال میں پیار اور عزت کی کمی تمہیں واپس ہمارے پاس لوٹا لائے گی۔ مگر وقت نے بڑے ماموں کے دعوے کو باطل ثابت کر دیا۔ اماں وہ لفافہ ثابت ہوئیں جس پر پتے کی جگہ صرف پانے والے کا نام لکھا تھا۔ پھر بھی جو اپنی منزل پر پہنچا اور اپنے مقصد میں کامیاب ہوا۔

لوگ اگر کہتے ہیں کہ محبت کی شادیاں کامیاب نہیں ہوتیں تو غلط کہتے ہیں۔ محبت ایک لطیف جذبہ ہے، ایک مقدس فریضہ ہے ایک ذمہ دارانہ اقدام ہے۔ یہ کوئی سائنس کا نکتہ نہیں ہے کہ کہہ دیا.... جس طرح لاکھ کے بعد ہی انگوٹھا ریٹ ہوتا ہے۔ ہزار کے بعد ہی بوریٹ ہوتی ہے..... اسی طرح ہر سو میں ایک آدھ ہی محبت کی شادی کامیاب ہوتی ہے لاکھ اور سو میں انگوٹھے اور بو کے ریٹ ہونے کے نکتے سے انجان قانون ابتدا میں ہزاروں بے گناہوں کی جان سے کھیلا گیا۔ سماج بھی دلوں کے سودے نہ سمجھ غلط فیصلے دیتا رہا... مگر وقت کے ساتھ معنی بدل جایا کرتے ہیں.... انھیں قبول کرنے میں فراخدلی سے کام لینا چاہیئے۔ انصاف سے کام لینا چاہیئے..... انصاف۔ جو اپنے پیچھے تاریخ چھوڑ جایا کرتا ہے۔

عام طور پر ہر انسان اپنی الگ پہچان بنانے کے لیے کوشاں رہتا ہے.... قطرہ کی طرح دریا میں فنا ہو جانا ہر ایک کو آتا ہے نہ وہ سیکھنا چاہتا ہے.... پھر بھی کچھ انسان ایسے ہوتے ہیں جو اپنی پہچان کو اپنے محبوب کی پہچان میں گم کر دینے میں فخر محسوس کرتے ہیں۔ اماں کہا کرتیں... سلمان تمہارے ابا تمہیں ڈاکٹر بنانا چاہتے.... شمو تمہارے ابا تمہاری شادی کلکٹر سے کرنا چاہتے تھے..... تمہارے ابا کو یہ رنگ پسند تھا..... ڈش وہ شوق سے کھاتے تھے وغیرہ وغیرہ۔ ایک دن میں نے لاڈ میں آکر پوچھا تھا.... ابا میری شادی بھلے ہی کلکٹر سے کرنا چاہتے تھے.... آپ کیا چاہتی ہیں، یہ بتایئے.....

انھوں نے دس طرح کے بہانے بنا کے ٹالنا چاہا میں نے ضد نہ چھوڑی۔ ہار کر وہ بولیں... میں چاہتی ہوں

کہ تو مجھ سے کبھی جدا نہ ہو . . . . ساری زندگی میرے ہی پاس بنی رہے ۔

میں نے شوخی سے کہا تھا . . . . یاد رکھئے گا اپنی بات میں اب یہاں سے کہیں نہیں جانے والی . . . .

اماں نے خلا میں دیکھتے ہوئے کہا تھا . . . میرا چاہنا کوئی معنی نہیں رکھتا رے ۔ ہوگا وہی جو تیرے ابّا چاہتے تھے ۔

بھیّا کو ڈاکٹر بنانے کے ابّا کے خواب کو اماں نے اپنا لیا تھا . . . . ادھر بھیا تھے کہ پڑھ کر ہی نہ دیتے تھے ۔ ایک ایک کلاس میں دو دو سال رہ کر کسی طرح آخری امتحان تک پہنچے تو امتحان چھوڑ چھوڑ کر بھاگنے لگے . . . میں نے اماں کو تمام سال امید کے تانے بانے بنتے بھی دیکھا اور بھیا کے امتحان چھوڑ کر آ جانے کے بعد ان تانوں بانوں کو بکھرتے بھی دیکھا ۔ آج اماں کا دکھ میری برداشت سے باہر ہو گیا . . . بھیا کو چائے دیتے ہوئے میں انھیں وہ بہت سی باتیں سنا گئی جو ابھی ابھی سوچ رہی تھی ۔

بھیا کا سر جھکا تو اٹھا نہیں . . . . طویل خاموشی کے بعد آہستہ سے بولے . . . . شمو، تو اب کیا کرنے کو کہتی ہے مجھے ؟ امتحان تو رہ گیا ؟

میں نے ان کا ہاتھ پکڑ کر اماں کے کمرے کی طرف لے جاتے ہوئے کہا . . . . اماں کے سامنے اپنی کمزوری کا اعتراف کر لیجئے ۔ سائنس چھوڑ کر آرٹ میں داخلہ لینے کی اجازت مانگئے . . . کسی طرح گریجویٹ ہو کر اماں کے کاندھوں کا بوجھ ہلکا کیجئے ۔ اماں اب تھک رہی ہیں ۔"

اماں کھڑکی کی سلاخیں تھامے باہر خلا میں دیکھ رہی تھیں ۔ بھیا آہستہ آہستہ قدم بڑھا کر ان کے پیچھے جا کھڑے ہوئے . . . .

" اماں میں . . . . اماں میں . . . ." شدت جذبات سے ان کی آواز گلوگیر ہو گئی ۔ کچھ کہہ نہ سکے تو اماں کی ساڑی کا پلو تھام کر بچوں کی طرح رونے لگے ۔ اماں نے مڑ کر انھیں دیکھا . . . ان کی آنکھوں سے آنسو پونچھے پھر ماتھا چوم کر بولیں "کوئی بات نہیں بیٹے ۔ اگلے سال خوب محنت کرنا ۔"

(ناگپور سے نشر)

بانو سرتاج
بتوسط قاضی اے ۔ اے
کلکٹر کے پرانے بنگلے کے پاس
سول لائنز چندرپور (مہاراشٹر)

مختصر افسانہ

پہلی اور آخری ضد

عائشہ صدیقی عباسی

کوئی مجھے آواز دیتا ہے، کوئی مجھے بلاتا ہے، وہ کون ہے جو میرے دل و دماغ پر چھایا ہوا ہے ۔ وہ کہاں ہے ؟ مجھے کب ملے گا ؟ کوئی نہیں جانتا ۔ میرے خوابوں کا شہزادہ، جو مجھے اپنے دل کی دھڑکن کے ساتھ ساتھ اپنے گھر کی زینت بنائے ۔

اس بھری پُری دنیا میں جو بے حد حسین و رنگین ہے کیا کوئی ایسا بھی ہوگا جو مجھے اپنائے گا ۔ مجھ میں کیا کمی ہے ؟ میرے بابا نے مجھے دین و دنیا کی تعلیم سے سجایا سنوارا ہے ۔ میری سہیلیاں میرے رنگ و روپ کی تعریف کرتے تھکتی نہیں ۔ کیا کمی ہے مجھ میں ؟ کوئی بھی تو نہیں ۔ ہاں عیب ہے مجھ میں صرف ایک کہ میں ایک مفلس باپ کی مفلس بیٹی ہوں ۔

اس مفلسی نے میرے حسن کو داغدار کر دیا ہے، یہ غریبی گھن کی طرح لگ گئی ہے میری زندگی کو ۔ اس ایک عیب نے میری ساری خوبیوں پر پردہ ڈال دیا ہے ۔ کیا کیا نہ ستم کیے ہماری مالی بدحالی نے ہم پر ۔ کون سا ایسا غم ہے جو غریبی کی وجہ سے نہ ملا ہو، اپنے پرائے بن گئے ۔ وہ جو ہم پر آنکھیں بچھاتے تھے ۔ اب نظریں بچانے لگے ۔ کوئی اپنا کہنے کو تیار نہیں ۔ سب نے منہ موڑ لیا ۔ جیتے جی ہمیں چھوڑ دیا ۔ جب اپنے ہی غیر بن گئے تو اس زر پرست جہاں میں غیر کیوں کر اپنے ہوتے ۔

اس اتنے بڑے عالم میں میرے لیے تو صرف میرے بابا میرے پیارے بابا ہیں یا پھر یہ گھر اور اس کی چہار دیواری اس گھر اس در و دیوار کی ایک ایک اینٹ میرے دوست، میرے ہمدم، میرے غمگسار ہیں ۔ یہیں پر میں نے اچھے بُرے دن دیکھے ہیں ۔ اسی آنگن میں میرا بچپن بیتا ہے اور اسی دہلیز سے میں نے عالم شباب پر قدم رکھا ۔ مجھے یہ بے جان بے زبان چہار دیواری اور اس کی ایک ایک اینٹ و پتھر اپنے عزیزوں سے زیادہ عزیز ہیں ۔ یہ میرے ہر حال میں شریک تو ہیں ۔

ایک زمانہ سے اس گھر میں اپنے بابا اور اس بوڑھے نیم کے درخت کو دیکھتی آ رہی ہوں بس ۔ اور کوئی نہیں ۔

کوئی آئے نہ آئے پھر بھی میرا دل دھڑکتا ہے ۔ ہر جوان لڑکی کی طرح میں بھی اپنے خوابوں کو سجاتی ہوں سنوارتی ہوں ۔ اور خیالات کی حسین ترین دنیا میں سارے غموں کو فراموش کر دیتی ہوں ۔ یہ حسین تانا بانا جب ٹوٹتا ہے تو میری روح کانپ جاتی ہے ۔

کیا کبھی مجھے اپنے خواب و خیال میں بسا ہوا وہ انجانا شخص جو میری روح میں سرایت کر چکا ہے، جس کو میں نے دیکھا تو نہیں جو صرف میرے خوابوں سے میرے ذہن پر چھا گیا ہے ۔ مجھے مل بھی سکے گا یا نہیں ؟ یا پھر میں صرف خیالات کے تانے بانے بنتی رہ جاؤں گی ۔

آج کی اس مال و زر کی دنیا میں جہاں ہر چیز بیچی اور خریدی جاتی ہو وہاں ایک نادار کا گزر کہاں ؟

آج اچانک صبح صبح مسجد جاتے جاتے بابا نے بہت رُک رُک کر کہا بیٹی الماس گھر ٹھیک کر لینا اور قاعدے کے کپڑے پہن لینا ۔ مہمان آنے والے ہیں ۔ مہمان اور ہمارے گھر، اے خدا آج یہ کیسی نئی بات، کدھر سے آج سورج نکلا ۔

دوپہر ڈھل گئی ۔ وقت کا آج پتہ ہی نہ چلا اور شام کے دھندلکے میں ایک خاتون چند شوخ و شنگ لڑکیوں کے ہمراہ زرق برق لباس و زیورات سے آراستہ ماحول کو چکا چوند کرتی ہوئی گھر میں داخل ہوئیں ۔

اس سے پہلے کہ میں کچھ سمجھ سکوں ایک شوخ و شنگ لڑکی جو نئی تہذیب کی نمائندگی کر رہی تھی ۔ ممی ممی پہنا دیجئے ان کو انگوٹھی پہنا دیجیے ان کو میری بھابھی ۔ ہائے یہ تو ایسی خوبصورت ہیں جیسی میرے بھیّا چاہتے ہیں ۔ بالکل چاند کا ٹکڑا ۔

یہ جملہ پورا ہوا ہی تھا کہ ایک معمّر خاتون بولیں ۔ ہاں ہاں اللہ کا دیا سب ہی کچھ تو ہے میرے گھر میں بس صرف ایک خوبصورت بہو کی تمنا تھی سو وہ بھی آج پوری ہوتی نظر آتی ہے ۔ مجھے رشتہ منظور ہے اپنے بیٹے کے لیے ۔

خوبصورتی، خوبصورتی، میرے خدا میرے ذہن کو کیا ہو رہا ہے ؟ یہ خوبصورتی کے خریدار آ گئے ہیں، تو مجھے ان سے بچا لے ۔ مجھے وہ طاقت دے دے جس کی مجھے آج ضرورت ہے ۔ میرے دماغ میں ایک طوفان برپا تھا کہ بابا کی آواز آئی ـــــ

بیٹی الماس انگوٹھی پہن لے تو تو بڑی بھاگیہ والی ہے جو ایسا بڑا گھرانہ تجھے مل رہا ہے ۔

یہ دولت مند لوگ یہ دولت کے بیوپاری جن کے سینے میں دل کی جگہ سونا چاندی بھرا ہے جو دھڑکتا ہے دھن کے لیے ۔ نہیں نہیں میرے اچھے بابا مجھے معاف کرو میں یہ انگوٹھی ہرگز نہ پہنوں گی ۔ ان کی نظر میری خوبصورتی پر ہے خوب سیرتی پر نہیں ۔ آج یہ میرے شیدائی نظر آ رہے ہیں اور کل جب میرا رنگ و روپ برقرار نہ رہے گا تو نظر بدل لیں گے ۔

یہ امیر لوگ جو چاہیں جب چاہیں اپنے مال و زر کی طاقت سے حاصل کر لیتے ہیں ۔ کلینڈر کی طرح فرنیچر بدلنے والے بہو و بیوی بھی بدل سکتے ہیں ۔ میں کسی امیر کے گھر کی زینت نہ بنوں گی ۔

بابا میں نے تم سے آج تک ایک کھلونے کی بھی ضد نہیں کی، یہ میری پہلی اور آخری ضد ہے ۔ (اردو سروس سے)

افسانہ

آدھی ادھوری

رحمان شاہی

اور پھر سندھیا بولی —
"اب میرا جیون استھر ندی میں اٹکی ہوئی ایک ناؤ کے سمان ہے"۔
"ناؤ ..... " شیامل کے ہونٹ پھڑپھڑائے۔ اور وہ گہری نظروں سے سندھیا کو دیکھنے لگا۔ پھر دھیرے سے بولا۔
"یہ ناؤ کنارے کب لگے گی .... ؟"
"پتہ نہیں بابو.... " وہ اداس ہو کر بولی — "ابھی تو ندی کا بہاؤ تھما ہوا ہے، جاری ہو تو شاید کوئی کنارہ مل جائے ..."
"کہیں ..... " شیامل کچھ کہتے کہتے گڑبڑا سا گیا پھر سنبھل کر بولا — "کہیں ناؤ استھر ندی میں کنارہ کی آس لگا ڈوب نہ جائے"
"نا بابو نا ..... " وہ پھپھک کر رونے لگی — "ایسا نہ کہو بابو، میں نراش نہیں ہوئی ہوں ..."
"نراش ..... " شیامل کے ہونٹ دھیرے سے ہلے اور ایک دوجے سے چپک کر رہ گئے۔ وہ پھر کچھ نہ بولا۔ سندھیا نے اسے ڈبڈبائی ہوئی آنکھوں سے دیکھا پھر بولی۔
"میرا جرم کیا ہے بابو، لوگ مجھے ہی دوشی کیوں مانتے ہیں..."
وہ پھر رونے لگی۔ آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب امڈ پڑا۔
شیامل چپ تھا، چپ رہا۔ لیکن اس کا دل کہہ رہا تھا کہ تیرے دل میں کیوں پریم بھرا ہوا ہے۔ اور پریم بھرا دل پریم ہی کرتا ہے۔ پریم کرنا کوئی دوش نہیں۔ پریم بھرا دل دوشی نہیں۔ لیکن اس کے دل کی بات سندھیا تک نہ پہنچی اور وہ سسک سسک روتی رہی۔ پھر چپ ہو گئی۔ اور دوپٹے سے اپنی بھیگی ہوئی آنکھوں کو خشک کرتی ہوئی بولی —
"ڈاکیہ کا سمے ہو گیا ہے۔ چلتی ہوں۔ شاید ان کی کوئی چٹھی آئی ہو ......"
وہ اٹھی اور چلی گئی۔ شیامل نے ایک سرد آہ بھری اور صوفے پر دھنس گیا۔ پھر اپنی آنکھوں کو موند لیا۔
سندھیا نے پریم کیا تھا۔ اور جیون کی ٹیڑھی میڑھی پگڈنڈیوں پر چل کر منزل تک پہنچنے کی کوشش کی تھی۔ لیکن پتی نے ساتھ نہ دیا تھا۔ حالانکہ شادی اس نے اپنی پسند کی کی تھی۔ جس سے پریم ہوا تھا، اسی سے شادی کی تھی۔ اس کے ماتا پتا تو اس کے لیے تیار بھی نہ تھے۔ لیکن اس نے سبھوں کو مجبور کر دیا تھا۔ اور ایسے حالات پیدا کر دیے تھے کہ انھیں شادی کر دینا پڑی تھی۔ اور وہ میکے سے خوشی خوشی رخصت ہو گئی تھی۔ لیکن شادی کے آٹھویں دن سسرال سے واپس آ گئی تھی۔ ساتھ میں پتی بھی تھا۔ پھر سسرال نہ گئی تھی۔ میکے میں بس گئی تھی۔

سندھیا کی واپسی پر اس کے ماتا پتا کو کوئی حیرت ہوئی تھی اور نہ تعجب۔ کیونکہ انھیں معلوم تھا کہ سندھیا جس گھر میں بیاہ کر جا رہی ہے، وہ سماج کے ان افراد کی دنیا ہے، جہاں کبھی طبلے کی تھاپ پر جوانیاں تھرکتی تھیں۔ بھلا اس دنیا میں سندھیا کس طرح بستی؟ وہ شریف خاندان کی تھی اور اچھی لڑکی تھی، دل سے مجبور ہو گئی تھی اور گلاب کے اس پھول سی ہو گئی تھی، جو شباب کے عالم میں شاخ سے ٹپک کر خشک اور پتھریلی زمین پر گر پڑتا ہے، اور اس کی نازک نازک، کومل کومل پتیاں دھول میں مل کر اور سورج کی تپتی ہوئی کرنوں سے جل کر اپنی شناخت کھو دیتی ہیں۔
گویا سندھیا نے بھی اپنی شناخت کھو دی تھی۔
دن گزرتے رہے تھے۔ اور وہ اپنی پتی کو بھرپور پیار دیتی رہی تھی۔ اسے اپنے لائق بنانے کی کوشش کرتی رہی تھی اور دو ننھے منے، پیارے پیارے بچوں کی ماں بن گئی تھی۔ لیکن حالات میں سدھار نہ ہوا تھا۔ اور بگڑ گیا تھا۔ پتی بدنام بستیوں کا شہزادہ ثابت ہوا تھا۔ اس کے کانوں میں ہر پل پائل کی چھم چھم، طبلے کی تھاپ اور بے روح جسم کے قہقہے گونجتے رہتے تھے۔
اور ایک دن اس کا پتی پڑوس کے بہت سارے لوگوں کا روپیہ اور سامان لے کر غائب ہو گیا تھا۔ کہاں گیا تھا؟ کسی کو معلوم نہ تھا، سندھیا بھی نہیں جانتی تھی۔ گھر کے لوگ اسے برا کہتے تھے۔ باہر کے لوگ نفرت کرتے تھے۔ اور دل دکھانے والی باتیں بولتے تھے۔ وہ اداس رہتی تھی کسی سے کچھ نہ بولتی تھی جب دل بہت گھبراتا تھا تو شیامل کے پاس آ جاتی تھی۔ اور اس کے سامنے بیٹھ کر رونے لگتی تھی جی بھر کر روتی تھی۔ تب اس کا من کچھ شانت ہو جاتا تھا۔
شیامل کی وہ اپنی نہ تھی اور نہ اس سے کوئی رشتہ تھا۔ پتا سے کہہ کر اس نے مکان کا ایک کمرہ شیامل کو کرائے پر دلا دیا تھا۔ شیامل اس کے لیے سندھیا کا احسان مند تھا۔ اس احسان کے بدلے شیامل نے سندھیا کو کچھ دیا تھا اور نہ اس کے لیے کچھ کر سکا تھا۔ لیکن اپنے دل میں سندھیا کے واسطے بے پناہ ہمدردی کے جذبہ کو پناہ ضرور دی تھی۔ شاید اس کا احساس سندھیا کو تھا۔ جبھی وہ شیامل پر بہت وشواس کرتی تھی۔ اس کے پاس آتی تھی۔ گھنٹوں بیٹھتی تھی۔ اپنے بارے میں بہت ساری باتیں بتاتی تھی۔ کچھ نہ چھپاتی تھی۔ اور شیامل اس کی باتوں کو سن کر بہت کچھ سوچنے لگتا تھا۔ اسے ڈھارس دیتا تھا اور مشورے بھی۔ نیک آدمی تھا اور بہت شریف بھی۔
کبھی کبھی وہ سندھیا کی باتوں کو سن کر دکھی بھی ہو جاتا تھا کبھی بے چین اور کبھی پریشان بھی۔ کبھی ایکدم خاموشی اختیار کر لیتا تھا کچھ نہ بولتا تھا۔
ابھی وہ صوفے پر دھنسا ہوا تھا اور سندھیا کے بارے میں سوچ رہا تھا۔
دفعتاً اسے کسی کے قدموں کی چاپ سنائی دی اور وہ سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ سامنے سے سندھیا آ رہی تھی۔ وہ خوش تھی۔ شیامل سمجھ گیا کہ اسے پتی کی کوئی خبر مل ہو گی۔
وہ دھیرے دھیرے چلتی ہوئی شیامل کے پاس آئی اور سامنے کھڑی ہو گئی۔ شیامل بولا۔
"ابھی تو اداس گئی تھی، ابھی خوش ہے کیا بات ہے ...؟"
"ان کی چٹھی آئی ہے جواب لکھ دو ...."
اس نے خوش ہو کر کہا اور ان لینڈ شیامل کو دے دیا۔ شیامل نے ان لینڈ لے لیا اور بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ پھر بولا —
"آج کل تیرا مرد کہاں ہے .....؟"
"کلکتہ میں....." وہ سامنے والے صوفے پر بیٹھتی ہوئی بولی — "ان کی نوکری لگ گئی ہے ...."
"اچھا ...." شیامل چونک پڑا۔ یقین نہ آیا وہ جانتا تھا کہ اس بار بھی اس کے پتی نے بہلایا ہے اور سندھیا نے وشواس کر لیا ہے۔ پتی کی باتوں پر وشواس کرنا سندھیا کی کمزوری تھی۔ اس کی تباہی اور بربادی کا سب سے بڑا کارن بھی۔ شاید پتی سندھیا کی اس کمزوری کو جانتا تھا۔ جبھی تو اپنی دنیا میں مگن تھا۔ وہ بولی۔
"چٹھی لکھ دو ...."
"کیا لکھ دوں.....؟" شیامل قلم اٹھاتے ہوئے بولا۔
"اوپر جو لکھتے ہو وہ لکھ دو ...." وہ بولی — "آگے میں بتاؤں گی سو تم لکھتے جانا ....."
"اچھا بتا کیا لکھوں ..." شیامل اوپر 'پیارے پتی جی' لکھتے ہوئے بولا۔
"لکھ دو ..." وہ بولی — "تمہاری چٹھی مل گئی۔ یہ جان کر بہت خوشی ہوئی کہ تم کام پر لگ گئے ہو۔ ایک کمپنی میں منیجر ہو گئے ہو۔ اور، اور...."

وہ کچھ کہتے کہتے چپ ہوگئی۔ شیامل نے گردن اوپر اٹھائی اور سندھیا کو دیکھنے لگا۔ وہ کچھ سوچ رہی تھی۔ چہرے پر امید کی ننھی ننھی کرنیں چمک رہی تھیں۔ اور آنکھوں میں بہت سارا پیار۔ ہونٹوں پر بے نام سی مسکراہٹ بھی پھیل رہی تھی۔

"تم کو گئے برسوں بیت گئے ....." وہ آگے بولی۔ اور شیامل کو اس کی آواز بہت دور سے آتی ہوئی سنائی دی۔ وہ لکھنے لگا۔ "تم ایک پل کے لیے ہی آجاؤ۔ تمہارے بنا من نہیں لگتا ہے۔ تم آؤگے تو گڈی اور پپو کو دیکھ لوگے۔ اور تم کو میں۔ من کو شانتی مل جائے گی۔ پھر چلے جانا ....."

وہ چپ ہوگئی۔ آنکھیں گیلی ہوگئی تھیں۔ اور چہرہ غم میں ڈوب گیا تھا۔ شیامل اس کے دل کی حالت سمجھ رہا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ اتنا سب ہو جانے پر بھی سندھیا پتی سے بے پناہ پیار کرتی ہے۔ لیکن اس کا پتی صرف ایک مرد تھا۔ اس نے کبھی سندھیا سے پریم کیا بھی تو ان لوگوں کی طرح جو رات کے کسی پہر میں کرائے پر لائی ہوئی لڑکیوں سے کرتے ہیں۔ رات ڈھلی اور ان کا پریم پورا ہوا۔ ایسے لوگ کیا جانیں، پریم کا کوئی انت نہیں ہوتا۔

شیامل دھیرے سے بولا —

"آگے کیا لکھوں .....؟"

"آگے ....." وہ چونک پڑی جیسے گہری نیند میں سوتے ہوئے سے جاگ گئی ہو۔ جلدی سے بولی — "لکھ دو میرے ماتا پتا گڈی، پپو اور میرا اچھا برا دیکھ رہے ہیں۔ اور میں جی رہی ہوں۔ تم چنتا مت کرنا، سب ٹھیک ہو جائے گا۔ تمہاری اپنی، سندھیا ....."

وہ چپ ہوگئی۔ اور شیامل ان لینڈ کو فولڈ کرنے لگا تبھی وہ پھر بولی —

"ایک بات تو بھول گئی بابو ....."

"کیا ...؟" شیامل اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولا۔

"لکھ دو ....." وہ بولی — "میری بھی نوکری لگنے والی ہے۔ ایک نیک بابو سے بات چل رہی ہے ....."

شیامل نے لکھ دیا۔ اور ان لینڈ فولڈ کرکے بولا۔

"تو نے مجھے یہ بات نہیں بتائی تھی ....؟"

"تم کو .....؟" اس نے حیرت سے آنکھیں پھاڑیں۔ پھر ناراض ہوکر بولی — "تم کو کاہے بتائی بابو۔ تم تو پرائے مرد ہو۔ پرائے مرد کو یہ ساری بات بتائی جاتی ہیں کیا ....."

شیامل اس کی سادگی پر مسکرا اٹھا۔ زبان سے کچھ نہ بولا۔ وہ کاغذ کا ایک ٹکڑا دیتی ہوئی بولی —

"یہ پتہ بھی لکھ دو ....."

شیامل نے کاغذ کا ٹکڑا لے لیا اور پتہ بھی لکھ دیا۔ وہ اٹھی اور چٹھی لے کر چلی گئی۔

پھر وہ بہت دنوں کے بعد آئی۔ اس کے ہاتھ میں ایک خط تھا۔ اس نے شیامل کو دیتے ہوئے دھیرے سے کہا —

"ان کی چٹھی ہے، پڑھ دو ....."

شیامل نے خط لے لیا اور اسے کھول کر پڑھا۔ خط سندھیا کے پتی کا نہ تھا۔ شاید ڈاکیہ نے غلطی سے کسی اور کا خط اس کو دیدیا تھا جب شیامل نے یہ بات بتائی تو وہ ایکدم اداس ہوگئی۔ شیامل بولا۔

"دکھی کیوں ہوتی ہے۔ جیون تو آشا اور نراشا کا سنگم ہے ہی ....."

"ہاں بابو ....." وہ مردہ سی آواز میں بولی — "تم ٹھیک کہتے ہو۔ لیکن میرے جیون میں آشا کیوں نراشا بن کر آتی ہے ....."

"تو اپنے پتی کو بھول کیوں نہیں جاتی ....؟" شیامل کچھ سوچ کر بولا —

"بھول جاؤں ...؟" اس نے الجھی الجھی نظروں سے شیامل کو دیکھا۔ پھر لاغر سی آواز میں بولی — "وہ میرا سہاگ ہے بابو۔ میرا پریم بھی۔ اسے بھول جاؤں تو یاد رکھنے کو کیا رہ جائیگا ..."

"تو پھر ....." وہ سنجیدگی سے بولا — "تو حالات سے سمجھوتہ کرلے ....."

"سمجھوتہ؟ کیسا سمجھوتہ .....؟"

وہ سوالیہ نشان بن گئی۔ شیامل سمجھاتے ہوئے بولا۔

"سندھیا! زندگی اور موت کے بیچ جو فاصلے ہیں، ان میں اپنی خواہشات پوری کرلے۔ ورنہ زندگی کب موت سے گلے ملے گی یا موت زندگی کو لپک لے گی، کوئی نہیں جانتا۔ کسی کو نہیں معلوم ....."

وہ چپ ہوگیا اور سندھیا عجیب نظروں سے اُسے دیکھنے لگی۔ پھر نفرت بھرے لہجے میں بولی —

"تمہارے من میں پاپ ہے بابو ....."

"نا ....." وہ چیخ پڑا۔ اس کا پورا وجود ہل گیا تھا۔ سندھیا تیزی سے اٹھی اور چلی گئی۔

شیامل دونوں ہاتھوں سے کس کر اپنا سر پکڑ لیا۔ اور بستر پر لڑھک گیا۔ اسے محسوس ہو رہا تھا جیسے اس کی آبرو ریزہ ریزہ ہوکر بکھر گئی ہو۔ وہ ایک اذیت ناک کرب سے تڑپنے لگا۔

اس کے بعد سندھیا پھر کبھی نہ آئی۔ اور شیامل نے اپنا تبادلہ دوسرے شہر میں کروا لیا۔

چار سال بیت گئے۔ اور ایک دن دفتر کے کسی ضروری کام سے شیامل کو سندھیا کے شہر میں آنا پڑا۔ وہ سندھیا سے ملنا نہیں چاہتا تھا۔ لیکن دفتر سے آتے ہوئے سندھیا نے دیکھ لیا۔ وہ کرانہ کی دوکان سے باہر نکل رہی تھی۔ لپکتے ہوئے شیامل کے پاس آگئی۔ اور حیرت سے بولی —

"تم بابو، یہاں ....؟"

"ہاں ....." وہ دھیرے سے بولا — "ضروری کام سے آیا تھا۔ اب جا رہا ہوں ....."

"بابو! دو سال ہوتے، میں نرس ہوگئی ....."

وہ بولی۔ اور شیامل کے من میں کوئی بات تیزی سے آئی اور نکل گئی۔ وہ بولی —

"وہ میرے پتی ہیں۔ پچھلے برس میں نے انھیں کلکتہ سے بلوا لیا۔ میں نوکری کرتی ہوں۔ اور وہ گھر دیکھتے ہیں، بچوں کا خیال رکھتے ہیں ....."

وہ چپ ہوگئی۔ شیامل نے سامنے دیکھا، جہاں ایک میلا سا آدمی بچے کا گندہ صاف کر رہا تھا۔ وہ سندھیا کا پتی تھا۔ شیامل کو بہت دکھ ہوا لیکن وہ کچھ نہ بولا چپ رہا۔ سندھیا بولی۔

"بابو! تم نے کبھی جیون سے سمجھوتہ کی بات کہی تھی اور میں نے تمہارے من کا پاپ سمجھا تھا، جو میری بھول تھی، تمہاری بات تب سمجھ میں آئی جب میں نے پتی کو باتوں پر وشواس کرنا چھوڑ دیا اور بچوں کے پرتی اپنے کرتو کا احساس ہوا ....."

وہ چپ ہوگئی۔ اور شیامل کے دل میں برسوں سے چبھتے ہوئے کانٹے کی نوک ایکدم سے نکل گئی۔ وہ کچھ سوچتے ہوئے دھیرے سے بولا۔

"اب تو خوش ہے نا ....؟"

"ہاں ....." وہ پتی کی طرف دیکھتے ہوئے بولی — "مٹھی بھر خوشی کی اچھا کی تھی چٹکی بھر ملی۔ پھر بھی میں خوش ہوں۔ بہت خوش ....."

اس کا لہجہ مستحکم تھا۔

وہ شیامل کو گھر آنے کی دعوت دے کر آگے بڑھ گئی — پیچھے پیچھے اس کا آدمی گود میں بچہ اور ہاتھ میں تھیلا پکڑے ہوئے چلنے لگا۔

اور شیامل دور، دور تک جاتے ہوئے سندھیا کو دیکھتا رہا۔ اور اس کے پتی کو بھی۔ لیکن وہ سندھیا کا پتی نہ تھا، نوکر تھا۔ پتی سے سمبندھ ٹوٹے برسوں بیت گئے تھے۔

(پٹنہ سے نشر)

رحمان شاہی
عالم گنج (کھیرا)، پٹنہ ۷ ....۸

قمر سنبھلی

جو لمحہ میرے تخیل کی حد میں آئے گا — مجھے یقین ہے قلم کی بھی زد میں آئے گا
دعا تو مانگ رہے ہو تم آندھیوں کی مگر — تمہارا گھر بھی تھپیڑوں کی زد میں آئے گا
کہاں کہاں سے ہٹاؤ گے اب تم آئینے — وہ ایک عکس، ہر اک خال و خد میں آئے گا
میں فن نہ سیکھ سکا ہاں میں ہاں ملانے کا — ہر اک بیاں یہاں میری زد میں آئے گا
لپیٹ لوں گا میں سر سے تمازتوں کی ردا — سمٹ کے سایہ بھی جب اپنے قد میں آئے گا
جلائے رکھنا لبوں پر چراغِ اسم سدا — تمہارے کام یہ کنجِ لحد میں آئے گا
بہت سنبھل کے برتنا ہر ایک لفظ قمر
اگر وہ آج نہیں کل سند میں آئے گا

(لکھنؤ سے نشر)

تحریر و ترتیب : عزیز انصاری

دھان باغ

ہندوستان میں دھان کی پیداوار ۵ء۱ ٹن فی ہیکٹر ہے جبکہ مغربی حصہ کے جزیرے ہیٹی میں دھان کی پیداوار ۲۲ ٹن فی ہیکٹر تک حاصل کی جا رہی ہے۔ دھان کی بہترین پیداوار حاصل کرنے والے ممالک جیسے جاپان اور چین سے یہ پیداوار دوگنا اور ہمارے ملک کی بہترین پیداوار سے چار گنا زیادہ ہے۔

ہیٹی میں جو یہ پیداوار حاصل کی جا رہی ہے وہ ایک نئے طریقے سے کاشت کرنے کا نتیجہ ہے۔ زراعت کا یہ نیا طریقہ یونائیٹڈ نیشنز اور ایف اے او کی مدد سے جاری کیا گیا ہے۔ اس نئے طریقے کا نام ہے "رائس گارڈن"۔

اس طریقے سے کھیتی کرنے میں دھان سال بھر تک اگایا اور کاٹا جا سکتا ہے۔ کسان اپنے کھیت کو چودہ برابر حصوں میں تقسیم کر لیتا ہے اور دھان کے پودوں کو ایک ساتھ بودے اگانے کے بجائے پہلے ایک حصے میں بوائی کرتا ہے۔ ایک ہفتہ کے بعد دوسرے حصے میں بوائی کرتا ہے اور اسی طرح ایک ایک ہفتہ کے وقفہ سے سارے حصوں میں بوآئی کرتا جاتا ہے۔

عام طور سے جلدی پکنے والی ذات کے دھان اس ترکیب سے بوئے جاتے ہیں جو لگ بھگ ۹۰ دنوں میں پک کر تیار ہو جاتے ہیں جیسے آئی آر ۸ اور آئی آر ۳۶۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ جیسے ہی کسان آخری یعنی چودھویں حصے کی بوائی کرتا ہوتا ہے پہلے حصے کی فصل پک کر تیار ہو چکی ہوتی ہے اور اسی طرح یہ سلسلہ جاری رہتا ہے۔ اس ترکیب کا استعمال تمام سال تک اس لیے یہاں ممکن ہوتا ہے کہ نہ تو یہاں بارش کی کمی ہوتی ہے اور نہ ہی دھوپ کی۔ فصل کو بارش اور دھوپ دونوں کی ضرورت ہوتی ہے اور وہ اسے پورے سال حسب ضرورت ملتی رہتی ہے۔

اس ترکیب سے فصل اگانے کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ مزدوروں کو ہمیشہ برابر کام ملتا رہتا ہے اور ایسا بھی نہیں ہوتا کہ مزدور دستیاب نہ ہوں۔ ہمارے یہاں عام طور سے یہ دیکھنے میں آتا ہے کہ جب بوآئی یا کٹائی کا وقت آتا ہے تو مزدور ملنا مشکل ہو جاتے ہیں کیونکہ ہر کھیت پر ان کی ضرورت شدت سے محسوس کی جاتی ہے۔

ایک اور فائدہ اس طریقے کا یہ ہے کہ کسانوں کو ہر ہفتہ کچھ نہ کچھ رقم حاصل ہوتی رہتی ہے اور اس کی ضرورتیں پوری ہوتی رہتی ہیں اسے کسی سے قرض وغیرہ نہیں لینا پڑتا۔ اس طریقے سے کھیتی کرنے پر چار افراد کا ایک چھوٹا سا خاندان ایک ہیکٹر کے کھیت کو آسانی سے سنبھال سکتا ہے۔

اس طریقے سے فصل کو کیڑوں اور خراب موسم سے جو نقصان ہوتا ہے وہ بھی نہیں ہوتا کیونکہ فصل صرف ایک حصے میں ایک وقت میں پک کر تیار ہوتی ہے اس سے تین گنا زیادہ پیداوار رائس گارڈن طریقے سے حاصل ہوتی ہے۔

ایف اے او (فوڈ اینڈ ایگریکلچر آرگنائزیشن) اس طریقے میں اور زیادہ سدھار کر رہی ہے۔ اب جیسے ہی ایک حصہ کی فصل کی کٹائی ہوتی ہے اسے ایک ہفتہ کے لیے خالی چھوڑ دیا جاتا ہے اور اس میں بطخوں کو چھوڑ دیا جاتا ہے۔ فصل کی کٹائی کے بعد کھیت میں دھان کے کچھ دانے رہ جاتے ہیں انھیں یہ بطخیں کھا جاتی ہیں اور ساتھ ہی ان کیڑوں کو بھی جو فصل کو نقصان پہنچاتے ہیں۔ ان سے کھیت کو عمدہ قسم کی کھاد بھی مل جاتی ہے۔ ایک ہفتے کے بعد یہ بطخیں دوسرے خالی ہونے والے کھیت میں چھوڑ دی جاتی ہیں۔

دھان کا بھوسا بھی بہت بڑی مقدار میں حاصل ہوتا ہے اس کا استعمال مشروم کی کھیتی کے لیے درکار کھونے کی صورت میں کیا جاتا ہے۔ مشروم کی زراعت بھی کسان کی روزانہ کی ضرورتوں کو پورا کرنے کا ایک اچھا طریقہ ہے۔

ہندوستان میں بھی کچھ مقامات ایسے ہیں جہاں دھان کی کاشت سال میں تین مرتبہ کی جاتی ہے جیسے مغربی بنگال، کیرل، تامل ناڈو۔ ایسے مقامات پر "رائس گارڈن" طریقے کو بخوبی آزمایا جا سکتا ہے۔ فیلی پائن میں بین الاقوامی تحقیق جماعت لاس بینوس نے اس طریقے کی ایجاد کی ہے اور مزید تحقیقات اس طریقے سے اور زیادہ فوائد حاصل کرنے کے لیے کی جا رہی ہیں۔

سنگیت سمیلن

اتوار یکم دسمبر

صبح ۱۰-۰۰ سے ۱۱-۰۰



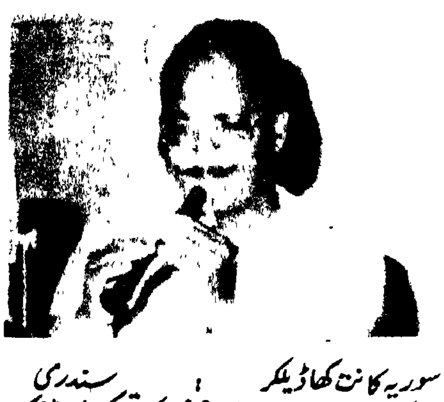
پی جی آر میمن : گائن
ایم ایس آر راجو : مردنگم
وی کارتھیکین : گھاٹم

صبح ۱۱-۰۰ سے دوپہر ۱۲-۰۰



اے کے سی نٹراجن : کلارینٹ
منھوکمار سوامی پلائی : تادیل
ایم ایم آر واسودیون : تادیل
(۲۶ اکتوبر کو مدراس میں منعقد محفل موسیقی کی ریکارڈنگ)

رات ۱۰-۰۰ سے ۱۱-۰۰



سوریہ کانت کھاڈیلکر : سندری
(۵ اکتوبر کو دھارواڑ میں منعقد محفل موسیقی کی ریکارڈنگ)

آپ کی رائے

آواز کا میں عرصہ دراز سے مطالعہ کرتا آرہا ہوں
جواب خوب سے خوب تر ہوتا جارہا ہے۔
بہر حال آواز کی تعریف کرنا سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے۔ ریڈیو پر آواز کی خرابی یا کرنٹ کے فیل ہو جانے سے جن چیزوں کو ہم نہیں سن پاتے اسے آواز میں پاکر ہمیں سکون قلب میسر ہوتا ہے۔ آواز کا معیار اب بلندتر ہوتا جارہا ہے۔ انشاء اللہ عنقریب میں اپنی تخلیق ریڈیو کے لیے بھیج کر آواز میں جگہ پالوں گا۔ میری اس طرح ہمت بندھانے کا سہرا آپ ہی کے سر ہے۔ خدا کرے کہ آواز کی آواز رہتی دنیا تک گونجتی رہے۔

خواجہ معین جنگانوی
۱۳۲ کے وی سب اسٹیشن
اے پی ایس ای بی
عادل آباد ۵۰۴۰۰۳ (اے پی)

یکم اکتوبر ۸۵ء کا شمارہ بڑے اشتیاق سے پڑھا مضامین اور غزلیں معلوماتی اور دلچسپ ثابت ہوئے۔ اس سلسلے میں آپکی کاوش قابل ستائش ہے۔
آپ کی رائے کے تحت آواز میں شائع تخلیقات پر تحسینی کلمات بھی بہت خوب تھے۔ مس مریم خاں وغیرہ کی رائے میں بھی متفق ہوں کہ شمع فروزاں کو ضرور جگہ دیں۔ یہ سلسلہ خاصہ تحقیقی اور عام طور پر دلچسپ ہوتا ہے۔ محمد فضاالحسن انجم کا یہ مشورہ درست ہے کہ سرورق کا تعلق شمارہ کے مضامین سے ہو تو اچھا رہے۔ مثال کے طور پر اس دفعہ سرسید احمد خاں یا علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کی کسی تصویر سے آواز کو آراستہ کیا جاسکتا تھا۔ لیکن اس سے قطع نظر اس دفعہ شمارہ کا سرورق بہت ہی دیدہ زیب ہے اور اپنے پراچین بھارت کی سبھیتا کی یاد تازہ کرتا ہے۔
اس بار کلکتہ سے غزلیں قابل مطالعہ ہیں۔ مضامین کے سلسلے میں" تحریک آزادی اور ضبط شدہ نظمیں" کے سلسلے میں بڑی تشنگی رہی اس پر اور بہت کچھ لکھا جاسکتا ہے اور بھی تخلیقات شامل کی جاسکتی ہیں۔ "کھلونے بچے

یکم دسمبر ۱۹۸۵ء

کے ذہنی ارتقا میں معاون" ایک نہایت ہی نفسیاتی اور معلوماتی مضمون ہے۔ اس طرح کے مضامین ضرور شامل فرمایا کریں۔ سرسید پر بہت کچھ لکھا جاچکا ہے۔ یہ مضمون خاصہ روایتی ثابت ہوا اور قدرے مایوسی ہوئی۔
اس دفعہ افسانوں کے سلسلے میں آپ کا انتخاب مختلف ریڈیو اسٹیشنوں سے ہوا ہے۔ ورنہ عام طور پر آپ پٹنہ اور آل انڈیا ریڈیو کی اردو سروس کو ہی ترجیح دیتے ہیں۔

سید ظفر مسعود
حسن منزل، سول لائنز، علی گڑھ

محترمی سلام مسنون!
۱۶ سے ۳۰ ستمبر ۱۹۸۵ء کا شمارہ چشم دید ہوا۔ دو روز میں سارے مضامین، افسانے پڑھ ڈالے۔ یوم عاشورہ" (ڈاکٹر سید موسیٰ رضا) بے حد پسند آیا۔ گزارش ہے کہ ہر شمارہ میں قلم کاروں کے ایسے مضامین ضرور شامل کریں۔
شاذ تمکنت کی غزل بہت پسند آئی اور خاص کر یہ شعر بہت اچھا لگا ؎

بڑے بڑوں کے نشیب و فراز دیکھے ہیں
کوئی ملے تو سہی جس کا سر جھکا ہی نہ ہو

شاذ تمکنت کو بہت بہت مبارکباد قبول ہو۔ اور سارے قلمکاروں کو بھی مبارکباد قبول ہو۔ فقط

ایس نیر اقبال
محلہ حکیم گنج، پوسٹ کبول آر ایس، ضلع مونگیر (بہار)

محترم مدیر صاحب آواز - آداب عرض ہے۔
میں گزشتہ تین سال سے آواز کا مطالعہ کرتا آرہا ہوں۔ اور سالانہ خریدار بھی ہوں، لیکن مجھے افسوس کے ساتھ لکھنا پڑ رہا ہے کہ رسالہ گزشتہ ایک سال سے وقت پر مل رہا ہے اور نہ پابندی سے جس کے لیے ہر ماہ یا دو ماہ میں ایک خط آپ کو لکھنا پڑ رہا ہے۔ دیکھیے نا! ۱۵ ستمبر کا شمارہ ۳۰ ستمبر کو ملا۔ اس طرح رسالہ کا آدھا مقصد ختم ہو گیا۔ رہا مضامین اور افسانے غزلیات وغیرہ۔ تو اس سلسلے میں عرض کرنا یہ ہے کہ افسانے ہمیشہ ہی پٹنہ سے نشر شدہ ہی شائع ہوا کرتے ہیں دیگر مضامین بھی ان ہی افراد کے ہوتے ہیں جو بڑے بڑے قلمکار ہیں یعنی حیدرآباد میں بھی ان ہی کا کلام نشر ہو کر آواز میں چھپتا ہے اور پھر اسی شاعر کا کلام اردو سروس سے نشر ہو کر چھپتا ہے یہی حال دیگر قلمکاروں کی تخلیقات کا ہے۔ ۱۵ ستمبر کے شمارے میں شاذ تمکنت کی غزل شائع ہوئی ہے جو اردو سروس سے نشر ہوئی تھی اور اسی طرح بمبئی والی واجدہ تبسم صاحب کی غزل بھی اردو سروس سے نشر ہو کر چھپی۔ حالانکہ یہ لوگ دہلی کے نہیں ہیں، اس طرح چند ہی افراد کی تخلیقات بار بار پڑھنے کا موقع ملتا ہے لہذا اس سلسلے میں غور فرماکر دیگر قلمکاروں کو موقع دیں اور شائع کریں۔

محسن جواد
مکان ۱۶-۶-۱۳۲، عثمان پورہ، حیدرآباد -۲۴

محترمی تسلیم ——— مزاج گرامی!
آواز کے آپ نے متفرق نمبر شائع کیے جو کافی مقبول ہوئے۔ میری رائے میں آواز کا مشاعرہ نمبر اور ڈرامہ نمبر ضرور شائع کریں انشاء اللہ یہ نمبر بہت مقبول ہوں گے۔
آپ آواز میں ادھر شمع فروزاں شائع نہیں کر رہے ہیں جس کی کمی شدت سے محسوس ہوتی ہے براہ کرم شمع فروزاں کو ضرور شامل اشاعت کریں۔ قارئین کے خطوط میں جو باتیں قابل جواب ہوتی ہیں براہ کرم ان کا جواب ضرور دیں۔

شاہد سلیم شمسی شاہد اکبر آبادی
۲/۷/۶ غالب پورہ کلاں، نائی منڈی، آگرہ (یوپی)

جناب مدیر اعلیٰ (رسالہ آواز)
آداب!
کئی ماہ کے بعد اس مرتبہ (یکم تا ۱۵ اکتوبر) آواز وقت مقررہ پر موصول ہوا جس کے لیے بحد شکریہ قبول کیجیے۔ رسالہ آواز بہت معیاری اور ہر طبقہ کے لیے ذوق و شوق کا سامان مہیا کرنے میں کامیاب ہے اور اس میں شائع ہونے والے مواد فطرت سے لیکر مادیت کی دنیا تک کو صاف و شفاف آئینے میں اُتار دیتا ہے۔ اور ہر انسان اپنا عکس دیکھ ضرور لیتا ہے چاہے کسی بھی روپ میں ہو۔ اچھائی اور برائی کا ہر پیمانہ مختلف تخلیقات میں جلوہ افروز نظر آتا ہے۔ یکم یا ۱۵ اکتوبر کا جریدہ بھی اسی طرح کے مضامین سے بھرپور تھا۔ "خواب اور شکستہ خواب" اس مضمون میں مادہ پرستی کی ایک شکل اسلحہ کی دوڑ پر جو لکھا ہے وہ بالکل صحیح ہے۔ انسانیت کو تباہ و برباد کرنے کی پوری ذمہ داری ان لوگوں پر عائد ہے جو انسان کو تباہ کرنے کے منصوبے بنا رہے ہیں۔ اور دنیا کی سرزمین پر ہی نہیں آسمان کی وسعتوں میں تاروں سے بھی جنگ کرنے کا خواب دیکھ رہے ہیں۔ ہم تو سمجھتے ہیں کہ آج کل ہر بات پر جتنا غور و فکر کیا جارہا ہے وہ بات اتنی ہی پریشان کن بنتی جاتی ہے۔ ساری دنیا کے ملک جدید ترین اسلحوں پر پابندی لگانے کی بات کر رہے ہیں مگر جہاں تہاں اسلحہ بن رہا ہے اس میں کوئی کمی نہیں آرہی ہے بلکہ بالفاظ دیگر ان لوگوں کی قوت سماعت، قوت بصارت اور قوت احساس اس قدر مفلوج ہو چکی ہے کہ ان کو اپنی ہی فکر نہیں ہے تو بھلا دوسروں کے استحکام و حیات کی جانب اپنی توجہ کیونکر مبذول کر سکتے ہیں۔
عبدالرحمٰن اختر صاحب کا مضمون" حسد کا مادہ انسان کی پستی کا سبب" بھی انسانیت کو للکار رہا ہے جس آدمی میں حسد کا مادہ ہوتا ہے وہ بھی اپنے گرد و پیش کو دیکھ کر اس لئے حسد کرتا ہے کیونکہ اس کو یہ معلوم نہیں ہوتا کہ اس کی پرواز کہاں تک ہے وہ اپنے کو پستی میں تصور کرتا ہے اور دوسرے انسانوں کی قوت پرواز پر رشک کرتے کرتے حاسد بن جاتا ہے۔ اس لیے حاسد کو اس کی قوت پرواز سے روشناس ضرور کروانا چاہیے۔ بیگم اختر کے فن اور شخصیت پر مضمون بہت پسند آیا۔ "مانگے کا سوٹ" مزاحیہ مضمون اس قدر دلچسپ تھا کہ طبیعت گارڈن گارڈن ہو گئی۔ افسانہ "بت شکن" کئی علامتوں کی جانب اشارے کر رہا تھا۔ تعمیر و تخریب پر اچھا اظہار خیال کیا تھا۔

غزلیات کا گوشہ عمدہ تھا جس میں پرویز انجم صاحب کی پوری غزل بہت پسند آئی اور فاروق شفق صاحب کا ایک شعر بہت خوب تھا ؎

جھلس گیا ہے کڑی دھوپ میں زمانے کی
دو چار چھینٹوں میں پتہ ہرا نہیں ہوتا

شمع فروزاں ہر شمارہ میں شامل کیا کیجیے اور آپ کی رائے میں بہت باریک چھپائی ہوتی ہے جس سے آنکھوں پر زور پڑ سکتا ہے۔

شاہانہ نسرین، روز تقی
دو محلہ روڈ، رام پور، یوپی۔ ۲۴۴۹۰۱

جناب ایڈیٹر صاحب

یہ پہلا اتفاق ہے کہ میں "آواز" کے لیے تبصرہ کر رہی ہوں۔ یوں تو "آواز" کا مطالعہ شروع کیے ہوئے تقریباً ۶ سال ہو گئے ہیں۔ میرے سامنے اس وقت ۱۶ تا ۳۰ ستمبر کا "آواز" ہے۔ اردو سروس سے اس بار غزلیں معیاری ہیں۔ واجدہ تبسم کا یہ شعر پسند آیا ؎

وہ جو آتے اے تبسم تو فضائیں جھوم جاتیں
میرے غنچۂ تمنا سر شام مسکراتے

"یوم عاشورہ" ڈاکٹر سید مومن رضا صاحب نے بہت ہی موثر اور خوبصورت انداز میں بیان کربلا کیا ہے۔ یہ پیغام سارے عالم کے لیے ایک تعمیری پیغام ثابت ہو سکتا ہے بشرطیکہ انسان حق اور باطل میں تمیز کرنا سیکھ جائے۔ ہم سب کو اس سے سبق حاصل کرنا چاہیے اور لاکھ مصیبتوں کے باوجود انسان کو سچائی اور حق سے پیچھے نہیں ہٹنا چاہیے۔ شخصیات شعر و ادب "ڈاکٹر سید محی الدین قادری زور" کے عنوان سے وقار خلیل صاحب نے معلوماتی مضمون دیا ہے۔ "طب میں ریسرچ کی اہمیت کیوں؟" کے عنوان سے تاج الدین صاحب نے کیا کہا یہ میرے پلے نہیں پڑی اس لیے کیا تبصرہ کروں۔ "اردو میں مرثیہ اور ہندوستانی رسم و رواج" کے توسط سے احمد رضا رضوی صاحب نے ہم قارئین کو بہت ہی معلوماتی مضمون دیا ہے جس کے لیے مبارک باد۔

"سنیما بینی کے سماجی اثرات" محمد اکرام الحق صاحب نے بہت ہی اہم باتوں کی طرف توجہ مبذول کرائی ہے میں ان کی باتوں سے بہت حد تک متفق ہوں۔ اور اس کے بُرے نتائج سے ہونے کی ضرورت ہے۔

"کھیل اور دماغی توازن" افتخار حسین رضوی کا مضمون مختصر لیکن ٹھیک ہے۔

فن طباعت کا ابتدائی دور کے ذریعے محمد ظہیر الدین اظہر صاحب نے میری معلومات میں اضافہ کیا ہے۔

"جوالا مکھی کیا ہے؟" محمد اسحاق صدیقی صاحب کا مضمون بھی معلومات میں اضافے کا سبب کہا جا سکتا ہے۔

"خاموشی کا درد" چندر بھان خیال کی تخلیق گہری فکر کا نتیجہ ہے اور ان کی کاوشوں کو نہ سراہنا ان کے ساتھ سراسر

"چادر" رفیعہ منظور الامین کا افسانہ اس شمارہ کی روح کہا جا سکتا ہے۔ ان کے افسانے کے دو کردار بے حد اہم اور بہت ہی خوبصورت شخصیت کے مالک ہیں لبنیٰ اور گاہک افسانے کی سادگی اور جذبات کے بارے میں جتنا بھی لکھا جائے کم ہے۔

"کوآ ابھی" شوکت حیات صاحب کی بہترین تخلیقوں میں سے ایک تخلیق کہا جا سکتا ہے۔

"باتوں باتوں میں" ڈاکٹر ریحان غنی صاحب کے افسانے میں ایک سبق ایک پیغام ایک سنا ئیں موجود ہے۔ اگر اسے اپنایا جائے۔

محمد احمد علوی صاحب کی غزل پسند آئی خاص کر یہ شعر ؎

آپ کا احسان اٹھانے سے مر جانا ہی ٹھیک ہے
آپ جیسے دوستوں کی ذہنیت معلوم ہے

قمر سنبھلی کی غزل پسند آئی مگر اتنی نہیں جتنی امید کی جا سکتی ہے ایسے شاعروں سے۔

انڈین گرین اسٹور یج انسٹی ٹیوٹ ہاپوڑ کے ڈائرکٹر سے گفتگو ایک معلوماتی گفتگو کہی جا سکتی ہے۔

تبسم پروین
نشیمن منزل۔ نیو کریم نگر۔ گیا۔

مکرمی، سلام مسنون!

"آواز" کا مطالعہ قریب چھ ماہ سے کر رہا ہوں۔ اس وقت یکم اکتوبر تا ۱۵ اکتوبر ۱۹۸۵ء کا شمارہ زیر مطالعہ ہے۔ آپ بلاشبہ مبارکباد کے مستحق ہیں۔ اتنی کم قیمت یعنی صرف ایک روپیہ میں، ادبی اور معلوماتی مضامین پر مشتمل رسالہ نکالنا بڑی بات ہے۔ فرصت تو نہیں ہے مگر پھر بھی وقت نکال کر اس کا مطالعہ کر رہا ہوں چونکہ یہ رسالہ ہمیں بے انتہا پسند ہے۔ اس لیے میں اس رسالے کا شدت سے انتظار کرتا رہتا ہوں۔

سرورق پر کلکتہ سے غزلیں تمام دل کی گہرائیوں کو چھو گئیں۔ ادریس صدر صاحب کی غزل قابل تعریف ہے اور یہ شعر بے حد پسند آئے ؎

دوستی توڑ کر ہوا معلوم ؛ زندگی کا مزہ نباہ میں تھا
اپنی پہچان کوئی کھیل نہیں ؛ سارا عالم مری نگاہ میں تھا

میری طرف سے ادریس صدر صاحب اور دیگر اصحاب کو مبارکباد۔

کیا ہی اچھا ہوتا کہ آپ نئے قلمکاروں جو ادھر ادھر بھٹک رہے ہیں کے مضامین آواز میں شائع کیے جاتے۔ امید ہے آپ اس طرف ضرور توجہ دیں گے۔

سید نیر اقبال
حکیم گنج، کیوں آر ایس کمپس ہرارے (مونگیر)

جناب محترمی

"آواز" کا مطالعہ برابر جاری ہے۔ اس جدید ترقی پذیر دور میں ہر ایک انسان نت نئی شے کی جستجو میں رہتا ہے۔ "آواز" میں کسی ایک ہی موضوع یا کسی ایک ہی سلسلے کے تحت مضامین شائع ہوتے رہیں عرصہ دراز تک ــــ تو قارئین کے ساتھ

ناانصافی ہوگی ــــ جس طرح ہر سال سب ہی ریڈیو اسٹیشن کے اسٹاف کچھ پروگراموں میں تبدیلیاں کرتے رہتے ہیں۔ اسی طرح اگر آپ "آواز" میں بھی ممکن تبدیلیاں کرتے رہیں گے تو سب ہی قارئین کو اپنے پسند کے مضامین ہی نہیں بلکہ نت نئے مضامین سے لطف اندوز ہونے اور معلومات وسیع کرنے کا موقع حاصل ہوتا رہے گا۔

سائنس کی نت نئی ایجادات کا مستقل موضوع اور باقی موضوعات میں تبدیلی وقتاً فوقتاً وقت کی اہم ضرورت پر مبنی ہے۔ چند موضوعات تحریر ہیں۔ جو دو دو ماہ کے وقفہ یا جیسا آپ اور آواز کے دیگر قارئین تجویز کریں شائع کرتے رہیں تو آواز کا نیا پن قائم رہے گا۔

(۱) فیچر مختلف موضوعات پر (۲) انٹرویو (۳) بچوں کے لیے مضامین (۴) یہ بستیاں ہماریاں (قصبہ و شہر کی تاریخی و تہذیبی اہمیت) (۵) غیر ملکی ادب (۶) سسپنس (۷) شکاریات (۸) آسیبیات (۹) حیوانیات (۱۰) غذائیات (۱۱) مزاحیہ، دلچسپ و عجیب واقعات (۱۲) فنکاروں اور موسیقی پر مضامین (۱۳) صنعت و حرفت وغیرہ۔

بہت سے موضوعات جو آواز میں باقاعدگی سے اکثر شائع ہوتے رہتے ہیں تذکرہ نہیں کرا ہے جیسے مذہبی، تنقید، کھیل، فلمی، معلوماتی، خواتین سے متعلق، شخصیات اور دیگر موضوعات۔ خوب سے خوب تر کے لیے نئے موضوعات کا ہونا بہت ضروری ہے۔

۱۶ ستمبر کے "آواز" میں کچھ نئے پروگرام ریڈیو اسٹیشنوں کے دیکھنے کو ملے۔ مگر آواز کے مضامین کم ہو گئے۔ "طب میں ریسرچ کی اہمیت کیوں؟" "فن طباعت کا ابتدائی دور" "جوالا مکھی کیا ہے؟" اچھے مضامین رہے۔

شہاب الرحمٰن خان
ستون سنگ، رام پور (یوپی)

مدیر محترم ــــ خلوص و عقیدت!!

"آواز" کا مطالعہ جاری ہے۔ اور یہ دیکھ کر مسرت کا احساس ہوتا ہے کہ اتنی ارزاں قیمت پر علم و ادب کی بھرپور خدمت کر رہا ہے۔

تازہ شمارہ (یکم سے ۱۵ ستمبر ۸۵ء) بھی پسند آیا ــــ منشاء الرحمٰن منشا، زیب غوری اور نور پیکر صاحبان کی غزلیں پسند آئیں۔ پروفیسر اے ایس واسوانی کا "شادی ایک مساوی شراکت داری" اور انصاری محمد اسحاق خضر کا "اردو شاعری میں کرشن کنہیا" اچھے مضامین ہیں۔ کہانیوں کا حصہ اس شمارے کی خاص پہچان ہے۔ شکیلہ اختر کی "اسٹیل والا" اور عظیم اقبال کی "گیلی ریت پر تیرا نام" اچھی کہانیاں ہیں۔ خاص طور پر فخر الدین عارفی کی کہانی "شکن" بے حد پسند آئی۔ کہانی کا آخری حصہ دل و دماغ پر گہرا اثر چھوڑتا ہے۔ میری طرف سے تمام فنکاروں کو مبارکباد پیش کریں۔

رحمان شاہی عالم گنج (دگھیرا) پٹنہ، ۸۰۰۰۰



"ایکلا چلو رے"
صحیح راستے پر
آپ کا عزم صمیم کے ساتھ
اکیلے ہی گامزن رہنا
آپ کا حوصلہ اور آپ کی رہنمائی
محروم اور مایوس لوگوں کے لئے
آپ کی فکر مندی
ہندوستان اور ہندوستانیت
کے لئے آپ کی محبت
ہر جگہ کے بنی نوع انسان کے لئے
آپ کی جدوجہد
اسے ہم آج اور ہر روز
یاد کرتے ہیں۔
ہم جانتے ہیں کہ آپ کو
یاد رکھنے کا صحیح طریقہ ہے
اپنے اتحاد کو قائم رکھنا
آپ کی شان کے شایان یادگار ہے
امن و آشتی بنائے رکھنا
davp 85/309

دور درشن کیندر لکھنؤ

ٹیکنیشین درکار ہے

ڈائریکٹر دور درشن کیندر لکھنؤ کو دور درشن کیندر لکھنؤ میں ٹیکنیشین کی اسامی پُر کرنے کے لیے شیڈول ٹرائب امیدواروں سے درخواستیں مطلوب ہیں۔ کام کی نوعیت، تنخواہ کا اسکیل، تعلیمی قابلیت اور عمر کی حدود درج ذیل ہیں۔ تقرری کے بعد امیدوار کو وہ تمام بھتے بھی دیئے جائیں گے جو قواعد کے تحت وقتاً فوقتاً دیئے جاتے ہیں۔ درخواستیں ڈائریکٹر دور درشن کیندر لکھنؤ، ۵ — میرابائی مارگ لکھنؤ ۲۲۶۰۰۱ کے پتے پر ۵ار دسمبر ۱۹۸۵ء تک پہنچ جانی چاہئیں۔

امیدوار کی عمر یکم جولائی ۱۹۸۶ء کو مقررہ حدود کے اندر ہونی چاہئے۔ بھرتی کے مجاز آفیسر شیڈول ٹرائب امیدواروں کو سول اسامیوں کے لیے مرکزی سرکار کی جانب سے جاری کردہ ہدایات کے تحت عمر کی حد میں رعایت دے سکتے ہے۔

تنخواہ کا اسکیل : ۳۳۰ — ۸ — ۳۷۰ — ۱۰ — ۴۰۰ — ای بی — ۱۰ — ۴۸۰ روپے۔

قابلیت :

(الف) میٹرک یا اس کے مساوی اور ریڈیو الیکٹرانکس میں آئی ٹی آئی سے دو سالہ ٹریڈ سرٹیفکیٹ یا الیکٹریشین سرٹیفکیٹ ساتھ میں سرٹیفکیٹ کے حصول کے بعد ایک سال کا عملی تجربہ۔

یا

(ب) بطور ایرکنڈیشنگ یا ریفریجریشن مکینک آئی ٹی آئی سے ایک سال کا سرٹیفکیٹ اور سرٹیفکیٹ حاصل کرنے کے بعد دو سال کا تجربہ

یا

(ج) کسی مسلّمہ ادارے سے بطور وائرمکینک ایک سال کا مہارت سرٹیفکیٹ یا ڈپلومہ بشرطیکہ امیدوار کے پاس درج ذیل میں سے کسی ایک کام کا کسی معیاری ورکشاپ میں دو سالہ تجربہ کے ساتھ الیکٹریکل لائسنس ہو۔
(۱) لیتھ ورک (۲) کارپینٹری (۳) الیکٹرک وائرنگ سولجرنگ (۴) فیٹنگ اینڈ فلمبنگ (۵) انٹرنل کمبشن انجن۔

عمر : ۱۸ اور ۲۵ سال کے درمیان۔ شیڈول ٹرائب امیدوار کے لیے ۵ سال کی رعایت سرکاری ملازمین کو ۳۵ سال کی عمر تک کی رعایت۔

۱۔ ضروری سمجھے جانے پر متعلقہ میدان میں تجربہ رکھنے والے شعباتی امیدواروں کو سرکار کی مرضی سے قابلیت کے معاملے میں رعایت دی جاسکتی ہے۔

۲۔ تقرر سے قبل یا بعد میں یہ انکشاف ہوا کہ امیدوار نے عمداً ضروری اطلاعات کو پوشیدہ رکھا ہے تو اس کا تقرر منسوخ کر دیا جائے گا۔

۳۔ نامکمل اور مقررہ تاریخ کے بعد موصول ہونے والی درخواستیں کسی بھی حالت میں قابل قبول نہ ہونگی۔

۴۔ کسی بھی قسم کے اثر و رسوخ کے استعمال کی کوشش امیدوار کی ناموزونیت ثابت ہوگی۔

۵۔ ہر طرح سے مکمل درخواستیں، ڈائریکٹر دور درشن کیندر لکھنؤ، ۵ — میرابائی مارگ لکھنؤ کے پتے پر ۵ار دسمبر تک پہنچ جانی چاہئیں۔

۶۔ اسامیوں کی تعداد : ایک (تعداد میں تبدیلی آنے کا امکان ہے)

مذکورہ بالا اسامی کے لیے عام ہدایات

۱۔ مذکورہ بالا اسامی کے مقامی امیدواروں کو انٹرویو کے لیے اپنے اخراجات پر پہنچنا ہوگا۔ باہر سے آنے والے امیدواروں کو ریلوے رسید / ٹکٹ پیش کرنے پر قواعد کے تحت دوسرے درجے کا ریل کرایہ دیا جائے گا۔

۲۔ سرکاری ملازمین اپنی درخواستیں اپنے دفتر کے توسط سے ارسال کریں اور ان کی درخواستیں مقررہ آخری تاریخ تک اس کیندر میں پہنچ جانی چاہئیں۔

۳۔ منتخب امیدوار کا تبادلہ آل انڈیا ریڈیو / دور درشن کے شمالی ہند کے کسی بھی کیندر پر کیا جاسکتا ہے۔

۴۔ سادہ کاغذ پر درخواست درج ذیل کے مطابق دیں اور پاسپورٹ سائز کا ایک فوٹو بھی چسپاں کریں :

دور درشن کیندر لکھنؤ میں بھرتی کے لیے

(۱) پورا نام (جلی حروف میں) (۲) تاریخ پیدائش (۳) یکم جولائی ۱۹۸۶ء کو عمر (تائیدی اسناد کے ساتھ)
(۴) باپ کا نام (۵) خط وکتابت کا پتہ (۶) مستقل پتہ (۷) کس اسامی کے لیے درخواست دی ہے
(۸) آیا امیدوار شعبہ جاتی امیدوار ہے؟ اگر ہاں تو اسامی کے زمرے اور کیندر کا نام لکھیں۔
(۹) تعلیمی اور پیشہ ورانہ اہلیت اور تجربہ وغیرہ (اسناد کی مصدقہ نقول منسلک کریں۔
(۱۰) شیڈول ٹرائب سرٹیفکیٹ کی فوٹو کاپی منسلک کریں۔
(۱۱) موجو " کی تفصیلات اور ساتھ میں اسناد کی مصدقہ نقول۔
(۱۲) زبانیں جو لکھنا، پڑھنا اور بولنا جانتے ہیں۔
(۱۳) اگر آپ کا شوانی / دور درشن یا وزارت اطلاعات ونشریات کے کسی شعبے میں کوئی رشتہ دار ملازم ہے تو اس کی تفصیل۔
(۱۴) آیا امیدوار جسمانی طور پر معذور ہے؟ اگر ہاں تو سرٹیفکیٹ کی مصدقہ نقل منسلک کریں۔
(۱۵) اور کوئی اطلاع جو آپ دینا چاہیں

۱۔ امیدوار کے دستخط
۲۔ پورا نام
تاریخ

5195

وودھ بھارتی

پیشکش: انوپ سیٹھی

ہوا محل رات ۱۵–۹

یکم دسمبر 'مفت کے صلاح کار'
تحریر: کے ایل یادو
پیش کش: پرکاش سکسینہ
۲ر دسمبر 'گھر میں دوکان': دلیپ سنگھ
پیش کش: دینا ناتھ
۳ر دسمبر 'لڑائی لڑائی معاف کرو'
از سوم ناتھ ناگر
پیش کش: سشیل بنرجی
۴ر دسمبر 'جب جاگے تب بھور'
(لوک ناٹیہ)
پیش کش: مینا کشی مشر
۵ر دسمبر 'تیسرا وردان': از ڈاکٹر
سوشیل نند وال
پیش کش: جنا شنکر شرما
۶ر دسمبر 'پیاسے پتھر' (حصہ اول)
از ایس. ایس گپتا
پیش کش و ہندی عکس
مختار احمد
۷ر دسمبر 'پیاسے پتھر' (حصہ دوم)
۸ر دسمبر 'شری راجگوپال اچاریہ پر خصوصی
پروگرام
پیش کش: انوپ سیٹھی
۹ر دسمبر 'شارتی کی واپسی'
از وینا شرما
پیش کش: جے دیو شرما کمل
۱۰ر دسمبر 'دورہ': کھنڈرشی بھٹناگر
پیش کش: وی. پی دکشت ٹیک
۱۱ر دسمبر 'وسمرامنیا بھارتی پر خصوصی پروگرام'
پیش کش: انوپ سیٹھی
۱۲ر دسمبر 'منشی الواری لال': نریش مشرا
پیش کش: ونود رستوگی
۱۳ر دسمبر 'دکھشمل': شری سید کرشنا
پیش کش: مینا کشی مشرا
اڈاپشن: کمل سکسینہ
۱۴ر دسمبر 'ہنسنا منع ہے'
تحریر و پیشکش: جی. پی ماتھر
۱۵ر دسمبر 'لیٹ لطیف سمیلن'

رس وہار: رات ۱۵–۸

۲ر دسمبر 'پسندگی۔ دولہا کی دلہن کی'
تحریر: منو بھائی ڈیسائی
ہندی عکس: ڈاکٹر رند میسہ
اپادھیائے
پیش کش: پی. وی ودیکر
۹ر دسمبر 'پیار کا ساگر'
پیشکش: وجے چودھری

ملن یامنی: رات ۱۵–۸

۷ر دسمبر 'اپنی اپنی الجھن'
از نور پرکاش
پیش کش: جی. پی ماتھر
۱۴ر دسمبر 'حادثہ': پردیپ چودھری
پیشکش: وشنودت جوشی

پٹارہ: رات ۱۵–۸

۳ر دسمبر 'توبہ میری توبہ': جھلکی
از جیت کوشک
پیش کش: انورادھا شرما
۱۰ر دسمبر 'ایک انار سو بیمار'
از ایم، اے لطیف
پیش کش: مختار احمد

چتر شالہ: رات ۱۰–۸

۲ر دسمبر 'ہماری ویش بھوشا'
کشمیر کے پہناوے
از شلیش مہادیو یا
۳ر دسمبر 'ڈاکٹر راجندر پرشاد'
از دامودر گھرے
۴ر دسمبر نیوی ڈے پر تقریر
۵ر دسمبر 'اربند وگھوش'

نیشنل پروگرام

استاد بندو خاں کا سارنگی وادن: ۷ر دسمبر رات ساڑھے نو بجے

استاد بندو خاں نے موسیقاروں کے خاندان میں جنم لیا تھا۔ ان کے والد استاد علی جان خاں اور سسر استاد ممّن خاں اپنے دور کے نامور موسیقار تھے۔ ان کے خاندان میں موسیقی کے فنکاروں کی پوری ایک کہکشاں ملتی ہے جس میں گائیک، بین کار، ستار نواز اور سرود نواز وغیرہ شامل ہیں۔ استاد بندو خاں نے گائیکی کو چھوڑ سارنگی کو اظہارِ فن کے لیے اس دور میں اپنایا جب سارنگی کو کمتر درجہ حاصل تھا اور اسے محض ناچنے والیوں کے ساتھ سنگت کا ایک ساز سمجھا جاتا تھا۔ اس طرح ہم کہہ سکتے ہیں کہ سارنگی کو نمایاں جائز مقام دلانے کا سہرا استاد بندو خاں کے سر ہے جنہوں نے دیگر ہندوستانی سازوں کے درمیان سارنگی کو بھی سولو ساز کا درجہ دلایا۔

استاد بندو خاں نے موسیقی کی تربیت اپنے والد استاد سانگی خاں کے علاوہ اپنے ماموؤں استاد سمّن خاں، استاد ممّن خاں، استاد عبدالغفور سارنگا خاں اور استاد کالے خاں سے حاصل کی۔ ۱۹۱۸ میں وہ اندور ریاست کے درباری موسیقار کے عہدے پر فائز ہوئے۔ انھوں نے موسیقی کی اہم محفلوں میں شرکت کی وہ آل انڈیا ریڈیو نئی دہلی کے ابتدائی دور میں ریڈیو سے بھی وابستہ رہے۔

استاد بندو خاں کی ریکارڈنگز کا انتخاب موسیقی کے نیشنل پروگرام میں ہفتہ ۷ر دسمبر کو رات ساڑھے نو بجے نشر کیا جائیگا۔

اس پروگرام کی ترتیب و پیشکش راجیش بہادر کی ہے جو مرحوم استاد کے شاگرد و ساتھی ہیں۔

منگل شب کی محفلِ موسیقی



سجان سالکر کا گائن

۳ر دسمبر رات دس بجے

سجان سالکر نے موسیقی کی ابتدائی تربیت اپنے دادا وشوناتھ اے سالکر، اپنے والد آتمارام وی سالکر اور سریش ہلڈانکر سے پائی ہے۔ ۱۹۶۴ سے آپ پر بھودیو سردار سے موسیقی کی باریکیوں کا علم حاصل کر رہے ہیں۔ موسیقی کے مقابلوں اور محفلوں میں انھیں متعدد انعامات سے نوازا جا چکا ہے۔ آج کل آپ آکاشوانی بمبئی سے منسلک ہیں۔

از جی. داس گپتا
۷ر دسمبر مزاحیہ تقریر
از شیام ویاس
۹ر دسمبر 'ہماری ویش بھوشا
گجرات کے پہناوے

۱۰ر دسمبر 'یوم حقوق انسانی پر تقریر'
از سدھارتھ بھاٹیہ
۱۱ر دسمبر کادیہ پاٹھ
وشوناتھ سچدیوا
۱۲ر دسمبر مزاحیہ تقریر: سوریہ بالا

اردو سروس

پہلی مجلس

میڈیم ویو : ۴۲۷٫۳ میٹر (۷۰۲ کلوہرٹز) ۲۸۰٫۱ میٹر (۱۰۷۱ کلوہرٹز)
شارٹ ویو : ۴۸٫۷۴ میٹر (۶۱۵۵ کلوہرٹز)

دوسری مجلس

میڈیم ویو : ۴۲۷٫۳ میٹر (۷۰۲ کلوہرٹز) ۲۸۰٫۱ میٹر (۱۰۷۱ کلوہرٹز)
شارٹ ویو : ۳۱٫۰۱ میٹر (۹۶۷۵ کلوہرٹز)

تیسری مجلس

میڈیم ویو : ۴۲۷٫۳ میٹر (۷۰۲ کلوہرٹز)
شارٹ ویو : ۱۹٫۰۵ میٹر (۳۲۹۵ کلوہرٹز)

اتوار یکم دسمبر

صبح

۶-۲۵ شہر صبا
مدھو رانی : غالب اور جگر کا کلام
ستیش بھوٹانی : صبا افغانی کا کلام
۷-۳۰ ساز سنگیت : دنیش کمار
بانسری پر راگ بیراگی

رات

۸-۳۰ حسن غزل
غالب اور شکیل کا کلام
۹-۳۰ گجربن کارے
بھیم سین جوشی : ٹھمری غارہ
۱۱-۳۰ بزم موسیقی
امرناتھ : خیال شیام بھوپ
دنیش کمار
بانسری پر راگ باگیشوری

پیر ۲ دسمبر

صبح

۶-۲۵ شہر صبا
انیتا تلواڑ : شکیل بدایونی
شمیم جے پوری اور جگر مرادآبادی کا کلام
افضل حسین نگینہ : فراق گورکھپوری کا کلام
۷-۳۰ ساز سنگیت
چت دیو برمن
اسراج پر راگ بھٹیار
۹-۲۲ کلاسیکی موسیقی
سلوچنا برہسپتی : گائن

رات

۸-۳۰ حسن غزل
افضل حسین نگینہ :
اصغر گونڈوی کا کلام
۹-۰۰ کلام شاعر از حکیم منظور
۱۰-۰۰ فیچر "جموں کشمیر"
مصنف : علی محمد لون
۱۱-۳۰ بزم موسیقی
سلوچنا برہسپتی : گائن
چت دیو برمن
اسراج پر راگ درباری

منگل ۳ دسمبر

صبح

۶-۲۵ شہر صبا
نسیم بانو : فانی، خمار بارہ بنکوی کا کلام
گھنشیام داس : غزلیں
۷-۳۰ ساز سنگیت
پنڈت دیو داس جوشی
وائلن پر راگ بیراگی
۹-۲۲ کلاسیکی موسیقی
للت . جے . راؤ
خیال کومل رشاب آساوری

رات

۸-۳۰ حسن غزل
گھنشیام داس : غزلیں
۱۱-۳۰ بزم موسیقی
للت . جے . راؤ
خیال راگیشوری
پنڈت دیو داس جوشی
وائلن پر راگ چندر کونس

بدھ ۴ دسمبر

صبح

۶-۲۵ شہر صبا
ششی لتا ورک : نیر آتمی کا کلام
سریندر کمار : عزیز وارثی
رام کرشن مضطر اور
خمار بارہ بنکوی کا کلام
۷-۳۰ ساز سنگیت
وشنو پرسنا اور ہمنوا
شہنائی پر راگ گجری توڑی
۹-۲۲ کلاسیکی موسیقی
غلام مصطفےٰ خاں : خیال وبھاس

دوپہر

۲-۳۰ بزم خواتین
افسانہ / گیت : کام کی باتیں
۳-۰۰ رنگا رنگ : 'اور پانسہ پلٹ گیا'
ڈرامہ نگار : سریندر کوشک

رات

۸-۳۰ حسن غزل
سریندر کمار : اثر اور جگر کا کلام
۹-۰۰ گجربن کارے
شرافت حسین خاں
ٹھمری کھماج
۱۰-۰۰ افسانہ از عصمت چغتائی (بمبئی)
۱۱-۳۰ بزم موسیقی
غلام مصطفےٰ خاں : خیال رنجنی
وشنو پرسنا اور ہمنوا
شہنائی پر راگ مدھیہ کونس اور دھن

جمعرات ۵ دسمبر

صبح

۶-۲۵ شہر صبا
ریتا گنگولی : جاں نثار اختر اور
امیر قزلباش کا کلام
نفیس احمد : فراق گورکھپوری
اور داغ کا کلام
۷-۳۰ ساز سنگیت
بل رام پاٹھک : ستار وادن
۹-۲۲ ہلکی کلاسیکی موسیقی
شتروگھن شکلا : ٹھمری
بھیروی : دادرہ بھیروی

رات

۸-۳۰ حسن غزل
ریتا گنگولی : ساحر لدھیانوی
غلام ربانی تاباں اور مظہر امام کا کلام
۱۰-۰۰ ادبی نشست
'آج کے ادب میں عصری شعور اور حسیات' : مباحثہ
شرکاء : بلراج کومل
پروفیسر گوپی چند نارنگ
ڈاکٹر عتیق اللہ، ڈاکٹر صادق
۱۱-۳۰ بزم موسیقی
مشتاق حسین خاں
خیال چندر کونس
بل رام پاٹھک
ستار وادن

جمعہ ۶ دسمبر

صبح

۵-۴۵ صبح گاہی : قوالی
محمود نظامی قوال اور ساتھی
۶-۲۵ شہر صبا
مبارک بیگم : اقبال اور
فیض احمد فیض کا کلام
امر کمار دیو : حسرت موہانی اور
شاہ حاتم کا کلام
۷-۳۰ ساز سنگیت
سنیل مکرجی : سرود وادن
۹-۳۲ آپکے خط آپ کے گیت

رات

۸-۳۰ حسن غزل
مبارک بیگم : شکیل اور
امیر مینائی کا کلام
امر کمار دیو : داغ کا کلام
۱۱-۳۰ بزم موسیقی
ملک ارجن منصور : خیال نند
سنیل مکرجی : سرود وادن

۱۲-۳۰ محمود نظامی قوال اور ہمنوا
قوالیاں

هفته ۷ر دسمبر

صبح

۶-۲۵ شہرِ صبا
انجلی بینرجی: جگر کا کلام
اقبال قریشی: شاذ تمکنت
داغ اور میر تقی میر کا کلام

۷-۳۰ سازِ سنگیت
شمس الدین ڈیلسائی فریدی
رودر وینا پر راگ بھیروی

۹-۲۲ ہلکی کلاسیکی موسیقی
گرجا دیوی: ٹھمری بھیروی
دادرہ بھیروی

دوپہر

۲-۳۰ بزمِ خواتین
"آزادی کی لڑائی میں خواتین کا حصہ": تقریر
غزل: خطوں کے جواب

رات

۸-۳۰ حسنِ غزل
انجلی بینرجی: فراق گورکھپوری
اور اقبال کا کلام

۱۱-۳۰ اور ۰۵-۱۲
بزمِ موسیقی
مالویکا کانن: خیال نایکی کانہڑہ
شمس الدین ڈیلسائی فریدی
رودر وینا پر راگ مالکونس

اتوار ۸ر دسمبر

صبح

۶-۲۵ شہرِ صبا
پروین سلطانہ: شکیل کا کلام
محمد ظفر: فراق گورکھپوری
مومن خاں مومن اور خمار
بارہ بنکوی کا کلام

۷-۳۰ سازِ سنگیت
شیو کمار شرما
سنطور پر راگ بھٹیار

رات

۸-۳۰ حسنِ غزل
محمد ظفر، جہاں نثار اختر اور
نذیر بنارسی کا کلام

۹-۳۰ گجرین کارے
بڑی موتی بائی
ٹھمری مشرا کھماج

۱۰-۰۰ ڈرامہ: "تصویر زندگی کی"
ڈرامہ نگار: نیتر آشی

۱۱-۳۰ بزمِ موسیقی
شرافت حسین خاں
خیال ایمن
شیو کمار شرما
سنطور پر راگ کوشک دھونی

پیر ۹ر دسمبر

صبح

۶-۲۵ شہرِ صبا
منیر خاتون بیگم: میر، غالب
اور شفق کا کلام
محمد کامل: داغ کا کلام

۷-۳۰ سازِ سنگیت
پرکاش وڈھیرہ
بانسری وادن

۹-۲۲ کلاسیکی موسیقی
بھیمنی بھٹا چاریہ
خیال بھٹیار

دوپہر

۲-۳۰ ڈرامہ: "تصویر زندگی کی"
ڈرامہ نگار: نیتر آشی

رات

۸-۳۰ حسنِ غزل
منیر خاتون بیگم
سراج لکھنوی اور شکیل بدایونی
کا کلام

۹-۰۰ کلام شاعر از کمال احمد صدیقی

۱۱-۳۰ بزمِ موسیقی
بھیمنتی بھٹا چاریہ
خیال چھایا نٹ
پرکاش وڈھیرہ: بانسری وادن

منگل ۱۰ر دسمبر

صبح

۶-۲۵ شہرِ صبا
میناکپور: غزلیں
اقبال احمد صدیقی: عمر انصاری
اختر شیرانی اور شفق سلونوی
کا کلام

۷-۳۰ سازِ سنگیت
وی سی رانا ڈے: وائلن پر
راگ ویلوگ ورالی

۹-۲۲ کلاسیکی موسیقی
راجن مشرا ساجن مشرا
خیال بھیرو

رات

۸-۳۰ حسنِ غزل
میناکپور: غزلیں

۱۱-۳۰ اور ۰۰-۱۲
بزمِ موسیقی
راجن مشرا ساجن مشرا
خیال جے جے ونتی
وی سی رانا ڈے
وائلن پر راگ جوگ

بدھ ۱۱ر دسمبر

صبح

۶-۲۵ شہرِ صبا
کرونا ابرول: آتش
اور ظفر کا کلام
ہلال احمد خاں: میر تقی میر
سودا اور غالب کا کلام

۷-۳۰ سازِ سنگیت
ستیش پرکاش قمر اور ہمنوا
شہنائی پر راگ بیراگی

۹-۲۲ کلاسیکی موسیقی
شیلا دھر: خیال بیراگی بھیرو

دوپہر

۲-۳۰ بزمِ خواتین
تقریر: "سنگھار کی ضرورت"
گیت: دسترخوان

رات

۸-۳۰ حسنِ غزل
کرونا ابرول: عرش ملسیانی
اور ساغر نظامی کا کلام

۹-۳۰ گجرین کارے
بانو خاں: ٹھمری کھماج

۱۱-۳۰ بزمِ موسیقی
شیلا دھر: خیال شاہانہ
ستیش پرکاش قمر اور ہمنوا
شہنائی پر راگ باگیشوری

جمعرات ۱۲ر دسمبر

صبح

۷-۳۰ سازِ سنگیت
شرمستا سین: ستار وادن

۹-۲۲ ہلکی کلاسیکی موسیقی
مہادیو پرساد مشرا: ٹھمری بھیروی
دادرہ بھیروی

۱۰-۰۰ آئینہ (ادبی میگزین)
"ذکر اس پری وش کا"
(اردو شاعری شہر دلی)
ایڈیٹر: معین اعجاز

۱۱-۳۰ اور ۰۵-۱۲
بزمِ موسیقی
رنبک لال انند بھیرو
خیال کوشک دھونی
شرمستا سین: ستار وادن

جمعہ ۱۳ر دسمبر

صبح

۶-۲۵ شہرِ صبا
بیلا ساور: غالب اور مجاز
کا کلام
بلونت بنسل: داغ اور
نوح ناروی کا کلام

۷-۳۰ سازِ سنگیت
استاد علاؤ الدین خاں
سرود پر راگ کومل رکھاب
اساوری

رات

۸-۳۰ حسنِ غزل
بلونت بنسل: مجاز اور
فیض احمد فیض کا کلام

۱۱-۳۰ بزمِ موسیقی
استاد علاؤ الدین خاں
سرود وادن

۱۲-۳۰ قوالیاں
امام احمد قوال اور ہمنوا

هفته ۱۴ر دسمبر

صبح

۶-۲۵ شہرِ صبا
مینو پرشوتم: فراق گورکھپوری
اور درد کا کلام

بشیر احمد : آتش اور میر
کا کلام
۷–۳۰ ساز سنگیت
استاد شکور خاں
سارنگی پر راگ رام کلی
۹–۳۲ ہلکی کلاسیکی موسیقی
پرو تما بوس: ٹھمری بھیروی
دادرہ بھیری
سرسوتی رانی : ٹھمری بھیروی

دوپہر
۲–۳۰ بزم خواتین
'دکھاوا' : تقریر
غزل : خطوں کے جواب

رات
۸–۳۰ حسن غزل
بشیر احمد : اختر شیرانی اور
مومن کا کلام
۱۱–۳۰ بزم موسیقی
استاد شکور خاں
سارنگی پر راگ مارُو بیہاگ

اتوار ۱۵ دسمبر

صبح
۶–۲۵ شہر صبا
بیگم اختر: سدرشن کمار فاخر
اور جگر کا کلام
۷–۳۰ ساز سنگیت
پرکاش این سکینہ
بانسری پر راگ دیوگری بلاول

دوپہر
۲–۳۰ "گیتوں بھری کہانی" تحریر
ظہیر کیفی امروہوی

رات
۸–۳۰ حسن غزل
فنکارہ : بیگم اختر اور
آنند نرائن ملا کا کلام
۹–۲۰ گجر بن کارے
پدماوتی گوکھلے: ٹھمری کافی
۱۰–۰۰ ڈرامہ: "شہنشاہ اکبر"
مصنف ویشن کش، شیلا بھاٹیہ
۱۱–۳۰ بزم موسیقی
پرکاش این سکینہ
بانسری پر راگ مدھوکونس

دھلی

میڈیم ویو
دہلی الف ۳۶۶٫۳ میٹر ۸۱۹ کلوہرٹز
دہلی ب ۴۵۰٫۵ میٹر ۶۶۶ کلوہرٹز
دہلی ج ۲۱۹٫۳ میٹر ۱۳۶۸ کلوہرٹز
دہلی د ۲۹۴٫۹ میٹر ۱۰۱۷ کلوہرٹز

شارٹ ویو
صبح ۸–۰۰ تک ۸۹٫۱۵ میٹر ۳۳۶۵ کلوہرٹز
صبح ۸–۱۵ کے بعد ۴۸٫۴۷ میٹر ۶۱۹۰ کلوہرٹز
دوپہر ۴۸٫۴۷ میٹر ۶۱۹۰ کلوہرٹز
شام ۵–۴۵ تک ۴۸٫۴۷ میٹر ۶۱۹۰ کلوہرٹز
شام ۰۰–۶ سے رات تک ۸۹٫۱۵ میٹر ۳۳۶۵ کلوہرٹز

خبریں

دھلی الف

ہندی / انگریزی : صبح ۶–۰۰ (عالمی)
ہندی : صبح ۸–۰۰، ۱۱–۰۰، دوپہر ۱–۰۵، ۱–۱۰، ۲، شام ۶–۰۵، رات ۸–۴۵
اور رات ۱۱–۰۵۔ سنسکرت : صبح ۷–۰۰، شام ۶–۱۰
اردو : صبح ۸–۵۰ دوپہر ۱–۵۰ اردو مع تبصرہ: رات ۹–۱۶
انگریزی: دوپہر ۱۲–۰۰ پنجابی : دوپہر ۱–۴۰، راجیوں سے سماچار، شام ۵–۰۰
روزگار سماچار: شام ۷–۵۰ پرادیشک سماچار : شام ۷–۵۰

دھلی بی

انگریزی: صبح ۸–۰۱، ۱۰–۰۰، دوپہر ۱–۰۰، سہ پہر ۴–۰۰، شام ۶–۰۰، رات ۹–۰۰ اور
رات ۱۱–۰۰، پنجابی : صبح ۸–۳۰، شام ۷–۳۰، تجارتی (صرف بدھ) ۷–۴۰

اتوار یکم دسمبر

دہلی الف
صبح
۸–۱۰ اور رات ۹–۰۰
منی پرساد : گائن
۱۰–۰۰ ستیہ دیو پوار : وائلن

دوپہر
۱۲–۱۵ 'چراغ روشن چراغ گم' جھلکی
تحریر: دلیپ سنگھ
۲–۳۰ پرتی شودھ : ناٹک
تحریر: ڈاکٹر رام کمار ورما

دہلی ب
صبح
۷–۳۰ گلمپسز آف ورلڈ ہسٹری کے ہندی
عکس کا نشریہ : تحریر پنڈت
جواہر لال نہرو (روزانہ)
۱۰–۰۵ کلیڈیواسکوپ

دوپہر
۲–۳۰ منی پرساد : گائن

پیر ۲ دسمبر

دہلی الف
صبح
۶–۴۵ 'سینتھٹک ہارمونز' تقریر
ڈاکٹر اجیال گرگ
۸–۱۰ اور رات ۹–۰۰
پرکاش وڈھیرا : بانسری
۱۰–۰۵ اور شام ۵–۴۰
مجاہد حسین خاں : ستار
۱۱–۳۰ زرین دارو والا : سرود

دوپہر
۱۲–۰۵ تیلگو لوک گیت
۱۲–۳۰ 'کوئل کے بچے' : ناٹک
تحریر: شری کانت گوبند

رات
۱۰–۰۰ شنو کھورانہ : گائن

دہلی ب
صبح
۷–۳۲ گریجا دیوی: ٹھمری اور دادرا
۸–۰۰ سندھی گیت
۹–۲۰ بھوجپوری لوک گیت

دوپہر
۳–۰۰ پرکاش وڈھیرا : بانسری

رات
۳–۰۰ راجندر پرشاد اینڈ دی کانسٹیٹیوشن
اسمبلی : تقریر

منگل ۳ دسمبر

دہلی الف
صبح
۸–۱۰ اور ۱۱–۳۰
لکشمن داس سندھو
ٹھمری دادرا
۱۱–۰۵ اور رات ۹–۰۰
آر۔ کے۔ ادلیسرا : ستار

دوپہر
۱۲–۰۵ آسامی لوک گیت

شام
۵–۰۵ وگیان سماچار
سبھاشنی پانیوال

رات
۹–۳۰ ناٹک۔ نہ دوہرانے قابل کہانی
تحریر: رام سرن شرما
۱۰–۰۰ سوریج مالکر : گائن

دہلی ب
صبح
۷–۳۰ پنڈت جسراج : گائن
۸–۰۰ بنگلہ گیت
۹–۲۰ ہماچل لوک گیت

دوپہر
۳–۳۰ لکشمن داس سندھو
ٹھمری۔ دادرا

بدھ ۴ دسمبر

دہلی الف
صبح
۶–۴۵ سائل لیس کلچر آف پلانٹس
تقریر از پروفیسر ایس۔ سی۔ گپتا
۸–۱۰ ۱۱–۳۰ اور رات ۹–۰۰
اتیندر کمار موئترا : سرود
۱۱–۰۵ اور شام ۵–۴۰
رام اوتار : گائن
۱۲–۳۰ 'باجرہ' تقریر
از ڈاکٹر للتا سہگل

رات

۸-۱۵ پرندوں پر ایک فیچر
تحریر: بی بی سی۔ کمر بندہ
پیش کش: زیڈ اے زیدی

۱۰-۰۰ سنگیت سبھا: روما رانی بھٹاچاریہ

دہلی ب
صبح

۷-۳۰ سنگیت سوربھی
پروین سلطانہ: گائن

۸-۰۰ گجراتی گیت

۹-۲۰ ہریانوی لوک گیت

جمعرات ۵ر دسمبر

دہلی الف
صبح

۸-۱۰ ۳۰-۱۱ اور رات ۰۰-۹
دیپالی ناگ: گائن

۱۱-۰۵ سوگتا گھوش: وائلن

دوپہر

۱۲-۰۵ بنگلہ لوک گیت

۱۲-۳۰ 'کچھ ایبوگی اوشکار': تقریر
ایس۔ ایس۔ جین

دہلی ب
صبح

۷-۲۲ سنگیت سوربھی
علی اکبر خاں: سرود

۸-۰۰ مراٹھی گیت

۹-۲۰ برج لوک گیت

رات

۹-۳۰ اروند گھوش کی پوئٹری سے
سلسلہ وار نشریہ

جمعہ ۶ر دسمبر

دہلی الف
صبح

۶-۴۵ 'ستارہ وار': تقریر
از ڈاکٹر سی۔ ایل۔ بھرگ

۸-۱۰ ۳۰-۱۱ اور رات ۰۰-۹
راجندر پرسنا: بانسری

۱۱-۰۵ اور شام ۳۰-۵
دیپک کمار چیٹرجی: گائن

دوپہر

۱۲-۱۵ مراٹھی لوک گیت

رات

۹-۳۰ 'کلوزنگ': ناٹک
تحریر: رمیش دت شرما

دہلی ب
صبح

۷-۳۰ نعیم سین جوشی: گائن

۸-۰۰ تامل گیت

۹-۲۰ راجستھانی لوک گیت

ہفتہ ۷ر دسمبر

دہلی الف
صبح

۸-۱۰ شام ۴۰-۵ اور رات ۰۰-۹
سرفراز حسین خاں: گائن

۱۱-۰۵ ابھیک کمار سرکار: سرود

۱۱-۳۰ امرت حسین خاں: گائن

دوپہر

۱۲-۰۵ گجراتی لوک گیت

رات

۹-۳۰ استاد بندو خاں: سارنگی

دہلی ب
صبح

۷-۳۰ برج بھوشن کابرا: گٹار

۸-۰۰ ملیالم گیت

۹-۲۰ کشمیری لوک گیت

دوپہر

۳-۳۰ ابھیک کمار سرکار: سرود

اتوار ۸ر دسمبر

دہلی الف
صبح

۸-۱۰ اور رات ۰۰-۹
پارتھا داس: ستار

۱۰-۰۰ آشرن رائے چودھری: گائن

دوپہر

۱۲-۱۵ 'پروسیجر' جھلکی
تحریر: وریندر سنگھ بیدی

۲-۳۰ کلوزنگ: ناٹک
تحریر: رمیش دت شرما

دہلی ب
صبح

۸-۰۰ اڑیہ گیت

دوپہر

۳-۳۰ پارتھا داس: ستار

شام

۶-۴۵ اور رات ۴۳-۸
ترلوک کپور
گیت۔ بھجن۔ غزلیں

پیر ۹ر دسمبر

دہلی الف
صبح

۶-۴۵ 'فاروليٹ لینڈ'
تقریر: اے۔ کے۔ دھبہ

۸-۱۰ شام ۴۰-۵ اور رات ۰۰-۹
شفیع احمد: گائن

۱۱-۰۵ کنچن ورما: سرود

۱۱-۳۰ مالتی گیلانی: گائن

دوپہر

۱۲-۰۵ تامل لوک گیت

۱۲-۳۰ 'نہ دہرانے قابل کہانی': ناٹک
تحریر: رام شرن شرما

رات

۱۰-۰۰ پرکاش این سکینہ: بانسری

دہلی ب
صبح

۷-۲۲ پرکاش این سکینہ: بانسری

۸-۰۰ سندھی گیت

۹-۲۰ اودھی لوک گیت

دوپہر

۳-۳ کنچن ورما: سرود

شام

۶-۴۵ اور رات ۴۳-۸
دینا ناتھ: گیت۔ بھجن
غزلیں

منگل ۱۰ر دسمبر

دہلی الف
صبح

۸-۱۰ بھوپندر سیتل: گائن

۱۱-۰۵ بھگوان داس شرما
سنطور

۱۱-۳۰ جگدیش موہن: جلترنگ

۱۱-۴۵ رادھے شیام: طبلہ

دوپہر

۱۲-۱۵ اڑیہ لوک گیت

شام

۵-۰۵ مہان وگیانک
ڈاکٹر چندر شیکھر وینکٹارمن
تقریر: اوما گپتا

رات

۹-۳۰ 'وودمبانہ': ناٹک: او۔ہنری
کی کہانی سے ماخوذ: ریڈیو نکس
مدن شرما

۱۰-۰۰ رویندر دیو: ستار

دہلی ب
صبح

۷-۳۰ سنگیت سوربھی
جگدیش موہن: جلترنگ

۸-۰۰ بنگلہ گیت

۹-۲۰ ہماچلی لوک گیت

دوپہر

۳-۳۰ بھگوان داس شرما: سنطور

شام

۶-۴۵ اور رات ۴۵-۸
کاجل بنرجی
گیت، بھجن اور غزلیں

بدھ ۱۱ر دسمبر

دہلی الف
صبح

۸-۱۰ اور شام ۴۰-۵
چندن رائے: سرود

۱۱-۰۵ اقبال احمد خاں: گائن

۱۱-۳۰ راجیش سہگل: ستار

دوپہر

۱۲-۰۵ لوک بھارتی
ملیالم لوک گیت

۱۲-۳۰ جگنو: تحریر از ڈاکٹر اقبال ملک

رات

۸-۱۵ 'اسپورٹس میڈیسن': انٹرویو
کے۔ ڈی۔ ٹھاپڑے
انٹرویو: ڈاکٹر جواہر لال جین

۱۰-۰۰ حفیظ احمد خاں: گائن

دہلی ب
صبح

۷-۳۰ اقبال احمد خاں: گائن

۸-۰۰ گجراتی گیت

۹-۲۰ چھتیس گڑھی لوک گیت

شام

۶-۴۵ اور رات ۴۳-۸
گھنشیام داس
گیت اور غزلیں

جمعرات ۱۲ر دسمبر

دہلی الف
صبح

(آگے ص ۱۴ پر)

لکھنؤ

میڈیم ویو : لکھنؤ 'الف' اور 'ج'
لکھنؤ 'الف' ۲۰۱ء۴۰ میٹر ۷۴۷ کلوہرٹز
لکھنؤ 'ج' ۲۳۴ء۷ میٹر ۱۲۷۸ کلوہرٹز

شارٹ ویو : لکھنؤ 'ب'
صبح ۷-۴۵ تک ۹۳ء۶۰ میٹر ۳۲۰۵ کلوہرٹز
۸-۰۰ بجے کے بعد ۴۸ء۴۳ میٹر ۶۱۷۰ کلوہرٹز
دوپہر ۴۱ء۳۸ میٹر ۷۲۵۰ کلوہرٹز
شام اور رات ۹۳ء۶۰ میٹر ۳۲۰۵ کلوہرٹز

اتوار یکم دسمبر

صبح
۹-۱۵ مانک ورما : ٹھمری
دوپہر
۱-۱۰ 'مجبوری' : جھلکی
از ہردیال واستو
شام
۴-۳۰ رئیس خاں : ستار وادن
۹-۳۰ ایش پال کے ناول "۱۲ گھنٹے" کا ڈرامائی عکس
گنگا پرساد مشر

پیر ۲ دسمبر

صبح
۹-۱۵ شام ۴-۳۰ اور شب ۱۰-۳۰
جی این گوسوامی
وائلن وادن

منگل ۳ دسمبر

صبح
۹-۱۵ فیاض احمد، نیاز احمد
یگل گان
شب
۱۰-۰۰ منگل شب کی محفل موسیقی

بدھ ۴ دسمبر

صبح
۹-۱۵ اور شام ۴-۳۰
معسود حسین : کلارینٹ وادن
شب
۱۰-۰۰ "نیٹر کی اور" : ناٹک
تحریر : اندو ماتھر
پیش کش : جے دیو شرما کمل

جمعرات ۵ دسمبر

صبح
۹-۱۵ اور شب ۱۰-۳۰
امت مکھرجی : گائن

جمعہ ۶ دسمبر

صبح
۹-۱۵ اور شب ۱۰-۳۰
یکیش بہاری شرما
سرود وادن
شب
۹-۳۰ آپ کی پسند : فلم سنگیت

ہفتہ ۷ دسمبر

صبح
۹-۱۵ شوبھا گرٹو : ٹھمری
شب
۸-۰۰ یاترا کتھا

اتوار ۸ دسمبر

صبح
۹-۱۵ ایس پنڈھارکر : گائن
دوپہر
۱-۱۰ ٹینڈر کا چکر : جھلکی
تحریر : راجیشور ناتھ مدھوکر
شام
۴-۳۰ وی، جی جوگ : وائلن وادن
شب
۱۰-۰۰ یوواسور : نوجوانوں کا سگم سنگیت پروگرام
۱۰-۳۰ بسنت راؤ دیش پانڈے : خیال

پیر ۹ دسمبر

صبح
۹-۱۵ شام ۴-۳۰ اور شب ۱۰-۳۰
سریندر شنکر اوستھی : خیال
شام
۷-۴۵ پریوار کلیان پرشنوتری

منگل ۱۰ دسمبر

صبح
۹-۱۵ شیو کمار شرما : سنتور وادن
شام
۴-۳۰ پرادیشک سنگیت
شب
۱۰-۰۰ منگل شب کی محفل موسیقی

بدھ ۱۱ دسمبر

صبح
۹-۱۵ شام ۴-۳۰ اور شب ۱۰-۳۰
دھرم ناتھ مشر : ٹھمری
شب
۱۰-۰۰ ماٹی کی گندھ : فیچر

جمعرات ۱۲ دسمبر

صبح
۹-۱۵ اور رات ۱۰-۳۰
گوپال چندر نندی
وائلن وادن

شام
۷-۴۵ گیت منجری

جمعہ ۱۳ دسمبر

صبح
۹-۱۵ اور شب ۱۰-۳۰
کرشن کمار کپور : خیال
شب
۹-۳۰ آپ کی پسند : فلم سنگیت

ہفتہ ۱۴ دسمبر

صبح
۹-۱۰ چتر لال : طبلہ سولو
شام
۷-۳۰ وگیان جگت
شب
۸-۰۰ کاویہ پاٹھ

اتوار ۱۵ دسمبر

صبح
۹-۱۵ مالویکا کانن : خیال
دوپہر
۱-۱۰ 'پتی پینگر اتے نہ' : جھلکی
تحریر : راجیش بھدوریا
شام
۴-۳۰ سریتا دیوی : ٹھمری
شب
۹-۳۰ 'گنگا' : فیچر
پیش کش : ستیش گرودر

بقیہ :- بھوپال

جمعرات ۱۲ دسمبر

صبح
۸-۲۰ اور دوپہر ۲-۰۰
سمن مترا : سگم سنگیت
۸-۰۱ اور رات ۱۰-۰۰
دیا شنکر اور ساتھی : شہنائی
رات
۱۰-۲۰ کمار گندھرو : خیال ہمیر

جمعہ ۱۳ دسمبر

صبح
۷-۱۰ 'ادوھوگک وکاس اور
منوی سندھو ھرد بد' : پرچرچا
رات
۹-۳۰ مشاعرہ
۱۰-۲۰ پنالال گھوش : بانسری وادن

ہفتہ ۱۴ دسمبر

دوپہر
۲-۰۰ رام یندر مالوی
سگم سنگیت

اتوار ۱۵ دسمبر

دوپہر
۲-۰۰ ٹی، پی، چیٹرجی : سگم سنگیت
رات
۸-۳۰ وکاس یاترا کھادانن دیوستھا
کا سندھرد بد : ہندی تقریر

نجیب آباد

۳۱۴ء۴ میٹر ۹۵۴ کلو ہرٹز

اتوار یکم دسمبر

صبح

۷-۳ گلدستہ : کویتا
یجونت سنگھ تیاگی

دوپہر

۱-۱ مالویکا کانن : ملتانی دھن

شام

۵-۰۵ یووا منچ : کوی گوشٹھی
شرکاء : اشوک کمار تیاگی
پردیپ کمار کوشک، سمن تیاگی
نوشاد عالم اور کسم لتا

۸-۰۰ 'پراکرتی کے سامنے نئی چنوتیاں'
ہندی تقریر از دویش ٹھاکر

۹-۱۶ کملا شاستری : غزلیں

پیر ۲ دسمبر

صبح

۸-۲۰ ستیش چندر سریواستو
ستار پر بھیرو

دوپہر

۱۲-۳۰ ایس.بی. شرما : بھجن اور
حویلی سنگیت

۱۲-۴۵ سواستھ چرچا
'ادھک سنتان اور مہیلاؤں
کا سواستھ'
تقریر از ڈاکٹر سرلا اگروال

۱-۱۰ لطافت حسین خاں
پٹ دیپ

منگل ۳ دسمبر

صبح

۸-۳۰ رسک لال اندھیریا : بھٹیار

دوپہر

۱-۱۰ واسودیو دیشپانڈے
برندابنی سارنگ

شام

۵-۰۵ راشٹریہ نرمان کی بادھا و کرت

یووا مانسکتا : پریچرچا
شرکاء : اودھیش کمار
راکیش اگروال، ونیتا ڈھینگرہ
رودہت پترکار، سنچالن اور
این.پی. بولالی

بدھ ۴ دسمبر

صبح

۷-۳۰ 'انیادکوں کی پرتی یوگتا اور اپ
بھوگتاؤں کی ذمہ داری'
تقریر از ڈاکٹر نارائن مہیشوری

۸-۳۰ پرکاش وڈھیرہ
بانسری پر بیراگی

شام

۵-۰۵ یووا وانی
پترا تر : سنگیت سریتا
پنجابی لوک گیت

۱۰-۰۵ ہندی پتریکا
کہانی : از مدھو مہندر راہی
کاویہ پاٹھ :
جے پرکاش بھارددواج
'اگلے دشک کی ہندی کہانی کے
سامنے مدّے'
از ڈاکٹر بٹر وہی

جمعرات ۵ دسمبر

صبح

۸-۳۰ فیاض خاں اور حبیب علی خاں
راگ جونپوری

دوپہر

۱۲-۴۵ لتا منگیشکر : گیت
۱-۱۰ برکت علی خاں : ٹھمری

جمعہ ۶ دسمبر

صبح

۶-۳۰ وچار ولی : ڈاکٹر امبیڈکر کے
وچار

۷-۳۰ کتھا کنج : ڈاکٹر اختر علی
۸-۳۰ جی.آر. بہرے بوا
خیال للت

دوپہر

۱-۱۰ شیام گوپی رائے چودھری
سرود پر مدھونتی

شام

۵-۰۵ یووا وانی
'آج کا ادھیاپک کتنا ادھیاپک'
تقریر از مکیش شرما
'تاروں کا رہسیہ میہ سنسار'
تقریر از شیام لتا

۷-۴۵ 'بھارتیہ سموی دھان کے
نرماتا : ڈاکٹر امبیڈکر'
از اوما کالا

ہفتہ ۷ دسمبر

صبح

۸-۳۰ علی اکبر خاں : سرود
کیلاش نیوار : ستار

دوپہر

۱-۱۰ بھیم سین جوشی : گوڑ سارنگ

اتوار ۸ دسمبر

صبح

۷-۳۰ گلدستہ
کمار ل پنت

دوپہر

۱-۱۰ صابر حسین خاں : طبلہ

شام

۵-۰۵ ریڈیو پتریکا
'آکاش گنگا' : کہانی
از راجکماری پریورتن
کاویہ پاٹھ
از انل دھماکہ نگینوی
پردڑہ شکشا کی اپادیتا
یوواؤں کی بھومیکا : تقریر
سمیرن سنگھ راوت

۸-۰۰ 'راشٹریہ چنتن کا سروپ
پوروا تر ایشیا میں' تقریر
واجپیئی عیر دلا

۹-۱۶ ملکہ پکھراج : غزلیں

پیر ۹ دسمبر

صبح

۸-۳۰ دامودر لال کابرہ
سرود پر الہیا بلاول

دوپہر

۱۲-۳۰ ایم. ایس. سبا لکشمی
ونکٹیشور پنچ رتنم : بھجن

۱-۱۰ سشیم کمار ملک
سرود پر سارنگ

منگل ۱۰ دسمبر

صبح

۸-۳۰ شردتی سڈواکر : گجری توڑی

دوپہر

۱-۱۰ نزاکت علی، سلامت علی
گا دتی ٹھمری

شام

۵-۰۵ 'وبھن دیو سواؤں میں لگے یووا'
انٹرویوز پر مبنی پروگرام
ترتیب : انوپ مشر

۷-۴۵ 'مانوا دھیکار دوس'
از پتامبر دیورالی

بدھ ۱۱ دسمبر

صبح

۶-۳۰ سبرامنیم بھارتی کے وچار
۷-۳۰ 'ہندی میں راشٹریہ کویتا'
تقریر از حقہ بجنوری

۸-۳۰ دبیر خاں : بین پر اہیر للت

شام

۵-۰۵ 'پترا تر' : سنگیت سریتا
غزل : از شریف احمد خاں داغ
نہٹوری

جمعرات ۱۲ دسمبر

صبح

۸-۳۰ بہادر خاں
سارنگی پر میاں کی توڑی

دوپہر

۱-۱۰ چندن رائے
سرود پر برندابنی سارنگ

جمعہ ۱۳ دسمبر

صبح

۶-۳۰ باپو کے وچار
۷-۳۰ کتھا کنج : بھیشم لکھریتی

(آگے ص ۳۸ پر)

رامپور

۳۳۶٫۲۷ میٹر ۸۹۱ کلوہرٹز

خبریں

ہندی/انگریزی: صبح ۰۰-۶ (عالمی)
ہندی: صبح ۰۰-۸، دوپہر ۰۵-۱، ۱۰-۲ شام ۰۵-۶ اور رات ۴۵-۸
انگریزی: صبح ۱۰-۸، دوپہر ۰۰-۲ اور رات ۰۰-۹
اردو: صبح ۰۵-۸ اور رات ۱۵-۹ ساچار تپر: صبح ۰۰-۹
ضلع کی چٹھی: صبح ۰۵-۹ پرادیشک: شام ۲۰-۷

اتوار یکم دسمبر
صبح
۳۰-۷ آج اتوار ہے
رات
۰۰-۸ شعری نشست
عاصم کاشی پوری، اشہر مرادآبادی
خیال رامپوری ساجد امروہوی
اقبال ادیب، راہی شیر کوٹی
شکور امروہوی، اظہر نعمانی
۳۰-۹ بہادر علی اور ساتھی
چہار بیت

پیر ۲ر دسمبر
صبح
۳۰-۷ ایم۔آر۔گوتم: گائن
دوپہر
۴۰-۱ پنڈت جسراج: گائن
شام
۰۰-۸ طلعت محمود: سگم سنگیت

منگل ۳ر دسمبر
صبح
۵۰-۷ محمد رفیع: گیت
دوپہر
۴۰-۱ احمد رضا خاں: وچتر وینا

بدھ ۴ر دسمبر
صبح
۴۵-۷ درپن: سندیش گیتا بھلی
پیش کش: چندر موہن سکینہ
رات
۰۰-۸ وانی جے رام: غزلیں

جمعرات ۵ر دسمبر
صبح
۳۰-۸ "آہنگ": اردو پروگرام
مزاحیہ شعری نشست
ضمیر بریلوی، ساحر عثمانی
لیئق احمد، ماموں امروہوی
دلکش مرادآبادی، بالم نظامی
رات
۰۰-۸ مکیش: سگم سنگیت

جمعہ ۶ر دسمبر
صبح
۵۰-۷ پنکج ملک: سگم سنگیت
۳۰-۸ نوجوانوں کا بین الاقوامی سال
ایک تجزیہ: اختر علی خاں
محمد اعظم خاں، عصمت الونو
دوپہر
۴۰-۱ استاد فیاض خاں: گائن
شام
۰۰-۸ شیلندر سنگھ: سگم سنگیت

ہفتہ ۷ر دسمبر
صبح
۵۰-۷ ہری پرساد چورسیہ
بانسری وادن
رات
۰۰-۸ نریش واڈیکر: سگم سنگیت

اتوار ۸ر دسمبر
رات
۰۰-۸ جھلکی: تحریر: الیس فضیلت
پیش کش: محمد علی موج
۳۰-۹ معظم حسین خاں اور ساتھی
چہار بیت

پیر ۹ر دسمبر
صبح
۳۰-۷ روی شنکر: ستار وادن
دوپہر
۴۰-۱ امجد علی خاں: سرود وادن
رات
۰۰-۸ فدا حسین: غزلیں

منگل ۱۰ر دسمبر
صبح
۲۱-۸ گیان وتی سکینہ اور سکھیاں
لوک گیت
دوپہر
۴۰-۱ پروین سلطانہ: گائن

بدھ ۱۱ر دسمبر
صبح
۳۰-۷ مسعود حسین خاں
کلارینٹ وادن
دوپہر
۴۰-۱ مالویکا کانن: گائن
رات
۰۰-۸ بھوپیندر: سگم سنگیت

جمعرات ۱۲ر دسمبر
دوپہر
۴۰-۱ رگھوناتھ سیٹھ: بانسری وادن
رات
۰۰-۸ فریدہ خانم: غزلیں

جمعہ ۱۳ر دسمبر
صبح
۵۰-۷ فسانۂ آزاد: پنڈت رتن ناتھ
سرشار کے ناول کی ڈرامائی
پیش کش
دوپہر
۴۰-۱ بڑے غلام علی خاں: گائن
رات
۰۰-۸ کرشنا کلے: گیت/بھجن

ہفتہ ۱۴ر دسمبر
صبح
۳۰-۷ بھیم سین جوشی: گائن
۵۰-۷ کے۔ ایل۔ سہگل
سگم سنگیت
رات
۰۰-۸ مجدد نیازی: غزلیں

اتوار ۱۵ر دسمبر
دوپہر
۱۰-۱ پریوار جگت
رات
۳۰-۹ ظہیر احمد خاں اور ساتھی
چہار بیت

بقیہ:- نجیب آباد

۳۰-۸ ملک الرحمن منصور: گائن
دوپہر
۱۰-۱ لکشمن داس سندھو
پیلو پہاڑی
شام
۰۵-۵ "روزگار کی سمبھاونائیں"
بات چیت: ایس۔ بی۔ اگروال
بھیتی وشواس، انوپ اگیلا
اور نصرت اللہ خاں

ہفتہ ۱۴ر دسمبر
صبح
۳۰-۸ روی شنکر، علی اکبر خاں
ستار و سرود پر سندھو بھیروی
اور بلاس خانی توڑی
دوپہر
۱۰-۱ روی شنکر: ستار پر دھونتی

اتوار ۱۵ر دسمبر
صبح
۳۰-۷ گلدستہ: کاویہ پاٹھ
از قمر نجیب آبادی
دوپہر
۱۰-۱ بیگم اختر: ٹھمری
شام
۰۵-۵ چندن لال: طبلہ

گورکھپور

۳۴۰.۰ میٹر ۹۰۹ کلو ہرٹز

اتوار یکم دسمبر

صبح

۶-۴۵ دھرتی گاتے
رام دولارے یادو

۷-۴۰ بسم اللہ خاں : شہنائی پر
راگ برنداونی سارنگ

۸-۲۱ گیت سنگیت
کوی. ڈاکٹر جگدیش اتر
گایکا - نلنی سنہا

۹-۲۵ بال سکھا : روپک
"چھک چھک کرتی آئی ریل"
تحریر : رام لکھن سنگھ
کہانی - افشاں

دوپہر

۱-۱۰ "اچھا جوڑا" : جھلکی
تحریر: مصطفٰے کمال
پیش کش: حسن رضوی

۲-۳۰ رام دلارے، لوک گیت

شام

۵-۳۵ "پرواںچل کی لوک کتھا"
از ڈاکٹر ویدپرکاش پانڈے

۷-۱۰ مہدی حسن : غزلیں

پیر ۲ر دسمبر

صبح

۶-۴۵ دھرتی گاتے
پریوار کلیان پر سہگان

۷-۴۰ سانوری لال پانڈے: طبلہ

۸-۲۱ مینو پروشوتم : بھجن

۹-۱۵ گھر آنگن
بھوجپوری کے شبترم پر بہار
گیت: بات چیت

دوپہر

۲-۳۰ رام لال بھارتی
لوک گیت

شام

۵-۳۵ "ہریجن کلیان ویبھاگ کو ملنے
والی سوویدھائیں": تقریر
ہری لال پاسی

۷-۱۰ محمد رفیع : غزلیں

۸-۰۵ کاویہ سودھا: کیلاش چوبے
"ودھر"

۸-۱۵ رام لال بھارتی: لوک گیت

۱۰-۳۰ بدھ دتیہ مکرجی : ستار

منگل ۳ر دسمبر

صبح

۷-۵۰ سریش واڈیکر: بھجن

۸-۲۱ نیتن مکیش : گیت

دوپہر

۱-۱۰ "ناری کا کاریہ چھیتر - گھر اور باہر"
تقریر: آشا پورنا سنگھ
'ڈاکٹر راجندر پرشاد جینتی'
پر پریچرچا

۲-۳۰ رام جتن: لوک گیت

شام

۵-۳۵ "آج کل سواستھ رکچھا" سمسیا
اور سمادھان : تقریر
ڈاکٹر نریندر بہادر سنگھ

۶-۱۰ 'چارے کی فصل جئی سے ادھک
اپج' : ڈاکٹر شاردا پرساد سنگھ

۷-۱۰ بیگم اختر : غزلیں

۸-۰۵ "کتھا شہر کی" اعظم گڈھ'
از پردیپ گپت

۸-۱۵ رام جتن : لوک گیت

۹-۱۶ 'دیگت ماہ کی کھیل سمیکچھا'
از انیل پانڈے

۹-۲۰ اردو پروگرام: شعری نشست: شرکاء
مسلم انصاری، راہی بسل چوری
غبار وارثی

بدھ ۴ر دسمبر

صبح

۶-۴۵ دھرتی گاتے
بھوجپوری ایکتا گیت

۷-۴۰ خیال - راگ شیومت بھیرو
سی - آر - ویاس

۸-۲۱ جیشری گپتا : گیت

دوپہر

۲-۳۰ رادھا موہن سنگھ
لوک گیت

شام

۵-۳۵ گاؤں کی اور، "لوک ساہتیہ میں
پریم تتو" : از رام چندر کرشنن

۷-۱۰ صابری برادرس : قوّال

۸-۰۵ "پریوار کلیان اور ہمارا دائتو"
از ڈاکٹر بی - آر - سنگھ

۸-۱۵ رادھا موہن سنگھ: لوک گیت

۹-۱۵ انگریزی تقریر
'ڈیکس اویزن'
از ڈی - کے - چٹرجی

۱۰-۳۰ بدھ دیو داس گپت
سرود پر راگ کاموداور پیلو

جمعرات ۵ر دسمبر

صبح

۶-۴۵ دھرتی گاتے: ہیرالال اور ساتھی

۷-۴۰ بی - این - سنگھ
خیال - راگ للت

۸-۲۱ شیلا گلواڑی : گیت

۹-۱۵ گھر آنگن: "ماں کا دودھ ۔
سوستھ سپوت": تقریر
وجے لکشمی دوبے

دوپہر

۱۱-۰۴ پنجابی لوک گیت

۱-۱۰ "ملاوٹ کا سواستھ پر پربھاؤ"
مذاکرہ : شرکاء:
ڈاکٹر ششی موہن سنہا
ڈاکٹر آر - ایس - گوئل
ڈاکٹر وجاہت کریم

۲-۳۰ رام لال چوہان : لوک گیت

شام

۵-۳۵ "لکڑی ادیوگ": پریچرچا
نیبو لال : کرپا نارائن پاٹھک

۷-۱۰ احمد حسین محمد حسین : غزلیں

۸-۰۵ "مجھے یاد ہے سب وہ زرا زرا"
تقریر: ہرشادھرد یویدی

۸-۱۵ رام لال چوہان : لوک گیت

۹-۱۶ "من موجی" جھلکی
از حسن رضوی

۱۰-۳۰ شیو کمار شرما
سنطور پر راگ کوسی کانڑا

جمعہ ۶ر دسمبر

صبح

۷-۴۵ اس ماس کا گیت
شیفالی سنہا

۸-۲۱ کومودی منشی : گیت

۸-۳۰ "آئینہ ادراک"
اردو پروگرام: "ایکتا سب
سے بڑا ہتھیار ہے": تقریر
از حیدر علی خاں
کلام شاعر: عبدالحیٔ انصاری

دوپہر

۱۲-۰۵ ہماچل پردیش کا لوک گیت

۱-۱۰ مہیلا سبھا
"گھر کی اشانتی کے کارن"
آپسی سمجھداری کی کمی": تقریر
انچل نندنی شریواستوا

۲-۳۰ بھوجپوری سہگان

شام

۵-۳۵ "کرشی کاریہ ہیتو رن": پریچرچا
آر - پی - رائے اور
پی - این - رائے

۶-۱۰ "گیہوں میں کھاد اور ارورک"
بات چیت : ڈاکٹر ششی کانت
ڈاکٹر ونش نرائن سنگھ

۷-۱۰ پرویز مہدی : غزل

۹-۳۰ "کیکٹس میں پھول" (ناٹک)،
تحریر: اندو ماتھر

۱۰-۳۰ وسندھرا کو کلی
خیال - راگ کیدار

ہفتہ ۷ر دسمبر

صبح

۶-۴۵ دھرتی گاتے
محمد خلیل اور ساتھی

۷-۴۰ دینا ناتھ مشرا
خیال - راگ گن کلی

۸-۲۱ شوبھا دکشت : گیت

دوپہر

۱۲-۰۵ اسمبائیت
۲-۳۰ نندگوپال : لوک گیت
شام
۷-۱۰ سی-اپچ-آتما اور شانتی ہیرانند
غزل
۸-۰۵ "دو کھٹے میٹھے آنو بھو" تقریر
از کرشن کانت اگنی ہوتری
۸-۱۵ نندگوپال : لوک گیت

اتوار ۸ر دسمبر

صبح
۷-۴۰ سریندر موہن مشرا
ستار وادن
۸-۲۱ گیت سنگیت
شاعر: ناظر الشاکری : گائیک
ظفر الحسن انصاری
۹-۲۵ بال سکھا: "بال کہانی"
امراوتی دیوی
دوپہر
۱-۱۰ "مقطع عرض ہے" : جھلکی
تحریر: سلطان احمد رضوی
پیش کش: انیس الرحمان خاں
۲-۳۰ پرتھوی پال سنگھ
لوک گیت
شام
۵-۲۵ کاویہ پاٹھ : شرکا
کرشن بہاری لال راہی
شری رام راؤ: برہمانند شکلا
۷-۱۰ غلام علی : غزل
۸-۱۵ پرتھوی پال سنگھ
لوک گیت
۱۰-۳۰ سریندر موہن مشرا
ستار وادن

پیر ۹ر دسمبر

صبح
۷-۳۰ شیو کمار شرما: سنتور وادن
راگ اہیر بھیروی
۸-۲۱ طلعت محمود : گیت
دوپہر
۲-۳۰ مہیش پرساد : لوک گیت
شام
۵-۲۵ کاویہ پاٹھ : نیسولال گپتا
۷-۱۰ عزیز وارثی اور ساتھی: قوالی
۸-۱۵ مہیش پرساد : لوک گیت

منگل ۱۰ر دسمبر

صبح
۷-۵۰ وانی جیرام : بھجن
۸-۲۱ طلعت عزیز : غزل
دوپہر
۱-۱۰ مہیلا سبھا: پریچرچا
"گھروں گھروں کی سجاوٹ"
پریچرچا : شرکا
راما شو بھانی : میرا مشرا اور
پرگیان ترپاٹھی
مالو اد ھیکار دیوس پر چرچا
۲-۳۰ دھرو چند اور ساتھی
لوک گیت
شام
۵-۳۵ "لوک گیتوں میں آلہا"
تقریر: از علاؤ الدین
"جب سب پڑھ لیں"
تقریر: رمیش کمار شکلا
۷-۱۰ منی بیگم : غزل
۸-۱۵ دھرم راج دوبے : لوک گیت
۹-۱۶ "فٹ بال کے بدلتے پریمان
اور ہمارے کھلاڑی" پریچرچا
شرکا: این-این-گوڑ
مشتاق علی صدیقی اور
گریش چند شریواستوا
۹-۳۰ اردو پروگرام "کاروانِ ادب"
افسانہ : جی-رشید حسین
کلام شاعر: طفیل احمد طفیلی
"اردو ڈرامے کی ابتدا اور ڈرامہ
نگار" : تقریر از بشریٰ زریں

بدھ ۱۱ر دسمبر

صبح
۶-۴۵ دھرتی گائے
شہزاد خاں وارثی عرف چاند تیلی
۷-۳۰ نکھل بینرجی : ستار وادن
۸-۲۱ سمن کلیان پور : غزل
۸-۳۰ اردو پروگرام
"تخلیق زبان اردو ادب سے
چند مثالیں" : تقریر
از ڈاکٹر احمد لاری
کلام شاعر: فضا ابن فیضی
دوپہر
۲-۳۰ ہری رام : لوک گیت

شام
۷-۱۰ جمیل احمد : غزل
۸-۱۵ ہری رام : لوک گیت
۹-۱۶ "کرس آف ڈاوری"
انگریزی کی تقریر
لال چند ترپاٹھی

جمعرات ۱۲ر دسمبر

صبح
۷-۳۰ پنڈت جسراج
خیال راگ شدھ سارنگ
۹-۱۵ "سبزیوں کی ڈبہ بندی"
شرکا: ایس-بی-شریواستوا
دھرم راج مشرا
دوپہر
۱۲-۱۵ راجستھانی گیت
۲-۳۰ ہوسلا پانڈے
لوک گیت

جمعہ ۱۳ر دسمبر

صبح
۷-۴۵ اس ماس کا گیت
شیفالی سنہا
۸-۲۱ آشا بھونسلے : بھجن
شام
۷-۱۰ لتا منگیشکر : بھجن
۸-۱۰ یوگا مایا : لوک گیت
۹-۳۰ "بدلے کی آگ" : ناٹک
از بلقیس فاطمی
۱۰-۳۰ این راجم : وائلن پر راگ جوگ

ہفتہ ۱۴ر دسمبر

صبح
۷-۴۰ اشتیاق حسین خاں
خیال راگ وبھاس

۸-۲۱ منہر : گیت
دوپہر
۲-۳۰ تارا پرشاد : لوک گیت
شام
۶-۱۰ مسالے کی کھیتی: "لہسن" تقریر
ڈاکٹر آر-سی-جیسوال
۷-۱۰ صابر خاں اور ارونا تندانی
غزل
۸-۰۵ "پوربی اتر پردیش میں مینی
ادھوگ" : تقریر
ساگر مل اگروال

اتوار ۱۵ر دسمبر

صبح
۶-۴۵ دھرتی گائے
مصطفیٰ اور ساتھی
۷-۳۰ ہارمونس اور ان کے پربھاؤ
از پروفیسر ایس-این-ماتھر
۷-۴۰ غلام مصطفیٰ خاں
خیال راگ بیراگی بھیرو
۸-۲۱ گیت سنگیت
گائیک - پرتھی پال سنگھ
۹-۲۵ بال سکھا : (روپک)
"ہماری اڑان" "ہوائی جہاز
کی کھوج" تحریر: محمد علی نسیم
دوپہر
۱-۱۰ جھلکی "ہائے میرا اسکوٹر"
تحریر: رو ما ورما
پیش کش: رام نگینا سنگھ
۲-۳۰ مصطفیٰ اور ساتھی
لوک گیت
شام
۵-۳۵ "سماچار ایجنسی" : تقریر
ویدی پرساد



محمد خلیل وساتھی - آکاشوانی لکھنؤ کی جانب سے منعقد
سنگم سنگیت کی محفل میں پوربی لوک گیت پیش کرتے ہوئے

بقیہ: دہلی

۱۰-۸ اور رات ۰۰-۱۰
غلام حسین خاں: گائن
۰۵-۱۱ مہاویر پرساد: بانسری
۳۰-۱۱ اور رات ۰۰-۹
یونس حسین خاں: گائن
دوپہر
۰۵-۱۲ کوکنی لوک گیت
۳۰-۱۲ 'سولر اینرجی کا نڈیشننگ'
ڈاکٹر کے سی. کھانڈیلوال
رات
۱۰-۱۱ الا بھومک: گائن
دہلی ب
صبح
۳۲-۷ برکت علی خاں: گائن
۰۰-۸ مراٹھی گیت
۲۵-۸ برج لوک گیت
شام
۴۵-۶ اور رات ۴۴-۸
کرونا ابرول: گیت اور بھجن

جمعہ ۱۳ دسمبر

دہلی الف
صبح
۴۵-۶ 'الست': تقریر
ڈاکٹر کے. کے. بگّر
۱۰-۸ اور رات ۰۰-۹
سعید ظفر خاں: ستار
۰۵-۱۱ اور شام ۴۰-۵
صابری خاں: گائن
۳۰-۱۱ اوم پرکاش: اسراج
رات
۳۰-۹ پنجابی شپتھ: مہاکوی سبرامنیم بھارتی کے تامل ناٹک سے
ریڈیونکس: وی ملو ویکم
دہلی ب
صبح
۳۰-۷ سنگیت سوربھی
ریتا گنگولی: ٹھمری اور دادرہ
۰۰-۸ تیلگو گیت
۲۰-۹ راجستھانی لوک گیت
شام
۴۵-۶ اور رات ۴۳-۸

ہریش بھاردواج
گیت اور غزل

ہفتہ ۱۴ دسمبر

دہلی الف
صبح
۱۰-۸ اینتارائے: گائن
۰۵-۱۱ ۴۰-۵ شام اور رات ۰۰-۹
پی. ڈی. سپت رشی: وائلن
۳۰-۱۱ راما سونی: گائن
دوپہر
۰۵-۱۲ گجراتی لوک گیت
رات
۳۰-۹ تردار رسیتھوارامن اور کچی کرارے وشوناتھم (کرناٹک)
دہلی ب
صبح
۳۰-۷ استاد علاؤالدین خاں: سرود
۰۰-۸ کنڑ گیت
۲۰-۹ گڑھوالی لوک گیت
دوپہر
۳۰-۳ اینتارائے: گائن

اتوار ۱۵ دسمبر

دہلی الف
صبح
۱۰-۸ اور رات ۰۰-۹
دیا شنکر اور ساتھی: شہنائی
دوپہر
۱۵-۱۲ 'تری گرہی': جھلکی
تحریر: ایس. ایم. رتن پال
۳۰-۲ پنجابی شپتھ: ناٹک
مہاکوی سبرامنیم بھارتی کے تامل ناٹک سے ماخوذ
رات
۳۰-۹ گنگو بائی ہنگل: گائن
دہلی ب
صبح
۰۰-۸ آسامی گیت
دوپہر
۳۰-۳ دیا شنکر اور ساتھی: شہنائی
شام
۴۵-۶ اور رات ۴۳-۸
گکو ماتھر: گیت، بھجن غزلیں

شملہ

میڈیم ویو: ۶۲ ر ۳۸۷ میٹر ۷۷۴ کلوہرٹز
شارٹ ویو: صبح ۳۰-۷ تک اور شام ۳۰-۱۱ کے بعد رات تک ۹۰ر۹۲ میٹر ۳۲۲۳ کلوہرٹز
صبح ۴۵-۷ کے بعد دوپہر ۴۵-۳ تک اور شام ۰۰-۵ کے بعد
۸۳ر۴۹ میٹر ۶۰۲۰ کلوہرٹز

اتوار یکم دسمبر

صبح
۳۵-۶ گیان وندو: اروند کے وچار
۳۰-۹ نذرانہ
غزلوں پر مبنی پروگرام
۴۵-۹ وگیان اور جیون
دوپہر
۳۰-۱۲ بال گوپال

پیر ۲ دسمبر

صبح
۳۵-۶ گیان وندو
مہامنتر: جین دھرم سے
۲۱-۸ شبد
دوپہر
۴۰-۲ سب رنگ
شام
۰۵-۷ گرامین یووان کے لئے
شنکریس گلایا

منگل ۳ دسمبر

صبح
۳۵-۶ گیان وندو: بھگتی مارگ
رام چرت مانس سے

بدھ ۴ دسمبر

صبح
۳۵-۶ گیان وندو
صوفی سنتوں کی وانی
۱۰-۷ کرناٹک سنگیت
رات
۱۴-۹ گھر آنگن: سلسلہ وار ناٹک

جمعرات ۵ دسمبر

صبح
۳۵-۶ گیان وندو
گرونانک کے وچار
۱۵-۹ مسکان

جمعہ ۶ دسمبر

صبح
۳۵-۶ گیان وندو: مہارشی رمن
۱۰-۷ پرارتھنا سبھا
۳۰-۷ ترنگ: کاویہ پاٹھ
دوپہر
۲۰-۲ مہیلا سمیلن
شام
۱۴-۹ گرنتھ گاتھا: کیپٹن مندرے کی
یاترا: ہندی تقریر
۳۰-۹ جیب کترا: ہندی ڈرامہ
از سعادت حسن منٹو

ہفتہ ۷ دسمبر

صبح
۳۵-۶ گیان وندو: گاندھی جی
۱۵-۹ تھرکن: فلمی گیت
دوپہر
۳۰-۱۲ اسکول براڈکاسٹ

اتوار ۸ دسمبر

صبح
۳۵-۶ گیان وندو
سوامی وویکانند
۳۰-۹ نذرانہ
غزلوں پر مبنی پروگرام
۰۵-۱۱ 'اکریالا': لوک ناٹک

جالندھر چنڈی گڑھ

جالندھر: میڈیم ویو: ۴۲۷٫۳ میٹر ۷۰۲ کلوہرٹز ۲۲۲٫۲ میٹر ۱۳۵۰ کلوہرٹز
۳۴۲٫۶ میٹر ۸۷۳ کلوہرٹز
چنڈی گڑھ: میڈیم ویو: ۲۰۹٫۶ میٹر ۱۴۳۱ کلوہرٹز

خبریں

ہندی: صبح ۸-۰۰ دوپہر ۱-۰۵، ۲-۱۰، ۲-۴۵ (دھیمی رفتار سے)
شام ۶-۰۵ اور ۶-۲۰ (پرادیشک) رات ۸-۴۵، ۱۱-۰۵
پنجابی: صبح ۸-۳۰ دوپہر ۱-۴۰ شام ۶-۱۰ (پرادیشک) اور شام ۷-۳۰
انگریزی: صبح ۸-۱۰ دوپہر ۱-۰۰ اور رات ۹-۰۰ ۱۱-۰۰
اردو: صبح ۸-۰۵ دوپہر ۱-۵۰ رات ۹-۱۵ (خبریں) ۹-۲۵ (تبصرہ
روزگار سماچار: شام ۷-۴۰

اتوار یکم دسمبر

صبح
۷-۱۵ پنکھڑیاں
ثقافتی اور سماجی ورثے سے متعلق
میگزین پروگرام
۹-۰۵ استاد عبدالکریم خاں: گائن
دوپہر
۲-۳۰ گورمیت کور باوا: لوک گیت
شام
۴-۴۵ چمن لال گوردر سپوری
لوک گیت
۸-۰۰ 'ہارنیسنگ ونڈ پاور'
انگریزی میں تقریر
از بھگوت سروپ گوئل

پیر ۲ دسمبر

صبح
۸-۲۰ سوندر سنگھ پردیسی
لوک گیت
۹-۰۵ اور رات ۱۰-۳۰
باگیشوری دیوی
ٹھمری اور دادرا
دوپہر
۲-۳۰ اندرجیت کتری
لوک گیت
رات
۹-۳۰ 'احساس': پنجابی ڈرامہ
نشا پر شانت
۱۰-۱۵ چندر کانتا کپور: لوک گیت

منگل ۳ دسمبر

صبح
۹-۳۰ شوکمار شرما: سنطور وادن
دوپہر
۲-۳۰ سوداگر رام: لوک گیت
شام
۴-۴۵ سورن باوا: لوک گیت
۸-۰۰ 'پنجاب کا مشترکہ تہذیبی ورثہ'
اردو تقریر از آزاد گلاٹی
۹-۱۵ تفرکن: فلمی گیت
دوپہر
۲-۴۰ لوک کتھا پر مبنی پروگرام

بدھ ۴ دسمبر

صبح
۷-۳۰ دوپہر ۱۲-۱۵ شام ۷-۴۵
بھائی بخشیش سنگھ راگی: شبد
۹-۰۵ اور رات ۱۰-۳۰
بہاری لال: کلارنٹ
دوپہر
۲-۳۰ رام لال: لوک گیت

جمعرات ۵ دسمبر

صبح
۷-۴۵ برکت سدھو: لوک گیت
۸-۲۰ کنور اقبال: پنجابی غزلیں
۹-۰۵ بلبیر سنگھ کلسی: خیال دیسی
دوپہر
۲-۳۰ نرمل سنگھ دھاریوال
لوک گیت
شام
۴-۴۵ نذیر محمد: لوک گیت
۸-۰۰ سرجنا: پنجابی میں ادبی پروگرام
۱۰-۳۰ بلبیر سنگھ کلسی: خیال مالکونس
۱۰-۴۵ لچھمن سنگھ: طبلہ پر دھمار

جمعہ ۶ دسمبر

صبح
۸-۲۰ پرتھی پال سنگھ کانگ: شبد
۹-۰۵ یوگیش شرما: ستار پر جونپوری
طبلہ سنگیت: دیویندر پال سنگھ
دوپہر
۱۲-۳۰ اور رات ۱۰-۱۵
طفیل نیازی اور جاوید طفیل
لوک سنگیت
۲-۳۰ گورپال سنگھ پال: لوک گیت
شام
۴-۴۵ جگموہن کور: لوک گیت
۹-۳۰ 'ایک چنوتی اور'
ہندی ڈرامہ: منوہر بھاٹیہ
۱۰-۳۰ آپرین رائے چودھری
خیال بہاگ

ہفتہ ۷ دسمبر

صبح
۷-۴۵ محمد تقی قوال: کافی
۹-۰۵ اور شام ۷-۴۵

پیر ۹ دسمبر

صبح
۶-۳۵ گیان وندو: مہابھارت سے
۷-۴۰ جیون جیوتی
دوپہر
۲-۴۰ سب رنگ
شام
۵-۰۵ ہم رنگ
ملا جلا ہماچلی پروگرام

منگل ۱۰ دسمبر

صبح
۶-۳۵ گیان وندو
بالیمکی رامائن سے
رات
۸-۱۵ مانوادھیکار اور
کٹ نر پیکش اندولن: تقریر

بدھ ۱۱ دسمبر

صبح
۶-۳۵ گیان وندو
سبھاشتوں سے
۸-۳۵ امر بھارتی

جمعرات ۱۲ دسمبر

صبح
۶-۳۵ گیان وندو
بودھ دھرم سے
۸-۲۱ پنجابی گیت
۹-۱۵ تفرکن: فلمی گیت
رات
۱۰-۰۰ 'گھرانے سنگیت کے'
موسیقی کا تمثیلی پروگرام

جمعہ ۱۳ دسمبر

صبح
۶-۳۵ گیان وندو
شریمد بھگوت گیتا سے
۸-۳۵ سیاحوں کے لئے پروگرام
۹-۱۵ محفل: فلمی قوالیاں

ہفتہ ۱۴ دسمبر

صبح
۶-۳۵ گیان وندو: مہاتما گاندھی

اتوار ۱۵ دسمبر

صبح
۶-۳۵ گیان وندو
مہابھارت سے
۹-۳۰ نذرانہ
غزلوں پر مبنی پروگرام
۱۰-۰۰ یووا وانی
۱۱-۰۵ 'تھکے پاؤں': ڈرامہ

مہندر سنگھ: ٹھمری اور دادرا

شام

۴-۳۰ مہندر سنگھ: ٹھمری اور دادرا

۴-۴۵ سوہن سنگھ سیتل ڈھاڈی واراں

۹-۳۰ مرحوم استاد بندو خاں کی ریکارڈنگز (سارنگی)

اتوار ۸ دسمبر

صبح

۹-۰۵ استاد بڑے غلام علی خاں ٹھمری

دوپہر

۲-۳۰ جاگیر سنگھ: لوک گیت

شام

۴-۳۰ فلم میگزین

۸-۰۰ 'بھارتی سماج پر ریڈیو کا اثر' انگریزی تقریر: گوربچن سنگھ طالب

۱۰-۳۰ استاد بڑے غلام علی خاں خیال باگیشوری

پیر ۹ دسمبر

صبح

۸-۲۰ سنت سنگھ بندرا لوک گیت

۹-۰۵ ایل کے پنڈت خیال دیہاس

دوپہر

۲-۳۰ پرو ملا پتی: لوک گیت

شام

۹-۳۰ 'جگرا': پنجابی ڈرامہ از ڈاکٹر ہرشرن سنگھ

۱۰-۱۵ نوراں: لوک گیت

۱۰-۳۰ ایل کے پنڈت خیال چھایانٹ اور ٹپہ کافی

منگل ۱۰ دسمبر

صبح

۷-۱۵ کادیہ دھارا: ہندی نظم خوانی

۹-۱۰ بسم اللہ خاں: شہنائی وادن

دوپہر

۲-۳۰ جرنیل سنگھ بھٹی: لوک گیت

شام

۴-۴۵ سریندر سنگھ رمتا

لوک گیت

۸-۰۰ 'شہد کی غذائی اہمیت' اردو تقریر از ڈاکٹر آر۔ ایس۔ کوشر

۱۰-۰۰ راوندر دیو: ستار وادن

بدھ ۱۱ دسمبر

صبح

۹-۰۵ جوگندر نکھی: کلارنٹ پر اہیر بھیرو

دوپہر

۲-۳۰ پیارا سنگھ پنچھی لوک گیت

شام

۱۰-۳۰ جوگندر نکھی کلارنٹ پر چندر کونس

جمعرات ۱۲ دسمبر

صبح

۹-۰۵ چمن لال بھلّہ خیال گجری ٹوڈی

دوپہر

۲-۳۰ اکبر علی جودھاں: لوک گیت

شام

۴-۳۰ چمن لال بھلّہ خیال پٹ دیپ

۴-۴۵ گوردیو سنگھ کومل لوک گیت

۱۰-۳۰ بھیم سین شرما: خیال پوریا

جمعہ ۱۳ دسمبر

صبح

۷-۳۰ ارشاد رحمت قوال: کافی

۹-۰۵ ہروندر کمار: ستار پر رام کلی

دوپہر

۱۲-۳۰ رچھپال سنگھ پال: لوک گیت

شام

۴-۳۰ یش پال شرما: سبدھ سنگیت

۴-۴۵ اتم سنگھ بھولا ناتھ لوک گیت

۹-۳۰ 'مس فٹ'، ہندی ڈرامہ از تی لال نرمان

۱۰-۱۵ رمیش رنگیلا: لوک گیت

۱۰-۳۰ ہروندر کمار: ستار پر جے جے ونتی

ہفتہ ۱۴ دسمبر

صبح

۷-۴۵ بھان سنگھ ماہی، لوک گیت

۹-۰۵ سویتا دیوی: خیال بھٹیار

شام

۴-۳۰ سویتا دیوی: دادرا

۳-۴۵ پربتی بالا: لوک گیت

۷-۴۵ سویتا دیوی: ٹھمری

اتوار ۱۵ دسمبر

صبح

۹-۰۵ ڈی۔ وی۔ پلسکر: کافی

دوپہر

۲-۳۰ ستیش چند: لوک گیت

شام

۴-۴۵ سوداگر مل کومل: بھیٹاں

۱۰-۳۰ ڈی۔ وی۔ پلسکر: خیال گوڑ اور باگیشوری کا نٹرا

ناگپور

۵۱۲٫۸ میٹر ۵۹۵ کلوہرٹز

روزانہ نشر ہونے والے پروگرام

صبح

۵-۵۵ وندے ماترم، منگل دھونی

۶-۰۵ بھکتی سنگیت

۶-۳۰ آج کا چنتن

۶-۳۵ پروگراموں کا خلاصہ

۶-۴۰ کرشی وانی: موسم کا حال

۶-۴۵ سُگم سنگیت، نغمۂ سحری
اس ماہ کا گیت (اتوار)
گاندھی سمرتی (جمعہ)

۷-۳ پربھات سامیئے
مراٹھی میں پروگرام (ہفتہ)

۷-۴۵ مراٹھی میں تقریر / سور بھارتی
(سنسکرت زبان اور ادب پر مبنی پروگرام)

۸-۲۱ کال چکر (مراٹھی میں مختصر تقریر)

۸-۲۵ ضلع خبرنامہ

۸-۳ موسم، روزگار سماچار

۸-۴۵ پربتی پمپ: مراٹھی میں فیملی سریل (اتوار)
مراٹھی اسٹیج گیت (پیر، بدھ، جمعہ)
فلمی گیت (منگل، جمعرات اور ہفتہ)

۹-۰۰ بچوں کے لیے (اتوار)

۹-۰۰ اور ۹-۲۵ اسکول براڈکاسٹ
(اسکول کے دنوں میں)

دوپہر

۱۲-۳۰ خواتین کے لیے (اتوار، جمعرات)

۱-۳۰ اور ۲-۵۰ اسکول براڈکاسٹ
(اسکول کے دنوں میں)

شام

۵-۳۰ نوجوانوں کے لیے / صنعتی ملازمین کے لیے
(بدھ، ہفتہ)

۵-۵۵ مقامی اعلانات
پروگراموں کا خلاصہ اور موسم

۶-۱۵ کیرتن
گرامین کلاکشیتر (صرف چوتھے اتوار کو)
دیہاتی خواتین کے لیے (پیر، جمعہ)
بچوں کے لیے (بدھ)

۶-۴۵ بازار بھاؤ /
صحت سے متعلق پروگرام (اتوار)

۷-۰۰ تعلیم بالغاں / میگزین (اتوار) /
دیہاتی بچوں کے لیے (ہفتہ)

۷-۲۰ دیہاتی سامعین کے لیے پروگرام /
کسانوں کے لیے (منگل اور ہفتہ)

۸-۲۵ سماچار پتروں سے (سوائے پیر)

۹-۳۰ اردو پروگرام (بدھ)

۱۰-۳۰ اختتام

خصوصی اردو پروگرام 'محفل'

رات ۹-۳۰

۱۔ اردو کے مزاح نگار شاعر
سلیمان خطیب
تقریر از شرف الدین
۲۔ ساز و نغمہ ۱۳ دسمبر

بھدرواہ

۳۱۵ء۰ میٹر ۱۳۹۵ کلوہرٹز

اتوار یکم دسمبر

صبح

۸—۲۱ میری رچنا: نول بیکا تیری

دوپہر

۱۲—۰۰ مہیلا جگت
سواستھ پرشنوتری: سوال آپ
کے جواب ڈاکٹر ہین ڈاکٹر دیہ تری
گیت : 'مہمان نوازی': تقریر
سومن پاریک

شام

۵—۰۵ نوترنگ: دین دیال سونگرا
ایش اسمرتی: تقریر: دنیہ بھلا

پیر ۲ر دسمبر

صبح

۹—۱۵ اور دوپہر ۳۰—۱
عبدالکریم : لوک سنگیت

دوپہر

۱—۱۰ منی رام، پرتاپ، جسراج
خیال جوگ

۱—۵۰ نووارد ایوم بھاکھاڑی پشوؤں
کے لئے سنتولت چارہ دانہ'
ڈاکٹر سی۔ ایس۔ ماتھر

منگل ۳ر دسمبر

صبح

۸—۲۱ ہندی وارتا
'بڑھتی آبادی اور اپرادھ'
ہندی تقریر: پی وی سی بھنڈاری

۹—۱۵ اور دوپہر ۴۰—۱
افروزہ بانو: لوک سنگیت

دوپہر

۱—۵۰ 'ربیع فصلوں کے لئے کسانوں کو
سینچائی گارنٹی'
از این۔ کے۔ کوشک

شام

۵—۰۵ یوواوانی: 'شالینتا کی پرتی مورتی'

ڈاکٹر راجیندر پرساد'، ڈاکٹر
سوشیل کانت سنہا

۶—۳۰ پرورشکشا سون گاؤں
والوں رے واسطے لابھ: تقریر
لیلادھر شرما لی
کویتا : شری کاہنا مہرشی
کہانی : شری مول چند پرامیش

بدھ ۴ر دسمبر

صبح

۹—۱۵ اور دوپہر ۳۰—۱
اللہ جلائی بائی : لوک سنگیت

دوپہر

۱—۱۰ بھیم سین جوشی: خیال شدھ کلیان

۱—۵۰ 'پشوؤں کے کھروں منھ پکا روگ
لکشن اور اپچار'
ڈاکٹر جے، ایس۔ یادو

شام

۵—۰۵ 'مسکان ایک ادشدھی ایوم
کلا کوشل'
کماری اینتا بوڑوال

جمعرات ۵ر دسمبر

صبح

۷—۳۰ ساہتکی: ہندی غزل گوشٹھی
محمد صدیق، عزیز آزاد اور
بنواری لال خاموش

۷—۵۰ اور رات ۱۰—۸
سگم سنگیت : جگرام بھوپا

۹—۱۵ اور دوپہر ۴۰—۱
پورنما پنڈت: لوک سنگیت

دوپہر

۱—۱۰ مہیلا جگت : کویتا پاسھ
ارمیلا ہرش : غزل
قانونی صلاح سمسیہ طلاق سے
نہیں، سمجھوتے سے سلجھے گی
نیرج شرما

شام

۵—۰۵ احمد بشیر : لوک گیت

جمعہ ۶ر دسمبر

صبح

۸—۲۱ بابا بھیم راؤ امبیڈکر: بھارتیہ
سنودھان رے جنک
راجستھانی تقریر: نکیش راجستھانی

۹—۱۰ اور دوپہر ۳۰—۱
گورا دیوی: لوک سنگیت

دوپہر

۱—۱۰ کرشن راؤ شنکر پنڈت
خیال ہمیر کافی

شام

۵—۰۵ اکیسویں صدی میں نئی شکشا ندھی
کا سروپ': تقریر
بابو لال منڈ

ہفتہ ۷ر دسمبر

صبح

۹—۱۵ اور دوپہر ۳۰—۱
علی محمد : لوک سنگیت

دوپہر

۱—۱۰ ہیرا بائی بڑودکر، سرسوتی راعنہ
خیال بسنت بہار

۱—۵۰ 'کرشی وکاس میں مردبھومی کی
بہنوں کا یوگدان': تقریر
شانتی پانڈیا

شام

۵—۰۵ یوواوانی
'آج کی بھارتیہ سینا'
تقریر: سندیشی سنگھ چوہان
آج کے سنگیت کلاکار
کماری کویتا درما لوک گیت

۶—۳۰ 'دکلانگوں کو روزگار'
ایس۔ بنیت

اتوار ۸ر دسمبر

صبح

۸—۲۱ کہانی: از یادویندر چندر شرما

دوپہر

۱۲—۰۰
مہیلا جگت
کہانی : منجو سنگھل

غزل
'ان سے ملئے
کام کاجی مہیلا' گیتا سنگھ

شام

۵—۰۵ نوترنگ : نیرج شرما
'بھارتیہ ناری اور سماج'
تقریر از سندھیا دتہ

پیر ۹ر دسمبر

صبح

۹—۱۵ اور دوپہر ۳۰—۱
فتح کماری ویاس
لوک سنگیت

دوپہر

۱—۱۰ پروین سلطانہ، محمد دلشاد خاں
گائن

۱—۵۰ کرشی لوک: 'پشوؤں میں
پریٹی عادتیں۔ کارن اور نوارن'

تقریر از سریش کمار گوسوامی

منگل ۱۰ر دسمبر

صبح

۷—۳۰ امام الدین خاں : گائن

۹—۱۵ اور دوپہر ۴۰—۱
رامیشور مہرا: لوک سنگیت

۸—۲۱ 'مانوادھیکار دوس': ہندی تقریر
اے، پی، الکشمی شنکر واجپائی

دوپہر

۱—۵۰ 'مانوادھیکار دوس ہم
کیوں مناتے ہیں'، تقریر
کے۔ پی۔ بہاری

شام

۵—۰۵ وگیان کی باتیں: ہمارا وشال وشو
گووند موہن سکسینہ

۶—۳۰ مرو ستعلی
'مانوادھیکار دوس منا ون
رو مہتو'، تقریر: گرجا شنکر شرما
کویتا: مولدان دیپاوت
کہانی: سید جبر علی

۸—۱۵ امام الدین خاں: سگم سنگیت

بدھ ۱۱ر دسمبر

صبح

۹—۱۵ اور دوپہر ۳۰—۱

بہاری لال کٹھک
لوک سنگیت

دوپہر
۱۰–۱ سنگھ بندھو: خیال کلاوتی
۵۰–۱ ’جاڑوں کے دنوں میں بھیڑ بکریوں کی دیکھ بھال‘
تقریر: ڈاکٹر وی۔ کے سنگھ

شام
۵–۰۵ یووا وانی
’ساودھان ان ٹھگوں سے‘
تقریر: پرتاپ سنگھ بھائی

جمعرات ۱۲ دسمبر

صبح
۳۰–۷ ملاقات: پروتا روہی
گمن دتا سے بھینٹ وارتا
۵۰–۷ جیہ مالا گوسوامی: سگم سنگیت
۱۵–۹ اور دوپہر ۴۰–۱
موتی لال رنگا: لوک سنگیت

دوپہر
۱۰–۱ جھلکی: گیت: دواؤں کا پریوگ کرے ذرا سوچ کر صلاح لے کر
ڈاکٹر سادتری گودھوانی

شام
۵–۰۵ گوردھن نایک: لوک گیت
۱۵–۸ جیہ مالا گوسوامی: سگم سنگیت

جمعہ ۱۳ دسمبر

صبح
۲۱–۸ راجستھانی تقریر
ظہور الدین اسکلی
۱۵–۹ اور دوپہر ۱۰–۱
نارائن رام نایک
لوک سنگیت

دوپہر
۳۰–۱ گرجا دیوی: گائن
۵۰–۱ پرگتی شیل کسان سوئیک سے شری سریش کمار مودی سے ملاقات

شام
۵–۰۵ ’یوتھ آف ٹوڈے آر پیلر آف ٹومارو‘
انگریزی تقریر
کماری سونالی مہاپاتر
(آگے ص ۵۰ پر)

بھوپال (الف) ۲۰۲۰ء۲۰ میٹر ۱۴۸۵ کلوہرٹز بھوپال (ب) ۲۲۳ء۲۴ میٹر ۱۲۳۳ کلوہرٹز
شارٹ ویو:
صبح: ۴۵–۷ تک ۹۰ء۵۰ میٹر ۳۳۱۵ کلوہرٹز ۰۰–۸ کے بعد ۵۰ء۰۵ میٹر ۵۹۹۰ کلوہرٹز
دوپہر: ۴۸ء۴۱ میٹر ۷۱۸۰ کلوہرٹز شام اور رات ۹۰ء۵۰ میٹر ۳۳۱۵ کلوہرٹز

خبریں

ہندی: صبح ۰۰–۸، ۰۵–۹ (پہاڑ دیشک) دوپہر ۰۵–۱، ۱۰–۲، ۴۵–۲ شام ۰۵–۶
رات ۴۵–۸ (۰۵–۱۱ صرف ہفتہ کو)
انگریزی: صبح ۱۰–۸ دوپہر ۰۰–۱ شام ۰۰–۶ رات ۰۰–۹ (۰۰–۱۱ صرف ہفتہ کو)

اتوار یکم دسمبر

صبح
۱۰–۷ کاویہ پاٹھ

دوپہر
۳۰–۲ ششو لوک

رات
۰۰–۱۰ اکیسویں شتابدی کی اور

پیر ۲ دسمبر

صبح
۱۰–۷ ’سادگی کے النکرن از ڈاکٹر راجیندر پرشاد‘: ہندی تقریر
۲۰–۸ ڈی، این، دوبے: سگم سنگیت
۳۰–۸ اور رات ۳۰–۱۰
آروند جوشی: ستار

منگل ۳ دسمبر

صبح
۲۰–۸ رتنا دتہ: سگم سنگیت
۳۰–۸ ”آئینہ“ اردو پروگرام
بزم سخن

دوپہر
۰۰–۲ رتنا دتہ: سگم سنگیت

رات
۰۰–۱۰ سورج سالکر: گائن

بدھ ۴ دسمبر

صبح
۱۰–۷ مادھیم۔ کہانی
۲۰–۸ شکلا گپتا: سگم سنگیت
۳۰–۸ عبداللطیف خاں: سارنگی

دوپہر
۰۰–۲ شکلا گپتا: سگم سنگیت

رات
۳۰–۱۰ عبداللطیف خاں: سارنگی

جمعرات ۵ دسمبر

صبح
۲۰–۸ ایس حفیظ: سگم سنگیت
۳۰–۸ سدھو رام سوامی کولوار: خیال

دوپہر
۰۰–۲ ایس حفیظ: سگم سنگیت

رات
۳۰–۱۰ سدھو رام سوامی کولوار: خیال

جمعہ ۶ دسمبر

دوپہر
۲۰–۲ اوشا انعام دار: سگم سنگیت

ہفتہ ۷ دسمبر

صبح
۲۰–۸ اور دوپہر ۰۰–۲
قیصر جہاں: سگم سنگیت

رات
۰۰–۸ سوال جنسا دھارن کے جواب مکھ منتری کے

اتوار ۸ دسمبر

صبح
۱۰–۷ سنجیو سیٹھ: کاویہ دھارا
۵۰–۹ مجید خاں: کلارینٹ

دوپہر
۳۰–۱۲ ششو لوک

رات
۰۰–۱۰ مجید خاں: کلارینٹ

پیر ۹ دسمبر

صبح
۱۰–۷ ”یہ بیماریاں“: ہندی تقریر
۲۰–۸ گنیش دت: سگم سنگیت
۳۰–۸ اسیت کمار بینرجی
ستار
طبلہ پر سنگیت: حفیظ خاں

دوپہر
۰۰–۲ گنیش دت: سگم سنگیت

منگل ۱۰ دسمبر

صبح
۳۰–۷ ہندی تقریر
از ڈاکٹر پربھاکر جوشی
۳۰–۸ آئینہ: اردو پروگرام
کلام وسیم بریلوی
’فراق گورکھپوری کے چند خیالات‘: از اقبال مجید
قدیم بھوپالی تہذیب کے آئینے میں: تقریر
از قمر الحسن
(لادر نگار د کلام)

دوپہر
۰۰–۲ ضمیر خاں: سگم سنگیت

رات
۰۰–۱۰ رویندر دیو: ستار

بدھ ۱۱ دسمبر

صبح
۱۰–۷ مینک شریواستو: کاویہ پاٹھ
۲۰–۸ بی۔ ایم۔ مولے: سگم سنگیت
۳۰–۸ اور رات ۰۰–۱۰
نور دتی بوا سرنائیک: خیال

دوپہر
۱۰–۱ پتر لکھیں لوک گیت سنیں
۰۰–۲ بی۔ ایم۔ مولے: سگم سنگیت

رات
۳۰–۱۰ امجد علی خاں: سرود
(آگے ص ۳۶ پر)

آکاشوانی بھاگلپور (بہار)

میڈیم ویو (الف) ۲۱-۴۸۳ میٹرز ۶۲۱ کلوہرٹز
میڈیم ویو (ب) ۲۲-۱۸۷ میٹر / ۱۶۰۲ کلوہرٹز

خبریں

علاقائی: صبح ۳۰-۸ (رانچی سے پہلے) دوپہر ۱-۳، شام ۳۰-۷

روزانہ نشر ہونے والے پروگرام

صبح

۲۵-۶ بھگتی سنگیت
۳۰-۶ کھیتی کی بات
۳۵-۶ آج کا چنتن
۱۰-۷ مانس گان
۳۰-۸ سگم سنگیت
۴۰-۸ اردو پروگرام
۴۵-۹ رس منجری / بچوں کا پروگرام (صرف اتوار کو)

دوپہر

۳۰-۱۲ خواتین کے لیے ناری جگت (منگل جمعرات اور ہفتہ)
۰۰-۱ گیت
۳۰-۱ لوک گیت
۴۵-۱ سامیکی
۰۰-۲ ملے جلے گانے
۴۰-۲ کمیونیٹی گیت
۱۵-۳ روزگار سماچار

رات

۲۰-۵ میتھلی، بھوجپوری اور مگدھی پروگرام (اتوار، پیر اور جمعہ)
۰۰-۶ مقامی اعلانات
۱۵-۶ سگم سنگیت
۳۰-۶ چوپال کھیتی گرہستی
۴۰-۷ ضلع کی چٹھی
۴۵-۷ ہندی پروگرام (اتوار، پیر اور جمعہ) یونیورسٹی براڈکاسٹ (منگل اور جمعرات)
۳۰-۹ شاستریہ سنگیت
۰۰-۱۰ لوک گیت - بھگتی گیت
۱۰-۱۱ اختتام

اردو پروگرام
صبح ۴۰-۸ سے ۴۵-۹ کے درمیان

محفل سخن (اسٹوڈیو مشاعرہ)

یکم دسمبر
شرکاء: سلمان بلخی، اشام رضوی ادیب حسن ادیب، بیتاب کیفی اور منظر سلطان

یکم ۸ اور ۱۵ر دسمبر آپ کے خطوط: خطوں کا جواب (شان الرحمان اور شاہینہ قمر)

۲ر دسمبر غلام ربانی تاباں سے ملاقات
ملاقاتی: شان الرحمن

۲، ۹ر دسمبر رنگِ تغزل (غزلوں پر مبنی)

گھرانوں کے لئے (ملا جلا پروگرام ۲، ۱۰ر دسمبر)

۳ر دسمبر ڈاکٹر راجندر پرساد اور ان کی سادگی (راجندر بابو کی ۱۰۱ویں یوم پیدائش پر خصوصی مضمون):
سید رضی حیدر

۳ اور ۱۰ر دسمبر گھر خاندان (ملاقاتوں پر مبنی)
پیش کش: ایس ایم تنویر الحق

۳ر دسمبر کلامِ شاعر
غلام رسول کیفی

نئی نسل: ۴ اور ۱۱ر دسمبر
نوجوانوں کے لئے ملا جلا ہفتہ وار پروگرام
کہانی: نوید ہاشمی
کلام شاعر: منیر سیفی
بڑھتے قدم
(نوجوانوں کی ادبی، سماجی اور ثقافتی سرگرمیوں پر مبنی)
تحریر اور پیش کش
ایس ایس فریدی

۵ر دسمبر اسرار الحق مجاز (یوم وفات کے موقع پر خصوصی مضمون)
آل احمد انجم فاطمی

۶ر دسمبر آوارہ
(مجاز کی نظموں کی خصوصی پیش کش)
فن کار: محمد انعام الدین خاں اور رتنا اروڑن

۶ اور ۱۳ر دسمبر قندیل (فلسفیانہ بات چیت)

۶ر دسمبر ڈاکٹر بی۔ آر۔ امبیدکر کی ۲۹ویں یوم وفات پر خصوصی مضمون
از ولی رحمان

" " روشنی کے مینار
حضرت شاہ نور حسن دیوان
مولانا احتشام الدین فریدی

۷ اور ۱۴ر دسمبر یہ محنت کش (معاشی پسماندہ افراد سے ملاقاتوں پر مبنی): تحریر اور پیش کش
محمد حسنین دیوانہ

۷ر دسمبر شہر نامہ
(مدارس کی ادبی اور ثقافتی تحریکات)، محمد حیات

۷ اور ۱۴ر دسمبر اپنی اپنی پسند (فرمائشی فلمی نغمے)

۸ر دسمبر سائنس کی دنیا
سانپ: چند دلچسپ حقائق
بات چیت: احمد بدر
کم خرچ میں رہائشی مکان
بات چیت: آفتاب الرحمن

۹ر دسمبر ڈاکٹر کی رائے: ڈاکٹر ادم پرکاش ساہ سے ملاقات
کلام شاعر: قوس صدیقی

۱۰ر دسمبر انسانی حقوق کی حفاظت کے لیے ہمارے فرائض (یوم تحفظ انسانیت پر خصوصی مضمون): ایچ۔ انظار

۱۱ر دسمبر جنت دوزخ: کہانی
مجتبیٰ حسین فرحت
کلام شاعر: شاہد رضوی
نئے دور میں فوٹوگرافی کی اہمیت: بات چیت
محمد رئیس احمد

۱۲ر دسمبر بیگم کا گھریلو بجٹ: ڈرامہ
تحریر: تمنا مظفر پوری
کلام شاعر: کیف عظیم آبادی

۱۳ر دسمبر روشنی کے مینار
حضرت شرف الدین یحییٰ منیریؒ
بات چیت
سید شاہ ضیاء الحسن

۱۴ر دسمبر شہر نامہ: بھاگلپور
بات چیت: محترمہ آصفہ واسع

کہکشاں (میگزین پروگرام)

۱۵ر دسمبر کہانی: بدر اورنگ آبادی
نظم: ناوک حمزہ پوری
افسانوں کی بازیافت
بات چیت: خورشید سمیع

۶، ۱۳ر دسمبر محفل سماع

حیدرآباد

حیدرآباد الف: ۴۰۶٫۲۵ میٹر ۷۳۸ کلوہرٹز   حیدرآباد ب: ۲۱٫۱۸ ۶۷۷۴ ۱۴ کلوہرٹز
حیدرآباد ج: ۲۵۶٫۴ میٹر ۱۱۷۰ کلوہرٹز

روزانہ نشر ہونے والے اردو پروگرام

صبح

۶—۴ ایشور اللہ
قرأت کلام پاک اور نعت شریف
(صرف جمعہ)

۸—۲۷ یوواوانی (سوائے جمعہ)
نغموں کی دنیا (پیر)
مزاحیہ کلام (منگل)
روزگار نامہ اور فلمی گانے
(بدھ)
فلمی گانے اور فیچر (جمعرات)
محفل قوالی (ہفتہ)
گلدستہ: نوجوانوں کے
خطوط اور مضامین پر مبنی
(اتوار)

۸—۴۰ یووا وانی
کلام شاعر اور فلمی گانے
(صرف جمعہ)

۹—۳۰ بچوں کے لئے (صرف اتوار)

دوپہر

۲—۳۰ بہنوں کے لئے (صرف اتوار)
اسکول طلبا کے لئے (بدھ
اور جمعرات)

شام

۵—۳۰ ترنگ (روزانہ)
کھیلوں پہ تبصرہ، خطوں کے
جواب اور فلمی گانے (پیر)
آہنگ: ادبی میگزین (منگل)
موسیقی کا پروگرام (بدھ)
مباحثہ (جمعرات)

آپ کی پسند: فلمی گانے
(جمعہ)
ڈرامہ (ہفتہ)
گل نو (اتوار)

رات

۹—۳۰ نیرنگ
حرف تابندہ (روزانہ)
(۱) شب و روز (حیدرآباد
کی ڈائری)
(۲) قہقہے اور گیت ۸
(۳) غزلیں (پیر)
(۱) ان سے ملئے
(۲) تقریر/ مذاکرہ
(۳) گیت، غزل (منگل)
(۱) جہاں کا منگارا
(۲) کلام شاعر
(۳) غزلیں (بدھ)
(۱) سائنس کی دنیا
(۲) غزلیں (جمعرات)
(۱) شعر و نغمہ
(۲) فیچر
(۳) قوالیاں (جمعہ)
(۱) گھر پریوار
(۲) بزم خطوط
(۳) غزلیں (ہفتہ)
(۱) انٹرویوز پر مبنی پروگرام
(۲) شگوفے: مزاحیہ پروگرام
(۳) غزلیں (اتوار)

اتوار یکم دسمبر

صبح

۸—۲۵ یوواوانی

گلدستہ: نوجوانوں کے خطوط
اور مضامین

رات

۹—۳۰ ڈرامہ، غزلیں

پیر ۲ دسمبر

رات

۹—۳۰ شب و روز تقریر از شوکت

منگل ۳ دسمبر

صبح

۸—۲۵ یوواوانی

رات

۹—۳۰ "ان سے ملئے": انٹرویو
از وقارالدین
"مشترکہ تہذیب کی جھلکیاں
جنوبی ہند میں": تقریر
از کادش بدری
گیت اور غزل

بدھ ۴ دسمبر

رات

۹—۳۰ "پروویڈینٹ فنڈ کے بارے
میں حالیہ قانونی ترمیمات"
تقریر: از موہن پرشاد
کلام شاعر: ڈاکٹر مغنی تبسم

جمعرات ۵ دسمبر

رات

۹—۳۰ سائنس کی دنیا سائنس کی باتیں

تقریر از ایم ایچ عزیز

جمعہ ۶ دسمبر

رات

۹—۳۰ کہانی: از عیوض سعید
"میری تحقیق": تقریر
از ایم۔ ایل نگم

ہفتہ ۷ دسمبر

رات

۹—۳۰ "ہسٹیریا": تقریر
ڈاکٹر مجید خاں

بزم خطوط، پیش کش: رالی

اتوار ۸ دسمبر

دوپہر

۲—۳۰ بھولی بسری کتابیں: تقریر از
شاکرہ بیگم

پیر ۹ دسمبر

رات

۹—۳۰ "یہ بھی ایک فن ہے ترجمہ نگاری"
تقریر از رشیدالدین

منگل ۱۰ دسمبر

رات

۹—۳۰ مذاکرہ: "امن کی ضرورت ملک
کو یا عوام کو"
شرکاء: ڈاکٹر ایم۔ اے۔ علیم
منوہر راج سکسینہ اور
اختر حسین

بدھ ۱۱ دسمبر

رات

۹—۳۰ "کیرم" انٹرویو از ہری ناتھ
کلام شاعر: امیر احمد خسرو

جمعرات ۱۲ دسمبر

رات

۹—۳۰ بزم سخن: شرکاء
اسحاق ملک، اقبال ہاشمی
تاج مہجور، سرور ہاشمی
نعیم راہی اور زاہد رضوی

جمعہ ۱۳ دسمبر

صبح

۸—۴۰ ایشور اللہ

رات

۹—۳۰ شعر و نغمہ: پیش کش: بدر رحمان

ہفتہ ۱۴ دسمبر

رات

۹—۳۰ "دمہ اور اس کا علاج": انٹرویو
از ڈاکٹر بیلا اے سردار

اتوار ۱۵ دسمبر

دوپہر

خواتین کا مشاعرہ
شرکاء: مظفر النساء ناز
ثمینہ خسرو، جمیلہ نشاط
نور النہار تسکین اور عزیز النساء صبا

سرینگر

میڈیم ویو:
سرینگر (الف): ۲۶۸ء۸ میٹر ۱۱۱۶ کلوہرٹز سرینگر (ج) ۲۴۵ء۱ میٹر ۱۲۲۴ کلوہرٹز
سرینگر (د) ۱۹۹ء۶ میٹر ۱۵۳۰ کلوہرٹز
شارٹ ویو : سرینگر (ب) ۴۱ء۱۰ میٹر ۷۱۶۰ کلوہرٹز ۹۱ء۵۰ میٹر ۳۲۷۷ کلوہرٹز
پہلی مجلس: صبح ۳۰-۶ سے ۰۰-۱۰ تک، دوسری مجلس: دوپہر ۳۰-۱۱ سے رات ۵ء-۱۱ تک
(اتوار کو صبح ۳۰-۶ سے رات ۰۵-۱۱)

خبریں

کشمیری: صبح ۴۵-۷، شام ۲۵-۶ اردو: صبح ۵۰-۸، دوپہر ۵۰-۱، رات ۱۵-۹
ہندی : صبح ۰۰-۹ سنسکرت: صبح ۰۰-۷
انگریزی: صبح ۱۰-۸، دوپہر ۰۰-۲، شام ۰۰-۶، رات ۰۰-۹ اور ۰۰-۱۱

علاقائی خبریں

اردو : صبح ۲۰-۹، دوپہر ۳۰-۱۲ اور ۰۰-۴ (دھیمی رفتار سے) شام ۴۰-۷
کشمیری: صبح ۲۵-۹، دوپہر ۳۵-۱۲ اور شام ۳۰-۷

روزانہ نشر ہونے والے پروگرام

صبح

۰۵-۷ صبح گاہی اور اس کے بعد روشنی
اور گاشہ اچھر (روزآنہ)
۳۰-۷ بجائی ہند سنز
کسانوں کے لئے (سوائے جمعہ ہر روز
گاندھی کتھا۔ (جمعہ)
۲۱-۸ گھرانوں کے لئے (ہر اتوار)
رنگ ا۔ (ریڈیو ڈائجسٹ
(ہر پیر)
جھنک، عمر رسید لوگوں کے
لئے پروگرام (پہلی منگل)
سائنس میگزین
(دوسری اور چوتھی منگل)
ثقافت: کلچرل میگزین
(تیسری منگل)
کشمیر میں بات چیت۔ (بدھ)
سب رنگ۔ (جمعرات)
گھر بار خاطر۔ (جمعہ)
زعفران زار (پہلا اور تیسرا ہفتہ)
ذات مترات
(دوسرا اور چوتھا ہفتہ)

۳۵-۸ ہیلتھ فورم۔ (بدھ)
کاشر ادل (ہر ہفتہ)
۰۰-۹ سرساگر (پہلا، تیسرا اور
پانچواں اتوار)
نیا ادب (ہندی،
(دوسرا اور چوتھا اتوار)
اردو میں بات چیت
(پیر)
نو ادب (کشمیری،
(منگل اور جمعرات)
نیا ادب (اردو) (بدھ)
ہندی میں بات چیت (جمعہ)
انگریزی میں بات چیت
(ہر ہفتہ)
۳۰-۹ زونہ ڈب (روزآنہ سوائے
ہفتہ)
ریڈیو نیوز ریل (ہفتہ)
۴۵-۹ تو ہنز فرمائش
(اتوار، منگل، جمعرات اور ہفتہ)
پھلیہ ون (پیر، بدھ، جمعہ)

۱۵-۱۰ ہونہار۔ (بچوں کے لئے اردو
میں پروگرام۔ (ہر اتوار)
۰۰-۱۱ نو بہ نو۔ (یووادانی سے انتخاب)
(پہلا اور تیسرا اتوار)
کہکشاں: یووادانی سے انتخاب۔
(دوسرا اتوار)
فلم میگزین۔ (چوتھا اتوار)

دوپہر

۴۰-۱۲ پراگاش: غیر نصابی تعلیمی پروگرام
(روزآنہ سوائے منگل اور
جمعہ)
۰۵-۱ مغربی موسیقی۔ (اتوار)
۳۰-۲ ٹیچرس فورم (اتوار)
۳۰-۱ اور ۱۰-۳
فوجی بھائیوں کے لئے پروگرام
(روزآنہ)
۰۰-۴ ہی مال۔ کشمیری میں خواتین کے
لئے پروگرام (اتفاقیہ مغربی موسیقی
(روزآنہ سوائے اتوار)
۳۰-۴ پنجابی پروگرام
(اتوار، منگل اور جمعہ)
کیاری۔ (جموں کشمیر اور
لداخ کی موسیقی) (پیر)
پوشہ مال۔ (دیہی خواتین کے
لئے۔ (ہر بدھ)
پہاڑی پروگرام۔ (جمعرات)
پھولوئی توری: کشمیری
میں بچوں کے لئے پروگرام (ہفتہ)
۰۰-۵ گوجری پروگرام
(جموں سے ریلے)
۲۵-۵ گوجری پروگرام (سرینگر
سے۔ برائے جموں ریلے)

شام

۰۰-۶-۱۰ رنگ تصوف۔ (ہر پیر)
نونہال۔ (ننھے منے بچوں کے
لئے پروگرام (منگل)
خوشحال گھر۔ ہوم سائنس
پروگرام۔ (ہر بدھ)
کھیلوں پر تبصرہ (جمعرات)
چمن میں اردو میں ننھوں منوں
کے لئے پروگرام (ہر جمعہ)
سائنز لگہ باتھ
موسیقی کا پروگرام۔ (پہلا، تیسرا
اور پانچواں ہفتہ)
ابھرتے فنکار۔ (موسیقی کا پروگرام)
(دوسرا اور چوتھا ہفتہ)
۴۰-۶ مہینے کا نغمہ۔ (ہر اتوار)
ضلع نامہ۔ (ہر پیر)
۴۵-۶ دیہاتی پروگرام (روزآنہ)
۰۰-۸ وادی کی آواز۔ (روزآنہ)
۵۵-۷ روزگار سماچار۔ (روزآنہ)

رات

۳۰-۹ سلسلہ وار کھیل۔ (اتوار)
کشمیری: اردو میں کھیل (پیر)
دودھا۔ (ہندی ادبی پروگرام،
پہلا منگل
سنگر مال کشمیری ادبی پروگرام،
دوسرا اور چوتھا منگل
ہم قلم۔ اردو ادبی پروگرام
تیسرا منگل
تصویر۔ (سماجی، کلچرل اور
ترقیاتی سرگرمیاں) پہلا بدھ
سام۔ (بیس نکاتی اقتصادی
پروگرام۔ (دوسرا بدھ)
رائے ترائے۔ (گفتگو) چوتھا بدھ
علاقائی موسیقی کا نیشنل پروگرام
(پہلی جمعرات)
فیچروں کا نیشنل پروگرام
(دوسری جمعرات)
میانی زندگی میون کار۔ (گفتگو)
(تیسری جمعرات)
ڈراموں کا نیشنل پروگرام
(چوتھی جمعرات)
محفل: اردو میں گفتگو کا پروگرام
(پانچویں جمعرات)
کوئیز پروگرام۔ (جمعہ)
گفتگو، مباحثہ (پہلا ہفتہ)
بزم سامعین۔ (دوسرا ہفتہ)
بزم شعر۔ (مشاعرہ کشمیری)
تیسرا ہفتہ
میں اور میری دھرتی
چوتھا ہفتہ
مشاعرہ (اردو) پانچواں ہفتہ
۰۰-۱۰ آپ کی فرمائش (اتوار)
خط کے لئے شکریہ اور آپ
کی فرمائش (بدھ)
میانی پسند۔ (پہلا منگل)
گاش رکھ۔ (تیسرا منگل)
داستان۔ (جمعہ)
تو ہنز چھٹی واتر تہ تو ہنز فرمائش

اتوار یکم دسمبر

صبح

۷-۴۰ آشا کول : غزلیں

دوپہر

۲-۱۰ استاد عبدالوحید خاں : گائن

پیر ۲ دسمبر

صبح

۷-۴۰ غلام محمد راہ : غزلیں

۹-۰۰ اردو میں بات چیت
از کے۔ این۔ پنڈتا

دوپہر

۱-۰۵ عبدالرحمان خاں اور راج بیگم
کشمیری موسیقی

۲-۱۰ ایس۔ این۔ سوپوری
ستار وادن

شام

۶-۴۵ اور رات ۸-۳۰
اندرا کاچرو، راج بیگم اور
غلام محمد راہ : غزلیں

۹-۳۰ 'آدمی کا بچہ' : اردو کھیل
تحریر : ہری کرشن کول

منگل ۳ دسمبر

صبح

۷-۴۰ اور ۷-۵۵
شمیمہ دیو : غزلیں

۹-۰۰ نو وادب۔ تازہ افسانہ کشمیری
از ہری کرشن کول

۱۱-۳۰ اور دوپہر ۲-۳۰
غلام محمد ساز نواز
صوفیانہ موسیقی

شام

۶-۴۵ اور رات ۸-۳۰
نرملا دیوی : غزلیں

بدھ ۴ دسمبر

صبح

۷-۴۰ او۔ این۔ کول : غزلیں

۸-۲۱ کشمیری میں بات چیت
از سی۔ ایل۔ ریتہ

۹-۰۰ نیا ادب۔ تازہ افسانہ
از ایچ۔ کے۔ بھارتی

دوپہر

۱-۰۵ او۔ این۔ کول اور اندرا کاچرو
کشمیری موسیقی

۲-۱۰ استاد امیر خاں : گائن

شام

۶-۴۵ اور رات ۸-۳۰
او۔ این۔ کول : غزلیں

جمعرات ۵ دسمبر

صبح

۷-۴۰ اور ۷-۵۵
ششی چوپڑا : غزلیں

۹-۰۰ نو وادب۔ کشمیری میں تازہ
نظم : از شاہ رمضان

۱۱-۳۰ اور دوپہر ۲-۳۰
شیخ عبدالعزیز
صوفیانہ موسیقی

دوپہر

۲-۱۰ آچاریہ علاؤالدین خاں
سرود وادن

شام

۶-۴۵ اور رات ۸-۳۰
ڈی۔ کے۔ ملا : غزلیں

جمعہ ۶ دسمبر

صبح

۷-۵۵ کیلاش مہرہ : غزلیں

۹-۰۰ ہندی بات چیت
از ایس۔ این۔ کول پریمی

دوپہر

۲-۱۰ عبدالکریم خاں : گائن

شام

۶-۴۵ اور رات ۸-۳۰
کیلاش مہرہ : غزلیں

ہفتہ ۷ دسمبر

صبح

۷-۴۰ جی۔ ایچ۔ صوفی : غزلیں

۹-۰۰ انگریزی بات چیت
از جے۔ ایل۔ ولی

دوپہر

۲-۱۰ امجد علی خاں : سرود وادن

شام

۶-۴۵ اور رات ۸-۳۰
غلام حسن صوفی
غزلیں

اتوار ۸ دسمبر

صبح

۷-۴۰ ریتا کول : غزلیں

۱۱-۳۰ "رود تہ ترٹھ" : کشمیری کھیل
از ایم وائی شاہین

دوپہر

۲-۱۰ احمد جان تھرکوا : طبلہ

شام

۶-۴۵ اور رات ۸-۳۰
ریتا کول : غزلیں

پیر ۹ دسمبر

صبح

۷-۴۰ نسیم اختر : غزلیں

۹-۰۰ اردو میں بات چیت
پروفیسر فدا احمد حسنین

دوپہر

۲-۱۰ غلام احمد خاں : ستار

شام

۶-۴۵ اور رات ۸-۳۰
ایچ۔ این۔ توشخانی اور
نسیم اختر : غزلیں

۹-۳۰ 'تولی تہ ہوس' : کشمیری کھیل
تحریر : اے۔ کے۔ راز دانی

منگل ۱۰ دسمبر

صبح

۷-۴۰ آر۔ کے۔ کاچرو : غزلیں

۹-۰۰ نو وادب
کشمیری میں تازہ افسانہ
از بشیر اختر

دوپہر

۱۱-۳۰ اور ۲-۳۰
غلام محمد ساز نواز
صوفیانہ موسیقی

۲-۱۰ برکت علی خاں : گائن

شام

۶-۴۵ اور رات ۸-۳۰
آر۔ کے۔ کاچرو : غزلیں

۹-۳۰ سنگرمالی
کشمیری میں ادبی پروگرام

بدھ ۱۱ دسمبر

صبح

۷-۴۰ شمیمہ دیو : غزلیں

۸-۲۱ کشمیری بات چیت
از ڈاکٹر بی۔ ایم۔ بھان

۹-۰۰ تازہ افسانہ (اردو)
اختر محی الدین

دوپہر

۲-۱۰ شاستریہ سنگیت : شہنائی
بسم اللہ خاں

شام

۶-۴۵ اور رات ۸-۳۰
شمیمہ دیو : غزلیں

جمعرات ۱۲ دسمبر

صبح

۷-۴۰ راج بیگم : غزلیں

۹-۰۰ نو وادب۔ تازہ نظم
از ڈاکٹر مرغوب بانہالی

۱۱-۳۰ اور دوپہر ۲-۳۰
شیخ عبدالعزیز اور ساتھی
صوفیانہ موسیقی

دوپہر

۲-۱۰ ستار وادن

شام

۶-۴۵ اور رات ۸-۳۰
راج بیگم : غزلیں

جمعہ ۱۳ دسمبر

صبح

۷-۵۵ جی۔ این۔ شیخ : غزل

۹-۰۰ ہندی بات چیت
از ڈاکٹر ایوب پریمی

شام

۶-۴۵ اور رات ۸-۳۰
غلام نبی خاں : غزلیں

ہفتہ ۱۴ دسمبر

صبح

۷-۴۰ نسیم اختر : غزلیں

۹-۰۰ انگریزی بات چیت
از آر۔ کے۔ کاک

۱۱-۳۰ اور دوپہر ۲-۳۰
محمد عبداللہ تبت بقال اور ساتھی
صوفیانہ موسیقی

شام

۶-۴۵ اور رات ۸-۳۰

نسیم اختر : غزلیں

اتوار ۱۵ دسمبر

صبح

۷-۴۰ اور ۷-۵۵
علی محمد : غزلیں

۱۱-۳۰ "راستہ اور منزل"
اردو کھیل: ہری کرشن کول

دوپہر

۲-۱۰ عبدالکریم خاں : گائن

شام

۷-۴۵ اور رات ۸-۳۰
علی محمد : غزلیں

بقیہ:- بیکانیر

اے اسماعیل: انگریزی تقریر
عزالہ عراقی

ہفتہ ۱۴ دسمبر

صبح

۹-۱۵ اور دوپہر ۱-۳۰
امر چند پروہت
لوک سنگیت

دوپہر

۱-۱۰ استاد بڑے غلام علی خاں: گائن

۱-۵۰ "فالتو سمیہ کا پریوگ گرامین بہنیں کیسے کریں": شمم شرما

شام

۵-۰۵ کماری درگیش نندنی بھٹناگر
سگم سنگیت

۶-۳۰ "وجو کویں وکاس کاریہ کرم"
اوپی مینا

اتوار ۱۵ دسمبر

صبح

۸-۲۱ میری رچنا: لشن متوالا

دوپہر

۱۲-۰۰ مہیلا جگت: پتر او تر: بھجن
بھینٹ ورتا: بڑیاں بنانے والی مہیلا: مسالے تیار کرنے والی مہیلا: شریمتی میرا اور پشپا دیوی

شام

۵-۰۵ نوترنگ: کماری مدھو بھٹر

جموں

جموں (الف) : ۳۰۳٫۰۳ میٹر ۹۹۰ کلوہرٹز
جموں (ب) : ۲۷۵٫۴ میٹر ۱۰۸۹ کلوہرٹز

اتوار یکم دسمبر

صبح

۷-۴۵ جیون شرما، انیتا شرما
ڈوگری سنگیت

دوپہر

۱۲-۰۰ "امپروڈ میتھڈ آف ٹیچنگ سائنس"
انگریزی تقریر

پیر ۲ دسمبر

صبح

۷-۴۵ شام ساہر، سرلا کپور
ڈوگری سنگیت

دوپہر

۱۲-۰۰ "لارڈ بدھا" سوشل سٹڈی پروگرام

منگل ۳ دسمبر

صبح

۷-۴۵ موہن مشرا، کیلاش مہرہ
ڈوگری سنگیت

بدھ ۴ دسمبر

صبح

۷-۴۵ تلک راج ڈوگرہ، رنجنا
ڈوگری سنگیت

دوپہر

۱۲-۰۰ "اے ویج": انگریزی تقریر

جمعرات ۵ دسمبر

صبح

۷-۴۵ رمیش بھاٹیہ، اپیتا ڈے
ڈوگری سنگیت

دوپہر

۱۲-۰۰ "دی ایئران موشن"
سوشل اسٹڈی پروگرام

جمعہ ۶ دسمبر

صبح

۷-۴۵ سریندر پال وردی اور جیتندر کور
ڈوگری سنگیت

دوپہر

۱۲-۰۰ "دی فیس آف دی مدر لینڈ"
سوشل اسٹڈی پروگرام

ہفتہ ۷ دسمبر

صبح

۷-۴۵ محمد حسین، کلپنا کیسر
ڈوگری سنگیت

دوپہر

۱۲-۰۰ "نیشن اسٹرینتھ"
انگریزی نظم

اتوار ۸ دسمبر

صبح

۷-۴۵ "بردومن سنگھ اور سیما انل سہگل"
ڈوگری سنگیت

پیر ۹ دسمبر

صبح

۷-۴۵ پرکاش شرما، اندوبالا
ڈوگری سنگیت

دوپہر "حضرت محمدؐ"
سوشل اسٹڈی پروگرام

منگل ۱۰ دسمبر

صبح

۷-۴۵ لکشمی کانت، جوشی اور
پشپا ہنس: ڈوگری سنگیت

بدھ ۱۱ دسمبر

صبح

۷-۴۵ انل کمار، انوپما شرما
ڈوگری سنگیت

دوپہر

۱۲-۰۰ "دی لائن اینڈ ہز منسٹرس"
انگریزی تقریر

جمعرات ۱۲ دسمبر

صبح

۷-۴۵ بلبیر سنگھ، شمیمہ دیو
ڈوگری سنگیت

دوپہر

۱۲-۰۰ "ساؤتھ امریکہ"
سوشل اسٹڈی پروگرام

جمعہ ۱۳ دسمبر

صبح

۷-۴۵ نریندر گپتا، پریتی جاولہ
ڈوگری سنگیت

دوپہر

۱۲-۰۰ "دی سوائل اور پرائم سورسز"
سوشل اسٹڈی پروگرام

ہفتہ ۱۴ دسمبر

صبح

۷-۴۵ کرشن لال پریمی جٹ اور مینو پرشوتم،
ڈوگری سنگیت

دوپہر

۱۲-۰۰ "آ نٹ اینڈ دی کرکٹ"
انگریزی پروگرام

اتوار ۱۵ دسمبر

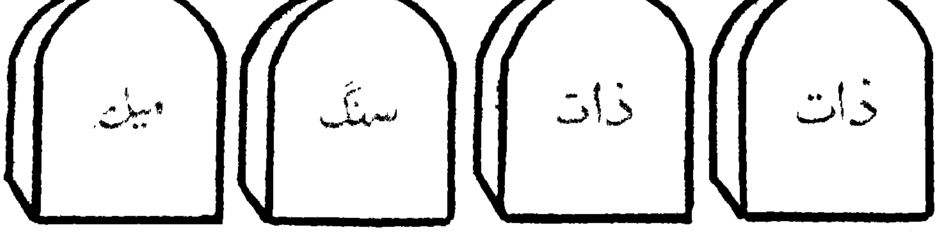
صبح

۷-۴۵ قطب الدین دساقی
کرشنا کماری
ڈوگری سنگیت

دوپہر

۱۲-۰۰ "دی اسکول لائبریری": تقریر

آکاشوانی لکھنؤ



ہمارے بزرگ شعرا کی وہ نسل جس نے اردو شاعری کی آبیاری اپنے خون سے کی ہے۔ جنکی شاعری میں ایک مخصوص آہنگ ماضی کی خوشگوار یادیں ہیں جنکی ذات اردو شاعری کے سنہری ماضی کا آئینہ ہے، جو اردو شاعری کی روایات کے امین ہیں ان شعرا کو آکاشوانی لکھنؤ کی جانب سے گذشتہ دنوں 'ذات ذات سنگ میل' عنوان کے تحت مدعو سامعین کے روبرو منعقد مشاعرے میں دعوت سخن دی گئی۔ یوں تو آل انڈیا ریڈیو کی جانب سے اکثر مشاعرے منعقد کیے جاتے ہیں لیکن آکاشوانی لکھنؤ کے مشاعروں کا انداز ہمیشہ ہی انفرادی رہا ہے۔ اس مشاعرے میں ہر ایک بزرگ شاعر سے اپنے کلام کے دو نمونے پیش کرنے کی گذارش کی گئی تھی ایک تازہ ترین کلام اور دوسرا ماضی کا وہ کلام جس سے انھوں نے کبھی مشاعروں میں دھوم مچائی تھی جس میں زور کلام کے ساتھ ان کی جوانی کا جوش بھی شامل تھا جسکو ماہ و سال کی گرد بھی دھندلا نہیں سکی تھی۔


نجم الدین نقوی


نذیر بنارسی


علی جواد زیدی


خمار بارہ بنکوی


کوثر جائسی


عمر انصاری


معین احسن جذبی


پروفیسر نور الحسن ہاشمی


قناعت علی ناظم مشاعرہ


فنا نظامی کانپوری


شارق ایرایانی


چودھری ریحان شنکر سردس اناوی

jd No D-(C)39
No 14253

PRICE RUPEE 1.00

1st. DECEMBER 1985

Licensed (U 23) to post without
prepayment at PSO New Delhi



یوسف ناظم



وجاہت علی سندیلوی



مجتبیٰ حسین



فیاض افسوس



پرویز یداللہ مہدی



شفیقہ فرحت



مسیح انجم

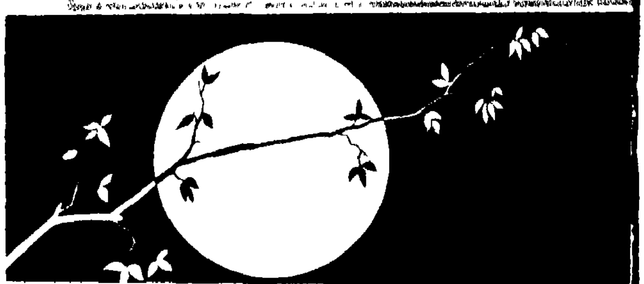


رام لال نابھوی



مختار یوسف





▲ (دائیں سے) وجاہت علی سندیلوی، عصمت چغتائی (صدر محفل) اور علی سردار جعفری (مہمان خصوصی)

گذشتہ دنوں آکاشوانی بمبئی کی جانب سے مدعو سامعین کے روبرو طنزومزاح کی ایک شام کا انعقاد کیا گیا۔ اس میں ہندوستان بھر سے آئے اردو کے مزاح نگاروں نے سامعین کی اس شام کو ایک قہقہہ زار شام میں تبدیل کر دیا ۔

Published by the Director General All India Radio at the Office of the Chief Editor Akashvani Group of Journals PTI Building I floor Sansad Marg New Delhi-110001
Printed by the Manager Govt of India Photo Litho Press Faridabad

آواز

۱۶ سے ۳۱ دسمبر ۱۹۸۵ء
۲۵ اگرہائن سے ۱۰ پوش ۱۹۰۷ شاکا
شاعت کا ۵۰ واں سال
قیمت ایک روپیہ

آل انڈیا ریڈیو کے پروگرام، معلوماتی مضامین، دل چسپ افسانے و منظومات



شمس الآفاق شمس

رات کے سایے میں جب گھنگھور اندھیرا چھاتا ہے
میری تنہائی میں کوئی من کے دیپ جلاتا ہے
کون ہے جو اکثر درِ دل پر مدھر سروں میں گاتا ہے
بھولی بسری کھوئی ہوئی یادوں کے دیپ جلاتا ہے
کس سے کہیں ہم کیسے بتائیں غیرت دامن تھامے ہے
عرضِ تمنا کرنے سے خود اپنا دل شرماتا ہے
وہ اپنی بے فکری کے دن مدت گزری خواب ہوئے
اب تو اک اک لمحہ دل پر چوٹ پہ چوٹ لگاتا ہے
روگ لگا ہے جی کو ایسا جس کا کوئی علاج نہیں
ہمدردوں کی ہمدردی سے درد سوا ہو جاتا ہے
زیست کے دن اب تک ہنس ہنس کر جیتے کاٹ دیے
آگے آگے دورِ زمانہ دیکھیں کیا دکھلاتا ہے
سعیِ مسلسل سے تو بگڑی قسمت بھی بن جاتی ہے
اے دل تو گھبراتا کیوں ہے وقت تو کٹ ہی جاتا ہے
ہمت و عزم کی نظروں میں تو ہر ناممکن، ممکن ہے
مشکل سے ٹکرانے والا مشکل کو ٹھکراتا ہے
شمس کے تیور ویسے ہی ہیں جیسے اب سے پہلے تھے
عمر کی اس منزل میں ظالم کیسے غزل کہہ لاتا ہے

جوہر وارثی

اک ربطِ خاص تجھ سے نہ ہوتا اگر مجھے
قسمت پھراتی یوں نہ کبھی در بدر مجھے
اے ہم سفرو سمجھو نہ بے بال و پر مجھے
ملتی ہے اب بھی دعوتِ برق و شرر مجھے
مدت ہوئی ہے چاک گریباں سیے ہوئے
کچھ لوگ پھر بھی کہتے ہیں شوریدہ سر مجھے
اک دن جنونِ شوق ہی توڑے گا بیڑیاں
کب تک کریں گے قید یہ دیوار و در مجھے
آنکھوں میں آنسوؤں کی لکیریں ہیں دل میں درد
جوہر یہ غم نے بخشا ہے رختِ سفر مجھے

احمر گورکھپوری

رہتے نہیں قابو میں سرِ راہ گزر پاؤں
رکھتے ہیں ادھر پاؤں تو پڑتے ہیں ادھر پاؤں
کاندھوں پہ لیے عمر کا بوسیدہ جنازہ
کھنچتا ہے ادھر جسم بھی جاتے ہیں جدھر پاؤں
ماحول ہی آئینۂ ہر عہدِ نو کی ہے
جھولے ہی میں آجاتے ہیں بچے کے نظر پاؤں
بڑھ جاتے ہیں کچھ اور بھی منزل کے تقاضے
کھو دیتے ہیں جب حوصلۂ عزمِ سفر پاؤں
پامال ہوئے ہیں کئی صحراؤں کے سینے
یوں ہی نہیں آتے ہیں نظر خاک بسر پاؤں
ہر چند بڑھی جاتی ہے لمحوں کی مسافت
تھکتے نہیں بڑھتے ہوئے صدیوں کے مگر پاؤں
ملتی نہیں گر ذہن کو ادراک کی آنکھیں
رکھتے ہی نہیں فرش پہ محرومِ بصر پاؤں
شہروں کی تجوری کبھی دیتی نہیں روٹی
کھیتوں میں پہنچتے نہیں دہقاں کے اگر پاؤں
سیدھی سہی لیکن رہِ اخلاق پہ احمر
پڑتے ہیں زمانے کے بہ اندازِ دگر پاؤں

شبنم گورکھپوری

یوں ہی ہر بات کا دنیا میں افسانہ نہیں ہوتا
کوئی دیوانہ کہہ دینے سے دیوانہ نہیں ہوتا
دلِ انساں جہاں مقصد سے بیگانہ نہیں ہوتا
وہاں مل بیٹھنے کا نام یارانہ نہیں ہوتا
بھری محفل میں سب کے سامنے اے ساقیِ محفل
میں پیتا ہوں مگر ہاتھوں میں پیمانہ نہیں ہوتا
غموں کی دھوپ میں جو چھاؤں بن جاتی ہے لہرا کر
کوئی شے او ہوتی ہے وہ میخانہ نہیں ہوتا
خرد کی بزم میں بہکے ہوئے لوگوں کو سمجھا دو
جنوں کی راہ میں ویرانہ ویرانہ نہیں ہوتا
خودی کے سائے میں دستِ طلب اٹھتا نہیں شبنم
فقیری میں بھی اندازِ فقیرانہ نہیں ہوتا

ادریس مکرانی

گلوں سے ہٹ کے نظر شاخ پر پڑے تو سہی
خموش کب سے کھڑا ہوں کوئی گنے تو سہی
ہوئے ہیں پست ہواؤں کے حوصلے تو سہی
چراغ بجھنا ہوا دستو جلے تو سہی
نقوشِ پا نہ سہی رہ گذر ہی بن جائے
مگر وہ ساتھ میرے دو قدم چلے تو سہی
گناہ ہم بھی کریں ہم بھی شوق ہے لیکن
بھولتیں وہ غمِ روزگار دے تو سہی
اگر ہے سنگ تو آواز میری لوٹا دے
کرے نہ غور مگر التجا سنے تو سہی
ہے بے نیاز تو بے شک نہ لے دعا لیکن
نظر اٹھا کے فقیروں کو دیکھ لے تو سہی
پھلوں کی چاہ میں اپنا ضمیر کیا بیچیں
بڑھائیں ہاتھ مگر شاخ کچھ جھکے تو سہی
کوئی بھی سایا سڑک پر ہمیں کہیں نہ ملا
درخت دونوں طرف سایہ دار تھے تو سہی
کھلے نہ ہم پہ کبھی راہ زیست کے اسرار
تہہ غبار نشاں پاؤں کے ملے تو سہی

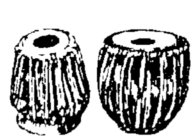
انتخاب گورکھپوری غزلیں

فہیم ہلوری

شکوہ کسی سے ہے نہ شکایت کسی سے ہے
مجھ کو گلہ بشر کی بشر دشمنی سے ہے
اس سے نہیں غرض کہ جلا کس کا آشیاں
اہلِ چمن کو کام فقط روشنی سے ہے
دل ابتدائے دورِ جوانی میں بجھ گیا
خاموش یہ چراغ سرِ شام ہی سے ہے
ساقی ترے نظام پہ رکھنا نہیں میں حرف
توہینِ میکدہ مری تشنہ لبی سے ہے
کھیلی تھی جو لبوں سے کبھی وقتِ التفات
رونے کا سلسلہ اسی پہلی ہنسی سے ہے
اتنی غمِ حیات سے فرصت کہاں فہیم
الفت کسی سے ہے نہ عداوت کسی سے ہے

شمیم صابری

افق کے پار روشنی کبھی نظر تو آئے گی
چلے چلو کہ زندگی کبھی نظر تو آئے گی
گلی میں جب مڑو گے تم جفا کی شاہراہ سے
شکستہ ایک جھونپڑی کبھی نظر تو آئے گی
لٹوں کو آئینے کے سامنے سنوارتے ہوئے
جو زندگی بکھر گئی کبھی نظر تو آئے گی
ہم اپنے دل کی آگ کو کہاں تلک چھپائیں گے
ہماری آنکھوں میں نمی کبھی نظر تو آئے گی
سیاہ بادلوں کے اوٹ میں جو ہے چھپی چھپی
وہ برق کوندتی ہوئی کبھی نظر تو آئے گی
ہوا اڑا رہی جس کی زرد زرد پتیاں
وہ شاخ بھی ہری بھری کبھی نظر تو آئے گی
شمیم وہ سحر کہ جس سحر کے ہم ہیں منتظر
نظر تو آئے گی کبھی کبھی نظر تو آئے گی



آواز

آل انڈیا ریڈیو کے پروگرام

چیف ایڈیٹر ایس کے سندر

ادارت

سراج احمد
برجیندر سنگھ وج

ٹیلی فون
۳۱۲۲۴۹
۳۱۲۲۵۴

تار کا پتہ LISTENER

نئی دہلی	۱۶ دسمبر ۱۹۸۵ء	بمطابق	۲۵ اگرہائن ۱۹۰۷ شاکا	جلد ۵۰	شمارہ ۴۰

اس شمارے میں

غزلیات

قیمت

فی کاپی — ایک روپیہ
سالانہ — ۲۲ روپے
دو سال — ۴۲ روپے

(ایک سال سے کم کا چندہ قابل قبول نہیں ہوگا۔)

اندرون ملک ڈاک خرچ بذمہ ادارہ

علم فلسفہ کی ترقی میں ہندوستان کا حصہ

ڈاکٹر سلطان علی شیدا

فلسفہ علوم کا ابتدا بھی ہے اور اس کا انتہا بھی۔ جب دنیا میں علوم کی ابتدا ہوئی اور انسان نے عقل کے توسط سے کائنات اور خود کو سمجھنے کی کوشش شروع کی تو اس نے فلسفیانہ خیال آرائی کی داغ بیل ڈالی۔ جب منظم فکر دیومالا اور مذہبی توضیحات کے احاطۂ کار سے نکل کر عقل و تجربہ کی بنیاد پر استادہ ہوئی تو اسے فلسفہ کا نام دیا گیا۔ بعدہٗ مختلف علوم نے آزادانہ طور پر اپنا اپنا وجود بنایا۔ مگر پھر ایک بار ہر علم کی زندگی میں ایسا مقام آتا ہے جب یہ اپنے مخصوص دائرۂ کار سے آگے نکلنے کی کوشش کرتا ہے اس وقت یہ پھر فلسفہ کے ماورائی اور آفاقی حدود میں داخل ہو جاتا ہے۔ کسی بھی ملک یا قوم کا فلسفہ اس کے عقلی فروغ اور ترقی کا غماز ہوتا ہے اور اس کی روح کو سمجھنے کا ایک یقینی ذریعہ۔

فلسفہ عام طور سے کچھ مخصوص مسائل اور شعبوں پر مشتمل ہے۔ ان میں مابعد الطبعیات، علمیات، منطق، اخلاقیات، جمالیات، سیاسیات وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ ان کے ساتھ ریاضیات، علم النجوم، علم ادویات وغیرہ بھی قدیم زمانہ سے فلسفہ کے ساتھ تعاون کرتے رہے ہیں۔ ہندوستانی فلسفہ کا آغاز چھٹی صدی قبل مسیح سے کچھ پہلے ہی ہوا ہے۔ اس صدی میں چین میں کنفیوشس اور یونان میں تھیلیس بھی فلسفیانہ فکر میں مصروف تھے۔ مگر ہندوستان میں فلسفیانہ تفکر اس وقت بھی ایک پرانی روایت کا حصہ نظر آتا ہے کیونکہ اس کے منبع و مخرج وید اور اپنشد ہیں۔ وحدانیت کا جو سبق اپنشدوں نے دیا وہ پہلی بار رگ وید میں ملا۔ ہندوستانی فلسفہ کی ابتدا علم کائنات اور علم ذات کی تلاش کے ساتھ شروع ہوئی۔ ویدوں میں ایک ایسی معروضی قوت کی کھوج نظر آتی ہے جو کائنات کے مختلف مظاہر اور قوتوں کو ایک اصول مطلق کے دھاگے سے باندھ سکے۔ ویدوں میں کثرت الٰہ سے وحدانیت کی سمت ایک مسلسل جد و جہد موجود ہے جس کی انتہا اپنشد ہے۔ یوں تو ویدوں میں اندرا، اگنی، وایو، سوم، برہسپتی، رودر، پرتھوی، ورون، وشنو وغیرہ کی مدح سرائی جگہ جگہ کی گئی ہے مگر یا انھیں ایک ہی قوت کے مختلف نام سمجھے گئے یا انھیں ایک قادر مطلق وجود کا پرتو تسلیم کیا گیا۔

ہندوستانی فلسفہ کو عام طور پر مذہب کا ایک حصہ سمجھا گیا اور بیشتر مغربی ماہرین نے اسے محض مابعد الطبعیاتی اور الٰہیاتی قرار دیا۔ تصوراتی اور روحانی طرز فکر ہندوستانی فلسفہ کا ہم معنی بن گیا۔ یہ عناصر بیشک اس میں کافی حد تک

موجود ہیں مگر ان کے علاوہ حقیقت اور مادیت بھی اس کے اجزائے لاینفک ہیں۔ مابعد الطبعیات کے ساتھ ساتھ علمیات و منطق کا فروغ اس سے کہیں زیادہ ہندوستان میں ہوا جتنا اس زمانے میں کہیں اور۔ اخلاقیات، جمالیات اور سیاسیات میں قدیم ہندوستانی فکر کی جولانی اتنی ہی بلند تھی جتنی افلاطون و ارسطو کی۔

قدیم ہندوستانی فلسفہ کو عموماً چھ ویدک اور تین غیر ویدی مکاتب فکر میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ اول الذکر میں نیایہ ویشیشک، سانکھیہ، یوگ، میمانس اور ویدانت کا شمار ہوتا ہے اور آخر الذکر میں بودھ، جین اور چارواک کا۔ ویدی مکاتب میں دراصل محض میمانس اور ویدانت ہی ایسے طرز ہائے فکر ہیں جنھوں نے بلاواسطہ ویدوں کو بنیاد بنا کر ان کی صحت کے ثبوت فراہم کیے۔ ویدانت نے خصوصاً اپنشدوں کے فلسفیانہ افکار کی صراحت کی۔ مابعد الطبعیاتی مسائل کا تصوراتی یا روحانی نظریہ واضح طور پر صرف ویدانت اور میمانس میں ملتا ہے۔ سانکھیہ اور یوگ ثنویت کے قائل ہیں۔ نیایہ ویشیشک اور جین نظریات حقیقت اور کثرتیت کے علمبردار ہیں اور چارواک مادیت کا۔ بودھ مت میں تصورات اور حقیقت دونوں کے عناصر موجود ہیں۔ آئیے اب ہم اجمالاً چند مکاتب فکر کا جائزہ لیں۔

سب سے پہلے میں ویدانت کا ذکر کروں تو بیجا نہ ہوگا کیونکہ یہ مقبول ترین مکتب فکر ہے۔ غیر ممالک میں تو اکثر ہندو یا ویدی فلسفہ کو ویدانت کا ہم معنی قرار دیا گیا ہے۔ ویدانت اپنشدوں کے فلسفیانہ افکار کو منظم طور پر پیش کرنے کی کوشش ہے۔ اپنشدوں پر بادرائن نے سب سے پہلے تیسری یا چوتھی صدی عیسوی میں برہم سوتر یا ویدانت سوتر کے نام سے ایک کتاب لکھی اور ان پر دسویں اور بندرہویں صدی کے درمیان مختلف تفسیریں لکھی گئیں۔ فلسفہ ویدانت انھیں تفسیروں کی دین ہے ان میں شنکر آچاریہ اور رامانج آچاریہ کی تفسیریں جو دسویں اور گیارہویں صدی میں لکھی گئیں بہت مشہور ہیں۔ شنکر نے جو سب سے زیادہ مقبول ہے مطلق وحدانیت کا پرچار کیا اور موضوعی و معروضی حقیقت کی عینیت کو آتمن اور برہمن کی عینیت کے ذریعے پیش کیا۔ یہ فلسفہ کائنات کو ایک عظیم اکائی کی شکل میں سمجھنے کی کوشش ہے جس میں دوئی سے قطعی انکار کیا گیا ہے۔ تمام کائنات ایک حقیقت ہے اور فرد کی ذات جسے جیو کہا گیا ایک آفاقی اصول ذات کا مظہر ہے جو آتمن ہے۔ یہ آتمن اس معروضی حقیقت کل کے مترادف ہے جو برہمن کہلایا۔ یہ برہمن نرگن ہے یعنی اس کی خصوصیات کا بیان ممکن نہیں۔ اس حقیقت کو پہچاننے کے بعد ہم "اہم برہماسمی" یا "میں برہمن ہوں" کہنے کے حقدار بن جاتے ہیں۔ یہ تلاش حق یا برہم جگیاسا ہی فرد کو ہر پابندی سے آزاد کر کے موکش یا نجات کا حامل بناتا ہے۔ "تت توم اسی" یا "تم وہ ہو" کی پہچان ہی انسان کی غایت اولیٰ بن جاتی ہے اور انسان خود کو لامحدود و لاکنار سمجھنے لگتا ہے۔ شعور کی یہ کیفیت آنند یا سعادہ ہے۔ شنکر نے اس حقیقت مطلق کی آگہی سے قبل کی ہر حالت اور ہر تجربہ کو مایا کہا جس میں دوئی کا احساس باقی رہتا ہے اور ہم برہمن یا آتمن کو دنیا یا جگت ایشور یا شگون برہمن اور انفرادی ذات کی شکل میں دیکھتے ہیں۔ دوئی یا کثرت کا ہر تجربہ اس معنی میں مایا ہے۔ جس طرح زمین کا چپٹا نظر آنا سورج کی حرکت فریب نظر ہے۔ اگر طبعیات کے بنیادی اصولوں کی روشنی میں اسے سمجھنے کی کوشش کریں تو ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ مادی اشیاء ہمیں جس شکل میں نظر آتی ہیں وہ محض ایک دھوکہ ہے کیونکہ یہ سب الکٹرون و پروٹون کے مجموعے ہیں جن میں نہ تو ٹھوس پن ہے اور نہ کوئی رنگ و ہیئت۔ ہم سب جانتے ہیں مگر ہماری زبان ہمیشہ انھیں غلط طریقہ سے بیان کرتی ہے۔ ان حقائق کو جان لینا علم یا گیان ہے اور ان مظاہر کو حقیقت سمجھ کر ان سے متاثر ہونا مایا یا اگیان۔ دور جدید میں اربندو یا دویکانند نے اسی فلسفہ کو نئے انداز سے پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ ویدانت میں مایا کو برہمن کی تخلیقی قوت کہا گیا ہے۔ شنکر کے مطابق یہ تخلیقی عمل محض ظاہری ہے کیونکہ برہمن علت و معلول سے ماوراء ہے جبکہ رامانج نے اس عمل کو حقیقی تسلیم کیا اور مطلق وحدانیت کی حد بندی کرتے ہوئے خدا یا ایشور کو حقیقت اعلیٰ کہا اور دنیا اور انسانوں کو خدا پر منحصر بتاتے ہوئے ان کے الگ وجود کو مانا۔

ویدانت کے علاوہ سانکھیہ نظام فکر بھی بہت مشہور ہے۔ سانکھیہ سوتر کا مصنف کپل تھا مگر اس اسکول کی سب سے پرانی کتاب سانکھیہ کاریکا ہے جو ایشور کرشن نے لکھی۔ یہ نظام فکر قدیم ترین سمجھا جاتا ہے اور اپنشدوں سے اس کا بہت گہرا تعلق ہے۔ اس کی خصوصیت اس کی ثنویت ہے جس کے مطابق حقیقت کو دو بنیادی اصولوں پر مبنی بتایا گیا ہے یعنی پرکرتی یا مادہ اور پرش یا ذات۔ پرکرتی تمام عالم طبعی و خارجی اور انسان کے حواس، دماغ اور ذہن کا سبب ہے جبکہ پرش انسانی شعور اور اس کی روحانی ذات کا مترادف ہے۔ دنیا میں پہلی بار کائنات کے ارتقاء کا واضح تصور ہمیں سانکھیہ فکر میں ملتا ہے۔ یوگ نے سانکھیہ مابعد الطبعیات کو تسلیم کرتے ہوئے شعور کے فروغ کے عملی طریقوں پر زور دیا اور جسم و ذہن دونوں کی صحت سے بحث کی۔

ویشیشک اور نیایہ کا نظام فکر حقیقت اور کثرتیت کے علمبردار ہیں۔ کناد کے ویشیشک سوتر اور گوتم رشی کے نیایہ سوتر باہم اس طرح منسلک ہیں جیسے سانکھیہ اور یوگ۔ ویشیشک اسکول نے ارسطو کی طرح حقیقت کو سات اقسام میں تقسیم کیا مثلاً جوہر، اوصاف، حرکت، کلیہ وغیرہ اور تمام ممکنہ اشیاء اور نسبتوں کو کسی نہ کسی زمرہ میں تصور کرنے کی کوشش کی۔ ان کا قول تھا کہ ہر قابل فہم چیز قابل بیان ہوتی ہے۔ نیایہ فلسفہ نے یہ مابعد الطبعیاتی نظریہ قبول کرتے ہوئے ان اقسام میں کچھ اضافہ کیا مگر خصوصاً علمیات و منطق کے مسائل پر فکر انگیزی کی۔ اس کے مطابق علم کے چار ذرائع یا سند ثابت ہیں جنھیں پرمان کہا۔ یہ ہیں ادراک یا پرتیکش، استنباد یا استخراج یعنی انومان، قیاس یا اپمان اور شبد یا نطق۔ ان کے تجزیے دور رس ثابت ہوئے۔ انومان کی بحث علم منطق کے لیے بہت اہم ثابت ہوئی اور شبد کی بحث معنیات اور فلسفہ زبان کا پیش خیمہ بنی۔ بعد میں نیایہ کے پیروؤں نے تکشلا اور بنگال کے نودیپ میں جدید یا نو نیایہ کی بنیاد ڈالی جس سے منطق و علمیات کو بڑا فروغ دیا۔ ان لوگوں میں گنگیش کی کتاب "تتو چنتامنی" منطق کی ایک کلاسیکی کتاب سمجھی جاتی ہے۔ منطق کے فروغ میں ان کے ساتھ بدھ مفکروں نے بھی اہم رول انجام دیے۔ ناگ ارجن، دگناگا دھرم کیرتی جیسے مفکرین کا شمار جدید معنوں میں بھی عظیم منطق دانوں میں ہوتا ہے۔ بدھ منطق دانوں کے علاوہ میمانس اسکول کے اہم مفکرین پربھاکر اور کمارل بھٹ نے بھی نیایہ کے تسلیم شدہ پرمانوں کے علاوہ کچھ دیگر پرمانوں کی وضاحت کی اور فکر و استدلال میں پیدا شدہ مغالطوں اور خطاؤں پر سیر حاصل بحث کی۔

بدھ کا فلسفہ اپنی غیر اذعانی فکر کے لیے مشہور ہے اس نے کائنات میں ثبات و استقلال کی نفی کرتے ہوئے حرکت و تغیر کو ہی قانون فطرت بتایا۔ ہر شے مختلف صفات کا مجموعہ ہے یہاں تک کہ روح یا نفس کو بھی اس نے احساسات و خیالات کا مجموعہ سمجھا۔ بدھ کے پیرو ناگ ارجن نے اس نظریہ کی توسیع کرتے ہوئے غیر مستقلیت کے اصول کو اپنے فلسفہ کی بنیاد بنایا۔ اس طرز فکر کی انتہا اس کے اس نظریہ میں ظاہر ہوتی ہے جسے شنیہ واد کہا گیا۔

یعنی ہر شے کی حقیقت شنیہ ہے۔ یہ شنیہ شنکر کے نرگن برہمن کے معنی میں ہی حقیقت کا ایک تصور ہے جس سے مقصود صرف یہ ہے کہ حقیقت کسی مخصوص مثبت صفت کے عین نہیں۔

جین فلسفہ ویشیشک فکر کی طرح حقیقیتی اور کثرتی ہے۔ اس میں مابعد الطبعیات کے علاوہ منطق و علمیات سے بحث کی گئی ہے۔ علم کی اضافیت پر جنھوں نے بہت زور دیا اور کہا کہ علم مطلق کے علاوہ جو نجات یافتہ نفوس کی تخصیص ہے تمام علم اضافی ہے اور ہمیں ہر بیان اور ہر نظریہ کو ایک معنی میں صادق اور ایک معنی میں کاذب کہنے کا حق حاصل ہے۔

چارواک یا لوکایت وہ واحد ہندوستانی فلسفہ ہے جو ہمیشہ مادیت کا علمبردار رہا ہے۔ یہ بہت قدیم فلسفہ ہے اور مہابھارت سے قبل کے مفکر برہسپتی سے منسوب کیا جاتا ہے۔ اپنی مادیت کی وجہ سے یہ برہمنوں کے عتاب کا شکار ہوا اور اس کی نگارشات تباہ کر دی گئیں۔ اس کا باقاعدہ بیان پہلی بار تیرہویں صدی میں مادھو آچاریہ کی کتاب سرودرشن سنگرہ میں ملتا ہے۔ اس فلسفہ نے خدا، روح اور حیات بعد ممات کو غلط ثابت کر کے مادیت کا ایک نظام فکر پیش کیا جس کی بنیاد تجرباتی علمیات پر رکھی گئی۔ ان کے لیے ادراک ہی واحد منبع علم یعنی پرمان ہے۔ استنباد یا استخراج کے ماورائے حسی تصور سے انکار کرتے ہوئے انھوں نے اسے اور دیگر پرمانوں کو ادراک پر مبنی بتایا۔

قدیم ہندوستانی اخلاقیات ویدوں اور اپنشدوں

سے شروع ہوکر ویدانت اور گیتا میں ایک انوکھی بلندی حاصل کرتا ہے۔ یوں تو چارواک اور کچھ دیگر نظام فکر میں تلذذ پسندی اور افادیتی نظریات پائے جاتے ہیں مگر بیشتر اسکولوں میں جن میں بدھ اور جین بھی شامل ہیں نجات یعنی موکش یا مکتی کو قدر اول کا مقام حاصل رہا ہے اور اس سے مراد نفس یا ذہن کی مکمل آزادی ہے۔ یہ آزادی شہوانی خواہشات اور مادی رغبتوں سے چھٹکارا ہے جو کلفت و آزار کا ذریعہ سمجھا گیا۔ خصوصاً ہندو فلسفہ میں انسانی زندگی کی غایات و مقاصد چار تسلیم کیے گئے ہیں جنھیں پرشارتھ کہا گیا۔ یہ ہیں ارتھ یعنی دولت مادی آسائش، کام یعنی شہوانی وجسمانی خواہشات، دھرم یعنی [illegible] اور موکش یعنی نجات۔ ان میں ایک تدریجی ترتیب ہے اور دھرم و موکش کو عموماً اعلیٰ تر سمجھا گیا۔ بیشتر لوگ موکش کو عظیم ترین سمجھتے ہیں مگر دھرم ایک ایسا ہمہ گیر اصول ہے جو نظریہ کرم کی بنیاد ہے اور دیگر اقدار میں کارفرما رہتا ہے۔ اس کے علاوہ گیتا ایک ایسا اخلاقیاتی صحیفہ ہے جس میں فرض کو نتائج سے اوپر اٹھ کر ادا کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔ ارجن اور کرشن کے درمیان یہ حسین مکالمہ جو مہابھارت کا ایک حصہ ہے انسان کو یہ سبق دیتا ہے کہ اخلاقی نقطہ نظر سے فرض کی ادائیگی کا اس کے علاوہ اور کوئی جواز ممکن نہیں کہ یہ فرض ہے۔ خوف، طمع یا سود و زیاں کا حساب اخلاقی نقطہ نظر سے غیر متعلق ہیں۔ گیتا میں گیان، بھکتی اور کرم تینوں کا حسین امتزاج نظر آتا ہے۔ مگر دور حاضر میں تلک جیسے لوگوں نے اس کے کرم کے فلسفے کو زیادہ سراہا ہے۔

اس گفتگو میں ہندوستانی فلسفہ کے تمام شعبوں اور مکاتب کا ذکر مشکل ہی نہیں ناممکن ہے مگر چلتے چلتے کوٹلیا، چرک اور جمالیات کے مفکرین کا حوالہ دینا ضروری سمجھتا ہوں۔ کوٹلیا کی مشہور [illegible] ارتھ شاستر [illegible] قبل مسیح کی نوشتہ ہے۔ اس میں سیاسی و تعزیری قوانین، علوم جنگ، حکومت کا اندرون و خارجی انتظام، خارجہ پالیسی، اختیارات شاہی، دولت کی تقسیم [illegible] اور ملک میں جاسوسی وغیرہ پر تفصیل سے بحث کی گئی ہے۔ اسی میدان میں منو، کبھار دواج [illegible] اور شوکر بھی مشہور ہوئے۔ چرک نے چرک سمہتا میں ادویات و علاج کے علاوہ مباحث تفتیش اور منطقی اصولوں پر بھی خیال آرائی کی۔ جمالیات میں آنند وردھن، ابھینو گپت، بھرت، بھرتھری اور وامن جیسے عظیم مفکروں نے شعر و ادب کے اصولوں کی نوک پلک بڑے حسین انداز میں سنوارے۔ جمالیاتی اصولوں کی بحث اور فلسفۂ زبان کے سلسلے میں پانینی، بھرتھری اور پتنجلی کے کارنامے بھی ناقابل فراموش ہیں۔ علم صرف و نحو کو ان کے ہاتھوں جتنا عروج حاصل ہوا وہ ساری دنیا میں اپنی مثال آپ ہے۔

(آکاشوانی لکھنؤ سے نشر)

ڈاکٹر سلطان علی شیدا
ڈپارٹمنٹ آف ہیومانٹیز، آئی آئی ٹی۔ کانپور

۱۶ دسمبر ۱۵ [illegible]

شخصیات شعر و ادب
سلسلہ

خلیل الرحمن اعظمی

ڈاکٹر محمود الٰہی

والدین

[illegible]

[illegible] والے بتاتے تھے [illegible] اور [illegible] سے متاثر [illegible] خلیل الرحمن اعظمی [illegible] اختیار [illegible] ہوتی مگر [illegible] ذاتی [illegible] شرافت [illegible] ہوتی تھی [illegible]

[illegible] ان سے [illegible] سود [illegible] پاس [illegible] تھے اور [illegible] تاثر [illegible] محفوظ ہوتے جا رہے ہیں [illegible] چند مہینوں میں تمام [illegible] بیک [illegible] تو ان کا محسوس ہوا [illegible] اور جو ترش [illegible] ادا نہ کر سکا۔

کیا اس کا تجزیہ کیا جا سکتا کوئی [illegible]

میں ۱۹۵۷ء کے [illegible] سال [illegible] رہا۔ ہم دونوں ہم پیشہ تھے اور [illegible] ہم دونوں سے [illegible] کی ڈگری ایک ساتھ [illegible] کلاس [illegible] بعض موضوعات [illegible] پڑھاتے تھے اور بعض میں [illegible] اس کے [illegible] حافظے [illegible] اور میں نے [illegible] خردی اور بزرگی کے اس رشتے کو قائم رکھنے کی کوشش کی [illegible] دعوت پر بھی [illegible] بے تکلف محفلوں [illegible] آتا تھا اور

[illegible] سوا [illegible] اس لئے [illegible] نہیں [illegible] دکھاتے [illegible] اس کی بنیاد [illegible] سے زیادہ [illegible] شعور اور [illegible] جیسے الفاظ [illegible] زندگی میں کہیں نظر نہیں آئیں گے۔

یونیورسٹیوں میں جو [illegible] اور ریسرچ اسکالروں کو [illegible] علوم [illegible] اور اگر کسی شعبے میں [illegible] مجھے [illegible] نہیں [illegible] ہمارے [illegible] میں [illegible] خدا [illegible] ممکن [illegible] امکان نہیں [illegible] سکتا۔

خلیل [illegible] نے [illegible] و تقریر کے [illegible] میں [illegible] کے خلاف بھی ایک لفظ بھی نہیں سنا۔ وہ مدتوں [illegible] رہے مگر انھوں نے اپنی [illegible] نہیں آنے دی۔

خلیل الرحمن اعظمی جوڑ توڑ کے آدمی نہیں تھے، وہ دوست یا دشمن بنانے کا سلیقہ نہیں جانتے تھے۔ وہ [illegible] کے در در وازے بھی [illegible] تھے۔ وہ تو اس کے قائل تھے کہ اگر کوئی ان سے نباہ کرنا چاہے تو وہ پیچھے نہیں ہٹیں گے اور اگر کسی نے نگاہ پھیر لی تو وہ منانے نہیں جائیں گے کیونکہ اپنی جبلت کے لحاظ سے وہ کسی کی شان میں گستاخی کر نہیں سکتے تھے۔ وہ دوسروں کی نیت پر شک بھی نہیں کرتے تھے۔

—— اور شک تو وہ کرتے ہیں جن کے سامنے اپنا سود و زیاں ہوتا ہے!

میں نے ابھی کہا ہے کہ میں ان کی بے تکلف محفلوں میں بار پانے کی کوشش نہیں کرتا تھا۔ مگر ایسا بھی نہیں ہوتا تھا کہ ہم دونوں کسی مسئلے پر کھل کر گفتگو نہ کر سکتے ہوں۔ زندگی میں بعض ایسے مواقع

آئے جب ہم دونوں کو سود وزیاں کے مسئلے پر گفتگو کی ضرورت محسوس ہوئی۔ ہم دونوں آگے بڑھے مگر میں انسانی کردار کی اس سے خوبصورت مثال اور کیا پیش کروں کہ کبھی اس طرح کی گفتگو میں انھوں نے پہل نہیں کی۔

خلیل الرحمٰن اعظمی وسیع المطالعہ تھے، انھیں نئی کتاب اور خاص طور پر ہر رسالے کے تازہ شمارے کے مطالعے کا جنون کی حد تک شوق تھا۔ علی گڑھ میں میرے اور ان کے روابط میں استواری کا یہ بھی ایک خاص سبب تھا۔ وہ مجھے نئے رسالوں کی صرف اطلاع ہی نہیں دیتے بلکہ ان سے استفادے کا موقع بھی فراہم کرتے تھے۔ میرا زیادہ تر وقت یونیورسٹی کی لائبریری میں گزرتا تھا۔ اگر کسی نئی کتاب کی اشاعت کی انھیں اطلاع ملتی تو مجھ سے فرمائش کرتے تھے کہ میں اس کی فکر میں رہوں اور صورت حال سے انھیں مطلع کرتا رہوں کہ وہ کتاب لائبریری میں خریدی گئی کہ نہیں اور اگر کسی کے نام ایشو ہے تو واپس آگئی کہ نہیں۔ یہاں تک تو کوئی خاص بات نہیں، ان کا کمال یہ تھا کہ وہ مطالعہ کر لینے کے بعد مصنف یا شاعر کے بارے میں منفرد رائے قائم کر لیتے تھے اور اپنی رائے کا بڑی شدت کے ساتھ برملا اظہار بھی کر دیتے تھے۔ بس یہی بات کبھی کبھی ان کے لیے بلائے جان بن جاتی تھی۔ ہم عصروں پر اظہار رائے خیال بڑی جرأت کا کام ہے اور اعظمی صاحب ہمیشہ اس جرأت کے مالک رہے۔ ایسے لوگوں کی کمی کبھی نہیں رہی جو خود تو کسی تخلیق کا مطالعہ نہیں کرتے لیکن اگر کوئی مطالعے کے بعد تخلیق کے بارے میں کچھ تند وتیز رائے کا اظہار کر دے تو یہ صاحب تخلیق کے پاس بڑے ہمدردانہ لہجے میں وہ رائے پہنچا دیتے ہیں اور کبھی کبھی تو اس کی طرف سے دفاعی محاذ بھی قائم کر دیتے ہیں۔ اعظمی صاحب کے نادان دوستوں نے یہ کام بڑی فراخدلی سے اور تن دہی کے ساتھ کیا نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ غلط قسم کی معاصرانہ چشمک پیدا ہو جاتی تھی اور علمی مباحث کے اصول وضوابط بالائے طاق رکھ دیئے جاتے تھے۔

اعظمی صاحب کی تربیت اور ان کی بنیادی تعلیم خالص مشرقی انداز میں ہوئی۔ ترقی پسند اور وسعت خیال کی وجہ سے انھیں بہت کچھ سہنا پڑا مگر بچپن کی تعلیم وتربیت کا سایہ کبھی ان سے جدا نہیں ہوا۔ ادھر اسلامیات سے ان کی دلچسپی خاصی بڑھ گئی تھی۔ میری ان سے آخری ملاقات ۷۷ء کے وسط میں ہوئی تھی۔ اس وقت دیر تک وہ قرآن شریف کے اعجاز پر مجھے مستفید کرتے رہے۔

خلیل الرحمٰن اعظمی ایک ترقی پسند فنکار کی حیثیت سے ابھرے اور جدیدیت کی آغوش میں انھوں نے آخری سانس لی۔ اگر ان کے افکار اور ادبی مشاغل کا سرسری جائزہ لیا جائے تو کچھ اسی قسم کی بات کہی جائے گی اور یہی وہ بات ہے جس نے عمر بھر انھیں خوش فہمیوں یا غلط فہمیوں کا مرکز بنائے رکھا۔ اس غلط فہمی میں اس وقت اور بھی شدت آجاتی تھی جب اپنے ہر نقاد کے ساتھ وہ تھوڑی دور چلتے تھے اور اس کی تاویلات وتوجیہات کی تائید کرتے جاتے تھے۔ ان کا مزاج ایسا نہیں تھا کہ وہ اپنی تخلیقات شرح و فرہنگ کے ساتھ پیش کرتے اور ان کا مزاج ایسا بھی نہیں تھا کہ وہ اپنے درماندہ ہم سفروں کے نقش قدم کی تقلید کرتے۔ ان کے فن کا سب سے بڑا المیہ یہ ہے کہ اس کی عظمت کا اعتراف اکثر اسی حال میں کیا گیا جب نام نہاد نقادوں نے اسے کسی ادبی تحریک کے آئینہ میں دیکھا۔ ادبی تحریکیں بھی سیاسی نشیب وفراز کی زائیدہ ہوتی ہیں اور یہ کون سمجھائے کہ دانشور تحریکوں کو راکب ہوتا ہے اس کا مرکب نہیں ہوتا۔ یہ جو کبھی کبھی خلیل الرحمٰن اعظمی کے ہاں لوگوں کو ترقی پسندی سے انحراف یا جدیدیت کی ہم زبانی نظر آتی ہے، وہ دراصل ان کی صدائے احتجاج ہے ان لوگوں کے خلاف جو انھیں ایک مرکب کی شکل میں دیکھنا چاہتے ہیں۔ وہ خود نظریہ ساز تھے۔ وہ ان کی آواز میں آواز کیونکر ملا سکتے تھے جو اپنے ذاتی مکر سیاسی سود وزیاں کے پس منظر میں نظریہ سازی کا دعویٰ کرتے تھے۔

ان کے ہاں ترقی پسندی اور جدیدیت یا جدید وقدیم کی آویزش تلاش کرنا بے سود ہے۔ وہ ترقی پسند تھے اور آخر وقت تک ترقی پسند رہے، وہ جدید تھے اور آخر وقت تک جدید رہے۔ میں پھر کہوں گا کہ ادبی تحریکات کے بازی گروں نے انھیں اپنی رنگا رنگ قبائے دریوزہ گری پیش کی اور بڑی معصومیت کے ساتھ اعظمی صاحب نے انھیں زیب تن بھی کر لیا مگر یہ قبائیں ان کا انداز قد نہیں چھپا سکیں —— وہ انداز قد جس کا رسمی نام نہ ترقی پسندی ہے اور نہ جدیدیت:

مجھ کو معلوم نہیں نام ہے اب کیا میرا
ڈھونڈنے والے مجھے چھوڑ دے پیچھا میرا

کیا ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ ہم خلیل الرحمٰن اعظمی کو ایک مستقل تحریک اور ایک منفرد عہد کے نام سے یاد کر سکیں؟

وادیٔ غم کے سوا میرے پتے اور بھی ہیں!

(گورکھپور سے نشر)

محمود الٰہی
شعبۂ اردو
گورکھپور یونیورسٹی۔ گورکھپور

صغریٰ عالم

بدگمانی ہیں دلوں کو خار وخس کرتا ہے کون
نوش یقینی کے گلوں کو تازگی دیتا ہے کون
حوصلوں کے بانکپن کو جب مٹا دیتے ہیں لوگ
منفی حالات میں دستِ رسا دیتا ہے کون
جب زمانہ چھین لیتا ہے محبت کا چلن
بوسۂ بے ساختہ کو پھر حیا دیتا ہے کون
فصلِ گل کو جب خزاں کا الوداعی تھا سلام
کونپلوں کو پھر بہاروں کی ردا دیتا ہے کون
کون آکر درد کے نشتر لگاتا ہے ہمیں
جی سلگنے کی تڑپ کو پھر شفا دیتا ہے کون
بات کس کی رشتۂ جاں کو قطع کرتی رہی
دل سے اپنے درد دل کو یوں ملا دیتا ہے کون
بددعا کے زیرِ سایہ دن بسر ہوتا رہا
رات کے پچھلے پہر صغریٰ دعا دیتا ہے کون

(گلبرگہ سے نشر)

اساتذہ

یہ بات اکثر کہی جاتی ہے کہ پرانے زمانہ میں استاد کی بڑی قدر ومنزلت تھی۔ شاگرد اپنے استاد کی بڑی عزت کرتے تھے۔ استاد کا حکم بجا لاتے اور استاد سے ڈرتے بھی تھے۔ استاد شاگردوں پر سختی کرتے اور سزا بھی دیتے تھے۔

پروفیسر رشید احمد صدیقی نے مزاحیہ انداز میں بڑی پُرلطف بات کہی ہے کہ پرانے زمانہ میں "استاد دست درازی سے تعلیم دیتے تھے، اب زبان درازی سے تعلیم دیتے ہیں"۔ یہ بات ماضی اور حال کے استادوں کے رویہ کی حقیقی معنی میں عکاسی کرتی ہے۔

پرانے زمانہ میں استاد اور شاگرد کا رشتہ بڑا مستحکم تھا شاگرد کو زندگی میں جو بھی ترقی نصیب ہوتی، وہ استاد کی دین تصور کی جاتی تھی۔ غریب، امیر کی کوئی تفریق نہ تھی، استاد تمام بچوں کے ساتھ یکساں سلوک کرتا تھا، استاد کا رتبہ ووقار بہت بلند تھا۔

اس کی ایک مثال، حیدرآباد کے ایک نواب صاحب کے طالب علمی کے زمانہ کا ایک واقعہ ہے، جو انھوں نے اساتذہ کے ایک جلسہ میں یوں بیان کیا تھا:۔

"مجھے وہ دن یاد ہیں جبکہ میں مدرسہ عالیہ و جامعہ عثمانیہ میں تعلیم پاتا تھا اور وہ دن بھی یاد ہے جبکہ میں اپنے شوق فارسی کی تکمیل کے لیے حضرت شمسی صاحب قبلہ کی خدمت میں جو فارسی کے قدیم وضع کے استاد تھے، پہلی دفعہ حاضر ہوا۔ استاد محترم نے چند شرائط پر میری استادی قبول فرمائی۔ میرے لیے لازم تھا کہ مولوی صاحب کے دولت خانہ سے چار فرلانگ کے فاصلے پر اپنی سواری چھوڑ دوں، ہاتھ میں جزدان لیے پیدل خدمت میں حاضر ہوتا رہوں۔ بوریے کو اپنے ہاتھ سے جھٹک کر گرد صاف کر دوں۔

"میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ وہاں مجھے کیسے کیسے روحانی درس ملتے تھے، خدا کرے کہ ہر شاگرد کو ایسی سعادت حاصل ہو جائے۔ مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ آج ایسے اساتذہ کا فقدان ہے۔"

اس مثال سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ اساتذہ اپنے شاگردوں کو اطاعت، فرمانبرداری، اور عزت احترام کی عملی تعلیم

کل، آج اور کل

شریف الدین احمد

کس طرح دیتے تھے۔ یہ اساتذہ دین داری اور کردار کی تربیت پر بہت زور دیتے تھے۔ اور حسن اخلاق کے جذبہ کو بڑھاتے تھے۔ اور نہ صرف ان کی عقلی ترقی پر ہی بلکہ ان کی اخلاقی حرکات وسکنات پر بھی نظر رکھتے تھے۔ غیرت، خودداری، ضبط نفس خوداعتمادی کی عادت کی پرورش کرتے اور کردار کی تعمیر کچھ تو بلاواسطہ احکام کے اثر سے، کچھ مسلسل تادیبی اثرات سے پیدا کرتے تھے۔ اس میں خود استاد کی شخصیت بڑی حد تک کارفرما ہوتی تھی، وہ بذات خود بہترین اخلاق کا نمونہ ہوتا تھا۔ اس کی وضعداری اس کا لباس اور مذہبی تقدس اسے شاگردوں، سرپرستوں اور والدین کے نظروں میں محترم بنا دیتے تھے۔

استاد طالب علموں کو جو کتابیں پڑھاتا تھا ان کے تقریباً ہر صفحہ پر اخلاقی حس پیدا کرنے کے لیے اوامر ونواہی بکھرے پڑے تھے، گلستان، بوستان، کریما، خالق باری سے تقریباً ہر طالب علم مانوس ہوتا تھا اور انہیں کتابوں کی باتیں وہ ان کو زبانی طور پر سنایا کرتا تھا۔ طالب علموں کو استاد براہ راست اپنی نگرانی میں رکھتا تھا۔

اساتذہ قدیم اپنی درس وتدریس کا حقیقی معاوضہ اپنے شاگردوں کی کامیابی وشادکامی ہی کو سمجھتے تھے۔

اس زمانے میں مدرسے بھی تھے اور ان کا نصاب تعلیم اور طریقہ تعلیم دو الگ الگ خانوں، دینی اور دنیوی میں بٹا ہوا نہ تھا۔ صرف ایک ہی قسم کی تعلیم گاہیں ہوتی تھیں خواہ ہم انھیں مذہبی مدارس کے نام سے یاد کریں یا عصری جامعات کے نام سے۔ جن میں ہر شخص تعلیم حاصل کرسکتا تھا۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد کچھ لوگ درس وتدریس کا پیشہ اختیار کر لیتے تھے۔ اس لیے یہ حیرت کی بات نہیں کہ اس زمانہ کا استاد، شاگردوں میں تقویٰ اور دین داری کے جذبات کو پیدا کرنا تعلیم کا اولین مقصد سمجھتا تھا۔

انیسویں صدی کے شروع ہوتے ہوتے ہمارے ملک میں مدرسوں کے بالمقابل ایسے تعلیمی ادارے وجود میں آنے لگے جنھیں ہم آج کی اصطلاح میں اسکول اور کالج کہتے ہیں۔ برطانوی حکومت نے "اسکولوں" کے مقابلے میں مدرسوں کو نظر انداز کرنا شروع کر دیا لازماً اسکولوں اور کالجوں کو عروج حاصل ہونا شروع ہو گیا۔ اس لیے کہ وہاں کی تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد طالب علم کو معاشی میدان میں بہتر مواقع حاصل تھے۔ اس لیے قدیم طرز کے مدارس پر کشش نہ رہے۔ ان کی اقتصادی حالت کمزور ہو گئی اور معاشرہ میں ان کی قدر وقیمت گھٹ گئی۔

عصر جدید کے تعلیمی اغراض ومقاصد میں روزی کمانا اور ملازمت حاصل کرنا ایک اہم مقصد قرار پایا۔ اور وہ لوگ زیادہ آمدنی اور معاشرہ میں اثر ورسوخ والے عہدے حاصل کرنے میں ناکامیاب رہتے، انھوں نے مجبوراً مدرسی کا پیشہ اختیار کرنا شروع کیا۔ اور آج محکمۂ تعلیمات میں ایسے ہی حضرات کی اکثریت ہے۔ ظاہر ہے کہ ان لوگوں کو درس وتدریس کے پیشہ سے حقیقت میں کوئی دلچسپی نہیں ہوتی اور نہ فطری لگاؤ ہوتا ہے جو اساتذۂ قدیم میں پایا جاتا تھا۔ ان مدرسین کو اپنی تدریسی صلاحیت کو بڑھانے کے لیے اصول تعلیم، نفسیات اور عمل ونظری تعلیم وتربیت ایسی درسگاہوں میں کرنی پڑتی ہے جنھیں جونیئر کالج آف ایجوکیشن (ڈی۔ ایڈ کالج) یا کالج آف ایجوکیشن (بی۔ ایڈ۔ کالج) کہتے ہیں۔ ان کالجوں کی تعلیم وتربیت زیادہ کتابی اور آئیڈیل ہوتی ہے۔ مدرسین اپنے مدرسوں میں ان تدریسی طریقوں پر عمل کرنے سے گریز کرتے ہیں، جو وہ ٹریننگ کالجوں میں سیکھتے ہیں۔ اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ وہ ان طریقوں کو طولانی اور ناقابل عمل سمجھتے ہیں۔ اور دوسری وجہ یہ ہے کہ صرف کورس ختم کرنے ہی کو اولین فرض اور اہم مقصد خیال کرتے ہیں۔ یہ مدرسین شہری اور دیہی علاقہ کے مدارس میں کام کرتے ہیں۔ خصوصاً دیہی علاقہ کے مدرسین کو کئی دشواریوں اور مسائل کا سامنا ہوتا ہے۔ دیہات کا ماحول درسی کتابیں اور تدریسی اشیا کی عدم فراہمی اور والدین کی عدم دلچسپی بڑی پریشان کن ہوتی ہے جس کی وجہ سے مدرس نہ تو بچوں کا تعلیمی ذہن بنا سکتا ہے۔ اور نہ تعلیمی معیار کو بلند کرسکتا ہے۔ کہیں کہیں تو پرائمری مدارس میں ایک ہی معلم کو تین تین اور چار چار درجوں کو بیک وقت پڑھانا پڑتا ہے۔ ایسے مدرسوں کو "یک مدرسی مدرسہ" کہا جاتا ہے۔ پھر ان مدرسین کے ذمہ خاصی تعداد میں محکمہ جاتی کام بھی ہوتے ہیں۔ جو خصوصاً پرائمری مدرسین کے فرائض میں شامل کر دیے گئے ہیں۔ مثلاً مردم شماری کا کام، فیملی پلاننگ کا کام، گاہے گاہے نکلنے والے جلوس، ضلع پریشد اور پنچایت سمیتیوں کے انتخابات کی فہرستیں تیار کرنا وغیرہ۔ اس قسم کی مصروفیات کی وجہ سے مدرس کی درسیاتی سرگرمیاں متاثر ہوتی ہیں۔ اور وہ نئے انداز فکر سے نصابی تقاضوں کو پورا کرنے سے قاصر رہتا ہے۔ یونٹ ٹسٹ، جائزہ، فیڈ بیک اور تدریس میں معاون سامان اور وسائل کے استعمال سے معذور نظر آتا ہے۔ نتیجتاً وہ صرف سالانہ امتحان پر اپنی توجہ مرکوز کرتا ہے۔ یہ امتحان پورے نصاب کا احاطہ کرتا ہے۔ اور وہ طالب علم کو اس کی ترغیب دلاتا ہے کہ وہ کسی طرح بہت سی نیم پختہ معلومات کو تھوڑے عرصہ میں اپنے دماغ میں ٹھونس لے۔ اور طالب علم اسے جلد آسانی سے بھلا بھی دیتا ہے۔ پھر یہ بھی ہے کہ آج معاشرہ میں عام طور سے مدرس کی تدریسی صلاحیت اور کامیابی یا ناکامیابی کا پیمانہ صرف سالانہ امتحان کے نتائج کو ہی کو قرار دیا جاتا ہے۔

اس کے علاوہ مدرس اپنی تنخواہوں کے بہتر گریڈ اور دیگر مراعات حاصل کرنے کی خاطر کمیٹی بناتا ہے، میٹنگ کرتا ہے اور کاغذی کارروائیاں کرتا ہے کبھی کبھی طویل چھٹیاں بھی لیتا ہے۔ ان سب باتوں کو وہ اپنا حق اور حقوق کے حصول کا ذریعہ سمجھتا ہے۔ اور دیگر لوگ یہ سب تضیع اوقات تصور کرتے ہیں۔

آج بھی مختلف تعلیمی اداروں میں اساتذہ بچوں کے ذہنوں میں اخلاقی اقدار جو معاشرتی زندگی کی بقا اور صحت کے ضامن ہوتے ہیں۔ مختلف ذرائع سے مرتسم کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ انصاف، سچائی، نیکی، محبت، ایمانداری، آداب معاشرت اور قانون کی پابندی وغیرہ یہ وہ قدریں ہیں جو بچوں کے ذہن میں ڈالی جاتی ہیں۔ اس کے باوجود بچوں کے ذہن میں تضاد اور شکوک پیدا ہوتے ہیں۔ جو مدرسے کے استادوں کی اخلاقی تلقین اور ان کے عمل کے تضاد کے باعث جنم لیتے ہیں۔ بچوں کا ذہن تجریدی تصورات قبول نہیں کرتا۔ لہٰذا ان کی اخلاقی بے راہ روی کا بڑی حد تک سبب بنتا ہے۔

موجودہ زمانہ میں استاد کی شخصیت کا تصور یہ ہے کہ وہ طالب علم کا رہنما، مددگار اور سب سے زیادہ ایک ہوشمند دوست ہے۔ استاد کا رول بجائے حکم کرنے کے تجویز کرنا اور بات پیش کرنا ہوتا ہے۔ آج جس طرح صنعتی تکنیکی اور پیشہ ورانہ تعلیم کی مانگ بڑھ رہی ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ مستقبل میں ایک ہمہ گیر نظام تعلیم وجود میں آئے گا۔ اور اساتذہ کو آزادی ہوگی کہ وہ درسیات کو افراد اور سماج کی ضرورت کے لحاظ سے اس طرح مطابق بنائیں کہ بنیادی اقدار اور قومی مقاصد مجروح نہ ہوں۔ اور درسیات کے تضاد کو ختم کیا جاسکے۔

یہ وہ زمانہ ہوگا، جب ہمارے ملک میں تعلیم عام ہوگی طلبا کے لیے روزگار اور سماجی خدمت کے مواقع میسر ہوسکیں گے۔ نہ صرف یہ بلکہ یونیورسٹی کی تعلیم اور تحقیقی کام کا معیار بھی بلند کیا جائے گا۔ استاد اپنی درسیات کے مقاصد کے حصول میں مدد کے لیے معاون اشیا میں فلم، ٹی۔ وی، ویڈیو اور مائیکرو ٹیچنگ وغیرہ کا استعمال کرے گا۔

لیکن مستقبل کے استاد کی سب سے اہم کارکردگی یہ ہوگی کہ وہ تعلیمی مدت کے دوران طلبا کی محض ذہنی نشوونما یا جسمانی مشقت کی اہمیت پر ہی زور نہیں دے گا بلکہ انکی اخلاقی وروحانی ترقی کی طرف بھی توجہ کرے گا اور اپنے درمیانی عمل کے ذریعے ان میں وہ اسپرٹ پیدا کرے گا، جو تمام مذہبی عقیدوں کی تہہ میں پائی جاتی ہے اور جس سے انسان کو اشرف المخلوقات ہونے کا درجہ عطا ہوتا ہے اور وہ طالب علموں کو قول وفعل وعلم وعمل کی ایسی وحدت اور کلیت میں ڈھال دے گا، جو دنیا کے لیے مسرت، تسکین اور درس کا باعث بنیں گے۔

یہی وہ کام ہے جو شاعر اپنے لفظوں سے اور مصور اپنے رنگوں سے سرانجام دیتا ہے۔ (ناگپور سے نشر)

شریف الدین احمد شریف ہاؤس، امراوتی کیمپ ۴۴۴۶۰۲

محبوبِ الٰہی

حضرت نظام الدین اولیا

ڈاکٹر طیب ابدالی

سرزمینِ ہند ہمیشہ سے مذہبی اور روحانی عظمت کی حامل رہی ہے اگر یہاں ہندو دھرم کے بڑے بڑے رشی منی اور پیشوا پیدا ہوئے جو عبادت و ریاضت کے علاوہ نفس کشی میں بھی سرگرمِ عمل رہے تو اسی سرزمینِ ہند سے بودھ دھرم کی اشاعت اور تعلیمات بھی چین، تبت، جاپان اور لنکا جیسے ملکوں میں پھیلی اور مقبول ہوئی۔ جین مذہب بھی اسی سرزمینِ ہند میں پیدا ہوا اور پروان چڑھا، اسی طرح مسلمان صوفیوں اور بزرگانِ دین نے بھی اسی دیارِ ہند کو اپنی رشد و ہدایت اخلاص و محبت کی تعلیم اور ترویج کے لیے پسند فرمایا۔ چنانچہ چوتھی اور پانچویں صدی ہجری میں ہندوستان کے متعدد حصوں میں صوفیائے کرام یعنی بزرگانِ دین کی آمد شروع ہوئی اور انھوں نے رشد و ہدایت کے ساتھ ساتھ صلح و آشتی، محبت و بھائی چارگی کی تعلیم کی اشاعت شروع کی۔ باضابطہ اور مسلسل طور پر سب سے پہلے ہندوستان میں سلسلۂ چشتیہ کے بزرگوں کی آمد ہوئی جنھوں نے تبلیغِ اسلام کے ساتھ ساتھ سلسلہ چشتیہ کی تعلیمات اور اخلاق و محبت کی ترویج و توسیع کو اپنا مشن بنایا۔ ان بزرگوں میں سب سے پہلے حضرت خواجہ غریب نواز سید معین الدین چشتی اجمیریؒ ہندوستان میں پرتھوی راج کے عہدِ حکومت میں ۵۸۲ ہجری میں اجمیر تشریف لائے اور محبت و اخلاق کا سبق دینا شروع کیا۔ شہاب الدین محمد غوری جیسا بادشاہ بھی آپ کی تعلیمات اور نصیحت سے متاثر ہو کر عدل و انصاف سے حکومت چلاتا رہا۔ آپ کی خانقاہ میں امیر و غریب اور حکومت کے اراکین سب ہی حاضر ہوتے اور جبینِ عقیدت جھکاتے۔ حضرت خواجہ غریب نوازؒ نے مختلف مریدوں کو اجازت و خلافت سے نوازا اور اپنا جانشین حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ کو بنایا اور دہلی میں رہنے کی تاکید فرمائی اس لیے کہ شہاب الدین محمد غوری نے اپنا دارالسلطنت دہلی کو بنایا اور ہندوستان کی مرکزی حیثیت اب اجمیر شریف سے دہلی منتقل ہو گئی۔ حضرت خواجہ غریب نواز نے خدمتِ خلق کے فرائض دے کر ۶۳۳ھ میں وصال فرمایا اور اجمیر شریف کی سرزمین آپ کی آرامگاہ بنی۔ آج بھی لاکھوں بندگانِ خدا بلا فرقِ مذہب و ملت اجمیر شریف جاکر آپ کے آستانے پر حاضر ہوتے ہیں اور خیر و برکت حاصل کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ صدرِ جمہوریہ ہند اور وزیرِ اعظم ہند بھی آپ کے آستانے کی حاضری کو باعثِ سعادت سمجھتے ہیں۔ دہلی میں حضرت خواجہ غریب نواز کے جانشین حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ صوفیانہ خیالات کو عوام میں پھیلا رہے تھے تو دوسری طرف آپ کے مرید و جانشین حضرت بابا فریدالدین گنج شکرؒ پنجاب میں رشد و ہدایت اور تبلیغِ اسلام کی اشاعت کر رہے تھے اور تھوڑے ہی دنوں میں ہندوستان کے مختلف خطوں میں حضرت کے مریدین و خلفا عوام کی بھلائی، آپسی محبت اور اللہ کی اطاعت کی اشاعت کرنے لگے۔ حضرت بابا نے سلسلۂ چشتیہ کے فیضان کو عام کیا اور ہندوستان کے تمام باشندے آج بھی عقیدت سے آپ کا نام لیتے ہیں۔ آپ نے اپنا جانشین اپنے چہیتے مرید و خلیفہ حضرت محبوبِ الٰہی نظام الدین اولیاؒ کو نامزد کیا اور دہلی کی ولایت آپ کو تفویض کی اور ہدایت کی کہ دلی پایۂ تخت ہے تمام بادشاہانِ وقت اور اراکینِ سلطنت سے واسطہ ہوگا اس لیے تمام مظالم کو برداشت کرنا ہوگا لیکن باطل اور طاقت کے سامنے کبھی نہیں جھکنا ہوگا۔ اور جب مرید کو بامراد پایا تو ۶۶۴ ہجری میں انتقال فرمایا۔ آپ کا مزارِ مبارک بھی زیارت گاہِ خاص و عام ہے۔

حضرت محبوبِ الٰہی نظام الدین اولیاؒ ہندوستان کے مشہور بافیض سلسلۂ چشتیہ کے بزرگوں میں سے ہیں آپ کی عظمت و بزرگی کی شہرت اور مقبولیت نہ صرف ہندوستان میں ہوئی بلکہ عرب و عجم بھی آپ کی عظمت کا معترف ہے۔ آپ حضرت امام حسین شہیدِ کربلاؓ کی اولاد میں سے ہیں۔ آپ کا خاندان بخارا سے ہجرت کر کے چھٹی صدی ہجری میں لاہور آیا پھر وہاں سے منتقل ہو کر بدایوں میں سکونت پذیر ہوا۔ آپ کے دادا خواجہ علی اور نانا خواجہ عرب دونوں ہی ہم جد تھے۔ آپ کی ولادت باسعادت ۶۳۴ ہجری میں بدایوں میں ہوئی۔ ابھی آپ نے پانچ ہی سال کی عمر میں قدم رکھا تھا کہ اپنے والد خواجہ احمد کے سایۂ رحمت سے محروم ہو گئے۔ اس یتیم بچے کو ماں نے بڑی شفقت سے پالا۔ پہلے بدایوں ہی میں علمائے وقت سے تعلیم حاصل کی پھر علم حدیث، تفسیر اور فقہ کی تعلیم کی تکمیل کے لیے بدایوں سے دہلی تشریف لے گئے اور علمائے روزگار سے سندِ حدیث لی اور سولہ سال کی عمر میں آپ کے سر پر دستارِ فضیلت بندھی۔ آپ کی پگڑی کے لیے کپڑا خود آپ کی والدہ نے اپنے ہاتھوں سے سوت کات کر بنایا تھا اور اسی کپڑے کی دستارِ فضیلت آپ کے سر پر بندھی۔ اب مستقل طور پر دہلی میں سکونت پذیر ہوئے۔ آپ کی والدہ بھی باطنی اور روحانی تعلیم کی طرف متوجہ کرتیں اور یقین و توکل کی تعلیم اپنے بیٹےؒ کو اس طرح دی ہے۔ سیر الاولیا میں اس طرح تحریر ہے جس کا ترجمہ یہ ہے:

حضرت محبوبِ الٰہیؒ فرماتے ہیں کہ "ایک دن نیا چاند دیکھ کر اپنی ماں کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور قدم بوسی کی اور نئے چاند کی مبارکباد حسبِ معمول پیش کی تو والدہ نے فرمایا کہ اے بیٹا! آئندہ ماہ کے چاند کے موقع پر کس کی قدم بوسی کروگے؟ میں سمجھ گیا کہ ماں کے انتقال کا وقت قریب ہے۔ میرا دل بھر آیا اور میں بے ساختہ رو پڑا اور پھر عرض کیا کہ مخدومہ! مجھ غریب و بے چارہ کو آپ کس کے سپرد کرتی ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ تمھارے اس سوال کا جواب کل دوں گی اور آج رات تم شیخ نجیب الدین متوکل کے یہاں جاکر سو رہو۔ آپ کے حکم کے مطابق میں چلا گیا۔ رات کے آخر حصہ میں خادمہ دوڑی ہوئی آئی اور کہا کہ بی بی تم کو بلا رہی ہیں۔ میں نے ڈرتے ہوئے پوچھا کہ خیریت ہے۔ اس نے کہا ہاں! جب میں حاضرِ خدمت ہوا تو فرمایا کہ کل تم نے مجھ سے ایک بات پوچھی تھی اور اس کا میں نے جواب دینے کو کہا تھا۔ اب میں اس کا جواب دیتی ہوں، غور سے سنو۔ پھر فرمایا کہ اپنا دایاں ہاتھ بڑھاؤ میں نے وہ ہاتھ بڑھا دیا میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا اور آسمان کی طرف اشارہ کر کے التجا کی کہ "خدایا اس کو تیرے سپرد کرتی ہوں، تیرے سپرد کرتی ہوں" اور انتقال فرمایا۔ میں نے اس پر خدا کا شکر ادا کیا اور اپنے دل میں کہا کہ اگر میری ماں سونے اور موتیوں سے بھرا ہوا ایک گھر چھوڑ کر میرے لیے جاتیں تو مجھے اتنی خوشی نہ ہوتی جتنی اس جملے سے ہوئی۔

جب دل کے اندر جذبۂ صادق پیدا ہوا تو طلبِ ارادت کا بھی اشتیاق بڑھا اس عہد میں حضرت بابا فریدالدین گنج شکرؒ کی بزرگی کی شہرت ہر جگہ تھی چنانچہ ان کی خدمت میں حاضری کی طلب ہوئی اور غایتِ اشتیاق میں اجودھن یعنی پاک پٹن پہنچے۔ حضرت کی زیارت کرتے ہی مرید ہونے کی التجا کی اور آپ سے مرید ہوئے۔ پیر و مرشد کو بھی ایسے ہی مرید کی تلاش تھی چنانچہ

ان کو طریقت کی تعلیم دی اور ریاضت شاقہ میں مشغول کیا اور پھر مرید کو بامراد بنایا۔ اجازت وخلافت سے نوازا اور دہلی کی ولایت آپ کو تفویض کی۔ صبر وتحمل کی تلقین کے ساتھ ساتھ یہ بھی فرمایا کہ دہلی بادشاہوں کا دارالخلافہ ہے۔ علمائے کرام کا بھی مرکز ہے اس کا خاص خیال رکھنا۔ آپ کے پیر و مرشد نے اپنے محبوب مرید یعنی حضرت نظام الدین اولیاؒ کے لیے خداوند تعالیٰ کی بارگاہ میں یہ دعا کی کہ الٰہی نظام الدینؒ جو تجھ سے مانگے اسے عطا فرما دے یہ دعا قبول ہوئی اسی لیے وہ محبوب الٰہی کہلائے۔

آپ کی خدمت میں اراکین سلطنت اور بادشاہ وقت خیر و برکت اور سعادت دارین کے لیے حاضر ہوتے۔ آپ عدل وانصاف رعایا پروری اور غربا نوازی کی تاکید فرماتے۔ سلاطین جاگیریں اور نذورات پیش کرنے کی کوشش کرتے لیکن آپ جاگیریں قبول نہیں کرتے اور نذورات قبول کرکے غریبوں میں تقسیم کر دیتے کبھی ایسا ہوا کہ رات میں بادشاہ وقت نے نذورات پیش کیے اور صبح کے وقت کوئی سائل آیا تو اسے دینے کے لیے کچھ نہ تھا۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ روزانہ آپ کا لنگر جاری تھا۔ آپ کے دسترخوان پر ہزاروں آدمی قسم قسم کی نعمتیں کھاتے لیکن آپ سبھوں کے بعد اپنے حجرہ میں جو کی روٹی نمک کے ساتھ کھاتے اور بس۔ آپ زیادہ تر روزے رکھتے تھے۔ سحری کے وقت کچھ کھانے کی چیزیں لائی جاتیں تو کچھ چکھ لیتے اور بقیہ کو تقسیم کرنے کا حکم دے دیتے وفات سے کچھ دن پہلے کچھ تبرکات مختلف خلفا کو عطا کیں اور ان کو خاص خاص مقامات پر رشد وہدایت کرنے کا حکم صادر فرمایا۔ حضرت برہان الدین غریبؒ کو دکن کا علاقہ عطا فرمایا۔ حضرت اخی سراجؒ کو بنگال جن کے مرید وخلیفہ حضرت علاء الحق پنڈویؒ سے یوپی اور بہار کا خطہ فیضیاب ہوا۔ حضرت شیخ نصیر الدین چراغ دہلیؒ کو اپنا جانشین بنایا اور فرمایا کہ تم کو دہلی میں رہنا چاہیے اور لوگوں کے ظلم وستم کو برداشت کرنا چاہیے۔ آخر ۱۸ ربیع الثانی ۷۲۵ ہجری کو حضرت محبوب الٰہیؒ نے اس دار فانی کو چھوڑا اور اپنے معبود حقیقی سے جا ملے اور درگاہ نظام الدین اولیا، نئی دہلی میں مدفون ہوئے۔ آپ کا مزار مبارک زیارت گاہِ خاص وعام ہے۔ اگرچہ محبوب الٰہی بظاہر ہم میں نہیں لیکن آپ کی تعلیمات اور فیضان جاری ہے اور آپ زندۂ جاوید ہیں۔ (پٹنہ سے نشر)

مظہر نسیم

راہِ الفت میں جو دھوکا کھا گیا
اعتباروں کی حدوں میں آگیا
ایک جانب بجلیاں گرتی رہیں
ایک جانب آشیاں بنتا گیا
بے خودی و آگہی سے کھیلتا
میں حرم سے میکدے تک آگیا
آگئی کس موڑ پر اب زندگی
راہرو سے راہبر ٹکرا گیا
آج مظلوموں کی آہوں سے نسیم
شہرِ ظلم و جور بھی تھرا گیا

فوٹوگرافی لینس

کوثر بھگوت پوری

فنِ فوٹوگرافی کی شروعات ہوئے لگ بھگ ڈھائی سو برس ہو چکے ہیں جس زمانے میں فوٹوگرافی کی شروعات ہوئی تھی یعنی اس کے ابتدائی دور میں اس وقت کی کم حساس پلیٹ پر پن ہول کیمرے کے ذریعے ایکس پوز کرنے میں باوزر سے اٹھے پہر سے بھی آدھے گھنٹے سے کم وقفہ نہیں لگتا تھا۔ اب سوچیے ہوقت عکسی تصویر اتروانے والے شخص کو کتنی زحمت اٹھانی پڑتی رہی ہوگی۔ فوٹوگرافر کو جو دشواریاں تھیں وہ الگ۔ کہتے ہیں ضرورت ایجاد کی ماں ہوتی ہے۔ آدمی روز اول سے ہی تجسس و تحقیق کا پتلا رہا ہے۔ آخر تحقیق کام آئی اور ویانا کے جوزف پٹنر دل نے دنیا کے سامنے ایک بہت ہی خوبصورت اور کارآمد تحفہ لا کر رکھ دیا۔ وہ تحفہ تھا فوٹوگرافی میں استعمال ہونے والے ایک کامیاب لینس کا، جس کی مدد سے ایکسپوزنگ کا طویل وقفہ کم ہو گیا لینس پر تحقیق واصلاح کا سلسلہ جاری رہا، جرمن، فرانس، انگلینڈ، امریکہ، جاپان وغیرہ کے ہمارے سائنسدانوں کی انتھک محنت نے آج ہمیں وہ بھی دن دکھایا جب ہم چلتے پھرتے دوڑتے بھاگتے ہر ایک منظر کو اپنی خواہش کے مطابق ایک سیکنڈ کے ہزاروں سے بھی کم حصے میں ہمیشہ کے لیے قید کر لیتے ہیں۔

یہ سائنس کے انتہائی عروج کا دور ہے۔ سائنس نے ہمیں لاتعداد سہولتیں دی ہیں، زندگی کے جملہ شعبوں کے انگنت مسئلے اس نے سلجھائے ہیں اور اس کے قدم اور بھی ارتقا کی منزل کی جانب تیزی سے گامزن ہیں۔ سائنس کی عطا کردہ بے شمار تجلیوں سے ہماری زندگی کے بہت سارے تاریک گوشے روشن ہو گئے ہیں، ان تجلیوں میں اہم ترین روشنی فوٹوگرافی بھی ہے جو ہماری زندگی کے روز وشب میں اس قدر رچ بس گئی ہے کہ اگر اسے نکال دیا جائے تو ہمارا نظام زندگی ہی لڑکھڑا کر رہ جائے گا اور ہم تاریکی میں بھٹکنے لگیں گے۔ تو آیئے فوٹوگرافی میں استعمال ہونے والے مختلف اقسام کے لینسوں پر ایک نظر ڈالیں جن کے بغیر کیمرہ نہیں بلکہ ایک بے کام کا بکس رہ جائے گا۔

پہلی نظر میں لینسوں کو دو حصوں میں بانٹا جا سکتا ہے پہلا نارمل لینس NORMAL LENS یا اسٹینڈرڈ لینس دوسرا لگزری لینس۔ نارمل یا اسٹینڈرڈ لینس اکثر کیمرے کے ساتھ آتا ہے یا اپنی ضرورت کے مطابق آپ الگ سے بھی خرید سکتے ہیں یہ نارمل یا اسٹینڈرڈ لینس الگ الگ سائز کے کیمرے کے لئے الگ الگ فوکل لینگتھ کے ہوتے ہیں جیسے 120 نمبر کے کیمرے کے لیے F19.80MM'2 8 , 90MM 'F 3 5 . 80MM لینس نارمل ہوتے ہیں اس کے علاوہ انھیں کیمروں میں استعمال ہونے والے بہت کم یا بہت زیادہ فوکل لینگتھ والے لینس لگزری کہلاتے ہیں۔ لگزری لینسوں کو بھی کئی حصوں میں بانٹا جا سکتا ہے جیسے وائیڈ اینگل لینس، ٹیلی فوٹو لینس، میکرو لینس اور زوم لینس۔ 120 سائز کے 35MM 45MM 55MM لینس کیمرے کے لیے وائیڈ اینگل لینس کہے جاتے ہیں اور 24MM یا اس سے کم فوکل لینگتھ والے لینس فش آئی لینس کے نام سے پکارے جاتے ہیں اسی طرح LONG FOCUS LENS یا ٹیلی فوٹو لینس بھی مذکورہ 120 سائز کے کیمرے کے لیے مختلف طاقتوں کے آتے ہیں جیسے MM 110 150MM 210MM 300MM، 360MM، 500 MM یا اس سے بھی زیادہ طاقتور 140 MM میکرو لینس 80MM میکرو لینس (اس کی بناوٹ 80MM نارمل لینس سے الگ ہوتی ہے)، 145 MM سوفٹ فوکس لینس، 105 ـ 210MM زوم لینس۔

اسی طرح 35MM سائز کے اسٹینڈرڈ کیمرے کے لیے 40 سے 58 ایم ایم کے لینس نارمل یا اسٹینڈرڈ لینس اور اس سے کم ایم فوکل لینگتھ کے وائیڈ اینگل لینس اور زیادہ ایم ایم کے ٹیلی میکرو وغیرہ لینس کہلاتے ہیں، اس کے علاوہ کچھ ایسے بھی لینس ہیں جن کے فوکل لینگتھ میں اپنی خواہش کے مطابق تبدیلی لائی جا سکتی ہے۔ انہیں زوم لینس کہتے ہیں 35MM کیمرے کے لیے کئی اقسام کے ZOOM LENS آتے ہیں جیسے 28-50MM، 28-85MM، 35-70MM، 70-140MM، 70-150MM، 80-200 MM، 75-205MM، 75-260MM، 100-300MM یا ان سے بھی زیادہ طاقتور زوم لینس آج کل بنائے جا رہے ہیں۔

ان کے علاوہ بھی اور بھی بہت سارے زوم لینس ہیں جو نہایت ہی جدید ٹیکنالوجی کا بیش بہا عطیہ ہیں، ہمارے سائنسدانوں نے ان پہلے کے زوم لینس سے جسامت میں مختصر اور وزن بھی کم کرنے کی کوشش کی ہے اور اس معاملے میں خاطر خواہ کامیابی بھی ملی ہے۔ زوم لینس کی سب سے بڑی خوبی جو فوٹوگرافر کو اپنی طرف کھینچتی ہے وہ یہ ہے اسکے فوکل لینگتھ کو اپنی مرضی کے مطابق گھٹایا بڑھایا جا سکتا ہے، کچھ زوم لینس تو اپنی خوبیوں کے لحاظ سے ٹو ان ون یا تھری ان ون بھی کہے جاتے ہیں یعنی ایک ہی زوم لینس سے آپ وائیڈ اینگل، میکرو اور ٹیلی فوٹو لینس کا کام لے سکتے ہیں۔ ایسے قسم کے لینسوں سے وقت کی بھی بڑی بچت ہوتی ہے۔ مان لیجئے کہ وائیڈ اینگل یا نارمل لینس کا استعمال آپ نے ابھی کیا ہے اور آپ کے کیمرے میں وہی لینس لگا ہوا ہے اور فوراً ایک خوبصورت پرندہ سامنے پیڑ کی ڈالی پر بیٹھ گیا یا اڑتی ہوئی تتلی پھولوں کی پنکھڑیوں کو چھونے لگی۔ ایسے دلکش منظر دیکھ کر آپ کی خواہش انگڑائیاں لینے لگی کہ اس خوبصورت لمحہ کو ہمیشہ کے لیے قید کر لیا جائے ایسے میں اگر لینس تبدیل کرنے میں کچھ بھی دیر لگی تو چڑیا ڈالی سے اڑ سکتی ہے، تتلی پھول کی پنکھڑیوں کو خیرباد کہہ سکتی ہے اور آپ کفِ افسوس ملنے کے لیے بےبس ہو جا سکتے ہیں اور اس وقت آپ کو زوم لینس نہیں ہونے کا ملال ہوگا کہ اگر زوم لینس ہوتا تو آنکھ جھپکتے میں لینس کا فوکل لینگتھ بدلتا اور وہ خوبصورت لمحہ، رنگا رنگ منظر کیمرے کے تاریک سینے میں حساس فلم پر ہمیشہ کے لیے مقید ہو جاتا ٹو ان ون زوم لینس سے تو میکرو فوٹو لینس اور ٹیلی فوٹو لینس کا تو کام لیا جا سکتا ہے لیکن وائیڈ اینگل لینس کا نہیں جیسا کہ زوم لینس کے بارے میں آپ نے سنا کہ آپ اپنی خواہش کے مطابق اس کا فوکل لینگتھ تبدیل کر سکتے ہیں اس طرح یہ پھولوں، خلیوں، کیڑے مکوڑوں یا قریب کی کسی بھی چیزوں کی ان کی اصل جسامت سے کئی گنا بڑی ایمیج فوکس کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ کچھ ایسے بھی اسپیشل مائیکرو فوٹو لینس ہیں جو آنکھوں کو نظر نہ آنے والے جرثوموں، بیکٹیریوں وغیرہ کو بالکل صاف صاف عکس ہزاروں گنا بڑا کر کے فوکس کرتے ہیں، اس لیے ان کا استعمال خاص طور سے تحقیقی لیباریٹریوں میں ہوتا ہے۔ اسی طرح کچھ غیر معمولی ٹیلی فوٹو لینس کا استعمال ہمارے سائنسدانوں نے خلائی تحقیقی سفر کے دوران بڑی کامیابی سے کیا ہے جس کا نتیجہ دلکش دستاویزی تصویروں کی شکل انٹرنیشنل میوزیم آف فوٹوگرافی روچیسٹر نیویارک میں محفوظ ہے۔ ذرا آپ تصور کیجئے جب آپ کے سامنے ایسی تصویر ہو جس میں چاند کی سطح کے ساتھ ساتھ آپ کی زمین کی پوری گولائی نظر آ رہی ہو بالکل اسی طرح روشن جس طرح آپ زمین سے پورا چاند کو دیکھتے ہیں، ایسی تصویر کیوں نہ آپ کی دلکشی کا سبب بنے۔

لینسوں کو تکنیکی اعتبار سے کئی گریڈوں میں بانٹا جا سکتا ہے اور ان کی خوبیوں کی مناسبت سے ان کے نام بھی الگ ہیں جیسے :-

MENISCUS LENS : یہ لینس فوٹوگرافی میں استعمال ہونے والا سب سے معمولی لینس ہے اس لیے اس کا استعمال سستے قسم کے کیمرے میں ہوتا ہے اس میں سیفریکل ابریشن کی خرابی تو دور کی ہوئی ہوتی ہے مگر کرومیٹک ابریشن کی خرابی موجود ہوتی ہے اس لیے یہ انسانی چہرے یا قریب کی چیزوں کو صحیح طور پر فوکس نہیں کر پاتا، ہاں قدرتی مناظر کی تصویروں سے اس کی خرابی ظاہر نہیں ہو پاتی اس لیے کچھ لوگ اس لینس کو قدرتی مناظر کی تصویر لینے والا مخصوص لینس بھی مانتے ہیں۔ یہ دو لینسوں کو ملا کر بنتا ہے۔

ACHROMATIC LENS : اکرومیٹک لینس کئی لینسوں کو ملا کر بنایا جاتا ہے، اس میں کرومیٹک ابریشن کی خرابی بھی نہیں ہوتی اس لیے یہ MENISCUS LENS والے کیمرے سے کچھ اچھے کیمرے میں استعمال ہوتا ہے۔ اس طرح اس سے تصویر بھی بہت حد تک اچھی آتی ہے۔

DOUBLE LENS : جیسا کہ نام سے ظاہر ہے یہ بھی دو لینسوں سے مل کر بنا ہوتا ہے۔ دونوں لینسوں کے بیچ ڈایفرام ہوتا ہے۔ یہ لینس سنگل لینس سے بہتر ہوتا ہے کیونکہ اس میں سیفریکل ابریشن کی خرابی قطعی نہیں ہوتی۔

ANASTIGNATE LENS : اناسٹگیٹ لینس بناوٹ کے لحاظ سے بہترین قسم کا ہوتا ہے کیونکہ اس سے اناسٹگیزم کی خرابی بھی نہیں ہوتی اس لیے اس کی قیمت بھی زیادہ ہوتی ہے لہٰذا اس کا استعمال اچھے قسم کے کیمرے میں ہوتا ہے۔ بناوٹ کے لحاظ سے یہ مختلف سائز اور کئی طرح کانچ کے ٹکڑوں سے مل کر بنا ہوتا ہے جیسے ANASTIGATE F 8.8 LENS تین لینسوں کو ملا کر بنایا جاتا ہے۔ Anastigmate F 6.3 سے F 8.8 Lens سائز میں بھی بڑا اور اس سے طاقتور بھی ہوتا ہے۔ اس طرح بتدریج Anastigmate F 4.5 F 6.3 سے اور F 3.5 F 4.5 سے بہتر اور سائز میں بڑے ہوتے ہیں اور مختلف لینسوں کو ملا کر بنائے جاتے ہیں۔ اور اچھے قسم کے کیمرے میں استعمال ہوتے ہیں۔ ان لینسوں سے آگے کے لینس یعنی ان سے بھی بڑھ کر لینس ہیں EKLAE LENS یہ F 2.8، F 2.2، F 2، F 1.9، F 1.8، F 1.7، F 1.6، F 1.5، F 1.4، F 1.2 اور F 1 طاقتوں کے آتے ہیں اور یہ دنیا کے بہت قیمتی اور اعلیٰ درجہ کے کیمرے میں استعمال کیے جاتے ہیں، ایک بات ہمیشہ یاد رہے کہ لینس کا F نمبر جتنا گھٹتا جائے گا لینس کی طاقت اور بڑھتی چلی جائے گی مثال کے طور پر آپ کے پاس دو کیمرے ہیں ایک کیمرہ کا لینس F2.8 ہے دوسرے کا F.2 آپ نے تصویر لینے کی خاطر F2.8 والا کیمرہ کھولا تو دیکھا کہ اس کا ایکسپوزر میٹر بتا رہا ہے کہ ابھی روشنی فوٹو لینے کے قابل نہیں ہے لیکن اسی روشنی میں آپ وہ کیمرہ جس میں F2 لینس ہے کھولتے ہیں تو اس کے ایکسپوزر میٹر تصویر لینے کے لیے کئی اپرچر، کئی اسپیڈ شو کرتا ہے۔ اس طرح آپ نے دیکھا کہ جتنا لینس کا F نمبر گھٹتا جا رہا ہے کم سے کم روشنی میں تصویر لینے کے لیے تیار ہے یعنی اسکی طاقت بڑھتی جا رہی ہے۔

مذکورہ لینسوں کے علاوہ اور بھی بہت سارے لینس ہیں جن کا استعمال خلائی تحقیق، لیباریٹریوں، سنیما پروجیکٹروں، فوٹو آفسیٹ کیمرے، مائیکرو اسکوپ وغیرہ میں ہوتا ہے ان کا تذکرہ یہاں نہیں ہے۔

لینس چونکہ نہایت نرم کانچ کا ہوتا ہے اور اس پر انتہائی نازک کوٹنگ ہوتی ہے اس لیے اس پر بار بار کی رگڑ سے لکیریں پڑ جاتی ہیں اس لیے اگر لینس صاف کرنا بہت زیادہ ضروری ہو تو نرم صاف ستھرے سیبل ہیر برش سے یا لینس صاف کرنے والے مخصوص برش سے یا اگر ممکن ہو تو DUST OFF ایر سیلینڈر سے دھول کے باریک ذرات Remove کر دینا چاہئے۔ کیمرے کو زیادہ گرم، زیادہ سرد یا ڈیمپ والے مقام پر نہیں رکھنا چاہئے۔ اس سے جہاں کیمرہ میں لوڈ فلم اور دیگر پارٹش پر برا اثر پڑے گا وہیں لینس بھی متاثر ہوگا۔ اس لیے خاص طور سے برسات کے دنوں میں گرم کپڑے میں لپیٹ کر لکڑی کے الماری میں کیمرہ یا لینس رکھنا چاہئے کیونکہ لکڑی میں ڈیمپ جذب کرنے کی خوبی ہوتی ہے اس طرح آپ کے کیمرے کا لینس فنگس جیسے موذی بیماری سے بچ سکتا ہے۔

(پٹنہ سے نشر)

کوثر بھگوت پوری
بھگوت پور۔ ضلع سمستی پور ۸۴۸۱۲۶

اختر عظیم آبادی

اچھال جام کہ سو لطفِ میکشی لے جا — یہ میکدہ ہے یہاں سے نہ تشنگی لے جا
عمل کی شکل بدل کیفِ زندگی لے جا — حیات ناز کرے ایسی بندگی لے جا
غموں کی دھوپ میں چلنے کی مجھ کو عادت ہے — تجھے خوشی کی ضرورت ہے ہر خوشی لے جا
بہل ہی جاؤں گا میں بھولے بسرے قصوں سے — اندھیرا چھوڑ دے یادوں کی روشنی لے جا
لبوں پہ اپنے سجا کے تبسموں کے چراغ — سمٹ گئی ہے جو شہروں میں تیرگی لے جا
اتار پھینک بدن سے لباسِ یخ بستہ — کبھی تو گرمیٔ حالات دو گھڑی لے جا
میں گرم ریت ہوں صدیوں کی آگ ہے مجھ میں — سمندروں کے لیے میری تشنگی لے جا

مرا وجود ہے اختر امیں، اجالوں کا
تو اپنے ساتھ چراغوں کی روشنی لے جا

(پٹنہ سے نشر)

اردو شاعری میں رامائن

دلدار نومی

رامائن اور مہابھارت ادبی نقطۂ نظر سے عظیم صحائف کہلاتے ہیں۔ لیکن ان صحائف کی ہمہ گیر اثر آفرینی کا احساس نامکمل رہ جائے گا اگر ان کو صرف ادبی شاہکار قرار دیدیا جائے۔ کیونکہ ہندوستانی تہذیب اسکے رسم ورواج اور اخلاق وعقائد کی تشکیل میں ان دونوں تصانیف کا غالب حصہ ہے۔ ان تصانیف میں رامائن کی اہمیت اس لیے زیادہ تسلیم کی جاتی ہے کہ اس نے ہندوستان کے نظام حکمرانی کو رام راجیہ جیسا آدرش دیا ہے۔

روایات اور عقائد کے نقطۂ نظر سے رامائن کو قدیم اور بہت قدیم تصور کیا جاتا ہے۔ لیکن جدید مورخین اس کی قدامت کو سنہ ۲۰ ق.م اور سنہ ۳۰ ق.م کے درمیان تسلیم کرتے ہیں۔ اس کے مصنف اگرچہ والمیک رشی ہیں لیکن عہد جدید کے ممتاز عالموں کا خیال ہے کہ اس کی تخلیق میں کچھ نامعلوم لوگوں کا حصہ بھی ہے جو والمیک رشی کے بعد اس میں اضافے کرتے رہے۔ بہرحال پہلی صدی عیسوی تک یہ تصنیف اپنی موجودہ شکل میں مکمل ہو چکی تھی۔

ابتدا میں رامائن سنسکرت میں لکھی گئی تھی لیکن سنسکرت عالموں اور فاضلوں کی زبان تھی۔ ہندوستان ایک وسیع ملک ہے۔ اس ملک کے عوام متعدد زبانیں پہلے بھی بولتے تھے اور آج بھی بولتے ہیں۔ رامائن کو دیگر ہندوستانی زبانوں نے بھی اپنے دامن میں جگہ دی۔ لیکن رامائن کے یہ روپ جو تامل اور بنگالی وغیرہ زبانوں میں موجود ہیں والمیک کا ترجمہ نہیں۔ اگرچہ بنیادی طور پر واقعات اور کردار وہی ہیں۔ لیکن کرداروں کی تصویر کشی ہر زبان کی اپنی روایات اور مزاج کے مطابق ہے۔ ایسی حالت میں تفصیلات میں کچھ کمی بیشی تو ہو ہی جانا چاہئے تھی۔ اور واقعی طور پر ایسا ہو ابھی ہے۔

عہد ماضی میں اس ملک پر بیرونی قوموں کے حملے ہوتے رہے۔ حکومت ایک قوم سے دوسری قوم کو، ایک نسل سے دوسری نسل کو منتقل ہوتی رہی۔ جنگ وپیکار کا ایک طویل سلسلہ اس ملک میں چلتا رہا۔ یہ سب کچھ بالکل سچ ہے لیکن اس سے بڑا سچ یہ ہے کہ کوئی بھی حملہ آور قوم اس ملک کی تہذیب کو مٹا نہ سکی۔ بلکہ ہوا یہ کہ کچھ ہی عرصہ میں خود اس قوم کا وجود مٹ گیا۔ اس مٹی کی سوندھی خوشبو نے، بہتی ہوئی ندیوں کے راگ نے، برف سے ڈھکی چوٹیوں پر مچلتی دھوپ نے، ناچتے موروں نے، کوئل اور پپیہے کی تانوں نے اور ان مناظر فطرت کے ساتھ رامائن کی روایات نے جو ادب سے نکل کر مصوری میں، مجسمہ سازی میں، موسیقی میں، ناٹکوں میں، عقیدے سے اور مذہب میں، تہذیب اور تمدن کے پس منظر میں، رسم ورواج میں، شوہر اور بیوی کے پیار میں، والدین کی عظمت میں، بھائی کی بھائی سے محبت میں، دوست کی دوستی میں، سپاہی کی شجاعت میں، حکمراں کے انصاف میں، غرض زندگی کے ہر رنگ میں اپنا جلوہ دکھا رہی تھی، ان بیرونی قوموں کی کایا پلٹ دی، فاتح مفتوح ہو گئے۔ آج صرف تاریخ کے صفحات پر ان قوموں کے نام رہ گئے ہیں۔ لیکن ان کی تہذیب کا وجود چراغ لے کر بھی ڈھونڈھو تو بھی نظر نہ آئے گا۔

اس وادی گنگ وجمن میں جن بیرونی قوموں کے قافلے اترے ان میں ایک قافلہ مسلمانوں کا بھی تھا۔ تھے یہ شمشیر زن لیکن آنے والے سب سپاہی نہ تھے۔ ان میں کچھ ایسے بزرگ بھی تھے جن کو اب بھی بلا تفریق مذہب گنج بخش اور غریب نواز جیسے ناموں سے پکارا جاتا ہے اور البیرونی والمسعودی جیسے عالم بھی تھے جنکی تصانیف ہندوستانی علوم پر سند کا درجہ رکھتی ہیں۔ یہ قافلہ اپنے ساتھ علم وحکمت، تہذیب وتمدن، اور نظام حکومت بھی لے کر آیا تھا۔ اس طرح دو عظیم الشان تہذیبوں کے اتصال سے وہ گنگا جمنی تہذیب وجود میں آئی جو آج ہندوستانی تہذیب کہلاتی ہے۔

ان نئے سلاطین اور بادشاہوں کے اثرات تو ہندوستانی عوام نے بہت معمولی طور پر قبول کیے لیکن اس قافلہ کے بوریہ نشین فقیروں کے کردار اور افکار نے انھیں بے حد متاثر کیا۔ مندروں کے سایہ میں مسجدیں تعمیر ہو گئیں، ناقوس کے ساتھ اذانوں کی صدائیں آنے لگیں۔ آشرموں کے متصل خانقاہیں بن گئیں۔ ایک طرف مالاؤں پر رام نام جپا جاتا، دوسری طرف تسبیحوں پر اللہ اللہ کا ورد ہوتا۔ ادھر گیروا لباس میں سادھو، ادھر سبز پوش صوفی۔ ادھر رام تو ادھر رحیم۔ ادھر کرشن تو ادھر کریم۔ کہیں تپسیا تو کہیں چلہ کشی اور مراقبے۔ کہیں کتھا تو کہیں محفل میلاد، کہیں بھجن اور کیرتن تو کہیں قوالی۔ پھر کون تھا جو کہتا کہ یہ پرایا مال ہے۔ سب کچھ اپنا ہی جیسا تھا۔ پھر اپنوں سے غیریت کیوں برتی جاتی۔ لوگ آتے گئے اور کارواں بنتا گیا۔ حلقے بن گئے، دائرے وجود میں آئے، خانقاہوں کی رونق اتنی بڑھی کہ جو تنہا آئے تھے وہ اپنے پیچھے قافلے چھوڑ گئے۔

یہ لوگ فارسی، عربی بولتے آئے تھے، یہاں اودھی اور برج کا طوطی بول رہا تھا۔ زبانوں کا یہ فرق کچھ ہی عرصہ میں مٹ گیا۔ امیر خسرو نے آدھی ہندی اور آدھی فارسی میں شاعری کی روایت قائم کی۔ لیکن خالص اودھی میں ملک محمد جائسی اور برج میں خانخاناں اور رس خاں نے وہ جادو جگایا کہ اہل زبان نے دانتوں میں انگلیاں داب لیں۔ صوفی شاعروں کی محفل حال وقال سے بات شاہی دربار میں پہنچی۔ بادشاہ اکبر نے رامائن کا ترجمہ فارسی میں کرایا۔ اسی بادشاہ کو یہ فخر حاصل ہے کہ تلسی داس جی نے اس کے عہد میں رام چرتر مانس کے نام سے اودھی بھاشا میں رامائن کو نظم کیا۔ لیکن تلسی داس جی کی تصنیف والمیک کا ترجمہ نہیں۔ ہاں موضوع وہی ہے۔ کردار بھی وہی ہیں لیکن تفصیلات میں کچھ اختلاف بھی ہے۔

سدا کسی کا سکہ چلا ہے۔ اس حکومت کو بھی زوال آیا۔ راج دربار سے فارسی غائب ہوئی اور دیکھتے ہی دیکھتے اودھی اور برج کا بھی سورج ڈھل گیا۔ عوام نے کھڑی بولی کو اپنا لیا۔ اس بولی کے بطن سے اردو اور ہندی دو ادبی زبانیں پیدا ہوئیں۔ اردو میں فارسی اور عربی کے الفاظ کچھ زیادہ ہیں، ہیں ہندی میں بھی لیکن اردو سے کم۔ بس بولنے میں یہی دونوں زبانوں کا فرق ہے۔ اس بات کو بڑھاؤ تو دیوار یں کھڑی کرلو، گھٹاؤ تو بال برابر رہ جائے۔

اردو زبان کا دامن رامائن سے خالی نہیں، اس کی نظم ونثر میں رامائن کے کئی روپ ہیں۔ ایک رامائن کو گارساں دی تاسی نے بھی دیکھا تھا۔ اس کا ذکر اس نے اپنے خطبات میں کیا ہے۔ غالباً وہ رامائن نثر میں تھی۔ اردو نظم میں قدیم ترین خوشتر کی رامائن ہے۔ خوشتر عہد غالب کے شاعر تھے جو اردو شاعری کا دور زریں کہلاتا ہے۔ ان کے رامائن کے متعدد ایڈیشن نکلے جو اس کی مقبولیت کا ثبوت ہیں۔ میری نظر سے سولہواں ایڈیشن گزرا ہے جو مطبع نولکشور سے ۱۹۲۴ء میں شائع ہوا تھا۔ اس میں صفحات کی تعداد ۲۵۶ ہے۔ ۱۸۸۶ء میں نولکشور پریس سے رامائن فرحت اور رامائن بہار شائع ہوئیں۔ فرحت کا پورا نام شنکر دیال ہے۔ ان کی رامائن میں صفحات کی تعداد ۱۰۹ ہے۔ ۱۹۱۴ء میں سادھو پریس دہلی سے سورج نرائن مہر کی رامائن شائع ہوئی۔ یہ دوسروں کے مقابلہ میں زیادہ ضخیم ہے اس میں ۴۵۲ صفحات ہیں۔ پھر ۱۹۳۲ء میں منشی رام جی مل سنبھلی کی رامائن مسدس شائع ہوئی۔

یہ وہ تصانیف ہیں جن میں اختصار کے ساتھ مکمل واقعہ نظم کیا گیا ہے۔ لیکن رامائن کے مختلف واقعات پر چھوٹی چھوٹی نظمیں متعدد شاعروں نے لکھی ہیں۔ ان میں سب سے زیادہ حسین وجمیل نظم چکبست کی ہے۔ جس کا عنوان "رام چندر جی کا بن باس" ہے۔ چکبست اس بات کے سب سے زیادہ اہل تھے کہ وہ مکمل رامائن کو نظم کا جامہ پہناتے یا اس کا مکمل منظوم ترجمہ کرتے۔ کیونکہ رامائن پر جتنی بھی تصانیف اردو میں ہیں وہ اتنی ضخیم نہیں جتنی والمیک رشی کی رامائن یا تلسی داس جی کا "رام چرتر مانس" ہے۔ ان کے مقابلہ میں یہ بہت مختصر ہے۔

اردو شاعری کا مزاج غزل سے بنا ہے۔ غزل ایسی صنف سخن ہے جس سے زیادہ مختصر صنف سخن کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ اس لیے اردو میں طویل نظمیں بہت کم ہیں، اس نایابی کے عالم میں یہ نظمیں جو رامائن کے نام سے لکھی گئی ہیں۔ ایک نعمت سے کم نہیں۔ افسوس یہ ہے کہ اردو کے ناقدوں نے رامائن کے ان نمونوں کو پرکھنے اور ان کا مقام متعین کرنے کی کوئی کوشش نہیں کی جو ضرورت اور نایابی کے اس عالم میں ہرگز نظر انداز کرنے کے قابل نہ تھے۔ (آکاشوانی رامپور سے نشر)

جہیز اور انسانی اقدار

ڈاکٹر ماجدہ اسد

انسانی قدریں کیا ہیں جو انسان کو انسانیت سے رشتہ جوڑنا بتاتی ہیں اور انسان کو انسانیت سے زندگی گزارنا سکھاتی ہیں۔ ورنہ یوں تو ہر آدمی زندہ رہ لیتا ہے اور دنیا میں اُکر وقت گزار کر چلا جاتا ہے۔ لیکن جو انسانی زندگی انسانیت سے خالی ہے جس میں انسانی قدریں نہیں ہیں اس زندگی میں اور جانور کی زندگی میں کوئی فرق نہیں۔ بھوکا جانور اپنا پیٹ بھرنے کے لیے دوسرے جانور کو موت کے گھاٹ اتار دے گا، اسے بھگا دے گا۔ لیکن اگر دو انسان بھوکے ہوں گے اور ان کے سامنے کھانا ہوگا تو وہ دونوں بانٹ کر کھائیں گے اور خدا کا شکر ادا کریں گے۔ انسانی اقدار میں وہ سب چیزیں آجاتی ہیں جو انسان کے اخلاق کی بلندی سے تعلق رکھتی ہیں۔ اس میں اچھی صفات پیدا کرتی ہیں۔ اسے بُرائی، جھوٹ، فریب، لالچ اور حرص و ہوس سے بچاتی ہیں اور اسے برابری کا سلوک کرنا، دوسروں کی عزت کرنا، دوسروں پر اعتماد کرنا سکھاتی ہیں۔ اس میں خود اعتمادی، بھروسہ اور ہمت پیدا کرتی ہیں۔ اسے صحیح راستہ دکھاتی ہیں اور صحیح معنی میں صحیح زندگی گزارنے کی تعلیم دیتی ہیں۔ دوسرے الفاظ میں انسانی اقدار انسان کو مہذب اور شائستہ زندگی گزارنے کی تلقین کرتی ہیں۔ انسان اگر ان اقدار پر اپنی نظر رکھے اور ان سے رہنمائی حاصل کرے اور ان کو اپنی زندگی میں چولی اور دامن کے ساتھ کی طرح اپنائے تو وہ نیک، اچھی اور کامیاب زندگی گزار سکتا ہے۔

یہ بتانا تو مشکل ہے کہ ہمارے سماج میں جہیز دینے کا رواج کب سے شروع ہوا؟ یہ رواج صدیوں پرانا ہے۔ اس کی نفسیاتی بنیاد یہ ہو سکتی ہے کہ جب کوئی کہیں جاتا ہے تو اپنے ساتھ ضروری سامان لے کر چلتا ہے۔ لڑکی جو اپنے گھر سے سسرال کے لیے سفر کرتی ہے تو اس کا یہ سفر زندگی بھر کیلئے ہوتا ہے اور اپنے میکے میں وہ مہمان ہو جاتی ہے اور اس کی ضرورت کی چیزیں اس کے ساتھ کی جاتی ہیں۔ اور اس چیز نے ایک مستقل رواج کی شکل اختیار کر لی ہے۔ لیکن پرانے دور میں اس رسم کی وہ شکل نہ تھی جو آج بن گئی ہے۔ ہمارا ملک زراعتی ملک رہا ہے۔ اس میں کھیتی باڑی کی اہمیت ہمیشہ سے رہی ہے۔ اور جائداد میں لڑکی کو حصہ نہ دینے کا رواج رہا ہے اور پرانے زمانے میں یہ رواج اس وجہ سے رہا ہوگا کہ لڑکی کو حصہ دینے سے زمین بٹتی ہے۔ اور اگر لڑکی کی شادی کہیں دور ہو تو اس بٹوارے میں مشکل پیش آتی۔ اس لیے ماں باپ لڑکی کیلئے زمین جائداد میں حصہ نہ رکھ کر اسے سامان دیدیتے اور اس کی وجہ یہ ہوتی کہ اسے اپنے نئے گھر میں کسی طرح کی تکلیف نہ ہو اور وہ اپنے گھر کو اچھی طرح سنوار لے۔ اکثر اب بھی ہوتا ہے کہ جب فصل کٹنے کا وقت ہوتا ہے تو بیٹی کو اپنے میکہ میں بلا لیا جاتا۔ اور فصل کے کاٹنے وغیرہ کے کام میں وہ ماں باپ کی مدد کرتی۔ کچھ دن وہاں رہتی اور واپسی پر اس کو اناج وغیرہ فصل کی چیزیں دیدی جاتیں اور تیج تہوار پر بھی سامان بھیج دیا جاتا جو تہواری کہلاتا۔ اس طرح لڑکی کو کچھ نہ کچھ میکہ سے ملتا رہتا اور ایک طرح سے گرہستی کے بوجھ میں ماں باپ اس کی کچھ مدد کرتے رہتے۔

لڑکی کو شادی کے موقع پر کچھ نہ کچھ دینے کا رواج ہر مذہب اور ہر ملک میں رہا ہے چاہے وہ کسی بھی روپ میں رہا ہو۔ اس میں پہلے سب سے بڑی بات یہ ہوتی تھی کہ لڑکے والے کوئی مانگ نہیں کرتے تھے اور یہ کہا جاتا کہ جس نے اپنی لڑکی دیدی اس نے سب کچھ دیدیا۔ جو لڑکی والے چاہتے اپنی حیثیت کے مطابق اپنی بیٹی کو دیدیتے اس پر کم اور زیادہ کا سوال نہیں اُٹھتا۔ اس طرح وقت گزرتا رہا لیکن انسان دھیرے دھیرے مادہ پرستی کی طرف بڑھا اور بڑھتے بڑھتے اتنا بڑھ گیا کہ اس نے ہر چیز کو روپیوں پیسوں سے ناپنا اور تولنا شروع کر دیا۔ شادی بیاہ کے اس پاک بندھن میں جس کا تصور دو جسم ایک قالب یا دو جسم ایک روح والا رہا۔ اس کی بنیاد کو بھی مادہ پرستی کی ترازو میں تولنا شروع کر دیا۔ اور یہ پاک رشتہ جسموں کی اور انسانی زندگیوں کی گھناؤنی تجارت میں بدل گیا کہ لڑکوں کی باقاعدہ قیمت ان کے عہدوں اور تعلیم کے حساب سے لی جانے لگی۔ اگر اتنا روپیہ دے سکتے ہو تو خرید لو ڈاکٹر، انجینئر، سرکاری افسر کو نہیں تو کوئی اور گھر دیکھو، یا ساری عمر کنواری بیٹھی رہو۔ اور یہ بولی کچھ اس طرح بڑھی جیسے بازار میں چیزوں کی قیمت بڑھ رہی ہے۔ لڑکیوں کے ماں باپ نے سوچا لڑکیوں کو پڑھا لکھا دو اپنے پیروں پر کھڑا کر دو شاید جہیز سے چھٹکارا مل جائے۔ لیکن مرض گھٹا نہیں بڑھتا ہی گیا جیوں جیوں دوا کی۔ ستم یہ ہوا کہ پڑھی لکھی لڑکی کے لیے لڑکا اس سے زیادہ یا کم سے کم اس کے برابر پڑھا لکھا ہونا چاہئے۔ لڑکی کی حالت تو وہی رہی لیکن لڑکے کی قیمت میں کوئی کمی نہیں۔ اگر ڈاکٹر لڑکا چاہئے تو لاکھ تو دینا ہی ہوگا۔ یہ کوئی نہیں سوچے گا کہ لڑکی کے باپ نے بھی لڑکی کی پڑھائی لکھائی پر خرچ کیا ہے۔ رواج جو بن گیا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ لڑکوں کے ماں باپ نے لڑکے کی پیدائش پر خوشیاں منانی شروع کر دیں اور لڑکی کی پیدائش پر گھر میں افسردگی اور ماتم و مردنی چھانے لگی۔

میری ایک اعلیٰ تعلیم یافتہ دوست بیٹے کی پیدائش کے بعد چھٹی گزار کر جب کالج آئیں تو مٹھائی کا ڈبہ ہاتھ میں تھا بہت خوش نظر آرہی تھیں، میں نے پوچھا کیا بات ہے بہت خوش ہو آج تو وہ مٹھائی کا ڈبہ کھولتے ہوئے بولیں بڑی خوشی کی بات ہے۔ ہاں بھئی پہلے برفی تو کھایئے ابھی بتاتی ہوں مجھے دو لاکھ کا فائدہ ہوا ہے۔ میں بھونچکا رہ گئی اور پوچھا کیا لاٹری کے ٹکٹ کا انعام مل گیا ہے؟ وہ ہنستے ہوئے بولیں نہیں لاٹری کا انعام تو نہیں ملا میرے بیٹا ہوا ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آیا میں نے کہا بتاؤ تو بیٹے کے ہونے سے دو لاکھ کا فائدہ کیسے ہوا۔ ابھی تو تم اس پر بہت خرچ کروگی۔ وہ بولیں ارے آپ تو بہت بھولی ہیں سمجھتی ہی نہیں۔ ایک لاکھ کا فائدہ تو وہ جو اس کی شادی میں ملے گا اور ایک لاکھ وہ بچا جو بیٹی پیدا ہونے پر اس کی شادی میں خرچ ہوتا۔ اب آپ ہی بتایئے ہوا نہ دو لاکھ کا فائدہ۔ میں اس کا منہ دیکھتی رہ گئی۔ حیرت سے میری آنکھیں پھیل رہ گئیں۔ اور زیادہ تعجب اور تکلیف اس بات پر ہوئی کہ ایک تعلیم یافتہ، تعلیم کے پیشہ سے منسلک خاتون اس قسم کے خیالات رکھتی ہیں۔ ان پڑھ لوگوں کو کیا کیا جائے۔ ہماری تعلیم بھی ہمیں جہیز کی اس لعنت سے نہ بچا پائی۔ اصل میں قصور ان کا بھی نہ تھا۔ اعلیٰ تعلیم یافتہ ہونے کے باوجود ان کے ماں باپ نے ایک لاکھ روپیہ ان کی شادی پر خرچ کیے تھے کیونکہ انھوں نے ڈاکٹر سے شادی کی تھی۔ یہ سلسلہ اور لین دین کچھ اسطرح چل پڑا کہ اس لعنت سے چھٹکارا نہیں۔

شادی میں لین دین کی ابتدائی وجہ کچھ بھی رہی، اس کے پیچھے ماں باپ کا جذبہ ہی ہوتا تھا کہ لڑکی کو سسرال میں کوئی تکلیف نہ ہو۔ اپنی چیزوں کا وہ آزادانہ استعمال کر سکے اور اسے ایک طرح کا سکون رہے کہ وہ بھی اپنے پاس کچھ اثاثہ رکھتی ہے۔ شاید اسی لیے یہ سلسلہ چلا اور تقریباً ہر ملک اور ذات و مذہب میں رہا۔ لیکن وقت کی بات دیکھئے کہ جہیز دینے والوں نے اور جہیز لینے والوں نے جہیز کی نمائش شروع کر دی۔ وہ باقاعدہ جہیز کو سجا کر اس کی نمائش کرتے اور ہر آنے والے کو بتاتے کہ ہم اپنی بیٹی کو اتنا جہیز و سامان دے رہے ہیں۔ فرج بھی ہے، موٹر بھی ہے، ٹی وی بھی ہے، اسٹیل کی الماری بھی ہے، صوفہ بھی ہے ڈبل بیڈ بھی ہے، سنگھار میز بھی ہے ڈنر سیٹ، ٹی سیٹ وغیرہ وغیرہ سارے سیٹ ہیں۔ لحاف گدے قالین ہیں۔ تانبے اور اسٹیل کے برتن ہیں، کپڑے ہیں، دولھا دلہن اور سسرال والوں کے جوڑے ہیں۔ بھلے آدمی یہ تو بتاؤ کہ اگر تم اپنی لڑکی کو دے رہے ہو تو اپنی خوشی سے دے رہے ہو

ضرور دو۔ لیکن اپنی امارت اور خود نمائی کا ڈھنڈورا مت پیٹو۔ اس نمائش کا اتنا برا اثر پڑا کہ لڑکے والوں نے اسے اپنا حق سمجھنا شروع کر دیا اور جہیزوں کی باقاعدہ فرمائش کرنے لگے۔ اس کا طریقہ بھی سنئے۔ دیکھئے لڑکا امریکہ سے آ رہا ہے کوئی وزنی سامان تو لے جا نہیں سکتا۔ البتہ دولہا دولہن دونوں کے سامان میں ۲۰ کلو وزن تو چلا جائے گا۔ دو چار کلو زیادہ ہو تو جہاز والے اجازت دیدیتے ہیں۔ وہ آپ دونوں کے آنے جانے کے جہاز کے ٹکٹ کا انتظام کر دیں۔ سیدھی پچیس ہزار کی مانگ ہو گئی اور کس خوبصورتی سے ابا جان نے اسے پیش کر دیا۔ بارات کی مہمان نوازی شاندار ہونی چاہئے۔ لڑکا باہر سے آ رہا ہے سجاوٹ تو آپ بہترین کرائیں گے اور کھانا بھی لذیذ اور کئی قسم کا ہوگا۔ اس بوجھ بار کو مالدار لوگ تو بھگت لیے۔ لیکن مصیبت آئی غریب اور درمیانہ طبقہ کے لوگوں کی۔ کیونکہ امیروں کی نقل میں ان کی عقل بھی اسی طرح کی فرمائشیں کرنے لگی۔ اور منہ پھاڑ فرمائشیں کرنے لگی اور عام آدمی کے حالات ان فرمائشوں کو پورا کرنے کی اجازت نہیں دیتے ہیں۔

اس مسئلہ پر اگر ذرا سنجیدگی سے سوچیے تو بہت الجھن ہوتی ہے اور لگتا ہے انسان نے شرافت کو خیرباد کہہ دیا ہے اور انسانیت کو بھلا دیا ہے۔ اچھی زندگی گزارنے کے لیے روپیہ ضروری ہے لیکن روپیہ پیسہ ہی سب کچھ نہیں ہے جو لوگ دولت کو پوجتے ہیں ان کو ذرا سنجیدگی سے سوچنا چاہئے کہ دائمی خوشی دولت سے حاصل نہیں ہوتی وہ اچھے اور نیک اعمال سے ملتی ہے۔ انسانیت کی خدمت سے حاصل ہوتی ہے لیکن آج انسان نے اس لمحاتی اور وقتی خوشی کی خاطر اصلی خوشی کو، حقیقی خوشی کو بھلا دیا ہے۔ یہ خوشی انسانی اقدار کو اپنانے سے حاصل ہوگی اور جب ہر انسان ان انسانی اقدار کو اہمیت دے گا انھیں اپنی زندگی میں اپنائے گا تو ہمارا سماج جہیز کی اس لعنت سے چھٹکارا پائے گا۔ ایسا میرا یقین کامل ہے۔

(اردو سروس بزم خواتین میں نشر)

ماجدہ اسد

د ۱۲۷ پنجابی پھاٹک بلی ماران دہلی ۶

راجندر بہادر موج

نہ ہم بدلے نہ دل بدلا نہ یہ شام و سحر بدلے
تعجب ہے مجھے اس کا تمھیں کیوں اس قدر بدلے
وفا و مہر کی اپنی روش ہم تو نہ بدلیں گے
زمانے کو بدلنا ہے اگر وہ بے خطر بدلے
کہاں ان کا تغافل اور کہاں میری وفاداری
ذرا حالات کی صورت ادھر بدلے ادھر بدلے
کرم پر ان کو مائل دیکھ کر یہ فکر ہوتی ہے
وہ کب بدلیں نہ جانیں اور کب ان کی نظر بدلے
بہت رنگینیاں ہوتی ہیں آغاز محبت میں
دکھائی دیتے ہیں دو ہی دنوں میں بام و در بدلے
مرے جذبات میری چاہ کا عالم نہیں بدلا
نظر آتے ہیں پھر بھی آپ کے تیور مگر بدلے
نہ آئیں موج طوفاں کیوں نہ اکثر آبجوؤں میں
ذرا سی پا کے ثروت لوگ اکثر بیشتر بدلے

(اردو سروس ۲)

خدا بچائے شاعر شوہر سے

صبا شمیم حنفی

بہت دن ہوئے۔ شوکت تھانوی مرحوم کا ایک مضمون پڑھا تھا۔ اس مضمون میں ایک نیک بی بی نے اپنے شاعر شوہر کا قصہ سنایا ہے۔ اب ساری باتیں تو یاد نہیں۔ اتنا یاد ہے کہ ان بی بی کو اپنے شوہر کے نکھٹو پن سے شکایت تھی۔ جب دیکھئے پان چبائے جاتے ہیں اور مصرعے پر مصرعہ لگائے جاتے ہیں۔ ایک مرتبہ شوہر صاحب اپنی بی بی کی جھک جھک بک بک سے تنگ آ کر انھیں اپنے ساتھ مشاعرے میں لے گئے۔ یہ جتانا چاہتے تھے کہ خود اپنے گھر میں جو بدنصیب رات دن بیوی کے طعنے سنتا رہتا ہے، اس کی حیثیت اصل میں کیا ہے۔ مشاعرے میں شوہر صاحب ہوٹ ہو گئے۔ ترنم سے کلام سنانے لگے تو ان کی بیوی کے پاس بیٹھی ایک خاتون نے کہا "لے اس آواز کے موئے فقیر کو تو کوئی بھیک بھی نہ دے گا۔"

وہ نیک بی بی مشاعرے سے بہت بد دل ہو کر گھر آئیں شاعر شوہر نے لاکھ سمجھایا کہ سننے والے انھیں دراصل داد دے رہے تھے جسے ہوٹنگ کہا جا رہا ہے۔ مگر بیوی کو قائل نہ کر سکے۔

سچی بات تو یہ ہے کہ اردو کا روایتی شاعر چاہے جتنا بڑا تیس مار خاں بنے، اس کے بارے میں لوگوں کی ایک رائے پہلے سے بن چکی ہے۔ یہ سمجھا جاتا ہے کہ شاعر وہ ہے جو سرشار کے میاں خوجی جیسی کوئی مخلوق ہے۔ ہر وقت ڈینگ مارنا جس کی عادت ہے۔ جو کاہل، کام چور، نکما ہوتا ہے۔ جسے دین دنیا کی کوئی خبر نہیں ہوتی۔ جو آٹھوں پہر افیمچیوں کی طرح آنکھیں بند کیے جھوم جھوم کر شعر موزوں کرتا رہتا ہے۔ آنکھیں کھلی ہوں تو بس خلا کو گھورتا رہتا ہے جیسے گھر کے کام کاج سے کوئی مطلب نہیں ہوتا۔ جو اپنے ہی جیسے بے فکروں کے ساتھ واہ واہ، سبحان اللہ، مصرعہ عرض ہے۔ مکرر ارشاد کے نعرے لگاتا رہتا ہے۔

اتفاق سے ہماری ایک سہیلی کے شوہر، کہنے کو تو سرکاری ملازم تھے، مگر شاعر نکلے۔ اب ذرا ان کا حال سنئے۔ ایک روز ہماری دوست آئیں تو بتایا کہ ان کے شوہر مشاعرے پر مشاعرے برپا کرتے رہتے ہیں۔ صبح نو دس بجے سو کر اٹھتے ہیں۔ ہر روز دیر سے دفتر پہنچنے پر افسر کی ڈانٹ سنتے ہیں۔ جتنی دیر گھر میں رہتے ہیں چائے اور پان کا تانتا بندھا رہتا ہے۔

ہمیں ان کے حال پر افسوس ہوا۔ ان کے شوہر کا کلام ہم نے بھی رسالوں میں پڑھا تھا۔ اپنی سہیلی کی قسمت پر ہمیں رشک بھی آیا تھا۔ ہمیں یہ بھی معلوم تھا کہ ان کے شوہر کا نام ریڈیو پر بجتا ہے۔ جہاں جاتے ہیں لوگ ان کی راہ میں آنکھیں بچھاتے ہیں ان کے ناز اٹھاتے ہیں۔

اپنی دوست کو ہم نے سمجھا بجھا کر رخصت کر دیا۔ ہم نے انھیں بتایا کہ وہ غریب جسے خود اس کی بیوی ایک ذرۂ ناچیز سمجھتی ہے اور گھر میں جس کی یہ بے قدری ہے، گھر سے باہر کی دنیا پر کتنا باکمال سمجھا جاتا ہے۔ شاعر اعظم کہلاتا ہے۔ کیسے کیسے جذبات اور خیالات کے دریا بہاتا ہے۔ شہرت کی چاندنی میں نہاتا ہے اور ایک زمانے سے اپنے ہنر کی داد پاتا ہے۔ ہماری باتوں سے وہ بی بی کچھ مطمئن ہوئیں۔ ان کی آنکھوں میں بے یقینی کی ایک کیفیت تو باقی رہی، مگر ان کی الجھن اور پریشانی ہماری باتوں سے کافی کم ہو گئی۔

مگر ہفتہ دس روز بعد ان سے دوسری ملاقات ہوئی تو پھر وہی رونا۔ ہم سے ان کا حال دیکھا نہ گیا۔ ان کے ساتھ ہم ان کے گھر گئے۔ ابھی ہم دونوں دروازے ہی پر تھے کہ گھر سے امڈتا ہوا شور سنائی دیا۔ ایسا شور کہ چھت اڑا دے۔ ہم سہم گئے۔ "کیا ہو یہ کیا بات ہے؟ کوئی لڑائی جھگڑا ہو رہا ہے کیا؟" ہم نے ٹھٹھک کر پوچھا۔ ہماری دوست نے جواب دیا — "نہیں ایسی کوئی بات نہیں آج گھر میں وہی شاعری کی محفل سجی ہے۔ یہ سارا شور داد و تحسین کا ہے۔"

گھر میں گئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ان کا سال بھر کا بیٹا ملازمہ کی گود میں بخار سے بھن رہا ہے۔ ملازمہ بچے کی پکار سن کر بھاگی آئی تھی اور باورچی خانے میں چولھے پر چڑھی ہنڈیا اتارنا بھول گئی تھی۔ سالن کا ستیاناس ہو گیا تھا۔ گھر بھر میں ہانڈی جلنے کی مہک بھری ہوئی تھی۔

ہماری دوست کے صبر کا پیمانہ چھلک پڑا۔ ملازمہ کے ہاتھ سے بچے کو گود میں لے کر باہری کمرے کی سمت لپکیں۔ شوہر

صاحب ایک ہاتھ چھت کی طرف اٹھائے کوئی شعر عرض کر رہے تھے۔ بیوی کی ڈانٹ سنی تو ہاتھ اٹھا کا اٹھا رہ گیا۔ ہماری دوست نے ایک لمبی تقریر جھاڑ دی۔ ان کی نثری نظم سن کر سب کے چہرے ہوا ہو گئے۔ شوہر صاحب سناٹے میں۔ خدا خدا کر کے دوست رخصت ہوئے —— وہ دن اور آج کا دن، اب ان کے شوہر صاحب شعر کہتے تو ہیں مگر نہ مشاعرے میں جاتے ہیں نہ کسی شاعر دوست کو گھر بلاتے ہیں۔

"میرے گھر میں اب سکون ہے۔" ہماری دوست نے یہ خوشخبری سنائی تو ہمیں بھی اطمینان ہوا۔ ہم نے کہا "شعر کہنے میں شاید برائی نہیں، ہاں شاعر ہونا برا ہے!" سچ تو یہ ہے کہ بھلے مانسوں جیسی زندگی گزارتے ہوئے بھی شعر کہا جا سکتا ہے۔

اب ایک اور قصہ سنئے۔ ہمارے شوہر کے ایک ساتھی بھی جو شاعر ہیں۔ ایک روز ہم ان کے گھر گئے تو دیکھا کہ میاں بیوی میں گرماگرم بحث چھڑی ہوئی ہے۔ ہم نے اس تکرار کا سبب پوچھا تو پتہ چلا کہ شوہر صاحب اپنے کلام کا مجموعہ چھپوانے کے چکر میں ہیں۔ بیوی کا کہنا یہ ہے کہ جو پیسہ کتاب چھپوانے پر خرچ ہوا اسے بیٹی کے بیاہ کے لیے بچا کر رکھ دیا جائے۔ یہ ممکن نہیں کہ کتاب بھی چھپ جائے اور شادی کے لیے مناسب رقم بھی جمع ہو جائے۔ شوہر صاحب کا کہنا یہ تھا کہ اشعار بھی ان کی معنوی اولاد ہیں۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ ایک بیٹی کی شادی کے لیے دوسری اولاد کا حق فراموش کر دیں۔ ان کے گھر میں یہ جھگڑا ابھی چل رہا ہے۔ دونوں فریق ابھی تک کسی فیصلے پر نہیں پہنچ سکے ہیں۔

اس طرح کے اور بھی بہت سے تماشے ہمارے تجربے میں آئے۔ ہم بھی عام طور پر یہی سوچتے ہیں کہ خدا بچائے شاعر شوہر سے۔ لیکن جب بہت سے ایسے شاعروں پر نظر پڑتی ہے جن کے نام اور کلام کا ڈنکا چاروں طرف بجتا ہے، تو خیال آتا ہے کہ شاعر ہونے میں کوئی برائی نہیں۔ آخر فیض احمد فیض بھی تو شاعر تھے۔ ان کی بیوی ایلس فیض کا ایک مضمون ہم نے ابھی ابھی پڑھا ہے اور اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ شاعر شوہر ہونا بیوی کے لیے فخر کی بات ہو سکتی ہے۔ بس شرط یہ ہے کہ یہ شاعر شوہر ہونے کے آداب سے باخبر ہو۔ جس کا گھر صحیح معنوں میں گھر ہو۔ ورنہ یہی ہوگا کہ شاعر صاحب کی زبان چلتی رہے گی اور ہنڈیا جلتی رہے گی۔ شاعر صاحب تخیل کے موتی چنتے رہیں گے اور صاحبزادے بخار میں بھنتے رہیں گے۔

(اردو سروس سے)

مشاعرے

نظر برنی

آج کل کے مشاعرے توبہ
ان کا مقصد بھی کاروباری ہے
شاعروں کو فقط ہے "زادِ راہ"
میزبانوں کی جیب بھاری ہے

(اردو مجلس دہلی سے)

خدا بچائے شاعرہ بیوی سے

ضیاء الدین عثمانی

کئی روز سے بیگم صاحبہ کے بدلے ہوئے تیور دیکھ کر بار بار یہی خیال دماغ میں آ رہا تھا کہ

ع آج غصے میں بھرے بیٹھے ہیں خدا خیر کرے

اور آج جب ہماری اکلوتی اور چہیتی بیگم بلائے ناگہانی کی طرح کمرے میں نازل ہوئیں تو تعبیر سچ ثابت ہو گئی۔ یعنی وہی ہوا جس کا ہمیں رہ رہ کر خیال آ رہا تھا۔ کمرے میں قدم رکھتے ہی ہماری بیگم نے ہائی کورٹ کے جج کی طرح اپنا فیصلہ سنا دیا —— "انڈو پاک مشاعرے میں شمولیت کے لیے میں لاہور جاؤں گی اور ضرور جاؤں گی۔ کہہ دیجیے کہ آپ مجھے نہیں روکیں گے۔"

ہم نے ان سے کہا کہ بہتر ہو اگر آپ اپنے فیصلے پر نظر ثانی کر لیں۔ وہ بولیں —— "بہت سوچ سمجھ کر ہی یہ فیصلہ کیا ہے میں نے۔ اب تک آپ کے کہنے میں آ کر ہی نہ جانے کتنے مشاعروں کا خون کر چکی ہوں۔" اتنا کہتے ہی وہ واپس جانے کے لیے مڑیں اور یہ کہتے ہوئے باہر نکل گئیں ؎

مرا نام ہو کہیں پر یہ کہاں انھیں گوارا
وہیں چاک کر دیا خط جہاں میرا نام دیکھا

ہم نے ان کی غلط فہمی دور کرنی چاہی۔ ہم اٹھ کر ان کے پاس پہنچے اور بولے بیگم آپ ہمیں غلط سمجھ رہی ہیں۔ خدارا ہم پر یہ بہتان نہ لگائیں۔ بھلا ہم آپ کی شہرت سے کیوں جلنے لگے۔ ہم تو صرف اتنا چاہتے ہیں کہ شاعری کے اس شوق میں اسی طرح کچھ کمی کر دیں جیسے کچھ دنوں سے گھر کی دیکھ بھال میں آپ نے کچھ کمی کر دی ہے۔ ہم تو آپ کو صرف یہ بات ذہن نشین کرانا چاہتے ہیں۔ خدا نے مرد کو گھر کا وزیر خارجہ اور عورت کو گھر کا وزیر داخلہ بنایا ہے یعنی آپ گھر سنبھالیں اور ہم باہر کا کام سنبھالیں۔ عورت کا کام ہے بنی نوع انسان کی پرورش کرنا، اسے پروان چڑھانا، گھر کے ماحول کو خوشگوار بنانا اور گھر پر ایک اچھے حکمراں کی حیثیت سے حکومت کرنا۔ نہ کہ گھر سے راتوں کو مشاعروں کی زینت بننا اور دن کو ردیف اور قافیوں کی قافیہ پیمائی میں صرف کرتے رہنا۔ یہ تو وہی بات ہوئی ؎

ہوئے اس قدر مہذب کبھی گھر کا منہ نہ دیکھا
کٹی عمر ہوٹلوں میں مرے اسپتال جا کر

مگر یہ باتیں ہماری بیگم کی سمجھ میں نہیں آئیں۔ ان پر اتنا بھی اثر نہیں ہوا جتنا چلتے ہوئے توے پر بوند کا۔ وہ بولیں —— "یہ سب اصول بھی تو آپ لوگوں کے بنائے ہوئے ہیں۔ جہانگیر بھی تو مرد تھا جس نے نور جہاں کے کام میں کبھی دخل نہیں دیا بلکہ سلطنت کی ساری باگ ڈور نور جہاں کو ہی سونپ دی تھی۔ بس میں کہے دیتی ہوں کہ یہ وزارت داخلہ آپ کو ہی مبارک ہو، مجھے تو وزارت خارجہ ہی بھلی۔"

بیگم کے منہ سے نکلے ہوئے ان الفاظ نے ہمارے دل پر وہ اثر کیا جو شاید ہیروشیما پر گرنے والے بم نے بھی نہ کیا ہو۔ ہم سکتے میں آ گئے اور سوچنے لگے کہ

ع یارب ہماری جان پھنسی کس عذاب میں

مگر اس تباہی کا موردِ الزام ٹھہراتے بھی کسے ؎

تم سے بیجا ہے مجھے اپنی تباہی کا گلہ
اس میں کچھ شائبۂ خوبیٔ تقدیر بھی تھا

بار بار یہی کہتے کہ شاعرہ بیوی کا شوہر خدا کسی کو نہ کرے۔ یقین جانیے کہ ہماری بیگم کو شاعری کی یہ بیماری شادی سے پہلے قطعی نہیں تھی بلکہ ہم بھی اگر کسی مشاعرے میں جاتے تو برا سمجھتیں۔ مگر غلطی ہم سے ہی ہوئی کہ ایک دو بار ہم انھیں مشاعرے میں کیا لے گئے۔ پھر تو وہ خواب میں بھی مشاعرے ہی دیکھنے لگیں۔ گویا

ع اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

پہلے ہم اسکول سے گھر میں قدم رکھتے تھے تو ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے ؎

اگر فردوس بر روئے زمیں است
ہمیں است و ہمیں است و ہمیں است

پہلے ہر چیز اپنی جگہ قائم رہتی۔ گھر کا گوشہ گوشہ آئینہ کی طرح صاف و شفاف نظر آتا۔ آتے ہی کھانا تیار ملتا، جیسے کھانے کو ہمارا انتظار ہو۔ مگر اب سب کچھ اس کے برعکس تھا۔

اب کھانے کا انتظار ہمیں کرنا پڑتا تھا۔ گھر کو دیکھ کر ایسا لگتا تھا کہ تھوڑی دیر پہلے آندھی آ چکی ہو۔ کچن میں جھوٹے برتنوں کی تعداد میں اضافہ کسی کو بھی اس غلط فہمی میں ڈال سکتا تھا محلے بھر کی دعوت تو نہیں کی گئی ہے۔ میلے کپڑوں کے ڈھیر دھوبی کا گھر ہونے کا گمان ہوتا۔ جگہ جگہ کتابوں کا ڈھیر اور ان کی بے ترتیبی کا وہ عالم نظر آتا جو امتحان کے دوران طالب علم کی کتابوں کا ہوتا ہے۔ اور وہ ڈسٹ بن جو پہلے کبھی نہیں بھرتا تھا اب ہر وقت بھرا ہوا نظر آنے لگا تھا کیونکہ ہماری بیگم کو ایک غزل تیار کرنے میں دس دس پندرہ پندرہ صفحے خراب کرنا پڑتے تھے۔ اب بچے آسمان بھی سر پر اٹھالیتے تو ان پر کوئی اثر نہیں ہوتا تھا۔ اب گھر کو دیکھ کر چڑیا گھر کا گمان ہونے لگتا تھا۔

اگر بیگم سے پوچھتے بھی کہ بھئی یہ گھر کی کیا حالت بنا رکھی ہے تو جواب ملتا کہ کیا آپ میرا تھوڑا سا بھی ہاتھ نہیں بٹا سکتے آخر شادی سے پہلے بھی تو گھر پر دھیان دیتے ہی ہونگے کیا بیوی کے آنے پر مرد کو بے فکر ہو جانا چاہیے۔

بہرحال ہم نے یہی بہتر سمجھا کہ حالات سے سمجھوتہ کر لیا جائے۔ اب ہمارا یہ عالم تھا کبھی ہم کپڑے دھو رہے ہیں کبھی کپڑوں پر پریس کر کے الماری میں سجا رہے ہیں۔ کبھی آٹا گوندھ رہے ہیں تو کبھی الٹی سیدھی روٹیاں پکا رہے ہیں اور بیگم کو آوازوں پر آوازیں دے رہے ہیں کہ بیگم کھانا تیار ہے کھا لیجیے اور بیگم جواب میں کہتیں آپ ایسا کریں پہلے بچوں کو نمٹا دیں۔ ہم دونوں بعد میں کھائیں گے۔

لیجیے، یک نہ شد دو شد۔ نہ پائے ماندن نہ جائے رفتن۔ جائیں تو جائیں کہاں ؎

بات کرنی مجھے مشکل کبھی ایسی تو نہ تھی
جیسی اب ہے تری محفل کبھی ایسی تو نہ تھی

سنتے آئے ہیں کہ کچھ پرندوں کی یہ خاصیت ہے کہ دن بھر سونا اور راتوں کو جاگنا۔ مگر میرا خیال ہے کہ یہ خاصیت اولادِ آدم میں بھی ہے۔ شعراء اسی زمرے میں آتے ہیں بلکہ ان پرندوں سے بھی دو ہاتھ آگے۔ دن ہو کہ رات ہو۔ جاگنا ہی ان کی فطرت ہے۔

؏ رات کو رو رو صبح کیا، دن جوں توں شام کیا

بات یہیں پر ختم نہیں ہو جاتی۔ ہمیں کیا پتہ تھا کہ ابھی عشق کے امتحاں اور بھی ہیں۔ کسی نے ٹھیک ہی کہا ہے ؎

مریضِ عشق پر رحمت خدا کی
مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

ہم اپنی طرف سے بیگم کو جتنا شاعری سے باز رکھنے کی کوشش کرتے اسی قدر ہم پر ان کی زیادہ ہی مشقِ ستم ہونے لگی۔ اور پھر تو یہ ہوا کہ ہماری ہر بات کا جواب بھی شاعرانہ انداز میں دے کر چڑانے لگیں۔

ایک دن ہم نے ان سے کہا ـــــ کیوں دن اور رات اپنا دماغ جلائے جا رہی ہو۔ اب باز آؤ اس شوق سے۔ وہ بولیں ؎

پہلے خود کو جلاتا ہے سورج
پھر کہیں جگمگاتا ہے سورج

اگر ہم ان سے اپنی حالتِ زار کا رونا روتے تو کہتیں ؎

میں ایسے جنگلے میں کھو گیا ہوں
جہاں میرے سوا کوئی نہیں ہے

وہ فرماتیں ؎

قیدِ حیات و بندِ غم اصل میں دونوں ایک ہیں
موت سے پہلے آدمی غم سے نجات پائے کیوں

یہاں تک کہ ان کے پیٹ میں درد بھی ہوتا اور وہ درد سے تڑپتیں تو اپنی کیفیت کا اظہار یوں کرتیں ؎

اک ہوک سی دل میں اٹھتی ہے اک درد سا دل میں ہوتا ہے
میں چپکے چپکے روتی ہوں جب سارا عالم سوتا ہے

ہم یہ بھی بتاتے چلیں کہ ہماری بیگم کا تخلص "روحی" ہے۔ یہ تخلص انھوں نے بہت غور و خوض کے بعد منتخب کیا تھا۔ ان کا خیال تھا کہ شاعر اپنے اصل نام سے نہیں جانا جاتا ہے۔ اصل نام تو شاعر کے مرنے کے ساتھ ہی دفن ہو جاتا ہے لیکن تخلص ہمیشہ زندہ رہتا ہے۔ گویا تخلص ہی شاعر کی روح ہے جبکہ اصل نام صرف جسم کا درجہ رکھتا ہے۔ ہم نے بے شمار تخلص ان کے سامنے رکھے تھے۔ ہم نے کہا اگر مرد شاعر اپنے تخلص دیوانہ، پاگل، احمق، سودا، درد، دل، جگر، گردہ اور بے تک جیسے رکھ سکتے ہیں تو آپ بھی دیوانی، پگلی، آنکھ، ناک، انگلی، خارش یا کھجلی میں سے کوئی تخلص رکھ لیں۔ مگر وہ بولیں کہ میں تو شاعری کو ادب کی روح تسلیم کرتی ہوں اور اسی مناسبت سے مجھے روحی تخلص ہی پسند ہے۔

ویسے ابھی تک ہر عورت میں شعر و شاعری کا شوق اس حد تک نہیں پیدا ہوا۔ جتنا لپ اسٹک کا۔ لیکن اگر کوئی وقت ایسا آیا کہ ہر عورت لپ اسٹک کے بجائے شاعری کو ہی منہ لگانے لگی تو بیچارے شوہروں کا کیا ہوگا۔ ہر شوہر یہی کہتا ہوا سنائی دے گا ؎

نہیں منت کش تابِ شنیدن داستاں میری
خموشی گفتگو ہے بے زبانی ہے زباں میری

ہم نے بیگم کے دل سے یہ غلط فہمی بھی اکثر دور کرنی چاہی کہ للہ ہمیں شاعری سے خدائی بیر نہیں ہے بلکہ ہم تو اسے ادب کا اہم جز سمجھتے ہیں مگر ایک تو بات یہ کہ شاعری صرف مردوں کو ہی زیب دیتی ہے۔ دوسرے یہ کہ اگر کوئی عورت شاعری کا ذائقہ صرف سویٹ ڈش کی طرح ہی لے تب بھی کوئی حرج نہیں۔ مگر نقصان تو تب ہوتا ہے کہ اگر ساری کی ساری بھوک مٹانے کا ذریعہ ہی وہ شاعری کو سمجھ لیتی ہے۔ مثال کے طور پر ہماری بیگم کو شاعری کے سامنے نہ کھانے کا ہوش رہتا ہے نہ گھر کو صاف رکھنے کا اور نہ کوئی دوسرا کام کرنے کا۔

اس کی ایک خاص وجہ یہ بھی ہے کہ ہماری بیگم ہموار زمین پر چلنا پسند نہیں کرتیں وہ چاہتی ہیں کہ زمین وہ اپنائی جائے جس پر آتش اور ناسخ بھی نہ چل سکے ہوں۔ مشکل سے مشکل اور سنگلاخ سے سنگلاخ زمین کی تلاش میں سرگرداں رہتی ہیں۔ اسی طرح نئے نئے قافیوں کی قافیہ پیمائی میں کھوئی رہتی ہیں تاکہ بھرپور داد مل سکے۔

مثال کے طور پر ہم سے ایک دن بولیں ـــــ دیکھو تو یہی میں نے کتنی مشکل زمین میں یہ غزل موزوں کی ہے ـــــ" لگتا تھا کہ غزل کے اشعار شہدائے کربلا کی شان میں ادا کیے گئے تھے۔ ہم آپ کو بھی سنائے دیتے ہیں لیجیے سنیے:

کوئی اس بات پر قائم تھا بہتر کل تھے
کچھ کا اصرار یہ نعرہ تھا بہتر کل تھے
کوئی کہتا تھا غلط سب نے کہا سچ یہ ہے
دین کی خاطر جو لڑے تھے وہ بہتر کل تھے
طیش میں آ کے زباں اپنی کسی نے کھولی
اتنا تک بھی نہیں معلوم بہتر کل تھے
سن کے پھر مجھ کو بتانا ہی پڑا اے روحی
میر کے نشتر کی برابر وہ بہتر کل تھے

غزل کے اختتام پر انھوں نے ہمیں قافیوں اور ردیف کے انتخاب پر داد طلب نظروں سے دیکھا۔ بڑی مشکل سننے والے کے ساتھ یہ رہتی ہے کہ شاعر کا کلام سننے پر اس کا قافیہ تنگ بھی ہو رہا ہو پھر بھی اسے داد دینی ہی پڑتی ہے۔ لہٰذا ہمیں بھی بحالت مجبوری داد دینی ہی پڑی ہم نے جھوٹ کی یہاں تک آمیزش کر دی کہ میر کے نشتروں کی تعداد کا تو پھر بھی تعین ہو گیا ہے لیکن آپ کے نشتروں کا تو کوئی شمار ہی نہیں۔ حالانکہ ہمارا دل جل کر کباب ہو چکا تھا اور سوچ رہے تھے کہ اگر ہم کسی مشاعرے میں ایسی غزل سنا ڈالیں تو لوگ کہیں کا نہ چھوڑیں گے۔ مگر ایک عورت کتنی ہی آدم بیزار چیز سنائے تو لوگ واہ واہ کے نعروں سے آسمان سر پر اٹھا لیتے ہیں۔ تو سچ کہنے کی ہمت ہی اپنے اندر نہیں رکھتے۔ شاید کیف بھوپالی نے اپنے اس شعر میں اسی طرف اشارہ کیا ہے ؎

آپ کے ستم پر بھی لوگ واہ کرتے ہیں
آپ نے صداقت بھی چھین لی ضمیروں سے

بہرحال کہاں تک ہم اپنی شاعرہ بیگم کی شاعرانہ ستم ظریفیوں کا ماتم کریں اور ان کی عقلِ سلیم پر آنسو بہائیں بس خدا سے ہماری یہی دعا ہے کہ ؎

یارب نہ وہ سمجھے ہیں نہ سمجھیں گے مری بات
دے اور دل ان کو جو نہ دے مجھ کو زباں اور

(جموں سے نشر)

قطعات

بیباک جوگی

میں وہ شاعر ہوں دوست جس کے پاس
اور کچھ ہو نہ ہو "گلا" تو ہے
شعر کہنے کی اہلیت نہ سہی
شعر پڑھنے کا حوصلہ تو ہے

کوئی غزل ہو عنایت مشاعرہ کے لیے
حضور! اس کے سوا اپنی آرزو کیا ہے
یہ سب حضور کی صحبت کا فیض ہے ورنہ
ہماری بزمِ سخنوراں میں آبرو کیا ہے

(گورکھپور سے)

توہمات سے نبرد آزمائی

ڈاکٹر رؤفہ علوی

توہم سے نبرد آزمائی کسی شخص کا مسئلہ نہیں ہے یہ اجتماعی اور سماجی مسئلہ ہے۔ اس نبرد آزمائی کے ساتھ ساتھ یہ بھی جاننے کی ضرورت ہے کہ وہم کی حقیقت ہے کیا یہ ہماری زندگی کا کہاں تک احاطہ کیے ہوئے ہے وہم کے علمی اور منطقی تجزیہ سے کیا نتائج مرتب ہوسکتے ہیں۔

وہم کا لفظ عربی الاصل ہے لغوی اعتبار سے یہ توہم ہے۔ عربی زبان میں اس کے معنی ہیں جھوٹا خیال، جھوٹا گمان، گمراہی، ضلالت۔ لہذا لفظی توضیح و تشریح سے ظاہر ہوتا ہے کہ توہم خلاف حقیقت و اصلیت شے ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ کیونکر معرض وجود میں آیا اور کس طرح اس نے معاشرہ میں جڑ پکڑی اور ہماری روزمرہ کی زندگی میں یہ کہاں تک جاری وساری ہے اور پھر نبرد آزمائی کس طرح کی جاسکتی ہے اس لیے ان تمام باتوں کا حل ڈھونڈھنے کے واسطے مروجہ اوہام پر سیر حاصل تبصرہ کرنا ہوگا۔ صدیوں پہلے انسان علم سے بے بہرہ تھا۔ زمانہ کے سرد و گرم کو ماورائے علم اور ان دیکھی طاقتوں کا نتیجہ سمجھتا تھا۔ ایسے نتائج قائم کرنے میں تجربہ کا بڑا دخل ہوتا تھا اور تجربات سب کے یکساں نہیں ہوتے تھے یہیں توہمات کا آغاز ہے یوں سمجھ لینا چاہیے کہ جتنی قدیم دنیا کی تاریخ ہے اتنی ہی قدیم توہمات کی تاریخ ہے یہ بجا طور پر کہا جاسکتا ہے کہ سائنس کی تعلیم عام ہونے سے توہمات کا دائرہ محدود ہونے لگا بلکہ معدوم کا لفظ بھی اس کی ترجمانی کرسکتا ہے لیکن پھر بھی ہمارے معاشرہ کے بڑے حصہ پر جہالت اور کم علمی کے سبب اوہام مسلط ہیں۔

آدمی کی ولادت سے لے کر شادی بیاہ چھٹی، چلہ، عقیقہ اور موت تک توہمات کی عمل داری ہے مثلاً اب بھی گاؤں، قریوں اور شہر کے کچھ حصہ میں زچہ اور بچہ کو بلاؤں سے محفوظ رکھنے کے لیے گھر کے دروازے پر یا زچہ کے پلنگ کے کسی حصہ پر چھری، چاقو رکھ دیے جاتے ہیں تاکہ آنے والی بلائیں کٹ جائیں۔ پورب کے بعض گھرانوں میں چھری، چاقو کے بجائے قینچی بجا بجا کر قطع بلیہ کیا جاتا ہے اس عمل کے دوران کبھی یہ غور کرنے کی ضرورت نہیں سمجھی جاتی کہ چھری چاقو اور قینچی از خود کچھ نہیں ہیں ان سے کام لینے والا خود انسان ہوتا ہے تو بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ یہ رد بلا کریں۔ ہاں یہ بات قرین قیاس ہے کہ صبح و سر شام تک اگر ملاقاتی زچہ اور بچہ کے پاس آتے رہیں تو ان کی صحت متاثر ہوسکتی ہے۔ یہ سلسلہ محدود ہونا چاہیے۔ بہت ساری عام بیماریاں مثلاً نزلہ، کھانسی یا بعض تکلیف نہ دینے والے جلدی امراض زچہ، بچہ یا دونوں کو متاثر کرسکتے ہیں۔ باشعور تعلیم یافتہ افراد کا فریضہ ہے کہ ناخواندہ یا کم تعلیم یافتہ افراد کو ایسی حقیقتیں سمجھائیں ان کے ذہنوں سے غلط تصورات اور اوہام کو نکالیں۔ یہ کام سائنٹفک تعلیم کی بدولت جاری ہے۔

یہ بھی ایک مقبول عام واہمہ ہے کہ دو وقت جب ملتے ہیں یعنی صبح و شام تو چھوٹے بچوں اور لڑکیوں کو زیر سما نہیں نکلنا چاہیے ورنہ "سایہ" ہو جاتا ہے۔ حالانکہ طبی نقطۂ نظر سے صبح و شام کے وقت ہی وہ بہترین لمحات ہوتے ہیں جن میں نازک اور کمزور بچوں کو کھلی اور تازہ ہوا میں کھیلنا چاہیے صبح کی ہلکی دھوپ نرم شعاعیں بچوں کی صحت کی برقراری کے لیے ضروری ہوتی ہیں صبح کی ہلکی شعاعیں پہنچا کر بچوں کے بعض امراض کا علاج کیا جاتا ہے۔

ایک اور عام یہ خیال خام ہے کہ کم عمر نا کتخدا لڑکیوں کو کھلے بالوں درختوں کے نیچے نہیں جانا چاہیے، پیلا رنگ نہیں پہننا چاہیے ورنہ سایہ ہو جاتا ہے قرین قیاس یہ ہو سکتا ہے درختوں کی جگہ عموماً غیر آباد ہوا کرتی ہے ایسے مقامات پر اشرار اپنے ٹھکانے بنا لیتے ہیں اور اپنی سماج دشمن سرگرمیوں کو جاری رکھنے کے لیے طرح طرح کے روپ دھار کر لوگوں کو ڈراتے ہیں تاکہ ان کی سرگرمیاں جاری رہ سکیں یہ بھی ہوسکتا ہے کہ کوئی ناتجربہ کار لڑکی ان کے ہاتھوں پڑ جائے اور نقصان ہو جائے۔ اس واہمہ کی اس سے زیادہ کوئی حقیقت نہیں ہے۔

بیت الخلا میں سایہ کا تصور عام ہے، ہوتا یہ ہے کہ قدیم وضع کے بڑے بڑے مکانوں میں بیت الخلا، رہن سہن کے حصوں سے دور بنایا جاتا تھا اس کی تعمیر بھی حفظان صحت کے اصولوں پر نہیں کی جاتی تھی لہذا مختلف قسم کے جانور جیسے چوہے، گھونس اور کیڑے مکوڑے قسم قسم کی آوازیں نکالتے رہتے تھے ان کی رنگتیں بھی مختلف ہوتی تھیں چونکہ ناخواندہ افراد کا ذہن صحتمند نہیں ہوتا لہذا قوت واہمہ طرح طرح کی شکلیں ان کے ذہنوں پر مرتسم کر دیتی ہے ایسے توہمات کا علاج اور ازالہ بھی تعلیم سے ہی ممکن ہے۔

سایہ اور بلاؤں کے مستقل مسکن زنانہ اسکولوں کی قدیم عمارتوں کے فرسودہ ٹوٹے پھوٹے بیت الخلا تصور کیے جاتے ہیں یہ تصور اور عام خیال زنانہ پرائمری تا ہائی اسکول بہت عام ہے کہیں سرخ رنگ تو کہیں زرد رنگ دکھائی دیتے ہیں اور کہیں گھونگرو کی آوازیں سنائی دینے کی روایات بیان کی جاتی ہیں لیکن جب کوئی سر پھرا دیکھنے کے لیے جاتا ہے تو کچھ نہیں نظر آتا۔ حقیقت سوائے اس کے کچھ نہیں ہوتی کہ بیت الخلا سے متعلقہ افراد اپنے کام کو کم رکھنے، سماج دشمن یا غیر اخلاقی سرگرمیوں کو جاری رکھنے کے لیے ایسے ہتھکنڈے اختیار کرتے ہیں۔ کم عمر لڑکیاں ذہنی اور جسمانی اعتبار سے کمزور ہوتی ہیں اوپر سے ان کے ناخواندہ بزرگ ڈراؤنی کہانیاں اور روایات سنا سنا کر ان کے ذہنوں کو پہلے ہی سے پراگندہ کر دیتے ہیں نوبت یہاں تک پہنچتی ہے کہ پتا کھڑ کا اور بندہ بھڑ کا، کسی نے خیالی کھڑی آنکھ دیکھی تو کسی کو بڑے بڑے دانت دکھائی دیے کسی کو لال اور کسی کو پیلے کپڑے نظر آنے لگے۔ یہ توہمی تجربے اتنی مرتبہ سنجیدگی سے دہرائے جاتے ہیں کہ کمزور اعصاب کے لوگ ان کو حقیقت سمجھنے لگتے ہیں۔

آج تک کبھی سننے میں نہیں آیا کہ لڑکوں کے کسی اسکول میں کوئی شیطان یا سایہ نظر آیا ہو اگر اس خیال میں کچھ بھی اصلیت ہوتی تو دونوں جنسوں کے مدارس یکساں متاثر ہوتے۔

ایک سوال اسی ضمن میں یہ بھی پیدا ہوتا ہے کہ کیوں کسی معیاری اسکول میں خواہ وہ زنانہ ہو یا مردانہ شیطان یا سایہ نظر نہیں آتا۔ حقیقت یہ کہ یہ مدارس تدریسی مقاصد کو پیش نظر رکھ کر اپنی عمارتیں بناتے ہیں اور عمارتوں کی صحیح دیکھ بھال کرتے ہیں ان عمارتوں کی حفاظت کے لیے باقاعدہ نگراں ہوتے ہیں چنانچہ ان عمارتوں میں اشرار کو مداخلت کا موقع نہیں ملتا۔ ایسے مدارس میں تعلیم پانے والے بچے زیادہ تر وہ ہوتے ہیں جو روشن خیال اور تعلیم یافتہ طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں ان توہمات کو دور کرنے کے لیے کبھی جہل اور تنگ نظری سے نبرد آزمائی ہوتی ہے اب ایک طبقہ ایسا بھی پیدا ہو رہا ہے جو توہمات کا قطعی منکر ہے کیونکہ تعلیم عام ہو رہی ہے حکومت نے اس بارے میں بہت کچھ کیا ہے لیکن جتنا ہوا ہے اس سے زائد ہونا باقی ہے۔ یہ ہمارا بھی فرض ہے کہ گاؤں گاؤں قریہ قریہ لوگوں میں تفہیم عام کریں تحریر، تقریر اور تصویروں کے ذریعے اہل قریہ کو ذہنی تربیت پہنچائیں — انفرادی اور اجتماعی طور پر تعلیمی مہم کو جاری رکھیں جو عام لوگوں کو اوہام پرستی سے نجات دلا سکے۔ عوام میں خود شناسی اور حق پسندی کا جذبہ بیدار ہوسکے۔

اوہام کی ایک شاخ ایسی ہے جس میں لوگ اپنے امور کی سعادت و نحوست، دنوں، ساعتوں سے وابستہ کرتے ہیں کچھ اعداد کو منحوس اور کچھ کو مسعود خیال کرتے ہیں چنانچہ اردو زبان میں تباہی اور بربادی کے لیے ایک محاورہ بن گیا ہے، تین، تیرہ، نو، اٹھارہ

نحوست و سعادت انسان کے اپنے اعمال اور غور و فکر و نظر کے نتائج ہیں۔ عمل اور مکافات عمل قدرت کا اٹل قانون ہے۔ اندازہ کی غلطی یا درستی کامیابی اور ناکامی کا سبب بنتی ہے اور یہی مروجہ سعادت و نحوست کی حقیقت ہے ضرورت اس بات کی ہے کہ عوام میں صحیح غور و فکر کی صلاحیت بیدار ہو اور یہ علم اور تعلیم کے بغیر ممکن نہیں۔ ناخواندہ ذہن اپنے اعمال و افکار کا منطقی تجزیہ نہیں کر پاتا لہٰذا سعادت و نحوست کی بھول بھلیوں میں بھٹک کر

اصل مقصد سے دور ہو جاتا ہے۔ توہمات کی فہرست بیحد طویل ہے مختصر سے وقت میں سب کا احاطہ نہیں کیا جاسکتا۔

کچھ مفروضات یا اوہام زیادہ نقصان رساں نہیں ہوتے وہ ایک ذات تک محدود ہوتے ہیں لیکن بعض اتنے زیادہ اشد اور خطرناک ہوتے ہیں جو افراد سے گزر کر اقوام کے مقدر تار بن جاتے ہیں مثلاً کسی کو منحوس فرض کرلینا یہ خیال کرلینا کہ سو کر اٹھتے ہی فلاں شخص کا منہ دیکھنے سے سارا دن مصیبت اور ناکامی میں گزرتا ہے۔ یہ انداز فکر انتہائی لچر، پوچ اور حقیقت ناشناسی کا آئینہ دار ہوتا ہے۔ یہ تصور اس وقت بہت زیادہ خوفناک ہوجاتا ہے جب کوئی ناگہانی یا نوشادی شدہ خاتون اس کی لپیٹ میں آجاتی ہے۔ فرض کیجیے کہ کسی لڑکی کی نسبت کسی گھرانے میں ہوئی اور اس کے بعد لڑکے کو یا اس کے افراد خانہ میں سے کسی کو کسی قسم کا جانی یا مالی نقصان پہنچ گیا تو یہ سمجھ لیا گیا کہ لڑکی منحوس ہے خواہ اس میں کتنی ہی خوبیاں کیوں نہ ہوں نسبت قطع کردی جاتی ہے اور دنیا میں اس توہم پرستی کے نتیجے میں لڑکی رسوا ہوجاتی ہے اور مستقبل میں کسی دوسرے پیام وسلام کے لیے ایک رکاوٹ بن جاتی ہے۔ لڑکی منحوس تسلیم کرلی جاتی ہے۔

مذکورہ نحوست کا دوسرا پہلو وہ ہوتا ہے جب کسی لڑکی کی شادی کے فوری بعد سسرال میں کوئی جانی مالی نقصان ہوجاتا ہے تو سمجھ لیجیے کہ لڑکی پر مصیبت کا پہاڑ لوٹ پڑا، وہ دلہن جو بہت اعزاز واکرام اور چاؤ چونچلوں سے بیاہ کر لائی جاتی ہے اس کا اعزاز واکرام یک لخت ختم ہوجاتا ہے۔ گھر کے چھوٹے بڑے اسے ہدف ملامت بناتے ہیں۔ محلے پڑوس اور نوکر چاکر میں اسے ذلیل و رسوا کیا جاتا ہے۔ مفروضہ نحوست کی کہانیاں پھیلائی جاتی ہیں اس کے والدین کا دیا ہوا جہیز ہڑپ کرلیا جاتا ہے اور طرح طرح کے دباؤ ڈال کر مجبور کیا جاتا ہے کہ وہ اپنے والدین اور شوہر سے اپنی تکلیف کا اظہار نہ کرے۔ ہر وقت کی ذلت و رسوائی اور احتساب کو سہتے سہتے وہ عورت نفسیاتی مریض بن جاتی ہے اس کی خود اعتمادی متزلزل ہوجاتی ہے۔ صحت بگڑ جاتی ہے۔ شوہر تیمار داری کرتے کرتے بیزار ہونے لگتا ہے اس منزل پر پہنچ کر سسرال والے سماجی مقاطعہ کرلیتے ہیں ہوتے ہوتے یہ خبر لڑکی والوں کو پہنچتی ہے وہ اپنے مقدر کو کوستے ہوئے بہت رازداری سے باہم اپنی بدنصیبی کا ذکر کرتے ہیں اور یہ توفیق نہیں ہوتی کہ علم و دانش کی روشنی میں اسباب کا تجزیہ کرکے حالات کا مردانہ وار مقابلہ کرتے ہوئے ایذا رساں کو اس کی غلطی سے آگاہ کریں اور عملی حل نکالیں اس کے بجائے پیشہ ور جھاڑ پھونک کرنے والوں سے رجوع ہوکر حالات کو مزید ابتر کر دیتے ہیں۔ سماجی اور معاشی مسائل میں پیچیدگیاں بڑھ جاتی ہیں ایسے حالات پیدا ہوجاتے ہیں کہ سنبھالے نہیں سنبھلتے۔ کرنے والے کبھی یہ نہیں سوچتے کہ ساری نحوست عورتوں سے ہی کیوں وابستہ ہوتی ہے جبکہ نئے داماد کی آمد کے بعد لڑکی کے خاندان میں جانی مالی نقصان ہوتے ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ مردوں میں خواتین کے بمقابل شکوک واوہام بہت کم شہرت پاتے ہیں۔ یہ سارے سماجی امراض ہیں ان کا علاج تعلیم اور ذہنی تربیت کے سوا کچھ نہیں۔

(حیدرآباد سے نشر)

ریڈیو ناٹک

اس ڈرامے کا مرکزی خیال چیخوف کی ایک مختصر کہانی "آرٹ کا ایک نمونہ" سے لیا گیا

ایک مورتی انمول سی

شبنم قیوم

(دروازہ کھلنے کی آواز)

ڈاکٹر : ہیلو ستیش۔ آؤ آؤ — ارے تم تو اب ٹھیک ہوگئے ہو

(قدموں کی چاپ — وقفہ)

ڈاکٹر : کیا حال ہے اب؟

ستیش : پہلے سے اب حالت بہتر ہے۔

ڈاکٹر : دیکھو نلنی۔ میں نے اس کا ایکسرے رپورٹ دیکھ لیا۔ بالکل ٹھیک ہے۔ کلینک پر پچھلے دنوں جو علاج میں نے اسے بتایا تھا۔ وہی چالو رہے گا۔

نلنی : آپ کی دوا سے تو اسے نیا جنم ملا —

ڈاکٹر : نہیں — آپ کی دعا سے — بے شک اسے نیا جنم ملا —

نلنی : آپ کچھ بھی کہیں آپ کا یہ احسان زندگی بھر نہیں بھولوں گی۔

ڈاکٹر : دیکھئے پھر وہی بات — میں نے تمہیں کتنی بار ایسا کہنے سے منع کیا ہے —

نلنی : آپ لاکھ بار ہمیں منع کریں لیکن ہمیں احسان فراموش نہیں بننا ہے۔

ڈاکٹر : جانے دو ان باتوں کو — (لہجہ بدل کر) یہ تو بتاؤ اب پہلے کی طرح تمہارا سر تو نہیں چکراتا ہے؟

ستیش : نہیں — البتہ زیادہ دیر تک مجھ سے کھڑا نہیں رہا جاتا۔

ڈاکٹر : وہ تو کمزوری کی وجہ سے ہو رہا ہے۔ آہستہ آہستہ یہ بھی ٹھیک ہوجائے گا۔ وہ جو دوائی میں نے تمہیں کھانے کو دی تھی ختم ہوگئی ہے کیا —؟

ستیش : نہیں — چند روز تک اور چلے گی۔

ڈاکٹر : دودھ اور پھل کھاتے ہو — (وقفہ) تم نے کچھ بتایا نہیں۔

نلنی : کیا — کیا بتاؤں ڈاکٹر صاحب۔

ڈاکٹر : تمہارا گزارہ آج کل کیسے چلتا ہے۔

نلنی : بڑی مشکل سے — آپ سے کیا چھپاؤں ستیش کے پتا جی نے جو انمول مورتیاں اور آرٹ کے نمونے پیچھے چھوڑے ہیں ان کو بیچ کر گزارہ کرتی ہوں۔

ڈاکٹر : اوہ — یہ بات ہے۔

نلنی : کیا کریں گے اس عمر میں بیوہ ہونا میری تقدیر میں لکھا تھا — اب تو یہ آس تھی کہ ستیش بڑا ہوکر کما کر لائے گا۔ مگر یہ تو۔۔۔

ڈاکٹر : اس کی تم کوئی فکر نہ کرو۔ یہ تو اب ٹھیک ہوگیا ہے بس کچھ کمزوری ہے یہ بھی دور ہوجائے گی۔

نلنی : ہمیں آپ پر پورا بھروسہ ہے۔

ڈاکٹر : بھروسہ بھگوان کا رکھنا چاہئے —

نلنی : آپ اگر بھگوان نہیں لیکن دیوتا ضرور ہیں۔

ڈاکٹر : مجھے ڈاکٹر ہی رہنے دیجئے، دیوتا نہ بنائیے (وقفہ) ہاں یہ تو بتاؤ تمہیں کسی چیز کی ضرورت ... میرا مطلب ہے اگر روپے پیسے کی ضرورت ہو تو صاف صاف بتاؤ میں کوئی غیر نہیں۔

نلنی : ڈاکٹر — ایسا نہ کہئے ہم پہلے ہی آپ کے احسان کا بوجھ نہیں اٹھا سکتے۔

ڈاکٹر : دیکھئے میں نے بار بار تمہیں ایسا کہنے سے منع کیا ہے۔

ستیش : آپ لاکھ بار ہمیں منع کریں لیکن ہمیں احسان فراموش نہیں بننا ہے۔

ڈاکٹر : میری سمجھ میں نہیں آرہا ہے۔ تم لوگ ایسا سوچتے کیوں ہو۔ میں نے جو کچھ بھی کیا وہ میرا فرض تھا احسان نہیں۔

ستیش : یہ تو آپ کی شرافت اور اپنا پن ہے حقیقت تو یہ ہے کہ آپ نے ہم پر جو احسان کیا اس کا بدلہ ہم چکا نہیں سکتے۔

ڈاکٹر : پھر وہی بات۔

ستیش : آپ نے میرے لیے جو کچھ بھی کیا اور آپ نے مجھے جو کچھ بھی دیا اس نے ہمیں شرمندہ کردیا۔

ڈاکٹر : دیکھو — جب تم بڑے ہوکر کمانے لگوگے تب میں تم سے سب کچھ واپس لوں گا — بس۔

ستیش : وہ تو ٹھیک ہے۔ فی الحال آپ ہماری طرف سے اس تحفہ کو قبول کرلیجئے۔

ڈاکٹر : یہ کیا ہے؟

ستیش : کھول کر دیکھ لیجئے۔

(کاغذ کھولنے کا تاثر)

نلنی : ڈاکٹر صاحب ہماری یہ شدید تمنا ہے کہ آپ یہ انمول مورتی

قبول کریں۔

ڈاکٹر : دیکھئے مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں —

ستیش: اگر آپ اسے قبول نہیں کریں گے تو مجھے بہت دکھ ہوگا۔

ڈاکٹر : قبول کرنے نہ کرنے کی بات نہیں — میرا مطلب ہے اس مورتی کو بیچ کر پیسے تمہارے کام آ سکتے ہیں۔

نلنی : ڈاکٹر — اس مورتی کو ہم بیچ نہیں سکتے۔

ڈاکٹر : کیوں — کیوں نہیں بیچ سکتے۔

ستیش: اس لیے کہ یہ انمول مورتی میرے پتا جی کو ان کی بہترین فنکاری کے اعتراف میں بطور انعام ملی ہے۔

ڈاکٹر : اگر یہ بات ہے تو اسے تم مجھے کیوں دیتے ہو۔

نلنی : اس لیے کہ آپ نے جس کی جان بچائی وہ آپ کے دوست کی طرف سے میرے لیے ایک تحفہ ہے ایک انعام ہے۔

ڈاکٹر: واقعی، ستیش تمہارے لیے ایک تحفہ ہے۔

نلنی : آپ اسے قبول کریں تو مجھے بے حد خوشی ہوگی۔

ڈاکٹر : تمہاری خوشی کے لیے میں اسے قبول کر لیتا ہوں۔ یہ تو آرٹ کا ایک نادر نمونہ ہے۔

ستیش : ڈاکٹر صاحب! فنکار نے اس پر اپنا فن ختم کر دیا ہے۔

ڈاکٹر : بے شک!

(مورتی کو تپائی پر رکھنے کا تاثر)

نلنی : اچھا ڈاکٹر صاحب۔ اب ہمیں جانے کی اجازت دیجئے۔

ڈاکٹر : جلدی کیا ہے بیٹھئے۔ میں چائے منگواتا ہوں۔

نلنی : نہیں۔ شکریہ —

ستیش: ہم تو چائے پی کر ہی یہاں آ گئے — اب جانے دیجئے۔

ڈاکٹر : تمہاری مرضی — (وقفہ) دیکھو جب دوائی ختم ہو گئی تو کلینک پر آ جانا۔

ستیش: بہتر جناب۔

نلنی : بھگوان آپ کو سلامت رکھے۔

(منظر بدلنے کی موسیقی)

کوشلیا : (قدموں کی چاپ) تمہیں آج کلینک پر جانا نہیں کیا؟

ڈاکٹر : ہاں جا رہا ہوں — آج ذرا دیر ہو گئی۔

کوشلیا : وہاں بے چارے مریض انتظار کر رہے ہوں گے اور یہاں تم . . . . (لہجہ بدل کر) یہ کیا ہے؟

ڈاکٹر: وہی جو تم دیکھ رہی ہو —

کوشلیا : اس بڑھاپے میں تمہیں یہ کیا سوجھا ہے۔

ڈاکٹر : تم کہنا کیا چاہتی ہو۔

کوشلیا: کس بے شرم نے یہ مورتی بنائی ہے۔ عورت کو بدنام کیا ہے۔

ڈاکٹر : تم غلط سمجھ رہی ہو —

کوشلیا : کیا غلط سمجھ رہی ہوں

ڈاکٹر : یہی کہ فنکار نے عورت کو بدنام کیا ہے۔

کوشلیا : تم اسے غور سے دیکھو یہ عورت کی بدنامی نہیں تو اور کیا ہے؟

ڈاکٹر : یہ تمہاری نظر کا دھوکا ہے تمہاری غلط سوچ کا اظہار ہے کوشلیا! یہ بدنامی نہیں یہ تو آرٹ ہے آرٹ۔

کوشلیا : کلبوں میں ناچنے والی ننگی عورتیں اس ناچ کو آرٹ کہتی ہیں جس کو دیکھ کر ہماری آنکھیں شرم سے جھک جاتی ہیں۔

ڈاکٹر : ایک تعلیم یافتہ ہو کر تمہاری زبان سے یہ باتیں زیب نہیں دیتیں۔ اس آرٹ کی نہیں بلکہ اس آرٹ کی بات کر رہا ہوں۔

کوشلیا : عریاں، بے ہودہ اور بے مقصد تصویریں بنانے والے بھی ان تصویروں کو آرٹ کہتے ہیں جن کی تم تعریفیں کر رہے ہو۔

ڈاکٹر : جب تک تم یہ نہ سمجھو گی آرٹ کیا ہے تب تک تمہارے پلے کچھ نہیں پڑے گا۔

کوشلیا : کچھ بھی ہو مجھے ایسی چیز پسند نہیں اور میں انہیں ماننے کے لیے تیار نہیں۔

ڈاکٹر : تمہیں مجبور بھی کون کر رہا ہے

کوشلیا: بے شک تم مجھے مجبور نہیں کر سکتے مگر . . . . مگر میں بھی تمہیں ایسی چیزیں اس گھر میں رکھنے نہیں دوں گی۔

ڈاکٹر : کیوں — ؟

کوشلیا : یہ میری مرضی ہے۔

ڈاکٹر : میں تمہاری مرضی کا تابع نہیں۔

کوشلیا : اس طرح کام نہیں چلے گا — تم سوچ لو، تمہارے گھر میں بالغ لڑکیاں ہیں۔ بہو ہے — اس کے علاوہ یہاں کئی غیر عورتیں اور مرد علاج معالجے کے لیے آتے ہیں۔

ڈاکٹر : ہاں — وہ تو ہے لیکن . . . . .

کوشلیا: (بات کاٹ کر) اگر انھوں نے یہاں ایسی عریاں مورتی دیکھی تو وہ کیا کہیں گے تمہارے بارے میں وہ کیا محسوس کریں گے۔

ڈاکٹر : میری بیٹیاں اور بہو مجھ سے زیادہ آرٹ کی قدر و قیمت جانتی ہیں۔ غیر مردوں اور عورتوں کے بارے میں تمہیں پریشان ہونے کی کوئی ضرورت نہیں۔

کوشلیا: اس کا مطلب ہے آپ نے اس مورتی کو یہاں اس گھر میں رکھنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔

ڈاکٹر : ہاں! اسی وقت مجھے تحفے کے طور پر دینے کا اور مقصد کیا ہے۔ میں سمجھا نہیں — تم کہنا کیا چاہتی ہو۔

کوشلیا: ایسے تحفے کو دینے کا مقصد اگر تم نہیں لیکن میں اچھی طرح جانتی ہوں —

ڈاکٹر : (بوجھل آواز میں چلاتے ہوئے) کوشلیا۔

کوشلیا: چلا کیوں رہے ہیں۔

ڈاکٹر : تم کو ایسا کہتے ہوئے شرم آنی چاہیے۔

کوشلیا: شرم مجھ کو نہیں بلکہ تمہیں آنی چاہئے۔ اور شرم کے مارے تمہیں چلو بھر پانی میں ڈوب مرنا چاہئے اس لیے کہ تم ڈاکٹر ہو ڈاکٹر کا پیشہ ایک مقدس پیشہ ہے۔

ڈاکٹر : کوشلیا! تم نلنی کے ساتھ میرا بھی اپمان کر رہی ہو۔

کوشلیا : مجھے ایسا ہی کرنا چاہیئے۔

ڈاکٹر : دیکھو اب برداشت کی حد ہو رہی ہے۔

کوشلیا: برداشت نہیں بلکہ بے شرمی کی حد ہو رہی ہے اُدھر اس کے شوہر کی چتا کی آگ ٹھنڈی بھی نہیں ہوئی اور ادھر اس نے تم پر ڈورے ڈالنے شروع کیے۔

ڈاکٹر : (چلا کر) کوشلیا —

کوشلیا: میں ایک زمانہ سے اسے تاک رہی ہوں۔ اس عمر میں وہ کسی کنوارے کے ساتھ بھی شادی رچا سکتی ہے۔

ڈاکٹر : کوشلیا — نلنی میری بھابی ہے۔ وہ ایک دیوی ہے۔

کوشلیا: ایسی دیویوں کے کرتوت میں کب سے دیکھ رہی ہوں

ڈاکٹر : تمہارے من میں کھوٹ ہے اس لیے تم ایسی بیہودہ باتیں بک رہی ہو۔

کوشلیا : الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے۔

ڈاکٹر : کوشلیا — تم یہ الفاظ واپس لے لو ورنہ بہت برا ہوگا۔

کوشلیا: اپنے کرتوت پر پردہ ڈالنے کے لیے مرد ایسی ہی دھمکیاں دیتے ہیں۔

ڈاکٹر: اب بھی وقت ہے کہ تم اپنے یہ الفاظ واپس لے لو۔

کوشلیا : میں سب کچھ لینے کے لیے تیار ہوں لیکن ایک شرط ہے۔

ڈاکٹر : میں کچھ نہیں جانتا —

کوشلیا : تمہیں یہ مورتی نلنی کو واپس کرنی ہے۔

ڈاکٹر : میں ایسا نہیں کر سکتا۔

کوشلیا : اس لیے کہ اگر تم نے یہ مورتی واپس کر دی تو اس کا دل ٹوٹ جائے گا۔

ڈاکٹر : ہاں — اس کا پوتر دل ضرور ٹوٹ جائے گا جس کو تم پاپی نظروں سے دیکھ رہی ہو۔

کوشلیا : یہ بھرم بھی جلد ٹوٹ جائے گا۔

ڈاکٹر : دیکھا جائے گا۔

کوشلیا : اور دکھایا بھی جائے گا (وقفہ) اب بھی وقت ہے کہ تم سنبھل جاؤ اور اس کی چال میں نہ آؤ۔

ڈاکٹر : میں بھی تم سے کہہ سکتا ہوں تم سنبھل جاؤ اور اس شک کو ذہن سے نکال دو جس نے تم کو گھیر رکھا ہے۔ تم کو یہ جاننا چاہئے کہ تم ایک ڈاکٹر کی بیوی ہو —

کوشلیا : اگر تم ڈاکٹر نہیں ہوتے تو میں تم پر اتنی کڑی نظر نہیں رکھتی۔

ڈاکٹر : میں جانتا ہوں تم پہلے عورت ہو اس کے بعد ڈاکٹر کی بیوی —

کوشلیا : کیا مطلب؟

ڈاکٹر : عورت شکی ہوتی ہے۔

کوشلیا : اگر عورت شکی ہے تو مرد بے بھروسہ۔

ڈاکٹر : اگر عورت شکی نہیں ہوتی تو وہ آسانی سے مرد پر بھروسہ کرتی — میں کلینک پر جا رہا ہوں۔

(منظر بدلنے کی موسیقی)

وکیل : ہیلو — ہیلو ڈاکٹر صاحب آداب عرض

ڈاکٹر : (قریب سے) آداب عرض

وکیل : بہت دنوں کے بعد تمہارے درشن ہوئے۔

ڈاکٹر : سناؤ کیا حال ہے؟

وکیل : آپ کی دعا ہے (وقفہ) آج کیسے آنا ہوا؟

ڈاکٹر : کیوں آنے میں کوئی . . . .

وکیل : (بات کاٹ کر) میں نے ویسے ہی پوچھا یہ تو تمہارا اپنا گھر ہے۔
ڈاکٹر : بے شک۔
وکیل : بہت دنوں کے بعد تمہارے درشن ہوئے اسی لیے پوچھ رہا تھا کیسے آنا ہوا
ڈاکٹر : سچ پوچھو تو کئی دنوں سے تم سے ملنے کی کوشش کر رہا تھا مگر۔ ۔ ۔
وکیل : (بات کاٹ کر) مگر فرصت نہیں ملی۔
ڈاکٹر : ہاں میرے دوست — بالکل فرصت نہیں ملی
وکیل : ڈاکٹر اور وکیل کا پیشہ ایک جیسا ہے جس میں فرصت بہت کم ملتی ہے۔ تمہاری طرح میرے یار دوست رشتہ داروں کی مجھ سے یہی شکایت ہے کہ میں ان کے ہاں جاتا ہی نہیں — کیا کروں وکیل جو ٹھہرا
ڈاکٹر : بس یہی حال میرا بھی ہے۔
وکیل : خیر جانے دو — تمہارے لیے کیا منگواؤں
ڈاکٹر : کافی منگوا دیجئے اس شرط پر کہ کافی پینے کا تمہارا بھی موڈ ہو۔
وکیل : ڈاکٹر کافی پینے کے لیے میں کبھی موڈ کا پابند نہیں جب سے میں نے پینا چھوڑ دیا تب سے صرف کافی کا سہارا لیا —
ڈاکٹر : اچھا — تم نے پینا چھوڑ دیا۔ کمال ہے۔
وکیل : کیا یقین نہیں آتا — ؟ بالکل پینا چھوڑ دیا میں نے۔
ڈاکٹر : یہ تو واقعی اچنبھے کی بات ہے — یہ لت تم سے کیسے چھوٹ گئی۔
وکیل : کافی غور و خوض کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ شراب پینے سے ایک فائدہ کے مقابلے میں دس نقصانات ہیں۔
ڈاکٹر : لیکن جن دنوں میں تمہیں شراب پینے سے منع کرتا تھا ان دنوں تم۔ ۔ ۔ ۔
وکیل : (بات کاٹ کر) وقت وقت کی بات ہے ان دنوں میں تمہاری نصیحت کو برا سمجھتا تھا، آج شراب کو برا سمجھتا ہوں —
ڈاکٹر : شراب کی یاد آکر اس کا نشہ کبھی تمہیں ستاتا تو نہیں۔
وکیل : انسان کے اندر برداشت کا مادہ ہو تو کچھ بھی کر سکتا ہے۔ ویسے اس وقت کافی کا سہارا لیتا ہوں (لہجہ بدل کر) او دیکھئے میں تمہارے لیے کافی منگوانا ہی بھول گیا —
ڈاکٹر : میں بھی سوچ رہا تھا تم کافی کے بدلے مجھے باتیں پلانے لگے۔
وکیل : (پکارتے ہوئے) دیکھو بھئی عزیزا — او عزیزا
(قدموں کی چاپ)
عزیز : کیا حکم ہے مالک۔
وکیل : گرم گرم دو کپ کافی — لیکن جلدی
عزیز : ابھی لایا مالک —
(وقفہ) (قدموں کی چاپ)

ڈاکٹر : یہ نیا نوکر کب سے ہے یہاں —
وکیل : اس کو تو بہت دن ہوئے۔ تم نے اسے دیکھا نہیں۔
ڈاکٹر : دیکھا ہوگا — یاد نہیں —
وکیل : بڑا وفادار ہے — اور ایماندار بھی۔
ڈاکٹر : ابتدا میں سب ہی نوکر ایسے ہی ہوتے ہیں اور بعد میں اپنی خصلت دکھا کر چلے جاتے ہیں۔
وکیل : وہ تو ٹھیک ہے لیکن جو فطرتاً شریف ہوتے ہیں ان کی شرافت کہیں نہیں جاتی — (وقفہ) خیر جانے دو ان باتوں کو۔ کچھ اپنی سناؤ کام کیسا چل رہا ہے۔
ڈاکٹر : بہت اچھا — اور تمہارا؟
وکیل : خدا کا شکر ہے (وقفہ) جب سے تمہارا مقدمہ میں نے جیت لیا مجھے بہت سارے نئے کیس مل گئے۔
ڈاکٹر : بغیر معاوضہ میرا مقدمہ لڑ کر تم نے مجھے بہت شرمندہ کیا۔
وکیل : تم یہ کیسی باتیں کر رہے ہو — ڈاکٹر
ڈاکٹر : کچھ بھی ہو میں تمہارا یہ احسان کبھی نہیں بھول سکتا۔
وکیل : اگر تم نے پھر بھی ایسا کہا تو میں ناراض ہو جاؤں گا۔
ڈاکٹر : تم بیشک مجھ پر ناراض ہو جاؤ لیکن میں احسان فراموش نہیں بن سکتا۔
وکیل : میں کچھ نہیں سمجھا تم کہنا کیا چاہتے ہو۔
ڈاکٹر : میں بہت دنوں سے سوچ رہا تھا اگر میں تمہیں محنت کا معاوضہ نہیں لیکن مقدمہ جیت جانے کے بعد مجھے تمہیں کوئی تحفہ دینا چاہئے تھا جو لاثانی ہو۔
وکیل : میرے خیال میں تمہیں ایسا سوچنا بھی نہیں چاہئے تھا۔
ڈاکٹر : ایسا لاثانی تحفہ مجھے آج تک ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملا۔
وکیل : پھر — تم نے کیا کیا — ؟
ڈاکٹر : اتفاق سے پچھلے دنوں مجھے ایک انمول مورتی مل گئی جس کو اس وقت میں تمہاری نذر کر رہا ہوں۔ یہ لو۔
وکیل : او ہو۔ یہ بات ہے۔
(کاغذ کھولنے کا تاثر)
وکیل : بہت خوب واقعی یہ مورتی انمول ہے، شکریہ
(قدموں کی چاپ۔ پرچ پیالوں کے ٹکرانے کی آوازیں)
عزیزا : یہ رہی کافی — کھانے کے لیے کیا لانا ہے۔
وکیل : ڈاکٹر سے پوچھ لو —
ڈاکٹر : نہیں — کچھ نہیں چاہئے۔
(قدموں کی چاپ — چائے کی چسکیوں کا تاثر)
وکیل : ڈاکٹر تم نے دیکھا، عزیزا اس مورتی کو گھور گھور کر دیکھ رہا تھا۔
ڈاکٹر : مورتی تو واقعی لاثانی ہے۔
وکیل : وہ تمہارے اور میرے نزدیک ہے یہ تو اسے دوسرے ہی اینگل سے دیکھ رہا تھا۔
ڈاکٹر : کچھ بھی ہو تم اس مورتی کے بنانے والے کی فنکاری کی داد دو کیسا جادو اس کے ہاتھوں میں ہے۔
وکیل : جس پوز میں عورت کو آرٹ میں ڈالا گیا ہے لگتا ہے یہ کچھ بیقراری سی ہے۔

ڈاکٹر : تم تو وکیل کے ساتھ آرٹسٹ بھی ہو آرٹ پر لکھنے میں ماہر بھی۔
وکیل : تم نے کیسے جان لیا۔
ڈاکٹر : جس سے میں نے آرٹ کا یہ نمونہ لیا اس کا بھی یہی کہنا ہے اس میں عورت کی بیقراری کا ایک انوکھا اظہار ملتا ہے۔
وکیل : دراصل یہ عورت اپنے چاہنے والے کے لیے بیقرار ہے اسے اپنے تن من کا ہوش نہیں۔
ڈاکٹر : تم اس تحفہ کو قبول کر دو گے تو مجھے بڑی خوشی ہو گی۔
وکیل : تمہارا دیا ہوا تحفہ میں قبول نہیں کروں گا یہ کیسے ہو سکتا ہے۔
ڈاکٹر : شکریہ۔
وکیل : شکریہ تو مجھے ادا کرنا ہے اس لیے کہ تم نے مجھے اس کے قابل سمجھا۔
ڈاکٹر : (کچھ توقف کے بعد) اچھا اب میں چلتا ہوں۔
وکیل : جلدی کیا ہے۔
ڈاکٹر : کلینک پر جانے کا وقت ہو گیا وہاں مریض انتظار کر رہے ہوں گے۔
وکیل : پھر کب ملو گے۔
ڈاکٹر : زندگی ہو تو ملتے ہی رہیں گے (وقفہ) اچھا میں جا رہا ہوں
(خاموش وقفہ)
وکیل : (پکارتے ہوئے) عزیزا۔ او عزیزا
عزیزا : آیا مالک —
وکیل : یہ سامان اٹھاؤ۔
(پرچ پیالوں کے ٹکرانے کی آوازیں)
عزیزا : ما۔ ۔ ۔ ۔ ۔ مالک — یہ کیا ہے — ؟
وکیل : تم کیا دیکھ رہے ہو
عزیزا : اس کو دیکھ کر مجھے شرم آتی ہے
وکیل : کیوں — ؟
عزیزا : بس آتی ہے مالک۔
وکیل : یہ میرے دوست کا دیا ہوا تحفہ ہے
عزیزا : یہ تو بالکل ننگی ہے کوئی اسے دیکھے گا تو کیا کہے گا۔
وکیل : میں اسے اپنے ڈرائنگ روم میں رکھ دوں گا۔
عزیزا : تو کیا آپ۔ ۔ ۔ ۔ آپ اسے یہاں اس گھر میں رکھیں گے۔
وکیل : ہاں تو
عزیزا : نہیں مالک — ایسا نہ کیجئے۔
وکیل : کیوں اس میں حرج کیا ہے ؟
عزیزا : آپ کے گھر میں بہو بیٹی ہے وہ اسے دیکھیں گے تو کیا کہیں گے۔
وکیل : وہ کہیں گے۔ آرٹ کا ایک نمونہ ہے انمول مورتی۔
عزیزا : آپ کی مرضی — مالک
وکیل : تمہاری مرضی کیا ہے — میں بھی جانوں
عزیزا : مالک — میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔
وکیل : (کھڑے ہو کر) اچھا اس کے بارے میں سوچ لیا جائیگا۔

۱۶ دسمبر ۱۵ ۱۹ء

(منظر بدلنے کی موسیقی)

وکیل : بہت لمبی عمر ہے تمہاری ۔ سچ پوچھو تو میں ابھی ابھی تمہیں یاد کر رہا تھا۔

پونم چند : کس خوشی میں۔

وکیل : یونہی ــــ بس یونہی تمہارا خیال آیا (لہجہ بدل کر) تم نے مجھے آج کیسے یاد فرمایا۔

پونم چند : کیا بتاؤں وکیل صاحب ۔ فینانسر کے ساتھ تنازعہ کھڑا ہو گیا۔

وکیل : کس بات پر ؟

پونم چند : بات تو خاص کوئی ہے نہیں ۔ نہ جانے آجکل یہ فینانسر اپنے آپ کو کیا سمجھتے ہیں۔ یہ تو ہماری فلموں میں پروڈیوسر اور ڈائریکٹری کے ساتھ اب ایکٹنگ میں دخل دینے لگے۔

وکیل : سمجھ گیا۔ دراصل پیسے کے بل بوتے پر یہ لوگ فلم کے سیاہ سفید پر حاوی رہنا چاہتے ہیں۔

پونم چند : لیکن آپ تو جانتے ہیں میں ان پروڈیوسروں میں نہیں۔

وکیل : اسی لیے ان لوگوں کے ساتھ اکثر آپ کا جھگڑا رہتا ہے۔

پونم چند : اور یہ جھگڑے نمٹانے کے لیے مجھے بار بار آپ کی خدمات حاصل کرنی پڑتی ہے۔

وکیل : یہ میری خوش قسمتی ہے۔

پونم چند : بھئی ایک بات بتاؤ مجھ سے کوئی ناراضگی ہے؟

وکیل : نہیں تو ــــ

پونم چند : دیکھو یار ــ جھوٹ بولنے کی کوشش نہ کرنا اگر کوئی ناراضگی ہے تو صاف صاف بتاؤ۔

وکیل : آپ کی قسم کوئی ناراضگی نہیں ۔ آپ نے کیسے جان لیا۔

پونم چند : تم میری فلم انمول مورتی کے پریمیر پر کیوں نہیں آئے؟

وکیل : اوہ ، یاد آگیا ؟ اس روز داماد کا ایکسیڈنٹ ہوا تھا۔

پونم چند : اچھا یہ بات ہے ــــ آپ نے مجھے بتایا نہیں زیادہ چوٹ تو نہیں لگی تھی۔

وکیل : سمجھو بال بال بچ گئے ــــ (وقفہ) حالانکہ آپ کی فلم کے پریمیر کے لیے میں آپ کے لیے ایک تحفہ بھی لا کر رکھ دیا تھا ــ

پونم چند : اچھا ــ کونسا تحفہ

وکیل : وہ بھی انمول مورتی ہی ہے ــ یہ لیجئے۔

پونم چند : اچھا تو آپ اس وقت یہ تحفہ ساتھ لائے ہیں۔

وکیل : کھول کر دیکھ لو۔

(کاغذ کھولنے کا تاثر)

پونم چند : او ، یہ مورتی تو واقعی انمول ہے۔

وکیل : بدقسمتی سے اس روز صرف میں اس تحفہ کو آپ کی نذر نہیں کر سکا۔ اگر آج آپ اسے قبول کریں گے تو مجھے خوشی ہوگی۔

پونم چند : آپ کا دیا ہوا تحفہ میں قبول نہیں کروں یہ کیسے ہو سکتا ہے میں تو اسے سر آنکھوں پر رکھ دوں گا ــــ

اگر تم میری فلم کے پریمیر پر نہیں آ سکے لیکن میرے جنم دن کی پارٹی میں ضرور آنا۔ اور بھابی کو بھی ساتھ لانا۔

وکیل : ضرور ۔ ضرور (وقفہ) اچھا اب میں جا رہا ہوں۔

پونم چند : کیوں جلدی کیا ہے ؟

وکیل : کورٹ جانے کا وقت ہو گیا۔

پونم چند : آپ کی مرضی۔

وکیل : اچھا ــ بائی ۔ بائی۔

پونم چند : بائی ــ بائی

(منظر بدلنے کی موسیقی)

پونم چند : ہلو نلنی ــ آؤ آؤ اندر

نلنی : تم شاید اس وقت مصروف ہو

پونم چند : فلم پروڈیوسر ہمیشہ مصروف رہتا ہے۔ تم بیٹھو نا (وقفہ) سناؤ کیسے آنا ہوا ؟

نلنی : ایک چھوٹا سا کام ہے

پونم چند : بتاؤ میں حاضر ہوں

نلنی : چند روز قبل تمہارے جنم دن پارٹی میں شمولیت کے لیے یہاں آئی تھی۔

پونم چند : ہاں تو . . . . .

نلنی : فنکشن ختم ہونے کے بعد میں تمہاری بیوی کے ساتھ ڈرائینگ روم میں گئی تھی۔

پونم چند : یہ تو خوشی کی بات ہے۔

نلنی : تمہارے ڈرائینگ روم میں ، میں نے ایک انمول سی مورتی دیکھی۔

پونم چند : اچھا سمجھ گیا وہ تمہیں پسند آگئی ہوگی۔

نلنی : ہاں بے حد پسند آگئی۔

پونم چند : تمہاری باتوں کے انداز اور چہرے کی رنگت سے پتہ چلتا ہے گویا انمول شے تمہارے گھر سے چوری ہو گئی ہے۔

نلنی : نہیں۔ یہ بات نہیں۔

پونم چند : پھر کیا بات ہے؟

نلنی : میرے پاس بھی ایسی ہی ایک لاجواب مورتی تھی۔ جو میرے مرحوم شوہر اور تمہارے دوست کو ایوارڈ میں ملی تھی۔

پونم چند : تم نے وہ کہاں رکھ دی۔

نلنی : وہ میں نے ڈاکٹر کو تحفہ میں دیدی۔

پونم چند : کیوں ؟

نلنی : اس نے میرے بیٹے ستیش کی جان بچائی (وقفہ) جب سے وہ مورتی میرے گھر سے نکل گئی مجھے ایک بڑی کمی محسوس ہو رہی ہے مجھے ایسا لگتا ہے گویا میرے گھر میں اب کچھ بھی نہیں رہ گیا ہے

پونم چند : اب تم اس کمی کو پورا کرنا چاہتی ہو۔

نلنی : اگر تمہیں کوئی اعتراض نہ ہو تو میں اس کا معقول معاوضہ دوں گی۔

پونم چند : تم نے معاوضہ کی بات چھیڑ دی تو بتاؤ تم اس کا کتنا معاوضہ دے سکتی ہو۔

نلنی : ایسی لاجواب مورتی کا معاوضہ ایک خزانہ بھی ہو سکتا ہے۔

پونم چند : ہاں قدر شناس کے پاس ضرور ہو سکتا ہے۔

نلنی : تم تو جانتے ہی ہو کہ میں ایک بیوہ ہوں اور میرا گزر بسر آجکل مشکل سے ہو رہا ہے۔

پونم چند : میں جانتا ہوں۔

نلنی : ایسی بات نہ ہوتی تو میں تمہیں اس کا منہ مانگا دام دیتی ــ

پونم چند : دیکھو نلنی، میں تمہاری آرٹ کا بزنس نہیں کرتا بلکہ میں آرٹ کا دلدادہ ہوں، اگر تم یہ مورتی چاہتی ہو تو باخوشی لے جاؤ میں اسے تم کو بخشوں گا بیچوں گا نہیں۔

نلنی : تم نے مجھے لاجواب کر دیا (وقفہ) میری ایک بات رکھو۔ اگر تم یہ مورتی مجھے بغیر کسی معاوضہ کے دے رہے ہو تو میں تمہیں اپنے گھر آنے کی دعوت دوں گی۔

پونم چند : کیوں ــــ میں دعوت کے بغیر بھی وہاں جا سکتا ہوں۔

نلنی : وہ تو تمہارا اپنا گھر ہے لیکن میرے گھر میں جو بھی آرٹ کا نمونہ ہے یا انمول مورتی تم پسند کرو گے۔ اسے تم لے جاؤ وہاں میں تمہارا ہاتھ نہیں روکوں گی۔

پونم چند : تم دوسرے طریقے سے مجھے اس مورتی کا معاوضہ دینا چاہتی ہو۔ چلو یہ بھی منظور ہے تمہارا دل رکھنے کے لیے میں ایسا ہی کروں گا لیکن تمہیں وعدہ کرنا پڑے گا۔

نلنی : کس بات کا ؟

پونم چند : جس پر میرا ہاتھ پڑے گا، وہ میں اپنے ساتھ لے آؤں گا۔

نلنی : وعدہ رہا۔

پونم چند : وعدے سے پھر و گی تو نہیں۔

نلنی : تمہیں میری زبان پر یقین کرنا چاہئے

پونم چند : اچھا، اس کام کے لیے میں کل تمہارے گھر حاضر ہوتا ہوں ــــ آؤ اس وقت تم اپنی لاجواب مورتی لے جاؤ۔

(منظر بدلنے کی موسیقی)

نلنی : آئیے، میں تمہارا ہی انتظار کر رہی ہوں پروڈیوسر صاحب

پونم چند : میں بھی کئی ضروری کام چھوڑ کر پہلے یہاں آیا۔

نلنی : لیکن یہاں آکر اب تمہارا کوئی بہانہ نہیں چلیگا جلدی چلے جانے کا۔

پونم چند : نہیں ــ آج کوئی جلدی نہیں۔

نلنی : یہ کیا ــ تم آتے ہی آرٹ میں کھونے لگے۔

پونم چند : یہ کن کا بنایا ہوا ہے ؟

نلنی : میری بیٹی آشا نے بنایا ہے۔

پونم چند : (چونکتے ہوئے) اچھا ــ یہ آشا کا ہاتھ ہے تب تو وہ پختہ آرٹسٹ ہے۔

نلنی : وہ دیوار پر جو دوسرا آرٹ تم دیکھ رہے ہو ستیش کا بنایا ہوا ہے۔
پونم چند : بہت خوب ــ (وقفہ) میرا خیال ہے آگے جاکر دونوں بھائی بہن باپ کا نام روشن کریں گے۔
نلنی : باپ کا نام روشن کرنے کے لیے وہ تندہی سے یہ کام کر رہے ہیں۔

(قدموں کی چاپ)

نلنی : لو ــ آشا بھی آگئی۔
پونم چند : ویری گڈ۔
نلنی : آشا بیٹی ــ یہ دیکھو کون آئے ہیں۔
آشا : آداب ــ نمسکار
پونم چند : آداب نمسکار ــ (وقفہ) آشا تم نے بتایا ہی نہیں تم آرٹ کے ساتھ ایسی دلچسپی رکھتی ــ
آشا : یونہی دل بہلانے کے لیے کرتی ہوں۔
نلنی : آشا تم چائے بنا کر لے آؤ۔
آشا : ابھی لائی۔

(قدموں کی چاپ)

نلنی : تم نے کوئی چیز پسند کر لی۔
پونم چند : ہاں کر لی۔
نلنی : کون سی ہے ــ بتاؤ
پونم چند : انمول مورتی کے بدلے میں نے بھی ایک انمول مورتی پسند کر لی۔
نلنی : تم انگلی اٹھا کر دکھاؤ، میں فوراً پیش کروں گی۔
پونم چند : اگر تم نے ایسا ہی کیا تو میں تمہیں منہ مانگا معاوضہ دوں گا ــ
نلنی : معاوضہ ــ ؟ کیوں ــ ؟
پونم چند : نلنی ــ تم اب بھی اپنے وعدے پر کاربند ہو نا۔
نلنی : ہاں تو ــ تمہیں شک ہے کیا۔
پونم چند : تم نے مجھ سے وعدہ کیا ہے یہاں ہر جس کسی شئے پر میں ہاتھ رکھ دوں گا وہ چیز میری ہے۔
نلنی : اور مجھے اسی کا انتظار ہے کہ تم کس شے پر ہاتھ رکھ رہے ہو۔
پونم چند : نلنی۔ اس بے جان مورتی کے بدلے مجھے وہ انمول مورتی دیدو جو تمہارے گھر میں ہے۔
نلنی : تم دکھاؤ تو سہی ــ یہاں تو بہت ساری مورتیاں ہیں ــ
پونم چند : مگر وہ مورتی تو صرف ایک ہی ہے جو میری اگلی فلم میں کام آئے گی۔
نلنی : میں سمجھی نہیں ــ تم کہنا کیا چاہتی ہو۔
پونم چند : اگر تم چاہتی ہو تو میں ابھی اس انمول مورتی کے لئے پہلی قسط کے طور پر دس ہزار کا چیک دونگا باقی معاہدہ پر دستخط کرنے کے بعد۔
نلنی : تم یہ پہیلیاں کیا بجھوا رہے ہو۔ میں کچھ سمجھی نہیں۔
پونم چند : میں اپنی اگلی فلم کے لیے تمہاری انمول مورتی چاہتا ہوں۔ یہ انمول مورتی اس فلم کی ہیروئن ہوگی۔

نلنی : تم ــ تم آشا کی بات تو نہیں کر رہے ہو۔
پونم چند : ہاں ــ میں آشا کی بات کر رہا ہوں ــ تم بُرا نہ مانو تو مجھے آج تک جس چہرے کی تلاش تھی وہ میں نے ابھی ابھی یہاں تمہارے پاس دیکھا۔ تم نے گردن کیوں جھکا دی اس میں تمہارا بھی فائدہ ہے اور میرا بھی۔
نلنی : پونم چند یہ تم نے کیا کیا ــ یہ تم نے کیا کیا۔
پونم چند : نلنی تمہاری بیٹی میری فلم کے لیے موزوں رہے گی وہ تمہارے لیے آمدنی کا ایک بڑا ذریعہ بنے گی ــ (وقفہ) تم مجھے اس طرح کیوں دیکھ رہی ہو۔
نلنی : مجھے تم سے یہ توقع نہ تھی ــ پونم چند
پونم چند : تم شاید ناراض ہوگئی ہو۔ میرے خیال میں تم اپنی بیٹی کے ساتھ مشورہ کر دیں تمہارے جواب کا انتظار کروں گا۔

(پونم چند جانے لگتا ہے)

نلنی : لیکن تم کہاں چل دیئے۔
پونم چند : (دل دوہے سے) میں اس وقت جا رہا ہوں
نلنی : چائے نہیں پیوگے
پونم چند : تمہاری زبان سے 'ہاں' سُن کر ہی کچھ کھاؤں گا پیوں گا ورنہ نہیں۔

(منظر بدلنے کی موسیقی)

ڈاکٹر : نلنی سناؤ کیسے آنا ہوا۔ ستیش کا اب کیا حال ہے؟
نلنی : ڈاکٹر آپ کی مہربانی سے ٹھیک ہوگیا۔
ڈاکٹر : وہ چند روز قبل یہاں آیا تھا۔
نلنی : ہاں۔ آپ نے اسے دوسری دوائیاں دی تھیں۔ آپ تو ہم پر بار بار احسان کرتے جاتے ہیں۔
ڈاکٹر : دیکھئے پھر وہی بات، میں نے تمہیں کتنی بار ایسا کہنے سے منع کیا ہے۔
نلنی : یہ تو آپ کی شرافت اور انکساری ہے۔

(اتنے میں کوشلیا اندر آجاتی ہے اور ڈاکٹر سے مخاطب ہوتی ہے)

کوشلیا : (قریب آکر) میں نے تمہیں بلا وا بھیجا تھا۔
ڈاکٹر : کوشلیا میں جا ہی رہا تھا کہ نلنی آگئی۔
کوشلیا : میں نے سنا ہے تمہاری بیٹی فلم ہیروئن بن گئی ہے۔
نلنی : ہاں۔
کوشلیا : اب تو تم بڑے موج میں ہوگی۔
نلنی : موج میں کیا۔ مالی مشکلات سے سمجھو چھٹکارا مل گیا۔
کوشلیا : یہ تو ابتدا ہے۔ آگے جاکر تم لوگ دولت اور شہرت...
نلنی : (بات کاٹ کر) سچ پوچھو تو میری بیٹی نے دولت اور شہرت کے لیے فلم لائن جوائن نہیں کی۔
کوشلیا : ابتدا میں سب لڑکیاں یہی کہتی ہیں (وقفہ) ویسے یہ فلم نگری شریف لڑکیوں کے لیے ہے نہیں۔
ڈاکٹر : کوشلیا ــ تم جاؤ میں ابھی آیا۔
نلنی : ڈاکٹر آپ ہمارے آڑے وقت کام آئے آپ نے بیٹے کو نیا جنم دیا آپ کی یا کوشلیا کی کوئی بھی بات میں بُری نہیں مانوں گی۔

ڈاکٹر : مگر آڑے وقت کام آنے کا یہ مطلب نہیں کہ ہم تمہارے جذبات کھیلیں۔
کوشلیا : میں نے کب ان کے جذبات سے کھیلا
نلنی : جانے دیجئے ان باتوں کو ــ (وقفہ) ہاں تو ڈاکٹر
ڈاکٹر : کیا ؟
نلنی : ہم نے تحفہ میں آپ کو ایک انمول مورتی دی تھی۔
ڈاکٹر : ہاں دی تھی۔ اور وہ میں نے اپنے ڈرائنگ روم میں سجا رکھی ہے۔
نلنی : میں نے ویسی ہی ایک مورتی ایک جگہ دیکھی۔
ڈاکٹر : اچھا۔
نلنی : میں نے اس مورتی کو حاصل کرنے کے لیے ایک بہت بڑی قربانی دی۔
ڈاکٹر : کیوں ؟
نلنی : صرف آپ کے لیے۔ میں نہیں چاہتی تھی کہ آپ کے سوا کسی اور کے پاس ایسی نادر و نایاب مورتی رہے۔
ڈاکٹر : تم نے کیا کیا۔
نلنی : میں اسے آپ کے پاس لے آئی ہوں۔
ڈاکٹر : میرے خیال میں تم خواہ مخواہ یہ زحمت اٹھا رہی ہو۔
نلنی : آپ کے احسانات کا بوجھ ہلکا کرنے کے لیے ایسی زحمت اٹھانا پڑے تو یہ ہمارے لیے مسرت کی بات ہے ــ یہ لیجئے۔

(کاغذ کھولنے کا تاثر)

نلنی : آپ اسے قبول کریں گے تو مجھے خوشی ہوگی۔
ڈاکٹر : ہوبہو وہی ــ بالکل وہی ــ انمول مورتی۔
کوشلیا : بے شرمی کی حد ہوگئی ــ اب اس گھر میں یا میں رہوں گی یا میری یہ سوتن ــ
ڈاکٹر : (چلاتے ہوئے) کوشلیا ــ
کوشلیا : چلا کیوں رہے ہو ــ
ڈاکٹر : تم شاید اپنے ہوش و حواس میں نہیں ہو۔
کوشلیا : ہاں میں ہوش و حواس میں نہیں ہوں لیکن نلنی مورتیاں پیش کرکے یہ تم پر ڈورے ڈال رہی ہے ــ تم ہوش سے کام لو۔

(تڑاخ سے مورتی ٹوٹنے کی آواز)

(نلنی کے منہ سے ایک بھیانک چیخ نکل جاتی ہے)

ڈاکٹر : اوہ ــ انمول مورتی ٹوٹ گئی۔

(نلنی رو رہی ہے) (آکاشوانی لام پور سے نشر)

شبنم قیوم ۱۹۰ بچوارہ (ڈل گیٹ) سرینگر ــ کشمیر

تصحیح

بحوالہ آواز یکم نومبر ۱۹۸۵ صفحہ ۵ 'جذبہ ایثار' عنوان کے تحت شائع مولانا عبدالرحمٰن کی تقریر ریڈیو کشمیر جموں سے نشر ہوئی تھی۔ نہ کہ پٹنہ سے جیسا کہ شائع ہوا ہے۔ ادارہ اس سہو کے لیے معذرت خواہ ہے۔

چنار چنار چہرے

کشمیری لال ذاکر

اس بار میں علی محمد زرگر کے پاس ہی ٹھہرا تھا۔ علی محمد زرگر سری پرتاپ ہائی اسکول سرینگر میں میرا ہم جماعت رہ چکا تھا۔ مجھے ڈھونڈ نکالنے میں بھی اس کی بھرپور کوشش شامل تھی۔ ورنہ میں اسے شاید نہ بھی مل سکتا۔ زرگر دراصل سرینگر میں ایک اردو ویکلی کا ایڈیٹر ہے۔ اس لیے ادبی حلقوں میں اس کا آنا جانا رہتا تھا۔ اخبار کی ایڈیٹری تو محض ایک شغل تھا ورنہ وہ ایک شال مرچنٹ تھا اور اس کاروبار میں اس نے خاصا روپیہ کمایا تھا۔ پہلے وہ سرینگر کے اندرونی حصے زینہ کدل میں رہتا تھا۔ لیکن اب کئی برسوں سے اس نے ریذیڈنسی روڈ پر ایک خوبصورت دو منزلہ مکان بنوا لیا تھا۔ اس کے خاندان کے کچھ لوگ ابھی تک زینہ کدل ہی میں رہ رہے تھے۔

مجھے ایک ادبی مجلس میں اپنا ایک افسانہ پڑھنا تھا۔ سننے والوں میں علی محمد زرگر بھی تھا۔ جب یہ ادبی تقریب ختم ہو گئی تو وہ میرے پاس آ کر کھڑا ہو گیا۔

"آپ سری پرتاپ ہائی اسکول میں پڑھتے تھے؟"

"جی ہاں!"

"اسکول کے گیٹ کے سامنے سے سیڑھیاں چڑھ کر، اوپر والی منزل کی، بائیں طرف کے پہلے کلاس روم میں بائیں طرف کے پہلے ڈیسک پر، آپ اس سائیڈ پر بیٹھا کرتے تھے جہاں کمرے کی کھڑکی تھی۔"

"جی ہاں۔ دراصل مجھے بچپن ہی سے کھلی کھڑکی کے پاس بیٹھنا اچھا لگتا تھا۔"

"آپ کے ساتھ ایک لڑکا علی محمد بھی بیٹھا کرتا تھا۔"

اس کی بات سن کر میں نے اپنے ذہن پر دباؤ ڈالا اور پل بھر کے بعد بولا۔

"آٹھویں جماعت میں میرے ساتھ ڈیسک پر ایک دُبلا پتلا گورا سا لڑکا بیٹھا کرتا تھا جو ہر وقت اپنے فرن کے کونے سے اپنی ناک پونچھتا رہتا تھا۔"

"وہ لڑکا اب کافی عمر کا ہو گیا ہے لیکن اس کی ناک پونچھنے کی عادت ابھی تک نہیں چھوٹی۔ وہ اب گھٹیا سے فرن کی جگہ قیمتی شال استعمال کرتا ہے۔" وہ ہنسا۔

"آپ جانتے ہیں علی محمد کو؟"

"اب وہ علی محمد زرگر ہے اور اس نے ناک پونچھنے کے لیے آپ کو ایک شال بھیجی ہے۔"

یہ کہہ کر اس نے ایک آدمی کو اشارہ کیا اور وہ ایک نہایت ہی قیمتی شال دونوں ہاتھوں پر پھیلائے میرے سامنے کھڑا ہو گیا۔

"علی محمد کہاں ہے؟" میں نے حیرت سے پوچھا۔

"وہ بھی حاضر ہے۔" یہ کہہ کر اس نے پاس کھڑے آدمی سے شال لے کر میرے کندھوں پر ڈال دیا اور پھر مجھے اپنی بانہوں میں لے لیا اور بولا "تم بہت حسن پرست تھے شاید اسی لیے مجھے اپنا دوست سمجھتے ہوئے بھی مجھے فرن سے ناک پونچھنے پر ٹوکا کرتے تھے۔"

"حسن پرست تو میں اب بھی ہوں۔"

"یہ تو تمہارے افسانوں سے ظاہر ہے۔" اس نے 'آپ' کا تکلف چھوڑ دیا تھا اور اپنے پرانے یار کو اپنی شفاف ہنسی کی بوچھار میں نہلا رہا تھا۔

علی محمد زرگر کی عمر بھی ۵۵ کے قریب تھی۔ میری عمر کے برابر۔

"یار تم بڑے ینگ لگتے ہو۔"

"تم بھی تو خاصے اسمارٹ ہو۔ دراصل یہ ہماری وادی کی برکت ہے۔ کشمیر کی حسین وادی اپنی طرح سب کو حسین اور جوان رکھنا چاہتی ہے۔"

اس شام علی محمد مجھے اپنے گھر لے گیا۔ اس نے مجھے اپنی بیوی اور بچوں سے ملوایا اور رات کو بڑا ہی پُرتکلف کھانا کھلا کر مجھے میرے ہوٹل چھوڑ گیا۔

ایک دن کے بعد جب مجھے واپس آنا تھا تو وہ مجھے ایئرپورٹ چھوڑنے آیا اور مجھ سے یہ وعدہ بھی لے لیا کہ آئندہ جب کبھی سرینگر آؤں گا اسی کے پاس ٹھہروں گا۔

اس لیے اس بار میں محمد علی زرگر کے پاس ہی ٹھہرا تھا۔ ناشتے کے دوران اس نے مجھ سے پوچھا۔

"آج کیا پروگرام ہے تمہارا۔"

"آج میں کچھ ایسی جگہیں اور عمارتیں دیکھنا چاہتا ہوں جن سے میرا ماضی وابستہ ہے۔"

"جگہیں کل دیکھنا میرے ساتھ۔ آج صرف عمارتیں دیکھو۔"

"ٹھیک ہے۔"

"کون کون سی عمارتیں دیکھنا چاہتے ہو؟"

"کئی ہیں۔ دن بھر گھومتا رہوں گا۔"

"اپنا اسکول ضرور دیکھنا۔"

"سب سے آخر اسکول ہی دیکھوں گا۔"

"سب سے پہلے کیوں نہیں؟"

"اس لیے کہ کلائی میکس زوردار ہونا چاہیے۔"

"یہ بھی تمہاری افسانوی ٹیکنیک ہے؟"

"یہی سمجھ لو۔"

"تو اس طرح کرو۔ دوپہر کا کھانا گھر پر ہی کھاؤ۔ تھوڑی دیر آرام کرو۔ اور پھر گلشن کو ساتھ لے جاؤ اپنا اسکول دیکھنے۔"

"اس بے چاری کو کیوں اس جھنجھٹ میں ڈالتے ہو؟"

"گلشن کا اصرار ہے کہ وہ اس اسکول کو ضرور دیکھے گی جہاں تم اور میں پڑھتے تھے۔"

"تو ٹھیک ہے۔"

علی محمد نے گلشن کو آواز دی۔ گلشن کمرے میں آئی تو علی محمد نے کہا۔

"تم انکل کو لے جانا سری پرتاپ ہائی اسکول میں۔ قریب ہی تو ہے۔ معلوم ہے نا تمہیں راستہ۔"

"ومن کالج کے پاس ہی تو ہے ابا جان۔"

"ہاں وہیں ہے۔ انکل دوپہر تک لوٹ آئیں گے۔"

"میں بھی تب تک اسکول سے آ جاؤں گی۔"

"گلشن اسی سال آٹھویں جماعت میں ہوئی ہے۔ بڑی پیاری اور معصوم لڑکی ہے۔ اس کا باپ بھی آٹھویں جماعت میں ہی میرا کلاس فیلو تھا۔ اور بے حد پیارا اور معصوم تھا۔"

"تمہارا باپ بھی اتنا ہی پیارا اور معصوم ہوا کرتا تھا جتنی کہ تم ہو۔"

"وہ تو اب بھی بہت پیارے ہیں۔" گلشن نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تمہاری ممی کا کیا خیال ہے۔"

"اس کا بھی یہی خیال ہے۔"

"ذرا پوچھ کر آؤ ممی سے۔"

میری بات سن کر گلشن نہایت معصومیت سے چلی گئی کمرے کے باہر شاید اپنی ممی سے اپنے ابا کے بارے میں پوچھنے کے لیے۔

علی محمد اور میں دیر تک ہنستے رہے۔

دوپہر کو میں ریذیڈنسی روڈ، جہلم کا بنڈ، ہری سنگھ ہائی اسٹریٹ، شیر گڑھی، گاؤکدل اور مہاراج گنج کے علاقوں میں گھومنے کے بعد واپس آ گیا۔ ستمبر کے مہینے میں بھی سرینگر میں خاصی گرمی تھی۔ دن میں پنکھا چلانا پڑتا تھا۔ علی محمد مجھ سے پہلے گھر پہنچ چکا تھا۔ گلشن ابھی ابھی اسکول سے لوٹی تھی۔ گرمی سے اس کا گورا چہرا تپ رہا تھا۔

لنچ کے بعد میں اخبار پڑھتے پڑھتے سوگیا۔ سرینگر میں اخبار صبح نہیں دوپہر کو آتے ہیں۔ کیونکہ دہلی سے ہوائی جہاز دوپہر کے بعد آتا ہے۔ علی محمد اپنی دوکان پر چلا گیا۔ کیونکہ فارن کسٹمرز آرہے تھے۔

میری نیند اچانک ٹوٹ گئی۔ گلشن کہہ رہی تھی۔

"انکل ساڑھے پانچ بج رہے ہیں۔"

"سوری بیٹی۔"

"چائے لاؤں۔"

"لے آؤ۔"

"اسکول دیکھنے چلیں گے نا۔"

"ضرور چلیں گے۔"

گلشن بہت خوش تھی۔

چائے لے کر آئی تو کہنے لگی۔

"انکل آپ کے زمانے میں تو لڑکے اور لڑکیاں اکٹھے نہیں پڑھتے تھے۔"

"نہیں بیٹی۔"

"لڑکے اور لڑکیوں کے اسکول الگ ہوتے تھے۔"

"الگ بھی ہوتے تھے اور ان کی تعداد بھی کم ہوتی تھی۔ بہت لڑکیاں بھی اسکولوں میں نہیں جاتی تھی۔"

"لڑکے اور لڑکیوں میں جھگڑے بھی تو نہیں ہوتے ہوں گے اُن دنوں؟"

"نہیں — اب جھگڑے ہوتے ہیں کیا؟"

"بہت ہوتے ہیں انکل۔" یہ جواب دیتے ہوئے گلشن کا چہرا سرخ ہوگیا۔ "لڑکے بہت فضول ہوتے ہیں انکل۔"

"بڑے ہی فضول ہوتے ہیں بیٹی۔ اسی لیے تو بڑے ہو کر یا تو کہانیاں لکھتے ہیں یا شال بناتے ہیں۔"

میں زور سے ہنسا اور پھر میرے دکھاوے کی ہنسی میں گلشن کی خلوص بھری، ایماندار اور معصوم ہنسی بھی شامل ہوگئی۔ لگا لگا جیسے ایک بھرا پرا باغ مہک اٹھا تھا۔

گلشن مجھے سری پرتاپ ہائی اسکول کی طرف لے جارہی تھی۔ ریذیڈنسی روڈ سے دور نہیں تھا اسکول۔ ہم پیدل ہی جارہے تھے۔ وومن کالج کی بلڈنگ سے گزر کر ذرا آگے بائیں ہاتھ کو ایک کھلی سی گلی کی طرف مڑتے ہوئے گلشن نے کہا۔

"یہ گلی جاتی ہے آپ کے اسکول کو انکل۔"

"لیکن یہاں تو بڑی کھلی اور سیدھی سڑک ہوتی تھی۔ جو ٹھیک سری پرتاپ اسکول کے گیٹ پر کھلتی تھی۔"

"آپ کے زمانے کی بات ہوگی وہ۔ ہم نے تو بس یہ گلی ہی دیکھی ہے۔"

"ہمارے وقتوں کی سڑکیں گلیوں میں بدل گئی ہیں اور گلیاں بازاروں میں اور سڑکوں میں۔"

"اور لوگ انکل؟"

"وہ یا تو کھنڈر بن گئے یا سوکھے چنار۔"

"لیکن آپ کے اسکول میں تو اب بھی بڑے بڑے سایہ دار چنار موجود ہیں۔"

اور پھر گلشن مجھے اس گلی نما سڑک سے پیدل چلاتے ہوئے میرے اسکول کے چھوٹے سے گیٹ کے سامنے لے آئی۔

"یہ رہا آپ کا اور ابا کا اسکول۔"

یہ چھوٹا سا گیٹ تو کبھی تھا ہی نہیں۔ اور یہ نئے بنے چھوٹے چھوٹے ونگ بھی نہیں تھے۔ ان نئے ونگوں کے پیچھے اسکول کی مٹ میلے رنگ کی دومنزلہ بڑی سی عمارت کھڑی تھی۔ جس کا رنگ ہمارے زمانے میں سرخ ہوا کرتا تھا۔ اور اب مٹ میلا ہوگیا تھا۔ چنار کے درخت البتہ ویسے ہی شان سے کھڑے تھے۔

گیٹ اندر سے بند تھا۔ آہنی کنڈے کو زور سے ہلایا آواز سن کر ایک نوجوان سامنے والے ونگ سے نکل کر ہماری طرف بڑھا۔ جب وہ قریب آگیا تو میں نے اس سے کہا۔

"تم چوکیدار ہو بھائی؟"

"جی ہاں۔"

"کیا نام ہے تمہارا؟"

"جی رحمانا۔"

"بھئی۔ ہم آج سے چالیس سال پہلے اس اسکول میں پڑھتے رہے ہیں۔ اپنا اسکول دیکھنے آئے ہیں۔ تمہیں اعتراض نہ ہو تو ہم اپنا اسکول دیکھ لیں۔"

"ضرور دیکھئے۔" یہ کہہ کر رحمانا نے چھوٹا سا آہنی گیٹ کھول دیا۔ گلشن اور میں رحمانا کے ساتھ اسکول کی بڑی سی عمارت کی طرف چل پڑے۔

"پرانی عمارت تو وہ ہے۔ یہ بلاک تو ابھی کچھ سال پہلے بنے ہیں۔" اس نے پرانی دومنزلہ عمارت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"لیکن اس کا گیٹ تو آخری چنار کے سامنے ہوا کرتا تھا۔"

"اسے کئی برس پہلے بند کردیا گیا تھا۔ ابھی پکی سڑک کے پتھر بھی باقی ہیں اُدھر۔"

"ذرا تالے کھول دو گے کمروں کے؟"

"سارے کمروں میں تالے نہیں ہیں۔ ایک تالہ اس طرف ہے سیڑھیوں کے پاس اور دوسرا تالہ دوسری طرف کی سیڑھیوں میں کھلتے ہوئے کمرے کے دروازے پہ ہے۔ میں دونوں طرف کے تالے کھول دیتا ہوں۔"

میرے ذہن کی حالت بڑی عجیب ہو رہی تھی۔ میں سیڑھیوں کے پاس رُکا۔ برآمدے میں داخل ہونے سے پہلے میں نے زینہ کی مٹی اپنی انگلیوں سے لے کر ماتھے پر لگالی۔ یہ منظر نہ کبھی رحمانا نے دیکھا تھا نہ گلشن نے۔ دونوں خاموش تھے۔ میں پہلے کمرے میں داخل ہوا۔

یہ چھٹی جماعت کا کمرہ ہوا کرتا تھا۔ آج بھی کمرے کے باہر لگی سیاہ رنگ کی چھوٹی سی تختی پر چھٹی۔ اے لکھا تھا۔ اور اس کے نیچے طالب علموں کی کل تعداد اور جو چھٹی پر تھے، یا غیر حاضر تھے ان کی تعداد اور پھر ان کی تعداد بھی جو حاضر تھے۔ تاریخ ایک دن پہلے کی تھی کیونکہ آج اتوار تھا۔ وہ کھڑکی کے ساتھ والا ڈیسک وہیں تھا جہاں میں بیٹھا کرتا تھا۔ ڈیسک کے نیچے جو پاؤں رکھنے کے لیے لکڑی تھی وہ شاید پرانی ہو جانے کے کارن ٹوٹ چکی تھی۔ اب اس کی جگہ نئی لکڑی لگا دی گئی تھی لیکن اس پر روغن نہیں کیا گیا تھا۔ میں لمحہ بھر کے لیے اس ڈیسک پر بیٹھ گیا۔ سامنے دیوار پر بلیک بورڈ بنا تھا۔ میرے زمانے میں تو لکڑی کا بلیک بورڈ ہوا کرتا تھا جسے صاف کرنے کا کام کلاس کے مانیٹر کے ذمہ ہوا کرتا تھا۔ میں چونکہ کبھی اپنی کلاس کا مانیٹر نہیں بنا تھا اس لیے مجھے کبھی بلیک بورڈ صاف نہیں کرنا پڑا تھا۔

گلشن اور رحمانا دونوں خاموش تھے۔

میں جب کمرے سے باہر نکلنے لگا تو دونوں ایک طرف ہٹ گئے۔ میں برآمدے میں سے گزرتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ برآمدے کے دونوں طرف کلاس روم تھے دائیں ہاتھ والا کمرہ ساتویں جماعت کا تھا۔ میں کمرے کے سامنے رُک گیا، ساتویں۔ اے کا کمرہ تھا۔ اور باہر لگی سیاہ تختی پر طالب علموں کی ساری تفصیل درج تھی۔ کمرہ باہر سے بند تھا۔ میں نے خود ہی کھولا اور اندر داخل ہوگیا۔ وہی تو تھا کھڑکی کے ساتھ والا ڈیسک جہاں بیٹھ کر میں سامنے والے چنار کو دیکھتا رہتا تھا۔ ان دنوں گھنے چنار کو دیکھ کر مجھے تحفظ کا احساس ہوا کرتا تھا۔ وہ احساس مجھے آج بھی ہوتا ہے جبھی تو میں نے اپنی کتابوں کے اندر چنار کے سوکھے پتے رکھ رکھے ہیں۔ کوئی اس کی وجہ پوچھتا ہے تو صرف ہنس دیتا ہوں۔ جواب اس لیے نہیں دیتا کہ آج کے سائنسی دور میں بے منطق جواب کوئی نہیں سنتا۔

میں ایک بار پھر اسی ڈیسک پر بیٹھ گیا ہوں اور باہر کھڑے گھنی چھاؤں والے چنار کو دیکھنے لگا ہوں جو اب بہت ہی بڑا ہو گیا ہے۔

میں ڈیسک سے اٹھتا ہوں تو گلشن کہتی ہے۔

"انکل آپ کی پینٹ تو مٹی سے خراب ہوگئی ہے۔"

"ڈیسک پر مٹی جم گئی ہے حضور۔" رحمانا بڑی عاجزی سے اپنا جواز پیش کر رہا ہے۔

"اس مٹی کو تو چالیس برسوں تک ترسا ہوں رحمانے۔ اس مٹی میں ڈھکے میرے دوستوں کے چہرے ہیں جو اب دھندلا گئے ہیں۔ لیکن جن کے خدوخال میرے ذہن میں موجود ہیں —"

گلشن اپنے چھوٹے سے رومال سے میری پتلون صاف کرنے کی کوشش کر رہی ہے اور میں دھیرے دھیرے قدم بڑھاتے آگے بڑھ رہا ہوں۔ لگتا ہے جیسے میں ابھی کل ہی اسکول کی عمارت چھوڑ کر گیا ہوں اور انہی کمروں سے اپنی کتابیں اٹھا کر نکلا ہوں۔ اسی لیے تو مجھے سب کچھ یاد ہے۔ کچھ بھی تو نہیں بھولا۔

اور اب میں دوسری طرف کی سیڑھیاں چڑھ کر آٹھویں اے کے کمرے میں آگیا ہوں۔ عمارت کی دوسری منزل پر۔ یہی تو وہ ڈیسک تھا کھڑکی کے ساتھ والا جہاں میں اور علی محمد بیٹھا کرتے تھے۔ جو دن بھر اپنے فرن سے ناک پونچھتا رہتا تھا۔

"یہاں بیٹھا کرتے تھے تمہارے ابا اور میں۔"

"سچ۔"

"ہاں گلشن۔"

"آپ کو اتنے برس بعد بھی سب کچھ یاد ہے۔"

"تمہارے ابا کو بھی یاد ہے۔ وہ اسی لیے میرے ساتھ

۱۶ دسمبر ۱۹۸۵ء

نہیں آیا۔ اسے میرا درد بانٹنا پڑتا۔ بڑا چالاک ہے علی محمد۔"
میں نے گلشن کا گال تھپتھپاتے ہوئے کہا۔

"آپ دونوں کی دوستی بہت پکی ہے انکل۔"

"ہاں بیٹی۔" یہ کہتے ہوئے میں ڈیسک سے اٹھا ہوں، اس پر اپنا ماتھا ٹیکا ہے۔ لمحہ بھر کے لیے اور پھر بڑی آہستہ سے کمرہ بند کیا ہے باہر سے اور گلشن کا ہاتھ پکڑے سیڑھیوں سے نیچے اتر آیا ہوں۔

اب وہ چنار میرے سامنے ہے۔ جس کے نیچے علی محمد اور میں بیٹھا کرتے تھے۔ مجھے ندڑو کے پکوڑے بہت اچھے لگتے تھے لیکن میرے والد مجھے کھانے نہیں دیتے تھے علی محمد ہر روز ندڑو کے ٹھنڈے پکوڑے بستے میں رکھ کر لایا کرتا تھا اور ہم دونوں اس چنار کے نیچے بیٹھ کر کھایا کرتے تھے۔

میں چنار کی چھاؤں میں گھاس پر بیٹھ گیا ہوں۔

"میں کرسیاں لے آتا ہوں جناب۔"

"نہیں رحمانے۔ ہم یہیں بیٹھیں گے۔ پھر کب نصیب ہوگی چنار کی یہ گھنی اور مہربان چھاؤں۔ اچھا تم ایک کام کرو۔"

"بتائیے حضور۔"

"چنار کے سبھی درختوں کے نیچے سے سوکھے پتے اکٹھے کر دو۔ صرف ایسے پتے جو بالکل ثابت ہوں، ٹوٹے ہوئے نہ ہوں کہیں سے بھی۔"

"اچھا جناب۔"

یہ کہہ کر رحمانہ چلا گیا۔

"انکل ان سوکھے ہوئے پتوں کو کیا کرو گے آپ؟"

"ان پتوں میں ان تمام چہروں کو تلاش کروں گا۔ جو میرے دوستوں کے چہرے تھے جن کے ساتھ میری بڑی ہی خوبصورت یادیں وابستہ ہیں۔"

"ابا کا بھی چہرہ ہوگا ان میں۔"

"وہ تو ہوگا ہی۔ مجھے یاد آرہا ہے۔ اسی چنار کے نیچے بیٹھ کر ایک دن علی محمد نے اپنے فرن سے میرے دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیوں کو گرمی دی تھی جن پر ہمارے کلاس ٹیچر نے زور کی کیننگ کی تھی۔ اس دن پہلی بار مجھے علی محمد کا فرن اچھا لگا تھا گلشن جس سے وہ دن بھر ناک صاف کیا کرتا تھا۔"

"کیوں ہوئی تھی آپ کی کیننگ انکل۔"

"میرے کسی قصور پر۔ لیکن ماسٹر جی کو بہت افسوس ہوا تھا بعد میں۔"

رحمانہ لے آیا تھا چنار کے سوکھے پتے سبھی درختوں کے نیچے سے اٹھا کر اس نے انھیں ترتیب سے بھی رکھ دیا تھا اور ایک پرانے اخبار کے کاغذ میں لپیٹ دیا تھا۔

"بہت بہت شکریہ رحمان جو۔ میرا ایک کام اور بھی کر دینا۔"

"فرمائیے جناب۔" لگتا ہے رحمانہ بڑا مہذب نوجوان تھا۔ وہ بیج بہاڑہ کا رہنے والا تھا اور دسویں پاس تھا۔

"آٹھویں اے کلاس کے سبھی لڑکوں کو کل ندڑو کے پکوڑے کھلا دینا میری طرف سے۔" میں نے رحمانہ کی طرف پچاس روپے کا نوٹ بڑھاتے ہوئے کہا۔

"اور یہ بتاؤ تمہارا کوئی بچہ بھی اسکول میں پڑھتا ہے؟"

"جی میری بچی پڑھتی ہے بیج بہاڑہ کے اسکول میں۔"

"اسے میری طرف سے کوئی خوبصورت تحفہ بھی دے دینا۔"

میں نے پچاس روپے کا ایک اور نوٹ اس کی طرف بڑھایا۔ رحمانہ حیرت سے میری طرف دیکھ رہا تھا۔ لگتا تھا وہ مجھ سے کچھ پوچھنا چاہتا تھا۔ لیکن اس کی ہمت نہیں ہو رہی تھی۔

"اچھا خدا حافظ رحمان جو۔" میں نے رحمانہ کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ اس نے اپنے دونوں ہاتھوں سے میرے ہاتھ کو پکڑ کر اپنے ماتھے سے لگا لیا۔

گلشن اور میں گیٹ کی طرف بڑھ رہے تھے۔ گیٹ پر رک کر ایک بار پھر میں نے اسکول کی پرانی مٹ میلی عمارت کو اور گھنی چھاؤں والے مہربان چناروں کو سلام کیا۔

اور جب میں نے آہستہ سے گیٹ کو بند کیا تو میری آنکھوں میں آنسو آگئے میں نے چناروں کے سوکھے پتوں کو اپنی آنکھوں سے لگا لیا۔

"آپ رو کیوں رہے ہیں انکل۔" گلشن پوچھ رہی ہے۔

"جب تمہارا بیاہ ہوگا اور تمہارے ابا تمہیں گھر سے رخصت کریں گے تو تمہاری آنکھوں میں بھی آنسو آئیں گے بیٹی۔"

یہ کہہ کر گلشن کو میں نے اپنے ساتھ چمٹا لیا ہے۔

میرے اسکول کا گیٹ بند ہو گیا ہے۔

اور دوسری طرف رحمانہ بڑی محبت بھری نظروں سے مجھے دیکھ رہا ہے۔ اور میرے اسکول کا سب سے آخر والا چنار اپنی خاموش اور مہربان آواز میں مجھے دعائیں دے رہا ہے۔

(جالندھر سے نشر)

چٹان

قصبہ کے چھوٹے بڑے کچے پکے مکانوں کے درمیان بلند حویلی کے در و دیوار نے یہ منظر پہلے کبھی نہ دیکھا تھا۔

ویسے وہ زمانہ بھی دیکھا تھا جب بلند حویلی قصبے اور دیہات کی آبادی کے لیے قبلہ گاہ کی حیثیت رکھتی تھی، ہزاروں سر اس کے سامنے جھکتے تھے۔ سیکڑوں افراد یہاں سے روزی پاتے اور اس کے گن گاتے تھے۔

پھر وہ زمانہ بھی دیکھا جب بلند حویلی کا سارا جاہ و جلال اور حاکمیت سمٹ کر حویلی کے اندر اندر محدود ہو گئی۔

ممکن تھا خان بہادر عطاء اللہ خاں کے انتقال کے بعد حویلی کی شان و شوکت اور روایات حویلی کے ماحول میں بھی باقی نہ رہتیں اگر بڑی بیگم حویلی کی عظمت خاندانی روایات اور وقار کو ایک بلند اور گھنے درخت کی طرح اپنے سائے میں نہ سمیٹ لیتیں۔

سمندر میں بپھری موجوں کے درمیان سر اٹھائے چٹان کی طرح وہ وقت اور حالات کی تبدیلیوں کا مقابلہ کر رہی تھیں۔ حویلی کے باہر زمانہ کس قدر بدل چکا ہے ـــــ ان کے آباؤ اجداد کی زمینوں پر کتنے بلند اور پرانے درخت گر چکے ہیں اور کتنے نئے پودے سر اٹھا چکے ہیں، وہ ان باتوں سے خود کو بے نیاز بنائے ہوئے تھیں۔

حویلی کے اندر جیسے وقت نے کچھ بھی تبدیل نہیں کیا تھا ـــــ باہر کسی کی کوئی بھی حیثیت ہو حویلی میں قدم رکھنے پر اسے سر کو تھوڑا سا جھکانا ہی پڑتا تھا ـــــ ملازمین کی زبان آج بھی بڑی بیگم کے سامنے لڑکھڑاتی تھی ـــــ بیٹیوں کی نگاہیں آج بھی ان کے سامنے زمین پر گڑی رہتی تھیں۔

حویلی کے ماحول میں سر اٹھا کر چلنے کی ہمت اگر کسی میں تھی تو وہ بڑی بیگم کے اکلوتے بیٹے منیر کو حاصل تھی۔ وہ منیر میاں میں شخصیت کی مضبوطی چاہتی تھیں تاکہ وہ حویلی کی روایات کی حفاظت کر سکیں۔

علی گڑھ یونیورسٹی میں اعلیٰ تعلیم کے لیے بھیجتے ہوئے بڑی بیگم نے منیر میاں کو صرف ایک ہی نصیحت کی تھی۔

"منیر میاں ـــــ تم ایک نجیب الطرفین خاندان کے فرد ہو ـــــ کوئی بھی ایسی بات نہ ہو جو آباؤ اجداد کے وقار اور خاندانی

طالب امن آبادی

ان کی بات بنتی تھی شاہوں تاجداروں میں
آج آملے کیسے ہم سے دل فگاروں میں

بستیاں بسا کر وہ خود اجاڑ دیتا ہے
آدمی کو جانے دو پھر سے اپنے غاروں میں

جان و دل سے پیارے تھے اپنے یار جانی تھے
ہم نے جیتے جی دیکھا کھو گئے مزاروں میں

بس یہی تو کارن تھے ناؤ ڈوب جانے کے
ناخداؤں میں رنجش دوریاں کناروں میں

ایک گاؤں ساون میں کتنا یاد آتا ہے
ساریوں کی آوازیں چمپئی پھواروں میں

ساتھ ساتھ تھے کل تک میکدے کی رونق تھے
ٹھن گئی ہے یہ کیسی آج میگساروں میں

امن کی ضرورت ہے اس ترستی دھرتی کو
اے عظیم فنکارو! کچھ کہو اشاروں میں

اب کہاں وہ اے طالب بھاگسو کی سرمستی
دلکشی نہیں باقی اب وہ چاند تاروں میں

(جموں)

عمر عادل مارہروی

روایات کے خلاف ہو ــــ"

مگر وہی بات ہوگئی۔

حویلی کے ماحول پر کسی طوفان سے پہلے کا پُرہول سکوت طاری تھا۔ ایسا سکوت ــــ ایسا سہما سہما وقت ــــ ایسی ڈری ڈری نگاہیں ــــ حویلی کے در و دیوار نے یہ منظر پہلے کبھی نہ دیکھا تھا۔

ہر فرد اس طرح دم بخود تھا جیسے اس دھماکے کا منتظر ہو جو کسی بھی لمحے حویلی کے بلند و بالا در و دیوار کو دھول بناکر فضا میں بکھیر دے گا۔

لڑکیاں ایک کمرے میں سہمی سہمی سرگوشیاں کر رہی تھیں۔ ملازمین مجرموں کی طرح ڈرے ڈرے آنکھوں آنکھوں میں ایک دوسرے سے سوال کر رہے تھے۔

منیر میاں جو صبح علی گڑھ سے اچانک آئے تھے اپنے کمرے کی بند کھڑکیوں اور دروازوں کے درمیان چپ چاپ سر جھکائے بیٹھے تھے۔

بڑی بیگم اپنی مسہری پر اس طرح ہاتھ ٹکائے بیٹھی تھیں جیسے نہایت شدید آندھی کے تند و تیز جھونکوں کا مقابلہ کر رہی ہوں۔ ان کی آنکھیں غصے سے سرخ تھیں ــــ اپنے اندر کے کرب، صدمے اور غصے کے ملے جلے ابال کو روکنے کی کوشش میں اپنے ہونٹوں کو دانتوں میں دباکر کبھی وہ کمرے میں ٹہلنے لگتیں ــــ کبھی دروازے پر آکر منیر میاں کے کمرے کی طرف گھورتیں اور کبھی مسہری پر گرکر گہری گہری سانس لینے لگتیں۔

شام ڈھلے بڑی بیگم نے منیر میاں کو طلب کیا۔ ڈرے ڈرے قدموں سے انھوں نے کمرے میں داخل ہوکر سلام کیا تو بڑی بیگم نے ان کی طرف سے منہ پھیر لیا۔

منیر میاں یونیورسٹی میں پڑھنے والی کسی لڑکی میں دلچسپی لے رہے ہیں۔ ایسی اُڑتی اُڑتی خبریں تو بڑی بیگم نے سنی تھیں مگر وہ حویلی کے ایک سابق ملازم کرامت حسین مرحوم کی پوتی سے چپ چاپ نکاح کرکے اسے بلند حویلی کی بہو بنائیں گے ایسا بڑی بیگم نے کبھی سوچا بھی نہ تھا۔

منیر میاں نے سوچا تھا کہ ایک زبردست طوفان اٹھے گا بڑی بیگم گرجیں گی، برسیں گی اور پھر آہستہ آہستہ سب کچھ برداشت کرلیں گی ــــ رضیہ کے آنے تک طوفان کا زور ٹوٹ چکے گا اور پھر رفتہ رفتہ سب کچھ پُرسکون ہو جائے گا۔ بڑی بیگم لاکھ روایت پسند ــــ سخت اور حاکمانہ مزاج کی عورت سہی مگر بہرحال ان کے سینے میں ایک ماں کا دل تو ہے ہی۔

مگر بڑی بیگم نہ گرجیں نہ برسیں سارا طوفان ان کے اندر اندر اٹھا تھا اور منیر میاں یہ سوچ کر پریشان تھے کہ طوفان کا رُخ کیا ہے۔

کمرے میں آکر وہ چپ چاپ کھڑے ہوگئے۔ تھوڑی دیر تک گہری خاموشی رہی۔

"منیر میاں ــــ" بڑی بیگم نے منہ پھیرے پھیرے مخاطب کیا ــــ "تم نے ہمارا وہ حق چھینا ہے جو ایک ماں کے ناطے ہمیں اور صرف ہمیں حاصل تھا ــــ ہمارے سارے ارمان، سارے خواب و خیال کو تم نے بے رحمی سے کچل ڈالا ــــ ہم اس صدمے کو برداشت کر سکتے ہیں مگر ــــ مگر اس خاندان کا وقار مٹی میں مل جائے ہم یہ برداشت نہیں کر سکتے ــــ کان کھول کر سن لو ــــ اس سے پہلے کہ رضیہ یہاں قدم رکھے تمہیں اسے طلاق دینا ہوگی۔"

"اماں جی یہ آپ ......"

"اگر ایسا نہ ہوا تو ــــ تو خدا کی قسم ..." کہتے کہتے بڑی بیگم چپ ہوگئیں۔

"اب یہ ممکن نہیں اماں جی ــــ" منیر میاں نے بڑی ہمت جٹا کر آہستہ سے کہا اور کمرے سے باہر نکل گئے۔

بڑی بیگم کچھ دیر اپنی جگہ ساکت سی کھڑی رہیں پھر وہ بپھری ہوئی شیرنی کی طرح مڑکر دروازے کی طرف بڑھیں اور کواڑ ایک جھٹکے سے اس طرح بند کر لیے جیسے اب کبھی نہ کھولیں گی۔

اگلی صبح تک سارے قصبے میں منیر میاں کی شادی کی خبر پھیل گئی تھی ــــ لوگ حیران رہ گئے ــــ اور ہر شخص اس وقت کا منتظر تھا جب ایک سابق خدمت گار کی حقیر سی لڑکی بلند حویلی میں ایک بہو کی حیثیت سے داخل ہوگی۔

حویلی کے اندر منیر میاں کی بہنیں اپنی بھابی کا سہما سہما انتظار آنکھوں میں چھپائے اسٹیشن سے آنے والے راستے پر اکّے کی کھڑکھڑاہٹ پہ کان لگائے بیٹھی تھیں اور بڑی بیگم اپنے کمرے کے بند دروازے کے پیچھے رات بھر کی بے خواب آنکھوں کو بار بار دوپٹے سے خشک کر رہی تھیں۔

بلند حویلی کے در و دیوار نے ایسا منظر پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا ــــ ایسی خاموشی ــــ ایسا پُرہول سکوت جیسے منیر میاں کی شادی نہ ہوئی ہو، قتل ہوا ہو۔

اکّہ حویلی کے دروازے پر پہنچا تو ڈیوڑھی اور گلی میں محلے کی عورتوں کی بھیڑ جمع ہوگئی ــــ ایک شور مچ گیا ــــ دلہن آگئی ــــ دلہن آگئی۔ مراثنوں نے اپنا حق لینے کے لیے دلہن کا راستہ روک لیا۔

منیر میاں کی بہنیں اور خادمائیں بے اختیار ڈیوڑھی کی طرف دوڑ پڑیں۔ کچھ دیر کے لیے جیسے ہر کوئی بڑی بیگم کو بھول گیا ــــ حویلی کا ماحول اچانک بدل گیا ــــ

تب بڑی بیگم اپنے کمرے سے نکل کر اس طرح ڈیوڑھی کی طرف بڑھیں جیسے کوئی بڑا معرکہ سر کرنے جا رہی ہوں ــــ ڈیوڑھی میں جمع عورتوں اور بچوں کی ساری توجہ درمیان میں کھڑی رضیہ پر تھی۔ بڑی بیگم چپ چاپ ایک طرف کھڑی ہوگئیں۔ ان کے چہرے پر مختلف رنگ یوں تبدیل ہو رہے تھے جیسے وہ کوئی فیصلہ نہ کر پا رہی ہوں کہ انھیں کیا کرنا چاہیے۔

اچانک وہ کچھ عورتوں کی طرف متوجہ ہوئیں۔

"اے خاک ــــ نہ صورت نہ شکل ــــ مخمل میں ٹاٹ کا پیوند لگ گیا ....."

"اس کا پردادا حویلی میں پانی بھرتا تھا ....."

"کیا دیکھا منیر میاں نے ....."

"ارے جوانی اندھی ہوتی ہے ــــ پھانس لیا بچارے کو۔"

"خاموش ــــ" اچانک بڑی بیگم کی آواز بجلی کی طرح کڑکی ــــ آنکھوں سے چنگاریاں سی اڑیں اور چہرہ سرخ ہوگیا۔

"خبردار! کسی نے ایک لفظ بھی منہ سے نکالا ــــ زبان کھینچ لوں گی ــــ"

عورتیں چپ چاپ ایک دوسرے کی آڑ میں کھسکنے لگیں۔

بیٹیاں رضیہ اور منیر میاں کی آڑ میں ہوگئیں۔

بڑی بیگم نے رضیہ کا ہاتھ پکڑا اور اپنے کمرے میں لے آئیں۔

تھوڑی دیر وہ چپ چاپ سر جھکائے کھڑی رضیہ کو خاموشی سے گھورتی رہیں پھر انھوں نے اپنے گلے میں پڑا ہوا جڑاؤ ہار اتارا۔

"یہ ہار اس خاندان کی بہو پہنتی آئی ہے ــــ" بڑی بیگم نے ہار رضیہ کے گلے میں ڈال کر اس کی پیشانی کو چوما اور پھر بہت تیز نگاہوں سے منیر میاں کو گھورتے ہوئے بہت سخت لہجے میں بولیں۔

"تم ہمارے سامنے سے ہٹ جاؤ ــــ خدا کی قسم ــــ منیر میاں ہم تمہیں اپنا دودھ کبھی نہ بخشیں گے۔" (رامپور سے نشر)

عمر عادل مارہروی جامع مسجد، قلعہ بریلی

۱۶ر دسمبر ۱۹۸۵ء

جاوید ندیم (رامپور)

خشک آنکھوں میں سمندر دیکھنا
تم مجھے منظر بہ منظر دیکھنا
وقت خوشبو کی طرح اڑ جائے گا
مٹھیوں میں ریت بھر کر دیکھنا
پیڑ کانٹوں کے اُگانا چمن میں
اور پھر اپنا مقدر دیکھنا
بھول جانا شام کی تنہائیاں
صبح اُٹھتے ہی کلنڈر دیکھنا
روٹھ کر جانے سے پہلے سوچنا
یاد ہم آئیں گے اکثر دیکھنا
خواب ہوتے ہیں اندھیروں میں دیکھنا
جاگتی آنکھوں سے کیوں کر دیکھنا
کھڑکیاں، دروازے محوِ یاس ہیں
جاتے جاتے پھر پلٹ کر دیکھنا

نیشنل پروگرام

شجاعت حسین خاں کا ستار وادن

ہفتہ ۲۱ دسمبر رات ساڑھے نو بجے

جواں نسل کے ابھرتے ہوئے فنکار شجاعت حسین خاں، مشہور ستار نواز ولایت حسین خاں کے صاحبزادے ہیں۔ محض چھ سال کی عمر میں پہلی بار انھوں نے اپنے فن کا عوامی مظاہرہ کیا۔ اس وقت سے اب تک آپ ملک و بیرونِ ملک کی بے شمار محفلوں میں بطور سولو فنکار اور اپنے والد کے ساتھ سنگت فنکار کے طور پر شائقین موسیقی سے داد و تحسین حاصل کر چکے ہیں۔

ان کے ستار وادن میں پایا جانے والا گائیکی انگ ان کے فن میں دلکشی اور تاثر پیدا کرتا ہے۔

تان سین فیسٹیول کی ریکارڈنگز کا انتخاب

ہفتہ ۲۸ دسمبر رات ساڑھے نو بجے

فن موسیقی اور تان سین یہ وہ دو الفاظ جو کبھی بھی ایک دوسرے سے علیحدہ نہیں ہوسکتے۔ ایک ایسا فرد جسے موسیقی سے قطعاً دلچسپی نہ ہو تان سین کے نام سے ضرور واقف ہوگا۔

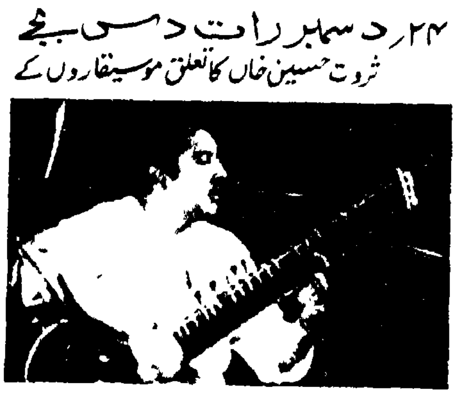
ہر سال کی مانند اس سال بھی ملک بھر سے آئے ہوئے موسیقار تان سین کے مزار واقع گوالیار مدھیہ پردیش، پر خراج عقیدت بشکل موسیقی خراج عقیدت پیش کریں گے۔ ۲۸ دسمبر کے نیشنل پروگرام (موسیقی) میں جشن تان سین کی افتتاحی محفل کی ریکارڈنگز کا انتخاب نشر کیا جائے گا۔

منگل شب کی محفل موسیقی

ثروت حسین خاں کا طبلہ وادن

۲۴ دسمبر رات دس بجے

ثروت حسین خاں کا تعلق موسیقاروں کے



ایک گھرانے سے ہے۔ طبلہ وادن کی ابتدائی تعلیم استاد احمد علی خاں سے حاصل کی۔ بعد میں طبلہ وادن کی اعلیٰ تربیت انھوں نے استاد احمد جان تھرکوا سے حاصل جو پورب اور دہلی روایات کے نمایاں فنکار رہے۔ شجاعت حسین خاں بطور سولو فنکار بھی اتنے ہی کامیاب ہیں جتنے کہ بطور سنگت کار ان کی شہرت ہے۔

۱۹۷۷ء سے آپ بطور میوزک کمپوزر آکاشوانی بھوپال سے منسلک ہیں۔ ۱۹۶۲ء کے آکاشوانی مقابلہ موسیقی میں انھیں طبلہ وادن کے لیے اول انعام سے نوازا گیا۔

زراعت و سائنس

خصوصی صفحہ

تحریر و ترتیب: عزیز انصاری

کسانوں کا دردِ سر — "چمگادڑیں"

آسٹریلیا میں چمگادڑیں کسانوں کے لیے دردِ سر بنی ہوئی ہیں۔ یہ چمگادڑیں یہاں کے باغات میں پھلوں کو برباد کر رہی ہیں۔ باغوں میں یہ اپنی پوری پوری بستیاں آباد کر لیتی ہیں جبکہ ایک چمگادڑ کا وزن ایک کلو اور لمبائی سینتالیس انچ یعنی ایک سو بیس سینٹی میٹر کے قریب ہوتی ہے۔ یہاں کے کسان انھیں اڑتی ہوئی لومڑی کہتے ہیں۔ ۱۹۸۳ء میں بیس فی صد سے کر پچاس فیصد تک نقصان ان سے ہو چکا ہے۔

یہاں کے کسان درختوں پر تار لگانے گھنٹیاں بجانے، تیز روشنی کرنے، گندھک کا دھواں کرنے اور مچھلی پکڑنے والی جال کا استعمال ان کی روک تھام کے لیے کرتے آئے ہیں لیکن سوائے مچھلی پکڑنے کی جال کے سوا کوئی دوسرا طریقہ کارگر ثابت نہیں ہو رہا ہے۔

اب ان باغات کے مالکوں نے اپنی جماعت کی طرف سے ڈیڑھ ہزار ڈالر کا ایک انعام دینے کا فیصلہ کیا ہے۔ یہ انعام اس شخص کو دیا جائے گا جو ان چمگادڑوں سے چھٹکارا دلانے کی بہتر ترکیب سلجھائے گا۔ آپ بھی غور کیجیے اور اگر کوئی مناسب طریقہ آپ کے ذہن میں آجائے تو "دی ایگزڈنگ فروٹ گروورس ایسوسی ایشن۔ کینیڈا" کو وہ طریقہ لکھ بھیجیے۔ ہو سکتا ہے ڈیڑھ ہزار ڈالر کا یہ انعام آپ کو مل جائے۔

کپاس کے بیکار تنوں سے کاغذ

کپاس کی فصل کیڑوں کی من پسند فصل ہے۔ اس میں کیڑے بہ نسبت دوسری فصلوں کے کچھ زیادہ ہی پائے جاتے ہیں۔ فصل کی عمر پوری ہو جانے پر بھی یہ کیڑے اس کے تنے اور جڑ میں محفوظ رہتے ہیں۔ اگر ان کا خاتمہ نہ کیا جائے تو یہ آئندہ فصلوں پر بھی اثرانداز ہو جاتے ہیں۔ اس لیے اس فصل کے تنوں کو جلا دیا جاتا ہے یا ایندھن کے کام میں استعمال کر لیا جاتا ہے۔ ہمارے ملک میں تقریباً ۱۲۰ لاکھ ٹن کپاس کے تنے اس طرح استعمال ہوتے ہیں۔ بمبئی میں کپاس ریسرچ انسٹی ٹیوٹ نے ان تنوں کے کئی مختلف استعمال بتائے ہیں۔ ان کی تازہ ترین ایجاد میں ان تنوں کو گلا کر اخباری کاغذ بنانا شامل ہے۔

ملیریا سے بچنے کے لیے "مینڈک" ضروری ہے

ملیریا کا نام سنتے ہی ایک سرسری سی بدن میں دوڑ جاتی ہے۔ جسے ملیریا ہو جائے اسے نہایت کڑوی اور بدذائقہ دوا کا استعمال کرنا ضروری ہوتا ہے پھر بھی اس بات کی کوئی گارنٹی نہیں کہ آپ کا ملیریا ٹھیک ہی ہو جائے گا۔

یہ بات تو عام طور سے سبھی جانتے ہیں کہ ملیریا ایک قسم کے مچھر کے کاٹنے سے پھیلتا ہے۔ لیکن ان مچھروں کی تعداد کو کم کرنے میں مینڈک بہت اہم رول ادا کرتے ہیں اور ہم ہیں کہ اپنے ملک سے ۹ ہزار ٹن مینڈک قتل کر کے ان کی ٹانگیں دیگر ممالک کو بھیج دیتے ہیں۔ تین ہزار ٹن مینڈک کی ٹانگیں تو صرف یورپ اور امریکہ کو ہی بھیجی جا رہی ہیں۔

یہی حال رہا تو مینڈک کے گلے سے نکلنے والی موسیقی یہاں سننے کو نہیں ملے گی اور ملیریا بھیانک شکل اختیار کر لے گا وہ الگ۔ اس لیے مینڈکوں کی تعداد اور صحت کی طرف پوری توجہ دینے کی ضرورت ہے تاکہ وہ ملیریا پھیلانے والے مچھر کے انڈے اور لاروے ختم کرتے رہیں۔ ایک مینڈک ہر روز اپنے وزن کے برابر کیڑے کھا جاتا ہے۔ ۹ ہزار ٹن مینڈک ۹۰ دن میں، ۸ لاکھ دس ہزار ٹن کیڑے اور مچھر کھا جاتے ہیں۔

گھاس کی روک تھام گھاس سے

کہاوت مشہور ہے کہ زہر کا علاج زہر سے کیا جاتا ہے۔ یا لوہا لوہے کو کاٹتا ہے۔ یہ کہاوت تیزی سے پھیلنے والی گاجر گھاس کی روک تھام پر بالکل صحیح ثابت ہوئی ہے۔ گزشتہ کچھ سالوں میں گاجر گھاس کا پھیلاؤ اتنا بڑھا کہ یہ ایک مسئلہ بن کر سامنے کھڑی ہو گئی۔ اس کا استعمال تو دور اس کی رگڑ سے جسم میں جلن، کھجلی جیسی شکایتیں بھی کچھ لوگوں کو ہونے لگیں۔ نہ صرف انسانوں بلکہ جانوروں کی صحت کو بھی اس سے خطرہ پیدا ہو گیا۔

زراعت یونیورسٹی بنگلور کے سائنسدانوں ڈاکٹر ایم مہا دیو پا اور ڈاکٹر شیام سندر جوشی نے ایک دوسری گھاس" کاسیہ گیری سیہ" کی کھوج کی ہے جو اپنی پیداوار میں گاجر گھاس کے مقابلے میں بہت پیچھے ہے لیکن یہ گاجر گھاس کو اپنی موجودگی میں اگنے اور پروان چڑھنے نہیں دیتا۔ اس نئی گھاس کے پودوں کی تعداد بھی کم ہوگی اور اس کے پودوں سے جانوروں اور انسانوں کی صحت کو کسی طرح کا خطرہ بھی نہ ہوگا۔

آپ کی رائے

محترمی

یکم نومبر کا آواز دیکھا۔ یوں تو ہر رسالے میں کتابت کی غلطیاں عام ہیں۔ مگر بعض غلطیاں ایسی ہوتی ہیں جو جملے کے مفہوم کو مبہم یا متضاد بنا دیتی ہیں۔ اسی ضمن میں میں اپنی کہانی "درد بھری ایک صبح" میں ایک غلطی کی طرف اشارہ کرنا چاہتا ہوں۔ کہانی کے اختتام سے پانچویں سطر اوپر یہ جملہ چھپ گیا ہے۔

"ہاں صاحب، رات وہ اسی سڑک کو پار کر رہا تھا کہ ایک بار ......"

صحیح جملہ یہ ہے:

"ہاں صاحب، رات وہ اسی سڑک کو پار کر رہا تھا کہ ایک کار ......"

صرف "بار" اور "کار" کے ردو بدل سے کہانی کا کلائمکس مجروح ہو جاتا ہے۔

ابوالکلام عزیزی بہار اردو اکادمی، پٹنہ

آواز کا شمارہ یکم تا ۱۵ر نومبر نظر نواز ہوا۔ احمد ندیم قاسمی پر جناب ارتضیٰ کریم صاحب کا مضمون بہت پسند آیا۔ مضمون نگار نے ایک جگہ یہ فرمایا ہے کہ پریم چند کی روایت کو سدرشن، اختر اورینوی، سہیل عظیم آبادی اور احمد ندیم قاسمی نے آگے بڑھایا ہے۔ لیکن جہاں تک میرا مطالعہ ہے اختر اورینوی نے پریم چند سے کسی بھی سطح پر استفادہ نہیں کیا۔ ان کا اپنا الگ انداز رہا۔ جو کسی کو پسند بھی آیا اور کسی کو نہیں بھی۔ اسی شمارہ میں جناب قاسم خورشید صاحب کی کہانی "پوسٹر" بھی شامل ہے۔ اگر میں دیانتداری سے کام لوں تو یہ کہنے میں تامل نہیں کہ "پوسٹر" جیسی ایک کہانی لکھ کر بھی کوئی ہمیشہ زندہ رہ سکتا ہے۔ جناب قاسم خورشید کو اس شاہکار کہانی کے لیے بہت بہت مبارکباد۔ "اور پھر بیاں اپنا" عنوان کے تحت جناب کمال احمد صاحب کا ڈرامہ اور بھی گہرا تاثر قائم کرتا اگر وہ کلائمکس پر تخلیقی ڈھنگ سے غور کرتے۔ شعری ادب میں ملک زادہ منظور احمد، سیدہ شان معراج اور قیصر قلندر کے اشعار دل کو چھو گئے۔ خاص طور پر قیصر صاحب کا یہ شعر خوب ہے

وقت نے ایک اور سال کا موتی نگل لیا ہے
سال گرہ کا جشن یہ کیسا میں کیا جانوں

آپ آواز میں ادبی البم کے تحت فنکاروں کی تصویریں شائع کرنے کا سلسلہ ضرور شروع کریں۔

شمیم رضا، صدر گلی، پٹنہ سیٹی

یکم نومبر ۸۵ء کے آواز میں غزلیں بہت ہی اچھی ہیں۔ خاص طور سے ملک زادہ منظور احمد کی غزل کا یہ شعر

گر نہ جیسے، جلتی طنابیں، آگ کا دریا، خون کی نہر
ایسے منظم منصوبوں کو، دوں کیسے آفات کے نام

اور ڈاکٹر عابد پیشاوری کی غزل کا یہ شعر

عجب سرزمیں ہے عجب لوگ ہیں
زباں زہر، دل سنگ، ہاتھوں میں پھول

افسانوں کا انتخاب بھی بہتر ہے۔ "شمع فروزاں" کی کمی کھٹکتی تھی، جس کی تلافی "روشنی" سے ہوئی۔ لیکن اس شمارہ میں نہ تو "شمع فروزاں" ہی حاضر ہے اور نہ روشنی پتہ نہیں کیوں؟

محمد منظر امام، ۳/۱۱۹، مسوڑھی، پٹنہ

یکم نومبر کا آواز میری نظروں سے گذرا۔ عابد مناوری، ملک زادہ منظور احمد اور ساغر پالمپوری کی غزلیں بہت ہی عمدہ ہیں۔ "تعلیم بالغان" میں ڈاکٹر منور انجم صاحب نے قومی معاشرے کو علم کی اہمیت و افادیت سے روشناس کرایا۔ تاریخی نقطۂ نظر سے شیر دل خاتون لکشمی بائی، ڈاکٹر قیام الدین صاحب نے پیش کیا جسے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ "تعریف" محمد اسد اللہ صاحب کی کہ انہوں نے بہت ہی بلند خیالات کا اظہار کیا۔ یہ مجھے بہت پسند آیا۔ "اتو کی قدر، فصلوں کے دشمن" کو عزیز انصاری صاحب نے ترتیب دے کر عوام کی معلومات میں اضافہ کیا ہے۔

محمد فاروق، گھسیٹی پورہ، آکوٹ

یکم نومبر کا آواز حاصل ہوا۔ اس بار جموں سے جو غزلیں شائع ہوئیں ان میں جناب ملک زادہ منظور احمد سیدہ شان معراج اور جناب قیصر قلندر صاحب خاص طور پر مبارکباد کے مستحق ہیں۔ بالخصوص منظور صاحب کا یہ مقطع کا شعر

جن کے لیے مر مر کے جیئے ہم کیا پایا ان سے منظور
کچھ بدنامی، کچھ رسوائی، ہم کو ملی سوغات کے نام

اور شان صاحبہ کا یہ خوبصورت شعر

ڈال لو چہرۂ غمگیں پہ ہنسی کا آنچل
کوئی اس حال میں رونے کا سبب پوچھے گا

واقعی ہمیں اپنے حسنِ معنیٰ کے حصار میں لے لیے۔ "شخصیات شعر و ادب" میں ڈاکٹر اعجاز علی ارشد صاحب نے ہوش عظیم آبادی کی شاعری اور ان کے کامیاب مرثیہ نگار ہونے کی اچھی نشاندہی کی ہے۔ اردو کے معتبر و معروف نام جناب احمد ندیم قاسمی پر ارتضیٰ کریم صاحب نے جو مضمون سپردِ قلم کیا اس سے استفادہ کیا جا سکتا ہے۔ یہاں انہوں نے ندیم قاسمی صاحب کا ایک نیا تجزیہ پیش کیا ہے۔ افسانوں میں پوسٹر، بیٹوں کی طرح، دھواں بھرا گھر اور درد بھری ایک صبح خوب سے خوب تر ہے۔ جہاں اس کے سبھی فنکار اپنی اپنی نگارش و تحریر میں تجسس کی کیفیت جگائے ہوتے ہیں۔ رضیہ وحیدی صاحبہ نے دنیائے خیال بسانے کی اچھی روداد پیش کی ہیں۔

آفتاب عالم زخمی، شاہی خانہ، کے بی روڈ، صاحب گنج

یکم سے ۱۵ر نومبر ۱۹۸۵ء کا شمارہ قدرے تاخیر سے ملا مگر پڑھ کر سبھی شکایت جاتی رہی۔ سرورق اتنا خوبصورت اور جاذب نظر ہے کہ اس کو لفظوں میں بیان کرنا مشکل ہے۔ ویسے تو آپ نے اس شمارے میں عمدہ ڈرامہ اچھے افسانے اور بہترین غزلیں شائع کی ہیں۔ لیکن عزیز بانو داراب وفا کے دو شعر بہت پسند آئے:

میرے ماتھے کی لکیروں میں اضافہ کرکے
وہ بھی ماضی کی طرح اپنی نشانی دے گا
برف ہو جائے گا جب میرے لہو کا دریا
تب کہیں جا کے وہ موجوں کو روانی دے گا

اشرف خاں ایم اے
مقام دھوترہ، تعلقہ مرتضیٰ پور، ضلع اکولہ ۴۴۴۱۰۷

یکم نومبر کا تازہ ترین شمارہ آواز پیش نظر ہے بسم اللہ پڑھتے ہی سبحان اللہ بھی پڑھنا پڑا کیوں کہ صفحہ اول پر ہی ملک زادہ منظور غزل فرماتے ہیں

موج بلا دیوار شہر پہ اب تک جو کچھ لکھتی رہی
میری کتاب زیست کو پڑھئے درج ہیں سب صدمات کے نام

بعد شعر فہرست میں سرفہرست مضمون "وقت کا تقاضہ جذبۂ ایثار" ہماری پسندیدگی کا پہلا مرکز بنا۔ دوسرے مضمون نگاروں میں ارتضیٰ کریم صاحب جنہوں نے احمد ندیم قاسمی کے افسانوی زندگی سے لیکر ان کے انسانی افسانوں تک کو ایک سچے نقاد کے روپ میں جو عوام کے سامنے پیش کیا ہے۔ سچ مچ بے حد پسند آیا۔ تعلیم بالغان بھی منور انجم صاحبہ کا بہترین مضمون ہے۔ مگر ایسے مضمون سے عوام نہ جانے کتنی بار روشناس ہو چکی ہے۔

افسانوں کا شوقین ہوں اس لیے افسانے اچھے ہیں یا برے پوچھنا عقلمندی نہیں۔ افسانے کے بعد مگر سبھی پسند آئے۔ م م راجندر اور ابوالکلام عزیزی جن کے افسانوں سے متاثر ہوا ہوں انہیں مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ اس بار جموں سے غزلیں عزیز بانو داراب وفا، ملک زادہ منظور اور سیدہ شان معراج کی بہت پسند آئیں۔

سید اختر حسین ماجد
سوداگر محلہ، گورکھپور (یوپی)

محترمی آداب

۱۶ر اکتوبر ۸۵ء کا آواز بہت تاخیر سے ملا مگر ساحر لدھیانوی پر خلیل انجم اور منظور ندیم بالاپوری کی تخلیقات پڑھ کر طبیعت خوش ہو گئی۔ سرور یوسف صاحب نے نصیر الدین شاہ کا تعارف حیات بہت سلیقے سے کرایا ہے اندرا گاندھی پر خواجہ احمد عباس کا مضمون بہت پسند آیا ہے۔ مہربانی کرکے آل انڈیا ریڈیو اردو سروس سے نشر ہونے والا پروگرام "تاریخ ساز" آپ آواز میں بھی شائع کر دیا کریں۔

خالد پرویز شمس
۲۸/۴۵۷ چم چم گلی، آگرہ ۳

آکاشوانی بمبئی

میوزک کمپوزر (جونیر گریڈ) درکار ہے

اسٹیشن ڈائریکٹر آل انڈیا ریڈیو، بمبئی کو آل انڈیا ریڈیو بمبئی میں میوزک کمپوزر (جونیر گریڈ) کو نکنی (آرٹسٹ) کی اسامی پُر کرنے کے لیے درخواستیں مطلوب ہیں۔

۲۔ **کام کی نوعیت** :۔ سولو آرٹسٹ، سنگر، آرکسٹرا اور کورل گروپ وغیرہ کے نشریہ کے لیے موسیقی ترتیب دینا، آرٹسٹوں کو ریہرسل کرانا اور ان کو نئی رچنائیں سکھانا، موسیقی کے پروگراموں کی پروڈکشن میں ریہرسل کے لیے پروڈیوسر کی مدد کرنا اس کے علاوہ وقتاً فوقتاً سپرد کردہ فرائض کی انجام دہی۔

۳۔ قابلیت، عمر اور فیس اسکیل وغیرہ سے متعلق تفصیلات درج ذیل ہیں :۔

قابلیت : لازمی

(الف) امیدوار آل انڈیا ریڈیو کا منظور شدہ فنکار ہو۔ اگر ایسا امیدوار مہیا نہ ہو گا تو امیدوار کم از کم 'بی ہائی گریڈ' میوزیشن کے بطور، ترجیحاً گائن میں منظور شدہ ہو۔

(ب) کلاسیکی، سگم اور علاقے کی (مہاراشٹر) لوک موسیقی سے واقفیت۔

پسندیدہ :

(۱) کسی یونیورسٹی / موسیقی کے مسلّمہ ادارے سے موسیقی میں ڈگری یا ڈپلوما۔

(۲) میٹرک یا اس کے مساوی

(۳) موسیقی کو علامات میں لکھنے کی صلاحیت۔

عمر: یکم جولائی ۱۹۸۵ء کو ۱۹ / اور ۴۵ برس کے درمیان (اسٹاف آرٹسٹ آل انڈیا ریڈیو کے آرٹسٹوں، شیڈولڈ کاسٹ اور شیڈولڈ ٹرائب امیدواروں کو قواعد کے مطابق عمر کی حد میں رعایت دی جائے گی)

فیس: ۵۵۰ روپے (کل ۱۲۰۸ روپے)

اسکیل: ۵۵۰—۲۵—۷۵۰—ای بی—۳۰—۹۰۰ روپے اور ساتھ ہی وہ بھتے جو آل انڈیا ریڈیو کے اسٹاف آرٹسٹوں / آرٹسٹوں کو وقتاً فوقتاً دیئے جاتے ہیں۔

آکاشوانی بمبئی پر انٹرویو کے لیے آنے کے واسطے کسی طرح کا سفر بھتہ اور دیگر کوئی اتفاقی خرچہ نہیں دیا جائے گا۔

وہ امیدوار جو پہلے ہی آل انڈیا ریڈیو کے منظور شدہ میوزک کمپوزر ہیں ان کو براہ راست انٹرویو کے لیے مدعو کیا جائے گا۔ دیگر امیدواروں کو انٹرویو کے لیے بلانے سے قبل عملی ٹسٹ پاس کرنا ہو گا۔

۴ — درخواستیں سادہ کاغذ پر دیں اور اس میں درج ذیل تفصیلات مہیا کریں۔

(i) پورا نام (ii) باپ کا نام (iii) خط و کتابت کا پتہ (iv) عمر، تاریخ پیدائش کے ساتھ (v) کس آسامی کے لیے درخواست دی گئی (vi) تعلیمی اور پیشہ ورانہ قابلیت اور تجربہ (vii) آیا امیدوار آل انڈیا ریڈیو کا منظور شدہ اور گریڈ یافتہ فنکار رہا ہے؟ اگر ہاں، تو اس اسٹیشن کا نام جہاں کے لیے امیدوار منظور ہے (viii) موجودہ اور سابقہ روزگار (ix) اگر امیدوار کا کوئی رشتہ دار آل انڈیا ریڈیو، دوردرشن یا وزارت اطلاعات و نشریات کے کسی دیگر شعبے میں ملازم ہے تو اس کی تفصیل (x) اگر اس سے قبل آل انڈیا ریڈیو میں کسی اسامی کے لیے درخواست دی ہو تو اس کی جانکاری۔

مندرجہ بالا تفصیلات کے ساتھ درخواستیں ۲۳ / دسمبر ۱۹۸۵ء تک یا اس سے قبل اسٹیشن ڈائریکٹر، آل انڈیا ریڈیو بمبئی، نیو براڈ کاسٹنگ ہاؤس، بیک بے ری کلیمیشن بمبئی ۴۰۰۰۲۰ کے پتے پر پہنچ جانی چاہئیں۔ ۲۳ / دسمبر ۱۹۸۵ء کے بعد موصول ہونے والی درخواستیں قابل غور نہیں سمجھی جائیں گی۔

۵ — امیدوار اپنی درخواستوں کے ساتھ (i) عمر و تاریخ پیدائش (ii) موجودہ و سابقہ روزگار، اگر کوئی ہو تو (iii) شیڈولڈ کاسٹ / شیڈولڈ ٹرائب سے تعلق کا سرٹیفکیٹ (اگر ہو) وغیرہ اسناد کی مصدقہ نقول منسلک کریں۔

۶ — سرکاری ملازمین اپنی درخواستیں اپنے دفتر کے توسط سے ارسال کریں۔

۷ — تمام ضروری کارروائیوں کی تکمیل سے قبل منتخب امیدواروں کو ابتدا میں ماہانہ قابل تجدید معاہدے کی بنیاد پر تقرری دی جائے گی۔ بعد میں مناسب وقت پر سلیکشن بورڈ ان کے ساتھ پانچ سالہ معاہدے کے لیے غور کرے گا۔

۸ — منتخب امیدوار کا تبادلہ آل انڈیا ریڈیو کے کسی بھی اسٹیشن پر کیا جا سکتا ہے۔

۹ — ٹسٹ / انٹرویو کے لیے بلاتے وقت زیادہ قابل اور زیادہ تجربہ کار امیدواروں کو ترجیح دی جائے گی۔

۱۰ — کسی بھی قسم کے اثر و رسوخ کے استعمال کی کوشش امیدوار کی ناموزونیت کا سبب ثابت ہو گی۔

اردو سروس

پہلی مجلس
میڈیم ویو ۴۲۷٫۳۰ میٹر (۷۰۲ کلوہرٹز) ۲۸٫۰۹ میٹر (۱۰٫۶۸ کلوہرٹز)
شارٹ ویو : ۴۸٫۷۰ میٹر (۶۱۶۰ کلوہرٹز)

دوسری مجلس
میڈیم ویو : ۴۲۷٫۳ میٹر (۷۰۲ کلوہرٹز) ۲۸٫۱۱ میٹر (۱۰٫۶۸ کلوہرٹز)
شارٹ ویو : ۳۱٫۰۱ میٹر (۹۶۷۵ کلوہرٹز)

تیسری مجلس
میڈیم ویو : ۴۲۷٫۳ میٹر (۷۰۲ کلوہرٹز)
شارٹ ویو ۹۱٫۰۵ میٹر (۳۲۹۵ کلوہرٹز)

پیر ۱۶ / دسمبر

صبح

۶—۲۵ وندنا و اجیتی : شاد عارفی اور جگدیش مہتہ کا کلام
جمیل احمد : مومن، نذیر بنارسی اور مجاز کا کلام

۷—۲۰ راجندر پرسنا : بانسری

۹—۳۲ کلاسیکی موسیقی
استاد بڑے غلام علی خاں خیال

دوپہر

۳—۰۰ سازوں پر موسیقی
علاؤ الدین خاں : اسراج پر سُر اپیلو
بھجن سوپوری
سنطور پر راگ پٹ دیپ

رات

۸—۳۰ وندنا و اجیتی : بشیر بدر اور محمد عثمان عارف کا کلام

۹—۰۰ کلام شاعر از حمید الماس (بنگلور)

۱۱—۳۰ بزم موسیقی
استاد بڑے غلام علی خاں
خیال راگیشوری اور دادرہ
راجندر پرسنا : بانسری

منگل ۱۷ / دسمبر

صبح

۶—۲۵ اوما گرگ : شکیل بدایونی اور شمیم جے پوری کا کلام
ولایت حسین ساگر : خاطر غزنوی
راجیش کمار اوج اور بشن بلیانی کا کلام

۷—۲۰ پیوش پوار
سنطور پر راگ اہیر بھیرو

۹—۳۲ کلاسیکی موسیقی
آشرین رائے چودھری : خیال

رات

۸—۳۰ داغ دہلوی اور ظفر کا کلام

۱۱—۳۰ بزم موسیقی
آشرین رائے چودھری : خیال
پیوش پوار
سنطور پر راگ باگیشوری

بدھ ۱۸ / دسمبر

صبح

۶—۲۵ افروز بانو : بہادر شاہ ظفر اور غالب کا کلام

اے۔ رمیش کمار: میر تقی میر
صبا افغانی اور عزیز وارثی کا کلام
۷ — ۳۰ جگناتھ اور رہنوا
شہنائی پر راگ اہیر بھیرو
۹ — ۲۲ استاد چاند خاں اور چھوٹے لئے
خیال توڑی

دوپہر
۱ — ۳۰ بزم خواتین
تقریر: ایک انار سو بیمار
گیت: کام کی باتیں

رات
۸ — ۳۰ افروز بانو: پارسہ جے پوری
اور جگر کا کلام
۹ — ۳۰ گجر بن کارے
درگیش نندنی: ٹھمری تلنگ
۱۰ — ۰۰ افسانہ از انور قمر (بمبئی)
۱۱ — ۳۰ بزم موسیقی
استاد چاند خاں: خیال
جگن ناتھ اور ساتھی: شہنائی
پر راگ چندر کونس اور دھن

جمعرات ۱۹ر دسمبر

صبح
۶ — ۲۵ نیلم ساہنی: داغ، شمیم جے پوری
اور ساحر بھوپالی کا کلام
صلاح الدین احمد: غزلیں
۷ — ۳۰ ساز سنگیت
جیالبواس: ستار پر راگ گن کلی
(آلاپ اور گت)
۹ — ۲۲ ہلکی کلاسیکی موسیقی
ٹھمری جوگیہ، دادرہ: جوگیہ

دوپہر
۲ — ۳۰ "غالب کا وہ شعر ہے نہ" ڈرامہ
تحریر: ریوتی سرن شرما

رات
۸ — ۳۰ صلاح الدین احمد: غزلیں
۱۰ — ۰۰ ادبی نشست
پاکستانی شاعری میں بھاشا کے
اثرات: مباحثہ
شرکاء: ڈاکٹر شارب ردولوی
ڈاکٹر شمیم حنفی، دیویندر اسر
اور مظفر حنفی
۱۱ — ۳۰ ڈی۔ وی۔ پلوسکر
خیال آنندی اور خیال جے جے ونتی
جیالبواس:
ستار پر راگ چھایا نٹ

جمعہ ۲۰ر دسمبر

صبح
۵ — ۴۵ حبیب پینٹر اور ہمنوا
(نعتیہ قوالی)
۶ — ۲۵ پورنیما داس: ممتاز مرزا اور
فراق گورکھپوری کا کلام
مہندر پال: غزلیں
۷ — ۳۰ رادھیکا موہن موئترا
سرود پر راگ کھٹ توڑی

دوپہر
۲ — ۳۰ "ہفت تماشائے قتیل" فیچر
از قاضی عبیدالرحمٰن ہاشمی

رات
۸ — ۳۰ مہندر پال اور پورنیما داس
بشیر بدر، سکندر علی وجد کا
کلام
۱۱ — ۳۰ پنڈت جسراج
خیال حسینی کا نہڑہ
رادھیکا موہن موئترا: سرود
پر راگ چھایا

ہفتہ ۲۱ر دسمبر

صبح
۶ — ۲۵ سرلا کپور: فیض احمد فیض اور
ساحر بھوپالی کا کلام
شنکر داس گپتا: شمیم جے پوری
عرش ملسیانی اور ساحر لدھیانوی
کا کلام
۷ — ۳۰ برہم سروپ سنگھ
وچتر وینا پر راگ جوگیہ
۹ — ۲۲ ہلکی کلاسیکی موسیقی
سویتا دیوی: ٹھمری اور دادرہ

دوپہر
۲ — ۳۰ بزم خواتین
"خواتین کی فنکارانہ انفرادیت"
تقریر از ڈاکٹر ابوالکلام ہاشمی
غزل، خطوط کے جواب

رات
۸ — ۳۰ سرلا کپور: غزلیں
۱۱ — ۳۰ کرشنا راؤ شنکر پنڈت
خیال مالکونس اور ٹپہ کافی
برہم سروپ سنگھ وچتر وینا

اتوار ۲۲ر دسمبر

صبح
۶ — ۲۵ شمیم آزاد: جلیل مانک پوری
اور امیر مینائی کا کلام
شبیر حسین: رضا امروہوی اور
بشیر بدر کا کلام
۷ — ۳۰ دنکر راؤ
بانسری پر راگ بلاول

رات
۸ — ۳۰ شمیمہ آزاد: شکیل بدایونی
اور فیض احمد فیض کا کلام
۹ — ۳ گجر بن کارے
مظہر علی خاں اور جاوید علی خاں
ٹھمری پہاڑی
۱۰ — ۰۰ ڈرامہ: ڈرامہ نگار: کمار پاشی
۱۱ — ۳۰ موسیٰ قاسمی قابلی
خیال جوگ اور ٹھمری کھماج
دنکر راؤ: بانسری پر راگ درباری
کانہڑہ اور راگ ہنس دھونی

پیر ۲۳ر دسمبر

صبح
۶ — ۲۵ بھگونا ستھر: جگر اور حسن نعیم
کا کلام
ایم۔ ایل۔ ناکرہ: پارسہ جے پوری
اور صبا جے پوری کا کلام
۷ — ۳۰ چنتامنی جین:
جلترنگ پر راگ دیش کار
۹ — ۲۲ دیپالی ناگ: خیال
دوپہر
۲ — ۳۰ ڈرامہ نگار: کمار پاشی
۳ — ۰۰ سازوں پر موسیقی
شریمتی شیلا سین
ستار پر راگ بھیم پلاسی

رات
۸ — ۳۰ نیر عاصمی اور مجروح سلطانپوری
کا کلام
۹ — ۰۰ کلام شاعر از مظہر امام (سرینگر)
۱۱ — ۳۰ دیپالی ناگ: خیال
چنتامنی جین: جلترنگ پر
راگ ایمن اور راگ مالکونس

منگل ۲۴ر دسمبر

صبح
۶ — ۲۵ اندرا نلنی سکھ: مہیش چندر نقش
محمد عارف اور جگدیش مہتہ
درد کا کلام
مظہر علی خاں: مومن اور
غالب کا کلام
۷ — ۳۰ وی۔ جی۔ جوگ وائلن
۹ — ۲۲ شنو کھورانہ: خیال

رات
۸ — ۳۰ اندرا نلنی سکھ: عرش ملسیانی
اور فراق گورکھپوری کا کلام
۱۰ — ۰۰ مشاعرہ
شرکاء: عزیز وارثی، مغیث الدین
فریدی، بشیر بدر، قمر عثمانی
دیپک قمر، ظہیر احمد صدیقی
۱۱ — ۳۰ بزم موسیقی
شنو کھورانہ: خیال
وی۔ جی۔ جوگ
وائلن پر راگ جے جے ونتی

بدھ ۲۵ر دسمبر

صبح
۶ — ۲۵ انجلی بینرجی: فیض کا کلام
او۔ پی۔ کپور: غالب اور
داغ کا کلام
۷ — ۳۰ سکندر حسین اور ہمنوا
شہنائی پر راگ جوگیہ
۹ — ۲۲ کلاسیکی موسیقی
منور علی خاں: خیال گن کلی

رات
۸ — ۳۰ انجلی بینرجی: تبسم جے پوری
اور آتش کا کلام
۹ — ۳۰ گجر بن کارے
سلوچنا برہسپتی: ٹھمری
۱۱ — ۳۰ منور علی خاں: خیال دیس
سکندر علی اور ساتھی
شہنائی پر راگ شری

جمعرات ۲۶ر دسمبر

صبح
۶ — ۲۵ امرجیت: مشیر جھنجھانوی، جگر
مرادآبادی اور شکیل بدایونی
کا کلام
صغرا احمد: مخدوم اور فانی کا کلام
۷ — ۳۰ ششی موہن بھٹ: ستار
راگ نٹ بھیرو (آلاپ اور گت)
۹ — ۲۲ ہلکی کلاسیکی موسیقی
شانتی ہیرانند: ٹھمری بھیروی
دادرہ بھیروی

رات
۸ — ۳۰ آرزو لکھنوی اور میر درد
کا کلام
۱۰ — ۰۰ آئینہ (ادبی میگزین)

اکبر الٰہ آبادی نمبر
ترتیب از صغرا مہدی
(اکبر الٰہ آبادی کی برسی کے موقعہ
پر خصوصی پروگرام)
۱۱-۳۰ پربھو دیو سردار
خیال شدھ کلیان
ششی موہن بھٹ
ستار پر راگ ہیمنت

جمعہ ۲۷ دسمبر

صبح
۶-۲۵ شہر صبا
پریتا بلبیر سنگھ: بی کے پوری
امیر قزلباش کا کلام
منور حسین جمالی: مجاز، حسرت موہانی
اور بشیر بدر کا کلام
۷-۳۰ ساز سنگیت
استاد علاؤالدین خاں: سرود
پر راگ کومل رکھب اساوری

رات
۸-۳۰ حسن غزل
عرش ملسیانی اور
فراق گورکھپوری کا کلام
۱۱-۳۰ بزم موسیقی
پنڈت اونکار ناتھ ٹھاکر
خیال درباری اور خیال مالکونس
استاد علاؤالدین خاں
سرود پر راگ جے جے ونتی

ہفتہ ۲۸ دسمبر

صبح
۶-۲۵ شہر صبا
انجنا چوپڑا: جاں نثار اختر
بیخود دہلوی، اور مخمور دہلوی
کا کلام
مہدی حسین صابری: جگر اور
حسرت موہانی کا کلام
۷-۳۰ ساز سنگیت
حفیظ اللہ خاں
سارنگی پر راگ نوہر توڑی
۹-۳۰ ہلکی کلاسیکی موسیقی
صفدر حسین: ٹھمری بھیروی
دادرہ بھیروی

دوپہر
۲-۳۰ بزم خواتین
"گھریلو زندگی اور مساوات"

ودھ بھارتی

چترشالہ: رات ۱۰-۸

۱۶ر دسمبر ہماری ویش بھوشا
تامل ناڈو کے پہناوے
۱۷ر دسمبر 'ارجی - کیا، کیوں اور کیسے'
از ڈاکٹر تا ہلیانی
۱۸ دسمبر کویتا پاٹھ: رمیش دت
۱۹ر دسمبر 'فصل: اک کیڑے مکوڑے'
از سدھاکر گوکاٹے
۲۱ر دسمبر مزاحیہ تقریر: اتل کمار
۲۳ر دسمبر ہماری ویش بھوشا
بنگال کے پہناوے
۲۴ر دسمبر 'ٹی بی: تقریر
ڈاکٹر دسومتی دیویکر
۲۵ر دسمبر کاویہ پاٹھ
ہمانشو رائے راول
۲۶ر دسمبر 'ہمارے سورمنڈل'
از ڈاکٹر دیپکما درودھا
۲۸ر دسمبر مزاحیہ تقریر: کمیش بخشی
۳۰ر دسمبر ہماری ویش بھوشا
آسام کے پہناوے
۳۱ر دسمبر 'جلد کی بیماریاں'
از ڈاکٹر ایس ایس اگروال

ہوامحل: رات ۱۵-۹

۱۶ر دسمبر 'تیرا تجھکو ارپن'
تحریر: سوریہ کانت ناگر
پیش کش، سنتوش جوشی
۱۷ر دسمبر 'کہیں ایسا نہ ہو جائے'
تحریر و پیشکش: اظہر افسر
۱۸ر دسمبر 'چوں چوں کا مربہ'
از ارمل کواری ستھاپیال
۱۹ر دسمبر 'سیمنٹ کی بوتل'، از ہری مہرہ
پیش کش: جی پی ماتھر
۲۰ر دسمبر 'کال بیل بھلا ہو تیرا'
تحریر: سید علی رشی
پیش کش: جتا شنکر شرما
۲۱ر دسمبر 'ذرا سا آنکھ لگ گئی'
تحریر و پیش کش اگر بندر پرساد
۲۲ر دسمبر 'ڈیکنٹی کی چوری'
از رمیش بخشی
پیش کش: مقبول حسین

۲۳ر دسمبر 'گمراہ'، از ابھیلاشس
پیشکش: جی، پی، ماتھر
۲۴ر دسمبر 'جیوتی کا مسیحا'، از آشا بروا
۲۵ر دسمبر 'کرسمس پر خصوصی پروگرام'
پیش کش: انوپ سیٹھی
۲۶ر دسمبر 'کرسی کی ٹانگ'
از رگھوراج دکشت منجو
پیش کش: ستیش ماتھر
۲۷ر دسمبر 'قسم'، از ششی پربھا شاستری
پیش کش: مختار احمد
۲۸ر دسمبر 'کھوٹے پردیشوں کے'
تحریر و پیش کش: دلیپ کمار
سین گپتا درواسا
۲۹ر دسمبر 'سوئیزر کے پھندے'
از پرکاش پردھیت
پیش کش: جی، پی، ماتھر
۳۰ر دسمبر 'خیال نگر': از ظفر عسکری
پیش کش: جے دیو شرما کمل
۳۱ر دسمبر 'پچھلا برس'، افتخار اعظمی
پیش کش: جی، پی، ماتھر

رس و بہار

۱۶ر دسمبر 'ان داتا'، از وجے سوری
پیش کش: ڈاکٹر اچلا ناگر
۲۳ر دسمبر 'پربھو یسوع'، از سلام بن رزاق
پیش کش: جی، پی، ماتھر
۳۰ر دسمبر 'پریم پیار کے گیت'
از پریتی شرما
پیش کش: انورادھا شرما

ملن یامنی: رات ۱۵-۸

۱۲ر دسمبر 'نئی روشنی': از ایشور ال
پیش کش: جی، پی، ماتھر

پٹارہ: رات ۱۵-۸

۱۰ر دسمبر 'پیار کی لڑائی'، ایم اے لطیف
پیش کش: انورادھا شرما
۲۴ر دسمبر 'بات اتنی سی اور بات کچھ بھی
نہیں'، از احمد جمال پاشا
کویتا: ارمیلا کمار ستھاپلیار
۳۱ر دسمبر 'گئے ورش سے نئے ورش میں'
نئے سال کی آمد پر خصوصی پروگرام
شرکاء: نندلال پاٹھک
سوشیل کمار، رام رکھ منہر
اور کے۔ پی سکسینہ

مباحثہ: شرکاء، سونا خاں
دائیڈ وکیٹ) موہنی انجم
شبانہ یوسف، طاہرہ جعفری

رات
۸-۳۰ حسن غزل
انجنا چوپڑا: فیض اور
نذیر اکبر آبادی کا کلام
۱۱-۳۰ بزم موسیقی
استاد رحیم الدین خاں ڈاگر
آلاپ اور دھرپد راگ باگیشوری
حفیظ اللہ خاں: سارنگی پر
شدھ سرسوتی اور راگ راجیشوری

اتوار ۲۹ دسمبر

صبح
۶-۲۵ شہر صبا
چرن جیت کور، نقش لائل پوری
کا کلام
شری رام: خضر برنی اور
نشور واحدی کا کلام
۷-۳۰ ساز سنگیت
رام شنکر داس
پکھاوج پر تال تیورہ

رات
۸-۳۰ حسن غزل
چرنجیت کور: ظفر کا کلام
۹-۳۰ گجرے کجرارے ←

سدھیشوری دیوی
دادرہ نند
۱۰—۰۰ "نہ یہ دنیا نہ وہ دنیا" ڈرامہ
تحریر: دیویندر سنگھ
۱۱—۳۰ بزم موسیقی
اوما ڈے: خیال بہاگ
رام شنکر داس
پکھاوج پر تال چوتال

پیر ۳۰ر دسمبر

صبح
۶—۲۵ شہر صبا
بیلا ساور: جگر مراد آبادی
اور داغ کا کلام
ستیش ببر: بشیر بدر اور
کیف بھوپالی کا کلام
۷—۳۰ ساز سنگیت
برج بھوشن لال کا نڑا
گٹار پر راگ للت
۹—۳۲ کلاسیکی موسیقی
سابیری سین: خیال رام کلی

دوپہر
۳—۰۰ سازوں پر موسیقی
پریم جین: گٹار پر راگ دھانی
راجندر پرستا: بانسری پر دھن

رات
۸—۳۰ حسن غزل
بیلا سارود: فیض اور
شکیل بدایونی کا کلام
۹—۰۰ کلام شاعر از صغیر احمد صوفی
۱۰—۰۰ شکریے کے ساتھ" بادل کے
گھیرے": ڈرامہ
کہانی: کرشنا سوبتی
ریڈیائی عکس: ستیندر شرت
۱۱—۳۰ بزم موسیقی
سابیری سین: خیال مارو بہاگ
برج بھوشن لال کا بڑا
گٹار پر راگ ایمن

منگل ۳۱ر دسمبر

صبح
۷—۳۰ ساز سنگیت
استاد بسم اللہ خاں اور ساتھی
شہنائی پر راگ جونپوری
(آگے ص ۴۹ پر)

دھلی

میڈیم ویو
دہلی الف ۳۶۶.۳ میٹر ۸۱۹ کلوہرٹز
دہلی ب ۴۵۰.۵ میٹر ۶۶۶ کلوہرٹز
دہلی ج ۲۱۹.۳ میٹر ۱۳۶۸ کلوہرٹز
دہلی د ۲۹۳.۹ میٹر ۱۰۱۷ کلوہرٹز

شارٹ ویو
صبح ۸—۰۰ تک ۱۵.۸۹ میٹر ۳۳۶۵ کلوہرٹز
صبح ۸—۱۵ کے بعد ۴۸.۴۷ میٹر ۶۱۹۰ کلوہرٹز
دوپہر ۴۸.۴۷ میٹر ۶۱۹۰ کلوہرٹز
شام ۵—۴۵ تک ۴۸.۴۷ میٹر ۶۱۹۰ کلوہرٹز
شام ۰۰—۱۱ سے رات تک ۱۵.۸۹ میٹر ۳۳۶۵ کلوہرٹز

خبریں

دھلی الف
ہندی/انگریزی: صبح ۶—۰۰ (عالمی)
ہندی: صبح ۸—۰۰، ۱۱—۰۰، دوپہر ۱—۰۵، ۲—۰۱، شام ۶—۰۵، رات ۸—۴۵
اور رات ۱۱—۰۵ سنسکرت: صبح ۷—۰۰، شام ۶—۱۰
اردو: صبح ۸—۵۰ دوپہر ۱—۵۰ اردو مع تبصرہ: رات ۹—۱۶
انگریزی: دوپہر ۱۲—۰۰ پنجابی: دوپہر ۱—۴۰، راجیوں سے سماچار: شام ۵—۰۰
روزگار سماچار: شام ۷—۵۰ پرادیشک سماچار: شام ۷—۵۰

دھلی بی
انگریزی: صبح ۸—۱۰، ۱۰—۰۰، دوپہر ۱—۰۰، سہ پہر ۴—۰۰، شام ۶—۰۰، رات ۹—۰۰ اور
رات ۱۱—۰۰، پنجابی: صبح ۸—۳۰، شام ۷—۳۰، تجارتی (صرف بدھ) ۷—۳۰

پیر ۱۶ر دسمبر

دہلی الف
صبح
۶—۴۵ "وگیان چرچا": ترتیم: تقریر
ڈاکٹر ڈی. پی. اگروال
۸—۱۰ شام ۵—۳۰، رات ۹—۰۰
سمتی مشانکر: گائن
۱۱—۰۵ جین کمار جین: سنطور
دوپہر
۱۲—۳۰ "ڈڈ مینا" اوینیری کی کہانی کا
ریڈیو عکس: مدن شرما
رات
۹—۳۰ "بھارتیہ سنسکرتی کا وشو پر
پربھاؤ": تقریر از ڈاکٹر
گیاچرن ترپاٹھی
۱۰—۰۰ گوپال کرشن: وچترو ینا
۱۱—۱۰ سب رس
دہلی ب
صبح ۷—۲۲ اور دوپہر ۳—۳۰
جین کمار جین: سنطور
شام
۶—۴۰ اور ۸—۴۴
سریندر کور: شبد اور بھجن
۹—۳۰ "ٹیگور دی پائنیر آف ادر ل"
تقریر از ڈاکٹر انجا بوس

منگل ۱۷ر دسمبر

دہلی الف
صبح
۸—۱۰ ۱۱—۳۰ اور رات ۹—۰۰
مدن شنکر مشرا: ستار
۱۱—۰۵ نواب خاں: گائن
شام
۹—۳۰ "شبھ وواہ قسطوں میں"
ڈرامہ از آشا شرما
۱۰—۰۰ ایم وینکٹیش: گائن
دہلی ب
صبح
۷—۳۰ اشیش خاں: سرود
دوپہر
۳—۳۰ نواب خاں: گائن
شام
۶—۴۵ اور ۸—۴۴
ایرا نگم: گیت، بھجن اور غزلیں

بدھ ۱۸ر دسمبر

دہلی الف
صبح
۶—۴۵ "ٹیسٹ ٹیوب پلانٹس: تقریر
از بی. ایم. سنگھ
۸—۱۰ ۱۱—۳۰، رات ۹—۰۰
کرشنا بشٹ: گائن
۱۱—۰۵ اور شام ۵—۴۰
این. این. گھوش: ستار
دوپہر
۱۲—۰۵ کنڑ لوک گیت
۱۲—۳۰ "بیتعلی": سکرپٹ ڈاکٹر ششی کمار
دہلی ب
صبح
۷—۳۰ این. این. گھوش: ستار
دوپہر
۳—۳۰ اے. جگن ناتھن: گائن
شام
۶—۴۵ اور ۸—۴۴
راجیند کمار کا چرو: گیت اور
غزلیں
۹—۳۰ "دی انڈین ایکسپرینس آل اور
اگین": تقریر از لائیمر دین

جمعرات ۱۹ر دسمبر

دہلی الف
صبح
۸—۱۰ ۱۱—۳۰ اور رات ۹—۰۰
امرناتھ: بانسری
۱۱—۰۵ اور رات ۱۱—۱۰
للتا بے راؤ: گائن کرناٹک
دوپہر
۱۲—۳۰ "ایگزاہسٹ فین": تقریر
از ڈاکٹر کیش کوشک
رات
۹—۳۰ وسنتا سندرم: گائن (کرناٹک)
دہلی ب
صبح
۷—۲۲ پنڈت جسراج: گائن

دوپہر
۲-۳۰ وسنتا سندرم : گائن (کرناٹک)

شام
۶-۴۵ اور ۸-۴۴
سرلا کپور : گیت اور غزلیں

جمعہ ۲۰ دسمبر

دہلی الف
صبح
۶-۴۵ 'ارتھ کویک' : از ترن شاہ
۸-۱۰ اور رات ۱۱-۱۰
شانتی ہیرانند : ٹھمری اور دادرا
۱۱-۰۵ اور شام ۵-۴۰
آر۔ ایس۔ کامبوج
وچتر وینا
۱۱-۳۰ نصیر الدین : گائن

رات
۹-۳۰ 'جن کھوجا تن پایا' : ڈرامہ
از گن مالا نولکھا
۱۰-۳۰ ایم۔ جی۔ سوامی ناتھن : گائن (کرناٹک)

دہلی ب
صبح
۷-۳۰ وجے راگھو راؤ : بانسری
۸-۰۰ سنگم : تمل گیت

دوپہر
۳-۳۰ ایم۔ جی۔ سوامی ناتھن گائن (کرناٹک)

شام
۶-۴۵ اور ۸-۴۴
ہیما دیورے : بھجن

ہفتہ ۲۱ دسمبر

دہلی ب
صبح
۷-۳۰ فردوس احمد : سرود
۸-۰۰ سنگم : ملیالم گیت

دوپہر
۳-۳۰ مادھوری مٹو : گائن

اتوار ۲۲ دسمبر

دہلی الف
صبح
۸-۱۰ سنیل مکرجی : سرود
۱۰-۰۰ سلوچنا برہسپتی : گائن
۱۱-۳۰ اور شام ۵-۳۵
گومتی راما سبرامنیم : گائن (کرناٹک)

دوپہر
۱۲-۱۵ 'پریم پتر' : جھلکی
از نواس جوشی
۲-۳۰ 'جن کھوجا تن پایا' : ڈرامہ
از گن مالا نولکھا

رات
۹-۳۰ پنڈت منی رام جی : گائن

دہلی ب
دوپہر
۳-۳۰ سنیل مکرجی : سرود

شام
۶-۴۵ اور ۸-۴۴
روشن جمیل : غزلیں

پیر ۲۳ دسمبر

دہلی الف
صبح
۶-۴۵ 'سوسر پنسل' : تقریر از ایس
پی۔ استھانا
۹-۱۰ اور رات ۹-۰۰
سوم تیواری : گائن
۱۱-۰۵ اور شام ۵-۴۰
شکتی دے : ستار
۱۱-۳۰ نینما ٹھاکر : گائن

دوپہر
۱۲-۰۵ تمل لوک گیت
۱۲-۳۰ 'شبہ دو آ قسطوں میں' : ڈرامہ
از آشا شرما

رات
۱۰-۰۰ سوتنترتا اندولن میں پنجاب کا یوگ دان : خصوصی فیچر

دہلی ب
صبح
۷-۳۲ سدھیشوری دیوی : گائن

دوپہر
۳-۳۰ سوم تیواری : گائن

شام
۶-۴۵ اور ۸-۴۴
کمل ہنس پال : گیت، بھجن
اور غزلیں

منگل ۲۴ دسمبر

دہلی الف
صبح
۸-۱۰ واسدیو دیشپانڈے : گائن
۱۱-۰۵ دنیش کمار : بانسری
۱۱-۳۰ بھیکو بھائی بھنور : گائن

شام
۵-۰۵ وگیان کی کچھ نئی پستکیں : تقریر
ڈاکٹر مردولا گپتا
۹-۰۰ منموہن سنگھ : طبلہ
۹-۳۰ 'جنم پربھو کا' : ڈرامہ
از ویسیٹ وکٹر
۱۰-۰۰ پیوش پوار : سنتور

دہلی ب
صبح
۷-۳۰ دنیش کمار : بانسری

دوپہر
۳-۳۰ واسدیو دیشپانڈے : گائن

شام
۶-۴۵ اور ۸-۴۴
رشمی ماتھر : گیت اور بھجن
۹-۳۰ کمیونیکیشن پالیسی فار رورل
انڈیا : تقریر

بدھ ۲۵ دسمبر

دہلی الف
صبح
۸-۱۰ ۱۱-۳۰ اور رات ۹-۰۰
اوما شنکر مشرا : ستار
۱۱-۰۵ اور شام ۵-۴۰
پی۔ کے۔ کوہلی : گائن

دوپہر
۱۲-۰۵ ملیالم لوک گیت

شام
۸-۱۵ 'کرسمس ٹری'
تحریر : کلدیپ شرما
۱۰-۰۰ سنگھ بندھو : گائن

دہلی ب
صبح
۷-۳۰ استاد امیر خاں : گائن

دوپہر
۳-۳۰ سرسوتی نٹراجن : وینا
(کرناٹک)

شام
۶-۴۵ اور ۸-۴۴
سٹینلے والٹر : بھجن
۹-۳۰ کرسمس پر خصوصی پروگرام

جمعرات ۲۶ دسمبر

دہلی الف
صبح
۸-۱۰ اور رات ۱۱-۱۰
امرناتھ : گائن
۱۱-۰۵ جوئے شری واستو : وائلن
۱۱-۳۰ پربھو دیو سردار : گائن

دوپہر
۱۲-۳۰ مکانوں میں لکڑی کا اپیوگ
تحریر : جی۔ سی۔ ماتھر

رات
۱۰-۳۰ او۔ وی۔ سبرامنیم : گائن
(کرناٹک)

دہلی ب
صبح
۷-۳۲ سنگیت سربھی
ہری پرساد چورسیا : بانسری

دوپہر
۱-۳۰ او۔ وی۔ سبرامنیم : گائن
(کرناٹک)

شام
۶-۴۵ اور ۹-۴۴
پپیا ملک : گیت

جمعہ ۲۷ دسمبر

دہلی الف
صبح
۸-۱۰ اور رات ۱۱-۱۰
نینا دیوی : ٹھمری اور دادرا
۱۱-۰۵ اور شام ۵-۴۰
اندرانی چکرورتی : ستار
۱۱-۳۰ اما ڈے : گائن

رات
۹-۳۰ 'پتھک چند' : ستیہ جیت رائے
کی بنگلا کہانی کا ریڈیو عکس
از تروپتی مشر
۱۰-۳۰ سیتا راجن : گائن (کرناٹک)

دہلی ب
صبح
۷-۳۰ اللہ رکھا : طبلہ

۸-۰۰ تیلگو گیت

دوپہر

۳-۳۰ سیتا راجن: گائن (کرناٹک)

شام

۶-۴۵ اور ۸-۴۴

پشپا منس: گیت، بھجن، غزلیں

۹-۳۰ نیشنل پروگرام آف فیچر

'نو ورڈز ٹو دی فسٹ سنچری

دی جرنی فرام پوورٹی۔ تھرو

سائنس اینڈ ٹکنالوجی'

تحریر: ایل۔ کے۔ ملہوترہ

ہفتہ ۲۸ دسمبر

دہلی الف

صبح

۸-۱۰ اور رات ۹-۰۰

احمد رضا خاں: وچتر وینا

۱۱-۰۵ چترا رائے: گائن

۱۱-۳۰ ایم۔ وی۔ شولاپورکر اور وی

بی۔ دیونکار: کلارنٹ

اور شہنائی یگل بندی

دہلی ب

صبح

۷-۳۰ کمار گندھرو: گائن

۸-۰۰ کنٹری گیت

دوپہر

۳-۳۰ احمد رضا خاں: وچتر وینا

شام

۹-۴۵ 'فاؤنڈیشن ڈے آف دی

انڈین نیشنل کانگریس' تقریر

اتوار ۲۹ دسمبر

دہلی الف

صبح

۸-۱۰ اور رات ۹-۰۰

غلام تقی خاں: گائن

۱۱-۳۰ اور شام ۵-۲۰

سی۔ ایچ۔ راماکرشنن: گائن

(کرناٹک)

دوپہر

۱۲-۱۵ 'رننگ شیلڈ': جھلکی

از راجیش جین

۲-۳۰ 'پھٹک چند' ستیہ جت رائے

کی بنگلا کہانی کا ریڈیو عکس

از تر پتی مشرا

دہلی ب

دوپہر

۳-۳۰ غلام تقی خاں: گائن

شام

۶-۴۵ اور ۸-۴۴

پشپا رانی: گیت اور بھجن

پیر ۳۰ دسمبر

دہلی الف

صبح

۸-۱۰ شام ۵-۴۰ اور ۹-۰۰

شرن رانی: سرود

۱۱-۰۵ نصیر احمد خاں: گائن

۱۱-۳۰ آر۔ پی۔ شاستری: وائلن

دوپہر

۱۲-۰۵ لوک بھارتی تیلگو

۱۲-۳۰ پچکیتیم سمواوم: سنسکرت ناٹک

از کملا رتنم

دہلی ب

صبح

۷-۳۲ اور دوپہر ۳-۳۰

نصیر احمد خاں: گائن

شام

۶-۴۵ اور ۸-۴۴

شمن دیوگن: غزلیں

۹-۳۰ رپورٹ آن وائیو روت

منگل ۳۱ دسمبر

دہلی الف

صبح

۸-۱۰ اور ۱۱-۳۰

بے نظیر بیگم: ٹھمری اور دادرا

شام

۵-۰۵ گیان وگیان: تباؤ تو جانیں

او۔ پی۔ پر مبنی مختصر کہانی

ہریشچندر رسانس

۹-۰۰ نکھل بنرجی: ستار

دہلی ب

صبح

۷-۳۰ نکھل بنرجی: ستار

دوپہر

۳-۳۰ بے نظیر بیگم: ٹھمری، دادرا

شام

۶-۴۵ اور ۸-۴۴

حبیب پینٹر قوالی

لکھنؤ

میڈیم ویو: لکھنؤ 'الف' اور 'ج'

لکھنؤ 'الف' ۲۶ ۴۰۱/۴ میٹر ۷۴۷ کلوہرٹز

لکھنؤ 'ج' ۲۴۳/۰ میٹر ۱۲۶۸ کلوہرٹز

شارٹ ویو: لکھنؤ 'ب'

صبح ۷-۴۵ تک ۹۳/۶۰ میٹر ۳۲۰۵ کلوہرٹز

۸-۰۰ بجے کے بعد ۴۸/۴۳ میٹر ۶۱۷۰ کلوہرٹز

دوپہر ۴۱/۳۸ میٹر ۷۲۵۰ کلوہرٹز

شام اور رات ۹۳/۶۰ میٹر ۳۲۰۵ کلوہرٹز

خبریں

ہندی/انگریزی: (دلی) صبح ۶-۰۰ پرادیشک سماچار (گورکھپور) صبح ۷-۲۰

ہندی (دلی) صبح ۸-۱۰ دوپہر ۱-۰۰ اور شب ۸-۴۵ اور ۱۱-۰۵

انگریزی (دلی) صبح ۸-۱۰ دوپہر ۱-۰۰ شب ۹-۰۰ اور ۱۱-۰۰

سنسکرت (دلی) صبح ۷-۰۰ شام ۶-۱۰ اردو (دلی) صبح ۸-۵۰ شب ۹-۱۶

علاقائی (لکھنؤ) دوپہر ۲-۳۰ پرادیشک (لکھنؤ) شام ۷-۲۰ نیوز لیٹر ہندی (دلی) صبح ۹-۰۰

ضلع کی چٹھی (لکھنؤ) صبح ۹-۰۵

روزانہ نشر ہونے والے پروگرام

صبح

۵-۵۵ وندے ماترم منگل دھونی

۶-۰۵ ریتی چرچا (موسم کا حال)

۶-۲۰ [illegible] (بدھ)

۶-۴۵ آتوپ

۶-۵۰ آج کا ریڈیو پروگرام موسم کا حال

۷-۰۰ [illegible]

۷-۰۵ روزگار سماچار

۷-۳۰ [illegible]

لکھنؤ درپن (سنیچر)

۷-۴۵ سگم سنگیت (جمعہ کے علاوہ)

گاندھی چرچا (جمعہ)

۸-۰۰ لوک گیت

۸-۲۰ اردو پروگرام

۹-۱۰ شاستریہ سنگیت

۹-۲۰ سگم سنگیت (اتوار)

اختتام (اتوار کے علاوہ)

۹-۲۵ بال جگت (اتوار)

۱۰-۲۰ سائنٹفک گیان (اتوار)

۱۱-۰۰ پھر ملیں گے (اتوار)

دوپہر

۱۲-۰۰ مل بیٹھے ہیں (اتوار)

سگم سنگیت (اتوار کے علاوہ)

۱۲-۱۰ دیہاتیوں کے لئے

(اتوار اور چھٹیوں کو چھوڑ کر)

۱۲-۳۰ ان سے بھی ملئے (اتوار)

چترپٹ سے

(منگل، جمعرات، سنیچر)

ملے جلے گانے (پیر، بدھ، جمعہ)

۱۲-۴۰ چترپٹ سے (اتوار)

۱-۱۰ آج اتوار ہے (جھلکی) (اتوار)

گھر آنگن (پیر، سنیچر)

گرہ لکشمی (منگل، جمعہ)

آپ کی پسند (لوک گیت) (بدھ)

آنگن ماڑی (جمعرات)

۱-۴۵ [illegible]

۲-۰۰ ہولوں کے ساتھ

۲-۲۰ وگیان اور کسان

۲-۴۵ آج کے کاریہ کرم اور موسم کا حال

۳-۰۰ چترپٹ سے (اتوار)

لوک گیت (اتوار) [illegible]

سماچار گاؤں کی (منگل)

قوالی (جمعہ)

لوک گیت (کماؤنی، گڑھوالی)

(I, II, III, IV جمعرات)

لوک گیت (سوموار)

(II، III جمعرات)

آپ کا سواستھیہ (جمعہ)

چترپٹ سے (سنیچر)

۳-۰۰ موسم کا حال اور اختتام

شام

۴-۳۰ شاستریہ سنگیت

(اتوار، پیر، بدھ)

پرادیشک سنگیت (منگل)

نعت شریف (جمعرات، جمعہ)

چترپٹ سے (سنیچر)

۴-۲۵ لوک کتھائیں (اتوار، پیر، منگل اور سنیچر)

آؤ یوا (بدھ)

بال گوپال (جمعہ)

۵-۱۵ یووا وانی

۶-۰۰ گمشدہ افراد سے متعلق اطلاعات

سوچنائیں

۶-۱۵ مزدور سنسار

۶-۲۵ آج اور کل کے کاریہ کرم

موسم کا حال

۶-۵۰ کسانوں کے لئے

۷-۲۰ لوک گیت (اتوار)

سنسکرت شکشا (پیر، جمعرات)

کھیل جگت (منگل)

چترپٹ سے (بدھ)

وگیان جگت (سنیچر)

[illegible] (جمعہ)

[illegible]

سامعین کے خطوط کے جواب (جمعہ)

۷-۵۵ سنسکرت پروگرام

(اتوار، بدھ)

بچوں کا پروگرام (جمعہ)

[illegible]

(I، II، III، IV جمعرات)

انگریزی میں تقریر (جمعرات)

شب

۸-۰۰ [illegible]

(اتوار، بدھ، جمعرات)

ہم ایک ہیں (منگل)

سائنٹفک ریسنگ (جمعہ)

[illegible] (سیریز I، II)

[illegible] (سیریز II)

کہانی (سیریز III)

[illegible] (سیریز IV)

۸-۱۵ سگم سنگیت

۸-۳۰ سماچار درپن (اتوار)

[illegible] (اتوار کے علاوہ)

۹-۲۰ [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] قومی پروگرام

[illegible]

[illegible] قومی پروگرام

[illegible] (منگل)

[illegible] (بدھ)

[illegible] کا قومی

[illegible] (جمعرات)

[illegible] قومی پروگرام (جمعرات)

[illegible] (بدھ)

[illegible]

[illegible] قومی پروگرام

[illegible]

شاستریہ سنگیت (II جمعرات)
آپ کی پسند فلم سنگیت (جمعہ)
کلاسیکی موسیقی کا قومی پروگرام (سنیچر)
۹—۴۵ شاستریہ سنگیت (پیر) بھارت بھارتی (منگل)

وادیہ سنگیت (بدھ)
۹—۵۰ پریوار کلیان پرشنوتری (بدھ)
۱۰—۰۰ یوواسور (II اتوار)
ناٹک (III اتوار)
شاستریہ سنگیت (IV اتوار)
پریچرچا (پیر)
منگل شب کی محفل موسیقی (منگل)
ناٹک (I بدھ) فیچر (II بدھ)

شرنکھلا ناٹک (III بدھ)
وندے ماترم (IV بدھ)
کواٹرل پلے (IV بدھ)
زبھری (II جمعرات)
گیتانجلی (III جمعرات)
۱۰—۳۰ شاستریہ سنگیت (منگل کے علاوہ)
۱۱—۳۰ موسم کا حال اور اختتام

پیر ۱۶ر دسمبر

صبح

۸—۳۰ اردو پروگرام (روزانہ)
۹—۱۵ شام ۳۰—۴ رات ۴۵—۹ اور ۳۰—۱۰
الیاس خاں : ستار

رات

۷—۴۵ پریوار کلیان پرشنوتری (سوال و جواب)
۱۰—۰۰ پریچرچا (مباحثہ)

منگل ۱۷ر دسمبر

صبح

۹—۱۵ کمار گندھرو : گائن

شام

۵—۱۵ یوواوانی (روزانہ)
۸—۰۰ ہم ایک ہیں (بات چیت) فرقہ وارانہ ہم آہنگی اور قومی یکجہتی پر مبنی پروگرام
۱۰—۰۰ منگل شب کی محفل موسیقی

بدھ ۱۸ر دسمبر

صبح

۹—۱۵ شام ۳۰—۴ رات ۳۰—۱۰
رام شنکر داس پاگل داس
پکھاوج

رات

۸—۴۵ سنسکرت پروگرام
۱۰—۰۰ سلسلہ وار ڈرامہ

جمعرات ۱۹ر دسمبر

صبح

۹—۱۵ اور رات ۳۰—۱۰
دلدار خاں : سارنگی

دوپہر

۱—۱۰ آنگن باڑی

شام

۷—۴۵ گیت منجری

جمعہ ۲۰ر دسمبر

صبح

۹—۱۵ اور رات ۳۰—۱۰
افضل حسین نظامی : خیال

شام

۴—۴۵ بال گوپال (بچوں کا پروگرام)
۷—۴۵ نئے چھیج
۹—۳۰ آپ کی پسند

ہفتہ ۲۱ر دسمبر

صبح

۹—۴۵ نکھل بنرجی : ستار

شام

۴—۴۵ لوک گیت
۸—۰۰ کہانی

اتوار ۲۲ر دسمبر

صبح

۹—۱۵ پروین سلطانہ : گائن
۹—۳۰ سگم سنگیت
۹—۴۵ بال جگت

شام

۴—۳۰ وسنت راؤ دیش پانڈے
گائن
۹—۳۰ اتر پردیش درشن
۱۰—۳۰ امیر خاں : گائن

پیر ۲۳ر دسمبر

صبح

۹—۱۵ شام ۳۰—۴ رات ۳۰—۱۰
گنیش پرساد مصر : گائن

دوپہر

۱—۱۰ گھر آنگن
دیہی خواتین کے لئے

شام

۷—۴۵ خاندانی فلاح بہبود (سوال جواب)

پریوار کلیان پرشنوتری
۸—۰۰ ہندی تقریر
۱۰—۰۰ مباحثہ

منگل ۲۴ر دسمبر

صبح

۹—۱۵ اشیش بنرجی : اسراج

دوپہر

۱—۱۰ گرہ لکشمی

رات

۸—۰۰ ہم ایک ہیں (تقریر) فرقہ وارانہ ہم آہنگی اور قومی یکجہتی پر مبنی پروگرام
۱۰—۰۰ منگل شب کی محفل موسیقی

بدھ ۲۵ر دسمبر

صبح

۹—۱۵ شام ۳۰—۴ رات ۳۰—۱۰
وشوناتھ شری کھنڈے : گائن

رات

۷—۴۵ سنسکرت پروگرام
۱۰—۰۰ وندے ماترم

جمعرات ۲۶ر دسمبر

صبح

۹—۱۵ اور رات ۳۰—۱۰
اشوک مالویہ : ستار

دوپہر

۱—۳۰ آنگن باڑی

جمعہ ۲۷ر دسمبر

صبح

۹—۱۵ رات ۳۰—۱۰
سیتا سرن سنگھ : گائن

دوپہر

۱—۱۰ گرہ لکشمی

شام

۴—۴۵ بال گوپال

رات

۷—۴۵ نئے چھیج (فیچر پروگرام)
۹—۳۰ آپ کی پسند

ہفتہ ۲۸ر دسمبر

صبح

۷—۳۰ لکھنؤ درشن

۹—۱۵ احمد جان تھرکوا : طبلہ

دوپہر

۱—۱۰ گھر آنگن
دیہی خواتین کے لئے

رات

۷—۳۰ وگیان جگت
۸—۰۰ ادبی یادیں (ہندی)

اتوار ۲۹ر دسمبر

صبح

۹—۱۵ بیگم اختر : ٹھمری
۹—۴۵ بال جگت

دوپہر

۱—۱۰ آج اتوار ہے

شام

۴—۳۰ گجانن راؤ جوشی : وائلن
۷—۴۵ سنسکرت پروگرام
۹—۳۰ کوی گوشٹھی
شرکا: ڈاکٹر راجندر مصر، ڈاکٹر پرشیہ مشر شاستری، ڈاکٹر جیتندر چندر بھارتیہ، شری پرکاش مشر شاستری، ڈاکٹر مادھوری چھوڑا
۱۰—۳۰ امرت خاں : ستار

پیر ۳۰ر دسمبر

صبح

۹—۱۵ شام ۳۰—۴ رات ۳۰—۱۰
کاشی ناتھ شنکر بودس : گائن

دوپہر

۱—۱۰ گھر آنگن
(دیہی خواتین کے لئے)

رات

۸—۰۰ ہندی تقریر
۹—۰۰ مباحثہ

منگل ۳۱ر دسمبر

صبح

۹—۱۵ اور دوپہر ۱۰—۱۲
سوبر بھارت پال : سرود

رات

۸—۰۰ ہم ایک ہیں (تقریر) فرقہ وارانہ ہم آہنگی اور قومی یکجہتی پر مبنی پروگرام
۱۰—۰۰ منگل شب کی محفل موسیقی

رامپور

۳۳۶٫۷ میٹر (۸۹۱ کلوہرٹز)

خبریں

ہندی/انگریزی: صبح ۶-۰۰ (عالمی)، ہندی: صبح ۸-۰۰ دوپہر ۱-۰۵
اور ۲-۱۰ شام ۶-۰۵ رات ۸-۴۵ انگریزی: صبح ۸-۱۰ دوپہر ۲-۰۰
رات ۹-۰۰ اردو: صبح ۸-۵۰ اور رات ۹-۱۵
سماچار پتر ہندی: صبح ۹-۰۰، ضلع کی چٹھی: صبح ۹-۰۵
پرادیشک سماچار: شام ۷-۲۰

پیر ۱۶ر دسمبر

صبح

۷-۵۰ شیام موہن: سگم سنگیت

دوپہر

۱-۱۰ بندیا: قانونی سمیاؤں کا ندان
سمیا سمادھان
بچوں میں مار پیٹ کی عادت
تقریر

رات

۸-۰۰ شجاعت حسین خاں
سگم سنگیت

منگل ۱۷ر دسمبر

صبح

۷-۳۰ نثار حسین: طبلہ وادن

دوپہر

۱-۴۰ عبدالوحید خاں: گائن

رات

۷-۰۵ قانونی مدد

بدھ ۱۸ر دسمبر

صبح

۷-۴۵ درپن: سندیش گیتا بجلی

دوپہر

۱-۴۰ اروند پاریکھ: ستار

رات

۸-۰۰ جمیل احمد: سگم سنگیت

جمعرات ۱۹ر دسمبر

صبح

۷-۳۰ اور شام ۸-۰۰
ذاکر خاں: سارنگی
۸-۳۰ آہنگ: اردو پروگرام
اٹھئے بس اکہ لذت خواب
سحرگئی: مزاحیہ: زبیر گستاخ
افسانہ: رئیس نجمی

دوپہر

۱-۴۰ ڈی۔ وی۔ پلسکر: گائن

جمعہ ۲۰ر دسمبر

صبح

۷-۵۰ ونود شرما: سگم سنگیت
۸-۳۰ یہ بنجارے لوگ: فیچر: تحریر اور
پیش کش: محمد علی سوج

دوپہر

۱-۴۰ علی اکبر خاں: سرود

رات

۷-۴۵ پریوار کلیان پرشنوتری

ہفتہ ۲۱ر دسمبر

صبح

۷-۳۰ جگدیش پرساد: گائن
۷-۵۰ خورشید علی خاں: غزلیں

دوپہر

۱-۱۰ سواستھ سندیش

اتوار ۲۲ر دسمبر

دوپہر

۱-۱۰ پریوار جگت: جھروکے سے
پری وار کی انتر نگ جھانکی
رکت دان۔ مانوتا کی سر وشریشٹھ سیوا
تقریر

رات

۹-۳۰ مصور حسین اور ساتھی
چہار بیت

پیر ۲۳ر دسمبر

صبح

۷-۵۰ کرشنا کلے: سگم سنگیت

دوپہر

۱-۱۰ بندیا: بدلتا پریویش اور
ناری جاگرن: پری چرچا
گھریلو اپچار: تلسی اور زیرے
کالا بھ

منگل ۲۴ر دسمبر

صبح

۷-۳۰ ارجن شیجوال: پکھاوج
۷-۵۰ احمد حسین، محمد حسین
سگم سنگیت

رات

۷-۰۵ قانونی مدد

بدھ ۲۵ر دسمبر

صبح

۷-۳۰ بسم اللہ خاں: شہنائی
۷-۴۵ درپن: نائیکا: تمی جلدی آنا
تحریر: درگا مہروترہ

دوپہر

۱-۴۰ کمار گندھرو: گائن

جمعرات ۲۶ر دسمبر

صبح

۷-۴۵ ساہتیہ سدھا: سنسکرت پروگرام

دوپہر

۱-۴۰ برج بھوشن کابرا: گٹار

رات

۸-۰۰ کانتا دھون: سگم سنگیت

جمعہ ۲۷ر دسمبر

صبح

۷-۳۰ نبی جان خاں: کلارینٹ
۷-۵۰ حبیب ولی محمد: سگم سنگیت
۸-۳۰ فسانۂ آزاد: پنڈت رتن ناتھ
سرشار کے ناول کی ریڈیو عکس

دوپہر

۱-۴۰ کرشنا اور شنکر پنڈت: گائن

رات

۸-۰۰ محمد رفیع: گیت

ہفتہ ۲۸ر دسمبر

صبح

۷-۳۰ مانک ورما: گائن
۷-۵۰ مانک ادنیہ: غزلیں

دوپہر

۱-۱۰ سواستھ سندیش: کوی گوشٹھی
پری وار کلیان چرچا

اتوار ۲۹ر دسمبر

صبح

۷-۳۰ آج اتوار ہے

دوپہر

۱-۱۰ پریوار جگت: جھلکی
دور کی کوڑی: وکلانگتا
کارن اور اپچار: گیت

رات

۹-۳۰ عبدالقیوم اور ساتھی
چہار بیت

پیر ۳۰ر دسمبر

دوپہر

۱-۱۰ بندیا: ورچین کا ادھیکار سکو
پری چرچا
۱-۴۰ روی شنکر: ستار

رات

۸-۰۰ سخاوت حسین خاں: غزلیں

منگل ۳۱ر دسمبر

صبح

۸-۲۱ رما مہروترا: لوک گیت

دوپہر

۱-۴۰ نزاکت علی خاں اور
سلامت علی خاں: گائن

رات

۸-۰۰ سمود گان

گورکھپور

میڈیم ویو ۳۳۰.۱۰ میٹر ۹۰۹ کلوہرٹز

روزانہ نشر ہونے والے پروگرام

صبح

۵—۵۵ وندے ماترم
۶—۵ دھنا
۶—۳ امروان رچیتی بندو
۶—۳۵ کھیتی کی باتیں
۶—۴۵ دھرتی گائے
۶—۵۰ پروگراموں کا خلاصہ
۷—۰۵ ناس گاں (لکھنؤ سے)
۷—۱۵ روزگار سماچار
۷—۲ علاقائی خبریں (ہندی)
۷—۳۰ کھیرول (منگل، جمعرات اور جمعہ)
آئر کٹ کے (پیر، بدھ)
گاؤں کی چرچا (جمعہ)
وگیان آلوک (اتوار)
۷—۴ سنگیت پرچار (منگل کے سوا)
سماچار دیش (منگل)
۷—۴۵ اس ہفتے کا گیت (جمعہ)
۷—۵ بھجن (منگل، بدھ اور جمعہ)
۸—۲۱ گیت سنگیت (اتوار کے سوا)
اردو پروگرام
۹—۱۵ گھر آنگن (جمعرات)
علمی محفل (بدھ)
پھلواری (منگل اور جمعہ)
نئی توانائیاں (ہفتہ)
دلیش گاؤں (اتوار)
۹—۲۵ مان سمّان (بچوں کا پروگرام)
(صرف اتوار)

دوپہر

۱۲—۰۵ فرمائشی ریکارڈوں کا فرمائشی پروگرام
(اتوار)

پرارتھنا سنگ (جمعرات)
چیرٹ سے ملی دھنیں
۱۲—۱۰ ساہو دایک گان شکشا (ہفتہ)
تعلیمی نشریہ (بقیہ روز)
۱۲—۲۰ دیہاتی پروگرام (دہلی سے نشر)
۱—۱۰ اوکاشن کے ممن (اتوار)
گیتانجلی (فرمائشی فلمی گیت) (پیر)

سواستھ چرچا (جمعرات)
مہیلا سبھا (منگل اور جمعہ)
۱—۴ آج کا سنگیت کار (منگل)
آج کا گیت کار (جمعرات)
آج کا کلاکار (جمعہ)
۲—۲ کھیتی کسانی
۲—۳ لوک رنگ

شام

۵—۵ فلمی گیت
۵—۱۵ سنسکرت پروگرام (اتوار اور بدھ)
بھاسا سکشا (ہفتہ، اتوار کے علاوہ)
۵—۳ اوپ چار کے نکتہ (ہفتہ)
۵—۳۵ روزگار سماچار پروگرام
(اتوار، پیر اور منگل)
گاؤں کی اور (بدھ، جمعرات، جمعہ)
۶—۱ مال دھن (ہفتہ)
کھیتی باڑی
۶—۳ پروگراموں کا خلاصہ
مقامی خبریں
گمشدہ لوگوں کے لیے اطلاعات
۶—۴۵ دیش ہمارا بھوجپوری پروگرام
۷—۱ سنگیت سدھا

۷—۲۰ علاقائی خبریں (ہندی)
۷—۳۰ یوا جگت (نوجوانوں کیلئے پروگرام)
۸—۰۵ ہندی پروگرام (اتوار کے علاوہ)
پترا (سامعین کے جوابات) (اتوار)
۸—۱۵ ریڈیو ڈائری (اتوار کے علاوہ)
۸—۲۰ دھان سندرسکشا (لکھنؤ سے نشر)
۸—۳ سنسد سمیکشا (دہلی سے نشر)
گیت مسوری
(جب سنسد سمیکشا نہ ہو)
۹—۱۲ برساتی گفتگو (اتوار)
یووانی کے لیے (پیر)
کھیل کھلاڑی (منگل)
انگریزی بات چیت (بدھ)
نغمہ سنگیت (باقی دنوں میں)
۹—۳ ہیرتا (اتوار I۔ III)

ریڈیو پروگرام (منگل)
من بھاون
(لوک گیتوں کا فرمائشی پروگرام)
(بدھ I، II)
لوک گیت (بدھ II، III)
ڈرامہ (جمعہ II، III)
۱۰— اردو مجلس

(فلمی گیتوں کا فرمائشی پروگرام)
(صرف اتوار کو)
۱۰—۳۰ کلاسیکی موسیقی
(پیر اور بدھ)
سامعین کے روبرو موسیقی پروگرام
(منگل اور جمعرات)

پیر ۱۶ دسمبر

صبح

۷—۱۰ دیویندر ناتھ شکلا: ستار
۸—۲۱ محمد رفیع: غزل
۹—۱۵ "جاکے بھاگ ہمار کیتنی کے سہارے": راج کیشوری شکلا

دوپہر

۲—۳۰ میوالال اور ساتھی
لوک گیت

شام

۵—۲۵ لوک چیتنا کے اگردوت۔
سوریہ رام چیترت ایا دھیائے
تقریر: رام برکھ سنگھ
۱۰—۴ "گیہوں جو میں روگ"
تقریر: جے۔ پی۔ سنگھ
۱۰—۷ راج کمار رضوی اور اندرانی

رضوی: غزل
۸—۰۵ نتیا نند نشنکھ: کادیہ سدھا
۸—۱۵ میوالال اور ساتھی
لوک گیت
۱۰—۳۰ دیویندر ناتھ شکلا: ستار

منگل ۱۷ دسمبر

صبح

۷—۵۰ پرشوتم داس جلوٹا: بھجن
۸—۲۱ شیل نگم: گیت

دوپہر

۱—۱۰ "سردیوں میں بچوں کی دیکھ بھال"
تقریر: شاردا سنگھ
۲—۳۰ اور رات ۱۵—۸
پیر ملا شاہی: لوک گیت

شام

۵—۲۵ "بھوجپوری جیتر میں پرچلت لوک نیرت"
تقریر: بے نارائن مشرا
۶—۱۰ "ایگرو وانڈ سٹریز کی سسٹم سروس"
تقریر: آر۔ بی۔ سنگھ
۷—۱۰ کے ایل سہگل: غزل
۸—۰۵ یاترا کتھا: ماتا پرساد ترپاٹھی
۹—۱۲ کرکٹ کا ایک دیوسیہ میچ اور ہم
تقریر: اخلاق احمد
۹—۳۰ "گورکھپور ترقی کی راہ پر"
(اردو روپک)
تحریر: اکرام الحق

بدھ ۱۸ دسمبر

صبح

۶—۴۵ دھرتی گائے
شہزاد خاں وارثی
۷—۴۰ دیویندر مردیشور
بانسری پر راگ للت
۸—۲۱ انورادھا: گیت

دوپہر

۲—۳۰ اور رات ۱۵—۸
پھول چند اور ساتھی
لوک گیت

شام

۵—۲۵ ویکاس کھنڈ سلیم پور میں پروڑھ شکشا کاریہ کرم
تقریر: کمل نین سنگھ
۶—۱۰ پوست کی نقدی کھیتی
تقریر: اوم پرکاش سنگھ
۷—۱۰ راج کمار رضوی: غزل
۸—۰۵ تقریر: کمندلال گپتا
۹—۱۲ "آنی کیر" (انگریزی بھینٹ وارتا)
ڈاکٹر این۔ ایم۔ سیٹھ سے
۱۰—۳۰ کلیانی رائے
ستار پر راگ جوگ

جمعرات ۱۹ دسمبر

صبح

۷—۴۰ جگدیش پرشاد
راگ گجری توڑی اور بھیروی
۸—۲۱ طلعت محمود: غزل
۹—۱۵ پریوار کلیان میں دی جا رہی سوویدھائیں
تقریر: نیلا رائے شرما

دوپہر

۱—۱۰ دواکا ادھک پریوگ اور اس کا دوش پریام
ڈاکٹر پی۔ این۔ شکلا سے ملاقات
۲—۳۰ پرسورام سنگھ اور ساتھی
لوک گیت

شام

۵—۲۵ ویکاس کھنڈ سردار نگر میں پروڑھ شکشا کاریہ کرم
تقریر: بینا بھٹا چاریہ

جمعہ ۲۰ دسمبر

صبح

۷—۵۰ محمد رفیع: بھجن
۸—۲۱ سمن کلیان پور: گیت
۸—۳۰ خاکہ: غلام رضوی گردش
مزاحیہ کلام: عرفت گورکھپوری

دوپہر

۱—۱۰ سوندریہ کے لئے ہے۔ ویایام
تقریر: نوتن ماتھر
۲—۳۰ اور رات ۱۵—۸
سادھو سرن دوبے
لوک گیت

شام

۵—۲۵ ویکاس کھنڈ بھرہل گنج میں پروڑھ شکشا کاریہ کرم
تقریر: وبھیہ یادو
۶—۱۰ تلہنی فصلوں میں کھاد الیوم آرگ
تقریر: گریش پانڈے
۷—۱۰ ستیش ببر: غزل
۸—۰۵ ان سے ملئے: بھینٹ وارتا
دیویندر کمار بنگالی، ایمیش انگ

ہفتہ ۲۱ دسمبر

صبح

۷—۴۰ جگدیش پرشاد پنڈت
خیال گجری توڑی اور بھیروی
۸—۲۱ مدھو رہندر ورما: گیت

دوپہر

۲—۳۰ اور رات ۱۵—۸
چھما پانڈے: لوک گیت

شام

۵—۲۵ اکیسویں شتابدی اور اُرجا
بات چیت: کپتان یادو اور

کے . پی . بنیرجی

۱۰—۶ سالے کی کھیتی " مرچ "
تقریر : شنبو سنگھ

۱۰—۷ مہدی حسن : غزل

۸—۰۵ کتھا واچن
بادشاہ حسین رضوی

اتوار ۲۲ ر دسمبر

صبح

۶—۲۵ دھرتی گاتے
جگن ناتھ یادو اور ساتھی

۷—۴۰ بسم اللہ خاں
شہنائی پر راگ اہیر بھیروی

۸—۲۱ یونس قریشی : گیت سنگیت

۹—۲۵ آیا کرسمس : ویلفریڈ ڈان

دوپہر

۱—۱۰ جھلکی

۲—۳۰ جگن ناتھ یادو اور ساتھی
لوک گیت

شام

۵—۲۵ قانون کے دائرے بال وِیواہ
پرروک : ارون کمار

۶—۱۰ پتر اتر کرشی
باگیشوری پرساد مشر

۷—۱۰ پرویز مہدی : غزل

پیر ۲۳ ر دسمبر

صبح

۷—۴۰ اور رات ۱۰—۳۰
موہن لال مشر : سارنگی

۹—۱۵ سواستھ پرشنوتر
ڈاکٹر رینو شریواستوا

دوپہر

۲—۳۰ اور رات ۸—۱۵
جگن ناتھ سنگھ
لوک گیت

شام

۵—۲۵ ہمارا سماج ہماری پرمپرائیں
تقریر : اودیش کمار ترپاٹھی

۶—۱۰ تلہنی فصلوں میں روگ
(بات چیت)
رام آسرے رائے اور
ابھیرام رائے

۸—۰۵ کاویہ سدھا : یوگیش پال

منگل ۲۴ ر دسمبر

صبح

۶—۴۵ دھرتی گاتے : اوما ورما

۷—۵۰ کیشن : بھجن

۹—۲۱ پنکج ادھاس : غزل

دوپہر

۱—۱۰ وشو کو ماں مریم کی دین
تقریر : بینا اگروال

۲—۳۰ اور رات ۸—۱۵
رام شبد چورسیا اور ساتھی
لوک گیت

شام

۵—۲۵ انو بہار تماشا
تقریر : ایودھیا شیوارن

۶—۱۰ کھیتی کی تیاری میں کلٹیویٹر کا
پریوگ : تقریر : رام کشور

۷—۱۰ سلمہ آغا : غزل

۸—۰۵ انیہاس کے پرشٹوں سے
" بندھو سنگھ "
تقریر : گنیشوری پرشاد

۹—۱۶ بیڈ منٹن اور ہم (پریچرچا)
شرکار : مینا تا ، ڈی . این . سیٹھ
نفیل احمد

۹—۳۰ کلام شاعر : سید ابوالبشر
جنگلی جانور اور ان کا تحفظ
تقریر : شگفتہ نبیں
کلام شاعر : بندرا سنی پرشاد قمر

بدھ ۲۵ ر دسمبر

صبح

۷—۴۰ روی شنکر
ستار پر راگ اہیا بلاول

۸—۲۱ نور جہاں : گیت

۸—۳۰ شعری نشست
شرکار : جلال ناصر ہادری
بی . اے . بہادر مختر ، موہن کروج
ابو جاوید بنرجی

دوپہر

۲—۳۰ اور رات ۸—۱۵
رما شنکر سنگھ : لوک گیت

شام

۶—۱۰ گلاب کی دیوسائنک کھیتی
جی . این . تیواری

۷—۱۰ غلام علی : غزل

۸—۰۵ کرسمس کا پروا اور اس کا سندیش

۹—۱۶ امپورٹنس آف کرسمس
بشپ ڈومنی کوکٹ

۱۰—۰۰ روپک " گوکھ ناتھ " آتریہ اور
پیش کش : رویندر شریواستوا

۱۰—۳۰ اسٹوڈیو سنگیت سبھا
رام نرائن موریہ اور ساتھی

جمعرات ۲۶ ر دسمبر

صبح

۶—۴۵ دھرتی گاتے
رام سندر ... اور ساتھی

۷—۴۰ بعصم ... بوشی
خیال ... ...

۸—۲۱ روزنا لیلی : گیت

دوپہر

۱—۱۰ آنکھوں کے روگ کارن اور
نیدان : مباحثہ
شرکار : آشیش جیسوال ، ڈاکٹر
راکیش کمار ، ڈاکٹر بی . سی .
دیویدی

۲—۳۰ اور رات ۸—۱۵
راجہ رام پرساد اور ساتھی
لوک گیت

شام

۵—۲۵ ماتس سے سوداہرن : تقریر
رام چین شرما

۶—۱۰ انگور کی باغبانی
اندر سین سنگھ

۷—۱۰ سی . ایچ . آتما : غزل

۸—۰۵ یو وا ورگ کی رچناتمک بھومکا
مہندر ناتھ پانڈے

۹—۱۶ منوجی : دھارا وا ہک کھوا ایکا
تحریر و پیش کش : حسن رضوی

جمعہ ۲۷ ر دسمبر

صبح

۶—۴۵ دھرتی گائے
رام کیلاش اور ساتھی

۷—۴۵ اس ماس کا گیت
شیفالی سنہا

۸—۲۱ اور رات ۱۰—۰۰
نلنی سنہا : گیت

۸—۳۰ " اس دور میں اردو صحافت
کے فرائض " مباحثہ : شرکا .
ڈاکٹر عاصم واسطی ، منا لال
شریواستوا ، عاصم چودھری

دوپہر

۱—۱۰ " بچوں کو سدھارنے میں ذمہ داری
کا مہتو " تقریر : پریم لتا ورما
کہانی : ارچنا شری واستوا

۲—۳۰ اور رات ۸—۱۵
رام مگن اور ساتھی
لوک گیت

شام

۵—۲۵ وکاس کاریہ کرتا پریم چند
اور شیاما مشر سے ملاقات

۶—۱۰ ربی کی فصلوں میں ایکانو تنوں کا
مہتو : تقریر : ناگ ناتھ شاہ

۸—۰۵ دریج انمولن کیسے سمجھو
وارتا کار : بینا سنگھ

ہفتہ ۲۸ ر دسمبر

صبح

۷—۴۰ کرشن راؤ شنکر پنڈت
خیال تو ڈی

۸—۲۱ طلعت عزیز : غزل

دوپہر

۲—۳۰ اور رات ۸—۱۵
رام نرائن یادو لوک گیت

شام

۵—۲۵ بال کہانی : جگدیش نرائن دوبے

۶—۱ مسالے کی فصل " زیرا "
تقریر : رما شنکر شکلا

۷—۱۰ رانو مکھرجی : غزل

اتوار ۲۹ ر دسمبر

صبح

۶—۴۵ دھرتی گائے
رام نریش یادو اور ساتھی

۷—۴۰ بسنت راؤ دیش پانڈے
خیال نٹ بھیرو

۱—۲۵ ہمارا راشٹریہ پشو " باگھ "
تقریر : اشوک کمار شریواستو

دوپہر

۲—۳۰ رام نریش یادو اور ساتھی
لوک گیت

شام

۵—۲۵ کاویہ پاٹھ : للن سنگھ للت

نگیندر بھٹ : رادھا موہن دھیڑ
— ۶ بترا تر "گتا"
بھوپیندر سنگھ
۱ — ۷ کنول سندھو : غزل

پیر ۳۰ دسمبر
صبح
۴ — ۷ کیشوری سرن مشر : خیال
۲ — ۸ شوبھا دکشت : گیت
۱۰ — ۹ "گھر بار گھر کی دستویں قرینے سے رکھیں" : چرچا
شریمتی آشا رونگٹا
دوپہر
۲ — ۲ رام بھوج وسانھی : لوک گیت
شام
۲۵ — ۵ کاویہ پاٹھ : سترکار
تارکیشور مشر : وبھو ورما
دھرم دیو مشر : دھرم دیو مشر
۱۰ — ۶ سبزیوں میں کھاد اور رکھ
تقریر : جے۔ ایس۔ ترپاٹھی
۱۰ — ۷ شیلا گھواڑی : گیت
۰۵ — ۸ رام ادھار پانڈے
کاویہ سدھا
۱۵ — ۸ رام بھوج نیشاد اور ساتھی
لوک گیت
۳۰ — ۱۰ کیشوری شرن مشر : گائن

منگل ۳۱ دسمبر
صبح
۵۰ — ۷ لتا منگیشکر : بھجن
۲۱ — ۸ طلعت محمود اور محمد رفیع
غزل
دوپہر
۳۰ — ۲ اور رات ۱۵ — ۸
دو وار یکا یادو اور ساتھی
لوک گیت
شام
۱۰ — ۷ خالد : غزل
۰۵ — ۸ ۱۹۸۵ ساہتیک گت ودھیاں
ڈاکٹر اورونیش "نیرج"
۱۶ — ۹ ہاکی کی سمسیا : تقریر یونس المظفر
۳۰ — ۹ فسانۂ عجائب : تقریر
حسن رضوی
کنبہ بندی کے طبی فوائد
تقریر : ڈاکٹر انجم

نجیب آباد

۳۱۴٫۴ میٹر ۹۵۴ کلو ہرٹز

پیر ۱۶ دسمبر
صبح
۳۰ — ۷ وچار وانی
گورو تیغ بہادر کے وچار
۳۰ — ۸ گیانن راؤ جوشی
وائلن پر شوبھیرو
دوپہر
۴۵ — ۱۲ سواستھ چرچا
"دانتوں کی دیکھ بھال"
تقریر از ڈی۔ وی۔ سنگھ
۱۰ — ۱ اجیت سنگھ : وچتر وینا پر
شدھ سارنگ
رات
۱۶ — ۹ الوک گنگولی : گیت

منگل ۱۷ دسمبر
صبح
۳۰ — ۸ امیہ رنجن بنرجی : گائن
دوپہر
۱۰ — ۱ اشیش خاں
سرود پر شدھ سارنگ
شام
۰۵ — ۵ یووا منچ
"نندا دیوی راجات پدیاترا
آج کے سندربھ میں" ریوتاژ
از پرکاش پروہت جے دیپ

بدھ ۱۸ دسمبر
صبح
۳۰ — ۷ "وپراچین کال میں ناری شکشا"
تقریر از گیتا کھنہ
۳۰ — ۸ پرشانت کمار بھانجہ
ستار پر جونپوری
شام
۰۵ — ۵ یووا منچ
پشپا تومر : لوک گیت

۰۵ — ۱۰ ہندی پتریکا
آنوچلوں کے بیچ
کوی اودھیش کمار
گریراج شرن اگروال : کویتا
ہری موہن : کویتا

جمعرات ۱۹ دسمبر
صبح
۳۰ — ۸ اور دوپہر ۱۰ — ۱
پروین سلطانہ : گائن
رات
۱۶ — ۹ آشا بھونسلے : غزلیں

جمعہ ۲۰ دسمبر
صبح
۳۰ — ۷ کتھا کنج
راجیش پردیپ دھامپوری
۳۰ — ۸ بالا صاحب پوچھوالے
گوپیکا بسنت
دوپہر
۱۰ — ۱ حسین بخش : ٹھمری
شام
۰۵ — ۵ کھیل سمیکشا از رئیس احمد

ہفتہ ۲۱ دسمبر
صبح
۳۰ — ۸ بسم اللہ خاں : شہنائی پر
توڑی للت
دوپہر
۱۰ — ۱ امرت حسین خاں ستار

اتوار ۲۲ دسمبر
صبح
۳۰ — ۷ کوی کے مکھ سے شکلا چندولا
دوپہر
۱۰ — ۱ عبدالوحید خاں : ملتانی پٹ دیپ
شام
۰۵ — ۵ "وگیانک سارا بھائی — یوواؤں کی درشٹی میں" انٹرویوز پر مبنی

پیش کش : اشوک کمار
۰۰ — ۸ "پلور ودھیہ کالین ہندی میں راگ راگنی"
تقریر از پرمود کمار جوشی

پیر ۲۳ دسمبر
صبح
۳۰ — ۸ اوما شنکر مشرا : ستار پر
گجری توڑی
دوپہر
۱۰ — ۱ شمشیر سنگھ : سرود پر
برنداہنی سارنگ

منگل ۲۴ دسمبر
صبح
۳۰ — ۸ اور دوپہر ۱۰ — ۱
رتن کمار سنہا : سرود وادن
شام
۰۵ — ۵ سامانیہ گیان پرشنوتری
"بھارت درشن"
سنچالک : وجے کانت دوبے
شرکار : سمیر کانت شرما
کماری انشال، وملا نیرج جین
مینکا شریواستو اور وندنا شریواستو

بدھ ۲۵ دسمبر
صبح
۳۰ — ۶ وچار اولی
حضرت عیسیٰ مسیح کے وچار
۳۰ — ۷ "کرسمس کا تہوار — بڑے دن کا سندیش"
تقریر از پادری منڈائن
۳۰ — ۸ صابری خاں : سارنگی پر
کھماری اور بلاسکھانی توڑی

جمعرات ۲۶ دسمبر
صبح
۳۰ — ۸ اور دوپہر ۱۰ — ۱
بڑے غلام علی خاں : گائن
رات
۱۶ — ۹ مہندر کپور : غزلیں

جمعہ ۲۷ دسمبر
صبح
۳۰ — ۷ کتھا کنج : اتل شرما
۳۰ — ۸ پربھاکر واڈکر : خیال بھٹیار

دوپہر

۱۰—۱ رسولن بائی : ٹھمری

شام

۰۵—۵ 'سانسکرتک سندھیا'
پیش کردہ : طلبا و طالبات
گورو سوال وشو ودیالیہ پوری

ہفتہ ۲۸ر دسمبر

صبح

۲۰—۸ ہری پرساد چورسیا : بانسری وادن

دوپہر

۱۰—۱ ہری کرشن سا ہا
ستار پر برندا بنی سارنگ

شام

۲۵—۷ 'بھارتیہ راشٹریہ کانگریس اور سوتنتر تا سنگرام'
تقریر از راجندر پرساد شرما

اتوار ۲۹ر دسمبر

صبح

۱۰—۷ گلدستہ عبدالغفار الگوہر

دوپہر

۱۰—۱ ہیرا بائی بڑودکر : ملتانی

شام

۰۵—۵ 'درد پھر لوٹ آیا' : ناٹک
تحریر : سبیتا مہندرا

پیر ۳۰ر دسمبر

دوپہر

۲۰—۱۲ جوتھیکا رائے : بھجن
۱۰—۱ گوسائیں دت دانی : طبلہ

شام

۱۶—۹ مہندر کمار : گیت

منگل ۳۱ر دسمبر

صبح

۲۰—۸ اور دوپہر ۱۰—۱
مقصود حسین : سارنگی وادن

شام

۰۵—۵ گورو کل کانگڑی
وشو ودیالیہ ، ہردوار کے
پرانگن سے
از راجیش گوڑ

۲۵—۷ 'بیتے سالوں کا لیکھا جوکھا'
از رادھا کرشن لگر ینا

شملہ

میڈیم ویو : ۲ر۳۸۷ میٹر ۷۷۴ کلوہرٹز

شارٹ ویو : صبح ۳۰—۷ تک اور شام ۳۰—۶ کے بعد رات تک ۹ر۹۲ میٹر ۳۲۲۳ کلوہرٹز
صبح ۴۵—۷ کے بعد دوپہر ۴۵—۴ تک اور شام ۰۰—۵ کے بعد
۸۳ر۴۹ میٹر ۶۰۲۰ کلوہرٹز

پیر ۱۶ر دسمبر

صبح

۲۵—۶ گیان وندو : گورو تیغ بہادر جی کے وچار
۱۰—۷ مالنی راجورکر : گائن
۴۰—۷ 'گورو تیغ بہادر جی' : تقریر از بی۔ آر۔ شرما
۲۱—۸ بھائی سمد سنگھ راگی و ساتھی : شبد

شام

۲۵—۹ شوبھا گورٹو : سگم سنگیت
۰۰—۱۰ پرکاش وڈھیرا : بانسری

منگل ۱۷ر دسمبر

صبح

۲۵—۶ گیان وندو
بھارت کا سروپ'
سوامی رام تیرتھ
۱۰—۷ حفیظ احمد خاں : گائن
۲۱—۸ اور رات ۴۵—۹
لیکھ راج شرما
سگم سنگیت

شام

۱۵—۸ رمیش پریم : وچتر وینا

بدھ ۱۸ر دسمبر

صبح

۲۵—۶ 'ستیہ گرہ ۔ مہاتما گاندھی'
۲۱—۸ ونود کمار : گائن

شام

۲۵—۸ مہندر چوپڑا : سگم سنگیت

جمعرات ۱۹ر دسمبر

صبح

۲۵—۶ برہم کا سروپ
سوامی وویکانند
۱۰—۷ مالوکا کاتن : گائن
۲۱—۸ اجیت کور : پنجابی گیت

رات

۱۵—۸ بینا کوہلی : غزلیں

جمعہ ۲۰ر دسمبر

صبح

۲۵—۶ گیان وندو
مولانا آزاد

۲۱—۸ اور رات ۲۰—۸
لکشمی بہل : سگم سنگیت

رات

۲۵—۸ پریم دبھ : طبلہ

ہفتہ ۲۱ر دسمبر

صبح

۲۵—۶ گیان وندو : بائیبل سے
۱۰—۷ پربھو دیو سردار : گائن

رات

۱۶—۹ ہم درشن : علاقائی ریڈیو نیوز ریل

اتوار ۲۲ر دسمبر

صبح

۲۵—۶ گیان وندو
قرآن شریف سے
۱۰—۷ منور علی خاں : گائن

رات

۲۵—۸ برج بھوشن کابرا : گٹار
۳۰—۹ گیت بہاڑ ارے

پیر ۲۳ر دسمبر

صبح

۲۵—۶ گیان وندو : کیٹشور
۱۰—۷ شو رام : بانسری
۲۱—۸ بھائی بخشیش سنگھ و ساتھی

رات

۴۵—۹ رحمت قوال اور ساتھی
سگم سنگیت
۰۰—۱۰ شو رام : بانسری

منگل ۲۴ر دسمبر

صبح

۲۵—۶ گیان وندو : جین دھرم سے
۱۰—۷ استاد امیر خاں : گائن
۲۱—۸ اور رات ۴۵—۹
کرشن لال سہگل
سگم سنگیت

رات

۱۵—۸ سندر لال گندھرو : بانسری

بدھ ۲۵ر دسمبر

صبح

۲۵—۶ گیان وندو
پنڈت مدن موہن مالویہ
۲۱—۸ نینا دیوی : ٹھمری دادرا

رات

۲۵—۸ مردلا گرگ : سگم سنگیت

جمعرات ۲۶ر دسمبر

صبح

۲۵—۶ گیان وندو : رام چرت مانس سے
۱۰—۷ سروجیت کور : ستار
۲۱—۸ گورو دیپ سنگھ
پنجابی گیت

رات

۱۵—۸ افروز بانو : غزلیں

جمعہ ۲۷ر دسمبر

صبح

۲۵—۶ گیان وندو : مہابھارت سے
۲۵—۸ اور رات ۲۵—۸
منوج کمار شرما : سگم سنگیت
۱۵—۹ محفل
دوپہر ۲۰—۲ میلا سمیلن

رات

۳۰ — ۹ ہندی ڈرامہ

ہفتہ ۲۸ دسمبر

صبح

۳۵ — ۶ گیان وندو: سبھاشتوں سے

۱۰ — ۷ واسودیو رشی پانڈے: گائن

رات

۲۵ — ۸ سواد ھینتا آندولن — ایوم بھارتیہ راشٹریہ کانگریس، تقریر

۱۶ — ۹ ہم درشن

اتوار ۲۹ دسمبر

صبح

۳۵ — ۶ گیان وندو سبھاشتوں سے

۱۰ — ۷ سُندرشن شرما: وائلن

۳۰ — ۹ نذرانہ غزلوں پر مبنی پروگرام

رات

۳۰ — ۹ گیت پہاڑا دے فرمائشی پہاڑی گیت

پیر ۳۰ دسمبر

صبح

۱ — ۶ گیان وندو: بدھ دھرم سے

— ۷ کمل سہگل اور کویتا سہگل: گائن

— ۸ گوپال سنگھ اور ساتھی: شبد

رات

۱ — ۹ نذیر احمد اور نیاز احمد قوال سگم سنگیت

— ۱۰ سنیل مکھرجی: سرود

منگل ۳۱ دسمبر

صبح

۲ — ۶ گیان وندو شریمد بھگوت گیتا سے

— ۷ ہری پرساد چورسیا: بانسری

— ۸ جسونت کور: سگم سنگیت

رات

۲ — ۷ ریڈیو دیہاتی گوشٹھی

۱ — ۸ سموئیل راجن: وائلن

۲ — ۹ جسونت کور سگم سنگیت

جالندھر چنڈی گڑھ

جالندھر: میڈیم ویو: ۴۲۷ء۳ میٹر ۷۰۲ کلو ہرٹز ۲۲۲ء۲ میٹر ۱۲۵۰ کلو ہرٹز
۳۴۳ء۶ میٹر ۸۷۳ کلو ہرٹز

چنڈی گڑھ: میڈیم ویو: ۲۰۹ء۶ میٹر ۱۴۳۱ کلو ہرٹز

خبریں

ہندی: صبح ۰۰ — ۸ دوپہر ۰۵ — ۱۱، ۱۰ — ۲، ۴۵ — ۲ (دھیمی رفتار سے)
شام ۰۵ — ۶ اور ۲۰ — ۶ (پرادیشک) رات ۴۵ — ۸، ۰۵ — ۱۱

پنجابی: صبح ۳۰ — ۸ دوپہر ۴۰ — ۱ شام ۱۰ — ۶ (پرادیشک) اور شام ۳۰ — ۷

انگریزی: صبح ۱۰ — ۸ دوپہر ۰۰ — ۱ اور رات ۰۰ — ۹، ۰۰ — ۱۱

اردو: صبح ۵۰ — ۸ دوپہر ۵۰ — ۱ رات ۱۵ — ۹ (خبریں) ۲۵ — ۹ (تبصرہ)

روزگار سماچار: شام ۴۰ — ۷

پیر ۱۶ دسمبر

صبح

۱۵ — ۷ اتی دی راہ تے
۲۰ نکاتی اقتصادی پروگرام پر مبنی

۲۰ — ۸ سرجیت: لوک گیت

۴۰ — ۸ یوگ تے سواستھ: پنجابی میں تشتی تقریر
از: آر کے مہاجن

دوپہر

۰۵ — ۱۲ تہاڈی فرمائش: پنجابی گیت

۳۰ — ۲ لکھمیر سنگھ مست کویشر اور ساتھی: کویشری گورو تیغ بہادر

شام

۳۰ — ۴ بالواڑی
دیہاتی بچوں کے لیے پروگرام

رات

۰۰ — ۸ گورو تیغ بہادر جی کا بلیدان
ہندی میں تقریر: ڈاکٹر سیوا سنگھ

۳۰ — ۹ پورن: پنجابی میں ڈرامہ
عطر جیت

۳۰ — ۱۰ رتنا کر ویاس
سرود پر راگ چندر نندن

منگل ۱۷ دسمبر

صبح

۱۵ — ۷ نظم

۳۰ — ۷ محفل: ممتاز اصحاب کے ساتھ بات چیت

دوپہر

۳۰ — ۱۲ ترنجن: دیہاتی مستورات کے لیے

۳۰ — ۲ رنجنا: لوک گیت

شام

۴۵ — ۴ پورن شاہ کوٹی: لوک گیت

رات

۰۰ — ۸ سورن مندر تاریخ کے آئینے میں
اردو میں تقریر: مبارک سنگھ

۳۰ — ۹ وگیان جگت
سائنس میگزین پروگرام

— ۱۰ منگل شب کی محفل موسیقی
گائن

بدھ ۱۸ دسمبر

صبح

۱۵ — ۷ قدم قدم بڑھائے جا
ترقیاتی پروگرام

۳۰ — ۷ بھائی ہربنس سنگھ راگی اور ساتھی: شبد

۴۵ — ۷ جیون جوت
ملاقات پر مبنی پروگرام

۰۵ — ۹ اور رات ۳۰ — ۱۰
رویندر سنگھ
بانسری پر بھیرو راور شدھ کلیان

دوپہر

۳۰ — ۲ پرمجیت سنگھ پمی: لوک گیت

شام

۳۰ — ۴ پھلجھڑی: چھوٹے بچوں کیلئے پروگرام

۳۰ — ۹ تہاڈی فرمائش

جمعرات ۱۹ دسمبر

صبح

۱۵ — ۷ جی آیاں نوں
ملاقات پر مبنی پروگرام

۳۰ — ۷ اپنا گھر: پیریوارک سیریل

۴۵ — ۷ اجیت کور: گیت

۰۵ — ۹ اور رات ۳۰ — ۱۰
تیج پال سنگھ سریندر سنگھ
خیال گن کلی، خیال اور ترانہ ہنس دھونی

دوپہر

۳۰ — ۲ نریندر بیبا: لوک گیت

شام

۴۵ — ۴ پورن چند وڈالی اور ساتھی
لوک گیت

رات

۴۵ — ۷ لوک روچی سماچار (پنجابی)

۰۰ — ۸ مرجنا: پنجابی میں ادبی پروگرام

۳۰ — ۹ اسپورٹس میگزین

۱۵ — ۱۰ سریندر شندا: لوک گیت

جمعہ ۲۰ دسمبر

صبح

۳۰ — ۷ چندر کانتا: پنجابی گیت

۲۱ — ۸ چرن داس سفری: کافی

۰۵ — ۹ اور رات ۳۰ — ۱۰
بدھ دتیہ مکھرجی: ستار

شام

۳۰ — ۴ اوپی کپور: ٹھمری اور دادرا

۴۵ — ۴ ہردیو سنگھ خوشدل: لوک گیت

رات

۳۰ — ۹ دلدل: ہندی میں ڈرامہ
از: سریش کمار شرما

۱۵ — ۱۰ سلیم اقبال: کافیاں

ہفتہ ۲۱ دسمبر

صبح

۳۰ — ۷ اور دوپہر ۱۵ — ۱۲
ودیا ساگر رام پال: گیت اور غزل

۴۵ — ۷ کلدیپ سنگھ پردیسی: لوک گیت

۲۰ — ۸ کرتار سنگھ: پنجابی گیت

شام

۴ — ۳۰ بیج ناتھ پوری : وائلن پر بیلو

۴ — ۴۵ سردول سکندر : لوک گیت

رات

۹ — ۳۰ موسیقی کا نیشنل پروگرام
شجاعت حسین خاں : ستار وادن

اتوار ۲۲ر دسمبر

صبح

۷ — ۰۵ امرت بودھ
ویدگیتا رامائن پر مبنی پروگرام

۷ — ۱۵ پنکھڑیاں : (میگزین پروگرام)

۷ — ۴۵ غزلانجلی : اردو غزلوں کا انتخاب

دوپہر

۲ — ۳۰ سعیدہ بانو : لوک گیت

رات

۸ — ۰۰ انگریزی میں تقریر از ایس ایس بھٹی

۸ — ۱۵ پنجاب کے مختلف علاقوں کا لوک گیت

۱۰ — ۳۰ استاد فیاض خاں : خیال دیس دھمار

پیر ۲۳ر دسمبر

صبح

۷ — ۱۵ اننی دی راہ تے
۲۰ نکاتی پروگرام پر مبنی

۸ — ۴۰ ودیا ست ر ستن : پر سپر سہیوگ :
پنجابی میں مثلی تقریر
از سنتوش روی سارد ا

دوپہر

۱۲ — ۰۵ نہاڈی پسند : پنجابی گیت

۲ — ۳۰ راجندر سنگھ دردی اور ساتھی
لوک گیت

شام

۴ — ۳۰ بالواڑی : دیہاتی بچوں کے لیے

رات

۸ — ۰۰ سواستھ اور بھوجن : گرم مصالحہ
ہندی میں تقریر از ڈاکٹر جیت سنگھ

۹ — ۳۰ گوک آزادی دی : فیچر

۱۰ — ۱۵ اجیت کور : لوک گیت

۱۰ — ۳۰ سوچنا برہسپتی : خیال

منگل ۲۴ر دسمبر

صبح

۷ — ۱۵ کاویہ دھارا : ہندی نظم
اوم پرکاش شانت

۷ — ۳۰ ساڈا دیش ساڈی سبھتا : فیچر

۹ — ۱۰ علی اکبر خاں : سرود پر راگ بیراگی

دوپہر

۱۲ — ۳۰ ترنجن : دیہاتی مستورات کیلئے پروگرام

۲ — ۳۰ رنگا سنگھ مان : لوک گیت

رات

۸ — ۰۰ عالمی امن اور سیوا : اردو میں تقریر
از ڈاکٹر ڈی آر وج

۱۰ — ۰۰ منگل شب کی محفل موسیقی
پیوش پوار : سنطور
ثروت حسین : طبلہ

بدھ ۲۵ر دسمبر

صبح

۷ — ۱۵ قدم قدم پرا پڑا : ترقیاتی پروگرام

۷ — ۴۵ جیون جوت

دوپہر

۲ — ۳۰ لچھمن داس سندھو : ٹھمری اور دادرا

۲ — ۳۰ کشمیر سنگھ شبھو : لوک گیت

شام

۴ — ۳۰ پھلجھڑی : چھوٹے بچوں کیلئے پروگرام

رات

۹ — ۳۰ تہاڈی فرمائش

۱۰ — ۳۰ لچھمن داس سندھو : ٹھمری اور دادرا

جمعرات ۲۶ر دسمبر

صبح

۷ — ۱۵ پنڈ دی نہار : پنجاب کے اہم دیہات کی
زندگی، تاریخ، ثقافت اور ترقی کی
سرگرمیوں پر مبنی پروگرام

۷ — ۳۰ اپنا گھر : پریوارک سیریل

۸ — ۲۰ بھائی ہرنام سنگھ راگی اور ساتھی : شبد

۹ — ۰۵ وزیر چند چترا
ستار پر راگ اساوری

دوپہر

۲ — ۳۰ گوپال سنگھ پال : لوک گیت

شام

۴ — ۳۰ لکشمی شنکر : ٹھمری بھیلوا اور بھجن

رات

۸ — ۰۰ پری مل : ہندی میں ادبی پروگرام
کوی اور سماج : مباحثہ
شرکاء : ڈاکٹر نریش، ڈاکٹر

کرشن مدہوش
میری نئی کہانی : کوتیا پاٹھ
ڈاکٹر دوارکا دت اشک

۱۰ — ۳۰ وزیر چند چترا : ستار پر بہاگ

جمعہ ۲۷ر دسمبر

صبح

۷ — ۱۵ اجل یاداں : پنجابی میں ملاقات

۷ — ۴۵ گیان وگیان : پنجابی میں تقریر

۹ — ۰۵ اور رات ۱۰ — ۳۰
سوہن سنگھ : خیال کھٹ راور درباری

دوپہر

۱۲ — ۳۰ جگت سنگھ جگت : لوک گیت

۲ — ۳۰ جسبیر سنگھ خوشدل : لوک گیت

شام

۴ — ۳۰ مالویکا کانن : ٹھمری

رات

۹ — ۰۰ نیا ہستا کھینہ :
کماری منجیت کور سے ملاقات

۹ — ۳۰ ایک چونتی اور : ہندی میں ڈرامہ
منوہر بھاٹیہ

۱۰ — ۱۵ جسدیو کمار بلاجٹ : لوک گیت

ہفتہ ۲۸ر دسمبر

صبح

۷ — ۳۰ بھائی ہرچند سنگھ راگی اور ساتھی : شبد

۷ — ۴۵ شوکت علی منوئی : لوک گیت

۹ — ۰۵ وید پرکاش : کلارنٹ پر راگ گن کلی

دوپہر

۱۲ — ۱۵ بھائی ہرچند سنگھ راگی اور ساتھی : شبد

شام

۴ — ۴۵ تیرتھ سنگھ لوک گیت

۷ — ۴۵ پرکاش ڈڈھیرا : بانسری

۹ — ۳۰ جشن تان سین

اتوار ۲۹ر دسمبر

صبح

۷ — ۰۵ امرت بودھ
ویدگیتا اور رامائن پر مبنی پروگرام

۷ — ۱۵ پنکھڑیاں : (میگزین پروگرام)

۷ — ۴۵ غزلانجلی : منتخب ہندی غزلیں

۹ — ۱۵ بال جگت : بچوں کے لیے

دوپہر

۱۲ — ۰۵ ورندگان شکشا
کمیونٹی گان ۷ سبق

۲ — ۳۰ جگجیت سنگھ زیروی : لوک گیت

رات

۱۰ — ۳۰ پنڈت اومکار ناتھ ٹھاکر : گائن

پیر ۳۰ دسمبر

صبح

۷ — ۱۵ اننی دی راہ تے
۲۰ نکاتی پروگرام پر مبنی

۸ — ۳۰ ہر دیو سنگھ خوشدل : لوک گیت

۹ — ۴۰ سنسکرت ساہت انوسار اہنسا دا
بہاروپ : پنجابی میں تمثیلی تقریر
از شریمتی شما سانو

۹ — ۰۵ اور رات ۱۰ — ۳۰
شری کانت باکرے
خیال ابھیر للت راو درگا

دوپہر

۱۲ — ۰۵ نہاڈی پسند : پنجابی گیت

۲ — ۳۰ رام پال : لوک گیت

شام

۴ — ۳۰ بالواڑی : دیہاتی بچوں کے لیے

رات

۸ — ۰۰ بابا رام داس کا ہندی ساہتیہ
ہندی میں تقریر از بیٹی تیواڑی

۹ — ۳۰ پل دو پل : پنجابی میں ڈرامہ
از : نریندر شرما

۱۰ — ۱۵ بھجن سنگھ بابل اور ساتھی : لوک گیت

منگل ۳۱ر دسمبر

صبح

۷ — ۱۵ کاویہ دھارا : پنجابی میں نظم خوانی

۹ — ۰۵ کمیونٹی گان

۱۲ — ۳۰ ترنجن : دیہاتی مستورات کیلئے پروگرام

۲ — ۳۴ کرنیل سنگھ جیہہ ماتھ

شام

۴ — ۴۵ رنبیر سنگھ رانا : لوک گیت

رات

۸ — ۰۰ الوداع سن پچاسی
اردو میں تقریر : اندرجیت سود

۱۰ — ۰۰ ایسچکرورتی : گائن

پٹنہ، بھاگلپور، دربھنگہ

میڈیم ویو (الف) ۴۸۳۰۲۱ میٹر / ۶۲۱ کلوہرٹز
میڈیم ویو (ب) ۱۸۷۲۲ میٹر / ۱۶۰۲ کلوہرٹز

خبریں

علاقائی : صبح ۸-۳۰ (رانچی سے پہلے) دوپہر ۱-۳۰، شام ۷-۳۰

اردو پروگرام صبح ۸-۴۰ سے ۹-۴۵ کے درمیان

پیر ۱۶ دسمبر

صبح
۷-۳۰ جیوترنجن پاٹھک : ستار
۸-۲۱ اور شام ۶-۱۵
سوریہ پرکاش دھاری سنگھ
ہلکی موسیقی
۸-۴۰ 'جڑی بوٹیوں کے کرشمے'
بات چیت : از حکیم تجمل حسین
کہانی : از شہناز پروین

دوپہر
۱-۳۰ گنیش پنڈت اور ساتھی
لوک گیت

رات
۸-۳۰ رام کمار مشر : لوک گیت
۱۰-۰۰ وِمل کمار شری واستو : خیال
چترا سین گپتا : خیال

منگل ۱۷ دسمبر

صبح
۷-۳۰ وجن خاں : خیال
۸-۲۱ اور شام ۶-۱۵
رینو کا سہائے : ہلکی موسیقی
۸-۴۰ گھرانوں کے لئے
'ہم اور ہمارے بچے'
بات چیت : رضوان رضوی
'مانوس سہسرامی کی رباعیاں'
بات چیت : اشفاق عادل

دوپہر
۱-۳۰ رام شرن ٹھاکر : لوک گیت

بدھ ۱۸ دسمبر

صبح
۷-۳۰ اور رات ۱۰-۳۰
بہادر خاں : سرود
۸-۲۱ اور شام ۶-۱۵
پرلو کمار بھٹاچاریہ ہلکی موسیقی
۸-۴۰ نئی نسل، نوجوانوں کے لئے،
'قومی یکجہتی - ایک اہم فریضہ'
بات چیت : رشا جہاں ملک
کلام شاعر : ظفر مو... تو

دوپہر
۱-۳۰ کنتی دیوی : لوک گیت

جمعرات ۱۹ دسمبر

صبح
۷-۳۰ شنکر مشر ناہر : خیال
۸-۲۱ اور شام ۶-۱۵
نندیتا چٹرجی : ہلکی موسیقی
۸-۴۰ سرل ۵ (او۔بی۔ مشاعرہ)
کہانی : شفق

دوپہر
۱-۳۰ لوک گیت
شیام نرائن کھباڑے

شام
۸-۳۰ لوک گیت : گنیش جھا

جمعہ ۲۰ دسمبر

صبح
۷-۳۰ اور رات ۱۰-۳۰
ذاکر حسین : خیال، ٹھمری
۸-۲۱ انجنا ورما : ہلکی موسیقی
۸-۴۰ 'روشنی کے مینار، حضرت
شہباز بھاگلپوری رح'
بات چیت : مظفر اقبال

دوپہر
۱-۱۰ شیامل کمار بنرجی : گٹار

رات
۹-۳۰ 'ایک زندگی ایسی بھی'
ڈرامہ : تحریر : وارث احمد خاں

ہفتہ ۲۱ دسمبر

صبح
۷-۳۰ شیام لال مشر
ٹھمری اور دادرا
چندن کمار مشر : طبلہ
۸-۴۰ شہرنامہ : 'آرہ'
بات چیت : محمد رضوان اللہ

رات
۹-۳۰ شجاعت حسین : ستار وادن

اتوار ۲۲ دسمبر

صبح
۷-۱۰ مرگی کی بیماری : بات چیت
ڈاکٹر انند وبھوشن سنہا
۷-۳۰ اور رات ۱۰-۳۰
بدھ دیو مکھرجی : ستار
۸-۲۱ اور شام ۶-۱۵
رناسین : ہلکی موسیقی
۸-۴۰ کھیل کی دنیا : 'جوڈو کا کھیل'
بات چیت : از ڈاکٹر حشمت اللہ

دوپہر
۱۲-۰۰ 'سوہنی مہیوال' : ڈرامہ
تحریر : ہمانشو شریواستو

شام
۷-۰۰ 'انٹرویو' : مزاحیہ خاکہ
از رادھے شیام اپادھیائے

پیر ۲۳ دسمبر

صبح
۷-۳۰ ایس۔پی۔ جیسوال : وائلن
۸-۲۱ اور شام ۶-۱۵
سریش کمار مشر
ہلکی موسیقی
۸-۴۰ ڈاکٹر کی رائے : 'نمونیا'
بات چیت از ڈاکٹر رفعت
اے شکور
کلام شاعر : قمر زاہدی

دوپہر
۱-۳۰ جوالا پرساد شکلا اور ساتھی
لوک گیت

شام
۸-۳۰ تپیشور شرما اور ساتھی
لوک گیت

منگل ۲۴ دسمبر

صبح
۷-۳۰ اُما ڈے : ٹھمری / دادرا
۸-۲۱ شام ۶-۱۵
مرنالنی سنگھ : ہلکی موسیقی
۸-۴۰ گھرانوں کے لئے
'سیرت حضرت پیر دستگیر
غوث الاعظم رح'
بات چیت : محمد عثمان غنی

دوپہر
۱-۳۰ اشوک شرما اور ہمنوا
لوک گیت

رات
۹-۳۰ 'ٹوٹا ہوا پل' : ڈرامہ
از شیام موہن اشتھانا

بدھ ۲۵ دسمبر

صبح
۷-۳۰ اور رات ۱۰-۳۰
شری کانت باکرے : خیال
۸-۲۱ اور شام ۶-۱۵
مانس مکھرجی : ہلکی موسیقی
۸-۴۰ کرسمس کے موقعے پر خصوصی
پروگرام : کرسمس کا دن
بات چیت : بشپ جے اوشا
مسیحی گیت

دوپہر
۱-۳۰ دندھیا واسنی دیوی
لوک گیت

جمعرات ۲۶ دسمبر

صبح
۷-۳۰ اور رات ۱۰-۳۰
موجود حسین خاں : خیال
۸-۲۱ اور شام ۶-۱۵
پرتما سہائے : بھجن
۸-۴۰ ڈرامہ از شمیم افزا قمر

دوپہر

۱-۳۰ رام اوتار پاسبان
لوک گیت

رات

۸-۳۰ شانتی جین: لوک گیت

جمعہ ۲۷ دسمبر

صبح

۷-۳۰ اور رات ۱۰-۳۰
رام نریش مشر: خیال

۸-۲۱ اور شام ۵-۱۵
شیاما سنہا: ہلکی موسیقی

۸-۴۰ روشنی کے مینار
شاہ قمیص قادریؒ
بات چیت: ایم ریاض بانی

دوپہر

۱-۳۰ جگن ناتھ رائے: لوک گیت

۲-۲۰ بیگم نسیم کوثر قوال اور ساتھی: قوالی

ہفتہ ۲۸ دسمبر

صبح

۸-۴۰ 'اکبر الٰہ آبادی': بات چیت
ڈاکٹر متقی رضوی

دوپہر

۱-۳۰ برج نندن پرساد: لوک گیت

اتوار ۲۹ دسمبر

صبح

۷-۱۰ جوہروں کا درد اور ان کا اپچار
ڈاکٹر آر۔ان سنہا سے ملاقات
ملاقاتی: ڈاکٹر بالیشور شرما آنند

۷-۳۰ اور رات ۱۰-۳۰
بسوراج راج گورو: خیال

۸-۲۱ اور شام ۶-۱۵
برہمد یونرائن سنگھ
ہلکی موسیقی

۸-۴۰ 'گورو گووند سنگھ جی'
بات چیت: کلدیپ سنگھ لگا

دوپہر

۲-۰۰ 'سلے ہونٹوں کی آواز': ڈرامہ
جنار دن رائے

پیر ۳۰ دسمبر

صبح

۷-۳۰ انور حسین: سارنگی
(آگے ص ۵۰ پر)

جے پور، اجمیر

جے پور (الف): ۲/۲۰۳ میٹر ۱۴۷۶ کلوہرٹز
جے پور (ب): ۴/۲۳۶ میٹر ۱۲۶۹ کلوہرٹز
اجمیر: ۴۹۷/۵ میٹر ۶۰۳ کلوہرٹز

پیر ۱۶ دسمبر

صبح

۷-۰۵ اور دوپہر ۱-۳۰ شنشی موہن بھٹ
ستار پر راگ للت، شدھ سارنگ

۷-۲۵ راجستھلی: کہانی
از ڈاکٹر نریت سنگھ سوڈھا

۹-۱۵ سگم سنگیت: کملیش کیشپ: بھجن

دوپہر

۱۲-۱۵ ساریرک دوشوں پر مت ہنسو

۱-۱۰ بابولعل رانا اور ساتھی: لوک گیت

رات

۹-۴۵ پورن چند رداس اور ساتھی: دادوگیت

منگل ۱۷ دسمبر

صبح

۷-۲۵ ساہتیک کاویہ پاٹھ چندر بھانو بھاردواج

۸-۲۱ بیوبانو: لوک سنگیت

۹-۱۵ سگم سنگیت: کے ایل پروہت: گیت بھجن

شام

۶-۲۵ کے این پروہت: گیت

رات

۹-۳۰ سندھی کاریہ کرم
(۱) بھاتیہ تیوہا: پرووتی ہیرانندانی
(۲) بھگت کنورام ساتھی

بدھ ۱۸ دسمبر

صبح

۷-۰۵ سینا نیرولکر: وائلن پر راگ کومل
رشبھ اساوری

۸-۲۱ دینا ناتھ ڈانگی: لوک گیت

دوپہر

۱-۱۰ اندرنارائن ماتھر: لوک گیت

۱-۳۰ سینا نیرولکر: وائلن پر راگ بھیم پلاسی

رات

۹-۱۴ بین دیوانہ: غزل

۱۰-۰۰ ناٹک 'وہ کون تھا'
از لکشمی نارائن رنگا

جمعرات ۱۹ دسمبر

صبح

۷-۰۵ بجرنگ کمار: خیال گنکلی

۸-۲۱ کملیش کماری: لوک گیت

شام

۶-۳۰ سندھی کاریہ کرم: گلڈونجی گل کاری

رات

۱۰-۳۰ بجرنگ کمار: خیال جیت کلیان

جمعہ ۲۰ دسمبر

صبح

۷-۰۵ نستا بھٹ تیلنگ: خیال اہیا بلاول

۷-۳۵ ساہتیہ سدھا۔ کوی جان کرت قائم خاں
راسو سے سور یا تھا املا ٹریا

۸-۲۱ اور دوپہر ۱-۱۰
مادھوری ماتھر: لوک گیت

دوپہر

۱-۳۰ نستا بھٹ تیلنگ: خیال پٹ دیپ

رات

۹-۱۲ کمد کلکرنی: گیت

۹-۳۰ ناٹک 'بدبوا'
از لال چند بیشکش ممتاز شکیب

ہفتہ ۲۱ دسمبر

صبح

۷-۰۵ محی الدین خاں
سارنگی پر راگ بلاس خانی توڑی

۸-۲۱ مرلی دھر رتن پور وال: لوک گیت

دوپہر

۱-۱۰ اونکار پرساد شرما: لوک گیت

۱-۳۰ نزاکت علی سلامت علی
خیال مدھوونتی اور ٹھمری

شام

۵-۰۵ بوداوانی
وگیان جگت میں ادھیکارک سلطان سنگھ
سے بھینٹ

اتوار ۲۲ دسمبر

صبح

۷-۰۵ جیوتسنا اچل کر نجیکر
ستار پر راگ بھٹیار

۷-۳۵ "اکیسویں صدی میں وگیان ٹیکنولوجی"
ہندی تقریر
از ڈاکٹر جے کی نادلیکر

۹-۱۵ منگل: کرسمس کا تیوہار
از: اے الیگزینڈر
(۲) کہانی: پی ایل مالی
(۳) وناسپتی کا دعوت سنسار
وناسپتی اور پریاورن: مہیا پال

دوپہر

۱۲-۳۰ جھلکی 'پرکھ' از عابد خاں دوتیمی
پیش کش: ممتاز شکیب

رات

۹-۳۰ کہکشاں
(۱) کاروان ادب ولی دکنی کی شاعری
از ایس ایچ سوری۔

کلام شاعر: نسیم رحمانی
(۳) گفتگو اردو شعر و ادب کا دوسری
زبانوں پر اثر
شرکا: محمد شعیب، فرید برکاتی

۱۰-۳۰ جیوتسنا اچل کر نجیکر
ستار پر راگ آبھوگی کانہڑہ

پیر ۲۳ دسمبر

صبح

۷-۰۵ راجندر وشنو: خیال گوجری توڑی

۷-۳۵ راجستھلی: کاویہ پاٹھ پریم نارائن

۹-۱۵ شبیر حسین: بھجن

دوپہر

۱-۱۰ پرمیلا کاسلی وال: لوک گیت

۱-۳۰ اسد علی خاں: رودروینا پر راگ دیس

رات

۱۰-۰۰ (۱) راجندر وشنو: خیال باگیشری کانہڑا
(۲) شنشی موہن بھٹ
ستار پر راگ مشر شورنجنی

منگل ۲۴ دسمبر

صبح

۷-۳۵ ساہتیکی : کہانی از کملیش شرما
۸-۲۱ پربھات کمار چوہان : لوک سنگیت
۹-۱۵ پربھا ماتھر : بھجن

بدھ ۲۵ دسمبر

صبح

۷-۰۵ رام گوپال ڈانگی : خیال نٹ بھیرو
۸-۲۱ رام لعل اور ساتھی : لوک گیت
۹-۱۵ ستیں کمار و ساتھی : مسیحی بھگتی سنگیت

دوپہر

۱-۱۰ رادھے شیام شرما : لوک گیت
۱-۳۰ امجد علی خاں : سرود پر راگ پیلو اور رنجنی

رات

۹-۱۴ حامد حسین : غزل
۱۰-۰۰ ناٹک : پرتیکشا از ہربھول سنگھ
پیش کش : ممتاز شکیب
۱۰-۳۰ رام گوپال ڈانگی : خیال مالکوس

جمعرات ۲۶ دسمبر

صبح

۷-۰۵ شبیر حسین : ٹھمری دادرا
۷-۳۵ راجستھان میں سورا رجا سے بجلی اتپادن
ہندی تقریر از کے پی اگروال

۷-۴۵ ریحانہ مرزا : غزل
۸-۲۱ رامیشور لال بھٹ : لوک گیت
۹-۱۵ ریحانہ مرزا : غزل

شام

۶-۳۰ سندھی کاریہ کرم - پری چرچہ
(۲) بول چند : سگم سنگیت

جمعہ ۲۷ دسمبر

صبح

۷-۰۵ وکالی گپتا : ستار پر راگ وبھاس
۸-۲۱ رام سروپ ساتورا : لوک گیت

دوپہر

۱-۳۰ شودت پروہت : گائن

رات

۹-۱۴ فیاض خاں : گیت
۱۰-۰۰ وکالی گپتا : ستار پر راگ باگیشری

ہفتہ ۲۸ دسمبر

صبح

۷-۰۵ شکور خاں : خیال ملتانی
۸-۲۱ بھیکو بائی اور ساتھی : لوک گیت
۹-۱۵ اور شام ۲۵-۶
اشفاق حسین : غزلیں

اتوار ۲۹ دسمبر

صبح

۷-۰۵ بابو لعل شرما : بانسری پر راگ دیش کار
۷-۳۵ راشٹریہ چیتنا کے پوشک حکیم اجمل خاں'
ہندی تقریر از ایس ایم چاند
۷-۴۵ سجن کمار : ستار پر دھن
۹-۱۵ مکل 'ایک ہی آنگن سے'،
سینٹ زیویرز اسکول کے بچوں کا کاریہ کرم

دوپہر

۱۲-۳۰ جھلکی "نام کا پھیر" ششی پرکاش شرما

رات

۹-۳ کہکشاں : شعری نشست اسٹوڈیو میں
شعراء : دل ایوبی، فرید ایوبی،
خداداد مونس، افضل جے پوری اپنے مجاز'
شاہد میر، عقیل شاداب اور خلیل تنویر
۱۰-۳۰ بابو لعل شرما : بانسری پر راگ چندرکوس

پیر ۳۰ دسمبر

صبح

۷-۰۵ رمضان خاں : سارنگی
۷-۴۵ سنہ لتا شرما : گیت - بھجن

دوپہر

۱-۱۰ پوترا کماری : لوک گیت
۱-۳۰ استاد برکت علی خاں : ٹھمری

شام

۶-۲۵ سنہ لتا شرما : گیت
۱۰-۰۰ رمضان خاں : سارنگی

منگل ۳۱ دسمبر

صبح

۷-۳۵ ساہتکی : کہانی بانو کھولیا
۷-۴۵ سمنی مہتہ : گیت ، بھجن
۸-۲۱ سکھ چندر اور ساتھی : لوک سنگیت

رات

۹-۳۰ سندھی کاریہ کرم : ملاقات
(۲) بھگت پرتاپ رائے اور ساتھی

بیکانیر

۲۱۵٫۰ میٹر ۱۳۹۵ کلو ہرٹز

پیر ۱۶ دسمبر

صبح

۱-۱۵ اور دوپہر ۳۰-۱
لوک سنگیت : فاطمہ

دوپہر

۱-۱۰ روشن آرا بیگم : خیال بسنت
۱-۵۰ 'آرتھک دکاس کے لئے کٹ پالن' : از او۔ پی۔ ماتھر

شام

۵-۰۵ یووا وانی۔ پرشن منچ
پرشن کرتا : ورنید رکمار شرما
سنچالک : سوشیل شرما
پرتیشن کمار وجے، سینتا
سونی اکماری آرادھنا شرما اور
کماری دیپیکا راجوتشی

منگل ۱۷ دسمبر

صبح

۸-۲۱ 'کیسے پہنچتی ہے خبر اخبار تک'
تقریر : ادم گرگ
۹-۱۵ اور دوپہر ۴۰-۱
جگت نارائن گوسوامی
لوک سنگیت

دوپہر

۱-۵۰ 'کھادی گرام ادھیوگ سے
گاؤں والوں کو لابھ'
از بی۔ ڈی۔ آریہ

شام

۰۵ یووا وانی
یوواؤں کے لئے وگیان کی باتیں
'پیرامانو وسپھوٹ اور مانو جاتی
کا بھوشیہ' : این آر پریہار
۶-۳۰ "سانپ اور کتوں کے کاٹے
کے علاج" : تقریر
جگدیش سانکھلا
کویتا : دیوی لال جین

کہانی : شیام ہرسی

بدھ ۱۸ دسمبر

صبح

۹-۱۵ اور دوپہر ۳۰-۱
نوری دیوی : لوک سنگیت

دوپہر

۱-۱۰ استاد امیر خاں : خیال میگھ
۱-۵۰ 'گاؤں میں یووا شکتی کا رچناتمک پریوگ' : از کے۔ این۔ بھرت

شام

۵-۰۵ 'راشٹریہ ایکتا اور یووا ورگ کا دائتو' : گنیا شوری سونی

جمعرات ۱۹ دسمبر

صبح

۰۰-۳۰ وگیان لوک
وگیان سماچار : پورنما بھارگو
الٹرا سونوگراف
ڈاکٹر راجیش منڈیجا
'ہردیہ کی کاریہ پرنالی'
ڈاکٹر ایل۔ این۔ مصرا
۷-۵۰ اور دوپہر ۱۰-۲
گنیش داس رنگا
سگم سنگیت
۹-۱۵ دوپہر ۴۰-۱
ادم پرکاش سرگرا
لوک سنگیت

دوپہر

۱-۱۰ مہیلا جگت : کویتا پاٹھ : گیت
'دہیز کے سندھرب میں میری کلپنا میں بہو' : بات چیت
سنہ لتا شرما، شانتی ورما
وملا ماتھر
۱-۵۰ سنبھلی کی بوائی، کھدائی، بیس ساودھانیاں اور ان کا اچت رکھ رکھاؤ : سیتہ دیو شرما

شام

۵.۰۵ آج کے سنگیت کلاکار
کماری رانی بانو سلیمانی
ستار وادن
وارتا: سیمہ کی مہتا، الکشن سوامی

۱۰.۰۰ 'بڑھتی ہنسا' بات چیت
ڈاکٹر ایس۔ بی۔ ایل۔ راوت
ڈاکٹر آر۔ سی۔ اگروال اور
ابھیتا بدگپتا

جمعہ ۲۰ دسمبر

صبح

۸.۲۱ راجستھانی وارتا
سماجک اتھان مانے گیتاں رے
ایدیشوں رو مہتو: بابو لال لکھارا

۹.۱۵ اور دوپہر ۱.۳۰
غلام رسول: لوک سنگیت

دوپہر

۱.۱۰ لکشمی شنکر: خیال: جن سموہنی

شام

۵.۰۵ 'سورگ گربھا جننی جنم بھومی'
تقریر: ازکرن تیناوت

ہفتہ ۲۱ دسمبر

صبح

۹.۱۵ اور دوپہر ۱.۳۰
رجب علی: لوک سنگیت

دوپہر

۱.۱۰ ڈی۔ وی۔ پلسکر
خیال باگیشری کانہڑہ

۱.۵۰ 'گرامنی بہنوں کے کھان پان کی کمی سے پیدا ہونے والے روگ اور ان کا نوارن'
ڈاکٹر پشپ لتا بھٹناگر

شام

۵.۰۵ یو وادانی
کماری سنتوش کنور
لوک گیت

اتوار ۲۲ دسمبر

صبح

۸.۲۱ میری رچنا: مہاویر پنوار

دوپہر

۱۲.۰۰ مہیلا جگت
کہانی: شریمتی اندو بالا گوڑ
بھجن: پستک چرچا

کاوِتری مہادیوی ورما
وارتاکار: ڈاکٹر پربھا کھتری

شام

۵.۰۵ یو وادانی: نوترنگ
'شمائیجے' تقریر: سنیتا شرما

پیر ۲۳ دسمبر

صبح

۹.۱۵ اور دوپہر ۱.۳۰
بھونگر خاں: لوک سنگیت

دوپہر

۱.۱۰ سندھا کھرتی: خیال سنکرا
۱.۵۰ چراگاہ سرکشن
ڈاکٹر ایس۔ ایس۔ ٹھاکر

منگل ۲۴ دسمبر

صبح

۶.۳۰ اور رات ۸.۱۵
اللہ جلائی بائی: سگم سنگیت

۸.۲۱ ہندی وارتا: 'عیسیٰ مسیح'
تقریر: میٹی لنکا

۹.۱۰ اور دوپہر ۱.۴۰
عبدالغنی: لوک سنگیت

دوپہر

۱.۵۰ پشو پالن اور مہیلائیں
شریمتی ارچنا یدودھری

شام

۵.۰۵ یو وادانی
وگیان کی باتیں: انگ پرتیاروپن
کماری وندنا شرما

۶.۲۰ مرو ستھلی: وارتا
سماج رے وکاس مانے علیٰسی
رے اپدیش: رام نواس شرما
کویتا: کانا مہرشی
کہانی: نرموہی ویاس

بدھ ۲۵ دسمبر

صبح

۹.۱۵ اور دوپہر ۱.۳۰
امر چند سنگھار: لوک سنگیت

دوپہر

۱.۱۰ استاد عبدالوحید خاں
درباری کانہڑہ

۱.۵۰ پشوؤں کے آہار سمبندھی خاص
خاص باتیں: یادویندر شرما

جمعرات ۲۶ دسمبر

صبح

۶.۳۰ مسکان کے پل

۶.۵۰ اور رات ۸.۱۵
سورن لتا ترپاٹھی: سگم سنگیت

۹.۱۵ اور دوپہر ۱.۴۰
تانتا سکینہ: لوک سنگیت

دوپہر

۱.۱۰ 'یندیر جیا: بیڑن کا انترراشٹریہ سکینگا'
متعلیش جین، امیدکور ویاس
سورت جوشی، اوکانی جاٹ

۱.۵۰ 'مرغی پالن اور سمیک سادھنا'
ڈاکٹر آر۔ ایل۔ لالوٹیا

شام

۵.۰۵ یو وادانی:
شوکت نیمری: لوک گیت
'عیسیٰ مسیح': تقریر
راجکمار سکینہ

جمعہ ۲۷ دسمبر

صبح

۸.۲۱ 'سردی رے روگ ار بیاں ری
سادھنا نیاں'
ڈاکٹر دلیت سنگھ دیول

۹.۱۵ اور دوپہر ۱.۳۰
گنیش ناد: لوک سنگیت

دوپہر

۱.۱۰ مال دیکا کانن: خیال دیس
۱.۵۰ بڑھتی جن سنکھیا کے پربھاؤ
دینا بھٹناگر

ہفتہ ۲۸ دسمبر

صبح

۹.۱۵ اور دوپہر ۱.۳۰
پنا لال بوہرا: لوک سنگیت

دوپہر

۱.۱۰ کیسر بائی کیرکر: گاتن
۱.۵۰ 'بہنیں اچار ڈالیں تیل اور
بن تیل کے' بشنی بالا بھٹناگر

شام

۵.۰۵ یو وادانی
کماری انجو بانا: ستار وادن
'لکشیہ پرگتی کا سادھن سنتاچار'
تقریر: کے۔ کے۔ عباس

۶.۲۰ آؤ اپنی ڈگر بنائیں
'بڑھتی آبادی اور سواستھیہ
سوید ھائیں'
ڈاکٹر ایل۔ این۔ گپت اور
ڈاکٹر بی۔ ایل۔ گپت

اتوار ۲۹ دسمبر

صبح

۸.۲۱ میری رچنا: یورنید وگوسوامی

دوپہر

۱۲.۰۰ مہیلا جگت: ردیک شتج کے
پار آتا تا اور رشن انیس سوچاسی
تریہ ویشلکش: سروج بھٹناگر

شام

۵.۰۵ نوترنگ
'پرا تھمک چکستا کا دائتو'
تقریر: تسلیم احمد قادری
کویتا پاٹھ: پربھوی سنگھ سوڈا

پیر ۳۰ دسمبر

صبح

۹.۱۵ اور دوپہر ۱.۳۰
سانور لال رنگا لوک سنگیت

دوپہر

۱.۱۰ دیپالی ناگ: خیال جینوتی
۱۲.۵۰ 'کھڑی فصل میں سمایک کرشی کاریہ'
ضلع سنگھ

منگل ۳۱ دسمبر

صبح

۸.۲۱ ۱۹۸۵ء کیا کھویا کیا پایا: ہندی تقریر
ڈاکٹر سدھ راج

۹.۱۵ اور دوپہر ۱.۴۰
شاردا ایوم بھٹناگر
لوک سنگیت

دوپہر

۱.۵۰ 'ربیع فصلوں کی بیماریوں سے
سرکشا': وی۔ ایل۔ کمود

شام

۶.۳۰ مرو ستھلی
'۲۱ ویں صدی ری اور' تقریر
ڈاکٹر برج نارائن پروہت
کویتا: 'بیتے ۱۹۸۵ء پر دو'
محمد صدیق
کہانی: انا رام سُدامہ

بھوپال، رائپور، گوالیار، جبلپور

بھوپال (الف) ۲۰۲۰ء۲۰ میٹر ۱۴۸۵ کلو ہرٹز بھوپال (ب) ۲۲۲۴۳ میٹر ۱۲۳۳ کلو ہرٹز
شارٹ ویو:
صبح: ۷-۴۵ تک ۵۰ء۹۰ میٹر ۳۳۱۵ کلو ہرٹز ۸-۰۰ کے بعد ۰۵ء۵۰ میٹر ۵۹۹۰ کلو ہرٹز
دوپہر: ۸۲ء۱۴ میٹر ۱۸۰ کلو ہرٹز شام اور رات ۵۰ء۹۰ میٹر ۳۳۱۵ کلو ہرٹز

خبریں

ہندی: صبح ۸-۰۰، ۹-۰۵ (پرادیشک) دوپہر ۱-۰۵، ۲-۱۰، ۲-۴۵ شام ۶-۰۵
رات ۸-۴۵ (۱۱-۰۵ صرف ہفتہ کو)
انگریزی: صبح ۸-۱۰ دوپہر ۱-۰۰ شام ۶-۰۰ رات ۹-۰۰ (۱۱-۰۰ صرف ہفتہ کو)

پیر ۱۶ دسمبر

صبح

۷-۱۵ گورو تیغ بہادر کی شہادت
ہندی تقریر

۸-۲۱ اور دوپہر ۲-۰۰
ڈی۔ پی۔ چٹرجی: سگم سنگیت

۸-۳۰ اور رات ۸-۱۵
سندرلال سونی: ستار

دوپہر

۲-۳۰ چترنجن گھوشال: لوک گیت

رات

۱۰-۰۰ ماسک شنکھلا ناٹک۔ آستھائیں
اپنی اپنی: ستیندر شرد

منگل ۱۷ دسمبر

صبح

۷-۱۵ ترنگ۔ لوک ناٹیہ۔ کلاتمک
جبلپور، پیش کش: میناکشی مشرا

۷-۳۰ سواگت۔ بھینٹ وارتا ہندی

۷-۴۵ اور دوپہر ۲-۳۰
منگو بائی گیندرام اور سہیلیاں
لوک گیت

۸-۲۱ اور دوپہر ۲-۰۰
مہوا مکھرجی: سگم سنگیت

۸-۳۰ آئینہ: اردو پروگرام
بزم سخن

بدھ ۱۸ دسمبر

صبح

۷-۴۵ اور دوپہر ۲-۳۰
رام گوپال یادو اور ساتھی
لوک گیت

۸-۲۰ اور دوپہر ۲-۰۰
کلیانیل گھرے: سگم سنگیت

۸-۳۰ اور رات ۱۰-۰۰
عبدالصمد خاں: سارنگی

جمعرات ۱۹ دسمبر

صبح

۷-۴۵ اور دوپہر ۲-۳۰
شیلا شریواستو اور رشما سرن
لوک گیت

۸-۲۱ اور دوپہر ۲-۰۰
میرا پنا مہراج: سگم سنگیت

۸-۳۰ اور رات ۱۰-۳۰
اوم پرکاش چورسیہ: سنطور

رات

۱۰-۰۰ نیلا کرگرے: خیال

جمعہ ۲۰ دسمبر

صبح

۸-۳۰ کہکشاں: اردو پروگرام

دوپہر

۲-۰۰ آشا لتا رمن: سگم سنگیت

۲-۳۰ سندھیا دویے: لوک گیت

ہفتہ ۲۱ دسمبر

صبح

۷-۱۰ باتوں باتوں میں
دھارا ڈاک پاریوارک: ناٹیکا
مصنف: شری مہتہ
پیش کش: میناکشی مشرا

۸-۲۱ اور دوپہر ۲-۰۰
وکیل احمد: سگم سنگیت

دوپہر

۲-۳۰ شری کانت پانڈے
لوک گیت

رات

۹-۳۰ شجاعت حسین: ستار

اتوار ۲۲ دسمبر

صبح

۷-۱۰ کاویہ دھارا: پنکج پاٹھک

۹-۵۰ اور رات ۹-۳۰
اومارانی دوبولیا۔ خیال بھیرو
رام کلی یمن

دوپہر

۲-۳۰ رجنی بائی ورما اور سہیلیاں
لوک گیت

پیر ۲۳ دسمبر

صبح

۷-۱۰ گوالیار: ہندی تقریر

۸-۲۱ اور دوپہر ۲-۰۰
کسم بڑودکر: سگم سنگیت

۸-۳۰ پورن سنگھ چوہان
بانسری پر بھیرو

دوپہر

۲-۳۰ پریم بائی کشواہا اور سہیلیاں
لوک گیت

رات

۱۰-۰۰ نمک کا داروغہ: ناٹک
مصنف: عبدالعزیز
پیش کش: میناکشی مشرا

منگل ۲۴ دسمبر

صبح

۷-۱۰ ترنگ: دھوکہ
مصنف: شنکر لال ناگرا
پیش کش: مقبول حسن

۷-۳۰ سواگت: ہندی تقریر

۷-۴۵ اور دوپہر ۲-۳۰
موتی رام سہگائے اور ساتھی
لوک گیت

۸-۲۰ اور دوپہر ۲-۰۰
سنور خاں: سگم سنگیت

۸-۳۰ آئینہ: اردو پروگرام
مزاحیہ خاکہ
ڈاکٹر شفیقہ فرحت
مزاحیہ کلام: ساجد سجنی
ہماقیس: لطیفے: ڈاکٹر
ظہیرالاسلام

رات

۷-۱۵ کرسمس کی قبل شب پر
سندیش

۱۰-۰۰ پیوس پوار: سنطور
ثروت حسین: طبلہ

بدھ ۲۵ دسمبر

صبح

۷-۴۵ اور دوپہر ۲-۳۰
اندر سنگھ بگھیل اور ساتھی
لوک گیت

۸-۲۱ اور دوپہر ۲-۰۰
شرمیلا بھوپال: سگم سنگیت

جمعرات ۲۶ دسمبر

صبح

۷-۴۵ اور دوپہر ۲-۳۰
سدھا شرما: لوک گیت

۸-۲۱ اور دوپہر ۲-۰۰
ذوالفقار علی ملک
سگم سنگیت

جمعہ ۲۷ دسمبر

صبح

۷-۱۰ پرماڑ ویدیہ کی سمجھاونائیں
اور مانویے مولیے: پریچرچا

۸-۳۰ کہکشاں: اردو پروگرام

دوپہر

۲-۰۰ اختر احمد: سگم سنگیت

۲-۳۰ سریش تیواری: لوک گیت

رات

۱۰-۰۰ وی۔ ڈی۔ بردے: خیال

۱۰-۳۰ ثروت حسین: طبلہ

اندور

اندور (الف) : ۴۶۲۱۹ میٹر ۶۴۸ کلوہرٹز
اندور (ب) : ۱۹۱۳ میٹر ۱۵۱۴ کلوہرٹز

ہفتہ ۲۸ دسمبر

صبح

۱۰-۰ باتوں باتوں میں
دھارا وا ایک پاریوارک: ناٹیکا
مصنف: مہتہ
پیش کش: مینا کشی مشرا

۴۵-۰ ستیش کماری شاہ
ٹھمری بھیروی

۲۰-۸ اور دوپہر ۰۵-۲
تاپوشی ناگراج: سگم سنگیت

دوپہر

۳۰-۲ ثروت حسین: لوک گیت

اتوار ۲۹ دسمبر

دوپہر

۳۰-۲ ہری داس پنٹر: لوک گیت

رات

۰۰-۱۰ ہری نرائن سونی
بانسری پر چندر کونس

پیر ۳۰ دسمبر

صبح

۱۰-۰ ساہتیہ میں اتیہاس کے رچناکار
ہندی تقریر

۲۱-۸ اور دوپہر ۰۰-۲
سمارائے: سگم سنگیت

۳۰-۸ عبداللطیف خاں: خیال

دوپہر

۳۰-۲ رام کلی شرما اور سہیلیاں
لوک گیت

منگل ۳۱ دسمبر

صبح

۱۰-۰ ترنگ: ہنسی کا خزانہ
مصنف: بالکرام
پیش کش: مینا کشی مشرا

۲۵-۸ اور دوپہر ۰۰-۲
اوما رانی دوبولیا: سگم سنگیت

رات

۰۰-۱۰ اجے چکرورتی: گائن

پیر ۱۶ دسمبر

صبح

۳۰-۰ 'اُنھیں معمولی نہ سمجھیں - پچھاتی
کی جکڑن، پت اور کف'
تقریر از اشوک باجپائی

۲۱-۸ اور شام ۲۰-۶
ساتنو ناویاس: سگم سنگیت

دوپہر

۳۰-۲ اور شام ۳۰-۶
دوارکا پرساد اپادھیائے
لوک گیت

رات

۱۴-۹ 'بھوجن وشاکت کیوں ہوتے ہیں؟'
تقریر از سادھنا گپتا

منگل ۱۷ دسمبر

صبح

۲۱-۸ اور شام ۲۰-۶
شنکر شمبھو: سگم سنگیت

دوپہر

۳۰-۱۲ 'پشوؤں سے ادھک دودھ
کیسے لیں؟'
تقریر از کرونا سنگھ

شام

۳۰-۰ 'پالے سے فصلوں کا بچاؤ'
تقریر از کے بی منڈلوئی

بدھ ۱۸ دسمبر

صبح

۲۰-۰ 'میں اپنے ماتا پتا سمان کیوں
ہوں': تقریر از امرت پہلے

۲۱-۸ اور شام ۲۰-۶
شالینی گاوڑے: سگم سنگیت

دوپہر

۳۰-۲ اور شام ۳۰-۶
ہیرا سنگھ بولیا: لوک گیت

شام

۲۰-۰ 'گراموں میں جل چکتسا کی
دوھیان': تقریر
از بی۔ ایل۔ منڈن

جمعرات ۱۹ دسمبر

صبح

۳۰-۰ اتہاس کے دریچے میں
'وکرمادت کی شاسن پرنالی'
تقریر از شرد اپکارے

۲۱-۸ انل کمار: سگم سنگیت

دوپہر

۳۰-۱۲ 'پھولوں میں سانس کی بیماری'
تقریر: اے۔ پاریکھ

شام

۲۰-۶ آلوک گنگولی: سگم سنگیت

۲۰-۰ 'بھیل جن جاتی کی چھبیاں'
تقریر از آنندی لال پاریکھ

۱۴-۹ 'پرشن چنہہ': کہانی
از سونیتا سونی

جمعہ ۲۰ دسمبر

صبح

۲۱-۸ اور شام ۲۰-۶
نازیہ نیازی: سگم سنگیت

دوپہر

۳۰-۱۲ 'گھریلو اپچار'
از ویدیا ایچ۔ ایس۔ جوشی

شام

۵۰-۵ سونالی جلوٹا: سگم سنگیت

۲۰-۰ 'پشوؤں میں کب اور کون سے
ٹیکے لگوائیں؟': تقریر از
ایس۔ کے پاٹھک

ہفتہ ۲۱ دسمبر

صبح

۳۰-۰ سوریہ کانت ناگر: کویتا

۳۰-۸ اور شام ۲۰-۶
یونس ملک: سگم سنگیت

دوپہر

۰۰-۲ اور رات ۱۵-۸
انوپ جلوٹا: سگم سنگیت

۳۰-۲ اور شام ۳۰-۶
کانتا جوشی: لوک گیت

شام

۳۰-۶ ادیوگک سماچار
گھنشیام داس اگروال

۲۰-۰ ضلع ادھیکش اجیت جوگی
سے بھینٹ

اتوار ۲۲ دسمبر

صبح

۱۵-۹ 'کمپیوٹرز'
تقریر از ڈی این سہگل

دوپہر

۳۰-۱۲ 'پریوار اور دھونک پریوشن میں
سنتولن': تقریر
از ایم۔ کے۔ کھرے

پیر ۲۳ دسمبر

صبح

۳۰-۰ 'راشٹریا ایکتا میں یووکوں کی
بھومیکا': تقریر
از بالکرشن پنجابی

۲۱-۸ اور شام ۲۰-۶
ایس کے گاڈگل: سگم سنگیت

دوپہر

۳۰-۲ اور شام ۳۰-۶
وجے کمار شرما: لوک گیت

شام

۲۰-۰ 'ون، اپج تھا اس کے لابھ'
تقریر از آر۔ جی۔ سونی

منگل ۲۴ دسمبر

صبح

۲۱-۸ شام ۲۰-۶، رات ۱۵-۸
محمد یعقوب: سگم سنگیت

دوپہر

۳۰—۱۲ اُٹھن بارش لگائیں اور تازہ سبزی کھائیں، تقریر از او۔ پی۔ پٹیل

شام

۴۰—۶ 'انتراشٹریہ یووا ورش اور شرکت'؛ تقریر از گووند مشر

بدھ ۲۵ دسمبر

صبح

۳۰—۷ 'سنگیت کا پودوں پر پربھاؤ' تقریر از رشمی لوہنی

۲۱—۸ اور شام ۲۰—۶ مبارک بیگم: سگم سنگیت

دوپہر

۳۰—۱۲ لکھنو ناٹیکہ از پردیپ پنڈت

شام

۵۰—۵ سریش واڈیکر سگم سنگیت

۴۰—۶ 'شرم قانون اور مہیلا شرمک' تقریر از او۔ پی۔ باجپائی

جمعرات ۲۶ دسمبر

صبح

۳۰—۷ 'لوک سنگیت کی پرمپرا کا پرشن': از پیارے لال شریمال

۲۰—۸ اور شام ۲۰—۶ امجد حسین: سگم سنگیت

دوپہر

۳۰—۱۲ کہانی از سشاستر دویدی

۳۰—۲ اور شام ۳۰—۶ تارا چند یادو: لوک گیت

شام

۵۰—۵ 'انتراشٹریہ یووا ورش — اپلبدھیاں اور ہمارا دائتو' پریچرچا: شرکار: راجیو سکسینہ، شنو بھامشر، منوہر لمبودیا، چترا ناکوڑے

۱۵—۹ 'سیمت پریوار — کیوں اور کیسے؟' تقریر از آر۔ کے۔ مہتہ

جمعہ ۲۷ دسمبر

صبح

۲۱—۸ مہیش چندر: سگم سنگیت

دوپہر

۳۰—۱۲ گھریلو اُپچار؛ از گووند لال

شام

۵۰—۵ پنگھٹ کے دعا س: سگم سنگیت

۲۰—۰ 'فوارہ سنچائی کے نیتروں کی ساج سنبھال': بات چیت شرکار: پردیپ دربارا اور کرن سنگھ

ہفتہ ۲۸ دسمبر

صبح

۳۰—۷ کلپنا ساہا: کویتا پاٹھ

۲۱—۸ اور شام ۲۰—۶ اوما گرگ: سگم سنگیت

دوپہر

۰۰—۲ طلعت محمود، محمد رفیع اور جگموہن: سگم سنگیت

۳۰—۲ اور شام ۳۰—۶ پربھا شرما: لوک گیت

اتوار ۲۹ دسمبر

صبح

۱۵—۹ 'دھرتی ماتا جن جن روپ' تقریر ۔ سبھاش تھمن

دوپہر

۳۰—۱۲ 'پریوار ... سنکاروں کی' تقریر از ... پی ... ت

شام

۲۰—۰ کوی گوشٹھی: شرکار جیون لال ابا دھیائے، کشن داس ... اور جگدیش پانڈے

پیر ۳۰ دسمبر

صبح

۳۰—۷ 'راشٹریہ انتراشٹریہ یووا ورش بھارت کی اپلبدھیاں': تقریر از پرکاش اپادھیائے

۲۱—۸ اور شام ۲۰—۶ وکاس تنڈے: سگم سنگیت

دوپہر

۳۰—۲ اور شام ۳۰—۶ سپیرا سنگھ سمن اور ساتھی: لوک گیت

(آگے ص ۵۰ پر)

جموں

جموں الف: ۱۰.۳۰۳ میٹر ۹۹۰ کلو ہرٹز
جموں ب: ۲۷۵.۱۴ میٹر ۱۰۸۹ کلو ہرٹز

منگل ۱۷ دسمبر

صبح

۴۵—۰ ہربھجن لال، سورن لتا: ڈوگری سنگیت

۰۵—۹ 'جونشیا ... اکسوری صدی اور'

دوپہر

۳۰—۱۲ منجراں: ڈوگری میں دیہی پروگرام

بدھ ۱۸ دسمبر

صبح

۴۵—۰ ...: ڈوگری سنگیت

۲۱—۰ دریچے

رات

۱۵—۰ پانچویں ... میں پروگرام

جمعرات ۱۹ دسمبر

صبح

۴۵—۰ غلام محمد ... نعی: ڈوگری سنگیت

جمعہ ۲۰ دسمبر

صبح

۴۵—۰ ... نعی اور ... ڈوگری سنگیت

ہفتہ ۲۱ دسمبر

صبح

۴۵—۰ موہن ... ملا ارون: ڈوگری سنگیت

۰۵—۹ پنچھی سنہ

اتوار ۲۲ دسمبر

صبح

۴۵—۰ جیون شرما، انیتا شرما: ڈوگری سنگیت

۲۵—۹ بال جگت

پیر ۲۳ دسمبر

صبح

۴۵—۰ نریندر ... سیما انل سہگل: ڈوگری سنگیت

رات

۳—۱۰ آپ کی فرمائش

منگل ۲۴ دسمبر

صبح

۴۵—۰ دیویندر ... جلباسو: ڈوگری سنگیت

۲۱—۱ ایک ... صوت

دوپہر

۲۰—۱۲ منجراں

بدھ ۲۵ دسمبر

صبح

۴۵—۰ ...: ڈوگری سنگیت

۲۱—۱ دریچے

رات

۳۰—۹ سرنجا: پنجابی میں ادبی پروگرام

جمعرات ۲۶ دسمبر

صبح

۴۵—۰ سوہنیدر، لتا منگیشکر: ڈوگری سنگیت

۰۵—۹ سانسکرتک گتی ودھیاں

جمعہ ۲۷ دسمبر

صبح

۴۵—۰ محمد حسین، ابیتا ڈے

ڈوگری سنگیت

رات

۸ــ ترکیتا: ڈوگری میں ادبی پروگرام

ہفتہ ۲۸ دسمبر

صبح

۷-۴۵ شام ساجن، امینا شرما
ڈوگری سنگیت

۹-۰۵ پھر سنیئے

اتوار ۲۹ دسمبر

صبح

۷-۴۵ پرکاش شرما، انوپما شرما
ڈوگری سنگیت

دوپہر

۱۲-۳۰ گھرانوں کے لئے

رات

۱۰-۰۰ ہندی کوی گوشٹھی

پیر ۳۰ دسمبر

صبح

۷-۴۵ پدم سنگھ، کلا مائیسر
ڈوگری سنگیت

۸-۲۱ اپنی نگری میں

منگل ۳۱ دسمبر

صبح

۷-۴۵ انل کمار، شانتی بشٹ
ڈوگری سنگیت

شام

۶-۳۰ دیس سوہمن

بقیہ: اردو سروس

۹-۲۲ کلاسیکی موسیقی
سوہن سنگھ
خیال گجری توڑی

رات

۱۱-۳۰ بزم موسیقی
سوہن سنگھ
خیال جیت کلیان
علی احمد حسین اور ساتھی
شہنائی پر راگ گورکھ کلیان

سرینگر

میڈیم ویو:
سرینگر (الف): ۲۶۸٫۸ میٹر ۱۱۱۶ کلوہرٹز سرینگر (ج) ۲۴۵٫۱ میٹر ۱۲۲۳ کلوہرٹز
سرینگر (د) ۱۹۶٫۲ میٹر ۱۵۳۰ کلوہرٹز
شارٹ ویو: سرینگر (ب) ۴۹٫۱۰ میٹر ۶۱۱۰ کلوہرٹز ۹۱٫۵۰ میٹر ۳۲۷۷ کلوہرٹز
پہلی مجلس: صبح ۶-۳۰ سے ۱۰-۰۰ تک، دوسری مجلس، دوپہر ۱۱-۳۰ سے رات ۱۱-۰۵ تک
(اتوار کو صبح ۶-۳۰ سے رات ۱۱-۰۵)

خبریں

کشمیری: صبح ۷-۴۵، شام ۶-۲۵ اردو: صبح ۸-۵۰، دوپہر ۱-۵۰، رات ۹-۱۵
ہندی: صبح ۹-۰۰ سنسکرت: صبح ۷-۰۰
انگریزی: صبح ۸-۱۰، دوپہر ۲-۰۰، شام ۶-۰۰، رات ۹-۰۰ اور ۱۱-۰۰

علاقائی خبریں

اردو: صبح ۹-۲۰ دوپہر ۱۲-۳۰ اور ۴-۰۰ (دھیمی رفتار سے)، شام ۷-۴۰
کشمیری: صبح ۹-۳۵ دوپہر ۱۲-۳۵ اور شام ۷-۳۰

پیر ۱۶ دسمبر

صبح

۷-۴۰ راج بیگم: غزلیں

۸-۲۱ زعفران زار: "یہ مسافر چھ عجیب"
مزاحیہ ڈرامچہ، از پی ایم وانچو

۹-۰۰ برطانیہ میں اردو صحافت
اردو میں بات چیت: از شکیل الرحمٰن

دوپہر

۱۲-۴۰ "پراکاشن" سون تبسم - دند
کشمیری میں گفتگو

۱-۰۵ راہی آغا اور ایچ این توشخوانی
کشمیری موسیقی

۲-۱۰ پی این چھتو: ستار

شام

۶-۴۵ اور رات ۸-۳۰
ایچ این توشخوانی اور راج بیگم
غزلیں

رات

۹-۳۰ "میرے حصے کا زہر" اردو میں کھیل
تحریر: بشیر شاہ

منگل ۱۷ دسمبر

صبح

۷-۴۰ اور

۷-۵۵ جلال گیلانی: غزلیں

۹-۰۰ تازہ کلام از پریم ناتھ شاد

دوپہر

۲-۱۰ ڈی وی پلسکر: گائن

شام

۶-۴۵ اور

۸-۳۰ غلام محمد میر، اور لیلا موہن راناجی
غزلیں

بدھ ۱۸ دسمبر

صبح

۷-۴۰ اور ۷-۵۵، شام ۶-۴۵ اور
رات ۸-۳۰ جلال گیلانی: غزلیں

۸-۲۰ کشمیری میں بات چیت از
غلام رسول سنتوش

۹-۰۰ نیا ادب (اردو) تازہ کلام
از عبدالحق برق

دوپہر

۱۲-۴۰ "پراگاشن" سائی کتھ
راج ترنگنی (گفتگو)

۲-۱۰ بدھ دیتا مکوپتی: ستار پر دھن

جمعرات ۱۹ دسمبر

صبح

۷-۴۰، شام ۶-۴۵ اور رات ۸-۳۰
رحمت اللہ خاں: غزلیں

۹-۰۰ نو ادب (کشمیری) تازہ کلام
از بشیر احمد بشیر

۱۱-۳۰ اور دوپہر ۲-۳۰
غلام محمد ساز نواز اور ساتھی
صوفیانہ موسیقی

دوپہر

۱۲-۳۰ "ترریش لگتی تہ کیا زہ" (گفتگو)

۲-۱۰ جی ایس سچدیو: بانسری

رات

۹-۳۰ "معمل" جی ایم بٹ سے گفتگو

جمعہ ۲۰ دسمبر

صبح

۷-۵۵، شام ۶-۴۵ اور رات ۸-۳۰
کے کے جالا: غزلیں

۹-۰۰ "عام آدمی کرشن چندر کی نظر میں"
بات چیت از ڈاکٹر بی ایل کول

دوپہر

۱-۰۵ کے کے جالا اور پرنا رینہ
غزلیں (اردو)

۲-۱۰ غلام مصطفےٰ خاں: گائن

ہفتہ ۲۱ دسمبر

صبح

۷-۴۰ اور

۷-۵۵، شام ۶-۴۵ اور رات ۸-۳۰
راج بیگم: غزلیں

۹-۰۰ "ول ہیومنسٹ سروالیو"
انگریزی میں بات چیت
از ایس ایل پنڈت

۱۱-۳۰ اور دوپہر ۲-۳۰
شیخ عبدالعزیز اور ساتھی
صوفیانہ موسیقی

دوپہر

۱۲-۴۰ "پراگاشن" "یم آس عظیم" گفتگو

۲-۱۰ ہری پرساد چورسیہ: بانسری

اتوار ۲۲ دسمبر

صبح

٧-٤٠ اور
٧-٥٥ غلام قادر درانی : غزلیں

دوپہر

١٢-٤٠ پراگاش- "سانہ تحریک آزادی ہنز کتھ"
گفتگو
٢-١٠ پنڈت جسراج : گائن
٢-٠٠ "ہی مال" خواتین کے لیے پروگرام
ڈاکٹری مشورہ
زنانن ہنزہ عام بیمارہ تہ علاج
انٹرویو: از ڈاکٹر امینہ شاہ اور
ایک مزاحیہ نظم

شام

٦-٤٥ اور رات ٨-٣٠
جی کیو ڈانی : غزلیں

پیر ٢٣ دسمبر

صبح

٧-٤٠ اور
٧-٥٥ سنیتا کول : غزلیں
٩-٠٥ اردو میں بات چیت
"چائلڈ لیبر ایک سماجی مسئلہ"

دوپہر

١-٠٥ سنیتا کول اور شانتی کول
کشمیری موسیقی
٢-١٠ ایس ایل ششنگلو : ستار پردھن

شام

٦-٤٥ اور رات ٨-٣٠
شانتی کول اور سنیتا کول غزلیں

منگل ٢٤ دسمبر

صبح

٧-٣٠ اور
٧-٥٥ نسیم اختر : غزلیں
٩-٠٠ نیا ادب (اردو) تازہ کلام
از ناہید تقییر

دوپہر

٢-١٠ کمار چندر سہوا : گائن

شام

٦-٤٠ ٦-٤٥ اور رات ٨-٣٠
نسیم اختر : غزلیں

رات

٩-٣٠ "سنگرمال"
دو تازہ شائع شدہ کتابوں پر تبصرہ
(١) حال چھورد تل تحریر: ایچ کے کول
(٢) لولہ وبہار تحریر جی ایچ بیگ

بدھ ٢٥ دسمبر

صبح

٧-٤٠ اور
٧-٥٥ شام ٦-٤٥ اور رات ٨-٣٠
ایم کے پنڈتا : غزلیں
٨-٢١ "عکس" بات چیت از مقبول حسین
٩-٠٠ "نیا ادب" تازہ افسانہ
از : غلام رسول آزاد

دوپہر

١٢-٤٠ "سائنس کتھ" راج ترنگنی (گفتگو)
٢-١٠ نکھل بنرجی : ستار پردھن

جمعرات ٢٦ دسمبر

صبح

٧-٤٠ اور
٧-٥٥ شام ٦-٤٥ اور رات ٨-٣٠
آرتی ٹکو : غزلیں
٩-٠٠ "نو ادب" تازہ کلام
از مشعل سلطانپوری (کشمیری)
١١-٣٠ اور دوپہر ٢-٣٠
غلام محمد ساز نواز اور ساتھی
صوفیانہ موسیقی

دوپہر

١٢-٤٠ پراکاش "سون وطن سندر دریاؤ"
گفتگو
٢-١٠ اوما ناتھ ٹھاکر : گائن

جمعہ ٢٧ دسمبر

صبح

٧-٥٥ شام ٦-٤٥ اور رات ٨-٣٠
آشا کول : غزلیں
٩-٠٠ بشم چند رچھیڑجی
ہندی میں بات چیت

دوپہر

١-٠٥ غزلیں (اردو) از پی ایل جوشی در
وی پی ورر
٢-١٠ پراکاش وڈیرہ : بانسری

ہفتہ ٢٨ دسمبر

صبح

٧-٤٠ اور
٧-٥٥ شام ٦-٤٥ اور رات ٨-٣٠
سدھارتھ کول : غزلیں
٩-٠٠ پلاسٹک سرجری
از ڈاکٹر ایم آر آنند
١١-٣٠ اور دوپہر ٢-٣٠
غلام محمد قالین باف اور ساتھی
صوفیانہ موسیقی

دوپہر

١٢-٤٠ پراگاش "سانہ تحریک آزادی ہنز کتھ"
٢-١٠ لکشمی شنکر : گائن

اتوار : ٢٩ دسمبر

صبح

٧-٤٠ اور
٧-٥٥ شام ٦-٤٥ اور ٧-٥٠
کیلاش مہرہ : غزلیں

دوپہر

١٢-٤٠ پراگاش "تاریخ کتھ آیہ دور سنتر"
گفتگو
٢-١٠ شیو کمار شرما : سنتور
٤-٠٠ "ہی مال" خواتین کیلئے کشمیری میں پروگرام
سال رواں میں ہی مال پروگرام کے
چیدہ چیدہ پروگراموں کے اقتباسات

پیر ٣٠ دسمبر

صبح

٧-٤٠ اور
٧-٥٥ شام ٦-٤٥ اور رات ٨-٣٠
کرن کول غزلیں
٩-٠٠ "ہندوستان کی سائنسی ترقی میں ڈاکٹر وکرم
سارا بھائی کا حصہ"
بات چیت از پروفیسر ایچ کے کیمرا

دوپہر

١٢-٤٠ پراگاش "کوہ پیمائی ہا کھ زان" گفتگو
١-٠٥ اسداللہ اور محمد صدیق ڈال کشمیری موسیقی
٢-١٠ رئیس خان : ستار پردھن

رات

٩-٣٠ اردو ڈرامہ "میں گھیس" یہ دو بیان کیوں"
تحریر : ریاض معصوم قریشی

منگل ١ر دسمبر

صبح

٧-٤٠ اور ٧-٥٥ رتنا در : غزلیں
٩-٠٠ نو ادب : تازہ افسانہ

دوپہر

٢-١٠ وی جی جوگ : گائن

شام

٦-٤٠ اور ٨-٣٠ شمیمہ دیو : غزلیں

بقیہ : اندور

شام

٧-٢٠ "گھریلو پچار نے"
از ایم پی پرمار

منگل ٣١ر دسمبر

صبح

٨-٢١ اور شام ٦-٢٠
ایس کے اوجھا
سگم سنگیت

دوپہر

١٢-٣٠ "سردی میں ہونے والی بیماریاں"
از ونے گودھا

رات

٨-١٥ دل راج کور: سگم سنگیت

بقیہ : پٹنہ

٨-٢١ اور شام ٦-١٥
سیتارام سنگھ : ہلکی موسیقی
٨-٤٠ ڈاکٹر کی رائے؛ ہوپنگ کف،
بات چیت: ڈاکٹر ایس ایم
منیر الحق
کہانی : غالب حسنین

دوپہر

١-٣٠ شمبھو رام اور ساتھی
لوک گیت

منگل ٣١ر دسمبر

صبح

٠-٣٠ مالنی چیٹرجی : خیال
رام کبیر پانڈے : طبلہ
٨-٢١ آلوک گنگولی: ہلکی موسیقی
٨-٤٠ "گذرے ہوئے سال کا محاسبہ"
بات چیت: شاہین محسن
کہانی : حسین الحق
نظم: واقف عظیم آبادی

دوپہر

١-٣٠ پارس ناتھ سور : لوک گیت

شام

٦-١٥ معین الدین خاں
ہلکی موسیقی





▲ مولانا اے ایم کے معصومی
آپ کی تقریر اردو پروگرام 'انجمن'
میں گذشتہ دنوں آکاشوانی کلکتہ سے نشر ہوئی۔

▲ جے دیو ہتنگڑی۔
نامور ڈرامہ ہدایت کار
آپ کے ساتھ اوما کانت کھویلکر (دائیں) کا انٹرویو
آکاشوانی بمبئی سے نشر ہوا۔



کرپا نرائن گووند لبھ پنت ایگری کلچر
یونیورسٹی کے وائس چانسلر کے ساتھ
آکاشوانی بیکانیر کے ریڈیو فارم آفیسر بھوپ سنگھ
یونیورسٹی کی سلور جبلی کے
موقع پر بات چیت کرتے ہوئے۔
یہ پروگرام حال ہی میں
آکاشوانی بیکانیر
سے
نشر ہوا۔





▲ شاہ جہاں بانو یاد، آکاشوانی الہ آباد کی جانب سے مدعو سامعین کے روبرو منعقد مشاعرے میں اپنا کلام پیش کرتے ہوئے۔
اسی مشاعرے میں بزرگ شاعر نذیر بنارسی نے شمع روشن کر کے مشاعرے کا آغاز کیا
ساتھ میں آکاشوانی الہ آباد کے اسٹیشن ڈائریکٹر ڈاکٹر مدھوکر گنگادھر (دائیں) کو بھی دیکھا جا سکتا ہے ◄

-gd No D-(C)39
N No 14253

PRICE RUPEE 1.00

Awaz
16th. DECEMBER 1985

ریڈیو کشمیر سرینگر
مشاعرہ



عزیز بانو داراب وفا



میر غلام رسول نازکی



پرتیپال سنگھ بیتاب



افتخار امام صدیقی



ایرج کشمیری



قیصر قلندر



کمال احمد صدیقی



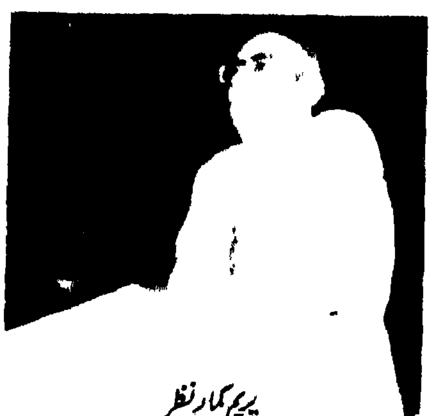
مظہر امام

ریڈیو پر مشاعروں کی روایت اتنی ہی پرانی ہے جتنا کہ ہمارا نشری نظام، خصوصاً اردو مشاعروں کو عصر حاضر میں مقبولیت عطا کرنے کا سہرا ریڈیو کے سر ہے۔ اسی سلسلے میں گذشتہ دنوں ریڈیو کشمیر سرینگر نے ایک مشاعرے کا انعقاد کیا جس میں سامعین کی دل بستگی کے لیے اردو شعرا کو زحمت سخن دی گئی۔ اس مشاعرے کی صدارت اردو کے نمایاں تنقید نگار آل احمد سرور نے فرمائی۔

زیر نظر صفحے پر ہم اس مشاعرے کے شرکا شعرا کی تصاویر پیش کر رہے ہیں۔



راج نرائن راز



پریم کمار نظر

Published by the Director General All India Radio at the Office of the Chief Editor Akashvani Group of Journals PTI Building II floor Sansad Marg New Delhi-110001 Printed by the Manager Govt. of India Photo Litho Press Faridabad